حیات الحیوان (اردو)

تألیف

علامہ محمدؒ بن موسیٰ بن عیسیٰ کمال الدینؒ الدمیری

رحمۃ اللہ علیہ

جلد اوّل

مترجم
مولانا عبد الرشید صاحب
فاضل خیر المدارس ، ملتان

نظر ثانی
مولانا سیدؒ خلیق ساجد بخاری

مکتبۃ الحسن
33 - حقؒ سٹریٹ اردو بازار لاہور

علامہ کمال الدین الدمیری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 808ھ) کی شہرہ آفاق کتاب

(مترجم)

حیات الحیوان

جلد اول

مترجم: ——— مولانا عبدالرشید شجاع آبادی
(فاضل خیرالمدارس ملتان)

نظر ثانی: ——— مولانا سید خلیق ساجد بخاری

ناشر

مکتبۃ الحسن

33 حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

فون: 042-7241355

نام کتاب: ______ حیاتُ الحیوان (مترجم) جلد اول

مؤلف: ______ علامہ محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ کمال الدین الدمیری رحمتہ اللہ علیہ

مترجم: ______ مولانا عبدالرشید شجاع آبادی (فاضل خیر المدارس ملتان)

نظر ثانی: ______ مولانا سید خلیق ساجد بخاری (فاضل وفاق المدارس)

تعداد: ______ 1100

سن اشاعت: ______ دسمبر 2006ء

ناشر: ______ مکتبہ الحسن

باہتمام: ______ عبدالقدیر

مطبع: ______ مکی مدنی پرنٹرز، لاہور

قارئین سے درخواست ہے کہ تمام تر کوشش کے باوجود اس بات کا امکان ہے کہ کہیں کوئی غلطی یا کوئی خامی رہ گئی ہو تو ہمیں آگاہ کریں تاکہ آئندہ اس غلطی کو دور کیا جائے۔
(ادارہ)

مکتبۃ الحسن

33 حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

فون: 042-7241355

فہرست عنوانات حیات الحیوان مترجم

حصہ اول

عنوان	صفحہ
حضرت امام دمیریؒ کے حالات	17
زندگی	17
ولادت	17
''دمیرہ'' کی تحقیق	18
تحصیل علوم	18
تعلیم وتدریس	18
عبادت وریاضت	18
اولاد	19
وفات حسرت آیات	20
مقدمہ از علامہ دمیریؒ	21
باب الالف	
الاسد: شیر (جنگل کا بادشاہ)	23
شیر کے نام	24
شیر سے ابتداء کی وجہ	25
شیر کی قسمیں	25
شیر کی خصوصیات	26
کلام نبوی ﷺ میں شیر کا تذکرہ	27
احادیث میں تعارض اوراس کا حل	30
جذام کے فقہی مسائل	32
دورنبوت کا ایک واقعہ	32
شیر کے خوف سے محفوظ رہنے کی دعا	33
حضرت دانیال علیہ السلام کا واقعہ	33
حضرت دانیال علیہ السلام کا زمانہ	35
حضرت ابراہیم علیہ السلام بن ادھمؒ کی تلقین	36
عملیات	36
ایک بادشاہ اوراس کی توبہ	37
ایک اورواقعہ	
حجرت نوح علیہ السلام کا واقعہ	38
ابومسلم خراسانی کے واقعات	39
ابومسلم خراسانی کے حالات	41
خلیفہ منصور کا ایک دلچسپ واقعہ	42
شیر کا شرعی حکم	42
شیر کی کہاوتیں اور مثالیں	43
فرزدق کا مشہور قصیدہ اوراس کا شان نزول	44
فرزدق	47
شیر کے طبی فوائد	49
شیر کی خواب میں تعبیر	50
ایک علمی بحث	50
دیگر اصحاب کا استدلال	50
ایک اعتراض اوراس کا جواب	53
تفصیل اور شرح	53
علم کلام کا فائدہ	54
ایک شبہ اوراس کا جواب	55
توحید کی صحیح تعریف	55
علم نجوم	56
الابل (اونٹ)	58
اونٹ کی خصوصیات	59
اونٹ کی قسمیں	59
اونٹ کی عادتیں اور خصلتیں	63
اونٹ کا شرعی حکم	64
اونٹ کی زکوٰۃ کے مثال	66
اونٹ کی مثالیں اور کہاوتیں	66
اونٹ کے طبی فوائد	67
اونٹ کی خواب میں تعبیر	67
ابابیل (جھنڈ)	69
اتان (گدھی)	70
گدھی کی کہاوت	72
گدھی کی خواب میں تعبیر	72
اخطب (گدھے کی ایک قسم)	73

اخیضر (ایک قسم کی مکھی)	73
اخیل (ایک منحوس پرندہ)	73
اربد (خاکستری رنگ کا سانپ)	74
ارخ (نیل گائے)	74
ارضة (دیمک، گھن)	75
دیمک کی خصوصیات	75
دیمک کا شرعی حکم	76
دیمک کی کہاوت ومثال	76
دیمک کی خواب میں تعبیر	76
ارقم (چنکوڑیا سانپ)	76
ارنب (خرگوش)	77
خرگوش اور باندی کا قصہ	78
خرگوش کی خصوصیات	78
خرگوش کا شرعی حکم	79
دوسری جماعت کا استدلال	79
خرگوش کی مثال اور کہاوت	80
قاضی شریحؒ کے حالات	81
خرگوش کے طبی فوائد	82
خرگوش کی خواب میں تعبیر	84
ارنب بحری (دریائی خرگوش)	85
دریائی خرگوش کا شرعی حکم	85
اروية (پہاڑی بکری)	85
احادیث رسول ﷺ میں پہاڑی بکری کا ذکر	86
پہاڑی بکری کا شرعی حکم	87
ضرب الامثال اور کہاوتیں	87
پہاڑی بکری کے طبی خواص	88
اساریع (کلنی چھچڑی، سبزی کے کیڑے)	88
اساریع کا شرعی حکم	89
اساریع کی خواب میں تعبیر	89
اسفع (شکرا)	89
اسقنفور	90
اسود سالخ	90
اسودین سے تحفظ کی دعا	91
متفرق واقعات	91
صدقہ مصیبتوں کو دور کرتا ہے	82
اصرمان (کوا، بھیڑیا)	93
وہ صحابی کون تھے	94
اصلة	94
دجال کی ایک پہچان	94
اطلس	95
اطوم	95
اطیش	95
اشہب کون ہیں؟	96
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ	97
الاغثر (ایک آبی پرندہ)	97
الافال و الافائل انوٹ کا بچہ	97
الافعی (سانپ)	97
حیرت انگیز واقعات	97
افعی کی خصوصیات	97
دو واقعات	98
افعی کی ضرب المثل	99
شیخ صالح کا قتل	101
صالح بن عبد القدوس	102
افعوان	103
نزار کے بیٹوں کی دانشمندی	108
ابن التلمند کے حالات	110
نوٹ	111
الاسطرلاب	112
افعی سانپ کے طبی خواص	112
ایک حکایت	112
الاقہبان (ہاتھی اور بھینس)	114
الاملول (ریتیلا جانور)	114
الانس	114
الانسان	115
ایک علمی بحث	116
ایک علمی واقعہ	117
صابروشاکر	118
ایک اور واقعہ	119
عملیات اور وظائف	120
عبادت میں چستی اور ہر قسم کی برکت کے لئے	120
نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لئے	121
ایمان کی حفاظت	121
نیک عادتیں	121
اسم اعظم کیا ہے؟	122
دعا سے مایوسی کی ممانعت	123

دعا کن لوگوں کی قبول ہوتی ہے؟ 124
اوراد اور وظائف 124
خیر و برکت اور رزق میں ترقی کے لئے 125
ظلمتوں اور تاریکیوں سے بچنے کے لئے 125
صفات حمیدہ کے وظائف 125
رزق میں وسعت کے لئے 125
خوف اور دھمکی سے حفاظت کے لیے 126
آسمان کے دروازے کھلنے کے لیے 126
رنج و غم سے بچنے کے لیے 126
ننانوے امراض سے حفاظت 126
گرفتار مصیبت کو اجر و ثواب کے لیے 126
قرض کی ادائیگی کے لیے 126
مجاہدہ اور ریاضت کے لیے 127
دل زندہ رہے 127
قیامت کے دن کی پیاس سے بچنے کے لیے 127
عذاب قبر سے حفاظت کے لیے 127
اوصاف حمیدہ کے وظائف 127
قرض اور دین کی ادائیگی کے لیے 128
ہلاکت اور مصیبت سے نجات کے لیے 129
شریر قوم سے حفاظت کے لیے 129
بادشہ کے خوف سے حفاظت کے لیے 129
دین میں ثابت قدمی اور استقلال کے لیے 129
خیر و برکت اور رزق میں وسعت کے لیے 130
لوگوں سے پردہ داری کے لیے 130
بھوک اور پیاس پر قابو پانے کے لیے 130
تجارت میں ترقی کے لیے 130
نقصان سے بچنے کے لیے 130
موت میں آسانی اور سلامتی کے لیے 130
دردسر کے لیے مجرب عمل 130
دردسر کے لیے دوسرا مجرب عمل 131
انسان کے طبی خواص 132
عورت کا بانجھ پن معلوم کرنے کا طریقہ 137
انسان کی خواب میں تعبیر 138
عورت کو خواب میں دیکھنا 139
انسان الماء (دریائی انسان) 140
ایک حکایت 141
دریائی انسان کا شرعی حکم 141
الانقد (سیہی) 141
عملیات اور تعویذات وغیرہ 141
(داڑھ کے درد کے لیے)
الانکلس (مارماہی) 143
الانن 144
الانیس (آبی پرندہ) 144
اس پرندہ کا شرعی حکم 144
الانوق (عقاب) 145
ضرب الامثال 145
امام سہیلیؒ کے حالات 147
الاوزۃ (بڑی بطخ یا مرغابی) 148
ابونواس 148
بڑی بطخ کی خصوصیات 149
حضرت علیؓ کی شہادت 150
حضرت علیؓ کی مرقد مبارک لا پتہ ہے 151
سیرت تاجدار دو عالم سرکار مدینہ ﷺ 152
خلافت امیر المومنین خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ 157
وفات و مدت خلافت 155
خلافت امیر المومنین خلیفہ دوم حضرت سیدنا عمر فارقؓ 156
آپ کا نمایاں کردار 156
ایک عجیب و غریب واقعہ 158
حضرت عمر فارقؓ کے کارنامے 159
سیدنا امیر المومنین عمر فاروقؓ کی شہادت 160

تاریخ شہادت ومدت خلافت 160
خلافت امیر المومنین خلیفہ سوم سیدنا حضرت عثمان غنیؓ 161
آپ کا حسن کردار 161
حضرت عثمانؓ کے مناقب 162
اختلاف اور جھگڑوں کا آغاز 163
گھر کا محاصرہ 164
محاصرہ کے وقت حضرت علیؓ کا تعاون 164
حضرت عثمانؓ پر حملہ 164
تاریخ شہادت 165
مدت خلافت 165
خلافت امیر المومنین خلیفہ چہارم سیدنا علیؓ بن ابی طالب 166
اولوالعزم پیغمبر کون ہیں؟ 166
ماں کے پیٹ سے مختون پیدا ہونے والے پیغمبر 166
رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کاتبین وحی 167
دور نبوت کے حفاظ صحابہ کرام 167
حضورؐ کے سامنے گردن اڑانے والے صحابہؓ 167
رسول اللہ ﷺ کے محافظ صحابہ کرامؓ 167
دور نبوت کے مفتیان صحابہ کرام 167
مدینہ منورہ کے مفتی تابعین عظام 167
شیر خوارگی میں گفتگو کرنے والے 167
موت کے بعد گفتگو کرنے والے 168
مادر رحم میں مدت سے زائد رہنے والے 168
نمرود نامی بادشاہ 168
فراعنہ مصر 168
ائمہ مذاہب اربعہ 168
جلیل القدر محدثین کرام 168
علیؓ بن ابی طالب سے لوگوں کی بیعت 169
حضرت علیؓ کے بارے میں عمر فاروقؓ کا مشورہ 169
سیدنا علیؓ کے اخلاق وکردار 169
آپ کی عمر اور مدت خلافت 170
خلافت سیدنا حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب 171
حضرت حسنؓ کو زہر دیا گیا تھا 173
تاریخ وفات 173
مدت خلافت 173
خافت امیر المومنین سیدنا معاویہؓ بن ابی سفیانؓ 173
حلیہ اور نسب 174
وفات معاویہ بن سفیان 175
خلافت یزید بن معاویہ 175
سیدنا حسینؓ کا قاتل کون تھا؟ 175
یزید بن معاویہ کی وفات 178
خلافت معاویہ بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان 178
تاریخ وفات 179
خلافت مروان بن الحکم 180
مروان بن الحکم کی وفات 180
مدت خلافت 180
خلافت عبدالملک بن مروان 181
شاہ روم کا عبدالملک بن مروان کے نام خط 182
عبدالملک کا جواب 182
محمد بن علی بن حسین کا مشورہ 182
سیدنا عبداللہ بن زبیر 184
قیافہ شناس کی پیشن گوئی 185
عبدالملک کی وفات 185
خلافت عبداللہ بن زبیرؓ 185
محل کا انہدام 186
مصعب بن زبیر 186
مدت خلافت 186
خلافت الولید بن عبدالملک 187
ولید کے کارنامے 187
فتوحات 187
وفات 188
خلافت سلیمان بن عبدالملک 188
حسن اخلاق 188
سلیمان بن عبدالملک کے کارنامے 189

سلیمان کے اخلاق وعادات	190
سلیمان کے کارنامے	190
سلیمان کی وفات اور مدت خلافت	190
خلافت سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ	191
ہوشربا گرانی کا ایک واقعہ	194
آپ کے اخلاق وحسن کردار	195
وفات	196
خلافت یزید بن عبدالملک	196
وفات	198
خلافت ہشام بن عبدالملک	198
خلافت الولید بن یزید بن عبدالملک	198
ولید رنگین مزاج تھا	199
الولید بن یزید کا قتل	200
خلافت یزید بن الولید بن عبدالملک بن مروان	200
وفات اور مدت خلافت	201
خلافت ابراہیم بن الولید	201
خلافت مروان بن محمد	201
خلافت عباسیہ	203
خلیفہ ابوالعباس سفاح	203
خلافت ابوجعفر منصور	203
خلافت محمد المہدی	204
خلافت موسیٰ الہادی	205
خلافت ہارون الرشید	205
ایک عجیب وغریب واقعہ	205
ہارون رشید کی شفقت کا ایک واقعہ	206
ہارون رشید کا انتقال	206
خلافت محمد امین	207
امام کسائی کا بیان کردہ واقعہ	207
امام اصمعیؒ کا مامون اور امین سے انٹرویو	208
مامون رشید کی پیدائش کا واقعہ	209
وفات وخلافت	209
خلافت عبدالمامون	210
مامون رشید کی وفات	210
خلافت ابواسحٰق ابراہیم المعتصم	211
امام احمد بن حنبلؒ کی گرفتاری اور جیل کی صعوبتیں	211
خلیفہ الواثق کی سختی اور متوکل کا انعام وکرام	212
خلیفہ معتصم کی امام احمد پر سختی	212
امام شافعیؒ کا خواب	214
امام احمدؒ کی وسعت ظرفی	214
جناب رسول اللہ ﷺ اور موسیٰ علیہ السلام کی بشارت	214
امام احمد بن حنبلؒ کے حالات	215
معتصم کی وفات	216
خلافت ہارون واثق باللہ	216
خلق قرآن کے موضوع پر مناظرہ	217
قوت باہ کا نسخہ	219
تاریخ وفات	220
خلافت جعفر متوکل	220
جعفر متوکل کا کردار	221
جعفر متوکل کا قتل	222
خلافت محمد منتصر باللہ	222
خلافت احمد مستعین باللہ	223
خلافت ابوعبداللہ محمد معتز بن متوکل	226
خلافت جعفر مہتدی باللہ بن ہارون	227
ایک مناظرہ	227
خلافت ابوالقاسم احمد معتمد علی اللہ بن متوکل	230
خلافت ابوالعباس احمد معتضد باللہ بن موفق	231
خلافت ابومحمد علی مکتفی باللہ بن معتضد	231
خلافت ابوالفضل جعفر مقتدر باللہ	232
خلافت عبداللہ بن المعتز المرتضی اللہ	233
خلافت محمد قاہر باللہ	235
خلافت ابوالعباس احمد راضی باللہ بن مقتدر	236
خلافت ابراہیم متقی باللہ	236
خلافت عبداللہ المستکفی باللہ بن	237

مکتفی

خلافت ابوالفضل مطیع للہ بن 238

مقتدر

خلافت ابوبکر عبدالکریم الطائع للہ 238

خلافت ابوالعباس احمد قادر باللہ 242

بن اسحاق

خلافت ابوجعفر عبداللہ قائم بامر 242

اللہ بن قادر باللہ

خلافت ابوالقاسم مقتدی بامراللہ 243

بن محمد بن القائم بامراللہ

انتقال کا واقعہ 243

خلافت مستظہر باللہ ابوالعباس 243

احمد

خلافت ابومنصور فضل مسترشد 244

باللہ بن مستظہر

خلافت ابومنصور جعفر راشد باللہ 244

خلافت مستضی بنوراللہ بن مستنجد 246

باللہ

خلافت ابوالعباس احمد ناصرالدین 246

اللہ

خلافت ظاہر بامراللہ بن ناصر 247

الدین اللہ

ظاہر بامراللہ کے حالات 247

مستنصر باللہ کے حالات 248

خلافت مستعصم باللہ 249

خلافت مستنصر باللہ احمد بن خلیفہ 250

ظاہر باللہ

خلافت حاکم بامراللہ 250

خلافت حاکم بامراللہ ابوالربیع 250

سلیمان بن حاکم بامراللہ

خلافت حاکم بامراللہ احمد بن 250

مستکفی باللہ

خلافت معتضد باللہ 251

خلافت متوکل علی اللہ 251

خلافت مستعین باللہ 251

مصاحبین اور حاشیہ نشینوں کے 253

لیے ہدایات

خلافت معتضد باللہ ابوالفتح داؤد 256

خلافت مستکفی باللہ 257

خاندان عبیدی 257

بڑی بطخ کی خصوصیات 260

شرعی حکم 260

بڑی بطخ کے طبی فوائد 260

الالفتۃ (بجھتی یا مادہ بھیڑیا) 261

الالق (بھیڑیا) 261

الاودع (جنگلی چوہا) 261

الاورق (خاکستری اونٹ) 261

الاوس (بھیڑیا) 262

احادیث رسول اللہ ﷺ میں اوس 262

اویس کا تذکرہ

اویس القرنی 262

الایلس (مچھلی) 263

الایم والاین 264

(ایک قسم کا سانپ) 264

الایل (بارہ سنگھا) 265

سینگ کب نکلتے ہیں؟ 265

فوائد 267

بارہ سنگھا کا شرعی حکم 267

طبی فوائد 267

ابن اوی (گیدڑ) 267

گیدڑ کا شرعی حکم 268

گیدڑ کے طبی فوائد 268

باب الباء

الباہوس (چھوٹے بچے) 269

البازی 269

(باز، شکرا) 269

دین کی خدمت کرنے والے کو 270

عبداللہ بن مبارک کی امداد

عبداللہ بن مبارک 270

ہارون رشید کا واقعہ 270

باز کی قسمیں 271

باز کی صفات 271

الباشق 272

البیوق 272

باز کا شرعی حکم 273

باز کی کہاوت اور امثال 274

ایک حکایت 274

ابوایوب سلیمان کا قتل 275

باز کے طبی فوائد 276
باز کی خواب میں تعبیر 276
البازل (کوہان والا اونٹ) 277
الباقعة (ہشیار آدمی) 277
بالام 278
نون اور بالام نامی مچھلی 279
البال (بڑی مچھلی) 279
الببر (ببر شیر) 280
ببر شیر کا شرعی حکم 280
ببر شیر کے طبی فوائد 280
الببغاء (طوطا) 281
طوطے کی قسمیں اور خصوصیتیں 281
طوطے کی انوکھی تعلیم 281
طوطے کا شرعی حکم 283
طوطے کے طبی فوائد 284
طوطے کی خواب میں تعبیر 284
البج (آبی پرندہ) 284
البجع (پوٹا) 284
البخروج (نیل گائے کا بچہ) 285
البخاق (نر بھیڑیا) 285
البخت (بختی اونٹ) 285
البدنہ (حج کے قربانی کا جانور) 286
سب سے پہلے بدنہ کی قربانی پیش کرنے والے 287
بدنہ پر سواری کرنا؟ 288
البذج (بھیڑ کا بچہ) 289
بھیڑ کے بچے کا حدیث میں تذکرہ کیوں؟ 289
بھیڑ کے بچہ سے مثالیں 290
البراق (شب معراج کی سواری) 290
ایک اعتراض اور اس کا جواب 291
حضرت جبرئیلؑ آپ ﷺ کے ساتھ سوار ہوئے یا نہیں؟ 291
فاطمہؓ بنت نبی ﷺ کی فضیلت 292
معراج کا واقعہ کس دن پیش آیا؟ 292
تاجدار مدینہ ﷺ کی مختصر سوانح 292
البرزون (ٹٹو) 294
ٹٹو کا احادیث رسول ﷺ میں تذکرہ 295
سیدنا عمرؓ ٹٹو پر سوار ہوئے 296
ابوالہذیل کی سرگزشت کا ایک عجیب وغریب واقعہ 296
خالد بن صفوان خلیفہ ابوالعباس سفاح کے دربار میں 298
ٹٹو کا شرعی حکم 299
ٹٹو کے طبی فوائد 299
ٹٹو کی خواب میں تعبیر 300
البرغش (مچھر کی ایک قسم) 300
البرغز (نیل گائے کا بچہ) 300
البرغوث (پسو) 300
پسو کی خصوصیات 301
پسو کا شرعی حکم 301
پسو سے حفاظت کے لیے 302
امام مالکؒ سے ایک سوال 302
پسو کی مثالیں اور کہاوتیں 303
پسو سے متعلق اشعار 303
موذی جانوروں سے حفاظت کے لیے 304
پسو کی خواب میں تعبیر 305
البروا (ایک پرندہ کا نام) 305
البرقانة (رنگ برنگی ٹڈی) 305
البرقش (چڑیا) 305
البرکة (آبی پرندہ) 305
البشر (انسان) 306
البط (بطخ) 306
ایک فقہی مسئلہ 306
بطخ کی ضرب الامثال 307
امیر یعقوب کے حالات 309
سلطان محمود کے حالات 310
البطس (مچھلی کی ایک قسم) 312
البعوض (مچھر) 312
مچھر کی حیرت انگیز قوت 312
نمرود کی ناک میں مچھر کا گھس جانا 316
مچھر کی خوبیاں 316
امام زمخشریؒ کون 317
دوسرا واقعہ اور دعا 317
موسیٰ الکاظم کی وفات 319

مچھر کا شرعی حکم 320
فائدہ 320
حسنینؓ کا خاندان رسول ﷺ سے ہونے کا ثبوت 320
یحییٰ بن یعمر کون تھے؟ 322
خواب میں سیدنا علی مرتضیٰ سے ایک سوال 323
حیص بیص شاعر 323
مچھر کی ضرب المثل 324
بعیر (اونٹ) 325
فقہی مسائل 326
حدیث میں اونٹ کا ایک واقعہ 327
مدعی کے خلاف اونٹ کی شہادت 328
ہارون رشید کی پریشانی اور فضیل بن عیاض کی نصیحت 329
ایک دوسرا واقعہ 333
امام اوزاعیؒ کون ہیں؟ 334
اونٹ کا شرعی حکم 334
ضرب الامثال اور کہاوتیں 335
ذہانت اور ذکاوت کے واقعات 335
اونٹ کے طبی فوائد 336
بغاث (گدھ سے چھوٹا پرندہ) 337
بغاث کا شرعی حکم 337
ضرب الامثال 337
بغل (خچر) 337
خچر پر سوار ہونے کے واقعات 338
علی بن حسینؓ کون تھے؟ 339
علی زین العابدین کی وفات 340
شیخ ابواسحٰق شیرازی فیروزآبادی 340
امام الحرمین کی وفات 340
امام اعظم ابوحنیفہؒ 341
نضر بن شمیل کا ایک علمی واقعہ 342
ہارون رشید کے دربار میں امام ابویوسفؒ کا علمی مقام 343
فقہی مسائل 347
خچر کا شرعی حکم 349
ایک جزئی مسئلہ 350
خچر کی ضرب الامثال اور کہاوتیں 350
سعید بن عبدالرحمٰن کے بارے میں ائمہ کی رائے 353
ایک رہزن نما پادری 354
خچر کے طبی فوائد 355
خچر کی خواب میں تعبیر 356
البغیبغ (ہرن) 356
البقر الاھلی (گھریلو گائے بیل) 357
گائے بیل کیا ہیں؟ 359
ولادت میں آسانی کے لیے عمل 359
کامیابی کے لیے ایک عمل 360
ولادت میں آسانی کے لیے دوسرا عمل 361
گائے کا ایک عجیب واقعہ 361
دوسرا واقعہ 361
کچھ جلال الدولہ کے بارے میں 363
اہل عرب کی ایک رسم 364
گائے کا شرعی حکم 364
فقہی مسائل 365
بنی اسرائیل کے تین قاضیوں کا واقعہ 366
گھریلو گائیوں کی ضرب الامثال 366
گائے بیل کے طبی فوائد 366
گائے بیل کی خواب میں تعبیر 367
بقر وحشی (نیل گائے) 369
نیل گائے کا حدیث میں تذکرہ 369
نیل گائے کا شرعی حکم 370
نیل گائے سے ضرب الامثال 370
نیل گائے کے طبی فوائد 370
نیل گائے کی خواب میں تعبیر 370
بقر الماء (سمندری گائے) 371
بنی اسرائیل کی گائے 371
بق (پسو) 371
پسو کے طبی فوائد 372
پسو سے حفاظت کے لیے 372
پسو کا احادیث میں تذکرہ 372
ضرب الامثال 373
خواب میں تعبیر 373
بکر (جوان اونٹ) 373
بکر سے ضرب الامثال 375
بُلبُل 376

امام مالکؒ سے ایک استفتاء 378
بلبل کے طبی فوائد 379
بلبل کی خواب میں تعبیر 379
بُلح (ایک پرندہ جو گدھ سے بڑا ہوتا ہے) 379
بلشون (بگلا) 380
بلصوص (ایک قسم کا پرندہ) 380
بنات الماء (سمندری لڑکیاں) 380
بنات وردان (گبریلا) 380
بهار (سفید مچھلی) 381
بهشته (نیل گائے) 381
بهرمان (ایک قسم کی گوریا) 381
بهمة (گائے، بھیڑ، بکری کے بچے) 382
چوپائے اور مویشی میدان حشر میں 384
ایک فقہی مسئلہ 387
چوپاؤں سے ضرب الامثال 387
بوم. بومة (الو، چغد) 387
الو کی خصوصیات 389
الو کا شرعی حکم 390
الو کے طبی فوائد 391
الو کی خواب میں تعبیر 391
بوه (الو کے مانند ایک پرندہ) 391
بوقیر (ایک سفید پرندہ) 392
بینیب (سمندری مچھلی) 392
بیاح (ایک قسم کی مچھلی) 392

ابو براقش (گوریا اور چڑیا کے مانند پرندہ) 392
ابو براه (ایک قسم کی چڑیا) 393
ابو بوبص (چھپکلی) 393

باب التاء

تالب (پہاڑی بکری) 393
تبیع (بچھڑیا) 393
تیشر (زرد پروں کا پرندہ) 393
تتفل (بھیڑیئے کا بچہ) 394
تدرج (تیتر کے مانند ایک پرندہ) 394
تدرج کا شرعی حکم 394
تدرج کے طبی فوائد 394
تخس 394
تفلق (آبی پرندہ) 394
تفه (بلی کی شکل کا ایک شکاری جانور 394
تفه کا شرعی حکم 395
تفه سے ضرب الامثال 395
تم (مرغابی کے مانند ایک پرندہ) 396
تمساح (گھڑیال۔ مگرمچھ) 396
گھڑیال کی خصوصیات 397
گھڑیال کا شرعی حکم 397
گھڑیال سے ضرب الامثال 398
گھڑیال کے طبی خواص 398
گھڑیال کی خواب میں تعبیر 398
تمیلة (بلی کے برابر جانور) 398

تنوط 398
تنوط کا شرعی حکم 399
تنوط کے طبی خواص 399
تنین (اژدہا) 399
تنین کا حدیث میں تذکرہ 399
موسیٰ کے عصاء کی خصوصیت 400
اژدہے کا شرعی حکم 401
اژدہے کے طبی خواص 401
تورم (ایک پرندہ) 401
تولب (گدھے کا بچہ) 402
تیس (بکرا) 402
حجاج بن یوسف کے واقعات 405
حجاج کے انتقال کا واقعہ 410
اشکال اور اس کا جواب 412
تیس سے ضرب الامثال 412
تیس کے طبی خواص 413

باب الثاء

ثاغیه (بھیڑ) 414
ثرملة (مادہ لومڑی) 414
ثعبان (اژدہا) 414
عبداللہ بن جدعان کا واقعہ 414
عبداللہ بن جدعان 416
ثعالة (لومڑی کا نام ہے) 422
ثعالہ سے ضرب الامثال 422
ثعبة (ایک قسم کا گرگٹ) 423
ثعلب (لومڑی) 423

امام جاحظ کون ہے؟ 424
پسو دور کرنے کا عمل 425
حکایت 425
لومڑی کی چالاکی اور تدبیر 426
جانوروں کی چالاکی کا دوسرا واقعہ 426
ایک اور واقعہ 426
کچھ امام ثعلبی کے بارے 431
لومڑی کا شرعی حکم 432
لومڑی سے ضرب الامثال 433
لومڑی کے طبی خواص 434
لومڑی کی خواب میں تعبیر 435
ثفا (جنگلی بلی) 435
ثفلان (جن وانس) 435
تلج 436
ثنی (دوسالہ جانور) 436
ثور (بیل (بچار) 436
جانوروں کی آپس میں ہمدردی اور اخلاص 436
مچھلی اور بیل بھی جنت کی غذا ہیں 437
بیل کے ضرب الامثال 439
بیل (بچار) کے طبی خواص 441
خواب میں تعبیر 442
الثول (نر شہد کی مکھی) 442
الثیتل (پہاڑی بکرا) 442

باب الجیم

الجارحۃ (شکاری درندہ یا پرندہ) 442
الجاموس (بھینس) 443
بھینس کا شرعی حکم 443
بھینس کے طبی خواص 443
بھینس کی خواب میں تعبیر 443
الجان (پتلا سانپ) 444
الجبھتہ (گھوڑا) 445
حدیث نبوی ﷺ میں گھوڑے کا تذکرہ 445
الجثلہ (کالی چیونٹی) 445
الجحمرش (دودھ پلانے والی خرگوشنی یا بانجھ عورت) 446
الجحش (گھریلو یا جنگلی گدھے کا بچہ) 446
امثال 446
الجحذب (ٹڈی کی ایک قسم) 446
الجد الجد (جھینگرا) 446
جدجد کا شرعی حکم 446
الجدائیۃ (ہرن کا بچہ) 447
الجدی (بکری کا نر بچہ) 447
بکری کے بچہ کے طبی خواص 448
خواب میں تعبیر 448
اجدل (شکرہ) 448
اجذع (بھیڑ کا ایک سالہ بچہ) 449
الجراد (ٹڈیاں) 451
وظائف وعملیات 452
ٹڈی سے حفاظت کے لیے 456
ٹڈی کا شرعی حکم 456
مسئلہ 458
ٹڈی سے ضرب الامثال 459
ٹڈی کے طبی خواص 459
خواب میں تعبیر 460
الجراد البحری (دریائی ٹڈی) 460
دریائی ٹڈی کے طبی خواص 460
الجرار (بچھو کی ایک قسم) 460
الجرز (نر چوہا) 461
لطیفہ (فائدہ) 462
چوہے کا شرعی حکم 463
خواب میں تعبیر 463
الجرجس (مچھروں کے بچے) 463
الجوارس (شہد کی مکھی) 463
الجرو (کتے کا چھوٹا بچہ) 464
حدیث شریف میں الجرو کا ذکر 464
الجریث (مارماہی) 466
مارماہی کا شرعی حکم 466
مارماہی کے طبی خواص 466
الجزود (اونٹ) 467
زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کے مذاہب 468
الجساسہ 469
حدیث شریف میں جساسہ کا ذکر 469

عنوان	صفحہ
تمیم داری	469
الجعار (بجو)	470
بجو کے طبی خواص	470
بجو کی خواب میں تعبیر	470
الجعدة (بکری)	470
الجعمل (گبریلا)	471
گبریلا کا شرعی حکم	472
طبی خواص	473
خواب میں تعبیر	473
الجمول (شتر مرغ کا بچہ)	473
الجفرة (بکری کا بچہ)	473
بکری کے بچہ کا شرعی حکم	475
الجلالة (نجاست کھانے والی گائے)	475
الجلم (شکاری پرندہ)	476
الجمل (نر اونٹ)	476
فائدہ	476
حدیث میں جمل (اونٹ) کا ذکر	479
مسئلہ	479
ضرب الامثال اور کہاوتیں	484
جمل کی خواب میں تعبیر	484
جمل البحر (مچھلی)	485
جمل الماء (ایک قسم کا پرندہ)	485
جمل الیهود (گرگٹ)	485
الجمعلیله (بجو)	485
جمیل و جمیل (چھوٹا سا پرندہ)	486
الجندب (ٹڈی)	486
الجندع (کالی ٹڈی)	486
الجن (ہوائی مخلوق)	487
علمی بحث	489
فائدہ	500
مسائل	504
جن کی عادتیں	507
جنات کی خواب میں تعبیر	508
جنان البیوت (گھریلو سانپ)	508
حدیث میں جنات کا ذکر	509
الجندبادستر (ایک آبی جانور)	509
جندبادستر کے طبی خواص	510
الجنین (نامکمل بچے)	510
جنین کا شرعی حکم	510
جهبر	512
الجواد (تیز رفتار عمدہ گھوڑا)	512
حدیث میں جواد کا ذکر	512
خازن جنت سے ملاقات	513
حکایت	514
الجواف (مچھلی کی ایک قسم)	523
الجوذر (جنگلی گائے کا بچہ)	523
الجوذل (کبوتری کا بچہ)	525
الجیال (بجو)	525
الوجوارة	525
باب الحاء	
حاریة	526
الحباب (سانپ)	526
حباب کا حدیث میں ذکر	526
الحبتر (لومڑی)	527
الحبث (سانپ)	527
حباحب (جگنو)	527
حباری (سرخاب)	527
حدیث میں حباری کا ذکر	528
سرخاب کی ضرب الامثال اور کہاوتیں	528
سرخاب کے طبی خواص	529
الحبرج (نر سرخاب)	529
الحبرکی (چیچڑی)	529
حبلق (بکری کا بچہ)	530
حبیش (پرندہ کی ایک قسم)	530
الحجر (گھوڑی)	530
حجر کا حدیث میں ذکر	530
خواب میں تعبیر	530
الحجروف (جانوروں کی ایک قسم)	530
الحجل (نر چکور)	531
چکور کا شرعی حکم	531
چکور کی ضرب الامثال اور کہاوتیں	532

طبی خواص 533
خواب میں تعبیر 533
الحداۃ (چیل) 533
چیل کا شرعی حکم 536
چیل کی ضرب الامثال اور کہاوتیں 536
چیل کے طبی خواص 536
چیل کی خواب میں تعبیر 536
الحذف (بھیڑ کا بچہ) 537
الحر (اصیل گھوڑا) 537
الحرباء (گرگٹ) 537
گرگٹ کا شرعی حکم 538
ضرب الامثال اور کہاوتیں 538
طبی خواص 539
خواب میں تعبیر 539
الحرزون (گوہ کے مانند ایک جانور) 539
حرزون کا شرعی حکم 539
حرزون کے طبی خواص 539
خواب میں تعبیر 539
الحرشاف باالحرشوف (لاغر ٹڈیاں) 540
الحرقوص (چت گوریا پسو) 540
فائدہ 541
حرقوص کا شرعی حکم 541
الحریش (چت کوریا سانپ) 541
حریش کا شرعی حکم 542
حریش کے طبی خواص 542
الحسبان (ٹڈی) 542
الحساس (چھوٹی مچھلیاں) 542
الحسل (گوہ کا بچہ) 542
حسل کا شرعی حکم 542
حسل کی ضرب الامثال اور کہاوتیں 542
الحسبل (بچھڑا) 543
حسون (خوش آواز پرندہ، نیک کنٹھ) 543
الحشرات (زمین پر رینگنے والے جانور) 543
فائدہ 543
حشرات کا شرعی حکم 544
الحشو والحاشیة (اونٹ کے چھوٹے بچے) 545
الحصان (گھوڑا) 545
حدیث میں حصان کا ذکر
قصہ بنی اسرائیل 545
عبدالملک بن مروان 545
مامون کا قصہ 547
الحصور (اونٹنی) 548
فائدہ 548
حضا جر (بجو) 548
الحضب (اژدہا) 549
الحفان (چوپاؤں کے بچے) 549
الحفص (شیر کا بچہ) 549
الحقم (کبوتر جیسا بچہ) 549
الحلزون (کیڑے) 549
حلزون کا شرعی حکم 549
الحلکة و الحلکاء والحکاء والحلکی 549
الحلم (چیچڑی) 550
مسئلہ 550
حلم کا شرعی حکم 551
حلم کی ضرب الامثال اور کہاوتیں 551
الحمار الاھلی (گھریلو گدھا) 551
حدیث میں حمار کا تذکرہ 552
عجیب حکایت 553
تعشیر حمار 555
دوسری حکایت 555
فائدہ 563
قیصر کا تذکرہ 564
منصور حلاج کا واقعہ 565
حلاج کی وجہ تسمیہ 565
محمد بن ابی بکر کا قصہ 567
سفیان ثوری کا واقعہ 568
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکایت 569
عورتوں کی مکاری کے قصے 569

ایک بوڑھے کی حکایت 573
ایک درزی کی حکایت 573
ذوالنون بن موسیٰ کی حکایت 573
ایک بچہ کی حکایت 574
ابن خاقان کی حکایت 574
ایک جوان کی حکایت 574
حاکم عبیدی کی حکایت 575
ایک اور حکایت 575
تذنیب 576
گدھے کا شرعی حکم 577
گدھے کی ضرب الامثال اور کہاوتیں 577
گدھے کے طبی خواص 579
خواب میں تعبیر 579
الحمار الوحشی (جنگلی گدھا) 581
گورخر کی ضرب الامثال اور کہاوتیں 584
گورخر کی خواب میں تعبیر 585
حمارقبان (ایک چھوٹا سا دابہ) 585
حمارقبان کا شرعی حکم 586
طبی خواص 586
خواب میں تعبیر 586
الحمام (کبوتر) 586
حدیث میں حمام کا ذکر 588
کبوتر کی خاص عادتیں 599
مسترشد باللہ کا واقعہ 591
شیخ ابوالحسن شاذلیؒ کا خواب 593
کبوتر کا شرعی حکم 595
مالک بن انس کا قصہ 596
امیر المومنین منصور کا قصہ 597
کبوتر کی ضرب الامثال اور کہاوتیں 598
کبوتر کے طبی خواص 599
کبوتر کی خواب میں تعبیر 600
الحمد (قطاط کے بچے) 601
الحمر (ایک پرندہ) 601
ابن لسان کا واقعہ 601
حمر کا شرعی حکم 602
حدیث میں حمر کا ذکر 602
حمر کی ضرب الامثال اور کہاوتیں 602
الحمة 602
الحماط (سبزی کا کیڑا) 603
الحمک 603
الحمل 603
حدیث میں حمل کا ذکر 603
ایک حکایت 603
ایک عجیب حکایت 604
حضرت یعقوب کا قصہ 604
الحمان 605
الحمولة 605
الحميق 606
حميل حر 606
الحنش 606
حدیث میں حنش کا ذکر 606
الخنطب (ٹڈی) 607
الحوار (اونٹنی کا بچہ) 607
حوار کی ضرب الامثال اور کہاوتیں 608
الحوت (مچھلی) 608
حوت کی ضرب الامثال اور کہاوتیں 609
حدیث میں مچھلی کا تذکرہ 609
حضرت یونس کا قصہ 609
فائدہ 610
حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعوت 611
حوت الحبض (مچھلی کی ایک قسم) 612
حوت الحیض کا شرعی حکم 612
حوت الحیض کے طبی خواص 612
تتمہ 612
حضرت موسیٰ و یوشع علیہما السلام 612
فائدہ 614
حضرت خضر علیہ السلام کا نام 615
فائدہ 617

حضرت علیؓ کا واقعہ 618
ایک عجیب حکایت 618
الحوشی (وحشی اونٹ) 619
الحوصل (ایک بڑا پرندہ) 619
حوصل کا شرعی حکم 619
الحلان 619
(بکری کے پیٹ میں پایا جانے والا بچہ)
حدیث میں حلان کا ذکر 620
حیدرۃ (شیر کے ناموں میں سے ایک نام) 620
حدیث میں حیدرۃ کا ذکر 620
تتمہ 623
الحیرمہ (گائے) 624
الحیۃ (سانپ) 624
سراندیپ (لنکا) 624
علی ابن نصر، جہضمی کا واقعہ 629
عجیب حکایت 634
ہارون رشید کا واقعہ 634
حکایت 634
حضرت عیسیٰ سے سانپ کا کلام کرنا 635
نوشیروان کا واقعہ 635
وظائف وعملیات 638
بچھو کے کاٹے ہوئے کا جھاڑنے کا عمل 638
سانپ کے ڈسنے یا باؤلے کتے کے کاٹنے یا زہر پی لینے کے لئے مجرب جھاڑ 638
عجیب حکایت 640
تتمہ 641
تکملہ 642
عمادالدولہ کا قصہ 643
ایک آزمودہ عمل 644
سانپ کا شرعی حکم 644
حدیث میں سانپوں کو مارنے کا حکم 645
ضرب الامثال اور کہاوتیں 647
سانپ کے طبی خواص 648
فائدہ 648
خواب میں سانپ کی تعبیر 648
الحیوث 649
الحیدوان 650
الحبقطان 650
الحیوان (ہر وہ چیز جس میں حرکت اور زندگی پائی جائے) 650
حیوان کا شرعی حکم 652
حیوان کے طبی خواص 653
خواب میں تعبیر 653
ام حبین (گرگٹ جیسا ایک جانور) 654
ام حبین کا حدیث میں ذکر 655
ام حبین کا شرعی حکم 655
ام حسان 656
ام حبیس 656
ام حفصہ 656
ام حمارس 656

حالات زندگی علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی کمال الدین محمد' کنیت ابوالبقاء' والد کا نام موسیٰ بن عیسیٰ ہے۔ ان کا نام پہلے کمال دین تھا بعد میں کمال الدین محمد رکھا تا کہ حضور ﷺ کے نام کے ساتھ بطور تبرک نسبت ہو جائے۔

۷۴۲ھ مطابق ۱۳۴۴ء کے اوائل میں قاہرہ میں ولادت ہوئی۔ جس کا ذکر خود انہوں نے اپنی کتابوں میں کیا ہے آپ نے قاہرہ میں تربیت حاصل کی اور یہیں پرورش پائی۔

یوں تو آپ قاہرہ میں پیدا ہوئے لیکن دمیرۃ کی طرف منسوب ہو کر مشہور ہوئے (دمیرۃ مصر میں ایک بستی کا نام ہے) دمیرۃ کو بعض لوگ دال اور میم دونوں پر کسرہ پڑھتے ہیں اس طرح دمیری پڑھا جائے گا اور بعض لوگ دال پر فتح اور میم پر کسرہ پڑھتے ہیں اس طرح دمیری پڑھا جائے گا۔

مستند علماء نے اسی آخری قول کو ترجیح دی ہے۔

جب سن شعور کو پہنچے تو خیاط (درزی) کا کام شروع کر دیا۔ چند دنوں کے بعد یہ شغل ترک کر دیا اور علم وفن کی اہمیت معلوم ہونے پر جامعۃ الازہر میں تحصیل علم شروع کر دی۔ پھر ایسے مشغول ومتوجہ ہوئے کہ اپنے وقت کے قابل احترام اور جلیل القدر علماء میں آپ کا شمار ہونے لگا۔ یہاں تک کہ عہدہ قضاء کی پیشکش بھی کی گئی لیکن آپ نے اس عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ عقائد میں اہلسنت اور فقہ میں شافعی مذہب سے وابستہ تھے اور تصوف میں کافی دسترس وادراک رکھتے تھے عابد وزاہد تھے آخری عمر میں تسلسل کے ساتھ روزے رکھنے لگے تھے۔

اہل علم وفن کہتے ہیں کہ استاذ کے اخلاق اور اس کے علوم کا اثر اس کے شاگردوں میں ضرور ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی شخصیت، رفعت علمی، علو مرتبت کا اندازہ لگانا ہو تو اس کے شاگرد امام ابویوسفؒ، امام محمدؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ وغیرہ کا جائزہ لے لیجئے۔ اسی طرح علامہ ابن تیمیہؒ کے علوم اور ان کے شان علمی سے واقف ہونا ہو تو ان کے شاگرد حافظ ابن قیمؒ کی تصانیف کا مطالعہ کیا جائے۔

اسی طرح آپ نے علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ کی وسعت معلومات، ان کی شان علمی وشخصیت کا مشاہدہ کرنا ہو تو آپ

کی تصانیف میں خصوصی طور پر "حیات الحیوان" اوران کے اساتذہ کرام کی علمی رفعت و بلندی کو دیکھئے۔آپ نے اپنے وقت کے جید و یکتائے روزگار علماء وفقہاء سے علوم حاصل کئے۔

علم فقہ شیخ بہاء الدین سبکیؒ، جمال الدین اسنویؒ، کمال الدین نویری مالکیؒ وغیرہ سے پڑھنے کا شرف حاصل کیا اور علم ادب شیخ برہان الدین قیراطیؒ اور بہاء بن عقیل سے حاصل کیا۔اور علم حدیث میں شیخ علی المظفر عطار مصریؒ الجامع للامام الترمذی ابوالفرج بن القاریؒ اور محمد بن علی حراویؒ وغیرہ کے سامنے زانوائے تلمذ تہہ کیا۔

علوم معرفت، وظائف وعملیات امام یافعیؒ سے بھی سیکھے۔آپ نے علم حاصل کرنے کے بعد متعدد مقامات پر تدریس کا کام انجام دیا۔

آپ مکہ میں دو سال تک تعلیم وتدریس میں مشغول رہے۔القبہ، جامعہ الازہر، جامعہ الظاہر میں درس حدیث کی خدمات انجام دیں۔حافظ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ میں بھی ان کے درس حدیث میں شریک رہا اور سبق سے محفوظ ہوا اسی طرح مدرسہ ابن البقری باب النصر میں بروز جمعہ بعد نماز عصر وعظ وتبلیغ فرماتے۔

زیادہ تر مکہ مکرمہ اور قاہرہ میں تدریس وافتاء کا سلسلہ جاری رکھا۔چنانچہ شیخ صلاح الدین اقفہی نے مکہ میں اور شیخ تقی الدین الفاسی نے قاہرہ میں آپ سے شاگردی کا شرف حاصل کیا۔

علامہ دمیریؒ علم وعمل دونوں کے نمونہ تھے۔عبادت وریاضت کے پیکر' تلاوت قرآن کی بیش بہا نعمت سے مالا مال تھے۔حج بیت اللہ اور کثرت صیام کے دلدادہ تواضع وخاکساری کے مجسمہ تھے اور ذکر اللہ کے وقت غلبہ خوف وخشیت سے آپ پر گریہ طاری ہو جاتا۔

کبھی کسی سے سختی اور ترش روئی سے گفتگو نہیں فرماتے تھے۔اور نہ کبھی فخریہ لباس زیب تن کیا۔آپ ان مبارک ہستیوں میں سے تھے جن کو اللہ جل شانہ نے حرمین شریفین کی مجاورت کا اعزاز بخشا تھا۔اگر آپ سے خرق عادت کے طور پر کبھی کشف وکرامت کا ظہور ہوتا تو اس کو چھپانے کی کوشش کرتے۔

شیخ مقریزیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ میں امام دمیریؒ کی خدمت میں غالباً دو سال کا عرصہ رہا۔مجھے ان کی مجلس پسند آئی، شفقت ومحبت سے پیش آتے اور مجھے ان سے عشق ہو گیا تھا۔ان کے عالی مرتبت بلند پایہ شخصیت' شہرت' اخلاق وکردار' عبادت وریاضت میں مستقل طور پر پابندی کرنے کی وجہ سے میں ان پر فریفتہ تھا۔

آپ نے ۷۶۲ھ میں حسب عادت حج کا فریضہ ادا فرمایا پھر مصر تشریف لے گئے پھر آپ ۷۷۳ھ میں مکہ تشریف لائے اور اسی سال آپ کے شیخ بہاؤ الدین سبکی کا انتقال ہو گیا۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ۷۵۶ھ میں مکہ مکرمہ میں آکر سکونت اختیار کر لی پھر سکونت ترک کر کے قاہرہ چلے گئے۔ پھر جب بھی مکہ میں تشریف لاتے تو حج بیت اللہ کا فریضہ ضرور ادا کرتے۔

مکہ مکرمہ کی رہائش وسکونت کے زمانہ میں فاطمہ بنت یحیٰ بن عیاد الصنہاجی مکیۃ سے نکاح کیا ان سے تین بچیاں پیدا ہوئیں۔

علامہ دمیری نے جہاں علوم سے طلباء کو مستفید اور خلق خدا کو فیض یاب کیا وہیں آپ نے قلم و کاغذ سے کام لے کر آئندہ آنے والوں کو کتابی شاگرد بننے کا موقع مرحمت فرمایا۔ آپ کی تصانیف کا دائرہ وسیع ہے جن میں سے کچھ تو شائع ہو سکیں اور کچھ طباعت سے رہ گئیں اور مخطوطات سے آگے نہ بڑھ سکیں۔

ان میں سے آپ کی کتاب حیات الحیوان الکبریٰ نے خاصی شہرت حاصل کی ہے کتاب کی ترتیب 773ھ میں مکمل ہوئی۔ اس میں حروف تہجی کی ترتیب کے لحاظ سے حسب معلومات اکثر جانوروں کے خصائص وعادات کا تفصیلی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

جانوروں سے متعلق معلومات اس طرح جمع کی ہیں کہ پہلے لغوی حل، جانوروں کے نام اور کنیت، خصوصیات و عادات، احادیث میں ان کا تذکرہ، شرعی حلت و حرمت، ضرب الامثال، طبی خاصیتیں، خواب میں دکھائی دینے والے جانور کی تعبیر اور ان سے متعلقہ تاریخی واقعات، اشعار، گاہے بگاہے اوراد و وظائف تعویذات و عملیات وغیرہ درج کیے ہیں اور اس میں ہر فن کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔

علامہ کمال الدین دمیری نے کتاب حیوۃ الحیوان اس غرض سے لکھی ہے کہ عربی کے مغلق و مشکل الفاظ کی شرح اور پیچیدہ لفظوں کی تصحیح ہو جائے اس لئے کہ بعض عبارتیں بہت دشوار ہوتی ہیں اور اس بات کی تائید میں مصنف کتاب علامہ دمیری کی عبارت پیش خدمت ہے جو انہوں نے کتاب کے مقدمہ میں تحریر فرمائی ہے۔

هذا كتاب لم يسالني احد تصنيفه ولا كلفت القريحة تاليفه وانما دعاني الى ذلك انه وقع في بعض الدروس اللتي لا مخبأ فيها لعطر بعد عروس.

''اس کتاب کی تصنیف کے لیے کسی کا تقاضا نہیں تھا اور نہ یہ کسی دوست کی فرمائش پر لکھی گئی بلکہ بعض اسباق کی پیچیدگی اس کا باعث ہوئی اور یہ تقاضا اتنا بڑھا کہ اسے قابو میں رکھنا مشکل ہوگیا۔

عجیب وغریب معلومات کے بیش بہا مجموعہ کے باوجود اس میں ربط و یابس کی بھرمار ہے، خصوصی طبی خواص پر عمل کرنا کسی پریشانی کا سبب بن سکتا ہے۔ بعض دیگر معلومات بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی اور آج کے سائنسی دور میں تحقیقات کے ذریعہ ناقص ثابت ہوچکی ہیں۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ر ہ میں جمادی الاول ۸۰۸ھ بمطابق ۱۴۰۵ء میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

فقط

خلیق ساجد بخاری عفی اللہ عنہ

مقدمہ "کتاب الحیوان"

(علامہ دمیری رحمتہ اللہ علیہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے دل وزبان کی نعمت کے ذریعے بنی نوع انسانی کو تمام مخلوقات پر شرف عطا فرمایا اور گفتگو و بیان کی دونعمتوں کی وجہ سے اس (انسان) کو تمام حیوانات پر فضیلت عطا فرمائی۔ اور اس نے انسان کو عقل کی وہ حسین ترازو عطا کی جس کے ذریعے وہ تمام فیصلوں کو پرکھتا اور تولتا ہے اور یہی وہ نعمت عظمیٰ ہے جس کے ذریعے انسان نے توحید باری پر مستحکم دلائل قائم کئے ہیں۔

میں (یعنی دمیری) اس ذات باری تعالیٰ کی تعریف وثناء بیان کرتا ہوں جس نے ہم پر مسلسل ومتواتر احسانات کا سلسلہ دراز کیا اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ اس کی ذات کی حقیقت انسانی ذہن کی حدود ورسوم سے وراء الوراء ہے (کسی کی وہاں تک رسائی نہیں ہے)۔ میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ جنہیں خاص طور پر آیات بینات عطا کی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل واصحاب پر ہمیشہ ہمیشہ صلوٰۃ وسلام نازل فرماتا رہے جب تک کہ زمین وآسمان قائم ہیں اور رات دن کی گردش جاری ہے۔

امابعد! اس کتاب کی تصنیف کے لیے نہ کسی صاحب نے مجھ سے کوئی سوال کیا اور نہ از خود میری طبیعت میں اس کا داعیہ پیدا ہوا بلکہ واقعہ یہ پیش آیا کہ چند ایسے دروس میں جن میں بات کا چھپانا اسی طرح ناممکن تھا جیسے دُلہن سے خوشبو کا چھپانا' مالک الحزین پرندے اور منحوس بجو کا ذکر آیا۔ ان حیوانات کے ذکر سے کچھ ایسی طویل کیفیت پیدا ہوئی جیسے جنگ بسوس (ایک بسوس نامی اونٹنی کی وجہ سے قبیلہ بنو بکر اور بنو تغلب میں جنگ ہوئی) تندرست رائے بیمار کے ساتھ جمع ہونے لگی، گدھ اور شتر مرغ کا فرق مٹنے لگا۔ بچھو زہریلے سانپ کے منہ لگنے لگا۔ دودھ چھٹے بچے حیوانوں کی برابری کرنے لگے' یار لوگ بکریوں کو اونٹوں کے ساتھ چرانے لگے' مچھلی اور گوہ کو برابر سمجھ بیٹھے اور ہر ایک نے طبعی طور پر بجو کے اخلاق اپنا لیے۔ مقتدا لوگوں نے چیتے کی کھال اوڑھ لی اور عام لوگوں نے برائیوں کو کبوتر کے طوق کی طرح اپنی گردن میں ڈال لیا۔ بڑے لوگ یہ سمجھنے لگے کہ وہ خود قطا پرندے سے زیادہ

بچے اوران کے چھوٹے فاختہ پرندے سے زیادہ خطا کار ہیں۔ تجربہ کار بوڑھا دومشکیزوں والی عورت ثابت ہوا اور حاذق دانا وہ دیہاتی نکلا جو حنین کے دوموزے لے کر واپس آیا تھا۔ عاقل ''اشقر'' پرندہ کی طرح حیران ملا اور طالب علم حباری پرندہ کی طرح سرگردان نظر آیا۔ سننے والا کہہ رہا تھا کہ تمام شکار جنگلی گدھے کے پیٹ میں ہے حتیٰ کہ طالب سیٹی بجانے والے پرندہ کی طرح کہہ رہا تھا کہ اے حقیر پرندے خاموش رہ!

یہ ماجرا میرے سامنے آیا تو میں نے کہا: کہ فیصلہ کرنے والے کے گھر میں خود جایا جاتا ہے اور کمان اس کے بنانے والے کو دی جائے تو حکمتیں ظاہر ہوتی ہیں' نیز گھڑ دوڑ ہی میں آگے بڑھنے والے گھوڑے کی پہچان ہوتی ہے اور صبح کے وقت ہی رات بھر چلنے والی کی تعریف ہوتی ہے۔

اس کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ سے جو کریم بھی ہیں منان بھی' ایک ایسی کتاب لکھنے کے بارے میں استخارہ کیا جو حیوانات کے بارے میں معلومات کی خوب جامع ہو۔

میں نے اس کتاب کا نام ''حیات الحیوان'' رکھا۔ اللہ تعالیٰ اسے میرے لیے جنت کی کامیابی کا ذریعہ بنائے اور تامرورایام اسے لوگوں کے لیے نافع بنائے۔ بے شک وہ رحمان بھی ہے رحیم بھی۔

میں نے یہ کتاب حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دی ہے تاکہ حیوانات کے بارے میں معلومات حاصل کرنا آسان تر ہو سکے۔

فقط

(علامہ دمیری رحمتہ اللہ علیہ)

○

باب الالف

اَسَد

شیر

شیر درندوں میں ایک مشہور و معروف جانور ہے۔ عربی میں شیر کو اَسَدْ کہتے ہیں۔ اس کی جمع اُسُوْدٌ اُسْدٌ اور آسَاد وغیرہ آتی ہے۔ شیرنی کے لیے اَسَادَۃٌ استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ حدیث ام زرع[1] میں ہے (کہ پانچویں عورت نے یہ کہا کہ) میرے شوہر کا تو یہ حال ہے کہ جب وہ گھر میں آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے۔ جب وہ گھر سے باہر جاتا ہے تو شیر بن جاتا ہے۔ (اور جو کچھ گھر میں ہوتا ہے وہ اس کی پوچھ تاچھ میں نہیں پڑتا)

---

[1] دمیری اس حدیث سے یہ استدلال کر رہے ہیں کہ کلام نبوت میں شیر کو اسد کہا گیا ہے اور اسی مادہ سے افعال بھی مستعمل ہیں۔ نبی اکرم ﷺ سے رات میں قصہ گوئی اور کہانی سنانے کے سلسلے میں کئی حدیثیں منقول ہیں انہی میں یہ حدیث ام زرع بھی ہے۔ یہ قصہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بہت طویل منقول ہے۔ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ گیارہ عورتوں نے یہ معاہدہ کیا کہ آج ہر عورت اپنے خاوند کا حال صحیح بیان کرے۔ کسی قسم کی کوئی بات چھپانے کی کوشش نہ کرے۔ چنانچہ ان گیارہ عورتوں نے قصہ بیان کیا۔ ان عورتوں کی داستان میں چونکہ قصہ ام زرع سب سے اہم اور طویل ہے اس لیے اس کو "حدیث ام زرع" کہا جانے لگا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ پانچویں عورت نے یہ کہا کہ میرے خاوند کا حال یہ ہے کہ وہ جس وقت گھر میں آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے جب باہر جاتا ہے تو شیر بن جاتا ہے اور جو کچھ گھر میں ہوتا رہتا ہے وہ اس کی تحقیق و تفتیش میں نہیں اُلجھتا۔ اس عورت نے جو یہ انکشاف کیا اس کی وضاحت میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ آیا عورت اپنے شوہر کی مذمت کر رہی ہے یا مدح سرائی۔ چونکہ اس بات سے دونوں باتوں کا مفہوم نکلتا ہے لیکن واضح یہی ہے کہ مدح سرائی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر مذمت تسلیم کر لی جائے تو وہ کیسے؟ وہ اس طرح کہ شوہر جب گھر میں آتا ہے تو چیتا کی طرح سو بن جاتا ہے نہ کسی بات کا کہنا نہ کسی کام سے غرض۔ لیکن جب وہ گھر سے باہر جاتا ہے تو اچھا خاصا شریفوں جیسا برتاؤ کرتا ہے۔ گھر میں کچھ مصیبت آئے اس کو کچھ مطلب نہیں وہ کسی کام میں دخل دیتا ہے نہ خفگی کا اظہار۔ وہ سونے والے کی طرح بے خبر ہو جاتا ہے۔ ہم جو چاہیں کھائیں پکائیں وہ کسی بات کو نہیں پوچھتا اور نہ ہر بات کی تحقیق کرتا ہے کہ فلاں کام کیوں کیا فلاں بات کیوں ہوئی۔ شیروں کی طرح خوب ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے۔ لیکن گھر میں جو کھانے پینے کی چیزیں ہیں ان کے پیچھے نہیں پڑتا کہ کہاں خرچ کیں جو چیز گھر میں آتی ہے تو گھر والوں کو آزادی ہے کہ جس طرح چاہیں اسے خرچ کریں۔

شیر کے نام

(عربی میں) شیر کے بہت سے نام ہیں۔ اہل علم نے لکھا ہے۔ کسی چیز کے زیادہ نام ہونا اس چیز کی اہمیت اور شرف پر دلالت کرتے ہیں۔ چنانچہ امام ابن خالویہ[1] کہتے ہیں کہ شیر کے پانچ سو نام ہیں اور اس کی اتنی ہی صفات ہیں۔ لیکن علی بن[2] قاسم بن جعفر

---

[1] ابن خالویہ نام حسین بن احمد بن حمدان بن خالویہ ہے۔ کنیت ابوعبداللہ الہمد انی ہے یہ فنون عربیہ ولغویہ دونوں کے عالم تھے۔ تعلیمی سلسلے میں شہر بغداد میں علمائے وقت ابن الانباری ابوبکر بن مجاہد ابوعمر غلام ثعلب امام نفطویہ ابوسعید السیرانی وغیرہ سے استفادہ کیا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ امام ابن درید کے بھی شاگرد ہیں۔ یہ زندگی کے کسی دور میں سیف الدولہ بن ہمدان کے دربار میں تشریف لائے تو بادشاہ نے اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے منتخب کر لیا۔ بعد میں اس قدر شہرت حاصل ہوئی کہ مرجع خلائق بن گئے۔ آپ کی تصانیف "کتاب لیس شرح الورود والمقعوذ کتاب اسماء الاسد البدیع فی القرأۃ الجمل فی النحو اور کتاب الاشتقاق" وغیرہ مشہور ہیں۔ مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کے متنبی شاعر سے چند مناظرے بھی ہوئے۔ وفات ۳۷۰ھ مطابق ۹۸۰ھ میں ہوئی۔
(طبقات الشامیہ ص۲۱۲ ج۲)

[2] بخاری اور مسلم شریف میں مکمل روایت اس طرح ہے۔ ابوقتادہؓ کہتے ہیں کہ (فتح مکہ کے بعد) غزوہ حنین کے سال ہم (جہاد کے لیے) نبی کریم ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب کافروں سے مقابلہ ہوا تو (کچھ دیر کے لیے) مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ میں نے دیکھا کہ ایک مشرک مسلمان پر غالب آ گیا۔ میں نے اس کے پیچھے سے تلوار کا (بھرپور) وار کر کے زرہ کاٹ ڈالی۔ اس پر وہ مجھ پر جھپٹ پڑا اور اس نے مجھے اتنے زور سے دبوچا کہ موت کا مزہ آ گیا۔ لیکن موت نے اسے دبا لیا اور میں چھوٹ گیا۔ اس کے بعد میں حضرت عمرؓ سے ملا اور کہا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے (کہ دشمن کے مقابلہ سے بھاگ رہے ہیں) انہوں نے کہا کہ اللہ کا حکم یہی ہے۔ پھر لوگ دوبارہ میدان جنگ میں آئے اور نبی کریم ﷺ (ایک جگہ) بیٹھ گئے اور فرمایا کہ **من قتل قتیلا له علیه بینة فله سلبه** جو شخص (دشمن کے) کسی آدمی کو قتل کر دے اور اس کا کوئی گواہ ہو تو مقتول کا چھینا ہوا مال اسی (قتل کرنے والے) شخص کا ہوگا۔

یہ سن کر میں کھڑا ہوا اور ارادہ کیا کہ اس مشرک کو قتل کرنے کا واقعہ بیان کروں لیکن سوچا کہ گواہی کون شخص دے گا۔ آخر میں بیٹھ گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے پھر اسی طرح فرمایا کہ جو شخص دشمن کے کسی آدمی کو قتل کر دے اور اس کے قتل کرنے کا کوئی گواہ ہو تو مقتول کا چھینا ہوا مال اسی شخص کا ہوگا۔ میں نے پھر اپنا واقعہ بیان کرنا چاہا لیکن گواہی کون دے گا؟ یہ سوچ کر دوبارہ بیٹھ گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے پھر اسی طرح فرمایا۔ میں (جب اس مرتبہ بھی) کھڑا ہوا (لیکن زبان سے کچھ نہ کہہ سکا) تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ابوقتادہؓ! کیا بات ہے (تم بار بار کھڑے ہوتے ہو اور بیٹھ جاتے ہو مگر کچھ نہیں کہتے) تب میں نے حضور اکرم ﷺ کو بتا دیا کہ میں نے فلاں مشرک کو قتل کیا ہے۔ ایک شخص نے میری بات سن کر کہا کہ ابوقتادہؓ سچ کہتے ہیں اور اس مشرک کا مال میرے پاس موجود ہے۔ آپ ان کو میری طرف سے راضی کر دیجئے۔ (کہ یہ اپنے حق سے دستبردار ہو جائیں اور ان کو اس مشرک کے مال کے عوض کوئی اور چیز دے دی جائے یا ان کو اس بات پر رضامند کر لیجئے کہ یہ میرے ساتھ کسی اور طرح مصالحت کر لیں) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے (یہ سن کر اس شخص سے) کہا کہ نہیں خدا کی قسم! ایسا نہیں ہو سکتا۔ رسول کریم ﷺ اس معاملے میں ان (ابوقتادہؓ) کی مرضی کے خلاف کوئی ارادہ نہیں کریں گے۔ ابوقتادہؓ اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے لیے (دشمن سے) لڑتا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ جس مال پر ان (ابوقتادہؓ) کا حق ہے وہ تمہیں دے دیں۔

نبی کریم ﷺ نے اس شخص سے فرمایا کہ ابوبکرؓ ٹھیک کہتے ہیں۔ تم ابوقتادہؓ کو اس مشرک (مقتول) کا مال دے دو۔ چنانچہ اس شخص نے اس کا مال مجھ کو دے دیا اور میں نے اس مال سے ایک باغ خریدا جو قبیلہ بنوسلمہ میں واقع تھا اور یہ سب سے پہلا مال تھا جو مجھے اسلام لانے کے بعد حاصل ہوا۔

اللغوی نے ایک سوتیس ناموں کا اور ذکر کیا ہے (اس طرح شیر کے نام چھ سے تیس ہو گئے) شیر کے مشہور نام یہ ہیں:

اسامة. البهیس. تاج. جخدب. حرث. حیدرة. دواس. رئبال. زفر. سبع. صعب. ضرغام. ضیغم. طثیار. عبنس. غضنفر. فراصفة. قسورة. کهمس. لیث. متانس. متهیب. هرماس. الورد.

علمائے لغت نے شیر کی کنیتیں یہ ذکر کی ہیں:

ابو ابطال. ابو حفص. ابو اخیاف. ابو زعفران. ابو شیل. ابو عباس. ابو حرث وغیرہ.

شیر سے ابتدا کی وجہ

دمیریؒ کہتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کی شیر سے (جو جنگل کا بادشاہ ہے) اس لیے ابتدا کی ہے کہ وہ جنگلی جانوروں میں اشرف و افضل سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے کہ شیر کی حیثیت اس کے طاقتور' بہادر' سنگ دل' چالاک' سوء مزاج اور بدخلق ہونے کی وجہ سے ایک بارُعب بادشاہ کی ہوتی ہے۔ غالباً اسی لیے شیر سے قوت' دلیری' بہادری' جرأت' اقدام اور حملہ آوری میں مثال دی جانے لگی ہے۔ اسی وجہ سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کو اسداللہ (شیر خدا) کہتے ہیں۔

بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ شیر کے لیے یہ بات قابل فخر ہے کہ اس کے نام سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شیر خدا لقب دیا گیا ہے۔ ایسے ہی حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو ''فارس النبی'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شہسوار کہا جاتا ہے' اسداللہ کہا جاتا ہے۔ عطاء القائلی سلب المقتول روایت میں ہے:

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (یہ سُن کر اس شخص سے) کہا کہ خدا کی قسم یہ ہرگز نہیں ہو سکتا (کہ ہم مقتول کا سامان) قریش کے ایک چھوٹے سے بجو کو دے دیں اور (ابوقتادہ رضی اللہ عنہ) اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لیے (دشمن سے) لڑتا ہے انہیں محروم کر دیں۔''

شیر کی بہت سی قسمیں ہیں۔ ارسطو [1] نے لکھا ہے کہ میں نے شیر کی ایک ایسی قسم بھی دیکھی۔ جس کا رنگ سُرخ تھا اور اس کا چہرہ انسان کے چہرے کے مشابہ' اس کی دُم بچھو کی دُم کی مانند تھی۔ شاید عربی میں اسی شیر کو الورد کہتے ہیں۔ اس قسم کا ایک دوسرا شیر بھی ہے جس

---

[1] ارسطو یا ارسطاطالیس کا شمار دُنیا کے ماہر حکماء میں ہوتا ہے یہاں تک کہ اسے طب و حکمت کا بانی مبانی کہا جاتا ہے۔ ۳۲۲ قبل مسیح ولادت ہوئی اور ۳۴۸ قبل مسیح وفات ہوئی۔ اکثر تصانیف سریانی زبان میں تھیں۔ بعد میں خاص طور پر اسحٰق بن حنین بانی فلسفہ مشائین نے عربی زبان میں منتقل کیں۔ ارسطو کی نمایاں ترین انسانی خدمات کی وجہ سے دُنیا کی تاریخ کبھی اس کو فراموش نہیں کر سکتی۔ اس کے شاگرد سکندر اعظم نے ایشیا کے تمام خطوں سے بہت سے جانور فراہم کر دیئے تھے اور ارسطو کو جانوروں کے مطالعہ کا موقع ملا۔ تشریح و منافع الاعضاء جیسے اہم موضوع میں کافی مواد کا اضافہ کیا۔ حتیٰ کہ وہ تشریح تقابلی کے لیے تحقیق کا کام دینے لگے۔ ارسطو نے انسانوں اور بندروں کی ساخت کے اختلاف معلوم کیے۔ ہاتھیوں اور پرندوں کی تشریح بھی بیان کی۔ اطباء نے لکھا ہے کہ ارسطو نے لاشوں کا معائنہ کر کے بہت سے تجربات حاصل کیے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس کو کہیں سے ایک ایسی کھوپڑی مل گئی تھی جو صرف ایک ہڈی پر مشتمل تھی اور اس میں کوئی درز نہ تھی۔ چنانچہ اس قول کی تصدیق بعد کے ڈاکٹروں میں ''گریز اناٹمی'' نے بھی کی ہے' لکھا ہے کہ کھوپڑی کی ہڈیاں بڑھاپے میں باہم متحد ہو جاتی ہیں اور درمیان کے درز کم و بیش غائب ہو جاتے ہیں۔ اس لیے بہت ممکن ہے کہ ارسطو نے اس قسم کی کھوپڑی کا مشاہدہ کیا ہو۔ بہرحال ارسطو نے علم تشریح کے موضوع پر ۳۸۴ قبل مسیح سب سے پہلے کتاب لکھی۔

کی شکل گائے کی شکل سے ملتی جلتی ہے اور اس کے کالے سینگ ہوتے ہیں جو ایک بالشت کے برابر ہوتے ہیں۔

حیوانات کے ماہرین نے لکھا ہے کہ شیرنی کے بچہ دینے کا عجیب طریقہ ہے کہ شیرنی گوشت کا ایک بے حس وحرکت لوتھڑا پیٹ سے نکال کر زمین پر پھینک کر تین دن تک نگرانی کرتی ہے۔ پھر شیر اس ٹکڑے میں پھونک مارتا رہتا ہے تا آنکہ اس میں روح پیدا ہوتی ہے۔ بعد میں اعضاء وغیرہ بننا شروع ہوتے ہیں۔ پھر وہ لوتھڑا شکل وصورت اختیار کر لیتا ہے اور شیرنی اسے دودھ پلا کر پرورش کرتی ہے۔ پھر بچہ سات دن کے بعد آنکھیں کھول کر اس عالم کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے۔ بچے کی نشوونما میں تقریباً چھ ماہ لگ جاتے ہیں۔ اسی دوران بچے کو اس کے ماں باپ حیوانی تربیت دے کر خود کفیل بنا دیتے ہیں۔

خصوصیات

ماہرین کہتے ہیں کہ شیر بہت سی ایسی صفات رکھتا ہے جو دیگر جانوروں میں نہیں پائی جاتیں۔ اس کی چند خوبیاں یہ ہیں۔

(۱) شیر بھوک کی حالت میں صبر کرتا ہے۔ (۲) پانی کی حاجت بہت کم محسوس کرتا ہے۔ (۳) یہ بھی خوبی ہے کہ وہ دوسرے جانوروں کا شکار کیا ہوا (جھوٹا) نہیں کھاتا۔ (۴) اگر شکار کھاتے ہوئے اس کا پیٹ بھر گیا تو بقیہ اسی جگہ چھوڑ دیتا ہے۔ پھر دوبارہ اس پر نہیں آتا۔ (۵) جب اسے شدید بھوک لگتی ہے تو بدخلق ہو جاتا ہے۔ (٦) لیکن جب شکم سیر ہوتا ہے تو سدھ جاتا ہے۔ (۷) شیر کتے کا جھوٹا پانی کبھی نہیں پیتا۔ بمصداق شاعر ؎

اَترُکُ حُبَّهَا مِنْ غَیْرِ بُغْضٍ وَذَاکَ لِكَثْرَةِ الشُّرَکَاءِ فِیْهِ

ترجمہ: میں نے اس سے بغیر کسی بغض وعداوت کے ترک تعلقات کر لیے ہیں کیونکہ اس نے بہت سے دوست بنالئے ہیں۔

اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ عَلٰی طَعَامٍ رَفَعْتُ یَدِیْ وَنَفْسِی تَشْتَهِیْهِ

ترجمہ: جب کسی کھانے میں مکھی گر جاتی ہے تو میں اپنے ہاتھ کو (کھانے سے) روک لیتا ہوں حالانکہ میرے جی میں اس کی خواہش ہوتی ہے۔

وَتَجْتَنِبُ الْاُسُوْدُ وُرُوْدَ مَاءٍ اِذَا کَانَ الْکِلَابُ وَلَغْنَ فِیْهِ

ترجمہ: اور شیر کسی ایسے گھاٹ کا پانی نہیں پیتے جسے کتوں نے جھوٹا کر دیا ہو۔

بعض شعراء نے قلم کے بارے میں عجیب وغریب بات کہی ہے ؎

وارقش مرهوف الشباه مهفهف یشتت شمل الخطب وهو جميع

ترجمہ: قلم نازک ہم شکلوں میں رنگارنگی کا حامل ہے جو حوادث کی تحریر سے دلجمعی میں انتشار پیدا کر دیتا ہے خود پُرسکون رہتا ہے۔

تدين له الافاق شرقا و مغربا و تعنوا له ملاكها و تطيع

ترجمہ: قلم کے لیے مشرق ومغرب کی تمام چیزیں منقاد ہو جاتی ہیں۔ دُنیا کی طاقتیں اس کے لیے مطیع اور فرماں بردار بن جاتی ہیں۔

حمى الملک مفطوطا کما کان تحتمی به الاسد فی الآجام و هو رضيع

ترجمہ: قلم وہ ہے جو دودھ چھوٹنے کے بعد ملک کی اس طرح حفاظت کرتا ہے جس طرح وہ دودھ پینے کے زمانے میں کچھار میں رہنے والے شیروں کی حفاظت کرتا ہے۔ مشہور ہے کہ شیر نرکل کے گنجان درخت میں کچھار بناتا ہے)

شیر کی خصوصیات مین یہ بھی ہے کہ وہ شکار کو بغیر چبائے ہوئے اگلے دانتوں سے نوچ نوچ کر کھاتا ہے۔ اس کے منہ میں لعاب کم

آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر اس کا منہ گندہ رہتا ہے۔

شیر کا نمایاں وصف یہ بھی ہے وہ نہایت بہادر اور دلیر ہوتا ہے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ اس میں بز دلی اور کم ہمتی بھی پائی جاتی ہے۔ شیر مرغ کی آواز سے گھبرا اُٹھتا ہے۔ سلفچی ہاتھ دھونے کے برتن کی کھنک سے خوف محسوس کرتا ہے۔ بلی کی خوف ناک آواز سے بھی ڈر جاتا ہے۔ آگ کو دیکھنے سے حیران ہو جاتا ہے۔

شیر کی گرفت نہایت مضبوط ہوتی ہے وہ کسی درندے سے اُلفت نہیں رکھتا اس لیے کہ وہ ان کو اس لائق نہیں سمجھتا کہ وہ درندے اس کے کسی حملے کا جواب دے سکیں گے۔ اگر اس کی کھال کسی چیز پر رکھ دی جاتی ہے تو اس سے بال آہستہ آہستہ جھڑنے لگتے ہیں۔ وہ کوشش کے باوجود اگر کسی حائضہ عورت کے قریب بھی جانا چاہتا ہے تو نہیں جا پاتا۔ شیر ہمیشہ بخار میں مبتلا رہتا ہے۔ وہ طویل العمر ہوتا ہے' کبر سنی اور بڑھاپے کی علامت یہ ہے کہ دانت گرنے لگتے ہیں۔

احادیث نبویؐ میں شیر کا ذکر

ابن سیع السبتی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ آپ ایک مرتبہ کسی سفر میں تشریف لے جا رہے تھے تو گزر ایک ایسی جماعت پر ہوا جو ستا رہی تھی۔ آپ نے ان لوگوں سے ان کی خیریت معلوم کی۔ فرمایا کہ کیا تم لوگوں کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آگیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہاں راستے میں ایک شیر پڑتا ہے جس نے لوگوں کو خوف و دہشت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ یہ سن کر آپ سواری سے اُترے اور شیر کے قریب جا کر اس کے کان پکڑ کر راستے سے ہٹا دیا۔ پھر فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے تیرے بارے میں بالکل سچ فرمایا ہے کہ واقعی تجھ کو ابن آدم پر ان کے غیر اللہ سے ڈرنے کی وجہ سے مسلط کر دیا گیا ہے۔ اگر ابن آدم سوائے اللہ کے کسی سے نہ ڈریں تو پھر تو مسلط نہیں اور اگر ابن آدم اللہ کے علاوہ کسی سے بھی خوف نہ کھاتا تو وہ اپنے معاملات میں کسی پر بھروسہ نہ کرتا۔ (شفاء الصدور)

عبدالرحمان بن آدم سے مروی ہے کہ اگر ابن آدم اللہ کی طاقت اور قدرت پر کامل یقین رکھتا ہوتا تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی پر بھروسہ نہ کرتا اور نہ اپنے معاملات و مشکلات میں کسی اور پر توکل رکھتا۔ (ابوداؤد)

"حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام روئے زمین میں اس حال میں اُتریں گے کہ دیکھنے سے معلوم ہو گا کہ ان کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا ہے حالانکہ ان کے سر میں کسی قسم کی کوئی نمی یا تری نہ ہوگی۔ وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے۔ خنزیر کو قتل کر دیں گے (ان کی آمد سے) مال کی کثرت ہو جائے گی۔ زمین میں امن وانصاف پھیل جائے گا (عدل وانصاف کا یہ عالم ہوگا کہ) شیر اونٹ کے ساتھ' چیتا گائے کے ساتھ پانی پئیں گے۔ بکری اور بھیڑیا ایک ساتھ پانی پینے میں کوئی خوف و ہراس محسوس نہ کریں گے۔ یہاں تک کہ بچے سانپوں کے ساتھ کھیلتے ملیں گے۔ ایک دوسرے کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے۔ اس حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک زندہ رہیں گے پھر انتقال ہو جائے گا تو مسلمان تجہیز و تکفین کے بعد نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیں گے۔"

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

ثور بن یزید کے حالات میں امام [1] ابونعیم کی کتاب الحلیۃ میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ شیر صرف حرام کار کو کھاتا ہے۔ نیز حضرت سفینہؓ جو حضور کریم ﷺ کے غلام تھے۔ خود ان کا واقعہ جو شیر کے ساتھ پیش آیا ہے وہ تو مشہور ہے۔

(رواہ البزار والطبرانی وعبدالرزاق والحاکم وغیرہ)

محمد[2] بن المنکدر رکہتے ہیں کہ مجھ سے خود حضرت سفینہؓ نے بیان کیا ہے کہ میں ایک مرتبہ کشتی سے دریا کا سفر کر رہا تھا کہ وہ کشتی ٹوٹ گئی تو میں ایک تختہ پر بیٹھ گیا۔ وہ تختہ بہتا ہوا ایک شیر کی جھاڑی کے قریب لگ گیا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شیر میری طرف لپکا (جھپٹا) تو میں نے اس سے یہ کہا کہ میں سفینہ حضور اکرم ﷺ کا غلام ہوں۔ اس وقت میں راستہ سے بھٹک گیا ہوں (یہ سنتے ہی) شیر مونڈھے سے اشارہ کرنے لگا۔ یہاں تک اس نے مجھے سیدھے راستہ پر لا کھڑا کیا۔ اس کے بعد شیر گرجنے لگا تو میں سمجھ گیا کہ اب یہ رخصت ہو رہا ہے۔ میں مامون ہو گیا۔

امام[3] بیہقیؒ نے محمد بن منکدر سے ہی یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت سفینہؓ سرزمین روم کے قریب لشکر سے پیچھے رہ گئے تو آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ پھر آپ وہاں سے فرار ہو کر لشکر کو تلاش کرتے ہوئے آ رہے تھے۔ راستے میں دیکھتے ہیں کہ ایک شیر کھڑا ہوا ہے۔ آپ نے شیر کو مخاطب کر کے فرمایا: اے ابوالحارث (یہ شیر کی کنیت ہے) کہ میں سفینہ حضور اکرم ﷺ کا غلام ہوں۔ میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آ گیا ہے۔ اتنے میں شیر دم ہلاتے ہوئے ان کی بغل میں کھڑا ہو گیا اور سفینہؓ جب کسی قسم کی آواز کو سنتے تو شیر کو پکڑ لیتے۔ چنانچہ آپ برابر شیر کے ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ لشکر کو پا لیا۔ اس کے بعد شیر واپس لوٹ گیا۔ (دلائل النبوۃ)

نوٹ: حضرت سفینہؓ[4] کے نام کے بارے میں علماء اُمت کا اختلاف ہے۔ بعض نے آپ کا نام رومان بتایا ہے۔ بعض نے مہران

---

[1] ابونعیم اصفہانی کی ولادت ۳۲۸ھ میں ہوئی۔ شافعی مسلک کے محدث تھے۔ طالب علمی کا دور بصرہ، بغداد و نیشاپور وغیرہ میں گزارا۔ مشہور تصنیف "حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء" ہے جو برلن میں مخطوطات کے ذخیرے میں محفوظ ہیں۔ آپ کی وفات ۴۳۰ھ میں ہوئی۔ ۱۲

[2] محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ مشہور تابعین میں سے ہیں۔ نہایت عبادت گزار صاحب علم وتقویٰ تھے۔ آپ نے جابر بن عبداللہ وانس بن مالک وابن الزبیر وربیعہ وغیرہ سے سماع حدیث کیا۔ نیز آپ سے جلیل القدر محدثین نے بھی روایتیں کی ہیں۔ مثلاً سفیان ثوری وامام مالک وغیرہ۔ آپ کی وفات ۱۳۰ ہجری میں ہوئی۔ تقریباً ستر سال یا اس سے زائد عمر پائی۔

[3] امام بیہقیؒ کی کنیت ابوبکر، نام احمد بن حسین بیہقی ہے۔ محدثین کے یہاں مقتداء کی حیثیت رکھتے ہیں اور آپ کی تصانیف کی تعداد ہزاروں تک پہنچی ہوئی ہے۔ مشہور تصانیف مبسوط السنن، دلائل النبوۃ وشعب الایمان وغیرہ ہیں۔ آپ کا شمار محدثین شوافع میں ہوتا ہے۔ پیدائش خسرو ہرد میں ماہ شعبان ۳۸۴ھ مطابق ۹۹۴ء میں ہوئی اور وفات نیشاپور میں ۴۵۶ھ مطابق ۱۰۶۶ء میں ہوئی۔ ۱۲

[4] سفینہ۔ بعض اہل علم نے لکھا کہ سفینہ آپ کا لقب تھا۔ نام کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ عرب ہی میں پیدا ہوئے تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ ابنائے فارس میں سے تھے۔ علماء نے اس بات میں بھی اختلاف نقل کیا ہے کہ آیا آپ نبی کریم ﷺ کے غلام تھے یا ام المومنین اُم سلمہؓ کے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اُم المومنین نے اس شرط پر آزاد کر دیا تھا کہ تم جب تک زندہ رہو گے حضور اکرم ﷺ کی خدمت کرتے رہو گے۔ سفینہ آپ کا لقب اس لیے پڑ گیا تھا کہ ایک مرتبہ سفر میں لوگ تھک گئے تھے تو آپ نے سارا سامان اپنے اوپر لاد لیا تھا تو نبی کریم ﷺ نے آپ کو سفینہ (کشتی) کے نام سے یاد کیا تھا۔ آپ سے آپ کی اولاد عبدالرحمٰن ومحمد وزیاد وکثیر وغیرہ نے روایت کی ہیں۔ ۱۲

بعض نے طہمان اور بعض آپ کا نام عمیر ذکر کرتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے تاریخ میں یہ لکھا ہے کہ آپ حجاج [1] بن یوسف الثقفی کے زمانے تک زندہ رہے۔ آپ سے امام مسلمؒ نے صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔ نیز آپ کی روایت امام ترمذی' نسائی' ابن ماجہ وغیرہ نے بھی لی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی عتبہ بن ابی لہب کے لیے بددُعا

حضور اکرم ﷺ نے عتبہ بن ابی لہب کے لیے اس طرح بددُعا فرمائی کہ اے اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط فرما دیجئے۔ (چنانچہ عتبہ کو شام کے علاقے مقام زرقاء میں ایک شیر نے لقمہ بنالیا تھا)۔

(رواہ الحاکم من حدیث ابی نوفل بن ابی عقرب عن ابیہ وقال صحیح الاسناد)

اسود بن ہبار سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ابولہب اور اس کا بیٹا عتبہ شام کے سفر کے لیے تیار ہوئے تو اسود بن ہبار کہتے ہیں کہ میں بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔ جب ہم مقام شراۃ یا الشراع [2] میں ایک راہب کی عبادت گاہ کے قریب مقیم ہو گئے تو راہب نے کہا آپ لوگ یہاں کیسے مقیم ہو گئے۔ یہاں تو درندے کثرت سے رہتے ہیں۔ ابولہب نے کہا کہ آپ لوگ مجھ سے خوب واقف ہوں گے۔ تو ہم سب نے جواب میں جی ہاں کہا تو ابولہب نے کہا کہ محمد (ﷺ) نے میرے بیٹے کے لیے بددُعا فرمائی ہے (تو آپ لوگوں کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ) اپنا سامان وغیرہ اس عبادت خانے کے اوپر جمع کر دیں اور میرے بیٹے کے لیے اس کے اوپر بستر لگا دیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ اس کے اردگرد سو جائیں۔ چنانچہ ہم سب نے ایسا ہی کیا۔ سامان کو جمع کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ خوب اونچا ہو گیا۔ پھر ہم لوگوں نے (احتیاط) اس کے آس پاس کا دورہ کیا اور عتبہ سامان کے اوپر جا کر سو گیا۔ رات میں ایک شیر آیا اور اس نے ہم سب کے منہ سونگھنا شروع کیے۔ پھر وہ چھلانگ لگا کر سامان کے اوپر پہنچ گیا اور عتبہ کے سر کو اس کے جسم سے جدا کر دیا۔ اس وقت عتبہ اپنی زبان سے کہہ رہا تھا سیفی یا کلب (وائے میری تلوار' کتے) اس کے بعد وہ کچھ پھر کہنے کو قادر نہ ہو سکا۔ (رواہ ابونعیم)

ایک روایت میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ شیر نے جھنجھوڑ کر نوچ ڈالا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ عتبہ کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ "شیر نے مجھے مار ڈالا" پھر وہ اسی وقت مر گیا۔ اس کے بعد ہم لوگ شیر کو تلاش کرتے رہے لیکن وہ مل نہ سکا۔

فائدہ: جناب رسول اللہ ﷺ نے شیر کو کتا اس لیے فرمایا تھا کہ شیر بھی کتے کی طرح ایک ٹانگ اُٹھا کر پیشاب کرتا ہے۔

---

[1] حجاج بن یوسف ثقفی۔ یہ عبدالملک بن مروان خلیفہ کے زمانے میں حجاز کا گورنر بنایا گیا تھا۔ نہایت ظالم اور جابر آدمی تھا۔ ولادت ۶۶۱ء میں طائف میں ہوئی۔ نہایت مدبر' ہوشیار' سیاسی آدمی گزرا ہے۔ اس نے صحابہ کی ایک کثیر تعداد کو جام شہادت نوش کرا دیا۔ نیز مکہ کا محاصرہ کر کے مصعبؓ بن الزبیر کو جو خلافت کے دعوے دار تھے' قتل کر دیا۔ پھر بعد میں اسے عراق و خراسان کا بھی گورنر بنا دیا گیا۔ اس ظالم نے مشہور تابعی حضرت سعید بن جبیر الاسدی الکوفی کو بھی نہیں بخشا اور ان کو بھی موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ آپ نے حجاج کے لیے بددُعا کی تھی کہ اب تم میرے بعد کسی کو قتل نہیں کر سکتے۔ چنانچہ آپ کے قتل کے بعد حجاج پندرہ راتیں زندہ رہا۔ اس کے بعد وہ عارضہ شکم میں مبتلا ہوا غالباً دل یا انتڑیاں سڑنے لگی تھیں۔ تمام اطباء عاجز آ گئے۔ آخر کار اسی موذی مرض میں شہر واسط میں ماہ شوال یا رمضان شریف ۹۵ھ مطابق ۷۱۴ء میں انتقال کر گیا۔ تقریباً ۵۴ سال عمر پائی۔

احادیث میں تعارض اور اس کا حل

حدیث شریف میں آیا ہے:

إِنَّ النَّبِيَ صلى الله عليه وسلم قَالَ : فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ[1] فِرَارَكَ مِنَ الْاَسَدِ (رواه البخاری)

''نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم مجذوم (کوڑھی) سے اس طرح بھاگو جس طرح کہ تم شیر سے بھاگتے ہو۔''

دوسری روایت میں ہے:

انه صلى الله عليه وسلم اخذبيد مجذوم وقال بسم الله ثقة بالله وتوكلا عليه وادخلها معه الصحفه. (رواه ابن ماجة)

''جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک کوڑھی کا ہاتھ پکڑ کا دُعا پڑھتے ہوئے اس کا کھانے میں اپنے ساتھ شریک کرلیا وہ دُعا یہ ہے: "**بسم الله ثقة بالله وتوكلا عليه**"۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کوڑھ[2] اور برص متعدی ہوتے ہیں۔ مزید یہ بھی فرمایا کہ کوڑھی کی اولاد بھی اس سے بہت کم محفوظ

---

[1] کوڑھی سے ملنے جلنے بچنے اور اجتناب کے سلسلے میں کئی حدیثیں ہیں۔ ان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کوڑھی کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ وہ دیگر احادیث بھی ہیں جن میں اس قسم کا مضمون ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک جذامی کا ہاتھ پکڑ کا اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرلیا۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی بیماری کا ایک دوسرے سے لگنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اس لیے یہ دو متضاد روایات سامنے آگئیں۔ اس تضاد واختلاف کو دور کرنے کے لیے علماء کرام کے مختلف اقوال ملتے ہیں۔ چنانچہ حافظ عسقلانی نے یہ لکھا ہے کہ جن احادیث میں چھوت چھات کی نفی کی گئی ہے ان کا حکم اپنے عموم واطلاق کے ساتھ قائم اور باقی ہے اور ان لوگوں کی مخالطت وہم نشینی جو کوڑھ جیسے امراض میں مبتلا ہوں ان کی بیماری کے لگنے کا سبب ہرگز نہیں اور جہاں تک ان روایات کا تعلق ہے جو کوڑھی سے احتراز اور بچنے کو ظاہر کرتی ہیں ان کا مقصد محض وساوس واوہام کا سدِ باب ہے کہ کوئی شخص شرک کے بھنور میں نہ پھنس جائے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے جذامی کے ساتھ مجالست کی۔ اس کے ساتھ اُٹھا بیٹھا اور اسی دوران اللہ کا حکم یہ ہوگیا کہ وہ اُٹھنے بیٹھنے والا بھی کوڑھ میں مبتلا ہو گیا تو بعید نہیں کہ وہ اس وہم میں مبتلا ہو جائے کہ میں اس کوڑھی کے پاس اُٹھنے بیٹھنے ہی کی وجہ سے اس مرض میں مبتلا ہوگیا ہوں۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو اس اعتقاد سے بچانے کے لیے جو کفر وشرک کی حد تک پہنچاتا ہے' کوڑھی سے بچنے کا حکم دیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے خود اپنی ذات کو اس حکم سے مستثنیٰ رکھا۔ اس لیے کہ آپ توکل کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ اس کی بناء پر مذکورہ وہم وگمان میں آپؐ کے مبتلا ہونے کا تصور بھی نہیں تھا۔ چنانچہ ایک کوڑھی کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرلینا اس پر شاہد ہے۔

اس لیے بطور خلاصہ یوں سمجھئے کہ کوڑھی سے بچنے کا حکم اس شخص کے لیے ہے جو اپنے اندر اس درجہ کا یقین وتوکل نہ رکھتا ہو بلکہ اسے اس بات کا خوف ہو کہ اگر وہ کوڑھی کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے کے درمیان مبتلا ہوگیا تو وہ اس وہم کا شکار ہو کر شرک خفی کا مرتکب ہو جائے گا۔ (التعلیق الصبیح)

[2] اہل عرب کا خیال تھا کہ اگر کوئی شخص بیمار کے قریب بیٹھ جائے اور اس کے ساتھ کھائے پیئے تو وہ بیماری اس میں بھی سرایت کر جائے گی۔ علماء نے لکھا ہے کہ عام طور پر اطباء کے نزدیک سات قسم کی بیماریاں ایسی ہیں جو ایک دوسرے کو لگتی ہیں:

(۱) جذام (کوڑھی) (۲) خارش (۳) چیچک (۴) آبلے جو بدن پر پڑ جاتے ہیں (۵) رمدور و تونڈی (۶) گندہ ذہنی اور (۷) وبائی امراض۔ اس لیے شریعت نے اس اعتقاد کو بھی باطل اور رد کر دیا ہے کہ مرض کا ایک دوسرے میں سرایت کرنا اور اُڑ کر لگنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا بلکہ اس کا تعلق نظام قدرت اور قادر مطلق کی مشیت سے ہے کہ جس طرح پہلا شخص بیمار ہوا اسی طرح دوسرا شخص بھی اس بیماری میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ شیخ کرمانی ؒ نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جو یہ فرمایا ہے کہ چھوت کی بیماری کی کوئی حقیقت نہیں ہے تو جذام کی بیماری اس سے مستثنیٰ ہے۔

رہتی ہے۔ یہ مرض باپ میں ہونے کی وجہ سے اولاد میں بھی منتقل ہوتا ہے۔ (عیوب الزوجین)

امام دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا کہ کوڑھ اور برص متعدی ہوتے ہیں' یہ مطلب ہے کہ وہ خود بذاتہ متعدی نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے اثر ڈالنے سے متعدی ہوتے ہیں اس لیے کہ خداوند قدوس کی یہ سنت جاری ہے کہ اگر کوئی صحیح وسالم آدمی کسی مبتلی بہ (مریض) کے ساتھ غیر معمولی طور پر قرب رکھتا ہو یا وہ دونوں ایک ساتھ رہتے ہوں تو وہ دوسرا بھی اس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ ہم نشین اپنی قسمت میں مقدر ہونے کی وجہ سے ملوث ہو جاتا ہے۔ پھر اگر دوسرا بھی اسی مرض میں مبتلا ہو گیا تو لوگ یہ کہنے لگتے ہیں کہ یہ امراض ہی متعدی ہیں حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اسلام میں نہ تو (امراض میں) تعدیہ (چھوت چھات) ہے اور نہ نحوست و بدشگونی جیسے کہ ان شاء عنقریب ہی اس کا ذکر آ جائے گا۔

امام صیدلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "ناممکن ہے کہ مجذوم کا لڑکا اس مرض سے محفوظ رہے۔" اس جملے کا مطلب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذاق کے مطابق سمجھنے کے لیے اس پر غور کیجئے "کہ بچے نے باپ کی کسی رگ کو کھینچ لیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ بھی مجذوم ہو گیا۔" دوسری بات یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے آدمی سے فرمایا تھا جب کہ اس نے یہ شکایت کی کہ میری عورت نے ایک ایسے بچے کو جنم دیا ہے جس کا رنگ کالا ہے (اور وہ میرے ہم رنگ نہیں ہے) تو آپ نے فرمایا یہ بچہ بھی کسی ایسی رگ کے سبب کالا ہوا ہے۔ جس نے اس کو کھینچ لیا ہے یعنی اس بچے کی اصل میں کوئی شخص کالے رنگ کا رہا ہوگا جس کے مشابہ یہ بچہ ہو گیا ہے۔ حدیث کی اس طور پر شرح کرنے سے دو مختلف احادیث کا تعارض اُٹھ جاتا ہے۔

ایک دوسری روایت میں مذکور ہے:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی آفت رسیدہ (مہلک مرض میں مبتلا) شخص کسی صحیح وتندرست آدمی کے یہاں نہ اُترے۔"[1]

دوسری حدیث میں ہے:

"(ایک دفعہ کا واقعہ ہے) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مجذوم شخص بیعت ہونے کے لیے حاضر ہوا تو آپ نے (اُمت کو سبق دینے کے لیے) اس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا بلکہ آپ نے یہ فرمایا کہ تم اپنے ہاتھ کو نہ بڑھاؤ۔ بس میں نے تمہیں بیعت کر لیا۔"

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص کسی مجذوم کو لگاتار نہ دیکھا کرے اور جب تم اس قسم کے لوگوں سے گفتگو کرنا چاہو تو یہ یاد رکھو کہ اس کے اور تمہارے درمیان کم از کم ایک نیزہ کا فرق ہونا چاہیے۔"

---

[1] امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ جذام میں ایک خاص قسم کی بو ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کوڑھی کے ساتھ اُٹھنے' بیٹھنے' ایک ساتھ کھانے پینے' ہمبستری میں زیادتی اختیار کرے تو وہ بو اس کو متاثر کر کے بیمار کر دیتی ہے جیسا کہ اگر کوئی شخص ایسا کھانا کھا لے یا ایسی بو میں پھنس جائے جو اس کے مزاج وطبیعت کے موافق نہ ہو یا اس کا نقصان دینا ظاہر ہو تو وہ شخص اس سے متاثر ہوتا ہے اور مختلف قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ تمام چیزیں محض ایک ظاہری سبب بنتی ہیں۔ حقیقت میں وہ بیماری اللہ کے حکم ہی سے لاحق ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے کوڑھی سے پرہیز کرنا طبی نقطہ نظر اور اصول صحت کی رو سے ہوگا نہ کہ اس کو چھوت سمجھنے کی وجہ سے۔ ۱۲

جذام کے فقہی مسائل

شیخ صلاح الدین عراقیؒ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا **لا یورد ذو عاھة علی مصح** (کوئی آفت رسیدہ (مہلک مرض میں مبتلا شخص) کسی تندرست آدمی کے یہاں نہ جائے اس حدیث سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ اگر کسی بچے کی ماں برص یا جذام میں مبتلا ہو تو اس کے ذمے سے حق حضانت (پرورش کا حق) ساقط ہو جاتا ہے اس لیے کہ ماں کے ساتھ رہنے اور اس کا دودھ پینے کی وجہ سے بچے کو برص یا جذام ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے۔

دمیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو عراقیؒ نے لکھا ہے وہ بالکل صاف ہے۔ چنانچہ ابن[1] تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی تائید کی ہے اور مالکیہ سے بھی یہی منقول ہے۔ مثلاً اگر کوئی مرض میں مبتلا شخص تندرست وصحت مند لوگوں کے ساتھ مسافر خانے یا سرائے وغیرہ میں رہنا چاہتا ہو تو اس پر پابندی لگادی جائے گی الا یہ کہ خود رہنے والے اجازت دے دیں۔

دوسری صورت میں یہ ہے کہ اگر کوئی مجذوم پہلے ہی سے سرائے وغیرہ میں رہتا ہو بعد میں صحیح وتندرست لوگ قیام کرنے کے لیے آجائیں تو اس جذامی کو ڈرا دھمکا کر نکال باہر کیا جائے گا۔ بشرطیکہ وہ تندرست اس کا مطالبہ کریں۔

دمیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمارے علماء نے اس کی تصریح کی ہے کہ اگر کوئی ایسی باندی ہو جس کا مالک جذامی ہو تو باندی کے لیے مناسب ہے کہ وہ اپنے آقا کو ہم بستری کا موقع نہ دے۔

ایک صورت یہ بھی ہے کہ اگر کسی جذامی آدمی نے اپنی بیوی کو ہمبستری کے معاملہ میں پابند نہ کیا ہو تا ہم ان دونوں میں تفریق کرائی جاسکتی ہے۔ چونکہ بیوی خود مختار ہے اور اس کی خود مختاری کو شریعت اسلامیہ نے اس معاملہ میں تسلیم کیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشن گوئی

حدیث میں ہے:

''نبی کریم ﷺ نے ایک عورت سے فرمایا کہ تجھے شیر کھا جائے گا۔'' چنانچہ شیر نے اُسے لقمہ بنالیا۔

ایک دوسری روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم لوگوں کو معلوم ہے کہ شیر چنگھاڑتے ہوئے کیا کہتا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے جواب دیا' اللہ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ واقف ہیں۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا وہ کہتا ہے خدایا مجھے کسی نیک اور اچھے آدمی پر مسلط نہ فرمائیو۔''

---

[1] ابن تیمیہؒ۔ نام تقی الدین احمد بن شہاب الدین بن تیمیہ حرانی ہے۔ ولادت مقام حران قرب دمشق ۶۶۱ھ مطابق ۱۲۶۳ء وفات ذی قعدہ ۷۲۸ھ میں ہوئی آپ حنبلی مذہب تھے۔ ۶۶۷ھ میں آپ کے والد دمشق منتقل ہو گئے۔ ابن تیمیہ حدیث وقرآن' فقہ وکلام کے زبردست عالم تھے۔ سماع حدیث ابن عبد الرستم اور القاسم اربلی سے کیا۔ آپ کا مطالعہ نہایت وسیع تھا۔ تصانیف میں منہاج السنہ ہے۔ آپ نے اہل باطل کے خلاف زبان وقلم سے جہاد کیا مخالفین نے آپ کو بہت اذیتیں دیں کفر والحاد کے فتوے لگئے اور قید وبند کی صعوبتوں میں آخری ایام گذرے رحمہ اللہ تعالیٰ پر پابندی لگادی تھی۔

شیر کے خوف سے حفاظت کی دُعا

امام ابن سنی نے ایک اثر نقل کیا ہے:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب تم کسی ایسی وادی میں ہو جہاں تم کو شیر سے ڈر لگ رہا ہو تو تم یہ پڑھا کرو: **"اعوذ بالدانیال وبالجب من شر الاسد"**۔

حضرت دانیال علیہ السلام کا واقعہ

اس اثر سے اشارہ ملتا ہے کہ حضرت دانیال علیہ السلام ایک گہرے کنوئیں میں ڈال دیئے گئے تھے تو جنگل کے درندے آپ کے پاس آ کر دُم ہلاتے ہوئے پیار ومحبت سے بدن کو چاٹنے لگتے۔ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ[1] آتا اور یہ ندا دیتا: اے دانیال، دانیال! یہ سن کر آپ فرماتے آپ کون ہیں؟ فرشتہ جواب میں کہتا کہ میں تمہارے پروردگار کا فرستادہ ہوں۔ انہوں نے مجھے آپ کی خدمت میں کھانا دے کر بھیجا ہے۔ اس وقت حضرت دانیال علیہ السلام یہ مختصر دُعا پڑھتے:

"الحمد اللّٰہ الذی لا ینسی من ذکرہ الخ" (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

ابن[2] ابی الدنیا نے ایک دوسری روایت ذکر کی ہے کہ بخت نصر بادشاہ نے دو شیروں کو غضب ناک کر کے ایک کنوئیں میں چھوڑ دیا۔ پھر حکم دیا کہ حضرت دانیال علیہ السلام کو بھی کنوئیں میں ڈال دیا جائے۔ اس طرح سے آپ مشیت ایزدی کے مطابق ایک طویل عرصے تک کنوئیں میں پڑے رہے۔ چنانچہ آپ کو (بشری تقاضے کے مطابق) کھانے پینے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ارمیاء علیہ السلام کو ملک شام میں وحی بھیجی کہ تم دانیال (علیہ السلام) کے لیے عراق میں کھانے پینے کا انتظام کر کے جاؤ۔ چنانچہ ارمیاء علیہ السلام حکم الٰہی پا کر تشریف لے گئے۔ کنوئیں کی منڈیر پر کھڑے ہو کر ان کا نام لے کر آواز دینے لگے۔ اتنے میں دانیال علیہ السلام کنوئیں کے اندر سے بولے کہ آپ کون ہیں اور کیوں تشریف لائے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں ارمیاء ہوں مجھے آپ کے پروردگار نے بھیجا ہے۔ اس وقت دانیال علیہ السلام نے یہ دُعا پڑھی:

"اَلْحَمْدُ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَنْسٰی مَنْ ذَکَرَہٗ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَا یَخِیْبُ مَنْ رَجَاہٗ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ مَنْ وَثَقَ بِہٖ لَا یَکِلُہٗ اِلٰی سِوَاہُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ یَجْزِیْ بِالْاِحْسَانِ اِحْسَانًا وَالْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ یَجْزِیْ

---

[1] فرشتے (ملائکہ) خداوند قدوس کی ایک قسم کی مخلوق ہیں، جس کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں مقرر فرمادیا ہے، کرتے رہتے ہیں۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے **لا یعصون اللّٰہ ما امرھم و یفعلون ما یومرون** (پ ۲۸: التحریم) کہ وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے جس کام کے لیے حکم دیا جاتا ہے فوراً کر گزرتے ہیں۔ فرشتے لطیف جسم کے ہوتے ہیں لوگوں کو نظر نہیں آتے۔ فرشتوں کے موجود ہونے کا ثبوت خود قرآن کریم میں ہے اور احادیث رسول اللہ ﷺ وغیرہ میں بکثرت تذکرے موجود ہیں اس لیے ہر مسلمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ فرشتوں کے وجود کو تسلیم کریں اور ان کو مستقل مخلوق مانیں۔ قرآن کریم اور احادیث میں تو بعض فرشتوں کی تصریح ہے اس لیے اس حقیقت کا انکار الحاد ہے اور نص قرآنی میں تحریفات کرنے کے مترادف ہے۔ بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ قرآن میں فرشتوں کا ذکر چھیاسی آیات میں اٹھاسی مرتبہ آیا ہے۔ ماقبل کی آسمانی کتابوں میں بھی فرشتوں کا ذکر ملتا ہے۔ (قصص القرآن ص ۱۴۱ ج اول)

[2] ابن الدنیا۔ نام ابوبکر عبداللہ بن ابی الدنیا۔ جلیل القدر عالم گزرے ہیں نیز خلیفہ عباسی کے گھر کے لوگوں کی تعلیم وتربیت کے معلم تھے۔ پیدائش ۸۲۳ء میں ہوئی۔ مشہور تصانیف ''الفرج بعد الشدۃ'' اور ''مکارم الاخلاق'' وغیرہ ہیں۔ آپ کی وفات ۸۹۴ء میں ہوئی۔ (المنجد)

بِالصَّبْرِ نَجَاةً وَ غُفْرَانًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ یَکْشِفُ ضُرَّنَا بَعْدَ کَرْبِنَا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هُوَ ثِقَتُنَا حِیْنَ یَسُوْءُ ظَنُّنَا بِاَعْمَالِنَا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هُوَ رَجَاءُ نَاحِیْنَ تَنْقَطِعُ الْحِیَلُ مِنَّا۔"

یہی واقعہ آپ سے دوسرے طریقے سے بھی منقول ہے کہ دانیال علیہ السلام جس بادشاہ کے زیر حکومت تھے اس کے دربار میں ایک دن نجومیوں اور اہل علم کی ایک جماعت حاضر ہوئی اور یہ پیشن گوئی کہ فلاں رات میں ایک ایسا لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو آپ کے نظام سلطنت کو درہم برہم کر دے گا۔ یہ سنتے ہی بادشاہ نے حکم دیا کہ اس رات میں جو بھی لڑکا پیدا ہو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ جب دانیال علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ کی ماں نے آپ کو شیر کی ایک جھاڑی میں ڈال دیا۔ اتنے میں شیر اور شیرنی دونوں آ گئے اور آپ کو زبان سے چاٹنے لگے۔ اس طرح سے خداوند قدوس نے آپ کو ظالم بادشاہ سے حفاظت فرما کر نجات دی۔ پھر بعد میں آپ ان مراحل سے بھی گزرے جن کو اللہ جل شانہ نے مقرر فرمایا تھا۔

یہ بھی مروی ہے کہ ابو عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ الاشعریؓ کے دست مبارک میں ایسی انگوٹھی دیکھی جس کے نگینہ میں آدمی کی تصویر بنی ہوئی تھی جسے دو شیر چاٹ رہے ہیں تو ابو بردہ نے کہا یہ انگوٹھی دانیال علیہ السلام کی ہے جس کو میرے والد محترم نے کسی ایسی جگہ سے حاصل کیا تھا جہاں دانیال علیہ السلام مدفون تھے۔ چنانچہ والد محترم نے اس سلسلے میں شہر کے علماء سے تحقیق کی تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ ہاں اس انگوٹھی میں حضرت دانیال علیہ السلام کا نقشہ ہے جنہیں دو شیر چاٹ رہے ہیں اور یہ اس لیے موجود ہے تا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے انعام و احسان کو فراموش نہ فرمائیں۔

دمیریؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت دانیال علیہ السلام پیدائش اور آخر عمر دونوں مرتبہ آزمائش میں مبتلا کئے گئے پھر آپ دونوں مرتبہ کامیاب ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس نعمت سے نوازا کہ آپ کا نام لے کر پناہ مانگنے سے خداوند قدوس موذی درندوں سے حفاظت فرماتے ہیں۔

معاذ [1] بن رفاعۃ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ یحییٰ بن [2] زکریا علیہ السلام دانیال علیہ السلام کی قبر سے گزرے تو انہوں نے آپ کی قبر سے دُعا پڑھنے کی آواز سنی۔ وہ دُعا یہ تھی:

سُبْحَانَ مَنْ تَعَذَّذَ بِالْقُدْرَةِ وَ قَهَرَ الْعِبَادَ بِالْمَوْتِ.

"وہی پاک ذات ہے جو اپنی قدرت سے بندوں پر غالب ہے اور جس نے موت کے ذریعے بندوں کو مجبور بنا رکھا ہے۔"

اتنے میں اس دُعا کے جواب میں غیب سے ایک آواز آئی۔

---

[1] معاذ بن رفاعہ۔ آپ کا نام معاذ بن الحارث بن رفاعۃ الانصاری الزرقی ہے۔ ماں کا نام عفراء تھا جو عبید بن ثعلبہ کی لخت جگر تھیں۔ عبید بن ثعلبہ اور رافع بن مالک دونوں قبیلہ خزرج کے مایہ ناز مسلمان انصاریوں میں سے ہیں۔ غالباً یہ ان کے دونوں بھائی عوف و معوذ نامی غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔ ۱۲

[2] یحییٰ بن زکریا علیہ السلام۔ دیگر آسمانی کتابوں میں آپ کا نام یوحنا المعمدان بتایا گیا ہے۔ غالباً حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل مبعوث کیے گئے۔ جنگل میں زاہدانہ زندگی گزارتے تھے۔ جب آپ کی عمر تیس سال کی ہو گئی تو دریائے اردن پر اللہ تبارک تعالیٰ سے دُعائے استقاء کرنے کے لیے تشریف لائے اور اسی جگہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی اطلاع دی۔ اسی لیے آپ کا نام "السابق" بھی پڑ گیا۔ آپ بادشاہ ہیرودوس (جس کے وجود کا ۳۷ سال قبل مسیح پتہ چلتا ہے) کے زمانہ میں تھے۔ اسی بادشاہ نے آپ کو رقاصہ سلومہ کے اشارے پر قتل کر دیا تھا۔ یہ اس زمانہ کی مشہور ترین رقاصاؤں میں تھی۔ بادشاہ خاص طور پر اس کے رقص کا مشاہدہ کرتا تھا۔ ۱۲، المنجد

''میں ہی ہوں جس نے اپنی قدرت سے غلبہ پایا اور جس نے موت سے بندوں کو مغلوب کر رکھا ہے جو شخص یہ کلمات پڑھے گا اس کے لیے ساتوں آسمانوں اور زمینوں کی چیزیں مغفرت کی دُعا کریں گی۔'' (المجالس للدینوری)

دانیال علیہ السلام کا زمانہ

آپ بخت نصر مشہور ظالم و جابر بادشاہ کے زمانے میں پیدا ہوئے۔ حضرت دانیال علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت اور حکمت سے سرفراز فرمایا تھا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ بادشاہ نے ان کو اسرائیلی قیدیوں کے ساتھ بند کر دیا تھا لیکن پھر بادشاہ نے خوف ناک خواب دیکھا تو وہ گھبرا اُٹھا۔ لوگوں سے تعبیر پوچھی۔ سب نے عاجزی کا اظہار کیا۔ جب آپ سے تعبیر پوچھی تو آپ نے صحیح تعبیر بتلائی۔ بادشاہ کو یہ تعبیر پسند آئی۔ اسی وقت سے بادشاہ نے آپ کا احترام و اکرام کرنا شروع کر دیا۔

مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ دانیال علیہ السلام کی قبر مبارک نہر سویز میں دیکھی گئی ہے۔ چنانچہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ قبر کی تلاش کرنے میں کامیاب ہوئے۔ آپ نے یہ کام بھی انجام دیا کہ نبی علیہ السلام کے جسد اطہر کو نکال کر پھر سے کفنایا۔ نماز جنازہ پڑھ کر نہر سویز ہی میں دفن کر کے آپ کی قبر مبارک پر پانی بہا دیا۔ (المجالس للدینوری)

شیر کا سامنا ہو جائے تو یہ دعا پڑھے

عبدالجبار بن کلیب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں سفر میں ابراہیمؒ بن ادہم کے ساتھ تھا۔ اتنے میں میں کیا دیکھتا ہوں کہ سامنے سے شیر آ رہا ہے تو ابراہیمؒ نے یہ دُعا پڑھنے کی تلقین کی:

اَللّٰھُمَّ احْرُسْنَا بِعَیْنِکَ الَّتِیْ لَا تَنَامُ وَ احْفَظْنَا بِرُکْنِکَ الَّذِیْ لَا یُرَامُ وَارْحَمْنَا بِقُدْرَتِکَ عَلَیْنَا لَا نُھْلَکُ وَ اَنْتَ رِجَاءُ نَا یَا اللّٰہُ یَا اللّٰہُ.

شیخ عبدالجبار کہتے ہیں یہ دُعا پڑھتے ہی شیر چلا گیا۔ جب سے میں نے یہ معمول بنا لیا ہے کہ ہر خوفناک معاملے میں اس دُعا کو پڑھتا ہوں تو مجھے بھلائی ہی بھلائی نظر آتی ہے۔

عملیات

بعض محققین نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو خوف یا رنج و غم کی بیماری ہو تو ذیل کی آیات کو لکھ کر پہن لے ان شاء اللہ خوف و رنج جاتا رہے گا۔ اسی طرح دشمن پر غلبہ اور کاموں میں خیر و برکت نیز امراض باطنیہ سے حفاظت بلکہ ہر جسمانی تکلیف کے لیے مفید ہے۔ ذیل کی یہ دونوں آیات ان خصوصیات کی حامل ہیں کہ ان میں تمام حروف تہجی جمع ہو گئے ہیں۔ اسی طرح ان میں سے کوئی آیت کسی پاک برتن میں لکھ کر عرق گلاب یا زیتون یا تل کے تیل سے دھو کر کسی بھی جسمانی تکلیف مثلاً پھوڑا، پھنسی، مسہ، ریح، ابھار وغیرہ میں بہت مفید ہے۔ وہ دونوں آیات یہ ہیں:

(۱) ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُعَاسًا یَغْشٰی طَائِفَةً مِنْکُمْ وَطَائِفَةٌ قَدْ اَھَمَّتْھُمْ اَنْفُسُھُمْ یَظُنُّوْنَ بِاللّٰہِ غَیْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاھِلِیَّةِ یَقُوْلُوْنَ ھَلْ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ کُلَّہٗ لِلّٰہِ یُخْفُوْنَ فِیْ اَنْفُسِھِمْ مَالَا یُبْدُوْنَ لَکَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ کَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَا قُتِلْنَا ھٰھُنَا قُلْ لَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُیُوْتِکُمْ لَبَرَزَ الَّذِیْنَ کُتِبَ عَلَیْھِمُ الْقَتْلُ اِلٰی مَضَاجِعِھِمْ وَلِیَبْتَلِیَ اللّٰہُ مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ وَلِیُمَحِّصَ مَا فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (پ۴: آل عمران)

(۲) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰاةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ لِیَغِیْضَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا (پ۲۶: الفتح)

ایک بادشاہ کی توبہ

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک بادشاہ اپنی سلطنت میں گشت کرتے ہوئے ایک بستی میں پہنچا تو بادشاہ کو پیاس محسوس ہوئی تو اس نے ایک دروازے پر پہنچ کر پانی مانگا۔ اتنے میں وہ دیکھتا ہے کہ ایک خوب صورت عورت کوزے میں پانی لے کر آ رہی ہے۔ بادشاہ اس عورت کو دیکھتے ہی فریفتہ ہو گیا اور اسے پھسلانا شروع کر دیا۔ اتفاق سے عورت اس بادشاہ سے واقف تھی۔ جب اسے یہ یقین ہو گیا کہ وہ اپنے آپ کو بادشاہ سے نہیں بچا سکتی تو وہ عورت گھر میں گئی اور ایک کتاب نکال کر لے آئی اور یہ کہہ کر چلی گئی کہ آپ اس کتاب کو غور سے پڑھیے تا کہ آپ اپنے اس ارادے میں سدھار پیدا کر سکیں۔

بادشاہ کتاب کا مطالعہ کرنے لگا۔ اچانک اس کی نگاہ آیت زنا پر پڑی جس میں زانی اور زانیہ کے بارے میں زجر و توبیخ کا ذکر تھا اور زنا کرنے والوں کے لیے آخرت میں دردناک عذاب کی دھمکی تھی۔ یہ دیکھتے ہی بادشاہ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ چنانچہ اس نے توبہ کی اور گناہ سے باز رہنے کا ارادہ کر لیا۔ عورت کو بلا کر کتاب اس کے حوالے کر دی اور وہاں سے رخصت ہو گیا۔

اس واقعہ کے دوران عورت کا شوہر گھر میں نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب شوہر آیا تو عورت نے اس کو ماجرا سنایا۔ چنانچہ وہ انگشت بدنداں ہوا اور اسے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں بادشاہ کی خواہش واقعی یہ نہ رہی ہو۔ لیکن وہ عورت پر جرأت نہ کر سکا۔ چنانچہ شوہر کچھ دن تک غور و فکر کرتا رہا۔ عورت نے یہ کام کیا کہ شوہر کی موجودگی میں اقارب کے سامنے یہ واقعہ بتایا۔ تمام رشتہ داروں نے فیصلہ کیا کہ اس مقدمے کو بادشاہ کی خدمت میں ہی کیوں نہ لے چلیں۔ چنانچہ وہ حاضر ہوئے۔

سب سے پہلے انہوں نے آداب شاہی بجالاتے ہوئے کہا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بادشاہ کو سلامت رکھے۔ پھر رشتہ داروں نے کہا: "اے بادشاہ معظم! اس (شوہر) نے ہم سے کرایہ پر کھیتی کے لیے زمین لی ہے۔ معاہدے کے مطابق کھیتی کی۔ پھر ہماری زمین کو معطل کر رکھا ہے اور حال یہ ہے کہ نہ خود کھیتی کرتا ہے نہ ہماری زمین واپس کرتا ہے حالانکہ زمین خالی پڑی رہنے کی وجہ سے بے کار ہو جاتی ہے۔

بادشاہ نے یہ سن کر (شوہر سے) کہا تم کو زمین میں کھیتی کرنے سے کون روکتا ہے؟ شوہر نے جواب دیا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ میری زمین میں ایک شیر رہنے لگا ہے۔ مجھے اس سے خطرہ ہے اور اس سے قریب ہونے کی ہمت نہیں پڑتی چونکہ میں جانتا ہوں کہ مجھ میں شیر سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ بس یہ سنتے ہی بادشاہ واقعہ سمجھ گیا۔ اس سوال و جواب کے بعد بادشاہ نے شوہر سے کہا دیکھو تمہاری زمین تو اچھی ہے کھیتی کے لائق ہے جاؤ اور کھیتی کرو۔ اب شیر تمہاری زمین میں کبھی نہیں آئے گا۔ پھر بادشاہ نے اسے اور اس کی بیوی کو انعام دیئے جانے کا حکم صادر فرمایا۔

ایک اور واقعہ

مورخ ابن[1] خلکان لکھتے ہیں کہ جس وقت مازیار بادشاہ معتصم باللہ کے دربار میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے اس پر غم و غصہ کا اظہار کیا۔

---

[1] "ابن خلکان" نام شمس الدین بن خلکان الاربلی الشافعی ہے۔ پیدائش ۶۰۸ھ مقام اربل مدرسہ مظفر الدین بن زین الدین میں ہوئی۔ ان کے والد —

لوگوں نے بادشاہ کو مشورہ دیا۔ آپ ان کے بارے میں جلدی نہ فرمائیں اس لیے کہ مازیار ایک اعلیٰ درجہ کے مال دار آدمی ہیں۔ یہ سن کر بادشاہ نے ابوتمام کا یہ شعر پڑھا ؎

ان الاسود اسود الغاب همتها   يوم الكريهة فى المسلوب لاالسلب

ترجمہ: ''واقعی جنگ کے دن شیروں (بہادروں) کا مقصد مال و متاع کی وجہ سے حملہ کرنا نہیں ہوتا بلکہ ان کا نشانہ تو مال والا ہوتا ہے۔''

خالد الکاتب نے بھی عمدہ اشعار کہے ہیں ؎

علم الغيث الندى حتى اذا   ماوعاه علم الباس الاسد

ترجمہ: ''(ممدوح نے) بارش کو سخاوت کا سبق سکھایا۔ جب بارش نے یہ سبق یاد کرلیا تو (اسی ممدوح نے) شیروں کو بہادری کی تعلیم دی۔''

فاذا الغيث مقر بالندى   واذا الليث مقربالجلد

ترجمہ: یہی وجہ ہے کہ بارش اس کی معترف ہے اور شیر اس کی بہادری کا اقرار کرتے ہیں ؎

ظفر الحب بقلب دنف   بک والسقم بجسم ناحل

ترجمہ: ''محبت اس دل کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی جو تیری محبت میں بیمار تھا اور بیماریاں ایک کمزور جسم کو حاصل کرنے میں کامیاب رہیں۔''

وبكى العاذل لى من رحمتى   فبكائى لبكاء العاذل

ترجمہ: ''تو ملامت کنندہ مجھ پر رحم کھاتے ہوئے روئے اور میں ان ملامت کرنے والوں کے رونے پر رو دیا۔''

فائدہ: خالد الکاتب مشائخ میں ہیں' بیگن کے موسم میں آپ پر سودائیت غالب آجاتی تھی۔ چھوٹے چھوٹے بچے پیچھا کرکے آپ کا نام لے کر پریشان کرتے تو خالد معتصم باللہ کے محل میں پہنچ کر بچوں سے کہتے کہ بھائی میں سرد مزاج کیسے ہوسکتا ہوں۔ میرا حال تو یہ ہے ؎

بكى عاذلى من رحمتى فرحمته   وكم مسعد من مثله و معين

ترجمہ: ''مجھ پر ملامت کرنے والی میری نرمی کی وجہ سے رو پڑتے تو میں نے ان پر رحم کھایا اور ان جیسے میرے معین و مددگار کتنے ہی ہیں۔''

؎ اسی مدرسے میں صدر مدرس کے عہدے پر فائز تھے۔ یہ فقہ اور تاریخ میں دسترس رکھتے تھے۔ چنانچہ اسی لیے انہیں قاضی ابن صائغ کو معزول کرکے قاضی القضاۃ بنایا گیا لیکن بعد میں برطرف کردیا گیا اور دوبارہ ابن الصائغ کو یہ عہدہ دیا گیا۔ پھر دوبارہ ابن الصائغ کو معزول کرکے انہی کو متعین کیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کو مدرسۃ النجیبہ کا مدرس بنالیا گیا۔

ابن کثیرؒ نے البدایہ میں لکھا ہے کہ آپ کی تعلیم حلب' دمشق اور قاہرہ وغیرہ میں مکمل ہوئی۔ نیز تحریر و تقریر دونوں چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامل قدرت سے نوازا تھا۔ میں نے بعض اساتذہ سے سنا ہے کہ یہ اکثر اپنے کلام میں لفظ کان کا استعمال کرتے۔ اس لیے اہل علم انہیں توجہ دلاتے کہ کان کا استعمال چھوڑ دیجئے۔ اسی کو عربی میں خل کان سے سے تعبیر کردیا گیا ہے۔ خدا کی مشیت کہ یہ اسی نام سے مشہور ہوگئے۔ مشہور تصانیف میں ''وفیات الاعیان' و انباء ابناء الزمان'' ہے۔ وفات یوم شنبہ ۲۷/ رجب ۶۸۱ھ میں ۷۳ سال کی عمر میں ہوئی۔ (وفیات الاعیان)

ورقت دموع العین حتی کانها دموع دموعی لا دموع جفونی

ترجمہ: ''اور جب آنکھ سے آنسو بہنے لگے تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ یہ میری آنکھوں کے آنسو نہیں بلکہ آنسوؤں کے آنسو ہیں۔''

(وفیات الاعیان)

حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ

مورخین نے لکھا ہے کہ نوح علیہ السلام نے انگور کی بیل لگائی۔ ایک دن ابلیس آیا اور اس نے اس میں پھونک ماری تو بیل سوکھ گئی۔ یہ ماجرا دیکھ کر آپ رنجیدہ ہو گئے۔ پھر آپ کی خدمت میں ابلیس آیا اور بولا: اے اللہ کے نبی! آپ رنجیدہ کیوں نظر آرہے ہیں۔ آپ نے واقعہ سنایا۔ اس پر ابلیس نے یہ مشورہ دیا کہ اگر اس بیل کو سرسبز و شاداب دیکھنا چاہتے ہیں تو میرے مشورے پر عمل کیجئے اور مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس بیل پر شیر، چیتا، ریچھ، گیدڑ، کتا، لومڑی، مرغ، سات جانوروں کا خون بھینٹ کے طور پر چڑھادوں۔ اس عمل سے مجھے یقین ہے کہ یہ بیل پھر سے سرسبز ہو جائے گی۔ آپ نے اسے اجازت دے دی اور یہ اجازت لاعلمی کی وجہ سے تھی۔ چونکہ نوح علیہ السلام کو اس وقت بھینٹ چڑھانے کی حرمت معلوم نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ ابلیس نے ان ساتوں جانوروں کا خون انگور کی بیل پر چڑھایا۔ اچانک وہ سبز ہونے لگی بلکہ خون ڈالنے سے اتنا فائدہ ہوا کہ ہمیشہ بیل میں ایک ہی قسم کے انگور لگتے تھے لیکن اس بار سات قسم کے انگور آ گئے۔ اسی وجہ سے شرابی شیر کی طرح بہادر، ریچھ کی طرح طاقت ور، چیتے جیسا غصہ ور، گیدڑ کی طرح بھونکنے والا، کتے کی طرح جھگڑالو، لومڑی کی طرح چاپلوس اور مرغ کی طرح چیختار رہتا ہے۔

اسی زمانے سے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر شراب حرام کردی گئی۔ (روضۃ العلماء)

نوح[1] علیہ السلام کا نام عبد الجبار ہے اور آپ کے بھائی کا نام صابی بن لامک ہے۔ صابئین کا دین و مذہب انہی کی طرف منسوب ہے۔ اہل علم نے لکھا ہے کہ آپ اپنی اُمت کو ایک طویل مدت تک دین کی دعوت دیتے رہے۔ اس کے باوجود کم لوگ مسلمان ہوئے تو آپ اُمت پر نوحہ کیا کرتے اس لیے آپ کا نام نوح پڑ گیا۔

---

[1] ''نوح علیہ السلام'' سب سے پہلے نبی ہیں جن کو رسالت سے نوازا گیا۔ چنانچہ ابوہریرہؓ کی ایک روایت میں ہے ''یَا نُوْحُ اَنْتَ اَوَّلُ الرُّسُلِ اِلَی الْاَرْضِ۔'' ''مسلم باب الشفاعۃ'' اے نوح تم زمین میں پہلے رسول بنائے گئے ہو۔ علمائے انساب نے آپ کا نسب نامہ یوں بیان کیا ہے: نوح بن لامک بن متوشالح بن اخنوخ یا خنوخ بن یارد بن مہلہلیل بن قینان بن انوش بن شیث علیہ السلام بن آدم علیہ السلام۔ قرآن کریم نے نوح علیہ السلام کا تذکرہ تینتالیس جگہ کیا۔ نیز ان کی عمر کی تصریح بھی کی ہے۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِیْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا۔ (عنکبوت) گویا ساڑھے نو سو سال کی طویل عمر پائی۔

ابو مسلم خراسانی کے واقعات

عبدالرحمٰن بن مسلم جو ابو مسلم خراسانی[1] کے نام سے زیادہ مشہور ہے بنو اُمیہ سے جنگ کے بعد ہر وقت ذیل کے اشعار پڑھا کرتا تھا:

ادرکت بالحزم والکتمان ماعجزت   عنه ملوک بنی مروان اذحشدوا

ترجمہ: ''میں نے احتیاط اور رازداری کا وہ مقام حاصل کر لیا ہے جس سے کہ بنو مروان کے سارے بادشاہ یکجا ہو کر بھی نہیں کر سکتے تھے۔''

مازلت اسعی بجهدی فی دمارهم   والقوم فی غفلة بالشام قد رقدوا

ترجمہ: ''میں انہیں تباہ و برباد کرنے کی برابر کوششیں کرتا رہا اور دشمن ملک شام میں غافل سو رہے تھے۔''

حتی ضربتهموا بالسیف فانتبهوا!   من نومة لم ینمها قبلهم احد

ترجمہ: ''آخر کار ان پر میں نے تلوار کا وار کیا تو وہ ایسی نیند سے بیدار ہوئے کہ اس سے پہلے کوئی بھی اس طرح نہیں سویا تھا۔''

ومن رعی غنما فی ارض مسبعة   ونام عنها تولی رعیها الاسد

ترجمہ: ''اور جو چرواہا درندوں والی زمین میں بے خبری سے بکریوں کو چراتا ہے اور غفلت برتنے لگتا ہے تو اس کے جانوروں کی تولیت شیروں کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔

ابن خلکان کہتے ہیں کہ ابو العباس السفاح ابو مسلم خراسانی کا بہت احترام کرتا لیکن جب سفاح کا انتقال ہو گیا پھر اس کے بعد اس کے بھائی منصور[2] کو خلیفہ بنایا گیا تو اس کی خلافت کے دوران ابو مسلم خراسانی سے کچھ ایسے امور سرزد ہوئے جس سے خلیفہ منصور بھڑک

---

[1] ابو العباس السفاح۔ اس کا پورا نام سفاح عبداللہ بن محمد تھا۔ ابو العباس کنیت تھی۔ ۱۰۴ھ یا ۱۰۸ھ میں پیدا ہوا اور یہ خلفائے عباسیہ کا سب سے پہلا خلیفہ گزرا ہے۔ شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے مسند سے حضرت ابو سعید خدری کی حدیث لکھی ہے کہ فتنہ و فساد کے زمانے میں اُمت میں ایک شخص جس کا نام سفاح ہے پیدا ہو گا' وہ لوگوں میں مال و دولت تقسیم کرے گا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ یہ کئی بھائی تھے۔ جب ابراہیم بن محمد سے لوگ بیعت ہونے لگے تو مروان بن محمد نے ان کو قتل کرا دیا۔ اس واقعہ کے بعد لوگ ابراہیم کے بھائی عبداللہ سفاح کے اردگرد بیعت ہونے کے لیے جمع ہو گئے۔ چنانچہ اس نے ۱۳۲ھ میں اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ مورخ صولی کے بیان کے مطابق سفاح سخی اور وعدے کا پکا آدمی تھا۔ خون ریزی کو دیکھنا پسند کرتا اور پیش قدمی بھی کرتا۔ اسی لیے اس کے عملے نے ظلم و ستم کا بازار گرم کر دیا تھا۔ اسی وجہ سے اس کا نام سفاح پڑ گیا۔ اس کا انتقال نئے دارالسلطنت انبار کے مقام پر چیچک میں مبتلا ہو کر ذی الحجہ ۱۳۶ھ میں ہوا۔

[2] منصور۔ اس بادشاہ کا پورا نام منصور ابو جعفر ہے۔ خلفائے عباسیہ کا دوسرا خلیفہ تھا۔ ۹۵ھ میں پیدا ہوا۔ اس کو اس کے بھائی سفاح نے ولی عہد خلافت مقرر کیا۔ خلیفہ منصور بنو عباس میں سب سے زیادہ پُر ہیبت' بہادر' مستقل مزاج' صاحب الرائے' دولت جمع کرنے والا' کھیل کود سے متنفر' نہایت عقل مند' علم و ادب کا گہوارہ اور فقیہہ و عالم تھا۔ اس نے مخلوق خدا کو بکثرت قتل کر کے اپنی حکومت کو مستحکم بنایا اور منصور ہی وہ ہے جس نے امام اعظم ابو حنیفہ ؒ کو قاضی وجج بنانے کے سلسلے میں جیل خانہ بھجوا دیا جہاں آپ نے ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔ بعض نے لکھا ہے کہ منصور فصیح و بلیغ آدمی تھا' حکومت اس کی فطرت تھی۔ اسی کے ساتھ ساتھ بڑا حریص اور بخیل بھی تھا۔ ماتحتوں سے ایک ایک پیسہ کا حساب لے لیا کرتا تھا۔ اسی لیے لوگ اسے ابو الدوانیق کہنے لگے تھے۔

خطیب و ابن عساکر و ضحاک وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت میں منصور' القائم' سفاح اور مہدی پیدا ہوں گے۔ جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ القائم کے عہد خلافت میں تو ذرا بھی خون نہیں بہے گا۔ منصور کی رائے کبھی تبدیل نہیں ہو گی اور سفاح دولت لٹائے گا اور خون بہائے گا۔ لیکن مہدی اپنی خلافت کے دوران ملک کو عدل و انصاف سے مالا مال کر دے گا۔ جس طرح کہ اس سے پہلے پورا ملک ظلم و ستم سے بھرا ہوا تھا۔ امام ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ منصور کے زمانہ میں اسلامی ملکوں میں تدوین حدیث وغیرہ کا سلسلہ شروع ہوا اور ملک میں ہر قسم کی ترقی ہوئی۔ انتقال ۱۵۸ھ مطابق ۷۷۵ء ذی الحجہ مقام بطن میں ہوا۔

اُٹھا اور ایسا ناراض ہوا کہ اس نے خراسانی کے قتل کا عزم کر لیا۔ منصور پریشان تھا اور ہم نشینوں سے مشورہ کے باوجود کسی فیصلہ پر قادر نہ ہو سکا۔

ایک دن خلیفہ منصور نے مسلم بن قتیبہ سے مشورہ لیتے ہوئے کہا کہ آپ مجھے ابو مسلم کے بارے میں کیا رائے دیتے ہیں؟ مسلم بن قتیبہ نے جواب دیا کہ امیر المومنین "لَوْ كَانَ فِيهِمَا اٰلِهَةٌ اِلاَّ اللّٰهُ لَفَسَدَتَا" یہ اشارہ ہے کہ اگر سلطنت میں کئی بادشاہ ہوئے تو نظام حکومت درہم برہم ہو جائے گا۔

خلیفہ منصور یہ سنتے ہی کہنے لگا اے ابن قتیبہ تم نے مجھے بہت عمدہ مشورہ دیا۔ اب میں عقل مندی اور ہوشیاری سے کام لوں گا۔ چنانچہ منصور اس کے بعد سے ابو مسلم کی گھات میں لگا رہا اور اسے برابر دھوکہ دیتا رہا۔ آخر کار ایک دن منصور نے مدائن پہنچ کر ابو مسلم کے قتل کی منظم سازش کی اور اسے طلب کر لیا۔ خلیفہ نے لوگوں کو یہ سکھلا دیا تھا کہ جس وقت میں اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگوں تو تم لوگ حملہ کر دینا۔

جب ابو مسلم کو خلیفہ منصور کے دربار میں حاضر کیا گیا تو خلیفہ ان کے نقائص بیان کر کے ملامت کرنے لگا۔ اتنے میں منصور نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو لوگ ابو مسلم پر جھپٹ پڑے اور یہ چیخ کر کہنے لگا اے امیر المومنین کیا آپ مجھے دشمنوں کے ہاتھوں میں دینا چاہتے ہیں؟ خلیفہ منصور نے کہا: اللہ کے دشمن تم سے بھی بڑا کوئی دشمن ہے۔

جب ابو مسلم کو قتل کر دیا گیا تو اس کے تمام افراد مشتعل ہو گئے۔ خلیفہ منصور نے یہ چال چلی کہ ہزار ہا درا ہم و دنانیر اُن کے حامیوں پر لُٹانے کا حکم دیا۔ اس پر وہ سب خاموش ہو گئے۔ پھر خلیفہ منصور نے ابو مسلم کے سر کو جدا کر کے اس کے ساتھیوں کے سامنے ڈال دیا۔ اس کے بعد ایک کپڑے میں لپیٹ دیا۔ یہ ہنگامہ ہو جانے کے بعد جعفر بن حنظلہ تشریف لائے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ابو مسلم کا سر ایک کپڑے میں لپٹا ہوا پڑا ہے تو بولے کہ امیر المومنین اب آج سے آپ کی خلافت کا پہلا دن شروع ہوتا ہے۔ خلیفہ منصور نے منظر کشی کرتے ہوئے یہ شعر پڑھا ؎

فالقت عصاها واستقربها النوی كما قرعينا بالایاب المسافر

ترجمہ: "(محبوبہ نے) تھک کر اپنی لاٹھی ٹیک دی ہے اور فراق اس کی طبیعت میں جاگزین ہو گیا جس طرح کہ مسافر واپس آ کر سکون کا سانس لیتا ہے۔"

ابو مسلم کا سر کپڑے میں لپٹا پڑا ہوا تھا۔ اس حالت میں منصور نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا: ؎

زعمت ان الدين لا يقتضى فاستوف بالكيل ابا مجرم

ترجمہ: "تم یہ خیال کرتے تھے کہ قرضہ نہ اُتر پائے گا تو جناب ابو مجرم (جاؤ دیکھو) تول کر پورا حق وصول کرو"

اشرب بكاس كنت تسقى بها اَمَرُّ فى الحلق من العلقم

ترجمہ: "تم جس پیالے میں دوسروں کو پلایا کرتے تھے اسی میں پی کر دیکھو تو وہ حلق میں ایلوے سے زیادہ کڑوا معلوم ہوگا۔"

ابو مسلم خراسانی کو لوگ ابو مجرم بھی کہا کرتے تھے چنانچہ ابو دلامہ شاعر نے کہا ہے: ؎

ابا مجرم ما غير اللّٰه نعمة على عبده حتى يغيرها العبد

ترجمہ: ''اے ابومجرم! اللہ تعالیٰ کی عادت یہ ہے کہ وہ اپنے بندے سے نعمت کو اس وقت تک نہیں چھینتا جب تک کہ بندہ خود بے قدری نہ کرنے لگے۔''

افی دولة المنصور حاولت غدره　　الا ان اهل الغدر آباءک الکرد

ترجمہ: ''(اے ابومجرم) کیا تم منصور کی سلطنت میں غداری کرنا چاہتے ہو۔ یاد رکھو تمہارے آباؤ اجداد کرد ہی غداری کر سکتے ہیں۔''

ابا مجرم خوفتنی القتل فانتحی　　علیک بما خوفتنی الاسد الورد

ترجمہ: ''اے ابومجرم تو نے مجھے قتل کی دھمکی دی تھی تو جس (بہادر) شیر سے مجھے ڈراتا تھا وہ تیرے ہی طرف رُخ کر لیا ہے۔''

خلیفہ منصور نے ابومسلم کو قتل کرنے کے بعد لوگوں کے سامنے ایک تقریر کی۔ اس میں اس نے یہ کہا کہ واقعی ابومسلم ابتداء میں تو نیک آدمی تھا لیکن آخر میں بُرا ہو گیا۔ پھر خلیفہ نے نابغہ ذبیانی کے ان اشعار کی تحسین کرتے ہوئے جو اس نے نعمان بن منذر کے بارے میں کہے تھے پڑھ کر اپنی تقریر ختم کی۔

فمن اطاعک فانفعه لطاعتک　　کما اطاعک وادله علی الرشد

ترجمہ: ''اگر کوئی تمہارا کہا مانتا ہو تو تم اسے فرماں بردار ہونے کی بناء پر فائدہ پہنچاؤ اور اسے ٹھیک راستے پر لگا دو۔''

ومن عصاک فعاقبه معاقبة　　کما تنهی الظلوم ولا تقعد علی ظمد

ترجمہ: ''اور جو تمہاری نافرمانی کرے تو اسے ایسی سزا دو جس سے ظلم کرنے والا باز آجائے۔ کینہ لیے ہوئے بیٹھنا درست نہیں ہے۔

ابومسلم خراسانی کے حالات

ابومسلم خراسانی کے قتل کا واقعہ ماہ شعبان ۱۳۶ھ یا ۱۳۷ھ میں پیش آیا۔ مورخ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ ابومسلم سے حدیث کا سماع ثابت ہے۔ علماء و محدثین نے اس سے روایت بھی کی۔ اس ابومسلم خراسانی کے بارے میں مشہور ہے کہ ایک دن خطبہ دے رہا تھا' اسی دوران ایک آدمی نے کھڑے ہو کر یہ کہا کہ یہ آپ کے سر پر کالا کپڑا کیسا ہے؟ تو بولا:

''مجھ سے ابوالزبیر نے اور ان سے جابر بن عبداللہ نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر کالے رنگ کا عمامہ تھا۔ یہ لباس شاہی اور بارُعب قسم کے ہوا کرتے ہیں۔ یہ جواب دے کر اپنے غلام سے کہا کہ اے لڑکے اس کی گردن اڑا دو۔'' (رواہ الامام مسلمؒ)

ابن رفعہ کہتے ہیں کہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ:

''نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف لے گئے تو آپؐ کے سر مبارک پر کالے رنگ کا عمامہ بندھا ہوا تھا اور اس کا شملہ آپؐ کے دونوں کاندھوں کے درمیان لٹک رہا تھا۔'' (مسلم)

ابن رفعہ کہتے ہیں کہ اسی وقت سے بنو عباس نے یہ طریقہ اپنایا ہے کہ خطبہ دیتے وقت کالا عمامہ ضرور باندھ لیا کرتے۔ بعض نے لکھا ہے کہ ابومسلم خراسانی نے جن لوگوں کو میدان کارزار یا قید کر کے بے گناہ قتل کیا ہے ان کی تعداد چھ لاکھ کے قریب پہنچ جاتی ہے۔ (وفیات الاعیان)

علماء انساب نے اس کے نسب کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ عربی النسل تھا۔ بعض نے عجمی اور کچھ لوگوں نے

کر دقبیلہ کا ایک فرد بتایا ہے۔اسی کے ساتھ اہل علم نے خراسانی کے بارے میں عبداللہ بن مبارکؒ کا اثر و نقل کیا ہے کہ آپ سے کسی نے یہ سوال کیا کہ آپ کے خیال میں ابو مسلم خراسانی اچھا تھا یا حجاج ابو مسلم سے زیادہ شر انگیز تھا۔(وفیات الاعیان)

ابو مسلم خراسانی کے علم میں سلاست و روانی اعلیٰ درجہ کی تھی اور وہ حسن تدبیر کی نعمت سے بھی مالا مال تھا۔اس کو کسی سے مذاق کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا اور نہ اس کے چہرے پر خوشی وانبساط کے آثار نمایاں تھے اور نہ ہی جلدی سے غصہ ہوتا۔اس کا معمول تھا کہ سال بھر میں صرف ایک مرتبہ اپنی اہلیہ کے پاس جاتا۔اس کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ کسی نے اس سے پوچھا کہ آپ نے بنوامیہ سے کیوں بغاوت کی؟ بولا کہ بنوامیہ نے اپنے دوست واقارب پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے آپ کو بہت دور کر لیا تھا۔انہوں نے دشمنوں کو مانوس کر کے قریب کرنا چاہا لیکن ہوا یہ کہ نہ دشمن دوست بن سکے بلکہ دوست واقارب دشمن ہو گئے۔یہ بھی مشہور ہے کہ ابو مسلم بنوامیہ کے استیصال کرنے میں زیادہ ساعی رہا اور بنو عباس کی حکومت کو قائم کرنے اور اسی خاندان سے خلیفہ بنانے کی کوشش کی اور بنو عباس ہی کی خلافت کی داغ بیل ڈالی۔

خلیفہ منصور کا ایک دلچسپ جواب

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جب منصور نے ابن ہبیرہ کا محاصرہ کیا تو منصور نے کہا ابو ہبیرہ خود ہی اپنی عورتوں کے لیے خندق کھود رہا ہے۔جب یہ بات ابو ہبیرہ کو معلوم ہوئی تو اس نے منصور سے کہلایا کہ جو میرے بارے میں یہ بات کہی ہے تو چلئے اسی بات پر آپ کا اور میرا مقابلہ ہو جائے۔منصور نے ابو ہبیرہ کے پاس یہ جواب بھیجا کہ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک مرتبہ شیر کی مڈبھیڑ ایک خنزیر سے ہو گئی۔خنزیر نے کہا آؤ مجھ سے مقابلہ کر لو۔شیر نے جواب دیا کہ میں تمہارے سامنے مقابلہ کے لیے کیسے آسکتا ہوں جب کہ تو میرے برابر نہیں ہے۔اگر تو نے میرا کوئی نقصان کر دیا تو میرے لئے شرمندگی ہوگی۔لیکن اگر میں نے تجھے پچھاڑ دیا تو کہے گا کہ میں خنزیر ہوں (میرا اور تیرا کیا مقابلہ) تو اس میں نہ تو مجھے داد تحسین ملے گی اور نہ ہی قتل کرنے میں کوئی فخر ہوگا۔خنزیر نے کہا اگر تو میرے مقابلے کے لیے نہیں نکلتا تو میں تمام درندوں سے بتادوں گا کہ شیر میرے مقابلہ کے لیے نہیں آیا' بزدل ہے۔شیر نے جواب دیا' تیرے جھوٹ بولنے کی عار کو برداشت کرنا آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ میرے ہاتھ تیرے خون سے رنگین ہوں۔(البدایہ والنہایہ)

شیر کا شرعی حکم

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد ظاہری بلکہ جمہور علماء کے خیال میں شیر کا گوشت حرام ہے۔ان سب حضرات کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''درندوں میں جو جانور کچلی والا ہو (یعنی دانت سے اپنا شکار پکڑتا ہو) اس کا کھانا حرام ہے۔''

اس پر دمیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ (شوافع) کی رائے میں ذی ناب (کچلی والا) سے مراد وہ جانور ہیں جو اپنے کچلی کے دانتوں سے قوت پا کر شکار کرتے ہیں۔لیکن ماوردی لکھتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ ذی ناب سے مراد وہ جانور ہیں جن کے کچلی کے دانت مضبوط اور توانا ہوں اور جن کے ذریعے وہ دوسرے جانوروں پر حملہ کر دیتے ہوں گویا ان کے نزدیک کچلی کے دانتوں سے حملہ کرنا حرمت کی علت ہے۔

ابو اسحٰق المروزی نے لکھا ہے کہ جن جانوروں کی زندگی ان کے کچلی کے دانتوں پر منحصر ہو ان کو ذی ناب کہیں گے اور یہی حرام ہونے کی علت ہے۔مگر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہماری تحقیق ہے کہ ذی ناب وہ جانور ہیں جو اپنے کچلی کے دانتوں کے ذریعہ

شکار کرتے ہوں چاہے وہ ابتداء حملہ نہ کرتے ہوں۔ اسی طرح وہ جانور بغیر کچلی کے دانتوں کے بھی زندہ رہ سکتے ہوں۔ فقہاء نے یہ کل تین علتیں بیان کی ہیں۔

ان علتوں میں عام علت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ متوسط علت امام شافعی علیہ الرحمہ کی اور خاص قسم علت ابواسحاق المروزی کی ہے۔ چنانچہ پہلی دو علتوں کی بناء پر ضبع (لگڑ بگڑ، ہنڈار) حلال معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ضبع اپنے آپ کو بظاہر یہ دکھاتا ہے کہ وہ سو رہا ہے لیکن سامنے آنے والے جانور کو وہ فوراً شکار بنالیتا ہے اور تنہا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی علت کی بناء پر تمام بلیاں حلال ہو جاتی ہیں۔ اس لیے کہ بلی اپنے کچلی کے دانتوں سے تقویت نہیں لیتی اگرچہ بلی کا مقصود شکار ہوتا ہے۔ شاید یہ بات اس لیے ہوتی ہو کہ بلی کے کچلی کے دانت کمزور ہوتے ہیں۔ لیکن امام شافعی علیہ الرحمہ کے دوسرے ہم خیال بلی کی حرمت کو اپنا مذہب قرار دیتے ہیں (اس پر مزید بحث عنقریب باب السین میں آتی ہے) نیز امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ علت کی وجہ سے گیدڑ بھی حلال ہوگا۔ چونکہ وہ حملہ کر کے ابتداء نہیں کرتا۔ لیکن ابواسحاق المروزی کی علت کے مطابق گیدڑ حرام ہے۔ اس لیے کہ وہ کچلی کے دانتوں کے ہی بل بوتے پر زندہ رہتا ہے اور یہی بات زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ ہر کچلی والے جانور کو مکروہ قرار دیتے ہیں حرام نہیں کہتے۔ انہوں نے قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کیا ہے:

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْمَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ. (الانعام پ. ع ۵)

آپ کہہ دیجئے کہ جو احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ہیں ان میں تو میں کوئی حرام غذا نہیں پاتا کسی کھانے والے کے لیے جو اس کو کھائے مگر یہ کہ وہ مردار جانور ہو یا یہ کہ بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ خنزیر ناپاک ہے۔''

اس پر دمیریؒ کا خیال ہے کہ ہمارے اصحاب شوافع کے نزدیک یہی حدیث جس میں یہ مضمون ہے کہ ''ہر کچلی والے درندے کا گوشت حرام ہے۔'' مستدل ہے۔

اور امام مالکؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ آیت میں تو صرف اس بات کی خبر دی جا رہی ہے کہ اس وقت آیت میں مذکورہ چیزوں کے علاوہ اور دیگر چیزیں حرام نہیں تھیں۔ پھر بعد میں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بتایا گیا کہ ہر کچلی والا درندہ حرام ہے اس لیے اس حدیث پر عمل کرنا ضروری ہو گیا۔ نیز ہمارے امام اپنے مسلک کی تائید میں کہتے ہیں کہ دیکھئے عرب لوگ شیر، بھیڑیا، کتا، چیتا، ریچھ وغیرہ نہیں کھاتے اور نہ ہی سانپ، بچھو، چوہا، چیل، کوا، گدھ، شکرہ، اور بغاث [1] وغیرہ کھاتے ہیں۔

شیر کی خرید و فروخت نہیں کی جا سکتی۔ اس لیے کہ اس سے کسی قسم کا نفع اُٹھانا ناجائز ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اس کے شکار کیے ہوئے کو بھی ناجائز قرار دیا ہے۔

امثال

اہل عرب کا دستور ہے کہ وہ کثرت سے جانوروں کو بطور ضرب الامثال استعمال کرتے ہیں۔ اس لیے اگر وہ کسی کی تعریف کر رہے ہوں یا مذمت تو اس مضمون کو بغیر جانوروں سے مثال دیئے ہوئے نامکمل سمجھتے ہیں۔ شاید وجہ یہ ہو کہ عرب اپنی زندگی درندوں کی جھاڑیوں،

---

[1] بغاث۔ سبزی مائل سفید رنگ کا ایک پرندہ ہوتا ہے جو گدھ سے چھوٹا ہوتا ہے اور اُڑنے میں سست ہوتا ہے۔ (مصباح اللغات)

کیڑے مکوڑوں اور سانپوں کے قریب گزارتے تھے۔اسی ماحول میں وہ رہ کر ڈھلتے تھے۔اسی لیے وہ جانوروں سے مثال دینے کے عادی ہو گئے۔چنانچہ روایت میں ہے کہ:

''عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی تقریباً ایک ہزار ضرب الامثال مجھے محفوظ ہیں۔''

(رواہ احمد باسناد حسن)

اسی لیے حسن بن عبداللہ العسکری نے اپنی کتاب ''الامثال'' میں تقریباً ایک ہزار احادیث اس قسم کی ذکر کی ہیں جن میں مثالیں اور کہاوتیں ہیں۔انہی احادیث میں بعض وہ بھی ہیں جو شیر سے متعلق مثالیں ہیں۔جس طرح کہ عرب کہتے ہیں:

هو اكرم من الاسد. هو ابخر من الاسد هو اكبر من الاسد هو اشجع من الاسد هو اجرأ من الاسد.

''وہ شیر سے زیادہ شریف ہے۔وہ شیر سے زیادہ گندہ دہن ہے(منہ کا گندہ ہے) وہ شیر سے زیادہ طویل العمر ہے(کبیر السن ہے) وہ شیر سے زیادہ بہادر ہے۔وہ شیر سے زیادہ دلیر ہے۔''

ایسے ہی عرب شیر سے ڈرنے کے بارے میں مثالیں دیتے تھے۔ایک مرتبہ مجنوں (عامر بن قیس۔یہ نام مختلف فیہ ہے) نے لیلیٰ سے کہا: ؎

يقولون لي يوما و قد جئت فيهم و في باطني نار يشب لهيبها

ترجمہ: ''ایک دن جب میں ان کے محلے میں گیا اور اس وقت میرا اندرون شعلہ عشق سے بھڑک رہا تھا تو وہ بولے:

اما تختشي من اسدنا فاجبتهم هوى كل نفس اين حل حبيبها

ترجمہ: ''کیا تم ہمارے بہادر نوجوان (شیر) سے ڈرتے نہیں ہو؟ میں نے کہا کہ ہر شخص کا میلان اسی طرف ہو جاتا ہے جہاں اس کا محبوب مقیم ہوتا ہے۔''

عرب اسد الشری سے بھی مثال دیتے۔یہ اس وادی کا نام ہے جہاں شیر کثرت سے رہا کرتے تھے اور یہیں سے سلمیٰ (عرب کی مشہور محبوبہ) کے گھر کا راستہ تھا۔چنانچہ فرزدق شاعر نے کہا ہے ؎

وان الذي يسعى ليفسد زوجتي كساع الى اسد الشرى يستبيلها

ترجمہ: ''جو میرے اور میری بیوی کے درمیان بگاڑ پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو گویا وہ وادی اسد الشری سے شیر کے بچوں کو اٹھاتا ہے۔''

فرزدق کا مشہور قصیدہ

ذیل کا قصیدہ فرزدق کی طرف منسوب ہے۔اس کے مضامین اور نکتہ آفرینی کی وجہ سے یہی توقع ہے کہ فرزدق کی بخشش ہو جائے گی۔واقعہ یوں پیش آیا کہ ایک سال ہشام بن عبدالملک اپنے باپ کے دور میں حج کرنے کے لیے آیا۔طواف کرتے ہوئے اس نے چاہا کہ حجر اسود کی تقبیل واستلام سے مشرف ہو۔لیکن کثرت اژدھام کی وجہ سے قادر نہیں ہو سکا۔پھر اس کے لیے کرسی لائی گئی۔وہ اس پر بیٹھ گیا۔اسی دوران حضرت زین العابدین علی بن الحسین بن علی جو نہایت خوب صورت اور خوشبو سے معطر تھے۔تشریف لائے اور خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے لیے آگے بڑھے اور جب انہوں نے حجر اسود کے بوسہ کا ارادہ کیا تو اژدھام چھٹتا گیا جگہ مل گئی۔یہ ماجرا دیکھ کر ہشام

حیرت زدہ رہ گیا۔ اتنے میں ایک شامی آدمی (جو اس کے ساتھ تھا) پوچھنے لگا؟ شہزادہ مکرم! یہ شخصیت کون ہے کہ اس کے احترام میں عوام غیر معمولی شغف لے رہے ہیں تو اس شامی کو ہشام نے بتایا کہ میں اسے نہیں جانتا حالانکہ وہ جانتا تھا۔ اسی مجمع میں فرزدق بھی موجود تھا۔ اس شاعر نے یہ سنتے ہی کہا کہ میں انہیں جانتا ہوں۔ شامی نے کہا کہ بتایئے کون ہیں؟ اس وقت فرزدق نے حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کی شان میں یہ قصیدہ برجستہ کہا ؎

هذا الذی تعرف البطحاء وطائته　　و البیت یعرفه والحل والحرم

''یہ وہ آدمی ہے جس کو بطحاء کی نرم زمین، بیت اللہ، حل وحرم سب جانتے پہچانتے ہیں۔''

هذا علی رسول الله والده　　امست بنور هداة تهتدی الامم

''یہ زین العابدین علی رضی اللہ عنہ ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نانا ہیں ان ہی کے نور عرفان سے قومیں ہدایت پارہی ہیں۔''

هذا ابن خیر عباد الله کلهم　　هذا التقی النقی الطاهر العلم

''یہ اللہ کے نیک بندوں میں سے سب سے بہتر شخص کے بیٹے ہیں۔ صاف ستھرے، متقی، پاکیزہ اور سردار ہیں۔''

اذا راٰه قریش قال قائلها　　الٰی مکارم هذا ینتهی الکرم

''جب قریش ان کی زیارت کرتے ہیں تو بے ساختہ ہو کر کہتے ہیں کہ ان صاحب کے افعال کریمانہ پر بزرگی کی انتہا ہے۔''

ینمی الی ذروة العزاللتی قصرت　　عن نیلها عرب الاسلام و العجم

''یہ صاحب شرف وعزت کے ایسے مقام پر فائز ہیں جس کے حاصل کرنے سے عربی و عجمی سبھی لوگ عاجز رہتے ہیں۔''

یکاد یمسکه عرفان راحته　　رکن الحطیم اذا ماجاء یستلم

''ممکن ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت رکن حطیم ان کو روک لے اس لیے کہ وہ ان کی ہتھیلی کو پہچانتا ہے۔''

فی کفه خیزران ریحه عبق　　من کف اروع فی عزینه شمم

''ان کے دست مبارک میں عصائے شاہی ہے جس میں حسین ہتھیلی کے مس ہونے کی وجہ سے خوشبو پھوٹ رہی ہے اور ان کی ناک حسین و ہموار ہے۔''

یغضی حیاء و یُغضٰی من مهابته　　فما یکلم الاحین یبتسم

''یہ شرم وحیاء کی وجہ سے نگاہوں کو نیچی رکھتے ہیں بلکہ ان کی ہیبت سے لوگ نگاہیں نیچی کر لیتے ہیں اور جب وہ مسکراتے ہیں تو لوگوں کو بات کرنے کی ہمت ہوتی ہے۔''

ینشق نور الهدی من نور غرته　　کالشمس ینجاب عن اشراقها القتم

''ان کی روشن پیشانی کی چمک سے ہدایت کا نور پھیل رہا ہے جس طرح کہ طلوع آفتاب سے (صبح ہو جاتی ہے) اور تاریکی کافور ہو جاتی ہے۔''

مشتقة من رسول الله نبعه　　طابت عناصره والخیم والشیم

''ان کا شریف خاندان جناب رسول اللہ ﷺ سے ملتا ہے۔ان کی نسل عادت وخصلت سب پاکیزہ ہیں۔''

هذا ابن فاطمة ان کنت جاهله بجده انبياء الله قدختموا

''اگر تم ان سے ناواقف ہو تو سنو! یہ حضرت فاطمہؓ کے صاحبزادہ ہیں اور ان کے جدامجد پر انبیاء کا سلسلۂ نبوت ختم کر دیا گیا ہے۔''

الله شرفه قدما و عظمه جرى بذالک له فی لوحه القلم

''اللہ ہی نے ان کو شرافت و بزرگی عطا فرمائی ہے جس کے متعلق لوح محفوظ میں قلم جاری ہو چکا ہے۔''

کلتا يديه غياث عم نفعهما يستو کفان ولا يعروهما عدم

''ان کے دونوں ہاتھوں سے فیض عام ہے ان سے بخشش طلب کی جاتی ہے اور ان کے دونوں ہاتھ برابر کشادہ ہیں ان پر کبھی افلاس طاری نہیں ہوتا۔''

سهل الخليقة لا تخشى بوادره يزينه الثنان حسن الخلق والشيم

''یہ نرم خو ہیں ان سے بے جا غیظ وغضب کا خطرہ نہیں ہے ان کو بردباری بزرگی دو خصلتوں سے زیب وزینت ہے۔''

حمال اثقال اقوام اذا افترحوا حلو الشمائل يحلو عنده نعم

''جب کوئی قوم ان سے قرض مانگتی ہے تو یہ اس بوجھ کو برداشت کرتے ہیں۔ان کی تمام عادتیں میٹھی ہیں۔ان کے نزدیک بوقت سوال کلمہ ''نعم'' ہی اچھا ہے (یعنی کبھی انکار نہیں کرتے)۔''

ما قال لا قط الا فی تشهده لو لا التشهد كانت لاؤه نعم

''انہوں نے تشہد کے علاوہ کبھی کلمہ ''لا'' (یعنی نہیں) استعمال ہی نہیں کیا۔اگر تشہد نہ ہوتا تو ان کے ہاں کلمہ ''لا'' بھی ''نعم'' (یعنی ہاں) ہی ہوتا۔

عم البرية بالاحسان فانقشعت عنها الغيابة والاملاق والعدم

''یہ احسان نوازی کی وجہ سے تمام مخلوق پر چھا گئے اور ان کی وجہ سے مخلوق سے تاریکی افلاس فقر وفاقہ دور ہو گیا۔''

من معشر حبهم دين و بُغضِهم كفر و قربهموا منجى وسعتصم

''یہ ایسے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جن سے محبت رکھنا عین دین ہے۔دشمنی رکھنا کفر ہے ان کی قربت باعث نجات وذریعہ حفاظت ہے۔''

يستدفع السوء والبلوى بحبهم و يستزادبه الاحسان والنعم

''ان کی محبت کے ذریعہ مصیبتیں اور بلائیں دور کی جاتی ہیں اور انہی کے ذریعے نعمتوں اور عطایا میں اضافہ کرایا جاتا ہے۔''

من جده دان فضل الانبياء له فی کل بدء و مختوم به الكلم

''ہر چیز میں اللہ کے ذکر کے بعد ان کا ذکر مقدم ہے اور انہی کے ذکر کے بعد کلام ختم کیا جاتا ہے۔''

ان عد اهل التقى كانوا ائمتهم او قيل من خير اهل الارض قيل هم

''اگر متقی لوگوں کو شمار کیا جانے لگے تو یہ ان کے پیشوا ہیں اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ زمین میں سب سے بہتر کون ہے تو یہی جواب ہوتا ہے کہ یہی ہیں۔''

لا یستطیع جواد بُعْدَ غایتھم ولا یدانیھمو قوم و ان کرموا

''کوئی ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ کوئی قوم ان کے برابر ہو سکتی ہے خواہ کتنی ہی شریف و کریم الطبع ہو۔''

ھم الغیوث اذا ما ازمة ازمت والاسد اسد الشری والباس معتدم

''جب بھی قحط سالی ہوتی ہے تو یہ ابر باران کی طرح ہو جاتے ہیں اور خوف و دہشت کے وقت شری مقام کے شیروں کی طرح جری ہوتے ہیں۔''

لا ینقص العسر بسطا من اکفھم سیان ذالک ان اثروا وان عدموا

''ان کی ہتھیلیوں کی فراخی کو فقر و فاقہ تنگ نہیں کر سکتا۔ ان کے یہاں تو آسودگی اور تنگی دونوں برابر ہیں۔''

یابی لھم ان یحل الذم ساحتھم خلق کریم و اید بالندی ھضم

''ان کی مذمت و برائی کرنے سے ان کے پاکیزہ اخلاق اور فیاض ہاتھ روکتے ہیں۔''

ی الخلائق لیست فی رقابھم لا ولیة ھذا اولہ نعم

''مخلوق بس ایسا کون ہے، جس کی گردن میں ان کی نوازش و کرم کو طوق نہ ہو۔''

من یعرف اللّٰہ اولیة ذا فالدین من بیت ھذا نالہ الامم

''جو شخص خدا کو جانتا ہے وہ ان کی عظمت کو بھی پہچانتا ہے اس لیے کہ سبھی لوگوں نے ان کے گھرانے سے دین حاصل کیا ہے۔''

ان کنتَ لا تعرفہ فاللّٰہ یعرفہ والعرش یعرفہ واللوح والقلم

''اگر تم ان کو نہیں جانتے پہچانتے تو خدا تعالیٰ ان کو جانتا ہے۔ عرش، لوح محفوظ اور قلم بھی ان کو جانتے ہیں۔''

و لیس قولک ھذا بضائرہ العرب تعرف من انکرت العجم

''اور تیرا یہ کہنا کہ وہ کون ہیں ان کے لیے مضر نہیں اس لیے کہ جس کا تم انکار کرتے ہو ان کو عربی و عجمی سب جانتے ہیں۔''

یہ قصیدہ سنتے ہی ہشام کو غصہ آ گیا۔ چنانچہ مکہ و مدینہ کے درمیان مقام عسفان میں فرزدق کو قید کر لیا۔ جس وقت حضرت زین العابدینؒ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرزدق کو بارہ ہزار درہم بھیجے اور معذرت کرتے ہوئے کہا کہ اگر ہمارے پاس اس سے زیادہ ہوتے تو ہم زائد پیش کرتے۔ فرزدق نے کہا فرزند رسول ﷺ! جو بھی میں نے کہا ہے وہ صرف اللہ و رسول کے لیے غصہ کی وجہ سے کہا ہے۔ کچھ لینے کی غرض سے نہیں کہا۔ آپ نے فرمایا بہت بہت شکریہ۔ بات یہ ہے کہ ہم اہل بیت ہیں جب کسی کو کچھ دیتے ہیں تو پھر ہم واپس نہیں کرتے۔ اس پر فرزدق نے آپ کا ہدیہ قبول کر لیا۔ اور قید خانہ میں بھی ہشام کی ہجو کرتا رہا حتیٰ کہ ہشام نے اس کو رہا کر دیا۔

فرزدق

فرزدق کا نام ہمام بن غالب ہے فرزدق لقب ہے لیکن لقب ان کے نام پر غالب آ گیا اور اسی نام سے زیادہ مشہور ہو گیا۔ لغت کے

اعتبار سے فرزدق کے معنی "گندھے آٹے کا پیڑا بنانا" ہے اس کا واحد فرزدقہ آتا ہے۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ فرزدق نام سے یہ اس لیے مشہور ہو گیا کہ اس کے ایک مرتبہ چیچک نکل آئی۔ اللہ تعالیٰ نے شفاء بخشی۔ چیچک سے نجات تو مل گئی لیکن اس کا چہرہ داغ دار ہو گیا اور بُرا معلوم ہونے لگا۔ اس پر اسے فرزدق کہا جانے لگا۔ بعض نے مشہور ہونے کے وجہ یہ بتائی ہے کہ یہ بد خلق، گرم مزاج تھا۔ اس لیے اس کو فرزدق کہا جاتا تھا۔

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ اس کے آباؤ اجداد میں ایک شخص "محمد بن سفیان" نامی گزرا ہے۔ جس کا شمار ان تین شخصوں میں ہوتا ہے جنہوں نے زمانۂ جاہلیت میں محمد نام رکھا تھا۔ اس لیے کہ تاریخ میں ان تین کے علاوہ اور کسی کا ذکر نہیں ملتا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے قبل ان کا نام رکھا گیا ہو۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان تینوں کے آباؤ اجداد میں سے بعض لوگ اپنے زمانہ کے کسی ایسے بادشاہ کی خدمت میں آئے جس کو آسمانی کتابوں کا علم رکھتا تھا۔ اس نے ان کو نبی کریم ﷺ کی بعثت اور ان کے نام مبارک سے آگاہ کیا۔ جب ان میں سے ہر ایک اپنے وطن واپس ہو گئے تو دُنیا سے انتقال کرتے ہوئے ان لوگوں نے اپنی عورتوں کو حاملہ دیکھ کر نذر مانی اور یہ وصیت بھی کی کہ اگر کوئی فرزند پیدا ہو تو اس کا نام محمد رکھنا۔ چنانچہ ان لوگوں کے مرنے کے بعد یہی کیا گیا اور ان سب عورتوں نے اپنے بچوں کا نام محمد رکھا۔

وہ تین اشخاص یہ ہیں (۱) محمد بن سفیان بن مجاشع۔ یہ فرزدق کے دادا ہوتے ہیں۔ (۲) محمد بن احیحہ بن الجلاح یہ عبدالمطلب کے ماں شریک بھائی تھے۔ (۳) محمد بن حمران بن ربیعہ۔

لیکن جب رسول اللہ ﷺ کے دوسرے اسم گرامی "احمد" کی یہ خصوصیت ہے کہ اس سے پہلے یہ نام کسی کا نہیں رکھا گیا۔

کشتی نوح میں شیر بھی تھا

حضرت زید بن اسلم اپنے والد محترم سے بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا "حضرت نوح علیہ السلام (اللہ کے حکم کے مطابق کشتی میں سوار ہوئے تو آپ نے ہر جانور کے ایک ایک جوڑے کو ساتھ لیا تو ان کے اصحاب نے کہا (ہم کیسے سکون کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ درانحالیکہ ہمارے ساتھ شیر بھی سوار ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے شیر پر بخار مسلط فرما دیا۔ یہ روئے زمین میں سب سے پہلا بخار تھا۔ جب ہی سے شیر دائمی بخار میں مبتلا رہتا ہے۔ پھر ان لوگوں کو چوہیا سے شکایت ہوئی تو انہوں نے شکوہ کیا کہ چوہیا تو ہمارا کھانا پینا اور دیگر سامان وغیرہ خراب کر رہی ہے تو اللہ تعالیٰ نے شیر کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ چھینک مارے۔ چنانچہ شیر نے ایسے ہی کیا تو اس کی چھینک سے بلی نکل پڑی تو چوہیا بلی کو دیکھ کر چھپ گئی۔"

ایک دوسری روایت میں مذکور ہے:

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ کشتی میں ہر جانور کے ایک جوڑے کو لے کر سوار ہو جائیں تو آپ نے فرمایا میں شیر اور بکری کے ساتھ کیا برتاؤ کروں گا۔ اسی طرح بھیڑیا اور بکری کے بچے کے ساتھ اور کبوتر [illegible] کے ساتھ کس طرح نباہ کی سوچوں گا تو اللہ نے وحی کی کہ اے نوح ان تمام جانوروں میں عداوت کس نے پیدا کی تو آپ نے عرض کیا [illegible] تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تو پھر میں ہی ان میں ایسی اُلفت و محبت پیدا کر دوں گا کہ یہ ایک دوسرے کے لیے [illegible] نہیں ہوں گے۔" (حلیۃ ابی نعیم)

طبی شیر کی[1] خاصیتیں

شیخ عبدالملک بن زہیر جو خواص اشیاء کے عالم ہیں کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے پورے بدن پر شیر کی چربی کی مالش کرلے تو اس کے نزدیک کوئی درندہ نہیں آئے گا اور نہ ایسے آدمی کو درندوں کے خطرات کا اندیشہ رہے گا۔ اگر گھڑیال (مگرمچھ) شیر کی چنگھاڑ سن لیتا ہے تو اس کا دم گھٹ جاتا ہے۔ اگر کوئی آدمی مہینے کی پہلی تاریخ میں شیر (نر) کا پتہ انڈے کے ساتھ ملا کر پی لے تو اس کے لیے عورت کی تمام گرہیں کھل جاتی ہیں۔ اگر کوئی شخص اس کی بال دار کھال کا ایک ٹکڑا باندھ کر گلے میں ڈال لے تو مرگی کا وہ عارضہ جو بالغ ہونے سے پہلے ہو درست ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر بالغ ہونے کے بعد ہوا ہو تو کارآمد نہ ہوگا۔ اگر کسی جگہ اس کے بالوں میں آگ لگا دی جاتی ہے تو اس کی مہک سے تمام درندے بھاگ جاتے ہیں۔ شیر کا گوشت فالج کے لیے بہت مفید ہے۔ اگر اس کی کھال کا کوئی چھوٹا سا ٹکڑا کپڑے کے صندوق میں رکھ دیا جائے تو ان کپڑوں میں دیمک وغیرہ لگنے کا اندیشہ نہیں رہتا۔ اگر کوئی شخص اس کے دانت کو اپنے ساتھ رکھے تو دانتوں کے درد سے محفوظ رہے گا۔

شیر کی چربی کی مالش ہاتھ اور پیر میں کرنے سے ٹھنڈک کا احساس نہیں ہوتا اور پورے بدن پر مالش کرنے سے جوں وغیرہ کا اندیشہ نہیں رہتا۔ ہرمس نے لکھا ہے کہ شیر کی کھال پر بیٹھنے سے بواسیر' گنٹھیا (پاؤں کا درد) اور انگوٹھے کے درد جیسے امراض سے شفاء نصیب ہوتی ہے۔ شیر کی پیشانی کی چربی گلاب کے تیل میں ملا کر چہرے پر لگانے سے عوام تو کیا بادشاہ تک مرعوب ہو جاتے ہیں۔

طبریؒ نے وضاحت کی ہے کہ اگر کوئی شیر کے پتے کا سرمہ استعمال کرے تو آنکھوں کی روشنی اور بینائی بڑھتی ہے اگر کسی شخص کو یرقان[2] ہو گیا ہو تو شیر کے پتے کو ایک دانق[3] کے برابر آب اسبغول اور پودینہ میں ملا کر پلایا جائے تو بہت نفع بخش ہے۔ اگر کوئی شخص شیر کے فوطے (خصیے) کو بورق[4] احمر و مصطگی میں ملا کر خشک کرے اور باریک کر کے ستو میں نہار منہ بطور شربت استعمال کرے تو پیٹ

---

[1] علم طب: وہ علم ہے جس میں جسمانی امراض کے علاج معالجہ کا بیان اور تدابیر حفظان صحت ذکر کئے گئے ہوں۔ اس کا موضوع بدن انسانی۔ مقصد جسمانی امراض کی زد سے بچنا ہے۔ طب کی ابتداء کے متعلق دو خیال ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ الہامی ہے اس لیے مختلف انبیاء کی طرف انتساب کیا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام پر منکشف ہوا۔ کچھ حضرت شیث علیہ السلام پر بعضے سلیمان علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام کو بتاتے ہیں۔ دوسرے لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ یہ انسانی دماغ کی سعی پیہم کا ایک نمونہ اور قوت فکر کا ایک قیمتی سرمایہ ہے۔ اہل ہنود اسے برہما جی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور یونانی اسے اسقلیبوس کی طرف۔ اہل چین شہنشاہ ہوانگ ٹی کو اول قرار دیتے ہیں۔ اہل بابل' اہل مصر' اہل روم یہ تینوں اپنے اپنے متعلق یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارے یہاں سب سے پہلے یہ علوم رونما ہوئے وہ اس طرح کہ قدیم شہروں کے دبے ہوئے کھنڈرات کو کھودنے سے ایسے ایسے کتبات و تحریرات برآمد ہوئیں جن سے لوگوں نے تجربات کئے تو زبردست کامیابی ہوئی۔ اس طرح یہ علم طب رواج پا گیا۔ پھر بعد میں مسلمان اطباء نے اس کا ترجمہ عربی میں کر کے بام عروج پر پہنچایا پھر مسلمانوں میں اس کی اشاعت کا سہرا ابوبکر بن زکریا رازی (۸۵۰ء) کے سر ہے۔

[2] یرقان اس مرض کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے آنکھوں میں زردی اور جسم میں پیلا پن ہو جاتا ہے۔ اردو میں اسی کو پیلا پن اور کافور بھی بولتے ہیں۔

[3] دانق کو دانگ بھی کہتے ہیں جو ایک وزن ہے برابر چھوڑتی۔ بعض کے نزدیک دانگ کا وزن ایک ماشہ یا نصف ماشہ یا چھ مثقال یا آٹھ جو ہے لیکن چھرتی پر اکثر کا اتفاق ہے۔

ایک دانق درہم کے چھٹے حصے یا دو قیراط کے برابر ہوتا ہے۔ (ج)

[4] بورق: یہ ایک معدنی نمک ہوتا ہے جو شور زمین میں پیدا ہوتا ہے۔ سب سے بہتر وہ سمجھا جاتا ہے جو ارمنی کہلاتا ہے۔

کے ہر درد کے لیے مفید ہے۔ جیسے آنتوں میں اینٹھن یا مروڑ ہو یا پسلی کے نیچے درد ہو یا رحم عورت میں درد ہو۔ نیز بواسیر و پیچش کے لیے بھی سود مند ہے۔

اگر کسی کو اختلاج کی شکایت ہو تو شیر کے دماغ کو پرانے زیتون کے تیل میں ملا کر مالش کریں یہ شکایت جاتی رہے گی۔ اگر کسی کو سستی، کاہلی کی شکایت ہو یا بدن میں جھائیاں پڑ گئی ہوں تو اس کی چربی کی مالش بہت مفید ہے۔ بلکہ چہرے کے تمام امراض کے لیے شفاء بخش ہے۔ اسی طرح اگر اس کے گوبر کو خشک کر کے رگڑنے والی خوشبو میں ملا کر سپید داغوں میں لگائے تو یہ شکایت جاتی رہتی ہے۔ اگر اس کے گوبر کو خشک کر کے برابر لے کر کسی شراب کے عادی کو بغیر بتائے ہوئے نوش کرا دیں تو وہ شخص شراب سے اتنا متنفر ہو جائے گا کہ وہ شراب دیکھنا تک گوارا نہ کرے گا۔ اگر اس کے پتے کو شہد میں ملا کر کنٹھ مالا میں لگایا جائے تو وہ درست ہو جائے گا۔ اور اگر اس کی چربی کو لہسن میں ملا کر باریک کر لیا جائے پھر اس کی بدن پر مالش کی جائے تو کوئی درندہ قریب نہیں آئے گا۔

تعبیر[1]

اگر کسی کو خواب میں شیر نظر آتا ہے تو اس کی مختلف صورتیں ہیں، کبھی وہ ظالم و جابر کی شکل میں نظر آتا ہے کبھی زبردست بہادر، مضبوط قسم کی گرفت کرنے والا، کبھی خطرناک دشمن اور کبھی نہایت کامیاب حملہ آور کی تصویر میں آتا ہے۔ شیر تمام جانوروں میں اتنا خطرناک ہوتا ہے کہ اس کے چنگل سے نہ کوئی دوست مامون رہتا ہے اور نہ کوئی دشمن۔

معبرین نے لکھا ہے کہ شیر خواب میں اکثر موت کی خبر دیتا ہے اس لیے کہ وہ لوگوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیتا ہے لیکن بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ مریض کو اس کی عافیت، خیریت کی خوشخبری دیتا ہے۔

اگر کسی نے خواب میں شیر اور دیکھا کہ شیر اس کو نہیں دیکھ رہا بلکہ یہ شیر کو دیکھ کر بھاگنے کی کوشش کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ جس چیز سے خوف کھا رہا تھا اس سے نجات مل جائے گی مزید اسے علم و حکمت کی دولت بھی نصیب ہوگی۔ اس لیے کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

فَفَرَرْتُ مِنكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَ جَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِين.

"پھر جب مجھ کو ڈر لگا تو میں تمہارے یہاں سے مفرور ہو گیا۔ پھر مجھ کو میرے رب نے دانش مندی عطا فرمائی اور مجھ کو پیغمبروں میں شامل کر دیا۔"

علامہ محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں کہ اگر کسی نے دیکھا کہ شیر اس کے سامنے آ گیا۔ پھر وہ اس سے بھاگ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ دیکھنے والا دائمی بخار میں مبتلا ہو جائے گا یا قید خانہ میں زندگی گزارے گا۔ اس لیے کہ بخار مومن کے لیے قید خانہ ہے۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی بھی مرض میں مبتلا ہونے کی تعبیر دیتے ہیں۔ اگر کسی نے دیکھا کہ وہ شیر کے بال یا گوشت یا اس کی ہڈی لیے ہوئے ہے تو تعبیر یہ دی جائے گی کہ کسی حاکم یا دشمن سے مال و دولت ملے گا۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ شیر پر سوار تو ہو گیا ہے لیکن اسے خوف بھی محسوس ہو رہا

---

[1] خواب، عربی میں اسے رویاء کہتے ہیں۔ علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ خواب کے معانی یہ ہیں کہ وہ بات جو انسان خواب و نیند میں دیکھے۔ جمہور محققین کی یہ رائے ہے کہ خواب تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک تو محض خیال ہی خیال ہے کہ دن بھر انسان کے دل و دماغ اور ذہن پر جو باتیں چھائی رہتی ہیں وہ خواب میں متشکل ہو کر نمودار ہو جاتی ہیں۔ دوسرا خواب وہ ہے جو شیطانی اثرات کی عکاسی کرتا ہے جیسے کہ عام طور پر ڈراؤنے خواب نظر آیا کرتے ہیں۔

ہے تو کسی پریشانی یا آزمائش میں مبتلا ہوگا۔ لیکن اگر سوار ہونے والا اس سے خوف نہیں کھا رہا تو پھر تعبیر یہ ہوگی کہ وہ اپنے دشمن پر غالب آ جائے گا اور اگر یہ دیکھا کہ وہ شیر کے ساتھ بغیر خوف و ہراس کے لیٹا ہوا ہے تو تعبیر ہوگی کہ دشمن سے محفوظ رہے گا۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ شیر کا سر کھا رہا ہے تو کسی سلطنت کا بادشاہ بنایا جائے گا اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ شیر کو چرا رہا ہے تو تعبیر دی جائے گی کہ وہ کسی ظالم حاکم کے ساتھ بھائی چارگی کا معاملہ کرے گا۔ اگر کسی نے دیکھا کہ وہ اپنی گود میں شیر کے بچے کو لیے ہوئے ہے تو خواب دیکھتے وقت اگر اس کی بیوی حاملہ تھی تو اسے بتایا گیا ہے کہ وہ ایک لڑکے کو جنم دے گی۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو تو پھر اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی امیر کے بچے کی پرورش کرے گا۔ اگر دیکھا کہ شیر اسے دیکھ کر چنگھاڑا ہے تو تعبیر ہوگی کہ دیکھنے والا بیمار ہو جائے گا اور اگر دیکھا کہ شیر نے اسے قتل کر دیا تو اگر وہ غلام تھا تو آزاد ہو جائے گا ورنہ دیکھنے والے کو کسی حاکم سے ڈر یا خوف ہوگا۔ اگر کسی نے دیکھا کہ شیر چنگھاڑ رہا ہے تو اس کو کسی حاکم کی طرف سے ڈانٹ کا اندیشہ رہے گا۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ شیر اس کی خوشامد کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس سے عجیب و غریب امور سرزد ہوں گے۔ بلکہ بعض اوقات یہ تعبیر بھی دے سکتے ہیں کہ دشمن مغلوب ہو جائے گا۔

علم الکلام [1] اور ایک علمی بحث

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

''اگر یہ بات لوگوں کی سمجھ میں آ جائے کہ علم کلام میں باطل خواہشات کے علاوہ کچھ نہیں ہے تو علم کلام سے لوگ اس طرح بھاگیں جیسا کہ شیر سے بھاگتے ہیں۔''

امام غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر آپ کے نزدیک علم جدال پڑھنا اور علم کلام حاصل کرنا درست نہیں جیسا کہ آپ علم نجوم کے بارے میں کہتے ہیں تو دراصل علم کلام جائز ہے یا مستحب لیکن اس کے علاوہ بعض علمائے کرام نے علم کلام کے سلسلے میں اعتدال سے ہٹ کر کام لیا ہے اور اس کے سیکھنے یا نہ سیکھنے کے سلسلے میں علماء کا اختلاف ذکر کیا ہے۔

علماء میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے علم [1] کلام کا درس اور تدریس بدعت یا حرام قرار دیا ہے۔ اس پر مزید وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی بندہ اپنے رب سے اس حال میں ملاقات کرتا ہے کہ اس نے سوائے شرک کے سارے گناہوں کا ارتکاب کیا ہے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ اپنے رب سے اس حال میں ملاقات کرے کہ وہ علم کلام کا عالم ہو۔

اور بعض وہ علماء کرام ہیں جنہوں نے یہ کہا ہے کہ علم کلام کا سیکھنا واجب ہی نہیں بلکہ فرض ہے۔ فرض کفایہ یا فرض عین۔ ان کی مراد

---

[1] ''علم کلام'' اس کا دوسرا نام علم العقائد بھی ہے۔ اسلامی عقائد سے متعلق تمام بحثوں کا نام علم کلام ہے بشرطیکہ شرعی قوانین سے استنباط کے ساتھ ساتھ عقلی دلائل سے بھی کام لیا گیا ہو ورنہ صرف علم العقائد کہتے ہیں۔ اصطلاح میں متکلم ابوالخیر کے قول کے مطابق وہ علم ہے جس سے تفصیلی دلائل کے ساتھ دینی عقائد اور اسلامی نظریات کے اثبات اور شکوک و شبہات کے جوابات دینے پر قدرت حاصل ہو۔

لیکن متاخرین نے کہا ہے کہ علم کلام وہ ہے جس میں دینی عقائد کے بارے میں خدائے پاک کی ذات و صفات، فلسفیات اور اقسام ممکنات سے بحث کی جاتی ہو۔ اور اس علم کا موضوع باری تعالیٰ کی ذات و صفات ہیں اور مقصد دینی سعادت اور اسلامی احکامات کی معرفت ہے۔ اس علم کی اولیت کا شرف امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہے۔ چنانچہ آپ کی کتاب ''الفقہ الاکبر'' اس سلسلے میں بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ پھر جب خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ میں مخالفین نے سر اٹھایا تو اہل اسلام نے باقاعدہ علم کلام کی تدوین کی۔ اس دور کا سب سے پہلا مؤلف ابوالہذیل معتزلی ہے۔ پورا نام محمد بن ہزیل بن عبداللہ بن مکحول ہے۔ ۱۳۱ھ میں ولادت ہوئی اور ۲۳۵ھ میں وفات پائی ملا۔

اس فتویٰ سے یہ ہے کہ علم کلام کا سیکھنا اور سکھانا افضل الاعمال اور اعمال صالحہ میں ہے بلکہ عبادت کی اعلیٰ قسم ہے چونکہ علم کلام سے توحیدی علوم میں مضبوطی ہوتی ہے۔ علم کلام سے دین وملت کے خلاف تمام طاقتوں کا دفاع کرنا ہوتا ہے۔

جن علماء کرام نے یہ کہا کہ علم کلام کا سیکھنا حرام ہے ان میں امام شافعیؒ 'امام مالکؒ' امام احمدؒ' سفیانؒ اور تمام محدثین ہیں۔

ابن عبدالاعلیٰ نے فرمایا کہ ایک بار امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک متکلم حفص الفرد سے مناظرہ میں مصروف تھے۔ اس دن میں نے امام شافعیؒ سے یہ سنا کہ بندے کے لیے یہ بہتر ہے کہ اپنے رب سے اس حالت میں ملاقات کرے کہ وہ سوائے شرک کے تمام گناہ کا مرتکب ہو بہ نسبت اس کے کہ وہ علم کلام کا علم رکھتا ہو۔ امام شافعیؒ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے علماء حدیث کے ایسے قول کی خبر ملی ہے کہ (اگر مجھے معلوم نہ ہوا ہوتا) تو میں گمان نہ کرسکتا تھا کہ وہ ایسی بات کہیں گے کہ یہ بہتر ہے کہ بندہ اللہ کی تمام منع کی ہوئی چیزوں کے ارتکاب کرنے میں مبتلا ہو۔ لیکن شرک جیسا گناہ سرزد نہیں ہوا تو بھی کوئی مضائقہ نہیں بہ نسبت اس کے کہ وہ علم کلام کا مطالعہ کرتا ہو۔

کرابیسیؒ سے منقول ہے کہ امام شافعیؒ سے علم کلام کے سلسلے میں سوال کیا گیا تو آپ نے غصہ کا اظہار کیا اور فرمایا کہ اس سلسلے میں حفص الفرد اور ان کے اصحاب وغیرہ نے سوال کیا تو اللہ نے انہیں ذلیل کر دیا۔ یہ بھی منقول ہے کہ جب امام شافعیؒ بیمار ہو گئے تو حفص الفرد ان کی خدمت میں آئے اور امام شافعیؒ سے پوچھا کہ میں کون ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ تم حفص الفرد ہو (اللہ پاک تمہارا محافظ نہ بنے) اور نہ تم ان کی حفاظت میں رہو۔ جب تک کہ تم ان چیزوں سے توبہ نہ کرلو جس میں تم مشغول رہتے ہو۔ یہ بھی فرمایا کہ اگر تم کسی سے سنو کہ وہ اس موضوع پر گفتگو کر رہا ہے کہ اسم مسمیٰ کا عین ہوتا ہے یا غیر تو گواہ رہنا کہ وہ اہل کلام میں سے ہے اور ان کا کوئی دین ومذہب نہیں ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میرا فتویٰ اہل کلام کے بارے میں یہ ہے کہ انہیں کھجور کی چھڑی سے مارا جائے اور ان کو گشت کرایا جائے اور یہ بھی کہنا چاہیے کہ یہ ان لوگوں کی سزا ہے جنہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اپنا مشغلہ علم کلام کو بنایا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کا ان کے بارے میں یہ تاثر ہے کہ علم کلام کا عالم کبھی فلاح نہیں پاسکتا اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ان کے بارے میں یہ بھی تجربہ ہے کہ علم کلام کا مشغلہ رکھنے والے کے دل میں کوئی نہ کوئی باطنی مرض ضرور ہوگا۔ مثلاً نفاق' شکوک وشبہات' زیغ وضلال۔

پھر احمد بن حنبلؒ نے اسی مجلس میں علم کلام کی مذمت میں گفتگو طویل فرمائی اور فرمایا کہ الحراث المحاسی باوجود اپنے زہد وتقویٰ کے اہل بدعت کے رد میں ایک کتاب تصنیف فرما رہے تھے لیکن بعد میں یہ ارادہ ترک کر دیا۔ امام احمدؒ نے ان سے فرمایا کہ مجھے افسوس ہے کہ جب آپ رد بدعات میں کتاب تصنیف کریں گے تو کیا آپ سب سے پہلے بدعات کو نقل نہیں کریں گے اس کے بعد اس پر رد لکھنا پڑے گا (تو یہ کام گو درست ہے لیکن اسی کے ساتھ) یہ اس طرح ہو جائے گا کہ گویا آپ نے ان کو بدعات کے مطالعہ کرنے پر اُبھارا (تو یہ کتاب اگرچہ رد بدعات میں ہے لیکن برائی کا بھی سبب بن سکتی ہے)۔

امام مالک نے فرمایا ہے اہل باطل' نفس پرست اور متبدعین کی شہادت قابل قبول نہیں ہے۔ امام مالکؒ کے اس قول کی تاویل کرتے ہوئے ان کے بعض اصحاب نے یہ کہا ہے کہ آپ نے اہل باطل (اہل ہواء) سے مراد علماء کلام کو لیا ہے چاہے وہ جس مذہب کے پیروکار ہوں۔

امام ابو یوسفؒ (جو امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اجل تلامذہ میں ہیں) نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے علم کلام کے ذریعے علم حاصل کیا (علم حاصل کرنے کے سلسلے میں علم کلام کو آلۂ کار بنایا (یعنی علم کلام سے ابتداء کی) وہ زندیق ہیں۔

اور سلف صالحین میں سے بعض محدثین نے امام ابو یوسفؒ کی اس بات پر اتفاق کیا ہے۔ (حاصل یہ نکلا کہ) علم کلام کے سیکھنے کے سلسلے میں علماء کرام سے بہت سی وعیدیں منقول ہیں لیکن جن لوگوں نے تشدد آمیز کلمات استعمال کئے ہیں ان کا تو شمار ہی نہیں کیا جاسکتا۔

دیگر اصحاب کا استدلال

دوسرے خیال والے جنہوں نے علم کلام کو واجب یا فرض کفایہ قرار دیا ہے کا استدلال یہ ہے کہ علم کلام کا صرف وہ حصہ ممنوع ہے جس میں اشیاء کے جوہر یا عرض ہونے سے گفتگو کی گئی ہے اس لیے کہ یہ ایسی اصطلاحات ہیں جن کا وجود صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور مسعود میں نہیں تھا۔ تو اس عجیب و غریب بحث کی تفصیل حلق سے اُتارنے کے لیے اس طرح کی جاتی ہے کہ دیکھئے کوئی بھی علم ہو اس میں کچھ ایسی اصطلاحات سمجھانے کے لیے ذہن کو تیز اور حاضر کرنے کے لیے ایجاد کی جاتی ہیں جیسے کہ حدیث شریف اور تفسیر سے متعلق کوئی اصطلاح یا فقہ سے متعلق بعض ایسی صورتیں وضع کرتے ہیں جن کا وقوع نادر حالات میں ہوا کرتا ہے تو ہمیں استدلال کے لیے ایسے طریقے ترتیب دینے پڑیں گے جس سے کسی بدعتی میں (وقت پڑنے پر) جوش اور استقلال پیدا کرسکیں یا اسے (الزامی یا تحقیقی جواب دے کر) شبہات میں اُلجھا دیں یا محض اپنے ذہنوں کو تیز کردیں یا اپنے آپ کو دلائل اور براہین سے مسلح کرنے کے لیے تاکہ وہ وقت پڑنے پر فوراً کام آسکیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی نے ہتھیار اور اسلحہ کی مکمل تیاری جنگ کرنے کے لیے جنگ سے پہلے ہی کرلی ہو۔

ایک اور اعتراض اور اس کا جواب

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ علم کلام کے حصول کے سلسلے میں آپ کو نزدیک راجح اور مختار قول کون سا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ علم کلام میں مطلقاً مذمت یا مطلقاً مدح کے جواز کا قائل ہونا سراسر غلطی ہے بلکہ اس میں تفصیل ہے۔

تفصیل اور شرح

(۱) بعض چیزیں ایسی ہیں جن میں حرمت خود موجود ہوتی ہے جیسے کہ شراب اور مردار کہ اس میں حرام ہونے کا وصف خود اسی میں موجود ہے۔ پہلی میں تو یہ ہے کہ شراب آدمی کو نشہ میں مبتلا کردیتی ہے کہ اسے کسی چیز کا ہوش نہیں رہتا۔ دوسری چیز میں مرا ہوا ہونا ہے جس سے اس میں صحت اور پاکیزگی کے اثرات ختم ہوجاتے ہیں اور تعفن و فساد کی کیفیت پیدا ہوتی ہے نیز انسانی صحت کے لیے مضر ثابت ہوتی ہے۔ اس کے باوجود لوگ ہم سے اس شے کے بارے میں فتویٰ لیں تو ہم اسے حرام قرار دیں گے اور اس کے دوسرے پہلو کی طرف توجہ نہیں دیں گے کہ مردار حالت اضطرار میں مباح ہوجاتا ہے یا مثلاً کسی وقت انسان کھانا کھا رہا ہو اور کھانے کے دوران اس کے حلق میں پھندا لگ گیا (اٹک گیا) اور نگلنے کے لیے سوائے شراب کے اور کوئی چیز موجود نہیں تو شراب کا پینا مباح ہوجاتا ہے (یہ استثنائی شکلیں گاہے گاہے پیش آتی ہیں اس لیے اس کے بیان کی حاجت نہیں)۔

(۲) اور بعض چیزیں ایسی ہیں جن میں حرمت ذات میں نہیں ہوتی بلکہ کسی خارجی وصف کی وجہ سے لاحق ہوجاتی ہے جیسے کہ ایک مسلمان نے کسی چیز کو خرید لیا ہو اور اس نے مدت خیار بھی رکھی ہے تو اس مدت خیار میں اس شے کے بارے میں بیع کا معاملہ کرنا حرام ہے۔ دوسری مثال یہ ہے کہ جمعہ کی اذان کے وقت بیع کرنا۔ تیسری مثال مٹی کھانا وغیرہ۔ اس لیے کہ مٹی کھانے میں بہت سے نقصانات ہیں۔ پھر یہ مٹی کھانے کے مسئلے میں بہت سی صورتیں ہیں کہ آیا کم مٹی نقصان دیتی ہے یا زیادہ۔ اس لیے کہ مطلق یہ کہیں گے کہ مٹی کھانا حرام ہے جیسے کہ زہر قاتل ہے چاہے اس کم کھائے یا زیادہ دونوں صورتوں میں حرام ہے۔ اور اگر زیادہ کھالیا جاتا ہے تو قطعاً نقصان دیتا

ہے بلکہ آدمی کو موت کے گھاٹ اُتار دیتا ہے تو زہر کو مطلقاً حرام کہا جائے گا۔

یا جیسے کہ شہد ہے کہ شہد کا زیادہ کھانا ایسے آدمی کے لیے جس کا مزاج گرم ہو نقصان دیتا ہے اور یہ بالکل مٹی کی طرح ہے۔ اس لیے کہ مٹی کا زیادہ کھانا نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا شراب پر حرام ہونے کا مطلق حکم لگانا اور شہد کے حلال ہونے پر مطلق حکم لگانا ان کے غالب احوال پر نظر کرتے ہوئے ہے۔ تو کسی شے کے حکم لگانے کے لیے اس کے غالب احوال کا خیال کیا جاتا ہے۔

اس وضاحت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سب سے بہتر یہ ہے کہ علم کلام میں تشفی بخش تفصیل کریں اور یہ کہیں کہ علم کلام میں نقصان بھی ہے اور فائدہ بھی۔ اس لیے علم کلام کے فوائد کو سامنے رکھتے ہوئے استفادہ کے وقت اسے ضرورت کے پیش نظر حلال یا مندوب واجب قرار دیا جائے گا۔ اگر علم کلام سے نقصان اور مضرت کا خطرہ ہو تو پھر وہ اس وقت حرام ہو جاتا ہے۔ علم کلام سے نقصان اس طرح ہوتا ہے کہ بسا اوقات اس سے شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں۔ عقائد متزلزل ہو کر ان کا ایقان اور اذعان بھی ختم ہو جاتا ہے۔ یہ حالات آدمی کو ابتداء ہی میں پیش آتے ہیں۔ جبکہ دلائل مشکوک ہوں یا اس میں لوگ اختلاف کر رہے ہوں تو اس طرح اعتقاد میں خلل واقع ہوتا ہے۔

مزید علم کلام سے نقصان یہ بھی ہوتا ہے کہ کبھی کبھی مبتدعین اپنے باطل دعوؤں میں ایسی مضبوطی کر لیتے ہیں جس کی بناء پر وہ اصرار کرتے ہیں۔ اس طرح ان کے اعتقاد میں مزید پختگی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن یہ نقصان محض تعصب اور ہٹ دھرمی کی بنیاد پر جھگڑے سے پیدا ہوتا ہے۔

علم کلام کا فائدہ

علم کلام کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں حقائق کا وضاحت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے اور جن پر حقائق کی بنیاد ہوتی ہے ان کی معرفت ہو جاتی ہے اور دیگر فوائد یہ ہیں کہ علم کلام سے عوام کے عقائد کی حفاظت اور مبتدعین کے شکوک وشبہات اور انہیں ہر گمراہ موڑ سے بچانا مقصود ہوتا ہے۔ اس لیے کہ عوام الناس علمی اعتبار سے زیادہ مسلح نہیں ہوتے بلکہ وہ اس معاملات میں کمزور ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اہل بدعت کی بحثوں سے خطرہ میں پڑ جاتے ہیں (سب سے اہم بات یہ ہے) کہ عوام سلف صالحین کے طریقہ کار کے متبع اور وہ اپنے آپ کو ان کے نقش قدم پر چلنے کا پابند سمجھتے ہیں۔

اس لیے عوام کے عقائد کو مبتدعین کی تلبیسات اور ان کے رسم ورواج سے محفوظ رکھنا علماء کرام کا فریضہ ہے۔ جس طرح کہ اموال اور دیگر حقوق کی حفاظت کرنا ان کا کام ہوتا ہے اسی طرح قضاء اور ولایت کے مسائل ہیں جب تک علماء کرام ان مسائل کی درس وتدریس اور اس کی نشر واشاعت کے لیے کمربستہ نہیں ہوں گے اس وقت تک یہ علوم باقی نہیں رہ سکتے اور اگر ترک کر دیا جائے تو یہ نتیجہ ہوگا کہ یہ علوم ختم ہو جائیں گے۔

لیکن یہ بھی یاد رکھیں کہ علم کلام کی طباعت اور اسے کتابی شکل میں پیش کرنا مبتدعین کے شکوک وشبہات کے زائل کرنے کے لیے کافی نہیں ہوگا جب تک کہ اس کو درس وتدریس سے ذہنوں میں نہ بٹھایا جائے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علم کلام کا درس وتدریس ضروری قرار دیا جائے۔ لیکن تدریس عوام کا کام نہیں ہے جیسے کہ فقہ اور تفسیر وغیرہ کا پڑھنا عوام کا فریضہ نہیں (بلکہ یہ علماء کا منصب ہے یہ انہی کا حق ہے) چونکہ علم کلام کی مثال دوا کی سی ہے اور علم فقہ مثل غذا کے ہے اور ظاہر ہے کہ غذا کے نقصان سے حفاظت مشکل ہے ف دوا کے کہ اس سے احتیاط کی جاسکتی ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ علماء نے توحید کی تعریف یہ کی ہے کہ توحید علم کلام اور بحث و مباحثہ کے اصول اور قوانین کے پہچاننے اور مقابل کے تمام اعتراضات کو اپنے دائرہ عمل کے اندر لانے کو کہتے ہیں اور یہی لوگ کبھی توحید کا اطلاق شکوک وشبہات پیدا کرنے کی استعداد وصلاحیت اور الزامی جوابات دینے کی لیاقت پر بھی کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان میں بعض طبقات نے اپنے آپ کو اہل توحید اور اہل عدل تک کہلایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ توحید کی تعریف یہ نہیں بلکہ دوسری تعریف ہے۔ جس کو متکلمین کا ایک گروہ خود سمجھنے سے قاصر ہے۔ لیکن اگر وہ کچھ سمجھ بھی پائے ہیں تو وہ صحیح طور پر توحید کی تعریف کرنے پر قادر نہیں ہو سکے ہیں۔

توحید کی صحیح تعریف

توحید کی صحیح تعریف یہ ہے کہ (دُنیا میں) جو امور پیش آتے ہیں یا کوئی بھی واقعہ وجود پذیر ہوتا ہے چاہے اس کا تعلق خیر سے ہو یا شر سے ان سب کا وقوع اللہ رب العزت کی جانب سے اور اس کے حکم سے ہوتا ہے۔ یہ عقیدہ اس طور پر رکھیں جس سے کچھ توجہ اسباب کی جانب بھی منتقل ہو جائے۔ یہ سب سے بہتر توحید ہے۔

توحید ایسا نفیس جوہر ہے جس پر دو قسم کے غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ ان میں سے ایک غلاف اصلی جوہر سے قریب ہوگا اور ایک بعید (گویا توحید کے دو درجے ہیں)۔

پہلا درجہ توحید کا یہ ہے کہ آپ زبان سے لا اِلٰہ اِلا اللّٰہ پڑھ لیں۔ یہ توحید تو ہے لیکن ایسی توحید کا اقرار ہے جس سے نصاریٰ کے عقیدہ تثلیث کا ابطال ہوتا ہے لیکن ایسی توحید کا اقرار کبھی منافق بھی کر لیتا ہے جس کا باطن اس کے ظاہر کے ساتھ جوڑ نہیں کھاتا۔

دوسرا درجہ توحید کا یہ ہے کہ لا اِلٰہ اِلا اللّٰہ کا اقرار کرنے کے بعد پھر دل میں کسی قسم کا چور یا کوئی مخاصمت موجود نہیں ہوتی بلکہ باطن کی طرح ظاہر میں بھی اس عقیدہ کی پاکیزگی موجود ہوتی ہے۔ یہ توحید عوام الناس سے متعلق ہوتی ہے۔ چنانچہ متکلمین علماء کرام کا یہی فریضہ ہوتا ہے کہ وہ اسی توحید کے بارے میں عوام کی حفاظت اور نگرانی کرتے رہیں اور مخالفین ومبتدعین کے شبہات کو ان سے دور کر کے ان کو اطمینان قلبی نصیب کراتے رہیں۔

چنانچہ علماء کرام اور فقہاء عظام نے اس توحیدی جوہر کو دو غلاف سے ڈھانک دیا ہے اور ان دو درجات سے تمام لوگوں کو وابستہ کر دیا ہے۔ لیکن لوگوں کا یہ حال ہو گیا کہ انہوں نے توحید کے ان دونوں غلافوں کو اس طرح چھوڑ دیا کہ اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

رہ گئی یہ بات کہ توحید کا مغز کیا ہے تو وہ یہ ہے کہ پیش آنے والے تمام امور کو آپ یہ سمجھیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔ اسی کے ساتھ یک گونہ التفات اسباب وعلل کی جانب بھی ہو۔ پھر آپ خدا کی اس طرح عبادت کرنے لگیں جس سے یہ معلوم ہو کہ آپ خالق حقیقی کو واقعی معبود اور اسے ہی عبادت کے لیے یکتا سمجھ رہے ہیں اور اس کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہیں کرتے۔

اس تفصیل اور شرح کے بعد مذکورہ تعریف سے عقائد باطلہ اور اتباع نفس (خود بخود) خارج ہو جاتے ہیں۔ (اب ہم یہ سمجھیں گے کہ) جب کوئی شخص اپنے نفس اور خواہش کی اتباع کرے گا تو گویا اس نے اپنا معبود اپنے نفس کو بنا لیا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ

''اے پیغمبر! آپ نے اس شخص کی ہلاکت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے۔''

اَبْغَضُ اِلٰهٍ عُبِدَ فِي الْاَرْضِ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ الْهَوٰى.

''خدا کے نزدیک زمین پر بندے کا مبغوض ترین معبود اس کا نفس ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ جو شخص غور اور فکر سے کام لے گا تو اس پر یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ بتوں کی پوجا کرنے والے دراصل ان کی پوجا نہیں کرتے بلکہ وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں (وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ ان کے آباء و اجداد جس دین کے پیروکار تھے اور جس ماحول میں وہ زندگی بسر کرتے تھے اس کے اثرات سے ان کی نسلیں بھی نہیں بچ پاتیں بلکہ اولاد بھی اسی رنگ میں رنگی جاتی ہے تو گویا) وہ اپنے میلان نفس اور خواہشات کی اتباع کر رہے ہیں۔ اور یہی ھویٰ کی تعبیر اور تفسیر ہے۔ چنانچہ اس شرح سے مخلوقات پر تشدد اور سختی برتنا اور ان کی طرف توجہات کرنا توحید سے خارج ہو جائے گا۔

چونکہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ جو کچھ دُنیا میں ہو رہا ہے یا ہوگا وہ سب خداوند قدوس کی مرضی کے مطابق ہے تو کوئی بھی آدمی کسی غیر پر سختی نہیں کر سکتا۔ پس توحید تو اس برتر مقام کا نام ہے۔ چنانچہ توحید میں صدیقین کا یہی مقام ہوتا ہے۔

اب آپ اس پر غور کریں کہ آپ کے ذہن کو کس چیز سے پھیرا گیا اور توحید کے کس غلاف پر قناعت اختیار کرنا چاہیے۔ تو درحقیقت موحد وہ ہے جس کا عقیدہ یہ ہو کہ اللہ ایک ہے اور اس کی تمام تر توجہات کا مرکز وہی ذات ہو۔ اس کے علاوہ اپنے قلب کو اسی یقین اور اعتماد پر جماد ے۔ اھ

دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی کتاب ''الجواہر الفرید فی علم التوحید'' کے آٹھویں باب میں تفصیل کے ساتھ اس پر تشفی بخش کلام کیا ہے جس سے ہر قسم کے شبہات رفع ہو جاتے ہیں۔ مزید میں نے اپنی کتاب کو اکابر علماء اور صحابہ کرامؓ کے اقوال سے بھی زینت بخشی ہے۔ اھ

علم نجوم [1]

یہ بھی یاد رکھیے کہ علم نجوم کا سیکھنا اور اسے حاصل کرنا بُرا سمجھا گیا ہے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب تقدیر کا ذکر ہونے لگے تو خاموشی اختیار کرو۔ جب ستاروں کا ذکر ہونے لگے تو خاموشی اختیار کرو اور میرے صحابہ کرامؓ پر گفتگو ہونے لگے تو بھی خاموش رہو۔''

---

[1] ''علم نجوم'' اس علم کو کہتے ہیں جس میں فلکی تشکلات افلاک اور ستاروں کی اوضاع (مثلاً مقارنہ، مقابلہ، تثلیث، تسدیس اور تربیع وغیرہ) کے ذریعے عالم کون و فساد کے واقعات سے بحث کی جاتی ہے۔ اس علم کے تین شعبے قرار دیئے گئے ہیں۔ حسابیات، طبعیات، وہمیات۔ جہاں تک حسابی علم کا تعلق ہے تو قرآن نے صراحت کے ساتھ یہ بیان کر دیا ہے کہ چاند اور سورج کی گردش حساب کے مطابق ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (سورج اور چاند حساب کے ساتھ چلتے ہیں) اس لیے یہ شعبہ قابل اعتماد ہے اور شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔ طبعیات کا یہ حال ہے کہ [illegible] کے بروجوں میں سورج کے انتقال سے [illegible] طور پر بحث کرتے ہیں کہ جس میں موسم گرما، سرما اور بہار کی تبدیلی وغیرہ کا لحاظ کرنا پڑتا ہے۔ [illegible] کوئی ممانعت نہیں اور وہمیات میں عالم [illegible] حالات پر ستاروں کے [illegible] سے بحث کرتے ہیں اس کا شریعت میں کوئی [illegible] شرعاً ممنوع ہے۔ (کشف الظنون [illegible]) [illegible] اسی شعبے کو امام غزالیؒ نے [illegible] میں لکھا ہے کہ احکام سے متعلق علم نجوم کے بارے میں [illegible] اسباب کی بنیاد پر آنے والے واقعات کی پیشین گوئی کی جاتی ہے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کہ کوئی ڈاکٹر نبض دیکھ کر یہ بتلا دے کہ فلاں مرض عنقریب پیدا ہوگا۔ شریعت نے مذموم قرار دیا ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر کوئی یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ ستارے ہی مؤثر حقیقی ہیں تو وہ حرام کا مرتکب ہے۔ امام شافعیؒ کا قول ہے کہ اگر نجومی کا اعتقاد یہ ہے کہ مؤثر حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن عادت یہ ہے کہ اوضاع و حرکات مقررہ سے کچھ تاثیر پیدا ہو جاتی ہے تو میرے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے۔

دوسری حدیث میں ہے:

''میں اپنے بعد اُمت کے لیے تین باتوں کا خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ اماموں کے ظلم و زیادتی سے' ستاروں پر ایمان و یقین سے اور تقدیر (قسمت) کے انکار سے''

اور امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے ارشاد فرمایا:

''علم نجوم سے ممانعت تین وجہوں سے کی گئی ہے۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اس سے لوگوں کے عقائد متاثر ہوتے ہیں۔ چنانچہ انہیں جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ستاروں کی چال کے بعد فلاں فلاں حادثات رونما ہوں گے تو ان کے دلوں میں یہ بات راسخ ہو جاتی ہے کہ ستارے ہی موثر حقیقی ہیں اور یہی معبود ہیں اور یہی دُنیا کے منتظم ہیں۔ اس لیے کہ یہ لطیف جواہر آسمان کی بلندیوں پر واقع ہیں جس کی وجہ سے دلوں میں ان کی عظمت جم جاتی ہے۔ ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ خیر اور شر کا وقوع انہی سے ہوتا ہے۔ ان اعتقادات کی وجہ سے اللہ کی یاد دل سے نکل جاتی ہے۔ کمزور اور ضعیف الاعتقاد شخص کی نظر وسائل سے آگے نہیں بڑھتی۔ اس کے برخلاف ماہر اور پختہ عالم ان سب حقائق سے خوب واقف ہوتا ہے۔

دوسری وجہ ممانعت کی یہ ہے کہ نجوم کے احکام یا حوادثات سے متعلق اس کی پیشن گوئیاں محض تخمینے اور اندازے پر مبنی ہیں۔ ہر کسی کے حق میں ان کا علم نہ واقعی ہوتا ہے اور نہ ظنی اس لیے ظاہر ہے کہ علم نجوم کے ذریعے کوئی حکم لگانا جہل پر حکم لگانے کے مانند ہے۔ اس صورت میں علم نجوم کی برائی محض اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ خالص جہل ہے اس لیے نہیں کی جاتی کہ وہ بھی علم ہے اور جو حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں مشہور ہے کہ انہیں علم نجوم دیا گیا تھا تو وہ معجزہ تھا۔ اب یہ علم ختم ہو چکا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کبھی نجومی کی دی ہوئی خبر سچی بھی ہو جاتی ہے تو وہ ایک اتفاقی بات ہوتی ہے اور کچھ نہیں۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ نجومی مسبب کے کسی ایک سبب سے واقف ہو جاتا ہے اور اس کی دیگر شرطیں اس سے اوجھل رہتی ہیں اور مسبب کا وقوع انہی شرائط پر موقوف رہتا ہے جن کی معلومات کا دائرہ انسان کے بس میں نہیں رہتا۔ اگر اتفاقاً اللہ تعالیٰ باقی شرطوں کو واضح کر دیتے ہیں تو نجومی کا دعویٰ واقعی پورا ہو جاتا ہے اور اگر وہ شرطیں پوری نہیں ہوتیں تو دعویٰ غلط ہو جاتا ہے۔ مثلاً

اگر کوئی شخص پہاڑوں کے اوپر سے گھٹاٹوپ بادل دیکھ کر محض تخمینے اور اندازے سے یہ کہہ دے کہ آج تو بارش ہوگی حالانکہ آسمان کے ابر آلود ہونے کی صورت میں یہ امکان رہتا ہے کہ بارش ہو جائے اور اس کا بھی امکان رہتا ہے کہ بارش نہ ہو دھوپ نکل آئے تو یہ بات واضح ہوگئی کہ محض بادلوں کا ہونا بارش کے لیے کافی نہیں ہے۔ بلکہ بارش کے دیگر اسباب بھی ہو سکتے ہیں۔

ایسے ہی اگر کوئی ملاح ہواؤں کا رُخ دیکھ کر یہ دعویٰ کر دے کہ کشتی صحیح سلامت گزر جائے گی۔ اگرچہ وہ ہواؤں کا تجربہ کار اور ہواؤں کے رُخ کو خوب پہچانتا ہو۔ تاہم ہواؤں کے اور بھی اسباب ہو سکتے ہیں جو اس کے علم میں نہ ہوں۔ اس لیے کبھی تو اس کا کہنا واقعہ کے مطابق ہوتا ہے اور کبھی اس کا یہ اندازہ غلط نکلتا ہے۔

علم نجوم کی ممانعت کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں اس لیے یہ غیر ضروری علم ہے اور عمر جیسی قیمتی چیز کو ایسے کام میں صرف کرنا جس کا کوئی فائدہ نہ ہو کہاں کی دانش مندی ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا نقصان ہو سکتا ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے:

''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس ہوا جس کے اردگرد لوگ جمع تھے۔ آپؐ نے پوچھا یہ کون ہے؟ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بڑا علم والا آدمی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کس چیز کے بارے میں معلومات رکھتا ہے؟ تو لوگوں نے جواب دیا کہ اشعار اور عرب کے نسبوں کے بارے میں۔ آپؐ نے فرمایا (اس کے پاس یہ ایسا) علم ہے جس سے کوئی

فائدہ نہیں اور اس سے جہل نقصان کا باعث نہیں۔ (ابن عبدالبر)

دوسری روایت میں یوں وارد ہے:

''علم تو بس تین ہیں: آیت محکمہ کا علم، سنت جاریہ کا علم یا (مال موروثہ کی تقسیم) کا علم۔ (ابوداؤد ابن ماجہ)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ علم نجوم اور اس جیسے دوسرے علوم میں مشغول ہونا اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنا ہے اور ایسے امور میں اوقات ضائع کرنا ہے جن سے کوئی فائدہ نہیں۔ اس لیے جو کچھ قسمت میں ہے وہ تو واقع ہو کر رہتا ہے۔

یہ بھی ملحوظ رکھئے کہ علم نجوم کا طب سے اور علم تعبیر سے موازنہ نہ کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ طب سے انسانی ضروریات وابستہ ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس کے اکثر دلائل حکماء اور اطباء کو معلوم ہو جاتے ہیں۔

ایسے ہی تعبیر کا علم ہے یہ اگرچہ قیاسی ہے لیکن اسے احادیث میں نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے نیز اس میں کسی قسم کا خطرہ اور عقیدے کے بگاڑ کا اندیشہ نہیں۔

دمیریؒ کہتے ہیں اسی ضرورت کے تحت ہم نے اپنی اس کتاب میں ان دونوں علوم (طب اور تعبیر) سے دلچسپی لی ہے چونکہ ان علوم میں غلطیوں کا امکان کم ہے۔

الابل

اِبِلٌ. اِبْلٌ [1] (اونٹ) اس کی جمع آبال آتی ہے لیکن جب یائے نسبتی لگاتے ہیں تو اِبِلِیٌّ یائے مفتوح استعمال کرتے ہیں۔ ابن سیدۃ نے کہا ہے لفظ جمال [2] اسم واحد ہے جس کا اطلاق جمع پر بھی کیا جاتا ہے حالانکہ نہ وہ جمع ہوتا ہے اور نہ اسم جمع بلکہ وہ جنس پر دلالت کرتا ہے۔

اور جوہری نے لکھا ہے کہ اس لفظ کی جمع نہیں آتی بلکہ یہ مونث ہے۔ اس لیے قاعدہ یہ ہے کہ وہ اسم جمع جن کا واحد ان کے لفظوں سے نہ ہو اور وہ ذوی العقول میں استعمال ہوتے ہوں تو ان کے لیے تانیث (مونث ہونا) لازم ہو جاتی ہے لیکن جب تصغیر بناتے ہیں تو حاء کا اضافہ کر دیتے ہیں جیسے اُبَیْلَۃٌ وَ غُنَیْمَۃٌ وغیرہ۔

عروۃ البارقی کی روایت ہے:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ (تمام جانوروں میں) اونٹ تو گھر والوں کے لیے باعث عزت وشرف اور بکریاں برکت کا سبب ہوتی ہیں اور خیر و بھلائی تو گھوڑوں کی پیشانیوں [3] میں قیامت کے لیے بندھی ہوئی ہے۔'' (رواہ ابن ماجہ)

---

[1] ''ابل'' مصباح اللغات اور المنجد وغیرہ میں ہے کہ اس لفظ کا استعمال مفرد کے لیے نہیں ہوتا۔۱۲

[2] ''جمل'' اس کی جمع جمال، اجمال، جمل اور جمالۃ جمع جمالات و جمائل وغیرہ آتی ہے لیکن جمل کا اطلاق اونٹنی کے لیے بہت کم ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے شربت لبن جملی ''میں نے اپنی اونٹنی کا دودھ پیا۔ مزید لفظ جمل اضافت کے طور پر دیگر معانی میں بھی آتا ہے جیسے جمل الیہود (گرگٹ) جمل البحر بل مچھلی) جمل الماء ایک آبی پرندہ جس کی چونچ لمبی ہوتی ہے۔ (مصباح ص ۱۲۲)

[3] پیشانی سے مراد یہاں گھوڑوں کی ذات ہے جیسے کہتے ہیں فلاں مبارک الناصیۃ یعنی فلاں آدمی ذات کا مبارک ہے۔ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ اللہ نے گھوڑوں میں ایک خاص قسم کی برکت رکھی ہے اس لیے کہ گھوڑوں کے ذریعے جہاد کیا جاتا ہے جس میں دُنیا و آخرت کی بھلائی ہے (مرقاۃ) جیسے کہ موقع پر فرمایا گیا ہے کہ جہاد میں آخرت کا ثواب اور دُنیا میں مال غنیمت حاصل ہوتا ہے۔

وہب بن منبہ کی روایت ہے:

''آدم علیہ السلام اپنے مقتول بیٹے کے لیے اتنے اتنے برس تک اونٹ جمع کرتے رہے اور ان دنوں میں حوا سے نہیں ملے (یعنی ان سے دور رہے اُنس نہیں رکھا)۔'' (رواہ ابن ماجہ)

اہل لغت نے لکھا ہے کہ عرب اونٹ کو بنات اللیل بھی کہتے ہیں۔ اگر اونٹ نو سالہ یا چار سالہ (جذعہ) ہو گیا ہو تو دونوں صنفوں نر اور مادہ کے لیے لفظ بعیر استعمال کرتے ہیں۔ اس کی جمع اَبْعِرَةٌ' بُعْرَان جمع الجمع اباعرو اباعیر وغیرہ آتی ہیں۔ شَارِف بوڑھی اونٹنی کو کہتے ہیں جمع شُرُف' شُرف' شُرُوف اور شُرْف وغیرہ آتی ہے عوامل دو کوہان والے اونٹ کو کہتے ہیں۔

اونٹ' بھاری بھر کم فرماں بردار جانور ہوتا ہے لیکن روز بروز دیکھنے کی وجہ سے اس کا انوکھا پن جاتا رہا ہے لیکن یورپ والوں کے لئے اب بھی ہے۔

اونٹ کی خصوصیات

اونٹ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ بھاری بوجھ لاد کر بلا تکلف اُٹھ جاتا ہے اور بیٹھ بھی جاتا ہے۔ اس کی فرماں برداری کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی چوہیا اس کی نکیل دبا کر جہاں لے جانا چاہے آسانی کے ساتھ لے جا سکتی ہے۔ اطاعت سے کبھی روگردانی نہیں کرتا۔ اس کی پشت پر اتنی وسعت ہے کہ انسان مع ساز و سامان کھانے پینے کی چیزوں' ضروری برتن' گدا' تکیہ اور کپڑوں کے ساتھ سواری کر سکتا ہے اور اسے ایسا محسوس ہوگا کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھا ہے۔ ان تمام چیزوں کے باوجود اونٹ (اس مصنوعی گھر کو) لے کر چلتا پھرتا ہے۔ قرآن کریم میں اسی غرابت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ

''کیا وہ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے پیدا کیا گیا (الغاشیہ)۔''

خدا تعالیٰ نے اس کی لمبی گردن اس لیے بنائی تاکہ وہ بوجھ لے کر آسانی کے ساتھ اُٹھ بیٹھ جائے اور بھاری بوجھ اُٹھا سکے۔ ان علاقوں کے دانش وروں سے سوال کیا گیا جہاں اونٹ کی نسلیں نہیں ہوتی کہ اونٹ کیا چیز ہے؟ تو انہوں نے غور و خوض کے بعد یہ جواب دیا کہ وہ ایک لمبی گردن کا جانور ہوتا ہے۔ اھ

اللہ تعالیٰ نے اونٹ کو اس قسم کا اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ پانی کی کشتی کی طرح خشکی کی کشتی بھی تیار ہو جائے۔ اونٹ کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ وہ پانی پر صبر کرنے کی زبردست قوت کا مالک ہے۔ چنانچہ وہ سفر میں دس دن تک پانی نہ ملنے کی وجہ سے صبر کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔ اسی طرح یہ ہر اس گھاس پھونس کو کھا لیتا ہے جس کو دوسرے جانور نہیں کھاتے۔

سعید بن جبیرؓ کہتے ہیں ایک مرتبہ راستے میں قاضی شریح سے ملاقات ہو گئی تو میں نے ان سے یہ کہا کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ میں کوڑی (کناستہ)[1] لے جا رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ وہاں جا کر کیا کریں گے؟ فرمایا کہ میں وہاں اونٹوں کو دیکھوں گا کہ اللہ نے ان کو عجیب انداز میں پیدا کیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

عَلَيْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ.

''ان پر (بھی) اور کشتی پر (بھی) لدے لدے پھرتے ہو۔''

---

[1] الکناسة: کوفہ کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اونٹوں کا تذکرہ کشتیوں کے ساتھ اس لیے فرمایا ہے کہ اونٹ بھی بظاہر ایک خشکی کی کشتی ہے۔اس معنی میں ذوالرمۃ شاعر نے کہا ہے ؎

سفینۃ بر تحت خدی زمامھا

''(خشکی کی کشتی)اونٹ کی مہار اس کے دونوں رخساروں کے نیچے ہوتی ہے۔''

دوسری جگہ ذوالرمۃ نے اونٹ کو''صیدح'' نام سے مخاطب کیا ہے۔چنانچہ کہتا ہے ؎

سمعت الناس ینتجعون غیثا فقلت لصیدح انتجعی بلا لا

''میں نے لوگوں کے بارے میں سنا ہے کہ وہ گھاس کے سراغ میں نکلے ہیں تو میں نے صیدح اونٹنی سے کہا کہ تو بھی ہموار زمین میں تلاش کر لے۔''

صیدح ذوالرمۃ شاعر کی اونٹنی کا نام تھا۔بعض نے یہ کہا ہے کہ یہ مذکورہ شعر سیبویہ نحوی کا ہے۔شعراء نے''النــاس'' کو زبر اور پیش دونوں طریقوں سے پڑھا ہے۔مرفوع ہونے کی صورت میں حکایت کے طور پر یہ معنی ہو جائیں گے کہ''ان کلمات کو لوگوں نے سنا'' خلاصہ یہ کہ جو بھی اعراب درست ہو نکتہ آفرینی ضرور ہے۔(صیدح پر تفصیلی روشنی باب الصاد میں ڈالی جائے گی)

اونٹ کے مطلق احادیث نبوی

''اونٹ کو برا بھلا نہ کہا کرو اس لیے کہ وہ خون کا پھایا اور شریف آدمی کے لیے مہر ہے۔''[1]

مطلب یہ ہے کہ اونٹوں کو دیات وغیرہ میں دیا جاتا ہے جس کے ذریعے سے خون ریزی سے بچت اور زندگی کی حفاظت ہو جاتی ہے اور قاتل قصاصاً قتل (خون بہا) سے محفوظ ہوتا ہے(یہ توضیح فصیح اللغۃ میں موجود ہے۔دوسری روایت ہے:

''اونٹوں کو برا بھلا نہ کہو اس لیے کہ وہ اللہ پاک کی روح ہیں۔''

ابن سیدہ نے اس کا مطلب یہ بتایا ہے کہ اونٹ کا شمار ان چیزوں میں ہے جن سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو فراخی نصیب کرتے ہیں۔

ایک دوسری روایت ہے:

''اونٹوں کو گالی نہ دو اس لیے کہ یہ رحمان پاک و برتر کی روح ہیں۔''

ابوموسیٰ الاشعریؓ سے ایک دوسری حدیث ہے:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا:قرآن کی خبر گیری کرو(یعنی قرآن برابر پڑھتے رہا کرو تا کہ بھولو نہیں)قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے قرآن سینوں سے اتنی جلدی نکل جاتا ہے کہ اونٹ بھی اتنی جلدی[2] اپنی رسی سے نہیں نکلتا۔(بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا:صاحب قرآن(قرآن پڑھنے والے)کی مثال بندھے اونٹ کی سی ہے۔اگر مالک اونٹ کی خبر

---

[1] زخم پر خون روکنے کے لیے جو چیز رکھی جاتی ہے اس عربی میں رفو کہتے ہیں۔(المنجد)

[2] مطلب یہ ہے کہ اگر اونٹ کا مالک اپنے اونٹ سے غفلت برتے تو اونٹ رسی سے نکل بھاگتا ہے۔اسی طرح اگر قرآن کریم برابر نہ پڑھا تو وہ اونٹ سے بھی جلدی سینہ سے نکل جاتا ہے یعنی جلدی بھول جاتا ہے۔۱۲(محمد عباس فتح پوری)

گیری کرتا ہے تو وہ بندھا اور رُکا رہتا ہے اور اگر اسے چھوڑ دیتا ہے تو وہ جاتا رہتا ہے۔ اسی طرح اگر قرآن پڑھنے والا رات اور دن پڑھتا رہتا ہے تو اسے محفوظ رہے گا۔ اگر نہ پڑھے اور یاد نہ کرے تو قرآن اس کے سینے سے نکل جاتا ہے۔"

انہی سے ایک دوسری روایت ہے:

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لوگ سو اونٹوں کی طرح ہیں جس میں کوئی بھی سواری کے لائق نہ[1] ہو۔" (بخاری و مسلم)

(اس کی تفصیل باب راء راحلہ میں آئے گی)

اونٹ کی اقسام

(۱) **الارحبیة:** اس اونٹ کو کہتے ہیں جو قبیلہ "بنو ارحب" کی طرف منسوب ہو۔ "بنو ارحب" قبیلہ ھمدان کی ایک شاخ ہے۔ شیخ ابن صلاح کہتے ہیں کہ "ارحبیہ" یمنی اونٹ کا نام ہے۔

(۲) **الشدقمیه:** نامی اونٹ نعمان بن منذر کا ایک عمدہ قسم کا اونٹ تھا اس لئے اس کی نسلیں اسی نام کی طرف سے منسوب ہو گئیں۔

(۳) **العیدیه:** (عین کی زیر کے ساتھ) ان اونٹوں کو جو قبیلہ "بنو العید" کی طرف منسوب ہوئے "العیدیہ" کہتے ہیں۔ صاحب الکفایہ کے قول کے مطابق "العیدیہ" قبیلہ "بنو مہرہ" کی شاخ ہے۔

(۴) **المجدیه:** یمنی اونٹ کو کہتے ہیں جو عمدہ ہونے میں مشہور ہے۔

(۵) **الشدنیه:** صاحب الغایہ کے قول کے مطابق "الشدنیہ" وہ اونٹ ہیں جو فحل یا بلد کی طرف منسوب ہیں۔

(۶) **المھریه:** وہ اونٹ ہیں جو "مہرہ بن حیدان" کی طرف منسوب ہیں۔ ابن صلاح کہتے ہیں کہ مہرہ بن حیدان قبیلہ کا باپ تھا۔ (مہرہ کی جمع مہاری ہے) امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ "المھریہ" ردی اونٹوں کو کہتے ہیں لیکن یہ بات صحیح نہیں اس لئے کہ انہی اونٹوں میں بعض جنگلی اونٹ ہوتے ہیں اور ان کو جنگلی اونٹ ہی کہا جاتا ہے۔ بعض لغویین یہ کہتے ہیں کہ وہ قوم عاد اور

---

[1] امام بیہقیؒ نے اپنی سنن میں اس حدیث کا یہ مفہوم بتایا ہے کہ لوگ دینی احکام میں برابر ہیں۔ شریف، رذیل، صاحب منصب وغیر منصب، کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں۔ جس طرح کہ سو اونٹ ہوں اور ان میں کوئی بھی سوار و بار برداری کے لائق نہ ہو۔ ابن قتیبہؒ نے کہا ہے کہ راحلہ اس اونٹ کو کہتے ہیں جو شریف اور فرماں بردار، سواری کے لائق، تمام اوصاف حمیدہ کا حامل ہو۔ اس لحاظ سے حدیث کا یہ مفہوم ہوگا کہ تمام لوگ برابر سرابر ہیں۔ نسب وغیرہ کی کوئی اہمیت نہیں بلکہ وہ سو اونٹوں کی طرح ہیں جس میں کوئی سواری کے لائق نہ ہو۔

ازہریؒ بھی یہی کہتے ہیں لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ راحلہ میں ہاء مبالغہ کے لیے ہے اور ابن قتیبہؒ نے جو مفہوم بیان کیا ہے وہ غلط ہے بلکہ مفہوم یہ ہے کہ زہد و تقویٰ میں کامل راغب الی الآخرۃ اشخاص دُنیا میں کم رہ گئے ہیں جس طرح کہ سواری کے لائق اونٹ بہت کم رہ گئے ہیں۔ امام نوویؒ نے ابن قتیبہؒ و ازہریؒ سے زیادہ اچھا مفہوم بتایا ہے وہ یہ ہے کہ ایسے اشخاص جن کے اوصاف حمیدہ اور اندرونی حالات بہتر ہوں بہت کم ہیں۔ جس طرح کہ اونٹوں میں فرماں بردار، سواری کے لائق بہت کم رہ گئے ہیں۔ شیخ المفسرین قرطبیؒ نے فرمایا ہے کہ یہاں حدیث میں لوگوں کو اونٹوں کے بالمقابل بطور تمثیل کے اس مناسبت سے ذکر کیا ہے کہ وہ آدمی جو نجی المزاج کریم الطبع ہو اور جو لوگوں کی خدمات بے حد کرتا ہو۔ لوگوں کے حقوق ادا کرتا ہو۔ پریشانیاں دور کرتا ہو۔ دوسروں کے کام آتا ہو۔ ایسا آدمی بہت کم نظر آتا ہے بلکہ ایسے آدمی کا وجود تقریباً معدوم ہی ہے۔ اس لیے کہ بعض لغویین کہتے ہیں کہ راحلۃ اس اونٹ کو کہتے ہیں جو اوصاف حمیدہ میں کامل، دیکھنے میں خوب صورت، سفر اور بوجھ لادنے میں مضبوط اور طاقت ور ہو۔ اس لیے لوگوں کو راحلۃ کے بالمقابل بطور مثال کے ذکر کیا ہے اور یہی مفہوم حدیث نبوی کا میرے خیال میں زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ ۱۲ (محمد عباس فتح پوری)

قوم ثمود کے بقایا اونٹ کی نسلوں سے ہوتے ہیں لیکن (اہل لغت) کچھ اونٹوں کے دوسرے نام بھی رکھ دیتے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ بعض اونٹوں میں مختلف قسم کے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے کچھ اچھے اور کچھ برے ہوتے ہیں۔

(۷) العیس: ان اونٹوں کو کہتے ہیں جن کے مزاج میں سختی یا شدت زیادہ پائی جاتی ہے۔
(۸) الشملال: وہ اونٹ ہیں جو ہلکے پھلکے ہوں۔
(۹) الیعملۃ: کام کرنے والے اونٹوں کو کہتے ہیں۔
(۱۰) الوجناء: وہ اونٹ ہیں جن کے مزاج میں سختی ہو۔
(۱۱) الناجیۃ: ان اونٹوں کو کہتے ہیں جو تیز رفتار ہوں۔
(۱۲) العرجاء: چھریرے بدن والے اونٹوں کو کہا جاتا ہے۔
(۱۳) الشمر دلۃ: لمبے بدن والے اونٹوں کا کہا جاتا ہے۔
(۱۴) الھجان: اچھی قسم کے اونٹوں کو کہا جاتا ہے۔
(۱۵) الکوما: بڑے بڑے کوہان والی اونٹنیوں کو کہتے ہیں۔
(۱۶) الحرف: دبلی اور چھریرے بدن والی اونٹنی کو کہتے ہیں۔
(۱۷) القوداء: لمبی گردن والی اونٹنی کو کہتے ہیں۔
(۱۸) الشملیل: تیز رفتار اونٹنی کو کہتے ہیں۔

کعب بن زہیر نے اپنے ایک شعر میں اونٹ کی ان اقسام کا ذکر کیا ہے۔

حرف ابوھا اخوھا من مھجنۃ و عمھا و خالھا قوداء شملیل

ترجمہ: ''(اس اونٹنی) کے باپ اور بھائی بدن کے ہلکے سفید اور نسل کے شریف ہیں اور اس کے چچا اور ماموں بھی ہیں اور ان کی گردنیں اونچی تیز رفتار تیز ہیں۔''

وضاحت: ابوعلی القالیؒ ابوسعید سے نقل کرتے ہیں کہ ابوھا و اخوھا سے شاعر کی مراد یہ ہے کہ اس اونٹنی کے باپ اور بھائی دونوں شریف ہیں لیکن بعض نے بیان کیا ہے کہ ابوہا واخوہا اسی طرح عمہا وخالہا کا مطلب یہ ہے کہ باپ' بھائی اور چچا' ماموں یہ چاروں نسبتیں ایک ہی اونٹ کے اندر پائی جاتی ہیں اور اس قسم کا اونٹ عرب میں بہترین قسم کا سمجھا جاتا ہے۔ یہ نسبتیں یوں جمع ہو جائیں گی کہ نوجوان اونٹ جو اپنی ماں سے جفتی کرے اور بعد میں جو بچہ پیدا ہو تو جفتی کرنے والا اونٹ باپ کی نسبت کے ساتھ پیدا شدہ بچہ کی وجہ سے بھائی بھی ہو گیا۔ اسی طرح یہی (ماں سے جفتی کرنے والا) جس پہلے باپ (اونٹ) کا بچہ ہے اس کی نسبت سے یہ (ماں سے جفتی کرنے والا) اونٹ چچا بھی ہو گیا اور ماموں بھی۔

حضرت کعبؓ کے عمدہ ترین کلام میں یہ بھی ہیں ؎

لو کنت اعجب من شی لا عجبنی سعی الفتی و ھو مخبوء لہ القدر

ترجمہ: ''مجھے اگر کوئی چیز پسند آتی تو جوان آدمی کی کوششیں پسند آتی ہیں جو اس کی قسمت میں لکھ دیا گیا ہے۔''

یسعی الفتی لامور لیس یدرکھا   فالنفس واحدۃ والھم منتشر

ترجمہ: ''نوجوان آدمی ایسے امور کے لیے کوشش کرتا ہے جسے وہ حاصل نہیں کر پاتا اس لیے کہ جان تو ایک ہے اور مقاصد مختلف ہیں۔''

والمرء ماعاش ممدور امل   لاتنتھی العین حتی ینتھی الاثر

ترجمہ: ''اور آدمی جب تک زندہ رہتا ہے اس کی تمنائیں بڑھتی رہتی ہیں۔ آنکھیں اس وقت تک قائم رہتی ہیں جب تک کہ نقش قدم ختم نہیں ہوتے۔''

حیوانات کے ماہرین نے لکھا ہے جس وقت اونٹ غصہ میں ہوتا ہے تو وہ کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتا۔ اس وقت اونٹ بدخلق ہو جاتا ہے منہ سے جھاگ نکلنے لگتی ہے۔ بلبلانے لگتا ہے۔ اسی طرح غصہ کی حالت میں اونٹ چارہ کم کھاتا ہے۔ شقشقہ نکلتی ہے اور شقشقہ اونٹ کی اس سُرخ کھال کو کہتے ہیں جس کو وہ اپنے پیٹ سے نکال کر پھونک مارنے لگتا ہے۔ اسی حالت میں اگر تم اس کی باچھ کو دیکھو تو پہچان میں نہیں آئے گا۔ لیثؒ کہتے ہیں کہ یہ بات صرف عربی اونٹوں میں پائی جاتی ہے لیکن یہ زیادہ صحیح بات نہیں ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ خطابت اور تقاریر شیطان کی جھاگ ہیں۔ گویا آپ نے فصیح اور بلیغ آدمی کو بڑبڑانے والے اونٹ سے تشبیہ دی اور اس کی زبان کو اونٹ کے جھاگ سے۔

''فاطمہ بنت قیس سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے یہ فرمایا تھا کہ (حضرت) معاویہؓ فقیر اور محتاج ہیں رہ گیا ابوجہم تو میں اس کے بڑبڑانے سے خوف محسوس کرتا ہوں۔''

اونٹ کی عادتیں

اونٹ کی عادت ہے کہ وہ سال بھر میں صرف ایک بار جفتی کرتا ہے لیکن اس کی جفتی دیرپا ہوتی ہے اور وہ اس دوران بار بار انزال کرتا ہے۔ اسی لئے جب وہ جفتی سے فارغ ہو جاتا ہے تو اس میں کمزوری اور سستی پیدا ہو جاتی ہے۔ اونٹنی تین سال میں حاملہ ہو پاتی ہے اسی لئے اونٹنی کو حقہ بھی کہہ دیتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ حقہ والی ہو جاتی ہے۔

حیوانات کے ماہرین نے بتایا ہے کہ اونٹ سب سے زیادہ بغض اور کینہ رکھنے والا جانور ہوتا ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ اس میں صبر و تحمل اور دوسروں پر حملہ کرنے کی صلاحیت بھی ہوتی ہے۔

صاحب المنطق نے کہا ہے کہ اونٹ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اپنی ماں پر (جفتی کرنے کے لیے) نہیں چڑھتا۔ مزید انہوں نے ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ گزشتہ زمانے میں ایک آدمی نے یہ کیا کہ اونٹنی کو ایک کپڑے سے ڈھانپ دیا۔ پھر اس نے اس کے نوجوان بچے کو اس پر چھوڑ دیا تو وہ چڑھ گیا۔ جب اس بچے نے اپنی ماں کو پہچان لیا کہ یہی ماں ہے تو اس نے اپنے ذکر کو کاٹ لیا۔ پھر وہ نوجوان اونٹ اس آدمی سے بغض رکھنے لگا۔ یہاں تک کہ اس اونٹ نے موقع پا کر آخر کار اس کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ پھر اس نے اپنے آپ کو بھی ہلاک کر دیا۔

اونٹ ایسا جانور ہے جس کے پتہ نہیں ہوتا۔ شاید اسی لیے اس کے اندر صبر و تحمل کی بے پناہ قوت ہوتی ہے۔ اس کے اندر نہایت اطاعت اور فرماں برداری کا جذبہ کارفرما رہتا ہے۔ اونٹ کی کنیت ابوایوب ہے۔

لیکن اس کے جگر میں ایسی چیز پائی جاتی ہے جو پتے کے مانند ہوتی ہے۔ غالباً وہ ایک قسم کی کھال ہے جس میں لعاب لگا ہوا ہوتا ہے اور اس کھال کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اس کا سرمہ آنکھوں میں استعمال کیا جائے تو پرانے پھولے کے لیے نفع بخش ہے۔

اونٹ میں خاص بات یہ ہے کہ وہ کانٹے دار درختوں کو بھی مزے لے کر کھا جاتا ہے۔ اسے اس کے ہضم کرنے میں کسی قسم کی کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ اس لیے کہ اس کی انتڑیاں اتنی مضبوط ہوتی ہیں کہ اس خاردار چیز کو ہضم کرنے میں پریشانی نہیں ہوتی۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ اونٹ جو کو بڑی مشکل سے ہضم کر پاتا ہے۔ اور اہل عرب میں تعجب خیز بات یہ دیکھی گئی ہے کہ جب کسی اونٹ کو خارش ہو جاتی ہے تو دیگر صحیح وسالم اونٹوں کو بھی داغ دیتے ہیں تاکہ مرض متعدی نہ ہونے پائے اور خارشی اونٹ درست ہو جائے۔

نابغہ نے کہا ہے: ؎

وحملتنی ذنب امرئی و ترکته　　　كذا العريكوى غيره وهو راتع

ترجمہ: ''مجھے کسی انسان کی غلطی برانگیختہ کرتی ہے تو میں غلطی کرنے والے کو چھوڑ دیتا ہوں (اور انتقام دوسرے سے لیتا ہوں)۔''

ایسے ہی خارشی اونٹ کی وجہ سے غیر خارشی اونٹوں کو (صحت مندی کے باوجود) داغ دیا جاتا ہے۔ یہی مفہوم کسی اور نے ادا کیا ہے ؎

غیری جنی وانا المعاقب فیکم　　　فکاننی سبابة المتندم

ترجمہ: ''گناہ دوسرے نے کیا اور مجھے سزا دی گئی گویا کہ جرائم پیشہ لوگوں کے اشارے پر مجھے نشانہ بنا لیا جاتا ہے۔''

لیکن ابوعبید القاسم بن سلام نے اس کا انکار کیا ہے۔ نیز اہل علم کی ایک جماعت نے ایک روایت نقل کی ہے:

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بنو فزارہ کا ایک فرد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری بیوی نے ایسا بچہ جنا ہے جس کا رنگ کالا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کچھ اونٹ ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ ہاں! آپؐ نے فرمایا کس رنگ کے ہیں؟ اس نے عرض کیا سُرخ رنگ کے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کیا ان میں کوئی اونٹ خاکستری رنگ کا بھی ہے اس نے عرض کیا کہ ان میں خاکستری رنگ کے بھی ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا بس وہی بات ہے (جو اس میں ہے) پھر اس نے عرض کیا۔ اچھا آپ یہ بتائیے کہ ان اونٹوں میں یہ کالے رنگ کا کیسے پیدا ہو گیا تو آپؐ نے فرمایا بچہ بھی کسی ایسی رگ کی وجہ سے کالا ہوا ہے جس نے اس کو کھینچ لیا ہے (یعنی اس بچہ کی اصل میں بھی کوئی شخص کالے رنگ کا رہا ہوگا۔ جس کے مشابہ یہ بچہ ہو گیا)۔''

(اس سے قبل اس حدیث کا تذکرہ شیر کے باب میں گزر گیا ہے) اور نبی پاک ﷺ کا یہ فرمان کہ ''شاید اس سیاہ رنگ کو کسی رگ نے کھینچ لیا ہو۔'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اس آدمی کو اس سیاہ فام غلام کی کنیت کی نفی کرنے کی اجازت مرحمت نہیں فرمائی۔

توضیح: جن صاحب کا اس حدیث میں واقعہ مذکور ہے ان کا نام ضمضم بن قتادۃ العجلی ہے لیکن ان کا تذکرہ ابن عبدالبرؒ نے کتاب الاستیعاب میں ذکر نہیں کیا۔ نیز اس حدیث کے علاوہ اور کوئی دوسری حدیث ان سے مروی نہیں ہے۔ حدیث کے دیگر ذخیرے مسند وغیرہ میں بھی اس نام کا ذکر ملتا ہے۔ نیز اس حدیث کو شیخ عبدالغنیؒ نے کچھ زیادتی کے ساتھ نقل فرمایا۔ وہ فرماتے ہیں کہ بنو عجل کی ایک عورت تھی۔ چند بوڑھی عورتیں قبیلہ بن عجل کی مدینہ منورہ آئیں اور سب اس عورت کے بارے میں سوال کرنے لگیں کہ اس نے سیاہ فام غلام جنم دیا ہے۔ یہ بھی کہا کہ ان کے آباء واجداد میں ایک سیاہ رنگ کا آدمی گزرا ہے۔ شیخ عبدالغنیؒ نے اس آدمی کا نام ضمضم بن قتادۃ العجل ذکر کیا ہے۔ خطیب ابوبکر علیہ الرحمۃ نے کہا ہے کہ ان عورتوں نے یہ کہا تھا کہ ان کے خاندان میں ایک سیاہ رنگ کی دادی گزری ہیں۔

اونٹ کے شرعی احکام

اونٹ کا گوشت حلال ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اُحِلَّتْ لَكُمْ[1] بَهِيمَةُ الْاَنْعَامِ.

''تمہارے لیے چوپائے حلال کر دیئے گئے۔''

علامہ دہری لکھتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے لیے اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ حرام کر لیا تھا تو یہ ان کا اپنا اجتہاد اور اپنے نفس کے لیے ایک کردار تھا۔ اہل علم اس کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ آپ دیہات میں رہتے تھے آپ کو عرق النساء کی شکایت پیدا ہو گئی تھی۔ معلوم ہوا کہ آپ کو اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ نقصان دہ ثابت ہو رہا ہے۔ چنانچہ اسے اپنے لیے حرام قرار دے کر کھانے پر پابندی لگائی۔

چونکہ حضرت محمد ﷺ کی شریعت مستقل شریعت ہے اور ہر نبی کی شریعت میں مسائلی اور جزوی اختلاف بھی رہا ہے اس لیے آپؐ سے اونٹ کے گوشت کے بارے میں دو قسم کی روایات ہیں اس لیے علماء اُمت میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اگر کسی کا وضو ہو۔ پھر وہ اس کے بعد اونٹ کا گوشت تناول کر لے تو آیا اس کا وہ وضو برقرار رہے گا یا ٹوٹ جائے گا؟ علماء کی کثیر جماعت کا مذہب ہے کہ وضو نہیں ٹوٹے گا۔ یہی مذہب صحابہ کرامؓ میں خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق و عمر بن خطاب و عثمان بن عفان و علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہم اجمعین اور حضرت عبداللہ بن مسعود و ابی بن کعب و عبداللہ بن عباسؓ ابو الدرداء و ابو طلحہ انصاری و ابو امامہ باہلی و عامر بن ربیعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ کا ہے اور یہی مذہب جمہور تابعین امام مالکؒ و امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و امام شافعیؒ کے تلامذہ میں سے امام بیہقیؒ کا ہے اور ایک روایت کے مطابق امام شافعیؒ کا قدیم قول یہی تھا (دونوں مذاہب کے دلائل کی تفصیل ان شاء اللہ الجیم فی الجزور جزور کے تحت آئے گی)۔

اونٹ کے کوہان کے سلسلے میں امام احمدؒ سے دونوں قسم کی روایات ہیں (کہ جائز بھی ہے اور ناجائز بھی) لیکن اونٹ کے دودھ پینے کے بارے میں امام احمدؒ کے تلامذہ سے دونوں وجہیں مروی ہیں (پیا بھی جا سکتا ہے اور نہیں بھی)۔

(معاطن ابل) اونٹ کے باڑے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ عطن اور اعطان وہ مکانات کہلاتے ہیں جہاں پر اونٹ پانی وغیرہ پی کر آرام کرتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے:

> ''براء بن عازب سے منقول ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کے بارے میں مسئلہ پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم (اس کے بعد) وضو کر لیا کرو۔ پھر یہی مسئلہ آپؐ سے بکری کے گوشت کے بارے میں پوچھا

---

[1] لفظ بہیمۃ ان جانوروں کے لیے بولتے ہیں جن کو عادۃً غیر ذوی العقول سمجھا جاتا ہے اس لیے کہ لوگ ان کی بولی کو عادۃً نہیں سمجھتے تو ان کی مراد مبہم رہتی ہے۔ امام شعرانی کہتے ہیں کہ بہیمہ کو بہیمہ اس لیے نہیں کہتے کہ اس کو عقل نہیں اور عقل کی باتیں اس پر مبہم رہتی ہیں جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عقل و ادراک سے کوئی جانور بلکہ کوئی شجر و حجر بھی خالی نہیں۔ ہاں درجات کا فرق ضرور ہے۔ ان چیزوں میں اتنی عقل نہیں جتنی انسانوں میں ہوتی ہے۔ اسی لیے تو انسان کو احکام کا مکلف بنایا گیا ہے جانوروں کو مکلف نہیں بنایا گیا ورنہ ضروریات کی حد تک ہر جانور بلکہ ہر شجر و حجر کو حق تعالیٰ نے عقل و ادراک بخشا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ ''وَ اِنْ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ'' عقل نہ ہوتی تو اپنے خالق و مالک کو کس طرح پہچانتی اور کس طرح تسبیح کرتی۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ چوپایہ جانداروں کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے اور لفظ انعام پالتو جانور جیسے اونٹ، گائے، بھینس، بکری وغیرہ پر بولا جاتا ہے۔ بہیمۃ کا لفظ عام تھا انعام کے لفظ نے اس کو خاص کر دیا۔ مراد آیت کی یہ ہو گئی کہ گھریلو جانوروں کی آٹھ قسمیں تمہارے لیے حلال کر دی گئیں اور ان کا تذکرہ سورۃ انعام میں ہے۔

گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم اس کے بعد وضو نہ کیا کرو۔ پھر آپؐ سے اونٹ کے باڑہ میں نماز کے بارے میں سوال کیا گیا (کہ آیا وہاں نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ تم اونٹ کے باڑہ میں نماز نہ پڑھا کرو اس لیے کہ وہ شیاطین کا ٹھکانہ بن جاتی ہے۔ پھر یہی سوال بکری کے رہنے کی جگہ کے بارے میں کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا ہاں اس میں نماز ادا کرو اس لیے کہ بکریاں [1] مبارک ہیں۔''

عبداللہ بن مغفلؓ کی ایک روایت ہے:

''جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اونٹ شیاطین سے پیدا کیے گئے ہیں۔''

اونٹ کی زکوٰۃ

پانچ اونٹوں میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ اس لیے جب پانچ اونٹ جمع ہو جائیں تو ان کی زکوٰۃ صرف ایک چرنے والی بکری ہے۔ اسی طرح دس اونٹوں میں دو بکریاں۔ پندرہ اونٹوں میں تین بکریاں، بیس اونٹوں میں چار بکریاں واجب ہوتی ہیں۔ اب اس کے آگے زکوٰۃ یوں ادا کرنی پڑے گی کہ جب پچیس اونٹ ہو جائیں تو ایک بنت مخاض، چھتیس اونٹوں میں ایک بنت لبون (دو سال کا بچہ)، چھیالیس اونٹوں میں ایک حقہ، اکسٹھ اونٹوں میں ایک جذعہ، چھہتر اونٹوں میں دو بنت لبون۔ اکیانوے اونٹوں میں دو حقے۔ ایک سو اکیس اونٹوں میں تین بنت لبون ہوں گے۔ پھر اس کے بعد زکوٰۃ اسی طرح دینی ہوگی۔ ہر چالیس اونٹوں کی زیادتی میں ایک بنت لبون اور پچاس اونٹ ہو جانے پر ایک حقہ واجب ہوگا۔ ایک سال کے اونٹ کو بنت مخاض، دو سال کے اونٹ کو بنت لبون، تین سال کے اونٹ کو حقہ، چار سالہ اونٹ کو جذعہ کہتے ہیں۔ اور جو بکری اونٹ کی زکوٰۃ میں دی جائے گی۔ وہ دو سالہ بکری ہونی چاہیے (عربی میں معز بولتے ہیں جس کا اطلاق بکرا، بکری دونوں پر ہوتا ہے) یا یک سالہ دُنبہ دینا ہوگا۔ بقیہ زکوٰۃ کے احکام مشہور و معروف ہیں۔

مسئلہ: امام متولیؒ کہتے ہیں کہ اگر کسی آدمی نے کسی شخص کے لیے اپنے مرنے کے بعد ایک اونٹ (ابل) دینے کی وصیت کی تو ورثاء (جن کو وصیت کی گئی ہے) ان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ نر یا مادہ جو چاہیں دے سکتے ہیں۔ لیکن اگر ورثاء نے اونٹ کا بچہ (فصیل) یا یک سالہ اونٹ (بنت مخاض) دیا تو جس شخص کو دینے کی وصیت کی گئی ہے اس کا قبول کرنا ضروری نہیں۔

امثال

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ سو اونٹوں کے مانند ہیں جن میں کوئی بھی سواری کے لائق نہ ہو (مسلم و ترمذی) (یعنی لوگوں میں اچھی قسم کے لوگ کم ہیں۔ مزید توضیح باب الراء المهملہ کے عنوان میں آئے گی۔

ازہریؒ نے کہا ہے کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ صحیح معنی میں دُنیا سے کنارہ کش اور آخرت کی طرف راغب حضرات کمتر ہیں جس طرح کہ سواری کے قابل اونٹ کمیاب ہیں۔ اہل عرب کہتے ہیں:

''انہوں نے جی بھر کے گالیاں دیں اور اونٹ لے کر چلتے بنے۔''

---

[1] حدیث میں بکریوں کی جگہ نماز پڑھنے کی اجازت اور اونٹوں کی جگہ ممانعت متعدد وجوہات سے ہے، اس لیے کہ بکریوں کے مزاج میں سکینت مسکینیت اور رہنے کی جگہ صاف ستھری ہوتی ہے اسی طرح ہموار اور مسطح ہونے کے ساتھ مینگنیاں ایک حد تک رہتی ہیں۔ اس کے برخلاف اونٹوں کی جگہوں میں گندگی ہوتی ہے۔ زمین اونچی نیچی ناہموار اور مزاج میں سرکشی شیطنت ہوتی ہے جس کی وجہ سے نمازی آدمی کو تشویش رہتی ہے اس لیے ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ ۱۲

بعض اہل علم نے یہ لکھا ہے کہ یہ مثال سب سے پہلے کعب بن زہیر بن ابی سلمٰی نے استعمال کی اور یہ اس شخص کے لیے بولی جاتی ہے جس کا کام بکواس بدگوئی اور لفاظی کے علاوہ کچھ نہ ہو (یعنی صرف زبان سے کہتا ہو عمل نہ کرتا ہو۔ دوسری مثال یہ ہے کہ عرب کہتے ہیں: **ما ھکذا یا سعد تورد الابل** (اے سعد! اس طرح اونٹوں کو پانی نہیں پلایا جاتا) یعنی معاملات کو اس برے طریقے سے انجام نہیں دیا جاتا۔ یہ اس شخص کے لیے بولتے ہیں جو نامناسب کام کرنے لگے۔ اس مثال کو حضرت علیؓ [1] نے استعمال کیا تھا جس کی تصریح بیہقیؒ وغیرہ کی روایات میں ہے۔

تیسری مثال **یا ابلی عودی الی مبارک** (اے میرے اونٹ اپنی باڑہ میں لوٹ جا) یہ اس شخص کے لیے بولتے ہیں جو ایسی چیز سے بھاگنے لگے جو اس کے لیے لابدی اور ضروری ہو۔ اسی کے ساتھ ساتھ اس کی بھلائی کا بھی پہلو ہو۔

اونٹ کی طبی خاصیتیں

امام ابن زہیرؒ وغیرہ نے کہا ہے کہ اگر اونٹ کی نگاہ سہیل [2] ستارے پر پڑ جاتی ہے تو وہ مرجاتا ہے۔ اونٹ کا گوشت اسی طرح یک سالہ مینڈھا ہو یا پہاڑی مینڈھا ہو ان سب کا گوشت خراب اور ردّی ہوا کرتا ہے۔ اگر اونٹ کے بالوں کو جلا کر بہتے ہوئے خون پر چھڑک دیا جائے تو خون بہنا بند ہوجاتا ہے۔ اگر اونٹ کی چیچڑی کسی عاشق کی آستین میں باندھ دی جاتی ہے تو اس کا عشق زائل ہونے لگتا ہے۔

اگر اونٹ کے پیشاب کو نشہ میں مبتلا شخص پی لے تو اسی وقت نشہ اُتر جاتا ہے۔ اونٹ کا گوشت قوت باہ میں اضافہ کرتا ہے۔ اسی طرح جماع کے بعد سستی کو دور کر کے چستی نشاط اور تازگی پیدا کرتا ہے۔ نیز ورم جگر میں بھی مفید ہے۔ اگر کوئی عورت بانجھ ہی کیوں نہ ہو حیض سے پاک ہونے کے بعد تین دن تک اونٹ کی پنڈلی کا مغز نکال کر کسی روئی یا اون کے پھایہ میں رکھ کر (اپنی فرج میں) باندھے رہے پھر اس کے بعد اس عورت سے جماع کیا جائے تو اس کے حمل ٹھہر جائے گا۔ (ماہرین اطباء نے عورت کے بانجھ ہونے کا پتہ لگانے کا طریقہ بتایا ہے جو ان شاءاللہ عنقریب ہی انسان کے عنوان میں آئے گا)۔

علم تعبیر [3]

تعبیر کا علم جاننے والوں نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ سو اونٹوں پر مشتمل ریوڑ کا مالک ہو گیا تو یہ تعبیر دی جائے گی کہ وہ باعزت لوگوں کا حاکم بنے گا۔ نیز اسے بہت سامال بھی ملنے کی توقع رہے گی۔ اسی طرح اگر کسی نے یہ دیکھا کہ بکریوں کا ریوڑ اس

---

[1] بعض ادباء نے تصریح کی ہے کہ یہ ضرب المثل کے طور پر اولاً مالک بن زید مناۃ بن تمیم نے اپنے بھائی سعد کو بے پرواہی سے اونٹوں کو پانی پلانے پر تنبیہ کرتے ہوئے کہا تھا۔ (المنجد فرائد الادب)

[2] [3] علم تعبیر رویاء ایک مستقل فن ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ پیغمبروں میں سب سے ممتاز حیثیت اس فن میں حضرت یوسف علیہ السلام کو حاصل تھی۔ اور خاتم النبیین ﷺ فدا آباءنا و امہاتنا کا کیا کہنا' آپ کو تو تمام اولین و آخرین کا علم دیا گیا تھا۔ خدا کے بعد بس آپ ہی ہر چیز میں حرف آخر تھے۔ اُمت محمدیہ میں تعبیر کا ملکہ ابو ہریرہؓ کے شاگرد محمد بن سیرینؒ کو حاصل تھا۔ یہ علم ایک خاص ملکہ ہے اور عطیۂ ربانی ہے جس کو اللہ تعالیٰ چیدہ اور چنیدہ حضرات کو عطا فرماتا ہے۔ امام ابوالخیر کہتے ہیں کہ علم تعبیر رویاء وہ علم ہے جس میں نفسانی تخیلات اور غیبی امور دونوں میں اس طور پر مناسبت معلوم جاتی ہے کہ جس میں تخیلات کو غیبی امور میں منطبق کر کے خارج کر کے نفسانی حالات یا دُنیا کے خارجی حالات پر استدلال کرتے ہیں اور خواب کے ذریعے انسان کو محض خوشخبری دینا یا ڈرانا مقصود ہوتا ہے۔ اس فن میں کثیر کتابیں تصنیف کی گئی ہیں۔ شیخ ابوسعد نصر بن یعقوب الدینوری نے خلیفہ قادر باللہ احمد عباسی ۳۹۷ھ کے لیے "تعبیر القادری" نام کی ایک عظیم کتاب تصنیف کی تھی جس میں یہ بیان کیا ہے کہ سات ہزار پانچ سو ماہر معبرین گزرے ہیں۔ ۱۲

کے ہاتھ میں آ گیا یا اسے کوئی بکری یا اونٹنی مل گئی ہے تو اس کی بھی یہی تعبیر ہوگی۔

نیز معبرین نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر کسی نے دیکھا کہ وہ خواب میں اونٹوں کا مالک بن گیا ہے تو اسے بہترین صلہ اور دین و مذہب اور عقیدے میں سلامتی نصیب ہوگی۔ اس لیے کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ.

''کیا وہ اونٹوں میں غور نہیں کرتے کہ وہ کس عجیب و غریب انداز میں پیدا کیا گیا ہے۔''

لیکن اگر کسی نے یہ کہا کہ میں نے خواب میں جمل (اونٹ) دیکھا ہے تو اس سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ برے اعمال کا ارتکاب کر رہا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

وَ لَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ.

''وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جائیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر سے نہ گزر جائے۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

اِنَّھَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ کَالْقَصْرِ کَاَنَّہٗ جِمٰلَاتٌ صُفْرٌ.

''وہ آگ محل جیسی بڑی بڑی چنگاریاں پھینکے گی (جو اچھلتی ہوئی یوں محسوس ہوں گی) گویا کہ وہ زرد اونٹ ہیں۔ (المرسلات آیت ۳۲-۳۳)''

اگر کسی نے خواب میں اَنْعَام (مویشی چوپائے) دیکھے ہیں کہ اس نے انہیں چرانے کے لیے چھوڑ دیا ہے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ وہ پیچیدہ معاملات میں قابو پا جائے گا اور مزید نعمت خداوندی اس شخص کو نصیب ہوں گی۔ اس لیے قرآن مجید میں مذکور ہے:

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَھَا لَکُمْ فِیْھَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْھَا تَاْکُلُوْنَ. (پ ۱۴ ع ۱۷ : النحل)

''اور اسی نے چوپاؤں کو بنایا کہ ان میں تمہارے جاڑے کا بھی سامان ہے اور بھی کتنے فائدے ہیں اور بعضوں کو کھاتے بھی ہو۔''

اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ عربی اونٹوں کو چرا رہا ہے تو وہ گویا عرب قوم کا والی بنایا جائے گا۔ اگر کسی نے دیکھا کہ کسی شہر میں اونٹ ہی اونٹ ہیں تو اس کی یہ تعبیر دی جائے گی کہ اس شہر میں وباء اور جنگ وغیرہ کا امکان ہے۔

امام جیلیؒ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ اونٹ کا مالک ہو گیا ہے تو وہ عزت و شوکت کی دولت سے مالا مال ہوگا اور ارطامیدورس نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص خواب میں یہ دیکھتا ہے کہ اس نے اونٹ کا گوشت کھایا ہے تو وہ بیمار پڑ جائے گا۔

امام المعبرین محمد[1] بن سیرینؒ نے فرمایا ہے کہ خواب میں اونٹ کا گوشت کھانے سے کوئی حرج نہیں اس لیے کہ قرآن کریم میں مذکور ہے۔ آیت اوپر گزر چکی ہے۔

اور بقیہ تفصیل ان شاء اللہ باب جیم میں جمل کے عنوان میں آئے گی۔ واللہ اعلم

---

[1] محمد بن سیرینؒ۔ یہ فقیہہ، زاہد، عالم، محدث، مشہور تابعین میں سے تھے۔ انسؓ، ابن عمرؓ، ابی ہریرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ سے روایت حدیث کی ہے۔ یہ تعبیر رویاء کے فن میں امام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو خواب کی تعبیر دینے میں خاص ملکہ عنایت فرمایا تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے ان کی فرمائش پر لعاب دہن ان کے منہ میں لگا دیا تھا تو اس کی تاثیر سے حضرت یوسف علیہ السلام کا اثر آ گیا تھا اور آپ انہی کی طرح خوابوں کی تعبیر دینے لگے۔ چنانچہ وہ تعبیریں روز روشن کی طرح واضح ہو جایا کرتیں۔

اَبَابِیل [1] (جھنڈ)

اس کا واحد اِبالۃ آتا ہے۔ لیکن ابو عبید القاسم بن سلام نے فرمایا ہے کہ اس کا واحد نہیں آتا ہے۔ اس کے معنی جماعت فرقے' غول کے غول پرندے وغیرہ کے ہیں۔ بعض لغویین نے لکھا ہے کہ اس کا واحد ابول' عجول کے وزن پر آتا ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے ابیل' سکیت کے وزن پر آتا ہے اور بعض نے ایبال' دینار اور دنانیر کا وزن بتایا ہے۔

امام فارسیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کا واحد اِبالۃ تشدید کے ساتھ سنا گیا ہے۔ لیکن فراءنحوی نے تخفیف (بغیر تشدید) کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اب قرآن مجید کی آیت:

وَاَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ.

''اور آپ کے رب نے ان کے اوپر پرندوں کے جھنڈ بھیج دیئے۔''

میں مفسرین صحابہ کرامؓ کا اختلاف ہو گیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں کون سا پرندہ مراد ہے۔ چنانچہ سعید بن جبیرؓ نے فرمایا ہے کہ ابابیل سے مراد وہ پرندہ ہے جو اپنا گھونسلا زمین و آسمان کے درمیان بناتا ہے وہیں بچے وغیرہ کی پیدائش بھی عمل میں آتی ہے اس کی منقار پرندوں کی مانند ہوتی ہے اور اس کے بازو کتے کے بازو کے مشابہ ہوتے ہیں۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ وہ ہرے رنگ کے پرندے دریا سے نکل کر آتے تھے جن کے سر درندوں کے مانند تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابابیل وہ پرندے تھے جن کو خداوند قدوس نے اصحاب فیل (ہاتھی والوں) پر مسلط فرمایا تھا اور وہ بالکل بلسان [2] جیسا ہوتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ پرندے (وطواط [3]) چمگادڑ جیسے تھے۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ابابیل زرزور [4] پرندے جیسا ہوتا ہے۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ پرندے خاطف [5] پرندے سے کچھ مشابہ تھے اور خاطف سنونو [6] پرندے کا نام ہے جو آج کل مسجد حرام میں رہتا ہے اس کا واحد سنونۃ آتا ہے۔

---

[1] ابابیل غول اور جھنڈ کو کہتے ہیں۔ یہ کسی خاص جانور کا نام نہیں ہے۔ اردو زبان میں جو ایک خاص چڑیا کو ابابیل کہتے ہیں مراد نہیں ہے۔ وہ پرندے جو اللہ نے ابرہہ کے لشکر کو تباہ کرنے کے لیے بھیجے تھے کبوتر سے کسی قدر چھوٹے تھے اور کوئی ایسی جنس تھی جو پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی (قرطبی) بعض کم فہم لوگوں نے اس سلسلہ میں یہ لب کشائی کی ہے کہ ابابیل پرندے نہیں تھے کوئی بارود کی گولی وغیرہ تھیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ طیراً وغیرہ رکیک تاویلیں کی ہیں وہ تاویلیں ان واضح تفسیروں اور حقائق کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔

[2] مصباح اللغات میں ہے کہ البلسان سے مراد ایک درخت ہے جس کے پھول چھوٹے سفید رنگ کے ہوتے ہیں اور پتے تلی کے مانند اور اس سے خوشبودار تیل نکلتا ہے اور اس کے بالکل متصل البلشون کا معنی بگلا لکھا ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب فیل پر مسلط کئے جانے والے پرندے بگلا کی مانند ہوں گے۔

[3] وطواط کے معنی لغت میں چمگادڑ کے ہیں لیکن ایک قسم کی پہاڑی ابابیل کو بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع وطاوط و وطاویط آتی ہے۔۱۲ (مصباح ص ۹۵۳)

[4] زرزور ایک قسم کا پرندہ ہے جو گھریلو چڑیا سے بڑا ہوتا ہے۔ بعض ان میں بالکل کالے رنگ کے ہوتے ہیں اور بعض پر سفید چتی ہوتی ہے اس کی جمع زراز یروزرازرۃ آتی ہے۔ (مصباح ص ۳۳۵)

[5] خاطف' خطاف وخطاطیف یہ ابابیل کے مانند ایک پرندہ ہوتا ہے۔ (مصباح اللغات)

[6] بعض لغویین نے ابابیل ہی کو سنونو کہا ہے۔ اس کا واحد سنونوۃ اور سنونیہ لکھا ہے۔۱۲ (مصباح ص ۴۰۲)

نیز ابیل نصرانی راہب کو بھی کہا جاتا ہے اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابیل الابیلین کہا کرتے تھے جیسے کہ عرب شاعر نے کہا ہے ۔

اما و دماء مائرات تخالها علی قنة العزی و بالنسر عَنْدَما

ترجمہ: ''تمہیں یاد رکھنا چاہیے کہ موجیں مارنے والے ان خون کے سمندروں کی قسم جو تم کو عزیٰ اور نسر کی چوٹی پر دم الاخوین کی طرح سُرخ نظر آرہے تھے۔''

وما سبح الرهبان فی کل بیعة ابیل الابیلین عیسٰی بن مریما

ترجمہ: ''اوران تسبیحات کی قسم جو ہر عبادت گاہ میں راہبوں نے پڑھیں اور راہبوں کے آقا حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے پڑھیں۔''

لقد ذاق منا عامر یوم لعلع . حساما اذا ماهز بالکف صمما

ترجمہ: ''کہ عامر نے یوم جنگ میں ہماری جانب سے اس تلوار کا ذائقہ چکھا ہے کہ جب وہ ہاتھ میں حرکت کرتی ہے تو گردنیں اُڑاتی چلی جاتی ہے۔''

ابالۃ زیر کے ساتھ لکڑی یا گھاس کے گٹھے کو کہتے ہیں اور ضغث علی ابالة[1] مصیبت پر مصیبت کے معانی میں آتا ہے۔

اَتَان - گدھی

اَتَـانٌ ۔(ہمزہ اور تاء کے زبر کے ساتھ ہے) گدھی۔ لیکن گدھی کے لیے لفظ اتـانة (تاء تانیث کے ساتھ) استعمال نہیں کریں گے اور یوں کہیں گے ثـلاث اتـن (تین گدھیاں) جیسے کہ عناق اور عنق (بکری کا بچہ) استعمال کرتے ہیں اور کثرت کے لیے اُتُنٌ واُتْنٌ کہتے ہیں استائن الرجل (اس نے ایک گدھی خریدی اور اسے اپنے لیے رکھ لیا۔

محمد بن سلام فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک قریشی نے بیان کیا ہے کہ ایک دن خالد بن عبداللہ القشیری جو امیر عراق تھے شکار کرنے کے لیے نکلے۔ اتفاقاً وہ اپنے ساتھیوں سے بچھڑ کر تنہا رہ گئے تو وہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عرب کا دیہاتی سامنے سے ایک دبلی اور کمزور گدھی پر سوار آرہا ہے اور اس کے ساتھ ایک بڑھیا بھی ہے۔ اس دیہاتی سوار سے قشیری نے کہا کہ تم کس خاندان کے فرد ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں ایک معزز، قابل فخر خاندان سے ہوں اور میں اس گھرانے کا آدمی ہوں جسے عزت وسطوت ورثہ میں ملی ہے۔

قشیریؒ نے کہا کہ کیا تم قبیلہ مضر سے تعلق رکھتے ہو؟ اچھا یہ بتاؤ کہ تم اس قبیلے کی کس شاخ سے تعلق رکھتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ اس شاخ سے متعلق ہوں جو گھوڑوں پر سوار ہو کر نیزہ بازی کرتے ہیں اور مہمانوں کے آنے پر ان سے معانقہ کرتے ہیں۔ قشیریؒ نے کہا کہ شاید تم قبیلہ عامر سے متعلق ہو۔ لیکن آخر اس کی کس شاخ سے ہو؟ اس دیہاتی نے جواب دیا کہ میں با عزت سردار اور قوم کا درد رکھنے والے خاندان کا ہوں۔ قشیریؒ نے کہا تب تو تم قبیلہ جعفر کے معلوم ہوتے ہو (لیکن یہ بھی ایک بڑا قبیلہ ہے) آخر اس کی کس شاخ سے متعلق ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں اس شاخ کے آفتاب و ماہتاب اور سپہ سالاروں کے خاندان سے منتسب ہوں۔ قشیریؒ نے کہا تو تم منتخب افراد سے ہو۔ مزید یہ بتاؤ کہ تم یہاں کس کام سے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ گردش زمانہ اور خلفاء کی توجہات کے کم ہونے کی

---

[1] ابیل کی جمع آبال وابل وابیلی آتی ہے۔۱۲ (مصباح ص ۲۶)

وجہ سے۔قشیریؒ نے کہا کہ تم نے اس مقصد سے کس کے یہاں کا ارادہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ تمہارے اس امیر سے کہ جس کی مال داری نے اسے اوج ثریا پر پہنچا دیا ہے۔لیکن اس کے خاندان والوں نے اسے گرا دیا ہے۔پھر قشیریؒ نے پوچھا کہ آخر تمہارا ان کے یہاں جانے کا کیا مقصد ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں ان کے آباء واجداد کی داد ودہش سے مالا مال ہونے آیا ہوں۔پھر قشیریؒ نے کہا کہ تم نے اب تک جتنے جوابات دیئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اس سلسلے میں کچھ اشعار بھی کہے ہیں۔اعرابی نے اپنی عورت سے کہا (جو اس کی ردیف تھی) کہ تم اشعار سناؤ۔اس عورت نے کہا کہ ہم نے تو ملامت گر کی مدح سرائی میں بہت مصائب جھیلے ہیں اچھا آج تو چھوڑ یئے۔اس لیے ملامت گر کی مدح سرائی باعث رسوائی ہے تو اس اعرابی نے کہا کہ نہیں اشعار سناؤ تو اس عورت نے سنانا شروع کیا۔

الیک ابن عبداللّٰه بالجد أرقلت بنا البید عیس کالقسی سوا هم

ترجمہ: ''اے ابن عبداللہ ہم تمہارے پاس میدان کو طے کر کے جس مشقت سے آئے ہیں (وہ ہمیں معلوم ہے) اونٹ تھک گئے اور ان کی کمر دوہری ہوگئی ہے۔''

علیها کرام من ذوابة عامر اضربهم جدب السنین العوارم

ترجمہ: ''اونٹ پر سوار ہو کر بنو عامر کے وہ شرفاء آئے ہیں جنہیں سیل عرم کی طرح خشک سالی نے بہت ہی زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔''

یردن امرا یعطی علی الحمد ماله وهانت علیه فی الثناء الدراهم

ترجمہ: ''وہ ایسے گھر کا قصد کر کے چلے ہیں جو تعریف میں مال لٹاتا ہے اور جود وعطا اس کی فطرت ہے۔''

فان تعط مانهوی فهذا ثناؤنا وان تکن الاخری فما ثم لائم

ترجمہ: ''اگر تم ہمیں نواز دیتے ہو تو ہماری طرف سے تمہاری مدح خوانیاں ہیں اور اگر نہیں دیتے (تو ہماری طرف سے کوئی زور نہیں) ملامت کی کوئی بات نہیں۔

قشیریؒ نے کہا کہ اے اللہ کے بندے تمہارے اشعار تو بہت عمدہ ہیں لیکن تم اتنی دبلی گدھی پر سوار ہو کر آئے ہو اور تم یہ سمجھ رہے ہو کہ بھورے رنگ کے اونٹ پر بیٹھے ہوئے ہو اور تم نے اپنے اشعار میں آدمی کے وہ اوصاف بیان کئے ہیں جو تمہاری گفتگو سے ظاہر نہیں ہوتا۔

اعرابی نے کہا: اے بھتیجے جو ہم نے ملامت گر کی مدح سرائی میں مشقت جھیلی ہے وہ ہمارے لیے اشعار میں غلط تعریف سے زیادہ گراں ہے۔

پھر قشیریؒ نے کہا کہ تم خالد بن عبداللہ القشیری کو جانتے ہو تو اس اعرابی نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا۔اس نے کہا کہ میں ہی خالد بن عبداللہ القشیری ہوں' تو اس اعرابی نے کہا کہ خدا کی قسم! تمہی خالد ہو تو انہوں نے جواب دیا جی ہاں جس سے تم سوال کر رہے ہو وہی خالد بن عبداللہ القشیری ہے اور تم کو میں ایسی چیز دینے والا ہوں جس کا بدل تم نہیں دے سکتے۔تو اس اعرابی نے کہا کہ اے ام جحش تم اپنی گدھی کا رُخ پھیر دو۔قشیری اس عورت سے کہنے لگے تم ایسا نہ کرنا تم اور تمہارے شوہر دونوں یہاں ٹھہرے رہیں۔اس اعرابی نے کہا کہ نہیں نہیں خدا کی قسم! کیا میں ان کو کچھ سنا کر مال لے سکتا ہوں۔اتنا کہہ کر اس اعرابی نے گدھی کو موڑا اور چل دیا۔قشیریؒ نے کہا کہ اس طرح کے کام یہ اور اس کے آباء کرتے ہی رہتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے:

''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اون پہنا اور بکری کا دودھ دوہا اور گدھی پر سوار ہوا تو اس کے اندر ذرہ برابر تکبر نہیں ہے۔'' (البیہقی)

اسی قسم کے مضمون کی تائید عبدالرحمٰن بن عمار بن سعد کے حالات زندگی میں مذکور ہیں۔ (الکامل)

نیز دوسری روایت میں حضرت جابرؓ اور ابو ہریرہؓ سے مروی ہے:

''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مندرجہ ذیل چیزیں کبر اور تکبر سے محفوظ رکھتی ہیں' اونی لباس غریب مومنین کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا' گدھی پر سوار ہونا' بکری کو ٹانگوں میں دبا کر دوہنا اور تمہارے اپنے اہل وعیال کے ساتھ کھانا' کھانا وغیرہ۔''

زرارہ بن **عمرو النخعی**' حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں نصف رجب ۹ھ کے قریب تشریف لائے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے راستے میں ایک خواب دیکھا ہے جس کی وجہ سے میں خوف زدہ ہوں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ تم نے کیا دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے یہ دیکھا کہ میں نے ایک گدھی اپنے اہل وعیال کے پاس چھوڑی جس نے ایک سالہ بکری کا بچہ سُرخی مائل کالے رنگ کا جنم دیا ہے اور یہ دیکھا ہے کہ زمین سے آگ سلگی جو میرے اور میرے بیٹے جس کا نام عمرو ہے حائل ہو گئی ہے اور اس آگ سے آواز آ رہی ہے کہ میرا شعلہ بینا اور نابینا دونوں کو جلائے گا۔

تو حضور اکرم ﷺ نے اس آدمی کو یہ تعبیر دی کہ کیا تو نے اپنے گھر میں ایک خوش طبع باندی چھوڑی ہے؟ تو اس نے عرض کیا کہ جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ! تو آپؐ نے فرمایا کہ اس نے تیرا ہی بچہ جنا ہے اور وہ تیرا بیٹا ہے تو اس آدمی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کہ وہ سیاہ رنگ کا سُرخی مائل کہاں سے پیدا ہو گیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے قریب ہو جاؤ تو وہ قریب ہو گیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے والد کو برص تھا۔ تم اسے چھپا رہے ہو۔ تو اس نے کہا کہ خدا کی قسم جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر مبعوث کیا ہے۔ اس سے قبل سوائے آپ کے کسی نے یہ نہیں بتایا۔ پھر اس نے کہا کہ جی ہاں آپ نے سچ فرمایا ہے۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اچھا جو تم نے آگ دیکھی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ایک فتنہ کی شکل میں میرے بعد ظاہر ہو گی۔ تو زرارہ نے عرض کیا کہ وہ کون سا فتنہ ہے جو آپ کے بعد برپا ہو جائے گا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ لوگ اپنے امام کو قتل کر دیں گے۔ آپس میں جھگڑیں گے اور وہ بڑے لوگ ہوں گے اور ان کی انگلیوں کے درمیان ایک مومن کا خون دوسرے کے سامنے بہے گا جیسے کہ وہ پانی سے زیادہ سستا ہو اور اس کام کو گناہ گار اچھا سمجھیں گے۔ اگر تو اس فتنہ کو نہ پا سکا تو تیرا بیٹا ضرور دیکھے گا۔

زرارہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ دُعا فرما دیجئے کہ میں اس فتنہ کو نہ دیکھ سکوں۔ چنانچہ آپؐ نے اُن کے لیے دُعا فرمائی۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس فتنہ سے مراد فتنہ عثمانؓ ہے جس میں آپؓ کو شہید کیا گیا اور **الاسفح الاحوی** چتکبرے کو کہتے ہیں۔

کہاوت

عرب کہتے ہیں **کان حمارا فاستتان** (یعنی وہ گدھا تھا پھر گدھی بن گیا) **استاتن بمعنی صارا تانا** یعنی توی تھا ذلیل و کمزور ہو گیا۔ باعزت تھا پھر ذلیل ہو گیا۔ یہ مثل اس شخص کے لیے بولتے ہیں جو اولاً باعزت رہا ہو بعد میں ذلیل بن گیا ہو۔

تعبیر[1]

گدھی کو خواب میں دیکھنا ایسی عورت پر دلالت کرتا ہے جو کاروبار میں مددگار' انتہائی سودمند اور نسل و اولاد والی ہوتی ہے۔ اور لفظ **الاتان ایتان** سے بنا ہے' (ہمیشہ فائدہ مند)۔

---

[1] شرعی حکم۔ گدھے کی دو قسمیں ہیں: (۱) گھریلو گدھا (۲) جنگلی گدھا۔ بالاتفاق تمام ائمہ کے نزدیک جنگلی گدھا اور گھریلو گدھا دونوں حرام ہیں۔

اخطب

اخطب: احمر کے وزن پر ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ ایک صرد[1] نامی پرندہ ہے۔
شاعر نے کہا ہے ؎

ولا انثنی من طیرة عن مریرة اذا لاخطب الداعی علی الدوح صرصرا

ترجمہ: ''میں طیش کی وجہ سے اپنے پختہ ارادے سے نہیں پھرتا ہوں جب کہ اخطب[2] کسی بڑے درخت پر بیٹھ کر آندھی کو آواز دے رہا ہو (جس سے بدشگون لیا جائے)۔''

اخطب ایسے گدھے کو کہتے ہیں جس کی پشت سبز رنگ کی ہو۔ فراء نحوی نے لکھا ہے خطاء ایسی گدھیوں کو کہتے ہیں جن کی پشت پر کالی کالی دھاریاں ہوں اور گدھے کو اخطب کہتے ہیں۔

اُخَیْضِرْ

(ابن سیدہ نے کہا ہے) اخیضر[3] سبز رنگ کی مکھی جو کالی مکھی کے برابر ہوتی ہے۔

اَخیل

اخیل اس پرندے کو کہتے ہیں جو سبز رنگ کا ہوتا ہے۔ اس کے بازوؤں میں اس کے رنگ کے برعکس ایک چمک سی موجود ہوتی ہے۔ اس پرندہ کا نام اخیل[4] اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس کی پشت میں ایک تل سا ہوتا ہے۔

بعض لغویین نے یہ لکھا ہے کہ اسے شقراق کہتے ہیں (اور شقراق فاختہ سے بڑا ایک پرندہ ہوتا ہے جس کو شقرق اور شرقرق بھی کہتے ہیں۔ اس کا مفصل تذکرہ باب شین میں آئے گا) اگر اس کو نکرہ استعمال کریں گے تو منصرف پڑھیں گے۔ علمیت کے علاوہ اگر اس کو بطور نکرہ استعمال کیا جائے گا تو منصرف (حرکت کے ساتھ) آئے گا۔ لیکن بعض نحویین نے کہا ہے کہ چاہے اسے معرفہ استعمال کریں یا نکرہ دونوں صورتوں میں غیر منصرف رہے گا۔ اس لیے کہ یہ لوگ التخیل مصدر سے اس کو صفت تسلیم کرتے ہیں اور وہ مندرجہ ذیل شعر سے استدلال کرتے ہیں ؎

ذرینی وعلمی بالامور و شیمتی فما طائری فیھا علیک باخیلا

ترجمہ: ''آپ مجھے چھوڑ دیجئے اور تمام معاملات مجھے بتا دیجئے اس لیے کہ میری عادت یہ ہے کہ میں آپ کے بارے میں بدشگونی کا تصور تک نہیں کرسکتا۔''

---

[1] صرد جو موٹے سر سفید پیٹ اور سبز پیٹھ کا ایک پرندہ ہوتا ہے جو چھوٹے پرندوں کو شکار کرتا ہے (لٹورا) اس کی جمع صردان ہے۔
[2] بعض نے اخطب کا اطلاق شکرا پر بھی کیا ہے۔
[3] بعض نے یہ کہا ہے کہ اُخیضر اس پرندے کو کہتے ہیں جس کا رنگ سبزی مائل زرد ہوتا ہے اور اسی کو اخیل بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع خضاری آتی ہے۔
[4] خیلان ایک دریائی جانور ہے جس کا نصف حصہ انسان جیسا اور نصف حصہ مچھلی کا سا ہوتا ہے۔

اَرْبَدْ

یہ ایک قسم کا زہریلا سانپ ہوتا ہے۔اس کے کاٹنے سے چہرے کا رنگ خاکستری ہو جاتا ہے۔اسی سے متعلق عبدالملک بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ مغیرہ بن شعبہ کی قبر پر زیاد کو کھڑے دیکھا کہ وہ یہ اشعار پڑھ رہے ہیں ۔

ان تحت الاحجار حزما وعزما وخصیما الد ذامعلاق

ترجمہ: ''پتھروں کے نیچے لکڑیوں کے گٹھے کی طرح (سمٹا ہوا) بہادر سخت حملہ آور جھگڑالو دشمن ہے۔''

حیة فی الوجار اربد لاینفع منه السلیم نفث الراقی

ترجمہ: ''اپنے بل میں ایک اربد سانپ رہتا ہے جس کی پھنکار سے جھاڑ پھونک کرنے والا بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔''

زیاد نے کہا کہ جس سے بھی میں دشمنی کرتا ہوں تو آخری درجہ کی دشمنی کرتا ہوں اور جس سے بھائی چارگی واخوت کا معاملہ کرتا ہوں تو اسے بھی آخر تک نبھاتا ہوں۔

(دمیریؒ کہتے ہیں) کہ امام جوہریؒ نے کہا ہے کہ ذومعلاق کے معنی انتہائی جھگڑالو کے ہیں۔

جیسے کہ مہلہل نے کہا ہے ۔

ان تحت الاحجار حزما و جودا وخصیما الد ذامعلاق

ترجمہ: ''پتھروں کے نیچے ایک لکڑیوں کے گٹھے کی طرح (سمٹا ہوا) سخت حملہ آور جھگڑالو دشمن موجود ہے۔

ارخ

ابن درستویہ نے لکھا ہے کہ یہ دوسال کی اس مادہ گائے کو کہتے ہیں جس کے ساتھ ابھی جفتی نہ کی گئی ہو۔اس کی جمع اروخ واراخ آتی ہے۔مزید موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ مجھے قبیلہ مزینہ کے ایک دیہاتی نے مکہ کے راستے میں یہ شعر سنایا جسے اس نے اپنے لیے کہا تھا ۔

ایام عهدی فیک کانها ارخ یرود بروضة مثقال

ترجمہ: ''میری زندگی کے دن تمہارے ساتھ ایسے گزرے جیسے کہ گورخر گھنے جنگل میں رہتا ہے۔''

امام جوہریؒ نے لکھا ہے کہ لارخ جنگلی گائے (نیل گائے) کو کہتے ہیں۔لیکن صاحب المغرب نے لکھا ہے کہ جنگلی گائے کے بچے کو کہتے ہیں۔

اَرَضَة [1]

(دیمک' گھن) یہ ایک چھوٹا سا جانور آدھے مسور کے دانہ کے برابر ہوتا ہے اور لکڑی کو کھاتا رہتا ہے۔اس کو سُرفتہ [2] بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ زمین کا کیڑا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے (جس پر تفصیل کے ساتھ باب سین میں روشنی ڈالی جائے گی) لیکن چونکہ یہ اپنی کاریگری کا اظہار زمین ہی میں کرتا ہے اسی نسب سے اسے دابۃ الارض کہا گیا ہے۔

امام قزوینیؒ کہتے ہیں کہ دیمک جب ایک سال کا ہو جاتا ہے تو اس کے دو لمبے لمبے پر نکل آتے ہیں جن سے وہ اُڑنے لگتا ہے اور اسے دابۃ الارض (زمین کا کیڑا) بھی کہتے ہیں۔اسی کیڑے نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں جنات کو اطلاع دی تھی کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ چیونٹی دیمک کی دشمن ہوتی ہے۔ چنانچہ چیونٹی اس کے پیچھے کی جانب سے آتی ہے اور اسے اُٹھا کر اپنے سوراخ کی طرف لے کر چل دیتی ہے لیکن اگر وہ دیمک کے سامنے سے آتی ہے تو وہ اسے قابو میں نہیں کر پاتی' اس لیے کہ دیمک اس وقت مقابلہ کرنے لگتی ہے۔ (الاشکال)

دیمک کی خصوصیات

دیمک کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ لکڑی کے جال کی طرح ایک اچھا سا لکڑی کا مکان بنا لیتا ہے اور وہ نیچے سے بنتا ہوا اوپر کی طرف چڑھتا چلا جاتا ہے اور اس کے گھر کی کسی جہت میں ایک چوکور دروازہ ہوتا ہے اور اس کا گھر ایک تابوت ہوتا ہے۔اسی سے کہا گیا ہے کہ **تعلم الاوائل بناء النواویس علی موتاھم** (کہ بڑے بزرگوں نے قبرستان کی عمارت اپنے مرنے والوں کے لیے بنانا سکھایا ہے)۔

حدیث شریف میں مذکور ہے کہ جب قریش کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ نجاشی بادشاہ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کے ساتھ عزت واحترام کا معاملہ کیا ہے تو یہ بات قریش کو ناگوار معلوم ہوئی چنانچہ انہوں نے اس کا یہ اثر لیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام پر غم وغصہ کا اظہار کرنے لگے اور قریش نے بنو ہاشم کے خلاف آپس میں ایک معاہدہ کیا کہ وہ اب سے ان مسلمانوں سے نکاح نہیں کریں گے اور نہ خرید وفروخت کا معاملہ کریں گے اور نہ ان سے ملیں گے۔

روایت میں آتا ہے کہ اس معاہدے کے لکھنے والا بغیض بن عامر نامی شخص تھا تو اس کے ہاتھ بے کار اور شل ہو گئے تھے۔ چنانچہ جب معاہدہ نامہ تیار ہو گیا تو انہوں نے اسے لے جا کر خانہ کعبہ میں لٹکا دیا اور تمام بنو ہاشم کو شعب ابی طالب میں بند کر دیا۔ یہ واقعہ محرم کی ابتدائی تاریخوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ساتویں سال پیش آیا۔

اس معاہدے کی سب نے پابندی کی۔لیکن بنو عبد المطلب نے اس سلسلہ میں جانبداری سے کام لے کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کیا اور قریش نے بنو ہاشم کے لیے کھانے پینے کے سامان اور ان کے تمام لوازمات بند کر دیے۔

---

[1] ارضۃ کے معانی دیمک اور گھن دونوں کے آتے ہیں لیکن اردو زبان میں اس کو دیمک کہتے ہیں جو لکڑی وغیرہ میں لگ جاتا ہے اور غلہ میں لگتا ہے اس کو گھن بولتے ہیں۔۱۲

[2] سرفہ کے معانی میں گھن کے ہیں جو سُرخ جسم اور کالے سر والا کیڑا جو چھوٹی لکڑیوں کو اپنے لعاب سے جوڑ کر گھر بناتا ہے اور اس میں داخل ہو کر مر جاتا ہے۔اسی سے مثال بھی دیتے ہیں ھو اصنع من سرفۃ. وہ سرفہ (گھن) سے زیادہ کاریگر ہے۔ (مصباح ص ۳۷۴)

پھرانہوں نے ان پراتنی زبردست پابندی لگادی کہ وہ خاص وقت میں نکالتے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اس بائیکاٹ میں ساری قوت صرف کردی۔ انہوں نے یہ معاملہ تین سال تک قائم رکھا۔ پھر جناب باری تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو اس معاہدہ نامہ پر مطلع کیا۔ جس میں ان لوگوں نے جور وظلم کی باتیں اور اس قسم کے معاہدے کی پابندی پر عمل کرنے کو واجب قرار دیا تھا۔ چنانچہ اس معاہدہ نامہ کو سوائے اللہ رب العزت کے نام کے سب کو دیمک چاٹ گیا تھا۔ بعد میں ابوطالب نے اہل قریش کو یہ بات بتائی کہ تمہارے اس معاہدہ نامہ کو دیمک چاٹ گیا ہے تو قریش نے جب صحیفہ کو دیکھا تو واقعی وہی بات تھی جیسے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان کو بتایا تھا۔ چنانچہ قریش نے ان تمام محصورین کو شعب ابی طالب سے رہا کر دیا۔ (بخاری ومسلم)

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ ایک کھجور کے تنے کے قریب نماز پڑھ رہے تھے اور آپؐ نے اسے منبر بنالیا تھا۔ وہ تنا آپؐ سے اس طرح محبت والفت کرنے لگا جیسے کہ اونٹنی اپنے بچے سے پیار کرتی ہے۔ پھر آپؐ نے اپنا دست مبارک اس پر پھیرا تو وہ اپنی جگہ پر ٹھہر گیا۔ پھر جب کبھی وہ سجدہ گاہ ختم ہونے لگا اور بدلنے لگا تو ابی بن کعبؓ نے اس تنے کو اپنے گھر لے جا کر محفوظ کرلیا۔ جب وہ کھجور کا تنا بوسیدہ ہوگیا تو اس کو دیمک نے چاٹ ڈالا۔ چنانچہ وہ ریزہ ریزہ ہوگیا۔ (ابن سعد وابن ماجہ)

(اس کا تفصیلی ذکر باب الدال فی لفظ الدابۃ کے عنوان میں آجائے گا)

دیمک کا شرعی حکم

دیمک گندی چیز ہے اس لیے اس کا کھانا حرام ہے۔ قاضی حسین نے فرمایا ہے کہ اگر کسی ایسی جگہ جہاں دیمک نے گھر بنالیا ہو اور وہ زمین ڈھیلے دار ہو تو اس مٹی سے تیمم کرنا جائز ہے۔ اور وہ مٹی دیمک کے لعاب کے اختلاط کی وجہ سے مانع نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ دیمک کا لعاب پاک ہے تو گویا دیمک کی لعاب دار مٹی کا حکم اس آٹے کا ہوگیا جس کو کسی سرکہ یا گلاب کے عرق سے گوندھا گیا ہو۔ لیکن دیمک کی چاٹی ہوئی لکڑی یا کتاب کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہو تو ان سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ یہ مٹی نہیں ہے اور تیمم صرف مٹی سے جائز ہے۔

کہاوت ومثال

عرب کہتے ہیں ھو اکل من ارضۃ وہ دیمک سے زیادہ کھانے والا ہے۔ یہ اس شخص کے لیے بولتے ہیں جو زیادہ کھاتا ہو۔

ھو اصنع من ارضۃ وہ دیمک سے زیادہ کاریگر ہے۔ یہ اس شخص کے لیے بولتے ہیں جو اپنے فن میں کمال رکھتا ہو۔

تعبیر

دیمک کو اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے تو وہ علوم میں بحث ومباحثہ اور تکرار وغیرہ پر دلالت کرتا ہے۔

ارقم[1]

چتکبرا سانپ۔ یہ وہ سانپ ہے جس کے جسم پر سفیدی وسیاہی دونوں اس طرح معلوم ہوتی ہیں جیسے کہ اس کے جسم پر کچھ لکھا گیا ہو یا کسی قسم کا کوئی نقشہ بنایا گیا ہو۔

---

[1] الارقم: PERIOPS

ایک واقعہ یوں نقل کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے کسی آدمی کی ہڈی توڑ ڈالی تو وہ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ بن خطاب کی خدمت میں قصاص کا مطالبہ لے کر آیا تو آپؓ نے کسی وجہ سے قصاص دلانے سے انکار کر دیا تو اس نے کہا کہ معاملہ تو بالکل ارقم (چتکبرا سانپ) جیسا ہو گیا ہے کہ دونوں صورتوں میں نقصان ہی نقصان ہے۔ اگر آپ سانپ کو چھوڑ دیں تو اس سے کسی وقت بھی ڈسنے کا خطرہ رہتا ہے اور اگر آپ اسے مار ڈالیں تو بھی نقصان کا اندیشہ رہتا ہے۔

ابن الاثیر کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ جنات سانپوں کے مارنے کا بدلہ لیا کرتے ہیں تو بسا اوقات ایسا ہوتا کہ سانپ کا قاتل انتقال کر جاتا یا پاگل ہو جایا کرتا۔ (النہایہ)

تو یہ بات بالکل ایسے ہی ہو گئی جیسے کہ کسی آدمی پر دو نقصان دہ چیزوں کا اجتماع ہو گیا ہو اور وہ اس کے ردعمل کی کسی بھی تدبیر سے واقف نہ ہو تو گویا اس کا دونوں طرف سے نقصان ہوتا ہے۔ ایک تو ہڈی بھی ٹوٹ گئی اور قصاص بھی نہیں ملا۔ (النہایہ)

بعض اہل علم نے یہ کہا ہے کہ ارقم (چتکبرا سانپ) وہ ہے جس کے جسم پر سُرخی اور سیاہی دونوں ہوتی ہیں چنانچہ مہذب الملک ارقم کو تشبیہ دیتے ہوئے کہتا ہے ۔

کانون أذهب برده کانوننا مابين سادات کرام حذق

ترجمہ: ''آتش دان نے اس کی ٹھنڈک کو ختم کر دیا ہے ہمارا آتش دان بڑے بڑے کریم لوگوں کے درمیان رکھا ہوا ہے۔''

بارقم حمر البطون ظهورها سود تلغلغ باللسان الازرق

ترجمہ: ''وہ آتش دان ارقم (چتکبرا سانپ) کے مانند ہے جس کے پیٹ میں سُرخ رنگ کے خطوط اور پشت میں چتکبری رنگ کی دھاریاں ہوں اور وہ لپلپا رہا ہو۔

ارنب [1]

خرگوش۔ اس کی جمع ارانب آتی ہے اور یہ اسم جنس ہے جس کا اطلاق نر اور مادہ دونوں پر ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا جانور ہے جو بکری کے چھوٹے بچے کے مشابہ ہوتا ہے۔ جس کے دونوں ہاتھ چھوٹے اور پیر لمبے ہوتے ہیں۔ زرافہ [2] جانور کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ نیز پچھلی ٹانگوں کی مدد سے ہی چلتا پھرتا ہے۔

جاحظ کہتے ہیں کہ جب تم ارنب بولو گے تو مادہ ہی مراد ہو گی جیسے کہ عقاب کہنے سے اس کی مادہ مراد ہوتی ہے اور یوں استعمال کریں گے۔ **هذا العقاب وهذه الارنب.**

مبرد نحوی نے کہا ہے کہ عقاب کا اطلاق نر اور مادہ دونوں پر ہوتا ہے۔ ان دونوں میں اسم اشارہ سے تمیز کریں گے جس طرح کہ ارنب میں کرتے ہیں۔ (الکامل)

عربی میں نر خرگوش کو خُزز کہتے ہیں اور اس کی جمع خزان آتی ہے جیسے کہ صرد وصردان. دیگر لغات میں اس کی جمع اخزة بھی

---

1 الارنب: اردو خرگوش۔ بلوچی ھرگوش۔ سندھی سھو۔ کشمیری خرگوش ۱۲۔

2 زرافہ ایک جانور کا نام ہے۔ جو اونٹ کے برابر ہوتا ہے اور اس کی اگلی ٹانگیں لمبی اور پچھلی چھوٹی ہوتی ہیں۔ نیز اس کی گردن گھوڑے کے مانند ہوتی ہے۔

ملتی ہے اور مادہ خرگوش کے لیے لفظ عکرشۃ استعمال کریں گے اور خرگوش کے بچے کے لیے خرنق استعمال کرتے ہیں اور اس کے چوزوں کے لیے تین لفظ علی الترتیب آتے ہیں۔ پہلے خرنق پھر سخلة پھر ارنب کہتے ہیں۔

زخرگوش کی ایک قسم ایسی ہوتی ہے کہ اس کے جسم کے ایک حصے میں ہڈی اور دوسرے حصے میں گوشت کا پٹھ ہوتا ہے۔ چنانچہ اس قسم کی نوع لومڑی میں بھی پائی جاتی ہے۔

بسا اوقات مادہ خرگوش اپنے نر سے خود جفتی کرنے لگتی ہے۔ چونکہ اس میں شہوت کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے۔ نیز مادہ خرگوش حالت حمل میں جفتی کر لیتی ہے۔ اس جانور میں عجیب وغریب بات یہ ہے کہ یہی جانور ایک سال نر رہتا ہے اور دوسرے سال مادہ بن جاتا ہے۔ (فسبحان القادر علی کل شئی)

عجیبہ، وغریب قصہ

ابن اثیر نے ۶۱۳ھ میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ میرے ایک دوست نے خرگوش کا شکار کیا تو جب اس نے اس خرگوش کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس میں عضو مخصوص بھی ہے اور ایک شرمگاہ بھی ہے۔ چنانچہ لوگوں نے جب اس کا پیٹ چاک کر کے معائنہ کیا تو دونوں چیزوں کو موجود ہونے کی وجوہات موجود تھیں۔

ابن اثیرؒ نے اس سے بھی تعجب خیز دوسرا واقعہ نقل کیا ہے کہ ہمارے ایک پڑوسی کی لڑکی تھی جس کا نام صفیہ تھا۔ جب اس کی عمر پچیس سال کی ہوئی تو اس کے مردانہ عضو مخصوص نکل آیا۔ پھر اس کے بعد اس کے داڑھی بھی نکل آئی۔ چناچہ اس میں دونوں جنسوں کے عضو مخصوص جمع ہو گئے۔ (اسی قسم کی مثال ضبع میں بھی آئے گی)

خرگوش کی خصوصیات

خرگوش کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ آنکھیں کھول کر سوتا ہے۔ جب شکاری آتا ہے تو اس کی آنکھیں کھلی ہوئی دیکھ کر یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ جاگ رہا ہے تو وہ واپس چلا جاتا ہے۔ خرگوش کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ جب یہ دریا دیکھتا ہے تو مر جاتا ہے۔ چنانچہ اسی لیے اکثر یہ دریا کے کنارے پائے جاتے ہیں۔ امام دمیریؒ کہتے ہیں کہ یہ درست نہیں۔

عرب خرگوش کے بارے میں یہ خیال رکھتے ہیں کہ جنات خرگوش میں حیض ہونے کی وجہ سے اس سے دور رہتے ہیں۔ چنانچہ شاعر نے کہا ہے ۔

وضحک الارانب فوق الصفا　　کمثل دم الحرب یوم اللقا

ترجمہ: ''صفا پہاڑی پر خرگوش کے حیض کا خون اس طرح بکھرا ہوا ہے جس طرح کہ جنگ کے دن خون بہتا رہتا ہے۔''

تنبیہ: چار قسم کے جاندار ایسے ہیں جن کو حیض آتا ہے (۱) عورت (۲) ضبع (لگڑ بگڑ ہنڈار) (۳) چگادڑ (۴) خرگوش۔ اور بعض اہل علم نے یہ بھی لکھا ہے کہ کتیا کو بھی حیض آتا ہے۔

چنانچہ جابر بن الحویرث عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے خرگوش کے بارے میں فرمایا کہ انہیں حیض آتا ہے۔'' (ابوداود)

ابن معین نے جابر بن الحویرث کے بارے میں فرمایا کہ میں انہیں نہیں جانتا لیکن ابن حبان ان کو ثقات میں شمار کرتے ہیں۔ لیکن صرف ایک ہی حدیث کی روایت ان سے مشہور ہے۔

ابن عمرؓ ہی سے ایک اور روایت میں ہے:

''جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک خرگوش پیش کیا گیا تو آپؐ نے اسے تناول نہیں فرمایا اور نہ اس سے روکا۔''
(البیہقی)

گویا حضور ﷺ کا خیال یہ تھا کہ خرگوش کو حیض آتا ہے اور وہ گوشت وغیرہ بھی کھاتا ہے۔ جگالی کرتا ہے مینگنی کرتا ہے نیز اس کے دونوں پیروں کے نیچے اور جبڑوں کے اندرونی حصے میں بال بھی ہوتے ہیں۔

خرگوش کا شرعی حکم

تمام علماء کے نزدیک خرگوش کا گوشت حلال ہے۔ لیکن ایک روایت کے مطابق مکروہ ہے جس کی روایت ابن عمرؓ اور ابن ابی لیلیٰ نے کی ہے اور ہم اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جس کو ایک طبقے نے انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ:

''(ایک دن) ہم نے مقام مرالظہران [1] میں (شکار کے لیے) ایک خرگوش کا تعاقب کیا۔ چنانچہ میں نے (دوڑ کر) اس کو پکڑ لیا اور پھر اس کو ابوطلحہؓ کے پاس لایا۔ ابوطلحہؓ نے اس کو ذبح کیا اور اس کا ایک سرین اور دونوں رانیں رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجیں۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے اسے قبول فرمالیا۔'' (بخاری ومسلم وترمذی)

اور بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اسے قبول فرما کر اس سے تناول بھی فرمایا۔ (کتاب الہبہ)

ایک دوسری روایت میں ہے:

''میں ایک طاقت ور نوجوان لڑکا تھا۔ میں نے ایک خرگوش کا شکار کیا اور اس کا گوشت پکایا۔ مجھے حضرت ابوطلحہؓ نے اس کی ایک ران دے کر حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔''

ایک دوسری حدیث میں ہے:

''جناب رسول اللہ ﷺ سے خرگوش کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ حلال ہے۔''

محمد بن صفوان سے ایک دوسری حدیث منقول ہے کہ:

''انہوں نے دو خرگوشوں کا شکار کیا پھر ان دونوں کو پتھر کے دو ٹکڑوں سے ذبح کیا۔ اتنے میں جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپؐ نے ان دونوں کو کھانے کا حکم فرمایا۔''

لیکن ابن قانع کی معجم میں محمد بن صفوان یا صفوان بن محمد سے روایت ہے۔

جن علماء نے خرگوش کے گوشت کو مکروہ قرار دیا ہے مثلاً ابن ابی لیلیٰ اور ان کے تمام موافق علماء وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

''حبان بن جزء کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن جناب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آپؐ خرگوش کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا نہ تو میں اسے کھاؤں گا اور نہ اسے حرام کہتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ پھر میں نے اس کی وجہ دریافت کی کہ ایسا کیوں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ اسے خون آتا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ اچھا لگڑ بگڑ (ہنڈار) کے بارے

---

[1] مرالظہران۔ یہ جگہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک پرانے راستہ کے قریب مکہ سے شمالی جانب تقریباً سولہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے یہ ایک نخلستانی علاقہ ہے جہاں تھوڑی بہت آبادی بھی ہے۔

میں کیا حکم ہے؟ آپؐ نے فرمایا لگڑ بگڑ کو کون کھائے گا۔ (ترمذی)

امام ترمذیؒ کے خیال میں اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے۔ نیز امام ابن ماجہ نے اس حدیث کو ابو بکر بن ابی شیبہ سے روایت کیا ہے۔ لیکن اس میں ضبع کے ساتھ ثعلب [1] اور ضب کا اضافہ موجود ہے۔

جب کہ بعض روایات میں ہے:

"اور میں نے نبی کریم ﷺ سے بھیڑیے کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا اسے کوئی بھی شخص نہیں کھائے گا جس کے اندر ذرا سا خیر ہوگا۔"

امام دمیریؒ فرماتے ہیں کہ کوئی ایسی ضعیف حدیث نہیں ہے جس میں خرگوش کی حرمت کی تصریح موجود ہو۔ لیکن ان دو قسم کی روایات سے صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ خرگوش گندہ جانور رہتا ہے لیکن اسے کھایا جا سکتا ہے۔

امثال

اہل عرب خرگوش سے بھی مثالیں دیا کرتے تھے۔ چنانچہ کہا کرتے **اقطف من ارنب واطعم اخاک من کلیة الارنب** (خرگوش سے گردے لے کر اپنے بھائی کو کھلاؤ) اسی طرح کی ایک دوسری مثال بھی ہے **اطعم اخاک من عقنقل الضب** (اپنے بھائی کو گوہ کی انتڑیاں کھلاؤ) یہ دونوں مثالیں اہل عرب غم خواری، غم گساری اور مدد کرتے وقت بولتے ہیں **فی بیتہ یوتی الحکم** (اس کے گھر میں ہی فیصلہ دیا جاتا ہے) اہل عرب نے یہ ضرب المثل جانوروں سے لی ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ایک واقعہ بھی مشہور ہے ایک خرگوش نے ایک کھجور اُٹھائی اسے لومڑی نے چھین کر کھا لیا۔ چنانچہ یہ دونوں جھگڑا کرتے ہوئے اپنا مقدمہ گوہ کے پاس لے گئے۔ خرگوش نے شکایت کرتے ہوئے کہا کہ اے ابوحسل (یہ گوہ کی کنیت ہے) تو گوہ نے کہا **سمیعاً دعوت** (کہ تو نے سننے والے ہی کو پکارا ہے) خرگوش نے کہا ہم دونوں تمہارے پاس فیصلہ کرانے کے لیے آئے ہیں تو گوہ نے کہا **عادلاً حکیمًا** (کہ تم منصف اور دانا ہی کے پاس آئے ہو) پھر خرگوش نے کہا تم ہمارے پاس آؤ۔ گوہ نے کہا **فی بیته یوتی الحکم** (عدالت میں ہی فیصلہ کے لیے آیا جاتا ہے)۔

خرگوش نے کہا کہ میں نے ایک کھجور پائی۔ گوہ نے کہا **حلوة فکلیها** (کھجور تو میٹھی ہوتی ہے کھا لو)۔ خرگوش نے کہا اس لومڑی نے چھین لیا ہے تو گوہ نے کہا **لنفسه بغی الخیر** (اپنے لیے ہی بھلائی اور اچھائی کی جاتی ہے)۔ خرگوش نے کہا کہ پھر میں نے اسے ایک ہاتھ رسید کیا۔ تو گوہ نے کہا **بحقک اخذت** (تو نے اپنا حق وصول کیا)۔ خرگوش نے کہا پھر اس نے میرے بھی رسید کر دیا۔ تو گوہ نے کہا **حرا انتصر لنفسه** (کہ آزاد نے اپنی ہی تو مدد کی)۔ تو خرگوش نے کہا تم ہمارے درمیان فیصلہ کر دو۔ تو گوہ نے کہا **قد قضیت** (میں نے تو فیصلہ کر دیا)۔

چنانچہ گوہ نے جو جو باتیں کہی تھیں وہ سب ضرب المثل کے طور پر استعمال ہونے لگیں۔

اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ بھی ہے:

ایک مرتبہ عدی بن ارطاۃ قاضی القضاۃ شریح کے پاس عدالت میں آئے تو عدی نے کہا آپ کہاں ہیں؟ تو قاضی شریح نے فرمایا **بینک وبین الحائط** (تمہارے اور دیوار کے درمیان ہوں)۔ عدی نے کہا کہ میں ایک مقدمہ لے کر آیا ہوں، آپ سماعت فرمائیے تو قاضی نے کہا **للاسماع جلست** (سننے ہی کے لیے تو بیٹھا ہوں)۔ عدی نے کہا میں نے ایک عورت سے شادی کی ہے تو قاضی نے

---

[1] لگڑ بگڑ۔ گوہ۔ لومڑی اور بھیڑیا ان سب کا گوشت بالاتفاق سب کے نزدیک حرام ہے۔ محمد عباس فتح پوری

فرمایا بالوفاہ و البنین (بیوی سے موافقت اور اولاد نصیب ہو)۔ پھر عدی نے کہا اس کے گھر والوں نے یہ شرط لگائی ہے کہ میں اسے ان کے گھر سے باہر نہیں لے جاسکتا۔ تو قاضی صاحب نے فرمایا اوف لھم بالشرط (تم ان کی شرط پوری کرو)۔ عدی نے کہا میں تو ان کے گھر سے لے جانا چاہتا ہوں۔ قاضی نے کہا فی حفظ اللہ (خدا حافظ ہے) عدی نے کہا آپ فیصلہ کر دیجئے۔ قاضی جی نے فرمایا قد فعلت (میں نے کر تو دیا)۔ عدی نے کہا کس پر کیا؟ قاضی صاحب نے فرمایا علی ابن امک (تمہاری ماں کے بیٹے پر)۔ عدی نے کہا کس کی شہادت سے؟ قاضی نے کہا بشھادۃ ابن اخت خالک (تمہاری خالہ کی بہن کے لڑکے کی شہادت دینے سے)۔

قاضی شریح کے حالات

شریح بن الحرث بن قیس الکندی۔ آپ کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا قاضی مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ کوفہ میں قاضی کی حیثیت سے پچھتر سال تک خدمت کرتے رہے۔ اتنی طویل مدت میں آپ سوائے تین سال کے برابر عہدہ قضاء پر مامور رہے۔

واقعہ یوں پیش آیا تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جو فتنہ اُٹھا تھا اسی دوران آپ سے حجاج بن یوسف نے استعفیٰ طلب کر لیا تھا۔ چنانچہ آپ نے فوراً استعفیٰ دے دیا۔ اس کے بعد آپ نے کبھی دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہیں فرمایا۔ پھر آپ کا انتقال ہو گیا۔

قاضی شریح کا شمار اکابر تابعین' باکمال اہل علم لوگوں میں ہوتا ہے۔ آپ خاص طور پر قضاء کے معاملات میں مکمل دسترس رکھتے تھے۔ آپ کے چہرے پر داڑھی اور مونچھ نہیں آئی تھی۔ اکابر میں اس قسم کے چار حضرات ایسے گزرے ہیں جن کے چہرے پر بڑھاپے تک بال نہیں آئے تھے۔ (۱) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (۲) قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ (۳) احنف بن قیس جو حلم و بردباری میں ضرب المثل ہیں (۴) قاضی شریح۔

ابن خلکان کہتے ہیں کہ قاضی شریح کے صرف ایک اولاد تھی چنانچہ جب آپ بیمار ہوئے تو یہی مرض آپ کا جان لیوا ثابت ہوا اور آپ کا انتقال ہو گیا۔ انتقال سے قبل آپ کا بیٹا بہت پریشان تھا مگر بعد میں وہ بالکل نہیں گھبرایا۔ یہ حالت دیکھ کر کسی نے آپ کے بیٹے سے سوال کیا۔ یہ کیا بات ہے کہ اس بیماری سے قبل تو آپ بہت پریشان نظر آرہے تھے اور آپ پر کسی طرح کے خوشی کے آثار نظر نہیں آتے تھے اور اب یہ حال ہے۔ تو آپ کے صاحبزادے نے جواب دیا کہ اس وقت میری گھبراہٹ اس کے لیے رحمت اور شفقت کے طور پر تھی۔ لیکن جب تقدیر کا لکھا ہوا واقع ہو گیا تو پھر میں اس کے قبول اور تسلیم کرنے پر رضامند ہو گیا۔ (وفیات الاعیان)

انہی سے متعلق امام ابن الفرج الجوزیؒ نے نقل فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ زیاد نے حضرت معاویہؓ کی خدمت میں لکھا: ''اے امیر المؤمنین! میں نے اپنے بائیں ہاتھ سے عراق کو آپ کے لیے قابو کر رکھا ہے اور دائیں ہاتھ کو آپ کی اطاعت وفرماں برداری کے لیے فارغ کر دیا ہے اس لیے مجھے حجاز کا والی بنا دیجئے۔ اس زمانے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ زندہ تھے اور مکہ میں سکونت پذیر تھے تو اس درخواست کی اطلاع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی کہ زیاد نے حضرت معاویہؓ سے اس قسم کی درخواست کی ہے۔ چنانچہ آپ نے زیاد کے لیے بددُعا فرمائی۔ خدایا! اگر آپ چاہیں تو ہم سب کو زیاد کے دائیں ہاتھ سے محفوظ رکھئے۔ اس بددُعا کا اثر یہ ہوا کہ زیاد کے دائیں ہاتھ میں طاعون ہو گیا اور تمام اطباء کا یہ اتفاق ہو گیا کہ دایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے۔

زیاد نے تمام اطباء کی اس رائے پر قاضی شریح سے مشورہ کیا (کہ مجھے یہ مرض ہے اور اطباء نے یہ مشورہ دیا ہے) قاضی شریح نے یہ مشورہ دیا کہ آپ ہاتھ نہ کٹوائیے۔ اس لیے کہ یہ رزق تو تقسیم ہو چکا ہے اور موت بھی مقرر ہو چکی ہے۔ مجھے یہ بُرا معلوم ہوتا ہے کہ آپ دُنیا

میں جب تک زندہ رہیں ہتھ کٹے رہیں۔ لیکن اگر آپ ہاتھ کٹوادیں گے اور اسی دوران موت بھی آجائے تو آپ خدائے پاک سے ہاتھ کٹنے کے بارے میں سوال کریں گے اور یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ اس لیے کہ جب خداوند قدوس آپ سے ہاتھ کٹنے کے بارے میں سوال کریں گے کہ تم نے اپنے ہاتھ کیوں کٹوائے تھے؟ تو آپ یہ جواب دیں گے کہ قضاء وقدر کے خوف اور آپ سے ملاقات نہ کرنے کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔ چنانچہ تاریخ میں موجود ہے کہ زیاد کی اسی دن موت واقع ہوگئی۔ زیاد سے اکثر لوگ خوش رہتے تھے۔ قاضی شریح کے اس قسم کا مشورہ دینے پر لوگ قاضی صاحب کو بُرا بھلا کہنے لگے تو آپ لوگوں کو جواب دیتے ہوئے کہتے تھے کہ اس نے مجھ سے مشورہ کیا تھا۔ اگر وہ مجھ سے مشورہ نہ کرتا اور مشورہ دینے والے کو امانت دار ہونے کی شرعی پابندی نہ ہوتی تو میں بھی یہی چاہتا کہ زیاد کا ایک ہاتھ آج اور پاؤں کل کاٹا جاتا۔ پھر ہر ایک عضو کو روزانہ کاٹا جاتا۔

اسی موقع سے ابوالفتح البستی نے اپنے لمبے قصیدہ میں کہا ہے

لا تستشر غیر ندب حازم فطن　　　قد استوت منه اسرار و اعلان

ترجمہ: ''ہوشیار وزیرک اور عقلمند کے علاوہ اور کسی سے مشورہ نہ کرنا چاہیے اس لیے کہ اس کے نزدیک اندرون اور بیرون دونوں برابر ہیں۔''

فللتدابیر فرسان اذا رکضوا　　　فیها ابرواکما للحرب فرسان

ترجمہ: ''اور تدبیروں کے لیے شہسوار بھی ہوتے ہیں جب کہ وہ اس میں قدم رکھتے ہیں تو لوٹتے ہیں جس طرح کہ میدان جنگ میں شہسوار ہوتے ہیں۔''

(یہ ایک طویل قصیدہ ہے باب ثاء میں ثعبان کے تحت اس قصیدہ کا ذکر بھی آجائے گا)

مورخ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ قاضی شریح سے حجاج بن یوسف ثقفی کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وہ مومن آدمی تھا؟ تو قاضی صاحب نے جواب دیا کہ وہ طاغوت (شیطان) پر ایمان ویقین رکھتا تھا اور اللہ کے ساتھ کفر کرتا تھا۔

قاضی صاحب کی وفات ۷۹ھ یا ۸۰ھ میں ہوئی۔ آپ کی ایک سو بیس سال کی عمر ہوئی۔

خرگوش کے طبی خواص

جاحظ [1] نے لکھا ہے کہ اہل عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر کوئی شخص خرگوش کے ٹخنے پہنے رہے تو اس پر نگاہ بد اور سحر اثر انداز نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ جنات [2] خرگوش کے قریب اس وجہ سے نہیں آتے کہ یہ ان جانوروں میں سے ہے جنہیں حیض آتا ہے۔

---

[1] ابوعثمان عمر بن محبوب جاحظ۔ یہ بڑے درجہ کے ادیب، فصیح اور بلیغ عالم گزرے ہیں۔ معتزلہ کے اماموں میں سے ہیں۔ نظام معتزلی کے شاگرد تھے۔ نیز ابوالقلمس عمرو بن قلع کنعانی کے غلام تھے۔ ان کے دادا سیاہ فام اور عمرو بن قلع کے ساربان تھے۔ جاحظ بصرہ میں پیدا ہوئے اور یہیں تعلیم حاصل کی۔ بعض نے لکھا ہے کہ باقاعدہ معتزلہ کے ایک فرقہ کے بانی تھے جو جاحظیہ نام سے مشہور ہوا۔ ان کا انتقال بصرہ ہی میں ۲۵۵ھ مطابق ۸۶۸ء میں ہوا۔ ان کی مشہور تصانیف ''کتاب الحیوان''، ''کتاب البخلاء'' اور ''البیان والتبیین'' وغیرہ ہیں۔

[2] ''جنات'' خدا کی ایک مستقل مخلوق ہے جس کی حقیقت تخلیق سے ہم اچھی طرح واقف نہیں اور نہ عام انسانی آبادی کی طرح نظر آتے ہیں لیکن قرآن نے جو تصریحات کی ہیں وہ ہمارے لیے ضروری قرار دیتی ہیں کہ ہم یہ اعتقاد رکھیں کہ وہ بھی انسان کی طرح مستقل مخلوق ہیں۔ اسی طرح وہ شریعت کے مکلف بھی ہیں ان میں توالد وتناسل کا سلسلہ بھی ہے۔ اسی طرح ان میں نیک وبد بھی ہیں۔ قرآن کی دیگر آیات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیطان بھی جن ہی کی نسل سے ہے اور ابلیس نے خدا کے سامنے بحث کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ اس کی آگ سے تخلیق ہوئی ہے۔ قرآن کریم میں جن اور جان۔ اجنۃ سینتیس مرتبہ اکیس آیات میں مذکور ہوا ہے۔ (قصص القرآن ص ۴۲ ج ۱)

- اگر کسی شخص کے شفا پا جانے کے بعد کسی عضو میں ارتعاشی کیفیت پیدا ہو گئی ہو تو ایسے شخص کو خشکی کے خرگوش کو بھون کر اس کا دماغ کھانے میں دیا جائے تو نہایت مفید ثابت ہوگا۔
- اگر کوئی شخص دو چنے کے برابر خرگوش کا دماغ لے کر نصف رطل کے چھٹے حصہ کے برابر گائے کا دودھ لے کر استعمال کرے تو اس نسخے کے عمل پیرا ہونے والے شخص پر بڑھاپے کا آثار پیدا نہ ہوں گے۔
- خرگوش کا انفحہ [1] (پنیر مایہ) سرطان [2] کے مرض میں لگانا بہت ہی مفید ہے۔
- اگر کوئی عورت نر خرگوش کے انفحہ کو پی لے تو اس کے نر اولاد پیدا ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی عورت مادہ خرگوش کی انفحہ پی لے تو لڑکی پیدا ہوگی۔
- اگر خرگوش کی مینگنی یا گوبر کو کوئی عورت باندھ کر لٹکا لے تو وہ عورت حاملہ نہیں ہو سکتی۔
- بقراط [3] نے لکھا ہے کہ خرگوش کا گوشت گرم خشک ہوتا ہے۔ پیٹ کو صاف کرتا ہے اور پیشاب اچھی طرح سے کھل کر آتا ہے اور وہ خرگوش اچھا سمجھا جاتا ہے جسے کتے نے شکار کیا ہو تو یہ موٹاپے کے اضطرابی حالت میں نفع بخش ہے۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ یہ عمل کرنے سے نیند ختم ہو جاتی ہے اور سوداء کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اس کے دفعیہ کے لیے اطباء نے تر مصالحے کی تجویز کی ہے۔ البتہ یہ مذکورہ عمل ٹھنڈے مزاج والوں کے لیے زیادہ سازگار معلوم ہوتا ہے۔
- اگر خرگوش کا دماغ بھون کر فلفل (سیاہ مرچ) کے ساتھ ملا کر کھایا جائے تو رعشہ کے لیے مفید ہے۔
- بعض خرگوش کا گوشت خشک ہوتا ہے اس لیے کہ انہیں چرنے کے لیے ایسی جگہ چھوڑ دیا جاتا ہے جہاں پانی میں گھاس پھونس وغیرہ رہتی ہے جس سے ان کے گوشت میں خشکی پیدا ہو جاتی ہے بہ نسبت ان خرگوشوں کے جن کو گھر ہی میں چرایا گیا ہو۔ اھ
- امام قزوینی [4] کہتے ہیں اگر ایک دانق خرگوش کے دماغ میں دو حبے کافور ملا کر کسی کو پلا دیا جائے تو جو بھی اس شخص کو دیکھے گا تو وہ محبت کرنے لگے گا اور اگر کوئی عورت اسے دیکھ لے گی تو وہ عاشق ہوگی۔ یہاں تک کہ ایک ساتھ رہنے کے لیے مطالبہ کرے گی۔
- خرگوش کا خون اگر کوئی عورت نوش کر لے تو وہ کبھی بھی حاملہ نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اگر اس کے خون کو سپید داغوں اور جھائیوں میں لگائے تو ان شاء اللہ وہ ختم ہو جائیں گے۔

---

[1] انفحہ بکری کا بچہ جو صرف ابھی دودھ ہی پیتا ہو اس کے پیٹ سے ایک چیز نکالتے ہیں اور کپڑے میں لت پت کر لیتے ہیں۔ پھر وہ پنیر کے مانند گاڑھا بن جاتا ہے عوام اسے انفحہ کہتے ہیں۔ ۱۲ مصباح اللغات۔ اردو میں پنیر مایہ اور حستہ بھی کہتے ہیں۔

[2] سرطان ایک پھوڑے کا نام ہے جس میں کیکڑے کی ٹانگوں کی طرح رگیں دکھائی دیتی ہیں۔ (مصباح اللغات) انگلش میں اسے کینسر کہتے ہیں۔

[3] بقراط مشہور قدیم اطباء میں سے ہے۔ یونان کے جزیرہ کوس میں ۴۶۰ قبل مسیح پیدا ہوا۔ اس کو ارتحششتا نے ہدیہ بھیج کر علاج معالجہ کے لیے بلایا تھا لیکن اس نے ہدیہ لینے سے انکار کر دیا اور معالجے کے لیے بھی نہیں گیا۔ اس لیے کہ وہ اس کے وطن کے دشمنوں میں شمار ہوتا تھا۔ اس کا انتقال تسالیا میں ہوا۔ اس کی بعض تصانیف کو عربی زبان میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ جیسے "تقدیمۃ المعرفۃ" اور طبیعۃ الانسان" وغیرہ۔ (المنجد ص ۸۰ ج ۲)

[4] زکریا قزوینی ۱۲۰۳ھ میں پیدا ہوئے۔ ایک زبردست عالم ہونے کے ساتھ ساتھ طبی علوم سے دلچسپی رکھتے۔ شہر واسط میں عہدہ قضا سنبھالا اور ایک عجیب وغریب کتاب "عجائب المخلوقات" تصنیف کی جس کی وجہ سے آپ بلینوس العرب اور ہیرودوتس کے لقب کے مستحق ہوئے۔ ۱۲۸۳ھ میں انتقال ہوا۔ ۱۲

- اگر کوئی عورت خرگوش کے دماغ کو کھا کر اس میں سے پھر تھوڑا اپنی شرمگاہ میں رکھ لے بعد میں شوہر سے صحبت کرے تو وہ عورت ان شاءاللہ حاملہ ہوگی۔ اسی طرح اگر اس کے دماغ کو لے کر بچوں کے مسوڑھوں میں لگا دیا جائے تو ان کے دانت جلد تر نکل آئیں گے۔
- اگر کوئی شخص خرگوش کے خون کا سرمہ آنکھوں میں لگائے تو اس کی آنکھوں میں کسی قسم کے بال نہیں آئیں گے۔ مہراس حکیم نے لکھا ہے کہ اگر خرگوش کے پتے کو گھی اور عورت کے دودھ میں ملا کر بطور سرمہ استعمال کریں تو اس سے آنکھوں کے پھوڑے اور دیگر زخموں سے نجات مل جائے گی۔
- خرگوش کے خون کو جسم کے کالے داغوں میں لگایا جائے تو ان شاءاللہ یہ شکایت جاتی رہے گی۔
- اگر کوئی بستر میں پیشاب کرنے کا عادی ہو گیا ہو تو خرگوش کا گوشت پابندی کے ساتھ کھانا مفید رہے گا۔ ارسطو نے لکھا ہے کہ اگر خرگوش کے پنیر مایہ کو سرکہ میں ملا کر نوش کیا جائے تو سانپ کے زہر کے لیے مفید ہے۔
- اسی طرح اگر اسے ایک لوبیا کے برابر نوش کرائیں تو چوتھیا کا بخار جاتا رہے گا۔ لیکن اگر ایک درہم کی مقدار پلائیں تو ولادت آسانی سے ہوگی۔
- اسی طرح اگر اس کے پنیر مایہ کو خطمی میں ملا کر زخم پر رکھ دیا جائے تو جس میں کیل وغیرہ پھنس گئی ہو تو وہ کیل ان شاءاللہ جلد تر نکل جائے گا اور اسی عمل سے بدن سے کانٹا بھی نکل جائے گا۔
- اگر خرگوش کے گوبر کو حمام (غسل خانہ) میں دھونی دے دیں تو پھر جو بھی اسے سونگھے گا تو اس سے گوز نکلے گی۔
- اگر کوئی شخص خرگوش کے خصیے کو کسی ایسی جگہ لیپ کردے جہاں کسی موذی جانور نے ڈس لیا ہو تو اس کے زہر کے اثرات جاتے رہیں گے۔
- اگر خرگوش کی چربی کو کسی عورت کے تکیے کے نیچے رکھ دیں تو وہ عورت خود بخود نیند کی حالت میں راز فاش کردے گی۔
- اگر کوئی خرگوش کی داڑھ کو گلے میں باندھ کر لٹکا لے تو وہ داڑھ کے درد سے محفوظ رہے گا اور اسے سکون نصیب ہوگا۔

تعبیر

خرگوش کی خواب میں تعبیر ایک خوب صورت عورت کی ہے لیکن اس عورت میں محبت والفت نام کی کوئی چیز نہیں ہوگی۔ اگر کسی شخص نے خواب میں خرگوش کو ذبح کردیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی عورت زندہ نہیں رہے گا یا اس سے جدا ہو جائے گی۔

اگر کسی شخص نے یہ دیکھا کہ اس نے خرگوش کا پکا ہوا گوشت کھایا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے ایسی جگہ سے رزق ملے گا جہاں سے اسے تصور تک نہ رہا ہوگا۔

اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے خواب میں خرگوش کا شکار کیا ہے یا کسی نے خرگوش بطور ہدیہ عنایت کیا ہے یا اس نے خرگوش خریدا ہے تو ان سب کی یہ تعبیر ہوگی کہ اسے رزق کی دولت نصیب ہوگی۔ لیکن اگر ان خوابوں کا دیکھنے والا غیر شادی شدہ ہو تو اس کا کہیں سے رشتہ آئے گا۔ لیکن اگر وہ شادی شدہ تھا تو اس کی اولاد ہوگی یا وہ اپنے مخالف آدمی پر غالب اور کامیاب ہوگا۔

ارنب بحری

دریائی خرگوش۔ امام قزوینیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ ایک ایسا جانور ہوتا ہے جس کا سر خرگوش کے مانند اور اس کا تمام بدن مچھلی کی طرح ہوتا ہے۔ لیکن شیخ الرئیس بن [1] سینا نے کہا ہے کہ وہ ایک چھوٹا ساز ہریلا جانور ہے جو سیپ میں پیدا ہوتا ہے اور وہ اتنا زہریلا ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اسے نوش کر لے تو فوراً ہمیشہ کی نیند سو جائے گا۔

شرعی حکم

اس کا گوشت چونکہ زہریلا ہوتا ہے اس لیے فقہا نے اس کا کھانا حرام قرار دیا ہے۔ چنانچہ یہ جانور فقہا کے اس قاعدے سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے **ما اکل شبهه فی البر اکل شبهه فی البحر** "جس جانور کا ہم شکل خشکی میں کھانا جائز ہوگا اس کا ہم شکل دریائی بھی جائز ہوگا"۔ اس لیے یہ جانور شکل وصورت میں خشکی والے خرگوش کے مکمل مشابہ نہیں ہوتا۔ صرف نام کی مشابہت علت کے لیے کافی نہیں سمجھی گئی۔

اُرْوِیَّة

پہاڑی بکری۔ **ارویه همزه** پر پیش اور زیر دونوں پڑھے جاسکتے ہیں۔ راء پر سکون واؤ پر زیر اور یاء پر تشدید کے ساتھ ہے اور یہ لفظ نر کے لیے بولا جاتا ہے۔ مادہ کے لیے وعولی استعمال کرتے ہیں۔ اسی مادہ سے ایک لفظ عورت کے لیے بھی بولتے ہیں۔ اس کی جمع مذکر

---

[1] بوعلی سینا۔ صفر ۳۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم وتربیت بخارا میں ہوئی۔ دس سال میں قرآن مجید اور علم ادب کا کافی حصہ ازبر کر لیا تھا۔ یہ ایک ماہر طبیب، زبردست منطقی وفلسفی گزرے ہیں۔ شیخ الرئیس کے نام سے مشہور ہوئے۔ بظاہر شیخ کی گفتگو سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے علم طب ذاتی مطالعہ سے حاصل کیا ہے لیکن ابن ابی اصیبعہ نے عیسیٰ بن مسیحی جرجانی کے حال میں لکھا ہے کہ وہ فن طب میں شیخ کے استاد تھے۔ (طبقات الاطباء ص ۳۲۸ ج ۱)

ان کے مطالعہ کا یہ حال تھا کہ رات دن معروف مطالعہ رہتے جب کوئی دشواری پیش آتی تو مسجد میں تشریف لے جاتے۔ دُعا مانگتے تو وہ پیچیدگی دور ہو جاتی ایک مرتبہ بخارا کا فرماں روا نوح بن منصور بیمار ہو گیا اور تمام اطباء اس کے علاج سے عاجز ہو گئے تو ان کو بلایا گیا۔ وہ ان کے علاج سے شفا پا گئے تو آپ کی شہرت ہو گئی اس کے مقربین میں ہو گئے۔ اسی کی وجہ سے اس کو حاکم کے مخصوص کتب خانہ میں جانے کی اجازت مل گئی۔ یہ نہایت تندرست اور قوی آدمی تھے۔ لیکن غیر محتاط ہونے کی وجہ سے کمزور ہو گئے۔ کبھی کبھی مطالعہ کے لیے نیند کو دور کرنے کے لیے شراب بھی نوش کر لیتے۔ پھر شراب کے خوگر ہو گئے۔ جس کی وجہ سے صحت پر بُرا اثر پڑا۔ لیکن راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔ شیخ ہی وہ پہلے شخص ہیں جس نے دربار شاہی سے تعلق پیدا کیا۔ ورنہ اس سے قبل اطباء اس کو عار سمجھتے تھے۔ شیخ نے سب سے بڑا کارنامہ یہ کیا کہ علمی اصول پر تصوف کو مرتب کیا۔ جو باتیں مستبعد معلوم ہوئیں ان کو عقلی دلائل سے ثابت کیا۔

شیخ نے پہلی بار آنکھ کے طبقات ملتحمہ صلبیہ، قرنیہ مشیمیہ عنبیہ اور شبکیہ اور رطوبات جلدیہ وبیضیہ کو واضح طور پر بیان کیا اور عصب بصری تقاطع صلیبی کی تشریح بھی کی (حکمائے اسلام کے تشریحی کارنامے) شیخ کے مشہور تلامذہ ہیں (۱) ابن ابی صادق (۲) المعصومی۔ ان کے بارے میں شیخ کہتے تھے کہ ان کو میرے یہاں وہ مقام حاصل ہے جو افلاطون کے یہاں ارسطو کو (۳) جوزجانی (۴) حسین بن طاہر زیلہ اصفہانی نحوی (۵) بہمن یار بن مرزبان وغیرہ ہیں۔ شیخ کی مشہور تالیفات کتاب الحیوان، کتاب النباتات، کتاب الشفاء، کتاب القانون، کتاب القولنج، کتاب الهدایہ۔ رسالہ حی بن یقظان ورسالۃ الطیر وغیرہ ہیں۔ رمضان ۴۲۸ھ بروز جمعہ ہمدان میں ترپن یا اٹھاون سال کی عمر میں وفات پائی۔

اور مونث دونوں کے لیے اراوی ' اراو' اروی وغیرہ آتی ہے۔اصل میں اروية افعولة کے وزن پر آتا ہے۔لیکن علماء صرف نے دوسرے واؤ کو یاء سے بدل کر واؤ میں مدغم کردیا ہے۔ واؤ کو یاء کی مناسبت سے زیر کردیا ہے۔اسی لیے ثلاث اراوی افاعیل کے وزن کے مطابق استعمال کریں گے۔لیکن جب اس سے بھی زیادہ کثیر تعداد کو تعبیر کرنا ہو تو اروی همزه کو زبر دے کر افعل کے وزن کے مطابق صرفی قواعد کے خلاف استعمال کریں گے۔

نیز بعض لغویین نے اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ الاروی بکری کو کہتے ہیں۔

پہاڑی بکری کا ذکر احادیث میں

حدیث شریف میں مذکور ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حالت احرام میں ایک پہاڑی بکرا بطور ہدیہ پیش کیا گیا۔دوسری حدیث میں اسی طرح ہے کہ:

''عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ جنگ اُحد کے دن میں پہاڑ پر اس طرح سے پناہ گزین ہو گیا تھا جس طرح کہ پہاڑی بکری پہاڑ میں رہا کرتی ہے۔ پھر میں اچانک نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ چند صحابہ کے جھرمٹ میں تشریف فرما ہیں اور آپؐ پر یہ آیت کریمہ نازل ہورہی ہے: ما محمد الا رسول قدخلت من قبله الرسل۔''

دوسری روایت میں عمرو بن عوف کے دادا سے مروی ہے:

''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ دین (اسلام) حجاز (مکہ اور مدینہ اور اس کے متعلقات) کی طرف اس طرح سمٹ آئے گا جس طرح کہ سانپ اپنے بل کی طرف سمٹ آتا ہے اور دین حجاز میں اس طرح جڑ پکڑ لے گا جیسے پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی پر رہنے لگتی ہے اور دین کسمپرسی کی حالت میں دُنیا میں آیا اور آخر میں بھی یہی حالت ہو جائے گی۔ پس خوش خبری [1] ہو غریبوں کو وہی اس چیز (یعنی میری سنت) کو درست کردیں گے جس کو میرے بعد لوگوں نے خراب کردیا ہوگا۔'' (ترمذی)

دوسری حدیث میں ہے:

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت یونس ابن متی علیہ السلام کھلے ہوئے چٹیل میدان میں ڈال دیئے گئے تو اللہ پاک نے وہاں پر کدو کا درخت اُگا دیا اور آپ کے لیے ایک جنگلی بکری کا انتظام کردیا جو خشکی سے چر کر آپ کے سامنے آکر ٹانگ اُٹھا دیتی۔آپ اس کے دودھ سے صبح وشام سیراب ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کا جسم گوشت سے بھر آیا۔''

ابن عطیہ [2] کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی راحت کے لیے کدو کا سایہ کردیا تھا۔اسی طرح آپ کی پرورش کا انتظام یوں کیا تھا کہ

---

[1] مطلب یہ ہے کہ اسلام دُنیا میں کسمپرسی کی حالت میں آیا۔اس معنی کو کہ اسلام کے ماننے والے غریب قسم کے لوگ اور کم تعداد میں تھے جس کی وجہ سے انہیں اپنے وطن کو چھوڑ کر دیگر ملکوں اور شہروں کی طرف ہجرت کرنی پڑی۔اسی طرح آخر میں بھی ایسا ہی ہو جائے گا۔اسلام غریبوں ہی کی طرف لوٹ کر آئے گا اور قیامت کے قریب اس پر عمل کرنے والے اور ماننے والے بہت کم تعداد میں ہوں گے تو گویا اسلام کسمپرسی میں مبتلا ہو جائے گا۔اس لیے ان غریبوں اور کم تعداد مسلمانوں کے لیے جن کے قلوب ایمان واسلام کی روشنی سے منور ہوں گے خوش قسمتی اور سعادت ہے' اس لیے کہ آخر زمانے میں بھی بے چارے اسلام پر ثابت قدم رہیں گے اور کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسوۂ حسنہ سے اپنی زندگی کو سنواریں گے۔١٢

[2] ''ابن عطیہ'' ابو محمد عبدالحق بن ابی بکر بن عطیہ غرناطی۔ یہ زبردست مفسر گزرے ہیں۔ان کی تفسیر کا نام تفسیر المحور الوجیز ہے۔سنہ ٥٤٢ھ میں انتقال ہوا۔(قضاء الارب ص ٢٤٠)

آپ کی خدمت میں ایک پہاڑی بکری روزانہ صبح وشام آ کر دودھ پلایا کرتی تھی۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام پر فضل کا معاملہ فرمایا تھا۔قسم قسم کی غذا کدو سے ملتی تھی اور دل بہلانے کے لیے مختلف قسم کی دلچسپ چیزیں موجود رہا کرتیں۔

ابن جوزیؒ نے حضرت حسنؓ سے اللہ تعالیٰ کے قول ''وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ '' کے تحت اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں ایک پہاڑی بکری کو ایک پہاڑی درہ سے بھیجا تھا۔

اور عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ وہ ایک آدمی سے گفتگو کر رہے تھے وہ مغلوب ہو گیا تو اس نے یہ کہا کہ پہاڑی بکرا اور شتر مرغ دونوں ایک ساتھ جمع ہو گئے۔گویا وہ یہ مراد لے رہا تھا کہ دو آدمی متضاد گفتگو میں محو کلام ہیں۔اس لیے کہ پہاڑی بکرا تو چوٹی پر رہتا ہے اور شتر مرغ نرم اور خوشگوار علاقے میں پایا جاتا ہے۔

اس پہاڑی بکرے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بچوں کی شفقت ومحبت کا جذبہ موجود ہوتا ہے اور اگر کسی شکاری نے ان میں سے کسی ایک بچے پر حملہ کر کے شکار کیا تو دوسرا اس کے پیچھے ہی بھاگا چلا آتا ہے۔گویا وہ ایک ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔نیز اس جانور کے اندر ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا مادہ بھی پایا جاتا ہے۔مثلاً یہ ایسا کرتا ہے کہ جو چیزیں اس کے ماں باپ کھاتے ہیں وہ ان کو لے کر ان کی خدمت میں جاتا رہتا ہے۔پھر مزید حسن سلوک یہ کرتا ہے کہ جب اس جانور کے والدین بڑھاپے کی وجہ سے کھانے پینے سے عاجز ہو جاتے ہیں تو یہ جانور غذا کو اپنے دانتوں سے چبا چبا کر کھلاتا رہتا ہے۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ پہاڑی بکرے کے دونوں سینگوں میں دو سوراخ ہوتے ہیں جس سے وہ سانس لیتے رہتے ہیں اور جب یہ دونوں سوراخ کسی وجہ سے بند ہو جاتے ہیں تو ان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

پہاڑی بکرے کا شرعی حکم

پہاڑی بکری (بالاتفاق) حلال ہے۔مفصل مضمون باب واؤ میں وعل کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

امثال

''انما فلان کبارح الاروی ''واقعی فلاں آدمی پہاڑی بکرے کی شب کی طرح ہے۔اس لیے کہ پہاڑی بکرا پہاڑوں اور اس کی چوٹیوں پر رہتا ہے اس لیے وہ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل رہتا ہے۔لوگ اس کو بہت کم دیکھ پاتے ہیں۔اسی مناسبت سے جس شخص سے کرم واحسان کا وقوع کبھی کبھی ہو جایا کرتا ہو تو ایسے شخص کے لیے بطور مثل اور کہاوت کے استعمال کرتے ہیں۔اسی طرح دوسری مثال یہ ہے:''تکلم فلان فجمع بین الاروی والنعام '' فلاں شخص نے ایسی گفتگو کی کہ گویا پہاڑی بکرا اور شتر مرغ دونوں جمع ہو گئے۔یعنی دو متضاد چیزیں جمع ہو گئیں (جیسے کہ ابھی گزرا) اسی طرح تیسری مثال یہ ہے:''ماجمع بین الاروی والنعام '' یہ مثال اس وقت استعمال کی جاتی ہے جب کہ کسی وقت دو شدید مختلف المزاج چیزوں کا سنگم ہو تو یہ مثل بول کر یہ مراد ہوتی ہے کہ یہ خیر وشر ایک ساتھ کیسے جمع ہو گئے۔

فائدہ: سعیدؓ بن زید بن عمرو بن نفیل۔آپ ان دس خوش قسمت اصحاب میں سے ہیں جن کو دُنیا میں جنت کی بشارت سُنادی گئی ہے (مسلم شریف) میں روایت مذکور ہے کہ اروی بنت اویس آپ سے کسی معاملے میں اُلجھ گئیں۔چنانچہ اپنا مقدمہ لے کر مروان بن حکم جو اس دوران مقام حیرہ اطراف مدینہ میں رہا کرتے تھے' پہنچ گئیں تو اروی بنت اویس نے یہ شکایت کی کہ جناب سعید بن زید میرے حق کو دینا نہیں چاہتے اور انہوں نے میری زمین کے کچھ حصے کو اپنے قبضے میں کرلیا ہے۔اروی کا یہ بیان سن کر جناب سعید بن زید نے فرمایا

کہ میں اس عورت پر کیسے ظلم کرسکتا ہوں حالانکہ میرے سامنے نبی کریم ﷺ کی وہ حدیث بھی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

''اگر کوئی شخص کسی کی زمین کے ایک بالشت کے برابر بھی حصہ پر زبردستی قبضہ کرے گا تو اس کو قیامت کے دن سات زمینوں کے برابر کی طوق پہنائی جائے گی۔''

یہ کہہ کر آپؓ نے اس کے لیے زمین چھوڑ دی۔ پھر آپؓ نے مروان بن حکم سے فرمایا کہ آپ اس عورت کے معاملے کو جانے دیجئے اور اس عورت سے بچئے۔ پھر آپؓ نے اس عورت کے لیے وہیں بددُعا فرمائی کہ:

اللّٰھم ان کانت کاذبة فاعم بصرھا واجعل قبرھا فی بئرھا.

''اے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو تُو اسے اندھی کردے اور اس کی قبر کنویں میں بنادے۔''

اس وقت اروی بن اویس اندھی ہوگئی۔ پھر اسی دوران ایک سیلاب آیا جس نے اس عورت کی زمین کی حدود کو واضح کردیا۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے اروی کو نابینا کردیا تو اس کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ وہ دیواروں کو کھوج کھوج کر پکڑ پکڑ کر چلتی تھی اور یہ کہتی تھی کہ مجھے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کی بددُعا لگ گئی ہے۔ چنانچہ وہ اسی حالت میں چلتی چلتی کنوئیں میں گر کر مرگئی۔

بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ اس عورت نے حضرت سعیدؓ سے یہ گزارش کی کہ وہ اس کے لیے دُعائے خیر فرمادیں تو آپؓ نے یہ جواب دیا کہ جو خصوصیت مجھے اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی ہے وہ میں کسی حالت میں واپس نہیں کرسکتا۔

ایک قول یہ مروی ہے کہ جب اہل مدینہ کسی کو بددُعا دیتے تو اکثر یہی کہا کرتے کہ:

اعماہ اللّٰہ کما اعمی اروی

''اے اللہ! اسے نابینا کردے جیسے کہ اروی کو کردیا تھا۔''

چنانچہ اہل مدینہ اروی سے اس عورت ہی کو مراد لیا کرتے تھے۔ پھر بعد میں جاہلوں نے بھی کہنا شروع کردیا **اعماہ اللّٰہ کما اعمی الاروی**۔ لیکن یہ **جہال الاروی** سے اس پہاڑی بکرے کو مراد لینے لگے جو اندھا ہو۔ اس لیے ان کا یہ خیال تھا کہ یہ پہاڑی بکرا اندھا ہوتا ہے لیکن صحیح وہ ہے جو ماقبل میں گزر چکا۔

طبی فوائد

اگر کوئی چست، فعال اور دوڑ دھوپ کرنے والا شخص ہو اور اسے تھکن اور بدن میں درد محسوس ہوتا ہو تو اس بکرے کے سینگ اور کھر کو پیس کر تیل میں ملا کر تمام بدن اور پنڈلی میں مالش کرے تو اسے اتنا آرام محسوس ہوگا جیسے کہ اس نے کوئی کام ہی کیا نہ ہو۔

اساریع

(سبزی کے کیڑے) اساریع (ہمزہ پر زبر ہے) اس کا واحد **اسروع** و **یسروع** ہے۔ ان سُرخ کیڑوں کو کہتے ہیں جو سبزی میں ہوا کرتے ہیں۔ یہ اس کی کھال کو اُتار کر اس کو اپنا بستر بنالیتے ہیں۔ ابن مالک فرماتے ہیں کہ ابن السکیت نے کہا ہے کہ اصل میں یسروع یاء پر زبر کے ساتھ ہی ہے۔ لیکن کلام میں یفعول کے وزن پر استعمال نہیں ہوتا ہے۔ اگرچہ بعض لغویین نے یہ بھی کہا ہے کہ اساریع وہ کیڑے کہلاتے ہیں جن کے سر سُرخ رنگ کے اور جسم سفید رنگ کے ہوتے ہیں اور وہ اکثر ریتلی زمین میں رہتے ہیں اور یہی وہ کیڑے ہیں جن سے عورتوں کی انگلیوں کو تشبیہ دیا کرتے ہیں۔

اور بعض اہل علم نے یہ لکھا ہے کہ اساریع **شعمة الارض** نامی کیڑوں کو کہتے ہیں (جس کو اردو زبان میں کیچوا کہتے ہیں) لیکن صحیح یہ ہے کہ اساریع کیچوے کو نہیں کہتے (جیسے کہ عنقریب ہی باب شین میں وضاحت آ جائے گی)۔

الکفاة میں مذکور ہے کہ اساریع وہ کیڑے ہیں جو لمبے لمبے جسم والے ہوتے ہیں اور ریت میں رہا کرتے ہیں اور انہی سے عورتوں کی انگلیوں کو تشبیہ دیا کرتے ہیں اور انہی کیڑوں کا دوسرا نام **نبات النقاوز** [1] بھی ہے۔ چنانچہ ادب الکاتب میں بھی اس بات کی تائید موجود ہے کہ اساریع وہ کیڑے ہیں جو نرم اور چکنے سفید رنگ کے ہوا کرتے ہیں جن سے عورتوں کی انگلیوں کو تشبیہ دیتے ہیں۔ اس کا واحد اسروع ہوتا ہے۔

اسی طرح ابن مالک نے اپنی کتاب **المنتظم الموجز فیما یھمز ولا یھمز** میں لکھا ہے کہ یسروع اور اسروع وہ کیڑے کہلاتے ہیں جو ترکاریوں میں ہوتے ہیں۔ یہ اس کی کھال کو اُتار کر اس کا بستر بنا لیتے ہیں اور پھر آخر میں یہی قول ابن السکیت کا بھی لکھا ہے۔ (الکفایۃ)

امام دمیریؒ کہتے ہیں کہ ابن السکیت کی طرف سے جو وضاحت بیان کی گئی ہے وہ اس طرح نہیں ہے بلکہ وہ یوں ہے کہ ابن السکیت نے کتاب اصلاح المنطق میں یہ لکھا ہے کہ اساریع وہ کیڑے ہیں جو ریت (رمل میں رہا کرتے ہیں یہ کھال کو اُتار کر اس کو اپنا بستر بنا لیتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ ابن السکیت کے یہاں بقل کا ذکر نہیں ہے بلکہ رمل کا ذکر ہے اس لیے یہی زیادہ قرین قیاس ہے کہ دراصل بقل (ترکاری) کا ذکر تھا اور رمل (ریت) کی کتابت یہ غلطی سے طبع ہو گئی ہے۔

اساریع کا شرعی حکم

ان کیڑوں کا کھانا حرام ہے اس لیے کہ ان کا شمار (حشرات الارض) کیڑے مکوڑوں میں ہوتا ہے۔

طبی فوائد

اگر ان کیڑوں کو باریک پیس کر کٹے ہوئے پٹھے پر رکھ دیا جائے تو فوراً ہی فائدہ ہوگا۔ امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ اگر اساریع کو دھو کر سکھا لیا جائے۔ پھر انہیں خوب باریک پیس کر اور تل کے تیل میں ملا کر ذکر میں لگانے سے ذکر موٹا ہو جاتا ہے۔ (الحاوی)

تعبیر

اگر کسی شخص کو یہ کیڑے خواب میں نظر آئیں تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ کوئی ایسا آدمی جو بظاہر متقی اور پرہیزگار معلوم ہوتا ہوگا لیکن اس آدمی کے حالات اور اس کا نفاق لوگوں پر پوشیدہ نہ ہوگا اس کے باوجود وہ چور اور ڈکیت ہوگا۔ تھوڑا تھوڑا کر کے مال سرقہ کر کے لے جائے گا۔

معبرین کہتے ہیں کہ یسروع ہرے رنگ کے کیڑے ہوتے ہیں جو انگور کی بیلوں مقائی اور خوشوں وغیرہ میں ملتے ہیں۔

اسفع (شکرا)

اسفع صقر اور شکرے کو کہتے ہیں جس کا رنگ سُرخی مائل سیاہ ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ اسفع اس کالے تل کو کہتے ہیں جو

---

[1] بعض نے اساریع کا دوسرا نام شحمۃ النقاء و نبات النقاء دونوں بتائے ہیں۔ ۱۲

عورت کے دونوں رخساروں میں ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ ایک صحیح حدیث میں مذکور ہے۔ امرأۃ سفعاء الخدین کہ ایک ایسی عورت کھڑی ہوئی جس کے دونوں رخساروں میں کالا تل تھا۔ نیز کبھی حمامۃ [1] (کبوتر) کو بھی سفعاء کہہ دیتے ہیں یا اسے کبوتری کے لیے بطور صفت استعمال کرتے ہیں۔ اس لیے کہ کبوتری ہو یا کبوتر اس کی گردن کا رنگ سیاہ مائل سُرخی ہوتا ہے۔ (مصباح ص ۱۷۴)

الاسقنقور

(ایک چھوٹی قسم کیا چھپکلی) ابن بختیشوع کہتے ہیں کہ یہ خشکی کا مگرمچھ ہے جس کا گوشت دوسرے درجے کا گرم ہوتا ہے۔ اگر اس میں نمک ملا کر ایک مثقال کے بقدر پیا جائے تو قوت باہ میں اضافہ کرتا ہے۔ اور شہوت کو اُبھارتا ہے اور گردے کی برودت کو دور کر کے اس میں گرمی پہنچاتا ہے اور اس کی تکلیف کو رفع کرتا ہے۔ ابن زہریؒ لکھتے ہیں کہ یہ مصر جیسے ممالک میں پائے جانے والے جانوروں میں سے ایک جانور ہے جو اپنی نشوونما کے آخری مرحلے میں چھپکلی جیسا ہوتا ہے۔

اگر اس کی آنکھ کو کسی ایسے شخص پر ملا جاوے جو رات میں ڈرتا ہو تو اسے اس مرض سے نجات دلاتا ہے۔ ہاں اگر اس کا دماغی توازن ہی خراب ہو تو اس میں یہ مفید نہیں ہوگا۔

ارسطاطالیس اپنی مشہور کتاب ''الحیوان الکبیر'' میں لکھتے ہیں کہ اس کا پینا قوت باہ میں اضافہ کرتا ہے اور مصر کے علاوہ تمام ممالک میں بھوک کو جگاتا اور خوراک بڑھاتا ہے۔ ہندوستانی بادشاہوں کو پیش کیے جانے والے ہدیوں میں یہ سب سے نفیس ہدیہ سمجھا جاتا تھا کیونکہ یہ لوگ اسے سونے کی چھری سے ذبح کرتے اور اس میں مصری نمک بھر کر اپنے وطن لے جایا کرتے تھے۔ پھر ایک مثقال کے بقدر جب اس نمک کو انڈے یا گوشت کے ساتھ استعمال کرتے تھے تو انہیں بے حد فائدہ محسوس ہوتا تھا۔

باب السین میں اسقنقور ہندی کی تفصیل ان شاء اللہ تمساح کے عنوان کے تحت آئے گی۔ کہ مگرمچھ (تمساح) جو کہ خشکی میں انڈا دیا کرتا ہے۔ اگر اس کا کوئی انڈا پانی میں چلا جائے اور اس سے بچہ پیدا ہو تو اسے ''تمساح'' کہتے ہیں اور جو خشکی ہی پہ پیدا ہوا سے اسقنقور کہتے ہیں۔

اسود سالخ

ایک خاص قسم کا سانپ ہے جو نہایت سیاہ ہوتا ہے۔ اسے ''سالخ'' اس لیے کہتے ہیں کہ سَلَخَ یَسلخ کے معنی اُتارنے کے ہیں اور یہ ہر سال اپنی کینچلی اُتارتا ہے۔ واحد کے لیے اسودٌ سالخٌ آتا ہے خواہ مذکر کے لیے ہو یا مؤنث کے لیے۔ مؤنث کے لیے صفت کا صیغہ سالخۃ (مؤنث) استعمال نہیں ہوتا۔ اس کا تثنیہ ''اسودان سالخ'' آتا ہے۔ امام اصمعی وابوزید فرماتے ہیں کہ سالخ جو کہ صفت کا صیغہ ہے، تثنیہ مستعمل نہیں ہے۔ مگر ابن درید نے اس کے بھی تثنیہ استعمال ہونے کو نقل کیا ہے۔ ہمارے (یعنی دمیری کے) نزدیک اصمعی کا ہی قول راجح ہے اور صحیح ہے۔ اس کی جمع اساود سالخۃ یا سوالخ آتی ہے۔

---

[1] عربی میں الحمام کبوتر کو کہتے ہیں۔ واحد کے لیے حمامۃ بھی استعمال کرتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ حمامۃ کا اطلاق نر و مادہ دونوں پر ہوتا ہے اس لیے کہ اس تاء تانیث کے لیے نہیں ہوتی ہے بلکہ تاء وحدت ہوتی ہے اور بسا اوقات حمام مفرد کے لیے بھی لاتے ہیں۔ اس کی جمع حمائم اور حمامات آتی ہے۔ (مصباح ص ۱۷۴)

اسودین سے تحفظ کی دُعا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کرتے اور رات ہوتی تو آپ یہ دُعا مانگتے اور یہ کہتے کہ:

"یَا اَرْضُ! رَبِّیْ وَ رَبُّکَ اللّٰہُ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّکَ وَشَرِّمَا فِیْکَ وَشَرِّمَا خُلِقَ فِیْکَ وَشَرِّمَا یَدُبُّ عَلَیْکَ. اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ اَسَدٍ وَ اَسْوَدَ وَ مِنَ الْحَیَّۃِ وَالْعَقْرَبِ وَ مِنْ سَاکِنِ الْبَلَدِ وَ مِنْ وَالِدٍ وَ مَا وَلَدَ. (رواہ ابوداؤد ونسائی والحاکم)

"اے زمین! میرا بھی اور تیرا بھی (سب کا) پروردگار اللہ ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی تیرے شر سے اور جو تمہارے اندر مخلوق ہے اس کے شر سے اور اس شر سے جو تمہارے اندر پیدا کیا گیا ہے میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی شیر اور اسود (یعنی خاص قسم کے سانپ) وبچھو سے اور ساکن البلد یعنی جنات سے اور والد وماولد یعنی ابلیس وشیاطین سے۔"

ساکن البلد سے مراد جنات اور والد وماولد سے مراد ابلیس وشیاطین ہیں۔

صحیحین میں مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز نماز کی حالت میں بھی اسودین یعنی سانپ وبچھو کو مار ڈالنے کا حکم دیا ہے۔ ابن ہشام نے اپنے اشعار میں اس کا تذکرہ اس طرح کیا ہے ؎

ما بال عینک لا تنام کانما کحلت اماقیها بسم الاسود

"تمہاری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ سوتی نہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ تم نے اس کی پتلیوں پہ سانپ کے زہر کا سرمہ لگا لیا ہے۔"

حنقا علی سبطین حلا یثربا اولی لهم بعقاب یوم الاسود[1]

"جن کو ان دونو اسوں کے بغض نے اندھا کر دیا ہے جو مدینہ میں مقیم ہیں۔ انہیں چاہیے کہ وہ سیاہ دن کے عذاب کا انتظار کریں۔"

اور امام شافعیؒ نے اپنے اشعار میں اسے اس طرح ذکر کیا ہے ؎

والشاعر المنطیق اسود سالخ والشعر منه لعابه و مجاجه

"اور زیادہ شعر گو شاعر اسود سالخ ہے شعر ہی اس کا لعاب اور اس کا جھاگ ہے۔"

وعداوة الشعراء داء معضل ولقد یهون علی الکریم علاجه

"شعراء کی دشمنی ایک دشوار مرض ہے۔ مگر شرفاء کے لیے اس کا علاج آسان ہے۔"

متفرق واقعات

عبدالحمید بن محمود فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس حاضر تھا کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ ہم لوگ حجاج کے پاس جا رہے تھے۔ جب ہم لوگ مقام "صفاح" پر پہنچے تو ہمارے ایک ساتھی کا انتقال ہو گیا۔ ہم لوگوں نے اس کے لیے قبر کھودی۔ اس درمیان میں دیکھتا ہوں کہ ایک سیاہ سانپ (اسود سالخ) آیا اور پوری قبر کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ ہم لوگوں نے ایک دوسری قبر کھودی مگر پھر وہی ہوا کہ اسی طرح ایک سانپ آیا اور پوری قبر کو اپنے گھیرے میں لے کر اس میں بیٹھ گیا۔ ہم لوگوں نے پھر ایک تیسری قبر کھودی مگر اس

---

[1] یوم اسود: غالباً اس سے شاعر کی مراد موت کا دن یا یوم قیامت ہے۔ (ج)

بار بھی وہی قصہ پیش آیا تو بالآخر ہم لوگ اسے یوں ہی چھوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں کہ آپ فرمائیں اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ اس کا وہ عمل ہے جسے وہ اپنی حیات میں کیا کرتا تھا۔ لہٰذا تم جاؤ اور اسے اسی طرح کسی کنارے میں دفن کر دو۔ کیونکہ اگر تم اس کے لیے پوری زمین بھی کھود ڈالو گے تو تم اسے اسی طرح پاتے رہو گے۔

اس شخص کا بیان ہے کہ ہم نے اسے بالآخر اسی طرح سانپ کے ساتھ ہی دفن کر دیا اور سفر سے واپسی کے بعد میں اس کی بیوی کے پاس گیا تاکہ اس کے عمل کے بارے میں کچھ دریافت کروں تو اس کی بیوی نے بتایا کہ وہ کھانا بیچا کرتا تھا اور ہر روز اپنے گھر والوں کے واسطے شام کی خوراک اس میں سے نکال لیا کرتا تھا اور اس میں اتنی ہی جو کی بھوسی ملا کر فروخت کر دیا کرتا تھا۔ چنانچہ اس کا عذاب اللہ نے اسے اس طرح دیا۔

امام طبرانیؒ اپنی کتاب **المعجم الاوسط** میں اور امام بیہقیؒ **کتاب الدعوات الکبیر** میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت بسند عکرمہ نقل کی ہے۔ اس میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب قضاء حاجت کے لیے جایا کرتے تو بہت دور نکل جاتے۔ ایک روز آپ قضاء حاجت کے واسطے تشریف لے گئے اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ آپؐ نے خفین (جوتے) کو اُتار کر الگ رکھ دیا۔ پھر پہنتے وقت ابھی ایک ہی خف پہنا تھا کہ ایک پرندہ آیا اور دوسرا خف لے کر اڑ گیا اور خوب اونچائی پہ جا کر چکر لگانے لگا۔ اسی دوران اس خف سے ایک سیاہ رنگ کا سانپ (اسود سالخ) نکل کر زمین کی طرف گرا۔ آپؐ نے اسے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ یہ ایک عظیم احسان ہے جو اللہ نے ابھی مجھ پر کیا ہے۔ پھر یہ دعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَنْ یَمْشِیْ عَلٰی بَطْنِہٖ وَمَنْ شَرِّ مَنْ یَمْشِیْ عَلٰی رِجْلَیْنِ وَمِنْ شَرِّ مَنْ یَمْشِیْ عَلٰی اَرْبَعٍ.

"اے اللہ! ہم پناہ مانگتے ہیں آپ کی اس کے شر سے جو اپنے پیٹ کے بل چلتا ہے (مثلاً سانپ بچھو) اور اس کے شر سے جو دو پاؤں کے سہارے چلتا ہے (مثلاً انس وجن) اور اس کے شر سے جو اپنے چار پاؤں کے سہارے چلتا ہے۔ (مثلاً حیوانات و درندے)۔"

اس حدیث کی دوسری نظائر کا جو صحیح الاسناد بھی ہیں۔ ان شاء اللہ باب الغین میں غراب کی بحث کے ذیل میں آجائیں گی۔

سالم بن ابی الجعد کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم میں ایک شخص تھا جو لوگوں کو بہت تکلیف پہنچایا کرتا تھا۔ لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے شکایت کی اور درخواست کی کہ آپؑ اس کے لیے بددعا کریں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے جواب دیا کہ جاؤ تم اس کے شر سے محفوظ ہو جاؤ گے۔ وہ شخص روزانہ لکڑی چننے جایا کرتا تھا۔ چنانچہ وہ اس روز بھی اس ارادہ سے نکلا۔ اس روز اس کے ساتھ دو چپاتی تھیں اس نے ایک کو کھا لیا اور دوسری صدقہ کر دی۔ غرض وہ گیا اور لکڑی چن کر شام کو صحیح و سالم واپس لوٹ آیا' اسے کچھ نہیں ہوا۔ لوگ صالح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ وہ لکڑی چن کر صحیح و سالم لوٹ آیا ہے اسے کچھ بھی نہیں ہوا۔ حضرت صالح علیہ السلام کو تعجب ہوا۔ انہوں نے اس شخص کو بلوایا اور اس سے دریافت کیا کہ تم نے آج کون سا عمل کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ میں آج لکڑی چننے نکلا تھا اور میرے پاس دو روٹیاں تھیں' میں نے ایک کو صدقہ کر دیا اور دوسری کو کھا لیا تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اس لکڑی کے گٹھر کو کھولو۔ لوگوں نے اسے کھولا تو اس میں سے ایک سیاہ سانپ (اسود سالخ) کسی درخت کے تنے کی مانند پڑا ہوا تھا اور اپنا

دانت لکڑی کے ایک موٹے تنے پر گاڑے ہوئے ہے تو حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے اسی عمل یعنی صدقہ کی وجہ سے اللہ نے تجھے اس سے بچالیا۔

اس کی نظیر ان شاء اللہ باب الذال میں ذئب کے بیان میں بالتفصیل آئے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک جماعت کا گزر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سے ہوا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیش گوئی فرمائی کہ ان شاء اللہ اس میں سے ایک کی موت آج واقع ہوگی۔ وہ لوگ گزر کر چلے گئے اور جب شام کو واپس لوٹے تو ان کے ساتھ لکڑی کا ایک گٹھا تھا اور ان میں سے کوئی بھی نہیں مرا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ اسے رکھو اور جس کے مرنے کی پیش گوئی کی تھی اس سے کہا کہ اسے کھولو۔

چنانچہ جب اس نے اسے کھولا تو اس میں سے ایک سیاہ رنگ کا سانپ (اسود سالخ) نکلا۔ حضرت عیسیٰ نے اس سے دریافت کیا کہ تم نے آج کون سا عمل کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ایسا تو کوئی بھی عمل نہیں کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ غور کرو اور سوچو (تم نے ضرور کوئی نیک عمل کیا ہوگا) تو اس نے جواب دیا کہ یوں تو میں نے کوئی بھی نیک عمل نہیں کیا۔ البتہ میرے پاس روٹی کا ایک ٹکڑا تھا۔ ایک مسکین میرے پاس سے گزرا اور مجھ سے سوال کیا تو میں نے اس کا کچھ حصہ دے دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے اسی عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے محفوظ رکھا۔

اِصْرَمَان

(کوا اور بھیڑیا) ابن السکیت فرماتے ہیں کہ ان دونوں (کوا اور بھیڑیا) کو اصرمان اس لیے کہتے ہیں کہ یہ دونوں انسانوں سے الگ تھلگ اور دور رہتے ہیں۔ اصرمان کا اطلاق[1] رات اور دن پر بھی ہوتا ہے۔ اس لیے ان میں سے ہر ایک دوسرے سے جدا اور منقطع ہوتے ہیں۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ

امام احمدؒ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اکثر یہ کہا کرتے تھے کہ ایک ایسے شخص کے بارے میں بتاؤ جس نے پوری عمر کبھی نماز نہیں پڑھی۔ مگر جنت میں داخل ہوگیا؟ لوگوں کو اگر معلوم نہ ہوتا تو آپؓ سے دریافت کرتے کہ آپ ہی بتا دیجئے تو بتاتے کہ وہ اصیرم بن عبدالاشہل ہیں۔

عامر بن ثابت فرماتے ہیں کہ میں نے محمود بن لبید سے دریافت کیا کہ ان کا یہ واقعہ کس طرح ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ وہ اسلام کا انکار کیا کرتے تھے۔ مگر جب غزوۂ اُحد کا موقع آیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بہ نیت جہاد اُحد کی طرف نکلے تو اصیرم پہ اسلام کی حقانیت واضح ہوگئی اور وہ اسی وقت اسلام قبول فرما کر تلوار ہاتھ میں لے کر جہاد کے لیے نکل پڑے اور جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔ صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی شہادت کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ اہل جنت میں سے ہے۔

---

[1] یعنی جس طرح کوا اور بھیڑیا کے لیے اصرمان کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اسی طرح رات و دن کے مجموعہ کے لیے بھی اصرمان کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

اَصَلَةٌ

(بہت زہریلا سانپ) ہمزہ صاد اور لام تینوں پر زبر ہے اس کی جمع اَصَل ہے۔
ابن انباری لکھتے ہیں کہ یہ ایک چھوٹے جسم اور بڑے سر کا سانپ ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ گھوڑ سوار پہ جست لگا کر اسے کاٹتا اور ہلاک کرتا ہے۔
کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ یہ ایک نہایت اذیت رساں سانپ ہے۔ اس کے ایک پاؤں ہوتا ہے وہ اس پر کھڑا ہوتا' گھومتا اور جست لگاتا ہے۔
امام اصمعیؒ نے اپنے اشعار میں اس کا ذکر اس طرح کیا ہے ۔

یا رب ان کان یزید قد اکل لحم الصدیق عللا بعد نهل

ترجمہ: "اے پروردگار! اگر یزید نے دوست کا گوشت خوب سیر ہو کر کھالیا ہے۔"

فاقدرله اصلة من الاصل کبساء کالقرصة اوخف جمل

ترجمہ: "تو تُو اس پر (اصلہ) سانپوں میں سے کوئی سانپ مسلط کردے جو گوے یا اونٹ کے تلوے کی طرح اس پر لیٹا ہوا اور اسے ڈھکے ہوئے ہو۔"
امام نحو علامہ جاحظ اہل عرب کا قول نقل کرتے ہیں کہ وہاں کے بدوی کہا کرتے ہیں کہ (اصلہ) سانپ جہاں سے گزرتا ہے (شدت زہر کی وجہ سے) اسے جلا ڈالتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ہلاک کرنے اور ہر چیز کے استیصال کرنے کی وجہ سے اس کا نام "اصلہ" رکھا گیا ہے۔

دجال کی پہچان

حدیث میں دجال کی ایک پہچان یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کا سر (اصلہ) سانپ کے سر جیسا ہوگا اور بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ اس سانپ کا چہرہ انسان ہی کے چہرے کی طرح کافی بڑا ہوتا ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ اس کا چہرہ اس طرح کا اس وقت ہوتا ہے جبکہ اس کی عمر ایک ہزار سال ہو جائے۔
اس سانپ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسے کوئی شخص اگر دیکھ لے تو وہ سانپ اس کو چھوڑتا نہیں مار ہی ڈالتا ہے اس کی مزید کچھ تفصیل ان شاء اللہ باب الحاء میں آجائے گی۔

اَطْلَسُ

(سیاہ بھیڑیا) یہ سیاہی مائل خاکستری رنگ کا ایک بھیڑیا ہے۔ نیز ہر وہ جانور جو اس رنگ کا ہو اسے اطلس کہا جاتا ہے۔ کمیت نے محمد بن سلیمان ہاشمی کی مدح میں جو اشعار کہے ہیں اس میں اس کا تذکرہ اس طرح کیا ہے ۔

تلقى الامان على حياض محمد ثولا مخرفة و ذئب اطلس

ترجمہ: "محمد کے دربار میں مجتمع شہد کی مکھی اور سیاہی مائل خاکستری بھیڑیئے نے بھی پناہ حاصل کی ہے۔"

لاذی تخاف ولا لهذا جراة تهدی الرعیة ما استقام الرئیس

ترجمہ: ''یہ ایسی پناہ ہے جہاں لوگ خوف کھاتے ہیں مگر اس کی جرأت نہیں' جب تک امیر باقی ہیں وہ رعایا کی رہبری وقیادت کرتے رہیں گے۔

علامہ جوہری نے اس شعر سے یہ دلیل دی ہے کہ سرداران قوم کے لیے جس طرح قیم کا لفظ (بطور لقب) استعمال کرتے ہیں۔اسی طرح لفظ رئیس کا بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

اطوم

(سمندری کچھوا) اطوم بروزن اَنُوق۔علامہ جوہریؒ فرماتے ہیں کہ یہ سمندری کچھوا ہے۔کچھ لوگوں نے اسے موٹے کھال کی مچھلی بتلایا ہے جس کا چمڑا اونٹ کے چمڑے جیسا ہوتا ہے اور اس سے شتربانوں کے لیے خف تیار کیا جاتا ہے۔کچھ حضرات نے اسے زرافہ اور کچھ نے گائے کہا ہے۔

ابن سیدہ کہتے ہیں کہ اس سمندری کچھوے کو اطوم اس لیے کہتے ہیں کہ یہ مچھلی کے مشابہ ہوتا ہے اگرچہ اس کا چمڑا موٹا اور سخت ہوتا ہے۔

اطیش

ابن سیدہ فرماتے ہیں کہ یہ ایک پرندہ ہے۔اطیش کے لغوی معنی خفت عقل اور بے وقوفی کے ہیں اور اسی معنی میں امام شافعیؒ نے بھی اسے استعمال کیا ہے۔چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ مارایت افقه من اشهب لو لا طیش فیه یعنی اگر اشھب میں خفت عقل و بے وقوفی نہ ہوتی تو اس سے بڑا فقیہہ میں نے نہ دیکھا ہوتا۔

اشھب کون ہیں؟

یہ اشھب بن عبدالعزیز بن داؤد ہیں' مصران کا اصل وطن ہے۔یہ فقہ مالکی کے بڑے چوٹی کے فقیہہ تھے۔ان کی تاریخ ولادت کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ جس سال حضرت امام شافعیؒ کی ولادت ہوئی ہے اسی سال ان کی بھی ولادت ہوئی۔یعنی دونوں حضرات کی پیدائش ۱۵۰ھ میں ہوئی ہے۔ان کی وفات امام شافعیؒ کی وفات کے ۱۸ دنوں بعد ہوئی ہے۔

ابن عبدالحکیم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے سُنا کہ یہ امام شافعیؒ کی موت کے لیے دُعائیں کرتے تھے۔امام شافعیؒ سے جب اس کا تذکرہ کیا گیا تو انہوں نے فرمایا ؎

تمنی رجال ان اموت و ان امت فتلک سبیل لست فیها باوحد

ترجمہ: ''لوگ میری موت کی تمنائیں کرتے ہیں اور اگر میں مر بھی گیا تو یہ ایک ایسی راہ ہے جس میں میں منفرد نہیں ہوں (بلکہ ہر کسی کو اس راہ سے گزرنا ہے)۔''

فقل للذی یبغی خلاف الذی مضی تهیأ لاخری مثلها فکان قد

ترجمہ: ''تو اس سے کہہ دو جو گزرے ہوئے (یعنی جو تقدیر میں لکھا جا چکا اور جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی) کے خلاف راہیں تلاش کر رہا ہے (اور آرزوئیں لگا رہا ہے) کہ وہ موت جیسی ہی کسی اور آفت کی آمد کی تیاری کرے۔ کیونکہ موت تو ایک امر واقعہ ہے (وہ تو آ کر ہی رہے گی)۔''

شیخ ابن عبدالحکیم فرماتے ہیں کہ جب امام شافعیؒ کا انتقال ہوا تو اشہبؒ نے ان کے ترکہ میں سے ایک غلام خرید لیا۔ پھر جب امام اشہبؒ کی وفات ہوگئی تو پھر ایک ماہ بعد میں نے ان کے ترکے سے اسی غلام کو خرید لیا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابن عبدالحکیم فرماتے ہیں کہ جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ شکم مادر میں مستقر ہو گئے تو آپ کی ماں نے یہ خواب دیکھا کہ ستارہ مشتری اپنے برج سے نکل کر مصر میں ٹوٹ کر گر گیا۔ پھر وہ ہر شہر اور ہر ملک میں کمان بن کر واقع ہوا۔ تو یہ خواب سن کر علماء معبرین نے یہ تعبیر بتائی کہ خواب دیکھنے والی عورت سے ایک زبردست عالم پیدا ہوگا جس کے علوم سے خاص طور پر مصر والے مستفید ہوں گے۔ پھر اس کے بعد تمام ممالک والے اس سے مستفید ہوں گے۔ تمام علماء کرام کا اتفاق ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ورع وتقویٰ امانت ودیانت وغیرہ میں ثقہ اور قابل اعتماد ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے اصول فقہ میں سب سے پہلے کلام کیا ہے اور مسائل کے استخراج کا کام شروع کیا۔ آپ کا حال یہ تھا کہ جب کوئی شخص آپ کی خدمت میں تازہ کھجور پیش کرتا تو آپ اس سے فرماتے کہ بھائی تم نے یہ کتنا عمدہ اور قابل تحسین کام کیا ہے۔ لیکن علم کی دولت تمہارے اس کام سے زیادہ محبوب ترین ہے۔ پھر اس کے بعد آپ کھجور نہیں کھاتے تھے۔

آپ کے حالات میں یہ آتا ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ ایک باندی خریدی۔ آپ کا رات میں مطالعہ ودرس وغیرہ کا معمول رہا کرتا تھا۔ آپ کی باندی آپ کی ملاقات کی منتظر کھڑی رہا کرتی تھی لیکن آپ اس کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوتے تھے تو ایک دن وہ باندی غلاموں کے تاجر کے پاس گئی اور اس سے شکایت کی کہ اچھا تم نے مجھے ایک مجنون آدمی کے ہاتھ فروخت کر کے قید ومشقت میں ڈال دیا ہے۔ جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو اس شکایت کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ بھائی مجنون تو وہ ہے کہ جسے علم کی قدر وعظمت کا احساس ہو۔ اس کے باوجود وہ اسے ضائع کر دے یا وہ سستی سے کام لے کہ علوم سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک شریف اور بہادر صاحب فضل اور سخی آدمی تھے۔ آپ پر کسی کی کوئی چیز بھی باقی نہیں تھی۔ نیز آپ مال وغیرہ کی ذخیرہ اندوزی نہیں کرتے تھے۔ آپ کے مناقب تو بے شمار ہیں لیکن انہی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ آپ کی پیدائش مقام غزہ میں ۱۵۰ھ میں ہوئی۔

بعض مؤرخین نے یہ لکھا ہے کہ آپ کی ولادت اس سال ہوئی تھی جس سال امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ بعض اہل علم نے یہ لکھا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات اکیاون والے سال میں ہوئی ہے اور بعض ترپین والے سال میں ہونے کے قائل ہیں۔

اور بعض مؤرخین نے یہ تصریح کی ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اسی دن وفات ہوئی جس دن کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی ہے (یعنی بجائے سال اور برس کے دن کا ذکر ہے)۔ (تہذیب الاسماء والصفات)

بعض نے کہا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت شہر عسقلان یا یمن میں ہوئی ہے۔

مؤرخ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ آپ عسقلان میں پیدا ہوئے ہیں۔ پھر آپ مقام غزہ سے مکہ شہر میں چھ سال کی عمر

میں منتقل ہو گئے۔ اسی طرح آپ ۱۹۱ھ میں مصر تشریف لے گئے۔ لیکن بعض نے یہ کہا ہے کہ آپ ۲۰۱ھ میں مصر تشریف لے گئے ہیں۔ لیکن بعض نے یہ کہا ہے کہ آپ مصر میں رہے یہاں تک کہ آپ ۲۰۴ھ میں واصل بحق ہو گئے۔
مشہور یہ ہے کہ آپ کی قبر مبارک مصر میں مقام قرافہ میں واقع ہے۔ آپ نے کل ۵۴ سال کی عمر پائی۔

الاغثر

ابن سیدہ نے فرمایا ہے کہ الاغثر ایک آبی پرندہ ہے جس کی گردن لمبی اور بدن پر کثرت سے بال ہوتے ہیں۔

الافال والافائل (اونٹ کا بچہ)

افال اور افائل اونٹ کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو کہتے ہیں جن کو بنت مخاض بھی کہتے ہیں (یعنی جس بچے کا ایک سال مکمل ہو گیا ہو) اس کے واحد کے لیے افیل اور مادہ بچہ کے لیے افیلۃ استعمال کرتے ہیں۔ ان شاء اللہ اس کا تفصیلی ذکر تبیع میں آئے گا۔

الافعٰی (سانپ)

عربی میں الافعٰی سانپنی یعنی مادہ سانپ کو اور اُفعون نر سانپ کو کہتے ہیں۔ ہمزہ اور عین میں پیش ہے۔ امام زبیدیؒ نے فرمایا ہے کہ افعٰی ایک چتکبرا سانپ ہوتا ہے جس کی گردن، پر اور منہ بڑا ہوتا ہے لیکن ان میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے دو سینگیں بھی ہوتی ہیں اور اس کی کنیت ابو حیان وابو یحییٰ ہے اس لیے کہ یہ سانپ ایک ہزار سال تک زندہ رہتا ہے۔ یہ نہایت بہادر اور کالے رنگ کا ہوتا ہے اور انسان پر اچھل کر حملہ کرتا ہے اور یہ سانپ تمام سانپوں میں سب سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے اور ان سے زیادہ خطرناک بجستان کے علاقے کے سانپ ہوتے ہیں۔

واقعات

ابن شبرمہ نے سانپ کا ایک حیرت انگیز واقعہ یہ لکھا ہے کہ ان میں سے ایک سانپ نے ایک نابالغ لڑکے کے پیر میں ڈس لیا تھا جس کی وجہ سے اس کی پیشانی پھٹ گئی۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک دن شبیب بن شبہ خلیفہ منصور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو خلیفہ نے شبیب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے شبیب تم کبھی بجستان گئے ہو۔ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہاں کثرت سے سانپ ہوتے ہیں تو شبیب نے جواب دیا کہ جی ہاں امیر المؤمنین! میں بجستان گیا ہوں، تو خلیفہ نے فرمایا کہ وہاں کے سانپوں کے بارے میں کچھ بیان کرو۔ تو شبیب نے کہا کہ بجستان کے سانپوں کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ ان کی گردن پتلی، دم چھوٹی، منہ بڑا، رنگ مٹیالہ مائل بہ سیاہی اور سپید داغ ہوتا ہے جیسے کہ اس کی چتی پڑی ہوئی ہوں۔ یہاں کے بڑے قسم کے سانپ تو بس موت تک پہنچاتے ہیں اور چھوٹے قسم کے سانپ تلوار کی طرح کاری ضرب لگاتے ہیں۔

خصوصیات

امام قزوینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ افعی چھوٹی دم کا ایک خطرناک اور خبیث قسم کا سانپ ہوتا ہے۔ اس سانپ کی خصوصیت یہ ہوتی ہے

کہ اس کی آنکھ بے نور ہو جاتی ہے تو پھر کچھ دنوں کے بعد اس کی بینائی واپس آ جاتی ہے۔ اس کی آنکھ ہمیشہ کھلی ہوئی رہتی ہے۔ جب سردی کا موسم آتا ہے تو وہ زمین کے اندر چار ماہ کے لیے چھپ جاتا ہے۔ جب وہ باہر نکلتا ہے تو اسے دکھائی نہیں دیتا۔ پھر وہ سونف کے درخت کو تلاش کر کے اس میں اپنی آنکھیں رگڑتا ہے تو اس کی آنکھ روشن ہو جاتی ہے۔

امام زمخشری کہتے ہیں کہ افعٰی کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ جب اس سانپ کی عمر ایک ہزار برس کی ہو جاتی ہے تو اندھا ہو جاتا ہے اور خداوند قدوس اس کے جی میں یہ بات ڈال دیتے ہیں کہ وہ اپنی آنکھ کو سونف کے نم پتوں سے رگڑے۔ چنانچہ جب وہ اس کے پتوں سے اپنی آنکھوں کو گھستا ہے تو اس کی آنکھوں میں روشنی پیدا ہو جاتی ہے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ یہ سانپ اتنی دور جنگل میں نکل جاتا ہے کہ وہاں سے بستی تک پہنچنے کے لیے تین یوم کی مسافت طے کرنی پڑتی ہے۔ لیکن یہ افعی سانپ اتنی لمبی مسافت کو نابینا ہونے کے باوجود طے کرتا ہے تو اسے راستے میں کہیں کہیں کسی باغ میں سونف کا درخت ضرور ٹکرا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ اس میں اپنی آنکھوں کو گھستا ہے' مس کرتا ہے اور رگڑتا ہے تو قدرتاً اس کی بینائی واپس آ جاتی ہے۔ نیز یہ کہ اس سانپ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی دم کٹ جاتی ہے لیکن پھر نئی نکل آتی ہے اور جب اس کی داڑھ اُکھڑ جاتی ہے تو پھر دوبارہ تین دن کے بعد جم جاتی ہے۔ اس سے بھی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اگر اس سانپ کو کاٹ دیا جاتا ہے تو تین دن تک حرکت کرتا رہتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ یہ سانپ انسان کا سب سے خطرناک دشمن ہوتا ہے لیکن جنگلی گائے اسے کھا کر ہضم کر جاتی ہے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک اونٹنی اپنے بچہ کو دودھ پلا رہی تھی اسی دوران اس قسم کے سانپ نے اونٹنی کے ہونٹوں میں ڈس لیا تو اس کا بچہ اسی وقت اونٹنی سے پہلے مر گیا۔

جب یہ سانپ کبھی بیمار ہو جاتا ہے تو زیتون کا پتا کھا لیتا ہے تو شفایاب ہو جاتا ہے انہی میں سے بعض وہ سانپ ہوتے ہیں جو منہ در منہ جفتی کر لیتے ہیں کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب نر سانپ مادہ سے جفتی کرتا ہے تو بے ہوش ہو کر گر جاتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سانپنی سانپ کے ذکر کو ڈس ڈس کر کاٹ دیتی ہے تو وہ سانپ اسی وقت مر جاتا ہے۔

امام جوہری کہتے ہیں کہ **کشیش الافعی** سانپ کی اس آواز کو کہتے ہیں جو اس کی کھال سے نکلتی ہو منہ سے نہیں۔ چنانچہ رجز پڑھنے والا شاعر کہتا ہے ؎

کان صوت شخبها المرفض کشیش افعی ارمعت لعض

ترجمہ: "گویا اس کے ٹپکتے ہوئے خون کی آواز اس طرح ہے جیسے کہ کالا ناگ کی آواز ہے جو وہ کاٹنے کے لیے جا رہا ہو۔"

فھی تحک بعضھا ببعض

ترجمہ: تو وہ اپنا بعض حصہ بعض سے رگڑنے لگتا ہے۔

دو واقعات

شیخ ابوالحسن علی بن محمد المزین الصغیر الصوفی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں تبوک کے کسی دیہات میں گیا ہوا تھا تو مجھے پیاس محسوس ہوئی اتنے میں میں ایک کنوئیں پر پانی پینے کے لیے آیا تو اچانک میرا پیر پھسل گیا۔ میں کنوئیں میں گر گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ کنوئیں کے اندر اچھی خاصی جگہ ہے تو میں اس جگہ کو درست کر کے وہاں بیٹھ گیا۔ اتنے میں اچانک میں نے ایک پھنکار جیسی آواز سُنی تو میں فکر مند ہو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کالے رنگ کا سانپ میرے اوپر گر کر ادھر اُدھر چکر لگانے لگا۔ میں خاموش سہا ہوا بیٹھا تھا اتنے میں اس نے مجھے اپنی دُم

میں لپیٹ کر کنوئیں سے باہر کر دیا۔ پھر اپنی دُم کھول کر رُخصت ہو گیا۔

جعفر الخلدی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ابوالحسن المزین الصغیر کو رُخصت کرنے کے لیے گیا تو میں نے ان سے گزارش کی کہ جناب عالی آپ مجھے کچھ پند و نصائح کا توشہ دیتے جایئے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم سے کوئی چیز گم ہو جائے اسی طرح اگر تم یہ چاہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ملاقات کسی سے کرا دیں تو تم یہ دُعا پڑھ لیا کرو:

"يَا جَامِعَ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ اِجْمَعْ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ كَذَا."

تو اللہ پاک تمہاری ملاقات کرا دیں گے یا وہ چیز تمہیں حاصل ہو جائے گی۔

جعفر الخلدی کہتے ہیں کہ میرا تجربہ ہے کہ جب بھی دُعا میں نے یہ دُعا پڑھ کر مانگی ہے قبول ہوگئی ہے۔ شیخ ابوالحسن کا انتقال ۳۸۶ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوا ہے۔

الحاریۃ نامی سانپ اس افعی سانپ کی ایک قسم کا نام ہے۔ اسی سلسلے میں النابغة الذبیانی نے کہا ہے ؎

الحاریة قد صغرت من الکبر مهزوٴة الشدقین حولا النظر

ترجمہ: "حاریہ سانپ بڑا چھوٹا ہوتا ہے اس کے دونوں جبڑے کھلے ہوئے ہیں جو نظروں کو خیرہ کر دیتا ہے۔"

(نیز حدیث پاک میں بھی الحاریۃ کا مادہ حری یحری استعمال کیا گیا ہے۔ جس کے معانی ہیں پگھلنا، گھٹنا، کم ہونا) چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شدید رنج و غم میں مبتلا ہو گئے۔ پھر آپ کا جسم اسی رنج و غم کی وجہ سے گھلتا اور کمزور ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ آپ بھی واصل بحق ہو گئے۔

ضرب الامثال

عرب دیگر حیوانات کی طرح افعی سانپ کو بھی بطور ضرب الامثال کے استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ کہتے تھے: هو اظلم من الافعی وہ افعی سانپ سے بھی زیادہ ظالم ہے۔

افعی سے ظلم میں اس لیے مثال دیتے ہیں کہ وہ اپنا سوراخ کبھی بھی نہیں کھودتا بلکہ وہ کسی دوسرے کے کھودے ہوئے سوراخ میں رہنے لگتا ہے۔ چنانچہ عربی شاعر کہتا ہے ؎

وانت کالافعی التی لا تحتفر ثم تجئیی مبادراً فتحتجر

ترجمہ: "تم کالے سانپ کی طرح (ظالم ہو) جو (سوراخ) کبھی نہیں کھودتا۔ پھر وہ کسی سوراخ میں اچانک گھس جاتا ہے۔"

چنانچہ سانپ جس سوراخ کو اپنا گھر بنانا چاہتا ہے تو اس سوراخ کا جانور کہیں اور سوراخ بنانے لگتا ہے اور یہ سوراخ سانپ کے لیے خالی کر کے چھوڑ دیتا ہے۔

(۲) اسی طرح عرب کہتے ہیں تحلّحت العقر بالافعی یعنی بچھو افعی سانپ کو تکلیف دینے پر تیار ہوا، تیار ہو گیا۔ یہ مثل اس وقت استعمال کرتے ہیں جو اپنے سے زیادہ طاقتور کے ساتھ مقابلہ یا گفتگو کرنے لگے۔ ان شاء اللہ یہ مثل عقرب کے بیان میں بھی آئے گی۔

(۳) اسی طرح عرب کہتے ہیں رماہ اللّٰہ تعالٰی بالافعی حاریة یعنی اللہ تعالیٰ سے اسے افعی حاریہ سانپ کے ذریعے ہلاک کر یں۔ (یہ بدؤعا ہے اس وقت کہتے ہیں جب مفہوم ادا کرنا ہو کہ اللہ تعالیٰ فلاں پر خطرناک دشمن مسلط فرما دیں یا اسے فوری طور پر تباہ کرنے

کی بدؤ عادینا ہو) اس لیے کہ افعی حار یہ وہ سانپ ہے جس کے ڈسنے سے اسی وقت موت واقع ہو جاتی ہے۔

(۴) اسی طرح عرب کہتے ہیں من لسعته افعی من جر الحبل یخاف یعنی جسے افعی سانپ ڈس لیتا ہے تو اس کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ وہ رسی گھسٹنے سے بھی خوف کرتا ہے۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب انسان کو کوئی شدید پریشانی لاحق ہوتی ہے تو اس کو اور کوئی چیز نہیں سوجھتی۔

اس معانی میں شیخ صالح بن عبدالقدوسؒ نے اشعار کہے ہیں ۔

المرء یجمع والزمان یفرق و یظل یرقع و الخطوب تمزق

''انسان اکٹھا کرتا ہے اور زمانہ بکھیر دیتا ہے اور انسان جوڑتا ہے گردش لیل ونہار ٹکڑے کر دیتا ہے۔''

و لان یحادی عاقلا خیر له من ان یکون له صدیق احمق

''اگر کوئی دانشور سے دشمنی رکھتا ہے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے کہ اس کا کوئی بے وقوف دوست ہو۔''

فاربا بنفسک ان تصادقا احمقا ان الصدیق علی الصدیق مصدق

''اگر کوئی دانشور سے دشمنی رکھتا ہے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے کہ دوست دوست کی تصدیق کرتا ہے۔''

وزن الکلام اذانطقت فانما یبدی عقول ذوی العقول المنطق

''جب تم گفتگو کرو تو موزوں کلام کرو اس لیے کہ دانش وروں کے عقل کا پتہ گفتگو ہی سے معلوم ہوتا ہے۔''

و من الرجال اذا استوت اخلاقهم من یشتشار اذا استشیر فیطرق

''اور جب لوگوں کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں تو ان سے مشورہ لینے والا بھی راستہ پا جاتا ہے۔''

حتی یحل بکل واد قلبه فیری و یعرف ما یقول فینطق

''یہاں تک کہ ہر وادی میں اس کا قلب اُتر جاتا ہے تو وہ غور وخوض کر کے گفتگو کرتا ہے۔''

لا الفینک ثاویا فی غُرُبة ان الغریب بکل سهم یرشق

''میں تجھ سے پردیس میں رہنے کی وجہ سے اُلفت نہیں کرتا اور پردیسی آدمی کا ہر تیر سیدھے نشانے پر لگتا ہے۔''

ما الناس الا عاملان فعامل قدمات من عطش و آخر یغرق

''لوگ تو بس دو قسم کے عمل کرنے والے ہوتے ہیں اس لیے تم بھی عمل کرو ایک تو وہ جس نے دُنیا کو چاہا تو مر گیا دوسرا وہ جو مستغنی ہو گیا۔''

والناس فی طلب المعاش و انما بالجد یرزق منهم من یرزق

''اور لوگ تو معاش کے حصول میں مصروف ہیں اور طالب رزق کو تو محنت اور جد وجہد ہی سے رزق دیا جاتا ہے۔''

لو یرزقون الناس حسب عقولهم الفیت اکثر من تری یتصدق

''اور لوگوں کو ان کی عقل کے مطابق رزق دیا جانے لگے تو تم اکثر لوگوں کو یہ دیکھو گے کہ وہ صدقہ دے رہے ہوں گے۔''

لکنہ فضل الملیک علیھم ھذا علیہ موسع و مضیق
''لیکن خدائے تعالیٰ کا یہ ان پر احسان ہے کہ (رزق کو) ان پر تنگ بھی کر رکھا ہے اور وسیع بھی۔''

و اذا الجنازہ والعروس تلاقیا ورائیت دمع نوائح یترقوق
''جب دولہا اور جنازہ آمنے سامنے ہو تو دیکھو کہ نوحہ کرنے والوں کے آنسوؤں کو بند ہوتے دیکھو۔''

سکت الذی تبع العروس مبھتا ورایت من تبع الجنازۃ ینطق
''تو وہ جو دولہا' دلہن کے پیچھے چلا تو وہ حیران ہو کر خاموش ہو گیا اور تم یہ دیکھو گے کہ جس نے جنازہ کا پیچھا کیا تھا وہ باتیں کر رہا ہے۔''

و اذا امرؤلسعتہ افعی مرۃ ترکتہ حین یجرحبل یفرق
''اور جس وقت کسی کو ایک مرتبہ کالا سانپ ڈس لیتا ہے تو وہ کھینچتی ہوئی رسی کو چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے۔''

بقی الذین اذا یقولوا یکذبوا و مضی الذین اذا یقولوا یصدقوا
''جب وہ گفتگو کرتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں ایسے لوگ تو باقی ہیں اور وہ لوگ گزر گئے جو سچ بولتے ہیں۔''
اور انہی کے دیگر دلچسپ اشعار یہ بھی ہیں ۔

ما یبلغ الاعداء من جاھل ما یبلغ الجاھل من نفسہ
''کسی جاہل کو دشمن اتنا نقصان نہیں پہنچاتا جتنا کہ وہ اپنے آپ کو ''جہل کی وجہ سے'' نقصان پہنچاتا ہے۔''

والشیخ لا یترک اخلاقہ حتی یواری فی ثری رمسہ
''اور بوڑھا آدمی اپنے اخلاق نہیں چھوڑتا جب تک وہ اپنے کو قبر کی نمناک مٹی میں نہیں دبا دیتا۔''

اذا ارعویٰ عاد الی جھلہ کذی الضنی عاد الی نکسہ
''جب وہ باز رہتا ہے تو جہالت کی طرف عود کر جاتا ہے اسی طرح بخیل آدمی اپنے مرض کی طرف عود کر آتا ہے۔''

و ان من ادبہ فی الصباء کالعود یسقی الماء فی غرسہ
''اگر کوئی اس کو بچپن میں تربیت کرتا ہے گویا عود کو لگانے کے وقت پانی سے سینچتا ہے۔''

حتی تراہ مورقا ناضرا بعد الذی ابصرت من ینبسہ
''یہاں تک کہ تم اسے پتے دار شاداب دیکھو گے۔ حالانکہ تم اسے خشک دیکھ چکے ہو۔''

شیخ صالح کا قتل

والشیخ لا یترک اخلاقہ یہ شعر اور اس کے بعد والا شعر یہ دونوں اشعار صالح بن عبدالقدوس کے قتل کا سبب بن گئے تھے۔ اس کی تفصیل یہ ہے:

خلیفہ مہدی نے صالح بن عبدالقدوس پر زندیق ہونے کا الزام لگایا تھا۔ چنانچہ جب صالح کے نام وارنٹ جاری کیا گیا کہ انہیں

حاضر کیا جائے تو آپ نے حاضر ہوکر اپنا کلام سُنایا تو خلیفہ نے آپ کو رہا کردیا۔ پھر آپ کو والی بنانے کی تجویز پیش کی گئی تو آپ نے انکار کردیا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ پہلے کے یہ دو اشعار والشیخ لا یترک اخلاقه کیا آپ کا کلام نہیں ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ کیوں نہیں اے امیر المؤمنین! اتنے میں خلیفہ نے کہا کہ کیا تم اپنے اخلاق سے باز نہیں آؤ گے؟ اور خلیفہ نے آپ کے قتل کا حکم دے دیا۔ چنانچہ آپ کو پل پر سولی دے دی گئی۔

یہ واقعہ ۱۶۷ھ میں پیش آیا۔ صالح بن عبدالقدوس کے عمدہ اشعار میں ایک شعر یہ بھی ہے ۔

اذا لم تسطع شیئا فدعه　و جاوزه الی ما تستطیع

ترجمہ: ''جب تم کسی چیز کے کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے ہو تو اسے چھوڑ دو اور تم بڑھ جاؤ اس چیز کی طرف جو تمہاری استطاعت میں آجائے۔''

مذکورہ شعر بالکل ابن درید[1] کے شعر کی طرح ہے ۔

و من لم یقف عند انتها قدره　تقاصون عنه فسیحان الخطا

''جو شخص طاقت وقدرت کے ختم ہوجانے کے وقت نہیں ٹھہرتا ہے تو اس سے قدموں کی کشادگی کوکوتاہ رہ جاتی ہے۔''

صالح بن عبدالقدوس

یہ صالح بن عبدالقدوسؒ فلسفی آدمی بھی تھے آپ کو خلیفہ مہدی نے زندقہ کا الزام لگا کر قتل کرادیا تھا۔ آپ بصرہ میں وعظ وقصہ وغیرہ بھی بیان فرمایا کرتے تھے ان سے بہت کم احادیث منقول ہیں اور یہ ثقہ نہیں تھے۔ بعض نے کہا کہ آپ کو کسی نے خواب میں دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے پروردگار کے سامنے پیش کیا گیا جس پر کسی قسم کی کوئی چیز مخفی نہیں ہے تو خداوند قدوس نے رحمت کا معاملہ فرمایا۔ خدائے پاک نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ''تم پر جس چیز کی تہمت لگائی گئی تھی تم اس سے بری قرار دیئے جاتے ہو۔''

بعض شعراء کرام نے قندیل وشمع کی تعریف میں تشبیہ دیتے ہوئے کہا ہے ۔

و قندیل کان الضوء منه　محیا من هویت اذا تجلی

''قندیل جلتی ہوئی ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے کہ تمہارا محبوب مسکرا رہا ہو۔''

اشار الی الدجی بلسان افعی　فشمر ذیله فرقا و ولی

''گویا وہ کالے سانپ کی زبان کی طرح لپلپاتی ہے جو تھوڑی دیر کے بعد دُم دبا کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔''

---

[1] ''ابن درید'' ایک اونچے قسم کے شاعر اور لغت کے امام تھے۔ ۲۲۳ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے۔ ریاشی اور ابو حاتم بجستانی سے علوم حاصل کئے۔ اس دور کے علماء انہیں سب سے بڑا شاعر اور سب سے بڑا عالم کہتے تھے۔ ان کا انتقال اس سال ہوا جس سال قاہر باللہ کو تخت سے اُتار کر راضی باللہ کو بٹھایا گیا۔ ان کا اور ابو ہاشم جبائی کا ایک ہی دن بروز چہار شنبہ ۳۲۱ھ میں انتقال ہوا۔

اُفعوان

جیسے کہ اس سے قبل گزر چکا ہے کہ افعوان اس قسم کے نر سانپوں کو کہتے ہیں۔ یہ بھی کالے رنگ کا نہایت بہادر سانپ ہوتا ہے جو انسان پر اچھل کر حملہ کر دیتا ہے۔ اس کی کنیت بھی ابوحیان اور ابو یحییٰ ہے اس لیے کہ اس کی عمر بھی ایک ہزار سال کے قریب ہوتی ہے۔
بعض شعراء کے یہ اشعار درج ذیل ہیں ۔

صرمت حبالک بعد وَصْلِک زینب والدھر فیہ یتغیر و تقلب
''اے زینب! تو نے وصال کے بعد محبت کو منقطع کر دیا اور زمانہ اس میں برابر ترمیم و تغیر کر رہا ہے۔''

نشرت ذوائبھا التی تزھو بھا سوداً وراسک کاالثغامۃ اشیب
''اس کی کالی لٹیں جس سے وہ کھل اُٹھتی ہے بکھری ہوئی ہیں اور تیرا سر ثغامۃ پھول کی طرح سپید ہو رہا ہے۔''

واستنفرت لما راتک و طالما کانت تحن الی لقاک و ترغب
''اور وہ (محبوبہ) جب تجھے دیکھ لیتی ہے تو بھاگنے لگتی ہے ورنہ اس سے پہلے تم سے ملنے کے لیے شوق اور خواہش رکھتی تھی۔''

وکذاک وصل الغانیات فانہ آل ببیلقعۃ و برق خلب
''اور اسی طرح گانے والیاں آگئیں اس لیے کہ وہ خالی مکان میں سستی دکھا رہا تھا اور بجلیاں کوندر ہی تھیں۔''

فدع الصبا فلقد عداک زمانہ وازھد فعمرک مرمنہ الاطیب
''تم اب بچپن کو چھوڑ دو کیونکہ زمانے نے تم سے دشمنی کر لی ہے اور دُنیا کی طرف توجہ نہ کرو اس لیے کہ تمہاری اصل عمر گزر گئی ہے۔''

ذھب الشباب فمالہ من عودۃ واتی الشیب فاین منہ المھرب
''شباب تو گزر گیا اب دوبارہ نہیں آسکتا اور بڑھاپا آ گیا ہے اس سے چھٹکارا نہیں مل سکتا۔''

دع عنک ماقد کان فی زمن الصبا واذکر ذنوبک و ابکھا یا مذنب
''جو بچپن کی واہیات تھیں وہ اب بالکل چھوڑ دو اور اے مجرم گناہوں کو یاد کرو اور روؤ۔''

واذکر مناقشۃ الحساب فانہ لابد یحصی ما جنیت و یکتب
''اور حساب و کتاب کے معاملے کو فراموش نہ کرو اس لیے کہ جن جن چیزوں کا تم نے ارتکاب کیا ہے وہ سب روزنامچہ میں لکھا جا رہا ہے۔''

لم ینسہ الملکان حین نسیتہ بل اثبتاہ و انت لاہ تلعب
''اگر تم اس کو بھول گئے تو کراماً کاتبین نہیں بھلا سکتے بلکہ وہ دونوں قلم بند کر رہے ہیں اور تم بے پروا اور کھیل میں لگے ہوئے ہو۔''

والروح فیک ودیعۃ اودعتھا ستردھا بالرغم منک و تسلب
''اور جان تمہارے اندر رکھ دی گئی ہے وہ عن قریب تم سے زبردستی لے لی جائے گی اور کھینچ لی جائے گی۔''

وغرور دنیاک التی تسعی لها دار حقیقتها متاع یذهب

''اور تمہاری دُنیاداری جس کے لیے تم کوشاں ہو وہ دھوکہ ہے وہ تو ایک گھر کی طرح ہے جس کی حقیقت آنے جانے والے مال سے زیادہ نہیں ہے۔''

واللیل فاعلم و النهار کلاهما انفاسنا فیها تعد و تحسب

''یاد رکھو رات اور دن میں جو بھی سانس ہم لیتے ہیں وہ شمار کیے جاتے ہیں۔''

وجمیع ما خلفته و جمعته حقایقینا بعد موتک ینهب

''اور وہ ساری چیزیں جو تم نے جمع کی ہیں اور چھوڑی ہیں یقیناً تمہاری موت کے بعد چھین لی جائیں گی۔''

تبالدار لایدوم نعیمها ومشیدها عما قلیل یخرب

''وہ گھر تباہ و برباد ہو جائے گا جس کی نعمتیں ہمیشہ نہ رہیں اور اس کی مضبوط بلڈنگیں جلد ہی ویران ہونے والی ہیں۔''

فاسمع هدیت نصیحة اولا کما برنصوح للانام و مجرب

''میں نے تم کو جو نصیحتیں کی ہیں وہ سنو تم نصیحت کے زیادہ محتاج ہو یہ مخلوق کے لیے خیر خواہانہ اور مجرب نسخہ ہے۔''

صحب الزمان و اهله مستبصرا ورای الامور بما تئوب و تعقب

''زمانہ ساتھ رہا اور زمانہ والے دیکھ رہے تھے اور لوگوں نے وہ عجائبات دیکھے ہیں جو کہ ابخا کار ہونے والے ہیں ہیں۔''

لاتامن الدهر الخون فانه مازال قدما للرجال یودب

''تم خیانت کرنے والے زمانے سے مامون مت رہو اس لیے کہ یہ لوگوں کی ہر ہر قدم پر تادیب کرتا ہے۔''

وعواقب الایام فی عصائنها مضض یذل له الاعز الانجب

''اور زمانے کے نتائج پھندے ہیں ایک مصیبت کی طرح ہیں جس کے سامنے شریف اور باعزت آدمی سر جھکا دیتا ہے۔''

فعلیک تقوی اللّٰه فالزمها تفز ان التقی عوالبهی الاهیب

''تو تمہارے لیے یہ ضروری ہے کہ تم اللہ سے ڈرو اور اس پر قائم رہو تو کامیاب ہو جاؤ گے اور متقی آدمی روشن اور بارُعب ہوتا ہے۔''

واعمل بطاعته تنل منه الرضا ان المطیع له لدیه مقرب

''اور تم اس کی فرمانبرداری کرو تو تمہیں رضامندی حاصل ہو جائے گی اس لیے کہ مطیع اور فرمانبردار آدمی اس کے نزدیک مقرب ہو جاتا ہے۔''

واقنع ففی بعض القناعة راحة والیاس مما فات فهو المطلب

''اور تم قناعت کی زندگی گزارو اس لیے کہ تھوڑی سی قناعت آرام دہ ہوتی ہے اور فوت شدہ چیزوں میں مایوس ہونا ہی مقصد ہونا چاہیے۔''

فاذا طمعت کسیت ثوب مذلة فلقد کسی ثوب المذلة اشعب

''جب تم لالچ کرنے لگو گے تو ذلیل ہو جاؤ گے اور جو ذلت کا لبادہ پہن لے گا وہ پریشان رہے گا۔''

وثوق من غدر النساء خیانة فجمیعھن مکاید لک تنصب

''اور تم عورتوں کے دھوکے اور خیانت سے بچتے رہو اس لیے کہ وہ سب کی سب تم کو مکر و فریب کے جال میں پھنسانے کے لیے تیار کی گئی ہیں۔''

لاتامن الانثی حیاتک انھا کالافعوان یراعی منه الانیب

''تم اپنی زندگی میں عورتوں سے کبھی مامون مت ہونا اس لیے کہ وہ کالے ناگ کی طرح ہیں جس سے کہ موٹے موٹے دانتوں والا بھی ڈرتا ہے۔''

لاتامن الانثی زمانک کله یوما و لو حلفت یمینًا تکذب

''اسی طرح تم اپنی ساری عمر میں کسی دن بھی عورتوں سے مامون مت ہونا اس لیے کہ تم ان کے بارے میں قسم بھی کھالو گے تو جھوٹے ہو جاؤ گے۔''

تغری بلین حدیثھا و کلامھا و اذا سطت فھی الصقیل الاشطب

''وہ اپنی دلچسپ باتوں سے اُبھارتی ہیں اور جب وہ غالب ہو جاتی ہیں تو وہ دمکتی ہوئی دراز قامت حسین معلوم ہوتی ہیں۔''

وابدا عدوک بالتحیة ولتکن منه زمانک خائفا تترقب

''اور اپنے دشمن کو پہلے سلام کرو (اس کے بعد) پھر مطمئن مت رہنا بلکہ خائف رہنا اور گردوپیش کا جائزہ لیتے رہنا۔''

واحذره ان لاقیته متبسما فاللیث یبدو نابه اذیغضب

''اگر تم اسے مسکراتے ہوئے گفتگو کرتے دیکھو تو اس سے بچنے کی کوشش کرو اس لیے کہ جس وقت شیر غصہ میں ہوتا ہے تو کچلی والے دانت نکالتا ہے۔''

ان العدوان تقادم عھده فالحقد باق فی الصدور مغیب

''اگر زمانہ دراز گزر جائے دشمن، دشمن ہی رہتا ہے اور بغض و کینہ سینے میں باقی اور پوشیدہ رہتا ہے۔''

واذا الصدیق لقیته متملقا فھو العدو حقه یتجنب

''اور جب تم چاپلوس دوست سے ملاقات کرو تو وہ درحقیقت دشمن ہے اس سے بچنا چاہیے۔''

لاخیر فی ود امرئی متملق حاوا السان وقلبه یتلھب

''چاپلوس آدمی کی دوستی میں کوئی خیر و بھلائی نہیں ہے اس لیے کہ وہ شیریں زبان تو ہوتا ہے لیکن اس کا قلب شعلہ زن ہوتا ہے۔''

یلقاک یحلف انه بک واثق و اذا تواری عنک فھو العقرب

''وہ تم سے خود اعتمادی کی قسم کھا کر ملتا ہے۔ لیکن جب وہ تم سے الگ ہو جائے گا تو بچھو بن جائے گا۔''

ینطقک من طرف اللسان حلاوة ویروغ منک کما یروغ الثعلب

''وہ تم سے زبان سے تو شیریں گفتگو کرے گا لیکن پھر وہ بعد میں لومڑی کی طرح کترا کر گزر جائے گا۔''

وصل الکرام و ان رموک بجفوة فالصفح عنهم بالتجاوز اصوب

''اور تم شرفاء کے ساتھ حسن سلوک کرو اگر چہ وہ بداخلاقی سے پیش آئیں۔ پھر اس وقت تمہیں درگزر سے کام لینا زیادہ مناسب ہے۔''

واختر قرینک ما تصطفیه تفاخرا ان القرین الی المقارن ینسب

''تم اپنی دوستی کے لیے اچھا اور قابل فخر دوست کا انتخاب کرو اس لیے کہ دوست دوستی کرنے والے ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے۔''

ان الغنی من الرجال مکرم و تراه یرجی مالدیه و یرهب

''واقعی دھنی آدمی قابل احترام ہوتا ہے اور تم اسے یہ بھی دیکھو گے کہ لوگ اس سے اُمید و بیم دونوں رکھتے ہیں۔''

ویبش بالترحیب عند قدومه و یقام عند سلامه و یقرب

''اور لوگ اس کی آمد کے وقت خوش آمدید کہتے ہیں اور اس کے سلام ودُعا کے وقت لوگ قریب کھڑے ہو جاتے ہیں۔''

و اخفض جناحک للاقارب کلهم بتذلل واسمح لهم ان اذنبوا

''اور تم اپنے سارے اقرباء کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرو اگر وہ کوئی جرم کر بیٹھیں تو چشم پوشی سے کام لو۔''

ورع الکذوب فلا یکن لک صاحبها ان الکذوب یشین حراً یصحب

''اور جھوٹے آدمی کو اپنا ساتھی مت بناؤ اس لیے کہ جھوٹا آدمی نیک اور آزاد طبیعت کو معیوب کر دیتا ہے۔''

وزن الکلام اذا نطقت و لاتکن ثرثاره فی کل نادیخطب

''اور گفتگو کرتے وقت موزوں کلام کرو اور ہر مجلس میں بکواس اور بڑبڑ زیادہ نہ کرو۔''

واحفظ لسانک و احترز من لفظه فالمرء یسلم باللسان و یعطب

''اور تم زبان کی حفاظت کرو زیادہ نہ بولو اس لیے کہ زبان ہی سے انسان محفوظ بھی رہتا ہے اور ہلاک بھی ہوتا ہے۔''

والسر فاکتمه ولا تنطق به ان الزجاجة کسرها لا یشعب

''اور راز کو چھپاؤ ظاہر نہ کرو اس لیے کہ شیشہ ٹوٹنے کے بعد جوڑا نہیں جاتا۔''

و کذاک سرالمرء ان لم یطوه نشرتة السنة تزید و تکذب

''اسی طرح اگر آدمی کے راز کو راز کے طور پر نہ رکھا گیا تو لوگ نمک مرچ ملا کر بیان کرتے ہیں اور برعکس بیان کرتے ہیں۔''

لاتحرص فالحرص لیس بزائد فی الرزق بل یشقی الحریص و یتعب

''تم لالچ ہرگز نہ کیا کرو اس لیے کہ اس سے رزق میں اضافہ نہیں ہوتا بلکہ حریص آدمی کا نصیبہ برابر ہوتا ہے اور تھک جاتا ہے۔''

ویظل ملهوفا یروم تحیلا والرزق لیس بحیلة یستجلب

''پھر وہ رنجیدہ خاطر ہو جاتا ہے اور حیلہ سازی کرتا ہے اور رزق حیلہ کر کے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔''

کم عاجز فی الناس یاتی رزقه رغداً و یحرم کیس و یخیب

''کتنے کمزور قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کو خوب روزی ملتی ہے اور عقل مند آدمی محروم ہو جاتا ہے اور ناکام ہو جاتا ہے۔''

وارع الامانة و الخیانة فاجتنب و اعدل ولا تظلم یطب لک مکسب

''اور امانت کی حفاظت کرو خیانت سے بچو' انصاف کرو ظلم بالکل نہ کرو تو یہ بات تمہارے لیے سودمند ہوگی۔''

واذا اصابک ننکبة فاصبر لها من ذارایت مسلما لا ینکب

''اور جس وقت تم کسی پریشانی میں مبتلا ہو جاؤ تو صبر کا دامن نہ چھوڑو (اسی کے ساتھ) تم نے کتنے مسلمانوں کو دیکھا ہوگا کہ وہ پریشان نظر نہیں آتے۔''

و اذا رمیت من الزمان بریبة اونالک الامر الاشق الاصعب

''اور جب زمانہ تمہیں بے چینی' بے اطمینانی میں مبتلا کر دے یا تمہیں مشکل مسئلہ پیش آ جائے۔''

فاضرع لربک انه ادنی لمن یدعوه من حبل الورید و اقرب

''تو تم اپنے پروردگار کے دربار عالی میں تضرع وزاری کرو اس لیے کہ جو اسے پکارتا ہے تو وہ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔''

کن ماستطعت عن الا نام بمعزل ان الکثیر من الوریٰ لا یصحب

''تم حتی الامکان مخلوق سے الگ تھلگ رہا کرو اس لیے کہ زیادہ لوگوں سے میل نہیں رکھا جاتا۔''

واحذر مصاحبة اللئیم فانه یعدی کما یعدی الصحیح الاجرب

''اور تم کمینہ آدمی کی صحبت سے پرہیز کرو اس لیے کہ اس کی صحبت لگ جاتی ہے جیسے کہ خارش صحیح و تندرست کو لگ جاتی ہے۔''

واحذر من المظلوم سهما صائبا واعلم بان دعائه لا یحجب

''اور تم مظلوم کی بددعا سے بچو اس لیے یہ بات یاد رکھو کہ اس کی دعا لوٹائی نہیں جاتی اور نہ روکی جاتی ہے۔''

واذا رائیت الرزق عز ببلدة و خشیت فیها ان یضیق المذهب

''اور جب تم یہ دیکھو کہ رزق کسی شہر میں کمیاب ہو گیا ہے اور تمہیں یہ خوف لگ رہا ہو کہ وہ تنگ ہو جائے گا۔''

فارحل فارض الله واسعة الفضا طولا و عرضا شرقها والمغرب

''تو اللہ کی زمین بہت وسیع ہے طولاً' عرضاً و مشرق و مغرب کہیں بھی کوچ کر جاؤ۔''

فلقد نصحتک ان قبلت نصیحتی فالنصح اعلیٰ مایباع و یوهب

''اگر میری نصیحت پسند آئی ہو تو قبول کرو اس لیے کہ نصیحت (خیر خواہی) فروخت اور دیئے جانے والی چیز سے قیمتی ہے۔''

نزار کے بیٹوں کی دانشمندی

شیخ ابوالفرج ا بن الجوزی نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ نزار بن معد کے چار لڑکے تھے۔ مضرٔ ربیعہٗ ایادٗ انمار۔ جب ان کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے اپنا مال ودولت وغیرہ ان چاروں میں تقسیم کر دیا۔ اور انہوں نے مال کی تقسیم میں ایک انوکھا طرز اپنایا اپنے ان چاروں بیٹوں کو بلا کر یہ کہا کہ جو سرخ ٹوپی ہے یا اس قسم کا جو بھی مال ہو مضر تمہارا ہے اور یہ کالی گدڑی اور جو اس کے مشابہ مال ہو وہ ربیعہ کا ہے اور یہ نوکر وغیرہ اور جو اس جیسا مال ومتاع ہو ایاد کے لیے ہے اور یہ تھیلی (البدرة ۲) اور یہ نشست گاہ انمار تمہاری ہے۔ وصیت کرتے وقت شیخ نزار نے یہ بھی تاکید کی کہ اگر تم لوگوں کو کسی قسم کی پیچیدگی پیش آئے یا کسی معاملہ میں جھگڑا ہونے لگے تو آپ لوگ فوراً افعی بن افعی الجرہمی شاہ نجران کے پاس جا کر فیصلہ کرا لینا۔

چنانچہ جب نزار شیخ کا انتقال ہو گیا تو ان لوگوں میں اختلاف ہو گیا۔ آخر مقدمہ لے کر افعی شاہ نجران کی خدمت میں جانے کا ارادہ کیا۔ تو یہ سب لوگ ایک ساتھ جا رہے تھے کہ اچانک مضر نے دیکھا کہ ایک اونٹ گھاس چر رہا ہے تو مضر نے کہا کہ یہ اونٹ تو کانا ہے۔ ربیعہ نے کہا نہیں ٹیڑھا اور سینے کا پتلا ہے۔ ایاد نے کہا نہیں دم کٹا ہے اور انمار نے کہا نہیں صرف بدکتا ہے۔ بس وہ لوگ تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ اچانک ان لوگوں کی ملاقات ایک آدمی سے ہو گئی تو وہ تمام لوگ اس آدمی سے اونٹ کے سلسلہ میں فیصلہ کرانے لگے کہ آخر اونٹ کیسا ہے؟ سب نے اپنی اپنی رائے بیان کیا۔ مضر کہنے لگا کہ میرے نزدیک تو وہ کانا ہے تو اس آدمی نے کہا ہاں مضر تم صحیح کہہ رہے ہو۔ پھر ربیعہ نے کہا کہ مجھے وہ اونٹ ٹیڑھا اور سینے کا پتلا معلوم ہوتا ہے۔ پھر اس آدمی نے کہا کہ یہ بھی سچ ہے اور ایاد نے کہا کہ بھائی وہ تو دم کٹا ہے تو اس پر بھی اس نے ہاں کہہ کر تصدیق کر دی اور انمار نے کہا وہ تو صرف بدکتا ہے۔ پھر بھی اس آدمی نے کہا کہ ہاں یہ بھی صحیح کہتے ہیں۔ اونٹ کے یہ سارے اوصاف سن لینے کے بعد اس آدمی نے یہ کہا کہ بھائیو! ان اوصاف کا حامل تو میرا اونٹ ہے۔ تم لوگ میرے اونٹ کا پتہ بتاؤ کہ آخر کہاں دیکھا ہے؟

یہ سنتے ہی ان تمام بھائیوں نے فوراً قسم کھالی کہ ہم لوگوں نے کوئی اونٹ نہیں دیکھا۔ آخر کار ان تمام بھائیوں کے انکار کے باوجود اس آدمی نے ان سب کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ لگا ہی رہا' یہاں تک کہ وہ لوگ نجران آ پہنچے اور پھر سب کے سب شاہ نجران افعی بن افعی الجرہمی کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ تو وہ شخص جو اونٹ کی تلاش وجستجو میں تھا اس نے بادشاہ سے اپیل کی کہ ان لوگوں نے میرے اونٹ کو دیکھا ہے۔ نیز ان لوگوں نے میرے سامنے اونٹ کے اوصاف بھی بیان کیے ہیں لیکن یہ لوگ پتہ نہیں بتاتے کہ وہ کہاں ہے۔

استنے میں ان تمام بھائیوں نے یہ کہا کہ بادشاہ معظم ہم نے ان کے اونٹ کو نہیں دیکھا تو شاہ نجران افعی نے کہا کہ جب آپ لوگوں نے اونٹ کو نہیں دیکھا تو اس کے اوصاف کیسے بیان کیے ہیں جو اونٹ پر منطبق ہو گئے ہیں۔

تو سب سے پہلے مضر نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ میں نے اونٹ کو اس طرح دیکھا ہے' لیکن وہ اپنی ایک جانب کی گھاس چھوڑ کر چر رہا تھا تو میں نے یہ سمجھا کہ وہ اونٹ اعور اور کانا ہے۔

اسی طرح ربیعہ نے کہا کہ مجھے اس کے ایک ہاتھ میں نقص محسوس ہوا تو میں نے یہ اندازہ لگایا کہ اس نے ٹیڑھے اور سینے کے پتلے

---

۱ عبدالرحمان بن علی بن محمد ابوالفرج جمال الدین محدث ومؤرخ بغداد میں پیدا ہوئے ان کے ہاتھ پر یہودی اور عیسائی بھی ہزاروں کی تعداد میں مسلمان ہوئے اور اپنے گناہوں سے توبہ کی ان کی تصنیفات دس وسے زائد ہیں اور کچھ عرصہ کے لئے قید و بندی زندگی بھی گزاری اور بغداد ہی میں وفات پائی۔ ۱۲

۲ عربی میں البدرة کا اطلاق دس ہزار کی تھیلی پر آتا ہے۔ (المنجد)

ہونے کی وجہ سے جفتی کرتے وقت (ہاتھ) بیکار کر لیے ہیں۔

اور ایاد نے کہا میں نے اس کی مینگنیاں یکجا پڑی ہوئی دیکھی ہیں تو میں نے سمجھا کہ وہ دم کٹا ہے۔ اگر وہ دم دار ہوتا تو وہ دم مارتا تو مینگنیاں بکھری ہوئی ہوتیں۔

انمار نے کہا کہ وہ میدان میں چرتے ہوئے ڈھال دار زمین کی طرف مڑ گیا ہے تو میں نے یہ سمجھا کہ شاید وہ بدکتا ہے۔

تو شاہ نجران نے اس اونٹ والے شیخ سے یہ کہا کہ بھائی یہ لوگ تمہارے اونٹ کو نہیں جانتے جاؤ تم تلاش کرلو۔ پھر شاہ نجران ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ فرمایا کہ اچھا آپ لوگ کون ہیں؟ میں آپ لوگوں سے واقف نہیں ہوں۔ چنانچہ ان لوگوں نے اپنا تعارف کرایا۔ یہ سنتے ہی شاہ نجران نے ان کو خوش آمدید کہا اور فرمایا کہ بھائی آپ لوگ واقعی میرے پاس ضرورت سے تشریف لائے ہیں جیسے کہ مجھے اس کا احساس بھی ہے۔ پھر شاہ نجران نے ان کی ضیافت کی۔ ان کے لیے کھانے پینے کا انتظام کیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے کھانا کھایا اور پانی پی کر سیراب ہوئے۔

کھانے کے بعد مضر نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ بھائی آج کی شراب تو بہت عمدہ ہے۔ ایسی میں نے دیکھی نہیں۔ لیکن کاش کہ یہ قبرستان کی نہ ہوتی۔ اسی طرح ربیعہ نے کہا کہ میں نے آج کی طرح اتنا بہترین گوشت نہیں کھایا بشرطیکہ جانور کو کتیا کا دودھ نہ پلایا گیا ہوتا۔ ایاد نے کہا آج کی طرح کسی آدمی کو رات میں زیادہ چلنے والا نہیں دیکھا بشرطیکہ یہ اپنے اس باپ کا بیٹا نہ ہوتا جس کی طرف یہ منسوب ہے۔ انمار نے کہا کہ میں نے آج کی طرح اتنی بہترین روٹیاں نہیں کھائیں بشرطیکہ اس آٹے کو حائضہ عورت نہ گوندھتی۔

افعی نے اس سے قبل دانش مندی کا ثبوت دیتے ہوئے ان لوگوں کے پاس اپنا ایک وکیل بنا کر بھیج دیا تھا۔ چنانچہ وہ ان لوگوں کی گفتگو سنتا رہا۔ پھر اس نے افعی کو ان لوگوں کی ساری گفتگو کی اطلاع دی کہ ان لوگوں نے اس قسم کا تبصرہ کیا ہے۔

پھر افعی شاہ نجران نے ان سب لوگوں کی باتوں کی تحقیق کے لیے شراب والے کو بلا کر کہا کہ تم نے کیسی شراب بنائی ہے؟ صحیح صحیح بتاؤ واقعہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ وہ ایسی انگوروں کی بنائی ہوئی شراب ہے جس کو تمہارے باپ کی قبر پر لگایا گیا تھا۔ اس انگور کی بنی ہوئی شراب ہم نے آپ کو اس لیے دی تھی کہ اس سے اچھی شراب ہمارے پاس نہیں تھی۔ اسی طرح گوشت والے والے کو بلا کر سوال کیا کہ تم نے ایسا گوشت کیسے دیا ہے؟ سچ بتاؤ کہ اصل واقعہ کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے آپ کو ایسی بکری کا گوشت کاٹ کر دیا ہے جسے ہم نے کتیا کا دودھ پلایا تھا اور اس سے موٹی بکری ہمارے پاس گوشت بنانے کے لیے نہیں تھی۔ پھر افعی گھر کے اندر داخل ہوا جس باندی نے روٹیاں پکائی تھیں اس سے پوچھا کہ تم نے روٹیاں کیسی پکائی ہیں؟ حقیقت کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں اس وقت حالت حیض میں ہوں ماہانہ خون آرہا ہے۔ پھر افعی اپنی ماں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان سے اپنے باپ کے بارے میں پوچھنے لگا کہ وہ کیسے تھے؟ تو اس کی ماں نے بتایا کہ میں ان سے قبل ایک ایسے بادشاہ کے نکاح میں تھی جس کے کوئی اولاد نہیں ہوتی تھی تو میں نے بادشاہ کے انتقال کے بعد کسی غیر کے ہاتھ میں سلطنت چلی جانے کے خوف سے میں نے یہ کیا کہ ایک ایسے آدمی سے صحبت کرلی کہ جوان کی خدمت میں آیا کرتا تھا تو پھر اس سے یہ سب اولاد پیدا ہوئی۔

جب افعی نے یہ سب تحقیق کرلی تو انہیں ان لوگوں کی گفتگو اور تبصرے سے حیرت ہوئی۔ پھر ان لوگوں سے مزید ان تمام حالات اور واقعات کی وضاحت چاہی کہ آخر آپ لوگوں کو یہ کیسے معلوم ہوا اور آپ لوگ ان حقائق تک کیسے پہنچ گئے۔

تو سب سے پہلے مضر نے انکشاف کیا کہ دراصل میں شراب کی اس حقیقت سے کہ وہ ایسے انگوروں کی بنائی گئی ہے جسے قبروں پر لگایا گیا تھا اس لیے واقف ہو گیا کہ شراب کی خاصیت تو یہ ہے کہ شراب پینے کے بعد تمام قسم کے رنج و غم دور ہو جاتے ہیں ذہنی سکون محسوس

ہوتا ہے۔لیکن یہ شراب تو بالکل اپنی خاصیت کے برعکس ہے جب ہم لوگوں نے اسے پیا تو رنج وغم کی کیفیت دور نہیں ہوئی بلکہ اور احساس ہونے لگا۔

ربیعہ نے یہ وضاحت کی کہ میں گوشت کی حقیقت سے کہ وہ کسی ایسی بکری کا گوشت ہے جس نے کتیا کا دودھ پیا ہے اس لیے واقف ہو گیا کہ ہر قسم کے گوشت کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ چربی گوشت کے اوپر رہتی ہے۔سوائے کتوں کے گوشت کے کہ اس کی چربی گوشت کے اندر کے حصہ میں ہوتی ہے۔ چنانچہ جب ہم نے یہ گوشت کھایا تو تمام گوشت کے بالکل برعکس کیفیت تھی اس لیے میں نے پہچان لیا کہ یہ کسی ایسی بکری کا گوشت معلوم ہوتا ہے جسے کسی کتیا نے دودھ پلایا ہو۔

ایاد نے کہا کہ ان کے باپ کی اصلیت سے کہ وہ جس باپ کی جانب منسوب ہے وہ حقیقت میں نہیں ہیں۔اس لیے وہ واقف ہو گیا کہ انہوں نے جو کھانا تیار کرا کر ہمارے لیے بھیج دیا ہے۔لیکن اس نے خود ہمارے ساتھ نہیں کھایا تو ان کی طبیعت کا اندازہ لگایا کہ ان کے والد تو اس طرح نہیں تھے اور نہ ہی ان کے ایسے اخلاق تھے۔

انمار نے کہا کہ حائضہ عورت کی گوندھی ہوئی روٹیوں سے میں اس لیے واقف ہو گیا کہ وہ ایسا ہے کہ جب روٹی کے ٹکڑے بنا لیئے جاتے ہیں تو کھاتے وقت ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے اور یہاں اس کا حال دوسرا تھا تو میں نے یہ سمجھا کہ آٹے کو کسی حائضہ عورت نے گوندھا ہے۔

وکیل نے ان سب لوگوں کی گفتگو اور انکشافات سے افعی کو مطلع کیا تو افعی نے کہا کہ یہ سب لوگ شیطان معلوم ہوتے ہیں۔ پھر بعد میں افعی ان سب کی موجودگی میں تشریف لائے اور فرمایا کہ بھائیو! تم لوگوں کا کیا کام ہے؟ یا کیا واقعہ پیش آیا ہے؟ بیان کرو تا کہ آپ لوگوں کے آنے کا مقصد ظاہر ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنا اپنا قصہ بیان کیا کہ ان کے باپ نے مرتے وقت اس قسم کی وصیت کی تھی۔ لیکن تقسیم ترکہ کے وقت اختلاف پیدا ہو گیا ہے اور باپ نے یہ بھی تاکید کی تھی کہ اگر کسی مسئلہ میں کوئی پیچیدگی پیدا ہو جائے تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر حل کرانے کی تاکید فرمائی تھی۔

پھر ان لوگوں نے اپنا اختلافی معاملہ رکھا تو افعی نے جواب دیا کہ جو مال سرخ ٹوپی کے قبیل سے ہو وہ مضر کا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے حصہ میں دنانیر اور اونٹ وغیرہ بھی آجائیں گے۔اس لیے کہ دنانیر تو سرخ ہوتے ہیں لیکن بعض اونٹ سرخ رنگ کے بھی ہوتے ہیں جن کا شمار اچھے قسم کے مالوں میں ہوتا ہے اور عرب بھی اسے پسند کرتے ہیں۔

رہا وہ مال جو کالی گدڑی یا اس کے مشابہ ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ دیگر جانور مال اور گھوڑے وغیرہ بھی ربیعہ کے حصہ میں آجائیں گے اس لیے کہ بعض گھوڑے کالے بھی ہوتے ہیں۔

اور جو مال خادم کے ہم مثل ہوں اور خادم کھچڑی بالوں جیسا ہوتا ہے اس لیے اس کا مطلب یہ ہے کہ مویشی جانور اور چتکبرے گھوڑے وغیرہ بھی ایاد کے حصے میں آجائیں گے۔

اسی طرح افعی نے انمار کے لیے دراہم اور زمین کا فیصلہ کیا۔ پھر یہ فیصلہ سن کر سب لوگ افعی کے پاس سے چلے گئے (ان شاءاللہ باب کلب میں یہ ملاحظہ کر لیں گے کہ امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ربیعہ اور مضر دونوں کے دونوں مومن تھے)۔

ابن التلمیذ کے حالات

مورخ ابن خلکان نے ابن التلمیذ کی سوانح حیات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ نصاریٰ اور اطباء دونوں کے بزرگ تسلیم کیے جاتے تھے۔ آپ کے اور وحید الزمان مشہور حکیم ہبۃ اللہ کے درمیان کشیدگی اور چشمک رہا کرتی تھی۔ حکیم ہبۃ اللہ تو پہلے یہودی تھے پھر آخر

عمر میں اسلام لے آئے تھے۔ان کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ کو جذام کا مرض ہو گیا تھا تو آپ جسم میں افعی سانپ کو لپیٹے رہا کرتے تھے۔تو جب سانپ کو بھوک لگتی تھی تو وہ آپ کے جسم میں خوب ڈستا تھا۔ چنانچہ آپ اس علاج کی وجہ سے جذام سے شفایاب ہو گئے لیکن بعد میں اس کے زہریلے اثرات سے آپ کی بینائی چلی گئی تھی۔ چنانچہ ابن التلمیذ نے ان کے بارے میں اشعار کہے ؎

لنا صديق يهودی حماقته اذا تكلم تبدو فيه من فيه

''ہمارا ایک یہودی دوست ہے جب وہ گفتگو کرتا ہے تو اس کی حماقت جوان کے منہ میں ہے اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب گفتگو کرنے لگتے ہیں۔''

يتيه والكلب اعلىٰ منه منزلة كانه بعد لم يخرج من التيه

''وہ متحیر پھرتا رہتا ہے حالانکہ کتا اس سے زیادہ مرتبہ رکھتا ہے گویا کہ وہ حیرانی سے اس کے بعد بھی نہیں نکلے۔''

ابن التلمیذ نہایت متواضع منکسر المزاج آدمی تھی اور اوحد الزمان رحمۃ اللہ متکبر قسم کے آدمی تھی۔ چنانچہ ان دونوں کے بارے میں بدیع الاسطرلابی نے چند اشعار کہتے ہیں ؎

ابوالحسن الطبيب و مقتفيه ابوالبركات فی طرفی نقيض

''شیخ ابوالحسن طبیب اور حکیم آدمی ہیں اور ان کے پیروکار ابوالبرکات ہیں۔ان کے دونوں جانب میں نقیض معلوم ہوتے ہیں۔''

فهذا بالتواضع فی الثريا و هذا بالتكبر فی الخخفيض

''یہ تو تواضع وانکساری کی وجہ سے ثریا میں پہنچے ہوئے ہیں اور وہ تکبر کی وجہ سے پستی میں ہیں۔''

اور ابوالحسن بن التلمیذ نے المیزان (ترازو) کے بارے میں ایک عجیب وغریب بات کہی ہے ؎

ما واحد مختلف الاسماء يعدل فی الارض و فی السماء

''کوئی بھی چیز مختلف ناموں کی نہیں ہے جو زمین اور آسمان میں برابری اور مساوات کرتی ہو۔''

يحكم بالقسط بلا رياء اعمی يری الارشاد كل راء

''بغیر ریاء کے انصاف سے فیصلہ کرتی ہے وہ اندھی تو ہے لیکن وہ ہر چیز کو باقاعدہ ملاحظہ کر لیتی ہے۔''

اخرس لامن علة و داء يغنی عن التصريح بالايماء

''وہ گونگا بھی ہے لیکن بغیر کسی وجہ اور مرض کے جو اشارہ کر کے صاف گوئی سے بے پرواہ کر دیتی ہے۔''

يجيب ان ناداه ذو امتراء بالرفع والخفض عن النداء

''اگر کوئی شکی آدمی اپیل کرتا ہے تو وہ اُٹھ کر اور جھک کر جواب بھی دیتا ہے۔

يفصح ان علق فی الهواء

''وہ صاف صاف ظاہر ہو جاتا ہے اگر اسے ہوا میں معلق کر دیا جائے۔''

نوٹ: ''مختلف الاسماء'' جو شعر میں مذکور ہے اس سے بہت سے مترادفات ہیں۔میزان الشمس اسطرلاب۔آلات رصدیہ وغیرہ۔

اور یہی معانی ہیں اس جملے کے "یعدل فی الارض وفی السماء" (کہ وہ زمین اور آسمان میں برابر وزن کرتا ہے) نیز میزان نام کی مختلف مضمون میں کتابیں ہیں جیسے نحو میں میزان الکلام' عروض میں میزان الشعر اور منطق میں میزان المعانی وغیرہ۔

اَلْاَسْطُرْلَاب [1] ہمزہ میں زبر سین میں سکون اور طاء میں پیش ہے جس کے معانی ہیں میزان الشمس۔ اس لیے کہ یونانی زبان میں اَسْطُر میزان اور لَاب شمس کو کہتے ہیں۔ اس کو حکیم بطلیموس [2] (باء اور لام میں زبر ہے طاء اور یاء میں سکون ہے اور میم میں پیش ہے) نے ایجاد کیا ہے اور ایجاد کے سلسلے میں ایک عجیب وغریب واقعہ نقل فرمایا ہے جس کو طوالت کی وجہ سے ترک کر دیا گیا ہے۔

ابن التلمیذ ابوالحسن ایک زبردست مختلف علوم کے جامع نہایت ذہین دانشمند عالم گزرے ہیں لیکن ان تمام خوبیوں کے باوجود آپ اسلام کی دولت سے محروم رہے اور یہ بات خدائی رازوں میں سے ہے اور پاک برتر ذات کی بیش بہا نعمت ہے۔ وہ جس کو چاہتے ہیں ہدایت سے مالا مال کر دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں محروم کر دیتے ہیں۔ وَ مَنْ یُضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ. اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائیں اور تاحیات توحید پر قائم رکھیں۔ آپ کی وفات ۵۶۰ھ صفر المظفر میں ہوئی ہے۔

افعی سانپ کے طبی فوائد

اگر کوئی افعی سانپ کے خون کو بطور سرمہ آنکھوں میں استعمال کرے تو آنکھوں میں روشنی و بینائی کا اضافہ ہوگا۔ اگر کوئی اس کے قلب کو خشک کر کے گلے میں لٹکائے تو کسی قسم کا کوئی سحر [3] اثر انداز نہیں ہوگا۔ اگر کسی کی داڑھ میں درد ہو تو اس کی داڑھ باندھ کر لٹکالے تو داڑھ کر درد جاتا رہے گا۔ اسی طرح اگر اس کی بائیں داڑھ کو کوئی عورت بائیں ران میں باندھ لے تو جب تک یہ بندھی رہے گی عورت حاملہ نہیں ہو سکتی۔

- امام قزوینیؒ نے فرمایا ہے کہ ابن زہر اور ابن بختیشوع نے لکھا ہے کہ اگر کسی آدمی کو چوتھیا بخار آتا ہو تو افعی کا قلب باندھ کر لٹکالے تو ان شاء اللہ بخار جاتا رہے گا۔
- سانپ کی چربی ہر قسم کے کیڑے مکوڑوں کے ڈسنے میں مفید ہے۔

---

[1] اسطرلاب ایک قسم کا آلہ ہے جس سے نجومی ستاروں کی بلندی کا اندازہ کرتے ہیں۔

[2] بطلیموس۔ یہ صعید مصر میں پیدا ہوئے اور اسکندریہ کے قریب انتقال ہوا۔ یہ ایک زبردست جغرافیہ ہیئت اور تاریخ کے جاننے والے گزرے ہیں۔ ان کی مشہور تالیفات "المجسطی" و "آثار البلاد" اور "النظریۃ البطلیموسیۃ" فن ہیئت میں تصنیف کی ہیں۔ یہ اس بات کے قائل تھے کہ زمین حرکت نہیں کرتی بلکہ فلک اس کے گرد گھومتا ہے۔ مورخین ان کی ولادت و وفات کی تاریخ قلم بند نہیں کر سکے۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ اس قسم کے نام بادشاہوں کے ہوا کرتے تھے۔ انہی بادشاہوں کے ادوار میں علوم وفنون نے ترقی کی۔

[3] سحر کئی قسم کے ہوتے ہیں بعض ان میں سے وہ ہیں جس میں سفلیات سے مدد لے کر محض لوگوں کو پریشان کرنا ہوتا ہے یا کسی مرض یا تکلیف و مصیبت میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ اس کا شرعی حکم پھر کسی موقع سے لکھیں گے۔ ابھی آپ سحر سے متعلق ملاحظہ فرمائیں۔ سحر اور جادو یہ ایک فن ہے جس کو اس کے اصول اور پابندی کے ساتھ ہر فنکار ساحر ہر وقت کام میں لاسکتا ہے۔ اس کے اسباب اگرچہ عام لوگوں سے پوشیدہ ہیں لیکن اس فن کے تمام واقف کار اس سے واقف ہوتے ہیں اس لیے وہ دوسرے علوم وفنون کی طرح بدون و مرتب فن ہے جس کو بصریوں اور چینیوں اور ہندوستانیوں نے بہت فروغ دیا۔ (ہندوستان میں بنگال' مدراس' دیوبند میں اس سے بہت نقصان پہنچا ہے) لغت میں سحر کے معانی امر مخفی اور پوشیدہ چیز کے ہیں' اسی لیے صبح کے اول وقت کو سحر اس لیے کہتے ہیں ابھی دن کی روشنی پوری طرح نمودار نہیں ہوتی اور علمی اصطلاح میں سحر ایسے عجیب وغریب عمل کا نام ہے جس کے وجود پذیر ہونے کے اسباب نظر ⟵

- اگر کسی جگہ کے بال اکھیڑ کر (نوچ کر) اس کی چربی کی مالش کر دیں تو اس جگہ کبھی بال نہیں آسکتے۔
- اگر کوئی آدمی نوشادر منہ میں پگھلا کر اس سانپ یا کسی بھی سانپ کے منہ میں تھوک دے تو وہ اسی وقت مر جائیں گے۔
- اگر اس کی کھال سرکہ میں ملا کر پکالی جائے پھر اس کو منہ میں لے کر کلی کریں تو داڑھ اور دانتوں کے درد میں نفع بخش ثابت ہوگا۔
- اسی طرح اگر اس کی کھال کو مٹی میں ملا کر باریک پیس کر بطور سرما استعمال کریں تو آنکھوں کی بینائی میں جلاء بخشے گی۔
- اگر کسی کے بواسیر یا آنکھ میں سفیدی چھا گئی ہو تو اس سانپ کی چربی کی مالش اور آنکھوں میں بطور سرمہ استعمال کریں تو ان شاء اللہ دونوں شکایات جاتی رہیں گی۔
- سانپ کا پتہ فوری طور پر زہر کی طرح قاتل ہے۔

بقراط نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص سانپ کا گوشت کھالیا کرے تو تمام موذی امراض سے محفوظ رہے گا۔

ایک عجیب وغریب واقعہ

عمرو بن یحییٰ العلوی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارا قافلہ مکہ مکرمہ کے راستوں کو طے کرتا ہوا جا رہا تھا تو ہمارے ساتھیوں میں سے ایک صاحب کو استسقاء کی بیماری ہوگئی بس ہم چلتے چلتے کیا دیکھتے ہیں کہ عرب بدوؤں نے اونٹوں کی ایک قطار کو جس میں کہ یہ بیمار شخص بھی بیٹھا

← سے اوجھل ہوتے ہیں۔

امام رازیؒ کہتے ہیں کہ یہ بات یاد رکھیے کہ لفظ سحر شریعت کی اصطلاح میں ایسے امور کے لیے مخصوص ہے جس کا سبب پوشیدہ ہو اور وہ اصل حقیقت کے خلاف خیال میں آنے لگے (تفسیر کبیر ص ۳۲۰ ج ۱)

کاتب چلپی نے سحر کی یہ تعریف کی ہے کہ علم سحر فلکی احوال اور ستاروں کے اوضاع کو اس طور پر پہچاننے کا نام ہے جس میں ان دونوں کا موالید ثلاثہ اور زمین سے مخصوص طریقے سے ربط معلوم ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کی علتیں اور اسباب بالکل ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ پھر اس اعتبار سے ساحر آدمی مناسب اوقات میں فلکی اوضاع اور ستاروں کی گردش سے بعض موالید کا دوسرے موالید سے اس طور پر مرکب کر دیتا ہے جس سے عجیب وغریب قسم کے اثرات واسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس تعجب خیز امور میں بڑے بڑے عقلاء متحیر نظر آنے لگتے ہیں۔ (کشف الظنون ص ۶۸۴ ج ۱)

سحر آیا اس کی کچھ حقیقت ہے یا محض نظروں کا فریب ہے۔ چنانچہ جمہور علماء کا کہنا ہے کہ سحر کی واقعی ایک حقیقت ہے اور یہ مضر اثرات بھی رکھتا ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ کے پیش نظر اس میں اسی طرح کے مضر اثرات رکھ دیئے ہیں جس طرح کہ زہر یا دوسری نقصان دہ دواؤں میں۔ ایسا بالکل نہیں ہے کہ سحر قدرت الٰہی سے بے نیاز ہو کر العیاذ باللہ خود مؤثر بالذات ہے کیونکہ یہ عقیدہ تو خالص کفر ہے۔

بعض علماء کرام کے نزدیک سحر کی حقیقت شعبدہ، نظر بندی اور فریب خیال کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ بلاشبہ سحر ایک باطل حقیقت ہے۔ چنانچہ یہی مذہب امام ابوحنیفہؒ، ابوبکر جصاصؒ، شافعیؒ، ابواسحٰق الاسفرائی ابن حزم ظاہری اور معتزلہ وغیرہ کا ہے۔ حافظ عسقلانیؒ کہتے ہیں کہ علماء کرام کے سحر کو ایک حقیقت تسلیم کرنے کے بعد اس میں اختلاف ہوا کہ آیا سحر میں خدائے پاک نے تاثیر بخشی ہے کہ وہ حقائق اور ماہیات میں انقلاب پیدا کر دے یا وہ صرف مضر اشیاء کی طرح نقصان دہ ہے اور یہ ناممکن ہے کہ اس کے اثر سے انسان کی حقیقت گھوڑے میں تبدیل ہو جائے یا گدھا مثلاً انسان ہو جائے۔ چنانچہ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ سحر میں اس قسم کی تاثیر بالکل نہیں ہے اور نہ سحر سے کوئی حقیقت یا ماہیت تبدیل ہو جاتی ہے۔ ہاں چند حضرات یہ کہتے ہیں کہ سحر کے اندر انقلاب یا تبدیل ماہیت کی بھی تاثیر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان جو سحر کا مقابلہ ہوا تھا اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ یہ محض ملمع سازی اور تخیل کی حد تک تھا۔ (فتح الباری ص ۱۸۴ ج ۱)

ہوا تھا کاٹ لیا۔ پھر جب ہمارا سفر مکمل ہو گیا تو کوفہ لوٹ کر آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بیمار آدمی جو اونٹوں کی چوری میں چلا گیا تھا صحت مند نظر آرہا ہے تو ہم نے اس کے حالات دریافت کیے کہ بھائی کیا بات ہوئی ایام کیسے گزرے' کیسے صحت یاب ہو گئے۔ تو اس نے جواب دیا کہ بھائی ایسا ہوا کہ جب مجھے عرب بدو اپنے ساتھ لے کر اپنے ٹھکانوں میں جانے لگے تو ان لوگوں نے مجھے قریب ہی چند فرسخ کے فاصلے پر تنہا چھوڑ دیا۔ مجھے اتنی وحشت معلوم ہوتی تھی کہ موت کی تمنا کرنے لگا تھا۔ اتفاق سے ایک دن میں کیا دیکھتا ہوں کہ افعی کالے کالے سانپ جن کو پکڑ کر وہ لوگ لائے تھے ان کے سر اور دم کاٹ کا بھون بھون کر کھانا شروع کر دیا تو میں نے یہ سوچا کہ شاید یہ لوگ کھانے کے عادی ہو گئے ہیں اسی لیے ان کو نقصان اور مضر نہیں ہو رہا ہے لیکن اگر میں نے کھالیا تو مر ہی جاؤں گا اچھا ہے میں بھی کھالوں تو ہمیشہ کے لیے آرام کی نیند سو جاؤں گا اور ان تمام مصائب سے چھٹکارا مل جائے گا۔

تو میں نے ان لوگوں سے مانگا کہ بھائی مجھے بھی بھوک لگی ہے کھلا دو تو ان میں سے ایک آدمی نے ایک سانپ میری طرف پھینک دیا۔ چنانچہ میں اسے کھا کر گہری نیند سو گیا۔ جب بیدار ہوا تو سارا جسم پسینہ سے شرابور تھا۔ ساتھ ہی ساتھ طبیعت متغیر ہوتی رہی۔ کبھی پسینہ کبھی ابھار' کبھی طبیعت میں اس قسم کی ہیجانی کیفیت سو مرتبہ کے قریب تبدیل ہوتی رہی۔ جب صبح نمودار ہوئی تو میرا جسم لاغر' دبلا اور پیٹ پتلا اور چھریرا معلوم ہو رہا تھا۔ اس کے بعد بھوک لگی۔ کھانے کی ضرورت محسوس ہوئی تو کھانا مانگ کر کھایا۔ پھر ان کے پاس کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ مجھے یقین ہو گیا کہ میں شفایاب ہو گیا ہوں۔ اب کسی قسم کی تکلیف باقی نہیں رہی۔ پھر بعد میں ان کے بعض ساتھیوں کے ساتھ میں کوفہ آ گیا۔

الاقهبان

(ہاتھی اور بھینس) الاقہبان ہاتھی اور بھینس کو کہتے ہیں۔ چنانچہ روبۃ اپنے آپ کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے ۔

لیث یدق الاسد الهموسا والاقهبین الفیل والجاموسا

ترجمہ: ''شیر درندہ شیر کو کھٹکھٹاتا ہے۔ اس طرح اقہبین ہاتھی اور بھینس کو بھی۔

الاملول

یہ ایک بھٹ تیتر کی طرح یا قطا[1] پرندہ کی طرح ایک صحرائی جانور ہوتا ہے۔

الانس

نوع انسان آدمی اور بشر کو انس کہتے ہیں اس کا واحد انسی وانسی آتا ہے اور مجھے اناسی اسی طرح اگر انسان کو واحد مان لیں تو اس کی جمع اناسی آئے گی یعنی نون کے بدلے میں یاء آ جائے گی، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا و اناسی کثیر ا' اسی طرح اناسیہ بروزن صارفه صاقلة آتی ہے۔

نیز انسان کا اطلاق عورت پر بھی ہوا کرتا ہے۔ لیکن جنس مؤنث کی وجہ سے انسان میں تائے تانیث لگا کر انسانة نہیں کہتے۔ لیکن

---

[1] قطا۔ کبوتر کے برابر ایک ریگستانی جانور ہوتا ہے۔ (المنجد)

عوام الناس انسانہ کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ مولدین کے اشعار میں انسانۃ کا استعمال موجود ہے۔
امام جوہری نے فرمایا ہے کہ بعض عرب شعراء نے انسانۃ استعمال کیا ہے ؎

انسانۃ فتانۃ بدر الدجی منہا خجل

ترجمہ: ''وہ ایک فتنہ خیز عورت ہے جس سے چاند بھی شرماتا ہے۔''

اذا زنت عینی بہا فبالدموع تغتسل

ترجمہ: ''جب میری نگاہیں اس سے زنا کرتی ہیں تو آنسوؤں سے نہا لیتی ہیں۔''

الانسان [1]

انسان کا اطلاق آدم زادہ اور نوع بشر پر ہوتا ہے۔ اس کی جمع الناس آتی ہے۔ امام جوہریؒ نے فرمایا ہے کہ درحقیقت انسان کی اصل فعلان کے وزن پر آتی ہے۔ اگر تصغیر بنانا ہو تو یاء بڑھا کا اُنَیْسَانَ کہتے ہیں۔ جس طرح کہ رجل کی تصغیر رویجل آتی ہے۔ علماء صرف نے کہا ہے کہ انسان کی اصل ''انسیان افعلان'' کے وزن پر آتی ہے۔ لیکن کثرت استعمال کی وجہ سے یاء کو تخفیفاً حذف کرتے ہیں اور تصغیر بناتے وقت یاء اپنی جگہ پر آجاتی ہے۔ اس لیے کہ تصغیر سے الفاظ کی زیادتی نہیں ہوا کرتی۔ ہاں تصغیر میں سارے اصلی حروف

---

[1] اللہ رب العزت کی چار قسم کی مخلوق ہیں (۱) انسانات (۲) حیوانات (۳) نباتات [پودے درخت، گھاس پھوس وغیرہ] (۴) جمادات [پتھر وغیرہ] لیکن یہ دُنیاوی ظاہری مخلوقات ہیں۔ ان کے علاوہ فرشتوں کی مستقل مخلوق، جنات کی مستقل مخلوق، ان دونوں پر اس سے قبل لکھا جاچکا ہے۔ خدا کی ان تینوں مخلوقات میں اشرف و اعلیٰ انسان ہے۔ اسی لیے انسان کو دُنیا کی خلافت سونپ دی گئی ہے۔ فرشتے سراپا خیر تھے۔ جنات شر ہی شر اس لیے کہ اس کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے اس لیے ان دونوں مخلوق کو خلافت نہیں دی گئی۔ انسان کی اندر خیر و شر دونوں مادے ہیں۔ ان دونوں کے غالب و مغلوب کرنے کا طریقہ بھی انسان کو دیا گیا۔ اس لیے خلافت ارضی اسی مخلوق کو سونپ دی گئی۔ اسی طرح انسان کو خوب صورت متناسب الاعضاء مزاج کا معتدل، حساس، باشعور، ذی رائے بنایا گیا ہے جیسے کہ قرآن میں ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ دوسری جگہ ارشاد ہے: اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا۔ اسی لیے انسان کو اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے اور احکام کا مکلف بنایا گیا۔ کتاب مقدس میں ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ انسان اور جنات کو عبادت کے لیے بنایا۔ بس انسان کی شرافت کے لیے اتنا کافی ہے۔ سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام ہیں اس لیے ان کو ابوالبشر کہا جاتا ہے۔ جب خدائے تعالیٰ نے آدم کو بنانا چاہا تو ان کا خمیر تیار کرنے سے پہلے فرشتوں کو اطلاع دی۔ پھر خمیر کو ایسی مٹی سے گوندھا گیا جو ہر تبدیلی قبول کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ جب ان مراحل سے گزر کر یہ تبدیلی کی گئی کہ وہ تپی پختہ ٹھکری کی طرح آواز دینے لگی کھنکھنانے لگی تو جسد خاکی میں روح پھونکی گئی جس کی وجہ سے یک بیک گوشت، پوست، ہڈی، پٹھے کا زندہ انسان تیار ہو گیا۔ پھر اس میں ارادہ، شعور، احساس، عقل، وجدان کی صلاحیت ودیعت کردی گئی۔
چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام دُنیا کے سب سے پہلے انسان ہیں۔ پھر ان میں سے توالد و تناسل کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ تقریباً ۹۳۰ برس کی عمر پائی ہے۔ اس دوران حضرت آدم علیہ السلام لاکھ دولاکھ اپنی اولادیں دیکھ کر دُنیا سے رُخصت ہوئے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا تذکرہ قرآن کریم میں تقریباً ۲۵ جگہوں میں کیا گیا ہے (قصص القرآن ص ۱۱ ج ۴)

واپس آجاتے ہیں۔

علماء صرف نے حضرت ابن عباسؓ کے قول سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا انسان کو انسان اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان سے باری تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کا عہد و میثاق لیا تھا لیکن پھر یہ بھول گئے۔

اور الناس اصل لفظ اناس ہے۔ پھر بعد میں اس میں تخفیف کردی گئی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں مذکور ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْم۔ یعنی خداوند قدوس نے فرمایا کہ ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں پیدا کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اعضاء کو معتدل' متناسب اور برابر قاعدے کے مطابق پیدا کیا ہے۔

نیز اللہ پاک نے انسان کو ایک فصیح اور سلیس زبان عطا فرمائی ہے جس کے ذریعہ سے وہ آپس میں گفت وشنید کرتے ہیں۔ اسی طرح اس کو ہاتھ اور اس میں انگلیاں بھی عنایت فرمائی ہیں جس کی مدد سے وہ ہر چیز کو مضبوطی سے پکڑ سکتا ہے۔ اسی طرح عقل و تمیز کی بیش بہا نعمت سے بھی نوازا ہے جس کے ذریعہ سے وہ خالق کی فرماں برداری سے روگردانی نہیں کر سکتا۔ اسی کے ساتھ ساتھ اسے کھانا کھانے کا سلیقہ بھی عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ اسی مضمون کی ایک روایت بھی موجود ہے:

> ''حضرت ابومزینہ الدارمی جن کو نبی پاک ﷺ کی صحبت بھی حاصل ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے دو شخص ایسے تھے کہ جب وہ آپس میں ملاقات کرتے تو پھر جدا ہونے کا نام نہ لیتے جب تک کہ ان میں سے کوئی کسی دوسرے کو یہ نہ سناتا: وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ (قسم ہے زمانے کی کہ واقعی انسان گھاٹے میں ہیں)۔'' (طبرانی)

ایک علمی فائدہ

ابن عطیہ نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم مخلوق نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن پاک میں کتاب اللہ' قرآن شریف کا تذکرہ ۵۴ جگہ ہوا ہے۔ لیکن کسی بھی جگہ قرآن کے لیے لفظ خلق استعمال نہیں کیا گیا ہے اور نہ اشارہ کیا گیا۔ لیکن قرآن کی بہ نسبت انسان کا تذکرہ ایک تہائی ۱۸ مرتبہ کیا گیا ہے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ ہر جگہ پر اس کے پیدا کرنے کی تصریح موجود ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں انسان اور قرآن کا تذکرہ اسی اسلوب پر ہوا ہے۔ لیکن دونوں کا تذکرہ جداگانہ ہے۔ ارشاد ہے:

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ

''رحمٰن نے قرآن سکھلایا۔ آدمی بنایا۔''

قاضی ابوبکر بن العربی مالکی المذہب نے فرمایا ہے کہ خداوند قدوس نے تمام مخلوقات میں سوائے انسان کے کسی کو اشرف المخلوقات نہیں بنایا ہے اور نہ اس کے علاوہ کسی اور مخلوق کو اسے بہتر طریقے سے پیدا کیا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو زندہ' ذی علم' قادر بنایا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ گفت وشنید کی صلاحیت قوت بینائی وشنوائی تدبیر کا ملکہ اور دانش مندی جیسی نعمتیں بھی عنایت فرمائیں ہیں اور یہی صفات باری تعالیٰ کی بھی ہیں۔

چنانچہ حدیث پاک میں مذکور ہے:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خلق آدم علی صورتہ [1]

''اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر بنایا ہے۔''

امام دمیریؒ فرماتے ہیں اب ان شواہد کے پیش نظر علمائے کلام کے لیے ایک کھلا میدان ہے جس سے وہ قرآن کے مخلوق نہ ہونے پر استدلال کر سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ یہاں یہ موضوع نہیں ہے۔ اس لیے ہم اس مسئلے کو چھیڑنے سے گریز کرتے ہیں۔

ابن العربی مالکی المذہب نے لکھا ہے کہ موسیٰ بن عیسیٰ الہاشمی اپنی اہلیہ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ اگر تو چاند سے زیادہ حسین اور خوبصورت نہیں ہے تو تجھے تین طلاق ہیں۔ ان کی بیوی یہ سن کر ان سے پردہ کرنے لگی اور کہا کہ مجھے تین طلاق ہوگئی۔ چنانچہ جب ان کی بیوی ان سے پردہ کرنے لگی تو عیسیٰ بن موسیٰ کے لئے راتیں گزارنا مشکل ہوگیا۔ جب صبح ہوگئی تو خلیفہ منصور تشریف لائے تو ابن العربی نے منصور کو اس بات سے آگاہ کیا۔ یہ سن کر منصور نے تمام فقہائے کرام کو طلب کر کے ان کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا تو سوائے ایک فقیہہ کے تمام فقہا نے طلاق پڑ جانے پر اتفاق کیا۔ اختلاف کرنے والے فقیہہ نے یہ کہا کہ عورت کو طلاق واقع نہیں ہوگی اس لیے کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[1] ان اللّٰہ خلق آدم علی صورۃ۔ اس حدیث پاک کے مفہوم کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ چنانچہ شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے فرمایا ہے (اشعۃ اللمعات) کہ یہ حدیث متشابہات کے قبیل سے ہے۔ یعنی یہ ارشاد گرامی احادیث صفات میں سے ہے جس کے معانی ومفہوم تک رسائی ناممکن ہے۔ اس لیے اس کے بارے میں کوئی تاویل یا توجیہہ کرنے کے بجائے سکوت وخاموشی بہتر ہے۔ اکثر علماء کرام نے یہی فرمایا ہے۔ لیکن بعض محدثین نے مختلف تاویلیں ذکر کی ہیں جن میں مشہور تاویل قاضی ابوبکر بن العربی مالکی المذہب کی ہے کہ یہاں ''صورت'' صفت کے معانی میں ہے۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ عام طور پر روزمرہ کے بول چال میں کہا جاتا ہے کہ فلاں معاملہ کی صورت مسئلہ یہ ہے یا صورت حال یوں ہے۔ ظاہر ہے کہ جس طرح کسی ''مسئلہ'' یا ''حال'' کی کوئی ظاہری صورت نہیں ہوتی بلکہ اس کے ساتھ صورت کا لفظ استعمال کر کے حقیقت میں اس مسئلہ یا حال کی کیفیت مراد ہوتی ہے۔ اسی طرح یہاں ''اللہ کی صورت'' سے مراد ''اللہ کی صفت'' ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صفت پر بنایا اور ان صفات کے ساتھ موصوف کیا جو صفات کریمہ باری تعالیٰ کا پرتو ہیں۔ چنانچہ اللہ پاک نے ان کو زندہ' عالم' قادر' متکلم' سمیع وبصیر بنایا ہے۔

بعض نے یہ لکھا ہے کہ صورت کی اضافت اللہ کی طرف شرف وعظمت کو ظاہر کرنے کے لیے ہے جیسا کہ روح اللہ اور بیت اللہ (اللہ کی روح اور اللہ کا گھر) میں روح اور بیت کی اضافت اللہ کی طرف ہے۔ اس صورت میں اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو اس لطیف وجمیل صورت پر پیدا کیا ہے جو اسرار ولطائف پر مشتمل ہے اور جس کو اس نے اپنی کامل قدرت کے ذریعہ اپنے پاس سے عطا کیا ہے۔ بعض محدثین نے یہ فرمایا ہے کہ صورتہ (اپنی صورت) کی ضمیر حضرت آدمؑ کی طرف راجع ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو انہی کی صورت پر بنایا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ وہ ابتداء ہی سے ایک ہی شکل پر تھے۔ دوسرے انسانوں کی طرح ان کی تخلیق اس تدریجی طور پر نہیں ہوئی کہ پہلے وہ جوہر لطیف نطفہ تھے پھر مضغہ ہوئے پھر جنین' پھر طفل' پھر صبی اور پھر پورے مرد کامل ہوئے بلکہ وہ ابتدائے آفرینش ہی میں تمام اعضاء جوارح' کامل شکل وصورت اور ساٹھ گز کے ساتھ پورے انسان بنائے گئے تھے۔

چنانچہ بخاری اور مسلم شریف کی روایات میں حضرت ابوہریرہؓ سے تفصیلی طور پر حدیث مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر بنایا۔ ان کی لمبائی ساٹھ گز کی تھی۔ پھر اس کے بعد فرشتوں سے سلام وجواب بھی مذکور ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْم.

''ہم نے انسان کوسب سے اچھے سانچے میں ڈھالا ہے۔''

تو منصور نے کہا کہ ہاں آپ کی بات تو درست معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ منصور نے اس کی بیوی کو اس انکشاف سے مطلع کیا۔ یہی جواب امام شافعیؒ سے بھی منقول ہے۔

امام دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک موسیٰ بن عیسیٰ کے اس واقعے پر اعتراض یہ ہے کہ آپ منصور کے ولی عہد تھے۔ بعد میں منصور نے اپنے بیٹے مہدی کی وجہ سے ان سے ولی عہدی واپس لے لی تھی اور امام شافعیؒ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی ہے جیسے کہ اس سے قبل لکھا جاچکا ہے اور مورخ ابن خلکان کے قول کے مطابق خلیفہ منصور کی وفات ۱۵۸ھ میں ہوئی ہے اس لیے اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کا بھی فتویٰ دینا سمجھ میں نہیں آتا۔ اس پر آپ بھی غور وفکر سے کام لیں۔

صابر و شاکر

امام دمیریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مندرجہ ذیل واقعہ امام زمخشریؒ [1] نے آیت کریمہ ''یستفتونک فی النساء'' کی تفسیر کے ذیل میں نقل فرمایا ہے کہ عمران بن الحطان الخارجی نہایت کالا کلوٹا آدمی تھا۔ لیکن اس کی عورت نہایت خوب صورت حسین وجمیل تھی۔ ایک دن اس کی عورت ٹکٹکی باندھ کر اپنے شوہر کو دیکھنے لگی اور الحمد للہ (اللہ کا شکر) پڑھا۔ تو اس کے شوہر نے کہا کیا بات ہے؟ تو اس عورت نے جواب دیا: میں اس بات پر شکریہ ادا کر رہی ہوں کہ تم اور میں دونوں جنت میں جائیں گے۔ شوہر نے کہا کہ کیسے؟ عورت نے کہا کہ تجھے مجھ جیسی خوبصورت عورت مل گئی تو تم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور مجھے تجھ جیسا شوہر ملا تو میں نے صبر کیا اور اللہ پاک نے صابرین وشاکرین سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ (تفسیر زمخشری)

ابن الجوزی وغیرہ نے لکھا ہے کہ عمران بن الحطان خارجی تھا اور یہی وہ شخص ہے جس نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے شہید کردیے جانے کے موقع پر عبدالرحمٰن بن ملجم قاتل کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہا تھا ۔

یاضربة من تقی ما اَرَادَبها الالیبلغ من ذی العرش رضوانا

''اے اس شخص کی مار جس نے اپنے ارادے کی حفاظت کی، آگاہ ہو جاؤ عرش والے کی طرف سے مژدہ سنادو۔''

انی لاذکرہ یوما فاحسبه اوفی البریة عنداللّٰہ میزانا

''میں اسے جس دن بھی یاد کرتا ہوں تو اللہ کے دربار میں مرتبہ اسے مخلوق سے زیادہ وفادار شمار کرتا ہوں۔''

اکرم بقوم بطون الارض اقبرھم لم یخلطوا دینھم بغیاً و عدوانا

''اسی طرح قوم میں سب سے زیادہ باعزت خیال کرتا ہوں اور اس کی قبر میرے نزدیک پست زمین میں ان تمام لوگوں سے زیادہ اُبھری

---

[1] محمود بن عمر زمخشری۔ بعض نے ان کا نام جاراللہ لکھا ہے۔ اس لیے کہ یہ مکہ میں رہا کرتے تھے۔ عقائد میں معتزلی تھے اپنے وقت کے امام فن لغت، نحو، بیان اور تفسیر وغیرہ کے علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ ۱۰۷۵ء مطابق ۴۶۷ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کی مشہور تصانیف تفسیر میں کتاب ''الکشاف عن حقائق التنزیل'' ہے جو ۵۲۸ھ میں مکمل ہوئی۔ نحو میں کتاب ''المفصل، اطواق الذھب فی المواعظ والخطب'' واساس البلاغۃ'' وغیرہ ہیں۔ ان کی تصانیف میں سب سے زیادہ مشہور ان کی تفسیر ہوئی ہے جس میں خاص طور پر فصاحت وبلاغت کے علوم سے دلچسپی لی ہے۔

لگ رہی ہے جنہوں نے اپنے دین کو بغاوت اور ظلم سے مخلوط نہیں کیا ہے۔"
جب یہ اشعار ابوالطیب الطبری تک پہنچے کہ عمران خارجی نے حضرت علیؓ کے قاتل کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہے ہیں تو آپ نے یہ جوابی اشعار کہے ۔

انی لابرأ مما انت قائله فی ابن ملجم الملعون بهتانا
"جو کچھ تو نے ابن ملجم کے بارے میں بہتان طرازی کی ہے میں اس سے برأت کرتا ہوں۔"

انی لاذکره یوما فالعنه دینا والعن عمران بن خطانا
"میں جس دن بھی اسے یاد کرتا ہوں تو مذمت کر کے لعنت بھیجتا ہوں۔ پھر عمران بن خطان کو بھی لعنت کا نشانہ بناتا ہوں۔"

علیک ثم علیه الدهر متصلا لعائن الله اسراراً و اعلانا
"زمانہ دراز تک تم پر اور اس پر پوشیدہ اور اعلانیہ دونوں طور پر اللہ کی لعنت ہو۔"

فانتم من کلاب النار جاء لنا نص الشریعة برهانا و تبیانا
"تم تو دوزخ کے کتے ہو اس لیے کہ ہمارے پاس واضح اور دلیل کے طور پر شریعت کی نص صریح آ گئی ہے۔"
شیخ طبری نے آخر شعر میں فرمان رسول الخوارج کلاب النار (خوارج دوزخ کے کتے ہیں) کی طرف اشارہ کیا ہے۔
(کتاب الاذکیاء)

ایک عجیب واقعہ

تاریخ بغداد میں ہے کہ علی بن نصر بن احمد ایک فقیہ اور مالکی المذہب قابل اعتماد متقی اور پرہیزگار آدمی تھے۔ آپ ہی کے صاحبزادے شیخ عبدالوہاب مشہور عالم گزرے ہیں۔ ان کے حالات زندگی میں ایک واقعہ یہ بھی درج ہے کہ ان کے پڑوس میں ایک ترکی غلام رہا کرتا تھا۔ غلام کا اور اس کی ماں کا ہمارے گھر میں ربط وضبط تھا۔ علی بن نصر کہتے ہیں کہ میں نے اس لڑکے کی شادی ایک پاک دامن لڑکی سے کرادی۔ چنانچہ وہ دونوں دوسال تک اچھی زندگی گزارتے رہے۔ ایک دن وہ لڑکا میرے پاس شکایت لے کر آیا اور یہ کہا کہ حضور والا آپ نے میرا نکاح جس سے کیا ہے اس کے ایک بچہ پیدا ہوا ہے مجھے یہ شکایت ہے کہ جب سے بچہ پیدا ہوا ہے اب تک مجھے نہیں دکھایا گیا۔ جب میں دیکھنے کے لیے جاتا ہوں تو میری بیوی مجھے روک دیتی ہے۔ دیکھنے نہیں دیتی اس لیے آپ کی خدمت میں آیا ہوں تاکہ آپ میری ساس سے سفارش کر دیں تاکہ میں بچے کو دیکھ کر سکون حاصل کرسکوں۔ چنانچہ آپ نے اس کی بیوی کی والدہ سے سفارش کی۔ چنانچہ وہ فوراً پردہ کے ساتھ گفتگو کرنے لگیں اور یہ کہا:
حضور والا میں ان کو بچہ دیکھنے سے اس لیے منع کرتی ہوں کہ بچہ چتکبرا سر سے ناف تک سپید بقیہ سارے جسم کا کالا پیدا ہوا ہے۔ ہمیں بھی بے چینی رہتی ہے۔ چنانچہ جوں ہی باپ نے یہ سنا کہ بچہ چتکبرا پیدا ہوا ہے چیخنے لگا ہائے میرا بیٹا۔ پھر اس نے یہ کہا کہ بالکل اسی رنگ کے میرے دادا بھی تھے اس لیے مجھے اس سے رنجیدہ خاطر نہیں ہونا چاہیے۔ جب اس کی بیوی نے یہ سنا تو پھر وہ بہت خوش ہوئی۔ اس کے تمام رنج وغم کافور ہو گئے اور اس نے شوہر کو بچہ دکھایا۔
حکیم ابن بختیشوع (جس کا معنی عبدالمسیح ہے) نے اپنی تصنیف "کتاب الحیوان" کو انسان کے عنوان سے شروع کیا ہے۔ مزید اس

نے یہ لکھا ہے کہ چونکہ انسان تمام جاندار چیزوں میں معتدل مزاج اعضاء وغیرہ میں کامل اور متناسب' ذوق واحساس میں لطیف رائے اور مشورہ میں تیز ہوتا ہے۔ نیز وہ تمام مخلوقات پر ایک زبردست حاکم بادشاہ کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ پاک نے اسے عقل کی دولت سے نواز کر تمام چیزوں سے ممتاز اور باحیثیت بنا دیا ہے۔ درحقیقت یہی دُنیا کی بادشاہت کے لائق ہے۔ اسی لیے بعض حکماء نے انسان پر عالم اصغر کا اطلاق کیا ہے۔

عملیات ووظائف

شیخ شہاب الدین احمد البونیؒ نے عبداللہ بن عمرؓ سے نقل فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص کو کوئی شدید ضرورت پیش آ جائے تو وہ حاجت مند آدمی بدھ اور جمعرات اور جمعہ کے دن کا روزہ رکھے۔ جمعہ کے دن خاص طور پر غسل کر کے نماز جمعہ کے لیے جاتے ہوئے یہ دُعا پڑھے تو ان شاء اللہ اس کی ضرورت پوری ہو جائے گی اور یہ عمل آزمودہ اور مجرب ہے۔[1]

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمِ وَاَسْئَلُکَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ اَلَّذِیْ مَلَاَتْ عَظَمَتُهُ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضَ وَاَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَنَتْ لَهُ الْوُجُوْهُ وَخَشَعَتْ لَهُ الْاَبْصَارُ وَ وَجِلَتِ الْقُلُوْبُ مِنْ خَشْیَتِهٖ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّاَنْ تُعْطِیَنِیْ مَسْئَلَتِیْ وَتَقْضِیْ حَاجَتِیْ وَتُسَمِّیَهَا اَنْ رَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ○

عبادت میں چستی اور ہر قسم کی برکت کے لیے

اگر کوئی شخص بعد نماز جمعہ پاکی اور نظافت کی حالت میں محمد رسول اللہ ۳۵ مرتبہ لکھ کر اپنے پاس رکھے تو اسے اللہ تعالیٰ عبادت میں

---

[1] دُعاؤں وغیرہ کا اثر انداز ہونا یہ ایک حقیقت ہے جس کا کوئی بھی ہوش مند آدمی انکار نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض اشیاء میں ایسی خصوصیات پیدا فرمادی ہیں جس سے ہر کس وناکس آدمی واقف ہے۔ مثلاً جڑی بوٹیوں میں اسی طرح دُعاؤں وغیرہ میں بھی اثرات ہیں جیسے کہ الفاظ کے زیر وبم سے آدمی متاثر ہو جاتا ہے۔ تعریف اور مذمت سے انسان خوش اور مشتعل ہو جاتا ہے تو دُعاؤں کی تاثیر سے کون انکار کر سکتا ہے۔ ان تاثیروں کو اصطلاح میں خواص کہتے ہیں۔ خواص وہ علم ہے جن میں ایسی چیزوں سے بحث کی جاتی ہے۔ جو اسماء باری تعالیٰ' کتاب اللہ کی آیات اور دُعاؤں کے پڑھنے سے اثرات مرتب ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ شیخ طاشکبری کہتے ہیں کہ نفس اور قلب باری تعالیٰ کے اسماء کتاب اللہ کی دُعائیں پڑھنے سے خداوند قدوس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور اسی توجہ کی وجہ سے پڑھنے والا غیر مناسب امور سے اپنے آپ کو بے تعلق کر لیتا ہے جس کی وجہ سے قوت استعداد کے مطابق انوار وآثار کا فیضان ہونے لگتا ہے۔ اسی طرح دُعاؤں اور منتر کے خواص سے جھاڑ پھونک کرنے والے سے بھی حیرت انگیز امور سرزد ہونے لگتے ہیں (مفتاح السعادۃ)

چنانچہ ملا چلپی نے لکھا ہے کہ ان تاثیرات میں تعجب کرنے کی کوئی بات نہیں ہے اس لیے کہ اشیاء کی خصوصیات تو ضرور ہوتی ہیں اور یہ بات متحقق بھی ہے اگرچہ اس کے اسباب نظروں سے اوجھل رہتے ہیں۔ اسی لیے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مقناطیسی قوت لوہے تک کو کھینچ لیتی ہے۔ حالانکہ اس کشش کا سبب لوگوں کو بھی معلوم نہیں۔ اسی طرح ہر چیز میں اللہ نے خصوصیت رکھی ہے۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ بعض اشیاء کی خصوصیات واضح اور سمجھ میں آ جاتی ہیں اور بعض کی غیر واضح اور ادراک سے بالاتر ہوتی ہے۔ اس ترقی یافتہ سائنسی دور میں اس مقناطیسی قوت کو حاصل کر لیا گیا ہے اور اسی سے دیگر جدید آلات تیار کر لیے گئے ہیں۔ اسی لیے قدیم زمانے کی تمام تحقیقات اب بدیہی اور واضح ہو گئی ہیں۔

چستی اور ہر قسم کی برکت عطا فرمائیں گے۔ مزید شیطانی خطرات اور اس کے اثرات سے محفوظ رہے گا۔

نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لیے

نیز اگر اوپر لکھے ہوئے نسخے کو روزانہ صبح طلوع آفتاب کے وقت تا دیر نظروں سے دیکھتا رہے ساتھ ہی ساتھ درود شریف بھی پڑھتا رہے تو اسے اللہ تعالیٰ نبی پاک ﷺ کے دیدار کا شرف بخشیں گے۔ یہ عمل آزمودہ اور مجرب ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ سے روایت ہے کہ آپ کو اللہ جل شانہٗ کی خواب میں ۹۹ مرتبہ زیارت نصیب ہوئی تو آپ کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ اگر سو مرتبہ مکمل ہو گئی تو میں خداوند قدوس سے ایک سوال کروں گا۔ چنانچہ آپ کی یہ خواہش پوری ہو گئی تو آپ نے باری تعالیٰ سے پوچھا: اے پروردگار! تیرے بندے قیامت کے دن کس چیز سے نجات پائیں گے تو اللہ شانہٗ نے فرمایا کہ جو آدمی صبح و شام تین مرتبہ یہ پڑھے گا:

سُبْحَانَ الْاَبَدِیِّ الْاَبَدْ سُبْحَانَ الْوَاحِدِ الْاَحَدْ' سُبْحَانَ الْفَرْدُ الصَّمَدْ سُبْحَانَ مَنْ رَفَعَ السَّمَاءَ بِغَیْرِ عَمَدْ سُبْحَانَ مَنْ بَسَطَ الْاَرْضَ عَلٰی مَاءٍ جَمَدْ سُبْحَانَهٗ لَمْ یَتَخِذْ صَاحِبَةً وَّ لَا وَلَدْ سُبْحَانَهٗ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَهٗ کُفُوًا اَحَدْ.

امام احمدؒ مزید فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نماز فجر اور صبح کے درمیان ۴۰ مرتبہ **یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا اللّٰہُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْئَلُکَ اَنْ تُحْیِیَ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ** پڑھ لیا کرے تو اللہ پاک اس کے دل کو زندہ رکھیں گے جس دن کہ تمام لوگوں کے قلوب مردہ ہو جائیں گے۔

ایمان کی حفاظت کے لیے ایک وظیفہ

''ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ خواہش رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک اس کے ایمان کی حفاظت فرماتے رہیں تو وہ اپنا معمول یہ بنالے کہ روزانہ کسی سے گفتگو سے پہلے مغرب کی سنتوں کے بعد دو رکعت اس طریقے سے پڑھے کہ ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس اور پھر دو رکعت پڑھنے کے بعد سلام پھیر دے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تک اس کے ایمان کی حفاظت فرماتے رہیں گے۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ بہت بڑا فائدہ ہے۔''

امام نسفی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کو سند طویل کے ساتھ نقل فرما کر یہ اضافہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ ان تمام سورتوں کے ساتھ سورۂ اخلاص سے قبل انا انزلناہ فی لیلۃ القدر بھی پڑھ لے۔ نیز سلام پھیرنے کے بعد ۱۵ مرتبہ سبحان اللہ پڑھ کر ذیل کی دُعا پڑھنے سے اللہ تعالیٰ ایمان کے سلب ہونے سے محفوظ رکھیں گے اور یہ سب سے بہترین فائدہ ہے۔

''اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْعَالِمُ مَا اَرَدْتُّ بِهَاتَیْنِ الرَّکْعَتَیْنِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُمَا لِیْ ذُخْرًا یَوْمَ لِقَائِکَ اَللّٰهُمَّ احْفَظْ بِهِمَا دِیْنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ وَعِنْدَ مَمَاتِیْ وَبَعْدَ وَفَاتِیْ.''

نیک عادتیں

بعض اہل علم اور دانش وروں سے یہ سوال کیا گیا کہ انسان میں سب سے اچھی عادت کون سی ہوتی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ انسان میں سب سے اچھی عادت دین داری ہے۔ پھر ان سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص دو عادتوں کا جامع بننا چاہے تو پھر دوسری کون سی

ہونی چاہیے؟ انہوں نے جواب دیا کہ دینداری اور مال و دولت۔ پھر سوال کیا گیا اگر کوئی چار خصائل کا مجموعہ بننا چاہے تو جواب دیا کہ دین داری' دولت' حیا کے ساتھ پھر تو اچھے اخلاق و کردار کا ہونا چاہیے۔ پھر سوال کیا گیا۔ اگر کوئی پانچ کا خواہش مند ہو تو جواب دیا کہ دین داری' دولت' حیاء' حسن خلق کے ساتھ سخاوت ہونی چاہیے۔

اگر کسی آدمی کے اندر یہ ساری عادتیں اور نیک خصلتیں جمع ہو جائیں پھر تو وہ متقی پرہیزگار اور ولی صفت انسان ہو جاتا ہے اور شیطان لعین اس سے ڈرنے لگتا ہے۔ مزید انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ مومن آدمی شریف الطبع' نرم خو اور مہربان ہوتا ہے۔ لعنت کنندہ' چغل خور' حاسد' کینہ پرور' بخیل اور متکبر نہیں ہوتا۔ اسی کے ساتھ ساتھ اخلاق کی پاکیزگی' دنیا سے بے رغبتی' دل کا سخی' غیروں کا مخلص و محسن اور ایک ذی حیثیت اور بااثر انسان ہوتا ہے۔ اس کی زبان بے قابو اور اسے وقت کو ضائع کرنے کا شائبہ تک نہیں ہوتا ہے وہ ہمیشہ مستقبل میں نیک تمناؤں کا امیدوار اور ماضی پر رنج و غم کا افسوس کرتا ہے اور وہ اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدا کی یاد اور تڑپ میں گزارتا ہے۔ وہ کبھی اپنے مقصد کو فراموش نہیں کرتا۔ اسی طرح وہ اپنے دوست کا بھی بُرے کاموں میں ساتھ نہیں دیتا۔ اسی طرح دشمن کے حق کو بھی مارنے کی کوشش نہیں کرتا۔ وہ ہمیشہ دوسروں کی مدد' غیروں کے ساتھ تلطف اور مصیبت اور تنگ دستی میں اپنے بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرتا ہے۔ بس اس قسم کے تمام نیک اوصاف مومن اور توحید پرست انسان میں جمع ہونا چاہیے۔

اسم اعظم کی وضاحت

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کی صحبت میں خدا کا ایک موحد بندہ رہا کرتا تھا۔ اس نے ایک دن ابن ادہم سے کہا کہ حضرت آپ مجھے یہ بتا دیجئے کہ اسم اعظم کیا ہے؟ جس کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اس کے واسطے سے کوئی بھی دُعا کی جاتی ہے تو خداوند قدوس شرف قبولیت سے نوازتے ہیں۔

اسی طرح اگر اس کے ذریعے اللہ پاک سے سوال کیا جاتا ہے تو پورا ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ تم صبح و شام یہ کلمات پڑھ لیا کرو اس لیے کہ اگر کوئی شخص اس کے ذریعے سے دُعا کرتا ہے تو اللہ پاک اس کی حفاظت اور نگرانی فرماتے ہیں۔ خوفزدہ آدمی کو امن و امان نصیب ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی اس کے واسطے سے اللہ سے دُعا مانگتا ہے تو ضرور قبول فرماتے ہیں' وہ کلمات یہ ہیں:

يَا مَنْ لَهُ وَجْهٌ لَا يَبْلٰى وَنُوْرٌ لَا يُطْفٰى وَاِسْمٌ لَا يُنْسٰى وَبَابٌ لَا يُغْلَقُ وَسِتْرٌ لَا يُهْتَكُ وَمُلْكٌ لَا يُفْنٰى اَسْئَالُكَ وَاَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِجَاهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَقْضِيَ حَاجَتِيْ وَتُعْطِيَنِيْ مَسْئَلَتِيْ [1] (کتاب البستان)

بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ اسم اعظم کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اس کے واسطے سے کوئی دُعا مانگی جاتی ہے تو قبول ہو جاتی ہے اور اگر اللہ پاک سے کوئی سوال کیا جاتا ہے تو پورا فرماتے ہیں۔ اسم اعظم یہ ہے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَالُكَ بِاَنِّيْ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ الْاَحَدُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَالُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ

---

[1] ''اسم اعظم'' اللہ تعالیٰ کے اس مخصوص نام کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے دُعا مانگی جاتی ہے تو قبول ہو جاتی ہے لیکن اسم اعظم کی تعیین خداوند قدوس نے نہیں کی ہے جس طرح کہ شب قدر یا ساعت قبولیت کا کون سا وقت ہے یہ اُمت کو نہیں بتلایا گیا تاکہ اُمت برابر اپنے پروردگار کی طاعت و عبادت میں لگی رہے یا کسی غیر کو گزند نہ پہنچا سکے۔ اسماء بنت یزیدؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا اسم اعظم ان دو آیات قرآنیہ میں مخفی ہے: ←

وَالْاَرْضِ يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمَ.

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ اسم اعظم کیا ہے اور وہ قرآن میں کس جگہ پر ہے تو آپ نے فرمایا کہ اسم اعظم کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے:

ابوامامہ کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اسم اعظم قرآن کی تین سورتوں سورۂ بقرہ' آل عمران' طٰہٰ میں مذکور ہے۔

بعض اکابر علماء نے یہ لکھا ہے کہ سورۂ بقرہ اور آیت الکرسی میں اسم اعظم هو الحی القیوم ہے۔ اسی طرح قرآن پاک کے دیگر مقامات میں بھی ہے۔ مثلاً ابتدائی آل عمران اور سورۂ طٰہٰ میں اسم اعظم یہ ہے:

وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمُ

دُعا کی قبولیت کی شرائط

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں منقول ہے:

''بلاشبہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا بندے کی دُعا[1] (قبولیت کی شرطوں کے بعد) قبول کی جاتی ہے جب تک وہ کسی

. . وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمِ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ. حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اسم اعظم کے بارے میں دریافت کیا تو میرے پاس جبرائیل علیہ السلام لے کر آئے جو مہر بند تھا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بھی اسم اعظم سکھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اسم اعظم عورتوں' بچوں اور بے وقوفوں کو تعلیم دینے سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح دوسری احادیث میں ہے کہ لوگوں کو اگر معلوم ہو جائے تو وہ اسم اعظم کے ذریعے سے دُنیا طلب کرنے لگیں۔ عارف قیجانی کہتے ہیں کہ میں نے حالت کشف میں حضور ﷺ کو دیکھا۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اسم اعظم پر اللہ نے پردہ ڈال رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے مخصوصین کے علاوہ اس پر کسی کو مطلع نہیں فرماتے۔ اگر عوام کو اسم اعظم معلوم ہو جائے تو صرف اسی میں مشغول رہتے اور اس کے علاوہ دیگر عبادات کو ترک کر دیتے۔ احادیث میں مختلف دُعاؤں کو اسم اعظم کہا گیا ہے اس لیے علماء کا اس کے تعین میں شدید اختلاف ہو گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس اعظم کا وجود نہیں ہے بلکہ ہر اسم اللہ کا اسم اعظم ہے۔ یہ مسلک مالکؒ، اشعری، طبری، ابن حبان، باقلانی وغیرہ کا ہے۔ شعبی اور عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ اسم اعظم ہے اور یہی اکثر علماء کا مذہب ہے بلکہ اگر اجماع کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ دوسرے اکثر دُعاؤں میں لفظ اللہ ضرور پایا جاتا ہے۔ تیسرے لفظ اللہ ذاتی ہے اور باقی تمام صفاتی ہیں۔ چوتھے یہ کہ تمام اسماء میں لفظ اللہ مقدم ہے۔ پانچویں قرآن پاک میں ہر جگہ ضمیر کا مرجع اللہ ہے۔

[1] حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ دُعا کے بارے میں اگر خدا پر کامل یقین اور بھروسہ ضروری ہے تو وہیں یہ بات بھی ضروری ہے کہ دُعا ان ہی چیزوں کی مانگی جائے جو عادتاً مانگی جاتی ہوں اور مباح بھی ہوں اس لیے حدیث میں یہی بتایا جا رہا ہے کہ مومن کی دُعا اسی وقت قبول ہوتی ہے جبکہ وہ نہ گناہ کی کوئی چیز طلب کرے اور نہ رشتہ ناطہ توڑنے کی دُعا کرے اور نہ جلد بازی سے کام لے۔

ملاعلی قاری فرماتے ہیں کہ گناہ کی چیز مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص یہ دُعا مانگنے لگے کہ اے اللہ! مجھے فلاں شخص کو (جو مسلمان ہے) قتل کر دینے کی طاقت عطا فرما۔ یوں دُعا مانگے کہ اے اللہ فلاں شخص کو بخش دے۔ حالانکہ اس کے بارے میں یہ یقین ہو کہ وہ کافر مرا ہے۔ اس لیے یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس قسم کی دُعا مانگنا اور پھر اس کی قبولیت کی توقع بھی رکھنا ''دیدہ دلیری'' ہی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح محال اور غیر ممکن الوقوع چیزوں کی دُعا مانگنا اور پھر ان کی قبولیت کی اُمید رکھنا بھی انتہائی حماقت اور بیوقوفی ہے۔ مثلاً کوئی عقل کا اندھا یہ دُعا مانگے کہ اے اللہ! تو مجھے دُنیا ہی میں حالت بیداری میں اپنا دیدار عطا فرما۔ رشتہ ناطہ توڑنے کی دُعا کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بدباطن شخص یہ دُعا مانگے کہ اے اللہ! مجھ میں اور میرے باپ میں جدائی کر دے۔ اس حدیث کی روشنی میں مومن کی ایسی غیر ایمانی دُعا بھی قبول نہیں ہوتی۔ ۱۲

گناہ یا ناطہ توڑنے کی دُعا نہیں مانگتا اور جب تک کہ جلدی نہیں کرتا۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! جلدی کا کیا مطلب ہے؟ آپؐ نے فرمایا دُعا مانگنے والا بار بار کہنے لگے کہ میں نے دُعا مانگی یعنی اکثر دُعا مانگی لیکن میں نے اسے قبول ہوتے نہیں دیکھا اور پھر وہ تھک کر بیٹھ جائے اور دُعا مانگنا ہی چھوڑ دے۔''[1]

کن لوگوں کی دعا رد نہیں ہوتی

پریشان حال اور مظلومین کی دُعا بغیر کسی روک ٹوک کے قبول ہو جاتی ہے اس سلسلہ میں کافر یا فاجر کی کوئی تخصیص منقول نہیں ہے۔

اسی طرح والد کی دُعا اپنے بیٹے کے لیے اور فرماں بردار لڑکے کی اپنے والدین کے لیے قبول ہو جاتی ہے۔ نیز عادل بادشاہ اور نیک آدمی کی دُعا بھی رد نہیں کی جاتی۔ اسی کے ساتھ ساتھ مسافر (جب تک کہ وہ حالت سفر میں ہو) اور روزہ دار (جب تک کہ اس نے افطار نہ کیا ہو) کی دُعا شرف قبولیت سے نوازی جاتی ہے۔ اسی طرح وہ مسلمان جس نے کسی سے تعلقات نہ توڑے ہوں یا اس نے کسی پر ظلم نہ کیا ہو یا اس نے دُعا مانگنے کے بعد مایوس کن الفاظ زبان سے نہ نکالے ہوں۔ مثلاً میں دُعا مانگتا ہوں لیکن قبول نہیں ہوتی (تو ایسے لوگوں کی دُعائیں قبول ہو جاتی ہیں)۔

مختلف عملیات

امام دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ یافعیؒ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص خیر و برکت کا خواہش مند ہو یا رفع حاجت اور رنج و غم دور کرنا چاہتا ہو یا ظالم کے لیے بددُعا کر رہا ہو تو وہ یہ عمل کرے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص پاکی اور طہارت کاملہ کے ساتھ بعد نماز عشاء ایک نشست میں یـا لَطِیْفُ ۱۶۴۴۱ (سولہ ہزار چار سو اکتالیس) بار بغیر کسی کمی اور زیادتی پڑھتا رہے تو ان شاء اللہ یہ عمل ہر قسم کے راز اور حیلہ سازی کو توڑ دے گا۔

اس عمل کا طریقہ یہ ہے کہ پڑھنے کے دوران آپ جب ۱۲۹ بار پڑھ چکیں تو یہاں پر تسبیح کے دانے کو روک کر ۱۲۹ مرتبہ یا لطیف پڑھا کریں تو ان شاء اللہ اس سے اس کے مذکور مقاصد حل ہو جائیں گے۔ اس لیے کہ لطیف میں حروف تہجی کے اعتبار سے ل ط ی ف میں کل مجموعہ ۱۲۹ ہوتا ہے۔ پھر جب آپ اپنے مقصد کا نام لے کر دُعا کریں تو ان شاء اللہ ضرور حاصل ہو جائے گا۔ لیکن آپ اس کا بھی خیال رکھیں کہ جب بھی ۱۲۹ مرتبہ کا ورد پڑھ چکیں تو ایک مرتبہ یہ آیت کریمہ بھی پڑھ لیا کریں: لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَ هُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ.

---

[1] حدیث کے آخری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات بندۂ مومن کی شان کے لائق نہیں ہے کہ اگر قبولیت دُعا میں تاخیر محسوس ہو تو تھک کر بیٹھ جائے اور دُعا مانگنا ہی چھوڑ دے کیونکہ احادیث میں دُعا کو بھی عبادت کے ہم پلہ قرار دیا گیا ہے اور عبادت سے اس طرح اکتاہٹ یا دل گرفتگی مومن آدمی کے لیے کسی بھی حالت میں مناسب اور لائق نہیں ہے۔ پھر یہ کہ قبولیت دُعا میں تاخیر یا تو اس لیے ہوتی ہے کہ اس کا وقت نہیں آتا اس لیے کہ ازل ہی سے ہر چیز کے وقوع اور تکمیل کا ایک وقت مقرر ہے۔ جب تک وہ وقت نہیں آتا ہے وہ چیز بھی وقوع پذیر نہیں ہوتی یا یہ کہ دُعا مانگنے والا جو دُعا مانگتا ہے اس کی قسمت میں اس کی دُعا کا اس دُنیا میں قبول ہونا لکھا نہیں ہوتا۔ اس صورت میں اس کے بدلے میں آخرت کا ثواب عطا کیا جاتا ہے یا پھر قبولیت میں تاخیر اس لیے ہوتی ہے تا کہ دُعا مانگنے والا دُعا مانگنے میں پوری طرح عاجزی و انکساری، کچی لگن اور تڑپ اور کمال عبودیت کا اظہار کرتا ہے کیونکہ دُعا میں ان چیزوں کے اختیار کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بہت پسند فرماتا ہے۔

خیر و برکت اور رزق میں ترقی کے لیے

اگر کوئی خیر و برکت یا رزق میں وسعت و کشادگی چاہتا ہو تو ہر نماز کے بعد سو مرتبہ یہ پڑھا کرے: **لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَ هُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْر۔** پھر اس کے بعد یہ دُعا پڑھے: **اللّٰہ لطیف بعبادہ یرزق من یشاء وھو القوی العزیز۔**

ظلمتوں اور تاریکیوں سے بچنے کے لیے

اسی طرح اگر کوئی شخص ظلمتوں اور تاریکیوں سے بچنا چاہتا ہو تو یہ پڑھے: **لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْر۔** پھر اس کے بعد اسم اعظم پڑھے۔ پھر آخر میں یہ دُعا پڑھے: **اَللّٰھُمَّ وَسِعْ عَلَیَّ رِزْقِیْ اَللّٰھُمَّ اعْطِفْ عَلٰی خَلْقِکَ اَللّٰھُمَّ کَمَا صِنْتَ وَجْهِیْ عَنِ السُّجُوْدِ لِغَیْرِکَ فَصِنْهُ عَنْ ذُلِ السُّوَالِ لِغَیْرِکَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن۔**

صفات حمیدہ کے وظائف

شیخ ابوالحسن الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص مندرجہ ذیل صفات حمیدہ سے اپنے آپ کو مزین و آراستہ کرلے تو اسے دین و دُنیا میں سعادت و خوش بختی نصیب ہوگی۔

کافروں کو اپنا دوست نہ بنائے اور نہ مومنوں کو اپنا دشمن۔ دُنیا سے زہد و تقویٰ کا توشہ لے کر رخصت ہو۔ اسی طرح اپنے آپ کو دُنیا میں ہمیشہ ایک دن مرنے والا سمجھتا رہے۔ اللہ کی وحدانیت اور رسول کریم کی رسالت کی شہادت دے۔ پھر اپنے آپ کو عمل صالح کا پیکر بنائے اور یہ دُعا پڑھتا رہے:

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ مَلٰئِکَتِهٖ وَ کُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ قَالُوْ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَ اِلَیْکَ الْمَصِیْر۔

بعض بزرگوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کوئی مندرجہ ذیل اوصاف حمیدہ کو اختیار کرلے تو اللہ پاک اس کے لیے دُنیا میں اور آخرت میں چار چار چیزوں کی ضمانت لے لیتے ہیں:

دُنیا میں تو قول و کردار میں سچائی، عمل میں اخلاص، رزق کی کثرت اور شرور سے حفاظت کی ضمانت ہوتی ہے اور آخرت میں خصوصی مغفرت، قربت الٰہی، جنت میں داخلہ اور بلند درجات نصیب ہوں گے۔

اسی طرح اگر کوئی آدمی یہ چاہتا ہو کہ وہ قول و عمل میں صدق و سچائی کا پیکر ہو تو **انا انزلناہ فی لیلۃ القدر** پابندی سے کثرت کے ساتھ پڑھا کرے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہو کہ اللہ پاک اسے رزق کی کثرت عطا فرمائیں تو **قل اعوذ برب الفلق** پابندی کے ساتھ پڑھا کرے۔ اگر کوئی شخص دشمنوں کے شرور سے محفوظ رہنا چاہتا ہو تو وہ **قل اعوذ برب الناس** پڑھنے میں مداومت کرے۔

رزق میں وسعت کے لئے

اگر کوئی شخص خیر و برکت اور رزق میں وسعت کا خواہش مند ہو تو وہ سورۂ واقعہ اور سورۂ یٰسین کی تلاوت پر پابندی کرے اور اگر یہ کلمات بھی پڑھ لیا کرے تو بہتر ہے۔ ان شاء اللہ اسے خیر و برکت کی دولت اور روزی میں کثرت بارش کی طرح ہوگی۔ کلمات یہ ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الْمَلِکِ الْحَقِ الْمُبِیْنَ وَ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْر۔

اسی طرح اگر کوئی شخص استغفار کا ورد رکھے تو اللہ پاک اُسے رزق میں ترقی کے ساتھ ساتھ رنج و غم سے محفوظ رکھیں گے۔

دشمن کے خوف سے حفاظت کے لئے

اگر کوئی شخص کسی آدمی کو ڈراتا ہو دھمکی دیتا ہو یا گھبراہٹ میں مبتلا کرتا ہو تو یہ دُعا پڑھے۔ان شاء اللہ خوف ودہشت جاتی رہے گی:

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَ عَقَابِهٖ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَحْضُرُوْنِ.

یا یہ دُعا پڑھے:

تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ اَبَدًا وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا.

دعا کی قبولیت کا وقت

اگر کوئی شخص یہ معلوم کرنا چاہتا ہو کہ دُعا کی قبولیت کے لیے آسمان کے دروازے کس وقت کھلتے ہیں تو اذان کے کلمات کا جواب کلمۂ شہادت کے پڑھنے کے بعد دینا چاہیے اس لیے کہ حدیث پاک میں مذکور ہے کہ جب کوئی مصیبت' بلا' یا وباء آسمان سے نازل ہو تو لوگوں کو مؤذن کے کلمات کا جواب دینا چاہیے تو اللہ پاک مصیبت میں راحت عنایت فرماتے ہیں۔

رنج وغم سے نجات کے لئے

اگر کسی آدمی کو رنج وغم یا خوف لاحق رہتا ہو تو یہ دُعا پڑھا کریں۔ان شاء اللہ اس سے نجات مل جائے گی۔

"اللّٰهم انی عبدک وابن عبدک وابن امتک ناصیتی بیدک ماض فی حکمک عدل فی قضائک اسئلک بکل اسم سمیت به نفسک او انزلته فی کتابک او علمته احدا من خلقک او استاثرت به فی علم الغیب عندک ان تجعل القرآن ربیع قلبی ونور صدری وجلاء حزنی وذهاب همی وغمی فیذهب عنک همک وغمک وحزنک."

ننانوے امراض سے حفاظت

اگر کوئی یہ خواہش رکھتا ہو کہ اللہ پاک اسے ننانوے امراض سے محفوظ رکھیں۔ یہاں تک کہ چھوٹے گناہ اور دیوانگی کے اثرات وغیرہ سے نجات مل جائے تو یہ کلمات پڑھنے سے ان شاء اللہ حفاظت رہے گی: **لاحول ولا قوة الا باللّٰه العلی العظیم.**

مصیبت کے وقت اجر وثواب ملے

اگر کوئی آدمی یہ چاہتا ہو کہ اسے مصیبت اور آزمائش کی ابتلاء کے ساتھ ساتھ اجر وثواب بھی ملتا رہے تو یہ دُعا پڑھا کرے:

"اناللّٰه وانا الیه راجعون اللّٰهم عندک احتسبت مصیبتی فاجرنی فیها وابدلنی خیرامنها."

یا یہ پڑھا کریں:

"حسبنا اللّٰه و نعم الوکیل تو کلنا علی اللّٰه وعلی اللّٰه تو کلنا."

قرض سے نجات کے لیے

رنج وغم سے نجات اور قرض کی ادائیگی کے لیے صبح وشام یہ دُعا پڑھنا بہت مفید ہے:

اَللّٰهم اِنی اعوذُبک من الهم والحزن واعوذبک من العجز والکسل واعوذبک من الجبن

والبخل واعوذبک من غلبة الدین وقھر الرجال.

مجاہدہ اور ریاضت کے لیے

کسی پر غلط نظر ڈالنے سے اجتناب کریں تو اللہ پاک اسے عبادت وریاضت میں خشوع وخضوع کی توفیق بخشے گا۔ فضول باتوں کے اجتناب سے علم وحکمت کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ رات کے قیام وروزہ رکھنے اور تہجد پڑھنے سے عبادت میں حلاوت نصیب ہوتی ہے۔ ترک مزاح اور کم ہنسنے سے جاہ وجلال اور رُعب کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے۔ دُنیا سے بے رغبتی محبت کی دولت سے مالا مال کر دیتی ہے۔ غیروں کے عیوب کے تجسس میں نہ پڑنے سے اپنے عیوب نفس کے اصلاح کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ اس لیے کہ تجسس نفاق کا ایک شعبہ ہے۔ جیسے کہ حسن ظن ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ اللہ کی ذات میں غور وفکر نہ کرنے سے خشیت الٰہی کی نعمت اور نفاق سے حفاظت نصیب ہوتی ہے۔ دوسروں کے ساتھ بدگمانی نہ کرنے سے اللہ پاک ہر برائی سے امن وامان عنایت فرماتے ہیں۔ عوام سے اعتماد ہٹا کر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے سے عزت وعظمت ملتی ہے۔

دل زندہ رہے

روزانہ چالیس مرتبہ یا حی یا قیوم لا الہ الا انت پڑھنے سے دل زندہ رہتا ہے۔ اللہ پاک اس میں قوت بخش دیتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی یہ چاہتا ہو کہ قیامت کے دن نبی پاک ﷺ کا دیدار نصیب ہو تو اذا الشمس کورت واذا السماء انفطرت واذا السماء انشقت کثرت سے پڑھا کرے۔

قیامت میں شدید پیاس سے حفاظت

اگر کوئی شخص اس بات کا خواہش مند ہو کہ اللہ پاک اس کو قیامت کے دن شدید پیاس سے محفوظ رکھیں تو اسے روزے کثرت سے رکھنا چاہیے۔

عذاب قبر سے نجات

اگر کوئی یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے قبر کے عذاب سے نجات دے دیں تو اس کو نجاسات اور حرام چیزوں سے محفوظ رہنا چاہیے اور نفس کی خواہشات پر عمل کرنا ترک کر دیں۔ ان شاء اللہ قبر کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

خصائل حمیدہ کے حصول کے لئے

قناعت اور تھوڑی سی چیز سے کام لینے سے انسان غنی اور مال دار ہو جاتا ہے۔ اپنی ذات سے غیروں کو نفع اور راحت پہنچانے سے آدمی تمام لوگوں سے اچھا اور بہتر سمجھا جانے لگتا ہے۔ اگر کوئی آدمی عبادت میں سب سے زیادہ بڑھنا چاہتا ہو تو اس حدیث شریف پر عمل کرے۔ اس کی تفصیل یہ ہے:

> جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی مجھ سے یہ کلمات سیکھ لے اور ان پر عمل پیرا ہو جائے یا کسی ایسے آدمی کو سکھا دے جو عمل کرنے لگے۔ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں ایسا کر سکتا ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر ان پانچوں چیزوں کو شمار کرا دیا۔ تم اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں سے ضرور بچنا۔ ان شاء اللہ تمام لوگوں سے زیادہ عابد اور زاہد بن جاؤ گے اور اللہ پاک نے جو چیز قسمت میں لکھ دی ہے تم اس پر راضی ہو جاؤ تو تم سب سے زیادہ غنی اور مال دار ہو جاؤ گے۔

اسی طرح تم پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا کرو تو تم سچ مچ مومن بن جاؤ گے۔ تم جو اپنے لیے پسند کرو وہی دوسروں کے لیے بھی۔ اس عمل سے آدمی صحیح معنوں میں مسلمان بن جاتا ہے۔ زیادہ ہنسنے سے پرہیز کریں اس لیے کہ اس سے آدمی کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔

اسی طرح اگر تم خالص محسن آدمی بننا چاہو تو اللہ پاک کی اس طرح عبادت کیا کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر اس طرح عبادت نہ کر سکو تو اس طرح کیا کرو کہ کم از کم وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ (الحدیث)

اچھے اخلاق کا برتاؤ انسان کو کامل ایمان والا بنا دیتا ہے۔ دوسروں کی حوائج وضروریات کو پورا کرنے سے اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبت کرنا چاہتے ہیں تو ضرورت مند حضرات کو ان کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں اللہ کے فرائض کی ادائیگی سے انسان خدا کا مطیع وفرماں بردار سمجھا جاتا ہے۔ اور جنابت سے پاک وصاف ہو جانے سے اللہ تعالیٰ سے گناہوں سے پاک ہو کر ملنے کا شرف مل جاتا ہے اور جمعہ کے دن خاص طور پر غسل کرنے سے آدمی اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کرے گا جیسے اس نے کسی قسم کا کوئی گناہ نہیں کیا۔

اللہ کی مخلوق پر ظلم نہ کرنے سے نور ہادی کے ساتھ قیامت کے دن حشر ہوگا اور ظلمات میں روشنی نصیب ہوتی ہے۔ کثرت استغفار سے گناہوں کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے اور اللہ پر بھروسہ کرنے سے اللہ اسے طاقت ور بنا دیتے ہیں۔ طہارت کاملہ اور پاکیزہ زندگی گزارنے میں اللہ تعالیٰ رزق میں وسعت عطا فرماتے ہیں۔ مخلوق خدا کے لیے غیظ وغضب کو دور کر دینے سے اللہ تعالیٰ کے عتاب سے امن وامان نصیب ہوتا ہے۔ حرام چیزوں سے بچنے اور سود سے پرہیز کرنے سے اللہ تعالیٰ دُعا کی قبولیت کا شرف عطا فرماتے ہیں۔ شرمگاہ کی حفاظت اور زبان کو قابو میں کر لینے سے اللہ تعالیٰ مخلوق کے سامنے رسوائی اور ذلت سے محفوظ رکھتے ہیں۔ لوگوں کے عیوب پر پردہ پوشی سے اللہ تعالیٰ بھی پردہ پوشی فرماتے ہیں۔ اس لیے کہ اللہ پاک ستار اور عیب پوش ہے اور وہ عیب پوشوں کو پسند کرتا ہے۔ کثرت استغفار اور خشوع وخضوع اور تنہائیوں میں نیکیاں کرنے سے اللہ تعالیٰ گناہوں اور خطاؤں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ تواضع وانکساری حسن خلق اور مصائب وآلام پر صبر کرنے سے اللہ تعالیٰ اجر وثواب سے نوازتا ہے۔ حسد اور بخل وبرے خلق سے بچنے سے اللہ تعالیٰ بڑے بڑے گناہوں سے حفاظت فرماتا ہے۔ صلہ رحمی اور صدقات وخیرات چھپ کر کرنے سے اللہ کے غضب وعتاب سے محفوظ رہتا ہے۔

قرض کی ادائیگی کے لیے

اگر کسی شخص پر اس کی استطاعت سے زیادہ دین یا قرض ہو تو مندرجہ ذیل دُعا پڑھنے سے اللہ تعالیٰ ادا کرنے کی قوت وہمت عطا فرما دیتے ہیں اس لیے نبی پاک ﷺ نے ایک اعرابی کو یہ دُعا بتائی تھی۔ دُعا یہ ہے:

"اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ."

دوسری حدیث شریف میں ہے کہ اگر کسی کے اوپر اُحد پہاڑ کے برابر بھی قرض یا دین ہوگا تو یہ دُعا پڑھنے سے اللہ تعالیٰ ادا فرما دیتے ہیں اور اسے ادا کرنے کی قوت عطا فرما دیتے ہیں۔ وہ دُعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ فَارِجَ الْكُرَبِ. اَللّٰهُمَّ كَاشِفَ الْهَمِّ اَللّٰهُمَّ مُجِيْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِيْمَهُمَا اَسْئَلُكَ اَنْ تَرْحَمْنِيْ فَارْحَمْنِيْ رَحْمَةً تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَمَّنْ سِوَاكَ.

مصیبت میں گرفتار کے لئے

اگر کوئی شخص ہلاک یا مصیبت میں گرفتار ہوگیا ہو تو یہ دُعا پڑھنے سے اللہ تعالیٰ نجات عطا فرماتے ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَظِيْم.

دشمن کے شر سے محفوظ رہے

حدیث پاک میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شریر قوم سے پریشان ہو تو وہ یہ دُعا پڑھا کرے۔ ان شاءاللہ وہ ان کے شر سے محفوظ رہے گا۔ دُعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنَاهُمْ كَتاشئت انک علٰی کل شئی قدیر.

جب کسی بادشاہ سے خطرہ ہو

اگر کوئی آدمی کسی بادشاہ سے خوف ودہشت محسوس کر رہا ہو تو وہ یہ دُعا پڑھے۔ ان شاءاللہ اس کا خوف جاتا رہے گا:

لا اِلٰـه اِلا اللّٰـه الحلیم الکریم رب السمٰوات السبع ورب العرش العظیم لا الٰـه الا انت عز جَارُکَ وجل ثناء ک لا اله الا انت.

یا یہ دُعا پڑھے:

اللّٰهم انا نجعلک فی نحورهم ونعوذبک من شرورهم.

اسی طرح ایک حدیث میں وارد ہے کہ اگر کوئی بارُعب بادشاہ ہو کہ اس کے پاس آنے جانے سے خوف یا خطرہ کا احساس ہوتا ہو یا وہ بادشاہ ظالم ہو تو اس کے پاس آنے کے وقت یہ دُعا پڑھے:

اللّٰـه اکبر اللّٰـه اکبر اللّٰـه اعز من خلقه جمیعا اللّٰه اعز مما اخاف واحذر والحمد للّٰه رب العالمین.

دین میں استقلال کے لیے

حدیث شریف میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص دین میں ثابت قدمی یا استقلال قلبی کا خواہش مند ہو تو وہ یہ دُعا پڑھا کرے:

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلٰی دِیْنِکَ

یا یہ دُعا پڑھے:

یَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰی دِیْنِکَ.

بادشاہ کے پاس جاتے وقت یہ پڑھے

اگر لوگ کسی بادشاہ کے دربار میں آنے جانے سے خوف محسوس کرتے ہوں یا بادشاہ سے کسی شر کا خوف ہو تو اس کے دربار میں جانے سے قبل یہ دُعا پڑھا کریں تو ان شاءاللہ اس کا خوف جاتا رہے گا۔ دُعا یہ ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْءٌ

وَاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ.

خیر و برکت کے لیے

سورۃ الم نشرح اور سورۃ الکافروں پابندی کے ساتھ پڑھنے سے اللہ پاک خیر و برکت اور رزق میں وسعت فرماتے ہیں۔

لوگوں سے پردہ داری کے لیے

لوگوں سے پردہ داری کرنی ہو تو یہ دعا پابندی سے پڑھا کرے:

اَللّٰهُمَّ اسْتُرْنِيْ بِسَتْرِكَ الْجَمِيْلِ الَّذِيْ سَتَرْتَ بِهٖ نَفْسَكَ فَلَا عَيْنٌ تَرَاكَ.

بھوک اور پیاس پر قابو پانے کے لیے

اگر کوئی شخص بھوک اور پیاس پر قابو پانا چاہے تو سورۃ لایلاف قریش پابندی سے پڑھا کرے۔ یہ نسخہ آزمودہ اور مجرب ہے۔

تجارت میں ترقی کے لیے

تجارت میں ترقی کے لیے سورۃ شعراء لکھ کر دوکان میں لٹکا دیں تو ان شاء اللہ اس میں نفع ہوتا چلا جائے گا اور بیع وشراء کے لیے لوگ کثرت سے آنے لگیں گے۔

ہر قسم کے نقصان سے محفوظ رہے

اگر کسی آدمی کو دوکان میں یا کسی اور کام میں نقصانات ہو رہے ہوں تو سورۃ القصص لکھ کر لٹکا دیں تو ان شاء اللہ نقصان وتلف سے محفوظ رہے گا۔ یہ بھی عمل آزمودہ اور مجرب ہے۔

موت کے وقت آسانی ہو

ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص ہر نماز فرض کے بعد آیۃ الکرسی پڑھتا رہے تو اس کی روح سوائے اللہ پاک کے کوئی نہیں نکالے گا (یہ آسانی اور سلامتی کی طرف اشارہ ہے یا اعزاز کے طور پر کہہ دیا گیا ہے)۔

حضرت ابو نعیم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معروف الکرخی سے یہ سنا ہے کہ جس وقت یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے لیے جمع ہو گئے تو اللہ پاک نے حضرت جبرائیل کو ان کی مدد کے لیے بھیجا تو آپ کے اندرون بازو میں مندرجہ ذیل کلمات لکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وہ کلمات پڑھے۔ اتنے میں اللہ پاک نے حضرت جبرائیلؑ کو حکم دیا کہ میرے بندے کو میرے پاس حفاظت کے ساتھ لے آؤ۔ وہ کلمات یہ تھے:

اللّٰھم انی اعوذ باسمک الاعزو ادعوک اللّٰھم باسمک الکبیر المتعال الذی ملاء الارکان کلھا ان تکشف عنی ضر ما امسیت واصبحت فیه.

دردسر کا مجرب عمل

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے بنو امیہ کے بعض خاندانوں میں ایک چاندی کا مقفل ڈبہ پایا گیا تھا جس کے اوپر شفاء من کل داءٍ (ہر مرض سے شفاء کے لیے) لکھا ہوا تھا۔ لیکن اس کے اندرون میں یہ کلمات لکھے ہوئے پائے گئے۔ اگر کسی کے شدید دردسر ہو رہا ہو تو اسے کسی طبیب کے پاس جانے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ کلمات پڑھ کر دم کر لے تو ان شاء اللہ اس کا دردسر جاتا رہے گا۔ یہ عمل بھی کئی مرتبہ

کا آزمودہ اور مجرب ہے۔ وہ کلمات یہ ہیں:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَ لَاحَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اُسْکُنْ اَیُّھَا الْوَجْعُ سَکَّنْتُکَ بِالَّذِیْ یُمْسِکُ السَّمَاءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِہٖ اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَؤُفٌ الرَّحِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَ لَاحَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اُسْکن اَیُّھَا الْوَجْعَ سَکَّنْتُکَ بِالَّذِیْ یُمْسِکُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ اَنْ اَمْسَکَھُمَا مِنْ اَحَدٍ مِنْ بَعْدِہٖ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا.

دردسر کے لیے دوسرا مجرب عمل

دردسر کے لیے دوسرا آزمودہ عمل یہ ہے کہ مذکورہ حروف کو ایک سفید کاغذ میں لکھ کر درد کی جگہ میں چپکا لیا جائے تو ان شاءاللہ دردسر جاتا رہے گا۔ مذکورہ حروف یہ ہیں دم ہ م ل ہ۔

بعض علماء کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ بنوامیہ کے خزانے میں ایک کافور مشک اور عنبر خام سے بھری ہوئی چوکور سونے کی ڈھال تھی اور اس میں ہرے زمرد کے بٹن بھی لگے ہوئے تھے۔ اگر کسی کے شدید دردسر ہوتا تو اس کے درد کی جگہ اس ڈھال کو رکھ دیا کرتے تھے تو سر کا درد جاتا رہتا۔ ایک مرتبہ لوگوں نے اس ڈھال کو کھول کر دیکھا تو اس کے بٹنوں میں ایک کاغذ کے پرزے میں یہ لکھا ہوا تھا:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ذلک تخفیف من ربکم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم یرید اللّٰہ ان یخفف عنکم وخلق الانسان ضعیفا. بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم الم ترالٰی ربک کیف مدالظل ولوشاء لجعلہ ساکنا بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ولہ ما سکن فی اللیل والنھار وھو السمیع العلیم.

دردسر کے لیے تیسرا عمل یہ ہے کہ آپ مندرجہ ذیل حروف کو کسی تختی یا پاک جگہ میں لکھ کر کیل سے دبائیں۔ پھر اس کے بعد یہ دُعا پڑھیں:

"الم تر الی ربک کیف مد الظل ولو شاء لجعلہ ساکنا ولہ ما سکن فی اللیل والنھار وھو السمیع العلیم."

اتنے میں اگر دردسر ہلکا ہو جائے تو پھر کیل کو زور سے دبائے رکھے۔ اس کے باوجود اگر دردسر ہلکا نہ ہو تو دباتے ہوئے ایک حرف سے دوسرے حرف میں منتقل ہوتے رہیں جب تک کہ دردسر جاتا نہ رہے یہ عمل کرتے رہیں۔ ان شاءاللہ دردسر کسی نہ کسی حرف پر جا کر ختم ہو جائے گا۔ نیز یہ عمل بھی بارہا آزمودہ اور مجرب ہے۔ وہ حروف یہ ہیں:

اح ا ک ک ح ع ح ا م ح

لیکن دباتے وقت اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہیے کہ کیل روشنائی میں رکھی جائے۔ مندرجہ بالا حروف کو ان اشعار میں یکجا کر دیا گیا ہے ؎

انی حملت الیک کل کریمۃ   حوراء عن حظ المتیم ماحنت

''جیسے تم چاہتے ہو اسے میں نے تمہارے پاس ہر پاکیزہ چیز کو تعویذ باندھنے کے لیے پیش کر دیا ہے۔''

فاوائل الکلمات منها مقصدی لصداع راسی یافتی قد جربت

ترجمہ: ''اے نوجوان ہمارا مقصد ان ابتدائی کلمات سے درد سر دور کرنے کے لیے ہیں مجرب اور آزمودہ نسخہ ہے۔''

طبی فوائد

- حکیم جالینوس [1] نے لکھا ہے کہ انسان کے بالوں کو جلا کر گلاب کے پانی میں ملا کر عورت اپنے سر میں رکھ لے تو دردزہ کے وقت ولادت میں آسانی ہو جائے گی۔
- انسانی منی برص [2] اور جسم کے دیگر سپید داغوں کے لیے مفید ہے۔
- زمین میں منی گرنے سے پسو وغیرہ جمع ہو جاتے ہیں۔
- انسان کا تھوک سانپ کے لیے زہر ہے اسی لیے اگر کوئی شخص سانپ کے منہ میں تھوک دے تو سانپ اسی وقت مر جاتا ہے۔
- کسی رات تیز و تند ہوائیں چل رہی ہوں تو انسان کے تیل سے چراغ جلانے سے یہ تیز ہوائیں رک جاتی ہیں۔
- عورت کے لمبے بالوں کو دریا میں ڈال کر نہ نکالا جائے تو وہ بال پانی کے سانپ بن جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص ''سکر طرزذ'' میں عورت کا دودھ ملا کر بطور سرمہ استعمال کرے تو آنکھوں کی سفیدی کے لیے نفع بخش ہے۔
- اگر کسی بچے کی آنکھ نیلی ہو گئی ہو تو اس کا علاج یہ ہے کہ اسے چالیس دن تک کسی حبشی لڑکی کا دودھ پلایا جائے تو اس کی آنکھیں سپید ہو جائیں گی۔
- اگر کسی بچے کے پیشاب کو لے کر (رماد حطب الکرم) انگور کی لکڑی کی راکھ میں ملا کر کسی زخم میں لگا دیا جائے تو اس میں آرام مل

---

[1] جالینوس غالینوس بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح کیلےنس اور مختصر کر کے کیلن بھی کہتے ہیں ۱۳۱ قبل مسیح پیدا ہوئے۔ یہ ایک زبردست یونانی طبیب گزرے ہیں۔ خاص طور پر علم تشریح میں زیادہ تحقیقات کی ہیں۔ ان کے دور میں تشریح کا معیار بلند ہو گیا تھا۔ لیکن جالینوس نے اس میں چار چاند لگا دیئے تھے۔ تشریحی غلطیوں کو درست کیا اور تشریح بیان کی۔ عضلات کے افعال کے متعلق ان کی معلومات آنی اعتبار سے بالکل صحیح ہیں۔ یہ عضلات کی عصبی پرورش کے لیے اعصاب کی ضرورت سے واقف تھا اور اس کو یہ معلوم تھا کہ عضلات کی حرکات کا مبداء دماغ ہے۔ چنانچہ اس نے کچھ اعصاب کو کاٹ کر اس حصے کو مفلوج کر کے اس حقیقت کو ثابت کر دیا۔

اس تجربے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ارادی حرکت کے اصول سے بھی واقف تھا۔ چنانچہ اس دور کے اطباء اور ڈاکٹر اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ ان سے پہلے قدیم اطباء کا یہ قول تھا کہ شرائین کے اندر خون نہیں ہوتا بلکہ ان کے اندر محض ارواح ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ مرنے کے بعد شرائین خالی ملا کرتے ہیں۔ اس قدیم خیال کی تردید سب سے پہلے جالینوس نے کی ہے اور مخالفین کے سامنے دکھا دیا۔ شرائین کو چیر کر کہ شرائین کے اندر بحالت زندگی خون پایا جاتا ہے۔ اگرچہ موت کے بعد شرائین خالی ملا کرتے ہیں۔ جالینوس نے دقیقہ رسی سے اعضائے انسانی کا مشاہدہ کیا ہے اس کے ثبوت میں چند باریک عروق کا نام پیش کیا ہے جن کی تحقیق کا سہرا جالینوس کے سر پر ہے دماغ میں بطون کے اندر کچھ باریک وریدیں ہیں جو جالینوس کی طرف منسوب ہیں اس لیے کہ اسی نے تحقیق کی ہیں اس نے بندر اور آدمی کے اجسام کا معائنہ کیا۔ جالینوس کی نئی تحقیق یہ ہے کہ اعصاب کی ابتداء یا تو دماغ سے ہوتی ہے یا نخاع سے اور کچھ اعصاب حسیہ ہوتے ہیں اور کچھ متحرک۔ جالینوس نے ایک سو گیارہ تصانیف کی ہیں۔ انتقال ۲۱۰ قبل مسیح ہوا۔

[2] برص ایک بیماری ہوتی ہے جس کی وجہ سے جلد سفید ہو جاتی ہے اور سخت تکلیف و خارش پیدا ہوتی ہے۔

جائے گا اور زخم اچھا ہو جائے گا۔

- اسی طرح اگر عورت پہلے سال کے بچے کے دانت کو باندھ کر لٹکا لے تو وہ حاملہ نہیں ہو سکتی۔
- حکیم جالینوس نے مزید کہا' انسان کا پتا زہریلا ہوتا ہے۔ اگر کسی کی آنکھ میں سفیدی کی شکایت ہو گئی ہو تو اس کے پتے کو بطور سرمہ استعمال کریں تو یہ شکایت جاتی رہے گی۔
- حکیم ابن ماویشہ کہتے ہیں کہ اگر عورت کے ہاتھ میں درد یا تکلیف ہو تو وہ بچے کی پہلی ناف کاٹ کر اپنے گلے میں لٹکا لے تو وہ درد جاتا رہے گا۔ اگر اس کی ہڈی کو باریک پیس کر ایلوا میں ملا کر جس کے ناک میں ناسور ہو گیا ہو ناک میں پھونکنے سے وہ ان شاء اللہ شفایاب ہوگا۔
- اگر کسی کی آنکھ میں پھولا ہو جائے تو وہ انسان کے پیٹ سے نکلے ہوئے کیڑوں کو سکھا کر باریک پیس کر بطور سرمہ استعمال کرے تو یہ شکایت جاتی رہے گی۔
- اگر کسی انسان کے پاخانے کو سکھا کر باریک پیس چھان کر شہد اور سرکہ ملا کر آکلہ [1] پر لگا لیا جائے تو وہ ان شاء اللہ نجات پا جائے گا۔ یہی گلے کے خوانیق [2] میں استعمال کرے تو وہ اچھا ہو جائے گا۔
- انسان کے بال باندھ کر لٹکانا آدھا سیسی کے درد میں مفید ہے۔
- اگر کسی کو کتے نے کاٹ لیا ہو تو وہ بالوں کو سرکہ میں تر کر کے اس جگہ پر لگا لے تو وہ شفاء پا جائے گا۔
- انسان کا خون میتھی کے آٹے اور سنداب کے پانی میں گوندھ کر خون اور پیپ اور ساقین کے زخموں پر لگانا نہایت مفید ہے بلکہ ہر زخم کے لیے راحت بخش ہے۔
- اگر کسی کے حیض کے کرسف کے ایک ٹکڑے کو کشتی کے پچھلے حصہ میں باندھ دیا جائے تو اس کشتی میں ہوا داخل نہیں ہو سکتی۔
- ایسی کسی عورت کو ناف کا درد ہو رہا ہو تو حیض کے کرسف کو جلا کر تھوڑی سی راکھ اور دھنیاں لے کر پھر ان دونوں کو ٹھنڈے پانی میں پیس کر ناف کے ارد گرد لگا دیا جائے تو ان شاء اللہ یہ درد جاتا رہے گا۔ یہی نسخہ نفاس کے وقت ناف کے درد میں سکون بخش معلوم ہوتا ہے۔ کسی بچے کی ولادت کے وقت کے پاخانے کو سکھا کر باریک کر کے آنکھ کی سفیدی میں بطور سرمہ استعمال کریں تو ان شاء اللہ یہ شکایت جاتی رہے گی۔
- بچوں کے قلفے کو خشک کر کے پیس کر مشک اور عرق گلاب میں ملا کر اگر برص اور جذام پر لگا دیا جائے تو ان شاء اللہ یہ دونوں امراض اسی وقت بڑھنے سے تھم جائیں گے۔ اسی طرح ان قلفوں کو جلا کر پیس کر کسی ایسے آدمی کو پلایا جائے جسے برص ہو رہا ہو تو ان شاء اللہ درست ہونے لگے گا۔
- اگر کسی کے قولنج [3] ہو گیا ہو تو انسان کے پاخانے کو ایک چنے کے برابر لے کر اسے ٹھنڈے پانی میں پگھلا کر پلایا جائے تو ان شاء اللہ نجات پا جائے گا۔

---

[1] آکلہ وہ بیماری ہے جو انسان کے عضو کو سڑا دیتی ہے۔

[2] ایک بیماری ہے جس میں سانس لینا مشکل ہوتا ہے۔ واحد خناق

[3] قولنج۔ آنت کی ایک بیماری ہوتی ہے جس میں سدہ پڑ جاتا ہے اور شدت کا درد ہونے لگتا ہے۔ ۱۲

- انسان کا پاخانہ جو سب سے پہلے خارج ہوتا ہے وہ گرم ہوتا ہے اسے کسی پرانی شراب میں ملا کر کسی بیمار جانور کو پلایا جائے تو وہ شفایاب ہو جاتا ہے۔
- اگر کوئی آدمی کسی سے محبت کرتا ہے تو وہ اپنے دونوں پیروں اور ہاتھوں کا میل دھو کر جس سے محبت کرنا چاہتا ہو پلا دے تو اس سے محبت ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ اس سے جدائی اور فراق کو گوارہ نہیں کر سکتے۔ یہ عمل بھی آزمودہ اور مجرب ہے۔
- اسی طرح محبت کا دوسرا عمل یہ ہے کہ جس سے محبت کرنے کا ارادہ ہو تو اسے اپنے کرتے کی جیب کو دھو کر لاعلمی میں پلا دو تو اس سے شدید محبت ہو جائے گی۔
- اگر کوئی شخص کسی قلعے یا گنبد میں کبوتروں کا غول اکٹھا کرنا چاہے تو کسی مردہ انسان کی کئی سال پرانی کھوپڑی کو لا کر برج میں دفن کر دے تو اس برج میں کبوتر اتنی کثرت سے جمع ہوں گے کہ وہ برج تنگ ہو جائے گا۔
- اگر کسی انسان کو لقوہ یا فالج کا اثر ہو گیا ہو تو وہ کالی یا حبشی لڑکی کے دودھ کے ساتھ روغن سوسن آزاد میں ملا کر ناک سے سڑک لے تو ان شاء اللہ شفایاب ہو جائے گا۔ (مقدار خوراک آدمی کے لیے ایک قیراط کے برابر اور بچوں کے لیے ایک حبہ کے برابر کھلانا چاہیے)۔
- اور اگر اس میں انزروت سفید ملا لیں تو آشوب چشم (سرخ آنکھوں) کے لیے مفید ہے۔
- اگر کسی جانور کے گھاس مٹی ملی ہوئی کھا لینے سے پیٹ میں درد پیدا ہو گیا ہو تو کسی نابالغ بچے کے پیشاب میں کاشم کو باریک پیس کر ملا لے تو ان شاء اللہ اس جانور کا درد جاتا رہے گا۔
- اگر کوئی شخص یہ خواہش رکھتا ہو کہ عورت کے پاس اس کے علاوہ کوئی اور نہ صحبت کر سکے تو اس عورت کے کنگھی سے نکالے ہوئے بالوں یا اس کے علاوہ بالوں کو جلا کر راکھ کر لے۔ پھر صحبت کے وقت احلیل میں لگا کر جماع کرے تو اس آدمی سے عورت کو اس قدر لذت محسوس ہوگی کہ وہ عورت پھر کسی مرد کے پاس جانا گوارا نہ کرے گی۔ یہ عمل بھی آزمودہ اور مجرب ہے۔
- اگر کسی آدمی کی تھوڑی سی منی کو تھوڑا سا زنبق میں ملا کر تین دن ایسا شخص ناک سے چڑھائے جسے لقوہ ہو گیا ہو تو ان شاء اللہ درست ہو جائے گا۔
- اگر کسی جانور کی آنکھ میں سپیدی چھا گئی ہو تو وہ انسان کے پاخانہ کو باریک کر کے اس میں اندرانی نمک اور تھوڑی سی حرجبنل ملا کر باریک کر لیں۔ پھر اس کو اس جانور کی آنکھ پر پھونک کر لگائیں تو وہ شفایاب ہو جائے گا۔
- اگر کسی کو آشوب چشم (آنکھ میں سرخی) یا آنکھ میں ورم کی شکایت پیدا ہو گئی ہو تو کسی نابالغ لڑکے کے پیشاب کو ایک برتن میں رکھ کر گرم کر لیں۔ پھر اسے روئی کے پھاہے میں تر کر کے آنکھ میں رکھ لیں تو ان شاء اللہ شفاء نصیب ہوگی۔
- انسان کی منی گرم ہوتی ہے اگر اسے برص میں لگایا جائے تو ان شاء اللہ داغ کی شکایت جاتی رہے گی۔
- اگر کسی کی آنکھ میں سفیدی چھا گئی ہو تو پیشاب کو تانبے کی دیگچی میں رکھ کر اس قدر پکایا جائے کہ وہ گاڑھا ہو جائے۔ پھر اسے خشک کر کے کھانے والا نمک ملا کر باریک کر لیا جائے۔ پھر زعفران کے پانی میں گوندھ کر بودا قہ رکھ کر آگ جلا دی جائے جس سے کہ وہ برتن میں چاندی کی طرح گھومنے لگے پھر اس کا ڈلا بنا کر پانی اور مشک ڈال کر پتھر پر رگڑا جائے۔ پھر اس کا سرمہ بنا کر آنکھ میں لگایا جائے تو ان شاء اللہ آنکھ کی یہ شکایت دور ہو جائے گی۔ یہ آزمودہ اور مجرب نسخہ ہے۔ قدیم حکماء اس نسخہ کو جوہر نفیس کہتے ہیں۔

- اگر کسی کی آنکھ میں درد یا پیپ جیسا زخم یا آنکھ میں نقطہ پیدا ہو گیا ہو تو کسی سیاہ رنگ عورت کا دودھ لے کر زعفران اور سفر جل ملا کر آنکھ میں دو تین قطرات ٹپکانے سے ان شاء اللہ آنکھ میں آرام اور شفا نصیب ہو گی۔
- عورت کے پستانوں کے اٹھان کو برقرار رکھنے کے لیے کسی لڑکی کا پہلا حیض لے کر پستانوں کی گھنڈی میں لگا دیں تو وہ برابر کھڑے رہیں گے۔ یہ عمل بھی آزمودہ اور مجرب ہے۔
- حیض گرم اور تر ہوتا ہے۔ اگر کسی کی آنکھ میں سرخی یا نقطہ آ گیا ہو یا آنکھ میں ورم ہو گیا ہو تو اسے کسی اون کے ٹکڑے پر لگا کر آنکھ میں رکھنے سے یہ شکایت دور ہو جائے گی۔
- اگر کوئی عورت موٹی ہونا چاہتی ہو تو مادہ بط یا مرغابی (اوزة) کی چربی کو باریک کر کے بورہ ارمنی اور سیاہ زیرہ وغیرہ کو میتھی کے آٹے میں ملا کر ریٹھے کے برابر بنا لیا جائے۔ پھر اسے کسی کالی مرغی کو سات یوم تک مسلسل کھلایا جائے۔ پھر اس مرغی کو ذبح کر کے اس کی کھال اتار لی جائے تو جو بھی اس مرغی کا گوشت یا شوربا کھائے گا وہ اس قدر فربہ اور موٹا ہو جائے گا کہ اس پر چربی ہی چربی نظر آئے گی۔ اس سے بھی زیادہ فربہ اور موٹا ہونے کے لیے اچھا نسخہ یہ ہے کہ آدمی کے پتے کو تھوڑے سے گیہوں میں ملا کر پانی میں بھگو کر اتنی دیر رکھ دیں کہ گیہوں پھول جائیں۔ پھر اسے کسی کالی مرغی کو سات یوم تک کھلاتے رہیں۔ پھر اس کے بعد وہ تمام عمل کرو جو اس سے پہلے نسخہ میں کیے گئے ہیں تو جو شخص بھی اس مرغی کے گوشت کو کھائے گا تو اتنا موٹا اور فربہ ہو جائے گا کہ وہ چلنے پھرنے سے معذور ہو جائے گا۔ یہ عمل بھی مجرب ہے۔
- اگر کوئی عورت اپنا دودھ کا سلسلہ ختم کرنا چاہتی ہو تو تھوڑی سی میتھی کو پیس کر پانی سے گوندھ لیں۔ پھر اسے عورت کے پستان میں لگا دیں تو وہ دودھ ان شاء اللہ منقطع ہو جائے گا۔
- اگر کوئی عورت دودھ میں زیادتی کرنا چاہتی ہو تو حنظل کو پیس کر اسے زیتون کے تیل میں ملا دیں۔ پھر کسی اون کے نیلے کپڑے کو ایک لکڑی میں لپیٹ کر زیتون کے تیل میں ڈبو کر اور حنظل لگا کر عورت اپنی پستانوں میں لگا لے تو ان شاء اللہ دودھ ہی دودھ ہو جائے گا۔ یہ عمل بھی آزمودہ اور مجرب ہے۔
- اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے خوب صورت لڑکا پیدا ہو تو ایک خوب صورت لڑکے کی تصویر بنا کر کسی ایسی جگہ لٹکا دے جس کو عورت جماع کے وقت دیکھتی رہے تو یقیناً لڑکا اس تصویر کے اکثر اعضاء میں ہم شکل پیدا ہو گا (یہ نفسیاتی عمل ہے)۔
- حکیم جالینوس نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کے داڑھ میں درد ہو رہا ہو تو وہ کسی مردہ انسان کی داڑھ باندھ کر گلے میں لٹکا لے تو داڑھ کا درد جاتا رہے گا۔
- انسان کی داڑھ اور ہدہد[1] کے دائیں بازو کی ہڈی دونوں کو کسی سونے والے والے آدمی کے سر کے نیچے رکھ دیں تو جب تک اس کے نیچے یہ دونوں چیزیں رکھی رہیں گی وہ برابر سوتا رہے گا۔

---

[1] ہدہد۔ یہ دھاری دار مختلف رنگوں میں ایک پرندہ ہوتا ہے۔ اس کے سر میں ایک تاج سا ہوتا ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کا پانی کے لیے مہندس تھا۔ زمین کے اندر جس جگہ پانی ہوتا تھا (جس وقت لشکر کو ضرورت پیش آتی تو ہدہد بتا دیتا۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کھدائی کرا کر پانی کو کام میں لاتے) یہ پرندہ نگاہ کا تیز ہوتا ہے اسی لیے عرب اس پرندہ سے مثال بھی دیتے ہیں کہتے ہیں ھو ابصر من ھدھد وہ ہدہد سے زیادہ دور بین ہے۔ ۱۲ (تاریخ ابن کثیر ص ۲۱ ج ۲، قصص القرآن ص ۱۴۰ ج ۱، المنجد ص ۷۵۵ ج ۱)

- کچھ کھانے سے قبل انسان کا تھوک کیڑے مکوڑے کے کاٹنے اور ڈسنے میں لگانا بے حد مفید ہے۔اسی طرح داد اور مسہ وغیرہ میں بھی نفع بخش ہے۔
- عورتوں کا دودھ شہد میں ملا کر پینے سے پتھری مثانہ میں ٹوٹ جاتی ہے۔
- اگر کسی کو باؤلے کتے نے کاٹ لیا ہو تو پیشاب لگانا نہایت مفید ہوتا ہے۔
- بعض اطباء نے لکھا ہے کہ اگر کتے کا کاٹا ہوا آدمی کسی تندرست آدمی کا خون نوش کر لے تو اسی وقت شفایاب ہو جائے گا۔ چنانچہ شاعر نے کہا ہے ؎

احلامكم لسقام الجهل شافية كما دماء كم تبرى من الكلب

ترجمہ: ''تمہاری نیندیں مرض جہالت کے لیے شفا بخش ہیں اسی طرح تمہارا خون کتے کے کاٹنے میں نفع بخش ہے۔

- انسان کے تراشے ہوئے ناخن کو اگر کسی دوسرے کو پیس کر پلا دیں تو وہ محبت کرنے لگے گا۔کسی بھی زہریلے جانور کے ڈسنے کے وقت پیشاب نوش کرنا مفید ہے۔
- اگر کسی کے انگوٹھے میں شدید قسم کا درد (نقرس) ہو رہا ہو یا کسی قسم کے درد کی ٹیک یا لہر پیدا ہو گئی ہو تو پیشاب لگانا مفید ہے بلکہ پیروں کے تمام زخموں کے لیے آرام دہ ہے۔اسی طرح وہ زخم جس میں کیڑے پیدا ہو گئے ہوں تو پرانا پیشاب بہت ہی زیادہ ان تمام شکایات کو دور کر دیتا ہے۔اسی طرح انسان اور بندر کے کاٹے ہوئے زخموں میں بھی بے حد مفید ہے۔
- اگر کسی کے خونی زخم ہو تو اس پر پیشاب کر دینے سے خون اسی وقت بند ہو جاتا ہے۔یہ عمل بھی آزمودہ اور مجرب ہے۔
- اگر کسی انسان کا پسینہ لے کر غبار الرحا[1] میں ملا دیا جائے پھر اسے ورم شدہ پستانوں میں لگا دیں تو وہ یقیناً اچھا ہو جائے گا۔اسی طرح اگر منی میں شہد ملا کر خناق (وہ بیماری ہے جس میں سانس لینا مشکل ہوتا ہے) میں لگا دیں تو ان شاءاللہ درست ہو جائے گا۔
- ولادت کے وقت بچے کا پاخانہ لے کر سکھا کر بطور سرمہ لگائیں تو آنکھ کی سپیدی پردہ اور اندھیرے (غشاوۃ) کے لیے مفید ہے۔
- اگر کسی کے پاخانہ بند ہو جانے کی وجہ سے درد پیدا ہو گیا ہو تو یا پیشاب بند ہو گیا یا کسی کو قولنج (آنت کی وہ بیماری کہ اس میں سدہ پڑ جاتا ہے اور شدت کا درد ہوتا ہے) کی شکایت پیدا ہو گئی ہو تو کسی آدمی کے پاخانہ کو ایک چنے کی مقدار لے کر شراب کے سرکہ میں ملا کر ان تمام امراض میں نوش کرایا جائے تو نہایت نفع بخش ہوں گے۔لیکن اگر پاخانہ گرم ہو تو وہ گھوڑا جسے بدہضمی کی شکایت پیدا ہو گئی ہو اس کے لیے شفا بخش ہے۔اسی طرح اگر کسی انسان کے کاٹنے پر فوری طور پر لگا دیں تو نہایت راحت بخش ہے۔اگر کسی کے کان میں کوئی کیڑا داخل ہو گیا ہو تو کسی روزہ دار کا لعاب قطرہ قطرہ ٹپکانے سے وہ کیڑا باہر آ جاتا ہے۔اسی طرح اگر روزہ دار کا لعاب چاول کے ساتھ ملا کر بواسیر میں لگا دیں تو ان شاء نجات مل جائے گی۔
- اگر کسی کو قولنج کی شکایت ہو تو کسی بچے کی تھوڑی سی ناف کاٹ کر انگوٹھی کے نگ کے نیچے رکھ کر پہننے لگے تو ان شاءاللہ وہ قولنج سے محفوظ رہے گا۔
- امام ابن زہر نے فرمایا ہے کہ قولنج کے لیے دوسرا نسخہ یہ ہے کہ کسی ایسے بچے کے دانت (جو اپنی ماں سے پہلا پیدا ہوا ہے) کو لے کر

---

[1] غبار الرحا اس غبار کو کہتے ہیں جو چکی میں آٹا پیستے وقت دیواروں میں اُڑ کر لگ جاتا ہے۔

چاندی یا سونے کی انگوٹھی کے نگ کے نیچے رکھ دیں بشرطیکہ اس کا نگ بھی چاندی یا سونے کا ہو تو اس انگوٹھی کے پہننے والے کے لیے قولنج سے یقیناً حفاظت ہو گی۔

- اگر کوئی عورت انسان کے بالوں کی دھونی دے لے تو وہ رحم کے ہر قسم کے امراض سے محفوظ رہے گی۔ اگر کوئی عورت پہلا بچہ ہونے کے بعد نفاس کو اپنے تمام بدن میں لگا لے تو جب تک وہ زندہ رہے گی وہ حاملہ نہیں ہو گی۔ اسی طرح پہلے بچے کی ولادت کے بعد زمین میں گرنے سے پہلے کے دانت انگوٹھی کے نگ کے نیچے رکھ دیں۔ پھر اس انگوٹھی کو کوئی عورت پہن لے تو وہ بھی حاملہ نہیں ہو سکتی۔
- عورت کا پسینہ خارش اور کھجلی کے لیے بہت مفید ہے۔
- اگر کسی انسان کے پیشاب کو انگور کی راکھ میں ملا کر کسی زخم پر رکھ دیں جس سے خون بند نہ ہو رہا ہو تو ان شاء اللہ خون اسی وقت بند ہو جائے گا۔
- اگر کسی کے داڑھی نہ آ رہی ہو تو کلونجی اور عیثوم کی راکھ کو کسی زیتون کے پرانے تیل میں ملا کر لگانے سے داڑھی اُگ آتی ہے۔
- اگر کسی کو برص یا جسم میں ظاہری داغوں کی شکایت ہو یا کسی باؤلے کتے نے کاٹ لیا ہو تو حیض کا خون لگانے سے ان تینوں شکایات سے نجات مل جائے گی۔
- امام قزوینی نے لکھا ہے کہ اگر کسی کی نکسیر پھوٹ گئی ہو تو ایک کپڑے کے ٹکڑے میں اسی کا نام اسی کے خون سے لکھ لے پھر اسے اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے رکھ دیں تو نکسیر بند ہو جائے گی۔
- جس وقت بکارت کا خون بہنے لگا ہو تو وہ خون پستانوں میں لگانے سے پستان بڑے نہیں ہوتے۔

بانجھ پن معلوم کرنے کا طریقہ

اطباء کہتے ہیں کہ بانجھ پن معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ لہسن کو ایک روئی کے ٹکڑے میں لے کر عورت اپنی شرمگاہ میں سات گھنٹے رکھے رہے اتنے میں اگر عورت کے منہ سے لہسن کی بو آنے لگے تو اس کا علاج دواؤں کے ذریعے سے کیا جا سکتا ہے۔ علاج کرنے پر ان شاء اللہ وہ عورت حمل کے قابل ہو جائے گی۔ لیکن اگر بو نہ آئے تو اسے لاعلاج سمجھے۔ امام[1] رازیؒ کی تصریح کے مطابق یہ نسخہ آزمودہ اور

---

[1] امام رازیؒ۔ اس نام سے دو شخص مشہور ہوئے ہیں۔ ایک ابوبکر محمد بن زکریا الرازی جن کی ولادت ۸۶۴ء میں اور وفات ۹۳۲ء عیسوی میں ہوئی۔ یہ ایک زبردست طبیب گزرے ہیں۔ ان کو جالینوس عرب اور طبیب المسلمین کہا جاتا تھا۔ ان کی مشہور تصانیف "برء الساعۃ" اور "کتاب الحاوی" ہے۔ دوسرے ابوعبداللہ محمد بن عمر بن الحسن الرازی فخر الدین لقب سے مشہور ہوئے یہ مقام رے میں پیدا ہوئے۔ یہ اونچے درجے کے فقیہہ، محدث و مفسر تھے۔ جب یہ چلتے تھے تو ان کے پیچھے تین سو فقہا کی جماعت ہوا کرتی تھی۔ یہ ابتداء میں نہایت مفلس تھے۔ بعد میں کسی مال دار گھرانے میں نکاح ہو جانے کی وجہ سے مال دار ہو گئے تھے۔ ان کی وجہ سے فرقہ کرامیہ کی ایک بڑی تعداد مسلمان ہو گئی تھی۔ بعد میں اسی فرقہ کے عناد کی وجہ سے ان میں سے کسی نے زہر دے دیا تو آپ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انہوں نے ایک زبردست تفسیر کبیر (مفاتیح الغیب) لکھی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اس تفسیر کی تکمیل نہیں کر سکے صرف سورۂ انبیاء تک ہے۔ بعد میں ان کے شاگرد نجم الدین احمد بن قمولی نے تکملہ لکھا۔ سیوطیؒ نے اس تفسیر پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس تفسیر میں سوائے تفسیر کے سب کچھ موجود ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ تفسیر بہت سے علوم پر مشتمل ہے جس طرح کہ مسلمانوں کی عملی تاریخ میں شیخ بوعلی سینا فارابی نے فلسفہ ارسطو کے مؤید ہونے کی حیثیت سے شہرت عام حاصل کی۔ اسی طرح امام رازیؒ نے فلسفہ ارسطو پر اعتراضات کر کے شہرت حاصل کی۔

شہر وزی نے لکھا ہے کہ فخر الدین رازیؒ بحث و مباحثہ و قیل قال کرنے میں انتہائی درجے کو پہنچے ہوئے تھے۔ ان کے زمانے میں ان کا ہمسر کوئی نہیں تھا۔ انہوں نے حکماء پر بہت سے شبہات وارد کئے اور اس میں شک نہیں کہ بعض شبہات صحیح بھی ہیں۔ ان کی ولادت ۵۴۳ھ مطابق ۱۱۴۹ء وفات ۶۰۶ھ میں مطابق ۱۲۰۹ء کو ہوئی۔

مجرب ہے۔

تعبیر

اگر کوئی انسان خواب میں نظر آئے تو گویا دیکھنے والا حقیقتاً اسی شخص معین ہی کو دیکھتا ہے چاہے مرد کو دیکھے یا عورت کو' دیکھنے والے کا ہم نام ہو' اس کا مشابہ۔ لیکن اگر خواب میں کوئی انجانا نامعلوم شخص نظر آئے تو گویا وہ دشمن ہے۔

خواب میں کسی بوڑھے آدمی کو دیکھنا سعادت اور نیک بختی ہے۔ اس کے علاوہ کبھی کبھی بوڑھے آدمی کو دیکھنے سے دوست سے تعبیر دیتے ہیں۔ اگر کسی نے بوڑھے' نحیف و لاغر آدمی جس میں بڑھاپے کے آثار نمایاں نہ ہوئے ہوں' سپیدی وغیرہ نظر نہ آئے کو دیکھا تو یہ خواب دیکھنے والے کے نصیبہ میں سعادت اور نیک بختی کی ضمانت دیتا ہے۔

اگر کسی نے بچوں کو طفولیت میں دیکھا تو اس کی تعبیر قرآن پاک کی اس آیت کریمہ سے نکالی جائے گی **فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ** (مریم پ ۱۶) ترجمہ: ''پھر حضرت مریم ان کو گود میں لیے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں''۔

خواب میں کسی بالغ آدمی کو دیکھنا خوشخبری اور قوت کی علامت ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں مذکور ہے:

یابشریٰ هذا غلام (سورہ یوسف)

اگر کسی خوب صورت بچے کو خواب میں اس حالت میں دیکھا کہ وہ کسی ایسے شہر میں داخل ہو رہا ہے جس کا محاصرہ کر لیا گیا ہے یا اس شہر میں داخل ہوا جس میں طاعون یا قحط پڑا ہے تو اس کی یہ تعبیر دی جائے گی کہ اس شہر سے محاصرہ اُٹھا لیا جائے گا یا طاعون و قحط سے شہر والوں کو پناہ مل جائے گی۔

اسی طرح اگر کسی نے یہ دیکھا کہ شہر میں بارش ہو رہی ہے یا زمین سے پانی نکل رہا ہے تو اس کی بھی یہی تعبیر ہو گی کہ شہر کے لوگ مامون و محفوظ رہیں گے۔ اس طرح شہر میں کسی فرشتہ کا داخل ہونا شہر والوں کے لیے خوشخبری کی علامت ہوتی ہے۔

اگر کسی مریض نے خواب میں دیکھا کہ اسے کسی بے ریش لڑکے نے پکڑ لیا ہے یا دیکھنے والے کی گردن مار دی ہے تو اسے موت کے [illegible] تعبیر دی جائے گی۔ اگر کسی نے سُرخ زرد رنگ کا نوجوان دیکھا تو گویا وہ بخیل لالچی دشمن ہے۔ اسی طرح اگر خواب میں کوئی ترکی جوان نظر آئے تو گویا وہ ایسے دشمن کی شکل میں آیا جس سے امان نہیں مل سکتی۔ یعنی وہ نہایت خطرناک ہو گا۔ اگر کسی نے کمزور و لاغر نوجوان کو خواب میں دیکھا تو وہ گویا کمزور دشمن ہے اور گندم گوں نوجوان کو خواب میں دیکھا تو گویا دیکھنے والے کا کوئی مالدار دشمن ہے۔ اسی طرح سفید رنگ کا نوجوان دینی دشمن ہوا کرتا ہے۔

اگر کسی نے عورت کو خواب میں دیکھا (چاہے جانی پہچانی ہو یا نہ ہو) تو گویا وہ دُنیا ہے۔ اگر خواب میں کوئی عورت حسین شکل و صورت میں آتی ہو تو گویا وہ اچھی چیز ہے اور اگر بُری صورت میں آئی ہو تو وہ بُری چیز ہے۔

اگر کسی نے زنا کرنے والی عورت کو خواب میں دیکھا تو گویا وہ خیر و برکت کا سبب بنے گی۔ اس لیے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ معراج کی رات میں میری ملاقات ایک بڑھیا سے ہوئی جس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے تھے تو آپؐ نے اس سے کہا کہ میں نے تجھے تین طلاقیں دیں' تو آپؐ نے عورت سے مراد دُنیا لی تھی۔

اگر کسی نے اندھیری رات کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر کالی رنگ کی عورت سے دی جاتی ہے اور دن کو خواب میں دیکھنے سے خوبصورت عورت سے تعبیر دی جاتی ہے۔

اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کے سامنے کالی رنگ کی عورت آ کر غائب ہو گئی ہے۔ پھر وہ سفید اور خوبصورت شکل میں آئی تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ تاریکی کافور ہو کر صبح روشن ہو جائے گی۔

اگر کسی نے کسی حاکم کی عورت کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر کالی رنگ کی عورت سے دی جاتی ہے۔ ظالم اور مغرور کی شکل میں آئی ہے یا وہ اہل خانہ میں ظالم بن کر آئے گی یا وہ حرام کی شکل میں آئی ہے۔

اگر کسی عورت نے کسی انجان نوجوان عورت کو خواب میں دیکھا تو گویا وہ اس عورت کی دشمن ہے۔ لیکن اگر کسی عورت نے کسی انجانی بوڑھی عورت کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ دیکھنے والی عورت کا نصیبہ اچھا ہے۔

نیز کبھی کبھی عورت سے تعبیر سال اور برس سے دی جاتی ہے۔ اس لیے کہ اگر کسی نے فربہ اور موٹی عورت کو خواب میں دیکھا تو وہ سال سرسبز و شاداب رہے گا۔ اگر وہ دُبلی ہے تو قحط سالی ہوگی۔ عورت کو سال سے اس لیے تشبیہ دی ہے کہ عورت کو دو چیزوں میں تشبیہ دی جاتی ہے۔ اول تو اس لیے کہ عورت بالکل زمین اور کھیت کی طرح ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

نسائکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم. (سورۃ البقرہ:ع۱۲)

ترجمہ: ''تمہاری بیویاں تمہارے لیے بمنزلہ کھیت کے ہیں' سو اپنے کھیت میں جس طرف سے ہو کر چاہو آؤ۔''

دوسرے یہ کہ جس طرح کہ زمین سے پیداوار ہوتی ہے' اسی طرح عورت بھی بچہ وغیرہ جنم دیتی ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے زمین یا نقاب پوش عورت کو خواب میں دیکھا تو دیکھنے والا تنگ دستی میں مبتلا ہوگا۔ لیکن اگر کسی عورت کو بے نقاب دیکھا تو گویا وہ دُنیا ہے گراں بار نہیں ہوگی۔

عورتیں دُنیا میں زینت اور آرائش ہوتی ہیں۔ اگر یہ عورتیں خواب میں دیکھنے والے کی طرف متوجہ ہو گئیں تو گویا دُنیا (مال و دولت) متوجہ ہو گئی اور اگر ان کی طرف متوجہ نہیں ہوئیں تو گویا دُنیا (مال و دولت) متوجہ نہیں ہوگی۔

اگر کسی نے بدشکل آدمی کو خواب میں دیکھا تو گویا وہ سنگین معاملہ کی غمازی کر رہا ہے اور اگر کالے رنگ کا آدمی دیکھا تو دیکھنے والے کو بدقسمتی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

اگر کسی نے انجانا خصی آدمی کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ فرشتہ ہے اور دیکھنے والے سے اس کی شہوات کو دور کرنے آیا ہے۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ خصی ہو گیا ہے یا وہ خصی کی طرح ہے تو وہ ذلت اور فروتنی کا سبب ہوگا۔

نصرانیوں کا کہنا ہے کہ اگر کسی نے اپنے آپ کو خواب میں یہ دیکھا کہ وہ خصی ہو گیا ہے تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ وہ عبادت میں کوئی عالی مرتبہ حاصل کرے گا یا عفیف و پاک دامنی کی بشارت ہوگی۔

اگر کسی نے دیکھا کہ کسی کے سر میں سے گوشت کھایا یا اس کے بالوں کو ہاتھ میں لے لیا تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ دیکھنے والا کسی مالدار اور غنی آدمی سے مال پائے گا۔

اگر کسی نے خواب میں اپنے چہرے کو بڑے قسم کا دیکھا تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ دیکھنے والا کسی ریاست کا مالک بنایا جائے گا۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے اپنی گردن کو جدا کر دیا ہے تو اس کی مختلف تعبیر دی جائے گی۔ اگر خواب دیکھنے والا غلام تھا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ اگر رنجیدہ خاطر تھا تو اس کا غم دور ہو جائے گا۔ اگر وہ مریض تھا تو شفا پا جائے گا۔ لیکن اگر وہ کسی کا خادم یا نوکر تھا تو وہ اپنے مالک سے جدا ہو جائے گا۔

اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ اپنے سر کو پتھر سے کچل رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ عشاء کی نماز سے غافل ہو گیا تھا۔ اگر کسی نے یہ

دیکھا کہ اس کا چہرہ کتے جیسا ہو گیا ہے یا یہ دیکھا کہ گھوڑا' گدھا' اونٹ یا خچر جیسا ہو گیا ہے یا یہ دیکھا کہ اس کا چہرہ ان چوپائے اور مویشی جیسا ہو گیا ہے جو انسانوں کے کام میں مصروف رہتے ہیں بار برداری کرتے ہیں اور ہر قسم کی مشقت اور مصیبت جھیلتے ہیں تو گویا ان خوابوں کا دیکھنے والا مشقت اور پریشانی سے دوچار ہو گا۔ اس لیے کہ یہ تمام جانور مشقت اور تکلیف ہی اٹھانے والے اور انسانوں کی بار برداری ہی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کا چہرہ پرندے کی طرح ہو گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ دیکھنے والے کے سفر زیادہ ہوں گے۔ اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ خود اس کے ہاتھ میں آ گیا ہے اور اس کے سر کی جگہ کسی اور کا سر لگا ہوا ہے تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ دیکھنے والا غلط قسم کے کاموں میں اصلاحی کارنامے انجام دے گا۔

اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے خواب میں کسی ایسے جانور کا کچا گوشت کھایا ہے جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ اس کی عمر طویل اور دراز ہوگی۔ خواب میں کسی کے چہرے یا سر کا دیکھنا ریاست یا سرداری کی غماز ہوتی ہے۔ نیز کبھی کبھی پونجی اور اصل رقم سے بھی کی جاتی ہے۔ اگر کسی نے ماقبل کی ذکر کی ہوئی چیزوں کو تھوڑی بہت ترمیم نقص یا زیادتی کے ساتھ دیکھا تو اس کی تعبیریں انہیں مذکورہ بالا چیزوں ہی سے نکالی جائیں گی۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کا چہرہ شیر کی طرح ہو گیا ہے تو دیکھنے والے کے اندر اگر اہلیت ہوگی تو وہ سلطنت یا ریاست ولایت یا عزت وجاہت حاصل کرے گا۔

اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ کسی انسان کا گوشت کھا رہا ہے تو گویا دیکھنے والا اس کی غیبت کیا کرتا ہے۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ اپنے آپ کو کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ دیکھنے والا چغل خور ہے۔ بعض معبرین نے یہ لکھا ہے کہ اگر کسی نے خواب میں کچا گوشت کھایا ہو تو اسے مال وغیرہ میں خسارہ اور گھاٹا آئے گا۔ خواب میں پکا ہوا گوشت وغیرہ مال و دولت کی شکل میں آتے ہیں۔

اگر کسی عورت نے یہ خواب دیکھا کہ وہ کسی دوسری عورت کا گوشت کھا رہی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ آپس میں مباشرت کرتی ہیں۔ لیکن اگر خواب دیکھنے والی عورت خود اپنا ہی گوشت کھا رہی ہو تو اس کی یہ تعبیر گی کہ وہ زنا کے کاموں میں ملوث ہے۔

اگر کسی نے خواب میں دبلی گائیوں کا گوشت دیکھا تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ دیکھنے والا بیمار ہو جائے گا۔ خواب میں مختلف اقسام کے گوشت وغیرہ دیکھنا مختلف جانداروں ہی کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ چنانچہ سانپ کے گوشت کو دیکھنا دشمن کے مال و دولت سے تعبیر دی جائے گی۔ لیکن اگر کچا دیکھا ہو گا تو غیبت کرنے کی طرف متنبہ کرتا ہے۔ اسی طرح خواب میں کسی درندے کے گوشت کو دیکھنے میں یہ تعبیر نکالی جائے گی کہ دیکھنے والے کو کسی حاکم کی طرف سے مال ملے گا۔ اسی طرح اگر خواب میں خونخوار درندوں یا پرندوں اور خنزیر کے گوشت کا دیکھنا مال حرام کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اِنسان الماء

(دریائی انسان) یہ پانی کا انسان (آدمی) بھی اسی (ہمارے جیسے) انسان کا مشابہ ہوتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ پانی کے انسان کی دُم بھی ہوتی ہے۔ شیخ قزوینی نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ پانی کا آدمی ہمارے بادشاہ مقدر کے زمانہ میں نکل آیا تھا (جیسے کہ ہم نے اپنی کتاب میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ (عجائب المخلوقات)

بعض حکماء نے لکھا ہے کہ دریائے شام میں یہ پانی کا آدمی بعض اوقات اسی (ہمارے جیسے) انسان کی شکل وصورت میں دکھائی دیتا ہے۔ اس کے سفید داڑھی بھی ہوتی ہے۔ لوگ اسے شیخ البحر کہتے تھے۔ چنانچہ جب لوگ اسے دیکھتے تھے تو وہ شادابی وغیرہ کی خوشخبری دیتا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ایک پانی کا آدمی بعض بادشاہوں کے دربار میں لایا گیا تو وہ بادشاہ اس آدمی سے ان کے حالات معلوم کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ بادشاہ نے پانی کے آدمی کی شادی ایک عورت سے کردی۔ اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جو ماں باپ کی گفتگو کو سمجھ لیتا تھا۔ ایک مرتبہ بادشاہ نے لڑکے سے پوچھا کہ تمہارے ابا جان کیا باتیں کررہے ہیں؟ تو اس نے یہ کہا کہ ابا جان کہہ رہے ہے کہ تمام جانوروں کی دم اس کے پچھلے حصہ میں ہوا کرتی ہے۔ لیکن میں ان لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ ان کے چہروں میں ہوتی ہے۔ (قریب ہی ان شاء اللہ باب باء میں بنات الماء کے عنوان میں تفصیل آجائے گی)

شرعی حکم

حضرت اللیث بن سعد سے دریائی انسانوں کے بارے میں سوال کیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ دریائی انسانوں کو کسی بھی حالت میں کھایا نہیں جاسکتا۔

اَلْاَنْقَدَ

(سیمی) نون میں سکون قاف اور دال میں زبر ہے۔ اس کے معانی قنفذ کے ہیں۔

اہل عرب کہتے ہیں فلانٌ بلیل انقد (فلاں آدمی نے سیمی کی طرح رات گزاری) یعنی وہ سویا نہیں۔ اس لیے کہ سیمی پوری رات سوتی نہیں ہے جاگتی رہتی ہے۔ (تفصیل باب قاف میں قنفذ کے عنوان میں آجائے گی)

امام میدانی [1] نے لکھا ہے کہ انقد معرفہ ہے اس میں لام اور الف داخل نہیں ہوتا ہے اور یہ لفظ انقد اسی کے لیے بولیں گے جو رات بھر جاگتا ہو سوتا نہ ہو۔ بعض نے یہ لکھا ہے کہ انقد نقد سے مشتق ہے اس لیے انقد اسے بھی کہہ دیتے ہیں جس کے دانت اور داڑھ میں درد ہورہا ہو۔ چنانچہ یہ شخص انہیں ہلاتا رہتا ہے جس کی وجہ سے رات بھر نیند نہیں آتی ہے۔

داڑھ کے درد کے لیے عملیات

اگر کسی کی داڑھ میں درد ہورہا ہو تو مندرجہ ذیل کلمات کو لکھ کر پہن لے تو درد جاتا رہے گا۔ یہ نسخہ بھی مجرب اور آزمودہ ہے۔ کلمات یہ ہیں:

وضرب لنا مثلا و نسی خلقه قال من يحيى العظام وهي رميم قل يحيها الذى انشأها اول مرة وهو بكل خلق عليم محوصة سمه ولها ولاحول ولا قوة الا بالله العلى العظيم جهكر طكفوم طسم طس طسم حم حم حم حم حم حم حم حم امكن ايها الوجع بالذى سكن له فى الليل والنهار وهوالسميع العليم البقس تقس فسامسقص ان البهر بهر هرا اوراب.

داڑھ کے درد کے لیے دوسرا عمل یہ ہے کہ جس وقت داڑھ میں درد کی ٹیک محسوس ہو تو مندرجہ ذیل حروف (ح ب ر ص لا و ع م لا) کو

---

[1] ابوالفضل احمد بن محمد میدان نیشاپوری۔ یہ ادیب و مورخ تھے۔ علامہ زمخشری کے معاصر تھے۔ انہوں نے علوم ابوالحسن علی بن احمد واحدی سے حاصل کیے۔ ان کی مشہور تصنیفات میں ''السامی فی الاسامی'' شرعیات' علویات' سفلیات کے موضوع پر اور ''مجمع الامثال'' کتاب میں اہل عرب کی ضرب الامثال جو تقریباً چھ ہزار سے زائد امثال پر مشتمل ہے۔ چنانچہ یہ اخبار عرب اور بعض الامثال ہی کے بڑے عالم سمجھے جاتے ہیں۔ وفات ۱۱۲۴ء مطابق ۵۱۸ھ کو ہوئی۔ اور میدانی یہ میدان کی طرف منسوب ہے جو نیشاپور میں ایک محلّہ کا نام ہے اور یہ میدان زیاد بن عبدالرحمٰن کا تھا (تقضاء الادب ص ۱۲۷' ص ۲۱۴)

دیوار پر لکھ کر جس کے درد ہو اس سے یہ کہا جائے کہ تم انگلی اپنی داڑھ میں رکھ لو۔ پھر ایک کیل کو سب سے پہلے حرف میں رکھ کر آہستہ آہستہ دبائی جائے۔ پھر کیل کو دبانے والا لکھتے اور دباتے وقت یہ دُعا پڑھے:

ولو شاء لجعله ساکنا وله ماسکن فی اللیل والنھار وھو السمیع العلیم.

پھر کیل کو دباتے وقت پوچھتا رہے کہ درد ٹھیک ہو گیا۔ اگر یہ کہہ دے کہ ہاں ٹھیک ہو گیا تو پھر کیل کو زور سے دبائے۔ لیکن اگر وہ کہے کہ ٹھیک نہیں ہوا تو پھر کیل دوسرے حرف میں منتقل کرتا رہے۔ یہاں تک کہ تمام حروف ختم ہو جائیں۔ پھر جس حرف پر درد درست ہو جائے گا تو اس حرف میں کیل زور سے دبائے۔ یہ عمل ایسا ہے کہ بارہا تجربہ کیا گیا ہے۔ کسی نہ کسی حرف پر ضرور درد درست ہو جائے گا۔ اور جب تک کیل کو دبائے رکھیں گے درد درست ہو جائے گا اور جب ہٹا لیں گے درد واپس آ جائے گا۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ملحوظ رکھے کہ حاعین اور میم میں کیل کو درمیان حروف میں رکھیں گے بقیہ تمام حروف میں نیچے رکھیں۔ یہ عمل بھی مجرب اور آزمودہ ہے۔

اس مجرب عمل کو بعض علماء کرام نے نظم کر دیا ہے۔

وللضرس فاکتب فی الدار مفرقا بما جمعه جبر صلاء و عملا

''(یہ کلمات) داڑھ کے درد کے لیے دیوار میں الگ الگ لکھو جیسے روشنائی نے اکٹھا کر دیا ہے (یا یہ ترجمہ لکھا دیا ہے)۔''

ومره علی الوجوع یجعل اصبعا وضع انت مسمارا علی الحرف اولا

''پھر جس شخص کے داڑھ کے درد ہو وہ درد کی جگہ میں انگلی رکھ لے اور تم (بحیثیت عامل) سب سے پہلے حرف پر کیل رکھو۔''

ودق خفیفا ثم سله تری به سکونا نعم ان قال بلغه موصلا

ترجمہ: ''پھر اس کیل کو آہستہ آہستہ دباؤ اور یہ بھی پوچھتے جاؤ کہ آرام مل رہا ہے یا نہیں؟ اگر وہ جواب میں کہے ہاں تو اور بھی زور سے دباتے رہو۔''

وان قال لا فنقله ثانی حرفه و فی کل حرف مثل ماقلت فافعلا

''لیکن اگر وہ کہہ دے کہ آرام نہیں ہے تو تم کیل اُٹھا کر دوسرے حرف میں منتقل کرتے رہو۔ پھر ہر حرف میں کیل دبا کر پہلے کی طرح عمل کرتے رہو۔''

وفی سورة الفرقان تقرأ ساکنا کذا ایة الانعام فاتل موتلا

''اس کے بعد سورۂ فرقان کی آیت تلاوت کرو۔ اسی طرح وہ آیت بھی جو سورۂ انعام ہے تلاوت کرو۔''

وتترک ذالمسمار فی الحیط مثبتا ھدی الدھر فالاسقام تذھب والبلاء

''اور کیل کی نوک کو دائرہ میں ایک ایک زمانہ تک قاعدے سے دبائے رکھو تو دانت کی بیماریاں اور دیگر تکلیفیں جاتی رہیں گی۔''

فخذھا اخی کنذا الدیک مجربا ذخیرة اھل الفضل من خیرة الملا

''تو اے میرے بھائی! یہ نسخہ مجرب ہے اس کو آپ محفوظ رکھیں۔ یہ آپ کے پاس خزانہ کے طور پر رہے گا اور اچھے لوگوں کے لیے ذخیرہ اور توشہ بھی ہے۔''

جس وقت اسامہ بن منقذ نے اپنی داڑھ نکلوادی تھی تو آپ نے اس سلسلے میں حیرت انگیز اشعار کہے ہیں۔ملاحظہ ہو ؎

اصبر اذاناب خطب و انتظر فرجا — یاتی به الله بعد الریب و الیاس

''جب تم کو لیل ونہار کی گردش چنگل میں جکڑے تو اس کی کشادگی کا انتظار کرو۔ اللہ تعالیٰ مایوسی اور نا اُمیدی کے بعد کشادگی عطا فرماتا ہے۔''

ان اصطبار ابنة العنقود اذ حبست — فی ظلمة القار اداها الی الکاس

''اگر گھنگھور تاریکی میں روکنے کے وقت سیپی صبر کرتی تو اسے بھی جام اُمید حاصل ہو جاتا۔''

یہ اشعار بھی انہی سلسلہ میں ہیں ؎

من یرزق الصبر نال بغیته — ولاحظته السعود فی الفلک

''جو شخص صبر وضبط اختیار کرتا ہے وہ اپنے مطلوب کو حاصل کر لیتا ہے اور وہ آسمان میں بلندیاں دیکھنے لگتا ہے۔''

ان اصطبار الزجاج حین بدا — للسبک ادناه من فم الملک

''شیشہ ڈھلتے وقت صبر کرتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ بادشاہ کے ہونٹوں سے قریب ہو جاتا ہے۔''

و صاحب لاامل الدهر صحبته — یسعی لنفعی و یسعی معی مجتهد

''(یہ داڑھ) یہ ایک ہمارا ایسا ساتھی جس کی صحبت سے زمانے میں کوئی اُمید نہیں کی جاتی حالانکہ وہ میرے نفع رسانی کے لیے ایک کوشش کرنے والے کی طرح جدوجہد کرتا ہے۔''

لم القه مذ تصاحبنا مذوقعت — عینی علیه افترقنا فرقة الابد

''جب سے وہ ہمارے ساتھ ہوا ہے میں نے اس سے ملاقات نہیں کی تو جب میری نگاہ ان پر پڑی تو ہم دونوں ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے۔''

اَلاِنکِلَیس

(مار ماہی)(لام اور ہمزہ میں زیر اور زبر دونوں پڑھے جاسکتے ہیں) انکلیس اس مچھلی کو کہتے ہیں جو سانپ کے مانند ہوتی ہے۔اس کی غذا ردی چیزیں ہوا کرتی ہیں۔عربی میں اس کا دوسرا نام الجری ہے (ان شاء اللہ اس نام سے اس کا تذکرہ باب جیم الجری کے عنوان سے آئے گا) اسی مچھلی کو مار ماہی بھی کہتے ہیں (اس کا تذکرہ بھی باب الصاد میں کے عنوان میں آجائے گا) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مچھلی کا تذکرہ اپنی جامع صحیح میں فرمایا ہے۔

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار رضی اللہ عنہ کو بازار بھیجا (تو آپؐ نے تاکید فرمائی) کہ دیکھو مار ماہی مت خریدنا۔''

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے مار ماہی سے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے لیکن اس حدیث سے اس کی حرمت کی تصریح نہیں ہوتی۔انکلیس انقلیس (الف اور لام میں زبر کے ساتھ) بعض نے الف اور لام دونوں میں زیر پڑھنا نقل کیا ہے۔

امام زمخشریؒ نے کہا ہے کہ بعض ارباب لغت نے انکلیس کا دوسرا نام شلق (نرم کانٹوں والی مچھلی) بتایا ہے۔ابن سیدہ نے کہا ہے کہ انکلیس اس مچھلی کو کہتے ہیں جس کی شکل وصورت تو عام مچھلیوں کی طرح ہوتی ہے لیکن فرق صرف یہ ہے کہ اس مچھلی کے دم کے پاس مینڈک کی طرح دو پیر ہوتے ہیں۔لیکن ہاتھ نہیں ہوتے۔اکثر یہ مچھلی بصرہ کے دریاؤں میں پائی جاتی ہے۔

الانن

(دونوں نون ہیں اور الف میں پیش ہے) الانن اس پرندے کو کہتے ہیں جو ہلکے رنگ کا ہوتا ہے۔نیز اس پرندے کے دبسی طوق کی طرح ایک طوق بھی دکھائی دیتا ہے۔اس کے دونوں پیر سُرخ اور منقار کبوتری کی طرح ہوتے ہیں۔فرق صرف یہ ہے کہ اس پرندے کی منقار سیاہ رنگ کی ہوتی ہے۔یہ اپنی آواز کراہنے کی طرح اوہ اوہ نکالتا رہتا ہے۔(حکاہ فی المحکم)

الانیس[1]

(آبی پرندہ) اس پرندہ کو تیر انداز الانیسۃ کہتے ہیں۔ **الانیس** اس پرندہ کو کہتے ہیں جس کی نگاہ تیز اور آواز اونٹ کی طرح ہوتی ہے۔اس کا رہن سہن دریائی علاقوں میں ہوتا ہے جہاں پانی کے ساتھ ساتھ درخت بھی کثرت سے ہوتے ہیں۔اس پرندہ کا رنگ خوبصورت اور دلکش ہوتا ہے۔اس پرندے کی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کے لیے معاش کی تیاری بہت اچھی قسم سے کرتا ہے۔

ارسطو نے لکھا ہے کہ یہ پرندہ شرقراق[2] اور کوے سے مل کر پیدا ہوتا ہے۔اس کا رنگ کھلا اور نکھرا ہوا رہتا ہے۔نیز یہ پرندہ انسانوں سے انس اور محبت رکھتا ہے۔اس پرندے کے اندر ادب وتربیت قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔اس پرندے کی آواز عجیب قسم کی معلوم ہوتی ہے اور کبھی کبھی تو قمری[3] کی طرح عمدہ قسم کی آواز نکالتا ہے اور یہ کبھی کبھی ہکلا کر گھوڑے کی طرح ہنہنا کر آواز نکالتا ہے۔یہ پرندہ اپنے کھانے میں گوشت اور میوہ وغیرہ استعمال کرتا ہے۔زیادہ تر یہ رہنے کے لیے وہ جگہ پسند کرتا ہے جہاں پانی کے ساتھ ساتھ گھنے درخت بھی ہوتے ہیں۔

شرعی حکم

یہ پرندہ پاکیزہ اور طیبات میں سے ہونے کی وجہ سے حلال قرار دیا گیا ہے۔لیکن اس میں حرام ہونے کی شق بھی نکالی جاسکتی ہے اس لیے کہ وہ گوشت کھاتا ہے۔اس کے علاوہ وہ کوا اور شرقراق کے ملنے سے پیدا ہوتا ہے۔

---

[1] الانیس۔یہ ایک آبی پرندہ ہوتا ہے جس کی آواز گائے کی آواز سے مشابہ ہوتی ہے۔نیز اس کا ایک معنی مرغ بھی کیا گیا ہے (مصباح اللغات)

[2] شرقراق۔یہ ایک چھوٹا سا پرندہ ہوتا ہے جس کو اخیل بھی کہتے ہیں۔عوام اس کو شقرق کہنے لگے ہیں۔(مصباح اللغات)

[3] قمری فاختہ کے مانند ایک مشہور پرندہ ہے۔

الانوق (عقاب)

انوق فعول الرخمہ[1] کے وزن پر ہے۔ایک ہلکے کالے رنگ کا پرندہ ہوتا ہے جس کے سر میں چوٹی سی ہوتی ہے۔یا وہ پرندہ ہے جس کی چونچ زرد رنگ کی ہوتی ہے اور اس کے سر میں بال بالکل نہیں ہوتے۔

بعض حکماء نے لکھا ہے کہ اس پرندے کی چار عادتیں قابل تحسین ہوتی ہیں۔وہ اپنے انڈوں کی پرورش' بچوں کی حفاظت وتربیت کرتی ہے۔بچوں سے الفت ومحبت کا ثبوت دیتی ہے۔سب سے خاص بات یہ ہے کہ وہ اپنے زوج کے علاوہ کسی اور کو جفتی کرنے کی قدرت نہیں دیتی۔

امثال

اہل عرب کہتے ہیں ابعد من بیض الانوق (عقاب کے انڈوں سے بھی زیادہ دور) ھو اعز من بیض الانوق۔شکرہ کے انڈوں سے زیادہ نایاب۔یہ دونوں مثل اس چیز کے لیے بولتے ہیں جس کا حصول محال اور ناممکن ہو اس لیے کہ مشہور ہے کہ شکرہ یا عقاب کے انڈوں تک رسائی نہیں ہوتی۔کیونکہ وہ پہاڑ کی چوٹیوں اور دشوار گزار گھاٹیوں میں انڈے دیتا ہے۔

ان تمام چیزوں کے باوجود بے وقوف ہوتا ہے۔چنانچہ عربی شاعر نے کہا ہے ؎

وذات اسمین والالوان شتی و تحمق وھی کیسة الحویل

''نام اس کے دو ہیں رنگ اس کا مختلف ہے اور وہ لٹکی ہوئی تھیلی کی طرح احمق ہوتا ہے۔''

ایک دوسرے شاعر نے کہا ہے ؎

وکنت اذا استودعت سرا کتمته کبیض انوق لاینال لھا و کر

''اور جس وقت میں کسی بھید کو بطور امانت رکھتا ہوں تو ظاہر نہیں ہونے دیتا' جس طرح کہ عقاب کے انڈے حاصل کرنے کے لیے اس کے گھونسلے تک رسائی نہیں ہوسکتی۔''

ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی نے یہ فرمائش کی کہ آپ اپنی والدہ ہندہ سے میری شادی کرا دیجئے تو آپ نے فرمایا کہ بھائی میری والدہ تو اب بانجھ ہوگئی ہیں انہیں نکاح وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے۔تو اس آدمی نے کہا کہ اگر آپ میری شادی نہیں کرتے تو اس کے بدلے میں آپ مجھے فلاں خطے کا والی بنا دیجئے۔تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیتے ہوئے یہ شعر پڑھا ؎

طلب الابلق العقوق فلما اعجزته اراد بیض الانوق

ترجمہ: ''اس نے نر وانث کو گابھن کرنا چاہا جو ناممکن تھا گویا کہ وہ عقاب کے انڈوں کی تلاش میں رہا۔''

علماء امثال نے لکھا ہے کہ اس شعر کا مفہوم یہ ہے کہ گویا اس آدمی نے ایسی چیز کی فرمائش کی جس کے حصول کی فرمائش کی جاسکتی ہے۔لیکن یہ چیز بھی باوجود امکان کے ناقابل حصول ہے۔

امام دمیریؒ فرماتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمائشی واقعہ غلط منسوب ہے اس لیے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ

---

[1] الرخم گدھ اس کا واحد رخمۃ ہے

محترمہ کا انتقال ۱۴ھ اس سال میں ہوا جس سال کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کا انتقال کا حادثہ پیش آیا تھا۔ اس لیے جہاں تک اس ضرب المثل کا تعلق ہے تو اس کہاوت کا پس منظر وہ صحیح معلوم ہوتا ہے جس کا مؤرخ ابن الاثیرؒ نے النہایہ میں نقل فرمایا ہے۔

اور وہ واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک صاحب نے یہ گزارش کی کہ حضور والا آپ میرا حصہ متعین فرما دیجئے تو آپ نے فرمایا کہ بہت اچھا ٹھیک ہے۔ پھر اس نے کہا کہ میرے لڑکے کے لیے بھی خیال رکھیے گا۔ تو آپ نے فرمایا بالکل نہیں۔ پھر اس آدمی نے یہ کہا کہ میرے خاندان والوں کا بھی ہونا چاہیے تو پھر آپ نے وہی جواب دیا کہ ایسا بالکل نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بطور مثل اور کہاوت کے ایک شاعر کا یہ شعر پڑھا۔

طلب الابلق العقوق فلما اعجزتہ اراد بیض الانوق

ترجمہ: ''اس نے اونٹ کو گابھن کرنا چاہا لیکن جب اس سے یہ نہ ہوسکا تو پھر وہ عقاب کے انڈوں کا متلاشی ہوگیا۔''

العقوق حاملہ اونٹنی کو کہتے ہیں **ابلق** نر اونٹ کو کہتے ہیں اور نر کہیں حاملہ نہیں ہوتا' تو گویا آپ نے فرمایا کہ اس نے حاملہ نر کی فرمائش کی (گابھن اونٹ کی فرمائش)۔

رہا بیض الانوق (عقاب کے انڈے) یہ مثل ناقابل حصول اور محال چیز کی فرمائش کے موقع پر استعمال کی جاتی ہے۔ امام سہیلیؒ نے اوائل الروض میں تحریر فرمایا ہے الانوق مادہ عقاب کو کہتے ہیں۔ چنانچہ بطور ضرب المثل اراد بیض الانوق (فلاں نے عقاب کے انڈے تلاش کیے) یہ اس چیز کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس کا حصول ناممکن ہو اس لیے کہ عقاب پہاڑ کی چوٹیوں میں ایسی جگہ انڈے دیتا ہے جہاں سے انہیں حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اور اس کو ابوالعباس المبرد[1] نے الکامل میں ذکر کیا ہے۔

لیکن امام سہیلیؒ نے اس قول پر بے اطمینانی کا اظہار کرتے ہوئے امام خلیل[2] نحوی کا قول بھی نقل کیا ہے کہ خلیل نحوی فرماتے ہیں الانـوق نر عقاب کو کہتے ہیں اور یہی معانی زیادہ قرین قیاس بھی ہیں۔ اس لیے کہ نر کبھی انڈے نہیں دیتا۔ لہٰذا جو شخص عقاب کے انڈے کا متلاشی ہوتا ہے گویا کہ وہ ناقابل حصول اور محال چیز کے حاصل کرنے میں وقت صرف کرتا ہے تو یہ ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسے کہ کوئی شخص حاملہ نر یعنی گابھن اونٹ کے حصول کا ارادہ کر رہا ہو۔

امام[3] قالیؒ نے لکھا ہے کہ الانوق کا استعمال عقاب کے نر اور مادہ دونوں جنس پر ہوتا ہے۔ (امالی اور انوق کا شرعی حکم ان شاء اللہ

---

[1] ''مبرد' ابوالعباس محمد بن یزید بن عبدالاکبر ثمالی معروف بالمبرد نحو اور لغت عرب کے امام تھے۔ انہوں نے علوم ابوعمر حرمی مازنی ابوحاتم بجستانی وغیرہ سے حاصل کیے۔ ان کے شاگردوں میں صولی نفطویہ طوماری زیادہ مشہور ہیں۔ مبرد ابوعباس ثعلب کے معاصر تھے۔ نیز بعض کہتے ہیں کہ ان کا علم سیبویہ سے اچھا تھا۔ ولادت ۲۱۰ھ وفات ۲۸۵ھ میں ہوئی۔

[2] خلیل بن احمد البصری۔ یہ علم وزہد وادب کے امام تھے۔ اسی کے ساتھ ساتھ صحیح قیاس تعلیل ومسائل نحو میں حرف آخر تھے۔ ان کے شاگردوں میں سیبویہ' نضر بن شمیل' سدوسی' علی جہضمی وغیرہ ہیں۔ نیز یہ فن عروض کے بھی موجد تھے۔ چنانچہ انہوں نے مشہور بحروں کے علاوہ مزید بحروں کا بھی اضافہ کیا ہے۔ اور یہ اس لیے فائق وموجد تھے کہ انہوں نے اللہ سے دُعا کی تھی مجھے ایسا علم دے جو کسی کو نہ ملا ہو۔ وفات ۱۶۰ھ میں ہوئی

[3] اسماعیل القالی البغدادی۔ ان کی ولادت ۲۹۰ھ منزاجرد (ارمینیا) اور قرطبہ (اندلس) میں وفات ۳۵۶ھ میں ہوئی۔ ان کا شمار علمائے لغت میں ہوتا ہے۔ ان کی تعلیم بغداد اور قرطبہ میں ہوئی۔

باب راء میں الرحمتہ کے عنوان سے آئے گا)۔

امام سہیلیؒ کا پورا نام اس طرح ہے۔ عبدالرحمٰن بن محمد السہیلی الخثعمی ۔آپ نہایت مشہور امام اور جلیل القدر عالم گزرے ہیں۔امام ابوالخطاب ابن وحیہ فرماتے ہیں کہ مجھے امام سہیلیؒ نے چند اشعار سنائے ہیں۔آپ نے مزید فرمایا ہے کہ ان اشعار کے واسطے سے کسی نے بھی اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی ہے تو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے اس کی دُعا ضرور قبول کی ہے۔اور جو اس نے مانگا ہے اللہ پاک نے اسے ضرور عنایت فرمایا ہے۔

اور یہی تاثیر ان اشعار کی بھی ہے: ۔

یامن یری ما فی الضمیر ویسمع　　انت المعد لکل مایتوقع

''اے وہ ذات جو کہ باتوں کو دیکھتا اور سنتا ہے تو ہی وہ ہستی ہے جو کہ امیدوار چیزوں کو مہیا کر سکتا ہے۔''

یامن یرجی للشدائد کلها　　یامن الیه المشتکی و المفزع

''اے وہ ذات جس سے مصیبت و آلام میں امید باندھی جاتی ہے اے وہ ذات جس کے دربار میں خوف زدہ اور پریشان حال پناہ لیتے ہیں۔''

یا من حزائن رزقه فی قول کن　　امنن فان الخیر عندک اجمع

''اے وہ ذات جس کے قول کن (ہوجا) میں رزق کے خزانے موجود ہیں آپ احسان کا معاملہ فرمایئے اس لیے کہ تمام بھلائیاں آپ ہی کے پاس ہیں۔''

مالی سوی فقری الیک وسیلة　　فبالافتقار الیک ایدی ارفع

''میرے پاس سوائے فقر و فاقہ کے آپ کی خدمت کے لیے کوئی وسیلہ نہیں۔بس میں آپ کے محتاج ہونے کی وجہ سے تیری بارگاہ میں ہاتھ اٹھاتا ہوں۔''

مالی سویٰ قرعی لبابک حیلة　　فلئن رددت فای باب اقرع

''میرے پاس سوائے آپ کے دربار کے کھٹکھٹانے کے کوئی بھی حیلہ نہیں ہے۔اگر آپ نے مجھے لوٹا دیا تو پھر کس کے دربار میں آواز لگاؤں گا۔

ومن الذی ادعو واهتف باسمه　　ان کان فضلک عن فقیرک یمنع

''کس کا نام لے کر میں پکاروں اور آواز دوں۔اگر تیرا فضل تیرے اس محتاج سے روک لیا جائے۔''

حاشا لجودک ان تقنط عاصیا　　فالفضل اجزل و المواهب اوسع

''آپ کے جود و سخا سے یہ بات بعید ہے کہ کسی گنہگار کو مایوس کردے۔تیرا فضل و کرم بہت ہے اور تیری عطا وسیع تر ہے۔''

اِلاوَزۃ

(بڑی بطخ یا مرغابی (الف میں زیر واؤ میں زبر ہے) اوزۃ مرغابی[1] یا بڑی بطخ کو کہتے ہیں۔ واحد کے لیے اوزۃ اور جمع واو نون کے ساتھ اوزون آتی ہے۔ تعارف کراتے ہوئے ابونواس نے کہا ہے ۔

کانما یصنون من ملاعق صرصرۃ الاقلام فی المھارق

''گویا ابطا چمچوں سے سیٹی بجاتی ہیں۔ بے آب وگیاہ میدانوں میں تیز وتند قلم ہیں۔''

ابونواس

ابونواس عہد عباسیہ میں ایک زبردست بالغ نظر شاعر گزرا ہے۔ اس کے متعلق حیرت انگیز واقعات اور دلچسپ پہیلیاں مشہور ہیں۔ نیز اس نے خمریات پر اچھے اشعار بھی کہے ہیں۔ نام الحسن بن ہانی بن عبدالاول۔ مورخ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ المامون نے لکھا ہے ابونواس نے اس دُنیا کے بارے میں ایسے عجیب وغریب اشعار کہے ہیں کہ خود دُنیا بھی نہیں کہہ سکتی۔ چنانچہ اس کے دوشعر یہ ہیں ۔

الا کل حی ھالک و ابن ھالک و ذونسب فی الھالکین عریق

''یادرکھو ہر جاندار فنا ہونے والا اور مرنے والے کا بیٹا ہے اور حسب ونسب والے مرنے والوں میں زیادہ باعزت ہیں۔''

اذا امتحن الدنیا لبیب تکشفت لہ عن عدو فی لباب صدیق

''جب کوئی دانشور دُنیا کو آزماتا ہے تو اس کے نزدیک دوست نما دشمن کی حقیقت کھل جاتی ہے۔''

المامون یہ بھی کہتے ہیں کہ جس نے پُر معانی اور انوکھے قسم کے اشعار کہے ہوں وہ ابونواس کے علاوہ اور کون ہوسکتا ہے۔ یہ بھی غور کیجئے کہ ابونواس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کتنا اچھا گمان رکھتا ہے۔ نمونے کے طور پر اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ۔

تکثر ما استطعت من الخطایا فانک بالغ ربا غفورا

''تو جی بھر کو خوب گناہ کئے جا اس لیے کہ تو پالنہار بخشش کرنے والے کے یہاں پہنچنے والا ہے۔''

ستبصر ان وردت علیہ عفوا وتلقی سیدا ملکا کبیرا

''اگر تو ان کے دربار میں پہنچا تو جلد ہی عفو وکرم کا مشاہدہ کرے گا اور شہنشاہ آقائے معظم سے ملاقات کرے گا۔''

تعض ندامۃ کفیک مما ترکت مخافۃ النار الشرورا

''اپنی ہتھیلیوں کو ندامت سے ملے گا ان برائیوں کی وجہ سے جن کو تو نے جہنم کے خوف سے چھوڑ دیا ہے۔''

محمد بن نافع نے لکھا ہے کہ میں نے ابونواس کے انتقال کے بعد انہیں خواب میں دیکھا تو میں نے آواز دی ''ابونواس!'' انہوں نے کہا کہ یہ کنیت سے پکارنے کا وقت نہیں ہے۔ میں نے کہا اچھا اے الحسن بن ہانی۔ انہوں نے کہا جی ہاں بولیے۔ میں نے پوچھا اللہ جل

---

[1] البحر الوسیط میں اوزۃ کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ بط سے جثہ میں بڑی اور اس کی گردن لمبی ہوتی ہے۔ المنجد میں اوزۃ کا اطلاق بط اور مرغابی دونوں پر کیا گیا ہے اور بط اور بطخ یہ دونوں ہم معنی لفظ ہیں کہیں بطخ بولتے ہیں اور کہیں بط۔ ۱۲

شانہٗ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ انہوں نے جواب دیا کہ خداوند قدوس نے میری ان اشعار کی وجہ سے مغفرت فرمادی جو میں نے مرنے سے قبل نظم کئے تھے اور وہ اشعار میرے تکیہ کے نیچے رکھے ہوئے ہیں۔

محمد بن نافع کہتے ہیں کہ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو براہ راست ان کے گھر آیا اور ان کے گھر والوں سے پوچھا کہ بھائی ابونواس نے کچھ اشعار مرنے سے قبل قلم بند کئے تھے وہ کہاں ہیں؟ گھر والوں نے کہا کہ ہمیں اس کا علم نہیں۔ہاں اتنا یاد پڑتا ہے کہ انہوں نے اس وقت قلم اور کاغذ منگوایا تھا اور کچھ لکھا تھا لیکن وہ پرزہ کہاں ہے ہمیں معلوم نہیں ہے۔

محمد بن نافع کہتے ہیں کہ یہ سب معلومات کرنے کے بعد میں گھر میں داخل ہوا اور ان کا تکیہ اُٹھا کر دیکھا تو ایک کاغذ کے ٹکڑے پر مندرجہ ذیل اشعار لکھے ہوئے تھے:۔

یا رب ان عظمت ذنوبی کثرۃ فلقد علمت بان عفوک اعظم

''اے پروردگار! اگر میرے گناہ زیادہ ہیں تو مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تیرا دامن عفو وسیع تر ہے۔''

ان کان لا یرجوک الا محسن فمن ذالذی یدعو و یرجوا المجرم

''اگر آپ سے صرف نیکوکاری اُمید رکھیں تو پھر وہ کون ذات ہے جس سے مجرمین اُمید رکھ کر دُعا کریں۔''

ادعو رب کما امرت تضرعا فاذا رددت یدی فمن ذایرحم

''پروردگار تیرے حکم کے مطابق تضرع وزاری سے دُعا مانگتا ہوں اگر تو مجھے جھڑک دے گا تو کون مہربانی کرے گا۔''

مالی الیک و سیلۃ الا الرجا و جمیل عفوک ثم انی مسلم

''آپ تک پہنچنے کے لیے میرے پاس سوائے اُمید و درگزر کے کوئی واسطہ نہیں ہے اس کے بعد پھر میں سرنگوں ہوں۔''

ابونواس سے ان کے نسب نامے کے بارے میں سوال کیا گیا تو کہا کہ میرا ادب میرے نسب سے بالاتر ہے۔انتقال ۱۹۲ھ میں ہوا۔

بڑی بطخ کی خصوصیات

بطخ اچھی طرح تیرنا جانتی ہے۔بچے انڈوں سے نکلتے ہی تیرنے لگتے ہیں۔جس وقت یہ انڈے سیتی ہے تو اس کا نرچشم زدن کے لیے بھی جدا نہیں ہوتا۔بچے انڈوں سے آخر ماہ تک نکل آتے ہیں۔

بطخ کا عجیب واقعہ

حسن بن کثیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں (ان کے والد نے حضرت علیؓ کا دور دیکھا ہے) کہ ایک دن حضرت علیؓ نماز فجر کے لیے تشریف لا رہے تھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے ایک بطخ اپنے چہرے پر تھپڑ مار رہی ہے۔آپؓ نے فرمایا کہ اسے اس کی حالت پر چھوڑ دو اس لیے کہ یہ نوحہ کر رہی ہے۔بس آپ آگے بڑھے ہی تھے کہ ابن الجم نے آپ پر وار کر دیا۔والد محترم کہتے ہیں کہ اتنے میں میں نے آپ سے کہا کہ اے امیر المؤمنین! ہمیں اور اس مرادی کو چھوڑ دیجئے' نمٹ لیں گے (ابن ملجم کا تعلق قبیلہ بنو مراد[1] سے تھا) آپ سامنے نہ

---

[1] بنو مراد: یہ قبیلہ یمن میں تھا۔

آیئے۔ فلا تقوم لهم ثاغية و لا لاغية ابداً۔ان کے لیے کبھی نہ کوئی بکری کھڑی ہوگی اور نہ اونٹنی (یعنی ان کا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا)۔

آپ نے فرمایا کہ نہیں یہ ارادہ مت کرو ہاں تم ایسا کرو کہ اسے قید کرلو۔ اگر میں مر گیا تو تم اسے قتل کر دینا اور اگر زندہ رہوں فالجروح قصاص (ترجمہ) زخموں کا بدلہ ان کے برابر ہے۔(رواہ احمد فی المناقب)

خارجیوں کا مشورہ اور حضرت علیؓ کی شہادت

مورخ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ایک دن چند خوارج جمع ہو کر اصحاب نہروان کے بارے میں گفتگو کرنے لگے کہ اب ہم ان کے قتل ہو جانے کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن ملجم' البرک بن عبداللہ' عمرو بن بکر اتیمی نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ ایک ہی تاریخ میں حضرت علی اور حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہم) کو قتل کر دیا جائے چنانچہ عبدالرحمٰن بن ملجم کم بخت نے یہ کہا کہ میں تو علیؓ کے لیے کافی ہوں۔ تنہا کام تمام کر دوں گا۔ البرک بن عبداللہ نے کہا اور میں اکیلے معاویہؓ کے لیے کافی رہوں گا۔ عمرو بن بکر نے کہا ہاں میں بھی عمرو بن عاص سے تنہا نمٹ لوں گا۔ پھر ان تینوں نے اپنی اپنی تلواریں اُٹھائیں اور ۱۳ رمضان المبارک کو بیک وقت حملہ کر دینے کا عزم کیا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن ملجم اسی ارادے سے کوفہ آیا۔ اچانک قطام نامی ایک عورت سے ملاقات ہوگئی جس کے باپ اور بھائی یوم النہروان میں حضرت علیؓ کے ہاتھ سے مارے گئے تھے اس نے اس عورت سے کہا کہ میں تم سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ عورت نے جواب دیا کہ ہاں میں تم سے چند شرطوں کے ساتھ نکاح کر سکتی ہوں۔ اس نے کہا بطور مہر تین ہزار درہم، ایک غلام خدمت کے لیے چھوٹا سا لڑکا اور علی کا قتل۔ یہ میری شرطیں ہیں اگر منظور ہیں تو میں راضی ہوں ورنہ نہیں۔

ابن ملجم نے کہا میں علیؓ کو تنہا کیسے قتل کر سکتا ہوں اتنا طاقتور تو ہوں نہیں۔ عورت نے کہا اچھا دھوکے سے مار ڈالو۔ اگر تو نے انہیں قتل کر دیا اور تو بچ گیا تو عوام کو ان کے شر سے آرام پہنچائے گا اور تو اپنے اہل وعیال کے ساتھ زندگی گزارے گا اور اگر تو مارا گیا تو جنت میں جائے گا اور ایسی جگہ پائے گا جہاں کی نعمتیں کبھی ختم ہونے والی نہیں اور تجھے بھی ایسی جگہ کا خواہش مند ہونا چاہیے۔

اتنے میں ابن ملجم نے کہا میں تو کوفہ ان کے قتل کرنے ہی کی غرض سے آیا ہوں۔ یہ سن کر ابن ملجم قتل کے ارادے سے دروازے کے سامنے آڑ میں بیٹھ گیا جہاں سے آپؓ نماز پڑھنے کے لیے تشریف لاتے تھے۔ چنانچہ جب آپ نماز فجر کے لیے آنے لگے تو اس نے موقع پا کر حضرت علیؓ پر وار کیا تو حضرت علیؓ نے کہا: رب کعبہ کی قسم! میں تو کامیاب ہو گیا تم لوگ اس کو پکڑ لینا۔ یہ سن کر ابن ملجم نے لوگوں پر حملہ کیا۔ لوگوں نے اسے چھوڑ دیا۔ اتنے میں المغیرۃ بن نوفل بن الحرث بن عبدالمطلب نے ایک چھوردار چادر لگا کر اسے پکڑ لیا اور زمین پر گرا کر اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے۔

اہل علم لکھتے ہیں اس حادثہ کے بعد حضرت علیؓ دو دن جمعہ و شنبہ تک زندہ رہے۔ اس کے بعد جان کو جان آفریں کے سپرد کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بعد میں حسن بن علیؓ نے ابن ملجم کو قتل کر دیا۔ لوگوں کو جب معلوم ہوا تو جمع ہو گئے اور اس کے لاشہ کو خاکستر کر دیا گیا۔

دوسرا خارجی البرک بن عبداللہ بھی اپنے مشن پر گیا۔ اس نے معاویہؓ پر حملہ کیا لیکن کاری ضرب نہیں لگ سکی۔ ان کی سرین میں بھالا مارا۔ حضرت معاویہؓ کے بارے میں مؤرخین نے لکھا ہے کہ ان کے سرین بڑے بڑے تھے جس کی وجہ سے ان کی عرق النکاح کٹ گئی جس کا اثر یہ پڑا کہ اس کے بعد کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ جس وقت قاتل البرک بن عبداللہ کو گرفتار کر لیا گیا تو اس سے یہ کہہ دیا گیا کہ تمہارے لیے امان اور خوشخبری کا پیغام ہے۔ بالکل اسی رات حضرت علیؓ پر بھی وار کیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ یہ بھی خبر موصول ہوگئی۔

حضرت معاویہؓ نے تو اپنے قاتل کا ہاتھ اور پیر کاٹ کر چھوڑ دیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ بصرہ کے علاقے میں چلا گیا اور وہیں زندگی گزارتا رہا۔ کچھ دن کے بعد زیاد بن ابیہ (جو معاویہؓ کے زمانے میں عراق میں ان کے نائب تھے) کو پتہ چلا کہ اس قاتل کے اولاد پیدا ہوئی ہے تو اسے قتل کر دیا اور کہا کہ اس کم بخت قاتل کے اولاد ہو اور امیر المؤمنین معاویہؓ کے اولاد نہ ہو یہ کیسے برداشت کر سکتا ہوں۔ چنانچہ حضرت معاویہؓ نے اس بات پر زیاد بن ابیہ کے لیے ایک حویلی بنانے کا حکم دیا۔ (اگر چہ یہ روایت قابل اعتبار معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن من حیث الترجمہ ذکر کی گئی ہے)

تیسرا خارجی عمرو بن بکر تمیمی حضرت عمرو بن عاصؓ کے گھات میں تھا ہی لیکن اتفاق یہ ہوا کہ اُس دن ان کے پیٹ میں درد پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے نماز پڑھانے کے لیے مسجد تشریف نہیں لائے۔ ان کی بجائے قبیلہ بنو سہم کے ایک آدمی خارجہ نے امامت کی۔ عمرو بن بکر نے ان پر ایک زبردست وار کیا جس سے وہ جاں بحق ہو گئے۔ قاتل عمرو بن بکر کو گرفتار کر لیا گیا۔ جب اسے حضرت عمرو بن عاص کے پاس پکڑ کر حاضر کیا گیا تو اس قاتل سے ان لوگوں نے سوال کیا جو کہ حضرت عمرو بن عاص کی خدمت میں خلافت کے عنوان پر گفتگو کر رہے تھے۔

سوال یہ کیا کہ کیا تم نے حضرت عمرو بن عاص کو قتل کر دیا؟ تو اس نے کہا نہیں' بلکہ میں نے خارجہ نامی آدمی کو قتل کیا ہے۔ اتنے میں حضرت عمرو بن عاصؓ نے فرمایا کہ تم نے تو عمرو بن عاص کا ارادہ کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے خارجہ کا ارادہ کیا تھا۔ اس کے بعد حضرت عمرو بن عاصؓ نے اسے قتل کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ جس وقت حضرت علیؓ عبدالرحمٰن بن ملجم قاتل کو دیکھتے تو آپ عمرو بن معدی کرب بن قیس بن مکشوح المرادی کے اس شعر سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتے ۔

اريد حياته و يريد قتلى غديرک من خليلک من مراد

''میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور یہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تمہارا غدار دوست قبیلہ مراد کا ہے۔''

بعض کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے پھر یہ کہا گیا کہ آپ کے اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابن ملجم کو جانتے تھے اور اس کے ارادے سے بھی واقف تھے تو آپ نے پہلے ہی کیوں نہ اسے قتل کر دیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنے قاتل کو کیسے قتل کر دیتا حالانکہ میری شہادت اسی کے ہاتھ سے لکھی ہوئی تھی۔ جس وقت ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کے پاس حضرت علیؓ کی شہادت کی اطلاع ملی تو یہ شعر پڑھا ۔

فالقت عصاها و استقربها النوى كما قرعينا بالاياب المسافر

''اس نے تھک کر اپنی لاٹھی ٹیک دی ہے اور فراق اس کی طبیعت میں جاگزین ہو گیا۔ جس طرح کہ مسافر واپس آکر سکون کی سانس لیتا ہے۔''

حضرت علیؓ کی مرقد مبارک

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ پہلے امام پیشوا امیر المومنین ہیں جن کی قبر لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہے۔ بعض اہل علم لکھتے ہیں کہ آپؓ نے اپنی قبر کے پوشیدہ رکھنے کے بارے میں وصیت کی تھی اس لیے کہ آپ نے بھانپ لیا تھا کہ خلافت خاندان بنو امیہ میں چلی جائے گی۔ آپ کو ان لوگوں کی طرف سے اطمینان نہیں تھا کہ وہ آپ کی نعش کو مثلہ بنا دیں گے۔ آپ کی قبر کے جائے وقوع کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ آخر کہاں ہے؟ بعض نے بتایا ہے کہ وہ جامع مسجد کوفہ کے کسی گوشہ میں ہے۔ کچھ نے یہ کہا کہ وہ قصر الامارۃ میں ہے اور

کسی نے بقیع قبرستان میں تذکرہ کیا ہے۔ حالانکہ یہ بات عقل کو نہیں لگتی۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ آپ کی قبر نجف میں ہے۔ وہ آج کل زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

اس اُمت محمدیہ کے تشتت و انتشار کو ان میں امیر و خلیفہ بنا کر یکجا کر دیا گیا ہے اور بکھرے ہوئے شیرازے کو متحد کرنے کی بہترین تدبیر کی گئی ہے۔ اگرچہ بعض ناساز گار حالات کی وجہ سے بعض خلفاء کو معزول کرنے کی نوبت بھی آئی۔ اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کچھ خلافت کے سلسلہ میں تھوڑی سی روشنی ڈال دی جائے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس اُمت کا ہر چھٹا خلیفہ تخت سے اُتار دیا گیا ہے اس لیے تمام خلفاء کے مختصر حالات زندگی پیدائش سے لے کر وفات تک ایام کارکردگی ایام خلافت یا معزول ہونے کے اسباب بیان کیے جاتے ہیں۔

سیرت تاجدار دو عالم ﷺ

اس اُمت کی رہنمائی کے لیے سب سے پہلے اللہ پاک نے زمانہ [1] فترہ کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ چنانچہ آپ نے رسالت کو اُمت تک پہنچا دیا اور اس کا حق بھی ادا کر دیا۔ اللہ کے راستے میں جہاد بھی کیے۔ اُمت کو خیر و بھلائی کی تعلیم بھی دی۔ اپنے مالک حقیقی کے دربار میں روئے بھی۔ تضرع و زاری بھی کی بالآخر اپنے فرائض کو انجام دے کر اپنی جان کو جان آفرین کے سپرد کر دیا اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

آپ تمام مخلوقات میں سب سے افضل' سارے انبیاء میں سب سے اشرف' مجسمۂ رحمت' متقیوں کے امام' حمد وثناء کے پرچم کو بلند کرنے والے' شفاعت کبریٰ کے والی' مقام محمود سے سرفراز' ساقیٔ کوثر ہیں۔ قیامت کے دن آدم علیہ السلام سے لے کر تمام مؤمنین آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

آپ کی اُمت تمام اُمتوں سے بہتر۔ آپ کے اصحاب انبیاء علیہم السلام کے بعد سب لوگوں سے افضل۔ آپ کا دین تمام ادیان و مذاہب سے بلند و بالا۔ اور آپ خدا کے بعد تمام مخلوقات سے افضل و اعلیٰ

؎ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

آپ کو خداوند قدوس نے سچے پکے معجزات' عقل کامل' اشرف نسب' جمال و خوبصورتی میں بدر تمام' جود و سخا کے شہنشاہ' شجاعت و دلیری کے پیکر' بردباری کے مجسمہ جیسی باکمال خوبیوں سے نوازا تھا۔

علم نافع' پختگی عمل' استقلال و خشیت الٰہی جیسی بیش بہا نعمتوں سے مالا مال' مخلوقات میں سب سے زیادہ فصیح و شگفتہ بیان' اخلاق و کردار کے اعلیٰ انسان اور تمام خوبیوں و اوصاف کا مجموعہ بنایا تھا جیسے کہ شاعر نے کہا ؎

لم یخلق الرحمن مثل محمد ابدا وعلمی انه لا یخلق

''باری تعالیٰ نے محمد ﷺ جیسا کبھی کسی کو پیدا نہیں کیا اور میرا جہاں تک یقین ہے یہ پیدا بھی نہیں کیا جائے گا۔''

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب آپ گھر میں موجود ہوتے تو گھر والوں کی خدمت میں لگے رہتے۔ اپنے کپڑوں کو درست کرتے۔ جوتے ٹھیک کرتے۔ اپنے آپ کو سنوارتے۔ جو اونٹ پانی لانے کے کام لایا جاتا تھا اس کو چارہ خود ڈالتے۔

---

[1] فترہ: وہ مدت کہلائی جاتی ہے جو ایک نبی کے وفات پا جانے کے بعد دوسرے نبی کے مبعوث ہونے تک ہو۔

گھر میں جھاڑ دیتے۔ اونٹ کو باندھتے۔ خادم کے ساتھ کھانا کھاتے۔ یہاں تک کہ آٹا گوندھنے میں اس سے تعاون کرتے اور بازار سے سامان خرید کر خود لاتے۔ آپ برابر غم زدہ فکر مند رہتے جیسے کہ راحت و آرام حصہ میں نہ ملی ہو۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں:

''میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے ان کی سنت کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ معرفت میری پونجی محبت دستور شوق سواری اللہ کا ذکر میری آرزو رنج میرا دوست علم ہتھیار صبر میری چادر رضائے الٰہی میری غنیمت ہے اور غربت میرا امتیاز زہد میری سنت یقین قوت سچائی شفیع طاعت میرا اشرف جہاد میری عادت اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے''

نبی کریم ﷺ کی بردباری سخاوت شجاعت شرم وحیا شفقت محبت ورفعت عدل احسان وقار صبر ہیبت اعتماد اور دیگر اوصاف حمیدہ اس قدر ہیں کہ ان کو شمار نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ علماء کرام نے آپؐ کی سیرت زندگی بعثت غزوات اخلاق اور معجزات وغیرہ کے عنوانات سے بے شمار کتابیں لکھی ہیں۔ اگر ہر عنوان پر روشنی ڈالی جائے تو کتابوں کے انبار لگ جائیں گے۔ اس لیے میں اپنی اس کتاب میں لکھنے سے قاصر ہوں۔

اہل علم لکھتے ہیں کہ آپؐ کی وفات دین کی تکمیل نعمتوں کے اتمام کے بعد دوشنبہ کے دن نصف یوم گزر جانے کے بعد ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ میں ہوئی۔ آپؐ کی عمر مبارک ۶۳ سال کی ہوئی۔

غسل دینے کی سعادت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نصیب ہوئی۔ پھر آپ کو حجرہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے در پردہ کر دیا گیا۔

خلافت امیر المؤمنین خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

جناب رسول ﷺ کے بعد آپ کو خلیفہ بنایا گیا۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کے رشتہ دار اور یار غار تھے۔ آپ کے مشیر کار اور وزیر کی حیثیت سے تھے۔ گہرے دوستوں میں شمار کیے جاتے تھے اور تمام لوگوں میں سب سے بہتر آدمی تھے۔

جس دن جناب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا اس دن سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے لیے بیعت کی گئی۔ ہم اس واقعہ کی شہرت اور طوالت کی وجہ سے تفصیل سے گریز کر رہے ہیں۔ آپ نے خلیفہ ہوتے ہی بہت اچھے اچھے امور انجام دیئے۔ جلد ہی یمامہ کو فتح کر لیا۔ اطراف عراق اور دیگر شہروں میں اسلامی حکومت قائم کر دی۔ آپ حسن کردار کے علم بردار عبادت گزار متقی و پرہیزگار وقار سے بھرپور بردبار صابر و شاکر رحم و کرم کے پیکر اور دیگر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بے نظیر آدمی تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد ایک شور وہنگامہ برپا ہو گیا۔ لوگ مرتد ہونے لگے۔ زکوٰۃ کے منکرین پیدا ہو گئے تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کرام کو جمع کیا مشورہ طلب کیا۔ منکرین و مرتدین سے جنگ کرنے کے سلسلہ میں گفتگو شروع کی تو اکثر صحابہ کی جماعت نے ان کی رائے سے اتفاق نہ کیا اور مخالفت کرنے لگے۔ اسی دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عالی جناب آپ ان لوگوں کے بارے میں جنگی منصوبہ کیسے بنا سکتے ہیں۔ جب کہ حضور اکرم ﷺ کی حدیث آپ کے سامنے ہے:

''جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرتا رہوں گا جب تک کہ وہ کلمہ توحید کا اقرار نہ کر لیں۔ جو بھی اس کا اقرار کرلے گا تو اس کا خون اور مال میری طرف سے محفوظ ہو گیا۔ الا یہ کہ اسی کا حق دائر ہوتا ہو اور اقرار کرنے والے کا حساب و کتاب اللہ تعالیٰ کے ذمہ آ جائے گا۔'' الحدیث

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں ان لوگوں سے ضرور قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کریں گے۔ اس لیے کہ زکوٰۃ حق مال

ہے۔ خدا کی قسم اگر کوئی حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں ایک بکری کا بچہ بھی زکوۃ میں دیا کرتا تھا اب اگر وہ انکار کریں گے تو میں ان سے بھی جنگ کروں گا۔

یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ فاروق نے کہا: اللہ نے اس سلسلے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو شرح صدر عطا فرمایا ہے۔ اب میں سمجھ گیا کہ حق یہی ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ تو اس نازک وقت میں لوگوں کے ساتھ ملاطفت ونرمی کا معاملہ کیجئے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا **أجبار في الجاهلية و خوار في الاسلام** کہ تم جاہلیت میں جب مسلمان نہ ہوئے تھے تو زبردست جابر اور سخت دل تھے۔ اب اسلام لے آئے ہو تو انتہائی بزدل ہو گئے ہو۔ اے عمر رضی اللہ عنہ! وحی کا سلسلہ اب ختم ہو چکا۔ دین کامل و مکمل ہو گیا۔ میری زندگی میں دین میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہو سکتی۔ میں کوتاہی کو برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر آپ جنگ کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔

مؤرخین کے ایک گروہ نے تصریح کی ہے کہ جناب رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے اُسامہ بن زید کے لشکر کو سات سو نوجوان سپاہیوں سے مسلح کر کے شام کے علاقہ میں روانہ فرما دیا تھا۔ جب یہ لشکر مقام ذی خشب میں پہنچا تو نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا اور ایک طرف عرب کے بعض علاقے مرتد ہونے لگے تو صحابہ کرام جمع ہوئے۔ ان سب نے مشورہ کر کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ اس وقت لشکر اُسامہ کو واپس بلا لیجئے تو آپ نے جواب دیا اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر امہات المؤمنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاؤں کو کتے نوچنے لگیں تو میں لشکر اُسامہ کو کبھی واپس نہیں بلاؤں گا۔ جس لشکر کو رسول اللہ ﷺ نے مسلح کر کے روانہ کر دیا ہو اس کے پرچم کو ہرگز نہیں کھول سکتا جس کو حضور اکرم ﷺ نے خود باندھا ہو۔

بعض روایات میں ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ بات یاد رکھو کہ اگر مجھے اس لشکر کے واپس نہ بلانے کی وجہ سے درندے بھی نوچ ڈالیں گے تب بھی واپس نہیں بلاؤں گا۔ آپ نے اسامہ کو حکم کیا کہ وہ لشکر لے کر چلے جائیں۔ مزید یہ بھی کہا کہ اگر تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مزید اجازت حاصل کر لو تو تمہیں اس کی رعایت ہے۔ اس لیے میرے نزدیک ان کی ایک حیثیت ہے۔ میں ان سے اُنس رکھتا ہوں اور ان کی رائے میرے نزدیک ایک اہمیت رکھتی ہے اور میں ان سے مدد بھی لیتا ہوں تو اسامہؓ نے کہا کہ میں نے ان سے ملاقات کر لی ہے۔ پھر اسامہؓ روانہ ہو گئے۔

جب یہ لشکر کسی بھی مرتد قبیلہ سے گزرتا تو وہ قبیلہ والے یہ کہتے کہ بھائی ان مسلمانوں کے پاس لشکر جرار ہے اگر اتنی زبردست فوجی طاقت نہ ہوتی تو یہ لوگ اس نازک وقت میں جنگ پر آمادہ نہ ہوتے۔ لشکر نے رومیوں سے جنگ کی اور انہیں شکست دے دی۔ مخالفین اور دشمنوں کے بہت سے لوگ کام آئے بالآخر یہ لشکر فتح و نصرت کے ساتھ واپس آ گیا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

> ''میرے والد محترم ارتداد کے دن تلوار سونتے ہوئے اپنی سواری پر سوار ہو کر باہر تشریف لائے۔ اچانک علی کرم اللہ وجہہ آ گئے یہاں تک کہ انہوں نے والد محترم کی سواری کی لگام پکڑ لی اور کہا کہ میں آپ سے وہی بات کہتا ہوں جو بروز اُحد جناب رسول اللہ ﷺ نے آپ سے فرمایا تھا کہ آپ اپنی تلوار کو نیام میں کر لیں اپنی وجہ سے آپ ہمیں رنجیدہ خاطر نہ کریں۔ خدا کی قسم اگر آپ کی وجہ سے ہمیں کوئی تکلیف پہنچی تو پھر آپ کے بعد اسلام کا نظام کبھی درست نہیں ہو سکتا۔''

ابن قتیبہؒ کہتے ہیں کہ سوائے چند لوگوں کے سارا عرب مرتد ہو رہا تھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے جہاد کیا یہاں تک کہ وہ

درست ہوگئے۔ یمامہ کو فتح کیا اور وہیں مسیلمۃ الکذاب مدعی نبوت کو قتل کیا پھر صنعاء میں رہنے والے اسود العنسی کذاب کو بھی تہ تیغ کر دیا گیا۔اس کے بعد شام اور عراق میں لشکر کشی کی گئی۔

ابورجاء العطاردی کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ گیا کیا دیکھتا ہوں کہ تمام لوگ اکٹھے ہورہے ہیں اس میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک شخص کے سر کو بوسہ دے رہا ہے اور یوں کہہ رہا ہے کہ میں تم پر فدا ہو گیا ہوں۔ خدا کی قسم اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہو جاتے تو میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ بوسہ لینے والا شخص کون ہے؟ تو لوگوں نے جواب دیا وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بوسہ لے رہے ہیں اور مرتدین سے جنگ کی کامیابی پر مبارک باد پیش کررہے ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو عرب مرتد ہونے لگے۔لوگوں میں نفاق پھیل گیا اور میرے ابا جان استقلال کے میدان میں اس طرح اُترے کہ اگر وہ کسی پہاڑ پر ہوتے تو وہ چکنا چور ہو جاتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا عبادت کے کوئی لائق نہیں اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نہ بنایا جاتا تو خدا کی عبادت نہیں ہوسکتی تھی۔اس کلمہ کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ کہا۔

اہل علم لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نرمی وانکساری کے پیکر تھے۔ جب بیمار ہو جاتے تو وہ علاج کرنا ترک کر دیتے تا کہ اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور انقیاد وتسلیم ظاہر ہو جائے۔صحابہ کرام عیادت کے لیے حاضر ہوتے اور یہ گزارش کرتے کہ ہم آپ کے علاج کے لیے طبیب بلاتے ہیں تا کہ آپ کی مکمل دیکھ بھال اور معالجہ ہو جائے۔

ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس اثناء میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میری طرف دیکھا تو لوگوں نے پوچھا کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں جو چاہتا ہوں کر گزرتا ہوں۔

آپ کی وفات منگل کے دن ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ کو مغرب اور عشاء کے درمیان میں ہوئی۔کل ۶۳ سال کی عمر ہوئی۔آپ کی وفات کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور آپؐ کی جدائی کی وجہ سے آپ اندرونی رنج وغم میں مبتلا ہو گئے تھے۔ آپ کی تدفین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب حجرہ عائشہ میں عمل میں آئی۔آپ دو سال ۳ ماہ اور ۸ دن منصب خلافت پر فائز رہے اور اُمت کی خدمت کی۔

خلافت امیر المؤمنین خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

آپ کو سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ بنایا گیا اور عنان حکومت آپ کے سپرد کر دی گئی۔جس دن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اسی دن سے حضرت ابوبکر کی وصیت رضی اللہ عنہ کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیعت لی گئی۔خلیفہ اول کی طرح آپ بھی اوصاف حمیدہ کے حامل تھے۔سیرت، جہاد، استقلال اور صبر جیسی خوبیاں آپ کے اندر موجود تھیں۔جو کی روٹی کھاتے، کچے دھاگے کا کپڑا وغیرہ پہنتے تھے۔آپ نے بہت سی فتوحات کیں اور بیشتر ممالک پر قابض ہو گئے۔آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جن کو امیر المؤمنین کا خطاب دیا گیا۔آپ مہاجرین اول میں سے ہیں اور دونوں قبلوں کی طرف نماز ادا کرنے کے شرف سے مشرف، تمام غزوات، خاص طور پر بیعت الرضوان وجنگ بدر میں شریک رہے۔آپ کے مشرف باسلام ہونے سے اسلام کو قوت ملی۔

جس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کے حسن کردار سے نبی کی ذات خوش تھی۔آپ کو جنت کی بشارت دی گئی۔مناقب تو بے شمار ہیں آپ کے شرف کے لیے اتنا کافی تھا کہ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں وزیر کا درجہ حاصل تھا۔ بعد میں اُمت

کی خدمت بھی خلیفہ دوم کی صورت میں سپرد کی گئی۔آپ کی وفات بھی اچھے طریقے سے ہوئی۔فقر‘سعادت‘شہادت کا درجہ نصیب ہوا اور آپ سے بغض وعداوت سوائے زندیق‘ بے وقوف یا احمق کے اور کون کرسکتا ہے۔

آپ کے خصائل حمیدہ

آپ وہ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے رات میں گھوم پھر کر گشت کر کے نگرانی کی۔رات ہی میں خاص طور پر دین ودنیا دونوں کی ذمہ داری سنبھالتے اور لوگوں کی چھپ کر دیکھ بھال کرتے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو رعب ودبدبہ کی دولت سے نوازا تھا۔لوگوں پر رعب کی وجہ سے اس قدر خوف طاری رہتا کہ انہوں نے راستوں میں بیٹھنا چھوڑ دیا تھا۔جب آپ تک یہ بات پہنچی کہ لوگ آپ کی ہیبت اور رعب سے ڈرتے ہیں تو ایک دن لوگوں کو جمع کیا اور اس ممبر پر تشریف لائے جس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا قدم رکھتے تھے۔حمد وثنا کے بعد فرمایا لوگو! مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ لوگ میری سختی کی وجہ سے ہیبت کھاتے ہیں اور میرے تشدد سے ڈرتے ہیں۔مزید فرمایا لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی سختی کرتے رہے۔اسی طرح خلیفہ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بھی سختی سے پیش آتے رہے تو اس دور کا کیا حال ہوگا کہ عمر ہی خلیفہ دوم اور امیر المؤمنین بھی ہیں۔

آپ نے فرمایا خدا کی قسم جس نے بھی یہ کہا ہے سچ کہا ہے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بحیثیت خادم اور غلام رہتا۔جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپؐ مجھ سے راضی تھے۔خدا کا شکر ہے میں اس سلسلہ میں سب سے سعید ہوں۔پھر آپؐ کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو میں اس وقت بھی خادم اور غلام کی حیثیت سے رہتا تھا تو میری شدت وسختی ان کی نرمی میں مخلوط ہو جاتی۔میں بعض وقت تلوار کو نیام سے نکال لیتا یہاں تک کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اندر کروادیتے۔اب اس وقت میں تمہارا ذمہ دار اور خلیفہ بنادیا گیا ہوں۔بس یاد رکھو اب میری شدت وسختی میں مزید اضافہ ہو گیا ہے لیکن میری سختی صرف ظالموں اور مسلمانوں پر زیادتی کرنے والوں کے لیے ہے اور میری ملاطفت ونرمی مسلمانوں‘ دیندار‘معتدل لوگوں کے لیے اس کے مقابلہ میں زیادہ رہے گی۔میرا معاملہ اب سے یہ رہے گا کہ اگر کسی نے کسی دوسرے پر ظلم کیا ہوگا تو اسے بلا کر اس کے ایک رخسار کو زمین پر رکھوں گا اور اس کے دوسرے رخسار پر اپنے پیر یہاں تک کہ وہ اپنے ظلم کا اقرار کرلے۔

مزید فرمایا کہ اے لوگو! میں چاہتا ہوں کہ میں تمہارے خراج اور محصول کو خود نہ رکھوں بلکہ تمہاری ہی ضروریات میں خرچ کروں۔میرے ذمہ یہ بھی ہے کہ میں تمہیں ہلاکت میں نہ ڈالوں۔میرا تو یہ حال ہے کہ جب میں تم لوگوں کو لشکر میں روانہ کرتا ہوں تو مجھے بحیثیت کفیل ذمہ داری کا احساس رہتا ہے۔بلکہ یہ احساس اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ صحیح وسالم واپس نہ آجاؤ۔بس میں آخر میں اپنے لیے اور تمہارے لیے خدا تعالیٰ سے مغفرت کی دُعا کررہا ہوں۔

سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے وعدے کا پاس رکھا اور جہاں شدت وسختی کی ضرورت تھی وہاں آپ نے تندہی سے کام لیا اور جس جگہ نرمی سے کام نکل جاوے وہاں آپ ملاطفت ونرمی سے کام نکالتے اور واقعی آپ اپنے آپ کو ذمہ دار اور باپ سمجھتے تھے۔بسا اوقات تو پردہ نشینوں کے پاس تشریف لے جاتے۔خاص طور پر ان عورتوں کے پاس جن کے شوہر سفر میں ہوتے۔فرماتے کہ بندہ عمر حاضر ہے آپ لوگوں کو کوئی ضرورت تو نہیں ہے۔اگر کوئی خرید وفروخت کا کام ہو تو میں بازار سے خرید کردے دوں اس لیے کہ یہ بات مجھے اچھی معلوم ہوتی کہ تم صنف نازک سے تعلق رکھتی ہو دھوکہ بھی کھاسکتی ہو۔چنانچہ عورتیں آپ کے ساتھ اپنی اپنی باندیاں بھیج دیا کرتیں تو آپ اس حال میں بازار میں داخل ہوتے کہ باندیوں اور غلاموں کی ایک قطار آپ کے پیچھے پیچھے ہوتی جن کو شمار میں بھی نہیں لایا جاسکتا۔آپ ان کے لیے ان کی ضرورت کا سامان خریدتے۔اگر ان میں سے کسی کے پاس رقم نہ ہوتی تو اپنے پاس

سے ادا کر دیتے۔

روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ طلحہ رضی اللہ عنہ رات میں نکل پڑے کیا دیکھتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک گھر میں گھس گئے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد نکل آئے۔ جب صبح طلوع ہوئی تو طلحہ رضی اللہ عنہ اس گھر میں آئے جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو داخل ہوتے ہوئے دیکھا تھے۔ دیکھا کہ ایک بڑھیا بیٹھی ہوئی ہے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ آخر عمر رضی اللہ عنہ رات میں تمہارے پاس کیوں آتے ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ یہ شخص رات میں ہمارے پاس محض اس لیے آتا ہے کہ اس نے ہم سے ہمارے کام کرنے کا معاہدہ کر رکھا ہے کہ وہ ہمارے گھر میں درستگی اور اصلاح کرے گا اور پریشانیوں کو دور کرے گا۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب شام سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ لوگوں سے الگ تھلگ رہے تا کہ رعایا کے حالات سے آگاہ ہو جائیں۔ آیا ان کو کسی قسم کی تکلیف تو نہیں ہے۔ اچانک آپ ایک جھونپڑی کے قریب سے گزرے جس میں ایک بڑھیا زندگی بسر کر رہی تھی۔ بڑھیا نے کہا اے فلاں! عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس وقت کیا کر رہے ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ آج کل عمر مدینہ میں ہیں اور ملک شام سے خیریت سے واپس آگئے ہیں۔ بڑھیا نے کہا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اللہ میری طرف سے کوئی صلہ نہ دے۔

خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں کہ بڑھیا نے اس قسم کا جواب شاید اس لیے دیا تھا کہ جس وقت سے عمرؓ کو امیر المؤمنین بنایا گیا تھا ان کی طرف سے کوئی تعاون یا ہدیہ تحفہ بڑھیا کے پاس نہیں پہنچا تھا اور نہ نقد خدمت درہم یا دینار ان کی طرف سے وصول ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ عمر کو تمہارا حال معلوم نہیں ہو سکا اور نہ یہ معلوم ہے کہ تم یہاں رہا کرتی ہو۔ بڑھیا نے جواب دیا کہ واہ واہ سبحان اللہ کسی کو امیر المؤمنین بنایا جائے گو اس کی رعایا کی وسعت مشرق و مغرب تک کیوں نہ ہو اور اسے اپنی رعایا کا حال معلوم نہ ہو۔ بس یہ سننا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور یوں کہتے تھے ہائے عمر! تجھے اتنی بھی بیداری نہیں کہ بڑھیا کا خیال رکھ سکے۔ چہ جائیکہ ہر شخص کا 'تو تو بہت ہی نادان ہے اور ہر آدمی تجھ سے زیادہ عقل مند ہے۔ بعد میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس سے یہ کہا کہ اللہ کی بندی تو عمرؓ سے اپنی تنگی و مجبوری کو کتنے میں فروخت کرے گی؟ اس لیے کہ میں جہنم کی بہ نسبت یہاں زیادہ قابل رحم ہوں۔

بڑھیا نے کہا: عمر تم پر خدا رحم کرے کیوں مجھ سے مذاق کر رہے ہو؟ عمرؓ نے کہا کہ میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ پھر آپ نے اس سے ۲۵ دینار میں خرید لیا۔ بس یہ گفتگو خادم اور مخدوم کے درمیان جاری تھی کہ اتنے میں علیؓ بن ابی طالب' عبداللہ بن مسعود تشریف لائے۔ ان دونوں نے کہا السلام علیکم یا امیر المؤمنین! بس یہ سننا تھا کہ بڑھیا نے ندامت و افسوس سے ہاتھ کو سر میں مارا اور یوں کہا کہ اب کیا ہو گا تو نے تو امیر المؤمنین کو اس کے سامنے ہی بہت کچھ کہا برا بھلا کہا۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کوئی بات نہیں۔ پھر آپ نے ایک کاغذ کچھ لکھنے کے لیے مانگا۔ لیکن انہوں نے نہ ملنے کی وجہ سے اپنی گدڑی سے ایک ٹکڑا پھاڑ کر یہ تحریر فرمایا:

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

عمرؓ نے فلاں بڑھیا کے شکوہ ظلم کو اس دن سے جس دن سے اسے والی بنایا گیا ہے ۲۵ دینار میں اتنے یوم کے لیے خرید لیا ہے اس لیے جو کچھ بھی یہ قیامت کے دن عمرؓ کے بارے میں دعویٰ کرے گی تو عمرؓ اس سے بری رہے گا۔"

اس واقعہ کے وقت علیؓ بن ابی طالب و عبداللہ بن مسعودؓ حاضر تھے۔ اتنے میں آپ نے ابن عمرؓ کو بلایا اور وہ تحریر اس کے سپرد کر دی اور یہ وصیت کی کہ جس وقت میں مر جاؤں اسے میرے کفن میں رکھ دیا جائے۔ اسی حالت میں اپنے رب سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔

اس قسم کے آپ کے واقعات بہت مشہور ہیں۔

ایک عجیب واقعہ

الفضائلی لکھتے ہیں کہ جس وقت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قادسیہ میں تھے۔ اسی دوران عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک والا نامہ تحریر فرمایا جس میں یہ تاکید کی کہ نضلہ انصاری رضی اللہ عنہ کو عراق میں حلوان کے علاقہ میں بھیج دو تا کہ وہ اردگرد کے علاقہ میں یلغار کرتے رہیں۔ چنانچہ سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے تعمیل حکم کے مطابق نضلہ انصاری رضی اللہ عنہ کو تین سو گھوڑ سواروں کے ساتھ بھیج دیا۔ یہ لوگ حلوان آ گئے اور آس پاس کے علاقہ میں حملہ شروع کر دیا۔ جس کی وجہ سے ان لوگوں کو چند قیدی اور تھوڑا سا مال غنیمت ہاتھ آ گیا تو یہ لوگ واپس ہونے لگے۔ اتنے میں عصر کا وقت ختم ہونے کے قریب ہو گیا اور سورج غروب ہونے لگا۔ نضلہ انصاری رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت اور قیدیوں کو پہاڑ کی چوٹی پر رکھنے کا حکم دیا۔ پھر نضلہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اذان دی اور کہا کہ **الله اکبر الله اکبر.**

تو پہاڑ سے ایک جواب دینے والے نے کہا کہ بھائی تم نے بہت اچھی اللہ کی بڑائی بیان کی۔ اتنے میں نضلہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا **اشھد ان لا اله الا الله** تو پھر کسی نے کہا اے نضلہ کتنا پُر خلوص جملہ ہے۔ پھر نضلہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا **اشھد ان محمد رسول الله** پھر کسی نے کہا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ ہیں جن کے آنے کی خبر ہمیں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے دی تھی اور انہی کی اُمت کے آخر میں قیامت آئے گی۔ پھر نضلہ رضی اللہ عنہ نے کہا **حی علی الصلوٰۃ** پھر اس نے کہا کہ نماز کی جو شخص ادائیگی اور پابندی کرے گا اس کے لیے تو جنت کی بشارت ہے۔ نضلہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا **حی علی الفلاح** تو اس نے کہا جو بھی اللہ کے منادی (مؤذن) کا جواب دے وہ کامیاب رہے گا۔

پھر نضلہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا **الله اکبر الله اکبر . لا اله الا الله** تو اس نے کہا کہ اے نضلہ انصاری رضی اللہ عنہ یہ کلمات جو تم نے اخلاص سے پکارے ہیں اس کی وجہ سے تم پر دوزخ کی آگ حرام کر دی گئی ہے۔

جس وقت نضلہ رضی اللہ عنہ اذان سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ خدا تم پر رحم کرے آخر تم کون ہو؟ فرشتہ ہو جن ہو اللہ کے بندوں کا کوئی قافلہ ہے جس کی آواز ہم نے سنی ہے۔ تو اپنی زیارت کراؤ اس لیے کہ یہ وفد جناب خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ دوم عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب کا بھیجا ہوا ہے۔

اتنا کہنا تھا کہ پہاڑ شق ہوا ایک شخص نکلا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سردار قوم ہے۔ سر کے بال اور داڑھی سفید تھی۔ اس کے جسم پر اون کی گدڑی تھی۔ آتے ہی اس نے سلام کیا۔ اسے جواب دیا گیا اور پوچھا گیا کہ آخر تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں **رزین بن برثملا** ہوں۔ مجھے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے وصیت کی تھی اور اس پہاڑ میں ٹھہرا کر انہوں نے اپنے نازل ہونے تک میرے لیے درازی عمر کی دُعا فرمائی تھی اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بن الخطاب امیر المؤمنین خلیفہ دوم کو میرا سلام کہنا اور ان سے مزید یہ بھی کہہ دینا کہ حق اور درست کام کریں اور اللہ کے قریب ہونے کی تیاری کریں اس لیے کہ قیامت قریب ہے اور ان سے یہ بھی کہہ دینا کہ جب مندرجہ ذیل خصلتیں اُمت محمدیہ میں پائی جائیں گی تو سمجھ لیں کہ اُمت محمدیہ کا خاتمہ ہے۔ مثلاً جس وقت مرد مرد سے بے نیاز ہو جائے گا اور عورت عورت سے بے نیاز ہو جائے گی اور یہ لوگ اپنے کاموں کے علاوہ کسی دوسرے کاموں میں لگ جائیں گے۔ اسی طرح دوسرے مالکوں کو پکڑ لیں گے۔ معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا کہ نہ بڑا چھوٹے پر مہربانی کرے گا اور نہ چھوٹا اپنے بڑے کی عزت واحترام کرے گا۔ لوگ امر بالمعروف کو چھوڑ بیٹھیں گے اس کی طرف بالکل توجہ نہ دیں گے اور نہ نہی عن المنکر کریں گے۔ اس لیے برائیوں سے شاید ہی کوئی بچ سکے۔ علماء علوم کو محض دُنیاوی اغراض کے لیے حاصل کریں گے۔ بارشیں گرم تر ہوا کریں گی۔ اولاد غضب ناک ہو گی۔ لوگ مساجد کے منارے بلند تر تعمیر کریں گے اور مصاحف قرآن کریم کو پس پشت ڈال دیں گے۔ یعنی تلاوت وغیرہ نہ کریں گے۔ مساجد کو خوب مزین

کریں گے اور تعمیرات کو خوب مضبوط بنائیں گے۔ خواہشات کی اتباع کرنے لگیں گے۔ دین کو دُنیا کے عوض فروخت کریں گے۔ صلہ رحمی کو قطع کریں گے۔ احکام خداوندی کی خلاف ورزی کریں گے' سود کھائیں گے۔ مال دار کو عزت ملے گی اور فقیر کو ذلت۔ آدمی جب اپنے گھر سے نکل کر جائے گا تو اسے بلند مرتبہ والا سلام کرے گا تب جواب دے گا نا اہل اچھے اچھے مناصب پر قابض ہو جائیں گے۔

قرب قیامت کے بارے میں اتنی پیشین گوئیاں اور خبریں دے کر وہ آدمی غائب ہو گیا۔

یہ تمام واقعہ نضلہ انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا۔ پھر انہوں نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مطلع فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ آپ نضلہ رضی اللہ عنہ کو اور مہاجرین وانصار جو آپ کے ساتھ ہیں انہیں لے کر اسی پہاڑ پر جائیں۔ اگر ان سے ملاقات ہو جائے تو میرا بھی سلام ان سے کہہ دیں۔ ہدایت کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ چل پڑے۔ آپ کے ساتھ اس وقت چار ہزار مہاجرین وانصار اپنے بچوں سمیت تھے۔ جب یہ لوگ اس پہاڑ پر پہنچے اور چالیس دن قیام فرمایا اور اذان دیتے رہے لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ یہ سارا ماجرا لکھ کر حضرت امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ارسال کر دیا۔

عہد فاروقی رضی اللہ عنہ کے زرین کارنامے

آپ سب سے پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے تاریخ کی بنیاد ڈالی۔ یہ اقدام غالباً ۱۶ھ میں ہوا۔ اسی سال بیت المقدس کی فتح نصیب ہوئی۔ اسی سال سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ بہت سے علاقے فتح کرتے ہوئے مصر اور کوفہ تک پہنچ گئے۔ آپ ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے دفاتر اور شہروں کی تجویز رکھی اور اعلائے کلمۃ اللہ کی سرفرازی کے لیے قدم اُٹھایا۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں مسلمانوں کو بہت سی فتوحات سے نوازا۔ مثلاً دمشق روم' قادسیہ' حمص' حلوان' الرقۃ' الرہا' حران' بسان' یرموک' اہواز' قیساریہ' مصر' تستر' نہاوند' رے اور اس کے آس پاس کے علاقے اصبہان' بلاد فارس' اصطخر' ہمدان' تویۃ' البرلس' البر برو غیرہ کو فتح کیا۔[1]

آپ کے درے حجاج بن یوسف کی تلوار سے زیادہ خوفناک تھے۔ روم وفارس کے بادشاہ آپ سے ہر وقت خائف رہتے۔ اس کے باوجود آپ اسی طرح زندگی گزارتے تھے جیسے کہ آپ کا لباس' وضع قطع اور بود و باش' تواضع وانکساری خلیفہ بننے سے پہلے تھی۔ رہائش میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا تھا۔ سفر وحضر میں آپ تنہا چلتے کسی نگہبان یا محافظ کے ضرورت کبھی محسوس نہیں کی۔ آپ کے طرز رہائش میں منصب کی وجہ سے کبھی کوئی تغیر نہ ہوا اور نہ کسی مسلمان سے کبھی سخت کلامی کی۔ نہ کسی کو حق بات کہنے سے روکا۔ آپ کے عدل وانصاف سے کوئی غریب وکمزور آدمی مایوس نہیں ہوتا تھا اور نہ شریف آدمی آپ کے ظلم وزیادتی سے لالچ کرنے لگتا۔ آپ اللہ کے حکم کی تعمیل کے بارے میں ملامت گر کی ملامت کی پرواہ بالکل نہ کرتے۔ ہمیشہ اپنے آپ کو بیت المال کے بارے میں عام مسلمانوں کی طرح سمجھا اور اپنے فریضہ کو

---

[1] ان شہروں میں سے بعض کے موجودہ نام اور محل وقوع یہ ہیں:

القادسیہ CHALDAEA میں ہے۔ حمص: امیقہ (شام) حلوان: موجودہ ایران کا شہر' رقۃ: فرات کے نزدیک ایک بستی۔ ارہا: EDESSA حران: میسو پوٹیمیا' راس العین: CALLIRHOE (میسو پوٹیمیا) عسقلان: فلسطین' طرابلس: TRIPLOC بسان: CBETH-SHAN اہواز: بصرہ اور فارس کے درمیان واقع نو بستیوں کا ایک مجموعی نام ہے۔ قیساریا CAESREAH (فلسطین)۔ تستر: خراسان میں ہے۔ نہاوند: ایرانی عراق کا ایک شہر تھا۔ موجودہ ایران کا ایک شہر۔ رے: ایرانی عراق کا دار الخلافہ تھا۔ موجودہ شمالی ایران میں تہران کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ اصطخر: PERSEPOLIS جنوب مغربی ایران کا ایک قدیم شہر۔ ہمدان: تہران کے جنوب مغرب میں ایک شہر (باضافات ج)

مہاجرین کی طرح سمجھ کرانجام دیا۔آپ اکثر یہ کہا کرتے تھے کہ لوگو! میں تمہارے مال کو یتیموں کے مال کی طرح سمجھتا ہوں جیسے کہ مجھے یتیم کا ولی بنادیا گیا۔اگر میں مالدار رہا تو پاک مال سے ہوااور اگر میں نے اپنی کوئی ضرورت پوری کی تو حلال کی کمائی سے کی۔اس سے آپ کی مراد یہ ہوتی کہ جو میسر آیا وہ کھالیا' پہن لیا کسی پر ظلم وزیادتی کر کے نہ کھایا اور نہ کمایا۔

مجاہد کہتے ہیں کہ لوگ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرنے لگے۔اس کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا۔جس وقت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تذکرہ سنا تو زاروقطار رونے لگے اور شدت گریہ سے بے ہوش ہو گئے۔مجاہد کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر رحم کا معاملہ کرے۔آپ تو بس قرآن پاک کی تلاوت کرتے اور اس پر عمل کرتے۔اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے ہوئے حدود قائم کرتے بلکہ حدود قائم کرنے میں کسی کی نکتہ چینیوں کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کرتے۔

مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنے بیٹے پر حد قائم کرتے ہوئے دیکھا ہے۔اس کی مزید تفصیل لفظ دیک کے عنوان میں آجائے گی۔

سیدنا امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت

آپ کی شہادت ۲۳ھ میں ہوئی۔آپ کو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابولولو فیروز نامی شخص نے قتل کیا تھا۔حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ اس سے چکی بنانے کا کام لیتے اس کے عوض چار درہم روزانہ اسے دیتے تھے۔ایک دن ابولولو کی ملاقات سیدنا امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوگئی تو اس نے شکایت کی کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ میرے آقا نے مجھ پر زیادہ بوجھ ڈال دیا ہے۔آپ ان سے گفتگو کر کے میرے کام اور ڈیوٹی کو ہلکا کرادیجئے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس سے یہ کہا کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے آقا کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرو۔اتنے میں ابولولو غصہ ہو گیا اور اس نے یہ کہا کہ کتنی تعجب کی بات ہے عدل وانصاف آپ نے میرے علاوہ دیگر تمام لوگوں کے ساتھ کیا ہے۔

بس وہ اسی دن سے امیر المؤمنین کے قتل کی خفیہ تدبیر کرنے لگا۔چنانچہ اس نے ایک دوزخا دودھاری خنجر بنایا اور امیر المؤمنین کی گھات میں لگ گیا۔ایک دن امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نماز فجر کے لیے تشریف لائے۔عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بھی نماز پڑھ رہا تھا۔میرے اور امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے درمیان عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حائل تھے۔اتنے میں آپ نے تکبیر کہی۔تھوڑی دیر میں کیا سن رہا ہوں کہ جس وقت ان کے خنجر لگا تو کہنے لگے مجھے پر کتے نے حملہ کر دیا۔وار کرنے کے بعد وہ کافر چھری لے کر بھاگا۔وہ دودھارا خنجر جس کسی کے دائیں یا بائیں سے گزرتا تو وہ لوگوں کو زخمی کر دیتا۔یہ خنجر تقریباً ۱۳ آدمیوں کے لگا جس میں سے سات آدمی شہید ہو گئے۔بعض نے نو شمار کرائے ہیں۔کسی مسلمان نے اس کے اوپر ایک چادر ڈال دی جس میں وہ اُلجھ گیا جب اس قاتل نے یہ سمجھ لیا کہ اب میں پکڑ لیا جاؤں گا تو اس نے خود کو خنجر مار لیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اسے ہلاک کرے میں نے تو اسے نیک کاموں کا مشورہ دیا تھا۔اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ میں کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہیں مارا گیا۔

ابولولو مجوسی غلام تھا۔بعض لوگوں نے نصرانی کہا ہے۔

تاریخ شہادت ومدت خلافت

آپ کی شہادت کا واقعہ ۱۴ ذی الحجہ کو پیش آیا۔زخمی ہونے کے بعد ایک دن ایک رات آپ زندہ رہے۔پھر آپ کی رحلت ہوگئی۔

آپ کی عمر تریسٹھ سال کی ہوئی۔ اجازت لے کر آپ کو حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں دفن کر دیا گیا۔ جس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو زمین پر اندھیرا چھا گیا۔ بچے کہنے لگے ہائے امی اب تو قیامت آگئی تو ماں جواب دیتی میرے بیٹے ایسا نہیں ہوا بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی ہے (شہادت اور مجلس شوریٰ کا ذکر لفظ دیک کے عنوان میں بھی آئے گا)۔ محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ آپ کی خلافت دس سال چھ ماہ پانچ رات ہوئی اور بعض علماء نے ۱۳ یوم لکھا ہے۔ واللہ اعلم

خلافت امیر المؤمنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

آپ کو امیر المؤمنین خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ چنا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے تین یوم کے بعد ارباب حل وعقد کے مشورہ سے سب کا آپ کی بیعت پر اتفاق ہو گیا۔ آپ حضور رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے۔ اہل علم کی تحقیق کے مطابق ۲۴ ھ کے پہلے ہی دن خلافت کی بیعت کر لی گئی تھی۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں آپ کا ایک ہی نام عثمان تھا۔ کنیت ابو عمر اور عبداللہ دونوں تھی لیکن پہلی کنیت زیادہ مشہور ہوئی۔ اسی طرح آپ کو امیہ بن عبد شمس کی طرف نسبت کرتے ہوئے الاموی بھی کہتے ہیں۔ ان کا سلسلۂ نسب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عبد مناف میں جا کر مل جاتا ہے۔ ان کو ذی النورین (دو نور والے) بھی کہتے ہیں۔ بعض علماء نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ آپ کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں سے شرف نکاح کسی اور کو حاصل نہیں ہوا اور نہ ان دونوں (رقیہ وام کلثوم) کے بعد اس کا علم ہے کہ کسی تیسری سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا ہو۔ اور کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ چونکہ جس وقت آپ جنت میں داخل ہوں گے تو دو مرتبہ نورانی تجلیاں ظاہر ہوں گی اس لیے آپ کو ذی النورین کہتے ہیں۔ بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ آپ وتر میں پورا قرآن کریم ختم کر دیا کرتے تھے تو قرآن ایک نور ہے اور وتر دوسرا نور اور بعض نے یہ قول نقل کیا ہے کہ چونکہ اولین مسلمانوں میں سے ہیں دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ہے اور دو ہجرتیں کی ہیں' پہلی ہجرت تو اس اعتبار سے کہ یہ پہلے مہاجر ہیں جنہوں نے اپنی بیوی رقیہ کے ساتھ حبشہ کی طرف آبائی دین سے مفر اختیار کر کے ہجرت کی تھی' اس لیے ذی النورین کہتے ہیں۔

آپ کو جنگ بدر اور بیعت الرضوان کے شرکاء میں بھی شمار کیا جاتا ہے حالانکہ ان دونوں میں شریک نہیں تھے۔ جنگ بدر میں تو اس لیے شرکت کا موقع نہ مل سکا کہ رقیہ بنت رسول رضی اللہ عنہا جو آپ کی زوجیت میں تھیں وہ بیمار ہو گئی تھیں تو آپ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تیمارداری کی وجہ سے اجازت نہیں دی تھی۔ مزید یہ بھی کہا تھا کہ آپ کو ایک آدمی کا حصہ اور ایک شہادت کا ثواب دیا جائے گا۔ بیعت الرضوان میں اس لیے شریک نہیں ہو سکے کہ اگر کوئی شخص ان کے علاوہ بطن مکہ میں زیادہ باعزت ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے ان کی جگہ پر بھیج دیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔

آپ کے شرف کے لیے اتنا کافی ہے کہ جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو آپ سے راضی تھے۔ آپ کو دُنیا میں ہی جنت کی بشارت سنا دی گئی تھی اور کئی مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے خصوصیت سے دُعا فرمائی تھی۔

آپ کا حسن کردار

آپ مالدار' ذی ثروت' نرم مزاج اور شفیق و مہربان صحابی تھے۔ جس وقت آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ کی تواضع وانکساری میں مزید اضافہ ہو گیا۔ رعایا کے ساتھ شفقت ومحبت بڑھ گئی۔ لوگوں کو یہ مالداروں جیسا کھانا کھلاتے لیکن خود سرکہ' زیتون کا تیل استعمال کرتے۔ لشکر عسرہ کو آپ نے ۹۵۰ اونٹوں سے مالا مال کر رکھا تھا۔ آپ نے حدیہ کی تھی کہ پالان وساز وسامان سمیت دیا تھا۔ پھر بعد میں مزید ۵۰

اونٹ دے کر ایک ہزار مکمل کر دیا تھا۔

قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اونٹ اور پچاس گھوڑوں کو خوب سامان سے لاد دیا تھا۔ امام زہریؒ کہتے ہیں کہ ۹۴۰ اونٹ اور ۶۰ گھوڑے سے مدد کی تھی۔ حذیفہ بن الیمان کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جیش العسرۃ کی تیاری کے لیے بھیجا تو انہوں نے دس ہزار دینار حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیئے تو آپؐ نے فرط مسرت سے آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور فرمایا:

''اے عثمان! جو تم اعلانیہ یا در پردہ کرو بلکہ جو قیامت تک کرو وہ سب اللہ تعالیٰ معاف کر دے۔''

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آج کے بعد سے عثمان جو بھی کریں وہ ان کے لیے نقصان دہ نہیں۔ انہوں نے رومۃ کنواں ۳۵ ہزار درہم میں خرید کر رفاہ عام کے لیے وقف کر دیا تھا۔ ان کے اس قسم کے اور بھی نمایاں کام ہیں جن سے کتاب کی طوالت کا اندیشہ ہے۔

ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اسکندریہ' سابور' افریقہ' قبرص' سواحل روم' اصطخر اخری' فارس اولیٰ' خوزستان فارس الاخریٰ' طبرستان' کرمان' بجستان' الاساورہ اور افریقہ کے فارسی قلعے' اردن کے ساحلی علاقے اور مرو وغیرہ فتح ہو گئے تھے۔[1]

جب مدینہ منورہ خوب آباد ہو گیا اور وہ اسلام کا مرکز شمار ہونے لگا۔ مال و دولت کی فراوانی ہو گئی اور بڑے بڑے ممالک سے خراج وصول ہو کر آنے لگا تو رعایا مال' جانوروں اور گھوڑوں کی کثرت کی وجہ سے متکبر ہو گئی اور انہوں نے جب بڑے ممالک کو فتح کر لیا تو خوب مطمئن ہو گئے تو وہ اپنے خلیفہ امیر المؤمنین کی برائی کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اس لیے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھی خوب مال و دولت تھی۔ آپ کے پاس ایک ہزار غلام تھے۔ انہوں نے اقرباء کو دولت سے نوازا اور عہدوں پر بھی فائز کر دیا تو لوگ ان کے بارے میں عیب جوئی کرنے لگے۔ بعض لوگوں نے یہ تک کہا کہ وہ خلافت کے لائق نہیں انہیں تو معزول کر دینا چاہیے۔ آخر کار وہ محاصرہ کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔ پھر ان لوگوں سے ایسی حرکات سرزد ہوئیں جن کا ذکر طوالت کا موجب ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے چند دنوں تک ان کے مکان کا محاصرہ جاری رکھا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کتنے ستم گر اور شریر تھے۔ تین آدمی ان کے مکان میں کود گئے اور ان کو ذبح کر دیا۔ ان کے سامنے قرآن کریم کھلا ہوا تھا اور وہ اس وقت تلاوت میں مصروف تھے۔ آپ بوڑھے آدمی تھے۔ نبیوں اور رسولوں کے بعد آپ کو سب سے زیادہ ستایا گیا۔ اللہ پاک ان لوگوں سے مواخذہ کرے جنہوں نے ان کو شہید کیا۔ یہ واقعہ جمعہ کے دن ۱۸ ہجری ذی الحجہ ۳۵ھ میں پیش آیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل

آپ کے فضائل تو بے شمار ہیں سر دست چند پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کو جنت کی دُنیا ہی میں بشارت دی تھی۔ آپؐ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

''جن سے فرشتے شرم کرتے ہیں میں ان سے کیوں نہ شرم کروں۔''

جناب رسول اللہ ﷺ نے آپ کے شہید ہونے کی پیشین گوئی کی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ان کی شہادت کے بعد مسلمانوں کا

---

[1] سابور: ایران کا ایک صوبہ تھا۔
مرو: خراسان میں ہے۔ (ج)

شیرازہ بکھر گیا۔ لوگوں میں اشتعال برپا ہوگیا۔ ان کا انتقام لینے کے لیے لوگ جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ اس سلسلہ میں ۹۰ ہزار نوجوان مسلمان قتل کیے گئے۔

مؤرخ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت لی گئی تو آپ نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو مقام ربذہ[1] میں جلاوطن کر کے بھیج دیا تھا اس لیے کہ یہ لوگوں کو دُنیا سے بالکل کنارہ کش رہنے کی ترغیب دیتے تھے۔

اختلاف اور فتنوں کا آغاز

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کا حاکم بنایا تھا۔ اقارب ورشتہ داروں کو خوب مال ودولت سے نوازا تو لوگوں میں اس کی وجہ سے اشتعال پیدا ہوگیا تھا۔ ۳۵ھ میں اتفاق سے یہ حادثہ پیش آیا کہ مالک الاشتر النخعی دوسو کوفیوں اور ڈیڑھ سو بصریوں اور چھ سو مصریوں کو لے کر مدینہ منورہ آ کر یہ نعرہ لگانے لگا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلافت سے دست بردار کر دیا جائے۔ جب یہ سب لوگ جمع ہو گئے تو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ وعمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو لے کر ان لوگوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف دعوت دینے لگے۔ لیکن وہ لوگ اس قدر اَڑے ہوئے تھے کہ ان حضرات کی باتوں کو رد کر دیا اور ان کی گفتگو سننے سے انکار کر دیا۔

بعد میں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا گیا تا کہ ان کو ان کے ارادے سے باز رکھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی حد تک کامیاب رہے اور ان کو باز رہنے کی ہدایت کر دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی نے اس بات کی ضمانت لی کہ ہاں اب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق عمل کریں گے اور ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو واسطہ بنا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس بات کا عہد لیا اور ان کو گواہ بھی بنایا کہ وہ ہمارے مطالبات کے ضامن سمجھے جائیں گے۔

مصریوں نے یہ مطالبہ کیا کہ عبداللہ بن ابی سرح کو معزول کر کے مصر کا حاکم محمد بن ابی بکر کو بنا دیا جائے۔ چنانچہ اس مطالبہ کو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے منظور کر لیا اور محمد بن ابی بکر کو حاکم بنا دیا۔ اس مطالبہ کے منظور ہوتے ہی سارا مجمع اپنے اپنے ملک واپس ہوگیا۔ جب مصری قافلہ مقام ایلہ میں پہنچا تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فرستادہ شخص کو ایک اونٹنی پر سوار جاتے ہوئے دیکھا۔ تلاشی لی گئی تو اس کے پاس سے ایک رقعہ ملا جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مہر لگی ہوئی تھی اور وہ رقعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے لکھا گیا تھا۔ اس میں یہ لکھا ہوا تھا:

> ''یہ رقعہ عثمانؓ کی طرف سے عبداللہ بن ابی سرح حاکم مصر کے نام ہے۔ جس وقت محمد بن ابی بکر فلاں فلاں کے ساتھ آ جائیں تو ان کے ہاتھ اور پیر کاٹ کر ان کو کھجور کے تنوں میں لٹکا دیا جائے۔''

جب اس واقعہ کی خبر کوفیوں' بصریوں اور مصریوں کو معلوم ہوئی تو پھر سب کے سب واپس آ گئے۔ جب ان لوگوں نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر حالات بیان کیے تو آپ نے قسم کھائی کہ نہ تو میں نے یہ رقعہ لکھا ہے اور نہ میرے حکم سے لکھا گیا ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ پھر تو اور بھی معاملہ آپ کے لیے سنگین ہو گیا۔ آپ سے خلافت کی انگوٹھی چھین لی جائے۔ اسی طرح آپ کا مخصوص اونٹ نجیب بھی لے لیا جائے۔ آپ کو تو کچھ بھی پتہ نہیں۔ مغلوب الحال رہتے ہیں بس آپ خود بخود خلافت سے معزول ہو جایئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا تو سب لوگ آپ کے گھر کا محاصرہ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ ان لوگوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور

---

[1] ربذہ: نجد کی ایک ریگستانی بستی۔ (ج)

ان تمام لوگوں میں سب سے زیادہ فتنہ انگیز محمد بن ابی بکر تھے۔ یہ محاصرہ اواخر شوال میں کیا گیا۔ اور اتنا سخت محاصرہ کیا گیا کہ اس میں پانی وغیرہ پر بھی بندش کر دی گئی تھی۔

گھر کا محاصرہ

ابوامامہ الباہلی کہتے ہیں کہ جس وقت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا گیا تو ہم آپ کے ساتھ گھر پر تھے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بھائی تم لوگ میرا محاصرہ کر کے آخر مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہو؟ میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''کسی بھی مسلمان کا خون تین موقعوں کے علاوہ بہانا جائز نہیں ہے۔ ایک وہ جو مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو گیا ہو یا شادی ہونے کے بعد زنا کیا ہو یا کسی آدمی کو بغیر حق کے قتل کر دیا ہو۔ چنانچہ ان میں سے کسی ایک کے ارتکاب کے بعد اسے قتل کیا جا سکتا ہے۔''

''خدا کی قسم اللہ نے جس دن سے مجھے ہدایت کی دولت سے نوازا ہے اس دن سے میں نے اپنے دین کے سوا کوئی دوسرا دین نہیں اپنایا اور نہ ہی میں نے زمانہ جاہلیت اور اسلام میں زنا کیا اور نہ کسی کو ناحق قتل کیا تو پھر مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہو۔'' (رواہ امام احمد)

محاصرہ کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تعاون

شداد بن اوس کہتے ہیں کہ جس دن محاصرہ سخت ہو گیا تو میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ گھر سے باہر سر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ اور تلوار کا قلادہ ڈالے ہوئے تھے۔ انہی کے ساتھ ان کے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مہاجرین اور انصار کی جماعت کے ساتھ مل کر لوگوں کو ڈرا دھمکا کر منتشر کر رہے تھے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا السلام علیکم اے امیر المؤمنین۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ کو نہیں چھوڑا۔ یہاں تک کہ حملہ آور بدنصیب کا بیڑا نہ غرق کر دیا ہو۔ خدا کی قسم! میری نظر میں قوم اتنی برانگیختہ ہے کہ وہ آپ پر وار کر کے چھوڑے گی اس لیے آپ حکم دیں تا کہ ہم ان سے جنگ کریں اور آپ کے طرف سے برسر پیکار ہو جائیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے علی رضی اللہ عنہ خدا کی قسم اگر کسی آدمی کے ذمے اللہ کا حق نکلتا ہے یا اس نے اس بات کا اقرار کیا کہ اس کے اوپر میرا کوئی حق ہے جس کی وجہ سے سینگی لگانے کے برابر اس کا خون بہایا جائے یا مطلق فرمایا کہ اس کا خون بہایا جائے تو میں اس کے لیے تیار نہیں ہو سکتا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوبارہ بھی کہا کہ اگر آپ ہمیں حکم دیں تو ہم ان لوگوں سے جنگ کریں چنانچہ پھر وہی جواب عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حملہ

شداد بن اوس کہتے ہیں کہ اتنے میں علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ دروازے سے نکلتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے کہ خدا کی قسم ہم نے ساری کوششیں صرف کر دی ہیں۔ پھر علی رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اتنے میں بلوائیوں نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا اور آپ اس وقت گھر میں سامنے قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ محمد بن ابی بکر نے ان کی داڑھی پکڑی تو فرمایا اے بھتیجے میری داڑھی چھوڑ دو تم یہ میرے ساتھ ایسا برتاؤ کر رہے ہو کہ اگر تمہیں اس حالت میں تمہارے ابا جان دیکھ لیں تو انہیں بھی برا معلوم ہوگا۔ یہ سن کر محمد بن ابی بکر نے فوراً داڑھی چھوڑ دی اور وہاں سے چلا گیا۔ اس کے بعد ہتار بن عیاض اور سودان بن حمران دونوں نے اپنی تلواروں سے حملہ کر دیا۔ خون بہنے لگا

اور خون کی چھینٹیں قرآن مجید کی اس آیت پر پڑیں:

فسیکفیکم اللہ وھو السمیع العلیم. (بقرہ)

''اللہ تعالیٰ آپ کی طرف سے ان سے نمٹ لے گا اور وہی سنتے اور جانتے ہیں۔''

پھر اس کے بعد عمر بن الحمق 'حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور خوب مارا یہاں تک کہ آپ کا انتقال ہو گیا اور عمیر بن صابی نے ان کے پیٹ کو خوب روندا جس سے آپ کی دو پسلیاں ٹوٹ گئیں۔

کعب بن عجرہ کہتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب ہی ایک زبردست فتنہ اُٹھنے والا ہے۔اس کے بعد ایک شخص ایک چادر میں لپٹا ہوا آیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ شخص اس دن حق پر ہوگا۔جب دیکھا گیا تو یہ سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔'' (رواہ احمد)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس دن ان کے حق پر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہدایت پر ہوں گے۔مزید امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن اور صحیح لکھا ہے۔ابن ابی المھدی لکھتے ہیں کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس ایسی دو خصوصیات تھیں جو نہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تھیں نہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس۔اول یہ کہ اپنے اوپر اتنا قابو رکھ کر مظلوم وشہید کر دیئے گئے۔دوسرے یہ کہ تمام لوگوں کو قرآن کریم پر جمع کر دیا تھا۔

تاریخ شہادت

المدائنی کہتے ہیں کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ بدھ کے دن بعد نماز عصر پیش آیا اور سنیچر کے دن قبل ظہر تجہیز وتکفین کے بعد دفن کر دیا گیا اور بعض نے تدفین کو جمعہ کے دن بتایا ہے اور یہ تدفین غالباً ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو عمل میں آئی۔

الھدوی کہتے ہیں کہ وسط ایام تشریق[1] میں آپ کو شہید کیا گیا۔اس کے بعد تین یوم تک دفن نہیں کیا گیا اور نہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ بعض اہل علم لکھتے ہیں کہ ان کی نماز جنازہ جبیر بن مطعم نے پڑھائی۔پھر آپ کو رات میں دفن کر دیا گیا۔

آپ کا محاصرہ کتنے دن رہا اس میں علماء کا اختلاف ہے۔بعض نے بیس یوم سے زائد' بعض نے ۴۹ دن کا تذکرہ کیا ہے اور اسی کو امام السیرۃ الواقدیؒ نے اختیار کیا ہے اور الزبیر بن بکار کہتے ہیں کہ محاصرہ اسی دن رہا۔

مدت خلافت

آپ نے ۱۲ یوم کم ورنہ ۱۲ سال مسند خلافت کو زینت بخشی۔آپ کی عمر اسی سال کی ہوئی۔یہی تحقیق محمد بن اسحٰق کی ہے۔بعض اہل علم نے کہا ہے کہ آپ کی خلافت ۱۱ سال ۱۱ ماہ ۱۴ دن تک قائم رہی اور عمر ۸۸ سال بتائی ہے اور بعض نے عمر ۸۳ سال اور دیگر مؤرخین نے ۹۰ سال کا قول ذکر کیا ہے۔اس کے علاوہ بھی اور بہت سے اقوال ہیں۔

---

[1] ایام تشریق: قربانی کے دن کے بعد کے تین دن۔۱۱'۱۲'۱۳ ذوالحجہ (ج)

خلافت امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

امیر المؤمنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کو خلیفہ بنایا گیا۔ جس دن عثمان رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے اسی دن آپ سے خلافت کی بیعت لی گئی جس کی تفصیل آگے چل کر آ جائے گی۔ ان کا سلسلہ نسب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عبد المطلب جو جد ادنیٰ ہیں مل جاتا ہے۔ نیز آپ کو ہاشم کی طرف بھی منسوب کیا جاتا ہے۔ اس لیے آپ کو القرشی الہاشمی بھی کہتے ہیں۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔ آپ کا زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں علی رضی اللہ عنہ ہی نام رہا۔ کنیت ابوالحسن، ابوتراب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے رکھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ سے بے پناہ تعلق تھا۔ آپ سات سال کی عمر میں اسلام کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔ بعض نے ۹ سال بعض نے ۱۰ سال اور بعض ۱۵ سال اسلام لانے کے وقت کی عمر بتاتے ہیں۔

آپ سوائے تبوک کے تمام غزوات میں شریک رہے اس لیے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کا جانشین بنا دیا تھا۔ آپ ایک عالم صحابی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت ہجرت فرمائی تھی تو انہی کو اپنے بستر پر گھر چھوڑ گئے تھے۔ چنانچہ تین دن تین رات رہ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رکھی امانتیں لوگوں کو واپس کر دیں۔ اس کے بعد مدینہ منورہ ہجرت کر کے حاضر ہو گئے۔ آپ کم عمر لوگوں میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے اور سب سے پہلے نماز پڑھی۔ ان کی اہلیہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا تھیں۔ اور نبی پاک نے جہیز میں ایک چادر کھجور کی چھال کا بھرا ہوا چڑے کا تکیہ، دو چکی ایک مشکیزہ اور دو گھڑے دیئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں آپ کو جنت کی بشارت سنا دی تھی۔ آپ کے مناقب بھی بہت ہیں صرف اتنا ہی کافی تھا کہ تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی کرم اللہ وجہہ اس کے دروازہ ہیں۔'' (حدیث طویل کا ایک ٹکڑا)

اولوالعزم پیغمبر کون ہیں

بڑے بڑے اور اولوالعزم پیغمبر پانچ ہیں:

(۱) نوح علیہ السلام (۲) ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام (۳) موسیٰ علیہ السلام (۴) عیسیٰ علیہ السلام (۵) خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

ماں کے پیٹ سے مختون پیدا ہونے والے پیغمبر

کعب الاحبار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جن انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے مختون پیدا کیا ہے ان کی تعداد تیرہ ہے:

(۱) ابوالبشر آدم علیہ السلام (۲) شیث علیہ السلام (۳) ادریس علیہ السلام (۴) نوح علیہ السلام (۵) سام علیہ السلام (۶) لوط علیہ السلام (۷) یوسف علیہ السلام (۸) موسیٰ علیہ السلام (۹) شعیب علیہ السلام (۱۰) سلیمان علیہ السلام (۱۱) یحییٰ علیہ السلام (۱۲) عیسیٰ علیہ السلام (۱۳) خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

محمد بن حبیب الہاشمی کہتے ہیں کہ وہ انبیاء جو ماں کے پیٹ سے مختون پیدا ہوئے ہیں ان کی تعداد چودہ ہے اور وہ یہ ہیں:

(۱) ابوالبشر آدم علیہ السلام (۲) شیث علیہ السلام (۳) حنظلہ بن صفوان جو اصحاب الرس کے لیے بھیجے گئے تھے (۴) نوح علیہ السلام (۵) صالح علیہ السلام (۶) لوط علیہ السلام (۷) یوسف علیہ السلام (۸) موسیٰ علیہ السلام (۹) شعیب علیہ السلام (۱۰) سلیمان علیہ السلام (۱۱) زکریا علیہ السلام (۱۲) عیسیٰ بن مریم علیہ السلام (۱۳) ہود علیہ السلام (۱۴) خاتم النبیین نبی آخر الزماں سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

کاتبین وحی

(۱) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۲) عمر فاروق رضی اللہ عنہ (۳) عثمان غنی بن عفان رضی اللہ عنہ (۴) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (۵) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ یہ سب سے پہلے کاتب وحی ہیں۔(۶) زید بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ (۷) معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ (۸) حنظلہ بن الربیع الاسدی رضی اللہ عنہ (۹) خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ۔ بلکہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ زیادہ پابندی سے لکھا کرتے تھے۔

دور نبوت کے حفاظ صحابہ کرام

(۱) ابی بن کعب (۲) معاذ بن جبل (۳) ابوزید انصاری (۴) ابوالدرداء (۵) زید بن ثابت (۶) عثمان بن عفان (۷) تمیم الداری (۸) عبادہ بن الصامت (۹) ابوایوب انصاری رضوان اللہ علیہم اجمعین ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گردن اُڑانے والے صحابہ کرام

(۱)ابی بن کعب (۲) معاذ بن جبل (۳) ابوزید انصاری (۴) ابوالدردا (۵) المقداد (۶) عاصم بن ابی الافلح رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ صحابہ کرام

(۱) سعد بن ابی وقاص (۲) سعد بن معاذ (محمد بن مسلمہ انصاری رضوان اللہ علیہم اجمعین ۔جس وقت یہ آیت مندرجہ ذیل نازل ہوئی تو آپؐ نے اپنی حفاظت ترک کردی۔ وہ آیت یہ ہے:

واللہ یعصمک من الناس

ترجمہ:''اور اللہ تعالیٰ آپ کی لوگوں سے حفاظت فرمائے گا۔''

دور نبوت کے مفتیان صحابہ کرام

(۱) ابوبکر صدیق (۲) عمر فاروق بن خطاب (۳) عثمان بن عفان (۴) علی بن ابی طالب (۵) عبدالرحمٰن بن عوف (۶) ابی بن کعب (۷) عبداللہ بن مسعود (۸) معاذ بن جبل (۹) عمار بن یاسر (۱۰) حذیفہ (۱۱) زید بن ثابت (۱۲) سلمان (۱۳) ابوالدردا (۱۴) ابوموسیٰ الاشعری رضوان اللہ علیہم اجمعین ۔

مدینہ منورہ کے مفتی تابعین عظام

(۱)سعید بن المسیب (۲) ابوبکر عبدالرحمٰن بن الحرث (۳) قاسم (۴) عبیداللہ (۵) عروہ (۶) سلمان (۷) خارجۃ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

شیر خوارگی کی حالت میں گفتگو کرنے والے

وہ چار ہیں: (۱)صاحب جریج جس نے زنا سے برأت کا اظہار کیا تھا (۲)سیدنا یوسف علیہ السلام کا گواہ جس نے زلیخا سے برأت کی تھی (۳) ابن الماشطہ جس نے فرعون کو کفر سے ڈرایا تھا اور الماشطہ وہ ہے جس نے فرعون کو دودھ پلایا تھا (۴) سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام انہوں نے اپنی ماں کی برأت کی تھی۔

موت کے بعد گفتگو کرنے والے

وہ بھی چار ہیں: (۱) یحییٰ بن زکریا علیہ السلام ' جس وقت ان کی قوم نے انہیں ذبح کر دیا تھا۔ (۲) حبیب بن النجار' انہوں نے کہا تھا یا لیت قومی یعلمون (کاش کہ میری قوم مجھے پہچان لیتی) (۳) جعفر بن طیار نے کہا تھا لا تحسبن اللذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا (جو اللہ کے راستے میں شہید کر دیے گئے ہیں انہیں مردہ مت سمجھو) (۴) حسین بن علی نے کہا تھا:

وسیعلم اللذین ظلموا ای منقلب ینقلبون.

ترجمہ: ''عنقریب ظالم لوگ جان لیں گے کہ وہ کس طرح بدلتے ہیں۔''

مادر رحم میں مدت سے زائد رہنے والے

(۱) سفیان بن حیان یہ جس وقت پیدا ہوئے چار سال کے تھے۔ گویا چار سال ماں کے پیٹ میں رہے۔ (۲) محمد بن عبداللہ بن حسن الضحاک بن مزاحم' یہ جس وقت پیدا ہوئے تو ۱۶ ماہ ماں کے پیٹ میں گزار چکے تھے۔ (۳) یحییٰ بن علی بن جابر البغوی (۴) سلیمان الضحاک' یہ دو سال ماں کے پیٹ میں گزار چکے تھے۔

نمرود نامی بادشاہ

چھ ہوئے ہیں: (۱) پہلا نمرود بن کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام جو ان بادشاہوں میں تھا جن کو ساری دُنیا کی بادشاہت نصیب ہوئی اور یہ بادشاہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے زمانے کا ہے۔ (۲) دوسرا نمرود بن کوش بن کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام یہ صاحب النسور تھا اس کا واقعہ مشہور ہے۔ (۳) تیسرا نمرود بن ماش بن کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام (۴) چوتھا نمرود بن سنجار بن نمرود بن کوش بن کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام (۵) پانچویں نمرود بن ساروع بن ارغو بن مالخ (۶) نمرود بن کنعان بن المصاص بن نقطا۔

فراعنہ مصر

تین ہوئے ہیں: (۱) پہلا فرعون سنان بن الاشعل بن علوان بن العمید بن عملیق' یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں تھا۔ (۲) دوسرا فرعون ریان بن الولید' یہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے زمانے کا ہے۔ (۳) تیسرا فرعون الولید بن مصعب' یہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا ہے۔

ائمہ مذاہب اربعہ

(۱) سفیان الثوریؒ ۷۲ھ میں ولادت ہوئی اور وفات بصرہ میں ۱۶۱ھ میں ہوئی۔ (۲) مالک بن انس ۹۰ھ میں پیدا ہوئے اور مدینہ منورہ میں ۱۷۹ھ میں انتقال ہوا۔ (۳) امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت' انتقال ۱۵۰ھ بغداد میں ہوا۔ عمر ستر سال کی ہوئی۔ (۴) امام شافعی ابوعبداللہ محمد بن ادریس ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ مصر میں اواخر رجب ۲۰۴ھ میں انتقال ہوا۔ (۵) امام احمد بن حنبل' کنیت ابو عبداللہ تھی' بغداد میں ۲۴۱ھ ربیع الثانی میں انتقال ہوا۔

جلیل القدر محدثین کرام

(۱) امام ابوعبداللہ البخاریؒ بروز جمعہ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے اور عید الفطر کی رات ۲۵۶ھ میں انتقال ہوا۔ (۲) امام مسلمؒ نیشاپوری ۲۵ رجب ۲۶۱ھ میں انتقال ہوا۔ عمر ۵۵ سال کی تھی۔ (۳) امام ابوداؤد بصرہ میں ماہ شوال ۲۷۵ھ میں انتقال ہوا۔

(۴) امام ابوعیسیٰ الترمذی ۱۳ رجب ۲۶۹ھ میں ترمذ میں انتقال ہوا۔ (۵) امام ابوالحسن الدارقطنی ۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ماہ ذی قعدہ ۳۸۵ھ میں بغداد میں وفات پائی۔ (۶) ابوعبدالرحمٰن النسائی ۳۰۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لوگوں کی بیعت اور فتنوں کی ابتداء

مؤرخین لکھتے ہیں کہ جب سیدنا عثمان غنی کو شہید کر دیا گیا تو لوگ سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹانے لگے۔ بعض لوگ تو اضطراب کے عالم میں گھر میں داخل ہو گئے اور یہ کہا کہ امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ تو شہید کر دیئے گئے۔ ہمارے اندر بحیثیت قائد ایک امام کا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ ہمارے علم کے مطابق آپ سے زیادہ منصب وامامت وخلافت کا کوئی مستحق نہیں ہے۔ یہ سن کر آپ نے ان لوگوں کی تجویز رد کر دی۔ لیکن لوگوں نے اصرار کیا تو آپ نے فرمایا: اگر تم لوگ میری ہی امامت وخلافت کے لیے بیعت پر مصر ہو تو یاد رکھو میں خفیہ بیعت گھر میں نہیں کروں گا۔

بس یہ کہنا تھا کہ لوگ مسجد میں آ گئے۔ چنانچہ طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص اور دیگر اکابر صحابہ کرام بھی حاضر ہو گئے۔ سب سے پہلے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کی۔ پھر اس کے بعد لوگ بیعت کرنے کے لیے ٹوٹ پڑے اور تمام مہاجرین وانصار آپ کی بیعت پر متفق ہو گئے۔ لیکن ان میں سے ایک جماعت نے بیعت کرنے سے تاخیر کی تو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے ان کو اپنی بیعت پر مجبور نہیں کیا۔ بعض لوگوں نے بیعت نہ کرنے والوں سے کہا کہ یہ لوگ حق سے الگ ہو کر بیٹھ گئے۔ لیکن باطل کا ارتکاب نہیں کیا۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے اہل شام اور معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان نے بھی انکار کر دیا۔

بس یہیں سے جھگڑے کی بنیاد پڑ جاتی ہے جس کی وجہ سے آپس ہی میں صفین کا معرکہ بھی گرم ہو گیا۔ بعض لوگوں نے خروج کر کے کفر کا ارتکاب کر لیا تو ان کا نام خوارج پڑ گیا۔ انہی خروج کرنے والوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی سازش شروع کر دی (اللہ تعالیٰ ان کی سخت پکڑ کرے) انہی خوارج نے مسلمانوں کے شیرازے کو منتشر کر کے اختلاف کی بنیاد ڈالی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ممکن حد تک ان لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن یہ لوگ باز نہیں آئے بلکہ یہ خوارج معرکہ آرائی کے لیے آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ ''نہروان'' کے قریب ان لوگوں سے جنگ ہوئی اور سوائے چند کے سب لوگ قتل کر دیئے گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مشورہ

سیدنا امیر المؤمنین خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے زخمی ہو جانے کے بعد فرمایا تھا کہ اگر تم لوگ ان محلوق الراس (سر گھٹے) کو اپنا خلیفہ اور والی بناؤ گے تو یہ تمہاری صحیح راہنمائی کریں گے۔ آپ نے اس سے مراد سیدنا امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو لیا تھا۔ چنانچہ ہوا بھی وہی کہ آپ نے خدا کی قسم لوگوں کو صراط مستقیم پر چلانے کی ہر ممکن کوششیں کیں۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اخلاق کریمانہ

آپ رعایا پر مہربان، تواضع کے پیکر، متقی پرہیزگار، دین کے معاملے میں چست تھے۔ ایک مٹھی جو کا آٹا پانی میں ڈال کر پی لیتے تھے۔ خوارج نے خروج کی راہ اپنائی۔ ان میں سے تو بعض نے یہ عقیدہ بنا لیا تھا کہ آپ معبود برحق ہیں تو آپ نے انہیں آگ میں ڈال دیا تھا۔ کسی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا سیدنا علی کرم اللہ وجہہ خود جنگ صفین میں تشریف لے جاتے تھے؟ تو جواب دیا کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ جیسا جنگ جو نہیں دیکھا میں نے انہیں ننگے سر ہاتھ میں تلوار، پاؤں تک زرہ پہنے ہوئے جنگ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

الدرۃ الغواص نامی کتاب میں ہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی شجاعت کے بارے میں مشہور ہے کہ جب آپ مقابل کے سامنے

آتے تو اسے جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیتے۔ اوپر سے وار کرتے تو نیچے تک تلوار اُتر آتی۔ اگر سامنے کی جانب سے حملہ کرتے تو کمر سے دوسری جانب تلوار نکل آتی۔ ان کی شہادت کا واقعہ تو گزر چکا ہے کہ عبدالرحمٰن بن ملجم نے شہید کیا تھا۔ یہ واقعہ ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ میں پیش آیا تھا۔ عبدالرحمٰن بن ملجم نے ان پر ایک حملہ کر کے خنجر دماغ پر مارا جس سے آپ شدید زخمی ہو گئے۔ پھر آپ کا دو دن کے بعد انتقال ہو گیا۔ لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وفات کے بعد قاتل کو پکڑ کر اس کو خوب خوب مارا اور سزا دی۔

آپ اس وقت موجود تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے افضل تھے۔ مناقب آپ کے بہت ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے آپ کے سارے مناقب کو یکجا کر دیا ہے۔ بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ جس وقت ابن ملجم نے آپ کو کاری ضرب لگائی تھی تو آپ نے سیدنا حسن و حسین رضوان اللہ علیہم کو بلا کر طویل نصیحت کی جس کے آخر میں یہ بھی کہا کہ اے بنو مطلب تم مسلمانوں کے خون میں لت پت مت ہونا۔ تم یہ کہتے ہو کہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ قتل کر دیئے گئے۔ مجھے میرے قاتل کے علاوہ کسی اور نے قتل نہیں کیا اسے تم آہستہ آہستہ سزا دیتے رہو لیکن مثلہ نہ بنانا اس لیے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تم مثلہ بنانے سے اپنے آپ کو بچانا۔

جس وقت سیدنا امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کا انتقال ہو گیا تو حسن رضی اللہ عنہ نے قاتل عبدالرحمٰن بن ملجم کو قتل کر دیا۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر اس کی آنکھوں میں آگ سے سلائیں گرم کر کے بھونک دیں لیکن یہ سب ہو جانے کے بعد اسے نہ ڈر محسوس ہوا اور نہ ہی آواز نکالی۔ لیکن جب اس کی زبان کاٹی جانے لگی تو کراہنے لگا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ کیوں کراہ رہا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں موت سے گھبراتا نہیں ہوں' ہاں میں اس سے ضرور ڈرتا ہوں کہ کہیں میرے اوپر کوئی وقت ایسا نہ گزرے جس میں اللہ تعالیٰ کو نہ یاد کر سکوں۔ اس کے بعد لوگوں نے اس کی زبان کاٹ دی۔ پھر وہ مر گیا۔

روایت میں تصریح ہے:

''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ! کیا تم جانتے ہو پہلے لوگوں میں سب سے زیادہ بد بخت کون تھا؟ تو آپ نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ ہے جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعد کے لوگوں میں سب سے زیادہ بد بخت کون ہے؟ معلوم ہے! علی رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا وہ شخص ہے جو تم کو یہاں پر مارے گا جس کی وجہ سے یہ تر ہو جائے گی (یہ کہہ کر) ان کی داڑھی پکڑ لی۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں چاہتا تو میں اس کم بخت کو پہلے ہی سمجھ لیتا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابن ملجم نے شہید کر دیا جیسے کہ گزرا ہے۔

آپؓ کی عمر اور مدت خلافت

آپ کی وفات ۵۷ یا ۵۸ سال کی عمر میں ہوئی۔ چند علماء کی تحقیق کے مطابق ۶۳ یا ۶۸ سال کی ہوئی۔ ابن جریر الطبری لکھتے ہیں انتقال کے وقت عمر ۶۵ سال تھی اور بعض کا قول ۶۳ سال کا بھی ہے۔ آپ کل ۴ سال ۹ ماہ ایک دن منصب خلافت پر فائز رہے۔ آپ مدینہ منورہ میں خلیفہ ہونے کے بعد ۴ ماہ رہے۔ پھر عراق تشریف لے گئے تھے اور واقعۂ شہادت کوفہ میں پیش آیا جس طرح عمر کے بارے میں مختلف آراء ہیں اسی طرح مدت خلافت میں بھی اختلاف ہے۔

خلافت سیدنا حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

آپ چھٹے خلیفہ ہیں اس لیے انہیں معزول کر دیا گیا تھا جیسا کہ عنقریب تفصیل آئے گی۔ اہل علم نے لکھا ہے کہ سیدنا امیر المؤمنین خلیفہ چہارم علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بعد آپ کو خلیفہ بنایا گیا۔ کنیت ابو محمد لقب زکی ماں کا نام فاطمۃ الزہراءؓ ہے۔ آپ کے والد محترم کی وفات کے بعد آپ کی خلافت کی بیعت لی گئی پھر آپ مدائن تشریف لے گئے اور وہیں مستقل مقیم ہو گئے۔

ایک دن کسی مخبر نے بتایا کہ قیس کو قتل کر دیا گیا اس لیے جلدی تشریف لے چلئے۔ قیس کو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے لشکر مقدمۃ الجیش (سپہ سالار) بنایا تھا ان کا پورا نام قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہے۔ جس وقت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نکلے تو الجراح الاسدی نے ان پر حملہ کر دیا (اللہ اس کی سخت پکڑ کرے) اس نے آپ ہی کے ساتھ ساتھ چل کر اچانک ران میں خنجر بھونک دیا تھا تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے کل میرے اباجان کو قتل کیا ہے اور آج مجھ پر حملہ کر کے مجھے قتل کرنا چاہتے ہو محض اس لیے کہ انصاف پرور سے منحرف ہونا چاہتے ہو اور بے انصاف اور متشدد لوگوں کے ساتھ رہنا چاہتے ہو۔ خدا کی قسم تھوڑے ہی دنوں میں اس کا انجام بھگتو گے۔

اس کے بعد آپ نے چند شرائط کے ساتھ امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد کئے جانے کی تحریر لکھ دی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کا جواب دیا۔ چنانچہ انہی شرائط پر خلافت ان کو سپرد کر دی گئی۔ اور حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ۲۵ ربیع الاول کو بیعت کر لی اور یہ محض آپ نے اُمت محمدیہ کے بکھرے ہوئے شیرازہ کو متحد کرنے کی وجہ سے اقدام کیا تھا۔ چنانچہ یہاں پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی بطور معجزہ پوری ہوئی کہ آپؐ نے فرمایا تھا:

''یہ میرا نواسہ سردار ہے عن قریب اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ صلح کرائیں گے۔''

دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں:

''شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں مصالحت کرائیں گے۔''

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں خلافت سپرد کرنے کے سلسلے میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک لاکھ درہم لیے تھے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ جمادی الاولیٰ مقام اذرح میں ایک ہزار اشرفیوں کے عوض اور بعض قول کے مطابق چار سو دراہم کے عوض میں خلافت کو سپرد کر دیا تھا اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ خلافت سپرد کرتے وقت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے یہ شرط لگائی تھی کہ انہیں بیت المال سے خرچ لینے کی مکمل سہولت دے دی جائے تاکہ حسب ضرورت ہمیشہ لیتے رہا کریں۔ نیز امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد انہیں ہی خلیفہ تسلیم کیا جائے گا۔ گویا ولی عہد بنا لیے جانے کی خواہش ظاہر کی تھی۔

چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس تجویز کو پسند کر کے سراہا اور اسے منظور کر لیا۔ اس کے بعد سیدنا حسن رضی اللہ عنہ خود معزول ہو گئے۔ عنان حکومت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی اور ان سے مکمل صلح کر لی۔ پھر دونوں ایک ساتھ کوفہ میں داخل ہوئے تو اُمت مسلمہ کی زمام حکومت ایک خلیفہ کے ہاتھ میں چلے جانے کی وجہ سے اس سال کا نام ہی عام الجماعت رکھ دیا گیا۔

شعبی کہتے ہیں کہ جس دن سیدنا حسن رضی اللہ عنہ خود بخود معزول ہو رہے تھے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی تھی میں اس تقریب میں موجود تھا جس میں آپ نے حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ سب سے عقل مند صاف گو آدمی ہے اور سب سے احمق فاجر آدمی ہے جس کے لیے میں اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ لڑ جھگڑ رہے تھے۔ اگر وہ واقعی اس کے مستحق تھے تو وہی مجھ سے زیادہ مناسب ہیں اور اگر میں اس کا حق دار تھا تو اب میں اپنا حق ان کے سپرد کرتا ہوں اور اس قسم کا اقدام محض اُمت میں صلح کرنے اور قوم کو خون ریزی سے بچانے کے لیے کر رہا ہوں۔ لیکن

مجھے اس کا بھی علم ہے کہ شاید یہ بات تمہارے لیے فتنہ کا باعث بن جائے لیکن کب تک محض چند دن تک اشتعال پھر اس کے بعد معاملہ دب جائے گا۔

پھر اس کے بعد آپ مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور یہیں اقامت اختیار کر لی تو بعض لوگوں نے آپ کو ہدف ملامت بھی بنایا۔ آپ نے جواب دیا کہ میں نے تین چیزوں میں تین چیزیں پسند کی ہیں:

(۱) انتشار کے مقابلے میں اتحاد اور جماعت بندی (۲) خون ریزی کے مقابلہ میں اُمت مسلمہ کے خون کی حفاظت (۳) آگ کے مقابلے میں عار کو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ آپ ممبر پر تشریف فرما ہیں اور اپنے پہلو میں حسن رضی اللہ عنہ کو بٹھائے ہوئے ہیں۔ آپ کبھی لوگوں کو دیکھتے اور کبھی انہیں دیکھ کر فرماتے کہ یہ میرا بیٹا سردار ہے اور اُمید ہے کہ یہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح وآشتی کرائے گا۔'' (حدیث صحیح)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے اپنے رب سے شرم آتی ہے کہ میں ان سے اس حالت میں ملاقات کروں کہ ان کے گھر پیدل نہ گیا ہوں۔ پھر اس کے بعد آپ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ بیس مرتبہ پیدل تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ شرفاء بھی شریک تھے۔ اسی طرح آپ نے اپنے مال سے دو مرتبہ صدقہ نکالا اور فی سبیل اللہ تین مرتبہ مال تقسیم کیا۔ یہاں تک کہ ایک جوتا خدا کی راہ میں دے دیتے اور دوسرا روک لیتے۔

ابن خلکان کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے تو مروان بن الحکم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی کہ حسن رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے ہیں تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ان کے انتقال کی خبر مجھے فوراً بھیج دی جائے تو جس وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی تو بلند تکبیر کہی جو کہ مقام الخضراء تک سنائی دیتی تھی۔ اس تکبیر کو سن کر اہل شام نے بھی تکبیر بلند کی۔ یہ ماجرا دیکھ کر فاختہ بنت قریظہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی آنکھ میں ٹھنڈک بخشے آپ نے یہ تکبیر کیسی بلند کی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ فاختہ نے کہا کہ کیا آپ نے حسن بن فاطمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سن کر تکبیر کہی ہے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ان کے مرنے سے خوش ہو کر تکبیر نہیں کہی بلکہ اس لیے کہی ہے کہ میرا قلب مطمئن ہو گیا۔ اسی دوران عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو امیر معاویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ کو کچھ معلوم بھی ہے اہل بیت میں حادثہ آ گیا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے کچھ علم نہیں ہے۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ آپ اس وقت خوش نظر آ رہے ہیں اور اس سے قبل میں نے آپ کی تکبیریں بھی سنی ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حسن رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی ہے۔ یہ سن کر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ ابو محمد پر رحم فرمائے۔ (یہ جملہ دعائیہ تین مرتبہ کہا)

پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے معاویہ رضی اللہ عنہ! حسن رضی اللہ عنہ کا گڑھا آپ کے گڑھے کو نہیں بھر سکتا اور نہ ان کی عمر تمہاری عمر میں اضافہ کر سکتی ہے اور اگر ہمیں اس وقت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی وفات سے تکلیف پہنچی ہے تو کوئی بات نہیں اس سے قبل بھی امام المتقین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تکلیف پہنچ چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حادثہ کی تلافی فرما کر سکون نصیب کرے۔ اب ان کے بعد تو اللہ تعالیٰ ہی ہمارے خلیفہ ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا تھا

زہر کے اثرات سے آپ کی وفات ہوئی تھی۔ زہر دینے والی ایک عورت تھی جس کا نام مقدمتہ بن الاشعث ہے۔ زہر آپ کو اتنا اثر کر گیا تھا کہ آپ کے نیچے سے دن میں ایک ایک طشت خون اُٹھایا جاتا تھا۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے کئی مرتبہ زہر دیا گیا ہے لیکن جتنا زیادہ اس مرتبہ اثر کیا ہے کبھی نہیں کیا۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی حسین رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت کی تھی مجھے میرے نانا کے پاس اجازت لے کر دفن کر دینا ورنہ بقیع الغرقد میں دفن کر دینا جس وقت آپ کے انتقال کا حادثہ پیش آیا تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ آپ کے بھائی اور تمام غلام مسلح ہو کر اس کوشش میں لگ گئے کہ آپ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی دفن کر دیا جائے۔ یہ دیکھ کر مروان بن الحکم جوان دنوں مدینہ کا گورنر تھا موالی بنی امیہ میں آ گیا تھا تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو اس ارادہ سے روک دیا گیا۔

تاریخ وفات

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات ربیع الاول ۴۹ ھ میں ہوئی اور بعض یہ کہتے ہیں کہ ۵۰ ھ میں ہوئی۔

نماز جنازہ سعید بن العاص نے پڑھائی۔ پھر اپنی والدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے جوار میں دفن کر دیئے گئے اور کچھ حضرات کے قول کے مطابق بقیع الغرقد میں قبہ العباس میں دفن کر دیا گیا۔ اسی میں علی زین العابدین اور ان کے بیٹے محمد الباقر اور پوتے جعفر بن محمد الصادق بھی مدفون ہیں۔ گویا چار اشخاص ایک ہی قبر میں آرام کر رہے ہیں۔

مدت خلافت

آپ چھ ماہ پانچ دن یا بعض اقوال کے مطابق مکمل چھ ماہ میں ایک دن کم تھا' مسند خلافت پر رونق افروز رہے۔ گویا یہ مدت خلافت راشدہ کا تکملہ تھی جس کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ اس کے بعد خلافت علی منہاج النبوۃ ملوکیت وبادشاہت سے تبدیل ہو جائے گی۔ پھر اس کے بعد ظلم وزیادتی اور زمین میں فساد برپا ہو جائے گا اور ہوا بھی وہی جیسا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی۔ سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عمر ۴۷ سال کی ہوئی۔

خلافت امیر المومنین سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

اہل علم لکھتے ہیں کہ جس وقت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ خود بخود معزول ہو گئے تو خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آ گئی۔ سارا ملک ان کا ہو گیا ان سے بیعت یوم تحکیم میں ہوئی۔ اہل شام نے تو ان سے بیعت کر لی تھی لیکن اہل عراق نے اختلاف کیا تھا۔ اس کے بعد سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کر لی جس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تمام لوگوں کا اتفاق ہو گیا۔ امیر معاویہؓ کی ولادت مقام خیف منیٰ میں ہوئی۔ یہ اپنے والد محترم ابوسفیان سے پہلے ہی اسلام کی دولت سے مالا مال ہو گئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارکہ سے فیض یاب ہوئے۔ کاتب وحی کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اور یہ اپنے بھائی یزید بن ابی سفیان کے لشکری بن کر رہتے تھے۔ پھر یزید بن ابی سفیان سیدنا امیر المومنین خلیفہ دوم عمر فاروق بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں دمشق کے علاقہ میں گورنر تھے۔ پھر جب یہ قریب المرگ ہوئے تو اپنے بھائی معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ و نائب بنا دیا۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۲۰ ھ میں اس عہدے پر برقرار رکھ کر مستقل کر دیا۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ بیس سال تک شام ہی کے گورنر

رہے۔ یہ مدت خلافت فاروقی اور خلافت عثمانی میں گزری۔ پھر آپ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں غالب آ گئے۔ یہاں تک کہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی۔ بعد میں ان کی خلافت پر سب لوگوں کا اجماع ہو گیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے عمال کو ملکوں میں روانہ کرنا شروع کر دیا۔ یہ حالات ۴۱ھ میں رونما ہوئے اسی لیے اس سال کا نام عام الجماعت (اتحاد کا سال) رکھ دیا گیا۔ اس لیے کہ تمام اُمت محمدیہ انتشار اور اختلاف کا شکار ہونے کے بعد ایک امیر کی زیر قیادت متحد ہو گئی۔

ایک عورت نے دور نبوت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کرتے ہوئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ازدواجی تعلقات کی خواہش مندی تھی تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ تو فقیر (صعلوک) ہیں ان کے پاس مال و دولت نہیں ہے۔ اس کے بعد گیارہ سال گزرنے کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ دمشق کے نائب گورنر ہو گئے۔ پھر چالیس سال بعد دُنیا بھر کے بادشاہ بن گئے۔

حلیہ اور نسب

ان کے چہرے سے ملاحت، رعب، جاہ و جلال ٹپکتا تھا۔ اچھے قسم کا لباس زیب تن فرماتے۔ نشان لگے ہوئے ممتاز گھوڑے پر سوار ہوتے، جود و سخا کے خوگر، رعایا کے حق میں ملنسار اور عزت و عظمت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نسب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عبد مناف بن قصی میں مل جاتا ہے۔ نیز انہیں اُمیہ بن عبد شمس کی طرف منسوب کر کے اموی بھی کہا جاتا ہے۔ ان کی خلافت سے مرۃ بن نوفل الاشجعی الحروری نے خروج کیا اور کوفہ چلا آیا۔ یہ آپ کی خلافت کا سب سے پہلا خارجی شخص تھا۔ اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو یہ تحریر لکھ کر بھیج دی کہ یاد رکھو میرا تمہارے اوپر حق ہے۔ تم لوگوں کو چاہیے کہ اس خارجی سے مقابلہ کرو۔ چنانچہ اہل کوفہ نے ان سے جنگ کی اور وہ مارا گیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وہ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے حویلی اور محلوں کی بنیاد ڈالی۔ حفاظت اور پہرہ کا انتظام کیا۔ پردہ اور حجاب کی پابندی عائد کی اور یہ پہلے امیر المؤمنین ہیں جنہوں نے اپنے اردگرد مسلح باڈی گارڈ رکھے تھے۔ اسی طرح انہوں نے کھانے پینے، پہننے وغیرہ میں آرام و راحت کے سامان برتنے کی بنیاد ڈالی۔

آپ نہایت بردبار آدمی تھے۔ آپ کی بردباری کے بہت سے واقعات مشہور ہیں۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آ گیا تو تمام گھر کے لوگ اکٹھا ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم لوگ میرے گھر کے آدمی نہیں ہو؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں ہم سب آپ ہی کے گھر کے لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا تم میری وجہ سے رنجیدہ خاطر ہو میں نے تمہارے لیے ہی محنت و مشقت جھیلی ہے اور تمہارے لیے ہی کمایا ہے۔ گھر والوں نے کہا جی ہاں بالکل صحیح ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میری روح میرے قدموں سے نکل رہی ہے اگر تم اسے واپس کر سکو تو واپس کر دو۔ گھر والوں نے کہا کہ ہم لوگ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ یہ کہہ کر رونے لگے۔ اتنے میں آپ بھی رونے لگے۔ پھر فرمایا میرے بعد کسے دُنیا دھوکہ میں ڈالے گی۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب آپ زیادہ کمزوری محسوس کرنے لگے تو لوگوں نے کہا کہ بس یہ تو موت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میری آنکھوں میں اثمد سرمہ لگا دو اور سر میں تیل کی مالش کر دو۔ لوگوں نے یہی کیا اور چہرے پر بھی تیل لگا دیا۔ اس کے بعد ان کے لیے ایک تکیہ رکھا جس میں انہیں ٹیک لگا کر بٹھا دیا۔ پھر لوگ اجازت لے کر حاضر ہونے لگے۔ اور سلام لے کر بیٹھنے لگے۔ جس وقت لوگ واپس جاتے تو آپ یہ شعر پڑھتے ؎

وتجلدی للشامتین اریھم انی لریب الدھر لا اتضعضع

''میں خوشی منانے والوں کو دیکھ رہا ہوں تم ان کی وجہ سے صبر کرو ورنہ میں زمانہ کی گردش کے ساتھ جھکتا نہیں ہوں۔''

واذالمنیة انشبت اظفارھا الفیت کل تیمتہ لا تنفع

''اور جب موت اپنے ناخن چبھودیتی ہے تو میں نے ہر تعویز کو بے سود پایا۔''

پھر آپ نے وصیت کی کہ میرے ناک و منہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ناخن رکھ دیئے جائیں اور آپ ہی کے کپڑوں میں کفن دے دیا جائے۔

وفات و مدت خلافت

آپ کی وفات نصف رجب کے قریب ۶۰ھ میں دمشق میں ہوئی اور بعض علماء نے ابتدائے رجب کا تذکرہ کیا ہے۔ چونکہ ان کا صاحبزادہ یزید موجود نہیں تھا اس وقت وہ بیت المقدس میں تھا تو نماز جنازہ الضحاک الفہری نے پڑھائی۔ آپ کی عمر کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے ۸۰ سال کی عمر ہوئی ہے۔ کچھ نے ۷۵ سال اور بعض لوگوں نے ۸۵ سال دیگر حضرات نے ۸۸ سال اور دوسرے اہل علم نے ۹۰ سال بتائی ہے۔ خلافت مستحکم ہونے کے بعد ۱۹ سال ۳ ماہ ۵ دن مسند خلافت کو زینت بخشی۔ یہ ۴۰ سال تک امیر اور خلیفہ کے عہدے پر فائز رہے جس میں سے چار سال سیدنا امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے گورنر رہے۔ واللہ اعلم

خلافت یزید بن معاویہؒ

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد ان کا بیٹا یزید تخت نشین ہوا۔ جس دن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اُسی دن اس سے بیعت لی گئی اس لیے کہ اس کے والد محترم نے زندگی ہی میں ولی عہد بنادیا تھا۔ یہ والد کے انتقال کے وقت موجود نہیں تھا' حمص میں تھا۔ وفات کی خبر سن کر آیا اور سیدھا والد محترم کی قبر پر چلا گیا۔ اس کے بعد دمشق میں دار السلطنت اخضراء میں آیا تو ارکان حکومت اور تمام لوگوں نے اس سے بیعت کرلی۔ اس کے بعد اس نے سارے ملک میں بیعت کے خطوط روانہ کیے تو عوام نے بھی بیعت کرلی لیکن اس سے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیعت کرنے سے انکار کردیا۔ چنانچہ یہ دونوں یزید کے عامل الولید بن عقبہ بن ابی سفیان سے روپوش رہتے۔ آخر تک یہ دونوں بیعت نہ کرنے پر مصر رہے۔ پھر آخر ایک دن وہ بھی آیا کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید کردیئے گئے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل کون تھا

سیدنا حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والا الشمر بن ذی الجوشن ہے۔ بعض نے قاتل کا نام سنان بن انس النخعی بتایا ہے۔ بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ الشمر بن ذی الجوشن نے آپ کے سر میں نیزہ مارا اور گھوڑے سے گرادیا۔ اس کے بعد خولی بن یزید الاصبحی نے آگے بڑھ کر سر جدا کرنا چاہا تو اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ اسی دوران اس کا بھائی شبل بن یزید نے آکر گردن الگ کردی اور اپنے بھائی خولی بن یزید کو دے دیا۔ اس لشکر کا سپہ سالار عبیداللہ بن زیاد بن ابیہ تھا اور اسے یزید نے سپہ سالار بنایا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ عبیداللہ بن زیاد نے علی بن حسین رضی اللہ عنہ اور ان عورتوں کو جو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھیں ان کو اپنے لیے ہموار کرلیا تھا حالانکہ ان لوگوں کو جو عبیداللہ بن زیاد نے اعتماد دلایا تھا اس پر عمل نہیں کرسکا۔ اس کے بعد پھر جو اس نے وعدہ کے خلاف ظلم ڈھائے مثلاً عورتوں کو قید کیا۔ چھوٹے بچوں کو اس قدر قتل کیا کہ جس کے تذکرے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور دل گھبرا جاتا ہے۔ یزید بن معاویہ ان دونوں الشمر بن ذی الجوشن اور عبیداللہ بن زیاد کے ساتھ اپنے ہم نشینوں میں دمشق میں تھا۔ یہ سب کے سب لوگ چل پڑے۔ راستے میں ایک عبادت گاہ میں پہنچے۔ قیلولہ کرنے لگے تو اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ بعض دیواروں پر یہ شعر لکھا ہوا ہے ۔

اترجو امة قتلت حسينا شفاعة جده يوم الحساب

''کیا تم ایسی اُمت کے بارے میں جس نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے قیامت کے دن ان کے نانا جان کی شفاعت سے اُمید رکھتے ہو۔''

لشکر والوں نے راہب سے سوال کیا کہ یہ شعر کس نے لکھا ہے اور کب کا لکھا ہوا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ یہ شعر تو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پانچ سو سال قبل سے لکھا ہوا ہے۔

بعض اہل علم لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ یوں نہیں ہے بلکہ ایک دیوار پھٹی اسی میں سے ایک خون آلود ہتھیلی نکلی جس میں خون ہی سے یہ شعر لکھا ہوا تھا۔ پھر وہ لشکر چل کر دمشق آ گیا۔ یزید بن معاویہ سے ملاقات کی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر یزید کے سامنے پھینک دیا گیا تو الشمر ذی الجوشن نے کہا کہ اے امیر المومنین یہ شخص ۱۸ اہل بیت اور ۶۰ دوسرے لوگوں کو لے کر برسر پیکار ہو گیا تھا اس لیے ہم بھی حملہ آور ہو گئے۔ جنگ کرنے سے قبل میں نے ان سے یہ سوال کیا تھا کہ یا تو تم عبید اللہ بن زیاد کے پاس چلو یا پھر ہم سے جنگ کرو۔ لیکن یہ لوگ جنگ کو ترجیح دے کر برسر پیکار ہو گئے۔

تفصیل یہ ہے کہ ہم لوگوں نے طلوع آفتاب کے وقت ان کو گھیرے میں لے لیا۔ جب تلواریں ٹکرانے لگیں تو ان لوگوں نے پناہ مانگنا شروع کر دی جس طرح کہ کبوتر شکرے سے پناہ مانگتا ہے۔ بس ہمیں اونٹ کے ذبح کرنے کی مقدار یا قیلولہ کے برابر وقت لگا ہو گا کہ ہم نے ان کا سب کچھ کر لیا۔ بس یہ آپ کے سامنے ان کی نعشیں کپڑے میں لپٹی ہوئی ہیں۔ رخسار رنگے ہوئے ہیں ان پر ہوائیں چل رہی ہیں اور گدھ چیل آنے والے ہیں۔

یزید بن معاویہ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں کہنے لگا کہ میں تو تم سے بغیر ان کے قتل کیے ہوئے راضی تھا۔ اللہ تعالیٰ ابن مرجانۃ پر لعنت کرے۔ خدا کی قسم! اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو انہیں معاف کر دیتا۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابو عبد اللہ پر رحم کا معاملہ فرمائے۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

يفلقن هاما من رجال اعزة علينا و هم كانوا اعق و اظلما

''جو لوگ ہم پر غالب ہیں وہ ان کی کھوپڑی کو پھاڑ دیتے ہیں اس حال میں کہ وہ ظلم و زیادتی کرنے والے ہوتے ہیں۔''

پھر یزید نے بال بچوں کے بارے میں کہا کہ انہیں میری عورتوں کے گھر بھیج دیا جائے۔ یزید کا حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد کے بارے میں یہ طرز عمل تھا کہ جس وقت وہ ناشتہ کرتا تھا تو علی بن حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی عمر بن الحسین رضی اللہ عنہ کو ضرور ناشتہ میں شریک کر کے دلجوئی کا ثبوت دیتا تھا۔ بعد میں بال بچوں کو علی بن الحسینؓ کے ساتھ تیس گھوڑ سواروں کے ہمراہ مدینہ بھیج دیا۔ جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے تھے اس دن تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو پچاس سال مکمل گزر چکے تھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ جس وقت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ میدان کربلا میں پہنچے تو لوگوں سے پوچھا تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے تو بتایا گیا کہ یہ کربلا ہے تو آپ نے فرمایا کہ واقعی یہ زمین کرب و بلا کی ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ جس وقت میرے والد محترم جنگ صفین کے لیے اس سرزمین سے گزر رہے تھے تو میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ اچانک آپ یہاں کھڑے ہو گئے اور اس جگہ کے بارے میں لوگوں سے دریافت کیا۔ لوگوں نے بتایا تو ابا جان نے فرمایا تھا کہ یہاں قافلے اُتریں گے اور خون ریزی ہو گی۔ پھر ابا جان سے اس کی تفصیل پوچھی گئی تو فرمایا کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگ یہاں اُتریں گے پھر انہیں ساز و سامان کے ساتھ اس میدان میں اُترنے کا حکم دیا جائے گا۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ۶۰ ھ میں ہوئی ہے (الاخبار الطوال) مزید تفصیل باب الکاف میں الکلب کے عنوان میں آئے گی۔

حافظ ابن عبدالبر نے بہجتہ المجالس وانس المجالس میں تحریر کیا ہے کہ سیدنا امام الجعفر الصادق سے کسی نے سوال کیا کہ خواب کی تعبیر کتنے دنوں تک مؤخر ہو سکتی ہے تو فرمایا کہ پچاس سال تک مؤخر ہو سکتی ہے اس لیے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک خواب دیکھا تھا کہ میرے نواسے حسین رضی اللہ عنہ کو سیاہ سفید رنگ کا کتا خون میں لت پت کر دے گا تو آپ نے اس کی یہ تعبیر بتائی تھی کہ میری بیٹی فاطمہؓ کے پیارے بیٹے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر دے گا۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والا الشمر ذی الجوشن کتا ہوا۔ بتایا جاتا ہے کہ اسے برص کی بیماری تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خواب کی تعبیر دیکھنے کے پچاس سال کے بعد تک واقع ہو سکتی ہے۔ پھر اسی سال مکہ میں عبداللہ بن زبیر نے خلافت کا علم بلند کیا اور اسی دوران لوگوں پر یزید کی شراب نوشی' کتوں سے کھیل کود' دین میں کوتاہی وغیرہ واضح ہو گئی۔ لوگوں کو اس معقول عذر کی بنا پر عبداللہ بن الزبیر کی حمایت کرنے کا موقع ہاتھ آ گیا۔ چنانچہ ان سے اہل حجاز اہل تہامہ کے لوگوں نے بیعت کر لی۔

جب اس بات کی اطلاع یزید کو ہوئی تو اس نے الحصین بن نمر السکونی روح بن زنباع بن الجذامی کو حملہ کے لیے تیار کیا۔ انہیں کے ساتھ ایک لشکر بھی تعاون کے لیے بھیج دیا۔ ان سب کا امیر الامراء مسلم بن عقبہ المری کو بنایا۔ یزید نے جب اس لشکر کو روانہ کیا تو یہ چند نصیحتیں کرتا گیا کہ دیکھو مسلم بن عقبہ اہل شام اپنے دشمنوں کے ساتھ جو معاملہ کرنا چاہتے ہیں قبل اس کے کہ وہ کوئی عملی اقدام کریں تم سب سے پہلے مدینہ منورہ کا محاصرہ کر لینا۔ اگر وہ تم سے جنگ کریں اس وقت ان سے جنگ کرنا ورنہ اس سے قبل جنگ کا اقدام مت کرنا۔ اس کے باوجود اگر تم فتح یاب ہو جاؤ تو ان لوگوں کو تین دن کی مہلت دے دینا۔ یہ تمام ہدایات سننے کے بعد مسلم بن عقبہ روانہ ہو کر مقام حرہ میں پہنچے۔ اتنے میں اہل مدینہ بھی تیار ہو کر آ گئے۔ انہوں نے بھی لشکر کشی کی۔ اس لشکر کے سپہ سالار عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ (حنظلہ غسیل ملائکہ ہیں) تھے۔ مسلم بن عقبہ نے ان کو تین بار اپنی اطاعت کے لیے بلایا لیکن کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ اس کے بعد گھمسان کی جنگ ہوئی اہل شام فتح یاب ہوئے۔ عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ بھی شہید کر دیئے گئے۔ ان کے ساتھ سات سو مہاجرین وانصار بھی شہید ہو گئے۔ اس کے بعد مسلم بن عقبہ اندرون مدینہ منورہ آیا۔ اس نے تین دن کھلے عام قتل کرنے کی اجازت دی۔ حدیث شریف میں وارد ہے:

''حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میرے حرم (مدینہ) کو لڑائی وخون ریزی کے لیے حلال سمجھا تو اس پر میرا غصہ وعتاب نازل ہوگا۔''

پھر مسلم بن عقبہ نے مکہ میں بیت اللہ پر لشکر کشی کا حکم دیا۔ اسی دوران یزید کو تمام حالات لکھ کر بھیج دیئے۔ جس وقت مسلم بن عقبہ ہرشیٰ مقام پر پہنچا تو وہ بیمار ہو کر انتقال کر گیا۔ چنانچہ حصین بن النمیر السکونی کو لشکر کی قیادت سپرد کر دی گئی۔ فوراً حصین لشکر لے کر چلا اور مکہ مکرمہ پہنچ گیا۔ یہاں پر عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کعبۃ اللہ کو اپنا قلعہ بنائے ہوئے تھے۔ اپنے تمام لشکریوں کے ساتھ کعبہ میں پناہ گزین ہو گئے تھے تو الحصین نے جبل ابوقبیس پر منجنیق نصب کر کے بیت اللہ کو چھلنی کر دیا۔ اسی دوران اچانک یہ اطلاع ملی کہ یزید بن معاویہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ انہی ایام میں الحصین نے عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے مصالحت کی کوشش کی۔ چنانچہ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے اسے منظور کر لیا اور بیت اللہ کے دروازے کھول دیئے۔ دونوں فریق کے لشکروں نے آپس میں مل کر طواف کیا۔

ایک دن الحصین رات میں بعد نماز عشاء خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ دیکھا سامنے سے عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ تشریف لا رہے ہیں تو الحصین نے ہاتھ پکڑ کر چپکے سے کہا کہ کیا آپ میرے ساتھ ملک شام خروج کر کے چل سکتے ہیں اگر آپ چلنے کے لیے تیار ہوں تو میں آپ کی بیعت کے لیے لوگوں کو تیار کر سکتا ہوں اس لیے کہ وہ لوگ آج تک متردد ہیں۔ میرے نزدیک بھی آپ ہی خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔

بس میں نے آپ کو جو زبان دی ہے اس کے خلاف نہیں کر سکتا۔ یہ سن کر عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور بلند آواز

سے بولے ایسا میں بالکل نہیں کر سکتا چاہے مجھے ہر حجازی کے مقابلہ میں دس شامیوں سے جنگ کرنا پڑے۔الحصین نے کہا آپ کے بارے میں جو یہ تصور رکھتا ہے کہ آپ عرب کے داعی ہیں وہ جھوٹ بولتا ہے۔آپ کا حال تو یہ ہے کہ میں آپ سے خاموشی سے گفتگو کر رہا ہوں اور آپ چیخ رہے ہیں۔ میں آپ کو خلافت کے لیے اُبھار رہا ہوں اور آپ مجھے جنگ پر آمادہ کر رہے ہیں۔اس گفتگو کے بعد الحصین اپنے ساتھیوں کے ساتھ شام واپس چلا گیا۔

یزید بن معاویہ کی وفات

یزید کی وفات ماہ ربیع الاول ۶۴ھ میں ہوئی۔۹۹ سال کی عمر ہوئی۔مقبرہ باب الصغیرہ میں تدفین عمل میں آئی۔تین سال نو ماہ مسند خلافت پر فائز رہا۔لیکن مدت خلافت کے بارے میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور الکیا الہراسی کا اختلاف ہے۔

(بقیہ تفصیل ان شاء اللہ باب الفاء میں الفہد کے عنوان میں آئے گی)

خلافت معاویہ بن یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان

پھر یزید بن معاویہ کے بعد ان کے بیٹے معاویہ تخت نشین ہوئے۔یہ اپنے والد سے زیادہ بہتر تھے۔دین داری و دانش مندی دونوں صفتوں سے متصف تھے۔ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن ان کے ابا جان کا انتقال ہو گیا۔معاویہ بن یزید چالیس یوم تک مسند خلافت پر رہا۔بعض مؤرخین نے لکھا کہ تقریباً پانچ ماہ تک تخت نشین رہے۔اس کے بعد خود ہی دست بردار ہو گئے۔

اہل علم نے لکھا ہے کہ جس وقت معاویہ بن یزید دستبردار ہونے لگے تو منبر پر تشریف لا کر دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔پھر عمدہ انداز میں حمد و ثناء درود شریف پڑھنے کے بعد فرمایا:

''اے لوگو! مجھے حکومت و خلافت کی خواہش نہیں ہے اس لیے کہ یہ اہم ذمہ داری ہے اور تم لوگ مجھ سے راضی بھی نہیں ہو۔ ہم نے بھی اور تم نے بھی ایک دوسرے کو متعدد بار آزمایا لیکن جو تقدیر میں تھا وہ ہو کر رہا۔ہمارے دادا جان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس خلافت کے بارے میں آگے بڑھے' جھگڑا کیا کہ آخر خلافت کا مستحق کون ہے اور جھگڑا کس سے کیا کہ جو آفتاب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کا قریبی رشتہ دار' مرتبہ اور اسلام میں سبقت کی وجہ سے اکابر مہاجرین میں باعزت سب سے دلیر و بہادر صاحب علم و فضل' چچا زاد بھائی' داماد نبی' جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چھوٹی صاحبزادی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا خود ہی ان کو شوہر بننے کے لیے انتخاب کیا۔اس اُمت کے نوجوانوں میں سب سے زیادہ افضل اور جنت کے نوجوانوں کے سردار حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے والد محترم تھے۔

جیسے کہ تم لوگ خوب واقف ہو میرے دادا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایسے شخص سے برسرپیکار ہوئے اور تم لوگوں نے بھی ان کا ساتھ دیا یہاں تک کہ میرے دادا تمام امور کے مالک بن گئے۔لیکن جب وقت مقررہ آ گیا موت نے انہیں اپنا لیا تو وہ اپنے عمل و کردار کے ساتھ مرتہن ہو گئے۔قبر میں اکیلے دفن کر دیئے گئے جو انہوں نے کیا تھا اس کا بدلہ انہیں مل گیا۔اس کے بعد پھر خلافت میرے ابا جان یزید کے پاس آ گئی وہ بھی تمہارے معاملات کے منتظم بنا دیئے گئے۔وہ اپنی بدکرداری اور فضول خرچی کی وجہ سے جو خلافت کے شایان شان نہیں تھی اور خواہشات سے مغلوب ہو گئے۔گناہوں کا ارتکاب کرنے لگے۔ احکام الٰہی میں جری ہو گئے۔جو کوئی اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کرتا تو وہ ان کے پیچھے پڑ جاتے۔آخر کار معاملہ یہاں تک پہنچا کہ عمر نے وفا نہ کی۔بہت کم زندہ رہے۔مرنے کے بعد ان کے اثرات ختم ہو گئے۔اپنے ساتھ اپنا عمل لے کر دُنیا سے

رُخصت ہو گئے۔ قبر کے حلیف بن گئے۔ بداعمالی میں گھر گئے۔ وہ خود ہی اپنے نقصانات میں دب گئے۔ جوانہوں نے کیا تھا اس کا صلہ انہیں مل گیا۔ پھر وہ اس وقت نادم ہوئے جب کہ ندامت وتوبہ کا وقت جا چکا تھا۔ تو ہم بھی ان کے پیہم رنج والم سے شریک کار ہو گئے۔ ہائے افسوس! انہوں نے جو کیا اور کہا اور جوان کے بارے میں تبصرے کئے جاتے ہیں اب آیا جو انہوں نے کیا تھا ان کو سزا دی گئی یا جزا دی گئی مجھے معلوم نہیں۔ یہ صرف میرا تصور ہے وہم وگمان ہے پھر بعد میں غیرت نے ان کا گلا گھونٹ دیا۔"

اس کے بعد معاویہ بن یزید دیر تک روتے رہے۔ ساتھ میں لوگ بھی رونے لگے۔ پھر کچھ دیر کے بعد معاویہ بن یزید نے فرمایا:

"اب اس وقت میں تمہارا تیسرا والی ہوں جس پر ناراض ہونے والے لوگوں کی کثرت ہے۔ میں تمہارے بوجھ کو اُٹھا نہیں سکتا اور نہ خداوند قدوس مجھے یہ سمجھتے ہیں کہ میں تمہارے خلافت کا مستحق تھا یا گراں بار امانت کا حق دار تھا۔ تمہاری خلافت کی امانت ایک اہمیت رکھتی ہے اس کی حفاظت کرو اور جسے تم اس کا مستحق سمجھو اس کو یہ امانت سپرد کر دو میں نے تمہاری خلافت کا قلادہ اپنی گردن سے اُتار دیا ہے۔ اب میں دستبردار ہو رہا ہوں۔ وآخر دعوانا ان الحمد اللّٰہ رب العالمین

اتنے میں مروان بن الحکم نے کہا جو منبر کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ یہی عمر رضی اللہ عنہ کی سنت ہے تو معاویہ بن یزید نے فرمایا کیا تم مجھے میرے دین سے ہٹانا چاہتے ہو۔ مجھے دھوکہ میں ڈالنا چاہتے ہو۔ خدا کی قسم! میں تمہاری خلافت کی حلاوت نہیں چکھ سکا تو اس کی کڑواہٹ کو کیسے برداشت کر سکتا ہوں۔ تم میرے پاس عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے لوگ لاؤ جس وقت کہ انہوں نے مجلس شوریٰ کی تشکیل دی تھی اور انہوں نے ایسی تجویز رکھ دی تھی کہ کوئی ظالم بھی ادنیٰ سا شبہ نہیں کر سکتا تھا اور نہ ان کی عدالت کو مشکوک گردان سکتا تھا۔ خدا کی قسم! خلافت اگر غنیمت کی چیز تھی تو اس کا مزہ میرے ابا جان نے تاوان یا گناہ کی شکل میں چکھ لیا اور اگر خلافت بری چیز ہے تو اس کے مضرات جو میرے ابا جان کو پہنچ چکے ہیں بس وہی کافی ہے۔

اتنا کہہ کر معاویہ بن یزید منبر سے نیچے اُتر آئے۔ تمام رشتہ داروں نے انہیں گھیر لیا۔ معاویہ بن یزید رو رہے تھے۔ یہ ماجرا دیکھ کر ان کی ماں نے کہا: کاش کہ میں اس وقت حالت حیض میں ہوتی اور تمہارے حالات سے بے خبر ہوتی۔ یہ سن کر معاویہ بن یزید نے کہا مجھے یہ منظور تھا کاش کہ ایسا ہی ہوتا۔ مزید فرمایا خدا کی قسم! اگر میرے پروردگار نے میرے ساتھ رحم کا معاملہ نہ فرمایا تو تباہ برباد ہو جاؤں گا۔ یہ معاملہ دیکھ کر بنواُمیہ نے اتالیق عمر المقصوص سے کہا تم یہ سب کچھ دیکھ رہے اور جان رہے تھے تم نے ہی اسے تلقین کی ہے۔ تم ہی نے انہیں ایسی باتوں پر اُبھارا ہے اور خلافت سے دستبردار ہونے کا مشورہ دیا ہے اور تم ہی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت اور ان کی اولاد کی الفت کا جذبہ پیدا کیا ہے اور جو ہم نے ان پر زیادتیاں کی ہیں تم نے ان پر اُبھارا ہے اور ایک نئی چیز کا مشورہ دیا یہاں تک کہ معاویہ بن یزید خوب بولے اور طویل گفتگو کی۔

اتالیق نے کہا خدا کی قسم! میں نے ایسا نہیں کیا وہ تو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد سے محبت سے سرشار تھے لیکن بنوامیہ نے اس کا عذر قبول نہیں کیا پکڑ کر اسے زندہ دفن کر دیا۔ یہاں تک کہ موت کا شکار ہو گیا۔

تاریخ وفات

خلافت سے دستبردار ہونے کے بعد معاویہ بن یزید کا انتقال چالیس یا ستر رات گزرنے کے بعد ہوا۔ ان کی عمر ۲۳ سال اور بعض

قول کے مطابق ۲۱ سال اور بعض کے نزدیک ۱۸ سال ہوئی۔

خلافت مروان بن الحکم

پھر معاویہ بن یزید کے بعد مروان بن الحکم کو تخت نشین بنایا گیا۔ان کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ان سے بیعت مقام جابیہ میں لی گئی۔فوراً یہ ملک شام تشریف لائے تو ان کے خاندان کے لوگوں نے ان سے وفاداری کا عہد کیا اور ان کو اطاعت و فرماں برداری کا یقین دلایا۔ان کے دور میں کچھ لڑائیاں اور میدان کارزار گرم ہوئے۔مصر والوں نے پھر ان سے بیعت کر لی۔

مروان بن الحکم کی وفات

مروان کی وفات ۶۵ھ میں ہوئی۔چونکہ ان کی اپنی اہلیہ سے تعلقات سازگار نہیں تھے۔اہلیہ کو برا بھلا کہتے تھے تو ان کی اہلیہ نے ان کو مارنے کا عزم کر لیا تھا۔چنانچہ ان کو سوتا ہوا پا کر اہلیہ نے ان کو منہ اور گردن پر ایک بڑا سا تکیہ رکھ کر خود بیٹھ گئی اور باندیوں کو بھی اس پر بٹھا لیا۔آخر کار مروان کا انتقال ہو گیا۔

مروان حضور ﷺ کی خدمت میں بچپن ہی میں پہنچ گئے تھے۔انہیں مدینہ منورہ کی نیابت کا شرف کئی بار ملا۔انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو جن کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن دس خوش نصیب صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے دنیا ہی میں جنت کی بشارت دے دی تھی شہید کر دیا تھا۔نیز مروان سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پیش کار تھے۔اسی کی وجہ سے (سانحہ شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ) وہ سنگین حالات رونما ہوئے جن کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

مدت خلافت

مروان دس ماہ خلافت پر رہے۔ان کی عمر ۸۳ سال کی ہوئی۔

ایک روایت میں وارد ہے:

''عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے دور میں کوئی بھی بچہ پیدا ہوتا تو وہ ضرور آپؐ کے پاس لایا جاتا۔آپ اس کے لیے دُعا فرماتے۔ایک دن مروان بن الحکم لایا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ بزدل ہے بزدل کا بیٹا ہے ملعون ہے ملعون کا بیٹا ہے۔'' (رواہ الحاکم والمستدرک وقال صحیح الاسناد)

اسی قسم کی حدیث عمرو بن مرہ الجہنی سے بھی مروی ہے:

''ایک مرتبہ الحکم بن العاص نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں اجازت لے کر آنا چاہا تو آپؐ نے ان کی آواز کو پہچان لیا تو فرمایا کہ اجازت ہے انہیں اور ان کو بھی جو ان کی صلب سے پیدا ہوگا بتا دو کہ ان پر سوائے ان لوگوں کے جو مومن ہوگا اللہ کی لعنت ہو۔یہ لوگ بہت کم ہوں گے۔اکثر یہ دُنیا کے حریص ہوں گے اپنی آخرت کو ضائع کریں گے۔یہ دھوکے باز فریب کار ہوں گے۔ان کا حصہ انہیں دُنیا ہی میں دے دیا جائے گا۔لیکن آخرت میں ان کے لیے کوئی حصہ نہیں ہوگا۔''

(بقیہ تفصیل ان شاء اللہ باب الواؤ میں وزغ کے عنوان میں آجائے گی)

خلافت عبدالملک بن مروان

اپنے والد مروان بن الحکم کے بعد بیٹا عبدالملک تخت نشین ہوا۔ عبدالملک سے اس دن بیعت لی گئی جس دن اس کے ابا جان مروان کا انتقال ہوا۔ عبدالملک وہ پہلے شخص ہیں جو مسلمان ہوتے ہوئے عبدالملک کے نام سے مشہور ہوئے اور یہی پہلے بادشاہ ہیں جنہوں نے دراہم ودنانیر کو اسلامی طرز پر ڈھالا کیونکہ دنانیر پر رومی نقش اور دراہم پر فارس کا نقش ہوتا تھا۔

امام دمیریؒ کہتے ہیں کہ اسی وجہ سے میں نے بیہقی کی کتاب المحاسن والمساوی میں امام الکسائی کے حوالہ سے یہ پڑھا ہے کہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن ہارون الرشید کے دربار میں گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ بادشاہ تشریف فرما ہیں ان کے سامنے مال کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ ایک تھیلی میں اس قدر اشرفیاں تھیں کہ تھیلی پھٹی جارہی تھی۔ اتنے میں بادشاہ نے حکم دیا کہ اس تھیلی کی اشرفیاں مخصوص خادموں پر لٹادی جائیں۔ میں نے دیکھا کہ بادشاہ کے ہاتھ میں درہم ہے جس کے لکھے ہوئے نقش چمک رہے ہیں۔ بادشاہ ان نقوش کو بار بار دیکھ رہے ہیں اور آپ بار بار یہ کہہ رہے تھے کہ کسائی جانتے ہو سب سے پہلے ان دراہم ودنانیر میں کس نے نقوش ثبت کرائے ہیں۔ کسائی نے کہا جی حضور والا! یہ بادشاہ عبدالملک بن مروان کی ایجاد ہے۔ بادشاہ نے کہا معلوم بھی ہے اس کا سبب کیا پیش آیا تھا؟ کسائی نے کہا بس مجھے اتنا ہی معلوم ہے تفصیل کا علم نہیں۔ بادشاہ نے کہا مجھ سے سنو میں بتاتا ہوں۔ یہ تحریری نقوش رومیوں کا دین ومذہب ہے مصر والے اکثر نصرانی المذہب تھے اس لیے کہ مصری شاہ روم کے ماتحت تھے اور رومیوں کا دین ومذہب نصرانی تھا اس لیے شاہ روم اپنے مذہب ہی کے نقوش کندہ کراتا تھا۔ مثلاً ان کا نشان باپ بیٹا اور روح تھا۔ یہ سلسلہ برابر چلتا رہا۔ یہاں تک کہ آغاز اسلام میں بھی رائج رہا۔ آخر کار خلیفہ عبدالملک بن مروان کے عہد میں اس میں ترمیم کر کے اس میں اسلامی نقوش ثبت کرائے گئے اور عبدالملک تو بہت تیز اور ذہین بادشاہ تھے۔ بس ایک دن ان کی نگاہ سے یہ سکہ گزرا تو آپ نے اسے غور سے دیکھا' سوچا پھر اسے عربی میں ترجمہ کرنے کا حکم صادر کردیا۔ چنانچہ ارکان حکومت کر گزرے اور یہ طریقہ عبدالملک کو ناپسند آیا۔ عبدالملک نے مزید کہا کہ یہ طریقہ ہمارے دین اور اسلام میں ناپسند ہے اور رومی نقوش برتنوں اور کپڑوں میں پائے جاتے ہیں وہ ہمارے مذہب میں ناپسندیدہ ہیں اور اگرچہ وہ مصر سے تیار ہو کر دارالسلطنت روم میں جا کر رائج ہوجاتے ہیں۔ یہ نقوش صرف انہی چیزوں میں نہیں تھے بلکہ پردے وغیرہ پر بھی بنائے جاتے تھے۔ یہ کام بڑے اونچے پیمانے پر ہوتا تھا اور اس قدر پھیلا ہوا تھا کہ ساری دُنیا میں چل رہے تھے۔ چنانچہ عبدالملک بن مروان نے اپنے عامل مصر عبدالعزیز بن مروان کے پاس لکھ کر ارسال کیا کہ یہ تمام رومی نقوش سکوں' کپڑوں اور پردوں وغیرہ سے مٹادیئے جائیں اور نقش ونگار کے ماہرین کو ہدایت کردیں کہ ان رومی نقوش کے بجائے ان سب چیزوں میں اسلامی نقوش کلمہ توحید اشھد اللّٰہ انه لا الٰه الا ھو ثبت کرایا جائے اس لیے جو تم یہ سکے دیکھ رہے ہو عبدالملک ہی کے زمانے سے بلا کم وکاست ڈھلتے اور بنتے چلے آرہے ہیں۔

مزید عبدالملک بن مروان نے تمام عاملین اور حکام کو یہ بھی تاکید کردی کہ وہ اپنے اپنے علاقوں سے تمام رومی نقوش کے سکے ضبط کرلیں۔ اس حکم کے بعد اگر کسی کے پاس پائے گئے تو انہیں سزادی جائے گی یا قید وبند کی صعوبتیں جھیلنی پڑیں گی۔ اس کے بعد عبدالملک نے کپڑوں' سکوں اور پردوں میں توحید کا نقش چھاپ کر پورے ملک میں رائج کردیئے تو اس قسم کے چند نمونے شاہ روم کے علاقوں میں بھیج دیئے گئے۔ چنانچہ اس ایجاد کی خبر تمام رومی علاقوں میں پھیل گئی۔ اس لئے روم میں اس نقش کا ترجمہ کرایا گیا اور بادشاہ کی خدمت میں بھیجے گئے تو بادشاہ کو یہ بات ناگوار گزری' اسے غصہ آیا۔

شاہ روم کا خط

فوراً خلیفہ عبدالملک بن مروان کی خدمت میں خط لکھا کہ یہ سارے تحریری نقوش بیل بوٹے مصر میں روم کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ یہ ہمارا طریقہ قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے۔ اب آپ نے اسے باطل قرار دیا۔ اگر یہ طریقہ تمہارے پچھلے خلفاء کی طرف سے رائج کیا گیا ہے تو انہوں نے درست کیا تھا۔ لیکن تم نے یہ کام ٹھیک نہیں کیا۔ اگر تم نے ٹھیک کیا ہے تو پھر ان لوگوں نے غلطی کی ہے۔ اس لیے تم ان دو باتوں میں سے جو چاہے قبول کرلو اور میں آپ کی خدمت میں ہدیہ بھیج رہا ہوں جو آپ کی شایان شان ہے لیکن نقش ونگار میں اپنے ایجاد نو کے طریقے کو لغو قرار دے کر ہمارے رومی نقش ونگار کو برقرار رکھیں اور انہیں ہی جاری کرنے کا حکم صادر فرمائیں۔ آپ کا شکرگزار ہوں گا اور میرے ہدیہ کو قبول فرمائیں۔ اس لیے کہ میں نے بہت قیمتی ہدیہ بھیجا ہے۔

عبدالملک کا جواب

جس وقت یہ خط عبدالملک بن مروان نے پڑھا تو اس کے قاصد کو واپس کر دیا۔ اور اس سے یہ کہہ دیا کہ جاؤ کہہ دینا۔ اس خط کا کوئی جواب نہیں۔ ہمارے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں اور آپ کے ہدیہ کو واپس بھیجا جا رہا ہے۔

جب ایلچی ہدیہ واپس لے کر شاہ روم کے پاس پہنچا اور حالات سے آگاہ کیا تو شاہ روم نے مزید ہدیہ میں اضافہ کر کے عبدالملک کے پاس بھیجا۔ مزید یہ بھی کہلا بھیجا کہ مجھے اُمید ہے کہ آپ میرے ہدیہ کی قدر کریں گے اور آپ اسے قبول فرمائیں گے۔ لیکن معلوم ہوا کہ آپ نے قبول نہیں فرمایا اور نہ میرے خط کا جواب دیا۔ اس لیے میں نے ہدیہ میں اضافہ کر کے پھر ارسال کیا ہے اور میری یہ خواہش ہے کہ رومی نقش ونگار بیل بوٹوں ہی کا اجرا فرما دیں۔

چنانچہ پھر عبدالملک بن مروان نے شاہ روم کا خط پڑھ کر رکھ دیا اور اس کا ہدیہ واپس کر دیا۔ پھر شاہ روم نے خط لکھا اور اس میں یہ لکھا کہ تم نے میرے خط اور ہدیہ کی توہین کی۔ میرے پاس جواب لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی تو اولاً مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید میں نے ہدیہ کم بھیجا تھا تو میں نے اس میں اضافہ کر دیا۔ پھر میں نے اسے تمہارے پاس بھیجا اور اب میں اس ہدیہ میں تیسری مرتبہ اضافہ کر رہا ہوں۔ میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی قسم کھاتا ہوں کہ تم ضرور نقش ونگار بیل بوٹے کے بارے میں نظر ثانی کرو گے اور پہلے والے طرز پر رہنے دو گے۔ ورنہ پھر میں اپنے ملک میں دینا نیر و درا ہم کو ڈھلا رہا ہوں اپنے ہی ملک کے طریقے پر اور تمہیں یہ معلوم ہے کہ ہمارے یہاں اسی طریقہ سے ڈھالا جاتا ہے اور اسلام میں یہ طریقہ رائج نہیں تھا اور نہ ڈھالا گیا۔ اگر تم اسے نہیں مانتے تو تمہارے نبی کی تصویر کا نقش بنایا جائے گا۔ مجھے اُمید ہے کہ جب تم یہ خط پڑھو گے تو پسینے سے شرابور ہو جاؤ گے۔ اس لیے میں جو کہتا ہوں اس پر عمل کرو اور اپنے یہاں ہمارا ہی نقش رہنے دو۔ اس سے آپس میں تعلقات بڑھیں گے۔

جب یہ خط عبدالملک بن مروان نے پڑھا تو برہم ہو گیا اور معاملہ سنگین ہو گیا۔ اس نے یہ کہا کہ میں عبدالملک اسلام میں سب سے زیادہ منحوس پیدا ہوا ہوں اس لیے کہ اس کافر کی سب وشتم سے گویا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اُبھارا ہے اور جس نے ہمارے نبی کو گالی دی ہے وہ تادیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ چونکہ پورے ملک میں انہی رومی سکوں سے معاملات طے کیے جاتے تھے تو ان کا عرب ملکوں میں یکدم ختم کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ کا مشورہ

چنانچہ اس نے تمام ارکان سلطنت اسلام کو جمع کیا اور ان سے اس بارے میں مشورہ طلب کیا۔ لیکن کسی نے کوئی ایسا مشورہ نہیں دیا

جس پر عمل کیا جا سکے۔ لیکن روح بن زنباع نامی شخص نے کہا میرے یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ ایک شخص سے کچھ معاملہ حل ہو سکتا ہے۔ کیا آپ لوگ اس پر عمل کرنے کو تیار ہوں گے؟ عبدالملک نے کہا بتاؤ وہ کون ہے تو اس نے کہا اہل بیت کا ایک شخص باقر ہے۔ عبدالملک نے کہا تم نے بالکل سچ کہا۔ چنانچہ عبدالملک نے مدینہ منورہ کے عامل کے پاس لکھا کہ میں ایک شخص محمد بن علی بن الحسین کی نشاندہی کرتا ہوں۔ تم انہیں ایک لاکھ درہم تیاری کے لیے دے دو اور تین لاکھ خرچ کے لیے دے دو اور انہیں مع ان کے اصحاب کے یہاں تک آنے کے لیے اصرار کرو۔

چنانچہ محمد بن علی کی آمد تک کے لیے شاہ روم کے قاصد کو قید کر دیا گیا۔ چنانچہ جب محمد بن علی تشریف لائے تو ان کو ان حالات سے مطلع کیا گیا۔ محمد بن علی نے یہ مشورہ دیا کہ یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے اس لیے دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہوگی۔ اول یہ کہ خدائے قہار اس شخص کو کبھی نہیں چھوڑ سکتے جس نے جناب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں نازیبا کلمات استعمال کیے اور دھمکی بھی دی۔ دوسرے یہ کہ ایک ترکیب سمجھ میں آرہی ہے وہ یہ کہ آپ اسی وقت کاریگروں کو بلا کر دراہم و دنانیر کا سانچہ تیار کروا دیجئے جو سکوں میں توحید کا نقش ڈال دیں۔ ایک طرف **لا الہ الا اللہ** دوسری طرف **محمد رسول اللہ** کا نقش ڈلوا دیجئے اور سکوں کے درمیانی نقطے میں ڈھالنے کا سال اور اس شہر کا نام جہاں یہ سکہ بنایا گیا ہے۔

پھر تیس درہموں کا وزن تین طریقوں پر مقرر کر دیجئے۔ دس سکے دس مثقال کے اور دس سکے چھ مثقال کے اور دس سکے پانچ مثقال کے۔ اس طور پر یہ سکے اکیس مثقال کے ہو جائیں گے جو تقریباً تیس درہم کے برابر ہوں گے۔ پھر اگر ان کو سات مثقال میں تقسیم کر دیا جائے اور ہر سات کو شیشہ کے تھمبوں میں پگھلا کر ڈال دیں تا کہ کمی و زیادتی کا امکان ختم ہو جائے۔ اس طرح درہم کا وزن دس مثقال کے برابر ہو جائے گا اور دینار کا وزن سات مثقال کے برابر۔ اس طرح سے اس زمانہ میں درہم میں کسرویہ کا رواج چل پڑے گا۔ جسے بغلیہ کہتے ہیں اس لیے فاروق اعظم کے عہد خلافت میں خچر کے سر کا ایک نشان بنا ہوا ہوتا تھا جسے سکہ کسرویہ کہتے تھے اور اس کے اوپر بادشاہ کی تصویر اور تخت کی تصویر ہوتی تھی۔ فارسی زبان میں خور بخوش لکھا رہتا تھا۔

اور درہم کا وزن اسلام سے قبل ایک مثقال تھا اور وہ درہم جن کا وزن چھ مثقال، دس مثقال تھا وہ ہلکے اور وزن دار سکوں کے نام سے مشہور تھے اور ان پر فارسی نقوش بنے ہوئے تھے۔

چنانچہ یہ کام محمد بن علی کے مشورہ کے مطابق عبدالملک نے کر ڈالا۔ نیز عبدالملک نے محمد بن علی سے یہ بھی کہا کہ آپ ہی سکوں کے بارے میں تمام اسلامی ملکوں کو لکھ کر بھیج دیں کہ تمام لوگ ہمارے ڈھالے ہوئے سکوں سے ہی معاملات خرید و فروخت کریں جو شخص بھی اس کی خلاف ورزی کرے گا۔ اسے اس جرم میں قتل کیا جا سکتا ہے اور یہ بھی ہدایت کی گئی کہ جو سکے اس سے قبل چلتے تھے انہیں جمع کر کے دارالسلطنت ڈھالنے کے لیے بھیج دیئے جائیں۔

عبدالملک نے یہ اہم کام انجام دیا۔ اس کے بعد شاہ روم کے قاصد کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ شاہ روم سے یہ کہہ دینا کہ تم جو اقدام کر رہے ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ممنوع ہے اور میں نے تو تمام گورنروں کے پاس آرڈر بھیج دیا ہے اور یہ بھی تحریر کر دیا ہے کہ ماقبل کے سکوں کو بے حیثیت قرار دیا جا رہا ہے انہیں جمع کر کے دارالسلطنت میں نئے سرے سے اسلامی نقش کے مطابق ڈھالنے کے لیے بھیج دیا جائے۔

جب یہ ساری باتیں شاہ روم کو معلوم ہو گئیں تو درباریوں، ہم نشینوں نے شاہ روم سے کہا کہ جو آپ نے اس سے قبل بذریعہ قاصد شاہ عرب کو دھمکی دی تھی اس پر عمل کیجئے تو شاہ روم نے یہ جواب دیا کہ بھائی میں نے تو اپنے اس سخت رویے سے انہیں دھمکایا تھا۔ اور رعب

کے ذریعہ کام نکالنا چاہتا تھا۔لیکن وہ لوگ میری دھمکی میں نہیں آئے۔اب میں اس کے سوا اور کیا کر سکتا ہوں۔ ہمارے یہاں تو ہمارے ہی طرز کے مطابق سکے چلیں گے۔مسلمان اب ہمارے سکوں کو قبول نہیں کر سکتے۔

حاصل کلام یہ کہ شاہ روم کا کوئی زور نہ چل سکا اور ہوا بھی وہی جو مشورہ محمد بن علی بن حسین نے دیا تھا۔ یہ قصہ بیان کر کے ہارون الرشید نے دیکھنے کے لیے بعض خادموں کے پاس ایک درہم پھینکا۔

سیدنا عبداللہ بن الزبیرؓ کا علم خلافت بلند کرنا

کچھ دن کے بعد عبداللہ بن الزبیر نے عَلَمِ خلافت بلند کر دیا تو ان سے اہل یمن' اہل عراق' اہل الحرمین نے بیعت کر لی۔فوراً عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے عراق اور اس کے ارد گرد علاقوں کے لیے اپنے بھائی مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کو نائب بنا کر بھیج دیا۔اس وقت اُمت کا شیرازہ مزید بکھر گیا۔اور اس وقت اُمت دو خلیفوں کی قیادت کی نذر ہو گئی۔ان میں سب سے بڑے یہی عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ تھے' لیکن عبدالملک برابر مستعدی سے کام لیتے رہے۔آخر کار عبدالملک کا پلہ بھاری ہو گیا' یہی کامیاب نکلے۔آپس میں بہت جنگیں ہوئیں۔بعد میں عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے۔

ایک مرتبہ عبدالملک دمشق سے عراق کی طرف بڑھتا ہوا آ رہا تھا تو نائب مصعب بن الزبیر رضی اللہ عنہ ان سے برسر پیکار ہو گئے اور اس سے قبل عبدالملک نے اپنے لشکر کو چند باتوں کی ہدایت کر دی تھی۔چنانچہ لشکر والوں نے ان لوگوں کو رسوا کر کے رکھ دیا۔مصعب بن الزبیر رضی اللہ عنہ معدودے چند دستوں کے ساتھ میدان کارزار گرم کر رہے تھے۔خوب جنگ ہوئی۔مصعب بن الزبیر رضی اللہ عنہ بڑی دلیری اور شجاعت کا اظہار کر رہے تھے۔وہ برابر لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید کر دیئے گئے۔اس جنگ کے بعد عبدالملک عراق وخراسان پر قابض ہو گئے۔چنانچہ عبدالملک نے ان دونوں جگہوں پر اپنے بھائی بشر بن مروان کو نائب بنا کر بھیج دیا۔پھر دوبارہ عبدالملک دمشق واپس آ گیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے جنگ

کچھ دنوں کے بعد عبدالملک نے حجاج بن یوسف الثقفی کو ایک لشکر جرار کے ساتھ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے جنگ کے لیے بھیج دیا۔چنانچہ اس نے فوراً جا کر ان کا محاصرہ کر لیا۔چاروں طرف سے ان کا راستہ تنگ کر دیا اور کوہ ابوقبیس میں ایک گوپھن (منجنیق) نصب کر دی۔

اس لشکر جرار کے محاصرے کے باوجود عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ جوانمردی کے ساتھ شجاعت و دلیری کا مظاہرہ کرتے رہے۔تنہا ان لوگوں کو شکست دے دیتے تھے۔اکثر انہیں مسجد کے دروازوں سے پیچھے نکال دیتے۔یہ لڑائی اور محاصرہ چار ماہ تک رہا۔آخر کار ان کے اوپر ایک زبردست حملہ ہوا اور مسجد کی ایک برج ان پر گرا دی گئی جس میں یہ دب کر زخمی ہو گئے۔دشمنوں نے موقع پا کر ان کی گردن جدا کر دی۔حجاج بن یوسف نے ان کے جسم کی بے حرمتی کرتے ہوئے نعش کو سولی پر لٹکا دیا۔

عبدالملک خلیفہ ہونے سے قبل عبادت گزار' عالم اور فقیہہ آدمی تھا۔ان کی گردن لمبی' چہرہ پتلا' دانت سونے کے تار سے بندھے ہوئے نہایت سمجھدار شخص تھے۔کسی پر بھروسہ نہیں کرتے تھے اور نہ کسی غیر کو کوئی اہم کام سپرد کرتے تھے۔بے حد بخیل تھے۔ان کے بخل کی وجہ سے لوگ انہیں پتھر کا پسینہ' گندا منہ ہونے کی وجہ سے ابوذباب کہتے تھے۔فخر و مباہات کو پسند کرتے تھے۔خون ریزی کے شوقین تھے۔

مؤرخ ابن خلکان لکھتے ہیں عبدالملک چونکہ بادشاہ تھے جیسے اس کے اخلاق تھے وہی اخلاق اس کے ماتحت گورنروں میں منتقل ہو کر آ گئے۔چنانچہ عراق میں حجاج بن یوسف الثقفی' خراسان میں المهلب بن ابی صفرہ' مصر میں ہشام بن اسماعیل اور عبداللہ مغرب میں موسیٰ بن نصیر' یمن میں حجاج کا بھائی محمد بن یوسف' جزیرہ میں محمد بن مروان وغیرہ سارے کے سارے ظالم و جابر خون ریز طبیعت کے حکمران

تھے۔(وفیات الاعیان)

ایک عجیب واقعہ

ابن خلکان کہتے ہیں کہ جناب محمد اور ان کے والد علی بن عبداللہ بن عباس دونوں ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان کے دربار میں آئے۔ان کے پاس قیافہ شناس بیٹھا ہوا تھا۔اتنے میں عبدالملک نے قیافہ شناس سے کہا کہ کیا تم ان دونوں کو جانتے ہو تو قیافہ شناس نے کہا میں ان دونوں سے واقف نہیں ہوں لیکن مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نوجوان جس کے ساتھ اس کا فرزند ہے۔اس کی پشت سے بہت سے فرعون پیدا ہوں گے جو روئے زمین کے مالک ہو جائیں گے۔ہم میں سے جس کو چاہیں گے قتل کر دیں گے۔یہ سن کر عبدالملک کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔عبدالملک نے کہا ہاں صحیح کہہ رہے ہو۔اس سے قبل ایلیا کے راہب نے بھی اس قسم کی باتیں بتائی تھیں کہ ان کی پشت سے تیرہ بادشاہ پیدا ہوں گے۔مزید اس راہب نے ان کی صفات سے بھی آگاہ کیا تھا۔اھ (وفیات الاعیان)

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے الاخبار الطوال میں ذکر کیا ہے کہ جس وقت عبدالملک بن مروان مرنے لگا تو اس نے اپنے بیٹے ابو ولید کو بلا کر یہ نصیحت کی کہ اے ولید! مجھے یہ پسند نہیں کہ جس وقت میری نعش قبر میں رکھی جائے تو تم پریشان لوگوں کی طرح روتے پھرو۔ بلکہ تم کپڑے پہن کر تیار ہو جانا۔ چیتے کی کھال پہن کر کھڑے ہو جانا۔اگر تمہاری بیعت کے بارے میں کوئی بھی سر ہلا دے تو تم اسے موت کے گھاٹ اُتار دینا۔اھ

عبدالملک بن مروان کا لقب حمامۃ المسجد سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے رکھا تھا اس لیے کہ جب خلافت ان کی طرف منتقل ہوئی تو یہ مسجد میں تلاوت قرآن میں مصروف تھے۔ یہ حالت دیکھ کر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں حمامۃ المسجد (مسجد کا کبوتر) کا لقب دیا تو اس وقت فوراً منطبق ہو گیا۔اس کے بعد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں سلام کر کے فرمایا کہ اب میں تم سے جدا ہو رہا ہوں۔

بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ روئے زمین سے اُٹھ جائیں تو پھر ہم مسائل کس سے پوچھا کریں گے تو آپ نے فرمایا کہ اس نوجوان عبدالملک نامی آدمی سے پوچھ لینا۔

عبدالملک بن مروان کی وفات شوال ۸۶ھ میں ہوئی۔ان کی عمر کے بارے میں اختلاف ہے۔بعض ۶۳ سال کچھ ۶۰ سال کی عمر بتاتے ہیں۔انہوں نے سترہ اولادیں چھوڑیں جن میں سے چار کو خلافت ملی۔

یہ ۲۱ سال ۱۵ دن مسند خلافت پر فائز رہے جس میں سے ۸ سال عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے خلافت کے بارے میں جنگ کرتے رہے۔پھر بعد میں ساری حکومت ان کے حصہ میں آ گئی۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

خلافت عبداللہ بن الزبیر

یہ چھٹے خلیفہ تھے چنانچہ انہیں معزول کر کے شہید کر دیا گیا

اس سے قبل یہ بات گزر چکی ہے کہ معاویہ بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان خود بخود خلافت سے دستبردار ہو گئے تھے۔تو عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ چھٹے خلیفہ کیسے ہو جائیں گے۔ نیز یہ بھی گزر چکا ہے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بھی خود بخود دستبردار ہو گئے تھے۔ان دونوں باتوں کو اگر ملحوظ رکھا جائے تو سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ چھٹے خلیفہ نہیں ہو سکتے۔

سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت ۲۳ رجب ۶۴ھ میں مکہ مکرمہ میں لی گئی تھی۔ یہ دور یزید بن معاویہ کا چل رہا تھا جیسے کہ

گزرا۔ چنانچہ ان سے اہل عراق' اہل مصر اور بعض شامیوں نے بیعت کر لی۔ پھر انہی لوگوں نے قتل وقتال کے بعد مروان سے بھی بیعت کر لی۔ لیکن عراق والے عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کا آخر تک ساتھ دیتے رہے۔ یہ تقریباً ۷۱ھ کا واقعہ ہے۔ یہ وہی سال تھا جس میں عبدالملک بن مروان نے ان کے بھائی مصعب بن الزبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تھا۔ اسی کے ساتھ ساتھ کوفہ کا محل بھی منہدم کر دیا گیا تھا۔

محل کو منہدم کر دیا گیا

ایک دن عبدالملک بن مروان اس قصر الامارۃ نامی محل میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سامنے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا سر رکھا ہوا تھا۔ عبدالملک بن عمیر نے عرض کیا کہ عالی جاہ امیر المؤمنین اس سے قبل میں اور عبداللہ بن زیاد اسی محل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے سامنے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا۔ پھر ایک دن میں اور المختار بن ابی عبید یہیں بیٹھے ہوئے تھے تو عبیداللہ بن زیاد کا سر کاٹ کر لایا گیا۔ پھر میں اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ یہیں بیٹھے ہوئے تھے تو ہمارے سامنے المختار کا سر پیش کیا گیا۔ پھر آج اس وقت میں آپ کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں تو مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کا سر کٹا ہوا سامنے موجود ہے۔

حضور والا میں اس محل کی اس مجلس سے پناہ چاہتا ہوں۔ یہ سن کر عبدالملک کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ یکدم کھڑا ہوا اور اس محل کو منہدم کرنے کا حکم صادر کیا۔

مصعب بن الزبیرؓ

مصعب بن الزبیر رضی اللہ عنہ سخی المزاج' بہادر' دلیر' چودھویں رات کے چاند کی طرح خوب صورت آدمی تھے۔ جب مصعب بن الزبیر رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے تو ان کے حمایتی پست ہو گئے۔ اور عبدالملک نے ان کے ماننے والوں کو اپنی بیعت کے لیے آمادہ کر لیا تو سب تیار ہو گئے اور عبدالملک کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس کے بعد عبدالملک کوفہ میں داخل ہوئے۔ پھر ان کے بھی اثرات عراق میں ہو گئے اور حکم انہی کا چلنے لگا۔ شام اور مصر بھی ان کی حکومت میں آ گئے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ شہید کر دیا گیا

پھر ۷۳ھ میں حجاج بن یوسف الثقفی نے لشکر لے کر مکہ میں عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کو قابو میں کرنے کے لیے محاصرہ کر لیا۔ منجنیق سے بیت اللہ میں پتھر برسائے۔ حجاج اپنی مہم میں کامیاب ہو گیا۔ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر کے شہید کر دیا۔ ان کی گردن جدا کر کے اُلٹا سولی میں لٹکا دیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد اُتار کر یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر دیا۔

بعض مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ حجاج نے یہ کہا تھا کہ میں ان کی نعش کو سولی سے اس وقت تک نہیں اُتاروں گا جب تک کہ اس کی ماں اسماء بنت ابی بکرؓ مجھ سے سفارش نہ کریں۔ اسی حالت میں ایک مدت گزر گئی۔ ایک دن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی ماں اسماءؓ گزر رہی تھیں۔ دیکھ کر کہنے لگیں کہ اب تک یہ شہسوار سر بلند ہے۔ جب یہ بات حجاج کو معلوم ہوئی تو اس نے نعش کو اُتارنے کا حکم دیا اور ان کی ماں کے سپرد کر دی۔ ان کی ماں نے لے کر دفن کر دیا۔ (ان کی شہادت کا تذکرہ باب الشین شاۃ کے عنوان میں بھی آ جائے گا)

مدت خلافت

عبداللہ بن زبیر کی خلافت حجاز و عراق میں ۹ سال ۲۲ دن رہی۔ پھر یہ شہید کر دیئے گئے۔ ان کی عمر ۷۳ سال یا ۷۲ سال کی ہوئی ہے۔

خلافت الولید بن عبدالملک

عبدالملک کی وفات کے بعد ان کے بیٹے الولید بن عبدالملک تخت نشین ہوئے۔ اسی لیے کہ انہی کو ولی عہد بنایا گیا تھا۔ یہ نہایت بدخلق، ناک بہتی ہوئی، چال میں گھمنڈ، تھوڑی سوجھ بوجھ کا آدمی تھا۔ یہ تین دن میں قرآن کریم تلاوت میں ختم کر دیتا تھا۔

ابراہیم بن ابی عبلہ کہتے ہیں کہ الولید بن عبدالملک کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ یہ کہتا تھا کہ اگر لواطت کا ذکر قرآن مقدس میں نہ ہوتا تو مجھے خبر بھی نہ ہوتی کہ لواطت کیا چیز ہے اور کوئی لواطت بھی کرتا ہے۔ جس دن ان کے والد عبدالملک بن مروان کا انتقال ہوا اُسی دن ولید سے بیعت لی گئی۔ بیعت لینے کے بعد گھر میں بھی نہیں گئے تھے فوراً ممبر پر آئے اور یہ الفاظ کہے:

الحمد للّٰہ انا للہ وانا الیہ راجعون واللّٰہ المستعان علی مصیبتنا بامیر المؤمنین والحمدللّٰہ علی ما انعم بہ علینا من الخلافۃ قوموا فبایعوا۔

گویا انہوں نے والد کے انتقال پر تعزیتی الفاظ کہے۔ اللہ سے تعاون کی اُمید باندھی، شکر یہ ادا کیا اور لوگوں کو اپنی خلافت کے لیے اُبھارا۔

بہترین کارنامے وعمدہ انتظامات

حافظ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ الولید بن عبدالملک اہل شام کے نزدیک سب سے اچھا خلیفہ تسلیم کیا جاتا تھا۔ اس نے بہت سے کارنامے انجام دیئے۔ دمشق میں بہت سی مسجدیں بنوائیں۔ کوڑھیوں کا وظیفہ مقرر کیا ان کو مزید یہ تاکید کی کہ مانگنا چھوڑ دیں۔ چلنے پھرنے سے معذور لوگوں کے لیے نوکر متعین کئے۔ اندھوں کے لیے ایک راہنما مقرر کیا۔ حفاظ کو وظائف وہدایا سے نوازتا اور لوگوں میں بھی داد ودہش کا معاملہ رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ مقروض کا بوجھ ہلکا کرتا تھا۔ جامع مسجد الاموی بنوائی۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے عبادت خانوں کو منہدم کرا دیا۔ یہ تمام ترقیاں ذی قعدہ ۸۶ھ میں ہوئیں۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ ولید نے ۱۲ ہزار جامع مساجد سنگ مرمر کی تعمیر کرانا شروع کر دی تھیں لیکن وہ ان کے مکمل ہونے سے پہلے ہی وفات پا گیا۔ اس کے بعد اس کے بھائی سلیمان بن عبدالملک نے یہ کام تکمیل تک پہنچایا۔ تقریباً ان مساجد کی تعمیر میں ۴۰۰ صندوق خرچ ہوئے۔ ہر صندوق میں ۲۸ ہزار دینار تھے۔ انہی صندوقوں میں چھ سو سونے کی زنجیریں مشعل اور قندیلوں کے لیے موجود تھیں۔ قندیلوں میں یہ زنجیریں عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت تک موجود تھیں۔ بعد میں ان قیمتی زنجیروں کو بیت المال میں جمع کر دیا گیا۔ ان کے عوض لوہے اور پیتل کی زنجیریں بنوا کر لگا دی گئیں۔ اسی طرح اس نے بیت المقدس میں قبۃ الصخرہ کی تعمیر کروائی۔ مسجد نبوی کو بنوایا۔ مسجد نبویؐ میں اتنی وسعت سے کام لیا کہ اس میں نبی اکرم ﷺ کا حجرہ مبارک بھی شامل ہو گیا۔ ولید بن عبدالملک کے اس کے علاوہ اچھے اچھے کارنامے ہیں۔

سیدنا عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ جس وقت میں نے ولید کو ان کی قبر لحدی میں اُتارا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے کفن میں مضطرب ہو گیا اور اس کے ہاتھ گردن سے بندھ گئے۔ (نسال اللہ العافیۃ)

فتوحات

الولید بن عبدالملک کے زمانہ خلافت میں زبردست فتوحات حاصل ہوئیں۔ مثلاً سندھ کچھ حصہ ہندوستان اور اندلس وغیرہ کا علاقہ فتح ہو گیا۔ اس کے علاوہ اور بھی مشہور علاقے فتح ہو گئے۔ ولید بن عبدالملک بہترین قسم کی سواریوں میں سوار ہوتا تھا۔ یہ ولید سفر اور جنگ

وغیرہ سے حتی الامکان احتراز کرتا تھا بلکہ خوف محسوس کرتا تھا۔

علقمہ بن صفوان احمد بن یحییٰ سے روایت کرتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ [1] نے فرمایا کہ سال میں ۱۲ دنوں سے بچتے رہو اس لیے کہ یہ تمہارے مالوں کو ختم کر دیں گے۔ پردوں کو پھاڑ دیں گے۔ تو ہم نے کہا وہ کون سے ایام ہیں اے اللہ کے رسول ﷺ! فرمایا ۱۲ محرم' ۱۰ صفر' ۴ ربیع الثانی' ۱۸ جمادی الاول' ۱۲ جمادی الثانیہ' ۱۲ رجب' ۷ اشعبان' ۱۴ رمضان' ۲ شوال' ۱۸ ذی قعدہ اور ۸ ذی الحجہ ہیں۔''

امام دمیریؒ کہتے ہیں کہ جو اس سے قبل بات کہی گئی تھی کہ الولید بن عبدالملک نے قبۃ الصخرہ کی تعمیر کرائی ہے درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ اسے اس کے والد (عبدالملک) نے فتنہ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تعمیر کرایا تھا۔ جس وقت عبدالملک بن مروان نے اہل شام کو حج کرنے سے محض اس لیے روک دیا تھا کہ کہیں عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ ان لوگوں سے اپنی بیعت نہ لینے لگیں تو تمام لوگ عرفہ کے دن قبۃ الصخرہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حادثہ پیش آ گیا جیسے کہ عن قریب ابن خلکان کے حوالہ سے آ جائے گا۔ تو قبۃ الصخرہ کے بارے میں یوں جواب دیا جا سکتا ہے کہ غالباً الولید بن عبدالملک نے کسی وجہ سے اسے منہدم کرا دیا تھا۔ پھر بعد میں اسے تعمیر کرایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

وفات

ولید بن عبدالملک کی وفات ۱۵ جمادی الآخر ۹۶ھ کو مروان کے گھر میں ہوئی۔ ان کی عمر کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ۴۶ سال کی ہوئی۔ بعض ۴۷ سال' کچھ ۵۰ سال کی عمر بتاتے ہیں۔ انہوں نے چودہ اولادیں چھوڑیں۔ مقبرہ باب الصغیر میں عمر بن عبدالعزیز کے ہاتھوں دفن ہوئے۔ ولید بن عبدالملک کی خلافت ۹ سال ۸ ماہ رہی۔ بعض نے ۱۰ سال کا ذکر کیا ہے۔

خلافت سلیمان بن عبدالملک

پھر الولید بن عبدالملک کے بعد ان کے بھائی سلیمان نے زمام حکومت سنبھالی۔ اس لیے کہ ان دونوں کے والد محترم نے ان دونوں کو ولی عہد بنا لیا تھا۔ سلیمان سے بیعت خلافت اس دن لی گئی جس دن اس کے بھائی ولید کا انتقال ہو گیا۔ انتقال کے وقت سلیمان بن عبدالملک مقام رملہ میں سکونت پذیر تھے جب انہیں خلیفہ تسلیم کر لیا گیا تو انہوں نے یہ ذمہ داری قبول کر لی اور اسی وقت دمشق روانہ ہو گئے۔ مسجد الجامع الاموی کی تعمیر کے تکملہ میں مصروف ہو گئے (جیسے کہ تعمیر کا تذکرہ ابھی گزرا) اسی دوران سلیمان بن عبدالملک نے اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو ۹۷ھ میں غزوہ روم میں بھیج دیا۔ یہ قسطنطنیہ میں داخل ہو گئے اور وہیں قیام کیا۔ مزید وضاحت باب الجیم جراد (ٹڈی) کے عنوان میں آ جائے گی۔

حسن اخلاق

ایک مرتبہ ایک عام آدمی ان کے دربار میں آیا اور اس نے یہ کہا اے امیر المؤمنین انشدک اللّٰہ والاذان (میں آپ کو خدا اور

---

[1] یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے بلکہ اپنے مضمون کے اعتبار سے موضوع ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے زمانہ اس کے سال' مہینے اور دنوں میں کوئی نحوست نہیں۔ اس مضمون کی مشہور اور قابل اعتماد احادیث بکثرت موجود ہیں۔ مثلاً خود حضرت عائشہؓ کی روایت جس میں صفر کے مہینہ سے متعلق نحوست کے عام تخیل کی جڑ کاٹی گئی ہے۔ اسلام سعادت ایام ولحات تو باور کرتا ہے لیکن نحوست اس کی بلند پایہ تعلیمات اور افکار کے سراسر منافی ہے۔ دمیریؒ کی اس حدیث کو ہماری اس وضاحت کی روشنی میں مطالعہ کرنا چاہیے۔

اذان کی قسم دیتا ہوں) یہ سن کر سلیمان نے کہا کہ میں انشدک اللہ تو سمجھ گیا لیکن الاذان کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ تو اس آدمی نے جواب دیا کہ اذان سے میری مراد اللہ کا قول ہے اور وہ یہ ہے:

"﴿فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾" (الاعراف)

"پھر ایک پکارنے والا ان دونوں (اہل جنت و اہل دوزخ) کے درمیان میں پکارے گا کہ اللہ کی مار ہو ان ظالموں پر۔"

سلیمان نے کہا اچھا یہ بتاؤ تمہیں کیا پریشانی ہے' تمہارے اوپر کیا ظلم ہو رہا ہے؟ تو اس آدمی نے کہا کہ میری فلاں زمین پر آپ کے عامل (گورنر) نے زبردستی قبضہ کر رکھا ہے۔ یہ سنتے ہی سلیمان تخت سے نیچے اُتر آئے اور وہ اپنے چہرے کو زمین سے لگا کر لیٹ گئے۔ فرمایا کہ خدا کی قسم! جب تک اس زمین کی واپسی کے بارے میں تحریر نہ لکھ دی جائے گی اسی حالت میں رہوں گا۔

چنانچہ خلیفہ اسی حالت میں تھے کہ منشی نے فوراً گورنر کے نام ایک خط لکھا کہ فلاں آدمی کی زمین واپس کر دی جائے۔ اس لیے کہ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے جب قرآن کریم کی یہ آیت سنی جس میں رب کائنات اور اس کی نعمتوں کی فراوانی کا ذکر تھا تو وہ ڈر گئے کہ کہیں اللہ کی لعنت و پھٹکار اسی پر نہ پڑ جائے۔

سلیمان بن عبدالملک کے کارنامے

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ سلیمان نے حجاج بن یوسف کے جیل خانہ سے تقریباً تین لاکھ قیدیوں کو رہا کر دیا تھا۔ اس سلسلے میں باقاعدہ حجاج کے آل واولاد سے مسلسل مطالبہ بھی کیا تھا۔

نیز سلیمان نے چچازاد بھائی عمر بن عبدالعزیز کو اپنا مشیر کار اور وزیر بنا لیا تھا اور یزید بن ابی مسلم کو حجاج کا وزیر نامزد کر دیا تو عمر بن عبدالعزیز نے سلیمان سے کہا کہ حضور والا میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ حجاج کے تذکرہ کو یزید کی نامزدگی سے زندہ نہ کیجئے تو سلیمان نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا کہ اے عمر! میں نے انہیں دینار و درہم کے بارے میں بالکل خائن نہیں پایا تو عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! ابلیس بھی بہ نسبت اس شخص کے دینار و درہم کے سلسلہ میں زیادہ پاک دامن ہے۔ حالانکہ ابلیس نے ساری مخلوق کو گمراہ کر دیا ہے۔ چنانچہ ان کی گفتگو کے بعد سلیمان اپنے ارادے سے باز رہا اور یزید سے عہدہ واپس لے لیا۔

ابوالعباس المبرد نے کامل میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ یہی یزید سلیمان بن عبدالملک کے دربار میں آیا (اور یزید نہایت بدخلق و بد صورت آدمی تھا) تو سلیمان نے اسے دیکھ کر کہا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کا حال بُرا کرے جس نے تجھے ڈھیل دی اور جس نے تجھے اپنی امانت میں شریک کیا۔ تو اس نے کہا اے امیر المؤمنین آپ اس طرح نہ کہیے۔ سلیمان نے کہا کیوں نہ کہوں؟ تو اس نے کہا کہ آپ نے مجھے دیکھا ہوگا کہ معاملات مجھ سے گریز کرتے ہیں۔ اگر آپ یہ دیکھ لیں کہ معاملات میری طرف متوجہ ہوتے ہیں تو آپ مجھے سراہتے اور برا بھلا نہ کہتے بلکہ مجھے نازیبا بات کہنے کی ہمت تک نہ ہوتی۔ سلیمان نے کہا کیا حجاج اس کے بعد جہنم کے گڑھے میں نہیں چلا گیا تو اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! اس قسم کی باتیں حجاج بن یوسف کے بارے میں نہ کہیے۔ سلیمان نے کہا کیوں نہ کہوں؟ تو اس نے کہا کہ اس لیے کہ حجاج نے منبروں پر چڑھ کر آپ لوگوں کے لیے تقریریں کی ہیں یہاں تک کہ ظالم و جابر لوگوں نے بھی کان لگا کر سنیں۔ حجاج تو قیامت کے دن آپ کے والد کے دائیں جانب اور بھائی کے بائیں جانب ساتھ ساتھ ہو کر آئے گا۔ جہاں کہیں بھی وہ دونوں جائیں گے حجاج بھی جائے گا۔

اخلاق وعادات

سلیمان، فصیح، بلیغ اور ادیب بادشاہ تھا۔ عدل وانصاف کا خوگر، جہاد کا متوالا، علوم عربیہ سے شوق وذوق رکھتا تھا۔ دین داری، بھلائی، قرآن کریم کی اتباع، شعائر اسلام کی حفاظت کرتا اور خون ریزی سے گریز کرتا تھا۔ اسی کے ساتھ ساتھ کثرت جماع کا عادی تھا۔ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ سلیمان کی روزانہ سو رطل شامی خوراک تھی سب ہضم کر جاتا تھا۔

سلیمان کے دو بہترین کارنامے

سلیمان نے خلیفہ بننے کے بعد سب سے اچھا کارنامہ یہ کیا کہ نماز کو اول وقت میں پڑھنے کا حکم دیا۔ ورنہ اس سے قبل بنوامیہ میں آخر وقت تک پڑھتے رہتے تھے۔

امام محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ سلیمان بن عبدالملک کی خوبی یہ ہے کہ خلافت پر آتے ہی اس نے دو نمایاں کام کئے اول یہ کہ خلافت پر متمکن ہوتے ہیں نماز اول وقت میں پڑھنے کی زندہ مثال قائم کی۔ دوسرے یہ کہ اپنی خلافت کے خاتمہ پر اپنا بہترین خلیفہ اور جانشین بنایا اور وہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز ہیں۔

مفضل وغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سلیمان جمعہ کے دن غسل کر کے حمام سے باہر آیا۔ سبز جوڑا پہنا، سبز ہی عمامہ باندھا، سبز فرش پر بیٹھا اور ارد گرد سبز رنگ کی چیزیں رکھ دی گئیں۔ پھر اس نے اپنی صورت آئینہ میں دیکھی تو وہ اس وقت خوب جچ رہا تھا۔ نشاط میں آ کر کہنے لگا کہ ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول تھے۔ ان کے جانشین خلیفہ اول ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نرم دل تھے۔ خلیفہ ثانی عمر فاروق رضی اللہ عنہ حق وباطل میں فرق کرنے والے تھے۔ عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ شرم وحیا کے پیکر تھے۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ دلیر وبہادر۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بردبار، یزید صبر وتحمل کے عادی، عبدالملک مدبر سیاست دان تھے اور ولید بن عبدالملک جابر وظالم تھا اور میں ایک نوجوان بادشاہ ہوں۔ یہ کہہ کر جمعہ کی نماز کے لیے چل پڑا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ گھر کے صحن میں ایک باندی یہ اشعار گنگنا رہی ہے ؎

انت نعم المتاع لو کنت تبقی غیر ان لا بقاء للانسان

''آپ بہترین سامان ہیں کاش کہ ہمیشہ رہتے۔ لیکن انسان کے لیے بقاء اور دوام نہیں ہے۔''

لیس فیما بدالنا منک عیب عابه الناس غیر انک فانی

''جو بھی آپ نے ہمارے لیے کیا اس میں کوئی عیب نہیں۔ لوگوں نے آپ میں سوائے فنا ہونے کے اور کوئی عیب نہیں نکالا''

جب سلیمان نماز جمعہ سے فارغ ہو گئے تو گھر آئے۔ آپ نے باندی سے پوچھا کہ جس وقت میں نماز کے لیے جا رہا تھا تو کیا پڑھ رہی تھی تو اس نے کہا میں تو کچھ بھی نہیں گا رہی تھی تو اس نے کہا کیسے نکل سکتی ہوں تو سلیمان نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون، تو نے مجھے موت کی اطلاع دی ہے۔ پھر اس کے بعد ایک جمعہ بھی نہیں گزرا تھا کہ سلیمان کی وفات ہو گئی۔

سلیمان کی وفات اور مدت خلافت

بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ سلیمان نے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا اس کی آواز بلند تھی اور دور تک سنائی دیتی تھی۔ اچانک بخار آ گیا۔ اس کے باوجود خطبہ دیتا رہا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد آہستہ آہستہ خطبہ دینے لگا۔ یہاں تک کہ قریب کے آدمی بھی نہیں سن پا رہے تھے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنی ایڑیاں زمین پر رگڑنے لگا۔

اس کے بعد ایک ہفتہ بھی نہیں گزرنے پایا تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ ابن خلکان کہتے ہیں کہ سلیمان کو بخار ہوا اور اسی رات انتقال ہو

گیا۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ انہیں نمونیا ہو گیا تھا۔ انتقال ۱۰ صفر ۹۸ھ میں ہوا اور کچھ لوگوں نے لکھا ہے کہ انتقال مقام مرج وابق قنسرین کے علاقہ میں ہوا۔ کل ۳۹ سال کی عمر پائی۔ بعض نے ۴۵ برس کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ تخت خلافت پر دو سال آٹھ ماہ متمکن رہے۔

خلافت سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ

سلیمان بن عبد الملک کے بعد خلیفہ راشد، عالم جلیل ابو حفص عمر بن عبد العزیز تخت نشین ہوئے۔ آپ سے بیعت اس دن کی گئی جس دن کہ سلیمان بن عبد الملک کا انتقال ہوا۔ اس لیے کہ سلیمان نے ان کو ولی عہد بنایا تھا۔

انہیں بنوامیہ کا اشج (داغدار) کہا جاتا تھا۔ ان کی ماں کا نام ام عاصم جو عاصم بن عمر بن خطاب کی صاحبزادی تھیں ماں کی طرف سے امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کے جد امجد ہوتے ہیں۔

عمر بن عبد العزیز زبردست تابعی ہیں۔ انہوں نے انس بن مالک، السائب بن یزید وغیرہ سے روایتیں کی ہیں۔ پھر آپ سے ایک جم غفیر نے روایت کی ہے۔ آپ کی ولادت ۶۱ھ میں ہوئی۔

امام احمدؒ کہتے ہیں کہ تابعین میں سوائے عمر بن عبد العزیز کے کسی کا قول حجت نہیں ہے۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ عمر بن قیس کہتے ہیں کہ جس وقت سیدنا عمر بن عبد العزیز کو خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے ایک آواز سنی لیکن کہنے والا معلوم نہیں ہو سکا۔ وہ یہ ہے ؎

من الآن قد طابت و قر قرارها　　　علی عمر المهدی قام عمودها

''اب سے وقت اور سکون کی جگہ اچھی ہو گئی ہے اور اس کا ستون رہنما عمر کے ذریعے سے قائم ہو گیا ہے۔''

سیدنا عمر بن عبد العزیز متقی، پرہیزگار، عابد و زاہد اور سچے آدمی تھے۔ خلفاء میں آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جس نے مہمان خانہ و قیام گاہ اور سرائے وغیرہ کی بنیاد ڈالی اور مسافروں کے لیے بہترین انتظام کیا۔ آپ ہی پہلے خلیفہ ہیں کہ جنہوں نے جمعہ کے خطبہ میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے تذکرہ کی بجائے **ان اللہ یامر بالعدل والاحسان** کا اضافہ کیا ورنہ بنوامیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے تھے۔ کثیر عزہ نے کہا ہے ؎

ولیت ولم تسبب علیا ولم تخف　　　مربیا ولم تقبل مقالة مجرم

''تم رخصت ہو گئے نہ علی کو برا بھلا کہا نہ کسی مربی سے ڈرے اور نہ کسی مجرم کے قول کا اعتبار کیا۔''

وصدقت القول الفعال مع الذی　　　اتیت فامسی راضیا کل مسلم

''جس موثر قول کو تم اپنے ساتھ لے کر آئے ہو اس کی تم نے تصدیق کی۔ چنانچہ اس سے ہر مسلمان آدمی راضی ہو گیا۔''

فما بین شرق الارض والغرب کلها　　　مناد ینادی من فصیح و اعجم

''دنیا کے مشرق و مغرب ہر جگہ گونگے اور بولنے والے منادی یہ آواز دے رہے ہیں۔''

یقول امیر المؤمنین ظلمتنی　　　باخذک دیناری واخذک درهمی

''وہ یہ کہہ رہا ہے کہ امیر المؤمنین نے مجھ پر میرا دینار و درہم لے کر ظلم کیا ہے۔''

فاربح بها من صفقة المبایع　　　و اکرم بها من بیعة ثم اکرم

''تم بیعت کرنے والے کے معاملہ سے فائدہ اُٹھاؤ اور اس بیعت سے خود بھی بار یاب ہو اور دوسروں کو بھی شرف حاصل کرنے دو۔''

خلافت پر آتے ہی عمر بن عبدالعزیز نے اپنے گورنروں کے پاس اس طرح کے احکام بھیجے۔ مثلاً کسی بھی قیدی کے بیڑیاں نہ ڈالی جائیں اس لیے کہ نماز پڑھنے میں رکاوٹ ہوگی۔ اسی طرح دوسرے بصرہ کے عامل عدی بن ارطاۃ کے پاس لکھا کہ تم چار راتوں میں عبادت وریاضت ضرور کیا کرو۔ اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ رحمت کاملہ نازل فرماتے ہیں۔ (۱) رجب کی پہلی رات (۲) شعبان کی پندرھویں رات (۳، ۴) عیدین کی رات۔ دیگر گورنروں کو یہ بھی تاکید فرمائی کہ جس وقت کوئی مظلوم مدد کے لیے پکارے تو ضرور اس کا تعاون کرو۔ ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے جو تم کو غلبہ اور قوت عطا فرمائی ہے اس سے خوف کیا کرو ورنہ اللہ کے سامنے حاضری اور اس کے دردناک عذاب کے لیے تیار ہو جاؤ۔

بعض مؤرخین نے محمد بن المروزی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جس وقت سیدنا عمر بن عبدالعزیز خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کی تجہیز تکفین سے فارغ ہوئے تو انہوں نے زمین میں ایک لرزہ محسوس کیا تو فرمایا مجھے لرزہ کیوں محسوس ہو رہا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ لرزہ نہیں بلکہ خلافت کی سواریاں ہیں جو آپ سے قریب ہو رہی ہیں تاکہ آپ خلافت کے لیے ان پر سوار ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ارے بھائی کہاں میں اور کہاں خلافت کی اہمیت کی حامل سواریاں کیا مناسبت ہے؟ اتنے میں لوگ عمر بن عبدالعزیز کی سواری کے قریب آ گئے۔ ان کے لیے سواری نزدیک لائی گئی۔ چنانچہ آپ اس میں سوار ہو گئے۔ اتنے میں کوتوال ایک چھوٹا سا نیزہ لیے ان کی سواری کے قریب آگے آگے چلنے لگا۔ اس سے قبل خلفاء میں یہی دستور چلا آ رہا تھا۔ اس کے باوجود آپ نے فرمایا کہ کوتوال صاحب یہ نہ کیجئے اور نہ میرے آگے چلئے۔ میرا اور آپ کا کیا جوڑ ہے؟ میں تو مسلمانوں کا ایک ادنیٰ خادم ہوں۔ یہ سن کر بلا امتیاز تمام لوگ ایک ساتھ مل کر چلنے لگے۔ سامنے مسجد آ گئی تو آپ مسجد میں داخل ہو کر منبر پر تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی نبی پاک ﷺ پر درود شریف پڑھنے کے بعد فرمایا:

لوگو! بغیر کسی میرے مشورہ یا خواہش کے مجھے خلیفہ بنایا گیا ہے اور نہ کسی مسلمان کی اجازت یا عوام کے مطالبہ سے مجھے خلیفہ چنا گیا اس لیے میں خلافت سے دستبردار ہوتا ہوں۔ آپ کو اختیار ہے کہ میرے علاوہ چاہے جس کو اپنا خلیفہ اور حاکم بنا لیں۔

یہ سنتے ہی تمام مسلمان چیخ پڑے کہ نہیں نہیں امیر المؤمنین ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ہم آپ کو اپنا حاکم بناتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد لوگوں میں خاموشی چھا گئی تو آپ نے حمد وثنا کے بعد فرمایا:

لوگو! اللہ سے ڈرو میں تم لوگوں کو خاص طور پر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اس لیے کہ اللہ سے ڈرنا ہر چیز کا نعم البدل ہے اور اللہ سے ڈرنے سے زیادہ کوئی کام اچھا نہیں۔ جو کچھ عمل کرو وہ آخرت کے لیے کرو۔ اس لیے کہ جو شخص آخرت کے لیے عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ دُنیا میں اس بندہ کی کفایت کرتے ہیں اور آخرت میں بھی اس کا بہترین صلہ دیتے ہیں۔ جو اپنے باطن کو درست کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو درست کر دیتے ہیں۔ موت کو زیادہ یاد کیا کرو بلکہ موت کے لیے ہر وقت تیار رہو۔ اس لیے کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ پتہ نہیں کب اچانک آ جائے۔ اس لیے کہ موت ہی ایسی چیز ہے جو تمام لذتوں کو مکدر کر دیتی ہے۔ میں خدا کی قسم کسی پر ظلم نہیں کروں گا اور نہ کسی کا حق روکوں گا اور نہ کسی کو بری باتوں پر آمادہ کروں گا۔

لوگو! جو بھی اللہ کی فرماں برداری کرتا ہے تو اس کی اطاعت کرنا ضروری ہو جاتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اس کی اطاعت ضروری نہیں۔ تم لوگ اسی حکم کے بجا لانے کے مکلف ہو جس میں خدا تعالیٰ کی خوشنودی شامل ہو ورنہ میرا حکم ماننا ضروری نہیں۔''

اتنی تقریر کرنے کے بعد آپ منبر سے اُتر کر دار الخلافہ کے اندر آ گئے۔
آپ نے پردوں کے بارے میں فرمایا کہ انہیں اُتار دیا جائے اور ان قیمتی بستروں کو ہٹا دیا جائے۔ مزید فرمایا کہ انہیں فروخت کر کے ان کی قیمت بیت المال میں داخل کر دی جائے۔
یہ کہہ کر آپ قیلولہ کرنے کے لیے گھر تشریف لے گئے۔ اتنے میں ان کے صاحبزادے عبدالملک حاضر خدمت ہوئے۔ کہنے لگے والد محترم آپ اس وقت کیا کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹے قیلولہ کرنے کا ارادہ ہے۔ بیٹے نے کہا کہ قیلولہ کا ارادہ کر رہے ہیں جو مظالم ڈھائے جا رہے ہیں ان کو دور کرنے کی کوشش نہیں کر رہے۔ فرمایا: میرے پیارے بیٹے! گزشتہ رات تمہارے چچا سلیمان کی تجہیز و تکفین میں لگا رہا۔ ساری رات جاگنا پڑا۔ ظہر کی نماز ادا کر کے مظالم دور کرنے کی کوشش کروں گا۔ بیٹے نے کہا اے امیر المؤمنین! ظہر تک چین و سکون کی نیند کیا آپ کے لیے ان حالات میں جائز ہے۔ اتنے میں آپ نے فرمایا: بیٹے میرے قریب ہو جا۔ چنانچہ وہ قریب ہو گئے۔ بیٹے کی پیشانی کا بوسہ لیا اور فرمایا: ''خدا کا شکر ہے جس نے میرے صلب سے ایسے کو نکالا جو دین میں میری مدد کرتا ہے''۔
پھر آپ بغیر قیلولہ کیے ہوئے گھر سے نکل پڑے۔ منادی کو بلا کر یہ ہدایت کی کہ تم لوگوں میں یہ اعلان کرا دو کہ جس پر جس کسی قسم کا ظلم ہو رہا ہو تو وہ دربار میں حاضر ہو کر بیان دے۔ دور کرنے کی کوشش کی جائے گی۔
تھوڑی دیر کے بعد عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں حمص کے ایک ذمی نے فریاد رسی کی۔ کہا عالیجاہ امیر المؤمنین! بندہ حضور والا کی خدمت میں کتاب اللہ کے بارے میں ایک سوال کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ کیا ہے سوال کرو۔ ذمی نے کہا کہ شہزادہ عباس بن ولید نے میری زمین پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے۔ شہزادہ بھی اس وقت حاضر ہیں تصدیق کر لی جائے۔ آپ نے فرمایا عباس کیا یہ دعویٰ تمہارے خلاف صحیح ہے۔ عباس نے کہا اے امیر المؤمنین! مجھے تو الولید خلیفہ نے یہ زمین عنایت کی تھی۔ چنانچہ میرے پاس ان کی یہ تحریر بھی موجود ہے۔ آپ نے ذمی کی طرف مخاطب ہو کر ذمی اب تم کیا جواب دیتے ہو؟ بات ان کی بھی درست معلوم ہوتی ہے۔
ذمی نے کہا۔ اے امیر المؤمنین آپ کی کتاب قرآن کریم کیا فیصلہ کرتی ہے؟ یہ سن کر امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کتاب اللہ تو کتاب مقدس ہے جو ولید کی تحریر سے زیادہ حق اور اتباع کے لائق ہے۔ پھر عباس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ عباس تم اس آدمی کی زمین واپس کر دو۔ چنانچہ زمین واپس کر دی گئی۔
پھر اس کے بعد سے کوئی بھی شاہی خاندان کے خلاف مقدمہ دائر کرتا تو آپ فوراً اس کو رفع کرنے کی کوشش کرتے۔ ہر تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کرتے۔ غریبوں کی فریاد رسی کرتے۔
کچھ دنوں کے بعد جب خوارج کو سیدنا عمر بن عبدالعزیز کی نیک سیرت' حسن کردار' انصاف اور عدل گستری کا حال معلوم ہوا تو ان سب نے یہ مشورہ کیا کہ بھائی اس خلیفہ سے جنگ و قتال کرنا ہمارے لیے مناسب نہیں ہے۔

شہزادہ عمر بن الولید کا اعتراض

شہزادہ عمر بن الولید کو جب یہ معلوم ہوا کہ سیدنا امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز نے جائیداد کو بھائی عباس بن الولید سے لے کر ذمی کو دے دی ہے تو عمر بن الولید نے سیدنا عمر بن عبدالعزیز کے پاس ایک خط لکھا جس میں یہ تحریر تھا:
''آپ نے اس ذمی کو جائیداد واپس کر کے ہمارے آباؤ اجداد خلفاء پر عیب لگایا اور ان پر نکتہ چینیاں کیں اور آپ نے بغض و عداوت کا ثبوت دیتے ہوئے ان کی سیرت و اخلاق پر حملہ کیا ان کے طریقوں کے خلاف چلے تاکہ بعد میں لوگ ان کی

اولاد میں عیب نکالیں۔ مزید آپ نے یہ بھی کیا کہ قریش خاندان کے اموال کو لے کر بیت المال میں زبردستی داخل کر دیا۔
آخر آپ اس حال میں کب تک مسند خلافت پر ٹھہر سکتے ہیں۔"

امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز کا جواب

آپ نے خط پڑھتے ہی جواب تحریر فرمایا:

یہ خط بندہ عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے بنام عمر بن الولید کے۔ اور حمد وثناء تمہارا خط ملا۔ عمر بن الولید! تم وہی ہو نا کہ تمہاری ماں کا نام نبانہ ہے جو السکون کی باندی تھی۔ حمص کے بازار میں گھومتی رہتی۔ دوکانوں میں گھس جاتی تھی۔ پس اس کا حال تو خدا ہی زیادہ جانتا ہے۔ پھر اس کو بیت المال کی رقم سے ذبیان نے خرید کر تیرے والد کو بطور ہدیہ پیش کر دیا تھا۔ تو تم جیسی بدترین اولاد پیدا ہوئی۔ پھر تم پلے بڑھے اور اب تم ظالم اور کینہ ور ہو گئے۔ تم مجھے محض اس لیے ظالم کہتے ہو کہ میں نے اس مال کو تمہارے لیے حرام قرار دیا ہے۔ جس میں رشتہ داروں' غریبوں اور بیوہ عورتوں کا حق تھا بلکہ مجھ سے زیادہ ظالم اور بدعہد تو وہ ہے جس نے تجھ جیسے بے وقوف بچے کو مسلمانوں کے لشکر کا حاکم بنایا۔ تم تو اپنی رائے سے ان لوگوں میں حکم نافذ کرتے ہو۔ تمہارے والد نے محض پدرانہ محبت کے جذبہ میں گورنر بنا دیا تھا۔ تمہارے والد کے لیے ہلاکت اور تباہی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے اس لیے کہ قیامت کے دن ان پر دعویٰ کرنے والے زیادہ ہوں گے۔ ان سنگین حالات میں قیامت کے دن وہ کیسے نجات پا سکتے ہیں۔ نیز مجھ سے زیادہ ظالم اور بدعہد تو وہ شخص ہے جس نے مصر کا گورنر قرۃ نامی دیہاتی' تیز وتند مزاج کو بنایا۔ اور جس نے لہو ولعب' شراب اور گانے بجانے کی چیزوں میں اس کو مکمل مراعات دی تھیں۔ مجھ سے زیادہ ظالم وجابر بدعہد تو وہ تھا جس نے غالیۃ البربریۃ کو عرب کے خمس سے حصہ مقرر کیا۔

اے نبانہ کے بیٹے! کتنے افسوس کی بات ہے۔ کاش کہ بطنغ کے دونوں حلقے مل جاتے اور مال غنیمت صاحب حق کو دیا جاتا تو تمہارے خاندان والوں کے لیے چھٹکارے کا کوئی راستہ نکل آتا۔ تمہیں تو رعایا کو صراط مستقیم پر چلانا چاہیے۔ لیکن تمہارا یہ حال ہے کہ سیدھے راستے اور حق بات کو پس پشت ڈال دیتے ہو' باطل کی پیروی کرتے ہو۔ اب تم حق کی پاسداری کے لیے کمر بستہ ہو جاؤ۔ اپنی ذمہ داری کو قاعدے کے مطابق انجام دو اور حکومت کی رقم کو غریبوں اور بیوہ عورتوں میں خرچ کرو۔ اس لیے کہ ہر ایک کا تمہارے اوپر حق پہنچتا ہے۔ خدا کی سلامتی اس شخص پر ہو جو کہ صحیح راستہ پر گامزن ہو ورنہ خدا کی سلامتی اور مدد ظالم لوگوں کو نصیب نہیں ہوتی۔ والسلام

ایک عجیب واقعہ

عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور خلافت کا ایک واقعہ یہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ دور خلافت میں ملک میں گرانی ہوگئی۔ لوگ پریشان ہو گئے۔ اسی دوران عرب کا ایک وفد ان کی خدمت میں آیا۔ ان میں سے ایک صاحب بحیثیت متکلم چن لیے گئے اور سیدنا عمر بن عبدالعزیز سے گفتگو کرنے کے لیے آگے بڑھے۔ متکلم نے کہا کہ اے امیر المؤمنین ہم سب آپ کی خدمت میں ایک شدید ضرورت کی وجہ سے عرب علاقوں سے حاضر ہوئے ہیں۔ بیت المال کے سلسلے میں کچھ سوالات کرنا چاہتے ہیں۔

متکلم نے کہا کہ بیت المال کی رقم یا تو خداوند قدوس کی ہے یا اس کے بندوں کے لیے ہے یا آپ کی رقم ہے۔ اگر خداوند قدوس کی ہے تو وہ اس سے مستغنی ہے اور اگر مخلوق کی ہے تو آپ ان کو عنایت کر دیجئے اور اگر ان کی نہیں ہے بلکہ آپ کی ذاتی ملکیت ہے تو ہماری رائے یہ ہے کہ آپ ہم لوگوں پر صدقہ کر دیجئے۔ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو بہترین صلہ دیں گے۔

یہ سن کر امیر المؤمنین کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ فرمایا وہی ہوگا جو تم لوگ خواہش رکھتے ہو۔ یہ کہہ کر آپ نے ان کی ضروریات کو پوری

کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ جب ان لوگوں کی ضرورتیں پوری ہو گئیں تو متکلم رئیس وفد بھی دربار سے رُخصت ہونے لگا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا: اے فلاں! جس طرح کہ تم نے لوگوں کی ضروریات کو مجھ تک پہنچایا ہے میری حاجات کو بھی خدا تک پہنچا دے اور میرے لیے فقر وفاقہ کے رفع ہونے کے لیے دُعا کر دے۔ یہ سن کر متکلم نے دُعا کی:

خدایا تو عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ اپنے مخصوص بندوں جیسے معاملہ فرما۔ جملہ کی ادائیگی مکمل نہ ہوئی تھی کہ آسمان سے ایک بادل اُٹھا اور زوردار بارش ہوئی۔ اسی بارش میں ایک بڑا اولہ ٹوٹ کر بکھر گیا۔ اس سے ایک چھوٹا سا کاغذ نکلا جس میں یہ لکھا ہوا تھا:

''یہ رقعہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز کے لیے زبردست قوت والے جابر کی طرف سے جہنم کی آگ سے برأت کا پروانہ ہے۔''

آپ کے اخلاق وتواضع

رجاء بن حیوۃ کہتے ہیں کہ سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ لوگوں میں سب سے زیادہ باعزت، عقل منداور دانا تھے۔ چال میں سلیقہ اور پروقار، پوشاک سادہ اور خوبصورت زیب تن کرتے۔ جب آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ کے عمامہ، کرتہ، موزہ، چادر اور قباء کی قیمت لگائی گئی تو کل سامان ۱۲ درہم کے تھے۔ ابن عساکر لکھتے ہیں:

''سیدنا عمر بن عبدالعزیز رشتہ داروں پر سختیاں کرتے۔ رشتہ داری کی وجہ سے جو لوگ فوائد حاصل کرتے آپ نے ان سب پر پابندی لگادی۔ یہاں تک کہ مال وغیرہ بھی لے لیا۔ چنانچہ رشتہ داروں نے انہیں دھوکہ میں ڈال کر زہر دے دیا۔''

ایک مرتبہ آپ نے اپنے اس خادم کو بلایا جس نے آپ کو زہر پلا دیا تھا۔ پوچھا کہ تمہاری ہلاکت ہو تم نے مجھے زہر کیوں پلایا؟ کس نے تم کو مجبور کیا؟ تو اس نے جواب دیا کہ مجھے اس کے عوض میں ایک ہزار دینار دیئے گئے تھے۔ آپ نے فرمایا وہ دینار کہاں ہیں؟ میرے پاس لے آؤ تو وہ آپ کی خدمت میں لے آیا۔ آپ نے اسے بیت المال میں داخل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ فوراً تم کہیں ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں تمہارا سراغ نہ لگ سکے۔ آپ کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک کہتی ہیں کہ جب سے آپ کو خلیفہ بنایا گیا تھا اس دن سے آپ نے نہ غسل جنابت کیا اور نہ آپ کو احتلام ہوا۔ آپ سارے دن لوگوں کے کام میں مشغول رہتے۔ مظلومین کی فریادرسی میں مصروف رہتے اور رات عبادت وریاضت میں گزرتی۔

مسلمہ بن عبدالملک کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز کی عیادت کرنے کے لیے مرض الموت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ایک گندہ کرتہ زیب تن کئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں نے ان کی بیوی سے کہا کہ امیر المؤمنین کے کرتے کو دھو دو۔ بیوی نے جواب دیا کہ ہاں ان شاء اللہ دھو دوں گی۔ کچھ دن کے بعد پھر میں عیادت کے لیے آیا۔ دیکھا کہ ان کے جسم پر وہی کرتہ ہے۔ تو میں نے فاطمہ بی بی سے کہا کیا میں نے تم سے امیر المؤمنین کا کرتہ دھونے کے لیے نہیں کہا تھا؟ لوگ مزاج پرسی کے لیے آتے رہیں گے۔ بیوی نے یہ جواب دیا۔ خدا کی قسم امیر المؤمنین کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی دوسرا کرتہ نہیں ہے۔

سیدنا عمر بن عبدالعزیز یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

نهارک یا مغرور سهو و غفلة و لیلک نوم والردی لک لازم

''اے مغرور تمہارا دن بھول چوک ہیں اور تمہاری رات نیند ہے اور خراب چیزیں تمہارے لیے ضروری ہیں۔''

یغرک ما یفنی و تفرح بالمنی کما غر باللذات فی النوم حالم

''فنا ہونے والی چیزیں تم کو دھوکہ دے رہی ہیں اور تم آرزوؤں سے اس طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح کہ سونے والا نیند کی لذتوں میں دھوکہ کھاجاتا ہے۔''

و شغلک فیما سوف تکرہ غبہ　　　کذالک فی الدنیا تعیش البھائم

''تمہارے کام جن کو عنقریب تم برا سمجھو گے دھوکہ ہیں اس طرح تو دُنیا میں جانور زندگی گزارتے ہیں۔''

امام دمیریؒ کہتے ہیں کہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب تو بے شمار ہیں۔ اگر کوئی ان سے مکمل واقفیت چاہتا ہو تو وہ سیرۃ العرین والحلیۃ وغیرہ کا مطالعہ کرے۔

آپ سرزمین حمص، دیر سمعان میں مرض الوفات میں مبتلا ہوئے۔ جب وقت قریب آ گیا تو آپ نے فرمایا کہ لوگو! بیٹھ جاؤ۔ سب لوگ بیٹھ گئے۔ فرمایا یا الٰہ العالمین میں تیرا وہ بندہ ہوں جسے تو نے والی بنایا تو اس کی انجام دہی میں مجھ سے کوتاہیاں بھی سرزد ہوئیں۔ تو نے مجھ کو اگر کسی چیز سے روکا تو میں نے نافرمانی کی۔ پھر کلمۂ شہادت لا الٰہ الا اللہ پڑھتے ہوئے جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

وفات

بعض اقوال کے مطابق آپ کی وفات ۵ یا ۶ رجب کو ہوئی۔ کچھ کے نزدیک ۲۰ رجب ۱۰۱ھ میں ہوئی۔ کل عمر ۳۹ سال چند ماہ کی ہوئی۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ ۴۰ سال کی عمر پائی۔

آپ پرکشش، خوبصورت، بارعب اور دبلے پتلے آدمی تھے۔ چہرے پر خوبصورت داڑھی تھی۔ لیکن آپ کے چہرے میں گھوڑے کے کھروں کے داغ تھے۔ غالباً بچپن میں گھوڑے نے پاؤں مار دیا تھا۔ آپ پر شرافت، بزرگی، تقویٰ الفت عدل وانصاف ختم ہو گیا تھا۔ آپ سے اُمت میں تجدید دین ہوئی اور اُمت کو نشاۃ ثانیہ حاصل ہوئی۔ آپ بالکل اپنے نانا سیدنا امیر المؤمنین خلیفہ ثانی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سیرت و کردار کے مطابق ڈھلے ہوئے تھے۔ جتنی مدت خلافت سیدنا امیر المؤمنین خلیفہ اول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئی اتنی ہی آپ کے حصہ میں آئی۔ آپ کی قبر دیر سمعان میں زیارت گاہ خواص وعوام ہے۔

امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ خلفائے راشدین پانچ ہوئے ہیں: (۱) ابوبکرؓ (۲) عمرؓ (۳) عثمانؓ (۴) علیؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ۔ حافظ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ جب آپ کی لاش مبارک دیر سمعان لائی گئی تو ایک آندھی آئی کہیں سے ایک رقعہ میں لکھا ہوا پایا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم براۃ من اللہ العزیز الجبار لعمر بن عبدالعزیز من النار

''عمر بن عبدالعزیز کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہنم سے گلوخلاصی کا پروانہ دے دیا گیا۔''

لوگوں نے اسے کفن میں رکھ دیا۔

آپ کی مدت خلافت ۲ سال پانچ ماہ ہے۔

خلافت یزید بن عبدالملک

پھر سیدنا عمر بن عبدالعزیز کی وفات کے بعد یزید بن عبدالملک تخت نشین ہوئے۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن ان کے چچا سیدنا عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ہوا۔ اس لئے کہ انہیں سلیمان نے عمر بن عبدالعزیز کے بعد ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ جب انہیں والی بنایا گیا تو انہوں نے لوگوں سے کہا کہ آپ لوگ سیدنا عمر بن عبدالعزیز کے سیرت و کردار کے مطابق زندگی کو سانچے میں ڈھالو۔ چنانچہ تمام لوگوں

نے چالیس دن تک ایسے ہی زندگی گزاری۔

کچھ دن کے بعد دمشق سے چالیس بوڑھے قسم کے لوگ آئے۔ انہوں نے یزید بن عبدالملک سے یہ حلف لیا کہ خلفاء کے ذمے نہ تو کسی قسم کا حساب و کتاب ہے اور نہ آخرت کا حساب ہے۔ چنانچہ یزید ان جہال شامیوں کے جال میں پھنس گئے۔

یزید بن عبدالملک سفید رنگ کے تندرست و توانا آدمی تھے۔ چہرے پر ملاحت تھی۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہی وہ یزید ہیں جو فسق و فجور کے ساتھ مشہور ہوئے حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ فاسق تو ان کا بیٹا الولید تھا جس کا ذکر جلد ہی آجائے گا۔

حافظ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ یزید ابن عبدالملک نے اپنے بھائی سلیمان کے دور خلافت میں ایک باندی جس کا نام **حبابة** تھا عثمان بن سہل بن سہل سے چار ہزار دینار کے عوض میں خریدی تھی۔ یہ اسی باندی سے پیار و محبت زیادہ کرتا تھا۔ چنانچہ اس بات کی اطلاع ان کے بھائی سلیمان کے پاس پہنچی تو یزید نے ڈر کے مارے فروخت کر دی۔

جب یزید بن عبدالملک خلافت کے والی بنا دیئے گئے تو ایک دن ان کی بیوی نے اس سے کہا اے امیر المؤمنین کیا آپ کے اندر اب بھی کسی چیز کی خواہش ہے؟ یزید نے کہا ہاں ہے۔ بیوی نے کہا وہ کیا ہے بتایئے؟ یزید نے کہا وہ حبابہ نامی باندی ہے جسے میں نے خریدا تھا۔ پھر بعد میں بھائی کے خوف کی وجہ سے فروخت کر دیا تھا۔

ان دنوں ان کی بیوی نے اسی باندی کو خرید کر پوشیدہ رکھا ہوا تھا۔ اس وقت آراستہ پیراستہ کر کے ایک پردہ کے پیچھے ان کی بیوی نے اس باندی کو بٹھا رکھا تھا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ان کی بیوی نے وہی سوال کیا کہ کیا اب آپ کے اندر کسی چیز کی خواہش ہے تو یزید نے جواب دیا کہ ہاں وہ حبابہ نامی باندی کی محبت ہے۔ اس سے قبل بھی میں نے تم کو بتایا تھا۔ ان کی بیوی نے پردہ اُٹھا کر کہا یہ ہیں حبابہ۔ چنانچہ ان کی بیوی یزید کے پاس اسے چھوڑ کر چلی گئی۔ وہ محظوظ ہونے لگے۔ یہاں تک کہ وہ باندی اس کی عقل پر غالب آگئی جس کی وجہ سے یزید خلافت میں تا دیر نہ رہ سکے۔

ایک دن یزید نے کہا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ بادشاہ زمانے کا ایک پورا دن عیش و عشرت کا نہیں گزار سکتے' میں ان کے اس قول کو جھوٹا ثابت کر کے دکھاؤں گا۔ پھر وہ عیش و آرام اور لذتوں میں مصروف ہو گئے اور حبابہ کے ساتھ خلوت کی زندگی گزارنے لگے اور حائل ہونے والی تمام چیزوں پر پابندی لگا دی۔

یزید بن عبدالملک اسی طرح عیش و آرام کی زندگی گزار رہے تھے کہ اچانک ایک دن حبابہ انار کا ایک دانہ کھا رہی تھی۔ کھاتے کھاتے ہنسنے لگی۔ اتنے میں وہ دانہ گلے میں اٹک گیا اور حبابہ کی موت واقع ہو گئی۔ حبابہ کی موت سے یزید کی زندگی دوبھر ہو گئی۔ عقل ماؤف ہو گئی۔ عیش و آرام مکدر ہو گیا۔ سارا خلافت کا نشہ جاتا رہا۔ یزید پر ایسا وجد طاری ہوا کہ حبابہ کو چند دن دفن کرنے نہیں دیا۔ اس کے بوسے لیتا' چوستا' یہاں تک کہ اس کی لاش بدبودار ہو گئی۔ پھر اس کے دفن کرنے کا حکم دیا۔ پھر اس کو قبر سے نکال لیا۔ پھر اس کے بعد یزید ۱۵ یوم سے زیادہ زندہ نہ رہا۔ پھر یزید سل کی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ شاعر نے کہا ہے ؎

فان تسل عنک النفس اوتدع الھوی   فبالیأس تسلو عنک لا بالتجلد

''اگر تم سے نفس پوچھتا ہے یا خواہش پکارتی ہے تو وہ صبر کی وجہ سے نہیں بلکہ مایوس ہو کر سوال کرتی ہے۔''

و کل خلیل زارنی فھو قائل   من اجلک ھذا ھالک الیوم اوغد

''ہر وہ دوست جس نے مجھے دیکھا ہے وہ کہتا ہے تیری ہی وجہ سے یہ آج یا کل ہلاک ہونے والا ہے۔'' (**کچھ تھوڑی تفصیل سلیمان بن داؤد علیہ السلام سے متعلق باب الدال میں الدلبة کے عنوان میں آئے گی**)

وفات

یزید بن عبدالملک کی وفات البلقاء کے علاقے میں مقام اربل میں ہوئی۔ لیکن بعض لوگ مقام جولان بتاتے ہیں۔ پھر یزید نعش اُٹھا کر دمشق میں باب الجابیۃ اور باب الصغیر کے درمیان دفن کر دیا گیا۔ وفات کا سانحہ ۲۵ شعبان ۱۰۵ھ میں پیش آیا۔ ۲۹ سال کی عمر پائی۔ بعض لوگ ۳۸ سال کی عمر بتاتے ہیں۔ چار سال ایک ماہ تخت نشین رہے۔

خلافت ہشام بن عبدالملک

پھر یزید بن عبدالملک کے بعد ہشام بن عبدالملک نے عنان حکومت سنبھالی۔ ان سے اس دن بیعت لی گئی۔ جس دن کہ یزید کا سانحہ ارتحال پیش آیا یزید نے اپنے بھائی ہشام ہی کو نامزد کر دیا تھا۔ جب خلافت ہشام کے حصے میں آئی تو یہ مقام رصافہ میں تھے جس وقت ہشام کو خلافت کی خوشخبری دی گئی تو ہشام اور ان کے ہم نواسب کے سب سجدۂ شکر بجالائے۔ اس کے بعد فوراً دمشق چلے گئے۔

مصعب الزبیری کہتے ہیں کہ لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے یہ خواب دیکھا تھا کہ اس نے محراب میں چار مرتبہ پیشاب کیا۔ پھر بعد میں اسے پاؤں سے روند دیا۔ اس خواب کی تعبیر سعید بن المسیب معبروقت سے پوچھی گئی تو فرمایا کہ عبدالملک بن مروان کے صلب ایسے چار آدمی خلافت کی نعمت سے مالا مال ہوں گے جن میں آخری شخص ہشام ہوگا۔

ہشام ہوش مند سیاسی خوبصورت موٹا اور بھینگا تھا۔ کالا خضاب کیا کرتا۔ اسی کے ساتھ ساتھ حیلہ ساز دورائے بردبار کم لالچی تھا۔ انہوں نے خلافت کا نظام کسی حد تک درست رکھا۔ مال زیادہ جمع کرتا۔ بخیل اور حریص تھا۔ مشہور ہے کہ انہوں نے اتنا مال جمع کیا کہ اس سے قبل کسی نے بھی اتنا مال جمع نہیں کیا۔ ہشام کے انتقال کے بعد الولید بن یزید نے تمام ملک پر قبضہ کر لیا۔ یہاں تک کہ تجہیز و تکفین کے لیے قرض لینا پڑا۔

ان کا انتقال مقام رصافہ میں ربیع الثانی کے آخر میں ۱۲۵ھ میں ہوا۔ کل ۵۳ سال کی عمر پائی۔ بعض نے ۵۴ سال کہا ہے خلافت کی مدت بعض قول کے مطابق ۱۹ سال ۹ ماہ ہشام خلافت پر متمکن رہا۔ بعض نے ۲۰ سال کی تصریح کی ہے۔

خلافت الولید بن یزید بن عبدالملک

یہ چھٹے خلیفہ ہیں اور انہیں معزول کر دیا گیا تھا

پھر ہشام بن عبدالملک کے بعد ان کے بھتیجے الولید بن یزید فاسق و فاجر نے زمام حکومت سنبھالی۔ ان کے والد جب قریب المرگ ہوئے تھے تو ہشام کو اس شرط پر ولی عہد بنایا تھا کہ ہشام کے بعد ان کے بیٹے الولید بن یزید کو نامزد کر دیا جائے گا۔ چنانچہ ہشام کی وفات کے بعد الولید سے بیعت لی گئی۔ جس دن ان کے چچا ہشام کا انتقال ہوا اس وقت الولید مقام برتیہ میں تھا۔ چچا سے رنجش کی وجہ سے یہ دور رہنے لگے تھے۔ نیز الولید دین میں کاہلی کوتاہی شراب نوشی کا عادی بن گیا تھا اور یہ فسق و فجور کی وجہ سے لوگوں میں مشہور ہو گیا تھا۔

چنانچہ ہشام نے ولید کے باز نہ آنے کی وجہ سے ان کے قتل کا ارادہ کر لیا تھا۔ الولید کو جب اس کا علم ہوا تو وہ فرار ہو گیا تھا۔ مستقل کسی جگہ قیام نہیں کرتا تھا۔ جس رات خلافت کی ڈاک منتقل ہو کر صبح کو الولید کے پاس پہنچنے والی تھی وہ رات اس نے بڑی بے چینی سے گزاری۔ اس نے اپنی بے چینی اور اضطراب سے ساتھیوں کو آگاہ کیا اور کہا کہ تم لوگ مجھے سوار کر کے اتنی جلدی سے لے چلو کہ میری بے چینی اطمینان سے بدل جائے۔ پس یہ لوگ اسے دو میل تک بھی نہ چلے ہوں گے کہ اسی اثناء میں ہشام اور اس کے قتل کے عزم اور دھمکی کے

خطوط کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔

کچھ دیر کے بعد کسی آنے والے کی آہٹ محسوس ہوئی۔ پھر یہ لوگ سمجھ گئے کہ ہمیں ٹھنڈک کی تلاش تھی۔ پس وہ میسر آئی۔ لیکن الولید نے ساتھیوں سے کہا کہ ارے بھائی یہ تو ہشام کی ڈاک معلوم ہوتی ہے۔ خدا کرے اس میں خیر ہی خیر ہو۔ جب ڈاک ان لوگوں کے قریب آئی تو ڈاک رساں الولید کو پہچان گیا۔ فوراً پیدل چلنے لگا اور آداب شاہی بجالایا تو الولید حیران کا حیران رہ گیا۔ ولید نے کہا تمہارا برا ہو کیا ہشام کا انتقال ہو گیا؟ تو پیغام بروں نے کہا جی ہاں! پھر انہوں نے رقعہ دیا' کھول کر پڑھنے لگا۔ پڑھ کر فوراً دمشق روانہ ہو گیا اور تخت نشین ہو گیا۔ چنانچہ وہ خلافت پر سال بھی اطمینان سے نہ بیٹھ سکا تھا کہ اہل دمشق نے اس کے فسق و فجور میں شہرت کی وجہ سے معزول کرنے کا عزم کر لیا تھا۔ اس لیے کہ الولید فسق و فجور میں اتنا حد سے تجاوز کر چکا تھا کہ کفر اور زندقہ سے بھی گریز نہیں کرتا تھا۔

ولید رنگین مزاج تھا

حافظ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ الولید شراب نوشی' عیش و عشرت کا دلدارہ تھا۔ اسے آخرت کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ ساری توجہ ہم نشینوں' گانے بجانے والوں' کھیل و کود وغیرہ میں مرکوز کر دی تھی۔ سارنگی' ڈھول' دف کا شوقین تھا۔ اس نے اللہ کے محارم کو پاش پاش کر ڈالا۔ اس میں اتنا آگے بڑھا کہ فاسق کہا جانے لگا۔ اس کے علاوہ الولید خاندان بنوامیہ میں فصاحت' ادبیت' نحو' حدیث وغیرہ میں زیادہ قابل تھا۔

اسی طرح وہ سب سے زیادہ سخی بھی تھا۔ شراب نوشی' سماع' عیش و عشرت کوتاہی' لاپرواہی میں آپ اپنی نظیر تھا۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ الولید باندی سے شراب کے نشہ میں مغلوب ہو کر بوس و کنار کر رہا تھا۔ مؤذن بار بار انہیں باخبر کرتا رہا۔ اس نے یہ قسم کھائی کہ بغیر اس باندی کے ساتھ لئے امامت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ باندی کو کپڑے پہنائے گئے لائی گئی۔ پھر الولید نے نماز پڑھائی۔

مشہور ہے کہ ولید نے ایک شراب کا حوض بنایا تھا۔ جب اسے نشاط طاری ہوتا تو وہ حوض میں کود جاتا۔ خوب شراب نوشی کرتا۔ یہاں تک کہ سارے جسم میں نشہ کی کیفیت طاری ہو جاتی تب باہر نکالا جاتا۔

امام الماوردی لکھتے ہیں کہ ولید نے ایک دن کتاب مقدس قرآن پاک سے فال نکالی تو یہ آیت نکلی:

﴿واستفتحوا وخاب كل جبار عنيد﴾

''اور پیغمبر فیصلہ مانگنے لگے اور ہر ایک سرکش ضدی نامراد ہو گیا۔'' (ابراہیم)

چنانچہ ولید نے قرآن کریم کو پارہ پارہ کر ڈالا اور یہ شعر پڑھنے لگا ؎

اتوعد كل جبار عنيد فها انا ذاک جبار عنيد

''کیا تو ہر زبردست ہٹ دھرم کو دھمکاتا ہے۔ پس میں اس وقت زبردست ہٹ دھرم ہوں۔''

اذا ما جئت ربک یوم حشر فقل یا رب مزقنی الولید

''جب تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس آئے تو کہہ دے پروردگار مجھے ولید نے پارہ پارہ کر دیا ہے۔''

اس کے بعد ولید چند دن کی زندگی بھی نہیں گزار سکا تھا کہ اسے بھیانک طریقے سے قتل کر دیا گیا اور اس کی گردن کو کاٹ کر اس کے محل میں لٹکا دیا گیا۔ اس کے بعد شہر پناہ میں معلق کر دیا گیا۔ اھ

(مزید تفصیل ان شاء اللہ باب الطاء میں لفظ طیرۃ کے عنوان میں آجائے گی)

اس قسم کے حالات اور بھی تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ اس لیے طوالت سے گریز کرتے ہوئے ترک کر رہے ہیں۔ حدیث

میں ہے:

''اس اُمت میں ایک شخص ولید نامی ضرور پیدا ہوگا جس کا شر فرعون سے بدتر ہوگا۔''

تمام علمائے کرام اس حدیث کا مصداق اسی الولید بن یزید کو بتاتے ہیں۔

الولید بن یزید کا قتل

جب ولید کو اہل دمشق نے تخت سے اُتار دیا تو لوگوں نے اس کے چچا کے لڑکے سے بیعت کی۔ جس کا نام یزید بن الولید بن عبدالملک ہے۔

چنانچہ اس نے برسر اقتدار آتے ہی یہ اعلان کیا کہ جو بھی ولید کے سر کو حاضر کرے گا اسے بطور انعام ایک لاکھ درہم دیے جائیں گے۔ ولید کا قیام ان دنوں البحرۃ میں تھا۔ یزید کے ہم نواؤں نے ولید کا محاصرہ کرلیا اور اس کے قتل کے درپے ہوگئے۔ ولید نے ان کو روکا وہ باز نہیں آئے۔ لوگ ولید کے محل میں داخل ہوگئے۔ ولید نے کہا کہ آج کا دن بالکل عثمانؓ کے دن کی طرح ہے۔ لوگوں نے کہا نہیں بلکہ اس سے بھی بدتر ہے۔ اتنا کہنے کے بعد سر تن سے جدا کردیا۔ سر کو دمشق بھر میں گھمایا گیا۔ پھر اسے محل میں معلق کردیا گیا۔ پھر فنائے شہر میں معلق کردیا گیا۔ جس وقت الولید کے قتل کا حادثہ رونما ہوا شہر میں بے چینی پھیل گئی۔ دشمنوں نے کوئی تعاون نہ کیا۔ پھر اس کے بعد کسی قسم کی بات پیدا نہیں ہوئی۔

قتل کا واقعہ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۲۶ھ میں پیش آیا۔ کل ایک سال مسند خلافت پر رہا۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک سال دو ماہ تک رہا۔ ولید خاندان بنوامیہ میں سب سے زیادہ حسین، طاقتور اچھا شاعر تھا۔ لیکن اس کے ساتھ فسق و فجور میں مشہور تھا۔ رعایا محض اس کے فسق و فجور کی وجہ سے خلاف ہوگئی تھی۔

چچا زاد بھائی یزید بن عبدالملک الناقص نے اس کے خلاف خروج کیا تھا۔ چنانچہ یزید نے دمشق پر قبضہ کرلیا۔ ولید ایک دن تدمر نامی جگہ میں شکار کھیلنے گیا ہوا تھا۔ موقع پا کر یزید ایک لشکر تیار کر کے ولید سے آمادۂ پیکار ہوگیا۔ یہاں تک کہ فوجیوں نے محاصرہ کر لیا۔ شہر پناہ میں بھی چڑھ کر گھاٹ میں لگ گئے، ولید کو قتل کرڈالا۔ پھر اس کے سر کو تن سے جدا کر کے شہر پناہ میں ایک نیزہ میں لٹکا کر نصب کردیا۔

خلافت یزید بن الولید بن عبدالملک بن مروان

پھر ولید کے قتل کے بعد یزید بن الولید بن عبدالملک بن مروان تخت نشین ہوئے۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن چچا زاد بھائی ولید کو معزول کردیا گیا تھا۔ غالباً یزید بن ولید یہ پہلے خلیفہ ہیں جن کی ماں آزاد نہیں تھی، باندی تھی۔ خاندان بنواُمیہ خلافت کی عظمت کی وجہ سے یزید بن الولید کی خود حفاظت کرتے تھے۔ جب بنوامیہ کو خوب معلوم ہوگیا کہ ان کی حکومت باندی زادے کے ہاتھ میں ہے نہیں رہ سکتی تو یہ لوگ ہر وقت خوف و ہراس میں مبتلا رہنے لگے۔ یہاں تک کہ بنوامیہ کا اقتدار ولید بن یزید تک کسی حد تک باقی رہا۔ پھر انہیں مزید یہ یقین ہوتا چلا گیا کہ بنوامیہ کا اب اقتدار ختم ہوجائے گا۔

یزید بن ولید کو یزید ناقص بھی کہتے تھے اس لیے کہ انہوں نے اقتدار پر آتے ہی لوگوں کے عطیات پر پابندی لگا کر کم کردیا تھا بلکہ جتنی رقمیں ہشام کے دور خلافت میں دی جاتی تھیں، اتنی مقرر کردی تھیں۔

بعض مؤرخین نے ناقص کی وجہ تسمیہ یہ بتائی ہے کہ چونکہ یزید کے پاؤں کی انگلیوں میں نقص تھا اس لیے اسے یزید الناقص کہتے

تھے۔سب سے پہلے جس نے یزید الناقص کہہ کر پکارا ہے وہ غالباً مروان بن محمد ہے۔

جس وقت یزید بن ولید تخت نشین ہوئے تھے تو سلطنت میں انتشار پیدا ہو چکا تھا۔اہل علم لکھتے ہیں کہ یزید عبادت' قربانی' تلاوت قرآن کے پابند اور سیدنا عمر بن عبدالعزیز کے اخلاق میں ڈھلے ہوئے تھے۔اسی کے ساتھ تقویٰ ودین داری میں اپنی مثال آپ تھے۔ لیکن قسمت میں جو مقدر ہوتا ہے۔عمر نے وفا نہ کی اور جلد ہی داعی اجل کو لبیک کہا۔

وفات اور مدت خلافت

یزید بن ولید کا انتقال ۱۸ جمادی الثانیہ ۱۲۶ھ میں ہوا۔کل چالیس سال یا ۴۶ سال کی عمر پائی۔

سیدنا امام الشافعیؒ کہتے ہیں کہ جس وقت یزید بن ولید تخت پر بیٹھا تو اس نے عوام کو عقیدۂ قدر کی دعوت دی اور تقدیر پر اُبھارا۔تقریباً ساڑھے پانچ ماہ یا چھ ماہ تخت نشین رہا۔

خلافت ابراہیم بن الولید

جس وقت یزید بن الولید کا انتقال ہو گیا تو لوگوں نے ان کے بھائی ابراہیم بن الولید سے بیعت لے لی۔اس لیے کہ ان ہی کے بھائی یزید بن ولید نے ولی عہدی کے لیے چن لیا تھا۔لیکن ابراہیم خلافت وسلطنت کو سنبھال نہ سکا۔ایک جم غفیر آداب شاہی بجالاتا۔دوسرا نہ آداب شاہی بجاتا نہ امارت کی مبارک بادی پیش کرتا۔اس طرح سے ان کی خلافت تذبذب ومتزلزل رہی۔ یہاں تک کہ ابراہیم کو مروان بن محمد نے قتل کر کے سولی پر چڑھا دیا۔چنانچہ ابراہیم خلافت پر دو ماہ دس یوم متمکن رہا لیکن یہ محل نظر ہے' اس لیے کہ مروان بن محمد الحمار جو آذر بائیجان کے علاقہ میں نیابت کے فرائض انجام دے رہے تھے اس نے جب یہ سنا کہ لوگ اس سے بیعت کر رہے ہیں تو یہ اسی وقت آذر بائیجان سے چل پڑا اور لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دینے لگا۔پھر کچھ دنوں کے بعد شام آیا۔اس سے قبل ابراہیم بن الولید نے اپنے دونوں بھائی بشر اور سرور کو اپنی حمایت میں مدافعت کے لیے تیار کر رکھا تھا۔آپس میں جنگ ہوئی۔آخر کار مروان بن محمد نے فتح پائی۔ پھر مروان یہاں سے کوچ کر کے مرج عذراء کے لیے روانہ ہو گیا۔مرج عذراء میں سلیمان بن ہشام بن عبدالملک نے اس سے چھیڑ چھاڑ کی لیکن شکست کھائی۔

پھر خلیفہ ابراہیم بن ولید نے جنگ کی تیاری کر کے دمشق کے باہر لشکر کشی کی لیکن خود اس کے لشکر نے اسے دھوکہ دے کر رسوا کر دیا۔ حالانکہ ابراہیم نے اپنی فوجوں کے لیے خزانے کے دہانے کھول دیئے تھے۔لیکن یہ معاملہ مخفی رہا۔آخر کار عوام نے مروان سے بیعت لینا شروع کر دی اور مروان نے عوام کا اعتماد حاصل کر لیا۔ یہاں تک کہ ابراہیم پر چند دن کے بعد یہ بات واضح ہو گئی کہ اس کی حکومت اس سے منتقل ہو کر چلی گئی ہے۔چنانچہ یہ خود خلافت سے دستبردار ہو گیا۔

خلافت مروان بن محمد الحمار

جب خلیفہ ابراہیم بن الولید کو قتل کر دیا گیا تو ان کے بعد مروان بن محمد الحمار سے بیعت لی گئی۔اسی کے دور حکومت میں ابو مسلم الخراسانی نے سر اُٹھایا اور کوفہ میں سفاح نمایاں ہوا۔چنانچہ سفاح سے الگ بیعت لے لی گئی۔

اسی دوران سفاح کے چچا عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ مروان بن محمد سے جنگ کے لیے کھڑے ہو گئے۔چنانچہ زاب موصل میں زبردست جنگ ہوئی۔نتیجہ یہ ہوا کہ مروان کو شکست ہوئی۔کثیر تعداد میں فوجیوں کو قتل کر دیا گیا اور بے شمار فوجی دریا میں غرق ہو گئے

اور جو فوجی بچے تھے ان کا عبداللہ بن علی نے دریائے اُردن تک تعاقب کیا۔ وہیں پر بنوامیہ کی ایک جماعت جن کی تعداد تقریباً اسی سے زائد تھی مُڈبھیڑ ہوگئی۔ آخر کار یہ بھی مارے گئے۔ بعد میں عبداللہ بن علی نے ان کو گھسیٹے جانے کا حکم صادر فرمایا۔ پھر ان کے اوپر بچھونے بچھا دیئے گئے۔ پھر خود عبداللہ اور ان کے تمام ساتھ اس کے اوپر بیٹھ گئے۔ پھر کھانا چنا گیا۔ چنانچہ سب لوگوں نے کھانا تناول فرمایا۔ اس حال میں کہ ان کے نیچے سے ان لوگوں کے کراہنے کی آواز آرہی تھی۔ یہ ماجرا دیکھ کر عبداللہ بن علی نے فرمایا کہ آج کا دن کربلا کی طرح ہے۔ بلکہ اس سے بھی بدتر دن ہے۔

اس کے بعد سفاح نے اپنے چچا صالح بن علی کو السماوۃ کے راستہ پر لگا دیا۔ یہاں تک کہ یہ لوگ عبداللہ بن علی کے پاس پہنچ گئے۔ پھر دمشق میں جنگ کے لیے اُتر گئے۔ چنانچہ طاقت کے بل بوتے پر فتح کرلیا بلکہ تین دن تک کے لیے دمشق کو مباح کر دیا۔ عبداللہ بن علی نے شہر پناہ کو پتھر مار مار کر توڑ دیا۔ موقع پا کر مروان مصر فرار ہوگیا۔ چنانچہ معلوم ہوتے ہی صالح بن علی نے اس کا تعاقب کیا یہاں تک کہ مروان قریٰ صعید بستی میں قتل کر دیا گیا۔ (جیسے کہ عنقریب ہی باب الھاء ہرۃ کے عنوان میں آجائے گا)

صالح بن علی نے حبشہ تک تعاقب کرنے کا ارادہ کرلیا تھا لیکن اس سے قبل ہی یہ لوگ مقاصد میں کامیاب ہوگئے۔ جس وقت مروان کو قتل کیا جا رہا تھا وہ یہ کہہ رہا تھا کہ ہماری خلافت اور حکومت ختم ہوگئی۔ مروان بن محمد نہایت بہادر' بارُعب معتدل القامت' سیاہ سرخ آدمی تھا۔ چہرہ داڑھی سے بھرا ہوا' ہوش مند' مُدبر خلیفہ تھا۔ اس کے قتل ہوتے ہی سلطنت کا شیرازہ منتشر ہوگیا۔ سلطنت پارہ پارہ ہوگئی۔

مروان الجعدی کے قتل کا واقعہ ۱۳۳ھ میں ہوا۔ کل ۵۶ سال کی عمر پائی۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس نے ۵ سال تک خلافت کی۔ بعض نے ۵ سال دو ماہ دس دن بتایا ہے اور یہ بنوامیہ کا سب سے آخری تاج دار تھا۔

بنوامیہ کے دور خلافت میں ۱۴ خلفاء گزرے ہیں۔ سب سے پہلے خلیفہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان بن صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف اور سب سے آخری خلیفہ مروان بن محمد الجعدی الحمار گزرا ہے۔ گویا بنوامیہ کا دور حکومت اسی (۸۰) سال سے زائد رہا اور یہ تقریباً ایک ہزار ماہ ہوتے ہیں۔ جب اس عرصۂ دراز میں بنوامیہ کا دور حکومت ختم ہوگیا تو سیدنا حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا مقولہ سچ ہو کر سامنے آگیا کہ ایک مرتبہ آپ سے یوں کہا گیا تھا کہ آپ خلافت خاندان معاویہ میں چھوڑے جارہے ہیں تو آپ نے فرمایا تھا کہ **لیلة القدر خیر من الف شھر** (شب قدر ایک ہزار ماہ سے بہتر ہے)۔

مروان کے تخت نشین ہوتے ہی سلطنت کا نظام بگڑ چکا تھا۔ ہر چھٹے خلیفہ کو تخت سے اُتار دیا گیا جب کہ مدت پوری نہیں ہوئی تھی۔ معزول خلیفہ ولید بن یزید کے بعد بنوامیہ کے خاندان میں صرف تین افراد کو خلافت سونپی گئی تھی۔ پھر اس کے بعد بنوامیہ کا دور حکومت ختم ہوگیا وہ یہ ہیں:

(۱) یزید بن الولید بن عبدالملک (۲) ابراہیم (۳) مروان بن محمد بن مروان بن الحکم

پھر اس کے بعد خلافت عباسی خاندان میں منتقل ہوگئی۔ خدائے پاک اسے تا قیامت قائم رکھے۔

خلافت عباسیہ

خلیفہ ابوالعباس سفاح

مؤرخین لکھتے ہیں کہ خاندان عباسی کے برسر اقتدار ہوتے ہی سب سے پہلا خلیفہ سفاح ہوا۔ اس کا پورا نام ابوالعباس عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس الہاشمی ہے۔ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۲ھ بروز جمعہ بیعت لی گئی۔ ان کا وزیر ابوسلمہ الحفص الخلال کو بنایا گیا۔ یہ پہلے آدمی ہیں جن کو سب سے پہلے وزیر بنایا گیا۔ پھر اس کے بعد یہ رسم چل پڑی بلکہ جو بھی اس کے بعد اس عہدہ پر ہوتا تو اسے وزیر کہا جاتا۔ تقریباً یہ سلسلہ الصاحب بن عباد تک چلتا رہا۔ ان کا نام الصاحب اس لیے رکھا گیا کہ یہ ابن العمید کے ہمنشین تھے۔ پھر اس کے بعد ہمارے زمانے تک وزراء ہوتے چلے آئے ہیں۔

امام الفرج بن الجوزی کہتے ہیں کہ ایک دن سفاح خطبہ دے رہا تھا کہ اچانک عصاء اس کے ہاتھ سے گر پڑا تو اس نے اس سے بدشگونی لی۔ پھر کسی نے عصاء کو صاف کر کے انہیں پکڑا دیا جس سے وہ بہت خوش ہوا اور یہ شعر پڑھا ؎

فالقت عصا ها واستقربها النوی کما قرعینا بالایاب المسافر

"اس نے تھک کر اپنی لاٹھی ٹیک دی ہے اور فراق اس کی طبیعت میں جاگزین ہو گیا۔ جس طرح کہ مسافر واپس آ کر سکون کا سانس لیتا ہے۔"

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ اس نے ایک دن آئینہ دیکھا تو یہ کہا:

"اے اللہ! میں اس طرح نہیں دُعا مانگتا جس طرح کہ سلیمان بن عبدالملک نے دُعا کی تھی۔ بلکہ یہ عرض کرتا ہوں کہ اے اللہ! مجھے اپنی طاعت کے لیے ایسی طویل عمر عطا فرما جو عافیت سے بھرپور ہو۔"

پس سفاح یہ کہہ کر فارغ ہوا تھا کہ ایک غلام دوسرے غلام سے یوں کہہ رہا تھا: ہمارے اور تمہارے درمیان موت کا فیصلہ دو ماہ پانچ دن کا باقی رہ گیا ہے۔ یہ سنتے ہی سفاح نے ان کی گفتگو سے بدفالی لی اور یہ پڑھا:

حبسی اللّٰہ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ علیہ توکلت وبہ استعنت.

چنانچہ غلاموں کی گفتگو کے مطابق ۲ ماہ دن گزرے تھے کہ سفاح کو بخار آ گیا۔ بہت سخت بیمار ہو گیا۔ چیچک کے مرض میں مبتلا ہو کر شہر ابنار میں جسے اس نے خود بنوا کر آباد کیا تھا' انتقال کر گیا۔ کل عمر ۳۲ سال ۶ ماہ پائی۔ ۴ سال ۹ ماہ خلافت پر متمکن رہا۔ سفاح سفید فام' خوبصورت اور پرکشش آدمی تھا۔ چہرے پر بھری ہوئی داڑھی تھی۔

خلافت ابوجعفر منصور

سفاح کے بعد ابوجعفر منصور تخت نشین ہوا۔ سفاح کے بھائی ہیں' ان کا پورا نام ابوجعفر عبداللہ بن محمد المنصور ہے۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ ان کے بھائی کا انتقال ہو گیا تھا اور انہی کو ولی عہد بنایا گیا تھا۔ سفاح نے اپنی زندگی میں ابوجعفر کو امیر الحج مقرر کیا تھا۔ جب خلافت نامزد کی گئی تو یہ اس وقت مقام ضافیہ میں مقیم تھا۔ منصور کو جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ اب اسے خلافت سونپ دی جائے گی تو اس نے یہ کہا کہ ان شاء اللہ ہمارا معاملہ لوگوں سے بہت صاف ستھرا رہا کرے گا۔ تمام لوگوں نے اس سے بیعت لی۔ لوگوں کے ساتھ حج

ادا کیا۔ حج سے واپس ہوئے‘ شہر ابنار جسے الہاشمیہ بھی کہا جاتا ہے‘ پہنچا۔ پھر لوگوں سے عام بیعت لی۔ پھر اس نے دوبارہ حج کیا۔ لیکن جب یہ اس ارادے سے مکہ کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ دیوار پر یہ دو سطریں لکھی ہوئی ہیں ۔

انا جعفر و حانت و فاتک و انقضت　　سنوک و امر اللہ لابد واقع

''میں جعفر ہوں تیری وفات کا وقت قریب قریب آ گیا ہے اور تیری عمر پوری ہوگئی ہے اور اللہ کا حکم ضرور آنے والا ہے۔''

ابا جعفر ھل کاھن اومنجم　　لک الیوم من ریب المنیۃ دافع

''اور جعفر تو کاہن ہے یا نجومی آج تم کو موت کے پنجے میں سپرد کرنے والے ہیں۔''

جب منصور نے یہ اشعار پڑھے تو اسے اپنی موت کا یقین ہو گیا۔ چنانچہ وہ تین دن کے بعد انتقال کر گیا۔ مرنے سے قبل خواب میں کسی صاحب کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا ۔

کانی بھذا القصر قد باداھلہ　　وعری منہ اھلہ و منازلہ

''گویا کہ میں اس محل میں ہوں کہ جس کے رہنے والے ختم ہو گئے ہیں اور محل منزلوں اور رہنے والوں سے خالی ہیں۔''

وصاد رئیس القوم من بعد بھجۃ　　الی جدث تبعیٰ علیہ جناد لہ

''پھر وہ کچھ دنوں کی رنگینیوں کے بعد قوم کا سردار ہو گیا۔ پھر اسے بڑی بڑی چٹانوں سے تعمیر شدہ قبر میں دفن کر دیا گیا۔''

خلیفہ منصور کی وفات ۱۵۸ھ میں بیر میمونہ میں ہوئی۔ یہ مقام مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ احرام کی حالت میں انتقال ہوا۔ ۶۳ سال کی عمر پائی۔ ۱۲ سال ۱۱ ماہ ۱۴ دن تخت نشین رہا۔ منصور کی ماں کا نام بربریۃ تھا۔

منصور طویل القامت‘ گندم گوں‘ دبلا‘ پتلا‘ چہرے پر ہلکی سی داڑھی‘ کشادہ پیشانی کا آدمی تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنکھیں کیا ہیں دو زبان ہیں جو گفتگو کرتی رہتی ہیں۔ اس کی آنکھیں تیز اور بارُعب تھیں۔ اس کے علاوہ خلیفہ منصور دبدبہ‘ شان وشوکت کی نعمت سے مالا مال‘ عقل مند‘ ذی شعور‘ ذہین‘ بہادر‘ فقیہ اور عالم آدمی تھا۔ اہل دانش اس کی عزت کرتے۔ لوگ اس سے مرعوب رہتے تھے۔ لیکن اسی کے ساتھ غرور و تکبر کی آمیزش بھی پائی جاتی تھی۔ عبادت گزار اور بخیل خلیفہ تھا۔ ہاں ضرورت اور پریشانی میں بخل کو بالائے طاق رکھ دیتا تھا۔

خلافت محمد المہدی

پھر منصور کے بعد ان کے بیٹے مہدی تخت نشین ہوئے۔ ان کا پورا نام یہ ہے ابو عبداللہ محمد المہدی باللہ‘ ان کے والد نے انہیں نامزد کر دیا تھا۔ چنانچہ والد کے انتقال کے بعد ان سے بغداد میں بیعت لی گئی۔ پھر ۱۱ ذی الحجہ کو بیعت عام ہوئی۔ اسبذ ان میں اس کی وفات ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ایک شکار کا تعاقب کر رہا تھا تو اچانک اس کا گھوڑا اجھاڑ دار راستہ میں گھس گیا جس کی وجہ سے محمد مہدی کا بدن چھلنی ہو گیا۔ اور اسی وقت ان کا انتقال ہو گیا۔

بعض مؤرخین نے لکھا کہ ان کی باندی نے انہیں زہر دے دیا تھا۔ لیکن بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ باندی نے سوکنی رشتہ کے حسد کی وجہ سے کھانے میں زہر ملا دیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے فوراً ہاتھ بڑھا کر کھانا تناول کر لیا۔ باندی کو اتنی ہمت نہ ہوئی کہ وہ یہ بتا دے کہ یہ کھانا زہر آلود ہے۔

محمد المہدی کی وفات ۲۲ محرم ۱۶۹ھ کو ہوئی۔ اتفاق سے ان کی نعش اُٹھانے کے لیے کوئی چیز نہیں مل سکی چنانچہ نعش کو ایک دروازے پر

اُٹھا کر اخروٹ کے درخت کے نیچے دفن کر دیا گیا۔ محمد المہدی کی عمر ساڑھے بیالیس سال کی ہوئی۔ بعض نے ۴۳ سال بتایا ہے۔ تقریباً دس سال ایک ماہ تخت نشین رہا۔

محمد المہدی نیک سیرت، سخی، خوبصورت رعایا کا پیارا خلیفہ گزرا ہے۔ اہل علم لکھتے ہیں کہ اس کے والد منصور نے خزانے میں بطور ترکہ تقریباً ایک ارب ۶۰ لاکھ دراہم چھوڑے تھے۔ محمد المہدی نے خوب خرچ کر کے رعایا میں تقسیم کر دیا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک لاکھ دراہم شعراء کو بطور انعام تقسیم کر دیئے تھے۔

خلافت موسیٰ الہادی

محمد المہدی کے بعد ان کا بیٹا موسیٰ الہادی تخت نشین ہوئے۔ جس دن ان کے والد کا انتقال ہوا تو یہ طبرستان میں جنگی محاذ پر کمان کر رہے تھے۔ ان سے اسبذ ان بستی میں بیعت لی گئی۔ پھر موسیٰ ہادی کے بھائی ہارون الرشید نے بغداد میں موسیٰ کے لیے بیعت لی۔ پھر ہارون الرشید نے موسیٰ کے نام ایک تعزیت نامہ تحریر کیا۔ اسی کے ساتھ خلافت کی مبارک بادی بھی پیش کی۔

چند دنوں کے بعد موسیٰ ہادی ڈاک گھوڑے پر سوار ہو کر بغداد تشریف لائے۔ لوگوں نے ان سے ملاقات کی اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ موسیٰ ہادی اپنے بعد ہارون الرشید کو ولی عہدی سے معزول کرنے کے بارے میں پختہ ارادہ کر چکے تھے۔ لیکن یہ پورا نہیں ہو سکا کہ انتقال ہو گیا۔ موسیٰ ہادی کی وفات بغداد میں ۱۴ ربیع الاول ۱۷۰ھ میں ہوئی۔ تقریباً سوا بیس سال کی عمر پائی۔ بعض نے بیس سال کی عمر بتائی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ موسیٰ کے کوئی زخم لاحق ہو گیا تھا۔ ایک سال ۴۵ یوم تخت نشین رہا۔ بعض نے ایک سال دو ماہ مدت خلافت تحریر کی ہے۔

خلیفہ موسیٰ الہادی قد میں لمبے، پرکشش، بھاری بھرکم جسم والے ظالم آدمی رہے ہیں۔ خدائے پاک مغفرت فرمائے۔

خلافت ہارون الرشید

پھر موسیٰ الہادی کے بعد ان کا بھائی ہارون الرشید بن محمد المہدی نے زمام حکومت سنبھالی۔ اس لیے کہ ان دونوں بھائیوں کے لیے ان کے والد محمد المہدی نے ولی عہدی کے لیے نامزد کر دیا تھا۔ ہارون الرشید سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ ان کے بھائی کا انتقال ہوا۔ اسی رات ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام المامون رکھا گیا۔ یہ رات بنو عباس کے لیے عجیب رات تھی۔ اس رات کا سا منظر اس سے قبل نہیں دیکھا گیا تھا کہ اسی رات میں ایک خلیفہ کی وفات ہوئی ہے تو دوسرا لڑکا پیدا ہوتا ہے جو آگے چل کر خلیفہ بنایا جاتا ہے اور اسی رات ایک صاحب کو ولی عہد نامزد کیا گیا۔

جس وقت ہارون رشید سے بیعت کی جارہی تھی تھوڑی دیر کے بعد ہارون الرشید نے یحییٰ بن خالد برمکی کو اپنی وزارت کے لیے چن لیا (ان شاء اللہ جلد ہی باب العین عقاب کے عنوان میں خاندان برامکہ پر حملہ اور جعفر بن یحییٰ بن خالد کے قتل کا واقعہ اور اس کے بیٹے الفضل کا جیل کی قید و بند کی زندگی پھر ان دونوں کی موت کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ آجائے گا۔

ایک عجیب وغریب واقعہ

ہارون الرشید کو ایک عجیب وغریب واقعہ اتفاقی طور پر پیش آیا۔ وہ یہ ہے کہ جس وقت موسیٰ الہادی کو خلیفہ بنایا گیا تو اس نے اپنے باپ کی انگوٹھی کے بارے میں لوگوں سے معلومات کیں کہ وہ آخر کہاں ہے؟ جب انہیں یہ بات معلوم ہوگئی کہ وہ انگوٹھی بھائی ہارون الرشید

کے پاس ہے تو انہوں نے ان سے طلب کی تو ہارون الرشید نے دینے سے انکار کر دیا۔ پھر موسیٰ الہادی نے اصرار کر کے انگوٹھی طلب کی۔ اسی دوران موسیٰ الہادی اور ہارون الرشید بغداد کے پل سے گزر رہے تھے تو ہارون الرشید نے موسیٰ کا گلا دبا دیا۔ پھر انہیں دریائے دجلہ میں پھینک دیا۔ جس وقت ہادی کا انتقال ہو گیا تو ہارون الرشید کو خلیفہ بنایا گیا۔

ہارون الرشید بھی سیسہ کی انگوٹھی لے کر بعینہ اسی جگہ پر جہاں ان دونوں سے گفتگو ہوئی تھی اور گلا دبا دیا تھا آیا اور انگوٹھی کو پھینک دیا۔ پھر ہارون الرشید نے غوطہ زنوں کو حکم دیا کہ وہ انگوٹھی تلاش کریں۔ تلاش کرنے میں وہ پہلی انگوٹھی مل گئی۔ چنانچہ پہلی انگوٹھی کا ملنا ہارون الرشید کی سعادت' نیک فالی' بقاء سلطنت شمار کیا گیا۔ اسی جیسا ایک واقعہ مورخ ابن الاثیر نے ۵۶۰ھ کے ذیل میں لکھا ہے۔ وہ یہ ہے:

جس وقت سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب نے قلعہ بانیاس فتح کیا تو اس نے قلعہ کو ذخیروں سے اور لوگوں سے بھر دیا۔ پھر یہ دمشق آئے تو جوان کے پاس یاقوت کے نگ کی انگوٹھی تھی جس کی قیمت ایک ہزار ایک سو دینار تھی' ہاتھ سے بانیاس کے گھنے درخت میں گر گئی۔ جب وہ کچھ دور چلے تو انہیں احساس ہوا تو انہوں نے فوراً چند لوگوں کو انگوٹھی تلاش کرنے کے لیے بھیجا۔ وہ جگہ بتا کر یہ کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ انگوٹھی وہیں گری ہے۔ چنانچہ تلاش کرنے سے مل گئی۔ اھ

ہارون الرشید نرم دل تھا

خلیفہ ہارون الرشید اگرچہ ایک زبردست سلطنت کے مالک تھے لیکن اس کے باوجود خدائے پاک کا خوف دل سے نہ جاتا۔ چنانچہ ایک واقعہ امام محمد بن ظفر لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہارون سے ایک خارجی نے خروج اختیار کیا۔ تو ہارون الرشید کے چاہنے والے نوجوانوں نے اس سے جنگ کر کے مال و اسباب لوٹ لیا۔ اس کے بعد اس خارجی نے کئی مرتبہ فوج کشی کی۔ جنگ بھی ہوئی آخر کار شکست کھا گیا تو اسے گرفتار کر کے ہارون الرشید کے دربار میں لایا گیا۔ جب اسے سامنے کھڑا کر کے ہارون نے پوچھا۔ اچھا بتاؤ میں تیرے ساتھ کیا معاملہ کروں؟ تو اس نے جواب دیا کہ آپ میرے ساتھ وہ معاملہ کریں کہ جب خدائے پاک کے دربار میں کھڑے ہوں اور آپ یہ چاہتے ہوں کہ میرے ساتھ یہ معاملہ کیا جائے۔ یہ معاملہ دیکھ کر ہارون نے اسے معاف کر دیا اور اسے آزاد کرنے کا حکم دیا۔

جب وہ دربار سے نکلنے لگا تو ہم نشینوں نے گزارش کی کہ حضور عالی جاہ! ایک شخص آپ کے نوجوانوں سے جنگ کرتا ہے۔ مال و اسباب کو لوٹنے لگتا ہے اور آپ کا یہ حال ہے کہ آپ نے ایسے شخص کو ایک جملہ میں معاف کر دیا اس لیے آپ پھر نظر ثانی فرمائیں۔ ورنہ اس قسم کے واقعات سے بدمعاش لوگوں کو موقعہ مل سکتا ہے۔ تو ہارون الرشید نے کہا کہ اچھا اسے واپس کرو۔ خارجی سمجھ گیا کہ سب لوگ میرے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ اے امیر المومنین! آپ ان لوگوں کی بات نہ مانئے اس لیے کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کے بارے میں لوگوں کی باتوں کو مانتا تو آپ چشم زدن کے لیے بھی خلیفہ نہ بنتے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو۔ اس کے بعد مزید انعام سے نوازا۔ (ان شاء اللہ مزید واقعہ جو فضیل بن عیاض اور سفیان ثوری کے ساتھ اتفاقاً پیش آیا ہے' تفصیل کے ساتھ باب باء اور فاء میں آجائے گا)

وفات اور مدت خلافت

ہارون کی وفات مقام طوس ۷ جمادی الثانیہ ۱۹۳ھ شنبہ کے دن ہوئی۔ کل ۴۷ سال کی عمر ہوئی۔ بعض اہل علم ۴۵ سال کی عمر بتاتے ہیں۔ ۲۳ سال ایک ماہ تخت نشین رہے۔ بعض نے صرف ۲۳ سال بتایا ہے۔

ہارون رشید رے میں پیدا ہوئے۔ یہ سخی' بہادر' غازی' بارعب' پرکشش' قابل تعریف خلیفہ ہوئے ہیں ان کا جسم سفید' قد لمبا' موٹا جسم' بالوں کی سفید دھاری سے معلوم ہوتا تھا کہ بڑھاپے کی ابتداء ہو گئی ہے۔

روزانہ اپنے ہی مال سے ایک ہزار درہم صدقہ کرتے تھے اور علم وفنون میں دلچسپی اور مہارت تھی۔

خلافت محمد امین

یہ چھٹے خلیفہ ہوئے اور انہیں معزول کر کے قتل کر دیا گیا

ہارون الرشید کے انتقال کے بعد محمد امین تخت نشین ہوئے۔ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن ان کے والد ہارون کا طوس میں انتقال ہوا۔ پھر محمد امین نے خراسان کے علاقہ کا نائب مامون الرشید کو بنا دیا۔

جس وقت خلافت امین کو منتقل ہوئی ہے اس وقت امین بغداد میں تھا۔ چنانچہ خلعت خلافت اور انگوٹھی کو بغداد میں روانہ کر دیا گیا۔ پھر امین سے بیعت عامہ لی گئی۔اس کے بعد بیعت کا سلسلہ تمام ملک میں قائم ہو گیا۔

ہارون الرشید نے طوس میں اپنے بیٹے امین کے بعد مامون کے لیے ولی عہد نامزد کرنے کے سلسلے میں دوبارہ بیعت کی تجدید کی تھی۔ مزید اپنے آپ کو اس بات کا شاہد بنایا تھا کہ تمام مال و دولت اور ہتھیار مامون کا ہوگا۔ بعد میں خراسان کی فوجوں کا بھی اضافہ کر دیا تھا۔

جس وقت ہارون الرشید کا انتقال ہو گیا تو الفضل بن ربیع نے لشکر میں ایک نعرہ لگایا اور یہ کہا کہ بغداد کی طرف سب کے سب کوچ کر چلو۔ پھر فضل کے پاس ایک تحریر بھیجی جس میں ہارون الرشید نے فضل سے عہد لیا تھا اور بغاوت کرنے سے روکا تھا۔ بغاوت کرنے پر دھمکی بھی دی تھی مزید وفاداری کا عہد بھی مذکور تھا۔ لیکن فضل نے کوئی پرواہ نہ کی۔ چنانچہ یہی معاملہ امین اور مامون کے درمیان اختلاف کا باعث بن گیا۔

ایک عجیب واقعہ

امام اعظم ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ امام النحو کسائی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ہارون الرشید نے اپنے دونوں صاحبزادے امین اور مامون کی تادیب کے لیے مامور فرمایا تھا۔ چنانچہ میں ان دونوں پر ادب کے بارے میں سختی کرتا تھا۔ مواخذہ بھی کرتا۔ خاص طور پر امین پر زیادہ کنٹرول کرتا۔ کچھ دنوں کے بعد خالصہ باندی کو زبیدہ نے بھیجا۔اس نے آ کر یہ کہا کہ زبیدہ نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ میرے بیٹے امین کے ساتھ نرمی کیا کیجئے۔ اس لیے کہ وہ میرا جگر پارہ اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ میں بھی اس سے محبت وشفقت سے پیش آتی ہوں۔ تو امام کسائی نے فرمایا کہ محمد امین تو اپنے والد کے جانشین ہونے والے ہیں۔ خاص طور پر ان پر تو کوتاہی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ خالصہ نے کہا کہ محترمہ سیدہ زبیدہ مامون سے اس لیے شفقت کرتی ہیں کہ جس رات یہ مامون پیدا ہوئے ہیں خواب میں دیکھا کہ چار عورتیں آئیں تو زبیدہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ سامنے والی نے کہا یہ بیٹا جانشین بادشاہ' کم عمر' متکبر' تنگ نظر' لاابالی' بے وفا ہوگا اور خلافت کے بار کو نہیں سنبھال سکتا۔

پیچھے والی نے کہا یہ بچہ کھلاڑ' خرچیلا' انصاف پرور کم ہوگا۔ داہنے والی نے کہا کہ یہ بچہ متکبر' گناہ گار' صلہ رحمی کو توڑنے والا' بے مروت بادشاہ ہوگا۔ دائیں والی نے کہا کہ یہ بیٹا غدار' ملک کو تباہ کرنے والا جانشین ہوگا۔ یہ خواب سنا کر خالصہ رونے لگی اور کہنے لگی امام کسائی کیا تقدیر سے تادیب سودمند ہوسکتی ہے۔

چنانچہ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ مامون الرشید نے امین کو معزول کر دیا اور طاہر بن حسین ہرثمہ بن اعین کو اپنے ساتھ لے کر جنگ کی تیاری کر لی۔ کچھ دنوں کے بعد ان دونوں نے قتل وقتال سے فارغ ہو کر بغداد میں امین کا محاصرہ کر لیا۔ دونوں طرف سے منجنیق کے ذریعے گولے بھی چلائے گئے۔ اس طرح کئی لڑائیاں ہوئیں۔ معاملہ سنگین ہوتا چلا گیا۔ شہر کے محلے اور مکانات ویران ہو گئے۔ بدمعاش

اور عیار لوگ مال و متاع لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ تقریباً یہ محاصرہ ایک سال تک جاری رہا۔ محمد امین کے لیے حالات سنگین ہو گئے۔ ان کے اکثر ساتھی داغ مفارقت دے گئے۔ اس دوران طاہر نے بغداد کے بااثر لوگوں سے خط و کتابت کی اور ایک خفیہ معاہدہ کیا کہ وہ لوگ صرف ہمارا تعاون کریں گے۔ ان کے اطاعت نہ کرنے پر دھمکی دی گئی تو ان لوگوں نے یہ جواب دیا کہ اچھا خلیفہ محمد امین کو معزول کر دیجئے۔ اس معاملے کے بعد محمد امین کے اکثر ساتھی منتشر ہو گئے۔

اس کے بعد طاہر نے شہر ابوجعفر کا محاصرہ کر لیا۔ اشیائے خوردنی پر پابندی لگا دی۔ چنانچہ لوگ بھوک پیاس سے مرنے لگے۔ جب ان تمام حالات کا علم محمد امین کو ہوا تو اس نے ہرثمہ بن اعین سے مراسلت کر کے امن طلب کیا اور یہ کہا کہ میں خود تمہارے پاس آ رہا ہوں۔

جب یہ حالات طاہر کو معلوم ہوئے تو اسے یہ بات ناگوار گزری کہ کہیں فتح کا سہرا ہرثمہ کے سر نہ باندھا جائے پھر جمعرات کے دن ۲۵ محرم ۱۹۸ھ کو محمد امین ہرثمہ بن اعین کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت ہرثمہ جنگی کشتی میں سوار تھا چنانچہ ہرثمہ کے ساتھ سوار ہو گیا۔

طاہر بن حسین امین کے گھات میں تھا' موقع پاتے ہی طاہر کے ساتھیوں نے کشتی میں پتھر برسانا شروع کر دیئے۔ چنانچہ جو لوگ کشتی میں سوار تھے وہ غرق ہو گئے۔ یہ منظر دیکھ کر امین کپڑے چاک کر کے بستان تک تیرتا ہوا گیا۔ طاہر کے ساتھیوں نے امین کو پکڑ لیا۔ پھر انہیں ٹٹو میں سوار کر کے طاہر کے پاس لے آئے۔ طاہر نے ایک جماعت کو امین کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ امین کو قتل کر کے سر کو طاہر کے پاس پہنچا دیا تو طاہر بن حسین نے سر کو نصب کرا دیا۔ جب لوگوں نے یہ منظر دیکھا تو ماحول پرسکون ہو گیا۔ فتنہ ختم ہو گیا۔

پھر طاہر نے گردن کو انگشتری، خلافت و خلعت اور رسول اللہ ﷺ کی چادر کے ساتھ مامون کے پاس بھیج دیا۔ جیسے ہی گردن مامون کے پاس پہنچی فوراً سجدہ شکر بجا لایا اور ایلچی کو ایک لاکھ درہم بطور انعام دیا۔

امام اصمعیؒ کی مامون اور امین سے گفتگو

اصمعیؒ کہتے ہیں کہ مجھے بصرہ رہتے ہوئے تقریباً ایک سال ہو رہا تھا' ایک مرتبہ میں بغرض ملاقات خلیفہ ہارون الرشید کے یہاں آیا۔ آداب شاہی بجا لایا۔ ہارون نے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا تو میں تھوڑی دیر بیٹھا رہا۔ پھر اُٹھا' پھر اشارہ کر کے بٹھا دیا۔ میں بیٹھ گیا یہاں تک کہ لوگ کم ہو گئے۔ پھر ہارون نے مجھے کہا کہ اے اصمعی کیا تم میرے بچوں محمد اور عبداللہ کے دیکھنے کی خواہش رکھتے ہو؟ میں نے کہا کیوں نہیں اے امیر المؤمنین ضرور ملاقات کروں گا۔ مجھے ان سے محبت ہے بلکہ انہی کو دیکھنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ ہارون الرشید نے کہا بس بس کافی ہے۔ اتنے میں ہارون نے حکم دیا کہ عبداللہ اور محمد کو فوراً بلاؤ۔ چنانچہ ایک ایلچی کو بھیج کر بلا لیا۔ ایلچی نے آ کر جواب دیا کہ حضور والا وہ دونوں آ گئے ہیں۔ اصمعی کہتے ہیں کہ وہ دونوں بچے اتنے خوبصورت لگ رہے تھے جیسے آسمان میں دو چاند ہوں۔ جن کے قدم قریب ہو رہے ہوں اور آنکھوں کی روشنی زمین پر پڑ رہی ہو۔ وہ دونوں بچے اپنے والد محترم ہارون کے سامنے کھڑے ہو گئے اور آداب شاہی بجا لائے۔ ہارون نے ان دونوں کو اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ تو محمد امین دائیں بیٹھ گئے اور عبداللہ مامون بائیں طرف بیٹھ گئے۔

پھر ہارون الرشید نے کہا کہ اب آپ ان سے ادبی سوالات کریں گے۔ یہ دونوں جواب دیں گے۔ امام اصمعیؒ کہتے ہیں کہ میں ان سے کوئی بھی سوال کرتا تو وہ فوراً جواب دیتے اور جو پوچھا جاتا فوراً بتا دیتے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ آپ کی ان دونوں کے بارے میں کیا رائے ہے؟ اصمعیؒ نے جواب دیا کہ حضور عالی جاہ میں نے ان دونوں بچوں جیسے ذہین اور ذکی نہیں دیکھے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی عمر طویل کرے اور ان کی شفقت سے اُمت کو نفع پہنچائے۔ اتنے میں ہارون الرشید نے ان دونوں بچوں کو سینے سے لگا لیا۔

اس کے بعد ہارون الرشید رونے لگا یہاں تک کہ داڑھی تر ہو گئی۔ اس کے بعد دونوں بچوں کو جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ

دونوں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد ہارون الرشید نے مجھ سے کہا کہ اے اصمعیؒ! ان دونوں کا اس وقت کیا حال ہوگا جب ان دونوں میں دشمنی اور بغض وعداوت پیدا ہو جائے گا۔ دونوں میں جنگیں ہوں گی۔ یہاں تک کہ خون بہہ جائے گا۔ بہت سے زندہ لوگ یہ چاہیں گے کہ کاش ہم زندہ نہ رہتے۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ خلیفہ مامون الرشید اپنے دور خلافت میں یہ کہا کرتے تھے کہ ہمارے دونوں بھائیوں کے درمیان جو باتیں پیدا ہوئیں ہیں ان کی پیشین گوئی موسیٰ بن جعفر نے ہمارے والد ہارون الرشید کے سامنے کی تھیں۔

مامون الرشید کی پیدائش کا واقعہ

صاحب عیون التاریخ نے لکھا ہے کہ ایک دن خلیفہ مامون زبیدہ امین کی ماں کے پاس سے گزر رہا تھا۔ مامون نے یہ دیکھا کہ زبیدہ ہونٹوں کو خاموش حرکت دے رہی تھی۔ مامون نے کہا اے ماں! کیا آپ میرے لیے بددُعا کر رہی ہیں' محض اس لیے کہ میں نے تمہارے بیٹے کو قتل کر کے اس کی سلطنت چھین لی ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ نہیں اے امیر المؤمنین! ایسا نہیں کر رہی۔ مامون نے کہا اچھا پھر کیا کہہ رہی تھیں؟ ماں نے کہا امیر المؤمنین معاف کیجیے گا، ضرورت محسوس ہوئی ہونٹ حرکت کرنے لگے ورنہ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ البتہ میں یہ کہہ رہی تھی کہ مجبور کن حالات کا برا ہو۔ مامون نے کہا وہ کیسے؟ تو زبیدہ نے کہا کہ ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں ہارون الرشید کے ساتھ برضا ورغبت شطرنج کھیل رہی تھی تو وہ مجھ سے جیت گئے۔ انہوں نے مجھے یہ حکم دیا کہ ننگے ہو کر محل کا چکر لگا کر آؤں تو میں نے ان سے معافی چاہی لیکن انہوں نے مجبور کیا۔ چنانچہ میں نے محل کا برہنہ طواف کیا۔ حالانکہ طبیعت نفرت کر رہی تھی۔ پھر ہم دوبارہ کھیلنے لگے تو اس مرتبہ میں جیت گئی' وہ ہار گئے۔ میں نے ان سے یہ کہا کہ آپ مطبخ جا کر سب سے بدصورت باندی سے جماع کریں۔ انہوں نے مجھ سے معاف کرنے کو کہا۔ میں نے بھی معاف نہیں کیا۔

اس کے علاوہ جماع نہ کرنے کی صورت میں مجھے عراق ومصر کا خراج بھی دینے کو کہا لیکن میں نے انکار کر دیا مزید یہ بھی میں نے کہا کہ نہیں حضور والا یہ تو آپ کو ضرور کرنا پڑے گا۔ پھر بھی انہوں نے انکار کیا۔ پھر میں نے انہیں مجبور کیا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر مطبخ لے گئی۔ چنانچہ کوئی بھی بدصورت باندی میں نے تیری ماں مراجل سے زیادہ نہیں دیکھی۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ ان سے جماع کریں تو انہوں نے اس سے صحبت کی۔ چنانچہ تم اس طرح پیدا ہوئے۔ پھر تم اب میرے بیٹے امین کے قتل اور اس سے ملک چھیننے کا سبب بن گئے۔

وفات وخلافت

خلیفہ امین کا قتل ۲۸ سال کی عمر میں ہوا۔ بعض نے ۲۷ سال بتایا ہے۔ امین قد کے لمبے' سفید' نہایت خوبصورت آدمی تھے۔ ۴ سال ۸ ماہ خلافت پر متمکن رہے۔ بعض نے ۳ سال چند ایام کی تصریح کی ہے۔ اس لیے کہ امین کو ماہ رجب میں چھٹے سال معزول کیا گیا۔ اس اعتبار سے مرتے دم تک ان کی خلافت چند ماہ کم پانچ سال رہی۔ امین لہو ولعب میں زیادہ مال لٹاتا تھا۔ حالانکہ یہ خلافت کے شایان شان نہیں تھا۔ یہ کھیل کود' گانے بجانے اور عیش وعشرت کی چیزوں میں زیادہ مصروف رہتا۔

اذا غدا ملک باللهو مشتغلا فاحکم علی ملکه بالویل و الخرب

''جب بادشاہ لہو ولعب میں مشغول ہو گیا تو اس کی سلطنت میں تباہی اور ویرانیت چھا گئی۔''

اما تری الشمس فی المیزان هابطة لما غدا وهو برج الهو والمطرب

''کیا تم سورج کو نہیں دیکھتے ہو کہ میزان پر اُتر رہا ہے تو جب سویرا ہوا تو وہ لہو ولعب اور مستی کا برج تھا۔''

خلافت عبداللہ المامون

پھر محمد امین کے قتل کے بعد ان کے بھائی عبداللہ المامون الرشید نے عنان حکومت سنبھالی۔ان سے بیعت عامہ اس رات کی صبح کو لی گئی۔جس رات محمد امین کو قتل کر دیا گیا تھا۔پھر بعد میں ان کی بیعت پر سوائے امیر اندلس کے سب نے اتفاق کر لیا۔پھر اس سے قبل اور بعد کے امراء اندلس خاندان عباسیہ سے دور و دراز ہونے کی وجہ سے ان کے زیر اطاعت نہیں ہوئے۔

اخبار طوال میں ہے کہ مامون ذہین فطین دور اندیش' بلند ہمت' خوددار خلیفہ تھا۔بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ مامون آسمان علوم کا ستارہ تھا۔اس نے فلسفہ کا علم جستہ جستہ حاصل کیا اور دیگر علوم کو بھی فروغ دیا۔یہی وہ بادشاہ ہے جس نے کتاب اقلیدس طبع کرائی۔عربی میں ترجمہ کرنے کا حکم صادر کیا اور اس کی شرح لکھنے کا مشورہ بھی دیا۔مامون ہی نے مجلس مناظرہ منعقد کی اور مناظرہ کے استاذ ابوالہذیل البصری المعتزلی تھے جن کو علاف بھی کہا جاتا ہے۔(جس کی کچھ تفصیل بردون باب الباء میں آجائے گی)

مامون الرشید ہی کے دور خلافت میں فتنہ خلق قرآن رونما ہوا۔بعض کہتے ہیں کہ یہ فتنہ ہارون الرشید کے دور میں پیدا ہو چکا تھا پھر مامون کے دور میں شباب پر آگیا۔لیکن آخر دور حکومت میں فتنہ فرو ہونے کے قریب ہو گیا۔چنانچہ لوگ بھی خلق قرآن کے بارے میں تائب ہو جاتے بھی قائل ہو جاتے۔لیکن اکثر لوگ اس مسئلہ میں دلچسپی کا ثبوت دیتے

مامون کے عہد خلافت میں سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جو اس دور کے امام اہل سنت و جماعت تھے خلق قرآن کے قائل نہیں تھے مامون نے انہیں قید کرنے کا حکم دے دیا۔چنانچہ مامون الرشید کے پاس پہنچ نہ پائے تھے کہ معلوم ہوا کہ خلیفہ وقت مامون الرشید کا انتقال ہو گیا۔(امام رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مسئلہ خلق قرآن کے مجاہدوں اور قید و بند کے مصائب جھیلنے کے سلسلے میں تذکرہ خلافت معتصم میں آجائے گا)

مؤرخین کا کہنا ہے کہ مامون الرشید الجزیرہ اور شام میں جا کر کافی دنوں تک مقیم رہا۔پھر اس نے روم کو فتح کیا اس کے علاوہ اور بھی بہت سی فتوحات حاصل کیں اور بہت سے اچھے کام کیے۔

مامون الرشید کی وفات

مامون الرشید کی وفات ۱۸ رجب یا ۸ رجب ۲۱۸ھ نہر بردی کے مقام میں ہوئی۔کل ۴۹ برس کی عمر ہوئی اور بعض نے ۳۹ سال کی عمر بتائی ہے۔لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔اس کے علاوہ بعض نے ۴۸ سال کا بھی تذکرہ کیا ہے۔کل ۲۰ سال ۵ ماہ تخت نشین رہے۔کہا جاتا ہے کہ طرطوس میں دفن کیے گئے۔

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ خلیفہ مامون الرشید درگزر کرنے والے فیاض آدمی تھے۔علم نجوم کے عالم و دیگر علوم میں بھی دسترس رکھتے تھے۔مامون کہا کرتے تھے کہ اگر لوگوں کو پتہ چل جائے کہ مجھے عفو و درگزر کرنے میں لطف آتا ہے تو لوگ جرائم کرے سیدھے میرے پاس آکر اژدہام لگالیں گے۔اس کے علاوہ مؤرخین لکھتے ہیں کہ بنو عباس میں مامون سے زیادہ بڑا عالم کوئی نہیں گزرا۔خاص طور پر مامون الرشید علم نجوم کے عالم تھے۔چنانچہ شاعر نے کہا ہے ؎

هل علوم النجوم اغنت عن الما   مون شیئا او ملکه المانوس

''کیا علم نجوم یا اس کا مانوس ملک خلیفہ مامون سے تھوڑی دیر کے لیے بھی مستغنی ہو سکتا ہے۔''

اخلفوه بساحتی طرسوس   مثل ما خلفوا اباه بطوس

''لوگوں نے مامون کو میرے علاقے طرسوس کا جانشین بنایا ہے جیسے کہ ان کے والد محترم کو طوس کا جانشین بنایا تھا۔''

مامون خوبصورت ملیح' مناسب قد' لمبی داڑھی' سخی' دین دار' علوم کا دلدادہ' مدبر اور سیاسی خلیفہ تھا۔

خلافت ابواسحاق ابراہیم المعتصم

مامون الرشید کے بعد ان کے بھائی ابواسحاق ابراہیم المعتصم بن ہارون الرشید تخت نشین ہوئے۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ ان کے بھائی مامون کا انتقال ہوگیا۔ اس لیے کہ ان کے بعد یہی ولی عہد نامزد تھے۔

معتصم نے خلافت پر آتے ہی طوانہ کو منہدم کرنے کا حکم دیا۔ شہر عموریہ پر لشکر کشی کر دی۔ کئی دن محاصرہ جاری رہا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ بنو عباس میں معتصم جیسا بہادر' دلیر' طاقت ور حملہ آور بادشاہ نہیں گزرا۔

لکھا ہے کہ معتصم ایک دن صبح کو اس حالت میں بیدار ہوا کہ سردی کڑاکے کی پڑ رہی تھی۔ کسی کو ہاتھ نکالنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی تو اس نے اس دن چار ہزار کمان میں تانت لگائے۔ شہر عموریہ کا برابر محاصرہ کئے رہا۔ یہاں تک کہ بزور شمشیر فتح کر لیا۔ مال و دولت کو بطور غنیمت قبضہ کر لیا۔ رہنے والوں کو قید کر لیا۔

امام احمدؒ بن حنبل اور فتنہ خلق قرآن

جس وقت معتصم کو خلافت سپرد کر دی گئی تو اس نے فوراً سیدنا امام احمد بن حنبلؒ کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ امام اس وقت مامون کے جیل خانہ میں قید و بند کی صعوبتیں جھیل رہے تھے جیسے کہ ابھی گزرا۔ پھر معتصم نے امام سے خلق قرآن کے سلسلہ میں گفتگو کی جس کی تفصیل ابھی آ جائے گی۔

مختصر یہ کہ خلیفہ ہارون الرشید اپنے دور خلافت میں خلق [1] قرآن کے قائل نہیں تھے۔ اسی لئے فضیل بن عیاض ہارون الرشید کی درازی عمر کی دُعا مانگتے تھے اس لیے کہ انہوں نے بھانپ لیا تھا کہ یہ فتنہ ہارون الرشید کے دور میں واقع نہیں ہوگا۔ ہاں اتنی بات ضرور تھی کہ ہارون الرشید کے دور خلافت میں لوگ خلق قرآن کے سلسلہ میں متذبذب تھے۔ کبھی اختیار کرتے کبھی ترک کر دیتے۔ گویا اختیار و ترک کا سلسلہ چل رہا تھا جیسے کہ ابھی گزر چکا ہے۔

آخر کار ہارون الرشید کے بعد ان کے بیٹے مامون الرشید کو خلیفہ بنایا گیا۔ اتفاق یہ کہ مامون الرشید خلق قرآن کا قائل ہوگیا۔ کبھی یہ عوام الناس کو خلق قرآن کے عقیدے کی دعوت دیتا' کبھی پیچھے ہٹ جاتا۔ حتیٰ کہ مامون الرشید اپنی وفات کے سال خلق قرآن کا پختہ مدعی ہوگیا۔ چنانچہ یہ لوگوں کو خلق قرآن کے عقیدے پر دعوت دینے لگا۔ عوام کو اُبھارنے لگا۔ جو بھی اس کا قائل نہ ہوتا تو انہیں پریشان کر دیتا۔ مصائب میں مبتلا کرتا۔ اس دوران اس نے سیدنا امام احمد بن حنبلؒ اور ایک دوسری جماعت کو بلوایا۔ امام احمدؒ قید خانہ سے لائے جا رہے تھے کہ راستہ میں ہی تھے کہ مامون الرشید کا انتقال ہوگیا۔ ان کے بعد ان کے بھائی معتصم ولی عہد تھے۔ مامون الرشید نے یہ وصیت بھی کی تھی کہ تم ہمیشہ خلق قرآن کے قائل رہنا اور عوام کو اسی کی دعوت بھی دینا۔

سیدنا امام احمد بن حنبلؒ برابر قید و بند کی زندگی گزارتے رہے۔ یہاں تک کہ معتصم ولی عہد کو خلیفہ تسلیم کر لیا گیا۔ معتصم نے آتے ہی

---

[1] اشارہ اسی مشہور فتنہ کی جانب ہے جو امام احمد بن حنبلؒ کے دور میں پیش آیا اور جس میں اسلام کا یہ یگانہ روزگار امام مظالم کا شکار ہوا کہ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق' مسئلہ کلامیات کا ہے اور معتزلہ نے اسے اسلامی افکار و عقائد میں داخل کرنے کی ناپاک کوشش کی۔ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق قرآن پاک خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ۱۲۔

امام احمدؒ کو بغداد حاضر کرنے کا حکم دے دیا۔ مجلس مناظرہ منعقد کی گئی۔ فریق مخالفت میں عبدالرحمٰن بن اسحاق اور قاضی احمد بن داؤد وغیرہ تھے اور ادھر صرف امام احمد بن حنبلؒ تھے۔ آخر کار چار دن تک مناظرہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ خلیفہ معتصم نے امام احمدؒ پر کوڑے برسانے کا حکم دے دیا۔ اتنے کوڑے لگوائے کہ بے ہوشی طاری ہوگئی۔

خلیفہ اسی پر بس نہ کرتا بلکہ تلوار اور غلاف زدہ تیر بھی چبھوتا لیکن امام احمدؒ صراط مستقیم سے نہ ہٹتے پھر انہیں اُٹھا کر انکے گھر لایا گیا۔ آپ قید خانہ میں ۲۸ ماہ رہے۔ اس کے بعد آپ برابر جمعہ کی نماز اور پنج وقتہ نمازوں میں حاضر ہوتے رہے حسب دستور فتویٰ دینے لگے یہاں تک کہ معتصم کا انتقال ہوگیا۔

خلیفہ الواثق کی سختی اور متوکل کا بہترین سلوک

خلیفہ معتصم کے بعد الواثق کو خلیفہ بنایا گیا۔ اس نے بھی وہی کام انجام دیا جو مامون الرشید اور معتصم نے انجام دیا تھا۔ واثق نے امام سے یہ کہا کہ تیرے پاس کوئی نہیں آئے گا اور نہ تم اس شہر میں رہنا جس میں میں رہ رہا ہوں۔ چنانچہ امام احمدؒ خفیہ زندگی گزارتے۔ نماز اور دیگر کاموں کے لیے باہر نہیں آتے تھے۔ یہاں تک کہ واثق کی وفات ہوگئی۔ پھر ان کے بعد متوکل کو خلیفہ بنایا گیا۔ متوکل نے امام احمد بن حنبلؒ کو تمام پابندیوں بیڑیوں سے آزاد کردیا اور انہیں اپنے یہاں حاضر ہونے کا پروانہ بھیجا۔ مزید امام کو انعام واکرام سے نوازنے کا حکم صادر فرمایا۔ لیکن سیدنا امام احمد بن حنبلؒ نے قبول نہیں فرمایا بلکہ اسے فقیروں، مسکینوں میں تقسیم کردیا۔ اس کے علاوہ متوکل امام کی آل واولاد میں چار ہزار ماہانہ درہم خرچ کرتے تھے لیکن امام احمد بن حنبل متوکل کے اس عمل سے راضی نہیں تھے۔

خلیفہ معتصم کا امام احمدؒ سے سخت رویہ

عراقی لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے تین یوم تک مناظرہ ہوتا رہا۔ خلیفہ معتصم امام کو خلوت میں لے جا کر یہ کہتے تھے کہ خدا کی قسم! امام احمد میں تم پر اس طرح مہربان ہوں جیسے اپنے بیٹے ہارون واثق پر نرمی اور شفقت کا معاملہ کرتا ہوں تم صرف خلق قرآن کے قائل ہو جاؤ۔ چپکے سے مجھ سے کہہ دو۔ اگر تم نے منظور کرلیا تو خدا تعالیٰ کی قسم میں تمہاری بیڑیاں اپنے ہاتھ سے کھولوں گا۔ تمہاری چوکھٹ پر آؤں گا اور میں تمہیں اپنے فوجیوں کے ساتھ سوار کرا کے لے جاؤں گا۔

امام نے جواب دیا کہ مجھے زائد باتیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ اگر مجھے کتاب اللہ اور حدیث نبویہ سے کوئی دلیل دیجئے تو مہربانی ہو گی۔ چنانچہ مجلس طویل ہوگئی اور حاصل کچھ نہ نکلا تو معتصم نے امام کو ڈانٹا اور ڈانٹ کر کھڑا ہوگیا اور امام کو اسی جگہ جانے کا حکم دیا جہاں پر معتصم کے ایلچی برابر آپ سے کہتے رہے کہ امام احمد آپ کو اسی کا اقرار کرلینا چاہئے ہیں جو آپ کا قرآن کریم کے بارے میں خیال ہے۔ پھر امام وہی جواب دیتے جو بارہا دے چکے ہوتے۔

جب تیسرا دن آیا تو امام احمدؒ کو مناظرہ کی دعوت دی گئی۔ آپ کو خلیفہ معتصم کے دربار میں حاضر کردیا گیا۔ خلیفہ کے دربار میں پہلے سے محمد بن عبدالملک الزیات اور قاضی احمد بن دواؤد وغیرہ موجود تھے۔ معتصم نے ان لوگوں کو یہ حکم دیا کہ آپ لوگ ان سے مناظرہ کریں۔ چنانچہ یہ لوگ برابر مناظرہ کرتے رہے۔ آخر کار ان لوگوں نے یہ کہا کہ اے امیر المؤمنین یہ ایسے نہیں مانیں گے۔ آپ انہیں قتل کر کے ان کا خون ہمارے اوپر ڈال دیں۔ یہ سن کر معتصم نے امام کے ایک تھپڑ رسید کیا جس سے امام بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ یہ دیکھ کر خراسان کے حکام کے چہروں کے رنگ متغیر ہوگئے انہیں میں غالباً امام احمد کے چچا بھی تھے۔

یہ ماجرا دیکھ کر خلیفہ معتصم ڈر گیا۔ چنانچہ پانی منگوا کر امام کے چہرے پر چھینٹیں ماریں جس سے امام ہوش میں آگئے۔ ہوش میں آتے ہی آپ نے اپنے چچا کو مخاطب کر کے کہا: چچا یہ جو پانی میرے چہرے پر ڈالا گیا ہے شاید ڈالنے والا مجھ سے نالاں ہے۔ یہ سن کر

خلیفہ معتصم نے کہا تم لوگوں کا برا ہو کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو۔ ان کے معاملے کی وجہ سے ہجوم ہوتا جا رہا ہے۔ میری اللہ کے رسول ﷺ سے بھی قرابت اور نسبت ہے میری کوئی ان سے عداوت نہیں ہے۔ کوڑے اس وقت تک لگتے رہیں گے جب تک کہ یہ اس بات کے قائل نہ ہو جائیں کہ قرآن مخلوق ہے۔ پھر معتصم امام کی طرف متوجہ ہوتا۔ لیکن امام پہلے کی طرح جواب دیتے۔ یہاں تک کہ معتصم ڈانٹتا۔ اس طرح سے مجلس طویل ہو جاتی۔ معتصم کہتا تم پر خدا کی لعنت ہو۔ اس سے قبل مجھے تمہارے بارے میں خیال تھا کہ تم قائل ہو جاؤ گے۔ پھر حکم دیتا کہ انہیں پکڑ کر ان کے کپڑے اُتار دو اور انہیں زمین پر گھسیٹو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا جاتا۔ پھر معتصم جلاد سے کہتا کہ امام احمدؒ یہ کہتے ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ کے بال ہیں۔ جنہیں میں نے اپنے کرتے کی آستین میں باندھ رکھا ہے اور کہتے ہیں کہ میرے پاس بعض لوگ بالوں کو جلانے کے لیے آتے ہیں' تو معتصم نے حکم دیا کہ ان بالوں کو جلانا مت بلکہ انہیں ان کے کرتے سے نکال لو۔ امام احمدؒ کہتے ہیں کہ میرا کرتا تو جناب رسول اللہ ﷺ کے بالوں کی برکت کی وجہ سے جلنے سے بچ گیا۔ لوگوں نے میرے ہاتھ باندھ دیئے تھے تو وہ بھی کھول دیئے گئے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ برابر مصائب و آلام برداشت کرتے رہے۔

پھر معتصم جلادوں سے کہتا کہ آگے بڑھو اور کوڑے مارنے والوں سے کہتا کہ انہیں میرے پاس لاؤ۔ ان کو برا بھلا کہو' تکلیف دو' خدا تیرے ہاتھ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے تو وہ آگے بڑھتے اور دو کوڑے مار کر علیحدہ ہو جاتے۔ پھر دوسرے سے کہتا کہ ان کو برا بھلا کہو سختی کرو' خدا تمہارے ہاتھ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے تو وہ آگے بڑھتے اور دو کوڑے مار کر علیحدہ ہو جاتے۔ اس طرح سے معتصم ایک ایک آدمی کو بلا کر برابر پٹواتا رہا۔ پھر معتصم امام احمدؒ کے پاس آتا اس حال میں کہ لوگ امام احمدؒ کو گھیرے ہوئے ہوتے اور یوں کہتا کہ اے احمد! کیا تم اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنا چاہتے ہو۔ قاعدے سے جواب دو تا کہ میں تمہاری بیڑیاں اپنے ہاتھ سے کھول دوں۔ ان میں سے بعض لوگ یہ کہتے کہ امام صاحب آپ کے بادشاہ آپ کے سامنے کھڑے ہیں' آپ جواب دیجئے اور اس دبلے پتلے آدمی کو تلوار کی نوک سے زخمی کیا جاتا۔ معتصم یہ بھی کہتا کہ اے احمد کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ یہ سب لوگ مغلوب ہو جائیں۔

اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اے امیر المؤمنین ان کا خون ہمارے اوپر بہا دیجئے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد معتصم کرسی پر جا کر بیٹھ جاتا۔ پھر جلاد سے کہتا کہ ان کو برا بھلا کہو۔ پھر معتصم دوبارہ آتا اور پوچھتا اے احمد جواب دو۔

چنانچہ امام احمدؒ وہی پہلا جواب دیتے۔ پھر معتصم لوٹ کر کرسی پر بیٹھ جاتا۔ پھر جلاد کو حکم دیتا کہ ان پر سختی کرو۔ امام احمدؒ کہتے ہیں کہ بس میں اتنا جانتا تھا کہ میں ایک کمرے میں تنہا ہوں ورنہ میری عقل جاتی رہی تھی اور آپ یہ تمام مصائب و مشکلات روزہ کی حالت میں جھیل رہے تھے۔

ایک مرتبہ آپ کو ۱۸ کوڑے لگائے گئے۔ مارنے کے دوران جب آپ کا بوجھ ہلکا ہو گیا تو آپ نے دونوں ہاتھوں کو ہلایا تو آپ کے ہاتھ کھل گئے۔ پھر باندھ دیئے گئے۔ جب آپ کو ان مظالم سے نجات مل گئی تو لوگوں نے آپ سے اس سلسلے میں سوال کیا آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا مانگ رہا تھا:

اللّٰھم ان کنت علی الحق فلا تفضحنی.

''خدایا میں اگر حق پر ہوں تو مجھے رسوا نہ کیجئے۔''

ان سب حالات کے گزرنے کے بعد معتصم نے ایک آدمی کو نگران بنایا جو علاج اور جراحی سے واقف تھا کہ وہ ان کا علاج کرتا رہے۔ چنانچہ اس نے علاج کیا۔ معالج کا کہنا ہے کہ میں نے امام احمد کے بدن پر ایک ہزار کوڑوں کے نشانات دیکھے۔ ان سے زیادہ زخمی میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ آخر کار ان کا علاج ہوتا رہا۔ علاج کے باوجود امام احمدؒ کے بدن سے کوڑے کے نشانات مٹے نہیں تھے یہاں تک

کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔

امام احمد حنبلؒ کو جنت کی بشارت

بیان کیا جاتا ہے کہ جس وقت سیدنا امام شافعیؒ مصر میں سکونت پذیر تھے اس وقت آپ نے جناب رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپؐ امام شافعیؒ سے یوں فرما رہے تھے کہ تم امام احمد بن حنبلؒ کو جنت کی بشارت دے دینا۔ یہ بشارت ان کے اُن کارناموں کی وجہ سے ہے جو انہوں نے خلق قرآن کے مسئلے میں مصائب جھیلے ہیں' مشقتیں برداشت کی ہیں اور جب امام احمد سے سوال کیا جاتا تو وہ سوائے اس کے اور کوئی جواب نہ دیتے کہ قرآن پاک اللہ جل جلالہ کا نازل کردہ کلام ہے' مخلوق نہیں ہے۔

جب امام شافعیؒ خواب سے بیدار ہوئے تو انہوں نے خواب لکھ کر بدست ربیع' امام احمدؒ کے پاس روانہ کر دیا۔ جب ربیع بغداد پہنچے تو سیدھے امام احمدؒ کے جائے قیام پر تشریف لے گئے۔ اجازت لی' انہیں اجازت دی گئی۔ جب ربیع گھر کے اندر گئے تو کہا کہ یہ رقعہ آپ کے بھائی امام شافعیؒ نے تحریر فرما کر میرے ذریعے آپ تک پہنچایا ہے۔ سیدنا امام احمدؒ نے فرمایا کہ ربیع تم جانتے ہو اس میں کیا لکھا ہے؟ جواب دیا کہ نہیں۔ امام احمدؒ نے وہ رقعہ کھول کر پڑھا تو ان پر گریہ طاری ہو گیا۔ فرمایا **ماشاء اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ** پھر آپ نے بتایا کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے۔

ربیع نے کہا کہ آپ کیا انعام دے رہے ہیں؟ اس وقت آپ کے جسم پر دو کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے وہ کرتہ جو آپ کے جسم سے لگا ہوا تھا بطور انعام دیا۔ ربیع نے امام شافعیؒ سے جا کر کہا وہ کرتا انعام دیا ہے جو ان کے جسم سے لگا ہوا تھا۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ربیع میں تمہیں اس کرتے کے بارے میں ہمدرد نہیں بنانا چاہتا۔ میں تو اسے دھوؤں گا۔ چنانچہ امام شافعی نے اس کرتے کو دھویا اور اس پانی کو تمام بدن پر ڈال کر غسل فرمایا۔

امام احمدؒ کی وسعت قلبی

ابراہیم حربی کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ کی وسعت قلبی دیکھئے کہ آپ نے ان لوگوں کو جو آپ کو پیٹنے میں شریک تھے یا تماشہ بین تھے یا ان کے پٹوانے میں تعاون کر رہے تھے سب کو معاف فرما دیا۔ سوائے ابن ابی دواؤ کے' اس لیے کہ وہ بدعتی بھی تھا۔ امام احمدؒ یہ بھی فرمایا کرتے کہ اگر ابن ابی داؤ دمبتدع نہ ہوتا تو میں اسے بھی معاف کر دیتا۔ اگر وہ اب بھی بدعات سے توبہ کر لے تو میں معاف کر سکتا ہوں۔

احمد بن سنائی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ جس زمانے میں معتصم نے بابل کو فتح کیا یا جس دن شہر عموریہ کو فتح کیا اس دن آپ نے معتصم کو بھی معاف فرما دیا تھا۔

عبداللہ بن الورد کا خواب

عبداللہ بن الورد کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی تو میں نے امام احمد بن حنبلؒ کے بارے میں پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے پاس موسیٰ کلیم اللہ بن عمران علیہ السلام تشریف لائیں گے' ان سے پوچھ لینا۔ پس اچانک سیدنا موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے میں نے امام احمدؒ کے بارے میں ان سے پوچھا تو آپؑ نے فرمایا احمد کو خوشحال اور مصیبت زدہ کر کے دونوں انداز سے آزمایا گیا تو وہ صبر و شکر کے پیکر نکلے' سچے ثابت ہوئے۔ چنانچہ انہیں صدیقین میں شامل کر لیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جو موسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے احالہ کیا تھا اس میں چند حکمتوں کی طرف اشارہ مقصود تھا:

(۱) اول یہ کہ اُمت محمدیہ کی دیگر تمام اُمتوں پر فضیلت معلوم ہو جائے یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام جو جلیل القدر پیغمبروں میں سے ہیں اسے بیان اور ثابت کر رہے ہیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ اس میں امام احمد بن حنبلؒ جو امت محمدیہ کے نمونے تھے' ان کی اس میں فضیلت ہے کہ انہیں ستایا گیا' مصائب میں مبتلا کیا گیا اس کے بدلے انہیں اجر عظیم ملا۔ یہاں تک جناب رسول اللہ ﷺ نے آپ کے مقام اور عظمت کی گواہی دی۔

(۳) تیسرے یہ کہ امام احمدؒ کو خلق قرآن کے مسئلے میں مبتلا کیا گیا۔ قرآن اللہ کی کتاب ہے اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں' انہوں نے کوہ طور میں اللہ جل شانہٗ سے گفتگو کی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام خوب جانتے ہیں کہ قرآن کریم اللہ کی کتاب ہے نازل کردہ کلام ہے' مخلوق نہیں ہے۔ اس مناسبت سے حضور اکرم ﷺ نے احالہ فرمایا تھا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے اور ان کا یہ عقیدہ درجہ یقین کو پہنچ جائے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ کلام ہے' مخلوق نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کی مختصر سوانح

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ امام احمدؒ کی ولادت باسعادت ۱۶۴ھ میں ہوئی۔ اور وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ ان کے نماز جنازہ میں آٹھ لاکھ مردوں' اور ۶۰ ہزار عورتوں نے شرکت کی۔ جس دن ان کا انتقال ہوا اُس دن ۲۰ ہزار یہودیوں' نصرانیوں اور مجوسیوں نے اسلام قبول قبول کیا۔ اھ (وفیات الاعیان)

نووی لکھتے ہیں کہ جس سرزمین میں امام احمدؒ کی نماز جنازہ پڑھی گئی ہے۔ متوکل نے پیمائش کرنے کا حکم دیا تو ۲۵ لاکھ گز زمین نکلی۔ نیز ان کے مرنے کا غم چار قوموں نے کیا یعنی مسلمانوں' یہودیوں' نصرانیوں اور مجوسیوں نے۔ (تہذیب الاسماء واللغات)

محمد بن خزیمہ جو مشہور محدثین میں سے ہیں کہتے ہیں کہ جب مجھے امام احمد بن حنبلؒ کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی تو مجھے بہت ہی زیادہ غم ہوا۔ میں نے انہیں خواب میں دیکھا کہ وہ اکڑ اکڑ کر شان سے چل رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ ابو عبداللہ یہ کون سی رفتار ہے تو فرمایا کہ یہ چال ڈھال جنت میں خدام کی ہوتی ہے۔ میں نے مزید سوال کیا اللہ جل شانہٗ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ جواب دیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بخش دیا اور ننگے پاؤں کر کے سونے کے نعلین پہنا دیئے ہیں۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے احمد! ہم نے تم کو یہ اعزاز اس لیے عطا کیا ہے کہ تم میرے کلام کے مخلوق نہ ہونے کے عقیدے پر جمے رہے۔ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا کہ اے احمد تم مجھ سے ان الفاظ کے ساتھ دُعا مانگو جن الفاظ کے ساتھ سفیان سے تم تک پہنچی ہے اور جس سے تم دُنیا میں ان ہی الفاظ کے ساتھ دُعا مانگتے تھے۔ امام احمد کہتے ہیں چنانچہ میں نے فوراً دُعا کی:

"یا رب کل شئی اسالک بقدرتک علی کل شئی لا تسالنی عن شئی واغفرلی کل شئی.

"اے میرے رب میں آپ کی قدرت سے ہر چیز کے بارے میں ہر چیز کے ضرر سے پناہ مانگتا ہوں تو مجھ سے کسی چیز کے بارے میں حساب نہ لینا' تو میرے ہر گناہ کو بخش دے۔"

یہ سن کر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے احمد! اُٹھ' یہ جنت ہے اس میں داخل ہو جا۔ چنانچہ میں داخل ہو گیا کیا دیکھتا ہوں کہ سفیان ثوری جنت میں اس حالت میں ہیں کہ ان کے دو ہرے ہرے بازو ہیں' وہ ایک کھجور کے درخت سے اُڑ کر دوسرے کھجور کے درخت پر بیٹھ جاتے ہیں اور یہ کلمات کہتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِیْنَ.

''ہر قسم کی تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے وعدہ کو ہمارے ساتھ پورا فرمایا اور ہمیں زمین کا وارث بنایا جنت میں جہاں چاہتے ہیں رہتے ہیں' کتنا ہی اچھا عمل کرنے والوں کی جزا ہے۔''

امام احمدؒ کہتے ہیں پھر میں نے سفیان سے یہ پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے عبدالوہاب الوراق کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ سفیان نے جواب دیا کہ میں نے انہیں نور کے سمندر میں دیکھا ہے۔ نور کی کشتی میں بیٹھ کر اللہ کا دیدار کرتے رہتے ہیں۔ پھر میں نے ان سے یہ پوچھا کہ بشر بن الحرث کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ تو سفیان نے کہا کہ ٹھہرو ٹھہرو میں نے انہیں انسان کی طرح اللہ تعالیٰ کے حضور میں دیکھا ہے اور ان کے سامنے کھانے کا دستر خوان چنا ہوا ہے۔ اللہ جل شانہ' ان کی طرف متوجہ ہو کر یہ فرمار ہے ہیں:

کل یا من لم یاکل واشرب یامن لم یشرب وانعم یا من لم ینعم.

''کھا اے وہ جس نے نہیں کھایا۔ پی اے وہ جس نے نہیں پیا' سیراب ہو جاؤ اے وہ جس نے سیرابی حاصل نہیں کی۔''

معتصم کی وفات

۲۲۷ھ میں خلیفہ معتصم نے (سر من رای میں) سینگی لگوائی جس سے بخار آ گیا۔ پھر اس کی وفات ہو گئی۔ یہ واقعہ غالباً ۱۲ ربیع الاول کو پیش آیا۔ کل ۴۷ یا ۴۸ سال کی عمر پائی۔ ۸ سال ۸ ماہ ۸ دن تخت نشین رہا۔ گویا یہ خلافت بنو عباسیہ کا آٹھواں خلیفہ گزرا ہے۔ ترکہ میں آٹھ ہزار اشرفیاں ۹۰ لاکھ دراہم ۸ ہزار گھوڑے آٹھ آٹھ ہزار اونٹ اور خچر ۸ ہزار غلام ۸ ہزار باندیاں وغیرہ چھوڑیں۔ اسی لیے معتصم کو مثمن (آٹھواں) خلیفہ کہا جاتا ہے۔

معتصم ان پڑھ بادشاہ تھا اس لیے کہ اس کے ایک چھوٹا سا غلام تھا اس کو لے کر وہ کتاب لینے جایا کرتا تھا اتفاق یہ کہ اس غلام کا انتقال ہو گیا تو ہارون الرشید نے معتصم سے کہا اے ابراہیم تمہارا غلام تو انتقال کر گیا۔ تو معتصم نے کہا جی ہاں وہ مر گیا اور میں کتاب کے جھنجھٹ سے آزاد ہو گیا تو ہارون الرشید نے کہا کتاب کی بے ادبی میں تمہارا یہ حال ہو گیا؟ ہارون الرشید نے مصاحبین کو ہدایت کر دی کہ اب اسے کوئی نہ پڑھائے۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو اسی لیے معتصم جاہل رہا۔

خلافت ہارون واثق باللہ

پھر خلیفہ معتصم کے بعد ان کا بیٹا ہارون واثق باللہ تخت نشین ہوا۔ جس دن ان کے والد انتقال ہوا اس دن ان سے خفیہ طریقے سے سر من رای میں بیعت لی گئی۔ چنانچہ ان کی بیعت کا شور و غلغلہ بغداد تک ہو گیا۔ پھر بغداد وغیرہ میں ان کی حکومت مستحکم ہو گئی۔ جب ہارون کو خلیفہ چن لیا گیا تو انہوں نے احمد بن نصر خزاعی کو خلق قرآن کے قائل نہ ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا۔ اور ان کے چہرے کو مشرق کی طرف پھیر دیا تو وہ قبلہ کی طرف گھوم گیا۔ چنانچہ اس نے ایک آدمی کو ایک تیز دھار لکڑی لے کر متعین کیا کہ جب کبھی یہ قبلہ کی طرف گھوم جائے اسے مشرق کی طرف موڑ دو۔

روایت ہے کہ احمد بن نصر کو کسی نے خواب میں دیکھا۔ ان سے یہ پوچھا گیا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ نے رحم و کرم کا معاملہ کر کے بخش دیا۔ اس کے باوجود میں تین دن رنجیدہ رہا ہوں۔ رنجیدہ خاطر ہونے کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے دو مرتبہ گزرے ہیں۔ دونوں مرتبہ آپؐ اپنے چہرہ انور کو مجھ سے پھیرے ہوئے تھے تو میں مغموم ہو گیا۔ جس وقت تیسری مرتبہ گزرے تو میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میں حق پر اور وہ لوگ باطل پر نہیں تھے۔ پھر آپ کیوں ناراض ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا ہاں تم حق پر تھے۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں تم سے اس لیے شرماتا

ہوں کہ میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی نے تمہیں قتل کر دیا ہے ورنہ میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔
دمیریؒ کہتے ہیں کہ میری نظر سے یہ بات گزری ہے کہ خلیفہ ہارون واثق نے خلق قرآن کے مسئلہ سے توبہ کر لی تھی۔ غالباً خطیب بغدادی نے انہی کے سوانح حیات میں ذکر کیا ہے۔

خلق قرآن پر مناظرہ

چنانچہ خطیب لکھتے ہیں کہ میں نے طاہر بن خلف سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ محمد بن واثق جن کو مہتدی باللہ بھی کہا جاتا تھا کہتے ہیں کہ جس وقت میرے والد محترم کسی کے قتل کا ارادہ کرتے تو ہم سب ان کی مجلس میں حاضر ہو جاتے۔ اتفاق سے ایک مرتبہ ہم ان کے پاس تھے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بوڑھے شخص کو بیڑیوں میں جکڑ کر حاضر کیا گیا۔ اتنے میں والد محترم نے احمد بن داؤد اور ان کے ساتھیوں کو آنے کی اجازت دی اور شیخ کو سامنے لایا گیا۔ شیخ نے آتے ہی السلام علیکم یا امیر المؤمنین کہا۔ تو ہارون نے کہا خدا تجھے سلامت نہ رکھے۔ شیخ نے کہا اے امیر المؤمنین جس نے آپ کو ادب وسلیقے کی تعلیم دی ہے وہ بدتہذیب معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ اللہ نے تو یہ فرمایا ہے:

وَإِذَا حُيِّيْتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوْهَا. (سورۃ النساء)

''اور جب تم کو کوئی دُعا دے تو تم بھی اس سے بہتر دُعا دو یا اسی کو لوٹا دو۔''

خدا کی قسم آپ کا یہ حال ہے کہ نہ آپ نے مجھے سلام کیا اور نہ آپ نے میرے سلام کا بہتر جواب دیا۔ ابن ابی داؤد نے کہا امیر المؤمنین یہ شیخ تو متکلم معلوم ہوتا ہے۔ اتنے میں خلیفہ ہارون نے حکم دیا کہ ابن داؤد تم اس شیخ سے مناظرہ کرو۔ چنانچہ احمد بن داؤد نے سوال کیا کہ اچھا تم یہ بتاؤ تم قرآن کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ شیخ نے کہا جناب مجھ سے سوال قاعدہ سے کرنا۔ ابن ابی داؤد نے کہا کہ اچھا آپ ہی مجھ سے سوال کریں۔ شیخ نے سوال کیا کہ احمد تم بتاؤ قرآن کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

احمد بن ابی داؤد نے کہا کہ قرآن تو مخلوق ہے۔ یہ سن کر شیخ نے کہا: آیا قرآن کے بارے میں جو تم یہ عقیدہ رکھتے ہو اس کی تعلیم جناب رسول اللہ ﷺ ' سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ' امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ' عثمان غنی رضی اللہ عنہ ' علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد کے خلفاء نے دی ہے یا نہیں دی۔ ابن ابی داؤد نے کہا کہ قرآن کریم کے بارے میں یہ عقیدہ مخلوق ہونے کا ایسا ہے کہ اس کی تعلیم کسی دور میں نہیں دی گئی۔ شیخ نے کہا واہ سبحان اللہ قرآن کے مخلوق ہونے کا عقیدہ کی تعلیم نہ تو رسول اللہ ﷺ نے دی ہے اور نہ ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ اور نہ ہی دوسرے کسی خلفاء نے تعلیم دی ہے۔ تم ایسی چیز کی تعلیم دیتے ہو۔ یہ جواب سن کر احمد بن داؤد شرمندہ ہو گیا۔

احمد بن ابی داؤد نے کہا کہ تم اپنا جواب پھر دہراؤ۔ چنانچہ شیخ نے پھر اسی طرح دہرا دیا۔ احمد بن ابی داؤد نے کہا کہ ہاں تمہارا جواب درست ہے۔ پھر شیخ نے کہا اب تمہاری قرآن کے بارے میں کیا رائے بنی۔ ابن ابی داؤد نے کہا کہ وہ میرے نزدیک مخلوق ہے۔ شیخ نے جواب دیا کہ مخلوق ہونے کی تعلیم رسول اللہ ﷺ ' ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، وعلیؓ، اور دوسرے خلفاء نے دی ہے یا نہیں؟ تو ابن ابی داؤد نے کہا جناب رسول اللہ ﷺ کو اس کے بارے میں علم تو تھا لیکن کسی کو اس کی دعوت نہیں دی نہ مائل کیا۔ شیخ نے کہا کیا تم ایسا کام کرنا چاہتے ہو جس کی اجازت نہیں دی گئی۔

ہارون واثق کہتے ہیں کہ یہ مناظرہ سن کر والد محترم اُٹھ کر تنہائی میں چت لیٹ گئے۔ ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھ کر غور کرنے لگے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا یہ ایسا عقیدہ ہے جس کی تعلیم نہ تو رسول اللہ ﷺ نے دی ہے اور نہ چاروں خلفائے راشدین نے اور نہ لوگوں کو اس کی طرف باقاعدہ دعوت دی۔ اور نہ لوگوں کو مائل کیا۔ اس کے باوجود تم اس کی تعلیم دینا چاہتے ہو۔ سبحان اللہ! کتنی حیرت انگیز

بات ہے اور ایک وہ چیز ہے جس کی تعلیم حضور اکرم ﷺ اور چاروں خلفائے راشدین نے نہ دی ہو اور نہ ہی لوگوں کو مائل کیا ہو۔ پھر تم کیوں ایسی بات پھیلانا چاہتے ہو جس کی اجازت شریعت میں نہیں دی گئی۔

ان تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد والد محترم نے عمار نامی دربان کو بلا کر شیخ کی بیڑیاں کھلوا دیں۔ مزید چار سو اشرفیاں انعام دینے کا حکم صادر فرمایا اور انہیں گھر جانے کی اجازت دے دی۔ اس واقعہ کے بعد سے والد محترم کے ہاں احمد بن ابی داؤد کی کوئی حیثیت نہ رہی اور نہ والد محترم نے اس کے بعد سے خلق قرآن کے بارے میں کسی کو پریشان کیا۔

اسی واقعہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ مہتدی باللہ بن الواثق کا نام محمد تھا۔ یہی نام امام ذہبی نے اپنی کتاب دول الاسلام میں ذکر کیا ہے۔ امام ذہبی نے ہارون واثق کی سوانح حیات لکھنے کے بعد اس بات کی تصریح کی ہے کہ ان کا نام جعفر تھا۔ اس کے علاوہ احمد بھی بتایا جاتا ہے۔ لیکن اس میں کمی اور زیادتی کی بھی گنجائش ہو سکتی ہے۔

حافظ ابونعیم لکھتے ہیں کہ حافظ ابوبکر آجری کہتے ہیں کہ مجھ سے مہتدی باللہ نے خود بتایا ہے کہ میرے والد محترم کو صرف ایک شیخ نے بدظن کیا ہے جو المصیصہ سے لائے گئے تھے۔ چنانچہ یہ ایک سال قید خانہ میں رہے اس کے بعد والد محترم نے انہیں دربار میں حاضر کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ شیخ کو بیڑیوں سمیت حاضر کر دیا گیا۔ شیخ نے حاضر ہوتے ہی والد محترم کو سلام کیا تو والد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ شیخ نے کہا اے امیر المؤمنین آپ نے میرے ساتھ خداوند قدوس کے حکم کے مطابق ادب کا معاملہ نہیں کیا اور نہ جناب رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کے مطابق سلوک کیا۔ حالانکہ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے:

واذا حییتم بتحیة فحیوا باحسن منھا اوردوھا. (سورة النساء)

''جب تم کو کوئی دُعا دے تو تم بھی اس سے بہتر دُعا دو یا (کم از کم) اسی کو لوٹا دو۔''

اور خود جناب رسول اللہ ﷺ نے سلام کا جواب دینے کی تعلیم دی ہے۔ پس یہ کہنا تھا کہ والد محترم نے فوراً سلام کا جواب دیا۔ پھر احمد ابی داؤد کو مقرر کیا کہ تم ان شیخ سے سوالات کرو تو شیخ نے کہا کہ میں اس وقت مقید ہوں' میرے بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں۔ میں قید ہی میں رہ کر نماز پڑھنا چاہتا ہوں اس لیے آپ بیڑیاں کھول دینے کا حکم دے دیجئے تاکہ میں وضو کر کے نماز پڑھ سکوں۔ چنانچہ والد محترم نے بیڑیاں کھولنے کا حکم دے دیا اور پانی کے انتظام کرنے کی بھی تاکید کر دی۔ شیخ نے وضو کر کے نماز پڑھی۔ پھر والد محترم نے ابن ابی داؤد سے کہا کہ اب تم سوالات کر سکتے ہو۔

شیخ نے کہا کہ آپ مجھے سوالات کرنے کا حق دے دیں اور یہ ابن ابی داؤد جوابات دیں' تو والد محترم نے اجازت دے دی۔ چنانچہ شیخ' احمد بن ابی داؤد کی طرف متوجہ ہوئے۔ شیخ نے کہا مجھے آپ یہ بتائیں کہ جس بات کی طرف آپ لوگ دعوت دیتے ہیں کیا اس سے قبل جناب رسول اللہ ﷺ نے دعوت دی ہے؟ ابن ابی داؤد نے کہا نہیں۔ شیخ نے کہا پھر کیا اس کی دعوت سیدنا خلیفہ اول امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دی ہے؟ ابن ابی داؤد نے کہا نہیں۔ شیخ نے کہا پھر کیا اس کی دعوت سیدنا امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دعوت دی تھی۔ ابن ابی داؤد نے کہا نہیں۔ شیخ نے کہا پھر کیا سیدنا عثمان غنی بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس کی دعوت دی تھی؟ ابن ابی داؤد نے کہا نہیں۔ شیخ نے کہا پھر کیا سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے اس کی دعوت دی تھی تو ابن ابی داؤد نے کہا نہیں۔

شیخ نے کہا پس یہ ایسی بدعت ہے جس کی دعوت نہ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے دی نہ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ نے دی۔ پھر تم کیوں ایسی چیز کی طرف لوگوں کو مائل کرنا چاہتے ہو۔ میرے خیال سے تمہارے اس عقیدے کے بارے میں دو باتیں ضروری ہوں گی یا تو قرن اول میں لوگ اس سے واقف تھے یا جاہل تھے۔ اگر تم لوگ یہ جواب دو کہ لوگ قرن اول میں اس سے واقف تو تھے لیکن خاموش رہے اس

کی اشاعت نہیں کی تو پھر ایسی چیزوں کو نشر کرنا چاہیے نہ کہ قوم کو اس سلسلے میں خاموشی سے کام لینا چاہیے۔ اور اگر تم یہ کہو کہ قرن اول میں لوگ اس سے ناواقف تھے فقط اس کا علم تمہیں ہے تو اے کمینے' گدھے کے بچے کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ جناب رسول اللہ جو مشکوۃ نبوت تھے اور ان کے جانشین خلفائے راشدین اس سے ناواقف رہے ہوں اور اس بات کا علم فقط تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو ہو جائے۔

مہتدی کہتے ہیں کہ اتنی دیر میں میرے والد محترم کھڑے ہو کر اچھل پڑے۔ حجرے میں داخل ہو گئے اور رومال میں منہ رکھ کر زور زور سے قہقہہ مار کر ہنسے۔ پھر کہنے لگے واقعی سچ ہے نبی کریم ﷺ اور ان کے خلفاء یا تو اس سے واقف رہے ہوں گے یا ناواقف۔ اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ خلق قرآن کے سلسلے میں انہیں اس قسم کا علم تھا لیکن انہوں نے بتایا نہیں خاموش رہے تو ہمیں اس کی اشاعت کرنی چاہیے۔ اور اگر ہم یہ کہیں کہ وہ لوگ اس سے ناواقف تھے فقط اس کا علم تمہیں ہے تو اے کم بخت کہیں ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ جناب سید الاولین والاخرین ﷺ اور ان کے صحابہ کرام کسی بات کے بارے میں ناواقف ہوں اور فقط تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو اس کا علم ہو۔

مہتدی کہتے ہیں پھر والد محترم نے کہا احمد! تو میں نے کہا جی ہاں حضور! والد محترم نے فرمایا میں نے تم کو نہیں بلایا بلکہ احمد بن ابی داؤد کو آواز دے رہا ہوں۔ چنانچہ ابن ابی داؤد دوڑ کر آئے تو ان کو یہ حکم دیا کہ تم اس شیخ کو برائے خرچ کچھ رقم دے دو اور انہیں ہمارے شہر سے نکال دو۔

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مہتدی کا نام احمد تھا۔ اس لیے کہ جس وقت مہتدی بول پڑے تھے تو ان کے والد نے یہ کہا تھا کہ میں نے تم کو مراد نہیں لیا ہے' کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے اور مہتدی کا لبیک کہنا یہ بطور ادب کے تھا۔ لیکن جب ان کے والد ہارون واثق نے یہ کہا کہ میں نے تو احمد بن ابی داؤد کو بلایا ہے تو مہتدی کا لبیک کہنا لغو ہو گیا۔ انہوں نے تو محض نام کے اشتراک کی وجہ سے جواب دیا تھا۔ (ان شاء اللہ مہتدی کی سوانح حیات میں یہ واقعہ اس مضمون کے علاوہ دوسرے انداز سے آجائے گا) جو جوابات شیخ نے دیئے ہیں یہ الزامی جوابات تھے ان سے معتزلی خاموش ہو سکتے ہیں۔

قوت باہ کا نسخہ

ہارون واثق کا جسم کثرت جماع سے ٹوٹا جا رہا تھا۔ انہوں نے ایک دن طبیب کو یہ حکم دیا کہ میرے لیے قوت باہ کے اضافہ کے لیے ایک دوا تیار کر دو۔ طبیب نے خلیفہ سے کہا عالی جاہ! امیر المؤمنین آپ اپنے بدن کو جماع کی وجہ سے خراب نہ کیجئے اور اللہ سے خوف کیجئے۔ اس کے باوجود ہارون واثق نے کہا نہیں' فوراً دوا تیار کر دو۔ چنانچہ طبیب نے یہ نسخہ لکھا:

درندے کا گوشت لے کر شراب کے سرکے میں ملا کر سات مرتبہ جوش دیا جائے۔ پھر اس کے عرق کو تین درہم کی مقدار میں پی لیا جائے۔ لیکن یہ مقدار متعین ہے اس سے زائد استعمال نہیں کرنی چاہیے۔

ہارون واثق نے درندے کو ذبح کرنے کا حکم دے دیا۔ گوشت کو پکایا گیا جوش دیا گیا یہاں تک کہ گاڑھا عرق بن گیا۔ اتنے میں ہارون واثق سب پی گیا۔

تمام اطباء کا اس پر اتفاق ہوا کہ سوائے نزول بطن (اسہال) کے اب کوئی دوا موثر نہیں ہوگی۔ نزول بطن کے بعد انہیں زیتون کی لکڑیوں کے دہکتے ہوئے انگاروں میں چھوڑ دیا جائے۔ پھر اس میں بٹھا دیا جائے۔ چنانچہ یہ عمل کیا گیا۔ تین گھنٹے پانی پینے سے روک دی گیا۔ وہ برابر پانی مانگتے رہے لیکن نہیں دیا گیا۔ تھوڑی دیر میں اس کے جسم پر خربوزے کے برابر آبلے پڑ گئے۔ پھر انہیں الگ کر دیا گیا۔ ہارون برابر یہ کہتا رہا کہ پھر مجھے تنور ہی میں لے چلو ورنہ میں مر جاؤں گا۔ فوراً لوگ لے گئے تو وہ خاموش ہو گیا۔ پھر وہ آبلے پانی کی طرح

بہہ پڑے۔ پھر اسے تنور سے نکالا گیا اس حال میں کہ اس کا سارا جسم سیاہ ہو گیا تھا۔ پھر وہ تھوڑی دیر کے بعد مر گیا۔ جب وہ مرنے لگا تو یہ اشعار پڑھ رہا تھا ۔

الموت فيه جميع الناس تشترک لاسوقة منهم يبقى ولا ملک

''موت میں سبھی لوگ شریک ہیں نہ اس سے معمولی لوگ بچ سکے ہیں اور نہ بادشاہ۔''

ماضر اهل قليل فى مقابرهم وليس يغنى عن الملاک مالكوا

''غریبوں کو ان کی قبروں میں کوئی نقصان نہیں ہوا اور بادشاہ جن چیزوں کے مالک تھے ان سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔''

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس قسم کا ایک دوسرا بھی واقعہ ہے چنانچہ واثقی کہتے ہیں کہ میں خلیفہ ہارون واثق کا تیمار دار تھا۔ اچانک ہارون پر غشی طاری ہوئی۔ مجھے بالکل یقین ہو گیا کہ ان کا انتقال ہو گیا تو ہم میں سے بعض آدمی ایک دوسرے سے یہ کہہ رہا تھا کہ انہیں دیکھو کیا حال ہے؟ لیکن کسی کی ہمت نہیں ہوئی۔ آخر کار میں ہی بڑھا تو میں نے اپنی انگلی اس کی ناک پر رکھ کر دیکھا تو اس نے آنکھ کھول دی تو میں اتنا ڈر گیا قریب تھا کہ کہیں میں مر نہ جاؤں۔ پیچھے ہٹ کر سیڑھیوں میں تلوار کے قبضے پکڑ کر لٹک کر اس کے بعد زمین پر پھسل کر گر گیا۔ تلوار ٹوٹ گئی۔ قریب تھا کہ تلوار میرے جسم میں گھس جاتی۔ پھر میں نے دوسری تلوار تلاش کر لی۔ تھوڑی دیر کے بعد لوٹ کر آیا اور ہارون واثق کے پاس کھڑا ہو گیا۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ اب یہ مر گئے ہیں تو میں نے داڑھی باندھ دی' آنکھیں بند کر دیں۔ پھر انہیں کپڑے سے ڈھک دیا۔ فراش لوگ انہیں تنہا چھوڑ کر ان کا قیمتی فرش خزانہ میں داخل کرنے کی غرض سے اُٹھا کر لے گئے۔ مجھے احمد بن ابی داؤد قاضی نے ہدایت کی کہ ہم لوگ بیعت کے سلسلے میں مصروف ہیں۔ تم دفن ہونے تک نعش کی حفاظت کرو تو میں لوٹ کر دروازے کے پاس بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے کچھ حرکت محسوس ہوئی تو میں اندر آیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چوہیا ہارون کی آنکھیں نکال کر کھا گئی۔ یہ دیکھ کر میں نے کلمۂ توحید پڑھا۔ بعد کو دل میں سوچا کہ یہ آنکھیں ابھی کھلی ہوئی تھیں اور اب انہیں چوہیا کھا گئی ہے تو ڈر کی وجہ سے میں گر پڑا جس سے میری تلوار گر کر ٹوٹ گئی۔

تاریخ وفات

ہارون واثق کی وفات ماہ رجب ۲۳۲ھ مقام سرمن رائے میں ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر ۳۶ سال چند ماہ کی تھی۔ ۵ سال ۹ ماہ خلافت پر متمکن رہے۔

ہارون واثق سفید' پرکشش آدمی تھا۔ ان کے چہرے پر زرد داڑھی خوبصورت معلوم ہوتی تھی اور آنکھوں میں ایک نکتہ تھا۔ یہ عالم' ادیب' بہترین شاعر' بہادر' مُدبر' باپ کی طرح سخت تھا۔ (اللہ تعالیٰ باپ بیٹے دونوں کی خطاؤں سے چشم پوشی فرمائے)

خلافت جعفر متوکل

ہارون واثق کے بعد ان کے بھائی جعفر متوکل تخت نشین ہوئے۔ ان سے بیعت سرمن رائے میں اس دن لی گئی جس دن کہ بھائی ہارون واثق کا انتقال ہوا۔ اس لیے کہ یہی ولی عہد تھے۔ یہ واقعہ تقریباً ۲۳۲ھ کا ہے۔ متوکل کے دور خلافت میں خلق قرآن کا فتنہ فرو ہو چکا تھا۔ سنت نبویہ کا غلبہ ہو چکا تھا اس نے احادیث نبویہ کی نشر و اشاعت کے بارے میں حکم صادر کر دیا تھا۔

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ جعفر متوکل کہتے ہیں کہ جس وقت ہارون واثق مرض الوفات میں مبتلا تھے انہی ایام میں ہارون کے گھر تک

سوار ہو کر مزاج پرسی کے لیے آیا۔ دہلیز میں بیٹھ کر اجازت کا انتظار کرنے لگا' انتظار کر ہی رہا تھا کہ اچانک ماتم کرنے اور رونے کی آواز آئی۔ اس کے بعد فوراً ایداخ اور محمد بن عبدالملک زیات میری خلافت کے بارے میں مشورہ کرنے لگے۔

محمد نے کہا تو جعفر متوکل کو تنور میں مار ڈال دوں گا۔ ایداخ نے کہا نہیں بلکہ ٹھنڈے پانی میں چھوڑ دیں گے تاکہ وہ ہلاک ہو جائے۔ اس سے یہ بھی فائدہ ہوگا کہ مارنے کے آثار ظاہر نہیں ہوں گے۔

متوکل کہتے ہیں کہ ایداخ اور محمد بن الملک دونوں باتوں میں مصروف تھے کہ اچانک قاضی احمد بن ابی داؤد آ گئے۔ ان دونوں کو لے کر اندر چلے گئے۔ یہ دونوں راز داری کی باتیں کرنے لگے۔ باتیں کیا ہوئیں میری سمجھ میں نہیں آئیں۔ ان لوگوں کی آپس کی گفتگو سے مجھے خطرہ محسوس ہوا' فرار ہونے کے بارے میں سوچنے لگا۔ بس میں اسی شش و پنج میں تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ دو غلام دوڑے ہوئے آئے اور کہنے لگے کرم فرما آقا اُٹھئے چلئے ان کے کہنے سے مجھے یقین ہو گیا کہ قسمت میں جو بھی مقصد ہو اب اس وقت تو ہارون واثق کے صاحبزادے سے بیعت لینے کے لیے تیاری ہو رہی ہے۔ لیکن ہم جیسے ہی اندر داخل ہوئے لوگ مجھ سے بیعت کرنے لگے۔ میں نے حالات پوچھے کہ یہ کیا ہوا؟

تو میں سمجھ گیا کہ غالباً یہ تحریک قاضی احمد بن ابی داؤد نے اُٹھائی ہے۔ پھر بعد میں میں نے ایداخ کو ٹھنڈے پانی میں قتل کر دیا اور محمد بن الملک زیات کو تنور میں مار ڈالا۔ متوکل کہتے ہیں کہ یہ بھی عجیب قسم کی اتفاقی کامیابی تھی۔

یہ بھی عجیب بات ہے کہ محمد بن عبدالملک نے ہی تنور کو لوگوں کے قتل کے لیے بنوایا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے خود اسے اس میں جھونک دیا (چاہ کن را چاہ درپیش) لوہے کا تنور تھا اندر نوک دار کیلیں جڑی ہوئی تھیں اسے زیتون کے تیل سے بھڑکا کر لوگوں کو جھونک دیا جاتا تھا۔

جعفر متوکل کا کارنامہ

متوکل نے تخت نشین ہوتے ہی سنت رسول ﷺ کو زندہ اور بدعات کو فرو کیا بلکہ سارے ملک میں یہ ہدایت کر دی کہ سنت نبوی کو توانائی دی جائے' بدعات اور فتنوں کو ختم کیا جائے۔ خود اس نے اپنی مجلس کا رنگ بدل دیا۔ مجلس میں سنت کی باتیں کرتا۔ خاندان والوں کو عزت بخشی۔ فتنہ اعتزال اور ان کے کارندوں کو پست کر دیا۔ اگرچہ معتزلی متوکل کے دور خلافت تک زیادہ مضبوط ہو گئے تھے۔ اس کے باوجود سب کے سب ٹھنڈے ہو گئے تھے۔ ورنہ اُمت محمدیہ میں ان سے زیادہ شر انگیز تو م نہیں تھی۔ خدائے پاک ہمیں ان فتنوں اور شرور سے بچائے۔

خلیفہ جعفر متوکل سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا۔ ان کے نقائص بیان کر کے تبری پڑھتا۔ ایک دن متوکل اپنے بیٹے منتصر کے سامنے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی تنقیص کرنے لگا تو بیٹے کا چہرہ غصہ سے سُرخ ہو گیا۔ متوکل نے بہت برا بھلا کہا اور بیٹے کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھنے لگا ۔

غضب الفتی لابن عمه راس الفتی فی حرامه

''نوجوان چچازاد بھائی کی وجہ سے غصہ ہو گیا نوجوان کا سر اس کی ماں کے گود میں ہوگا۔''

یہاں تک کہ اس کا بیٹا منتصر خود اپنے باپ سے بغض و عناد کرنے لگا۔ غالباً یہی بغض متوکل کے قتل کا سبب بن گیا۔ چنانچہ مؤرخین لکھتے ہیں کہ چونکہ متوکل سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے بغض رکھتا تھا ان کی تنقیص کرتا تھا۔ اسی وجہ سے اس کا بیٹا منتصر باپ کا دشمن بن گیا۔

بس چند ہی دن گزرے تھے کہ ایک مرتبہ جعفر متوکل ہم نشینوں کے ساتھ شراب پی رہا تھا نشہ آ گیا کہ اچانک متوکل کا غلام بغا الصغیر

اندر آیا۔ فوراً اس نے ہم نشینوں کو باہر نکل جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ سب کے سب باہر آ گئے صرف متوکل کے پاس ان کا وزیر فتح بن خاقان باقی بچا۔ اس کے بعد جن دو غلاموں کو متوکل پر حملہ کرنے کے لیے متعین کر رکھا تھا۔ سونتی ہوئی تلوار لے کر حملہ آور ہوئے۔ یہ دیکھ کر فتح بن خاقان نے کہا ہائے امیر المومنین اب آپ موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے۔ یہ کہہ کر فوراً متوکل کے جسم سے لپٹ گیا آخر کار ان غلاموں نے وزیر سمیت متوکل کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد لوگ سیدھے منتصر کے پاس گئے۔ آداب شاہی بجالائے۔

جعفر متوکل کا قتل

متوکل کے قتل کا واقعہ ماہ شوال ۲۴۷ھ میں پیش آیا۔ کل ۴۰ سال کی عمر ہوئی ۱۴ سال ۱۰ ماہ تخت نشین رہا۔ بعض نے ۱۵ سال کی تصریح کی ہے۔

متوکل کا حلیہ اور وجہ قتل

متوکل گندم گوں، آنکھیں پرکشش، داڑھی ہلکی اور قد و قامت کا متوسط تھا۔ لہو و لعب اور مکروہ چیزوں سے دلچسپی رکھتا تھا۔ اس کے باوجود اس نے سنت کو زندگی بخشی۔ فتنہ خلق قرآن کو ختم کیا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت کارنامے ہیں۔ متوکل اپنے بیٹے منتصر کو ولی عہد سے معزول کر کے دوسرے بیٹے معتز کو اس کی ماں سے فرط محبت کی وجہ سے جانشینی میں مقدم رکھنا چاہتا تھا۔ اگر منتصر خود بخود ولی عہدی سے دستبردار نہ ہو جاتا تو متوکل اذیت رسانی اور دھمکی دینے میں کوئی وقیقہ فروگذاشت نہ کرتا۔ متوکل کے اس عمل سے بیٹا منتصر خود باپ کا دشمن بن گیا۔ چنانچہ منتصر نے وصیف اور بغا دونوں غلاموں کو اصرار کر کے باپ کے قتل پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ جس وقت متوکل آدھی رات کو مجلس لہو و لعب سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ پانچ سازشیوں نے حملہ کر کے تلواروں سے قتل کر دیا۔ ساتھ میں اس کا وزیر فتح بن خاقان بھی لپیٹ میں آ گیا۔ (جیسے کہ ابھی گزرا)

خلافت محمد منتصر باللہ

پھر خلیفہ جعفر متوکل کے بعد اس کا بیٹا محمد منتصر باللہ جانشین ہوا۔ اس سے بیعت اس رات لی گئی جس رات اس کے والد قتل کر دیئے گئے۔ پھر دوسرے دن عام بیعت لی گئی۔ یہ تخت پر زیادہ دن نہیں بیٹھ سکا اور نہ حکومت سے زیادہ لطف اندوز ہو سکا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ ایک دن اس کے سامنے فرش بچھایا گیا تو اسے ایسا کچھ معلوم ہوا کہ اس میں کچھ لکھا ہوا ہے لیکن اس سے پڑھا نہیں جا رہا تھا۔ چنانچہ اس نے علماء کو حکم دیا کہ جو بھی اسے پڑھ سکتا ہو اسے یہاں حاضر کر دیا جائے تو اس میں یونانی زبان میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی:

عمل هذا البساط للملک قباذ بن کسریٰ قاتل ابیه و فرش قد امه فلم یلبث غیر ستة اشهر و مات

"اس نشستہ کو شاہ قباذ بن کسریٰ جس نے اپنے والد کو قتل کر دیا تھا بنایا گیا ہے چنانچہ اسے ان کے لیے بچھایا گیا تو وہ ۶ ماہ سے زیادہ نہیں ٹھہر سکا اور انتقال کر گیا۔"

اس تحریر سے منتصر نے بدفالی پکڑی، فوراً غمزدہ ہو گیا۔ فرش کو اُٹھانے کا حکم دیا چنانچہ وہ چھ ماہ بعد انتقال کر گیا۔ کل ۶ ماہ چند دن تخت نشین رہا۔ ۲۶ سال کی عمر پائی اس کی ماں کا نام رومیہ تھا۔

منتصر موٹا، معتدل القامت، پرکشش بارعب اور زیرک بادشاہ تھا۔ آنکھوں کی پتلیاں بڑی، ناک کان تنگ درمیان سے اونچا تھا۔

نیک کاموں سے دلچسپی رکھتا تھا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ منتصر سے ترکی حکام بہت ڈرتے تھے۔ آخر جب منتصر بخار میں مبتلا ہو گیا تو ترکی حکام نے طبیب کو ایک ہزار اشرفیاں دے کر اس کو مارنے کی سازش کی۔ چنانچہ طبیب نے زہر آلود نشتر سے فصد کھولی جس کی وجہ سے زہر پھیل گیا۔

بعض مورخین لکھتے ہیں کہ انہیں کھانے میں زہر دیا گیا تھا۔ جس وقت یہ مرنے لگا تو اس نے کہا امی جان! میری دُنیا و آخرت دونوں تباہ ہو گئیں۔ میں نے اپنے باپ کے بارے میں عجلت سے کام لیا۔ چنانچہ مجھے بھی جلد ہی موت نے آگھیرا۔

خلافت احمد مستعین باللہ

یہ چھٹے خلیفہ تھے اور انہیں معزول کر کے قتل کر دیا گیا

خلیفہ محمد منتصر کے بعد اس کے چچازاد بھائی احمد مستعین باللہ بن محمد معتصم جانشین ہوئے۔ اس سے بیعت یوم دوشنبہ ۶ ربیع الثانی ۲۵۱ھ کو لی گئی۔ اس وقت اس کی عمر ۲۸ سال تھی۔ مستعین کثرت جماع کا عادی' عورتوں سے عشق کا مریض تھا۔ اس کے چچا کی لڑکی نہایت خوبصورت تھی چنانچہ اس نے اس کے باپ سے طلب کیا تو اس نے انکار کر دیا تو اس نے اصمعی' رقاشی ابونواس کو بلایا اور یہ کہا کہ جو بھی میرے ذوق اور مقصد کے مطابق چچازاد بہن کی محبت میں اشعار کہے گا تو میں بہت ہی انعام و اکرام سے نوازوں گا۔ چنانچہ ابونواس نے کہا ۔

ماروض ریحانکم الزاهر وما شذ انشرکم العاطر

''تمہارے محبت ہو کھلے ہوئے پھولوں کا چمن کتنا خوبصورت ہے اور تمہاری مہکتی ہوئی خوش بو کتنی تیز ہے۔''

وحق وجدی والهوی قاهر مذغبتمو لم یبق لی ناظر

''میری محبت ثابت ہو گئی اور عشق غالب ہو گیا جب سے تم غائب ہوئے میں نے کسی کو منظور نظر نہیں بنایا۔''

والقلب لا سال و لا صابر

اور دل پگھلا نہ صبر کیا۔

قالت الا لا تلجق دارنا و کابد الاشواق من اجلنا

''اس نے کہا کیا تم ہمارے گھر نہیں ٹھہرو گے۔ اے ہماری وجہ سے خواہشوں کو برداشت کرنے والے۔''

واصبر علی مرالجفا و الضنا و لا تمرن علی بیتنا

''بدحالی اور بدسلوکی کے باوجود صبر کرو اور تم ہمارے گھر کے قریب سے مت گزرو!''

ان ابانا رجل غائر

اس لیے کہ ہمارے باپ گھرے آدمی ہیں۔

فقلت انی طالب غرة یحظی بها القلب ولو مرة

''تو میں نے کہا کہ میں مہ جبین کا طالب ہوں جس سے دل راحت حاصل کرتا ہے اگرچہ ایک مرتبہ کیوں نہ ہو۔''

قالت بعید ذاک مت حسرة قلت ساقضی غرة جهرة

''اس نے کہا یہ بات تو ناممکن ہے مارے حسرت کے مرجا۔ میں نے کہا عن قریب اعلانیہ مہ جبین کا فیصلہ کردوں گا۔''

منک وسیفی صارم باتر

اس حال میں کہ میری تلوار بڑی کاٹ دار ہے۔

قالت فان البحر من بیننا فابرح و لاتات الی حینا

''اس نے کہا ہمارے سمندر حائل ہے۔ جا آرام کر تم فی الحال مجھ تک نہیں پہنچ سکتے۔''

واشرب بکاس الموت من هجرنا قلت ولو کان کثیر العنا

''اور ہمارے فراق میں جام شہادت نوش کر۔ میں نے کہا اگر چہ راستہ پرخطر ہو۔''

یکفیک انی سابح ماهر

تمہارے لیے کافی ہے کہ ماہر تیراک ہوں۔

قالت فان القصر عالی البناء قلت ولو کان عظیم السنا

''اس نے کہا محل بہت بلند ہے۔ میں نے کہا چاہے وہ کتنا ہی بلند ہو۔''

او کان بالجو بلغت المنی

یا وہ اتنا اونچا ہو کہ فضا میں آرزوئیں ہی پہنچ سکتی ہوں۔

قالت صنیع فی الوریٰ قصرنا قلت وانی فوقه طائرا

''اس نے کہا کہ ہمارا قلعہ دُنیا کا مضبوط و بلند قلعہ ہے۔ میں نے کہا کہ میں اس کے اوپر بھی اڑ سکتا ہوں۔''

قالت فعندی لبوة والد فقلت انی اسد شارد

''اس نے کہا کہ میرے پاس جننے والی شیرنی ہے تو میں نے جواب دیا کہ پھر میں بھی۔''

غشمشم مقتنص صائد

سرکش شکاری ظالم شیر ہوں۔

قالت لها شبل بها لابد قلت وانی لیثها الکاسر

''اس نے کہا شیرنی کے پاس شیر ہی جیسا بچہ بھی ہے۔ میں نے کہا کہ میں اس پر ٹوٹ پڑنے والا شیر ہوں۔''

قالت فعندی اخوة سبعة جمعا اذا ماالتقوا عصبة

''اس نے کہا میرے پاس کل سات بھائی ہیں جب وہ برسرِ پیکار ہوتے ہیں تو جماعت بن جاتے ہیں۔''

قلت ولی یوم القاء وثبة

میں نے کہا جنگ کے دن میں چھلانگنا کودتا ہوں۔

قالت لهم يوم الوغى سطوة قلت وانى قاتل قاهر
''اس نے کہا میرے بھائی جنگ کے دن غالب اور فتح یاب ہوتے ہیں میں نے جواب دیا کہ میں بھی زبردست قاتل ہوں۔''

قالت فان اللّٰه مٰن فوقنا يعلم ما نبديه من شوقنا
''اس نے کہا اللہ ہمارے لیے محافظ ہے ہمارے شوق و خواہش کو جو ہم بظاہر کرتے ہیں جانتا ہے۔''

نمضى الى الحق عندا كلنا
ہم حق کی ساری باتیں کل کر گزریں گے۔

و نختشى النقمة من ربنا قلت و ربى ساتر غافر
''اور ہم اپنے پروردگار کے انتقام سے ڈرتے ہیں۔ میں نے کہا میرا پالنہار گناہوں پر پردہ ڈالنے والا اور گناہوں کو بخشنے والا ہے۔''

قالت فكم اعيتنا حجة تجثى بها كاملة بهجة
''اس نے کہا تم نے حجت بازی میں ہمیں عاجز بنا دیا ہے کل تم اس کے سامنے جو مخلوق میں

فيالها بين الورىٰ خجلة
شرمندہ ہے مکمل اور خوش اسلوب پیش کرتا۔''

ان كنت ما تمهلنا ساعة فائت اذا ماهجع السٰاهر
''اگر تم ہمیں تھوڑی دیر کی مہلت دے سکتے ہو تو جب ہم جاگ رہے ہوں اس وقت آئیں۔''

واسقط علينا كسقوط الندى اياک ان تظهر حرف النداء
''اور ہمارے پاس شبنم کی طرح ڈھیر ہو جانا لیکن تم آواز نکالنے سے پرہیز کرنا۔''

يستيقظ الراشى و ياتى الردى
جس سے کہیں چغل خور بیدار اور بیکار لوگ نہ آ جائیں۔

و كن كسيف الطيف مسترصدا ساعته لاناه ولا آمر
''اور تم تھوڑی دیر گھات میں رہنے والے خیالی مہمان کی طرح ہو جانا نہ حکم دینا نہ انکار کا معاملہ کرنا۔''

حاججتها عشرا وصافحتها على دنان الخمر صافيتها
''میں نے اس سے دسیوں بار حجت کی اور مصافحہ کیا' شراب کے مٹکوں پر خالص محبت کا ثبوت دیا۔''

رامت مواثيقا فوافيتها
اس نے عہد و پیمان کئے تو میں نے نبھایا۔

ملتحفا سيفى ولاقيتها آخر ليلى والدجى عاكر
''تلوار کو ڈھکے ہوئے میں نے اس سے آخر شب میں ملاقات کی اور تاریکی چھٹ رہی تھی۔''

یـالـیـلـة قـضـیتهـا خـلـوـة مـرتـشـفا من ریقها قهوة

''اے وہ رات جس کو میں نے تنہائی میں گزارا' قہوہ کی طرح اس کے لعاب کو چوس رہا تھا۔''

تسـکر من قد یبتغی سکرة

کبھی مدہوش کر دیتی اور کبھی نشہ میں مبتلا کر دیتی۔

فنتها من طیبها لحظة یـالیـت لا کان لها آخر

''میں اس کی خوشبو سے تھوڑی دیر محظوظ ہوتا رہا کاش کہ اس کا آخری لمحہ نہ آتا۔''

جب یہ اشعار ابونواس نے مستعین کو سنائے تو اسے بہت ہی پسند آئے۔ چنانچہ اس نے وعدہ کے مطابق انعام واکرام سے نوازا۔ پھر مستعین نے اپنی خلافت سے دستبردار ہونے کے بارے میں اسے گواہ بنالیا اور چند شرطوں کے ساتھ لوگوں کو بیعت سے آزاد کر دیا اور معتز بن متوکل کو خلافت کو سنبھالنے کے لیے پیغام بھیج دیا۔ پھر مستعین محل حسین بن وہب میں منتقل ہو گیا۔ چنانچہ وہ یہاں ۹ ماہ ایک محافظ کی نگرانی میں نظر بند رہا۔ پھر اسے شہر واسط کی طرف اُتار دی گیا۔

اسی دوران معتز نے سعید حاجب کو مستعین کے قتل کرنے کے لیے آمادہ کرلیا۔ چنانچہ سعید نے اس کو اوائل رمضان ۲۵۳ھ میں قتل کر دیا۔ اس کا سر معتز کی خدمت میں اس حال میں پیش کیا گیا کہ وہ شطرنج میں مصروف تھا۔ اس سے یہ کہا گیا کہ یہ معزول شاہ مستعین کا سر ہے تو معتز نے جواب دیا کہ اس کو رکھ دو جب میں کھیل سے فارغ ہو جاؤں گا تو میں اسے دیکھ لوں گا۔ چنانچہ اس نے ملاحظہ کرنے کے بعد دفن کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اس کی خلافت دو سال ۹ ماہ رہی۔ ۳۱ سال کی عمر پائی۔

مستعین کا قد متوسط' چہرے پر چیچک کے داغ تھے۔ اس کے باوجود چہرہ پر کشش معلوم ہوتا تھا اور یہ ہکلاتا تھا۔ زبان سے سین کے بجائے ثاء نکلتا تھا۔ شریف اور خرچیلا بادشاہ تھا۔

خلافت ابوعبداللہ محمد معتز باللہ بن متوکل

مستعین کے قتل کے بعد اس کا چچازاد بھائی معتز تخت نشین ہوا۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ مستعین خود بخود خلافت سے دستبردار ہو گیا تھا۔ غالباً ۲۵۲ھ کا واقعہ ہے۔

پھر اس کے دربان صالح وصیف نے اس کے خلاف سازش کی۔ چنانچہ دربان ایک جماعت اپنے ہمراہ لے کر معتز کے پاس آیا اور اس کے پاس آکر نکلنے کی دھمکی دی تو معتز نے فی الوقت دوا کے استعمال کرنے کی وجہ سے باہر نکلنے سے عذر کیا۔ صالح نے چند آدمیوں کو اندر جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ پاؤں پکڑ کر کھینچ لائے پھر اسے سورج کی دھوپ میں کھڑا کر دیا گیا۔ وہ ایک پاؤں کو اُٹھاتا دوسرے کے سہارے کھڑا ہو جاتا۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ لوگ معتز کے طمانچے لگاتے اور یہ کہتے کہ فوراً معزول ہو جاؤ۔ اس کے باوجود طمانچوں کو ہاتھ سے روکنے کی کوشش کرتا۔ معزول ہونے سے انکار کرتا۔ پھر معتز نے ان کے مطالبہ کو منظور کرلیا اور خلافت سے دستبردار ہو گیا۔

پھر معتز کو صالح بن وصیف کی نگرانی میں دے دیا گیا۔ چنانچہ اس نے تین دن تک کھانا پینا بند کر دیا پھر ان کو پختہ گچ دار خانہ میں لے جا کر بند کر دیا یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ پھر انہیں نکال کر دیکھا گیا تو ان پر بند کرنے کے آثار معلوم نہیں ہوتے تھے۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب انہیں معزول کر کے پانچ دن بعد گرم حمام میں داخل کر دیا گیا تو ساتھ ہی کھانا پینا بھی بند کر دیا

گیا۔ جب یہ مرنے کے قریب ہو گیا تو ان کو نمکین پانی پلایا گیا تو وہ فوراً پانی پیتے ہوئے انتقال کر گیا۔
یہ واقعہ غالباً ماہ رجب ۲۵۵ھ میں پیش آیا۔ کل ۲۳ سال کی عمر ہوئی چار سال چھ ماہ تخت نشین رہے۔ معتز نہایت خوبصورت بادشاہ گزرا ہے۔

خلافت جعفر مہتدی باللہ بن ہارون

خلیفہ معتز کے بعد ان کا چچازاد بھائی جعفر بن ہارون واثق بن معتصم تخت نشین رہے۔ دمیریؒ کہتے ہیں کہ میری نظر سے دوسری کتابوں میں یہ بات گزری ہے کہ مہتدی کا نام محمد اور لقب ابو اسحاق تھا۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ معتز کو تخت سے اُتار دیا گیا۔ جب انہیں والی بنا دیا گیا تو انہوں نے لہو ولعب کے سامان کو گھروں سے باہر کر دینے کا حکم صادر فرمایا۔ گانا اور شراب کو حرام قرار دے دیا۔ گانے والیوں کو جلاوطن کر دیا۔ کتوں اور درندوں کے نکالنے کی ہدایت کی۔

جعفر نے خود اپنے اوپر عدالتوں، مجالس، مظالم اور تفکرات کو دور کرنے کی ذمہ داری ڈال لی۔ جعفر کہتے تھے کہ مجھے خداوند قدوس سے شرم آتی ہے کہ بنو عباس میں بنو امیہ کے ممتاز عادل خلیفہ امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز جیسا کوئی خلیفہ نہیں ہوا۔ یہ بات بابک ترکی کو ناگوار گزری۔ بابک ترکی نہایت ظالم اور جابر آدمی تھا۔ چنانچہ مہتدی جعفر نے اس کے قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اس کے قتل کرنے سے ترکوں میں اشتعال پیدا ہو گیا۔ چنانچہ ان کے اور مغاربہ کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔ دونوں جانب سے چار ہزار آدمی قتل ہو گئے۔ یہ ماجرا دیکھ کر جعفر مہتدی قرآن پاک گردن میں لٹکائے ہوئے باہر نکلا۔ لوگوں سے اپنی نصرت وحمایت کرنے کے لیے دعوت دیتا۔ جعفر مہتدی کا مغاربہ اور کچھ عوام ساتھ دے رہے تھے۔ بابک ترکی کے بھائی طیغا نے ان سب سے مقابلہ کر کے جعفر مہتدی کو شکست دے دی۔

آخر کار جعفر مہتدی تلوار لٹکائے ہوئے شکست کھا کر واپس ہوا۔ جعفر کے جسم میں دو زخم لگ چکے تھے اسی حالت میں جعفر محمد بن یزداد کے گھر میں گھس گیا۔ ترکوں کو جب معلوم ہوا تو ان لوگوں نے حملہ کر کے جعفر کو گرفتار کر لیا۔ پھر احمد بن خاقان نے جعفر کو ایک جانور پر سوار کر کے پیچھے بطور محافظ ہاتھ میں خنجر لے کر بیٹھ گیا۔ پھر جعفر کو احمد بن خاقان کے گھر میں داخل کر دیا گیا۔ چنانچہ لوگ اس کے تھپڑ مارتے اور یہ کہتے تھے کہ اسے خلافت سے معزول کر دو تو جعفر نے انکار کر دیا۔ پھر جعفر کو ایک ایسے آدمی کے حوالہ کر دیا جو اس کے عضو مخصوص سے جماع کرتا تھا یہاں تک کہ انہیں مار ڈالا گیا۔ غالباً یہ واقعہ ماہ رجب ۲۵۶ھ میں پیش آیا۔ کل عمر ۳۷ سال کی ہوئی۔ ۱۱ ماہ تخت نشین رہا۔ بعض قول کے مطابق مکمل ایک سال تخت حکومت پر متمکن رہا۔

جعفر کے عمدہ اوصاف

جعفر مہتدی گندم گوں، پرکشش، دین دار، متقی، پرہیزگار، عابد، انصاف پرور، ہوش مند، مدبر اور حکومت کا اہل بادشاہ تھا۔ لیکن اسے کوئی بہترین مشیر کار نہیں مل سکا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ برابر روزہ رکھتا تھا۔ زیادہ تر روٹی، سرکہ، زیتون کے تیل سے افطار کرتا۔ اس نے لہو ولعب، گانے باجے اور مستی کے تمام مشاغل پر پابندی لگا دی تھی۔ حکام کو ظلم وزیادتی سے روکا اور عدالت میں خود بیٹھتا تھا۔

ایک مناظرہ

حافظ ابوبکر محمد بن حسین بن عبداللہ بغدادی لکھتے ہیں کہ ابوالفضل صالح بن علی بن یعقوب بن منظور ہاشمی کہتے ہیں (یہ بنو ہاشم کے

شرفاء اور خلفاء میں سے ہیں) کہ میں ایک مرتبہ جعفر مہتدی کے دربار میں بیٹھا ہوا تھا اور جعفر مہتدی دربار عام میں بیٹھ کر لوگوں کے معاملات پر غور وخوض کررہے تھے۔ اسی دوران قصہ کہانیاں بھی سنائی جاتی تھیں۔ پھر وہ اس میں دستخط کر کے اپنے اصحاب کو قلم بند کرنے کے لیے ہدایت فرماتے۔ مجھے ان کا یہ عمل بہت ہی پسند آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے ان کی طرف دیکھنا شروع کیا تو وہ سمجھ گیا اور وہ خود مجھے دیکھنے لگے تو میں نے اپنی نگاہیں نیچی کرلیں۔ اس طرح سے کئی بار ایسا ہوتا رہا۔ جب وہ مجھے دیکھتے تو میں نگاہیں نیچی کرلیتا جب وہ کام میں مشغول ہوجاتے میں پھر دیکھنے لگتا۔

اچانک انہوں نے تھوڑی دیر کے بعد کہا اے صالح! میں نے کہا حضور عالی جاہ بندہ حاضر ہے۔ یہ کہہ کر میں فوراً کھڑا ہوگیا۔ فرمایا تم کو مجھ سے کوئی کام تو نہیں' کچھ کہنا تو نہیں چاہتے؟ میں نے کہا جی حضور کچھ کہنا چاہتا ہوں تو آپ نے فرمایا اچھا اپنی جگہ واپس جاؤ۔ چنانچہ میں اپنی جگہ آگیا۔ آخر کار پھر وہ مجھے دیکھنے لگے۔ یہاں تک کہ کھڑے ہوگئے۔ دربان سے کہا کہ صالح تو ابھی یہیں رہیں گے۔ اتنے میں تمام لوگ اُٹھ کر چلے گئے پھر انہوں نے مجھے اجازت دی۔

میرے جی میں آیا کہ کھڑا ہوجاؤں۔ چنانچہ میں کھڑا ہوگیا۔ میں نے انہیں دُعائیں دیں۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ میں بیٹھ گیا۔ پھر فرمایا صالح جو تمہارے جی میں آرہا ہے کہو یا جو تمہارے دل میں آرہا ہو وہ میں کہہ دوں؟ میں نے کہا اے امیر المؤمنین! جس کا آپ نے ارادہ فرمایا ہو وہ آپ فرمائیں تعمیل کی جائے گی۔ (اللہ تعالیٰ تادیر آپ کو سلامت رکھے) تو آپ نے فرمایا گویا کہ میرا خیال تمہارے موافق ہے اور جو باتیں تم نے ہم میں دیکھی ہیں وہ پسند آئی ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ حضور عالی جاہ! کون سا خلیفہ ہے جس نے قرآن پاک کو مخلوق نہ کہا ہو۔ یہ کہہ کر میں نے ایسا محسوس کیا کہ گویا میں نے کوئی بڑی بات کہہ دی ہو۔ میں نے یہ بھی سوچا کہ صرف ایک مرتبہ تو مرنا ہے' وقت مقررہ سے پہلے کوئی مرتا بھی نہیں ہے اور نہ جھوٹ' مذاق وسنجیدگی دونوں حالتوں میں گوارہ کیا جاسکتا ہے۔ میں نے مزید کہا کہ جو بھی میرے دل میں آیا ہے وہ میں نے کہہ دیا ہے۔

اس کے بعد امیر المؤمنین تھوڑی دیر تک سوچتے رہے پھر فرمایا جو میں کہتا ہوں وہ سنو اور یہ بات یاد رکھو حق ہی بات سنو گے۔ اتنی بات امیر المؤمنین نے کہی تھی کہ میرا غم جاتا رہا۔ میں نے کہا حضور عالی جاہ! آپ سے زیادہ حق بات کہنے کا کون مستحق ہے۔ آپ تو امیر المؤمنین' رب العالمین کے روئے زمین میں خلیفہ ہیں۔ آپ تو اولین وآخرین جناب سید المرسلین ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ میں ہارون واثق کی مخالفت کے آغاز ہی سے قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل رہا۔ یہاں تک کہ ہمارے یہاں ادنہ شام کے علاقے سے شیخ احمد بن ابی داؤد تشریف لائے۔ کچھ دنوں کے بعد ہارون واثق کے دربار میں خوبصورت' معتدل القامت' پرکشش بوڑھے کو بیڑیوں میں جکڑ کر حاضر کیا گیا۔ اس وقت میں نے واثق کو دیکھا کہ وہ اس سے شرما کر مہربانی کا معاملہ کرنے لگا اسے قریب بٹھالیا۔ بوڑھے نے حسن اسلوب سے سلام کیا۔ مختصر الفاظ میں دعائیہ کلمات کہے۔ پھر واثق نے کہا شیخ تم ابن ابی داؤد سے مناظرہ کرو۔ جس موضوع پر وہ بحث کرنا چاہیں تم ان کا تشفی بخش جواب دو۔ شیخ نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین ابن ابی داؤد مجھ سے کیا مناظرہ کرے گا۔ وہ کم علم' کمزور وناتواں ہے۔ یہ سن کر واثق غصہ میں آگیا اور اس کی مہربانی اشتعال سے بدل گئی۔ ابن ابی داؤد نے کہا شیخ میں تم سے مناظرہ نہیں کر پاؤں گا کیا میں تم سے کم علم' کمزور وناتواں ہوں؟ شیخ نے کہا امیر المؤمنین آپ کوئی پرواہ نہ کیجئے آپ مجھے ان سے مناظرہ کی اجازت دیجئے۔ واثق نے کہا میں نے تم کو مناظرہ کے سوا اور کسی کام کے لیے نہیں بلایا ہے۔

شیخ نے کہا اے احمد بن ابی دواؤد تم مجھے اور عوام الناس کو کب تک اس عقیدے کی دعوت دیتے رہو گے؟ ابن ابی داؤد نے کہا اس وقت تک جب تک آپ قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل نہ ہوجائیں۔ اس لیے کہ بات بالکل واضح ہے کہ خداوند قدوس کے علاوہ دُنیا کی

ہر شئے پیدا کی گئی ہے۔قرآن بھی شئے میں داخل ہے اس لیے مخلوق ہے۔
شیخ نے کہا عالی جاہ! امیر المؤمنین آپ ہم دونوں کے مباحثہ پر غور کریں اور ضبط فرماتے رہیں۔شیخ نے احمد بن ابی داؤد کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ اے احمد قرآن کے مخلوق ہونے کے بارے میں جو تمہارا عقیدہ ہے یہ یا تو دین کی ضروریات میں سے ہوگا یا نہیں اس معنی میں کہ بغیر اس عقیدے کے دین ہی مکمل نہ ہو۔احمد نے کہا ہاں بغیر اس عقیدے کے دین ہی مکمل نہیں ہوتا۔شیخ نے کہا اے احمد جب جناب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے اور آپؐ نے دین کی تبلیغ کی آیا آپ نے دین کی کوئی بات چھپائی ہے باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مامور فرمایا تھا۔احمد نے کہا نہیں آپؐ نے دین کی کوئی کسر باقی نہیں رکھی اور نہ آپؐ نے کوئی بات چھپائی ہے۔شیخ نے کہا تو کیا رسول اللہ ﷺ نے اس عقیدے کی دعوت دی ہے؟ یہ سن کر احمد خاموش ہو گیا۔شیخ نے کہا احمد جواب دو۔اس کے باوجود بھی احمد خاموش رہا۔

اتنے میں شیخ خلیفہ واثق کی طرف متوجہ ہوا اور یوں کہا کہ امیر المؤمنین یہ میری پہلی دلیل ہوگئی۔خلیفہ نے کہا ہاں یہ تمہاری پہلی دلیل ہوگئی۔پھر شیخ نے کہا اے احمد جناب رسول اللہ ﷺ پر قرآن کریم کی کون سی آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے؟ احمد نے جواب دیا کہ یہ آیت کریمہ سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا. (سورۃ المائدہ)

''آج ہم نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور تم پر نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام مذہب پسند کیا۔''

شیخ نے کہا احمد یہ بتاؤ کیا اللہ جل شانہٗ دین کے مکمل کر دینے کے سلسلے میں سچے ہیں یا تم جو دین کے ناقص ہونے کا دعویٰ کرتے ہو تم سچے ہو اگر تم سچے ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب تک تمہارے عقیدے کے مطابق قرآن کریم کو مخلوق نہ مانا جائے دین کامل و مکمل نہیں ہو سکتا۔یہ سن کر احمد بن ابی داؤد خاموش ہو گیا۔

شیخ نے کہا احمد میری بات کا جواب دو۔لیکن احمد نے کوئی جواب نہ دیا۔

شیخ نے کہا اے امیر المؤمنین اب میری دو دلیلیں ہو گئیں۔واثق نے کہا ہاں تمہاری دو دلیلیں ہو گئیں۔

پھر شیخ نے کہا اے احمد قرآن کے مخلوق ہونے کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ کو علم تھا یا نہیں؟ احمد نے کہا ہاں آپؐ کو اس بارے میں علم تھا۔شیخ نے کہا تو کیا آپؐ نے لوگوں کو اس کی دعوت دی ہے یا نہیں دی؟ یہ سن کر احمد بن ابی داؤد خاموش ہو گیا۔

شیخ نے کہا اے امیر المؤمنین! اب میری تین دلیلیں ہو گئیں۔

واثق نے کہا ہاں تمہاری تین دلیلیں ہو گئیں۔

پھر شیخ نے کہا اے احمد! تمہارے اس قول کے مطابق کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو قرآن کے مخلوق ہونے کے بارے میں علم تھا۔پھر کیا جناب رسول اللہ ﷺ کے لیے یہ مناسب تھا کہ انہیں کسی چیز کا علم ہو اور وہ اُمت کو اس کی دعوت نہ دیں۔اس کے باوجود آپ نے اُمت کو اس کی دعوت نہیں دی۔احمد نے کہا ہاں۔پھر شیخ نے مزید کہا کہ سیدنا ابوبکر صدیق وعمر بن الخطاب وعثمان بن عفان وعلی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہم خلفاء اربعہ کے لیے یہ گنجائش تھی۔اس کے باوجود ان لوگوں نے بھی اُمت سے اس عقیدے کا مطالبہ نہیں کیا۔احمد نے کہا ہاں۔اتنی باتیں کر کے شیخ نے احمد بن ابی داؤد کی طرف سے رُخ موڑ لیا۔پھر خلیفہ واثق کی طرف متوجہ ہوئے اور یوں کہا کہ حضور والا آپ سے بندہ نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ احمد مجھ سے مناظرہ نہیں کر سکتا۔وہ کم علم کمزور وناتواں ہے۔

اے امیر المؤمنین! اگر آپ لوگوں کو اس عقیدے سے باز رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے جس کی گنجائش نہ تو جناب سید المرسلین ﷺ

نے دی ہے اور نہ خلفائے اربعہ نے دی ہے تو یاد رکھئے اللہ جل شانہٗ ان کو ہرگز طاقت نہ دے جن کو اس عقیدے سے روکنے کی تاب نہیں ہے۔ جس عقیدے کی شریعت نے اجازت نہیں دی ہے اور نہ گنجائش رکھی ہے۔

ہارون واثق نے کہا اگر ہم میں سے کسی کو اس عقیدے سے روکنے کی طاقت نہیں ہے جس کی گنجائش نہ ہو تو آفتاب نبوت نے دی ہے اور نہ خلفاء اربعہ نے تو اللہ پاک ہمیں بھی اس کی گنجائش نہ دے۔

اس کے بعد ہارون نے شیخ کی بیڑیوں کو کاٹ دینے کا حکم دیا۔ جب ان کی بیڑیاں کاٹ دی گئیں تو شیخ نے بیڑی کو ہاتھ سے اُٹھانے کے لیے جھکے تو شیخ کو لوہار نے پکڑ لیا۔ واثق نے یہ دیکھ کر کہا شیخ کو مت پکڑو انہیں لینے دو۔ چنانچہ شیخ نے اسے لے کر آستین میں رکھ لیا۔ اس دوران شیخ سے یہ پوچھا گیا کہ تم لینے کے سلسلے میں باہم کیوں کشمکش ہوئے۔ شیخ نے کہا میرا یہ ارادہ تھا کہ میں اسے لے کر یہ وصیت کروں گا کہ جب میں مر جاؤں تو اسے میرے کفن میں رکھ دیا جائے تا کہ میں خداوند قدوس کی بارگاہ میں اس کو لے کر اس ظالم سے مقدمہ لڑوں گا اور اپنے پروردگار سے یہ کہوں گا کہ آپ اپنے بندے سے یہ پوچھئے کہ اس نے مجھے بیڑیاں ڈال کر کیوں قید کیا تھا اور اس نے میرے گھر والوں' بچوں اور بھائیوں کو کیوں خوف زدہ کیا تھا۔ اتنا کہنا تھا کہ شیخ خود رو پڑا اور واثق بھی اشکبار ہو گیا۔ ابوالفضل صالح ہاشمی کہتے ہیں کہ میں بھی رو پڑا۔

پھر واثق نے شیخ سے یہ کہا کہ جو بھی تکلیف آپ کو اس سلسلہ میں پہنچی ہے آپ انہیں معاف فرما کر درگزر کر دیں۔ شیخ نے جواب دیا خدا کی قسم! اے واثق! میں نے تو محض جناب رسول اللہ ﷺ کے خاندان سے آپ کی نسبت ہونے کی وجہ سے پہلے ہی دن درگزر کر چکا تھا۔ واثق نے کہا شیخ مجھے آپ سے ایک کام ہے۔ شیخ نے کہا کہ اگر وہ کام لائق عمل ہو گا تو میں ضرور کروں گا۔ واثق نے کہا اگر آپ ہمارے سامنے کھڑے ہو جائیں تو ہمارے نوجوان آپ سے استفادہ کرنا چاہتے ہیں۔ شیخ نے کہا اے امیر المومنین! اگر آپ مجھے اسی جگہ واپس کر دیں جہاں سے اس ظالم نے مجھے نکالا ہے تو مجھے یہ آپ کے پاس کھڑے ہونے سے زیادہ بہتر ہے۔ اس وقت میں اپنے اہل وعیال میں جانا چاہتا ہوں تا کہ میں ان لوگوں کو آپ پر بددعا کرنے سے روک دوں ورنہ میں نے انہیں بددعا کرنے کی تاکید کر دی تھی۔

واثق نے کہا شیخ کیا آپ ہم سے اپنی ضروریات و پریشانیوں میں استعمال کرنے کے لیے کسی قسم کا ہدیہ قبول فرمائیں گے۔

شیخ نے کہا اے امیر المومنین میں اپنے لیے ہدیہ لینا درست نہیں سمجھتا اس لیے کہ میں خود مال دار آدمی ہوں مجھے ضرورت نہیں ہے۔

واثق نے کہا اس کے علاوہ اگر کوئی ضرورت ہو تو بتائیں۔ شیخ نے کہا کہ آپ اس ضرورت کو دور کر دیں گے۔ واثق نے کہا جی ہاں۔ شیخ نے کہا آپ مجھے اس وقت جانے دیجئے بس یہی ضرورت ہے واثق نے کہا اچھا جایئے اجازت ہے۔

چنانچہ موقع پا کر سلام کر کے رُخصت ہو گئے۔

صالح کہتے ہیں کہ مہتدی باللہ نے کہا کہ بس میں نے اس دن سے قرآن کے مخلوق ہونے کے عقیدہ سے توبہ کر لی اور میرا بھی یہی گمان ہے کہ واثق نے بھی اس وقت سے توبہ کر لی تھی۔ یہ واقعہ دوسرے انداز سے بھی دیگر کتابوں میں موجود ہے۔ اسی لیے اس واقعہ میں کچھ تغیر وتبدل بھی ہے اس لیے کہ یہ واقعہ مختلف انداز سے مروی ہے۔ اس سے قبل بھی ہارون واثق کے حالات میں توبہ کرنے کا واقعہ گزر چکا ہے۔

خلافت ابوالقاسم احمد معتمد علی اللہ بن متوکل

جعفر مہتدی کے بعد ان کے چچازاد بھائی احمد معتمد علی اللہ تخت نشین ہوئے۔ ان سے بیعت سر من رائے میں اس دن لی گئی جس دن

کہ ان کے چچازاد بھائی جعفر مہتدی کو قتل کر دیا گیا تھا اس لیے کہ ان ہی کو ولی عہد نامزد کر دیا گیا تھا۔ لیکن یہ برائے نام خلیفہ تھے۔ ان کے بھائی موفق بن متوکل کو ان کا مشیر کار بنا کر مملکت کے امور اس کے سپرد کر دیئے گئے۔ لیکن جس وقت موفق کا انتقال ہو گیا تو پھر موفق کے بیٹے اور معتقد بن موفق کو مشیر کار بنا کر مملکت کے امور سپرد کر دیئے گئے۔ نیز احمد معتقد اپنے چچازاد معتمد کی بہ نسبت کمزور و مغلوب رہتے تھے۔ جس طرح کہ احمد معتضد کے والد محترم معتمد پر فائق اور غالب رہتے تھے۔ چنانچہ معتمد اگر کسی حقیر چیز کا مطالبہ کرتے تو انہیں دستیاب نہیں ہوتی تھی۔ گویا احمد معتمد نام کا خلیفہ تھا۔ شاعر نے بھی اس سلسلے میں اس طرح لب کشائی کی ہے ۔

الیس من العجائب ان مثلی یری ماقل ممتنعا علیه

''کیا یہ عجائبات میں سے نہیں ہے کہ مجھ جیسے آدمی کے لیے حقیر چیز بھی ناممکن الحصول ہے۔''

وتوخذ باسمه الدنیا جمیعا وما من ذاک شئی فی یدیه

''حالانکہ ساری دُنیا انہیں کی ذات سے منسوب ہے لیکن ان کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے۔''

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ احمد معتمد نے ایک دن دریا کے کنارے اتنی زیادہ شراب نوشی کر لی تھی کہ جس کی وجہ سے اس کے ہوش وحواس گم ہو گئے۔ اسی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا۔

بعض نے یہ لکھا ہے کہ یہ کسی غم میں مبتلا تھا چنانچہ بستر میں سوتے ہوئے انتقال کر گیا۔ کچھ حضرات نے یہ لکھا ہے کہ انہیں گوشت میں زہر ملا کر کھلا دیا گیا تھا جس کی وجہ سے اس کی وفات ہوگئی۔

وفات کا واقعہ تقریباً ماہ شوال ۲۷۹ھ میں پیش آیا۔ کل ۵۰ سال کی عمر پائی۔ ۲۳ سال تخت نشین رہا۔ غالباً بغداد میں انتقال ہوا۔

احمد معتمد گندم گوں، مناسب قد، نرم مزاج تھا۔ چہرہ گول، آنکھیں پرکشش اور داڑھی چھوٹی تھی۔ یہ جلد ہی بوڑھے ہو گئے تھے۔ لہو ولعب اور عیش میں گم سم رہتے تھے۔ نشہ کی حالت میں اور شدت مستی میں یہ اپنے ہاتھوں کو دانت سے کاٹتا تھا۔

خلافت ابوالعباس احمد معتضد باللہ بن موفق

احمد معتضد سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ ان کے چچا معتمد کا انتقال ہو گیا۔ چنانچہ ان کی حکومت مستحکم ہو گئی۔ معتضد نہایت بہادر، عدل پرور، بارعب، متشدد، مدبر، نہایت چالاک، ذی رائے اور جاہ وجلال کا بادشاہ تھا۔ (عنقریب ہی مختصر حالات آ جائیں گے) یہ جماع کا عادی تھا جو اس کی موت کا باعث بن گیا۔ یہ عدل وانصاف کا دلدادہ اور مؤثر خلیفہ تھا۔ اس بارے میں اس کے بہت سے قصے بھی مشہور ہیں۔

معتضد کی وفات ۲۳ ربیع الثانی ۲۹۰ھ میں ہوئی۔ ۴۶ سال کی عمر ہوئی۔ بعض نے صرف ۴۰ سال لکھا ہے۔ ۹ سال ۹ ماہ تخت نشین رہا۔ بعض نے اس کی مدت خلافت کل ۱۰ سال لکھی ہے۔ یہ گندم گوں شکل وصورت رکھنے والا بادشاہ تھا۔

خلافت ابومحمد علی مکتفی باللہ بن معتضد

معتضد کے بعد ان کے بیٹے مکتفی باللہ تخت نشین ہوئے ان کا سلسلہ نسب یوں ہے:
ابومحمد علی بن مکتفی باللہ بن معتضد بن موفق بن متوکل بن معتصم۔

ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن ان کے والد معتضد کا انتقال ہو گیا۔ مکتفی کی وفات بغداد میں ۲۹۳ھ میں ہوئی۔ کل ۳۴ سال کی عمر پائی۔ بعض نے صرف ۳۰ سال کی تصریح کی ہے۔ ۲ سال ۸ ماہ تخت نشین رہے۔ مؤرخین یہی تاریخ وفات مدت خلافت اور عمر لکھتے ہیں۔

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ مکتفی کی وفات ماہ ذی قعدہ ۲۹۹ھ میں ہوئی۔ ۳۱ سال کی عمر ہوئی۔ ساڑھے چھ سال تخت نشین رہے۔

خصائل و عادات

مکتفی نہایت خوب صورت، حسن میں انوکھا، نکھار رنگ بے غبار، قد متوسط، کالے بال، حسن عقیدے کا مالک اور خون ریزی کو ناپسند کرنے والا تھا۔ مکتفی کے لیے ان کے والد معتضد نے ملکی حالات کو آسان کر کے رکھ دیا تھا۔ مکتفی حب علیؓ کی طرف مائل تھا۔ اپنی اولاد کا محسن تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ شاعر یحییٰ بن علی نے مقام رقہ میں ایک قصیدہ لکھا جس میں اولاد علیؓ کے مقابلے میں بنوعباس کی فضیلت کا ذکر کیا گیا تھا۔ چنانچہ یہ منظوم کلام سنتے ہی مکتفی نے پڑھنے سے روک دیا اور کہا تم بنوعلی کی گویا ہجو کرتے ہو۔ کیا وہ ہمارے چچا کے خاندان سے رشتہ دار نہیں ہیں۔ مجھے اپنے رشتہ داروں کے بارے میں تنقیص بالکل پسند نہیں۔

بنوعلی میں اگرچہ بہت سے لوگوں نے خلافت نشینی کی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم بنوعلی کی ہجو کرو اس لیے کہ اگرچہ وہ ہمارے چچا کے خاندان کی نسبت سے رشتہ دار ہوتے ہیں لیکن میں ان کی برائی سننا پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ نہ قصیدہ پڑھا گیا اور نہ سُنا گیا۔

خلافت ابوالفضل جعفر مقتدر باللہ

یہ چھٹے خلیفہ ہوئے اور انہیں دو مرتبہ معزول کیا گیا ہے

پھر مکتفی باللہ کے بعد ان کے بھائی ابوالفضل جعفر مقتدر بن معتضد تخت نشین ہوئے۔ ان سے بیعت بغداد میں اس دن لی گئی جس دن ان کے بھائی کا انتقال ہوا۔ بیعت کے وقت مقتدر باللہ کی کل عمر ۱۳ برس ۴۰ دن تھی۔ اتنی چھوٹی سی عمر میں اب تک کوئی خلیفہ نہیں بنایا گیا اور نہ ان کے بعد اتنی قلیل عمر میں خلیفہ چنا گیا۔ مقتدر باللہ بعد میں کمزور ہو گیا۔ یہاں تک کہ اسی کے دور خلافت میں سلطنت کمزور پڑ گئی۔

ایک عجیب حکایت

صاحب النشوان لکھتے ہیں کہ معتضد کا غلام صافی کہتا ہے کہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ خلیفہ معتضد دار الحرم تشریف لے جا رہے تھے میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ جب یہ مقتدر کے مکان کے دروازے کے قریب پہنچے۔ اچانک کھڑے ہو کر کچھ سننے لگے اور پردوں کے کنارے سے کچھ دیکھنے لگے۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ مقتدر باللہ کو تخت نشین ہوئے کل پانچ برس گزرے تھے۔ آپ کیا دیکھتے ہیں کہ مقتدر مکان کے اندر بیٹھا ہوا ہے۔ ارد گرد تقریباً اس کے ہم عمر دس نوکرانیاں بھی موجود ہیں۔ چاندی کی بڑی پلیٹ میں انگور کے خوشے رکھے تھے۔ حالانکہ یہ وہ وقت تھا کہ انگور نایاب ہوتے ہیں خود مقتدر انگور کا ایک خوشہ کھاتا ہے اور نوکرانیوں کو ایک ایک انگور کھلا رہا ہے۔ اس طرح سے انگور کھانے کا دور چل رہا تھا۔ پھر جب دوبارہ باری آتی تو خود تنہا ان سب کے حصے کے برابر کھاتا۔ یہاں تک کہ انگور کا خوشہ ختم ہو گیا۔ یہ ماجرا دیکھ کر معتضد غصہ سے سُرخ ہو گیا۔ فوراً وہاں سے واپس ہوا۔ لیکن گھر میں داخل نہیں ہوا۔

صافی غلام کہتا ہے کہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ معتضد مغموم ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ فوراً میں نے عرض کیا کہ آقائے من آپ نے یہ سب کچھ دیکھا۔ اس کے کیا اسباب ہیں؟ معتضد نے جواب دیا خدا کی قسم! اگر مجھے عار محسوس نہ ہوتی اور جہنم کا خوف نہ ہوتا تو میں آج اس بچے (مقتدر) کو قتل کر دیتا۔ اس لیے کہ مجھے مقتدر کے قتل کرنے میں اُمت کی فلاح و بہبود نظر آتی ہے۔ میں نے کہا کہ حضور والا! آخر اس بچے نے کیا کام کیا ہے آپ کو اس کی کون سی بات بُری معلوم ہوئی۔ معتضد نے جواب دیا کہ دیکھو میں جو بھی کہتا ہوں وہ تجربہ کی روشنی میں کہتا ہوں۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ میں نے تمام معاملات میں سدھار پیدا کر دیا ہے اور دُنیا کو شر و فساد سے پاک کر دیا ہے اس لیے اب میں مر جاؤں گا۔ مجھے خوف ہے کہ لوگوں کو میرے بیٹے مکتفی کے علاوہ اور کوئی بھی خلافت کے لیے بہتر نہیں مل سکتا اور نہ عوام اس کے علاوہ کسی کو چن سکتے ہیں۔ جلد ہی میرے بیٹے کو تخت کا مالک بنا دیں گے لیکن مجھے اُمید نہیں ہے کہ بیٹا مکتفی تا دیر زندہ رہے گا۔ اس کی طویل عمر نہیں ہو سکتی اس لیے کہ اسے کنٹھ مالا کی شکایت ہے۔ بہت جلد ہی انتقال کر جائے گا۔ پھر مکتفی کے انتقال کے بعد لوگ مقتدر کو کم عمری میں ہی خلیفہ بنا دیں گے۔ مقتدر فطری طور پر سخی واقع ہوا ہے۔

اور میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ جتنا اس نے خود کھایا ہے اتنا ہی اس نے تمام باندیوں کو کھلایا ہے حالانکہ انگور ان دنوں نایاب ہوتے ہیں اور بچوں کی طبیعتوں میں حرص و لالچ زیادہ غالب ہوتی ہے۔ اس کی کم عمری کی وجہ سے اس کے پاس عورتوں کا ہجوم زیادہ رہا کرے گا یہ تمام جمع شدہ مال کو لٹا دے گا جس طرح کہ اس نے انگور کو تقسیم کر دیا ہے اسی طرح سے یہ بیت المال کا صفایا کر دے گا۔ اس کے اثرات یہ ہوں گے کہ سرحدیں کمزور ہو جائیں گی' معاملات بڑھ جائیں گے۔ مقدمات بھاری ہو جائیں گے۔ لوگ بیعت سے کترانے لگیں گے۔ ایک جم غفیر خروج کے لیے تیار رہے گا یہاں تک کہ وہ تمام اسباب پیدا ہو جائیں گے جس سے بنو عباس کی خلافت کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

میں نے کہ حضور والا! آقائے من اللہ پاک آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ مقتدر آپ ہی کے زیر نگرانی تربیت حاصل کرے۔ آپ ہی کی زندگی میں ادھیڑ عمر کو پہنچ جائے اور آپ ہی کے حسن اخلاق و آداب میں رنگ جائے۔ خدا کرے جو آپ کے ذہن میں باتیں آئی ہیں ویسا نہ ہو۔

معتضد نے کہا تمہارا بُرا ہو صافی یاد رکھنا ہو گا وہی جو میں نے کہا ہے۔

صافی کہتا ہے کہ میں ایک مرتبہ مقتدر کے سرہانے کافی دیر کھڑا رہا۔ وہ عیش و عشرت' لہو و لعب میں مست تھے۔ اچانک مال و دولت حاضر کرنے کا حکم صادر کیا۔ چنانچہ بیت المال سے تھیلی لے آئی گئی انہوں نے اس رقم کو باندیوں پر لٹا دیا اور ان کے ساتھ کھیلنے لگا۔ مجھے فوراً آقا معتضد کا خیال آیا۔ یہ مستی دیکھ کر وزیر اور تمام فوجی مقتدر پر جھپٹ پڑے۔ اس کے بعد سب لوگ عبداللہ بن معتز کی خدمت میں آئے اور ان سے بیعت ہو گئے۔

خلافت عبداللہ بن عبدالمعتز المرتضی باللہ

ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ مقتدر کو معزول کر دیا گیا۔ ان شرائط پر بیعت ہوئی کہ اب نہ تو جنگ کی جائے گی اور نہ خون ریزی کی شکایت ہونی چاہیے۔ چنانچہ بیعت کے بعد مقتدر کے پاس یہ لکھ کر ہدایت کر دی گئی کہ وہ اپنی والدہ اور باندیوں کے ہمراہ ابن طاہر کی منزل میں قیام پذیر رہیں۔ اسی کے ساتھ حسن بن حمدان اور کوتوال ابن عمرویۃ کو یہ تاکید کی گئی تھی کہ یہ دونوں مقتدر کے گھر میں جا کر محافظ بن کر رہیں۔ معلوم ہوا کہ ان کے پیچھے دو غلام لگ گئے جو پتھروں کی بارش کرنے لگے۔ پھر کیا تھا دونوں فریق میں زبردست

جنگ ہوگئی۔ آخر کار مقتدر کے ہمنوا غالب آ گئے۔ دونوں غلام شکست خوردہ واپس ہوئے۔ مرتضیٰ باللہ بھی شکست کھا گیا۔ اس کے ہمراہی منتشر ہو گئے۔ مرتضیٰ باللہ ابن الجصاص کے گھر میں جا کر چھپ گیا۔ گویا مرتضیٰ باللہ کے ہاتھ حکومت چوبیس گھنٹے سے بھی زیادہ نہ رہی اس لیے مؤرخین ان ایام میں کسی کی بھی خلافت تسلیم نہیں کرتے۔

کچھ دنوں کے بعد مقتدر باللہ کی طاقت پھر عود کر آئی چنانچہ یہ مرتضیٰ باللہ پر غالب آ گیا۔ اس کا گلا گھونٹ کر قتل کر ڈالا اور لوگوں سے یہ بتایا کہ مرتضیٰ کا انتقال طبعی موت سے ہوا ہے۔ پھر مرتضیٰ کو دارالخلافت سے نکال کر اس کے گھر کے سامنے ویرانے میں دفن کر دیا۔ مرتضیٰ باللہ کی عمر اس وقت تقریباً ۵۰ سال کی تھی۔

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ مرتضیٰ باللہ زبردست شاعر، فصیح زبان اور شگفتہ بیان تھے۔ علماء کرام اور ادیبوں سے تعلق رکھتے۔ بہترین تشبیہات پر قادر تھے۔ ان سے بڑھ کر کوئی بھی سامنے نہیں آیا۔ پھر بعد میں ایک جماعت نے ان کا زبردست ساتھ دیا جنہوں نے مقتدر کو معزول کرنے میں بھرپور تعاون کیا۔ پھر مرتضیٰ باللہ سے بیعت ہو گئے۔ مرتضیٰ باللہ چوبیس گھنٹے بھی خلافت پر نہیں رہ سکے تھے کہ مقتدر باللہ کے ہم نواؤں نے تخریب کاری شروع کر دی۔ مرتضیٰ باللہ کے ہمراہیوں سے جنگ ہوئی۔ آخر کار مرتضیٰ کے ساتھی تتر بتر ہو گئے۔ مرتضیٰ کہیں روپوش ہو گیا حتیٰ کہ اسے رات میں گرفتار کر لیا گیا۔ جس وقت مرتضیٰ کو گرفتار کر کے مقتدر کے پاس حاضر کیا گیا تو اس نے برف میں ننگا لٹکا دینے کا حکم دے دیا۔ پھر وہ برابر برف میں پڑا رہا۔ مقتدر اس دوران شراب نوشی میں مست تھا۔ یہاں تک کہ مرتضیٰ کا انتقال ہو گیا۔ یہ واقعہ تقریباً ماہ ربیع الاول ۲۹۶ھ میں پیش آیا۔ اسی لیے مرتضیٰ کا شمار خلفاء میں نہیں کیا جاتا۔ اس لیے کہ یہ حکومت کو ایک دن بھی نہیں سنبھال پایا اور نہ کسی قسم کا کنٹرول کر سکا۔

اس کے بعد مقتدر باللہ کی حکومت مستحکم ہوگئی اور کچھ دنوں کے بعد مونس خادم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ مقتدر اس کے خلافت سازش کر کے گرفتار کرانا چاہتا ہے حالانکہ مونس اس دوران فوج کے اگلے دستہ کی کمان کرتا تھا تو مقتدر نے اس کا انکار کیا کہ میرے ذہن میں اس قسم کی کوئی سازش نہیں ہے۔ مونس نے حتی الامکان اس بات کے چھپانے کی کوشش کی لیکن چھپ نہیں سکی زبان زدعام ہوگئی۔ اس کے بعد رعایا اور بعضے غلاموں کے درمیان ٹھن گئی۔ لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ یہ سب کچھ مقتدر باللہ کے اشارہ پر ہو رہا ہے۔ چنانچہ مونس نے ۱۲ ہزار گھوڑ سواروں کو ساتھ لے کر دارالخلافت پر اچانک حملہ کر دیا اور مقتدر کے پاس جا کر اس کو اور اس کی ماں سیدہ کو گرفتار کر کے اپنے محل میں لے آیا۔ اس دوران میں فوجوں نے دارالخلافت کو لوٹ لیا۔

مقتدر نے جب یہ حالات دیکھے تو خود بخود معزول ہو گیا اور معزول ہونے کی تحریر سارے ملک میں ارسال کر دی۔ معزول ہونے کے بعد جب دوسرے دن کا سورج طلوع ہوا تو فوجیوں نے فساد برپا کر دیا۔ کوتوال کو قتل کر دیا اور وزیر ابن مقلہ بھاگ کھڑا ہوا۔ دربان فرار ہو گئے۔

پھر کچھ دنوں کے بعد مقتدر باللہ واپس آیا اور تخت نشین ہو گیا۔ اس کے بعد اپنے بھائی قاہر باللہ کو بلایا۔ اپنے سامنے بٹھایا، پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا کہ بھائی قاہر اس میں تمہاری کوئی خطا نہیں ہے۔ قاہر نے جواب میں کہا امیر المومنین! میں اپنے بارے میں خدائے پاک سے پناہ مانگتا ہوں۔ پھر مقتدر باللہ نے کہا کہ خدا کی قسم! اور رسول اللہ ﷺ کے حقوق کی قسم کبھی بھی میں نے آپ کے خلاف سازش نہیں کی۔

پھر معلوم ہوا کہ وزیر ابن مقلہ بھی واپس آ گیا۔ اس کے بعد دوبارہ مقتدر باللہ کے بارے میں سارے ملک میں تحریر بھیج دی گئی۔ سوء

اتفاق سے پھر مقتدر اور اس کے غلام مونس کے مابین جنگ ٹھن گئی۔ اچانک پھر مقتدر نہر سکران میں کود پڑا۔ چنانچہ موقع پاکر بربری قوم نے اس کو گھیر لیا۔ آخر کار ایک بربری نے مقتدر کو قتل کر دیا۔ سر کاٹ کر اس کے کپڑے اُتار لیے۔ پھر سارے بربری مونس کے پاس آ گئے۔ اسی دوران ایک شخص قبیلہ اکراد کا گزر رہا تھا۔ اس نے یہ دیکھا کہ مقتدر قتل کیا ہوا برہنہ پڑا ہوا ہے تو اس نے گھاس پھوس سے ڈھک کر اس طرح زمین میں دفن کر دیا جس سے قبر کے نشانات معلوم نہیں ہو رہے تھے۔

مقتدر باللہ کے قتل کا واقعہ بروز بدھ ۲۷ شوال ۳۱۶ھ میں پیش آیا۔ کل ۳۸ سال ایک ماہ کی عمر ہوئی۔ تخت خلافت پر ۲۴ سال ۱۱ ماہ فائز رہا۔ اس دوران یہ دو مرتبہ اُتارا گیا پھر اسے آخر میں قتل کر دیا گیا۔

ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ مقتدر ۲۵ سال تک خلافت کرتے رہے۔ ۳۸ سال کی عمر پائی۔ یہ نہایت خرچیلا' فضول پیسہ لٹانے والا' کم عقل' ناقص رائے خلیفہ تھا۔ اس نے اپنی ایک لونڈی کو بہترین قسم کا قیمتی موتی انعام میں دے دیا تھا جس کا وزن تقریباً ۳ مثقال تھا یا اتنی قیمت کا موتی تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ اس موتی کی قیمت اس عہد خلافت میں ۸۰ لاکھ دینار تھی۔ مقتدر باللہ اولاد میں راضی باللہ' متقی باللہ' اسحٰق اور مطیع اللہ وغیرہ کو چھوڑ کر دُنیا سے رُخصت ہو گیا۔

خلافت محمد قاہر باللہ

مقتدر باللہ کے بعد ان کے بھائی ابومنصور محمد قاہر بن معتضد باللہ تخت نشین ہوئے۔ ان سے بیعت غالباً ماہ شوال کی اختتامی دو راتوں میں بغداد میں لی گئی۔ جب انہیں خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے اپنے بھتیجے مکتفی باللہ کو گرفتار کرا لیا۔ پھر مکتفی باللہ کو ایسے گھر میں رکھا گیا جسے اینٹوں اور گچ سے بند کر دیا گیا تھا۔ آخر کار مکتفی اسی حالت میں انتقال کر گیا۔ اسی طرح قاہر نے مقتدر کی ماں سیدہ کو بھی گرفتار کرا لیا اور ان سے اتنا فدیہ کا مطالبہ کیا جو ان کی طاقت وسکت سے زیادہ تھا۔ ان کو ڈرایا دھمکایا' مارا اذیتیں دیں۔ طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا کیا یہاں تک کہ سیدہ کو اُلٹا لٹکایا کہ پیشاب بہہ کر منہ میں آتا تھا اور سیدہ یہ کہتی تھیں کہ کیا میں کتاب اللہ کی رو سے تمہاری ماں نہیں ہوتی؟ کیا میں نے پہلی مرتبہ اس سے قبل اپنے بیٹے سے تجھے نجات نہیں دلوائی؟ اس کے باوجود تم مجھے سزائیں دے رہے ہو۔ فدیہ اس وقت مانگ رہے ہو جب کہ میرے پاس مال ودولت ختم ہو گیا ہے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد سیدہ کا انتقال ہو گیا۔ کچھ دنوں کے بعد قاہر باللہ کے فوجیوں نے بغاوت کر دی۔ فساد برپا کر کے دیوان کے ہر گیٹ سے حملہ کر دیا آخر کار قاہر غسل خانہ کی چھت سے بھاگ کر کسی جگہ چھپ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد فوجیوں نے آ کر قید کر لیا۔ خلافت سے معزول کر کے آنکھیں نکال لیں۔ غالباً یہ حادثہ ماہ جمادی الثانیہ ۳۲۲ھ میں پیش آیا۔

ابن البطریق لکھتے ہیں کہ قاہر باللہ نے چند گھناؤنے قسم کے جرائم کیے تھے جن کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ پھر اس کے بعد ایک طویل مضمون لکھا ہے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں بغداد کی جامع مسجد منصور میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اچانک ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کا چہرہ مسخ ہے جسم پر زرد رنگ کا جبہ اور روئی کا گدا ہے۔ اس حالت میں وہ یہ کہہ رہا ہے کہ لوگو! تم میری صدقات وغیرہ سے مدد کرو۔ کل میں امیر المؤمنین تھا اور آج میں مسلمانوں میں سب سے زیادہ فقیر ہو گیا ہوں۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ بھائی ان کے بارے میں کیا معلومات ہیں تو مجھے یہ بتایا گیا کہ یہ قاہر باللہ ہے۔

اس واقعہ سے لوگوں کو عبرت حاصل کرنا چاہیے (اللہ اپنے غیظ وغضب سے پناہ میں رکھے)۔

قاہر باللہ کی خلافت ۶ سال ۶ ماہ اور ایک ہفتہ رہی۔ قاہر زبردست بے ہودہ' خون ریز' نشہ باز خلیفہ تھا۔ اس کے پاس ایک نیزہ تھا

جب تک یہ اس کے ذریعہ سے کسی کو قتل نہیں کر دیتا تھا اسے نہیں رکھتا تھا اگر سلیم الطبع دربان موجود نہ ہوتے تو یہ لوگوں کو تباہ کر دیتا۔

خلافت ابوالعباس احمد راضی باللہ بن مقتدر

قاہر باللہ کے بعد ان کے بھائی ابوالعباس احمد راضی باللہ بن مقتدر تخت نشین ہوئے۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن قاہر کو خلافت سے دستبردار کر دیا گیا۔ راضی باللہ نے اپنا وزیر ابوعلی بن مقلہ کو بنایا۔ تخت نشین ہوتے ہی انہوں نے قاہر کے قید خانہ سے تمام لوگوں کو رہا کر دیا۔ اس کے بعد امیر محمد بن رائق کو طلب کیا گیا یہ اس دوران مقام واسط میں شان وشوکت سے اپنا حکم نافذ کر رہے تھے۔ جب معاملات اُلجھنے لگے وزراء کے کنٹرول سے باہر آ گئے تو اس وقت ان کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ انہیں بغداد بلا کر امیر الامراء کا منصب دے دیا گیا۔ سلطنت کے اہم امور سپرد کر دیئے گئے۔ انہیں انعام واکرام سے نوازا گیا۔ دارالسلطنت کا پرچم انہی کو دیا گیا۔ انہی ایام میں وزارت کا عہدہ ختم کر دیا گیا۔ سوائے اس منصب کے نام کے کچھ بھی باقی نہیں رکھا گیا۔ اقتدار اور حکومت صرف ان کے ہاتھ میں رہی جنہوں سے زبردستی کسی علاقے پر قبضہ کر لیا۔

امیر محمد رائق کو ۲۵ ذی الحجہ ۳۲۴ھ کو بلا کر یہ اعزاز بخشا گیا۔ پھر جب ۲۵واں سال شروع ہوا تو روئے زمین عجیب وغریب انتشار کا شکار تھی۔ علاقے طاقتور بادشاہ یا حاکم کے قبضے میں رہتے تھے۔ جس کے ہاتھ جو بھی علاقہ لگ گیا وہ اس کا ہو گیا اور وہ وہیں کا حاکم بن گیا۔

چنانچہ عبداللہ البریدی اور ان کے بھائیوں کے زیر اثر بصرہ واسط اہواز وغیرہ کے علاقے تھے۔ عمادالدین بن بویہ کے ہاتھ فارس بن حمدان کے زیر اثر موصل دیار بکر دیار ربیعہ دیار مضر وغیرہ۔ اخشید بن طغج کے قبضہ میں مصر اور شام مہدی کے پاس مراکش افریقہ بنوامیہ کے قبضہ میں اندلس وغیرہ۔ نصر بن احمد سامانی کے پاس خراسان اور اس کے اردگرد کے علاقے ابوطاہر قرمطی کے پاس یمامہ ہجر بحرین دیلم کے پاس طبرستان اور جرجان وغیرہ تھے۔

اور راضی باللہ وامیر محمد بن رائق کے زیر اثر سوائے بغداد اور اردگرد کے علاقے کے علاوہ کچھ بھی نہیں رہ سکا۔ آخر کار سلطنت پارہ پارہ ہو گئی۔ عدالتیں ختم کر دی گئیں۔ خلافت کی عزت وآبرو تاراج ہو گئی۔ ملک کمزور ہو گیا اور ویرانیت پھیلنے لگی۔

خلیفہ راضی باللہ کو کھانسی اور استسقا کی شکایت ہو گئی۔ اس کے علاوہ تعیش اور کثرت جماع کی بھی شکایت تھی۔ چنانچہ راضی باللہ کا انتقال شنبہ کی رات ۱۵ ربیع الاول ۳۲۹ھ کو ہو گیا۔ اس وقت اس کی عمر ۳۲ سال چند ماہ کی تھی۔ کل ۶ سال ۱۰ ماہ تخت نشین رہا۔

راضی باللہ وسیع الظرف سخی المزاج ادیب شگفتہ بیان شاعر تھا۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس کی عمر صرف ۲۲ سال کی تھی اور ۶ سال ۱۰ یوم خلافت پر متمکن رہا۔ اور یہ پستہ قد کا گندم گوں دبلا پتلا آدمی تھا۔ اس کے اچھے قسم کے اشعار طبع ہو چکے ہیں۔ ایک مرتبہ اس نے سامرا مقام میں تقریر کی تو بہت ہی اچھی اور مؤثر ثابت ہوئی۔ اس کے بعد چند دن بیمار رہا خون کی قے ہوئی اور دُنیا کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلا گیا۔

خلافت ابراہیم متقی باللہ

خلیفہ راضی باللہ کے بعد ان کے بھائی ابوالعباس ابراہیم متقی باللہ بن مقتدر بن معتضد تخت نشین ہوئے۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ ان کے بھائی راضی باللہ کا سانحہ ارتحال پیش آیا۔ انتقال کی خبر سن کر متقی باللہ نے فوراً دو رکعت شکرانے کی نماز ادا کی اور ممبر پر رونق افروز ہوا۔ ابراہیم متقی باللہ دین دار اور متقی خلیفہ تھا اس لیے اس کا نام متقی باللہ رکھ دیا گیا۔ متقی نے مملکت کے تمام امور امیر حکم ترکی کو

سپرد کر دیے تھے۔ متقی کا صرف نام چلتا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد نوروز بغداد پر قابض ہو گیا۔ متقی باللہ کو معزول کر کے چچازاد بھائی مستکفی باللہ کو خلافت سپرد کر دی۔ اس کے بعد متقی باللہ کو جزیرہ قرب سندیہ کی طرف جلاوطن کر دیا اور ان کی آنکھوں میں سلائی کر دی گئی۔ حالانکہ اس نے اپنے آپ کو خلافت سے دستبردار کر دیا تھا۔

یہ واقعہ ۲۰ صفر ۳۳۳ھ کو پیش آیا۔ متقی کی حکومت ۳ سال ۱۱ ماہ رہی۔ بعض نے چار سال کی تصریح کی ہے۔ اس کی وفات ۳۷۷ھ میں ہوئی اور ولادت ۲۹۷ھ میں ہوئی۔ ان کے والد محترم ان سے صرف ۱۵ سال عمر میں بڑے تھے۔

متقی روزہ دار، تہجد گزار، تلاوت قرآن کریم کا عادی تھا۔ نشہ آور چیز کو بالکل ہاتھ نہیں لگاتا تھا۔ خلافت سے معزول ہونے کے بعد ۲۴ سال زندہ رہا۔

خلافت عبداللہ المستکفی باللہ بن مکتفی

خلیفہ متقی باللہ کے بعد اس کا چچازاد بھائی ابوالعباس عبداللہ المستکفی باللہ بن مکتفی بن معتضد تخت نشین ہوا۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ متقی باللہ کو تخت سے اُتار دیا گیا۔ جس دن مستکفی کو خلافت اور سلطنت کے امور سپرد کیے گئے تو انہوں نے توروز کو انعام وخلعت سے نوازا اور مملکت کے امور سپرد کیے۔ انہی کے دور خلافت میں معزالدولہ بن بویہ بغداد آئے انہیں بھی خلعت وانعام دے کر ماورائے باب کے امور سپرد کیے گئے انہی کے نام سے سکہ ڈھال کر جاری کر دیا گیا۔ انہیں منبر پر تقریر کرنے کا مشورہ دیا گیا اور ان کا لقب معزالدولہ رکھ دیا گیا اور ان کے بھائی ابوالحسن علی کا لقب عمادالدولہ تجویز کیا گیا اور یہ بنی بویہ میں سب سے بڑے تھے۔

عمادالدولہ کے متعلق عجیب وغریب قسم کے واقعات مشہور ہیں (ان شاءاللہ کچھ تفصیل باب الحاء لفظ الحیہ میں آجائے گی ان دونوں کے بھائی کا لقب رکن الدولہ رکھا گیا تھا۔ غالبًا منجھلے بھائی تھے۔ ان کے بھی عجیب وغریب حالات مشہور ہیں (ان شاءاللہ باب الدال دابتہ کے عنوان میں تفصیل آجائے گی)۔

معزالدولہ کی آمد غالبًا ۳۳۴ھ میں ہوئی۔ انہی کے ایام میں مستکفی کو معزول بھی کیا گیا۔ معزول ہونے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ معزالدولہ کو کسی نے یہ بتایا کہ مستکفی تم کو مارنے کی سازش کر رہا ہے۔ کچھ دنوں کے بعد معزالدولہ مستکفی کے دربار میں حاضر ہوا۔ قدم بوسی کی ہاتھ کو بھی بوسہ دیا۔ ان کے لیے کرسی لائی گئی۔ چنانچہ معزالدولہ اس پر بیٹھ گیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد دیلم کے دو آدمیوں نے معزالدولہ کی طرف ہاتھ بڑھا دیے۔ تو مستکفی یہ سمجھے کہ یہ لوگ میرے ہاتھ کا بوسہ لینا چاہتے ہیں تو ان لوگوں نے مستکفی کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا اور جو بھی تخت پر تھے سب کو اُتار دیا اور مستکفی کے عمامہ کو اس کی گردن میں ڈال دیا۔ پھر انہیں گھسیٹ کر معزالدولہ کے پاس لایا تو انہیں قید کر دیا گیا۔ پھر انہیں معزول کر کے ان کی آنکھیں پھوڑ دی گئیں۔ اس کے بعد دارالخلافت کو لوٹ لیا گیا' یہاں تک کہ کوئی بھی چیز باقی نہیں بچی۔

غالبًا یہ واقعہ ۲۲ جمادی الثانیہ ۳۳۴ھ میں پیش آیا۔ مستکفی کی وفات معزالدولہ کے گھر پر ۳۳۳ھ میں ہوئی۔ کل ۴۶ سال کی عمر ہوئی۔ تقریبًا ایک سال چار ماہ تخت نشین رہا۔

خلافت ابوالفضل مطیع اللہ بن مقتدر

(یہ چھٹے خلیفہ تھے اور انہیں معزول کر دیا گیا)

خلیفہ مستکفی باللہ کے بعد ان کے چچازاد بھائی ابوالفضل مطیع اللہ بن مقتدر بن معتضد تخت نشین ہوئے۔ ان کی عمر اس وقت ۳۴ سال کی تھی۔ جس دن چچازاد بھائی مستکفی باللہ کو معزول کیا گیا اس دن ان سے بیعت لی گئی۔ اور سلطنت کے دیگر امور معزالدولہ ہی کے سپرد رہے۔ مطیع اللہ کے عہد خلافت میں معزالدولہ کا انتقال بغداد میں ۳۵۶ھ میں ہوا۔ عراق میں معزالدولہ کا اقتدار ۲۱ سال ۱۱ ماہ تک رہا۔ معزالدولہ بہادر بادشاہ، دلیر، طاقتور تھا لیکن بداخلاق تھا۔ حالات نے تجربہ کار بنا دیا تھا۔ سعادت و نیک بختی قدم بوسی کر رہی تھی۔ یہاں تک معزالدولہ اس درجہ کو پہنچ گیا تھا کہ اس سے قبل اسلام میں سوائے خلفاء کے کسی کو یہ حیثیت نہیں مل سکی۔

جس وقت معزالدولہ کا انتقال ہوا تو صاحبزادہ نے حکومت کی عنان ہاتھ میں لی اور اپنے والد محترم کا قلادہ پہن لیا۔ انہیں انعام واکرام سے نوازا گیا۔ ان کی حکومت مستحکم ہوگئی۔

مطیع اللہ کے دور حکومت میں مصر کا حاکم کافور اخشیدی کا انتقال ۳۵۸ھ میں ہوا۔ یہ مصر میں تقریباً ۲۲ سال حکومت کرتا رہا۔ کافور کے انتقال کے بعد قیران کا حاکم جوہر القائد جو کہ معزالدین اللہ کا غلام تھا مصر آیا۔ چنانچہ اس نے معزالدین سے بیعت کرنے کے لیے لوگوں کو دعوت دی اور لوگوں سے ان کے لیے بیعت لی۔ بنوعباس کے روابط مصر سے ختم ہوگئے جوہر قائد فوجوں کی رہائش کے انتظام کے لیے قاہرہ کی تعمیر میں مصروف ہوگیا۔ ان تمام مراحل سے گزر جانے کے بعد معزالدین اللہ ۸ رمضان المبارک ۳۶۲ھ کو مصر میں داخل ہوا اور یہ مصر کا پہلا فاطمی خلیفہ ہوا ہے۔

سبکتگین ترکی معزالدولہ کا سب سے بڑا دربان تھا۔ اس کے اثرات بغداد میں اتنے راسخ ہوگئے کہ وہ بغداد پر قابض ہوگیا تو اس کی قدرومنزلت روز بروز معزالدولہ کے یہاں بڑھتی رہی۔ یہاں تک کہ معاملات میں دخیل ہوگیا۔ اس کا حکم چلنے لگا تو مطیع کو اس سے خطرہ محسوس ہوا۔ سبکتگین کسی مرض میں مبتلا ہوگیا۔ چنانچہ یہ خود بخود راضی برضا خلافت سے دستبردار ہوگیا اور خلافت اپنے بیٹے عبدالکریم کے سپرد کر دی۔

بعض نے ابوبکر کی تصریح کی ہے۔ کچھ نے یہ کہا ہے کہ ابوبکر عبدالکریم کی کنیت تھی۔ پھر یہ طائع اللہ کے نام سے مشہور ہوگیا۔ یہ سارے واقعات ۱۳ ذی قعدہ ۳۶۳ھ کو پیش آئے۔

آخر کار دیر عاقول میں ۳۶۵ھ میں انتقال ہوگیا۔ انتقال اور معزول ہونے کے درمیان دو ماہ گزر چکے تھے۔ کل ۶۳ سال کی عمر ہوئی۔ یہ طاقتور اور صدقات کا خوگر بادشاہ گزرا ہے۔ لیکن یہ اپنے معاملات میں مغلوب ہوگیا تھا۔ خلافت پر سوائے نام کے کوئی بس نہیں چلتا تھا۔ اس کی خلافت ۲۹ سال ۴ ماہ تک رہی۔

خلافت ابوبکر عبدالکریم الطائع اللہ

پھر خلیفہ مطیع اللہ کے بعد ان کے صاحبزادے عبدالکریم ابوبکر طائع اللہ تخت نشین ہوئے۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن ان کے والد محترم کو معزول کر دیا گیا تھا۔ اس وقت ان کی عمر ۴۷ سال کی تھی۔ بنوعباس میں ان سے زیادہ بڑی عمر کا کوئی خلیفہ نہیں ہوا۔

راس مال ندیم کہتے ہیں کہ دُنیا میں سوائے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ اول اور طائع اللہ کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں گزرا جو اپنے والد کی زندگی میں خلافت پر تخت نشین ہو گیا۔ اتفاق کی بات یہ ہے کہ ان دونوں کا نام ابوبکر تھا۔ اور یہ چھٹے خلیفہ ہوئے ہیں چنانچہ حسب دستور انہیں بھی معزول کر دیا گیا (جیسے کہ عن قریب تفصیل آ جائے گی) انہیں چھٹا خلیفہ اس وقت تسلیم کیا جائے گا جب کہ ابن المعتز کو خلفاء میں شمار نہ کیا جائے۔ اگر شمار کیا جاتا ہے تو مطیع اللہ پھر چھٹے خلیفہ نہ ہوں گے۔ انہوں نے اپنے آپ کو خود بخود معزول کر لیا تھا۔ اس لیے کہ ان پر فالج کا حملہ ہو گیا تھا۔

جس وقت طائع اللہ خلیفہ نامزد ہو گئے تو انہوں نے سبکتگین ترکی کو بطور انعام ماوراء باب کے علاقہ کی حکومت سپرد کر دی تھی۔ طائع کے عہد حکومت میں شاہ عضد الدولہ بن رکن الدولہ بن بویہ بغداد پر قابض ہو گیا تھا تو طائع نے عضد الدولہ کو شاہی خلعت سے نوازا۔ بطور انعام واکرام ہار کنگن پہنائے اور دو پرچم سپرد کئے۔ ماوراء الباب کا حاکم بنا دیا۔ چنانچہ عضد الدولہ نے ابوطاہر بن بقیہ کو عز الدولہ کا وزیر بنا دیا تو ابوطاہر نے عز الدولہ کو قتل کر کے سولی دے دی۔ چنانچہ ان کے والد حسن بن انباری نے عجیب وغریب مرثیہ لکھا اور ہم اسے یہاں نقل کرتے ہیں ؎

علوت فی الحیات وفی الممات لحق انت احدی العجزات

''تم موت وحیات میں بلند وبالا ہو' یہ بات حق ہے کہ تم اعجازی صورتوں میں سے ایک ہو۔''

کان الناس حولک اذا قاموا وفود نداک ایام الصلات

''تیرے اردگرد گھڑے ہوتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جود وسخا کے موسم میں تیرے بخشش کے وفد ہیں۔''

کانک قائم فیھم خطیبا وکلھم قیام للصلوۃ

''تم ان کے درمیان بحیثیت مقرر کھڑے ہو اور وہ سب نماز کے لیے صف بستہ ہیں۔''

مددت یدیک نحوھم احتفاء کمدھا الیھم بالھبات

''تم اپنے ہاتھوں کو ان کی طرف کھول کر بڑھائے ہوئے ہو جیسے کہ تمہارے ہاتھ عطایا دینے کے لیے ان کی طرف بڑھ رہے ہیں۔''

ولما ضاق بطن الارض عن ان یضم علاک من لجد الممات

''اور جب زمین تنگ ہو گئی اس بات سے کہ وہ مرنے کے بعد تیری بلندی سے ملاپ کرے۔''

اصاروا لجو قبرک و استعاضوا عن الاکفان ثوب السافیات

''تو انہوں نے فضا میں تیری قبر بنا دی اور بجائے کفن کے ہوا میں اُڑنے والے کپڑے پہنائے۔''

لعظمک فی النفوس تبیت ترعی بحراس و حفاظ ثقات!

''تیری بڑائی نفوس میں گھر کئے جا رہی ہے تمہارا یہ حال ہے کہ تم چوکیداروں اور معتمد محافظوں کی طرح ان کی نگہبانی کرتے ہو۔''

وتوقد حولک النیران قدما کذالک کنت ایام الحیاۃ

''تیرے اردگرد قدم قدم پر آگ روشن ہوتی ہے آپ اس طرح زندگی کا سفر کر رہے ہیں۔''

رکبت عطیة من قبل زید علاھا فی السنین الماضیات

''تم زید کی طرف سے اس طرح کی سواری میں سوار ہو جس نے اسے گزشتہ سالوں میں بلند و برتر کر دیا ہے۔''

وتلک قضیة فیھا تاس تباعد عنک تعییر العداۃ

''اور یہ مایوس کن معاملہ ہے جو تم سے دشمنوں کے عار کو زائل کر دیتا ہے۔''

ولم ارقبل جذعک قط جذعا تمکن من عناق المکرمات

''میں نے اس تنے سے پہلے (جس میں تمہیں سولی دی گئی ہو) کسی کا تنا نہیں دیکھا جس نے عزتوں کے ساتھ معانقہ کیا ہو۔''

اسأت الی الوائب فاستنارت فانت قتیل ثار النائبات

''میں نے گردشوں کے ساتھ برا معاملہ کیا تو وہ روشن ہوگئی اور تم تو مصائب کی کھوپڑی اُتارنے والے ہو۔''

وکنت تجیرنا من صرف دھو فعاد مطالبالک بالتراث

''اور تم ہمیں مصائب سے پناہ دیتے تھے اور اب وہ انتقام کا مطالبہ کامیاب ہو گیا۔''

وصیر دھرک الاحسان فیه الینا من عظیم السئیات

''جس زمانے نے تمہیں مصائب سے دوچار کیا اس زمانے کا ہمارے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا ہمارے لیے گناہ عظیم ہے۔''

وکنت لمعشر سعدا فلما مضیت تفرقوا بالمنحسات

''تم معاشرہ کے لیے نیک فال ہو' تمہارے رخصت ہوتے ہی لوگ نحوستوں سے دوچار ہو گئے۔''

غلیل باطن لک فی فوادی حقیق بالدموع الجاریات

''میرے دل میں تمہاری گہری سوزش ہے جو واقعی آنسو بہانے کے لائق ہے۔''

ولوانی قدرت علی قیام بفرضک الحقوق والواجبات

''اگر میں تمہارے فرائض' حقوق اور واجبات کے انجام دینے پر قادر ہوتا۔''

ملات الارض من نظم القوافی ونحت بھا خلاف الناحات

''تو میں قافیہ میں ڈھال کر زمین کو بھر دیتا اور نوحہ گروں کے خلاف نوحہ کرتا۔''

ولکن اصبر عنک نفسی مخافة ان اعد من الجناۃ

''لیکن آپ کے لیے میں صبر کرتا ہوں' مجرموں میں شمار ہونے کے خوف سے۔''

ومالک تربة فاقول تسقی لانک نصب ھطل الھاطلات

''تیری قبر کتنی اچھی ہے چنانچہ میں سیراب ہونے کی دُعا کرتا ہوں اس لیے کہ تم برسنے والے بادل کی علامت ہو۔''

علیک تحیة الرحمن تتری برحمات غواد رائحات

''تم پر اللہ کی رحمت ہو اور تم کو صبح و شام ہونے والی مغفرت و رحمت ڈھانپ لے۔''

وفات

ملک عضد الدولہ بن بویہ کا انتقال ماہ ذی الحجہ ۳۷۲ھ میں ہوا۔ کل عمر ۴۹ سال ۱۱ ماہ ہوئی۔ ان کی حکومت عراق' کرمان' عمان' خوزستان' موصل' دیار بکر' حران' منبج وغیرہ میں تھی۔ یہ بغداد میں ۵ سال حکومت کرتے رہے۔

سلطان عضد الدولہ زبردست بادشاہ' شریف' بہادر' دلیر' ذہین اور بارُعب آدمی تھے۔ ان کی ذکاوت کے عجیب وغریب واقعات مشہور ہیں جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہیں اسلام میں ملک (بادشاہ) کہا گیا ہے۔ جب ان کا انتقال ہونے لگا تو یہ آیت پڑھ رہے تھے ؎

ما اغنی عنی مالیہ هلک عنی سلطانیة

''مجھ کو میرا مال کچھ کام نہ آیا' میری حکومت مجھ سے برباد ہوگئی۔'' (حاقۃ)

چنانچہ یہ آیات بار بار پڑھ کر دُنیا سے رخصت ہوگئے۔ جس وقت ان کی وفات ہوئی تو یہ خبر کسی کو نہیں دی گئی۔ پھر انہیں دارالسلطنت بغداد میں دفن کر دیا گیا۔ بعد میں لوگوں کو پتہ چلا کہ عضد الدولہ کا انتقال ہو گیا۔ پھر انہیں قبر سے نکال کر سیدنا علی بن ابی طالب کی مشہد پر دفن کر دیا گیا۔ عضد الدولہ نے مرنے سے قبل ہی مشہد بنالی تھی۔ (جیسے کہ عن قریب باب الفاء فہد کے عنوان میں آجائے گا)۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ عضد الدولہ باغ میں تفریح کرتا ہوا جا رہا تھا۔ اس نے یہ کہا کہ اگر بارش ہو جاتی تو آج لطف آجاتا۔ چنانچہ اس کے کہتے ہی بارش ہوگئی تو اس نے یہ اشعار پڑھے ؎

لیس شرب الراح الا فی المطر وغناء من جوار فی السحر

''شراب نوشی برسات ہی میں اچھی معلوم ہوتی ہے اور گانے والی باندیوں سے صبح بھلی معلوم ہوتی ہے۔''

ناعمات سالبات النهی ناغمات فی تضاعیف الوتر

''جو باندیاں نرم و نازک' عقل کو سلب کرنے والی ہیں جو تانت کے ڈبل کرنے میں گانے کا شر نکالنے والی ہیں۔''

مبرزات الکاس من مطلعها ساقیات الراح من فاق البشر

''مطلع سے پیالوں کو نکالنے والیاں ہیں جو انسانوں میں فائق ہے اس کو شراب پلانے والیاں ہیں۔''

عضدالدولة و ابن رکنها ملک الاملاک غلاب القدر

''نام عضد الدولہ ابن رکن ہے وہ شہنشاہ اور تقدیر پر غالب ہے۔''

سهل اللّٰه له بغیته فی ملوک الارض مادار القمر

''اللہ نے اس کے لیے خواہشات روئے زمین کے بادشاہوں میں تا قیامت آسان کر دیا ہے۔''

واراه الخیر فی اولاده یساس الملک منهم بالغرر

''اور میں اس کی اولاد میں بھلائی دیکھتا ہوں کہ وہ ملک میں آسانی کے ساتھ حکومت کریں گے۔''

چنانچہ یہ اشعار پڑھتے ہی غلاب القدر کے کہنے کے مطابق موت کا فرشتہ آ گیا۔

جب عضد الدولہ کا انتقال ہو گیا تو صاحبزادہ بہاء الدولہ امور سلطنت کا ولی بنا دیا گیا۔ چنانچہ طائع نے صاحبزادے کو انعام واکرام سے نوازا اور والد کا قلادہ اس کو پہنا دیا گیا۔ پھر بہاء الدولہ نے طائع کو گرفتار کر کے نظر بند کر دیا۔ دار الخلافت کو لوٹ لیا۔ اس کے بعد بہاء الدولہ نے لوگوں کو اس بات کا گواہ بنایا کہ طائع خود بخود خلافت سے دستبردار ہو گیا ہے۔ یہ واقعات شعبان ۳۸۱ھ میں پیش آئے۔ اس کے بعد طائع ساری زندگی معزول' نظر بند کی حیثیت سے گزارتا رہا۔ آخر کار عید کی رات ۳۹۳ھ میں انتقال ہو گیا۔ یہ ۱۷ سال ۹ ماہ تک تخت نشین رہا۔ کل عمر ۷۸ سال کی ہوئی۔

خلیفہ طائع سرخ زرد رنگ' متوسط قد' بڑی ناک' بہادر' طاقتور' دلیر اور سخی بادشاہ تھا۔ لیکن مزاج میں تیزی تھی اور بنو بویہ کے تمام بادشاہوں میں ہاتھ چھوٹا تھا۔

خلافت ابو العباس احمد قادر باللہ بن اسحاق

خلیفہ طائع اللہ کے بعد ابو العباس احمد قادر باللہ بن اسحاق بن مقتدر بن معتضد تخت نشین ہوا۔ ان سے بیعت اس رات لی گئی جس رات طائع کو تخت سے اُتار دیا گیا تھا۔ اس وقت اس کی عمر ۴۴ سال تھی۔ قادر باللہ حسن سلوک اور صدقات وغیرہ کا عادی' فقراء کا مونس تھا۔ فقراء کی تعظیم کرتا تھا۔ لیکن معاملات حکومت میں مغلوب ہو گیا تھا۔

قادر باللہ کی وفات ماہ ذی قعدہ میں ہوئی۔ بعض بقرہ عید کی رات کی تصریح کرتے ہیں اور کچھ ۱۱ ذو الحجہ ۴۲۲ھ کو بتاتے ہیں کل عمر ۸۷ سال کی ہوئی۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ سفید اور لمبا آدمی تھا۔ اس کی عمر ۴۱ سال اور چند ماہ کی ہوئی اور بعض چند ماہ کی تفصیل ۳ ماہ بتاتے ہیں اور کچھ اہل علم یہ کہتے ہیں کہ قادر کی عمر ۸۷ سال کی ہوئی ہے۔ حلیہ کے بارے میں یہ بیان کرتے ہیں کہ قادر باللہ کا رنگ سفید' داڑھی لمبی' بڑھاپے کی وجہ سے خضاب کرتا تھا۔ صدقات کا عادی' تہجد گزار شخص تھا۔ دیانت عقل پر غالب تھی۔ سنت کے موضوع پر اس کی ایک تصنیف بھی ہے۔ قادر باللہ نے معتزلہ اور روافض پر زبردست رد کیا۔ ان کا ہر جمعہ کو ختم قرآن کا معمول تھا اور لوگوں کو بلا کر پند و نصائح کیا کرتے تھے۔

خلافت ابو جعفر عبد اللہ قائم بامر اللہ بن قادر باللہ

خلیفہ قادر باللہ کے بعد صاحبزادہ ابو جعفر عبد اللہ قائم بامر اللہ بن قادر باللہ تخت نشین ہوا۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ والد محترم کا انتقال ہو گیا۔ قائم بامر اللہ کے عہد خلافت میں سلاطین سلجوق کا دور شروع ہوا اور بنو بویہ کے اقتدار کا خاتمہ ہوا۔ بنو بویہ کا اقتدار تقریباً ایک صدی اور ۲۷ سال رہا۔ غالباً یہ دور ۴۳۰ھ تک رہا۔ چنانچہ اس کی تصریح ابن البطریق نے اپنی تاریخ میں ۴۶ ویں باب میں کی ہے۔

قائم بامر اللہ کے جسم کا رنگ سفید' پرکشش غالباً سرخ مائل تھا۔ متقی پرہیز گار' عابد و زاہد مسلمانوں کا حاجت روا تھا۔ علماء کی تعظیم و تکریم کرتا' فقراء و صلحاء کا معتقد پاکیزہ اخلاق تھا۔ جتنے دن قائم بامر اللہ خلافت پر متمکن رہا۔ شاید ہی کوئی تخت نشین رہا ہو۔ صدقات کا عادی' خلفاء میں علم و فضل کی وجہ سے مشہور ہو گیا تھا۔ تو اس دن سے روزے دار' تہجد گزار ہو گیا تھا۔ مصلی ہی پر سو جاتا۔ سونے کے لیے دوسرے کپڑے کبھی نہیں بدلے۔

قائم بامر اللہ کی وفات ۱۰ اشعبان ۴۶۷ھ کو ہوئی۔ ۴۴ سال ۸ ماہ تخت نشین رہا۔ بعض نے ۹ ماہ کی تصریح کی ہے اور کچھ نے ۴۵ سال تخت نشین رہنے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس کی ماں کا نام ارمینیہ تھا۔

خلافت ابوالقاسم مقتدی بامر اللہ بن محمد بن قائم بامر اللہ

قائم بامر اللہ کے بعد پوتا ابوالقاسم عبداللہ مقتدی بامر اللہ بن محمد بن قائم بامر اللہ تخت نشین ہوا۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ ان کے دادا کا انتقال ہوا۔ گویا بیعت ۱۳ اشعبان ۴۶۷ھ کو لی تھی۔

دادا کے انتقال کا واقعہ یوں پیش آیا کہ جب بیمار پڑ گئے تو انہوں نے سینگی لگوائی تو اس مقام سے بہت ہی زیادہ خون نکلا جس کی وجہ سے اس کی قوت کم ہو گئی اور وہ کمزور ہو گیا تو اس نے فوراً پوتے کو بلایا اور ولی عہد کا عہدہ سپرد کر دیا۔ اس دن علمائے کرام و آئمہ عظام کے مجمع عام میں مقتدی بامر اللہ کا خطاب دیا گیا۔

مقتدی بامر اللہ اپنے والد محترم ذخیرۃ الدین کے انتقال کے چھ ماہ بعد پیدا ہوئے۔ چنانچہ اس نے بغداد کو آباد کر دیا۔ حجاز' یمن اور شام کی حکومت ان کے سپرد کر دی گئی۔

انتقال کا واقعہ

مشہور ہے کہ ایک مرتبہ مقتدی کی خدمت میں کھانا لایا گیا۔ چنانچہ انہوں نے کھانا کھایا' ہاتھ دھوئے۔ یہ نہایت تندرست وتوانا تھے۔ ان کے پاس قہرمانہ شمس بیٹھی ہوئی تھی۔ مقتدی نے ان سے کہا یہ کون لوگ ہیں جو بغیر اجازت اندر آ گئے ہیں۔ قہرمانہ نے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ کوئی بھی نہیں آیا۔ پھر اس نے مقتدی کی طرف دیکھا تو ان کا چہرہ متغیر تھا۔ ہاتھ ڈھیلے' قویٰ کمزور معلوم ہوئے۔ اس کے بعد وہ زمین پر گر گئے۔ قہرمانہ نے یہ سمجھا کہ ان پر غشی طاری ہو گئی ہے۔ پھر ان کا اچانک تھوڑی دیر کے بعد انتقال ہو گیا۔ لیکن قہرمانہ خاموش رہی۔ ایک خادم کو بلا کر کہا کہ تم ابومنصور وزیر کو بلا لاؤ۔ اس کے بعد یہ دونوں رونے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد دونوں ابوالعباس احمد مستظہر بن مقتدی کی خدمت میں آئے۔ اس لیے کہ ان کے والد محترم نے ان کو ولی عہد بنا دیا تھا۔ دونوں نے تعزیت پیش کی۔ اس کے بعد خلافت کی تولیت پر مبارک باد پیش کی۔

مقتدی بامر اللہ کی عمر ۲۳ سال کی ہوئی۔ ۱۹ سال چند ماہ تخت نشین رہے۔ بعض نے ۳ ماہ کی تصریح کی ہے کچھ نے لکھا ہے کہ ان کی عمر ۲۳ سال کی تھی۔ انتقال محرم ۴۸۷ھ میں ہوا۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ ان کی باندی نے انہیں زہر دے دیا تھا ورنہ سلطان نے انہیں بغداد سے بصرہ نکال دینے کے بارے میں عزم کر لیا تھا۔ اس کے باوجود مقتدی پہلے خلفاء کے مقابلے میں احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

خلافت مستظہر باللہ ابوالعباس احمد

مقتدی بامر اللہ کے بعد اس کا بیٹا مستظہر باللہ تخت نشین ہوا۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن ان کے والد محترم کا انتقال ہو گیا اس لیے کہ انہی کو ولی عہد بنایا گیا تھا۔

مستظہر کی پیدائش ۴۷۰ھ میں ہوئی۔ اخلاق و کردار کا اچھا' وسیع الظرف' علماء سے محبت کرتا' خود حافظ قرآن تھا۔ ظلم کو ناپسند کرتا' طبعاً نرم مزاج' خیر و بھلائی کو پسند کرتا' زبردست ادیب' نثر نگار' نیک کاموں میں حصہ لیتا۔

مستظہر کی وفات ۲۳ ربیع الثانی ۵۱۱ھ میں ہوئی۔کل ۴۱ سال کی عمر ہوئی۔بعض نے ۴۲ بتائی ہے۔بتایا جاتا ہے کہ تراقی وخوانیق کے مرض میں مبتلا ہوکر انتقال ہوا۔اس نے چند اولادیں چھوڑیں۔پھر چند ہی دن کے بعد مقام ارجوان میں ان کی دادی کا انتقال ہوگیا۔بیٹے مسترشد باللہ کی عہد خلافت میں ہوگیا۔غالباً یہ محمد الذخیرہ کی رازدار تھیں۔ان کی خلافت ۲۴ یا ۲۵ سال ۳ ماہ رہی۔

خلافت ابومنصور فضل مسترشد باللہ بن مستظہر

خلیفہ مستظہر کے بعد ان کا بیٹا مسترشد باللہ تخت نشین ہوا۔ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ ان کے والد محترم کا انتقال ہوا۔ اس لیے کہ انہی کو ولی عہد بنایا گیا تھا۔اس وقت ان کی عمر ۲۷ سال تھی۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ ان کے پاس ایک وفد آیا تو یہ گھر والوں کے ساتھ بیٹھنا چاہتے تھے۔چنانچہ جب یہ ان کے پاس آئے تو فداویۃ نے چھری لے کر حملہ کر دیا۔پھر سب لوگوں کو قتل کر دیا۔ان کے ساتھ ان کے اصحاب بھی قتل کر دیے گئے۔بتایا جاتا ہے کہ سلطان محمود کے بھائی مسعود نے فداویۃ کو قتل پر آمادہ کرلیا تھا۔یہ واقعہ ۱۷ ذی قعدہ 529ھ میں پیش آیا۔۱۷ سال ۸ ماہ تخت نشین رہے بعض نے ۱۷ یا ۶ ماہ کی تصریح کی ہے۔کل ۴۴ سال کی عمر ہوئی۔بعض قول کے مطابق ۴۵ سال کی ہوئی۔اہل علم لکھتے ہیں کہ معتضد باللہ کے بعد مسترشد باللہ سے زیادہ ذہین کوئی بھی خلیفہ تخت نشین نہیں ہوا۔یہ بہادر،دلیر،بارعب،اہل رائے،ذہین،بلند ہمت،معاملات کو سلجھانے والا بادشاہ تھا اس نے بنو عباس کی شرافت کی یاد تازہ کر دی تھی اور کئی مرتبہ جہاد بھی کیا تھا۔

خلافت ابومنصور جعفر الراشد باللہ

(یہ چھٹے خلیفہ ہوئے چنانچہ انہیں معزول کر دیا گیا)

یہ چھٹے خلیفہ اس وقت ہوں گے جب ابن المعتز کو شمار نہ کیا جائے ورنہ مسترشد باللہ خلیفہ ہوں گے۔ان پر باطنیہ نے حملہ کیا تھا اور باطنیہ کو سلطان سنجر جن کو ذوالقرنین بھی کہا گیا قتل پر آمادہ کیا تھا۔چنانچہ ان لوگوں نے انہیں قتل کر دیا۔

مسترشد باللہ کے بعد اس کا بیٹا ابومنصور جعفر راشد بن مستظہر تخت نشین ہوا۔ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ ان کے والد محترم کا انتقال ہوا۔اس لیے یہی ولی عہد نامزد تھے۔چنانچہ جب تک مشیت ایزدی ساتھ دیتی رہی حکومت کرتے رہے۔اس کے بعد ان کے اور سلطان مسعود کے درمیان ٹھن گئی۔

راشد باللہ نے ساری فوجوں کو محاذ پر لگا دیا۔پھر سلطان مسعود سے گفتگو کے لیے تیار ہوگئے۔چنانچہ سلطان مسعود نے اتابک زنگی سے مراسلت کر کے مال کا مطالبہ کیا۔یہی معاملہ ارنقش کے ساتھ بھی کیا گیا تو ان دونوں نے راشد کو ٹھہرنے اور انتظام کرنے کا مشورہ دیا۔ادھر سلطان محمود لشکر لے کر بغداد میں داخل ہوگیا۔بعض کہتے ہیں کہ یہ واقعہ ذی قعدہ میں پیش آیا اور کچھ ذی الحجہ ۵۳۰ھ کی تصریح کرتے ہیں۔سلطان محمود نے فوجوں کی رہائش گاہ پر حملہ کر کے لوٹ لیا۔ہاں شہر کو لوٹنے سے منع کر دیا تھا۔رعایا سے مال جمع کیا۔قاضیوں اور گواہوں کو طلب کیا تو ان لوگوں نے راشد باللہ پر سخت نکتہ چینیاں کیں۔مزید یہ بھی کہا کہ راشد اچھے کام نہیں کرتا بلکہ اس سے برے کام سرزد ہونے لگے ہیں۔مثلاً خونریزی بری چیزوں کا ارتکاب،ناجائز کاموں کا کرنا وغیرہ۔اس کے بعد انہی لوگوں کو ان چیزوں کے ارتکاب

کرنے کے سلسلہ میں گواہ بنالیا گیا۔ چنانچہ قاضی القضاۃ ابن الکرخی نے ان کے معزول ہونے کا فتویٰ دے دیا۔ پھر لوگوں نے انہیں ۱۴ ذی قعدہ ۵۳۰ھ کو معزول کر دیا۔

راشد باللہ اور اتابک زنگی موصل کی طرف فرار ہو گئے۔ سلطان محمود نے ان لوگوں کو موصل سے طلب کیا پھر یہ لوگ فارس چلے گئے۔ سلطان محمود نے اصبہان میں جا کر محاصرہ کر لیا۔ پھر راشد اللہ بیمار ہو گئے۔ کچھ دنوں کے بعد فداویہ کے ایک گروہ نے قتل کر دیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ راشد کی عمر ۲۱ سال تھی۔ بعض نے ۳۰ سال کی تصریح کی ہے۔ اسے خلافت کے دوران چند دن کم ایک سال حکومت کرنے کے بعد معزول کر دیا گیا۔ پھر انہیں ۵۳۲ھ میں قتل کر دیا گیا۔ بتایا جاتا ہے کہ یہ اس وقت ۲۶ رمضان شریف کا روزہ دار تھا۔

بعض نے لکھا ہے کہ انہیں بھی زہر دیا گیا تھا۔ پھر انہیں محلہ کی جامع مسجد کے احاطہ میں دفن کر دیا گیا۔ انہوں نے ۲۰ سے زائد اولادیں چھوڑیں۔

راشد کو والد محترم کے عہد خلافت میں ولی عہدی کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ راشد نوجوان' سفید رنگ' پرکشش' خوب صورت گرفت کا مضبوط' بہادر' دلیر' پاک طینت' شگفتہ بیان شاعر اور سخی بادشاہ تھا۔

خلافت ابوعبداللہ محمد مقتفی لامر اللہ

خلیفہ راشد باللہ کے بعد چچا ابوعبداللہ محمد مستظہر بن مقتدی تخت نشین ہوئے۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ بھتیجا راشد باللہ کو معزول کیا گیا۔ ان کا لقب مقتفی لامر اللہ رکھا گیا اس لیے کہ اس نے تخت نشین ہونے سے چھ ماہ قبل جناب رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا تھا۔ بعض نے ایک سال قبل خواب میں دیکھنے کی تصریح کی ہے۔ خواب میں آپ یہ بشارت دے رہے ہیں کہ تم خلافت کے والی بنائے جاؤ گے اس لیے میرے نقش قدم پر چلنا۔

مقتفی گندم گوں' چہرہ داغ دار' پرکشش' بارعب' عالم' فاضل' بردبار' بہادر' شگفتہ بیان' خلافت کا اہل' سیادت میں پختہ' سلطنت کا بڑا شخص تھا۔ اسی کے ہاتھ میں امور مملکت کی عنان تھی۔ بغیر دستخط کے ملک میں چھوٹے سے چھوٹا کام بھی نہیں ہونے دیتا تھا لیکن اس کی ماں حبشیہ تھی۔

اس نے اپنے دور خلافت میں تین ربعات لکھے اسے خوانیق کی بیماری ہو گئی تھی۔ چنانچہ ماہ ربیع الاول ۵۵۵ھ میں اس کی وفات ہو گئی۔ تقریباً اس کی عمر ۶۶ برس کی تھی۔ ۲۴ سال تک تخت نشین رہا۔ بعض نے ۲۵ سال کی تصریح کی ہے۔ اس نے خانہ کعبہ کے نئے دروازے بنوائے۔ اپنے لیے عقیق کا تابوت بنوایا تھا جس میں اسے دفن کیا گیا۔

امام دمیریؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھی صلاح الدین خلیل بن محمد الاقفہسی کی تحریر سے مندرجہ ذیل باتیں نوٹ کی ہیں اور غالباً اقفہسی نے علامہ عبدالکریم بن علامہ علاء الدین قونوی سے قلم بند کیا ہے وہ یہ ہے کہ:

مقتفی لامر اللہ مستظہر کے بعد قائم بامر اللہ تخت نشین ہوئے ہیں اور نہ میں مستظہر کے بارے میں اس سے زیادہ جانتا ہوں جسے تحریر کیا جائے۔

یہاں خلفاء کی جو ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے وہ امام ذہبیؒ کے طرز فکر کے مطابق ہے۔

خلافت ابوالمظفر یوسف مستنجد باللہ بن مقتفی لامر اللہ

خلیفہ مقتفی لامر اللہ کے بعد اس کا بیٹا ابوالمظفر یوسف مستنجد باللہ بن مقتفی تخت نشین ہوئے اس لیے کہ والد محترم نے انہی کو ولی عہد تجویز کیا تھا۔ یہ غالباً ۵۴۷ھ کا واقعہ ہے۔ والد کے انتقال کے ایک دن بعد ان سے بیعت لی گئی۔ بعض نے یہ لکھا ہے کہ بیعت ان سے اس دن لی گئی جس دن کہ والد محترم کا انتقال ہوا ہے۔

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ نکتے کی بات یہ ہے کہ مستنجد نے اپنے والد محترم کے دور خلافت میں یہ خواب دیکھا کہ آسمان سے ایک فرشتہ آیا اس نے ان کی ہتھیلی میں چار خانے لکھے۔ چنانچہ انہوں نے معبر سے تعبیر دریافت کی تو اس نے یہ تعبیر بتائی کہ آپ ۵۵۵ھ میں خلافت کے والی بنا دیئے جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

مستنجد کی وفات حمام میں قید کی حالت میں ۸ ربیع الثانی ۵۶۷ھ میں ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر ۴۸ برس کی تھی۔ ۱۲ سال تک تخت نشین رہے۔

مستنجد باللہ عدل پرور دین دار خلیفہ تھا۔ اس نے مکوس سزا کے طریقہ کو ختم کر دیا۔ شر پسندوں کا قلع قمع کیا۔ اس کے سر میں متوسط قسم کے بال تھے۔ ماں کا نام طاؤس کوفہ کی رہنے والی تھی۔ اس نے اپنے بیٹے کی حکومت کا رنگ دیکھ لیا تھا۔

خلافت مستضی بنور اللہ بن مستنجد باللہ

خلیفہ مستنجد باللہ کے بعد بیٹا ابوالحسن علی مستضی بنور اللہ بن مستنجد باللہ تخت نشین ہوا۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ ان کے والد محترم کی وفات ہوگئی۔ ان کے حصہ میں مصر اور یمن کی حکومت آئی۔ خلافت عباسیہ مطیع اللہ کے دور خلافت ہی سے زوال پذیر ہو رہی تھی۔

مستضی بنور اللہ سخی المزاج شریف الطبع صدقات وخیرات کا عادی علم اور علماء کرام کو احترام کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اس کی وفات ۵۹۵ھ میں ہوئی۔ ۱۹ سال تخت نشین رہا۔ کل ۳۹ سال کی عمر ہوئی۔ یہ چشم پوش سنت نبوی کا دلدادہ تھا۔ اس کے دور خلافت میں ملک میں امن وطمانیت کا دور دورہ ہو گیا۔ اس نے تمام مظالم کو ختم کر دیا۔ یہ لوگوں سے زیادہ تر الگ تھلگ رہتا۔ صرف اپنے ملازموں کے ساتھ سوار ہوتا۔ اس کے پاس سوائے امیر قیماز کے کوئی بھی نہیں جاتا تھا۔

خلافت ابوالعباس احمد ناصر الدین اللہ

خلیفہ مستضی بنور اللہ کے بعد صاحبزادہ ابوالعباس ناصر الدین تخت نشین ہوا۔ ان سے بیعت بغداد میں اوائل ذی قعدہ ۵۹۵ھ میں کی گئی۔ اس وقت ان کی عمر ۲۳ سال کی تھی۔ خلافت پر آتے ہی اس نے عدل انصاف کا جال بچھا دیا۔ شراب کو بہانے کا حکم صادر کیا۔ لہو ولعب کے سامانوں کو توڑ ڈالنے کا حکم دیا اور ٹیکس اور مکوس جیسے سزا کے طریقے کو ختم کر دیا۔ ملک کو آباد کر دیا۔ معاش ورزق کے حصول کے ذریعے عام ہو گئے۔ اسی کے دور حکومت میں لوگ بطور تبرک بغداد کا سفر زیادہ کرنے لگے۔

ناصر کی وفات ۶۲۲ھ میں ہوئی۔ کل ۵۰ برس کی عمر پائی۔ یہ وقت غالباً اوائل رمضان المبارک کا ہے۔ لوگ کاندھوں میں اُٹھا کر البدریۃ لے گئے اور یہیں تدفین عمل میں آئی۔ یہ ۲۷ سال تک تخت نشین رہا۔

ناصرالدین اللہ سفید رنگ چہرہ ترکی آدمیوں کی طرح تنگ' نتھنے درمیان سے بلند ناک والا' پرکشش رخسار ہلکے' سرخ زرد رنگ کی داڑھی تھی۔ اسی کے ساتھ ساتھ نرم مزاج پاکیزہ اخلاق' ذہین' دلیر' جرأت مند' عقل مند' بیدار مغز اور خلافت کا اہل شخص تھا۔ رات میں بازاروں وگلی کوچوں کا گشت کرتا' لوگ اس سے مل کر مرعوب ہو جاتے۔ عراق میں خاص طور پر سکہ جما ہوا تھا۔ خلافت مستحکم تھی' معاملات کی نگہداشت خود کرتا۔ یہ شان وشوکت' جاہ وجلال سے زندگی گزارتا۔ اسی کے دور خلافت میں نیزے اور بندوق وغیرہ فروغ پائے۔ بنو عباس میں سب سے زیادہ دن اسی نے خلافت کی۔ اس نے ہر حاکم کے پاس جاسوس لگا رکھے تھے جو ہر لحہ کی خبر دیتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ بیان کیا جاتا ہے کہ لوگوں میں یہ بات مشہور ہوگئی تھی کہ ناصر کو کشف ہو جاتا ہے۔ آخر عمر میں فالج نے حملہ کر دیا تھا۔ چنانچہ اس کا اثر دو سال رہا۔ اس کے بعد شفایاب ہوگیا۔ رعایا کے بارے میں اس کا رویہ سخت تھا۔

خلافت ظاہر بامر اللہ بن ناصر الدین اللہ

خلیفہ ناصرالدین اللہ کے بعد اس کا بیٹا محمد ظاہر بامر اللہ بن ناصرالدین اللہ تخت نشین ہوا۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن ان کے والد محترم کا انتقال ہوا تو اس نے تین دن تک سوگ منایا۔ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا۔ مکوس جیسی سزا کو ختم کیا۔ مظالم کا قلع قمع کیا۔ سلطان عادل ابوبکر بن ایوب کی آل اولاد کو خلعت شاہی سے نوازا۔

پھر دربان قرا نعیدی کو یہ بات معلوم ہوئی کہ ظاہر بامر اللہ اسے قتل کرنا چاہتا ہے تو دربان نے ان پر حملہ کر کے قید کر لیا اور اس کے معزول کرنے کے سلسلہ میں گواہ بنایا۔ پھر ظاہر بامر اللہ کو قتل کر دیا۔ چنانچہ ظاہر بامر اللہ کے حسن سلوک کی وجہ سے ملک بھر سوگ منایا گیا۔ یہ تمام واقعات ۶۴۰ھ میں ہوئے۔ اس وقت اس کی عمر ۳۰ سال کے قریب تھی۔ یہ ۱۸ سال تک تخت نشین رہے۔

امام دمیریؒ کہتے ہیں کہ یہ حالات میں نے ایک نسخہ سے نقل کیے ہیں۔ لیکن اس میں کچھ آمیزش ہے اس لیے کہ کچھ حالات اس میں ظاہر بامر اللہ کے ہیں اور کچھ حالات مستنصر باللہ کے ہیں۔ جہاں تک میرا گمان ہے کہ اس میں کاتب کی غلطی ہے۔ اب یہاں سے دونوں کے حالات علیحدہ بیان کیے جا رہے ہیں۔

ظاہر بامر اللہ کے حالات

ظاہر بامر اللہ کا نام ابوالنصر محمد بن ناصرالدین اللہ ابوالعباس احمد بن مستضئ بنور اللہ حسن بن ابی الحسن مستنجد باللہ ابوالمظفر یوسف بن مقتفی لامر اللہ ابوعبداللہ محمد العباسی ہے۔ ان کے والد محترم نے انہیں ولی عہد تجویز کر دیا تھا۔ جب ان کے والد کا انتقال ہوگیا تو خلافت کا والی بنا دیا گیا۔ معزز لوگوں نے ان سے بیعت کر لی۔ ان کی ولادت ۵۷۱ھ میں ہوئی اور وفات ۳ رجب ۵۶۹ھ میں ہوئی۔ کل ۵۲ یا ۵۳ سال کی عمر ہوئی۔ ۹ ماہ یا ساڑھے نو ماہ تک تخت نشین رہے۔

ظاہر بامر اللہ سفید رنگ مائل بسرخی خوبصورت نرم مزاج پاکیزہ اخلاق' تندرست وتوانا' دیانت دار' عقل مند' باوقار اور عدل گستر خلیفہ تھا۔ چنانچہ ابن اثیر نے مبالغہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس نے عدل وانصاف اور حسن سلوک کا وہ نمونہ پیش کیا تھا جس سے لوگ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ وسیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کرنے لگے تھے۔

ایک مرتبہ ان سے کہا گیا کہ آپ سیر وتفریح کیوں نہیں کرتے تو فرمایا کہ کھیتی خشک ہوگئی۔ تو کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ فرمایا کہ جو شخص اپنی دکان عصر کے بعد کھولے گا وہ کیا کمائی کر سکتا ہے؟

پھر اس نے رعایا کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا۔ مال ودولت خرچ کی۔ مظالم کو دور کر دیا۔ مکوس جیسے سزا کے طریقے کو ختم کیا۔

آپ فرمایا کرتے مال و دولت جمع کرنا تو تاجروں کا کام ہے۔ تم لوگ کرتا دھرتا امام کے زیادہ محتاج ہو بہ نسبت زبانی جمع خرچ کرنے والے امام کے' مجھے دوتا کہ جب تک قویٰ میں طاقت رہے تھوڑا بہت نیک کام کرلوں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ظاہر بامر اللہ نے عید کی رات علماء وصلحاء میں ایک لاکھ اشرفیاں تقسیم کی تھیں۔

مستنصر باللہ کے حالات

مستنصر باللہ کا نام ابوجعفر بن ظاہر بامر اللہ بن ناصر الدین اللہ عباسی ہے۔ ان کی ماں ترکی تھی۔ ان کی ولادت ۵۸۸ھ میں ہوئی۔ ان کے والد محترم کی وفات کے بعد ان سے بیعت لی گئی۔ چنانچہ تمام حقیقی اور چچازاد بھائیوں نے بیعت کی۔ یہ تمام بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ اس وقت ان کی عمر ۳۵ سال کی تھی۔ وفات جمعہ کی صبح ۱۰ جمادی الثانیہ ۶۴۰ھ میں ہوئی۔

مستنصر باللہ اپنے والد محترم کی طرح پرکشش' سفید سرخی مائل تندرست وتوانا تھے۔ بالوں میں بڑھاپے کی ہلکی سی جھلک تھی جس کی وجہ سے مہندی کا خضاب کرتے۔ پھر بعد میں خضاب لگانا بند کر دیا تھا۔

ابن سباعی کہتے ہیں کہ میں ان کے پاس بیعت کے وقت موجود تھا۔ جیسے ہی بے نقاب کیے گئے تو میں نے انہیں دیکھ لیا۔ خدائے پاک نے انہیں کامل صورت وشکل سے نوازا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سفید مائل بسرخی تھے۔ لمبی اور باریک ابرو' بڑی اور سیاہ آنکھوں والے' نرم رخسار' تنگ نتھنے درمیان سے بلند ناک والے' کشادہ سینہ' سفید رنگ کے کپڑے پسند کرتے تھے اور ٹیک لگانے کی سفید چھڑی ساتھ رہتی۔

امام دمیریؒ کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ مستنصر نے خلعت شاہی سے جن لوگوں کو نوازا تھا تقریباً ان کی تعداد ۳۵ھ تک پہنچ جاتی ہے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ مستنصر جاہ وجلال کے ساتھ حکومت کرتا' دیانت دار' انصاف پرست تھا۔ اس نے شرپسندوں کا قلع قمع کر دیا۔ خلافت کا اہل بادشاہ تھا۔ اس کے علاوہ اس نے مسجدیں' مدارس وقف کر دیئے مال و دولت خوب خرچ کیا۔ دیگر بادشاہ اس کے سامنے سرنگوں ہوئے۔

دادا ناصر اس سے محبت کرتے تھے حق سے دلچسپی اور ہوش مند ہونے کی وجہ سے دادا نے قاضی کہنا شروع کر دیا تھا۔ مستنصر نے بے مثال مدرسہ قائم کیا' زبردست لشکر تیار کیا۔ یہاں تک کہ سواروں کے ایک رسالے میں ایک لاکھ گھوڑوں کے قریب تھے۔ یہ غالباً سارے جنگی حالات کو سدھار کرنے کی وجہ سے تھا۔ انہیں اندلس اور مراکش کے بعض علاقے بطور انعام مل چکے تھے۔

مستنصر ۱۷ سال تک تخت نشین رہے انہیں اور نہ ان کے والد محترم کو معزول کیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطنت میں مزید انتشار پیدا ہو گیا تاتاریوں سے مزید معاملات اُلجھتے رہے۔ چنانچہ اکثر اسلامی ممالک پر قبضہ کرلیا گیا۔

انہی کے عہد خلافت میں تاتاریوں سے جنگ کے دوران جلال الدین خوارزم شاہ گم ہو گئے۔ بس پھر یہی معاملہ معزولی سے کیا کم تھا۔ پھر اس کے بعد عراق کا انتظام کنٹرول میں نہیں آ سکا۔ اس لیے کہ جو بھی والی بنایا جاتا مدت مشروط کی تکمیل نہ کر پاتا۔

پھر اس کے بعد ایک ہی شخص پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے تاتاریوں سے جنگ کی اور کافی تعداد میں موت کے گھاٹ اُتار دیا جن کو مستعصم باللہ مستنصر کہا جاتا ہے۔ پھر عراق سے سلطنت عباسیہ کے اثر ورسوخ ۵۶۵ھ میں ختم ہو گئے۔ اس لیے کہ مستعصم کو ۲۸ محرم کو قتل کر دیا گیا۔ جیسا کہ ابھی ان کے حالات کے ذیل میں تفصیل آ جائے گی۔

خلافت مستعصم باللہ

خلیفہ مستنصر کے بعد مستعصم باللہ تخت نشین ہوئے۔ ان کا پورا نام یہ ہے ابو احمد عبداللہ بن مستنصر باللہ ابو جعفر منصور بن ظاہر محمد بن ناصر العباسی جو عراقی خلفاؤں میں سب سے آخری کڑی تھی جن کی خلافت ۶۴۰ھ تک رہی۔

مستعصم کی پیدائش دادا کی خلافت میں ہوئی۔ امام ذہبیؒ کہتے ہیں ان سے عام بیعت اس دن لی گئی جس دن کہ ظاہر کو قتل کر دیا گیا تھا۔ غالباً یہ واقعہ ماہ جمادی الاول ۶۴۰ھ میں پیش آیا۔

امام دمیریؒ کہتے ہیں کہ اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے قبل جو سوانح حیات کی سرخی لگائی گئی ہے وہ ظاہر سے متعلق تھی۔ خلیفہ مستنصر کے متعلق نہیں تھی۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کاتب کے علم میں جیسے تھی ویسے ہی اس نے قلم بند کر دیا۔ ہے اس لیے جو میں نے ان دونوں کے حالات ذیلی عنوانات سے تحریر کیے ہیں وہی قابل اعتبار ہیں اس لیے کہ مستعصم چھٹے خلیفہ تسلیم کیے گئے۔ چنانچہ انہیں ہلاکو کے زمانے میں معزول کر کے قتل کر دیا گیا۔ اسی دوران بغداد پر ۶۵۵ھ میں قبضہ کیا جا چکا تھا۔

یہ تمام باتیں وزیر ابن العلقمی کی سازش، مستعصم کی نااہلی، سوء تدبیر، کبوتر بازی میں مصروفیت اور ناجائز امور کے ارتکاب کی وجہ سے پیدا ہوئیں جو خلیفہ کے شایان شان نہیں تھی۔

مستعصم نے ہلاکو کے پاس پناہ لی تھی۔ انہی کے ساتھ فقہاء و صوفیا کرام کا گروہ بھی ہو گیا تھا۔ چنانچہ ان سب کو قتل کر دیا گیا۔ مستعصم کو معزول کر کے ان کو گون میں رکھ کر ہتھوڑے سے مارا گیا۔ بعض نے لکھا ہے کہ گچ کے کوٹنے کے اوزار سے مارا گیا یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ پھر اس کے بعد بنو عباس انتظام کے معاملہ میں کمزور پڑ گئے۔ غالباً یہ تمام واقعات ۲۸ محرم ۶۵۶ھ میں پیش آئے۔

بعض مؤرخین مستعصم کے قتل کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ سرکش ہلاکو بن قبلائی خان بن چنگیز خاں نے ۶۵۶ھ میں ایک لشکر جرار لے کر بغداد کے لیے روانہ ہوا۔ اس کے مقابلہ کے لیے دفتر کا منشی بھی مقابلہ کے لیے آ نکلا۔ پھر تیسرے لشکر کی تاجو قیادت کرتے ہوئے برسر پیکار ہو گیا۔ چنانچہ یہ سب قلت کی بنا پر شکست کھا گئے اس کے بعد تاجو نے بغداد کے مغربی علاقے میں پڑاؤ ڈالا اور ہلاکو خان مشرقی جانب آ گیا۔ یہ معاملہ دیکھ کر وزیر نے خلیفہ کو یہ مشورہ دیا کہ ہلاکو سے مصالحت کر لی جائے۔ چنانچہ تنہا نکلا اور اپنا اعتماد ظاہر کر کے واپس آیا اور اس نے یہ کہا کہ ہلاکو اپنی لڑکی کی شادی تمہارے صاحبزادے سے کرنا چاہتا ہے۔ اور شاہان سلجوقیہ کی طرح آپ کو ہلاکو کی اطاعت کرنی پڑے گی۔ پھر ہلاکو یہاں سے چلا جائے گا۔

یہ معاملہ دیکھ کر خلیفہ نے یہ مناسب سمجھا کہ ملک کی اہم شخصیات کو جمع کر کے ان سے مشورہ کر لیا جائے جب سب جمع ہو گئے تو سب کو قتل کر دیا گیا۔ انہی کے ساتھ خلیفہ کو بھی قتل کر دیا گیا۔

خلیفہ مستعصم بردبار، شریف، صاف گو، قلیل الرائے، دیانت دار، بدعت سے بغض رکھتا تھا۔ بھلائی کے کاموں میں دلچسپی لیتا تھا گویا کہ یہ صفت اس پر ختم کر دی گئی۔ ہلاکو خان نے ان کو اور ان کے بیٹے ابو بکر کے بارے میں یہ حکم دیا تھا کہ انہیں سینہ میں مار مار کر ہلاک کر دیا جائے۔ یہاں تک کہ ماہ محرم کے آخر تک انتقال ہو گیا۔ مؤرخین کے لیے یہ نازک گھڑی ہے کہ وہ مستعصم کی موت کے بارے میں صحیح حالات کا جائزہ لے کر قلم بند کریں لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ تقریباً تین سال تک اُمت بلا خلیفہ کے زندگی گزارتی رہی۔ بالآخر مصریوں نے ماہ رجب ۶۵۹ھ میں مستنصر باللہ سے مصر میں بیعت کر لی۔

خلافت مستنصر باللہ احمد بن خلیفہ ظاہر باللہ

ان کا پورا نام احمد بن خلیفہ ظاہر باللہ محمد بن ناصر العباسی الاسود ہے۔ ماں حبشی تھی۔ یہ نہایت بہادر اور دلیر تھے۔ جس وقت یہ مصر آئے تو لوگوں نے انہیں پہچان لیا۔ اس لیے کہ یہ مستعصم جن کو قتل کر دیا گیا تھا ان کے چچا تھے۔ پھر یہ سلطنت کی باگ دوڑ سنبھالنے اور سلطان ظاہر سے بیعت کرنے کے لیے آمادہ ہوئے۔ چنانچہ اُمت کا معاملہ ان کے سپرد کر دیا گیا۔ پھر یہ دونوں شام کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد یہیں سے جدا ہو گئے۔ پھر یہ ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ بغداد پر قبضہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ آخر کار سال کے آخر میں ان کے اور تاتاریوں کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔ چنانچہ یہ جنگ میں گم ہو گئے اور ان کے پاس حاکم ابوالعباس احمد موجود تھے۔ پھر یہ شام تک شکست کھا گئے۔

خلافت حاکم بامر اللہ

۸ محرم الحرام ۶۶۱ھ کو ایک زبردست مجلس خلیفہ سے بیعت عامہ لینے کے لیے منعقد کی گئی تو لوگ ابوالعباس احمد بن امیر ابو علی بن ابوبکر بن مسترشد باللہ بن مستظہر باللہ عباسی کے پاس حاضر ہو گئے۔ ان کے نسب کو متصل کیا گیا۔ چنانچہ سلطان شاہ ظاہر نے ان سے بیعت کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ پھر ان کے بعد حکام‘ قاضیوں نے بیعت کی اور ان کا لقب حاکم بامر اللہ رکھا گیا۔ پھر دوسرے دن انہوں نے ایک زبردست خطبہ دیا جس کے ابتدائی کلمات یہ ہیں:

الحمدلله الذی اقام لبنی عباس رکنا وظهرا.

”ہر قسم کی تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے بنو عباس کو باعث تقویت اور طاقتور بنایا۔“

پھر اس کے بعد خلافت و بیعت کے سلسلے میں ملک بھر میں تحریری دعوت دی۔ چنانچہ یہ چند سال چند ماہ تخت نشین رہا۔ اس کی وفات ماہ جمادی الاولی ۷۰۱ھ میں ہوئی۔ سیدہ نفیسہ کے قریب دفن کر دیا گیا۔

خلافت مستکفی بامر اللہ ابوالربیع سلیمان بن حاکم بامر اللہ

مستکفی بامر اللہ کو ان کے والد محترم نے ولی عہد نامزد کر دیا تھا۔ پھر والد محترم کی تعزیت کے بعد مستکفی بامر اللہ کی اطاعت کے بارے میں عزم کیا گیا۔ چنانچہ انہوں نے ماہ جمادی الاولی ۷۰۱ھ میں منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا۔ پھر یہ ۲۹ سال تک تخت نشین رہے۔ ان کا انتقال مقام قوص میں ماہ شعبان ۷۴۰ھ میں ہوا اور ۵۰ سال سے زائد عمر پائی۔

خلافت حاکم بامر اللہ احمد بن مستکفی بامر باللہ

ان کی خلافت کا دور ماہ محرم ۷۴۲ھ میں تھا۔ چونکہ حاکم بامر اللہ کو ان کے والد محترم نے ولی عہد تجویز کیا تھا اس لیے ان سے بیعت کر لی گئی۔ حسینی نے اپنی تاریخ ذیل علی العبر میں اس طرح تحریر کیا ہے۔

امام ذہبیؒ نے آخر میں لکھا ہے کہ اس کی حکومت ۷۴۰ھ میں تھی۔ جس وقت مستکفی کی وفات ہو گئی تو پھر ان کے بھائی ابراہیم سے جو کہ ولی عہد بھی نہیں تھے بیعت کر لی گئی۔ پھر یہ برابر حکومت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ قاہرہ میں ۷۵۳ھ میں انتقال کر گیا۔

خلافت معتضد باللہ

معتضد چونکہ اپنے بھائی حاکم بامر اللہ کے ولی عہد تھے اس لیے ان سے بیعت لی گئی۔ معتضد اپنے لقب ہی سے مشہور ہوئے نسب نامہ یوں ہے:

''معتضد باللہ بن ابی الفتح ابوبکر بن مستکفی باللہ ابوالربیع سلیمان بن حاکم بامر اللہ ابوالعباس احمد بن ابی علی بن مسترشد باللہ العباسی۔''

یہ بیس سال تک تخت نشین رہے۔ انتقال ۴ جمادی الاول ۷۶۳ھ کو قاہرہ میں ہوا۔

خلافت متوکل علی اللہ

متوکل علی اللہ چونکہ اپنے والد محترم کی طرف سے ولی عہد تھے اس لیے والد کے انتقال کے بعد ان سے ۱۷ جمادی الثانی ۷۶۳ھ میں بیعت لی گئی۔ ان کی پیدائش ۷۴۰ھ سے اوپر ہوئی ہے یا اس کے قریب قریب ہوئی ہے۔ ان کا نام عبداللہ محمد تھا۔ بعض نے حمزہ متوکل علی اللہ بن معتضد باللہ عباسی کی تصریح کی ہے۔ اس کے بعد یہ خلافت میں مستحکم ہو گیا۔ آخرکار ماہ شعبان ۸۰۸ھ میں انتقال ہوا۔ اس دوران کئی مرتبہ چند سال کے لیے معزول کیا گیا۔

پھر اس کے رشتہ دار زکریا بن ابراہیم سے ۱۳ صفر ۷۷۹ھ میں بیعت کر لی گئی۔

ایک ماہ کے بعد پھر متوکل خلافت پر واپس آ گیا۔ یہاں تک کہ ماہ رجب ۸۰۵ھ تک تخت نشین رہا۔ پھر اسے معزول کر کے قید کر دیا گیا۔ پھر عمر بن معتضد سے بیعت لی گئی۔ ان کا لقب واثق رکھا گیا۔ پھر ان کا انتقال ہو گیا۔ پھر ان کے بھائی زکریا سے بیعت کر لی گئی اور لقب مستعصم رکھا گیا۔

اس دوران متوکل ماہ صفر ۹۱ ویں سال تک قید و بند کی زندگی گزارتا رہا۔ کچھ دنوں کے بعد اسے قید سے آزاد کر دیا گیا۔ پھر قید میں مبتلا کر کے لوگوں سے ملنے سے روک دیا گیا۔ پھر ۷ ربیع الاول کو قید و بند کی صعوبتوں سے آزاد کر دیا گیا۔

پھر جمادی الاول کی پہلی تاریخ کو ان سے بیعت کر لی گئی اور انہیں ان کے گھر میں لایا گیا۔ چنانچہ ان کی خدمت میں حکام اور قاضی وغیرہ جمع ہو گئے۔ یوم شہود کا منظر سامنے آ گیا۔ یہ خلافت کرتے رہے آخرکار ان کی وفات ہو گئی۔

خلافت مستعین باللہ

مستعین باللہ کا پورا نام ابوالفضل عباس بن متوکل علی اللہ ابو عبداللہ محمد بن معتضد ابوبکر بن سلیمان بن احمد عباسی ہے۔ ان کے والد محترم نے انہیں ولی عہد تجویز کر دیا تھا۔ لیکن ان سے قبل دوسرے صاحبزادے معتمد علی اللہ تادم مرگ خلافت سے دستبردار ہی رہا۔

جس وقت والد متوکل کا انتقال ہوا تو صاحبزادے مستعین سے ماہ رجب ۸۰۸ھ میں بیعت کر لی گئی۔ چنانچہ مستعین برابر تخت نشین رہا۔ یہاں تک کہ سلطان ناصر فرج بن برقوق نے دمشق میں محاصرہ کر لیا۔

بعض نے لکھا ہے کہ مستعین سے بیعت اس سلطنت کے بارے میں کی گئی تھی جو خلافت کے نام سے مشہور تھی۔ غالباً یہ واقعہ ۱۵ محرم ۸۱۵ھ میں پیش آیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد اہل حل وعقد' قاضی اور حکام اور کچھ عوام جمع ہوئے تو ان سب نے ان کے بارے میں سوالات کیے تو اس نے سختی سے منع کیا۔ لیکن جب اسے اعتماد اور یقین پیدا ہو گیا تو اس نے منظور کر لیا۔ پھر ان کے لقب کو تبدیل نہیں کیا گیا۔ پھر ان

کے نام پر سونے اور چاندی کے سکے ڈھالے گئے۔ پھر ولایت اور عزل کے سلسلے میں تصرف کیا گیا۔ درحقیقت خطبہ اور علامت اسی کے حصہ میں تھا۔

جس وقت لشکر تیار ہو کر مصر کے لیے روانہ ہوا تو تمام حکام اس کی خدمت میں تھے۔ لیکن ارباب حل وعقد امیر شیخ کے پاس تھے۔ پھر ۸ ربیع الثانی کو مصر میں داخل ہو کر انتشار پھیلا دیا اور تمام حکام اس کے سامنے تھے۔ یہ دن بھی میدان محشر کا منظر پیش کر رہا تھا۔ تو وہ برابر قلعہ ہی میں رہا۔ اس کے بعد قلعہ میں اُتر گیا اور شیخ باب السلسلہ سے اصطبل میں اُتر گیا۔

لیکن آٹھویں دن شیخ اور حکام محل میں داخل ہوئے اور خلیفہ تخت پر بیٹھ گیا۔ شیخ کو خلیفہ نے ایسی شاہی خلعت سے نوازا جس کی مثال نہیں ملتی۔ اس کے بعد شیخ کو عنان حکومت سپرد کر دی اور نظام ملک کے خطاب سے نوازا۔ پھر شیخ اور خلیفہ کے لیے حرمین کے منبروں پر دعائیں کی گئیں۔ جس وقت حکام محل میں ڈیوٹیوں سے فرصت پاتے تو اصطبل میں شیخ کی خدمت میں دوبارہ آجاتے اور پھر متذبذب ہو جاتے۔

پھر شیخ کا منشی خلیفہ کی طرف رُخ کر کے منشورات مرتب کر کے دستخط کی مہر لگاتا۔ اس طرح معاملہ ایک مدت تک چلتا رہا۔ شیخ کو یہ گمان ہوا کہ خلیفہ گھر کی سلطنت سے استعفیٰ دینا چاہتا ہے لیکن جب اس نے ایسا نہیں کیا شیخ نے اس سے گریز کیا۔ پھر اس کے پاس سوائے نوکروں اور مصاحبوں کے کوئی بھی باقی نہیں رہا۔

پھر اوائل شعبان بروز دوشنبہ شیخ نے ارباب حل وعقد' قاضیوں' حکام' مصاحبوں وغیرہ کو جمع کیا تو لوگوں نے ان سے بیعت کر لی۔ اس وقت اس کا لقب سلطان موید ابونصر رکھ دیا گیا۔ پھر یہ محل میں چڑھ کر تخت شاہی پر بیٹھ گیا۔ حکام نے قدم بوسی کی۔ قاضیوں اور کارکنان نے مصافحہ کیا۔ پھر خلیفہ کے پاس یہ تحریر بھیجی کہ وہ ان کے پاس حکومت وخلافت کے سپرد ہو جانے کے سلسلے میں حسب دستور گواہ رہے۔ چنانچہ اس شرط کے ساتھ خلیفہ نے منظور کر لیا کہ وہ اپنے گھر چلا جائے تو میں گواہ بن سکتا ہوں۔ چند دن تک اس نے موافقت نہ کی پھر انہیں محل سے منتقل کر کے قلعہ کے کمروں میں لے جایا گیا اس حال میں کہ اس کے ساتھ اس کے اہل وعیال اور وہ لوگ بھی تھے جو اندر جانے سے لوگوں کو منع کرتے تھے۔

لیکن ذی قعدہ کے مہینہ میں منبروں پر خلیفہ کے لیے دُعا کرنا ترک کر دیا گیا اور سلطنت کے والی بننے سے قبل ان کے لئے دُعائیں کی جاتی تھیں۔ پھر یہ برابر خلافت پر متمکن رہے یہاں تک کہ سولہویں سال معزول کر دیا گیا۔ پھر جب موید فیروز کے پاس گیا جسے اسکندریہ بھیجا گیا تھا وہ وہاں مقیم ہو گیا تھا یہاں تک کہ ططر (تاتاری) سلطنت میں ٹھہر گیا۔ چنانچہ انہیں چھوڑنے کے لیے بھیجا گیا۔ پھر انہیں قاہرہ جانے کی اجازت دی گئی۔ پھر وہ سکندریہ میں ٹھہر گیا۔ اس کے بعد یہاں اس کو سکون ملا اور انہیں تجارت میں اچھی خاصی آمدنی ہوئی پھر وہ یہیں رہا یہاں تک کہ طاعون میں مبتلا ہو کر ۸۳۳ھ میں جام شہادت نوش کیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اپنے بیٹے کو خاص نصیحت

امام شعبیؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے اپنے والد محترم کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ فرمایا اے بیٹے! یہ صاحب جن کا نام نامی اسم گرامی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہے یہ تم کو تمام اصحاب رسول اللہ ﷺ پر مقدم رکھتے ہیں۔ اس لیے میں تمہیں چار باتوں کی نصیحت کرتا ہوں:

۱۔ اول یہ کہ تم ان کے سامنے کسی کا بھید مت کھولنا۔

۲۔ دوسرے یہ کہ ان کے سامنے جھوٹ مت بولنا۔
۳۔ تیسرے یہ کہ ان کے سامنے کسی کو نصیحت کرتے وقت مبالغہ سے کام مت لینا۔
۴۔ چوتھے یہ کہ ان کے سامنے کسی کی غیبت مت کرنا۔

شعبیؒ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے عرض کیا کہ ان میں ہر نصیحت ایک ہزار سے بہتر ہے تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ دس ہزار سے بہتر ہے۔

شہنشاہوں وسلاطین کے مصاحبین کے لئے چند رہنما اصول

بعض دانشوروں نے کہا ہے کہ جب کوئی بادشاہ تمہارا اکرام زیادہ کرنے لگے تو تم بھی اس کی عظمت کرو۔ جب کوئی تمہیں لڑکے کی طرح مانے تو تم اسے آقا سمجھو۔ جب بھائی بنائے تو تم اس کو والد کی طرح مانو۔ تم اس کی طرف ٹکٹکی باندھ کر مت دیکھو۔ اس کے لیے برابر دعائیں کرتے رہو۔ دُعا کا سلسلہ ختم مت کر دینا۔ جب وہ تم سے ناراض ہو جائے تو متاثر مت ہونا۔ جب وہ راضی رہے تو اس سے دھوکہ مت کھانا۔ پیچھے لگ کر کوئی چیز مت مانگنا۔ چنانچہ اسی مفہوم کا شعر ہے ۔

قرب الملوک یا اخاالبدرالسنی حظ جزیل بین شدقی ضیغم

''اے بھائی بدرسنی بادشاہوں کی قربت' عمدہ نصیبہ کی طرح شیر کے دونوں جبڑوں میں ہے۔''

فضل بن ربیع کہتے ہیں کہ اگر کسی نے بادشاہ سے بے موقع حاجت روائی کے لیے کہا تو گویا وہ آداب سے ناواقف ہے اس نے اپنی زبان کھودی۔ اس کا یہ فعل بے وقت کی شہنائی اور نمازوں کو بے وقت ادا کرنے کی طرح ہے اس لیے کہ نماز بغیر وقت کے قبول نہیں ہوتی۔

خالد بن صفوان کہتے ہیں کہ جو بادشاہوں کے پاس بھلائی اور امانت کے ساتھ بیٹھتے ہیں وہ بڑے انصاف پرست ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جو فسق اور خیانت کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔ اس لیے کہ بادشاہ کے پاس ناصح دشمن بن کر اور دوست عداوت وحد کے پیکر بن کر جمع ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ دشمن بادشاہ کی نصیحت کی وجہ سے بغض رکھتا ہے اور دوست اس کے عالی مرتبہ کی وجہ سے حرص کرتا ہے۔

حکیم افلاطون کہتے ہیں کہ اگر تم کسی بادشاہ کی خدمت میں رہتے ہو تو پروردگار عالم کی معصیت میں اس کی اطاعت نہ کرنا۔ اس لیے کہ خداوند قدوس کا احسان زیادہ وقیع ہے بہ نسبت اس بادشاہ کے جس کے دربار میں تم آتے جاتے ہو اور خدائے پاک کی وعید تیرے لیے زیادہ سخت ہے اس بادشاہ کی دھمکی اور وعید کے مقابلے میں۔

جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

من تواضع لغنی لاجل غناه ذهب ثلثا دينه.

''اگر کوئی مال دار کے مال و دولت سے مرعوب ہو کر اس سے جھک کر پیش آتا ہے تو اس کی وجہ سے اس سے دین کا دو ثلث جاتا رہا۔''

عبداللہؓ بن مسعود اور انسؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من اصبح حزينا على الدنيا اصبح ساخطًا على ربه ومن اصبح يشكو مصيبته فانما يشكو ربه ومن دخل لغنی فتواضع له ذهب ثلث دينه. (رواہ البیہقی الشعب)

''جس نے دُنیا سے غمزدہ ہو کر صبح کی تو گویا وہ اپنے رب پر غصہ ہوا اور جس نے اپنے مصائب پر شکایت کرتے ہوئے صبح کی

گویا اس نے اپنے رب کی شکایت کی اور جو شخص کسی مال دار کے یہاں گیا اور اس کے پاس جھک گیا تو اس کے دین کا ثلث حصہ چلا گیا۔"

ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لعن اللّٰہ فقیراً یتواضع لغنی من اجل مالہ من فعل ذلک فقد ذھب ثلثا دینہ. (رواہ الدیلمی)

"اللہ تعالیٰ اس فقیر پر لعنت کرے جو کسی مال دار کے پاس مال کی وجہ سے جا کر جھک گیا جس نے ایسا کیا تو اس کے دین کا دو ثلث جاتا رہا۔"

دوسری حدیثوں میں ہے:

قال رسول اللّٰہ من ترک شیئاً للّٰہ عوضہ اللّٰہ خیرا. (الحدیث)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اللہ کے لیے کسی چیز کو ترک کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے عوض کوئی اچھی چیز عنایت کر دیتا ہے۔"

بعض صحابہ کرامؓ سے روایت ہے:

انک لا تدع شیئا اتقاء للّٰہ الا اعطاک اللّٰہ خیرا منہ. (رواہ احمد مرفوعا)

"تم اللہ تعالیٰ کے خوف سے کسی چیز کو چھوڑ نہیں پاتے لیکن یہ کہ اللہ تعالیٰ اس سے بہتر چیز عنایت فرما دیتا ہے۔"

حکماء کے اقوال زریں

افلاطون کہتے ہیں کہ جو شخص تجربات سے دوچار نہیں ہوتا دھکے کھاتا ہے۔ مزید کہا ہے کہ تجربات تادیب کے لیے اور لیل و نہار کی گردش نصیحت و عبرت کے لیے کافی ہیں۔ بادشاہ ایک بڑے دریا کی طرح ہوتا ہے جس سے چھوٹی چھوٹی بہت سی نہریں پھوٹتی ہیں۔ اگر اس دریا کا پانی میٹھا ہوتا ہے تو ان کا پانی بھی میٹھا ہوتا ہے اگر نمکین ہوتا ہے تو ان نہروں کا بھی نمکین ہوتا ہے۔

کسی دانشور سے سوال کیا گیا تو اس نے کہا کہ جس شخص میں ادب کی مجلسیں جمع ہو جاتی ہیں تو وہ غصہ سے مغلوب نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ عقل معاملات میں استقلال پیدا کر دیتی ہے۔ یا عقل مندی مستقل مزاجی کا نام ہے۔ چنانچہ اس کا پھل سلامتی ہے۔ بادشاہ چلتے ہوئے بازار کی طرح ہے جس میں سامان وغیرہ لگایا جاتا ہے۔ سلطان شہر میں سوار ہونے کی طرح ہے جس سے لوگ مرعوب ہو جاتے ہیں بلکہ وہ سواری کی وجہ سے زیادہ بارعب ہوتا ہے۔ اگر کوئی اپنے مقصد کو پہچان لیتا ہے تو اس پر خرچ کرنا آسان ہو جاتا ہے جو لگام کو بے لگام کر دیتا ہے وہ تادیر افسوس کرتا ہے جس کی امیدیں لمبی ہوتی ہیں اس کا انجام برا ہوتا ہے جس کی زبان میں لگام نہیں ہوتی وہ اپنے آپ کو مقید کر دیتا ہے جو اپنے عیوب کو دور کر دیتا ہے۔ اسے حاسدین رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جو مصائب برداشت کرتا ہے وہ اندرون تہ تک پہنچ جاتا ہے۔ جو اچھی چیزوں سے محبت کرتا ہے وہ محارم سے بچ جاتا ہے جس سے لوگ حسن ظن رکھتے ہیں اس کو دیر تک دیکھتے ہیں۔ ادب شرافت کا قائم مقام ہے جتنا کریم آدمی سدھارتا ہے اتنا ہی بدبخت کو معاف کر دینے سے بگڑ جاتا ہے۔ جو عقل مندوں کے مشورہ سے کام لیتا ہے وہ درستگی کو پالیتا ہے۔ جو کسی سے بااُمید ہوتا ہے مرعوب رہتا ہے۔ جو کسی کام کو انجام نہیں دے پاتا وہ عیب نکالتا ہے۔ جو خصومت میں مبالغہ کرتا ہے گناہ کرتا ہے اور جو قطع و برید سے کام لیتا ہے وہ ظلم کرتا ہے اور نہ اس میں خدا کا خوف ہے جس نے امانت کی بے انتہا حفاظت میں خصومت کی اس نے مقصد کے خلاف کام لیا۔ جس نے اپنے آپ کو ایسے کام کے لیے پیش کیا جس کو وہ نہیں کر سکتا تو دوسروں کی

نظروں میں گر جاتا ہے۔ جو اچھے کام کرتا ہے وہ چھا جاتا ہے قیادت کرتا ہے اور جس نے قیادت کی اس نے اپنے مقصد کو پالیا۔

یتیموں اور بیواؤں پر ظلم کرنا فقر و فاقہ کی کنجی ہے۔ سینے کی اصلاح سوائے وسیع الظرف آدمی کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ ذرا ذرا سی بات میں گھٹیا آدمی منع کرتا ہے اور چھوٹے آدمی ہی فخر کا شکار ہوتے ہیں اور بخیل آدمی تعصب کرتا ہے۔ مددگار بھائی کے لیے سوائے ضرورت مند آدمی کے اور کوئی بھی پانی کی حاجت کی طرح انصاف کا خواہاں نہیں ہوتا۔ مددگار شریف آدمی سے جب مہربانی کی اُمید کی جاتی ہے تو وہ نرمی کا برتاؤ کرتا ہے۔ بد بخت آدمی سے جب مہربانی کا برتاؤ کیا جاتا ہے تو وہ اور سخت ہو جاتا ہے۔ اللہ کے نزدیک زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو انتقامی قدرت کے باوجود عفوودرگزر سے کام لیتے ہیں۔ بے وقوف وہ ہے جو اپنے سے کمزوروں پر ظلم کرتا ہو۔

جو اپنے نفس کے لیے واعظ نہیں ہوتا اس کے لیے مواعظ سودمند نہیں ہوتے۔ جو تقدیر الٰہی پر راضی رہتا ہے وہ بلاء و مصائب پر صبر کرتا ہے۔ جو اپنی دُنیا کو آباد کرتا ہے گویا وہ اپنے مال کو ضائع کرتا ہے جو آخرت کو سنوارتا ہے وہ آرزوؤں کو حاصل کر لیتا ہے۔ قناعت تنگدست کو باعزت بناتی ہے۔ صدقہ کرنا مال دار کے لیے خزانہ ہے۔ جس نے اپنے عیب کو صیغہ راز میں رکھا اس کا حشر برا ہوتا ہے۔ بد بخت وہ ہے جو اپنے لیے بخل کر کے دوسرے کے لیے جمع کرتا ہے۔ بھلائی بہترین پونجی ہے۔ احسان بہترین عادت ہے۔ جو لوگوں سے مستغنی ہو جاتا ہے وہ افلاس سے محفوظ رہتا ہے۔ جو اپنی حاجات خدائے مشکل کشا کے سامنے پیش کرتا ہے تو وہ اپنے معاملات میں غالب رہتا ہے۔

جو اپنی حاجات لوگوں سے بیان کرتا ہے وہ اپنی عزت کو پامال کرتا ہے جو اپنے بھائی کے بھید کو افشاء کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے برابر رازوں کو افشاء کر دیتے ہیں۔ جاہل کی نافرمانی سے سلامت رہو گے۔ عقل مند کی اطاعت سے فائدہ میں رہو گے۔ احمق کے پاس ادب کی زیادتی ایسا ہی ہے جیسے ایلوے کی جڑوں میں خوشگوار پانی ڈال دیا جائے تو سوائے کڑواہٹ کے اور کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

انجیل مقدس میں آیا ہے جیسے کرو گے ویسا بدلہ دیا جائے گا۔ جس پیمانے سے تم تولتے ہو اسی کے مطابق تولا جائے گا۔ بعض خلفاء اپنے خاندانی بھائیوں سے خوشی کی لہر اس طرح دوڑایا کرتے تھے کہ وہ ان کے سامنے ایک ہزار درہموں کی تھیلی ڈال دیتے اور یہ کہتے تھے کہ تم لوگ اسے رکھو۔ پھر چھوٹے بچوں کو بھیجا کرتے تھے اور انہیں خرچ کرنے کی مکمل رعایت دیتے تھے اور یوں کہتے کہ تم کو خرچ کرنے کا مکمل اختیار ہے۔

بعض دانشوروں نے کہا ہے کہ عقل مند وہ ہے جس نے مال کے ذریعہ سے اپنی حفاظت کی اور دین کو نفس سے بچایا۔ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی وہ ہے جس نے علم و فضل کے ساتھ لوگوں میں زندگی گزاری۔ بہترین لذت بھائیوں کے ساتھ احسان کرتا ہے۔ ادب کا ذخیرہ نیک کام کرنا ہے۔ نیکی کرنا عقل مند کا مال غنیمت ہے۔ بھلائی خیر خواہوں کا عطر ہے۔ جو اپنا مال خرچ کرتا ہے تو اس کی مثال دی جاتی ہے۔ جو اپنے پیسوں کو کمتر سمجھتا ہے اس کی عزت کی جاتی ہے۔ نیک کام کرنے والا گرتا نہیں ہے۔ اگر گرتا بھی ہے تو کوئی سہارا دینے والا مل جاتا ہے۔ انصاف پرور بادشاہ بارش اور اونٹ سے بہتر ہے۔ ظالم بادشاہ دائمی فتنہ سے بہتر ہے۔ بادشاہوں کی فضیلت نوازنے میں ان کی شرافت معاف کرنے میں ان کی عزت عدل گستری میں ہے۔ عدل نظام عالم کے چلانے کا نام ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سبعة یظلهم اللّٰہ یوم لا ظل الاظله امام عادل. (الحدیث)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سات اشخاص ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن سایہ میں رکھیں گے جس دن خدا کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ان میں سے پہلا منصف امام ہے۔''

چنانچہ آپ نے عدل و انصاف کو پہلے شمار فرمایا۔

قال علیه الصلوة والسلام عدل السلطان یوم یعدل عبادة سبعین سنة' قال علیه الصلاة والسلام عدل ساعة فی الحکومت خیر من عبادة ستین سنة' قال صلی اللّٰہ علیه وسلم السلطان ظل اللّٰہ فی الارض یاوی الیه کل مظلوم من عباده فان کان له الاجر وعلی الرعیة الشکروان جبار کان علیه الاثم وعلی الرعیة الصبر.

''حضور ﷺ نے فرمایا بادشاہ کے ایک دن کا انصاف ستر سال کی عبادت کے برابر ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا حکومت میں ایک ساعت کا انصاف ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بادشاہ زمین میں اللہ کا سایہ ہے اللہ کے بندوں میں سے ہر مظلوم اس میں ٹھکانہ حاصل کرتا ہے۔ اگر بادشاہ انصاف کرتا ہے تو اس کے لیے اجر اور رعایا پر شکریہ کا حق ہوتا ہے لیکن اگر وہ ظلم کرتا ہے تو اس پر گناہ ہوتا ہے اور رعایا پر صبر۔''

خلافت معتضد باللہ ابوالفتح داؤد

معتضد باللہ سے بیعت ۱۷ ذی الحجہ ۸۱۶ھ میں ان کے بھائی مستعین باللہ کے عوض میں لی گئی اس لیے کہ انہیں سلطان موئد نے معزول کر دیا تھا۔ پھر انہیں بلا کر سلطان موئد اور قاضی صالح بلقینی شافعی کے درمیان بٹھایا گیا۔ پھر انہیں خلافت پر مقرر کر دیا گیا۔ چنانچہ یہ خلافت پر متمکن رہے۔ یہاں تک کہ بروز یک شنبہ ۴ ربیع الاول ۸۴۵ھ میں ایک مزمن مرض میں مبتلا ہو کر ۷۰ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔

خلافت مستکفی باللہ

ان کا پورا نام ابوالربیع بن متوکل علی اللہ ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر بن سلیمان بن احمد عباسی ہے۔ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن بھائی معتضد باللہ کا انتقال ہوا۔اس لیے کہ انہی کو ولی عہد بنایا گیا تھا غالباً ماہ ربیع الاول ۸۴۵ھ کا زمانہ تھا۔صلاح الدین صفدی شرح لامیۃ العجم میں لکھتے ہیں کہ:

اسی طرح عبیدیوں نے جنہوں نے خلفاء مصر کو فاطمیوں کا لقب دیا تھا ان میں سے جو سب سے پہلے مراکش کے والی بنے وہ مہدی ہیں ان کے بعد قائم صاحبزادہ منصور پھر معز کو یکے بعد دیگرے چنا جاتا رہا' بنایا گیا۔پھر حاکم چھٹے خلیفہ بنے اور حاکم کو اس کی بہن نے اس کو قتل کر دیا۔جن کا تفصیلی بیان ان شاء اللہ تعالیٰ باب الحاء الحما کے عنوان میں آئے گا۔

صفدی لکھتے ہیں جب حاکم کو اس کی بہن نے قتل کر دیا تو پھر حاکم کے بیٹے ظاہر کو والی بنایا گیا۔پھر مستنصر' الامر' حافظ وغیرہ ایک دوسرے کے بعد تخت نشین ہوتے رہے۔پھر چھٹے خلیفہ ظافر کو تخت پر بٹھایا چنانچہ انہیں معزول کر کے قتل کر دیا گیا۔پھر ان کے بعد ظافر کا بیٹا فائز ہوا اور سب سے آخری صاحبزادہ عاضد کو والی بنایا گیا۔

مزید لکھتے ہیں کہ اسی طرح مصر میں بنو ایوب حکومت کرتے رہے۔چنانچہ سب سے پہلے صلاح الدین سلطان ناصر تخت نشین ہوئے۔پھر صاحب زادہ عزیز' بھائی افضل بن صلاح الدین' صلاح الدین کے بھائی عامل کبیر' صاحبزادہ کامل یکے بعد دیگرے عنان حکومت سنبھالتے رہے۔پھر چھٹا خلیفہ عادل صغیر کو بنایا گیا۔چنانچہ انہیں ارکان سلطنت نے گرفتار کر کے معزول کر دیا۔پھر ارباب حل و عقد نے سلطان صالح نجم الدین ایوب کو خلیفہ مقرر کیا اس کے بعد اس کے بیٹے نور انشاہ کو خلیفہ بنایا گیا۔اس خاندان کے سب سے آخری فرد تھے جنہیں والی بنایا گیا۔

مزید لکھتے ہیں کہ یہی معاملہ ترکی سلطنت میں بھی رہا۔چنانچہ سب سے پہلے ترکی کا والی معز عز الدین ایبک صالحی کو بنایا گیا۔پھر ان کے بعد صاحبزادہ منصور مظفر قطز' ظاہر بیبرس صاحبزادہ سعید محمد وغیرہ یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوتے رہے۔پھر چھٹا خلیفہ عادل سلامش بن ظاہر بیبرس کو چنا گیا۔چنانچہ انہیں معزول کر دیا گیا۔ان کے بعد سلطان منصور قلاوون الفی کو عنان حکومت سپرد کر دی گئی۔

خاندان عبیدی

امام دمیریؒ کہتے ہیں کہ خاندان عبیدی شاہان مصر کا تذکرہ مختصر بیان کیا گیا ہے۔اب میں تفصیل سے بیان کر رہا ہوں۔چنانچہ خاندان عبیدی کی داغ بیل حسین بن محمد بن احمد بن عبداللہ القداح سے پڑ جاتی ہے آنکھوں کا علاج کیا کرتے تھے اور آنکھوں کا پانی ابن میمون بن محمد بن اسمٰعیل بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نکالا کرتے تھے۔

حسین بن محمد وفات سے قبل مقام سلمیہ تشریف لائے اس لیے کہ ان کے دادا عبدالقداح کا مال اور امانتیں رکھی ہوئی تھیں۔اتفاق سے ان کی موجودگی میں عورتوں کا تذکرہ ہونے لگا تو لوگوں نے ان کے سامنے ایک لوہار یہودی کی عورت کا تذکرہ کیا۔اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا تھا اور یہ عورت خود نہایت حسین و جمیل تھی۔یہودی سے اس کا اپنے جیسا ایک خوبصورت لڑکا بھی تھا۔حسین بن محمد نے اس عورت سے نکاح کر لیا۔اس سے محبت کرنے لگے اور اس لڑکے سے بھی پیار کرنے لگے۔چنانچہ بچے کو پڑھایا لکھایا بھی' لڑکا پڑھ لکھ کر اہم ترین آدمی ہو گیا اور حسین بن محمد یہ کہنے لگے کہ یہی بچہ میرا وصی ہے اور یمن و مراکش کا والی ہے۔چنانچہ لوگ اسی سے مراسلت کرنے لگے۔

حسین بن محمد کے کوئی لڑکا نہیں تھا اسی لیے اسی یہودی لوہار کے بچے کو ولی عہد بنا لیا۔یہی وہ بچہ ہے جس کا نام عبیداللہ مہدی ہے۔

یہی وہ شخص ہے جس نے عبیدی خاندان میں سب سے پہلے عنان حکومت کا مالک ہوا۔لوگ عبید نام کی طرف نسبت کرنے لگے۔ اس نے دعوت کے اصول اور رازوں کو خوب پرکھ لیا۔ چنانچہ اس نے مبلغین کو حکم دیا اور ان کو مزید دولت اور تمغوں سے نوازا اور ہم نشینوں کو اطاعت وانقیاد کے لیے حکم دیا اور حسین بن محمد نے یہ کہا کہ یہ بچہ میرا وصی ہے اس کے بعد چچازاد بہن سے نکاح کر دیا۔ چنانچہ اسی وقت سے اس نے اپنے نام عبیداللہ کے ساتھ مہدی کا اضافہ کرلیا۔نسب نامہ یوں ہے: عبیداللہ بن حسین بن علی بن محمد بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب۔

بعض اہل علم لکھتے ہیں کہ عبیداللہ قداح کے بیٹوں میں سے ہے۔

جب حسین کا انتقال ہوگیا تو اس کے بعد مہدی تخت نشین ہوا۔ چنانچہ اس کی دعوت عام ہوگئی۔اس کے داعی مراکش سے برابر فتوحات کی خبریں دیتے رہے۔ پھر ملتفی کے زمانے میں عبیداللہ مہدی کی شہرت ہوگئی۔لیکن جب ملتفی کو طلب کیا گیا تو وہ اپنے بیٹے ابوالقاسم نزار (جن کو قائم بھی کہا جاتا تھا) کے ساتھ فرار ہوگئے۔ابوالقاسم ان دنوں بچہ تھا۔ان کے ساتھ دو غلام تھے اور یہ دونوں مراکش جانے کا ارادہ کررہے تھے۔ جب یہ دونوں افریقہ پہنچے تو اپنا مال منگوا کر ساتھ لے لیا۔اس کے بعد ربیع الثانی کے آخر عشرہ ۲۹۷ھ میں رقادہ پہنچ کر محل میں مقیم ہوگئے۔ جمعہ کے دن خطبہ میں سارے ملک میں دُعا کے اہتمام کے لیے حکم دیا۔اس وقت انہیں امیرالمؤمنین مہدی کا لقب مل گیا۔ پھر خود ہی جمعہ کے دن لوگوں کو زبردستی جمع کر کے دُعا کے لیے بیٹھ گیا۔ پھر اپنے مذہب کی دعوت دی۔اس وقت جو بھی اس کے مذہب کو قبول کرتا اس کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرتا اور جو انکار کردیتا اسے قید کردیتا۔

چنانچہ عبیدیوں کی سلطنت کا دور ۲۹۷ھ سے شروع ہوجاتا ہے اور عبیداللہ مہدی ہی سب سے پہلا خلیفہ چنا گیا تھا۔ پھر ان کے بعد صاحبزادہ قائم نزار صاحبزادہ منصور اسماعیل صاحبزادہ معز معد یہ سب کے سب یکے بعد دیگرے جانشین ہوتے گئے۔ بلکہ معز معد ہی عبیدیوں میں سب سے پہلے شخص ہیں جو مصر کے بادشاہ بنے۔ غالباً یہ دور ۱۷ شعبان ۳۵۲ھ کا ہے۔ پھر جمعہ کے دن ۲۰ شعبان کو منبروں پر دُعائیں کی گئیں۔

انہی دنوں مصر کے علاقے سے بنو عباس کا تذکرہ خطبوں سے ہٹادیا گیا۔اسی دوران عباسی خلیفہ مطیع اللہ الفضل بن جعفر تھے اس دن کے چند گھنٹے ہی گزرے تھے کہ معز بروز منگل ماہ رمضان ۳۶۲ھ میں مصر میں داخل ہوگئے۔

(محض وضاحت کے لیے یہ تفصیل ذکر کردی ہے ورنہ یہ مقصود بالذات نہ تھا)

پھر خلیفہ معز کے بعد صاحبزادہ عزیز بن معز جانشین ہوئے۔ پھر ان کے بعد صاحبزادہ حاکم ابوالعباس احمد خلیفہ بنائے گئے۔ یہ عبیدی خاندان کے چھٹے خلیفہ تھے چنانچہ انہیں قتل کردیا گیا۔انہوں نے دوشنبہ کی شام بتاریخ ۱۷ شوال ۴۱۱ھ کو باہر نکل کر حسب دستور شہر کا گشت کیا۔اس کے بعد حلوان کے مشرقی جانب میں گشت کیا۔ان کے ساتھ دو سوار تھے لیکن انہوں نے ان کو واپس کردیا تھا۔لوگ حاکم ابوالعباس کا انتظار ۳ ذی قعدہ تک کرتے رہے۔ جب واپسی کی کوئی توقع نہ معلوم ہوئی تو لوگ ان کو تلاش کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ محل کے اردگرد جستجو کی جانے لگی۔لوگ غور سے تلاش کرنے لگے۔اچانک لوگوں کی نگاہ پہاڑ کی چوٹی پر پڑی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ان کا گدھا کھڑا ہے۔ گدھے کے اگلے پاؤں میں تلوار کا وار معلوم ہوتا ہے۔

لوگ نشانات سے اندازہ لگارہے تھے آخرکار ایک حوض کے پاس آئے۔ایک شخص نے اس میں اُتر کر دیکھا کہ اس میں چند بندھے ہوئے اعضاء موجود ہیں جس میں چھریوں کے نشانات ہیں۔ چنانچہ پھر لوگوں کو ان کے قتل ہوجانے پر شبہ باقی نہ رہا۔

پھر ان کے صاحبزادے ظاہر ابوالحسن علی جانشین ہوئے۔ پھر صاحبزادے مستنصر، مستعلی، آمر، حافظ عبدالمجید بن ابوالقاسم محمد ابن

مستنصر' ظافر یکے بعد دیگرے خلفاء ہوتے رہے۔ چونکہ چھٹے خلیفہ ظافر تھے۔ اس لیے انہیں قتل کر دیا گیا۔ پھر ان لوگوں کے بعد صرف دو آدمیوں کے پاس خلافت رہی۔ صاحبزادے فائز پھر ان کے بعد عاضد عبداللہ بن یوسف بن حافظ تخت خلافت پر متمکن ہوئے۔

پھر ان لوگوں کے بعد عبیدیوں کی سلطنت ختم ہوگئی۔ غالباً یہ دور ۵۶۷ھ کا تھا۔ اس وقت مستضی بنور اللہ ابو محمد حسن بن مستنجد عباسی خلافت کے امین تھے۔

جب عبیدی سلطنت ختم ہوئی تو مصر میں سلطان سعید شہید ملک ناصر صلاح الدین یوسف بن ایوب فرماں روا بنائے گئے۔ پھر ان کے بعد صاحبزادہ ملک عزیز عثمان' بھائی افضل' ملک عادل کبیر' ابوبکر بن ایوب' ملک کامل محمد یکے بعد دیگرے جانشین ہوتے رہے۔ پھر ملک عادل صغیر چھٹے خلیفہ چنے گئے۔ چنانچہ انہیں معزول کر دیا گیا۔

پھر ان کے بعد ملک صالح بن ایوب بن کامل جانشین ہوئے۔ پھر ان کے بعد صاحبزادہ سلطان معظم توران شاہ بھائی اشرف' یوسف ابن شجرۃ الدر' معز ایبک' صاحبزادہ منصور علی یکے بعد دیگرے جانشین ہوتے گئے۔ پھر ان کے بعد مظفر قطز کو چھٹا جانشین بنایا گیا۔ چنانچہ انہیں قتل کر دیا گیا۔

پھر ان کے بعد ظاہر بیبرس' صاحبزادہ سعید محمد بن برکتہ خان' بھائی عادل سلامش' منصور قلادون' صاحبزادہ اشرف خلیل یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے پھر ان کے بعد القاہر کو چھٹا خلیفہ بنایا گیا۔ چنانچہ یہ نصف یوم جانشین رہے' پھر انہیں قتل کر دیا گیا۔

پھر ان کے بعد ناصر بن منصور کو جانشین بنایا گیا۔ چنانچہ انہیں معزول کر کے عادل کتبغا کو بنایا گیا۔ پھر یہ خود بخود دوبارہ معزول ہو گیا۔ پھر ان کے بعد ان کے والد محترم کے غلام جانشین ہو گئے۔ پھر ان کے بعد عادل کتبغا' منصور لاجین' مظفر بیبرس' منصور ابوبکر بن ناصر بن منصور یکے بعد دیگرے جانشین ہوتے رہے۔ آخر کار چھٹے خلیفہ بھائی اشرف کجک متعین ہوئے۔

پھر ان کے بعد ان کے بھائی ناصر احمد' برادر صالح اسماعیل' برادر کامل شعبان' مظفر حاجی' برادر ملک ناصر حسن ایک دوسرے کے بعد جانشین ہوتے گئے۔ پھر ان کے بعد سلطان صالح چھٹے خلیفہ چنے گئے۔ چنانچہ انہیں معزول کر کے قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطنت کا والی پہلے کے معزول شدہ خلیفہ کو بنایا گیا اور وہ سلطان ناصر حسن ہیں۔ پھر ان کے بعد منصور علی بن صالح' اشرف شعبان بن حسین بن ناصر' منصور علی بن اشرف شعبان بن حسین بن ناصر' برادر الصالح حاجی بن اشرف' ظاہر برقوق یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوتے رہے۔ پھر دوبارہ حاجی کو والی بنا دیا گیا اور حاجی کو منصور کا لقب دے دیا گیا۔ پھر دوبارہ برقوق کو بٹھایا گیا۔ پھر ان کے صاحبزادے ناصر فرج کو' پھر ان کے بعد برادر عزیز کو' پھر دوبارہ فرج کو جانشین بنایا گیا۔ چنانچہ انہیں معزول کر کے قتل کر دیا گیا۔

پھر ان کے بعد مستعین باللہ عباسی جانشین ہوئے۔ پھر سلطان موید ابونصر شیخ' پھر صاحبزادہ سلطان مظفر احمد جانشین ہوئے لیکن انہیں معزول کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان ظاہر ططر خلیفہ بنائے گئے۔ پھر ان کے بعد صاحبزادہ سلطان صالح محمد جانشین ہوئے۔ چنانچہ انہیں معزول کر دیا گیا۔

پھر ان کے بعد سلطان اشرف برسری جانشین ہوئے۔ پھر ان کے بعد سلطان عزیز یوسف کو خلیفہ بنایا گیا لیکن انہیں معزول کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان ظاہر جقمق جانشین ہوئے۔ پھر صاحبزادہ سلطان منصور عثمان کو جانشین بنایا گیا لیکن انہیں معزول کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان اشرف اینال کو خلیفہ چن لیا گیا۔ پھر ان کے بعد صاحبزادہ سلطان موید احمد کو جانشین بنایا گیا۔ لیکن انہیں معزول کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان ظاہر خشقدم کو خلیفہ بنایا گیا۔ پھر سلطان ظاہر بلبائی کو جانشین بنایا گیا لیکن انہیں معزول کر دیا گیا۔

پھر ان کے بعد سلطان ظاہر تمربغا کو خلیفہ بنا کر معزول کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان ظاہر خاریبک کو جانشین بنایا گیا۔ لیکن انہیں

اسی رات معزول کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان اشرف قایتبادی کو جانشین بنایا گیا۔ پھر ان کے بعد صاحبزادہ سلطان ناصر محمد کو خلیفہ چنا گیا انہیں قتل کر دیا گیا۔

پھر ان کے بعد سلطان ظاہر قانصوہ جو سلطان ناصر محمد کے ماموں تھے کو خلیفہ بنایا گیا۔ لیکن انہیں بھی معزول کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان اشرف جانبلاط کو جانشین بنایا گیا۔ لیکن انہیں بھی معزول کر کے قتل کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان عادل طوفان بای کو خلیفہ بنایا گیا۔ لیکن انہیں بھی معزول کر کے موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان اشرف قانصورہ غوری کو جانشین بنایا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان سلیم بن محمد بن بایزید بن عثمان' صاحبزادہ سلطان سلیم' صاحبزادہ سلطان مراد وغیرہ یکے بعد دیگرے جانشین ہوتے گئے۔ (اللہ پاک انہیں نصرت اور فتح سے نوازے اور ان کی مغفرت فرمائے)

امام دمیریؒ کہتے ہیں کہ ہم نے تاریخ کے چند اوراق درمیان میں ذکر کر دیئے ہیں اگر چہ طول بیانی ہے لیکن فوائد سے خالی نہیں ہے۔ اب پھر ہم اپنے موضوع کی طرف عود کرتے ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیے:

بڑی بطخ کی خصوصیات

بطخ تیرنے کو پسند کرتی ہے۔ اس کے بچے انڈے سے نکلتے ہی تیرنے لگتے ہیں۔ جب مادہ انڈے سیتی ہے تو نر ایک لمحہ کے لیے بھی اس سے الگ نہیں ہوتا۔ غالباً بچے انڈے سے آخر ماہ تک نکل آتے ہیں۔

چوری کی عجیب سراغرسانی

امام دینوریؒ مجالسہ میں اور ابن جوزی الاذکیاء میں تحریر کرتے ہیں کہ محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی سیدنا سلیمان علیہ السلام کے پاس شکایت لے کر آیا کہ اے اللہ کے نبی میرے پڑوسی میری بطخ چرا لیتے ہیں۔ یہ سننے کے بعد آپ نے لوگوں کو نماز کے لیے بلایا۔ بعد نماز خطبہ دیا۔ پھر آپ نے فرمایا تم میں سے بعض لوگ وہ ہیں جو اپنے پڑوسی کی بطخ چرا لیتے ہیں۔ پھر مسجد میں آتے ہیں تو ان کے سر پر پر ہوتے ہیں۔ بس اتنا کہنا تھا کہ ایک آدمی نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا تو آپ نے فرمایا کہ بس اسے پکڑ لو اسی نے چرائی ہے۔

شرعی حکم

بطخ کا گوشت اجماع صحابہؓ سے جائز ہے۔

بڑی بطخ کے طبی فوائد

چھوٹی اور بڑی بطخ دونوں کا گوشت کھایا جاتا ہے اور نرم ہوتا ہے۔ حکیم بقراط لکھتے ہیں کہ بطخ شہری پرندوں میں سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ بڑی بطخ میں سب سے اچھی مخالیف[1] ہوتی ہے اس لیے کہ اس کا گوشت بدن کو فربہ کر دیتا ہے۔ لیکن فضلات کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اگر ذبح کرنے سے پہلے اس کے حلق میں بورق پھونک دیا جائے تو مضرت دور ہو سکتی ہے ورنہ اس کا گوشت بلغم پیدا کرتا ہے۔ اس کا گوشت گرم مزاج والوں کو زیادہ راس آتا ہے۔ اگر گوشت میں زیتون کا تیل ملا دیا جائے تو گوشت کی بدبو ختم ہو جاتی ہے۔ گوشت پکاتے وقت اگر گرم مصالحے زیادہ مقدار میں ڈال دیئے جائیں تو گوشت کی بدبو اور غلاظت دور ہو جاتی ہے ورنہ اس کا گوشت فضلات آمیز ہوتا ہے اور جلدی ہضم نہ ہونے کی وجہ سے معدہ کے موافق نہیں آتا۔ چنانچہ گوشت میں فضلات کی وجہ سے بخار جلدی آ جاتا ہے۔ امام قزوینیؒ کہتے ہیں کہ اگر کسی بڑی بطخ کی خصیہ پکا کر کھالے پھر اس وقت اپنی بیوی سے صحبت کر لے تو ان شاء اللہ استقرار حمل ہو جائے گا۔ اس کے پیٹ

---

[1] ایک مخصوص قسم کی بڑی بطخ ہوتی ہے۔۱۲

میں کنکریاں ہوتی ہیں۔اگر کسی کا پیٹ چل رہا ہو تو کنکریوں کو پیس کر پینے سے فائدہ ہو جاتا ہے۔اس کا تیل نمونیہ اور بال گرنے کی بیماری میں مالش کرنا مفید ہے۔اس کی زبان پابندی سے کھانا سلسل بول کے لیے مفید ہے۔

اس کا گوشت بہترین غذاؤں میں ضرور شامل ہوتا ہے لیکن یہ دیر میں ہضم ہوتا ہے۔اس کا انڈا متوسط حرارت کا ہوتا ہے لیکن گاڑھا خون پیدا کرتا ہے ہاں نیم نقصان دہ ہوتا ہے۔اگر اس کا انڈا پہاڑی پودینہ اور نمک میں ملا کر کھایا جائے تو اس کے نقصان دہ اجزاء زائل ہو جاتے ہیں۔اس کا انڈا گندہ خون پیدا کرتا ہے البتہ گرم مزاج لوگوں کو راس آ جاتا ہے۔

بطخ اور شترمرغ کا انڈا دونوں گاڑھا خون پیدا کرتے ہیں اور دیر سے ہضم ہوتا ہے۔جو شخص شترمرغ کے انڈوں کو استعمال کرنا چاہے تو ان کی خالص زردی استعمال کرے۔یہ بات ہمیشہ یاد رکھئے کہ ہر انڈے کی زردی بہ نسبت سفیدی کے زیادہ لطیف ہوتی ہے اور سفیدی بہ نسبت زردی کے زیادہ مرطوب ہوتی ہے۔لیکن انڈوں میں زیادہ لطیف ہوتی ہے اور سفیدی بہ نسبت غذائیت بھی زرد قسم کے انڈوں میں زیادہ ہوتی ہے۔غذائیت کا مادہ ان خاص قسم کی مرغیوں میں بہت کم ہوتا ہے جو بغیر مرغ کے انڈا دیتی ہیں لیکن اس قسم کی مرغیوں کے انڈوں سے بچے نہیں پیدا ہوتے ہیں (جو ان خاص قسم کی مرغیوں سے انڈے ہوتے ہیں ان کو اصطلاح میں خاکی انڈے بولتے ہیں۔

جس وقت چودھویں رات کا چاند گھٹنا شروع ہوتا ہے تو اکثر یہ مرغیاں انڈے دینا بند کر دیتی ہیں۔اس لیے کہ انڈے استہلاک (گھٹنے کے ایام) سے لے کر ابدار (یعنی چاند کے بڑھنے کے ایام) تک بھر کر مرطوب ہو جاتے ہیں۔اس کے بعد ان میں تولید کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے (اس کے برخلاف ابدار سے محاق تک کا ذکر ان شاء اللہ حجل اور دجاج تک کے انڈوں کے بیان میں آ جائے گا۔

الالفة

السفة: بھتنی یا بھوت کو کہتے ہیں۔لیکن بعض لغویین نے مادہ بھیڑیا کا ترجمہ کیا ہے۔(کچھ تفصیل باب السین اور باب الذال میں آ جائے گی)

الالق

الق: بھیڑیا کو کہتے ہیں اور مادہ بھیڑیا کو القة کہیں گے۔جمع اُلق آتی ہے۔لیکن کبھی کبھی بندریا کو بھی الفة کہہ دیتے ہیں۔اسی مناسبت سے بندر کے لیے الق استعمال کرنا چاہیے۔لیکن ایسا کرتے نہیں بلکہ بندر کے لیے علیحدہ الفاظ ہیں جیسے قرد و رباح وغیرہ۔

الاودع

جنگلی چوہا: امام جوہری کہتے ہیں کہ اودع یربوع کو کہتے ہیں (اور یہ چوہے کے مانند ایک جانور ہے جس کے اگلی ٹانگیں چھوٹی، پچھلی بڑی بڑی اور دم لمبی ہوتی ہے۔اس کی جمع یرابیع آتی ہے۔(تفصیل باب الیاء میں آئے گی)

الاورق

امام اللغۃ جوہری کے قول کے مطابق اورق اونٹ کی اس قسم کو کہتے ہیں جو سفید مائل بہ سیاہ ہوتا ہے۔اس کا گوشت اونٹوں میں سب سے اچھا ہوتا ہے۔لیکن اہل عرب اسے سواری اور کام کے لیے اچھا نہیں سمجھتے۔

الاوس

اوس: بھیڑیا کے معانی میں بھی ہے۔کبھی کبھی انسان کو بھی کہہ دیتے ہیں۔نیز تصغیر کے ساتھ بھی اویس بھیڑیا کے لیے مستعمل ہے۔ جیسے کیت اوکلین وغیرہ۔چنانچہ شاعر الہذلی کہتا ہے ۔

یالیت شعری عنک والامراهم مافعل الیوم اویس بالغنم

''اے کاش کہ میں تم سے وابستہ ہوتا تو اب تک معاملہ نمٹ چکا ہوتا' آج بھیڑیئے نے جو سلوک بکریوں کے ساتھ کیا۔''

اسی طرح کمیت شاعر نے کہا ہے ۔

کما خامرت فی حضنها ام عامر لذی الحبل حتی عال اوس عیالها

''لگڑ بگڑ نے جس طرح شکاری کے پاس بھیڑیئے سے تربیت حاصل کی' اسی طرح بھیڑیا اس کے بچوں کی بھی مکمل کفالت کرتا رہا۔''

جوہری کہتے ہیں کہ شاعر لذی الحبل سے شکاری مراد لے کر یہ کہنا چاہتا ہے کہ شکاری رسی کو لگڑ بگڑ یا بھیڑیئے کے کونچ میں پھانس دیتا ہے۔(تھوڑی سی تفصیل العسباء کے عنوان میں آئے گی)

احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تذکرہ

حمزہ بن اسد الحارثی کہتے ہیں:

خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم فی جنازة رجل من الانصار الی بقیع الغرقد فاذا ذئب مفترش ذراعیه فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم هذا اویس فافرضوا له فلم یفعلوا. اھ(رواہ ابونعیم)

''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے جنازے میں بقیع الغرقد تک تشریف لائے تو آپؐ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بھیڑیا اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے بیٹھا ہوا ہے۔آپؐ نے فرمایا یہ اویس ہے اس کو کچھ دے دو (شاید نہ ہونے کی وجہ سے صحابہ نے) ایسا نہیں کیا۔''

(ان شاء اللہ بھیڑیوں کا دربار رسالت مآب میں حاضری کا تذکرہ باب الذال ذئب کے عنوان میں ملاحظہ کیجئے گا)

اویس قرنی رضی اللہ عنہ

یہی اویس نام ابن عامر القرنی رضی اللہ عنہ کا بھی تھا۔انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا۔لیکن زیارت سے محروم رہے۔یہ کوفہ میں رہتے تھے۔ان کا شمار اکابر تابعین میں ہوتا ہے۔(امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال خیر التابعین رجل یقال له اویس القرنی یاتی علیکم فی امداد اهل الیمن لو اقسم علی الله لا بره فان استطعت ان یستغفرلک فافعل. (رواہ الامام مسلم)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تابعین میں سب سے بہتر وہ ہے جس کا نام اویس قرنی ہوگا وہ تمہارے پاس مدد کے لیے یمنی لوگوں کے ساتھ آئیں گے۔اگر وہ کسی بات میں قسم کھالیں گے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور پورا فرمادیں گے۔اگر تم ان سے دعائے مغفرت کرو اس کو تو کروالینا۔'' (مدد کے لوگ وہ کہلاتے ہیں جو ہر ملک سے اسلام کے لشکر کی مدد کے لیے آتے ہیں)

چنانچہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ جب امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے تو آپؓ نے ان سے اللہ سے استغفار کرنے کی

فرمائش کی۔انہوں نے امیر المؤمنین کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔نیز اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑتے ہوئے شہادت نوش فرمائی۔

سیدنا حسن بصریؒ کہتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدخل الجنة بشفاعة رجل من امتی اکثر من ربیعة ومضر.

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت کے ایک شخص کی سفارش کی وجہ سے جنت میں اس قدر لوگ داخل کیے جائیں گے جو ربیعہ اور مضر دونوں قبیلوں سے زائد ہوں گے۔'' (رواہ الامام احمد)

حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ شاید وہ میرے نزدیک اویس قرنی رضی اللہ عنہ امام التابعین مراد ہیں اور القرنی قرن (سینگ) کی طرف منسوب ہے اور قرن قبیلہ مراد کی ایک شاخ کا نام ہے۔اس سلسلے میں امام اللغتہ جوہری سے ایک سہو بھی سرزد ہو گیا ہے جس کی شہرت کی وجہ سے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ابوامامہؓ کہتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدخل الجنة بشفاعة رجل من امتی مثل الحیین ربیعة ومضر قیل یا رسول اللہ وما ربیعة من مضر قال صلی اللہ علیہ وسلم انما اقول ما اقول.

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت میں ایک شخص کی سفارش کی وجہ سے دو قبیلوں ربیعہ و مضر کے برابر لوگ جنت میں داخل کیے جائیں گے۔کسی نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ ربیعہ کا مضر سے کیا جوڑ ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ بس جو میں کہتا ہوں وہ وحی الٰہی کے اشارہ سے کہتا ہوں۔''

ابن السماک کہتے ہیں کہ رجل من امتی (میری اُمت کا ایک شخص) کی مراد کے بارے میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے۔قاضی عیاض کہتے ہیں کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

لکل رجل من الصحابة شفاعة (الشفاء)

''ہر صحابی رسول شفاعت کا استحقاق رکھتا ہے۔''

یزید بن جابرؓ کہتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یکون فی امتی رجل یقال له صلة ابن اشیم یدخل الجنة بشفاعته کذا و کذا. (رواہ ابن المبارک)

''واقعی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت میں ایک شخص صلہ ابن اشیم نامی پیدا ہوگا جس کی شفاعت سے اتنے اتنے لوگ جنت میں داخل کیے جائیں گے۔''

الایلس

بڑی مچھلی۔امام القزوینی کہتے ہیں کہ الایلس ایک بڑی قسم کی مچھلی ہوتی ہے۔اس مچھلی کے علاوہ تمام دریائی جانوروں کا شکار کیا جا سکتا ہے۔اس مچھلی کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اسے بھون کر دو آدمی ایک ساتھ بیٹھ کر کھانے لگیں تو آپس کی دشمنی محبت سے بدل جاتی ہے۔

الایم والاین

الایم والاین سانپ کو کہتے ہیں۔ ازرقی کہتے ہیں کہ الایم نرسانپ کو کہتے ہیں۔طلق بن حبیب کہتے ہیں کہ ہم لوگ عبداللہ بن عمرو بن العاص کے ساتھ ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے تو سایہ سمٹنے لگا۔مجلس سے لوگ اُٹھ کر جانے لگے۔اچانک ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ایک چتکبرے رنگ کا موٹا تازہ آدمی باب بنی شیبہ سے داخل ہوا۔لوگ اسے دیکھ کر ششدر ہو رہے تھے۔اتنے میں اس نے بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کیا اور مقام ابراہیم میں اس نے دو رکعت نماز پڑھی تو ہم نے اس کے پاس جا کر یہ کہا کہ اے عمرہ کرنے والے خدا تمہاری عبادت کو قبول فرمائے۔دیکھو ہمارے یہاں بے وقوف اور چھوٹے بچے رہتے ہیں۔ہم لوگوں کو خطرہ ہے کہ کہیں وہ تمہیں پریشان نہ کریں اس لیے تم ان سے بچنا۔چنانچہ وہ غائب ہو گیا۔پھر بعد میں اسے نہیں دیکھا گیا۔روایت میں ہے:

انه امر بقتل الایم (الحدیث)

''رسول اللہ نے ایم نامی سانپ کو مارنے کا حکم دیا ہے۔''

ابن السکیت کہتے ہیں کہ اصل میں یہ لفظ ایم ہے۔بعد میں اس میں تخفیف کر دی گئی جیسے کہ لین ولین وھین وھین اس کی جمع الوم آتی ہے۔(بقیہ تفصیل کعیب کے عنوان میں آئے گی)

الایل

الایل بارہ سنگھا کو کہتے ہیں۔اس میں چند لغات ہیں (بعض کے نزدیک الایل فارسی میں کوزن یعنی پہاڑی بکرے کو کہتے ہیں اکثر یہ جنگلی گائے کے مشابہ ہوتا ہے۔یہ جانور اتنا باحوصلہ ہوتا ہے کہ اگر اسے شکاری سے ڈر لگتا ہے تو پہاڑ کی چوٹی سے بھی کود پڑتا ہے۔ اس کے باوجود اس کے چوٹ نہیں لگتی۔اس کے سینگ میں جتنی گرہیں ہوتی ہیں اتنے سال اس کی عمر ہوتی ہے۔جب اسے سانپ ڈس لیتا ہے تو یہ سرطان کیڑا کھا لینے کی وجہ سے درست ہو جاتا ہے۔بارہ سنگھا میں خاص بات یہ ہے کہ یہ مچھلی سے انس والفت رکھتا ہے۔ چنانچہ یہ مچھلی کو دیکھنے کے لیے کبھی کبھی دریا کے کنارے چلا جاتا ہے۔مچھلی بھی اسے دیکھ کر خشکی کے قریب آ جاتی ہے۔

مچھلی کے شکاری اس کی عادت سے واقف ہوتے ہیں۔جب انہیں مچھلی کا شوق ہوتا ہے تو وہ اسی بارہ سنگھا کی کھال پہن کر دریا کے کنارے بیٹھ کر مچھلی کا شکار کر لیتے ہیں۔

یہ بارہ سنگھا سانپ کے کھانے کا عادی ہوتا ہے چنانچہ جہاں کہیں بھی اسے سانپ نظر آ جاتا ہے تو اسے لقمہ بنا لیتا ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سانپ اسے ڈس بھی لیتا ہے تو اس کی آنکھ سے دو چھوٹے نقرہ کے برابر خون نکلتا ہے جس کی وجہ سے اس کی آنکھ میں انگلی کے برابر گڑھا پیدا ہو جاتا ہے جس میں اچھے طریقے سے انگلی جا سکتی ہے۔یہ خون زمین پر گر کر خشک ہونے کے بعد شمع کی مانند ہو جاتا ہے۔لوگ اس خون سے سانپ کے زہر سے بچنے کے لیے تریاق بناتے ہیں اور یہ تریاق حیوانی فادزہر کہلاتا ہے۔سب سے اچھا تریاق زرد رنگ کا ہوتا ہے۔

اس قسم کا بارہ سنگھا اکثر ہندوستان، سندھ اور فارس وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔جب اس خاص بنائے ہوئے تریاق کو سانپ یا بچھو کے ڈسنے کے مقام پر لگا دیا جاتا ہے تو بے حد نفع بخش ہوتا ہے۔اسی طرح اگر کسی نے زہر پی لیا ہو اس وقت تریاق کا پینا نہایت مفید ہے۔زہر

کے اثرات کو زائل کرنے کے لیے اس خاص تریاق میں اللہ تعالیٰ نے عجیب وغریب خصوصیات ودیعت کر دی ہیں۔

سینگ کب نکلتی ہے

جب یہ بارہ سنگھا دو سال کی عمر کا ہو جاتا ہے تو اس کی سینگیں آنی شروع ہوتی ہیں۔ اس کی سینگ بالکل میخ کی طرح نکلتی ہے۔ تیسرے سال سینگوں میں شاخیں بننا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس طرح برابر چھ سال تک شاخ در شاخ نکلتی رہتی ہیں۔ پھر ایک وقت اس کی دونوں سینگیں دو گھنے درخت کی طرح خوشنما معلوم ہوتی ہیں۔ اس جانور میں یہ بھی خصوصیت ہے کہ ان مراحل سے گزرنے کے بعد ایک نیا دور شروع ہوتا ہے کہ ہر سال اس کی دونوں سینگیں گر جاتی ہیں' پھر اُگ آتی ہیں۔ مضبوطی کے لیے سورج کی دھوپ میں تھوڑی دیر کے لیے گرمی بھی حاصل کرتا ہے۔

امام فن شیخ ارسطو رقم طراز ہیں کہ اس قسم کا بارہ سنگھا سیٹی' راگ اور ساز سے شکار کیا جاتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جب وہ باجا سنتا ہے تو اسے نیند نہیں آتی۔ شکاری اسے باجے سے اس قدر مست کر دیتے ہیں کہ اسے ہوش نہیں رہتا۔ دونوں کان سن دیکھ کر پیچھے سے اس کو پکڑ لیتے ہیں۔ اس کا ذکر (آلہ تناسل) بغیر گوشت وہڈی کے ایک پٹھا ہوتا ہے۔ اس کی سینگ بالکل ٹھوس ہوتی ہے۔ یہ جانور فی نفسہ بزدل ہوتا ہے لیکن دیکھنے سے بارُعب معلوم ہوتا ہے۔ یہ سانپوں کو شوق سے نگل جاتا ہے اور دم کی طرف سے کھانے کی ابتداء کرتا ہے۔ ہر سال اپنی سینگوں کو جھاڑ دیتا ہے۔ غالباً یہ سینگوں کو ہر سال خداوند قدوس کے الہام سے جھاڑ دیتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے سینگوں میں عجیب وغریب منافع' فوائد ودیعت فرمائے ہیں۔ لوگ اس کی سینگوں سے موذی جانور کو بھگاتے ہیں۔ اس کی سینگوں میں ولادت میں آسانی کی تاثیر رکھی گئی ہے۔ حاملہ عورتیں اس سے فوائد حاصل کرتی ہیں۔ نیز اگر اس کے سینگ کا کچھ حصہ جلا کر شہد میں ملا کر چاٹ لیا جائے تو پیٹ سے کیڑا نکل جاتا ہے۔ (کتاب النعوت)

دمیریؒ کہتے ہیں کہ یہ جانور نہایت موٹا ہوتا ہے اگر اسے بھاگنے کا موقع مل جائے تو شکاری سے بچ کر نکل جاتا ہے۔

درج ذیل اشعار کے معانی

زجاجی کہتے ہیں کہ امام اللغۃ ابن درید سے اس شعر کا مطلب پوچھا گیا ۔

هجرتک لاقلی منی ولکن رائیت بقاء ودک فی الصدود

''میں نے تمہیں چھوڑ دیا ہے لیکن کسی بغض کی وجہ سے نہیں چھوڑا محض اس لیے کہ میرے نزدیک تمہاری دوستی وادی کے کنارے رہنے ہی میں باقی رہ سکتی ہے۔''

کهجر الحائمات الورد لما رأت ان المنية فی الورود

''جس طرح کہ پانی کا پیاسا گھاٹ پر منڈلا رہا ہو اور پیتا نہ ہو باوجود اس کے کہ وہ جانتا ہے کہ موت گھاٹوں ہی میں ہے۔''

تغیظ نفوسها ظمأ و تخشی حماما فهی تنظر من بعید

''پیاس کی وجہ سے تڑپ رہا ہو اور موت سے ڈر رہا ہو کہ وہ دور ہی سے گھات میں لگی ہوئی ہے۔''

تصد بوجه ذی البغضاء عنه و ترمقه بالحاظ الودود

''موت دشمنوں کی طرح اعراض کر رہی ہو اور محبوب کی طرح ٹکٹکی باندھ کر دیکھ بھی رہی ہو۔''

چنانچہ زجاجیؒ نے بتایا کہ الحائم اسے کہتے ہیں جو پانی کے اردگرد منڈلا رہا ہو لیکن قریب نہ جاتا ہو۔ اوران اشعار کے معانی اس طرح سمجھ میں آسکتے ہیں کہ بارہ سنگھا ہرن سانپ کے کھانے کے عادی ہوتے ہیں جب ان میں گرمی بڑھتی ہے تو وہ بھڑک اُٹھتے ہیں۔ اسی حالت میں وہ پانی تلاش کرتا ہے۔ پانی مل بھی جاتا ہے تو پیتا نہیں ہے برابر سانس لیتا رہتا ہے۔ اس لیے کہ وہ اگر اس حالت میں پانی پی لے تو پانی اورزہر پیٹ میں ایک ساتھ جمع ہو جائیں گے جس سے اسے تباہ ہونے کا اندیشہ لاحق رہتا ہے۔ لہٰذا وہ کافی دنوں پانی نہیں پیتا۔ جب زہر کے اثرات ختم ہو جاتے ہیں تو اس وقت پانی پیتا ہے پھر پانی نقصان نہیں دیتا۔ گویا شاعر کہنا یہ چاہتا ہے کہ مجھے تمہارے وصال کا شدید انتظار ہے باوجود اس کے کہ میں فرقت کی زندگی گزار رہا ہوں جیسے کہ پیاسا پانی کے گرد چکر لگا رہا ہو لیکن وہ مرنے کے خوف سے پیتا نہ ہو۔

امام زجاجیؒ کی مختصر سوانحی خاکہ

ان کا نام عبدالرحمٰن بن اسحاق کنیت ابوالقاسم ہے۔ یہ علم نحو کے زبردست امام گزرے ہیں۔ انہوں نے ابواسحاق الزجاجی کی صحبت میں تادیر رہ کر فائدہ اٹھایا ہے اس لیے زجاجی ہی سے مشہور ہوئے۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی جس کا نام کتاب الجمل ہے۔ ضرب الامثال پر طویل بحث کی ہے۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ جو بھی اس کا مطالعہ کرتا ہے خوب مستفید ہوتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ انہوں نے یہ کتاب مکۃ المکرمہ میں تصنیف کی ہے۔ جب ایک باب سے فارغ ہوتے تو ایک ہفتہ تک طواف کرتے۔ کتاب کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے دعائیں مانگتے کہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کنندگان کو فائدہ پہنچائے اور مصنف کی مغفرت فرمائے۔ ان کی کتاب کی تھوڑی سی عبارت بطور نمونہ درج ذیل ہے:

ما حرم اللّٰه شيئاً الا واحل بازائه خيرامنه ' حرم الميتة واباح المذكى' وحرم الخمر واباح النبيذ وحرم السفاح واباح النكاح وحرم الربوا واباح البيع.

''اللہ تعالیٰ نے اگر کوئی چیز حرام کی ہے تو اس کے بدلہ میں ضرور کوئی نہ کوئی چیز حلال کی ہے مثلاً مردار حرام کیا ہے تو اس کے بدلہ میں ذبیحہ حلال کیا' شراب حرام کی تو نبیذ حلال کردی' زنا کو حرام قرار دیا تو نکاح کو جائز قرار دیا۔ سود کو حرام کیا تو بیع وشرا کو جائز قرار دیا۔''

زجاجیؒ کا انتقال ۳۳۹ھ یا ۳۳۷ھ میں دمشق میں ہوا۔ بعض نے کہا کہ طبریہ میں وفات ہوئی۔ ابومنصور موہوب الجوالیقی اللغوی کے کتنے عمدہ اشعار ہیں ؎

ورد الورى سلسال جودک فارتووا ووقفت حول الورد وقفة حائم

''مخلوق تیرے جود وسخا کے گھاٹ میں آکر خوب سیراب ہوئی اور گھاٹ کے اردگرد تڑپتے ہوئے پیاسوں کی طرح ٹھہر بھی گئے۔''

حيران اطلب غفلة من وارد والورد لا يزداد غير تزاحم

''میں حیران ہو کر آنے والوں کی غفلت کی سراغ میں رہا اور گھاٹ میں برابر بھیڑ بھاڑ ہوتی چلی جارہی تھی۔''

امام الجوالیقیؒ

یہ فنون ادب کے زبردست امام تھے۔ انہوں نے بہت سی نفع بخش کتابیں لکھی ہیں۔ خلیفہ المقتفی باللہ کے پنجوقتہ نمازوں کے امام

تھے۔ جب یہ خلیفہ کے دربار میں پہلی مرتبہ آئے تھے تو یہ کہا تھا:

''السلام علی امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!'' تو ان سے طبیب ہبۃ اللہ بن الصاعد بن التلمیذ النصرانی نے کہا کہ کہیں امیر المؤمنین سے اس طرح سلام کیا جاتا ہے؟ تو الجوالیقی نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی اور براہ راست خلیفہ سے یوں کہا کہ میں ہمیشہ سنت نبویہ کے مطابق سلام کرتا ہوں اور یہ آپ کے لیے سب سے عمدہ سلام سمجھا جاتا ہے۔

الجوالیقی نے مزید کہا کہ اے امیر المؤمنین اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ نصرانیوں اور یہودیوں میں علم ان کے دل کی گہرائیوں میں نہیں اُترا تو وہ اپنی قسم میں حانث نہیں ہوگا بالکل واقعہ کے مطابق صحیح قسم کھائے گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب میں تالے لگادیئے ہیں جنہیں صرف ایمان واسلام کی دولت ہی کھول سکتی ہے۔ خلیفہ نے یہ سن کر کہا کہ آپ نے بہت عمدہ کہا اور بالکل سچ کہا' گویا ابن التلمیذ حیران رہ گئے کچھ جواب نہ بن پڑا حالانکہ زبردست علم وفضل کے مالک تھے۔ مندرجہ بالا جو دو شعر گزرے ہیں اسی موضوع پر ابن الخشاب نے بھی اشعار کہے ہیں۔ امام الجوالیقی کی وفات بغداد میں ۵۳۹ھ میں ہوئی۔

شرعی حکم

بارہ سنگھا حلال ہے اس لیے کہ اس کا شمار پاکیزہ جانوروں میں ہوتا ہے جیسے کہ پہاڑی بکرا۔ لیکن امام رافعیؒ نے اس کا ذکر باب الاطعمہ (کھانے کے باب) میں نہیں کیا۔ اس کے بجائے باب الربا (سود کے باب) میں ذکر کیا ہے۔ مثلاً یوں کہا ہے کہ ہرنوں کا گوشت بشمول بارہ سنگھا کے بارے میں شیخ ابو محمد کا قول صاف طور پر واضح نہیں ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس مسئلے میں متردد ہیں۔ پھر آگے جاکر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آخر کار انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہرن مع بارہ سنگھا کا مسئلہ بالکل اسی طرح ہے جیسے بھیڑ بکریوں کے ساتھ جواز کا حکم لگایا جاتا ہے۔ البتہ گو دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے کے بدلے میں فروخت نہیں کیا جاسکتا الا یہ کہ برابر سرابر ہوں۔ امام متولی نے بغیر کسی ترجیح کے مسئلہ کے دونوں رخوں کا ذکر کیا ہے۔

فوائد

اگر کسی جگہ اس کے سینگوں کی دھونی دی جائے تو تمام کیڑے مکوڑے موذی جانور بھاگ جاتے ہیں' اسی طرح اگر اس کے سینگوں کو جلا کر دانتوں میں لگایا جائے تو دانتوں کی زردی کو دور اس کے گڑھوں اور جڑوں کو بھر دے گی۔ اگر اس کی سینگ کے بعض اجزاء کو گلے میں باندھ کر لٹکایا جائے تو جب تک گلے میں رہیں گے اسے کر کے نیند نہیں آسکتی۔ بارہ سنگھا کا عضو تناسل خشک کرنے کے بعد پیس کر پانی میں ملا کر پینا منی میں ہیجان اور تیزی پیدا کرتا ہے۔ انسان کے عضو تناسل میں انتشار پیدا کر دیتا ہے۔ اس کا خون پینے سے مثانہ کی پتھری ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے

ابن اویٰ

ابن اویٰ گیدڑ کو کہتے ہیں اس کی جمع آویٰ آتی ہے۔ اسی طرح ابن عرس' ابن المخاض' ابن اللبون کی جمع بنات عرس بنات مخاض بنات لبون آتی ہے اور بنات آویٰ غیر منصرف ہے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے ؎

ان ابن اوی لشدید المقتنص و ھو اذا ما صیدریح فی قفص

''واقعی گیدڑ بہت شکاری ہوتا ہے لیکن جب اسے پکڑ کر بند کر دیا جاتا ہے تو پنجرے میں بھاگا پھرتا ہے۔''

گیدڑ کی کنیت ابوایوب' ابوذویب' ابوکعب' ابووائل (بعض نے ابوزہرہ بھی لکھا ہے)

گیدڑ کی عادتیں

اس کا نام ابوآوی اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ اپنے تمام ہم جنسوں کے ساتھ مل کر بولتا ہے اور خاص طور پر رات میں چیختا ہے وہ بھی اس وقت جب کہ وہ تنہا رہ گیا ہو۔ اس کی آواز بچوں جیسی ہوتی ہے۔

گیدڑ پنجوں کا لمبا ناخن کا بڑا ہوتا ہے' دوسروں پر حملہ کرتا ہے' پرندوں وغیرہ کا شکار کر کے کھاتا رہتا ہے۔ مرغیاں بہ نسبت لومڑی کے گیدڑ سے زیادہ ڈرتی ہیں۔ اگر گیدڑ اس درخت کے نیچے سے گزر جائے جس پر مرغیاں بیٹھی ہوئی ہوں تو فوراً خوف کے مارے نیچے گر جاتی ہیں اگرچہ مرغیوں کے جھنڈ کے جھنڈ کیوں نہ ہوں۔

گیدڑ حلال ہے یا حرام

صحیح قول کے مطابق اس کا گوشت حرام ہے اس لیے کہ یہ کوچلی کے دانتوں سے حملہ کرتا ہے۔ اگر کسی کو یہ اشکال پیش آئے کہ چونکہ گیدڑ کے کوچلی کے دانت کمزور ہوتے ہیں تو اس کا حکم بھی لگڑ بگڑ (ضبع) یا لومڑی کے مانند ہو جائے گا۔ پھر تو باقاعدہ ایک مذہب بن جائے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے شوافع کے نزدیک دونوں صورتیں موجود ہیں اس لیے صحیح وہ جو المحرر' المنہاج' الشرح' الحاوی' الصغیر وغیرہ میں موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ حرام ہے۔ شیخ ابو حامد کے نزدیک حلال ہے۔ امام احمدؒ سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جو بھی جانور کوچلی کے دانتوں سے نوچتے ہیں وہ درندوں میں داخل ہیں اور امام اعظم ابو حنیفہ و امام ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ کے نزدیک بھی ممنوع ہے۔

گیدڑ کے طبی خواص

اگر اس کی زبان کسی کے گھر میں ڈال دی جائے تو اس میں جھگڑا ہونے لگتا ہے۔ اس کا گوشت جنون' مرگی جو آخر ماہ میں ہوتی ہے نفع بخش ہوتا ہے۔ اگر اس کی دائیں آنکھ کسی نظر لگنے والی چیز پر لٹکا دی جاتی ہے تو وہ نظر بد سے محفوظ رہتی ہے بلکہ نظر بد کا اس پر بس تک نہیں چل پاتا۔ اگر کوئی اس کے دل کو گلے میں باندھ کر لٹکا لے تو وہ ان شاء اللہ تعالیٰ تمام درندوں سے محفوظ رہے گا۔

باب اَلبَاء الموحدة

البابوس

البابوس انسان کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو کہتے ہیں بلکہ ہر چیز کے چھوٹے بچوں کو بھی کہہ دیتے ہیں۔ابن احمر ماعر نے کہا ہے ؎

حنت قلوصی الی بابوسها طربا وما حنینک بل ما انت والذکر

''شہد کی مکھی اپنے انڈوں‘ بچوں کو دیکھ کر مستی سے گنگنانے لگی اور اے شہد کی مکھی تیری یہ گنگناہٹ بلکہ تیرا ہر ذکر و شغل کوئی اہمیت نہیں رکھتا ہے۔''

البازی

باز۔شکرا۔ابن سیدہ لکھتے ہیں کہ البازی کے علاوہ باز اور بازیٌ بھی کہتے ہیں۔بازی بالاتفاق نر کے لیے استعمال ہوتا ہے۔تثنیہ کے لیے بازیان جمع کے لیے بزاۃ بولتے ہیں جیسے کہ قاضیان وقضاۃ۔شاہین اور بازی کے لیے یوں کہتے ہیں فلان یصید صقوراً (فلاں شکرا کا شکار کر رہا ہے) بازی بزوان سے مشتق ہے۔کودنے اچکنے کے معانی پائے جاتے ہیں۔اس کی کنیت ابوالاشعث‘ ابوالبہلول‘ ابولاحق ہے۔یہ پرندہ تمام پرندوں میں بد خلق‘ متکبر ہوتا ہے۔

قزوینی کہتے ہیں کہ بازی صرف مادہ ہی ہوا کرتا ہے۔اس کا نر دوسری قسم سے ہوتا ہے جیسے کہ چیل اور شاہین وغیرہ میں ہوتا ہے۔ اس لیے تو ان کی شکلوں کے بارے میں اختلاف ہے۔

اہل علم کے لئے عبداللہ مبارک کی سخاوت

امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارک تجارت کیا کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ اگر پانچ اشخاص نہ ہوتے تو میں تجارت نہ کرتا اور پانچ اشخاص یہ ہیں: سفیان ثوری‘ سفیان بن عیینہ‘ فضیل بن سماک‘ اسماعیل بن علیہ‘ یعنی ابن مبارک ان لوگوں کی مالی امداد کر کے صلۂ رحمی کا ثبوت دیتے تھے۔چنانچہ حسب دستور ایک سال گزر گیا۔کسی نے عبداللہ بن المبارک کو یہ بتایا کہ ابن علیہ کو اب قاضی بنا دیا گیا ہے۔ یہ خبر سن کر ابن مبارک ابن علیہ کے پاس نہ آئے اور نہ کچھ مالی امداد کی۔کچھ دنوں کے بعد ابن علیہ‘ عبداللہ بن مبارک کے پاس خود آئے لیکن عبداللہ بن مبارک نے ان کی طرف سر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔اس کے بعد ابن مبارک نے ابن علیہ کے پاس یہ اشعار لکھ کر ارسال کر دیئے

یا جاعل العلم له بازیا یصطاد اموال المساکین

''اے علم کو باز بنانے والے! غریبوں کے مال کا شکار کرتا ہے۔''

احتلت للدنیا و لذاتها بحیلة تذهب بالدین

''تو نے دُنیا اور اس کی لذتوں کو اس تدبیر سے قابو میں کر رکھا ہے کہ جو دین کو پامال کر دیتا ہے۔''

فصرت مجنونا بها بعدما كنت دواء للمجانين

''تم دُنیا کو حاصل کر کے مجنون بن گئے ہو حالانکہ تم خود مجنونوں کے لیے دوا تھے۔''

اين رواياتک في سردها لترک ابواب السلاطين

''تیری روایات بادشاہوں کے دروازوں کے چھوڑ دینے کے بارے میں کہاں چلی گئیں۔''

اين رواياتک فيما مضى عن ابن عوف و ابن سيرين

''تیری بیان کردہ روایات کہاں ہیں جو ابن عوف و محمد ابن سیرین کے واسطے سے بیان ہوئی ہیں۔''

ان قلت اكرهت فذا باطل زل حمار العلم في الطين

''اگر تم یہ کہتے ہو کہ مجھے قضا کے لیے مجبور کیا گیا ہے تو بالکل غلط ہے' علم کا گدھا مٹی میں پھسل گیا ہے۔''

جس وقت اسماعیل بن علیہ ان اشعار سے مطلع ہوئے تو انہوں نے ہارون الرشید کی خدمت میں جا کر استعفاء دے دیا تو ان کا استعفاء منظوری کر لیا گیا۔

عبداللہ بن مبارکؒ خصائل حمیدہ

یہ ایک زبردست عالم' عابد' زاہد' امام حدیث' علم و عمل کے نمونہ آدمی تھے۔ ابن خلکان نے ان کی حیات پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک لطیفہ لکھا ہے کہ عبداللہ بن مبارکؒ کی مجلس میں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا اسے چھینک آ گئی اس نے الحمد للہ نہیں کہا تو ابن مبارک نے کہا اگر چھینک آ جائے تو اسے کیا پڑھنا چاہیے تو اس نے جواب دیا کہ الحمد للہ کہنا چاہیے تو آپ نے فرمایا یرحمک اللہ (اللہ تم پر رحم کرے) یہ سن کر حاضرین مجلس عبداللہ بن مبارک کے حسن ادب سے متحیر رہ گئے۔

مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مرتبہ الرقہ تشریف لائے تو لوگ جوق در جوق عبداللہ بن مبارک کے پیچھے چل رہے تھے۔ گرد و غبار خوب اُڑ رہا تھا۔ اتفاق سے قصر الخشب سے ہارون الرشید کی ایک باندی نے جھانک کر دیکھا تو اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہیں جن کے پیچھے ایک اژدھام کثیر چل رہا ہے تو جواب دیا گیا کہ یہ خراسان کے ایک زبردست عالم ہیں جن کو عبداللہ بن مبارک کہا جاتا ہے تو اس ام ولد باندی نے کہا خدا کی قسم! بادشاہ تو یہ کہلانے کے مستحق ہیں اس لیے کہ لوگ ان کے پیچھے کسی مقصد یا شرط کے ساتھ جمع نہیں ہوئے ہیں بلکہ ان کی غزارت علمی کی وجہ سے بطور فخر چل رہے ہیں۔

اہل علم نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے ملک شام میں کسی آدمی سے قلم مستعار لیا۔ اچانک آپ کو سفر درپیش آ گیا۔ انطاکیہ کی طرف چلے گئے۔ قلم بھی بھول کر ساتھ لے گئے۔ جب آپ کو اس کا قلم انطاکیہ میں یاد آیا تو آپ فوراً پیدل تشریف لائے اور اس کا قلم واپس کیا۔ پھر وہاں سے واپس ہوئے۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ جس جگہ پر بیٹھ جاتے تھے تو زمین انوار و برکات سے منور ہو جاتی تھی۔ وفات ۱۸۱ھ میں ہوئی۔

ہارون الرشید کا واقعہ

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید شکار کھیلنے کے لیے تشریف لے گئے تو آپ نے ایک سفید مائل بہ سیاہی باز کو ہوا میں اُڑا دیا۔ تھوڑی دیر

تک وہ اُڑتا رہا پھر نظروں سے بھی اوجھل ہوگیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک پنجے میں مچھلی لے کر اُتر آیا۔ ہارون الرشید نے اس مچھلی کے بارے میں علماء سے پوچھا آیا اس کو کھانا جائز ہے یا نہیں اور اس جانور کی کیا حقیقت ہے؟ تو مقاتل نے جواب دیا حضور امیر المومنین آپ کے جدامجد سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ہم سے روایت بیان کی ہے کہ فضاؤں میں مختلف قسم کی مخلوق رہتی ہیں۔ بعض ان میں سے ایسے سفید قسم کے جانور ہوتے ہیں جن سے مچھلی کی شکل کے بچے پیدا ہوتے ہیں جن کے بازو تو ہوتے ہیں لیکن پر نہیں ہوتے۔ اس کے بعد حضرت مقاتل نے اس کے کھانے کی اجازت دی تو اس جانور کا احترام کیا گیا۔

باز کی قسمیں

باز پانچ قسم کے ہوتے ہیں:

(۱) البازی (۲) الزرق (۳) الباشق (۴) البیدق (۵) الصقر [1]

ان میں بازی نام کا سب سے زیادہ پایا جاتا ہے اس لیے کہ یہ پیاس پر کنٹرول کرتا ہے گھنے سایہ دار جہاں مسلسل درختوں کی قطاریں ہوں وہاں یہ مسکن بناتا ہے۔ یہ پرندہ بازو کا ہلکا' اڑان میں تیز ہوتا ہے' مادہ' نر سے زیادہ طاقت ور ہوتی ہے چونکہ بازی میں گرمی زیادہ ہوتی ہے اس لیے اس کو طرح طرح کے امراض لاحق ہو جاتے ہیں۔ مثلاً گوشت ہلکا ہو جاتا ہے اور بازو دبلا ہو جاتا ہے۔ سب سے بہترین وہ باز ہوتا ہے جس کی آنکھیں سرخ' بازو ہلکے پھلکے اور اڑان تیز ہوتی ہو جیسے کہ الناشی شاعر نے کہا ؎

لو استضاء المرء فی ادلاجه بعینه کفته عن سراجه

''اگر آدھی رات میں باز کی آنکھوں سے روشنی حاصل کرے تو اسے چراغ کی ضرورت نہیں رہے گی۔''

اور اس سے کم درجہ کا باز وہ ہوتا ہے جس کی آنکھیں چتکبری اور سرخ ہوتی ہیں اور ان دونوں سے گھٹیا پیلے رنگ کا ہوتا ہے۔

باز کی جسمانی ساخت

باز کی گردن لمبی' سینہ چوڑا' مونڈھے چوڑے' دم کا حصہ لاغر' دونوں رانیں بالوں سے ڈھکی' بازو موٹے اور چھوٹے ہوتے ہیں۔ باز کے بچے کو عربی میں غطریف کہتے ہیں۔ باز سے عربی میں مثال بھی دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ شاعر نے آخر مصرعہ میں استعمال کیا ہے ؎

اذا ما اعتزذ و علم بعلم فعلم الفقه اولی باعتزاز

''اگر عالم آدمی علم سے فخر کرتا ہے تو واقعی علم فقہ زیادہ قابل افتخار ہے۔''

و کم طیب یفوح ولا کمسک و کم طیر بطیر ولا کباز

ترجمہ: ''بہت سی خوشبوئیں مہکتی ہیں مگر مشک کی اور ہی بات ہے اور کتنے پرندے پرواز کرتے ہیں لیکن باز جیسا کوئی نہیں اُڑپاتا۔''

شیخ زاہد ابوالعباس القسطلانی کہتے ہیں کہ میں نے ابوشجاع بن رسم الاصبہانی کو جو مقام ابراہیم کے امام تھے ان سے سنا ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ میں نے شیخ احمد سے جو حماد الدباس کے خادم تھے' سنا ہے کہ ایک دن شیخ عبدالقادر جناب حماد الدباس کے یہاں بغرض

---

[1] البازی: عام عقاب الزرق: سفید عقاب۔ (ج)

الباشق: (ILUIPITER NISUS) SPARROW HOWK یا MUSKET

الصقر: FALCO SACER(ج)

ملاقات حاضر ہوئے تو الدباس نے انہیں دیکھا کہ انہوں نے بازی پرندے کا شکار کرلیا ہے تو ان کے شیخ انہیں ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگے تو وہ اپنے شیخ کے یہاں سے بغیر سامان وغیرہ لیے ہوئے نکل آئے اور یہ بھی ہمارے بڑے لوگوں میں سے تھے۔

اسی لیے شیخ عبدالقادر کہتے ہیں ؎

انا بلبل الافراح املاء دوحها　　　طربا و فی العلیا باز اشهب

''میں مارے خوشی کے گھنے درختوں کو مستی سے بھردوں گا اور پہاڑ کی چوٹی میں سفید سیاہ رنگ کا باز رہتا ہے۔''

شیخ ابواسحاق شیرازی کہتے ہیں کہ لوگ قاضی شریح کو باز اشہب (سفید مائل بہ سیاہی) کہتے تھے۔ ابوعنظی نے ابتدائی قصیدہ میں کہا ہے ؎

لیس المقام بدار الذال من شیمی　　　ولا معاشرة الا تذال من هممی

''ذلت کی جگہ رہنا میری عادت نہیں اور نہ ذلیلوں کی طرح رہنے کا میرا ارادہ ہے۔''

ولا مجاورة الاوباش تجمل لی　　　کذالک الباز لا یاوی مع الرخم

''اور نہ میں نے بدمعاشوں کی صحبت کو اپنے لیے زینت بنایا جس طرح کہ باز گدھوں کے ساتھ نہیں رہتا۔''

(۲) الباشق

الباشق عجمی لفظ ہے معرب ہے اس کی کنیت ابوالآخذ ہے۔ یہ مزاج میں گرم' بدخلق ہمیشہ بے چین و مضطرب رہتا ہے۔ کبھی یہ مانوس ہو جاتا ہے اور کبھی وحشت کرنے لگتا ہے۔ یہ قسم بھی طاقتور ہوتی ہے۔ اگر یہ قسم صغرسنی میں مانوس ہو جاتی ہے تو اس کا مالک شکار سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ یہ پرندہ بھی ہلکا پھلکا' عادت کا اچھا' بادشاہوں کے پالنے کے لیے زیادہ مناسب ہوتا ہے۔ اس لیے کہ یہ پرندہ اچھے قسم کا شکار لا کر دیتا ہے۔ مثلاً کبوتر' تیتر اور قمری وغیرہ۔

یہ نہایت تیز اور چالاک پرندہ ہوتا ہے۔ اگر اس کا مقابل بھاری ہو جاتا ہے تو پھر اسے نہیں چھوڑتا الا یہ کہ دو میں سے ایک ہلاک ہو جائے۔ باز کی اس قسم میں سب سے اچھا وہ ہوتا ہے جو دیکھنے میں چھوٹا' وزن میں بھاری' پنڈلیاں لمبی' رانیں چھوٹی ہوتی ہیں۔

(۳) البیدق

یہ باز کی تیسری قسم ہے گوریا اور چھوٹی چھوٹی چڑیوں کا شکار کرتا ہے گھنے درختوں کی جگہ بہت کم رہتا ہے۔ یہ طبیعت میں عقعق پرندہ کی طرح ہوتا ہے۔ چنانچہ ابوالفتح کشاجم شاعر کہتا ہے ؎

حسبی من البزاة والبیادق　　　ببیدق یصید صید الباشق

''میرے لیے باز اور شکرے کافی ہیں جو جنگل میں شکرے کی طرح شکار کرتا ہے۔''

مودب مدرب الخلائق　　　اصید من معشوقة العاشق

''وہ شائستہ اور لوگوں کا سدھایا ہوا ہے۔ جو عاشق کے لیے معشوق کا زیادہ شکاری ہے۔''

یسبق فی السرعة کل سابق　　　لیس له فی صیده من عائق

''وہ ہر تیز رفتار سے آگے نکل جاتا ہے اسے شکار کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔''

ربیته و کنت غیر واثق ان الفرازین من البیادق

''میں نے اسے پالا تو ہے لیکن مجھے اعتماد نہیں ہے۔ واقعی شطرنج کی ملکہ بیدق باز کے قبیل سے ہے۔''

القصی پرندہ شکاری پرندوں میں سب سے چھوٹا' تدبیر وحیلہ میں ناقص' بد خلق اور مزاج میں خشک ہوتا ہے۔ کبھی کبھی چڑیوں' گوریوں کا شکار کر لیتا ہے' بلکہ اکثر انہی سے ڈر کر بھاگ جاتا ہے۔ یہ شکل وصورت میں باشق کے مشابہ لیکن چھوٹا ہوتا ہے۔

باز حلال ہے یا حرام

ہر قسم کا باز اور شکرا حرام ہے اس لیے کہ میمون بن مہران' عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

''ہر کونچ والے درندوں اور چنگل مارنے والے پرندوں کا کھانا حرام ہے۔'' (رواہ الامام مسلم)

یہی اکثر علماء کرام کا مذہب ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں باز اور شکرے کا گوشت حرام نہیں ہے۔ یہی مسلک اللیث' الاوزاعی' یحییٰ بن سعید وغیرہ نے اختیار کیا ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے:

لا یحرم من الطیر شئی. ''کوئی بھی پرندہ حرام نہیں ہے۔''

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا استدلال قرآن کریم کی وہ آیت ہے جس میں مباح اشیاء کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ نیز امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حدیث ''ذی ناب'' صحیح نہیں ہے۔

امام ابہری کہتے ہیں جنگل والے پرندوں کے بارے میں کوئی نص صریح نہیں ہے۔ بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ جس حدیث میں ''ذو مخلب'' کا لفظ ہے وہ حدیث صحیح نہیں ہے اس لیے کہ میمون بن مہران نے مذکورہ بالا حدیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے درمیان کا واسطہ ترک کر دیا ہے۔ حالانکہ درمیان میں سعید بن جبیر بھی ہیں اس لیے یہ حدیث سقوط سے خالی نہیں ہے۔ اس علت کی وجہ سے ہمارے نزدیک یہ حدیث معیار کے مطابق نہیں ہے۔

امام دمیریؒ کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ محرم (احرام باندھنے والا) آدمی کو باز یا شکرے کو ساتھ رکھنا مکروہ ہے۔ اسی طرح وہ جانور بھی جو کتے وغیرہ کے قبیل سے ہوں' رکھنا مکروہ ہے اس لیے کہ ان جانوروں کو دیکھ کر شکار بھاگ جاتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس قسم کے پرندے یا جانور شکار دیکھ کر بے اختیار حملہ کر دیتے ہیں تو شکار مر جاتا ہے۔ لہٰذا اگر باز کو شکار پکڑنے کے لیے آمادہ کیا یا شکار پر چھوڑ دیا لیکن باز نے شکار کو مارا نہیں یا کسی قسم کی اذیت نہیں پہنچائی تو اس وقت محرم کو جزا نہیں دینی ہوگی۔ البتہ گناہ گار ضرور ہو جائے گا۔ یہ مسئلہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کسی آدمی نے تیر سے نشانہ لگایا لیکن خطا کر گیا تو وہ محض تیر چلانے کی وجہ سے گناہ گار ہو گا۔ اس لیے کہ اس نے تیر چلاتے وقت ارادہ تو کر ہی لیا تھا۔ لیکن چونکہ نقصان نہیں پہنچا اس لیے ضمان بھی نہیں لیا جائے گا۔

امام شافعیؒ مزید یہ بھی کہتے ہیں کہ جن جانوروں سے نہ نقصان پہنچتا ہو نہ فائدہ ان کو مارنا بھی درست نہیں معلوم ہوتا۔ اس لیے کہ ان سے نفع کی اُمید ہے اور محض لوگوں پر حملہ کرنے کی وجہ سے مکروہ بھی نہیں گردانا جائے گا۔ جیسے باز' شکرا' چیتا اور عقاب وغیرہ اور وہ بھی جو ان جیسے ہوں۔ اھ

باز چونکہ پاک پرندہ ہے اس لیے اس کی بیع جائز ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے ان سے نفع اُٹھایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ عدی بن حاتم کہتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے باز کے شکار کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ جو وہ تمہارے لئے پکڑ لے اسے کھا سکتے ہو۔'' (رواہ الترمذی)

امثال

اہل عرب کہتے ہیں:

هل ينهض البازى بغير جناح. ''کیا شکرا بغیر بازوؤں کے پرواز کرسکتا ہے۔''

یہ مثل کسی کے تعاون یا موافقت کرنے کے وقت بولی جاتی ہے۔ چنانچہ شاعر نے کہا ہے ؎

اخاک اخاک ان من لا اخاه كساع الى الهيجا بغير سلاح

''تمہارا بھائی بھائی ہے واقعی جس کے بھائی نہیں ہوتا وہ بغیر ہتھیار کے لڑائی کرنے والے کی مانند ہے۔''

و ان ابن عم المرء فاعلم جناحه و هل ينهض البازى بغير جناح

''اور یقیناً کسی کے چچازاد بھائی کو اس آدمی کے بازو سمجھو۔ کیا کوئی باز بغیر بازوؤں کے پر پھیلا سکتا ہے۔''

ایک بہترین ضرب المثل

خالد بن یزید الارقط کہتے ہیں کہ ابوایوب سلیمان بن ابی المجالد کی بہترین ضرب الامثال میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ ابوایوب ہم سب لوگوں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے بارے میں ترغیب اور ترہیب کر رہے تھے کہ اچانک خلیفہ منصور کے یہاں سے ان کا بلاوا آ گیا۔ یہ سنتے ہی ابوایوب کے چہرے کا رنگ بدل گیا' زرد ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب دربار سے واپس آئے تو ان کے چہرے پر کسی قسم کے خوف کے آثار نہیں تھے بلکہ یہ کوئی نئی بات تھی جب بھی منصور بلاتے تو یہ کیفیت طاری ہو جاتی۔ چنانچہ لوگوں نے ان سے یہ سوال کیا کہ آپ تو خلیفہ کے یہاں کثرت سے آتے جاتے ہیں وہ آپ سے مانوس ہیں اس کے باوجود آپ ان سے خوف محسوس کرتے ہیں۔ بلاوا سنتے ہی چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا ہے۔ جواب میں فرمایا کہ ہم نے اپنے بڑوں سے یہ سنا ہے کہ ایک مرتبہ باز اور مرغ مباحثہ کر رہے تھے۔

باز نے کہا: تم میرے نزدیک اپنے مالک کے وفادار نہیں معلوم ہوتے۔

مرغ نے کہا: میں اپنے مالک کا کیسے وفادار نہیں ہوں؟

باز نے کہا: مشکل سے تم روز ایک انڈا دیتے ہو۔ تمہارے مالک اسے یکجا کر کے سیتے ہیں۔ پھر چند دنوں میں باہر آ جاتے ہو۔ مالک اپنے ہاتھ سے تمہیں دانہ ڈالتے ہیں۔ پھر جب تم بڑے ہو جاتے ہو تو اُڑ جاتے ہو کسی کے قریب بھی نہیں آتے۔ ادھر اُدھر سے چنتے رہتے ہو۔ اسی طرح تمہارا حال ہے کہ اگر کسی دیوار پر چڑھ جاتے ہو اگرچہ اس میں تم کئی سال کیوں نہ رہ چکے ہو چھوڑ کر اُڑ جاتے ہو۔ تمہیں ہر وقت کسی دوسری شاخ کی تلاش رہتی ہے۔ پھر دوسروں کی عنایات کی اُمیدیں باندھتے ہو۔

رہا میں تو لوگ مجھے پہاڑوں سے پکڑ کر لے جاتے ہیں' پالتے ہیں' جب میں بڑا ہو جاتا ہوں تو کھانا دانہ بھی تھوڑا سا چنتا ہوں۔ بس زیادہ دن نہیں لگتے چند ہی دن میں مانوس ہو جاتا ہوں۔ میرے مالک مجھے شکار کرنے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں تو میں تنہا اُڑتا رہتا ہوں۔ تھوڑی دیر میں شکار پکڑ کر اپنے مالک کو دے دیتا ہوں۔

مرغ نے کہا: میاں بس کرو اب دلائل ختم ہو گئے۔ دراصل بات یہ ہے کہ اگر تم بازوؤں اور شکروں کو سیخوں میں بھنتے ہوئے دیکھ لو تو

تم دوبارہ مالک کے پاس نہیں آسکتے اور میرا یہ حال ہے کہ روزانہ میں سیخوں میں مرغوں کو بھنتے ہوئے دیکھتا ہوں اس کے باوجود کھڑا رہتا ہوں۔ان حالات کے پیش نظر میں تم سے زیادہ اپنے مالک کا وفادار ہوں۔بس میں تو یہ تمنا کرتا ہوں کہ کاش میں تمہارے جیسا ہوتا۔اھ

ابوایوب نے کہا کہ اگر تم لوگ منصور کو اتنے قریب سے دیکھ لو جتنے قریب سے میں جانتا ہوں تو منصور کے بلاوے کے وقت تمہارا مجھ سے زیادہ بدتر حال ہو جائے۔

ابوایوب سلیمان کا قتل

پھر بعد میں خلیفہ منصور نے ابوایوب سلیمان بن ابی المجالد کو ۱۵۴ھ میں ان کا مال واسباب چھین کر پریشان کر کے قتل کر دیا۔حالانکہ ابوایوب کے منصور کے ساتھ خلیفہ بننے سے قبل گہرے تعلقات تھے جس کی وجہ سے خلیفہ ہونے کے بعد دربار میں ابوایوب کی کافی قدر ومنزلت تھی۔پھر بعد میں کسی وجہ سے منصور ان سے غصہ ہو گیا اور اس قدر بدظن ہوا کہ آپس کے دیرینہ تعلقات ختم ہو گئے۔

اہل علم لکھتے ہیں کہ غالباً اسی لئے جب ابوایوب خلیفہ منصور کے دربار میں حاضر ہوتے تو ان کے اوپر خوف وہراس کے آثار نمایاں ہو جاتے لیکن کسی وجہ سے یہ مامون ومحفوظ ہو کر واپس آ جاتے۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ ابوایوب نے خلیفہ منصور سے بچنے کے لیے کچھ تیل کی چیزوں میں جادو کرا رکھا تھا اور جس وقت دربار میں جاتے تو سب سے پہلے بھنوؤں میں یہ تیل لگا لیتے جس کی وجہ سے عوام میں یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ ''دہن ابی ایوب'' (ابوایوب کا تیل) اس عمل کی وجہ سے خلیفہ منصور ان کو دیکھ کر مسکراتے اور محبت سے پیش آتے۔

اسی معانی میں ناصح الدین بن سعید بن دہان جو علم وفضل میں اپنے وقت کے امام سیبویہ مانے جاتے تھے کہتے ہیں ۔

لا تجعل الهزل دابا فهو منقصته والجد تعلوبه بين الورى القيم

''تم مذاق اور ٹھٹھا کے عادی نہ بنو اس لیے کہ یہ عیب ہے' سنجیدگی مخلوق میں انسان کی قدر وقیمت میں اضافہ کرتی ہے۔''

ولا يغرنک من مالک تبسمه ما سحت السحب الاحين تبتسم

''بادشاہ کی مسکراہٹ تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے' اس لیے کہ جب بادل گرجتا ہے تو لگاتار برستا ہے۔''

یہ بھی ان کے اچھے اشعار سمجھے جاتے ہیں ۔

بادر الى العيش والايام راقدة و لا تكن لصروف الدهر تنتظر

''زمانہ خاموش ہو تو آرام سے زندگی گزارو اور تم زمانہ کی گردش کا انتظار نہ کرو۔''

فالعمر كالكاس يبدوا فى اوائله صفو وآخره فى قعره كدر

''عمر تو پیالہ کی طرح ہے جو بظاہر صاف وستھرا رہتا ہے لیکن اندر گہرائی میں گدلا پن ہوتا ہے۔''

یہ بھی ان ہی کے اشعار ہیں لیکن بعض لوگوں نے ابن طباطبا الطالبی کی طرف منسوب کئے ہیں ۔

تامل نحولى والهلال اذا بدا ليلته فى افقه ابنا اضنى

''تم میری لاغری کو غور سے دیکھو اور جب چاندرات میں اپنے افق میں طلوع ہوتا ہے (تو اس وقت دیکھو) ہم میں سے کون زیادہ لاغری ہے۔''

علی انه یزداد فی کل لیلة نموا و جسمی بالضنی دائما یفنی

''چاند تو ہر رات بڑھتا رہتا ہے اور میرا جسم لاغری کی وجہ سے ہمیشہ گھٹتا رہتا ہے۔''

یہ بھی انہی کے اشعار سمجھے جاتے ہیں ۔

واللّٰه لو لا ان یقال تغیرا و صبا و ان کان التصابی اجدرا

''خدا کی قسم! کیوں نہ کہا جائے کہ وہ بدل کر عورتوں پر مائل ہو گیا اگرچہ اس کا کھیل وکود کی طرف مائل ہونا زیادہ مناسب ہے۔''

لاعدت تفاح الخدود بنفسجا لثما و کافور الترائب عنبرا

''تو میں سیب جیسے رخساروں کو بنفشہ جیسے ناک کافور وعنبر جیسے سینے کو تیار کروں گا۔''

(الجواہر والزواہر)

ناصح الدین سعید بن الدہان کی وفات ۵۶۹ھ میں ہوئی۔ غزنوی کہتے ہیں کہ الترائب' تریبة کی جمع ہے۔ سینہ کے بالائی حصہ قلادہ باندھنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ الکواشی نے کہا ہے کہ اس سے مراد بعض کے نزدیک سینہ ہے کچھ کے نزدیک سینے کی ہڈی ہے اور بعض کے نزدیک اطراف رجل (پاؤں کے کناروں) یا انگلیوں کو کہتے ہیں۔

باز کے طبی خواص

باز کا پتہ آنکھوں میں بطور سرمہ لگانے سے آنکھیں پانی سے محفوظ رہتی ہیں۔ اسی طرح آنکھ کی بے نوری کے لیے بھی مفید ہے۔ اگر کوئی عورت بانجھ کیوں نہ ہو۔ باز یا شکرا کی بیٹ پانی میں ملا کر پی لے تو حاملہ ہونے کی اُمید ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص باشق نامی خاص قسم کے باز کا دماغ کھا لے تو خفقان (دل دھڑکنا) جو سوداء کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے' دور ہو جاتا ہے' بشرطیکہ ایک درہم کے مقدار عرق گلاب میں ملا کر استعمال کریں۔

تعبیر

باز کو کسی حاکم کا خواب میں دیکھنا ان کی سلطنت وامارت پر اشارہ کرتا ہے۔ اگر حاکم نے خواب میں دیکھا کہ باز اس کے ہاتھوں سے اُڑ گیا ہے لیکن اس کی پنڈلیاں ہاتھوں میں رہ گئی ہیں تو اس کی یہ تعبیر ہو گی کہ اس کی سلطنت چلی جائے گی نام باقی رہے گا اور اگر یہ دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں اُڑنے کے بعد اس کے پر یا بال وغیرہ رہ گئے ہیں تو اس کی یہ تعبیر دی جائے گی کہ اس کے ہاتھ میں تھوڑا سا مال باقی رہ جائے گا۔

خواب میں باز کا ذبح کرنا کامیابی پر دلالت کرتا ہے۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ بہت سے بازوں کو ذبح کر دیا گیا ہے تو اس کی یہ تعبیر ہو گی کہ جو حاکم یا بادشاہ ظلم کر کے مال و دولت لوٹتے ہیں یا عوام سے کھینچتے ہیں وہ عنقریب مر جائیں گے۔ خواب میں باز کا گوشت بادشاہوں یا حاکموں کے مال کی شکل میں آتا ہے۔ اگر کسی بازاری آدمی نے باز کو خواب میں دیکھا تو اس کے لیے فضل اور ریاست کی علامت ہو گی۔

باز کی ایک قسم باشق نام کی ہے یہ خواب میں ڈاکو یا چور کی شکل میں آتا ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ باشق خواب میں اولاد نرینہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

الباذل

الباذل اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کے کوچلی کے دانت نکل آئے ہوں۔ چاہے وہ نر ہو یا مادہ۔ تقریباً یہ دانت آٹھ سال کی عمر میں نکلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ الباذل کی جمع بزل و بُزّل اور بوازل آتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (کسی سے) ایک نوجوان اونٹ بطور قرض لیا۔ پھر بعد میں آپ نے ایک باذل اونٹ (آٹھ سالہ) واپس کیا اور فرمایا تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو قرض کی ادائیگی اچھی طرح کرتا ہو (اچھے مال سے کرتا ہو)۔''

امام الخطابی ابن خزیمہ یونس بن عبدالاعلیٰ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفیان بن عیینہؒ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے معانی پوچھے گئے تو خاموش ہو گئے۔

''جو استجمار کرے تو طاق مرتبہ کرے۔''

پھر تھوڑی دیر کے بعد سفیان بن عیینہ سے کہا گیا کہ اس حدیث کے معانی جو امام مالکؒ نے بتائے ہیں وہ بیان کئے جائیں تو کیا آپ پسند کریں گے تو انہوں نے فرمایا کہ امام مالکؒ کیا کہتے ہیں؟ تو ان سے بتایا گیا کہ وہ الاستجمار کے معانی الاستطابة بالاجمار بتاتے ہیں یعنی پتھروں سے پاکی حاصل کرنا۔

یہ سن کر سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ میری اور امام مالک کی مثال ایسی ہے جیسے کہ پہلے لوگوں نے کہا ہے ۔

و ابن اللبون اذا مالزقی قرن   لم یستطع صولة البزل القناعیس

''اور اونٹ کا بچہ جب سینگ سے ملتا ہے تو قناعیس کے پہاڑی بکرے کے حملے کی بھی تاب نہیں رکھتا۔''

الباقعه

الباقعة داهية کے معانی میں ہے یعنی ہوشیار و زیرک مرد۔

امام الہروی عبداللہ بن عمرؓ سے الباقعة کے معانی یہ نقل کرتے ہیں کہ وہ ایک ڈراؤنا پرندہ ہوتا ہے۔ پانی پی کر دائیں اور بائیں اُڑ جاتا ہے۔ حدیث قبائل میں ہے:

ان علیا لابی بکر رضی اللہ عنه لقد عثرت من الاعراب علی ناقعة.

''سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ مجھے ناقعہ پر سوار ایک اعرابی کی اطلاع ملی ہے۔''

دوسری حدیث میں یوں ہے:

ففاتحته فاذا هو باقعة.

''میں نے اس سے بھاؤ تاؤ کیا تو وہ نہایت ہوشیار نکلا۔''

بالام

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن زمین ایک روٹی کی طرح ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ سے اس کو اُلٹی پلٹی کر دے گا (جیسے کہ تم میں سے کوئی سفر میں اپنی روٹی کو اُلٹتا ہے) جنتیوں کی مہمان نوازی کے لیے۔ اتنے میں ایک یہودی آیا اس نے یہ کہا اے ابوالقاسم! اللہ تم پر برکت نازل فرمائے کیا آپ کو میں قیامت کے دن جنتیوں کے کھانے کے بارے میں بتاؤں؟ آپ نے فرمایا ہاں ضرور بتا۔ یہودی نے کہا زمین ایک روٹی کی طرح ہو جائے گی جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ آپ نے ہماری طرف دیکھا' پھر ہنسے' یہاں تک کہ آپ کے دانت کھل گئے۔ اس نے کہا کیا میں آپ کو ان کے سالن کے بارے میں نہ بتاؤں؟ آپ نے فرمایا ضرور بتا اس نے کہا ان کا سالن اور بالام اور نون ہوگا۔ ابو سعید نے پوچھا کہ بالام اور نون کیا ہے؟ یہودی نے کہا وہ بیل اور مچھلی ہیں جن کے کلیجے کے ٹکڑے میں سے ستر ہزار آدمی کھاویں گے۔ (انہیں الفاظ کے ساتھ بخاری شریف میں بھی سبعون سین کی تقدیم کے ساتھ حدیث وارد ہوئی ہے)۔''

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''کہ میں جناب رسول اللہ کے پاس کھڑا ہوا تھا کہ اچانک ایک یہودی عالم آیا اس نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) السلام علیک (ثوبانؓ کہتے ہیں) یہ سن کر میں نے اسے اتنی زور سے دھکا دیا جس سے قریب تھا کہ وہ چکرا جاتا۔ اس نے کہا تو نے مجھے کیوں دھکا دیا؟ میں نے کہا تم یا رسول اللہ کہہ کر کیوں نہیں پکارتے ہو؟ یہودی نے کہا کہ ہم ان کا وہ نام لے کر پکارتے ہیں جو ان کے گھر والوں نے رکھا ہے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں میرا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی ہے جو میرے گھر والوں نے تجویز کیا ہے۔ یہودی نے کہا میں آپ سے سوال کرنے کے لیے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر میں تم سے کچھ بتاؤں گا تو کیا تم مان لو گے؟ یہودی نے کہا اپنے کانوں سے غور سے سنوں گا۔ اتنے میں آپ ایک چھڑی سے جو ساتھ تھی زمین پر کریدنے لگے اور فرمایا اچھا سوال کرو۔ یہودی نے کہا جس دن زمین تبدیل کر دی جائے گی اس زمین اور آسمان کے علاوہ اس وقت لوگ کہاں رہیں گے؟ آپ نے فرمایا اس وقت حشر کے علاوہ اندھیرے میں ہوں گے۔

یہودی نے سوال کیا قیامت کے دن سب سے پہلے کن لوگوں کو اجازت دی جائے گی؟ آپ نے فرمایا فقراء مہاجرین کو۔ یہودی نے سوال کیا جس وقت وہ جنت میں داخل ہوں گے ان کو کیا تحفہ دیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا مچھلی کے جگر کا ٹکڑا۔ یہودی نے کہا پھر اس کے بعد ان کا کھانا کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا ان کے لیے جنت کا وہ بیل ذبح کیا جائے گا جو جنت کے گوشوں میں چرا ہوگا۔ یہودی نے کہا کھانے کے بعد ان کا پینا کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا شرب ونوش ایسے چشمہ سے ہوگا جس کا نام سلسبیل ہوگا۔

یہودی نے کہا آپ نے بالکل سچ فرمایا اور میں آپ کے پاس ایسے سوالات کرنے آیا ہوں جن کو روئے زمین میں سوائے نبی کے یا ایک دو آدمیوں کے اور کوئی نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا اگر میں جواب دوں گا تو کیا تم کو تشفی ہو جائے گی؟ یہودی نے کہا میں بہت غور سے سنوں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا پوچھو۔ یہودی نے کہا کہ بتایئے بچہ کیسے پیدا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا مرد کی منی سفید اور عورت کی زرد ہوتی ہے جب دونوں مل جاتی ہیں تو اگر مرد کی منی عورت کی منی پر غالب آگئی تو خدا کے حکم سے بچہ پیدا ہوتا ہے اور اگر عورت کی مرد پر غالب آجاتی ہے تو خدا کے حکم سے بچی پیدا ہوتی ہے۔ یہودی نے کہا آپ نے بالکل سچ فرمایا یقیناً آپ نبی ہیں۔ پھر وہ چلا گیا۔ جب وہ یہودی گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے جو کچھ بھی مجھ سے سوالات کیے ہیں مجھے ان کا علم نہیں تھا بس اللہ نے مجھے اس وقت باخبر بنا دیا

تھا۔ (مسلم)

اسی قسم کی حدیث بخاری شریف میں بھی ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور وہ یہودی عبداللہ بن سلام تھے جیسا کہ بعض دیگر احادیث میں اس نام کی تصریح آ چکی ہے۔

نون اور بالام نامی مچھلی

نون مچھلی کو کہتے ہیں۔ یہی نام حضرت یونس علیہ السلام کا بھی پڑ گیا تھا۔ چنانچہ انہیں ذوالنون بھی کہا جاتا ہے۔ بالام کے بارے میں لوگوں نے غیر معقول معانی بیان کئے ہیں۔ غالباً لفظ بالام عبرانی زبان کا لفظ معلوم ہوتا ہے۔ (النہایہ)

امام خطابی کہتے ہیں کہ یہودی تعیم مراد لے رہا تھا تو اس نے حروف تہجی کو آگے پیچھے کر دیا ہے۔ دراصل لای کہنا چاہتا تھا جیسے لعی ہے تو نقل کرنے والوں نے یا کی بجائے باء ذکر کر دیا ہے اس طور پر لای کے معنی جنگلی بیل کے ہوتے ہیں۔ یہی میرے نزدیک درست معلوم ہوتا ہے۔ اھ

امام دمیریؒ کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ لفظ بھی عبرانی زبان کا ہے اور ''زیادۃ'' مچھلی کے جگر کو کہتے ہیں جو اسی کے ایک حصہ سے جدا ہو گیا ہو اس لیے کہ وہ کھانے میں لذیذ ہوتا ہے۔ سبعون الفاً سے مراد بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہونے کو تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد مبالغہ اور کثیر تعداد ہو۔ اس روایت کو امام نسائی نے بھی باب فی عشرۃ النساء میں بیان کیا ہے۔

البال

بال اس بڑی مچھلی کو کہتے ہیں جس کی لمبائی پچاس گز ہوتی ہے۔ یہ بڑے سمندر میں پائی جاتی ہے۔ بعض لوگ اس مچھلی کو عنبر کہتے ہیں لیکن یہ لفظ عربی نہیں ہے۔ امام الجوالیقی کہتے ہیں کہ شاید بال کو معرب کر لیا گیا ہے۔

جوہری کہتے ہیں کہ بال دریا کی بڑی مچھلی کو کہتے ہیں۔ لیکن یہ لفظ عربی نہیں ہے۔ امام القزوینی کہتے ہیں کہ بال وہ مچھلی ہے جس کی لمبائی پانچ سو گز ہوتی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے اس کے بدن کا کچھ حصہ ایک ٹیلہ کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ کشتی والے اس سے بہت ہی ڈرتے ہیں۔ جب انہیں محسوس ہوتا ہے کہ یہ مچھلی ہے تو وہ اسے طبول سے مارتے ہیں تاکہ وہ کہیں نکل جائے۔ مشہور ہے کہ جب بال مچھلی کسی دریائی مچھلی پر ظلم کرتی ہے تو اللہ جل شانہٗ ایک گز کی مچھلی اس پر مسلط کر دیتے ہیں جو اس کے کان پر چپک جاتی ہے تو یہ بال مچھلی گہرائی میں جا کر اپنے سر کو زمین سے خوب ٹکراتی ہے یہاں تک کہ یہ مر جاتی ہے۔ کچھ دنوں کے بعد پہاڑ کی طرح باہر تیرنے لگتی ہے۔

اس مچھلی کے شکار کے لیے بھی مخصوص حبشی لوگ ہوا کرتے ہیں۔ یہ لوگ جب اسے دیکھتے ہیں تو اپنے کتے اس پر چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ کتے اسے دریا کے باہر کھینچ کر لے آتے ہیں۔ پھر اس کا پیٹ پھاڑ کر عنبر نکال لیتے ہیں۔ (ان شاء اللہ بقیہ تفصیل باب العین عنبر کے عنوان میں آ جائے گی)

اَلْبَبِرُ

ببر شیر۔ پہلی باء پر زبر اور دوسری باء پر زیر ہے۔ یہ بھی درندوں کی اقسام میں سے ہے۔ شیر سے دشمنی رکھتا ہے۔ اس کو برید اور فرانق بھی کہتے ہیں۔ یہ ببر شیر ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔ معرب ہے گیدڑ کے مشابہ ہوتا ہے۔ مشہور یہ ہے کہ یہ قسم زبرقان اور شیرنی کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے۔

ببر شیرنی ہوا سے حاملہ ہو جاتی ہے اسی لیے اس کا حملہ بھی ہوا کی طرح تیزی سے ہوتا ہے۔ شاید ہی کوئی اس کے شکار کرنے پر کمر بستہ ہوتا ہو۔ اس جانور کے بچے چرا کر شیشے کی بوتل میں رکھ دیتے ہیں۔ پھر ان بوتلوں کو تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر لے جاتے ہیں۔ جب شیر ببر اپنے بچوں کو نہیں پاتا تو وہ تلاش میں نکل پڑتا ہے۔ آخر کار جب وہ سراغ لگا کر شکاریوں کو پالیتا ہے تو وہ لوگ بچوں کو شیشے کی بند بوتل سمیت اس کے سامنے ڈال دیتے ہیں۔ تو وہ انہیں دیکھنے میں مصروف ہو جاتا ہے جس سے اس کی توجہ دوسرے بچوں سے ہٹ جاتی ہے۔ اس طرح سے شکاری بچوں کو پکڑ کر پرورش کرتے ہیں۔ شیر ببر کے بچے انسانوں کے بچوں سے انس والفت رکھتے ہیں اور انسانوں سے مانوس ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح شیر ببر کافور کے درخت سے انسیت رکھتا ہے۔ اسی لیے جب وہ کافور کے درختوں کے پاس رہتا ہے تو کوئی بھی درخت کے قریب نہیں آتا۔ لوگ کافور بھی نہیں نکال پاتے۔ پھر وہ چند دن کے لیے درخت سے الگ ہو جاتا ہے۔ اس علاقے کے لوگ اس کے ہٹنے کے ایام سے واقف رہتے ہیں۔ چنانچہ موقع پا کر کافور نکال لیتے ہیں۔

شرعی حکم

شیر ببر کا گوشت حرام ہے اس لیے کہ یہ بھی کونچلی کے دانتوں سے حملہ کرتا ہے اور کھاتا ہے اس کا شمار بھی درندوں میں ہوتا ہے۔

طبی خواص

شیر ببر کا پتا سرسام یا برسام کے امراض کے لیے مفید ہے۔ پتے میں پانی ملا کر سر کی مالش کرنے سے یہ امراض زائل ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی عورت ببر شیر کے پتے کو اپنی شرمگاہ میں رکھ لے تو وہ حاملہ نہیں ہو سکتی اور اگر وہ حالت حمل میں رکھ لے تو اس کا حمل ساقط ہو جاتا ہے۔

اگر کوئی اس کے ٹخنوں کو اپنی کلائی میں باندھ لے تو اس کی تھکاوٹ اور تھکان دور ہو جاتی ہے اگر چہ وہ روزانہ بیس فرسخ کیوں نہ چلتا ہو (ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے گویا روزانہ ساٹھ میل کیوں نہ قطع کیا ہو۔ بعض لغویین نے لکھا ہے کہ ایک فرسخ بارہ ہزار قدم کا ہوتا ہے)۔

اگر کسی کے حب القرع کی بیماری ہو تو وہ شیر ببر کی کھال میں برابر بیٹھنے سے جاتی رہتی ہے۔

ربیع الابرار میں لکھا ہے کہ شیر ببر بڑے والے شیر کی شکل اور سفید زرد اور کالی دھاریوں کا ہوتا ہے۔ شیخ ارسطو نے لکھا ہے کہ شیر ببر حبشہ کی سرزمین میں ہیبت ناک شکل کا ہوتا ہے۔ غالباً یہاں کے علاوہ اور دیگر علاقوں میں نہیں پایا جاتا۔

ببر شیر کا گوشت دیر ہضم ہوتا ہے۔ ببر شیر کے دل کو کھانا شجاعت کو بڑھاتا ہے اور لیپ کرنا اس کی چربی کا ذکر، کمر اور چڑھے پر قوت باہ کے لیے مفید ہے اور کنٹھ مالا کے لیے بھی مجرب ہے۔

الببغاء

طوطا۔ بعض لغویین کہتے ہیں کہ اس میں تین باء ہیں۔ پہلی اور تیسری باء میں زبر ہے اور دوسری باء میں سکون ہے۔ یہ ہرے رنگ کا ایک پرندہ ہوتا ہے جس کو عربی میں دُرۃ بھی کہتے ہیں۔

ابن السمعانی کہتے ہیں کہ ببغاء میں صرف دو باء ہیں۔ پہلی باء پر زبر دوسری باء ساکن ہے (الانساب) ببغاء کا خطاب ابوالفرج شاعر کو فصاحت و بلاغت میں مہارت کی وجہ دے دیا گیا تھا۔ بعض اہل علم نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ ببغاء کا لقب امام قضاعی کو دیا گیا تھا اس لیے کہ یہ ہکلاتے تھے یا ان کی زبان سے سین کی جگہ ثاء راء کی جگہ غین یا لام وغیرہ نکلتا تھا۔ یہ پرندہ کبوتر کے برابر ہوتا ہے۔ لوگ اس کی آواز سے لطف اندوز ہونے کے لیے اپنے گھروں میں پالتے ہیں۔ جس طرح کہ مور رنگ و روپ اور خوش آواز ہونے کی وجہ سے رکھا جاتا ہے۔

طوطے کی قسمیں اور خصوصیتیں

طوطا مختلف قسم کا ہوتا ہے۔ بعض سفید' بعض ہرے رنگ کے ہوتے ہیں۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ معز الدولہ بن بویہ کی خدمت میں ایک عجیب وغریب قسم کا طوطا پیش کیا گیا تھا۔ طوطے کا رنگ سفید' منقار اور پاؤں کالے اور چوٹی ہلکے رنگ کی تھی۔ آج کل طوطے کی اکثر قسمیں ناپید ہیں۔ زیادہ تر ہرے رنگ کا طوطا پایا جاتا ہے۔

طوطا خوش اخلاق' نہایت سمجھ دار' نقل اُتارنے کی مکمل صلاحیت رکھتا ہے۔ طوطے کو زیادہ تر' بادشاہ یا امراء ضبط شدہ خبروں سے محفوظ ہونے کے لیے رکھتے اور پالتے ہیں۔

یہ پرندہ اپنی غذا پاؤں سے کھاتا ہے۔ جس طرح انسان ہاتھ سے کھاتا ہے۔ اکثر لوگ اس کی تعلیم کا مخصوص انتظام کرتے ہیں۔

طوطے کی انوکھی تعلیم

امام فن شیخ ارسطو نے لکھا ہے طوطے کو سکھانے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک آئینہ لے کر اس کے سامنے رکھ کر اس کی صورت کو دیکھتے رہو۔ پھر آئینہ میں دیکھ کر بار بار باتیں کرو تو وہ بھی دہرانے لگے گا۔ اور باتیں کرنا سیکھ جائے گا۔

ابن الفقیہ کہتے ہیں کہ میں نے جزیرہ رانج میں عجیب وغریب قسم کے طوطے دیکھے ہیں جو ہرے' سفید' زرد تھے اور بلا تکلف کسی بھی زبان میں باتیں کرنے لگتے تھے۔

ابواسحاق الصابی نے طوطے کی تعریف میں کہا ہے ۔

انعتها صبیحة ملیحة ناطقة بالغة الفصیحة

''میں نے پرکشش اور خوب صورت طوطے کی مدح سرائی کی ہے جو صاف ستھری زبان میں گفتگو کرتا ہے۔''

عدت من الاطیار واللسان یوهمنی بانها انسان

''اس کا شمار تو پرندوں میں ہوتا ہے لیکن زبان کی وجہ سے مجھے وہ انسان معلوم ہوتا ہے۔''

تنهی الی صاحبها الاخبارا وتکشف الاسرار والاستار

''اپنے مالک کوخبریں دیتا ہے۔چھپی ہوئی باتوں اور رازوں کو کھول دیتا ہے۔''

وبکماء الا انها سمیعة تعید ماتسمعه طبیعة

''گونگا تو ہے لیکن سنتا ہے۔شنیدہ باتوں کو بتانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔''

زارتک من بلادها البعیده واستوطنت عندک کالقعید

''وہ تمہیں دور دراز علاقوں سے دیکھ لے گا' پھر تمہارے پاس محافظ کی طرح رہنے لگے گا۔''

ضیف قراه الجوز و الارز والضیف فی اتیانه یعز

''وہ مہمان ہے جس کی غذا اخروٹ اور چاول ہے اور ایسے مہمان کے ہونے سے عزت بڑھ جاتی ہے۔''

تراها فی منقارها الخلوقی کلئولئو یلقط بالعقیق

''جس زعفرانی چوپ سے وہ چگتا ہے وہ تمہیں عقیق سرخ رنگ کے پتھر کا موتی معلوم ہوگا۔''

تنظر من عینین کالفصین فی النور والظلمة بصاصین

''وہ دو نگ کی آنکھوں سے روشنی اور اندھیرے میں دیکھتا ہے۔''

تمیس فی حلتها الخضراء مثل الفتاة الغادة العذراء

''وہ اپنے سبز جوڑے میں نازک اندام نوجوان لڑکی کی طرح نزاکت سے چلتا ہے۔''

خریدة خدورها الاقفاص لیس لها من جسمها خلاص

''شرمیلا طوطا پنجرے میں رہتا ہے اُسے قید و بند کی زندگی سے خلاصی نہیں ملتی۔''

تجسها وما لها من ذنب وانما ذاک لفرط الحب

''ہم اسے بے گناہ قید میں رکھتے ہیں محض یہ ہم فرط محبت کی وجہ سے کرتے ہیں۔''

تلک اللتی قلبی بها مشغوف کنیت عنها واسمها معروف

''بس یہی چیز ہے جس کی وجہ سے میں لٹو ہو گیا ہوں میں نے اس کا نام نہیں لیا اگر چہ وہ مشہور ہے۔''

یشرک فیها شاعر الزمان الکاتب المعروف بالبیان

''زمانہ کا شاعر اس کی مدح میں شریک ہو گیا جو گویائی میں مشہور انشاء پرداز ہے۔''

ذالک عبد الوحد بن نصر تقیه نفسی حادثات الدهر

''وہ عبدالواحد بن نصر ہے جسے خدا لیل و نہار کی گردش سے محفوظ رکھے۔''

یہ سن کر ابوالفرج نے جوابی اشعار کہے ۔

من منصفی محکم الکتاب شمس العلوم قمر الاداب

''کون ہے جوایسی کتاب کی محکم آیات کو بیان کرے جوعلوم وفنون کی آفتاب آداب کی ماہتاب ہیں۔''

امسی لاصناف العلوم محرزا وسام ان یلحق لما برزا

''وہ کتاب تمام علوم کی جامع ہے زندگی گزارنے کے لیے ساتھ کا تمغہ ہے۔''

وھل یجاری السابق المقصر اوھل یباری المدرک المغرر

''اور کیا جودوبخشش کم کرنے والا زیادہ کرنے والے کی برابری کرسکتا ہے یا بچہ جوان آدمی کا مقابلہ کرسکتا ہے۔''

آخرکارابوالفرج نے طوطے کی تعریف کرتے ہوئے کہا ۔

ذات شغا تحسبه یاقوتا لاترضی غیر الارز قوتا

''ٹیڑھی چونچ میں ایساوالا جسے تم یاقوت سمجھ رہے ہوسوائے چاول کے کسی دوسری چیز کے کھانے پر راضی نہیں ہوتا۔''

کانما الحبة فی منقارها حبابة تطفو علی عقارها

''دانہ اس کی چونچ میں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اس کی چونچ پر حباب بیٹھ گیا ہو۔''

ابن خلکان الفضل بن ربیع کی سوانح حیات میں لکھتے ہیں کہ احمد بن یوسف الکاتب نے اپنے بے وفا بھائی عبدالحمید کے طوطے کے مرجانے پراشعار لکھ کر بھیجے ۔

انت تبقی و نحن طره فداکا احسن اللّٰه ذوالجلال عزاکا

''تم زندہ رہواور ہم خوش رہیں۔قربان جایئے تمہاری آبروکوخدائے ذوالجلال بہتر کرے۔''

فلقد جل خطب دھر اتاک بمقادیر اتلفت ببغاکا

''زمانہ کی جن مصیبتوں سے تم دوچار ہوئے ہووہ بڑی ہیں تمہارے طوطے نے ان کوضائع کردیا۔''

عجبا للمنون کیف اتتها وتخطت عبدالحمید اخاک

''تعجب ہے کہ موت کیسے آ گئی اور تمہارے بھائی عبدالحمید کے پاس پہنچ گئی۔''

کان عبدالحمید اجمل للموت من الببغاء و اولٰی بذاکا

''عبدالحمید موت کے لیے بہ نسبت طوطا کے بہتر اور مناسب تھے۔''

شملتنا المصیبتان جمیعا فقدنا هذه و رؤیه ذاکا

''ہم دومصیبتوں سے ایک ساتھ دوچار ہوئے۔ایک کورخصت کیا تو دوسری سے مڈبھیڑ ہوگئی۔''

علامہ زمخشری کہتے ہیں طوطا اپنی آواز میں یہ کہتا ہے ویل لمن کانت الدنیا همه (جس کا مقصد دُنیا کمانا ہووہ ہلاک ہو جائے)۔

شرعی حکم

رافعی میں لکھا ہے کہ صحیح قول کے مطابق طوطے کا گوشت حرام ہے اسی کوالصیمری نے البحر میں لکھ کر برقرار رکھا ہے اوراس کے حرام

ہونے کی علت گوشت کے خبث کی وجہ سے ہے اور بعض علماء نے اس کا گوشت حلال قرار دیا ہے اس لیے کہ یہ پاکیزہ چیزیں کھاتا ہے۔ زہریلے پرندوں میں سے نہیں ہے اور نہ چنگل مارنے والوں میں سے ہے اور نہ تو اس کے مارنے کا حکم دیا گیا اور نہ روکا گیا۔

امام متولی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی آواز اور گفتگو سے لوگوں کے انس و محبت رکھنے کی وجہ سے اس کو کرایہ پر لینے کو جائز قرار دیا ہے۔ امام بغویؒ نے دونوں صورتوں (جائز و ناجائز) بیان کی ہیں بلکہ ہر ان پرندوں کی جن کی آواز سے لوگ مانوس رہتے ہیں جیسے بلبل وغیرہ دو صورتیں لکھی ہیں۔

طبی خواص

طوطے کی زبان کھانے سے کلام میں شستگی' فصاحت' روانی' قوت گویائی میں جرأت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کا پتا زبان میں ثقل پیدا کرتا ہے۔ اس کا خون خشک کر کے باریک کرنے کے بعد دو دوستوں کے درمیان بکھیر دینے سے عداوت و دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔ طوطے کا گوشت دیر ہضم ہوتا ہے مگر دل کو فرحت دیتا ہے۔ خاص طور سے پھیپھڑے کے مریضوں کے لیے مفید ہے۔ طوطے کی بیٹ چھائیں اور سیاہی کو دفع کر دیتی ہے۔ اس کی بیٹ کچے سبز انگور کے پانی میں ملا کر آنکھوں میں بطور سرمہ استعمال کرنے سے بینائی میں اضافہ اور آشوب چشم سے حفاظت رہتی ہے۔ اگر کوئی بچہ لکنت سے بولتا ہے تو اس کے لیے طوطے کا گوشت بہترین علاج ہے۔

تعبیر

خواب میں طوطا ایک منحوس اور جھوٹے شخص کی شکل میں آتا ہے۔ بعض معبرین نے لکھا ہے کہ فلسفی آدمی کی صورت میں آتا ہے۔ اس کے بچے بھی فلسفی کے بچے کی شکل میں آتے ہیں اور بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ طوطا لڑکی یا بچے کی شکل میں رونما ہوتا ہے۔ اور کبھی طوطے کی تعبیر یتیم لڑکے یا لڑکی سے کی جاتی ہے۔

البج

پانی کے پرندے کو کہتے ہیں اس کی تفصیل باب الطاء میں آجائے گی۔

البجع

پوٹا۔ پوٹے کو کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل ان شاء اللہ باب الحاء میں آجائے گی۔ عرب شاعر نے حیرت انگیز اشعار کہے ہیں ؎

ما طائر فی قلبه یلوح للناس عجب

''کوئی پرندہ ایسا نہیں ہے جس کے قلب میں لوگوں کے لیے باعث عجب چیز ظاہر ہوتی ہو۔''

منقاره فی بطنه والعین منه فی الذنب

''اس کی چونچ پیٹ میں ہو اور آنکھ اس کی دم میں ہو۔''

البحزج

البحزج۔نیل گائے کے بچے کو کہتے ہیں۔

البخاق

البخاق۔غراب کے وزن پر ہے۔نر بھیڑیا کو کہتے ہیں۔

البخت

بختی اونٹ۔البخت۔اونٹ کی ایک قسم کا نام ہے۔بعض نے لکھا ہے کہ یہ عربی النسل ہوتا ہے۔نر اونٹ کو بختی اور اونٹنی کو بختیہ کہتے ہیں۔اس کی جمع بخاتی آتی ہے۔جمع الجمع ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔اسے یاء کی تخفیف کے ساتھ بخاتی بھی پڑھ سکتے ہیں۔

امام جوہری اور ابن السکیت کہتے ہیں کہ جو صیغہ بھی بخاتی کے وزن پر ہو اور اس کا واحد مشدد ہو تو اس کی جمع میں تشدید و تخفیف دونوں پڑھ سکتے ہیں جیسے عواری' سواری' علالی' اوانی' اثافی' کراسی' مہاری۔(الصحاح والاصلاح)

ابن السکیت کہتے ہیں کہ الاثفیہ مفرد ہے اس کی جمع اثافی آتی ہے۔ان تین پائے کو کہتے ہیں جن کو کھانا پکنے کے وقت ہانڈی رکھنے کے لیے رکھا جاتا ہے۔یہ لفظ کلام عرب میں بھی مستعمل ہے۔کہتے ہیں (رماہ اللّٰہ لثالثۃ الا ثافی) یعنی اللہ تعالیٰ اسے پہاڑ بنا دے۔اس لیے کہ انسان کو ضرورت کے وقت دو پائے کے علاوہ جب تیسرا نہیں ملتا تو وہ پہاڑ کو تیسرا پایہ بنا لیتا ہے۔پھر بعد میں ثالثہ الا ثافی سے مراد پہاڑ لیا جانے لگا۔

بخاتی۔ان اونٹوں کو کہتے ہیں جن کی گردنیں لمبی ہوتی ہیں۔

جنادہؓ بن امیہ کہتے ہیں:

''(ایک مرتبہ) ہم لوگ بسر بن ارطاۃ کے ساتھ دریائی سفر میں تھے تو ایک چور کو لایا گیا جس نے ایک بختی اونٹنی چوری کی تھی' بسر بن ارطاۃ نے کہا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ سفر میں ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔اگر یہ عذر نہ ہوتا تو میں اس کا ہاتھ ضرور کاٹتا۔''

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے ان عورتوں کے بارے میں انکشاف کرتے ہوئے فرمایا جو آخر زمانہ میں ہوں گی ان کے سر بختی اونٹ کے کوہانوں کی طرح ہوں گے۔وہ جنت کی بو تک نہ پائیں گی حالانکہ جنت کی بو پانچ سو سال کی مسافت سے بھی محسوس ہوتی ہے۔'' (رواہ الامام مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس اُمت کے آخر میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو درندوں کی کھالوں میں سوار ہوں گے۔یہاں تک کہ وہ اپنی مسجدوں کے دروازوں پر آئیں گے ان کی عورتیں ملبوس تو ہوں گی مگر ننگی ہوں گی' ان کے سروں پر چھوٹے'

دبلے پتلے اونٹ کے کوہان کی طرح ہوں گے۔ تم ان عورتوں پر لعنت کرنا اس لیے کہ وہ ملعون ہوں گی۔'' (المستدرک)

عصمہ بن مالکؓ کہتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں بختی اونٹوں کے برابر پرندے ہوں گے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! وہ پرندے تو یقیناً نرم اور خوشگوار ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا ان سے زیادہ خوشگوار تو وہ ہوں گے جو ان کو کھائے گا اور اے ابوبکر! آپ بھی کھانے والوں میں سے ہیں۔'' (الکامل)

البدنۃ

حج کے قربانی کا جانور۔ اَلْبَـدَنَـۃُ۔ اس گائے یا اونٹ کو کہتے ہیں جس کی قربانی مکہ میں کی جاتی ہو۔ یہ واحد ہے اس کی جمع بُـدْن (دال پر سکون اور باء پر پیش ہے) آتی ہے۔ دال کے سکون کے ساتھ تو قرآن مقدس میں بھی وارد ہوا ہے۔ دال پر پیش امام جوہری نے لکھا ہے۔

اس کو بدنۃ اس لیے کہتے ہیں کہ صحت مند بدن والا ہوتا ہے۔ امام نووی کہتے ہیں کہ بدنۃ اس اونٹ کو کہتے ہیں جو قربانی کی عمر کا ہو گیا ہو چاہے نر ہو یا مادہ۔ غالباً یہ فقہائے کرام کی اصطلاح کے مطابق ہے اور ارباب لغت کے نزدیک بدنۃ کا اطلاق گائے اور اونٹ دونوں پر ہوتا ہے۔

ازہریؒ کہتے ہیں کہ بدنۃ گائے، بکری اور اونٹ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ بدنۃ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ تندرست و توانا اچھے بدن کا ہو جاتا ہے لیکن خاص طور پر بدنۃ کا لفظ اونٹ کے لیے احادیث نبوی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں:

ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال من اغتسل یوم الجمعة ثم راح فی الساعة الاولی فکانما قرب بدنة ومن راح فی الساعة الثانیة فکانما قرب بقرة ومن راح فی الساعة الثالثة فکانما قرب کبشا اقرن ومن راح فی الساعة الرابعة فکانما قرب دجاجة ومن راح فی الساعة الخامسة فکانما قرب بیضة. (رواہ الامام المسلم)

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن غسل کیا، پھر وہ پہلی فرصت میں (مسجد) کے لیے چلا گیا گویا اس نے اونٹ کی قربانی کی اور دوسری گھڑی میں گیا گویا کہ اس نے گائے کی قربانی کی اور تیسری گھڑی میں گیا گویا اس نے ایک سینگ والا دنبہ کی قربانی کی اور چوتھی گھڑی میں گیا گویا اس نے ایک مرغی کی قربانی کی اور جو پانچویں گھڑی میں گیا گویا اس نے ایک انڈے کی قربانی کی۔''

دوسری حدیث میں اس طرح وارد ہوئے ہیں:

وفی الساعة الرابعة بطة وفی الخامسة دجاجة وفی السادسة بیضة. (المسند للامام احمدؒ)

''اور چوتھی گھڑی میں بطخ کی قربانی کا ثواب ملے گا اور پانچویں گھڑی میں مرغی کا اور چوتھی گھڑی میں انڈے کی قربانی کا ثواب ملے گا۔''

مینڈھے کو سینگ کے ساتھ خاص طور سے اس لیے ذکر کیا ہے کہ وہ سینگ کے ساتھ بھلا معلوم ہوتا ہے۔ بَـدَنَۃ کی جمع بُـدْن آتی

ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَا هَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ. (الحج)

''ہم نے کعبہ کے چڑھائے ہوئے اونٹ تمہارے لیے اللہ کی نشانیاں بنادی ہیں۔''

یعنی ہم نے اس دین کی نشانیوں میں سے بنایا جس میں تمہارے لیے بھلائی ہے۔ عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ اس بھلائی سے مراد دُنیا کے فوائد اور آخرت کا اجرو ثواب ہے۔

اہل علم لکھتے ہیں کہ صفوان بن سلیم حج کرنے کے لیے تشریف لے گئے تو ان کے پاس صرف سات اشرفیاں تھیں۔ انہوں نے اس رقم سے ایک بدنہ خریدلیا۔ ان سے دریافت کیا گیا تو فرمایا قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَا هَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ. (الحج)

''ہم نے کعبہ کے چڑھائے ہوئے اونٹ تمہارے لیے اللہ کی نشانیاں بنادی ہیں اس میں تمہارے لیے بہتری ہے۔''

سب سے پہلے بدیہ قربانی پیش کرنے والے

سب سے پہلے جنہوں نے بدیہ بطور قربانی بیت اللہ کے لیے پیش کی ہے وہ الیاس بن مضر ہیں اور یہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بیت اللہ خانہ کعبہ میں غرق ومنہدم ہونے کے بعد مقام ابراہیم علیہ السلام کو تلاش کر کے لوگوں کے لیے نشان دہی کی۔ یہ واقعہ غالباً حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے کا ہے۔

اور الیاس ہی پہلے شخص ہیں جو اس میں کامیاب ہوئے اور اسے بیت اللہ کے گوشے میں نصب کر دیا۔ غالباً اسی لیے اہل عرب الیاس بن مضر کی آخری دم تک عظمت کرتے رہے۔

جس وقت الیاس بن مضر کا انتقال ہوا تو اس کی بیوی خندف نامی عورت نے بہت رنج وافسوس کا اظہار کیا۔ یہاں تک کہ اپنے لیے خوشبو کو حرام کرلیا اور دوسری شادی بھی گوارا نہیں کی۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ ان کی عورت نے یہ نذر بھی مانی کہ جس شہر میں ان کے شوہر کی وفات ہوئی ہے اس میں سکونت اختیار نہیں کرے گی اور نہ کوئی دوسرا گھر بنائے گی' چنانچہ سرگرداں پھرتی رہی یہاں تک رنج وملال کرتی ہوئی جمعرات کے دن مرگئی۔

یہ بات بھی تاریخ میں ملتی ہے کہ اس عورت نے یہ بھی نذر مانی تھی کہ وہ جمعرات کے دن طلوع سے غروب آفتاب تک روتی رہے گی۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ الیاس کو برا بھلا مت کہو اس لیے کہ وہ مومن تھے۔''

اہل علم یہ بھی لکھتے ہیں کہ حج کے موقع پر الیاس بن مضر کی قبر سے تلبیہ نبی کریم ﷺ کی آواز آتی تھی۔

موسیٰ بن سلمۃ الہذلی کہتے ہیں:

''میں اور سنان دونوں عمرہ کرنے کے لیے چلے اور سنان کے ساتھ قربانی کا ایک اونٹ تھا جسے وہ کھینچ رہے تھے۔ اتفاق سے وہ راستہ میں تھک گیا اور میں اس کا حال دیکھ کر مغموم ہو گیا کہ یہ تو رہ گیا۔ چنانچہ ہم ابن عباسؓ کے پاس پوچھنے کے لیے آئے تو انہوں نے فرمایا تم نے خبردار اور عالم شخص کو پایا۔ اب سنو جناب رسول اللہ ﷺ نے سولہ اونٹ ایک شخص کے ساتھ روانہ کیے اور وہ چلا اور پھر لوٹ آیا۔ اور پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ اگر ان میں سے کوئی تھک جائے تو کیا کروں؟ تو آپؐ نے

فرمایا کہ اسے نحر کردو اور اس کے گلے کی جوتیاں اس کے خون سے رنگ کر اس کے کوہان میں چھاپا ماردو اور اس میں سے تم کھاؤ اور نہ تمہارا کوئی رفیق کھائے۔ (رواہ الامام المسلم)

ان شاءاللہ ھدی پر تفصیل کے ساتھ باب الہاء ہدی کے عنوان میں آجائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ (حج کے دنوں میں) وہ قربانی کا اونٹ کھینچ رہا ہے آپ نے اس سے یہ کہا کہ تم اس پر سوار ہو جاؤ۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو قربانی کا اونٹ ہے۔ آپ نے فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ۔ اس نے کہا قربانی کا اونٹ ہے۔ آپ نے تیسری مرتبہ فرمایا تمہارا برا ہو اس پر سوار ہو جاؤ۔'' (رواہ بخاری ومسلم ابوداؤد والنسائی)

بعض روایات میں ویلک ارکبھا ویلک ارکبھا (یعنی ویلک کی تقدیم کے ساتھ ہے) کے الفاظ آئے ہیں۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تم قربانی کے اونٹ کو نحر کرنا چاہو تو اسے کھڑا کردو۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر اللّٰھم منک والیک کہو اور پھر بسم اللہ پڑھ کر نحر کرو۔ قربانی کے لئے بھی اسی طرح عمل کرنا چاہیے۔'' (رواہ الحاکم)

زیاد بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ایک ایسے آدمی کے پاس آئے جو اونٹ کو بٹھا کر نحر کر رہا تھا آپ نے فرمایا اسے اُٹھالو اور پیر باندھ دو (پھر نحر کرو) یہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔'' (متفق علیہ)

عبداللہ بن قرط کہتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا دن نحر کا دن ہے۔ پھر ماہ ذی الحجہ کی گیارہویں تاریخ ہے جس دن حجاج منیٰ میں ٹھہرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس قربانی کے پانچ یا چھ اونٹ تھے جنہیں آپ نحر کرنے جارہے تھے تو سب آپ کے قریب آگئے (آپ یہ سوچنے لگے) کہ ان میں سے پہلے کس کو نحر کیا جائے۔'' (رواہ احمد وابوداؤد)

بدنہ پر سواری

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بدنہ پر بوقت ضرورت سوار ہونا جائز ہے۔ بغیر ضرورت کے سواری نہیں کرنا چاہیے۔ سواری کا جواز اس وقت تک ہے کہ اسے تکلیف یا اذیت پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو۔ یہی مسلک عبداللہ بن مبارک وابن منذر اور ایک جماعت کا ہے۔ امام احمدؒ وامام مالکؒ کہتے ہیں کہ بدنہ میں سواری بغیر ضرورت کے بھی کر سکتے ہیں۔ یہی قول عروہ بن الزبیر اور اسحاق بن راہویہ کا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر بغیر بدنہ کے سواری کیے ہوئے کام نہ نکل رہا ہو تو سواری کی جا سکتی ہے۔ القاضی نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے کہ اس میں بظاہر سواری کی جا سکتی ہے۔

جمہور علمائے کرام کی دلیل یہ روایت ہے:

ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اھدی ولم یرکب ھدیۃ ولم یامر الناس برکوب الھدایا. (الحدیث)

''نبی کریم ﷺ ہدی کا جانور لے کر گئے لیکن اس پر سوار نہیں ہوئے اور نہ آپ نے ہدی کے جانوروں پر سوار ہونے کا حکم دیا۔''

اس سے قبل جو رسول کریم ﷺ نے یہ فرمایا ویلک ارکبھا (تمہاری ہلاکت ہو اس پر سوار ہو جا) دراصل یہ کلمہ اس شخص کے لیے بولتے ہیں جو ہلاکت میں واقع ہو گیا ہو اس لیے کہ وہ محتاج ہے اور مصیبت میں مبتلا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ کلمہ غیر اختیاری طور پر

زبان پر جاری ہو جاتا ہے اور وہ پہلے اپنے موضوع لہ میں استعمال ہوتا تھا جیسے اہل عرب کہتے ہیں لا ام لہ. لا اب لہ. تربت یداک. قاتلہ اللہ (یہ سارے کلمات مذمت کے مواقع سے بولے جاتے ہیں معانی یہ ہیں۔اس کے ماں نہ ہو۔اس کے باپ نہ ہو۔ تیرے ہاتھ خاک آلود ہو جائیں۔اللہ اس کو قتل کرے)اس طرح وہ کلمات بھی جو اس کے مشابہ ہوتے ہیں۔

اَلْبذجُ

ابذج بھیڑ کے بچے کو کہتے ہیں۔یہ بکری کے بچے کی مانند ہوتا ہے۔جمع بذجان آتی ہے۔شاعر نے کہا ہے ؎

قد هلكت جارتنا من الهمج و ان تجع تاكل عتودا اوبذج

''ہماری پڑوسن جو نیچ قوم کی تھی وہ چل بسی جب اسے بھوک لگتی تو وہ بکری یا بھیڑ کا بچہ کھا جاتی تھی۔''

امام جوہری کہتے ہیں کہ ہمج کا لفظ معاش میں ناکارہ کام یا اقتصادیات کے بارے میں بری تدبیر اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔حدیث شریف میں بھی ہے:

یخرج رجل من النار کانه بذج

''دوزخ سے ایک آدمی نکالا جائے گا جو بکری کے بچے کی طرح ہوگا۔''

انسؓ سے ایک دوسری روایت مروی ہے:

''نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا قیامت کے دن ایک آدمی کو لایا جائے گا وہ ذلت کی وجہ سے بھیڑ کے بچے کی طرح ہوگا۔چنانچہ اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے یہ کہیں گے کہ میں نے تمہیں مال دیا اور نوازشات وکرم سے نوازا اور تجھ کو نعمتوں سے مالا مال کر دیا اب بتا تو کیا کر کے آیا ہے؟ تو وہ یہ کہے گا: اے پروردگار! میں نے مال جمع کیا بڑھایا اور اکثر مال تو چھوڑ کر آ گیا۔آپ مجھے دوبارہ بھیجئے لے کر آ جاؤں گا۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا جو تم نے کر کے آگے بھیجا ہے وہ دکھا تو وہ بندہ ایسا نکلے گا کہ اس نے کوئی خیر کا کام کر کے نہیں بھیجا ہے۔چنانچہ اسے دوزخ کا راستہ دکھا دیا جائے گا۔'' (رواہ ابن المبارک)

اس حدیث کو اسماعیل بن مسلم نے حسن اور قتادہؓ سے نقل کیا ہے۔نیز ابو بکر بن العربی مالکی نے اپنی کتاب ''سراج المریدین'' میں اس کی تخریج کی ہے۔مزید یہ بھی لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور حسن کے مراسیل میں سے ہے۔اور حافظ منذری نے ترغیب وترہیب میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے اسماعیل بن مسلم مکی سے روایت کیا ہے اور بعد میں یہ حکم لگایا ہے کہ اسماعیل حسن کے مقابلہ میں زیادہ ضعیف ہیں۔

حدیث میں تذکرہ کیوں

حدیث میں بھیڑ کے بچے سے اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ اس میں ذلت اور حقارت مقصود ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک آدمی قیامت کے دن لایا جائے گا وہ ذلت وحقارت سے بھیڑ کے بچے کی طرح ہوگا تو اللہ پاک اس سے یہ کہیں گے کہ اے ابن آدم! میں بہترین تقسیم کرنے والا ہوں' تم اپنے ان اعمال کا جائزہ لو جو تم نے میری

خاطر کیے ہیں، میں تمہیں ان کا بدلہ دوں گا اور پھر ان اعمال کو دیکھو جو تم نے غیروں کے لیے کیے ہیں اس لیے کہ تمہیں ان ہی چیزوں کا بدلہ دیا جائے گا جن کے لیے تم نے کیا ہے۔" (رواہ ابویعلیٰ فی مسندہ، ابونعیم مرفوعا)

بذج فارسی زبان کا لفظ ہے پھر اسے معرب کرلیا گیا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی کو کعبہ کے کسی پردے کے پاس دیکھا گیا کہ وہ یہ کہہ رہا ہے **اللّٰھم امتنی میتة ابی خارجة** (اے اللہ! مجھے ابوخارجہ جیسی موت نصیب فرما) اس دیہاتی سے پوچھا گیا کہ ابوخارجہ کا انتقال کس حالت میں ہوا ہے تو اس نے جواب دیا کہ وہ ایک بھیڑ کا بچہ ذبح کر کے کھا گیا۔ مشعل برتن میں پانی پیا۔ پھر دھوپ میں جا کر سو گیا۔ چنانچہ اس نے اللہ تعالیٰ سے سیراب اور گرم ہو کر ملاقات کی (مشعل اس برتن کو کہتے ہیں جس میں نبیذ بنائی جاتی ہے)۔

امثال

اہل عرب کہتے ہیں **فلان اذل من بذج** (فلاں بھیڑ کے بچہ سے بھی زیادہ کمزور اور ذلیل ہے)۔ اس لیے کہ بھیڑ کا بچہ بار برداری کرنے والے جانوروں میں سب سے زیادہ کمزور ہوتا ہے۔

البراق

شب معراج کی سواری۔ براق وہ جانور ہے جس پر رسول اللہ ﷺ شب معراج میں سوار ہوئے تھے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ آپؐ سے قبل انبیاء علیہم السلام بھی سوار ہوئے تھے۔

البراق: یہ لفظ برق بمعنی بجلی سے مشتق ہے جو بادل میں چمکتی ہوئی نظر آتی ہے جیسے کہ پل صراط سے گزرنے والوں کے لئے حدیث پاک میں منقول ہے۔ کہ وہ بجلی کی طرح پار کر جائیں گے۔ اور بعض تیز سواری کی طرح گزر جائیں گے اور کچھ لوگ تیز رفتار گھوڑوں کی طرح نکل جائیں گے۔

براق کے بارے میں اختلاف ہے کہ آخر یہ کیا چیز ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ براق ایک جانور ہے جو خچر سے چھوٹا گدھے سے بڑا سفید رنگ کا ہوتا ہے۔ یہ اتنا تیز رفتار ہوتا ہے کہ اس کا قدم وہاں پڑتا ہے جہاں اس کی نگاہ پہنچتی ہے۔ اسی لیے مشہور ہے کہ زمین سے آسمان تک کی مسافت ایک ہی قدم میں طے کرلی تھی اور پھر سات قدموں میں سات آسمانوں کو قطع کرلیا تھا۔

بعض اہل علم یہ کہتے ہیں کہ براق کوئی جانور نہیں پہلے معدوم تھا صرف شب معراج میں اس کو وجود بخشا گیا۔ جن حضرات نے یہ کہا ہے کہ اتنی لمبی مسافت اتنی جلدی طے کرنا مستبعد ہے ان کے لیے ماقبل کی گفتگو تردید کے لیے کافی ہے۔ امام سہیلی کہتے ہیں:

"جس وقت نبی پاک ﷺ سوار ہونے لگے تو براق شوخی کرنے لگا۔ اس سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سوال کیا کہ اے براق تم اس وقت شرم وحیا کا مظاہرہ کرو کیا کوئی ایسا بندہ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے زیادہ باعزت ہو جو تجھ پر سوار ہوا ہے؟"

امام ابن بطال اس سوال کے بارے میں یوں فرماتے ہیں کہ چونکہ انبیاء علیہم السلام کو سوار ہوئے کافی دن گزر گئے تھے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور رسول کریم ﷺ کے درمیان ایک عرصہ دراز گزر چکا تھا اس لیے جبرائیل علیہ السلام نے اس طرح کا سوال کیا تھا۔

امام نووی، زبیدی اور صاحب تحریر کرتے ہیں کہ براق وہ جانور ہے جس پر انبیاء کرام سوار ہوا کرتے تھے۔ لیکن امام نووی یہ بھی کہتے ہیں کہ محض دعویٰ کافی نہیں اس سے قبل انبیاء کے سوار ہونے کے سلسلے میں کسی حدیث صحیح سے ثبوت کی ضرورت ہے۔

صاحب المقتفی کہتے ہیں کہ براق کے خچر کی شکل میں ہونے کی یہ حکمت ہے کہ لوگوں پر یہ بات واضح ہو جائے کہ اس میں نبی کریم ﷺ کا سوار ہونا امن وسلامتی کے لیے تھا جنگ کرنے یا خوف ودہشت میں مبتلا کرنے کے لیے نہیں تھا۔ یا صرف اس بات کو بتانا مقصود ہے کہ آپؐ نے اتنا لمبا سفر عجیب وغریب انداز میں اتنی جلدی طے کیا کہ اس حیرت ناک واقعہ کے لیے اس جانور کی شکل وصورت گواہی ہیں دیتی۔

یک اعتراض اوراس کا جواب

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ آپؐ جنگ میں ایک خچر پر کیوں سوار ہوئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں جنگ میں گھوڑے پر سوار ہونا چاہیے گو خچر پر سواری کرنا امن وسلامتی کی طرف اشارہ کرتا ہے جیسے کہ ابھی گزرا ہے۔ لیکن آپؐ کا خچر پر میدان جنگ میں سوار ہو کر جانا محض شجاعت اور بہادری کو بتانا مقصود تھا۔ علمائے کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ براق سفید رنگ کا تھا اور خچر سیاہ وسفید رنگ کا ہوتا ہے ور یہ مخلوط رنگ زیادہ بھلا معلوم ہوتا ہے۔

حضرت جبرائیلؑ آپؐ کے ساتھ سوار ہوئے یا نہیں؟

شب معراج میں براق پر رسول کریم ﷺ کے ساتھ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے سوار ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔ جبرائیل علیہ السلام سوار نہیں ہوئے۔ اس لیے کہ معراج کی رات خصوصیات تو صرف پیغمبر ﷺ کے لیے تھیں۔ اھ

لیکن روایات میں یہ بھی ہے کہ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اپنے صاحبزادے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی زیارت کرنے کے لیے براق پر سوار ہو کر جاتے تھے۔ نیز حضرت ابراہیم واسماعیل علیہم السلام دونوں براق پر سوار ہوئے۔ اسی طرح جس وقت سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ماں اور بیٹے کو بیت اللہ کے قریب چھوڑا تھا تو وہاں سے براق ہی پر سوار ہو کر ہجرت کر گئے تھے۔

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب براق لایا گیا تو میں حضرت جبرائیل کے پیچھے سوار ہو گیا۔'' (مستدرک)

پھر آگے چل کر روایت میں ابوحمزہ میمون الاعور متفرد ہو گئے ہیں اور اس روایت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی فضیلت

سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمام انبیاء قیامت کے دن چوپاؤں پر اُٹھیں گے تاکہ وہ قوم کے مومنوں کو پورا پورا حق دلائیں۔ چنانچہ سیدنا صالح علیہ السلام اپنی اونٹنی کے ساتھ اُٹھیں گے اور میں براق کے ساتھ اُٹھوں گا جس کے نقش قدم منتہائے نظر پر پڑیں گے اور فاطمہؓ (میری بیٹی) میرے سامنے ہوگی۔'' (الحدیث)

ابوالقاسم اسماعیل بن محمد الاصفہانی کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ آپؐ شب معراج میں براق سے تشریف لے گئے لیکن پھر اسی سے واپس نہیں آئے۔ تو اس کا یہ جواب دیا جائے گا کہ آپؐ کو براق کے ذریعے بزرگی اور شرافت کی وجہ سے لے جایا گیا۔ پھر اسی سے واپس نہیں ہوئے اس میں محض اللہ کی قدرت کا اظہار تھا۔

بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ براق سے سوار ہو کر جانا اس پر سوار ہو کر واپس آنا بھی دلالت کرتا ہے۔ جیسے کہ قرآن کریم میں گرمیوں بں کپڑوں سے بچنے کا تذکرہ ہے اور خدا کے ہاتھ میں خیر وبھلائی کا تذکرہ ہے لیکن ضمناً سردیوں سے بھی بچنا اور خیر کے ساتھ شرور کا بھی

تذکرہ سمجھ میں آجاتا ہے۔
وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ. (نحل)
''اللہ نے تمہارے لیے کرتے بنائے جن سے تم گرمی سے بچتے ہو۔''
بِيَدِهِ الْخَيْرِ.
''اسی کے ہاتھ میں خیر و بھلائی ہے۔''
حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم براق سے جدا نہیں ہوئے بلکہ اسی سے واپس بھی آئے ہیں۔ پھر آپ براق پر قیامت کے دن بھی سوار ہوں گے۔ لیکن دیگر انبیاء سوار نہیں ہوں گے۔
چنانچہ حاکم کی روایت میں زید بن عمرو کہتے ہیں:
''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے حوض سے قیامت کے دن پیوں گا اور وہ انبیاء بھی سیراب ہوں گے جو مجھ سے طلب کریں گے۔ اللہ تعالیٰ صالح علیہ السلام کے لیے ان کی اونٹنی کو اُٹھائیں گے جس سے وہ خود دودھ پئیں گے اور وہ مومنین بھی سیراب ہوں گے جو ان پر ایمان لائے ہوں گے۔ پھر وہ اس پر سوار ہوں گے یہاں تک کہ اس کے ذریعے موقف میں پہنچ جائیں گے اور اونٹنی بلبلائے گی۔ تو آپ سے ایک آدمی نے سوال کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! تو آپ اس دن عضباء پر سوار ہوں گے (یہ حضور کی اونٹنی کا نام ہے) آپ نے فرمایا اس پر میری بیٹی فاطمہ سوار ہو کر میدان محشر میں آئے گی اور میرا حشر تو براق کے ساتھ ہوگا جو محض میری خصوصیت ہے نہ کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی۔'' (روایۃ السبکی فی الشفاء)

معراج کا واقعہ کس دن پیش آیا؟

اس سلسلے میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ ابن الاثیر کہتے ہیں کہ میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ۲۷ ربیع الاول دوشنبہ کی رات ہجرت سے ایک سال قبل پیش آیا۔ اسی کو امام نووی نے شرح مسلم میں یقین کا خیال ظاہر کیا ہے۔
امام نووی نے اپنے فتاویٰ میں یقین کے ساتھ بیان کیا ہے کہ وہ ربیع الثانی کا مہینہ تھا۔
سیر الروضہ میں ہے کہ معراج کا واقعہ رجب میں ہوا ہے اور رات میں پیش آیا اور آپ کو رات میں معراج اس لیے کرائی گئی تا کہ بادشاہوں کے ساتھ ہم نشینی میں رات اور دن کا فرق واضح ہو جائے اس لیے کہ رات میں مخصوص قسم کی ہم نشینی اور مجلس ہوتی ہے۔

تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر سوانح

مؤرخین لکھتے ہیں کہ آپ عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ بنو سعد میں پانچ سال زیر تربیت رہے۔ ماں کا انتقال مقام ابواء میں ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر چھ سال کی تھی۔ ماں کے انتقال کے بعد کفالت دادا عبدالمطلب نے کی۔ پھر دادا کے انتقال کا حادثہ پیش آیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۸ سال کی تھی۔ پھر آپ کے چچا ابو طالب نے تربیت و کفالت کا بار اُٹھایا۔ چچا ہی کے ساتھ شام کا سفر بھی کیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۲ سال کی تھی۔ جب ۲۵ برس کے ہوئے تو حضرت خدیجہ کی طرف سے تجارت کرنے کے لیے نکلے۔ اسی سال حضرت خدیجہ سے شادی بھی ہوگئی۔
قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر کا پلان بنایا تو آپ کو فیصل اور حکم تجویز کیا گیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۵ سال کی تھی۔ چالیس سال کی عمر میں آپ کو نبوت و رسالت کی نعمت ملی۔ چچا ابو طالب کا انتقال ہو گیا تو اس وقت آپ کی عمر ۴۹ سال ۸ ماہ ۱۱ دن کی تھی۔ ابو طالب کے

انتقال کو تین ہی دن گزرے تھے کہ حضرت خدیجہؓ کا بھی انتقال ہو گیا۔ تین ماہ بعد آپ زید بن الحارثہ کو ساتھ لے کر طائف تشریف لے گئے اور وہاں ایک ماہ قیام فرما کر مطعم بن عدی کے پڑوس میں مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے۔ جس وقت آپؐ کی عمر پچاس سال کی ہوئی تو نصیبین کے جنات کا وفد آیا وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ جب آپؐ ۵۱ سال ۹ ماہ کے ہوئے تو شب معراج کا واقعہ پیش آیا۔ جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے لیے ہجرت کا سانحہ پیش آیا تو اس وقت آپؐ کی عمر ۵۳ سال کی تھی اور یہ غالباً بعثت و نبوت کا ۱۳واں سال تھا۔ بعض نے لکھا ہے کہ چودھواں سال تھا۔ ہجرت میں آپؐ کے ساتھ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عامر بن الفہیرہ غلام عبداللہ بن اریقط راہبر بھی تھے۔ یہی ہجرت کا سال اسلامی تاریخوں میں اصل الاصول سمجھا جاتا ہے۔ اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان بھائی چارگی واخوت کا درس دیا اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنا لیا۔ اس سال اور بھی کارہائے نمایاں وقوع پذیر ہوئے۔ مثلاً حالت اقامت میں پوری نمازیں پڑھیں گئیں۔ سفر میں رخصت دے دی گئی۔ سیدنا علی بن ابی طالب کا نکاح اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ سے کر دیا گیا۔

اس کے بعد زندگی میں ہجرت کا دوسرا سال شروع ہو جاتا ہے۔ غزوہ ودان، غزوہ بواط، غزوہ العشیرۃ اور بدر الاولیٰ بھی پیش آئے (ودان ایک جگہ کا نام ہے۔ بواط مقام بیعت رضوان سے ایک جانب میں واقع ہے اور بدر الاولیٰ جمادی الاخریٰ میں ہوا)۔

غزوہ بدر الکبریٰ جس میں قریش کے بڑے بڑے سورما، بہادر، نوجوان سپاہی کفار قتل کر دیئے گئے۔ اللہ نے مسلمانوں کو فتح عنایت فرما کر عزت بخشی۔ غالباً یہ غزوہ ۱۳ رمضان بروز جمعہ کو ہوا۔

غزوہ بن سمیم ماہ ذی الحجہ میں پیش آیا جس میں آپؐ ابوسفیان کا تعاقب کر رہے تھے لیکن وہ ہاتھ نہیں آیا تھا۔ ہجرت کے تیسرے سال غزوہ بنی غطفان، غزوہ نجران، غزوہ قینقاع، غزوہ اُحد، غزوہ حمراء الاسد وغیرہ پیش آئے۔ چوتھے سال غزوہٗ بنی نضیر اور غزوہ ذات الرقاع رونما ہوئے۔ پانچویں سال غزوہ دومۃ الجندل وغزوہ خندق اور غزوہ بنو قریظہ پیش آیا۔ چھٹے سال غزوہ بنی لحیان وغزوہ بنی المصطلق ہوئے۔ ساتویں سال منبر بنایا گیا۔ غزوہ خیبر اور فدک کا واقعہ بھی پیش آیا۔ فدک کا واقعہ تو مشہور و معروف ہے اور فدک صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص تھا۔ ہجرت کے آٹھویں سال غزوہ موتہ، فتح مکہ، غزوہ حنین، غزوہٗ طائف اور ہوازن کے مال و دولت کی تقسیم وغیرہ ہوئی۔ نویں سال غزوہٗ تبوک، دسویں سال حجۃ الوداع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری تاریخی حج مبارک ہوا جس میں آپؐ نے اپنے دست مبارک سے ۶۳ اونٹوں کا نحر کیا، ۶۳ غلام آزاد کئے اور اتنے ہی سال آپؐ نے دُنیا کی زندگی گزاری۔ پھر آپؐ کا گیارہویں سال انتقال ہو گیا۔ آپؐ کے درد ربیع الاول کے شروع ہی میں ہونے لگا تھا۔ چنانچہ ۱۲ ربیع الاول کو آپؐ پردہ فرما گئے۔ کل عمر ۶۳ سال کی ہوئی۔ اس طور پر مدینہ منورہ میں قیام کی مدت دس سال ہو جاتی ہے (جس کا تذکرہ بغل کے عنوان میں ہو چکا ہے)۔

آپؐ کی تمام اولادیں ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ہوئیں۔ الا یہ کہ باندی ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے ایک صاحبزادہ ابراہیم پیدا ہوا۔ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے طیب، طاہر، قاسم، زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ اولادیں پیدا ہوئیں۔ (سلام اللہ و رضوان اللہ علیہم اجمعین)

آپؐ کے تمام صاحبزادوں کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ آپؐ نے خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں کسی سے نکاح نہیں کیا۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر سے بھی نکاح کر لیا۔ پھر بعد میں آپؐ نے کنواری اور دوشیزہ عورتوں میں سوائے عائشہ رضی اللہ عنہا کے کسی سے نکاح نہیں کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انتقال خلافت معاویہؓ ۵۸ھ میں ہوا۔ کل عمر ۶۷ سال کی ہوئی۔ پھر آپؐ نے تیسرے سال حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر فاروق سے رشتہ زوجیت جوڑ لیا۔ حفصہ رضی اللہ عنہا کا انتقال خلافت عثمانؓ

میں ہوا۔اس کے بعد زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ سے نکاح کر لیا۔ یہ آپؐ کی زندگی ہی میں وفات پا گئیں۔گویا آپؐ کی حیات مبارک میں سوائے حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے کسی اور بیوی کا انتقال نہیں ہوا۔پھر آپؐ نے چوتھے سال ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا۔ان کی ماں عاتکہ نامی آپؐ کی رشتہ میں چچی ہوتی ہیں۔ان کا انتقال بھی ۵۹ھ خلافت امیر معاویہ میں ہوا۔

بعض اہل علم نے ۶۱ھ میں انتقال کی تاریخ درج کی ہے۔مزید یہ بھی لکھا ہے کہ یوم عاشورہ میں انتقال ہوا۔جس دن سیدنا حسین رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے تھے۔پھر آپؐ نے پانچویں سال زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش سے شادی کر لی۔ان کا انتقال ۲۰ھ خلافت فاروقی میں ہوا۔گویا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد پہلی بیوی ہیں جو وفات رسول کے بعد انتقال کر گئیں۔اس کے بعد آپؐ نے رملہ بنت ابی سفیان جن کو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بھی کہا جاتا ہے سے نکاح کر لیا۔ان کا انتقال بھی خلافت معاویہ ۴۴ھ میں ہوا۔پھر بعد میں آپؐ نے جویریہ رضی اللہ عنہا بنت الحرث المصطلقیہ سے نکاح کر لیا۔ان کا انتقال بھی خلافت معاویہ ۵۶ھ میں ہوا۔سب سے بعد میں آپؐ نے میمونہ رضی اللہ عنہا بنت الحرث سے نکاح کیا جن کا انتقال ۴۰ھ میں ہوا۔گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹ بیویوں سے رشتۂ زوجیت نبھاہ کر وصال فرمایا۔

البرذون

ٹٹو۔گھوڑا یا ترکی گھوڑے کو کہتے ہیں۔اس کی جمع براذین اور گھوڑی کے لیے برذونۃ استعمال کرتے ہیں۔کنیت ابوالاخطل ہے اس لیے کہ اس کے کان لٹکے ہوئے رہتے ہیں بخلاف عربی گھوڑوں کے۔

دمیریؒ کہتے ہیں کہ برذون وہ گھوڑے یا ٹٹو ہیں جن کے والدین عجمی ہوتے ہوں۔الاعجمی وہ لوگ کہلاتے ہیں جو صاف اور شستہ کلام پر قادر نہ ہوں۔چاہے وہ عربی النسل ہوں یا غیر عربی۔اس لیے زیاد بن ابیہ کو بھی عجمی کہتے ہیں۔اس لیے کہ اس کی زبان میں لکنت تھی اگرچہ وہ عربی النسل تھا۔عجم کا لفظ حدیث میں بھی وارد ہوا ہے۔

قال صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلوۃ النھار عجما.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دن کی نمازیں گونگی (خاموش) پڑھی جائیں۔''

دن کی نماز کو عجماء اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ خاموشی سے پڑھی جاتی ہیں۔ان میں زور سے قرأت نہیں کی جاتی۔لیکن امام نوویؒ نے اس حدیث کو باطل قرار دیا ہے۔اعجمی والاعجمی اس کو کہا جاتا ہے جو گفتگو کرنے پر قادر نہ ہو۔

حدیث شریف میں ہے:

قال صلی اللّٰہ علیہ وسلم العجماء جرحھا جبار. (الحدیث)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانوروں کا نقصان کیا ہوا معاف کر دیا گیا ہے۔''

عجماء کھلے ہوئے اور آزاد جانوروں کو کہتے ہیں ورنہ اجماع یہ ہے کہ یہ لفظ سائق اور قائد دونوں جانوروں کو شامل ہے۔صاحب منطق الطیر ان کہتے ہیں کہ ٹٹو بولتے وقت یہ کہتا ہے:

اللّٰھم انی اسالک قوت یوم بیوم.

''اے اللہ میں تجھ سے روز بروز اپنی قوت میں اضافے کا طلب گار ہوں۔''

احادیث رسول ﷺ میں تذکرہ

روایت میں ہے:

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں ترک میں تھا اور وہ تم لوگوں پر کنکٹے ٹٹوؤں پر سوار ہو کر حملہ کر رہے تھے یہاں تک کہ انہوں نے دریائے فرات کے کنارے پر باندھ دیئے تھے۔''

دوسری روایت میں ہے:

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ مروان کے پاس سے گزرے اس حال میں وہ مدینہ میں اپنا گھر تعمیر کر رہے تھے۔ چنانچہ میں ان کے پاس بیٹھ گیا اور مزدور کام کر رہے تھے۔ میں نے کہا تم مضبوط بناؤ اور دور کی اُمیدیں رکھو اور جلد ہی مر جاؤ۔ مروان نے پوچھا اے ابوہریرہ! کیا آپ مزدوروں سے گفتگو کر رہے ہیں' آپ ان سے کیا باتیں کر رہے ہیں؟ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ان سے یہ کہا ہے کہ مضبوط بناؤ' دور کی اُمیدیں کرو اور جلد ہی مر جاؤ۔ اے خاندان قریش! (کم از کم) تین مرتبہ تم یاد کر لیا کرو کہ تم کل کیسے تھے اور آج تم کیسے ہو گئے۔ تم اپنے فارس اور روم کے غلاموں سے خدمت لیتے ہو اور سفید آٹے کی روٹی اور فربہ گوشت کھاؤ۔ تم میں سے بعض بعض کو نہ کھائے اور تم آپس میں ایک دوسرے کے ٹٹو کی طرح دانت نہ کاٹو۔ آج تم چھوٹے ہو کل بڑے بن جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ اگر کسی کا دُنیا میں ایک درجہ بلند کرتے ہیں تو آخرت میں اس کا ایک درجہ کم کر دیتے ہیں۔''

سراج الوراق نے گھوڑے کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے ؎

لصاحب الاحباش برذونة بعيدة العهد عن القرط

''حبشیوں کے پاس ایک ٹٹو (مادہ ٹٹو) ہے جو بالی سے پرانی معلوم ہوتی ہے۔''

اذا رأت خيلا على مربط تقول سبحانک يا معطى

''جب وہ باڑہ میں کسی گھوڑے کو دیکھتی ہے تو کہتی ہے اے دینے والے تیری ذات پاک ہے۔''

تمشى على خلف اذا مامشت كانما تكتب بالقبطى

''جب وہ چلتی ہے تو پیچھے کی جانب چلتی ہے گویا وہ قبطی زبان میں لکھتی ہے۔''

جاحظ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک دیہاتی سے میں نے سوال کیا کہ کس جانور کی خوراک زیادہ ہوتی ہے؟ تو اس نے کہا کہ دودھ پلانے والی ٹٹو یا (مادہ ٹٹو) کی۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس ٹٹو پر سوار ہو کر آیا اس کے سر پر عمامہ تھا اس کا ایک شملہ دو مونڈھوں کے درمیان لٹک رہا تھا۔ میں نے آپؐ سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کیا تم نے ان کو دیکھا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں دیکھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ جبرائیل تھے' مجھے حکم دیا ہے کہ میں بنو قریظہ کے بارے میں کر گزروں۔''

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شام میں تشریف آوری

الکامل میں ۱۵ھ کے حالات میں لکھا ہے کہ جب بیت المقدس فتح ہو گیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام چار مرتبہ تشریف لائے۔ پہلی مرتبہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔ دوسری مرتبہ اونٹ پر آئے۔ تیسری مرتبہ ارادہ کیا لیکن راستہ سے لوٹ آئے اس لیے کہ شام میں طاعون کی وباء پھیل گئی تھی۔ چوتھی مرتبہ گدھے پر سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ ساتھ ساتھ حکام کو اس بات کی ہدایت کر دی تھی کہ وہ مقام جابیہ میں ملاقات کریں گے۔ چنانچہ آپ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ آپ نے اس میں لنگڑاہٹ محسوس کی۔ فوراً اُتر پڑے تو آپ کے لیے ایک ٹٹو لایا گیا۔ سوار ہوتے وقت وہ شوخی کرنے لگا تو آپ اس سے بھی اُتر گئے دوسری طرف رُخ کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا سارا کبرو غرور نکال دے گا۔ اس کے بعد آپ اونٹنی پر سوار ہوئے۔ پھر آپ کبھی ٹٹو پر سوار نہیں ہوئے۔

علماء لکھتے ہیں کہ جس وقت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شام کا ارادہ کیا تو مدینہ میں اپنا قائم مقام سیدنا علی رضی اللہ عنہ ابن طالب کو بنا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا کہ آپ خود بخود اس کتے کے پاس جا رہے ہیں۔ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں عباس رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ہی جہاد کی پہل کر رہا ہوں ورنہ عباس رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد فتنوں کے دروازے کھل جائیں گے جس طرح کہ رسی کھل جاتی ہے۔ چنانچہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کا انتقال خلافت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے چھٹے سال میں ہو گیا اور فتنوں کے دروازے کھل گئے۔ شر و فساد رونما ہو گئے۔ جیسا کہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پیشین گوئی تھی۔

ابوالہذیل کا ایک عجیب واقعہ

مورخ ابن خلکان نے ابوالہذیل محمد بن الہذیل العلاف البصری جو مذہب اعتزال میں بصرہ کے شیوخ میں سے تھے ان کی سوانح حیات کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:

"یہ خود ہی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے وطن بصرہ سے ٹٹو پر سوار ہو کر مامون الرشید کے دربار میں بغداد کا سفر کیا۔ راستے میں ہرقل کے عبادت خانے سے گزر ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی عبادت گاہ کی دیوار سے بندھا ہوا ہے۔ میں نے اسے دیکھ کر سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دے کر غور سے دیکھا۔ پھر اس نے یہ پوچھا کہ کیا تم معتزلی ہو؟ میں نے کہا ہاں! میں معتزلی ہوں۔ پھر اس نے کہا کہ کیا تم میرے سامنے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں! میں آپ کے سامنے ہوں۔ پھر اس نے کہا کیا تم ابوالہذیل العلاف ہو؟ میں نے جواب دیا کہ جی ہاں میں ہی ابوالہذیل ہوں۔ اس نے کہا کیا نیند میں لذت ملتی ہے؟ میں نے کہا ہاں ملتی ہے۔ اس نے کہا کب ملتی ہے؟ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں یہ کہتا ہوں کہ لذت نیند کے ساتھ ملتی ہے تو غلط ہے اس لیے کہ نیند سے تو عقل جاتی رہتی ہے اور اگر یہ کہتا ہوں کہ لذت سونے سے قبل ملتی ہے تو بھی غلط۔ اس لیے کہ لذت کا وجود نہیں ہوتا' معدوم رہے گی اور اگر کہتا ہوں کہ لذت نیند کے بعد ملتی ہے تو بھی غلط بات ہو جائے گی' اس لیے کہ لذت کے احساس کا علم نہیں ہوتا۔ چنانچہ میں لاجواب ہو گیا۔

ابوالہذیل کہتے ہیں کہ میں نے پھر انہی سے یہ گزارش کی کہ میں جواب دینے سے عاجز ہوں۔ آپ ہی جواب دیجئے مجھے بھی اس کا علم ہو جائے گا اور جہاں کہیں بھی بیان کروں گا آپ ہی کے حوالے سے بیان کروں گا۔ تو اس شخص نے یہ کہا کہ میں اس شرط کے ساتھ اس کا جواب بتا سکتا ہوں کہ تم اس عبادت گاہ کے مالک کی بیوی سے یہ گزارش کرو کہ وہ میری پٹائی نہ کرے۔ چنانچہ ابوالہذیل نے اس کی بیوی سے گزارش کی تو اس نے منظور کر لی۔ پھر اس دیوار سے بندھے شخص نے کہا کہ بھائی سنو کہ اونگھ تو ایک بیماری ہے جو بدن میں سرایت کر جاتی ہے اس کی دوا نیند ہے۔

ابوالہذیل کہتے ہیں مجھے اس کا جواب بہت پسند آیا۔ جس وقت میں واپس ہونے لگا تو اس نے کہا ابوالہذیل ذرا ٹھہرو اور میرے سوال کو غور سے سنو!

دوسرا سوال

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ امین تھے آسمان اور زمین کے نیچے آرام فرما رہے ہیں۔ ابوالہذیل نے کہا کہ ہاں ہمارا عقیدہ یہی ہے۔ پھر اس نے کہا کہ ان کی اُمت کے بارے میں تمہیں اختلاف و انتشار پسند ہے یا اتحاد و اتفاق۔ ابوالہذیل نے کہا اختلاف نہیں بلکہ اتحاد و اتفاق پسند ہے۔ اس نے کہا قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ.

''ہم نے آپ ﷺ کو عالم کے لیے مجسمۂ رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

تو حضور اکرم ﷺ کا مرض الوفات میں کیا حال تھا؟ جو کہ آپؐ نے فرمایا تھا کہ یہ میرے بعد خلیفہ ہوں گے آپؐ نے وصیت بھی کی تھی اور اُمت کو اس معاملہ میں ترغیب بھی دی تھی۔

ابوالہذیل کہتے ہیں کہ میں اس کا جواب نہیں دے سکا میں نے اسی سے کہا کہ آپ ہی اس کا جواب دیں (لیکن میں اب تک یہ معلوم نہیں کر سکا تھا کہ آخر یہ شخص کون ہے)

میں فوراً ٹٹو کا رُخ موڑ کر خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں حاضر ہوا۔ ان کو سارے حالات بتائے۔ خلیفہ ہارون الرشید نے اس شخص کو اسی حالت کے ساتھ حاضر کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ وہ شخص حاضر کر دیا گیا۔ تو اس سے مخاطب ہو کر مامون الرشید نے کہا کہ ہاں اب تم مجھ سے وہی سوالات کرو جو تم نے ابوالہذیل سے دریافت کئے ہیں۔ اس نے سارے سوالات دہرائے۔ ہارون الرشید کی مجلس میں بڑے بڑے علماء بیٹھے ہوئے تھے کوئی جواب نہ دے سکا تو ہارون الرشید نے کہا بھائی تیرے ان سوالات سے سبھی حیران ہیں تم خود ہی جواب دو۔ تو اس شخص نے کہا سبحان اللہ! میں ہی سوالات کروں اور میں ہی جواب دوں۔ ہارون الرشید نے کہا ارے یہ کون سی مشکل بات ہے کم از کم تمہی سے فائدہ ہو جائے۔

اس دیوار سے بندھے شخص نے کہا بہت اچھا امیر المؤمنین تعمیل حکم کرتا ہوں۔ آپ یوں سمجھئے کہ اللہ جل شانہٗ نے تمام ہونے والی چیزوں کو ازل ہی میں لکھ کر قضاء قدر کا فیصلہ کر لیا۔ اس کے بعد اپنے محبوب نبی ﷺ کو بھی مطلع کر دیا۔ اب اس کے بعد ان کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ ان سے کسی قسم کا گناہ یا خلاف ورزی سرزد ہو۔ جب اتنی بات ثابت ہو گئی تو تمام معاملات و امور کو قضائے الٰہی کے سپرد کر دیا گیا۔ اس لیے کہ وہی ہو کر رہے گا جو مقدر کر دیا گیا ہے۔ وہ غلبہ والا اور قوت دار خدا ہے اس کے حکم کو کوئی ٹالنے والا نہیں اور نہ اس کے نافذ کردہ امور میں کوئی نکتہ چینی کرنے والا ہے۔

ہارون الرشید کو اس کی بات بہت پسند آئی۔ اسی دوران ہارون الرشید کو کوئی بات یاد آ گئی تو وہ گھر کے اندر داخل ہو گئے تو اس شخص سے ایک مجنون نے کہا اے بدزبان تم نے ہمیں سے فائدہ اُٹھایا اور ہمیں سے بھاگتے ہو۔ یہ دونوں بات کر ہی رہے تھے کہ اچانک ہارون الرشید آ گئے۔ فرمایا کہ اچھا تم ہم سے کیا انعام لینا چاہتے ہو؟ اس نے کہا ایک ہزار اشرفیاں۔ ہارون الرشید نے کہا اتنی رقم کیا کرو گے؟ اس نے جواب دیا کہ میں انہیں اپنے کام میں لاؤں گا۔ چنانچہ انعام دیئے جانے کا حکم دیا گیا۔ انعام لے کو وہ واپس ہو گیا۔ ابوالہذیل العلاف کا انتقال ۲۲۷ھ میں ہوا۔ (وفیات الاعیان)

اہل علم لکھتے ہیں کہ اونگھ سر میں، غنودگی آنکھ میں، نیند قلب میں طاری ہوتی ہے اور نوم و نیند تو اس ثقیل غشی کو کہتے ہیں کہ جو قلب میں

طاری ہوتی ہے جس سے اشیاء کی معرفت اور دیگر چیزوں کا امتیاز نہیں ہو پاتا۔ چونکہ نیند اور اونگھ نقص ہے تغیر ہے اللہ تعالیٰ ان تمام نقائص سے پاک ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْم۔ (سورۃ البقرہ)

''اللہ تعالیٰ کو نہ نیند آتی ہے اور نہ اونگھ طاری ہوتی ہے۔''

خالد بن صفوان سفاح کے دربار میں

امام الفرج الجوزی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ خالد بن صفوان التیمی خلیفہ ابو العباس کے دربار میں تشریف لائے۔ اس وقت خلیفہ تنہا بیٹھے ہوئے تھے۔ خالد نے کہا اے امیر المؤمنین! جب سے آپ نے مسند خلافت کو زینت بخشی ہے اس وقت سے میں یہ تمنا کرتا رہا کہ آپ ہی کی موجودگی میں تنہا جا کر آپ کے بارے میں تخیلات قائم کروں۔ اس لیے اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں اپنی اس خواہش کی تکمیل کرلوں۔ اور آپ دروازے پر ایک دربان کو ہدایت کر دیں کہ وہ کسی کو اندر آنے کی اجازت نہ دے۔ امیر المؤمنین سفاح نے دربان کو اس کا حکم دیا کہ وہ ایسا ہی کرے۔

تھوڑی دیر کے بعد خالد بن صفوان خلوت سے جلوت میں آگئے۔ کہا کہ اے امیر المؤمنین میں نے آپ کے بارے میں خوب سوچا' آخر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ آپ ایک منفرد بادشاہ ہیں۔ آپ سے زیادہ کسی نے عورتوں سے زیادہ لطف نہیں اُٹھایا اور نہ کسی کو اتنی زیادہ قدرت تھی اور آپ کا تو کیا کہنا۔ آپ کے اندر یہ بھی امتیاز ہے کہ آپ نے عالمی پیمانے پر ایک عورت کا انتخاب کیا۔ آپ دونوں کے تعلقات کا یہ عالم ہے کہ اگر وہ بیمار ہو جاتی ہے تو آپ بھی بیمار پڑ جاتے ہیں۔ اگر وہ کہیں چلی جاتی ہے تو آپ بھی غائب ہو جاتے ہیں۔ جب وہ حیض کے ایام گزارتی ہے تو آپ بھی روزے سے ہو جاتے ہیں۔ باندیوں تک سے لطف اندوز نہیں ہوتے۔ حالانکہ آپ کے پاس ایسی ایسی باندیاں ہیں جن کی طرف انسان کا میلان ایک فطری بات ہے مثلاً سفید' خوبصورت' گندم گوں ہیں۔ اسی طرح بعض وہ بھی ہیں جو سونے کی طرح زرد اور بعض باندیاں سرخ لب والی ہیں۔ کچھ باندیاں یمامہ و مدینہ کی ہیں جن کے کلام میں شگفتگی حاضر جوابی جیسی خصوصیات ہیں جن کو دیکھتے ہی شہوت بھڑک اُٹھتی ہے۔

سفاح نے کہا آج تم نے مجھ سے اتنی دلچسپ باتیں کی ہیں کہ میں بے انتہا محظوظ ہوا۔ خدا کی قسم تم نے اس قسم کی گفتگو اس سے قبل کبھی نہیں کی۔ ایسی باتیں تو تم مجھ سے بار بار کرو۔ خالد بن صفوان نے پھر اسی قسم کی دلچسپ باتیں کیں اور اس انداز سے کیں کہ سفاح کو ازسر نو لطف ملتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد سفاح نے خالد سے کہا کہا اچھا اب تم جا سکتے ہو۔ چنانچہ خالد دربار سے اُٹھ کر چلے گئے۔

ابو العباس سفاح پھر انہی خیالات میں گم سم ہو گئے۔ بس سفاح اسی حالت میں تھا کہ اچانک ان کی بیوی ام سلمہ آگئیں جن سے سفاح نے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ ام سلمہ کے ہوتے ہوئے کسی باندی سے لطف اندوز نہیں ہوں گے اور نہ کسی دوسری عورت سے شادی کریں گے۔ چنانچہ حسب وعدہ سفاح نے اس کو نبھانے کی کوشش بھی کی۔

ام سلمہ نے جب یہ محسوس کیا کہ سفاح اس وقت فکر مند معلوم ہوتے ہیں تو سوال کیا کہ اے امیر المؤمنین کیا بات ہے؟ آج آپ متفکر کیوں ہیں؟ کیا کوئی مزاج کے خلاف بات ہو گئی تو سفاح نے کہا نہیں نہیں کوئی بات نہیں۔ ام سلمہ کے اصرار کرنے پر سفاح نے خالد بن صفوان سے ہونے والی گفتگو کی روداد کہہ دی۔ اور جو جو باتیں خالد نے کی تھیں وہ سب بیان کر دیں۔

ام سلمہ نے کہا: آپ نے اس حرام زادے کی باتیں سن لیں اور محظوظ بھی ہوئے۔ سفاح نے کہا اس نے میری خیر خواہی کی اور تو اسے گالی دے رہی ہے برا بھلا کہتی ہے۔ کچھ دیر کے بعد ام سلمہ غلاموں کے پاس گئی اور انہیں حکم دیا کہ وہ خالد بن صفوان کی پٹائی کر دیں۔

خالد بن صفوان کہتے ہیں کہ جس وقت امیر المؤمنین سفاح کے دربار سے دلچسپ گفتگو کر کے اُٹھا تو ذہن میں یہ بات تھی کہ سفاح مجھ سے خوش ہو گیا ہے اور ضرور کچھ نہ کچھ انعام بھی دے دے گا۔ اس خیال میں مگن جب میں گیٹ سے باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ چند آدمی میرا پوچھتے پوچھتے میرے پاس آئے۔ اس وقت انعام کی بات کا اور یقین ہو چلا کہ شاید یہ لوگ انعام کی خوشخبری دینے کے لیے آ رہے ہیں۔ میں نے ان لوگوں سے کہا کہ میں ہی خالد بن صفوان ہوں۔ بس یہ سننا تھا کہ ایک شخص لکڑی لے کر مارنے کے لیے میری طرف بڑھا۔ میں اس کے تیور دیکھ کر سمجھ گیا اور فوراً ٹٹو پر سوار ہو کر فرار ہو گیا۔ چند دن چھپا رہا اور میں خوب جانتا تھا کہ یہ سازش ام سلمہ سفاح کی بیوی کی ہے۔ خالد کہتے ہیں کہ ایک دن میں لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک پھر کچھ لوگوں نے مجھ پر حملہ کر دیا اور یہ کہنے لگے کہ تمہی نے امیر المؤمنین کے سامنے دل نشین باتیں کی ہیں۔ میں اس وقت یہ سمجھا کہ اب تو میری موت آ گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے لگا۔ یہ بھی خیال آیا کہ مجھ جیسے بوڑھے آدمی سے زیادہ یہ معاملہ کبھی نہ ہوا ہوگا۔ کچھ دنوں کے بعد امیر المؤمنین کے دربار میں حاضر ہوا دیکھتا ہوں کہ امیر المؤمنین تشریف فرما ہیں اور دوسری جانب کچھ باریک پردے لٹکے ہوئے ہیں۔ مجھے کسی کے چھپے رہنے کا احساس ہوا۔ اتنے میں سفاح نے مجھے بٹھا لیا اور کہا کہ اے خالد! تم نے میرے سامنے کچھ اوصاف بیان کئے تھے۔ پھر انہیں دوبارہ بیان کرو۔ تو میں نے کہا بہت اچھا حضور والا! ابھی بیان کرتا ہوں۔ سنئے اہل عرب کے نزدیک (ضرۃ) (سوکن) کا لفظ ضرر ونقصان سے مشتق مانا گیا ہے اس لیے اگر کسی کے پاس ایک سے زائد بیوی ہو تو وہ نقصان میں رہتا ہے اور اس کی زندگی مکدر ہو جاتی ہے۔ سفاح نے کہا خالد یہ تمہارا وہ کلام معلوم نہیں ہوتا۔ خالد نے کہا جی ہاں ایسا ہی ہے۔ امیر المؤمنین! بلکہ میں نے آپ کو یہ بھی بتانا تھا کہ تین قسم کی عورتیں سخت مردوں پر مسلط ہو جائیں گی جن کا مشغلہ عیب جوئی کرنا ہوتا ہے۔ سفاح نے کہا اگر تم نے اس قسم کی بات حضور اکرم ﷺ سے سنی ہے تو وہ تم سے بری ہیں۔ خالد نے کہا ہاں ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے سمجھا۔ خالد نے مزید کہا کہ حضور والا! میں نے آپ کو اس سے بھی آگاہ کیا تھا کہ چار قسم کی عورتیں اپنے شوہروں کی عیب جوئی کریں گی۔ شر ور فتن سے بھر پور ہوں گی اور شوہروں پر ناپسندیدگی کا اظہار کریں گی۔

سفاح نے کہا خالد میں نے تم سے یہ پہلی بار نہیں سنا بلکہ اس سے قبل بھی سن چکا ہوں۔ خالد نے اس کا بھی اقرار کیا۔ سفاح نے کہا کیا تم مجھ سے جھوٹ بول رہے ہو؟ خالد نے کہا کیا آپ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں؟ امیر المؤمنین خدا کی قسم! باکرہ باندیاں بالکل مردوں کی طرح ہوتی ہیں سوائے اس کے کہ ان کے خصیہ نہیں ہوتے۔

خالد کہتے ہیں کہ یہ کہتے ہی پردے کے پیچھے سے ہنسنے کی آواز آئی۔ پھر میں نے سفاح سے کہا کہ حضور والا! آپ کے پاس کیا کمی ہے آپ کے پاس تو قریش کی خوبصورت عورتیں ہیں۔ آپ ان خوبصورت عورتوں اور باندیوں کی طرف دیکھ کر محظوظ ہوتے ہیں۔

خالد کہتے ہیں کہ اس گفتگو کے بعد پھر پردے کے پیچھے سے یہ آواز آئی کہ تم سچ کہہ رہے ہو۔ اے چچا! یہ ساری گفتگو تم نے کی ہے لیکن تیری باتیں معلوم نہیں ہوتیں اور جو بات تمہارے دل میں تھی وہ باتیں نہیں کیں۔

سفاح نے کہا خالد تمہیں خدا قتل کر دے۔ خالد کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے بعد میں باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سفاح کی بیوی ام سلمہ نے دس ہزار درہم اور ایک ٹٹو جو زین سے آراستہ و پیراستہ تھا بطور ہدیہ میری طرف بڑھا دیا۔ (کتاب الاذکیاء)

ٹٹو کا شرعی حکم

ٹٹو کا شرعی حکم حلت یا حرمت کے بارے میں عام گھوڑوں ہی کی طرح ہے۔

طبی خواص

اگر کسی عورت نے ٹٹو (برذون) کا خون پیا تو وہ کبھی حاملہ نہیں ہو سکتی۔ اس کی مینگنیاں یا براز پیٹ سے مرا ہوا بچہ اور جھلی کو باہر نکال

دیتا ہے۔اسی طرح اس کے براز کو خشک کر کے ناک میں چھڑک لے تو نکسیر بند ہو جائے گی۔اس طرح زخموں پر چھڑکنے سے خون بند ہو جاتا ہے۔ٹٹو کی چربی کی مالش نقرس اور عرق النساء کے لیے مفید ہے۔

تعبیر

ٹٹو خواب میں ایک مقابل خصیم کی شکل میں آتا ہے۔بعض نے کہا ہے کہ غلام یا عجمی آدمی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔اسی طرح بہت سے ٹٹو بہت سے عجمی مردوں کی شکل میں آتے ہیں اور کبھی کبھی خواب میں ٹٹو آجانے سے عورت سے تعبیر دیتے ہیں۔مثلاً اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے اپنے ٹٹو کی چوری کرلی ہے تو گویا وہ اپنی عورت کو طلاق دے دے گا اور اگر کسی نے اپنے ٹٹو کو ضائع کر دیا ہے تو گویا اس کی عورت نافرمان اور فاجر ہوگی۔اگر کسی نے دیکھا کہ وہ ٹٹو پر سوار ہے حالانکہ اس کی عادت عربی گھوڑوں پر سوار ہونے کی ہے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اس آدمی کا مرتبہ کم ہو جائے گا۔

اَلْبَرغش

برغش مچھر کی ایک قسم کا نام ہے مندرجہ ذیل اشعار حافظ ذکی الدین عبدالعظیم نے شیخ ابوالحسن المقدسی کے بارے میں کہے ہیں اور المقدسی امام تقی الدین بن دقیق العید کے والد محترم کا نام ہے جن کی وفات اوائل شعبان ۶۲۱ھ قاہرہ میں ہوئی ۔

ثلاث باآت بلینابها البق والبرغوث والبرغش

''تین وباؤں میں ہم مبتلا کر دیے گئے ہیں وہ بق، برغوث، برغش ہیں۔'' (یہ مچھروں کے نام ہیں)

ثلاثة اوحش ما فی الوریٰ یا لیت شعری ایها اوحش

''دنیا میں تین وحشی ہیں۔کاش کہ مجھے علم ہوتا کہ کون زیادہ وحشی ہے۔''

البرغن

برغن نیل گائے کے بچے کو کہتے ہیں (با اور غین دونوں میں زبر اور پیش دونوں پڑھ سکتے ہیں)۔

البرغوث

برغوث پسو کو کہتے ہیں اس کی جمع براغیث آتی ہے۔با پر پیش زیر سے زیادہ مشہور ہے۔اہل عرب کہتے ہیں (اکلونی البراغیث) مجھے پسوؤں نے کھالیا۔یہ زبان بنی طے کی ہے جو باضابطہ ایک زبان ہے۔چنانچہ وہ قرآن کریم سے استدلال کرتے ہیں اور یہ قرأت بھی مانتے ہیں:

واسروا النجوىٰ الذین ظلموا. (انبیاء)

''اور ظالموں نے چھپا کر سرگوشی کی۔''

دوسرا ارشاد ہے:

خشعاً ابصارهم.

''آنکھیں جھکائے ہوئے۔''

یا مثلاً یہ عبارت:

یتعاقبون فیکم الملائکۃ.

''ملائکہ کا گروہ ایک کے بعد دوسرا آتا رہتا ہے۔''

اور ان کا قول مسلم شریف میں ہے:

حتی احمر تاعیناہ.

''یہاں تک کہ ان فرشتوں کی آنکھیں سُرخ ہوں گی۔''

امام سیبویہ لکھتے ہیں کہ اکلونی البراغیث کی نظیر قرآن کریم میں نہیں ہے اور اسروا النجویٰ میں ضمیر ھم فاعل ہے اور الذین بدل ہے۔

پسو کی عادات

پسو کی کنیت ابوطافر' ابوعدی' ابوالوثاث ہے۔ اسے طامر بن طامر بھی کہتے ہیں۔ پسو کودنے والے جانوروں میں سے ہے۔ اس پر خدا کا یہ فضل ہے کہ ضرورت پڑنے پر پیچھے کی جانب سے بھی کود پڑتا ہے تاکہ وہ شکار کرنے والے کو دیکھ سکے۔ ورنہ سامنے کی جانب سے کودنے کی شکل میں یہ خود جلدی موت کے جال میں پھنس جائے گا۔

امام جاحظ نے یحییٰ برمکی سے نقل کیا ہے کہ پسو بعض چیونٹی کی طرح اُڑنے والے جانوروں میں سے ہے۔ یہ دیر تک جفتی کرتا ہے۔ انڈے دیتا ہے' بچے جننے کے بعد بچوں ہی کے غول میں رہتا ہے' اُڑتا ہے۔ یہ مٹی اور تاریک جگہوں میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ پسو کا حملہ زیادہ تر سردیوں کے آخر اور موسم ربیع کے شروع میں ہوتا ہے اور یہ ترچھا ہو کر حملہ کرتا ہے۔

بعض اہل علم لکھتے ہیں کہ پسو کی شکل ہاتھی کی طرح ہوتی ہے۔ پکڑنے کے دانت بھی ہوتے ہیں اور چوسنے کے لیے سونڈ بھی۔

پسو کا حکم

پسو کھانا حرام ہے۔ محرم اور غیر محرم سب کے لیے اس کو قتل کرنا مستحب ہے۔ لیکن پسو کو گالی دینے کی اجازت نہیں۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو پسوؤں کو گالی دیتے ہوئے سن لیا تو فرمایا کہ اسے گالی نہ دیا کرو یہ انبیاء کو نماز فجر کے لیے زیادہ بیدار کرتے ہیں۔'' (رواہ احمد والبخاری' البزار' الطبرانی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پسوؤں کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ نماز فجر کے لیے بیدار کرتے ہیں۔'' (رواہ الطبرانی فی معجمہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''ایک مرتبہ ہم لوگ ایک منزل میں مقیم ہو گئے تو پسوؤں نے ہمیں بہت ستایا۔ ہم نے ان کو برا بھلا کہنا شروع کیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان پسوؤں کو گالی مت دیا کرو اس لیے کہ یہ بہترین جانور ہے اس لیے کہ یہ تمہیں اللہ کے ذکر کے لیے بیدار کرتا ہے۔'' (رواہ الطبرانی فی معجمہ)

عموم بلوی اور تنگی کی وجہ سے پسو کا تھوڑا خون معاف ہے۔

حافظ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ جب تک زیادہ خون نہ لگا ہو اس وقت تک رعایت ہے۔ اصحاب شوافع کہتے ہیں کہ معمولی خون تو معاف ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں الا یہ کہ اسے خود لگایا ہو۔ مثلاً پسو کو اپنے کپڑوں یا بدن پر خود ہی مار دیا ہو۔ اس شکل میں دو صورتیں ہیں: صحیح روایت یہی ہے کہ وہ معاف ہی ہے بلکہ اسی طرح ان جانوروں کا بھی یہی حکم ہے جن میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا ہے جیسے کھٹمل، پسو اور مچھر وغیرہ اور ان کا بھی یہی حکم ہے جو ان کی طرح ہوتے ہیں۔

کسی نے شیخ الاسلام عزالدین بن سلام سے دریافت کیا کہ جس کپڑے میں مچھر کا خون لگ گیا ہو تو کیا اسے گیلا اور نم پہن کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا ایسے کپڑے میں پسینہ لگ گیا ہو تو بھی پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اور اس سے بدن نجس ہو جائے گا یا نہیں یا یہ کہ ان تمام صورتوں میں معاف سمجھا جائے گا اور کیا ایسے شخص کو وقت مقررہ سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے؟

جواب فرمایا ہاں بدن اور کپڑا ایسی صورت میں نجس ہو جائیں گے اور ایسے شخص کو وقت مقررہ ہی پر غسل کا حکم دیا جائے گا۔ ورنہ اس سے قبل غسل کرنا تقویٰ اور احتیاط کی بات ہوگی۔ یہی ہمارے سلف صالحین کا طریقہ تھا۔ یہی لوگ دین کی حفاظت میں سب سے بڑھ کر پابندی کرتے تھے۔ رہا زیادہ خون کا مسئلہ تو یہ بھی علمائے محققین کے نزدیک مطلقاً معاف ہے چاہے وہ خون پسینہ کے ذریعہ پھیل گیا ہو یا نہ پھیلا ہو۔ یہی امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے۔

پسوؤں سے حفاظت کے لیے

فارسی بانس کی چھڑی کو گدھی کے دودھ اور جنگلی بکری کی چربی میں لت پت کر کے گھر کے درمیانی جگہ میں گاڑ دیں۔ پھر ۲۵ مرتبہ یہ پڑھے:

اقسمت علیکم ایھا البراغیث انکم جند من جنود اللّٰہ من عھد عاد وثمود واقسمت علیکم بخالق الوجود الفرد الصمد المعبود ان تجتمعوا الی ھذا العودلکم علی المواثیق والعھود ان لا اقتل منکم والداً ولا مولوداً.

ان شاءاللہ وہ اس لکڑی پر سب جمع ہو جائیں گے۔ پھر انہیں لے کر بغیر مارے ہوئے پھینک دو ورنہ اس کی تاثیر جاتی رہے گی۔ اس کے بعد گھر میں جھاڑو دے کر چالیس مرتبہ یہ پڑھے:

وَ مَالَنَـا اَنْ لَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰانَا سُبُلَنَا وَ لَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَا اٰذَيْتُمُوْنَا وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ.

یہ عمل کرنے سے پسو پھر نہیں ہوں گے۔ یہ عمل آزمودہ اور مجرب ہے۔

ایک عجیب سوال

ایک مرتبہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے یہ سوال کیا کہ پسو کی روح کو موت کا فرشتہ قبض کرتا ہے یا نہیں؟ تو آپ تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر آپ نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کہ پسوؤں کے بہتا ہوا خون ہوتا ہے یا نہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ہاں ان کے بہتا ہوا خون ہوتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں ملک الموت ہی ان کی روح کو قبض کرتا ہے۔ اس کے بعد قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

اَللّٰهُ يَتوفی الانفس حِين مَوْتِهَا.

''ان کی موت کے وقت اللہ ہی ان کی روحوں کو کھینچ لیتا ہے۔''

(آگے چل کر اس سلسلے میں بعوض کے بیان میں آجائے گا جو اس بات کی تائید کرے گا)

پسو کی مثالیں

اہل عرب کہتے ہیں ھو اطمر من برغوث وہ پسو سے زیادہ کودتا اچھلتا ہے۔ فلان اطیر من برغوث فلاں پسو سے زیادہ اُڑتا ہے۔

پسو سے متعلق اشعار

پسو ڈستا اور اذیت دیتا ہے۔

پسو کے بارے میں ایک مصری دیہاتی نے کہا ہے ؂

قطال فی الفسطاط لیلی و لم یکن　　بارض الفضا لیل علی یطول

''ان کے خیمے میں میری رات لمبی ہوگئی اور کھلے میدان میں مجھ پر رات دراز نہیں ہوئی۔''

الالیت شعری ھل ابیتن قتلھم　　ولیس لبرغوث علی سبیل

''کاش کہ مجھے علم ہوتا کہ کیا تم نے رات گزاری ہے حالانکہ پسو کے لیے مجھ پر کوئی راستہ نہیں ہے۔''

ابوالمیمون مجدالدین الکنانی نے پسو کے بارے میں حیرت انگیز کلام کہا ہے ؂

و معشر یستحل الناس قتلھم　　کما استحلوا دم الحجاج فی الحرم

''اور یہ پسو لوگوں کے قتل کو حلال سمجھتا ہے جس طرح کہ حرم میں حاجیوں کے خون کو حلال سمجھ رکھا ہے۔''

اذا سفکت دھا منھم فما سفکت　　یدای من دمه المسفوک غیر دمی

''جب ان میں سے کسی کا خون بہتا ہے تو سوائے میرے خون کے میرے ہاتھ بہتے ہوئے خون میں رنگین نہیں ہوئے۔''

ابوالحسن بن سکرۃ الہاشمی ایک پرکشش آدمی ابن برغوث کے بارے میں کہتے ہیں ؂

یلیت ولا اقول بمن لانی　　متی ما قلت من ھو یعشقوه

''میں اس کی محبت میں مبتلا ہوا لیکن میں ان کا نام نہیں لیتا۔ اس لیے کہ جب بھی میں نے بتایا کہ وہ فلاں ہے تو لوگ اس پر فریفتہ ہوگئے۔''

حبیبی قد نفی عن رقادی　　فان اغمضت ایقظنی ابوه

''وہ ایسا دوست ہے جس نے میری نیند اُڑا دی ہے اگر کبھی آنکھ بند بھی ہوئی ہے تو اس کے باپ نے مجھے بیدار کر دیا ہے۔''

یہ عمدہ اشعار بھی انہی کے ہیں ؂

کان خالا لاح فی خده　　للعین فی سلسلة من عذار

''اس کی رخسار کی مسلسل زنجیر میں تل ایسا نمایاں ہوا جیسا کہ آنکھ کے قریب تل نظر آئے۔''

اسود یستندم فی جنة　　قیده مولاه خوف الفرار

''جیسے کہ وہ باغ بہشت میں خدمت کرنے کے لیے شیر ہو جسے اس کے آقا نے فرار کے خوف سے مقید کر دیا ہو۔''

یہ اشعار بھی انہی کے ہیں ؎

و ما عشقی لہ وحشا لانی   کرھت الحسن و اخترت القبیحا

''مجھے اس سے عشق وحشت اور تنہائی کی وجہ سے نہیں ہے کہ میں نے حسن کو برا سمجھ کر بدصورتی کو اختیار کر لیا ہو۔''

ولکن غرت اھوی ملیحا   و کل الناس یھوون الملیحا

''بلکہ مجھے محض یہ جذبہ تھا کہ میں پرکشش آدمی سے محبت کروں اور ہر شخص پرکشش چیز ہی پر فریفتہ ہوتا ہے۔''

یہ بھی ان ہی کے منظوم کلام میں سے ہے ؎

تحمل عظیم الذنب ممن تحبہ   و ان کنت مظلوما فقل انا ظالم

''تم جس سے محبت کرتے ہو اس کی بڑی خطاؤں کو درگزر کرو اگرچہ تم مظلوم کیوں نہ ہو اپنے کو ظالم ہی سمجھا کرو۔''

فانک ان لم تغفرالذنب فی الھوی.   یفارقک من تھوی وانفک راغم

''اس لیے کہ اگر تم محبت میں خطاؤں کو درگزر نہیں کرو گے (تو حشر یہ ہوگا) کہ تمہارا محبوب تم سے بدک جائے گا اور پھر تم ناک بھنوؤں چڑھاتے پھرو گے۔''

بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ اخیر کے یہ دو شعر عباس بن الاحنف کے ہیں۔ ابن سکرہ کا انتقال ۳۸۵ھ میں ہوا ہے۔

موذی جانوروں سے محفوظ رہنے کے لیے

ابن ابی الدنیا لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ افریقہ کے گورنر نے سیدنا عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں کیڑے مکوڑوں اور بچھوؤں کی شکایت کرتے ہوئے تحریر کیا تو آپ نے جواب تحریر فرمایا کہ تم صبح و شام یہ دعا پڑھا کرو۔ یہ دعا فائدہ سے خالی نہیں ہے:

وما لنا ان لا نتوکل علی اللّٰہ. (سورۂ ابراہیم)

''اور ہمارے لیے کیا ہے کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں۔''

(ان شاء اللہ باب الہاء میں اس قسم کی دوسری آیت آئے گی جو فردوس الحکمت سے نقل کی گئی ہے)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کو پسو اذیت پہنچانے لگیں تو پانی کا ایک پیالہ لے کر سات مرتبہ **وما لنا الا نتوکل علی اللّٰہ** الایہ پڑھ کر دم کرو۔ پھر یہ کہو اگر تم اللہ پر ایمان و یقین رکھتے ہو تو اپنے شر اور اذیت سے ہم کو باز رکھو۔ پھر اس پانی کو اپنے بستر کے اردگرد چھڑک دو۔ چنانچہ اس عمل سے تم ان کے شر سے مامون ہو کر رات گزارو گے۔''

(کتاب الدعوات للمستغفری وشرح المقامات للمسعودی)

حسین بن اسحٰق کہتے ہیں کہ پسو سے حفاظت کے لیے یہ عمل کیا جا سکتا ہے کہ گندھک اور ریوند کو گھر میں سلگا دیں۔ اس سے یا تو پسو مر جائیں گے یا بھاگ جائیں گے۔

دوسرا عمل یہ ہے کہ گھر میں ایک گڑھا کھود کر کنیر کے پتے ڈال دیں تو اس گڑھے میں تمام پسو جمع ہو جائیں گے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر کلونجی کا جوشاندہ گھر میں چھڑک دیں تو پسو مر جائیں گے اور کچھ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اگر سداب کو پانی میں بھگو کر گھر میں چھڑک دیا جائے تو پسو مر جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر گھر میں پرانے کتان کے کپڑے اور نارنج کے چھلکوں کی دھونی دی جائے تو پسو دوبارہ نہیں ہو

سکتے۔

اگر کسی انسان کے دائیں کان میں پسو گھس جائے تو اپنے دائیں ہاتھ سے بایاں خصیہ پکڑے۔ اگر بائیں کان میں گھس جائے تو بائیں ہاتھ سے دایاں خصیہ پکڑ لینے سے جلد ہی باہر آ جائے گا۔

خواب میں تعبیر

خواب میں پسو کمزور دشمن یا نیزہ زن دشمن کی شکل میں آتا ہے۔ نیز کبھی کبھی اوباش قسم کے لوگوں سے تعبیر دیتے ہیں۔ جاماسب نے کہا ہے کہ خواب میں اگر پسو کاٹ لے تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ اسے دولت نصیب ہوگی۔

البُرا

براء۔ ایک پرندہ کا نام ہے جس کو سویل بھی کہتے ہیں۔ (ان شاء اللہ تفصیل باب السین میں آ جائے گی)

البرقانة

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ برقانہ رنگ برنگی ٹڈی کو کہتے ہیں۔ جمع برقان آتی ہے۔

البرقش

برقش چڑیا کو کہتے ہیں جو کہ عصفور، کنجشک کی طرح ہوتی ہے۔ اہل حجاز اسے سرشور کہتے ہیں۔ براقش کا تذکرہ آخر باب میں آ جائے گا اور براقش ایک ضرب المثل کتیا کا نام ہے۔ [1] مثلاً اہل علم نے لکھا ہے کہ فلاں لوگوں کا پتہ کتیا نے بتایا۔ اس لیے کہ وہ جانوروں کے کھروں کی آواز کو سن کر بھونکنے لگی تھی۔ (جن جانوروں پر وہ لوگ سوار تھے) تو لوگوں نے اس کے بھونکنے سے قبیلہ کا پتہ لگا لیا پھر بعد میں لوگوں نے اگلا قدم اُٹھایا۔

البُركة

آبی پرندہ۔ برکتہ ایک دریائی چڑیا کو کہتے ہیں اس کی جمع برک آتی ہے۔ چنانچہ زہیر شاعر نے قطا پرندے کے بارے میں کہا ہے کہ جس وقت وہ شکرے کو دیکھ کر بہتے ہوئے پانی میں بھاگ گئی ۔

حتی استغاثت بماء لارشاء له ۔۔۔ بین الاباطح فی حافاته البرک

''یہاں تک کہ برکتہ کشادہ نالہ کے بے ڈول پانی میں پناہ گزین ہوئی جس کے اردگرد کناروں پر ہم جنسوں کا جھنڈ تھا۔''

امام لغت ابن سیدہ کہتے ہیں کہ برکتہ آبی پرندہ کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع برک، ابراک، برکان آتی ہے اور میرے نزدیک جمع الجمع

---

[1] اللہ تبارک وتعالیٰ نے کچھ مخصوص قسم کے کتوں میں یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ سننے اور سونگھنے کی زبردست قوت رکھتے ہیں۔ آج کے سائنسی دور میں کتوں کی ان صلاحیتوں کا بھی فائدہ اُٹھایا جا رہا ہے۔ آپ نے اکثر پڑھا اور دیکھا ہوگا کہ فلاں جگہ چوری ہوگئی تو کتوں وغیرہ کو لایا گیا جو کہ اپنی مخصوص سونگھنے کی طاقت سے مطلوبہ شخص کی نشان دہی کرتے ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس کی نشان دہی کے لیے کتوں کو کئی کئی میل دوڑنا پڑتا ہے۔

ابراک وبرکان آتی ہے۔ نیز برکتہ مینڈک کو بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ بعض شراح نے زہیر کے اس شعر کے معانی بتاتے ہوئے برک سے مراد مینڈک لکھا ہے۔اھ

العباب میں لکھا ہے البرک بیٹھے ہوئے اونٹوں کے غول کو کہتے ہیں۔ واحد بارک اور مونث بارکتہ آتا ہے۔اھ

البشر

بشر انسان کو کہتے ہیں اس میں واحد، جمع، مذکر و مونث سب برابر ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی تثنیہ بھی استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا. (المؤمنون)

''قوم نے کہا کیا ہم اپنی طرح کے دو آدمیوں کی باتوں پر ایمان لے آئیں گے۔''

اس کی جمع البشر استعمال ہوتی ہے۔

البط

بطخ۔ بطخ آبی پرندہ ہے۔ واحد کے لیے بطۃ استعمال ہوتا ہے۔ ہاء تانیت کے لیے نہیں ہے بلکہ وحدت کی ہے اسی لیے یہ لفظ جنس ہے کہتے ہیں ھذہ بطۃ (یہ بطخ ہے) نر اور مادہ دونوں کے لیے بولتے ہیں۔ جیسے کہ حمامۃ اور دجاجۃ استعمال کرتے ہیں۔ بطۃ کا لفظ عربی نہیں ہے۔ اہل عرب چھوٹی بطخ کو بط اور بڑی بطخ کو اوزۃ (مرغابی) کہتے ہیں۔ اس کا بھی شرعی حکم وہی ہے جو اس سے قبل بڑی بطخ (اوزۃ) کے عنوان میں گزر چکا ہے۔

عبداللہ بن اویسؒ کہتے ہیں:

''کہ میں نحر کے دن سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے یہاں گیا۔ چنانچہ ہمارے پاس آٹے کا چھڑکا ہوا گوشت لایا گیا۔ ہم نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ٹھیک معاملہ فرمائے اگر ہمارے پاس اس بڑی بطخ کا گوشت لایا جاتا تو زیادہ بہتر تھا' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں خیر زیادہ رکھی ہے۔ آپ نے فرمایا اے ابن اویس! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کسی بھی خلیفہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے مال میں سے سوائے دو پیالوں کے جائز نہیں ایک پیالہ وہ جسے وہ کھائے اور دوسرا وہ جو لوگوں کے سامنے رکھ دیا جائے۔'' (رواہ الامام احمد)

علی بن زید بن جدعان کی سوانح حیات میں لکھا ہے کہ سفیان بن عینیہ کہتے ہیں کہ میں نے علی بن زید بن جدعان سے ۱۲۷ھ میں سنا ہے کہ کہتے تھے عورتیں جس وقت اکھٹی ہوتی ہیں تو وہ بالکل بطخ کی طرح ہوتی ہیں کہ جب ان میں سے ایک چیختی ہے تو سب چیخ پڑتی ہیں۔

(الکامل لابن عدی)

ایک فقہی مسئلہ

امام ماوردی کہتے ہیں کہ جو بطخ اوزۃ کے مقابلے میں اڑ نہ پاتی ہو جب اسے کسی آدمی نے قتل کر دیا ہو تو اس میں جزا نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس کا شمار شکاری چیزوں میں نہیں ہوتا۔

بعض اہل علم نے تخریج کی ہے کہ وہ آبی پرندہ جو پانی میں غوطہ لگا کر نکل پڑتا ہو تو وہ محرم کے لیے حرام ہے پھر انہوں نے بطخ کی مثال

دی ہے۔لیکن جو جانور پانی ہی میں رہتے ہیں جیسے مچھلی وغیرہ تو ان کا شکار نا جائز نہیں ہے اور نہ اس میں جزا ہے۔رہا ٹڈی کا معاملہ تو صحیح قول کے مطابق اس کا شمار خشکی کے جانوروں میں سے ہوتا ہے اس لیے اس کے قتل پر جزا ہے۔

ضرب المثل

مشہور ضرب المثل ہے او لـلبط تهد دین بالشط (ترجمہ) کیا بطخ کنارے پر آ کر لڑنے کی دھمکی دے رہی ہے۔(حالانکہ بطخ جب بیچ دریا میں ہوتی ہے تو تیرا کی اور غوطہ زنی کی وجہ سے اسے کچھ سہولت مل سکتی ہے۔جس کی وجہ سے لاف زنی کر سکتی ہے۔لیکن کنارے پر آ کر لڑنے کی کس طرح دھمکی دے رہی ہے۔اس لیے کہ بطخ کی اس دھمکی میں خود اس کے لئے موت نظر آ رہی ہے اور اس لیے کہ کنارے پر آ کر وہ کچھ نہیں کر سکتی)

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ سلطان نورالدین محمود بن زنگی اور ابوالحسن سنان بن سلیمان بن محمد جو راشدالدین کے نام سے زیادہ مشہور تھے اسماعیلی قلعہ کے مالک تھے۔ان دونوں کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ قائم تھا۔سلطان محمود نے ان کے پاس دھمکی کا خط لکھا کہ سنان بن سلیمان نے یہ اشعار اور ایک رقعہ لکھ کر بھیجا ہے ؎

یـاللرجال لامر هال مفظعه ماعرقط علی سمعی توقعه

''اے لوگو! جن کے معاملہ کی گھبراہٹ خوف ناک ہے کبھی بھی مجھے اس کے حصول کی توقع نہیں ہوئی۔''

یاذالذی بقراع السیف هادنا لاقام قائم جنبی حین تصرعه

''اے وہ جس نے ہمیں تلوار کی جھنکار سے دھمکی دی ہے جب تم اس سے لڑو گے تو اس کے مقابلہ کے لیے کوئی بھی کھڑا نہ ہوگا''

قام الحمام الی البازی یهدده واستیقظت لاسود الغاب اضبعه

''کبوتر باز کو دھمکانے کے لیے کمر بستہ ہوا اور لکڑ بگھا جنگل کے شیروں کے مقابلہ کے لیے چست ہو گیا۔''

اضحی یسدفم الافعی باصبعه یکفیه ما قد تلاقی منه اصبعه

''وہ سانپ کا منہ اپنی انگلیوں سے بند کرنے لگا۔یہی کافی ہے کہ اس نے اپنی انگلیوں کو اس میں ڈال دیا ہے۔

رقعہ کا مضمون یہ ہے:

''ہم اجمال و تفصیل سے آگاہ ہیں اس کی عملی اور قولی دھمکی بھی معلوم ہے۔خدا کی قسم کتنی حیرت کی بات ہے کہ ایک مکھی ہاتھی کے کان میں بھنبھنا رہی ہے۔مچھر تماثیل (طاقت ور پہلوان) میں شمار کیا جا رہا ہے۔اس قسم کی بات تو پہلے بھی کہی جا چکی تھی۔لیکن ہم نے پھر ان پر خطرناک حملہ کر دیا تھا۔ان کا کوئی مددا ور نصرت کرنے والا بھی نہ تھا۔اور کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ حق مغلوب اور باطل غالب ہو جائے گا۔عنقریب کل ظالموں کو پتہ چل جائے گا کہ وہ کس طرح کا رویہ اختیار کر رہے ہیں۔مزید آپ نے جو یہ کہا ہے کہ ''سنان کا سر کون جدا کرے گا'' اپنے بارے میں یہ کہا کہ ''میرا قلعہ پہاڑ کی طرح مضبوط ہے'' تو یاد رکھیئے کہ یہ سب جی بہلانے کی باتیں ہیں' خیالات ہی خیالات ہیں جو ہر اعراض کی وجہ سے ختم نہیں ہوتے جس طرح ارواح امراض کی وجہ سے کمزور نہیں ہوتیں۔

بھلا طاقتور اور کمزور' شریف ورذیل میں کتنا فرق ہے۔اگر ہم ظاہری اور حسی چیزوں کی طرف مائل ہوں اور باطنی و عقلی چیزوں سے کترانے لگے تو پھر ہمارے نبی پاک ﷺ کا اسوۂ مبارکہ کافی ہے۔اس لیے کہ آپؐ نے فرمایا جتنی مجھے اذیت

دی گئی مجھ سے قبل کسی نبی کو بھی اتنی اذیت نہیں دی گئی اور آپؐ کے خاندان والوں کے ساتھ جو معاملہ کیا گیا ہے اس سے سب ہی واقف ہیں۔ بہر حال گزشت انچہ گزشت' اللہ ہی کے لیے آخرت کا معاملہ سپرد اور دُنیا میں حمد وثنا ہے۔ اس لیے کہ ہم مظلوم ہیں ظالم نہیں ہیں۔

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا. (بنی اسرائیل)

''آپ کہہ دیجئے حق آ گیا اور باطل نکل بھاگا۔ یقیناً جھوٹ نکل بھاگنے والا ہے۔''

آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ہمارے سپاہی جنگجو ہیں موت کی پرواہ نہیں کرتے روز موت کے حوض کے کنارے کھڑا کیا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ. (الجمعہ)

''تم اپنے مرنے کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو اور وہ کبھی بھی اپنے مرنے کی تمنا نہیں کر سکتے ان اعمال کی وجہ سے جو انہوں نے کئے ہیں اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔''

مثل مشہور ہے ''کیا بطخ کنارے پر آ کر لڑنے کی دھمکی دے رہی ہے'' بس تو مصائب سے بچنے کے لیے ڈھال تیار کر لے یا اوڑھنی اوڑھ لے اور حملوں سے حفاظت کے لیے کپڑوں کو زرہ بنا لے ورنہ میں ضرور تیری فوجوں کے باوجود تیرے ہی علاقہ میں تجھ پر غالب آ جاؤں گا اور تجھ کو اور تیرے لشکریوں کو فنا کے گھاٹ اُتار دوں گا۔ کہیں ایسا نہ ہو تو اپنے گھروں سے موت کا تلاش کرنے والا بن جائے اور اپنے ہاتھوں سے اپنی ہی ناک کاٹنے والا (چنانچہ یہ تو بڑی شرم کی بات ہوگی)۔

جس وقت تم کو ہمارا یہ خط ملے تو گھات میں لگ جانا۔ شروع میں نحل کی آیات اور آخر میں سورۂ ص کی آیات پڑھ لینا۔ پھر یہ خط ان دو شعروں پر ختم ہو گیا۔

بنانلت هذالملک حتی تاثلث بیوتک فیه واستقر عمودها

''تم نے یہ ملک ہمیں سے حاصل کیا ہے یہاں تک کہ تیرے گھر کے اثرات راسخ ہو گئے اور ملک مستحکم ہو گیا۔''

فاصبحت ترمینا بنبل بنا استوی مغارسها قدما و فینا جدیدها

''اب تم ہمیں تیر کا نشانہ بنانے لگے اور قدم سے اوگنے کی جگہ برابر ہو گئی اور ہمارے اندر ملک کے لیے نئے حوصلے ہیں۔''

یعقوب بن یوسف بن عبدالمومن صاحب بلاد المغرب کی سوانح حیات میں لکھتے ہیں کہ ان کے اور ادفونش [1] صاحب طلیطلۃ کے درمیان مراسلت جاری تھی۔ اسی دوران امیر یعقوب کے پاس ادفونش نے ایک قاصد بھیجا جس کے ذریعہ سے امیر یعقوب کو مرعوب کرنا' دھمکی دینا اور بعض قلعوں کا مطالبہ کیا تھا اور امیر یعقوب نے وزیر ابن النجار کے مشورہ سے یہ جواب لکھا:

باسمک اللّٰھم فاطر السموت والارض وصلی اللہ علی السید المسیح روح اللہ وکلمته الرسول الفصیح . اما بعد.

''کسی بھی ہوش مند اور عاقل پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ تم امیر الملت الحنفیہ ہو جس طرح کہ میں امیر الملت النصرانیہ ہوں۔''

تمہیں یہ خوب معلوم ہے کہ اندلس کے حکام ذلت ونکبت اور کاہلی کا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔ انہوں نے رعایا کے معاملات میں

---

[1] ادفونش: الفانسو (ج)

غفلت برتنا شروع کردی ہے۔ راحت و آسائش اور تمناؤں کی زندگی بخشی ہے۔ ادھر میں انہیں ظلم و زیادتی اور جلاوطنی کی دھمکی دیتا ہوں۔ ان کے بچوں کو قید کر لیتا ہوں، بہادروں کا نمونہ پیش کر کے دردناک عذاب میں مبتلا کر دیتا ہوں۔ اس لیے تمہیں حتی الامکان ان لوگوں کی مدد کرنے میں عذر نہ کرنا چاہیے مزید یہ کہ تمہاری فوج میں تجربہ کار اور آزمودہ لوگ بھرتی ہیں۔

اللہ نے تمہیں ضروری قرار دیا ہے کہ تمہارا ایک آدمی ہمارے دس آدمیوں سے مقابلہ کرے۔ اب اللہ نے یہ جان لیا ہے کہ تم لوگوں میں کمزور لوگ ہیں اس لیے حکم میں تخفیف کر دی ہے۔ اب معاملہ بالکل برعکس ہے۔ اب ہمارا ایک آدمی تمہارے دس آدمیوں پر بھاری ہو جاتا ہے۔ نہ تم دفاع کر سکتے ہو اور نہ ان کے وار کو روک سکتے ہو۔

ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ جشن منا رہے ہو اور برسرپیکار ہونے کا ارادہ ہے۔ ایک سال کے بعد ہر دوسرے سال کی بے کاری اور ہلاکت کے لیے تیار ہو جاتے ہو۔ ایک پاؤں کو تو آگے بڑھاتے ہو دوسرے کو پیچھے ہٹا لیتے ہو۔ مجھے یہ نہیں معلوم ہو سکا ہے کہ بزدلی نے تمہارے ساتھ دیر کر دی ہے یا تمہارے رب کا وعدہ جھوٹا ہے۔

مزید کہ میرے بارے میں یہ لب کشائی کی گئی ہے کہ میں دریا کو عبور نہیں کر سکتا اور نہ جنگ پر آمادہ ہو سکتا ہوں۔

اس لیے میرا مشورہ یہ ہے کہ جس میں تم کو آرام و سکون ہے میں عذر کرتا ہوں تمہارے لئے مناسب یہ ہے کہ عہد و پیمان کی پابندی کرو اور رہن وغیرہ زیادہ رکھو اور اپنے تمام غلاموں کو معہ ساز و سامان اور سواریوں کے ساتھ میرے پاس بھیج دو ورنہ میرا حملہ تم پر ہونے والا ہے۔ پھر میں ایسی جگہ میں حملہ کروں گا جو تمہارے نزدیک معزز جگہ ہوگی۔

اگر جنگ میں تم فتح یاب ہوئے تو مال غنیمت زیادہ حاصل کرو گے اور ایک کثیر تعداد میں مال کے مالک بن جاؤ گے۔ اگر مجھے فتح نصیب ہوگی تو میرا تم پر غلبہ ہوگا۔ دونوں مذہبوں اور ملکوں کا حاکم بن جاؤں گا۔ خدا ہی ارادہ پورا کرنے والا ہے۔ وہی سب کا رب ہے بھلائی اسی کی بھلائی ہے۔''

چنانچہ جب امیر یعقوب کو وہ خط ملا تو اس نے پارہ پارہ کر ڈالا اور اس کے ایک ٹکڑے میں یہ لکھ کر بھیج دیا کہ تو واپس آ جا ہم ایک ایسے زبردست لشکر سے لڑیں گے جس سے تمہیں فرار نہیں مل سکتی۔ پھر ہم ذلیل کر کے رکھ دیں گے۔ اس کا اصل جواب تو تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھو گے شنیدہ بات نہیں ہوگی۔

متنبی نے کہا ہے ؎

ولا كتب الا المشرفية عنده ولارسله الا الخميس العرموم

''اور اس کے فرمان نہیں ہیں مگر اس کی تلواریں اور اس کے قاصد نہیں ہیں مگر لشکر ہائے کلاں (یعنی وہ دشمنوں کے پاس نامہ و پیام نہیں بھیجتا بلکہ اپنی شجاعت سے ان کو مغلوب کر دیتا ہے)''

تھوڑی دیر کے بعد امیر یعقوب نے کوچ کرنے کا حکم صادر فرمایا اور شہروں سے لشکر جمع کرنے کا حکم دیا۔ اسی دن شہروں میں خیمے نصب کرا دیئے۔ پھر اس نے سمندر کے راستے سے زقاق سبت کی طرف رحلت کرنے کا عزم کر لیا۔ چنانچہ اندلس تک کو عبور کر لیا۔ بلاد فرنج تک گھس گیا۔ ان کو زبردست شکست دی اور مال غنیمت کو لوٹ کر واپس آ گیا۔

امیر یعقوب کے حالات

امیر یعقوب ایک شریعت پسند حاکم تھا۔ نیکیوں کا حکم دیتے، حدود کو قائم کرتے۔ بلا امتیاز جس طرح کہ عام لوگوں میں حدود قائم کرتے اسی طرح اپنے گھر والوں پر بھی قائم کرتے۔ فقہ کی جزئیات پر زیادہ اعتماد نہ کرتے ورنہ فقہاء کتاب و سنت ہی کی روشنی میں فتویٰ

دیتے ہیں۔ جو بھی اجتہاد کرتے ہیں وہ کتاب وسنت اجماع اور قیاس کے مطابق کرتے ہیں۔

دمیریؒ کہتے ہیں کہ اسی سیرت و کردار کی حامل ایک جماعت مغرب سے ہمارے پاس آئی تھی جن میں ابوعمر' ابوالخطاب' محی الدین بن العربی الصوفی مؤلف فتوحات مکیہ وغیرہ تھے۔

امیر یعقوب کا انتقال ۶۰۹ھ یا ۶۱۰ھ میں ہوا۔

سلطان محمود کے حالات

ابوالاثیر کہتے ہیں کہ مجھے نورالدین الشہید کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے عدل وانصاف کے لیے ایک مکان تعمیر کرایا تعمیر کا محرک یہ بنا کہ اس کے امراء میں اسدالدین شیرکوہ نامی وزیر بھی شامل تھا۔ ہر شخص ایک دوسرے پر ظلم کرتا گو رشتہ دار کیوں نہ ہوتے۔ لوگوں کی شکایات کثرت سے آنے لگیں۔ خاص طور پر لوگ فریاد کے لیے قاضی کمال الدین السہروردی کے پاس زیادہ جانے لگے۔ لیکن چونکہ شیرکوہ سب کا امیر تھا اس لئے لوگوں کو اس سے انصاف نہیں ملا۔ لیکن جب یہ بات نورالدین شہید کو معلوم ہوئی تو اس نے دیوان کی تعمیر کا حکم دیا۔ جب شیرکوہ کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے اپنے نواب سے کہا کہ دیکھو نورالدین صرف میری وجہ سے یہ دیوان تعمیر کروا رہا ہے ورنہ مجھے قاضی کمال الدین کے خلاف کوئی روک نہیں سکتا۔ خدا کی قسم! اگر مجھے تم میں سے کسی کی وجہ سے دیوان عدل وانصاف میں حاضر کیا گیا تو میں تم کو سولی دے دوں گا۔ تم لوگ آپس میں معافی تلافی کرلو۔

ابن الاثیر کہتے ہیں کہ نورالدین شہید کے انتقال کے بعد ایک دن ایک آدمی پر ظلم کیا گیا تو وہ پریشان حال ہوگیا۔ اس مظلوم نے فوراً نورالدین شہید کا نام لے کر فریاد رسی کی۔ اس بات کی اطلاع صلاح الدین بن یوسف بن ایوب کو ہوگئی تو انہوں نے اس شخص کی فریاد کو سن کر اس کی شکایت کو دور کردیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مظلوم شخص پہلے سے زیادہ رونے دھونے لگا۔ اس شخص سے لوگوں نے یہ سوال کیا کہ بھائی اب تو پہلے سے زیادہ رونے لگا کیا بات ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں سلطان عادل کی وفات کی وجہ سے رورہا ہوں۔

نورالدین شہید کا انتقال قلعہ دمشق میں ماہ شوال ۵۶۹ھ کو ہوا۔ مشہور ہے کہ ان کو خوانیق کا مرض لاحق ہوگیا تھا۔ اس وقت کے اطباء نے انہیں فصد لگانے کا مشورہ دیا لیکن اس پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے انتقال ہوگیا۔ یہ ایک بارُعب بادشاہ تھے۔ انہیں قلعہ ہی میں دفن کردیا گیا۔ پھر بعد میں انہیں ان کے تعمیر کردہ مدرسہ کی تربت میں سوق الخواصین کے گیٹ کے قریب دفن کردیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی قبر کے پاس دُعا مانگنے سے قبول ہوجاتی ہے۔ یہ بات آزمودہ مجرب ہے۔

سلطان نورالدین عدل گستر' عابد و زاہد' متقی و پرہیزگار' شریعت کے دلدادہ بادشاہ تھے۔ ان کے مزاج میں بھلائی کا پہلو غالب تھا۔ صدقات وغیرہ کثرت سے کرتے تھے۔ شام کے علاقے میں مدارس کا جال بچھا دیا تھا۔ دمشق میں مارستان کے قریب دارالحدیث اور شہر موصل میں جامع مسجد نوری اور شہر پناہ کے قریب جہاں پر نہر عاصی بہہ رہی ہے وہاں مزید ایک مسجد اور تعمیر کرائی۔ اس کے علاوہ صوفیاء کے لیے مسافر خانے' خانقاہیں اور ہوٹل وغیرہ بنا دیئے تھے۔ مرنے کے بعد انہوں نے لوگوں پر اچھے نقوش چھوڑے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے کفار سے پچاس سے زائد شہروں کو ان کے قبضہ سے نکال کر فتح حاصل کی تھی۔ ان کے بے شمار کارنامے ہیں۔

سلطان ناصر صلاح الدین یوسف بن ایوب کا انتقال ماہ صفر ۵۸۹ھ میں ہوا۔

ابن خلکان لکھتے ہیں جب ان کا انتقال ہوا تو قاضی الفاضل نے ان کے صاحبزادے ملک ظاہر (جو حلب کے حاکم تھے) کے پاس ایک رقعہ تحریر کیا جس کا مضمون یہ ہے:

''دیکھو تم رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے نصیحت حاصل کرو۔ قیامت کا دھماکہ ایک خطرناک دھماکہ ہوگا۔ آنسوؤں نے

آنکھ کے حلقے کوکھود ڈالا ہے اور قلوب نرخرے تک آ گئے ہیں۔ تم نے میرے مخدوم اپنے والد محترم کو اس طرح سے رُخصت کر دیا کہ اب دوبارہ نہیں آ سکتے تم نے میری طرف سے ان کی تقبیل کی اور انہیں تدابیر سے مغلوب کر کے اللہ کے سپرد کر دیا۔ خدا کرے کہ وہ راضی برضا ہوں۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ.

دروازے میں مسلح لشکر اسلحے اور چوکیدار ہوں گے جو نہ تو مصائب کو روک سکتے ہیں اور نہ قضاوقدر کے خلاف کوئی اقدام کر سکتے ہیں۔ آنکھیں اشکبار ہیں، دل رنجیدہ ہے۔ ہم لوگ تو سوائے رضائے الٰہی کے اور کیا کر سکتے ہیں؟ اے یوسف تم ہمیں غم زدہ کر گئے۔ ترکہ کا تو کوئی محتاج نہیں ہے۔ ہمیں مصائب و آلام نے گھیر رکھا ہے۔ ایک دن تو فیصلہ الٰہی ہو کے رہتا ہے۔ اگر آپ کے بارے میں اتفاق سے پیش آ گیا ہے تو کوئی بات نہیں ہے۔ مصائب و آلام تو آتے ہی رہیں گے۔ بس سب سے آسان موت ہی نظر آتی ہے۔ ہر مصیبت سے نجات مل جاتی ہے۔ حالانکہ لوگ موت ہی کو سب سے برا سمجھتے ہیں۔ فقط والسلام''

مرحوم دائرہ سلطنت کے وسعت کے ساتھ تواضع و خاکساری کا پیکر، لوگوں سے قرب و مانوس، رحم دل، شفیق، متحمل مزاج اچھے لوگوں کی طرف میلان رکھتے تھے۔ عمدہ اشعار کی تحسین کرتے بلکہ مجلس میں بار بار گنگناتے۔ اکثر جو اچھے قسم کے اشعار سناتے وہ محمد بن حسین الحمیری کے تھے ۔

و زارنی طیف من اھوی علی حذر   من الرشاۃ وداعی الصبح قد ھتفا

''چغل خوروں کے ڈر کے باوجود مجھے خواب میں محبوب کی زیارت ہوئی پھر صبح کے منادی نے اذان دی۔''

فکدت اوقظ من حولی بہ فرحا   و کادیھتک ستراحب فی شغفا

''قریب تھا کہ مارے خوشی کے اس سوز و گداز کی وجہ سے جو اس سے وابستہ تھا جاگ جاتا اور اس پر میں فریفتہ ہوں اس کا راز کھل جاتا۔''

ثم انتبھت و امالی تخیل لی   نیل المنی فاستحالت غبطتی اسفا

''لیکن اس کے بعد میں ہوشیار ہو گیا اور مجھے مطلوب کے حاصل ہونے کی اُمیدیں ہو گئیں۔ آخر کار نتیجہ یہ نکلا کہ میری خوشی افسوس سے بدل گئی۔

بلکہ سلطان ناصر صلاح الدین مرحوم ان اشعار کو بطور تشبیہ پڑھتے ۔

عجبت لمبتاع الضلالۃ بالھدی   وللمشتری دنیاہ بالدین اعجب

''مجھے ہدایت کے بدلے ضلالت خریدنے والے پر تعجب ہے بلکہ دین کے بدلے دُنیا کے خریدار پر زیادہ حیرت ہے۔''

واعجب من ھذین من باع دینہ   بدنیا سواہ فھو من زین اخیب

''اور ان دونوں سے زیادہ حیرت انگیز وہ ہے جس نے اپنے علاوہ دُنیا کے بدلے دین کو فروخت کر دیا یہ شخص ان دونوں سے زیادہ نامراد ہے۔''

مرحوم کی عمر تقریباً چھپن (۵۶) سال اور کچھ مہینے تھی۔

البطس

بطس مچھلیوں کے اقسام میں سے خاص قسم کی مچھلیاں ہوتی ہیں۔ان کے مخصوص پتا ہوتا ہے کہ اگر ان سے کچھ لکھ دیا جائے تو خشک ہونے کے بعد دن کی طرح رات کی تاریکی میں بھی پڑھا جاسکتا ہے۔

اس بات کو صاحب العطار نے بھی ذکر کیا ہے۔

البعوض

مچھر۔بعوض' یہ ایک چھوٹا سے جانور ہوتا ہے۔امام جوہریؒ لکھتے ہیں کہ بعوض مچھر کو کہتے ہیں۔اس کا واحد بعوضۃ ہے (دمیریؒ کہتے ہیں کہ یہ ان کا وہم ہے) بلکہ صحیح یہ ہے کہ مچھر کی دو قسمیں ہیں۔مچھر چیچڑی کے مشابہ ہوتا ہے اسی کے ساتھ دو ہلکے پھلکے پاؤں ہوتے ہیں جن میں نمی ہوتی ہے۔اسی جانور کو عراق میں شام اور جرجس بھی کہتے ہیں۔

جوہری کہتے ہیں کہ بعوض قرقس کی ایک لغت ہے۔چھوٹے مچھر کو کہتے ہیں۔

مچھر ہاتھی کے مانند ہوتے ہیں الا یہ کہ مچھر کے اعضاء ہاتھی سے زیادہ ہوتے ہیں اس لیے کہ ہاتھی کے چار پاؤں ہوتے ہیں ایک سونڈ اور ایک دم ہوتی ہے۔اور مچھر کے ان اعضاء کے علاوہ دو پاؤں زائد اور چار بازو ہوتے ہیں۔ ہاتھی کی سونڈ پر گوشت اور مچھر کی کھوکھلی ہوتی ہے۔جس کا سلسلہ پیٹ تک ہوتا ہے گویا کہ اس کی سونڈ اس کے پیٹ کی کھڑکی ہوتی ہے۔مچھر جب کسی آدمی کے کاٹتا ہے تو وہ اس کا خون پیتا ہے اور پی کر پیٹ میں پہنچا دیتا ہے۔گویا کہ مچھر کی سونڈ گلا اور حلق کا کام انجام دیتی ہے۔اسی لیے مچھر کا ڈسنا اذیت رساں' تکلیف دہ ہوتا ہے حتیٰ کہ یہ کھال پر بھی اچھی طرح قابو پا جاتا ہے۔راجزنے کہا ہے ؎

مثل السفاة دائما طنينها ركب في خرطومها سكينها

''ہمیشہ مچھر کی بھنبھناہٹ خاردار درخت کی طرح ہوتی ہے اور چھری اس کے سونڈ میں جڑ دی گئی ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی الہام کردہ چیزوں میں سے یہ ہے کہ مچھر انسان کے ایسے عضوی مسامات پر بیٹھتا ہے جہاں سے کوئی رگ نکلتی ہوتی ہے اس لیے کہ یہ جگہ کی جلد میں نہایت نرم ہوتی ہے۔مچھر کو جب اس کا سراغ مل جاتا ہے تو وہ اپنی خرطوم اس میں رکھ دیتا ہے۔زیادہ تر وہ خون چوستا ہے۔خون کا مچھر اتنا حریص ہوتا ہے کہ بسا اوقات خون زیادہ پی لینے کی وجہ سے پیٹ پھٹ جاتا ہے۔اُڑنے سے معذور ہو جاتا ہے۔اکثر اس کی ہلاکت کا سبب یہی حریص پن ہوتا ہے۔

مچھر کی حیرت انگیز قوت

مچھر میں اللہ تعالیٰ نے اتنی قوت ودیعت فرمائی ہے کہ یہ بسا اوقات اونٹ کو قتل کر دیتا ہے بلکہ ہر چوپائے کو قتل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔جب مچھر اسے ڈس کر ہلاک کر دیتا ہے تو درندے اور مردار خور پرندے اس کے اردگرد جمع ہو جاتے ہیں جو بھی اس کے ڈسے ہوئے کو کھالیتا ہے تو وہ بھی مرجاتا ہے۔

عراق کے بادشاہوں کا قدیم زمانے میں یہ طریقہ تھا کہ جب وہ کسی کو قتل کرنا چاہتے تو وہ مچھر کی نالیوں کے قریب کچھاڑ میں باندھ کر ڈال دیتے تھے۔پس وہ مچھروں کے بار بار ڈسنے سے ہلاک ہو جاتے۔

اسی معانی میں ابوالفتح البستی نے یہ اشعار کہے ہیں ۔

لا تستخفن الفتٰی بعداوة ابداً و ان کان العدو ضئیلا
''دشمنی کی وجہ سے کبھی بھی جوان کو کم تر اور ہلکا پھلکا مت سمجھنا اگرچہ دشمن کمزور کیوں نہ ہوں۔''

ان القذی یوذی العیون قلیله ولربما جرح البعوض من الفیلا
''چھوٹا تنکا آنکھوں کے لئے تکلیف دہ ہوتا ہے اور کبھی مچھر ہاتھی کو زخمی کر دیتا ہے۔''
بعض شعراء نے بڑے لطیف اور معنی آفرین شعر کہے ہیں ۔

لا تحقرن صغیرا فی عداوته ان البعوضة تدمی مقلة الاسد
''دشمنی میں چھوٹے کو ہرگز کمتر نہ سمجھنا اس لیے کہ مچھر شیر کی پتلی کو خون آلود کر دیتا ہے۔''
اس قسم کا ایک شعر ابوالنصر السعودی نے کہا ہے ۔

لا تحقرن عدوا رماک و ان کان فی ساعدیه قصر
''جس دشمن نے تمہیں تیر کا نشانہ بنایا ہے اسے کمتر مت سمجھو اگرچہ اس کے ہاتھوں میں کوڑا کرکٹ کیوں نہ ہو۔''

فان الحسام یحز الرقاب و یعجز عما تنال الابر
''اس لیے کہ تلوار گردنوں کو کاٹ دیتی ہے اور انسان کے لیے سوئی کی تکلیف ناقابل برداشت ہوتی ہے۔''
ان ہی کے یہ اشعار ہیں لیکن بعض لوگوں نے جمال الدین بن مطروح کی جانب منسوب کیے ہیں ۔

یا من لبست علیه اثواب الضنا صفرا موشحة بحمر الارمع
''اے وہ جسے لاغری کا زرد لباس پہنایا گیا جس میں سرخ آنسوؤں کی دھاریاں پڑی ہوئی ہیں۔''

ادرک بقیة مهجة لو لم تذب اسفا علیک رمیتها عن اضلعی
''اگر تجھے ہٹایا نہ جائے تو جسم کے بقیہ روح بھی نکال لے (تیرا برا ہو) میں اس روح کو اپنی پسلیوں سے الگ کر چکا ہوں۔''
ان ہی کے یہ بھی عمدہ ترین اشعار ہیں ۔

لما و قفنا للوداع و صارما کنا نظن من النوی تحقیقا
''جب ہم رخصت کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تو جس فراق کا ہم تصور کرتے تھے وہ واقعی ہو کر رہا۔''

نثروا علی ورق الشقائق لؤلؤا و نثرت من ورق البهار عقیقا
''انہوں نے لالہ کے پتے پر موتی بکھیر دیئے تو میں نے بھی گاؤ چشم کے پتے پر عقیق بکھیر دیئے۔''
اسی جیسے ابراہیم بن علی القیر وانی صاحب زہر الادب وغیرہ نے اشعار کہے ہیں ۔

و معذرین کان نبت خدودهم اقلام مسک تستمد خلوقا
''بہت سے سبزہ آغاز جن کے رخسار کے بالوں کا اُگنا یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کہ مشک کے قلم کو خوشبو میں ڈبو دیا گیا ہو۔''

نظموا البنفسج بالشقیق ونضدوا تحت الزبرجد لؤلؤ و عقیقا

''انہوں نے بنفشہ کو گاؤ چشم میں پرو دیا ہے موتی اور عقیق کو زبرجد کے نیچے سلیقہ سے لگا دیا ہے۔''

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دُنیا کی وقعت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ کافر کو پانی کے چلو کے برابر بھی دُنیا نہ دیتا۔'' (رواہ الترمذی والحاکم)

شاعر نے بھی اسی مضمون میں کہا ہے ؎

اذا کان شئی لا یساوی جمیعه جناح بعوض عند من کنت عبده

''اگر کوئی چیز سب مل کر اس ذات کے یہاں جس کا تو غلام ہے مچھر کے پر کے برابر نہ ہو۔''

واشغل جزء منه کلک ما الذی یکون علی ذالحال قدرک عنده

''اور پھر تمہیں اس ساری چیز میں سے کچھ حصہ تمہی کو مشغول کر دے تو اس حالت میں تمہارے آقا کے یہاں تمہاری کیا حیثیت رہے گی۔''

گویا کہ مطلب یہ ہوا کہ دُنیا کی وقعت اللہ کے نزدیک صرف یہ ہے کہ دُنیا کو اللہ تعالیٰ نے مقصود اصلی نہیں بنایا بلکہ دُنیا تو مقصود اصلی کی طرف رہنما بنتی ہے۔ اسی طرح دُنیا نہ سکونت و اقامت کی جگہ ہے اور نہ صلات وانعامات کی جگہ ہے بلکہ اسے تو محنت ومشقت' آزمائش وابتلاء اور عمل کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ اکثر جہال اور کفار دُنیا دار رہے ہیں۔ انبیاء' اولیاء اور ابدال نے دُنیا سے بچنے کی کوشش کی ہے۔

دُنیا کی بے وقعتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا ہے؟ آپ کو اسی سے اندازہ لگ جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے دُنیا کی تحقیر و مذمت کی ہے بلکہ مبغوض ترین اشیاء میں شمار کرایا ہے یہاں تک کہ دُنیا میں رہنے والوں کو اور اس سے محبت کرنے والوں کو بھی مبغوض قرار دیا ہے۔ دانش وروں کو آخرت کا توشہ تیار کرنے کی صرف اجازت دی گئی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دُنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے اللہ کے ذکر کے' وہ ملعون نہیں اور نہ وہ ملعون ہے جو ذکر اللہ کے قریب ہے چاہے معلم ہو یا متعلم ہو۔'' (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن غریب)

لیکن اس حدیث سے مطلق دُنیا کو لعنت ملامت کرنا گالی دینے کا مفہوم نہیں نکلتا۔

چنانچہ موسیٰ الاشعری کہتے ہیں:

''بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دُنیا کو گالی نہ دیا کرو اس لیے کہ دُنیا مؤمن کی بہترین سواری ہے جس کے ذریعہ سے مومن خیر تک پہنچتا ہے اور اسی سے شر سے نجات حاصل کرتا ہے جب بندہ یہ کہتا ہے اللہ نے دُنیا کو ملعون قرار دیا ہے تو دُنیا کہتی ہے اللہ نے دُنیا کو اپنے پروردگار کی نافرمانی کی وجہ سے ملعون فرمایا ہے۔'' (خرجہ الشریف ابو القاسم زید بن عبداللہ بن مسعود الهاشمی)

اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ دُنیا کو ملعون اور برا بھلا نہ کہا جائے۔ ماقبل کی دونوں حدیثوں کے درمیان اعتدال کی یہ راہ نکلتی ہے کہ دُنیا کو مباح سمجھنے اور فائدہ اُٹھانے والے کے لیے اس لیے لعنت کی گئی ہے کہ دُنیا کی بعض چیزیں اللہ کے ذکر سے غافل کر دیتی ہیں جس

طرح کہ بعض سلف صالحین سے منقول ہے کہ ہر وہ چیز جو اللہ کی یاد میں رکاوٹ پیدا کرتی ہو چاہے وہ اولاد میں سے ہو یا مال و دولت کے قبیل سے ہو منحوس ہے۔

اسی لئے قرآن کریم میں ارشاد ہے:

اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ. (حدید)

''یاد رکھنا دُنیا کی زندگی یہی کھیل تماشا بناؤ سنگھار اور آپس میں بڑائی کرنا اور مال و دولت اور اولاد میں اضافہ کرنا وغیرہ ہے۔''

اور جو چیز اللہ تعالیٰ سے قرب کا ذریعہ بنتی ہو یا عبادت میں معین ثابت ہو تو ایسی چیز ہر شخص کے لیے محبوب ہے۔ ہر شخص اس کی تعریف میں رطب اللسان رہتا ہے۔ اگر دُنیا کی چیزیں قرب الٰہی کا ذریعہ بنتی ہوں تو پھر دُنیا قابل ملامت نہیں ہوتی بلکہ اس چیز کی تو ترغیب دی گئی ہے۔ گویا اسی کی طرف استثناء کر کے اشارہ کیا گیا ہے:

الاذکر اللّٰہ وما والاہ او عالم او متعلم.

''سوائے اللہ کے ذکر کے وہ ملعون ہے۔ اور جو ذکر اللہ کے قریب ہے چاہے معلم ہو یا متعلم ہو (وہ ملعون نہیں)۔''

اسی کی تصریح دوسری حدیث میں ہے:

فنعمت مطیة المومن علیها یبلغ الخیر وبها ینجو من الشر.

''مومن کی بہترین سواری وہ ہے جس کے ذریعہ سے خیر و بھلائی تک پہنچ جاتا ہو اور اسی کے ذریعے برائی سے نجات حاصل کرتا ہو۔''

جو اس سے قبل بیان کیا گیا ہے اس شرح سے دونوں حدیثوں کا تعارض ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ امام غزالیؒ احیاء العلوم باب سادس میں کہتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کبھی بندہ کی ایسی تعریف کی جاتی ہے کہ مشرق و مغرب کا درمیانی حصہ تعریف سے بھر جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ تمام تعریفیں مچھر کے پر کے برابر بھی وزن نہیں رکھتیں۔'' (احیاالعلوم باب العلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک موٹا اور فربہ آدمی آئے گا لیکن خدا کے نزدیک اس کی مچھر کے پر کے برابر بھی اہمیت نہیں ہوگی، چاہو تو قرآن شریف کی یہ آیت پڑھو (جس کے معنی یہ ہیں کہ) پھر ہم ان کے لیے قیامت کے دن ترازو قائم نہیں کریں گے۔'' (رواہ البخاری فی التفسیر وفی التوبہ)

علماء کرام اس حدیث کا یہ مفہوم بتاتے ہیں کہ ان کے پاس عذاب کے مقابلے میں نہ تو اعمال ہوں گے اور نہ کار ثواب ہوگا جسے ترازو میں وزن کیا جا سکے اور یہ حتمی فیصلہ ہے کہ جن کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو وہ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔

ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تہامہ پہاڑوں کے برابر لوگوں کے اعمال ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا کوئی وزن نہ ہوگا۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ اس جملے کے مجازی معانی مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی کوئی حیثیت نہ ہوگی۔ جو لوگ کھانے وغیرہ میں گھی کا کثرت سے اہتمام کرتے ہیں ان کے لیے اس حدیث سے گھی کی مذمت معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ بعض لوگ اسے قدر کفایت سے زائد استعمال کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے یہاں مبغوض ترین فربہ عالم ہے۔''

نمرود کی ناک میں مچھر کا گھس جانا

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ نے مچھروں کو نمرود کے لیے بھیجا تو نمرود ایک بہت بڑے لشکر کے درمیان میں تھا۔ جس کا اندازہ نہیں لگایا سکتا۔ جب نمرود نے مچھروں کو دیکھا تو وہ لشکر سے علیحدہ ہو گیا۔ گھر میں گھس کر دروازوں کو بند کر کے پردے لٹکا دیئے۔ تھوڑی دیر کے بعد گدی کے بل لیٹ کر تدبیر سوچنے لگا۔ اتنے میں ایک مچھر اس کی ناک میں گھس گیا اور وہ دماغ تک پہنچ گیا۔ مچھر چالیس یوم تک پریشان کرتا رہا' باہر نہیں نکلا۔ یہاں تک کہ نمرود سر کو زمین پر مارنے لگا۔ آخر کار نمرود کا یہ حال ہوا کہ اس کے نزدیک سب سے محبوب شخص وہ تھا جو اس کے سر میں ضرب لگاتا۔ پھر بعد میں وہ مچھر چوزے کی طرح زمین پر گر گیا گویا کہ وہ یہ کہہ رہا تھا:

ذٰلِکَ یُسَلِّطُ اللّٰہُ رُسُلَہٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ. (القرآن)

''اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنے رسولوں کو بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے۔''

پھر نمرود تھوڑی دیر کے بعد مر گیا۔

محمد بن عباس الخوارزمی الطبر خیزی وزیر ابوالقاسم المازنی کو گرفتار کرتے وقت یہ اشعار پڑھ رہا تھا ؎

لا تعجبوا من صید عصفور بازیا ان الاسود تصاد بالخرفان

''چھوٹے چڑے نے باز کا شکار کر لیا تو حیرت مت کرو اس لیے کہ بکری کے چھوٹے بچے شیروں کا شکار کر لیتے ہیں۔''

قد غرقت املاک حمیر فأرۃ وبعوضۃ قتلت بنی کنعان

''ایک چوہیا نے حمیر کے تمام سامان کو غرق آب کر دیا ہے اور ایک مچھر نے بنو کنعان (یعنی نمرود کو) مار ڈالا ہے۔''

فرمایا میرے صحابی سے نرمی کرنا

جعفر الصادق بن محمد الباقر اپنے والد محترم سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ موت کے فرشتے کو رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری صحابی کے سرہانے دیکھ کر فرمایا کہ میرے صحابی کے بارے میں نرمی کا برتاؤ کرنا اس لیے کہ یہ مومن ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں تو ہر مومن آدمی کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتا ہوں۔ اسی طرح میں تمام گھر والوں کے دن میں پانچ مرتبہ جائزہ لیتا ہوں۔ بغیر اذن الٰہی میں روح کے قبض کرنے پر قادر نہیں ہوتا۔

جعفر بن محمد کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ موت کا فرشتہ نماز کے اوقات میں جائزہ لیتا ہے۔ اھ

مچھر کی خوبیاں

مچھر کا جثہ نہایت چھوٹا ہوتا ہے اس کے باوجود خداوند قدوس نے اس کے دماغ کے اگلے حصے میں قوت حفظ درمیانی حصے میں قوت فکر اور آخری حصہ میں قوت ذکر ودیعت فرمائی ہے۔ اسی کے ساتھ دیکھنے کی قوت' چھونے کی صلاحیت اور سونگھنے کی طاقت بخشی ہے۔ اس کے علاوہ کھانے کا منفذ فضلات کا مخرج' شکم انتڑیاں اور ہڈیاں بھی پیدا کی ہیں۔

خدا تعالیٰ کی ذات کتنی عظیم الشان ہے کہ اس نے کسی چیز کو بے کار پیدا نہیں فرمایا۔ سورۃ البقرہ کی تفسیر میں زمخشری نے اشعار لکھے ہیں ؎

یامن یری مدالبعوض جناحها فی ظلمة اللیل البهم الالیل
''اے وہ ذات جو شب دیجور میں مچھروں کے پروں کے اڑان کو دیکھتی ہے۔''

ویری مناط عروقها فی نحرها والمخ فی تلک العظام النحل
''اور جو اس کے سینے کی رگوں کے ملنے کی جگہ اور ان دبلی ہڈیوں میں مغز کو دیکھتی اور نگرانی کرتی ہے۔''

امنن علی بتوبة تمحوبها ماکان منی فی الزمان الاول
''تو مجھ پر توبہ کا احسان کر جس سے گزشتہ زمانہ کی خطائیں مٹ جائیں۔''

ابن خلکان نے بعض علماء کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام زمخشری نے وصیت کی تھی کہ مندرجہ بالا اشعار اس کی قبر پر لکھ دیئے جائیں۔ آخر شعر میں دوسری قرأت بھی ہے ۔

اغفر لعبد تاب من فرطاته ماکان منه فی الزمان الاول
''تو بندہ کو بخش دے جس نے زمانہ گزشتہ کے کیے ہوئے گناہوں سے توبہ کر لی ہے۔''

امام زمخشری

ابن خلکان وغیرہ لکھتے ہیں کہ امام زمخشری معتزلی المذہب تھے۔ وہ اس کا اظہار بھی کرتے تھے۔ نیز جب کسی کے یہاں اندر جانے کی اجازت طلب کرتے تو فرماتے کہ میں ابوالقاسم المعتزلی ہوں۔ ان کی سب سے پہلی تفسیر کشاف ہے۔ چنانچہ وہ یوں خطبہ لکھ کر حمد و ثنا کرتے ہیں:

الحمد لله الذی خلق القرآن.
''تمام تعریفیں اس پاک ذات کے لیے ہیں جس نے قرآن کریم کو پیدا فرمایا۔''
جب لوگوں نے اس سے کہا کہ اس سے تو لوگ تیری کتاب کو پڑھیں گے نہیں چھوڑ دیں گے تو اس نے فوراً یہ بدل دیا:
الحمد لله الذی جعل القرآن.
''تمام تعریفیں اس پاک ذات کے لیے ہیں جس نے قرآن کو بنایا۔''
جعل کا لفظ معتزلیوں کے نزدیک خلق کے معانی میں ہے۔

تفسیر کے اکثر نسخوں میں یہ موجود ہے۔ الحمد لله الذی انزل القرآن ''تمام تعریفیں اس ذات پاک کے لیے ہیں جس نے قرآن کا نازل کیا) لیکن یہ بات یاد رکھئے کہ یہ مصنف کی ترمیم یا اصلاح نہیں ہے بلکہ لوگوں نے بعد میں اس طرح لکھ دیا ہے۔ خوب سمجھ لو۔

زمخشری کا انتقال ۵۳۸ھ میں عرفہ کی رات ہوا۔
(احیاء العلوم باب محبت میں مچھر کی پیدائش کے اسرار و حکم بیان کئے گئے ہیں)

مچھر نکالنے کا عمل اور حضرت علاء الحضرمی کی کرامات

امام ابوبکر محمد بن الولید الفہری الطرطوشی' یہ ایک متقی پرہیزگار ادیب اور کم گو آدمی گزرے ہیں ان کی وفات اسکندریہ میں ۵۰۲ھ میں

ہوئی۔ان کی کتاب میں لکھا ہے کہ مطرب بن عبداللہ بن ابی مصعب المدنی کہتے ہیں کہ جب میں منصور کے دربار میں آیا تو منصور رنجیدہ تھے کسی سے ہم کلام نہیں ہو رہے تھے۔ غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا کوئی گہرا دوست جدا ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد منصور نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا او مطرب! مجھ میں رنجیدگی اور غم اتنا سوار ہو گیا ہے کہ شاید ہی کوئی بغیر خداوند قدوس کے زائل کر سکے۔ کیا کوئی دُعا ہے جس کو پڑھنے سے یہ غم جاتا رہے۔ میں نے کہا کہ حضور والا مجھ سے محمد بن ثابت نے عمرو بن ثابت بصری کے حوالہ سے سنایا ہے کہ ایک مرتبہ بصرہ کے ایک آدمی کے کان میں مچھر گھر گیا۔ پردے کے قریب پہنچ کر قوت شنوائی تک اثر انداز ہو گیا جس کی وجہ سے رات کی نیند حرام ہو گئی۔ چنانچہ سیدنا حسن بصریؒ کے اصحاب میں سے کسی نے یہ تلقین کی کہ تم العلاء بن الحضرمی صحابی رسول کی دعا پڑھو جوانہوں نے جنگل اور دریا کی ہولناکی کے وقت پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں نجات بخشی۔ بصرہ کے آدمی نے کہا کہ وہ آخر کون سی دُعا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تفصیل یہ ہے کہ مجھے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا ہے کہ وہ کہتے ہیں ایک مرتبہ العلاء الحضرمی رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر دے کر بحرین بھیجا گیا جس میں میں بھی شریک تھا۔ راستہ کو طے کرتے ہوئے ایک جنگل سے گزر ہوا۔ اسی درمیان ہمیں پیاس کی شدت محسوس ہوئی۔ اتنے میں العلاء الحضرمی نے اُتر کر دو رکعت نماز ادا کی اور یہ دُعا کی:

''یا حلیم یا حلیم یا علی یا عظیم. ہمیں پانی سے سیراب کر دے۔''

بس یہ کہنا تھا کہ بادل کا ٹکڑا پرندہ کے بازو کی طرح آیا اور چھا گیا۔ اس کے بعد اس قدر بارش ہوئی کہ ہمارے برتن بھر گئے۔ سواروں کو پلایا اور تھوڑی دیر کے بعد کوچ کیا۔ یہاں تک کہ خلیج کے پاس پہنچ گئے۔ جس کے اندر اس قدر جوش وتلاطم تھا کہ ہم نے اس سے قبل نہیں دیکھا۔ دریا کو پار کرنے کے لیے کوئی کشتی نہیں تھی۔ پھر العلاء حضرمی رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نماز پڑھی اور انہی الفاظ میں دُعا مانگی: یا حلیم یا علیم یا علی یا عظیم ہمیں اس دریا سے پار کر دے۔ پھر العلاء حضرمی رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کی لگام پکڑ کر کہا کہ بھائیو اللہ کا نام لے کر پار کر جاؤ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اتنے میں ہم لوگ پانی پر چل پڑے۔ خدا کی قسم نہ پاؤں بھیگے نہ موزے اور نہ کسی جانور کا کھر۔ لشکر کی تعداد چار ہزار کے قریب تھی۔

چنانچہ اس بصرہ کے آدمی نے یہ دُعا پڑھی۔ تھوڑی دیر کے بعد دو بھنبھناتے ہوئے مچھر نکلے جو دیوار سے جا کر ٹکرا گئے اور اس آدمی کو نجات مل گئی۔

یہ واقعہ سنتے ہی خلیفہ منصور قبلہ رُخ ہو گیا اور اسی دُعا کو پڑھتا رہا۔ مطرب کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے اور نام لے کر فرمایا کہ مطرب اللہ تعالیٰ نے میرے غم کو دور کر دیا۔ اس کے بعد کھانا منگوایا اور مجھے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا۔

حضرت موسیٰ کاظم کی کرامات

اسی جیسا یہ واقعہ بھی ہے جس کو مؤرخ ابن خلکان نے موسیٰ الکاظم جعفر الصادق کی سوانح حیات تحریر کرتے ہوئے زیب قرطاس کیا ہے۔

''ایک مرتبہ موسیٰ الکاظم کو خلیفہ ہارون الرشید نے بغداد میں قید کر لیا۔ کچھ دنوں کے بعد ہارون الرشید نے کوتوال کو بلوا بھیجا اور کوتوال سے کہا کہ میں نے رات ایک حبشی کو خواب میں دیکھا اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا نیزہ تھا وہ مجھ سے یہ کہہ رہا تھا کہ موسیٰ الکاظم کو رہا کر دو ورنہ میں اسی نیزے سے تم کو ہلاک کر دوں گا۔ اس لیے تم ان کو جا کر رہا کر دو۔ اسی کے ساتھ انہیں

تیس ہزار دراہم بطور ہدیہ دے دو۔ مزید یہ بھی کہہ دینا کہ اگر آپ ہم سے کوئی عہدہ لینا چاہتے ہوں تو دیا جا سکتا ہے ورنہ مدینہ منورہ جانا چاہیں تو آپ کو اختیار ہے۔"

کوتوال نے کہا کہ میں نے بعینہٖ یہی باتیں موسیٰ الکاظم سے نقل کر دیں۔ مزید یہ بھی کہا کہ میں نے آپ کے معاملہ کو بالکل عجیب انداز سے دیکھا۔ موسیٰ الکاظم نے کہا کہ دیکھو میں تمہیں راز بتا دیتا ہوں کہ ایک رات میں سو رہا تھا تو جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپؐ نے فرمایا اے موسیٰ! تمہیں ظلماً قید کیا گیا ہے۔ تم یہ دُعا پڑھا کرو تم یہ رات بھی قید خانہ میں نہ گزار سکو گے کہ رہا کر دیئے جاؤ گے۔ اور وہ دعا یہ ہے:

یاسامع کل صوت یاسابق کل فوت ویاکاسی العظام لحما ومنشرھا بعد الموت اسالک باسمائک العظام وباسمک الاعظم الاکبر المکنون الذی لم یطلع علیہ احد من المخلوقین یا حلیماً ذا اناۃ لا یقدر علی اناتہ یا ذالمعروف الذی لا ینقطع معروفہ ابداً ولا نحصی لہ عددا فرج عنی.

پھر اس کے بعد وہی ہوا جس حالت میں کہ تم مجھے دیکھ رہے ہو یعنی تم رہائی کا پروانہ لے کر آئے ہو۔

موسیٰ الکاظم کی وفات

ان کی وفات ۱۸۷ھ یا ۱۸۳ھ ماہ رجب بغداد میں ہوئی۔ آپ کو زہر دے دیا گیا تھا بعض نے کہا ہے کہ ان کا انتقال قید خانہ کی زندگی میں ہوا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ موسیٰ الکاظم کی قبر پر دُعا تریاق مجرب ہے۔ یہ بات خطیب ابوبکر کے حوالہ سے مل جاتی ہے۔

ابن خلکان نے بھی یعقوب بن داؤد کی سوانح حیات میں لکھا ہے کہ خلیفہ مہدی نے موسیٰ الکاظم کو ایک کنوئیں میں قید کر کے اس کے اوپر ایک گنبد بنوا دیا تھا۔ چنانچہ وہ پندرہ سال قید رہے۔ اسی میں آپ کو کھانا بھیج دیا جاتا تھا نماز کے اوقات سے مطلع کر دیا جاتا۔ موسیٰ کہتے ہیں کہ جب بارہ سال گزر گئے تو تیرہویں سال کے شروع میں ایک صاحب خواب میں آتے اور یہ شعر پڑھ کر چلے جاتے ہیں ؎

حسن علی یوسف رب فاخرجہ   من قعرجب و بیت حولہ غمم

"پروردگار نے یوسف علیہ السلام پر مہربانی فرمائی چنانچہ انہیں گہرے کنوئیں اور ایسے گھر سے نکالا جس کے گرد حزن وملال تھا۔"

موسیٰ الکاظم کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور یہ سمجھا کہ شاید اب پریشانی ختم ہو جائے گی۔ پھر اس کے بعد ایک سال تک رہا کچھ نہیں دیکھا۔ پھر دوسرے سال میں دیکھا کہ ایک صاحب خواب میں آ کر یہ شعر پڑھتے ہیں ؎

عسی فرج یاتی بہ اللّٰہ انہ   لہ کل یوم فی خلیقتہ امر

"جلد ہی اللہ تعالیٰ کشادگی لائیں گے اس لیے کہ وہ اپنی مخلوق کے بارے میں روزانہ امر کرتے ہیں۔"

موسیٰ کہتے ہیں کہ پھر میں ایک سال رہا کچھ نہیں دیکھا۔ پھر تیسرے سال کے شروع میں دیکھتا ہوں کہ ایک صاحب خواب میں یہ شعر پڑھتے ہیں ؎

عسی الکرب الذی امسیت فیہ   یکون ورائہ فرج قریب

"جس مصیبت میں تم گرفتار ہو جلد ہی اس کے بعد آسانی اور کشادگی آ رہی ہے۔"

فیا من خائف و یفک عان و تاتی اهله النائی الغریب

''اے وہ شخص جو خوف زدہ ہو رہا ہے مصیبت دور ہو جائے گی اور تو اپنے دور دراز کے گھر والوں سے ملاقات کر لے گا۔''

موسیٰ الکاظم کہتے ہیں کہ جب صبح ہو گئی تو مجھے کسی نے آواز دی تو میں یہ سمجھا کہ مجھے نماز کی اطلاع دی جا رہی ہے۔ اتنے میں ایک رسی لٹکائی گئی تو اس رسی کو میں نے اپنی کمر سے باندھ لیا۔ پھر مجھے کنوئیں سے نکال لیا گیا۔ اس کے بعد ہارون الرشید کے دربار میں لے جایا گیا۔ مجھ سے کہا گیا کہ امیر المؤمنین کو سلام کرو۔ تو میں نے کہا السلام علیکم یا امیر المؤمنین المہدی! تو امیر المؤمنین نے مجھ سے کہا میں ہادی نہیں ہوں۔ پھر میں نے کہا السلام علیکم یا امیر المؤمنین! تو امیر المؤمنین رشید نے کہا ہاں میں ہارون الرشید ہوں۔ تو میں نے کہا السلام علیکم یا امیر المؤمنین الرشید! (موسیٰ الکاظم کو قید خانے میں ایک عرصہ دراز گزر گیا تھا دور خلافت بدل گئے تھے)۔ ہارون الرشید نے کہا اے یعقوب میرے پاس کسی نے تمہاری سفارش نہیں۔ ایک دن میں اپنی بچی کو گردن و کاندھے پر اُٹھائے ہوئے تھا تو اس وقت مجھے تمہارا اُٹھانا یاد آ گیا۔ اس لیے کہ تم مجھے بچپن میں اسی طرح کاندھے پر اُٹھایا کرتے تھے۔ موسیٰ الکاظم کہتے ہیں کہ یہ کہہ کر ہارون الرشید نے مجھے انعام دینے کا حکم صادر فرمایا اور جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

مچھر کا شرعی حکم

گندگی کی وجہ سے حرام ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک سوال

عبدالرحمٰن بن نعیم کہتے ہیں:

''میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا ایک آدمی نے مچھر کے خون کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم کس خاندان سے ہو؟ اس نے کہا میں اہل عراق میں سے ہوں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگو! اس آدمی کو دیکھو یہ مجھ سے مچھر کے خون کے بارے میں حکم معلوم کر رہا ہے حالانکہ ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے[1] کو شہید کر دیا ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپؐ فرمایا کرتے کہ حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ دونوں میرے دُنیا میں پھول ہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حسنین رضوان اللہ علیہم سے زیادہ کوئی حضور کے مشابہ نہیں تھا۔'' (رواہ البخاری فی الادب والترمذی)

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''حسن رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے سے سر تک زیادہ مشابہ ہیں اور حسین رضی اللہ عنہ اس سے نیچے کے حصے میں آپؐ سے زیادہ مشابہ ہیں۔'' (رواہ ابن حبان والترمذی)

کیا حسنینؓ کے متعلق حجاج کا سوال

امام شعبی کہتے ہیں کہ جب حجاج بن یوسف کو معلوم ہوا کہ یحییٰ بن یعمر کا یہ خیال ہے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ 'رسول اللہ

---

[1] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ طنزیہ فرما رہے تھے کہ انسانوں کی خوں ریزی بلکہ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم 'یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سفاکانہ قتل سے گریز نہیں کیا اور اپنی ذہانت و تقویٰ کے اظہار میں مچھر کا خون کپڑے پر لگنے کی صورت میں مسئلہ پوچھتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کبیرہ گناہ بلکہ حرام کا ارتکاب کرتے ہیں اور معمولی چیزوں میں زہد و تقویٰ کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

ﷺ کے خاندان اور اہل بیت میں سے ہیں تو حجاج نے والیٔ خراسان قتیبہ بن مسلم کو یہ تحریر کیا کہ یحییٰ بن یعمر کو میرے پاس بھیج دو۔ یحییٰ بھی خراسان میں سکونت پذیر تھے چنانچہ جس وقت یحییٰ بن یعمر حجاج کے پاس آئے۔ شعبی کہتے ہیں کہ میں اس وقت حجاج ہی کے پاس تھا۔ حجاج نے یحییٰ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ اہل بیت رسول میں سے ہیں۔ یحییٰ بن یعمر نے کہا ہاں صحیح ہے اے حجاج! امام شعبی کہتے ہیں کہ مجھے یحییٰ بن یعمر کے جرأت مندانہ کلام سے حیرت ہوئی کہ انہوں نے یا حجاج کہہ دیا۔ حجاج نے کہا خدا کی قسم اگر تم اس بات کے ثبوت میں قرآن کریم کی مشہور آیت کریمہ:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ كُمْ وَنِسَاءَ نَا وَ نِسَآءَ كُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ. (آل عمران)

آپؐ فرما دیجئے کہ آجاؤ ہم اور تم اپنے بیٹوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور اپنی عورتوں کو اور اپنے آپ کو اور تمہارے تنوں کو بلالیں پھر ہم سب مل کر خوب دل سے دُعا کریں اس طور پر کہ (جو اس بحث میں) ناحق ہوں ان پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔''

کے علاوہ کسی دوسری آیت کریمہ سے ثبوت پیش کردو تو تم میری امان میں رہو گے۔ کسی چیز کا خطرہ نہ کرو۔ یحییٰ نے کہا جی ہاں! دوسری آیت پاک سے ثابت کردوں گا۔ ارشاد ربانی ہے:

وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمَانَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَهَارُوْنَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ كُلٌّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ. (الانعام)

''اور ہم نے (ابراہیمؑ کو) ایک بیٹا اسحٰق اور ایک پوتا یعقوب دیا۔ ہر ایک کو ہم نے سیدھا راستہ بتایا اور ابراہیمؑ سے پہلے زمانہ میں ہم نے نوحؑ کو ہدایت کی اور ان ابراہیمؑ کی اولاد میں سے داؤد، سلیمان، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو ہدایت کا راستہ دکھایا۔ اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ نیز زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس کو بھی ہدایت کا راستہ بتایا اور یہ سب حضرات نیک لوگوں میں سے تھے۔''

آیت کریمہ پڑھنے کے بعد یحییٰ بن یعمر نے کہا اللہ جل شانہٗ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں شمار کیا ہے حالانکہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے والد ہی نہیں تھے۔ نیز حضرت عیسیٰ وابراہیم علیہم السلام کے درمیان ایک دراز مدت گزر چکی ہے جتنی کہ حسن وحسین رضوان اللہ علیہم اور جناب رسول اللہ ﷺ کے درمیان نہیں گزری۔

حجاج بن یوسف نے کہا واقعی آپ نے بہت عمدہ دلیل پیش کی ہے۔ خدا کی قسم! ہم نے قرآن مجید کی بہت تلاوت کی لیکن کبھی بھی اس آیت پر غور نہیں کیا۔ یہ عجیب وغریب استدلال ہے۔

پھر حجاج نے یحییٰ سے کہا آپ کا میرے بارے میں کیا خیال ہے؟ میں اعرابی غلطی تو نہیں کرتا۔ یحییٰ بن یعمر خاموش ہو گئے حجاج نے کہا میں تمہیں قسم دیتا ہوں ضرور بتاؤ۔

یحییٰ نے کہا اے امیر! اگر آپ مجھے قسم دیتے ہیں تو میں ضرور بتاؤں گا آپ زیر کو پیش پڑھتے ہیں اور پیش کو زبر پڑھ دیتے ہیں۔ حجاج نے کہا یہی بات ہے خدا کی قسم میں کھلی ہوئی اعراب کی غلطی کر رہا تھا۔

چنانچہ حجاج نے اس واقعہ سے متاثر ہو کر والیٔ خراسان قتیبہ بن مسلم کے پاس یہ تحریر لکھی کہ جب تمہیں یہ میرا رقعہ ملے تو یحییٰ بن یعمر کو اپنا قاضی بنالینا۔

بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ حجاج نے یحییٰ سے کہا آپ نے سنا ہے کہ میں اعراب کی غلطی کرتا ہوں۔ یحییٰ نے کہا ایک حرف میں۔ حجاج نے کہا وہ کس جگہ پر۔ یحییٰ نے کہا وہ غلطی قرآن کریم میں کرتے ہیں۔ حجاج نے کہا پھر تو وہ بہت بڑی غلطی ہے۔ وہ کون سے غلطی ہے؟ یحییٰ نے کہا وہ یہ ہے کہ آپ:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآءُكُمْ وَاَبْنَآءُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبُّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ. (توبہ)

''آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ لے آئے۔''

میں آپ رفع کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ حجاج نے کہا یقیناً آپ نے میری کوئی غلطی اعراب کی نہیں سنی۔ پھر انہیں خراسان بھیج دیا۔

امام شعبی کہتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حجاج بن یوسف گفتگو کے طویل ہونے کی وجہ سے اپنے موضوع کو بھول گئے تھے۔

(زالروض الزاہر)

یحییٰ بن یعمر کی سوانح حیات میں ابن خلکان لکھتے ہیں کہ اس میں تھوڑی سی بات لغو ہے۔

امام دمیریؒ کہتے ہیں یحییٰ بن یعمر کے کلام میں اس بات کی تصریح ملتی ہے کہ **فی** کی ضمیر اور **ومن ذریتہ** کی ضمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے۔

الکواشی اور بغوی کی تفسیر میں یہ ہے کہ ضمیر نوح علیہ السلام کی طرف لوٹ رہی ہے اس لیے کہ یونس علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کا ذکر من جملہ پیغمبروں میں کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ زکریا، یحییٰ، عیسیٰ، الیاس **کل من الصالحین واسماعیل والیسع ویونس ولوطا وکلا فضلنا علی العالمین.**

یونس اور لوط علیہما السلام نوح علیہ السلام کی ذریت میں ہیں نہ کہ ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں لیکن قول ثانی کے مطابق ان کا استدلال بھی صحیح ہے۔

یحییٰ بن یعمر کون تھے

ابن خلکان لکھتے ہیں:

''یحییٰ بن یعمر تابعی، قرآن کے عالم، نحو کے ماہر شیعہ عالم تھے لیکن ان کا شمار متقدمین شیعوں میں ہوتا ہے اس لیے کہ ان کے اندر شیعیت معمولی درجے میں تھی غالی نہیں تھے بغیر کسی صحابی کی تنقیص کیے ہوئے فقط فضیلت اہل بیت کے قائل تھے۔''

ابن خلکان کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بصرہ کے حاکم نے خطبہ دیتے ہوئے کہا:

اتقوا اللّٰه فانه من یتق اللّٰه فلا هوارة علیه.

''اللہ سے ڈرو اس لیے کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اس کو ہلاکت کا خوف نہیں ہوتا۔''

چنانچہ اہل بصرہ ''ہوارۃ'' کا مفہوم نہیں سمجھ پائے تو ان لوگوں نے ابوسعید یحییٰ بن یعمر سے اس کا مطلب دریافت کیا تو آپ نے

فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اسے ہلاک اور ضائع ہونے کا خطرہ لاحق نہیں رہتا۔
امام اصمعی نے اس پر کلام کرتے ہوئے کہا ہے کہ غریب اور انوکھی باتوں کا باب تو وسیع اور کشادہ ہے میں نے اس قسم کی بات نہیں سنی۔
یحییٰ بن یعمر کا انتقال ۱۲۹ھ میں ہوا۔
یعمر کا لفظ یاء کے زبر کے ساتھ ہے۔ بعض نے پیش بھی پڑھا ہے لیکن پہلا ہی زیادہ صحیح ہے۔

نصر اللہ بن یحییٰ کا خواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال

نصر اللہ بن یحییٰ علماء اہل سنت و جماعت کے معتبر و متند عالم ہیں کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا تو میں نے ان سے یہ سوال کیا کہ اے امیر المومنین آپ لوگ مکہ کو فتح کرتے ہوئے یہ بھی کہہ رہے تھے کہ جو بھی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا تو اسے امان ہے لیکن جو آپ کے صاحبزادے حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاملہ کیا گیا وہ سب کو معلوم ہے۔
سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس سلسلے میں ابن الصیفی کے اشعار نہیں سنے۔ میں نے کہا نہیں سنے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اسی سے سن لو۔ اتنے میں میں بیدار ہو گیا فوراً بھاگا ہوا حیص بیص شاعر کے پاس گیا اور ان سے اپنا خواب بیان کیا تو وہ رونے لگے اور اتنے روئے کہ سسکیاں لینے لگے۔
پھر انہوں نے قسم کھا کر بیان کیا کہ جو بھی انہوں اشعار کہے ہیں وہ کسی کو نہیں لکھوائے اور وہ صرف اسی رات میں نظم کئے گئے ہیں۔
پھر انہوں نے اشعار سنائے ؎

ملکنا فکان العفو منا سجیة　　فلما ملکتم سال بالدم ابطح

''ہم مالک بن گئے تو عفو و درگزر ہماری طبیعت ثانیہ بن گئی' لیکن جب تم مالک بنے تو خون کے نالے بہہ پڑے۔''

وحللتموا قتل الاساری و طالما　　عدونا علی الاسری فنعفو و نصفع

''اور تم نے قیدیوں کے خون کو روا سمجھا (اور ہمارا یہ حال ہے) کہ دشمن عرصہ دراز تک ہمارے قیدی رہے لیکن ہم بخشتے رہے اور درگزر کرتے رہے۔''

وحسبکم هذا التفاوت بیننا　　و کل اناء بالذی فیه ینضح

''بس یہی فرق ہمارے اور تمہارے درمیان کافی ہے اور (دیکھو دراصل بات یہ ہے کہ) برتن میں جو چیز ہوتی ہے وہی ٹپکتی ہے۔''

حیص بیص سے شہرت کی وجہ

ان کا نام سعد بن محمد کنیت ابوالفوارس التیمی ہے۔ لیکن ابن الصیفی سے زیادہ مشہور ہوئے اور لقب حیص بیص مشہور ہوا۔ ایک مرتبہ اس نے لوگوں کو کسی اہم معاملہ میں اُلجھا ہوا دیکھا تو اس نے کہا ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ حیص بیص میں پڑ گئے ہیں یعنی ایسی گڑبڑ میں پڑ گئے ہیں جس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔ جب ہی سے اس کا لقب حیص بیص رکھ دیا گیا۔ اس نے علم فقہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ لیکن علم ادب اور شعر و شاعری کا زیادہ غلبہ تھا۔ ان کے اشعار اچھے ہوتے۔ جب لوگ ان سے ان کی عمر کے بارے میں سوال کرتے تو جواب دیتا کہ میں دُنیا میں اندازے سے جی رہا ہوں' اس لیے کہ اسے اپنی تاریخ پیدائش صحیح یاد نہیں تھی۔

وفات ۵۷۴ھ میں ہوئی۔ ان کے عمدہ اشعار یہ ہیں ؎

یا طالب الرزق فی الافاق مجتهدا اقصر عناک فان الرزق مقسوم

''اے دُنیا میں روزی کو محنت ومشقت سے طلب کرنے والے دوڑ دھوپ کم کر دے اس لیے کہ روزی تقسیم ہو چکی ہے۔''

الرزق یسعی الی من لیس یطلبه و طالب الرزق یسعی وهو محروم

''جو روزی تلاش نہیں کرتا اس کے پاس پہنچ جاتی ہے اور روزی کا طلب گار کوشش کے باوجود محروم رہتا ہے۔''

یہ بھی ان ہی کے اشعار ہیں ؎

یا طالب الطب من داء اصیب به ان الطبیب الذی ابلاک بالداء

''اے مرض میں مبتلا دوا کے طلب کرنے والے یقیناً دوا کرنے والا وہی ہے جس نے تم کو مبتلا کیا ہے۔''

هو الطبیب الذی یرجی لعافیة لامن یذیب لک التریاق فی الماء

''طبیب تو وہی ہے جس سے آرام کی اُمید کی جاتی ہے۔ طبیب وہ نہیں ہے جو تمہارے لیے پانی میں تریاق گھول رہا ہے۔''

یہ بھی ان ہی کے اشعار ہیں ؎

الـه عـمـا استاثر اللّٰه بـه ایها القلب ودع عنک الحرق

''معبود وہ ہے جو وفات دیتا ہے۔ اے دل سوز وتپش کو اپنے اوپر سے جدا کر دے۔''

فـقـضـاء اللّٰه لا یدفعه حـول مـحـتـال اذاالامر سبق

''اللہ کے فیصلہ کو کوئی بدل نہیں سکتا جب کہ حکم نافذ کر دیا گیا ہے۔''

یہ اشعار بھی انہی کی طرف منسوب ہیں ؎

انفق ولا تخش اقلا لا فقد قسمت علی العباد من الرحمان ارزاق

''خوب خرچ کرو کم ہونے کا خوف نہ کرو اس لیے کہ خدا کی طرف سے بندوں کا رزق تقسیم کر دیا گیا ہے۔''

لا ینفع البخل مع دنیا مولیة ولا یضر مع الاقبال انفاق

''اس لیے کہ دُنیا سے جاتے ہوئے بخل نفع اندوز نہیں ہوتا اور نہ خرچ دُنیا میں آتے ہوئے نقصان دہ ہوتا ہے۔''

ضرب المثل

عرب کہتے ہیں هواعزمن مخ البعوض. ''وہ مچھر کے مغز سے زیادہ نایاب ہے'' یہ بھی کہتے ہیں کَلَّفْتَنِیْ من مخ البعوض ''تو نے مجھے مچھر کے مغز کی تکلیف دی ہے'' اردو میں کہتے ہیں کہ تو نے مجھے چیل کی موت لانے کی زحمت دی ہے۔

فائدہ: ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا. (بقرہ)

''ہاں واقعی اللہ تعالیٰ نہیں شرماتے اس بات سے کہ وہ کوئی مثال بیان کریں خواہ مچھر کی ہو یا اس سے بھی بڑھی ہوئی ہو۔''

اس آیت کا شان نزول

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ کفار مکہ نے سورۃ کے علاوہ مکھی اور مکڑی وغیرہ سے مثال دینے کی بابت انکار کیا کہ ان سب چیزوں سے مثال نہیں دی جاتی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں منافقین کے لیے دو مثالیں دے کر بیان کیا:

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا. (بقرہ)

''ان کی حالت اس شخص کی طرح ہے جس نے کہیں آگ جلائی ہو۔''

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ. (بقرہ)

''یا ان منافقوں کی ایسی مثال ہے کہ جیسے آسمان سے بارش ہو۔''

چنانچہ کفار مکہ نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ تو ان تمام مثالیں دینے سے بالاتر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات پاک نازل فرمائیں۔

امام کسائی کہتے ہیں کہ ابوعبیدہ وغیرہ جن کا شمار اعلام مفسرین میں ہوتا ہے' کہتے ہیں کہ 'فما فوقها '' میں ایک حقیر اور چھوٹی شے کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

قتادہ اور ابن جریج کہتے ہیں کہ نہیں ''فما فوقها '' سے مراد مچھر دے بڑی چیزی ہیں۔ مفسر ابن عطیہ کہتے ہیں کہ جھگڑے کی بات نہیں ہے۔ دونوں معانی کا احتمال ہے۔ واللہ اعلم

بعیر

اونٹ۔ اونٹ کو مینگنی کرنے کی وجہ سے بعیر کہتے ہیں۔ عربی میں بَعَرَ البعير يبعر ماضی اور مضارع دونوں میں عین کلمہ پر زبر ہے۔ (ترجمہ ہوگا اونٹ نے مینگنی کی) اور مصدر کا صیغہ بعرًا کے عین کلمہ پر سکون ہے جس طرح کہ ذبح' ذبحا میں مصدر کا عین کلمہ سکون کے ساتھ آتا ہے۔ چنانچہ ابن السکیت نے اس کی تصریح اس طرح کی ہے:

بعیر کا لفظ اسم جنس ہے جس کا اطلاق نر اور مادہ دونوں پر ہوتا ہے۔ اونٹوں کے ناموں میں بعیر کا لفظ بالکل ایسے ہی ہے جیسا کہ انسانوں کے لیے لفظ انس' چنانچہ جمل نر کے لئے اور ناقة مونث کے لئے قعود نوجوان اونٹ کے لئے اور قلوص اونٹ کے بچہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ لیکن اس کے برخلاف بعض عرب سے یہ بھی منقول ہے' کہتے ہیں صَرَعَتْنِىْ بَعِيْرِىْ اَىْ نَاقَتِىْ یعنی مجھے میری اونٹنی نے پچھاڑ دیا اور شَرِبْتُ مِنْ لَبَنِ بَعِيْرِىْ اى مِنْ لَبَنِ نَاقَتِىْ. یعنی میں نے اونٹنی کا دودھ پیا۔ جس وقت اونٹ نو سالہ یا چار سالہ ہوجاتا ہے تو اس وقت سے اسے بعیر کہنے لگتے ہیں۔ اس کی جمع اَبْعُرٌ' اَبَاعر اور بُعْرَان آتی ہے (بعض نے اباعیر بھی ذکر کیا ہے)۔

امام التفسیر حضرت مجاہدؒ قرآن کی مندرجہ ذیل آیت کے تحت میں فرماتے ہیں:

وَلِمَنْ جَاءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ. (یوسف)

''اور جو شخص اسے لائے گا اسے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر غلہ ملے گا۔''

یہاں بعیر سے مراد گدھا ہے اس لیے کہ بعض عرب گدھے کو بعیر بھی کہہ دیتے ہیں لیکن یہ شاذ و نادر ہے۔

چند فقہی مسائل

اگر کسی نے مرنے کے بعد بعیر کی وصیت کی تو اس وصیت میں اونٹنی بھی شامل ہوگی۔ لیکن اگر کسی نے بکری کی وصیت کی تو بکرا شامل نہیں ہوگا۔ اور اگر کسی نے اس کے برعکس وصیت کی مثلاً اونٹنی کی وصیت کی یا بکرا کی وصیت کی تو ان دونوں صورتوں میں اونٹ اور بکری شامل نہیں ہوگی' عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن عرف نے کلام عرب کے خلاف بعیر کو جمل کا درجہ دے دیا ہے۔

امام رافعیؒ فرماتے ہیں کبھی کبھی کلام عرب میں نص کو اُتار دینے کی وجہ سے ایک واسطہ معلوم ہوگا۔ مثلاً جب کہ عرف عام میں بعیر کا استعمال جمل کے معانی میں زیادہ ہونے لگے۔ لیکن اگر عرف عام میں زیادہ استعمال نہ ہوا ہو تو پھر لغت اور زبان کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

امام سبکی کہتے ہیں ان جیسے مسائل میں نص کے خلاف تصحیح کرنا بعید معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ امام شافعیؒ زبان کو زیادہ جاننے والے تھے اس لیے کوئی بھی مسئلہ سوائے عرف عام میں مشہور ہونے کی وجہ سے اپنی اصل سے خارج نہیں ہوگا۔ اس لیے اگر کوئی مسئلہ صحیح ہوگا تو عرف عام میں مشہور ہوگا۔

بخلاف امام شافعیؒ کے اس قول کے کہ لغت کی اتباع کرو ورنہ عرف عام کی اتباع ہی بہتر ہے۔

(۲) کسی کنوئیں میں دو اونٹ گر گئے اور وہ دونوں ایک دوسرے کے اوپر ہوں اگر اوپر والے کو نیزہ مارا گیا اور نیچے والا اونٹ اوپر والے کے بوجھ سے مر گیا تو یہ حرام ہو جائے گا اور اس لیے کہ اسے نیزہ نہیں لگا ہے لیکن اگر نیزہ دونوں اونٹوں کو لگ گیا ہو تو دونوں جائز اور حلال ہوں گے اور اگر اس بات کا شک ہو کہ نیچے والا اونٹ اوپر والے کے بوجھ سے مرا ہے یا نیزہ کے آر پار ہو جانے سے مرا ہے تو دیکھا جائے گا کہ اس کے نیزہ جان نکلنے سے پہلے لگا ہے یا بعد' تو امام بغوی کے فتاویٰ کی تصریح کے مطابق حلال اور حرام دونوں کا احتمال سمجھا جائے گا۔ جیسے کہ اگر کوئی غلام غائب اور لاپتہ ہو جائے آیا اسے کفارہ میں آزاد کرنا جائز ہے یا نہیں۔

(۳) اسی طرح اگر کسی نے غیر مقدور جانور پر تیر چلایا پھر وہ غیر مقدور باقی نہیں رہا بلکہ مقدور ہو کر غیر مذبح میں پہنچ گیا تو وہ حلال نہ ہوگا اور اگر کسی مقدور جانور کو تیر مارا۔ پھر وہ غیر مقدور ہو گیا تو اگر وہ مذبح میں پہنچ جائے تو حلال اور اگر غیر مذبح میں پہنچ جائے تو حرام ہوگا۔

جب شادی کرے یا جانور اور غلام خریدے

ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال اذا اتزوج احدکم امرأة او اشتری جاریةً او غلاماً اودابةً فلیاخذبناصیتها ولیقل اللّٰهم انی اسئالک خیره وخیر ما جبل علیه واعوذبک من شره وشرما جبل علیه واذا شتریٰ بعیر افلیا خذبذروة سنامه ولیدع بالبرکة ولیقل مثل ذلک.

(ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے جب کوئی کسی عورت سے شادی کرے یا کوئی باندی یا غلام یا کوئی جانور خریدے تو اس کی پیشانی کو پکڑ کر یہ دُعا پڑھے۔ اے اللہ! میں آپ سے اس چیز کی بھلائی اور جو اس میں بھلائی رکھ دی گئی ہے' چاہتا ہوں اور میں اس کے شر سے اور جو شر اس میں رکھ دیا گیا ہے آپ سے پناہ چاہتا ہوں اور فرمایا جب کوئی اونٹ خریدے تو اس کے کوہان کے اُٹھان کو پکڑ کر برکت کی دُعا کرے اور اسے چاہیے کہ یہی کلمات پڑھے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اونٹ کے لئے برکت کی دعا کرنا

ابن الاثیر لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ خلاد بن رافع اوران کے بھائی دونوں بدر کی طرف ایک دبلے اونٹ پر سوار ہو کر جارہے تھے جب یہ دونوں مقام روحا کے قریب پہنچے تو اونٹ بیٹھ گیا۔ چنانچہ ان دونوں نے یہ منت مانی کہ خدایا اگر ہم بدر تک پہنچ گئے تو ہم آپ کے نام پر اونٹ قربان کردیں گے۔ اتنے میں ہم نے نبی پاک ﷺ کو دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا خیریت تو ہے کیا حال ہے؟ چنانچہ ہم نے آپؐ کو اپنی پریشانی سے مطلع کیا تو آپؐ اُترے اور وضو فرمایا۔ پھر آپؐ نے بچے ہوئے پانی میں تھوک دیا۔ پھر انہیں حکم دیا کہ وہ اونٹ کا منہ کھولے رہیں تو آپؐ نے اونٹ کے منہ میں تھوڑا سا پانی ڈال دیا۔ پھر تھوڑا سا سر پہ' گردن پہ' کندھے پہ' کوہان پہ' پچھلے حصہ پر اور کچھ دم پر ڈال دیا۔ پھر آپؐ نے دُعا فرمائی' خدایا خلاد اور رفاعہ کو سفر کرنے کی قوت عطا فرما۔

دونوں بھائی کہتے ہیں کہ پھر سوار ہو کر ہم سفر کرتے رہے یہاں تک کہ ہم نے پہلے قافلہ کو پالیا اور جب ہم بدر پہنچ گئے تو اونٹ بیٹھ گیا۔ چنانچہ ہم نے منت ماننے کے مطابق قربانی کر کے اس کے گوشت کو صدقہ کر دیا۔

درود شریف کی برکت کا عجیب واقعہ نمبر ۱

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک تھے۔ جب ہم مدینہ کے شارع عام کے چوراہے پر پہنچے تو ایک عرب دیہاتی کو دیکھا کہ وہ ایک اونٹ کی نکیل پکڑے ہوئے آنحضور ﷺ کے پاس آکر ٹھہر گیا۔ ہم سب اس کے اردگرد جمع ہو گئے۔ اس نے آپؐ کو سلام کیا۔ آپؐ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا تم کیسے ہو' صبح کیسی گزری؟ اتنے میں ایک آدمی آیا دیکھنے میں چوکیدار معلوم ہوتا تھا۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول اس اعرابی نے میرا اونٹ چرا لیا ہے۔ یہ سن کر فوراً اونٹ بلبلانے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد دھیما ہونے لگا۔ نبی پاک ﷺ نے اس کی بلبلاہٹ اور آواز کو غور سے سنا۔ جب اونٹ خاموش ہو گیا تو آپؐ نے چوکیدار کی طرف رُخ کر کے فرمایا تم اپنے دعویٰ سے باز آجاؤ۔ اس لیے کہ اونٹ تمہارے خلاف گواہی دے رہا ہے کہ تم جھوٹے ہو۔ چنانچہ چوکیدار اپنے دعویٰ سے پھر گیا۔ پھر حضور اکرم ﷺ اعرابی کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا کہ تم نے میرے پاس آتے ہی کیا کہا تھا؟ اعرابی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہو جائیں۔ میں نے یہ پڑھا تھا:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا تَبْقٰى صَلٰوةٌ اَللّٰهُمَّ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا تَبْقٰى بَرَكَةٌ. اَللّٰهُمَّ وَسَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا يَبْقٰى سَلَامٌ. اَللّٰهُمَّ وَارْحَمْ مُحَمَّدًا حَتّٰى لَا تَبْقٰى رَحْمَةٌ.

''اے اللہ! جب تک رحمت باقی ہے محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما۔ خدایا جب تک برکت رہے محمد ﷺ پر برکت نازل فرما۔ اے اللہ جب ک درود و سلام باقی رہے محمد ﷺ پر درود و سلام نازل فرما۔ خدایا محمد ﷺ پر مہربانی فرما جب تک کہ رحمت و مہربانی باقی رہے۔''

یہ سن کر آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ کو میرے لیے منکشف کر دیا ہے اور اونٹ اللہ کی قدرت سے بول رہا تھا اور فرشتوں نے آسمان کو گھیر لیا تھا۔ (رواہ المطمر انی فی کتاب الدعوات)

درود شریف کی برکت کا عجیب واقعہ نمبر ۲

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ چند لوگ ایک آدمی کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ چنانچہ ان سب نے

اس آدمی کے خلاف یہ شہادت دی کہ اس نے ان سب کی اونٹنی چرائی ہے۔ یہ سن کر آپؐ نے اسے چلے جانے کی ہدایت فرمائی چنانچہ وہ مندرجہ ذیل کلمات پڑھتے ہوئے جانے لگا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا یَبْقٰی مِنْ صَلَوَاتِکَ شَیْءٌ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا یَبْقٰی مِنْ بَرَکَاتِکَ شَیْءٌ وَسَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا یَبْقٰی مِنْ سَلَامِکَ شَیْءٌ۔

''اے اللہ! محمد ﷺ پر درود وسلام ہو یہاں تک کہ تیرے پاس درود وسلام باقی نہ رہے اور آپؐ پر برکت نازل فرما یہاں تک کہ تیرے پاس برکتیں ختم ہو جائیں۔ خدایا آپؐ پر اتنا سلام ہو کہ آخر کار تیرے پاس سلام باقی نہ رہے۔''

اتنے میں اونٹنی بول اٹھی اور یہ کہا کہ اے اللہ کے رسول! یہ شخص میری چوری سے بری ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اس آدمی کو میرے پاس کون حاضر کر سکتا ہے؟ چنانچہ اہل بدر کے ستر آدمی اس کو تلاش میں لپک پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد ان لوگوں نے اس آدمی کو دربار نبوت میں حاضر کر دیا تو آپؐ نے فرمایا: تم نے ابھی کیا پڑھا تھا؟ تو اس نے بتایا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اسی لیے تو میں مدینے کی گلیوں میں فرشتوں کی بھیڑ دیکھ رہا تھا۔ قریب تھا کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان حائل ہو جاتے۔ پھر آپؐ نے فرمایا تم ضرور پل صراط سے اس حالت میں گزرو گے کہ تمہارا چہرہ چودہویں رات کے چاند سے زیادہ روشن ہوگا۔ اھ (حوالہ بالا)

(عن قریب ہی ان شاء اللہ حاکم کی روایت ناقۃ کے عنوان میں آجائے گی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹ کی فریاد

تمیم داری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ہماری طرف ایک اونٹ دوڑتا ہوا آیا۔ یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سر کے پاس کھڑا ہو کر بلبلانے لگا۔ آپؐ نے فرمایا اے اونٹ ٹھہر جا۔ اگر تو سچا ہے تو سچائی کا صلہ ملے گا اور اگر تو جھوٹا ہے تو جھوٹ کی سزا ملے گی اور اللہ جل شانہٗ ہماری طرف ٹھکانا پکڑنے والے کو نامراد نہیں کرتا۔ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا یہ اونٹ آیا ہے اس کے مالک اسے نحر کر کے گوشت کھانے کا ارادہ کر رہے تھے۔ چنانچہ یہ ان سے فرار اختیار کر کے چلا آیا ہے اور یہ تمہارے نبی سے فریاد رسی کر رہا ہے۔

بس ہم بیٹھے ہی ہوئے تھے کہ اچانک اونٹ والے دوڑتے ہوئے آ رہے تھے۔ اونٹ نے جب ان کو دیکھا تو پھر وہ نبی پاک ﷺ کے سر مبارک کے پاس پناہ لے کر کھڑا ہو گیا۔ ان لوگوں نے آ کر یہ کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ اونٹ ہمارا ہے یہ تین دن سے بھاگا ہوا ہے۔ اب ہم اسے آپؐ کے پاس دیکھ رہے ہیں۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا یہ اونٹ مجھ سے شکایت کر رہا ہے۔ اونٹ والوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! یہ اونٹ کیا شکایت کر رہا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اونٹ یہ کہہ رہا ہے کہ چند سال سے وہ تمہارے ساتھ ہے۔ تم گرمیوں میں گھاس کی منڈی تک اس پر بار برداری کرتے ہو اور سردیوں میں اون اور گرم سامانوں کو بازار تک لادتے ہو۔ پھر جب یہ بڑا ہو گیا تو تم نے اس سے جفتی کرائی۔ چنانچہ اللہ نے اس کے ذریعے تمہیں بہتیرے اونٹ دیئے۔ پھر جب اس سال سرسبزی و شادابی ہوئی تو تم نے اس کو نحر کر کے گوشت کھانے کا ارادہ کر لیا۔

انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ خدا کی قسم! معاملہ بالکل ایسے ہی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کیا تمہیں اس فرماں بردار اونٹ کو یہی صلہ دینا چاہیے۔ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! اچھا نہ ہم اسے فروخت کریں گے اور نہ ذبح کریں گے۔

آپؐ نے فرمایا تم لوگ جھوٹے ہو اس نے تم سے فریاد کی لیکن تم نے اس کی فریاد رسی نہ کی اس لیے میں تم سے زیادہ اس پر رحم کرنے

کا مستحق ہوں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے قلوب سے رحم وکرم کو سلب کر کے مومنوں کے قلب میں ودیعت فرما دیا ہے چنانچہ آپؐ نے سو درہم کے عوض اونٹ کو ان لوگوں سے خرید لیا اور فرمایا اے اونٹ جا تو اللہ کے لیے آزاد ہے۔

اتنا کہنے کے بعد وہ اونٹ حضور اکرم ﷺ کے سر کے پاس کھڑے ہو کر بلبلانے لگا تو آپؐ نے فرمایا آمین۔ پھر دوبارہ بلبلایا۔ آپؐ نے فرمایا آمین۔ پھر سہ بار بلبلایا تو آپؐ نے فرمایا آمین۔ پھر چوتھی بار بلبلایا تو آپؐ رونے لگے۔ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے؟ آپؐ نے فرمایا پہلی بار اس نے یہ کہا اے اللہ کے نبی اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام اور قرآن کے بدلہ میں بہترین بدلہ عنایت فرمائے تو میں نے آمین کہا۔ دوبارہ اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی اُمت کا رُعب قیامت تک قائم رکھے تو میں نے آمین کہی۔ پھر اس نے کہا جس طرح کہ آپؐ نے میرے خون کی حفاظت فرمائی اسی طرح اللہ آپؐ کی اُمت کے خون کی حفاظت فرمائے۔ چنانچہ میں نے آمین کہا۔ چوتھی بار اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپؐ کی اُمت کی گرفت نہ کرے تو میں اس کی یہ دُعا سن کر رونے لگا اس لیے کہ میں نے یہ ساری دُعائیں اللہ تعالیٰ سے کی ہیں۔ چنانچہ اللہ نے قبول فرمالیں اور اخیر میں گرفت سے منع فرمایا ہے۔ حضرت جبرائیل نے اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے بیان کیا ہے:

اِنَّ فِنَاءَ اُمَّتِیْ بِالسَّیْفِ جَرَیٰ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ کَائِنٌ. (رواہ ابن ماجہ)

"کہ تقدیر میں لکھا جا چکا ہے کہ میری اُمت کی تباہی تلوار سے ہوگی۔"

ہارون الرشید کی پریشانی اور نیک عالم کی تلاش

امام طرطوشیؒ ابن بلبان اور مقدسی وغیرہ فضل بن ربیع سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید نے حج کیا۔ ایک رات میں سو رہا تھا کہ اچانک میں نے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سنی۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ کہا گیا جواب دیجئے امیر المؤمنین ہیں۔ چنانچہ میں فوراً باہر آیا دیکھا کہ خلیفہ ہارون الرشید ہیں۔ میں نے کہا حضور عالی جاہ آپ نے بلاوجہ زحمت کی۔ کسی کو بھیج دیتے میں حاضر ہو جاتا۔ ہارون الرشید نے فرمایا تمہارا برا ہو مجھے ایک خلجان درپیش ہے جسے سوائے کسی عالم آدمی کے کوئی دور نہیں کر سکتا اس لیے تم مجھے کسی عالم آدمی کی نشاندہی کر دو جس سے میں تشفی حاصل کر سکوں۔ میں نے کہا حضور والا یہاں سفیان بن عینیہ موجود ہیں۔ فرمایا چلو ان کے پاس چلتے ہیں۔ چنانچہ ان کے یہاں جا کر ہم نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آواز آئی کون صاحب ہیں؟ میں نے کہا فوراً آیئے! امیر المؤمنین ہیں۔ چنانچہ وہ فوراً آئے اور کہا اے امیر المؤمنین آپ نے کیوں زحمت اُٹھائی کسی کو بھیج دیتے تو میں فوراً آ جاتا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا جس کے لیے ہم آئے ہیں اس سلسلے میں پوری کوشش کرو۔ چنانچہ تھوڑی دیر تک دونوں نے گفتگو کی۔ سفیان نے پوچھا حضور والا آپ پر کسی کا قرض تو نہیں ہے؟ ہارون الرشید نے جواب دیا ہاں ہے، تو سفیان نے کہا عالی جاہ امیر المؤمنین اس قرض کو ادا فرما دیجئے۔ فضل بن ربیع کہتے ہیں کہ پھر ہم سفیان کے یہاں سے چلے آئے۔ امیر المؤمنین نے فرمایا تمہارے ساتھی سے مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ کوئی دوسرا عالم دین تلاش کرو جس کے پاس جا کر میں تشفی حاصل کروں۔ میں نے کہا دوسرے یہاں عبدالرزاق بن ہمام ہیں جو واعظ عراق سے مشہور ہیں۔ آپ نے فرمایا وہاں چلتے ہیں۔

چنانچہ ہم نے ان کے دروازے پر جا کر دستک دی۔ آواز آئی کون ہیں؟ میں نے کہا جلدی آیئے امیر المؤمنین ہیں۔ چنانچہ وہ فوراً تشریف لائے۔ عبدالرزاق نے کہا آپ نے کیوں زحمت کی کسی کو بھیج دیتے میں فوراً حاضر ہو جاتا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا جس لیے ہم آئے ہیں اسے جلدی سے حل کر دو۔ پھر امیر المؤمنین نے ان سے تھوڑی دیر گفتگو کی تو عبدالرزاق نے کہا حضور والا آپ پر کسی کا قرض تو نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہے۔ انہوں نے کہا تب آپ اسے فوراً ادا کریں۔ پھر ہم ان کے یہاں سے واپس آ گئے۔

امیر المؤمنین نے فرمایا مجھے تمہارے ساتھی سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ پھر کوئی دوسرا عالم تلاش کرو جس سے میں سکون حاصل کرسکوں۔ چنانچہ میں نے کہا تیسرے فضیل بن عیاض رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا چلوان کے پاس چلتے ہیں۔ چنانچہ ہم ان کے پاس پہنچے۔ معلوم ہوا کہ وہ قرآن کریم کی آیت پڑھ رہے ہیں۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا آواز آئی کون صاحب ہیں؟ میں نے کہا فوراً تشریف لائیے امیر المؤمنین ہیں۔ فضیل بن عیاض نے کہا کہ مجھے امیر المؤمنین سے کیا لینا دینا ہے۔ میں نے کہا سبحان اللہ کیا آپ پر امیر المؤمنین کی اطاعت واجب نہیں ہے۔ فضیل نے کہا کیا حضور اکرم ﷺ نے نہیں فرمایا:

لیس المؤمن ان یذل نفسہ.

''مومن کے لیے اپنے آپ کو پست کرنا مناسب نہیں ہے۔''

یہ کہہ کر دروازہ کھول دیا۔ پھر فضیل نے جلدی سے بالائی منزل پر چڑھ کر چراغ کو گل کر دیا اور ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔ اس کے بعد ہم انہیں ہاتھوں سے تلاش کرنے لگے۔ اچانک امیر المؤمنین کی ہتھیلی ان پر پڑ گئی تو فضیل نے کہا اے آہیں بھرنے والے اگر کل خدا کے عذاب سے نجات پا گیا تو تیرے ہاتھ سے زیادہ نرم کوئی ہاتھ نہ ہوگا۔ فضل بن ربیع کہتے ہیں یہ سن کر میں نے جی میں کہا کہ وہ رات میں پاک دل سے صاف ستھری گفتگو کر لیتے ہیں۔ امیر المؤمنین نے فضیل بن عیاض سے کہا ہم جس لیے آئے ہیں تم اس بارے میں جلدی سے کوئی حل تلاش کرو۔

فضیل بن عیاض نے کہا اس حال میں آئے ہیں کہ آپ نے اپنا بوجھ بھی اُٹھا رکھا ہے اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں ان کا بوجھ بھی آپ پر ہے۔ اگر آپ ان سے اپنے اور ان کے گناہوں کے ایک حصے کے اُٹھانے کی درخواست کریں تو وہ نہیں کر سکتے جو لوگ آپ سے زیادہ محبت والے ہیں وہ آپ ہی سے زیادہ راہ فرار اختیار کرنے والے ہو جائیں گے۔

فضیل بن عیاض نے مزید فرمایا جس وقت سیدنا امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز کو خلافت کا والی بنایا گیا تو آپ نے سالم بن عبداللہ بن عمر، محمد بن کعب قرظی اور رجاء بن حیوۃ کو طلب فرمایا اور ان سے یہ فرمایا مجھے خلافت کی مصیبت میں مبتلا کر دیا گیا ہے چنانچہ تم لوگ مجھے مشورہ دو (گویا آپ نے خلافت کو مصیبت گردانا اور ہارون الرشید آپ اور آپ کے ساتھی خلافت کو نعمت سمجھ رہے ہیں) چنانچہ سالم بن عبداللہ بن عمر نے کہا اگر آپ کل کے دن خدا کے عذاب سے نجات چاہتے ہیں تو دُنیا سے روزہ رکھ لیجئے اور موت کے دن افطار کیجئے۔

محمد بن کعب نے کہا اگر آپ کل قیامت کے دن خدا کے عذاب سے نجات چاہتے ہیں تو مسلمانوں میں بوڑھے لوگوں کو باپ' نوجوان لوگوں کو بھائی اور چھوٹی عمر والوں کو بچے تصور فرمائیے۔ اسی طرح سے آپ ان کے ساتھ باپ کی طرح حسن سلوک' بھائی کی طرح صلہ رحمی' بچوں کی طرح شفقت کا معاملہ کیجئے۔

رجاء بن حیوۃ نے کہا اگر آپ کل قیامت کے دن خدا کے عذاب سے بچنا چاہتے ہیں تو آپ جو چیز اپنے لیے پسند کرتے ہیں وہی مسلمانوں کے لیے اختیار فرمائیں اور جو چیز اپنے لیے بری سمجھتے ہیں وہ مسلمانوں کے لیے ناپسند فرمائیں۔ پھر جب آپ کا جی چاہے دُنیا سے رخصت ہو جائیں۔

اتنی تفصیل کے بعد فضیل بن عیاض نے امیر المؤمنین ہارون الرشید کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں بھی آپ سے انہی باتوں پر عمل کرنے کے لیے کہتا ہوں اور جس دن لوگوں کے قدم پھسل جائیں گے اس دن میں آپ پر خوف محسوس کر رہا ہوں۔ خدا آپ پر رحم فرمائے۔ کیا آپ کے پاس ان جیسے لوگ ہیں جو آپ کو اس جیسی نصیحتیں کرتے ہوں؟

یہ سن کر ہارون الرشید اس قدر رویا کہ اس پر غشی طاری ہوگئی۔

فضل بن ربیع کہتے ہیں اتنے میں میں نے فضیل بن عیاض سے کہا کہ بھائی امیر المؤمنین کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیجئے۔ فضیل بن عیاض نے جواب دیا تم نے اور تمہارے اصحاب نے ان کو قتل کر دیا ہے اور میں ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کروں! اتنے میں ہارون الرشید کو افاقہ ہوا۔ فرمایا اے فضیل اور نصیحتیں کرو۔ چنانچہ فضیل نے کہا اے امیر المؤمنین مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز کے ایک عامل نے ان سے بیداری کی شکایت کی تو عمر بن عبدالعزیز نے یہ لکھ کر بھیجا:

"برادرم تم جہنم میں دوزخیوں کی بیداری کا ذرا تصور کرو اور ان کے دوزخ میں ہمیشہ رہنے کا بھی خیال کرو بس یہی چیز تم کو تمہارے پروردگار کے دربار میں سونے اور بیدار رہنے کے لیے آمادہ کر دے گی۔ اس کا بھی خیال رکھنا کہ کہیں تمہارے قدم اس راستے سے بھٹک نہ جائیں جس کی وجہ سے تم نا اُمید اور دُنیا میں آخری سانس لینے والے ہو جاؤ۔ فقط والسلام"

یہ خط جب اس عامل کو ملا تو وہ سفر کر کے فوراً عمر بن عبدالعزیز سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ عمر بن عبدالعزیز نے ان سے پوچھا کہ تم کس لیے آئے ہو؟ عامل نے جواب دیا کہ میں نے آپ کے خط کی وجہ سے اپنے قلب کو آزاد کر دیا ہے اب مجھے کبھی بھی والی نہ بنایا جائے یہاں تک کہ میں اپنے پروردگار سے جا ملوں۔

یہ سن کر ہارون الرشید بہت رویا۔ ہارون الرشید نے کہا فضیل اللہ تم پر رحم کرے کچھ اور نصیحتیں کیجئے۔ فضیل نے کہا اے امیر المؤمنین آپ کے جد امجد سیدنا عباس رضی اللہ عنہ جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے ایک مرتبہ آپؐ کے پاس آئے اور کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے حکومت کے بارے میں مشورہ دیجئے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا چچا عباس تمہارا زندہ نفس (یعنی آپ کا وجود) بے شمار سلطنتوں سے بہتر ہے اس لیے کہ امارت اور حکومت قیامت کے دن حسرت اور ندامت بن کر آئے گی۔ اگر آپ سے ہو سکے تو حتی الامکان امیر اور حاکم نہ بنئے گا۔

یہ سن کر خلیفہ ہارون الرشید رو پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہارون الرشید نے کہا اے فضیل اور مزید نصیحت کیجئے۔ چنانچہ فضیل بن عیاض نے فرمایا اے درخشندہ رو آپ ہی سے اللہ جل شانہٗ قیامت کے دن ان مخلوق کے بارے میں سوال کرے گا اگر آپ چاہتے ہوں کہ آپ کا چہرہ آگ سے بچ جائے تو آپ ایسا ضرور کیجئے اور آپ صبح شام اس سے گریز کیجئے کہ کہیں رعایا کی طرف سے آپ کے قلب میں کھوٹ نہ ہو اس لیے کہ روایت میں ہے:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اس حالت میں صبح کی کہ وہ رعایا کو دھوکہ دینے والا ہوا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔"

پھر یہ سن کر ہارون الرشید بہت روئے تھوڑی دیر کے بعد فضیل بن عیاض نے فرمایا امیر المؤمنین کیا آپ پر کسی کا قرض تو نہیں ہے؟ ہارون الرشید نے کہا ہاں میرے اوپر خدا کا قرض ہے جس کا وہ مجھ سے محاسبہ کر سکتا ہے۔ اگر اس نے مجھ سے سوال کر لیا تو بس میرے لیے ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ اور اگر مدلل جواب نہ بن پڑا تو بھی تباہی ہے۔ ہارون الرشید نے کہا اس سے میری مراد خدا کے بندوں کا قرض ہے۔ میرے پروردگار نے مجھے اس کا پابند نہیں بنایا بلکہ اس نے تو مجھے اپنی اطاعت کا پابند اور وعدہ کی وفائی کا پابند بنایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ. (آیت ۵۵: الذاریات)

''اور میں نے جن اور انسان کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں اور میں ان سے رزق کا طالب نہیں ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے کھانا کھلائیں۔ اللہ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا قوت والا نہایت طاقت والا ہے۔''

اس کے بعد ہارون الرشید نے کہا اے فضیل یہ ایک ہزار اشرفیاں ہیں ان کو قبول فرمایئے اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کیجئے۔ اس کے ذریعہ سے آپ اپنے رب کی عبادت میں تقویت حاصل کیجئے۔ فضیل بن عیاض نے کہا سبحان اللہ میں تو تم کو نجات کے بارے میں رہنمائی کر رہا ہوں اور تم مجھے اس جیسی چیز سے بدلہ دے رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں سلامت رکھے۔

فضل بن ربیع کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں خاموش ہو گیا۔ پھر فضیل نے اس کے بعد ہم سے گفتگو نہ کی۔ اس کے بعد ہم لوگ ان کے پاس سے اُٹھ کر آ گئے۔ ہارون الرشید نے مجھ سے کہا کہ جب تم مجھے کسی عالم دین کی رہنمائی کرو تو ان جیسے آدمی کی نشاندہی کرنا اس لیے کہ آج سے یہ سید المؤمنین ہیں۔

حضرت فضیل بن عیاض کا استغناء

فضیل بن عیاض کی عورتوں میں سے ایک عورت ان کے پاس آئی۔ اس نے یہ کہا کہ حضور آپ جانتے ہیں ہم کتنے تنگ دست ہیں اگر آپ یہ مال قبول فرمالیں تو ہمارے لیے خوشی کا باعث ہو گا۔ یہ سن کر فضیل نے کہا میری اور تمہاری مثال ان لوگوں جیسی ہے جن کے پاس ایک اونٹ ہو اور وہ لوگ اونٹ کے ذریعہ سے کھا کما رہے ہوں۔ پھر جب وہ اونٹ بوڑھا ہو جائے تو وہ لوگ اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت کھا گئے ہوں۔ اے میری عورت تم بھوک سے مر جانا لیکن ایسے اونٹ کو کبھی ذبح نہ کرنا۔ جب یہ بات ہارون الرشید نے سنی تو اس نے کہا چلو ہم لوگ بھی مال لے کر چلیں شاید فضیل قبول فرمالیں۔

راوی کہتا ہے جس وقت ہم لوگ مال لے کر فضیل کی خدمت میں آئے تو فضیل کو ہمارے آنے کا علم ہو گیا۔ چنانچہ فضیل گھر کی چھت پر منڈیر کے اوپر بیٹھ گئے اور ہارون الرشید ان کی بغل میں جا کر بیٹھ گئے اور ان سے گفتگو کرنے لگے لیکن فضیل نے کوئی جواب نہ دیا۔ بس ہم اسی حالت میں تھے کہ ایک سیاہ فام باندی آئی۔ اس نے یہ کہا کہ اے فلاں جب سے تم آئے ہو شیخ کو اذیت دے رہے ہو اس لیے تم لوگ واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ ہم لوگ واپس آ گئے۔

امام دمیریؒ کہتے ہیں کہ قاضی ابن خلکان فضیل بن عیاض کی سوانح حیات کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ جب یہ واقعہ سفیان ثوری کو معلوم ہوا تو سفیان ثوری فضیل بن عیاض کے پاس آئے اور فرمایا اے فضیل تم نے اشرفیوں کی تھیلی واپس کرنے میں غلطی کی ہے آپ اسے لے لیتے اور نیک کام میں صرف کر دیتے۔ یہ سن کر فضیل نے سفیان ثوری کی داڑھی پکڑ کر فرمایا سفیان تم شہر کے فقیہہ مانے جاتے ہو اور لوگوں کے منظور نظر ہو تم بھی اس قسم کی غلطیاں کرتے ہو۔ اگر یہ بات ان لوگوں کو بھلی معلوم ہوتی تو مجھے بھی معلوم ہوتی۔ اھ

(سراج الملوک وشرح اسماء الحسنیٰ)

(امام دمیری مزید کہتے ہیں کہ ابن خلکان کی تاریخ الاعیان میں سفیان ثوری مذکور ہے حالانکہ وہ سفیان بن عیینہ ہیں)

ایک مرتبہ ہارون الرشید نے فضیل بن عیاض سے کہا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ بہت اچھے زاہد ہیں۔ فضیل نے کہا آپ مجھ سے بھی بڑے زاہد ہیں۔ میں تو دُنیا کا زاہد ہوں تم آخرت کے زاہد ہو (یعنی میں دُنیا سے زہد اختیار کیے ہوئے ہوں اور تم آخرت سے زہد اختیار کیے ہوئے ہو اور دُنیا ایک دن فنا ہو جائے گی اور آخرت فنا ہونے والی چیز نہیں ہے)۔

فضیل بن عیاض اور آپ کی چھوٹی بیٹی کی گفتگو

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ شیخ فضیل بن عیاض کی ایک چھوٹی لڑکی تھی ۔لڑکی کی ہتھیلی میں ایک دن درد ہوا۔فضیل نے ایک دن اپنی بچی سے پوچھا ہتھیلی کا کیا حال ہے؟ بچی نے کہا خدا کا شکر ہے خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے تھوڑی مصیبت میں مبتلا کیا ہے مگر اس کے علاوہ سارے بدن کو عافیت کے ساتھ رکھا ہے۔ ہتھیلی میں مصیبت دی ہے تو سارے جسم میں سکون وراحت ہے۔ پس خدا کا شکر ہے۔ یہ سن کر فضیل نے فرمایا اے میری بچی تم مجھے اپنی ہتھیلی دکھاؤ۔ چنانچہ اس نے ہتھیلی دکھائی تو آپ نے اس کی ہتھیلی کا بوسہ لے لیا۔ بچی نے کہا میں آپ کو خدا کی قسم دیتی ہوں کیا آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں؟ فضیل نے کہا خدا کی قسم ہاں۔

بچی نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے خدا کی قسم مجھے گمان نہیں تھا کہ آپ خدا کے سوا کسی اور سے محبت کرتے ہوں گے۔ یہ سن کر فضیل چیخ پڑے اور فرمایا اے میری بچی! تم مجھے اللہ کے علاوہ کسی اور کی محبت میں ملامت وعتاب کرتی ہو۔ اے اللہ! تیری عزت اور بزرگی کی قسم میں تیرے ساتھ تیری محبت میں کسی اور کو شریک نہیں گردانتا۔

حضرت فضیل کے اقوال زریں

ایک آدمی نے فضیل بن عیاض کو اپنی حالت بتائی تو آپ نے فرمایا اے میرے بھائی کیا اللہ کے علاوہ اور کوئی بھی تدبیر کرنے والا ہے تو اس نے جواب دیا نہیں تو آپ نے فرمایا بس پھر اسی کی حسن تدبیر پر راضی ہو جاؤ اور فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو اس کو غم میں مبتلا کر دیتے ہیں اور جب وہ کسی سے ناراض ہوتے ہیں تو اس کے لیے دُنیا کو اور وسیع کر دیتے ہیں۔

امام نووی کہتے ہیں کہ فضیل بن عیاض فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کی وجہ سے کسی عمل کو چھوڑ دینا ریاء ہے لوگوں کی وجہ سے کوئی کام کرنا شرک ہے۔ اگر ان دونوں چیزوں سے کوئی بچ جائے تو وہ اخلاص ہے۔

کسی نے فضیل بن عیاض سے پوچھا کہ محبت کسے کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا سب چیزوں کو چھوڑ کر صرف اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا نام محبت ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ اگر میری دُعا قبول ہوتی ہے تو میں صرف امام کے لیے دُعا کرتا ہوں۔ اس لیے کہ اگر اللہ تعالیٰ امام کی اصلاح کر دیتا ہے تو سارا ملک اور تمام مخلوق مامون رہتی ہے۔ آدمی کا اپنے ہم نشینوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا اور حسن سلوک سے پیش آنا رات کے قیام اور دن میں روزہ رکھنے سے بہتر ہے۔

اگر کوئی دل سے **لاالہ الا اللّٰہ** یا **سبحان اللّٰہ** کہے تو مجھے اس کے دوزخ میں جانے کا خطرہ معلوم ہوتا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا اگر کوئی شخص تمہارے سامنے غیبت کرتا ہے تو تمہیں یہ چیز بھلی معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ فوراً سنتے ہی کہتا ہے **لاالـــه الا اللّٰہ** یا **سبحان اللّٰہ** حالانکہ ان کلمات کی یہ جگہ نہیں ہے بلکہ اس وقت تو اپنے آپ کو سمجھانا چاہیے اور یہ تلقین کرنی چاہیے کہ اے نفس اللہ سے ڈر۔

فضیل بن عیاض کے صاحبزادے نے ایک دفعہ یہ کہا ابا جان میرا جی چاہتا ہے کہ میں کسی ایسی جگہ بیٹھ جاؤں جہاں سے میں سب کو دیکھتا رہوں اور وہ مجھے نہ دیکھ پائیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا اگر تمہاری یہ خواہش پوری ہو جاتی تو تم برباد ہو جاتے تو صاحبزادے نے فوراً کہا ایسی جگہ ہوتا جہاں میں نہ لوگوں کو دیکھ پاتا اور نہ لوگ مجھے دیکھ پاتے۔

فضیل بن عیاضؒ مکہ میں رہنے لگے تھے۔ پھر آخر کار مکہ ہی کو وطن اقامت بنالیا۔ آپ کی وفات ۵ محرم ۱۸۷ھ میں ہوئی۔ (الاذکار)

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ سے معلوم ہوا کہ امام اوزاعی سے مقام ذی طویٰ میں ان کی ملاقات ہوئی تو سفیان نے ان کے

اونٹ کی نکیل پکڑ کر اونٹوں کی قطار سے علیحدہ کر کے نکیل کو گردن پر رکھ لیا۔ پھر سفیان جب بھی کسی جماعت کے پاس سے گزرتے تو کہتے لوگو ہٹ جاؤ یہ راستہ امام اوزاعیؒ کا ہے۔

امام اوزاعیؒ

ان کا نام عبدالرحمٰن بن عمرو بن محمد ابوعمرو ہے۔ یہ اہل شام کے امام تھے۔ بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ انہوں نے ستر ہزار مسائل کے جوابات دیئے ہیں۔ اوزاعی بیروت میں رہتے تھے۔

بحمد باء پر پیش حاء پر ساکن ہے۔ امام نوویؒ نے **تہذیب الاسماء واللغات** میں باء کے بجائے یاء اور یاء پر پیش اور جیم میں کسرہ کی تصریح کرتے ہیں۔

امام اوزاعیؒ کہتے ہیں کہ میں نے رب العزت کو خواب میں دیکھا تو آپ نے مجھ سے فرمایا اے عبدالرحمٰن! آپ ہی نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں میں نے کہا خدایا جی ہاں' آپ ہی کے فضل سے کرتا ہوں۔ پھر میں نے گزارش کی خدایا مجھے اسلام ہی پر اُٹھانا تو اللہ پاک نے فرمایا سنت پر بھی۔

امام اوزاعی کا انتقال

آپ کا انتقال ماہ ربیع الاول ۱۵۷ھ میں ہوا۔

بعض لوگ ان کی موت کا واقعہ یوں لکھتے ہیں کہ یہ ایک مرتبہ بیروت کے حمام میں داخل ہوئے۔ حمام کا مالک کوئی اور کام بھی کرتا تھا۔ چنانچہ وہ دروازہ بند کر کے چلا گیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد آیا اور دروازہ کھولا تو پتہ چلا کہ آپ کی روح پرواز کر چکی ہے اور آپ کا داہنا ہاتھ رخسار کے نیچے اور منہ قبلہ کی طرف ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ حمام کا دروازہ مالک کی عورت نے بغیر ارادہ کے بند کر دیا تھا۔

اوزاع دمشق کی ایک بستی کا نام ہے اور ابوعمرو یہاں کے رہنے والے نہیں تھے بلکہ کہیں سے آ کر مقیم ہو گئے تھے چنانچہ اسی بستی کی طرف منسوب ہو کر مشہور ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ یمن کے قیدیوں میں سے تھے۔

امام نوویؒ کہتے ہیں کہ اوزاعی بعلبک میں ۸۸ھ میں پیدا ہوئے اور حنتوس نامی بستی کی قبلہ مسجد میں دفن ہوئے۔ یہ مقام غالباً بیروت میں داخل ہوتے ہی پڑتا ہے۔ لیکن بستی والے ان کے مزار سے واقف نہیں ہیں بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں ایک نیک آدمی کی قبر ہے جس پر نور کی بارش ہوتی ہے۔ سوائے خواص کے اور کوئی نہیں جانتا کہ یہ قبر امام اوزاعی کی ہے۔

اونٹ کا شرعی حکم اس سے قبل ابل کے عنوان میں گزر چکا ہے۔ اونٹ پر سوار ہوتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

> "حضرت ابوالاس خزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حج کے لیے صدقہ کے ایک کمزور اونٹ پر سوار کیا تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ آپ ہمیں اس اونٹ پر سوار کریں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر اونٹ کے کوہان میں شیطان ہوتا ہے لہٰذا تم جب بھی اس پر سوار ہوا کرو تو اللہ کا نام اسی طرح لیا کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے نام لینے کا حکم دیا ہے۔ پھر تم اس سے اپنی سواری کی خدمت لو۔ کیونکہ باری تعالیٰ نے ہی اس پر سوار ہونے کو کہا ہے۔"
>
> (رواہ احمد والطبرانی)

(امام بخاریؒ نے اپنی جامع صحیح کے ابواب زکوٰۃ میں اس میں سے بعض حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن انہوں نے مکمل حدیث

ذکر نہیں کی)

امثال اور کہاوتیں

اہل عرب کہتے ہیں:

(۱) فلاں اخف حلما من بعیر. "اونٹ سے بھی زیادہ جلدی طیش میں آجانے والا ہے" عقل کی کمی اور طیش کے لیے اونٹ سے مثال دی جاتی ہے اور اونٹ ہوتا بھی کینہ ور اور غضب ناک۔

(۲) هما کرکبتی بعیر. "وہ دونوں اونٹ کے دو زانو یا دو گھٹنوں کی طرح ہیں" یہ اس وقت بولتے ہیں جب کہ دو چیزوں میں برابری کرنی ہوتی ہے۔ جیسے دوسری مثل ہے هما کفرسی رهان "وہ دونوں ریس کے گھوڑوں کی طرح ہیں" یعنی ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ مثل سب سے پہلے ہرم بن قطبہ فزاری نے استعمال کی ہے۔ اس موضوع پر امام میدانی وغیرہ نے کافی تفصیل سے خامہ فرسائی کی ہے۔

(۳) وهو کالحادی ولیس له بعیر. "وہ اس ہانکنے والے کی طرح ہے جس کے پاس اونٹ بھی نہ ہو" یہ مثل اس شخص کے لیے بولتے ہیں جو غیر مملوکہ چیز پر شیخی بگھارے یا وہ غیر مستحق چیز کی طرف منسوب ہو۔"

اس سے بھی زیادہ جامع اور بہترین مثال حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

المتشبع بما لم یعط کلابس ثوبی زور. "جو شخص لوگوں میں بڑائی ظاہر کرنے کے لیے کہے کہ فلاں چیز میرے پاس ہے حالانکہ اس کے پاس نہ ہو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی فریب کے دو کپڑے پہن لے۔"

بعض بزرگوں نے کہا ہے ؎

اصبحت لا احمل السلاح ولا   املک رأس البعیر اذنفرا

"میں اس حال میں ہوں کہ نہ مجھ میں ہتھیار اٹھانے کی قوت ہے اور نہ سفر کے وقت کسی اونٹ کے مالک بننے کی ہمت ہے۔"

والذئب اخشاه ان مررت به   وحدی واخشی الریاح والمطرا

"اور بھیڑیا کے پاس سے تنہا گزرنے سے ڈرتا ہوں اسی طرح ہواؤں اور بارش سے بھی خوف لگتا ہے۔"

من بعد قوة ما اصیب بها   اصبحت شیخا یعالج الکبرا

"قوت اور ہمت کے بعد جب میں گرفتار مصیبت ہوا ہوں تو ایسے بوڑھے کے مانند ہو گیا ہوں جو بڑھاپے کا علاج کر رہا ہو۔"

ذہانت اور ذکاوت

امام الفرج جوزی نے لکھا ہے کہ ابونواس لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ اونٹ پر ایک عورت سے میری ملاقات ہوئی۔ حالانکہ وہ مجھے پہچانتی نہ تھی اس نے اپنے چہرہ سے نقاب اٹھایا تو وہ نہایت خوبصورت معلوم ہو رہی تھی۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا تیرا کیا نام ہے؟ میں نے کہا (وجہک) تیرا چہرہ نام ہے۔ یہ سنتے ہی اس نے کہا تیرا نام حسن ہوا۔

اس جیسے ذکاوت کے واقعات اور بھی ہیں۔ مثلاً ایک مرتبہ مامون الرشید عبداللہ بن طاہر کے اوپر غصہ ہو گئے۔ مامون الرشید نے اپنے ہم نشینوں سے طاہر کے قتل کے بارے میں مشورہ کیا۔ اتفاق سے اس مجلس میں طاہر کا دوست بیٹھا ہوا تھا اس نے طاہر کے پاس ایک

خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یاموسیٰ!

جب طاہر کو یہ خط ملا اس نے مضمون پڑھا تو وہ حیرت میں پڑ گیا۔ دیر تک خط کو دیکھتا رہا لیکن اس کا مطلب نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ طاہر کے پاس ایک باندی کھڑی تھی اس نے کہا اے میرے آقا میں اس خط کا مطلب سمجھ رہی ہوں۔

یاموسیٰ ان الملا یاتمرون بک لیقتلوک. (القصص)

''اے موسیٰ اہل دربار آپ کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں کہ وہ آپ کو قتل کریں۔''

حالانکہ اس سے قبل طاہر نے مامون الرشید کے دربار میں جانے کا عزم کر لیا تھا۔ چنانچہ طاہر نے مامون کے پاس جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ بس یہی چیز ان کے بچنے کا سبب ہوئی۔

اس سے بھی اچھا واقعہ قاضی ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ایک دن بادشاہ اپنے کسی عامل پر ناراض ہو گیا تو بادشاہ نے اپنے وزیر کو یہ حکم دیا کہ اس عامل کے پاس خط لکھ کر اس کو مطلع کر دے۔ لیکن وزیر کو اس عامل سے محبت تھی۔ چنانچہ وزیر نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں خط تو لکھا لیکن مضمون کے آخر میں ان شاء اللہ بڑھا دیا۔ اور ان شاء اللہ کے نون کے شروع میں تشدید ڈال دیا۔ جب عامل نے خط پڑھا تو اسے یہ حیرت انگیز بات معلوم ہوئی کہ وزیر سے یہ حرکت کیوں ہوئی۔ اس لیے کہ مضمون نگار کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنی تحریر میں حرکت نہیں لگاتے۔ چنانچہ عامل تھوڑی دیر غور کرتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد اسے معلوم ہوا کہ اس کا مقصد قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ کرنا ہے:

اِنَّ الْمَلَا یَاتَمِرُوْنَ بکَ لِیَقْتُلُوْکَ.

''اہل دربار آپ کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں کہ تمہیں قتل کر دیں۔''

چنانچہ اس نے وہ خط وزیر کے نام تھوڑی سے ترمیم کر کے واپس کر دیا اور ترمیم یہ کہ تشدید کو اپنی جگہ سے ہٹا کر اس کی جگہ الف بنا دیا اور پھر مہر لگا کر خط واپس کر دیا۔ جب وہ خط وزیر کو ملا تو بہت خوش ہوا۔ اور سمجھ گیا کہ اس کی مراد اس ترمیم سے قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ عامل کی یہی مراد تھی:

اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا.

اونٹ کے طبی خواص

(۱) اونٹ کا گوشت پیشاب میں آرام دہ ہوتا ہے۔

(۲) اونٹ کے گوشت کا طلاء داد کے لیے مفید ہے۔

(۳) اونٹ کے پھیپھڑے کا طلا کلف (چہرے پر جھائیوں) کے لیے مجرب ہے۔

(۴) اونٹ کی چربی کا طلاء بواسیر کے لیے نافع ہے۔

(۵) اونٹ کے بال اگر کسی سلسل البول کے مریض کی ران پر باندھ دیئے جائیں تو سلسل البول کے لیے نافع ہوگا۔

(۶) اگر اونٹ کے پسینہ میں گیہوں کو بھگو کر چڑیوں کو کھلا دیئے جائیں تو وہ بے ہوش ہو جاتی ہیں۔

بغاث

بغاث. گدھ سے چھوٹا پرندہ۔ باء میں زبر زیر پیش تینوں پڑھے جاسکتے ہیں سبزی مائل سفید رنگ کا پرندہ ہوتا ہے جو گدھ سے چھوٹا اور اڑان میں سست ہوتا ہے۔ یہ پرندہ بہت شریر ہوتا ہے۔ اور اس کا شکار نہیں کیا جاسکتا۔

یونس کہتے ہیں جن لوگوں نے بغاث کو واحد کا صیغہ قرار دیا ہے ان کے نزدیک جمع بغثان 'غزالی اور غزلان کے وزن پر آتی ہے۔ جو حضرات بغاثة کا اطلاق نر اور مادہ دونوں پر کرتے ہیں ان کے نزدیک جمع نعامہ اور نعام کے وزن پر بغاثة و بغثان آتی ہے۔

شیخ ابو اسحاق کہتے ہیں کہ جس مال پر پابندی لگا دی گئی ہو اس مال کو لے کر ولی سفر نہیں کرسکتا اس لیے کہ روایت میں ہے ان المسافر و ماله لعلی ای هلاک کہ "مسافر اور اس کا مال خطرہ سے خالی نہیں ہوتا۔" (المہذب فی باب الحجر) اسی سے عباس بن مرداس سلمی کا شعر ہے ۔

بغاث الطیر اکثر ها فراخا وام الصقر مقلات نزور

"بغاث پرندہ زیادہ بچوں والا ہوتا ہے اور شکرے کی ماں کم بچے والی کم محبت رکھنے والی ہوتی ہے۔"

مقلات: میم کی زیر کے ساتھ اس لفظ کے کئی معنی آتے ہیں۔

(۱) ان عورتوں کو کہتے ہیں جن کے بچے زندہ نہ رہتے ہوں۔

(۲) ان اونٹنیوں کو کہتے ہیں جن کے ایک بچہ کے بعد کوئی دوسرا بچہ پیدا نہ ہو۔

(۳) بعض کہتے ہیں کہ مقلات ان پرندوں کو کہتے ہیں جو اپنے گھونسلے ہلاکت خیز جگہ پر بناتے ہوں۔

نزور: نون میں زبر ہے۔ ان کو کہتے ہیں جن میں محبت کم ہو اور نزر قلت (کم) کے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

شرعی حکم: خبث ہونے کی وجہ سے اس کا گوشت حرام ہے۔

ضرب المثل

اہل عرب کہتے ہیں:

بارضنا یستنسر (ترجمہ) ہماری زمین میں بغاث بھی گرگس ہوتا ہے۔

یعنی جو ہمارے پڑوس میں رہتا ہے وہ معزز بن جاتا ہے۔ یہ ایسے معزز شخص کے لیے بولتے ہیں جس کے پاس ذلیل شخص بھی آکر معزز بن جاتا ہے یا کمزور آدمی قوی بن جاتا ہو۔

بَغَلْ

خچر۔ مشہور جانور ہے اس کی کنیت ابوالاثج 'ابوالحرون' ابوالصفر 'ابوقضاعہ' ابوقموص' ابوکعب' ابومختار اور ابوطعون وغیرہ ہیں اور بعض اس کو ابن ناہق بھی کہتے ہیں۔

بغل بفتحہ باء اور سکون غین معجمہ اور لام کے ساتھ لغت عربی ہے۔ فارسی میں اُستر اور ہندی میں خچر کہتے ہیں۔

خچر۔ گھوڑے اور گدھے سے مل کر پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے گدھے جیسی جسم میں سختی اور گھوڑے جیسی ہڈیاں ہوتی ہیں۔ اسی طرح اس

کی آواز بھی گھوڑے اور گدھے کی آواز کے درمیان ہوتی ہے۔ لیکن یہ بانجھ ہوتا ہے۔ اس کے بچے پیدا نہیں ہوتے۔ لیکن ابن بطریق نے ۴۴۴ھ کے حوادثات میں لکھا ہے کہ عجیب قسم کا خچر تھا جس سے ایک کالی گھوڑی اور سفید رنگ کا خچر پیدا ہوا۔ اس کے بعد ابن بطریق نے تعجب کا اظہار کیا ہے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ خچر میں دو متضاد جانور سے مل کر پیدا ہونے کی وجہ سے متضاد اخلاق، مختلف طبیعتیں اور عادتیں اس کے اندر پیدا ہو جاتی ہیں۔

اگر خچر کا باپ گدھا ہوتا ہے تو یہ گھوڑے کے زیادہ مشابہ ہوتا ہے۔ اگر باپ گھوڑا ہو تو گدھے سے زیادہ مشابہ ہوتا ہے اور تعجب خیز بات یہ بھی ہے کہ خچر کا ہر عضو گھوڑے اور گدھے کی مشابہت میں درمیانی ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کا اثر خچر کی عادت و اخلاق پر بھی نمایاں ہوتا ہے جیسے خچر کے اندر گھوڑے جیسی ذہانت اور سمجھ نہیں ہوتی اور نہ گدھے جیسی حماقت اور بے وقوفی ہوتی ہے۔

بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ خچر کو دریافت کرنے والا قارون ہے۔

خچر میں گدھے جیسا صبر اور گھوڑے جیسی قوت ہوتی ہے۔ نیز دو مختلف جانوروں سے مل کر پیدا ہونے کی وجہ سے اس کے اخلاق فاسد اور دو رنگے ہوتے ہیں۔ اسی معانی میں عرب شاعر نے کہا ہے ؎

خلق جدید کل یوم مثل اخلاق البغال

''نئی نئی عادتیں روزانہ خچروں کی طرح بدلتا رہتا ہے۔''

لیکن اس کے باوجود خچر جس راستہ میں ایک بار چل لیتا ہے دوبارہ اس کو نہیں بھولتا۔ اگرچہ یہ جانور دو مختلف جانوروں سے مل کر پیدا ہوتا ہے اس کے باوجود بادشاہوں کی سواری اور فقیروں، درویشوں کے بوجھ اُٹھانے کے ساتھ اس کی حاجات کو پورا کرنے کا ضامن اور لمبا راستہ طے کرنے کے ساتھ صبر سے کام لیتا ہے۔ چنانچہ شاعر نے کہا ہے ؎

مرکب قاض و امام عادل و عالم و سید و کهل

''قاضی، منصف بادشاہ عالم اور ادھیڑ عمر کے سرداروں کی سواری ہے۔''

یصلح للرحل و غیر الرحل یہ سفر اور حضر کے لائق ہوتا ہے

سیدنا حسین بن علی اور خچر کی سواری

ایک مرتبہ عباس بن فرج نے سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ایسے خچر پر سوار ہیں جس کے منہ کے بال بڑھاپے کی وجہ سے جھڑ گئے تھے ان سے کسی نے کہا کہ آپ اس خچر پر سوار ہیں حالانکہ آپ مصر میں بہترین کشتی (سواری) میں سوار ہوتے تھے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس سواری پر میں سوار ہوں مجھے اس پر کوئی ملال نہیں بلکہ ملال تو اخلاق فاسدہ پر ہے۔

ایک شامی کہتا ہے کہ ایک مرتبہ میں مدینہ منورہ گیا۔ ایک ایسے خوبصورت آدمی کو دیکھا کہ اس سے حسین خاموش اور خوبصورت میں نے اب تک کسی کو نہیں دیکھا تھا اور نہ اس جیسا بہتر کوئی جانور نظر سے گزرا تھا۔ وہ ایک خچر پر سوار تھا۔ اس حالت میں میں دیکھ کر ان کی طرف میلان ہو گیا۔ میں نے ان کے بارے میں لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ سیدنا علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ چنانچہ میں ان کے پاس آیا۔ حالانکہ میں ان سے بغض و عناد رکھتا تھا۔ میں نے ان سے کہا آپ ابو طالب کے صاحبزادے ہیں انہوں نے کہا نہیں میں ان کا پوتا ہوں۔ میں نے کہا کہ میں آپ کو اور آپ کے والد کو اور جد امجد علی بن ابی طالب کو برا

بھلا کہا کرتا ہوں۔ جب میری گفتگو ختم ہوگئی تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم مسافر معلوم ہوتے ہو میں نے کہا جی ہاں! پھر انہوں نے کہا آپ ہمارے ہاں چلئے۔ اگر آپ کو کسی اقامت گاہ کی تلاش ہو تو ہم آپ کو ٹھہرائیں گے۔ اگر مال کی ضرورت ہو تو ہم مدد کریں گے یا کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو ہم آپ سے تعاون کریں گے۔

وہ شامی کہتا ہے تھوڑی دیر کے بعد میں ان کے پاس سے چلا آیا۔ اس کے بعد سے روئے زمین پر ان سے محبت کرنے والا مجھ سے زیادہ کوئی نہ تھا۔ (الکامل المبرد)

علی بن حسین کے مختصر حالات اور خصائل حمیدہ

امام دمیریؒ کہتے ہیں علی بن الحسین رضی اللہ عنہ کو زین العابدین کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ ان کی ماں کا نام سلامہ تھا۔ ان کے بڑے بھائی کا نام بھی علی تھا جو کربلا میں اپنے والد کے ساتھ شہید کر دیئے گئے تھے۔ انہوں نے اپنے والد محترم اور چچا حسن' جابر' عبداللہ بن عباس' مسور بن مخرمہ' ابو ہریرہ' صفیہ' عائشہ' ام سلمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ سے حدیثیں روایت کی تھیں۔

ابن خلکان کہتے ہیں زین العابدین کی ماں کا نام سلامہ تھا جو فارس کے آخری بادشاہ یزدجر کی بیٹی تھیں۔ (وفیات الاعیان)

زمخشریؒ کہتے ہیں یزدجر کی تین لڑکیاں تھیں جن کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قید کر لیا گیا تھا۔ ان میں سے ایک عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی جس سے سالم پیدا ہوئے۔ دوسری لڑکی محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی جن سے قاسم پیدا ہوئے۔ تیسری لڑکی حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو ملی جن سے زین العابدین پیدا ہوئے۔ چنانچہ یہ سب ایک دوسرے کے خالہ کے بیٹے تھے۔ علی زین العابدین اپنے والد محترم کے ساتھ کربلا میں شریک ہوئے لیکن بچے ہونے کی وجہ سے بچ گئے۔ اس لیے کہ کربلا میں مخالف گروہ نے ہر خاندان والے کو قتل کر دیا تھا بالکل ان لوگوں کے ساتھ وہی معاملہ کیا گیا جو کفار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ خدائے پاک قاتلوں کا برا حال کرے اور ان کو ذلیل کر کے لعنت کرے۔ عبیداللہ بن زیاد نے علی زین العابدین کے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو اس ارادے سے باز رکھا۔ لیکن بعض تاجروں نے یزید بن معاویہ کو علی زین العابدین کے قتل کرنے کا مشورہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت بھی بچا لیا۔ اس کے بعد سے یزید بن معاویہ ان کی عزت و تکریم کرنے لگا۔ یہاں تک کہ ان کے ساتھ بیٹھتا اور ان کو اپنے کھانے میں شریک کرتا۔ پھر یزید بن معاویہ نے انہیں مدینہ منورہ بھیج دیا۔ چنانچہ یہ وہاں جا کر محترم اور باعزت بن گئے۔ ابن عساکر کہتے ہیں کہ علی زین العابدین کی مسجد دمشق میں مشہور و معروف ہے۔ غالباً یہ مسجد شہر جامع علی کے نام سے مشہور ہے امام زہری کہتے ہیں کہ میں نے کسی قریشی کو ان سے افضل نہیں دیکھا۔ (ربیع الابرار)

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ علی زین العابدین معتمد علیہ اور مامون آدمی تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت حدیثیں روایت کی ہیں اور یہ عالم آدمی تھے۔ اہل بیت میں ان سے بہتر آدمی کوئی نہیں تھا۔

امام اصمعیؒ کہتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی نسل سوائے علی زین العابدین رضی اللہ عنہ کے کسی سے نہیں چلی اور زین العابدین رضی اللہ عنہ کی سوائے چچا حسن رضی اللہ عنہ کی لڑکی سے کسی اور سے نسل نہیں چلی اسی لیے تمام حسینیوں کا سلسلہ انہی سے جا ملتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ سیدنا زین العابدین وضو کرتے تھے تو ان کا چہرہ زرد ہو جاتا تھا۔ اور جب یہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو خوفزدہ ہو جاتے۔ چنانچہ ان سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ آپ کی یہ حالت نماز کے وقت کیوں ہو جاتی ہے تو فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں اور کس سے سرگوشی ہوتی ہے؟

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ علی زین العابدین جس مکان میں رہتے تھے اس میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مکان میں آگ لگ گئی۔

جب نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا گیا کہ کیا حال ہے؟ جس وقت مکان میں آگ لگی تو آپ نے نیت کیوں نہیں توڑی؟ فرمایا کہ میں اس آگ سے دوسری آگ کی طرف متوجہ تھا۔

اہل علم لکھتے ہیں کہ جب آپ حج کرتے تو آپ تلبیہ کے وقت خوفزدہ ہو جاتے' چہرہ زرد ہو جاتا اور بے ہوش ہو کر گر پڑتے۔ جب افاقہ ہوتا تو آپ سے پوچھا جاتا تو آپ فرماتے کہ مجھے لبیک اللّٰھم لبیک کہتے وقت یہ خوف محسوس ہوتا ہے کہ کہیں یہ نہ کہہ دیا جائے لا لبیک ولا سعدیک (تم حاضر نہیں ہو) چنانچہ لوگ آپ کی حوصلہ افزائی کرتے اور یہ کہتے کہ تلبیہ کہنا بہت ضروری ہے۔ چنانچہ آپ تلبیہ کہتے تو بے ہوش ہو کر سواری سے گر جاتے۔ آپ چوبیس گھنٹے میں ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے اور آپ بہت زیادہ صدقات وخیرات کرتے بلکہ رات میں صدقہ زیادہ کرتے اور فرماتے کہ رات کا صدقہ پروردگار کے غصہ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور آپ بہت زیادہ روتے۔ آپ کو زیادہ رونے سے لوگوں نے منع کیا تو فرماتے حضرت یعقوبؑ' حضرت یوسفؑ کے گم ہو جانے پر اتنا روئے تھے کہ آپ کی آنکھیں سفید ہو گئی تھیں۔ اس کے باوجود ان کی موت واقع نہیں ہوئی تو میں کیسے نہ رووں۔

علی زین العابدین یہ بھی کہتے کہ دس سے زائد آدمیوں کو دیکھا ہے کہ وہ ہر حج پر میرے گھر والوں کی طرف سے قربانی کرتے ہیں۔ جب آپ گھر سے باہر نکلتے تو یہ دُعا کرتے:

اَللّٰھم انی اتصدق الیوم اواھب عرفی الیوم عمن یغتابنی.

''اے اللہ! میں اپنی غیبت کرنے والے کے لیے آج صدقہ دے رہا ہوں اور اپنی آبرو ہبہ کر رہا ہوں۔''

علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی وفات

مؤرخین کا آپ کے سن وفات کے بارے میں اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک آپ کی وفات ۹۴ھ کے اوائل میں ہوئی۔ ابن فلاس کہتے ہیں کہ اس سال سعید بن مسیب سعید بن جبیر عروہ بن زبیر اور ابوبکر بن عبدالرحمٰن وغیرہ کا انتقال ہوا ہے۔

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ آپ کی وفات ۹۲ھ یا ۹۳ھ میں ہوئی ہے۔ لیکن مدائنی نے ۱۰۰ھ میں وفات کو حیرت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ بعض نے تصریح کی ہے کہ ۹۹ھ کے وقت آپ کی عمر ۵۸ سال کی تھی۔ آپ کو چچا حسن رضی اللہ عنہ کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔

شیخ ابواسحٰق شیرازی فیروز آبادی

قاضی ابن خلکان جلال الدولہ ملک شاہ کی سوانح حیات میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ مقتدی بامر اللہ نے شیخ ابواسحٰق شیرازی فیروز آبادی کو (جن کی تصانیف النبۃ اور المندب وغیرہ ہیں) ملک جلال الدولہ کی صاحبزادی کا پیغام لے کر نیشاپور بھیجا تو جب اپنے کام سے فارغ ہو گئے تو امام الحرمین سے مناظرہ ہو گیا۔ پھر جب فیروز آبادی نیشاپور سے واپس ہونے لگے تو امام الحرمین رخصت کرنے کے لیے آئے تو یہ ان کی سواری کا رکاب اس وقت تک پکڑے رہے جب تک کہ فیروز آبادی اپنے خچر پر سوار نہ ہو گئے۔ فیروز آبادی خراسان میں بہت ہی زیادہ عزت وعظمت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ کے لوگ اتنے معتقد تھے کہ خچر جہاں پاؤں رکھ دیتا تھا تو لوگ وہاں کی مٹی اُٹھا کر تبرک حاصل کیا کرتے تھے۔

فیروز آبادی زبردست امام' عالم باعمل' متقی' پرہیزگار' عابد وزاہد تھے۔ ان کی وفات ۴۷٦ھ میں ہوئی۔ (وفیات الاعیان)

امام الحرمین کی وفات

ابن خلکان کہتے ہیں امام الحرمین کی وفات ۴۷٦ھ میں ہوئی۔ جس دن ان کا انتقال ہوا تو بازار بند ہو گیا۔ جامع مسجد کے منبر توڑ

دیئے گئے۔ان کے شاگرد ۴۰۰ کے قریب گزرے ہیں۔ جب ان لوگوں کو استاذ کے انتقال کی خبر ملی تو ان سب نے دواتوں اور قلموں کو توڑ دیا۔اسی حالت میں ان لوگوں نے تقریباً کئی سال گزار دیئے۔ (وفات الاعیان)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک پڑوسی کا نام اسکافی تھا۔ یہ دن میں کام کرتا۔ جب رات کو گھر واپس آتا تو وہ کچھ پیتا۔نشہ طاری ہوتے وقت یہ شعر گنگناتا ۔

اضاعونی وای فتی اضاعو لیوم کریھة و سداد ثغر

''لوگوں نے مجھے تو ضائع کر دیا اور میرے علاوہ کون سے جوان ہیں جو میدان جنگ اور سرحد بندی میں برباد ہوئے ہیں۔''

اسکافی برابر پیتا اور یہی شعر دہراتا رہتا یہاں تک کہ اس کو نیند آجاتی ۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہر رات اس کے شور وغوغا کو سنتے اور نماز میں مشغول رہتے ۔ایک دن اتفاق سے اس کی آواز نہ آئی تو امام صاحب نے اس کے بارے میں لوگوں سے دریافت کیا تو آپ کو کسی نے بتایا کہ اسکافی کو چند دن ہوئے رات کے پہرہ داروں نے پکڑ لیا ہے۔ چنانچہ جب یہ بات امام صاحب معلوم ہوئی تو آپ نماز فجر پڑھ کر خچر پر سوار ہو کر امیر کے محل میں آئے اور ان سے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ یہ سنتے ہی امیر نے حکم دیا کہ انہیں اجازت دے دی جائے اور ان کا استقبال سواری کی حالت میں کیا جائے اور انہیں اس وقت تک اندر نہ بلایا جائے جب تک کہ فرش نہ بچھایا جائے۔ چنانچہ ان سب چیزوں کا اہتمام کیا گیا۔ پھر انہیں مجلس میں آنے کی اجازت دی گئی۔امیر نے فرمایا کہ امام صاحب فرمایئے کیا ضرورت پیش آگئی' آپ نے کیسے آنے کی زحمت فرمائی؟ امام صاحب نے اپنے پڑوسی اسکافی کے بارے میں خلاصی کی سفارش کی۔ یہ سن کر امیر نے فرمایا اسکافی کو چھوڑ دیا جائے بلکہ اس رات سے آج تک جتنے لوگ گرفتار کیے گئے ہیں ان سب کو آزاد کر دیا جائے۔ چنانچہ ان سب کو بھی رہا کر دیا گیا اور وہ سب اپنے اپنے گھر چلے گئے۔

اس کے بعد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے خچر پر سوار ہو کر چل پڑے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اسکافی پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا کیا اسکافی ہم نے تم کو برباد کر دیا۔اسکافی نے کہا نہیں بلکہ آپ نے میری حفاظت فرمائی اور مجھے بچا لیا۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔آپ نے پڑوسی ہونے کا حق ادا کر دیا۔اس کے بعد اسکافی نے اس شغل سے توبہ کر لی۔ پھر اس کے بعد کبھی اس نے ارتکاب نہیں کیا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام نعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ ہے۔ یہ زبردست عالم باعمل گزرے ہیں۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کیا آپ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے تو آپ نے فرمایا ہاں دیکھا ہے کہ اگر وہ اس دیوار کو یہ کہہ دیتے کہ یہ سونے کی ہے تو وہ اس کو مدلل کر کے ثابت کر دیتے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے' اشعار میں زہیر بن ابی سلمی کے' محمد بن اسحاق کے سیرت ومغازی میں' امام کسائی کے نحو میں' مقاتل بن سلیمان کے تفسیر میں تمام لوگ اہل وعیال ہیں۔اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قیاس میں امام تھے۔ انہوں نے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز چالیس سال تک پابندی سے پڑھی تھی۔اور عام طور پر ایک رات میں پورا قرآن کریم ختم کر دیتے۔آپ رات میں اس قدر روتے کہ پڑوسیوں کو بھی رحم آنے لگتا۔جس جگہ آپ کی وفات ہوئی ہے اس جگہ آپ نے ستر ہزار مرتبہ قرآن کریم کو تلاوت میں ختم کیا ہے اور تیس سال تک افطار (ناشتہ) نہیں کیا۔آپ کے اندر سوائے عربی کم جاننے کے اور کوئی نقص نہیں،

تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ابوعمرو بن العلاء نے آپ سے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص کسی کو مثقل چیز سے قتل کر دے تو کیا قاتل پر قصاص واجب ہوگا یا نہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ قصاص واجب نہیں ہوگا (یہ جواب اپنے مذہب کے مطابق دیا تھا) اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے۔ پھر ابوعمرو بن العلاء نے سوال کیا۔ اگر کوئی گوپھن کے پتھر سے قتل کر دے تو کیا جواب ہے؟ آپ نے فرمایا چاہے کوئی ''ابو قبیس'' سے قتل کر دے تب بھی قصاص نہ ہوگا۔ اور کبھی امام صاحب کی طرف سے لوگ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ آپ نے یہ جواب ان لوگوں کی زبان میں دیا ہے جو لوگ اسمائے ستہ[1] کو تینوں حالتوں میں الف کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ چنانچہ عرب شاعروں نے کہا ہے ؎

ان اباها وابا اباها قد بلغا فی المجد غایتاها

''واقعی اس کے آباء واجداد نے اپنے اپنے مقاصد میں شرافت و بزرگی کو حاصل کر لیا ہے۔''

یہ اہل کوفہ کی زبان ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کوفی ہیں۔ امام اعظم کی وفات بغداد کے قید خانہ میں ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ اور بعض نے اس کے علاوہ تاریخ وفات تحریر کی ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ ان کی وفات قید خانہ میں نہیں ہوئی۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ ان کی وفات ان دن ہوئی جس دن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ اور بعض نے اس سال کا تذکرہ کیا ہے نہ کہ اس دن میں جیسے کہ اس سے قبل گزر چکا ہے۔ (تاریخ بغداد، وفیات الاعیان)

امام نوویؒ کہتے ہیں کہ امام کی وفات ۱۵۱ھ یا ۱۵۳ھ میں ہوئی۔ (تہذیب الاسماء)

امام دمیریؒ کہتے ہیں کہ جو اوپر کا شعر اسکافی کی حکایت میں گزرا ہے وہ عرجی عبداللہ ابن عمرو بن عثمانؓ بن عفان کا ہے۔ اس شعر کا نضر بن شمیل نے مامون الرشید کے دربار میں بطور استشہاد پڑھا تھا۔

نضر بن شمیل اور مامون رشید کی علمی گفتگو

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ نضر بن شمیل مامون الرشید کے دربار میں آئے تو دونوں حدیث کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ چنانچہ مامون الرشید نے ایک روایت ہشیم کی سند سے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تک روایت بیان کی اور وہ یہ ہے:

''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت آدمی عورت کے دین اور خوبصورتی کی وجہ سے نکاح کر لیتا ہے تو وہ تنگی سے نجات پا جاتا ہے۔''

یہ روایت سن کر نضر بن شمیل نے کہا امیر المؤمنین ہشیم نے بالکل سچ روایت کی ہے۔ ہم سے بھی فلاں نے فلاں سے بیان کر کے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تک سند کا واسطہ پہنچا کر بیان کیا۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت آدمی عورت کے دین و مذہب اور خوبصورتی کی وجہ سے نکاح کر لیتا ہے تو وہ تنگی سے نجات پا جاتا ہے۔''

نضر بن شمیل کہتے ہیں کہ یہ سن کر مامون الرشید سیدھے بیٹھ گئے حالانکہ وہ تکیہ سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے پھر فرمایا نضر تم سداد کیسے کہتے ہو؟ تو میں نے جواب دیا کہ سداد یہاں غلط ہے۔ مامون نے کہا کیا تم میری اعراب کی غلطی نکال رہے ہو؟ میں نے کہا ہشیم نے اعراب کی غلطی کی ہے۔ چنانچہ امیر المؤمنین نے کہنا مان لیا۔ پھر فرمایا اچھا سداد کے زیر یا زبر پڑھنے میں کیا فرق پڑ جائے گا؟ میں نے کہا

---

[1] اسمائے ستہ یہ ہیں: ابو، اخو، حمو، هنو، خو اور ذو۔ (ج)

سداد (زبر کے ساتھ) دین میں درستی اور میانہ روی کو کہتے ہیں اور سداد (زیر کے ساتھ) حاجت اور تنگی کو کہتے ہیں اور جس کو آپ درست کرلیں اس کو سداد (زیر کے ساتھ) کہتے ہیں۔ مامون نے کہا کیا تم کو اس سلسلے میں عرب شعراء کا کوئی شعر یاد ہے؟ میں نے کہا جی ہاں جیسے عربی کہتا ہے ؎

اضاعونی و ای فتی اضاعوا لیوم کریهة و سداد ثغر

"لوگوں نے مجھے تو ضائع کر دیا اور (میرے علاوہ) کون سے جوان ہیں جو میدان جنگ اور سرحد بندی میں برباد ہوئے ہیں۔"

چنانچہ مامون الرشید نے یہ سن کر ایک رقعہ میں کچھ لکھا اور ایک خادم سے کہا کہ یہ رقعہ لے کر نضر بن شمیل کے ساتھ فضل بن سہل کے پاس چلے جاؤ۔ جب فضل بن سہل نے وہ رقعہ کھول کر پڑھا تو یہ کہا اے نضر تم کو امیر المؤمنین پچاس ہزار دراہم بطور انعام دینے کو تحریر فرمایا ہے۔ آخر کیا معاملہ ہوا مجھے بھی بتاؤ۔

نضر کہتے ہیں کہ میں نے فضل بن سہل سے سارا واقعہ بیان کیا۔ یہ سن کر فضل بن سہل نے مزید تیس ہزار دراہم اور انعام دیئے۔ چنانچہ میں اسی ہزار دراہم ایک حرف کے بدلہ میں بطور انعام لے کر چلا آیا۔

نضر بن شمیل کا انتقال مقام مرو میں ۲۰۴ھ میں ہوا۔ (وفیات الاعیان)

ہارون الرشید کے ہاں امام یوسف کا علمی مقام

امام ابو یوسف امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ ان کا اصل نام یعقوب ہے۔ امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ ایک رات میں بستر میں آرام کرنے کے لیے آیا تو اچانک کسی شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا میں باہر آیا تو معلوم ہوا کہ وہ ہرثمہ بن اعین ہے۔ انہوں نے کہا کہ چلئے آپ کو امیر المؤمنین ہارون الرشید یاد فرما رہے ہیں۔ یہ سن کر میں اپنے خچر پر سوار ہوا اور ڈرتا ہوا امیر المؤمنین کے گھر آ گیا۔ دروازے پر ہرثمہ سے پوچھا کہ بھائی امیر المؤمنین کے پاس اور کون بیٹھا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ عیسیٰ بن جعفر بیٹھے ہیں۔ پھر میں گھر میں داخل ہوا تو دیکھا امیر المؤمنین تشریف فرما ہیں اور ان کی داہنی طرف عیسیٰ بن جعفر بیٹھے ہیں۔ چنانچہ میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا۔

ہارون الرشید نے کہا ابو یوسف! میرے گمان میں ہم نے تم کو خوف میں مبتلا کر دیا ہے۔ میں نے کہا خدا کی قسم! ہاں بلکہ جو میرے پیچھے ہیں وہ بھی خوفزدہ ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر ہارون الرشید تھوڑی دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا اے یعقوب کیا تم کو معلوم ہے کہ میں نے تم کو کیوں بلایا ہے؟ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ ہارون الرشید نے کہا میں نے تم کو اس لیے بلایا ہے تا کہ تم اس بات کے گواہ رہو کہ عیسیٰ بن جعفر کے پاس ایک باندی ہے میں نے ان سے یہ کہا کہ تم اس باندی کو مجھے ہبہ کر دو لیکن اس نے انکار کر دیا۔ خدا کی قسم! اگر یہ ہبہ نہ کرے گا تو میں اسے قتل کر دوں گا۔

امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے عیسیٰ بن جعفر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تمہارے نزدیک باندی کی اس قدر اہمیت ہے کہ تم نے ہبہ کرنے سے انکار کر دیا ہے اور باندی سے تم نے اپنی قدر امیر المؤمنین کے یہاں گرادی ہے۔ آخر کار وہ باندی بھی ہر حال میں تم سے چلی جائے گی۔ یہ سن کر عیسیٰ بن جعفر نے کہا کہ امیر المؤمنین نے دھمکی دینے میں بہت جلدی کر دی ہے۔ آخر کار کوئی بات یا کوئی عذر تو سننا چاہیے۔ میں نے کہا اچھا بتا کیا بات ہے یا کیا عذر ہے؟

عیسیٰ بن جعفر نے کہا کہ میں نے اس باندی کو طلاق اور آزاد نہ کرنے کی قسم کھائی ہوئی ہے اگر چہ میرا سارا مال کیوں نہ لٹ جائے اس لئے میں اس باندی کو فروخت نہیں کر سکتا اور نہ ہبہ کر سکتا ہوں۔

امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ یہ سن کر ہارون الرشید میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ابو یوسف اس مسئلہ کا کوئی حل نکل سکتا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں نکل سکتا ہے۔ فرمایا کیسے؟ میں نے کہا یہ نصف باندی تو آپ کو ہبہ کر دے اور نصف باندی آپ کو فروخت کر دے تو گویا وہ باندی نہ ہبہ ہوگی اور نہ فروخت ہوگی۔ عیسیٰ بن جعفر نے کہا ابو یوسف کیا ایسا کرنا جائز ہے۔ میں نے کہا ہاں جائز ہے۔ عیسیٰ نے کہا اچھا آپ گواہ رہیے میں نے نصف باندی امیر المؤمنین کو ہبہ کر دی اور نصف ایک ہزار اشرفیوں کے عوض ان کے ہاتھ فروخت کر دی۔ ہارون الرشید نے کہا میں نے نصف باندی بطور ہبہ قبول کر لی اور نصف باندی ایک ہزار اشرفیوں کے عوض خرید لی۔ امام ابو یوسف نے کہا اچھا میرے پاس باندی اور مال لایا جائے۔ چنانچہ دونوں نے باندی اور مال حاضر کر دیا۔ امام ابو یوسف نے کہا اے امیر المؤمنین اب باندی کو لے لیجئے اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائے۔

ہارون الرشید نے کہا اے یعقوب ایک چیز اور باقی رہ گئی ہے وہ بھی حل کر دیجئے۔ میں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ فرمایا باندی تو مملوکہ ہے اور باندی سے حیض تک ترک جماع کرنا ضروری ہے۔ خدا کی قسم! اگر میں نے یہ رات باندی کے ساتھ نہ گزاری تو میری جان نکل جائے گی۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین آپ باندی کو آزاد کر کے اس سے شادی کر لیں اس لیے کہ آزاد عورت کے لیے حیض تک ترک جماع کرنا ضروری نہیں ہے۔

ہارون الرشید نے کہا اچھا میں نے آزاد کر دیا کون نکاح پڑھائے گا؟ میں نے کہا میں نکاح پڑھا دوں گا۔ چنانچہ مسرور اور حسین کے سامنے میں نے خطبہ پڑھا اور اس باندی کا نکاح بیس ہزار اشرفیوں کے عوض مہر متعین کر کے ہارون الرشید سے کر دیا۔ اس کے بعد امام ابو یوسف نے کہا اچھا حضور عالی جاہ! آپ مہر کی رقم میرے پاس لے آیئے تا کہ میں اس عورت کو ادا کر دوں۔ چنانچہ مہر کی رقم لا کر ادا کر دی گئی۔

اس کے بعد امیر المؤمنین نے فرمایا ابو یوسف اب آپ جا سکتے ہیں۔ اور مسرور سے یہ کہا کہ تم دو لاکھ درہم اور بیس کپڑوں کے تخت ابو یوسف کو بطور انعام دیئے جاتے ہیں ان کے گھر پہنچا دو۔ چنانچہ یہ انعام ابو یوسف کے گھر پہنچا دیا گیا۔ اھ (تاریخ بغداد)

خاموش رہنے والوں کی حکایت

بعض مؤرخین نے لکھتے ہیں کہ امام ابو یوسف کی مجلس میں ایک آدمی نہایت خاموش رہتا تھا کبھی کوئی بات پوچھتا ہی نہ تھا۔ ایک دن امام ابو یوسف نے اس سے یہ کہا کہ بھائی تم کبھی کچھ پوچھتے ہی نہیں ہو۔ اس نے کہا جی ہاں اگر آپ کہتے ہیں تو سوال کرتا ہوں۔ بتایئے کہ روزہ دار کب افطار کرے؟ آپ نے فرمایا جب سورج چھپ جائے۔ اس نے کہا اگر نصف رات تک سورج نہ چھپے تو روزہ کب افطار کرے؟ یہ سن کر امام ابو یوسف ہنس پڑے اور فرمایا واقعی تمہارے لئے خاموشی بہتر ہے۔ میں نے تمہیں اُبھارنے میں غلطی کی ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھا ۔

عجبت لازراء الغبی بنفسه وصمت الذی قد کان بالقول اعلما

''میں غبی آدمی کو چھیڑ کر حیرت میں پڑ گیا جب اس نے خیالات کا اظہار کیا تو میں اس کی وجہ سے خاموش ہو گیا۔''

وفی الصمت ستر للغبی و انما صحیفة لب المرء ان یتکلما

''سکوت غبی کے لیے پردہ ہے۔ گفتگو کرنا آدمی کے دماغ کا صحیفہ ہے۔''

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ ایک آدمی بعض علماء کی مجلس میں بیٹھتا لیکن بات بالکل نہ کرتا تھا۔ ایک دن اس سے یہ کہا گیا کہ بھائی تم

بالکل بات نہیں کرتے ہو۔ اس نے کہا اچھا یہ بتایئے کہ ہر مہینے ایام بیض کے روزے کیوں مستحب ہیں؟ عالم نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا۔ اس پر اس آدمی نے کہا کہ ایام بیض [1] کے روزے اس لیے مستحب ہیں کہ چاند کے انہی ایام بیض میں گہن لگتا ہے اس لیے اللہ جل شانہٗ نے یہ چاہا کہ آسمان میں کوئی نئی چیز ایسی سامنے نہ آئے جس کا ظہور زمین میں نہ ہوا ہو۔ اس موضوع پر یہ بہت عمدہ واقعہ ہے۔

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ایک آدمی امام شعبی کی مجلس میں بیٹھا تھا اور برابر خاموش رہتا تھا۔ ایک دن امام شعبی نے فرمایا بھائی تم بھی کچھ بولا کرو۔ اس نے کہا میں خاموش رہتا ہوں تو محفوظ رہتا ہوں اور سنتا ہوں تو علم میں اضافہ ہوتا ہے اس لیے کہ آدمی کا نصیبہ اس کے لیے سننے میں رکھ دیا گیا ہے اور زبان میں نصیبہ کسی دوسرے کے مستفید ہونے کے لیے ہے۔

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ایک نوجوان امام شعبیؒ سے گفتگو کر رہا تھا تو امام شعبی نے فرمایا ہم نے یہ کبھی نہیں سنا ہے کہ جوان نے کہا کیا آپ نے ہر علم کو سن لیا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ جوان نے کہا کچھ حصہ بھی نہیں سنا۔

شعبی نے فرمایا ہاں کچھ حصہ تو ضرور سنا ہے۔ جوان نے کہا پھر یہ بات آپ کان کے اس خانہ میں رکھ لیجئے کہ جس کو آپ نے سنا ہے۔ یہ سن کر امام شعبی خاموش ہو گئے۔

قاضی القضاۃ کا خطاب

امام ابو یوسف کو سب سے پہلے قاضی القضاۃ کا خطاب دیا گیا اور سب سے پہلے فقیہہ ہیں جنہوں نے علماء کا اس موجودہ نہج کے مطابق لباس متعین کیا ورنہ عام طور پر لوگوں کا لباس ایک ہی وضع قطع کا رہتا تھا۔ کسی آدمی کو لباس کے ذریعے ممتاز نہیں کر سکتے تھے۔

ذہانت وظرافت

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن مسہر بغداد اور واسط کے درمیان چھوٹے سے شہر مبارک میں قاضی تھے۔ جب ان کو یہ بات معلوم ہوئی کہ امیر المؤمنین ہارون الرشید اور ان کے ساتھ امام ابو یوسف بصرہ تشریف لا رہے ہیں تو عبدالرحمٰن بن مسہر نے مبارک کے رہنے والوں سے کہا کہ تم لوگ میری ان دونوں کے سامنے تعریف کرنا۔ شہر والوں نے انکار کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے لباس تبدیل کر کے ان دونوں سے ملاقات کی اور جاتے ہی کہا کہ قاضی تو بس ہمارے شہر کے ہیں۔ پھر جب وہ لوگ دوسرے مقام پر پہنچے تو انہوں نے دوسری جگہ بھی پہنچ کر یہی جملہ کہا کہ قاضی تو بس ہمارے شہر کے ہیں۔ یہ سن کر ہارون الرشید نے امام ابو یوسف کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا یہاں کے قاضی کی تعریف صرف ایک ہی آدمی کر رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کی کارکردگی درست نہیں ہے۔ امام ابو یوسف نے کہا امیر المؤمنین تعجب کی بات یہ ہے کہ قاضی خود اپنی تعریف کر رہا ہے۔ یہ سن کر ہارون الرشید ہنس پڑے اور فرمایا کہ یہ قاضی صاحب تو ظریف اور دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہیں ایسے لوگ معزول نہیں کیے جا سکتے۔

امام ابو یوسف کی وفات ماہ ربیع الاول ۱۸۲ھ میں ہوئی اور بعض لوگوں نے اس کے علاوہ تاریخ بیان کی ہے۔

خچر بے نسل کیوں ہوتا ہے

ایک مرتبہ موصل کے حاکم اپنے خچر سے گر پڑے تو ابو السعادات مبارک بن الاثیر نے یہ اشعار کہے ۔

ان زلت البغلة من تحته فان فی زلتها عذرا

---

[1] ایام بیض: قمری مہینے کی تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں تاریخیں۔ (ج)

''اگر خچر ان کے نیچے سے پھسل گیا ہے تو یقیناً کسی عذر سے پھسل گیا ہے۔''

حملها من علمه شاهقا ومن ندی راحته بحرا

''انہوں نے جان بوجھ کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھایا ہے اور ان کے جودو کرم مثل دریا کے ہیں۔''

حافظ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب فرمایا کرتے تھے کہ خچر کی نسل نہیں چلتی (اگر چہ خچر تمام جانوروں میں سب سے زیادہ تیز چلنے والا جانور ہے) کیونکہ جن جانوروں میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کے لیے لوگ لکڑیاں جمع کرتے تھے ان میں خچر بھی تھا۔ چنانچہ آپ نے اس کے لیے بددعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے خچر کو اس لیے بے نسل بنا دیا۔ (تاریخ دمشق)

امام ابوحنیفہ کی ذہانت

اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمارے پڑوس میں ایک چکی والا رافضی رہتا تھا۔ اس کے پاس دو خچر تھے۔ اس بدبخت نے ایک نام ابوبکر رکھا تھا اور دوسرے کا نام عمر رکھا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد رافضی نے ان میں ایک خچر کو نیزہ مار کر ہلاک کر دیا۔ چنانچہ جب میرے دادا جان (امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا تم لوگ جا کر دیکھو جس خچر کو اس نے نیزہ مارا ہے اس کا نام عمر ہوگا۔ چنانچہ لوگ گئے دیکھا معلوم کیا تو وہی نکلا جو امام اعظم نے فرمایا تھا۔

سفیان بن ابان کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

عجیب وغریب فوائد

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ خچر پر سوار ہوئے تو وہ بدک گیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے روک دیا اور ایک شخص کو اس پر قل اعوذ برب الفلق پڑھنے کا حکم دیا۔ جب پڑھا گیا تو وہ ٹھیک ہو گیا۔'' (الکامل لابن عدی فی ترجمة خالد بن یزید العمریٔ المکی)

یہ حدیث ان شاء اللہ دابۃ کے عنوان میں بھی آجائے گی۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے تین اولاد ہو گئی ہو اور ان میں سے کسی ایک کا نام بھی محمد نہ رکھا ہو تو وہ بڑا بے رحم ہے اور اگر تم اس کا نام محمد رکھو تو اسے گالی نہ دو' نہ برا بھلا کہو اور نہ اس کو مارو پیٹو بلکہ اس کے ساتھ عزت و اکرام' عظمت و شرف کا معاملہ کرو۔'' (الکامل لابن عربی)

عبداللہ بن زریر غافقی مصری کہتے ہیں:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خچر بطور ہدیہ پیش کیا تو آپؐ نے اس پر سواری کی۔ لوگ کہنے لگے کہ ہم گدھے کو گھوڑی سے ملا دیں تو ہمیں بھی یہ حاصل ہو جائے۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہی کریں گے جنہیں علم نہیں۔'' (رواہ ابوداؤد والنسائی)

ابن حبان کہتے ہیں کہ علم نہیں رکھنے سے مراد اس فعل سے منع کرنا ہے۔

امام خطابی بھی اسی کے قریب قریب معنی بیان کرتے ہیں کہ جب گدھے کو گھوڑی سے ملا دیا جائے گا تو گھوڑے کے فوائد ختم ہو جائیں گے۔ ان کی تعداد میں قلت پیدا ہو جائے گی۔ ان کی نسل منقطع ہو جائے گی۔ حالانکہ لوگ گھوڑے کو بطور سواری اور دیگر ضرورتوں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ گھوڑوں پر بیٹھ کر دشمنوں سے جنگ اور مال وغیرہ حاصل کرتے ہیں۔

فقہی مسائل اور گھوڑے کی فضیلت

اس کا گوشت کھایا جاسکتا ہے اور جتنا حصہ مجاہد کا مال غنیمت پر لگایا جاتا ہے اتنا ہی گھوڑے کے حصہ میں بھی آتا ہے۔

اور یہ تمام فوائد خچر میں حاصل نہیں ہوتے اور نہ لوگ خچر کو ان کاموں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ انہی تمام فضائل اور خوبیوں کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے گھوڑے کو پسند فرمایا ہے اور آپؐ کی یہ خواہش تھی کہ گھوڑوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہے ان کی نسل بڑھتی رہے اس لیے کہ گھوڑوں میں بے شمار منافع اور خیر و برکت ہے۔

اگر گھوڑا گدھیوں سے جفتی کرتے ہوں تو اس صورت میں نہی کے ذیل میں نہ آنے کا احتمال ہے۔ الا یہ کہ کوئی یہ تاویل کرنے لگے کہ حدیث کی مراد گھوڑے کے قسموں کی گدھوں کی نسلوں سے حفاظت مقصود ہے۔ اور ان دونوں کے ملنے کی کراہت پیش نظر ہے تا کہ دو مختلف جانوروں کی قسموں سے کوئی مرکب نسل نہ تیار ہو جائے۔ اس لیے کہ دو قسموں سے مل کر جو جانور پیدا ہوتے ہیں وہ عام طور پر جن جانوروں سے پیدا ہوتے ہیں ان سے زیادہ خبیث اور سرکش نکلتے ہیں۔ مثلاً بھیڑیئے کا بچہ جو بجو یا لگڑ بگڑ سے پیدا ہوتا ہے اور کتے کا بچہ جو مادہ بھیڑ سے پیدا ہوتا ہو وغیرہ۔

خچر کے فضائل و فوائد

یہ خچر بانجھ جانور رہتا ہے نہ اس کی نسل چلتی ہے۔ نہ تو چالاک ہوتا ہے نہ سیدھا ہوتا ہے۔ علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ مجھے یہ رائے بھلی معلوم نہیں ہوتی اس لیے کہ قرآن پاک میں اللہ جل شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً. (النحل:۸)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خچروں کا اس کے مخصوص نام کے ساتھ ذکر کر کے احسان جتلایا ہے۔ جس طرح گھوڑوں اور گدھوں جیسی سواری کا ذکر فرما کر احسان جتلایا ہے اور جو اس میں فوائد و منافع ہیں اس پر بھی توجہ دلائی ہے اور جو چیزیں ناپسندیدہ و مذموم ہوتی ہیں قابل تعریف نہیں ہوتیں اور نہ ان پر سواری کی جاسکتی ہے اور نہ اس کے ذریعے احسان جتلایا جا سکتا ہے۔ حالانکہ نبی پاک ﷺ نے خچر کو استعمال فرمایا ہے اور سواری کے لیے اختیار فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ نے سفر اور حضر دونوں میں سواری کی ہے۔ اگر یہ ناپسندیدہ اور مکروہ چیز ہوتا تو آپ اسے نہ اختیار فرماتے اور نہ استعمال کرتے۔ اھ

چنانچہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

> نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ بنی نجار کے باغ میں اپنے خچر پر سوار جا رہے تھے اور ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے کہ اچانک آپ کا خچر اس طرح بدک گیا کہ خطرہ ہونے لگا کہ کہیں وہ آپؐ کو گرا نہ دے وہاں چار پانچ یا چھ قبریں تھیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی جانتا ہے کہ یہ کس کی قبر ہے؟ ایک شخص نے جواب دیا کہ جی ہاں میں جانتا ہوں۔ تو آپؐ نے سوال کیا کہ ان کی وفات کب ہوئی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ لوگ حالت شرک میں مرے ہیں تو آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ عذاب میں مبتلا ہیں۔ پھر فرمایا کہ اگر تم اظہار نہ کرتے تو ہم اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے کہ جس طرح اس عذاب قبر کو ہم سن رہے ہیں تمہیں بھی سنا دیں۔ پھر آپؐ نے اپنے روئے مبارک کو ہماری طرف پھیر کر ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت سے عذاب قبر سے پناہ مانگو تو ہم لوگوں نے دُعا کی ہم پناہ مانگتے ہیں اللہ کی عذاب قبر سے۔ پھر فرمایا اللہ کی پناہ مانگو جہنم کے عذاب سے۔ تو ہم لوگوں نے کہا ہم پناہ مانگتے ہیں اللہ کی عذاب جہنم سے۔ پھر فرمایا پناہ مانگو ظاہر و باطن کے ہر فتنوں سے' تو ہم

لوگوں نے کہا ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ہر ظاہری اور باطنی فتنوں سے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی پناہ مانگو فتنہ دجال سے تو ہم لوگوں نے کہا ہم پناہ مانگتے ہیں اللہ کی دجال کے فتنہ سے۔'' (مسلم)

دلدل نامی خچر

رسول اللہ ﷺ جس خچر پر سفر وغیرہ میں سوار ہو کر جاتے تھے اس کا نام دلدل تھا اور یہ مادہ تھی جیسے کہ اس کی تائید ابن صلاح وغیرہ نے کی ہے۔ یہ خچریا حضور ﷺ کی وفات کے بعد زندہ رہی بڑھیا ہونے کے بعد اس کے داڑھ کے دانت جھڑ گئے تھے۔ چنانچہ اس کے لیے جو موٹا پیس کر کھلاتے تھے۔ یہاں تک کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں بقیع غرقد قبرستان کے قریب مرگئی۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کا یہ خچر سیاہ سفید رنگ کا تھا۔

فقہی مسائل

حافظ قطب الدین شرح جامع صغیر سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اگر کسی نے (بغل) خچر پر سوار ہونے کی قسم کھالی پھر وہ مادہ خچریا نر خچر پر سوار ہو گیا تو حانث ہو جائے گا۔ اس لیے کہ لفظ (بغل) خچر اسم جنس ہے جس کا اطلاق نر اور مادہ دونوں پر کیا جاتا ہے۔ بالکل یہی مسئلہ خچر کا بھی ہے۔

عربی کے لفظ بغلۃ میں جو ہاء ہے وہ افراد (تنہا اور اکیلے) کے لیے ہے اور ہائے افراد نر اور مادہ دونوں کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ جس طرح کہ جرادۃ اور تمرۃ (ٹڈی۔ کھجور) میں ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے بغلۃ (خچریا) میں سوار نہ ہونے کی قسم کھالی اس کے بعد پھر وہ خچریا خچریا میں سوار ہو گیا تو بھی حانث ہو جائے گا۔

حافظ قطب الدین مزید تحریر کرتے ہیں کہ محدثین کا اس بات پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا خچر نر تھا نہ مادہ پھر اس کے بعد آپ کے لیے پانچ خچر مزید تیار کیے گئے۔ (شرح الیسرۃ)

حضور اکرم ﷺ کے معجزات کا ذکر

امام سہیلی کہتے ہیں غزوہ حنین کے ذکر میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بطحاء سے خچر پر سوار ہو کر ایک مٹھی مٹی اُٹھائی تھی جس کو کفار کے چہروں پر **شاهت الوجوه** (کفار کے چہرے بدشکل ہو جائیں) کہہ کر پھینک دی تھی۔ چنانچہ کافروں کا لشکر اس سے شکست کھا گیا۔

> حضور اکرم ﷺ نے جس وقت زمین سے مٹی اُٹھانے کا ارادہ کیا تو خچریا نے اپنے پیٹ کے حصے کو زمین سے لگا دیا تھا جس سے آپؐ نے زمین سے آسانی کے ساتھ مٹی اُٹھالی۔ پھر وہ خچریا کھڑی ہو گئی۔ اس خچریا کا نام بیضا تھا جس کو غالباً فروہ بن نعامہ نے ہدیہ کیا تھا۔
>
> ''انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں غزوہ حنین میں جس وقت مسلمان شکست کھانے لگے تو رسول اللہ ﷺ اپنی سیاہ وسفید خچریا پر سوار تھے جس کو دلدل کہتے تھے۔ آپ نے دلدل کو مخاطب کر کے فرمایا دلدل جھک جا۔ چنانچہ اس نے سنتے ہی پیٹ کو زمین پر لگا دیا یہاں تک کہ آپؐ نے ایک مٹھی اُٹھالی۔ پھر اسے کفار کے چہروں کی طرف پھینک دیا اور فرمایا کفار فتح یاب نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ کفار شکست کھا گئے۔ حالانکہ ہم نے نہ تیر چلائے نہ نیزے برسائے اور نہ تلوار سے مارا۔''

(رواه الطبرانی فی معجمه الاوسط)

''شیبہ بن عثمان کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حنین کے دن اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا مجھے بطحاء سے ایک مٹھی مٹی اُٹھا دیجئے چنانچہ خچر یا سمجھ گئی سنتے ہی جھک گئی یہاں تک کہ اس نے اپنا شکم زمین سے ملا دیا۔ اتنے میں آپ ؐ نے حصباء سے مٹی اُٹھا کر کفار کے چہروں کی طرف پھینک دی اور فرمایا شاہت الوجوہ (کفار کے چہرے بدشکل ہو جائیں) وہ فتح یاب نہیں ہو سکتے۔'' (رواہ الطبرانی فی معجمتہ الاوسط)

خزیمہ بن اوس کہتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ہجرت کر کے چلا گیا۔ چنانچہ میں تبوک سے لوٹتے وقت آپ ؐ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور مسلمان ہو گیا۔ اس وقت میں نے یہ سنا کہ آپ ؐ فرمارہے ہیں کہ یہ مقام حیرہ ہے اور جو مجھ پر پیش کیا جائے گا اور عن قریب تم اسے فتح کرو گے اور وہاں شیماء بنت نفیل ازدی ہے جو سیاہ سفید خچر یا میں کالی اوڑھنی ڈالے ہوئے سوار ہے۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ اگر ہم حیرہ میں داخل ہو گئے اور شیماء کو اس حالت پر پاگئے تو شیماء میری ہوگی۔ آپ ؐ نے فرمایا اچھا وہ تمہاری ہو جائے گی۔ اس کے بعد ہم خالد بن ولید کے ساتھ حیرہ کا ارادہ کر کے چلے۔ جب حیرہ میں ہم داخل ہوئے تو سب سے پہلے ہم نے جس سے ملاقات کی وہ شیماء بنت نفیل تھی۔ اس کو ہم نے اسی حالت میں پایا جس طرح کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ سیاہ و سفید خچر یا میں کالی اوڑھنی ڈالے ہوئے سوار ہے۔ جاتے ہی میں شیماء سے لپٹ گیا اور میں نے کہا کہ اس کو رسول اللہ ﷺ نے مجھے دے دیا ہے۔ یہ سن کر خالد بن ولید نے کہا کہ تمہارے پاس اس کی کیا دلیل ہے؟ چنانچہ میں نے دلیل سے ثابت کر دیا تو انہوں نے مجھے دے دی۔ تھوڑی دیر کے بعد شیماء کا بھائی عبدالمسیح آ گیا۔ اس نے کہا کیا تم مجھے میری بہن کو فروخت کر سکتے ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا جو چاہو اس کی قیمت لگاؤ۔ میں نے کہا ایک ہزار درہم سے کم میں نہیں دے سکتا۔ چنانچہ اس نے مجھے ایک ہزار درہم ادا کر دیئے۔ پھر اس نے مجھ سے کہا اگر تم مجھ سے اس وقت ایک لاکھ درہم لے لیتے تو میں اس وقت دینے پر مجبور تھا۔ میں نے کہا ایک ہزار درہم سے زیادہ میں لے بھی نہیں سکتا تھا۔

طبرانی کہتے ہیں کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ اس بات کا گواہ محمد بن مسلم رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ (رواہ الطبرانی وابونعیم)

خچر حلال ہے یا حرام

گھریلو گدھے اور گھوڑے سے مل کر پیدا شدہ جانور کا گوشت حرام ہے۔ اس لیے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''ہم نے حنین کے دن خچروں اور گدھوں اور گھوڑوں کو ذبح کیا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سب کو گدھوں اور خچروں سے تو منع فرمایا لیکن گھوڑوں سے منع نہیں فرمایا۔''

حرام ہونے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ یہ خچر دو جانور ایک حلال دوسرا حرام سے مل کر پیدا ہوتا ہے اس لیے حرمت کے پہلو کو ترجیح ہو گی۔ اس لیے کہ خچر جنگلی گدھے اور حلال گھوڑے سے مل کر پیدا ہوتا ہے۔

اور جو حدیث ابو واقد نے بیان کی ہے کہ:

''بعض قوم کے خچر مر گئے۔ لیکن کھانے کے لیے اس کے علاوہ ان کے پاس اور کچھ نہیں تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ؐ نے انہیں کھانے کے لیے رُخصت دے دی۔'' (رواہ البزاز باسناد صحیح)

یہ حدیث اس بات پر محمول کی جائے گی کہ وہ لوگ اضطراب کی حالت سے گزر رہے تھے اور وہ اس قدر بھوکے تھے کہ انہیں مرنے کا خطرہ ہو گیا تھا تو آپ ؐ نے انہیں مردار خچر کا گوشت حلال کر دیا تھا۔

ایک جزئی مسئلہ

اگر کسی نے زید کے لیے مرنے کے بعد خچر یا دینے کی وصیت کی تو اس وصیت سے بیل شامل نہیں ہوتا۔

اس کے علاوہ اگر خچر کی وصیت کی تو خچریا شامل ہو جائے گی اور بغلة میں تاء وحدت کے لیے ہے جس طرح کہ ثمرة اور زبیة میں تاء وحدت کے لیے ہے۔ جمع یا مونث کی نہیں ہے۔

ضرب الامثال

(۱) قیل للبغل من ابوک قال الفرس خالی. ''خچر سے پوچھا گیا کہ تیرا باپ کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ گھوڑا میرا ماموں ہے۔'' یہ مثل اس شخص کے لیے بولتے ہیں جو اپنے معاملہ میں غلط سلط اور فساد رکھتا ہو۔

(۲) فلان اعقر من البغل. ''فلاں خچر سے زیادہ بانجھ ہے۔'' یعنی اس کی نسل بالکل ہی نہ چلنے والی ہے۔

(۳) فلان اعقم من بغلة. ''فلاں خچر سے زیادہ بانجھ'' یعنی اس کی نسل بالکل ہی نہ چلنے والی ہے۔

(۴) اہل عرب کہتے ہیں هو اعیب من بغلة ابی دلامة. ''وہ آدمی ابودلامہ کے خچر سے بھی زیادہ عیب دار ہے۔''

دلچسپ واقعات

ابودلامہ کا نام زند بن جون ہے جو نہایت سیاہ فام کوفہ کا رہنے والا تھا۔ یہ بنو اسد کا غلام تھا۔ اس کے بہت سے دلچسپ واقعات مشہور ہیں۔ مثلاً ابودلامہ کا لڑکا بیمار ہو گیا تو اس نے ایک طبیب کو ایک مقررہ اجرت متعین کر کے دوا کرنے کے لیے بلایا۔ جب اس کا لڑکا شفا پا گیا تو ابودلامہ نے کہا خدا کی قسم ہمارے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ ہاں تمہیں ایک تدبیر بتلاتا ہوں' فلاں یہودی بہت مال دار ہے تم اس کے خلاف اجرت کی بازیابی کے لیے دعویٰ کرو میں اور میرا لڑکا دونوں گواہ رہیں گے۔ چنانچہ وہ طبیب قاضی ابن لیلیٰ کے پاس دعویٰ کرنے کے لیے گیا۔ یہودی بلایا گیا تو اس نے انکار کر دیا۔ ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے کوئی گواہ ہے۔ طبیب نے کہا جی ہاں۔ قاضی نے کہا کون ہے انہیں حاضر کرو۔ چنانچہ ابودلامہؒ اشعار پڑھتے ہوئے آیا قاضی اس کے اشعار کو سن رہے تھے

ان الناس غطونی تغطیت عنهم وان بحثوا عنی ففیهم مباحث

''لوگوں نے مجھے چھپایا ہے تو میں بھی چھپ گیا ہوں۔ اگر وہ میرے بارے میں تحقیق کریں گے تو میں بھی ان سے تحقیق کروں گا۔''

وان نبشو بئری نبشت بارهم لیعلم قوم کیف تلک النبائث

''اگر وہ میرا کنواں کھود کر مٹی نکالیں گے تو میں بھی ان کے کنوؤں سے نکال لوں گا تاکہ لوگ جان لیں کہ وہ نکالی ہوئی مٹی کیسی ہے۔''

جب ابودلامہ اور ان کے بیٹے نے شہادت دی تو قاضی نے کہا تم دونوں کی شہادتیں قبول ہیں اور تم لوگوں کی گفتگو سن لی گئی۔ اس کے بعد قاضی نے اپنی جیب سے طبیب کو رقم ادا کی۔ گویا کہ قاضی نے دونوں مصلحتوں کا خیال کر کے یہ حسن سلوک کیا۔

اسی جیسا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ ابودلامہ قاضی عافیہ بن یزید کے ایک آدمی پر مقدمہ دائر کرنے گیا اور یہ اشعار پڑھے۔

لقد خاصمتنی غواة الرجال وخاصمتهم سنة وافیة

''اوباش لوگوں نے مجھ سے جھگڑا کر لیا چنانچہ میں بھی ان سے ایک سال تک لڑتا رہا۔''

فما ادحض الله لی حجة وما خیب الله لی قافیة

''چنانچہ خدانے میری کسی دلیل کو باطل نہیں کیااور نہ اس نے مجھے کسی شعر میں نا کام کیا۔''

فمن کنت من جوره خائفا فلست اخافک یا عافیة[1]

''لہٰذا کون ہے جس کی زیادتی سے میں ڈرتا ہوں اور اے عافیہ تجھ سے بھی میں نہیں ڈرتا۔''

یہ سن کر عافیہ نے کہا میں تمہاری امیر المؤمنین سے ضرور شکایت کروں گا۔اس آدمی نے کہا آپ کیا شکایت کریں گے۔قاضی نے کہا اس لیے کہ تو نے میری ہجو کی ہے۔ابودلامہ نے کہا اگر آپ میری شکایت کریں گے تو امیر المؤمنین آپ کو معزول کر دیں گے۔قاضی نے کہا کیوں معزول کر دیں گے۔ابودلامہ نے کہا کہ آپ ہجو اور تعریف کا فرق نہیں سمجھتے۔

امام ابوالفرج بن الجوزی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابودلامہ شاعر خلیفہ مہدی کے دربار میں آیا۔اس نے خلیفہ کو اتنا بہترین قصیدہ سنایا کہ امیر المؤمنین مہدی نے کہا اچھا دلامہ مانگ جو مانگنا ہو۔ابودلامہ نے کہا مجھے ایک کتا دے دیجئے۔یہ سن کر مہدی غصہ ہو گیا اور فرمایا کہ میں کہہ رہا ہوں کہ کوئی ضرورت کی چیز مانگو تم کتا مانگنے لگے۔ابودلامہ نے کہا ضرورت تو مجھے ہے یا آپ کو؟ امیر المؤمنین نے کہا نہیں ضرورت تم کو ہے۔ابودلامہ نے کہا بس پھر مجھے شکار کرنے کے لیے کتے کی ضرورت ہے۔چنانچہ مہدی نے ایک کتا دینے کا حکم فرمایا۔ ابودلامہ نے کہا امیر المؤمنین میں شکار کھیلنے جا رہا ہوں تو کیا شکار دوڑتے ہوئے ننگے پاؤں کروں گا اس کے ساتھ سواری بھی دے دیجئے۔

چنانچہ امیر المؤمنین نے ایک جانور دینے کا حکم صادر فرمایا۔پھر ابودلامہ نے کہا اس جانور کی نگرانی کون کرے گا؟ امیر المؤمنین نے ایک غلام دینے کا حکم دیا۔ابودلامہ نے کہا میں جس وقت شکار کھیل کر آؤں گا تو اسے کون پکائے گا؟ امیر المؤمنین نے ایک باندی دینے کا حکم فرمایا۔ابودلامہ نے کہا یہ ساری چیزیں رات میں کہاں رہیں گی؟ یہ سن کر امیر المؤمنین نے ایک گھر دینے کا حکم دیا۔ابودلامہ نے کہا مجھ پر اہل وعیال کے ایک ہجوم کا بوجھ ہے میں آخر ان لوگوں کو کہاں سے کھلاؤں گا؟ تو اس پر امیر المؤمنین بولے کہ تیرے لیے ایک ہزار بیگھہ آباد یا غیر آباد زمین کے دینے کا فیصلہ کرتا ہوں۔

امیر المؤمنین کا دوسرا لفظ غامر تھا اس لیے ابودلامہ کو پوچھنے کی ضرورت پیش آئی کہ عامر (آباد) تو میں جانتا ہوں مگر یہ غامر کیا بلا ہے؟ امیر المؤمنین نے کہا ''غیر آباد'' ابودلامہ ہنس کر بولا تو پھر میں آپ کو ایک لاکھ بیگھہ غیر روح زمین چٹیل میدان میں دیتا ہوں آپ مجھے اس کے بدلہ میں صرف ایک ہی بیگھہ قابل کاشت دے دیجئے۔امیر المؤمنین بولے کہ کہاں سے دوں۔دلامہ نے کہا کہ بیت المال سے۔مہدی نے چمک کر کہا کہ اس سے سب مال واپس لے لو اور ایک بیگھہ زمین قابل کاشت دے دو۔تو دلامہ نے کہا کہ جب آپ دیا ہوا مال لے لیں گے تو سب ہی غیر آباد ہو جائے گا۔مہدی ہنس پڑا اور پھر دے دلا کر خوش کر دیا۔

امام ابوالفرج بن الجوزی نے محمد بن اسحٰق السراج کے حوالہ سے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ داؤد بن رشید بیان کرتے تھے کہ میں نے ایک مرتبہ ہشیم بن عدی سے کہا کہ آپ یہ بتایئے کہ یہ خلیفہ مہدی نے سعید بن عبدالرحمٰن کو قاضی کیوں بنایا تھا اور اتنا اہم عہدہ کیوں سپرد کر دیا تھا۔ہشیم بن عدی نے جواب دیا کہ اس کی داستان بہت دلچسپ ہے۔اگر تم دلچسپی سے سننا چاہو تو میں تمہیں تفصیل سے بتا سکتا ہوں۔ داؤد بن رشید نے کہا میں ضرور دلچسپی سے سنوں گا۔ہشیم نے کہا اچھا غور سے سنو جس وقت مہدی خلیفہ بنایا گیا تو اچانک سعید بن عبدالرحمٰن ربیع دربان کے پاس آئے اور کہا کہ میں امیر المؤمنین مہدی سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں آپ اجازت لے دیجئے۔ربیع نے کہا

---

[1] یہاں عافیہ کا لفظ دو معنی ہیں: اس کے معنی صحت اور سلامتی کے بھی آتے ہیں۔(ج)

آپ کون ہیں اور کس ضرورت سے تشریف لائے ہیں؟ سعید نے کہا کہ میں نے امیر المؤمنین مہدی سے متعلق ایک بہترین خواب دیکھا ہے' میں انہی سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ربیع نے کہا او سعید! لوگ جو خواب دیکھتے ہیں اس کو وہ اپنے لیے صحیح نہیں سمجھتے تو پھر دوسرے کا دیکھا ہوا خواب وہ کیسے مان لیں گے۔ اس کے علاوہ تم کوئی دوسری تدبیر کرو جو اس سے زیادہ مؤثر ہو۔ سعید نے دربان سے کہا اگر تم میری خبر امیر المؤمنین تک نہ پہنچاؤ گے تو میں کسی دوسرے کو وسیلہ بناؤں گا اور میں اس سے یہ بھی بتاؤں گا کہ میں نے ان سے اجازت طلب کی تھی لیکن انہوں نے انکار کر دیا تھا۔ اتنی بحث کرنے کے بعد دربان ربیع خلیفہ مہدی کے پاس گیا اور عرض کیا آپ نے اچھا لوگوں کو لالچ میں مبتلا کر رکھا ہے یہاں تک کہ لوگ طرح طرح کے حیلے تلاش کر کے آتے ہیں۔ خلیفہ مہدی نے جواب دیا بادشاہوں کا یہی طریقہ ہوتا ہے۔

دربان نے کہا دیکھئے ایک شخص دروازے پر کھڑا ہوا یہ کہہ رہا ہے کہ میں نے امیر المؤمنین مہدی کے متعلق ایک بہترین خواب دیکھا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ وہ براہ راست آپ ہی سے بیان کرنا چاہتا ہے۔

مہدی نے کہا ربیع تمہارا برا ہو جو میں خواب دیکھتا ہوں وہ کبھی صحیح نہیں ہوتا۔ شاید کہ جو خواب دیکھنے کا دعویٰ کرتا ہے اس نے میرے لیے کوئی خواب گھڑ لیا ہو۔ ربیع نے اپنے دل میں سوچا کہ شاید اس کا دیکھا ہوا خواب بادشاہ کے یہاں قبول نہ ہوگا۔ اتنے میں خلیفہ مہدی نے کہا اچھا اس آدمی کو بلاؤ۔ چنانچہ دربان نے سعید بن عبدالرحمٰن کو اندر بلا کر حاضر کر دیا۔ سعید بن عبدالرحمٰن خوبصورت' بارُعب بظاہر مالدار' لمبی داڑھی اور شگفتہ بیان آدمی تھا۔

مہدی نے کہا سعید بتاؤ تم نے کیا خواب دیکھا ہے۔ خدا برکت عطا فرمائے۔

سعید نے جواب دیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک شخص آیا اس نے کہا کہ تم امیر المؤمنین سے کہہ دو کہ وہ تیس سال اور خلافت کریں گے اور اس خواب کی تصدیق وہ خواب کرے گا جس کو آپ خود اس رات میں دیکھیں گے۔ آپ ایک یاقوت کو دو سے بدلیں گے جس سے تیس یاقوت پیدا ہو جائیں گے اور وہ آپ کو دے دیئے جائیں گے۔

یہ سن کر خلیفہ مہدی نے کہا تم نے بہت عمدہ خواب دیکھا ہے۔ اگر میں نے آنے والی رات میں اس خواب کو دیکھ لیا تو تیرے سچ اور جھوٹ کا امتحان ہو جائے گا۔ اگر واقعی میں نے تمہارے کہنے کے مطابق دیکھ لیا تو میں تمہیں خواہش کے مطابق انعام سے نوازوں گا۔ لیکن اگر تمہاری اطلاع کے مطابق میں نے خواب نہیں دیکھا تو میں سزا بھی دوں گا۔ اس لیے کہ خواب کا معاملہ بالکل الگ ہے کبھی واقعی منظر کشی ہوتی ہے اور کبھی خواب تھوڑے سے فرق کے ساتھ دکھائی دیتا ہے۔ سعید نے کہا اے امیر المؤمنین میں اس وقت کیا کروں جس وقت میں اپنے گھر بال بچوں کے پاس واپس جاؤں گا اور انہیں یہ بتاؤں گا کہ میں امیر المؤمنین کے پاس گیا تھا۔ پھر وہاں سے خالی ہاتھ واپس آیا۔ مہدی نے کہا اچھا بتا ہم کیا کریں؟ سعید نے کہا جو میں چاہتا ہوں وہ آپ جلدی سے عنایت فرما دیجئے اور میں خواب کے سچ دیکھنے کے بارے میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر خواب سچ نہ ہوا تو میری بیوی کو طلاق ہے۔ یہ سن کر مہدی نے سعید کے لیے دس ہزار درہم دینے کا حکم فرمایا اور یہ بھی کہا کہ انعام دیتے وقت ان کی کوئی ضمانت بھی لے لے۔

یہ سن کر سعید کی آنکھیں خلیفہ کی طرف اُٹھیں۔ کیا دیکھتے ہیں کہ خلیفہ مہدی کے پاس ایک نہایت خوبصورت نوکر کھڑا ہے۔ سعید نے اسے دیکھ کر کہا یہ نوکر میری ضمانت لے گا۔ مہدی نے نوکر سے کہا کیا تم سعید کی ضمانت لیتے ہو؟ یہ سن کر نوکر کا چہرہ سرخ ہو گیا اور شرمندہ ہو گیا۔ پھر نوکر نے کہا ہاں میں سعید کی ضمانت لیتا ہوں۔ اتنے میں سعید مال لے کر گھر کی طرف چل دیئے۔

جب رات ہوئی تو خلیفہ نے بالکل ویسا ہی خواب دیکھا جیسے کہ سعید نے خبر دی تھی۔ جب صبح ہوئی تو سعید فوراً دروازہ پر حاضر ہو

گئے۔ اجازت مانگی چنانچہ انہیں اجازت دے دی گئی۔ جب مہدی نے سعید کو دیکھا تو فرمایا: سعید خواب دیکھنے کے بارے میں جو تم نے بتایا تھا وہ کہاں پورا ہوا۔ سعید نے کہا کیا واقعی امیر المؤمنین نے خواب نہیں دیکھا اور جواب دینے پر سعید تتلانے لگے۔ سعید نے کہا اگر واقعی آپ نے خواب نہیں دیکھا تو میری بیوی کو طلاق۔

مہدی نے کہا تمہارا برا ہو تم کو کس نے طلاق دینے پر مجبور کیا ہے۔ سعید نے کہا میں اپنی سچائی پر طلاق کی قسم کھا رہا ہوں۔ مہدی نے کہا خدا کی قسم! جس طرح تم نے بتایا تھا بالکل میں نے اسی طرح خواب دیکھا۔ سعید نے سن کر کہا اللہ اکبر! امیر المؤمنین جو آپ نے وعدہ فرمایا ہے وہ فوراً پورا کیجئے۔ امیر المؤمنین نے کہا اعزاز و اکرام کے ساتھ پورا کیا جائے گا۔ اس کے بعد مہدی نے تین ہزار اشرفیاں دس کپڑے کے تخت (جامہ دان) اور تین اپنی ذاتی سواریوں میں سے انعام دیا اور بعض مؤرخین نے تین سفید و سیاہ خچر کا ذکر کیا ہے۔

چنانچہ سعید یہ انعام لے کر واپس جانے لگے کہ اتنے میں سعید کے پاس وہ نوکر آیا جس نے ان کی ضمانت لی تھی اور کہا میں تمہیں اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جس خواب کا تم نے ذکر کیا ہے آیا اس کی کچھ حقیقت بھی ہے یا کہ نہیں؟ سعید نے کہا خدا کی قسم کچھ بھی حقیقت نہیں ہے۔ نوکر نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے جیسے آپ نے امیر المؤمنین سے بتایا تھا اسی طرح انہوں نے خواب بھی دیکھ لیا۔ سعید نے کہا اس قسم کی باتیں بزرگوں کی خرق عادات میں سے ہیں جن کی مثال نہیں مل سکتی۔ جب میں نے امیر المؤمنین سے خواب کے بارے میں تذکرہ کیا تو انہوں نے سوچا غور و فکر کیا۔ انہیں یہ بات انوکھی معلوم ہوئی۔ یہاں تک کہ ان کے دل پر یہ بات راسخ ہو گئی۔ اس کے بعد سے وہ متفکر ہو گئے۔ اسی حالت میں وہ سو گئے ہوں گے۔ چنانچہ جو بات ان کے ذہن میں یاد ماغ میں تھی اس کو انہوں نے خواب کی شکل میں دیکھ لیا۔ یہ سن کر نوکر نے کہا آپ نے جو طلاق کی قسم کھائی ہے اس کا کیا ہوگا؟ سعید نے کہا میں نے صرف ایک طلاق کی نیت کی تھی ابھی دو طلاق کا مجھے اختیار ہے۔ اس کے بدلہ میں مہر میں دس دراہم زائد دے دوں گا اور اس کے عوض میں دس ہزار دراہم تین ہزار اشرفیاں اور دس قسم قسم کے کپڑوں کے تخت اور تین سواریاں حاصل کر ہی چکا ہوں یہ سن کر نوکر حیران ہو کر رہ گیا۔

سعید نے کہا خدا کی قسم میں نے تم سے یہ بات بالکل سچ سچ بتا دی ہے اور تم نے میری ضمانت لی ہے اس کے بدلہ میں میں نے بالکل سچ بات کہہ دی ہے اب تم اس کو راز میں رکھنا۔ چنانچہ اس غلام نے ایسے ہی کیا۔

ہشیم کہتے ہیں جب ہی سے خلیفہ مہدی نے انہیں ہم نشینی کے لیے طلب کر لیا تھا اور سعید مہدی کے ہم نشین ہو گئے اور بادشاہت سے فائدہ اٹھا کر اسی دوران مہدی نے اپنے لشکر کا قاضی بنا دیا۔ چنانچہ مہدی کے انتقال تک قضاء کے منصب پر فائز رہے۔

ابوالفرج بن الجوزی کہتے ہیں کہ ہم نے یہ حکایت اسی طرح سنی ہے لیکن مجھے اس واقعہ کی صحت میں شک معلوم ہوتا ہے اور قاضیوں سے اس قسم کی باتوں کا صدور نہ ہونا چاہیے۔ (کتاب الاذکیاء)

اس واقعہ کے بارے میں ائمہ کرام کی رائے

- امام دمیریؒ کہتے ہیں سعید بن عبدالرحمٰن کے اس واقعہ کے بارے میں امام احمدؒ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔
- یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ سعید بن عبدالرحمٰن ثقہ آدمی تھے۔ اس واقعہ کی تہمت ہشیم بن عدی کے ذمہ ہے۔ اس کے بعد یحییٰ نے فرمایا کہ ہشیم صحیح آدمی نہ تھے جھوٹ بولا کرتے تھے۔
- علی بن عدی کہتے ہیں کہ میں اس قسم کی باتوں کو پسند نہیں کرتا۔
- ابوداؤد عجلی کہتے ہیں کہ ہشیم جھوٹے آدمی تھے۔

- ابراہیم بن یعقوب جرجانی کہتے ہیں کہ ہشیم کمینہ آدمی تھا جس کا انکشاف ہو گیا تھا۔
- ابوزرعہ کہتے ہیں کہ ہشیم کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔

ایک راہزن پادری نما

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک فوجی شام کے علاقے میں ایک بستی کی طرف جارہا تھا۔ جب اس نے چند فرسخ کا راستہ طے کرلیا تو وہ تھک گیا۔ اس کے پاس ایک خچر یا تھی جس کے اوپر سفر کا ضروری سامان لدا ہوا تھا۔ شام کا وقت بھی قریب آرہا تھا اس نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا گرجا گھر ہے اور اس میں ایک راہب ہے۔ راہب نے اسے دیکھ کر اس کا استقبال کیا اور اس نے اپنے پاس رات گزارنے کے متعلق پوچھا تا کہ وہ اس کے لیے مہمان نوازی کا انتظام کر سکے۔ چنانچہ اس فوجی نے رات میں قیام کے بارے میں حامی بھر لی۔

فوجی کہتا ہے کہ جس وقت میں گرجا گھر میں داخل ہوا تو مجھے پادری کے سوا کوئی دوسرا نظر نہ آیا۔ اتنے میں پادری نے میری خچر یا کو ایک طرف لے جا کر باندھ دیا اور اس کو گھاس چارہ ڈالا۔ اور میرا اسباب ایک کمرے میں لے جا کر رکھا۔ گرم پانی لایا' سردی کڑا کے کی پڑ رہی تھی۔ برف گرنے کا زمانہ تھا۔ آگ جلائی اور بہت عمدہ کھانا میرے لیے لایا۔ چنانچہ میں نے کھانا کھایا۔ جب رات کا ایک حصہ گزر گیا تو سونے کی تیاری کرنے سے پہلے میں نے اس سے یہ معلوم کیا کہ بیت الخلاء کدھر ہے؟ اس نے بتایا کہ بیت الخلاء اوپر ہے اور اس کا راستہ مجھے دکھلایا۔ جب میں رفع حاجت کے لیے اوپر پہنچا اور بیت الخلاء کے دروازے پر قدم رکھا تو ایک بڑی سی چٹائی پر نظر پڑی اور میں نے اس پر جیسے ہی قدم رکھا دھم سے میدان میں گرجا گھر سے باہر آ گرا۔ گویا اس بدبخت نے وہ چٹائی چھت سے باہر اس طرح لٹکائی تھی کہ اس پر ذرا سا بوجھ پڑے تو فوراً آدمی جا گرے۔ میں نے گرنے کے ساتھ شور مچانا شروع کیا مگر پادری نے کوئی جواب نہ دیا۔ خیر مجھے چوٹ تو ضرور آئی مگر کوئی ہڈی وغیرہ نہیں ٹوٹی تھی۔ اس برف باری کے عالم میں جاڑے سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ آخر کار برف سے بچنے کے لیے گرجا گھر کے دروازے کی محراب میں کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں اوپر سے ایک وزنی پتھر آ کر گرا۔ اگر مجھ پر گرتا تو پیس کر رکھ دیتا۔ میں وہاں سے نکل کر بھاگا۔ وہ پادری مجھے گالیاں دیتا رہا۔ جس سے میں سمجھ گیا کہ ہو نہ ہو اسی پادری بدبخت کی شرارت ہے جو مجھے لوٹنے اور جان سے مارنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔

جب میں محراب سے باہر آیا تو برف باری کے عالم میں کھلے آسمان کے نیچے کھڑا ہوا تھا۔ میرا سارا بدن اور کپڑے بھیگ گئے۔ تب میں نے سوچا جان بچانے کی کوئی صورت اختیار کرنی چاہیے۔ ورنہ میں صبح تک اکڑ کر مر جاؤں گا۔ اس وقت میرے ذہن میں یہ تدبیر آئی کہ ایک دو تین دھڑی کا پتھر ڈھونڈ کر اسے اپنے کندے پر رکھ کر ادھر اُدھر میدان میں بھاگوں۔ چنانچہ میں نے یہی تدبیر اختیار کی جس کی وجہ سے جسم میں گرمی آ گئی۔ پھر پتھر اُتار کر کچھ دیر کے لیے آرام کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد سردی نے پریشان کیا تو پھر پتھر اُٹھا کر یہی ورزش کی۔ غرض کہ میں صبح تک یہ کرتا رہا۔ سورج نکلنے سے پہلے میں نے گرجا گھر کے دروازے کھلنے کی آواز سنی۔ میں نے جو آگے بڑھ کر غور سے دیکھا تو پادری باہر نکلتا ہوا دکھائی دیا۔ اس نے وہاں مجھے تلاش کیا جہاں میں رات کو بالائی منزل سے نیچے گرا تھا۔ جب اس نے وہاں نہ پایا تو پادری نے بڑبڑاتے ہوئے کہا ارے وہ مسافر کہاں گیا۔ میں نے پادری کی بات سن لی۔ اتنے میں پادری آگے چلا اور میں اس کے پیچھے سے آہستہ سے گرجا کے دروازے میں داخل ہو گیا اور کواڑ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ پادری مجھے تلاش کر کے تھوڑی دیر کے بعد لوٹ آیا اور آ کر دروازہ بند کرنے لگا۔ میں ایک طرف چھپا کھڑا ہی تھا۔ جوں ہی وہ پلٹا اور میری طرف اس کی نگاہ اُٹھنے ہی والی تھی کہ میں نے خنجر نکال کر اس کو نیچے گرا کر اس کے سینے میں خنجر گھونپ دیا اور اسے ختم کر کے میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ پھر گرجا کا دروازہ بند کر

کے میں اوپر گیا۔ آگ جو پہلے سے سلگ رہی تھی اسے اور مزید لکڑیاں ڈال کر روشن کیا اور خوب سینک کر اپنے بدن میں گرمی پیدا کی۔ اس کے بعد گیلے کپڑے اُتار کر اپنے سامان میں سے دوسرے کپڑے نکال کر پہنے اور پادری کی چادر اوڑھ کر سو گیا۔ رات کا جاگا ہوا تھا۔ چنانچہ مجھے خوب نیند آئی۔ عصر کے وقت تک سوتا رہا۔ آنکھ کھلی تو بھوک لگ رہی تھی۔ اُٹھ کر گرجا میں گھوما پھرا۔ باورچی خانہ میں گیا تو کھانے پینے کا اچھا خاصہ ذخیرہ ملا۔ سیر ہو کر کھانا کھایا تو جان میں جان آئی اور طبیعت میں نشاط پیدا ہوا۔

وہیں مجھے گرجا کے دیگر کمروں کی چابیاں مل گئیں اب میں نے سکون کے ساتھ ایک ایک کمرہ کھول کر دیکھا تو وہاں ہر طرح کے سامان کے انبار لگے ہوئے تھے۔ قیمتی چیزیں' سونا اور چاندی سواریوں کے کجاوے' قسم قسم کے آلات' طرح طرح کے اسباب سے بھرے پڑے تھے۔ جس سے میں نے خوب سمجھ لیا کہ پادری ایک قسم کا راہزن تھا جو کسی مسافر کو تنہا ادھر سے گزرتے دیکھتا تو جس طرح اس نے میرے ساتھ معاملہ کیا ایسا ہی معاملہ دوسروں کے ساتھ بھی کرتا ہوگا اور اسے دھوکہ سے مار کر اس کے سامان پر قبضہ کر لیتا ہوگا۔ اب میں نے سوچا اتنے بڑے ذخیرے کو کس طرح یہاں سے منتقل کروں اور اپنے بارے میں ادھر سے گزرنے والوں کو شبہ نہ پیدا ہونے دوں۔ تو اچانک یہ تدبیر ذہن میں آئی کہ صبح کو پادری کا لباس پہن لیا اور اسے پہن کر گرجا کے اوپر جاتا اور چھت پر ٹہلنے لگتا۔ نیچے سے گزرنے والے دور سے یہ سمجھتے کہ وہی پادری ہے اور قریب آتے تو میں پشت کر کے دوسری طرف چلا جاتا۔

اسی طرح چند روز گزارے کسی کو میری حالت کا پتہ نہ چل سکا۔ اس کے بعد میں نے تلاش کر کے دو خرجیاں نکالیں ان پر بہت قیمتی اور اچھا اچھا سامان بھر لیا۔ پھر پادری کا لباس اُتار کر اپنے کپڑے پہن کر اور یہ خرجیاں اپنے خچر پر لاد کر پاس کی بستی میں گیا اور ایک مکان کرایہ پر لے کر اس میں ٹھہر گیا اور موقع بہ موقع اس گرجا کے سامان کو اس مکان میں خچر پر لاد کر منتقل کرتا رہا۔ چونکہ سامان بہت تھا اس لیے خچر پر شروع شروع میں وہی چیزیں منتقل کیں جو اپنے سائز اور وزن کے لحاظ سے تو کم مگر قیمتی اور عمدہ تھیں۔ البتہ وزنی اور بڑی چیزیں وہیں چھوڑ دیں۔ آخر ایک دن میں نے اس کا بھی بندوبست کیا۔ بہت سے خچر اور گدھے کرائے پر حاصل کیے اور کچھ مزدور لیے اور یہ سب سامان لاد کر ایک قافلہ کے ہمراہ وہاں سے چل پڑا اور تمام مال غنیمت لے کر اپنے گھر آ گیا سامان کافی قیمتی تھا اور کافی تعداد میں تھا چنانچہ اسی ہزار دراہم اور کافی اشرفیاں اور بہت ہی نفیس و قیمتی سامان میرے ہاتھ آیا اور میں نے اس میں سے قیمتی سامان زمین میں دفن کر کے چھوڑ دیا جس کی کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔ (کتاب الاذکیاء)

حافظ ابن شاکر نے اس واقعہ کو ابو محمد بطال کے حوالہ سے قلم بند کیا ہے لیکن اس میں ذرا سی ترمیم ہے۔

طبی خواص

اگر خچر کے دل کو خشک کر کے اس کو تراش کر تراشے کو کسی عورت کو پلا دیا جائے تو وہ کبھی بھی حاملہ نہیں ہو سکتی اسی طرح اگر اس کے کان کے میل کو کوئی عورت اپنی شرمگاہ میں رکھ لے تو وہ بھی حاملہ نہیں ہو سکتی اور اگر کوئی عورت اس کے کان کے میل کو خچر کی چرم میں رکھ کر پہن لے تو جب تک وہ پہنے رہے گی حاملہ نہیں ہو سکتی۔

اگر کوئی گنجا آدمی خچر کے کھروں کی راکھ کو باریک کر کے اس کو تیل میں ملا کر لگاتا رہے تو اس کو شفا نصیب ہوگی۔ یہی نسخہ جس جگہ بال نہ آئے ہوں استعمال کرنا فائدہ مند ہے۔

کالی خچر یا کے کھر یا اس کا خون دروازے کی چوکھٹ یا سیڑھی کے زینے میں دفن کر دینے سے کوئی چوہا وغیرہ نہیں آ سکتا۔ اسی طرح اگر خچر کے کھروں سے گھر میں دھونی دی جائے تو چوہے اور کیڑے مکوڑے بھاگ جاتے ہیں۔

خچر کا ذکر مازو کے ساتھ کوٹ کر روغن زیتون میں ملا کر بالوں میں ملیں تو بالوں کو سیاہ کر دیتا ہے اور بالوں کو بڑھانے کے لیے مفید

ہے۔

خچر کا گوشت درد مفاصل کے لیے اور چربی اس کی نقرس اور عرق النساء کے لیے مجرب ہے۔ ابن زہر نے سقراطیس کے حوالہ سے لکھا ہے اگر کوئی کسی آدمی پر عاشق ہو گیا ہو اور وہ یہ چاہتا ہو کہ اس کی اس شخص سے محبت یا عشق ختم ہو جائے تو وہ خچر کے لوٹنے کی جگہ پر لوٹا کرے تو اس کا عشق جاتا رہے گا۔ لیکن اگر وہ کسی عورت پر فریفتہ ہو گیا تو وہ خچریا کے لوٹنے کی جگہ پر لوٹا کرے تو اس کا عشق جاتا رہے گا۔

اگر کسی کو زکام ہو گیا ہو تو وہ اس کے گوبر کو سونگھنے کے بعد تھوک کر راستہ میں پھینک دے تو جو بھی اس کے گوبر کے اوپر سے گزرے گا اس کا زکام گزرنے والے کی طرف منتقل ہو جائے گا اور تھوکنے والا تندرست ہو جائے گا۔

ہرمس نے لکھا ہے کہ اگر حاملہ عورتیں خچر کے کان کے میل کو لے کر چاندی کے بندقہ میں رکھ کر پہن لیں تو جب تک وہ پہنے رہیں گی ولادت نہیں ہوگی۔

اگر کوئی اس کے کان کے میل کو نبیذ میں ملا کر نوش کرے تو اسی وقت نشہ میں آجائے گا۔

اگر کوئی عورت خچر کے پیشاب کو تیس دراہم کی مقدار میں نوش کر لے تو وہ کبھی بھی حاملہ نہیں ہو سکتی۔

اسی طرح اگر کوئی حاملہ عورت خچر کے تھوڑے سے دماغ کو بھی پی لے تو اس کا بچہ مجنون اور پاگل پیدا ہوگا۔

ابن بختیشوع نے لکھا ہے کہ اگر کوئی عورت خچریا کے پسینے کو روئی میں جذب کر کے شرمگاہ میں رکھ لے تو وہ کبھی بھی حاملہ نہیں ہو سکتی۔

تعبیر

خواب میں خچر پر سواری کرنا سفر پر دلالت کرتا ہے اور درازی عمر کی طرف اشارہ کرتا ہے اور کبھی خواب دیکھنے والے کو ولد الزنا (حرامی) ہونے کی تعبیر دی جاتی ہے۔

اگر کسی ایسے آدمی نے خواب میں خچر کو دیکھا جس کا ارادہ سفر وغیرہ کا بالکل نہیں ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی سخت قسم کے آدمی سے مغلوب ہوگا۔ خچریا کو خواب میں دیکھنا مرتبہ اور عزت کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔

بعض معبرین نے یہ لکھا ہے کہ خچریا کو خواب میں دیکھنا بانجھ عورت ہونے کی علامت ہے۔

کالے رنگ کی خچریا مال و دولت اور سفید رنگ کی خچریا شرافت اور عزت کی پیش گوئی کرتی ہے۔

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ خچریا بھی خواب میں سفر درپیش ہونے کی علامت ہوتی ہے۔ اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ اپنی خچریا سے اُتر کر بالکل جدا ہو گیا ہے تو گویا وہ اپنے مرتبہ سے نیچا ہو جائے گا۔ یا وہ اپنی بیویوں سے جدائی اختیار کرے گا۔ اس لیے کہ اہلیہ بھی آدمی کی ایک طرح کی سواری ہوتی ہے یا یہ کہ خواب دیکھنے والوں کا سفر طویل ہو جائے گا۔

خچروں کا گوشت اور ان کی کھال کی تعبیر مال سے کی جاتی ہے اور کبھی خچر کی تعبیر ایسے مرد سے کی جاتی ہے جس میں کوئی شرافت نہ ہو جیسے غلام اور چرواہا اور حرامی بچہ۔ لیکن یہ مرد قوی اور سخت ہوگا اور اگر خواب میں خچریا کو دیکھا تو اس کی تعبیر بانجھ عورت سے دی جاتی ہے۔

البغیبغ

ہرن۔ عربی میں البغیبغ موٹے نر ہرن کو کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل باب ظا میں ظبی کے عنوان میں آجائے گی۔

البقر الاھلی

گھریلو گائے۔ بیل۔ البقرة اسم جنس کا' جس کا اطلاق نر اور مادہ دونوں پر ہوتا ہے۔ اس میں تاء وحدت کی ہے جمع کی نہیں ہے۔ جمع بقرات آتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

سبع بقرات سمان. ترجمہ: سات موٹی گائیں۔ (یوسف)

مبرد نحوی کہتے ہیں کہ تمیز کے طور پر یوں استعمال کریں گے **ھذا بقرة** (یہ ایک بیل ہے) نر کے لیے اور **ھذہ بقرة** (یہ ایک گائے ہے) مادہ کے لیے۔ جیسے کہ نر کے لیے **ھذا بطة** (یہ ایک بطخ ہے) اور مادہ کے لیے **ھذہ بطة** (یہ ایک بطخ ہے) بولتے ہیں۔

بقیر. بقران. باقران ریوڑوں کے لیے استعمال کرتے ہیں جن کی دیکھ بھال چرواہے کر رہے ہوں اور لفظ **بیقور** صرف ریوڑ کے لیے بولتے ہیں۔ چنانچہ شاعر کہتا ہیں ؎

اجاعل أنت بیقور مسلعة ذریعة لک بین اللّٰہ والمطر

''تم گائیوں کے ریوڑوں کو رہنما بنا رہے ہو۔ کیا یہ فعل بارش اور خدا کے درمیان واسطہ بن سکتا ہے۔'' (الکامل للمبرد)

بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ اہل یمن گائے بیل کو **بقرة** کے بجائے **باقورة** کہتے ہیں جیسے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے پاس کتاب صدقہ میں تحریر فرمایا تھا: **فی کل ثلاثین باقورة بقرة** (ہر تیس گائے پر ایک گائے یا بیل واجب ہوگا)۔

بقرة کا لفظ **بقر**: **بقراً** باب فتح سے ماخوذ ہے جس کے معانی پھاڑنے اور کھولنے کے آتے ہیں۔ کھیتی کاشت کاری میں چونکہ بیل زمین کو جوتتے اور پھاڑتے ہیں اس لیے اسے **بقرة** کا نام دیا گیا اور اسی وجہ سے محمد بن علی بن زین العابدین بن حسین رضی اللہ عنہ کو **الباقر** کہتے ہیں اس لیے کہ وہ علم کو کھول کر اس کی گہرائی میں پہنچ گئے۔ اس کے بارے میں حدیث شریف میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتنہ کے ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ وہ فتنہ' **وجوہ البقر** ''یعنی گائے بیل کے چہروں کی طرح ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں گے جس طرح کہ قرآن پاک میں ہے:

ان البقر تشابه علینا. (بقرہ)

حدیث شریف میں یہ بھی الفاظ وارد ہیں:

رجال بایدیھم سیاط کاذناب البقر یضربون بھا الناس.

''کچھ لوگ ہوں گے جن کے ہاتھوں میں گایوں کے دم جیسا کوڑا ہوگا اور وہ اس سے لوگوں کو مارا پیٹا کریں گے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

سمعت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول ان طالت بک حیاة یوشک ان تری قوما یغدون فی سخط اللّٰہ ویروحون فی لعنته فی ایدیھم مثل اذناب البقر. (رواہ الحاکم)

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اگر تمہاری عمر طویل ہوگی تو تم عن قریب ایسے لوگوں کے دیدار کرو گے کہ وہ خدا کی ناراضگی میں صبح کرتے ہوں گے اور اس کی لعنت میں شام کر رہے ہوں گے۔ ان کے ہاتھوں میں گایوں کے دم کی طرح کوئی چیز ہوگی۔''

دوسری حدیث میں اسی قسم کے الفاظ ہیں:

"بینمارجل یسوق بقرۃ اذ تکلمت فقالوا سبحان اللّٰہ بقرۃ تتکلم قال امنت بذالک انا وابوبکرؓ وعمرؓ."

"اسی دوران کہ ایک شخص گائے ہنکار رہا تھا کہ اچانک وہ گائے گویا ہوگئی تو لوگوں نے (تعجب سے) کہا سبحان اللہ (اللہ کی ذات پاک ہے) گائے بھی بولا کرتی ہے؟ تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ایمان لایا اس پر (یعنی اللہ کی قدرت پر) میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔"

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ان اللّٰہ یبغض البلیغ من الرجال الذی یتخلل بلسانہ کما تخلل البقرۃ.

"نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر بہت ناراض وغضب ناک ہوتا ہے جو گایوں کی طرح زبان کو توڑ موڑ کر کلام کرتا ہے۔"

ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اذا تبایعتم بالعینۃ واخذتم اذناب البقرہ ورضیتم بالزرع وترکتھم الجھاد سلط اللّٰہ علیکم ذلالا ینزعہ عنکم حتی ترجعوا الی دینکم. (رواہ ابوداؤد)

"نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم اہل عینہ کے ہاتھوں پر بیعت کرلو گے تو گایوں کے دموں کو تھام لو گے اور کھیتی کو مشغلہ بنالو گے اور جہاد کرنا چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسے ظالموں اور ذلیل کردینے والوں کو مسلط کردیں گے جو تمہیں ایمان سے بالکل نہتے کردیں گے' یہاں تک کہ تم اپنے دین میں لوٹ آؤ۔"

نہایت الغریب میں لکھا ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

مادخلت السکۃ دار قوم الاذلوا. (باب السین)

"جب ہل لوگوں کے گھروں میں آجائے گا تو وہ منقاد اور تابع ہوں گے۔"

اس لیے کہ سکہ ہل کے پھاڑ کو کہتے ہیں جس سے زمین کو جوتتے ہیں۔ گویا حدیث کا مفہوم یہ نکلا کہ جب مسلمان کاشت کاری میں مصروف ہوجائیں گے اور جہاد کرنا چھوڑ دیں گے۔ چنانچہ حاکم ان کی کاشت کاری کی وجہ سے ان سے ٹیکس وغیرہ وصول کرے گا۔ اسی مفہوم کے قریب یہ حدیث بھی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

العز [1] فی نواصی الخیل والذل فی اذناب البقر.

"گھوڑوں کی پیشانیوں میں عزت اور گایوں کے دموں میں ذلت ہے۔"

---

[1] چونکہ گھوڑا جہاد کا سب سے بڑا آلہ ہے اور جہاد عام طور سے اسی سے لڑا جاتا ہے اس لیے اس میں عزت ہے اور جو شخص گائے بیل کی دم پکڑے رہے گا یعنی صرف ہل ہی جوتا کرے گا تو چونکہ وہ جہاد اور جوان مردی سے دور رہے گا اس لیے اس میں ذلت ہے۔ غرض اسی وجہ سے گھوڑے کی پیشانی میں عزت اور بیلوں کے دم میں آپؐ نے ذلت بتائی ورنہ درحقیقت ہل جوتنے میں کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ دوسری احادیث میں آپؐ نے کھیتی کرنے پر زور دیا اور اس کی بڑی فضیلت بتائی ہے۔

گائے بیل کی خصوصیات

گائے بیل طاقت ور اور نفع بخش جانور ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں انسانوں کے تابع اور فرماں بردار بنا کر پیدا کیا ہے۔ درندوں کی طرح انہیں (اپنی مدافعت وغیرہ کے لیے) ہتھیار نہیں دیئے گے۔ اس لیے کہ یہ جانور انسان کے زیر اطاعت رہتا ہے۔ چنانچہ انسان ہی گائے بیل کو ان کے دشمنوں سے نجات دلاتا ہے۔ ان میں ہونے والے مضرات ونقصانات کو دور کرتا ہے۔ اگر ان جانوروں میں ہتھیار کے قبیل کی کوئی چیز پیدا کر دی جاتی تو پھر یہ انسان کے تابع نہ رہتے اور ان کو انسان کے لیے قابو میں کرنا دشوار ہو جاتا۔

بے سینگ کے بیل کا ہتھیار اس کے سر میں رہتا ہے چنانچہ وہ سر کو سینگ کی جگہ استعمال کرتا ہے جس طرح کہ بچھڑے سینگ نکلنے سے پہلے سروں سے طبعی طور پر مارتے ہیں۔

گائے کی چند قسمیں ہوتی ہیں اسی کی ایک قسم جاموس (بھینس) کہلاتی ہے۔ یہ سب سے زیادہ دودھ دیتی ہے اس کا جسم سب سے بڑا ہوتا ہے۔

امام جاحظ کہتے ہیں کہ بھینس گائے کی قسموں کی گویا بھیڑ ہوتی ہے۔ اس لیے اس قسم کی بھینس کا گوشت عربی النسل کی گایوں سے زیادہ اچھا اور لذیذ ہوتا ہے۔ غالباً اسی لیے قربانی میں بھینس کو مقدم رکھتے ہیں جس طرح کہ بھیڑ یا دُنبہ کو بکری پر مقدم رکھتے ہیں۔

زمخشری کہتے ہیں کہ درندوں میں فوقیت رکھنے والے تین ہیں۔ شیر' چیتا اور شیر ببر اور دیگر جانوروں میں تین فوقیت رکھتے ہیں ہاتھی' گینڈا اور بھینس۔ (ربیع الابرار)

گائے بیل کی دوسری قسم عربی النسل گائے بیل ہوتے ہیں۔ یہ نرم چکنے اور بے بالوں کے ہوتے ہیں۔ عربی نسل کی دوسری قسم کا نام دربانتہ ہے۔ یہ مال ومتاع بار برداری کے لیے مخصوص ہوتی ہے اور کبھی کبھی اس کے کوہان اُٹھ جاتے ہیں۔

گائے کی خصوصیت یہ ہے کہ جب یہ ایک سال کی ہوجاتی ہے تو کبھی کبھی بیل پر چڑھتی ہے اور یہ بہ نسبت بیل کے زیادہ منی والی ہوتی ہے۔ اور تمام جانوروں میں یہ خاص بات ہے کہ مادہ کی آواز بہ نسبت نر کے زیادہ باریک اور پتلی ہوتی ہے لیکن یہ بات گائے میں نہیں ہوتی بلکہ گائے کی آواز زیادہ بلند ہوتی ہے۔ جب بیل گائے پر چڑھتا ہے تو یہ بے چین ہو کر بیل کے نیچے ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ خاص طور پر جب کہ بیل کا عضو مخصوص سخت ہو اور وہ جفتی کرتے وقت مقام سے خطا کر جائے۔

گائے کو جب جفتی کی خواہش ہوتی ہے تو وہ بہت بدکتی ہے اور چرواہوں کو تھکا دیتی ہے۔

مصر کے علاقہ میں ایک گائے ہوتی ہے جسے بقرالخیس کہتے ہیں۔ اس کی گردن لمبی اور سینگ گھریلو گائیوں کی طرح ہوتے ہیں لیکن وہ دودھ بہت زیادہ دیتی ہے۔

مسعودی کہتے ہیں کہ میں نے رے میں ایک گائے دیکھی جو اونٹ کی طرح بیٹھتی تھی اور وہ اپنے بوجھ کے ساتھ ہی اونٹ کی طرح حملہ کر دیتی تھی لیکن اس کے اوپر کے دونوں دانت گائیوں کی طرح نہیں تھے اور یہ گھاس وغیرہ نیچے کے دانتوں سے کھاتی تھی۔

ولادت کی آسانی کے لیے

عکرمہ رضی اللہ عنہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ایک گائے کے قریب سے گزرے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ گائے کے پیٹ میں اس کا ہونے والا بچہ اسے بے چین کر رہا ہے۔ گائے نے فریاد کی اور یہ کہا کہ روح اللہ!

آپ میری اس پریشانی سے نجات کے لیے خداوند قدوس سے دُعا فرمایئے۔ چنانچہ آپ نے یہ دُعا کی:

يَا خَالِقَ النَّفْسِ مِنَ النَّفْسِ وَ يَا مُخْرِجَ النَّفْسِ مِنَ النَّفْسِ خَلِّصْهَا.

''اے ایک ذات (جان) کو دوسری (جان) سے پیدا کرنے والے اور ایک ذات کو دوسری ذات سے نکالنے والے اسے تکلیف سے نجات دے دے۔

بس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ دُعا کرنا تھا کہ گائے نے بچہ جن دیا۔ اس کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی عورت کو ولادت کے وقت تنگی یا دشواری پیش آئے تو وہ کلمات بالا کو لکھ کر باندھ لے۔ (کتاب المجالسۃ لاحمد بن مروان المالکی الدینوری)

اسی طرح سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ اگر کسی عورت کو ولادت کے وقت تنگی یا دشواری پیش آئے تو وہ مندرجہ ذیل کلمات لکھ کر باندھ لے:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم لا الہ الا اللّٰہ الحلیم الکریم سبحان اللّٰہ رب العرش العظیم الحمد للّٰہ رب العالمین کانھم یوم یرونہ ما یوعدون لم یلبثوا الا ساعۃ من نھار بلاغ فھل یھلک الا القوم الفاسقون.

کامیابی کے لیے ایک عمل

امام دمیریؒ کہتے ہیں کہ غالباً اسی قسم کا مضمون دوسری حدیث میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا طَلَبْتَ حَاجَةً وَأَحْبَبْتَ اَنْ تَنْجَحَ فَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهُ الْعَلِیْمُ الْکَرِیْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَمْ یَلْبَثُوْا اِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ بَلَاغٌ فَهَلْ یُهْلَکُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُوْنَ کَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَهَا لَمْ یَلْبَثُوْا اِلَّا عَشِیَّةً اَوْضُحَاهَا. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالسَّلَامَةَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ وَالْغَنِیْمَةَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّجَاةَ عَنِ النَّارِ. اَللّٰهُمَّ لَا تَدَعْ لَنَا ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِیَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَهَا بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ. (رواہ الطبرانی)

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم کوئی ضرورت کامیابی کے ساتھ پوری کرنا چاہتے ہو تو ان الفاظ کا ورد کرو۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے' اس کی ذات واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ بلند و بالا ہے نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس اللہ کے جس کی ذات تنہا ہے جس کا کوئی شریک نہیں وہ حلیم و کریم ہے۔ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اس کی ذات واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ عرش عظیم اور تمام آسمان و زمین کا پروردگار ہے۔ تمام تعریفیں خاص ہیں اللہ ہی کے لیے اور سارے جہانوں کا پیدا کرنے والا ہے گویا کہ وہ لوگ جس روز دیکھیں گے ان چیزوں کو جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے (تو کہیں گے) دن کے کچھ گھنٹوں سے زیادہ نہ ٹھہرے اعلان ہے نہیں ہلاک کیا جاتا مگر گناہ گار قوموں ہی کو' گویا کہ وہ لوگ جس دن دیکھیں گے اسے (تو کہیں گے) وہ نہیں ٹھہرے مگر شام کے وقت کچھ دیر یا صبح کے وقت کچھ دیر' اے اللہ ہم طلب کرتے ہیں آپ سے ان چیزوں کو جو آپ کی رحمتوں کا موجب اور مغفرت کا ضامن ہو اور ہم مانگتے ہیں آپ سے ہر گناہوں سے حفاظت وسلامتی اور ہر بھلائی کی دولت اور جنت کی کامیابی اور دوزخ سے نجات۔ اے اللہ تو ہمارے ہر گناہ کو معاف فرما دے اور

تکلیف و پریشانی کو دور فرمادے اور ہر وہ ضرورت وحاجت جس میں آپ کی رضا ہو تو اپنی رحمت سے اسے پورا فرمادے۔ اے ارحم الرحمین۔''

ولادت میں آسانی کے لیے دوسرا عمل

اور ولادت کا مجرب اور آزمودہ عمل یہ ہے کہ مندرجہ ذیل کلمات لکھ کر مبتلائے دردزہ کو پلادے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔سورۃ الفاتحہ   بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔سورۃ اخلاص
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔سورۃ الفلق   بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔سورۃ الناس

بسم الله الرحمن الرحيم. اذا السماء انشقت واذنت لربها وحقت واذا الارض مدت والقت ما فيها وتخلت اللّٰهم يا مخلص النفس من النفس يا مخرج النفس من النفس يا عليم يا قدير خلص فلانة مما في بطنها من ولدها خلاصا في عافيه انک ارحم الراحمين.

گائے کا ایک عجیب واقعہ

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بادشاہ سلطنت کی دیکھ بھال کے لیے محل سے باہر نکلا۔لیکن وہ رعایا سے خطرہ محسوس کر رہا تھا۔چنانچہ وہ ایک ایسے آدمی کے پاس مقیم ہوا جس کے پاس ایک گائے تھی۔جب گائے شام کو واپس آئی تو اس آدمی نے گائے سے اتنا دودھ دوہا جتنا کہ تیس گائیوں سے نکلتا ہے۔بادشاہ اتنا دودھ دینے والی گائے کو دیکھ کر حیران ہو گیا اور اس نے یہ سوچا کہ یہ گائے ہتھیا لینی چاہیے۔جب دوسرا دن ہوا تو گائے چراگاہ کی طرف چلی گئی۔پھر جب شام کو واپس آئی تو اس دن پہلے کے مقابلے میں نصف دودھ نکلا۔یہ معاملہ دیکھ کر بادشاہ نے گائے والے کو بلایا اور یہ کہا کہ تم مجھے یہ بتاؤ کہ کل تو گائے نے کافی دودھ دیا تھا تو آج کیوں کم ہو گیا' کیا گائے آج اسی چراگاہ پر نہیں گئی تھی آخر کیا بات ہے؟ تو اس نے جواب دیا کیوں نہیں !اسی چراگاہ میں گئی تھی۔لیکن آج ایسا ہوا ہے کہ کل کی حالت دیکھ کر بادشاہ اپنی رعایا کے ساتھ غلط سلوک کرنے کا عزم کر چکا تھا۔چنانچہ اسی وجہ سے اس کا دودھ آج کم نکلا۔اس لیے کہ جب بادشاہ ظالم ہو یا رعایا کے ساتھ ظلم کر رہا ہو تو برکت ختم ہو جاتی ہے۔

یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھ کر بادشاہ نے اس گائے والے سے یہ عہد کیا کہ وہ اب گائے اس سے ظلم کے طور پر نہیں لے گا۔چنانچہ پھر دوسرے دن یہ ہوا کہ گائے چراگاہ کے لیے چلی گئی۔شام کو جب واپس آئی تو دوہنے والے نے اتنا ہی دودھ دوہا جتنا کہ پہلے دن گائے سے دودھ نکلا تھا۔یہ حالت دیکھ کر بادشاہ کو عبرت ہوئی اور انصاف برتنا شروع کر دیا اور یہ کہا کہ واقعی جب بادشاہ ظلم کر رہا ہو یا رعایا ظالم ہو تو برکت جاتی رہتی ہے۔اب میں ضرور انصاف کیا کروں گا اور اب سے اچھے حالات ہی پر غور وخوض کیا کروں گا۔

(رواہ حافظ البیہقی فی الشعب)

دوسرا واقعہ

ابن الجوزی کہتے ہیں کہ کسریٰ کا ایک بادشاہ شکار کرنے کے لیے گیا تو تھوڑی دیر کے بعد اپنے ہمراہیوں سے بچھڑ گیا اور گھٹا ٹوپ بادلوں سے آسمان ڈھک گیا اور زبردست بارش شروع ہو گئی جس کے نتیجہ میں وہ اپنے فوجیوں سے علیحدہ ہو کر ایک ایسے راستہ پر چل پڑا جس کا اس کو خود بھی علم نہیں تھا کہ وہ کہاں چل رہا ہے!تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک بڑھیا کی جھونپڑی پر پہنچا اور اس کے یہاں مقیم ہو گیا۔بڑھیا نے اس کا گھوڑا اندر باندھ دیا۔اس کی لڑکی گائے دوہنے لگی۔کسریٰ نے دیکھا کہ گائے نے کافی مقدار میں دودھ دیا ہے تو اس نے

سوچا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اب گائے پر بھی ٹیکس لگادیں کیونکہ اس گائے نے کافی مقدار میں دودھ دیا ہے۔

دوسری رات جب بڑھیا کی لڑکی دودھ دوہنے کے لیے چلی تو کیا دیکھتی ہے کہ گائے کے تھنوں میں دودھ کا بالکل نام ونشان نہیں ہے۔ چنانچہ لڑکی نے بلند آواز سے ماں کو پکار کر کہا کہ اے ماں! بادشاہ رعایا کے ساتھ غلط سلوک کرنے کا عزم کر چکا ہے۔ ماں نے کہا تمہیں اس بات کا علم کیسے ہوا؟ اس نے جواب دیا آج گائے نے ذرہ برابر دودھ نہیں دیا۔ تو ماں نے کہا خاموش رہ رات کا معاملہ ہے۔ اب کسریٰ نے بدسلوکی کے بجائے انصاف اور حسن سلوک کرنے کا ارادہ کرلیا۔ چنانچہ جب دوسری رات ہوئی تو ماں نے کہا کہ بیٹی دودھ نکالو۔ تو لڑکی نے دودھ دوہنے کا ارادہ کیا تو گائے کے تھن بھر رہے تھے۔ تو لڑکی نے کہا اے ماں خدا کی قسم! واقعی بادشاہ نے جو برا ارادہ کیا تھا اس سے پھر گیا ہے۔

جب دوپہر ہوئی تو کسریٰ کے ہمراہی آگئے۔ کسریٰ سوار ہوا اور ہمراہیوں کو یہ حکم دیا کہ بڑھیا اور اس کی لڑکی کو بھی لیتے آنا۔ چنانچہ دونوں گئیں تو کسریٰ نے خوب انعام واکرام سے نوازا اور یہ کہا کہ تم دونوں نے کیسے جان لیا تھا تو بڑھیا نے کہا کہ ہم دونوں اسی مکان میں مدتوں سے رہ رہے ہیں۔ جب کوئی ہمارے ساتھ عدل وانصاف کرتا ہے تو ہماری زمین سرسبز ہوجاتی ہے اور ہماری زندگی میں تازگی آجاتی ہے۔ اور جب کوئی ظلم کرتا ہے تو ہماری زندگی تنگ ہوجاتی ہے اور منافع ختم ہوجاتا ہے۔ (مواعظ الملوک والسلاطین)

طرطوسی کہتے ہیں مصر کے بالائی علاقے میں کھجور کا ایک درخت تھا جس پر تقریباً چوبیس صاع کھجوریں آتی تھیں۔ حالانکہ ان دنوں میں دیگر علاقوں میں ایک درخت میں اس سے آدھی بھی نہیں آتی تھیں۔ بادشاہ مصر کسی بات پر ناراض ہوا تو پھر اس سال ایک کھجور بھی نہیں آئی۔ (سراج الملوک)

طرطوسی کہتے ہیں کہ مجھ سے مصر کے بالائی علاقے کے ایک بوڑھے آدمی نے بتایا کہ میں اس کھجور کو جانتا ہوں کہ مقام غربہ میں جس میں ۲۴۰ صاع[1] اور ۲۴ مد[2] کھجوریں نکلتی تھیں۔ اس کھجور کا مالک گرانی کے دنوں میں ۲۴ مد ایک اشرفی کے عوض میں فروخت کرتا تھا۔

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک واعظ جلال الدولہ ملک شاہ سلجوقی کے دربار میں آیا اس نے وعظ کے دوران یہ واقعہ بھی بتایا کہ ایک مرتبہ شاہ کسریٰ اپنے لشکر سے بچھڑ کر ایک باغ کے دروازے پر پہنچا اور اندر گھس کر اس نے پانی مانگا۔ چنانچہ ایک بچی برتن میں گنے کا ٹھنڈا شربت لے کر آئی۔ بادشاہ نے پیا تو اسے بہت لذیذ معلوم ہوا۔ بادشاہ نے کہا یہ شربت کیسے بناتی ہو؟ اس بچی نے کہا کہ ہم اپنے ہاتھوں سے گنے نچوڑ کر رس نکالتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا اچھا جاؤ ایک گلاس اور پلاؤ۔ بچی بادشاہ کو جانتی نہیں تھی۔ جب بچی چلی گئی تو بادشاہ نے سوچا اس مکان کو میں لے لوں اور اس کے بدلے ان کو دوسری جگہ دے دی جائے۔ بس وہ بچی اندر گئی اور فوراً روتے ہوئے باہر آئی اور اس نے کہا کہ ہمارے بادشاہ کی نیت خراب ہوگئی ہے۔ بادشاہ نے کہا تمہیں اس بات کا علم کیسے ہوا کہ بادشاہ کی نیت میں فتور آگیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہمارا یہ معمول تھا کہ ہم گنے کا رس بغیر کسی پریشانی کے جتنا چاہتے تھے نکال لیتے تھے۔ اس مرتبہ میں گئی تو بارہا کوشش کے باوجود نہ نکال سکی۔ یہ معاملہ دیکھ کر بادشاہ نے اپنا ارادہ بدل دیا اور کہا اچھا جاؤ اب تم ضرور حسب معمول نکال لوگی۔

اس دوران بادشاہ نے اپنا ارادہ بدل دیا تھا کہ وہ ایسا نہیں کرے گا۔ چنانچہ جب وہ لڑکی گئی اور اس نے رس نکالا تو اتنا ہی نکلا اور مسکراتے ہوئے واپس آئی۔ (ترجمہ: جلال الدولہ ملک شاہ سلجوقی فی وفیات الاعیان)

---

[1] صاع: پیمانہ برابر ساڑھے تین سیر۔

[2] مد: ایک پیمانہ جس کی مقدار اہل حجاز کے نزدیک ۴۵ تولے اور اہل عراق کے نزدیک ۶۷ تولے ہے۔

کچھ جلال الدولہ کے بارے میں

اس کے بعد مزید لکھتے ہیں کہ جلال الدولہ تمام بادشاہوں میں نیک طبیعت کے مالک تھے یہاں تک کہ ''ملک عادل'' کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ انہوں نے تمام ٹیکس ختم کر دیئے اور حفاظتی پولیس پوری مملکت میں پھیلا دی جس کی وجہ سے سارے شہروں میں امن و امان پھیل گیا۔ پھر یہ اتنی زبردست سلطنت کے مالک بن گئے کہ ان جیسا اسلامی بادشاہ کوئی بھی نہیں گزرا۔

انہیں شکار کا شوق تھا۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے جتنے شکار کئے تھے انہیں شمار کیا گیا تو دس ہزار نکلے۔ پھر انہیں دس ہزار اشرفیوں میں فروخت کر دیا۔ اور جلال الدولہ یہ فرماتے کہ مجھے خداوند قدوس سے خوف معلوم ہوتا ہے کہ میں ان ذی روح چیزوں کو بغیر کھانے کے ارادے کے قیدی رکھوں۔

تاریخ میں موجود ہے کہ یہ کوئی شکار کرتے تو اس کی جانب سے ایک دینار صدقہ کرتے۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ جلال الدولہ نے کوفہ کے راستہ میں اتنے زیادہ نیل گائیوں کا شکار کیا کہ ان سے سرخ رنگ کی گائیوں کے کھروں اور ہرنوں کے سینگوں کا اس راستہ میں ایک مینار بنوایا۔

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ وہ مینار آج تک موجود ہے اور اس کا نام منارۃ القرون (سینگوں والا منارہ) ہے۔ جلال الدولہ کی وفات بغداد میں ۱۶ شوال ۴۸۵ھ میں ہوئی۔

امام دمیریؒ کہتے ہیں کہ عجیب اتفاق کی بات ہے کہ مقتدی باللہ نے اپنا ولی عہد صاحبزادہ مستظہر باللہ کو بنا دیا لیکن جب ملک شاہ بغداد تیسری بار حملہ آور ہوا تو اس نے مقتدی باللہ کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنے صاحبزادے مستظہر باللہ کو معزول کر کے نواسے جعفر کو ولی عہد بنائے۔ ان ہی ایام میں مقتدی بصرہ چلا گیا اور مستظہر کی معزولی کا کام دشوار معلوم ہونے لگا۔ چنانچہ مقتدی باللہ نے ملک شاہ سے مستظہر کو معزول نہ کرنے کے بارے میں بار بار کہا۔ ملک شاہ نے انکار کر دیا تو مقتدی نے دس یوم کی مہلت لی۔ اسی دن سے مقتدی نے روزہ رکھنا شروع کر دیا اور افطار کے وقت ریت پر بیٹھ کر افطار کرتا اور ملک شاہ کے لیے بددعائیں کرتا۔ چنانچہ اس عمل سے ملک شاہ انتقال کر گیا۔ بظاہر نہ کوئی ملک شاہ کے جنازے میں شریک ہوا اور نہ ہی کسی نے اس کے جنازے کی نماز پڑھی۔ خود مقتدی نے بھی شرکت نہیں کی اور ملک شاہ کی نعش کو تابوت میں اُٹھا کر اصفہان لے جا کر دفن کر دیا گیا۔

بنی اسرائیل کو جس گائے کے بارے میں ذبح کرنے کا حکم دیا تھا اس کا قصہ مشہور و معروف ہے جس کی تھوڑی سی تفصیل ان شاء اللہ باب العین عجل کے عنوان میں آجائے گی۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے مخلوق کے درمیان کتنا تفاوت پیدا کر دیا ہے۔ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے کہا گیا کہ اپنے پیارے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو خدا کی راہ میں قربان کر دیجئے تو آپ نے فوراً تعمیل حکم کے لیے پیشانی پکڑ کر ذبح کرنے کے لیے بیٹھ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا کہ تم ایک گائے ذبح کرو۔ چنانچہ انہوں نے گائے ذبح کرنے میں ٹال مٹول کی۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ کی راہ میں سارا مال خرچ کر دیا اور ثعلبہ بن حاطب نے زکوٰۃ میں بھی بخل سے کام لیا اور حاتم نے سفر و حضر دونوں میں وسعت قلبی اور سخاوت سے کام لیا اور حاجب نے اپنی آنکھ کی روشنی میں بھی بخل کیا۔ ان تمام باتوں میں کتنا تفاوت ہے کہ سحبان بن وائل سب سے بڑا خطیب اور باقل گونگے سے بھی زیادہ عاجز۔ اسی طرح خداوند قدوس نے جگہوں میں کتنا تفاوت برقرار رکھا ہے بعض علاقوں میں سیلاب اور بعض میں قحط اور پانی بالکل نہ ہو۔

اہل عرب کی ایک رسم

اہل عرب قحط سالی اور پرآشوب حالات میں جب باران رحمت کے خواہش مند ہوتے تو گائے کی دم میں آگ باندھ کر چھوڑ دیتے تھے۔اس سے ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اس عمل سے خدا کو رحم آجاتا ہے اور باران رحمت سے نوازتا ہے۔ چنانچہ شاعر نے اسی سے متعلق یہ شعر کہا ہے ۔

اجاعل انت بیقورا مسعلة ذریعة لک بین اللہ و المطر

''تم گایوں کے ریوڑ کو رہنما بنا رہے ہو کیا یہ فعل بارش اور خدا کے درمیان واسطہ بن سکتا ہے۔''

امیہ بن ابی الصلت الثقفی نے بھی قحط سالی کی منظر کشی کرتے ہوئے کہا ہے ۔

سنة ازمة تخیل للناس سترىٰ للعضاة فیها صریرا

''خشک سالی لوگوں کے سامنے ہے اس میں آپ کیکر کے درختوں میں بھی آواز پائیں گے۔''

لاعلی کوکب ینوء و لاریح جنوب ولاتری طخرورا

''نہ تو وہ ستارہ ہی نظر آرہا ہے جو بارش برسنے کا سبب ہے نہ جنوبی ہوائیں چل رہی ہیں جو بادلوں کو کھینچ کر لائیں۔''

ویسقون باقر السهل للطود مهاذیل خشیة ان تبورا

''اور پھر برسیں وہ ٹیلوں اور چٹانوں پر اور دبلے پتلے جانوروں پر یہ سب کچھ اس اندیشہ کے پیش نظر کہ کہیں بارشوں کا سیلاب انہیں ہلاک ہی نہ کردے۔''

عاقدین النیران فی هلب الاذناب منها لکی تهیج البحورا

''آگ کے باندھنے والے ان جانوروں کی دموں میں اس لیے باندھ رہے ہیں تا کہ دریاؤں میں سیلاب آجائے۔''

سلع ما ومثله عشر ما عائل ما وعالت البیقورا

''قائد اور انہی جیسی دس مفلس وقلاش اور بھوک سے تڑپتی ہوئی گائیں کی موجودگی میں کیا یہ کافی ہوں گے۔''

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ ایک شخص کے پاس ایک گائے تھی وہ دودھ میں پانی ملا کر فروخت کرتا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد ایک سیلاب آیا جس میں گائے ڈوب گئی۔لڑکے نے ابا جان سے کہا کہ ہم جو دودھ میں پانی ملا کر فروخت کرتے تھے وہ پانی روز بروز اکٹھا ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک دن سیلاب بن کر اس نے گائے کو غرق کر دیا۔ (احیاء العلوم)

امام خلالؒ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک گائے شراب میں چھوٹ کر چلی گئی۔ چنانچہ اس نے شراب پی لی۔ اس کے بعد لوگوں نے اسے ذبح کر دیا۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور اس صورت حال سے آگاہ کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا اسے تم کھاؤ یا فرمایا کہ اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔'' (المجلس التاسع)

گائے کا شرعی حکم

گائے کا دودھ اور اس کا گوشت متفق علیہ طور پر کھانا جائز ہے۔ چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی

ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ گائے کی چربی اور دودھ شفا بخش ہے اور گوشت بیمار کن ہے۔ (مسلم)

''نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔'' (بخاری)

امام طبرانی زہیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ایک عورت ملیکہ بنت عمرو زیدیہ کے خاندان کی مجھ سے بیان کرتی ہے کہ (یہ خاندان زید بن عبداللہ بن سعد سے ملتا ہے) کہ ایک مرتبہ میرے حلق میں درد پیدا ہوا تو میں ملیکہ کے پاس آئی تو انہوں نے میرے لیے بطور علاج گائے کی چربی تجویز کی اور مزید یہ بھی فرمایا:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گائے کا دودھ شفا بخش ہے۔ اس کا گھی علاج ہے اور گوشت بیماری ہے۔'' (رواہ الطبرانی)

واقعہ نگار تابعیہ تھی نام معلوم نہیں ہو سکا۔ حدیث کے بقیہ راوی ثقہ ہیں اور یہ حدیث اس طرح بھی کتابوں میں روایت کی جاتی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے کہ تم گائے کا دودھ اور گھی کھایا کرو اور گوشت سے بچا کرو اس لیے کہ اس کا گھی اور دودھ علاج ہے اور اس کا گوشت بیماری ہے۔'' (رواہ فی المستدرک وقال صحیح الاسناد)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت منقول ہے:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں جو بھی بیماری اُتاری ہے اس میں سے ہر ایک کا علاج بھی نازل فرمایا ہے تو جو اس سے ناواقف ہو وہ ناواقف رہے اور جو جانتا ہو وہ جانتا رہے۔ گائے کا دودھ ہر بیمار کے لیے شفا بخش ہے۔ تم گائے کا دودھ پیا کرو اس لیے کہ وہ ہر درخت پر منہ مارتی ہے۔''

(ایک روایت میں ترم کی بجائے ترتم کا لفظ آیا ہے) (الحاکم و ابن حبان فی روایة وھی بمعناھا)

امام ابن ماجہ نے ابوموسیٰ سے حدیث روایت کی ہے لیکن گائے کے دودھ کا تذکرہ نہیں کیا مگر معنی دونوں کے ایک ہے ہیں۔ ان کے علاوہ براء نے مکمل دو حدیث نقل کی ہیں لیکن ان کی روایت میں محمد بن جابر بن سیار ہیں جو اکثر محدثین کے نزدیک صدوق اور سچے ہیں۔ البتہ بعض محدثین نے ضعیف اور کمزور لکھا ہے اور ان کے علاوہ بقیہ راوی ثقہ اور مستند ہیں۔

حاکم نے عبداللہ بن مبارک، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، قیس بن مسلم، طارق بن شہاب اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ سے بھی روایت نقل کی ہے۔ (تاریخ نیشاپور)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو گھی سے زیادہ کسی اور چیز میں شفا نہیں ہے۔'' (کتاب ابن السنی)

فقہی مسائل

اگر کسی نے گائے کی وصیت کی تو اس وصیت میں بیل شامل نہیں ہوگا۔ یہی صحیح قول ہے۔ اس لیے کہ گائے کا لفظ مادہ ہی کے لیے وضع کیا گیا۔ لیکن اگر اس کے برعکس وصیت کی تو گائے شامل ہو جائے گی اور بقرۃ (گائے) میں ہاء وحدت کے لیے ہے۔

امام رافعی کہتے ہیں زکوٰۃ میں گائے کا نصف بھینس سے پورا ہو جائے گا۔ لیکن ''عمدہ'' اور ''کفایہ'' وغیرہ میں اس بات کی تصریح ہے کہ عکس کی صورت میں شامل نہیں ہوگا۔ یعنی اگر کسی نے گائے کی وصیت کی تو اس میں بھینس شامل نہیں ہوگی ہاں اس وقت شامل بھی جائے گی جب کہ وصیت کرنے والا یہ کہہ دے کہ من بقری (میری گائیوں میں سے) پھر جب جائزہ لیا جائے تو پتہ چلے کہ وصیت کرنے والے نے تو ترکہ میں صرف بھینسیں ہی چھوڑی ہیں۔

لیکن وصیت کرنے کے بعد اگر یہ معلوم ہو کہ اس کے ترکہ میں تو صرف نیل گائے ہیں تو پھر اس میں دو صورتیں ہیں جن کی وضاحت

ہم نے ہرنوں اوراونٹوں کے باب میں کردی ہے۔

رہا گائے کی زکوٰۃ کا مسئلہ تو ہرتیس چرنے والی گائیوں میں ایک تبیعہ واجب ہوگا جوایک سال کا ہواور ہر چالیس میں ایک مسنہ واجب ہوگا جودوسال کا ہواس لیے کہ امام مالکؒ نے طاؤس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اسی طرح زکوٰۃ لیا کرتے تھے۔اوراگراس سے کم ہوتی تو آپ زکوٰۃ نہیں لیتے تھے۔

ایک سال کے بچے کوتبیعہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ بچہ چراگاہ میں ماں کے ساتھ ساتھ چلتا رہتا ہے۔بعض فقہا نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس بچے کے سینگ کان کے برابر ہوتے ہیں۔

اگر کسی نے زکوٰۃ میں تبیعہ نر کے بجائے تبیعہ مادہ دے دی تو بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ بلکہ مادہ کی زکوٰۃ مادہ ہونے کی وجہ سے زیادہ اولی ہوگی۔دوسال کے بچے کومسنہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا ایک سال مکمل ہو گیا ہےاوردوسرے سال میں داخل ہو گیا ہے۔

اگر کسی نے چالیس گائیوں میں سے ایک ایک سال کے دو بچے زکوٰۃ میں دیئے تب بھی صحیح قول کے مطابق زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ لیکن امام بغوی کہتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔اس لیے کہ ایک ایک سال کے دو بچے کامل ایک سال کے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔

تین قاضیوں کا ایک عجیب واقعہ

عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں تین قاضی تھےان میں سے کسی ایک کا انتقال ہو گیا۔پھراس جگہ کو پر کرلیا گیا۔انہوں نے خوب فیصلے کیے۔پھراللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لینے کے لیے ایک فرشتہ بھیجا۔فرشتے نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنی گائے کو پانی پلا رہا ہے۔گائے کے پیچھے اس کا بچھڑا کھڑا ہوا ہے۔فرشتے نے گھوڑے پر سوار ہو کر بچھڑے کو اپنے پیچھے لگا لیا۔چنانچہ وہ بچھڑا گھوڑے کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔گائے والا اور یہ فرشتہ دونوں پہلے قاضی کے پاس مقدمہ لے کر آئے۔فرشتے کے پاس جو قیمتی موتی تھے اس نے قاضی کو دے دیئے اور یہ کہا کہ آپ فیصلہ میرے حق میں صادر کردیں کہ یہ بچھڑا میرا ہے۔قاضی نے کہا میں کیسے فیصلہ کردوں کہ بچھڑا تمہارا ہے۔ فرشتے نے کہا وہ اس طرح کہ گھوڑا' گائے اور بچھڑا تینوں کو چھوڑ دیجئے اگر بچھڑا گھوڑے کے ساتھ چلنے لگے تو سمجھ لیجئے کہ بچھڑا میرا ہے۔ چنانچہ قاضی نے ایسا ہی کیا تو وہ بچھڑا گھوڑے کے ساتھ چلنے لگا تو قاضی نے فرشتے کے حق میں فیصلہ کر دیا کہ بچھڑا تم لے جاؤ۔

پھر یہ دونوں فریق دوسرے قاضی کے پاس گئے تو اس دوسرے قاضی نے بھی یہی فیصلہ کیا اور موتی لے لیے۔جب تیسرے قاضی کے پاس گئے تو فرشتے نے اس کو ایک موتی عنایت کیا اور کہا کہ میرے اور اس آدمی کے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔یہ سن کر قاضی نے کہا مجھے تو حیض آرہا ہے۔تو فرشتے نے کہا سبحان اللہ کیا کہہ رہے ہیں مرد کو بھی حیض آتا ہے؟ قاضی نے جواب دیا کہ کہیں ایسا ہوا ہے کہ گھوڑا بچھڑا جنتا ہو۔چنانچہ قاضی نے گائے والے کے حق میں بچھڑے کا حکم صادر کر دیا۔(رواہ فی الحلیہ فی ترجمہ عکرمہ)

امام دمیریؒ کہتے ہیں انہی جیسے قاضیوں کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''دو قاضی جہنم میں ہوں گے اور ایک جنت میں۔''

ضرب الامثال

(۱) اہل عرب کہتے ہیں تركت زيد ابملاحس البقر اولادها (میں نے زید کو ایسی جگہ چھوڑا ہے جہاں گائے اپنے بچھڑے کو چاٹ رہی تھی) اہل عرب اس سے چٹیل میدان مراد لیتے تھے۔

(۲) الكلاب على البقر (اس کی تفصیل مع معانی ومطالب ان شاء اللہ باب کاف میں آجائے گی۔

طبی خواص

گائے' بیل کی چربی کو سرخ زرنیخ (ہڑتال) میں ملا کر گھر میں دھونی دی جائے تو اس سے سانپ' بچھو اور کیڑے مکوڑے بھاگ

جاتے ہیں۔

گائے' بیل کی چربی اگر کسی برتن میں مل دی جائے تو اس میں مچھر جمع ہو جاتے ہیں۔

گائے' بیل کے سینگ کو باریک پیس کر پینے سے شہوت میں اضافہ ہوتا ہے۔

گائے' بیل کا خون بہتے ہوئے خون کو بند کر دیتا ہے۔

گائے' بیل کے پتے کو ماء کراث میں ملا کر بواسیر میں لگانے سے بواسیر سے شفا اور درد میں راحت ملتی ہے۔اسی طرح ان کے پتہ کو چھائیوں اور سیاہ داغوں میں لگانا مفید ہے۔اگر ان کے پتہ کو شہد میں ملا کر بطور سرمہ استعمال کریں تو آنکھوں کی بینائی میں افاقہ ہو جاتا ہے۔گائے بیل کے پتہ کو نطروں' شہد اور تخم حنظل کو ملا کر مقعد میں لگانا نفع بخش ہے۔

ارسطو نے لکھا ہے کہ اگر گائے کی آنکھ پھوٹ جائے یا باہر نکل آئے تو اس کی آنکھ کے پانی سے کسی کاغذ پر لکھیں تو وہ دن میں تو نہ پڑھا جائے گا لیکن رات میں پڑھا جا سکتا ہے۔

گائے کے بالوں کو جلا کر پی لیا جائے تو دانتوں کے درد کے لیے نفع بخش ہے۔اسی طرح اس کے بالوں کو جلا کر سکنجبین میں ملا کر پینے سے تلی زائل ہو جاتی ہے۔اسی طرح جلائے ہوئے بالوں کو شہد میں ملا کر نوش کر لیں پیٹ سے حب القرع نکل جاتا ہے۔

یونس نے لکھا ہے اگر ثو اکیل کو گائے بیل کے گوبر کے ساتھ لگائیں تو وہ بکھر جائیں گی اور کھانے والا اسی وقت درست ہو جائے گا۔

اور اگر اسے کسی ورم شدہ عضو پر ملا جائے تو اسے نرم کر دے گا۔اگر کسی جگہ چیونٹیوں کے نکلنے کا اندیشہ ہو تو وہاں اس کی دھونی دینے سے چیونٹیاں نہیں نکلتی ہیں۔اگر پیر کے جوڑوں کے آماس پہ اسے لگایا جائے تو اس سے جلد شفا حاصل ہوگی۔اگر کسی حاملہ عورت کو بوقت دردزہ اس کی دھونی دی جائے تو ولادت میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے اور خواہ مردہ ہو یا زندہ بچہ بسہولت پیدا ہو جاتا ہے اور اس کی جھلی بھی بآسانی باہر نکل جاتی ہے۔اگر کسی گھر میں اس کی دھونی دی جائے تو گھر کے زہریلے کیڑے بھاگ جاتے ہیں۔اگر کسی جلے ہوئے شخص کو یہ لگایا جائے اور اس کے ناک میں پھونک دیا جائے تو نکسیر کا خون بند ہو جائے گا۔جسم میں اگر کانٹا یا نیزہ چبھا ہوا ہو تو اسے جسم پر بار بار مل کر اتنی دیر چھوڑ دیں کہ وہ خشک ہو جائے تو وہ بآسانی نکل جاتا ہے۔

ہرمس کہتے ہیں کہ عرق گلاب کو اگر بد کے ہوئے بیل کے ناک پر مل دیں تو وہ ٹھنڈا اور مدہوش ہو جاتا ہے۔

اگر بیل کے گوشت کو پکا کر کسی بڑی شیشی یا شیشے کے برتن میں سختی سے بند کر کے چالیس دن تک رکھیں۔پس اس میں کیڑے پڑ جائیں۔اب ان کیڑوں کو کسی دوسری شیشی میں رکھیں یہاں تک کہ وہ کیڑے ایک دوسرے کو کھالیں اور صرف ایک کیڑا باقی رہ جائے۔یہ بچا ہوا ایک کیڑا زہر قاتل ہوگا۔

اگر کسی تالاب میں یا حوض میں چھپکلیاں ہوں اور وہ چلاتی ہوں تو بیل کی انتڑیاں دھو کر ان کے سرے باندھ کر پھیلانے کے بعد اس تالاب میں لٹکا دیں تو تمام چھپکلیاں ڈر سے خاموش اور بھاگ جائیں گی۔

تعبیر

اگر کسی نے گائے یا بیل کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر سالوں اور برسوں سے دی جائے گی جس طرح کہ یوسف علیہ السلام نے اس کی تعبیر یہی دی تھی۔اگر موٹے دیکھے ہوں تو شاداب سال ہوں گے اگر دبلے دیکھے ہوں گے تو قحط سالی سے تعبیر دی جائے گی۔بشرطیکہ گائے یا بیل سفید یا سیاہ رنگ کے خواب میں آئے ہوں۔ورنہ اگر کسی نے زرد یا سرخ رنگ کی گائیں دیکھیں تو اس کی یہ تعبیر دی جائے گی کہ وہ درخت کو اپنے سینگوں سے مار کر اکھاڑ دیں گی یا کسی عمارت کو منہدم کر دیں گی اس لیے کہ یہ گائیں فتنوں کی شکل میں نمودار ہوتی ہیں جن مکانوں میں داخل ہو جائیں گی اس کو منہدم کر دیں گی اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آخری دور میں فتنے بیل کے سینگوں و آنکھوں کی طرح رونما ہوں گے۔''

اگر کسی نے خواب میں زرد رنگ کی گائے دیکھی تو یہ تعبیر ہوگی کہ اس سال سرسبزی و شادابی ہوگی اور اگر سیاہ و سفید رنگ کی گائے دیکھی تو تعبیر یہ ہوگی کہ شروع سال میں شدت اور سختی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگر کسی نے گائے کا پچھلا حصہ چتکبرا دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ آخر سال میں پریشانی جھیلنی پڑے گی۔ اگر کسی نے خواب میں نصف گائے دیکھی تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ دیکھنے والے کی بہن یا لڑکی کسی مصیبت میں مبتلا ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی نے گائے کا ہر وہ حصہ دیکھا جو حصے وراثت میں متعین ہیں۔ مثلاً ربع، ثمن وغیرہ تو اس کی بھی یہی تعبیر دی جائے گی۔

اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ کسی غیر کی گائے کو دوھ رہا ہے اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ دیکھنے والا کسی دوسرے کی عورت کے ساتھ خیانت کرے گا اور جب بھی کوئی انسان خواب میں اپنی گائے کو دیکھے گا تو اس کی تعبیر بیوی یا لڑکی میں دائر رہے گی۔ خواب میں گائے کا دودھ جائز مال کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ خواب میں گائے کی آواز سننا ایسے لوگوں کی نشاندہی ہوتی جو ادب و احترام میں مشہور ہوں گے۔ خواب میں گائے سے لگی چوٹ بیماری کی شکل میں آتی ہے۔

اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کے اوپر گائے یا بیل نے حملہ کر دیا ہے اور دیکھنے والا اس کی طرف متوجہ نہیں ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ دیکھنے والا اسی سال مر جائے گا۔

کسانوں اور کاشتکاروں کے خواب میں گائے کا آنا خیر و برکت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ خواب میں گائے کا وہ رنگ اچھا سمجھا جاتا ہے جو گھوڑے کے لیے بہتر سمجھا جاتا ہے۔

نصرانی کہتے ہیں کہ اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ گائے یا بیل کا گوشت کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ دیکھنے والا حاکم کے دربار میں پیش کیا جائے گا اور جو شخص مال جمع کرنے کی فکر میں ہو اس کے خواب میں چربی کا آنا علامت ہے اس بات کی کہ اسے مال بلا کسی کدو کاوش کے حاصل ہوگا اور وہ اسے خرچ کیے بغیر اپنے پاس جمع رکھے گا۔

خواب میں گائے کا بھنا ہوا گوشت خطرہ یا خوف محسوس کرنے والے کے لیے امن کا باعث ہوگا یا گوشت کا بھوننے والا مامون رہے گا۔ اگر بھوننے والے کی عورت حاملہ ہوگی تو گویا خواب میں بشارت دی گئی ہے کہ لڑکا پیدا ہوگا۔ گوشت کا خواب میں بھوننا معیشت میں کشادگی کا باعث ہوگا۔ اگر گوشت پکا ہوا نہ ہو تو گویا دیکھنے والے کو عورت کی طرف سے رنج پہنچے گا۔

بعض معبرین نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے گائے' بیل کا پکا ہوا یا بھنا ہوا کھایا تو گویا اسے رزق میں ترقی نصیب ہوگی۔

اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ بیل نے اس کو سینگ مار دیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کام سے ہٹا دیا جائے گا اور جس قدر اس سینگ کی مار پڑی ہے اسی کے مطابق اسے نقصان ہوگا اور اگر کسی نے دیکھا کہ اس نے بیل کو ذبح کر دیا ہے اور اس کا گوشت تقسیم کر دیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ ایسا دیکھنے والا مر جائے گا۔ اگر کسی عورت نے دیکھا کہ وہ بیل پر سوار ہوگئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اگر اس کا شوہر نہیں ہے تو وہ جلد ہی شوہر والی ہو جائے گی۔ اور اگر اس کا شوہر ہے تو تعبیر یہ ہوگی کہ اس کا شوہر اس کا مطیع و فرماں بردار ہو جائے گا۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں کسی ٹیلے پر کھڑی ہوں اور میرے اردگرد گائے بیل ذبح کیے جا رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے اس خواب کی تعبیر مسروق سے دریافت کی تو آپ نے جواب دیا کہ اگر آپ کا خواب سچا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کے سامنے ایک زبردست جنگ ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ کے سامنے جنگ جمل ہوئی۔

اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ گائے اپنے بچھڑے کا دودھ چوس رہی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی بیوی دوسروں کو اپنی بیٹی کے ساتھ خیانت کرنے کی دعوت دے رہی ہے اور اگر کسی غلام نے یہ خواب دیکھا کہ اپنے آقا کی گائے کا دودھ نکال رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ غلام اپنے آقا کی لڑکی سے رشتۂ زوجیت جوڑے گا۔

بقروشی

نیل گائے نیل گائے چار قسم کی ہوتی ہے: (۱) المہا (۲) ایل (۳) یحمور (۴) تیتل
ان کی ہر قسم گرمی میں پانی مل جانے پر خوب پیتی ہے اور جب پانی نہیں ملتا تو صبر کرتی ہے اور ہوا کھانے پر قناعت کر لیتی ہے۔ پانی میں صبر وتحمل کی صفت بھیڑیا' گیدڑ' سرخ جنگلی گدھے' ہرن اور خرگوش وغیرہ سب میں پائی جاتی ہے۔ ایل کا بیان تو اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ یحمور کا بیان ان شاء اللہ باب الیاء میں آجائے گا۔

یہاں بحث پہلی قسم المہاء سے ہے۔ مہا طبعی طور پر جوشیلی اور شہوت انگیز ہوتی ہے۔ اس لیے مادہ جب حاملہ ہو جاتی ہے۔ بچے کے ضائع ہونے کی وجہ سے نر سے بھاگ جاتی ہے۔ مہا میں اس قدر شہوت ہوتی ہے کہ کبھی کبھی نر پر چڑھ جاتی ہے۔ ان میں سے کوئی بھی جب ایک دوسرے کے ساتھ جفتی کرتے ہیں تو مادہ منویہ کی بدبو سونگھ کر اچھلتے کودتے ہیں۔

نیل گائے کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ اس کی سینگیں ٹھوس ہوتی ہیں ورنہ تمام جانوروں کی سینگیں کھوکھلی ہوتی ہیں جیسے کہ گزر چکا ہے۔ نیل گائے گھریلو بکریوں کے مشابہ ہوتی ہیں۔ اس کی سینگیں اس قدر سخت ہوتی ہیں کہ نیل گائے اپنے سینگھوں کی مدد سے اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو شکاری کتوں اور رات میں آنے والے درندوں سے حفاظت کرتی ہے۔

حدیث میں تذکرہ

جس وقت رسول اللہ ﷺ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دومۃ الجندل کے فرماں روا اکیدر کے پاس بھیجا (اکیدر کندہ خاندان سے تعلق رکھتا تھا ابن عبدالملک کا بیٹا تھا اور نصرانی المذہب تھا) تو آپ نے فرمایا اے خالد تم اکیدر کو نیل گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے۔ چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ چاندنی رات میں اس کے پاس پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے نیل گائیوں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ ہر طرف سے آ کر اپنے اپنے سینگوں کو اکیدر کے محل میں گھسنے لگیں تو اکیدر نے اوپر ہی سے جھانک کر دیکھا اور یہ سوچا کہ آج رات کی طرح اتنی نیل گائیں کبھی نہیں آئیں ورنہ اس سے پہلے میں دو یا تین دن تک نیل گائیوں کے گھات میں رہا۔ لیکن میں ان کو نہ پا سکا پس خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے بعد اکیدر نے گھوڑے پر زین کسنے کا حکم دیا۔ اکیدر اور اس کا بھائی حسان دونوں سوار ہو گئے۔ اکیدر دیباج کی قباء جو سونے سے مزین تھی پہنے ہوئے تھا۔ جیسے ہی اکیدر میدان میں اُترا ویسے ہی رسول اللہ کے گھوڑے سے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آ پہنچے اور قید کر کے قباء کے ساتھ دربار رسالت ﷺ میں بھیج دیا۔ اکیدر کی قباء بعض اصحاب رسول ﷺ کو بہت بھلی معلوم ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سعد کی رومالیں جنت میں اس سے کہیں زیادہ بہتر ہوں گی۔

پھر آپ نے اکیدر کے سامنے اسلام پیش کیا اس نے انکار کر دیا۔ پھر اس سے جزیہ لے کر آپ نے اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیا۔
غالباً یہ واقعہ ماہ رجب ۹ھ کا ہے۔
انہیں نیل گائیوں کی منظر کشی کرتے ہوئے بجیر بن بجرہ طائی کہتا ہے ۔

تبارک سائق البقرات انی　رائیت اللہ یهدی کل هادی

''گائیوں کا ہنکانے والا بابرکت ہے' واقعی میں نے محسوس کیا کہ اللہ تعالیٰ ہر راہنما کو راستہ بتاتا ہے۔''

فمن یک حائدا عن ذی تبوک　فانا　قدامرنا　بالجهاد

''کون ہے جوذوتبوک سے الگ ہٹ جاتا ہمیں تو سچ مچ جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔''

ان شاءاللہ مہا کی تفصیل باب میم میں آجائے گی۔

شرعی حکم

نیل گائے اور اس کی تمام قسموں کا گوشت بالاتفاق تمام ائمہ کے نزدیک جائز ہے اس لیے کہ یہ پاکیزہ اور طیب چیزوں میں سے ہے۔

امثال

اہل عرب کہتے ہیں لتتابعی بقوتم گائے کے پیچھے پڑے ہوئے ہو۔

یہ مثال اس وقت بولتے ہیں جب کسی معاملے کی تلاش وجستجو میں کوئی شخص پریشان ہو کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بشر بن حارث اسدی جس سال اس کی قوم پریشان تھی۔ یہ اس سال اپنی قوم کے ساتھ گیا۔ جب قوم گائے کے پاس سے گزری تو گائے بدک گئی اور وہ گائے پہاڑ کی چوٹی پر جا کر کھڑی ہوگئی۔ چنانچہ بشر بن حارث نے اس کو اپنی تیر کمان سے مار دیا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد بشر نے یہ کہا کہ تم گائے کی تلاش میں پڑے ہوئے ہو یہاں تک کہ میں نے اسے گرادیا۔

طبی خواص

جس کو فالج ہو گیا ہو ان کے لیے نیل گائے کا مغز کھانا مفید تر ہے۔ اگر کوئی اپنے ساتھ نیل گائے کی سینگ رکھے تو اس سے درندے دور بھاگیں گے۔ اسی طرح کسی گھر میں نیل گائے کے سینگوں یا اس کے چرم یا کھروں کی دھونی دی جائے تو اس گھر میں سے سانپ بھاگ جائیں گے۔ اگر کھروں کی راکھ درد آمیز مڑی ہوئی زبان میں چھڑک دی جائے تو زبان کا درد جاتا رہے گا۔

نیل گائے کے بالوں سے گھر کو دھونی دینے سے چوہے کیڑے مکوڑے بھاگ جاتے ہیں۔

اگر کسی کے چوتھیا بخار آرہا ہو تو نیل گائے کے سینگوں کو جلا کر کھانے میں ملا دیا جائے تو کھانے کے بعد بخار جاتا رہے گا۔ اس کے سینگوں کو جلا کر مشروبات میں ملا کر پینا باہ میں قوت اعصاب میں مضبوطی اور شہوت میں اضافہ کا سبب ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر سینگوں کو جلا کر نکسیر زدہ کی ناک میں پھونک دیں تو خون بند ہو جاتا ہے۔ اسی طرح نیل گائے کے سینگوں کی راکھ سرکہ میں ملا کر سورج کی طرف منہ کر کے برص میں لگانا بے حد مفید ہے۔ اگر اس کو ایک مثقال کی تعداد میں پھانک لیا جائے تو جس سے بھی پھونکنے والا مقابلہ کرے گا غالب آجائے گا۔

اس کے سینگ کو گوند کتیرے کے ساتھ جلا کر راکھ کو خونی سیلان الرحم میں استعمال کریں' مجرب ہے۔

تعبیر

نیل گائے کی خواب میں تعبیر خوبصورت عورت سے کی جاتی ہے۔ اگر کسی نے یہ خواب میں دیکھا کہ اس نے نیل گائے کو قتل کیا۔ لیکن شکار کا ارادہ نہ تھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی عورت سے بہت سا مال پائے گا۔

بقرالماء [1]

سمندری گائے۔امام قزوینی کہتے ہیں کہ لوگوں کا یہ گمان ہے کہ پانی سے ایک گائے نکلتی ہے جو باہر آ کر چرتی ہے۔اس کا گوبر عنبر [2] ہوتا ہے۔لیکن یہ حقیقت حال خدا ہی بہتر جانتا ہے اس لیے کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ عنبر دریا کی گہرائی سے نکلتا ہے۔اگر اس کی یہ بات صحیح ہے تو اس سمندری گائے کا گوبر دماغ حواس اور قلب کے لیے مفید ہے۔

بقرة بنی اسرائیل

بنی اسرائیل کی گائے

بنی اسرائیل کی گائے کو ام قیس' ام عویف بھی کہتے ہیں۔

یہ ایک دوسینگوں کا چھوٹا سا جانور ہے جو ریت میں رہتا ہے۔اگر تم کبھی اسے دیکھنا چاہو تو جہاں رہتا ہے ایک جوں یا چھوٹی چیونٹی پھینک دو۔چنانچہ یہ جانور فوراً نکل کر اسے پکڑ لے گا۔پھر جب یہ تمہارے ہاتھ آ جائے گا تو اس کی پشت کو پھاڑ کر سلائی لگا دو۔پھر اسے وہ شخص تین مرتبہ بطور سرمہ استعمال کرے جس کی آنکھ میں سفیدی ہو تو وہ سفیدی ختم ہو جائے گی اور جس جگہ بال نہ اُگ رہے ہوں تو اس جانور کو رگڑنے سے بال اُگ آتے ہیں۔

بق

پسو جوہری کہتے ہیں کہ بقة پسو کو کہتے ہیں اس کی جمع بُق آتی ہے (بفتحہ باء اور سکون قاف) باب العین باء اور لام میں زفر بن حارث کلابی نے کہا ہے ؎

الا انما قیس بن عیلان بقة اذا وجدت ریح العصیر تغنت

---

[1] بقر الماء: دریائی گھوڑا۔(ج)

[2] عنبر بھورے رنگ کی نہایت خوشبودار شے ہے اس کا استعمال خوشبویات اور دواؤں میں ہوتا ہے بہت مہنگی اور قیمتی چیز ہے اس کی کئی قسمیں ہیں (اور غالباً یہ اقسام درجوں کے اعتبار سے ہے۔ جیسے ہم کسی چیز کے بارے میں کہیں کہ یہ اصلی ہے' خالص ہے اور اس میں کچھ ملاوٹ ہے) عنبر کی سب سے اچھی قسم عنبر اشہب کہلاتی ہے۔اس کے بعد عنبر بلخی' عنبر خشخاشی وغیرہ ہیں۔اطباء کا خیال ہے کہ عنبر ایک قسم کی مکھی کا موم ہے اور جس مکھی کا یہ موم کہلاتا ہے وہ مکھی دریا کے درمیان واقع جزیروں میں جب بادباراں زیادہ ہوتی ہے تو اس کا گھر بہہ کر دریا میں آ جاتا ہے اور پھر وہ موم یعنی عنبر آفتاب کی گرمی اور دریا کے تھپیڑوں سے دریا کی کنارے آ جاتا ہے تو جو لوگ اس کو پہچانتے ہیں دریا کے کنارے سے اُٹھا لیتے ہیں۔

بعض قدیم ماہرین کا خیال ہے کہ عنبر ایک رطوبت ہے جو دریا کے درمیان واقع کانوں اور جزیروں میں پیدا ہوتی ہے۔دریائی جانور اس کو بہت پسند کرتے ہیں اور نظر پڑتے ہی اس کا کھا لیتے ہیں مگر یہ ان کے ہضم نہیں ہوتا جس سے ان کے پیٹ پھول جاتے ہیں اور وہ مر کر دریا کی سطح پر اور پھر تھپیڑوں سے دریا کے کنارے پر آ جاتے ہیں' جو لوگ اس سے واقف ہیں وہ ان جانور کے پیٹ کو چیر کر عنبر نکال لیتے ہیں۔(مخزن الادویہ)

''یادر ہے قیس بن عیلان واقعی پسو ہیں۔ جس وقت محسوس کرتا ہے شیرۂ انگور کی خوشبو تو گانے لگتا ہے۔''

پسو کو بق کے ساتھ فسافس بھی کہتے ہیں جس کا تذکرہ ان شاء اللہ باب فاء میں آجائے گا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ پسو نفس حار سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ انسان کے خون کا اتنا شوقین ہوتا ہے کہ جیسے ہی اسے انسان کی خوشبو محسوس ہوتی ہے فوراً آگرتا ہے۔ پسو مصر اور شام جیسے شہروں میں خوب ہوتے ہیں۔

پسو کا شرعی حکم

پسو گندہ ہونے کی وجہ سے کھانا حرام ہے جیسے کہ مچھر حرام ہے اس لیے کہ پسو میں دم سائل نہیں ہوتا۔ امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے اور پسو میں جو خون ہوتا ہے وہ انسان کا چوسا ہوا ہوتا ہے جیسے کہ جوں، کھٹمل اور مچھر انسانوں کا خون چوستے ہیں۔ نیز امام رافعی و امام نووی وغیرہ نے جن جانوروں کے خون نہیں ہوتا ان کی مثال میں پسو اور مچھر وغیرہ کو شمار کیا ہے۔

امام رافعی کہتے ہیں کہ جو پسو ہمارے علاقوں میں مشہور و معروف ہیں ان کو ان جانوروں میں شمار کرنا جن کے خون نہیں ہوتا محل اشکال ہے اور میں نے بہت سے شہروں میں یہ دیکھا ہے کہ وہ خون نہ ہونے والوں میں مچھروں کا نام لیتے ہیں۔ اس لیے جو لوگ اس کا مطلق ذکر کرتے ہیں اس سے مراد مچھر ہی ہوتا ہے۔

طبی خواص

امام قزوینی لکھتے ہیں کہ اگر گھر میں کلقند را اور شونیز سے دھونی دے دی جائے تو اس گھر میں پسو نہیں آسکتے۔ اسی طرح اگر کسی گھر میں صنوبر کے برادہ سے دھونی دے دی جائے تو بھی پسو اور مچھر چلے جاتے ہیں۔

حنین بن اسحاق کہتے ہیں کہ اگر کسی گھر میں حب محلب سے دھونی دے دی جائے تو سارے پسو بھاگ جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی گھر میں علق یا عاج یا بھینس کی کھال یا سرو درخت کی شاخوں سے دھونی دے دی جائے تو بھی پسو بھاگ جاتے ہیں۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حرمل کے پتوں کو سرکہ میں بھگو کر اس کا پانی گھر میں چھڑک دیا جائے تو پسو چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی حرمل اپنے سرہانے رکھ لے یا پاؤں کے پاس رکھ لے تو پسو اس کے پاس نہیں آسکتے۔ اسی طرح اگر سداب کو سرکہ میں بھگو کر اس کا پانی گھر میں چھڑک جاتے ہیں۔ اگر کندر، کبریت کو باریک کر کے پانی میں پگھلا کر قصب (بھنگ) کی لکڑی میں لگا دیا جائے۔ پھر جہاں سوئے اس کو سر کے پاس رکھ لے تو پسو اس کے قریب نہیں آئیں گے۔

پسوؤں سے حفاظت کے لیے

ابن جمیع لکھتے ہیں کہ کمون خشک آس اور ترمس کا دھواں مچھروں اور پسوؤں کو بھگا دیتا ہے۔

اگر چار کاغذ میں مندرجہ ذیل نقشہ لکھ کر چاروں دیواروں میں چپکا دیں تو پسو چلے جاتے ہیں۔ ۱۱۱۲۱۲ نقش یہ ہے یہ نسخہ مجرب ہے۔

حدیث میں ذکر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

''میرے ان دونوں کانوں نے سنا اور میری آنکھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنے دونوں ہاتھوں سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑے ہوئے ہیں اور ان کے دونوں قدم آپ کے دونوں قدموں پہ ہیں اور آپ (بطور محبت و الفت) ان سے کہہ رہے ہیں اے چھوٹے چھوٹے قدم اوپر چڑھو پسو کی آنکھیں۔ تو وہ بچہ آپ کے اوپر چڑھتا اور اپنا قدم

آپؐ کے سینہ مبارک پر رکھ دیتا۔ پھر آپؐ نے ان سے فرمایا کہ اپنا منہ کھولو۔ پھر ان کا بوسہ لیا اور فرمایا اے اللہ! کون نہ ان سے محبت کرے۔ میں ان سے محبت رکھتا ہوں۔" (رواہ الطبرانی بہ سند جید)

بزار نے بھی انہی بعض الفاظ کے ساتھ روایت نقل کی ہے۔

امام دمیریؒ کہتے ہیں کہ حزقة چھوٹے چھوٹے قدم چلنے کو کہتے ہیں۔ آپؐ نے یہ بطور محبت اور مذاق کے فرمایا تھا ترق کے معانی تم چڑھا کرو۔ عین بقة چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے کنایہ ہے۔ یہ مرفوع ہے اس لیے کہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔

محمد بن علی بن حسین بن محمد کی سوانح حیات میں لکھا ہے کہ اصبغ بن نباتہ حنظلی کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے خطبہ دیتے وقت سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے:

"آدم کی اولاد اور کیا ہے اولاد آدم! پسوا سے ایذا پہنچاتا ہے اس کا پسینہ اسے بدبودار کرتا ہے اور اچھو کا لگ جانا اسے ہلاک کرتا ہے۔" (الکامل ابن عدی و تاریخ ابن نجار)

اصبغ بن نباتہ حنظلی یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ایسی ایسی باتیں نقل کر کے لکھتے ہیں کہ ایسی باتیں کسی نے بھی نہیں لکھی ہیں اس لیے ان کی نقل کردہ چیزیں ناقابل شنید و نامعتبر ہیں۔ اصبغ بن نباتہ حنظلی سے صرف ابن ماجہ نے ایک روایت نقل کی ہے وہ یہ ہے:

نزل جبرئیلؑ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بحجامة الا خدعین و الکاھل. (رواہ ابن ماجہ)

ضرب الامثال

اہل عرب کہتے ہیں: فلان اضعف من بقة" کہ فلاں پسو سے بھی زیادہ کمزور ہے۔"

تعبیر

پسو خواب میں نیزہ زن کمزور دشمنوں کے روپ میں آتے ہیں اور یہ ایسا جھنڈ ہے جن سے وفا کی اُمید نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی یہ مضبوط و توانا ہوتے ہیں۔

اور کبھی کبھی حزن و ملال اور رنج سے بھی تعبیر دی جاتی ہے۔ اس لیے کہ پسو نیند نہیں آنے دیتے اور حزن و رنج کا بھی یہی حال ہے کہ رنجیدگی کے وقت نیند نہیں آتی۔

پسو اور مچھر کو خواب میں ایسے دیکھنا کہ وہ اس کے گھر سے نکل رہے ہیں اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کے گھر کے مکین موت کی وجہ سے گھر چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ہو جائیں گے۔

اور اگر کسی نے مچھر یا پسو کو اپنے مکان، جگہ، مقام پر دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس مقام، جگہ، مکان میں رہنے والے کی نسل اور خاندان و شاخیں زیادہ ہوں گی۔ واللہ اعلم بالصواب

بکر

بکر، جوان اونٹ کو کہتے ہیں۔ جوان اونٹنی کو بکرۃ اور جمع کے لیے بکار بولتے ہیں جیسے فرخ (پرندے کا بچہ) کی جمع فراخ آتی ہے اور البکر کی جمع قلت ابکر آتی ہے۔

ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جوان اونٹ کے لیے بکر، جوان آدمی کے لیے فتی، جوان اونٹنی کو بکرۃ اور جوان عورت کو فتاۃ کہتے ہیں۔ لفظ

قلوص اونٹ کے لیے بھی بولتے ہیں۔لیکن اونٹ کے ان تمام ناموں میں فرق ہے۔مثلاً لفظ قلوص اونٹ کے لیے باندی کی جگہ پر بعیر اونٹ کے لیے انسان کی جگہ جمل اونٹ کے لیے مرد کی جگہ پر ناقۃ اونٹ کے لیے عورت کی جگہ پر بولا جاتا ہے۔

امام مسلم کی روایت میں ابورافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے جوان اونٹ (بکرؔ) قرض لیا۔جب صدقہ کا اونٹ آپؐ کے پاس آیا تو آپؐ نے اسے جوان اونٹ ہی ادا کرنے کا حکم مجھے دیا تو میں نے عرض کیا کہ اس میں تو صرف وہ عمدہ اونٹ ہیں جن کے کینچلی کے دانت ٹوٹ چکے ہیں۔تو آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اسی کو دے دو کیونکہ جمل (عمدہ اونٹ) کی ادائیگی بہترین ادائیگی ہے۔''

بعض روایتوں میں رباعیاً کے بجائے بازلاً آیا ہے مگر ترجمہ دونوں کا ایک ہی ہے۔

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ جوان اونٹ فروخت کیا۔اس کے بعد تقاضہ کرنے کی غرض سے آپؐ کے پاس حاضر ہوا۔اور کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اس جوان اونٹ کی قیمت ادا کر دیجئے۔آپؐ نے اس پر ہاں کہا اور ادائیگی فرمادی اور بہت اچھی طرح ادائیگی فرمائی۔اس کے بعد ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول میرے بکر (عمدہ اونٹ) کی ادائیگی کر دیجئے تو آپؐ نے اسے بڑی عمر والا اونٹ ادا کیا۔اس پر وہ شخص آیا کہ یہ تو میرے اس جوان اونٹ سے بھی عمدہ وبہتر ہے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تمہارا رہا (پھر فرمایا کہ) قوم کا افضل وبہتر شخص وہ ہے جو ادائیگی اچھی طرح کرتا ہے۔''

(رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے ارادے سے نکلے جب وادی عسفان پر پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے عمرؓ جانتے ہو کہ یہ وادی عسفان ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں یہ وادی عسفان ہے۔تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس وادی سے حضرت نوح' ہودٗ ابراہیم علیہم السلام اپنے جوان اونٹوں پر سوار ہو کر گزرے ہیں۔ان کے گدھے تھے جن کے اوپر پڑے ہوئے گدے صرف چٹائیاں تھیں اور ان کی لنگیاں خود ان کی عبائیں تھیں اور چادروں کی جگہ وہ کھال استعمال کر رہے تھے۔'' (رواہ ابویعلی باسناد)

سیرین بن معبد جہنی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

''میں غزوہ فتح مکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں متعہ کی اجازت دے دی۔چنانچہ میں اور میرے ساتھ ایک دوسرا شخص قبیلہ بنو عامر کی ایک عورت کے پاس گئے۔عورت ''بکرۃ عیطاء'' یعنی معتدل لمبی گردن والی ایک نوجوان لڑکی تھی۔ہم لوگوں نے اپنے آپ کو اس کے سامنے پیش کیا تو اس نے سوال کیا تم ہمیں کیا دو گے؟ میں نے جواب دیا کہ چادر۔دوسرے شخص نے بھی چادر ہی دینے کو کہا اور میرے دوسرے ساتھی کی چادر میری چادر سے عمدہ تھی اور میں اس شخص سے عمر میں کم اور نوجوان تھا۔غرض وہ عورت جب اس کی چادر کی طرف دیکھتی تو اسے وہ بہتر معلوم ہوتا اور جب وہ میری طرف دیکھتی تو میں اس کی نگاہوں میں بہتر معلوم ہوتا تھا۔الغرض اس نے مجھ سے کہا کہ تم اور تمہاری چادر ہی میرے لیے کافی ہے۔اس کے بعد تین دن' میں اس کے ساتھ رہا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان کر دیا کہ جن کے پاس متعہ کی عورتیں

ہیں انہیں چاہیے کہ ان کو الگ کردیں۔ اور ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ ابھی ہمارے متعہ کی مدت پوری نہیں ہوئی تھی کہ آنحضور ﷺ نے اسے حرام کردیا۔'' (رواہ الامام مسلم)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

''ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ کو ایک اونٹنی ہدیہ میں دی تو آپؐ نے اسے چھ جوان اونٹ اس کے بدلے میں عطا کیے تو وہ دیہاتی اس پر ناراض ہوگیا۔ جب آنحضور ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو آپؐ نے حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ فلاں شخص نے مجھے ایک اونٹنی ہدیہ میں دی جس کے عوض میں نے اسے چھ جوان اونٹ دیئے تو وہ ناراض وغصہ ہوگیا۔ اب میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ قرشی انصاری ثقفی اور دوسی کے علاوہ کسی اور کا ہدیہ قبول نہیں کروں گا۔'' (رواہ الترمذی ابوداؤد النسائی والحاکم)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے **صدقنی سن بکرة** (اس نے مجھ سے اپنے جوان اونٹ کی عمر صحیح صحیح بتائی) یہ جملہ اہل عرب سچ خبر دینے والے کے لیے بطور ضرب المثل بولتے ہیں۔ اسے انسان اپنے خلاف بھی بولتا ہے گو مضرت رساں کیوں نہ ہو۔

اہل علم لکھتے ہیں کہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے جوان اونٹ خریدنے کے بارے میں بھاؤ تاؤ کررہا تھا تو خریدنے والے نے فروخت کرنے والے سے اونٹ کی عمر دریافت کی تو اس نے بالکل سچ سچ بتادی تو خریدنے والے نے کہا **صدقنی سن بکرة** (اس نے مجھ سے اپنے جوان اونٹ کی عمر بالکل صحیح بتادی)۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے غلام کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں موسم گرما میں آقا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا کہ اچانک آپؓ نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنے دو جوان اونٹ ہانکے لیے جارہا ہے اور وہ گرمی میں زمین پر بستر کی طرح رینگتے ہوئے چلا جارہا تھا۔ یہ دیکھ کر آپؓ نے فرمایا اس شخص کو کیا ہوگیا ہے۔ اگر یہ مدینہ میں آرام کرکے پھرتا چلتا تو کیا ہوجاتا۔ اتنے میں وہ آدمی قریب آیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا دیکھو کون ہے؟ چنانچہ میں نے دیکھا تو سیدنا امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے آقا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جناب والا یہ تو امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہ سن کر عثمان غنی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور سر کو دروازہ سے باہر نکال کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ گرم لو سے جھلس رہے ہیں۔ پھر آپ نے دوبارہ سر نکالا تو آمنا سامنا ہوا۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ کو اس وقت کیا جلدی پڑی تھی؟ یہ سن کر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ دو جوان اونٹ صدقہ کے تھے جو پیچھے پیچھے رہ گئے تھے اور صدقہ کے اونٹوں کی قطار جا چکی ہے میں نے اسی وقت مناسب سمجھا کہ انہیں قطار تک پہنچادوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ جوان اونٹ ضائع ہوجائیں۔ پھر مجھ سے قیامت کے دن خدائے پاک سوال کریں۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا آپ پانی پینے اور کچھ دیر ستانے کے لیے یہاں آجایئے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ اپنے سایہ کا انتظام کریں۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ بولے ہمارے پاس آپ کے لیے بھی کافی انتظام ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ نہیں بس آپ ہی کو ٹھنڈی جگہ مبارک ہو۔ یہ کہتے ہوئے عمر فاروق رضی اللہ عنہ چل دیئے۔

یہ معاملہ دیکھ کر آقا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر کوئی دیانت دار اور صابر شخص کو دیکھنا چاہے تو وہ انہیں دیکھ لے۔ (مسند الامام شافعی)

ضرب الامثال

حدیث میں ہے:

(۱) **جائت ھوازن علی بکرة ابیھا** (قبیلہ ہوازن کے لوگ سب کے سب آگئے) پیچھے کوئی بھی باقی نہیں رہا۔ (**بکرة** لوگوں کی جماعت کو کہتے ہیں) معانی یہ ہیں کہ وہ سب کے سب باپ وخاندان سمیت آگئے۔ گویا اس میں ان کی قلت اور کمزوری کو بیان کیا

گیا ہے۔

(۲) اہل عرب یوں بھی کہتے ہیں جاء وا علی بکرۃ ابیھم یعنی وہ سب کے سب آ گئے۔کوئی بھی باقی نہیں رہا۔

ضرب المثل کی اصل یہ ہے کہ ساری کی ساری قوم کو قتل کر دیا گیا۔ چنانچہ یہ جملہ انہی لوگوں کے لیے استعمال کیا گیا پھر یہ مثل ہر ان لوگوں کے لیے بولنے لگے جو اکٹھا ہو کر آ رہے ہوں۔

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بھی یہی کہتے ہیں کہ اس مثل کے معانی یہ ہیں کہ وہ سب آ گئے کوئی بھی باقی نہیں رہا۔ حالانکہ یہاں جوان اونٹ حقیقت میں نہیں رہا۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہاں بکرۃ کے معانی جس کے پاس لوگ کچھ طلب کرنے کے لیے آئیں۔تو مطلب یہ ہو گا وہ سب بعض کے بعد آتے رہے جیسے کہ اونٹ ایک ہی راستہ پر آتے ہیں۔

بعض اہل علم یہ لکھتے ہیں کہ یہاں بکرۃ سے مراد راستہ ہے یعنی وہ سب اپنے آباؤ اجداد کے نقش پر آئے۔بعض نے یہ کہا ہے کہ یہ جملہ بطور مذمت' قلت اور رسوائی کے موقع پر بولا جاتا ہے تو اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ ان لوگوں کی سواری کے لیے بس ایک ہی جوان اونٹ کافی ہے اور مثل میں باپ کا ذکر خاص طور پر ذلت اور رسوائی کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

نوٹ: جوان اونٹ کے طبی فوائد اور خواب کی تعبیریں وہی ہیں جو اونٹ کی ہیں۔

اَلْبُلْبُلُ

بضمہ دو بائے موحدہ وسکون دو لام کے۔

بلبل عصفور' گوریا اور چڑا کے قبیل سے ہے اسے بطور تصغیر کعیت او جمیل بھی کہتے ہیں۔بلبل کا دوسرا نام النضر بھی ہے جس کی تفصیل آگے آ جائے گی۔بعض شعراء نے دلچسپ اشعار کہے ہیں ؎

ما طائر نصفه كله ۔۔۔ له في ذرى الروح سير و لبث

''کیا ہی بھلا ہے وہ پرندہ جس کا نصف ہی کل ہے اور جس کا چلنا ورُکنا صحن اور اس کے اطراف ہی میں ہے۔''

رأينا ثلاثة ارباعه ۔۔۔ اذا صحفوها غدت و هي ثالث

''میں نے اس کا تین چوتھائی دیکھا اور جب وہ ان سب کو ملا لیتا ہے تو وہ ایک تہائی رہ جاتا ہے۔''

علی بن مظفر ابوالفضل آمدی نے جو شہر واسط کے قاضی تھے بہت اچھے اشعار کہے ہیں ؎

واهاله ذكر الحمى فتاوها ۔۔۔ ودعا به داعي الصبا فتولها

''افسوس ہے اس پر کہ جب اس کے سامنے بخار آتا ہے تو کراہنے لگتا ہے اور جب داعی شوق ومحبت اسے حاضری کی دعوت دیتی ہے تو اس کے پیچھے ہو لیتا ہے۔''

هاجت بلابله البلابل فانثلت ۔۔۔ اشجانة تشني عن الحلم النهي

''ان کی بلبلوں نے جب دوسری بلبلوں کی مذمت کی اور اس کے غم واندوہ صبر وتحمل سے ہٹ کر اسے منع کرنے میں لگ گئے۔''

فشكاجوى و بكا اسى و تنبه ۔۔۔ وجد القديم ولم يزل منبها

''جتلائے سوز عشق نے شکایت کی اور غم وافسوس کے آنسو بہائے پرانی محبت کا واسطہ دیا اور اس بات پر متنبہ کرتی رہی۔''

لا تكرهوه على السلو فطالما حمل الغرام فكيف يسلو مكرها

''کہ تم اسے بھلا دینے پر مجبور نہ کرو کیونکہ کبھی وہ جتلائے مرض عشق رہ چکا ہے تو پھر اس کے شدائد کو کس طرح بھلا سکتا ہے۔''

لا عتب يا سعدی علیک فسامحی وصلی فقد بلغ السقام المنتهی

''اے سعدی! تم سے کوئی دشمنی یا ناراضگی نہیں ہے۔ تم عفو ودرگزر اور چشم پوشی کرو اور وصل اختیار کرو کیونکہ مرض انتہا کو پہنچ چکا ہے۔''

یوسف بن لولؤ نے کتنے اچھے اشعار کہے ہیں ۔

باکر الی الروضة تستجلها فثغرها فی الصبح بسام

''وہ صبح سویرے باغ کی طرف اسے آراستہ کرنے نکلی تو صبح ہی صبح اس کا چہرہ (کھلا ہوا) مسکراتا ہوا تھا۔''

والنرجس الغض اعتراه الحیا فغض طرف فیه اسقام

''گویا کہ وہ شاداب تروتازہ نرگس ہے جسے حیا کے پردوں نے ڈھانپ رکھا ہے اس نے اپنی نگاہوں کو نیچے کرلیا مگر اس کی نگاہ میں کھوٹ تھا۔''

وبلبل الروح فصیح علی الایکة والسحر و رتمتام

''گھنے درخت کی بلبل گنجان درخت پر گا رہی ہے اور سحر در پرندہ بھی گا رہا ہے۔''

ونسمة الصبح علی ضعفها لها بنا مر والمام

''نسیم صبح اگرچہ ہلکی ہے مگر میرے پاس سے اس کا گزر ہے اور میری طرف اس کی توجہ بھی ہے۔''

فعاطنی الصهباء مشمولة عذراء فالواشون نوام

''ٹھنڈی شرابوں نے اس کنواری کے لیے میری گردن لمبی کردی کیونکہ دوسرے رقیب سو رہے ہیں۔''

واکتم احادیث الهوی بیننا ففی خلال الروض نمام

''اور اپنے درمیان ہو رہی محبت کی باتوں کو چھپا رہا ہوں۔ کیونکہ اس باغ میں بات پھیلانے والے چغل خور بھی ہیں۔''

یہ بھی انہی کے دلچسپ اشعار ہیں ۔

سقی الله ارضا نور وجهک شمسها وأحیا بلادا انت فی افقها بدر

''اللہ نے زمین کو سیراب کیا۔ تیرے چہرے کا نور اس کا سورج ہے اور زمین کو زندہ کیا تو تم اس کے افق پر بدر کامل ہو۔''

وروی بقاعا جود کفک غیثها ففی کل قطر من نداک بها قطر

''اور اس نے اس خطے کو سیراب کیا تو تمہارے ہاتھوں کی سخاوت اس کی بارش ہے۔ غرض تمہارے شبنم کا ہر قطرہ اس کا عظیم قطرہ ہے۔''

یہ بھی ان ہی کے اشعار ہیں ۔

تسلسل دمعي وهي لاشك مطلقا — وصح حقيقا حين قالوا تكسرا

''میرے آنسو بہہ پڑے اور بلاشبہ وہ جاری ہیں (ان پر گرفت نہیں) اور بلاشبہ لوگوں کا یہ تبصرہ کہ ایک بند تھا جو ٹوٹ گیا۔''

وفي قلب مائي للقلوب سرة — وقالو اسيجزى بالهنا و كذا جرى

''اور میرا رقت آمیز قلب دوسروں کے لیے باعث مسرت ہے۔ لوگوں نے یہ کہا کہ عن قریب انجام خوشگوار ہوگا اور پھر ایسا ہی ہوا۔''

یہ بھی ان ہی کے اشعار ہیں ۔

بعيني رائيت الماء القى بنفسه — على رأسه من شاهق فتكسرا

''میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ پانی نے اپنے آپ کو اونچائی سے اس کے سروں پر ڈال دیا تو وہ ٹوٹ گیا۔''

وقام على اثر التكسر جاريا — الا فاعجبوا ممن تكسر قد جرى

''اور ٹوٹنے کے بعد ہی وہ پھر جاری ہو گیا تو لوگ اس سے بہت متعجب ہوئے کہ جس سے ٹوٹا تھا اس سے پھر جاری ہو گیا۔''

یہ بھی ان ہی کے اشعار ہیں ۔

انفقت كنز مدائحي في ثغره — وجمعت فيه كل معنى شارد

''میں نے مدح کے اپنے پورے خزانے کو اس کے چہرے کی مدح میں صرف کر دیا اور اس کے اندر تمام نوادرات کو جمع کر دیا۔''

وطلبت منه جزاء ذلك قبلة — فابى و راح تغزلي في البارد

''اور جب میں نے اس سے اس کا بدلہ ''ایک بوسہ'' مانگا تو اس نے انکار کر دیا اور ٹھنڈے ماحول میں غزل سرائی کرنے لگیں۔''

اہل عرب کہتے ہیں البلبل يعندل یعنی بلبل بول رہی ہے۔

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سلیمان بن داؤد علیہ السلام کا گزر ایک بلبل کے پاس سے ہوا جو درخت پر بیٹھ کر چہچہا رہی تھی۔ یہ دیکھ کر آپ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ بلبل کیا کہہ رہی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا وہ یہ کہہ رہی ہے کہ میں نے نصف کھجور کھایا ہے۔ پس دُنیا ایک دن نیست و نابود ہو جائے گی۔

(رواہ ابونعیم وصاحب الترغیب والترہیب)

اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ باب العین عقعق میں آ جائے گی۔

امام زمخشری آیت وكاين من دآبة لا تحمل رزقها کی تفسیر کے بارے میں کہتے ہیں کہ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ بلبل اپنی روزی جمع کر لیتی ہے۔

امام مالکؒ سے ایک استفتاء

امام بویطی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ میں بچپن میں سیدنا مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک سوال کرنے کے لیے آیا۔ اس نے یہ سوال کیا کہ میں نے تین طلاق کی قسم کھائی ہے اگر یہ بلبل چہچہانے سے نہ رکی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم حانث ہو گئے۔ اتنے میں سوال کرنے والا چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بعض تلامذہ کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ کہا کہ اس نوجوان نے غلطی کی ہے۔ چنانچہ اس بات کی اطلاع

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو دی گئی کہ یہ بچہ کچھ کہتا ہے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بارعب آدمی تھے یہاں تک کہ کسی آدمی کو ان سے مجلس میں گفتگو کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔کبھی کبھی کوتوال آتا اگر امام زینت مجلس ہوتے تو سرہانے کھڑا ہو جاتا کلام کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

چنانچہ تلامذہ نے کہا عالی جناب یہ بچہ کہتا ہے کہ اس نوجوان نے غلطی کی ہے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم یہ کیسے کہتے ہو؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جو فاطمہ بنت قیس کے واقعہ میں ہے،ہم سے روایت نہیں بیان کی کہ فاطمہ نے آپؐ سے یہ کہا کہ ابوجہم ومعاویہؓ نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابوجہم کی لاٹھی کندھے سے نہیں اُترتی اور رہے معاویہ تو وہ فقیر ہیں ان کے پاس مال نہیں ہے۔تو کیا ابوجہم کی لاٹھی ہمیشہ ان کے کندھے پر رہتی تھی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اکثر اوقات کی طرف تھی۔یہ سن کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی قدر و منزلت کو پہچان لیا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس وقت میں نے مدینہ منورہ سے باہر جانے کا ارادہ کیا تو میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا۔جب میں رخصت ہونے لگا تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے بچے خدا سے ڈرتے رہنا اور جو علم کی روشنی خدائے پاک نے تمہیں دی ہے اسے معاصی کے ذریعہ مت بجھانا۔چنانچہ ارشاد باری ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ. (النور:۴۰)

''اور جس کو خدا تعالیٰ نے ہدایت کی روشنی سے محروم رکھا پھر اسے نور ہدایت کہیں نہیں ملے گا۔''

اس واقعہ میں بلبل کا تذکرہ ہے لیکن دوسرے طریق سے جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس میں قمری کا تذکرہ ہے۔(ان شاءاللہ مزید تفصیل آجائے گی)

بلبل کے طبی خواص

ہندوستان میں دو قسم کی بلبل پائی جاتی ہے ایک پہاڑی اور دوسری میدانی۔پہاڑی بلبل کی بہ نسبت میدانی بلبل زیادہ خوبصورت اور خوش شکل ہوتی ہے۔بلبل کے انڈے اور مغز باہ کے اضافے کے لیے مفید ہیں۔اس کی بیٹ جلد کے نشانوں کو جلی اور ظاہر کر دیتی ہے اور چہرے کی جھائیوں کو دور کر دیتی ہے۔

اس کی بیٹ پڑبال کے لیے بھی مفید ہے۔اس کا حمول اسقاط جنین کے لیے موثر ہے۔

بلبل کے پر کی راکھ زخموں کے بھرنے کے لیے مجرب ہے۔بلبل کا گرم گرم خون سانس کے لیے اور پھیپھڑوں کی نالیوں کی صفائی کے لیے مفید ہے۔

تعبیر

خواب میں بلبل مال دار مرد کی شکل میں آتی ہے۔بعض کے قول کے مطابق بلبل مال دار عورت کی شکل میں نمودار ہوتی ہے۔بعض معبرین کہتے ہیں کہ خواب میں بلبل قرآن کریم کے قاری بچے کی شکل میں آتی ہے جس کے بعد کوئی بچہ نہ ہو۔کبھی بلبل کی تعبیر نیک بخت لڑکے سے بھی کی جاتی ہے۔

بُلَح

ابن سیدۃ کہتے ہیں کہ بُلَح سیاہ سفید رنگ کا گدھ سے بڑا پرندہ ہوتا ہے جس کے بال جھلسے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔اگر اس پرندہ کا کوئی بال کسی دوسرے پرندہ کے بالوں میں وسط میں گر جاتا ہے تو دہشت زدہ کر دیتا ہے۔بعض نے کہا ہے کہ بُلَح بوڑھے اور پرانے گدھ کو کہتے ہیں۔اس کی جمع بلجان آتی ہے۔

بَلشون

بلشون (البلشون) بگلا کو کہتے ہیں۔ان شاء اللہ تفصیل باب میم میں آجائے گی۔

بُلصوص

ایک پرندہ کو کہتے ہیں اس کی جمع خلاف قیاس بلنصی آتی ہے۔امام سیبویہ کہتے ہیں کہ جمع میں نون زائد ہے۔اس لیے کہ واحد کے لیے بلصوص اور عام لوگ ابولصیص کہتے ہیں۔ بطلیوسی کہتے ہیں کہ ان دونوں اسموں کے بارے میں لغویین کا اختلاف ہے کہ واحد کون ہے اور جمع کسے کہیں گے۔ چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ بلصوص ہی واحد ہے اور بلنصی جمع ہے اور کچھ حضرات نے اس کے برعکس کہا ہے کہ واحد بلنصی ہے اور جمع بلصوص ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ نر کو بلصوص اور بلنصی مادہ کو کہتے ہیں۔اس کا تذکرہ ابن ولاد نے کیا ہے اور یہ مصرع بھی لکھا ہے

والبلوص یتبع البلنصی.

''بلصوص نر اپنی مادہ کا پیچھا کیے رہتا ہے۔''

ابن ولاد نے یہ بھی کہا ہے کہ قیاس تقاضا کرتا ہے کہ بلصوص کی جمع بلاصیص ہونی چاہیے۔

امام دمیریؒ کہتے ہیں کہ میں اس پرندہ کا شرعی حکم معلوم نہیں کر سکا۔

بنات المَاء

ابن ابی الاشعث کہتے ہیں کہ بنات الماء نام کی بحر روم میں ایک قسم کی مچھلیاں ہوتی ہیں جو عورتوں سے مشابہ ہوتی ہیں جن کے سیدھے بال ہوتے ہیں رنگ گندمی ہوتا ہے۔شرمگاہ اور پستان بڑی بڑی ہوتی ہیں۔باتیں تو کرتی ہیں لیکن سمجھ سے بالاتر کرتی ہیں۔ہنستی ہیں' قہقہہ مارتی ہیں۔کبھی کبھی کشتی بان ان کو پکڑ کر لے آتے ہیں اور ان سے وطی کر کے پھر دریا میں چھوڑ دیتے ہیں۔

رویانی کہتے ہیں کہ جب ان کے پاس کوئی شکاری عورتوں کی شکل کی مچھلی پکڑ کر لاتا تھا تو یہ ان سے وطی اور جماع نہ کرنے کا حلف لیتے تھے۔

امام قزوینی کہتے ہیں کہ ایک آدمی بادشاہ کے پاس اس قسم کی مچھلی شکار کر کے لے گیا تو ان کی گفتگو سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ چنانچہ اس آدمی نے اس سے شادی کر لی۔ان سے ایک بچہ پیدا ہوا تو وہ بچہ اپنے ماں اور باپ دونوں کی گفتگو سمجھتا تھا۔(اس کا تھوڑا سا تذکرہ باب الف انسان الماء کے عنوان میں کر دیا گیا ہے)

بنات وردان

گبریلا ان شاء اللہ گبریلے کا تذکرہ باب واؤ کے آخر میں آجائے گا۔

بُھار

بہار سفید قسم کی بہترین سمندری مچھلی ہوتی ہے۔
جوہری کہتے ہیں کہ بہار تین سو رطل کا ایک باٹ ہوتا ہے۔
سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ جن کو ابن الصعبہ بھی کہتے ہیں انہوں نے مرنے کے بعد سو عدد بہار چھوڑے تھے اور ہر بہار میں تین قنطار (ایک قنطار سو رطل کا ہوتا ہے) سونا تھا۔ چنانچہ اس کا ایک پیالہ بنالیا گیا تھا۔
ابوعبید بن قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ کلام عرب میں بہار تین سو رطل کا ہوتا ہے۔ میرا اپنا خیال ہے کہ یہ عرب میں نہیں ہوتا بلکہ قبطیہ خاندان میں ہوتا تھا۔

بھثة

بھثہ نیل گائے کو کہتے ہیں اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

بھرمان

ابن سیدہ کہتے ہیں کہ بہرمان عصفور (گوریا' چڑا) کی قسم ہے۔

بھمة

بہمہ گائے' بھیڑ' بکری کے بچوں کو کہتے ہیں۔ لیکن اس میں نر اور مادہ دونوں برابر ہیں۔ جمع بَھَم بُہم اور بہامات آتی ہے۔
امام ازہری کہتے ہیں کہ بکری یا بھیڑ کا بچہ نر ہو یا مادہ پیدا ہوتے ہی سخلۃ (ج سخال) کہلاتا ہے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد بہمہ کہلاتا ہے۔ اگر بکری کا بچہ چار ماہ کا ہو گیا ہو اور ماں سے جدا ہو گیا ہو تو وہ (ج جفار) کہلاتا ہے پھر چرکر ذرا توانا ہو گیا ہو تو وہ عریض اور عتود کہلاتا ہے' اس کی جمع عرضان وعتدان آتی ہے نیز بعض کے قول کے مطابق جدی بھی کہتے ہیں لیکن اگر ایک سال کا نہ ہوا ہو تو مادہ بچہ کو عناق (ج عنق) کہتے ہیں' اگر بچہ نر ہو' ایک سال کا ہو گیا ہو تو اسے تیس کہتے ہیں اور مادہ بچہ کو عنز کہتے ہیں۔ پھر دوسرے سال میں داخل ہونے کی وجہ سے نر بچے کو جذع اور مادہ بچے کو جذعۃ کہتے ہیں۔
امام زہری کہتے ہیں کہ اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ جو بات عناق کے بارے میں امام نووی نے تحریر کی ہے اس میں کچھ لغزش ہو گئی ہے۔ واللہ اعلم (شرح الفاظ مختصر)
لقیط بن صبرہ کہتے ہیں:
''میں وفد بنی المنتفق کے آنے والوں میں سے یا وفد بنی المنتفق کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ رہا تھا جب ہم لوگ آپؐ کے یہاں حاضر ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں موجود نہ تھے۔ ہم لوگ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ملے' انہوں نے ہم لوگوں کے لیے حریرہ[1] یا دلیہ[2] بنانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ تیار ہو گیا اور ہم لوگوں کے سامنے قناع (بڑی

---

[1] ایک قسم کی نرم غذا جسے دودھ' روغن اور آٹے سے تیار کیا جاتا ہے۔ (ج)
[2] عصیدہ: گاڑھا دلیا جسے گندم کے آٹے اور مکھن سے تیار کیا جاتا ہے۔ (ج)

پلیٹ لائی گئی) قناع ایک سینی تھی جس میں کھجور تھے (ہم لوگوں نے اسے کھالیا) پھر آنحضور ﷺ تشریف لائے اور ہم لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ تم لوگوں نے کچھ کھایا' یا یہ کہ تم لوگوں کے لیے (کچھ تیار کرنے کا) حکم دیا ہے؟ تو ہم لوگوں نے عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ! ابھی ہم لوگ آنحضور ﷺ کے ساتھ ہی تھے کہ ایک چرواہے نے اپنی بکری کو بیت الخلاء کی طرف ہنکا دیا اور اس کے ساتھ بکری کا ایک بچہ تھا جو مینگنی کر رہا تھا۔ آنحضور ﷺ نے اس سے پوچھا کہ اے لڑکے! اس نے کیا جنا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ "بہمۃ" تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کی جگہ تم کوئی ایک بکری ذبح کردو' پھر فرمایا کہ یہ مت سمجھو کہ میں نے اسے تمہاری وجہ سے ذبح کیا ہے (بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ) میرے پاس سو بکریاں ہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ اس میں کچھ اضافہ ہو اس لئے جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی جگہ میں کوئی بکری ذبح کردیتا ہوں۔ پھر میں نے آپؐ سے عرض کیا کہ میری ایک بیوی ہے جس کی زبان میں کچھ یعنی فحش گوئی یا جھگڑالو پن ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ پھر تو اسے طلاق دے دے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ میرے ساتھ رہ چکی اور میرا اس سے ایک لڑکا بھی ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو تو اُسے نصیحت کر۔ اگر اس میں ذرا بھی خیر ہوگی تو وہ اس پر عمل کرے گی اور جس کے ساتھ تو ہمبستری کرتا ہے اسے لونڈیوں اور باندیوں کی طرح پیامت کر۔ اس کے بعد پھر میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہمیں وضو کے متعلق کچھ بتایئے تو آپؐ نے فرمایا کہ وضو پوری طرح کرو۔ انگلیوں کا خلال کرو اور اگر روزے سے نہ ہو تو استنشاق میں مبالغہ کرو۔"

(رواه الشافعي و ابن خزيمة و ابن حبان و حاكم واصحاب السنن الاربعه)

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کہتے ہیں کہ:

"نبی کریم نے ایک دیوار کی طرف رُخ کر کے اس طرح نماز پڑھی کہ اسے قبلہ بنالیا اور ہم لوگ آپؐ کے پیچھے تھے کہ بکری کا ایک بچہ آیا اور سامنے سے گزرنے لگا تو آنحضور ﷺ اسے دفع کرتے رہے یہاں تک کہ اس کا پیٹ دیوار سے لگ گیا۔ (آخر مجبور ہوکر) وہ پیچھے سے گزرا۔" (ابوداؤد)

اسی قسم کی ایک حدیث جدی کے بیان میں آئے گی۔

یزید بن اصم بحوالہ میمون نقل کرتے ہیں کہ:

"آنحضور ﷺ جب سجدہ کرتے تو اپنے سامنے سے پیٹ کو زمین سے الگ کرلیتے حتیٰ کہ اگر کوئی بکری کا بچہ درمیان سے گزرنا چاہتا تو گزر جاتا۔" (رواہ مسلم' ابوداؤد' والنسائی' وابن ماجہ)

بهيمة

چوپائے۔ ابن سیدہ کہتے ہیں کہ خشکی یا سمندر میں رہنے والے چوپاؤں کو بہیمۃ کہتے ہیں اس کی جمع بہائم آتی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"وحشی جانوروں کے بدکنے کی طرح ان چوپاؤں میں بدک پن ہے۔"

ان کو بہیمۃ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ گفتگو نہیں کرپاتے۔ نہ باتیں سمجھتے ہیں اور نہ ان کو عقل ہوتی ہے اسی سے بَابٌ مُبْهَمٌ ای بَابٌ مُغْلَقٌ یعنی پیچیدہ باب ہے۔ لَيْلٌ مُبْهِمٌ تاریک رات۔

قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْإِنْعَامِ. (انعام)
''مویشیوں کے چوپائے تمہارے لیے حلال کر دیئے گئے ہیں۔''
انعام (مویشیوں) کی نسبت بہیمۃ کی طرف خاص صفت کی وجہ سے کر دی گئی ہے۔
(انعام) آٹھ جانور کہلاتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو انعام کہا جاتا ہے جس طرح ان سب کے مجموعے کو بھی انعام کہا جاتا ہے۔ پھاڑ کھانے والے درندے مثلاً شیر اور ہر کوچلی والے جانور انعام (مویشیوں) میں داخل نہیں ہیں اس لیے بہیمۃ الانعام چرنے والے چوپاؤں اور مویشیوں کو کہتے ہیں۔
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بہیمۃ الانعام ان کو کہتے ہیں جو ذبح کرتے وقت ماں کے پیٹ سے نکلتے ہیں۔ انہیں بغیر ذبح کئے ہوئے کھایا جاسکتا ہے۔ یہی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے بعد ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس لیے کہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے:
إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ. (الانعام)
''مگر جس کا حکم تم پر نازل ہو چکا۔''
اور ان جنے ہوئے بچوں میں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی جن کی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کر دیا جائے۔ اھ
خدائی فرمان کے مطابق مویشیوں کا گوشت کھانا جائز ہے اس لیے کہ رات سے دن کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ اگر امراض نہ ہوتے تو صحت وتندرستی کی نعمت کا لطف جاتا رہتا۔ اسی طرح اگر دوزخ نہ ہوتی تو جنت کی قدر و قیمت نہ معلوم ہوتی۔
نیز انسانوں کا مویشیوں کی قربانی کرنا اور ان کو ذبح کرنا ظلم نہیں ہے بلکہ یہ تو ناقص پر کامل کو مقدم کرنا ہے جو عین عدل ہے۔ اسی رح دوزخیوں پر جنتیوں کا فخر کرنا یا ایمان والوں کو کافروں پر ترجیح دینا ہے۔ جو کہ عین انصاف ہے۔ اسی طرح اگر ناقص اشیاء نہ پیدا کی جاتیں تو کامل اشیاء کی قدر و قیمت نہ معلوم ہوتی۔ اسی طرح اگر خداوند قدوس ان چوپاؤں کو نہ پیدا فرماتا تو انسانوں کی شرافت اور بزرگی کا حساس نہ ہوتا۔
انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:
وہ حکم بن ایوب کے گھر میں داخل ہوئے تو کیا دیکھا کہ ایک قوم مرغی کو گاڑ کر اس پر نشانہ کرتی ہے تو میں نے ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے اس بات سے کہ چوپائے (ذی روح) کو روک کر اس پر نشانہ لگایا جائے۔''
(رواہ البخاری و مسلم و ابوداؤد والنسائی و ابن ماجہ)
یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ ذی روح جانور کو روک کر پھر اسے پھینک کر ہلاک کر دیا جائے۔
''نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔'' (رواہ البخاری)
نیز اس میں ایک جانور کو عذاب میں مبتلا کرنا' بیکار کرنا' اس کی مالیت کو برباد کرنا اور اگر ذبح کیا جاسکتا ہو تو اسے ضائع کرنا ہے۔
''نبی کریم ﷺ نے جانوروں کو روک کر قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔''
کسی جانور کو کھڑا کر کے قتل کر دینا مجثمہ کہلاتا ہے۔ اس قسم کا فعل پرندوں اور خرگوش کے ساتھ زیادہ کیا جاتا ہے۔
مجاہد سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:
''نبی کریم نے چوپایوں کو ایک دوسرے پر برانگیختہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''نبی کریم نے ارشاد فرمایا کہ'' ہاں'' چوپائے حشرات الارض (کیڑے مکوڑے) جوئیں' ٹڈی' گھوڑے' خچر' چوپائے' گائے اور اس کے علاوہ بھی تسبیح بیان کرنے والوں میں تھے' جب ان کی تسبیح ختم ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو قبض کر لیا (انہیں موت دے دی)۔'' (رواہ ابن سبع فی شفاء الصدور)

میدان حشر میں مویشیوں سے قصاص

ابن وحیہ کہتے ہیں کہ میدان حشر میں آیا چوپایوں سے قصاص لیا جائے گا یا نہیں؟ اس سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ چنانچہ شیخ ابوالحسن اشعری کہتے ہیں کہ مویشیوں اور چوپایوں میں قصاص جاری نہیں ہوگا اس لیے کہ چوپائے احکام شریعت کے مکلف نہیں ہیں اور جو احادیث میں وارد ہوا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

جانوروں میں ہر ایک کا قصاص اس کے مثل سے لیا جائے گا اور ان میں سے بوڑھے سے پوچھا جائے گا کہ تم نے دوسرے بوڑھے کو کیوں تکلیف پہنچائی؟''

تو یہ محض اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن ایک ایک چیز اور ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا' گویا حساب میں سختی کو بیان کیا گیا ہے کہ مظلوم کو ظالم سے ضرور بدلہ دلایا جائے گا۔ (کتاب الآیات والبینات)

استاذ ابواسحق اسفرائینی لکھتے ہیں کہ چوپایوں میں قصاص جاری ہوگا لیکن احتمال یہ ہے کہ مویشیوں سے دیت صرف دُنیا ہی میں لی جائے۔ ابن وحیہ کہتے ہیں کہ چوپایوں میں قصاص کا جاری ہونا عقلاً ونقلاً ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے کہ چوپائے نفع اور ضرر سے بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ لاٹھی سے بھاگتے ہیں اور چارہ کی طرف لپکتے ہیں اور جب کتا ان پر بھونکتا ہے تو وہ رک جاتے ہیں اور جب انہیں شکار پر اکسایا جاتا ہے تو وہ آمادہ اور مشتعل ہو جاتے ہیں۔ یہی حال پرندوں اور جنگلی جانوروں کا ہے کہ وہ گزند پہنچانے والے پرندوں اور جانوروں سے بچ کر بھاگتے ہیں۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ قصاص لینا ایک طرح کا انتقام لینا ہے اور چوپائے مکلف نہیں ہوتے تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ چوپائے مکلف نہیں ہوتے لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اللہ جل شانہٗ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔ وہی تمام چیزوں کا مالک کل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے ان مویشیوں کو قابو کر دیا ہے اور جن جانوروں کا گوشت کھانا حلال ہے ان کے ذبح کرنے اور قربانی کرنے کو مباح قرار دیا ہے اس لیے اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

نیز ان میں سے بعض چوپایوں سے قصاص لیا جائے گا جنھوں نے دوسرے چوپاؤں کو اذیت پہنچائی ہوگی۔ لیکن ان سے منہیات کے ارتکاب اور اوامر الٰہی پر عمل نہ کرنے کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ اس لیے کہ مطالبہ صرف ذوی العقول اور ہوش مند مخلوق سے ہوگا۔

جب آپس میں اختلاف اور تنازعہ بڑھ جائے گا تو ہم اس چیز پر عمل کریں گے جس کا ہمارے پروردگار نے حکم دیا ہے۔

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ. (النساء:۵۹)

چنانچہ قرآن کریم اختلاف کے وقت اپنے بڑوں سے فیصلہ کرانے کا حکم دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ. (الانعام:۳۸)

''اور نہیں ہے زمین پر کوئی چوپایہ اور نہ پرندہ جو اپنے دونوں بازوؤں سے اُڑتے ہیں مگر تمہارے ہی طرح کی اُمتیں (مخلوق) ہیں۔''

دوسری جگہ ارشاد باری ہے:

وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ. (التکویر:۵)

''اور جب جانوروں کو جمع کیا جائے گا۔''

حشر کے معانی جمع کرنے کے ہیں۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (قیامت کے دن) لوگوں کو تین طریقے پر جمع کیا جائے گا کچھ تو رغبت کرنے والے ہوں گے' کچھ خوفزدہ ہوں گے اور ایک اونٹ پہ دو دو کر کے یا تین تین کر کے یا دس دس کر کے سوار ہوں گے اور بقیہ لوگوں کو جہنم میں جمع کیا جائے گا جہاں وہ لیٹیں گے وہیں وہ آگ لیٹے گی اور جہاں وہ رات گزاریں گے وہیں وہ بھی رات گزارے گی اور جہاں وہ صبح کریں گے وہیں وہ بھی صبح کرے گی اور جہاں وہ شام کریں گے وہیں وہ بھی شام کرے گی۔''

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اونٹوں کا حشر لوگوں کے ساتھ ہوگا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مخلوق میں بعض کا بعض سے قصاص لیا جائے گا حتیٰ کہ بے سینگ کے جانوروں کا اس کے مثل سینگ والے سے اور ذروں و چیونٹیوں کا اسی طرح ذروں و چیونٹیوں سے اور جب چوپائے اور چیونٹیاں (بالمقابل) ہوں گے تو ان سے بھی قصاص لیا جائے گا۔'' (رواہ الامام احمد بسند صحیح)

جب اتنی چھوٹی چیزوں سے بدلہ لیا جائے گا تو جو مخلوق احکام شرع کی مکلف ہوگی اسے کیسے چھوڑ دیا جائے گا۔ اور وہ مخلوق کیسے غافل ہو جائے گی (خدائے پاک سے ہم اپنے اعمال کی برائی اور اپنے نفسوں کے شرور سے سلامتی چاہتے ہیں)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی منقول ہے:

''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن بالیقین تمہیں صاحب حق کو اس کا حق ادا کرنا ہوگا یہاں تک کہ بے سینگ کی بکری کا تاوان سینگ والی بکری سے لیا جائے گا۔''

اسی حدیث میں نیز دوسری احادیث میں بھی یہ الفاظ آئے ہیں کہ:

''جس اونٹ والے نے اونٹوں پر واجب زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں کی تو قیامت کے روز اس کے سامنے اس طرح کا منظر پیش کیا جائے گا کہ ایک چٹیل میدان ہوگا جو اونٹوں کے بلبلانے سے لبریز ہوگا پھر اونٹوں کا یہ گلہ پہلے سے بھی زیادہ بھرپور کر دیا جائے گا تاآنکہ کوئی اونٹ کا بچہ بھی نہ چھوٹنے پائے گا جو اس زکوٰۃ نہ دینے والے مالک کو اپنے پاؤں سے روندرہے ہوں گے اور اپنے دانتوں سے چبا رہے ہوں گے۔''

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''ایسا نہ ہو کہ تم میں سے روز قیامت میں کوئی شخص چوری کی بکری کو اپنے کاندھے پر اُٹھائے ہوئے آئے جو ممیا رہی ہوگی اور پھر مجھ سے طالب شفاعت ہوتے ہوئے مجھے پکارے۔ میرا جواب اس وقت یہ ہوگا کہ ان جرائم کی پاداش کی اطلاع میں تمہیں پہلے ہی دے چکا ہوں اب میں کچھ نہیں کر سکتا۔'' (رواہ البخاری)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''قیامت کے دن انسان و جنات کے علاوہ سبھی چوپائے و جانور چیخ و پکار کر رہے ہوں گے قیامت کی گھبراہٹ کی وجہ سے اور ان جانوروں کی چیخ و پکار اس دن اللہ تعالیٰ کے الہام کی وجہ سے ہوگی۔'' (صحیح حدیث)

چنانچہ اس قسم کی حدیثیں محمول کی جائیں گی ان قوتوں پر جو اللہ تعالیٰ نے جانوروں میں مضرت رسانی سے بچنے کے لیے اور ان منافع کو پہنچانے کے لیے تابع ہونا وغیرہ پیدا فرمائی ہیں۔

خدا کی پیدا کردہ جبلت نہ عقلی ہے اور نہ حسی ہے اور نہ ادراکی طور پر ہے۔ بلکہ اللہ پاک نے ہر چیز میں اس کی طبیعت کے مطابق ایک عادت اور جبلت پیدا فرمادی ہے جس کی منفعت و مضرت کی حقیقت سے وہی واقف ہے۔

مثلاً جب خدائے پاک نے چیونٹی کے اندر اپنی روزی جمع کرنے کی قوت رکھ دی ہے کہ وہ سردیوں کے لیے اپنا انتظام کر لیتی ہے تو چوپاؤں اور مویشیوں کی یہ جبلت ہونا کہ وہ قیامت کے دن اپنے حقوق کے ضائع ہونے پر چیخ و پکار کریں گے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

جو بھی جانوروں کے حالات کی تلاش و جستجو میں رہے گا تو وہ خدا کی اس حکمت کا ضرور مظاہرہ دیکھے گا کہ خدائے پاک نے ان کو عقل تو نہیں دی اس کے بجائے وہ حسی قوت رکھ دی ہے جس سے جانور فوائد اور نقصانات میں امتیاز کر سکتے ہیں اور ان پر اشیاء کی حقیقت کا اس طور پر الہام کر دیا گیا ہے کہ اس قسم کی بات انسانوں میں بھی نہیں پائی جاتی۔ الا یہ کہ انسان باقاعدہ اشیاء کے حقائق کا سراغ لگائے یا باقاعدہ علم حاصل کرے یا وہ دور اندیشی اور باریک بینی سے کام لے۔

مثلاً شہد کی مکھی اپنی روزی کے لیے چھ کونوں کا خزانہ مضبوط قسم کا بناتی ہے یہاں تک کہ اس کو دیکھ کر انجینئر بھی حیران ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح مکڑی اپنے گھر کا جالا مضبوط قسم کا بناتی ہے اور اسی طرح دیمک اپنے گھر کو چوکور لکڑی ہی میں بناتی ہے۔ چنانچہ چوپاؤں اور دیگر جانوروں سے عجیب عجیب قسم کے افعال اور صنعتیں صادر ہوتی ہیں جن کو انسان دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ حالانکہ پروردگار عالم نے ان کو بیان و اظہار سے محروم کر رکھا ہے۔ اگر مشیت ایزدی یہ بھی چاہتی تو ان کے اندر یہ دونوں جوہر بھی ودیعت فرما دیتا جیسے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کے دور میں ایک چیونٹی نے نطق کیا تھا۔

البھیم ایک ہی قسم کا گھوڑا ہوتا ہے اس میں نر اور مادہ دونوں برابر ہوتے ہیں اور بہم کالے رنگ کی ایک بھیڑ ہوتی ہے جس میں سپیدی کا نام و نشان تک نہیں ہوتا۔

رہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث جس میں آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ:

"قیامت کے دن لوگوں کو صاف ستھرا اٹھایا جائے گا۔"

اس کے معانی یہ ہیں کہ جو بیماریاں دنیا میں ہوتی ہیں مثلاً سفید داغ، لنگڑا پن، اندھا پن، کانا پن وغیرہ یہ ساری چیزیں حشر کے دن لوگوں میں نہیں ہوں گی بلکہ جو لوگ جنت یا جہنم میں داخل کئے جائیں گے وہ بالکل تندرست و توانا ہوں گے اس لیے کہ انہیں ان دونوں مقامات میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے داخل کیا جائے گا۔

اور بعض احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ قیامت کے دن لوگ ننگے اٹھائے جائیں گے تو یہ حدیث مندرجہ اس حدیث کے معانی کے اعتبار سے مخالف نظر آرہی ہے۔

اور بڑے لوگوں میں مسعر بن کدام کا منظوم کلام یہ ہے ؎

نهارک یا مغرور سهو و غفلة　　ولیلک نوم والردی لک لازم

"اے مغرور تیرے یہ دن سہو و غفلت ہیں اور تیری یہ رات نیند ہے اور تمہارا فنا ہونا حتمی و لابدی ہے۔"

وتتعب فیما سوف تکره غبه　　کذالک فی الدنیا تعیش البهائم

''توان چیزوں میں سرگرداں و پریشان ہے جسے تو کبھی ناپسند کرے گا۔ دُنیا میں اس طرح تو چوپائے وجانور زندگی گزارتے ہیں۔''

ایک فقہی مسئلہ

امام دمیریؒ کہتے ہیں کہ اصحاب شافعیہ کا چوپاؤں کی شرمگاہ کو چھونے کے بارے میں کہ آیا اس سے وضوٹوٹ جائے گا یا نہیں اختلاف ہے۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ وضوٹوٹ جائے گا اس لیے کہ مس فرج کے بارے میں جو آیت ہے وہاں عام ذکر کیا گیا ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ وضونہیں ٹوٹے گا۔ اس لیے کہ صراحتاً کوئی حرمت وارد نہیں ہوئی ہے اور نہ کوئی حکم آیا ہے اور چوپاؤں کے پچھلا حصہ چھونے سے بھی حتمی طور پر وضونہیں ٹوٹے گا۔

امام دارمی کہتے ہیں کہ چوپاؤں اور پرندوں کی فرج میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

امثال

اہل عرب کہتے ہیں:

ماالانسان لو لا الانسان الاصورة ممثلة. کیا ہے انسان؟ تو صرف ایک ممثل صورت ہے۔

ماالانسان لو لا الانسان الا بهيمة مهملة. کیا ہے انسان؟ تو صرف ایک بے کار سا حیوان ہے۔

یہ مثل اس شخص کے لیے بولتے ہیں جو گفتگو کرنے پر قادر ہو۔

بوم[1] وبومة

بوم الوکو کہتے ہیں۔ یہ ایک پرندہ ہے جس کا اطلاق نر اور مادہ دونوں پر ہوتا ہے اور بعض عرب الوکو صدی اور فیاد بھی کہتے ہیں۔ لیکن یہ دونوں نام صرف نر کے لیے مخصوص ہیں اس کی کنیتیں ام الخراب' ام الصبیان وغیرہ ہیں۔ اسی طرح اس پرندہ کو غراب اللیل (رات کا کوا) بھی کہتے ہیں۔

جاحظ کہتے ہیں کہ الو چند قسم کا ہوتا ہے۔ چنانچہ ہامتہ' صدی' ضوع' خفاش' غراب اللیل بومتہ وغیرہ۔ اسی پرندے کی قسموں کے نام ہیں بلکہ یہ سارے نام ان پرندوں کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں جو رات میں اپنے گھونسلوں سے نکلتے ہیں اور رات میں نکلنے والے یہ پرندے چوہوں' چھپکلی' گوریا' چڑا' عصفور اور چھوٹے چھوٹے جانوروں کا شکار کرتے ہیں اور بعض پرندے مچھر کھاتے ہیں۔

الو کی عادات

الو کی عادت یہ ہے کہ یہ ہر پرندے کے گھونسلے میں گھس کر اس کو نکال کر اس کے بچوں کو یا انڈوں کو کھاتا ہے۔ الو رات میں بھرپور

---

[1] ہندوستان میں الو کی کئی اقسام ہیں۔ ایک جثہ (بدن) میں سب سے بڑا ہوتا ہے اس کو الو کہتے ہیں (فارسی میں بوق کہتے ہیں) دوسری قسم جو اوسط بدن کا ہوتا ہے اور بالکل سیاہ رنگ کا ہوتا ہے اس کو چغد (ہندی میں چیلہ) کہتے ہیں اور سب سے چھوٹی قسم جو قمری پرندے کے بقدر ہوتا ہے اس کو بچہ یا پیلاق کہتے ہیں۔

حملہ کرتا ہے۔ چنانچہ کوئی پرندہ اس کے حملہ کو روکنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ یہ رات [1] بھر نہیں سوتا۔ الو کو جب دوسرے پرندے دن میں دیکھ لیتے ہیں تو اس کو مار ڈالتے ہیں۔ دشمنی کی وجہ سے اس کے پروں کو نوچ ڈالتے ہیں۔ غالباً شکاری حضرات اسی لیے الو کو اپنے جالوں میں رکھتے ہیں تا کہ پرندے دیکھ کر جمع ہو جائیں اور جال میں پھنس جائیں۔

مسعودی امام جاحظ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ دن میں الو اس لیے نہیں نکلتا کہ اس کی آنکھیں خوبصورت معلوم ہوتی ہیں کہیں لوگوں کی نظریں نہ لگ جائیں۔ اسی لیے الو اپنے آپ کو تمام جانوروں میں سب سے خوب صورت سمجھتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ رات میں ہی نکلتا ہے۔

اہل عرب کا یہ باطل عقیدہ تھا کہ جب انسان مرجاتا ہے یا قتل کر دیا جاتا ہے تو مرنے والے کی روح ایک پرندہ کی شکل میں اس کی قبر پر اپنے جسم سے وحشت محسوس کرتے ہوئے چیختی رہتی ہے اور جس پرندہ کا اہل عرب کے عقیدہ میں ذکر ہوا ہے۔ وہ بوم (الو) ہی ہے جسے صدی کہتے ہیں۔ چنانچہ توبتہ حمیری جو عرب کا مشہور عاشق مزاج ہے کہتا ہے ۔

ولو ان ليلى الا خيلية سلمت — علي ودوني جندل و صفائح

''اور جب کہ لیلیٰ نے مجھے سلام کیا حالانکہ میرے اور اس کے درمیان بڑی چٹان اور عظیم پتھر حائل تھا۔''

سلمت تسليم البشاشة اوزقا — اليها صدى من جانب القبر صائح

''تو اس کی طرف قریب ہوتے ہوئے میں نے بھی بخوشی سلام کیا حالانکہ الو قبر کی طرف سے چیخ رہا تھا۔''

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ توبتہ حمیری کسی قبر کے قریب سے اونٹنی پر سوار ہو کر گزر رہا تھا کیا دیکھتا ہے کہ قبر سے الو جیسی کوئی شے اُڑ کر نکلی۔ چنانچہ اس کی اونٹنی بدک گئی تو یہ اونٹنی سے گر کر مرا اور وہیں پر کسی جگہ اسے دفن کر دیا گیا۔

الو کئی قسم کا ہوتا ہے۔ ہر الو تنہائی پسند ہوتا ہے۔ یہ فطرۃً کوؤں کا دشمن ہوتا ہے۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ شاہ کسریٰ نے اپنے کسی عامل کو یہ حکم دیا کہ تم مجھے سب سے بدصورت اور برا پرندہ شکار کر کے دو۔ پھر اسے سب سے خراب ایندھن میں بھونو۔ اس کے بعد اسے سب سے زیادہ شری آدمی کو کھلا دو۔ چنانچہ اس نے الو کا شکار کر کے دفلی کی لکڑی میں بھونا۔ اس کے بعد ٹیکس وصدقات وصول کرنے والے کو کھلا دیا۔ (تاریخ ابن نجار)

ابو بکر طرطوشی کہتے ہیں کہ ایک رات عبد الملک بن مروان کو نیند نہیں آرہی تھی۔ چنانچہ عبد الملک نے ایک قصہ گو کو بلایا۔ اس کے بیان کردہ قصوں میں ایک قصہ یہ تھا۔ عالی جناب امیر المؤمنین مقام موصل کا ایک الو تھا اور ایک دوسرا الو بصرہ میں رہتا تھا۔ موصل کے الو نے اپنے لڑکے کی شادی کا پیغام بصرہ کے الو کی لڑکی کے لیے بھیجا۔ بصرہ کے الو نے کہا میں ایک شرط کے ساتھ اپنی لڑکی سے شادی کر سکتا ہوں وہ یہ کہ تم میری لڑکی کے مہر میں مجھے سو بیگھہ ویران جگہ دو۔ موصل کے الو نے کہا کہ فی الحال تو میں اس پر قادر نہیں ہوں۔ لیکن اگر موجودہ امیر اپنی تباہ کاریوں کے ساتھ ایک سال مزید امیر رہے تو یہ شرط پوری کی جا سکے گی۔ بس یہ واقعہ سنتے ہی عبد الملک کی آنکھیں کھل گئیں اور چوکنا ہو گیا۔ پھر اس کے بعد (یعنی اس قصہ کو سننے کے بعد) روزانہ دیوان میں بیٹھ کر لوگوں کی زیادتیوں پر غور کرتا اور ان کو دور کرنے کی

---

[1] بعض حکماء کا کہنا ہے کہ الو دن میں بینائی کی کمزوری کی وجہ سے نہیں نکلتا کیونکہ سورج کی روشنی کی وجہ سے اس کی بینائی کم ہو جاتی ہے یا بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ یا سورج کی روشنی کی وجہ سے اس کو نظر نہیں آتا۔ البتہ جب سورج ڈوب جاتا ہے اور رات کی سیاہی پھیل جاتی ہے تب اس کو نظر آنے لگتا ہے اور وہ اپنی جگہ سے نکل کر اپنی خوراک کی تلاش میں سرگرداں ہو جاتا ہے۔

کوشش کرتا اور گورنروں پر نظر رکھتا۔ (سراج الملوک)

امام دمیریؒ کہتے ہیں کہ میں نے بعض اکابر کے مجموعوں میں دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ مامون الرشید نے اپنے محل سے جھانکا' کیا دیکھتا ہے کہ ایک آدمی کھڑا ہوا ہے۔ اس کے ہاتھ میں کوئلہ ہے اور وہ محل کی دیوار پر لکھ رہا ہے یہ دیکھ کر مامون الرشید نے ایک نوکر سے کہا دیکھو اس آدمی کے پاس جاؤ وہ کیا لکھ رہا ہے اور اسے پکڑ کر لے آؤ۔ یہ سنتے ہی نوکر اس آدمی کے پاس گیا اور جو اس نے لکھا تھا غور سے اسے پڑھا اور پھر اس کو پکڑ لیا۔ وہ یہ اشعار لکھ رہا تھا ۔

یاقصر جمع فیه الشوم واللوم ۔۔۔ متی یعششس فی ارکانک البوم

''اے محل جب الو اس کے گوشوں میں گھونسلہ بنانے لگے تو اس میں ہر طرح کی قبیح و قابل ملامت اشیاء جمع ہو گئیں۔''

یوم یعشش البوم فیک من فرحی ۔۔۔ اکون اول ماینعیک مرغوم

''جب الو تمہارے اندر خوشی اپنا گھونسلہ بنائیں گے تو میں سب سے پہلا وہ شخص ہوں گا جو ناپسندیدگی کے ساتھ تمہارے اوپر ماتم کرے گا۔''

نوکر نے اس کے پاس جاتے ہی یہ کہا کہ چلئے جناب آپ کو امیر المؤمنین یاد فرما رہے ہیں۔ اس آدمی نے کہا میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں مجھے ان کے پاس نہ لے چلو۔ نوکر نے کہا تمہیں تو ضرور چلنا پڑے گا۔ چنانچہ جب وہ امیر المؤمنین کے دربار میں حاضر کیا گیا اور خادم نے جو پڑھا تھا اس سے بھی امیر المؤمنین کو آگاہ کیا۔ یہ سن کر مامون الرشید نے فرمایا تمہارا برا ہو تم یہ کیوں لکھ رہے تھے؟ اس نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین جو آپ کے محل میں مال و دولت' قیمتی جوڑے' کھانے پینے کا سامان' فرنیچر' برتن' ساز و سامان' باندیاں اور نوکر وغیرہ جمع ہیں وہ سب آپ کو معلوم ہے جن کی میں تعریف نہیں کر سکتا وہ میری حیثیت سے بالاتر ہیں۔ آج امیر المؤمنین میں محل کے قریب سے گزر رہا تھا۔ مجھے شدید قسم کی بھوک لگی ہوئی تھی بس میں کھڑے ہو کر سوچنے لگا۔ میرے دل نے یہ کہا کہ میرے سامنے اتنا بلند و بالا محل ہے اور آباد ہے اور مجھے اس محل سے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے۔ اس کے بجائے اگر یہ جگہ ویران ہوتی اور میں یہاں سے گزرتا تو یہاں سے لکڑی وغیرہ ضرور ہوتی جس کو میں فروخت کر کے کچھ کھا بھی سکتا تھا۔ پھر اس نے کہا امیر المؤمنین کیا آپ نے یہ چند اشعار نہیں سنے؟

امیر المؤمنین نے کہا وہ اشعار کون سے ہیں سناؤ۔ چنانچہ اس نے سنائے ۔

اذا لم یکن للمرء فی دولة امرئی ۔۔۔ نصیب ولا حظ تمنی زوالها

''جس کسی شخص کے لیے کسی ملک میں کوئی حصہ نہ ہو اور نہ کچھ دولت کہ جس کے ختم ہونے کی تمنا کی جائے۔''

وما ذالک من بغض لها غیر انه ۔۔۔ یرجی سواها فهو یهوی انتقالها

''اور جب کہ وہ یہ تمنا اس کے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے نہیں بلکہ مزید توقع رکھنے کی وجہ سے کرتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اسے منتقل کر دے۔''

یہ سن کر مامون الرشید نے فرمایا نوکر! تم انہیں ایک ہزار اشرفیاں دے دو۔ اس کے بعد امیر المؤمنین نے فرمایا کہ سنو اتنی رقم تمہیں ہر سال ملا کرے گی بشرطیکہ ہمارا محل اسی طرح آباد رہا۔

اسی مفہوم کے چند اشعار یہ ہیں ۔

اذا کنت فی امرفکن فیه محسنا ۔۔۔ فعما قلیل انت ماض و تارکه

''جب تو کوئی معاملہ کرتا ہے تو تو اس میں محسن ومخلص رہ' کیونکہ بہت سی چھوٹی چیزیں تم چھوڑتے ہوئے گزر جاتے ہو۔''

فکم دحت الایام ارباب دولة وقد ملکوا اضعاف ما انت مالکه

''بہت سے اصحاب اقتدار کے زمانے بدل گئے حالانکہ تم جتنے کے مالک ہو اس سے کہیں زیادہ پہ ان کی حکومت تھی۔''

الو کا شرعی حکم

الو اور اس کی تمام قسموں کا گوشت حرام ہے۔

امام رافعی کہتے ہیں کہ ابوالعاصم عبادی لکھتے ہیں کہ الو گدھ کی طرح حرام ہے اور ضوع (نر الو یا رات میں اُڑنے والا پرندہ) کا بھی یہی حکم ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک ایک قول کے مطابق الو کا گوشت جائز ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضوع نامی پرندہ الو کے علاوہ کوئی پرندہ ہے۔ لیکن صحاح وغیرہ میں موجود ہے کہ ضوع رات میں اُڑنے والا پرندہ ہام کے قبیل سے ہے (اور ہام چھوٹی قسم کا الو ہوتا ہے۔)۔

مفضل کہتے ہیں کہ ضوع نر الو کو کہتے ہیں۔ چنانچہ جو حکم ضوع کا ہوگا وہی بوم (الو) کا بھی ہوگا۔ اس لیے کہ نر اور مادہ کا حکم الگ نہیں ہوتا۔ اھ

اور روضہ میں مذکور ہے کہ ضوع پرندہ ہام کے قبیل سے ہے۔ چنانچہ اسے حرام قرار دیا جائے گا۔

فائدہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ بن علیؓ بن ابی طالب کہتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی کے کوئی بچہ پیدا ہوا۔ اس کے بعد اس نے بچے کے دائیں کان میں اذان کہی اور بائیں کان میں تکبیر اقامت پڑھی تو اس بچے کا ام الصبیان[1] نقصان نہیں دے سکتا۔'' (رواہ ابن سنی)

اس حدیث پر سیدنا عمر بن عبدالعزیز پابندی سے عمل کرتے تھے۔ ام الصبیان کسے کہتے ہیں اس میں اختلاف ہے' بعض لوگ اسے الو کہتے ہیں اور بعض اس مرض کو جن کے اثرات کہتے ہیں۔

الو کے طبی خواص

الو کو اگر ذبح کر دیا جائے تو اس کی ایک آنکھ کھلی رہتی ہے اور ایک آنکھ بند ہو جاتی ہے۔ کھلی ہوئی آنکھ کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اسے انگوٹھی کے نگ کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پہننے والا جب تک نہ اُتار دے برابر جاگتا رہے گا۔ اور دوسری آنکھ کی خصوصیت اس کے برعکس ہے۔

طبری کہتے ہیں کہ اگر دونوں آنکھیں مل جائیں اور دونوں میں یہ معلوم کرنا ہو کہ کھلی ہوئی کون سی تھی اور بند کون سی تھی تو ان دونوں آنکھوں کو پانی میں ڈال دو جو آنکھ پانی کے اوپر آجائے وہ تو کھلی ہوئی ہوگی اور جو نیچے ڈوب جائے وہ بند آنکھ ہوگی۔

ہرمس لکھتے ہیں کہ اگر کسی الو کا دل سونے کی حالت میں کسی عورت کے بائیں ہاتھ پر رکھ دیا جائے تو اس عورت نے دن میں جو کام کیے ہوں گے وہ بتا دے گی۔

الو کے پتہ کو بطور سرمہ استعمال کرنا آنکھ کی بینائی کے لیے مفید ہے۔ کسی بڑے قسم کے الو کے دل کو بھیڑیے کی کھال میں لپیٹ کر

---

[1] ام الصبیان: سوکھا' سوکڑا۔

کلائی میں باندھ لیا جائے تو باندھنے والا کیڑے مکوڑوں اور ڈاکوؤں سے محفوظ رہے گا اور کسی آدمی سے بھی اس کو خوف محسوس نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی الو کی چربی پگلا کر بطور سرمہ آنکھ میں لگائے تو رات میں جہاں کہیں بھی وہ جائے گا تمام چیزیں روشن نظر آئیں گی۔

الو کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ دو انڈے دیتا ہے ایک انڈے سے تولید ہوتی ہے اور دوسرے سے نہیں ہوتی۔ اگر دونوں میں یہ معلوم کرنا ہو کہ تولید کس انڈے میں ہوگی تو کسی انڈے میں تنکا ڈال کر آزمائے جس انڈے سے تولید ہوگی اس میں پر نظر آنے لگیں گے۔

الو کے گوشت کو کھانے سے آدمی بے وقوف اور احمق ہو جاتا ہے۔ اگر کسی کو سلس البول (گھڑی گھڑی پیشاب آنا) کی بیماری ہو تو وہ الو کے پتہ کو جھاؤ کی لکڑی کی راکھ اور شہد کے ساتھ ملا کر پئے ان شاء اللہ فائدہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی بچہ رات میں بستر پر پیشاب کرے تو اس کو بھی یہ دوا کھلائیں اس کے لیے نافع ہوگی۔ اگر کسی کو لقوہ ہو گیا ہو تو الو کو ذبح کر کے فوراً اس کا دل لقوہ شدہ جگہ پر لگانا بے حد فائدہ مند ہے۔ اور الو کے خون کو کسی تیل میں ملا کر اگر سر میں لگائیں تو تمام جوئیں مر جائیں گی۔

تعبیر

خواب میں الو فریب کار ڈاکو کی شکل میں آتا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ الو خواب میں ایک ایسے بارُعب بادشاہ کی شکل میں آتا ہے جو اپنے رُعب اور ہیبت سے رعایا کے زخرے کو شق کر دے گا۔

نیز کبھی الو خواب میں بہادر اور نڈر ہونے کی اطلاع دیتا ہے۔ اس لیے کہ الو رات میں اُڑنے والے پرندوں میں سے ہے۔

بُوْہ

بوہ: یہ ایک الو کے مانند پرندہ ہوتا ہے لیکن الو سے چھوٹا ہوتا ہے۔ مادہ کے لیے بوھة استعمال کرتے ہیں اور کبھی کبھی لفظ بوھة بے وقوف اور احمق آدمی کو کہتے ہیں۔ چنانچہ امراء القیس کہتا ہے ؎

ایا ھندہ لا تنکحی بوھة علیه عقیقة احسبا

''اے ہندہ تو بے وقوفوں سے نکاح مت کر کیونکہ اس پر احسب انسان کا عقیقہ باقی ہے۔''

احسب اس آدمی کو کہتے ہیں جس کے بال گہرے سرخ زرد ہوں۔ گویا امراؤ القیس نے احسب آدمی کو ملامت اور لالچی گردانا ہے اور یہ کہنا چاہتا ہے کہ اس آدمی کا بچپن سے اب تک عقیقہ نہیں ہوا ہے جس کی وجہ سے اس کے بال سرخ زرد معلوم ہوتے ہیں۔

بعض اہل علم یہ کہتے ہیں کہ احسب بے وقوف اور کمزور آدمی کو کہتے ہیں اور بومۃ اس کو کہتے ہیں جس کو ہوا نے اُڑا دیا ہو۔

اور بوہ نر الو کو کہتے ہیں۔ بعض لغویین کہتے ہیں کہ بڑے قسم کا بوہ الو ہی کی قسم سے ہوتا ہے۔ چنانچہ رویہ بڑھاپے کو یاد کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

کالبوہ تحت الظلمة المرشوش.

''گھٹا ٹوپ تاریکی کے اندر بوہ (الو) کی طرح۔''

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ احسب اس آدمی کو کہتے ہیں جس کا جسم بیماری کی وجہ سے سپید ہو گیا ہو اور اس کے بال بھی بیماری سے متاثر ہو کر سرخ اور سپید ہو گئے ہوں۔ خاص طور پر یہ بات اونٹوں اور انسانوں میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اور بعض حضرات نے احسب کے معانی ''ابرص'' لکھے ہیں یعنی جس کو برص کی بیماری ہو۔

بوہ پرندہ کا شرعی حکم اور خواب میں تعبیر وہی ہیں جو الوکی بیان کی گئی ہیں۔

بوقیر

امام قزوینی لکھتے ہیں کہ بوقیر ایک سفید قسم کا پرندہ ہوتا ہے جو ہر سال مقررہ ایام میں جھنڈ کے جھنڈ کوہ طیر پر آتے ہیں۔ کوہ طیر مصر کے بالائی علاقہ میں انصنا شہر کے قریب واقع ہے۔ یہ شہر ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم کی ماں) کی جانب منسوب ہے۔ چنانچہ پرندے اس پہاڑ پر آ کر لٹک جاتے ہیں۔ اس پہاڑ میں ایک روشن دان ہے جس میں تمام پرندے سر کو داخل کر کے نکالتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد وہ دریائے نیل میں گر جاتے ہیں اور پھر دریائے نیل سے نکل کر جہاں سے آتے ہیں وہیں واپس چلے جاتے ہیں۔

اور کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب وہ روشن دان میں گھس جاتے ہیں تو انہیں کوئی چیز پکڑ لیتی ہے۔ آخر کار وہ پھڑ پھڑا کر مر جاتے ہیں۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد نیچے گر جاتے ہیں۔ جب ان میں کوئی پرندہ لٹک جاتا ہے تو باقی پرندے ٹھہرے رہتے ہیں۔

قزوینی کہتے ہیں کہ اس پہاڑ پر جتنے اس سال ان پرندوں کے جھنڈ آتے تھے اتنے کبھی نہیں آئے۔ امام اصولی کہتے ہیں کہ میں نے اس علاقہ کے معتبر لوگوں سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ جس سال شادابی ہوتی ہے اس سال یہ روشن دان صرف دو پرندوں کو پکڑتا ہے اور اگر کسی سال متوسط شادابی رہتی ہے تو صرف ایک پرندہ کو پکڑتا ہے اور اگر کوئی سال قحط زدہ ہوتا ہے تو وہ روشن دان کسی بھی پرندہ کو نہیں پکڑتا۔

بینیب

بینیب فیعیل کے وزن پر ہے۔ یہ ایک قسم کی سمندری مچھلی ہوتی ہے۔ ماہرین سمندر اسے خوب جانتے ہیں۔

بیاح

بیاح ایک قسم کی مچھلی ہوتی ہے۔ امام جوہری کہتے ہیں کبھی کبھی باء میں زبر اور تشدید بھی پڑھتے ہیں۔

ابو براقش

ابو براقش، عصفور اور گوریا کے مانند ایک پرندہ ہوتا ہے جو مختلف رنگوں میں دکھائی دیتا ہے۔ جیسے شاعر کہتا ہے ؎

کابی براقش کل یوم لونہ یتخیل

''ابو براقش کی طرح اس کا رنگ ہر روز بدلتا رہتا ہے۔''

اس پرندے کو رنگ برنگی اور متلون مزاجی میں بطور ضرب المثل استعمال کرتے ہیں۔ قزوینی کہتے ہیں کہ اس پرندہ کی آواز بھلی معلوم ہوتی ہے۔ گردن اور پاؤں لمبے چونچ سرخ بالکل سارس کے مانند ہوتی ہے۔ ہر وقت وہ اپنا رنگ بدلتی رہتی ہے۔ کبھی سرخ کبھی نیلے کبھی ہرے اور کبھی زرد رنگ میں دکھائی دیتا ہے۔ قزوینی کہتے ہیں کہ مجھے اس پرندہ کی خصوصیت اور طبی فوائد معلوم نہیں ہو سکے۔

ابو برا

ابو برا ایک قسم کا پرندہ ہوتا ہے جسے سوکل بھی کہتے ہیں۔ تفصیل باب سین میں ان شاء اللہ آ جائے گی۔

ابو بریص

ابو بریص چھپکلی کو کہتے ہیں اس کا دوسرا نام سام ابرص بھی ہے۔ ان شاء اللہ اس کی تفصیل باب سین اور باب سام ابرص اور وزغ کے عنوان میں آجائے گی۔

باب التاء

تالب

پہاڑی بکرا۔ ابن سیدہ لکھتے ہیں کہ تالب پہاڑی بکرے اور تالبۃ پہاڑی بکری کو کہتے ہیں۔ ان شاء اللہ تفصیل باب واؤ و فی لفظا لو علی کے عنوان میں آجائے گی۔

تبیع

بچھڑیا۔ تبیع گائے کے پہلے سال کے بچے کو کہتے ہیں۔ نیز کبھی کبھی اس گائے کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں جس کے ساتھ ساتھ اس کا بچہ بھی چلتا ہو۔ مادہ بچہ کے لیے تبیعۃ استعمال کرتے ہیں اس کی جمع تباع وتبائع جیسے افیل (اونٹ کا بچہ) کی جمع افائل وغیرہ آتی ہے۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن روانہ فرمایا اور ہمیں حکم دیا کہ ہر چالیس گائے میں ایک گائے اور ہر تیس گایوں پر ایک مسنۃ (دو سال کا بچہ خواہ نر ہو یا مادہ) زکوٰۃ میں لیں۔'' (الموطا' والترمذی' وابوداؤد' والنسائی' وآخرون)

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے لیکن یہ روایت مرسل ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

مسنۃ: وہ بچہ جو ماں کے ساتھ ساتھ چلتا ہو اگرچہ وہ ایک سال سے کمتر کیوں نہ ہو۔

امام رافعی کہتے ہیں کہ بعض حضرات نے چھ سال کے بچے کے لیے تبیعۃ اور جو ایک سال کا ہو گیا ہو مسنۃ کا اطلاق کیا ہے لیکن یہ غلط ہے۔ یہ کسی کا مذہب نہیں ہے۔

تبشر

زرد پرندوں کا پرندہ۔ ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ تبشر میں پہلے تاء پھر باء اور شین ہے۔

اور بعض نے تاء کی جگہ فائے مضموم بائے مفتوح اور شین مشدد پڑھا ہے۔ (ادب الکاتب)

تبشر صفار یہ پرندے کو کہتے ہیں اس میں تاء زائد ہے۔ان شاء اللہ اس کی تفصیل باب صاد میں آجائے گی۔

تثفل

تثفل بھیڑیئے کے بچے کو کہتے ہیں۔تاء پر پیش اور ثاء میں سکون ہے۔تخفذ کے وزن پر ہے۔بعض نے تاء کو زائد قرار دیا ہے۔

تدرج

تیتر کے مانند ایک پرندہ ہے۔بفتحہ تائے مثناۃ فوقانیہ ودال وسکون رائے مہملتین وجیم۔ہندی میں لوا کہتے ہیں۔تدرج حسبریل کے وزن پر ہے۔یہ تیتر کے مانند ایک پرندہ ہوتا ہے۔جو باغات میں مختلف دل کش آواز کے ساتھ چہچہاتا ہے۔یہ پرندہ بادشمالی چلنے اور آب وہوا کی صفائی اور ستھرائی کی وجہ سے فربہ ہو جاتا ہے۔بادجنوبی اور آب وہوا کے گدلا ہونے کی وجہ سے دبلا ہو جاتا ہے۔یہ نرم مٹی کی جگہوں میں گھونسلہ بنا کر وہیں انڈے دیتا ہے تاکہ اسے پریشانیوں اور بیماریوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

ابن زہر لکھتے ہیں کہ خراسان (فارس) کے علاقہ کا پرکشش پرندہ ہوتا ہے۔

شرعی حکم

صاف ستھرا ہنے کی وجہ سے اس کا گوشت حلال ہے۔بعض حضرات کے قول کے مطابق اگر یہ پرندہ تیتر کے اقسام میں سے ہے تو اس کی تفصیل باب دال دراج کے عنوان میں آجائے گی۔

طبی خواص

اس پرندے کا گوشت تمام پرندوں سے بہتر سمجھا جاتا ہے۔دماغ اور باہ کے لیے مفید ہے۔اگر کسی کو خبل یا وسواس کی شکایت ہو تو اس پرندہ کا پتہ لے کر ناک سے سڑکنا مفید ہے۔اسی طرح اس کے گوشت کو پکا کر تین دن تک کھانا اس کے لیے مفید ہے اس لیے کہ اس کا گوشت گرم ہوتا ہے۔اس کے پر کی راکھ بالوں کو سیاہ کرتی ہے۔اس کے سرگین کا طلاء جھائیوں اور برص کے لیے مفید ہے۔اس کے گوشت کے کباب بنا کر مسلسل کھانا کمزور حافظہ والوں کے لیے مجرب ہے۔

تخش

اس کا تفصیلی تذکرہ باب دال میں آجائے گا۔

تفلق

آبی پرندہ۔تفلق زبرج کے وزن پر ہے یہ آبی پرندوں میں سے ہے۔

تفہ

تفہ بلی کی شکل کا ایک شکاری جانور ہوتا ہے۔بعض لوگ اسے عناق الارض اور غنجل (سیاہ خرگوش) بھی کہہ دیتے ہیں۔یہ جانور درندوں میں سے ہوتا ہے اور چھوٹے کتے کے برابر چیتے کے مانند ہوتا ہے۔بہت مشکل سے اس کا شکار کیا جاتا ہے۔یہ جانور کبھی کبھی انسان پر حملہ کر کے زخمی کر کے چھوڑ دیتا ہے۔چنانچہ پھر وہ گوشت کھا کر چھوڑ دیتا ہے۔

کبھی کبھی یہ سارس یا اس کے مانند پرندوں کا شکار کر کے ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔ ناشی نے اس کے متعلق چند اشعار کہے ہیں ؂

حلوالشمائل فی اجفانه و طف صافی الادیم هضیم الکشح ممسود

''اس کے اچھے اخلاق مشہور ہیں۔ اس کے پیٹ کے نیچے بڑے بڑے بال ہیں۔ صاف جلد اور وہ پتلی کمر اور گھٹے ہوئے بدن کا ہے۔''

فیه من البدر اشباه توافقه منهاله سفح فی وجهه سود

''چودھویں کے چاند سے اسے مشابہت ہے جو اس سے ملتے جلتے ہیں اس کے سر کے بال صاف اور چہرے پہ سیاہی ہے۔''

کوحه ذاوجه هذافی تدوره کانه منه فی الاجفان معدود

''اس کا چہرہ چاند کے مانند گولائی لئے ہوئے ہے گویا کہ وہ پلکوں ہی میں آیا ہوا ہے۔''

له من اللیث ناباه و مخلبه و من غریر الظباء النحر والجید

''اس کے شیر جیسی کینچلیاں ہیں اور پنجے ہیں اور ہرن کی طرح صراحی دار گردن ہے۔''

اذا رای الصید اخفی شخصه ادبا و قلبه باقتناص الطیر مزود

''شکار اسے جب دیکھتا ہے تو ادب سے دم دبا لیتا ہے۔ اس کا دل پرندوں کو شکار کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے۔''

شرعی حکم

اس کا گوشت کھانا حرام ہے اس لیے کہ حدیث پاک میں ہے کہ ہر کوچلی کے دانت و چنگل رکھنے والے درندوں کو کھانے سے منع کیا گیا ہے۔

بعض اصحاب شوافع کا کہنا ہے کہ تفہ خشکی میں رہنے والی بلی کو کہتے ہیں جو لومڑی کے برابر گھریلو بلی کی طرح ہوتی ہے۔ لیکن اس جانور کے شرعی حکم کے بارے میں دونوں صورتیں جائز اور ناجائز کی ہوسکتی ہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ اس کا گوشت حرام ہے۔ اس لیے کہ یہ چوہوں کو کھاتی ہے۔

امثال

اہل عرب کہتے ہیں هو اغنی من التفه' عن الرفه. وہ اتنا بے نیاز ہے جیسا کہ سیاہ خرگوش بھوسہ سے بے نیاز ہوتا ہے۔ رفہ خشک گھاس کو کہتے ہیں۔ ان دونوں لفظوں کی اصل رفہتہ وتفہتہ ہے۔

حمزہ لکھتے ہیں کہ ان دونوں کی جمع تفات ورفات آتی ہے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے ؂

غنینا عن حدیثکم قدیما کما غنی التفات عن الرفات

''ہم تمہاری پرانی باتوں سے اسی طرح بے نیاز و بے پرواہ ہیں جس طرح سیاہ گوش بھوسے سے۔''

اہل عرب یہ جملہ بھی کہتے ہیں استغنت التفه عن الرفه (سیاہ گوش بھوسہ سے بے نیاز ہے) اس لیے کہ تفہ (سیاہ گوش) کی غذا بھوسہ نہیں ہے بلکہ یہ گوشت کھاتا ہے۔ اسی لئے گھاس پھوس سے بے نیاز رہتا ہے۔ البتہ ان دونوں الفاظ تفہ اور رفہ میں فائے مخفف

پڑھی جائے گی۔ لیکن استاذ ابو بکر کہتے ہیں کہ ان دونوں میں فائے مشدد پڑھیں گے۔ چنانچہ امام جوہری نے ان دونوں لفظوں کا ذکر باب ہاء میں کیا ہے۔ جامع وغیرہ میں یہی مذکور ہے لیکن مزید یہ بھی تحریر ہے کہ ان دونوں کو آہستہ سے پڑھا جائے گا۔

لیکن امام زہری نے رفتہ کو باب رفت کسر اور شکست کی معانی میں لیا ہے۔

تغلب ابن الاعرابی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رفتہ بھوسہ کے معانی میں ہے۔ چنانچہ ضرب المثل کے طور پر کہتے ہیں **هو اغنى من التفه عن الرفه** (وہ اتنا بے نیاز ہے جیسا کہ سیاہ گوش بھوسہ سے بے نیاز ہوتا ہے)۔

ازہری کہتے ہیں کہ تفہ ہا کے ساتھ اور رفتہ تاء کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ میدانی کے قول کے مطابق یہ صحیح ہے اس لیے کہ بھوسہ ریزہ ریزہ ہوتا ہے۔

تم

تم۔ یہ مرغابی کے مانند ایک پرندہ ہوتا ہے جس کی چونچ لمبی اور گردن مرغابی سے زیادہ لمبی ہوتی ہے۔ اس کا گوشت حلال ہے اس لئے کہ یہ پاک وصاف پرندہ ہوتا ہے۔

تمساح

مگر مچھ۔ تمساح مشہور جانور ہے اور کبھی کبھی جھوٹے آدمی کو بھی کہتے ہیں۔ بکسر اول وسکون میم وفتحہ سین مہملہ والف وسکون حاء مہملہ۔ فارسی میں نہنگ اور ہندی میں مگر مچھ کہتے ہیں۔

قزوینی کہتے ہیں کہ یہ جانور گوہ کے مانند اور آبی جانوروں میں سب سے زیادہ عجیب وغریب ہوتا ہے۔ منہ بڑا او پر والے جبڑے میں ساٹھ کچلی کے دانت اور نیچے والے جبڑے میں چالیس کچلی کے دانت اور دو کچلی کے دانت وسط میں ایک چوکور چھوٹا سا دانت ہوتا ہے جسے وہ منہ بند کرتے وقت ایک دوسرے سے ملا لیتا ہے۔

مگر مچھ کی زبان لمبی اور کچھوے جیسی پشت ہوتی ہے جس میں لوہا بھی اثر انداز نہیں ہوتا۔ اس جانور کے چار پاؤں اور لمبی دم ہوتی ہے۔ یہ جانور خاص طور پر مصر کے دریائے نیل میں پایا جاتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بحر سندھ میں بھی پایا جاتا ہے۔ پانی میں اس کی گرفت مضبوط ہوتی ہے۔ اسے صرف بغل میں مار کر ہلاک کیا جا سکتا ہے۔

یہ پانی میں بڑا ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ دس گز لمبا اور دو گز یا دو سے زیادہ چوڑا ہو جاتا ہے۔ یہ جانور گھوڑے کو بھی شکار بنا لیتا ہے۔

مگر مچھ جب جفتی کرنا چاہتا ہے تو نر اور مادہ دونوں خشکی کی طرف چلے جاتے ہیں مادہ چت ہو کر لیٹ جاتی ہے۔ پھر دونوں مل جاتے ہیں۔ نر جب فارغ ہو جاتا ہے تو مادہ کو الٹ دیتا ہے اس لئے کہ مادہ چت لیٹنے کے بعد ہاتھ پاؤں کے چھوٹے اور بدن کے خشک اور چکنا ہونے کی وجہ سے سیدھی ہونے پر قادر نہیں ہوتی۔ نر مادہ کو اگر اسی حالت میں چھوڑ کر چلا جاتا ہے تو مادہ اسی حالت میں رہتی ہے۔ کچھ دنوں کے بعد سیدھی ہو کر خشکی میں انڈے دیتی ہے۔ چنانچہ اس کے جو انڈے پانی میں پہنچ جاتے ہیں تو وہ مگر مچھ بن جاتے ہیں اور جو خشکی میں رہ جاتے ہیں وہ اسقنقور[1] (ماہی ریگ) بن جاتا ہے۔

---

[1] یہ ایک قسم کا دریائی جانور ہے جو گرم ممالک میں ہوتا ہے اور گرگٹ سے بڑا اور موٹا ہوتا ہے اور دم چھوٹی ہوتی ہے۔ ۱۲ مصباح اللغات

مگر مچھ کی خصوصیات

مگر مچھ کی خصوصیات یہ ہے کہ اس کے پاخانہ کا مقام نہیں ہوتا۔ جب شکم سیر ہو جاتا ہے تو خشکی میں آ کر منہ کھول دیتا ہے۔ مگر مچھ کی یہ حالت دیکھ کر قطقاط پرندہ اس کے قریب آ جاتا ہے۔ چنانچہ مگر مچھ منہ سے نکال کر قطقاط کے منہ میں ڈال دیتا ہے۔

قطقاط سیاہ رنگ پر سفید نقطے یا سفید پر سیاہ داغوں والا چھوٹا سا پرندہ ہوتا ہے جو رزق کی تلاش میں اُڑتا رہتا ہے۔ چنانچہ وہ پرندہ مگر مچھ کے پاس آ کر اپنی غذا حاصل کر لیتا ہے اور مگر مچھ کے لیے باعث سکون ثابت ہوتا ہے۔ نیز اس پرندے کے سر میں کانٹا ہوتا ہے جس وقت مگر مچھ منہ بند کر لیتا ہے تو وہ کانٹے سے ٹھونگیں مارتا رہتا ہے جس کی وجہ سے مگر مچھ منہ کھول دیتا ہے۔ عنقریب اس پرندہ کا تفصیلی ذکر بھی آ جائے گا۔

ماہرین حیوانات نے لکھا ہے کہ مگر مچھ کے ساٹھ کچلی کے دانت اور ۶۰ رگیں ہوتی ہیں۔ ۶۰ ہی مرتبہ جفتی کرتا ہے۔ ۶۰ ہی انڈے دیتا ہے اور ۶۰ ہی سال تک زندہ رہتا ہے۔

ابو حامد اندلسی لکھتے ہیں کہ مگر مچھ کے ۸۰ کچلی کے دانت ہوتے ہیں ۴۰ کچلی کے دانت تو اوپر کے جبڑے میں ہوتے ہیں اور ۴۰ نیچے کے جبڑے میں ہوتے ہیں اور یہ ہمیشہ جبڑوں کو گھماتا رہتا ہے۔ اس کی ہڈی سینے تک رہتی ہے۔ مگر مچھ کے پاخانہ کا مقام نہیں ہوتا ہاں البتہ شرمگاہ ہوتی ہے جس سے وہ گندگی نکال دیتا ہے۔ مگر مچھ آبی درندوں میں سب سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔

یہ جانور سردیوں میں چار ماہ تک پانی کے اندر زمین میں چھپا رہتا ہے۔ سمندری کتا مگر مچھ کا چونکہ دشمن ہوتا ہے اس لئے جب مگر مچھ سوتا ہے تو وہ منہ کھول کر سوتا ہے۔ چنانچہ سمندری کتا مٹی کے اندر گھس کر غائب ہو جاتا ہے۔ پھر موقع پا کر مگر مچھ کے منہ میں گھس جاتا ہے اور انتڑیوں کو کھا جاتا ہے۔ جب تک سمندری کتا مگر مچھ کو مار نہیں دیتا اس وقت تک باہر نہیں نکلتا۔ مگر مچھ کی یہی درگت نیولا بھی کرتا ہے۔

مگر مچھ کا شرعی حکم

مگر مچھ چونکہ کچلی کے دانتوں سے توانائی حاصل کرتا ہے۔ اس علت کی وجہ سے بعض جماعت کے لوگوں نے اس کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے۔

شیخ محب الدین طبری لکھتے ہیں کہ قرش [1] نامی مچھلی حلال ہے۔ اس کے بعد کہتے ہیں اگر تم یہ کہو کہ قرش مچھلی بھی اپنے کچلی کے دانتوں سے توانائی حاصل کرتی ہے تو پھر اس کا حکم وہی ہوگا جو مگر مچھ کا ہے۔ مگر صحیح یہی ہے کہ مگر مچھ کا گوشت حرام ہے تو بندہ اس کا یہ جواب دیتا ہے کہ ہم اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے کہ دریائی جانوروں میں جو بھی اپنے دانتوں سے توانائی حاصل کرتے ہیں وہ حرام ہیں۔ البتہ مگر مچھ نقصان دہ گندہ اور خبث ہونے کی وجہ سے یقیناً حرام ہے۔

اور شیخ محب الدین کی گفتگو سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مگر مچھ کے گوشت کے حرام ہونے کی علت کچلی کے دانتوں سے طاقت و توانائی حاصل کرنے کی وجہ سے ہے۔ لیکن حرمت کی یہ علت بیان کرنا مناسب نہیں ہے اس لئے کہ دریا میں بہت سے ایسے جانور ہیں جو اپنے کچلی کے دانتوں سے ہی شکار کرتے ہیں جیسے قرش مچھلی وغیرہ۔ حالانکہ قرش مچھلی حلال ہے اور یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ دریائی احکام اور ہوتے ہیں اور خشکی کے احکام اور ہوتے ہیں۔ اھ

---

[1] قرش و قریش ایک قسم کی مچھلی ہوتی ہے جسے کلب البحر بھی کہتے ہیں جو پانی کے اندر جانوروں کو اپنے دانت سے تلوار کی طرح کاٹ دیتی ہے۔ ۱۲ مصباح اللغات

دمیری کہتے ہیں کہ یہ تفصیل مجھے زیادہ واضح معلوم ہوتی ہے۔

ضرب المثل

هو اظلم من تمساح. وہ مگرمچھ سے بھی زیادہ ظالم ہے۔

و کافاہ مکافاۃ التمساح. اس نے مگرمچھ کے بدلہ دینے کی طرح بدلہ دیا۔

مگرمچھ کے طبی خواص

جس کی آنکھ دکھ رہی ہو اس کے لیے مگرمچھ کی آنکھ باندھنا درد کے لیے مفید ہے۔ اگر بائیں آنکھ دکھ رہی ہو تو بائیں آنکھ باندھ کر لٹکائے اور اگر دائیں آنکھ دکھ رہی ہو تو دائیں آنکھ باندھ لے۔ مگرمچھ کی چربی پگھلا کر شمع دان میں کر کے کسی نہر یا دریا میں بتی بنا کر سلگا دیں تو اس نہر کے مینڈک ٹرٹر نہیں کریں گے۔ جس کے کان میں درد ہو رہا ہو اس کی چربی کان میں ڈالنا مفید ہے۔ اگر کوئی بہرہ ہو گیا ہو تو اس کی چربی برابر کان میں ڈالنا مفید ہے۔

جس کی آنکھ میں سفیدی ہو گئی ہو مگرمچھ کا پتہ بطور سرمہ استعمال کرنا سفیدی کو دور کر دیتا ہے۔ مگرمچھ کے دائیں جانب کے کچھ دانت بازو میں باندھنے سے جماع کی قوت میں اضافہ ہوتا ہے اور چربی اس کی روغن گل کے ہمراہ دردسر اور آدھا سیسی کے لیے مفید ہے اور اس کے کلیجہ کا بخور (دھونی دینا) رفع جنون کے لیے مجرب ہے۔

امام قزوینی کہتے ہیں کہ اگر کسی کو کپکپی کی شکایت ہو تو مگرمچھ کے بائیں جانب کا پہلا دانت باندھ کر لٹکا لے تو کپکپی جاتی رہتی ہے اور اگر کسی کو مرگی کی شکایت ہو تو اس کو مگرمچھ کے جگر کی دھونی دینے سے یہ شکایت جاتی رہتی ہے۔

مگرمچھ کی چرم کا ایک ٹکڑا مینڈھے کی پیشانی میں باندھ دینے سے مینڈھا تمام مینڈھوں پر غالب آ جاتا ہے۔ جو پاخانہ مگرمچھ کے پیٹ میں ہوتا ہے اگر اسے بطور سرمہ آنکھ میں لگا لیا جائے تو جو سفیدی آنکھ میں پیدا ہو گئی ہو یا پرانی سے پرانی ہو وہ دور ہو جائے گی۔ مگرمچھ کا پاخانہ مشک کی طرح خوشبودار ہوتا ہے۔ چنانچہ قبطیوں کے نزدیک مشک یہی چیز ہوتی ہے البتہ اس مشک میں تھوڑی سی بو آتی ہے۔

تعبیر

خواب میں مگرمچھ بدترین دشمن کی شکل میں آتا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ مگرمچھ خواب میں جھگڑالو فریبی دھوکے باز ڈاکو کی شکل میں دکھائی دیتا ہے۔ مگرمچھ کا گوشت اور کھال اور ہڈی اور اس کے تمام اجزاء سب کے سب دشمن کا مال ہے۔ اگر کسی نے ان میں سے کسی کو بھی خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ اپنے دشمن سے اسی قدر مال پائے گا۔

تمیلة

حجاز میں بلی کے برابر ایک چھوٹا سا جانور رہتا ہے۔ اس کی جمع تملان آتی ہے جیسے کہ ابن سیدہ نے تصریح کی ہے۔

تنوط

تنوط۔ ایک پرندہ۔ ابن رفعہ لکھتے ہیں کہ تنوط میں تا پر پیش واؤ پر زیر ہے لیکن تائے مشدد مفتوح، نون مفتوح اور واؤ مشدد مضموم بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ (الکفایہ)

بعض اہل علم لکھتے ہیں کہ تنوط ایک پرندہ ہے۔ واؤ پر پیش اور زبر دونوں پڑھ سکتے ہیں۔ امام اصمعی کہتے ہیں کہ تنوط وہ پرندہ ہے جو درختوں سے دھاگا بنا کر اس میں انڈے سیتا ہے۔ اس کا واحد تنوطۃ آتا ہے۔ اس پرندے کی خصوصیت یہ ہے کہ رات میں گھونسلے کے مختلف خانوں میں منتقل ہوتا رہتا ہے۔ خوف کی وجہ سے صبح تک اطمینان سے نہیں بیٹھتا۔ اسی پرندہ کو صفاء بھی کہتے ہیں۔ (تفصیلی بیان ان شاء اللہ باب صاد میں آجائے گا)

شرعی حکم

اس پرندے کا گوشت حلال ہے۔ اس لیے کہ یہ گوریا یا عصفور کی ایک قسم ہے۔

طبی خواص

امام قزوینی لکھتے ہیں کہ تنوط پرندے کو چھری سے ذبح کر کے اس کا خون اس شخص کے لیے مفید ہے جو نشہ میں بدخلق یا سرکش ہو گیا ہو۔ اس کا پتہ سکر (سرکہ) میں پکا کر بچے کو نوش کرانے سے بچہ حسن خلق سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ اگر کسی بچے سے لوگ نفرت کرتے ہوں تو جس وقت چاند بڑھ رہا ہو اس وقت تنوط پرندہ کی ہڈی بچے کے باندھ دیں تو اس بچے سے لوگ پیار کرنے لگتے ہیں۔ (عجائب المخلوقات)

تنین

تنین اژدہا[1] سانپ کو کہتے ہیں۔ اس کی کنیت ابو مرداس آتی ہے۔ بعض لوگوں کے نزدیک مچھلی کی ایک قسم کو بھی تنین کہتے ہیں۔
تنین بکسرہ تا و نون مشدد و سکون یائے تحتانیہ اور نون کے ہے۔

قزوینی کہتے ہیں کہ یہ سانپ کوسج سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ اس کے منہ میں نیزے کے پھل کی طرح مچھلی کے دانت ہوتے ہیں۔ کھجور کی طرح لمبا ہوتا ہے۔ خون کی طرح آنکھیں سرخ' چوڑا منہ' بڑا پیٹ اور چکا چوند آنکھیں ہوتی ہیں۔ یہ بہت سے جانوروں کو نگل جاتا ہے۔ خشکی اور سمندر کے تمام جانور اس سے ڈرتے ہیں۔ جب یہ چلتا ہے تو قوت کی وجہ سے دریا موجزن ہو جاتا ہے۔ ابتداء یہ سانپ سرکش ہوتا ہے۔ خشکی کے جانوروں کو نگل جاتا ہے۔ لیکن جب اس کی سرکشی بڑھ جاتی ہے تو ایک فرشتہ اسے دریا میں ڈال دیتا ہے۔ چنانچہ جو حرکتیں وہ خشکی کے جانوروں سے کرتا تھا وہی حرکتیں سمندری جانوروں کے ساتھ بھی کرنے لگتا ہے جس کی وجہ سے خوب موٹا ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس پر ایک فرشتہ مسلط کر دیتا ہے تو وہ اسے یاجوج ماجوج کے سامنے ڈال دیتا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے دو فرسخ کے برابر لمبا سانپ دیکھا ہے جس کا رنگ چیتا جیسا اور کھال پر مچھلی کے سفنے جیسے سفنے تھے۔ مچھلیوں کے طرح دو بڑے بازو انسانوں جیسا سر اور دیکھنے سے ایک ٹیلہ معلوم ہوتا تھا کان لمبے' آنکھیں گول اور لمبی۔

تنین کا ذکر حدیث میں

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت کافروں پر ان کی قبروں میں ۹۹ اژدھے مسلط کر دیں گے جو انہیں

---

[1] اژدھا فارسی لفظ ہے بعض ماہرین حیوانات کا کہنا ہے کہ یہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک بری اور دوسرا بحری۔ بری منہ سے کاٹتا ہے۔ سانپ کی طرح بحری اژدھا اپنی دم سے بچھو کی طرح کاٹتا ہے۔

قیامت تک ڈستے رہیں گے اور نوچتے رہیں گے (اور ان کی صفت یہ ہوگی کہ) ان میں سے ایک اژدہا بھی اگر زمین پر پھونک مار دے تو زمین ہریالی اُگانے کے قابل نہ رہے گی۔'' (رواہ ابن ابی شیبہ)

دوسری حدیث مبارکہ میں ہے:

''نبی کریم ﷺ ایک روز مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ لوگ گفتگو میں لگے ہوئے ہیں اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کاش! جس چیز میں تم لوگ مشغول ہو اس کے بجائے اگر تم لذات (خواہشات و مرغوبات) کی مذمت میں لگے رہتے تو (وہ زیادہ بہتر تھا) لذات کی مذمت کثرت سے کیا کرو۔ کیونکہ قبر کے اندر کوئی ایسا دن نہیں گزرے گا جس میں وہ تم سے کہے گی کہ میں بیت الغربت (مسافرت کا گھر) بیت الوحدۃ (تنہائیوں کا گھر) بیت التراب (مٹی کا گھر) بیت الدود (کیڑوں مکوڑوں کا گھر) ہوں۔ چنانچہ جب کسی مومن بندے کو دفن کیا جاتا ہے تو قبر اسے مرحبا و اھلا (تیرا آنا باعث مسرت و مبارک ہو) کہہ کر یہ کہتی ہے کہ یقیناً تو میرے محبوب بندوں میں سے ہے جو میری پیٹھ پر چلنے والے تھے، تو آج جب کہ میں تیری مالک بن گئی ہوں اور تو میرا ہو گیا ہے دیکھے گا کہ میرا تیرے ساتھ کیا رویہ و سلوک رہتا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اس کے بعد اس کی قبر تا حد نظر وسیع کر دی جائے گی اور اس کا ایک دروازہ جنت کی طرف کھول دیا جائے گا۔

اور جب کوئی کافر یا فاسق و فاجر بندہ دفن کیا جاتا ہے تو قبر اسے لا مرحبا و لا اھلا کہہ کر دھتکارتی ہے اور کہتی ہے کہ یقیناً تو میری پیٹھ پر چلنے والے ان بندوں میں سے ہے جسے میں مبغوض رکھتی ہوں اور پسند نہیں کرتی ہوں تو آج جب کہ میں تیری مالک بن گئی ہوں اور اب تو میرا ہو گیا ہے تو تو دیکھے گا کہ تیرے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔ پھر قبر اس پر اس قدر تنگ کر دی جائے گی کہ اس کی ایک دیوار دوسری سے مل جائے گی اور اس کی پسلیوں کی ہڈیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی۔

پھر آنحضور ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتلایا کہ اس طرح (گھس جائیں گی) اور ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالا۔ (پھر فرمایا) کہ اس پر ۹۰ یا ۹۹ اژدھے مسلط کر دیئے جائیں گے۔ ان میں سے کوئی ایک بھی اگر اس زمین دُنیا پر پھونک مار دے تو تا بقاء دُنیا وہ زمین کچھ نہ اُگا سکے گی (نہ اُگانے کے قابل رہے گی) اور حساب و کتاب کے لیے اُٹھائے جانے کے دن تک وہ اسے اسی طرح ڈستا رہے گا نوچتا رہے گا اور چہروں کو بگاڑتا رہے گا۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر آپؐ نے فرمایا کہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔'' (رواہ الترمذی مطولا)

موسیٰ علیہ السلام کے عصاء کی خصوصیت

ائمہ کرام لکھتے ہیں کہ جس وقت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام سے عرض کیا ایما الاجلین الایۃ. تو اسی وقت حضرت شعیب علیہ السلام نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ فلاں گھر میں بہت سی لاٹھیاں رکھی ہوئی ہیں ان میں سے ایک لے لینا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام گھر میں داخل ہوئے اور وہ لاٹھی اُٹھالی جس کو حضرت آدم علیہ السلام اپنے ساتھ جنت سے لائے تھے۔ پھر یہ عصاء تمام انبیاء کرام میں بطور وراثت کے چلا آ رہا ہے یہاں تک کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے حصے میں آیا۔ شعیب علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اس لاٹھی کو گھر میں رکھ آؤ اس کے بجائے دوسری لاٹھی لے لینا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام گھر کے اندر داخل ہو کر وہی لاٹھی نکال لائے۔ اس طرح موسیٰ علیہ السلام نے سات مرتبہ کیا۔ شعیب علیہ السلام سمجھ گئے کہ موسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی نہ کوئی حیثیت ہے۔ جب صبح ہوئی تو شعیب علیہ السلام

نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ بکریوں کو چرا رہے پر چرالاؤ لیکن تم دائیں جانب جانا اگر چہ اس جانب میں گھاس وغیرہ نہیں ہے برخلاف بائیں جانب کے اس جانب ایک بہت بڑا اژدھا رہتا ہے جو بکریوں کو مار ڈالے گا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام بکریوں کو چرا رہے کی طرف لے گئے تو بکریاں بائیں جانب خود بخود جانے لگیں آپ ان کو روک نہیں سکے اور آزاد چرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو نیند آ گئی اتنے میں اژدہا نکل کھڑا ہوا۔ لاٹھی نے اژدہا کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ اژدہا مر گیا۔ موسیٰ علیہ السلام جس وقت بیدار ہوئے ہوئے دیکھا کہ عصاء خون آلود ہے اور اژدہا مرا پڑا ہے۔ آپ نے شعیب علیہ السلام کو بتایا چنانچہ شعیب علیہ السلام بہت خوش ہوئے فرمایا جو بھی بکریاں اس سال دورنگ کی پیدا ہوں گی وہ موسی علیہ السلام تمہارے لیے ہیں۔ چنانچہ تمام بکریاں دورنگی پیدا ہوئیں۔ ان تمام باتوں سے شعیب علیہ السلام کو خوب معلوم ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کی خدا کے یہاں ایک شان اور ایک حیثیت ہے۔ اس کے بعد موسی علیہ السلام شعیب علیہ السلام کی خدمت میں ۲۴ سال رہے یہاں تک کہ ۴۰ سال پورے کر دیئے۔ اس کے بعد اپنی اہلیہ کو لے کر چل دیئے۔

شرعی حکم

امام قزوینی کہتے ہیں کہ چونکہ اژدہا سانپ کی ایک قسم ہے اس لیے اس کا گوشت بھی حرام ہے اور اگر تنین نام کی مچھلی بھی مان لیں تو کچلی کے دانت ہونے کی وجہ سے مچھلی کا گوشت حرام سمجھا جائے گا جیسے کہ مگرمچھ حرام ہے۔

اژدہے کے طبی خواص

اژدہے کا گوشت کھانا شجاعت، بہادری پیدا کرتا ہے۔ اگر اس کے خون کی مالش عضو تناسل پر کر کے اپنی عورت سے جماع کرے تو بہت زیادہ لذت محسوس ہو گی۔ اژدہے کی جلی ہوئی راکھ کو شہد کے ساتھ ملا کر ضماد کرنا بواسیر، بہق اور برص کے لیے مفید ہے۔ اگر کسی جگہ اژدہے نے کاٹ لیا ہو تو اس جگہ اژدھے کا تازہ گوشت باندھنا مجرب ہے۔

تعبیر

اژدہا خواب میں بادشاہ کی شکل میں دکھائی دیتا ہے۔ اگر اژدہے کے دو سر یا تین سر دکھائی دیتے ہوں تو بہت ہی خطرناک ہونے کی علامت ہے۔ اگر کوئی مریض اژدہا کو خواب میں دیکھتا ہے تو موت کی علامت ہو گی۔

ایک مرتبہ ایک عورت نے خواب میں دیکھا کہ اس نے ایک اژدہا جنا ہے۔ کچھ دن کے بعد معلوم ہوا کہ واقعی اس کے لنجہ بچہ پیدا ہوا ہے اس لیے کہ اژدہا اپنے آپ کو چلتے ہوئے کھینچتا ہے اسی طرح لنجہ آدمی بھی اپنے آپ کو کھینچتا ہے۔

تورم

تورم قطقاط نامی پرندہ کو کہتے ہیں۔ ابن بختیشوع لکھتے ہیں کہ تورم پرندہ کبوتری کی شکل کا ہوتا ہے جسے طیر التمساح بھی کہتے ہیں۔ اس کے بازو میں دو کانٹے ہوتے ہیں جو ہتھیار کا کام دیتے ہیں۔ جب یہ مگرمچھ کے منہ میں گھس جاتا ہے تو کبھی کبھی مگرمچھ منہ بند کر لیتا ہے تو یہ پرندہ ٹھونگیں مارتا رہتا ہے جس کی وجہ سے مگرمچھ منہ کھول دیتا ہے، پھر یہ اُڑ کر بھاگ جاتا ہے۔

ابن بختیشوع لکھتے ہیں کہ اس پرندہ کے کانٹوں کی یہ خصوصیت ہے کہ دونوں کانٹوں یا ایک کانٹے کو لے کر کسی ایسی جگہ گاڑ دیا جائے جہاں کسی آدمی نے پیشاب کیا ہو تو وہ آدمی جس نے پیشاب کیا ہو گا اس وقت تک بیمار رہے گا جب تک کہ اس جگہ سے یہ کانٹا نہ نکال لیا جائے۔ اگر کسی کے معدہ میں درد ہو رہا ہو تو اس پرندہ کا قلب باندھ کر لٹکا لے تو ان شاء شفایاب ہو گا۔

تولب

تولب گدھے کے بچے کو کہتے ہیں فلان اطوع من تولب فلاں آدمی گدھے کے بچے سے زیادہ مطیع ہے۔ سیبویہ کے نزدیک فوعل کے وزن پر ہونے کی وجہ سے منصرف ہے۔ گدھی کو ام تولب کہتے ہیں۔ ان شاء اللہ اس کا حکم باب حاء میں آجائے گا۔

تیس

تیس۔ بکرا۔ جنگلی بکرے کو کہتے ہیں اس کی جمع تیوس وایتاس آتی ہے۔ چنانچہ ہذلی شاعر کہتا ہے ؎

من فوقه انسر سود و اغربة وتحته اعنز كلف واتياس

''اس کے اوپر سیاہ گدھ اور کوے ہیں اور نیچے سیاہ زردی مائل بکریاں اور بکرے ہیں۔''

تیس نر بکرے کو کہتے ہیں اس کی جمع تیوس اور ایتاس مستعمل ہے۔ ہذلی شاعر نے اپنے شعر میں یہی استعمال کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تیوسیہ جمع ہے لیکن جوہری کہتے ہیں کہ اس کی صحت کا مجھے علم نہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ نر ہرن کو بھی تیس کہتے ہیں۔ نیز نب التيس ينب نبيبا کے معانی ہیں۔ بکرے کا جوش کے وقت بلبلانا جیسا کہ رسول کریم ﷺ نے اسی لفظ سے تشبیہ دی ہے۔ چنانچہ جابر بن سمرہ کہتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ کے پاس ایک پستہ قامت شخص کو لایا گیا جس کے بال بکھرے ہوئے اور پٹھے گوشت سے بھرے ہوئے تھے۔ اس نے ایک تہبند باندھ رکھا تھا۔ اس نے فعل زنا کا ارتکاب کیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے دوبار لوٹا دیا۔ پھر اس کے لیے (رجم) کا حکم دیا۔ چنانچہ اسے رجم کر دیا گیا۔ پھر رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی ہم جہاد کے لیے نکلے تو تم میں سے کوئی نہ کوئی پیچھے رہ گیا جو بکرے کی طرح شہوت کی وجہ سے بلبلاتا اور ان عورتوں میں سے کسی کو تھوڑا پانی دیتا ہے (یعنی زنا کر لیتا ہے) جب بھی اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کسی پر قدرت دے گا تو میں ایسی کڑی سزا دوں گا کہ دُنیا کے لیے باعث عبرت ہوگی۔'' (رواہ مسلم)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے اصحاب میں تقسیم کرنے کے لیے بکریوں کا ریوڑ بھیجا' تقسیم کرنے کے بعد ایک بکرا (تیس) بچ گیا۔ چنانچہ سعد نے اسے ذبح کر دیا۔ (رواہ کامل بن عدی)

حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں نہ بتا دوں ایک عاریت پہ لیے ہوئے بوک (بکرا) کے بارے میں وہ حلالہ کرنے والا شخص ہے۔ پھر فرمایا کہ لعنت ہو محلل و محل لہ پر (جو حلالہ کرتا ہے یا کراتا ہے)۔''

اس حدیث کو دارقطنی اور ابن ماجہ نے اسناد حسن کے ساتھ کاتب اللیث بن سعد' مشرح بن ہاعان مصری' عقبہ بن عامر وغیرہ سے کیا ہے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے محض حلالہ کی غرض سے حاصل کرنے کے لیے لعنت فرمائی ہے۔ اس لیے اس غرض سے عورت کو طلب کرنے میں مروت کو پاش پاش کرنا ہے اور جس کے لیے یہ کام کیا جائے وہ محلل لہ کہلاتا ہے اور بکرے کو کسی غیر کی

وجہ سے جفتی کرنے کے لیے بھی لینا ذلیل کام ہے۔اسی لیے نبی کریم نے حلالہ کرنے والے کو مانگے ہوئے بکرے سے تشبیہ دی ہے۔اہل عرب بکرے کو مانگ کر لینے کو عار سمجھتے تھے۔چنانچہ شاعر نے کہا ہے۔

وشر منيحة تيس معار

''حاصل کردہ سب سے برا عطیہ عاریت پر لیا ہوا بکرا ہے۔''

ابن سبع سبتی لکھتے ہیں کہ علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس وقت میرے والد محترم کی آنکھ کی بینائی جاتی رہی تو آپ مکہ میں سکونت پذیر ہو گئے۔ایک مرتبہ میں ان کے ساتھ تھا کہ راستہ میں زم زم کے کنوئیں کے پاس شامیوں کے پاس سے گزر ہوا تو وہ لوگ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے لگے تو والد محترم نے سعید بن جبیر رحمہا سے کہا کہ تم مجھے ان لوگوں کے قریب کر دو۔ چنانچہ سعید نے کھڑا کر دیا۔والد محترم نے ان سے پوچھا تم میں سے کون اللہ اور رسول کو گالی دے رہا ہے؟انہوں نے جواب دیا سبحان اللہ ہم میں سے کسی نے اللہ اور اس کے رسول کو گالی نہیں دی۔

پھر والد محترم نے فرمایا: اچھا تم میں سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو کس نے برا بھلا کہا ہے۔انہوں نے جواب دیا کہ ہاں علی ایسے تو تھے ہی۔ یہ سن کر والد محترم نے فرمایا:

''میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے علی رضی اللہ عنہ کو گالی دی (برا بھلا کہا) اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے گویا اللہ کو گالی دی اور جس نے اللہ کو گالی دی اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں ناک کے بل اوندھا کریں گے اور پچھاڑ دیں گے۔''

اس کے بعد آپ ان کے پاس سے چلے آئے۔ابا جان نے کہا اے بیٹے! دیکھا تم نے ان کو کہ وہ کیا بک رہے تھے۔میں نے جواب دیا ابا جان ۔

نظروا اليک باعين محمرة   نظر التيوس الى شفاء الجاذر

''لوگ آپ کی طرف سرخ نگاہوں سے اس طرح دیکھ رہے تھے جس طرح کہ بکرا ذبح کرنے والے کی چھری کی طرف دیکھتا ہے۔''

یہ سن کر ابا جان نے فرمایا اور پڑھو۔اس کے بعد میں نے پڑھا ۔

شزر العيون منكسى اذ قانهم   نظر الذليل الى العزيز القاهراه

''شرمندہ نگاہیں ٹھوڑیوں پر جھکی ہوئیں کسی غالب مضبوط و طاقت ور کی طرف کسی ذلیل کے دیکھنے کی طرح (شفاء الصدور)''

عبدالعزیز منیب قریشی کی سوانح حیات میں لکھا ہے کہ ان کی داڑھی لمبی ہونے کی وجہ سے علی بن حجر سعدی نے دیکھ کر یہ اشعار پڑھے ۔

ليس بطول اللحى تستوجبون القضا

''داڑھی کی لمبائی کے سبب تم قضا کو اپنے حق میں واجب نہیں کر سکتے ہو۔''

ان كان هذا كذا فالتيس عدل رضا

''کیونکہ بات اگر ایسی ہی ہوتی تو بکرا تو بڑا عادل و پسندیدہ ہے۔''

علی بن حجر نے مزید کہا کہ توریت میں لکھا ہے کہ تمہیں داڑھی سے دھوکہ نہ کھانا چاہیے اس لیے کہ لمبی داڑھی بکرے کی بھی ہوتی ہے۔ (تہذیب الکمال)

(ان شاء اللہ معز کے عنوان میں شرعی حکم کی تفصیل آجائے گی)

امام ذہبی ۲۹۹ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ مقتدر باللہ کے پاس مصر سے تحفے آئے جس میں پانچ لاکھ اشرفیاں تھیں اور ایک بکرا تھا جس کے تھن سے دودھ نکلتا تھا اور انسان جیسی پسلی تھی جس کی ایک بالشت چوڑائی اور چودہ بالشت لمبائی تھی۔ (تاریخ ذہبی)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہماری اُمت میں ایک ایسا وقت آئے گا جب کہ فقہاء ایک دوسرے سے بغض وحسد رکھیں گے اور ان میں بعض، بعض پر حملہ آور ہوں گے اور خون بہائیں گے جس طرح کہ بکرے ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے ہیں اور خون بہاتے ہیں۔'' (الترغیب والترہیب فی باب ذم الحسد)

مالک بن دینارؒ کہتے ہیں کہ شہادت ہر چیز میں معتبر اور جائز ہے۔ لیکن ان کی شہادت آپس میں ناجائز ہے اس لیے کہ یہ قراء باڑہ میں بکرے سے زیادہ آپس میں ایک دوسرے سے حسد رکھتے ہیں۔ (الحلیہ)

(جوہری لکھتے ہیں کہ زرب وزریبۃ لکڑی کے باڑے کو کہتے ہیں)۔

مسعودی اور حافظ قطب الدین لکھتے ہیں کہ حجاج بن یوسف کی ماں فارعہ بنت عمام، یہ حکیم العرب حارث بن کلدۃ ثقفی کے نکاح میں تھیں۔ یہ ایک مرتبہ صبح صادق میں فارعہ کے پاس آیا دیکھا کہ وہ دانتوں میں خلال کر رہی ہے۔ چنانچہ اس نے اسے طلاق دے دی۔ فارعہ نے طلاق دینے کے بارے میں سبب دریافت کیا۔ اس نے یہ جواب دیا کہ میں جب صبح تمہارے پاس آیا تو تم دانتوں میں خلال کر رہی تھیں، اگر تم نے صبح کا کھانا جلدی کھایا ہے تو تم گویا پیٹ کی بندی ہو اور اگر تم نے رات اس حالت میں گزاری ہے کہ کھانا دانتوں میں لگا ہوا تھا تو تم گویا گندی ہو۔ یہ سن کر فارعہ نے جواب دیا کہ ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی بات نہیں ہوئی۔ ہاں البتہ میں نے سخت مسواک کی ہے یعنی دانتوں کی صفائی کی ہے۔

کچھ دنوں کے بعد فارعہ سے یوسف بن حکیم بن ابی عقیل ثقفی نے نکاح کر لیا تو ان سے حجاج پیدا ہوا۔ حجاج بدشکل تھا اس کے پاخانہ کا مقام نہیں تھا۔ چنانچہ اس کے چھید کے کر کے براز کے لیے مقام بنایا گیا۔ نیز اس نے اپنی ماں اور دیگر عورتوں کا دودھ پینے سے انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ اس معاملہ میں لوگ پریشان ہو گئے۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ شیطان حرث بن کلدہ کی شکل میں نمودار ہو کر آیا اور کہا کہ کیوں آپ لوگ پریشان ہیں؟ تو لوگوں نے جواب دیا کہ یہ لڑکا یوسف کا ہے فارعہ کے بطن سے پیدا ہوا ہے اور یہ ماں کا دودھ نہیں پی رہا ہے۔ شیطان نے یہ مشورہ دیا کہ تم لوگ کالا بکرا ذبح کر کے اس کا خون اسے چٹاؤ۔ پھر دوسرا کالا بکرا ذبح کر کے اس کے خون میں ڈال دو۔ پھر اس کے چہرہ کو خون سے تین دن تک مالش کرتے رہو تو چوتھے دن یہ ماں کا دودھ پینے لگے گا۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا تو اس نے ماں کا دودھ پینا شروع کر دیا۔

حجاج خون ریزی کے لیے بے چین رہا کرتا تھا۔ حجاج خود کہا کرتا تھا کہ مجھے خون ریزی اور وہ کام کرنے میں جس کو دوسرے نہ کر سکتے ہوں خوب مزہ آتا ہے۔ (مروج الذہب وشرح السیرۃ)

حجاج بن یوسف کے واقعات

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کے پاس دھمکی کا خط لکھا اور آخر مضمون میں یہ اشعار بھی لکھے۔

اذا انت لم تترک امورا کرهتها　　وتطلب رضایا بالذی انا طالبه

''اگر تو اپنے ان امور کو نہیں چھوڑتا جسے تو ناپسند کرتا ہے اور اس چیز کے ذریعے میری رضا چاہتا ہے جس کا میں خود طالب ہوں۔''

وتخش الذی یخشاه مثلک هاریا　　الی فها قدضیع الدر جالبه

''اور تم ڈرتے رہو اس سے جو تمہارے ہی طرح ڈرتا ہے حالانکہ وہ میری طرف بھاگا ہوا آتا ہے تو تو یاد رکھ کہ گویا موتیوں کو پانے والے نے اسے ضائع کر دیا۔''

فان ترمنی غفلة قرشیة　　فیا ربما قدغص بالماء شاربه

''اور اگر تو مجھے قرشی غفلت کا الزام لگاتا ہے (کہ میں بالکل مغفل ہوں) تو بخدا پینے والے کو پانی سے اچھو لگ گیا ہے۔''

وان ترمنی وثبه امویة　　فهذا و هذا کله انا صاحبه

''اور اگر تم مجھ پر اموی بہادری (اور ہر معاملے میں کود پڑنے) کا الزام لگاتے ہو تو یہ ہو یا وہ سب میرے رفیق ہیں (یعنی دونوں ہی میری صفت ہیں)۔

فلا تامننی ولحوادث جمة　　فانک تجزیٰ بالذی انت کاسبه

''غرض تو مجھ سے مامون مت ہو جانا کیونکہ حادثات کثیر ہیں اور تم اسی کے ذریعہ بدلہ دو گے جسے تم حاصل کر رہے ہو۔''

خط پڑھ کر حجاج نے جواب دیا اور آخر مضمون میں یہ لکھا کہ دو حکم میرے پاس آئے ہیں۔ ان میں سے ایک سب سے زیادہ واضح ہے اور دوسرا سخت ہے ان میں سے جو واضح ہے اس کی تعمیل کے لیے مستعد ہوں اور جو دشوار ہے (یعنی سخت ہے) اس پر صبر کروں گا۔

جس وقت خلیفہ عبدالملک نے جواب پڑھا تو کہا کہ ابو محمد میری دھمکی سے ڈر گیا اب میں اس کو تکلیف دہ بات دوبارہ نہیں لکھوں گا۔

حجاج بن یوسف کی عادت تھی کہ جب کوئی قاری اس کے پاس آتا تو خوب سوالات کرتا۔ چنانچہ ایک دن ایک آدمی حجاج کے پاس آیا تو حجاج نے اس سے سوال کیا کہ قرآن کریم کی اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ. الایه سے پہلے کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ یہ آیت ہے:

قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلاً اِنَّكَ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ. (الزمر:۸)

''آپ کہہ دیں کہ تو اپنے کفر سے کچھ نفع اُٹھالے تو تو بالیقین جہنمیوں میں سے ہے۔''

یہ سن کر حجاج اتنا لا جواب ہوا کہ اس کی پوچھنے کی عادت ختم ہوگئی اور اس کے بعد پھر کبھی کسی سے کچھ نہیں پوچھا۔

ایک مرتبہ حجاج نے عبدالرحمٰن بن اشعث کے شاگردوں میں سے کسی سے کہا کہ خدا کی قسم! میں تم سے شدید بغض رکھتا ہوں، تو اس شاگرد نے جواب دیا کہ جو ہم میں سے سب سے زیادہ مبغوض ہوگا اسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کریں گے۔

حجاج بن یوسف کے حالات میں یہ واقعہ بھی ہے کہ اولاً حجاج سپہ سالار روح بن زنباع کے ماتحت تھا، جو عبدالملک بن مروان کا وزیر تھا اور عبدالملک کا لشکر ان کا حکم نہیں مانتا تھا نہ اس کے کہنے سے لشکر تیار ہوتا تھا اور نہ پڑاؤ ڈالتا تھا۔ چنانچہ عبدالملک نے روح بن زنباع

سے لشکر کی شکایت کی۔ ایک دن روح بن زنباع نے عبدالملک سے یہ عرض کیا۔ عالی جاہ! میری فوج میں ایک شخص حجاج بن یوسف ہے اگر آپ اسے سپہ سالار بنا دیں تو لشکری آپ کا کہنا مانیں گے۔ آپ کے حکم سے وہ پابہ رکاب ہو جائیں گے اور پڑاؤ بھی ڈالیں گے۔

یہ سن کر عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو لشکر کا قائد بنا دیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک مرتبہ عبدالملک پابہ رکاب ہوا تو لشکر والے بھی تیار ہو گئے لیکن روح بن زنباع کے لشکر نے تیاری میں تاخیر کی۔ اچانک ان کے پاس سے حجاج بن یوسف کا گزر ہوا۔ دیکھا کہ لشکری کھانے میں مصروف ہیں۔ یہ دیکھ کر حجاج نے کہا تمہیں کیا ہو گیا ہے تم لوگ لشکر کے ساتھ کوچ کیوں نہیں کر رہے؟ لشکریوں نے کہا آپ بھی ٹھہریئے ہمارے ساتھ کھانا کھایئے اور ابن الحناء گفتگو بند کرو (ابن الحناء کسی کی توہین کرنے کے وقت بولتے ہیں) حجاج نے کہا جو بات پہلے تھی وہ اب نہیں رہی۔ اس کے بعد حجاج نے ان سب کو قتل کرنے کا حکم دے دیا اور روح بن زنباع کے گھوڑوں کی کونچیں کٹوا دیں' خیمے جلوا دیئے۔ جس وقت روح بن زنباع کو معلوم ہوا تو فوراً عبدالملک کے پاس گیا اور عرض کیا حضور والا حجاج نے آج جو میرے ساتھ سلوک کیا ہے اس کا انصاف کیجئے۔ عبدالملک نے دریافت کیا کہ کیا ہوا بتاؤ؟ روح بن زنباع نے کہا کہ اس نے میرے غلاموں کو قتل کر دیا۔ گھوڑوں کی کونچیں کاٹ دیں' خیموں کو جلا دیا۔ یہ سن کر عبدالملک نے حجاج کو طلب کیا۔ جس وقت حجاج حاضر ہوا' عبدالملک نے کہا تمہارا برا ہو' آج تم نے اپنے بڑے روح بن زنباع کے ساتھ کیا کیا؟ یہ سن کر حجاج نے جواب دیا:

اے امیر المؤمنین! میری قوت آپ ہی کی قوت ہے۔ میرا کوڑا آپ ہی کا کوڑا ہے۔ امیر المؤمنین کے لیے کیا ہے' آپ تو ایک غلام کے بدلے دو غلام اور ایک خیمے کے بدلے دو خیمے روح بن زنباع کو دے سکتے ہیں۔ آپ میری لشکر کے سامنے دل شکنی نہ کیجئے۔ عبدالملک نے کہا ٹھیک ہے ایسا ہی کرتا ہوں۔ چنانچہ حجاج کا منشاء پورا ہو گیا۔ اسی دن سے حجاج مضبوط ہو گیا اور اس کا شر بڑھ گیا۔ **وکان هذا اول ما عوف من کفانته** اور یہ اس کی پہلی شرارت تھی جو کھل کر سامنے آئی۔

مبرد لکھتے ہیں کہ سفیان ثوری بحوالہ عبدالملک بن عمر قریشی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ کوفہ کی جامعہ مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اور کوفہ والے ان دنوں بہترین زندگی گزار رہے تھے۔ ایک آدمی دس دس یا بیس بیس غلاموں کے ساتھ نکل رہا تھا۔ اچانک کسی نے یہ کہا کہ حجاج بن یوسف کو عراق کا گورنر بنا کر بھیج دیا گیا ہے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حجاج عمامہ باندھے ہوئے اکثر منہ ڈھانکے ہوئے تلوار اور تیر وکمان لٹکائے ہوئے مسجد میں آیا اور منبر کی طرف بڑھنے لگا۔ لوگ اس کے قریب ہو گئے۔ حجاج منبر پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر خاموش بیٹھا رہا۔ یہ دیکھ کر لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے اللہ تعالیٰ بنی اُمیہ کا برا کرے اس جیسے شخص کو عراق کا گورنر بنا دیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد عمیر بن خیال برجی نے کہا: کہو تو میں کنکری ماروں۔ کسی نے کہا تھوڑی دیر ٹھہرو ذرا جائزہ لے لیں۔ جب حجاج نے لوگوں کے تیور چڑھے ہوئے دیکھے تو اپنے چہرے کو کھول کر کھڑا ہو گیا اور حمد وثنا کے بعد کہا:

انا ابن جلا وطلاع الثنایا متی اضع العمامة تعرفونی

''میں معاملوں کو کھول دینے والا اور پہاڑ اور ریتلی زمینوں کی راہ موڑ ہوں (یعنی میں ایک ایسا راستہ ہوں ج کے چڑھنے اور اُترنے کا راستہ واضح ہے) جب میں عمامہ رکھ دوں گا تو تم پہچان لو گے۔''

اس کے بعد کہا کوفیو! میں لوگوں کے سروں کو بالکل تیار دیکھ رہا ہوں۔ اب کھیتی کاٹنے کا وقت آ گیا ہے اور میں اس کا مالک ہوں اور میں عماموں اور داڑھیوں میں خون دیکھ رہا ہوں۔

هذا اوان الشرفاشتدی زیم قد لفها اللیل بسواق حُطَم

''یہ شر کا زمانہ ہے بکریاں جمع ہو گئی ہیں' جسے نہایت بے رحم چرواہوں کے ذریعہ رات نے یکجا کر دیا ہے۔''

لیس براعی ابل و لاغنم ولا بجزار علی ظهر وضم

''وہ نہ اونٹ و بکری کا چرواہا ہے اور نہ گوشت کوٹنے والی لکڑی پر بیٹھا ہوا قصاب۔''

اس کے بعد کہا ؎

وقد لفها اللیل بعصلبی اروع خراج من الدوی

''بلاشبہ رات نے اسے بڑے ڈیل وڈول والے نہایت خوف ناک شخص کے ذریعہ جمع کیا ہے جو رنج والم سے پاک ہے۔''

مهاجرلیس باعرابی معاود للطعن بالحظی

''مہاجر ہے کوئی دہقانی نہیں ہے۔ جو اپنے نیزے سے بار بار حملہ کرنے والا ہے۔''

اس کے بعد کہا ؎

قدشمرت عن ساقها فشدوا وجدت الحرب بکم فجدوا

''جنگ نے اپنی پنڈلی کھول دی ہے (تیاری مکمل ہو گئی ہے اور چھڑ گئی ہے) لہٰذا تم بھی تیار ہو جاؤ اور جنگ تمہارے اوپر سخت ہو گئی ہے لہٰذا تم کوشش کرو اور تیاری کر لو۔''

والقوس فیها وترعرد مثل ذراع البکر او اشد

''اور (اس) کمان میں جوان اونٹ کے دستوں کی طرح یا اس سے بھی زیادہ مضبوط و نہایت سخت تانت لگا ہوا ہے۔''

اے اہل عراق! واللہ میں نہایت بے باک اور نڈر ہوں' حوادثات زمانہ سے ڈرتا نہیں اور نہ میں سانپ کی طرح پہلو بدلتا ہوں۔ میں نے بھانپ لیا ہے اور تجربات کی روشنی میں پرکھ لیا ہے۔ امیر المؤمنین ترکش سے تیر لگا چکے ہیں اور انہوں نے ترکش کی لکڑی کو خوب جانچ لیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے تلخ ترین پایا اور توڑنے کے لیے سخت ترین پایا۔ اور تیر پھینکنے کی جگہ دور پائی۔ چنانچہ انہوں نے مجھے تمہارا حکمران بنا دیا۔ اس لیے کہ تم نے فتنہ انگیزی کافی کر لی ہے اور راہ راست سے الگ ہو چکے ہو۔ خدا کی قسم! میں تمہیں نازک عورت کی طرح باندھ دوں گا اور تمہارے اونٹوں کی طرح تمہاری گردن اُڑا دوں گا۔ تمہارا حال تو بالکل ان بستی والوں کی طرح ہو چکا ہے جو آرام وچین کی زندگی گزار رہے ہوں اور انہیں ہر چیز کی فراوانی ہو۔ اس کے باوجود وہ خدا کی نعمتوں کی قدر دانی نہ کرتے ہوں تو اللہ تعالیٰ انہیں ان کے کرتوتوں کی وجہ سے بھوک اور تنگی کا مزہ چکھاتا ہے۔

عراقیو! یاد رکھو جو میں کہہ دیتا ہوں پورا کرتا ہوں جو ارادہ کر لیتا ہوں' کر گزرتا ہوں۔ قسم کھا لیتا ہوں تو پوری کرتا ہوں۔ امیر المؤمنین نے مجھے تم لوگوں کو عطیات دینے پر مامور فرمایا ہے اور میں تمہیں تمہارے دشمن مہلب بن ابی صفرہ کے ساتھ جنگ کرنے کی ہدایت کرتا

ہوں۔اس کے بعد خدا کی قسم عطیہ لینے کے بعد اگر کوئی شخص میری خلاف ورزی کرے گا تو میں تین دن کے بعد اس کی گردن اُڑا دوں گا۔

حجاج بن یوسف نے اپنے خطاب کے بعد غلام کو حکم دیا کہ اب امیر المؤمنین کا خط پڑھ کر سنادو۔ چنانچہ اس نے پڑھا:

''یہ خط امیر المؤمنین عبد الملک بن مروان کی طرف سے کوفہ کے رہنے والوں کے نام ہے۔السلام علیکم!''

خط کے یہ الفاظ سننے کے بعد کسی نے کچھ نہیں کہا۔اس کے بعد حجاج نے کہا غلام ذرا ٹھہر جاؤ۔اس کے بعد لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: امیر المؤمنین کا سلام تم لوگوں کو پہنچایا گیا لیکن تم لوگوں میں کسی نے جواب نہیں دیا۔یہ تو ابن سمیہ کا رواج اور طریقہ ہے خدا کی قسم میں تمہیں ادب سکھا دوں گا۔یا تو پھر تم لوگ سیدھے ہو جاؤ گے۔

اس کے بعد حجاج نے غلام سے خط پڑھنے کو کہا۔جب غلام نے پھر دوبارہ خط شروع سے پڑھا تو ابھی السلام علیکم تک نہیں پہنچا تھا کہ مسجد کے ہر شخص کی زبان سے یہ الفاظ نکلے علی امیر المؤمنین السلام (امیر المؤمنین پر سلامتی ہو) اس کے بعد حجاج نے منبر سے اُتر کر لوگوں میں عطیات تقسیم کرنا شروع کر دیئے اور لوگ لینے لگے۔آخر میں ایک بوڑھا کپکپاتا ہوا آیا اور اس نے عرض کیا حضور عالی جاہ! آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ میں کتنا ضعیف و ناتواں ہوں اور میرا ایک طاقتور لڑکا ہے جو سفر و اسفار کے قابل ہے آپ اسے میری جگہ پر لے جائیں۔

یہ سن کر حجاج نے کہا اے شیخ تمہاری منشاء کے مطابق ایسا ہی کریں گے۔جب وہ حجاج کے پاس سے چلا گیا تو کسی نے حجاج سے کہا: حضور عالی جاہ! آپ جانتے ہیں کہ یہ کون تھا؟ حجاج نے کہا نہیں' تو اس نے بتایا کہ یہ عمیر بن صابی برجمی ہے جس کے والد نے یہ شعر کہا ہے ؎

هممت ولم افعل و كدت وليتني ترکت علی عثمان تبکی حلائله

''میں نے چاہا مگر نہیں کر سکا اور قریب تھا کہ میں کرلوں' بلاشبہ میں عثمان رضی اللہ عنہ پر اس کی بیویوں کو روتے ہوئے چھوڑ کر آیا ہوں۔''

جس دن سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھر میں شہید کر دیئے گئے تھے اس دن اسی بوڑھے نے ان کے شکم مبارک کو روندا اور پسلیوں کو توڑ ڈالا تھا۔یہ سن کر حجاج نے کہا کہ اس بوڑھے کو بلاؤ۔چنانچہ وہ بوڑھا آیا تو حجاج نے اس سے کہا اے بوڑھے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے دن تو نے اپنے بدلے کسی اور کو کیوں نہ بھیج دیا۔یقیناً تیرے قتل کرنے میں مسلمانوں میں اصلاح اور درستگی پیدا ہوگی۔اس کے بعد حجاج نے محافظوں کو حکم دیا کہ اس کی گردن اُڑا دیں۔

تشریح: ابن جلا سے مراد معاملہ کو کھول دینے والا ہے۔لفظ جلا غیر منصرف ہے۔فعل کی نیت کر کے حکایت کر دی گئی ہے اور جب فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو تو اس وقت فعل صرف حکایتی ہی ہوتا ہے۔جیسا کہ تم کہو کہ میں نے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ پڑھی تو یہ سابقہ واقعہ کی حکایت ہے بلکہ مبتدا و خبر بھی حکایتی ہوتی ہے۔چنانچہ اگر آپ کہیں کہ قرأت الحمد للہ رب العالمین چنانچہ شاعر نے کہا ہے ۔

وَاللّٰهِ مَا زَيْدٌبِنَامِ صَاحِبُهٗ.

''واللہ زید کا ساتھی سویا ہوا نہیں ہے۔''

انا ابن جلا: یہ شعر سحیم بن وثیل ریاحی کا ہے۔حجاج نے محض اپنے کو تشبیہ دینے کے لیے پڑھا: طلاع الثنایا. جمع ہے اس کا واحد ثنیہ ہے۔یہ پہاڑ یا ریتلے میدان کے راستہ کو کہتے ہیں۔عربی میں اسے بہادر کہتے ہیں۔یعنی میں ایک ایسا راستہ ہوں جو پہاڑوں کا

بلندیوں اور سنگلاخ وادیوں سے گذر چکا ہو۔ جیسے کہ وریدبن صمہ نے اپنے بھائی عبداللہ کا مرثیہ کہتے ہوئے لب کشائی کی ہے ؎

کمیش الازار خارج نصف ساقه بعید من السموآت طلاع انجد

''تہبند سمیٹنے والا (یعنی پھرتیلا ہے) اس کی آدھی پنڈلی کھلی ہوئی ہے۔ فواحش وعادات بد سے دور اور مشکل اُمور پر غالب آنے والا ہے۔''

انجد بلند زمین اور ٹیلے کو کہتے ہیں۔

حجاج نے انی لاری رؤ ساقد اینعت سے مراد یہ لیا ہے کہ لوگوں کے سر پک گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اینعت الثمرة اینایاعا۔ پھل پک گئے' پھل پک جانے کے وقت بھی یہ کہتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے:

اُنْظُرُوْا اِلٰی ثَمَرِہٖ اِذَا اَثْمَرَ وَیَنْعِہٖ.

''پھل پکنے کے لیے ثمر اور ینع دونوں استعمال ہوسکتے ہیں۔''

ابوعبیدہ فرماتے ہیں کہ اس شعر میں اختلاف ہے۔ بعض اس کو احوص کی جانب منسوب کرتے ہیں اور بعض لوگ یزید بن معاویہ کی طرف منسوب کرتے ہیں ؎

ولها بالماطرون اذا اکل النمل الذی جمعا

حرقة حتی اذا ارتفعت سکنت من جلق تبعا

فی قباب عند دسکرة حولها الزیتون قدینعا

''اور بارش جس وقت چیونٹیوں کو ختم کردے اور اس ذخیرہ کو بھی جو انہوں نے جمع کیا تھا اور ایک لپٹ جب کہ وہ لپکے اور پھر اسے پانی سے بجھادیا جائے' بلند منارہ جو کہ ایک محل کے قریب ہے اور اس کے اردگرد زیتون کے پھل ہیں جو نیم پختہ ہیں۔''

شاعر کا قول فاشمذی زیم گھوڑا یا اونٹنی ہے (بطور مفعول استعمال کیا گیا ہے) غالباً یہ شعر حطیم قیسی کا ہے اور قد لفها اللیل بسواق حطیم میں حطم سے وہ شخص مراد ہے جو پیٹو اور سب کچھ چٹ کر جانے والا ہو۔ اسی طرح حطم تیز آگ کو کہتے ہیں۔ علی ظهر وضم الوضم ہر اس لکڑی یا چٹائی کو کہتے ہیں جس پر گوشت کو مٹی سے بچانے کے لیے رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ شاعر نے کہا ہے ؎

وفتیان صدق حسان الوجوه لایجدون لشئی الم

''خوبصورت چہرے والا سچا تو جوان جسے کسی چیز کا غم نہیں ہے۔''

من ال المغیرة لا یشهدون عند المجازر لحم الوضم

''مغیرہ کی آل و اولاد میں سے ہے جو بوچڑ خانے میں لکڑی پہ رکھے ہوئے گوشت کو نہیں دیکھتے۔''

اور شاعر کا یہ قول قدلفها اللیل بعصلبی سے مراد شدید غضب ناک یا بڑے ڈیل ڈول والے مضبوط مرد کو کہتے ہیں اور خراج من الدوی رنج والم سے محفوظ آدمی کو کہتے ہیں۔ اسی طرح صحراء دویة سے مراد جنگل و چٹیل میدان ہے۔ چنانچہ حطیئہ شاعر نے کہا ہے ؎

وانی اهتدیت والد و بینی و بینها وما خلت ساری باللیل یهتدی

''میں چلا اور آہٹ ہمارے اور اس کے درمیان تھی اور اس آہٹ کے ساتھ چلنے والا برابر رات میں صحیح راستہ ڈھونڈتا رہا۔''

داویہ اس بڑے جنگل و بیابان کو کہتے ہیں جہاں رات میں آواز کی بازگشت سنائی دیتی ہے اور چٹیل میدان میں اونٹوں کی ٹاپ اور اس کی آہٹ پھیل جاتی ہے۔ جاہلین عرب کے عقیدہ کے مطابق اس قسم کی آواز جنوں کی بھنبھناہٹ سے پیدا ہوتی ہے۔

والتوس فیھا وتر عرد. شدید کے معانی میں ہے۔ بعض نے عرد کی جگہ عرند بھی پڑھا ہے۔

حجاج بن یوسف کا یہ جملہ **انی واللہ ما یقعقع لی بالشنان**. شن کی جمع ہے خشک کھال کو کہتے ہیں۔ خشک کھال کی حرکت سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اس سے اونٹ بدک جاتے ہیں۔ چنانچہ اسی سے حجاج نے اپنے لیے بطور ضرب المثل کے استعمال کیا ہے۔ نابغہ ذبیانی کہتا ہے ؎

کانک من جمال بنی اقیس　　یقعقع بین رجلیہ بشن

''گویا کہ تم بنو اقیس کے شتر بانوں میں سے ہو کہ جس کے دونوں پاؤں کے درمیان واقع کھال کی آواز سے اونٹ بدک جاتے ہیں۔''

ولقد فررت عن ذکاء. (میں بڑھاپے سے بھاگا) ذکاء تیزی کو کہتے ہیں۔ تیزی کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو بڑھاپے میں پیدا ہوتی ہے۔ دوسری حدت قلب سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کے بارے میں قیس بن زہیر عبسی کا قول ہے جری المزکیات غلاب (ذکاوتیں تب سے اچھل کر باہر آ گئیں)۔

اور زہیر کا شعر ہے ؎

یفضلہ اذا اجتھدا علیہ　　تمام السن منہ والذکاء

''اس کی تیزی اور بڑھاپا اسے دوسروں پر ترجیح دیتی ہے بشرطیکہ وہ کوشش کریں۔''

فعجم عیدانھا عوداً عوداً. کسی چیز کی سختی اور نرمی معلوم کرنے کے لیے جب اس چیز کو چباتے ہیں تو اس کو عجم کہا جاتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ **عجمت العود** لکڑی کی سختی معلوم کرنے کے لیے دانت سے چبانا اور کاٹنا۔ اسی طرح ہر گٹھلی کو عجم کہتے ہیں۔ عجم جیم پر زبر اور جس نے جیم پر سکون پڑھنا غلط ہے۔ چنانچہ اعشیٰ کہتا ہے ؎

وجذعانھا کلقیط العجم.

''اس کا بچہ اٹھائی ہوئی گٹھلی کی طرح ہے۔''

حجاج کا یہ جملہ **طالما او ضعتم فی الفتنۃ الا یضاع** (ایضاع ایک قسم کی رفتار کو کہتے ہیں)۔

حجاج بن یوسف کے اور بھی واقعات ہیں طوالت کی وجہ سے ہم گریز کر رہے ہیں۔

حجاج کا انتقال

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ جب حجاج قریب المرگ ہوا تو اس نے ایک نجومی کو بلا کر یہ کہا کہ آپ کے علم میں کسی بادشاہ کے مرنے کا ذکر ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں ہے لیکن آپ کا نہیں ہے۔ حجاج نے کہا وہ کیسے؟ نجومی نے جواب دیا کہ میرے علم میں جو بادشاہ مرے گا اس کا نام کلیب ہے۔ یہ سن کر حجاج نے کہا ہاں میں ہی ہوں۔ خدا کی قسم میری ماں نے میرا نام کلیب ہی رکھا تھا۔ چنانچہ حجاج نے وصیت کی

اور مریض ہونے کی حالت ہی میں یہ اشعار پڑھے ؎

یا رب قد حلف الاعداء و اجتهدوا ایمانهم اننی من ساکن النار

''اے پروردگار دشمنوں نے قسم کھا رکھی ہے اور کوشش میں ہیں۔ان کا ایمان ہے کہ میں جہنمی ہوں۔''

ایحلفون علی عمیاء ویحهم ماظنهم بعظیم العفو غفار

''کیا وہ جہالت کی وجہ سے قسم کھا رہے ہیں ان کا برا ہو وہ کیا گمان کرتے ہیں اس عظیم ذات سے جو عفو ودرگزر اور مغفرت کرنے والی ہے۔''

حجاج بن یوسف کا انتقال ۹۵ھ میں ولید کے عہد خلافت میں شہر واسط میں ہوا اور اسی شہر میں دفن بھی کیا گیا۔اس کی قبر کا نشان مٹا کر پانی بہا دیا گیا۔جس وقت اس کا انتقال ہوا تو کسی کو اس کا علم نہیں ہوسکا تو ایک باندی شعر پڑھتے ہوئے آئی اس وقت لوگوں کو حجاج کے انتقال کا پتہ چلا ؎

الیوم یرحمنا من کان یغبطنا و الیوم نتبع من کانوا لنا تبعا

''جو ہم پر رشک کرتے تھے آج وہ ہم پر رحم کریں گے اور جو ہمارے متبع تھے آج ہم ان کی اتباع کریں گے۔''

ذہبی اور ابن خلکان لکھتے ہیں کہ جنگ کے علاوہ حجاج نے ایک لاکھ بیس ہزار افراد کو قتل کیا ہے۔امام ترمذی نے بھی اتنی ہی مقدار کی تشریح کی ہے۔اور حجاج کے قید خانہ میں ۵۰ ہزار مرد اور ۳۰ ہزار عورتیں جان بحق ہو گئے تھے جن میں سولہ ہزار لڑکیاں کنواری تھیں۔حجاج عورتوں اور مردوں کو ایک جگہ قید کرتا تھا۔حجاج کے انتقال کے بعد قید خانہ کا جائزہ لیا گیا تو ۳۳ ہزار آدمی بے گناہ قید تھے جن کے اوپر نہ قطع ید تھا اور نہ سولی دیئے جانے کے مستحق تھے۔

ابن عساکر لکھتے ہیں کہ سلیمان عبدالملک نے حجاج کے قید خانے سے اس کے مرنے کے بعد تمام مظلومین کو رہا کر دیا تھا۔بعض نے لکھا ہے کہ ایک دن میں ۸۰ ہزار آدمی رہا کیے گئے اور بعض نے رہا ہونے والوں کی تعداد ۳ لاکھ لکھی ہے۔

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ حجاج کا قید خانہ بلا چھت کے تھا۔گرمیوں میں سورج کی تپش سے بچنے اور سردیوں میں بارش سے حفاظت کا کوئی انتظام نہیں تھا۔سنگ مرمر کی صرف کوٹھڑیاں تھیں۔حجاج قیدیوں کو طرح طرح کی سزائیں دیتا۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ حجاج نے اپنے منشی سے ایک دن دریافت کیا کہ ہم نے الزام لگا کر کتنے لوگوں کو قتل کیا ہے منشی نے جواب دیا ۸۰ ہزار۔حجاج بن یوسف ۲۰ سال تک عراق کا گورنر رہا۔کل ۵۳ سال کی عمر پائی۔

حجاج بن یوسف جمعہ کے دن سوار ہو کر جمعہ کی نماز کے لیے جا رہا تھا تو اس نے قیدیوں کی چیخ و پکار سنی۔اس نے لوگوں سے پوچھا یہ کس چیز کی آواز ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ قیدیوں کی چیخ و پکار ہے انہیں تکالیف و بھوک کی شکایت ہے۔یہ سن کر حجاج قید خانہ کے ایک گوشہ میں گیا اور قرآن کریم کا یہ جملہ کہا اخسؤا فیها و لا تکلمون (مومنون:۱۰۸) اس کے بعد پھر حجاج کو اگلا جمعہ پڑھنے کی توفیق نہیں ہوئی (یعنی مرض الوفات میں مبتلا ہو گیا)۔

دمیریؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابن خلکان کی وفیات الاعیان کے حاشیہ میں بعض مشائخ کے حوالہ سے یہ پڑھا ہے کہ اس جملہ کے

استعمال کرنے یا بہت سی باتوں کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے بعض علماء نے کفر کا فتویٰ لگا دیا۔

بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ حجاج پر کفر کا فتویٰ اس لیے لگایا گیا ہے کہ ایک مرتبہ اس نے لوگوں کو جناب رسول اللہ ﷺ کے حجرہ مبارک کا طواف کرتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ تم لوگ بوسیدہ ہڈیوں کا طواف کرر ہے ہو۔ (الکامل للمبرد)

دمیریؒ کہتے ہیں کہ کفر یہ قول یہ ہے کہ اس نے رسول اللہ پر کذب کا الزام لگایا گیا ہے۔ اس لیے کہ صحیح روایت میں ہے:

''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پہ یہ حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسم اطہر کو کھائے۔'' (رواہ ابوداؤد)

ابوجعفر داؤدی نے انبیاء کے ساتھ مزید شہداء علماء اور مؤذنوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ لیکن یہ اصطلاح حدیث میں زیادتی غریب ہے۔

امام سہیلی کہتے ہیں کہ داؤدی فقہاء اور علماء میں شمار کیے جاتے ہیں۔

امیر المؤمنین سیدنا عمر بن عبدالعزیز نے حجاج کے مرنے کے بعد حجاج کو خواب میں دیکھا کہ وہ سڑا ہوا مردوں کی طرح پڑا ہوا ہے۔ امیر المؤمنین نے حجاج سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے جتنے بھی لوگوں کو قتل کیا ہے ہر مقتول کے بدلے میں مجھے ہر مرتبہ قتل کیا گیا ہے۔ ہاں البتہ مجھے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ تنہا شخص کے بدلہ میں ستر مرتبہ قتل کیا گیا۔ پھر سوال کیا کہ اب تم کو کس کا انتظار ہے؟ اس نے جواب دیا موحدین جس چیز کا انتظار کرتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس پر کفر کا فتویٰ بے جا لگایا گیا ہے۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حجاج توحید پر مرا ہے (خدا ہی اس کے حالات سے زیادہ واقف ہیں)۔

اشکال اور اس کا جواب

اگر کسی کے دل میں یہ خلجان پیدا ہو کہ اللہ جل شانہٗ نے حجاج بن یوسف کو ہر مقتول کے بدلہ میں ایک ایک دفعہ قتل کیا ہے سوائے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ان کے قتل کی پاداش میں حجاج کو ستر مرتبہ قتل کیا ہے اس کی کیا حکمت ہے۔ حالانکہ عبداللہ بن زبیر صحابی رسول رضی اللہ عنہ تھے ان کو بھی حجاج نے تہ تیغ کر دیا تھا۔ اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ تابعی تھے اور یہ اہل سنت کا قطعی عقیدہ ہے کہ صحابیؓ تابعی سے افضل ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حجاج نے جس وقت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا اس وقت بہت سے جلیل القدر صحابہ موجود تھے جو اپنی مثال آپ تھے۔ جیسے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ وغیرہما۔ لیکن جس وقت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کیا گیا اس وقت اس دور میں ان جیسے بے نظیر عالم موجود نہیں تھے۔ اور دیگر علماء مصنفین نے تصریح کی ہے کہ جس وقت سیدنا حسن بصری کو سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر ملی اس وقت حسن بصری نے فرمایا کہ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے قتل کا حادثہ ایسے نازک وقت میں پیش آیا ہے کہ مشرق سے مغرب تک مخلوق خدا ان کے علم ودانش کی محتاج تھی۔ بس اسی لیے حجاج بن یوسف رضی اللہ عنہ سعید کے قتل کرنے کی وجہ سے مزید قتل کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے قتل کا واقعہ لبوۃ (شرنی) کے عنوان میں آجائے گا اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل کا واقعہ باب الالف اوزۃ (بڑی بطخ) کے عنوان میں گزر چکا ہے۔

ضرب المثل

اہل عرب کہتے ہیں:

فلان اغلم من تیس بنی حمان. (حا پر زبر ہے) فلاں آدمی بنوحمان کے بکرے سے زیادہ قابل ہے۔

واقعہ یوں پیش آیا ہے کہ بنوحمان کا بکرا ستر بکریوں پر جفتی کے لیے چڑھتا تھا۔ حالانکہ بکرے کی رگ پھٹ گئی تھی۔ اسی دن سے بنو حمان اپنے بکرے پر فخر کرتے تھے اور تیس (بکرے) ہی کے لیے سفد (جفتی کرنا) کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں کہ قبیلہ مزنیہ کے لوگوں نے ابوحسان انصاری کو قید کر لیا تو یہ لوگ فدیہ میں صرف جنگلی بکرے ہی کو مانگ رہے تھے۔ یہ سن کر ابوحسان انصاری کی قوم غضب ناک ہوگئی اور انہوں نے کہا کہ ہم ایسا بالکل نہیں کریں گے۔ آخر کار جو فدیہ مانگ رہے تھے دینا ہی پڑا۔ تو جس وقت وہ لوگ جنگلی بکرا لے کر آئے تو انہوں نے یہ کہا کہ اس بکرے کو اپنے بھائی کے بدلہ میں دے کر اسے رہا کروالو۔ اسی دن سے قبیلہ مزنیہ کا نام تیس پڑ گیا۔ چنانچہ مزنیہ کا یہ لقب پڑ گیا جوان کے لیے معیوب سمجھا جانے لگا۔ (کتاب الاذکیاء)

طبی فوائد

- جنگلی بکرا خچر کی طرح بدبودار ہوتا ہے۔ اگر کسی کو کھانسی آتی ہو یا چوتھیا بخار میں مبتلا ہو تو اس کی داڑھی باندھنے سے دونوں شکایت دور ہو جاتی ہیں۔
- جس آدمی کی تلی بڑھ گئی ہو وہ اپنے ہاتھ سے اس بکرے کی تلی کاٹ کر جس گھر میں وہ رہتا ہو اس میں باندھ کر لٹکا دے۔ جس وقت تلی خشک ہو جائے گی تو تلی کے مرض میں مبتلا آدمی درست ہو جائے گا اور درد جاتا رہے گا۔
- جس کے کان میں درد ہو رہا ہو تو بکرے کا جگر کاٹتے وقت جو رطوبت نکلتی ہے اگر اسے کان میں ٹپکا لیا جائے تو درد جاتا رہے گا۔
- اس کے ٹخنے باریک کر کے پینے سے قوت باہ میں تیزی اور اشتعال پیدا ہوتا ہے۔
- اس کے پیشاب کو جوش دے کر گاڑھا ہو جانے کے بعد برابر چینی ملا کر خارش زدہ کو لگانے سے شکایت دور ہو جاتی ہے۔
- اگر کوئی بچہ زیادہ روتا ہو تو اس کی مینگنی سر کے نیچے رکھنے سے رونے کی شکایت دور ہو جاتی ہے۔

اور بھی بہت سے فوائد ہیں جس کا تذکرہ معز (بکری) کے عنوان میں آ جائے گا۔

باب الثاء

ثاغية

بھیڑ۔اہل عرب کہتے ہیں مالہ ثاغية و لا راغية. نہ اس کے پاس کوئی بھیڑ ہے نہ اونٹنی ہے۔یعنی اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔اسی طرح کہتے ہیں ماله دقيقة و لا جليلة. اس کا بھی مفہوم یہی ہے۔دقیقہ بکری کو اور جلیلہ اونٹنی کو کہتے ہیں۔

ثُرملة

ثرملته. مادہ لومڑی کو کہتے ہیں۔تفصیل ثعلب (لومڑی) کے بیان میں آجائے گی۔

ثعبان

ثعبان ہر بڑے سانپ کو کہتے ہیں چاہے نر ہو یا مادہ ہو جمع ثعابین آتی ہے۔ثعبه ایک قسم کے گرگٹ کو کہتے ہیں جس کی تفصیل باب داؤ وزغ (گرگٹ کے عنوان میں آجائے گی)۔

جاحظ کہتے ہیں کہ اژدہے زیادہ تر مصر کے علاقے میں ہوتے ہیں۔اس سے زیادہ اور کسی علاقے میں نہیں ہوتے۔اس لیے اللہ جل شانہٗ نے عصائے موسیٰ علیہ السلام کو اژدہا بنادیا تھا۔چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَاهِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ. (القرآن)

''تو انہوں نے ڈال دی اپنی لاٹھی تو اچانک وہ واضح اژدہا بن گیا۔''

یعنی عصاء کو اللہ جل شانہٗ نے اژدہا بنادیا تھا۔(کتاب الامصار وتفاضل البلدان)

ایک دلچسپ اور عجیب واقعہ

عبداللہ بن جدعان ابتداء مفلس اور غریب آدمی تھے۔اس کے باوجود نہایت شریر اور مفسد تھے۔قسم قسم کے جرائم برابر کرتے رہتے' ان کے والد اور گھر والے ان کے نقصان کی تلافی کر دیتے۔ان کی طرف سے دیت ادا کر دیتے۔ایک مرتبہ مجبور ہو کر ان کے والد نے ان کو شہر بدر کر دیا اور یہ قسم کھائی کہ اب کبھی بھی ان کو پناہ نہیں دیں گے۔چنانچہ ان حالات کے پیش نظر عبداللہ بن جدعان مکہ کی گھاٹیوں کی طرف نکل کھڑے ہوئے اور موت کی تمنا کرنے لگے۔اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ پہاڑ میں دراڑ ہے۔دل میں خیال پیدا ہوا کہ ان کے اندر کوئی سانپ ہوگا۔چنانچہ یہ دراڑ کا جائزہ لینے لگے۔سوچا کہ اس میں کوئی نہ کوئی ایسی چیز ضرور ہوگی جو ان کو موت کے گھاٹ اُتار دے گی اور ہمیشہ کے لیے سو جائیں گے۔جب انہیں کوئی خطرناک چیز نظر نہ آئی تو ہمت کر کے اس کے اندر داخل ہو گئے۔کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بہت بڑا اژدھا ہے جس کی دونوں آنکھیں چراغوں کی طرح روشن ہیں۔یہ کھڑے ہو کر اس کا جائزہ لینے لگے۔دل میں یہ بات آئی کہ شاید یہ اژدہا مصنوعی ہے۔چنانچہ انہوں نے اسے ہاتھ سے پکڑ لیا تو واقعی وہ سونے کا مصنوعی اژدہا تھا۔آنکھیں یاقوت کی تھیں' توڑ کر انہوں نے آنکھیں نکال لیں۔پھر آگے دراڑ کے اندر داخل ہو گئے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک تخت پر ایسے ڈھانچے پڑے ہوئے ہیں کہ اتنے

لمبے اور موٹے ڈھانچے انہوں نے کبھی نہیں دیکھے تھے اور ان کے سرہانے چاندی کی ایک تختی تھی جس میں ان کی تاریخ لکھی ہوئی تھی۔ معلوم ہوا کہ وہ جرہم کے بادشاہ تھے ان کا سب سے آخری تاجدار حرث بن مضاض گزرا ہے جس کے عمامہ کا شملہ لمبا تھا۔ ان کے جسموں پر منقش کپڑے تھے۔ کافی دنوں سے ایسا رہا کہ کوئی چیز بھی اگر ان کے بدن پر گرتی تو ذرات کی طرح اُڑ جاتی تھی۔ تختی پر کچھ نصیحتیں کندہ تھیں۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ وہ تختی سنگ مرمر کی تھی اور اس میں یہ لکھا ہوا تھا:

''میں نفیلہ بن عبدالمدان بن خشرم بن عبد یالیل بن جرہم بن قحطان بن ہود علیہ السلام ہوں (جو اللہ کے نبی گزرے ہیں)۔ میں پانچ سو سال تک زندہ رہا۔ مال و دولت' جاہ و جلال و سلطنت کی تلاش و جستجو میں روئے زمین کے اندرون و بیرون کا سفر کیا لیکن ان میں سے کوئی بھی چیز مجھے موت سے نہ بچا سکی۔

پھر اس تحریر کے نیچے یہ اشعار کندہ تھے ۔

قد قطعت البلاد فی طلب الثروة والمجد قالص الاثواب

''فنا ہونے والی اشیاء دولت و عزت کی جستجو میں میں نے اکثر ملکوں کا سفر کیا۔''

وسریت البلاد و قفر القفر بقناة و قوة و اکتساب

''عزم و حوصلہ اور قوت آزمائی کے ساتھ بے آب و گیاہ راستوں سے رات کو بھی سفر کیا۔''

فاصاب الردی بنات فوادی بسهام من المنایا صیاب

''پھر موت کے تیر کے صحیح نشان سے میرا دل ہلاک ہو گیا۔''

فانقضت مدتی و اقصر جهلی واستراحت عواذلی من عتاب

''چنانچہ میری عمر ختم ہو گئی اور میری جہالت دور ہو گئی اور میرے عتاب سے ملامت گر محفوظ ہو گئے۔''

ودفعت السفاه بالحلم لما نزل انشیب فی محل الشباب

''بردباری نے بُرے اخلاق کا خاتمہ کر دیا جب کہ بڑھاپے نے جوانی کو پچھاڑ دیا۔''

صاح هل رائیت اوسمعت براع ردفی الضرع ماقری فی الحلاب

''اس نے پکار کر کہا تم نے کسی چرواہے سے سنا یا بچشم خود دیکھا ہے کہ جو برتن میں دودھ جمع کیا گیا تھا وہ تھن میں لوٹا دیا گیا۔''

اور درمیان دراڑ میں یاقوت' موتیوں' زبرجد' سونے چاندی کا انبار تھا۔ اس سے بھی تھوڑے لے کر رکھ لیے پھر اس نے دراڑ پر ایک نشان لگا دیا اور اس کا دروازہ پتھر سے بند کر دیا اور اس نے جو مال یہاں سے نکالا تھا وہ اپنے والد کے پاس بھیج دیا تاکہ والد ان سے شفقت ورافت کا مظاہرہ کرنے لگیں۔ پھر آخر کار یہ گھر واپس آ گیا۔ اور خاندان کا سردار بن گیا۔ عبداللہ بن جدعان وہیں کے خزانے کی دولت لوگوں پر خرچ کرتا۔ کھانا کھلاتا' اچھے کام پر پیسہ صرف کرتا۔ اس کا پیالہ اتنا بڑا تھا کہ اونٹ کا سوار سواری کے ساتھ شکم سیر ہو جاتا۔ ایک مرتبہ اس پیالہ میں ایک بچہ گر گیا۔ چنانچہ وہ ڈوب کر مر گیا۔

ابن قتیبہ کہتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں دوپہر کے وقت عبداللہ بن جدعان کے پیالے کے سائے سے سایہ حاصل کیا کرتا تھا۔'' (غریب الحدیث)

یعنی ہاجرۃ میں ہاجرہ کو صکۃ عمی ایک واقعہ کی وجہ سے کہا گیا ہے۔ چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک اندھا آدمی تھا۔ غالباً یہ قبیلہ عدوان یا ایاد کا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں فقیہ عرب کے نام سے مشہور تھا۔ یہ ایک مرتبہ اپنی قوم میں حج یا عمرہ کر کے واپس آیا تو جب مکہ دو منزل دور رہ گیا تو اس نے اپنی قوم سے کہا جب کہ وہ وسط ظہیرہ میں تھے جو شخص اس جیسے وقت پر مکہ میں کل کے دن آئے گا اس کو دو عمرہ کا ثواب ملے گا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اونٹوں کو تیزی سے ہانکا یہاں تک کہ صبح سویرے مکہ میں آ گئے۔ (نحوی قواعد کی رو سے لفظ عمی ترخیم کے طور پر اعمیٰ کی تصغیر ہے اسی لیے ظہیرۃ کا نام صکۃ عمی پڑ گیا۔ (الانوار)

عبداللہ بن جدعان

عبداللہ بن جدعان تیمی کی کنیت ابوزہیر ہے۔ یہ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے اس لیے عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے ان کے حالات کا تذکرہ کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ابن جدعان مہمان نواز خیر خواہ اور بھلائی کرنے والے آدمی تھے کیا ان کو قیامت کے دن ان کے کام نفع بخش ہو سکتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا بالکل نہیں۔ عائشہ! ابن جدعان کو کسی دن روز محشر کے لیے گناہوں سے مغفرت چاہنے کی توفیق نہیں ہوئی۔

امام سہیلی اور احمد بن عمار کہتے ہیں کہ عبداللہ بن جدعان ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے شراب سے دلچسپی رکھنے کے باوجود اپنے لیے شراب حرام کر لی تھی۔ یعنی واقعہ یوں پیش آیا کہ ایک مرتبہ یہ شراب نوش کرنے کے بعد مدہوش ہو گئے تو اپنے ہاتھوں کو بڑھا کر چاند کی روشنی کو مٹھی میں لینے کی کوشش کرنے لگے۔ ہم نشین دیکھ کر ہنس پڑے۔ جس وقت انہیں افاقہ ہوا لوگوں نے انہیں بتایا کہ تم مدہوشی کے عالم میں یہ کر رہے تھے۔ بہت شرمندہ ہوئے اور شراب نہ پینے کی ہمیشہ کے لیے قسم کھائی۔ جب یہ بوڑھے ہو گئے تو بنوتمیم نے انہیں اسراف کرنے سے روکنے کی کوشش کی۔ اور جود و بخشش سے انہیں روکا۔ ابن جدعان کا یہ حال تھا کہ یہ لوگوں کو بلا کر ہلکا سا طمانچہ لگاتے۔ پھر اس سے یہ کہتے کہ اٹھو اور قسم کھاؤ کہ میں نے تمہارے طمانچہ لگایا ہے اور اس کے بدلہ میں دیت کا مطالبہ کرو۔ چنانچہ سب لوگ ایسا کرتے تو بنوتمیم ابن جدعان کے مال سے ان کو دیت دیتے۔ (الروض الانف)

ابوالفتح علی ابن محمد بستی نے اس موضوع پر بہت ہی اچھا اور طویل قصیدہ کہا ہے جو پند و نصائح کا مجموعہ ہے ابوالفتح کو نظم و نثر دونوں پر یکساں قدرت تھی۔ بعض شعراء نے قصیدہ میں تضمین بھی کی ہے۔ مشہور یہ ہے کہ تضمین کے اشعار خلیفہ راضی باللہ کے ہیں ؎

زيادة المرء في دنياه نقصان — وربحه غير محض الخير خسران

''انسان کے لیے زیادہ دُنیاداری نقصان دہ ہوتی ہے اور اس کا نفع بھی علاوہ خالص خیر کے نقصان کا سامان ہی ہوتا ہے۔''

وكل وجدان حظ لاثبات له — فان معناه في التحقيق فقدان

''اور ہر شخص کے لیے ایک ناپائیدار حصہ ہوتا ہے۔ درحقیقت اس کے یہ معانی ہوئے کہ وہ بھی ایک دن منقطع ہو جائے گا۔''

ياعامر الخراب الدهر مجتهدا — بالله هل الخراب العمر عمران

''اے دُنیا کو آباد کرنے کی کوشش کرنے والے خدا کی قسم! کیا دُنیا زندگی بھر کے لیے ہے۔''

ویا حریصا علی الاموال یجمعها نسیت ان سرور المال احزان

''اے مال و دولت جمع کرنے کے حریص! سچ مچ دولت کی شادمانی غم واندوہ کا سبب بن جاتی ہے۔ کیا تم اسے بھول گئے۔''

دع الفواد عن الدنیا وزخرفها فصفوها کدر والوصل هجران

''دُنیا اور اس کی رنگ رلیوں پر فریفتہ مت ہو جاؤ اس لیے کہ دُنیا کی خوش نمائی گدلا پن اور دستیابی جدائی ہے۔''

واوع سمعک امثالا افصلها کما یفصل یاقوت و مرجان

''اور تم کان کھول کر سن لو میں مثالیں دے کر اس طرح الگ الگ بیان کروں گا جیسے کہ یاقوت اور موتی الگ الگ ہو جاتے ہیں۔''

احسن الی الناس تستعبد قلوبهم فطالما استعبد الانسان احسان

''لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو گے تو وہ تمہارے تابع ہو جائیں گے کیونکہ بسا اوقات انسان احسان کا غلام بن جاتا ہے۔''

وکن علی الدهر معوانالذی امل یرجوندک فان الحر معوان

''جو تمہارے جود و کرم کا اُمیدوار ہو تو تم اس کی پریشانی میں زیادہ سے زیادہ کام آؤ اس لیے کہ شریف آدمی موقع پر دوسروں کا ساتھ دیتا ہے۔''

من جاد بالمال مال الناس قاطبة الیه والمال للانسان فتان

''جو بخشش کرتا ہے اس کا سارا نفع بعد میں اسی کو ہوتا ہے اور مال تو انسانوں کو فتنہ میں ڈال دیتا ہے۔''

من کان للخیر مناعا فلیس له عند الحقیقة اخوان و اخدان

''بھلائی کرنے سے جو روکنے والا ہوتا ہے مصیبت کے وقت اس کے نہ کوئی بھائی ہوتے ہیں اور نہ ساتھی۔''

لاتخدشن بمطل وجه عارفة فالبر یخدشه مطل ولیان

''تمہیں کوئی آشنا ٹال مٹول کے ذریعے دھوکہ نہ دے دے اس لیے کہ نیک کار کو ٹال مٹول اور آسودگی دھوکہ دے دیتی ہے۔''

یا خادم الجسم کم تسعی لخدمته أتطلب الربح مما فیه خسران

''اے بدن کے خادم! تو کب تک خدمت میں مصروف رہے گا کیا نقصان دہ چیزوں میں تم نفع کا سراغ لگا رہے ہو۔''

اقبل علی النفس فاستکمل فضائلها فانت بالنفس لابالجسم انسان

''نفس پر توجہ دے کر آراستہ کرنے کی تکمیل میں لگ جاؤ کیونکہ (سلامت) نفس کا نام انسان ہے ڈھانچہ کا نہیں۔''

من یتق اللّٰه یحمد فی عواقبه ویکفه شر من عزوا و من هانوا

''جو خدا سے ڈرتا ہے اس کا انجام بہتر ہوتا ہے اور بڑے و چھوٹے ہر ایک کی اذیت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔''

حسب الفتی عقلا خلا یعاشره اذا تحاماه اخوان و خلان

''جوان کے لیے یہ کافی ہے کہ دوستوں میں اطمینان بخش زندگی گزار رہا ہو جب وہ بکنے لگتا ہے تو بھائی اور دوست خوب ہو جاتے ہیں۔''

لا تستشر غیر ندب حازم فطن قد استوت منه اسرار و اعلان

''تم ہوش مند' دانا اور ذہین آدمی کے علاوہ کسی اور سے مشورہ نہ لینا اس لیے کہ ایسے کا ظاہر و باطن دونوں یکساں ہوتا ہے۔''

فللتدابیر فرسان اذا رکضوا فیها ابروا کما للحروب فرسان

''میدان جنگ کی طرح تدبیروں میں بھی شہسوار (مدبر و آزمودہ) ہوتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ ایڑ لگاتے ہیں تو فتح یاب ہو جاتے ہیں۔''

وللامور مواقیت مقدرة وکل امرله حد و میزان

''ہر معاملہ کے لیے اوقات' ایک حد' انتہا اور ناپنے کے لیے ایک پیمانہ ہوتا ہے۔''

من رافق الرفق فی کل الامور فلم یندم علیه و لم یذممه انسان

''جو ہر معاملہ میں نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کرتا ہے اسے شرمندگی اور کسی بھی برائی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔''

ولا تکن عجلا فی الامر تطلبه فلیس یحمد قبل النضیح بحران

''ہنگامی معاملہ کی تفتیش میں جلدی نہ کرنا کیونکہ مقدمہ تحقیق سے قبل نامکمل ہونے کی وجہ سے بہتر نہیں ہوتا۔''

وذو القناعة راض فی معیشته وصاحب الحرص ان اثری فغضبان

''قناعت گزیں اپنی زندگی میں خوش اور مطمئن رہتا ہے اور حریص مالدار بھی ہو تو وہ ناخوش اور پریشان رہتا ہے۔''

کفی من العیش ماقدسد من رمق ففیه للحر ان حقیقت غنیان

''زندگی گزارنے کے لیے معمولی خورد و نوش کافی ہے بس اتنی مقدار شریف آدمی کے لیے مہیا ہو جائے تو کام چل جاتا ہے۔''

هما رضیعا لبان حکمة و تقی و ساکنا وطن مال و طغیان

''وہ دونوں حکمت و تقویٰ کے طفل شیر خوار ہیں نیز مال اور سرکشی ایک ہی وطن کے دونوں باسی ہیں۔''

من مد طرفا بفرط الجهل نحوهوی اغضٰی عن الحق یوما وهو خزیان

''جو خواہشات کی طرف انتہائی جہالت کی وجہ سے ہاتھ بڑھاتا ہے تو وہ ایک دن ذلیل ہو کر حق سے پھر جاتا ہے۔''

من استشار صروف الدهر قام له علی حقیقة طبع الدهر برهان

''حوادثات کا سلسلہ جن پر کھل جاتا ہے تو اس کے لیے زمانہ کی طبیعت بطور دلیل منکشف ہو جاتی ہے۔''

من عاشر الناس لاقی منهم نصبا لان طبعهم بغی وعدوان

''جو لوگوں کے ساتھ زندگی گزارتا ہے تو ان سے تکلیف بھی پہنچتی ہے کیونکہ ان کی طبیعت میں بغاوت و دشمنی ہوتی ہے۔''

ومن یفتش علی الاخوان مجتهدا فجل اخوان هذا الدهر خوان

''جو بھائیوں کے بارے میں تفتیش میں لگا رہتا ہے (اسے تجربہ کے بعد پتہ چل جاتا ہے کہ) اس زمانہ کے سارے بھائی خائن ہیں۔''

من یزرع الشر یحصدفی عواقبه تـدامة والحصد الزرع ابان

''جو بدی کی کاشت کرتا ہے نتیجۂ ندامت کاٹتا ہے اس لیے کہ کٹائی کا ایک وقت مقرر ہے۔''

من استنام الی الاشرار نام وفی قمیصه منهم صل و ثعبان

''جو بروں سے مانوس ہو کر مطمئن ہو جاتا ہے گویا وہ آستین میں اژدہا لے کر سو جاتا ہے۔''

من سالم الناس یسلم من غوائلهم وعاش و هو قریر العین جذلان

''جو لوگوں کے ساتھ سلامت روی کا ثبوت دیتا ہے تو وہ ان کے شرور سے محفوظ ہو کر سکون اور چین کی زندگی گزارتا ہے۔''

من کان للعقل سلطان علیه غدا وما علی نفسه للحرص سلطان

''جو لوگ عقل کے محافظ بن جاتے ہیں انہیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ اپنے خرمن کے محافظ نہیں بنتے۔''

وان اساء مسی فلیکن لک فی عروض زلته صفح و غفران

''اگر کوئی شام کے وقت برائی سے پیش آئے تو اس کی آبرو ریزی پر چشم پوشی اور درگزر سے کام لو۔''

اذانبا بکریم موطن فله وراءه فی بسیط الارض اوطان

''جب کسی کا وطن اس کی شرافت کی خبر دے۔ تو یاد رکھو اس کے لیے زمین میں اس کے علاوہ بھی بہت سے وطن ہوں گے۔''

لاتحسبن سروراً دائما ابداً من سرة زمن ساء ته ازمان

''تم اپنے آپ کو دائما مسرور مت سمجھا کرو اس لیے کہ زمانہ کسی وقت کسی کو خوش کر دیتا ہے تو دوسرے وقت اس کے ساتھ برا سلوک کرتا ہے۔''

یاظالما فرحا بالغو ساعده ان کنت فی سنة فالدهر یقضان

''اے بازوؤں سے زیادہ زیادتی کرنے والے عزت و جاہ کی وجہ سے خوش ہے اگر تو اونگھ رہا ہے تو زمانہ تو بیدار ہے۔''

یاایها العالم المرضی سیرته ابشر فانت بغیر الماء ریان

''اور دانش مند انسان پاکیزہ اخلاق والے تمہیں میں خوش خبری دیتا ہوں کہ بغیر پانی ہی کے سیراب ہو۔''

ویااخا الجهل لواصبحت فی لجج فانت ما بینهما لاشک ظمآن

ترجمہ: ''اے جاہل بھائی اگر چہ تو سمندر ہی میں کیوں نہ ہو اس کے باوجود تو یقیناً پیاسا ہی ہوگا۔''

دع التکاسل فی الخیرات تطلبها فلیس یسعد بالخیرات کسلان

''تو خیر و بھلائی کے سراغ لگانے میں کاہلی نہ کر کیونکہ کاہل آدمی نیک کاموں میں سعادت مند نہیں ہوتا۔''

صن حروجک لاتهتک غلالته فکل حرلحر الوجه صوان

''تم اپنی عزت کی حفاظت کرو اس کی آبرو ریزی مت کرو۔ اس لیے کہ ہر شریف آدمی شریف آدمی کے لیے محافظ ہوتا ہے۔''

لاتحسبن الناس طبعا واحدا فلهم غرائز لست تحصیها والوان
''تم ہر ایک کو ایک ہی سانچے میں ڈھلے ہوئے مت سمجھا کرو اس لیے کہ لوگوں کی طبیعتیں بے حد رنگین اور مختلف ہوتی ہیں۔''

ماکل ماء کصداء الوراد نعم ولاکل نبت فهو سعدان
''ہر پانی اپنے گھاٹ میں آنے والے کے لیے شفاء بخش وخوش گوار نہیں ہوتا صحیح ہے اور نہ ہر گھر میں سعدان [1] ہوتی ہے۔''

من استعان بغير الله في طلب فان ناصره عجز و خذلان
''جو بوقت ضرورت غیر اللہ سے مدد مانگتا ہے تو سچ مچ اس کا مدد کرنے والا عاجز اور کمزور ہوتا ہے۔''

واشدد یدک بحبل الله معتصما فانه الركن ان خانتک ارکان
''اگر قوم نے تمہارے ساتھ بے وفائی کی ہو تو تم اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑلو اس لیے کہ یہ مضبوط اور توانا ہے۔''

ولاظل للمرء یغنی عن تقی و رضا وان اظلته اوراق وافنان
''کسی کے پاس خوف ورضا سے بے نیاز کرنے والا سایہ نہیں ہے اگر چہ اسے پتوں اور ٹہنیوں نے سایہ میں لے لیا ہو۔''

سحبان من غير مال باقل حصر وباقل في الثراء المال سحبان
''سحبان جیسا خطیب اعظم مال کے بغیر باقل ہے کہ بولنے پر قادر نہ تھا اور باقل دولت کے وقت سحبان بن جاتا ہے۔''

والناس اخوان من والته دولته وهم عليه اذا عادته اعوان
''والی سلطنت کے لیے لوگ بھائی بھائی ہوتے ہیں' جب حاکم پر کوئی حملہ آور ہوتا ہے تو وہ مددگار بن جاتے ہیں۔''

یارافلا فی الشباب الوحب منتشیا من کاسه هل اصاب الرشد نشوان
''اے عنفوان شباب میں اپنے جام سے مست ہونے والے کیا نشے اور مستی میں راہ یاب ہو جائے گا؟''

لا تغترر بشباب ناعم خضل فكم تقدم قبل الشيب شبان
''تم شاداب اور مست جوانی کے دھوکہ میں نہ پڑو کیونکہ بہت سے جوان بڑھاپے سے قبل ہی رخصت ہو گئے ہیں۔''

ويا اخا الشيب لوناصحت نفسک لم یکن لمثلک فی الاسراف امعان
''اور بڑھاپے میں قدم رکھنے والے تیرا نفس صحت مندر ہے تمہارے جیسا فضول خرچ کوئی نہیں ہے۔''

هب الشبيبة تبدی عذر صاحبها مابال شیبک یستهویه شیطان
''فرض کرو جوانی اپنے حجرات کا عذر کر رہی ہو سوچا کہ شیطان کے مدہوش کیے ہوئے بڑھاپے کا کیا حال ہوگا۔''

كل الذنوب فان الله يغفرها ان شيع المرء اخلاص و ایمان

---

[1] سعدان ایک خاردار پودا ہوتا ہے جو اونٹوں کے لیے بہترین چارہ سمجھا جاتا ہے۔۱۲ (مصباح اللغات)

''اگر آدمی میں ایمان واخلاص ہوتا ہے تو خدائے پاک ہر گناہ کو بخش دیتے ہیں۔''

و كل كسر فان الله يجبره وما لكسر قناة الدين جبران

''اللہ جل شانہٗ جسم کی ہر ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑ دیتا ہے لیکن دین کی ٹوٹی ہوئی لکڑی کو نہیں جوڑتا۔''

احسن اذا كان امكان و مقدرة فلا يدوم على الانسان امكان

''اگر ہمت واستطاعت ہو تو حسن سلوک کرو اس لیے کہ انسان کی استطاعت ہمیشہ نہیں رہتی۔''

فالروض يزدان بالانوار فاغمه والحر بالعدل والاحسان يزدان

''چمن کھلی ہوئی کلیوں سے دلہن بنا رہتا ہے اور آزاد و شریف آدمی عدل واحسان سے آراستہ رہتا ہے۔''

خذها سرائر امثال مهذبة فيها لمن يبتغي التبيان تبيان

''ان پاکیزہ اور مہذب لوگوں کی حکمتوں کو یاد کرلو جو لوگ روشنی حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے اس میں روشنی کا سامان ہے۔''

ماضر حسانها والطبع صائغها ان لم يصغها قريع الشعر

''کلمات حکمت کی جادوگری کو دراں حالیکہ حکیم طبیعتوں نے انہیں ڈھالا ہے کوئی نقصان پہنچانے والا نہیں اگر بہترین اشعار کی تیاری میں قادر الکلام شاعروں نے حصہ نہ لیا ہو۔''

بعض شعراء نے تضمین کرتے ہوئے کہا ہے کچھ اہل علم کہتے ہیں کہ خلیفہ راضی باللہ نے تضمین کی ہے ۔

وكن لسنة خير الخلق تبعاً فانها لنجاة العبد عنوان

''تم سب سے بہتر خلق (رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے) پیروکار بن جاؤ اس لیے کہ سنت کا طریقہ بندہ کی نجات کا عنوان ہے۔''

فهو الذى شملت للخلق انعمه وعمهم منه فى الدارين احسان

''تمام مخلوق پر جس کی عنایات چھائی ہوئی ہیں یہ وہی ذات گرامی ہے اور دنیا وآخرت کی ساری مخلوق پر ان ہی کا احسان ہے۔''

جبينه قمر قد زانه خفر وثغره دررغر و مرجان

''وہ مہ جبین جس کی حیا نے چار چاند لگا دیئے ہیں' دانت کیا ہیں بڑے بڑے موتیوں کی طرح تابناک ہیں۔''

والبدر يخجل من انوار طلعته والشمس من حسنه الوضاح تزدان

''اور چاند ان کے چہرہ انور کی ضیا پاشیوں سے شرمندہ ہے اور ان کے چہرہ کی چمک دمک سے سورج کی روشنی میں اضافہ ہوتا ہے۔''

به توسلنا فى محو زلتنا لربنا انه ذوالجود منان

''ہم اپنے پالنہار سے اپنی لغزشوں سے درگزر کے لیے ان کو وسیلہ بناتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ فیاض اور بہت احسان کرنے والے ہیں۔''

و مذاتى البصرت عمى القلوب به سبل الهدى ووعت للحق اذان

''اور جب سے وہ آئے اندھے قلوب نے بھی ہدایت کا راستہ دیکھ لیا ہے اور کانوں نے بھی حق بات سن لی ہے۔''

یا رب صل علیه ما همی مطر فانبعث منه اوراق و اغصان

''خدایا جب تک بارش ہوتی رہے اس ذات گرامی پر رحمت نازل فرما جس کی وجہ سے اس سے پتے اور ٹہنیاں پھوٹ پڑیں۔''

وابعث الیه سلاماً زاکیا عطراً والال والصحب لا تفنیه ازمان

''ان پر ان کی آل واولاد پر اور ان کے اصحاب پر قیامت تک پاکیزہ اور معطر درود وسلام بھیجتے رہیے۔''

اب ابوالقاسم بستی کی نثر ملاحظہ فرمائیے:

جو اپنی اصلاح کر لیتا ہے تو اس کے حاسدین خاک آلود ہو جاتے ہیں جو غصہ اور اشتعال کے تابع ہوتا ہے اس کا ادب ضائع ہو جاتا ہے۔ بڑے لوگوں کے اخلاق اخلاق فاضلانہ ہوتے ہیں۔ نیک بخت غصہ کے وقت تھم جاتا ہے۔ رشوت ضرورتوں کی رسی ہے۔ جاہل ترین وہ شخص ہے جو بھائیوں کو ذلیل کرنے والا ہو اور بادشاہوں پر بھروسہ کرنے والا ہو۔ سمجھ عقل کی کرن ہے۔ آرزوئیں تمناؤں کا مذاق اُڑاتی ہیں۔ پاک دامنی گزارہ اور قناعت پر رضامندی کا نام ہے۔

ابوالقاسم بستی کا انتقال ۴۰۰ھ میں ہوا۔

ثعالة

الثعالة لومڑی۔ ثعالۃ نخالہ کے وزن پر ہے۔ نخالۃ زبالۃ اور فضالۃ۔ یہ تینوں ہم شکل بھائی بھائی تھے۔ ثعالۃ مشہور لومڑی کا نام ہے۔ ارض مثعلہ اس زمین کو کہتے ہیں جہاں زیادہ تر لومڑیاں رہتی ہوں۔ ارض معقرہ اس زمین کو کہتے ہیں جہاں زیادہ تر بچھو رہتے ہوں۔

ضرب الامثل

اہل عرب کہتے ہیں فلان اروغ من ثعالة. ''فلاں لومڑی سے زیادہ دھوکے باز اور مکار ہے۔'' چنانچہ شاعر کہتا ہے ؎

فاحتلت حین صرمتنی والمرء یعجز لا محالة

''جس وقت تو نے مجھ سے قطع تعلق کر لیا اس وقت میں نے تدبیر کی اور یقیناً انسان عاجز ہوتا ہے۔''

والمرء یکسب ماله والشیخ یورثه الفسالة

''اور انسان اپنی کمائی کرتا ہے اور حرص بے سود زرات کا وارث بنا دیتی ہے۔''

والعبد یقرع بالعصا والحر تکفیه المقالة

''غلام ڈنڈے سے کھٹکھٹایا جاتا ہے (یعنی غلام سے قابل تنبیہ غلطیاں ہوتی ہیں) اور آزاد شریف کے لیے کہہ دینا کافی ہوتا ہے۔''

اہل عرب کہتے ہیں فلان اعطش من ثعالة. ''فلاں لومڑی سے زیادہ پیاسا ہے۔''

ثعالہ کے معانی میں علماء کا اختلاف ہے۔ محمد بن حبیب کا خیال ہے کہ لومڑی کو کہتے ہیں۔ لیکن ابن الاعرابی اس کا انکار کرتے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ ثعالۃ بنو مجاشع کا ایک آدمی تھا۔ اس نے جنگل میں اپنے ساتھی کا پیشاب نوش کر لیا تھا۔ چنانچہ وہ پیاسا مر گیا۔

ثعبة

امام جوہری لکھتے ہیں کہ ثعبہ ایک قسم کے گرگٹ کا نام ہے۔

ثعلب

(بفتحہ ثاء وسکون عین مہملہ وبفتحہ لام وسکون بائے موحدہ)

ثعلب لومڑی مشہور جانور ہے اس کی جمع ثعالب اور اُثعل آتی ہے۔ مادہ کے لیے ثعلبۃ استعمال کرتے ہیں۔ فارسی میں ''روباہ'' ہندی میں لومڑی ولوکھری بھی کہتے ہیں۔

وابصہ رضی اللہ عنہ بن معبد کہتے ہیں کہ:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ یہ لومڑی درندوں میں سب سے زیادہ شریر ہوتی ہے۔'' (رواہ ابن قانع فی معجمہ)

لومڑی کی کنیت ابوالحصین' ابوالنجم' ابونوفل' ابوالوثاب' ابوالخبص وغیرہ ہے اور مادہ کی کنیت کے لیے ام عویل کہتے ہیں۔ نرلومڑی کو ثعلبان بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ کسائی نے کہا ہے ؎

اربّ یبول الثعلبان براسه لقد ذل من بالت علیه الثعالب

''کیا ایسا بت معبود بنانے کے لائق ہے جس کے اوپر لومڑی موت جاتی ہو یا جس کے اوپر لومڑی کی موت ہوگئی ہو۔ وہ یقیناً ذلیل وخوار ہے۔

اسی طرح دیگر شعراء نے بھی اشعار کہے ہیں لیکن وہ سب خیالات ہی ہیں۔

ابوحاتم رازی نے ثعلبان کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ ثعلب کا تثنیہ گردانتے ہیں۔

بعض اہل علم لکھتے ہیں کہ بنوثعلب کا ایک بت تھا جس کی وہ پوجا کرتے تھے۔ اتفاق سے ایک دن یہ لوگ اس کی پوجا کررہے تھے کہ اچانک دولومڑیاں دوڑتی ہوئی آئیں اور ٹانگیں اُٹھا کر بت پر پیشاب کرنے لگیں۔ اس بت کا ایک مجاور تھا جس کا نام غادی بن ظالم تھا۔ اس نے مذکورہ بالا شعر پڑھا۔ اس کے بعد بت کو توڑ دیا۔ اس کے بعد وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ آپؐ نے اس سے نام پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ میرا نام غادی بن ظالم ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ تمہارا نام راشد بن عبدربہ ہے۔

بعض حضرات لکھتے ہیں کہ ایک آدمی کا بت تھا یہ اس پر روٹی اور مکھن چڑھا کر بت کے سرہانے رکھ دیتا تھا اور اس سے یہ کہتا تھا کہ اسے کھالے۔ تھوڑی دیر کے بعد لومڑی آئی اور یہ دونوں چیزیں کھا کر بت پر پیشاب کر دیا۔ یہاں ثعلبان سے مراد نرلومڑی ہے۔

بعض لکھتے ہیں کہ دولومڑی آکر روٹی اور مکھن کھا جاتیں۔ یہاں ثعلبان کا لفظ ثعلب کا تثنیہ ہے۔ (کتاب الہروی)

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ ہروی سے ثعلبان کے معانی بیان کرنے میں سہو ہو گیا ہے اور روایت بیان کرنے میں تصحیف ہوگئی ہے۔ بلکہ واقعہ یوں ہے کہ لومڑی آئی۔ یہاں ثعلبان سے مراد نرلومڑی ہے اور ثعالب نرلومڑی کو کہتے ہیں جو مشہور جانور ہے۔ تثنیہ مراد نہیں ہے۔ پھر اس نے بت پر پیشاب کردیا۔ اتنے میں وہ آدمی کھڑا ہوا اور بت کو پتھر مار کر توڑ ڈالا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں

حاضر ہوا اور تفصیل بتائی اور اس نے یہ اشعار پڑھے ۔

لقد خاب قوم املوک لشدة ارادو انزالا ان تکون تحارب

''واقعی وہ قوم ناکام ہے جن کے بادشاہ سخت مقابلہ کے لیے میدان میں اُتر آئے ہوں۔''

فلا انت تغنی عن امور تواترت ولا انت دفاع اذاحل نائب

''جو واقعات پے در پے ہو رہے ہوں تم ان سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے اور ناگہانی طور پر پیش آجانے پر تم دور نہیں کر سکتے۔''

ارب یبول الثعلبان براسه لقد ذل من بالت علیه الثعالب

''کیا ایسا بت پالنہار ہو سکتا ہے جس کے سر پر لومڑی پیشاب کر گئی ہو واقعی جس کے سر پر لومڑی پیشاب کر جاتی ہے وہ رسوا ہو جاتا ہے۔''

یہ واقعہ بغوی نے معجم میں اور ابن شاہین وغیرہما نے ذکر کیا ہے اور اس آدمی کا نام راشد بن عبدربہ تھا۔

یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ ابونعیم اصفہانی نے دلائل النبوۃ میں لکھا ہے۔لغویین اس شعر کو جانوروں کے ناموں پر بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ثعلب میں نر اور مادہ میں فرق یہ ہے جیسے افاعی (سانپ) مادہ ہے۔افعوان ناگ کے لیے استعمال کرتے ہیں اور عقارب (بچھو) مادہ ہے عقربان نر بچھو کو کہتے ہیں۔

لومڑی کمزور، بزدل اور دھوکے باز اور درندوں میں سے ہے۔لیکن یہ خباثت اور مکروفریب کی وجہ سے بڑے بڑے درندوں کے ساتھ دوڑ لیتی ہے۔یہ رزق کی تلاش اس تدبیر سے کرتی ہے کہ بتکلف مردہ بن کر پیٹ پھلا لیتی ہے۔اپنے پاؤں کھڑے کر دیتی ہے تاکہ جانور سمجھنے لگیں کہ یہ واقعی مرگئی ہے۔اس کے پاس اگر کوئی جانور آتا ہے تو جھپٹا مار کر شکار کر لیتی ہے لیکن اس کا یہ حیلہ کتے پر نہیں چلتا۔ایک مرتبہ کسی نے لومڑی سے سوال کیا کہ تم کتے پر زیادہ کیوں حملہ کرتی ہو؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں کتے پر اس لیے زیادہ حملے کرتی ہوں کہ کتا دوسروں کے لیے شکار کرتا ہے اور میں اپنے لیے شکار کرتی ہوں۔

جاحظ لکھتے ہیں کہ لومڑی کا اصل ہتھیار دھوکہ فریب اور بتکلف مردہ بن جانے کی صلاحیت ہے اور اس کا ہتھیار واقعی کارگر ثابت ہوتا ہے۔نیز اس کا ہتھیار حباری کے ہتھیار سے زیادہ کارگر ثابت ہوتا ہے۔اہل عرب بطور ضرب المثل کہتے ہیں فلان ادھی وامتن سلاح الثعلبه فلاں لومڑی سے زیادہ مکار اور چالاک ہے۔

امام جاحظ

جاحظ کا نام عمرو بن بحر کنانی لیثی ہے۔بعض اہل علم لکھتے ہیں کہ جاحظ کو جاحظ اس لیے کہتے ہیں کہ جاحظ کی دونوں آنکھیں ابھری ہوئی تھیں اس طرح انہیں حدقی بھی کہا جاتا تھا اس لیے کہ بڑھاپے میں ان پر فالج گر گیا تھا چنانچہ یہ حرارت اور گرمی کی وجہ سے نصف حصہ میں صندل اور کافور کی مالش کرتے اور جسم کا دوسرا نصف حصہ نہایت ٹھنڈا اور سن ہونے کی وجہ سے اگر قینچی سے بھی کاٹ دیا جاتا تو انہیں احساس تک نہ ہوتا تھا چنانچہ خود یہ کہا کرتے تھے کہ میں دائیں بازو سے مفلوج ہو چکا ہوں۔اگر میرا یہ حصہ قینچی سے بھی کاٹ دیا جائے تو مجھے پتہ نہیں چل سکتا اور میرا بازو جوڑوں کے آماس سے بھر چکا ہے۔اگر اس پر سے مکھی بھی گزرتی ہے تو تکلیف محسوس ہوتی ہے۔

جاحظ کہتے ہیں کہ میرے جسم میں دو متضاد چیزیں جمع ہو گئی ہیں۔اگر میں ٹھنڈی اشیاء کھاتا ہوں تو میرے پاؤں پکڑ لیتی ہے اور اگر گرم اشیاء کھاتا ہوں تو میرا سر پکڑ لیتی ہے اور جاحظ یہ اشعار پڑھا کرتے تھے ۔

اترجوا ان تكون و انت شيخ　　كما قد كنت ايام الشباب

''کیا تم بڑھاپے میں یہ اُمید رکھتے ہو کہ تم ایسے جاؤ گے جیسے عنفوان شباب میں تھے۔''

لقد كذبتك نفسك وليس ثوب　　وليس كالجديد من الثياب

''یقیناً تمہیں نفس نے دھوکہ دیا ہے۔ پرانا اور بوسیدہ جوڑا نئے جوڑے کے مانند نہیں ہوتا۔''

جاحظ نے ہر فن میں کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان کا شمار اکابر معتزلہ میں ہوتا ہے۔ چنانچہ معتزلہ کا ایک طبقہ جاحظ کے نام سے مشہور ہے۔ ان کی سب سے بہترین تصنیف ''کتاب الحیوان'' ہے۔

جاحظ لکھتے ہیں کہ روزی کی عجیب وغریب تقسیم ملاحظہ فرمائیے کہ بھیڑیا لومڑی کا شکار کر کے کھا جاتا ہے اور لومڑی قنفذ کا شکار کر کے غذا بنا لیتی ہے۔ اور سانپ عصفور (گوریا) کا شکار کر کے ہضم کر جاتا ہے۔ گوریا ٹڈی کا شکار کر کے کھا لیتا ہے۔ اور ٹڈی زنبور (بھڑوں) کا شکار کر کے کھا جاتی ہے۔ اور بھڑ شہد کی مکھیوں کا شکار کر کے چبا جاتی ہے۔ شہد کی مکھی عام مکھیوں کا شکار کر کے نگل جاتی ہیں اور مکھیاں مچھروں کو جھپٹ لیتی ہیں۔ (کتاب الحیوان)

امام شعبی اور جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ایک شخص سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا۔ عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں لومڑیوں کے ساتھ خوب اچھی طرح سے دوڑ رہا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تو ایسے جانور کے ساتھ دوڑا ہے کہ جس کے ساتھ نہ دوڑنا چاہیے۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ تو جھوٹ زیادہ بولتا ہے۔ اللہ سے ڈرا کرو۔

لومڑی کی عادت یہ ہے کہ یہ شکم سیر ہونے کے باوجود اگر کبوتروں کے برج میں گھس جاتی ہے تو کبوتر کو مار کر پھینک دیتی ہے محض اس لیے کہ جب اسے بھوک لگے گی وہاں آ کر کھا جائے گی۔

پسو دور کرنے کا ایک طریقہ

بعض ظریفوں نے پسوؤں کے دور کرنے کا ایک دلچسپ طریقہ لکھا ہے کہ جب کسی کے اونی کپڑوں میں پسو زیادہ ہو جائیں تو اس کپڑے کے ایک کونے کو اپنے منہ میں دبا کر دھیرے دھیرے پانی میں داخل ہو جائے۔ پسو چونکہ پانی سے گھبراتے بہت ہیں تو وہ سب کے سب کپڑے کے اس حصہ پر آ بیٹھیں گے جو اس کے منہ میں ہے۔ اس کے بعد اس کپڑے کو پانی میں پھینک دے اور وہاں سے تیزی سے نکل آئے۔ اس طرح وہ پسو سب کے سب پانی میں رہ جائیں گے۔

لومڑی کی ذہانت اور چالاکی کا واقعہ نمبر ا

عجیب بات ہے کہ بھیڑیا لومڑی کے بچوں کا دشمن ہوتا ہے۔ لومڑی کے بچوں کی تلاش وجستجو میں لگا رہتا ہے۔ چنانچہ جس وقت لومڑی کے بچے ہوتے ہیں تو لومڑی اپنے بھٹ کے دروازے پر جنگلی پیاز کے پتے رکھ دیتی ہے تاکہ بھیڑیا اس کی بو سے بھاگ جائے۔ لومڑی کی کھال کی پوستین سب سے بہتر شمار کی جاتی ہے۔ لومڑی سفید کالی اور خلنجی بھی ہوتی ہے۔

قزوینی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ نوح بن منصور سامانی کی خدمت میں ایسی لومڑی بطور ہدیہ پیش کی گئی جس کے بال کے دو پر تھے۔ جب کوئی آدمی اس کے قریب جاتا تو وہ پھیلا دیتی اور جب اس سے دور ہو جاتا تو اپنے پروں کو سمیٹ لیتی تھی۔ اس کے بعد قزوینی لکھتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں لومڑی اُڑا کرتی تھی۔ (کتاب المخلوقات)

واقعہ نمبر۲

مشہور ہے کہ ایک مرتبہ شیر لومڑی اور بھیڑیا تینوں ایک شکار کرنے کے لیے نکلے۔ چنانچہ انہوں نے تین جانوروں کا شکار کیا۔ گوہا' ہرن اور خرگوش۔ شیر نے بھیڑیئے سے کہا کہ سب کے لیے تم شکار تقسیم کرو۔ بھیڑیئے نے کہا کہ معاملہ تو بالکل صاف' گوہا آپ کے لیے ہے' خرگوش لومڑی کے لیے اور ہرن میرے لیے۔ یہ سن کر شیر نے زور سے پنجہ مار کر بھیڑیئے کا سرتن سے جدا کر دیا۔ اس کے بعد شیر نے لومڑی سے کہا خدا بھیڑیئے کا برا کرے یہ تو تقسیم کے معاملہ میں بالکل جاہل ہے۔ ابو معاویہ (لومڑی کی کنیت ہے) تم آؤ اور تقسیم کرو۔ لومڑی نے کہا ابو حرث (شیر کی کنیت ہے) معاملہ تو بالکل صاف' گوہا تو آپ کے صبح کے کھانے کے لیے ہے' ہرن شام کے کھانے کے لیے ہے اور خرگوش آپ اسی وقت تناول فرمالیجئے۔

یہ سن کر شیر نے کہا تم نے بہت عمدہ فیصلہ کیا ہے کہاں سے تمہارے ذہن میں آ گیا۔ لومڑی نے جواب دیا۔ بھیڑیئے کے سر کے تن سے جدا ہونے سے۔ (کتاب الاذکیاء)

شعبی کہتے ہیں کہ شیر نے لومڑی سے یہ کہا کہ تم نے فیصلہ کرنے میں دوراندیشی سے کام لیا۔ تم نے یہ تقسیم کہاں سے سیکھی؟ لومڑی نے جواب دیا بھیڑیئے کے معاملے سے جو میرے سامنے پیش آیا۔

واقعہ نمبر۳

امام شافعیؒ علیہ الرحمۃ کہتے ہیں:

ایک مرتبہ ہم یمن کا سفر کر رہے تھے تو ہم نے توشہ دان کھانا کھانے کے لیے رکھا۔ اتنے میں مغرب کا وقت قریب آ گیا تو ہم نے سوچا کہ نماز سے فراغت کے بعد کھانا کھائیں گے۔ تو ہم نے دسترخوان اسی حالت میں چھوڑ دیا اور نماز ادا کرنے لگے۔ دسترخوان پر پکی ہوئی دو مرغیاں تھیں۔ اتنے میں ایک لومڑی آئی اور ایک مرغی لے کر چلی گئی۔ جب ہم نماز سے فارغ ہو گئے تو افسوس کرتے ہوئے ہم نے سوچا کہ بس کھا چکے مرغیاں' اسی حالت میں تھے کہ اچانک لومڑی مرغی جیسی کوئی چیز منہ میں دبائے ہوئے آئی اور ہم سے کچھ دور رکھ دی۔ چنانچہ ہم مرغی سمجھ کر لینے کے لیے دوڑے کہ شاید لومڑی واپس کر رہی ہو۔ جیسے ہی لینے کے لیے گئے تو وہ لومڑی دسترخوان کے پاس جا کر دوسری مرغی بھی لے گئی اور ہم جس کو مرغی سمجھ کر لینے کے لیے گئے تھے تو معلوم ہوا کہ وہ مرغی جیسی کھجور کی چھال بنا کر لائی تھی۔

جانوروں کی ذہانت کا دوسرا واقعہ

جانوروں اور پرندوں کی چالاکی کے واقعات میں ذیل کے یہ واقعات بھی ہیں جن کو قاسم بن ابی طالب تنوخی انبالوی نے ذکر کئے ہیں۔ قاسم کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ چند رفقاء کے ساتھ انبار جا رہا تھا۔ ہمارے ساتھ بادشاہ کا شکاری پرندہ رکھنے والا شخص بھی تھا۔ سب لوگ باز کو سدھار رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد باز کو تیتر پر چھوڑ دیا گیا۔ موقع پا کر تیتر جھاڑی میں گھس گیا اور کانٹے کے درخت میں گھس کر کانٹے کے درخت کی جڑوں کو اپنے پاؤں سے پکڑ لیا اور پاؤں اُٹھا کر چت سو گیا۔ چنانچہ وہ اس طرح باز سے چھپ گیا اور جب باز والا اس جھاڑی کے پاس آیا تو وہ تیتر اُڑ گیا۔ اس طرح وہ اس بار باز والے سے بھی بچ گیا۔ لیکن آخر کار باز والے نے تیتر کا شکار کر لیا۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا اس تیتر سے زیادہ چالاک ہم نے نہیں دیکھا۔ اس واقعہ کو قاضی ابوالحسن علی بن تنوخی نے دوسرے انداز سے یوں بیان کیا ہے:

مجھ سے ابوالقاسم تنوخی نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں بادشاہ کے باز دار کی معیت میں چند ساتھیوں کے ساتھ انبار جا رہا

تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد تیتر دکھائی دیا تو باز کو اس پر چھوڑ دیا گیا۔ اتنے میں تیتر اُڑ گیا لیکن باز تیتر کے پیچھے لگا رہا۔ تمام ساتھی خوش ہو کر تکبیر وتہلیل کہنے لگے۔ اتنے میں میں بھی ساتھیوں کے قریب آ گیا۔ معلوم ہوا کہ تیتر' باز سے چھپنے کے لیے جھاڑی میں گھس گیا ہے اور کانٹے کے درخت کی دو جڑوں کو پکڑ کر دونوں پاؤں اُٹھا کر چت سو گیا ہے۔ باز دیر تک تلاش کرتا رہا لیکن اسے مل نہ سکا اور نہ باز یہ سمجھ سکا کہ تیتر اس طرح سے چالاکی دکھا کر کانٹے کے درخت میں لیٹ کر سو گیا ہے یہاں تک کہ باز دار آیا تو تیتر اُڑ گیا۔ پھر باز نے اسے پکڑ لیا اور شکار مل گیا۔ یہ دیکھ کر تمام ساتھی کہنے لگے کہ ہم نے اس جیسا چالاک تیتر اپنی جان کی حفاظت کی تدبیر کرنے والا کبھی نہیں دیکھا اور نہ سنا۔ یہ حیلہ دیکھ کر رفقاء انگشت بدنداں ہو گئے۔ (اخبار المذاکرو نشوان المحاضرہ)

اس قسم کے واقعات بھی پرندوں کی چالاکیوں سے زیادہ قریب ہیں۔

قاضی ابوعلی تنوخی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوالفتح بصری نے بیان کیا ہے کہ مجھے اہل موصل نے سنایا ہے (اہل موصل شکار اور شکاری پرندہ کے دلدادہ تھے) کہ ارمینیہ کے علاقے کے ایک شکاری نے بتایا کہ میں ایک مرتبہ شکار کے لیے جنگل میں گیا اور اپنے جال میں ایک مانوس پرندہ ڈال کر جال بچھا دیا اور میں زمین کے نیچے جھونپڑی میں چھپ گیا اور وہیں سے جال کی طرف دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد جال میں ایک باز پھنس گیا۔ چنانچہ میں نے اسے پکڑ لیا۔

پھر جب دوپہر کا وقت قریب ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خوب صورت زمج [1] شکاری پرندہ جال پر اُڑ رہا ہے۔ جب اس نے باز کو دیکھا تو وہ علیحدہ قریب ہی میں بیٹھ گیا۔ پھر میں تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عقاب اُڑتا ہوا آیا۔ جب اس نے زمج کو دیکھا تو وہ بھی اس کے پاس بیٹھ گیا۔

پھر تھوڑی دیر کے بعد معلوم ہوا کہ ایک پرندہ فضا میں اُڑ رہا ہے۔ چنانچہ اس کو دیکھ کر زمج عقاب سے پہلے اُڑ کر اس پرندے کے پیچھے لگ گیا یہاں تک کہ اس کا شکار کر کے لے آیا اور زمج نے اسے چونچ سے نوچ کر صاف کیا یہاں تک کہ صاف ستھرا گوشت ہو گیا۔ بس یہ اسے کھانے ہی والا تھا کہ عقاب بھی اس کے ساتھ کھانے لگا۔ جب گوشت ختم ہو گیا تو عقاب نے جفتی کے لیے اپنا پر زمج پر پھیلا دیا۔ اس پر زمج نے اپنے بازو سے اس کے منہ پر زور سے مارا۔ مگر اس نے اس کی کچھ پرواہ کئے بغیر پھر دوبارہ پر پھیلا دیا تو اس نے برافروختہ ہو کر اور زور سے اس کے منہ پر مارا۔ اس نے پھر تیسری بار پر پھیلایا تو اس نے اپنی چونچ سے اسے اس قدر مارا کہ وہ مر گیا اور زمج رفوچکر ہو گئی۔

جال سے دور رہنے اور اس میں نہ پھنسنے پر میں حیرت میں تھا اور دل ہی دل میں کہہ رہا تھا کہ ہو نہ ہو یہ سدھائی ہوئی ہے یا جال سے سابقہ پڑنے کی وجہ سے وہ اس کو جانتی ہو اور یہ بھی کہ عقاب سے قبل اس کی جنگ ایک پرندے سے ہو چکی ہے جسے اس نے بالآخر اپنا لقمۂ اجل بنا لیا تھا اور میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اس نے عقاب کو اولاً جفتی سے روکا۔ پھر اس کو اپنا شکار کھلایا اور اس کے بعد بھی اس سے راضی نہ ہوئی اور محض اس وجہ سے مار ڈالا کہ وہ اس سے جفتی کرنا چاہتا تھا (یہ ماجرا دیکھ کر) میں نے چاہا کہ اس کا شکار کرلوں تا کہ اس کے ذریعہ سے جس کی کوئی قیمت نہیں ہے' دوسرے پرندوں کا شکار کیا کروں۔ اس لیے یہ رات بھی میں نے اسی جھونپڑی میں گزاری۔ جب صبح نمودار ہوئی تو زمج اسی سابقہ وقت پر جال کے پاس آئی۔ اتنے میں ہی ایک عقاب وہاں آ گیا اور اس کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔ پھر انہیں اوپر ایک شکار نظر آیا اور اس (دوسرے عقاب) کے ساتھ بھی بعینہٖ وہی واقعہ پیش آیا جو گزشتہ دن پہلے عقاب کے ساتھ پیش آیا تھا اور ٹھیک

[1] زمج: عقاب سے چھوٹا ایک پرندہ ہوتا ہے جو سُرخ رنگ کا ہوتا ہے جمع زماج آتی ہے۔ (مصباح اللغات)

اسی طرح زمج پھر اُڑ گئی تو اسے دیکھ کر میری حیرت واستعجاب کی حد نہ رہی اور اس کے شکار کر لینے کی خواہش اور رغبت اور تیز ہوگئی۔ تیسری رات بھی میں نے اسی جھونپڑی میں گزاری۔ جب صبح نمودار ہوئی تو وہی زمج پھر پچھلے دنوں کی طرح جال کے قریب آ کر بیٹھ گئی اور چند لمحوں کے بعد ہی ایک ہلکے پھلکے جسم والا عقاب آیا جس کے بال وحشیانہ طور پر بکھرے ہوئے تھے اور زمج کے قریب بیٹھ گیا۔

پھر انہیں اوپر شکار نظر آیا چنانچہ زمج نے اوپر اُڑنے کی کوشش کی مگر عقاب اسے اس زور زور سے مارنے لگا کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اسے اب ختم ہی کر دے گا۔ پھر وہ خود ہی تیزی سے اوپر اُڑا اور اس پرندے کا شکار کر کے سامنے رکھا اور خود تو اس میں سے کچھ نہیں کھایا لیکن زمج کو کھانے کی اجازت دے دی۔ جب زمج نے خوب سیر ہو کر کھالیا تو اس نے بقیہ گوشت کھایا۔ جب گوشت ختم ہو گیا اور دونوں آسودہ ہو گئے تو عقاب نے جفتی کے لیے اپنا پر اس کے اوپر پھیلایا۔ پہلے تو وہ اس سے راضی نہ ہوئی۔ مگر جب اس نے پر دوبارہ پھیلایا تو وہ راضی ہو گئی اور اسے اس سے نہیں روکا اور اپنے اوپر اسے قدرت دے دی۔ چنانچہ وہ اس پر چڑھ گیا اور آسودہ ہو کر جفتی کی اور فارغ ہو کر دونوں ساتھ اُڑ گئے۔

ایک دوسرا واقعہ

قاضی ابوعلی تنوخی ایک اور واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قدیم مولد سپاہیوں میں سے ایک سپاہی جو بعد میں ابومحمد یحییٰ بن محمد سلیمان کا دربان ہو گیا تھا مجھ سے بیان کیا کہ میں بادشاہ کے کمانڈروں میں سے ایک کمانڈر جو ابواسحاق ابن ابومسعود رازی کے نام سے جانے جاتے ہیں کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ اسپین کا شہر المدائن اور مدینہ عتیقہ انہیں کے زیر حکومت تھا۔ یہ شہر اس وقت آباد تھا اور سلاطین و بادشاہ وہاں آیا کرتے تھے وہ شکار کے بے حد شوقین تھے۔ ایک مرتبہ میں ان کے ساتھ وہیں مقیم تھا کہ ایک دن وہ شہر رومیہ جو مدینہ عتیقہ کے بالمقابل سامنے تھا اور اس وقت ویران و غیر آباد تھا کی طرف شکار کے لیے میرے ساتھ نکلے۔ انہوں نے اپنا شکاری پرندہ شکرہ اور شکار کھیلنے کے لیے ہتھیار و سامان اور کچھ سپاہی اپنے ہمراہ لے لیے۔ طویل سفر کے بعد واپسی میں چلتے ہوئے ان کا وہ شکرہ جو شکار کھا کر سیراب ہو چکا تھا اچانک اس نے اپنا پنجہ سینے پر پھیرا اور بڑے زور سے متحرک اور مضطرب ہوا۔

ابن مسعود نے اس سے کہا کہ شاید اس نے کوئی شکار دیکھ لیا ہے اور اسی وجہ سے یہ حرکت کر رہا ہے۔ لہٰذا تم اسے شکار پکڑنے کے لیے چھوڑ دو۔ اس نے جواب دیا کہ حضرت والا یہ بڑا شریر اور چالاک شکرہ ہے۔ اس کی یہ حرکت واضطراب اس وجہ سے نہیں ہے کیونکہ وہ سیراب ہو چکا ہے اور مجھے خطرہ ہے کہ اگر میں نے اسے شکار پکڑنے کے لیے چھوڑ دیا تو یہ ادھر اُدھر بھٹک کر بھاگ جائے گا۔ اتنے میں ہی اس کی حرکت اور تیز ہو گئی تو انہوں نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو کچھ نہیں ہوگا اور اگر کچھ ہوا تو اس کے ذمہ دار ہم ہیں۔

چنانچہ جب اس نے چھوڑ دیا تو وہ اُڑتا ہوا اس شکار کے قریب پہنچا اور ہم لوگ بھی اس کے پیچھے دوڑے یہاں تک کہ وہ ایک چھوٹی سے جھاڑی کے اندر پہنچ کر اپنے آپ کو چھپانے لگا مگر ہم لوگ اسے دیکھ رہے تھے شکرہ پر مارتا ہوا جھاڑی پر جا کر بیٹھا۔ تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ تیر کی طرح اندر سے کوئی چیز باہر کی طرف تیر کے پھل کے بقدر چڑھی تو شکرہ وہاں سے ہٹ گیا۔ اس کے ہٹ جانے کے بعد وہ چیز پھر جھاڑی کے اندر اُتر گئی۔ ہم لوگ بھی پیچھے سے اس جھاڑی میں داخل ہو گئے تو دیکھا کہ وہ ایک سرخاب کو پکڑنے کے لیے اس کے پیچھے دوڑ رہا ہے اور پھر اسے شکار کر لیا اور چونکہ سرخاب کی یہ عادت ہے کہ جو شکاری جانور اسے شکار کرتا یا شکار کرنے آتا ہے تو وہ اس کے پروں کو زخمی کرنے' جسم میں سوراخ کرنے اور کھال کو کاٹنے کے لیے اس پر بیٹ کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس کی بیٹ نہایت گرم اور شعلہ کے مانند ہوتی ہے۔

غرض شکرہ چونکہ اس سے بخوبی واقف ہوتا ہے اس لیے وہ اس کو شکار کرنے کے لیے محتاط انداز میں اس پر حملہ آور ہوا تو سرخاب نے

بلند ہوکر شکرے پر بیٹ کرنے کی کوشش کی مگر جب اس کا نشانہ خطا کر گیا اور بیٹ شکرے پر نہیں پڑی تو شکرہ اسی وقت اس پر ٹوٹ پڑا اور اسے شکار کرلیا۔ اب ہمیں معلوم ہوا کہ تیر کے پھل کے بقدر جو چیز او پر اُٹھی تھی وہ سرخاب کی بیٹ تھی جو اس نے شکرہ پر کی تھی۔

اس واقعہ سے تمام شکرے باز' شکاری سپاہی اور جملہ حاضرین بہت متعجب ہوئے اور شکاری جانوروں کے جن عجیب وغریب کارناموں کا انہوں نے مشاہدہ کیا تھا ان میں سے اس مشاہدے کو اور بھی حیرت انگیز انوکھا اور قابل استعجاب سمجھا۔

قاضی تنوخی نے اس واقعے کو فارس کے حوالے سے اس طرح بیان کیا ہے کہ فارس نے بتایا کہ ہارون بن غریب الحبال اور اس کا تمام آلاؤ لشکر اور فوجی مقام حلوان کے سامنے مقیم تھے۔ میں اور کچھ فوجی اس وقت سفر میں تھے اور راستے میں شکار بھی کرتے جارہے تھے۔ ایک مرتبہ اچانک ان کے سامنے ہرن کا ایک بچہ ظاہر ہوا تو لوگوں نے اسے شکار کرنے کے لیے اپنا شکرا چھوڑا۔ کتا باز چونکہ اس وقت ان کے پاس یا قریب نہیں تھے اس لیے کسی کتے کو اس کے ساتھ نہ چھوڑ سکے۔ ورنہ عموماً تنہا شکرہ ہرن یا اس کے بچہ کا شکار نہیں کر پاتا۔ الا یہ کہ اس کے ساتھ کوئی شکاری کتا بھی ہو۔ اگر کتا ہوتا تو شکرہ اُڑ کر اس کے سر پر حملہ کرتا اور اسے زخمی کرتا ہے اور پروں کو اس کی آنکھوں پر پھیلا دیتا ہے تاکہ وہ تیز نہ دوڑ سکے اور کتا پیچھے سے دوڑ کر پکڑ لیتا ہے۔

الغرض اس وقت چونکہ قریب میں کوئی کتا نہیں تھا اس لیے ابن الحبال نے صرف شکرے کو اس کے شکار کے لیے چھوڑ دیا تاکہ وہ کہیں چھوٹ کر ضائع نہ ہو جائے اور کتے کے انتظار میں اس شکار سے محروم ہو جائیں اس لیے انہوں نے مناسب سمجھا کہ فی الحال تو صرف شکرے کو اس پر چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ اسے جا کر مشغول کر دے اور تیز دوڑنے سے باز رکھے رہے تا آنکہ ہم لوگ اسے اپنے تیروں اور گھوڑوں سے پالیں اور اس کا شکار کرلیں۔

غرض شکرا اس کی طرف تیزی سے اُڑا اور ہم لوگ بھی اس کے پیچھے دوڑے (فارس کہتے ہیں کہ) میں خود ان دوڑنے والوں میں شامل تھا۔ ہرن صحرا کے نشیبی علاقے میں بڑی تیزی سے دوڑتا رہا اور جب زمین کا ڈھلان ختم ہو گیا تو شکرہ اس کے گردن اور چہرے پر جھپٹا مار کر گرا اور اپنی چنگل اس میں گاڑ دی۔ مگر ہرن اسے برداشت کر کے اسے اُٹھائے ہوئے بھاگتا رہا۔ ادھر شکرے نے اپنا ایک پاؤں زمین پر اتنا لٹکا دیا کہ زمین پر اس کا نشان پڑتا جارہا تھا اس نے ایسا اس لیے کیا کہ اپنے پاؤں کی گرفت زمین پر اچھی طرح کر کے اسے تیز دوڑنے نہ دے۔

آخر کار وہ میدان کے ایک مقام پر جہاں کچھ خاردار جھاڑیاں تھیں رُک گیا اور ایک بڑے کانٹے دار درخت کی جڑ میں لگ کر کھڑا ہو گیا۔ شکرے نے اسے دوسرے پنجہ سے جسے وہ اس کی گردن اور چہرے کے درمیان گاڑے ہوئے تھا زور سے کھینچا اور بالآخر اس کی گردن کو توڑ کر اسے پچھاڑ دیا۔ اس کے بعد ہم لوگ وہاں پہنچے اور اسے ذبح کیا اور جو بشارت دی گئی وہ صحیح ثابت ہوئی۔

اس کے بعد ابن حبال اور اس کے ہمراہی یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ واللہ اس سے زیادہ چالاک شکرہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا اور اس کے ساتھ بہتر سلوک اور برتاؤ کرتے ہوئے عزت واحترام کے ساتھ اسے آزاد کر دیا۔

قاضی ابو علی تنوخی ایک اور واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمیں ابو القاسم بصری نے اور انہیں کمداریہ کے ایک سپاہی نے بتایا کہ وہ اپنے سپہ سالاروں میں سے ایک سپہ سالار کے ساتھ شکار میں تھا۔ اس سپہ سالار کے پاس ایک عقاب تھا جس سے وہ شکار کیا کرتا تھا۔ اس نے اس سفر میں کافی شکار کیا۔ ایک مرتبہ وہ شکرہ اپنے مالک کے ہاتھوں میں بے حد متحرک و مضطرب ہو گیا تو مالک کو عقاب سے اپنے لئے خطرہ محسوس ہونے لگا (کہ کہیں وہ اسی پر حملہ نہ کر دے) کیونکہ اس پرندے کو اگر کبھی اس کے ارادوں اور خواہشات سے روک دیا جاتا ہے تو بسا اوقات وہ اپنے مالک ہی کے لیے خطرہ وہلاکت کا باعث بن جاتا ہے۔ اس لیے شکرہ باز نے اسے (اس کی خواہش کی

تکمیل کے لیے) چھوڑ دیا۔ چنانچہ وہ سب کو پیچھے چھوڑ کر اُڑتا ہوا دور نکل گیا اور ایک نہایت بوڑھے اور کمزور شخص پر جا گرا جو اس وقت خار دار لکڑی کو اپنے گھٹنوں کے بل کھینچتے ہوئے لے جا رہا تھا۔ اس نے جھپٹا مار کر اپنی چونچوں سے اسے خوب نوچا اور اس کی گردن توڑ کر اسے ہلاک کر دیا اور اس کے خون میں اپنے آپ کو لت پت کر لیا اور اس کا کچھ گوشت بھی کھا لیا۔

اس کا مالک یہ خبر لے کر کمانڈر و سپہ سالار کے پاس پہنچا۔ کمانڈر نے اس کے آتے ہی سوال کیا کہ کیا کوئی خاص خبر لائے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ حضرت والا عقاب نے تو ایک پراگندہ جنگلی بوڑھے کو اپنا شکار بنالیا ہے حالانکہ اس کو چھوڑنے سے پہلے ہم لوگ کہہ رہے تھے کہ جنگلی ہرن یا جنگلی بلے کو شکار کیا جائے تو وہ ہماری باتیں سن رہا تھا۔ کمانڈر نے یہ سمجھا کہ وہ پراگندہ جنگلی بوڑھا بھی جنگلی ہرن یا جنگلی بلی ہی کی طرح کوئی جانور ہوگا۔ لیکن اس کی سمجھ میں نہ آسکا کہ واقعی عقاب نے تو ایک مسلمان شخص کی جان لے لی ہے۔ پھر اس نے انہیں یقین دلایا تو کمانڈر نے کہا کہ تمہارا برا ہو تم کیا کہہ رہے ہو؟ اور پھر اس جگہ یہ ماجرا دیکھنے کے لیے چل دیا۔ ہم لوگ بھی ان کے پیچھے ہو لیے۔ وہاں پہنچے تو واقعی ہم لوگوں نے ایک بوڑھے کو اسی طرح مردہ پایا۔ انہیں اور ہم سبھی کو اس سے شدید دھچکا پہنچا اور بے حد غم وافسوس کے ساتھ ساتھ عقاب کی اس کرتوت سے بہت حیرت ہوئی۔

قاضی تنوخی نے اپنی کتاب میں محمد بن سلیمان کے حوالے سے ایک اور واقعہ ذکر کیا ہے۔ محمد کہتے ہیں کہ مجھ سے بعض شکاریوں نے بیان کیا اور میں نے خود بھی شکار میں ہونے والے واقعات وعجائبات کا بار بار مشاہدہ کیا ہے اور میں نے بعض انوکھے واقعات کا مشاہدہ کیا ہے۔ لیکن اس میں سب سے عمدہ واقعہ یہ ہے کہ فلاں شخص (ناقل کا نام یاد نہ رکھ سکا) کے پاس ایک باز تھا۔ ایک مرتبہ اسے شکار کے لیے چھوڑا تو اس نے ایک تیتر کا شکار کر لیا اور ایک پاؤں سے اسے مضبوطی سے تھام کر اپنی عادت کے مطابق پیروں سے چلنے لگا اور اسے پکڑے ہوئے اپنے مالک کا انتظار کرنے لگا تاکہ وہ آکر اسے ذبح کرے اور عادت کے مطابق اسے اس کا گوشت کھلائے۔ اس کا مالک ابھی دوسرے کنارے پر تھا کہ اسی دوران اسے ایک اور تیتر اُڑتا ہوا نظر آیا تو وہ پہلے تیتر کو پاؤں میں پکڑے ہوئے دوسرا شکار کرنے کے لیے اُڑا اور اسے بھی پکڑ کر اپنا شکار بنالیا اور زمین پر اتر کر دونوں کو لئے ہوئے چلنے لگا۔ ہم لوگ وہاں پہنچے اور اس کا اس حال میں مشاہدہ کیا اور پھر ہم لوگوں نے تیتر اس سے لے کر ذبح کیے۔

شیر کی عیادت اور لومڑی کی ذکاوت

علامہ ابن قیم جوزی اور حافظ ابونعیم امام شعبی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ کوئی شیر بیمار ہوا تو اس کی عیادت کے لیے لومڑی کے علاوہ سارے ہی جانور پہنچے۔ لومڑی کو غائب دیکھ کر ایک بھیڑیئے نے شیر کے سامنے اس کی چغلی کی تو شیر نے کہا کہ جب وہ آئے تو ہمیں بتانا۔ جب لومڑی حاضر خدمت ہوئی تو بھیڑیئے نے بتلا دیا کہ یہی ہیں حضرت لومڑی صاحبہ جو اب تک غائب تھیں۔ اس پر شیر نے ڈانٹ ڈپٹ کی اور تنبیہ کے ساتھ ساتھ جواب بھی طلب کیا۔ تو لومڑی نے عرض کیا کہ حضرت والا میں آپ کے واسطے دوا ڈھونڈ رہی تھی۔ شیر نے کہا تو تمہیں کیا ملا؟ اس نے بتایا کہ بھیڑیئے کی پنڈلی میں ایک دانہ کے بقدر چیز ہوتی ہے وہ آپ کے لیے فائدہ مند ہوگی اور بہتر ہے کہ اسے آپ خود نکالیں۔ شیر نے یہ سنتے ہی فوراً اپنا پنجہ بھیڑیئے کی پنڈلی پر گاڑ دیا اور اسے لہولہان کر دیا۔ اتنے میں لومڑی چپکے سے وہاں سے کھسک گئی۔ اس کے بعد بھیڑیا اس لومڑی کے پاس سے گزرا۔ خون اب بھی اس کی ٹانگ سے بہہ رہا تھا تو لومڑی نے اس سے طنزیہ انداز میں کہا: اے سرخ موزے والے! بادشاہوں کے پاس جب بیٹھا کرو تو غور کیا کرو کہ تمہارے سر اور دماغ سے کیا چیز نکل رہی ہے؟

ابونعیم کہتے ہیں امام شعبی کا مقصد اس واقعہ کو بیان کرنے سے صرف مثال دینا ہے اور لوگوں کو تنبیہ کرنا ہے نیز زبان پر کنٹرول رکھنے اخلاق کو درست اور آراستہ اور ہر ممکن اس کی تادیب پر تاکید کرنا اور زور دینا ہے۔ (کتاب الاذکیار۔ دحلیۃ الاولیاء)

اسی مفہوم میں شاعر نے کہا ہے ؎

احفظ لسانک لا تقول فتبتلی ان البلاء موکل بالمنطق

''اپنی زبان کی حفاظت کرو اگر بولو گے تو مصائب میں پھنسو گے۔ کیونکہ مصائب عموماً بولنے ہی کی وجہ سے آتے ہیں۔''

حدیث میں لومڑی کا تذکرہ

امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز میں مرغوں کی طرح تین ٹھونگ لگانے' کتوں کی طرح بیٹھنے اور لومڑیوں کی طرح تاک جھانک کرنے سے منع فرمایا۔''

امام شعبی سے کسی نے پوچھا کہ قاضی شریح کو جو 'ادھی من الثعلب واحیل'' (لومڑی سے زیادہ چالاک وحیلہ گر) کہا جاتا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ تو انہوں نے بیان کیا کہ شریح طاعون کے زمانے میں مقام نجف چلے گئے تھے۔ جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو ایک لومڑی سامنے آکر کھڑی ہو جاتی اور ان کی نقل و حرکت کی نقالی کیا کرتی اور سامنے سے گزرا کرتی اور نماز سے ادھر اُدھر توجہ کرا دیا کرتی تھی۔ جب بہت دنوں یہ ہوتا رہا تو انہوں نے اپنا کرتا اُتار کر ایک موٹی لکڑی کو پہنا دیا اور آستین باہر نکال دی اور اپنی ٹوپی اس کے سر پر رکھ دی۔ لومڑی حسب معمول آکر سامنے کھڑی ہوگئی اور اپنا کام کرنے لگی تو شریح چپکے سے اس کے پیچھے آئے اور اچانک اس کو پکڑ لیا۔ اسی واقعہ کی وجہ سے قاضی شریح کے متعلق یہ مقولہ کہا جاتا ہے۔

لومڑی و بلی کے چیخنے کی آواز کے لیے **ضغا یضغو ضغوا و ضغاء** آتا ہے۔ کہا جاتا ہے **ضغا الثعلب او السنور یضغو ضغوا و ضغاء** یعنی لومڑی یا بلی چیخی۔ اس کے علاوہ ہر مظلوم و مقہور کی آواز اور اس کی چیخ کے لیے یہ لفظ آتا ہے۔

امام ثعالبی

رأس المولفین والمصنفین' اونچے ادیب اور عظیم تصانیف کے مالک علامہ ابومنصور عبدالملک بن محمد نیشاپوری علیہ الرحمۃ کا لقب ثعالبی تھا۔ ان کی مشہور اور معرکۃ الآراء تصانیف میں سے **ثمار القلوب' فقه اللغة او یتیمة الدهر فی محاسن اهل العصر** وغیرہ ہیں۔ ثعالبی' لومڑی کے چمڑے کی سلائی کرنے کی طرف نسبت کرتے ہوئے کہا جاتا ہے۔ چونکہ آپ لومڑی کے چمڑے کی سلائی کیا کرتے تھے اور اسی سے اپنی حاجات پوری کیا کرتے تھے اس لیے اسی کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کا لقب ثعالبی پڑا۔ ان کی کتاب **یتیمة الدهر** بقیہ تصانیف میں سب سے عمدہ اور عظیم ہے۔ اسی کتاب کے متعلق ابوالفتح اسکندری نے ذیل کے چند اشعار کہے ہیں ؎

ابیات اشعار الیتیمة ابکار افکار قدیمة

''(کتاب) **یتیمة الدهر** کے شعری ابیات قدیم افکار و جدید نظریات کے حامل ہیں۔''

ماتوا وعاشت بعد هم فلذلک سمیت الیتیمة .

''لوگ تو اُٹھ گئے مگر یہ ان کے بعد بھی باقی رہی اور اسی وجہ سے اس کا نام یتیمہ رکھا گیا ہے۔''

خود امام العلام ابو منصور ثعالبی کے یہ چند شعری ابیات ہیں:

یاسید ابا المکرمات ارتدی وانتعل العیوق[1] والفرقد[2]

''اے سردار! فیاضی و سخاوت اور کرم و احسان کی چادر اوڑھیے اور ستارہ عیوق و فرقد کا جوتا پہن لیجئے۔''

مالک لاتجری علی مقتضی مودة طال علیها المدی

''تمہیں کیا ہوگیا کہ تم اس محبت کی ضروریات و مقتضی کے مطابق کیوں نہیں چلتے۔ جس محبت کی تمناؤں کی مدت طویل ہو چکی ہے۔''

ان غبت لم أطلب و هذا سلیمان بن داؤد نبی الهدی

''اگر تم ہم سے غائب ہو جائے گا تو ہم تمہیں تلاش نہیں کریں گے اور یہ ہیں سلیمان بن داؤد علیہ السلام جو نبی برحق ہیں یعنی ہدایت کے پیغامبر ہیں۔''

تفقد الطیر علی شغله فقال مالی لااری الهدهدی

''جنہوں نے اپنی مشغولیت کے باوجود پرندے کو تلاش کیا اور کہا کہ کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا ہوں۔''

اور انہی کے چند اشعار کسی مسافر بچے کے بارے میں ہیں:

فدیت مسافرا رکب الفیافی فاثرفی محاسنه السفار

''میری جان قربان ہو ایک ایسے مسافر پر جو روانہ ہو رہا ہے دشت و صحرا میں تو اب اس کے بالوں پر سفر کے گرد و غبار کے آثار موجود ہیں۔

فمسک ورد خدیه السوافی و غبر مسک صدغیه الغبار

''پس مشک اس کے صاف ستھرے رخساروں پر موجود ہے اور مشک کا غبار اس کی دونوں کنپٹیوں کا غبار ہے۔''

ان کی وفات ۴۲۹ھ اور بقول بعض ۴۳۰ھ میں ہوئی۔

لومڑی کی حلت و حرمت میں اختلاف

امام شافعی نے اسے حلال کہا ہے۔ علامہ ابن صلاح کہتے ہیں کہ اس کی حلت کے متعلق ایک حدیث بھی نہیں ملتی۔ البتہ حرمت سے متعلق دو احادیث ہیں مگر ان دونوں کی سندیں ضعیف ہیں۔ امام شافعیؒ نے اہل عرب کی عادت اور عام طور سے اس کے کھانے کے رواج پر اعتماد کرتے ہوئے اسے حلال قرار دے کر فرمایا کہ یہ آیت قرآنی اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ (حلال کردی گئی ہیں تمہارے لیے عمدہ چیزیں) کے عموم میں داخل رہے گا۔ اسی طرح امام طاؤس عطاءؒ قتادہ وغیرہ نے بھی اس کے حلال ہونے کی تصریح کی ہے۔

علامہ بویطی کے ایک مایہ ناز شاگرد امام المحدث والفقہ علامہ ابو سعید عثمانی دارمی نے بھی اسے حرام قرار دیا ہے امام مالک اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا کھانا مکروہ ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کی اکثر روایات اس کی حرمت کی ہیں۔ کیونکہ انہوں نے بھی اسے

---

[1] عیوق: ایک ستارے کا نام ہے جو نہایت بلندی پر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ستارہ ثریا کے پیچھے ہوتا ہے۔

[2] فرقد: قطب شمالی کے قریب ایک روشن ستارے کا نام ہے اور اسی کے پہلو میں ایک دوسرا ستارہ بھی ہے جو اس سے کم روشن ہوتا ہے اور یہ دونوں فرقدان کہلاتے ہیں۔

سباع (درندوں) ہی میں شمار کیا ہے۔

ضرب المثل

فریبی وحیلہ گر کے لیے اہل عرب بولتے ہیں:

ھو اروغ من ثعلب. وہ لومڑی سے بھی زیادہ مکار چالاک اور حیلہ گر ہے۔شاعر نے بھی اسی معنی میں استعمال کرتے ہوئے کہا ہے ۔

کل خلیل کنت خاللته لاترک اللّٰہ له واضحه

''ہر دوست جس سے میں نے دوستی کی اللہ اس کو تنہا نہ چھوڑے۔''

کلھم اروغ من ثعلب وما اشبه اللیلة بالبارحه

''سبھی لومڑی سے زیادہ مکار نکلے اور آج کی رات کل گزشتہ رات سے کس قدر مشابہ ہے۔''

دینوری کہتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس وقت فرمایا جب کہ وہ منبر پر کھڑے تھے کہ جو شخص (رہنا) اے ہمارے پروردگار کہے اور پھر اس پر ڈٹ جائے اور لومڑیوں کی طرح مکر و فریب کی کوئی راہ تلاش نہ کرے تو وہ.........الخ

بعض روایات میں ثعالب کے بجائے ثعلب واحد استعمال ہوا ہے۔(المجالسة الدینوری)

حضرت حسن بن سمرہ سے مروی ہے کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص موت سے بھاگتا ہے اس کی مثال اس لومڑی جیسی ہے جس سے زمین ہر وقت دین قرض کا مطالبہ کرتی رہتی ہے اور وہ بھاگنے لگتی ہے اور دوڑتی رہتی ہے حتیٰ کہ جب وہ تھک کر اور پریشان ہو کر ہانپنے لگتی ہے تو وہ اپنے بل میں داخل ہو جاتی ہے مگر پھر جب زمین وہاں اس سے مطالبہ کرتی ہے کہ میرا قرض میرا قرض تو وہ نکل کر اسی طرح بھاگنے لگتی ہے اور دوڑتی رہتی ہے یہاں تک کہ اس کی گردن ٹوٹ جاتی ہے اور وہ مر جاتی ہے۔''

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

اہل عرب کہتے ہیں:

(۱) فلان اذل ممن بالت علیه الثعالب ''فلاں اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے جس پر لومڑیاں موت گئیں۔''

(۲) ادھی من ثعلب. ''لومڑی سے زیادہ چالاک وحیلہ گر۔''

(۳) اعطش من ثعاله. ''لومڑی سے زیادہ پیاسا۔''

حمید بن ثور کہتے ہیں:

الم ترمابینی و بین بن عامر من الرد قد بالت علیه الثعالب

''کیا تم نے میری اس محبت کو نہیں دیکھا جو ابن عامر سے تھی بلاشبہ لومڑیاں اس پر پیشاب کر گئی۔''

و اصبح صافی الود بینی و بینه کان لم یکن والدھر فیه عجائب

''میری اور اس کی محبت اس طرح صاف ہو کر ختم ہوئی کہ گویا پہلے تھی ہی نہیں اور زمانے میں عجائبات ہوتے ہی ہیں۔''

طبی خواص

اس کا سر اگر کبوتر کے برج یا اس کے ڈربے میں ڈال دیا جائے تو سارے کبوتر بھاگ جائیں گے۔ اس کا دانت اگر ریح الصبیان کے مرض میں مبتلا بچہ پر باندھ دیا جائے تو یہ مرض دور ہو جاتا ہے اور نیند میں ڈرنے کی شکایت ختم ہو جاتی ہے۔

اس کا پتا اگر مجنون یا مرگی زدہ شخص کی ناک میں ڈال دیا جائے تو اس کا جنون اور مرگی ختم ہو جائے گی اور وہ کبھی اس کا شکار نہیں ہوگا۔

اس کا گوشت کوڑھ اور مالیخولیا کے مرض میں مفید ہے۔ اس کی چربی پگھلا کر اگر گنٹھیا کے مریض کے جوڑوں پر ملی جائے تو اس کا درد فوراً ختم ہو جاتا ہے۔

اس کا فوطہ اگر بچہ کے جسم پر باندھ دیا جائے تو دانت بآسانی نکل آتے ہیں۔ اس کے سر کے بال و چمڑا ٹھنڈے مزاج والوں کے لیے بے حد مفید ہے۔ اس کا استعمال اسے پہن کر بھی کر سکتے ہیں اور دھونی دے کر بھی۔ اس کا خون اگر بچوں کے سر پر ملا جائے تو گنج ہونے کے باوجود بال اُگ جاتے ہیں۔[1]

اگر کوئی شخص اس کا خون اپنے ساتھ رکھے تو وہ کسی کے فریب و حیلہ میں نہیں پھنس سکے گا۔ اس کے پھیپھڑے کو پیس کر اگر پیا جائے تو ریح الصبیان کا مرض دور ہو جاتا ہے۔ اس کے دانت کو اگر مرگی زدہ یا مجنون اپنے اوپر باندھ لے تو اس کا مرض دور ہو جائے گا۔ تلی کے درد کا مریض اگر اس کی تلی کو اپنے بدن پر باندھ لے تو درد سے اسے فوری آرام ملے گا۔

ہرمس کہتے ہیں کہ کوئی اس کی کلیجی اپنے ہاتھ میں رکھے رہے تو وہ نہ کتے سے ڈرے گا اور نہ ہی کتا اس پر بھونکے گا۔ اس کے کان کو اگر گردن کی کنٹھ مالا پر لگا لے تو اسے فائدہ محسوس ہوگا اور فوری راحت ہوگی۔ اس کا آلہ تناسل اگر سر درد میں سر پر باندھ لیا جائے تو درد ختم ہو جائے گا۔ اس کا پتا اگر سونا میں ملا دیا جائے تو اس کا رنگ پیتل جیسا ہو جائے گا۔ کان کے قریب ہونے والے ورم پر اگر اس کے خصیہ کو ملا جائے تو رفتہ رفتہ ورم ختم ہو جائے گا۔ تلی کے درد میں مبتلا شخص اگر اس کے کلیجے کو پانی میں ملا کر ایک مثقال کے بقدر لے تو بلا توقف اس کا درد فوراً ختم ہوگا اور اسے آرام ملے گا۔ اس کی چربی اگر دونوں ہتھیلی اور تلووں پر مل لی جائے تو ٹھنڈک کے خطرہ سے وہ مامون ہو جائے گا۔ اس کے دماغ کو اگر ورس[2] گھاس میں ملا کر سر پر ملا جائے تو سر کی بھوسی (رسی) اور پھنسی اور گنجا پن ختم ہو جاتا ہے اور بال جھڑنے کی شکایت بھی دور ہو جاتی ہے۔ جو بچہ رات میں ڈرتا اور روتا ہو اس کے جسم پر اگر اس کی دم باندھ دی جائے تو وہ اسی طرح ٹھیک ہو جائے گا جس طرح اس کا دانت باندھنے سے ٹھیک ہو جاتا ہے۔

اس کی چربی اگر کسی چیز پر مل دی جائے تو اس جگہ جہاں کہیں بھی پسو ہوں گے وہاں سے اس پر آکر جمع ہو جائیں گے۔ اس کے فوطہ کو خشک کر کے پیسنے کے بعد پانی میں ملا کر ایک درہم کے وزن کے بقدر پینے سے جماع اور بھوک و شہوت میں گوناگوں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کی دم کو باریک پیسنے کے بعد زعفران کے تیل میں ملا کر اگر آلہ تناسل پر پیشاب کے سوراخ پر لگا کر مل لی جائے تو قوت جماع میں بے پناہ اضافہ و فائدہ ہوگا اور جتنی دیر تک وہ چاہے جماع کر سکتا ہے۔

کتاب الابدان میں مذکور ہے کہ اگر تم لومڑی کی چربی تلاش کرو اور وہ نہ مل پائے تو بھیڑیئے کی چربی اس کا بدل اور قائم مقام ہے۔

---

[1] عام گنجوں کے لیے بھی بہت مفید ہے خواہ عمر زیادہ ہی کیوں نہ ہو بالکل نکل آتے ہیں۔

[2] ورس ایک مخصوص قسم کی گھاس ہے جو تل کے مانند ہوتا ہے اور اس سے رنگائی وغیرہ کا کام لیا جاتا ہے۔ بعض علاقہ میں سے کسم کہتے ہیں۔

خواب کی تعبیر

اگر کسی نے خواب میں لومڑی دیکھی تو اس کی تعبیر عورت سے دیں گے۔ چنانچہ اگر کوئی خواب میں یہ دیکھتا ہے کہ وہ لومڑی سے چھیڑخوانی کر رہا ہے اور اس سے کھیل رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی شادی ایسی عورت سے ہوگی جس سے وہ بہت محبت کرے گا اور بیوی بھی اس سے اسی طرح محبت کرے گی۔ بعض حضرات نے لومڑی کو خواب میں دیکھنے کی یہ تعبیر دی ہے کہ اسے دیکھنے والے کو دھوکے باز' مکار اور فریبی شخص سے واسطہ پڑے گا۔ اور اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ لومڑی سے جھگڑ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ گویا وہ اپنے قرض خواہ سے جھگڑنے والا ہے۔

اسی طرح خواب میں اس کا گوشت کھانا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ کھانے والے کو نفع کا مال کھانے کی وجہ سے کچھ نقصان ہوگا مگر وہ پھر ٹھیک ہو جائے گا۔ بعض حضرات نے اسے خواب میں دیکھنے کی تعبیر یہ دی ہے کہ بادشاہ کی جانب سے اس کے پاس کوئی دشمن پہنچے گا۔

یہودیوں نے خواب میں اسے دیکھنے کی تعبیر یہ دی ہے کہ وہ کسی نجومی یا طبیب کے پاس پہنچے گا اور اس کی زیارت کرے گا۔

نصاریٰ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص خواب میں لومڑی کا بوسہ لیتا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے ایک شریف اور محبوب وخوبصورت بیوی حاصل ہونے والی ہے۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ اگر کوئی خواب میں یہ دیکھتا ہے کہ اس نے لومڑی کو قتل کر دیا تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ وہ کسی شریف انسان کے لڑکے کو قتل کرنے والا ہے اور خواب میں اگر کوئی اس کا دودھ پیتا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ بیماری سے اب شفایاب ہونے والا ہے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ خواب میں لومڑی سے جھگڑنا اپنے اہل وعیال میں قریبی دوستوں میں سے کسی دوست سے جھگڑنے کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

ثفا

ث' ف اور اخیر میں الف کے ساتھ۔ یہ جنگلی بلی ہے جو لومڑی سے ملتی جلتی ہے اور گھریلو بلی کے ہم شکل ہوتی ہے اس کا بیان ان شاء اللہ باب السین میں آجائے گا۔

ثقلان

جن وانس۔ ثقل کے معنی بوجھ اور کثافت کے آتے ہیں چنانچہ جنات وانسان کو ثقلان (تثنیہ) کہا جاتا ہے۔

وجہ تسمیہ

کیونکہ یہی دونوں دراصل روئے زمین پر ثقیل و بوجھل ہیں۔ بعض حضرات نے اس کی وجہ ان دونوں کی شرافت بتائی ہے کہ ان کی شرافت وعظمت کی بنا پر انہیں ثقلان کہتے ہیں۔ کیونکہ ہر شریف کو (اہل عرب) ثقیل سے تعبیر کرتے ہیں۔ بعض حضرات نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ چونکہ یہ گناہوں سے گراں بار ہوتے ہیں اس لیے انہیں ثقلان کہا جاتا ہے۔

ثُلج

ابن سیدہ کہتے ہیں کہ یہ عقاب کا چوزہ ہے (لہٰذا اس کی تفصیل وہی ہوگی جو عقاب کی ہے)۔

ثنی

دوسالہ جانور۔ثنی ہر اس جانور کو کہا جاتا ہے جس کے سامنے کے کینچلیوں والے دانت ٹوٹ گئے ہوں اور ایسا پھٹے ہوئے کھروں والے جانور میں اس کے تیسرے سال اور ناب والے جانوروں میں اس کے چھٹے سال میں ہوتا ہے۔

ثنی واحد۔اس کی جمع ثنایا آتی ہے۔مونث کے لیے ثنیہ جمع ثنیات آتی ہے۔

ثور

ثور کے معنی بیل ہیں اور اس کی کنیت ابوعجل (بچھڑوں کا باپ) ہے۔مؤنث یعنی گائے کے لیے ثورۃ مؤنث لاتے ہیں۔اس کی جمع ثِوَرَۃ و ثِیْرَان و ثِیَرَۃ آتی ہے۔امام نحو علامہ سیبویہ فرماتے ہیں کہ ثیرۃ جو ثور کی جمع ہے اس میں (ث کے بعد) واؤ کو یاء سے اس لیے بدل دیا ہے کہ وہ کسرہ (زیر) کے بعد واقع تھا (اور یاء ہی کسرہ کے موافق حرف ہے واؤ تو ضمہ (پیش) کو چاہتا ہے۔پھر علامہ فرماتے ہیں کہ اس طرح واؤ کو یاء سے بدلنا کوئی نادر نہیں بلکہ عام اور شائع وذائع ہے۔

علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ اس کی تبدیلی کی وجہ یہ نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ اس کے درمیان اور ثورۃ الاقط کی جمع (جس کے معنی پنیر کا ٹکڑا ہے) اور جمع ثورۃ آتی ہے کے درمیان فرق کرنا ہے اسی وجہ سے پہلے اسے فعلۃ کے وزن پر لائے پھر اس میں حرکت دی۔

چونکہ ثور کے معنی پھاڑنے اور زمین جوتنے کے ہیں اسی وجہ سے اسے ثور کہتے ہیں کہ یہ زمین کو پھاڑتا اور اسے جوتتا ہے۔جیسا کہ بقرۃ (گائے بیل) کو بقرۃ اس لیے کہتے ہیں کہ بقر کے معنی پھاڑنے کے ہیں اور وہ بھی زمین کو پھاڑتا اور جوتتا ہے۔

جانوروں کی باہمی ہمدردی کا واقعہ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ دیکھا کہ دو بیل ایک رسی میں بندھے ہوئے ہیں اور ان سے کھیت جوتا جا رہا ہے۔جب ان میں سے ایک رک کر اپنا جسم کھجلانے لگا تو دوسرا بھی رک گیا۔یہ دیکھ کر حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا کہ یہ ہیں درحقیقت وہ دو بھائی جن کی اخوت محض اللہ کے لیے ہے ان میں سے جب ایک رک جاتا ہے تو دوسرا بھی اس کی موافقت کرتا ہے اور اخلاص اسی اتحاد واتفاق سے اپنے درجہ کمال کو پہنچتا ہے۔لہٰذا جو شخص اپنے بھائیوں کے حق میں مخلص نہ ہوگا وہ بلاشبہ منافق ہوگا (پھر اخلاص کی تعریف فرماتے ہوئے کہا) اخلاص نام ہے موجودگی وعدم موجودگی میں زبان ودل کے ایک ہوجانے کا۔

ایک[1] روایت

وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب زمین کو پیدا فرمایا تو وہ کشتی کے مانند ڈگمگاتی اور ادھر ادھر ہوتی تھی۔اللہ نے اس

---

[1] اس قسم کی روایات اور واقعات دراصل اسلامی کتب میں بنی اسرائیل کے علماء اور ان کی کتب سے ہی اسلامی ذخیرہ میں منتقل ہوئی ہیں اور کسی بھی درجہ میں قابل قبول نہیں ہیں اور ان کا کوئی مدلل اور جامع حوالہ اسلامی ذخیرہ کی مستند کتابوں میں نہیں ملتا۔اس لیے ہمیشہ کے لیے یہ حقیقت ملحوظ رہے کہ ان معاملات میں وہ روایات قبول کی جاسکتی ہیں جو اسلام کی ٹھوس بنیاد پر حقائق کے قریب ہوں اس لیے یہ کہنا کہ یہ کرۂ ارض بیل کے سینگ پر ہے اسرائیلی افسانے ہیں اور حقائق سے دور واقعات ہیں۔

کے جماؤ ٹھہراؤ کے لیے نہایت عظیم وطاقت ور فرشتہ پیدا فرمایا اور اسے حکم دیا کہ وہ اس کے نیچے جا کر اسے اپنے کندھوں پر اُٹھا لے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور اسے اُٹھا کر اپنا ایک ہاتھ مشرق کی جانب اور دوسرا مغرب کی جانب نکال کر دونوں کناروں سے پکڑ کر جکڑ لیا۔ مگر (اس بوجھ کی وجہ سے) اس کے پاؤں میں لرزا پیدا ہو گیا اور وہ کانپنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جماؤ کے لیے سرخ یاقوت کی ایک بہت بڑی چٹان پیدا کی جس کے وسط میں سات ہزار سوراخ تھے اور ہر سوراخ سے ایک عظیم سمندر نکل رہا تھا جس کی لمبائی اور طول وعرض کا صحیح علم واندازہ صرف اللہ کو ہے۔ پھر اسے فرشتے کے دونوں پاؤں کے درمیان داخل ہو جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ حکم مطابق داخل ہو گیا۔ مگر پھر اس پتھر کے اندر لرزا و کپکپی پیدا ہو گئی اور اس میں قرار باقی نہ رہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایک نہایت ضخیم وعظیم بیل پیدا فرمایا جس کے چار ہزار آنکھیں اور اتنے ہی کان، ناک، منہ، زبان اور پاؤں تھے اور ایک پاؤں سے دوسرے پاؤں کی مسافت پانچ سو سال تک چلنے کی تھی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا (کہ وہ پتھر کو اپنی پیٹھ پر اُٹھا لے) چنانچہ اس نے پتھر کے نیچے داخل ہو کر اسے اپنی پیٹھ اور سینگ پر اُٹھا لیا۔ اس بیل کا نام "کیوثا" بتایا جاتا ہے مگر پھر اس بیل کے اندر لرزہ پیدا ہو گیا اور اس کا قرار جاتا رہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایک بہت بڑی مچھلی پیدا کی۔ اس کی ضخامت اور اس کی آنکھوں کی چمک ووسعت کی بنا پر انسان اس کی طرف نگاہ کرنے پر قادر نہیں ہوتا نہ ہی اس کی تاب لاسکتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر دُنیا کے سارے سمندروں کو اس کی ایک ناک کے سوراخ میں ڈال دیا جائے تو اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے کسی طویل وعریض اور لق دق میدان میں رائی کا ایک دانہ ہو۔

غرض اللہ نے اس بیل کا قرار اس مچھلی کو بنایا۔ اس مچھلی کا نام "ہموت" بتایا جاتا ہے اور اس مچھلی کا ٹھکانا پانی کو بنایا۔

پانی کے نیچے ہوا اور ہوا کے نیچے پانی، پھر پانی کے نیچے ظلمات وتاریکیاں ہیں اور ان تاریکیوں کے بعد کیا ہے اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ بندوں کے علم کی رسائی اس سے آگے نہیں ہو سکی اور نہ ہی اس کا علم اللہ نے اپنے بندوں کو دیا ہے۔

(مسالک الابصار فی ممالک الامصار جز ۲۳)

اہل جنت کی غذا

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

"اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے ان کے لیے جنت کا ایک ایسا بیل ذبح کیا جائے گا جو جنت کے اطراف میں چرا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ اہل جنت مچھلی کے جگر کا وہ چھوٹا سا ٹکڑا بھی کھایا کریں گے جو جگر کے پاس ہی اس کے ایک جانب ہوتا ہے۔" (مسلم کتاب الطہار، نسائی عشرۃ النساء)

ابن اسحاق سے بسند صحیح، روایت ہے کہ:

"شہداء جس وقت جنت میں داخل ہوں گے تو جنت کی مچھلی اور بیل ان کے دوپہر کے کھانے کے واسطے نکل کر آئیں گے اور ایک دوسرے سے کھیلنے لگیں گے جب جنتیوں کو یہ جانور خوب پسند آجائے گا تو بیل اپنے سینگوں سے مچھلی کو مار دے گا اور اسے چیر پھاڑ کر اسی طرح تیار کر دے گا جس طرح جنتی اسے ذبح کر سکتے تھے۔ شام کے کھانے کے لیے وہ دونوں پھر واپس شام کو جنتیوں کے سامنے آئیں گے اور اسی طرح سے کھیلنے لگیں گے اور کھیلتے کھیلتے مچھلی اپنی دُم سے بیل کو مار کر اسی طرح چیر پھاڑ دے گی جس طرح کہ وہ ذبح کر سکتے تھے۔"

علامہ سہیلی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں چند چیزوں کی طرف اشارہ ہے جو قابل التفات اور لائق توجہ ہیں۔ اور وہ اس طرح کہ

جب اس زمین کی بقاء اور اس کا جماؤ اور ٹھہراؤ ایک مچھلی پر ہے جو تیرنے والا حیوان ہے تو گویا اس سے لوگوں کو اس کی طرف توجہ دلانا اور احساس پیدا کرنا ہے کہ یہ مقام اور یہ دُنیا فنا ہونے والی ہے اور یہ مسکن ایک عارضی مسکن ہے جس کے قلعے تباہ ہونے والے اور فنا ہونے والے ہیں اور یہ ہمیشہ باقی رہنے والا مقام نہیں ہے اور جب جنت میں داخل ہوتے ہی اسے ذبح کر دیا گیا اور انہوں نے اس کی کلیجی کھالی تو گویا وہ دار الفناء سے نکل کر ایسے مسکن کو پہنچ گئے جس میں بقاء و پائیداری اور ہمیشگی و دوام ہے اور اسی کی طرف اشارہ کرنے کے لیے پل صراط پر ان کے لیے نیلگوں رنگ کا مینڈھا ذبح کیا جائے گا تا کہ وہ جان لیں اور سمجھ لیں کہ اب اس کے بعد نہ موت ہے اور نہ فنا۔

رہی بات بیل کی تو چونکہ بیل کھیتی کرنے کا آلہ و ذریعہ ہے اور اہل دُنیا کے سامنے دو طرح کی کھیتیاں ہیں' یا تو دُنیا کی یا آخرت کی تو اس کے ذبح کر دینے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اب ان کھیتی کی مشقت سے (خواہ دُنیا کی کھیتی ہو یا آخرت کی جو کرنا تھا کر چکے) بچ گئے اور اب انہیں آرام ہی آرام ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورج و چاند کو قیامت کے دن بے نور کر دیا جائے گا۔'' (رواہ البخاری وانفرد)

اور حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو ابوبکر بزار کے حوالے سے مفصل ذکر کیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن داناج نے فرمایا کہ خالد بن عبداللہ قشیری کے زمانہ خلافت میں میں نے ابو سلمہ بن عبداللہ سے اس مسجد یعنی مسجد کوفہ میں اس طرح سنا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے اور ان کے پاس بیٹھ گئے تو انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث اس طرح سنائی کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز سورج و چاند جہنم میں بیلوں کی شکل میں ہوں گے۔ اس پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کا کیا گناہ ہے؟ (یعنی جہنم میں یہ کس گناہ کی وجہ سے جائیں گے؟) تو ابو سلمٰی نے فرمایا کہ میں تو حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم وما ذنبھا ان کا کیا گناہ ہے' کہہ رہے ہو۔''

امام بزار فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صرف اسی طرح مروی ہے اور عبداللہ داناج نے ابو سلمہ سے اس کے علاوہ اور کوئی حدیث روایت نہیں کی ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورج و چاند جہنم میں دہشت زدہ بیل (کی طرح) ہوں گے۔'' کعب احبار سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سورج اور چاند کو دہشت و خوف زدہ بیل کی طرح لایا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا تا کہ جو لوگ ان کی عبادت کرتے تھے وہ انہیں دیکھ لیں جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو (سب) جہنم کے ایندھن ہیں۔''

انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے مروی ہے کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورج و چاند دو خوف زدہ بیل ہوں گے جہنم میں۔'' (ابوداؤد و طیالسی)

نہایت الغریب میں ذکر کیا گیا ہے کہ باری تعالیٰ نے جب سورج و چاند کو سباحۃ کی تعبیر کے ذریعہ اپنے کلام میں ذکر کیا کہ کل فی فلک یسبحون (ان میں سے ہر ایک آسمان پر تیر رہا ہے)۔ پھر جب خبر دی کہ وہ اور ان کے پجاری جہنم میں جائیں گے اور ان پجاریوں کو عذاب اس طرح ہوگا کہ وہ ان پر ہمیشہ مسلط رہے گا اور وہ دہشت کے مارے اس خوفزدہ بیل کی طرح ہوں گے جن کی دہشت دائمی اور کبھی نہ ختم ہونے والی ہو۔ اس واقعہ کو ابو موسیٰ نے بھی کچھ اس طرح ذکر کیا ہے۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ انہیں جہنم میں اس لیے جمع کیا جائے گا کہ دُنیا میں خدا کے سوا ان کی پرستش کی گئی تھی اور یہ عذاب ان کے واسطے نہیں ہوگا کیونکہ یہ جمادات میں سے ہیں بلکہ یہ تو صرف کافروں کو مزید رسوا کرنے اور ان کی بکاء و گڑ گڑاہٹ میں اضافہ کرنے کے لیے کیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کعب احبار کے قول کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''اللہ کی ذات کریم اور بلند و بالا ہے اس سے کہ وہ سورج و چاند کو عذاب دے بلکہ اللہ تعالیٰ تو ان دونوں کو قیامت کے دن سیاہ اور بے نور کر دیں گے۔ جب یہ عرش سے قریب ہوں گے تو اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہمارے معبود آپ جانتے ہیں کہ ہماری اس اطاعت و فرمانبرداری کو جو آپ کے لیے تھی اور ہماری رفتار کی تیزی کو جو دُنیا میں آپ ہی کے حکم سے تھی لہٰذا کافروں کی عبادت کی وجہ سے آپ ہمیں عذاب مت دیجئے۔ اس پر باری تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ ہاں تم نے سچ کہا میں نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ میں پیدا کروں گا اور (ہر چیز کو) اس کے سابق کی طرف (جس چیز سے پیدا کیا جائے گا اسی کی طرف لوٹا دوں گا) اور تم دونوں کو بھی اس چیز کی طرف لوٹاؤں گا جس سے میں نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تمہیں اپنے عرش کے نور سے پیدا کیا ہے تو تم اسی کی طرف لوٹ جاؤ۔ غرض وہ لوٹ جائیں گے اور عرش کے نور میں مدغم ہو جائیں گے اور یہی معنی ہیں باری تعالیٰ کے ارشاد ''وہی ذات ہے جو پیدا کرتی ہے اور پھر دوبارہ اسے لوٹاتی ہے۔''

سیرت سعید بن جبیر میں ابونعیم لکھتے ہیں کہ حضرت سعید نے فرمایا کہ اللہ رب العزت نے آدمؑ کے پاس ایک سرخ رنگ کا بیل اُتارا جس سے وہ کھیتی کرتے تھے اور اس مشقت سے اس کی پیشانی پر جو پسینہ آتا تھا پونچھتے جاتے تھے اور یہی وہ مشقت ہے جسے باری تعالیٰ نے اپنے کلام میں اس طرح ذکر فرمایا ہے:

فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى.

''حضرت آدم علیہ السلام اکثر حوا سے کہا کرتے تھے کہ تو نے ہی میرے ساتھ یہ معاملہ کیا۔

اس کے بعد آدم علیہ السلام کی جو بھی اولاد اس بیل سے کام لیتی وہ یہ ضرور کہتے کہ آدمؑ سے پہلے ہی حوا وہاں پہنچ گئی۔

اہل عرب جب کسی گائے کو گھاٹ پر پانی پلانے کے لیے اُتارتے اور وہ پانی کے گدلا پن یا پیاس نہ لگنے کی وجہ سے پانی نہ پیتی تو وہ بیل کو مارتے تھے جس سے وہ پانی میں گھس جاتا اور اسے دیکھ کر پھر گائے بھی گھس جاتی (اور وہ ایسا اس لیے کرتے تھے کہ) گائے عموماً بیل کی اتباع کرتی اور اس کے پیچھے ہولیا کرتی ہے۔

سلیک بن سلکہ کو قتل کرنے کے بعد انس بن مدرکہ نے اسی مفہوم میں یہ شعر کہے ہیں ؎

انی و قتلی و سلیکا ثم اعقله کالثور یضرب لما عافت البقر

''میں اور سلیک کا مقتول اور ان کے ذی ہوش و عقل مند لوگ اس بیل کی طرح ہیں جسے اس وقت مارا جائے جب گائے پانی پینے سے رُک جائے۔''

امثال

اہل عرب کہتے ہیں:

الثور یحمی انفه بروقه. بیل اپنے سینگ سے ناک کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ مثل حریم کی حفاظت اور اس کے تحفظ پر اُبھارنے

کے لیے بولی جاتی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب آنحضور ﷺ کے ساتھ مدینہ پہنچے تو انہیں اور عامر بن فہیرہ و بلال بن رباح رضوان اللہ علیہم کو بخار آ گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں ان کے پاس حاضر ہوئی تو وہ سب کے سب ایک ہی مکان میں تھے میں نے والد صاحب سے دریافت کیا کہ رات کیسی گزری؟ تو انہوں نے جواب دیا ۔

کل امری مصبح فی اهله والموت ادنی من شراک نعله

''ہر کوئی اپنے اہل وعیال میں صبح کرتا ہے اور موت اس کے جوتے کے تسموں سے بھی زیادہ قریب ہے۔''

انا لله وانا اليه راجعون ان ابی ليهذی (اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون ابا جان بیماری کی وجہ سے بڑبڑانے لگے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے پھر عامر بن فہیرہ سے دریافت کیا کہ آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے ۔

لقد وجدت الموت قبل ذوقه والمرء ياتي حتفه من فوقه

''موت کا مزہ چکھنے سے پہلے ہی میں نے اسے پالیا اور انسان کی موت وہلاکت اوپر سے آتی ہے۔''

کل امرئ مجاهد بطوقه کالثور يحمی انفه بروقه

''ہر شخص اپنی طاقت کے بقدر سعی وکوشش کرتا ہے جس طرح کہ بیل اپنے سینگوں سے اپنے ناک کی حفاظت کرتا ہے (یعنی اپنی حفاظت آپ کرتا ہے۔''

اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا **والله هذا ما يدری ما يقول** کہ بخدا یہ کیا کہہ رہے ہیں خود بھی نہیں سمجھ پا رہے ہیں۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا کہ آپ کی رات کیسی گزری؟ تو انہوں نے جواب میں یہ اشعار پڑھے ۔

الاليت شعری هل ابيتن ليلة بفخ وحولی اذخر[1] وجليل

ترجمہ: ''اے کاش کہ مقام فخ میں ایک رات گزری ہوتی کہ میرے آس پاس اذخر اور دوسری ہری بھری گھاس ہوتی۔''

و هل اردن يوما مياه مجنة و هل يبدون لی شامة و طفيل

ترجمہ: ''اور ان عورتوں نے بازار مجنہ کا پانی کیا کبھی میرے لیے چاہا؟ اور کیا وہ میرے لیے شامہ وطفیل پہاڑی بن کر ظاہر ہوئی۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر میں آنحضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور اس ماجرے کو سنایا۔ تو آپ نے دُعا فرمائی کہ:

''اے اللہ! تو ہمارے دلوں میں مدینے کی محبت اس طرح ڈال دے جس طرح کہ تو نے مکہ کی محبت ڈال دی ہے اور اے اللہ! تو ہمارے ناپ وتول کے برتن (صاع ومد میں برکت دے دے اور مدینہ کے بخار کو مھیعہ یعنی جحفہ منتقل فرما دے۔''

---

[1] ایک قسم کی خوشبودار سبز گھاس ہے۔ اس کی جمع اِذْخَرَة و اذاخر آتی ہے۔

عامر کے قول میں لفظ طوق آیا ہے جس کے معنی طاقت کے ہیں اور بلال کے قول میں فخ کا تذکرہ ہے تو یہ مکہ مکرمہ کی ایک وادی کا نام ہے اور مجنہ مکہ مکرمہ کی اترائی میں واقع ایک بازار کا نام ہے اور شامہ وطفیل سوق مجنہ کے کنارے اونچائی پر واقع دو پہاڑیوں کے نام ہیں اور حضور اکرم ﷺ کے قول میں مذکورہ مہیعہ یہ جحفہ ہی کا دوسرا نام ہے۔

اہل عرب کہتے ہیں:

(۱) هو ارعى من ثور. وہ بیل سے زیادہ چرنے والا ہے۔

(۲) انما أكلت يوم اكل الثور الابيض. میں تو اسی دن کھالیا گیا جس دن سفید بیل کو لقمۂ تر بنایا گیا۔

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میری اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مثال ان تین بیلوں جیسی ہے جو ایک ہی جھاڑی میں رہتے تھے اور ان میں سے ایک سفید ایک سرخ اور ایک سیاہ تھا اور ان کے ساتھ اس جھاڑی میں ایک شیر بھی رہتا تھا جو ان کے اتفاق واتحاد اور اکٹھے رہنے کی وجہ سے انہیں کچھ نقصان دینے پر قادر نہیں تھا۔ ایک دن شیر نے سیاہ اور سرخ بیل سے کہا کہ سفید بیل کا رنگ چونکہ مشہور (اور دور سے نظر آنے والا ہے) اس لیے (شکاریوں کو) یہ ہمارے اس جھاڑی میں ہونے کا پتا دیتا ہے اور میرا رنگ تو بس تم دونوں ہی کے رنگ جیسا ہے لہٰذا تم اگر ہمیں اس کو کھانے کے لیے چھوڑ دو اور اس کی اجازت دو تو یہ جھاڑی تم ہی دونوں کے لیے ہو جائے گی۔ ان دونوں نے بسر وچشم کہہ دیا کہ جی کھا لیجئے ہم آپ کے درمیان حائل نہیں ہوں گے۔ چنانچہ اس نے اسے اپنا لقمۂ تر بنالیا۔ ابھی کچھ ہی زمانہ گزرا تھا کہ اس نے سرخ بیل سے کہا کہ میرا رنگ تو تیرے ہی رنگ جیسا ہے لہٰذا تم ہمیں سیاہ بیل کو کھانے دو تو اس نے کہا آپ کی جیسی مرضی۔ چنانچہ اس نے اسے کھالیا۔ چند ہی دنوں بعد اس نے سرخ بیل سے کہا کہ اب تو میں تمہیں بالیقین کھاؤں گا۔ تو اس نے مہلت مانگتے ہوئے عرض کیا کہ آپ تین بار آواز لگانے کا موقعہ عنایت فرمائیں۔ شیر نے مہلت دیتے ہوئے کہا اچھا کرلو تو اس نے تین مرتبہ یہ آواز لگائی کہ ''میں تو اسی دن کھالیا گیا تھا جس دن سفید بیل کو کھایا گیا۔'' اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی آواز بلند کر کے کہا کہ ہم تو اسی روز کمزور و ذلیل ہو گئے جس دن حضرت عثمان غنی کو قتل (شہید) کیا گیا۔''

بیل کے طبی خواص

اگر اس مٹی کو جس پر بیل نے گائے کے ساتھ جفتی کرنے کے بعد فوراً پیشاب کر دیا اُٹھا کر عضو مخصوص کے سوراخ پر ملا جائے تو یہ مٹی قوت باہ میں مزید تقویت پہنچائے گی۔ اسی طرح سے جس شخص کو سوتے میں پیشاب نکل جانے کا عارضہ لاحق ہو اس کو بیل کا مثانہ خشک کر کے پیس کر سرکہ کے ساتھ ملا کر پلانے سے ان شاء اللہ بہت جلد یہ بیماری ختم ہو جائے گی اور بستر پر پیشاب نکلنا بند ہو جائے گا۔ نیز ایسے شخص کے لیے ٹھنڈے پانی کا استعمال بھی مفید ترین ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ بیل کی ایک عجیب وغریب خصلت یہ ہے کہ اگر وہ تھک کر کھڑا ہو جائے تو اس کے خصیتین پکڑ کر دبانے سے اس میں ایک قسم کا نشاط پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ بہت تیز چلنے لگتا ہے۔ نیز اگر اس کے کان میں پارہ ڈال دیا جائے تو وہ وہیں دم توڑ دے گا اور اگر اس کی ناک میں عرق گلاب دیا جائے تو وہ فوراً زمین پر گر پڑے گا۔ اگر بیل کے پیشاب سے لوہے پر لکھا جائے تو لکھا ہوا صاف دکھائی دے گا۔

علاوہ ازیں بیل کی اور بھی بہت سی خصلتیں ہیں جن کو آپ نے باب الباء میں ملاحظہ فرمالیا ہے۔

تعبیر

بیل کوخواب میں دیکھنا انتہائی سودمند اور معیشت میں معین ومددگار ہوتا ہے اور کبھی نہایت طاقت ور باعزت شخص کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔ بعض دفعہ اس کی تعبیر خوبصورت نوجوان سے بھی دی جاتی ہے۔ کیونکہ بیل کو عربی میں ''ثور'' کہتے ہیں اور ثور کے معنی جوش مارنے کے ہیں۔ چونکہ نوجوان کی جوانی بھی اپنے پورے جوش اور شباب پر ہوتی ہے اس لئے اس کی تعبیر جوان سے دی جاتی ہے اور کبھی کبھی شرپسندی وفتنہ کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے اور اگر کسی کاشتکار یا کسان وغیرہ نے بیل کوخواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ اس کے تمام مشکل کام آسان ہو جائیں گے۔ بسا اوقات سستی وکاہلی کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ چتکبرے بیل کو دیکھنا باعث راحت ومسرت ہے اور کالے بیل کو دیکھنا بزرگی وشرافت کی علامت ہے یا مریض کے تندرست ہونے کی جانب اشارہ ہے۔

اَلثَّوْلَ

نرشہد کی مکھی۔ الثـول (ثاء پر زبر اور واؤ ساکن) عام طور پر یہ لفظ شہد کی مکھیوں کے بارے میں بولا جاتا ہے۔ چاہے ایک مکھی ہو یا پورا چھتہ کا چھتہ۔ حضرت امام اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ شہد کی مکھی کے لیے کوئی علیحدہ سے واحد لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ یہ معنی تو اس صورت میں ہوں گے اگر اس کو ثاء فتح کے ساتھ پڑھا جائے اور واؤ ساکن کر کے اور اگر بالتحریک (واؤ پر زبر) پڑھا جائے تو اس صورت میں اس کے معنی دیوانی بکری کے ہوں گے جو اپنے پاگل پن کی وجہ سے ریوڑ سے علیحدہ رہے۔ دیوانے پہاڑی بکرے کے لیے بھی یہ لفظ آتا ہے۔

نرشہد کی مکھی کی خواب میں تعبیر

نرشہد کی مکھی کے لیے خواب کی تعبیر ایک چالاک اور مبارک لڑکے سے کی جاتی ہے۔

الثَّيْتل

الثیتل۔ اس کے معنی پہاڑی بکرے کے ہیں۔ حدیث شریف میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا فِیْ الثَّیْتَلِ بَقَرَۃٌ یعنی اگر کسی شخص نے حالت احرام میں یا حرم میں پہاڑی بکرے کا شکار کر لیا تو اس پر ایک گائے کا شرعی تاوان واجب ہوگا۔

باب الجیم

الجاب شیر اور موٹے گورخر کو کہتے ہیں اس کی جمع جووب آتی ہے۔

الجارف سانپ کے بچے کو کہتے ہیں۔

الجارحة

الجارحۃ۔ اس درندہ یا پرندہ کو کہتے ہیں جو اپنے مالک کے واسطے شکار کر کے لائے۔ قرآن کریم میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ.

''اور جن شکاری جانوروں کو تم تعلیم دو اور تم ان کو شکار پر چھوڑ بھی دو اور ان کو اس طریقہ پر تعلیم دو جس طریقہ سے تمہیں اللہ

نے تعلیم دی۔"

جوارح. جارحۃ کی جمع ہے اور جارحۃ کے معنی آتے ہیں کمانے والا۔ چونکہ یہ اپنے مالک کے لیے شکار کما کر لاتا ہے اس واسطے اس کا جارحہ کہتے ہیں۔ جیسا کہ کلام پاک میں دوسری جگہ اس معنی میں استعمال ہوا ہے۔

وَيَعْلَمُ مَاجَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ "اور جو کچھ تم دن بھر میں کرتے ہو اللہ کے علم میں ہے۔"

الجاموس

بھینس۔ الجاموس فارسی زبان کا لفظ ہے لیکن عربی میں کثرت سے استعمال ہونے لگا۔ اس کی جمع جوامیس آتی ہے۔ بھینس انتہائی طاقت ور اور قوی الجثہ جانور ہے۔ شیر بھی اس کو دیکھ کر خوف کھا جاتا ہے۔ اس کے باوجود مخلوق خدا میں سب سے زیادہ ڈرپوک اور بزدل جانور ہے۔ مچھر سے کچھ زیادہ ہی ڈرتی ہے۔ اگر مچھر کاٹ لے تو وہاں سے بھاگ کر پانی میں گھسنے کی کوشش کرتی ہے۔

بھینس اپنے مالک کے اشارہ کو خوب اچھی طرح سمجھتی ہے۔ اگر وہ بلانے کا اشارہ کرے تو فوراً اس کے پاس آجاتی ہے۔ یہ اس کے شرف النسل اور ذی حس ہونے کی دلیل ہے۔ اپنی جگہ سے بہت زیادہ مانوس ہو جاتی ہے۔ اپنی اور اپنے بچوں کی خاطر پوری پوری رات نہیں سوتی۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت کا منظر بڑا عجیب ہوتا ہے جب بہت ساری بھینسیں جنگل میں گول دائرہ کی شکل بنا لیتی ہیں اور ان سب کی پشت ایک دوسرے کی پشت کی جانب رہتی ہے۔ بیچ میں بچے اور چرواہے کھڑے رہتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ چہار دیواری سے گھرا ہوا محفوظ شہر ہے۔

اگر ان میں نر (بھینسا) آپس میں سینگوں کے ذریعے زور آزمائی کرتے ہوئے شکست کھا جاتا ہے تو شکست خوردہ شرم کی وجہ سے درختوں کے جھنڈ میں جا کر بیٹھ جاتا ہے اور وہاں سے اپنی احساس کمتری کو دور کر کے نئی طاقت اور قوت کے ساتھ میدان میں آتا ہے اور اپنے حریف پر حملہ کر دیتا ہے اور اس پر غالب آنے تک اس کو نہیں چھوڑتا۔

بھینس کا شرعی حکم

بھینس کا گوشت گائے کی طرح حلال طیب ہے۔

بھینس کے طبی خواص

بھینس کی کھال کی دھونی دینے سے گھر کے تمام پسو ختم ہو جاتے ہیں۔ نیز اس کا گوشت کھانے سے جوئیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اگر بھینس کی چربی کو اندرانی نمک کے ساتھ ملا کر خارش زدہ کے بدن پر یا داغدار چہرہ پر مل دیا جائے تو خارش اور داغ بالکل صاف ہو جائیں گے اور اگر برص زدہ مریض کو مل دیا جائے تو برص سے بھی بہت جلد نجات حاصل ہو جائے گی۔

ابن زہری ارسطاطالیس کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس کیڑے کو جو بھینس کے دماغ میں ہوتا ہے اپنے پاس رکھ لے تو اس کو بالکل نیند نہیں آسکتی۔

بھینس کی خواب میں تعبیر

اگر کسی شخص نے بھینس کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر ایسے طاقت ور مرد سے دی جائے گی جو اپنی بساط اور وسعت سے زیادہ

تکلیف برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔

اگر کسی عورت نے یہ دیکھا کہ اس کے بھینس کے سینگ لگے ہوئے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ عورت کسی بادشاہ سے شادی کرے گی۔

الجان

الجان سانپ کی ایک قسم کا نام ہے جو چھوٹا اور سفید رنگ کا ہوتا ہے۔

کلام پاک میں تذکرہ

قال اللہ تعالیٰ: فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ:

''سو انہوں نے جب اس کو لہراتا ہوا دیکھا جیسا پتلا سانپ تیز ہوتا ہے تو پشت پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔''

وقال تعالٰی فی آیۃ اخریٰ وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى قَالَ هِىَ عَصَاىَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِىْ وَلِىَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِىَ حَيَّةٌ تَسْعٰى.

''اور حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ بھی فرمایا کہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ! انہوں نے کہا یہ میری لاٹھی ہے میں کبھی اس پر سہارا لگاتا ہوں اور کبھی اپنی بکریوں کے لیے درخت کے پتے جھاڑتا ہوں اور اس سے میرے اور بھی کام نکلتے ہیں۔''

ارشاد ربانی ہوا کہ اس عصاء کو زمین پر ڈال دو اے موسیٰ! سو انہوں نے اس کو زمین پر ڈال دیا تو یکا یک خدا کی قدرت سے دوڑتا ہوا سانپ بن گیا۔

ایک تفسیری نکتہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں جو عصا تھا بحکم خدا اس کو ڈال دیا تو وہ سانپ بن گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کا عصاء زرد رنگ کا سانپ بن گیا تھا اس سانپ کے بارے میں قرآن شریف میں ایک جگہ تو یہ ارشاد ہے:

كَاَنَّهَا جَآنٌّ. جان عربی لغت میں چھوٹے اور پتلے سانپ کو کہتے ہیں۔ اور دوسری جگہ آیا ہے:

فَاِذَا هِىَ ثُعْبَانٌ۔ اس کے معنی بڑے موٹے سانپ اور اژدھے کے ہیں اور مندرجہ بالا آیت میں جو حَيَّةٌ کا لفظ آیا ہے یہ عام ہے اور ہر چھوٹے بڑے اور پتلے موٹے سانپ کو کہتے ہیں۔

تطبیق: ان آیات کی اس طرح ہو سکتی ہے کہ یہ سانپ شروع میں پتلا اور چھوٹا اور پھر موٹا اور بڑا ہو گیا۔ یا یہ کہ سانپ تو بڑا اژدہا ہی تھا لیکن اس کو جان (ہلکا) اس لیے کہہ دیا ہو کہ یہ عظیم الشان اژدہا سرعت سیر کے اعتبار سے چھوٹے سانپ کی طرح تھا۔ یعنی عام عادت کے خلاف کہ بڑے اژدھے تیز نہیں چل سکتے اور یہ بڑی تیزی سے چلتا تھا۔

بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے عصائے موسیٰ کو تین وصف عطاء کئے تھے (۱) حیۃ (۲) جان (۳) ثعبان کہ وہ عصاء دشمنوں کے لیے حیۃ (سانپ) تھا اور موٹا ہونے کے اعتبار سے ثعبان (اژدہا) تھا اور حرکت و رفتار کے اعتبار سے جان (ہلکا پھلکا سانپ) تھا۔

فرقد السنجیؒ کہتے ہیں کہ اس سانپ کے دونوں جبڑوں کے درمیان چالیس گز کا فاصلہ تھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی زمین پر ڈالی تو وہ زرد اور سرخ رنگ کا سانپ بن گیا۔ جس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ اس کے دونوں جبڑوں

کے درمیان کا فاصلہ اسی گز تھا اور یہ تقریباً زمین سے ایک میل دور اپنی دم کے سہارے کھڑا تھا جس کا نیچے والا ہونٹ زمین پر پڑا تھا اور اوپر والا فرعون کے محل کی دیوار پر تھا۔

''حیوۃ الحیوان'' کے مصنف فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا اور وہ فوراً اژدہا بن گیا تو اس نے لوگوں پر حملہ شروع کر دیا۔ بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ اس نے فرعون پر بھی حملہ کر دیا جس کی بنا پر وہ تخت شاہی سے اُٹھ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ بہر حال جب اس نے لوگوں پر حملہ شروع کر دیا تو لوگ بری طرح گھبرا گئے۔ چیخنے اور چلانے لگے جن میں سے تقریباً پندرہ ہزار تو اس کی دہشت کی وجہ سے وہیں مر گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصاء کے بارے میں حق تعالیٰ کو یہ جواب دیا تھا کہ میں اس پر سہارا لگاتا ہوں اور بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں۔ اور تیسری بات آپ نے یہ فرمائی تھی وَلِیَ فِیْهَا مَآرِبُ اُخْرٰی کہ اس سے میرے اور بھی کام نکلتے ہیں۔ مثلاً کندھے پر رکھ کر اپنے اسباب وسامان (کھانے پینے کو لٹکا لینا یا موذی جانوروں کو دفع کرنا وغیرہ) حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے اس عصاء سے بہت سے کام لیا کرتے تھے۔ مثلاً موذی جانوروں سے حفاظت کا کام اسی سے ہی لیتے تھے اور اگر کوئی دشمن سامنے آجاتا تھا تو اس کے واسطے بھی یہی کام آتا تھا اور اگر کہیں کنوئیں سے پانی کھینچنے کی ضرورت پڑتی تو وہاں بھی اسی کو استعمال کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اگر آپ کی طبیعت پھل کو چاہتی تو آپ اس عصاء کو زمین پر گاڑ دیتے تو اس پر فوراً شاخیں نکلتیں پھر اس کے بعد وہ عصاء پھل دینے لگتا۔ نیز آپ رات کو روشنی کا کام بھی اسی سے لیتے تھے۔ (عصائے موسیٰ پر تفصیلی روشنی قسط پنجم میں ڈال چکے ہیں)

اَلْجَبْهَةُ

گھوڑا۔ مشہور ومعروف جانور ہے۔

حدیث نبوی میں گھوڑے کا تذکرہ

لَيْسَ فِيْ الْجَبْهَةِ وَلَا فِيْ النُّخَّةِ وَلَا فِيْ الْكَسْعَةِ صَدَقَةٌ.

''گھوڑوں میں اور گدھوں میں اور کھیتی کے بیلوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔''

گھوڑے کو الْجَبْهَةَ اس لیے کہا جاتا ہے کہ جَبْهَةَ کے معنی عمدہ اور بہترین چیز کے ہیں۔ کیونکہ یہ تمام چوپاؤں میں بہترین اور عمدہ جانور ہے اس لیے اس کو الجبهة کہہ دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قوم کے سردار یا بڑے آدمی کے لیے جبهة القوم استعمال ہوتا ہے چونکہ وہ قوم میں سب سے زیادہ باعزت اور اعلیٰ خاندان کا ہوتا ہے۔

اَلنُّخَّةُ ماخوذ ہے النَّخَّ سے جس کے معنی تیز ہنکانے کے آتے ہیں اور الکسعة' کَسْعُ سے مشتق ہے جس کے معنی کام کرنے والے بیل یا گدھے کے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اَلْجَثْلَةُ

الجثلة کالی چیونٹی کو کہتے ہیں۔ باب النون کے عنوان کے تحت اس کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ مفصل آئے گا۔

اَلْجُحْمَرِشُ

الجحمرش اس کے کئی معنی آتے ہیں۔ دودھ پلانے والی خرگوشنی کو کہا جاتا ہے اور بہت بوڑھی بانجھ عورت کو بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع جحامر اور تصغیر جحمیر آتی ہے۔

اَلْجَحْش

الجحش چھوٹے چھوٹے گدھے کے بچے کو کہتے ہیں چاہے جنگلی گدھے کا بچہ ہو یا گھریلو۔ اس کی جمع جحاش اور جحشان آتی ہے اور اس کی مؤنث جحشہ ہے۔

بعض حضرات نے کہا ہے الجحش بچھڑے کو بھی کہتے ہیں اور قبیلہ بنی ہذیل کی لغت میں ہرن کے بچے کو کہا جاتا ہے۔

ضرب المثل

جحیش وحدہٗ اہل عرب ایسے شخص کے بارے میں بولتے ہیں جو اپنی رائے پر سختی سے عمل کرتا ہو۔ صاحب الرائے اور سمجھ دار ہو۔ اہل عرب بے وقوفوں کے بارے میں کہتے ہیں۔ عییر وحدہٗ (بے وقوف) کہ فلاں شخص گدھا یعنی بے وقوف ہے۔ حدیث شریف میں تذکرہ:

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم میں سے صاحب الرائے اور عقلمند تھے اور دینی امور میں اکثر ان کی رائے کو قبول کیا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین زینب بنت جحش سے فرمایا اگر تمہارے والد مسلمان ہوتے تو میں ان کا کوئی اچھا نام رکھتا۔ ان کا نام پہلے جحش تھا۔''

الجخدب

ٹڈی کی ایک قسم۔ الجخدب (جیم پر ضمہ خاء ساکن دال پر فتحہ) یہ ایک پرندہ کا نام ہے جو ٹڈی کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس کی جمع جخادب آتی ہے۔ یہ پرندہ سبز رنگ کا اور لمبی ٹانگوں والا ہوتا ہے۔ بعض ماہرین حیوانات کی رائے ہے کہ یہ پرندہ چھپکلی کے مشابہ ہوتا ہے اور اس کو ابو جخادب بھی کہا جاتا ہے۔

الجُدجُد

جھینگر۔ امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ایک قسم کا پرندہ ہے جو ٹڈی کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس کی جمع جداجد آتی ہے اور میدانی فرماتے ہیں کہ جدجد شیر کی ایک قسم ہے جو پوری رات آواز کرتا رہتا ہے اور تلاش کرنے سے نہیں ملتا۔

جدجد کا شرعی حکم

جدجد اگر وضو کے پانی میں گر کر مر جائے تو وہ پانی پاک رہتا ہے اور اس سے وضو کرنا درست ہے۔

ایک توضیح: وضو (واؤ کے فتحہ کے ساتھ) اس پانی کو کہتے ہیں جس سے وضو کیا جائے اور ضمہ کے ساتھ فعل وضو کو کہا جاتا ہے۔ان شاءاللہ جدجد کے متعلق مزید تفصیل صاد کے بیان میں صرر ر کے عنوان کے تحت آئے گی۔

الجداية

الجداية (جیم کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ) ہرن کے چھ یا سات ماہ کے بچہ کو کہا جاتا ہے۔چاہے نر ہو یا مادہ' اور بعض حضرات نے کہا ہے الجداية ہرن کے نر بچہ کو کہتے ہیں۔

امام اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ جـــداية (ہرن کا بچہ' عناق) کی طرح ہوتا ہے۔عناق بکری کے ایک سال سے کم عمر والے بچہ کو کہتے ہیں۔

حدیث میں تذکرہ

''حضرت کلدہ ابن حنبل فرماتے ہیں کہ مجھے آقائے نامدار سرور کائنات کی خدمت اقدس میں صفوان ابن امیہ نے دودھ اور ہرن کا بچہ اور کھیرا ککڑی لے کر بھیجا۔ میں آپ ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔لیکن میں سلام کرنا بھول گیا تو آپؐ نے اس پر مجھے تنبیہ فرمائی کہ تم واپس جاؤ اور السلام علیکم کہہ کر اندر آؤ۔ یہ واقعہ حضرت صفوان کے اسلام لانے کے بعد کا ہے۔''

ضخابيس کھیرے اور ککڑی کو کہتے ہیں اور جدایہ ہرن کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو کہتے ہیں' چاہے نر ہوں یا مادہ۔

الجَدی

الجدی۔بکرے کے نر بچہ کو کہتے ہیں۔نحوی نقطۂ نظر سے تین بکری کے بچوں کے لیے ثـلاثـه اجـدٍ اور زیادہ کے لیے الـجـداء استعمال ہوگا۔

الجدی کا حدیث میں تذکرہ:

(۱) ''ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ ایک دن نماز پڑھ رہے تھے تو آپؐ کے سامنے سے ایک بکری کا بچہ گزرا تو آنحضور ﷺ اسے ہٹانے لگے۔''

(۲) ''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک بکری کے بچہ کا واقعہ سنایا: فرمایا کہ بکریوں کے ریوڑ میں ایک بچہ تھا جس کو اس کی ماں دودھ پلا کر اس کا پیٹ بھرتی اور پرورش کرتی تھی۔ایک دن وہ بچہ اپنی ماں سے علیحدہ ہوگیا (بھوکا پریشان پھرتا رہا) تو اس کے بعد اس کو تمام بکریوں نے دودھ پلایا لیکن وہ پھر بھی شکم سیر نہیں ہوا۔پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مثال ان لوگوں کی ہے جو بعد میں آئیں گے کہ ان میں سے ہر ایک شخص کے پاس اتنا مال ہوگا کہ وہ پورے ایک قبیلہ اور ایک جماعت کو کافی ہوسکتا ہوگا۔لیکن اس کے باوجود وہ یہی کہے گا کہ یہ میرے لئے کافی نہیں ہے۔''

(۳) صـفـوة الصفوة وغیرہ میں حضرت مجاہد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ فرماتے تھے کہ اگر فرات کے قریب بکری کا چھوٹا بچہ بھی مرجاتا ہے تو مجھے خوف رہتا ہے کہ کہیں (قیامت کے دن) حق تعالیٰ اس کا مطالبہ نہ کردیں) کہ میں نے تیری نگرانی میں دیا تھا تو نے اچھی طرح نگہبانی کیوں نہیں کی۔

الطف: یہ کوفہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ نہر فرات کے قریب ہونے کی بناء پر اس کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔

ضرب المثل

اہل عرب اگر کسی کو انتہائی محتاط رہنے کی تلقین کرتے ہیں تو کہتے ہیں:

تغدی بالجدی قبل ان یتعشی بک.

''بکری کے بچہ کو وقت شب استعمال کرنے سے پہلے ناشتہ میں استعمال کر کے دیکھ لو۔''

طبی خواص

بکری کے بچے کا گوشت ٹھنڈا' خشک اور زود ہضم ہوتا ہے۔ سرخ رنگ کی بکری کے بچہ کا گوشت زود ہضم ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین غذا کا کام دیتا ہے۔ اگر چہ یہ قولنج والے مریض کے لیے نقصان دہ ہے مگر شہد کا استعمال اس سے پیدا شدہ امراض کو فوراً ختم کر دیتا ہے۔ نیز زیادہ موٹے بچے کا گوشت دیر ہضم اور نقصان دہ ہوتا ہے۔

مجموعی اعتبار سے بکری کا گوشت پھوڑے پھنسی والے مریض کے لیے فائدہ مند ہے۔

بکری کے بچے کا گوشت سردیوں میں نقصان دہ اور گرمیوں میں فائدہ مند ہوتا ہے اور باقی دیگر موسموں میں متوسط رہتا ہے۔

خواب میں تعبیر

جدی کی تعبیر ولد (بچے) سے دی جاتی ہے۔ ذبح شدہ بکری کے بچے کو خواب میں دیکھنا بچے کی موت کی طرف اشارہ ہے (چاہے لڑکا ہو یا لڑکی) اور اگر بکری کے بچے کا بھنا ہوا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا تو یہ لڑکے کی موت کی طرف اشارہ ہے۔ اگر کسی شخص نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس نے بکری کے بچے کے پائے کھائے ہیں تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ اس کو مصیبت سے بہت جلد چھٹکارا نصیب ہوگا۔ اور اگر بائیں پسلی کھاتے ہوئے دیکھا تو رنج و غم لاحق ہونے کا امکان ہے۔ بکری کے بچے کا اگلا حصہ کھاتے ہوئے دیکھنا عورتوں اور لڑکیوں کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور پچھلا آدھا حصہ کھاتے دیکھنا مردوں کی طرف اشارہ ہے۔ اور اگر کسی شخص نے یہ دیکھا کہ وہ بکری کے بچے کی بھنی ہوئی ٹانگ کھا رہا ہے اور وہ نرم ہے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ وہ شخص اس عورت کو دھوکہ دے رہا ہے جو اس کے ساتھ احسان کر رہی ہے اور اگر وہ سخت ہے تو یہ غیبت اور چغلی کی طرف اشارہ ہے۔ ان شاء اللہ اس کے بارے میں مزید تفصیل باب الخاء میں الحروف کے بیان میں آئے گی۔

اَجْدَلُ

(شکرا) اجدل شکرے کو کہتے ہیں جو باز کی ایک قسم ہے۔ لغوی اعتبار سے اس کے معنی شدت (سختی) کے آتے ہیں۔ اس کو اَجْدَلُ اور اَجْدَلی بروزن اَعْجَم اور اعجمی بھی بولا جاتا ہے۔ اکثر علماء نحو نے اس کو غیر منصرف پڑھا ہے۔

ضرب الامثال

بِیَضُ القطا یَحْضُنُہٗ الاجدل ''چیل کے انڈے کو شکرا سیتا ہے۔''

اہل عرب یہ مثال اس وقت دیتے ہیں جب کوئی شریف باعزت شخص اپنا ماویٰ و مرجع کسی ذلیل و کمینے شخص کو بنا لے۔

اَلجذ عُ

بھیڑ کا ایک سالہ بچہ۔ الجذع (جیم اور ذال پر فتحہ) اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ بھیڑ کے چھ مہینے کے بچہ کو جَذَعُ کہا جاتا ہے۔ بعض سات مہینے کے بچے کو کہتے ہیں حتیٰ کہ بعض نے آٹھ یا دس ماہ کی بھی قید لگائی ہے۔ لیکن راجح اور بہتر قول یہ ہے کہ بھیڑ کے ایک سالہ بچے کو جَذَعُ کہتے ہیں۔ اسی کو علماء محققین اور اہل لغت نے تسلیم کیا ہے۔

قاضی عیاض کہتے ہیں کہ بچے کے والدین (نر بھیڑ اور مادہ بھیڑ) کو دیکھا جائے گا۔ اگر وہ دونوں جوان اور طاقت ور ہیں تو چھ مہینے کے بچے پر جَذَع کا اطلاق ہوگا (کیونکہ اس صورت میں بچہ بھی تندرست ہوگا) اور اگر اس کے ماں باپ نحیف و کمزور ہوں تو آٹھ مہینے کے بچے کو جذع کہیں گے۔

بعض ماہرین حیوانات کی رائے یہ ہے کہ اگر بچے کی کمر پر بال (اون) جم جائیں تو اس صورت میں اس کو جَذَع کہا جائے گا۔ بکریوں میں دو سال والے بچے کو جَذع کہتے ہیں۔ صحیح قول کے مطابق ایک سال والے کو بھی کہتے ہیں۔ امام جوہریؒ فرماتے ہیں کہ دو سال سے کم والے بچے کو جَذَع کہتے ہیں۔ اس کی جمع جذعَانَ او اِجذَع آتی ہے اور مؤنث جِذعَة اور اس کی جمع جذعاتٌ آتی ہے۔

بہر حال بکری کے اس بچہ کو جو دوسرے سال میں ہو اور بھیڑ یا دُنبے کے اس بچے کو جو تیسرے سال میں ہو اور اونٹ کے اس بچے کو جو پانچویں سال میں ہو جذع کہا جائے گا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اونٹ بکری بھیڑ وغیرہ کے بچوں کی ایک خاص عمر ہونے پر ان کے لئے جذع کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نوجوانی میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا (ایک دن) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے درانحالیکہ آپ کفار مکہ (کے فریب سے) بچ کر آرہے تھے۔ آپ نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا اے لڑکے! تیرے پاس ہمیں پلانے کے لیے دودھ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں مالک نہیں ہوں۔ میں تو صرف نگہبان ہوں اور لیے میں آپ حضرات کو دودھ پلانے سے معذور ہوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی ایسی بکری لاؤ جس کے ساتھ جفتی نہ کی گئی ہو۔ میں نے فوراً آپؐ کی خدمت میں ایسی بکری پیش کر دی تو آپؐ نے دودھ دوہنے کے ارادہ سے اس کی ٹانگیں باندھیں اور تھن پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ پھر آپؐ نے دُعا فرمائی۔ آپؐ کی دُعا کی برکت سے تھنوں میں دودھ جمع ہونے لگا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑا سا پیالہ لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جس میں آپؐ نے دودھ نکالا (سب سے پہلے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا۔ پھر اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پھر (سب سے بعد) میں نے بچا ہوا دودھ پیا۔ پھر آپؐ نے تھنوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اپنی پہلی حالت پر ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ اپنی جگہ پر اکٹھے ہو گئے۔ (جیسے پہلے تھے ویسے ہی حالت ہوگئی۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ کو دیکھ کر آپؐ کے پاس آیا اور میں نے عرض کیا حضور مجھے بھی اس طریقہ کی کوئی چیز سکھلا دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم تو سیکھے سکھلائے ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ستر سورتیں سیکھیں جن میں کوئی میرا شریک نہیں۔

اورحدی البعث میں ورقہ ابن نوفل [1] کا جملہ منقول ہے قال یالیتنی فیھا جذعاً یعنی کاش حضور اکرم ﷺ کے ظہور نبوت کے وقت میں جوان ہوتا اور آپؐ کی مدد کرتا۔

(ترکیب) جذعا مندرجہ بالا جملہ میں حال کی بنا پر منصوب ہے۔ فیھا کے اندر جو ضمیر ہے وہ ذوالحال ہے۔ ترکیبی عبارت اس طریقہ پر ہوگی یالیتنی مستقر فیھا جذعا۔

بعض حضرات نے فیھا کے پہلے کانَ فعل محذوف بھی مانا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ کَانَ فعل ناقصہ ہے جو محذوف نہیں مانا جاتا۔ ہاں اگر کوئی لفظی قرینہ موجود ہوتو اس صورت میں محذوف ماننا جائز ہے۔ جیسے اِنْ خَیرًا وَ مَخَیرٌ۔ اس جملہ میں لفظ ان شرطیہ قرینہ بن رہا ہے کہ یہاں کوئی فعل محذوف ہے۔ کیونکہ ''ان'' شرطیہ فعل پر داخل ہوتا ہے اسم پر نہیں اور یہاں اسم پر داخل ہو رہا ہے تو معلوم ہوا کہ یہاں فعل محذوف ہے۔

''علی بن صالح فرماتے ہیں کہ عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے اور ہر ایک ان میں سے جَذَع کھانا پسند کرتا تھا (بکری کا بچہ وغیرہ)''

حدیث:

''ابوعمر ابن عبدالبر تمہید میں بطریق صحیح روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے حضور اکرم ﷺ سے شجرہ طوبیٰ کے بارے میں دریافت کیا (کیا ہوتا ہے) آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ملک شام میں ایک درخت ہوتا ہے جو کو جَوزَاء (آخروٹ کا درخت) کہتے ہیں (وہ اس کے مشابہ ہوتا ہے) پھر آپؐ نے درخت کی تمام حالت اس اعرابی کے سامنے بیان فرمادیں۔ پھر اعرابی نے شجرۂ طوبیٰ کی جڑ کے بارے میں سوال کیا (کہ وہ کتنی موٹی ہوتی ہے؟) آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم نوجوان اونٹ پر سوار ہوکر اس درخت کے چاروں طرف چکر لگانا چاہو تو لگا نہیں سکتے وہ نوجوان اونٹ بھی تھک کر اپنا دم توڑ دے گا۔''

---

[1] ورقہ بن نوفل ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی تھے۔ اپنے زمانے میں توریت وانجیل کے بہت بڑے عالم تھے۔ سریانی زبان سے عربی زبان میں انجیل کرترجمہ کرتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں بت پرستی سے بیزار ہوکر نصرانی بن گئے تھے اور ظہور نبوت کے وقت یہ بہت بوڑھے اور نابینا ہوگئے تھے۔

یہ جملہ ورقہ بن نوفل نے اس وقت کہا تھا جب حضور اکرم ﷺ پر غار حرا میں سب سے پہلے وحی کا نزول ہوا تھا۔ دفعتہً وحی کا نزول اور فرشتہ کے انوار وتجلیات کا حضور اکرم ﷺ کی بشریت پر اچانک نزول اور بار نبوت کے بنا پر آپ گھبرا کر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور غار حرا میں جو واقعہ پیش آیا تھا وہ آپؐ نے بیان کر کے فرمایا کہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ میری جان نہ نکل جائے (وحی کی عظمت اور جلال سے آپ کو یہ خیال ہوا کہ اگر وحی کی یہی شدت رہی تو عجیب نہیں کہ میری بشریت وحی کے اس ثقل کو برداشت نہ کرسکے یا بار نبوت سے مغلوب ہوکر فنا ہو جائے)۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے تمام واقعہ سن کر آپ کو تسلی دی اور آپ کو اپنے ہمراہ لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور کہا کہ اے میرے چچازاد بھائی اپنے بھتیجے کا حال خود ان کی زبان سے سنئے۔ ورقہ نے آپؐ سے مخاطب ہوکر کہا اے بھتیجے بتلاؤ کیا دیکھا آپؐ نے تمام واقعہ بیان فرمایا۔ ورقہ بن نوفل نے آپؐ کے تمام حالات سن کر کہا یہ وہی ناموس فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اُترتا تھا۔ کاش میں تمہارے زمانہ پیغمبری میں قوی اور توانا ہوتا جبکہ تمہاری قوم تم کو وطن سے نکال دے گی یا کم از کم زندہ ہی ہوتا۔ آپؐ نے بہت تعجب سے فرمایا کیا وہ مجھ کو نکال دے گی؟ ورقہ نے کہا کہ ایک آپؐ پر ہی موقوف نہیں۔ جو شخص بھی پیغمبر ہوکر اللہ کا کلام اور اس کا پیام لے کر آیا۔ لوگ اس کے دشمن ہو گئے۔ اگر میں نے آپؐ کا وہ زمانہ پایا تو میں نہایت زور سے آپ کی مدد کروں گا۔ مگر کچھ دن گزرنے نہ پائے کہ ورقہ بن نوفل کا انتقال ہوگیا۔

سہیلی نے "التعریف والاعلام" نامی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ شجرۂ طوبیٰ کی جڑ جنت میں حضور اکرم ﷺ کے محل مبارک میں ہوگی اور اس کی شاخیں تمام اہل جنت کے مکانوں میں ہوں گی۔ جس طریقہ سے آپ کی ذات پاک سے علم وایمان پوری دُنیا میں پھیلا۔ نیز سہیلی نے اپنی مذکورہ کتاب میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ شجرہ طوبیٰ شجرہ جوزاء (اخروٹ کا درخت) کے مشابہ ہے۔

اَلْجَرَادُ

(ٹڈیا) الجراد مشہور و معروف پرندہ ہے۔ واحد کے لیے جَرَادَةٌ استعمال ہوتا ہے۔ جَرَادَةٌ کا اطلاق نر یا مادہ دونوں پر ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں تا تانیث کے لیے نہیں ہے بلکہ وحدت کی ہے۔ جس طریقہ سے نَمْلَةٌ (چیونٹی) اور حمامةٌ (کبوتر) نر اور مادہ دونوں پر بولا جاتا ہے۔ جَرَادَةٌ اسم جنس ہے اور یہ جَرْدٌ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی چمک دار و بہترین اور بےکار و بوسیدہ دونوں کے آتے ہیں جیسے ثوبٌ جَرْدٌ (چمک دار کپڑا) یا (بوسیدہ بیکار کپڑا) اہل لغت کہتے ہیں کہ اسماء اجناس میں اشتقاق بہت کم ہوتا ہے۔ اَلْجَرَادُ (ٹڈیوں) کی دو قسمیں ہیں: (۱) بری (۲) بحری یہاں بیان بری (خشکی) ٹڈی کا ہوگا۔

قیامت کے دن جب مردے اپنی اپنی قبروں سے اُٹھائے جائیں گے اور نفسی نفسی کا عالم ہوگا اور انسان پریشانی ومصیبت کے عالم میں چاروں طرف پھیل جائیں گے۔ اس وقت کی حالت کو حق تعالیٰ نے جراد سے تشبیہ دی ہے۔

ارشاد باری ہے

يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ.

"جس دن لوگ قبروں سے اُٹھائے جائیں گے تو وہ ایسے معلوم ہوں گے جیسے ٹڈیوں کا لشکر جرار چاروں طرف پھیلا ہوا ہو۔"

یعنی اس دن انسانوں کا سمندر ہوگا جو پورے خطۂ ارض پر پھیلا ہوگا۔ اسی حالت کو حق تعالیٰ نے دوسرے انداز میں یوں بیان فرمایا:

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ

"اس دن تمام انسان بچھے ہوئے بستروں کی طرح ہوں گے۔"

تطبیق ان دونوں آیتوں میں اس طرح ہو سکتی ہے کہ قبروں سے فوراً اُٹھنے کے بعد تو کالفراش المبثوث ہوں گے۔ پھر اس کے بعد جب وہ میدان حشر میں جائیں گے تو کانهم جرادٌ منتشر کی حالت میں ہوں گے۔

نر جرادۃ کو ابو عوف کہتے ہیں اور مادہ جراد کو ام عوف کہتے ہیں۔ ابو عطاء السندی نے مندرجہ ذیل شعر میں جرارہ (ٹڈی) کے لئے ام عوف کا لفظ استعمال کیا ہے کہتے ہیں ؎

ما صفوا تكنى اُمّ عوفٍ كانَ رِجْلَتَيْهَا منجلان

"ٹڈی کی مادہ کی کنیت ام عوف ہے گویا کہ اس کے دونوں پیر منجھے ہوتے ہیں۔"

ٹڈیاں مختلف قسم کی ہوتی ہیں۔ بعض بڑی ہوتی ہیں اور بعض چھوٹی اور بعض سرخ رنگ کی ہوتی ہیں اور بعض زرد رنگ کی اور بعض سفید رنگ کی۔

مسلمۃ بن عبد الملک بن مروان "صاحب الرائے" بہادر اور جری آدمی تھے۔ ان کا لقب (جرار الصفراء) زرد رنگ کی ٹڈی تھا۔ کئی مرتبہ مقام ارمینیہ اور آذربائیجان کے گورنر بنائے گئے۔

انہوں نے اپنے بھائی سلیمان کے دور خلافت میں قسطنطنیہ پر حملہ کیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ ان کی وفات ۱۲۱ھ میں ہوئی۔

عملیات

سینہ کے درد سے نجات حاصل کرنے کے لیے:

(۱) مسلمہ بن عبدالملک بن مروان معہ اپنی فوج ولشکر کے جب مقام عموریہ میں داخل ہوئے تو ان کے سینہ میں درد شروع ہو گیا۔ جس کی بناء پر وہ لڑائی میں شریک نہ ہو سکے۔ اہل عموریہ نے مسلمانوں سے سوال کیا کہ تمہارے کمانڈر میدان کارزار میں کیوں تشریف نہیں لائے۔ مسلمانوں نے جواب دیا۔ ان کے سینے میں بہت سخت درد ہے وہ لڑائی میں شریک نہیں ہو سکتے۔ اہل عموریہ نے مسلمانوں کو ایک لباس دیا کہ یہ اپنے امیر کو پہنا دینا بہت جلد سینے کے درد سے نجات حاصل ہو جائے گی۔ چنانچہ مسلمانوں نے ایسا ہی کیا۔ لباس کے پہنتے ہی مسلمہ بن عبدالملک کے سینہ کا درد فوراً ختم ہو گیا۔ مسلمانوں کا بہت تعجب ہوا کہ اس میں ایسی کون سی چیز ہے جس کی بناء پر درد فوراً جاتا رہا۔ مسلمانوں نے اس لباس کو ادھیڑنا شروع کیا تو اس میں سے ایک پرچہ ملا جس پر مندرجہ ذیل آیتیں لکھی ہوئی تھیں:

بِسْمِ اللّٰہ الرحمٰن الرَّحِیْم

ذلک تخفیف من ربکم ورحمة بسم اللّٰہ الرَّحمٰن الرحیم الئن خفف اللّٰہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم یرید اللّٰہ ان یخفف عنکم و خلق الانسان ضعیفا بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم و اذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم الم ترالی ربک کیف مد الظل ولو شاء لجعله ساکنا بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم وله ما سکن فی اللیل والنهار وهو السمیع العلیم.

مسلمانوں نے ان عیسائیوں سے پوچھا کہ یہ آیتیں تمہیں کہاں سے ملی ہیں۔ یہ تو ہمارے آقا سرکار دوجہاں ﷺ پر نازل ہوئی ہیں۔ اہل عموریہ نے جواب دیا کہ یہ آیتیں آپ کے نبی ﷺ کی بعثت سے سات سو سال قبل گرجے میں ایک پتھر پر لکھی ہوئی ملی تھیں۔

(۲) حافظ ابن عساکر کہتے ہیں کہ سینے کے درد کے لیے مندرجہ ذیل آیتیں لکھ کر باندھنا بہت ہی مفید و مجرب ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. کٓهٰیٰعٓصٓ ذِکْرُ رَحْمَةِ رَبِّکَ عَبْدَهٗ زکریا اِذْ نَادٰی ربه نِدَاءً خَفِیًّا قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَیْبًا وَّلَمْ اَکُنْ بِدُعَائِکَ رَبِّ شَقِیًّا اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهٗ سَاکِنًا کهیعص حم عسق کم للّٰه مِنْ نِعْمَةٍ فِیْ کُلِّ عَبْدٍ شَاکِرٍ وَغَیْرِ شَاکِرٍ وَکَمْ لِلّٰه مِنْ نِعْمَةٍ فِیْ کُلِّ عِرْقٍ سَاکِنٍ وَغَیْرِ سَاکِنٍ اِذْهَبْ اَیُّهَا الصُّدَاعُ بِعِزِّ عِزِّ اللّٰه وَبِنُوْرِ وَجْهِ اللّٰه وَلَهٗ مَا سَکَنَ فِی اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَصَلَّی اللّٰه عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ.

(۳) اگر کسی شخص کے سر میں درد ہو تو مندرجہ ذیل حروف لکڑی کی تختی پر لکھ کر یکے بعد دیگرے لوہے کی میخ (کیل) سے ان حروف کو دباتا رہے اور یہ آیت پڑھتا رہے ولو شاء لجعله ساکنا وله ما سکن فی اللیل والنهار وهو السمیع العلیم.

اور وہ حروف یہ ہیں: ''اح ا ک ک ح ع ح ام ح'' ان شاء اللہ جلد درد ختم ہو جائے گا۔

الجراد (ٹڈی) کے مختلف نام ہوتے ہیں۔ مثلاً جب یہ پیدا ہوتی ہے تو اس کا نام الدبی ہوتا ہے اور جب کچھ بڑی ہو جاتی ہے اور اس کے پر نکل آتے ہیں تو اس کو غوغاء کہا جاتا ہے اور جب ٹڈی زرد رنگ کی ہو جائے اور مادہ ٹڈی کالے رنگ کی ہو جائے تو اس وقت اس پر جرادۃ کا اطلاق ہوگا۔

اس جانور کا انڈے دینے کا عجیب طریق ہوتا ہے۔ جب یہ انڈے دینے کا ارادہ کرتی ہے تو ایسی سخت اور بنجر زمین کا انتخاب کرتی ہے جہاں کسی انسان کا گزر نہ ہوا ہو۔ پھر اس زمین پر دم سے اپنے انڈے کی بقدر سوراخ کرتی ہے جس میں وہ انڈا دیتی ہے۔ نیز وہیں رکھے رکھے زمین کی گرمی سے بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔

جَرادۃ (ٹڈی) کی چھ ٹانگیں ہوتی ہیں دو سینے میں، دو بیچ میں اور دو آخر میں۔

ٹڈی ان جانوروں میں سے ہے جو لشکر کی طرح ایک ساتھ پرواز کرتی ہے اور اپنے سردار کے تابع اور مطیع ہوتی ہیں۔ اگر ٹڈیوں کا سردار پرواز کرتا ہے تو یہ بھی اسی کے ساتھ پرواز کرتی ہیں اور اگر وہ کسی جگہ اُترتا ہے تو یہ بھی اسی کے ساتھ اُتر جاتی ہیں۔

امام دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ٹڈی کا لعاب نباتات کے لیے زہر قاتل ہے۔ اگر کسی نباتات پر پڑ جاتا ہے تو اسے ہلاک کر کے چھوڑتا ہے یہی وجہ ہے کہ جس کھیت یا جنگل میں پہنچ جاتی ہے اس کو برباد کر دیتی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی ہلاکت کی دُعا مانگی ہے۔

الجراد کا حدیث نبوی میں ذکر:

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت ایوب[1] علیہ السلام برہنہ غسل فرما رہے تھے تو آپ پر حق تعالیٰ نے سونے کی ٹڈیوں کی بارش فرمائی جس کو آپ اپنے دامن میں سمیٹنے لگے تو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے ایوب! کیا ہم نے تم کو ان سے بے نیاز نہیں کر دیا؟ حضرت ایوب نے عرض کی کہ جی ہاں! لیکن آپ کی برکت سے تو بے نیاز نہیں ہوں۔'' (بخاری شریف)

طبرانی و بیہقی نے ابو زہیر سے بواسطہ شعبہ یہ روایت نقل کی ہے کہ:

''آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم ٹڈیوں کو ہلاک مت کیا کرو (کیونکہ) یہ تو حق تعالیٰ کا لشکر (فوج) ہے۔''

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جو مندرجہ بالا حدیث میں عدم قتل کا حکم فرمایا ہے یہ اس صورت میں صحیح ہے جب

---

[1] حضرت ایوب علیہ السلام مشہور پیغمبر ہیں کسی بنا پر بطور آزمائش شدید بیماری میں مبتلا ہوئے جس پر بے مثال صبر کا مظاہرہ کیا تا آنکہ عوام میں شہرت ہی حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کی ہو گئی۔ قرآن مجید نے ان کا ایک واقعہ مختصر بیان کیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی اہلیہ جو پورے شغف سے آپ کی تیمارداری میں مصروف تھیں کہ ایک بار انہوں نے حضرت ایوب علیہ السلام کی طویل بیماری کی شکایت کی جس پر حضرت ایوب علیہ السلام نے ناراض ہو کر انہیں تنبیہاً مارنے کی قسم کھائی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک جانب حضرت ایوب علیہ السلام کی قسم کا ایفا اور دوسری طرف ان کی بیوی کی مخلصانہ تیمارداری کا خیال کرتے ہوئے یہ صورت نکالی کہ تم سونٹھوں کا مجموعہ لے لو اور انہیں اپنی بیوی کے مار دو تا کہ قسم بھی پوری ہو جائے اور بیوی کی دل شکنی بھی نہ ہو۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے لمبی بیماری کے بعد ایک مرتبہ صرف اتنی دُعا کی کہ اللہ میں بیمار ہوں اور آپ ارحم الرحمین ہیں۔ اس پر ایک چشمہ نمودار ہوا جس سے غسل کرنے اور پینے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ غسل کرنے اور پینے سے تمام ظاہری اور باطنی بیماریاں ختم ہو گئیں۔ قرآن مجید نے حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کی تعریف کی ہے۔ چنانچہ آپ نے شفایاب ہونے کے بعد بحکم خداوندی اپنی قسم کو پورا کیا۔

تک کہ ٹڈی کھیتی وغیرہ کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔اور اگر یہ نقصان کا سبب بنے تو ان کو مارنا جائز ہے۔ جند کے معنی لشکر کے ہیں اور اس کی جمع اجناد اور جنود آتی ہے اور ارواح کی حدیث میں جنود مجندہ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی لشکر کے ہیں جیسے الوف مؤلفة اور قناطیر' مقنطرة۔

''ابن عمران کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے آ کر ٹڈی بیٹھی جس کے پروں پر لکھا ہوا تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی فوج ہیں اور ہمارے ننانوے انڈے ہوتے ہیں اور اگر پورے سو ہو جائیں تو ہم پوری دُنیا کو چٹ کر جائیں۔(اس کو پڑھنے کے بعد آپؐ نے یہ دُعا مانگی) اَللّٰهُمَّ اَهْلِكِ الْجَرَادَ وَاقْتُلْ كِبَارَهَا وَاَمِتْ صِغَارَهَا وَاَفْسِدْ بَيْضَهَا وَسُدَّ اَفْوَاهَهَا عَنْ مَزَارِعِ الْمُسْلِمِيْنَ.

جب آپؐ دُعا سے فارغ ہوئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس میں سے آپؐ کی دُعا کا بعض قبول کر لیا گیا ہے (یعنی آپؐ کی اس دُعا کا کچھ حصہ اللہ تعالیٰ نے قبول کر لیا ہے) یا اس میں سے کچھ دُعا قبول کر لی ہے۔''

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''کہ میں اور میرا بھائی محمد بن حنفیہ اور میرے چچا کے لڑکے عبداللہ اور قثم اور فضل کھانا کھا رہے تھے کہ (اچانک) دسترخوان پر ایک ٹڈی آ کر بیٹھ گئی جس کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا اور مجھ سے پوچھا کہ اس کے پروں پر کیا لکھا ہوا ہے؟ میں نے اس سلسلہ میں اپنے والد محترم علی کرم اللہ وجہہ سے رجوع کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے اس سلسلہ میں معلومات کی تھیں تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے پروں پر ''اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا رَبُّ الْجَرَادِ وَرَازِقُهَا اِنْ شِئْتُ بَعَثْتُهَا رِزْقًا لِقَوْمٍ وَّاِنْ شِئْتُ بَعَثْتُهَا بَلاءً عَلٰى قَوْمٍ لکھا ہوا ہوتا ہے۔(ترجمہ) میں معبود برحق ہوں جس کا کوئی شریک نہیں ٹڈیوں کا پروردگار ہوں ان کو رزق عطا کرتا ہوں اور اگر چاہوں [مشیت خداوندی میں اگر کسی قوم کے لیے حق تعالیٰ کا فضل و کرم لکھا ہوا ہوتا ہے] تو اس کو اپنی رحمت بنا کر بھیج دیتا ہوں اور اگر کسی قوم کی تقدیر میں ابتلاء و آزمائش لکھی ہوتی ہے تو اس کو (ٹڈی) ابتلاء و آزمائش کا سبب بنا دیتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ آپؐ کا یہ ارشاد تو مخفی علوم میں سے ہے۔'' (تاریخ نیشاپوری بحوالہ الطبرانی)

''حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ٹڈیاں مفقود ہو گئیں۔ جس سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بہت غم ہوا۔ آپ نے ٹڈیوں کو تلاش کرنے کے لیے چاروں طرف آدمی دوڑا دیئے کسی کو شام کی طرف بھیجا' کسی کو عراق کی طرف اور کسی کو یمن کی جانب' جو یمن کی جانب ٹڈی تلاش کرنے گیا تھا اس نے تلاش کر کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دی جس کو دیکھ کر (آپ کا غم ہلکا ہوا) آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ایک ہزار مخلوق کو پیدا کیا ہے جس میں سے چھ سو دریا میں رہتی ہیں اور چار سو خشکی میں اور جب حق تعالیٰ مخلوق کو فنا کرنے کا ارادہ کرے گا تو سب سے پہلے ٹڈیاں فنا کی جائیں گی پھر اس کے بعد یکے بعد دیگرے دوسری مخلوق۔''

ابن عدی نے محمد بن عیسیٰ کے ترجمہ میں اور ترمذی نے نوادرات میں یہ بات ذکر کی ہے کہ تمام مخلوق میں سب سے پہلے ٹڈیوں کو ہلاک کیا جائے گا کیونکہ یہ ٹڈی اس مٹی سے پیدا کی گئی ہیں جو حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیدا کرنے کے بعد بچ گئی تھی۔

امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ مجھ سے حسان نے یہ بات بیان کی ہے کہ شیطان کی مثال کثرت تعداد میں اس جنگل کی سی ہے کہ جس

میں صرف ٹڈیاں ہی ٹڈیاں ہوں اور اگر وہاں کسی انسان کا گزر ہو جائے تو چاروں طرف کو اُڑنے لگیں (مطلب یہ ہے کہ دُنیا میں شیاطین کافی تعداد میں موجود ہیں' اس بات کی تائید اس حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے جس میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہر بچہ کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیطان پیدا ہوتا ہے۔ نیز آگے حسان فرماتے ہیں کہ اگر حق تعالیٰ شیاطین کو انسانوں پر مخفی نہ کرتے تو ہر جگہ شیطان ہی شیطان دُنیا میں نظر آتے۔

ابن میسرہ کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام اکثر ٹڈی کا گوشت اور پھلوں کا گودہ استعمال فرمایا کرتے تھے اور اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہتے تھے کہ اے یحییٰ تو کس قدر خوش نصیب ہے کہ تو اکثر ٹڈی کا گوشت اور پھلوں کا گودا کھاتا ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ٹڈی میں مختلف جانوروں کی دس چیزیں پائی جاتی ہیں (۱) گھوڑے کا چہرہ ہونا (۲) ہاتھی کی آنکھ (۳) بیل کی گردن (۴) بارہ سنگا کے سینگ (۵) شیر کا سینہ (۶) بچھو کا پیٹ (۷) گدھ کے پر (۸) اونٹ کی ران (۹) شتر مرغ کی ٹانگ (۱۰) سانپ کی دم ہوتی ہے۔

ٹڈی کے بارے میں قاضی محی الدین شہرزوری نے کتنا بہترین شعر کہا ہے ؎

لَهَا فَخِذَابَكْرٍ وَ ساقَا نَعَامَةٍ وَ قَد مَتَا نَسْرٍ وَ جُرُ جُرُ ضيغم

حَبَتَهَا اَفَاعى الْاَرْضَ بَطْنَا وَ اَنْعَمْتُ عَلَيْهَا جِيَادُ الْخَيْلِ بِالرأسِ وَالْفَم

''ٹڈی کی رانیں بکری کی طرح ہیں اور اس کی پنڈلیاں شتر مرغ کے انداز میں اور اس کے دونوں پیر گدھ کی طرح ہیں اور گلا شیر سے ملتا جلتا' حشرات الارض اس کا رزق ہیں اور بہترین گھوڑوں کے سر اور منہ جیسا بنا کر اس کی خوب صورتی میں اضافہ کر دیا۔''

قاضی محی الدین شہرزوری کا مندرجہ ذیل شعر بھی بہت عمدہ اور پسندیدہ ہے جس پر انہوں نے بارش میں اولے پڑنے کی حالت بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

وَ لَمَّا شَابَ رَأس الدَهرِ غَيْظًا لَمَّا قَاسَاهُ مِن فَقْدِ الكرامِ

اَقَامَ يَمِيْطُ عِنْدَ الشَيْبِ غَيْظًا وَ يَنْثُرُ مَا امَاط على الانام

''جب زمانے میں غیظ و غضب کی آگ بھڑک اُٹھی اور دُنیا شریفوں سے خالی ہوگئی تو بڑھاپے کو از راہ غضب دور کرنے کے لیے تل گئے اور لوگوں کے اوپر وہ چیز برسائی گئی جو سفید سفید ہے۔''

۵۸۶ھ میں قاضی محی الدین شہرزوری کی وفات ہوئی۔ دمیریؒ فرماتے ہیں ٹڈی ماکول اللحم جانوروں میں سب سے زیادہ بیماری کی جڑ ہے۔

امام اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک دیہات میں پہنچا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ کسان گیہوں کی کاشت کر رہا ہے اور گیہوں کی بالیں ہوا میں لہرا رہی ہیں۔ اچانک ٹڈی دل آیا تو یہ شخص ٹڈی کے آنے کی وجہ سے پریشان ہوگیا اور جب اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کرے تو اس نے یہ شعر پڑھنے شروع کر دیئے ؎

مَرَّ الْجَرَادُ عَلٰى زرعى فَقُلْتُ لَهُ لَاتَاكُلَنَ وَلَا تَشْغِلُ يَا فَسَادِ

فَقَامَ مِنْهُمْ خَطِيْبَ فَوْقَ سُنْبلَةٍ اَنَا عَلٰى سَفْرٍ لَابُدَّ مِنْ زَادِ

''ٹڈیاں میرے کھیتوں میں پڑیں تو میں نے ان سے کہا کہ مت چاٹیو اور میرے لیے کوئی خرابی مت پیدا کیجیو' تو ایک خدشہ پر بیٹھے ہوئے ٹڈی کے ترجمان نے جواباً کہا کہ ہم سفر میں ہیں اور سفر میں توشہ ضروری ہے۔''

عملیات و وظائف

ٹڈی سے حفاظت کے لیے مندرجہ ذیل کلمات کو لکھ کر بانس کی نلکی میں بند کر کے کھیت یا انگور کے باغ میں دفن کرنے سے کھیتی وغیرہ ٹڈی کے ضرر سے محفوظ رہے گی۔ بہت مجرب ہے۔ کلمات یہ ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ. اَللّٰهُمَّ اَهْلِكْ صِغَارَ هُمْ وَاقْتُلْ كِبَارَهُمْ وَاَفْسِدْ بَيْضَهُمْ وَخُذْ بِاَفْوَاهِهِمْ عَنْ مَعَايِشِنَا وَاَرْزَاقِنَا اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ اِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّي عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَاسْتَجِبْ مِنَّا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

ٹڈی سے حفاظت اور اس کو بھگانے کے لیے یہ عمل بھی بہت مجرب ہے جس کو یحییٰ بن عبداللہ قرشی نے بارہا آزمایا ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ایک بلند پایہ عالم نے بھی اس کے افادہ کا تذکرہ کیا ہے۔ اس وقت عالم کا نام میرے ذہن سے نکل گیا ہے۔ نیز ان کے علاوہ اور دیگر حضرات نے بھی اس عمل کو کیا اور مجرب پایا۔ وہ عمل یہ ہے:

اگر کسی شہر قریہ یا گاؤں میں ٹڈیوں کی کثرت ہو۔ شہر والے ان سے تنگ آ گئے ہوں تو چاہیے کہ چار ٹڈی پکڑیں اور چاروں کے پروں پر مندرجہ ذیل قرآن آیت لکھ کر جس سمت یا جس شہر کا نام لے کر ان کو چھوڑ دیا جائے گا تمام کی تمام اسی سمت کی طرف چلی جائیں گی۔

پہلی ٹڈی کے پروں پر یہ آیت لکھے: **فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.**

دوسری ٹڈی کے پروں پر آیت لکھے: **وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ.**

تیسری کے پروں پر یہ لکھے: **ثُمَّ انْصَرَفُوْا صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ.**

چوتھی کے پروں پر یہ لکھے: **فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ.**

ٹڈی کا شرعی حکم

ٹڈی کا گوشت مباح ہے۔ اس پر تمام علماء کرام کا اجماع ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

''حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی جس میں ہم ٹڈی کا گوشت استعمال کرتے تھے۔''

مندرجہ بالا حدیث شریف کو ابوداؤد و بخاری اور حافظ ابونعیم نے نقل کیا ہے۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ بھی ہمارے ساتھ ٹڈی کا گوشت تناول فرماتے تھے۔

''ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ ازواج نبی ﷺ آپ کی خدمت میں ٹڈی کا گوشت پیش کرتی تھیں۔''

''موطا میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ٹڈی کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کا گوشت پسند ہے۔''

''مریم بنت عمران علیہا السلام نے دُعا کی کہ مجھے کوئی ایسا گوشت کھلایئے جس میں خون نہ ہو۔ اس دُعا پر اللہ تعالیٰ نے ٹڈی ان کے لیے بھیجی۔ مریم علیہا السلام نے پھر دُعا کی کہ اے خدا اس مخلوق کو زندہ رکھ بغیر دودھ کے اور ان کا سفر ہو بغیر کسی شور و غل کے۔ میں نے پوچھا ابو الفضل شباع کے معنی کیا ہیں؟ تو آپؒ نے فرمایا آواز کرنا' شور و غل کرنا۔''

ماقبل میں یہ بات آ چکی ہے کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام ٹڈی کا گوشت اور پھلوں کا گودہ تناول فرمایا کرتے تھے۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک ٹڈی کا گوشت پاک ہے اور ان کا کھانا جائز ہے چاہے وہ ٹڈی اپنی موت مری ہو یا اس کو ذبح کیا گیا ہو۔ حتیٰ کہ چاہے کسی غیر مسلم نے ہی کیوں نہ شکار کیا ہو۔ ہر صورت ماکول اللحم ہے۔

نیز امام احمد بن حنبل کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اگر ٹھنڈک کی شدت سے وہ حلال ہوئی ہے تو اس صورت میں اس کا گوشت نہیں کھایا جائے گا اور مالک علیہ الرحمہ کیمذ ہب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ٹڈی کے سر کو جدا کر دیا گیا تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

نیز ٹڈی کی حلت اس حدیث شریف سے بھی ثابت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہمارے لیے دو میتہ (مچھلی اور ٹڈی) اور دو خون (جگر اور تلی) حلال کر دیئے گئے۔''

اس سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا اس پر بری شکار کے احکام مرتب ہوں گے یا بحری کے' یعنی یہ خشکی کا شکار ہے یا دریائی۔ بعض نے ٹڈی کو خشکی کا شکار مانا ہے اور بعض نے دریائی۔ جو لوگ دریائی شکار میں اس کا شمار کرتے ہیں تو وہ دلیل میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں:

''ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹڈیوں کے لیے بددُعا کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ اے اللہ! بڑی ٹڈیوں کو ہلاک و برباد کر دے اور چھوٹی ٹڈیوں کو ختم کر دے اور ان کی بھیڑ مٹا دے اور ان کا منہ بند کر دے تا کہ ہمارے ذریعہ معاش (کھیتی باڑی وغیرہ) کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ آپ دُعاؤں کے سننے والے ہیں۔ اس پر ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اللہ تعالیٰ کے لشکر کے بارے میں ان کی نسل ختم ہونے کی کیوں بددُعا فرما رہے ہیں؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ٹڈیاں سمندری مچھلیوں کی چھینک سے پیدا ہوتی ہیں۔''

مطلب اس ارشاد کا یہ ہوا کہ ٹڈیاں بحری شکار ہیں جنہیں بحالت احرام شکار کیا جا سکتا ہے۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج یا عمرہ کرنے کے لیے نکلے تو (راستہ میں) ہمیں ٹڈیوں کا ایک بہت بڑا لشکر ملا۔ ہم ان کو جوتوں اور کوڑوں سے مارنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا: ان کو پکڑ کر کھاؤ' یہ تو دریائی شکار ہے۔''

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ ٹڈی بری شکار میں سے ہے۔

اس لیے حالت احرام میں اگر کسی نے اس کو ہلاک کر دیا تو اس پر شرعی تاوان واجب ہوگا (معلوم ہوا کہ یہ بری شکار میں سے ہے۔ اگر بحری (دریائی) شکار میں سے ہوتا تو اس پر تاوان شرعی واجب نہ ہونا چاہیے تھا۔

ٹڈی کے بارے میں مذکورہ بالا مسلک بڑے بڑے فقہاء کا ہے۔ جس میں حضرت عمر فاروق' حضرت عثمان غنی اور حضرت ابن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے شامل ہیں۔

عبدری فرماتے ہیں کہ اسی قول کو بڑے بڑے اہل علم کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے کہ یہ خشکی کا شکار ہے۔
ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حالت احرام میں ٹڈی کا شکار کرنے سے ضمان واجب نہیں ہوتا کیونکہ یہ دریائی شکار ہے اور دلیل میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں:

''اور جو لوگ ٹڈی کو دریائی شکار مانتے ہیں وہ ابوالمہزم کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ٹڈیوں کا ایک بہت بڑا لشکر ملا ہم میں سے ایک شخص جو حالت احرام میں تھا۔ ٹڈیوں کو کوڑوں سے مارنے لگا تو اس شخص کو تنبیہ کی گئی کہ حالت احرام میں شکار کرنا درست نہیں ہے۔'' (رواہ ابوداؤد ترمذی وغیرہما)

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ دریائی شکار ہے۔
جمہور علماء مندرجہ بالا حدیث شریف کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں ایک راوی ابوالمہزم غیر ثقہ ہیں جن کی روایت نا قابل اعتماد ہے۔
اور جمہور کی دلیل یہ حدیث شریف ہے جس کو حضرت امام شافعیؒ نے بطریق صحیح یا حسن عبداللہ بن ابو عمار سے نقل کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

''میں اور معاذ بن جبل اور کعب ایک جماعت کے ساتھ جو حالت احرام میں تھی' بیت المقدس سے عمرہ کرنے کی غرض سے آرہے تھے۔ ابھی ہم نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ ٹڈیوں کا ایک عظیم الشان لشکر آتا ہوا دکھائی دیا تو حضرت کعب نے جو بہت بہادر قسم کے انسان تھے اس میں سے دو ٹڈی کو پکڑ کر ہلاک کر دیا اور یہ یاد نہ رہا کہ وہ حالت احرام میں ہیں' جب ان کو یاد دلایا گیا تو انہوں نے فوراً وہ ٹڈی پھینک دی۔ ابو عمار فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کعب نے اپنا ٹڈی والا واقعہ بیان کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام واقعہ سن کر فرمایا کہ اس جرم کی تلافی میں آپ نے کچھ صدقہ وغیرہ کر دیا یا نہیں؟ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جی ہاں امیر المومنین! دو درہم خرچ کئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خوش ہو کر فرمایا۔ واہ واہ دو درہم تو سو ٹڈیوں کے مقابلہ میں بھی زیادہ ہیں تم تو صرف اتنا ہی صدقہ دیتے جتنا کہ تم نے جرم کیا ہے۔''

اور امام شافعیؒ نے فرمایا:

''حضرت قاسم بن محمد فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے (ایک مسئلہ پوچھا) کہ اگر کوئی شخص احرام کی حالت میں ٹڈی کو ہلاک کر دے تو اس پر کیا واجب ہوگا؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ غلہ کی ایک مٹھی بھر کر خیرات کر دو۔''

اور ایک مٹھی میں تو آپ بہت ساری ٹڈیاں حاصل کر سکتے ہیں (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ) کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک مٹھی غلہ سے آپ ٹڈی خریدنا چاہیں تو بہت ساری ٹڈیاں حاصل کر سکتے ہیں۔
حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا ٹڈی کی بھی قیمت لگائی جا سکتی ہے۔ یعنی امام شافعیؒ کے نزدیک مندرجہ بالا حدیث کی وجہ سے ٹڈی مال متقوم ہے۔
مسئلہ: اگر کسی شخص نے حالت احرام میں ٹڈی کو ہلاک کر دیا چاہے جان بوجھ کر یا بھول کر، تو ہر صورت میں ضمان واجب ہوگا اور اگر ٹڈیوں کا لشکر سدراہ بنا ہوا ہو اور روندے ہوئے چارۂ کار نہ ہو تو ہلاک کرنے کی صورت میں کوئی تاوان واجب نہیں ہوگا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی جگہ ٹڈیوں کی کثرت ہو تو اس میں خرید وفروخت جائز ہے۔
امام رافعی نے باب الربا میں ٹڈی کے بارے میں تین باتیں ذکر کی ہیں:
(۱) یہ گوشت والے جانوروں میں سے نہیں۔ (۲) گوشت والے خشکی کے جانوروں میں سے ہے۔
(۳) لحم والے دریائی جانوروں میں سے ہے۔
موفق ابن طاہر کا ایک قول ٹڈیوں کے بارے میں یہ ہے کہ اس کا دریائی جانوروں میں شمار ہوتا ہے۔ کیونکہ مچھلی کے فضلہ سے پیدا ہوتی ہے۔

ضرب المثل

(۱) اہل عرب کہتے ہیں **تمرة خیر من جرادة و اطیب من جرادة**. ''ایک کھجور ٹڈی سے بہتر ہے اور ٹڈی سے زیادہ لطیف ہے۔''
مطلب یہ کہ دونوں اگر چہ حقیر ہیں لیکن کھجور پھر بھی بہتر ہے۔
(۲) عرب کہتے ہیں: **وجاء القوم کالجراد المنتشرای متفرقین**. ''آنے والے ٹڈی دل کی صورت میں آئے جبکہ وہ منتشر انداز میں آئے ہوں۔''
(۳) **و أجرد من الجراد وأغوی من غوغاء الجراد**. ''یعنی کہ فلاں ٹڈی سے زیادہ برہنہ یا ٹڈی سے زیادہ شورانگیز ہے۔''
(۴) **کالجراد لا یبقی ولا یذر**. ''وہ ٹڈی کے طریقہ پر سب چاٹ گیا'' یہ مثال اس وقت بولتے ہیں جب معاملہ سنگین ہو جائے اور کسی نے کسی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہو۔
(۵) **احمی من مجیر الجراد**. ''ٹڈیوں کو پناہ دینے والے سے بھی زیادہ کارآمد۔''
یہ مثال مدلج ابن سوید الطائی سے چلی ہے۔ کلبی نے لکھا ہے کہ مدلج ایک روز تنہا اپنے خیمہ میں پہنچا تو وہاں قبیلہ طے کے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے ان کے ہاتھوں میں برتن تھے۔ مدلج بولا کہ کیا معاملہ ہے؟ تو انہوں نے کہا ٹڈیاں تمہارے کھیتوں میں پڑ گئی ہیں اور ہم یہ برتن لے کر آئے ہیں تا کہ انہیں پکڑ لیں اور ان برتنوں میں لے جائیں۔ مدلج یہ سنتے ہی نیزہ بدست گھوڑے پر سوار ہوا اور بولا کہ اگر تم نے ٹڈیوں پر ہاتھ ڈالا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی میری پناہ میں آئے اور تم لوگ اسے پکڑو۔ اس کے بعد مدلج برابر کھیت کی حفاظت کرتا رہا تا آنکہ دھوپ تیز ہوگئی۔ اور ٹڈیاں اُڑ گئیں تو مدلج نے اپنی قوم والوں سے کہ اب جو چاہو کرو ٹڈیاں اب میری پناہ سے نکل چکی ہیں۔
احمیٰ من مجیر الجراد. سے مثال دینے کا مطلب یہ ہے کہ ٹڈیوں کو مدلج جیسا محافظ سے بھی زیادہ کارآمد محافظ مل گیا ہے۔

ٹڈی کے طبی خواص

رُک رُک کر پیشاب آنے والے مریض کو ٹڈی کی دُھونی دینا بہت مفید ہے۔
استسقاء (بار بار پیاس لگنا) والے مریض کے لیے مجرب نسخہ:
- اگر کوئی شخص استسقاء کا مریض ہو تو اس کو چاہیے کہ بارہ ٹڈیوں کے سر اور ہاتھ پیر لے کر اس میں درخت ریحان کی خشک چھال ملا کر پئے۔ ان شاء اللہ بہت جلد اس مرض سے نجات حاصل ہوگی۔
- چوتھیا بخار کے لیے لمبی گردن والی ٹڈی کا تعویذ بنا کر پہننے سے چوتھے دن آنے والا بخار فوراً ختم ہو جائے گا۔

○ اگر کسی شخص کے چہرہ پر چھائیاں ہوں تو وہ ٹڈی کا انڈا اپنے چہرہ پر ملے، بہت جلد چھائیاں ختم ہو کر چہرہ صاف وشفاف ہو جائے گا۔

ٹڈی کی خواب میں تعبیر

ٹڈی کی خواب میں تعبیر اللہ تعالیٰ کے لشکر اور اس کے عذاب سے دی جاتی ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات میں سے ہے۔

اور چھوٹی ٹڈی کو خواب میں دیکھنا بداخلاق و بدکردار سے سابقہ پڑنے کی طرف اشارہ ہے۔ اگر کسی شخص نے یہ دیکھا کہ اس نے ٹڈیوں کو کسی برتن یا مٹکے میں بھر لیا ہے تو اس کی تعبیر دی جائے گی کہ اس کو درہم و دنانیر حاصل ہوں گے۔

ایک شخص ابن سیرینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے خواب کی تعبیر پوچھی کہ میں نے رات کو یہ خواب دیکھا ہے کہ میں نے ٹڈیوں کو پکڑ کر مٹکے میں جمع کر رہا ہوں، تو ابن سیرین نے اس کی تعبیر یہ دی کہ تم کو مال و دولت حاصل ہوگا جس کی بدولت تم شادی کرو گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اگر کسی شخص نے یہ دیکھا کہ اس پر سونے کی ٹڈیوں کی بارش ہوئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ حق تعالیٰ اس کے نقصان کی تلافی کرنا چاہتے ہیں۔ کبھی کبھی اس کی تعبیر سپاہیوں سے بھی دیتے ہیں جو اس جگہ آئیں گے اور ان کا نقصان ٹڈیوں کی تعداد کے لحاظ سے ہوگا۔ اگر کسی نے دیکھا کہ فوجی یا لشکری کسی جانی پہچانی زمین یا کسی جانے پہچانے گاؤں میں پھر رہے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس جگہ ٹڈیوں کا لشکر آئے گا۔

الجراد البحری

دریائی ٹڈی۔ الجراد البحری. شریف کہتے ہیں کہ ایک جانور ہوتا ہے جس کا سر چوکور ہوتا ہے اور اس کے دونوں جانب مکڑی کی طرح لمبے لمبے دس ہاتھ ہوتے ہیں۔ یہ زیادہ تر مغربی علاقوں میں سمندر کے قریب پائی جاتی ہیں۔ لوگ عام طور پر ان کو بھون کر یا پکا کر کھاتے ہیں۔ یہ جانور ایک روٹی کے بقدر بڑا ہوتا ہے اور اس کے باریک باریک دو سرخ سینگ ہوتے ہیں اور اس کے قریب دو چمکتی ہوئی آنکھیں ہوتی ہیں۔ اگر اس کو تندور میں بھون کر کھائیں تو بہت لذیذ لگتی ہیں۔

طبی خواص

دریائی ٹڈی گرم اور خشک ہوتی ہے۔ اس کا گوشت جذام والے مریض کے لیے بہت مفید ہے۔

الجرارہ

الجرارۃ بچھو کی ایک قسم ہوتی ہے۔ زمین پر اپنی دم کو گھسیٹ کر چلتا ہے۔ مفصل بیان باب العین میں آئے گا۔

یہ انجذ ان درخت کے پتہ کے بقدر بڑا زرد رنگ کا چھوٹا بچھو ہوتا ہے اور کھائی (گڑھا) میں پیدا ہوتا ہے اور اکثر کہارات السکر میں پایا جاتا ہے۔

موسیٰ بن عبداللہ اسرائیلی کہتے ہیں کہ الجرارہ بچھو کی ایک قسم ہے جو ہلکے پھلکے جثہ کا ہوتا ہے اور اپنی دُم جسم پر نہیں رکھ سکتا۔ جس طریقہ سے دوسرا بچھو کر سکتا ہے۔ بلکہ اپنی دُم کو زمین پر گھسیٹ کر چلتا ہے۔ عام طور پر مشرقی ممالک میں پایا جاتا ہے۔

جاحظ کہتے ہیں کہ یہ اگر کسی کو ڈس لے تو اس کو ہلاک کر دے۔ نیز اس کے ڈسنے کی بنا پر اس کا گوشت سڑ جاتا ہے اور بدبو اُٹھنے لگتی ہے۔ کوئی اس کے پاس جانا بھی گوارا نہیں کرتا۔

بچھو کی یہ قسم گھاس اور اُگنے والی جگہ کو پسند کرتی ہے اور اس کا زہر گرم اور جلا دینے والا ہوتا ہے۔ ابن جمیع اپنی کتاب ''الارشاد'' میں لکھتے ہیں کہ الجرارہ بچھو کی ایک قسم ہے اور اس کا زہر گرم اور خشک ہے۔

اَلجُرَذُ

نر چوہا۔ اَلْجُرَذُ (جیم پر ضمہ راء پر فتحہ) ابن سیدہ کہتے ہیں کہ یہ خاکستری رنگ کا چوہا ہوتا ہے جو یربوع چوہے (جس کی اگلی ٹانگیں چھوٹی اور پچھلی ٹانگیں بڑی ہوتی ہیں) سے بڑا ہوتا ہے۔ اس کی دم کالی ہوتی ہے۔

جاحظ کہتے ہیں کہ اس کے اور عام چوہوں کے درمیان فرق صرف اتنا ہے کہ جتنا بھینس اور گائے۔ بختی اونٹ اور عربی اونٹ کے مابین ہوتا ہے۔ مقام انطاکیہ اور شہر خراسان کے چوہے نہایت ہی طاقت ور ہوتے ہیں۔ بلی بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

جاحظ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن جرذ (چوہے) کو بلی سے لڑتے ہوئے دیکھا جو بہادری سے اس پر حملہ کر رہا تھا۔ اچانک اس نے بلی کی آنکھوں پر حملہ کر کے اس کی آنکھ پھوڑ دی۔ پھر وہاں سے بہت جلد غائب ہو گیا۔

علامہ زمخشری کہتے ہیں کہ اگر اس کو خصی کر دیا جائے تو یہ تمام چوہوں کو اپنا لقمہ بنا لے یعنی سب کو ہڑپ کر جائے۔ خصی ہونے کی حالت میں اس کے اندر غیرت و شجاعت بہت بڑھ جاتی ہے بخلاف دیگر حیوانات کے کہ ان کے اندر خصی ہونے کے بعد کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔

دمیریؒ فرماتے ہیں کہ الجُرَذُ کی جمع جُرْذان آتی ہے جیسے صُرَدٌ کی جمع صُرْدان آتی ہے۔

ارض جرذۃ ای ذات جرذان ارض (بہت چوہوں والی زمین) اس زمین کو کہا جاتا ہے جہاں پہ کثرت سے چوہے موجود ہوں۔ نیز الجُرَذُ کی کنیت ابوجوال' ابوالعدرج ہے۔ مفصل بیان ان شاء اللہ باب الفاء میں آئے گا۔

حدیث شریف میں جرذ کا ذکر:

''ابوداؤد' ابن ماجہ وغیرہ نے حضرت ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کسی ضرورت کے پیش نظر مقام بقیع خبخبہ (دونوں خا پر فتحہ ہے اور پہلی با ساکن ہے) جو مدینہ منورہ کے قریب ایک جگہ ہے تشریف لے جا رہے تھے کہ جب ان کا گزر ایک ویرانہ سے ہوا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک جرذ (چوہا) سوراخ سے ایک ایک دینار نکال رہا ہے۔ یہاں تک کہ اس نے سترہ دینار نکالے۔ پھر اس چوہے نے سوراخ میں سے ایک سبز رنگ کے کپڑے کا کنارہ نکالا۔

حضرت ضباعہ بن زبیر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت مقداد ان دنانیر کو لے کر بارگاہ رسالت میں پہنچے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تمام واقعہ بیان فرما کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں ان کو آپ کی خدمت بابرکت میں بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ تم نے سوراخ سے اپنے ہاتھ سے تو نہیں نکالے۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے' میں نے اپنے ہاتھ سے نہیں

نکالے۔ اس کے بعد آقائے نامدار سرور کائنات حضور اکرم ﷺ نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ان کو آپ ہی استعمال کرو حق تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائے گا۔

ایک روایت میں آپؐ کے یہ الفاظ ہیں کہ آپؐ نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا کہ یہ رزق ہے جس کو حق تعالیٰ نے تمہارے لیے بھیجا ہے۔''

صحیح مسلم میں سعید ابن عروبہ نے حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی قیس کے کچھ لوگ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم قبیلۂ ربیعہ کے لوگ ہیں۔ (سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی گفتگو نقل کی) یہاں تک کہ ان لوگوں نے آپؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کس برتن میں پانی پیا کریں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ چمڑے کے پیالوں میں' تو ان لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہماری بستی میں چوہوں کی بہت کثرت ہے جس کی بنا پر چمڑے کے پیالے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ ان ہی کو استعمال کرو چاہے وہ ان کو کھا ہی کیوں نہ لیں۔ اگرچہ چوہے ان کو کھالیں' یہ ارشاد مبارک آپؐ نے مکرر فرمایا۔''

لطیفہ

ایک عورت قیس ابن سعد بن عباد بن ولیم کے پاس آئی جو بردباری اور سخاوت میں مشہور تھا۔ اس نے اپنا حال اس سے ذکر کیا کہ میرے گھر میں چوہے لکڑی کے سہارے چلتے ہیں (اس کا مطلب یہ تھا کہ میرے گھر میں کھانے کے لیے اتنا بھی نہیں ہے کہ جس سے چوہے پیٹ بھرلیں۔ لاغری کی وجہ سے وہ بھی عصاء کے سہارے چلتے ہیں) قیس ابن سعد ابن عبادہ بن ولیم نے اس عورت کو جواب دیا کہ میں ان کو ایسا کردوں گا کہ وہ اسود سانپ کی طرح کودنے لگیں گے (مطلب یہ تھا کہ میں اس قدر دوں گا جس سے تیرے گھر میں کشادگی آجائے گی اور چوہے بھی پیٹ بھر کر کھیلنے لگیں گے)۔ اس کے بعد قیس نے اس کا گھر سامان خورد ونوش (کھانا چربی سالن وغیرہ) سے بھروادیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ قیس بن سعد بن عبادہ بن ولیم کا لوگوں پر بہت سا قرضہ تھا۔ اچانک یہ بیمار ہوا اور اس بیماری سے اچھا ہونے میں اس کو کچھ تاخیر ہوئی تو اس سے کہا گیا کہ لوگ صرف تمہارا قرضہ ادا کرنے کے لیے زندگی گزار رہے ہیں (اس جملہ سے مراد مقروضوں کی پریشان حالی کا ذکر کرنا مقصود تھا) تو یہ سن کر اس نے منادی کرنے والے کو حکم دیا کہ وہ آواز لگائے کہ قیس بن سعد کا جس پر قرضہ ہو وہ اس سے بری ہے۔ یہ سن کر لوگ خوشی میں اتنی تعداد میں آئے کہ جس سیڑھی یا زینے پر لوگ اس کے پاس جانے کے لیے چڑھتے تھے اس کو بھی گرادیا۔

عروہ کہتے ہیں کہ قیس ابن سعد دُعا اس طریقہ سے مانگتے تھے کہ اے اللہ مجھ کو مال عطا فرما کیونکہ نیک اور اچھے کام بغیر مال کے نہیں ہوتے۔

عروہ کہتے ہیں کہ قیس بن سعد دُعا اس طریقہ سے مانگتے تھے کہ اے اللہ مجھے محبوبیت اور عزت عطا فرما۔ کیونکہ بزرگی نیک کام کے بغیر نہیں ملتی اور نیک کام بغیر مال کے نہیں ہوتے۔ اے اللہ! تھوڑی چیز مجھ کو اچھا نہیں کرسکتی اور نہ میں اس کو اچھا کرسکتا ہوں۔

یحییٰ بن ابی کثیر کہتے ہیں کہ قیس ابن سعد بن عبادہ جب فرض نمازوں سے فراغت حاصل کرتے تو کہتے اے اللہ! مجھے ایسا مال عطا فرما جس سے میں نیکیوں پر مدد حاصل کرسکوں۔ کیونکہ نیکیاں بغیر مال کے اچھی نہیں ہوتیں۔

فائدہ: جوہری کہتے ہیں کہ فَعْلٌ فتح کے ساتھ فَعَلَ یَفْعَلُ کا مصدر ہے اور کسرہ کے ساتھ اسم ہے۔ جیسے وَاَوْحَیْنَا اِلَیْهِمْ فِعْلَ

اُلْخَیْرَاتِ اس کی جمع فعال آتی ہے جیسے قدح کی جمع قداحٌ اور بئر کی جمع بئار اور بِشرٌ کی جمع بَشَارٌ آتی ہے اور فَعَالَ فتح کے ساتھ کرم کے معنی میں ہے۔

ہدبہ کہتے ہیں ؎

ضَرُوْبًا بِلَحْیَیْهِ عَلٰی عظم زوده اِذَا الْقَوْمُ هشوّاللفعال تَقَنَّعَا

''وہ اپنے دونوں جبڑوں سے مضبوط ہڈیاں توڑتا ہے جب کہ قوم اس کے کرم وسخاوت سے فائدہ اُٹھاتی ہے۔''

اور ابن سیدہ نے کہا فعال فتح کے ساتھ اچھے کام کو کہتے ہیں۔ قیس بن سعد کی وفات ۶۰ھ میں ہوئی اور یہ بھی کہا گیا کہ ۵۹ھ میں ہوئی۔ واللہ اعلم

الجرذ کا شرعی حکم

اس کا شرعی حکم وطبی فوائد فار (چوہے) کی طرح ہیں۔ اس کا مفصل بیان ان شاء اللہ باب الفاء میں آئے گا۔

الجرذ کی خواب میں تعبیر

جرذ کو خواب میں دیکھنے سے فسق وفجور اور آلام ومصائب کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور بعض مرتبہ اس سے ذلت ورسوائی، بغض وحسد کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے اور بعض مرتبہ بداخلاق عورت سے بھی تعبیر دیتے ہیں اور اگر کسی شخص نے خواب میں اس کا گوشت کھاتے دیکھا تو اس کی تعبیر حرام مال سے دی جائے گی۔

بعض معبرین نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے اس کو خواب میں پکڑے ہوئے دیکھا یا گھر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو اس سے صاحب خواب کے منتقل ہونے کی جانب اشارہ ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہم نے اس قوم پر سیل عرم بھیجا اور سیل عرم کا سبب جُرذ ہی تھے (ان چوہوں نے پل اور نالیوں میں بڑے بڑے سوراخ کر دیئے تھے جس کی وجہ سے یہ پل کمزور ہو گئے تھے اور سیلاب کو نہ روک سکے) تو اس زمین سے تمام لوگ چلے گئے تھے۔

اور خواب میں اس کا گوشت کھانا غیبت اور فسق کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس نے چوہے یا چوہیا کا شکار کیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ ایسی عورت کو پائے گا جو فساد کرنے والی ہو اور اس کے نر ومادہ کی تعبیر میں کوئی فرق نہیں۔

الجرجس

مچھروں کے بچے۔ الجرجس چھوٹے چھوٹے مچھروں کو کہتے ہیں۔ باب القاف میں ان شاء اللہ اس کا بیان آئے گا۔

اَلْجَوارِس

الجوارس شہد کی مکھی کو کہتے ہیں۔ جب شہد کی مکھی ببول کے درخت کو کھالیتی ہیں تو اس وقت بولا جاتا ہے جَرَسَتِ النَّحْلُ الْعَرْفُطَ کہ شہد کی مکھی درخت ببول پر گنگناتی ہے۔ جَرَس اصل میں باریک آواز کرنا یا گنگنانے کو کہتے ہیں اور عَرفُط ضمہ کے ساتھ درخت ببول کا نام ہے۔ جس پر بدبودار گوند ہوتی ہے۔ اگر مکھی اس کو کھالیتی ہے تو اس کے شہد میں بھی اس کا اثر اُتر جاتا ہے۔

الجرو

کتے کا چھوٹا بچہ۔ الجرو (جیم پر تینوں اعراب ضمہ،فتح،کسرہ) کتے کے چھوٹے بچے کو کہتے ہیں۔ نیز تمام درندوں کے چھوٹے چھوٹے بچوں پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔ شاعر کہتا ہے ؎

و لو ولدت فقیرة جرو کلب لَسَبَّ بذالک الجرو الکلاب

"اور اگر کوئی حقیر عورت کتے کا پلہ جنے تو البتہ اس کی وجہ سے تمام کتے کے پلہ بدنام ہوں۔"

ابن سیدہ کہتے ہیں کہ الجرو ہر چیز کے چھوٹے حصے کو کہا جاتا ہے چاہے حیوانات میں سے ہو یا نہ ہو حتیٰ کہ حَنظَلُ (اندرائن) بطیخ (خربوزہ) اور قثاء (ککڑی) رُمان (انار) کے چھوٹے حصے کو بھی جرُو کہا جائے گا۔

حدیث شریف میں الجرو کا ذکر:

"حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ مغموم تھے تو میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ ﷺ آپ کیوں رنجیدہ ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیلؑ نے رات مجھ سے ملنے کا وعدہ کیا لیکن وہ مجھ سے ملے نہیں۔ دیکھو! خدا کی قسم انہوں نے مجھ سے کبھی خلاف وعدہ نہیں کیا۔ میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اس دن اسی حالت میں رہے۔ پھر آپؐ کے دل میں خیال آیا کہ ہمارے خیمہ کے نیچے جرو کلب (کتے کا بچہ) ہے۔ آپؐ نے اس کے نکالنے کا حکم فرمایا تو اس کو نکال دیا گیا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اپنے دست مبارک میں پانی لیا اور اس کی جگہ کو دھویا۔ پھر جب شام ہوئی تو حضرت جبرائیلؑ سے ملاقات ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم نے گزشتہ رات مجھ سے ملنے کا وعدہ کیا تھا لیکن آپ نے ملاقات کیوں نہیں کی؟ حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا یارسول اللہ ﷺ گروہ ملائکہ ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔ بس رسول اللہ ﷺ نے اسی دن صبح کو کتوں کو مار دینے کا حکم فرما دیا۔ یہاں تک کہ آپؐ نے چھوٹے[1] باغ کی نگرانی کرنے والے کتوں کو مارنے کا حکم دیا اور بڑے باغ کی نگرانی کرنے والے کتوں کے چھوڑنے کا حکم دیا۔" (رواہ مسلم)

طبرانی نے مزید اضافہ کے ساتھ خولہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خادمہ سے روایت کیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

"ایک کتے کا بچہ گھر میں داخل ہوا اور وہ چارپائی کے نیچے گھس گیا اور وہیں مر گیا۔ اس کے بعد آنحضور ﷺ پر وحی کا آنا بند ہو گیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے خولہ! رسول اللہ کے گھر میں کیا بات ہو گئی کہ جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف نہیں لائے۔ تو کیا رسول اللہ ﷺ کے گھر میں کوئی نئی بات پیش آ گئی جس کی بناء پر وہ تشریف نہیں لائے۔ پھر آپؐ مسجد میں تشریف لے گئے۔ خولہ فرماتی ہیں کہ میں کھڑی ہوئی اور میں نے گھر میں جھاڑو دینی شروع کی۔ چنانچہ جھاڑو دینے کے لیے چارپائی کے نیچے ارادہ کیا تو مجھے جھاڑو کے نیچے بھاری سی چیز محسوس ہوئی۔ میں نے اس کو نکالا تو کیا دیکھتی ہوں کہ کتے کا مردہ بچہ ہے۔ بس میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر دیوار کے پیچھے ڈال دیا۔ پس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپؐ

---

[1] یعنی حضور اکرم ﷺ نے چھوٹے چھوٹے باغات کی نگرانی کرنے والے کتوں کو مروا ڈالا کہ ان باغات کی نگرانی بغیر کتوں کے بھی ہو سکتی ہے اور بڑے بڑے باغات میں نگرانی کرنے والے کتوں کو چھوڑ دیا گیا۔ کیونکہ اس دور میں بڑے باغات کی نگرانی کتوں کے بغیر مشکل تھی۔

کی داڑھی کپکپا رہی تھی۔ کیونکہ جب آپؐ پر وحی آتی تھی تو آپؐ پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ چنانچہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے خولہ! مجھ کو کپڑا اڑھاؤ۔ پھر حق تعالیٰ نے سورۃ **والضحی والیل اذا سجی** نازل فرمائی۔"

ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ اس حدیث شریف کی اسناد سے دلیل نہیں دی جاسکتی (یعنی اس حدیث کی اسناد میں بعض ایسے راوی ہیں جو ناقابل اعتماد ہیں)۔

صحیح بات تو یہ ہے کہ یہ سورۃ تو قرآن شریف کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی تھی۔ جب سلسلہ وحی کے منقطع ہونے کی بناء پر مشرکین نے کہنا شروع کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو تو اس کے رب نے چھوڑ دیا ہے تو اس وقت یہ سورۃ نازل ہوئی تھی۔

بیہقی نے اپنی کتاب میں ۴۷ ویں باب کے آخر میں معاذ بن جبل سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ:

"بنی اسرائیل میں ایک لاولد شخص تھا جو آوارہ اِدھر اُدھر پھرتا رہتا تھا۔ ایک دن اس آدمی نے بنی اسرائیل کے ایک ایسے لڑکے کو دیکھا جس نے زیور پہن رکھا تھا تو یہ شخص اس کو دھوکہ دے کر اپنے گھر لے آیا اور مار کر اپنی کھیتی میں ڈال دیا۔ اس کا صرف یہی مشغلہ تھا اور وہ ایسے ہی کرتا رہتا تھا۔ ایک دن وہ اسی طرح دو بھائیوں کو اپنے گھر میں لے آیا۔ جنہوں نے زیور پہن رکھا تھا مار کر ان کو بھی کھیتی میں ڈال دیا۔ اس کی بیوی جو انتہائی شریف تھی اس کو ہر چند سمجھاتی اور اس فعل بد سے باز رکھنے کی کوشش کرتی اور حق تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتی تو جب بھی وہ اس کو سمجھاتی اور کہتی کہ میں تجھ کو حق تعالیٰ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے ڈراتی ہوں تو وہ شخص اس کے جواب میں یہ کہتا کہ حق تعالیٰ اگر مجھے پکڑتے تو مجھ پر عذاب بھیجتے اور اس وقت بھیجتے جب میں نے ایسا ایسا کیا تھا (یعنی جس دن میں نے پہلا قتل کیا تھا)۔ اس کی بیوی کہتی کہ حق تعالیٰ تجھ کو ڈھیل دے رہے ہیں اور ابھی تیرا پیمانہ ظلم لبریز نہیں ہوا۔ جس دن بھی تیرا ظلم انتہا کو پہنچ گیا اسی دن اللہ تعالیٰ کا عذاب تجھے اپنی گرفت میں لے لے گا۔ جس سے کوئی بھی نہیں بچا سکتا۔

اس کے بعد ان دو لڑکوں کی تفتیش شروع ہوگئی جن کو اس نے ختم کر دیا تھا۔ ان کا باپ بیٹوں کی تلاش میں پھرتا رہا۔ کوئی سراغ نہ ملا تو یہ بنی اسرائیل کے موجودہ نبی کے پاس آیا اور ان کو اپنے لڑکوں کے مفقود ہونے کی اطلاع دی۔ ان نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے سوال کیا کہ کیا وہ دونوں صرف تنہا تھے یا ان کے ساتھ کوئی اور بھی تھا تو بتلایا گیا کہ ایک کتے کا بچہ تھا جو واپس آگیا ہے۔ تو پیغمبر نے اسی کتے کے بچہ کو بلوایا اور اس کی آنکھوں کے سامنے انگوٹھی رکھ دی اور پھر اس کو چھوڑ کر فرمایا کہ سب سے پہلے جس گھر میں یہ داخل ہوگا وہیں آپ اپنے بیٹوں کو تلاش کریں۔

چنانچہ یہ کتے کا بچہ اسی گھر میں داخل ہوا جس میں ان کو قتل کیا گیا تھا۔ لوگوں نے اس کی تلاشی لینی شروع کر دی تو اس کھیتی میں ان دو لڑکوں کے علاوہ بہت سے نوجوان لڑکوں کی نعشیں ملیں۔ لوگ اس شخص کو پکڑ کر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں لے گئے۔ آپ نے اس کو سولی دینے کا حکم فرما دیا۔ جس وقت اس کو سولی پر لٹکا دیا گیا عین اسی وقت اس کی بیوی آگئی اور اس سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں اس دن کے لیے تجھ کو ڈراتی تھی اور کہتی تھی کہ حق تعالیٰ کی پکڑ سے بچ لیکن تو نے ایک نہیں سنی۔ آج تجھ کو بتاتی ہوں کہ تیرے ظلم کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اور حق تعالیٰ نے تجھ کو اپنی گرفت میں لے لیا۔"

امام دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پلے کے بارے میں مزید تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ باب الکاف میں آئے گی۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے قریب ہونے کی علامت یہ ہے کہ جب قیامت قریب ہوتو لوگ طیالسہ[1] عیسائیوں کی ٹوپی کولباس کو کثرت سے استعمال کریں گے۔تجارت کی زیادتی ہوگی۔مال کی فراوانی ہوگی۔مال والا اپنے مال کی وجہ سے بڑا ہوگا (خواہ فی نفسہٖ بڑا ہو یا نہ ہو) برائیوں کی زیادتی اور عورتوں کی بہتات ہوگی۔بچوں کی امارت ہوگی۔بادشاہ ظلم کرے گا۔ناپ تول میں کمی کی جائے گی۔اپنی اولاد سے زیادہ کتے کے بچہ کو پالنا اور پرورش کرنا بہتر سمجھیں گے۔نہ بڑوں کی عزت کی جائے گی اور نہ چھوٹوں پر رحم ہوگا۔زنا کی اس قدر کثرت ہوگی کہ لوگ سرراہ عورت سے حرام کاری کریں گے۔ان کے برگزیدہ لوگ اس زمانہ میں کہیں گے کہ کاش کہ تم راستے سے الگ ہٹ کر یہ کام کرتے اور وہ بھیڑوں کے لباس میں بھیڑیے ہوں گے۔اس زمانہ میں سب سے افضل وہ سمجھا جائے گا جو مداہنت[2] کرے گا۔''

مندرجہ بالا روایت کو طبرانی نے بھی المعجم الاوسط میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور اس حدیث کی سند میں سیف بن مسکین جو راوی حدیث ہیں وہ ضعیف ہیں۔

الجریث

مار ماہی۔ الجریث (جیم پر کسرہ) یہ سانپ کے مشابہ ایک قسم کی مچھلی ہوتی ہے۔غالباً اس کو بام بھی کہتے ہیں اس کی جمع جرالی اور الجوتی آتی ہے۔فارسی میں اس کو مار ماہی کہتے ہیں۔باب الہمزہ میں یہ بات آچکی ہے کہ اس کا دوسرا نام انکلیس ہے۔

جاحظ کہتے ہیں کہ یہ پانی کا سانپ ہوتا ہے جو ٹڈی کھاتا ہے۔

شرعی حکم

بغویؒ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کی آیت اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ کے تحت یہ حلال ہے۔یہی قول ابوبکرؓ عمرؓ ابن عباسؓ زید بن ثابتؓ ابوہریرہ رضوان اللہ علیہم کا قول ہے اور اسی قول کو قاضی شریحؒ حسن عطاء نے اختیار کیا ہے نیز امام مالکؒ وامام شافعیؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔

دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان سانپوں سے مراد وہ سانپ ہیں جو صرف دریا میں رہتے ہیں۔مگر وہ سانپ جو خشکی اور دریا دونوں میں رہتے ہیں ان کا کھانا ناجائز اور حرام ہے۔کیونکہ وہ زہریلے ہوتے ہیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ مار ماہی حلال ہے یا حرام؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہود تو اس کو حرام کہتے ہیں لیکن ہم حرام نہیں کہتے۔

طبی خواص

مار ماہی کا زہر اگر مجنون یا پاگل گھوڑے کی ناک میں بطور دوا چڑھایا جائے تو اس کا دیوانہ پن ختم ہو جائے گا اور اس کا گوشت کھانے سے آواز عمدہ ہوتی ہے۔

جریث کے متعلق امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری میں جو باتیں بیان فرمائی ہیں وہ ان شاءاللہ تعالیٰ باب الصید میں ہم بیان کریں گے۔

---

1. طیلسان کی جمع ہے اس ٹوپی کو کہتے ہیں جو نصاریٰ استعمال کرتے تھے اور جسے موجودہ دور میں ہیٹ کہتے ہیں۔
2. مداہنت یعنی ناجائز اُمور کو دیکھ کر خاموشی اختیار کرنا۔

الجزور

(اونٹ) الجزور ۔ جوہریؒ کہتے ہیں کہ نر اور مادہ دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس کی جمع جُزُر آتی ہے۔ ابن سیدہ کہتے ہیں جزور اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو ذبح کی جائے۔ اس کی جمع جُزُرَ اور جزائر آتی ہے۔ الجمع جزرات ہے۔ جیسے طرق کی جمع الجمع طرقات ہے۔ خرنق بنت ھقان کہتی ہیں ۔

لایبعدن قومی الذین هم سم العداة وآفة الجزر

''ہرگز ہرگز میری قوم دور نہ ہو جو دشمنوں کے لیے زہر اور اونٹوں کے لیے آفت ہیں (یا کثرت سے اونٹوں پر سواری کرتے ہیں یا پھر انہیں ذبح کر کے مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اس طرح گویا اونٹوں کے لیے وبال جان بنے ہوئے ہیں۔''

النازلون بکل معترکٍ والطیبون معاقد الازر

''ہر میدان جنگ میں اُترنے والے اور فطرت و خصائل میں نہایت پاکیزہ ہیں۔''

اور اسی سے ہے ''مِجْزَرَۃٌ'' وہ جگہ جس میں ذبح کیا جاتا ہے (کملہ) دمیریؒ فرماتے ہیں۔ الجزور جس کے معنی اونٹ کے ہیں تو یہ الجزور من الابل سے ماخوذ ہے اور اگر الجزور من الضان ہوگا تو یہ صرف الجذر سے ماخوذ مانا جائے گا۔ جس کے معنی (قطع) کاٹنے کے ہیں اور صحیح مسلم میں عبدالرحمٰن بن شماسہ کی حدیث ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال کے وقت فرمایا تھا کہ جب تم مجھ کو دفن کر دو تو تم میری قبر پر پانی چھڑکنا اور میری قبر کے پاس اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر اونٹنی ذبح کی جاتی ہے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے مانوس ہو جاؤں اور غور کروں کہ اپنے رب کے فرستادہ (فرشتوں) کو کیا جواب دوں۔

اونٹنی کے ذبح کرنے اور اس کے گوشت کی تقسیم کی مثال اس وجہ سے دی جاتی ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ابتداء میں مکہ مکرمہ میں قصاب تھے تو آپ کو اونٹوں کو ذبح کرنے سے محبت ہوگئی اور آپ نے اس کی مثال دی اور آپ کا قصاب ہونا ابن قتیبہ نے معارف میں یقین کے ساتھ بیان کیا ہے اور ابن درید نے کتاب الوشاح میں اس کو نقل کیا ہے اور ابن جوزی نے تلقیح میں ایسا ہی لکھا ہے اور مزید کہا ہے کہ زبیر بن عوام اور عامر بن کریز یہ لوگ جزار (قصاب) تھے۔

توحیدی نے کتاب ''بصائر القدماء و سرائر الحکماء'' میں ہر اس شخص کی صنعت و حرفت کو ذکر کیا ہے جو قریش سے حاصل ہوئی ہیں۔ چنانچہ کہا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بزاز (کپڑا فروش) تھے۔ نیز عثمان غنی رضی اللہ عنہ طلحہ رضی اللہ عنہ و عبدالرحمان بن عوف بھی بزاز تھے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ دلال (ایجنٹ) تھے۔ فروخت کنندہ اور خریدار کے درمیان کوشش کرتے اور سعد بن ابی وقاص ﷺ تیر تراش تھے (تیر ساز تھے) ولید بن مغیرہ ﷺ ابوالعاص اور ابوجہل کا بھائی لوہار تھے اور عقبہ بن معیط شراب فروش تھے اور ابوسفیان بن حرب زیتون و چمڑا بیچتے تھے۔ عبداللہ بن جدعان غلاموں کی اور جانوروں کی تجارت کرتے تھے۔ نضر ابن حارث سارنگی بجانے والے تھے۔ حکم ابن ابی العاص بکروں کو خصی کرتے تھے۔ ابن عمر ضحاک بن قیس اور ابن سیرینؒ بھی خصی کرنے والے تھے اور عاص بن وائل جانوروں کا علاج کرتے تھے۔ خاص طور سے گھوڑے کے ڈاکٹر تھے۔ اور آپ کے بیٹے عمرو بن العاص جزار تھے۔ ایسے ہی امام ابوحنیفہؒ اور زبیر بن عوام درزی (خیاط) تھے اور عثمان بن طلحہؓ جن کو آنحضور ﷺ نے کعبہ کی چابی دی تھی وہ اور قیس بن مخرمہ بھی درزی تھے۔ مالک بن دینار کاغذ بنانے والے یا کاغذ بیچنے والے تھے یا کاتب تھے۔ مہلب ابن ابی صفرہ مالی تھے۔ قتیبہ بن مسلم جنہوں نے عجمی شہروں کو فتح کیا حمال

(یعنی سار بان' اونٹ کو چلانے والے) تھے اور سفیان بن عیینہ معلم تھے۔ ایسے ہی ضحاک بن مزاحم' عطاء بن ابی رباح' کمیت شاعر' حجاج بن یوسف ثقفی عبدالحمید بن یحییٰ' ابو عبداللہ القاسم بن سلام اور کسائی یہ سب کے سب معزز پیشہ سے وابستہ لوگ تھے۔

زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کے مذاہب

قبیلہ غسان اور ربیعہ' قضاعہ کے لوگ نصرانی تھے اور قبیلہ حمیر کنانہ' کندہ اور بنی الحرث بن کعب یہودی تھے اور بنو تمیم اور حاجب ابن زرارہ جنہوں نے اپنی کمان کسریٰ کے پاس رہن رکھی تھی یہ مجوسی تھے' کسریٰ سے کئے ہوئے اپنے عہد کو پورا کیا۔ تا آنکہ مشہور مثال ہے کہ اوفی من قوس حاجب' وہ حاجب کی کمان سے زیادہ وعدہ وفا کرنے والا ہے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں اس کو چھڑایا گیا اور وہ کمان آپؐ کو پیش کی گئی اور قریش میں زندقہ (بے دینی) پھیلی ہوئی تھی۔

امام دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مندرجہ بالا کتاب میں زبیر بن عوام کے بارے میں جو خیاط ہونا ذکر کیا گیا اس میں اشکال ہے۔ صحیح یہ ہے کہ وہ جزار (قصاب) تھے۔ ابن جوزی وغیرہ نے اسی کو ذکر کیا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ کیونکہ جس وقت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مصر کے گورنر تھے اور اونچے لوگوں میں شمار ہوتے تھے تو انہوں نے یہ نسبت اور چوپاؤں کے جزور سے تشبیہ دی تھی۔ اونٹنی کے ذبح کو اپنی موت کے ساتھ اور اس کے گوشت کی تقسیم کو اپنے احوال کی تقسیم کے ساتھ تشبیہ دی تھی اور آپ کا جملہ ترکہ جو آپ نے وفات کے وقت چھوڑا تھا وہ نواَذَب سونا تھا (ایک اَذَبْ چوبیس صاع کا ہوتا ہے)۔

ایک فقہی مسئلہ

ماقبل میں یہ بات آ چکی ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنا چاہیے یا نہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں ہی قسم کی حدیث شریف مروی ہیں۔ اسی بناء پر ائمہ میں اختلاف ہو گیا۔ ایک گروہ تو اس بات کا قائل ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو نہ کرنا چاہیے۔ ان کی دلیل صحیح مسلم کی یہ حدیث ہے کہ:

> ''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مسئلہ پوچھا کہ بکری کا گوشت کھانے کے بعد ہم وضو کریں یا نہیں؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم مختار ہو چاہو تو وضو کر لو یا نہ کرو۔ ایسے ہی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹ کا گوشت کھانے اور وضو سے متعلق مسئلہ پوچھا گیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا کرو۔''

احمد بن ابوداؤد وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ:

> ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو سے متعلق مسئلہ دریافت کیا گیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے کھانے کے بعد وضو کیا کرو۔ نیز ایسے ہی بکریوں کے گوشت کھانے کے بعد وضو سے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ وضو مت کیا کرو۔''

دمیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مندرجہ بالا دونوں حدیثیں امام نووی نے اپنی کتاب میں نقل کی ہیں اور دلیل کے اعتبار سے اتنی قائم و مکمل ہیں کہ ان کا کوئی معقول جواب نہیں دے سکتا اور یہی مسلک ایک محقق علماء کی جماعت نے اختیار کیا ہے۔

بخاری' مسلم' ابوداؤد' نسائی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ:

> ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کی حالت میں تھے تو اچانک عقبہ بن ابی معیط نے آپؐ کی کمر مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی (گندگی) کا بوجھ رکھ دیا جس کی بناء پر آپؐ سر سجدہ سے نہ اُٹھا سکے۔ اتنے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں اور آپ کی

کمر مبارک سے تمام گندگی کو اُتار پھینکا اور ان لوگوں کے لیے بدُ عا کی اور حضور اکرم ﷺ نے بھی ان لوگوں کے واسطے بدُ عا فرمائی اور فرمایا کہ اے اللہ تعالیٰ قریش کی ایک جماعت کو اپنی پکڑ میں لے لے۔ اے اللہ ابو جہل بن ہشام اور عقبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، عقبہ ابن ابی معیط، امیہ بن ابی خلف یا ابی بن خلف کو اپنی پکڑ میں لے لے۔''

راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان سب کو جن کا نام لے کر آپؐ نے بدُ عا فرمائی تھی جنگ بدر کے دن مقتول پایا اور ان سب کو کنوئیں میں ڈال دیا گیا سوائے اُمیہ بن ابی خلف یا ابی بن خلف کے کہ اس کے قتل ہونے کے بعد کنوئیں میں ڈالنے کے لیے اس کو کھینچا گیا تو بھاری ہونے کی وجہ سے اس کے جوڑ علیحدہ ہو گئے۔

الجساسه

الجساسہ (جیم کے فتحہ کے ساتھ اور سین اول کی تشدید کے ساتھ) ابن سیدہ کہتے ہیں کہ یہ ایک دابہ (جانور) ہے جو جزیروں میں رہتا ہے۔ جزیروں کی تلاش وتفتیش کرتا رہتا ہے اور دجال اس کو لائے گا۔ ابوداؤد سجستانی نے بھی ایسا ہی کہا ہے کہ جساسہ نام اس وجہ سے رکھا گیا کہ یہ دجال کے لیے خبر پہنچانے کا کام کرے گا اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے منقول ہے کہ وہ دابۃ الارض ہے جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے اور وہ بحر قلزم کے جزیرہ میں رہتا ہے۔

حدیث شریف میں جساسہ کا ذکر

مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے فاطمہ بنت قیس سے روایت نقل کی ہے وہ کہتی ہیں کہ:

''نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپؐ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ میں نے تم کو کسی ترغیب یا ترہیب کے لیے جمع نہیں کیا۔ لیکن ایک بات جس کو تمیم داری نے مجھ سے کہا تھا اس کو بتانے کے لیے جمع کیا ہے۔ اس نے مجھ سے یہ بیان کیا کہ ہم تیس اشخاص ایک کشتی میں سوار ہوئے کچھ تندرست اور کچھ کوڑھی تھے۔ بس سخت ہوا نے ان کو ایک جزیرے کی طرف چلنے پر مجبور کر دیا تو اچانک ان کے سامنے ایک جانور آیا تو انہوں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا میں جساسہ ہوں۔ انہوں نے کہا ہمیں کوئی بات بتلاؤ تو جساسہ نے کہا کہ اگر تمہارا ارادہ کوئی خبر سننے کا ہے تو اس عبادت خانہ (دیر) میں جاؤ۔ کیونکہ وہاں ایسا آدمی ملے گا جو تمہاری ملاقات کا مشتاق ہے۔ اس نے کہا ہم لوگ اس کے پاس گئے۔ پس اس نے ہم سے حدیث ذکر کی (یعنی بات بیان کی)۔

تمیم داری رضی اللہ عنہ

یہ تمیم رضی اللہ عنہ بن اوس بن خارجہ بن سوید ابورقیہ ہیں۔ ۹ھ میں اسلام لائے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اٹھارہ احادیث روایت کی ہیں اور امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں ان سے الدین النصیحۃ (دین خیر خواہی بھلائی ہے) والی حدیث بھی نقل کی ہے اور ان کے عظیم مناقب جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے جساسہ کا قصہ روایت کیا ہے اور آپ سے صحابہ کی ایک جماعت مثل ابن عباسؓ، انسؓ، ابو ہریرہؓ وغیرہ نے اور تابعین کی ایک جماعت نے روایت کیا اور یہ مدینہ میں رہتے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد بیت المقدس میں چلے گئے تھے۔

تمیم ابن اوس رضی اللہ عنہ تہجد گزار تھے۔ حافظ ابو نعیم کہتے ہیں کہ یہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوگوں کے سامنے قصہ گوئی کی اور

مسجد میں چراغ جلایا۔ ایسے ہی ابوداؤد طیالسی نے سعید خدریؓ سے نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے مسجد میں چراغ جلانے والے یہ پہلے شخص ہیں اوران کی وفات ۴۰ھ میں ہوئی۔ ابن قبان وغیرہ کہتے ہیں کہ وہ تمیم جن کا ذکر صحیح بخاری میں قصہ جام میں ہوا تو وہ نصرانی تھے۔

الجعار

الجعار (بروزن نظام) بجو کو کہتے ہیں۔ فارسی میں کفتار کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ عربی میں الضبع اور عرجا نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ بجو لومڑی کے مشابہ ہوتا ہے اور چلتے ہوئے کچھ لنگڑا کر چلتا ہے۔ مشہور ہے کہ بجو زیادہ تر قبرستانوں میں رہتا ہے اور وہاں مُردوں کے گوشت وغیرہ سے غذا حاصل کرتا ہے۔ بعض نے بیان کیا ہے کہ یہ زمین کھود کر سخت سے سخت مٹی میں بھی بل بنا کر مُردوں کے اعضاء نکال لاتا ہے۔ لوگ مثال میں بولتے ہیں کہ اعیث من جعارِ. فلاں شخص بجو سے بھی زیادہ فساد پھیلانے والا ہے۔ العیث کے معنی فساد کے ہیں۔ شاعر کہتا ہے۔

فقلت لها عیثی جعاجری بلحم امری لم یشهد النوم ناظره

''میں نے محبوبہ سے کہا کہ میری پریشانیاں جعار سے بھی بڑھ گئیں اور میرے گوشت کو اس طرح نوچ لیا جیسا کہ بجو نوچ لیتا ہے اور سونے والی کی آنکھوں نے دیکھا تک نہیں۔''

بجو کے طبی خواص

بجو بھورے رنگ کا ہوتا ہے مگر اس کا گوشت سیاہی مائل اور بدمزہ بدبودار ہوتا ہے۔ بجو کے گوشت کا آب زن ہمراہ نمک اور روغن کے گنٹھیا کے لیے مجرب ہے اور استرخا اور عرق النساء اور ریاح غلیظ کو بھی نافع ہے۔ بجو کا گوشت معدہ کی سردی اور بلغمی وسوداوی بخار اور سردی میں ہونے والے دردوں کے لیے بھی مفید ہے۔ اس کا خون جنون کو دفع کرتا ہے اور پتہ تینوں خلطوں کو براہ راست باہر نکال دیتا ہے۔

شرعی حکم

بجو کو اکثر علماء نے حرام قرار دیا ہے کچھ حضرات نے اس کو حلال بھی کہا ہے۔

بجو کی خواب میں تعبیر

اگر کسی نے بجو کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر بری اور قبیح عورت سے کی جاتی ہے اور اگر کسی نے خواب میں بجو کا دودھ پیا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی بیوی اس سے غداری کرے گی اور خیانت کرے گی اور اگر کسی نے نر بجو کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ذلیل وملعون دشمن ہے۔

اَلْجَعْدَةُ

بکری۔ الجعدة بکری کو کہتے ہیں۔ مفصل بیان باب الذال میں بھیڑیے کی کنیت کے بیان میں آئے گا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ۔

اَلْجُعَلَ

گبریلا۔الجُعَلَ (صرد و رطب کے وزن پر) اس کی جمع جعلان (جیم کے کسرہ اور عین ساکن) آتی ہے۔لوگ اس کوابوجعران کہتے ہیں۔کیونکہ یہ خشک پاخانہ اکٹھا کر کے اس کو جمع کرتا ہے (جعَر کے معنی پاخانہ کے آتے ہیں)۔

دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ ایک مشہور ومعروف چھوٹا سا جانور ہوتا ہے چوپاؤں کی شرمگاہ میں کاٹ کر اُڑ جاتا ہے۔یہ کالے رنگ کے گبریلا سے جس کے پیٹ میں سرخ رنگ کی ڈوری ہوتی ہے اس سے بڑا ہوتا ہے۔نر گبریلا کے دوسینگ ہوتے ہیں اور یہ اکثر گائے بھینس کی باڑہ میں یا گوبر ولید کی جگہ پایا جاتا ہے۔غالباً اسی سے ہی یہ پیدا ہوتا ہے اور اس کی خاصیت نجاست کو اکٹھا کر کے جمع کرنا ہے۔گلاب کی کوشبو سے یہ مرجاتا ہے۔اگر اس کو پھر لید یا گوبر میں ڈال دیا جائے تو زندہ ہو جاتا ہے۔

ابوالطیب اس کی حالت بیان کرتے ہوئے ایک شعر میں کہتے ہیں ؎

كما تضُر رياح الورد بالجعل

ترجمہ:''جیسا کہ گبریلا کو گلاب کی خوشبو نقصان دیتی ہے۔''

اس کے دو پر ہوتے ہیں جو صرف اُڑنے کے وقت ہی ظاہر ہوتے ہیں اور چھ ہاتھ پیر ہوتے ہیں۔اور یہ اُلٹے پاؤں چلتا ہے۔ اُلٹے پاؤں چلنے کے باوجود بھی ٹھیک اپنے سوراخ میں پہنچ جاتا ہے اور جب یہ اپنے پر جھاڑتا ہے تو اسی وقت ہی اس کے پر ظاہر ہوتے ہیں اور یہ اُڑ جاتا ہے۔اگر کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے جاتا ہے تو یہ اس کے پیچھے پیچھے ہو لیتا ہے کیونکہ یہ پاخانہ کو پسند کرتا ہے اور یہی اس کی غذا ہے۔

حدیث شریف میں گبریلا کا ذکر:

''طبرانی اور ابن ابی الدنیا نے ''کتاب العقوبات'' میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا بنی آدم کے گناہ گبریلا کے اس کے سوراخ میں مار ڈالتے ہیں۔''

''حاکم نے ابوالاحوص سے انہوں نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے قرآن شریف کی آیت **ولو يؤاخذ الله الناس بما كسبوا ما ترك على ظَهْرِهَا من دآبةٍ و لكن يوخرهم الى اجلٍ مسمى.** پڑھ کر فرمایا کہ ہوسکتا ہے گبریلا کو بنی آدم کے گناہوں کی وجہ سے اس کے سوراخ میں عذاب دیا جاتا ہو۔''

حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے لیکن انہوں نے تخریج نہیں کی۔مجاہد نے حق تعالیٰ کے قول **وَيَلْعَنُهُمُ اللاعنون** کی تفسیر کے تحت کہا ہے کہ لاعنون سے مراد زمین کا جانور گبریلا اور پائخانہ کھانے والا ہے۔بارش کو گناہوں کی وجہ سے روک دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے یہ لعنت ملامت کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ:

''آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے عیب اور آباء پر فخر کرنے کو دور کر دیا خواہ مومن پرہیزگار ہو یا بدبخت فاسق، تم آدم کی اولاد ہو اور آدم کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے۔لوگوں کو اس قوم پر فخر کرنا چھوڑ دینا چاہیے جو کہ صرف جہنم کے کوئلہ میں سے ایک کوئلہ ہے یا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس جُعَلَ گبریلا سے زیادہ ذلیل ہوگا جو اپنی ناک سے بدبو ہٹاتا

ہے۔''

اور ایک روایت میں ہے کہ:

''زیادہ ذلیل ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس جُعل (گبریلا) سے جو پائخانہ کو اپنی ناک سے ہٹاتا ہے۔''

ابوداؤد طیالسی کی مسند شعب الایمان میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''تم اپنے آباؤ اجداد پر فخر مت کرو جو جاہلیت میں مر چکے ہیں۔ پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب جُعَلُ (گبریلا) اپنی ناک سے لڑھکاتا ہے تو تمہارے ان آباء سے بہتر ہے جو جاہلیت میں مر چکے ہیں۔''

اور بزار نے اپنی مسند میں حضرت حذیفہؓ سے نقل کیا ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم تمام آدمؑ کی اولاد ہو اور حضرت آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے۔ قوم کو اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرنے سے بچنا چاہیے۔

یا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ جعلان سے بھی زیادہ ذلیل ہوگا۔''

عامر بن مسعودؓ صحابی جُعَلُ کے لڑھکانے کو اس کے چھوٹے ہونے کی بناء پر لقب دیتے تھے اور یہ حدیث **الصوم فی الشتاء الغنیمة الباردة** کے راوی ہیں۔

اور ریاشی نے اصمعی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے پاس سے ایک اعرابی اپنے لڑکے کے بارے میں آواز لگاتا ہوا گزرا تو ہم نے اس سے کہا کہ اس کے کچھ اوصاف بیان کرو تو اس نے کہا کہ وہ گویا چھوٹا سا دینار ہے۔ ہم نے اس سے کہا کہ ہم نے نہیں دیکھا۔ پس مجھ کو دیر نہ گزری تھی کہ وہ ایک کالا بچہ اُٹھا کر لایا۔ گویا کہ وہ جعل (گبریلا) ہے جس کو اس کی گردن پر لادا گیا ہو۔ ہم نے اس سے کہا کہ اگر تو ہم سے اس کے بارے میں کہتا تو یقیناً ہم کچھ بتلا دیتے کیونکہ وہ پورے دن سے ہمارے قبضہ میں ہے۔

پھر اصمعیؒ نے یہ شعر پڑھا ؂

زینها الله في الفواد كما زيّنَ فِي عين والد ولده

''اللہ تعالیٰ تمام دلوں میں اس کی محبت ایسی پیدا کردے کہ جیسا باپ کی نظر میں بیٹے کی محبت جمی ہوئی ہے۔''

جعل (گبریلا) کا شرعی حکم

گندگی میں رہنے اور چاہنے کی وجہ سے اس (گبریلا) کا کھانا حرام ہے۔

کہاوتیں

اہل عرب کہتے ہیں کہ **الصق من جُعلٍ**. فلاں شخص جعل سے زیادہ چپکنے والا ہے (یا قریب ہے) کیونکہ وہ انسان کے پائخانہ کے پیچھے لگا رہتا ہے۔ شاعر کہتا ہے ؂

اذا أتيت سليمىٰ شب لى جعل ان الشقى الذى يغرى به الجعل

''جب تو سلیمیٰ کے پاس پہنچے تو اس کو بتانا کہ بدنصیب وہ شخص ہے جسے جعل دیکھ کر بھڑ کے۔''

یہ مثال یا کہاوت ایسے شخص کے بارے میں بولی جاتی ہے جو کسی ایسے شخص سے چپکا رہتا ہو جو اس کو ناپسند کرتا ہے اور اس سے بھاگتا ہے۔

جعل (گبریلا) کے طبی خواص

گبریلا کو بغیر پکائے اور بغیر نمک ملائے سکھایا جائے اور بغیر کسی دوسری چیز کا اضافہ کئے ہوئے اس کو بچھو کے ڈسے ہوئے شخص کو پلایا جائے تو بہت فائدہ دے گا۔

گبریلا کی خواب میں تعبیر

گبریلا کی خواب میں تعبیر غصہ کرنے والے دشمن سے دی جاتی ہے۔ بسا اوقات یہ مسافر آدمی کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے جو اپنے حرام مال کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کر رہا ہو۔ واللہ اعلم

الجعول

الجعول: یمنی لغت میں شتر مرغ کے بچے کو کہتے ہیں۔ اس کا بیان باب النون میں لفظ نعامہ کے بیان میں آئے گا۔ ان شاء اللہ

اَلْجَفْرَةُ

(بکری کا بچہ) الجَفْرةُ: بکری کے اس چار ماہ کے بچے کو کہتے ہیں جس کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو۔ نیز نر کے لیے جفر آتا ہے۔ الجفرۃ نام اس واسطے رکھا گیا ہے کہ جَفْرَ کے معنی بڑا ہونا یا کشادہ ہونے کے ہیں۔ چونکہ اس بچے کے پہلو کشادہ اور بڑے ہو جاتے ہیں۔ اس واسطے اس کو الجفرۃ کہتے ہیں۔ اس کی جمع اجفار اور جفار آتی ہے۔

فائدہ: ابن قتیبہ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ کتاب الجفر[1] میں امام جعفر بن محمد صادق نے اس علم کی تمام ضروری چیزیں آل بیت کے لیے لکھ دیں اور تمام وہ چیزیں جو قیامت تک ہوں گی اور اسی علم جفر کی طرف ابو العلاء معری نے اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

لَقد عجبوا لاھل البیت لما اتاھُم علمھم فی مسک جفر

''گھر والوں کے لیے بڑا تعجب کیا گیا جبکہ ان کے پاس یہ علم پہنچا کہ مشک جفر کیا چیز ہے۔''

و مرأۃ المنجم و ھی صغریٰ ارقہ کل عامرۃ و قفر

''منجم کا آئینہ دار آنحالیکہ بہت چھوٹا سا ہے مگر اس کے باوجود وہ منجم کو ہر آباد و غیر آباد علاقوں کی خبریں بتا دیتا ہے۔''

اس شعر میں مسک کے معنی ٹکڑے کے ہیں۔ ابن تومرت[2] جو مہدی کے نام سے جانا جاتا ہے علم جفر ہی کے مطالعہ سے بام عروج پر پہنچا ہے۔ اس نے اس کتاب کے ذریعہ عبدالمومن نامی شخص کے بارے میں کچھ علامات و آثار دیکھ کر ایک مدت تک اس کی تلاش میں رہا۔ یہاں تک کہ اس نے اس سے ملاقات کی اور اس کو اپنی صحبت میں رکھا۔ ابن تومرت عبدالمومن کا بہت اعزاز و اکرام کرتا تھا۔ جب اس کو دیکھتا یہ شعر پڑھتا۔

---

[1] علم جفر اس علم کو کہتے ہیں جس میں اسرار حروف سے بحث کی جائے۔ مصباح اللغات۔ محمد عرفان سردھنوی۔

[2] ابن تومرت: اصلی نام محمد بن عبداللہ ہے ابن تومرت کے نام سے مشہور ہے۔ ملک مراکش کے علاقہ سوس کے ایک گاؤں میں پیدا ہوا تھا۔

تکاملت فیک اوصاف خصصت بھا فکلنابک مسرور مغتبط

''تجھ میں خوبیاں بھر پور ہیں اور وہ تجھ ہی میں پائی جاتی ہیں تو ہم تجھ سے خوش بھی ہیں اور تجھ پر رشک بھی کرتے ہیں۔''

السن ضاحکة والکف مالحة والنفس واسعة والوجه منبسط

''تیرے دانت مسکرانے والے ہیں ہتھیلیاں سخاوت کرنے والی ہیں۔ دل دریا ہے اور تو ہنس مکھ ہے۔''

بربروں کے قبیلہ مسمودہ سے تعلق تھا مگر اس نے بعد میں دعویٰ کیا کہ میں حضرت علی ابن ابی طالبؓ کی اولاد سے ہوں اپنا سلسلۂ نسب حسنؓ ابن علیؓ ابن ابی طالب تک پہنچایا۔

۵۰۱ھ میں ابن تومرت اپنے وطن علاقہ سوس سے روانہ ہو کر ممالک مشرقیہ کی طرف گیا (حصول علم میں ۱۴ سال تک وطن سے باہر رہا۔ ابوبکر شاشی سے بغداد میں اصول فقہ و دیگر علوم دینیہ کی تحصیل کی۔ مبارک ابن عبدالجبار اور دوسرے بزرگوں سے حدیث پڑھی۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی حاضری کا شرف حاصل کیا۔ ایک روز جب کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ابن تومرت بھی موجود تھا، کسی نے عرض کیا کہ آپ کی کتابوں کو امیر المسلمین علی بن یوسف بن تاشفین فرمانروائے مراکش واندلس نے جلا ڈالنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت امام ممدوح نے فرمایا کہ اس کا ملک برباد ہو جائے گا۔ لوگوں کو پندونصائح کرنے لگا۔ اسی عرصہ میں اس کے پاس ایک شخص عبدالمومن نامی جو بربری قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا آیا اور خاص الخاص تلامذہ اور مریدین کے زمرہ میں شامل ہو گیا۔ عبدالمومن اپنی فطری جذبات وخواہشات کا حامی، روشن خیالی کا دشمن ہے۔ چنانچہ ابن تومرت اپنے وطن کی طرف متوجہ ہوا۔ راستے میں اسکندریہ میں چند روز قیام کیا اور وہاں امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے باز نہ رہا۔ والیٔ اسکندریہ نے اپنے شہر سے نکلوا دیا۔

غرض ابن تومرت کی یہ صفت خاص طور سے قابل ذکر ہے کہ وہ لوگوں کو نصیحت کرنے اور برائیوں سے روکنے میں مطلق باک نہ کرتا تھا۔ عابد و زاہد نہایت باخدا شخص تھا۔ ابن تومرت کے مذہبی عقیدے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اشاعرہ متکلمین اور امامیہ کا مجموعہ تھا۔ ابن تومرت کے بارے میں ابن خلکان لکھتا ہے کہ وہ ایک کامل متقی و پرہیزگار شخص تھا۔ نہایت زاہدانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ اس کی پوشاک وغذا نہایت سادہ ہوتی تھی۔ وہ ہمیشہ خوش رہتا اور ریاضت ونفس کشی کی جانب مائل رہتا تھا۔ ابن تومرت نہایت فصاحت کے ساتھ عربی بولتا تھا۔ مراکشی زبان تو اس کی مادری زبان تھی۔ ۵۱۵ھ میں وہ اپنے وطن واپس آیا اور لوگوں کو پندونصائح کرنے لگا۔ اسی عرصہ میں اس کے پاس ایک شخص عبدالمومن نامی جو ایک بربری قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا آیا اور خاص الخاص تلامذہ اور مریدین کے زمرہ میں شامل ہو گیا۔ عبدالمومن اپنی فطرت جذبات وخواہشات میں ابن تومرت سے پوری مشابہت رکھتا تھا' ابن تومرت کی جانب لوگ بڑی کثرت سے متوجہ ہونے لگے۔ امیر المسلمین کو دربار کے فقہاء نے مشورہ دیا کہ ابن تومرت کو قتل کر دیا جائے۔ لیکن علی بن یوسف نے کہا کہ مجھ کو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ اس کو قتل کروں۔ آخر فقہاء کے اصرار پر اس کو مراکش سے نکلوا دیا گیا۔ ابن تومرت نے اپنے رفیقوں کے ساتھ سلسلۂ کوہ اطلس کے ایک گاؤں میں قیام کیا اور وہاں بربری قبائل جوق در جوق آ کر اس کی جماعت میں شامل ہو گئے۔ چند روز بعد ابن تومرت نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے مریدین کے طبقات مقرر کئے۔ طبقہ اول کے لوگوں کو مہاجرین اور طبقہ دوم کے لوگوں کو مومنین کا خطاب دیا۔ اسی طرح سات یا آٹھ طبقات قائم کیے۔ جب جمعیت بڑھ گئی تو عبدالمومن کو سپہ سالار بنا کر سلطنت مرابطین کے خلاف جنگی کارروائیاں شروع کیں۔ پہلے مقابلہ میں مومنین کی جماعت کو شکست ہوئی۔ مگر بعد میں انہوں نے مخالفت اور زور آزمائی کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ملک مراکش کا ایک معقول حصہ ابن تومرت کے قبضہ میں آ گیا۔ ابن تومرت نے ۵۱۷ھ سے جنگی کارروائیاں شروع کر دی تھیں۔ سات سال کی لڑائی کے بعد ۵۲۴ھ میں ابن تومرت نے وفات پائی اور مرنے سے پہلے عبدالمومن کو امیر المومنین کا خطاب دے کر اور اپنا ولی عہد اور جانشین مقرر کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ابن تومرت کی حکومت مرابطین کے مد مقابل اور طاقت ور بن چکی تھی۔

[1] عبدالمومن کے باپ کا نام علی تھا جو قبائل مسمودہ کے قبیلہ تومیہ کا ایک فرد تھا۔ عبدالمومن ۴۸۷ھ میں پیدا ہوا تھا اور ۵۳۷ھ میں جب کہ علی بن

دمیریؒ کہتے ہیں کہ یہ جو مشہور ہے کہ ابن تومرت نے عبدالمومن کو اپنا خلیفہ بنایا تھا یہ صحیح نہیں ہے صرف اتنا ہے کہ ابن تومرت کے اعزاز واکرام کی وجہ سے اس کے ساتھی اس کو ابن تومرت ہی جگہ سمجھتے تھے اور اس کو ابن تومرت کا درجہ دیتے تھے۔ عبدالمومن انتہائی چالاک دہشت پسند حکمران تھا۔ چھوٹی چھوٹی لغزشوں پر مرواڈالتا تھا۔ اس کا انتقال ماہ جمادی الثانی ۵۵۸ھ میں ہوا اور اس کی کل مدت حکومت ۳۳ سال چند ماہ ہے۔

شرعی حکم

بکری کا بچہ حلال ہے۔ اگر کسی شخص نے حالت احرام میں چوہے کو ہلاک کر دیا تو اس کا فدیہ دیا جا سکتا ہے۔ اس کے طبی فوائد الخبیرات بکری کی طرح ہیں۔

(جلکی: جیم پر ضمہ ل پر ضمہ) ایک قسم کی مچھلی جو مار ماہی کے مشابہ ہوتی ہے خون قطعاً نہیں ہوتا۔ ہڈی بہت نرم ہوتی ہے۔ عورت اگر اس کو کھائے تو بہت جلد موٹی و طاقت ور ہو جائے گی۔ بہت بہترین غذا ہے۔

الجلالة

(نجاست کھانے والی گائے) الجلالة اس جانور کو کہتے ہیں جو نجاست وغلاظت میں رہتا ہو اور اسی کو کھاتا ہو۔ جَلَّ جَلا و جَلَّة مینگنی چننا۔ بولا جاتا ہے۔ جَلت الدابةُ الجَلَّة (جانور نے مینگنی چنی اسی سے الجلالة ہے۔ پلیدی کھانے والی گائے۔

حدیث شریف میں الجلالة کا ذکر:

ابوداؤد وغیرہ نے نافع کی حدیث جو انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالة (پلیدی کھانے والی گائے) کی سواری سے منع فرمایا۔"

حاکم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے:

"آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالة کے گوشت اور اس کے دودھ پینے سے منع فرمایا ہے اور اس بات سے منع فرمایا کہ اس پر نہ بوجھ لادا جائے اور نہ لوگ سوار ہوں یہاں تک کہ اس کو گھر پر رکھ کر ۴۰ دن تک چارہ نہ کھلائیں۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سقاوہ میں منہ لگا کر پینے سے اور پلیدی کھانے والے جانور کی سواری سے منع فرمایا ہے اور مجثمہ [1] سے بھی آپ نے منع فرمایا۔"

یوسف بن تاشفین کا انتقال ہوا عبدالمومن کی حکومت پورے طور پر تمام ملک مراکش میں مسلم ہوگئی۔ ابن تومرت کی تعلیم کا خلاصہ اور لب لباب چونکہ خدائے تعالیٰ کی کامل توحید کو آشکارا کرنا تھا اور خدا کی کسی صفت کو اس کی ذات سے جدا یقین نہیں کرتا تھا۔ اس لیے تمام مریدین عام طور پر موحدین کے نام سے پکارے گئے۔ عبدالمومن کا انتقال جمادی الثانی ۵۵۸ھ کے آخری جمعہ کو ہوا۔ (از تاریخ الاسلام مصنفہ مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی)

[1] مجثمہ وہ پرندہ ہے جس کو باندھ کر نشانہ لگایا جائے اور اس کی موت واقع ہو جائے۔

اَلْجَلَمُ

(شکاری پرندہ) الجلم: یہ ایک قسم کا شکاری پرندہ باز کے مشابہ مگر اس سے چھوٹا ہوتا ہے۔اس کا بیان باب الباء میں آئے گا۔

اَلْجَمَلُ

الجمل : ایک مشہور ومعروف جانور ہے۔ قراء کہتے ہیں کہ یہ ناقہ (اونٹنی) کا شوہر ہے۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جب جمل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اس شخص کو جاہل سمجھا جس نے ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا تھا جس کو تمام جانتے ہیں۔
جمل کی جمع جمال، اجمال، جمائل اور جمالات آتی ہے۔
حق تعالیٰ نے کلام پاک میں ارشاد فرمایا کانهم جمالات صفر. اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ جمال کی جمع صحیح ہے جیسے رجال کی جمع رجالات آتی ہے۔

فائدہ:

معرکہ جمل کے دن جس اونٹ پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سوار تھیں۔اس کو یعلی بن امیہ نے چار سو درہم کا اور ایک قول کے مطابق دو سو درہم کا خریدا تھا۔ابن اثیر کہتے ہیں کہ مالک ابن حرث جو اشتر نخعی کے نام سے مشہور ہیں۔ جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زبردست سپہ سالار تھے۔عبداللہ ابن زبیر مقابلے کے لیے نکلے۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے اور نہایت بہادر، شجاع انسان تھے۔دونوں میں مقابلہ ہوا۔کبھی یہ ان کو شکست دے کر ان کے سینہ پر چڑھ کر بیٹھ جاتے تھے، کبھی یہ ان کو شکست دے کر بری طرح پچھاڑ دیتے تھے۔متعدد بار ایسا ہوتا رہا۔حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے زور دار آواز میں پکارا ؎

اُقْتُلُوْنِی وَ مَا لِکاً وَاقْتُلُوْا مَالِکاً مَعِی

"مجھے اور مالک کو قتل کر دو بلکہ ایک ہی ساتھ قتل کر دو۔"

مالک سے مراد اشتر نخعی ہیں۔ابن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے معرکہ جمل کے دن اس حال میں شام کی کہ نیزوں اور تلواروں سے زخمی ہو کر ۱۳۷ افراد ختم ہو چکے تھے اور فریقین میں سے کوئی بھی شکست قبول کرنے کو تیار نہ تھا ناقہ کی مہار یکے بعد دیگرے لوگ پکڑتے جاتے تھے اور شہید ہوتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ سینکڑوں آدمی ناقہ کی مہار پر شہید ہو گئے۔ میں نے ناقہ کی مہار سنبھالی۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کون ہے؟ میں نے جواب دیا عبداللہ ابن زبیر۔اتنے میں اشتر نخعی کا گزر ہوا۔میں نے اس پر حملہ کر دیا۔اس نے بھی جوابی طور پر مجھ پر بہت سخت وار کیا تو میں پکارنے لگا ؎

اُقْتُلُوْنِی وَ مَا لِکاً وَاقْتُلُوْا مَالِکاً مَعِی

"مجھے اور مالک کو قتل کر دو بلکہ ایک ہی ساتھ قتل کر دو۔"

اور میرے ہاتھ سے ناقہ کی مہار چھوٹ گئی۔اشتر نخعی نے مجھ کو اُٹھا کر ایک گڑھے میں پھینک دیا اور کہا کہ اگر تیرا رشتہ داری کا تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ہوتا تو تیرے بدن کا ایک ایک حصہ جدا کر دیتا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب دونوں طرف کے لوگ جمع ہو گئے تو آپس میں جنگ وجدال شروع ہو گیا اور مجھ سے ناقہ کی مہار گر

پڑی اور میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ ناقہ کی کونچیں کاٹ دو۔ اگر اس کو مار دیا تو لوگ منتشر ہو جائیں گے اور جنگ میں تخفیف ہو سکتی ہے۔ اتنے ایک تلوار سے ناقہ پر حملہ ہوا جس کی وجہ سے ناقہ زمین پر بیٹھ گئی۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس حملہ کی بناء پر ناقہ اتنی زور سے چلائی کہ اتنی بھیانک آواز میں نے زندگی میں کبھی نہیں سنی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو شہیدوں کے درمیان سے کجاوہ اُٹھانے کا حکم دیا۔ جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تشریف فرما تھیں۔ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے ہودج میں اپنا ہاتھ داخل کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ جو بھی اس حرم رسول اللہ سے تعرض کرے حق تعالیٰ اس کو آگ میں جلائے تو محمد ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمشیرہ محترمہ اس طرح کہیے کہ دُنیا کی آگ اسے جلادے۔ پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دنیا کی آگ سے کہہ دیا۔ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر میں شریک تھے اسی معرکہ میں شہید ہو گئے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ لڑائی شروع ہونے سے قبل ہی لوٹ گئے تھے۔ لیکن عمر بن جرموز نے ان کو وادی سباع میں حالت نوم میں شہید کر دیا اور ان کی تلوار لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس تلوار کو دیکھ کر فرمایا کہ اے ظالم یہ وہ تلوار ہے جس نے بارہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حفاظت کی ہے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ میں تشریف لائے اور اہل بصرہ سے بیعت لی اور عثمان ابن حنیف کو چھوڑ دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے سامان سفر تیار کیا گیا اور ان کے برادر محترم محمد ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کو مکہ مکرمہ کی جانب روانہ کر دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بنفس نفیس کئی میل تک ان کے ساتھ چلے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اور ایک منزل آگے تک بھیجا۔ اس لڑائی میں اصحاب جمل آٹھ ہزار کی تعداد میں شہید کیے گئے اور ایک قول کے مطابق سترہ ہزار اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سے تقریباً ایک ہزار افراد شہید ہوئے اور اس روز اونٹنی کی مہار پر تقریباً ستر ہاتھ کاٹے گئے۔ ان میں سب سے زیادہ معظم بنی ضبہ تھے۔ جب بھی کسی کا ہاتھ کٹ جاتا ایک دوسرا شخص ناقہ کی مہار تھام لیتا۔ اسی سلسلہ میں ضبی نے مندرجہ ذیل اشعار کہے ہیں ؎

نحن بنی ضبة اصحاب الجمل — ننازل الموت ازالموت نزل

''ہم قبیلہ بنوضبہ کے افراد ہیں اور اونٹ والے ہیں۔ ہم بھی موت کا مقابلہ کرتے ہیں جب کہ موت سامنے آتی ہے۔''

والموت احلی عندنا من العسل — وکانواقد البسوه الدرع الی ان عقر

''اور موت ہمارے لیے شہد سے زیادہ عزیز ہے اور ہم وہ ہیں جنہوں نے زرہ پہن لی یہاں تک کہ قتل کر دیئے گئے۔''

لفظ بنی مدح و تخصیص کی بنا پر منصوب ہے۔ جنگ جمل بروز پنج شنبہ دس جمادی الاول یا جمادی الثانی ۳۶ھ میں واقع ہوئی۔ بعض نے دس کی بجائے پندرہ تاریخ بیان کی ہے۔ یہ لڑائی صبح سے شروع ہو کر عصر تک جاری رہی۔ کہتے ہیں کہ اشتر نخعی سے مقابلہ کے بعد حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی سلامتی کی خوش خبری سنانے والے کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دس ہزار درہم کا انعام دیا تھا۔

ابن خلکان وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ جنگ کے بعد اشتر نخعی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اے اشتر تو وہی شخص ہے جس نے جنگ جمل میں میرے بھانجے کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا؟ تو اشتر نے یہ اشعار پڑھے ؎

اعائش لولا اننی کنت طاویا — ثلاثا لالفیت ابن اختک ھالکا

''اے عائشہؓ! اگر میں پلٹ جانے والا نہ ہوتا تو البتہ تم اپنے بھانجے کو لاش کی شکل میں پاتیں۔''

غداة ینادی والرماح تنوشه باخر صوت اقتلونی و مالکا

''صبح ہی صبح آواز لگتی اور نیزے گوشت میں پیوست ہوتے اور آواز یہ ہوتے کہ مجھے اور مالک کو قتل کر دو۔''

فنجاہ منی اکلہ و شبابہ وخلوۃ جوف لم یکن متماسکا

''پس اس کو مجھ سے نجات مل گئی اس کی لاش کے کھانے سے بھی اور اس کی جوانی سے بھی اور جب کہ پیٹ خالی ہو تو کوئی چیز بھی نہیں تھامی جا سکتی۔''

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے سر میں اشترنخعی کے مقابلہ میں اتنا شدید زخم لگا تھا کہ جب تک اس میں ایک شیشی بھر تیل نہ ڈالا جاتا تھا وہ بند نہیں ہوتا تھا اور حاکم نے قیس ابن ابی حازم کی اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نقل کی ہے:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات رضوان اللہ عنہما کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تم میں سے بال والے اونٹ والی کون ہے؟ جو اس پر سوار ہو کر نکلے گی اور چشمہ حواب کے کتے اس کو بھونکیں گے۔''

حواب ایک چشمہ کا نام ہے جو بصرہ کے قریب واقع ہے اور ادیب الاذب سے ماخوذ ہے۔ اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کی پیشانی پر بال زیادہ ہوں۔ ابن وحیہ کہتے ہیں کہ مجھے ابن العربی پر تعجب ہے اور میں حیران ہوتا ہوں۔ اس نے اپنی کتاب ''الغواصم والعواصم'' میں کس طرح اس حدیث شریف کا انکار کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔ حالانکہ یہ حدیث مبارک طلوع شمس سے بھی زیادہ مشہور ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب بصرہ کی جانب خروج کیا اور حواب نامی چشمہ پر سے گزر ہوا تو کتے بھونکنے لگے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ مجھے لوٹاؤ مجھے واپس لے چلو کیونکہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تم میں سے کون سی عورت ہو گی جس کو دیکھ کر چشمہ حواب کے کتے بھونکیں گے۔ قیس ابن ابی حازم نے بھی اس حدیث کا انکار کیا اور شاعر کا یہ قول ہے

شکا الی جملی طول السری یا جملی لیس الی المشتکی

صبرا جمیلا فکلانا مبتلی

''میرے اونٹ کے متعلق بہت دیر تک چلنے کی شکایت کی گئی۔ لیکن اے اونٹ شکایت کا کوئی موقعہ نہیں ہے چونکہ ہم سب ہی مبتلا ہیں تو شکایت سے کیا فائدہ صبر ہی کرنا چاہیے۔''

اور جیسے عمرو بن کلثوم کا یہ شعر ہے

الا لا یجھلن احدٌ علینا فنجھل فوق جھل الجاھلینا

''ہم سے کوئی جاہلانہ معاملہ نہ کرے اور اگر کرے گا تو ہم بھی اجڈ (جاہل) بن کر دکھائیں گے۔''

اور اسی طرح یہ دوسرا شعر ہے

ولی فرس للحلم بالحلم ملجم ولی فرس للجھل بالجھل مسرج

''میرے پاس ایک حلم کا گھوڑا ہے جسے حلم کی باگ تھانی ہے اور ایک میرے پاس جہالت کا گھوڑا ہے جس پر جہالت کی زین کسی گئی ہے۔''

(یعنی بردباروں کے ساتھ بردباری اختیار کرتا ہوں اور جاہلوں کے ساتھ جاہلوں کا سا برتاؤ کرتا ہوں)

فمن رام تقویمی فانی مقوم ومن رام تعویجی فانی معوج

''جو مجھے سیدھا رکھنا چاہے تو میں سیدھا رہتا ہوں اور اگر کوئی مجھے ٹیڑھا بنانا چاہے تو میں ٹیڑھا بن کر دکھاتا ہوں۔''

لقد عظم البعیر بغیر لب فلم یستغن بالعظم البعیر

''جب اونٹ بڑھ گیا بغیر عقل کے تو اب اونٹ کی بڑائی سے بے نیازی نہیں برتی جاسکتی۔''

لسعت ذاتُ سم فی قمیصی فغادرت به اثرا واللّٰہ یشفی من السم

''زہریلے جانور نے مجھے ڈسا اور اپنا برا اثر چھوڑ گیا خدا تعالیٰ ہی زہر سے اب شفا دے گا۔''

کست قیصرا ثوب الجمال وتبعا وکسریٰ وعارت وھی عاریة الجسم

''قیصر اور تبعہ اور کسریٰ ان سب کو شاہی لباس دیا گیا مگر انجام کار سب سے شاہی لباس اُتار دیا گیا پھر یہ برہنہ ہی رہ گئے۔''

جمل (اونٹ) کی کنیت ابوایوب اور ابوصفوان ہے۔

حدیث میں جمل (اونٹ) کا ذکر:

ام ذرع کی حدیث ہے:

''میرا شوہر اونٹ کے گوشت کی طرح ہے جیسے کہ کسی بنجر پہاڑ کے اوپر خس وخاشاک کا انبار ہو۔''

سنن ابی داؤد میں مجاہد کے حوالہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث منقول ہے:

''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ والے سال بطور ہدی اونٹ دیا۔ یہ اصل میں ابوجہل کا اونٹ تھا اس کے ناک میں چاندی کی نتھ پڑی ہوئی تھی۔ آپؐ اپنے اس عمل سے مشرکین کو مبتلاء رنج وغم کرنا چاہتے تھے۔''

ایک فقہی مسئلہ

خطابی نے لکھا ہے کہ اس سے ایک مسئلہ فقیہہ یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ ہدی میں نر اونٹ دینا جائز ہے۔ ابن عمر کی روایت ہے کہ وہ نر اونٹ کو بطور ہدی دینا مکروہ سمجھتے تھے۔ ان کا خیال ہے کہ صرف مادہ ہی دینا چاہیے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تھوڑی بہت چاندی کا استعمال سواریوں میں جائز ہے اور یہ جو ہے کہ آپؐ مشرکین کو غم واندوہ میں مبتلا کرنا چاہتے تھے تو یہ اس طرح کہ عام لوگوں کو معلوم تھا کہ یہ اونٹ ابوجہل کا ہے مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خرید لیا تھا۔ اب ابوجہل اور مشرکین کے لیے اس میں یہ تکلیف تھی کہ ابوجہل کا اونٹ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فدا کاروں کے ہاتھوں مارا جاچکا تھا اور اس کا مال ومتاع مجاہدین کے حصہ میں لگ چکا تھا۔

ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ' عرباض ابن ساریہ سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک ایسی تقریر فرمائی جس سے ہماری آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور دلوں میں خوف خدا طاری ہوگیا تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تقریر کافی ہے۔ اس کے علاوہ آپؐ کی ہمارے لئے کیا وصیت ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ میں تم کو دن کی طرح روشن رات پر چھوڑ کر جارہا ہوں۔ جو شخص اس سے انحراف کرے گا وہ ہلاکت میں مبتلا ہوگا اور جو شخص تم میں سے زندہ رہے گا وہ میرے بعد بہت سے اختلافات دیکھے گا تو تم پر اس وقت اس چیز کی اتباع لازم ہے جو تم میری سنت میں دیکھو اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت میں دیکھو۔ اس پر سختی سے عمل پیرا رہنا اور محدثات سے پرہیز

کرنا۔ ہرنئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور اطاعت کو لازم کرلو اگر چہ حبشی غلام ہو۔ اس لیے کہ مومن نکیل والے اونٹ کی مانند ہے۔ اگر اس کی نکیل کھینچی جائے تو اتباع کرتا ہے۔''

جمل الانف سے وہ اونٹ مراد ہے جس کے نکیل ڈال دی گئی ہو جس کی وجہ سے وہ اپنے ہانکنے والے سے روگردانی نہیں کرتا۔ نیز انیخ اس اونٹ کو بھی کہتے ہیں جو آسانی سے تابع ہو جائے۔ بعض روایتوں میں **کالجمل الآنف** یعنی ہمزہ کی مد کے ساتھ آیا ہے۔ یہ بھی اسی معنی میں مستعمل ہے۔ نیز ایک روایت میں **ان قید انقاد** کے بعد ان الفاظ کی زیادتی ہے **او ان انیخ علی صخرۃ اناخ** (اگر اس کو پتھریلی زمین پر بٹھایا جائے تو بیٹھ جاتا ہے) **نواجذ** ان دانتوں کو کہتے ہیں جو داڑھوں کے قریب ہوتے ہیں۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سنت پر اس سختی سے عمل پیرا ہو جاؤ جس سختی سے پکڑنے کی غرض سے کسی چیز کو اپنے دانتوں سے دبایا جاتا ہے۔

ایک دوسری حدیث مبارکہ میں ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا یہاں تک کہ آپؐ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔''

اس حدیث میں نواجذ سے مراد ضواحک ہے۔ ضواحک بوقت ہنسی ظاہر ہونے والے دانتوں کو کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی ہنسی مسکراہٹ ہی تھی۔

امام احمد ابوداؤد اور نسائی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے:

''جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اونٹ کی نشست اختیار نہ کرے بلکہ پہلے زمین پر دونوں گھٹنے ٹیکے اور پھر اپنے دونوں ہاتھ۔''

خطابی کہتے ہیں کہ اس حدیث سے وائل بن حجر کی اس حدیث کی تائید ہوتی ہے جس کو چار ائمہ نے ان سے نقل کیا ہے:

''راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا ہے کہ جب آپؐ سجدہ فرماتے تھے تو دست مبارک سے پہلے اپنے گھٹنوں کو زمین پر رکھتے تھے اور جب اُٹھتے تھے تو دست مبارک گھٹنوں سے پہلے اُٹھاتے تھے۔''

حضرت امام بخاریؒ، امام ترمذی اور نسائی وغیرہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے:

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضور اکرم ﷺ کی معیت میں ایک اونٹ پر سوار تھے۔ وہ اونٹ تھک گیا تو نبی کریم ﷺ نے اس کی پشت پر لکڑی چبھوئی اور اس کے حق میں دُعا فرمائی۔ پھر آپؐ نے اس پر سوار ہونے کا حکم دیا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس پر سوار ہو گئے اور سب سے آگے نکل گئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپؐ نے پوچھا کہ جابر تو نے اپنے اونٹ کو کیسے پایا؟ تو میں نے جواب دیا کہ حضور ﷺ آپ کی برکت نے اس کو ٹھیک کر دیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم اس کو میرے ہاتھ فروخت کرو گے؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں شرما گیا اور میرے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا۔ لہٰذا میں نے عرض کیا کہ جی حضور! تو آپؐ اس کی قیمت میں اضافہ کرتے رہے اور یہ فرماتے رہے کہ اللہ تمہاری مغفرت کرے۔ یہاں تک کہ میں نے اس کو ایک اوقیہ سونے کے بدلے میں آپؐ کے ہاتھ فروخت کر دیا' اس شرط پر کہ میں مدینہ تک اس پر سوار ہو کر جاؤں گا۔ لہٰذا میرے مدینہ پہنچنے پر آپؐ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان کو قیمت دو اور کچھ مزید بھی دے دو۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اونٹ بھی مجھ کو واپس کر دیا۔''

اور ابن حبان کی کتاب میں حماد ابن سلمہ کی یہ حدیث مذکور ہے:

''حضرت ابوزبیر رضی اللہ عنہ' حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے لیلۃ البعیر

میں میرے لیے ۲۵ مرتبہ دُعائے مغفرت فرمائی۔"
بیع میں شرط کے جواز کے بارے میں فقہا نے اسی پہلی حدیث شریف کو مستدل بنایا ہے۔ نیز اس سلسلہ میں ائمہ فقہ کا جو اختلاف ہے کتب فقہ میں مفصل مذکور ہے۔
سہیلیؒ کہتے ہیں کہ اس خرید نے اور قیمت متعینہ سے زیادہ دینے اور اونٹ کو واپس کرنے کی مصلحت یہ ہے کہ آنحضور ﷺ یہ بتانا چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے باپ کو زندہ فرمادیا ہے اور ان کی روح ان کو واپس عطا کر دی ہے۔ پس نبی کریم ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خرید فرمایا۔
جس طرح اللہ تعالیٰ نے شہداء کی جان کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے اور انسان کی جان کو بھی خرید لیا ہے۔ پھر ان کو مزید ثواب عطا کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:
لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ.
"نیکی کرنے والوں کو اللہ نیکی کے ثواب کے علاوہ مزید اپنی رحمت سے اور بھی عطا کرتا ہے۔"
پھر اللہ رب العزت شہداء کی ارواح کو ان کو واپس کر دیتا ہے جو ان سے جنت کے بدلہ میں خریدے تھے۔ چنانچہ ارشاد ہے:
وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ○
"اور اے لوگو! اللہ کے راستے میں شہید ہونے والوں کو مردہ مت تصور کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور ان کو رزق پہنچایا جاتا ہے۔"
تو نبی کریم ﷺ نے اونٹ کو خرید کر اور قیمت میں اضافہ فرما کر اور پھر اونٹ کو واپس کر کے اس خبر کی اپنے عمل سے مثال دی۔
"نبی کریم ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے تو دیکھتے ہیں باغ میں ایک اونٹ ہے اور وہ اونٹ آپ کو دیکھ کر رونے لگا تو آپؐ نے اس کے کوہان پر دست شفقت پھیرا اور وہ چپ ہو گیا۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے تو ایک انصاری جوان آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپؐ نے اس سے فرمایا کہ تم اس چوپائے کے بارے میں جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں مالک بنایا ہے خدا کا خوف نہیں کرتے۔ کیونکہ اس نے مجھ سے یہ شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور اس سے مسلسل کام لیتے ہو۔"
طبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے:
حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم غزوہ ذات الرقاع میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ جب ہم بحیرہ واقم میں پہنچے تو اچانک ایک اونٹ دوڑتا ہوا آنحضور ﷺ کی جانب بڑھا حتیٰ کہ آپؐ کے قریب آ کر بلبلانے لگا تو رسول اکرم ﷺ نے ہم سے کہا کہ یہ اونٹ اپنے مالک کے خلاف مجھ سے شکایت کر رہا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ اس کا مالک اس سے بہت دنوں تک کھیتی کا کام لیتا رہا یہاں تک کہ بوڑھا بنا دیا اور اس کو لاغر کر دیا اور اس کی عمر کبر سنی کو پہنچ گئی تو اب اس کو ذبح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اے جابر! تم اس کے مالک کے پاس جاؤ اور اس کو بلا کر لاؤ۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا میں تو اس سے واقف نہیں ہوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اونٹ تمہیں اس کا راستہ بتائے گا' تو اونٹ میرے آگے آگے تیزی سے چلنے لگا اور مجھے بنی خطمہ میں پہنچا دیا۔ میں نے مجلس میں موجود لوگوں سے معلوم کیا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ فلاں ابن فلاں کا ہے۔ تو میں اس کے پاس آیا اور کہا کہ حضور اکرم ﷺ کو جواب دو' تو وہ میرے ساتھ ہو

لیااور حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا اونٹ یہ کہتا ہے کہ تم نے ایک مدت تک اس سے کھیتی کا کام لیا یہاں تک کہ اس کو بوڑھا کر دیا اور کمزور ونحیف بنا دیا اور یہ کبرسنی کو پہنچ گیا تو تم اس کو ذبح کرنا چاہتے ہو؟ اس پر اس نے آپؐ سے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے یہ اسی لیے ہے۔ تو آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا یہی صالح مملوک کی جزاء ہے۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے اس سے اس اونٹ کو خرید لیا۔ پھر آپؐ نے اس کو درختوں میں چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ طاقت ور ہو گیا اور طاقت کے باعث اس کا کوہان موٹا ہو گیا۔ جب مہاجرین اور انصار اپنے عطیات آنحضور ﷺ کو دیتے تو آپؐ اس میں سے کچھ حصہ اس اونٹ کے چارہ و پانی کے لیے محفوظ فرماتے۔ ایک زمانہ تک آپؐ کا یہی دستور رہا۔''

اونٹوں کے متعلق ایک عجیب حکایت

قشیریؒ نے اپنے رسالہ میں اور ابن جوزی نے مثیر الغرام الساکن میں احمد ابن عطاء رودباری کا یہ قصہ بیان کیا ہے:

''ابن عطاء کہتے ہیں ایک دن میں اونٹ پر سوار تھا کہ اچانک اونٹ کے پاؤں ریت میں دھنسنے لگے تو میں نے جل اللہ کہا۔
پھر اونٹ نے بھی جل اللہ کہا۔''

نیز انہی کا دوسرا واقعہ قشیریؒ نے کرامات اولیاء کے باب میں ذکر کیا ہے کہ مکہ کے راستے میں ایک شخص نے مجھ سے اپنا واقعہ بیان کیا کہ میں نے اونٹوں کی قطار دیکھی جن پر بوجھ لدا ہوا تھا اور گردنیں دراز تھیں۔ میں نے کہا پاک ہے اللہ کی ذات جس نے ان کو طاقت بخشی۔ پھر میں اونٹوں کی جانب متوجہ ہوا تو ایک اونٹ نے کہا کہ جل اللہ کہو۔ میں نے جل اللہ کہہ دیا۔''

اگر اونٹ کو یا کسی جانور کو نظر لگ جائے

دمیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے بعض ماہر علماء متقدمین کی تحریروں میں پڑھا ہے کہ شہر خراسان میں ایک عائن (نظر بد والا) رہتا تھا۔ وہ ایک روز مجلس میں بیٹھا تھا تو اس کے سامنے سے اونٹوں کی ایک قطار گزری۔ عائن نے حاضرین مجلس سے دریافت کیا۔ بتاؤ کون سے اونٹ کا گوشت کھاؤ گے؟ انہوں نے ایک بہترین اونٹ کی جانب اشارہ کر دیا۔ عائن نے اس پر نظر ڈالی تو وہ اونٹ فوراً گر گیا۔ اونٹ کا مالک ہوشیار تھا۔ اس نے کہا کس نے میرے اونٹ کو نظر لگائی ہے؟

اس کو یہ دُعا پڑھ کر نظر بد زائل کر دینی چاہیے:

دعا

بِسْمِ اللّٰهِ عَظِيْمِ الشَّانِ شَدِيْدِ الْبُرْهَانِ مَاشَاءَ اللّٰهُ كَانَ حَبَسَ حَابِسٌ مِنْ حَجَرٍ يَابِسٍ وَشِهَابٍ قَابِسٍ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ رَدَدْتُ عَيْنَ الْعَائِنِ عَلَيْهِ وَفِيْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيْهِ وَفِيْ كَبِدِهٖ وَكِلِيَتِيْهِ لَحْمٌ رَقِيْقٌ وَعَظْمٌ دَقِيْقٌ فِيْمَا لَهٗ يَلِيْقُ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ.

اس دُعا کے پڑھنے کے چند ہی ساعت گزری تھیں کہ وہ اونٹ صحیح و سالم کھڑا ہو گیا گویا کہ اسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

ایک فقہی مسئلہ

عائن کی نظر بد سے اگر کوئی مر جائے اور وہ اس کا اقرار بھی کر لے تو بھی اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا اور دیت نہ کفارہ واجب ہوگا

کیونکہ عادتاً نظر بد موت کا سبب نہیں بنتی۔ عائن کو نظر بد سے متاثر ہونے والے کے لیے ان الفاظ سے برکت کی دُعا کرنی چاہیے:

اَللّٰهُمَّ بَارِکْ فِيْهِ وَلَا تَضُرُّهُ مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ.

قاضی حسین نے بیان کیا کہ ایک نبی علیہ السلام نے اپنی اُمت کو بہت سمجھایا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی رات میں ایک ہزار افراد کو موت دے دی۔ صبح کو نبی نے اللہ تعالیٰ سے اس کی شکایت کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تم نے ان کی تعداد کو کثیر سمجھا تو کیوں حفاظت نہیں کی؟ انہوں نے کہا میں کس طرح حفاظت کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم یہ کہتے:

حَصَّنْتُكُمْ بِالْحَيِّ الْقَيُّوْمِ الَّذِیْ لَا يَمُوْتُ اَبَدًا وَدَفَعْتُ عَنْكُمُ السُّوْءَ بِلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ○

قاضی صاحب فرماتے ہیں ہر اس شخص کو جس کی جان محفوظ اور حالات پرسکون ہوں اپنے بارے میں یہی کہنا چاہیے۔ قاضی صاحب خود بھی جب اپنے شاگردوں کی تعداد بڑھتے ہوئے دیکھتے تو یہی عمل کرتے تھے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ نظر بد انسان کو نقصان نہیں پہنچاتی۔ کیونکہ یہ بات قاضی حسین کے مسلک کے خلاف ہے۔

ایک کرامت

قشیری نے سعید ابن محمد بصری کا یہ قصہ بیان کیا ہے کہ میں نے بصرہ کے راستے میں ایک اعرابی کو اونٹ ہانکتے ہوئے دیکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اونٹ کو مردہ اور سامان اور پالان کو زمین پر گرا ہوا دیکھا۔ کچھ دور چلنے کے بعد میں پھر اس کی جانب متوجہ ہوا تو وہ اعرابی یہ کہہ رہا تھا اے مسبب الاسباب اور ہر شخص کی مراد پوری کرنے والے میری سواری مجھے لوٹا دے۔ اونٹ کچھ دیر بعد زندہ ہو گیا اور اس پر کجاوہ اور پالان وغیرہ رکھ دیا۔ مردہ کو زندہ کرنا کرامت ہے اگرچہ یہ امر عظیم ہے مگر ثابت ہے۔ قابل اعتماد اور محققین ائمہ اصول کا پسندیدہ مسلک یہی ہے۔ اس لیے کہ ہر وہ بات جو نبی سے بطور معجزہ ثابت ہو ولی کامل سے بطور کرامت ثابت ہو سکتی ہے بشرطیکہ وہ نبی کی طرح چیلنج نہ کرے۔ مردوں کو زندہ کرنے کی کرامت اولیاء کرام سے بے شمار ثابت ہے۔ ان شاء اللہ اسی کتاب میں بعض جگہ اس قسم کے چند واقعات آئیں گے۔

شیخ یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کسی ولی سے کرامت کا صدور، یہ افضلیت کی دلیل نہیں ہے کیونکہ کرامت کا صدور اس وجہ سے بھی ہو جاتا ہے کہ یقین کامل پیدا ہو جائے اور ذات الٰہ کی معرفت کلی طور سے آشکارا ہو جائے۔ قطب العلوم و تاج العارفین ابو القاسم الجنید فرماتے ہیں: یقین نام ہے مشہد غیب کے متعلق ارتفاع شک کا اور اس علم کا جس کے بارے میں تغیر و تبدل کا امکان نہ ہو۔

یافعی کہتے ہیں کہ کرامت کا صدور اکثر و بیشتر محبین اور زاہدین سے ہوتا ہے اور عارفین سے بہت کمی کے ساتھ کیونکہ معرفت محبت سے افضل ہے۔ و هذا هوا المختار عندالمحققین. و اللّٰه اعلم

ایک عجیب حکایت

علامہ محمد ابن ظفر اپنی کتاب ''خیر البشر بخیر البشر'' میں لکھتے ہیں کہ اسکندریہ کے دروازے پر تانبے کے اونٹ کا مجسمہ بنا ہوا تھا جس پر عربی شکل کا ایک زرہ پوش سوار تھا۔ سر پر عمامہ اور پیروں میں جوتے بھی تانبے کے تھے۔ اسکندریہ میں اگر دو شخصوں کے درمیان جھگڑا ہو تو وہ باہمی تصفیہ کے لیے اس مجسمہ کے سامنے آتے اور مظلوم ظالم سے کہتا کہ اس گھوڑ سوار کے غائب ہونے سے قبل میرا حق دے دو۔ کیونکہ جس وقت یہ غائب ہو گا تجھ سے میرا حق پورا وصول کرے گا تو چاہے یا نہ چاہے۔ یہ مجسمہ حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ

کے مصر فتح کرنے تک باقی رہا پھر غائب ہو گیا۔

دمیریؒ کہتے ہیں کہ اس میں محمد عربی ﷺ کی بشارت کی جانب اشارہ ہے۔

جمل کا شرعی حکم اور طبی خواص ابل کے بیان میں گزر چکے ہیں۔

ضرب المثل اور کہاوتیں

اہل عرب کہتے ہیں **الجمل من جوفه يجتر** (اونٹ اپنے پیٹ سے نکال کر جگالی کرتا ہے)۔ یہ مثال اس شخص کے بارے میں دی جاتی ہے جو اپنے جمع شدہ مال سے تمتع کرلے۔

(۲) اہل عرب کہتے ہیں: **اخلف من بول الجمل.** فلاں اونٹ کی طرح پیچھے سے پیشاب کرتا ہے۔ **اخلف' خلف.** سے ماخوذ ہے جس کے معنی پیچھے کے آتے ہیں۔ یہ اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ اونٹ پیچھے کی جانب سے پیشاب کرتا ہے۔

نیز اس شخص کے بارے میں جو کسی امر مشکل میں پھنس گیا ہو اس کے بارے میں مثال دیتے ہیں **وقع القوم فی سلاجمل** (قوم جمل کی جھلی میں پھنس گئی) **سلا** وہ جھلی جس میں بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ اگر وہ پیٹ میں پھٹ جاتی تو بچہ اور ماں دونوں مر جاتے ہیں۔ جیسا کہ اہل عرب کہتے ہیں **اعز من الابلق العفرق** کہ فلاں کام غیر ممکن چیز سے بھی زیادہ سخت ہے محال ہے۔

اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں **الثمر فی البیر وعلی ظهر الجمل۔**

اس کی یہ اصل ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب کوئی شخص کسی نتیجہ پر پہنچ جاتا تھا یا اس کو کسی کام میں کامیابی حاصل ہو جاتی تھی تو مدینہ کے پہاڑوں پر چڑھ کر مندرجہ بالا جملہ پکارتا تھا۔ یعنی جو شخص بذریعہ اونٹنی کنوئیں کے پانی سے سیراب کرے تو وہ اپنے سیراب ہونے کا پھل بہت جلد حاصل کرلے گا۔ اور اسی ہم معنی شاعر کا قول ہے ۔

اذا انت لم تزرع و ابصرت حاصدا ندمت علی التفریط فی زمن الزرع

''تم کھیتی پر تو محنت کرتے نہیں اور کاٹنے کی تمنائیں بلندر کھتے ہو۔ تو یقیناً تم کو اپنی ان کوتاہیوں پر نادم ہونا پڑے گا جو کھیتی کے لیے مناسب دنوں میں تم کرتے رہے۔''

تسالنی ام الولید جملا یمشی رویدا ویکون اولا

''ام ولید مجھ سے اونٹ مانگتی ہے۔ یہ ہلکی رفتار چلنے کے باوجود سب سے آگے رہتا ہے۔''

جمل کی خواب میں تعبیر

جمل کی خواب میں تعبیر عام طور پر حج سے دی جاتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ عربی اونٹ کی خواب میں تعبیر حج ہے اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بلدٍ الاية.

''بختی اونٹ سے عجمی شخص مراد ہوتا ہے۔''

اگر کسی شخص نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس پر اونٹ حملہ آور ہوا۔ اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ صاحب خواب کی بے وقوف سے لڑائی ہوگی۔ اگر اونٹ کی مہار پکڑ کر ہانکتا ہوا دیکھے تو کسی گمراہ شخص کو راہ راست پر لانے کی جانب اشارہ ہے۔ خواب میں اونٹ کے سر کو کھانے سے مراد کسی سردار کی غیبت ہے۔ کثیر تعداد میں عربی اونٹ دیکھنے کا مطلب ہے کہ صاحب خواب عرب قوم کا سردار ہوگا اور دو

اونٹوں کولڑتے ہوئے دیکھنااس سے مراد دو بادشاہوں میں جنگ وجدال واقع ہوگا۔

اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ اونٹ کی نکیل پکڑ کر اس کو کھینچے لیے جا رہا ہے تو اس کی یہ تعبیر دی جائے گی کہ وہ اپنے دشمن پر غلبہ حاصل کرلے گا۔اونٹ کی تعبیر جاہل قوم سے بھی دی جاتی ہے۔اگر اپنے آپ کواونٹ پر سے گزرتے ہوئے دیکھے تو فقر وفاقہ میں مبتلا ہونے کی طرف اشارہ ہے۔اگر خواب میں اونٹ کسی کے لات ماردے تو یہ بیمار ہونے کی علامت ہے۔اونٹوں کی قطار دیکھنے سے بارش مراد ہے کیونکہ بارش کے قطرات یکے بعد دیگرے آتے ہیں۔اوراونٹ جس طریقے سے بوجھ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے ہیں اسی طرح بادل بھی پانی کو لے کر چلتے ہیں۔اگر یہ دیکھا کہ وہ اونٹ بن گیا تو یہ شخص دوسرے کے بوجھ کو برداشت کرلے گا۔

بختی اونٹ پر سفر کی تعبیر طویل سفر سے دی جائے گی۔اگر کسی شخص نے دیکھا کہ وہ بختی اونٹ پر سفر کر رہا ہے تو اس کی یہ تعبیر دی جائے گی کہ وہ بلا مقصد طویل سفر کرے گا۔کبھی اونٹ سے مراد گھر اور کشتی ہوتی ہے کیونکہ اونٹ خشکی کی کشتی ہے۔

جمل کی تعبیر موت سے بھی دی جاتی ہے کیونکہ یہ دوست احباب کو لے کر دور دراز کا سفر کرتا ہے۔اور زوجہ سے بھی اس کی تعبیر دی جاتی ہے۔اور حسد وکینہ اور انتقام بھی مراد ہوتا ہے۔کبھی صابر شخص کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے اور کبھی ان کاموں میں تاخیر کی جانب اشارہ ہوتا ہے جس کو انسان جلدی کرنے کا متمنی ہوتا ہے۔جمل کو خواب میں دیکھنے سے خوب صورتی بھی مراد ہوتی ہے کہ جمل کے معنی خوبصورت کے ہیں اور کبھی سانپ بھی مراد ہوتے ہیں۔کیونکہ اونٹ سانپ کی کھال سے پیدا کیا گیا ہے۔اگر اونٹ کا مالک اپنے اونٹ کو خواب میں دیکھے تو یہ اس کے لیے انتہائی نفع بخش اور سودمند ہونے کی علامت ہے۔

ابن المقری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اونٹ کی تعبیر غریب الوطن مسافر یا بحری وبری علاقوں میں تجارت کرنے والے فرد سے بھی دی جاتی ہے۔کبھی عجمی وغرباء لوگ بھی مراد ہوتے ہیں۔نیز کبھی کبھی ہلاکت مال اور قید سے بھی اس کی تعبیر دے دی جاتی ہے۔

جَمَلُ[1] الْبَحْر

(مچھلی) یہ اونٹ کے مشابہ ہوتی ہے جس کی لمبائی تین ہاتھ کے بقدر ہے۔ابوعبیدہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے اس کے کھانے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

جَمَلُ الْمَاءِ

(ایک قسم کا پرندہ) جمل الماء۔ایک قسم کے پرندے کو کہتے ہیں جس کی چونچ لمبی ہوتی ہے۔اس کا نام حوصل بھی ہے۔مفصل بیان باب الحاء میں آئے گا۔ان شاء اللہ تعالیٰ۔

جَمَلُ الْيَهُوْد

(گرگٹ) جمل الیهود۔گرگٹ کو کہتے ہیں۔اس کا بیان بھی باب الحاء میں آئے گا۔ان شاء اللہ تعالیٰ۔

---

[1] الجمل البحر: وہیل مچھلی کی ایک قسم۔

اَلْجَمَعْلِیْلَۃُ

(بجو) اَلْجَمَعْلِیْلَۃ (جیم و میم پر فتح) بجو کو کہتے ہیں۔ باب الصاد میں تفصیل آئے گی۔ ان شاء اللہ۔

جمیل و جمیل

جمیل و جمیل ۔ چھوٹے سے پرندے کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع جملان بروزن کعبان آتی ہے۔ سیبویہ کہتے ہیں کہ یہ بلبل پرندہ ہوتا ہے۔

الجنبر

مقعد کے وزن پر۔ سرخاب کے بچے کو کہتے ہیں۔

الجندب

الجندب (دال پر تینوں اعراب) یہ ٹڈی کی ایک قسم ہوتی ہے۔ بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ جندب نر ٹڈی کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع جنادب آتی ہے۔

سیبویہ کہتے ہیں کہ نون اس کے اندر زائد ہے۔ جاحظ کہتے ہیں یہ اپنے بازو سے زمین کھودتی ہے اور سخت گرمی کی حالت میں اس میں پناہ لیتی ہے۔

حدیث شریف میں جندب کا ذکر:

"اللہ تعالیٰ نے مجھے دعوت دے کر بھیجا ہے اس کی مثال ہے جیسا کہ کسی نے آگ روشن کی ہو اور اس میں پتنگے اُڑ کر گرتے ہوں۔"

(رواہ مسلم والترمذی کلاھما عن قتیبة بن سعید عن المغیرة بن عبدالرحمن عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم)

وفی حدیث ابن مسعود کان یصلی الظهر والجنادب ینفزن من الرمضاء ای تشب من شدة حرارة الارض.

"ابومسعود ظہر کی نماز پڑھتے تھے تو پتھریلی زمین کی تپش کی بناء پر پتنگے اُڑ اُڑ کر ان پر گرتے۔"

اَلْجُنْدُعُ

(کالی ٹڈی) الجندع۔ امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں یہ چھوٹی ٹڈی ہوتی ہے۔ ابن سیدہ فرماتے ہیں کہ جندع بروزن قنفذ چھوٹی ٹڈی کو کہتے ہیں۔ جس کے لمبے لمبے سینگ ہوتے ہیں اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

اَلْجِنُ

(ہوائی مخلوق) [1] اَلْجِنُ ۔ یہ انسانوں کے برخلاف ایک ہوائی مخلوق ہے۔حق تعالیٰ نے اس کو مختلف شکل وہیئت اختیار کرنے کی قدرت عطا فرمائی ہے اور مشکل سے مشکل کام کا انجام دینے کی طاقت عطا کی ہے (اس کا واحد جنی آتا ہے) جن (ن) جنونا اس کے معنی آتے ہیں۔ دیوانہ ہونا یا پاگل ہونا' پوشیدہ ہونا۔ جن بھی نظروں سے پوشیدہ' اوجھل رہتا ہے۔ اس لیے اس کا نام جن رکھ دیا۔

حدیث شریف میں جن کا تذکرہ

طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ ثعلبہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے:

''آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جن کی تین قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جن کے پر ہوتے ہیں اور وہ اس کے سہارے اُڑتے ہیں۔ دوسرے سانپ کی قسم ہے اور تیسرے اِدھر اُدھر پھرتے ہیں (یعنی کوچ کرتے ہیں)۔''

ابن درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ:

''نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حق تعالیٰ نے جِن کی تین قسمیں پیدا کی ہیں۔ ایک قسم سانپ' بچھو اور حشرات الارض کی شکل میں دوسری ہوا کی طرح جو فضا میں رہتے ہیں اور تیسری قسم انسانوں کی طرح ہے۔ یہ حساب کتاب کے بھی مکلف ہیں۔''

ان کا مفصل بیان باب الخاء میں خشاش کے بیان میں آئے گا۔

اور انسانوں کو بھی حق تعالیٰ نے تین قسم پر پیدا کیا۔ ایک قسم چوپائے کی طرح ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا. وقال تعالیٰ لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم آذان لا یسمعون بھا اولئک کالانعام بل ھم اضل اولئک ھم الغافلون.

ایک قسم وہ ہے جن کے اجسام انسانوں کی طرح ہیں اور ان کی روح شیطان کی طرح ہیں اور ایک قسم وہ ہے کہ قیامت کے دن خدا کے سایہ میں ہوں گے۔ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی اکرم ﷺ جس طرح انسانوں کی جانب مبعوث کیے گئے ہیں' اسی طرح جنات کی جانب بھی بھیجے گئے ہیں۔ چنانچہ کلام ربانی اس پر شاہد ہے۔

---

[1] عربی لغت میں ہر اس چیز کو جن کے نام سے پکارا جاتا ہے جو نظر نہ آسکے۔ اللہ تعالیٰ کی ایک مقرب مخلوق فرشتہ بھی انسانوں کو نظر نہیں آتے۔ اس لیے عربی لغت میں فرشتوں کو بھی جن کہتے ہیں۔ اور اسی طرح جنت بھی انسانوں کی نظر سے پوشیدہ ہے اس لیے عربی لغت میں بہشت کا نام جنت ہے۔ لیکن اصطلاح کے اعتبار سے جن وہ جاندار ہیں جن کا جسم آگ اور ہوا کو مرکب ہے اور مادہ کی لطافت کی وجہ سے یہ مخلوق اس چیز پر قادر ہے کہ کوئی بھی شکل اختیار کرلے۔ یہ مخلوق وہم اور خیال کی قوت سے لطیف اور ثقیل جسم ترتیب دے کر مختلف خوفناک اور خوب صورت سے خوب صورت شکل میں تبدیل ہوسکتے ہیں۔ ان میں سے جو مخلوق انسانوں وغیرہ کو ستاتی ہے اور اللہ کی نافرمان ہے اسے شیطان اور جو نیک اور غیر مضر ہیں ان کو جن کہتے ہیں۔ اور چونکہ ان میں برائی بھلائی کو سمجھنا وغیرہ اور کھانا پینا' عورتوں کی طلب اور دوسری حیوانی خصلتیں پائی جاتی ہیں۔ اس لیے یہ خلق بھی شرعاً احکام الٰہی کی مکلف ہے۔

خداوند کریم کا ارشاد ہے:

وَاُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْآن لا نُذْرُکُمْ بِہٖ وَمن بلغ .

اور ومن بلغ میں جنات بھی شامل ہیں۔ دوسری آیت شریفہ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاِذَا صَرَفْنَا اِلَیْکَ نَفرًا مِنَ الْجِنّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْآن الایۃ.

وَقَالَ تَعَالٰی تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا.

وقال عزوجل. وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلاَّ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ وَقَالَ تَعَالٰی وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلاَّ کَافَۃً لِلنَّاسِ ○

جوہریؒ کہتے ہیں کہ جن وانس کے لیے ناس بھی آتا ہے۔ایک جگہ حق تعالیٰ نے جن وانس کو خطاب کرتے ہوئے ثقلان کا لفظ استعمال کیا ہے۔فرماتے ہیں سَنَفْرُغُ لَکُمْ اَیُّھَا الثَّقَلانِ فَبِاَیِّ آلآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ جن وانس کو ثقلان اس وجہ سے کہتے ہیں کہ گناہوں کی وجہ سے بوجھل ہیں۔ وَقال تعالیٰ وَلِمَن خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتَان. اسی وجہ سے بعض علماء نے کہا ہے:

جنات میں بھی ایک جماعت مقربین بارگاہ اور نیک لوگوں کی ہوگی جو جنت میں جائے گی۔ جس طریقہ سے انسانوں میں ایسی جماعتیں ہیں (مطلب اس کا یہ ہے) جس طریقہ سے انسانوں میں دو گروہ مومنین وقانتین اور کفار ومشرکین ہیں اس طریقہ سے جنات میں دو گروہ ہیں ایک مومنین کا دوسرا مشرکین کا۔انسانوں میں سے بھی مومن نیکوکار جنت میں جائیں گے اور اپنے اعمال صالحہ کا بدلہ پائیں گے۔ جنات میں سے مومنین کا طبقہ بھی جنت میں جائے گا۔

گروہ جنات میں مومنین کا طبقہ جنت میں جائے گا یا نہیں؟ اس سلسلے میں جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ مومنین کا طبقہ جنت میں بھی جائے گا اور انسانوں کی طرح ثواب پائے گا لیکن امام ابوحنیفہؒ اور امام لیث یہ دونوں حضرات کہتے ہیں کہ ان کی جنت تو صرف یہ ہے کہ نار جہنم سے محفوظ رکھا جائے گا۔ کیونکہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَیُجِرْکُمْ مِنْ عَذَابِ الیم وَقَالَ تَعَالٰی فمن یومن بربہ فلا یخاف بَخْسًا و لا رھقا.

جمہور علماء اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں سے صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ مومنین کو عذاب سے محفوظ رکھا جائے گا۔ رہی بات کہ جنات جنت میں جائیں گے یا نہیں؟ اس سلسلے میں قرآن حکیم میں وضاحت ہے۔ دوسرا جواب یہ دیا ہے ممکن ہے کہ حق تعالیٰ نے ثواب کو ان پر مخفی رکھا ہو۔ بعض علماء یہ کہتے ہیں جنات جنت میں داخل ہونے کے بعد انسانوں کے ساتھ نہیں رہیں گے بلکہ ایک گوشہ جنت میں رہیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مخلوق کی چار قسمیں ہیں: ایک مخلوق وہ ہے کہ جو تمام جنت میں جائے گی یعنی ملائکہ۔ دوسری وہ مخلوق ہے جو تمام جہنم میں جائے گی یعنی شیاطین۔ اور ایک مخلوق ایسی ہے جس کے بعض افراد جنتی ہیں بعض جہنمی یعنی انسان اور جن' نیز ملائکہ جن وانسان کی طرح جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز نہیں ہوں گے۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مومن جنات کے متعلق سوال کیا گیا کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یا نہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا جنت میں داخل تو ہوں گے مگر انسانوں کی طرح جنت کی نعمتوں سے محظوظ نہیں ہوں گے بلکہ تسبیح وتقدیس ہی میں ان کو لطف اور لذت محسوس ہوگی۔''

آپؐ کی بعثت کے عموم پر بہت سی احادیث ہیں۔ مثلاً امام مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے جامع ترین کلام عطا کیا گیا ہے اور تمام لوگوں کی جانب مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔''
حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ ہے کہ میں ہر کالے اور گورے کی جانب مبعوث کیا گیا ہوں۔
علامہ محمد بن ظفر کی کتاب ''خیر البشر بخیر البشر'' میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مذکور ہے:
''راوی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مکہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا جو شخص تم میں سے لیلۃ الجن میں میرے ہمراہ چلنا چاہے وہ چلے۔ میں آپ کے ہمراہ چل دیا۔ ہم مکہ میں ایک بلند مقام پر پہنچے۔ وہاں پر آپؐ نے میرے لیے خط کھینچ کر ایک دائرہ بنا دیا۔ پھر آپؐ تشریف لے گئے اور کھڑے ہو کر آپؐ قرآن کریم کی تلاوت فرمانے لگے اور آپؐ کے پاس ایک جم غفیر جمع ہو گیا۔ اور آپؐ اور میرے درمیان وہ آڑ بن گئے حتیٰ کہ آپؐ کی آواز بھی بند ہو گئی۔ پھر وہ منتشر ہو کر چلنے لگے۔ جس طرح بادل چلتے وقت ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ سب کے چلے جانے کے بعد صرف ایک جماعت باقی رہ گئی۔ پھر آپ جناب ﷺ تشریف لائے اور فرمایا جنات کی جماعت کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فلاں جگہ ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہڈی اور لید لاؤ۔ آپؐ نے ان کو ہڈی اور لید دے کر ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص ہڈی اور لید سے استنجا نہ کرے۔''
اسی کتاب میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ ابن حرث سے یہ روایت منقول ہے کہ:
''ہم ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ شام کے وقت ایک منزل پر ٹھہرے پس جب آنحضور ﷺ کے قریب پہنچا تو میں نے ایک شور اور جھگڑے کی آواز سنی۔ ایسی آواز اس سے قبل میں نے کبھی نہیں سنی تھی۔ میں آپؐ کا انتظار کرنے لگا۔ یہاں تک کہ آپؐ تشریف لے آئے اور تبسم فرماتے ہوئے بولے: مسلمان جن اور مشرکین جن میرے پاس اپنا مقدمہ لے کر آئے تھے اور اپنے مسکن کے بارے میں فیصلہ چاہتے تھے۔ میں نے مسلم جنات کو حلس میں اور مشرکین جنات کو غور میں ٹھہرنے کا حکم دیا۔''
حلس بلند اور اچھے مقام کو کہتے ہیں اور غور پست اور بے کار زمین کو کہتے ہیں۔
اسی کتاب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ذیل کی حدیث بھی مذکور ہے:
''آنحضور ﷺ اپنے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ عکاظ نامی بازار کی طرف تشریف لے گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ شیاطین آسمان پر پہنچ کر خبریں نہیں لا سکتے تھے۔ جب شیاطین اپنی جماعت میں پہنچے تو ان سے ان کے ساتھیوں نے پوچھا کہ آپ آسمانی خبریں کیوں نہیں لاتے؟ بولے کہ مضبوط رکاوٹیں کھڑی کر دی گئی ہیں اور ہم پر شدید انگارے پھینکے جاتے ہیں۔ یہ سن کر انہوں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی عظیم واقعہ ظہور پذیر ہوا ہے اس کا سراغ لگانا چاہیے۔ یہ سراغ لگانے کے لیے نکلے تو رسول اکرم ﷺ کی پارٹی سے ان کی مڈبھیڑ ہو گئی۔ اس وقت آنحضور ﷺ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ انہوں نے اس عجیب و غریب کلام کو سن کر یقین کر لیا کہ یہی کلام ہمارے اور آسمان کے درمیان حائل ہو گیا ہے اور اپنی قوم کو آ کر بتایا کہ ہم ایک عجیب کلام سن کر آئے ہیں۔ آنحضور ﷺ کا جنات سے یہ پہلا سابقہ تھا۔ اس سے پہلے آپؐ نے انہیں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بس بطور وحی کچھ چیزیں جنات کے بارے میں آپؐ تک پہنچائی گئی تھیں۔''
صحیح مسلم میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث منقول ہے:
''بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک رات نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ رات میں ہم نے آپؐ کو غائب پایا تو ہم نے تمام وادیوں

اور گھاٹیوں میں تلاش کرنے کے باوجود نہ پا کر یوں سوچنے لگے کہ آپؐ غائب ہو گئے یا کہیں رحلت کر گئے۔ ہم تمام رات انتہائی پریشان رہے۔ صبح کے وقت اچانک آپؐ تشریف لائے حراء کی جانب سے۔ ہم نے آپؐ سے عرض کیا اے اللہ کے نبی ہم نے رات آپؐ کو غائب پایا اور تلاش کے باوجود بھی آپؐ نہیں ملے جس کی وجہ سے ہم رات بھر نہایت پریشان رہے۔ ارشاد ہوا مجھے جن بلانے آیا تھا میں نے اس کے ساتھ جا کر ان کو قرآن کریم سنایا۔ اس کے بعد آپؐ ہمیں لے کر چلے اور آپؐ نے ان کے نشان وغیرہ ہم کو دکھائے۔ اسی رات میں جنات نے آپؐ سے اپنی غذا کے متعلق سوال کیا تھا۔ آپؐ نے حکم دیا کہ جس ہڈی پر اللہ کا نام لیا گیا ہو وہ ہڈی استعمال کرو وہ تمہارے لیے گوشت سے بہتر ہے۔ اور مینگنیاں تمہارے چوپاؤں کے واسطے چارہ ہیں۔ پھر آپؐ نے ہم سے ارشاد فرمایا کہ ان چیزوں سے استنجامت کرو کیونکہ یہ تمہارے بھائیوں کی غذا ہے۔''

طبرانی نے بسند حسن حضرت زبیر ابن العوام رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے:

''راوی کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز ہمیں مسجد نبوی میں فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ سلام پھیرنے کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا: رات کو وفد جن سے ملاقات کے لیے میرے ہمراہ کون چلے گا؟ سب لوگ خاموش رہے اور کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آپؐ نے یہی کلمات تین مرتبہ فرمائے۔ اس کے بعد آپؐ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے لے کر چل دیئے اور میں آپؐ کے ہمراہ چلنے لگا یہاں تک کہ ہم مدینہ کے تمام پہاڑوں سے دور نکل گئے اور ایک چٹیل اور کشادہ میدان میں پہنچ گئے تو اچانک مجھے نیزوں کے مانند لمبے لمبے لوگ نظر آئے۔ جب میں نے ان کو دیکھا تو مجھ پر سخت کپکپی طاری ہو گئی۔ یہاں تک کہ کپکپاہٹ کے باعث میرے قدم ڈگمگانے لگے۔ پھر جب ہم ان کے قریب پہنچے تو آپؐ نے اپنے پائے مبارک کے انگوٹھے سے میرے واسطے خط کھینچ کر ایک دائرہ بنا کر مجھے اس میں بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ اس میں بیٹھنے کے بعد جتنی چیزیں مجھے نظر آ رہی تھیں سب آنکھوں سے اوجھل ہو گئیں اور آپؐ وہاں سے تشریف لے گئے اور ان کے پاس جا کر آپؐ نے باآواز بلند قرآن حکیم کی تلاوت فرمائی یہاں تک کہ صبح نمودار ہو گئی۔ اس کے بعد آپؐ تشریف لائے اور مجھے لے کر روانہ ہو گئے اور فرمایا کہ مجھ سے قریب ہو کر چلو۔ میں آپؐ کے ہمراہ چلنے لگا تو تھوڑی دور چلنے کے بعد آپؐ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ذرا غور سے دیکھئے کیا ان میں سے کچھ نظر آ رہا ہے؟ میں متوجہ ہوا اور دیکھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تو بہت بڑی جماعت نظر آ رہی ہے۔ آپؐ نے سر مبارک کا رُخ زمین کی جانب فرمایا تو آپؐ کو ہڈی اور لید نظر آئی۔ آپؐ نے وہ دونوں چیزیں ان کی جانب پھینک کر مجھے مخاطب کیا اور فرمایا کہ جنات کا وفد کھڑا ہوا ہے اور مجھ سے اپنی غذا کے متعلق معلومات کر رہے ہیں۔ لہٰذا میں نے ہڈی اور لید کو ان کی غذا قرار دے دیا۔''

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس حدیث کی روشنی میں ہڈی اور لید سے استنجا کرنا' ناجائز ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے:

''محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مجھے اپنے ساتھ چلنے کا حکم فرمایا کہ پندرہ افراد پر مشتمل ایک پارٹی جو جنات ہوں گے۔ آج شب مجھ سے ملاقات کرنے والی ہے۔ مجھے ان پر قرآن کریم کی تلاوت کرنا یا کلام ربانی پیش کرنا ہے۔ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اس مقام کی جانب چل دیا جہاں آپؐ تشریف لے جا رہے تھے۔ آپؐ نے

ایک خط کھینچ کر مجھے اس میں بٹھا دیا اور فرمایا کہ اس سے باہر نہ نکلنا۔ میں رات اسی میں رہا۔ آپؐ صبح کے وقت دست مبارک میں ہڈی لید وغیرہ لیے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا کہ جب تم استنجا کیا کرو تو ان چیزوں میں سے کسی بھی چیز سے استنجامت کیا کرو۔ جب دن نکل گیا تو میں نے سوچا کہ مجھے بھی دیکھنا چاہیے کہ جہاں نبی کریم ﷺ تشریف لے گئے۔ چنانچہ میں نے وہ مقام جا کر دیکھا تو اتنی بڑی جگہ تھی جس میں ستر اونٹ بیٹھ جائیں۔''

شافعیؒ و بیہقی نے یہ روایت بیان کی ہے کہ:

''ایک انصاری عشاء کی نماز کے لیے گھر سے نکلے تو ان کو جن نے اغواء کر لیا اور کئی سال تک غائب رکھا۔ اسی دوران ان کی بیوی نے شادی کر لی۔ پھر وہ مدینہ تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے اس سلسلے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ مجھے جن پکڑ کر لے گئے تھے اور میں ایک زمانہ تک ان کے پاس رہا۔ اس کے بعد مومن جن نے جہاد کیا اور ان میں بہت سے حضرات کے ساتھ مجھے بھی قید کر لیا۔ وہ کہنے لگے کہ یہ مسلمان شخص ہے اس کو قید کرنا مناسب نہیں ہے۔ انہوں نے مجھے اختیار دیا چاہے میں ان کے پاس قیام کروں یا اپنے اہل وعیال کے پاس چلا جاؤں۔ میں نے گھر آنے کو اختیار کر لیا تو وہ مجھے مدینہ لے آئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے کھانے کے بارے میں دریافت کیا تو ان انصاری نے کہا کہ وہ لوبیا کھاتے ہیں اور وہ چیزیں جن میں خدا کا نام نہیں لیا جاتا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے پینے کے بارے میں پوچھا تو بتایا تلچھٹ اور بعضوں نے کہا ہے الجدف کہ یہ ایک گھاس ہے جو کھائی جاتی ہے اور یہ بھی کہا کہ جدف ہر اس برتن کو کہتے ہیں جس میں کوئی چیز کھانے پینے کی موجود ہو لیکن اسے ڈھکا نہ گیا ہو۔''

ماقبل میں یہ بات گزر چکی ہے کہ نبی اکرم ﷺ ثقلین (جن وانس) کی جانب مبعوث کئے گئے ہیں۔ اس پر بعض حضرات نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر نبی اکرم ﷺ جنات کی طرف بھیجے گئے ہیں تو شریعت مطہرہ کے جملہ احکام بھی جنات پر لازم ہوتے اور وہ ان احکام کو معلوم کرنے کے لیے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ حالانکہ صرف دو مرتبہ مکہ میں آنا منقول ہے۔ جبکہ ان کے آنے کے بعد دین کے بہت سے احکام میں تغیر وتبدل ہوا ہے۔

علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ روایت کے عدم سے جنات کا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ جنات کا آپؐ کی خدمت میں حاضر ہونا اور آپؐ کا کلام سماعت کرنا اس طرح بھی ممکن ہے کہ صحابہ کرام ان کو نہ دیکھ سکیں اور حضور اکرم ﷺ ان کو دیکھتے ہوں۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے جن کے سلسلہ میں کلام پاک میں فرمایا ہے کہ جنات تم کو دیکھتے ہیں۔ حالانکہ تم ان کو نہیں دیکھ سکتے۔ لہٰذا ہوسکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی مخصوص طاقت کے ذریعے دیکھ لیتے ہوں۔ جن سے صحابہ کرام کو نہیں نوازا گیا ہو۔

علاوہ ازیں بعض صحابہ کرام نے بھی جنات کو دیکھا ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس جن شیطان کو دیکھا جو زکوۃ چرانے آیا تھا۔ یہ روایت بخاری شریف میں منقول ہے۔

بخاری ومسلم ونسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

''حضور ﷺ نے فرمایا ایک سرکش جن نے گزشتہ شب میری نماز میں گڑبڑ ڈالنے کی کوشش کی۔ میں نے اسے دبوچ لیا اور چاہتا تھا کہ ستون سے اسے باندھ دوں لیکن مجھے حضرت سلیمان پیغمبر علیہ السلام کی دُعا یاد آ گئی کہ انہوں نے خدا تعالیٰ سے

عرض کیا تھا کہ مجھے ایسی ایک وسیع حکمرانی عطا فرما جو کسی کو میرے بعد میسر نہ ہو۔"
"نیز آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ میں جن رہتے ہیں اور وہ مسلمان ہو گئے ہیں۔"
نیز آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ:
"جن و انس میں سے اگر کوئی موذن کی آواز سنے گا تو وہ اس کے لیے قیامت میں گواہی دیں گے۔"
امام مسلم نے سالم بن عبداللہ بن جعدہ کی حدیث نقل کی ہے (صحاح ستہ میں اس کے علاوہ ان سے اور کوئی حدیث مروی نہیں ہے)۔
"عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دُنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ شیطان نہ لگا ہوا ہو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ کے ساتھ بھی؟ آپؐ نے فرمایا ہاں میرے ساتھ بھی، مگر حق تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور مجھے محفوظ رکھا اور وہ مجھے خیر کے علاوہ کسی چیز کا حکم نہیں دے سکتا۔"
حدیث شریف میں جو فَاَسْلَمَ آیا ہے میم پر ضمہ و فتحہ دونوں پڑھے گئے ہیں۔ خطابی نے رفع کو صحیح قرار دیا ہے اور قاضی عیاض اور نووی نے فتحہ کو ترجیح دی ہے۔ قاضی صاحب کا مسلک ہی پسندیدہ ہے۔ محققین علماء کا اجماع ہے کہ نبی اکرم ﷺ شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ ہیں۔
مندرجہ بالا حدیث کا مطلب لوگوں کو نفس کے فتنہ اور وسوسہ اور اس کے گمراہی کی طرف لے جانے سے تنبیہ مقصود ہے۔ نیز اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ تمام پیغمبر علیہم السلام کبائر سے محفوظ ہیں۔ لیکن صغائر کے بارے میں اختلاف ہے جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے۔ البتہ صحیح مسلک یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام صغائر و کبائر دونوں سے مبرّا ہیں۔
وجود جن اور شیطان کے متعلق بے شمار احادیث موجود ہیں۔ نیز اہل عرب کے اشعار اور واقعات سے بھی اس کی شہادت ملتی ہے۔ لٰہذا اس سلسلے میں گفتگو کرنا بدیہی چیز سے روگردانی کے مترادف ہے۔
پھر دوسری بات یہ کہ عقل سلیم کے منافی نہیں ہے اور شعور و احساس کے عین مطابق ہے۔ لٰہذا یہ شریعت محمدی کے مکلف ہیں۔
حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ جب لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کر لی تو یہ دل برداشتہ ہو کر شام کی جانب کوچ کر گئے اور حوران میں جا کر مقیم ہو گئے ۱۵ھ میں حوران میں غسل خانہ میں انتقال کر گئے۔ اہل شہر کو ان کے انتقال کی اطلاع جب ملی جب لوگوں نے ایک کنوئیں میں سے یہ آواز سنی ؎

نحن قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادة

"ہم نے خزرج قبیلہ کے سردار سعد ابن عبادہ کو مار ڈالا۔"

فرمیناہ بسھمین ولم نخط فؤادہ

"اور ان پر دور سے تیر چلائے جو ٹھیک ان کے دل پر لگے اور نشانہ خطا نہ گیا۔"
اشعار کو سننے کے بعد لوگوں نے تحقیق کی تو واقعی اس روز ان کا انتقال ہوا تھا۔ لیکن صحیح مسلم شریف میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سعد ابن عبادہ غزوہ بدر میں شہید ہوئے تھے۔
حافظ فتح الدین بن سید الناس کہتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ شہداء بدر میں سے نہیں تھے۔ طبرانی نے بھی محمد ابن سیرین اور قتادہؒ

سے یہی مسلک نقل کیا ہے۔

حجاج بن علاط سلمی جو نصر بن حجاج کے والد ہیں ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ:

هل من سبيل الى خمير فاشربها ام من سبيل الى نصر بن حجاج

''کیا شراب پینے کا کوئی راستہ ہے یا نصر بن حجاج کی طرف کوئی راستہ ہے؟''

نیز حجاج بن علاط سلمی سے یہ واقعہ منقول ہے کہ:

''چند سواروں کے ہمراہ مکہ کے ارادہ سے نکلے اور راستہ میں ایک غیر مانوس اور ہیبت ناک مقام پر رات ہوگئی۔ اہل قافلہ نے کہا کہ یہیں پر قیام کر لیجئے اور اپنے اور ساتھیوں کے لیے امان طلب کر لیجئے۔ ساتھیوں کے مشورہ کے مطابق وہ پورے قافلے کے اردگرد گھومنے لگے اور یہ شعر پڑھنے لگے ؎

أُعِيْذُ نفسي و أُعِيْذُ صحبي مِنْ كُلِّ جني بهذا النَّقَبِ
حَتّٰى اَعُوْذُ سَالِماً وَ رَكْبِيْ

''میں اپنے لئے اور اپنے ساتھیوں کے لیے ان جنات سے پناہ مانگتا ہوں جو اس وادی میں ہیں تا کہ میں اور میرے ساتھی بسلامت گزر جائیں۔''

اچانک انہوں نے یہ آیت کریمہ سنی:

يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ . آلاية

مکہ پہنچ کر انہوں نے کفار قریش کو اس کی اطلاع دی۔ کفار کہنے لگے۔ ابوالکلاب معلوم ہوتا ہے تو نے مذہب تبدیل کر دیا ہے کیونکہ جو تو بتا رہا ہے اس کے بارے میں محمد (ﷺ) یہ کہتا ہے کہ یہ آیت مجھ پر نازل کی گئی۔ انہوں نے جواب دیا کہ واللہ میں نے ان تمام ساتھیوں سے سنا ہے۔ اس کے بعد وہ مشرف با سلام ہو گئے اور مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی اور وہاں ایک مسجد تعمیر کی جو ان کے نام سے مشہور ہے۔

ابن سعد اور طبرانی اور حافظ ابوموسیٰ وغیرہ یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں عمرو بن جابر نامی ایک جن تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے قول کی دلیل میں صفوان ابن معطل السلمی کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ شام کی جانب جا رہے تھے۔ اچانک انہیں ایک تڑپتا ہوا سانپ نظر آیا جو فوراً ہی مر گیا۔ لہٰذا ایک شخص نے ایک کپڑا لے کر اس میں مردہ سانپ کو لپیٹا اور زمین میں ایک گڑھا کھود کر اس کو دفن کر دیا۔ مکہ پہنچ کر مسجد حرام میں یہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے تو اچانک ان کے پاس ایک شخص آیا اور معلوم کیا کہ عمرو بن جابر کو کس نے دفن کیا ہے؟ کہا ہمیں تو معلوم نہیں۔ پھر اس نے سوال کیا کہ سانپ کو کس نے دفن کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ان صاحب نے۔ اس پر اس اجنبی شخص نے دعائیہ کلمات کہتے ہوئے عرض کیا کہ عمرو بن جابر ان نو جنات میں سے آخری شخص تھے جنہوں نے آنحضور ﷺ سے قرآن کریم سنا تھا۔ اس واقعہ کو حاکم نے بھی مستدرک میں صفوان کے حالات کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔

ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ ایک سانپ جو شدت پیاس کے باعث تڑپ رہا تھا ایک تابعی کے خیمہ میں آیا۔ انہوں نے اس کو پانی پلایا۔ اس کے بعد وہ سانپ مر گیا۔ انہوں نے اس کو دفن کر دیا۔ رات میں کسی نے ان کے پاس آ کر سلام کیا اور شکریہ ادا کرتے ہوئے بولا کہ جس سانپ کو آپ نے دفن کیا ہے وہ ذویعہ نامی ایک نیک اور صالح جن تھا۔

امیر المومنین عمرو بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ جنگل میں تشریف لے جا رہے تھے۔ انہیں ایک مردہ سانپ ملا۔ آپ نے اس کو کفنا کر دفن کر

دیا۔ اچانک ایک آواز آئی کہ سرق تجھے یاد ہے کہ نبی کریم ﷺ تیرے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ایک جنگل میں تیری موت واقع ہو گی اور ایک صالح اور نیک آدمی تجھ کو دفن کرے گا۔ عمرو بن عبدالعزیز یہ سن کر بولے تم کون ہو؟ وہ بولا میں ان جنات میں سے ہوں جنہوں نے آنحضرت ﷺ سے قرآن کریم سنا تھا۔ اپنے ساتھیوں میں سے صرف ہم دو زندہ تھے میں اور سرق اور یہ بھی مر گیا۔

کتاب ''خیر البشر لخیر البشر'' میں عبید کلاب نے ابراہیم سے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک گروہ حج کے ارادے سے نکلا اور میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ ہم نے راستہ میں سفید سانپوں کو بل کھاتے ہوئے دیکھا جس سے مشک کی خوشبو پھوٹ رہی تھی۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو چلنے کا حکم دیا اور اپنے بارے میں خیال کیا کہ اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا کہ جب تک مجھ پر یہ راز منکشف نہ ہو جائے۔ تھوڑی دیر میں سانپ مر گیا اور میں نے راستہ سے علیحدہ ہو کر ایک طرف اس کو دفنا دیا۔ عشاء کے وقت اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا۔

راوی کہتے ہیں کہ ہم بیٹھے ہی تھے کہ اچانک چار عورتیں مغرب کی طرف سے آئیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ عمرو کو کس نے دفن کیا؟ میں نے کہا کہ کون عمرو؟ اس نے کہا سانپ کو کس نے دفن کیا؟ میں نے اس عورت سے کہا کہ میں نے دفن کیا ہے۔ عورت بولی خدا کی قسم تم نے صائم و قائم بالا یمان کو دفن کیا جو اللہ کی نازل کردہ کتاب پر ایمان رکھتا تھا اور تمہارے نبی کریم ﷺ پر بھی یقین رکھتا تھا۔ جن کے بارے میں بعثت سے چار سو سال قبل آسمان پر سنا تھا۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا اور حج سے فراغت کے بعد اس واقعہ کو ہم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا وہ عورت سچ کہتی تھی کہ میں نے یہ بات سرور کائنات ﷺ سے سنی تھی۔

اسی کتاب میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ اچانک ایک شخص آیا اور اس نے بارگاہ خلافت میں عرض کیا یا امیر المومنین! کیا میں آپ کو ایک عجیب وغریب واقعہ نہ سناؤں؟ آپ نے فرمایا ضرور سنائیے۔ اس نے کہا میں جنگل میں جا رہا تھا تو میں نے دو سانپوں کو باہم لڑتے ہوئے دیکھا۔ پہلے ایک دوسرے کی جانب بڑھے پھر علیحدہ ہو گئے۔ جب میں اس جگہ کے قریب پہنچا جہاں وہ آپس میں دست و گریباں تھے' اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایسے سانپ ہیں جو میں نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھے تھے۔ نیز ایک سانپ پتلا زرد رنگ کا تھا اور اس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ میں نے خیال کیا کہ یہ خوشبو میرے لیے بڑی کارآمد ہو گی اس میں سے کچھ اپنے عمامہ میں رکھ لی اور پھر سانپ کو دفنا دیا۔

راوی فرماتے ہیں کہ میں نے کفن دفن کے بعد چلنے کا ارادہ کیا تھا کہ غیب سے آواز آئی کہ یہ دونوں سانپ جنات تھے۔ ان میں سے جو شہید ہوا یہ وہ جن ہے جس نے نبی کریم ﷺ سے قرآن شریف سنا تھا۔

اسی کتاب میں یہ واقعہ بھی مذکور ہے کہ فاطمہ بنت نعمانی نجار یہ کہتی ہیں ایک جن مجھ پر عاشق تھا۔ جب وہ میرے پاس آتا تو فوراً میرے پاس اندر گھر میں آ جاتا تھا۔ ایک دن وہ آ کر دیوار پر کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا آج تم اندر کیوں نہیں آئے؟ اس نے جواب دیا کہ آج ایک پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں جو زنا کو حرام کہتے ہیں۔ روی البیہقی فی دلائلہ عن الحسن:

''عمار ابن یاسر کہتے ہیں کہ میں نے آنحضور ﷺ کے ساتھ انسانوں اور جنات دونوں سے جہاد کیا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ جنات سے جہاد کب ہوا؟ تو بولے کہ آنحضور ﷺ نے مجھے ایک کنوئیں سے پانی لینے کے لیے بھیجا تھا۔ وہاں مجھے شیطان اپنی اصلی شکل میں نظر آیا وہ مجھ سے اُلجھ گیا تو میں نے اسے پچھاڑ دیا۔ میرے پاس ایک چھڑی تھی یا پتھر میں نے اس

کواس کی ناک ٹھونس دیا۔ میں ابھی واپس بھی نہ پہنچا تھا کہ آنحضور ﷺ نے ساتھیوں کواس واقعہ کی اطلاع بھی دے دی۔ جب میں لوٹا تو احباب اس بارے میں مجھ سے پوچھنے لگے جس پر میں نے انہیں اس واقعہ کی تفصیل سنائی۔اس کے بعد ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں جن کو شیطان کے تحفظ کی اطلاع آنحضور ﷺ سے پہنچی ہے۔''

بخاری کی حدیث میں بھی اسی مضمون کی جانب اشارہ ہے جوانہوں نے ابراہیم نخعی سے نقل کی ہے۔علقمہ رضی اللہ عنہ جس وقت ملک شام پہنچے توانہوں نے مسجد میں جا کر اپنے لیے دُعا مانگی کہ یا اللہ مجھ کو بہترین وصالح ہم نشین عطا فرما۔ چنانچہ انہیں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی صحبت مل گئی۔ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ کہاں رہتے ہو؟ جواب دیا کوفہ میں۔ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کیا کوفہ میں وہ شخص نہیں ہے جس کے پاس ایسے راز ظاہر ہوئے ہیں جن کو کوئی نہیں جانتا یعنی حذیفہ رضی اللہ عنہ! میں نے کہا جی ہاں۔ پھرانہوں نے سوال کیا کیا تم میں وہ شخص نہیں ہے جس کوحق تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے شیطان سے پناہ دی یعنی عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ پھر سوال کیا' کیا تم میں وہ شخص نہیں ہے جو سفر میں آپؐ کی مسواک اور تکیہ لے کر چلتے، میں نے کہا کیوں نہیں وہ بھی موجود ہیں۔

کتاب رباعیات میں قاضی ابو یعلی اور ابوبکر عبداللہ بن حسنی مصیصی سے نقل کیا ہے۔

''میں طرطوس گیا تو مجھے اطلاع دی گئی کہ یہاں کوئی عورت ہے جس کونہوس کہا جاتا ہے۔جس نے ان جنات کو دیکھا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں وفد لے کر آئے تھے۔ میں یہ سن کر اس کے پاس گیا تو میں نے دیکھا ایک عورت چت لیٹی ہوئی ہے۔ میں نے اس سے سوال کیا' تو نے ان میں سے کسی جن کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا ہاں مجھ سے سمحج نے جس کا نام نبی کریم ﷺ نے عبداللہ رکھا تھا' بیان کیا ہے کہ میں نے آنحضور ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کو پیدا فرمانے سے پہلے کس چیز پر مستوی تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا نور کی ایک چمکتی دمکتی ہوئی مچھلی پر۔عورت نے کہا کہ میں نے سمحج سے یہ بھی سنا ہے وہ کہتا تھا کہ آپؐ یوں فرمایا کرتے تھے جس مریض کے پاس سورۂ یٰسین شریف کی قرأت کی جائے اس کی روح بآسانی نکل جائے گی اور اس سے قبر کی سختی ہٹالی جائے گی اور میدان محشر میں خوش رہے گا۔''

اس سے بھی زیادہ عجیب واقعہ یہ ہے جواس حدیث میں مذکور ہے:

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ہمراہ جنگلات میں' اچانک ایک معمر شخص نمودار ہوئے جو اپنی لاٹھی کے سہارے چل رہے تھے۔اسے دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بڑے میاں چال اور آواز سے جن معلوم ہوتے ہیں۔ وہ فوراً بولا جی ہاں! اس کا جواب سماعت فرما کر آپؐ نے اس سے دریافت کیا تم کون سے جن ہو؟ اس نے کہا میرا نام ہامہ بن ہیم بن اقیس ابن ابلیس ہے۔ آپؐ نے فرمایا تیرے اور شیطان کے درمیان تو صرف دو پشتوں کا فاصلہ ہے۔اس نے جواب دیا جی۔ آپؐ نے دریافت فرمایا تمہاری عمر کتنی ہے؟ جواب دیا دُنیا کا اکثر زمانہ میں نے دیکھ لیا۔جس رات قابیل نے ہابیل کو قتل کیا میری عمر چند سال کی تھی میں ٹیلے سے چھلانگ لگا رہا تھا اور خوش ہو رہا تھا اور لوگوں کو بھڑکا رہا تھا۔

آپؐ نے فرمایا یہ تو بہت برا عمل تھا۔اس نے کہا اے اللہ کے پیارے نبی تجھ پر درود وسلام نازل ہو۔غصہ نہ کیجئے کیونکہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور میں نے ان کے دست مبارک پر اللہ سے توبہ کر لی تھی اور میں نے ان کو دعوت کے کام میں تعاون دیا تھا اور انہیں راضی کر لیا تھا۔ پھر وہ اتنا رویا کہ اس کی وجہ سے ہم بھی رونے

لگے اور آپؐ سے عرض کیا کہ واللہ میں بہت شرمندہ ہوں اور اس بات سے کہ میں کافر رہوں۔ اللہ کی امان طلب کرتا ہوں اور میں حضرت ہود علیہ السلام سے ملاقات کر کے ان کے ہاتھ پر ایمان لایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی میری ملاقات ہوئی ہے اور جس وقت آپ کو آگ میں ڈالا گیا تھا تو میں آپ کے ساتھ تھا اور حضرت یوسف علی نبینا علیہ الصلوٰہ والسلام کو کنوئیں میں ڈالا گیا تھا میں آپ کے ساتھ تھا اور ان سے پہلے کنوئیں میں پہنچ گیا تھا اور حضرت شعیب علیہ السلام سے بھی میری ملاقات ہوئی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی' حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے بھی' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جب تو حضرت محمد ﷺ سے ملاقات کرے تو آپؐ کی خدمت بابرکت میں میرا سلام عرض کر دینا۔ لہٰذا میں ان کا پیغام آپؐ کو پہنچاتا ہوں اور آپؐ کے دست مبارک پر اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہوں۔ آپؐ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اللہ تجھ پر بھی اور عیسیٰ علیہ السلام پر سلامتی نازل کرے تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مجھے تورات سکھائی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل اور آپؐ مجھے قرآن کریم سکھا دیجئے۔ آپؐ نے اس کو قرآن حکیم سکھا دیا۔''

ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے اس کو قرآن کریم کی صرف دس سورتیں سکھائی تھیں اور آپؐ نے دُنیا سے تشریف لے جاتے وقت تک بھی ہمیں اس کی موت کی اطلاع نہیں دی اور نہ ہم نے ان کو دیکھا۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ زندہ ہے یا انتقال کر گیا۔

امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک روز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے کوئی نئی بات سناؤ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ گویا ہوئے کہ مجھ سے ابوخزیم بن فاتک اسدی نے اپنا قصہ بیان کیا تھا کہ زمانہ جاہلیت میں ایک روز ان کا اونٹ غائب ہو گیا۔ لہٰذا وہ اس کی تلاش میں چلتے چلتے ابرق غراف میں پہنچ گئے (ابرق غراف ایک وادی کا نام' جس میں جن رہا کرتے تھے)۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے اپنی سواری کے پاؤں باندھ دیئے اور اس وادی کے ایک ٹیلے پر سر رکھ کر لیٹ گئے اور یہ الفاظ کہنے لگے:

اعوذ بعظیم هذا لمکان (میں اس کی عظیم شخصیت سے پناہ مانگتا ہوں) اچانک ایک آواز دینے والے نے ان کو آواز دے کر کہا ۔

وَیْحَکَ عَذَّ باللّٰه ذی الجلال مُنْزِلُ الحرامِ و الحلال

''تیرے لئے ہلاکت ہو تم اللہ ذوالجلال کی پناہ میں آ جاؤ'' ''جو حلال اور حرام کے بارے میں احکام نازل کرنے والا ہے۔''

ووحِّد اللّٰه و لا تبال ما هول ذالجنی من الاهوال

''خدائے واحد کی توحید کا اعلان کر اور پھر کسی طرح اندیشہ نہ کر جنات کے شر و فتن سے بھی بے فکر ہو۔''

میں نے اس سے کہا ۔

یاایّها الدّاعِی فَمَا تَخَیّلُ اَرُشْدٌ عِندک ام تَضْلِیْلٌ

''اے پکارنے والے تیرا کیا خیال ہے۔ کیا تیرے پاس دعوت خیر ہے یا تو شر کی جانب بلاتا ہے۔''

اس نے میرے جواب میں کہا ۔

هٰذا رسول اللّٰه ذوالخیرات جَاءَ بیاسین و حامِیماتٍ

''یہ آنحضور ﷺ ہیں بھلائیوں والے جن پر یٰسین نازل ہوئی اور بہت سی سورتیں جن کے شروع میں حم ہے۔''

وَ سُوَرٌ بعد مُفَصَّلاتٍ یَدْعُوْ اِلَی الْجَنۃِ وَ النَّجاۃ

''اور لمبی اور مختصر دونوں قسم کی سورتیں یہ لوگوں کو جنت اور نجات کی جانب بلاتے ہیں۔''

یامر بالصَّلٰوۃِ وَ بِالصَّوْم وَ یُزجِرُ النَّاس عَنِ الھَنَاتِ

''روزے اور نماز کا حکم دیتے ہیں اور لوگوں کو برائیوں سے روکتے ہیں۔''

کہتے ہیں کہ میں نے آواز دینے والے سے دریافت کیا تم کون ہو؟ جواب دیا میں مالک ابن مالک ہوں۔ مجھے نبی کریم ﷺ نے نجد کے جنات کے پاس بھیجا ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر کوئی میرے اس اونٹ کا محافظ ہوتا تو میں آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام سے سرفراز ہوتا۔ انہوں نے مجھے یقین دلایا کہ اگر آپ حلقہ اسلام میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں تو ان شاء اللہ میں تمہارے اونٹ کو بحفاظت تمہارے گھر پہنچا دوں گا۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنی سواری کو مدینہ منورہ کی جانب روانہ کیا اور جمعہ کے روز وہاں پہنچ کر مسجد نبویؐ میں حاضر ہوا۔ دیکھا تو آپؐ خطبہ دے رہے ہیں۔ میں نے اپنی سواری کو مسجد کے دروازے پر بٹھا دیا اتنے میں آپؐ خطبہ سے فارغ ہو گئے تو ابوذر رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ نبی کریم ﷺ آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ کے اسلام کی اطلاع آنحضور ﷺ کو مل چکی ہے۔ آپ مسجد میں آیئے اور لوگوں کے ہمراہ نماز ادا کر لیجئے۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے غسل کیا اور مسجد میں نماز ادا کی۔ اس کے بعد رسالت مآب ﷺ نے مجھے بلایا اور ارشاد فرمایا کہ جس بوڑھے کو تم نے ان کا ضامن بنایا تھا کیا اس نے اونٹ تمہارے گھر پہنچا دیا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ فرمائے۔ آپؐ کا ارشاد ہوا کہ ہاں اللہ اس پر رحم فرمائے۔

اور مسند الدارمی میں شعبی کہتے ہیں کہ:

''عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک صحابی نے جن سے ملاقات کی اور آپس میں دونوں کا ٹکراؤ ہو گیا۔ صحابی نے جن کو پچھاڑ دیا۔ بس صحابی نے جن سے کہا تم تو بہت دُبلے پتلے ہو۔ کیا سب جنات ایسے ہی ہوتے ہیں؟ اس جن نے کہا کہ ایسی بات نہیں ہے آپ دوبارہ کشتی کر کے دیکھئے۔ اگر دوسری مرتبہ بھی آپ نے مجھے پچھاڑ دیا تو میں آپ کو نفع بخش بات بتاؤں گا۔ چنانچہ وہ زیر ہو گیا تو جن نے کہا کہ شاید تم آیت الکرسی اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم پڑھ رہے تھے۔ اگر تم اس کو گھر میں پڑھو گے تو شیطان اس میں داخل نہیں ہوگا اور نکلتے وقت اس کی آواز گدھے کی آواز ہوگی۔ پھر تمام رات وہ گھر میں نہ آسکے گا۔''

دارمی کہتے ہیں کہ الضئیل (باریک) اور الشخیت (دبلے) کو کہتے ہیں۔ ضلیع عمدہ پسلیوں والا طاقت ور اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حج کے معنی گدھے کا گوز کرنا ہے۔

اس کا مفصل بیان باب الغین میں غول کے بیان میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ایک فقہی مسئلہ: اگر کسی مقام پر چالیس مرد مجتمع ہو گئے چاہے جنات میں سے ہوں یا انسانوں میں سے یا دونوں ہوں تو جمعہ کا انعقاد صحیح ہوگا۔

شیخ ابوالحسن محمد ابن حسین اپنی کتاب ''مناقب شافعیؒ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ربیعؒ نے امام شافعیؒ کو یہ کہتے سنا کہ اگر کسی صاحب عدل وشہادت نے کہا کہ میں نے جنات کو دیکھا ہے تو اس کی شہادت نا قابل اعتبار قرار دے دی جائے گی۔حق تعالیٰ کے اس قول کی مخالفت کرنے کی بنا پر: اِنَّهُ يَرَاكُمُ هُوَ وَ قَبِيْلُهُ مِنُ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمُ. صرف انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں اور وہ ان کو اصلی حالت میں دیکھ سکتے ہیں۔

دمیریؒ کہتے ہیں: امام شافعیؒ کا قول محمول ہوگا۔ جنات کی اصل ہیئت دیکھنے پر یعنی اگر ان کو اصلی حالت میں دیکھنے کا دعویٰ کرے تو اس صورت میں اس کی شہادت ساقط قرار دی جائے گی.. عام طور پر ان کو اصلی حالت میں نہیں دیکھ سکتے۔

علمی بحث

دمیریؒ کہتے ہیں کہ تمام جنات ابلیس کی اولاد . ذریت ہیں۔فرشتوں کی نسل وجنس میں سے نہیں ہیں کیونکہ فرشتوں میں رشتہ ازدواج قائم نہیں ہوتا اس لیے کہ ان میں مؤنث ومذکر نہیں ہیں۔بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ جنات ایک جنس ہے اور ابلیس بھی اسی جنس میں سے ہے۔اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابلیس وشیطان کی اولاد جنات ہیں۔کیونکہ کلام پاک میں اس کی صراحت موجود ہے کہ جنات میں سے جس نے بھی نافرمانی اور روگردانی کی اس کو شیطان کہا جانے لگا۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب حق تعالیٰ نے شیطان کی نسل پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس پر نظر غضب ڈالی جس سے آگ کی چنگاریاں اُڑنے لگیں تو ان چنگاریوں سے ابلیس کی زوجہ کو پیدا کیا۔

ابن خلکان اپنی کتاب ترجمۃ الشعبی میں یہ واقعہ نقل کرتے ہیں کہ شعبی ایک دن بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک مزدور بوجھ اُٹھانے والا جس کے پاس ایک بڑا مٹکا تھا میرے پاس آیا اور اس نے مٹکے کو اپنے سامنے رکھ کر پوچھا کہ شعبی تم ہو؟ میں نے کہا کیا بات ہے؟ اس نے کہا مجھے ابلیس کے متعلق بتلاؤ اور اس کی اہلیہ تھی یا نہیں؟ شعبی کہتے ہیں کہ مجھے اس سلسلہ میں کوئی علم نہیں ہے۔صرف اتنا علم ہے کہ حق تعالیٰ نے کلام پاک میں اَفَتَتَّخِذُوْنَهُ وَ ذُرِّيَّتَهُ اَوْلِيَآءَ مِنُ دُوْنِهِ فرمایا اور ذریت بغیر عورت کے نہیں ہوسکتی۔وہ یہ سن کر اپنا مٹکا اُٹھا کر چلا گیا۔

مروی ہے کہ حق تعالیٰ نے ابلیس سے کہا تھا کہ جس قدر حضرت آدم علیہ السلام کی آل واولاد پیدا کروں گا اسی کے بقدر تیری اولاد پیدا کروں گا۔ چنانچہ جب بھی بنی آدم پیدا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ایک شیطان ضرور پیدا کیا جاتا ہے۔حدیث شریف سے بھی اسی مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ شیطان میں مذکر بھی ہیں اور مؤنث بھی جس سے توالد وتناسل کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور حق تعالیٰ نے ابلیس کے دائیں ران میں ذکر اور بائیں ران میں فرج پیدا کی۔ جب وہ وطی کرتا ہے تو دس انڈے پیدا ہوتے ہیں اور ہر انڈے میں سے ستر شیطان پیدا ہوتے ہیں۔

مجاہد کہتے ہیں کہ ابلیس کی آل واولاد کی کئی قسمیں ہیں: ایک قسم ولہان ہے'ان کے سپرد طہارت وصلوٰۃ میں رخنہ ڈالنا ہے اور ایک قسم حفان ہے'یہ جنگلوں میں رہتی ہے۔ایک قسم مرہ ہے'اور اسی سے ابلیس کی کنیت بھی ہے اور ایک قسم زلبنور ہے۔ یہ بازاروں میں رہتے ہیں جو لغو باتوں اور جھوٹی قسموں پر ملمع سازی کرتے رہتے ہیں۔

شیطان میں سے ایک جماعت ثبر کے نام سے موسوم ہے جو آلام ومصائب والی جماعت ہے اور ایک قسم ابیض ہے جو انبیاء علیہم السلام کو بہکانے کی کوشش کرتے تھے اور ایک قسم اعور ہے جو زانی جماعت ہے۔مرد کے عضو مخصوص کے سوراخ میں پھونک مارتے ہیں اور

عورت کو عاجز کر دیتے ہیں۔ ایک جماعت واسم ہے۔ یہ وہ جماعت ہے کہ جب مرد گھر میں داخل ہوتا ہے تو یہ بھی اسی کے ساتھ داخل ہو جاتے ہیں۔ اگر داخل ہونے والے شخص نے سلام نہیں کیا اور حق تعالیٰ کا نام نہیں لیا تو یہ اس کے ساتھ گھر میں داخل ہو جاتا ہے اور اہل بیت کے مابین شر و فساد پھیلاتا ہے۔

اگر کسی شخص نے کھانے پر بسم اللہ نہیں پڑھی تو یہ اس کے ساتھ کھانے لگتا ہے۔ اگر کوئی شخص گھر میں بغیر سلام کیے داخل ہوا اور اس نے گھر میں مکروہ شئے دیکھی تو اسے چاہیے کہ وہ یہ الفاظ کہے **داسم داسم اعوذ باللہ منه**۔ ایک قسم مطوس ہے جو جھوٹی افواہ پھیلاتا ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہوتی۔

ایک جماعت کا نام اقنص ہے ان کی ماں طرطبہ ہوتی ہے۔ نقاش نے کہا ہے کہ ان کو حیض بھی آتا ہے اور ان کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ یہ تیس انڈے دیتی ہیں دس مشرق میں دس مغرب میں اور دس وسط ارض میں اور ہر انڈے سے ایک شیطانی جنس پیدا ہوتی ہے جو غیلاب، اقارب، جان اور دیگر اسماء مختلفہ کے نام سے معروف ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی دیگر قسمیں ہیں جو تمام بنی آدم کی دشمن ہیں۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

افتتخذونه وذريته اولياء من دونی وهم لكم عدو الخ.

امام نووی فرماتے ہیں کہ ابلیس کی کنیت ابومرہ ہے۔ علماء کا اس سلسلہ میں اختلاف ہے کہ ابلیس کا گروہ ملائکہ میں سے ہے یا نہیں؟ اور اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ اس کا نام عربی ہے یا عجمی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ، **ابن مسعود** رضی اللہ عنہ، **ابن میسب** رضی اللہ عنہ، **قتادہ** رضی اللہ عنہ، ابن جریر، زجاج اور ابن الانباری کہتے ہیں کہ یہ ملائکہ کے ایک گروہ جس کو جن کہتے ہیں اس میں سے ہے اور اس کا نام عبرانی زبان میں عزازیل ہے اور عربی میں حرث ہے اور یہ فرشتوں کا سردار، دنیا میں سب سے بڑا زمین کا بادشاہ تھا۔ ملائکہ میں سب سے زیادہ عبادت گزار، عالم تھا۔ آسمان و زمین کے مابین اس کا کوئی ہمسر نہیں تھا جس کی وجہ سے اس کے اندر عجب پیدا ہو گیا اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگا۔ اسی کبر کی وجہ سے راندہ درگاہ ہوا اور حق تعالیٰ نے اس کو شیطان رجیم کہہ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ملعون قرار دے دیا۔ **نعوذ باللہ من خذلا نه ومقته ونسأله العافية والسلامة فی الدين والدنيا والاخرة.**

علماء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص معصیت کا ارتکاب کرتا ہے تو اس سے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ معصیت کی راہ ترک کر کے صراط مستقیم پر گامزن ہو جائے گا۔ لیکن اگر کسی کے اندر کبر ہو تو اس سے قطعاً اُمید نہیں کی جا سکتی کہ وہ سدھر جائے گا۔

ابلیس کا گروہ ملائکہ میں سے ہونے کی دلیل حق تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے **کان من الجن** یعنی شیطان ملائکہ کے اس گروہ میں سے ہے جس کو جن کہا جاتا ہے۔

سعید ابن جبیر، حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ ابلیس کا گروہ ملائکہ میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اصل جن ہے۔ جس طریقہ سے حضرت آدمؑ اصل انسان تھے۔ عبدالرحمٰن بن زید، شہر بن حوشب کہتے ہیں کہ ابلیس ملائکہ کی جنس سے نہیں ہے۔ اس صورت میں قرآن شریف کی (**فسجد الملائكة كلهم اِلَّا اِبْلِيْسُ**) میں استثناء منقطع ہے۔ شہر ابن حوشب نے مزید کہا کہ ابلیس ان جنات میں سے ہے جنہوں نے ملائکہ میں سب سے زیادہ کامیابی حاصل کی۔

علماء لغت و تفسیر کہتے ہیں کہ ابلیس اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ حق تعالیٰ کی رحمت سے مایوس و دور ہو گیا ہے۔ کیونکہ ابلیس کے معنی مایوس کے آتے ہیں۔ لیکن صحیح وہی ہے جس کو امام نووی اور ان کے علاوہ دیگر ائمہ نے کہا ہے کہ وہ ملائکہ کی جنس ہے اور یہ اس کا عجمی نام ہے۔ اس صورت میں قرآن شریف کی آیت میں استثناء متصل ہوگا۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے صرف ملائکہ ہی کو سجدہ کا حکم دیا تھا۔ پھر حق تعالیٰ

استثناء فرماتے ہیں کہ سب نے سجدہ کرلیا۔ لیکن ابلیس نے سجدہ نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہے۔

قاضی عیاض کہتے ہیں کہ اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ ابلیس ابوالجن ہے۔ جس طریقہ سے حضرت آدمؑ ابوالبشر ہیں اور استثناء غیر جنس میں کلام عرب میں شائع زائع ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مالھم بہ من علم الا اتباع الظن. اس آیت میں استثناء غیر جنس سے ہے۔

دمیریؒ کہتے ہیں کہ صحیح مسلک وہی ہے جو ماقبل میں امام نوویؒ کا گزر چکا ہے۔ محمد بن کعب القرظی سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ جنات مومنین ہیں، شیطان کفار ہیں۔

وہب ابن منبہ سے سوال کیا گیا کہ جنات کیا چیز ہیں کیا وہ کھاتے، پیتے اور نکاح وغیرہ کرتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ بھی ایک جنس ہے۔ ان میں اصل جن تو صرف ہوا ہیں جو نہ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں اور نہ ان سے توالد وتناسل کا سلسلہ جاری ہوتا ہے۔ ایک قسم وہ ہے جو کھاتے پیتے اور نکاح بھی کرتے ہیں۔ ان کا مفصل ذکر عن قریب آئے گا۔ ان شاء اللہ۔

فائدہ

قرآنی کہتے ہیں کہ ابلیس کی تکفیر پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ واقعہ پیش آنے کی بناء پر۔ رہی یہ بات کہ کفر کا سبب کیا ہے؟ ظاہر بات ہے سجدہ نہ کرنا کفر کا سبب نہیں ہوسکتا۔ ورنہ تو ہر وہ شخص جس کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، سجدہ نہ کرنے کی بناء پر کافر ہو جاتا۔ حالانکہ ایسی بات نہیں ہے اور نہ حضرت آدم علیہ السلام سے حسد کرنے کی بناء پر کافر ہوا۔ کیونکہ پھر تو ہر حاسد کو کافر ہونا چاہیے۔ حالانکہ معاملہ ایسا نہیں ہے اور معصیت وفسق، ابلیس کے کافر ہونے کی بنیاد نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ ہر عاصی وفاسق کافر نہیں ہوتا۔ فقہاء متاخرین کی ایک جماعت پر ابلیس کے کافر ہونے کی علت مشتبہ ہوگئی۔

دمیریؒ کہتے ہیں ممکن ہے ابلیس کے کفر کا سبب یہ ہو کہ اس نے حق تعالیٰ کی جانب ظلم کی نسبت کی اور یہ بات اس کے کلام سے مستفاد ہوئی کہ اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَارٍ وَ خَلَقْتَه مِنْ طِيْن. اس آیت شریفہ کا مطلب وہی ہے جس کو مفسرین نے بیان کیا ہے کہ ابلیس نے کہا حق تعالیٰ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور جس کی فطرت علو ہے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا جس کی فطرت پستی ہے، تو بلند چیز پست چیز کے سامنے کیسے جھک سکتی ہے۔ (نعوذ باللہ من الشیطان الرجیم) شاید یہی کفر کی وجہ ہو۔

علماء کا اجماع ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی جانب ظلم کی نسبت کی وہ ایمان کے دائرہ سے خارج ہو جائے گا۔ اس سلسلہ میں اختلاف ہے کہ ابلیس سے قبل کوئی کافر تھا یا نہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ کوئی نہیں تھا۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جو کافر ہوا۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ ابلیس سے پہلے بھی ایک کفار کی قوم تھی اور یہ وہی جن کی جماعت تھی جو زمین میں رہتی تھی جس کے بارے میں فرشتوں نے آدمؑ کی پیدائش کے وقت اشارہ کیا تھا:

قَالُوْا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ.

اس سلسلہ میں بھی اختلاف ہے کہ ابلیس لعین ومردود جہل کی بنا پر ہوا ہے یا عناد کی وجہ سے۔ اس بارے میں اہل سنت والجماعت کے دو قول ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ عالم باللہ تھا اور جو لوگ جہل کو قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کافر ہونے کے وقت اس کا علم سلب کرلیا گیا تھا۔ اور جو لوگ عناد کو سبب بناتے ہیں، ان کی وجہ بالکل ظاہر ہے کہ علم کے ہوتے ہوئے اور یہ جانتے ہوئے کہ حق تعالیٰ کا حکم واجب التعمیل ہے، پھر سجدہ نہ کرنا عناد نہیں تو اور کیا ہے۔

ابن عطیہ کہتے ہیں کہ کفر کے ہوتے ہوئے علم کا باقی رہ جانا مستبعد ہے۔
بیہقی نے اسماء حسنیٰ کی شرح کے بیان میں (باب قولہٗ تعالیٰ وما کانوا لیومنو! کے آخر میں) یہ روایت نقل کی ہے:
''عمر بن ذر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر حق تعالیٰ چاہتے کہ میری نافرمانی کوئی نہ کرے تو ابلیس کو پیدا نہ فرماتے۔''
اور حق تعالیٰ نے اس کو قرآن شریف کی کافی آیتوں میں بیان فرمایا ہے۔
ایک آیت یہ ہے:
ما انتم علیه بفاتنین الا من هو صال الجحیم.
پھر عمر بن عبدالعزیز نے یہ روایت بیان فرمائی:
''حضور اکرم ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکر! اگر حق تعالیٰ چاہتے کہ کوئی دُنیا میں نافرمانی نہ کرے تو ابلیس کو پیدا نہ فرماتے۔''
ایک صاحب نے حسن سے پوچھا اے ابوسعید ابلیس سوتا بھی ہے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا: اگر ابلیس سو جائے تو ہمیں راحت مل جائے اور مومن کو اس سے چھٹکارا نہیں ہے سوائے خداوند تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کے۔
دواصبر کے بیان سے قبل احیاء میں مذکور ہے کہ جو شخص ایک سیکنڈ کے لیے بھی حضرت حق جل مجدہ کے ذکر و یاد سے غافل ہوا تو شیطان اس کا ہم نشین ہو جائے گا۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:
وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ.
حدیث شریف میں بھی اس کی جانب اشارہ ہے:
''حق تعالیٰ بے کار نوجوانوں کو (جو ذکر اللہ سے غافل ہوں) پسند نہیں کرتے۔''
کیونکہ نوجوان شخص جب دین و مذہب سے غافل ہوگا تو شیطان اس کے دل میں گھر بنا لے گا اور انڈے، بچے دینا شروع کر دے گا جس کی بناء پر شیطان کے توالد و تناسل کا سلسلہ بہت تیزی کے ساتھ جاری ہو جاتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ انسان کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ چونکہ شیطان کی فطرت میں نار ہے اور نار جب سوکھی گھاس دیکھتی ہے تو اور بھی تیزی سے آگ پکڑ لیتی ہے۔ اسی طرح نوجوان کے اندر شہوت شیطان کے لیے خشک گھاس کی طرح ہے۔
حسین حلاج نے اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر تو حق باتوں میں اپنا وقت صرف نہیں کرے گا تو تیرا وقت میری بے کار باتوں میں صرف ہوگا۔
محقق علماء اس آیت شریفہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا میں دو باتوں کا حق تعالیٰ نے حکم دیا جس سے مخلوق خداوندی غافل ہے۔ کسی نے ان سے معلوم کیا کہ وہ دو باتیں کیا ہیں؟ جواب دیا گیا (۱) ایک تو وہ تمہارا دشمن ہے (۲) دوسرے تم اس کو اپنا دشمن سمجھو۔ کسی نے عرض کیا کہ ہم لوگ شیطان کو کیسے دشمن سمجھیں اور کس طریقہ سے اس سے محفوظ رہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مومن کو سات قلعوں میں محفوظ کر دیا ہے: پہلا قلعہ معرفت ہے جو سونے کا ہے۔ اس کے بعد چاندی کا قلعہ ہے، یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اس کے بعد زمرد کی چہار دیواری ہے۔ یہ صدق و اخلاص ہے۔ سب سے آخر میں موتیوں کا حصار ہے یہ ادب نفس ہے۔

مومن ان تمام قلعوں اور حصاروں کے اندر ہے۔ اور ابلیس باہر کتے کی طرح بھونکتا وچیختا ہے جس کی مومن کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ ان محفوظ قلعوں اور چاردیواری کے اندر ہے۔ پس مومن کے لیے نہایت ضروری ہے کہ وہ کسی بھی صورت میں ادب نفس کو ترک نہ کرے اور نہ اس کو حقیر وذلیل سمجھے۔ کیونکہ جس نے ادب نفس کو ترک کردیا یا اس کو ذلیل وحقیر سمجھا تو وہ شرمندگی سے ضرور دوچار ہوگا۔ ابلیس لعین کی یہ کوشش ہمیشہ رہتی ہے کہ وہ ان مضبوط ومحفوظ قلعوں وحصاروں کے اندر داخل ہوکر مومن کے ایمان پر ڈاکہ ڈالے اور اس کو کفر کی طرف لوٹا دے۔ نعوذ باللہ منہ۔

ماقبل میں جو آیت شریفہ کے متعلق ذکر کیا گیا ہے کہ حق تعالیٰ نے اس میں دو باتوں کا حکم فرمایا ہے' اس سلسلے میں امام دمیریؒ فرماتے ہیں کہ دو باتوں کا تعین کرنا امر مشکل ہے۔ بعض حضرات اس آیت شریفہ میں ایک ہی فریضہ کے قائل ہیں کہ حق تعالیٰ نے **فاتخذوہ عدوا** فرمایا۔ یعنی بصیغہ امر خطاب کیا اور امر تقاضا کرتا ہے وجوب کا' بشرطیکہ اس کے خلاف کوئی قرینہ موجود نہ ہو۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ امام یافعیؒ سے دریافت کیا کہ اس آیت میں دوسرا فریضہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ مندرجہ بالا آیت میں حق تعالیٰ نے دو باتوں کا حکم فرمایا ہے ایک علم سے متعلق ہے اور دوسری عمل سے۔ علم کا مطلب یہ ہے کہ اس کو دشمن سمجھو اور عمل کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ دشمنوں جیسا سلوک کرو۔

اور ماقبل میں جو قلعوں یا حصاروں کا ذکر ہوا کہ مومن ان کے اندر محفوظ ہوجاتا ہے اور ابلیس کی وہاں تک رسائی نہیں ہو پاتی تو بعض دفعہ ابلیس ان میں سے بعض قلعوں پر قابض ہوجاتا ہے جس کی بناء پر انسان فسق وفجور میں ملوث ہوجاتا ہے اور جہنم کا مستحق قرار دے دیا جاتا ہے اور ابلیس بعض مومن کو فسق پر بھی آمادہ کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔ البتہ بعض کے ایمان میں کمزوری پیدا کردیتا ہے لیکن ان سب کا دارومدار ایمان پر ہے۔ جس کا ایمان جس درجہ قوی ہوگا اتنا ہی وہ شیطان سے محفوظ رہے گا۔ اگر کسی شخص کے اندر معرفت وایمان ضعیف ہے تو ابلیس کی رسائی اس قلعہ تک ممکن ہے اور وہ اس پر قابض ہوکر گمراہ کرسکتا ہے۔ لیکن معرفت وایمان کا قلعہ بقیہ قلعوں یا حصاروں کی طرح نہیں ہے بلکہ ان میں حسب مراتب فرق ہے۔ چنانچہ صدق اخلاص کا قلعہ یہ امر ونہی کی طرح نہیں ہے۔ اسی طرح باقی پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ اگر ایمان کا قلعہ مضبوط وباقی ہے تو شیطان یا ابلیس اس پر غلبہ حاصل نہیں کرسکتا۔ کلام پاک میں ارشاد ہے:

اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ. (پ۱۴: ع۱۸)

''یقیناً اس کا قابو ان لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔''

کیونکہ یہ حضرات عبودیت کاملہ سے متصف ہیں' ایسے لوگوں کے لیے دوسری جگہ کلام پاک میں ارشاد ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ (پارہ۹: سورۃ الانفال)

''بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جائیں تو وہ (آیتیں) ان کے ایمان کو زیادہ (مضبوط) کردیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔''

اور ان قلعوں میں بعض نہایت ہی اہم ہیں۔ اگر ان میں سے ایک پر بھی شیطان مسلط ہوجائے تو وہی کفر کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ ایمان' چونکہ یہ سب سے زیادہ اہم ہے اگر اس میں کمزوری یا ضعف پیدا ہوتا ہے اور ابلیس اپنا تسلط جمالیتا ہے تو پھر اس کا ٹھکانہ جہنم کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک. نسأل اللّٰہ الکریم الھدی والسلامۃ من الزیغ والردی. (یعنی خداوند

تعالیٰ ہم کو گمراہی سے بچائے) اور جان لیجئے کہ سب سے زیادہ ضروری معرفت باللہ ہے۔ استاذ کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ ضروری النظر باللہ ہے۔ اور ابن فورک و امام الحرمین فرماتے ہیں کہ پہلی ضرورت جو عوام الناس پر عائد ہوتی ہے القصد الی النظر ہے۔

دمیریؒ کہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں ہم نے مفصل بحث اپنی کتاب "جوہر الفرید فی علم التوحید" کے ساتویں جز میں بیان کردی ہے۔

علماء کا اس بات پر اختلاف ہے کہ جنات میں بھی انبیاء و رسل کا سلسلہ جاری تھا یا نہیں؟ یعنی جنات میں بھی کوئی پیغمبر ہوا ہے یا نہیں۔

ضحاک کہتے کہ جنات میں سے بھی پیغمبر ہوئے ہیں اور استدلال میں قرآن شریف کی یہ آیت پیش کرتے ہیں:

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ. (سورۃ الانعام:۱۳۰)

"اے جماعت جنات اور انسانوں کی کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے۔"

لیکن محقق علماء فرماتے ہیں کہ جنات میں سے کسی جن کو پیغمبر بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ رسول و نبی تو صرف انسانوں میں بھیجے گئے ہیں۔ جنات میں (نذیر) ڈرانے والے آئے ہیں جن کو پیغمبر کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ رہا اس آیت کا مطلب جس کو ضحاک نے اپنے قول کے لیے بطور استدلال پیش کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آیت میں منکم سے مراد احد الفریقین ہے جیسا کہ باری تعالیٰ کا قول ہے:

یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ.

منذر ابن سعید بلوطی کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنات میں سے جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی وہ سب پیغمبر تھے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جنات امم سابقہ میں بھی شریعت کے احکام کے مکلف تھے جس طریقہ سے اس اُمت میں مکلف ہیں۔ حق تعالیٰ کے اس قول کی روشنی میں:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنَّهُمْ کَانُوْا خٰسِرِیْنَ. (پ۲۶،ع۲،سورۃ الاحقاف)

"یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے حق میں بھی ان لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قول پورا ہو کر رہا جو ان سے پہلے جن اور انسان گزرے ہیں بے شک یہ خسارے میں رہے۔"

اور

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ.

"اور میں نے جن اور انسان کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔"

بعضوں نے کہا ہے کہ ان آیتوں میں مراد فریقین کے مومنین ہیں کہ حق تعالیٰ نے اہل اطاعت کو نہیں پیدا کیا مگر صرف عبادت کے لیے اور بدبختوں کو صرف بدبختی کے لیے اور عام مطلب لینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی عبادت کا حکم دیتا ہوں اور اپنی طرف بلاتا ہوں تاکہ وہ ایک خدا کی عبادت کریں۔ اگر کوئی اس آیت پر یہ اعتراض کرے کہ اس آیت میں جنات و انسان کو ہی کیوں خاص کیا گیا مخلوق اور بھی ہیں۔ مثلاً ملائکہ کو ذکر کیوں نہیں کیا؟ وہ بھی حق تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں میں گناہ گار نافرمان زیادہ ہوتے ہیں۔ بخلاف ملائکہ کے کہ وہ معصوم من الاثم ہوتے ہیں جیسا کہ اس سے قبل گزر چکا۔

اس آیت میں دوسرا اعتراض یہ ہوسکتا ہے کہ جب انسان اشرف المخلوقات ہے تو اس آیت میں جن کو کیوں مقدم لایا گیا' انسان کا ذکر پہلے لانا چاہیے تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ انسان نون خفیفہ کی وجہ سے اخف ہے اور لفظ جن اثقل ہے۔ تو متکلم کے نشاط و راحت کے لیے اثقل کو اخف پر مقدم کر دیا گیا۔

جزئی مسائل

شیخ عمادالدین بن یونس رحمۃ اللہ علیہ جنات سے اختلاف جنس ہونے کی بناء پر نکاح کو منع فرمایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کسی انسان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی جنیہ سے نکاح کرے۔ اللہ تعالیٰ کے قول کی بنا پر ''وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا'' اور اللہ تعالیٰ کا قول ''وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً''۔ مودۃ سے مراد جماع ہے اور رحمت سے مراد بچہ ہے اور فقہاء حنابلہ کی ایک جماعت بھی جن سے نکاح کی قائل نہیں ہے اور فتاویٰ سراجیہ میں ہے کہ جنات سے نکاح جائز نہیں ہے۔ اختلاف جنس کی وجہ سے۔ اور قنیہ میں ہے کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں مسئلہ دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ دو شاہد کی موجودگی میں جائز ہے۔ حسن و قتادہ نے مکروہ کہا ہے اور استدلال میں یہ حدیث پیش کی ہے:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن سے نکاح کرنے کو منع فرمایا ہے۔''

زید سے مروی ہے وہ دُعا مانگتے تھے یا اللہ مجھے جنیہ مرحمت فرما دے جس سے میں شادی کروں۔

''ابن عدی' نعیم بن سالم بن قنبر مولی ابن ابی طالب کے حالات میں طحاوی سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ مجھ سے یونس بن عبدالاعلیٰ نے بیان کیا کہ نعیم بن سالم ہمارے پاس تشریف لائے انہیں میں نے یہ کہتے سنا کہ میں ''جن'' عورت سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔''

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلقیس کے والدین میں سے کوئی ایک جن تھا۔''

شیخ نجم الدین قمولی کہتے ہیں کہ انسان کے کسی جن عورت سے نکاح کو حرام کہنا اس میں اشکال ہے۔ کیونکہ حرام جس طریقہ سے انسان کے لیے ہے۔ اسی طریقہ سے جن کے واسطے بھی ہونا چاہیے۔ لیکن مجھے ایک شیخ صالح دین دار شخص نے بتایا کہ ان سے کسی جنیہ نے شادی کی ہے۔

دمیریؒ کہتے ہیں: میں نے اہل علم میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے یکے بعد دیگرے جنات میں سے چار عورتوں سے شادی کی تھی۔

لیکن اس سلسلہ میں طلاق ولعان' ایلاء اور عدت ونفقہ وکسوہ اور ان چار عورتوں کے علاوہ دیگر چار عورتوں سے نکاح کرنے کے سلسلہ میں مسائل پر غور کرنا پڑے گا اور ہر صورت میں اشکال ہوگا جو سمجھ دار پر مخفی نہیں ہے۔

شیخ الاسلام شمس الدین ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ فتح الدین یعمری کی تحریر میں دیکھا' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے عثمان مقاتلی نے بیان کیا' میں نے ابوالفتح قشیری کو کہتے سنا کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ عزالدین بن عبدالسلام کو کہتے سنا کہ ابن عربی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو بتایا گیا وہ جھوٹے تھے اور انہوں نے بیان کیا کہ ایک دن ہم نکاح جن کے بارے میں مذاکرہ کر رہے تھے تو انہوں نے کہا کہ جن روح لطیف ہے اور انسان جسم کثیف ہے تو لہٰذا یہ دونوں کیسے جمع ہو سکتے ہیں؟ پھر وہ ایک مدت تک ہم سے غائب رہے اور پھر اس حال میں ہمارے پاس آئے کہ ان کے سر میں زخم تھا تو ان سے اس سلسلہ میں معلوم کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے ایک جن

عورت سے شادی کی پھر کسی بات پر تنازعہ پیدا ہو گیا جس کی بنا پر اس نے مجھے زخمی کر دیا۔ شیخ ذہبی اس کے بعد کہتے ہیں کہ مجھے ابن عربی سے یہ توقع نہیں ہے۔ انہوں نے عمداً ایسا جھوٹ بولا۔ کیونکہ یہ تو خرافات میں سے ہے۔

مسئلہ: ابو عبیدہ نے کتاب الاموال میں اور بیہقی نے زہری سے یہ روایت نقل کی ہے کہ:

''نبی اکرم ﷺ نے ذبائح جن سے منع فرمایا ہے۔''

ذبائح جن کا مطلب یہ ہے کہ جاہلیت میں اگر کوئی شخص مکان وغیرہ خریدتا تو اس کے لیے ایک پرندہ ذبح کرتا اور اپنے گمان میں یہ خیال کرتا تھا کہ یہ گھر جنات سے محفوظ ہو گیا۔ لہٰذا حضور اکرم ﷺ نے اس کو منع فرمایا اور اس کو لغو قرار دیا۔

شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے پاس بغداد کا ایک شخص آیا اور اس نے شیخ کے سامنے اپنا واقعہ بیان کیا کہ میری ایک نوجوان لڑکی کو مکان کی چھت پر سے کوئی اُٹھا کر لے گیا۔ آپ کوئی ترکیب بتائیے کہ میری لڑکی واپس آ جائے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی نے اس شخص سے کہا کہ تم فلاں قبرستان میں جاؤ اور بسم اللہ علی نیۃ عبدالقادر پڑھ کر اپنے گرد حصار کھینچ کر بیٹھ جاؤ۔ عشاء کے بعد جنات کی جماعت مختلف شکلوں وصورتوں میں تمہارے سامنے سے گزرے گی۔ تم ان کو دیکھ کر گھبرانا مت۔ پھر اس کے بعد جنات کا بادشاہ آئے گا وہ تم سے دریافت کرے گا کہ کیا ضرورت پیش آئی' کیوں آئے؟ تو اس سے تمام واقعہ کہہ دینا اور بتا دینا کہ مجھے عبدالقادر جیلانی نے بھیجا ہے۔ وہ شخص کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا اور جنات کے بعد جنات کی مختلف جماعت مختلف صورتوں میں میرے سامنے آنی شروع ہو گئیں اور وہ اس دائرہ سے باہر ہی رہتی تھیں جس میں میں بیٹھا ہوا تھا۔ سب سے اُخیر میں جنات کا بادشاہ آیا وہ گھوڑے پر سوار تھا اور جنات کی جماعت اس کے اردگرد کھڑی تھی۔ وہ حصار کے مقابل کھڑا ہو گیا اور اس نے مجھ سے کہا اے انسان! کیا بات ہے؟ میں نے جواب دیا کہ مجھے آپ کے پاس شیخ عبدالقادر جیلانی نے بھیجا ہے۔

شیخ کا نام سن کر وہ اپنے گھوڑے سے اُتر کر حصار کے باہر بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھی بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئے۔ پھر اس نے پوچھا کیا واقعہ پیش آیا؟ میں نے ان سے اپنی لڑکی کا واقعہ بیان کر دیا۔ چنانچہ اس نے یہ واقعہ سن کر اپنے ایک ساتھی سے جو اس کے قریب ہی کھڑا تھا حکم دیا کہ اس شخص کو پکڑ کر حاضر کرو' جس نے یہ گستاخی کی ہے۔ چنانچہ وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ میری لڑکی بھی تھی۔ بادشاہ نے اس جن سے سوال کیا کہ تو نے قطب عالم شیخ عبدالقادر جیلانی کے علاقے میں ایسی حرکت کیوں کی؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے اس سے محبت ہو گئی تھی اس بناء پر میں اس کو اپنے ساتھ لے آیا۔ یہ سنتے ہی بادشاہ نے اس کی گردن مارنے کا حکم فرما دیا۔ چنانچہ فوراً اس کی گردن اُڑا دی گئی اور میری لڑکی مجھے واپس کر دی۔ میں نے کہا کہ میں نے شیخ عبدالقادر کے حکم واطاعت کی ایسی مثال نہیں دیکھی۔ وہ بولا ہاں شیخ عبدالقادر اپنے مکان ہی سے جنوں کو دیکھتے رہتے ہیں خواہ جن کسی بھی خطہ میں ہوں اس لیے جنات آپ سے گھبراتے ہیں۔ کیونکہ اللہ رب العزت جب کسی کو مرتبہ قطبیت سے نوازتا ہے تو جن وانسان کو اس کے تابع بنا دیتا ہے۔

ابوالقاسم جنید کا بیان ہے کہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک روز ایک گاؤں سے میرا گزر ہوا میں تن تنہا ایک پہاڑ کے قریب پناہ گزین ہوا۔ آدھی رات کے قریب کسی نے آواز دی لَا تَدُوْرُ الْقُلُوْبُ فِي الْغُيُوْبِ حَتّٰى تَذُوْبَ النُّفُوْسُ مِنْ مَخَافَةِ الْمَحْبُوْبِ. یعنی بن دیکھی باتوں میں دل گردش نہیں کرتے جب تک کہ محبوب کے جاتے رہنے سے خوف سے جانیں نہ پگھل جائیں۔

میں یہ سن کر بہت متعجب ہوا اور سوال کیا کہ جن بول رہا ہے یا انسان؟ جواب ملا میں جن ہوں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہوں اور میرے ساتھ دیگر احباب بھی ہیں۔ میں نے کہا ان لوگوں کے پاس بھی آپ جیسا بلیغ کلام ہے۔ جواب دیا اس سے بھی بہتر ہے۔ دوسرے نے کہا مستقل غور وفکر اور انہماک سے بدن کی سستی ختم ہو جاتی ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ میں دل ہی دل میں یہ سوچ رہا تھا کہ ان لوگوں کی باتیں کتنی بہترین ہیں اتنے میں تیسرے نے آواز لگائی کہ جو شخص تاریکی سے مانوس ہوا اُس کے لیے اگلے دن نشانات کھولے جائیں گے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں یہ سن کر بے ہوش ہو گیا اور جب مجھے افاقہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرے سینے پر نرگس ہے۔ اس کو سونگھ کر میری دہشت ختم ہوئی اور مجھے سکون ہوا۔ میں نے ان سے نصیحت کی تمنا ظاہر کی' تو انہوں نے نصیحت کرتے ہوئے کہا۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے منع فرماتا ہے کہ اس کے ذکر کرنے سے عار محسوس کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے ذکر سے متقین کے قلوب کو مانوس رکھتا ہے جو شخص اس کے علاوہ کے متعلق سوچے وہ غیر مقصود چیز کی سعی کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو بھی اور ہم کو بھی توفیق خیر عنایت فرمائے (آمین) یہ کہہ کر وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے اور میں ان کے کلام کی ٹھنڈک آج تک اپنے دل میں پاتا ہوں۔

شیخ یافعیؒ کی کتاب ''کفایۃ المعتقد وفکایہ المتقد'' میں شیخ سری کا یہ قصہ منقول ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک عرصہ سے میں اپنے دوست کی تلاش میں سرگرداں تھا اسی دوران میرا گزر ایک پہاڑ پر ہوا تو میں نے ایک جماعت دیکھی جس میں اندھے' لونجے اور دیگر مریض شامل تھے۔ میں نے ان سے حالات دریافت کئے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ یہاں ایک شخص ہے جو سال میں ایک مرتبہ باہر آتا ہے لوگ ان سے دُعا کراتے ہیں اور شفایاب ہوتے ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ میں وہیں ٹھہر گیا جب وہ آیا تو لوگوں نے اس سے دُعا کی درخواست کی۔ چنانچہ انہوں نے لوگوں کے لیے دُعا کرنی شروع کی اور وہ اچھے ہوتے چلے گئے۔ جب وہ وہاں سے جانے لگا تو میں ان کے پیچھے پیچھے ہولیا اور ان کو جا چمٹا اور کہنے لگا کہ میں ایک باطنی بیماری میں مبتلا ہوں مجھ کو اس کی دوا بتلا دیجئے۔ اس بزرگ نے جواب دیا کہ اے سری میرے پاس سے چلا جا۔ وہ یعنی اللہ تعالیٰ بہت زیادہ غیرت مند ہے۔ خبردار ایسا نہ ہو کہ وہ تجھ کو اپنے غیر سے ملتا ہوا دیکھ لے اور تو اس کی نظروں سے گر جائے۔ یہ کہہ کر وہ بزرگ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔

امام محمد ابن ابی بکر کی کتاب ''التوحید'' میں جنید کے حوالے سے یہ قصہ مذکور ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ سری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سنا تھا کہ انسان ہیبت اور اُنسیت میں اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اگر اس کو تلوار سے قتل کر دیا جائے تو بھی اس کو احساس نہیں ہوتا۔

راوی کہتے ہیں کہ یہ بات میرے دل میں کھٹکتی رہی کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے یہاں تک کہ میرا شک یقین میں بدل گیا۔

راوی اس کی تشریح بتاتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ہیبت وانس قبض اور بسط سے اعلیٰ درجہ کی چیز ہے اور قبض اور بسط خوف اور رجاء سے بڑھی ہوئی ہے۔ ہیبت کے لیے غیبت ضروری ہے لہٰذا ہر ہائب غائب ہے یہاں تک کہ اگر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے تو بھی وہ اپنی غیبت سے آزاد نہیں ہوگا جب تک اس کی ہیبت ختم نہ ہو جائے اور انس کا تقاضہ صحو (بیدار مغزی اور افاقہ) ہے۔ علماء کرام انس اور ہیبت کے مراتب کا فرق بیان کرتے ہیں۔ لہٰذا انس کا درجہ ادنیٰ یہ ہے کہ اگر اس کو آگ میں ڈال دیا جائے تو بھی انس مکدر نہ ہو۔ کیونکہ اس کی نظر فقط مقصود پر ہوتی ہے۔ اس کا مطمح نظر صرف اس کا محبوب حقیقی ہوتا ہے۔

شیخ سری کے قول **يبلغ العبد من الهيبة و الانس الى حدلو ضرب وجهه بالسيف لم يشعر به** میں اسی جانب اشارہ ہے۔ کیونکہ انس منجانب اللہ سرور سے پیدا ہوتا ہے۔ اور جس شخص کو اللہ سے انس پیدا ہو جائے اس کو جمیع اشیا سے توحش ہونے لگتی ہے۔ لہٰذا ہر ایک چیز سے منہ موڑ کر خدا کے لیے جیتا ہے۔ نہ وہ خدا کے علاوہ کچھ دیکھتا ہے اور نہ اس کے علاوہ کسی کے لیے کوئی کام انجام دیتا ہے۔ وہ صرف کونین میں اسی کی اطاعت وموافقت کرتا ہے اور اس کی نظر صرف اس پر پڑتی ہے اور اس کی آنکھیں صرف اس کے کاموں اور خلقی کارناموں کا مشاہدہ کرتی ہیں۔ کیونکہ عارف صنعت کو صانع سے پہچانتا ہے' صانع کو صنعت سے نہیں پہچانتا۔ اسی لیے وہ اس کے

کارناموں کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھتا۔ اور یہی توحید کا اعلیٰ مقام ہے۔

واضح رہے کہ انسان جب تک کہ اشغال خلائق سے ترک تعلق کر کے باریکیوں کی حقیقت تک نہ پہنچ جائے اس طریق پر کہ باریکیوں سے مطلع ہوتا چلا جائے۔ اس کو انس باللہ کی حلاوت حاصل نہیں ہوتی۔ نیز اگرچہ انس اور ہیبت کی حالت ظاہر ہے مگر پھر بھی اہل حقیقت نے ان کو بندہ کے تغیر کی وجہ سے ناقص قرار دیا ہے۔ کیونکہ اہل توحید کے احوال کی ہیئت تغیر سے محفوظ ہے اور ان کا کمال محویت فی اللہ میں ہے نہ ان کے لیے ہیبت کوئی چیز نہ انس' نہ علم اور نہ احساس اور اس مقام سے بلندی رحمت خداوندی اور فیض اسی کا رہین منت ہے۔ خدا کی شان ہے کہ جس کو وہ چاہے اپنے بندوں میں سے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر دے۔

شیخ سری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ابو والد نامی ایک شخص کے ساتھ ایک سال تک رہا۔ لیکن میں نے ان سے کوئی مسئلہ دریافت نہیں کیا۔ ایک دن میں نے ان سے سوال کیا کہ معرفت کا اعلیٰ ترین و اعظم مرتبہ کون سا ہے؟ انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ معرفت کا اعلیٰ وارفع مقام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب سمجھنے لگو اور تمہارے ظاہر و باطن میں سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام اشیاء کی حقیقت معدوم ہو جائے۔ پھر میں نے ان سے سوال کیا کہ یہ حالت و کیفیت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟ جواب دیا کہ تمہارے تقویٰ اور اشتغال باللہ سے تم کو یہ مقام حاصل ہو سکتا ہے۔ شیخ سری فرماتے ہیں کہ ان کا یہ کلام ہی اس معاملہ میں میرے انتفاع کا ذریعہ ہے۔ علامہ دمیری بیان فرماتے ہیں شیخ سری علیہ الرحمہ نے ۶ رمضان المبارک ۲۵۳ھ کو وفات پائی۔

جن کی عادتیں

جس گھر میں اترج موجود ہو اس میں جنات داخل نہیں ہوتے۔ امام ابوالحسن علی بن حسن ابن حسن ابن محمد خلعی شافعی سے مروی ہے (یہ قاضی الجن کے نام سے مشہور تھے' قراقہ میں ان کا مزار ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ ان کے مزار پر مانگی ہوئی دُعا مقبول ہوتی ہے) انہوں نے بتایا کہ جن میرے پاس آ کر پڑھتے ہیں۔ ایک روز انہوں نے آنے میں دیر کی اور بعد میں آئے تو ان سے اس تاخیر کے متعلق سوال کیا۔ جنات نے جواب دیا کہ گھر میں اترج تھا اور ہم اترج والے گھر میں داخل نہیں ہوتے۔

حافظ ابو طاہر سلفی کا بیان ہے کہ جب خلعی نے یہ بات سنی تو اس دُعا پر مجلس ختم کر دی:

اَللّٰهُمَّ مَا مَنَنْتَ بِهٖ فَتَمِّمْهُ وَمَا اَنْعَمْتَ بِهٖ فَلَا تَسْلُبْهُ وَمَا سَتَرْتَهٗ فَلَا تَهْتِكْهُ وَمَا عَلِمْتَهٗ فَاغْفِرْهُ.

قاضی ابو طاہر سلفی ۴۴۸ھ ماہ شوال میں اس دُنیا سے رُخصت ہو گئے۔ علامہ دمیری کہتے ہیں کہ جن' کی اسی خصلت کی وجہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھنے والے مومن کی مثال اترج سے دی ہے۔ کیونکہ شیطان مومن کے قلب سے جو قرآن کریم تلاوت کرتا ہے ایسے ہی بھاگتا ہے جیسے کہ اس مکان میں سے جن بھاگتا ہے جس میں اترج موجود ہو۔ چنانچہ اس کے ذریعہ مثال دینا مناسب ہے بخلاف تمام پھلوں کے:

> ''مستدرک میں صحابہ کے حالات میں امام احمد بن حنبل نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مسلم بن صبیح کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ کے پاس ایک نابینا بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ان کو اترج کاٹ کاٹ کر شہد سے کھلا رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ابن مکتوم ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب نازل فرمایا تھا۔''

(ملاحظہ ہو سورہ عبس وتولی الایہ) آل محمدؐ (اہل بیت یعنی ازواج مطہرات) برابر ان (ابن ام مکتوم) کی اسی طرح خاطر کیا

کرتی ہیں۔''

معجم طبرانی میں حبیب بن عبداللہ نے ابی کبشہ سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے جدامجد سے روایت کی ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ کو سرخ کبوتر اور اترج کا دیکھنا بھلا معلوم ہوتا تھا۔''

ان شاء اللہ اس کا مفصل ذکر باب الفاء میں حدیث سلیمان بن موسیٰ کے تحت آئے گا۔ یعنی نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''جن ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں آزاد گھوڑے ہوں۔''

جنات کی خواب میں تعبیر

جنات کو خواب میں دیکھنا اس کی تعبیر چالاک شخص سے دی جاتی ہے۔ کیونکہ انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ چالاکی ومکروفریب کیا تھا۔ جس شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ کسی جن کے ساتھ کام کررہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا چالاک وحلیہ باز سے جھگڑا ہوگا۔ اگر کسی شخص نے خواب میں جن کو قرآن شریف پڑھاتے دیکھا تو اس کو جاہ وعزت ودولت وغیرہ دستیاب ہوگی۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے:

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ.

کبھی جن کی تعبیر چور ڈکیت سے بھی دی جاتی ہے۔ اگر کسی شخص نے یہ دیکھا کہ اس کے گھر میں جن داخل ہوا سو اس کو چاہیے کہ وہ چور سے اپنی حفاظت کا انتظام کرے اور خواب میں پاگل شخص کو دیکھنا' اس کی مختلف تعبیریں دی جاتی ہیں۔ اگر یہ دیکھا کہ وہ خود پاگل ہوگیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ صاحب خواب مالدار وغنی ہوگا۔ جیسا کہ شاعر کے قول ؎

جن له الدهر فنال الغنی یاویحه ان عقل الدهر

''زمانے نے اس کو مجنون کردیا جس کے نتیجے میں اسے دولت نصیب ہوئی۔ اگر زمانہ کسی کو عقل دیتا ہے تو یہ برا ہے اچھا نہیں۔''

بعض حضرات کہتے ہیں کہ مجنون کی خواب میں تعبیر سود خوار سے بھی دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی روشنی میں:

اَلَّذِیْنَ یَاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطان من المس.

''جو لوگ سود کھاتے ہیں نہیں کھڑے ہوں گے (قیامت میں قبروں سے) مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو شیطان خبطی بنادے لپٹ کر (یعنی حیران ومدہوش)۔''

کبھی جنت کے دخول کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے قول کی بناء پر:

اطلعت علی الجنة فرأیت اکثر اهلها البله و المجانین.

اگر کسی عورت نے دیکھا کہ وہ پاگل ہوگئی ہے اور اس نے تعویذات کے ذریعہ اپنا علاج کروالیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ حاملہ ہوگی اور اس کے حمل میں جو بچہ ہوگا وہ چالاک ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جِنَّانُ الْبُیُوْتِ

جنان البیوت (جیم پر کسرہ نون مشدد وہ مفتوحہ) گھریلو سانپ۔ جنان' جان کی جمع ہے۔ چھوٹے' ہلکے سانپ۔

حدیث شریف میں جان کا ذکر:

بخاری و مسلم وابوداؤد نے ابولبابہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ:

''آنحضور ﷺ نے گھریلو سانپ کو مارنے سے منع فرمایا ہے' علاوہ ان سانپوں کے جن کی دم کٹی ہوئی ہو اور جس کے اوپری حصہ پر سفید لکیریں ہوں۔ کیونکہ یہ دونوں قسم کے سانپ قوت بینائی کو ختم کر دیتے ہیں اور حمل کو ساقط کر دیتے ہیں۔''

ابتر: چھوٹی دم والا سانپ۔ **طفتیان**: جس کی پشت پر دو سفید لکیریں ہوں۔

نضر بن شمیل کہتے ہیں کہ یہ زرد رنگ کا سانپ ہوتا ہے۔ دم کٹی ہوئی ہوتی ہے۔ اگر اس کی طرف حاملہ عورت دیکھ لے تو حمل ساقط ہو جاتا ہے۔

کتاب الحشرات میں ابن خالویہ لکھتے ہیں کہ میں نے ابن عرفہ کو یہ کہتے سنا کہ جان اس سانپ کو کہتے ہیں جو چلتے وقت سر اُٹھا کر چلے۔

رفعن بالليل اذا اسدفا اعناق جنان و هامار جفا

''رات کے اوقات میں جب اندھیریاں پھیل گئیں تو سانپوں نے اپنی گردنیں بلند کیں۔''

الجند بادستر[1]

(ایک آبی جانور) یہ کتے کے مشابہ ایک آبی جانور ہے۔ صرف شہر قفجاق میں ہی پایا جاتا ہے۔ اس کو قندر اور سمور بھی کہتے ہیں۔ مزید تفصیل باب القاف میں آئے گی۔ لیکن اجمالی تصور کچھ اس طرح ہے کہ یہ لومڑی کی طرح سیاہی مائل سرخ ہوتا ہے۔ ہاتھ بالکل نہیں ہوتے البتہ ٹانگیں ہوتی ہیں۔ دم طویل ہوتی ہے۔ سر انسانوں کے مانند اور چہرہ گول ہوتا ہے۔ ہاتھ نہ ہونے کی بناء پر سینہ کے بل چلتا ہے۔ تاہم یہ محسوس ہوتا ہے کہ عام چوپاؤں کی مانند چاروں پیروں سے چل رہا ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس کے چار خصیہ ہوتے ہیں دو پوشیدہ اور دو ظاہری خصئے طبی اعتبار سے بہت کارآمد اور مفید ہوتے ہیں۔ عام طور پر شکاری صرف انہیں ہی حاصل کرنے کے لیے اس کا شکار کرتے ہیں۔ جب اس کو محسوس ہو جاتا ہے کہ شکاری اسے اپنے جال میں پھنسانے کے لیے کوشاں و سرگرداں ہے تو یہ فرار کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن جب اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ شکاری نے اس کو گھیر لیا ہے اور اب فرار مشکل ہے اور اب صیاد کے پھندے کے علاوہ کوئی صورت نہیں ہے تو یہ اپنے دونوں ظاہری خصیوں کو اپنے منہ میں کاٹ کر ان کی طرف پھینک دیتا ہے اور اپنی جان بچا لیتا ہے۔ کیونکہ شکاری کو صرف اس کے دو ظاہری خصیوں کی ضرورت ہوتی ہے اور اگر شکاری کی نگاہ اس کے کٹے ہوئے خصیتین پر نہیں پڑتی تو یہ اُلٹا لیٹ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کو یقین آ جاتا ہے کہ کاٹ کر پھینک دیئے ہیں تو شکاری اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ اپنے دو ظاہری کٹے ہوئے خصیوں کی جگہ پوشیدہ خصیوں کو لے آتا ہے۔ کٹے ہوئے خصیہ کا اندرونی حصہ خون کی طرح یا شہد کی مانند ہوتا ہے۔ اگر اس کو خشک کر لیا جائے تو اس کے اندر سے بہت عمدہ خوشبو آتی ہے۔ یہ آبی جانور پانی میں داخل ہو کر سانس کو روک لیتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد نکل آتا ہے۔ اس کے اندر اتنی قوت ہوتی ہے کہ یہ پانی کے اندر بھی زندگی گزار سکتا ہے اور خشکی پر بھی لیکن عموماً پانی میں رہتا ہے۔ مچھلی اور کیکڑا اس کی غذا ہے۔

---

[1] جند بادستر: اود بلاؤ (CASTOR SACS)۔

طبی خواص

اس کے خصیتین بہت ہی نفع بخش اور سود مند ہیں۔ شیر کے کاٹنے سے بدن انسانی میں جو جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں اس کو ختم کرنے کے لیے ان خصیتین کا استعمال مفید ہے۔ دیگر امراض کے لیے بھی بہت مفید ہے۔ مثلاً اعضاء باردہ کو حرارت بخشتا ہے۔ رطوبت کو خشک کرتا ہے۔ غرض تمام بیماریوں کے لیے اکسیر ہے۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ انسانی اعضاء کے لیے کسی بھی حالت میں نقصان دہ نہیں ہے۔ بچھو کے ڈسنے کی جگہ اگر اس کو ملا جائے تو اس کو بہت فائدہ ہوگا۔ جس شخص کو مرگی کا مرض لاحق ہو اس کو تیل میں ملا کر سر پر مالش کرنا مفید ہے۔

اگر کسی شخص پر فالج کا حملہ ہو یا اس کے اعضاء ڈھیلے پڑ گئے ہوں تو ان مرضوں میں اس کا استعمال بلاشبہ بہت مفید ہوگا۔ ہر قسم کے زہر کے لیے تریاق ہے۔ افیون سے پیدا شدہ تمام امراض کو ختم کرتا ہے۔ نیز بلغم جیسا بھی ہو اس کو ختم کرتا ہے۔

اس کی کھال موٹے بالوں والی ہوتی ہے جس سے پوستین بنائی جاتی ہے۔ مشائخ اس کو استعمال کرتے ہیں اس کا گوشت بھی فالج زدہ کے لیے اور اصحاب الرطوبت کے لئے نافع ہے۔

الجنین

(نامکمل بچے، رحم مادر میں رہنے والے بچے) مذبوحہ جانور کے بطن سے جو بچہ نکلے اس کو جنین کہتے ہیں۔

جنین کا شرعی حکم

مذبوحہ جانور کے بطن سے نکلنے والا بچہ اگر مردہ ہے تو باجماع صحابہ حلال وطیب ہے۔ اور اس کا کھانا جائز ہے۔ جیسا کہ امام الماوردی نے اس مسئلہ کو حاوی میں نقل کیا ہے اور اسی مسلک کو فقہاء کی ایک جماعت مثلاً مالک، اوزاعی، ثوری، ابو یوسف، محمد، اسحاق اور امام احمد وغیرہ نے اختیار کیا ہے، صرف امام ابو حنیفہؒ اس مسئلہ پر منفرد ہیں، وہ اس کو حرام قرار دیتے ہیں اور کلام پاک کی اس آیت سے استدلال فرماتے ہیں: **حرمت علیکم المیتة والدم**. نیز یہ حدیث شریف بھی استدلال میں پیش کرتے ہیں: **احلت لنا میتتان ودمان. السمک والجراد والکبد والطحال** کہ اس حدیث میں صرف دو میتہ حلال کیے گئے ہیں مچھلی اور ٹڈی، لہٰذا یہ تیسرا میتہ اپنی طرف سے کیوں حلال کرتے ہیں۔

جمہور علماء کی دلیل قرآن شریف کی یہ آیت ہے: **احلت لکم بهیمة الانعام**. حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ **بهیمة الانعام** ان بچوں کو کہتے ہیں جو رحم مادر میں مردہ پائے جاتے ہیں، ان کی ماؤں کی حلت کے سبب اس کا کھانا حلال ہے۔ مزید تفصیل باب الباء میں گزر چکی ہے۔

جمہور علماء کی دوسری دلیل مندرجہ ذیل حدیث شریف ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''آپؐ نے ارشاد فرمایا: جنین کی پاکیزگی کی حلت اس کی ماں کی پاکیزگی وحلت کے سبب ہے۔''

یعنی جنین کی حلت اپنی ماں کے تابع ہے اور اس کے قائم مقام ہے۔ اگر کوئی اس پر اعتراض کرے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء تشبیہ بیان کرنا ہے اور حدیث شریف کا مطلب یہ ہے، ذکاۃ الجنین ذکاۃ ام کے مشابہ ہے۔ کیونکہ ذکاۃ جنین مقدم ہے، ذکاۃ ام پر، اگر آپؐ کا

منشاء نیابت ذکاۃ بیان کرنا ہوتا تو آپ ذکاۃ ام کو مقدم فرماتے ذکاۃ جنین پر۔

المادری نے اس اشکال کے تین جواب دیئے ہیں:

(۱) فرماتے ہیں کہ لفظ جنین کا اطلاق صرف اس وقت ہوتا ہے جب تک بچہ رحم مادر میں موجود ہے اس سے جدا ہونے کے بعد یہ نام ختم ہو کر اس کا نام ولد ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: **واذ انتم اجنة فی بطون امهاتكم** اور رحم مادر میں ہوتے ہوئے بچہ پر قدرت نہیں ہوتی۔ تو معلوم ہوا کہ مندرجہ بالا حدیث شریف میں آپ کا مقصد نیابت بیان کرنا ہے نہ کہ تشبیہ۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر آپ کا مقصد تشبیہ بیان کرنا ہے تو ام اور غیر ام سب برابر ہیں۔ ام کے ساتھ تشبیہ خاص کرنا اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

(۳) تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ کا مقصد تشبیہ بیان کرنا ہوتا تو آپ لفظ ذکاۃ ام کو نصب دیتے اور کاف تشبیہ کو محذوف کرتے۔ حالانکہ یہ حدیث دو طرح پر نقل کی ہوئی ہے۔ دونوں میں بجائے نصب کے رفع ہے۔ یہ اس کی کھلی علامت ہے کہ آپ کے پیش نظر نیابت ہے تشبیہ نہیں اور اگر کسی کو یہ اشکال ہو کہ ایک روایت میں ذکاۃ ام منصوب بھی استعمال ہوا ہے تو اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ بچے کا ذبح اس کی ماں کا ذبح ہو جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس روایت میں نصب آیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ اگر ہم اس روایت کو صحیح بھی مان لیں تو "باء" کے حذف کی بناء پر یہ منصوب ہوگی کاف تشبیہ کے بناء پر نہیں۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ جنین کا ذبحہ ماں کے ذبحہ ہونے سے ہے اور اگر دونوں احتمال موجود ہیں تو پھر دونوں ہی کو ملحوظ رکھا جائے۔ جس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اگر بچہ مرا ہوا پیدا ہو تو مرفوع روایت سے کام لے کر نیابت کے پہلو کو ترجیح دی جائے اور اگر بچہ زندہ پیدا ہو تو پھر نصب والی روایت کو قوی قرار دے کر تشبیہ کا مفہوم لیا جائے۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اونٹ' گائے' بکری ذبح کرتے ہیں اور ان کے پیٹ میں بچے ہوتے ہیں' ان کو پھینک دیں یا کھالیں؟

"آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہاری طبیعت چاہے تو ان کو کھالو' کیونکہ جنین کی حلت اس کی ماں کی حلت کے تابع ہے۔"

شیخ ابو محمد جنین کی حلت پر عقلی دلیل پیش فرماتے ہیں کہ اگر جنین کو ماں کے تابع ہو کر حلال تسلیم نہیں کرتے تو ظہور حمل کے بعد ماں کو ذبح کرنا حلال نہ ہونا چاہیے۔ جیسا کہ حاملہ عورت کو نہ قصاص میں قتل کیا جا سکتا ہے اور نہ حد جاری کر سکتے ہیں تو معلوم ہوا کہ جنین ماں کے تابع ہو کر حلال ہوگا اور اس کا کھانا جائز ہوگا۔

جنین کی تین صورتیں ہیں ایک تو وہ جو مکمل ہو چکا ہو جیسا کہ ماقبل میں گزر چکا۔ دوسرا صرف خون کا لوتھڑا ہو۔ یہ غیر ماکول ہے کیونکہ خون حرام ہے۔ تیسرے گوشت کا ٹکڑا ہو جس کی ابھی صورت ظاہر نہیں ہوئی۔ تو اس کے حلال میں اقوال کے مختلف ہونے کی بناء پر دو صورتیں ہیں:

(۱) اگر اس کے اندر روح ڈال دی گئی ہو تو حلال ہے ورنہ نہیں۔ یہ دیکھنا کہ جنین کے اندر روح پھونک دی گئی ہے یا نہیں؟ اس کا ادراک بہت مشکل ہے۔ اگر جنین زندہ پایا گیا تو وہ بغیر ذبح کئے کھانا جائز نہیں ہے۔ اگر بچے کا ابھی سر ہی نمودار ہوا کہ ماں کو ذبح کر دیا گیا تو قاضی اور بغوی کہتے ہیں کہ بغیر ذبح کے حلال نہیں ہوگا۔ قفال کہتے ہیں بغیر ذبح کے بھی کھانا جائز ہے۔ کیونکہ بچے کے بعض حصے کا ولادت کے وقت نکلنا ایسا ہی ہے کہ وہ ابھی ظاہر ہی نہ ہوا ہو۔ روضہ میں ہے کہ قفال کا قول زیادہ صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ابن خلکان اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ امام صائن الدین ابوبکر قرطبی اکثر ان شعروں کو پڑھا کرتے تھے ۔

جری قلم القضاء بما یکون   فسیان التحرک و السکون

''تقدیر کا قلم چل پڑا اس مضمون سے متعلق جو بہرحال پیش آ کر رہے گا (اور جب کہ ایسا ہے تو پھر حرکت وسکون برابر ہیں (یعنی ہم جدوجہد کریں یا نہ کریں نتیجہ بالیقین تقدیر ہی کے تابع ہوتا ہے)۔''

جنون منک ان تسعی لرزق   و یرزق فی غشاوته الجنین

''یہ تمہاری حماقت ہے کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ حصول رزق محنت اور کوشش پر موقوف ہے حالانکہ دیکھو تو سہی خدا تعالیٰ رحم مادر میں موجود حمل کو بھی رزق پہنچا رہا تھا درانحالیکہ اس جنین کی کوئی کوشش نہ تھی۔''

جهبر

بروزن جعفر ریچھنی[1] کو کہتے ہیں۔ حیرت انگیز وصف یہ ہے کہ جب ریچھنی کے ولادت کا وقت قریب آتا ہے تو یہ نبات نعش صغریٰ کی جانب رُخ کر لیتی ہے جس کی بنا پر ولادت میں آسانی ہو جاتی ہے اور جب یہ بچے جن دیتی ہے تو وہ ایک گوشت کا ٹکڑا ہوتے ہیں اور وہ چیونٹی سے حفاظت کی غرض سے اپنے بچوں کو ادھر ادھر اُٹھائے پھرتی ہے۔ پھر بعض مرتبہ چیونٹی کے خوف کی وجہ سے اپنے بچوں کو بھی بھول جاتی ہے جن کو بجو دودھ پلا کر پالتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ بے وقوفی میں ضرب الامثال بن گئی۔

اہل عرب کہتے ہیں کہ احمق من جهبر. فلاں ریچھنی سے بھی زیادہ بے وقوف ہے۔

الجواد

الجواد۔ تیز رفتار عمدہ گھوڑے کو کہتے ہیں۔ جواد کے معنی عمدہ کے آتے ہیں۔ کیونکہ یہ چلنے میں تیز رفتار ہوتا ہے اس لیے اس کو جواد کہتے ہیں شاعر کہتا ہے۔

نعمة جواد لایباع جنینها

''ایک ایسی عمدہ نسل کا گھوڑا کہ جس کی خوبی نسل کی بناء پر اس کا بچہ فروخت نہیں کیا جا سکتا۔''

* اس کی جمع جود و جیاد آتی ہے جیسے ثوب وثیاب اور اجیاد مکہ میں ایک پہاڑ کا نام ہے چونکہ وہ گھوڑوں کی جگہ ہے اس بناء پر اس نام سے موسوم ہے اور اس کا دوسرا نام قعقان ہے۔

حدیث شریف میں جواد کا ذکر:

جعفر غریانی اپنی کتاب فضل الذکر میں سہل بن سعد ساعدی سے روایت کرتے ہیں کہ:

''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں بعد نماز فجر سے بیٹھ کر طلوع شمس تک ذکر اللہ کرتا ہوں۔ **مجھے یہ عمل راہ خدا میں عمدہ ترین گھوڑوں پر سفر کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔''**

نسائی، حاکم، ابن سنی، بخاری نے سعد بن ابی بکر وقاص سے یہ حدیث نقل کی ہے:

---

[1] جهبر: محیط المحیط میں جهبر کے معنی شیرنی کے بیان کیے گئے ہیں۔

''ایک شخص نماز پڑھنے آیا تو حضور اکرم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ اس شخص نے پہلی صف میں پہنچ کر یہ دُعا مانگی: اے اللہ! جو تو اپنے نیک بندے کو دیتا ہے اس میں سے بہتر مجھے عطا فرما۔ آپؐ نے بعد فراغت نماز فرمایا کہ یہ دُعا کس نے مانگی؟ اس شخص نے عرض کیا میں نے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب تمہارے بہترین عمدہ گھوڑے مار دیئے جائیں اور تم راہ خدا میں شہید ہو جاؤ (مطلب یہ ہے کہ جہاد کے بعد ہی تم بہتر درجہ کے حق دار ہو گے)۔''

سنن ابن ماجہ میں عمرو بن عبسہ کی یہ حدیث منقول ہے:

''وہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ کون سا جہاد افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا جس میں مجاہد کا خون بہا دیا جائے اور اس کی سواری ہلاک کر دی جائے۔''

ابن ظفر کی کتاب النصائح میں عمر بن الخطاب کی باندی سے یہ روایت منقول ہے (جس کو نبی کریم ﷺ اے زائدہ! تو تو خوش قسمت ہے کہہ کر پکارتے تھے) وہ فرماتی ہیں کہ:

خازن جنت سے ملاقات

''ایک روز میں آنحضور ﷺ کی خدمت میں گئی اور عرض کیا میں اپنے گھر والوں کی خاطر آٹا گوندکر ایندھن لینے گئی۔ اس دوران میں نے ایک خوب صورت چہرے والا اور عمدہ لباس والا گھوڑ سوار دیکھا۔ اس سے قبل میں نے اتنا خوب صورت شخص نہیں دیکھا تھا اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی خوشبودار میرے پاس آیا۔ اس نے مجھے سلام کیا اور مزاج پرسی کی۔ میں نے جواب دیا کہ ٹھیک ٹھاک ہوں۔ پھر اس نے آپؐ کے بارے میں دریافت کیا۔ میں نے عرض کیا بحمد اللہ بخیر ہیں اور خدائے تعالیٰ کے عذاب سے لوگوں کو ڈراتے ہیں۔ اس سوار نے کہا کہ اے زائدہ! جب تو محمد ﷺ کے پاس جائے تو میرا سلام کہنا اور یہ خوش خبری دینا کہ رضوان خازن جنت نے آپؐ کو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ آپؐ کی بعثت سے جتنی خوشی مجھے ہوئی ہے کسی کو نہیں ہوئی۔ حق تعالیٰ نے آپؐ کی اُمت کو تین گروہوں میں تقسیم فرما دیا ہے۔ ایک گروہ بغیر حساب و کتاب کے جنت میں جائے گا اور دوسرا گروہ معمولی حساب کتاب کے بعد جنت میں بھیج دیا جائے گا۔ اور تیسرے گروہ کے بارے میں آپؐ شفاعت کریں گے جس کے نتیجے میں وہ جنت میں جائے گا۔ پھر وہ رُخصت ہونے لگے اور میں اپنا لکڑیوں کا گٹھڑا اُٹھانے لگی تو مجھے وہ بہت بھاری محسوس ہوا تو انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا کیا بہت زیادہ بوجھ محسوس ہو رہا ہے؟ میں نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کافی بوجھ ہے پھر انہوں نے سرخ شاخ سے جوان کے ہاتھ میں تھی گٹھڑ کو ٹٹولا اور پھر اس کو اُٹھا کر ایک پتھر پر جو پاس ہی پڑا تھا رکھ دیا اور اس پتھر کو حکم دیا کہ اے پتھر! اس بوجھ کو اُٹھا کر لے چل۔

چنانچہ پتھر میرے آگے آگے اس بوجھ کو اُٹھا کر لایا۔ یہاں تک کہ میں آپؐ کے پاس آ گئی۔ یہ واقعہ خازن جنت رضوان کی بشارت سن کر آپؐ نے سجدہ شکر ادا کیا اور حق تعالیٰ کی تعریف و توصیف بیان فرمائی۔

حمد و ثناء سے فراغت کے بعد آپؐ نے صحابہ سے فرمایا چلو اس پتھر کا معائنہ کریں اور اس کو دیکھیں۔''

اسی مفہوم کی وہ حدیث پاک بھی ہے جس کو عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا:

فرمایا کہ ایک یمنی شخص کعب احبار کے پاس آیا اور کہا کہ فلاں یہودی عالم نے مجھے آپ کے پاس ایک خط دے کر بھیجا ہے تو کعب نے اس سے خط لے لیا۔ اس یمنی شخص نے کعب سے کہا کہ یہودی عالم نے آپ سے یہ بھی سوال کیا ہے کہ کیا ہم میں

کوئی ایسا شخص نہیں تھا جس کی تم اطاعت کرتے؟ اور تم نے کیوں اپنا آبائی دین ترک کر کے محمد (ﷺ) کا دین اختیار کرلیا؟ تو کعب نے اس شخص کو جواب دیا کہ کیا مجھے اپنے آبائی دین کی طرف لوٹانا چاہتے ہو؟ تو اس نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر فرمایا جب تم اس کے پاس جاؤ تو کہنا کہ کعب تم سے پوچھتا ہے اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے دریا کو خشک کر دیا تھا اور اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے موسیٰ ابن عمران علیہ السلام کو تختی دی تھی کیا ان کلمات میں یہ مضمون موجود نہ تھا کہ محمد ﷺ کی اُمت میں تین گروہ ہوں گے' ایک بغیر حساب کے جنت میں جائے گا' دوسرے سے معمولی حساب لیا جائے گا اور جنت میں بھیج دیا جائے گا اور تیسرا گروہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے بعد جنت میں جائے گا۔ جب تم یہ سوال کرو گے تو وہ اثبات میں جواب دے گا۔ اس سے کہنا کہ کعب نے کہا ہے کہ مجھے ان تین گروہوں میں سے کسی ایک میں کرا دیجئے۔''

واقعہ: محمد ابن ظفر اپنی کتاب ''خیر البشر'' میں ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

ایک بادشاہ کا خواب اور اس کی عجیب تعبیر

بادشاہ مرثد ابن عبد کلال جنگ سے کامیاب ہو کر واپس ہوئے تو اس فتح وظفر پر عرب کے شرفاء' شعراء وعلماء ان کو مبارک باد دینے کے لیے وفد کی شکل میں گئے۔ بادشاہ کو بہت خوشی ہوئی اور اس وفد کو اعزاز واکرام وانعامات سے نوازا۔ یہاں تک کہ ان سے حجاب بھی دور کر دیا گیا۔ اسی خوشی کی حالت میں ایک روز اس کو ڈراؤنا خواب دکھائی دیا جس کی وجہ سے وہ بہت گھبرایا اور خوف زدہ ہو کر نیند سے بیدار ہوا۔ جب نیند سے بیدار ہوا تو خواب بھول گیا جس کا اس کو بہت افسوس ہوا۔ دل میں گھبراہٹ پیدا ہوگئی اور جنگ کی کامیابی کی خوشی غم میں بدل گئی۔ پریشانی کا یہ عالم تھا کہ آنے والے وفد سے بھی کنارہ کشی اختیار کرلی۔ جس کا وفد پر اچھا اثر نہیں پڑا اور عرب کے شرفاء اس بے التفاتی پر کبیدہ خاطر ہوئے۔ بادشاہ نے کاہنوں کو جمع کرلیا اور ان سے علیحدہ علیحدہ تنہائی میں دریافت کیا کہ میں نے جو خواب دیکھا ہے اس کو بیان کرو۔ سب نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ کاہنوں کے اظہار لاعلمی کرنے پر اس کو بہت رنج وملال ہوا۔ اور اس کی راتوں کی نیند اُڑ گئی۔ بادشاہ کی والدہ جو کاہنہ تھی اس نے بادشاہ سے کہا: اے بادشاہ سلامت حق تعالیٰ تم کو ایسے امور کی انجام دہی سے باز رکھے جو مستحق لعنت ہوں' کاہنہ عورتوں کو بلا کر ان سے بھی دریافت کر لیجئے۔ ان کے تابع شیاطین بہت زیادہ زیرک وسمجھ دار ہوتے ہیں۔ ممکن ہے وہ آپ کے درد دل کی دوا بتا دیں۔ چنانچہ بادشاہ نے اپنی والدہ کے کہنے کے مطابق کاہنہ عورتوں کو بھی جمع کیا اور ان سے بھی وہی سوال دریافت کیا جو کاہن مردوں سے کیا تھا۔ انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا تو بادشاہ مایوس ہو گیا۔

اس کے بعد ایک دن بادشاہ شکار کھیلنے نکلا اور شکار میں اتنا مشغول ہوا کہ اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا اور تنہا رہ گیا۔ جب جنگل میں اس کو شدت کی گرمی نے جھلسانا شروع کیا اور اس نے گھر واپس آنے کا ارادہ کیا تو اچانک ایک بڑھیا نے بادشاہ کو خوش آمدید کہا اور ہر قسم کی راحت وسہولت کا یقین دلایا۔ بادشاہ اپنے عمدہ گھوڑے سے اُتر کر گھر میں پہنچا اور جھلسا دینے والی گرمی سے اس کو قدرے افاقہ ہوا تو وہ سو گیا۔ بیدار ہونے کے بعد اس نے اپنے سامنے ایک خوب صورت دوشیزہ کو دیکھا جو حسن وجمال میں یکتائے روزگار تھی۔ دوشیزہ نے آداب شاہی بجالانے کے بعد عرض کیا کہ عالی جاہ! دن بھر کی سیر وتفریح کی وجہ سے شاید آپ بھوکے ہوں گے کچھ ماحضر نوش فرمالیجئے۔ اجنبی دوشیزہ سے یہ بے تکلفانہ بات سن کر بادشاہ کے دل میں اضطراب بڑھا اور خوف محسوس کرنے لگا۔ لڑکی نے تسلی دیتے ہوئے عرض کیا بادشاہ سلامت آپ پر اور آپ کے جد امجد پر پوری دُنیا قربان ہو آپ سے ہم کو بہت فیض پہنچا ہے یہ کہہ کر لڑکی نے ماحضر بادشاہ کی

خدمت میں پیش کر دیا۔ جو ثرید اور سوکھے گوشت کے ٹکڑے اور کھجور وغیرہ کے ستو پر مشتمل تھا اور خود مکھیاں اُڑانے کھڑی ہوگئی۔ یہاں تک کہ بادشاہ کھانے سے فارغ ہوگیا۔

اس کے بعد بادشاہ کی خدمت میں لڑکی نے بہترین قسم کا دودھ پیش کیا۔ بادشاہ نے حسب خواہش دودھ پیا اور لڑکی کے بارے میں غور وفکر کرنے لگا۔ یہاں تک کہ اس دوشیزہ کا حسن اس کے دل میں گھر کر گیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا میرا نام عفیرا ہے۔ بادشاہ نے کہا اے عفیرا! تو نے جو بادشاہ کہا ہے اس سے مراد کون سا بادشاہ ہے؟ لڑکی نے جواب دیا میری مراد مرشد ابن عبد کلال ہیں جو میرے سامنے رونق افروز ہیں اور جس نے ایک پیچیدہ مسئلہ میں کاہنوں کو مدعو کیا تھا اور کاہن اس کو حل کرنے میں ناکام ثابت ہوئے۔

بادشاہ نے دریافت کیا کہ کیا تم اس پیچیدہ مسئلہ کو جانتی ہو؟ لڑکی نے اثبات میں جواب دیا کہ وہ ایک خواب ہے۔ بادشاہ نے لڑکی کو مخاطب کر کے کہا کہ تم نے سچ کہا۔ خواب بتائیے میں نے کیا دیکھا تھا؟ لڑکی نے بادشاہ کا خواب من وعن نقل کر دیا کہ آپ نے یہ خواب دیکھا تھا کہ تیز آندھی چل رہی ہے اور ہوا کے بگولے ایک دوسرے کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور قریب میں نہر جاری ہے وہاں کوئی کھڑا ہوا گھنٹی کی آواز کی شکل میں کہہ رہا ہے کہ نہر کے قریب گھاٹ میں آجاؤ تو جس شخص نے نہر سے پانی پی لیا تو وہ سیراب ہوگیا اور جس نے انکار کر دیا وہ اس میں غرق ہوگیا۔

بادشاہ نے یہ سن کر کہا کہ یہی میرا خواب ہے اور میں نے ایسا ہی دیکھا تھا اے عفیرا! اب اس کی تعبیر بتاؤ۔ اس لڑکی نے اس خواب کی تعبیر بتانی شروع کی کہ **الاعاصیر الزوابع** (ہوا کے بگولے) سے مراد یمن کے بادشاہ ہیں **النهر** (نہر) سے مراد علم ہے اور **الداعی** (بلانے والے) سے مراد پیغمبر علیہ السلام ہیں اور **الجارع** (نہر سے پانی پینے والے) سے مراد نیک لوگ ہیں اور **الکارع** (انکار کرنے والے سے مراد) جھگڑالو دشمن ہیں۔

یہ سن کر بادشاہ نے عفیرا سے دریافت کیا کہ یہ پیغمبر امن وسلامتی پھیلائیں گے یا جنگ وجدال برپا کریں گے؟ عفیرا نے جواب دیا کہ خدا کی قسم وہ پیغمبر امن وسلامتی کا پیغام لائیں گے اور دُنیا سے جنگ وجدال، جھگڑے فساد ختم کریں گے اور باندیوں کو آزاد کریں گے۔

بادشاہ نے پوچھا، وہ انسان کو کس چیز کی طرف بلائیں گے؟ عفیرا نے کہا: نماز، روزہ کی دعوت دیں گے، صلہ رحمی کی تلقین کریں گے، بت شکنی کا حکم دیں گے اور تیروں کے ذریعہ پانسہ پھینکنے کو لغو قرار دیں گے۔ بادشاہ نے پھر پوچھا کہ وہ کس قوم سے پیدا ہوں گے؟ عفیرا نے کہا کہ مضر بن نزار کی قوم سے پیدا ہوں گے اور اس قبیلہ کی شہرت اسی کے وجود گرامی سے ہوگی۔ اور خاندانی روایات کو روشن کرنے کا باعث بنیں گے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ جب ان کی قوم حملہ آور ہوگی تو کون ان کے مددگار ہوں گے؟ عفیرا نے جواب دیا کہ ان کے مددگار پرندے ہوں گے اور مبارک نفوس جہاد کریں گے اور ان کے ذریعہ سے کفر کے حلقوں میں کھلبلی مچ جائے گی اور اس پیغمبر کے حلقہ کی بھرپور مدد کی جائے گی۔

عفیرا کے یہ جوابات سن کر بادشاہ اس سے اپنے نکاح کے بارے میں سوچنے لگا تو عفیرا نے کہا کہ میں آپ سے نکاح کرنے کے لیے تیار نہیں اس لیے کہ میرا تابع غیور ہونا چاہیے اور میرے معاملے میں انتہائی صبر کی ضرورت ہے جو کوئی مجھ سے محبت کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔

یہ سن کر بادشاہ کھڑا ہوگیا اور اپنی سواری کی طرف چلا اور سوار ہو کر اپنے محل میں آگیا اور وہاں سے عفیرا کے لیے سو اونٹ ہدایا اور تحائف سے لدے بھرے بھجوا دیئے۔

بخت نصر کا واقعہ بھی ایسا ہے کہ خواب دیکھ کر بھول گیا تھا جس میں پیغمبر اعظم سرور کائنات ﷺ کی بعثت مبارکہ کی اطلاع دی گئی تھی۔ بخت نصر نے اس وقت خواب دیکھا تھا جب اس نے بیت المقدس پر حملہ کر کے بنی اسرائیل کے بہت سے افراد کو گرفتار کر لیا تھا اور ان گرفتار شدگان میں سے ایک ہزار بچوں کو اپنی نگرانی میں رکھا تھا جن میں حضرت دانیال علیہ السلام بھی تھے۔

بخت نصر خواب دیکھ کر بھول گیا۔ اس سلسلہ میں اس نے کاہن اور منجم حضرات کی طرف رجوع کیا اور ان کو جمع کر کے ان سے اپنا خواب دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا ہم صرف خواب کی تعبیر بتا سکتے ہیں جب کہ آپ ہم سے اپنا خواب بیان کریں۔ بخت نصر نے کہا کہ میں خواب بھول چکا ہوں۔ اگر تم نے مجھ کو میرا خواب یاد نہ دلایا تو میں سمجھتا ہوں کہ تمہاری موت تمہارے سروں پر ناچ رہی ہے۔ بخت نصر کی اس دھمکی سے تمام کاہن و ساحر خوف زدہ ہو گئے اور اس کے پاس سے گھبرائے ہوئے واپس آئے۔ پھر انہی میں سے ایک نے جا کر بخت نصر کو یہ اطلاع دی کہ ہمارے علم کے مطابق اگر کوئی شخص تمہارا خواب بیان کر سکتا ہے تو وہ صرف اسرائیلی لڑکا دانیال ہے وہی آپ کا خواب بیان کر سکتا ہے۔

بخت نصر نے حضرت دانیال علیہ السلام کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور ان سے اپنا خواب دریافت کیا۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے پوچھا کہ اے بادشاہ! آپ مجھے صرف تین دن کی مہلت دیجئے کیونکہ میں اپنے مالک حقیقی سے دریافت کر کے بتا سکتا ہوں۔ بخت نصر نے حضرت دانیال علیہ السلام کو مہلت دے دی۔ حضرت دانیال علیہ السلام نماز و دُعا میں مشغول ہو گئے۔ حق تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے بخت نصر کا خواب اور اس کی تعبیر بتا دی۔ حضرت دانیال علیہ السلام بخت نصر کی خدمت میں آئے اور فرمایا کہ آپ نے یہ خواب دیکھا ہے کہ ایک پتھر کی مورتی ہے اور اس کے ہاتھ پیر مٹی سے بنے ہوئے ہیں اور ران پیتل کی ہے اور اس کا پیٹ چاندی اور سینہ سونے کا ہے اور مورتی کی گردن و سر لوہے کا بنا ہوا ہے۔ اے بادشاہ! آپ نے اس مورتی و تصویر کو دیکھ کر بہت تعجب کیا۔ بخت نصر نے کہا کہ تم نے صحیح کہا۔ پھر حضرت دانیال علیہ السلام نے کہا کہ اس تصویر (مورتی) پر آسمان سے پتھر برسے اور وہ ریزہ ریزہ ہو گئی۔ اور اس کے بعد وہ پتھر اتنا بڑا ہو گیا کہ پوری دُنیا میں پھیل گیا ہے۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے کہا کہ اے بادشاہ! یہ وہ خواب ہے جس کو آپ بھول گئے تھے۔ بخت نصر نے کہا کہ اس کی تعبیر کیا ہے؟

حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ پتھر کی مورتی جس کو آپ نے خواب میں دیکھا ہے یہ دُنیا کے بادشاہ ہیں۔ بعض بادشاہ انتہائی طاقت و قوت والے ہیں اور بعض کمزور۔ بس اس بت کے ہاتھ پیر جو مٹی کے بنے ہوئے تھے یہ کمزور بادشاہ ہیں اور جو پیتل کا حصہ تھا تو اس سے کچھ طاقت ور بادشاہ کی جانب اشارہ تھا اور سونا چاندی کا جو حصہ بنا ہوا تھا تو اس سے طاقت ور باعزت بادشاہ مراد ہیں۔

پھر اس بت پر جو پتھر آ کر گرا اس سے مراد پیغمبر آخر الزمان ﷺ ہیں جو تمام دُنیا کو بھلائی کی دعوت دیں گے جس کے نتیجے میں آپ ؐ کے لائے ہوئے دین سے تمام دُنیا روشن ہو جائے گی اور دُنیا کا اقتدار اعلیٰ آپ ؐ ہی کی جانب منتقل ہو جائے گا اور رہتی دُنیا تک آپ ؐ ہی کی لائی ہوئی شریعت پر لوگ عمل پیرا ہوں گے۔

یہ باتیں سن کر بخت نصر کو بہت تعجب ہوا اور حضرت دانیال علیہ السلام کی قدر و منزلت اس کے دل میں بہت بڑھ گئی اور آپ ؐ کو اپنے خاص الخاص افراد میں شامل کر لیا۔

مورخ ابن خلکان' ابن قریہ کی سوانح میں تحریر فرماتے ہیں (جن کا اصلی نام ایوب بن زید بن قریہ تھا اور اعرابی ہونے کے باوجود مقرب بارگاہ حجاج تھا) کہ حجاج نے ابن قریہ کو عبدالرحمٰن بن اشعث بن قندی کے پاس بھیجا۔ جس وقت عبدالرحمٰن بن اشعث نے خلیفہ عبدالملک بن مروان کے مقابلہ میں خروج کیا تھا اور اس کی خلافت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کر رہا تھا۔

چنانچہ ابن قریہ اس کے پاس پہنچا اور اس نے کہا کہ تم خلیفہ عبدالملک بن مروان کے خلاف تقریر کرو اور اس کی خلافت تسلیم نہ کرو اور حجاج کو قید کر لو۔ ورنہ میں تمہاری گردن اُڑا دوں گا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن ابن اشعث نے ابن قریہ کے حکم کے مطابق ایسا ہی کیا اور اس کا ہمنوا بن گیا۔ جب عبدالرحمٰن بن اشعث حجاج سے مقابلہ کرتا ہوا لڑائی میں مارا گیا تو ابن قریہ کو حجاج کے پاس پکڑ کر لایا گیا تو حجاج نے اس سے چند سوالات کیے جن کا ابن قریہ نے مختصر انداز میں یہ جوابات دیئے کہ اہالیان عراق حق و باطل کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ اہل حجاز فتنہ وفساد میں سبقت کرتے ہیں اور اس میں بہت ماہر ہیں۔ اہل شام اپنے حکمرانوں کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہیں اور اہل مصر طاقت کے غلام ہیں۔ یمن کے لوگ مطیع وفرمانبردار ہوتے ہیں اور سرزمین ہند کے دریا موتی ہیں اور اس کے پہاڑ یاقوت ہیں اور ہندوستان کے شجر عود ہیں اور اس کے پتے عطر ہیں۔ ملک یمن خلاصہ عرب ہے اور اصیل النسل ہے اور مکہ معظمہ کے اشخاص جید علماء ہیں اور وہاں کی عورتیں بہترین لباس والی ہیں اور مدینہ علم کا منبع ہے۔ بصرہ کی سردی وگرمی میں شدت ہے اس کا پانی نمکین ہے۔ اس کی لڑائی صلح ہے۔ کوفہ دریا کی گرمی کی بناء پر مشہور ہے اور ٹھنڈک کی بناء پر بدنام ہے اور ملک شام حماۃ اور کنتہ کے مابین دروازہ ہے۔

حجاج نے ابن قریہ سے سوال کیا کہ حماۃ اور کنتہ سے کیا مراد ہے؟ اس نے کہا کہ بصرہ اور کوفہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے حریف ہیں اور ان کے درمیان دجلہ اور فرات دو دریا بہہ رہے ہیں جو خیر کی علامت ہیں۔ ابن قریہ نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ہر اعلیٰ وعمدہ شے کے مقابلہ میں بے کار اور گھٹیا شئے ہے۔ شجاعت کے مقابلہ میں بزدلی ہے۔ حلم کے مقابلہ میں ہفوات ہے۔ حجاج نے کہا کہ اہل عرب کہتے ہیں کہ ہر شئے کے لیے آفت وزوال ہے۔ ابن قریہ نے کہا کہ اہل عرب صحیح کہتے ہیں۔ بردباری کی آفت غضب ہے۔ عقل کی آفت عجب ہے۔ شجاعت کی بغاوت ہے اور مال کی آفت' سوء تدبیر ہے۔ اور باکمال کی آفت قحط الرجال ہے۔ اور شریف لوگوں کی آفت کمین لوگوں کا پڑوس ہے۔ علم کی آفت بھول جانا ہے۔ سخاوت کی آفت بدل وخرچ کرنا ہے۔ اس کے بعد حجاج نے ابن قریہ سے دریافت کیا کہ حجاج کی مصیبت وآفت کیا ہے؟ ابن قریہ نے جواب دیا' اس شخص کے لیے کوئی آفت ومصیبت نہیں ہے جس کا حسب ونصب عمدہ ہو اور جس کی اولاد بھی عمدۃ النسل ہو۔ حجاج نے کہا کہ اب تیرا پیمانۂ شقاوت لبریز ہو گیا اور تیرا انفاق ظاہر ہو گیا۔ چنانچہ فوراً اس کی گردن اُڑا دینے کا حکم دیا۔ جب حجاج نے اس کو مقتول دیکھا تو اپنے اس فعل پر سخت نادم وپریشان ہوا۔

علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ ابن قریہ ۸۴ھ میں قتل کیا گیا ہے اور اس کا مفصل واقعہ ''غایت الادب فی کلام حکماء العرب'' میں مرقوم ہے۔

ابتلاء الاخیار بالنسا الاشرار کے مصنف نے ایک عمدہ گھوڑا ابومسلم خراسانی کی خدمت میں پیش کیا۔ ابومسلم نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ گھوڑا کس کام میں آتا ہے؟ انہوں نے کہا جہاد فی سبیل اللہ میں۔ ابومسلم نے کہا نہیں۔ ساتھیوں نے عرض کیا کہ پھر دشمنوں کو تلاش کرنے میں مدد دیتا ہے۔ اس پر بھی ابومسلم نے انکار کیا تو ساتھیوں نے عرض کیا کہ پھر آپ ہی بتلایئے کہ کس کام میں آتا ہے؟ جواب دیا کہ فاحشہ عورت اور برے پڑوسی سے بھاگنے کے کام آتا ہے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ گھوڑوں میں بہترین وصف کے گھوڑے صافنات ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے بھی یہی وصف بیان فرمایا:

قال اللّٰہ تعالیٰ اذ عرض علیه بالعشی الصافنات الجیاد.

مفسرین اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے ایک ہزار گھوڑوں کو صرف نماز کے فوت ہو جانے کے سبب سے ذبح کر دیا تھا۔ جس کے عوض حق تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس سے بھی بہترین بدلہ عطا فرمایا تھا۔ یعنی ہوا کو آپؑ کے تابع کر دیا تھا جو صبح وشام میں آپ کو ایک ماہ کا سفر طے کرا دیتی تھی۔

''ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اور ابودھما رضی اللہ عنہ جو کثرت سے بیت اللہ جایا کرتے تھے فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک بدوی آیا اور اس نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ کو چند باتوں کی تعلیم دی جس میں سے ایک یہ بھی تھی کہ اگر کسی شئے کو حق تعالیٰ سے ڈر کر چھوڑ دیا جائے تو اللہ تعالیٰ تم کو اس سے بہتر شئے عطا فرمائے گا۔''

نسائی نے اس حدیث شریف کی تخریج کی ہے اور ابوالدہما کا اصلی نام قرفہ بن بہیس ہے۔ بخاری کے علاوہ دوسرے حضرات نے بھی حدیث ان سے روایت کی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑے کو قربت وثواب حاصل کرنے کی وجہ سے ذبح کیا تھا۔

ثعلبیؒ کہتے ہیں کہ گھوڑے کا گوشت حلال ہے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بھی نماز کے فوت ہونے کی تلافی میں اپنا باغ صدقہ کر دیا تھا جبکہ وہ ایک پرندہ کے دیکھنے میں مشغول ہو گئے تھے جس کی بناء پر نماز میں تاخیر ہوگئی تھی۔

الصافنات ان گھوڑوں کو کہتے ہیں جو تین ٹانگوں پر کھڑے رہیں اور چوتھے پاؤں کا کھر صرف زمین پر لگا رہے جیسا کہ شاعر کہتا ہے ؎

الف الصفون فلا یزال کانہ　　مما یقوم علی الثلاث کسیر

''بہترین قسم کے گھوڑے بندھے ہوئے ہیں اور وہ اپنے تین پاؤں پر مسلسل کھڑے رہتے ہیں جو ان کے بہترین نسل سے ہونے کی علامت ہے۔''

اہل عرب خیل (گھوڑے) کو اس کی شرافت ونجابت کی بناء پر خیر سے بھی پکارتے ہیں۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو جن کو عام طور پر لوگ زید الخیل کے نام سے پکارتے تھے' زید الخیر کہا۔ زید رضی اللہ عنہ جب گھوڑے پر سوار ہوتے تو ان کے دونوں پیر زمین کی طرف لٹکے ہوئے ہوتے تھے۔ یہ زید بن مہلہل بن زید طائی ہیں۔ ان کے پاس گھوڑوں کی کثرت تھی۔ ہر قسم کے گھوڑے ان کے پاس تھے۔ مثلاً ہطال' کمیت' ورد' کامل' لاحق' دموک وغیرہ۔

زید بن مہلہل رضی اللہ عنہ قبیلہ طے کے ساتھ بارگاہ رسالت میں ۹ھ میں آکر مشرف باسلام ہوئے تھے۔ آپؐ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ دو خصلتیں تم میں ایسی ہیں کہ جس کی بناء پر اللہ اور اس کا رسول تم سے محبت کرتا ہے' ایک حیاء اور دوسرے حلم۔ زید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہر قسم کی ستائش وخوبی اللہ کے لیے ہے جس نے مجھ کو ایسی چیز عطا فرمائی جس کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول محبت فرماتے ہیں۔ ایک موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ اے زید الخیر تم کو بخار ہلاک کرے گا۔ چنانچہ اس کے بعد وہ گھر واپس آئے تو انہیں بخار چڑھا اور اسی حالت میں انتقال کر گئے۔

مسحًا بالسوق والاعناق کی تفسیر میں ابن عباس اور زہری فرماتے ہیں کہ **مسحًا بالسوق** کے معنی یہاں تلوار سے گردن اور ٹخنے کاٹنے کے نہیں ہیں بلکہ محبت واعزاز کی وجہ سے ہاتھ پھیرنا مراد ہے۔ یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کے ٹخنوں اور گردنوں پر محبت وتکریم کی وجہ سے ہاتھ پھیرا۔

بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد غسل الماء یعنی نہلانا ہے۔

ثعلبی کہتے ہیں کہ مسح بالسوق والاعناق کرنا یہ علامت تھی اس بات کی کہ یہ گھوڑے جہاد کے لیے خاص ہیں۔ اور بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں میں سے صرف سو گھوڑے باقی بچے تھے جن سے آج تک کی نسل چلی آتی ہے۔

مصنف حیاۃ الحیوان اس قول کی تردید فرماتے ہیں کہ یہ محال ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ کل بیس گھوڑے تھے جن کو شیطان دریا سے نکال لایا تھا اور ان کے پر بھی تھے۔ واللہ اعلم

اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے بارے میں دُعا مانگی کہ مجھ کو ایسی بادشاہت عطا کر جو کسی کو نہ دی گئی ہو۔ تو اس سے مراد یہ ہے کہ انسانوں کے درمیان مجھ کو منفرد و ممتاز مقام عطا فرما کہ میرا معجزہ ہو جائے۔ مفصل بیان باب العین میں آئے گا۔

نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دُعائیں مانگیں کہ مجھے ایسا حکم جو آپ کے حکم سے ملتا ہو اور ایسی حکومت جو میرے بعد کسی کو نہ ملے اور یہ کہ جو شخص اس مسجد (بیت المقدس) میں داخل ہو اور اس کی غرض سوائے نماز کے اور کوئی نہ ہو تو وہ گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو جائے جیسا کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اول کی دو دُعائیں تو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائیں اور تیسری دُعا کے بارے میں مجھ کو اُمید ہے کہ وہ بھی قبول ہو گئی ہوگی۔''

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ایک پیغمبر دُعا کر رہا ہے اور دوسرا پیغمبر قبول ہونے کی اُمید کر رہا ہے' پھر کیوں نہ مقبول ہوئی ہوگی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے چھ سو کرسیاں بچھائی جاتی تھیں جس پر آپ جلوہ افروز ہو کر فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے۔ جن وانس کے عظماء وشرفاء حسب مراتب آپ کے پہلو میں تشریف فرما ہوتے۔ انسان کا رُتبہ جنات سے بڑھا ہوا ہوتا۔ یعنی سب سے پہلے اشراف انسان کا گروہ ہوتا وہ آپ کے متصل بیٹھ جاتا۔ پھر اشراف جن کی جماعت آتی' وہ اس کے متصل بیٹھ جاتی۔ پرندے آ کر ان سب پر سایہ فگن ہو جاتے۔ ہوائیں چلتیں جن کی سرعت رفتار کے بارے میں قرآن شریف ناطق ہے غدوها شهر و رواحها شهر (کہ صبح کے وقت وہ ایک مہینہ کی مسافت طے کرتی اور شام کے وقت بھی)۔

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کی فرمائش کے مطابق حق تعالیٰ نے بادشاہت عطا کی تو آپ نے ایسی کرسی بنوانے کا فیصلہ کیا۔ جس پر آپ جلوہ افروز ہو کر جن وانس وچرند وپرند کے خصومات کا فیصلہ فرمائیں اور جس کو دیکھ کر باطل پرست اور جھوٹی گواہی دینے والے خوف زدہ اور مبہوت ہو جائیں۔ اور صرف حق بات کی گواہی دیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے حکم فرمایا کہ کرسی کو ہاتھی کے دانت سے بنوایا جائے جو موتی' یاقوت اور زمرد سے مرصع ہو۔ اس کرسی کے چاروں طرف سونے کے چار کھجور کے درخت لگائے جائیں جن کی شاخ سرخ قیمتی پتھر کی اور سبز زمرد کی ہو۔ دو درخت پر سونے کے مور کی تصویر بنائی جائے اور دو کھجور کے درخت پر سونے کے دو گدھ بنائے جائیں جو ایک دوسرے کے مقابل ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور سونے کے دو شیر آپ کی کرسی کے پہلو میں رکھے گئے جن کے سروں پر سبز زمرد کے ستون نصب کئے گئے اور کھجور کے درختوں پر سونے کی انگور کی بیل لٹکائی گئی' جس کے خوشے یاقوت کے تھے اور جس نے کھجور کو اور کرسی کو اپنے سایہ میں لے لیا۔

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کرسی پر جلوہ افروز ہونے کا ارادہ فرماتے اور کرسی کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے تو کرسی چکی کی طرح بہت گھومنے لگتی اور پرندے اپنے اپنے پروں کو پھیلانے لگتے۔ شیر اپنے ہاتھوں کو دراز کرتے اور اپنی دم کو زمین پر رکھتے۔ جب سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کرسی پر بیٹھ جاتے تو سونے کے دو گدھ جو کھجور کے درخت پر بنائے گئے تھے' وہ تاج اُٹھا کر حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سر پر رکھ دیتے۔ پھر کرسی چکر کاٹنے لگتی۔ اس کے ساتھ گدھ' مور اور شیر بھی گھومنے لگتے۔ پھر آپؑ تورات کی تلاوت فرماتے اور اس کے بعد فیصلہ فرماتے۔ آپ کے دائیں جانب ایک ہزار سونے کی کرسی بچھی ہوتی تھی جس پر بنی اسرائیل کے شرفاء وعلماء تشریف فرما ہوتے اور بائیں جانب بھی ایک ہزار چاندی کی کرسی رکھی ہوئی تھی جس پر جنات کے عظماء وشرفاء بیٹھتے۔ ان سب پر

پرندے اپنے پروں سے سایہ فگن ہوتے۔ پھر لوگ اپنا اپنا مقدمہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے پیش کرتے۔آپ گواہ طلب کرتے۔ جس وقت گواہ حضرت کی خدمت میں گواہی دینے کی غرض سے آتے تو چکی کی طرح کرسی گھومتی اور شیر اپنے ہاتھوں کو پھیلاتے اور دم کو زمین پر مارتے اور مور و گدھ اپنے پروں کو پھیلاتے ان سب حرکات وسکنات کی وجہ سے شاہد کے دل میں گھبراہٹ پیدا ہو جاتی جس کی بناء پر وہ سچ ہی کہتا اور جھوٹ بولنے کی ہمت نہ ہوتی۔

جس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات ہوئی اور بخت نصر نے بیت المقدس کو فتح کیا تو وہ کرسی کو اُٹھا کر شہر انطاکیہ لے آیا اور اس نے اس پر بیٹھنے کا ارادہ کیا لیکن اس پر قادر نہ ہوا۔ بخت نصر کے بعد یہ کرسی بیت المقدس میں لائی گئی۔کوئی بھی بادشاہ اس پر بیٹھنے پر قادر نہ ہو سکا۔اور پھر اس کرسی کا پتہ نہیں چلا کہاں چلی گئی۔ بخت نصر کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ ان چار بادشاہوں میں سے تھا جنہوں نے اپنا پرچم پوری دُنیا میں لہرایا۔غبی کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے۔

ایک عبرت آموز وحیرت ناک واقعہ نمبرا

مؤرخین اور اصحاب سیر نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں بنی اسرائیل کے ایک شخص کا واقعہ لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے عہد میں ایک اسحاق نامی شخص تھا۔اس کی چچازاد بہن حسن اور خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھی۔ یہ اپنی چچازاد بہن پر عاشق ہو گیا اور اس سے شادی کرلی۔ چندروز کے بعد اس لڑکی کا انتقال ہو گیا اور اس پر جدائی بہت شاق گزری۔ یہ اس کی قبر سے جا کر چمٹ گیا اور رونے لگا۔ایک مدت تک ایسا ہی کرتا رہا۔ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ادھر سے گزر ہوا تو آپؑ نے کہا کہ اے اسحاق کیوں رو رہا ہے؟ اس نے کہا یا روح اللہ یہ میری بیوی کی قبر ہے مجھے اس سے بہت محبت تھی اس کے فراق نے مجھے ہلاک کر رکھا ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارا ارادہ ہے کہ میں اس کو اللہ کے حکم سے زندہ کردوں۔اس نے اثبات میں جواب دیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قبر کے پاس آئے اور کہا قم یا صاحب هذا القبر باذن الله (اللہ کے حکم سے زندہ ہو جا) چنانچہ قبر شق ہوئی اور اس میں سے ایک حبشی غلام جس کی آنکھ' ناک اور منہ سے آگ نکل رہی تھی لا اله الا الله عیسی روح الله و کلمته وعبده و رسوله کہتا ہوا نکلا۔اسحاق نے کہا یا نبی اللہ میری بیوی کی قبر یہ نہیں ہے بلکہ فلاں جگہ ہے' اس نے دوسری قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس حبشی سے کہا کہ واپس چلے جاؤ۔چنانچہ وہ مردہ ہو کر گر پڑا۔

پھر آپؑ دوسری قبر پر آئے اور کہا کہ اے صاحب قبر اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔چنانچہ ایک عورت اپنے بدن سے مٹی جھاڑتی ہوئی نکلی۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ یہی تمہاری زوجہ ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ اس کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔چنانچہ وہ اس کو اپنے ساتھ لے آیا۔اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تیرے فراق میں مستقل جاگتا رہا اب میں چاہتا ہوں کہ تھوڑی دیر آرام کرلوں۔وہ اس لڑکی کی ران پر سر رکھ کر سو گیا۔سونے کے دوران اس لڑکی کے پاس ابن الملک گزرا جو حسن وجمال میں یکتائے روزگار تھا۔لڑکی اس کو دیکھتے ہی عاشق ہو گئی۔ جب اس شخص نے لڑکی کو دیکھا تو وہ بھی اس پر فریفتہ ہو گیا۔لڑکی نے اس سے کہا کہ مجھ کو اپنے ساتھ لے چلے۔اس نے اپنے گھوڑے پر سوار کرلیا اور اس کو اپنے ساتھ لے گیا۔ادھر جب اسحاق بیدار ہوا تو اپنی بیوی کو نہ پا کر بہت پریشان ہوا اور اس کی طلب وتلاش میں نکل پڑا اور گھوڑے کے آثار قدم دیکھ کر ان کے پیچھے چلتا رہا۔ایک مقام پر پہنچ کر ان کو پکڑ لیا۔اور ابن الملک سے کہا کہ میری بیوی میرے حوالے کردو۔کیونکہ زوجہ ہونے کے ساتھ ساتھ یہ میری چچازاد بھی ہے۔ لڑکی نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ میں ابن الملک کی باندی ہوں۔اسحاق نے نہایت تاکید کے ساتھ کہا کہ تو میری بیوی اور میرے چچا کی

لڑکی ہے۔لڑکی نے جواب دیا میں تجھ کونہیں پہچانتی۔ مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ میں ابن الملک کی جاریہ ہوں۔ابن الملک نے اسحاق سے مخاطب ہوکر کہا کہ تو میری باندی سے کیوں جھگڑتا ہے؟

اس پر اسحاق نے جواب دیا کہ یہ تیری باندی نہیں ہے میری بیوی ہے جس کو روح اللہ نے اللہ کے حکم سے زندہ کیا ہے۔ان کی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ اے اسحاق! یہ تیری بیوی وہی ہے جس کو میں نے زندہ کیا تھا۔ اسحاق نے جواب دیا کہ ہاں اے اللہ کے نبی یہ وہی ہے۔اس کی بیوی نے کہا یا روح اللہ یہ جھوٹ بول رہا ہے میں اس کی بیوی ہرگز ہرگز نہیں ہوں بلکہ ابن الملک کی جاریہ ہوں۔اور ابن الملک نے بھی اس کی تائید کی کہ میری باندی ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لڑکی سے کہا کہ کیا میں نے تجھ کو زندہ نہیں کیا تھا؟ اس نے اس بات سے بھی انکار کیا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ جو میں نے تجھے دیا اس کو واپس کر دے۔ یہ سنتے ہی وہ لڑکی مردہ ہوکر گر پڑی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو شخص ارادہ کرے کہ میں اس شخص کو دیکھوں جو کفر کی حالت میں مرا ہو پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ کر کے ایمان کی حالت میں اُٹھایا ہو تو وہ اس حبشی کو دیکھ لے اور جو اس کو دیکھنا چاہے جو بحالت ایمان پر مرا ہو پھر اس کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا ہو۔ پھر اس کو کفر کی حالت میں اُٹھالیا ہو تو وہ اس لڑکی کو دیکھ لے۔اس کے بعد اسحاق نے حق تعالیٰ کو حاضر و ناظر کر کے عہد کیا کہ وہ کبھی شادی نہ کرے گا۔

وهذه الحكاية اعظم عبرة لاولى الالباب. نسأل الله تعالى السلامة وحسن الخاتمه بجاه محمد وآله.

واقعہ نمبر۲

ایک روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہاڑ پر تشریف لے گئے وہاں آپ نے گرجا (چرچ) دیکھا جس میں ایک راہب عبادت کر رہا تھا۔ کثرت عبادت ومجاہدہ سے اس کا بدن لاغر ونحیف ہو گیا تھا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو سلام کرنے کے بعد پوچھا کہ تم اس چرچ میں کتنے دنوں سے ہو؟ اس راہب نے جواب دیا کہ مجھے یہاں پر ستر سال ہو گئے ہیں۔اور میرے دل میں ایک چیز کی تمنا ہے لیکن وہ پوری نہیں ہوتی۔اگر آپ میرے لیے دُعا فرمائیں تو ممکن ہے کہ میری دیرینہ خواہش پایہ تک پہنچ جائے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس راہب سے دریافت کیا کہ کس چیز کی خواہش ہے؟ اس راہب نے جواب دیا کہ میری عرصہ سے تمنا ہے کہ حق تعالیٰ تعالیٰ مجھ کو ایک ذرہ اپنی خالص محبت عطا فرمادے۔آپ نے فرمایا کہ میں دُعا کروں گا۔ چنانچہ آپ نے رات کو دُعا فرمائی۔فوراً وحی نازل ہوئی کہ اے عیسیٰ ہم نے تیری دُعا قبول کر لی۔

چند روز کے بعد آپ کا گزر اسی جگہ سے ہوا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ چرچ کھنڈر میں تبدیل ہو چکا ہے اور وہ زمین جس پر عبادت خانہ تھا وہ شق ہوگئی ہے۔آپ اس زمین میں اُترے دیکھا تو وہی عابد کھڑا ہے اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور منہ کھلا ہوا تھا۔آپ نے سلام کیا اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔غیب سے آواز آئی کہ اے عیسیٰ اس نے ہم سے ایک ذرہ کے بقدر خالص محبت کا مطالبہ کیا تھا ہم کو معلوم تھا کہ یہ اس کا تحمل نہیں کر سکتا۔لیکن آپ کی شفاعت ودُعا کی وجہ سے ہم نے اس کو خالص محبت کے ذرے کا ستر ہزارواں حصہ دیا۔ جب یہ اس حالت میں ہے جس کو آپ دیکھ رہے ہیں اگر ہم اس سے زیادہ دیتے تو کیا حال ہوتا۔

دمیریؒ کہتے ہیں کہ خواص کی محبت کا ظہور ان ہی واقعات سے ہوتا ہے۔فنافی اللہ کے واسطے محبت سب سے پہلی سیڑھی ہے اور یہی وہ گھاٹی ہے جس کے ذریعہ انسان محبوبیت کی منزل تک پہنچتا ہے۔اگرچہ محققین کے اقوال اس سلسلے میں مختلف ہیں کہ ہر شخص نے اپنے ذوق کے مطابق بیان کیا ہے۔اس مقام پر مختلف اقوال وعبادات نقل کر کے اس پر تنقید وتبصرہ کرنا نامناسب ہے اور نہ اس کی گنجائش ہے۔اس

سلسلہ میں ہم نے اپنی کتاب ''جوہر الفرید'' کے آٹھویں جز میں مفصل بحث کی ہے تاہم مختصر انداز میں اس کا خلاصہ پیش کرتے ہیں تا کہ قارئین اس سے محظوظ ہوسکیں۔

محبت کی تعریف

ہر حال میں محبوب کی خواہش کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا' اس کو محبت کہتے ہیں۔ راحت و سرور ہو یا رنج و غم' نفع ہو یا نقصان ہر صورت میں اپنی خواہش کو ختم کر کے محبوب کی خواہش کا غلام ہو جانا' اسی کا نام محبت ہے۔ اسی مفہوم کو شاعر اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہے ۔

وقف الھویٰ بی حیث انت فلیس لی　　متاخر عنہ و لا متقدم

''محبت نے مجھے جما کر کھڑا کر دیا جہاں پر کہ تو ہے۔ اب میں اس جگہ سے نہ آگے بڑھ سکتا ہوں اور نہ پیچھے ہٹ سکتا ہوں۔''

اجد الملامة فی ھواک لذیذة　　حبالذکرک فلیلمنی اللوم

''مجھے تیرے عشق میں ملامت بھی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ یہ تیرے تذکرے کو محبوب رکھنے کی بنا پر۔ لہٰذا ملامت کرنے والے اب چاہے جتنی ملامت کریں۔''

اشبھت اعدائی فصرت احبھم　　اذا کان حظی منک حظی معھم

''رقیب میرے دشمن بن گئے تو میں جواباً ان کا دوست بن گیا جب کہ مجھے کوئی فائدہ تجھ سے پہنچ رہا ہو اور وہ بھی تجھ سے نفع اندوز ہو رہے ہوں۔''

فاھنتنی فاھنت نفسی صاغرًا　　مامن یھون علیک ممن یکرم

''تو نے مجھے حقیر جانا' میں نے بھی پھر خود کو حقیر گردان لیا۔ اس لیے کہ جب تو کسی کو حقیر سمجھے تو وہ معزز کیسے ہو سکتا ہے۔''

دمیریؒ کہتے ہیں کہ غیرت اوصاف محبت سے ہے۔ غیرت کے ہوتے ہوئے عشق کو راز میں رکھنا ممکن نہیں۔ لہٰذا جس کی زبان اس مضمون کو بیان کرنے میں دراز ہو اور سربستہ رازوں کو کھولنے پر مصر ہو تو اسے محبت کا ذائقہ نصیب نہیں وہ صرف اپنے دل کی آسودگی کی خاطر چرچے کر رہا ہے۔ اگر اسے حقیقی محبت کا ذائقہ نصیب ہوتا تو تفصیل اور تشریح کا محتاج نہ ہوتا۔ اس لیے کہ عشق صادق لفظوں سے نمایاں نہیں کیا جا سکتا وہ تو اداؤں سے پکڑا جا سکتا ہے۔ اور اس کو کوئی بھی نہیں سمجھ پاتا۔ بغیر محبوب کے' چونکہ ۔

تشیر فادری ما تقول بطرفھا　　و اطرق طرفی عند ذاک فَتَفْھَمُ

''محبوبہ مجھے اشارہ دیتی ہے تو میں اس کے گوشہ چشم کے اشاروں کو فوراً سمجھ لیتا ہوں اور جواباً میں اپنی آنکھ بند کرتا ہوں تو میرا یہ جواب محبوبہ کے لیے قابل فہم ہوتا ہے۔''

تکلم منا فی الوجوہ عیوننا　　فنحن سکوت و الھوی یتکلم

''ہم دونوں جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ہماری زبان خاموش اور آنکھیں مصروف گفتگو ہوتی ہیں گویا کہ ہم چپ اور محبت مصروف گفتار۔''

رہی محبت عوام کی وہ احسانات کی پیداوار ہے اور دوست کی راہ پر چلنے سے محفوظ ہوتی ہے اور دوست کی متعین کردہ منزل کی جانب بڑھنے سے نشوونما پاتی ہے۔ یہ محبت وساوس کی جڑیں کاٹ دیتی ہے۔ اس میں محبوب کی خدمت خوش گوار ہوتی ہے اور انسان کو مصائب پر

صبر کا سلیقہ نصیب ہوتا ہے۔ عوام اسے ہی ایمان کی معراج قرار دیتے ہیں۔ پس صوفیاء کے نزدیک بندے سے جو کچھ بھی سرزد ہوتا ہے وہ اس کی بندگی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بندہ خدا تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی میں لگا رہے۔ اس کا منظور نظر فقط خدا ہو۔ اس سلسلہ میں وہ نہ نشان منزل کا طلب گار ہو اور نہ اسے معبود حقیقی کی معرفت کے لیے دلائل کی ضرورت ہو۔ گویا کہ اپنے حواس کو معطل کر کے مظاہرہ عبدیت کرتا ہوا بارگاہ الٰہی میں دائماً حاضر باش ہو۔

ایک ولی اللہ کی کرامت

حضرت ابراہیم خواصؒ سفر کر رہے تھے۔ دوران سفر ان کو پیاس محسوس ہوئی۔ چاروں طرف نگاہ ڈالی دور دور تک پانی کا نام ونشان نہ تھا۔ پیاس کی شدت کا جب غلبہ ہوا تو بے ہوش ہو کر گر پڑے تھوڑی دیر گزری تھی کہ انہیں اپنے چہرے پر کچھ ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ آنکھ کھول کر دیکھا تو ایک خوب صورت نوجوان عمدہ گھوڑے پر سوار ہے۔ سبز رنگ کا لباس زیب تن کیے اور زرد رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے پانی کا پیالہ لیے ہوئے کھڑا ہے۔ اس نے مجھ کو پانی پیش کیا اور مجھ سے کہا کہ میرے گھوڑے پر سوار ہو جا۔ چنانچہ میں ان کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ کہاں کا قصد ہے؟ میں نے عرض کیا مدینہ جانے کا ارادہ ہے۔ اس نے کہا یہی مدینہ ہے تشریف لے جایئے اور جناب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں جا کر عرض کرنا کہ رضوان خازن جنت نے آپ کو سلام عرض کیا ہے۔

وهذه كرامة عظيمة' ذالك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم.

الجواف

الجواف (ضمہ کے ساتھ) یہ مچھلی کی ایک قسم ہے۔ مالک بن دینار فرماتے ہیں: **اكلت رغيفا وراس جوافة وفعلى الدنيا العفاء.**

الجوذر

الجوذر (ذال کے ضمہ وفتحہ کے ساتھ) جنگلی گائے کا بچہ۔ شاعر کہتا ہے ۔

ان من يدخل الكنيسة يوما … يلق فيها جاذرًا و ظباء

''جو گرجا گھر روزانہ جاتا رہے گا تو ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ اسے وہاں حسین ہرنیاں اور دیدہ زیب جنگلی گائیں ملیں گی۔''

اسی مفہوم کو علی بن اسحاق زاہی نے بہتر طریقہ پر اس شعر میں ادا کیا ہے ۔

وبيض بالحاظ العيون كانما … هززن سيوفًا و استللن خناجرًا

''اور وہ گوری چٹیاں خوف ناک آنکھوں والیاں گویا ایسی ہیں کہ انہوں نے اپنی نگاہوں کی تلواریں سونت رکھی ہیں اور اپنی آنکھوں کے خنجر سنبھال رکھے ہیں۔''

تصدیق لیٰ یومًا بمنعرج اللوىٰ … فغادرن قلبی بالتصبر غادرًا

''اچانک ایک دن میرے سامنے ٹیلہ پر نمایاں ہوئیں تو میرے دل پر ڈاکہ ڈالا اور میری متاع صبر لے اُڑیں۔''

سفرن بدورًا وانتقبن اهلةً و مسن غصونا والتفتن جاذرًا
''جب سامنے آئیں تو محسوس ہوتا تھا کہ چودہویں کا چاند ہیں اور جب نظروں سے غائب ہوئیں تو یوں لگتا تھا گویا کہ پہلے دن کا چاند ہیں۔''

واطلعن فی الاجیاد بالدر انجما جعلن لحبات القلوب خرائرا
''عمدہ قسم کے گھوڑوں کے ساتھ رونما ہوئیں جیسے کہ ستاروں میں موتی اور انہوں نے اپنی محبتوں کے پھر پرے سویدائے قلب میں اُڑا دیئے۔''

الریح تعصف و الاغصان تعتنق والمزن بکیة والزهر مفتبق
''ہوائیں چلتی ہیں تو شاخیں ایک دوسرے سے بغل گیر ہو جاتی ہیں' بادل رو پڑتے ہیں اور کلیاں چٹک جاتی ہیں۔''

کانما اللیل جفنٌ والبروق له عین من الشمس تبدو ثم تنطلق
''گویا کہ رات اس کا غلاف چشم ہے اور نگاہوں کی چمک سورج کی شعاعیں ہیں کبھی نمایاں اور کبھی غائب۔''

تبدت فهذالبدر من خجل بها و حقک مثلی فی دجی اللیل حائر
''محبوبہ سامنے آئی تو چودہویں کا چاند بھی شرما گیا۔ بخدا میں تو اندھیروں میں ہی بھٹک رہا تھا۔''

وماست فشق الغصن غیظًا جیوبه الست تری اوراقه تتنا ثر
''وہ مجھ سے ملی تو غضب ناک ہو کر میرا گریبان پھاڑ ڈالا تو کیا تو نہیں دیکھ رہی ہے کہ غیض وغضب کی چنگاریاں بکھر گئیں۔''

وفاحت فالقی العود فی النار جسمه کذا نقلت عنه الحدیث المجامر
''اس کی خوشبو پھیلی گویا کہ عود کی لکڑیاں آگ میں ڈال دی گئیں اور پھر یہ داستان عالم آشکارا ہو گئی۔''

وقالت فغادر الدر واصفر لونه کذلک مازالت تغار الضرائر
''اور جب بولی تو موتی گہرائی میں چلے گئے لیکن ان کا رنگ سامنے آ گیا۔ اسی طرح سوتنیں ایک دوسرے پر ہمیشہ غیرت کرتی ہیں۔''

بادر اذا حاجةً فی وقتها عرضت فللحوائج اوقات وساعات
''جب ضرورت پیش آئے تو اسے پیش کرو' چونکہ ضرورتوں کے اوقات اور متعین گھڑیاں ہوتی ہیں۔''

ان امکنت فرصة فانهض لها عجلا ولا تؤخر فللتاخیر آفات
''اگر موقع ہاتھ آ جائے تو فوراً اس سے فائدہ اُٹھاؤ۔ تاخیر کی صورت میں بہت سے نقصانات درپیش ہوتے ہیں۔''

اماتری الغیث کلما ضحکت کمالم الزهر فی الریاض بکی
''کیا بادلوں کو نہیں دیکھا کہ جب وہ ہنستے ہیں تو غنچے باغوں کے اندر رو پڑتے ہیں۔''

کالحب یبکی لدیه عاشقه و کلما فاض دمعه ضحکا

''جیسا کہ عاشق سوزش عشق میں روتا ہے اور جب اس کے آنسو گر پڑتے ہیں تو عشق اس پر ہنستا ہے۔''

لحی اللہ امرا اولاک سرا　　فبحت بہ وفض اللہ فاہ

''خداتعالیٰ تجھے اور نعمتوں سے سرفراز کرے چونکہ تو نے شاعر کی سرگرمیوں کو باقی رکھا۔''

لا انک بالذی استودعت منہ　　انعم من الزجاج بما و عاہ

''کیا تو وہ نہیں ہے جس نے ساغر کو لبریز کیا اور پھر چھلکنے لگا۔''

ینم بسر مستوعیہ سرا　　کما فم الظلام بسر نار

''راز کو راز رکھنے کی جدوجہد کی جیسا کہ تاریکیاں آگ کو لپٹوں سے ڈھانپ لیتی ہے۔''

انم من النصول علی مشیب　　ومن صافی الزجاج علی عقار

''تیروں سے زیادہ کارگر اور خالص شراب کے پیالوں سے زمین کے حق میں بڑھ کر جوادوسخی۔''

علی ابن اسحاق شاعر کا انتقال ۳۶۰ھ میں ہوا۔

الجوزل

الجوزل (جیم کے ضمہ کے ساتھ) کبوتری کے بچہ کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع جوازل آتی ہے۔ مفصل بیان قطا کے بیان میں آئے گا۔ شاعر کہتا ہے

یاابنۃ عمی لا احب الجوزلاء　　ولا احب قرصک المفلفلاء

''اے میرے چچا کی لڑکی! میں کبوتر کے بچے کو پسند نہیں کرتا اور اسی طریقہ پر تیرے خالی خولی نازکو۔''

وانما احب ظبیا اعبلا　　و ربماسی الشاب جوزلاء

''میں پسند کرتا ہوں چوکڑی بھرنے والے ہرن کو اور کبھی کبھی جوان کا نام بھی جوزل رکھ دیا جاتا ہے۔''

جیال

جیال بجو کو کہتے ہیں۔ اس کا بیان باب الصاد میں آئے گا۔ اہل عرب کہتے ہیں کہ ''انبش من جیال'' کہ فلاں بجو سے بھی زیادہ چور ہے۔ کیونکہ بجو قبر میں مردہ کا کفن وغیرہ نکال لیتا ہے۔

الوجرادۃ

یہ ایک پرندہ ہے جس کو اہل عراق باذبخان کے نام سے جانتے ہیں اور اہل شام بصیر کہتے ہیں۔ اس کا گوشت بواسیر والے مریض کے لیے مفید ہے۔

باب الحاء

حائمہ

حائم:[1] کالے رنگ کے کوے کو کہتے ہیں۔مرقش کہتا ہے ؎

ولقد غدوت و کنت لا اغدو علی واق[2] و حائم[3]

''میں صبح ہی صبح چلا حالانکہ میں اس وقت چلنے کا عادی نہیں تھا اور حیران و پریشان انداز میں گھومتا رہا۔''

فاذاالاشائم کالایا من والایامن کا الاشائم

''تو میں نے عجیب منظر دیکھا' بدنصیب خوش نصیب نظر آئے اور خوش قسمت بدنصیب دکھائی دیئے۔''

و کذلک لاخیر و لا شر علی احد بدائم

''اس سے میں یہ سمجھا کہ خیر اور شر دائمی چیزیں نہیں ہیں (اس لیے آدمی کو برے حالات میں متاثر اور اچھے احوال میں مغرور نہ ہونا چاہیے۔''

ان شعروں پر مزید تفصیل باب الواؤ میں آئے گی۔اس صفت کے کوے کا نام غراب البین بھی ہے جس کا بیان الغین میں آئے گا۔

الحاریة

چتکبرہ سانپ کی ایک قسم۔اس کا بیان باب الہمزہ میں گزر چکا ہے۔

الحباب

(سانپ) الحباب: سانپ کو کہتے ہیں جوہری کہتے ہیں کہ اصل میں الحباب شیطان کا نام ہے۔چونکہ سانپ کو بھی شیطان کہا جاتا ہے۔اس لیے اس کا نام الحباب رکھ دیا۔

حدیث شریف میں حباب کا ذکر:

''سعید بن مسیتب بیان فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ایک انصاری کا نام تبدیل فرمایا کیونکہ اس کا نام الحباب تھا وجہ یہ بیان فرمائی کہ حباب شیطان کا نام ہے۔''

---

[1] غالباً یہ نقل کی غلطی ہے اور اصل لفظ الحاتم ہے جس کا مطلب ہے کالا کوا۔

[2] الواق: ایک پرندہ۔

[3] الحائم: کوا، بڑے شیطان کا پرندہ۔ محیط المحیط میں یہی لفظ حاتم میں دیئے گئے ہیں۔

نیز ابوداؤد نے باب تغیر اسم القبیح کے ذیل میں تحریر کیا ہے کہ آپؐ نے عاص عزیز عتلہ شیطان حکم غراب شہاب اور حباب وغیرہ کے ناموں کو تبدیل فرمایا اور جن اشخاص کا آپؐ نے نام تبدیل فرمایا ان میں عبداللہ بن عبداللہ بن ابی سلول ہیں جن کا نام حباب تھا۔ آپؐ نے عبداللہ نام تجویز کیا اور ان کے والد ابوحباب کی کنیت سے پکارے جانے لگے۔

الحبتر

الحبتر: لومڑی کو کہتے ہیں۔ باب التاء میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔

الحبث

الحبث: سانپ کو کہتے ہیں۔ یہ ڈسنے میں بہت ماہر ہوتا ہے اور اس کا زہر بہت مہلک ہوتا ہے۔ اس کا مفصل بیان اسی باب کے آخر میں آئے گا۔

حباحب

حباحب بروزن بداہد۔ مکھی کی طرح ایک جانور ہے جس کے دو پر ہوتے ہیں اور رات میں چمکتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آگ کی چنگاری ہے۔ اہل عرب اس کو کہاوتوں میں استعمال کرتے ہیں۔ کہتے ہیں: اضعف من نار الحباحب کہ فلاں چیز اس روشنی سے بھی کمزور ہے جو جگنو کے پروں میں ہوتی ہے۔ اس لیے اہل عرب نے اس کو ضرب المثل بنالیا۔
جوہری کہتے ہیں کہ حباحب نا قابل انتفاع آگ ہے۔ جگنو کے لیے اس کا استعمال بطور استعارہ کرتے ہیں۔ حباحب کا دوسرا نام قطرب بھی ہے۔ جیسا کہ ابن بیطار وغیرہ نے تحریر کیا ہے۔ صحاح میں اس کی تشریح موجود ہے۔ قطرب کا کھانا حرام ہے کیونکہ یہ حشرات الارض میں سے ہے۔

اَلْحُبارىٰ

الحبارى: (حَاء پر ضمہ باء پر فتحہ) یہ ایک مشہور و معروف پرندہ ہے جس کو سرخاب کہتے ہیں حباریٰ اسم جنس ہے اس کا اطلاق مذکر و مونث پر یکساں ہوتا ہے۔ نیز جمع و واحد کے لیے یہی لفظ آتا ہے۔ قیاسی طور پر اس کی جمع حباریات بھی ہو سکتی ہے۔
جوہری کہتے ہیں کہ نحوی اعتبار سے حباریٰ میں الف نہ تانیث کا ہے اور نہ الحاق کا' چونکہ کلمہ کی اساس اسم پر رکھی گئی ہے اس لیے کلمہ کا جز بن گیا۔ جوہری کے نزدیک حباریٰ معرفہ و نکرہ دونوں حالتوں میں غیر منصرف ہے۔
دمیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جوہری کا یہ کہنا کہ اس میں الف نہ تانیث کا ہے نہ الحاق کا یہ ان کی سخت بھول ہے۔ درحقیقت الف تانیث کے لیے ہے جیسے سمانی میں۔ اور اگر اس کا الف تانیث کے لیے نہ ہوتا تو یہ منصرف پڑھا جاتا۔
اہل مصر حباریٰ کو جرج کہتے ہیں۔ یہ اُڑنے میں بہت تیز ہوتا ہے اور سنگلاخ علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کے پر اُکھاڑ لینے سے یا خود گر جانے سے اس کی خوب صورتی کم ہو جاتی ہے اور اسی صدمہ و غم کی وجہ سے مر جاتا ہے۔ سرخاب کی گردن طویل اور رنگ دل کش ہوتا

ہے۔اس کے پیٹ میں ایک قیمتی موتی ہوتا ہے اگر وہ خارج ہو جاتا ہے تو وہ اپنے تمام پروں کو اُکھاڑ دیتا ہے اور یہی اس کی ہلاکت کا سبب ہے۔شاعر کہتا ہے ؎

وھم ترکوک اسلح من حباری رَئَت صقرا و اشرد من نعام

''اورانہوں نے تجھ کو چھوڑ دیا حباریٰ سے بھی زیادہ پریشان حال کہ ایک جانب تو وہ دیکھ رہا ہے کہ شکرہ اس پر حملہ آور ہے اور دوسری جانب وہ گھبرایا ہوا شتر مرغ ہے۔''

دمیریؒ کہتے ہیں کہ اس کی خاصیت یہ ہے کہ یہ شکار کرتا ہے خود شکار نہیں ہوتا۔

حدیث شریف میں حباری کا تذکرہ:

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کسی مرد سے یہ کہتے سنا کہ ظالم نہیں ہلاک ہوتا مگر اپنے آپ سے۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کی تردید کی اور کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے سرخاب بنی آدم کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک ہو جاتا ہے۔''(بیہقی)

یعنی جب زمین پر کثرت سے گناہ ہونے لگتے ہیں تو حق تعالیٰ بارش کو روک لیتے ہیں جس کی وجہ سے غلہ کم مقدار میں پیدا ہوتا ہے اور یہ حیوانات کی موت کا سبب بن جاتا ہے۔شاعر کہتا ہے ؎

یسقط الطیر حیث یلتقط الحبة و تغشی منازل اکرماء

''پرندہ وہیں گرتا ہے جہاں اسے دانہ نظر آتا ہے اور پھر وہ چھپا لیتا ہے شریف لوگوں کے مقام کو۔''

سرخاب پرندوں میں سب سے زیادہ حیلہ باز ہوتا ہے اور طرح طرح کے مکروفریب کر کے رزق حاصل کرتا ہے۔لیکن اس کے باوجود بھی جب اس کی موت آتی ہے تو بھوک کی وجہ سے آتی ہے۔سرخاب کے بچے کو لیل ونہار بولتے ہیں۔جیسا کہ شاعر نے اپنے کلام میں کہا ہے ؎

ونہارا[1] رَأَیْتُ منتصف اللیل ولیلا رَأَیْتُ ربط النہار

''اور میں نے آدھی رات میں دن دیکھا اور دن کے ٹھیک حصہ میں رات دکھائی دی۔''

سرخاب کا شرعی حکم

سرخاب کا کھانا جائز ہے۔کیونکہ یہ حلال وطیب ہے۔

ابوداؤد ترمذی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام یزید بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ:

''ان کے دادا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سرخاب کا گوشت تناول فرمایا ہے۔''رواہ الترمذی

اور ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے۔

ضرب المثل

اہل عرب کہتے ہیں کہ''اکمد من الحباری''فلاں شخص حباری (سرخاب) سے زیادہ غمگین وملول ہے۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

---

[1] یہاں لیل ونہار کے الفاظ ذومعنی ہیں۔

فرمایا کرتے تھے کہ ہر جانور اپنی اولاد سے محبت کرتا ہے حتیٰ کہ سرخاب بھی جس کی حماقت ضرب المثل ہے۔ یعنی حماقت و بے قوفی کے باوجود دوسروں کی طرح اپنی اولاد سے محبت کرتا ہے۔

اہل عرب خوف و رنج کے وقت کہتے ہیں "اصلح من الحباری" "حباریٰ سے زیادہ بزدل۔ اور امن کے وقت کہتے ہیں "اصلح من الدجاج" نیز یہ مثال بھی دیتے ہیں "الحباریٰ خالة الکروان [1] " کہ سرخاب کروان کی خالہ ہے۔

اور یہ بھی کہتے ہیں "اکثر ابھام و من ابھام القطاة" کہ سرخاب اور کونج سے بھی زیادہ پست قامت۔

سرخاب کے طبی خواص

سرخاب کا گوشت معتدل و متوسط ہوتا ہے۔ نہ تو مرغ کی طرح زود ہضم اور نہ بطخ کی طرح دیر ہضم۔ اس کی تاثیر گرم و تر ہے۔ جس ریح کے لیے مفید ہے۔ لیکن وجع مفاصل وجع قولنج کے لیے نقصان دہ ہے۔ نیز بلغم بھی بناتا ہے۔ دارچینی' زیتون' سرکہ ملانے سے اس کا ضرر ختم ہو جاتا ہے۔ جن کا مزاج سرد ہوان کے لیے اس کا استعمال مفید ہے۔ خصوصاً سردیوں میں یا ٹھنڈے علاقہ میں اس کا گوشت کھانا نفع بخش ہے۔

قزوینیؒ فرماتے ہیں کہ سرخاب کے پوٹہ میں ایک چھوٹا سا پتھر ہوتا ہے۔ اگر کسی کو کثرت احتلام کی شکایت ہو تو اس پتھر کو اپنے پاس رکھنے سے یہ شکایت دور ہو جائے گی۔ اسہال والا مریض اپنے پاس رکھے تو اس کی بیماری بھی ختم ہو جائے گی۔ اگر یہ پتھر اس شخص کے قلب پر لٹکا دیا جائے جس کو نیند زیادہ آتی ہے تو اس کی نیند کم ہو جائے گی۔

حکیم ارسطاطالیس نے لکھا ہے کہ سرخاب کا بیضہ جس میں مذکر کے جراثیم موجود ہوں بالوں پر لگا لیا جائے تو بالوں کو سیاہ کر دیتا ہے جس کا ایک سال تک رنگ زائل نہیں ہو سکتا۔ اگر اس بیضہ میں مونث کے جراثیم موجود ہو تو یہ سیاہ نہیں کرتا۔ نیز اس کا علم کہ اس کے اندر مذکر کے جراثیم موجود ہیں یا مونث کے؟ تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ سوئی کے ذریعہ سے دھاگہ انڈے میں داخل کر کے دیکھ لیا جائے۔ اگر دھاگہ کالا ہو گیا تو سمجھ لیجیے اس کے اندر مذکر کے جراثیم ہیں ورنہ نہیں۔

سرخاب کی خواب میں تعبیر مخنّث مرد سے دی جاتی ہے۔

الحبرج

الحبرج: نر سرخاب کو کہتے ہیں اور بچے کو یحبور کہتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ یحبور ایک بحری پرندہ ہوتا ہے۔

الحبرکی

الحبرکی: چیچڑی کو کہتے ہیں۔ خنساء شاعرہ کہتی ہے ۔

فلست بمرضع ثدیی حبرکی ابوه من بنی جشم بن بکر

میں دودھ نہیں پلاؤں گی چیچڑی کو دارنحالیکہ اس کا باپ قبیلہ بنو جشم ابن بکر سے ہے۔"

---

[1] الکروان: THE SLONE CURLEA۔

مونث کے لیے الجرکات آتا ہے۔ ابوعمر کہتے ہیں کہ الحمر کی میں الف تانیث کے لیے ہے جس کی بناء پر غیر منصرف پڑھا جائے گا۔ چھوٹے ہاتھ والے شخص کو بھی حمر کی سے تشبیہ دیتے ہیں۔

حبلق

حبلق: بکری کے بچہ کو کہتے ہیں۔ بعضوں نے نحیف ولاغر بدن والی بکریاں بھی مراد لی ہیں۔

حُبَیْشٌ

حُبَیْشٌ جوہری کہتے ہیں کہ یہ بلبل کی مانند ایک پرندہ ہوتا ہے۔

الحجر

الحجر: گھوڑی کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ لفظ مونث کے لیے خاص ہے اس وجہ سے تاء تانیث کا الحاق نہیں کیا گیا۔ اس کی جمع احجار وحجور آتی ہے۔ افزائش نسل کے لیے جو گھوڑی ہوتی ہے اس کو احجار الخیل کہتے ہیں۔

الحجر کا حدیث شریف میں تذکرہ:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے روایت نقل کرتے ہیں کہ:

''محمد عربی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گھوڑوں اور خچروں میں کوئی زکوۃ نہیں ہے۔''

مندرجہ بالا حدیث شریف میں حجر کا لفظ تاء تانیث کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس کے ساتھ تاء کا الحاق ہوسکتا ہے۔ لیکن مستدرک میں ابوزرعہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ گھوڑیوں کے لیے فرس کا لفظ استعمال فرماتے تھے۔

حجر کے طبی فوائد وشرعی حکم گھوڑے کی مانند ہیں۔ اس کا مفصل بیان باب الخاء میں آئے گا۔ ان شاء اللہ

حجرۃ کی خواب میں تعبیر

نیک وشریف عورت سے دی جاتی ہے۔ جس شخص نے یہ دیکھا کہ وہ گھوڑی پر سوار ہے۔ اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ وہ کسی نیک وشریف عورت کے ساتھ شادی کرے گا اور اگر اس گھوڑی پر زین ولگام لگا ہوا ہو تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ جس کی عصمت محفوظ نہ ہو یا ایسے امر میں ملوث ہوگی جو اس سے غیر متعلق ہوگا۔ سفید گھوڑی کو خواب میں دیکھنا اعلیٰ حسب نسب والی عورت سے کنایہ ہے۔ سرخ رنگ کی گھوڑی سے خوبصورت، حسین وجمیل عورت مراد ہے اور پیلے رنگ کی گھوڑی سے مریضہ عورت مراد ہوتی ہے اور کالے رنگ کی گھوڑی مالدار عورت پر دلالت کرتی ہے۔ اور سبز رنگ کی گھوڑی بھی مال ودولت والی عورت پر دلالت کرتی ہے۔ کبھی گھوڑی کی تعبیر موسم وسال سے بھی دی جاتی ہے۔ چنانچہ موٹی وفربہ گھوڑی کو دیکھنا سرسبز وشادابی کی طرف اشارہ ہے۔ دبلی ولاغر گھوڑی کو دیکھنا قحط سالی کی جانب اشارہ ہے۔ واللہ اعلم

الحجروف

(جانور کی ایک قسم) الحجروف :ابن سعید کہتے ہیں کہ یہ ایک جانور ہوتا ہے جس کی ٹانگیں طویل ہوتی ہیں اور جسامت میں چیونٹی سے بڑا ہوتا ہے۔

الحجل

(نر چکور) الحجل: حاء پر فتحہ۔ حَجلۃ واحد ہے۔اس کی جمع حجلیٰ آتی ہے' فعلیٰ کے وزن پر۔دو لفظوں کی جمع آتی ہے' ایک حجلۃ کی دوسرے ظربی کی کہ حجلیٰ وظربان آتی ہے۔ظربان اس کیڑے کو کہتے ہیں جو ہوا میں اُڑتا ہے۔تفصیل باب الظاء میں آئے گی۔ان شاء اللہ تعالیٰ

حجل' کبوتر کے برابر اور قطاء کے مانند ایک پرندہ ہوتا ہے جس کی چونچ سرخ ہوتی ہے۔اس کو دجاج البر بھی کہتے ہیں۔اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں:

(۱) نجدی (۲) تہامی

نجدی سبز رنگ کا ہوتا ہے اور سرخ ٹانگیں ہوتی ہیں اور تہامی میں سبز وسفید دونوں رنگ ہوتے ہیں۔ان کے بچے پروں سمیت معرض وجود میں آتے ہیں۔اس کی خاص صفت یہ ہے کہ جب حاملہ ہونے کا ارادہ کرتی ہے تو مٹی میں لیٹ جاتی ہے جس کی بناء پر وہ حاملہ ہو جاتی ہے۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ اپنے نر کی آواز سن کر حاملہ ہو جاتی ہے۔جس وقت یہ انڈے دے کر فارغ ہو جاتی ہے تو نر انڈوں کو علیحدہ نر جانور سیتا ہے اور مونث انڈوں کو مادہ سیتی ہے اور بچوں کی پرورش بھی اسی انداز پر کرتے ہیں۔

توحیدی فرماتے ہیں کہ ان کی عمر ۲۰ سال کی ہوتی ہے۔نیز یہ جانور گھونسلے بھی علیحدہ علیحدہ بناتے ہیں۔نر کے واسطے علیحدہ اور مادہ کے واسطے علیحدہ۔اس کی عادت یہ ہے کہ یہ جانور اپنے ہم شکل جانوروں کے گھونسلوں میں جا کر ان کے بیضہ سیتا ہے۔جب بچے پیدا ہو کر اُڑنے کے قابل ہو جاتے ہیں تو پھر وہی اصلی ماں کی طرف عود کر آتے ہیں۔یہ جانور اُڑنے میں تیز ہوتا ہے۔انسان بھی اس کا ادراک نہیں کر سکتا حتیٰ کہ گوپھن (جس سے پتھر یا کنکر پھینکے جاتے ہیں) سے بھی نکل جاتا ہے۔نر جانور مادہ کے سلسلہ میں انتہائی غیور ہوتا ہے۔ چنانچہ دو نر اگر جمع ہو جاتے ہیں تو مادہ کے حصول کے لیے جنگ کرتے ہیں۔غالب مغلوب کو قتل کر دیتا ہے۔یہ جانور اپنے ہم شکل کی آواز سے دھوکہ دیتا ہے اس لیے شکاری اس کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں تاکہ اس کی آواز سے دوسرے کا شکار کر سکیں۔جب اس جانور کے پاس انڈے ختم ہو جاتے ہیں تو دوسرے جانوروں کے گھونسلوں میں جا کر ان کے انڈے چرا کر ان کو سیتا ہے۔

ابونصر کا ایک واقعہ

کتاب النشوان وتاریخ ابن نجار میں ابونصر محمد ابن مروان جعدی کا یہ واقعہ منقول ہے کہ یہ ایک کردی کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ دسترخوان پر طرح طرح کے کھانے سجے ہوئے تھے جس میں دو چکور بھنے ہوئے تھے۔کردی چکور کو ہاتھ میں اُٹھا کر ہنسنے لگا۔ابونصر محمد ابن مروان نے ہنسی کا سبب دریافت کیا۔اس نے جواب دیا کہ میں عنفوان شباب میں چوری کیا کرتا تھا۔ایک دن میں نے اپنا نشانہ ایک تاجر کو

بنایا اور اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو وہ گریہ وزاری کرنے لگا۔ چنانچہ مجھے رحم آ گیا اور میں اس کے قتل سے باز رہا۔ لیکن ابھی میں نے اس کو اپنے قبضہ سے آزاد نہیں کیا تھا تو جب اس نے دیکھا کہ میں اس کے قتل پر آمادہ ہی ہوں (حالانکہ یہ اس کا خیال تھا) تو وہ اچانک ان دو چکوروں کی جانب متوجہ ہوا جو پہاڑ پر موجود تھے اور ان سے کہا کہ میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ شخص مجھ کو ظلماً قتل کر رہا ہے۔ یہ بات سن کر میں نے اسے قتل کر دیا۔ تو اب اس چکور کو دیکھ کر مجھے اس تاجر کی حماقت پر ہنسی آ گئی۔ ابن مروان نے یہ واقعہ سن کر کہا کہ خدا کی قسم! تیرے خلاف راہزنی کے معاملہ میں ہم گواہ ہیں۔ چنانچہ اس کی گردن مارنے کا حکم دے دیا۔

چکور کا شرعی حکم

اس کا کھانا بالا جماع جائز ہے۔

باب النون میں نحام کے ضمن میں یہ حدیث آئے گی کہ ایک پرندہ بھنا ہوا جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت بابرکت میں پیش کیا گیا وہ حجل تھا جس کو نحام بھی کہتے ہیں۔ نیز آپؐ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان جو مہر نبوت تھی وہ حجلہ کے انڈے کے بقدر تھی۔

بیہقی نے دلائل النبوۃ میں واقدی کے حوالہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب صحابہ کرامؓ آپؐ کی وفات کے بارے میں ریب وشک کرنے لگے۔ کوئی کہتا کہ آپؐ دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں۔ کوئی انکار کرتا تو اسماء بنت عمیس نے اپنا ہاتھ آپؐ کے کتفین مبارکین کے درمیان ڈالا اور کہا کہ آپؐ دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں۔ کیونکہ آپؐ کی مہر نبوت اُٹھالی گئی ہے جس کی وجہ سے آپؐ کی وفات کا علم ہوا۔ اسماء بنت عمیس، جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں۔ ان کی وفات کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی فرمائی جس سے محمد ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح فرمایا۔ اس وقت محمد ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ چھوٹے تھے اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی پرورش کی۔ محمد ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پروردہ کہلاتے ہیں۔

مستدرک میں ہے کہ دُنیا میں جتنے بھی انبیاء کرام تشریف لائے سب کی علامت نبوت داہنے ہاتھ پر تھی سوائے آپؐ کے کہ آپؐ کی مہر نبوت دونوں شانوں کے درمیان تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل عراق سے مخاطب ہو کر فرمایا کرتے تھے: احمقو بظاہر تو تم انسان معلوم ہوتے ہو لیکن تمہارے پاس عقل نام کی کوئی چیز نہیں اور بسا اوقات یہ شعر بھی پڑھتے تھے ۔

وانت الذی حببت کل قصیرة   الی فلا تدرک نداک القصائر

''اور تو ہی وہ شخص ہے جو ہر گناہ کو پسند کرتا ہے اور میرے ساتھ ہر زیادتی کا روادار ہے۔''

عنیت قصیرات الحجال و لم ارد   قصار الخطا شر النساء البحاتر

''میرا مطلب برائیاں ہیں جو تم میرے ساتھ کر رہے ہو نہ کہ وہ برائیاں جو عورتوں میں پائی جاتی ہیں۔''

مہر نبوت کے بارے میں مفصل بیان باب الکاف میں لفظ ''الکرکی'' کے ضمن میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

ضرب الامثال

رسول اللہ ﷺ اس کو مثال میں بیان فرماتے تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَدۡعُوۡا قُرَیۡشًا وَقَدۡ جَعَلُوۡا طَعَامِی طَعَامَ الۡحَجَلِ.

ازہری فرماتے ہیں کہ آپؐ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ قریش میری دعوت کو قبول نہیں کرتے اور بہت کم لوگ حلقہ اسلام میں

داخل ہو رہے ہیں۔

ابوالقاسم اصبہانی نے کتاب الترغیب والترہیب میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت میں سب سے پہلے نماز کے بارے میں سوال ہوگا جس کی نماز درست ہوگی تو اس کے تمام اعمال درست ہوں گے اور جس کی نماز ناقص و بے کار ہوگی اس کے تمام اعمال بے کار ہو جائیں گے۔ نیز آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ نماز میں کاندھوں کو ملا کر کھڑے ہوا کرو۔ کیونکہ شیطان صفوں میں داخل ہو جاتا ہے جس طرح حجل (چکور) داخل ہو جاتی ہے اور داہنی صف بائیں صف سے بہتر ہے۔''

چکور کے طبی خواص

چکور کا گوشت معتدل' خوش ذائقہ وزود ہضم ہوتا ہے۔ اس کا گوشت قدرے گرم ہے لیکن خوف وگھبراہٹ کو دفع کرتا ہے۔ چکور کے پتہ کو آنکھوں میں بطور سرمہ استعمال کرنا آنکھوں کے دھندلے پن کے لیے مفید ہے۔ اس کے پتہ کو ہر ماہ ایک مرتبہ ناک میں ڈالنے سے ذہن میں تیزی پیدا ہوتی ہے اور نسیان کی شکایت رفع ہو جاتی ہے۔ قوت بینائی میں اضافہ کرتا ہے۔

مختار ابن عبدون کہتے ہیں کہ چکور کا بیضہ' بیضہ مرغ سے زیادہ لذیز ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے معتدل غذا بنتی ہے۔ معتدل مزاج کے موافق ہو جاتا ہے۔ مرغ کے بیضہ کے مقابلہ میں زود ہضم ہوتا ہے۔ سب سے خوش ذائقہ وہ انڈا ہوتا ہے جس کو جوش مارتے ہوئے پانی میں چھوڑ دیا جائے اور اس میں تھوڑا سا سرکہ ملا دیا جائے۔ بھنا ہوا بیضہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ مثانہ میں پتھری پیدا کرتا ہے اور قولنج کی بیماری پیدا کرتا ہے۔ ابلا ہوا بیضہ بھنے ہوئے کے مقابلے میں زود ہضم ومفید ہوتا ہے۔

چکور کے بیضہ کو زیرہ یا نمک یا جنگلی پیاز کے عرق میں ملا کر استعمال کرنے سے آنتوں کو مروڑ اور پیٹ کے تمام دردوں کو ختم کر دیتا ہے۔

چکور کی خواب میں تعبیر

چکور کی خواب میں تعبیر عام طور پر مرد عورت سے دی جاتی ہے۔ کبھی اس سے مراد اولاد کی محبت ہوتی ہے۔

اَلحِدَاۃ

(چیل) اَلحِدَاۃُ: (حاء پر کسرہ) چیل کو کہتے ہیں۔ یہ جانوروں میں رذیل جانور ہوتا ہے۔ اس کی کنیت ابوالخطاف وابوالصلت ہے۔ اگر اس کو حاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا جائے۔ اس صورت میں اس کے معنی دوسر والی کدال کے ہوں گے۔ حدیث شریف میں یہ لفظ حدیا بروزن ثریا اور حدایاۃ بغیر ہمزہ کے استعمال ہوا ہے۔ نیز بعض روایتوں میں ہمزہ کے ساتھ حُدَیْئَۃٌ آیا ہے۔ گویا کہ یہ حداءۃ کی تصغیر ہے۔ حدیث میں ہے کہ چتکبرے یہ سانپ کو اور چیل کو ہلاک کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں الحدائۃ کی تاء کو واؤ سے بدل دیا۔ جیسے افعی میں ہوا۔ اصمعی کہتے ہیں حِداۃ کی جمع حِدَا ہے۔ قتیبہ فرماتے ہیں کہ حِدَان بھی آتی ہے۔ جوہری کہتے ہیں کہ یہ عِنَبَۃٌ کی طرح ہے کہ اس کی جمع عِنَب انگور کو کہتے ہیں اور عنبۃ انگور کے دانہ کو بولتے ہیں۔ دمیریؒ کہتے ہیں کہ جمع بنانے کا یہ طریقہ نادر ہے۔ عام طور پر اس قاعدہ کی رو سے جمع بناتے ہیں جیسے قِرْدٌ سے جمع قِرَدَۃٌ اور خَیلٌ سے جمع خَیلَۃٌ صرف واحد کے لیے یہ لفظ مستعمل ہوتے ہیں جیسے عنبۃ' القولۃ' الطیبۃ' الخیرۃ' الطیرۃ وغیرہ۔

چیل عام طور پر دو بیضہ دیتی ہے۔ بسا اوقات تین انڈے بھی دے دیتی ہے۔ بیضہ سینے کی معیاد صرف بیس دن ہے۔ اس کے بعد بیضہ میں سے بچے پیدا ہو جاتے ہیں۔ چیل کا رنگ کالا یا خاکستری ہوتا ہے۔ چیل پرندہ کا شکار نہیں کرتی بلکہ اس کو اُچک لیتی ہے۔ نیز یہ جانور بہت کمی کے ساتھ اُڑتا ہے۔ اس کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ اپنے پڑوسی کی بہت رعایت رکھتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر اس کا پڑوسی ہلاک ہو جائے تو اس کے بچوں سے دشمنی نہیں کرتی بلکہ ان کی پرورش کرتی ہے۔

چیل کا ایک عجیب واقعہ نمبر ۱

اخبار و آثار کے راویوں نے یہ لکھا ہے کہ یہ پرندہ سلیمان ابن داؤد علیہ السلام کے شکاری پرندوں میں تھا اور اس جانور کے مادہ کی عجیب و غریب صفت یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ جفتی کے وقت چلاتی ہے۔ جس کا پس منظر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ نر جانور نے ایک دفعہ ایک مادہ کے ساتھ جفتی کی جس سے بچہ پیدا ہوا لیکن اس نے اپنے بچے کا انکار کر دیا۔ ماں نے اس مقدمہ کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی عدالت میں پیش کیا کہ اس بچہ کے والد نے میری ساتھ جفتی کی جس کی وجہ سے یہ معرض وجود میں آیا لیکن وہ اس کا انکار کرتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے نر جانور کو بلایا اور معاملہ کی صورت حال دریافت فرمائی۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول یہ جنگلوں میں پھرتی ہے دیگر جانوروں سے پرہیز نہیں کرتی۔ معلوم نہیں یہ بچہ میرا ہے یا کسی اور کا۔ آپ نے بچہ کو غور سے دیکھا تو اس میں والد کی شبیہہ پائی۔ آپ نے حکم فرمایا کہ یہ بچہ اس کا ہے اور آپ نے بچہ اس کے ساتھ کر دیا۔ پھر مادہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جس وقت تیرا شوہر جفتی کرے گا تو اپنے اوپر قدرت مت دینا تا آنکہ دوسرے پرندوں کو گواہ نہ بنالو۔ تو اسی وقت سے اس کی یہ عادت ہوگئی کہ جب نر چیل مادہ کے ساتھ جفتی کرتا ہے تو وہ مادہ چیختی ہے اور کہتی ہے کہ اے پرندو! تم گواہ رہو یہ میرے ساتھ جفتی کر رہا ہے اور چیخنے کے وقت قرآن شریف کی آیت کا یہ ٹکڑا بھی کہتی ہے: **کل شیء هالک الا وجهه**۔ اس کی عادت یہ ہے کہ بائیں طرف سے شکار کرتی ہے۔ داہنی جانب سے نہیں۔ قزوینی فرماتے ہیں یہاں تک کہ بعض آدمی کہتے ہیں کہ چیل ایک جانب سے دیکھتی نہیں۔ یہی تو وجہ ہے کہ اس کا حملہ ہمیشہ ایک جانب سے ہوتا ہے۔

قزوینی کہتے ہیں کہ چیل ایک سال نر رہتی ہے اور ایک سال مادہ۔

حدیث شریف میں حداۃ (چیل) کا ذکر:

واقعہ نمبر ۲

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک اعرابیہ جو ازواج مطہرات کی خدمت میں رہتی تھی وہ اکثر و بیشتر یہ شعر پڑھا کرتی تھی ۔

ویوم الوشاح من اعاجیب ربنا علی انه من ظلمة الکفر نجانی

''وہ دن بھی عجیب و غریب تھا جس دن کہ ہار کھو گیا۔ یہ وہی دن تھا جب میرے خدا نے مجھ کو کفر کے اندھیروں سے ایمان کی روشنی تک پہنچایا۔''

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے دریافت کیا کہ شعر کا مطلب کیا ہے؟ اس اعرابی عورت نے جواب دیا کہ ایک دن میں اپنے خاندان کی ایک دلہن دیکھنے گئی تو وہ نہانے کے لیے غسل خانے میں داخل ہوئی اور اپنے زیورات اُتار کر رکھ دیئے۔ اچانک چیل آئی اور ان کی سرخی کو دیکھ کر اُٹھا لے گئی۔ اہل خانہ نے جب ان کو غائب پایا تو مجھ پر شک و شبہ کرنے لگے اور میرے پورے جسم کی حتیٰ کہ شرمگاہ کی بھی تلاشی لی۔ تو میں نے حق تعالیٰ سے اپنی برأت کی دُعا کی۔ اچانک وہ چیل آئی اور وہ سب کے سامنے اس کو ڈال گئی۔

ایک روایت میں ہے کہ میں نے اپنا سر آسمان کی طرف اُٹھا کر یہ دُعا مانگی کہ **یا غیاث المستغیثین** ابھی فارغ بھی نہیں ہوئی تھی کہ چیل آئی اور ان کو ڈال گئی۔ ام المؤمنین اگر آپ اس وقت میری حالت دیکھتیں تو خلاصی و رہائی کی درخواست ضرور کرتیں۔ میں نے اس واقعہ کو شعر میں نظم کر دیا ہے اور اس کو پڑھ کر رب کریم کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔"

واقعہ نمبر ۳

حافظ نسفی نے اپنی کتاب "فضائل الاعمال" میں یہ واقعہ تحریر کیا ہے کہ عاصم ابن ابی النجود فرماتے ہیں کہ مجھ کو ایک دن فقر و فاقہ و تنگدستی سے دوچار ہونا پڑا۔ میں نے اپنی مصیبت کو اپنے بعض دوستوں سے بیان کیا اور ان سے امداد کا طالب ہوا۔ ان دوستوں نے بے توجہی کا ثبوت دیا۔ جس کا مجھے بہت ملال ہوا اور مصمم ارادہ کیا کہ کسی بندے کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاؤں گا۔ لہٰذا میں صحرا میں نکل گیا اور وہاں صلوٰۃ الحاجت پڑھی۔ پھر سجدہ میں جا کر نہایت تضرع و انکساری کے ساتھ یہ دُعا پڑھی:

یا مسبب الاسباب یا مفتح الابواب یا سامع الاصوات یا مجیب الدعوات یا قاضی الحاجات اکفنی بحلالک عن حرامک واغننی بفضلک عمن سواک.

ابھی میں نے اپنا سر نہیں اُٹھایا تھا کہ کسی شے کے گرنے کی آواز محسوس ہوئی۔ سر اُٹھایا تو دیکھا کہ چیل نے سرخ تھیلی ڈال دی ہے۔ میں نے اس تھیلی کو اُٹھا کر دیکھا تو اس میں اسی دینار اور روئی میں لپٹا ہوا قیمتی پتھر ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے قیمتی پتھر ایک کثیر رقم کے عوض بیچ دیا اور دنانیر بحفاظت رکھ لیے جس سے میں نے دوسرا سامان خریدا اور اس پر رب کریم کا بہت شکریہ ادا کیا۔

واقعہ نمبر ۴

قشیری نے اپنے رسالہ باب کرامات الاولیاء کے آخر میں شبل مروزی کا واقعہ لکھا ہے۔ ایک دن انہوں نے نصف درہم کا گوشت خریدا۔ راستہ میں اس کو چیل نے اُچک لیا۔ آپ سیدھے مسجد میں پہنچے اور نماز کے بعد دُعا مانگی۔ پھر آپ گھر تشریف لائے تو بیوی نے آپ کی خدمت میں گوشت پیش کیا۔ آپ نے تعجب سے دریافت کیا کہ گوشت کہاں سے آیا؟ بیوی نے عرض کیا کہ دو چیل آپس میں اس گوشت کی بنا پر تنازعہ کر رہی تھیں ان سے گر گیا۔ اس پر شبل نے کہا کہ تمام حمد و ستائش اس پروردگار کے لیے ہے جو اپنے بندے شبل کو نہیں بھولا اگرچہ شبل نے ذکر اللہ میں تغافل کیا اور حق تعالیٰ کو بھول گیا۔

اس طرح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ گوشت لے رہے تھے اچانک چیل آئی اور گوشت کو اُچک کر لے گئی۔ سعد بن ابی وقاص نے اس کے واسطے بددُعا فرمائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہڈی چیل کے گلے میں اَٹک گئی اور اس نے وہیں دم توڑ دیا۔

شیخ جیلانی کی کرامت

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز مریدین کو پند و نصائح فرما رہے تھے۔ تیز ہوا چل رہی تھی۔ آپ کی مجلس پر سے ایک چیل چلاتی ہوئی گزری۔ حاضرین کو اس کے چیخنے پر تشویش و تعجب ہوا۔ شیخ نے ہوا کو حکم دیا کہ اس چیل کی گردن اُڑا دی جائے۔ چنانچہ فوراً اس کا سر ایک طرف اور جسم دوسری جانب گر پڑا۔ اس کے بعد آپ اپنی جگہ سے اُٹھے اور چیل کے سر و جسم کو اپنے ہاتھ میں لیا اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی۔ پھر وہ چیل زندہ ہو کر اُڑ گئی۔ اور حاضرین نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

چیل کا شرعی حکم

چیل کا گوشت کھانا حرام ہے۔ کیونکہ یہ ان پانچ محرمات میں سے ہے جن کے بارے میں شریعت نے قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ باب الفاء میں لفظ فار کے بیان میں اس کی تفصیل آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالی

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پانچ ایسے بدترین جانور ہیں جنہیں مقامات حل وحرم دونوں میں مارا جائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ احرام کی حالت میں کوئی ان پانچ جانوروں کو مارد ے تو اس پر کفارہ وغیرہ کچھ نہیں آئے گا۔ ان میں سے ایک چیل' دوسرا چتکبرا کوا' تیسرا بچھو' چوتھا چوہا اور پانچواں پاگل کتا ہے۔'' (یعنی پانچوں جانوروں کو مارنے میں کہیں بھی کوئی کفارہ نہیں) (رواہ البخاری ومسلم)

دمیریؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا مقصد ان پانچ سے یہ ہے کہ ہر موذی جانور کو قتل الاذی ہلاک کر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس طرح ان جانوروں کو قتل کر دینے کی صورت میں بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔ مثلاً چیتا' بھیڑیا' باز' بھڑ' مچھر' کھٹمل' پسو' مکھی اور چیونٹی وغیرہ۔

رافعیؒ کہتے ہیں کہ موذی جانوروں میں سانپ' بھیڑیا' شیر' گدھ اور عقاب بھی شامل ہیں۔ ان جانوروں کو محرم کے لیے قتل کرنا مستحب ہے۔ مفصل بیان باب الصاد میں صید کے بیان میں آئے گا۔

ضرب الامثال

اہل عرب جب کسی کو چوکنا اور ہوشیار کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں حِدَاۃ حِدَاۃ وَرَاءِ کِ بندقۃ (اے چیل! اے چیل! تیرے پیچھے بندوق کی گولی ہے)۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس مثال سے مراد کسی کو آنے والے خطرات سے چوکنا کرنے کے لیے اہل عرب بولتے ہیں یا جب کسی کو چوکنا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ بندقہ سے مراد بندوق کی گولی ہے۔

چیل کے طبی خواص

چیل کے پتہ کو سایہ میں سکھا کر شیشہ کے برتن میں بھگو کر کسی بھی زہریلے جانور کے ڈسنے کی جگہ ایک قطرہ ٹپکانے سے اس کے زہریلے اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔ اگر اسی پتہ کا سرمہ بنا کا آنکھ میں لگائیں۔ اگر داہنی طرف کسی چیز نے کاٹا ہو تو تین سلائی بائیں آنکھ میں اور بائیں طرف کاٹا ہو تو تین سلائی داہنی آنکھ میں لگانے سے ان شاء اللہ شفاء ہوگی۔

چیل کے پتہ کو باریک پیس کر سانپوں کے بل میں چھڑکنے سے تمام سانپ مر جائیں گے۔ ضیق النفس کے مریض کے لیے چیل کے خون کو معمولی سے مشک یا عرق گلاب میں ملا کر استعمال کرنا بہت مفید ہے۔ جس گھر میں چیل کا پتہ لٹکا دیا جائے اس گھر میں سانپ بچھو وغیرہ داخل نہیں ہو سکتے۔

چیل کی خواب میں تعبیر

چیل کو خواب میں دیکھنا جنگ وجدال کی علامت ہے۔ چونکہ اہل عرب اس کو کہاوت میں بیان کرتے ہیں کہ حداۃ حداۃ وراء ک بندقۃ اس کہاوت کا پس منظر یہ بتاتے ہیں کہ حداۃ اور بندقہ دو قبیلوں کے نام تھے۔ ایک موقع پر حداۃ قبیلہ نے بندقہ پر حملہ کر کے اس کو شکست دی اور دوسری مرتبہ بندقہ نے اس کو زیر کر دیا۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ حداۃ چیل کو اور بندقہ شکاری کو کہتے ہیں۔ اور کبھی چیل کو خواب میں دیکھنے سے فاسق شخص یا زانیہ عورت کی

طرف اشارہ ہوتا ہےاور چیلوں کی جماعت دیکھنا چوروں ڈکیتوں پر دلالت کرتا ہے۔

ابن الدقاق تحریر فرماتے ہیں چیل سے کبھی ظالم بادشاہ کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔اگر کسی شخص نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس نے چیل کو پکڑلیا تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ صاحب خواب کے لڑکا پیدا ہوگا جو بالغ ہونے سے قبل بادشاہ ہو جائے گا۔اگر اس شخص کے ہاتھ سے چیل اُڑگئی تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ پیدا ہونے والا بچہ انتقال کر جائے گا۔

ارطامیدورس فرماتے ہیں کہ کبھی چور اور اچکے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

الحذف

الحذف: (بھیڑ کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو کہتے ہیں۔نماز کے بارے میں آپؐ نے ارشاد فرمایا:

لا یتخللکم الشیاطین کانھا حذف وفی روایۃ کا ولا دالحذف.

آپؐ سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! اولا دحذف سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے جواب دیا بھیڑ کے بچے۔

اَلْحُرُّ

(اصیل گھوڑا) **اَلْحُرُّ:** اس کے متعدد معنی آتے ہیں۔اصیل گھوڑا' کبوتر کا بچہ' زقمری' ہرن کا بچہ' سانپ کا بچہ' شکرہ باز' ابن سیدہ کہتے ہیں کہ الحر سیاہ وسفید داغ والا چھوٹا سا جانور ہوتا ہے۔اس کی دم چھوٹی ہوتی ہے' موٹڈھے اور سر بڑا ہوتا ہے۔اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ سبزہ میں جا کر شکار کرتا ہے۔واللہ اعلم

اَلْحِرْبَاء

(گرگٹ) **الحرباء:** گرگٹ کی کنیت ابو خجارب' ابوالزندیق' ابو قادم ہے۔اس کو جمل الیہود بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ پچھلے صفحات سے معلوم ہو چکا ہے۔امام قزوینیؒ عجائب المخلوقات میں رقم طراز ہیں کہ گرگٹ پیدائشی طور پر بطی السیر واقع ہوا ہے اور چونکہ زندہ رہنے کے لیے ہر جاندار کے لیے رزق کا حصول واستعمال لابدی ہے تو بدیع العجائب نے اس کو انوکھے انداز پر پیدا فرمایا تا کہ بغیر حرکت ومقصد کے اپنا رزق وقوت حاصل کر سکے۔چنانچہ خالق کائنات نے اس کی بھوں میں یہ قوت ودیعت کر رکھی ہے کہ گرگٹ بغیر مشقت وتکلیف کے اپنی آنکھیں چاروں طرف گھما پھرا سکتا ہے۔جس درخت پر ہوتا ہے اسی کا رنگ بدل لیتا ہے کہ دیکھنے والا ادراک نہیں کر سکتا کہ اس درخت پر کوئی جانور ہے اور دونوں کا رنگ یکساں ہو جاتا ہے۔شکلیں اور رنگ تبدیل کرنے میں ضرب المثل ہے۔

چنانچہ جب یہ خطرہ محسوس کرتا ہے تو مختلف رنگ وشکلیں اختیار کر لیتا ہے۔اس تغیر وتبدل کو دیکھ کر ہلاک کرنے والا شخص خوفزدہ ہو جاتا ہے اور جب اس کو بھوک لگتی ہے تو شکار کے قریب جا کر برق رفتاری سے اس کو اُچک لیتا ہے۔پھر رنگ تبدیل کر کے درخت پر آ جاتا ہے۔دیکھنے والا محسوس کرتا ہے کہ درخت کا جز ہے۔زبان بھی اس کی طویل ہوتی ہے۔کم از کم تین بالشت دوری پر واقع شئے کا شکار کر لیتا ہے۔گرگٹ باعتبار جثہ چھپکلی سے بڑا ہوتا ہے۔سورج کے ساتھ گردش کرتا رہتا ہے اور اس کی حرارت سے رنگ بدلتا ہے۔یہ مختلف رنگ اختیار کرتا ہے۔لال' پیلا' سبز وغیرہ وغیرہ۔مونث گرگٹ کو ام حبین کہتے ہیں۔اس کی جمع حرابی اور حرباء آتی ہے۔

ایک شخص کا اپنے برادرزادہ سے جھگڑا ہوا۔ مقدمہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پہنچا۔ اس شخص نے اپنے بھتیجے کے خلاف یکے بعد دیگرے دلیلوں کی بوچھاڑ کر دی۔ اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو مخاطب ہو کر کہا کہ تم اس شعر کے مصداق ہو گئے جیسا کہ شاعر نے کہا ؎

انی اتیح له حرباء تنضبة لا یرسل الساق الاممسکا ساقا

''میں اس کے سامنے اس گرگٹ کی طرح آتا ہوں جو درخت کی شاخوں پر مسلسل رنگ بدلتا رہتا ہے۔''

(گویا کہ یہ شخص بھی ایک دلیل کے ختم ہونے سے پہلے دوسری دلیل قائم کرتا جیسا کہ گرگٹ مسلسل اپنے رنگ بدلتا ہے) اس شعر میں ساق سے شاخ مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک دلیل ختم نہیں ہوتی کہ دوسری دلیل شروع کر دیتے ہو گرگٹ کے رنگ بدلنے کی طرح۔

دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کا دوسرا نام حرباء الظہیرۃ ہے۔ گرگٹ ابتداء میں چھپکلی کی مانند خاکستری رنگ کا ہوتا ہے بڑا ہونے کے بعد یہ رنگ زائل ہو جاتا ہے۔ گرگٹ ہمیشہ سورج کی طلب و جستجو میں رہتا ہے۔ چنانچہ طلوع آفتاب کے ساتھ ہی یہ بھی اسی کے نقش قدم پر مصروف ہو جاتا ہے اور اس کو غور سے دیکھتا رہتا ہے۔ استواء شمس تک تو گرگٹ کسی بلند شئے یا درخت پر چڑھ کر سورج کو دیکھتا ہے لیکن جب سورج اس کے اوپر آ جاتا ہے اور اس کو دکھائی نہیں دیتا تو یہ پاگل ہو جاتا ہے اور اس کی طلب و جستجو میں رہتا ہے۔ پھر مغرب کی طرف رُخ کر کے غروب الشمس تک دیکھتا رہتا ہے اور غروب الشمس کے بعد یہ جانور طلب معاش میں نکل جاتا ہے۔

ماہرین حیوانات و طبعیات نے اس کو مجوسی کہا ہے اور اس کی زبان جو تین بالشت لمبی ہوتی ہے اور جس کی وجہ سے یہ دور ہی سے شکار کر لیتا ہے اس کے حلق میں لپٹی ہوئی ہوتی ہے۔ مادہ گرگٹ کو ام حبین کہتے ہیں اس کا مفصل بیان باب کے آخر میں آئے گا۔

ابو نجم شاعر نے اپنے بعض اشعار میں اس کو شقی کے نام سے موسوم کیا ہے حالانکہ کسی بھی لغت میں اس کا نام شقی نہیں ہے۔ صرف اس وجہ سے کہ یہ استقبال شمس کرتا ہے۔ گرگٹ چالاک جانور ہوتا ہے۔ سورج کی حرارت سے اپنا رنگ بدلنے کے ساتھ ساتھ مارنے والے کے قبضہ میں نہیں آتا اور دفعتاً دوسری شاخ پہ پہنچ جاتا ہے۔ گرگٹ بچھڑے کی سر کی طرح چھوٹی مچھلی کے مشابہ ہوتا ہے اور چھپکلی کے مانند اس کی چار ٹانگیں ہوتی ہیں۔ شیخ جمال الدین ابن ہشام فرماتے ہیں کہ گرگٹ اونٹ کے کوہان کی طرح ہوتا ہے اور مختلف رنگ بدلتا ہے۔ جس درخت پر رہتا ہے اسی جیسا رنگ تبدیل کر لیتا ہے اس کی کنیت ابو قرہ ہے اور جب مکھی وغیرہ قریب آتی ہے تو اس کو اُچک لیتا ہے اور اس سے پہلے قزوینیؒ کی طرف سے اس کا ذکر آ چکا ہے۔

گرگٹ کا شرعی حکم

اس کا کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ چھپکلی کی اقسام میں سے ہے۔ جاحظ و جوہری فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ ام حبین کا مذکر ہے اور ام حبین کا کھانا جائز ہے اس لیے اس کا کھانا بھی حلال ہونا چاہیے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ گرگٹ کو چھپکلی کی نوع کی بناء پر حرام نہیں کیا گیا بلکہ بذات خود اس کے اندر حرمت کی علت موجود ہے۔ اس کا شمار زہریلے جانوروں میں سے ہوتا ہے۔

مثالیں

اہل عرب اس شخص کے لیے یہ مثال دیتے ہیں جو ایک حالت پر نہ رہے۔ قالوا فلان یتلون تلون الحرباء (فلاں شخص بار بار اس طرح رنگ بدلتا ہے جیسا کہ گرگٹ)۔

اس طرح اہل عرب کہتے ہیں کہ فلان اجود من عین الحرباء فلاں گرگٹ کی آنکھ سے زیادہ تخی ہے واحزم من الحرباء اور گرگٹ سے زیادہ محتاط ہے۔حزم کے معنی احتیاط کے اور اقدام سے قبل غور وفکر کرنے کے لیے آتے ہیں۔

طبی خواص

آنکھوں کی پلکوں کے بال اُکھاڑ کر بالوں کی جڑ میں گرگٹ کا خون لگانے سے بال نہیں اُگتے۔اگر کسی شخص کی بینائی کمزور ہو اور آنکھ میں دھندلا پن ہو تو اس کا پتہ آنکھ میں بطور سرمہ استعمال کرنے سے بینائی میں قوت اور دھندلا پن ختم ہو جاتا ہے۔اگر کسی کے سر میں پھوڑے پھنسیاں ہوں تو اس کی چربی کو لوہے کے برتن میں گرم کر کے خون اور پانی بقدر چربی ملا کر پھوڑے پھنسیوں پر لگانے سے ان شاء اللہ پہلی مرتبہ میں ہی لگانے سے صاف ہو جائیں گی۔

گرگٹ کی خواب میں تعبیر

خواب میں گرگٹ سے مراد ایسا زیرک حکمران ہوتا ہے جس کو معزول کرنا ممکن نہ ہو۔کیونکہ گرگٹ کی عادت یہ ہے کہ وہ سورج کے ساتھ رہتا ہے اس سے جدا نہیں ہوتا۔کبھی گرگٹ سے بادشاہ کی خدمت مراد ہوتی ہے اور بسا اوقات فتنہ فی الدین کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے اور کبھی مجوسی عورت مراد ہوتی ہے اور کبھی جنگ کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور میت پر نوحہ خوانی بھی مراد ہوتی ہے۔

اَلحِرْذُوْن

(گوہ کے مانند ایک جانور) الحرذون: (حاء پر کسرہ) بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ حرذون مذکر گوہ ہے۔کیونکہ گوہ کی طرح اس کے بھی دو ذکر ہوتے ہیں۔یہ زہریلا ہوتا ہے۔مقفل و بند عمارتوں میں عموماً پایا جاتا ہے۔انسانوں کی طرح اس کے ہاتھ ہوتے ہیں۔لیکن اس کی کھال میں برص نہیں ہوتا ہے جس طریقہ سے چھپکلی کی کھال میں ہوتا ہے۔

دمیریؒ کہتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ جانور گوہ نہیں ہے بلکہ گوہ کی مانند ایک جانور ہے۔

حرذون کا شرعی حکم

اس کا کھانا حرام ہے کیونکہ یہ زہریلے جانوروں میں سے ہے۔

طبی خواص

ارسطو تحریر فرماتا ہے کہ اگر کوئی حرذون کی چربی کو جسم پر مل کر مگر مچھ سے مقابلہ کرے تو مگر مچھ بھی اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔جنگلی گدھا اس کی چربی کی بو سونگھ کر قریب نہیں آتا۔اگر اس کی کھال کو جلا کر اپنے جسم پر مالش کرے تو چوٹ کا درد بالکل محسوس نہیں ہوگا۔حتیٰ کہ بدن یا جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں تب بھی احساس نہ ہوگا۔چور اور رہزن ایسا کرتے ہیں چنانچہ انہیں مار پیٹ کا احساس نہیں ہوتا۔یہ جانور بچھو کو قتل کر دیتا ہے۔اس کی چربی کو چوتھیا بخار والے شخص کے گلے میں کالے کپڑے میں لپیٹ کر ڈالنے سے بخار ختم ہو جاتا ہے۔

خواب میں تعبیر

اس جانور کو خواب میں دیکھنے سے طمع و حرص کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔کبھی بھول و نسیان کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے۔

الحرشاف یا الحرشوف

الحرشاف یا الحرشوف: دبلی وپتلی ٹڈیاں۔اس کا واحد خرشافة ہے۔یہ ٹڈی کثیر الاکل ہوتی ہے۔
''خولہ بنت ثعلبہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے اپنے شوہر کے سلسلے میں پیغمبر اسلام ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا کہ میرے شوہر نے مجھ کو انت کظهر امی کہا ہے تو حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:
قد سمع الله قول التی تجادلک فی زوجها وتشتكي الى الله.
نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اپنے شوہر سے کہنا ایک غلام آزاد کر کے کفارہ ادا کردو۔ بیوی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔تو آپؐ نے فرمایا کہ دو مہینے کے مسلسل روزے رکھ لے۔انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ وہ اس کی بھی طاقت نہیں رکھتے کیونکہ وہ تو لاغر ٹڈی کی طرح دبلے پتلے ہیں اور ان کی بینائی بھی ختم ہو چکی ہے۔''
اس حدیث میں لاغر ٹڈی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

الحرقوص

(چت کوریا پسو) الحرقوص (حاء اور قاف پر ضمہ) ایک لغت میں صاد کی جگہ سین بھی استعمال ہوا ہے چھوٹے پسو کی طرح ہوتا ہے۔اس کے جسم پر سرخ اور زرد داغ ہوتے ہیں۔رنگ سیاہی مائل ہوتا ہے۔کبھی کبھی اس کے پر اُگ آتے ہیں۔شاعر کہتا ہے

مالقی البیض من الحرقوص یدخل تحت الحلق المرصوص

''حرقوص کو سفیدی قطعاً لاحق نہیں ہوتی اور اس کے گلے کے نیچے صرف ایک دھاری ہوتی ہے۔''

من ماردلص من اللصوص بمهر لاغال و لا رخیص

''یہ چوروں میں سے ایک بڑا سرکش چور ہے اور نہ اس کو حاصل کیا جا سکتا ہے کسی بھاری قیمت پر اور نہ سستے داموں پر۔''
بعض لوگ کہتے ہیں کہ حرقوص بندر کی طرح ایک جانور ہوتا ہے اور اپنے قول کی تائید میں یہ مصرعہ پیش کرتے ہیں

مثل الحرافیص علی حمار ''جیسا کہ بندر ہوں گدھوں کے اوپر''

علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ربیع الابرار میں مرقوم ہے کہ حرقوص پسو سے قدرے بڑا جانور ہوتا ہے۔پسو سے سخت کاٹتا ہے۔ عورت کی شرمگاہ میں کاٹنے کو پسند کرتا ہے۔جس طرح چیونٹی سخت زمین کو پسند کرتی ہے اور چیونٹی کی طرح اس کے بھی دو پر اُگ آتے ہیں۔بعض کی رائے یہ ہے کہ حرقوص پسو کا ہی دوسرا نام ہے۔اس کے قائل اپنے قول کی تائید میں طرماح شاعر کا یہ شعر پیش کرتے ہیں

وَ لَوْ اَنَّ حَرْقُوْصًا عَلٰی ظَهْرِ قَمْلَةٍ یَکر عَلٰی صَفِی تَمِیْم تَوَلَّتْ

''اگر حرقوص ایک جوں کی پشت پر سوار ہو کر قبیلہ تمیم کے صف بستہ لوگوں پر حملہ آور ہو تو مقابلہ سے بھاگ جائیں گے۔''
حرقوص کو نہیک بھی کہتے ہیں۔ایک اعرابیہ نے کہا ہے

یا ایها الحرقوص مهلا مهلا اَ إبلا اعطیتنی ام نحلا

''اے حرقوص ٹھہر! ٹھہر! کیا تو نے اونٹ دیا ہے یا شھد کی مکھی؟''

ام انت شئی لاتبالی الجھلا

''یا تو ایک ایسی چیز ہے جسے کار جہالت کی کوئی پرواہ نہیں۔''

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ حرقوص ایک حرام جانور ہے۔اس کے بھڑ کی طرح ایک ڈنک ہوتا ہے جس سے چابک کی نوک کی مانند سخت ڈستا ہے۔اسی وجہ سے لمن ضرب باطراف السیاط (جس کی کوڑے سے پٹائی کی جائے) یہ مثالی اس شخص کے لئے بولتے ہیں جس کو حرقوص نے ڈس لیا۔

فائدہ

حرقوص سعدی تمیمی چھتری والے جنہوں نے مسجد میں پیشاب کر دیا تھا' نبی کریم ﷺ کو مال غنیمت تقسیم کرتے وقت جس نے کہا تھا انصاف فرمایئے' اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا برا ہو' اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو پھر کون انصاف کرے گا۔اگر میں عدل نہ کرتا تو تم خائب وخاسر ہو جاتے۔یعنی ایک مرتبہ اس نے ایک زمین کے بارے میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے خلاف مقدمہ دائر کیا تھا تو آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اس کا حق ادا کرنے کا حکم فرمایا تھا۔

ابن اثیر فرماتے ہیں کہ حرقوص ابن زہیر سعدی کو کہتے تھے۔طبری نے اپنی کتاب میں یہی ذکر کیا ہے۔آگے لکھتے ہیں کہ ہرمزان فارسی مرتد ہو گیا تھا اور بغاوت پر اُتر آیا تھا۔اکراد[1] بھی اس کے ساتھ ہو گئے تھے اس طرح اس کے پاس ایک بھاری جمعیت ہو گئی تھی۔ چنانچہ عتبہ بن غزوان نے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صورت حال سے آگاہ کیا۔آپ نے اس کے مقابلہ کا حکم صادر فرمایا اور حرقوص کو مسلمانوں کی مدد کی خاطر روانہ کیا تھا۔حرقوص اور ہرمزان کے درمیان معرکہ ہوا اور ہرمزان پسپا ہو گیا اور حرقوص سوق اہواز کو فتح کر کے اس پر قابض ہو گیا۔اس جنگ میں حرقوص نے اہم کردار ادا کیا تھا۔حرقوص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک زندہ رہا اور آپ کے ساتھ جنگ صفین میں بھی حاضر ہوا۔پھر یہ خوارج میں شامل ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سخت دشمن ہو گیا تھا۔۳۷ھ میں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خوارج کا مقابلہ ہوا اس میں یہ مارا گیا۔

شرعی حکم

حرقوص حشرات میں سے ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

اَلْحَرِیْشُ

الحریش: چت کوریا سانپ کی ایک قسم ہے کذا قالہ الجوھری۔جوہری کے بعد کے بعض لغویین کہتے ہیں کہ حریش ایک دابہ ہے جس کے شیر جیسے پنجے ہوتے ہیں اور پیشانی پر ایک سینگ ہوتا ہے۔اس جانور کو کرکدن بھی کہتے ہیں۔ابو حیان توحیدی کا بیان ہے کہ حریش بکری کے برابر ایک چوپایہ ہوتا ہے جو طاقت اور انتہائی تیز رفتاری پر قدرت کے باوجود بے حد سست رہتا ہے اور اس کے بیچ سر میں ایک سخت اور سیدھا سینگ ہوتا ہے اس کے ذریعے یہ تمام جانوروں کو مارتا ہے اور غلبہ حاصل کرتا ہے اور اس کو شکار کرنے کے لیے

---

[1] ایشیاء کی ایک قوم کا نام ہے۔

تدبیر یہ کی جاتی ہے کہ اس کے سامنے ایک کنواری لڑکی پیش کی جاتی ہے یا بچی۔ جس وقت یہ اسے دیکھتا ہے تو دوڑ کر اس کا دودھ پینے کے لیے آتا ہے۔ یہ ایک فطری خواہش ہے جو اس میں اللہ تعالیٰ نے رکھ دی ہے۔ حالانکہ بعض اوقات اس لڑکی کے دودھ وغیرہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ مگر یہ خالی چوسنے سے بھی ایک نشہ محسوس کرتا ہے۔ ٹھیک اسی وقت شکاری اس پر حملہ آور ہوتا ہے اور اسے مضبوط رسوں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ بس اس کے شکار کی یہی تدبیر ہے۔

شرعی حکم

حریش سانپ کی اقسام میں سے ہو یا حیوان مذکورہ کی قسم میں سے ہو بہر صورت اس کا کھانا حرام ہے کیونکہ شریعت نے ہر ذی ناب درندہ کو کھانے سے منع کیا ہے۔

طبی خواص

مبتلائے خناق [1] اگر اس کا خون پی لے تو فوراً فائدہ ہوتا ہے۔ مریض قولنج کے لیے اس کا گوشت مفید ہوتا ہے۔ خوں بار رگ پر اگر اس کی پستان لگا دی جائے تو خون بند ہو جاتا ہے۔

اَلْحَسْبَان

الحسبان: ٹڈی کو کہتے ہیں۔ اس کا واحد حسبانۃ آتا ہے۔

اَلْحَسَّاسُ

الحساس: چھوٹی مچھلیوں کو کہتے ہیں۔

اَلْحَسَلُ

الحسل: گوہ کا بچہ۔ اس کی جمع احسال و حسول و حسلان اور حسلۃ آتی ہے۔ جب گوہ کا بچہ انڈے سے خارج ہوتا ہے اس وقت اس نام سے پکارا جاتا ہے۔ اسی لیے گوہ کی کنیت ابوحسل ہے۔

شرعی حکم

یہ بھی (ضب) گوہ کے تابع ہے۔

کہاوتیں

اہل عرب کہتے ہیں کہ تجھے حسل کی عمر حاصل نہیں ہو سکتی یعنی دائمی حیات۔ کیونکہ اس کی عمر بہت طویل ہوتی ہے۔

چنانچہ عجاج کہتا ہے ؎

---

[1] الخناق: ایک بیماری ہے جس میں سانس لینا دشوار ہوتا ہے۔

انک لو عمرت عمر الحسل اوعمر نوح زمن الفطحل

''اگر تجھے ایسی عمر مل جائے جیسا کہ گوہ کے بچہ کی ہوتی ہے یا اتنی دراز جیسا کہ نوح علیہ السلام کی تھی۔''

والصخر مبتل کطین الوجل کنت رھین ھرم و قتل

''اور پتھر پانی ٹپکانے لگیں جیسا کہ کیچڑ تو پھر تو بڑھاپے کی گرفت میں ہوگا اور موت کا شکار۔''

فطحل بروزن ہربز' پیدائش انسان سے قبل کا زمانہ جس وقت پتھر نرم تھے۔

اَلْحَسِیْل

الحسیل: گھریلو گائے کا بچہ بچھڑا۔ واحد اور جمع کے لیے یہی لفظ مستعمل ہے۔ اس کا مونث حسیلۃ آتا ہے۔ کذا قالہ الجوھری۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ جوہری کا یہ خیال محض وہم ہے۔ درست بات یہ ہے کہ جمع کے لیے لفظ حسیل اور واحد کے لیے حسیلۃ مستعمل ہے۔ کیونکہ اہل عرب سے یہی مسموع ہے۔ کفایتہ المتحفظ میں مرقوم ہے کہ واحد کے لیے حسیلۃ اور جمع کے لیے حسائل کا استعمال ہوتا ہے۔

حَسُّوْن

(خوش آواز پرندہ) (نیل کنٹھ) حَسُّون: ایک پرندہ جو مختلف رنگوں سرخ' پیلا' سفید' سیاہ نیلگوں اور سبز رنگ کا ہوتا ہے۔ اندلسی اس کو ابوالحسن کہتے ہیں اور مصری لوگ ابوزقابۃ اور کبھی زاء کو سین سے بدل کر ابوسقایۃ کہتے ہیں۔ اس میں تعلیم قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ مثلاً یہ سیکھ لیتا ہے کہ دور کے آدمی کے ہاتھ سے کوئی چیز لے کر اپنے مالک کے پاس لے آتا ہے۔ اس کا بھی وہی حکم ہے جو عام چڑیوں کا ہے۔ مفصل بیان ان شاء اللہ باب العین میں آئے گا۔

الحشرات

(زمین پر رینگنے والے جانور) الحشرات: وہ چھوٹے جانور جو زمین پر رینگتے ہیں۔ اس کا واحد حشرۃ آتا ہے۔ ابن ابی اشعث ان تمام جانوروں کو ارضی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ جانور زمین سے جدا نہیں ہوتے اور نہ ہوا اور پانی میں جاتے ہیں۔ یہ اپنے بلوں اور زمین کے اندر پناہ لیتے ہیں۔ نہ ان کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے نہ خوشبو سونگھنے کی۔ ان میں سانپ' چوہے' یربوع' گوہ' گرگٹ' سیہی' بچھو' گبریلا' چھپکلی' چیونٹی' کیڑے اور دیگر اقسام وغیرہ شامل ہیں۔ ان جانوروں میں سے جن کا ذکر ابھی نہیں گزرا ہے ان شاء اللہ آگے ان کا ذکر آئے گا۔

فائدہ: مجاہد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قول ویلعنھم اللاعنون سے مراد حشرات اور بہائم ہیں۔ کیونکہ علماء سوء اور صاحب کتمان علم کے گناہوں کے سبب یہ قحط میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ تمام جانور علماء سوء کے لیے بددعا کرتے ہیں اور لعنت بھیجتے ہیں۔

اس آیت کے متعلق یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ غیر ذوی العقول کے لیے ذوی العقول کی جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ غیر ذوی العقول کے فعل کی اسناد کی گئی ہے اس لیے ایسا کیا گیا ہے جیسا کہ سورۂ یوسف میں رأیتھم لی ساجدین فرمایا گیا۔ حالانکہ قاعدہ کے مطابق ساجدات ہونا چاہیے۔

اسی طرح دوسری جگہ فرمایا: وقالوا لجلودھم لم شھدتم علینا حالانکہ یہ خلاف قاعدہ ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لاعنون سے جن وانس کے ماسوا تمام مخلوقات مراد ہیں۔بعض کے نزدیک ماسوا ملائکہ کے تمام مخلوقات مراد ہیں۔

شرعی حکم

امام احمدؒ اور امام ابوحنیفہؒ اور داؤد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک ان کا کھانا حرام ہے۔ نیز ان کی بیع بھی درست نہیں۔امام مالکؒ ان کی حلت کے قائل ہیں اور دلیل میں قرآن کریم کی یہ آیت پیش فرماتے ہیں:

قُلْ لَا اَجِدُ فِیْ مَا اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَةً.

''آپؐ فرمادیجئے کہ مجھ پر جو احکام بذریعہ وحی اُتارے گئے ہیں ان میں کسی ماکول چیز کی حرمت میں نے نہیں پائی الا یہ کہ وہ ماکول مردار ہو۔''

نیز اس حدیث سے بھی امام مالکؒ استدلال فرماتے ہیں:

''قلب بن ثعلبہ بن ربیعہ تمیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی صحبت میں رہا اور حشرات الارض کے بارے میں تحریم کی کوئی بات نہیں سنی۔'' (رواہ ابوداؤد)

تلب (تا مفتوحہ اور لام مکسورہ کے بعد باء ہے) شعبہ نے اس کو ثاء سے پڑھا ہے اور کبھی ثاء اور تاء کے بین بین پڑھا ہے۔تلب کی کنیت ابوالملقام ہے۔ان کے بیٹے ملقام نے ان سے یہ روایت نقل کی ہے:

''تلب رضی اللہ عنہ ' نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے لیے دُعاء مغفرت فرمایئے۔ آپؐ نے تین مرتبہ یہ کلمات فرمائے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ للقلب وارحمه ثلاثا۔''

امام شافعیؒ اور دیگر اصحاب نے اللہ تعالیٰ کے قول ویحرم علیھم الخبائث سے استدلال کیا ہے اور اہل عرب حشرات کو خبائث میں شمار کرتے ہیں۔ نیز یہ حدیث بھی ان کا استدلال ہے:

''پانچ جانور خبیث ہیں حل اور حرم (دونوں جگہ) اور ہر جگہ ان کو مارا جاسکتا ہے' کوا' چیل' بچھو' چوہا اور باؤلا کتا۔''

(رواہ بخاری ومسلم)

دوسری حدیث ام شریک کی ہے:

''نبی کریم نے گبریلوں کو مارنے کا حکم دیا ہے۔'' شیخین نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

امام مالکؒ نے اپنے مسلک کی تائید میں قرآن کریم کی آیت قل لا أجدُ فی ما اوحی الخ کو پیش فرمایا ہے۔امام شافعیؒ اور دیگر علماء اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں کو تم کھاتے ہو اور حلال سمجھتے ہو ان میں سے کسی کے متعلق حرمت کا حکم نازل نہیں ہوا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ الوسیط میں رقم طراز ہیں کہ حشرات میں سے صرف گوہ کا کھانا جائز ہے اور اسی حکم میں یربوع اور ابن عرس اور ام

حیین سیبی وغیرہ کو رکھا ہے۔ ان کے بارے میں واضح تفصیل ان کے مقامات پر ان شاء اللہ آئے گی۔

الحشو و الحاشیة

الحشو و الحاشیة: اونٹ کے بالکل چھوٹے بچوں کو کہتے ہیں۔ اسی طرح انسان کے بچوں کو بھی حشو اور حاشیہ کہتے ہیں۔

الحصان

(گھوڑا) **الحصان** (حاء پر کسرہ ہے) اس کی وجہ تسمیہ لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ اس کا نطفہ محفوظ ہوتا ہے عمدہ گھوڑی کے علاوہ کسی اور سے جفتی نہیں کرتا اس لیے اس کو حصان کہتے ہیں۔

حدیث شریف میں حصان کا ذکر:

''براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک صاحب سورۂ کہف پڑھ رہے تھے اور ان کے قریب ہی گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ اچانک ایک بادل سایہ فگن ہوا اور آہستہ آہستہ ان صاحب سے قریب ہونے لگا۔ اس منظر کو دیکھ کر گھوڑا بدک گیا۔ صبح کو ان صاحب نے یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تو آپؐ نے فرمایا کہ تلاوت قرآن پر جو سکون قلبی نصیب ہوتا ہے اسی نے بادل کی شکل اختیار کر لی تھی۔ یہ صاحب جو تلاوت کر رہے تھے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ تھے۔''

قصہ بنی اسرائیل

کتب تاریخ میں مذکور ہے کہ فرعون بحر قلزم میں داخل ہونے سے گھبرا رہا تھا اور ادہم گھوڑے پر سوار تھا اور اس کے قافلہ میں کوئی گھوڑی نہیں تھی۔ اس لیے حضرت جبرائیلؑ ہامان کی شکل میں جفتی کی خواہش مند گھوڑی پر سوار ہو کر رونما ہوئے اور گھوڑی کو لے کر دریا میں کود گئے۔ فرعون کا گھوڑا بھی حضرت جبرائیل کی گھوڑی کے پیچھے دریا میں کود پڑا اور حضرت میکائیلؑ اس لشکر کو پیچھے سے سمندر کی جانب دھکیل رہے تھے۔ چنانچہ جب وہ سب کے سب دریا میں داخل ہو گئے اور حضرت جبرائیل نکل گئے تو دریا اپنی حالت سابقہ پر آ گیا اور پورے لشکر کو غرقاب کر دیا۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ سات لاکھ ستر ہزار افراد تھے۔ عمرو ابن میمون چھ لاکھ کا قول بیان کرتے ہیں اور بعض حضرات نے چھ لاکھ ۲۰ ہزار کی تعداد بیان کی ہے۔ اس عدد میں ۲۰ سال اور ۶۰ سال کی عمر کے افراد شمار نہیں کیے۔ (اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے ہمراہ مصر میں داخل ہونے والوں کی تعداد ۷۲ ہزار مرد اور عورتیں تھیں۔) جب موسیٰ علیہ السلام نے چلنے کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو میدان تیہ میں ڈال دیا۔ لہٰذا وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ ہم کہاں جا رہے ہیں؟ اس صورت حال کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے عمر رسیدہ افراد سے تحقیقات کی۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے موت کے وقت اپنے برادران سے یہ عہد و پیمان لیا تھا کہ وہ مجھے چھوڑ کر مصر سے نہیں جائیں گے اس وجہ سے ہمارا راستہ مسدود کر دیا گیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ اعلان فرمایا کہ جو شخص حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کے بارے میں علم رکھتا ہو اور مجھے نہ بتائے تو اس سے اللہ تعالیٰ باز پرس کرے گا اور جو شخص نہیں جانتا وہ میری آواز نہ سنے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دو شخصوں کے سامنے سے گزرے انہوں نے آپ کی آواز

نہیں سنی۔ پھر ایک بوڑھی عورت نے سنا جو بنی اسرائیل میں سے تھی۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اگر میں تمہیں حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کے متعلق بتا دوں تو کیا تم میری درخواست کو پورا کرو گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ خدائے پاک کے حکم کے بغیر میں اس کا وعدہ نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی درخواست کی منظوری کا حکم دے دیا۔ بڑھیا نے کہا پہلی شرط جو دُنیا سے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ میں بوڑھی ہوں۔ چلنے پر قادر نہیں ہوں۔ لہٰذا تم مجھے اس شہر سے اُٹھا کر باہر کرو گے۔ دوسری شرط جو آخرت کے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ آپ جنت کے کسی بھی درجہ میں تب تک داخل نہیں ہوں گے جب تک میں آپ کے ساتھ نہ چلوں۔ حضرت موسیٰ نے اس کو منظور فرما لیا۔ اس کے بعد بڑھیا نے بتایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر دریائے نیل کے درمیان ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اس مقام سے پانی کو ہٹا دیا۔ نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی دُعا فرمائی کہ طلوع فجر کو اس وقت تک کے لیے موقوف کر دیا جائے جب تک کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے معاملہ سے فراغت نہ ہو۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس جگہ کو کھودا اور وہ صندوق نکالا جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کا جسم محفوظ تھا۔ اس کو اپنے ساتھ لا کر شام میں دفن فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کا راستہ کھول دیا اور وہ وہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ چل دیئے اور حضرت ہارون علیہ السلام ان کے آگے تھے۔

ادھر فرعون تیاری میں مصروف تھا۔ اس نے اپنی قوم کو جمع کر کے حکم دیا کہ مرغ کے بولنے کے بعد ان کے تعاقب کے لیے نکلا جائے۔ عمر بن میمون فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اس رات مرغ بولا ہی نہیں۔ فرعون بنی اسرائیل کے تعاقب میں کروڑوں کی فوج لے کر نکلا تھا۔ اس کے مقدمۃ الجیش کی قیادت ہامان کر رہا تھا۔ اس کے لشکر میں ستر ہزار گھوڑ سوار تھے۔

شیخ التفسیر علامہ محمد بن جریر طبریؒ فرماتے ہیں کہ فرعون کے لشکر میں ایک لاکھ گھوڑے تھے اور سات ہزار گھوڑ سوار اور اس کے آگے ایک لاکھ تیر اندازوں کا دستہ اور ایک لاکھ نیزہ بازوں کا دستہ ایک لاکھ عمود والوں کا دستہ تھا اور دریا کا پانی جوش مار رہا تھا۔ جس وقت فرعون بنی اسرائیل کے قریب پہنچا تو سورج روشن ہو چکا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی یہ دیکھ کر گھبرا گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ اپنا عصاء سمندر پر مارو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر عصاء مارا تو سمندر میں بارہ راستے بن گئے۔ ہر خاندان کے لیے ایک مستقل راستہ اور ہر راستے کے درمیان پانی پہاڑ کی طرح حائل ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے ہوا اور سورج کے ذریعہ دریا کی زمین کو خشک کر دیا۔ چنانچہ بنی اسرائیل کا ہر خاندان ایک ایک راستہ سے سمندر میں داخل ہو گیا۔ چونکہ ہر راستہ کے درمیان پانی اس طرح حائل ہو گیا تھا کہ ایک خاندان دوسرے کو نہیں دیکھ پا رہا تھا۔ اس لیے ہر خاندان گھبرانے لگا کہ ہمارے دوسرے بھائی مارے گئے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر حق تعالیٰ نے پانی کو پھٹ جانے کا حکم دیا۔ تو پانی میں سے کھڑکیاں بن گئیں اور ہر خاندان کو دوسرا خاندان نظر آنے لگا اور ایک دوسرے کی آواز سننے لگے اس طرح سے بنی اسرائیل صحیح و سالم سمندر پار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی واقعہ کو یاد دلاتے ہوئے فرمایا ہے:

فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ.

''ہم نے تمہیں نجات دی اور فرعونیوں کو غرق کر دیا اس حال میں کہ تم ان کو غرق ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔''

بنی اسرائیل کے سمندر پار کرنے کے بعد جب فرعون سمندر کے قریب پہنچا اور اس کو منتشر پایا تو اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ دیکھو میرے خوف سے دریا کس طرح پھٹ گیا اور میں نے ان غلاموں کو پا لیا جو بھاگ آئے تھے۔ تم لوگ دریا میں داخل ہو جاؤ۔ اس کی قوم دریا میں داخل ہونے سے گھبرا رہی تھی' کہنے لگی آپ رب ہیں تو پہلے آپ داخل ہو جائیں جس طرح موسیٰ علیہ السلام داخل ہو گئے۔ فرعون گھوڑے پر سوار تھا اور اس کے لشکر میں کوئی گھوڑی نہیں تھی۔ لہٰذا جبرائیلؑ جفتی کی خواہش مند گھوڑی پر سوار ہو کر اس کے لشکر کے آگے آگے

اور دریا میں داخل ہو گئے جب فرعون کے گھوڑے نے اس کی بو سونگھی تو اس گھوڑی کے پیچھے دریا میں کود پڑا اور فرعون بے بس ولاچار ہو گیا۔اس کو جبرائیل کی گھوڑی نظر نہیں آ رہی تھی۔اس کے گھوڑے کے پیچھے ہی پورا لشکر دریا میں کود پڑا اور پیچھے حضرت میکائیلؑ گھوڑے پر سوار ہو کر لشکر والوں کو یہ کہہ کر کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ ہو جاؤ سب کو دریا میں دھکیل رہے تھے۔یہاں تک کہ تمام کا تمام لشکر سمندر میں داخل ہو گیا اور حضرت جبرائیلؑ ان سب سے پہلے سمندر سے نکل گئے تو اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ فرعون کو غرق کر دو۔چنانچہ دریا پہلے کی طرح مل گیا اور سب کو غرقاب کر دیا۔دریا کے دونوں کناروں کے درمیان کی مسافت چار فرسخ تھی۔کنارے سے ہی بنی اسرائیل فرعون کی غرقابی کا منظر دیکھ رہے تھے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ. اس سمندر کا نام بحر قلزم ہے۔یہ بحر فارس کا ایک کنارہ ہے۔

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ سمندر ہے جو مصر کے قریب ہے اور اس کو اساف کہتے ہیں۔یہ بات مسلم ہے کہ فرعون کفر پر مرا ہے۔بعض لوگوں نے اس کے برخلاف کہا ہے۔علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ان کی بات قابل توجہ نہیں ہے۔

عبدالملک بن مروان کا قصہ

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ عبدالملک بن مروان نے جب مصعب ابن زبیر سے مقابلہ کے لیے خروج کا ارادہ کیا تو اس کی بیوی عاتکہ بنت یزید بن معاویہؓ نے اس بات کا اصرار کیا کہ وہ خود مقابلہ کے لیے نہ جائیں بلکہ کسی کو نائب بنا کر بھیج دیں اور اس نے اس بارے میں خوب ملامت کی۔لیکن جب مروان نے اپنی بیوی کی بات نہیں مانی تو وہ رونے لگی اور اس کے قریب کے سب لوگ بھی اس کی عظمت کے باعث رونے لگے تو عبدالملک ابن مروان نے یہ منظر دیکھ کر کہا کہ کثیر (نام شاعر) کو خدا غارت کرے کہ جب وہ یہ شعر کہہ رہا تھا تو گویا وہ اس موقف کو دیکھ چکا تھا ؎

اذا ما اراد الغزو لم يثن همه حصان عليها نظم ذريزينها

''جب کوئی جنگ کا ارادہ کرے اور اس کی ہمت اس میں نہ ہو اور گھوڑوں کا انتظام جنگ کے لیے نہ کیا گیا ہو تو اسے جنگ سے کنارہ کشی کرنی چاہیے۔''

نَهَتْهُ فَلَمَّا لَم تَرَالنَّهُيَ عَاقِبَةٌ بكت فبكى مما شجاها قطينها

ترجمہ: ''اس کو روکا جب اس نے دیکھا کہ میری بات نہیں مانتا وہ رو پڑی اور اس کے ساتھ کے سب رو پڑے۔''

اور اگر بے انتظامی کے باوجود جنگ میں کود ے گا تو پھر اس جنگ کا انجام اسے زمانہ دراز تک رُلاتا رہے گا۔''

اس کے بعد عبدالملک نے اپنی بیوی کو قسم دی کہ وہ اپنے اصرار سے باز آ جائے اور مقابلہ کے لیے نکل پڑا۔اس واقعہ کو خلکان نے عمدہ اور دلچسپ ترین واقعات میں شمار کیا ہے۔جس طرح مامون الرشید کے اس واقعہ کو بہترین گردانتا ہے۔

مامون کا واقعہ

مامون جب پہلی رات کو بوران بنت حسن بن سہل کے پاس شب باشی کے لیے گیا تو اس کے لیے سونے سے بنی ہوئی چٹائی بچھائی گئی اور اس کے اوپر کثیر تعداد میں موتی بکھیر دیئے۔مامون نے جب مختلف قسم کے موتی چٹائی پر بکھرے دیکھے تو کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ ابونواس کو قتل کرے۔گویا اس نے اس حالت کا مشاہدہ کر کے وہ شعر کہا ہے جس میں شراب کے مٹکے کی تشبیہ بیان کی ہے۔وہ شعر یہ ہے ؎

کان کبری و صغری من فواقعها حصباء در علی ارض من الذهب

''کبریٰ اور صغریٰ گویا کہ وہ سنگریزے ہیں جو سونے کی زمین پر ڈال دیئے گئے ہیں۔''

یہ شعر ابونواس کی جانب بطور عیب منسوب کیا گیا ہے اور اس نے اس کے بارے میں بایں طور معذرت کی ہے کہ اس بیت میں لفظ من کو زائد قرار دیا ہے اور یہ بات ابوالحسن اخفش نحوی کے نزدیک جائز ہے کہ ضرورت کے باعث کسی کلام میں کسی لفظ کی زیادتی کی جاسکتی ہے۔ اور مثال میں اللہ تعالیٰ کے قول من جبال فیھا من برد کو پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ اصل میں یہ عبارت من جبال فیھا برد ہے۔

اَلْحَصُوْر

الحصور: اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کے پیشاب کا سوراخ تنگ ہو۔ نیز اس مرد کو بھی کہتے ہیں جو عورت کے قریب نہیں جاتا۔

فائدہ: صاغانی نے عباب میں ذکر کیا ہے کہ مجھ سے میرے والد نے (اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے) مجھ سے ۵۹۰ سال قبل کی یہ بات معلوم کی اور میں اس وقت جوانی کی منزلیں طے کر رہا تھا اور عیش و عشرت کی زندگی گزار رہا تھا' والد محترم اکثر مجھے فائدہ مند باتیں اور نادر معلومات سے واقف کراتے رہتے تھے۔ وہ بہت ہی شریف الطبع شخص تھے۔ چنانچہ والد محترم نے اہل عرب کے اس قول کا مطلب پوچھا قد الر حصیر الحصیر فی حصیر الحصیر (ترجیح دی حصیر کو حصیر میں) میں نے عرض کیا مجھے نہیں معلوم' تو آپ نے فرمایا کہ پہلے حصیر سے بادیہ (صحرا) مراد ہے اور دوسرے سے قید اور تیسرے سے پہلو اور چوتھے سے بادشاہ مراد ہے۔ یعنی بادشاہت کو چھوڑ کر صحرا نوردی اختیار کی اور نرم و گداز گدوں کو چھوڑ کر جیل کی زندگی کو ترجیح دی۔ مطلب یہ ہے کہ بڑی چیز کو چھوڑ کر چھوٹی چیزوں کے پیچھے پڑ گیا۔

حَضَاجِرُ

حضاجر: بجو کو کہتے ہیں۔ مذکر مؤنث دونوں کے لیے ایک ہی لفظ مستعمل ہے۔ اس کے پیٹ کی کشادگی کے باعث اس کو حضاجر کہتے ہیں۔ یہ لفظ معرفہ ہے شاعر نے اسی طرح استعمال کیا ہے ؎

ھلا غضبت لرجل جارک اذتنبذہ حضاجر

''تم کو اس وقت غصہ کیوں نہیں آیا اپنے پڑوسی کے اس طرز پر جبکہ وہ پھینک رہا تھا بجو کو تمہاری طرف۔''

ایک نحوی بحث

ابن سیدہ نے اس شعر کو اسی طرح پڑھا ہے اور جوہری نے معمولی سے تغیر کے ساتھ ھلاغضبت لجار بیتک پڑھا ہے۔ سیرانی کا خیال ہے کہ بجو کے لیے حضاجر لفظ جمع مبالغہ کے واسطے استعمال کیا ہے اور سیبویہ کہتا ہے کہ ہم نے اہل عرب کو قَطَب. حضجور وَ اَوْطَبَ حضاجر کہتے ہوئے سنا ہے۔ اس لیے یہ لفظ معرفہ اور نکرہ دونوں صورتوں میں غیر منصرف رہتا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ اسم علم اور منقول عن الجمع ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہی وجہ زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔

اَلْحَضَبُ

(اژدہا) بعض لوگوں کے نزدیک چھوٹے اور سفید سانپ کا نام اَلْحَضَبَ ہے۔

الحفان

الحفان: چوپاؤں کے بچوں کو کہتے ہیں۔ واحد کے لیے حَفَانَۃٌ آتا ہے۔ مذکر اور مؤنث کے لیے صرف ایک لفظ مستعمل ہے۔ کبھی صرف اونٹ کے بچوں کو بھی حفان کہتے ہیں۔

الحفص

الحفص: شیر کے بچے کو کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے بہادر شخص کو بھی حفص سے پکار لیتے ہیں۔

الحقم

الحقم: کبوتر جیسا ایک پرندہ ہوتا ہے۔ بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ کبوتری کو حقم بھی کہتے ہیں۔

الحلزون

الحلزون: ان کیڑوں کو کہتے ہیں جو سمندر اور دریاؤں کے کناروں پر واقع چھوٹی چھوٹی نالیوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ کیڑے غذا کی تلاش میں اپنا آدھا بدن باہر نکال کر دائیں اور بائیں غذا تلاش کرتے ہیں۔ اگر نرم مٹی اور رطوبت پاتے ہیں تو اس میں آکر غذا حاصل کرتے ہیں اور اگر خشکی اور سختی دیکھتے ہیں تو باہر نہیں آتے بلکہ اپنے جسم کے مطابق اپنے رہنے کی جگہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ جیسے جیسے ان کا جسم بڑھتا رہتا ہے اور ان کا مکان بھی اس کے مطابق بڑھتا رہتا ہے۔

حلزون کا شرعی حکم

یہ اپنے اندر پائے جانے والے خبث کے باعث حرام ہے۔ نیز آنحضور ﷺ نے سیپ کے استعمال سے روکا ہے اور یہ بھی از قبیل سیپ ہی ہے۔ ان میں سے بعض کو اَلذِّیْلَسُ بھی کہا جاتا ہے۔ ان کے متعلق باب الدال میں بحث کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

الحلکۃ والحلکاء والحکاء والحلکی

(حا پر ضمہ، فتحہ، کسرہ تینوں پڑھ سکتے ہیں) چھپکلی کے مشابہ ایک جانور ہوتا ہے جو ریت میں گھسٹ گھسٹ کر چلتا ہے۔

الحلم

الحلم: چیچڑی کو کہتے ہیں۔واحد کے لیے حِلْمَةٌ آتا ہے۔جوہری کہتا ہے کہ جوں کی مانند ہوتا ہے۔نیز حلم اس کیڑے کو بھی کہتے ہیں جو بکری کی کھال کے اوپر اور اندر پیدا ہو جاتا ہے اور کھال وہاں سے کمزور بنا دیتا ہے۔چنانچہ اہل عرب کہتے ہیں حلم الادیم۔کیڑا چمڑے کو کھا گیا نیز ولید بن عقبہ بن ابو معیط کا شعر بھی اسی پر دلالت کرتا ہے ؎

فَاِنَّکَ وَالْکِتَابُ اِلٰی عَلِی کَدَابِغَةٍ وَ قَدْ حَلِمَ الادیمَ

''تو اور کتاب ایسا بن گیا جیسا کہ چیچڑی چمڑے کو لپٹ کر رہ جاتی ہے (یعنی ہمیشہ مطالعہ میں لگا رہتا ہے)۔''

ابن سکیت کہتا ہے کہ حلم سے مراد دیمک ہے۔

حلم (چیچڑی) کا حدیث میں ذکر:

''حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی سواری کے کان سے چیچڑی چھڑانے سے منع فرماتے تھے۔''

ابوداؤد رحمۃ اللہ تعالیٰ سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام کو نماز پڑھائی تو اپنے جوتے اُتار کر بائیں جانب رکھ دیئے جب لوگوں نے آپؐ کا یہ عمل دیکھا تو سب نے اپنے جوتے اُتار دیئے۔جب نماز مکمل ہوگئی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے جوتے کیوں اُتار دیئے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ جب ہم نے آپؐ کو نعلین مبارک اُتارتے ہوئے دیکھا تو ہم نے بھی اپنے جوتے اُتار دیئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تو اپنے نعلین اس لیے اُتارے کہ حضرت جبرائیلؑ نے آکر یہ بتایا تھا کہ نعلین میں چیچڑی کا خون لگا ہوا ہے۔''

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ''دم'' سے مراد اس حدیث میں معمولی دم ہے جو معاف ہے لیکن اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتوں کی نجاست سے بچنے کی خاطر اُتار دیئے تھے۔

فقهی مسئله: علماء نے ہر اس خون کو جو معمولی ہو اور بہتا نہ ہو معمولی قرار دیا ہے کتے اور خنزیر کے خون کے علاوہ' کیونکہ یہ دونوں جانور نجس العین ہیں۔جو خون گوشت اور ہڈیوں پر لگا رہ جاتا ہے وہ پاک ہے' عموم بلویٰ کے تحت۔بہت کم لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اس مسئلہ سے تعرض کیا ہے۔

ابو اسحاق ثعلبی مفسر نے صحابہ اور تابعین کی ایک بڑی جماعت سے اس بات کو نقل فرمایا ہے کہ اس خون میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

امام احمدؒ وغیرہ نے مزید صراحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ گوشت اور ہڈی پر لگا ہوا خون کا رنگ اگرچہ گوشت پر غالب آجائے تو بھی معاف ہے۔

ابو اسحاق نے بھی یہی مسلک اختیار کیا ہے اور اس آیت سے استدلال کیا ہے: اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَسْفُوْحًا کہ اس آیت میں دم مسفوح کے کھانے سے روکا گیا ہے اور دم مسفوح اس خون کو کہتے ہیں جو بہنے والا ہو۔

اصمعی فرماتے ہیں کہ چیچڑی جب بالکل چھوٹی ہوتی ہے تو اس کو قمقامه کہتے ہیں۔اس کے بعد حمنانة اور اس کے بعد قراد' پھر بالکل مکمل ہو جانے کے بعد حلم کہا جاتا ہے۔ابوعلی فارسی نے یہ شعر کہا ہے ؎

و ما ذکر فاِن یکبر فانثنٰی شدید الازم لیس له ضروس

''اور نصیحت نہ پکڑی حالانکہ دانتوں میں دبا رکھا ہے گوشت کا سخت ٹکڑا اس حال میں داڑھ کا نام ونشان نہیں۔''

اکثر علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ضَرُسٌ کی جمع اضراسٌ آنی چاہیے۔ تمام دانت مؤنث مستعمل ہوتے ہیں سوائے اضراس اور انیاب کے۔

شرعی حکم

خبث کی وجہ سے حرام ہے۔

مزید تفصیل ان شاء اللہ باب القاف میں قراد کے تحت آئے گی۔

الامثال

اہل عرب کہتے ہیں قردان فما بال الحلم (جب دو چیچڑیاں ہوں تو پھر تحمل کیسے برتا جاسکتا ہے)۔

اور عربوں کا یہ مقولہ استنت الفصال حتی القرعی بھی اسی کے معنی میں ہے۔ یعنی ''اونٹ کے بچہ بھی جوان ہو گیا تا آنکہ چیچڑیاں بھی۔'' مطلب یہ ہے کہ کمزور اور چھوٹے بھی مقابلہ پر آگئے۔

الحمَارُ الاهلیُّ

(گھریلو گدھا) الحمار الاهلی گدھے کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع حمیرُ حُمر اور اَحمرة آتی ہے۔ اس کی تصغیر حُمیر آتی ہے۔ تو یہ ابن حمیر صاحب لیلیٰ کا نام اسی سے ہے۔ گدھے کی کنیت ابوزیاد اور ابوصابر آتی ہے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے ؎

زِیَادٌ لَستُ ادری من اَبُوہ ولٰکِنَّ الحِمَّار اَبوزِیَادٌ

''زیادہ کے متعلق میں یہ نہیں جانتا کہ اس کا باپ کون ہے لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ گدھا ابوزیاد ہے۔''

گدھی کو بہت سے لوگ ام محمود اور ام تولب' ام جحش' ام وہب بھی کہتے ہیں علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ کوئی حیوان ایسا نہیں جو اپنے غیر جنس حیوان پر جفتی کرتا ہو۔ صرف گدھا اور گھوڑا ایسے جانور ہیں جو ایک دوسرے پر جفتی کرتے ہیں۔ گدھا تیس ماہ کی عمر میں قابل جفتی ہوتا ہے۔ گدھے اور گھوڑی کے باہم جفتی کرنے سے ایک ایسی نوع پیدا ہوتی ہے جو بہت زیادہ بوجھ اُٹھانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ جس کو ہندو پاک میں خچر کہتے ہیں۔ گدھے کی ایک عجیب خاصیت یہ ہے کہ جب وہ شیر کی بو سونگھ لیتا ہے تو شدت خوف کے باعث نہایت پریشان ہو جاتا ہے اور بھاگنے لگتا ہے۔ گدھے کی اسی خاصیت کی وجہ سے حبیب بن اوس طائی نے عبدالصمد بن معدل کی ہجو کرتے ہوئے یہ شعر کہا ہے ؎

اقدمت ویحک مِنْ هجوی عَلٰی خَطَرٍ وَالحمِیْرُ بقدِم من خوفٍ علی الاسد

''تیرا برا ہو کیا تو آگئی اور میرے دل پر حملہ آور ہوئی۔ کیونکہ گدھا شیر پر اس وقت حملہ آور ہوتا ہے جب کہ وہ شیر سے خوف کھا رہا ہو۔''

گدھے کی تعریف اور مذمت میں لوگوں کی مختلف رائیں اور اقوال ہیں۔ چنانچہ خالد بن صفوان اور فضل بن عیسیٰ الرقاشی گدھے کی سواری کو ترکی گھوڑوں کی سواری پر ترجیح دیتے تھے۔ خالد ابن صفوان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ ایک مرتبہ بصرہ میں گدھے پر سوار ہو

کر جا رہے تھے کہ راستہ میں بصرہ کے چند شرفاء سے ملاقات ہوگئی۔ ان شرفاء نے ان کو گدھے پر سوار دیکھ کر کہا کہ اے ابن صفوان یہ کیا ہے؟ ابن صفوان نے جواب دیا کہ یہ ایک پالتو گدھا ہے جو ستی نسل کا ہونے کے باوجود میری بار برداری کے کام آتا ہے اور کبھی کبھی میں اس پر سوار ہو کر عقبہ (دشوار گزار گھاٹیوں) سے بھی گزرتا ہوں۔ یہ بیمار کم پڑتا ہے۔ نیز اس کا علاج کم خرچ ہو جاتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ مجھے اس بات سے روکتا ہے کہ میں کہیں ظالم اور مفسد نہ ہو جاؤں۔

اسی طرح جب فضل بن عیسیٰ سے گدھے کی سواری کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ آپ گدھے پر کیوں سواری کرتے ہیں؟ تو فضل نے جواب دیا کہ گدھا سب سے ارزاں اور سب سے محنتی اور کارآمد جانور ہے۔

اتفاق سے فضل کی یہ تمام باتیں ایک اعرابی سن رہا تھا تو اس نے فضل بن عیسیٰ کو جواب دیا کہ گدھے کی سواری بدترین سواری ہے اور اس کی سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ نہ اس پر سوار ہو کر دشمن سے لڑا جا سکتا ہے اور نہ اس کو عورت کے مہر میں دیا جا سکتا ہے۔ نیز اس کی آواز نہایت مکروہ ہوتی ہے۔

عربی میں دستور ہے کہ جب کسی کی برائی یا ہجو کرنا مقصود ہوتا ہے تو وہ اس کو گدھے سے منسوب کرتے ہیں۔ عرب لوگ گدھے کا نام بھی اپنی زبان سے ادا کرنا پسند نہیں کرتے بلکہ ضرورتاً اس کی کنیت سے ذکر کرتے ہیں اور اگر کبھی اس کے نام کی اشد ضرورت ہو جاتی ہے تو بھی نام لینے سے احتراز کرتے ہیں اور کہتے ہیں "الطویل الاذنین" "بڑے کانوں والا۔ اہل عرب کے نزدیک یہ آداب محفل کے خلاف ہے کہ اہل مروۃ (شرفاء کی مجلس) میں گدھے کا ذکر آئے۔ اس لیے وہ گدھے کی سواری میں عار محسوس کرتے ہیں۔

علامہ دمیریؒ جوہری کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ "مروءۃ" کا ترجمہ انسانیت ہے اور ابن فارس کے نزدیک "مروءۃ" کا مطلب رجولیت (مردانگی) ہے۔ بعض لوگوں نے صاحب مروءۃ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ وہ شخص جو اپنے نفس کو بری باتوں سے بچائے اور بعض لوگوں کا بیان ہے کہ صاحب مروءۃ وہ شخص ہے جو اپنے زمانے اور اپنے ملک کے لوگوں کی چال چلے اور ان کی خوبیوں کو اختیار کرے۔ وارمی کے نزدیک مروءۃ کا اعتبار پیشہ کے لحاظ سے ہوتا ہے اور بعض حضرات کے نزدیک مروءۃ آداب دین سے متعلق ہے۔ مثلاً محفل میں چلا کر بولنا یا سائل کو جھڑکنا باوجود استطاعت کے کوئی نیک کام نہ کرنا یا کثرت سے ہنسنا اور قہقہہ لگانا وغیرہ۔

حدیث شریف میں حمار کا تذکرہ:

"آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص امام سے پہلے سجدے سے سر اٹھائے ڈر ہے کہ خداوند تعالیٰ کہیں اسے گدھے کی شکل میں منتقل نہ کر دیں یا اس کا سر گدھے کے سر کی طرح ہو جائے۔" (متفق علیه)

اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر اور اس کے جسم کو گدھے کا جسم بنا دیں گے۔ (واللہ اعلم) بہرحال اس حدیث میں مسخ کے جواز اور وقوع کی دلیل ہے (اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے) اور ایسا جب ہی ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا غصہ بہت بڑھ جائے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ.

"کیا تمہیں خدا تعالیٰ کے اس سے بڑے عذاب کی اطلاع نہ دوں کہ جس پر خدا تعالیٰ کی لعنت اور غضب ہوا تو ان کو بندروں اور خنزیروں کی شکل میں مسخ کر دیا اور یہی معاملہ ان لوگوں سے کیا جو شیطان کی پرستش کرتے ہیں۔"

مذکورہ بالا حدیث بصراحت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نماز کے اندر رکوع و سجدہ و دیگر ارکان کو امام سے پہلے ادا کرنا حرام ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم گدھے کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو شیطان سے' کیونکہ گدھا شیطان کو دیکھ کر چلاتا ہے اور جب مرغ کی اذان سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کی درخواست کرو۔ کیونکہ مرغ فرشتہ کو دیکھ کر بولتا ہے۔''

(مرغ کا بیان ان شاء اللہ باب الدال میں آئے گا)

ایک عجیب حکایت

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن ظفر کی کتاب النصائح میں دیکھا ہے کہ انہوں نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا کہ میں اندلس کے ایک سرحدی علاقہ میں گیا وہاں میری قرطبہ کے ایک نوجوان عالم فقیہ سے ملاقات ہوئی۔ اس نوجوان عالم نے مجھ کو اپنی باتوں اور علمی تذکروں سے متاثر کرلیا۔ میں نے ایک دن ان کے سامنے یہ دُعا مانگی: یا من قال واسئالو اللّٰہ من فضلہ. ''اے وہ ذات پاک جس نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کیا کرو''۔

اس دُعا کو سن کر اس نوجوان عالم نے کہا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں آپ کو اس آیت کے متعلق ایک عجیب قصہ سناؤں۔ میں نے جواب دیا کہ ضرور سنائیے۔ چنانچہ وہ بیان کرنے لگے کہ ہمارے بزرگوں کے حوالے سے یہ قصہ منقول ہے کہ ہمارے یہاں طلیطلہ کے دو راہب جو اپنے شہر میں بہت قابل قدر سمجھے جاتے تھے وہ تشریف لائے۔ وہ عربی زبان سے واقف تھے اور اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے قرآن پاک اور فقہ کے ماہر تھے الغرض بزرگوں میں سے کسی نے ان کو اپنے یہاں ٹھہرالیا اور خوب خاطر مدارات کیں حالانکہ شہر کے لوگ، ان کے متعلق کافی بدگمان تھے۔

وہ دونوں بوڑھے تھے چنانچہ کچھ عرصہ بعد ان میں سے ایک کا انتقال ہوگیا۔ مگر دوسرا اسہالہا ہمارے یہاں رہا۔ اتفاقاً ایک دفعہ وہ بھی بیمار پڑگیا۔ ایک دن میں نے اس سے پوچھا کہ تم دونوں کیوں مسلمان ہوگئے تھے اس کو میرا یہ پوچھنا بہت ناگوار معلوم ہوا۔ لیکن میں اس کے ساتھ بہت اخلاق سے پیش آیا اور پھر وہی سوال کیا۔ تو اس نے بیان کیا کہ اہل قرآن یعنی مسلمانوں کا ایک قیدی ایک کلیسا کی خدمت کیا کرتا تھا اور ہم دونوں اس کلیسا کی خانقاہ میں رہتے تھے۔ ہم نے اس قیدی کو اپنی خدمت کے لیے مانگ لیا وہ ہمارے پاس مدتوں رہا۔ اس طرح ہم نے اس سے عربی سیکھی اور چونکہ وہ تلاوت قرآن پاک کثرت سے کیا کرتا تھا اس لیے ہم کو بھی کافی آیتیں یاد ہو گئیں۔ ایک دن اس قیدی نے یہ آیت پڑھی والسلوا اللّٰہ من فضلہ پس میں نے اپنے ساتھی سے کہا جو مجھ سے زیادہ صائب اسرائے اور عقلمند تھا کہ تم نے سنا کہ یہ آیت کس چیز کی دعوت دے رہی ہے تو میرے ساتھی نے مجھے جھڑک دیا پھر ایک دن اس قیدی نے اس نے یہ آیت: وَقَالَ رَبُّكُمُ ادعونی اَستَجِبْ لَكُمْ. ''اور فرمایا تمہارے رب نے کہ مجھ سے دُعا مانگو میں قبول کروں گا'' تلاوت کی۔ میں نے یہ آیت سن کر پھر اپنے ساتھی سے کہا یہ آیت پہلی آیت سے بھی زیادہ بلیغ ہے۔ اس پر میرے ساتھی نے کہا کہ ہاں جو کچھ مسلمان کہتے ہیں وہی مجھ کو ٹھیک معلوم ہوتا ہے یعنی حضرت مسیح علیہ السلام نے جس نبی کی بشارت دی تھی وہ مسلمانوں ہی کے نبی ہیں۔

اس کے بعد ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ ہم دونوں کھانا کھا رہے تھے اور وہ مسلمان قیدی کھڑا ہوا ہم کو شراب پلا رہا تھا کہ اچانک میرے منہ میں لقمہ اَٹک گیا۔ میں نے قیدی کے ہاتھ سے پیالہ لے لیا اور مزید شراب پینے سے انکار کر دیا اور دل ہی دل میں کہنے لگا یا رب! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ آپ کا یہ فرمان ہے: واسئلوا اللّٰہ من فضلہ اور ''ادعونی اَستَجِبْ لکم'' اگر یہ نبی جن کے ذریعہ آپ کے یہ فرمان پہنچے ہیں برحق ہیں تو آپ مجھ کو پانی پلا دیں۔

بس یہ کہتے ہی اس خانقاہ کا ایک پتھر پھٹا اور اس میں سے پانی بہنے لگا۔ چنانچہ میں جلدی سے اُٹھ کر اس پتھر کے پاس پہنچا اور خوب

سیر ہو کر پانی پیا۔ جب میں پانی پی چکا تو پانی آنا بند ہو گیا۔ میرے پیچھے وہ مسلمان قیدی کھڑا ہوا یہ قصہ دیکھ رہا تھا اس وجہ سے اس کے دل میں اسلام کی طرف سے شک پیدا ہو گیا جب کہ میرے دل میں اسلام کے لیے رغبت اور یقین پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ میں نے یہ واقعہ اپنے ساتھی سے بیان کیا۔ اس کے بعد میں اور میرا ساتھی دونوں مسلمان ہو گئے۔ اگلے دن صبح کو وہ مسلمان قیدی ہمارے پاس آیا اور ہم سے اپنا مذہب اسلام چھوڑ کر عیسائی ہونے کی رغبت ظاہر کی۔ ہم دونوں نے اس کو جھڑک دیا اور اپنی خدمت سے علیحدہ کر دیا۔ مگر وہ عیسائی ہوئے بغیر نہ رہا اور کہیں جا کر مرتد ہو گیا۔

ہم دونوں اپنے معاملے میں پریشان تھے کہ کس طرح کہیں جا کر خلوص سے ہدایت حاصل کریں اور دین اسلام کو مضبوطی سے دلوں میں جمالیں۔ آخر کار میرے ساتھی نے جو مجھ سے زیادہ سمجھ دار تھا سوچ کر کہا کہ ہم کو انہی دُعاؤں کے ذریعے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہیے۔ چنانچہ ہم نے اس خلجان سے نجات پانے کے لیے انہی دو آیتوں کو پڑھ پڑھ کر دُعا مانگی اور دوپہر کے وقت سو گئے۔ میں نے خواب دیکھا کہ تین نورانی چہرے والے اشخاص ہماری خانقاہ میں داخل ہوئے اور ان تصویروں کی طرف جو خانقاہ میں رکھی ہوئی تھیں اشارہ کیا۔ اشارہ کرتے ہی وہ تصویریں محو ہو گئیں۔ پھر انہوں نے ایک تخت لا کر وہاں بچھا دیا۔ اس کے بعد انہی جیسی ایک اور جماعت جن کے چہروں اور سر سے نور ٹپک رہا تھا خانقاہ میں داخل ہوئیں۔ اس جماعت میں ایک صاحب اتنے حسین تھے کہ میں نے صورت شکل میں ان سے زیادہ حسین اور خوب صورت کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ اس تخت پر جلوہ افروز ہو گئے۔ میں ان کے سامنے آیا اور عرض کیا کہ کیا آپ سید المسیح ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں مسیح نہیں ہوں بلکہ ان کا بھائی احمد ﷺ ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ مسلمان ہو جاؤ۔ چنانچہ میں مسلمان ہو گیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم یہاں سے نکلنا چاہتے ہیں اور آپ ﷺ کی اُمت کے ملک میں جانا چاہتے ہیں۔ اس کی کیا سبیل ہو گی؟

آپ ﷺ نے یہ سن کر ایک شخص سے جو آپ ﷺ کے سامنے کھڑا تھا فرمایا: ”تم ان کے بادشاہ کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ ان دونوں مسلمانوں کو اس شہر میں جس میں کہ یہ جانا پسند کریں عزت واحترام کے ساتھ پہنچانے کا انتظام کرے اور اس قیدی کو جو مرتد ہو گیا ہے اس کو بلا کر تاکید کریں کہ وہ اپنے دین پر لوٹ آئے۔ اگر وہ انکار کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔“

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اپنے ساتھی کو جگا کر پورا خواب بیان کیا اور اس سے پوچھا کہ اب ہم کو کیا کرنا چاہیے؟ تو میرے ساتھی نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے کشائش اور آسانی فرما دی ہے۔ کیا تو نے ان تصویروں کو نہیں دیکھا کہ ان کا کیا حال ہوا؟ میں نے جو نظر گھما کر تصویروں کی طرف دیکھا تو وہ واقعی محو ہو گئی تھیں۔ اس سے میرے ایمان میں اور ترقی ہو گئی۔

اس کے بعد میرے ساتھی نے کہا کہ چلو بادشاہ کے پاس چلتے ہیں۔ چنانچہ ہم بادشاہ کے پاس گئے۔ بادشاہ نے حسب دستور ہم کو تعظیم وتکریم کے ساتھ بٹھایا اور ہمارے آنے کا مقصد نہ سمجھ سکا۔ میرے ساتھی نے بادشاہ سے کہا کہ ہمارے اس مرتد قیدی (خدمت گار) کے بارے میں جو حکم آپ کو دیا گیا ہے اس کی تعمیل فرمائیے۔ یہ سنتے ہی بادشاہ کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا اور وہ کانپنے لگا۔ جب کچھ افاقہ ہوا تو اس نے مرتد قیدی کو بلایا اور پوچھا کہ تو مسلمان ہے یا عیسائی؟ قیدی نے جواب دیا کہ میں عیسائی ہوں۔ بادشاہ نے کہا کہ تو اپنے پہلے دین پر لوٹ جا کیونکہ ہم کو ایسے شخص کی ضرورت نہیں ہے جو اپنے دین پر قائم نہ رہ سکے۔ قیدی نے جواب دیا کہ میں ہرگز مسلمان نہیں ہوں گا۔ یہ سن کر بادشاہ نے تلوار سے اس کی گردن اُڑا دی۔

پھر اس نے ہماری طرف مخاطب ہو کر کہا کہ جو شخص میرے اور تمہارے خواب میں آیا تھا وہ شیطان تھا لیکن تم کیا چاہتے ہو؟ ہم نے

کہا کہ ہم مسلمانوں کے ملک جانا چاہتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ اچھا میں اس کا انتظام کردوں گا۔ مگر تم لوگوں سے یہ کہنا کہ ہم بیت المقدس جارہے ہیں۔ ہم نے کہا بہت اچھا ہم ایسا ہی کہیں گے۔ چنانچہ بادشاہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہم لوگ آپ کے شہر میں آ گئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جب تم رات میں کتے کا بھونکنا اور گدھے کا چلانا سنو تو اللہ کی پناہ طلب کرو شیطان مردود سے۔ کیونکہ کتا اور گدھا ان بلاؤں کو دیکھ کر بولتے ہیں جنہیں انسان نہیں دیکھ پاتے اور جب رات کا وقت ہو جائے تو پھر گھروں میں سے بھی کم نکلو کیونکہ رات میں تکلیف دہ جانور اور کیڑے نکل آتے ہیں۔'' (رواہ النسائی والحاکم)

سنن ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قوم کسی ایسی مجلس سے اُٹھتی ہے جس میں ذکر خداوندی نہ ہو تو اس قوم کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی قوم مردار گدھے سے اُٹھے اور اس پر حسرت وندامت طاری ہو (یعنی ایسی مجلس کی شرکت جس میں ذکر خدا نہ ہو شریک ہونے والوں کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے موجب حسرت رہے گی)۔'' (الحاکم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدترین گدھا وہ ہے جو سیاہ رنگ کا اور کوتاہ قد کا ہو۔'' (تاریخ نیشاپور۔ کامل ابن عدی)

تعشیر حمار

جوہری کہتے ہیں کہ تعشیر حمار سے مراد گدھے کی وہ دس آوازیں ہیں جو وہ دم گھونٹ گھونٹ کر نکالتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں عربوں کا دستور تھا کہ جب کبھی وہ ایسے شہر میں داخل ہوتے جہاں کوئی وباء پھیلی ہوئی ہوتی تو وہ اس شہر میں داخل ہونے سے پہلے دس مرتبہ گدھے کی طرح ہنچوں ہنچوں کی آواز نکالتے۔ کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ ایسا کرنے سے وہ اس وباء سے محفوظ رہیں گے۔ چنانچہ اسی بارے میں کسی شاعر کا کہنا ہے ؎

لَعُمْرِیْ لَئِنْ عَشَرْتُ مِنْ خِیْفَةِ الرَّدٰی　　نِهَاقَ حِمَارٍ اَنَّنِیْ لَجَزُوْعٌ

''قسم ہے اپنی جان کی اگر میں موت کے ڈر سے دس مرتبہ گدھے کی آواز نکالوں تو بے شک میری جانب سے یہ انتہائی بے صبری کا اظہار ہوگا۔''

دوسری حکایت

مسروق کا بیان ہے کہ کسی گاؤں میں ایک شخص کے یہاں تین جانور پلے ہوئے تھے یعنی گدھا' کتا اور مرغا۔ مرغا اس کو صبح کی نماز کے لیے جگاتا۔ کتا اس کے گھر کا پہرہ دیتا اور گدھے پر وہ پانی اور اپنا ڈیرہ وغیرہ لاد کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتا۔ ایک دن ایک لومڑی آئی اور اس کے مرغ کو پکڑ کر لقمہ بنا گئی۔ گھر والوں کو مرغ کے مرجانے سے کافی رنج وغم ہوا۔ مگر مرد چونکہ ایک نیک شخص تھا اس لیے اس نے کہا کہ اس میں بھی اللہ کی کوئی بہتری ہوگی۔ اس کے بعد ایک دن بھیڑیا آیا اور اس نے گدھے کا پیٹ چیر دیا جس سے وہ مرگیا۔ مگر مرد نے پھر بھی یہی کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میں بھی ہمارے لیے کوئی بہتری ہوگی۔ اس کے بعد کچھ دن بعد کتا بھی بیمار ہوکر مر گیا۔ مرد نے پھر بھی وہی الفاظ کہے۔

ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ صبح کو جب وہ سوکر اُٹھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے آس پاس کے سبھی پڑوس والے گرفتار کر لئے گئے ہیں۔

ان کی گرفتاری کی وجہ یہ تھی کہ ان کے یہاں جو جانور پلے ہوئے تھے ان کی آوازوں سے حاکم وقت کو تکلیف ہوتی تھی۔ لہٰذا اس مرد صالح کے ان تینوں جانوروں کے مرنے میں اللہ تعالیٰ کی یہ مصلحت تھی کہ وہ گرفتار نہ ہو سکے۔ اس واقعہ سے یہ بات واضح ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کے رموز کو سمجھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہر فعل پر راضی ہوتا ہے۔

تیسری حکایت : بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ابوسبرۃ النخعی سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص یمن سے آ رہا تھا۔ راستہ میں اس کا گدھا مر گیا تو اس نے وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی اور یہ دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّي جِئْتُ مُجَاهِدًا فِيْ سَبِيْلِكَ وابتغاء مرضاتك وَاَنَا اَشْهَدُ اَنَّكَ تُحْيِي الْمَوْتٰى وَتَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ لا تَجْعَلْ لِاَحَدٍ عَلَيَّ الْيَوْمَ مِنَّةً اَسْئَلُكَ اَنْ تَبْعَثَ لِيْ حِمَارِيْ.

''یا اللہ میں تیری راہ میں جہاد کرنے آیا تھا اور اس سے میرا منشاء آپ کی خوشنودی حاصل کرنا تھی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے اور اہل قبور کو ایک دن زندہ کر کے اُٹھائے گا آج تو مجھے کسی کا احسان مند نہ کرنا۔ لہٰذا میں تجھ سے دُعا کرتا ہوں کہ تو میرے گدھے کو زندہ فرما دے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور اس کا گدھا کان ہلاتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

بیہقی کہتے ہیں کہ اس قصہ کے اسناد صحیح ہیں۔ علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ مردوں کا زندہ کرنا صاحب شریعت کے لیے ایک معجزہ ہے۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ اُمت محمدیہ میں ایسے نفوس قدسیہ بھی موجود ہیں کہ جن کی دُعاؤں سے مردہ بھی زندہ ہو جاتے ہیں۔

شعبی کہتے ہیں کہ میں نے اس گدھے کو بازار میں بکتے ہوئے دیکھا ہے۔ لوگوں نے اس کے مالک سے کہا کہ کیا تو ایسے گدھے کو بیچنے کا ارادہ کر رہا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے تیری خاطر زندہ کر دیا تھا۔ مالک نے جواب دیا کہ اگر اس کو فروخت نہ کروں تو کیا کروں۔ اس پر ایک شخص نے تین اشعار کہے جن میں سے ایک شعر مجھے یاد ہے اور وہ یہ ہے ؎

وَ مِنَّا الَّذِيْ اَحْيَا الْاِلٰهُ حِمَارَهٗ وَ قَدْ مَاتَ مِنْهُ كُلُّ عَضْوٍ مُفَصَّلٖ

ترجمہ: ''اور ہم میں سے کچھ ایسے بھی (افراد) ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے ان کے گدھے میں ایسی جان ڈال دی جیسا کہ ایک نبی کے گدھے میں ڈال دی گئی تھی۔ حالانکہ اس گدھے کے ایک ایک عضو اور جوڑ سے جان نکل گئی تھی۔''

اس گدھے والے کا نام نباتہ بن یزید النخعی تھا۔

اللہ تعالیٰ کلام پاک میں فرماتے ہیں: **وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى .** ''اے میرے رب مجھ کو دکھلا دیجئے کہ آپ مردوں کو زندہ کر دیتے ہیں'' اس آیت شریفہ کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں جو بغرض افادہ ذیل میں درج ہیں:

(۱) حسن، قتادہ اور عطاء خراسانی، ضحاک اور ابن جریج رحمہم اللہ کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سوال کا سبب یہ ہے کہ آپ کا گزر ایک مردہ جانور پر ہوا (بقول ابن جریج وہ ایک گدھے کی لاش تھی جو دریا کے کنارے پڑی ہوئی تھی اور بقول عطاء وہ دریا بحر طبریہ تھا) اور لاش کو خشکی و تری کے جانوروں نے آپس میں بانٹ رکھا تھا۔ جب دریا موج مارتا تو مچھلیاں اور دوسرے دریائی جانور اس کو کھاتے اور جب دریا سمت جاتا تو خشکی کے درندے اس سے شکم سیر ہوتے۔ پرندوں کے کھانے سے جو بچ جاتا وہ ہوا میں اُڑ جاتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ کیفیت دیکھ کر تعجب ہوا اور عرض کیا: اے میرے رب! میں جانتا ہوں کہ آپ اس لاش کے تمام اجزاء کو خشکی کے درندوں، پانی کے جانوروں اور پرندوں کے پوٹوں سے نکال کر پھر جمع فرما دیں گے۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں کہ

آپ کیسے زندہ فرمادیں گے۔اس طرح میرا علم عین الیقین میں بدل جائے گا کیونکہ مثل مشہور ہے:''شنیدہ کے بود مانند دیدہ''یعنی خبر سے مشاہدہ اور معائنہ جیسا یقین حاصل نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس خواہش پر اظہار ناپسندیدگی فرمایا اور کہا کہ کیا تم مجھ پر ایمان نہیں رکھتے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کیوں نہیں، بے شک میں آپ پر یقین اور ایمان رکھتا ہوں۔مگر یہ خواہش صرف اس لیے ہے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے اور میرا یقین عین الیقین میں بدل جائے۔

بعض شعراء عرب نے اسی مفہوم کو بڑے اچھے انداز میں ان شعروں میں بیان کیا ہے ؎

لَئِنْ كَلَّمْتُ بِالتَّفْرِيْقِ قَلْبِىْ فَاَنْتَ بِخَاطِرِىْ اَبَدًا مُقِيْمٌ

''اگر میرے دل میں تجھ سے جدائی کا کوئی خیال بھی آئے (تو اس سے کیا ہوتا ہے کیونکہ) تو تو ہمیشہ سے میرے دل میں مقیم ہے۔''

وَلٰكِنَّ لِلْعِيَانِ لَطِيْفُ مَعْنًى لَهٗ سَأَلَ الْمُعَايَنَةَ الْكَلِيْمُ

''لیکن آنکھیں تیرے دل میں رہنے کے باوجود دیدار کا مطالبہ ایسے ہی کرتی ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طور پر آواز خدا سننے کے بعد خدا تعالیٰ سے رویت کی درخواست کی تھی۔''

(۲) بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سوال کا سبب یہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے مناظرہ کے وقت یہ دلیل پیش کی تھی کہ''ربی الذی یحیی ویمیت''یعنی میرا رب وہ ہے جو زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے تو نمرود نے جواب دیا کہ میں بھی موت اور حیات پر قدرت رکھتا ہوں۔اور اس کے ثبوت میں اس نے قید خانہ سے دو شخصوں کو بلا کر ایک کو رہا کر دیا اور ایک کو ہلاک کر دیا اور کہنے لگا کہ دیکھو میں نے ایک کو مار دیا ہے اور دوسرے کو زندگی دے دی۔اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرا رب تو جسد مردہ کو زندگی بخشتا ہے اور تو نے تو زندہ کو زندہ چھوڑ دیا اور کہہ دیا کہ میں نے زندگی دے دی۔نمرود نے یہ سن کر کہا کیا آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ تو اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام لاجواب ہو گئے۔اور دوسری حجت طلوع آفتاب کی پیش کر کے اس کو خاموش کر دیا۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ احیاء موتی کا منظر مجھے دکھا دیا جائے اور جب اللہ تعالیٰ نے اس پر سوال کیا کہ کیا تجھ کو مجھ پر ایمان نہیں ہے؟ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ بے شک میں ایمان رکھتا ہوں مگر میں اس لیے دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ میرا دل میری دلیل کی مضبوطی پر مطمئن ہو جائے اور جب پھر بھی نمرود مجھ سے یہ سوال کرے گا تو میں جواب میں کہہ سکوں کہ ہاں میں نے اپنی آنکھوں سے احیاء موتی کا منظر دیکھا ہے۔

حضرت سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنا لیا تو ملک الموت نے اپنے رب سے اجازت مانگی کہ میں حضرت ابراہیم کو جا کر یہ خوشخبری سنا آؤں۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اجازت دے دی تو ملک الموت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے۔مگر اس وقت حضرت خلیل اللہ گھر پر موجود نہ تھے اس لیے ملک الموت آپ کے انتظار میں وہیں بیٹھ گئے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ انتہائی غیور تھے لہٰذا جب آپ گھر تشریف لائے اور ایک غیر شخص کو وہاں موجود پایا تو آپ اس کو پکڑنے کے لیے دوڑے اور پوچھا تو کون ہے اور کس کی اجازت سے گھر میں داخل ہوا ہے؟ ملک الموت نے جواب دیا کہ مجھ کو اس گھر کے مالک نے اجازت دی ہے۔اس جواب سے آپ نے پہچان لیا کہ یہ کوئی فرشتہ ہے اور فرمانے لگے کہ یہ سچ ہے۔

اس کے بعد فرشتہ نے عرض کیا کہ میں ملک الموت ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کو یہ خوشخبری سنانے آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا خلیل بنالیا ہے۔ ملک الموت سے یہ خوشخبری سن کر آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور پوچھا کہ اس کی نشانی کیا ہے؟ ملک الموت نے جواب دیا کہ اس کی نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دُعا قبول فرمالی ہے اور آپ کے کہنے سے مردہ کو زندہ فرمادیں گے۔ اس پر ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ ''رب ارنی کیف تحیی الموتی'' کا سوال کیا۔

بخاریؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل فرمائی ہے:

''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ مبتلائے شک ہو سکتے ہیں جب کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا کہ اے اللہ مجھے دکھا دیجئے کہ آپ مردوں کو کیسے زندہ کریں گے؟ اس پر خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ابراہیم کیا تمہیں ہمارے زندہ کرنے پر یقین نہیں ہے تو ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ کیوں نہیں یقین تو بھرپور ہے لیکن میں اپنے دلی اطمینان کے لیے چاہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ لوط پیغمبر پر رحم فرمائے جب انہوں نے حالات کی شدت سے گھبرا کر ایک مضبوط سہارے کی تمنا کی تھی اور میں بھی اگر اتنے زمانے قید خانے میں گزارتا جتنی لمبی مدت یوسف علیہ السلام رہے تو البتہ شاہی فرستادہ کی دعوت کو بلا تامل قبول کر لیتا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ''نَحْنُ اَحَقُّ بِالشَّکِّ مِنْ اِبْرَاھِیْم'' کے بارے میں مزنی کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بارے میں شک کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے بلکہ شک سے مراد اس بارے میں یہ شک تھا کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ سے مردے کو زندہ کرنے کی دُعا مانگیں تو وہ قبول بھی کریں گے یا نہیں!

خطابی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں آپؐ کا اپنی ذات خاص پر شک کا اعتراف ہے نہ کہ ابراہیم علیہ السلام پر۔ لیکن دونوں کی جانب سے نفی شک کرنا بھی مقصود ہے۔ یعنی آپؐ کا مطلب یہ ہے کہ جب میں اللہ تعالیٰ کی احیاء موتی کی قدرت پر شک نہیں کرتا ہوں تو ابراہیم علیہ السلام تو شک نہ کرنے میں مجھ سے اول نمبر پر تھے اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محض از راہ تواضع وکسر نفسی کے فرمایا اور یہی کسر نفسی آپؐ کے قول میں کارفرما ہے جو آپؐ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا تھا۔

اس حدیث شریف سے آپؐ یہ خبر دینا چاہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سوال بوجہ شک نہیں تھا بلکہ زیادتی فی الیقین حاصل کرنے کی غرض سے اس کی ضرورت پیش آئی۔ کیونکہ جو معرفت اور طمانیت مشاہدہ سے حاصل ہوتی ہے وہ استدلال سے نہیں ہوتی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو کچھ مسلمان کہنے لگے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شک کیا مگر ہمارے نبی نے شک نہیں کیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تواضعاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت کو بیان کرنے کے لیے یہ قول فرمایا۔ اس آیت کے متعلق مزید مضمون ان شاء اللہ باب الطاء میں لفظ طیر کے ضمن میں آئے گا۔

فائدہ: اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّھِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِھَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ ھٰذِہِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِھَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ کَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِکَ وَشَرَابِکَ لَمْ یَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِکَ وَلِنَجْعَلَکَ. (الایۃ)

''یا تم کو اس طرح کا قصہ معلوم ہے جیسے ایک شخص تھا کہ ایک بستی پر ایسی حالت میں اس کا گزر ہوا کہ اس بستی کے مکانات مع اپنی چھتوں کے گر گئے تھے۔ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ اس بستی کو کیسے آباد کریں گے؟ اس کے ویران ہونے کے بعد سو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو سو برس تک مردہ رکھا۔ پھر اس کو زندہ کر کے اُٹھایا اور پوچھا کہ تو کتنی مدت تک اس حالت میں رہا۔ اس شخص

نے جواب دیا کہ ایک دن رہا ہوں گا یا ایک دن سے بھی کم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تو سو برس رہا ہے۔ تو اپنے کھانے پینے کی چیز دیکھ لے کہ نہیں سڑی گلی اور اپنے گدھے کی طرف نظر کرتا کہ ہم تجھ کو نظیر لوگوں کے لیے بنا دیں۔''

اس آیت کا عطف ماقبل والی آیت پر ہے۔ مفسرین اور اہل سیر کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ مار یعنی گزرنے والا شخص جو اس آیت میں مذکور ہے کون تھا؟ وہب ابن منبہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت ارمیاء بن حلقیا علیہ السلام تھے جن کا تعلق ہارون کے خاندان سے تھا۔ لیکن عکرمہ، قتادہ اور ضحاک کے نزدیک یہ حضرت عزیر بن شرخیاء علیہ السلام تھے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ زیادہ صحیح قول عکرمہ اور قتادہ وغیرہ کا ہی ہے۔ لیکن مجاہد کا کہنا ہے کہ کوئی کافر شخص تھا جو کہ بعثت (قیامت کے دن دوبارہ اُٹھائے جانے پر) میں شک کیا کرتا تھا۔ اسی طرح بستی کے بارے میں بھی ان لوگوں کا اختلاف ہے کہ یہ کون سی بستی تھی جس پر کوئی گزرنے والا گزرا تھا۔ چنانچہ وہب، قتادہ، عکرمہ فرماتے ہیں کہ اس بستی سے مراد بیت المقدس ہے۔ جب کہ ضحاک اس سے مراد ارض مقدس لیتے ہیں۔ لیکن کلبی نے اس مراد دیر سابر آباد لیا ہے سدی نے کہا کہ وہ بستی ''سلمایاذ'' ہے اور بعض نے دیر ہرقل کہا ہے۔ اور بعض لوگوں کے قول کے مطابق یہ وہ بستی تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ہلاک کیا جو اپنے گھروں سے نکلے تھے جو ہزاروں کی تعداد میں تھے اور کچھ نے اس سے مراد قریہ عنب لیا ہے جو بیت المقدس سے دو فرسخ کے فاصلہ پر واقع تھی اور اس وقت ویران تھی۔ جن لوگوں نے گزرنے والا حضرت ارمیاء علیہ السلام کو مانا ہے اور قریہ سے مراد بیت المقدس لیا ہے اور اس بستی کے ''خاوية على عروشها'' ہونے کا سبب وہ بتلاتے ہیں جو محمد ابن اسحٰق صاحب السیر ۃ نے ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاء علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے بادشاہ ناشیہ بن انوص کی جانب مبعوث فرمایا تھا تا کہ وہ اس کی اصلاح فرمائیں اور اللہ کے احکام ان تک پہنچائیں۔

آپ بنی اسرائیل پر بطور منتظم بھیجے گئے تھے تا کہ ان کو بادشاہ وقت کی اور بادشاہ کو نبی وقت کی اطاعت کی ترغیب دیتے رہیں۔ لہٰذا آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف جو احکام پہنچتے آپ اس کو بتلا دیتے اور حکومت میں مناسب مشورہ اور ہدایت فرماتے۔ لیکن جب بنی اسرائیل بدعات میں ملوث ہو گئے اور کثرت سے گناہ کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاء علیہ السلام پر وحی بھیجی اور حکم دیا کہ وہ جا کر بنی اسرائیل کو سمجھائیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جن نعمتوں اور انعامات سے نوازا ہے وہ ان کو یاد دلائیں۔ چنانچہ آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ایک مؤثر تقریر ان کے سامنے فرمائی جس کو اللہ تعالیٰ نے بطور الہام آپ کے دل میں اُتار دیا تھا۔ اس تقریر میں اطاعت کرنے پر ثواب اور گناہوں پر عذاب کا وعدہ اور وعید تھی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اعلان تھا کہ میں اپنی عزت وجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم گناہوں سے باز نہیں آؤ گے تو میں تم کو ایسی سخت مصیبت میں مبتلا کروں گا کہ بڑے بڑے حکماء بھی اس پر حیران اور پریشان ہو جائیں گے اور تم پر ایک جابر و ظالم شخص کو مسلط کر دوں گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی رحم نہ ہو گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاء علیہ السلام کو بذریعہ اطلاع دی کہ میں یافث میں رہنے والے اسرائیلوں کو ہلاک کرنے والا ہوں (یافث سے مراد اہل بابل ہیں اور یہ لوگ یافث ابن نوح کی اولاد میں سے ہیں)۔ حضرت ارمیاء نے جب یہ فرمان خداوندی سنا تو رونے اور چلانے لگے اور اپنے کپڑے پھاڑ کر سر پر خاک ڈالنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حالت دیکھ کر حضرت ارمیاء علیہ السلام سے بذریعہ وحی معلوم کیا کہ کیا تم کو میری بات گراں گزری ہے؟ حضرت ارمیاء نے جواب میں کہا کہ اے میرے رب! بے شک یہ حکم میرے اوپر شاق گزرا۔ اے میرے رب! بنی اسرائیل کو عذاب میں مبتلا کرنے سے پہلے مجھے موت دے دے کیونکہ مجھ کو ان کی تباہی پسند نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاء علیہ السلام پر پھر وحی بھیجی اور مطلع کیا کہ اپنی عزت کی قسم! میں بنی اسرائیل کو اس وقت ہلاک نہیں کروں گا جب تک کہ تم خود مجھ سے ان کی ہلاک کی استدعا نہ کرو۔

حضرت ارمیاء یہ سن کر بہت مسرور ہوئے اور کہنے لگے اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی برحق بنا کر بھیجا' میں کبھی بھی اسرائیل کی ہلاکت پر رضا مند نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد آپ بادشاہ وقت کے پاس جو ایک صالح مرد تھا تشریف لے گئے اور اس کو یہ خوشخبری سنائی۔ بادشاہ بھی اس بشارت سے خوش ہوا اور کہنے لگا کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو ہلاک کرے تو یہ ہمارے گناہوں کی سزا ہے اور اگر معاف کرے تو یہ اس کی رحمت ہے۔

اس کے بعد تین سال گزر گئے مگر بنی اسرائیل کی اصلاح نہ ہوئی اور ان کی نافرمانیاں بڑھتی گئیں۔ بادشاہ وقت نے بار بار اس کی کوشش کی کہ بنی اسرائیل توبہ کرلیں مگر چونکہ ان کی ہلاکت کا وقت قریب آ رہا تھا اس لیے انہوں نے بادشاہ کی ایک نہ سنی بلکہ مزید گناہوں میں ملوث ہوگئے۔ اس عرصہ میں وحی آنا بھی کم ہوگیا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر شاہ بابل کو مسلط کرنے کا حکم فرمادیا۔ چنانچہ بخت نصر نے ساٹھ لاکھ فوج سے بیت المقدس پر حملہ کردیا۔ جب بادشاہ کو خبر ہوئی تو اس نے حضرت ارمیاء علیہ السلام سے کہا کہ آپ کا وہ دعویٰ کہاں گیا جو آپ نے مجھ سے کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے بنی اسرائیل کو ہلاک نہ کرنے کا وعدہ کرلیا ہے۔ مجھے تو وعدہ خلافی ہوتی نظر آرہی ہے۔ حضرت ارمیاء علیہ السلام نے جواب دیا کہ میرا رب ہرگز وعدہ خلاف نہیں ہوسکتا۔ مجھے اس کے وعدے کی سچائی پر پورا یقین ہے۔ جب بخت نصر کے حملہ کا وقت قریب آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کسی اسرائیلی مرد کی صورت میں حضرت ارمیاء علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ آپ نے اس سے پوچھا تو کون ہے اور کس لیے آیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں ایک اسرائیلی ہوں اور آپ سے اپنے اہل خاندان کے بارے میں فتویٰ لینے آیا ہوں۔ میں ان کے ساتھ نہایت نرمی اور اکرام سے پیش آتا ہوں مگر وہ مجھ سے غلط برتاؤ کرتے ہیں اور میری نیکی کا بدلہ بدی سے دیتے ہیں۔ اب آپ مجھے بتائیں کہ میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ تم ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتے رہو۔ کیونکہ اسی میں تیری بھلائی ہے۔ یہ سن کر فرشتہ چلا گیا۔

کچھ عرصہ بعد وہ فرشتہ اسی اسرائیلی مرد کی صورت میں آپ کے پاس پھر حاضر ہوا اور وہی شکایت کی۔ آپ نے سوال کیا تو کون ہے؟ فرشتہ نے جواب دیا کہ میں وہی ہوں اور ایک مرتبہ آپ کے پاس پہلے بھی آچکا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا ابھی تک ان لوگوں نے تیرے ساتھ اخلاق کا برتاؤ نہیں کیا؟ فرشتے نے جواب دیا کہ نہیں! تو آپ نے اس کو وہی نصیحت فرمائی۔ اور کچھ دنوں کے بعد بخت نصر نے بیت المقدس کا محاصرہ کرلیا۔ یہ دیکھ کر بنی اسرائیل پریشان ہوگئے۔ اور بادشاہ پھر حضرت ارمیاء علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایفائے عہد کا سوال کیا۔ آپ نے پھر وہی جواب دیا کہ میرا رب وعدہ ضرور پورا کرے گا۔ یہ سن کر بادشاہ واپس چلا گیا۔

جب بادشاہ واپس چلا گیا تو وہ فرشتہ پھر تیسری بار حاضر ہوا۔ اس وقت آپ بیت المقدس کی دیوار پر بیٹھے ہوئے نصرت الٰہی کے انتظار میں ہنس رہے تھے اور خوشیاں منا رہے تھے۔ فرشتہ کو دیکھ کر آپ نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں وہی اسرائیلی ہوں اور اس سے پہلے بھی دو مرتبہ آپ کے پاس آچکا ہوں۔ میں نے اب تک تو اپنے اہل خاندان کی بدسلوکیاں برداشت کیں مگر اب برداشت نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اب میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ آج میں نے ان کو ایسی حرکات کرتے دیکھا ہے جو حکم خدا کے بالکل خلاف ہیں۔ یہ حرکات دیکھ کر مجھے ان پر بے حد غصہ آیا اس لیے میں آپ کے پاس آیا ہوں اور میں اس ذات کے واسطہ سے جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے' آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ آپ ان کی ہلاکت کی دُعا کردیجئے۔ چنانچہ حضرت ارمیاء علیہ السلام نے دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھا لیا اور کہا کہ اے مالک ارض وسماء اگر یہ لوگ حق اور صواب پر ہوں تو ان کو زندہ رکھ اور اگر وہ تیری مرضی کے خلاف کام کر رہے ہوں تو ان کو ہلاک کردے۔

یہ دُعا ختم ہی ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس پر آسمان سے بجلی گرائی جس سے بیت المقدس کے آس پاس کے مکانات منہدم

ہو گئے اور بیت المقدس کے سات دروازے زمین میں دھنس گئے۔ حضرت ارمیاء علیہ السلام نے جب یہ منظر دیکھا تو اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے رب العزت تیرا وعدہ جو تو نے مجھ سے کیا تھا کہاں گیا؟ تو آسمان سے ندا آئی کہ اللہ کی طرف سے جو کچھ ہوا ہے وہ آپ ہی کے فتویٰ اور دعا کی وجہ سے ہوا ہے۔ اب آپ کو معلوم ہوا کہ وہ میری ہی بددعا کی وجہ سے ہوا اور یہ کہ وہ سائل جو بار بار میرے پاس آتا تھا وہ انسان نہیں بلکہ وہ اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ تھا۔ اس کے بعد حضرت ارمیاء علیہ السلام اس بستی سے فرار ہو گئے اور جنگلی جانوروں کے ساتھ بود و باش اختیار کر لی۔

اس کے بعد بخت نصر بیت المقدس میں داخل ہو گیا اور ملک شام کو نیست و نابود کر کے بنی اسرائیل کو قتل کر ڈالا اور بیت المقدس کو اُجاڑ ڈالا اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ ہر ایک سپاہی اپنی اپنی ڈھال میں مٹی بھر کر بیت المقدس پر ڈال دیں۔ چنانچہ انہوں نے حکم کی تعمیل کے طور پر بیت المقدس کو مٹی سے آنٹ دیا۔ پھر بخت نصر نے حکم دیا کہ بیت المقدس کے دوسرے شہروں میں جس قدر آدمی (بچے، بوڑھے جوان) ہوں ان کو اکٹھا کر کے لاؤ۔ چنانچہ چھوٹے بڑے تمام لوگ اکٹھا کر کے اس کے سامنے پیش کر دیئے گئے۔ بخت نصر نے ان میں سے ستر ہزار لڑکے منتخب کر کے اپنے مددگار بادشاہوں میں جو اس کے ساتھ تھے تقسیم کر دیئے۔ ہر ایک کے حصہ میں چار چار غلام آئے۔ ان غلاموں میں حضرت دانیال علیہ السلام اور حانیا بھی تھے۔ باقی ماندہ قیدیوں کو بخت نصر نے تین حصے کیے ایک حصہ کو قتل کروا دیا اور دوسرے حصے کو غلام بنا لیا اور تیسرے حصہ کو ملک شام میں آباد کر دیا۔ یہ پہلا حادثہ تھا جو بنی اسرائیل پر ان کے گناہوں کے سبب سے نازل ہوا۔

جب بخت نصر اسرائیلی قیدیوں کو لے کر بابل واپس چلا گیا تو حضرت ارمیاء علیہ السلام اپنے گدھے پر سوار ہو کر چلے اور ایک مشکیزہ انگور کے عرق کا اور ایک انجیر کی ٹوکری اپنے ساتھ لے لی۔ جب آپ شہر ایلیاء میں پہنچے تو آپ نے اس کے ویرانہ کو دیکھ کر فرمایا: **انی یحیی هذه الله بعد موتها.** ''یعنی اللہ تعالیٰ اس بستی کو اس کی ویرانی کے بعد کیسے زندہ کرے گا۔''

پھر آپ اپنے گدھے کو ایک نئی رسی سے باندھ کر لیٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر نیند طاری فرما دی۔ آپ سو برس تک برابر سوتے رہے۔ اسی عرصہ میں آپ کا گدھا بھی مر گیا۔ مگر آپ کے انجیر اور انگور کا پانی جوں کا توں تر و تازہ رکھے رہے۔ ان میں کسی قسم کی سڑن یا بدبو وغیرہ پیدا نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام آنے جانے والوں کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا۔ لہٰذا اس سو سال کے عرصہ میں کوئی بھی آپ کو نہ دیکھ سکا اور پرندوں درندوں وغیرہ کو گدھے کا گوشت کھانے سے روک دیا تھا۔ جب آپ کو سوتے ہوئے ستر برس گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ملک فارس کے ایک بادشاہ جس کا نام نوشک تھا۔ بیت المقدس کو آباد کرنے کے لیے بھیج دیا۔ چنانچہ نوشک ایک ہزار منتظم لے کر آیا۔ ہر منتظم کے زیر نگرانی ایک ایک ہزار مسلمان تھے۔ چنانچہ تعمیر شروع ہو گئی اور تیس سال کے عرصے میں یہ شہر بالکل آباد ہو گیا اور اسی عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو مچھر کے ذریعہ ہلاک کر دیا جو اس کی ناک میں گھس کر اس کے دماغ میں سرایت کر گیا تھا۔ بنی اسرائیل جو اس کی قید میں تھے تعداد میں کافی ہو گئے تھے۔ اس لیے اس کی موت کے بعد وہ پھر سے اپنے وطن واپس آ گئے اور ان کی حالت پہلے سے بہتر ہو گئی۔ جب سو برس پورے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاء علیہ السلام کی سب سے پہلے آنکھیں کھولیں اور باقی جسم کو بے حس رکھا۔ اس کے بعد باقی جسم میں بھی جان ڈال دی۔

حضرت ارمیاء نے اپنے گدھے پر نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ اس کے تمام اعضاء گل سڑ گئے ہیں اور کھوکھلی ہڈیوں پر سفیدی چھا گئی ہے۔ پھر آسمان سے ایک ندا آئی کہ اے کھوکھلی ہڈیو! اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ ایک جگہ جمع ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ ہڈیاں جمع ہو گئیں۔ دوسری آواز پر ان ہڈیوں پر گوشت و پوست چڑھ گیا اور تیسری آواز پر اس کے جسم میں روح پڑ گئی اور گدھا زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا اور بولنے لگا۔ حضرت ارمیاء علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حیات جاوید عطا فرمائی۔ جنگلوں اور ویرانوں میں جو لوگوں کو نظر آتے ہیں وہ آپ ہی ہیں۔

جن لوگوں نے اس قصہ کو حضرت عزیر علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے ان کا بیان یہ ہے کہ بخت نصر بیت المقدس کو ویران کر کے اور بنی اسرائیل کو قید کر کے بابل لے گیا تو ان قیدیوں میں حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت دانیال علیہ السلام بھی تھے۔ پھر جب کبھی حضرت عزیر علیہ السلام کو بخت نصر کے ملک بابل کی قید سے نجات ملی تو آپ اپنے گدھے پر سوار ہو کر وہاں سے چل دیئے اور دیر ہرقل میں دریائے دجلہ کے کنارے پر قیام فرمایا۔ آپ سواری سے اُتر کر بستی کے چاروں طرف گھومے مگر کوئی شخص نظر نہ پڑا۔ درخت پھلوں سے لدے پڑے تھے۔ آپ نے پھل کھائے اور انگوروں کو نچوڑ کر ان کا عرق پیا اور سفر کے لیے بھی کچھ پھل توڑ کر رکھ لیے اور ایک مشکیزہ میں انگور کا عرق بھر لیا۔ جب بستی کی ویرانی کا خیال آیا تو بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ نکلا: ''انی یحیی هذه الله بعد موتها'' یہ الفاظ آپ کی زبان سے بطور تعجب نکلے تھے۔ شک کے طور پر نہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام سے ابعد ہے کہ وہ بعث کے معاملہ میں شک وشبہ کریں۔

یہ کہہ کر آپ لیٹ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی۔ جس سے آپ سو برس تک سوتے رہے۔ اس کے بعد ان کے ساتھ بھی وہی واقعات ہوئے جو حضرت ارمیاء علیہ السلام کے حالات میں بیان ہو چکے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو سو برس کے بعد زندہ فرمایا تو آپ اپنے گدھے پر سوار ہو کر بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ جب آپ وہاں پہنچے اور اپنے محلّہ میں گئے تو کسی نے آپ کو نہیں پہچانا اور نہ ان کو آپ کے گھر کا پتہ معلوم تھا۔ آخر آپ اندازے سے کام لیتے ہوئے اپنے گھر کے دروازے پر آ کر کھڑے ہو گئے۔ وہاں پر ایک اندھی اور لنگڑی بڑھیا جس کی عمر ۱۲۰ سال کے لگ بھگ تھی، دروازے پر بیٹھی ہوئی تھی وہ آپ کے گھر کی لونڈی تھی اور جس وقت آپ گھر سے نکلے تھے اس وقت اس کی عمر ۲۰ سال تھی۔ اور اس زمانہ میں وہ آپ سے بہت مانوس تھی۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ بڑھیا کیا یہ عزیر کا مکان ہے؟ بڑھیا نے جواب دیا کہ ہاں یہ انہی کا مکان ہے اور یہ کہہ کر رونے لگی اور کہنے لگی کہ کتنے عرصہ سے میں نے کسی کی زبان سے عزیر کا نام نہیں سنا۔ آپ نے فرمایا کہ میں عزیر ہی ہوں۔ یہ سن کر بڑھیا بولی کہ سبحان اللہ! ان کو مفقود ہوئے سو برس گزر گئے اور جب سے اب تک ہم نے ان کی کوئی خیر خبر نہیں سنی۔ آپ نے فرمایا کہ بڑھیا میں ہی عزیر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو سو برس مردہ رکھ کر دوبارہ زندہ کیا ہے۔ بڑھیا نے کہا کہ عزیر علیہ السلام تو مستجاب الدعوات تھے۔ بیمار کے لیے دُعا کرتے تو وہ اچھا ہو جاتا اگر کسی مصیبت زدہ کے لیے دُعا کرتے تو اس کی مصیبت دور ہو جاتی۔

لہٰذا اگر آپ حقیقت میں عزیر ہی ہیں تو میرے لیے دُعا فرمائیے کہ میری آنکھوں کی بینائی واپس آ جائے تا کہ میں آپ کو پہچان سکوں۔ چنانچہ آپ نے کچھ پڑھ کر اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو اللہ کے حکم سے اس کی آنکھوں میں روشنی آ گئی اور پھر آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اللہ کے حکم سے کھڑی ہو جا۔ یہ کہتے ہی اس کی ٹانگیں ٹھیک ہو گئیں اور وہ بغیر کسی عذر کے کھڑی ہو گئی۔ جب اس نے آپ کو نظر بھر کر دیکھا تو بے ساختہ کہہ اُٹھی کہ میں اس بات کی شہادت دیتی ہوں کہ آپ عزیر ہی ہیں۔ اس کے بعد وہ بنی اسرائیل کی مجالس میں گئی۔ وہاں آپ کے ایک معمر صاحبزادے اور پوتے اور دیگر رشتہ دار موجود تھے۔ اس نے پکار کر کہا کہ حضرت عزیر آ گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ تمہارے پاس بھیج دیا ہے۔

لیکن ان لوگوں کو اس بات کا یقین نہیں آیا اور وہ لوگ اس کو جھٹلانے لگے تو اس نے کہا میں تمہاری وہی اپاہج اور اندھی لونڈی ہوں۔ حضرت عزیر کی دُعا سے ابھی ابھی ٹھیک ہو کر تمہارے پاس آئی ہوں۔ عزیر تو مر چکے تھے مگر سو برس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو پھر زندہ کر دیا۔ یہ سن کر وہ سب لوگ بڑھیا کے ساتھ گھر پہنچے۔ آپ کے صاحبزادے نے آپ سے عرض کیا کہ میرے باپ کی ایک شناخت یہ ہے کہ ان کے دونوں شانوں کے درمیان ہلالی شکل کا ایک سیاہ تل تھا۔ چنانچہ حضرت عزیر نے اپنے شانوں کو کھول کر وہ سیاہ تل سب کو دکھایا جس

سے سب کو یقین آ گیا کہ آپ عزیر ہی ہیں اور سب لوگ خوشی میں جھوم اُٹھے۔

سعدی اور کلبی کی روایت میں ہے کہ جب حضرت عزیر علیہ السلام اپنی بستی میں پہنچے تو دیکھا کہ ان لوگوں کے پاس کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس سے شرعی احکام معلوم ہو سکیں۔ کیونکہ بخت نصر نے توریت کے تمام نسخے جلا دیئے تھے۔ آپ ایسی حالت دیکھ کر رونے لگے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ایک برتن میں پانی لے کر آیا اور وہ پانی اس نے حضرت عزیر علیہ السلام کو پلا دیا۔ پانی پیتے ہی توریت آپ کے سینہ میں اُترتی چلی گئی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور آپ بنی اسرائیل کے پاس آئے اور کہا کہ میں عزیر ہوں۔ مگر کسی نے آپ کے اس دعویٰ کی تصدیق نہیں کی۔ آپ نے دوبارہ فرمایا کہ میں عزیر ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے پاس اس لیے بھیجا ہے تاکہ میں تم کو از سر نو توریت سکھلا دوں۔ لوگوں نے اس پر کہا کہ اگر یہ بات ہے تو آپ ہم کو توریت لکھوا دیجئے۔ چنانچہ آپ نے اپنے حافظہ سے توریت لکھوا دی۔ پھر وہ لوگ کہنے لگے کہ جب سے توریت مفقود ہو گئی تھی تب اب تک اللہ تعالیٰ نے توریت کو کسی کے قلب میں القاء نہیں کیا۔ لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں (نعوذ باللہ) آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک اور برتر ہے کہ اس کے بیوی اور بیٹے ہوں۔

جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو عارضی موت دی تھی۔ اس وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی۔ پھر آپ کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندگی دی تو آپ کی عمر اس وقت ۱۴۰ سال ہو چکی تھی۔ آپ کے بیٹے اور پوتے جو اس وقت موجود تھے وہ بوڑھے ہو چکے تھے مگر آپ جوان تھے۔ آپ کی داڑھی اور مونچھیں کالی تھیں۔ (بس پاک ہے وہ ذات جو ہر چیز پر قادر ہے)

فائدہ: ابن خلکان اور دوسرے مورخین نے ذکر کیا ہے کہ روم کے شاہ قیصر نے حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ میرے سفیروں نے جو آپ کے پاس سے لوٹ کر آئے ہیں مجھے بتایا ہے کہ آپ کے یہاں ایک درخت ہے کہ جب وہ زمین سے نکلنا شروع ہوتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے گدھے کے دو کان ہوں جب وہ نکل کر ذرا پھلتا ہے تو اس پر بور آتا ہے جو مروارید کے دانے جیسا ہوتا ہے اور جب کچھ اور پھلتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں سبز زمرد اور زبرجد لگے ہوئے ہیں۔ پھر جب اس کے پھولوں پر سرخی آتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یاقوت سرخ کے دانے لٹکے ہوئے ہوں اور جب وہ پک جاتا ہے تو کھانے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک عمدہ قسم کا فالودہ کھا لیا ہو۔ اور جب وہ خشک ہو جاتا ہے تو مقیم کے لیے ذخیرہ کا اور مسافر کے لیے زادراہ کا کام دیتا ہے۔ اگر میرے سفراء کی یہ اطلاع صحیح ہے تو میرے گمان میں یہ کوئی جنتی [1] درخت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خط کے جواب میں شاہ روم کو لکھا کہ آپ کے سفراء نے آپ کو صحیح اطلاع دی ہے۔ بے شک ہمارے یہاں ایسا درخت موجود ہے اور یہ وہی درخت ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت حضرت مریم کے لیے اُگایا تھا۔ اخیر میں آپ نے تحریر فرمایا کہ اے قیصر اللہ سے ڈرو اور اس کو چھوڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معبود مت بنا۔ اس کے بعد یہ آیت نقل کی:

اِنَّ مَثَلَ عِيسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ.

''تحقیق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ کے نزدیک آدمؑ کی سی ہے پیدا کیا اس کو مٹی سے پھر اس کو کہا ہو جا پس وہ ہو گیا' سچی بات تیرے رب ہی کی ہے لہٰذا تو شک کرنے والوں میں سے مت ہو۔''

---

[1] بظاہر کھجور کا درخت مراد ہے۔ (ج)

قیصر کا تذکرہ

قیصر کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ افریقی لفظ ہے اس کے معنی ''چیر کر نکالنا'' ہیں۔ مورخین نے قیصر کہنے کہ وجہ یہ بیان کی ہے کہ قیصر کی ماں کا انتقال دردزہ میں ہو گیا تھا تو اس کو یعنی قیصر کو فوراً اس کی ماں کا پیٹ چیر کر نکالا گیا تھا لہٰذا اس کا لقب قیصر پڑ گیا تھا۔ قیصر اپنے ہم عصر بادشاہوں میں یہ کہہ کر فخر کرتا تھا کہ میں تمہاری طرح فرج سے نہیں نکلا۔ قیصر کا نام اغطش تھا۔ اسی کے عہد سلطنت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی۔ بعد میں یہ لقب (قیصر) روم کے ہر بادشاہ کو دیا جانے لگا۔ جس طرح ملک ترک کا لقب خاقان اور ملک فارس کا کسریٰ ملک شام کا ہرقل اور ملک قبط کا فرعون اور ملک حبشہ کا لقب نجاشی ہے اور ملک فرعانہ کا انشید اور ملک مصر کا اسلام میں سلطان لقب ہے۔

ابن خلکان کہتے ہیں کہ یہاں ایک نکتہ قابل غور ہے کہ اہل عرب رومیوں کو جو بنو اصفر کہتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ لکھتے ہیں کہ قدیم زمانے میں ایک دفعہ روم میں آگ لگ گئی تھی اور اس آگ میں تمام شاہی خاندان کے لوگ جل گئے تھے' بجز ایک عورت کے۔ لہٰذا رعایا میں سے ہر شخص کو حکومت کا شوق پیدا ہو گیا اور نوبت جنگ وجدال تک پہنچنے والی تھی کہ آپس میں یہ فیصلہ ہوا کہ صبح کو جو شخص سب سے پہلے شہر میں داخل ہو گا اس کو بادشاہ بنا دیا جائے گا۔ چنانچہ اس کام کے لیے ایک مجلس بلائی گئی اور وہ شہر کے دروازے پر پہلے شخص کی آمد کے انتظار میں بیٹھ گئی۔ اتفاقاً یمن کی طرف سے ایک شخص آ رہا تھا اور اس کے ہمراہ ایک حبشی غلام تھا۔ یہ دونوں روم سے آ رہے تھے۔ اتفاق سے غلام اپنے آقا کو چھوڑ کر اس سے پہلے شہر کے دروازے پر پہنچ گیا۔ شہر کے دروازے میں داخل ہوتے ہی اہل مجلس نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور کہنے لگے کہ تمہارے مقدر نے کیسا پلٹا کھایا۔ چنانچہ اس غلام کو بادشاہ بنا دیا گیا۔ اور تنہا بچنے والی شہزادی سے اس کی شادی کر دی۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا رنگ کالے اور گورے نطفوں کے اختلاط کی وجہ سے ''زرد'' تھا تو اس کا نام اصفر رکھ دیا گیا۔ اس لیے ان سے جو نسل چلی وہ سب بنی اصفر کہلانے لگی۔ کچھ عرصہ بعد اس بادشاہ کا آقا بھی وہاں پہنچ گیا اور کہنے لگا کہ یہ میرا وہی بھگوڑا غلام ہے اور اس کے بعد حکومت پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس غلام بادشاہ نے اس کو اپنا آقا تسلیم کر لیا اور کچھ رقم دے کر بعد میں اسے راضی کر لیا۔

ابن ظفر کی کتاب النصائح میں لکھا ہے کہ جب خلیفہ ہارون الرشید طوس پہنچا اور اس کے مرض میں شدت پیدا ہو گئی تو اس نے ایک طبیب کو جو طوس کا رہنے والا تھا اور فارسی النسل تھا طلب فرمایا اور حکم دیا کہ اس کا قارورہ طبیب کے سامنے اس طرح پیش کیا جائے کہ کچھ تندرست اور مریض لوگوں کے قارورے بھی اس کے ساتھ رکھے ہوئے ہوں۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ طبیب نے ان سب شیشیوں میں سے خلیفہ کے قارورہ کی شیشی پہچان کر نکال لی اور اس کو دیکھ کر کہا کہ اس قارورے والے مریض سے کہہ دیا جائے کہ وہ اپنی آخری وصیت کر دے۔ کیونکہ اس مریض کے قویٰ بالکل کمزور ہو گئے ہیں اور بدن ڈھل چکا ہے۔ اس کے بعد خلیفہ کے حکم سے طبیب کو رخصت کر دیا گیا۔ طبیب کی اس پیش گوئی کے بعد ہارون الرشید اپنی زندگی سے بالکل مایوس ہو گئے اور مایوسی میں اشعار پڑھنے لگے ؎

اِنَّ الطَّبِیْبُ بِطِبِّهٖ وَ دَوَائِهٖ لَا یَسْتَطِیْعُ دِفَاعَ نَحْبٍ قَدْ اَتٰی

''حکیم اپنی تمام تجربہ کاری اور بہترین دواؤں کے ہوتے ہوئے بھی آئی ہوئی موت کو دفع نہیں کر سکتا۔''

مَا لِلطَّبِیْبِ یَمُوْتُ بِالدَّاءِ الَّذِیْ قَدْ کَانَ یُبْرِیُٔ مِثْلَهٗ فِیْ مَا مَضٰی

''طبیب اس بیماری میں (عموماً) مرتا ہے جس کے علاج میں اس کی شہرت ہو اور وہ سینکڑوں مریضوں کو اس بیماری سے اچھا کر چکا ہو۔''

پھر ہارون الرشید کو اطلاع ملی کہ لوگوں نے اس کی موت کی خبر اُڑا دی ہے تو اس نے ایک گدھا طلب کیا اور حکم دیا کہ مجھے اس گدھے پر سوار کرایا جائے۔ چنانچہ اس کو گدھے پر سوار کرا دیا گیا لیکن جیسے ہی ہارون گدھے پر سوار ہوا اُس کی ٹانگوں میں استرخا پیدا ہو گیا تو اس نے حکم دیا کہ مجھے گدھے سے اُتار لیا جائے۔ چنانچہ اس کو فوراً اُتار لیا گیا۔ پھر ہارون نے اپنے کفن کے لیے کپڑا طلب کر کے من پسند کفن منتخب کیا۔ پھر اپنے بستر کے سامنے ہی قبر کھودنے کا حکم دیا۔ جب قبر کھد گئی تو اس نے اس میں جھانک کر دیکھا اور قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی:

مَا اَغْنٰی عَنِّی مَالِیَه هَلَکَ عَنِّی سُلْطَانِیه. (پ:۲۹)

''میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا' میری سلطنت مجھ سے جاتی رہی۔''

پھر اسی دن اس کا انتقال ہو گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ

منصور حلاج کا واقعہ

تاریخ ابن خلکان میں لکھا ہے کہ حلاج کے بعض صاحبوں کا کہنا ہے کہ منصور حلاج کو جس دن قتل کیا گیا اسی دن ان کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک گدھے پر چڑھے ہوئے نہروان کی سڑک پر جا رہے ہیں۔ انہوں نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم لوگوں کا گمان ہے کہ میں مضروب اور مقتول ہوں۔

منصور حلاج کے قتل کی وجہ یہ تھی کہ خلیفہ مقتدر باللہ کے وزیر حامد ابن عباس کی مجلس میں ان کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکلا جو بظاہر خلاف شرع تھا۔ اس پر قضاۃ اور علماء نے ان کے قتل کا فتویٰ دے دیا۔ خلیفہ مقتدر نے شہر کوتوال محمد بن عبدالصمد کو حلاج کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ کوتوال نے اس ڈر سے کہ کہیں لوگ ہنگامہ کر کے اس کو چھڑا نہ لیں آپ کو رات کے وقت گرفتار کیا۔ لیکن جب آپ کو منگل کے دن بتاریخ ۲۴ ذیقعدہ ۳۰۹ھ میں باب الطاق میں لے جایا گیا تو ایک ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ سب سے پہلے جلاد نے ایک ہزار کوڑے لگائے۔ لیکن آپ نے اُف تک نہ کی۔ پھر آپ کے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹے اس پر بھی آپ خاموش رہے۔ اس کے بعد آپ کا سر تن سے جدا کر دیا گیا اور آپ کی لاش جلا کر اس کی راکھ دریائے دجلہ میں بہا دی گئی اور آپ کا سر شہر بغداد کی دیوار پر نصب کر دیا گیا اور پھر اس کو شہر کی ہر گلی کوچے میں گھمایا گیا۔

آپ کے رفقاء اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلی دیتے کہ آپ چالیس دن بعد واپس آ جائیں گے۔ اتفاقاً اسی سال دریائے دجلہ میں زبردست طغیانی آئی جس کو کچھ لوگوں نے اسی بات سے منسوب کیا کہ طغیانی آپ کی راکھ کی وجہ سے آئی ہے جو کہ آپ کو جلانے کے بعد دریا میں بہا دی گئی تھی۔ آپ کے بعض معتقدین کا یہ دعویٰ تھا کہ آپ کو قتل کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کے کسی دشمن کو ان کی صورت میں منتقل کر دیا اور وہی اس وقت قتل ہوا اور آپ بچ گئے۔ جب منصور کو قتل گاہ کی جانب لے جانے لگے تو آپ یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

طَلَبْتُ المستقر بِکُلِّ اَرْضٍ فَلَمْ اَرلٰی بِاَرْضٍ مُسْتَقَرًّا

''میں نے زمین کے ہر گوشے پر سکون کی تلاش کی لیکن کہیں بھی سکون نصیب نہیں ہوا۔''

اَطَعْتُ مُطَامِعِیْ فَاسْتَبْعَدَتْنِیْ وَ لَوْ اِنِّی قَنَعْتُ لَکُنْتُ حُرًّا

''اور مبتلا لالچ ہو گیا تو لالچ میرا حاکم بن گیا کاش کہ میں قناعت اختیار کرتا تو بدستور آزاد رہتا۔''

کچھ لوگوں نے کہا کہ منصور حلاج قتل کے وقت یہ اشعار پڑھ رہے تھے ؎

لَمْ اُسْلِمِ النَّفْسَ لِلْاَسْقَامِ تَتْلَفُهَا اِلَّا لِعِلْمِیْ بِاَنَّ الْمَوْتَ یَشْفِیْهَا

''میں اپنے آپ کو ایسی بیماریوں کے سپرد نہیں کر سکتا جو ہلاکت خیز ہیں' مگر یہ کہ میرے علم کے مطابق میرے لئے موت ہی میں شفاء ہے۔''

وَ نَظْرَةٌ مِنْکَ یَا سُوْءَ لِیْ وَ یَا اَمَلِیْ اَشْهٰی اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا وَ مَا فِیْهَا

''اور اے وہ ذات جو میری حاجت روا ہے اور جس سے کہ میری اُمیدیں وابستہ ہیں' تیری ایک نظر مجھ کو دُنیا و مافیہا سے زیادہ مرغوب ہے۔''

نَفْسُ الْمُحِبِّ عَلَی الْاٰلَامِ صَابِرَةٌ لَعَلَّ مُتْلِفِیْهَا یَوْمًا یُدَاوِیْهَا

''عاشق کی جان (تو) تکالیف پر صبر کرنے والی ہے' اس اُمید پر کہ شاید اس کا تلف کرنے والا ایک دن اس کا معالج بن جائے۔''

منصور شیخ جنید بغدادی کی صحبت میں رہے اور ان کا شبلی اور دیگر مشائخ صوفیا سے بھی تعلق رہا ہے۔ شیخ الامام عزالدین بن عبدالسلام مقدسی نے مفاتیح الکنوز میں لکھا ہے کہ جب منصور کو دار پر چڑھانے کے لیے لائے اور آپ نے تختہ اور میخوں کو دیکھا تو آپ قہقہہ لگا کر خوب ہنسے۔ پھر جب مجمع پر نگاہ ڈالی تو دیکھا شبلی موجود ہیں۔ آپ نے شبلی سے پوچھا اے ابا بکر! کیا آپ کے پاس جائے نماز ہے۔ شبلی نے جواب دیا کہ ہاں ہے۔ تو آپ نے کہا کہ جائے نماز بچھائیں۔ چنانچہ شبلی نے جائے نماز بچھادی۔ منصور نے آکر اس پر دو رکعت نماز پڑھی۔ پہلی رکعت میں الحمد شریف اور یہ آیت وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ. الایة اور دوسری رکعت میں الحمد شریف کے بعد یہ آیت پڑھی: کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ. الایة اس کے بعد ایک طویل وظیفہ پڑھا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ابوالحرث سیاف نے آکر ایک طمانچہ اتنے زور سے مارا کہ اس سے آپ کی ناک اور چہرہ دونوں شدید زخمی ہو گئے۔ یہ دیکھ کر شبلی پر وجد سا طاری ہو گیا اور اس نے اپنے کپڑے پھاڑ دیئے اور خوب چیخنے چلانے لگے۔ ابوالحسن واسطی اور دیگر مشہور مشائخ پر غشی طاری ہوگئی۔ قتل ہونے سے پہلے حلاج نے کہا کہ تمہارے لے میرا خون مباح ہو گیا ہے لہٰذا مجھے قتل کر ڈالو۔ آج مسلمانوں کے لیے میرے قتل سے اہم کوئی اور کام نہیں اور میرا قتل حدود اللہ کے قیام اور شریعت کے مطابق ہے۔ جو شخص حد سے تجاوز کرتا ہے اس پر حد جاری ہونی چاہیے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ منصور کے بارے میں لوگوں کے درمیان سخت اختلاف ہے۔ کوئی ان کو صاحب عظمت اور کوئی کافر قرار دیتا ہے۔

حجۃ الاسلام امام قطب الدین نے اپنی کتاب مشکوٰۃ الانوار و مصفاۃ الاسرار میں منصور کے متعلق ایک طویل فصل لکھی ہے اور منصور کے اقوال ''اَنَا الْحَق'' اور ''وَمَا فِیْ الْجُبَّةِ اِلَّا اللّٰه'' کی تاویل کر کے ان سے اچھے معانی مراد لیے ہیں اور فرمایا ہے کہ منصور کا یہ قول فرط محبت اور شدت وجد کے باعث صادر ہوئے ہیں اور ان کے اقوال کی مثال شاعر کے اس شعر کی سی ہے ؎

اَنَا مَنْ اَهْوٰی وَ مَنْ اَهْوٰی اَنَا فَاِذَا اَبْصَرْتَهٗ اَبْصَرْتَنَا

''میں وہ ہوں جس کو میں چاہتا ہوں اور جس کو میں چاہتا ہوں۔ وہ میں ہی ہوں۔ اے مخاطب اگر تو نے اس کو یعنی میرے محبوب کو دیکھ لیا تو گویا تو نے مجھ کو ہی دیکھ لیا (مطلب یہ کہ میں محبوب کی محبت میں اس قدر محو ہو گیا ہوں کہ گویا ہم دونوں ایک جان دو قالب بن گئے ہیں)۔''

حجۃ الاسلام امام قطب الدین کی بیان کردہ توجیہات منصور کی مدح اور برأت کے لیے کافی ہیں۔ نیز امام شریح سے جب منصور حلاج کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا کیونکہ وہ مخفی الحال شخص تھے۔ یہ جواب بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دیا تھا جب کہ آپ سے پوچھا گیا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہماری تلواروں کو ان کے خون سے پاک وصاف رکھا تو ہم اپنی زبانوں کو ان کے بارے میں کلام کرنے سے کیوں نہ پاک وصاف رکھیں۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اتنی بحث خوف خدا رکھنے والے شخص کے لیے کسی کو کافر قرار دینے سے روکنے کے لیے کافی ہے۔ کسی ایسے قول کی بنیاد پر جو تاویل کا احتمال رکھتا ہو اور چونکہ اسلام سے خارج کرنا بہت اہم مسئلہ ہے اس لیے اس میں جلد بازی کوئی جاہل ہی کر سکتا ہے۔

شیخ العارفین قطب الزمان عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے منصور کی برأت کرتے ہوئے فرمایا کہ حلاج کو ہلاک کر دیا گیا اور کسی نے اس کی دست گیری نہیں کی۔ اگر میں حلاج کے زمانے میں ہوتا تو ضرور اس کا ساتھ دیتا۔ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول اور امام غزالیؒ کا گزشتہ قول حلاج کے بارے میں ادنیٰ بصیرت اور فہم رکھنے والوں کے لیے کافی ہے۔

حلاج کی وجہ تسمیہ

منصور کا لقب حلاج اس وجہ سے پڑ گیا کہ ایک دن وہ کسی نداف (رائی دھننے والا' دھنیہ) کی دکان پر بیٹھے ہوئے اس سے کوئی کام کرنے کے لیے کہہ رہے تھے۔ نداف نے ان سے کہا کہ میں روئی دھننے میں مصروف ہوں' مجھے فرصت نہیں۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تم میرا کام کر دو میں تمہارا کام (روئی دھنا) کر دوں گا۔ چنانچہ وہ راضی ہو گیا اور منصور کے کام سے چلا گیا۔ جب وہ واپس آیا تو دیکھا کہ جتنی روئی اس کے یہاں موجود تھی وہ سب دھنکی ہوئی رکھی ہے حالانکہ وہ اتنی زیادہ تھی کہ اگر دس آدمی مل کر اس کو کئی دن تک دھو نکتے تو بھی کچھ باقی رہ جاتی۔ اس دن سے لوگ آپ کو منصور کو حلاج کہنے لگے۔ حلاج کے معنی بھی نداف کے ہیں۔ بعض لوگوں نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ آپ تصوف کے اسرار اور صوفیاء کے نکات بیان کرتے تھے۔ اس لیے آپ کو حلاج کہنے لگے۔ منصور ملک فارس کے شہر بیضاء کا باشندہ تھا اور اصل نام حسین بن منصور تھا۔ واللہ اعلم

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا قصہ

ابن خلکان اور دیگر مؤرخین لکھتے ہیں کہ محمد ابن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے عہد خلافت میں مصر کا والی مقرر کر دیا تھا۔ چنانچہ مصر میں آپ کا داخلہ ۳۷ھ میں ہوا اور اس وقت تک وہاں رہے جب تک کہ امیر معاویہ نے حضرت عمرو ابن العاص کو شامی لشکر کا سپہ سالار بنا کر مصر نہ بھیجا۔ اس لشکر کے ساتھ معاویہ بن حدیج (حدیج کو اکثر علماء نے حدیج بالحاء پڑھا ہے۔ اگرچہ ابن خلکان کی تاریخ کے بعض نسخوں میں خدیج بالخاء بھی آیا ہے لیکن اس کو غلط قرار دیا گیا ہے) اور ان کے رفقاء بھی تھے۔ طرفین میں جنگ شروع ہوئی اور آخر کار محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور بھاگ کر ایک مجنونہ کے گھر میں چھپ گئے۔ کچھ ہی دیر میں معاویہ بن حدیج اور اس کے ساتھی اس مجنونہ کے پاس پہنچے۔ تو اس نے معاویہ بن حدیج سے پوچھا کہ کیا تم میرے بھائی کو قتل کرنا چاہتے ہو؟ کیونکہ اس وقت اس کا ایک بھائی قید میں پڑا ہوا تھا۔ معاویہ نے جواب دیا کہ ہم تیرے بھائی کو قتل نہیں کریں گے۔ اس پر اس مجنونہ نے کہا کہ میرے گھر میں محمد ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔ یہ سن کر معاویہ بن حدیج نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ ان کو گرفتار کر لیا جائے۔ چنانچہ وہ گھر میں گھس گئے اور محمد ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو رسیوں سے جکڑ کر گھسیٹتے ہوئے معاویہ بن حدیج کے سامنے لائے۔ محمد ابن ابی

بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واسطہ دے کر اس سے اپنی جان بخشی کی درخواست کی۔ معاویہ بن حدیج نے جواب دیا تو وہ شخص ہے جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے سلسلہ میں میرے خاندان کے اسی آدمیوں کو تہ تیغ کیا تھا۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں تجھ کو چھوڑ دوں۔ خدا کی قسم میں تجھ کو ہرگز معاف نہیں کروں گا۔ چنانچہ ماہ صفر ۳۸ھ میں ان کو قتل کر دیا گیا اور معاویہ بن حدیج نے یہ حکم جاری کر دیا کہ ان کی لاش کو راستوں پر گھسیٹا جائے اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے سے گزارا جائے۔ کیونکہ وہ ان کے قتل کو ناپسند کرتے تھے۔ اس کے بعد ان کی لاش کو مردہ گدھے کے جسم کے ساتھ جلا دیا گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کی لاش کو نہیں بلکہ انہیں زندہ ہی گدھے کے مردہ جسم کے ساتھ رکھ کر جلا دیا گیا تھا۔

محمد ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے اس طرح قتل ہونے کا سبب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وہ بددعا تھی جو آپ نے جنگ جمل کے دن محمد ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے لیے کی تھی۔ جنگ جمل میں جب محمد ابن بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے ہودج میں ہاتھ ڈالا تو آپ نے غصہ میں فرمایا کہ "یہ کون ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم سے تعرض کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں جلا دے۔ آپ کو اس وقت معلوم نہیں تھا کہ یہ میرے بھائی ہیں۔ چنانچہ جب محمد ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے میری بہن! یہ مت کہو بلکہ یہ کہو کہ دُنیا کی آگ سے' تب آپ نے فرمایا" دُنیا کی آگ سے"۔ چنانچہ بددُعا کا ظہور اس وقت ہوا (یہ واقعہ تفصیل سے باب الجیم میں لفظ جمل کے ضمن میں گزر چکا ہے)۔ محمد ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو جہاں قتل کیا گیا تھا وہیں دفن کر دیا گیا۔ ایک سال کے بعد آپ کے غلام نے آپ کی قبر کو کھودا تو اس میں سے صرف سر اور کھوپڑی کے اور کچھ نہ نکلا۔ اس نے اس کھوپڑی کو مسجد کے مینارہ کے نیچے دفن کر دیا۔

کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن کو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس اپنے بھائی محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں بھیجا تھا مگر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ان کا معاملہ معاویہ بن حدیج کے ہاتھ میں ہے۔ جب آپ کو قتل کر دیا گیا اور آپ کا غلام کرتہ لے کر مدینہ منورہ آپ کے گھر پہنچا تو تمام مرد اور عورتیں جمع ہو گئیں۔ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان نے ایک مینڈھا بھنوا کر حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ آپ کے بھائی محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو بھی اسی طرح بھونا گیا ہے۔ اس کے بعد حضرت عائشہؓ نے اخیر عمر تک کبھی بھنا ہوا گوشت تناول نہیں فرمایا۔ اور ہندہ بنت شمر حضرمیہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نائلہ زوجہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ معاویہ بن حدیج کے پاؤں چوم رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ مجھ کو تمہارے ذریعہ سے انتقام ملا۔

جب اسماء بنت عمیس (محمد ابن ابی بکر کی والدہ) کو آپ کے قتل کا حال معلوم ہوا تو غصہ کی وجہ سے ان کی چھاتیوں سے خون ٹپکنے لگا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی آپ کے مرنے کا شدید صدمہ ہوا اور فرمایا کہ میں نے محمد ابن ابی بکر کی پرورش کی تھی اور میں اس کو اپنا بیٹا اور بھتیجا سمجھتا تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آپ کی بیوی اسماء بنت عمیس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا تھا اس وجہ سے محمد ابن ابی بکر آپ کی پرورش میں رہے تھے۔

سفیان ثوری کا واقعہ

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفیان ثوری نے ہمیں رات کے کھانے پر مدعو کیا اور ہمارے سامنے کھجور اور گرم دودھ رکھا۔ ابھی ہم نے آدھا ہی کھانا کھایا تھا کہ سفیان نے کہا اُٹھو دو رکعت نماز شکرانہ ادا کر لیں۔ اس وقت کھانے پر ابن وکیع بھی موجود تھے۔ انہوں نے کہا اگر آپ ہمارے سامنے لوزینہ (بادام کا حلوہ) رکھتے تو پھر تو آپ ہمیں نماز تراویح پڑھنے کے لیے کہتے۔ ابن وکیع کی

یہ بات سن کر سفیان ہنسنے لگے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت سفیان ثوریؒ خلیفہ مہدی کے پاس تشریف لے گئے اور آپ نے ان کو معمولی طرز سے سلام کیا۔ یعنی خلیفہ کے لیے جو سلام مخصوص تھا وہ نہیں کیا۔ مہدی غصہ سے ان سے مخاطب ہوا اور کہا کہ اے سفیان تم ہم سے بچ کر اِدھر اُدھر بھاگے پھرتے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ اگر ہم تمہارے ساتھ کوئی برائی کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے حالانکہ ہم اسی وقت ایسا کر کے تم کو دکھا سکتے ہیں۔ کیا تم کو ڈر نہیں ہے کہ ہم اسی وقت تیری ذلت وخواری کا حکم دے سکتے ہیں۔ حضرت سفیان نے جواب دیا کہ اگر آپ میرے لیے ابھی اسی وقت کوئی حکم دے سکتے ہیں تو وہ بادشاہ عالم وقادر جو حق وباطل میں فرق کر سکتا ہے وہ آپ کے لیے بھی کوئی حکم دے سکتا ہے۔ (ربیع) وزیر مہدی نے یہ سن کر کہا کہ امیر المؤمنین آپ اس جاہل کے منہ کیوں لگ رہے ہیں آپ مجھ کو اجازت دیں تو میں ابھی اس کی گردن اُڑا دوں۔

مہدی نے وزیر کو ڈانٹا اور کہا خاموش رہو۔ سفیان اور اس کے ہم مشرب تو چاہتے ہی ہیں کہ ہم آپ کو قتل کر کے شقی بن جائیں اور ان کو ہمارے ذریعہ سے شہادت حاصل ہو۔ اور یہ کہہ کر وزیر سے کہا کہ ان کے نام کوفہ کا عہدہ قضاء کا پروانہ لکھ دو اور اس میں یہ بھی اضافہ کردو کہ ان کے فیصلہ پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ چنانچہ وزیر نے پروانہ لکھ کر سفیان ثوریؒ کے ہاتھ میں دے دیا۔ آپ یہ پروانہ لے کر وہاں سے رُخصت ہوئے اور آ کر دریائے دجلہ میں ڈال دیا اور بغداد سے فرار ہو گئے۔ بعد میں مہدی نے آپ کو ہر چند تلاش کیا مگر آپ کو کچھ پتہ نہ چل سکا۔ ۱۶۱ھ میں بحالت روپوشی بصرہ میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ ائمہ مجتہدین میں سے ایک بڑے ثقہ دین دار پرہیز گار شخص تھے۔ لوگوں کا آپ کے اوصاف پر اجماع ہے۔

امام العلام ماوردی وغیرہ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سفیان ثوری نے خلاف عادت کچھ زیادہ کھانا کھالیا تو آپ نے فرمایا کہ جب گدھے کو چارہ زیادہ دیا جاتا ہے تو اس سے کام بھی زیادہ لیا جاتا ہے۔ یہ کہہ کر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے' یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکایت

کتاب ابتلاء الاخیار میں مذکور ہے کہ ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابلیس سے ملاقات ہوئی۔ وہ لعین پانچ گدھوں کو جن پر بوجھ لدا ہوا تھا ہانکے لیے جارہا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ یہ کیا لادے لیے جارہا ہے؟ ابلیس نے جواب دیا یہ مال تجارت ہے اس کے لیے خریداروں کی تلاش میں جارہا ہوں۔ پھر آپ نے اس سے دریافت کیا کہ کیا کیا مال تیرے پاس ہے؟ ابلیس نے اس مال کی تفصیل جوان پانچ گدھوں پر لدا ہوا تھا بتلائی کہ:

(۱) اس میں ظلم ہے اس کو میں سلاطین کو فروخت کروں گا۔ (۲) اس میں کبر (اپنے آپ کو بڑا سمجھنا) ہے اس کو سوداگر اور جوہری خریدیں گے۔ (۳) اس میں حسد بھرا ہوا ہے اس کے خریدار علماء ہیں۔ (۴) اس میں خیانت بھری ہوئی ہے جس کو میں تاجروں کے کارندوں کو فروخت کروں گا۔ (۵) اس میں مکر وفریب ہے اس کو میں عورتوں کو فروخت کروں گا۔

عورتوں کی مکاری کے قصے

جعفر صادق محمد الباقر سے منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک دین دار شخص تھا جس کا معاملہ اللہ کے ساتھ اچھا تھا اور اس کی ایک عورت تھی جو نہایت خوبصورت تھی اس دین دار شخص کو اس پر کسی وجہ سے بدگمانی ہو گئی تھی۔ چنانچہ جب کبھی یہ دین دار شخص باہر جاتا تو گھر کا

دروازہ باہر سے مقفل کر کے جاتا۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ کسی جوان مرد سے اس کی بیوی کی آنکھ لڑ گئی چونکہ دونوں خوبصورت اور نوجوان تھے اس لیے وہ ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے مگر باہمی معاملات کی بظاہر کوئی صورت نہ تھی۔ عورت نے یہ کیا کہ اس نے کسی ذریعہ سے باہر کے تالے کی ایک کنجی بنوائی اور نوجوان کو بھجوادی اور نوجوان کا اس عورت کے پاس اس کے شوہر کی عدم موجودگی میں آنا جانا شروع ہو گیا۔ رات اور دن میں جب کبھی اس کو موقع ملتا وہ دروازے کا قفل کھول کر اس کے پاس آجاتا اور اس سے ہم صحبت رہتا۔ عورت کے شوہر کو اس آمد و رفت کی عرصہ دراز تک خبر نہ ہوئی اور یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کا شوہر چونکہ ایک عابد و زاہد شخص تھا تو اس کو خود بخود احساس ہوا کہ اس کی عورت اس سے کچھ کنارہ کشی اختیار کرنے لگی ہے چنانچہ اس نے اس خدشہ سے عورت کو مطلع کر دیا اور کہا کہ مجھے اسی وقت اطمینان ہو سکتا ہے جب کہ تو اپنی عفت و عصمت پر حلف اُٹھالے گی۔ عورت اس پر راضی ہو گئی اور کہنے لگی کہ جب آپ کا جی چاہے مجھ سے حلف لے لیجئے۔

جس شہر کا یہ واقعہ ہے اس شہر کے باہر ایک پہاڑ تھا اور اس کے قریب ایک نہر بہتی تھی وہاں جا کر بنی اسرائیل قسم اور حلف اُٹھایا کرتے تھے اور جو شخص وہاں پر جھوٹی قسم یا حلف اُٹھاتا تا فوراً ہلاک ہو جاتا۔ میاں بیوی کے درمیان حلف کی بات چیت کے بعد اس کا آشنا اس کے پاس آیا تو اس نے اس سے اپنے شوہر کی بدگمانی اور پہاڑ پر چل کر قسم کھانے کا قصہ سنایا۔ یہ سن کر وہ نوجوان پریشان ہو گیا کہ اب کیا کیا جائے۔ عورت نے اس کو تسلی دی اور کہا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ میں ایسی ترکیب کروں گی کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ فلاں دن فلاں وقت میں اپنے شوہر کے ساتھ قسم کھانے کے لیے اس پہاڑ پر جاؤں گی۔ لہٰذا تم بھی بھیس بدل کر اور سواری کا ایک گدھا لے کر شہر کے باہر پھاٹک پر کھڑے ہو جاؤ اور جب تم ہم دونوں میاں بیوی کو آتا دیکھو تو گدھے کو لے کر ہمارے قریب آجانا۔ میں تمہارے گدھے پر پہاڑ تک جانے کے لیے سوار ہونے کا ارادہ کروں تو جلدی سے مجھے اُٹھا کر گدھے پر سوار کر دینا۔ پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے؟ چنانچہ جب حلف اُٹھانے کا دن آیا تو اس دین دار شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ چلو اس پہاڑ پر چلیں تاکہ تم وعدے کے بموجب حلف اُٹھا کر مجھے مطمئن کر سکو۔

یہ سن کر وہ جلدی سے کپڑے بدلے بغیر چلنے کے لیے تیار ہو گئی اور کہنے لگی کہ میں پیدل پہاڑ پر نہیں جا سکتی۔ شوہر نے کہا چلو شہر کے پھاٹک پر کوئی گدھے والا کھڑا ہو گا اس کا گدھا کرایہ پر لے لیں گے۔ چنانچہ دونوں گھر سے چل دیئے۔ جب شہر کے دروازے پر پہنچے تو عورت کا آشنا گدھا لیے ہوئے وہاں موجود تھا۔ اس کو دیکھتے ہی عورت نے آواز دی کہ او گدھے والے ہم تجھ کو نصف درہم دیں گے کیا تو ہمیں اس پہاڑ تک پہنچادے گا؟ وہ بولا جی ہاں پہنچادوں گا اور جلدی سے گدھا لے کر آیا اور عورت کو اپنے ہاتھوں کا سہارا دے کر گدھے پر بٹھا دیا اور روانہ ہو گئے۔ آگے آگے گدھا جا رہا تھا اور پیچھے پیچھے عورت کا شوہر اور وہ مصنوعی گدھے والا چل رہا تھا۔ جب پہاڑ آگیا اور گدھے سے اُترنے کا وقت آیا تو عورت نے اس بہروپیہ کو آواز دی کہ گدھا پکڑے اور مجھ کو اُتار دے۔ وہ آنے بھی نہ پایا تھا کہ عورت خود بخود گدھے سے گر پڑی اور اس طرح گری کہ اس کی شرم گاہ بہروپیہ کے سامنے کھل گئی۔ عورت اس کو بناوٹی گالیاں دینے لگی تو یہ بہروپیہ بولا کہ بیوی صاحبہ میرا اس میں قصور نہیں ہے اور اس کو پکڑ کر زمین سے اُٹھا کر کھڑا کر دیا۔ اس کے بعد وہ پہاڑ پر چڑھے اور جب اس جگہ پر پہنچے جہاں قسم کھائی جاتی تھی تو عورت نے اپنے ہاتھ سے پہاڑ کو پکڑ لیا اور شوہر کی طرف مخاطب ہو کر قسم کھا کر کہنے لگی کہ جب سے تمہارا اور میرا ساتھ ہوا ہے تب سے آج تک مجھے سوائے آپ کے اور اس گدھے والے کے کسی نے ہاتھ نہیں لگایا اور نہ دیکھا ہے۔

چونکہ یہ قسم ظاہر میں سچی تھی کہ سوائے اس کے شوہر اور اس بہروپیہ کے کسی تیسرے شخص نے نہ اس کو چھوا تھا اور نہ اس سے قربت کی تھی اس لیے وہ پہاڑ زور زور سے ہلنے لگا اور زمین میں دھنس گیا اور بنی اسرائیل اس کو بھول گئے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وان کان مکرھم لتزول منه الجبال.** ''اگر چہ ان کفار و مشرکین کی سازشیں ایسی تھیں جن سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہل جاتے''۔

ایسا ہی ایک واقعہ وہب بن منبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد نبوت میں ایک شخص شمشون اسرائیلی تھے جو روم کے کسی شہر کے تھے اور بوجہ رشد و ہدایت کے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو عطا ہوئی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں میں سے ہو گئے تھے۔ شمشون کے خاندان کے لوگ بت پرست تھے اور شہر میں رہتے تھے۔ انہوں نے بستی سے دور ایک مکان میں سکونت اختیار کر لی اور موقع بموقع آپ شہر والوں سے جہاد کر کے ان کو قید کر لیتے اور مال غنیمت حاصل کرتے۔ بعض اوقات آپ بغیر کچھ کھائے پیے کئی کئی دن تک قتال کرتے اور جب کبھی آپ کو پیاس لگتی تو آپ کے لیے پتھروں سے پانی نکلنے لگتا اور آپ خوب سیر ہو کر پی لیتے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو قوت بطش (گرفت) اعلیٰ پیمانے پر عطا ہوئی تھی۔ اس لیے اہل شہر ان سے پریشان تھے اور ان کا کچھ نہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ایک دن آپس میں مشورہ کیا کہ ان سے کس طرح نمٹا جائے۔ اہل مشورہ میں سے کسی نے کہا کہ جب تک ہم ان کی اہلیہ سے ساز باز نہیں کریں گے تب تک ان پر قابو پانا مشکل ہے۔ چنانچہ ان لوگوں میں سے کچھ لوگ حضرت شمشون کی بیوی کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ اگر تم اپنے شوہر کو بندھوا دو گی تو ہم تم کو اتنا مال انعام میں دیں گے۔ چنانچہ یہ عورت مال کی طمع میں اپنے شوہر سے غداری کرنے پر رضامند ہو گئی اور ان سے وعدہ کر لیا کہ میں ضرور تمہاری مدد کروں گی۔ ان لوگوں نے عورت کو خوب مضبوط رسیاں دے دیں اور کہا کہ جب شمشون سو جائیں تو یہ رسیاں آپ کے پاؤں میں ڈال کر گردن سے جکڑ دینا۔ اس طرح وہ عورت کو خوب سمجھا کر واپس چلے گئے۔

رات کو جب حضرت شمشون گھر تشریف لائے اور سونے کے لیے لیٹ گئے اور خوب غافل ہو گئے تو عورت نے آپ کے شانوں میں رسیاں ڈال کر آپ کے ہاتھ گردن سے جکڑ کر خوب مضبوط باندھ دیئے اور صبح کے انتظار میں لیٹ گئی۔ لیکن جب آپ نیند سے بیدار ہوئے اور آپ نے ہاتھ پھیلائے تو وہ رسیاں ٹوٹ گئیں اور آپ اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور بیوی سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ بیوی مکارہ نے جواب دیا کہ یہ میں نے آپ کی قوت آزمانے کے لیے کیا تھا کہ دیکھوں آپ کتنے طاقت ور ہیں۔ اس کے بعد اس عورت نے خفیہ طور سے شہر والوں کو کہلا بھیجا کہ میں نے اس کو رسیوں سے باندھ دیا تھا مگر اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا کیونکہ وہ بھی ان کی طاقت کے سامنے موم بن گئیں۔

یہ سن کر شہر والوں نے اس کے پاس لوہے کا طوق اور زنجیر بھجوادی اور کہا کہ جب وہ سو جائیں تو یہ ان کی گردن میں ڈال دینا۔ چنانچہ رات کو عورت نے ایسا ہی کیا مگر جب حضرت شمشون بیدار ہوئے تو یہ طوق اور زنجیر بھی آپ کے گلے سے ٹوٹ کر نکل گئی۔ آپ نے عورت سے پھر وہی سوال کیا تو اس نے پھر وہی جواب دیا اور کہنے لگی کہ دُنیا میں کوئی ایسی چیز بھی ہے جس سے تم مغلوب ہو جاؤ۔ آپ نے فرمایا کہ صرف اللہ تعالیٰ مجھ کو مغلوب کر سکتا ہے اور اگر وہ چاہے تو ایک اور چیز بھی مجھے مغلوب کر سکتی ہے۔ عورت نے پوچھا کہ وہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا وہ چیز میں تجھ کو نہیں بتلا سکتا۔ لیکن یہ مکار اور غدار عورت ان کو بہکاتی اور پھسلاتی رہی اور وہ ترکیب معلوم کرتی رہی اصرار کرتی رہی۔ حضرت شمشون کے بال بہت لمبے اور گھنے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میری والدہ میرے لیے ایک بہت ڈر کی چیز چھوڑ گئی ہیں

اور وہ میرے یہ سر کے بال ہیں اگر کوئی مجھے ان سے باندھ دے گا تو میں مجبور ہو جاؤں گا۔ کیونکہ ان پر میرا بس نہیں چلتا۔

عورت یہ معلوم کر کے دل ہی دل میں بہت خوش ہوئی اور جب آپ رات کو سو گئے تو اس نے چپکے سے اُٹھ کر آپ کے بالوں سے آپ کو باندھ دیا اور شہر والوں کو اطلاع دے دی۔ چنانچہ شہر والے آئے اور حضرت شمشون کو پکڑ کر لے گئے اور آپ کے کان و ناک کاٹ دیئے اور آنکھیں نکلوا کر شہر کے وسط میں لوگوں کے تماشہ کے لیے کھڑا کر دیا۔ اس شہر میں جگہ جگہ ستون کھڑے تھے جن پر بیٹھ کر لوگ ان کا تماشہ بنا رہے تھے۔ بادشاہ بھی تماشہ دیکھنے کے لیے محل سے نکلا اور ایک مینارہ پر شہر کے دیگر عمائدین شہر کے ساتھ بیٹھ گیا۔ چنانچہ جب آپ کا مثلہ کیا جانے لگا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی کہ یا اللہ تو مجھ کو ان پر مسلط فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا قبول فرمائی اور پھر صحیح وسالم فرما کر حکم دیا کہ شہر کا وہ مینارہ جس پر بادشاہ اور دیگر لوگ بیٹھے ہوئے تماشہ دیکھ رہے ہیں اس کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دے۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا جس سے وہ سب لوگ ہلاک ہو گئے اور آپ کی غدار بیوی پر اللہ تعالیٰ نے بجلی گرا دی جس وہ بد بخت جل کر خاکستر ہو گئی۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کتاب ''نزہۃ الابصار فی اخبار ملوک الامصار'' (اس کتاب کے مصنف کا نام علامہ دمیریؒ کو معلوم نہ ہو سکا) جو ایک عظیم تصنیف ہے اس میں لکھا ہے کہ کسی بادشاہ نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ وہ ایک کم رفتار گدھے کو ہانکنے لیے جا رہا تھا اور بار بار اس کو ڈانٹ ڈپٹ کر کے ہانکتا۔ بادشاہ نے یہ دیکھ کر لڑکے سے کہا کہ اے لڑکے اس گدھے سے نرمی کا معاملہ کر۔ لڑکے نے جواب دیا اگر میں ڈانٹ ڈپٹ نہ کروں تو یہ راستہ دیر میں طے کرے گا۔ تو اس کو بھوک زیادہ لگے گی اور بوجھ زیادہ دیر تک اس پر لدا رہے گا اور اگر جلدی پہنچ جائے گا تو بوجھ سے جلدی چھٹکارا مل جائے گا اور چارہ بھی دیر تک کھائے گا۔ بادشاہ کو لڑکے کا یہ جواب بہت پسند آیا اور اس کو ایک ہزار درہم انعام میں دیا۔ لڑکے نے انعام لے کر کہا کہ یہ رزق میرے لیے اللہ کی طرف سے مقدر ہو چکا تھا اور میں پہلے اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں پھر آپ کا مشکور ہوں۔

اس جواب سے بادشاہ کے دل پر اور اثر ہوا اور کہنے لگا آج سے ہم نے تیرا نام اپنے دوستوں میں لکھ لیا۔ لڑکے نے جواب دیا کہ یہ میرے لیے باعث فخر بھی ہے اور باعث پریشانی بھی۔ بادشاہ نے یہ سن کر کہا کہ لڑکے مجھے کچھ نصیحت کرو۔ کیونکہ تم مجھے عقل مند معلوم ہوتے ہو۔

''لڑکے نے کہا کہ جب اپنے آپ کو صحیح وسالم دیکھیں تو ہلاکت کا خیال کریں اور جب آپ خوش ومسرور ہوں تو مصیبت کو یاد کیا کریں اور جب امن وامان سے آپ کا دل مطمئن ہو تو خوف کی طرف دھیان دیں اور کب کوئی کام پورا ہو جائے تو موت کو یاد کریں اور اگر آپ کو اپنے نفس سے محبت ہے تو اس کو برائی میں مبتلا نہ ہونے دو۔''

بادشاہ لڑکے کی اس حکیمانہ گفتگو سے بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ اگر تو کمسن نہ ہوتا تو میں ضرور تجھ کو اپنا وزیر بنا لیتا۔ اس پر لڑکے نے جواب دیا: ''بزرگی بعقل است نہ بسال'' بادشاہ نے پوچھا' کیا تجھ میں وزارت کی صلاحیت ہے؟ لڑکے نے جواب دیا برائی اور بھلائی کا اندازہ تجربے کے بعد ہی ہوتا ہے۔ کسی انسان کی صلاحیت یا عدم صلاحیت اس وقت تک معلوم نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کو آزمانہ لیا جائے۔ یہ سن کر بادشاہ نے اس کو اپنا وزیر مقرر کر دیا اور اس کو اس منصب کی انجام دہی میں صاحب الرائے اور صحیح فیصلوں کا حامل پایا۔

ایک بوڑھے کی حکایت

اسی کتاب میں چند مزاحیہ حکایات بھی موجود ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

خلیفہ ہارون الرشید ایک مرتبہ شکار کرنے کے لیے نکلے۔ فضل بن ربیع آپ کے ہمراہ تھے۔ اتفاقاً ایک شکار کا تعاقب کرتے ہوئے خلیفہ اپنے آدمیوں سے بچھڑ گئے۔ خلیفہ اور وزیر دونوں گھوڑوں پر جا رہے تھے کہ سامنے سے ایک بوڑھا گدھے پر سوار آتا ہوا نظر آیا۔ اس کی آنکھوں میں رطوبت (میل) بھری ہوئی تھی۔ خلیفہ نے اس کو دیکھ کر فضل کی طرف آنکھ کا اشارہ کیا۔ جب وہ بوڑھا بالکل قریب آ گیا تو فضل نے اس سے پوچھا کہ بڑے میاں کہاں جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں اپنے باغ میں جا رہا ہوں۔ فضل نے اس سے کہا کہ بڑے میاں تم کہو تو میں تمہارے لیے کوئی دوا بتلا دوں جس سے کہ تمہاری آنکھ سے پانی بہنا بند ہو جائے۔ بڑے میاں نے کہا کہ مجھے ایسی دوا کی سخت ضرورت ہے۔ فضل نے کہا کہ اچھا آپ ایک کام کریں ہوا کی تو لکڑیاں لیں اور کماۃ یعنی سماروغ کی پتیاں (یعنی سانپ کی چھتری) لیں پھر ان سب چیزوں کو اخروٹ کے چھلکے میں رکھ کر اس کا سرمہ آنکھ میں لگائیں اس سے آپ کی آنکھوں کی رطوبت جاتی رہے گی۔ یہ سن کر بڑے میاں نے اپنے گدھے کی زین کو دیوار سے ٹیک لگا کر اور اپنے سرین اُبھار کر بہت زور سے گوز (ریح خارج کی) مارا اور کہا کہ یہ آپ کی دوا کا انعام ہے۔ اگر دوا سے ہم کو آرام ہو گیا تو اور انعام دے کر آپ کو خوش کر دیں گے۔ خلیفہ یہ سن کر مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہو گئے۔

ایک درزی کی حکایت

ایک درزی کسی امیر کے یہاں قبا کے لیے کپڑا ناپنے آیا۔ چنانچہ جب وہ کپڑا کاٹ رہا تھا تو امیر سامنے بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا جس کی وجہ سے اس کو کپڑا چرانے کا موقعہ نہیں ملا۔ کافی دیر تک درزی کپڑا کاٹنے میں لگا رہا لیکن امیر سامنے ہی بیٹھا رہا۔ آخر تنگ آ کر درزی نے ایک زوردار گوز مارا جس سے امیر ہنسی میں لوٹ پوٹ ہو گیا اور درزی نے جلدی سے حسب منشاء کپڑا کاٹ کر چھپا لیا۔ امیر کی جب ہنسی رُکی تو اس نے درزی سے کہا کہ ایک دفعہ پھر ایسا ہی کیجئے۔ درزی نے جواب دیا اب نہیں کیونکہ اگر اب میں ایسا کروں گا تو آپ کی قباء تنگ ہو جائے گی۔

ذوالنون بن موسیٰ کی حکایت

کتاب ''نشوان المحاضرۃ'' میں ذوالنون بن موسیٰ کی یہ حکایت مذکور ہے کہ میں کم عمر تھا اور اتفاق سے خلیفہ معتضد باللہ ہواز کی سڑک کے موڑ پر موجود تھے۔ ایک دن میں قصبہ سانطف سے نکل کر عکر مکرم میں جانا چاہتا تھا اور میرے ساتھ دو گدھے تھے ایک پر میں سوار تھا اور دوسرے پر خربوزے لدے ہوئے تھے۔ میں خلیفہ کے لشکر کے پاس سے گزرا مجھ کو معلوم نہیں تھا کہ یہ لشکر کس کا ہے؟ اسی لشکر میں سے ایک سپاہی نے آ کر تین خربوزے گدھے کے بورے میں سے نکال لیے۔ میں نے اس ڈر سے کہ یہ شمار میں کم ہو جائیں گے اور مالک مجھ پر چوری کا الزام لگا دے گا' رونا اور چلانا شروع کر دیا۔ گدھا اور میں سڑک کے درمیان سے گزر رہے تھے کہ اچانک میرے سامنے گھوڑ سواروں کی ایک جماعت آ گئی جس کے آگے آگے ایک شخص چل رہا تھا۔ وہ شخص مجھ کو روتا ہوا دیکھ کر ٹھہر گیا اور پوچھنے لگا کہ لڑکے کیوں رو رہے ہو؟ میں نے اس سے رونے کا سبب بیان کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے فوراً لشکر والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ جس نے یہ حرکت کی ہے اس کو فوراً میرے پاس لاؤ۔

یہ سنتے ہی چند سپاہیوں نے اس سپاہی کو پکڑ کر اس کے سامنے کھڑا کر دیا۔ اس سپاہی کو دیکھ کر اس نے مجھ سے پوچھا کیا یہ وہی شخص

ہے جس نے تیرے خربوزے نکالے ہیں؟ میں نے جواب دیا جی ہاں یہی ہے۔ میرا جواب سن کر اس نے اس سپاہی کو کوڑے لگانے کا حکم دیا۔ اس کو کوڑے لگائے جا رہے تھے اور میں گدھے پر بیٹھا ہوا اس کو دیکھ رہا تھا اور وہ شخص اس سپاہی سے کہہ رہا تھا کہ کتے کیا تیرے پاس ان خربوزوں کے دام نہیں تھے جن سے تو ان کو خرید لیتا۔ کیا یہ تیرے باپ کا مال تھا جو تو نے اُچک لیا' کیا ان خربوزوں کے مالک نے ان کو محنت کر کے پیدا نہیں کیا؟ کیا ان کے مالک نے سرکاری محصول یعنی لگان ادا نہیں کیا تھا؟ جب سو کوڑے سپاہی کو لگ چکے تو اس کو چھوڑ دیا گیا اور اس کے بعد اس شخص نے مجھے ان خربوزوں کے ہرجانے کے طور پر چار دینار دیئے اور روانہ ہو گیا۔ اس کے پیچھے لشکر مجھے گالیاں دیتے ہوئے گزرنے لگا کہ اس کی وجہ سے اس سپاہی کو سو کوڑے لگے۔ میں نے اس لشکر میں ایک صاحب سے پوچھا کہ یہ میرا فریاد رس کون تھا؟ اس نے جواب دیا یہ خلیفہ معتضد باللہ تھے۔

ایک بچہ کی حکایت

ابن الجوزی کی کتاب الاذکیا میں جاحظ سے روایت منقول ہے کہ ثمامہ بن اشرس نے بیان کیا کہ میں اپنے ایک دوست کی عیادت کے لیے اس کے گھر گیا اور اپنا گدھا دروازہ پر چھوڑ کر اندر داخل ہو گیا۔ میرے ساتھ کوئی خادم نہیں تھا جو باہر گدھے کی حفاظت کرتا۔ جب میں اپنے دوست کی عیادت سے فارغ ہونے کے بعد گھر سے نکلا تو دیکھا کہ میرے گدھے پر ایک بچہ بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ میری اجازت کے بغیر تم کیسے گدھے پر سوار ہوئے؟ بچہ نے جواب دیا کہ میں اس وجہ سے سوار ہو گیا کہ یہ کہیں بھاگ نہ جائے اور آپ کو پریشانی ہو۔ میں نے کہا کہ میرے نزدیک اس کا چلے جانا یہاں کھڑا رہنے سے زیادہ بہتر تھا۔ یہ سن کر بچہ بولا کہ اگر آپ کو ایسا خیال ہے تو اس گدھے کو مجھے ہبہ فرما دیجئے اور سمجھ لیجئے کہ کھو یا گیا اور میرے شکریہ کے مستحق ہو جایئے۔ ثمامہ کہتے ہیں کہ بچے نے مجھے لاجواب کر دیا اور میری سمجھ میں نہ آیا کہ بچہ کو کیا جواب دوں۔

ابن خاقان کی حکایت

بچہ کی ذہانت سے متعلق ایک قصہ یہ ہے کہ جو ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ معتصم باللہ گھوڑے پر سوار ہو کر خاقان کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ اس وقت فتح بن خاقان بالکل بچہ تھا۔ معتصم نے اس سے پوچھا کہ بتا امیر المؤمنین کا گھر اچھا ہے یا تیرے باپ (خاقان) کا؟ فتح نے جواب دیا کہ جب امیر المؤمنین میرے باپ کے گھر میں ہوں تو میرے باپ کا گھر بہتر ہے ورنہ امیر المؤمنین کا۔ اس کے بعد معتصم نے اس کو انگشتری کا نگینہ دکھلا کر پوچھا کہ اس سے بہتر تو نے کوئی چیز دیکھی ہے؟ فتح نے جواب دیا کہ جی دیکھی ہے وہ' وہ انگلی ہے جس میں کہ یہ انگشتری ہے۔

ایک جوان کی حکایت

ابن الجوزی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ خلیفہ منصور کے پاس ایک نوجوان لڑکا حاضر ہوا۔ خلیفہ نے اس سے اس کے باپ کی وفات کے بارے میں سوال کیا۔ لڑکے نے جواب دیا کہ ان کا فلاں دن انتقال ہو گیا رحمۃ اللہ علیہ' اور فلاں دن سے بیمار ہوئے تھے رحمۃ اللہ علیہ۔ اور انہوں نے اتنی عمر پائی رحمۃ اللہ علیہ۔ اس نوجوان کے بار بار رحمۃ اللہ علیہ کہنے سے ربیع چڑ گیا اور نوجوان کو ڈانٹ کر کہا کہ تم کو شرم نہیں آتی امیر المؤمنین کے سامنے بار بار رحمۃ اللہ علیہ' رحمۃ اللہ علیہ کہتے جا رہے ہو۔ لڑکے نے جواب دیا کہ میں آپ کی ڈانٹ ڈپٹ کا برا نہیں مانوں گا کیونکہ آپ والدین کے لطف و کرم سے ناآشنا ہیں۔ یہ سن کر خلیفہ منصور اتنا ہنسا کہ پہلے کبھی ان کو اتنا ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا تھا اور اس ہنسی کی وجہ یہ تھی کہ ربیع کا باپ نامعلوم تھا اور ربیع بہت چھوٹی عمر میں زمین پر پڑا ہوا ملا تھا۔ چونکہ ربیع اس وقت بالکل بچہ تھا اور اچھی

طرح بول بھی نہ پاتا تھا اس لیے اس کے ماں باپ کا کچھ پتہ نہ تھا اس لیے نوجوان نے اس پر یہ طنز کیا تھا۔

حاکم عبیدی کی حکایت

تاریخ ابن خلکان حاکم عبیدی کے حالات کے تذکرے میں لکھا ہے کہ حاکم کے پاس ایک طاقتور گدھا تھا جس کو اشہب (سفید مائل بہ سیاہی) کہا جاتا تھا۔ حاکم نے اس کا نام قمر رکھا تھا۔ حاکم اسی پر سوار ہو کر نکلتا تھا اور ہمیشہ تنہا سوار ہوتا تھا۔ ایک رات دوشنبہ کے دن ۱۷ شوال ۴۱۱ھ کو شہر (مصر) میں گشت کے لیے نکلا اور تمام رات گھومتا رہا اور صبح کے وقت شرق حلوان کی طرف چل دیا اور ساتھ میں دو سوار جو رات بھر اس کے ساتھ گشت کرتے رہے ان کو اس نے واپس کر دیا۔ یہ دونوں سوار واپس آ گئے۔ اس کے بعد لوگ حاکم کے لوٹنے کا انتظار کرتے رہے۔ جب وہ واپس نہیں آیا تو تلاش و جستجو کی گئی اور شوال کے اخیر تک تلاش کیا مگر اس کا کچھ پتہ نہ چلا۔ پھر ۲ ذیقعدہ کو ایک بڑی جماعت اس کو تلاش کرنے نکلی اور تلاش کرتے کرتے وہ غلام ایک پہاڑ پر پہنچے تو دیکھا کہ پہاڑ کی چوٹی پر اس کا گدھا پڑا ہوا ہے اور تلوار سے اس کے اگلے پاؤں کٹے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ خون کے نشانات دیکھتے ہوئے آگے بڑھے۔ یہ خون کے نشانات شرق حلوان میں ایک حوض تک ظاہر ہوئے۔ پس ان میں سے ایک غلام اس حوض میں اُترا تو اس میں سے سات عدد بٹن جو خلیفہ حاکم لگایا کرتے تھے خون لگے ہوئے ملے لیکن خلیفہ کی لاش کا کچھ پتہ نہ چل سکا اور ان بٹنوں سے یقین ہو گیا کہ خلیفہ قتل ہو چکے ہیں۔ اس وقت بعض احمقوں کا خیال تھا کہ خلیفہ زندہ ہیں اور وہ ضرور کبھی نہ کبھی ظاہر ہوں گے۔ بعض کہتے ہیں کہ خلیفہ کے قتل میں اس کی بہن کا ہاتھ تھا۔

حاکم سخی بھی تھا اور سفاک بھی، اس کی عادت عجیب قسم کی تھی روز عوام پر ایک نیا حکم نافذ کرتا اور لوگوں کو اس کی پابندی پر مجبور کرتا۔ چنانچہ ۳۹۰ھ میں اس نے ایک حکم جاری کیا کہ مسجدوں کی دیواروں اور بازاروں اور تمام شہروں میں صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کی جائے۔ پھر دو سال کے بعد اس حکم کو کالعدم کر کے یہ حکم نافذ کیا کہ جو شخص بھی صحابہ کرام کو گالیاں دے اور ان کی شان میں گستاخی کرے اس کو قتل کر دیا جائے۔ ایک مرتبہ کتوں کو مارنے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ گلی کوچوں اور بازاروں میں جہاں بھی کتا نظر آتا اس کو مار دیا جاتا۔ پھر اس نے یکے بعد دیگرے مختلف حکم نافذ کیے جو ذیل میں مذکور ہیں:

(۱) جو کی شراب اور بدمزہ گوشت پر مکمل پابندی (۲) کشمش کی فروخت پر قطعاً ممانعت اور ملک میں جتنی کشمش بھی موجود تھی سب کو اکٹھا کر کے جلوا دیا اور اس کے جلوانے پر پانچ سو دینار خرچ ہوئے (۳) انگور کی فروخت پر مکمل پابندی (۴) یہودیوں اور عیسائیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اور مسلمانوں کے لباس میں امتیاز رکھیں (۵) یہود و نصاریٰ کے لیے الگ الگ حمام بنوائے۔ نیز یہ حکم دیا کہ وہ اپنی کشتیاں علیحدہ بنوائیں اور مسلمانوں کی کشتیوں پر سوار نہ ہوں (۶) کسی مسلمان کو بطور خدمت گار نہ رکھیں اور نہ کسی مسلمان مکاری (کرایہ پر گدھا چلانے والے) کے گدھے پر سوار ہوں (۷) ۴۰۸ھ کو ثمامہ اور مصر کے تمام گرجوں کو منہدم کرا دیا اور ان کا تمام ساز و سامان مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد ان گرجوں کی تعمیر نو اور واپسی سامان کا حکم جاری کر دیا (۸) منجموں کو شہر بدر کر دیا اور علم نجوم کے بارے میں گفتگو کرنے کی ممانعت کر دی۔ نیز گویوں (گانے بجانے والوں) کو جلا وطن کر دیا (۹) عورتوں کی رات اور دن کے وقت سڑکوں پر نکلنے کی ممانعت کر دی (۱۰) موچیوں کو حکم دیا کہ وہ عورتوں کے لیے خف یعنی موزے نہ بنائیں۔

ایک اور حکایت

رسالہ قشیری کے باب ''کرامۃ الاولیاء'' میں لکھا ہے کہ ابو حاتم سجستانی نے ابونصر سراج سے اور ابونصر نے حسین ابن احمد رازی سے اور انہوں نے ابوسلیمان خواص سے سنا کہ وہ ایک مرتبہ گدھے پر سوار ہو کر جا رہے تھے اور گدھے کو مکھیاں پریشان کر رہی تھیں جس کی وجہ سے وہ بار بار اپنے سر کو جھٹکتا تھا۔ میں اس کی اس حرکت پر اس کو بار بار لکڑی سے مار دیتا تھا۔ جب کافی دیر ہو گئی اور میں گدھے کو مارتا رہا تو

گدھے نے میری طرف منہ کر کے کہا کہ مجھ کو (بلاقصور) مارے جا رہے ہو تیرے سر پر بھی اسی طرح مار پڑے گی۔ حسین کہتے ہیں کہ میں نے خواص سے پوچھا کہ اے ابوسلیمان کیا واقعی گدھے نے تم سے گفتگو کی تھی؟ تو انہوں نے اس کا جواب اثبات میں دیا اور کہا کہ میں نے گدھے کی بات اس طرح سنی تھی جس طرح کہ تم میری بات سن رہے ہو۔

تذنیب

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: تمام انبیاء کرام علیہم السلام گدھے پر سواری کرتے تھے اور صوف (اون) کے کپڑے پہنتے تھے۔ اور خود اپنے ہاتھوں سے بکریوں کا دودھ دوہتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک گدھا تھا جس کا نام عفیر (بضم العین مہملہ) تھا۔ بعض لوگوں نے عفیر کو غفیر (غین سے) بھی پڑھا ہے۔ لیکن یہ غلط ہے اور یہ گدھا آپ کو مقوقس شاہ مصر نے ہدیہ میں پیش کیا تھا اور ایک دوسرا گدھا آپ کا یعفور نامی تھا جو آپ کو فروہ بن عمرو جزامی نے ہدیہ میں پیش کیا تھا۔ عفیر اور یعفور دونوں عفرہ سے مشتق ہیں جس کے معنی ہیں خاکی رنگ۔

سہیلی کہتے ہیں کہ جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اس دن یعفور نے اپنے آپ کو ایک کنوئیں میں گرا کر ہلاک کر لیا تھا۔

ابن عساکر نے اپنی تاریخ کی کتاب میں ابومنصور کی سند سے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ نے خیبر فتح کیا تو ایک سیاہ گدھا آپ کے ہاتھ آیا۔ آپ نے اس گدھے سے گفتگو فرمائی اور پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ گدھے نے جواب دیا کہ میرا نام یزید بن شہاب ہے۔ میرے دادا کی نسل سے ساٹھ گدھے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے اور ان پر نبی کے علاوہ اور کوئی سوار نہیں ہوا۔ اب اس نسل سے سوائے میرے اور کوئی باقی نہیں رہا اور نہ سوائے آپ کے کوئی نبی رہا۔ مجھے یہ اُمید تھی کہ آپ مجھ پر سوار ہوں گے۔ آپ سے پہلے میں ایک یہودی کے پاس تھا جب وہ میری پشت پر سوار ہوتا تو میں قصداً اس کو لے کر گر پڑتا تھا۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو یعفور ہے اور اس سے پوچھا کہ کیا تجھ کو مادہ کی خواہش ہوتی ہے؟ گدھے نے جواب دیا کہ نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس گدھے پر سوار ہوا کرتے تھے اور جب کسی صحابی کو آپ طلب فرماتے تو اس گدھے کو بھیج دیتے۔ چنانچہ یہ گدھا جاتا اور مطلوب صحابی کا دروازہ اپنے سر سے کھٹکھٹاتا۔ جب گھر والا باہر نکل آتا تو گدھا ان کو اشارہ کر دیتا جس سے وہ سمجھ جاتے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو طلب فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ آپ کے پاس حاضر ہو جاتے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو اس گدھے نے ابوالہیثم بن تیہان کے کنوئیں میں گر کر آپ کے غم میں خودکشی کر لی اور وہ کنواں اس کی قبر بن گیا۔ علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے اور اس کا متن اور اسناد نہایت ضعیف ہیں۔ چنانچہ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ میرے اس تبصرے کے بغیر اس کو ذکر کرے۔ حالانکہ سہیلی نے اپنی کتاب التعریف و الاعلام فی الکلام میں اللہ تعالیٰ کے قول: وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً کی تفسیر کرتے ہوئے اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔

کامل ابن عدی احمد بن بشیر کے حالات میں اور بیہقی کی "شعب الایمان" میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص اپنی خانقاہ میں عبادت کیا کرتا تھا' جب بارش ہوئی اور زمین سبزہ زار ہو گئی تو اس نے اپنے گدھے کو چرتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگا کہ اے اللہ! اگر تیرا گدھا ہوتا تو میں ضرور اس کو اپنے گدھے کے ساتھ چراتا۔ اس کی یہ بات بنی اسرائیل کے کسی نبی کو پہنچی تو نبی نے اس کے حق میں بددعا کرنے کا ارادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی جانب وحی فرمائی اور فرمایا کہ ہم اپنے بندوں کو ان کی عقلوں کے مطابق جزا اور بدلہ دیتے ہیں۔"

یہ حدیث ابونعیم کی کتاب الحلیہ میں زید بن اسلم کے حالات میں بھی اسی طرح منقول ہے۔
ابن ابی شیبہ اپنی کتاب میں اور امام احمد سلیمان بن مغیرہ سے ثابت کی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کسی نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! اگر آپ اپنی حاجت روائی کی غرض سے کوئی گدھا لے لیتے تو کیا اچھا ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ میں ایسی چیز سے بچتا ہوں جو مجھے اللہ کے ذکر سے غافل کر دے۔

گدھے کا شرعی حکم

اکثر علماء کے نزدیک اس کا کھانا حرام ہے۔ اگر چہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں رُخصت منقول ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ پندرہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس کا مکروہ ہونا منقول ہے۔ ابن عبدالبر نے اس کی حرمت پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ غالب بن ابجر سے روایت منقول ہے:

> ''ایک سال ہم مصیبت میں گرفتار ہو گئے تو ہم نے آپؐ سے اس کی شکایت کی۔ پس میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس سوائے گدھے کے اور کچھ بھی بچوں کو کھلانے کے لیے نہیں ہے اور آپؐ نے گدھے کا گوشت حرام قرار دے دیا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اپنے بچوں کو پالتو گدھے کھلا سکتے ہو۔ میں نے تو ان گدھوں کے استعمال سے روکا ہے جو بار برداری کے کام میں آتے ہیں۔''

غالب ابن ابجر سے اس کے علاوہ اور کوئی روایت منقول نہیں۔

> ''نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے گدھا کا گوشت کھانے سے اور اجازت دی ہے گھوڑوں کا گوشت کھانے کی۔''

غالب ابن ابجر کی روایت کو تمام حافظین حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے اور اگر اس حدیث کو صحیح مان بھی لیا جائے تو یہ حالت اضطرار (یعنی انتہائی مجبوری میں) پر محمول ہوگی۔ نیز یہ اتفاقی امر ہے اس میں عموم نہیں ہے اور نہ اس میں کوئی حجت ہے۔ علماء کرام کا اس کی حرمت کی علت کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ اس کی علت اہل عرب کے طبائع میں گدھے کے متعلق پائی جانے والی کراہت کو قرار دیا ہے اور بعض نے نص کو۔ مگر دویانی نے دونوں کا ذکر کیا ہے۔ حافظ منذری نے فرمایا ہے کہ گدھے کے گوشت کی حرمت بھی دو مرتبہ منسوخ ہوئی ہے اور قبلہ بھی دو بار منسوخ ہوا ہے۔ اسی طرح نکاح متعہ بھی دو مرتبہ منسوخ ہوا ہے۔
گدھی کے دودھ کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ عطاء اور طاؤس و زہریؒ نے اس میں رُخصت دی ہے۔ اصح قول یہ ہے کہ اس کا دودھ حرام ہے کیونکہ دودھ کا حکم گوشت کے تابع ہوتا ہے۔ نیز بلا ضرورت گدھے کو اور اسی طرح حرام جانور کو مارنا بالاتفاق حرام ہے۔
بخاری شریف میں یہ حدیث مذکور ہے:

> ''نبی کریم ﷺ کا گزر ایک ایسے گدھے پر ہوا جس کے چہرے کو داغا گیا تھا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے یہ کیا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے دور فرما دے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ رحمت سے دور کرے اس کو جس نے داغا ہے۔''

ضرب الامثال

اہل عرب کہتے ہیں عَشَّرَ تَعْشِيْرُ الْحِمَارِ. جوہری کہتے ہیں کہ تعشیر حمار کا مطلب وہ آواز ہے جو گدھا گلا گھونٹ کر نکالتا

ہے۔اور اہل عرب یہ مثال اس وقت دیتے ہیں جب کوئی کسی بلا کے خوف سے گدھے کی آواز نکالے کہ جیسا کہ پیچھے بیان ہوا ہے۔

قرآن کریم میں علماء یہود کے بارے میں فرمایا گیا:

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا.

''جن کو تورات دی گئی اور انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا تو ان کی مثال ایسی ہے جیسا کہ چار پایہ بر او کتابے چند۔''

نیز حدیث میں بھی گدھے سے مثال دی گئی ہے:

''قیامت کے دن ایک آدمی لایا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو اس کے پیٹ کے اندرونی اعضاء اس طرح چکر کھائیں گے کہ جیسا کہ گدھا چکر کھاتا ہے۔اہل جہنم اس سے پوچھیں گے تمہارا ایسا کیا جرم تھا جس کی اتنی خوف ناک سزا دی گئی تو وہ کہے گا کہ میں لوگوں کو نیک کام کی تلقین کرتا تھا مگر خود نہیں کرتا تھا اور برائی سے روکتا تھا مگر خود نہیں بچتا تھا۔(یعنی یہ شخص واعظ بے عمل تھا)۔''

اہل عرب بہت نکاح کرنے والے کو کہتے ہیں: هُمْ يَتَهَارَجُوْنَ كَهارِجِ الْحُمُرِ. نیز کہتے ہیں: يُهَرِّجُهَا لَيْلَهٗ جَمِيْعًا۔

حافظ ابونعیم ابوالزاہریہ سے نقل کرتے ہیں:

''لوگ فتنہ یاجوج ماجوج کے بعد دس سال بڑے راحت و آرام سے گزاریں گے۔یہاں تک کہ ایک انار اور ایک خوشہ انگور کو اُٹھانے کے لیے دو دو آدمی درکار ہوں گے۔اس حالت میں دس سال گزر جائیں گے۔پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک خوشبودار ہوا بھیجیں گے جو ہر مومن اور مومنہ پر موت طاری کر دے گی۔پھر اس کے بعد لوگ ایسی گڑ بڑ کی زندگی بسر کریں گے کے جیسا کہ گدھا چراگاہ میں جدھر منہ اُٹھاتا ہے چل دیتا ہے اور پھر اسی بے نظم زندگی کے اوقات میں قیامت آجائے گی۔''

کسی غیر پسندیدہ کام پر اگر کوئی قوم تعاون کرتی ہے تو اس کی مثال دیتے ہوئے اہل عرب کہتے ہیں: بَالَ الْحِمَارُ فَاسْتَبَالَ اَحْمِرَةً ای حملهن علی البول یعنی ایک گدھے کے دیکھا دیکھی دوسرے گدھے بھی پیشاب کرتے ہیں۔یہ مثال اس وقت دی جاتی ہے جب کہ لوگ از راہ عصبیت حق اور ناحق کو دیکھے بغیر کسی کی مدد کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اہل عرب یہ بھی کہتے ہیں۔اتخذ فلان حمار الحاجات. یعنی فلاں شخص ضرورتوں کے گدھے پر سوار ہو گیا۔یعنی ذلت آمیز مصروفیات میں لگ گیا۔نیز یہ بھی مثال دیتے ہیں: ترکته جوف حمار. یہ مثال اس وقت دیتے ہیں جب کسی چیز میں بھلائی کا نام ونشان نہ ہو اور یہ بھی کہتے ہیں: اصبر من حمار کہ فلاں شخص گدھے سے بھی زیادہ صابر ہے ۔

غدونا غدوة سحرًا بليل عشاء بعد ما التصف النهار

''ہم صبح ہی صبح چلے (اور) برابر چلتے رہے یہاں تک کہ دن آدھا ہو گیا۔''

قَصَدْنَاهَا حِمَارًا ذَا قُرُوْنٍ اَكَلْنَا اللَّهُمَ وَ انْفَلَتِ الْحِمَارُ

''پھر ہم نے ایک سینگ والے گدھے کا ارادہ کیا اس کا گوشت تو کھالیا اور گدھا اپنی جان سے گیا۔''

شاعر کا مطلب ہے کہ کُل کا کُل گدھا کھا لیا کچھ بھی باقی نہ چھوڑا اور ''ذوقرن'' کا مطلب یہ ہے کہ اس کی عمر پکی تھی بچہ نہیں تھا۔

چنانچہ دوسرا شاعر کہتا ہے ؎

وَ مَا یُقِیْمُ بدار الذُّل یَعْرِفُھَا اِلَّا الْاِذْلان عِیر الحی وَ الْوَتَدُ

''ایسی جگہ جہاں ذلت ہی ذلت ہو وہاں کوئی نہیں ٹھہرتا اور ذلت کی جگہ پر دو ہی چیزیں ٹھہرتی ہیں ایک گدھا دوسری میخیں۔''

ھٰذَا عَلَی الْخَسْفِ مَرْبُوْط بِرَمَّتِہٖ وَ ذَا یُشَجُّ فَلا یرثی لَہٗ اَحَدٌ

''اور گدھا تو پاؤں میں رسی ڈال کر باندھ دیا جاتا ہے اور میخوں کو نیچے اُتارنے کے لیے ان کے سر کو ٹھوکا جاتا ہے مگر اس ظلم پر کوئی دو آنسو بھی نہیں گراتا۔''

طبی خواص

اگر کوئی شخص گدھے کے کان کا میل شراب یا کسی اور چیز میں ملا کر پی لے تو اس کو ایسی بے ہوشی کی نیند آئے گی کہ اسے کسی چیز کی خبر نہ رہے گی۔ جس وقت گدھا جفتی کرتا ہے اس وقت اگر اس کی دم کا بال اکھاڑ کر اپنی ران میں باندھ لے تو اس سے قوت باہ تیز تر ہو جاتی ہے۔ گدھے کی دم میں اگر پتھر باندھ دیا جائے یا اس کے سرین پر تیل مل دیا جائے تو وہ چیخنا چلانا بند کر دیتا ہے

امام رازیؒ اور صاحب حاوی فرماتے ہیں کہ اگر گدھے کے گوشت کو ابال کر اس میں کزاز (ٹیٹنس) کے مریض کو بٹھا دیا جائے تو اس کو بے حد فائدہ ہوگا۔ اور اگر اس کے کھر کی انگوٹھی بنا کر مصروع (مرگی والے) مریض کو پہنا دی جائے تو اس کی مرگی ختم ہو جائے گی۔ گھوڑے اور گدھے کی لید کو جلا کر یا بغیر جلائے سرکہ میں ملا کر لگائی جائے تو سیلان خون کو فوراً بند کر دے گی۔ گدھے کی پیشانی کی کھال کو اگر بچوں کے گلے میں ڈالا جائے تو بچوں کی گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے۔ اور ان کا سوتے ہوئے ڈرنا بند ہو جاتا ہے اور اگر اس کی لید میں سرکہ ڈال کر سونگھ لیا جائے تو نکسیر کے لیے فائدہ مند ہے۔

صاحب الفلاحہ نے لکھا ہے کہ بچھو کے ڈسے ہوئے کو گدھے پر سوار کرا کر پیٹھ کی جانب اس کا چہرہ کیا جائے تو اس کی تکلیف گدھے میں منتقل ہو جائے گی اور سوار ٹھیک ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی کے بچھو نے کاٹ لیا تو وہ گدھے کے پاس آ کر اس کے کان میں کہہ دے کہ میرے فلاں جگہ بچھو نے کاٹ لیا ہے تو بھی اس کی تکلیف گدھے میں منتقل ہو جائے گی اور وہ ٹھیک ہو جائے گا مگر پہلا عمل یعنی دُم کی طرف منہ کر کے بیٹھنا زیادہ مجرب ہے۔ گدھے کی ہڈی کا گودا تیل میں ملا کر سر پر ملنے سے بال لمبے اور کالے ہو جاتے ہیں۔ گدھے کا جگر بھون کر اور سرکہ میں ملا کر اگر نہار منہ کھائیں تو مرگی کے لیے تیر بہدف ہے۔ نیز تندرست اگر اس کو کھا لے تو مرگی سے محفوظ رہے گا۔ ذکر پر گدھی کا دودھ ملنا قوت باہ کے لیے مفید ہے۔ گدھے کے چیخنے سے کتے کو تکلیف ہوتی ہے اور بسا اوقات کتا شدت تکلیف کی وجہ سے رونے لگتا ہے۔

خواب میں گدھے کی تعبیر

خواب میں گدھے کا نظر آنا خوش بختی اور کامیابی کی دلیل ہے اور بعض دفعہ اس کو خواب میں دیکھنا غلام یا ولد یا مال کے حصول کی دلیل ہے اور کبھی سفر اور علم کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا۔ اور کبھی معیشت پر دال ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِکَ وَلِنَجْعَلَکَ اٰیَۃً لِلنَّاسِ. اور کبھی اس کی تعبیر یہودی عالم سے دی

جاتی ہے اور بسا اوقات مصائب اور پریشانی سے نجات کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے یا کسی بڑے مرتبے پر پہنچنے کی علامت ہوتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ کے قول: والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینة. کی روشنی میں اس پر سوار ہونے سے زینت مال یا ولد سے بھی تعبیر دیتے ہیں۔

گدھے پر سواری کی تعبیر معبرین غموں سے چھٹکارا بھی دیتے ہیں خواب میں گدھے کی موت یا کمزوری کی تعبیر مالک کے فقر و فاقہ سے دی جاتی ہے اور بعض معبرین گدھے کی موت کی تعبیر مالک کی موت بتاتے ہیں۔ گدھے کی پیٹھ سے خواب میں گر جانا یا خواب میں اس کو بیچنا کی تعبیر غریبی اور مفلسی ہے۔ خواب میں گدھے کو ذبح کر کے کھانا معاش میں فراخی کی جانب اشارہ ہے اور دوسرے کے لیے ذبح کرنا معاشی حالت کی تباہی کی علامت ہے۔ اگر کوئی شخص خواب میں اپنے گدھے کی دم بہت طویل دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کا مال و دولت مدت دراز تک قائم رہے گا اور اضافہ جاہ کا سبب بنے گا اور اگر کوئی شخص خواب میں زین سمیت گدھے کو دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے لڑکا پیدا ہوگا یا عزت حاصل ہوگی۔ اگر کوئی شخص خواب میں گدھے پر سوار ہونے کو ناپسند کرے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو وہ چیز ملے گی جس کا وہ اہل نہیں ہے۔ نیز کبھی فربہ و نحیف دونوں گدھوں کی تعبیر کثرت مال سے دیتے ہیں۔

اور خواب میں گدھی کو دیکھنے کی تعبیر ذی حسب و نسب خوب صورت اور معیشت میں معین و مددگار عورت ہے۔ اگر کوئی شخص خواب میں گدھی پر سوار ہو اور دیکھے کہ پیچھے اس کا بچہ بھی آرہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی بچے والی عورت سے شادی کرے گا۔ خواب میں گدھے کا چلانا شر پر دلیل ہے۔ کیونکہ قرآن شریف میں ہے: اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ. "سب سے ناپسندیدہ اور مکروہ آواز گدھے کی ہے۔" یا کسی وباء کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔ کیونکہ گدھے کی آواز شیطان کے دیکھنے پر دال ہوتی ہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ گدھے کی آواز سنو تو تعوذ پڑھو۔ اگر کوئی شخص لدے ہوئے گدھے کو اپنے گھر میں داخل ہوتا ہوا دیکھے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بوجھ کے بقدر اس کو خیر سے نوازیں گے۔

گدھی کے دودھ کو خواب میں دیکھنا سرسبزی اور شادابی کی علامت ہے۔ کبھی خواب میں گدھی کا دودھ پینے کی تعبیر پینے والے کی بیماری سے دی جاتی ہے۔ جو شخص خواب میں اس کا گوشت کھائے تو اس کو مال حاصل ہوگا۔ اگر خواب میں عورت نے گدھا دیکھا تو اس سے مراد اس کا شوہر ہے۔ چنانچہ اگر عورت یہ دیکھے کہ اس کا گدھا مر گیا تو اس کا شوہر اس کو طلاق دے دے گا یا اس کا انتقال ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص خواب میں گدھے سے کشتی لڑے تو اس سے بعض اقارب کی موت کی جانب اشارہ ہے۔

جو شخص خواب میں یہ دیکھے کہ اس کا گدھا گھوڑا ہو گیا ہے تو اس کو بادشاہ کی جانب سے مال حاصل ہوگا۔ اور اگر یہ دیکھے کہ اس کا گدھا خچر بن گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو سفر سے مال حاصل ہوگا اور اگر کوئی خواب میں اپنے گدھے پر سوار ہو جائے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کو بے پناہ مال و دولت حاصل ہوگا۔ خواب میں گدھے کے کھر دیکھنا قوت فی المال اور قوت فی التصریف کی علامت ہے اور خف کو دیکھنے کی تعبیر بھی یہی ہے۔ نیز اگر کوئی شخص گدھے کے کھروں کی یا کسی بھی چوپائے کے کھروں کی آواز سنے اور ان کو نہ دیکھے تو اس سے بارش کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی گدھے کی تعبیر جاہل شخص سے دی جاتی ہے اور کبھی ولد الزنا سے بھی اس کی تعبیر دیتے ہیں۔

اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ آسمان سے گدھے نے اُتر کر اپنا ذکر اس کی سرین میں داخل کر دیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو بے پناہ مال حاصل ہوگا۔ بالخصوص اگر خواب دیکھنے والا بادشاہ ہو اور گدھے کا رنگ سرخی مائل بہ سیاہ ہو۔ واللہ اعلم

اَلْحِمَارُ الْوَحْشِیُ

(الفراء۔ گورخر۔ جنگلی گدھا) اس کو حمار وحش بھی کہتے ہیں۔ گورخر انتہائی غیرت مند ہوتا ہے۔ اسی لیے ہر وقت اپنی مونث (مادہ) کی مدافعت کرتا رہتا ہے۔ نیز اس کا ایک معاملہ یہ ہے کہ جب اس کی مادہ کوئی مذکر بچہ جنتی ہے تو وہ بالکل خون کا لوتھڑا سا ہوتا ہے۔ چنانچہ مادہ بچہ سے بھاگنا چاہتی ہے لیکن نر اس کو بھاگنے نہیں دیتا اور اس کی تدبیر یہ کرتا ہے کہ وہ اپنی مادہ (یعنی بچہ کی ماں) کی ٹانگ توڑ دیتا ہے تو کہ وہ کہیں جا نہ سکے اور بچہ کو برابر دودھ پلاتی رہے۔ تو گویا کہ بچہ کے تحفظ کا ذریعہ صرف نر بنا۔ اس مضمون کو حریری نے مقامات کے تیرہویں مقامہ کے اشعار میں بیان کیا ہے ؎

یَا یارازِقُ النُّعَابِ فِیْ عَشِّہٖ وَ جَابِرَ الْعَظْمِ الْکَثِیْرِ الْمَھِیْضِ

''اے وہ پاک ذات جو چوزے کو بھی اس کے گھونسلہ میں روزی پہنچاتا ہے اور ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑ دیتا ہے۔''

اتـح لَنَا اَللّٰھُمَّ مِنْ عِرْضِہٖ مِنْ دَنَسِ الذَّم نَقِی رَحِیْضِ

''ہمیں بے آبروئی سے بچا اور کسی کو ایسا موقع نہ دے جو ہماری عزت سے کھیلے۔''

گورخر کے بارے میں لوگوں کا کہنا ہے کہ اس کی عمر ۲۰۰ سال یا اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ چنانچہ مؤرخ ابن خلکان نے یزید بن زیاد کے حالات زندگی میں بیان کیا ہے کہ ایک لشکری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم جرود میں پہنچے وہاں ہم کو بہت سے جنگلی گدھے شکار میں ہاتھ آئے۔ ان میں سے ہم نے ایک گدھے کو ذبح کر کے پکنے کے لیے چڑھا دیا۔ اور خوب پکایا مگر وہ گلا نہیں۔ پھر ہم نے اس کے نیچے آگ زیادہ کر دی اور پورے ایک دن تک اس کو پکایا مگر پھر بھی وہ نہیں گلا' تو ہم میں سے ایک سپاہی اُٹھا اور اس گدھے کی سری کو الٹ پلٹ کرنے لگا۔ اچانک ان کی نگاہ اس کے کان پر پڑی تو کیا دیکھا کہ اس کے کان پر کچھ لکھا ہوا ہے۔ اس نے اسے پڑھا تو معلوم ہوا کہ اس کے کان پر ''بہرام گور'' لکھا ہوا ہے اور یہ نام کوفی رسم الخط میں لکھا ہوا ہے۔ ابن خلکان کہتے ہیں کہ لوگ اس سری کو میرے پاس لائے میں نے بھی یہ نام صاف طور سے اس کے کان پر لکھا ہوا دیکھا۔

بہرام گور رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے بہت عرصہ قبل ملک فارس کا ایک بادشاہ گزرا ہے جس کو گورخر کے شکار کا بہت شوق تھا اور اسی وجہ سے اس کا لقب ''گور'' پڑا۔ اس کا قاعدہ تھا کہ جب کبھی وہ کوئی جانور شکار کرتا تو اس پر اپنا نام لکھ کر چھوڑ دیتا۔ یہ علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے کہ اس کے کان پر بہرام گور کا نام کندہ کرنے سے قبل اس گورخر کی عمر کتنی تھی مگر اس کے ذبح ہونے کے وقت کے اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ دو سو برس سے زائد زندہ رہا۔

جرود دمشق کے شہروں میں سے ایک شہر کا نام ہے۔ اس شہر کے جنگلوں میں گورخر بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اس شہر میں ایک پہاڑ ہے جس کو جبل المدخن کہتے تھے (یعنی جوالا مکھی) اس سے دھواں نکلتا رہتا تھا۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ گورخر ۸۰۰ برس سے بھی زیادہ زندہ رہتا ہے اور اس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔ ان میں زیادہ دراز عمر اور خوبصورت اخدری (اخدر) کی جانب منسوب ہے۔ جو کسری اردشیر کا ایک گدھا سانڈ تھا جو بھاگ کر جنگلی جانوروں میں چلا گیا تھا۔ اس سے جنگل میں جو نسل چلی اس کو اخدری کہتے ہیں۔

جاحظ کہتے ہیں کہ جنگلی گدھوں کی عمریں گھریلو گدھوں سے زیادہ ہوتی ہیں۔ مگر ہمارے علم میں گھریلو گدھوں میں ابو سیارہ کے گدھے سے کسی گدھے کی عمر زیادہ نہیں ہوئی۔ ابو سیارہ کا نام عمیلہ بن خالد عدوانی تھا۔ ان کے پاس ایک کالا گدھا تھا جس کو انہوں نے چالیس

سال تک مزدلفہ سے منیٰ تک کرائے پر چلایا۔ اپنے بارے میں وہ یہ اشعار پڑھا کرتا تھا ؎

لَا هُم مالِیَ فِی الْحِمَارِ الْاَسْوَدِ اَصْبَحْتُ بَیْنَ الْعَالَمِیْنَ اَحْسَدُ

''وہی (یعنی گدھا) صرف میرا مال نہیں ہے بلکہ ان کے علاوہ بھی میرے پاس دولتیں ہیں جن کی بناء پر لوگ مجھ سے حسد کرنے لگے۔''

هلا یکاد ذو الحمار الجلعد فق اباسیارة المحسد

''کاش تیرے پاس ایسا گدھا ہوتا جو تجھے حاسدوں کے حسد سے بچاتا۔''

من شر کل حاسد اذا حسد و من اذاة النافثات فی العقد

''اب تو صرف یہی دُعا کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ حاسدوں کے حسد سے بچائے اور ان جادوگرنیوں سے بھی جو پھونک پھونک کر گرہوں پر دم کرتی ہیں۔''

ابوسیارۃ کے بارے میں کسی شاعر کے یہ شعر ہیں ؎

خلوا الطریق عن ابی سیاره و عن موالیه بنی فزاره

حتی بجیز سالما حماره

''ابوسیارہ اوراس کے رشتہ داروں کے لیے راستہ چھوڑ دو تا کہ اس کا گدھا سلامتی کے ساتھ قبلہ کی جانب پہنچ جائے۔''

مستقبل القبلة یدعو جاره فقد اجار اللّٰه من اجاره

''اہل قبلہ اس کے لیے دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو جو اس کو پناہ دے اپنی پناہ میں رکھے۔''

ابن ابی شیبہ اور ابن عبدالبر نے ابوفاطمہ لیثی سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ:

''ہم آنحضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حضور اکرم ﷺ نے دریافت کیا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے صحت کون چاہتا ہے؟ تو ہم میں سے آگے بڑھ بڑھ کر ہر ایک بولا کہ میں یارسول اللہ! میں یارسول اللہ! تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم گمشدہ گدھا بننا چاہتے ہو؟ ہم نے جواب دیا کہ ایسا تو نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ پھر تم مصیبت سے کیوں بھاگتے ہو؟ اور آپؐ نے پھر قسم کھا کر فرمایا: اللہ تعالیٰ بھی کسی مومن کو مبتلاء مصیبت کرتا ہے تو اس سے ناراض ہو کر نہیں بلکہ یہ خدا تعالیٰ کا اس بندۂ مومن پر احسان ہوتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند کرنا چاہتے تھے۔ مگر اس کے پاس کوئی نیک عمل نہیں تھا تو مبتلاء مصیبت کر دیتے ہیں تو یہی مصیبتیں اس کی ترقیات کا موجب بن جاتی ہیں۔''

بیہقی نے شعب الایمان میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ میں نے بعض اہل ادب سے حمر ضالۃ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ اس سے گورخر مراد ہے۔ ابن اثیر نے ذکر کیا ہے کہ احمد عسکری نے آپ کے قول: اتحبون ان تکونوا کالحمر الضالة میں ضالة کے بجائے صالة (بالصاد) پڑھا ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔ نیز گورخر کو شدت صوت اور قوت و دانائی جسم کی بنا پر صال اور صلصال بھی کہا جاتا ہے۔

شرعی حکم

احادیث صحیحہ کی روشنی میں بالاتفاق اس کا کھانا جائز ہے۔ صحیحین میں یہ حدیث منقول ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انا لم نردہ علیک الا انا حرم.

''آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم نے احرام کی بنا پر گورخر کو چھوڑ دیا۔''

(تو اگر احرام میں نہ ہوتے تو یقیناً استعمال فرماتے)

امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر پالتو گدھا آبادی سے نکل کر جنگلوں میں مقیم ہو جائے تو پھر اس کا کھانا حرام ہے اور ایسے ہی اگر وحشی جانور آبادیوں میں آجائے اور مستقل رہنے لگے تو اس کا کھانا حرام نہیں رہے گا۔ اس قول کا حاصل وحشت کا ہونا اور وحشت کا نہ ہونا اور مطرف سے یہ روایت منقول ہے: اَنَّهُ قَالَ اِذَا اَنَسَ وَاعتلَفَ صَارَ كَالْاَهْلِيْ. مطرف نے کہا کہ ''اگر یہ انسانوں سے مانوس نہ ہو جائے اور پالتو جانوروں کا چارہ استعمال کرنے لگے تو پھر اس کا حکم پالتو جانوروں سا ہے۔'' مگر تمام اہل علم مطرف کے اس قول کو قابل قبول نہیں سمجھتے۔ گدھے اور گورخر کے ملاپ سے پیدا ہونے والا بچہ حرام ہے۔ کیونکہ بچہ کھانے کے معاملہ میں اپنے ابوین میں سے بہتر کے تابع ہوتا ہے تا آنکہ ہم ابوین میں سے ایک کو ایسا فرض کرلیں جس کا گوشت استعمال نہیں ہوسکتا۔ تو بچہ نجاست کے معاملہ میں ابوین میں سے بدتر کے تابع ہوگا۔ نتیجتاً اگر وہ کسی چیز میں منہ ڈال دے گا تو اس برتن کا دھونا واجب ہوگا اور اس کے تمام اعضاء درندے کے حکم میں ہوں گے جبکہ بچہ کتے اور بھیڑیے کے ملاپ سے پیدا ہوا ہو۔

یہی مسئلہ نکاح کے سلسلہ میں بھی ہے' تو اگر کوئی لڑکی پیدا ہوئی اور اس کا باپ آسمانی دین پر ایمان رکھتا تھا یا اس کے برعکس صورت ہو تو اس لڑکی سے نکاح جائز نہ ہوگا۔ لیکن اس اصول کو جزیہ کے مسائل میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ جزیہ اس پر بھی لاگو کیا جائے گا' جس بچہ کی پیدائش کتابی اور کافرہ کے ملاپ سے ہوئی ہے۔ نیز اس اصول کو دیت کے مسائل میں بھی چھوڑ دیا گیا ہے اور اس بچہ کو جو ایسی صورت میں پیدا ہوا ہے اس جانب میں لگایا جائے گا جس پر دیت زیادہ ملتی ہو۔

صحیح قول یہی ہے اگرچہ بعضوں نے بچہ کو ملحق کیا ہے اس جانب میں جس پر دیت کم آتی ہو۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ ہر حال میں باپ کے تابع ہوگا۔ یہ جملہ اقوال رافعی نے نقل کئے ہیں اور مسئلہ حج میں اس بچہ کو والدین میں سے اس کے تابع کیا ہے' جس پر احکام شرعیہ بقوت نافذ کئے گئے۔ نتیجتاً اگر ایک ایسے بچہ کو مار دیا جو ہرن اور بکری کے ملاپ سے پیدا ہوا تھا تو اس پر جزاء واجب کی گئی ہے۔ لیکن ذبح کے مسئلہ میں اس کے بالکل خلاف کیا گیا۔ چنانچہ اگر پالتو اور غیر پالتو کے ملاپ سے کوئی بچہ پیدا ہوا ہے تو اس کے لیے شرعی ذبح ضروری نہیں قرار دیا گیا۔ اور اگر ایسی صورت میں بچہ پیدا ہوا کہ ملاپ گائے اور بھینسہ کا تھا تو پھر قیل وقال کی گئی ہے اور مسئلہ دین میں بچہ کو ابوین میں سے اس کے تابع کیا گیا جو دین کے اعتبار سے اچھا تھا۔ مثلاً ماں باپ میں سے کوئی ایک استقرار حمل کے وقت مسلمان تھا تو اگرچہ پیدائش کے وقت وہ کافر ہو گئے ہوں تاہم استقرار حمل میں مسلمان ماں یا باپ کے تابع کرتے ہوئے بچہ کو مسلمان ہی کہا گیا اور اگر باپ نے اس بچہ کے بلوغ سے پہلے اسلام قبول کرلیا تو بچہ کو بھی مسلمان کہا جائے گا۔ لیکن غلامی اور آزادی کے معاملہ میں بچہ ماں کے تابع ہے جب تک یہ ماں کے پیٹ میں ہے اور نسب کے سلسلہ میں ہر حال میں بچہ باپ ہی کا تابع سمجھا جائے گا۔ چونکہ نسب میں آباؤ اجداد کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ ننھیالی رشتوں کا۔ اس کلیہ سے صرف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دختری اولاد مستثنیٰ ہے۔ چونکہ آپ کی دختری اولاد آپؐ ہی کی طرف منسوب ہو کر سادات میں شمار ہوگی' اپنے آباؤ اجداد کی طرف منسوب نہیں ہوگی۔ گویا کہ یہ مسئلہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے۔ اور حرامی بچہ کا نسب کسی سے ثابت نہیں کریں گے۔ لیکن اگر کسی کے باپ نے انکار کر دیا کہ یہ میرا نہیں ہے تو اگرچہ اس کی شکل حرامی بچہ کی سی کیوں نہ ہو تاہم فقہاء اس پر ولد الزنا کے احکام جاری نہیں کرتے۔

مسئلہ تابعیت قربانی وعقیقہ کے سلسلہ میں زیر بحث نہیں آیا مگر اس میں احتیاط یہی ہے کہ جس کی عمر زیادہ ہوگی اسی کا لحاظ کریں گے۔

اسی لیے اگر بچہ پیدا ہوا بھیڑ اور بھیڑنی کے ملاپ سے تو قربانی میں اس کے کافی ہونے کے لیے ضروری ہوگا کہ تیسرے سال میں وہ داخل ہو جائے۔ چونکہ ہم ابوین میں سے زیادہ عمر والے کا اعتبار کر رہے ہیں اور یہاں وہ بھیڑ ہے نہ کہ بھیڑنی۔ نیز فقہاء نے اس تابعیت کو سود کے مسائل میں بھی لانے کی کوشش نہیں کی۔ حالانکہ یہ دیکھنا ہے کہ دو گوشت ایک دوسرے کے عوض اگر فروخت ہو رہے ہیں تو کمی بیشی ملحوظ رہے گی یا نہیں؟ اہم مسئلہ ہے ورنہ تو سود بن جانے کا خطرہ ہے۔

ہمارا خیال تو یہ ہے کہ احتیاط کے پیش نظر برابر برابر فروخت کیے جائیں کم اور زیادہ نہیں۔ کیونکہ مسائل سود بڑی احتیاط کے طالب ہیں۔ نیز مسائل شرکت وکالت اور قرض دینے لینے کے سلسلے میں بھی تابعیت کے اُصول کو سامنے نہیں رکھا گیا۔ غالباً اسی وجہ سے کہ یہ مسائل بہت کم پیش آتے ہیں جبکہ فقہاء انہی صورتوں سے بحث کرتے ہیں جو بکثرت پیش آتی رہتی ہیں اور لوگوں کو ان کے احکام جاننے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

ضرب الامثال

اہل عرب کہتے ہیں: اَکْفَرُ مِنْ حِمَارٍ. ''فلاں حمار سے زیادہ کافر ہے۔'' عرب اس مثال کو اس وقت کہتے ہیں جب وہ کسی کو شدید کفر سے منسوب کرتے ہیں اس کی اصل یہ ہے کہ قوم عاد میں ایک شخص جس کو حمار ابن مویلع یا حمار ابن مالک بن نصر الازدی کہتے تھے یہ شخص مسلمان تھے اور اس کی ملکیت میں ایک وادی تھی جس کی لمبائی ایک یوم کی مسافت کے برابر اور چوڑائی چار فرسخ تھی۔ یہ وادی عرب میں تمام وادیوں سے سرسبز اور شاداب تھی اور اس میں ہر قسم کے پھلوں کے درخت تھے۔

ایک دن اس کے لڑکے شکار کھیلنے اس وادی میں گئے تو اتفاقاً ان پر وہاں آسمانی بجلی گر گئی اور وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے اس پر وہ کم بخت کافر ہو گیا اور کہنے لگا کہ جس نے میری اولاد کے ساتھ ایسا کیا اس کی میں (نعوذ باللہ) عبادت نہیں کروں گا اور پھر اس نے اپنی قوم کو بھی کفر کی دعوت دی اور قوم کے جس فرد نے بھی اس کی دعوت کو قبول نہ کیا اس کو اس نے قتل کر دیا۔ اس جرم کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے اس کو ہلاک اور اس کی وادی کو ویران اور تباہ و برباد کر دیا۔ تبھی سے یہ مثل بن گئی۔

چنانچہ عرب کا ایک شاعر کہتا ہے ؎

اَلَمْ تَرَ اَنَّ حَارِثَه بْنَ بَدَرٍ يُصَلِّيْ وَ هُوَ اَكْفَرُ مِنْ حِمَارٍ

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حارث بن بدر نماز پڑھتا ہے حالانکہ وہ حمار نامی شخص سے زیادہ کافر ہے۔''

گورخر کے طبی خواص

ابن وحشیہ اور ابن سویدی لکھتے ہیں کہ گورخر کی آنکھوں کو دیکھنے سے آنکھیں صحت مند رہتی ہیں اور آنکھوں سے پانی بہنے کے لیے مفید ہیں۔ اس کے پتہ کا سرمہ استعمال کرنے سے بینائی میں اضافہ اور آنکھوں کی بے نوری جاتی رہتی ہے۔ نیز آنکھیں نزول ماء (موتیا بند) سے محفوظ رہتی ہیں اور اس کا گوشت کھانا وجع مفاصل (گنٹھیا) کے مریض کے لیے مفید ہے۔ نیز اس کا گوشت نقرس (پیر کی انگلیوں کا درد) میں بھی فائدہ مند ہے۔ برص کا مریض اگر اس کی چربی کی مالش کرے تو ٹھیک ہو جائے گا۔ گورخر کا پتہ بال گرنے کی بیماری میں مالش کے طور پر استعمال کریں تو بہت فائدہ مند ہے اور اگر بستر پر پیشاب کرنے والا مریض اس کے پتہ کو کھا لے تو اس کو اس سے نجات مل جائے گی۔ اس کا گودا چنبیلی کے تیل میں ملا کر سفید داغ والا مالش کرے تو سفید داغ ختم ہو جائیں گے۔

گورخر کی خواب میں تعبیر

گورخر کا خواب میں دیکھنا عورت یا لڑکے کی جانب اشارہ ہوتا ہے اور خواب میں گورخر پر سواری کرنا معصیت پر دلالت کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ وہ گورخر پر سوار ہو کر گر پڑا ہے تو اسے معصیت کے تاوان سے ڈرنا چاہیے اور اگر کوئی شخص خواب میں گورخر کا کچھ گوشت حاصل کر لے یا گورخر کا مالک بن جائے تو اس کو مال و دولت و عزت ملے گی اور جو شخص خواب میں گورخر کا دودھ پی لے تو اس کو دین کی سوجھ بوجھ عطا ہو گی۔ خواب میں اگر گورخر بدک کر بھاگ جائے تو نقصان اور شر کی جانب اشارہ ہے۔ اور اگر خواب میں گورخر مانوس ہو جائے تو نفع اور خیر کی دلیل ہے۔

حَمَارُ قبان

(ایک چھوٹا سادابہ) امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ قبان' فعلان کے وزن پر ہے۔ قَبَّ یَقُب سے ماخوذ ہے اور معرفہ اور نکرہ دونوں حالت میں یہ غیر منصرف ہے۔ جوہری کہتے ہیں کہ حمار قبان ایک چھوٹا سادابہ ہوتا ہے اور قبان فعلان کے وزن پر قب سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ اہل عرب اس کو غیر منصرب پڑھتے ہیں اس لیے کہ ان کے نزدیک یہ معرفہ ہے اور اگر یہ فعال کے وزن پر قبن سے ماخوذ ہوتا تو اہل عرب اس کو منصرف پڑھتے۔ حالانکہ وہ اس کو غیر منصرف پڑھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں رایت قطیعا من حمر قبان۔ ''میں نے حمار قبان کی ایک ٹکڑی دیکھی۔'' شاعر نے بھی اس کو غیر منصرف پڑھا ہے ؎

یا عجبا لقد رأیت عجبا حَمارُ قُبَّان یَسُوْقُ اَرُنَبًا

''میں ایک حیرت انگیز معاملہ دیکھا کہ ایک حمار قبان خرگوش کو ہانک رہا ہے۔''

خَاطَبَهَا یَمْنَعُهَا اَنْ تَذْهَبًا فَقَالَتْ اَرُدفقِنِیْ فَقَالَ مَرْحَبًا

''اس نے خرگوش سے کہا کہ تم کہیں میری اجازت کے بغیر نہیں جا سکتے۔ اس پر خرگوش بولا کہ پھر تم مجھے اپنے ساتھ سوار کر لو تو جواباً حمار قبان نے کہا کہ ٹھیک ہے۔''

ابن مالک اور دیگر صرفیین فرماتے ہیں کہ ہر وہ اسم جس کے آخر میں الف کے بعد نون اور الف اور فاء کلمہ کے درمیان کوئی حرف مشدد ہو تو اس میں نون کے اصلی ہونے اور زائد ہونے دونوں کا احتمال رہتا ہے اور مثال میں حسان' دکان تبان اور ربان وغیرہ کو پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں اگر حسان جو حُسنٌ سے ماخوذ مانا جائے تو اس صورت میں ایک سین زائد ہوگا اور اگر اس کو حِسنٌ سے ماخوذ مانا جائے تو اس کا نون زائد مع الالف ہوگا اور اس کا وزن پہلی صورت میں ''فعال'' اور دوسری صورت میں **فعلان** ہو گا اور پہلی صورت میں منصرف اور دوسری صورت میں الف' نون زائد ہوگا نون زائد تان کی وجہ سے غیر منصرف پڑھا جائے گا۔

اسی طرح تُبان جو تَبٌ (نقصان) سے ماخوذ مانا جائے تو اس میں الف نون زائد ہوگا اور یہ غیر منصرف پڑھا جائے گا اور اگر اس کو تَبنٌ سے ماخوذ مانا جائے تو اس میں نون اصلی ہوگا۔ اور آگے فرماتے ہیں کہ جب آپ یہ قاعدہ سمجھ چکے تو اب سمجھئے کہ قبان قبٌ سے بھی ماخوذ ہو سکتا ہے۔ قبٌ کے معنی ''پتلے پیٹ والا'' اور اَقَبَ کے معنی بھی پتلے پیٹ والا کے آتے ہیں۔ اور جوہریؒ نے اسی قول کو لیا ہے۔ کہا جاتا ہے ''اَلْخَیلُ الْقُب'' یعنی پتلے پیٹ والے گھوڑے۔ جاحظ نے عورتوں کی تعریف میں یہ شعر کہا ہے اور اس میں بھی قبٌ کے یہی معنی لیے ہیں ؎

يَمْشِيْنَ مَشْىَ قَطَا الْبَطَاحِ تَاَوُّدًا قُبَّ الْبُطُوْنِ رواجح الاكفال

''وہ اس طریقے پر چلتی ہیں جیسا کہ ستے (پتلے) ہوئے پیٹ والے گھوڑے چلتے ہیں' حرکت دیتے ہوئے اپنے سرین کو۔''

لہٰذا ممکن ہے کہ حمار قبان چھریرے ہٹ پیٹ کا ہونے کی وجہ سے قب سے ماخوذ ہو کیونکہ یہ دینار کے بقدر گول سا جانور ہوتا ہے اور اس کا پیٹ چھریرا ہوتا ہے۔ یہ نرم زمین میں پیدا ہوتا ہے اور اس کی پیٹھ اُبھری ہوئی ہوتی ہے۔ نیز اس کی کمر بھی پتلی ہوتی ہے۔ جب یہ چلتا ہے تو اس کی ٹانگوں اور سر کے علاوہ اور کوئی چیز نظر نہیں آتا۔ الا یہ کہ اس کو پلٹ دیا جائے۔ کیونکہ اس کی پیشانی کے سامنے ایک گول سی روک (آڑ) ہوتی ہے۔ یہ گبریلے سے کچھ کم کالا ہوتا ہے اور اس سے چھوٹا بھی ہوتا ہے۔ اس کے چھ پیر ہوتے ہیں اور یہ کھاری اور ریتلی زمین مین رہنا پسند کرتا ہے۔ نیز قبان' یقبن سے بھی ماخوذ ہوسکتا ہے۔ قبن' یقبن کے معنی ''تیز چلنے'' کے ہیں۔ صاحب مفردات لکھتے ہیں کہ یہ وہ جانور ہے جس کو ہدیہ کہتے ہیں۔ اس جانور کے بہت سارے پیر ہوتے ہیں۔ اور اگر اس کو چھوڑ دیا جائے تو یہ کنڈلی مار لیتا ہے۔ اور حمار قبان کی ایک قسم وہ ہے جو چھریرے پیٹ کی ہوتی ہے لیکن کنڈلی نہیں مارتی اور لوگ اس کو ابو شحیمہ بھی کہتے ہیں۔ یہ بھی نرم زمین کو پسند کرتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ کوئی الگ قسم نہیں بلکہ چھوٹے حمار قبان ہی ہیں۔ اہل یمن حمار قبان اس جانور کو کہتے ہیں جو ٹڈی سے بڑا اور فراش کی قسم سے ہوتا ہے۔ حالانکہ اشتقاق اس کی گنجائش نہیں رکھتا۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا اشتقاق قبن المتاع سے ہو تو اس وقت یہ منصرف ہوگا کیونکہ اس میں نون اصلی ہوگا۔ قبان اسی چیز کو کہتے ہیں جس سے وزن کیا جائے اور صحیح بات یہ ہے کہ قبان قب سے ماخوذ ہے۔ اسی وجہ سے اہل عرب اس کو غیر منصرف پڑھتے ہیں۔

شرعی حکم

یہ جانور اپنے اندر پائے جانے والے خبث کی وجہ سے حرام ہے۔

طبی خواص

حمار قبان کا جھوٹا پانی پینے سے عسر بول اور یرقان کی بیماری زائل ہو جاتی ہے۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ حمار قبان کو کسی کپڑے میں لپیٹ کر تیسرے دن چڑھنے والے بخار کے مریض کے گلے میں ڈال دیا جائے تو بخار کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے۔

حمار قبان کی خواب میں تعبیر

خواب میں حمار قبان کا نظر آنا ارادہ کی پستی اور کمین لوگوں سے اختلاط اور ان کے غلبہ پر دلالت کرتا ہے۔

اَلْحَمَام

(کبوتر) بقول جوہری اہل عرب حمام ان تمام پرندوں کو کہتے ہیں جن کے گلے میں قدرتی طور پر کنٹھی ہو مثلاً فاختہ' قمری' ساق حر (قمری کا نر) قطاء (ٹیڑی) ورشان (قمری کی ایک قسم) وغیرہ اور لفظ حمام کا اطلاق نر اور مادہ دونوں پر ہوتا ہے اور اس پر ''تاء'' داخل کر کے جو حمامۃ استعمال کیا جاتا ہے وہ جنس کے لیے ہے تا تانیث کے لیے داخل نہیں کی گئی۔ لیکن جوہری کے علاوہ علماء کا خیال ہے کہ حمام کا اطلاق صرف نر پر ہوتا ہے اور واحد کے لیے حمامۃ آتا ہے۔ حمید بن ثور ہلالی نے اس شعر سے استدلال کیا ہے ؎

وَ مَا هَاجَ هٰذَا الشَّوْقَ اِلاَّ حَمَمَةٌ　　دَعَتْ سَاقَ حَر برهة فترنما

''میرے اس شوق کو نہیں بھڑکایا مگر قمری نے اس سے چھوڑ دیا شاخ کو ملتے ہوئے۔ پس دونوں گانے میں مصروف ہوگئے۔''

مذکورہ شعر میں حمامہ سے مراد قمری ہے اور اصمعی نے قول نابغہ میں یہ شعر کہا ہے ؎

وَاحْكُمْ كَحُكْمِ فَتَاةُ الْحَى اِذَا نظرت　　الٰى حَمَامٍ شراعٍ وارِدَ المشد

''اور حکم دیتا ہوں جیسا کہ قبیلہ کی نوجوان لڑکی نے حکم دیا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ کبوتر گھاٹ پر اُتر رہے ہیں پانی پینے کے لیے۔''

قَالَتْ اَلاَ لَيْتَمَا هٰذَا الحمام لَنَا　　اِلٰى حَمامتنا او نِصْفُه فَقَدْ

''تو وہ بولی کہ دیکھو تو سہی یہ کبوتر ہیں جو ہمارے کبوتروں میں آملے ہیں۔''

فَحَسِبُوْهُ فَالقوه كَمَا زَعَمَتْ　　تِسْعًا وَ تِسْعِيْنَ لَمْ يَنْقُصْ وَ لَمْ يَزِدْ[1]

''انہوں نے ان سب کبوتروں کو شمار کیا تو ننانوے ہوئے نہ ایک کم نہ زائد۔''

یہ شہر یمامہ کی زرقہ نامی لڑکی تھی جس نے تنگ پہاڑیوں میں قطا جانور کو دیکھ کر کہا تھا کہ کاش یہ جانور ہمارے قبضہ میں ہوتا اور کہا تھا کہ اگر اس کو پکڑ لیا جائے تو ہمارے جانور پورے سو ہو جائیں۔ اس لڑکی کے کہنے پر اس جانور کا پیچھا کیا گیا مگر جب ان کو گنا گیا تو وہ ٦٦ نکلے۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ اس لڑکی نے اس جانور کو تین دن کی مسافت کے فاصلہ سے دیکھ لیا تھا اور اس کو دیکھ کر اس نے قطاء کے نام سے اس کا نام لیا تھا حالانکہ وہ کبوتر تھے۔

اموی کہتے ہیں کہ وہ پالتو کبوتر جو گھروں میں رہتے ہیں حمام کا اطلاق صرف انہی پر ہوتا ہے اور اپنے قول کی تائید میں عجاج کا شعر پیش کرتے ہیں ؎

اِنِّی وَ رَبِّ البلد المحرم　　وَالْقَاطِنَات عند زمزم

قواطنا مكة من ورق الحمم

''بخدا اور رب خانہ کعبہ کی قسم اور ان کبوتروں کی قسم جو زمزم کے اردگرد جمع رہتے ہیں اور جنہوں نے اس کو اپنی کثرت کی وجہ سے چھپا رکھا ہے۔''

مذکورہ شعر میں شاعر نے حمام ہی مراد لیا ہے۔ حمامۃ کی جمع حمائم اور حمامات آتی ہے اور کبھی کبھی مفرد پر بھی حمام کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ شاعر کے اس شعر میں ؎

وَ ذَكَّرَنِی الصِّبَا بَعْدَ التَّنَائِی　　حَمَامَةُ اِيْكَة تَدْعُوْ حَمَامًا

''مجھے بچپن یاد دلا دیا حالانکہ میں لڑکپن سے بہت دور ہو چکا تھا' ٹیلہ کے اس کبوتر نے جو دوسرے کبوتر کو بلا رہا تھا۔''

ابو حاتم نے کتاب الطیر الکبیر میں اصمعی سے نقل کیا ہے کہ یمام سے مراد خشکی کا کبوتر ہے۔ اس کا واحد یمامۃ آتا ہے اور اس کی کئی

---

[1] ان اشعار کے لیے کتاب الاغانی ملاحظہ فرمائیں جہاں یہ اشعار قدرے مختلف ذکر کیے گئے ہیں حالانکہ آخری مصرعہ حذف ہو جانے سے مفہوم واضح نہیں ہے۔ آخری مصرعے کا مفہوم یہ ہے کہ اس طرح سو کا عدد مکمل ہو جائے گا جس میں ہمارا کبوتر بھی شامل ہوگا۔

قسمیں ہیں اور ہمارے نزدیک یمام اور حمام میں فرق یہ ہے کہ حمام کی پشت کے متصل دم کے نیچے سفیدی ہوتی ہے اور یمامہ کی دم کے نیچے سفیدی نہیں ہوتی اور نووی نے تحریر نامی کتاب میں اصمعی سے نقل کیا ہے کہ جس جانور کے دائرے میں دائرہ (کنٹھی) ہو وہ حمام ہے اور دائرہ سے مراد وہ سرخی یا سیاہی کی دھاری ہے جو ان کی گردن کو گھیرے ہوئے ہوتی ہے۔ اور کسائی کہتے ہیں کہ حمام سے مراد خشکی کا کبوتر ہے اور یمام سے وہ کبوتر مراد ہیں جو گھروں میں رہتے ہیں یعنی پالتو کبوتر۔ لیکن درست بات وہی ہے جو اصمعی سے نقل کی گئی ہے۔

ازہری نے امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ حمام وہ ہے جو بغیر سانس لئے پانی پئے اور بغیر فصل کے آواز بلند کرے۔ ابن سیدہ کہتے ہیں کہ یہ کبوتر کی خاصیت نہیں بلکہ تمام پرندوں کے لے شرب کے بجائے ''عب'' (بغیر سانس لیے پانی پینا) ہی استعمال ہوتا ہے۔ رافعی اور اشبہ کہتے ہیں کہ بغیر ''ھدر'' (بغیر فصل کے آواز بلند کرنا) کے بجائے صرف ''عب'' سے بھی حمام کی تعریف کی جا سکتی ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ امام شافعیؒ نے عیون المسائل میں فرمایا ہے کہ جو جانور پانی پینے میں سانس نہ لے بلکہ لگاتار پیتا رہے وہ حمام ہے اور وہ پرندہ جو قطرہ قطرہ پانی پئے جیسے مرغی تو وہ حمام کے اطلاق سے خارج ہے۔ صاحب کتاب کہتے ہیں کہ رافعی کے قول میں اشکال ہے۔ کیونکہ عب ہدر کو مستلزم نہیں ہے جیسا کہ اس شعر میں ہے ؎

عَلٰی حُوَیْضِی نَغْرُمکبٌ اِذَا فَتَرَتْ فَتْرَۃً یَعِبُّ وَحُمَرَاتُ شُرْبِھِنَّ عِبٌّ

''میں نے اپنے حوض کے کنارے کبوتروں کی غڑغوں سنی اور یہ دیکھا کہ وہ پانی پی رہے ہیں ایک ہی سانس میں۔''

اس شعر میں نغر کو عب سے موصوف کیا گیا ہے باوجودیکہ یہ ھدر نہیں کرتا۔ کیونکہ اگر وہ ھدر کرتا تو حمام میں شامل ہوتا۔ نغر ایک قسم کی چڑیا کا نام ہے اس کا ذکر ان شاء اللہ باب النون میں آئے گا۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس طویل بحث کے سمجھانے کے بعد اب میں آپ کے سامنے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اہل لغت کا یہ قول پیش کرتا ہوں کہ حمام کا اطلاق ان پرندوں پر بھی ہوتا ہے جو گھروں میں رہتے ہیں اور وہیں بچہ پیدا کرتے ہیں جیسے جنگلی کبوتر۔ اور اسی طرح قمری اور ساق حر پر بھی۔ نیز فاختہ، دیسی قطاء، ورش، کوا اور وحشی پرندوں وغیرہ پر بھی۔ ان میں سے ہر پرندے کا بیان ان سے متعلق باب میں آئے گا۔ اس وقت گفتگو گھر میں رہنے والے حمام سے متعلق ہوگی۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) بری (۲) اھلی

بری: وہ ہے جو برج وغیرہ میں رہتا ہے اس میں بہت تیزی ہوتی ہے اسی وجہ سے اس کو بری کہا جاتا ہے۔

اھلی: اس کی کئی قسمیں ہیں اور مختلف شکلوں میں پایا جاتا ہے مثلاً رواعب، امراعیش، عداد سداد، مضرب، قلاب وغیرہ اس کی اقسام ہیں۔ جس طرح گھوڑوں میں عتاق، برذون وغیرہ مختلف قسمیں ہوتی ہیں۔ جاحظ کہتے ہیں کہ قفیع کبوتر لوگوں کی صقلاب نسل کے مشابہ ہوتا ہے اور اس کا رنگ بالکل سفید ہوتا ہے (صقلاب قسطنطنیہ کے بسنے والی ایک قوم تھی جو بعد میں یورپ میں پھیل گئی)۔

حدیث میں حمام کا ذکر:

ابوداؤد، طبرانی، ابن ماجہ اور ابن حبان حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کبوتر کے پیچھے پھرتے ہوئے دیکھا تو آپؐ نے فرمایا کہ شیطان، شیطانہ کے پیچھے پھر رہا ہے، اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ شیطان، شیطان کے پیچھے جا رہا ہے۔''

بیہقی فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم نے اس حدیث کا مصداق کبوتر بازوں کو قرار دیا ہے کیونکہ اکثر یہ کبوتر باز، کبوتر اُڑانے، پکڑنے وغیرہ

کے چکر میں مکانوں کی چھتوں وغیرہ پر چڑھ جاتے ہیں جس سے پڑوسیوں کے گھروں کی بے پردگی ہوتی ہے اور اسی وجہ سے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ اس پر مفصل بحث شرعی احکام کے بیان میں آئے گی۔ نیز بیہقی نے اسامہ ابن زید رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

''میں عمر بن عبدالعزیز کے یہاں پہنچا تو وہ اُڑانے والے کبوتروں کو ذبح کرنے اور پر قینچ کبوتروں کو چھوڑنے کے لئے فرما رہے تھے۔''

ابن قانع اور طبرانی نے حبیب ابن عبداللہ بن ابی کبشہ سے انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے یہ روایت نقل کی ہے:

''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اترج اور سُرخ کبوتر کا دیکھنا بھلا معلوم ہوتا تھا۔''

اور حاکم نے تاریخ ''نیشاپور'' میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے:

''آپ کو سبزی، اترج (نارنجی سنترہ) اور سرخ کبوتر کی طرف دیکھنا اچھا معلوم ہوتا تھا۔''

ابن قانع اور حافظ ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ ہلال بن العلاء اور بعض دوسرے حضرات حدیث میں مذکورہ حمام احمر سے مراد سیب لیتے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر سرخ کبوتروں کی پسندیدگی کا قصہ حدیث سے ثابت نہیں ہو سکے گا۔ لیکن حافظ ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ حمام احمر سے مراد سیب ہیں یہ تفسیر کسی اور سے سننے میں نہیں آئی سوائے ہلال کے، اور بعض لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کے کاشانۂ مبارک میں سرخ کبوتر تھے جنہیں ''وردان'' کہا جاتا ہے۔ ابن سنجا کی کتاب ''**عمل الیوم واللیلة**'' میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی یہ روایت منقول ہے:

''حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے گھر میں وحشت محسوس ہوتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ کبوتر کا جوڑا پال لو جب وہ بولا کرے (غڑغوں کرے) تو تم ٹھیک اس وقت ذکر اللہ شروع کر دیا کرو۔''

اس حدیث کو حافظ ابن عساکر نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔ ابن عدی نے اپنی کتاب ''کامل'' میں میمون بن موسیٰ کے ترجمہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے:

''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دل کے گھبرانے کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ کبوتر پال لو، ان سے اُنس بھی ہوگا، ان کے بچے بھی ہوں گے اور یہ اپنی غڑغوں سے تمہیں نماز کے لیے بھی جگائیں گے، یا ایک مرغا پال لو، اس سے بھی دل بہلے گا اور وہ اپنی بانگ سے تمہیں نماز کے لیے بیدار کرے گا۔''

محمد بن طحان بن میمون بن مہران نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے:

''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صاحب نے دل اچاٹ رہنے کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ کبوتر پال لو۔''

اس حدیث کو طبرانی نے نقل کیا ہے مگر اس میں راوی صلت بن الجراح ہے جو کہ غیر معروف ہے۔ باقی رای صحیحین کے رجال ہیں۔

کامل ابن عدی میں سہل بن فریر کے حالات میں محمد بن المنکدر سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث منقول ہے:

''کعبہ نے خدا تعالیٰ سے شکایت کی کہ میری زیارت کو آنے جانے والوں کی تعداد بہت کم ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر فرمایا کہ میں ایک ایسی قوم کو بھیج رہا ہوں جو تجھ سے ایسا شغف رکھیں گے جیسا کہ کبوتروں کو اپنے بچوں سے لگاؤ ہوتا ہے۔''

سنن ابوداؤد اور نسائی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث سند کے ساتھ مذکور ہے:

''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرب قیامت میں ایسے اشخاص ہوں گے جو اپنے سر اور داڑھیوں کو ایسا خضاب لگائیں گے جیسے کبوتر کے پوٹے میں سیاہی ہوتی ہے۔ یہ اشخاص جنت کی ہوا تک نہیں پائیں گے۔ (چونکہ انہوں نے ہیئت میں تغیر کیا

اور بالوں کی سفیدی جسے وقار کہا گیا ہے اسے بدلنے کی کوشش کی۔''

کبوتر کی خاص عادتیں

کبوتر کی خاص عادت یہ ہے کہ اگر اس کو ایک ہزار میل کے فاصلہ سے بھی چھوڑ دیا جائے تو یہ اُڑ کر اپنے گھر پہنچ جاتا ہے۔ نیز دور دراز ملکوں سے خبریں لاتا اور لے جاتا ہے۔ ان نامہ بر کبوتروں میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو ایک دن میں تین تین ہزار فرسخ کا فاصلہ طے کر لیتے ہیں اور یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ اگر کبھی کسی کا پالتو کبوتر کہیں اور کسی وجہ سے پکڑا گیا اور تین تین سال یا اس سے بھی زیادہ مدت تک اپنے گھر سے غائب رہا مگر باوجود اس طویل غیر حاضری کے وہ اپنے گھر کو نہیں بھولتا اور اپنی ثبات عقل، قوت حافظہ اور کشش گھر پر برابر برقائم رہتا ہے اور جب کبھی اس کو موقع ملتا ہے اُڑ کر اپنے گھر آ جاتا ہے۔

شکار کرنے والے پرندے اس کی گھات میں رہتے ہیں مگر جس قدر یہ باز سے ڈرتا ہے اتنا کسی دوسرے پرندے سے نہیں ڈرتا حالانکہ اس کی پرواز باز سے کافی تیز ہوتی ہے۔ لیکن باز کا خوف اس قدر ہوتا ہے کہ اس کو دیکھتے ہی اس کے بازو ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور اس طرح مرعوب ہو جاتا ہے جیسے گدھا شیر کے سامنے، بکری بھیڑیئے کے سامنے اور چوہا بلی کے سامنے بے حس و حرکت ہو جاتا ہے۔

کبوتر کی طبیعت میں ایک عجیب بات یہ ہے کہ جو کہ ابن قتیبہ نے ''عیون الاخبار'' میں مثنی بن ظہور سے نقل کی ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے مرد اور عورت میں کوئی ایسی خصلت نہیں دیکھی جو کبوتروں میں نہ ہو۔ چنانچہ میں نے کبوتری کو دیکھا کہ وہ اپنے جوڑے کے نر کے علاوہ کسی دوسرے نر کو جفتی کی قدرت نہیں دیتی اور نہ ہی نر کسی دوسری کبوتری کی طرف مائل ہوتا ہے۔ البتہ اگر جوڑے میں سے کوئی ایک مر جائے یا بچھڑ جائے تو بات دوسری ہے اور میں نے ایک خاص بات یہ دیکھی کہ جب کبوتر اپنی مادہ سے جفتی کا ارادہ کرتا ہے تو کبوتری فوراً بن سنور جاتی ہے۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبوتری اپنے نر کے ہوتے ہوئے بھی کسی دوسرے نر کو اپنے پر جفتی کی قدرت دے دیتی ہے لیکن ایسا معاملہ نادر الوقوع ہوتا ہے اس لیے اس کا اعتبار نہیں۔ اور بعض دفعہ کبوتر پر چڑھ کر جفتی کرتی ہے۔ مگر کہتے ہیں کہ اس جفتی سے انڈے تو پیدا ہوتے ہیں مگر ان انڈوں سے بچے نہیں نکلتے۔

بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ نر نر پر اور مادہ مادہ پر چڑھ جاتے ہیں اور ایک حیرت انگیز بات جو کبوتر اور انسان کے علاوہ اور جاندار میں نہیں پائی جاتی وہ یہ ہے کہ کبوتر انسان کی طرح جفتی سے پہلے بوسہ لیتا ہے۔ اس کے علاوہ جفتی کی خواہش نہ ہونے پر بھی یہ آپس میں بوسہ بازی کرتے رہتے ہیں۔ کبوتر چھ ماہ تک جفتی کرتا ہے اور کبوتری چودہ دن حاملہ رہتی ہے۔ پہلے اور دوسرے انڈے کے درمیان ایک دن اور ایک رات کا فصل ہوتا ہے۔ ایک انڈے سے نر اور ایک سے مادہ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ دن کے کچھ حصہ میں نر انڈوں پر بیٹھتا ہے اور باقی حصہ میں مادہ انڈوں کو سیتی ہے اور انڈے دینے کے بعد اگر کبوتری اپنے خانہ میں نہیں جاتی تو کبوتر مار مار کر اس کو خانہ میں لے جاتا ہے اور مستقل اس کے پیچھے پیچھے پھرتا رہتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے کبوتر کو یہ صلاحیت بھی عطا فرمائی ہے کہ جب بچہ نکل آتا ہے تو کبوتر شور مٹی (کھاری مٹی) چبا کر ان کو کھلاتا ہے تاکہ ان کے کھانے کا راستہ صاف ہو جائے۔ ''پس پاک ہے وہ ذات جو لطیف و دانا ہے جس نے ہر جاندار کو اس کے مناسب و ضروری ہدایت دی ہے۔''

ارسطو نے کبوتر کی عمر کے بارے میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ عام طور پر کبوتر کی عمر آٹھ سال ہوتی ہے۔

قرآن پاک کی اس آیت وَرَبُّکَ یَخۡلُقُ مَایَشَاءُ وَیَخۡتَارُ. ''تحقیق تیرا رب جسے چاہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہے منتخب کرتا ہے۔'' کی تفسیر میں ثعلبی وغیرہ نے وہب بن منبہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چوپاؤں میں سے بکری اور پرندوں میں سے کبوتر کو اختیار کیا ہے۔

مسترشد باللہ کا واقعہ

کتب تواریخ میں مذکور ہے کہ امیر المؤمنین مسترشد باللہ بن مستظہر باللہ نے موت سے کچھ دن قبل یہ خواب دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ایک گنڈے دار کبوتری ہے۔ پس ایک آنے والے نے خواب میں ہی کہا کہ تمہاری نجات اسی میں ہے۔ جب صبح ہوئی تو خلیفہ نے یہ خواب امام بن سکینہ سے بیان کیا۔ امام بن سکینہ نے امیر المؤمنین سے پوچھا کہ آپ خود اس کی کیا تعبیر لیتے ہیں؟ امیر المؤمنین نے فرمایا کہ میں نے تو اس کی تعبیر ابوتمام کے اس شعر سے لی ہے ؎

هُنَّ الْحَمَامُ فَاِنْ كَسَرْتَ عَيَافَةً مِنْ هَائِهِنَّ فَاِنَّهُنَّ حِمَام

''یہ حمام (کبوتر) ہیں اگر فال لینے کی غرض سے ان کی ''ح'' کو کسرہ دے دے تو حمام یعنی موت ہو جائیں۔''

خلیفہ نے یہ شعر پڑھ کر کہا کہ میری نجات میری موت میں چھپی ہوئی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور تھوڑے دنوں کے بعد ۵۲۹ھ میں خلیفہ مسترشد باللہ قتل کر دیئے گئے۔ ان کی خلافت تیرہ سال آٹھ ماہ اور چند دن رہی۔

بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے کہ ابن سیرین کے پاس ایک شخص آیا اور بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک کبوتر نے ایک موتی نگل لیا اور پھر وہ موتی اس کے پیٹ سے بڑا ہو کر نکلا۔ اس کے بعد ایک دوسرا کبوتر دیکھا اس نے بھی ایک موتی نگل لیا مگر اس کے پیٹ سے وہ موتی چھوٹا ہو کر نکلا۔ پھر اس کے بعد ایک اور کبوتر دیکھا اس نے بھی موتی نگل لیا اور پھر وہ موتی اس کیک پیٹ سے نکلا اس حال میں کہ وہ اسی طرح تھا جس طرح کہ پہلے تھا۔ امام ابن سیرین نے اس خواب کی تعبیر یہ دی کہ وہ موتی جو پیٹ سے بڑا ہو کر نکلا اس سے مراد امام حسن بصریؒ ہیں۔ حسن بصری حدیث سنیں گے اور اپنی زبان سے اس میں جدت پیدا کریں گے اور اپنے مواعظ کے ذریعے اس میں تسلسل پیدا کر دیں گے۔ یعنی کسی بات کو سن کر اسے اپنی منطق سے عمدہ بنا لیتے ہیں اور پھر اس میں اپنی نصائح شامل کر لیتے ہیں اور دوسرا موتی جوں کا توں اس سے مراد قتادہ ہیں جو حدیث کے بہترین حافظ ہیں اور عظیم حافظہ کے مالک ہیں اور تیسرا موتی جو چھوٹا ہو کر نکلا اس سے مراد خود ابن سیرین ہیں کیونکہ وہ حدیث کو سنتا ہے' مگر اس کو مختصر کر دیتا ہے۔ یعنی جو بات سنتے ہیں اس کو کم کر کے بیان کر دیتے ہیں۔

ابن خلکان نے محمد ابن سیرینؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس خواب کی تعبیر پوچھنے آیا اور بیان کیا کہ میں نے خواب میں پڑوسی کی کبوتری پکڑی اور اس کے بازو توڑ دیئے۔ یہ سن کر ابن سیرین کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور فرمایا کہ آگے بیان کر۔ پھر اس شخص نے کہا کہ اس کے بعد ایک سیاہ کوا آیا اور میرے مکان کی پشت پر بیٹھ گیا اور پھر اس کوے نے مکان میں نقب (پاڑ) لگائی اور اس میں گھس گیا۔ علامہ ابن سیرینؒ نے پورا خواب سن کر فرمایا کہ کس قدر جلد تیرے رب نے تجھ کو تنبیہ فرما دی اس کی تعبیر یہ ہے کہ اپنے پڑوسی کی بیوی کے پاس ناجائز طور پر آتا جاتا ہے اور وہ کالا کوا ایک حبشی غلام ہے جو تیری بیوی کے ساتھ ناجائز تعلق رکھتا ہے۔

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ ابن سیرینؒ بزاز تھے اور خادم النبی ﷺ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اور آپ کسی قرض کی وجہ سے جو آپ کے ذمہ تھا' قید کر دیئے گئے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو معلوم ہے کہ کس وجہ سے میں نے یہ قید کاٹی۔ لوگوں نے پوچھا کہ وہ کیا وجہ تھی؟ آپ نے فرمایا کہ میں ایک مفلس شخص کو چالیس سال تک ''اے مفلس'' کہہ کر پکارتا رہا۔

امام ابن سیرینؒ مشہور تابعین میں سے ہیں۔ آپ کو خواب کی تعبیر دینے کی مہارت تھی۔ روایت ہے کہ ایک عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ اس وقت صبح کا ناشتہ کر رہے تھے۔ اس عورت نے اپنا خواب بیان کیا اور کہا کہ میں نے یہ دیکھا ہے کہ چاند ثریا میں داخل

ہو گیا اور ایک پکارنے والے نے میرے پیچھے سے پکار کر کہا کہ ابن سیرین کے پاس جا کر ان سے یہ خواب بیان کر۔ یہ سنتے ہی آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ اپنا پیٹ پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ آپ کی بہن نے آپ سے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میرے خیال میں اس عورت کے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ میں سات دن میں مر جاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سات دن کے بعد ۱۱۰ھ میں امام حسن بصریؒ کی وفات کے سو دن بعد آپ کی بھی وفات ہو گئی۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

بیہقی کی کتاب "شعب الایمان" میں حضرت سفیان ثوری سے روایت ہے کہ آپؒ نے فرمایا کہ کبوتر بازی قوم لوط کا شغل تھا۔ اور امام نخعی کا قول ہے کہ کبوتر بازی (یعنی جو شرط پر کبوتر اُڑائے اور ہار جیت پر کچھ معاوضہ لے یا دے) موت تب تک نہیں آئے گی جب تک کہ وہ فقر و فاقہ کی تکلیف نہ جھیل لے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص کو ضرور زندگی میں شدید مفلسی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

بزاز نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکڑی نے غار کے منہ پر جالا تن دیا اور جنگلی کبوتر کا ایک جوڑا آ کر غار کے منہ پر بیٹھ گیا اور یہ وہ واقعہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے وقت غار ثور میں آنحضور ﷺ کی مشرکین سے حفاظت فرمائی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور کفار جو کہ آپؐ کی تلاش میں غار تک پہنچ گئے تھے مگر مکڑی کے جالے اور کبوتروں کو دیکھ کر ناکام واپس آ گئے۔ حرم بیت اللہ شریف کے تمام کبوتر اسی غار ثور کے جوڑے کی نسل سے ہیں۔ ابن وہب نے نقل کیا ہے کہ فتح مکہ کے دن کبوتروں نے آپؐ پر سایہ کر لیا تھا۔ تو آپؐ نے اُن کے لیے دُعائے برکت فرمائی تھی۔ طبرانی نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے:

"آنحضور ﷺ یہ آیت بکثرت تلاوت فرماتے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "جو خدا تعالیٰ سے ڈرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے پریشانی میں خلاصی کی شکل پیدا فرما دیتے ہیں اور اسے وہاں سے رزق دیں گے جہاں سے اسے رزق ملنے کا تصور تک نہیں ہو گا اور جو خدا پر بھروسہ کرے گا تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہیں۔" آپؐ اس آیت کو بار بار تلاوت فرما رہے تھے۔ یہاں تک کہ مجھے سنتے سنتے اونگھ آ گئی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ ابوذر! اس وقت کیا کرو گے جب تمہیں مدینہ سے نکال دیا جائے گا؟ میں نے عرض کیا کہ میں حرم میں چلا جاؤں گا اور وہاں ایسا گوشہ نشین ہو جاؤں گا جیسا کہ وہاں کے کبوتر۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر مکہ سے بھی نکالے گئے تو میں نے عرض کیا کہ فلسطین اور بیت المقدس کی راہ لوں گا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ جب وہاں سے بھی نکالے جاؤ گے تو میں نے عرض کیا کہ اگر یہ صورتحال برابر چلتی رہی تو پھر میں مقابلہ کے لیے تلوار اُٹھاؤں گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ابوذر! اس سے اچھی ایک بات میں بتاؤں! تم تلوار کبھی نہ اُٹھانا امیر وقت کی اطاعت میں لگے رہنا' اگرچہ حبشی غلام ہی تمہارا امیر بن جائے۔"

بخاری شریف میں اس پوری روایت کا ایک ٹکڑا آیا ہے اور ابن ماجہ میں اس روایت کا صرف ابتدائی حصہ ہے۔

تاریخ میں مذکور ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید کو کبوتر اور کبوتر بازی کا شوق تھا۔ چنانچہ ان کے سامنے کسی نے نذرانے میں کبوتر پیش کئے تو اس وقت خلیفہ کے پاس قاضی ابوالبختری بھی بیٹھے تھے انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک حدیث بیان کی:

"آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ بازی (یعنی ہار جیت) صرف جانوروں میں ہے۔ جس کے خف (گدی) حافر (سم) یا جناح (بازو) ہوں یعنی گھوڑے' اونٹ اور کبوتر وغیرہ میں بازی جائز ہے اور جانوروں میں نہیں۔"

قاضی ابوالبختری نے اس حدیث میں ہارون الرشید کو خوش کرنے کے لیے او جناح اپنی طرف سے بڑھا دیا۔ اس پر ہارون الرشید نے ابوالبختری کو کافی انعام دیا اور جب ابوالبختری چلا گیا تو ہارون الرشید نے کہا کہ بخدا میں جانتا ہوں کہ اس ظالم نے کبوتر کا تذکرہ کر کے آنحضور ﷺ پر جھوٹ باندھا ہے۔ اور پھر فوراً حکم دیا کہ ان کبوتروں کو ذبح کر دیا جائے۔ کسی نے پوچھا کہ ان کبوتروں کا کیا قصور تھا' جو

ذبح کرادیئے گئے؟ تو خلیفہ ہارون الرشید نے کہا کہ انہی کی وجہ سے آپ پر جھوٹ باندھا گیا ہے۔

چنانچہ ابوالبختری کے اس جھوٹ کا نتیجہ یہ ہوا کہ علماء نے ان کی روایت کردہ تمام احادیث کو ترک کردیا۔ ابوالبختری مدینہ کے قاضی تھے۔ اس عہدہ پر ان کا تقرر بکار بن عبداللہ الزبیری کے بعد ہوا تھا۔ پھر امام یوسف کی وفات کے بعد ان کو شہر بغداد کا قاضی بنادیا گیا تھا۔ بختری' بخترۃ سے ماخوذ ہے جس کے معنی تکبر اور غرور کے ہیں۔ بہت سے لوگوں نے ابوالبختری کو ابوالبحتری (یعنی خاء کی جگہ حاء) لکھ دیا ہے' حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے ابوالبختری (حاء سے) ایک مشہور شاعر گزرا ہے۔ قاضی ابوالبختری کی وفات مامون الرشید کے دور خلافت میں ۲۰۰ھ میں ہوئی۔

ابن ابی خثیمہ اور شیخ تقی الدین قشیری افتراح میں لکھتے ہیں کہ کبوتر کی حدیث وضع کرنے والا ابوالبختری نہیں بلکہ غیاث ابن ابراہیم تھا۔ اور انہوں نے یہ حدیث خلیفہ مہدی کے لیے وضع کی تھی۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ ابوالبختری کا اصل نام وہب بن وہب تھا۔ یعنی تین پشت تک برابر ایک ہی نام چلتا رہا۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہی ترکیب اسماء دوسرے معنوں میں بھی پائی جاتی ہے' مثلاً شاہان فارس میں بہرام بن بہرام بن بہرام' تابعین میں حسن بن حسن بن حسن اور غسان میں اس کی مثال حرث الاصغر بن الحرث الاعرج بن الحرث الاکبر اور متاخرین میں اس کی مثال الغزالی محمد بن محمد بن جو کہ امام غزالیؒ کا نام تھا۔

شیخ ابوالحسن شاذلی علیہ الرحمہ کا خواب

شیخ عارف باللہ ابوالحسن شاذلی بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں آنحضور ﷺ کی زیارت کی۔ اس حال میں کہ آپؐ حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام سے امام غزالی کے بارے میں مفاخرت کررہے ہیں اور آپ فرمارہے ہیں کہ کیا آپ دونوں صاحبان کی اُمت میں ان جیسا (امام غزالیؒ کی طرف اشارہ کرکے) عالم ہوا ہے؟ اس کا جواب آپ دونوں صاحبان نے نفی میں دیا۔

شیخ الامام عارف باللہ استاذ رکن الشریعت والحقیقت ابوالعباس المرسی نے امام غزالی کا ذکر فرماتے ہوئے آپ کے لیے صدیقیت عظمیٰ کی شہادت دی ہے۔ شیخ جمال الدین الاسنوی نے اپنی کتاب ''المہمات'' میں امام غزالیؒ کی بڑے اچھے الفاظ میں تعریف فرمائی ہے۔ وہ الفاظ یہ ہیں:

> ''آپ ہر موجود کے لیے قطب الوجود وخلاصہ اہل الایمان وبطریف کے روح رواں تھے جو ان کو رضائے رحمٰن تک پہنچاتی تھی۔ آپ کے وسیلہ سے ہر صدیق' اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرسکتا تھا۔ آپ سے وہی شخص بغض رکھ سکتا ہے جو کہ ملحد یا زندیق ہو۔ آپ اپنے زمانے کے مشاہیر میں منفرد تھے اور کوئی شخص آپ کے ہم سر نہیں تھا۔''

حجۃ الاسلام زین الدین محمد الغزالی بغداد میں مدرسہ نظامیہ کے طلباء کو درس دیا کرتے تھے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد یہ سلسلہ ختم کرکے شام چلے گئے اور دمشق کے بزاویۃ الجامع (جامع مسجد) میں قیام فرمایا۔ پھر بیت المقدس چلے گئے۔ اس کے بعد مصر کا قصد کرکے اسکندریہ میں عرصہ تک مقیم رہے۔ اس کے بعد آپ اپنے وطن طوس پہنچ گئے۔ طوس سے پھر نیشاپور پہنچے اور وہاں کے مدرسہ نظامیہ میں درس کا سلسلہ جاری کردیا۔ پھر تدریس چھوڑ کر دوبارہ طوس آگئے اور صوفیاء کے لیے ایک خانقاہ قائم فرمائی اور اس میں آپ کا وقت تلاوت کلام پاک' وظائف الخیرات اور صحبت صالحین اور عبادت میں صرف ہوتا اور ایک طرح سے آپ نے خود کو ان چیزوں کے لیے وقف کردیا اور دُنیا سے مکمل کنارہ کشی اختیار کرلی۔

آپ کو علم دین میں تبحر حاصل تھا۔ آپ کی تصانیف وتالیف کردہ کتابیں بہت مفید ہیں۔ خصوصاً احیا علوم الدین سے کوئی طالب آخرت بے نیاز نہیں رہ سکتا۔ آپ کی وفات جمادی الآخر ۵۰۵ھ میں بمقام طوس واقع ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ شرف الدین بن عنین ایک مرتبہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں حاضر تھے کہ اچانک ایک کبوتری آپ کے پاس آ کر گری اور اس کبوتری کا پیچھا کوئی درندہ پرند کر رہا تھا۔ لیکن جب یہ کبوتری گر گئی تو وہ پرندہ واپس ہو گیا۔ لیکن اس پرندہ کے خوف سے کبوتری اُڑ نہ سکی اور نہ اس میں اُڑنے کی ہمت وطاقت تھی۔ جب امام صاحب درس سے فارغ ہوئے تو آپ اس کبوتری کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے اور اس پر ترس کھانے لگے۔ پھر آپ نے اس کو ہاتھ میں اُٹھا لیا اور اس پر ابن عنین نے فی البدیہہ چند اشعار کہے جن میں سے تین اشعار یہ ہیں ؎

مِنْ نباء الْوَرْقَاع ان مجلسکم حَرَمٌ وَاَنَّکَ مَلْجَاءَ لِلْخَائِفُ

''کبوتری کا واقعہ یہ ہے کہ تمہاری مجلس اس کے لیے حرم ثابت ہوئی اور تم خود خوف زدہ چیزوں کے لیے جائے پناہ ثابت ہوئے۔''

وَ فَدَتْ عَلَيْکَ وَ قَدْ تُدَانِیْ حَتْفَهَا فَحَبُوْتِهَا بِبَقَائِهَا الْمُسْتَانِفِ

''یہ کبوتری آپ کے پاس (بطور پناہ گزین) حاضر ہوئی۔ درآنحالیکہ اس کی موت قریب آ گئی تھی لہٰذا آپ کے ہاتھ میں لینے سے نئے سرے سے زندگی ملی۔''

وَ لَوْ اَنَّهَا تُحِيیْ بِمَالٍ لانْثَنَتْ مِنْ رَاحَتَيکَ مِنَائِلِ مُتَضَاعِفِ

''اگر تو بجائے زندگی کے مال کا تحفہ دیتا تو البتہ وہ لوٹتی اور تیرے دونوں ہاتھوں سے دوگنا عطیہ لیتے ہوئے۔''

اشرف بن عنین اور حاکم دمشق ملک معظم عیسیٰ بن ملک عادل ابوبکر بن ایوب کے درمیان دوستانہ تعلقات تھے اور ان دونوں کے درمیان بہت سے ایسے معاملات ہوتے رہتے تھے جو ملک معظم کے حسن سلوک پر دلالت کرتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک مرتبہ ابن عنین کو تیز بخار ہو گیا تو اس نے ملک معظم کو یہ عبارت لکھ کر بھیجی:

اُنظر اِلَیَّ بِعَيْنِ مَوْلَی لَمْ يَزَلْ. يُوْلِیُ النَّدیٰ وَتَلافِ قبل تَلافی
اَنَا کَالَّذِیْ احْتَاجَ مَا يَحْتَاجه. فَاُغْنِمْ ثَنَائِی وَالثَّوَاب الوافِی

''یعنی آپ مجھے اس آنکھ سے دیکھیں جس سے آقا اپنے غلام کو دیکھتا ہے۔ اس لیے مجھے اپنی سخاوت کی بارشوں سے تر کیجئے۔ اس سے پہلے کہ میں ہلاک ہو جاؤں۔ دیکھئے آپ بھی محتاج ہیں اور میں بھی محتاج ہوں۔ مگر دونوں کی ضرورتوں میں فرق ہے۔ آپ تعریف کے محتاج ہیں اور میں اس تعریف کے بدلہ کی ضرورت رکھتا ہوں۔''

یہ پیغام پہنچتے ہی ملک معظم بنفس نفیس ابن عنین کی عیادت کو تشریف لائے اور ان کو تین سو دینار عطا فرمائے اور کہا کہ یہ تو صلہ ہے اور عائد یعنی عیادت کرنے والا یا بار بار عطا کرنے والا میں ہوں۔ ملک کے اس قول: هٰذه الصِّلَةُ وَاَنَا الْعَائِدُ کی کئی تاویلیں کی گئی ہیں۔ کیونکہ اسم موصول صلہ اور ضمیر عائد کو چاہتا ہے۔ پس صلہ یہاں وہ مال ہے جو اس کو ملا اور عائد دو معنوں کا احتمال رکھتا ہے ایک یہ کہ میں لوٹوں گا دوبارہ تیرے پاس (بار بار) صلہ لے کر پس تو خوش ہو جا اور دوسرے یہ کہ عَادَ يَعُوْدُ عَيَادَةً سے مشتق ہو۔

ملک معظم نہایت عاقل وفاضل، بہادر اور حنفی المذہب تھے۔ ان کو فن ادب سے خاص دلچسپی تھی۔ یہاں تک کہ آپ نے یہ اعلان کرا دیا کہ جو شخص زمخشری کی کتاب ''مفصل'' کو مکمل حفظ کر لے گا۔ اس کو سو دینار انعام دیئے جائیں گے اور ایک قیمتی جوڑا عنایت کیا جائے

گا۔ چنانچہ اس لالچ میں بہت سے لوگوں نے اس کتاب کو حفظ کر لیا۔ ملک معظم نے ۶۲۴ھ میں وفات پائی اور امام رازی علیہ الرحمہ نے ۶۰۶ھ میں عیدالفطر کے دن وفات پائی۔

فائدہ: بعض حکماء کا قول ہے کہ ہر انسان اپنے ہم شکل کی طرف راغب ہوتا ہے جس طرح ہر پرندہ اپنے ہم جنس کی طرف راغب ہوتا ہے۔ یعنی ہر انسان معہ اپنی شکل کے ایسا ہے جیسا کہ ہر پرندہ معہ اپنی جنس کے' مطلب یہ کہ انسانوں میں جو امتیاز باعتبار شکل ہوتا ہے' اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ پرندوں میں جنس کا اختلاف ہوتا ہے۔ مالک بن دینارؒ فرمایا کرتے تھے کہ دس شخصوں میں دو آدمی ایسے ضرور ہوں گے کہ اگر ایک میں کوئی وصف ہوگا تو دوسرے میں وہ نہیں ہوگا کیونکہ لوگوں کی شکلوں میں وہ اختلاف موجود ہے جو پرندوں میں جنس سے ہوتا ہے۔ اگر پرندوں کی دو نوع میں طیران (اڑان) میں اتفاق ہو بھی جاتا ہے تو ان دونوں میں کوئی نہ کوئی مناسبت ضرور ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ نے ایک دن کبوتر کو کوے کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا تو آپ کو ان کی یکجائی پر بہت تعجب ہوا۔ کیونکہ وہ تو مختلف الاشکال تھے۔ لیکن وہ چلے تو لنگڑاتے ہوئے چلے۔

یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ ان کی یکجائی کی وجہ یہ (لنگڑا پن) ہے۔ ہر انسان کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنے ہم شکل سے مانوس ہوتا ہے۔ اگر بالفرض دو شخص جن میں کسی قسم کی مناسبت نہ ہو اور وہ کچھ دیر کے لیے ساتھ بیٹھ جائیں تو لازمی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ؎

وَ قَائِلٌ کَیْفَ تَفَرَّقْتُمَا فَقُلْتُ قَوْلاً فِیْهِ اِنْصَافٌ

''کسی کہنے والے نے دریافت کیا کہ تم دونوں ایک دوسرے سے کیسے جدا ہو گئے' تو میں نے کہا کہ میں ایک پتہ کی بات بتاتا ہوں۔''

لَمْ یَکُ مِنْ شَکْلِیْ ففارقته وَ النَّاسُ اَشْکَالٌ وَ آلافٌ

''جدائی کی وجہ یہ ہے کہ یہ میرے ہم شکل نہیں تھے۔ لوگ مختلف شکلوں کے ہوتے ہیں اور وہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔''

امام احمد نے زھد میں یزید بن میسرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم اللہ کی محبت میں کبوتر کی طرح مست ہونے کی استطاعت رکھتے ہو تو ضرور ایسا کرو۔

کہا جاتا ہے کہ کبوتر سے زیادہ بیوقوف یا مست کوئی دوسرا حیوان نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے کہ اس کے بچے اس کے گھونسلے سے پکڑ کر ذبح کر دیئے جاتے ہیں مگر پھر بھی وہ اسی جگہ آ کر انڈے دے دیتا ہے اور وہیں بچہ نکالتا ہے۔

شرعی حکم

کبوتر بالاتفاق حلال ہے۔ کیونکہ یہ طیبات میں سے ہے اور اس وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں کبوتر کے قتل کرنے پر بکری کا ضمان واجب کیا ہے۔ اس کی دو وجہیں ہیں۔ چونکہ کبوتر اور انسان دونوں گھر دوست ہوتے ہیں اور انسان دوست بھی' یہ تو ایک وجہ ہوئی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ (اور یہی وجہ زیادہ قوی ہے) کہ ہمیں معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبوتر اور انسان میں کیا مشابہت پائی۔ البتہ ہمیں حکم کبوتر کے مارنے کی صورت میں مکمل جزا کا دیا۔ پس ہم تو اسی حکم پر عمل کریں گے اور اگر ہم یہ کہیں کہ مسئلہ عمل کرنے کا ہے نہ کہ علت کو دریافت کرنے کا' تو پھر بکری جزا میں آنی چاہیے جیسا کہ آپؐ کا حکم ہے اور اگر بنیاد کبوتر اور انسان کے درمیان مشابہت کو قرار دی جائے تو قیمت واجب ہونی چاہیے۔

امام نوویؒ نے ''روضہ'' میں اس مسئلہ کو خارج کر دیا ہے۔ یہ گمان کرتے ہوئے کہ اس سلسلہ میں اختلاف لفظی ہے اور اس اختلاف کا

کوئی نتیجہ نہیں۔ کبوتر اور ہر اس جانور کے انڈے جس کا شکار محرم کے لیے حرام ہو حرام ہے۔ چنانچہ اگر محرم کسی ایسے جانور کے انڈے ضائع کر دے تو اس پر ضمان واجب ہوگا۔ ہمارا اور امام احمدؒ کا یہی مسلک ہے۔ البتہ مزنی اور بعض اصحاب داؤد کا مسلک یہ ہے کہ انڈوں میں کوئی ضمان نہیں۔ امام مالکؒ یہ فرماتے ہیں کہ انڈے کا ضمان جانور کی قیمت کا دسواں حصہ ہے۔

ابن المنذرؒ فرماتے ہیں کہ حمام کے انڈے کے بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ اور عطاء یہ فرماتے ہیں کہ دو انڈوں کا ضمان ایک درہم ہے۔ زہریؒ اور امام شافعیؒ اور ابوثورؒ فرماتے ہیں کہ انڈے میں جانور کی قیمت واجب ہے۔ بیض النعام کے عنوان سے عنقریب اس کی تفصیل آئے گی۔ اور اس کے شکار کا حکم یہ ہے کہ اگر کبوتروں کے ساتھ کوئی خاص علاقہ کا کبوتر شریک ہو گیا تو اس کبوتر کا شکار صرف اس علاقہ میں جائز ہوگا اور اگر برج میں رہنے والے کبوتروں کے ساتھ کسی دوسرے علاقے کے کبوتر بھی شریک ہو گئے تو اب اس کے شکار کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں دو قول ہیں۔ اصح قول جواز کا ہے۔ برج کے کبوتر کی بیع کا حکم حوض میں مچھلی کی بیع کے مانند ہے۔ مچھلی کا بیان ان شاء اللہ باب السین میں آئے گا۔ اگر کوئی کبوتر فروخت کر دے اس حال میں کہ وہ اُڑ رہا ہو اس بنیاد پر کہ اس کی عادت لوٹ کر واپس آنے کی ہے تو اس مسئلہ میں بھی دو رائیں ہیں۔ ان میں اصح رائے امام شافعیؒ کی جواز کی رائے ہے۔ اور وہ اس کو اس غلام پر قیاس کرتے ہیں جس کو آقا کسی کام کے لیے کہیں بھیج دے۔ جمہور علماء اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں جیسا کہ مراوزہ سے منقول ہے اور علماء عراق حمام کی ہر نوع کو ایک مستقل جنس شمار کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک کبوتر ایک جنس ہے' قمری ایک الگ جنس اور فاختہ بھی ایک جنس ہے۔ انڈوں اور بچوں کے لیے کبوتر پالنا اسی طرح انسیت یا پیغام رسانی کے لیے کبوتر پالنا کسی کراہت کے بغیر جائز ہے۔

کبوتروں سے کھیلنا اور ان کو اڑانا اور مقابلہ بازی کرانا بعض اس کو بغیر کسی کراہت کے جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ جنگ وغیرہ میں پیغام رسانی کے لیے اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن اصح بات یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے بوجہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے جو گزشتہ صفحات پر گزری ہے جس میں فرمایا گیا ہے: شیطان یتبع شیطانۃ۔ ابن حبان اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ کبوتر باز کو شیطان کا اطلاق بہت سی جگہ پر ہوا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے: شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ۔ کبوتر پر شیطان کا اطلاق صرف اس وجہ سے ہے کہ یہ موجب گمراہی بن رہا ہے۔ محض کبوتر سے کھیلنے کی بنیاد پر کسی شخص کو مردود الشہادت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ البتہ امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ مردود الشہادت ہو جائے گا۔ اگر اس کھیل کو جوئے وغیرہ کے مانند بنا لیں تو بالاتفاق ایسے شخص کی شہادت ناقابل قبول ہو جائے گی۔

مالک بن انس رضی اللہ عنہ کا قصہ

ابو محمد رامہرمزی نے اپنی کتاب المحدث الفاصل بین الراوی والواعی میں مصعب زبیری سے نقل کیا ہے کہ میں نے مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم دونوں اس شان کو یعنی حدیث کو پسند کرتے ہو اور طلب کرتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا جی ہاں تو انس نے فرمایا کہ اگر تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہیں فائدہ پہنچے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے لوگوں کو نفع پہنچائیں تو حدیث کی روایت تو کم کرو البتہ اسے سمجھنے کی کوشش کرو۔

کہتے ہیں کہ ابن مالک ایک مرتبہ چھت سے نیچے اُتر رہے تھے اس حال میں کہ ان کے ہاتھ میں ایک کبوتر تھا جس کو وہ چھپانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن لوگوں نے کبوتر کو دیکھ لیا اور جب مالک کے علم میں یہ بات آ گئی کہ لوگوں نے کبوتر کو دیکھ لیا ہے تو کہنے لگے کہ ادب اللہ کا ادب ہے نہ کہ والدین کا' اور بھلائی اللہ تعالیٰ کی ہے نہ کہ والدین کی' نیز انہی سے منقول ہے کہ یحییٰ ابن مالک ابن انسؓ آتے

جاتے رہتے تھے لیکن ہمارے ساتھ اپنے والد کے پاس نہیں بیٹھتے تھے۔ پس ایک دن ان کے والد نے ان کو دیکھا اور اپنے پاس بلا لیا اور فرمایا کہ مجھے یہ طریقہ بہت پسند ہے جو وراثت میں نہیں ملتا۔ پھر فرمایا کہ کسی نے اپنے والد کا مقام نہیں سنبھالا سوائے عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے۔ عبدالرحمٰن اپنے زمانے میں سب سے افضل انسان تھے اور ان کے والد اپنے زمانہ میں اور ان کے والد اپنے زمانہ میں۔

امام بخاریؒ نے مناسک میں فرمایا ہے کہ ہم سے علی ابن عبداللہ نے بیان کیا اور علی کہتے ہیں کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا اور سفیان کہتے ہیں کہ ہم سے عبدالرحمٰن ابن قاسم نے بیان کیا جو اپنے زمانہ کے افضل ترین انسان تھے اور انہوں نے اپنے والد سے سنا جو اپنے زمانہ کے افضل ترین انسان تھے وہ کہتے ہیں کہ:

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دونوں ہاتھوں سے خوشبو ملی ہے۔''

عبدالرحمٰن بن قاسم کی جلالت شان' آپ کی امامت' تقویٰ زہد اور کثرت علم پر تمام لوگ متفق ہیں' آپ کی پیدائش حضرت عائشہؓ کی زندگی میں ہوئی اور ۱۲۶ھ میں انتقال فرمایا۔

امیر المؤمنین منصور کا واقعہ

روایت ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ منصور عباسی نے حضرت عبدالرحمٰن سے کہا کہ مجھے آپ کچھ نصیحت فرمائیں تو آپ نے فرمایا کہ عمر بن عبدالعزیز نے بوقت وفات گیارہ لڑکے چھوڑے اور ترکہ میں سترہ دینار' جن میں سے پانچ دینار کا کپڑا کفن کے لیے خریدا گیا اور دو دینار سے قبر کے لیے زمین خریدی گئی اور جو دینار باقی بچے وہ لڑکوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ ہر ایک لڑکے کے حصے میں انیس درہم آئے۔ جب ہشام بن عبدالملک کا انتقال ہوا تو اس نے بھی گیارہ لڑکے ہی چھوڑے اور ہر لڑکے کو باپ کے ترکہ میں سے دس دس لاکھ درہم ملے۔ میں نے اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز کی اولاد میں سے ایک کو دیکھا کہ اس نے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے سو گھوڑے بھیجے جب کہ ہشام کی اولاد میں سے ایک کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ کوئی تعجب خیز نہیں ہے کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی اولاد کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کافی ہو گئے اور ان کو غنی کر دیا۔ اور ہشام نے اس کے برخلاف اپنے بیٹوں کو دُنیا کے سپرد کر دیا تھا لہٰذا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فقیر بنا دیا۔

فقہی مسائل

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ کبوتر کی بیٹ اور ماکول وغیر ماکول چوپاؤں کی لید و گوبر وغیرہ کی بیع باطل ہے اور اس سے حاصل ہونے والی قیمت حرام ہے۔ یہ مذہب شوافع کا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ گوبر وغیرہ کی بیع کو جائز قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ ہر زمانہ میں ہر جگہ کے لوگ بغیر کسی انکار کے اس کی بیع پر متفق ہیں۔ نیز اس وجہ سے بھی اس کی بیع جائز ہے کہ اس سے انتفاع جائز ہے لہٰذا دیگر تمام اشیاء کی طرح اس کی بیع بھی جائز ہونی چاہیے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ اپنے مسلک کو مدلل کرنے کے لیے یہ حدیث پیش کرتے ہیں:

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر کوئی چیز حرام فرما دیتا ہے تو اس کی ثمن کو حرام فرماتا ہے۔''

یہ حدیث تمام اشیاء کو عام ہے سوائے ان چیزوں کے جو کسی دلیل کی بناء پر اس حدیث کے حکم سے خارج ہو گئی جیسے گدھا وغیرہ۔ امام شافعیؒ دوسری دلیل یہ دیتے ہیں کہ یہ نجس العین ہے لہٰذا عذرہ (پاخانہ) کی طرح اس کی بیع بھی جائز نہیں۔ کیونکہ باوجود انتفاع کے

عذرہ (پاخانہ) کی بیع کے عدم جواز پر سب لوگ متفق ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کے استدلال کا جواب دیتے ہوئے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ گوبر وغیرہ کی بیع جاہل اور رذیل قسم کے لوگ کرتے ہیں اور ان کا فعل اسلام میں حجت نہیں بن سکتا۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اس سے انتفاع کی وجہ سے یہ دیگر اشیاء کے مثل ہو گیا تو ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ گوبر نجس ہے اور دیگر اشیاء سے انتفاع جائز ہے۔

الامثال

اہل عرب امن وامان کی مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں: ''ا امن من حمام الحرم'' یعنی کیا حرم کے کبوتر سے زیادہ مامون ہے اور کسی سے محبت کے لیے بولتے ہیں: ''اَالف مِنْ حَمَام مَكَّةَ'' مکہ کے کبوتروں سے زیادہ محبت کرنے والا۔'' اور کسی کی بری خصلت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''اتَقَلَّدَهَا طَوْقَ الْحَمَامَةَ'' یعنی اس نے بری عادت کو اس طرح اپنے اندر پیوست کر لیا ہے کہ اب وہ اس سے جدا نہیں ہو گی۔ جس طرح حمامۃ (کبوتر) کے گلے سے اس کا دائرہ زائل نہیں ہو سکتا۔ اس کی مثال قرآن پاک میں بھی ہے:

وَ كُلُّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِيْ عُنُقِهٖ. (الآیۃ)

''یعنی ہر انسان کا نامہ اعمال اس کی گردن میں لٹکا دیا جائے گا جو قطعاً جدا نہیں ہو گا۔''

زمخشریؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ آگے اس آیت میں ''حسیبا'' کیوں فرمایا گیا تو اس کا میں یہ جواب دوں گا کہ انسان اس وقت بمنزلہ شاہد وامین کے ہو گا کیونکہ یہ امور ایسے ہیں کہ عموماً لوگوں کو سونپے جاتے ہیں۔ تو گویا آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اپنے نفس کے لیے سب سے بہترین حساب کرنے والا خود وہی نفس ہے۔ حضرت حسن بصریؒ جب اس آیت کو پڑھتے تو فرماتے کہ اے ابن آدم اپنے نفس کے ساتھ انصاف کر اللہ تعالیٰ تجھ کو تیرے نفس کا حساب لینے والا بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول: سَيُطَوَّقُوْنَ مَابَخِلُوا بِهٖ يَومَ الْقِيَامَةِ. یعنی ان کے اعمال ان پر اس طرح چپکا دیئے جائیں گے جس طرح طوق گردن میں۔ نیز کہا جاتا ہے طوق فلان عمله طوق الحمامة. یعنی اس کے اعمال کی جزا ضروری ہے۔

امام احمد نے زہد میں مطرف سے یہ مثال نقل کی ہے: ''قَالَ اِذَا نَامِتُ فَلا تَحْسَبُوْنِیْ لَكِنْ يَجْتَمِعُ النَّاسُ فَاطَوَّقَهُمْ طَوْقَ لْحَمَامَةِ '' کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے کسی حیثیت میں نہ رکھنا بلکہ لوگوں کو جمع کرنا تو میں انہیں ایسا لپٹ جاؤں گا جیسا کہ طوق (دائرہ) کبوتر کی گردن میں۔

انہی معنی میں سفیان کے لیے عبداللہ بن جحش کے یہ شعر ہیں ؎

اَبْلَغْ اَبَاسُفْيَانَ عَنْ اَمْرٍ عَوَاقِبِهٖ نَدَامَةٌ

''ابوسفیان کو بتاؤ کہ اس کے معاملات کا انجام ندامت ہے۔''

دَارِ ابْنِ عَمِكَ بِعْتَهَا تَقْضِيْ بِهَا عَنْكَ الْغَرَامَةَ

''تیرے چچا کے بیٹے کا مکان میں نے فروخت کر دیا جس سے قرض خواہوں کا قرضہ اُتارا جائے گا۔''

وَ حَلِيْفُكُمْ بِاللهِ رَبُّ النَّاسِ مُجْتَهِدُ الْقَسَامَه

''اور تمہارا واقعی مددگار خدا ہے جو لوگوں کا رب ہے اور جو وارثین میں تقسیم کا ذمہ دار ہے۔''

اِذْهَبْ بِهَا اِذْهَبَا بِهَا طَوَّقْتَهَا طَوْق الْحَمَامَةِ

''یہ فیصلہ گھر کی فروختگی کا میں نے ایسے قطعی انداز میں کر دیا جیسا کہ کبوتر کے گردن کا طوق یعنی اب اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔''

امام ابوعبدالرحمٰن سہیلیؒ فرماتے ہیں کہ یہ مثال نبی کریم ﷺ کے اس قول سے لی گئی ہے:

''جس کسی نے کسی کی ایک بالشت برابر زمین بھی ہڑپ کر لی تو قیامت کے دن اس کی گردن میں ساتوں زمین طوق کی طرح ڈال دی جائیں گی۔''

(۱) شاعر کا قول طوق الحمامة اس وجہ سے ہے کہ اس کا طوق (دائرہ کنٹھی) کبھی اس کے گلے میں سے نہیں نکلتا جس طرح کہ کوئی انسان کوئی ہار پہن لے۔ اس شعر میں جو اشارات کی حلاوت اور استعارات کی ملاحت ہے وہ بہت کم کلام میں ملتی ہے۔ شاعر کا قول طوق الحمامة میں ان لوگوں کا شمار ہے جو آپؐ کے قول: طوقه من سبع ارضین کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ طاقتہ سے ماخوذ ہے طوق سے نہیں۔

خطابی نے بھی اپنے ایک قول میں اس تاویل کو اختیار کیا ہے باوجودیکہ بخاری میں ہے خسف به الی سبع ارضین اور مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ روایت منقول ہے کہ:

''جس نے ایک بالشت برابر زمین کی ہڑپ کی تو اس کے گلے میں ساتوں زمین ہنسلی کی طرح پہنا دی جائیں گی۔''

اسی طرح عرب کہتے ہیں: اخرق من حمامة. یعنی بہت زیادہ کمزور یا کبوتر سے بھی زیادہ کمزور۔ یہ مثال اس لیے دی جاتی ہے کہ کبوتر اپنے گھونسلہ کو مضبوط نہیں بناتا۔ بسا اوقات یہ درخت کی ایسی شاخ پر گھونسلہ بناتا ہے جہاں سے ہوا سے گر کر اس کے انڈے ضائع ہو جاتے ہیں۔ اسی کے ہم مثل شاعر عبید بن الابرص کے یہ شعر ہیں ؎

عَيُوا بِاَمْرِهِمْ كَمَا عَيَّتْ بِبَيْضَتِهَا الْحَمَامَةَ

''وہ اپنے کاموں میں ایسے عاجز رہ گئے جیسا کہ کبوتر اپنے انڈوں کی حفاظت میں رہ جاتا ہے۔''

جَعَلَتْ لَهَا عُوْدَيْنِ مِنْ بَشَمٍ وَ آخَرُ مِنْ ثَمَامَةِ

''چونکہ کبوتر چند تنکوں سے اپنا گھونسلہ بناتا ہے اور وہ تنکے بھی بہت کمزور ہوتے ہیں۔''

حمام کے طبی خواص

اگر کسی شخص کے اعضاء شل ہو جائیں (یا لقوہ فالج) کا اثر ہو جائے تو ایسے شخص کو کسی ایسی جگہ جہاں کبوتر رہتے ہوں یا کبوتر کے قریب رہنا مفید ہے۔ یہ کبوتر کی عجیب وغریب خاصیت ہے۔ اس کے علاوہ ایسے شخص کے لیے اس کا خون اور گوشت بھی فائدہ مند ہے۔ کبوتر کا گرم خون بطور سرمہ استعمال کرنا آنکھوں میں پائے جانے والے زخم اور دھندلکے کو دور کرتا ہے۔ بالخصوص کبوتر کا خون حجاب دماغ سے آنے والی نکسیر کو بند کر دیتا ہے۔ کبوتر کے خون کو زیتون میں ملا کر جلے ہوئے زخموں پر لگانے سے بہت جلد آرام ہو جاتا ہے اور کبوتر کی بیٹ گرم ہوتی ہے بالخصوص جنگلی کبوتر کی۔ اس کی بیٹ کی ایک عجیب تاثیر یہ ہے کہ اگر اس کو پانی میں گھول کر عسر بول کا مریض اس پانی میں بیٹھ جائے تو بہت ہی صحت بخش ہے۔

عسر بول کے لیے یہ عمل

بہت آزمودہ اور مجرب ہے۔ کسی پاک وصاف برتن پر مندرجہ ذیل آیات لکھ کر اور پانی سے دھو کر مریض کو پلائیں تو ان شاء اللہ فوراً پیشاب

ہوگا۔

ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذلک لمن یشاء وما قدرو اللّٰہ حق قدرہ والارض جمیعا قبضتہ یوم القیمۃ والسموات مطویات بیمینہ سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون. رمص نفع وشفوا بفضل اللّٰہ عزوجل.

''اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرتے' شرک کے علاوہ جس کے چاہیں گناہ معاف کر دیں اور انسانوں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت نہیں پہچانی۔ حالانکہ زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان لپٹے ہوئے کاغذ کی طرح اس کے داہنے ہاتھ میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی شان شرک سے بہت بلند وبالا ہے۔''

اگر کبوتر کی بیٹ سرکہ میں ملا کر اس شخص کے پیٹ پر لیپ کر دیا جائے جو درد استسقاء میں مبتلا ہو تو ان شاء اللہ اس کو فوراً فائدہ ہوگا۔ اور اگر سرخ کبوتر کی بیٹ دو درہم کے بقدر لے کر تین درہم دار چینی میں ملا کر کسی چیز (پانی وغیرہ) کے ساتھ پی لی جائے تو پتھری والے مریض کے لیے نفع بخش ہے۔ کبوتر کا گوشت بہترین ہوتا ہے اور تولید منی وخون میں اعانت کرتا ہے۔ اگر زندہ کبوتر کا پیٹ چاک کر کے گرم گرم بچھو کے کاٹے پر (جس جگہ بچھو نے کاٹا ہے) رکھ دیا جائے تو یقینی فائدہ ہوگا ان شاء اللہ۔ کبوتر کی بیٹ کی دھونی اگر کسی وردزہ میں مبتلا عورت کو دی جائے تو ولادت میں جلدی اور آسانی ہو جائے گی۔

تعبیر

خواب میں کبوتر امین قاصد سچے دوست اور باوفا محبوب کی شکل میں آتا ہے۔ کبھی خواب میں کبوتر کا دیکھنا نوحہ پر بھی دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ شاعر کہتا ہے

صَبٌّ یَنُوْحُ اِذَا الْحَمَامِ یَنُوْحُ.

''جب کبوتر نوحہ کرتا ہے تو اس کے ساتھ عشق بھی مصروف بکا ہوتا ہے۔''

کبھی خواب میں کبوتری کا نظر آنا عربی النسل' بابرکت' خوبصورت عورت پر دلالت کرتا ہے جو کہ اپنے شوہر کے بدل کی خواہاں نہ ہو۔ اور اگر کسی مریض کے سر پر بیٹھا ہوا دکھائی دے تو یہ مریض کی موت کی طرف اشارہ ہے۔ اور اگر کسی نے بروج حمام (یعنی وہ جگہ یا گنبد جہاں کبوتر رہتے ہیں) کو دیکھا تو عورتوں اور بچوں اور لڑکوں پر دلالت کرتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ وہ کبوتروں کو دانہ ڈال رہا ہے اور ان کو بلا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ دیکھنے والا قوم کی قیادت کرے گا۔ نیز اگر کوئی شخص خواب میں کبوتر اور کوے کو ایک جگہ جمع کر لے یا ان کو ایک جگہ دیکھے تو اس کی تعبیر بھی قوم کی قیادت سے دیتے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو خواب میں اپنے غیر جنس کے ساتھ جمع ہو تو اس سے قیادت مراد ہوتی ہے اور خاص طور سے کوؤں کے سلسلہ میں یہ وجہ ہے کہ کوؤں کا شمار فاسقین میں سے ہے۔ کبوتر کی غٹرغوں (یعنی کبوتر کی آواز) خواب میں سننا اس بات پر دال ہے کہ وہ کوئی کلام باطل ہے یعنی اس کی یہ غٹرغوں کسی غلط بات کی طرف کنایہ ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص خواب میں کبوتری کی غٹرغوں سنے تو اس سے مراد عورت ہے جو اپنے شوہر سے جھگڑتی ہے۔

اور اگر کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ کبوتر اس کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا ہے تو اس سے مراد خط ہے جو عنقریب دیکھنے والے کو موصول ہوگا۔ اور اگر کوئی خواب میں یہ دیکھے کہ اس کی کبوتری اڑ گئی اور وہ لوٹ کر نہ آئی تو دیکھنے والا یا تو اپنی بیوی کو طلاق دے دے گا یا اس کی بیوی کا انتقال ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی شخص خواب میں اپنی کبوتری کے پر کاٹ دے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ اپنی بیوی کو باہر نکلنے یا بچہ جننے یا حاملہ ہونے سے روکے گا۔ اور اگر کوئی یہ خواب دیکھے کہ کبوتر اس کو راستہ دکھا رہا ہے تو دیکھنے والے کے پاس عنقریب دور دراز

مقام سے کوئی خیر (بھلائی) کی خبر آئے گی۔اور کبوتر کو خواب میں دیکھنا دوستی اور شرکت والے کے لیے خیر کی علامت ہے۔
جاماسب کا قول ہے کہ جو شخص خواب میں کبوتر کا شکار کرے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ دیکھنے والے کو اس کے دشمنوں سے مال و دولت ملے گی۔اور اگر کوئی شخص خواب میں کبوتری کی آنکھ میں نقص دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی بیوی کے دین اور اخلاق میں کمی ہے۔
ابن المقری کہتے ہیں کہ خواب میں ایسے جانور کو دیکھنا جو کبوتر کی شکل میں ہو تو اس سے مراد شریف المنسب شریف القدر ہونا ہے' کبھی کبھی خواب میں کبوتر کا آنا کھیل کود' مسرت اور دشمن پر غلبہ کی دلالت کرتا ہے۔اور کبھی اس سے مراد پاک دامن' راز دار اور بچوں پر مہربان بیوی ہوتی ہے اور کبھی اس سے مراد بہت اولاد والی عورت یا کثیر النسل مرد جو اہل بیت پر مہربان ہو۔

اَلْحُمْد

(قطاط کے بچے) اہل عرب اس پرندے سے ایک مثال بیان کرتے ہیں:
حَمْدُ قَطَاةٍ یُسَمِّیْ الارنب انْ یَصِدَهَا.
یہ مثال اہل عرب اس وقت بولتے ہیں کہ جب کوئی ضعیف شخص کسی قوی سے لڑنے کا ارادہ کرے۔میدانی نے کہا ہے کہ میں نے کسی بھی کتاب میں اس کا ذکر نہیں دیکھا۔

اَلْحُمَّر

(ایک پرندہ) اَلْحُمَّرُ (حاء پر پیش اور میم مشدد) یہ عصفور یعنی گوریا کی قسم میں سے ایک چڑیا ہے۔ابوالمہوش شاعر کہتا ہے ؎

قَدْ کُنْتُ اَحْسِبُکُمْ اَسْوَدَ خَمِیَّةٍ فَاِذَا لَصَافِ تبیض فِیْهِ الْحُمَّر

"میں نے انہیں سیاہ کوئلہ سمجھ رکھا تھا' لیکن دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ تو گورے چٹے ہیں اور ان سے انڈے نکلتے ہیں سرخ رنگ کے۔"
لصاف ایک پہاڑ کا نام ہے اور حمر کا واحد حمرۃ آتا ہے۔راجز نے یہ شعر کہا ہے ؎

و حمرات شُربهنَّ عِبٌّ اِذَا غَفَلَتُ غَفْلَةَ تَعِبُ

"اور سرخ رنگ کی شراب پینا جب کہ غافل کرے تو پھر پینا ایک عیب ہے۔"
کبھی اس کو میم کی تخفیف کے ساتھ حُمَرَة بھی پڑھتے ہیں۔

ابن لسان کا واقعہ

ابن لسان الحمرہ عرب کا مشہور خطیب گزرا ہے۔اس کا تعلق بنی تیم اللات بن ثعلبہ سے تھا اور اپنے زمانے کے بڑے علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔فصاحت اور درازئ عمر کی وجہ سے لوگ ان کا نام بطور ضرب المثل استعمال کرنے لگے تھے۔ان کا اصلی نام ورقاء بن الاشعر تھا اور کنیت ابوکلاب تھی۔ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ نے ان سے کچھ سوالات کیے جن کے انہوں نے بالکل صحیح صحیح جواب دیئے۔اس پر امیر معاویہؓ نے ان سے پوچھا کہ تم نے علم کس ذریعہ سے حاصل کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ بکثرت سوال کرنے والی زبان اور عاقل قلب سے مجھ کو یہ علم حاصل ہوا اور پھر کہا کہ امیر المؤمنین علم کے لیے آفت اضاعت اور استجاعت ہے۔

چنانچہ علم کی آفت نسیان ہے اوراس کی اضاعت یہ ہے کہ کسی نااہل کے سامنے بیان کیا جائے اوراس کی نکد (نقص) یہ ہے کہ اس میں کذب یعنی جھوٹ کی آمیزش کی جائے اوراس کی استجاعت (بھوک) یہ ہے کہ طالب علم کبھی علم سے سیر نہیں ہوتا۔

شرعی حکم

حمر کا کھانا بالاتفاق جائز ہے۔ کیونکہ یہ عصافیر کی ایک نوع ہے۔ عبادی نے کہا ہے کہ بعض علماء نے اس کو حرام کہا ہے کیونکہ یہ نہاش ہے۔ لیکن یہ قول شاذ ومردود ہے۔

حدیث شریف میں حمر کا ذکر:

ابوداؤد طیالسی اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے:

''ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ اتنے میں ایک صاحب گھونسلہ لیے ہوئے آئے اور اس میں سے انہوں نے حمرہ جانور کا انڈا نکالا تو اچانک حمرہ جانور بھی آیا اور آپ اور صحابہ کرام کے سروں پر منڈلانے لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اس پرندے کو کس نے تکلیف پہنچائی ہے؟ آپ کے سوال پر وہ صاحب بولے یارسول اللہ! میں نے اس کے انڈے نکال لیے ہیں اور حاکم کی روایت کے بموجب بچے نکال لیے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واپس کردو واپس کردو اس پر رحم کر کے۔''

اور ترمذی اور ابن ماجہ میں عامر دارمی سے ایک روایت ہے کہ:

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کی ایک جماعت ایک گھونسلہ لے کر آئی۔ انہوں نے ایک پرندہ کے بچے کو پکڑ رکھا تھا۔ وہ پرندہ آپ پر آکر منڈلانے لگا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کس نے اس کے بچہ کو پکڑ لیا ہے؟ تو ان صحابی نے عرض کیا کہ میں نے۔ پس آپ نے حکم دیا: چھوڑ دو تو چھوڑ دیا گیا۔''

کتاب الجنائز کے شروع میں ابوداؤد نے عامر دارمی کی جو روایت نقل کی ہے وہ روایت ان شاء اللہ باب الفاء میں فرخ کی بحث میں آئے گی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو انڈے اور بچہ لوٹانے کا جو حکم فرمایا تھا اس کی دو حکمتیں ہوسکتی ہیں' اول یہ کہ صحابہ کرام حالت احرام میں ہوں۔ دوسری یہ کہ اس پرندے نے جب آپ سے فریاد کی اور آپ کو اس پر رحم آ گیا تو اس صورت میں ان کا چھوڑنا لازمی تھا۔

الامثال

کسی کی طول عمری کی مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں: اَعْمَرُ مِنْ لِسَانِ الْحُمَّرَةِ (وہ لسان حمرہ سے بھی زیادہ لمبی عمر والا ہے)۔ اور کسی کے عالی نسب کے بیان میں کہتے ہیں: اَنْسَبُ مِنْ ابن لِسان الْحُمَّرَةِ (وہ ابن لسان حمرہ سے زیادہ نسب والا ہے)۔ ابن لسان الحمرہ عرب کا ایک اونچے خاندان کا فرد تھا اور نہایت متکبر تھا۔

اَلْحَمْسَةُ

اَلْحَمْسَةُ: سمندر کا ایک جانور۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ حمسہ مینڈک کو کہتے ہیں۔ حَمسةٌ کی جمع حَمَسٌ آتی ہے۔

اَلْحِمَاط

اَلْحِمَاط وَالْحُمُوْط ۔سبزی کا کیڑا۔

اَلْحَمْک

اَلْحَمْکَ : ہر قسم کے جانوروں کے چھوٹے بچوں کو کہا جاتا ہے۔''جوں'' کے معنی میں کثیر الاستعمال ہے۔قطاء اور شتر مرغ کے بچوں کو بھی کہا جاتا ہے۔نیز صغار ناس کے لیے بھی حمک کا استعمال ہوتا ہے جیسا کہ راجز کے اس قول میں **لا تعذلینی بر ذالات الحُمْکِ** یعنی ''اے محبوبہ! تو مجھ کو ملامت نہ کر اور مجھے مت کہہ کہ میں ذلیل لوگوں میں سے ہوں۔''

اَلْحَمَل

الحمل: بکری کا چھ ماہ کا بچہ۔بعض نے حمل سے مراد دُنبہ لیا ہے۔اس کی جمع حملان و احمال آتی ہے۔

حدیث شریف میں حمل کا ذکر:

ابن ماجہ نے ابو یزید انصاری سے یہ روایت نقل کی ہے:

''رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے مکان کے قریب سے گزرے تو آپؐ نے وہاں گوشت بھننے کی خوشبو محسوس کی۔آپؐ نے فرمایا یہ کس کے گھر میں ذبح ہوا ہے؟ اس پر ایک انصاری باہر نکل کر آئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے ذبح کیا ہے اپنے بچوں کے لیے۔آپؐ نے فرمایا یہ قربانی جائز نہیں ہوئی' دوبارہ کرو (چونکہ ان صاحب نے عید الضحیٰ کے دن یہ قربانی نماز عید سے پہلے ادا کر دی تھی اور یہ مسئلہ ہے کہ شہری حضرات نماز عید سے پہلے قربانی نہیں کر سکتے اور دیہاتیوں کو اجازت ہے) اس پر وہ صاحب بولے کہ یا رسول اللہ! اب میرے پاس بجز بھیڑ کے بچے کے علاوہ کوئی جانور نہیں ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اسی بچہ کی قربانی کرو اور یہ صرف تمہارے لیے اجازت ہے (یعنی اتنی کم عمر بچہ کی قربانی) تمہارے بعد اور کسی کے لیے اجازت نہیں۔''

ایک حکایت

ابو طالب مکی نے اپنی کتاب ''قوت القلوب'' کی پچیسویں فصل کے شروع میں اپنے دوستوں کی حکایت نقل کی ہے کہ ہمارے پاس ایک فقیر آیا تو ہم نے ایک پڑوسی سے بکری کا بچہ جو بھنا ہوا تھا خریدا اور اس فقیر کو اپنے ساتھ کھانے پر مدعو کیا۔کھانا شروع ہوا اور جب ان بزرگ نے بھنے ہوئے بکری کے بچہ کا ایک لقمہ اپنے منہ میں رکھا تو فوراً اگل دیا اور کہنے لگے کہ آپ لوگ کھایئے میں نہیں کھاؤں گا۔اس لیے کہ مجھے ایک حادثہ پیش آ گیا اس لیے میں نہیں کھاؤں گا۔ہم نے کہا آپ کے بغیر ہم بھی نہیں کھا سکتے' تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نہیں کھاؤں گا اور یہ کہہ کر چلے گئے۔بالآخر ہم بھی کھانے سے رُک گئے اور آپس میں بات چیت کرنے لگے کہ آخر کس وجہ سے ان بزرگ نے گوشت نہیں کھایا۔پھر مشورہ کے بعد طے ہوا کہ اس پڑوسی کو جس سے یہ بھنا ہوا گوشت لیا تھا بلا کر دریافت کریں شاید کوئی بات معلوم

ہو جائے۔ کیونکہ ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ کچھ دال میں کالا ضرور ہے جوان بزرگ نے اس کو نہیں کھایا۔

پس ہم نے اس پڑوسی کو بلایا اور پوچھا کہ بتا یہ گوشت کس چیز کا تھا لیکن اس نے کوئی تسلی بخش جواب نہ دیا۔ آخر کار ہم لوگوں نے سختی سے کام لیا اور کافی دیر بعد اس نے کہا کہ یہ مردہ بکری کا بچہ تھا اور میں نے روپوں کے لالچ میں اس کو بھون کر آپ کو فروخت کر دیا۔

راوی کہتے ہیں کہ ہم کو یہ معلوم ہو گیا تو ہم نے وہ بھنا ہوا گوشت کتوں کو کھلا دیا اور پھر ان بزرگ کی تلاش میں نکلے اور ان سے مل کر دریافت کیا کہ آخر آپ کو کیا عارضہ پیش آ گیا تھا جس کی وجہ سے آپ نے گوشت نہیں کھایا۔ انہوں نے فرمایا کہ تقریباً بیس سال ہو گئے مجھے گوشت سے بالکل رغبت نہیں ہے (یعنی اس بیس سال کے عرصہ میں شاذ و نادر ہی گوشت کھایا حالانکہ اکثر گوشت میرے سامنے ہوتا تھا لیکن کھانے کو طبیعت نہ چاہتی تھی) لیکن آج جب آپ نے یہ بھنا ہوا گوشت میرے سامنے رکھا تو میرا دل اس کو کھانے کے لیے بے انتہاء چاہا حالانکہ گوشت کی اتنی شدید خواہش پہلے کبھی نہیں تھی۔ اس لیے فوراً میرے دل میں یہ خیال آیا کہ ہو نہ ہو اس گوشت میں کوئی قباحت ہے لہٰذا میں نے کھانے سے انکار کر دیا۔

ایک عجیب حکایت

معجم ابن قانع اور طبرانی نے کرم بن سائب انصاری کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ وہ (ابن سائب) فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ مدینہ منورہ جا رہا تھا اور یہ وہ زمانہ تھا جب کہ مکہ مکرمہ میں حضور اکرم ﷺ کا چرچا شروع ہوا تھا (یعنی نبوت کا ابتدائی دور) راستہ میں جب رات ہو گئی تو ہم شب باشی کی غرض سے ایک چرواہے کے پاس ٹھہر گئے۔ جب رات کا نصف حصہ گزر گیا تو بھیڑیا آیا اور ریوڑ میں سے ایک بکری کا بچہ اُٹھا کر لے گیا' تو چرواہا جلدی سے اُٹھا اور پکار کر کہا: ''یا عامر الوادی اوذی جارک '' یعنی اے اس میدان کے جنوں کے سردار! اپنے پڑوسی کی خبر لے۔

پس اس کے یہ کہتے ہی ایک آواز سنائی دی کہ کسی نے کہا: ''یا سرحان ارسلہ '' یعنی اے بھیڑیئے اسے چھوڑ دے اس کے بعد وہ بچہ دوڑتا ہوا واپس آ گیا اور بکریوں کے گلہ میں مل گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی:

وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا.

''اور ہیں کچھ مرد انسانوں میں جو پناہ مانگتے ہیں جنوں کے مردوں کی' پس انہوں نے بڑھا دی ان کی شیخی۔''

یعنی بعض انسان بعض جنوں سے پناہ طلب کرتے تھے۔ پس جنوں نے جب یہ عمل دیکھا تو وہ (اکڑ گئے) شیخی کرنے لگے۔ یہ حکایت میزان میں اسحاق ابن حرث کے حالات میں مذکور ہے۔ نیز یہ روایت ضعیف ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا قصہ

قاضی عیاض کی کتاب الشفاء میں لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں مبتلا ہونے کا سبب یہ تھا کہ ایک دن باپ اور بیٹا دونوں ایک دسترخوان پر بیٹھے ہوئے حلوان (حمل) کا بھنا ہوا گوشت کھا رہے تھے اور آپ کے مکان سے ملا ہوا ایک یتیم بچہ کا مکان تھا۔ جب اس کو بھنے ہوئے گوشت کی خوشبو پہنچی تو اس کا دل بھی اس بھنے ہوئے گوشت کے لیے چاہنے لگا مگر ناداری اور غربت کی وجہ سے وہ رونے لگا اور ساتھ ہی اس کی بڑھیا دادی بھی رونے لگی۔ لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام اس واقعہ سے بالکل لاعلم رہے۔ لہٰذا حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے فرزند یوسف علیہ السلام کے فراق میں مبتلا کر دیئے گئے۔ اور آپ ان کے فراق میں اس قدر روئے کہ روتے روتے آپ کی آنکھیں سفید ہو گئیں۔

پھر جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے یہ قاعدہ مقرر کر لیا کہ کھانا کھانے سے پہلے چھت پر چڑھ کر یہ آواز

لگوایا کرتے تھے کہ جو کوئی بھوکا ہو یعقوب کے گھر آ کر کھانا کھالے اور جو روزہ سے ہو وہ روزہ افطار کر لے۔

اس روایت کے بارے میں علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں اس روایت کو درست نہیں سمجھتا اور میں حیرت زدہ ہوں کہ قاضی عیاض جیسے شخص نے اس واقعہ کو اپنی کتاب میں کیسے جگہ دی۔ حالانکہ یہ وہ معاملہ ذیلہ ہے جس سے حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت ضروری ہے۔ اور اس نے اس واقعہ کو اپنی کتاب میں صرف اس لیے نقل کیا ہے تاکہ میں آگاہ کر دوں کہ اس واقعہ کو میں درست نہیں مانتا۔ اگرچہ طبرانی نے اپنی کتاب ''معجم الاوسط والصغیر'' میں حضرت انسؓ کی طویل روایت بیان کی ہے جس میں یہ بھی شامل ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام جب کھانا کھانے کا قصد فرماتے تو آواز لگاتے کہ جو شخص کھانا کھانا چاہے وہ میرے ساتھ کھالے اور جب آپ روزہ رکھتے تو افطار کے وقت اعلان فرماتے کہ جو شخص روزہ دار ہو میرے ساتھ آ کر افطار کرے۔ اس روایت کو طبرانی نے اپنے شیخ محمد بن حمد الباہلی البصری سے نقل کیا ہے جو کہ نہایت ضعیف راوی ہیں۔ بیہقی نے بھی ''شعب الایمان'' میں اسی طرح اس روایت کو بائیسویں باب میں نقل کیا ہے۔

واحدی نے سورۂ یوسف کی اس آیت کی تفسیر ''انی لا جد ریح یوسف'' (تحقیق کہ میں پاتا ہوں خوشبو یوسفؑ کی) میں لکھا ہے کہ بادصبا نے اللہ رب العزت سے اجازت طلب کی کہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس خوش خبری پہنچنے سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو پہنچا دوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بادصبا کو اجازت مرحمت فرما دی اور پھر بادصبا نے اس قدر دراز مقام سے آپ کے فرزند کی خوشبو آپ کے دماغ میں پہنچا دی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر غمگین شخص بادصبا سے راحت وسکون محسوس کرتا ہے۔ یہ ہوا جانب شرق سے چلتی ہے۔

اَيَا جَبَلَىْ نَعْمَانَ بِاللّٰهِ خَلِيًّا　　نَسِيْمُ الصَّبَا يَسْرىٰ اِلٰى نَسِيْمِهَا

''اے نعمان کے پہاڑ اللہ کے واسطے تمہیں نسیم سحری کے جھونکے آتے ہیں اور صبح کی تازہ ہوا کے جھونکے غمزدہ افراد کے غموں کو دور کر دیتے ہیں۔''

فَاِنَّ الصَّبَارِيْحَ اِذَا مَاتَنَسَّمْتَ　　عَلٰى نَفْسٍ مَهْمُوْمٍ تَحَلَّتْ هُمُوْمُهَا

''کیونکہ جب نسیم سحری کے جھونکے آتے ہیں تو غمزدہ لوگوں کے غموں کو دور کرتے ہوئے نکل جاتے ہیں۔''

اَلْحُمْنَانُ

الحمنان: چھوٹی چیچڑیاں۔ اس کا واحد حَمْنَانَةٌ اور حَمْنَةٌ آتا ہے۔

اَلْحَمُوْلَة

الحمولة: امام جوہریؒ کہتے ہیں کہ حاء کے فتح کے ساتھ ہے۔ اس اونٹ کو کہتے ہیں جس سے بار برداری کا کام لیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ لفظ ہر اس جانور کے لیے استعمال ہوتا ہے جس سے بار برداری کا کام لیا جائے جیسے گدھا وغیرہ چاہے ان پر سامان لدا ہو یا نہ ہو۔

فائدہ: بقاعدہ صرف جب فعول پر ''ہ'' داخل ہوتی ہے تو وہ مفعول بہ کے معنی دینے لگتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول: وَ مِنَ الْاَنْعَامِ

حَمُوْلَةً وَّ فَرُشًا (اور جانوروں میں سے بعض بار برداری کا کام کرتے ہیں جب کہ بعض سواریوں کے کام آتے ہیں۔
''فرش'' کا بیان ان شاء اللہ باب الفاء میں آئے گا۔

اَلْحَمِيْقُ

الحمیق : ابن سیدہ کا کہنا ہے کہ یہ ایک پرندہ ہے جو قطاء اور ٹڈیوں وغیرہ کا شکار کرتا ہے اور میں نے بعض اہل علم سے سنا ہے کہ الحمیق باز کو کہتے ہیں اور تاریخ مکہ میں مذکور ابوالولید کے اس قول سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ عطاء سے ابن جریج نے معلوم کیا کہ کیا حالت احرام میں عقاب کو قتل کر سکتا ہوں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں۔ پھر پوچھا کیا صقر اور حمیق کو بھی قتل کر سکتا ہوں کیونکہ یہ دونوں مسلمانوں کے کبوتروں کو پکڑتے ہیں۔ تو عطاء نے جواب دیا کہ ہاں ان کو بھی قتل کر سکتے ہیں اور مکھی مچھر اور بھیڑیئے کو بھی قتل کر سکتے ہیں کیونکہ یہ انسان کے دشمن ہیں۔

حُمِيْل حُرُ

حمیل حُر: (حاء پر ضمہ اور کسرہ دونوں جائز ہیں) ایک پرندہ کا نام ہے۔

اَلْحَنَشُ

الحنش : (حاء اور نون پر فتحہ) سانپ کو کہتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ چت کوریا سانپ کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع احناش آتی ہے۔ اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ''احناش'' تمام دواب الارض مثلاً گوہ، قنفذ اور یربوع وغیرہ کے لیے وضع کیا گیا تھا۔ مگر اس کو بعد میں صرف سانپ کے لیے خاص کر دیا گیا۔ ذوالرمہ نے یہ شعر کہا ہے ۔

وَكَمْ حَنَشٍ ذعْفَ اللُّعَابَ كَاَنَّهُ عَلَى الشِّرْكِ الْعَادِیْ نِضْفُ عِصَامِ

ترجمہ: ''اور بہت سے کیڑے مکوڑے ایسے ہیں خصوصاً سانپ جو انسان کی زندگی کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔''

حنش ایک آدمی کا نام بھی تھا۔ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ حنش اژدہا ہے یا اس سے بھی بڑے سانپ کو کہتے ہیں۔ بعض کا خیال یہ ہے کہ سب سے کالے سانپ کو کہتے ہیں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ پرند اور ہوام میں سے جو چیز شکار کی جائے اس کو حنش کہتے ہیں۔ اور کتاب العین میں لکھا ہے کہ حنش سے چھپکلی اور ہر وہ جانور مراد ہے جس کا سر سانپ کے سر کے مشابہ ہو۔

حدیث میں حنش کا ذکر:

قتل دجال کے سلسلہ کی حدیث میں ہے:

''آپؐ نے فرمایا کہ وہ دور ایسا ہوگا کہ اس میں کینہ پروری، کینہ دوزی سب کا خاتمہ ہو جائے گا اور زہریلے جانوروں کا زہر ختم ہو جائے گا یہاں تک کہ بچہ اژدہے کے منہ میں ہاتھ ڈال دے گا مگر اژدہا اس کو نہیں ڈسے گا۔''

سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی میں خزیمہ بن جزء کی یہ حدیث منقول ہے:

''عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ ﷺ زمینی جانوروں میں سے لومڑی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ کوئی ایسا بھی ہے جو لومڑی کھاتا ہو؟ پھر میں نے پوچھا کہ کیا بھیڑیا حلال ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا کوئی بھلا آدمی بھیڑیا بھی کھاتا ہے؟'' (گویا کہ دونوں جانوروں کی حرمت کا اشارۃً اعلان کیا)

اَلْحَنْطَبُ

(ٹڈی) الحنطب: ٹڈی کو کہتے ہیں۔ لیکن خلیل نے کہا ہے کہ حناطب بچھو کو کہتے ہیں۔ حضرت حمزہ اصفہانی نے فرمایا کہ حنطب جنگلی بلا اور لومڑی کے درمیان پیدا ہونے والے جانور کو کہتے ہیں اور دلیل میں حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار پڑھے ؎

اَبُوْکَ اَبُوْکَ وَ اَنْتَ اِبْنُهٗ　　فَبِئْسَ الْبُنَیُّ وَ بِئْسَ الْاَبُ

''تیرا باپ تیرا باپ اور تو اس کا بیٹا ہے باپ بھی بدتر اور بیٹا بھی برا۔''

وَ اُمُّکَ سَوْدَاءُ نَوْبِيَّةٌ　　كَاَنَّ اَنَامِلَهَا الْحُنْظَبُ

''اور تیری ماں کالی کلوٹی حبشیہ ہے جس کی انگلیاں ٹڈی کے مشابہ ہیں۔''

يَبِيْتُ اَبُوْکَ لَهَا سَافِدًا　　كَمَا سَفَدَ الْهِرَّةُ الثَّعْلَبُ

''تیرا باپ تیری ماں سے اس طرح جفتی کرتا ہے جیسا کہ بلا لومڑی کے ساتھ۔''

اور طباخی نے سیاہ کتے کی تعریف میں یہ شعر کہے ہیں ؎

اعددت للذئب و ليل الحارس　　مصدرا اتلع مثل الفارس

''میں نے کتا پالا ہے بھیڑیئے سے بچاؤ کے لیے اور رات کو پہرہ دینے کے لیے یہ کتا شہ سوار سے بھی زیادہ بہادر ہے۔''

يستقبل الريح بانف خانس　　في مثل جلد الحنظباء انيابس

''اور اس کے ناک کے نتھنوں سے ایسی خشک ہوا نکلتی ہے جیسا کہ ٹڈی کی خشک چمڑی سے۔''

اَلْحِوَارُ

اَلْحِوَارُ: اونٹنی کا بچہ جب تک اپنی ماں کے ساتھ رہے اس وقت تک حوار اور ماں سے جدا ہونے کے بعد فصیل کہلاتا ہے۔ تین تک کے لیے اس کی جمع احورۃ اور تین سے زائد کے لیے حیران اور حوران آتی ہے اور ابن ہشام وغیرہ نے خالد بن نجیح کے حوالہ سے عبداللہ ابن انیس کے سفر میں ذکر کیا ہے (یہ سفر ۳ھ ماہ محرم میں ہوا تھا) کہ اس نے اس سلسلہ میں پانچ اشعار کہے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے ؎

تَرَكْتُ ابْنَ ثَوْرٍ كَالْحِوَارِ وَ حَوْلَهٗ　　نَوَائِحُ تُفْرِیْ كُلَّ جَيْبٍ مُقَدَّدِ

''میں نے ابن ثور کو چھوڑ دیا ایسا بے چین جیسا کہ اونٹنی کا بچہ اپنی ماں سے جدائی میں تڑپتا ہے۔ اب اس کے اردگرد رونے والیاں ہیں جو شدت غم سے پھاڑ رہی ہیں اپنے گریبان۔'' اشعار خمسہ کی تفصیل عنقریب انشاء اللہ باب العین میں آئے گی۔

الامثال

اہل عرب کہتے ہیں یَایسار کل لَحْمَ الحِوَارِ وَاشْرِب لَبَنَ العشار و اِیَّاکَ وَبَنَاتَ الاحرار. اونٹ کے بچہ کا گوشت کھاؤ اور گابھن اونٹنی کا دودھ پیو اور آزاد لڑکیوں سے خود کو بچاؤ۔اس کے پس منظر میں ایک قصہ ہے۔شاعر نے کہا ہے ؎

وَ اِنِّیْ لاخشٰی اِنْ خَطَبْتُ اِلَیْهِمْ عَلَیْکَ الَّذِیْ لاقٰی یَسَارَ الْکَوَاعِبَ

''میں تو انہیں پیغام دیتے ہوئے بھی ڈرتا ہوں کہ کہیں ان سے وہ پریشانیاں نہ اُٹھانی پڑیں جوان جیسوں سے اُٹھائی جاتی ہیں۔''

اہل عرب بے فائدہ چیز کے لیے بولتے ہیں امسخ من لحم الحوار۔شاعر کہتا ہے ؎

وَ قَدْ عَلِمَ الْغُثْرُ وَ الطَّارِقُوْنَ بِاَنَّکَ لِلضَّیْفِ جُوْع وَقُرِ

''مہمانوں کو تیرے بارے میں اس کا یقین ہو گیا کہ تیرے مہمان بھوکے تڑپتے ہیں۔''

مَسِیخٌ مَلِیْخٌ کَلَحْمِ الْحِوَارِ فَلا اَنْتَ حُلْوٌ وَ لا اَنْتَ مُرٌّ

''تو ایسا ہی ہے جیسا کہ اونٹ کے بچہ کا سڑا ہوا گوشت نہ تو اب میٹھا ہی ہے اور نہ کڑوا۔''

مسیخ اور ملیخ بے ذائقہ گوشت کو کہتے ہیں۔

بعض موقعوں پر اہل عرب یہ مثال دیتے ہیں: کَسُوْرِ الْعَبْدِ مِنْ لَحْمِ الْحِوَارِ. یہ مثال اس وقت بولتے ہیں جب کسی چیز میں سے کچھ بھی حاصل نہ ہو۔اس کہاوت کا پس منظر یہ ہے کہ ایک غلام نے اونٹنی کا بچہ ذبح کیا اور سب کا سب خود کھا گیا اور اپنے مالک کے لیے کچھ بھی نہ چھوڑا۔تب ہی سے اہل عرب نے اس چیز کے لیے جو تمام کی تمام فوت ہو جائے یہ مثال بنالی۔

اَلْحُوْتُ

(مچھلی) اَلْحُوْتُ: اس کی جمع احوات' حوتة اور حیتان آتی ہے۔اس کا مفصل بیان لفظ''سمک''کے تحت آئے گا۔ کیونکہ سمک بھی عربی میں مچھلی کو کہتے ہیں۔قرآن کریم میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:اذ تاتیھم حیتانھم یوم سبتھم الایة (جب کہ ان کا سبت' ہفتہ کا دن) ہوتا تھا تو ان کی مچھلیاں ان کے پاس بکثرت آتی تھیں اور جس دن سبت (ہفتہ کا دن) نہیں ہوتا تھا تو اس طرح نہیں آتی تھیں۔اس کے متعلق کہ مچھلیوں کو یہ علم کیسے ہو جاتا تھا کہ آج سبت کا دن ہے اور وہ شکار ہونے سے محفوظ رہیں گی۔اسی سلسلہ میں علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف توجیہات کی ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ از قسم بادل کوئی چیز ایسی بھیج دیتے ہوں جس سے مچھلیوں کو ہفتہ کے دن کا علم ہو جاتا ہو۔

(۲) یا شہد کی مکھیوں کی طرح اللہ تعالیٰ ان کی طرف بھی الہام کرتا ہو۔

(۳) یا ان کو یوم السبت (ہفتہ کا دن) کا علم اس طرح ہو جاتا ہو جیسا کہ دواب الارض کو جمعہ کے دن وقوع قیامت کا علم ہو جاتا ہے' جس کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے:

''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا جانور نہیں جس کا کہ جمعہ کے دن دل گھبرایا ہوا نہ رہتا ہو اس خطرے کے پیش نظر کہ کہیں آج قیامت قائم نہ ہو جائے (کیونکہ احادیث شریفہ سے ثابت ہے کہ قیامت جمعہ کے دن ہوگی۔''

(۴) یا حرم کعبہ کے کبوتروں کی طرح ان کو بھی سبت کے دن سلامتی کا شعور ہو جاتا تھا۔ کیونکہ حرم کے کبوتر بھی حجاج کے اتنے بڑے مجمع میں آزادی کے ساتھ پھرتے ہیں اور باوجود طبعی تنفر کے نہیں بھاگتے۔ اس لیے بہت ممکن ہے کہ ہفتہ کے دن مچھلیوں کو بھی اسی طرح کا شعور ہو جاتا ہو۔

اس سلسلہ میں بعض اصحاب تاریخ نے لکھا ہے کہ ہفتہ کے دن مچھلیاں کثیر تعداد میں اتنی قریب ہو جاتی تھیں کہ ان کو ہاتھ سے پکڑا جا سکتا تھا۔ لیکن یوم احد ہوتے ہی تمام غائب ہو جاتی تھیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ اکثر غائب ہو جاتی تھیں اور بہت کم رہ جاتی تھیں۔

علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ ہم کو باسناد صحیح حضرت سعید بن جبیر سے پہنچی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اُتارا تو اس وقت زمین پر گدھ اور سمندر میں مچھلی کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ گدھ رات کے وقت مچھلی کے پاس آ کر رہا کرتا تھا۔ جب گدھ نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا تو مچھلی کے پاس آ کر کہا کہ آج زمین پر ایسی چیز اُتری ہے جو اپنے پیروں سے چلتا ہے اور ہاتھوں سے پکڑتا ہے۔ یہ سن کر مچھلی نے کہا اگر تو سچا ہے تو دریا کے اندر مجھ کو اس سے نجات ملنے والی نہیں اور خشکی میں تجھ کو اس سے خلاصی ملے گی۔

الامثال

شاعر کہتا ہے ؎

كَالْحُوْتِ لَا يُلْهِيهِ شَئٍ يُلْهِمُهٗ يَصْبَحُ ظَمَانَ وَ فِیْ الْبَحْرِ فَمُهٗ

''مچھلی کی طرح پر کہ جسے کوئی چیز غافل نہیں کرتی۔ عجیب معاملہ ہے کہ سمندر میں رہتی ہے اور پھر بھی پیاسی۔''

یہ مثال اس شخص کے لیے استعمال کی جاتی ہے جس کے پاس مال و دولت ہو۔ مگر اعلیٰ درجہ کا بخیل (کنجوس) ہو اور اپنی دولت سے کوئی فائدہ نہ اُٹھاتا ہو۔

حدیث شریف میں مچھلی کا ذکر:

طبرانی نے اپنی معجم الاوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے:

''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس اُمت کے علماء دو قسم کے ہوں گے ایک وہ عالم ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا اور اس نے اس کو لوگوں میں تقسیم کیا اور اس کے عوض میں اس نے نہ تو کسی قسم کا معاوضہ طلب کیا اور نہ علم فروشی کو ذریعہ بنایا۔ لہٰذا یہی وہ عالم ہے جس کے لیے آسمان کے پرند، پانی کی مچھلیاں، زمین پر چلنے والے جانور اور کراماً کاتبین دعائے رحمت کرتے ہیں۔ یہ عالم اللہ تعالیٰ کی جناب میں عوام کے سردار کی حیثیت سے پہنچے گا اور یہ رسولوں اور انبیاء کی رفاقت میں رہے گا۔ دوسرا وہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں اس کو علم دیا مگر اس نے اس علم کو اللہ کے بندوں پر خرچ کرنے میں بخل کیا اور اس کے عوض میں اس نے دُنیا کمائی اور معمولی قیمت لے کر مسائل بدلتا رہا۔ یہ عالم قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے منہ میں آتشیں لگام ہوگا اور ایک پکارنے والا پکار پکار کر حاضرین کے روبرو کہے گا کہ یہ فلاں شخص ابن فلاں ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں علم دیا تھا مگر اس نے اس علم کی اشاعت میں بخل سے کام لیا اور اگر اشاعت بھی کی تو معاوضہ لے کر کی، یہ عالم جب تک حساب و کتاب سے فراغت نہ ہوگی عذاب میں مبتلا رہے گا۔'' (العیاذ باللہ)

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ

مچھلی کی سعادت کے لیے یہ امر کافی ہے کہ وہ اللہ کے نبی کا مسکن بنی۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں

پہنچا دیا تو مچھلی کو آگاہ فرمادیا کہ میں یونس کو تیرے لیے رزق نہیں بنا رہا ہوں بلکہ تیرے بطن کو یونس کی پناہ گاہ اور قید بنا رہا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کچھ مدت کے بعد حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے بطن سے نکال لیا تھا۔ مچھلی کے بطن میں حضرت یونس علیہ السلام کتنی مدت رہے اس میں اختلاف ہے۔ چنانچہ مقاتل ابن حیان تین یوم فرماتے ہیں اور عطاء سات یوم اور ضحاک بیس یوم کا قول کرتے ہیں جب کہ سدی وکلبی اور مقاتل ابن سلیمان چالیس یوم کا قول کرتے ہیں اور شعبیؒ یہ فرماتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی نے صبح کو نگلا تھا اور شام کو نکال دیا تھا۔

قرآن پاک کی اس آیت میں وَاَنْبَتْنَا عَلَیْهِ شَجَرَةً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ (اور اُگا دیا ہم نے اس پر ایک درخت بیل دار) یقطین سے مراد کدو کا درخت ہے اور اس پر جملہ مفسرین کا اجماع ہے۔ ہر وہ درخت جو زمین پر پھیلتا اور لمبا ہو جاتا ہو اور اس میں تنا نہ ہو وہ "یقطین" کہلاتا ہے۔ چنانچہ ککڑی، کھیرہ، خربوزہ اور تربوز کے درخت (بیلیں) بھی اس میں شامل ہیں۔

فائدہ: امام الحرمین سے کسی شخص نے پوچھا کہ کیا باری تعالیٰ کسی جہت میں ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بلند وبالا ہے۔ اس پر ان صاحب نے پوچھا کہ اس کی کیا دلیل ہے؟ فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کا یہ قول "لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلٰی یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی" آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ تم مجھے ترجیح نہ دینا یونس بن متی پر (آنحضور ﷺ) کا یہ قول حضرت یونس علیہ السلام کو بے حیثیت ثابت کرنے کے لیے نہیں ہے کہ یہ سمجھ لیا جائے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت یونس علیہ السلام پر خود کو ترجیح دی ہے بلکہ معاملہ ایسا ہے کہ یہود نے حضرت یونس علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا الزام عائد کر کے انہیں رسوا کیا تا آنکہ آپ سوسائٹی میں العیاذ باللہ بے حیثیت ہو گئے کیونکہ یہ سب یہود کی حماقت کا نتیجہ ہے ورنہ تو حضرت یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے معزز نبی ہیں اور آنحضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ مجھے ترجیح نہ دینا یونس ابن متی پر۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضور کسر نفسی سے کہہ رہے ہیں کہ یونس مجھ سے زیادہ فضیلت والے ہیں اور مقرب الی اللہ ہیں نہ کہ نعوذ باللہ وہ بے حیثیت ہیں۔ پھر سوال کیا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے تو امام الحرمین نے فرمایا کہ تب تک نہیں بتاؤں گا جب تک کہ میرا یہ مہمان ایک ہزار دینار حاصل کر کے اپنا قرض نہ چکا دے۔ چنانچہ اس کام کے لیے دو شخص تیار ہو گئے اور انہوں نے آپ کے مہمان کو ایک ہزار دینار ادا کر دیے۔ تب آپ نے فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام جب دریا میں کود پڑے تو آپ کو ایک مچھلی نے نگل لیا اور تہ دریا میں پہنچ کر آپ پر تین قسم کی تاریکیاں چھا گئیں (ایک دریا کی تہہ کی تاریکی، دوسری شکم ماہی اور تیسری رات کی) اس پر آپ نے اللہ تعالیٰ کو ندا دی اور دُعا کی:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ○

"اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک اور برتر ہے اپنی جان پر ظلم کرنے والا میں خود ہی ہوں نہ کہ تو۔"

اور نبی کریم ﷺ شب معراج میں جب رف رف پر سوار ہو کر اس مقام پر پہنچے جہاں پر قلموں کے چلنے کی آوازیں آ رہی تھیں اور آپؐ نے وہاں اپنے رب سے راز و نیاز کی باتیں کیں تو اس حالت میں ہونے کے باوجود "یونس ابن متی کو سمندر کی گہرائیوں میں جو قرب خداوندی نصیب تھا وہ آنحضور ﷺ کو شب معراج میں نہیں تھا۔ یعنی نبی کریم ﷺ بمقابلہ حضرت یونس قریب تر نہیں تھے۔ (ان شاء اللہ باب النون میں ملک روم کے اس خط کا جس میں حضرت معاویہؓ سے یہ سوال کیا تھا کہ وہ کون سی قبر ہے جو اپنے مردے کو لیے ہوئے چلتی تھی۔ اس کا جواب حضرت ابن عباسؓ کی جانب سے نقل کیا جائے گا)

حاکم نے مستدرک میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے:

"ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ دوران سفر ایک منزل پر ہمارا قیام ہوا۔ اس لق ودق وادی میں کسی شخص کی

آواز سنائی دی کہ وہ کہہ رہا ہے کہ "یا اللہ! مجھ کو بھی محمد (ﷺ) کی اُمت مرحومہ میں شامل کر دے۔" حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس آدمی کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ ایک شخص جس کا قد تین سو ہاتھ لمبا تھا' بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کون صاحب ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا خادم انس ابن مالک ہوں۔ ان بزرگ نے پوچھا کہ محمد ﷺ کہاں ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ یہیں قریب میں ہیں اور آپ کی دعا سن رہے ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ آپؐ جا کر محمد ﷺ سے کہہ دیں کہ آپؐ کے بھائی الیاسؑ آپؐ کو سلام کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے ان کا یہ پیغام نبی کریم ﷺ کا پہنچا دیا۔ پھر حضور اکرم ﷺ ان کے پاس گئے اور بغل گیر ہوئے اور بیٹھ کر آپس میں باتیں کرتے رہے۔ حضرت الیاس علیہ السلام کہنے لگے کہ یا رسول اللہ میں سال بھر میں صرف ایک بار کھانا کھاتا ہوں اور آج میرے افطار کا دن ہے' آپ بھی میرے ساتھ شریک ہو جائیے۔ اتنے میں آسمان سے ایک دستر خوان اترا جس میں روٹی' مچھلی اور کرفس (ساگ پات) وغیرہ تھے۔ آپ دونوں نے کھایا اور مجھے بھی کھلایا پھر دونوں نے عصر کی نماز پڑھی' پھر نبی کریم ﷺ چل دیئے۔ میں نے دیکھا کہ الیاس علیہ السلام ایک بادل پر سوار ہو کر بجانب آسمان پرواز کر رہے ہیں۔"

حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے مگر شیخ الاسلام علامہ شمس الدین ذہبی نے "میزان" میں لکھا ہے کہ حاکم کو اس جیسی حدیث کو صحیح کہتے ہوئے اللہ سے شرم نہ آئی۔ چنانچہ شیخ الاسلام نے اپنی کتاب تلخیص المستدرک میں حاکم کے اس قول کے اخیر میں "ہذا صحیح" (یہ صحیح ہے) کے بعد لکھ دیا ہے کہ میری رائے میں یہ حدیث موضوع ہے اور جس شخص نے اس حدیث کو وضع کیا ہے اللہ اس کا برا کرے اور یہ گمان نہیں تھا کہ حاکم اس کو صحیح قرار دینے کی جہالت کا ارتکاب کر سکتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعوت

قشیری نے نقل کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں ایک دن حیوانات کی دعوت کروں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے درخواست منظور فرما کر اجازت مرحمت فرما دی۔ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعوت کا سامان جمع کرنا شروع کر دیا اور اس کام میں آپ کو ایک عرصہ لگ گیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سمندر سے صرف ایک مچھلی دعوت کھانے کے لیے بھیجی۔ اس مچھلی نے وہ تمام سامان جو آپ نے ایک عرصہ دراز تک اکٹھا کیا تھا صرف ایک ہی دفعہ میں کھا لیا اور جب اس کا پیٹ نہ بھرا تو اس مچھلی نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے اور کھانے کو مانگا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ میرے پاس اب کچھ نہیں ہے جو تجھ کو اور کھانے کے لیے دوں۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس مچھلی سے سوال کیا کہ کیا تو روزانہ اتنا ہی کھاتی ہے؟ تو مچھلی نے جواب دیا کہ میری روزانہ کی خوراک اس سے تین گنا ہے لیکن آج اللہ تعالیٰ مجھے اس کے علاوہ اور کچھ کھانے کو نہیں دیں گے۔ لہٰذا آپ کو دعوت نہیں کرنی چاہیے تھی اور میں آپ کی ضیافت کی وجہ سے آج بھوکی رہوں گی۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس حکایت میں اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت اور اس کی بادشاہی کی عظمت اور اس کے وسعت خزائن کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جیسا جلیل القدر بادشاہ اور پیغمبر باوجود اپنی وسعت جہاں داری اور عظیم سلطنت کے اللہ تعالیٰ کی کثیر تعداد مخلوق میں سے صرف ایک مچھلی کا پیٹ بھی نہ بھر سکے۔ "فسبحان المتکفل بارزاق خلقه" (پس پاک ہے وہ ذات جو اپنی بے شمار مخلوق کے رزق کی حفاظت کرتا ہے)

یہاں ایک بات اور قابل توجہ ہے کہ کھانے اور پینے سے شکم سیر اور آسودہ ہونا یہ دانہ اور پانی کا فعل نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ایک عادت ہے کہ بندہ کھانے سے شکم سیر اور پینے سے آسودہ ہو جاتا ہے۔ اہل حق کا مذہب یہی ہے اور جو لوگ اس کے خلاف

عقیدہ رکھتے ہیں وہ نا قابل التفات ہے۔ مچھلی کا شرعی حکم طبی فوائد اور خواب میں تعبیر یہ سب چیزیں باب السین میں لفظ سمک کے تحت آئیں گی۔

حُوتُ الحَیضِ

(مچھلی کی ایک قسم) حُوتُ الحَیضِ: ابن زہر کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے سنا ہے جس نے اس مچھلی کو دیکھا ہے کہ حوت الحیض سمندر میں ایک بڑی مچھلی ہوتی ہے اور یہ بڑی سے بڑی کشتی کو سمندر میں چلنے سے روک دیتی ہے۔ پس جب کبھی اہل سفینہ گرفتار مصیبت ہو جاتے ہیں تو اس کی طرف حیض کے خون میں آلودہ کپڑے کا ٹکڑا پھینک دیتے ہیں تو یہ ان کپڑوں کے ٹکڑوں سے بھاگ جاتی ہے اور کشتی کے قریب نہیں آتی۔ چنانچہ حیض اس سے بچنے کا سامان ہے جو کشتی والے ہر وقت کشتی میں رکھتے ہیں۔ اس مچھلی کا نام فاطوس ہے اور مچھلی اس کشتی کے نزدیک نہیں آتی جس میں حائضہ عورت سوار ہو۔ باب الفاء میں اس کا مفصل ذکر آئے گا۔

حوت الحیض کا شرعی حکم

اس مچھلی کا حکم بھی اور دیگر مچھلیوں کی طرح ہے اور مچھلی کے خون کے بارے میں دو رائے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ بھی تمام خونوں کی طرح ناپاک ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ مچھلی کا خون پاک ہے۔ کیونکہ یہ خون خشک ہونے کے بعد سفید ہو جاتا ہے برخلاف دیگر خونوں کے کہ وہ خشک ہونے کے بعد کالے ہو جاتے ہیں۔ قرطبی نے بعض حنفیہ سے اس طرح نقل کیا ہے۔

حوت الحیض کے طبی فوائد

امام رازیؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس مچھلی کے پتہ کو گیہوں کے دانہ کے بقدر اگر کسی مرگی والے شخص کی ناک میں پھونک دیا جائے (چڑھا دیا جائے) تو اس کو مرگی سے چھٹکارہ مل جائے گا اور یہ نسخہ انتہائی مجرب ہے۔ نیز یہ بھی مجرب ہے کہ اس مچھلی کی کلیجی (جگر) کو سکھا کر پیسنے کے بعد اگر بہتے ہوئے خون پر چھڑک دیا جائے یا زخم پر رکھ دیں تو فوراً بہنا بند ہو جائے گا اور زخم خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو بھر جائے گا۔ اور اگر اس کی پشت کا گوشت لے کر چبا لیا جائے تو قوت باہ میں بہت اضافہ ہوتا ہے۔

تتمہ

خواب میں حیض سے مراد نکاح حرام ہے۔ پس جو یہ خواب دیکھے کہ وہ حائض ہے تو وہ حرام کا ارتکاب کرے گا اور اگر عورت اپنے آپ کو خواب میں حائضہ دیکھے تو معاملہ مخفی ہے اور اگر وہ خواب میں غسل کرے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کی پریشانی دور ہو جائے گی۔ اگر ایسی عورت جس کے حیض کا سلسلہ منقطع نہ ہوا ہو وہ خواب میں یہ دیکھے کہ اس کو دم استحاضہ آ رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس عورت کے گناہ کثیر ہیں۔ یہ عورت توبہ کرنے کے بعد اس پر برقرار نہیں رہتی (اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے) مرد اگر خواب میں اپنے آپ کو حائض دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ جھوٹا ہے اور اگر اپنی عورت کو حائضہ دیکھے تو اس کا معاملہ پوشیدہ ہے۔ (واللہ اعلم)

حوت موسیٰ و یوشع علیہم الصلوٰۃ والسلام

(حضرت موسیٰ اور حضرت یوشع علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مچھلی) ابو حامد اندلسیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے شہر سبتہ کے قریب اس نسل کی ایک مچھلی دیکھی ہے۔ جس کا کچھ حصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام نے کھایا تھا اور نصف حصہ کو اللہ تعالیٰ نے زندہ فرما دیا تھا اور وہ سمندر میں داخل ہو گئی تھی اور سرنگ بناتی ہوئی چلی تھی۔ اس مچھلی کی نسل دریا میں اب تک موجود ہے۔ اس مچھلی کی چوڑائی ایک بالشت

اور لمبائی ایک گز ہوتی ہے اور اس کے ایک آنکھ اور آدھا سر ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص اس کو اس جانب سے دیکھتا ہے تو مردہ سمجھ کر نہیں اُٹھاتا جب کہ وہ صحیح اور زندہ ہوتی ہے۔ لوگ اس مچھلی کو تبرک سمجھ کر دور دراز کے مقامات پر ہدیتہً لے جاتے ہیں۔ ابن عطیہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس مچھلی کو اسی طرح دیکھا ہے۔ جیسا کہ ابو حامد اندلسیؒ کا بیان ہے۔

اس مچھلی کے متعلق امام بخاریؒ نے جو روایت ابن عباسؓ سے نقل کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مچھلی اس وجہ سے زندہ ہوگئی تھی کہ اس جگہ پر عین الحیات یعنی آب حیات کا چشمہ موجود تھا اور اس کا پانی اس مچھلی سے مس ہوگیا تھا کیونکہ اس پانی کی یہ خاصیت تھی کہ جو مردہ اس پانی سے مس ہوجاتا وہ زندہ ہوجاتا۔

کلبی کہتے ہیں کہ حضرت یوشع علیہ السلام نے آب حیات سے وضو فرمایا تھا اور وضو کا بچا ہوا پانی آپ نے مچھلی پر چھڑک دیا تھا جو کہ توشہ دان میں تلی ہوئی رکھی تھی اس سے وہ مچھلی زندہ ہوکر دم مارنے لگی۔ لیکن اس کی دم پانی پر نہیں بلکہ خشکی پر پڑ رہی تھی حالانکہ پانی جاری تھا لیکن وہ جب بھی دم مارتی تو پانی خشک ہوجاتا۔

بعض مفسرین نے اس سے بھی زیادہ عجیب وغریب توجیہہ کی ہے جس جگہ سے یہ مچھلی گزری تھی وہاں خشک راستہ بن گیا اور موسیٰ علیہ السلام مچھلی کے پیچھے چلے یہاں تک کہ اس راستہ پر چل کر ایک جزیرے تک پہنچ گئے اور اس جزیرے پر آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کو پایا اور آپ نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات فرمائی۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ قطرہ آب جس سے مچھلی زندہ ہوگئی تھی ایک متوضی کے چہرے کا بچا ہوا پانی تھا اور چونکہ عبادات میں اللہ تعالیٰ نے تاثیرات بھی رکھی ہیں لہٰذا اس کے ذریعہ سے ایک مردہ مچھلی زندہ ہوگئی۔ قاعدہ ہے کہ نیک عمل سے قلب زندہ ہوجاتا ہے اور وضو بھی ایک عمل ہے۔ اس لیے اس نیک عمل کی تاثیر سے مچھلی کے زندہ ہونے کے ساتھ ساتھ (حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے رفیق حضرت یوشع علیہ السلام جو مبتلائے مشقت اور پریشان تھے) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور یوشع علیہ السلام کو بھی اپنے مقصد کی طرف راہنمائی ہوگئی اور وہ اپنی منزل کا راستہ پانے میں کامیاب ہوگئے۔ اسی طرح جوارح اور اعضاء انسانی بھی خوف وحیرت سے دوچار رہتے ہیں لیکن جونہی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے قلب میں جان پڑتی ہے تو جملہ اعضاء میں امن اور سکون پیدا ہوجاتا ہے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کی طلب وجستجو میں محنت شاقہ اُٹھائی اور آخر ایک دن (اس مچھلی کے زندہ ہونے کے ساتھ ساتھ) آپ نے ان کو پالیا۔ اسی طرح ہر طالب دین اور دُنیا کے لیے مناسب یہ ہے کہ کوشش کرتا رہے اور محنت شاقہ اور کوشش سے جان نہ بچائے۔ اس لیے کہ مسلسل کوشش اور محنت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر کامیاب ہوگیا تو غنیمت ملے گی اور اگر قتل ہوگیا تو شہادت ملے گی جیسا کہ حسین حلاج وغیرہ کے ساتھ ہوچکا جس کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں ہے۔

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مچھلی کی گزرگاہ سے پانی ہٹ گیا تھا اور ایک طاقچہ سا بن گیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام اس مچھلی کے پیچھے پیچھے چلے تو خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔''

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جتنی دیر تک مچھلی چلی تھی وہاں کا پانی جامد ہوگیا تھا اور خشک راستہ بن گیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب بھوک کا احساس ہوا تو انہوں نے حضرت یوشع علیہ السلام سے فرمایا: اٰتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا. (آلایة)

''ہمارے پاس ہمارا ناشتہ لاؤ' اس میں تو بڑی تھکن محسوس ہورہی ہے''۔

ابن عطیہ فرماتے ہیں کہ جوہری اپنے وعظ میں فرمایا کرتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی رضا جوئی کے لیے چالیس

یوم تک سفر کیا۔ لیکن آپ کو کھانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ لیکن جب ایک بشر کی تلاش میں چلے تو ایک دن ہی بھوک لگنے لگی اس میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ یہ دونوں طالب علم تھے اور طالب علم کی شان یہ ہے کہ وہ ہر مشقت کو برداشت کرے اور نہ سردی کی پرواہ کرے نہ گرمی کی' نہ بھوک کا احساس ہو اور نہ ذلت کا۔ کیونکہ مطلوب کی قدر و قیمت اس کا طالب ہی جانتا ہے اور جو شخص مطلوب کی قدر و قیمت سے واقف ہو جائے اس کے لیے تمام مصائب اور جدوجہد آسان ہو جاتی ہیں اور اصول بھی یہی ہے کہ مطلوب جس قدر اہمیت کا حامل ہو اسی کے بقدر طلب و جستجو درکار ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک قصہ طویل مقاتل کی روایت سے ان شاء اللہ باب الصاد میں ''صرد'' کے بیان میں آئے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مچھلی کی حیات ''مجمع البحرین'' (یعنی جہاں پر دو دریا ملتے ہیں) پر ہوئی تھی۔ ان سمندروں کے تعین میں بھی مفسرین کا اختلاف ہے۔ چنانچہ قتادہ کی رائے یہ ہے کہ یہ واقعہ بحر فارس اور بحر روم کے جانب شرق میں پیش آیا جہاں پر کہ یہ دونوں دریا ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ بحر اردن اور بحر قلزم کا واقعہ ہے اور بعض کے نزدیک دو بحروں سے مراد بحر مغرب اور بحر زقاق ہے' مجمع البحر (دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ) پر حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کی ملاقات میں یہ حکمت تھی کہ یہ دونوں علم کے سمندر ہیں' ایک علم ظاہری یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام علم شریعت کے سمندر ہیں اور حضرت خضر علیہ السلام علوم باطنی' علوم حقیقت واسرار ملکوت کے سمندر ہیں۔ چنانچہ ان دو علمی دریاؤں کے دو آبی دریاؤں کے پاس ملنے میں مناسبت پیدا ہوگئی۔

فائدہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام باوجودیکہ حضرت خضر علیہ السلام سے مرتبہ میں بڑے تھے' مگر آپ کو (حضرت خضر علیہ السلام کو) اس وقت تک نہ پا سکے جب تک کہ ماسوائے خضر علیہ السلام سے کنارہ کشی نہ کر لی۔ یہی حال اس بندے کا ہے جو طالب حق ہو مگر اپنے مولیٰ کا قرب اور اس کی محبت تب تک حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ غیر اللہ سے تجرد یعنی تنہائی اور کنارہ کشی اختیار نہ کرے۔ چنانچہ شیخ شبلی فرماتے ہیں:

اِنْفَرِدْ بِاللّٰهِ حَتّٰی تَكُوْنَ مُجَرَّدًا عَنِ الْاَغْيَارِ وَتَكُوْنَ وَاحِدَ اللِّوَاحِدِ فَرْدًا لِلْفَرْدِ.

''اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی تنہائی اختیار کرو جس سے کہ اغیار سے تنہائی ہو جائے اور واحد یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے واحد اور فرد (صفت الٰہی) کے لیے فرد ہو جائے (یعنی جیسے اللہ تعالیٰ واحد اور یکتا ہے اسی طرح انسان کو بھی اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے دُنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر واحد اور یکتا ہو جانا چاہیے)۔''

امام تاج الدین سکندری فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے موجودہ وقت میں آئندہ کے لیے مجرد ہو گیا یعنی اس نے آج کا کام کل پر چھوڑ دیا اور اس نصیحت پر کاربند نہ ہوا کہ ''کار امروز بفردا نگذار'' تو وہ اپنے مقصود کو بالکل ہی کھو بیٹھا اور جس نے کل کا کام آج ہی کر لیا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے ؎

لَا كُنْتُ اِنْ كُنْتُ اَدْرِیْ كَيْفَ الطَّرِيْقُ اِلَيْكَا

''میں جان کر بھی اس سے انجان ہو گیا کہ تیری طرف جانے کا راستہ کون سا ہے۔''

اَفْنَيْتَنِیْ عَنْ جَمِيْعِیْ فَكُنْتُ سَلَمَ يَدَيْكَا

''تو نے میرا دلی سکون برباد کر دیا۔ اب میں تیرے ہاتھ میں مقید ہو کر رہ گیا ہوں۔''

حضرت شیخ جنید سے کسی نے پوچھا کہ بندہ منفرد اور متمیز کب ہوتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ جس وقت وہ اپنے جوارح یعنی اعضاء کو جملہ مخالفات سے لازمی طور پر روک لیتا ہے اور اپنی خواہشات کی تمام حرکات کو فنا کر دیتا ہے تو وہ اپنے رب کی بارگاہ میں ممتاز ہو جاتا ہے

اور اس طرح اسے سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور چیز کی تمیز اور پہچان نہیں رہتی۔ کسی شاعر نے اسی مفہوم کو کیا خوب انداز میں بیان کیا ہے ؎

وَ عَنْ فَنَائِیْ فَنِیْ فَنَائِیْ وَ فِیْ فَنَائِیْ وَ جَدْتُ اَنْتَا

''میں تو فنا ہو گیا اور میرے ساتھ میرا نام اور میری ذات دونوں ختم ہو گئے مگر بعد فنا میں نے تجھے پا لیا۔''

فِیْ مَحْوَاسِمِیْ وَ رَسْمِ جِسْمِیْ سَأَلْتَ عَنِّیْ فَقُلْتُ اَنْتَا

''اور جب میں نے اپنے بارے میں سوال کیا تو جواب تیرے ہی متعلق ملا۔''

اَشَارَ سِرِّیْ اِلَیْکَ حَتّٰی فَنِیْ فَنَائِیْ وَ دُمْتَ اَنْتَا

''میرا راز یعنی عشق ہمیشہ تیری طرف اشارہ کرتا رہا یعنی میرا مطلوب اور محبوب ہمیشہ تو ہی رہا حتیٰ کہ میں معدوم (فنا) ہو گیا لیکن تو باقی رہا۔''

اَنْتَ حَیَاتِیْ وَ سِرُّ قَلْبِیْ فَحَیْثُ مَا کُنْتُ کُنْتُ اَنْتَا

''تو ہی میری زندگانی اور تو ہی میرے دل کا راز ہے۔ لہٰذا جہاں کہیں میں ہوتا ہوں وہاں تو بھی ہوتا ہے۔''

حضرت خضر علیہ السلام کا نام

حضرت خضر علیہ السلام کے نام کے سلسلہ میں شدید اختلاف ہے۔ چنانچہ بعض حضرات آپ کا اسم گرامی ''بلیابن ملکان بن قانع بن شالح بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام'' بتاتے ہیں اور یہ قول وہب بن منبہ کا ہے۔ بعض علماء آپ کا نام ''ایلیابن غامیل بن شالحین بن ارمابن علقمان بن عیصو بن اسحٰق بن ابراہیم علیہ السلام'' بتاتے ہیں۔ لیکن ثعلبی کا قول اس سلسلہ میں یہ ہے کہ آپ کا اسم گرامی ''ارمیابن حلقیا من سبط ہارون علیہ السلام'' ہے۔ اور آپ کا تعلق حضرت ہارون علیہ السلام کے خاندان سے ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ صحیح نام وہی ہے جس کو عام اہل سیر نے نقل کیا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے جیسا کہ علامہ بغوی فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کا اسم گرامی ''بلیابن ملکان'' ہے۔

جس طرح آپ کے اسم گرامی میں اختلاف ہے اسی طرح آپ کے نسب میں بھی اختلاف ہے۔ بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ آپ بنی اسرائیل کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ آپ شہزادگان میں سے تھے اور آپ کی کنیت ابوالعباس تھی۔

سہیلی فرماتے ہیں کہ آپ کے والد ماجد بادشاہ تھے اور آپ کی والدہ کا نام ''اَلْھَا'' تھا اور انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو ایک غار میں جنا تھا۔ وہاں ایک دیہاتی کے ریوڑ کی ایک بکری روزانہ آپ کو دودھ پلاتی تھی کیونکہ آپ کی والدہ نے آپ کی پیدائش کے بعد غار میں تنہا چھوڑ دیا تھا۔ پھر جب اس دیہاتی کو معلوم ہوا تو وہ آپ کو اُٹھا کر گھر لے آیا اور آپ کی پرورش کی۔ جب آپ جوان ہو گئے تو بادشاہ یعنی آپ کے والد کو حضرت شیث علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل شدہ صحیفوں کو نقل کرانے کے لیے کاتب کی ضرورت پیش آئی۔ چنانچہ بہت سے اہل علم اور اہل قلم بطور اُمیدوار بادشاہ کے پاس گئے۔ ان میں حضرت خضر علیہ السلام بھی تھے۔ بادشاہ آپ سے قطعاً ناواقف تھا۔ بادشاہ کو اور نہ کسی دوسرے کو یہ معلوم تھا کہ آپ بادشاہ کے صاحبزادے ہیں لیکن بادشاہ کو حضرت خضر کی تحریر سب سے زیادہ پسند آئی اور بادشاہ نے آپ کو کاتب کے عہدہ پر مقرر کرنے سے پہلے آپ کے حسب ونسب کی تحقیق کا حکم دیا۔ جب بادشاہ پر آپ کی پیدائش کا راز کھلا اور معلوم ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام اُس کے ہی فرزند ہیں تو بادشاہ بہت خوش ہوا اور آپ کو سینہ سے لگا لیا۔ پھر آپ کو رعایا کے امور کا والی مقرر کر دیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد آپ وہاں سے نکل کر بھاگ گئے اور صحرا نوردی اختیار کر لی اور ایک عرصہ تک ملکوں ملکوں پھرتے رہے

اور گھومتے گھومتے آپ اتفاقاً آب حیات [1] کے چشمہ پر پہنچ گئے اور اس کا پانی پی لیا۔ اس طرح آپ نے حیات جاودانی حاصل کر لی۔ چنانچہ آپ اب تک زندہ ہیں اور تا خروج دجال زندہ رہیں گے۔ آپ وہی بزرگ ہیں جن کو دجال بوٹیاں کاٹ کر مار ڈالے گا اور اللہ جل شانہٗ کے حکم سے آپ پھر زندہ ہو جائیں گے۔ باب السین میں لفظ سعادت کے تحت ان شاء اللہ صاحب ابتلاء الاخیار کا یہ بیان نقل کریں گے کہ حضرت خضر علیہ السلام ذوالقرنین کے خالہ زاد بھائی تھے۔ آپ کو خضر کا لقب کیوں ملا اس سلسلہ میں بھی علماء کے کئی اقوال ہیں۔ لیکن اکثر علماء اور مؤرخین کا یہ قول ہے کہ آپ کو خضر اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ جس زمین پر آپ تشریف فرما ہوتے وہ سرسبز ہو جاتی تھی اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ جب آپ نماز پڑھتے تو آپ کے اردگرد ہریالی (سبزہ) پیدا ہو جاتی تھی۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ پہلا قول صحیح ہے۔

آپ کی حیات جاودانی کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ چنانچہ امام محی الدین نوویؒ اور جمہور علماء کے نزدیک آپ اب تک زندہ اور موجود ہیں۔ تمام علماء اور صوفیاء اور اہل معرفت اسی کے قائل ہیں۔ علماء کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات اور سوال اور مقامات مقدسہ میں آپ کی موجودگی کی روایتیں اور اقوال بے شمار اور بہت زیادہ مشہور ہیں۔ شیخ ابوعمرو بن صلاح فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام عام علماء اور صلحاء کے ساتھ رہتے ہیں اور حیات ہیں۔ اکثر علماء کا یہی مسلک ہے۔ البتہ بعض محدثین کا آپ کی حیات کے بارے میں انکار ہے۔

ابن المنادی کا یہ قول ہے کہ کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں ہے کہ آپ حیات ہیں اور حضرت امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کی وفات ہو گئی۔ امام ابوبکر بن عربی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کی صدی ختم ہونے سے پہلے ہی آپ کی وفات ہو گئی۔ امام محمد بن اسمٰعیل بخاری سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ یہ کیسے ممکن ہے جبکہ آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"یعنی جو اس وقت سطح زمین پر موجود ہے وہ دوسری صدی کے شروع کے وقت باقی نہیں رہے گا۔"

صحیح اور راجح قول یہی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام حیات ہیں۔ چنانچہ بعض محدثین کا قول ہے کہ رسول اللہ کی وفات کے وقت حضرت خضر علیہ السلام آپؐ کے پاس موجود تھے اور جب آپؐ کو غسل دیا جا رہا تھا تو آپ نے اہل بیت سے تعزیت فرمائی تھی۔ ابن عبدالبر جو فن حدیث کے امام ہیں ان کی کتاب تمہید میں ہے کہ جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا جا رہا تھا اور کفن پہنایا جا رہا تھا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کسی کہنے والے کو یہ کہتے سنا:

"اے گھر والو! تم پر خدا کی طرف سے سلامتی ہو، ہر فنا ہونے والے کا خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی جانشین ہے اور ہر ضائع شدہ چیز کا وہی معاوضہ دیتا ہے اور مصیبت وغم کی تلافی صرف وہی کر سکتا ہے لہٰذا تم صبر کرو اور صبر سے اجر حاصل کرو۔"

اس کے بعد آپ نے اہل بیت کو دعائیں دیں۔ حاضرین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے آواز سنی مگر کہنے والے دکھائی نہ دیئے تو تمام صحابہ کرام اور اہل بیت سمجھ گئے کہ یہ آواز حضرت خضر علیہ السلام کی تھی۔

سہیلیؒ لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ خضر سے مراد ارمیاء علیہ السلام ہیں (جن کا تذکرہ گزر چکا)۔ لیکن امام ابن جریر الطبری

---

[1] آب حیات کے متعلق بہت سے فرضی قصے مشہور ہیں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور یہ قرآن وسنت کی قطعی نصوص کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کل نفس ذائقة الموت (ہر ذی روح موت کا ذائقہ چکھے گی) پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی پانی کے پینے سے موت واقع نہ ہو۔

نے اس کو غلط کہا ہے اور اس کے بطلان پر بہت سے دلائل پیش کئے جن کا ذکر طوالت سے خالی نہیں اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ آپ حضرت الیاس علیہ السلام کے ساتھی یسع ہیں اور اس سلسلہ میں سب سے عجیب قول نقاش کا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے فرعون کے بیٹے ہیں۔

اب رہا آپ کی نبوت کا معاملہ تو اس سلسلہ میں بھی اختلاف ہے۔ چنانچہ قشیری اور دیگر اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی نہیں بلکہ ولی ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ آپ نبی ہیں اور نووی نے اس دوسرے قول کو ترجیح دی ہے لیکن ماوردی نے اپنی تفسیر میں تین قول لکھے ہیں: اول یہ کہ آپ نبی ہیں، دوم یہ کہ آپ ولی ہیں اور سوئم یہ کہ آپ ملائکہ میں سے ہیں لیکن ماوردی کا یہ تیسرا قول انوکھا اور باطل ہے۔

ماوردی کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت میں علماء کا اختلاف ہے۔ کوئی آپ کو نبی اور کوئی ولی بتاتا ہے۔ لیکن اکثر کا قول یہ ہے کہ آپ نبی ہیں اور قرآن پاک کی اس آیت سے دلیل دیتے ہیں: **وما فعلته عن امری** (میں نے یہ کام از خود نہیں کیا) لہٰذا اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ آپ نبی ہیں اور جو کچھ آپ نے کیا وہ بذریعہ وحی الٰہی کیا۔ اس لیے یہ ثابت ہو گیا کہ آپ پر وحی الٰہی آتی تھی اور دوسری دلیل نبوت خضر علیہ السلام پر یہ دیتے ہیں کہ آپ کا علم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ تھا اور یہ امر دور از قیاس ہے کہ ولی بمقابلہ نبی کے زیادہ عالم ہو۔ اور جو لوگ نبوت خضر علیہ السلام کے منکر ہیں انہوں نے اس دلیل کی تردید میں یہ مہمل دلیل پیش کی ہے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے نبی کو یہ حکم دیا ہو کہ خضر علیہ السلام سے کہہ دو کہ وہ ایسا کریں۔ لیکن اس بات کی کوئی سند موجود نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد نبوت میں اور کوئی نبی موجود نہیں تھا۔ کیونکہ حضرت یوشع علیہ السلام کو اس وقت تک نبوت عطا نہ ہوئی تھی۔ نیز یہ کہ حضرت یوشع علیہ السلام بھی بوقت ملاقات خضر علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام کے رفیق سفر تھے اور انہوں نے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سمندر میں مچھلی کے گھس جانے کی اطلاع دی تھی۔

آپ کے رسول ہونے میں بھی اختلاف ہے۔ پس ثعلبی کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت شعیب علیہ السلام کے بعد مبعوث فرمایا اور آپ زندہ ہیں۔ لیکن اکثر لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات آخر وقت میں ہوگی۔ جب قرآن کریم کو دُنیا سے اُٹھالیا جائے گا۔

کشتی غلام اور قریہ کے متعلق حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا قصہ بہت مشہور ہے۔ ہم نے طوالت اور شہرت کے سبب سے اس کو بیان نہیں کیا۔

فائدہ: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت خضر علیہ السلام سے جدا ہونے لگے تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے موسیٰ! اگر آپ صبر کرتے تو ایک ہزار عجوبہ و نادر واقعات آپ پر ایسے منکشف ہوتے جو ان واقعات سے بھی جو آپ نے ملاحظہ فرمائے ہیں عجیب تر ہوتے۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آپ کی جدائی پر رونا آ گیا اور حضرت خضر علیہ السلام سے فرمایا کہ اللہ کے نبی مجھے نصیحت فرما دیجئے۔ چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ نصیحتیں کیں:

۱۔ آپ اپنی آخرت کی فکر کریں اور لایعنی باتوں کی جستجو میں نہ پڑیں۔
۲۔ امن و امان کے وقت خوف کو نہ بھولیں اور خوف کی حالت میں امن سے مایوس نہ ہوں۔
۳۔ اعلانیہ باتوں میں تدبیر سے کام لیں اور قدرت ہوتے ہوئے احسان کرنا نہ چھوڑیں۔
۴۔ کبھی لجاجت نہ برتیں اور بغیر ضرورت سفر نہ کریں اور جب تک کوئی انتہائی تعجب خیز بات نہ سنیں ہنسیں نہیں۔

۵۔ خطاوار لوگوں کو ان کی خطاؤں پر جب کہ وہ اظہار ندامت کر لیں عار نہ دلائیں اور جب آپ سے کوئی خطا سرزد ہو جائے تو اس پر اے ابن عمران ندامت کے آنسو بہالیں۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی نعمتیں تمام کرے اور آپ کی عمر کو اپنی اطاعت میں تمام کرے اور دشمن سے آپ کی حفاظت فرمائے۔ اس کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ بھی مجھ کو نصیحت فرمادیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ نصیحتیں فرمائیں:

۱۔ غصہ سے اجتناب کرو اور اگر کسی پر غصہ کریں تو صرف اللہ کے معاملہ میں کر سکتے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ کرنے کے سلسلہ میں غصہ اور سختی کرو اور اس میں کسی کی رعایت نہ کرو)۔

۲۔ کسی سے سوائے اللہ کے بارے میں راضی نہ ہوں۔

۳۔ دُنیا سے محبت نہ کرنا اور نہ اس سے بغض رکھیں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے انسان ایمان سے خارج اور کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔

پھر حضرت خضر علیہ السلام نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دُعائیں دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت میں آپ کی مدد فرمائے اور آپ کو آپ کے جملہ امور میں سرور وخوشی عطا فرمائے اور مخلوق کے دلوں میں آپ کی محبت پیدا فرمائے اور اپنے فضل سے نوازے۔ حضرت موسیٰ نے اس دُعا پر آمین فرمایا۔

اوپر کی یہ پوری روایت سہیلی کی ہے۔

علامہ بغوی فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے علیحدگی کا قصد فرمایا تو ان سے نصیحت کرنے کو کہا۔ تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ علم کو اس لیے مت طلب کرو کہ اسے صرف لوگوں کے سامنے بیان کیا جائے بلکہ علم کو عمل کے لیے حاصل کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ

ابوبکر بن ابی الدنیا کی کتاب ''الھواتف'' میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات ہوئی تو حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کو یہ دُعا سکھائی اور فرمایا کہ اس دُعا کا اجر عظیم ہے اور جو شخص ہر نماز کے بعد اس کو پڑھے اس پر رحمت خداوندی نازل ہوتی ہے۔ دُعا یہ ہے:

يَا مَنْ لَا يُشْغِلُهُ سَمْعٌ عَنْ سَمْعٍ وَيَامَنْ لَا تُغَلِّطُهُ الْمَسَائِلُ وَيَامَنْ لَا يُبْرِمُهُ اِلْحَاحُ الْمُلِحِّيْنَ اَذِقْنِيْ بَرْدَ عَفْوِكَ وَحَلَاوَةَ رَحْمَتِكَ.

ایک عجیب حکایت

حافظ ابوبکر خطیب بغدادی نے اپنی کتاب ''المتفق والمتفرق'' میں اسامہ بن زید تنوخی کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ خلیفہ ولید بن عبدالملک اور اس کے بعد خلیفہ ہشام بن عبدالملک کی جانب سے مصر کے گورنر تھے (یہ وہی سلیمان ہے جس نے مصر کے جزیرہ فسطاط میں مقاس النیل العتیق کی تعمیر کی تھی اور ابن یونس نے اس کا ذکر اپنی تاریخ میں کیا ہے)۔

خطیب آگے لکھتے ہیں کہ اسکندریہ میں ایک بت تھا جس کا نام شراحیل تھا۔ یہ بت سمندر کے کنارے لگا ہوا تھا اور اس بت کی ایک انگلی قسطنطنیہ کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ اس کے بارے میں یہ معلوم نہیں کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے کا تھا یا سکندر اعظم کے زمانے کا۔ اس بت کے پاس مچھلیاں کثرت سے جمع رہتی تھیں اور لوگ ان کا شکار کیا کرتے تھے۔ اس بت کا قد اتنا لمبا تھا کہ اگر آدمی سیدھا

ہو کر اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے تب اس کے برابر ہو سکتا تھا۔ پس ولید بن عبدالملک بن مروان کے مقرر کردہ گورنر مصر اسامہ بن زید تنوخی نے ولید کو لکھا کہ امیر المؤمنین ہمارے پاس اسکندریہ میں ایک بت سمندر کے کنارے کھڑا ہے جس کو شراجیل کہتے ہیں۔ یہ بت تانبے کا ہے اور ہمارے پاس پیسہ (سکوں) کی قلت ہے۔ اگر امیر المؤمنین حکم دیں تو ہم اس کو اُتار کر اس کے سکہ بنالیں۔ جیسی بھی آپ کی رائے ہو مطلع فرمائیں۔ ولید نے جواب میں لکھا کہ تم اس بت کو تب تک نہ اُتارنا جب تک کہ میں تمہارے پاس پرکھنے والے اشخاص نہ بھیج دوں۔ چنانچہ ولید نے چند پرکھنے والوں کو بھیجا اور انہوں نے اس بت کو سمندر کے کنارے سے اُٹھایا تو اس کی آنکھیں قیمتی یاقوت کی نکلیں اور یہ دونوں یاقوت اس قدر قیمتی تھے کہ کوئی ان کی قیمت کا اندازہ نہ کر سکا۔ اسامہ نے بت کو ڈھلوا کر اس کے سکے بنوالیے۔ جب یہ بت سمندر کے کنارے سے ہٹالیا گیا تو بت کے ہٹتے ہی مچھلیاں وہاں سے چلی گئیں۔ ادھر اُدھر کبھی اس جگہ پر مچھلیاں نہیں دیکھی گئیں ورنہ مچھلیاں ہر وقت وہاں موجود رہتی تھیں اور اس قدر ہوتی تھیں کہ ہاتھوں سے پکڑی جایا کرتی تھیں۔

اَلْحُوْشِیُّ

الحوشی: وحشی اونٹ کو کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ وحشی اونٹ حوش کی جانب منسوب ہیں اور ''حوش'' جنات کا سانڈ ہے۔ اہل عرب کا گمان ہے کہ اس حوش (سانڈ) نے بعض اونٹنیوں سے جفتی کر لی تھی۔ لہٰذا یہ نسل اس کی جانب منسوب ہے۔

اَلْحُوْصَلُ

(ایک بڑا پرندہ) اس پرندہ کا پوٹا کافی بڑا ہوتا ہے اور اس کے پروں سے پوستین بنائی جاتی ہے۔ اس کی جمع حواصل آتی ہے۔

ابن بیطار کہتے ہیں کہ یہ پرندہ مصر میں کثرت سے پایا جاتا ہے اور ''بجع'' و ''جمل ماء'' اور کئی دوسرے ناموں سے جانا جاتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں سفید اور کالا۔ کالا انتہائی بدبودار اور ناقابل استعمال ہوتا ہے۔ لیکن سفید عمدہ ہوتا ہے اس میں حرارت کم اور رطوبت زیادہ ہوتی ہے۔ اس کی عمر بہت کم ہوتی ہے۔ اس کا استعمال ان لوگوں کے لیے مفید ہے جن کا مزاج گرم ہو جن پر صفراء غالب ہو جائے۔ جوانوں کے لیے بھی اس کا استعمال فائدہ مند ہے۔ یہ تفصیل ابن بیطار کی ہے لیکن لوگوں میں اس کے خلاف مشہور ہے کہ یہ نہایت گرم ہوتا ہے۔ بھیڑ اور لومڑی سے بھی زیادہ حرارت اس میں ہوتی ہے اور اس کا پوٹا انسان کے معدہ کی طرح ہوتا ہے۔

شرعی حکم

حوصل کا کھانا جائز ہے جیسا کہ رافعی وغیرہ سے مذکور ہے اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس میں ''طیر ماء'' کی صورت کیوں نہیں اختیار کی گئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ صورت ان پرندوں کے لیے ہے جو ہمیشہ پانی میں رہتے ہوں اور یہ پرندہ پانی میں تو جاتا ہے لیکن پھر علیحدہ ہو جاتا ہے۔ یعنی گھریلو بطخ کے مانند ہے۔

علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ میں نے اس پرندہ کو مدینہ طیبہ میں دیکھا ہے کہ ان پرندوں میں سے ایک پرندہ کئی سال تک وہاں رہا اور نالیوں وغیرہ میں پھرتا رہتا تھا۔

اَلْحُلَانُ

(بکری کے پیٹ میں پایا جانے والا بچہ) اصمعی کہتے ہیں کہ حلان چھوٹی بکریوں کو کہا جاتا ہے۔ لیکن ابن سکیت کہتے ہیں کہ حلان

سے مراد بکری کا وہ بچہ ہے جو قربانی میں ذبح کیا جا سکے۔

حدیث میں ذکر:

''حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بکری کے بارے میں جو گابھن تھی اور جسے ایک محرم نے قتل کر دیا تھا۔ یہی فیصلہ فرمایا تھا کہ اس کے ضمان میں اس قسم کی بکری دی جائے (الحدیث)۔''

دوسری حدیث میں ہے کہ:

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس طریقہ پر ذبح کئے گئے جیسا کہ نہایت ہی بے دردی سے بکری کے پیٹ میں موجود بچہ کو ذبح کر دیا جاتا ہے یعنی ان کا خون بکری کے بچے کے خون سے بھی زیادہ بے قیمت اور ارزاں سمجھا گیا۔''

اس کا حکم ان شاء اللہ آگے بیان کریں گے۔

حَیْدَرَة

شیر کے ناموں میں سے ایک نام۔

حدیث میں حیدرۃ کا ذکر:

بخاری اور مسلم نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے:

''غزوۂ خیبر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور علی رضی اللہ عنہ اس وقت آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ آپؐ نے یہ پیغام بھجوایا تھا کہ ''کل میں محاذ کا نشان (جھنڈا) اس شخص کو دوں گا جو اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے اور اس کے رسول کا بھی اور جو خود بھی خدا اور اس کے رسول سے عشق رکھتا ہے۔'' حضرت سلمہ فرماتے ہیں کہ: میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا۔ علی رضی اللہ عنہ شدید آشوب چشم کی وجہ سے خود نہیں چل سکتے تھے اس لیے میں آپ کا ہاتھ پکڑ کر لے آیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں پر لگایا جس سے فوراً ہی ان کی آشوب چشم کی بیماری جاتی رہی اور پھر آپؐ نے جھنڈا انہیں دے دیا۔''

راوی آگے کہتے ہیں کہ یہود کی جانب سے مرحب، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لیے نکلا اور یہ اشعار پڑھتا ہوا آیا ۔

قَدْ عَلِمَتْ خَیْبَرُ اِنِّیْ مَرْحَبٌ شَاکِیَ السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبٌ

''اہل خیبر جانتے ہیں کہ میں مرحب پہلوان ہوں ہتھیار بند اور آزمودہ کار جنگ۔''

اِذَا الْحُرُوبُ اَقْبَلَتْ تَلَتَهِبُ

''جب لڑائی شروع ہو جاتی ہے اور چنگاریاں اُڑنے لگتی ہیں تو میں بھی سامنے آتا ہوں۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کے جواب میں یہ اشعار کہتے ہوئے آگے بڑھے ۔

اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَةْ کَلَیْثِ غَابَاتٍ کَرِیْهَهُ الْمُنْظَرِةْ

''میں وہ ہوں کہ جس کی والدہ نے اس کا نام حیدرہ رکھا تھا اور میں جھاڑی کے اس شیر کی طرح ہوں جس کی طرف دیکھتے ہوئے بھی لوگ کانپتے ہیں۔''

اکیلھم بِالسَّیْفِ کَیْلَ السَّنْدَرَۃِ [1]

''اور میں تلوار سونت کر بجلی کی طرح دشمن پر جا پڑتا ہوں۔''

یہ کہہ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب مرحب پر وار کیا تو اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور خیبر فتح کر لیا۔ سہیلیؒ فرماتے ہیں کہ قاسم بن ثابت نے ''حیدرۃ'' کی وجہ تسمیہ کے بارے میں تین قول نقل کیے ہیں:

(۱) کتب قدیمہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام اسد لکھا ہوا تھا اور اسد اور حیدر شیر کے لیے مرادف الفاظ ہیں اس لیے حیدرہ کہا گیا ہے۔

(۲) آپ کی ولادت سعیدہ کے وقت آپ کے والد (حضرت ابو طالب) گھر پر موجود نہیں تھے تو والدہ فاطمہ بنت اسد نے اپنے باپ کے نام پر آپ کا نام اسد رکھ دیا۔ پھر جب آپ کے والد تشریف لائے تو انہوں نے آپ کا نام علی (رضی اللہ عنہ) رکھا۔

(۳) بچپن میں آپ کا لقب حیدرہ تھا۔ چونکہ آپ کا جسم شیر کی طرح پر گوشت اور شکم بڑا تھا لہٰذا آپ کو بھی حیدرہ کہا جانے لگا۔ اسی وجہ سے ایک چور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نافع نامی قید سے بھاگتے ہوئے یہ کہا تھا ۔

وَ لَوْ اَنِّیْ مَکَثْتُ لَهُمْ قَلِیْلاً لَجَرُّوْنِیْ لِحَیْدَرَۃِ الْبَطِیْن

''اگر میں ان کی قید میں کچھ دن اور رہتا تو وہ ضرور مجھ کو کھینچ کر کلاں شکم کے سامنے ڈال دیتے۔''

کہتے ہیں کہ جنگ خیبر سے پہلے مرحب نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس کو ایک شیر نے پھاڑ دیا ہے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بوقت مبارزت مرحب کے سامنے یہ اشعار پڑھے تو مرحب کو اپنا خواب یاد آ گیا اور وہ موت کے ڈر سے کانپنے لگا۔

ایک فقہی مسئلہ

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے ایک شرعی مسئلہ یہ نکلتا ہے کہ جنگ میں اس طریقہ پر بازی لگانا جائز ہے کہ بازی لگانے والا اگر قتل کر دیا جائے تو عام مسلمانوں کو اس سے ضرر نہ پہنچے۔ پس اگر کوئی کافر مبارزت کا مطالبہ کرے تو کسی مسلمان کو اس کے مقابلہ کے لیے نکلنا مستحب ہے۔

ابوداؤد نے باسناد صحیح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ:

''غزوہ بدر کے دن مسلمانوں کے مقابلہ پر سب سے پہلے عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ اور ولید پسر عتبہ میدان جنگ میں آئے اور مبارزت طلب کی۔ چنانچہ ان کی پکار پر تین انصاری جوان ان سے مقابلہ کے لیے نکلے۔ عتبہ نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے اپنا پتہ بتایا۔ اس پر عتبہ نے کہا کہ ہمارا تم سے کوئی جھگڑا نہیں ہے ہم تو صرف اپنے قریشی رشتہ داروں کو

---

[1] السندرۃ: ایک پیمانہ ہوتا ہے۔ اگر اس شعر میں السندرہ سے مراد نا پنا لیا جائے تو شعر کا ترجمہ یہ ہوگا:

''میں دشمنوں کو اپنی تلوار سے اس طرح ناپتا ہوں جس طرح سندرہ ناپتا ہے۔''

چاہتے ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن الحرث رضی اللہ عنہم کو نکلنے کے لیے فرمایا۔ چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ عتبہ کے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے بھائی شیبہ کے اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ ولید بن عتبہ کے مقابلہ میں آ کھڑے ہوئے۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ اور ولید کے درمیان صرف دو دو ہاتھ چلنے پائے تھے کہ دونوں زخمی ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شیبہ اور عتبہ کو قتل کرنے کے بعد ہم دونوں چچا بھتیجا ولید کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو قتل کر کے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اُٹھا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ کے زخموں سے خون فوارے کی طرح بہہ رہا تھا۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بولے کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا میں شہید مروں گا؟ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں۔ یہ جواب سن کر حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کاش! آج ابو طالب زندہ ہوتے تو ان کو ہمارے حق پر ہونے کا یقین آتا۔ نیز انہیں پتہ چلتا کہ جو مضمون انہوں نے شعر میں پیش کیا ہے اس کے مصداق ہم ہیں بمقابلہ ان کے۔''

حضرت ابو طالب کا وہ شعر یہ ہے ؎

وَ لَا نُسَلِّمُهٗ حَتّٰى نُصَرِّعَ حَوْلَهٗ   وَ نُذْهِلَ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

''ہم ان کو (رسول اللہ کو) قطعاً تمہارے حوالے نہیں کریں گے اور تم ان کو اسی وقت پکڑ سکتے ہو جب ہماری لاشیں گر جائیں اور ہم اپنی اولاد اور بیویوں سے بچھڑ جائیں۔''

اس کے بعد آپ نے یہ اشعار پڑھے ؎

فَاِن تقطعو ارجلی فَاِنِّیْ مُسْلِمٌ   اَرْجِیْ بِهَا عَيْشًا مِنَ اللّٰهِ عَالِيًا

''اگرچہ دشمنوں نے میرا پاؤں کاٹ ڈالا (مگر مجھ کو کوئی غم نہیں اس وجہ سے کہ) میں مسلمان ہوں اور اس کی بدولت مجھ کو اللہ تعالیٰ سے ایک بلند پایہ زندگی یعنی شہادت کی اُمید ہے۔''

وَ اَلْبَسَنِیْ الرَّحْمَانُ مِنْ فَضْلٍ مِنْهُ   لِبَاسًا مِنَ الْاِسْلَام غَطّٰى الْمَسَاوِيَا

''اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھ کو اسلام کا ایسا لباس پہنا دیا ہے جس نے کہ میری برائیوں کو چھپا لیا ہے۔''

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ:

''خندق کی جنگ میں عمرو بن عبدود دعوت جنگ دیتے ہوئے سامنے آیا وہ سر سے پاؤں تک لوہے سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس کی پکار پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اس کا مقابلہ کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ عمرو ہے بیٹھ جاؤ۔ عمرو نے دوسری بار آواز دی کہ کیا کوئی مرد نہیں ہے جو میرے مقابلہ پر آوے اور کہنے لگا کہ اے مسلمانو! وہ تمہاری جنت کہاں گئی جس کی نسبت تمہارا دعویٰ تھا کہ تم میں سے جو بھی مارا جاوے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اب تم میں سے میرے مقابلے کے لیے کوئی کیوں نہیں نکلتا؟ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر کھڑے ہوئے اور اجازت طلب کی۔ آپؐ نے پھر وہی الفاظ کہہ کر آپ کو بٹھا دیا۔ تیسری بار عمرو نے پھر للکارا اور رجز یہ اشعار پڑھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر کھڑے ہوئے اور عرض کیا اگر عمرو ہے تو آپؐ کچھ پرواہ نہ فرمائیں، صرف مجھ کو اجازت دے دیں۔

چنانچہ اس بار آپؐ نے اجازت دے دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور عمرو[1] کے مقابل پہنچ گئے۔ عمرو نے پوچھا کہ لڑکے تو کون ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ میں علی ابن ابی طالب ہوں۔ عمرو نے یہ سن کر کہا کہ بھتیجے مجھے تمہاری ضرورت نہیں۔ میں تو تیرے رشتہ داروں میں سے کسی کو چاہتا ہوں جو عمر میں تجھ سے زیادہ ہو۔ کیونکہ مجھے یہ بات بری معلوم ہوتی ہے کہ میں تیرا خون بہاؤں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم مجھ کو تو یہ برا معلوم نہیں ہوتا کہ میں تیرا خون بہاؤں یہ جواب سن کر عمرو غصہ سے سرخ ہو گیا اور گھوڑے سے اُتر کر تلوار سونت لی۔ جو آگ کے شعلے کی طرح چمک رہی تھی۔

پھر آگ بگولہ ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوا اور تلوار کا وار کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنی ڈھال پر روکا۔ مگر وار اس قدر شدید تھا کہ تلوار ڈھال کے اندر گھس گئی اور آپ کے سر مبارک کو بھی زخمی کر دیا۔ اس کے بعد شیر خدا نے اس پر جوابی حملہ کیا اور اس کے شانے پر ذوالفقار حیدری کی ایسی کاری ضرب لگائی کہ وہ مردہ ہو کر زمین پر گر پڑا۔ چونکہ غبار کافی چڑھا ہوا تھا اور جنگ کا منظر کسی کو دکھائی نہ دیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نعرہ تکبیر بلند فرمایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو پتہ چلا کہ عرب کا مشہور پہلوان قتل ہو گیا۔''

بعض روایات میں آیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عمرو کا مقابلہ ہوا تو آپؐ نے فرمایا تھا:

اَلْیَوْمَ بَرَزَ الْاِیْمَانُ کُلُّهٗ لِلشِّرْکِ کُلِّهٖ. ''کہ آج ایمان مجسم (علیؓ) کفر مجسم (عمرو) سے صف آراء ہے۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تلوار کا نام ذوالفقار تھا۔ اس کو ذوالفقار اس لیے کہتے تھے کہ اس کے وسط میں کچھ نشانات تھے اور یہ تلوار منبہ بن حجاج کی تھی اور غزوہ بدر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے سامان میں سے ملی تھی اور آپؐ نے اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دیا تھا۔ یہ تلوار خانہ کعبہ کے قریب پائے جانے والے دفینے کے لوہے سے تیار شدہ تھی جو جرہم یا کسی غیر کے دفینہ کے ساتھ برآمد ہوا تھا۔ عمرو بن معدیکرب کی تلوار بھی اسی لوہے کی تھی۔

تتمہ

مقدمۃ العسکر (مقدمۃ الجیش یا سپہ سالار) کے لیے مناسب ہے کہ وہ مندرجہ ذیل حیوانی صفات سے متصف ہو قوت قلب میں شیر کی مانند ہو جو نہ ہمت ہارتا ہے اور نہ پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے۔ کبر میں چیتے کی طرح ہو۔ کیونکہ چیتا دشمن کے سامنے جھکتا نہیں۔ شجاعت میں ریچھ کی طرح' کیونکہ ریچھ اپنے تمام اعضاء سے دشمن کو مارتا ہے۔ حملہ کرنے میں خنزیر کی طرح ہو جو حملہ کرنے کے بعد پیٹھ نہیں پھیرتا۔ اور غارت گری میں بھیڑیئے کی طرح جو اگر ایک جانب سے ناکام ہوتا ہے تو فوراً دوسری جانب سے حملہ کرتا ہے۔ ہتھیاروں کا بوجھ اُٹھانے میں چیونٹی کی طرح جو اپنے وزن سے کئی گنا زیادہ وزن اُٹھا لیتی ہے اور ثابت قدمی میں پتھر کی طرح جو اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا اور وفاداری

---

[1] عمرو بن عبدود (جس کا اوپر حدیث میں تذکرہ ہے) عرب کا ایک مشہور پہلوان تھا اور تن تنہا کئی سو آدمیوں کے لیے کافی سمجھا جاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ قریش کے تجارتی قافلہ پر ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا جو تعداد میں پچاس تھے مگر عمرو بن عبدود نے تنہا ان پر حملہ کر کے ان کو بھگا دیا۔ عمرو بن عبدود غزوہ بدر میں زخمی ہو گیا تھا اور میدان جنگ سے بھاگ گیا تھا کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انتقام نہ لے لوں گا تب تک سر میں تیل نہ ڈالوں گا۔ چنانچہ یہ مستقل انتقام کے فکر میں لگا رہا اور غزوہ خندق کے دن یہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آیا اور ایک جگہ سے جہاں پر خندق کی چوڑائی کم تھی' وہاں سے اس نے گھوڑا کودا کر اندر گھس گیا اور مقابلہ کے لیے للکارنے لگا۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا۔

میں کتے کی طرح جو اپنے مالک کے پیچھے آگ میں بھی داخل ہونے سے گریز نہیں کرتا اور صبر میں گدھے کی طرح اور موقع شناسی میں مرغ کی طرح جو کبھی موقع سے نہیں چوکتا اور حفاظت میں سارس کی طرح اور محنت ومشقت میں بھڑ کی طرح۔ بھڑ ایک چھوٹا سا جانور ہوتا ہے جو خراسان میں پایا جاتا ہے۔

اَلْحَیْرَمَۃ

(گائے) اَلْحَیْرَمَۃ: اس کی جمع حیرم آتی ہے۔ جیسا کہ ابن احمر نے اپنے اس شعر میں استعمال کی ہے ۔

تَبَدَّلَ اُدْمًا مِنْ ظَباء وَ حَیْرَمَا

''ہرن کا چمڑا گائے کا چمڑا بن جاتا ہے۔''

اَلْحَیَّۃ

(سانپ) [1] الحیۃ: اسم جنس ہے مذکر اور مونث سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ مذکر اور مونث میں تمیز کرنے کے لیے اس طرح استعمال کرتے ہیں ھذا حیۃ ذکر وھذا حیۃ انثی. مبرد نحوی نے اپنی کتاب ''الکامل'' میں ذکر کیا ہے کہ اس میں تا جنس کے لیے ہے کہ دجاجۃ اور بطۃ میں اگر چہ بعض اہل عرب سے یہ استعمال بھی مروی ہے۔ کہتے ہیں رایت حیا علی حیۃ (میں نے ایک سانپ کو سانپنی کے اوپر دیکھا) اور حیۃ کی جانب نسبت کا استعمال حیوی ہوتا ہے۔ حیات کے مذکر کے لیے حیوت بھی مستعمل ہے جیسا کہ اصمعی کے اس شعر میں ۔

وَ یَاْکُلُ الْحَیَّۃُ وَ الْحَیُوْتَا وَ یَخْنِقُ الْعَجُوْزَ اَوْ تَمُوْتَا

''سانپ مچھلیوں کو تو کھا جاتا ہے لیکن بوڑھیوں کو چیر پھاڑ کر رکھ دیتا ہے۔''

ابن خالویہ لکھتے ہیں کہ عربی زبان میں سانپ کے ایک سو نام ہیں۔ اور سہیلی نے مسعودی سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب سانپ کو زمین پر اُتارا تو سب سے پہلے بجستان میں اس کا نزول ہوا۔ چنانچہ بمقابلہ دیگر ممالک کے بجستان میں آج بھی سانپوں کی کثرت ہے اور اگر عربد (قسم سانپ) ''جو سانپوں کو کھا جاتا ہے'' نہ ہوتا تو سانپوں کی کثرت کی وجہ سے اہل بجستان اس کو خالی کر دیتے۔ کعب احبار فرماتے ہیں کہ سانپ کو اللہ تعالیٰ نے اصفہان میں ابلیس کو جدہ میں حضرت حوا کو عرفات میں اور حضرت آدم علیہ السلام کو جبل سراندیپ میں اُتارا۔

سراندیپ (لنکا)

بحر ہند میں مملکت چین کا ایک جزیرہ ہے۔ اس کا پہاڑ اس قدر بلند ہے کہ جہاز سے سفر کرنے والے اس پہاڑ کو کئی دن کی مسافت کی دوری سے دیکھ لیتے ہیں۔ اس پہاڑ کے ایک پتھر پر حضرت آدم علیہ السلام کے قدم شریف کا نشان بنا ہوا ہے اور روزانہ رات کے وقت اس نشان پر بجلی جیسی چمک دکھائی دیتی ہے۔ حالانکہ اس وقت آسمان پر بادل کا نام ونشان تک نہیں ہوتا اور روزانہ اس نشان مبارک پر بارش کا

---

[1] عمان: عمان میں سانپ کا عام نام غل ہے جس کی جمع غیلان ہے۔ یہ لفظ پیٹ کے کیڑوں کے لیے بھی مستعمل ہے۔

ہونا لازمی ہے جو اس نشان کو دھوتی ہے۔

کہتے ہیں کہ اس پہاڑ پر یاقوت[1] سرخ اور الماس پایا جاتا ہے اور بارش ہوتی ہے تو پانی کے بہاؤ کے ساتھ اوپر سے نیچے آ جاتا ہے۔ اور قزوینی نے لکھا ہے کہ یہاں پر عود ہندی بھی کافی تعداد میں دستیاب ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ جبل سراندیپ ''ساتید ما'' کے قریب ہے۔ ساتید ما ایک جزیرہ ہے جو بحر ہند اور بحر قلزم کے اتصال پر واقع ہے۔ ''ساتید ما'' عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی خون ریزی کے ہیں' اس کو ساتید ما اس وجہ سے کہتے ہیں کہ کوئی دن ایسا نہیں جاتا جو وہاں پر خون ریزی نہ ہوتی ہو۔ البکری نے اپنی کتاب معجم میں اور جوہری نے سیبویہ سے نقل کر کے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ قیصر روم اور کسریٰ فارس میں جنگ ہوئی۔ قیصر کسریٰ کی مملکت میں داخل ہو گیا۔ مگر کسریٰ نے جوابی حملہ کر کے اس کو پسپا کر دیا اور فوج لے کر اس کے تعاقب میں نکلا اور جزیرہ ساتید ما میں اس کو جا کر گھیر لیا۔ قیصر کی فوج گھر جانے کے بعد اس قدر مرعوب ہوئی کہ بلا جنگ کے بھاگ پڑی۔ لیکن کسریٰ کی فوجوں نے ان کو کتوں کی طرح موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ لیکن قیصر روپوش ہو گیا اور ہاتھ نہ آیا۔ اس واقعہ کی منظر کشی کرتے ہوئے شاعر نے کہا ہے ؎

لَمَّا رَاَت سَاتِیدمَا اسۡتَعۡبَرَتۡ لِلّٰہِ دَرُّ الیوم من لامَهَا

''محبوبہ نے میرے خونی آنسوؤں کو دیکھا مگر پھر بھی اس کے آنسو جاری نہیں ہوئے۔ اس کی اس سخت دلی پر اگر کوئی اسے ملامت کرے تو ٹھیک ہی ہے۔''

سانپ کی مختلف اقسام ہیں مثلاً رَقۡشَاءَ اس سانپ کو کہتے ہیں جس کے بدن پر سفید اور کالے نقطے ہوتے ہیں۔ اس کو رَقۡطَاءَ بھی کہتے ہیں۔ یہ سانپ چت کوریا سانپوں میں سب سے خبیث ہوتا ہے۔ نابغہ نے سلیم کی تعریف میں یہ اشعار کہے ہیں ؎

فَبِتُّ کَاَنِّیۡ سَاوَرَتۡنِیۡ ضَئِیۡلَۃٌ مِنَ الرُّقۡشِ فِیۡ اَنۡیَابِھَا السَّمِ نَاقِعٌ

---

[1] یاقوت: اس کو انگریزی میں (RUBY) ہندی میں مانک' پنجابی میں لعل اور سنسکرت میں پدم راگ کہتے ہیں۔ اس کا عربی نام ''لعل'' ہے۔ دنیا میں جو جواہرات پائے جاتے ہیں اور اعلیٰ درجہ کے ہیں ان کو ماہرین نے قیمت کے اعتبار سے اس طرح لکھا ہے:

(۱) الماس (۲) یاقوت (۳) زمرد (۴) نیلم (۵) مروارید (۶) پکھراج (۷) مرجان (۸) زرقون (۹) لہسنیا۔

ان جواہرات کو اول درجہ کے جواہرات بھی کہتے ہیں۔ ہندی میں ان کو ''نورتن'' اور عربی میں ''جواہر تسعہ'' کہتے ہیں۔ مغل بادشاہ اکبر نے بھی اسی مناسبت کے لحاظ سے اپنے لیے نو مشیر منتخب کیے تھے جو نورتن کے نام سے پکارے جاتے تھے۔

اول درجہ کے جواہرات کے اعتبار سے یاقوت دوسرے نمبر کا جواہر ہے اور اس کا شمار اعلیٰ درجہ کے قیمتی پتھروں میں ہوتا ہے۔ یہ پتھر چمکدار اور بلوری لال رنگ کا ہوتا ہے جو اندھیری رات میں بھی چمکتا ہے۔ قدیم زمانے کے شعراء اس کی سرخی کو محبوب کے ہونٹوں سے تشبیہ دیتے تھے۔ اس کا استعمال زیورات کی زیبائش دوبالا کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ خصوصی طور پر بادشاہ اور امراء لوگ اس کو اپنے پاس رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ اس کو خوش بختی اور ازدواجی زندگی کی خوش گواری سے منسوب کرتے ہیں۔

اقسام: رنگ کے اعتبار سے یاقوت کی چار قسمیں ہیں: (۱) سرخ حمری' جو کہ گہرا لال رنگ کا ہوتا ہے (۲) سرخ اودی' جو کہ گلابی رنگ کا ہوتا ہے (۳) سرخ نارنجی' جو کہ گہرے لال رنگ کے ساتھ کچھ معمولی پیلاہٹ لیے ہوتا ہے (۴) سرخ لیموی' جو کہ پختہ لیمو سے مشابہت رکھتا ہے۔ یعنی زردی مائل سرخ' ویسے اکثر ماہرین جواہرات کے مطابق سب سے اعلیٰ یاقوت وہ ہے جس کا رنگ کبوتر کے تازہ خون سے ملتا ہو۔

شناخت: اس پتھر کے اصلی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ صرف الماس (ڈائمنڈ) سے ہی کٹتا ہے اگر اس کے علاوہ کسی اور پتھر یا کسی اور چیز سے کٹ جائے تو یہ نقلی ہوگا اور یہ پتھر بہت ہلکا ہوتا ہے۔

تاریخ وابستگی: زمانہ قدیم سے یاقوت کا تذکرہ ملتا ہے۔ مگر مختصراً چند تاریخی وابستگیاں حسب ذیل ہیں:

(۱) روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو انگوٹھی پہنتے تھے ان میں یاقوت کے نگینہ کی بھی ایک انگوٹھی تھی۔

(۲) حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کہ یاقوت فقر کو زائل کرتا ہے۔

(۳) شیخ محمد بابویہ کی کتاب "ثواب الاعمال" میں درج ہے کہ یاقوت کی انگوٹھی پہننا ثواب ہے۔

(۴) حضرت مفضل بن حمر سے روایت ہے کہ حضرت علی بن موسیٰ رضا نے ارشاد فرمایا کہ یاقوت کی انگوٹھی پہننا بہترین ہے۔

(۵) تحفہ عالم شاہی میں تحریر ہے کہ یاقوت رکھنے سے قدر و منزلت اور عزت بڑھتی ہے۔

(۶) حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ یاقوت پہننا فخر اور کار ثواب ہے اور بچوں کے گلہ میں ڈالنے سے مرض ام الصبیان نہیں ہوتا اور اگر حاملہ عورت اس کو بازو پر باندھ لے تو اس کو اسقاط حمل کا ڈر نہیں رہے گا اور ساتھ ساتھ ورم کے لیے بھی مفید ہے۔

(۷) حضرت امام موسیٰ رضا سے روایت ہے کہ یاقوت کی انگوٹھی محتاجگی سے بچاتی ہے۔

(۸) ارسطو نے یاقوت کے متعلق تحریر کیا ہے کہ یہ دشمن کو زیر کرتا ہے۔ اس کے پہننے سے قوت ارادی اور حوصلہ بلند ہوتا ہے اور انسان بڑے بڑے کام بغیر کسی جھجک کے کر گزرتا ہے۔

(۹) ایک اعلیٰ قسم کا یاقوت محمود غزنوی کو سومنات کے مندر سے ملا تھا۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کا وزن ۱۴۵ کیرٹ تھا اور محمود غزنوی نے اس کو تاحیات اپنے پاس رکھا مگر بعد میں اس کا کچھ پتہ نہ چلا۔

دُنیا کے مشہور یاقوت: (۱) مشہور عالم یاقوت "برما اسٹار روبی" امریکہ کے قدرتی تاریخی چیزوں کے لیے بنائے گئے عجائب گھر میں موجود ہے۔ اس کا وزن ۱۰۰ کیرٹ ہے۔ یہ ایک نایاب یاقوت شمار کیا جاتا ہے۔

(۲) روس کے عجائب گھر میں زار روس کے تاج کا ایک نگینہ موجود ہے جو اس نے ۱۷۷۸ء میں حاصل کیا تھا۔ اس کا حجم چھوٹے انڈے کے برابر ہے اور وزن ۱۱۰ کیرٹ ہے۔ یہ بھی مشہور عالم یاقوت ہے۔

(۳) ملکہ وکٹوریہ کے تاج میں ایک یاقوت جڑا ہوا ہے جو خوب صورتی کے لحاظ سے یکتا ہے۔

(۴) شہنشاہ ایران کے پاس بھی ایک قیمتی یاقوت تھا جو آج کل ایران کے عجائب گھر میں ہے۔

یاقوت کے طبی فوائد: مفرح قلب اور مقوی اعضاء رئیسہ ہے۔ خون کو متحرک کرتا ہے اور تھرمبوسس (فالج ولقوئی) کے لیے مفید ہے۔ نبض کی رفتار کو اصل حالت میں رکھتا ہے۔ خون صاف رکھتا ہے اور پیاس کی شدت کو کم کرتا ہے۔ نیز امراض قلب کے لیے بھی مفید ہے۔ مرگی، جنون، طاعون اور گنٹھیا کو شفاء دیتا ہے۔ رطوبت خشک کرتا ہے اور جگر کو طاقت بخشتا ہے۔ نیز وحشت کو دور کرتا ہے اور جریان کے لیے مجرب ہے۔ سیلان الرحم کی شکایت دور کرتا ہے۔ اس کا سرمہ آنکھ کی تمام بیماریوں کو دور کرتا ہے۔ آنکھوں کی بینائی بڑھاتا ہے۔ دافع زہر ہے اور کمزوری کو دور کرتا ہے۔

یاقوت کے سحری خواص: فراخ دلی اور محبت بڑھاتا ہے۔ ازدواجی زندگی میں مفید اور خوش گوار ہے۔ اس کا رنگ مزاج میں تیزی اور پھرتی پیدا کرتا ہے اور روزگار میں ترقی کا باعث ہے اس کو برابر دیکھنے سے بینائی میں اضافہ ہوتا ہے۔ انسان کی ہمت بڑھاتا ہے دل میں وسوسہ پیدا نہیں ہونے دیتا اور انسان میں آخر تک مقابلہ کی صورت میں جرأت پیدا کرتا ہے۔ خود اعتمادی اور ہوشیاری پیدا کرتا ہے۔ بڑے لوگوں سے تعلقات بڑھانے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

(۳) الماس: اس کا عربی نام ہے۔ انگریزی میں ڈائمنڈ (DIAMOND)' پنجابی میں ہیرا اور سنسکرت میں ہیرک کہتے ہیں۔ یہ بلوری رنگ کا صاف اور شفاف پتھر ہے اور دُنیا میں جو اعلیٰ قسم کے نو جواہرات پائے جاتے ہیں ان میں اس کا اول نمبر ہے یعنی دُنیا کے سب قیمتی پتھروں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اس کی چمک دمک وخوبصورتی اور سختی طرہ امتیاز ہے۔ اسے شاہی پتھر بھی کہا جاتا ہے اور اسی وجہ سے خزانوں میں محفوظ رکھا جاتا ہے۔ تمام اقوام عالم میں اسے بیک وقت دوسرے تمام جواہرات پر ترجیح دی ہے اور پرانے قلمی نسخوں میں اس کی نشاندہی ۵۰۰ قبل مسیح کی گئی ہے۔

الماس کی اقسام: اس کی بے شمار اقسام ہیں۔ لیکن اہل یورپ اس کی تقسیم چار اقسام میں کرتے ہیں:

(۱) الماس خاص: یہ بلور کی طرح شفاف ہوتا ہے اور اسے سب سے قیمتی اور اعلیٰ پتھر سمجھا جاتا ہے۔ اس کا استعمال نگینوں وزیورات میں کیا جاتا ہے۔

(۲) بورٹ: یہ بھورا سیاہی مائل پتھر ہوتا ہے۔ اس کو صنعتی ضروریات میں استعمال کیا جاتا ہے۔

(۳) بالاس: یہ پتھر بہت سخت ہوتا ہے اور اس میں چمک بالکل نہیں ہوتی اور یہ بھی صنعتی استعمال میں لایا جاتا ہے۔

(۴) کاریونڈا: یہ کالے رنگ کا پتھر ہوتا ہے اور صنعتی استعمال میں لایا جاتا ہے۔

الماس کی شناخت: الماس سختی کے لحاظ سے سب سے سخت پتھر ہوتا ہے۔ اگر یہ پتھر نیلم اور یاقوت کو کاٹ دے تو یہ اصلی الماس ہوگا بصورت دیگر نقلی۔

تاریخی وابستگی: اس کی اہمیت مندرجہ ذیل تاریخی واقعات سے لگائی جاسکتی ہے:

کوہ نور ہیرا: یہ ہیرا آج سے تقریباً ۵۰۰۰ سال پہلے گوداوری کے دریا کے دہانے سے ملا تھا۔ یہ ہیرا ہندوستان کے اکثر شاہان اور شہزادگان کی ملکیت میں رہا اور روایت ہے کہ قیمتی اور لاثانی ہونے کی وجہ سے سب کی نظریں اس پر لگی ہوئی تھیں۔ یہ سازشوں کا باعث بنا۔ مالوہ کے راجہ اس کو اپنی پگڑی میں لگایا کرتے تھے اور ان کا اعتقاد تھا کہ جس دن یہ پگڑی سے گر جائے گا تو وہ دن رعایا کے لیے باعث تباہی ہوگا۔ اور ۱۳۰۴ء میں ایک دن راجہ کی پگڑی سے بھرے دریا میں گر گیا تو اسی سال سلطان علاؤ الدین نے مالوہ پر حملہ کر کے یہ ہیرا مالوہ کے راجاؤں سے حاصل کر لیا۔ اسی طرح ایک دن یہ ہیرا مہاراجہ بکرم جیت جو گوالیار کا راجہ تھا کے پاس پہنچ گیا۔ ۱۵۲۶ء میں پانی پت کی جنگ کے بعد ابراہیم لودھی کی والدہ نے یہ ہیرا دے کر اپنی اطاعت کا اظہار کیا۔ شہنشاہ ہمایوں نے یہ ہیرا اپنے والد بابر کی خدمت میں پیش کیا۔ بابر نے یہ ہیرا پھر اپنے چہیتے بیٹے ہمایوں کو واپس کر دیا اور پھر روایات کے بموجب اس ہیرے کی برکات کی وجہ سے مغل سلطنت پورے ہندوستان پر چھا گئی۔

کہا جاتا ہے کہ مغلیہ سلطنت میں اس ہیرے نے شہنشاہ اکبر کے زمانے میں سب سے زیادہ چمک دمک دکھائی اور اسی وجہ سے شہنشاہ اکبر کا عہد دور مغلیہ میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ اکبر کے ہی دور میں پھر اچانک اس ہیرے کی چمک دمک کم ہوگئی تو شہنشاہ اکبر کے دو بیٹے فوت ہو گئے اور شہزادے سلیم نے بغاوت کر دی۔ اور شکستہ دل اکبر ۱۶۰۵ء میں انتقال کر گیا۔

۱۷۳۸ء میں نادر شاہ نے ہندوستان پر چڑھائی کر کے فتوحات حاصل کیں۔ بعد میں ایک دوستی کا معاہدہ مغلوں اور نادر شاہ میں ہوا۔ معاہدہ کی رسم دستخط کے وقت مغل شہزادہ اس ہیرے کو اپنے پگڑی میں لگا کر نادر شاہ کے سامنے آیا تو نادر شاہ نے اس ہیرے کو دیکھتے ہی اپنی پگڑی شہزادہ کے سر پر اور شہزادے کی پگڑی اپنے سر پر رکھ لی "جسے پگڑی بدلنا کہتے ہیں" اس طرح یہ ہیرا نادر شاہ کے ہاتھ لگا۔ نادر شاہ کے بعد اس کے بیٹے شاہ رُخ کو یہ ہیرا ملا اور پھر شاہ رُخ سے افغانستان کے بادشاہ احمد شاہ کو ملا اور پھر احمد شاہ کے جانشینوں سے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ہاتھ لگا۔ لیکن ۱۸۴۹ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بیٹے دلیپ سنگھ کو انگریزوں کے ہاتھ شکست ہوگئی اور کوہ نور ہیرا برطانیہ کے قبضہ میں آیا اور ملکہ وکٹوریہ تک پہنچا اور آج تک وہیں شاہی خزانے میں محفوظ ہے۔

ریجنٹ ہیرا: یہ ہیرا ۱۶۱۶ء میں گولکنڈہ سے ایک قیدی کو مشقت کے دوران ملا۔ اس ہیرے کے ملنے کے بعد یہ قیدی قید سے فرار ہو گیا اور ایک جہاز سے سفر کرنے لگا اور بطور کرایہ اس نے جہاز کے کیپٹن کو دے دیا۔ کیپٹن نے اس ہیرے کو ایک ہندو ساہوکار کو فروخت کر دیا۔ اس کے بعد کئی ہاتھوں میں

''میں نے رات گزاری اس پریشانی اور بے قراری میں جیسا کہ میں سانپ کی گرفت میں ہوں اور اس کا دہانہ زہر سے لبریز ہو۔''

تَبَادَرُهَا الرَّاقُوْنَ مِنْ شَرِّ سَمِّهَا فَتَطْلِقُهُ يَوْمًا وَ يَوْمًا تُرَاجِعُ

ہوتا ہوا فرانس کے بادشاہ لوئیس تک پہنچا۔ لوئیس نے اس کو اسی ہزار پونڈ میں خرید لیا۔ مگر یہ لوئیس کے لیے منحوس ثابت ہوا۔ کیونکہ اس کے خریدتے ہی انقلاب کی ابتداء ہوگئی اور لوئیس کی حکومت تباہ و برباد ہوگئی۔ آج کل یہ ہیرا فرانس کی اپالو گیلری میں موجود ہے۔

اکبر شاہ ہیرا: اس ہیرے پر عربی میں دو عبارتیں کندہ ہیں:

(۱) اکبر شاہ شاہ عالم ۱۰۲۸ھ (۲) شاہ جہاں دو جہاں ۱۰۳۹ھ۔

یہ ہیرا لندن لایا گیا اور اس کو گیکواڑ آف بڑودہ میں ۷۵۰۰۰ ڈالر میں خریدا۔ اس کا وزن ۷۲ کیرٹ ہے۔

شاہ ہیرا: یہ بہت مشہور ہیرا ہے اور اس کا وزن ۸۸ کیرٹ ہے اور ایک نایاب ہیرا ہے۔ اس پر تین نام کندہ ہیں:

(۱) اکبر شاہ (۲) نظام شاہ اور (۳) فتح علی شاہ۔

اس ہیرے کا فارس (ایران) کی تاریخ سے قریبی رشتہ ہے۔ ۱۸۲۹ء میں شہزادہ خسرو نے زار نکولاس کو روسی سفیر کے تہران میں قتل ہونے کے عوض میں دیا جو آج کل ماسکو کے عجائب گھر میں ہے۔

سانسی ہیرا: اس ہیرے کی ایک لمبی اور دلچسپ داستان ہے مگر مختصر یہ کہ ''مسٹر ڈی سانسی'' جن کا فرانس کے دربار سے تعلق تھا انہوں نے ہنری سوئم شہنشاہ فرانس کی درخواست پر اس ہیرے کو سوئٹزر لینڈ کے ہاتھوں رہن رکھنے کے لیے بھیجا۔ مگر یہ ہیرا لے جانے والا شخص اس ہیرے کی وجہ سے راستہ میں قتل ہوگیا۔ مگر قتل سے پہلے اس شخص نے اس ہیرے کو نگل لیا۔ بعد میں مسٹر سانسی نے اس کا پیٹ چاک کر کے اس ہیرے کو نکلوا لیا اور شہنشاہ جیمز اول (انگلستان) کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ جیمز نے اس ۱۶۶۱ء میں فرانس کے بادشاہ کو فروخت کر دیا اور ۱۶۷۶ء میں فرانس کے لوئیس نے رسم تاج پوشی کے وقت اپنے تاج میں لگوایا۔ لیکن پھر انقلاب فرانس کے دوران یہ ہیرا غائب ہوگیا۔ لیکن ۱۸۶۵ء میں بمبئی کی مشہور پارسی سر جمشید جی جیجا بھائی نے اسے خرید لیا اور پھر اس کے لڑکے نے مہاراجہ پٹیالہ کو فروخت کر دیا۔ اس ہیرے کا وزن ۵۵ کیرٹ تھا۔

الماس (ہیرا) کے طبی فوائد: اس پتھر کو عورت کے زانو پر باندھنے سے دردزہ سے نجات ملتی ہے اور معدہ پر لٹکانے سے انسان درد شکم اور پیچش سے محفوظ رہتا ہے۔ دل کے نزدیک لٹکانے سے دل قوی ہوتا ہے اور مرگی جیسے موذی مرض کو دور کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

اکسیر اعظم: ہیرے کا کشتہ اکسیر روح حیات اور معاون حیات ہے۔ یہ متعدد لاعلاج امراض کے لیے شافی ہے۔ دُنیا کے کسی بھی طریقہ علاج میں ہیرے کے کشتہ سے موثر اور مکمل علاج ذیابیطس (پیشاب میں شکر آنا) اور فالج ولقوہ اور دق وغیرہ کا نہیں۔ ذیابیطس کے مریض کے لیے صرف اس کی چار خوراکیں کافی ہیں۔ اسی طرح دمہ، لقوہ وغیرہ کے لیے بھی آخری علاج کی حیثیت رکھتا ہے اور چند خوراکوں میں تندرستی بخشتا ہے۔ اوپر بیان کئے گئے کسی بھی مرض کے لیے اس کی ایک خوراک کی مقدار دو چاول کے برابر ہے اور ان تمام بیماریوں کے لیے اس کا کشتہ ہفتہ میں صرف ایک بار استعمال کرایا جاتا ہے۔

خام ہیرا (بغیر کشتہ شدہ) کا ایک ذرہ بھی اگر انسانی معدہ میں چلا جائے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہ اتنا سخت ہوتا ہے کہ جسم کے جس حصہ میں جاتا ہے اس کو کاٹتا چلا جاتا ہے۔ اس کا علاج کافی مشکل ہے تاہم حکماء نے کہا ہے کہ اگر گائے کا دودھ پلا کر تے کرا دیں تو بچنے کے امکانات ہو جاتے ہیں یا چند کھٹل پیس کر دودھ میں ملا کر پلانے سے بھی آرام آجاتا ہے۔

الماس کے سحری خواص: اس کو دیکھنے سے دل کو تقویت ملتی ہے۔ طبیعت میں بشاشگی پیدا ہوتی ہے اور قوت ارادی میں پختگی آتی ہے اور اس کے پہننے سے انسان آسمانی بجلی سے محفوظ رہتا ہے۔ اس پر سورج کی کرنیں خاص اثر کرتی ہیں جس سے ذہنی خلفشار دور ہوتا ہے اور مزاج میں یکسانیت پیدا ہوتی ہے۔

''اس کے ڈسنے پر منتر کرنے والے زہر سے بچانے کے لیے منتر پڑھنے لگے لیکن یہ منتر کبھی کامیاب اور کبھی ناکام۔''

تَسْهَرُ مِنْ لَيْلِ التَّمَامِ سَلِيْمَهَا ۔۔۔ كَحُلِيِّ نِسَاء فِيْ يَدَيْهِ قَعَاقِعُ

''سانپ کا ڈسا ہوا ایسی بیدار رات گزارتا ہے جیسا کہ عورتوں کے ہاتھوں میں گھنگرو والے زیور۔''

ایک دوسرے شاعر نے کہا ہے ؎

وَ هُمْ ايْقَظُوْا رَقطَ الافاعی و نبهوا ۔۔۔ عَقَارب لَيْلٍ نام عنها حَوَاتِهَا

''وہ بیدار ہے جیسا کہ سانپ کا ڈسا ہوا بیدار رہتا ہے اور راتوں کو بچھو جو ادھر اُدھر پھرتے ہیں لیکن سونے والے سوتے ہیں۔''

وَ هُمْ نَقَلُوْا عَنِّيْ الَّذِيْ لَمْ افه بِهٖ ۔۔۔ وَ مَا افةُ الاخبارِ اِلَّا رُوَاتُهَا

''لوگوں نے محبوب کے بارے میں میری طرف منسوب کر کے وہ باتیں کیں جو میرے وہم وخیال میں بھی نہیں تھیں اور واقعہ یہ ہے کہ بہت سی مصیبتیں غلط خبریں اُڑانے والوں کی وجہ سے کھڑی ہوتی ہیں۔''

اہل عرب کا خیال ہے کہ چت کوریا سانپ گونگا ہوتا ہے اور اسی طرح شتر مرغ بھی گونگا ہوتا ہے۔

علی ابن نصر جہضمی کا واقعہ

کہتے ہیں کہ میں متوکل کے پاس پہنچا تو دیکھا وہ رفق کی تعریف کر رہا ہے۔ میں نے کہا امیر المومنین اصمعی نے میرے سامنے یہ اشعار پڑھے ہیں ؎

لَمْ اَرَ مِثْلَ الرِّفْقِ فِيْ لِيْنِهٖ ۔۔۔ اَخْرَجَ لِلْعَذْرَاء مِنْ خِدْرِهَا

''میں نے نرمی میں اس سے بڑھ کر کسی کو نہیں پایا۔ یہ نرمی ہی ہے جو دوشیزہ کو اس کے محفوظ مکان سے نکال لائی۔''

مَنْ يَسْتَعِنْ بِالرِّفْقِ فِيْ اَمْرِهٖ ۔۔۔ يَسْتَخْرِجُ الْحَيَّةَ مِنْ جُحْرِهَا

''اور جو بھی اپنے کاموں میں بجائے گرمی کے نرمی برتے گا تو کامیاب ہوگا۔ دیکھو سپیرا سانپ کو اس کے بل سے نرم رویہ اپنا کر ہی نکالتا ہے۔''

متوکل نے یہ شعر سن کر غلام کو کاغذ اور قلم لانے کے لیے حکم دیا۔ چنانچہ غلام نے کاغذ اور قلم خدمت میں پیش کر دیئے تو متوکل نے ان اشعار کو اپنے ہاتھ سے لکھا اور مجھے انعام عظیم سے نوازا۔ ابوبکر داؤد فرماتے ہیں کہ امیر المومنین مستعین باللہ نے نصر بن علی کے پاس ایک پروانہ بھیجا جس میں لکھا تھا کہ آپ کو عہدہ قضاء کے لیے منتخب کیا جاتا ہے۔ چنانچہ جب ان کو یہ پروانہ ملا تو عبدالملک نے ان کو استخارہ کا حکم دیا۔ چنانچہ نصر اپنے گھر واپس آئے اور دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دُعا مانگی: ''اے اللہ! اگر میرے لیے تیرے نزدیک کوئی خیر ہے تو مجھے موت دے دے۔'' اور اس کے بعد سو گئے۔ چنانچہ جب لوگوں نے ان کو جگایا تو مردہ پایا۔ یہ واقعہ ربیع الآخر ۲۵۰ھ کا ہے۔

سانپ کی ایک قسم ''ازعر'' بھی ہے کہ یہ کثیر التعداد بھی ہے۔ اسی کی ایک قسم (ازب) ہے۔ یہ سانپ بالوں والے ہوتے ہیں۔ اور ایک قسم کا نام ''ذوات القرون'' ہے۔ اس سانپ کے سینگ ہوتے ہیں۔ لیکن ارسطو نے اس قسم کے وجود کا انکار کیا ہے۔ مگر ''راجز'' نے یہ شعر کہا ہے ؎

وَ ذَاتَ قَرْنَيْنِ طَحُوْنُ الضِّرْسِ ۔۔۔ تَنْهِسُ لَوْ تَمَكَّنَتْ مِنْ نَهْسٍ

تُدِيْرُ عَيْنًا كَشِهَابِ الْقَبَسِ

''وہ سانپ سینگوں والے اور داڑھ والے ہیں اگر وہ اپنے دانت گھسا دیں تو گھس کر ہی رہ جائیں ان سانپوں کی آنکھوں سے زہر کے شعلے نکلتے ہیں۔''

سانپ کی ایک قسم ''شجاع'' ہے جس کا ذکر ان شاءاللہ باب الشین میں آئے گا۔ ایک قسم ''عربد'' کہلاتی ہے۔ یہ بہت بڑے بڑے ہوتے ہیں اور دوسرے سانپوں کو کھا جاتے ہیں اور ایک قسم ''اصلہ'' ہے۔ یہ بہت بڑا سانپ ہوتا ہے اور اس کی شکل انسانوں سے ملتی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب یہ سانپ ہزاروں سال کا ہو جاتا ہے تو اس کا چہرہ انسانوں جیسا ہو جاتا ہے۔ اس سانپ کا ایک خاص وصف یہ بھی ہے کہ یہ انسان کو نگاہ سے ہی ہلاک کر دیتا ہے۔ یعنی جس کسی انسان کی اس پر نظر پڑی اور آنکھیں چار ہوئیں تو فوراً انسان مر جاتا ہے۔

ایک قسم ''صل'' ہے اس کو ''مکللة'' بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے سر پر تاج ہوتا ہے۔ یہ سانپ انتہائی زہریلا ہوتا ہے اور جس جگہ سے گزر جاتا ہے اس کو جلا دیتا ہے اس کے بل کے آس پاس کسی قسم کی سبزی اور ہریالی وغیرہ پیدا نہیں ہوتی اور اگر کوئی پرندہ اس کے بل کے آس پاس سے گزرتا ہے تو وہیں گر کر مر جاتا ہے۔ نیز اگر کوئی حیوان بل کے قریب سے گزرتا ہے تو وہیں ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی شکاری اس پر تیر سے وار کرتا ہے تو وہیں سے سوار کو اور سواری کو بھی ہلاک کر دیتا ہے۔ کیونکہ یہ تاثیر اس کی پھنکار اور آواز میں ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک گھوڑ سوار نے اس کو نیزے سے مارا تو گھوڑا اور سوار دونوں مر گئے۔ یہ سانپ ترکستان میں بکثرت پایا جاتا ہے۔

سانپ کی ایک قسم ''ذوالطفتین'' ہے اور ایک قسم ''ابتر'' (دم کٹا) ہے۔ ان دونوں سانپوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی صحیحین میں مروی ہے کہ:

''آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں قسم کے سانپوں کو مار ڈالو چونکہ ان کے دیکھنے سے بینائی جاتی رہتی ہے اور حاملہ کا حمل گر جاتا ہے۔''

زہری کہتے ہیں کہ ہم نے اس سانپ کا زہر دیکھا ہے۔ اس کے بارے میں مزید تفصیل ان شاءاللہ باب الطاء میں آئے گی۔

سانپ کی ایک قسم کا نام ''ناظرہ'' ہے اس کی آواز ہی سن کر انسان راہی ملک عدم ہو جاتا ہے۔ علامہ دمیریؒ نے سانپوں کی جملہ اقسام کے نام ذیل میں لکھے ہیں:

(۱) اَلْعِيْمُ (۲) اَلْعَيْنُ (۳) اَلصُّمُّ (۴) اَلْاَزْعَرُز (۵) اَلْاَبْتَرُ (۶) اَلنَّاشِرُ (۷) اَلْاَيْنُ (۸) اَلْاَرْقَمُ (۹) اَلْاَصَلَةُ (۱۰) اَلْجَانُّ (۱۱) اَلثُّعْبَانُ (۱۲) اَلشُّجَاعُ (۱۳) اَلْاَزَبُّ (۱۴) اَلْاَرَبُّ (۱۵) اَلْعُفْوَانُ (یہ افعی کا نر ہوتا ہے) (۱۶) اَلْاَرْقَشُ (۱۷) اَرْقَطُ (۱۸) اَلصِّلُّ (۱۹) ذوالطفتین (۲۰) عَرْبَدْ.

ابن اثیر فرماتے ہیں کہ سانپ کو ابوالبختری' ابوالربیع' ابوعثمان' ابوالعاصی' ابو مذعور' ابو وثاب' ابو یقظان' ام طبق' ام عافیہ' ام عثمان' ام الفتح' ام محبوب' بنات طبق اور حیۃ الصماء بھی کہتے ہیں۔ حیت الصماء انتہائی خبیث سانپ ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں ؎

إِذَا تَخَازَرْتُ وَ مَابِىْ مِنْ خَزَرْ ثُمَّ كَسَرْتُ الطرفَ مِنْ غَيْرِ حُوْرٍ

''جس وقت میں تڑپا اور بظاہر مجھے کوئی تکلیف نہ تھی تو میں نے بندھن بغیر کسی دشواری کے توڑ ڈالے۔''

اَلْفَيْتَنِىْ الوى بَعِيْدُ الْمُسْتَمِرِّ اَحْمَلُ مَا حَمَلْتُ مِنْ خَيْرٍ وَ شَرِّ
كَالْحَيَّةِ الصَّمَاءِ فِىْ اَصْلِ الشَّجَرِ

''تم نے مجھے دیکھا کہ میں بل کھا رہا ہوں دور دراز جگہ پر اور بوجھ اُٹھائے ہوئے ہوں برائی اور بھلائی کا۔ جیسا کہ نر سانپ جو درخت کی جڑ میں لپٹا ہوا ہو۔''

مذکر سانپ کو صمہ بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع صم آتی ہے۔ اسی سے ورید بن صمہ کے والد کا نام ہے۔

اہل علم میں سے جن لوگوں نے طبائع حیوانات کا مطالعہ کیا ہے (یعنی ماہر حیوانات) وہ لکھتے ہیں کہ سانپ عموماً ایک ہزار سال تک زندہ رہتا ہے اور ہر سال یہ اپنی جلد (کینچلی) اُتار دیتا ہے۔ نیز یہ ایک سال میں ایک مرتبہ انڈے دیتا ہے اور انڈوں کی تعداد اس کے بدن کی ہڈیوں کے برابر ہوتی ہے یعنی جتنی اس کے جسم میں ہڈیاں ہوتی ہیں اتنی ہی تعداد میں یہ انڈے دیتا ہے۔ لیکن اکثر انڈوں پر چیونٹیاں جمع ہو کر ان کو خراب کر دیتی ہیں۔ صرف تھوڑے سے انڈوں سے یہ بچے نکل پاتے ہیں۔

سانپ کو اگر بچھو ڈنک مار دے تو وہ فوراً مر جاتا ہے۔ سانپ کی ایک قسم حریش بھی ہوتی ہے (جس کا ذکر گزر چکا)۔ یہ قسم بھی چکور یا سانپ کی طرح انتہائی خبیث ہوتی ہے اور یہ قسم ریتلے مقامات میں رہتی ہے۔ سانپ کے انڈے لمبوترے اور مختلف رنگوں کے ہوتے ہیں۔ بعض مٹیالے بعض سبز کالے اور چتکبرے بھی ہوتے ہیں۔ نیز بعض انڈوں پر سیاہ اور سفید چمکیلے نقطے بھی ہوتے ہیں۔ نیز بعض انڈوں کے اندر پانی جیسا ایک رقیق مادہ ہوتا ہے جو انڈے کے جوف میں ایک لمبے خط کی طرح چپکا ہوا ہوتا ہے۔ سانپ عام طریقہ سے جفتی نہیں کرتا بلکہ ان کا جفتی کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ آپس میں کنڈلی مار کر بیٹھ جاتے ہیں۔ سانپ کی زبان شگاف دار (درمیان سے چری ہوئی) ہوتی ہے۔ اس لیے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کی دو زبانیں ہیں۔ سانپ انتہائی حریص اور شری ہوتا ہے۔ چنانچہ جب کبھی وہ مرغی وغیرہ کے بچوں کو پکڑ لیتا ہے تو شیر کی طرح بغیر چبائے نگل جاتا ہے اور جب کبھی یہ سخت چیز کو نگل جاتا ہے تو کسی درخت یا اس جیسی کسی سخت چیز کو سختی سے لپٹ جاتا ہے اور خوب زور لگاتا ہے یہاں تک کہ وہ چیز اس کے پیٹ میں ٹوٹ جاتی ہے۔

سانپ کی یہ عادت ہے کہ جب وہ کسی کو کاٹ لیتا ہے تو اُلٹا ہو جاتا ہے اس سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح سانپ پلٹ کر اپنا پورا زہر انڈیل دیتا ہے مگر یہ بات غلط ہے۔ سانپ کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ جب اس کو کھانے کے لیے کچھ نہیں ملتا تو صرف ہوا پر قناعت کرتا ہے۔ بھوک کی انتہائی شدت میں بھی وہ ہوا پر ہی قناعت کر لیتا ہے اور جب سانپ بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس کا جسم سکڑ کر چھوٹا ہو جاتا ہے اور اس عمر میں سانپ صرف ہوا پر ہی گزارا کرتا ہے۔ سانپ کی فطرت میں ایک عجیب بات یہ بھی ہے کہ وہ پانی نہیں چاہتا اور نہ اس کو پانی کی خواہش ہوتی ہے۔ لیکن جب کبھی وہ پانی پر پہنچ جاتا ہے تو پھر پیے بغیر نہیں رہتا۔ یعنی پانی پر پہنچ کر اسے اپنے نفس پر کنٹرول نہیں رہتا اور چونکہ اسے پینے کی چیز (دودھ وغیرہ) کا شوق ہوتا ہے اور اس لیے بعض دفعہ وہ اس کو اس قدر پی لیتا ہے کہ اس کو نشہ ہو جاتا ہے اور یہ نشہ ہی کبھی کبھی اس کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔

نر سانپ کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ وہ ایک جگہ نہیں رہتا بلکہ مستقل اپنی رہائش کی جگہ کو تبدیل کرتا رہتا ہے۔ البتہ مادہ سانپ ایک جگہ پر اس وقت تک رہتی ہے جب تک کہ اس کے انڈوں سے بچے نہ نکل آئیں۔ یعنی انڈوں کو سیتی ہے اور جب بچہ نکل آتا ہے اور اپنی غذا حاصل کرنے پر قادر ہو جاتا ہے تو مادہ اس جگہ کو چھوڑ کر کوئی اور جگہ اپنے رہنے کے لیے تلاش کر لیتی ہے۔ سانپ کی آنکھیں اس کے سر میں گھومتی نہیں بلکہ ایسی معلوم ہوتی ہیں کہ جیسے انہیں ایک جگہ کیل کی طرح ٹھونک دیا گیا ہو۔ یہی کیفیت ٹڈی کی آنکھوں کی بھی ہوتی ہے۔ اگر سانپ کی آنکھ نکال دی جائے تو وہ دوبارہ پیدا ہو جاتی ہیں اسی طرح اس کے دانت توڑ دینے پر اور دم کاٹ دینے پر دوبارہ نکل آتے ہیں۔ سانپ کی ایک عجیب عادت یہ بھی ہے کہ وہ برہنہ مرد سے بھاگتا ہے اور آگ سے اس کو فرحت محسوس ہوتی ہے اور اگر سانپ کو گھوڑے کے پسینہ سے تر کیا ہوا کوڑا مار دیا جائے تو وہ فوراً مر جاتا ہے۔ لیکن اگر اس کو ذبح کر کے چھوڑ دیا جائے تو مرتا نہیں بلکہ مدتوں

زندہ رہتا ہے۔ جب سانپ اندھا ہو جاتا ہے یا زمین کے نیچے سے نکلتا ہے تو اس کو دکھائی نہیں دیتا اس لیے پھر وہ سونف کو تلاش کر کے اس کے پتوں سے اپنی آنکھیں مس کرتا ہے اس طرح اس کی بینائی واپس آجاتی ہے "فسبحان من قدر فھدیٰ" کیا ہی شان ہے خدا تعالیٰ کی کہ بتلا بھی کرتا ہے اور راہ نجات بھی سمجھا دیتا ہے۔

روئے زمین پر کوئی جانور ایسا نہیں جس کا جسم سانپ کے جسم کی طرح قوی ہو اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب کبھی سانپ کسی سوراخ یا بل میں اپنا سینہ داخل کر لیتا ہے تو پھر کسی کی مجال نہیں کہ کوئی طاقت ور سے طاقت ور انسان اس کو کھینچ کر نکال لے بلکہ اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ اگر ایسی کوشش کی گئی تو ناکامی ہوئی ہاں البتہ بیچ سے ٹوٹ جاتا ہے مگر باہر نہیں نکلتا۔ حالانکہ نہ اس کے ناخن ہوتے ہیں اور نہ پیر جن سے مدد حاصل کر سکے۔ اس کی کمر کی یہ قوت اس کی پسلیوں کی وجہ سے ہے اس کی تیس پسلیاں ہوتی ہیں جب یہ چلتا ہے تو اس کے جوڑ ایک دوسرے میں ایسے پیوست ہو جاتے ہیں کہ پھر اس کی مرضی کے بغیر الگ نہیں ہو سکتے۔ چاہے کوئی کتنی ہی طاقت کیوں نہ لگائے۔ سانپ طبعاً اور اصلاً آبی جانور ہے۔ لیکن خشکی میں پیدا ہونے والا سانپ پانی میں بھی رہ سکتا ہے اور اسی طرح پانی میں پیدا ہونے والا سانپ خشکی میں بھی رہ سکتا ہے۔

جاحظ کا قول ہے کہ سانپ (باعتبار زہر) تین قسم کے ہوتے ہیں ایک قسم ان میں سے وہ ہے کہ جس کے کاٹنے پر نہ تریاق اور نہ کوئی دوا فائدہ دیتی ہے۔ اس قسم کے سانپ ثعبان' افعی اور ہندی سانپ ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے کہ جس کے کاٹنے پر تریاق وغیرہ سے فائدہ ہو جاتا ہے اور ان دو قسموں کے علاوہ جو سانپ ہیں ان کا ڈسا ہوا انسان صرف دہشت سے مرتا ہے جیسا کہ اکثر مشاہدہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ ماہر حیوانات کا خیال ہے کہ صرف دہشت ہی وہ چیز ہے جس کے ذریعہ زہر میں ہیجان پیدا ہوتا ہے کیونکہ دہشت کی وجہ سے انسانی بدن کے تمام مسامات[1] کھل جاتے ہیں اور زہر بآسانی بدن کے اندر سرایت کر جاتا ہے۔ چنانچہ ایک قصہ مشہور ہے کہ کوئی شخص ایک درخت

---

[1] "مسامات" انسانی جلد (کھال) میں پائے جانے والے وہ مہین اور چھوٹے سوراخ جن کو سادہ آنکھوں سے دیکھنا ممکن نہیں۔ مطلب یہ کہ مسامات اتنے باریک اور چھوٹے ہوتے ہیں کہ خوردبین کے بغیر ان کا دیکھنا ممکن نہیں۔ اور یہ مسامات ہر وقت کھلے رہتے ہیں خاص طور سے ان کا مشاہدہ آپ گرمی کے موسم میں کر سکتے ہیں۔ جب آپ کا تمام بدن پسینہ سے شرابور ہو جاتا ہے۔ یہ پسینہ ان مسامات کے ذریعہ ہی آپ کی جلد کے اوپر آتا ہے۔ رہا یہ نظریہ کہ ان مسامات کے ذریعہ زہر انسانی بدن میں پھیلتا ہے تو یہ غلط ہے۔ جدید تحقیق کی روشنی میں کسی بھی چیز کا انسانی بدن میں ایک جگہ سے سرایت کرنا اور پھر پورے بدن میں پھیلنا ان مسامات کا کام نہیں بلکہ یہ دوران خون کے نتیجہ میں ہوتا ہے۔ ہر انسان کے بدن میں اللہ تعالیٰ نے دو چیزیں دماغ اور دل ایسی بنائی ہیں کہ پورا جسم اولاً تو دماغ کے تابع ہے اور بعد میں دل کے' دل ایک ایسا آلہ ہے جو خون کو پورے جسم انسانی میں بھیجتا ہے اور ساتھ خون کی صفائی وغیرہ بھی کرتا ہے دل کس طرح کام کرتا ہے اس کا اندازہ آپ اس طرح کر سکتے ہیں جیسے کسی غبارے کو جس میں کچھ پانی بھرا ہوا ہو' آپ اس کو دبائیں تو اس کا پانی باہر نکلنے لگے۔ بالکل یہی طریقہ دل کا بھی ہے جو مستقل آپ کے پورے بدن میں شرائین کے ذریعہ خون کو پہنچاتا رہتا ہے حتیٰ کہ سر سے لے کر آپ کے پیر کی چھوٹی انگلی تک خون جاتا ہے اور دل ایک پمپ کی طرح پھیلتا اور سکڑتا رہتا ہے اور جو آپ دل کی دھڑکن محسوس کرتے ہیں یا سنتے ہیں' یہ صرف دل کے کام کرنے کی آواز ہے یعنی دل مستقل پھیلتا اور سکڑتا رہتا ہے جس کے نتیجے میں ایک فورس (دھکہ) پیدا ہوتا ہے اور خون اس فورس (دھکہ) سے تمام شرائین میں جاتا ہے اور پھر یہ شرائین اس کو تمام انسانی بدن میں لے جاتی ہیں۔ یہی خون پھر واپس دل میں آجاتا ہے اور پھر شرائین کے ذریعہ انسانی اعضاء میں آتا رہتا ہے یعنی ایک سلسلہ خون کے آنے جانے کا مستقل رہتا ہے کہ خون سے بدن کا کوئی بھی حصہ ایک منٹ کے لیے بھی خالی نہیں رہتا۔ یعنی ایک طرف سے خون دل سے ایک خاص دھکے سے نکلتا ہے اور دوسری طرف سے پورے بدن سے ہوتا ہوا پھر دل میں آجاتا ہے اس لیے اگر کوئی چیز یا مادہ انسان جسم کے کسی حصہ میں داخل ہوتا ہے ۔۔۔

کے نیچے اُلٹا پڑا ہوا سو رہا تھا۔ درخت کی ایک شاخ پر سانپ تھا اس نے لٹک کر اس شخص کے سر میں کاٹ لیا جس سے اس شخص کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے ادھر اُدھر دیکھا لیکن کوئی چیز معلوم نہیں ہوئی۔ چنانچہ وہ سر کو کھجاتا ہوا پھر سو گیا۔ پھر کچھ دیر کے بعد بیدار ہوا۔ لیکن اس کو زہر کا کچھ اثر نہ ہوا۔ ادھر کسی شخص نے سانپ کو اس کے سر میں کاٹتے ہوئے دیکھ لیا تھا مگر اس شخص سے اس کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔ چنانچہ جب اس واقعہ کو کئی دن گزر گئے تو اس شخص نے اس سونے والے سے کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے فلاں دن تم اس درخت کے نیچے سو رہے تھے اور تم کو کسی چیز نے کاٹا تھا۔ اس پر اس شخص نے لاعلمی کا اظہار کیا تو دیکھنے والے شخص نے کہا کہ اس دن ایک سانپ نے درخت کی شاخ سے لٹک کر تمہارے سر میں ڈس لیا تھا۔ چنانچہ یہ سنتے ہی اس شخص پر خوف اور گھبراہٹ اس قدر طاری ہوئی کہ فوراً ہی اس کا انتقال ہو گیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا زہر پینا

ابن ظفر کی کتاب ''النصائح'' میں لکھا ہے کہ جب اہل حیرہ اپنے قصر ابیض میں قلعہ بند ہو گئے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نجف میں قیام فرمایا اور اہل نجف کو کہلا کر بھیجا کہ اپنے سرداروں میں سے کسی شخص کو میرے پاس مصالحت کے لیے بھیج دو۔ چنانچہ انہوں نے عبدالمسیح ابن عمرو بن قیس بن حیان بن نفیلۃ الغسانی کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ یہ شخص بہت بوڑھا تھا اور اس کی عمر ساڑے تین سو سال تھی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس بوڑھے سے گفتگو فرمائی جو بہت مشہور ہے۔ دوران گفتگو یہ بوڑھا شخص ایک شیشی ہاتھ میں لیے ہوئے تھا اور بات کرنے کے درمیان بار بار اس شیشی کو دیکھتا رہا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس بوڑھے سے دریافت فرمایا کہ یہ تم بار بار اس شیشی کو کیوں دیکھ رہے ہو اور اس میں کیا شئے ہے؟ بوڑھے نے جواب دیا کہ اس شیشی میں ''سم ساعت'' ہے (یعنی ایسا زہر ہے جو کھانے والے کو گھڑی بھر میں ہلاک کر دے) آپ نے پوچھا کہ اس کو کیوں اپنے ساتھ لائے ہو؟ بوڑھے عبدالمسیح نے جواب دیا کہ اس کو اس وجہ سے ساتھ لایا ہوں کہ اگر آپ کے ساتھ اس گفتگو کا نتیجہ میری قوم کے حق میں سودمند نکلا تو میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گا اور جو شرائط آپ تجویز فرمائیں گے میں ان کو منظور کر لوں گا اور اگر معاملہ اس کے برعکس نکلا تو میں یہ زہر کھا کر خودکشی کر لوں گا۔ کیونکہ مجھ کو یہ امر گوارا نہیں کہ میں اپنی قوم کے پاس بری خبر لے کر جاؤں۔

یہ سن کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ شیشی مجھے دو۔ چنانچہ اس نے دے دی۔ آپ نے شیشی لے کر اس میں سے زہر اپنی ہتھیلی پر لیا اور پھر یہ دُعا پڑھ کر **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰه۔ بِسْمِ اللّٰهِ رَب الارض والسَّماء بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا**

← اس لیے وہ مادہ فوراً خون کے ذریعے پورے جسم میں پھیل جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی جسم میں خون کسی وجہ سے کسی حصہ میں نہیں پہنچتا تو وہ حصہ شل ہو جاتا ہے (فالج پڑ جاتا ہے) یعنی انسانی جسم کی حرکت صرف خون سے ہے۔ اگر کسی حصہ میں کسی وجہ سے خون کا دوران بند ہو جائے تو وہ حصہ شل ہو جائے گا۔ رہا گھبراہٹ یا دہشت کا مسئلہ تو گھبراہٹ اور دہشت کے ہوتے ہی انسانی دماغ تیزی سے حرکت کرتا ہے اور جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں کہ دماغ پورے جسم کو کنٹرول کرتا ہے تو جب کبھی کوئی حادثہ پیش آتا ہے جس کے نتیجہ میں دل کی پمپ کرنے کی رفتار بڑھتی ہے اور جب دل کی پمپ کرنے کی (یا دھڑکنے کی رفتار بڑھے گی) تو لامحالہ خون بھی تیزی سے جسم میں رواں دواں ہوگا۔ اور جو بھی چیز اس وقت انسانی بدن کے کسی حصہ میں داخل ہوگی وہ تیزی سے ہی پورے بدن میں خون کی رفتار کے ساتھ ساتھ پھیلے گی اور اتنی ہی تیزی سے اس چیز کے اثرات انسانی جسم پر مرتب ہوں گے۔ یعنی اگر وہ چیز جو بدن میں داخل ہوئی ہے نقصان دینے والی ہے تو تیزی سے جسم میں نقصان ہوگا اور اگر فائدہ دینے والی ہے تو تیزی سے فائدہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ انجکشن بہ نسبت دواؤں کے زیادہ تیزی سے اثر انداز ہوتا ہے۔

یَضُرُّ مع اسمه شئی فِی الْاَرْض وَلا فِی السَّمَاء وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم. اس زہر کو پی لیا۔
کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپ نے تھوڑا سا پانی تھوڑی سینہ پر مارا اس سے آپ کو بہت پسینہ آیا اور زہر کا اثر باطل ہو گیا۔ (عبدالمسیح اور اس کی قوم نسطوریہ فرقہ کے عیسائی تھے) جب اس نے یہ حال دیکھا تو واپس چلا گیا اور اپنی قوم سے جا کر کہا کہ میں ایسے شخص کے پاس سے آ رہا ہوں کہ جس نے سم ساعت پی لیا اور اس سے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ لہٰذا تم لوگ اس کے مطالبات منظور کر کے اس کو اپنے یہاں سے راضی اور خوش کر کے واپس کر دو کیونکہ یہ قوم ایسی قوم ہے جس میں صلاحیت کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی ہے اور عن قریب اس قوم کی شان بلند ہونے والی ہے۔ چنانچہ اہل حیرہ نے دس ہزار درہم چاندی کے دے کر مسلمانوں سے صلح کر لی۔
بعض حکماء کا قول ہے کہ سم ساعت صرف ہندی سانپ میں ہوتا ہے اور اس کے اثر کو نہ کوئی تریاق اور نہ کوئی دوا دفع کر سکتی ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ پر زہر کا اثر نہ کرنا

کتاب النصائح میں یہ واقعہ بھی ہے کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی ایک باندی تھی اس نے ایک دن آپ سے پوچھا کہ آپ کس جنس سے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ تیری طرح ایک انسان ہوں۔ اس نے کہا کہ مجھ کو تو آپ انسان معلوم نہیں ہوتے۔ کیونکہ میں نے آپ کو چالیس دن تک برابر زہر کھلایا، مگر آپ کا بال تک بیکا نہ ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے ہیں ان کو کوئی چیز ضرر نہیں پہنچا سکتی اور میں تو اسم اعظم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہوں۔ باندی نے پوچھا کہ وہ اسم اعظم کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ.

اس کے بعد آپ نے باندی سے پوچھا کہ تو نے کس وجہ سے مجھ کو زہر کھلایا۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے آپ سے بغض تھا۔ یہ جواب سن کر آپ نے فرمایا کہ تو لوجہ اللہ آزاد ہے اور جو کچھ تو نے میرے ساتھ بدسلوکی کی وہ بھی تجھے معاف ہے۔

عجیب حکایت

قرطبی نے ''سورۃ الغافر'' کی تفسیر میں ثور بن یزید سے انہوں نے خالد بن معدان سے اور انہوں نے کعب احبار سے یہ روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا کیا تو وہ (فخریہ) کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے بڑی کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک سانپ کا طوق پہنا دیا جس کے ستر ہزار بازو اور ہر بازو میں ستر ہزار پر تھے اور ہر ہر پر میں ستر ہزار چہرے تھے اور ہر چہرے میں ستر ہزار منہ اور ہر منہ میں ستر ہزار زبانیں تھیں اور روزانہ اس سانپ کے منہ سے اتنی بار سبحان اللہ نکلتا تھا جو تعداد میں بارش کے قطروں، درختوں کے پتوں، زمین کے سنگریزوں، ریت کے ذروں، ایام دنیا اور ملائکہ کی تعداد کے برابر ہوتا تھا۔ یعنی ان تمام چیزوں کو ملا کر جو کچھ تعداد بنے (جن کا شمار ناممکن ہے) اس کی برابر یہ سانپ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا۔ چنانچہ یہ سانپ عرش کو لپٹ گیا اور عرش اس کے نصف جسم تک آیا (یعنی وہ سانپ عرش سے دوگنا تھا) چنانچہ عرش اس سانپ کو دیکھ کر شرمندہ ہو گیا اور اس نے تواضع اختیار کر لی۔

ہارون الرشید کا واقعہ

کہتے ہیں کہ خلیفہ ہارون الرشید ایک دفعہ رات میں سو رہے تھے تو اس نے یہ آواز سنی:

یَا راقد اللیل انتبه اِنَّ الخَطُوبَ لَهَا سَرَیٰ
ثقة الفتٰی من نفسه ثِقَةٌ مُحَلِلَةُ الْعُرَیٰ

''اے رات کو سوانے والے جاگ۔ کیونکہ مصیبتیں آگے بڑھ رہی ہیں' نوجوان کو خود اعتمادی چاہیے۔ کیونکہ خود اعتمادی ہی مشکلات کا حل ہے۔''

چنانچہ یہ اشعار سنتے ہی خلیفہ کی آنکھ کھل گئی تو دیکھا کہ شمع گل ہو چکی ہے۔ خلیفہ نے شمع جلانے کا حکم دیا۔ جب روشنی ہوئی تو دیکھا کہ ایک سانپ اس کے پلنگ کے قریب بیٹھا ہوا ہے۔ چنانچہ خلیفہ نے اس کو مار دیا۔

ایک عجیب قصہ

امام الفرج بن الجوزی نے کتاب الاذکیا میں بشر بن فضل سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم حج کے ارادہ سے نکلے تو عرب کے ایک چشمے پر پہنچے تو ہم سے کچھ لوگوں نے کہا کہ یہاں قریب میں تین لڑکیاں ہیں جو حسن و جمال میں بے نظیر اور آپس میں ہمشیرہ ہیں۔ اور یہ تینوں بہنیں طبیب (حکیم) ہیں۔ چنانچہ یہ سن کر ہم کو بھی ان کے دیدار کا اشتیاق ہوا اور ہم نے ان کے پاس جانے کا حیلہ کیا کہ جنگل کی ایک بڑی لکڑی اُٹھا کر اپنے ایک ساتھی کی پنڈلی میں زور سے مار کر خراش لگادی جس سے وہ خون آلود ہو گیا اور پھر اس ساتھی کو لے کر ان لڑکیوں کے گھر پہنچے اور آواز دی کہ کیا کوئی مارگزیدہ (سانپ کے ڈسے ہوئے) کا جھاڑنے والا ہے؟ میری آواز سن کر ایک لڑکی نکل کر آئی جو سب سے چھوٹی تھی۔ اس نے خوب غور سے اس مصنوعی مارگزیدہ کی پنڈلی کی خراش کو دیکھا اور کہنے لگی کہ سانپ نے اس کو نہیں کاٹا۔ بلکہ جس چیز سے اس کو یہ خراش لگی ہے' اس پر کوئی نر سانپ پیشاب کر گیا ہوگا مگر یہ شخص بچے گا نہیں اور جب آفتاب طلوع ہوگا تو یہ مر جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ سورج نکلتے ہی وہ شخص مر گیا۔ ہم کو اس واقعہ سے سخت حیرت ہوئی اور پھر ہم وہاں سے واپس آ گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سانپ کا کلام کرنا

اس کتاب کے آخر میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک منتر کرنے والے پر ہوا جو سانپ کو قبضہ میں کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس سانپ نے (جس کو یہ منتر کرنے والا پکڑنے کی فکر میں تھا) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا کہ اے روح اللہ! اس سے فرما دیجئے کہ اگر یہ مجھ سے دور نہیں ہوگا تو اس کو سخت ترین زک پہنچاؤں گا اور اس کو ڈس لوں گا۔ یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آگے چلے گئے۔ پھر کچھ دور جا کر جب واپس تشریف لائے تو کیا دیکھا کہ وہ سانپ سپیرے کی جھولی میں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سانپ سے فرمایا کہ اے سانپ ابھی تو مجھ سے سپیرے کے بارے میں شکایت کر رہا تھا اور اب اس کی جھولی میں ہے آخر ماجرا کیا ہے؟ تو سانپ نے جواب دیا کہ اے روح اللہ اس نے قسم کھائی تھی اور اب میرے ساتھ دھوکہ کر رہا ہے۔ یعنی یہ کہ مجھ کو چھوڑ دے گا اور اپنی جھولی میں بند نہیں کرے گا۔ لیکن اب یہ ایسا نہیں کر رہا ہے۔ لہٰذا اس کے دھوکے کا زہر اس کے لیے میرے زہر سے زیادہ نقصان دہ ہے۔

نوشیرواں کا واقعہ

''عجائب المخلوقات'' میں علامہ قزوینی نے نوشیرواں عادل کی ایک حکایت بیان کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ ''ریحان[1] فارسی'' پہلے ملک فارس میں نہیں تھا بلکہ ایک سانپ نے اس کا بیج نوشیرواں کو لا کر دیا تھا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ نوشیرواں کے زمانے میں ایک سانپ کے بھائی کو ایک بچھو نے کاٹ کر مار ڈالا تھا۔ مرنے والے سانپ کا بھائی یعنی ایک دوسرا سانپ نوشیرواں کے پاس فریاد لے کر آیا تو جیسے

---

[1] ریحان عربی کا لفظ ہے اس کی جمع ریاحین آتی ہے۔ فارسی میں اس کو شاہ سفرم یا شاہ اسفرغم کہتے ہیں اور ہندی میں تلسی یا مردہ' جو کہ ایک دو یا اڑھائی فٹ لمبا پودا ہوتا ہے' کو کہتے ہیں اور اس کے پتوں میں سے تیز قسم کی ایک مخصوص خوشبو آتی ہے۔ اطباء بہت سے امراض میں اس کو استعمال کراتے ہیں۔ ویسے ریحان عربی میں ہر اس سبزہ کو کہتے ہیں جس سے کسی قسم کی کوئی خوشبو آتی ہو جو طبیعت کو ناگوار نہ لگے۔

ہی یہ سانپ نوشیرواں کے قریب پہنچا اس کے مصاحب اس کو مارنے کے لیے دوڑے۔ نوشیرواں نے اپنے مصاحبوں کو روکا اور فرمایا کہ ابھی اس کو نہ مارو مجھے لگتا ہے کہ اس کے آنے کی کوئی خاص وجہ ہے۔ چنانچہ وہ سانپ چل کر نوشیرواں کے قریب آ گیا اور کچھ اس قسم کے اشارے کیے جس سے نوشیرواں سمجھ گیا کہ سانپ مظلوم ہے اور یہ مجھ سے دادرسی چاہتا ہے۔ چنانچہ نوشیرواں نے اس سانپ کے ساتھ اپنا ایک سپاہی بھیج دیا۔ یہ سانپ اس سپاہی کو لے کر ایک کنوئیں کے پاس پہنچا۔ سپاہی نے کنوئیں میں جھانک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس میں ایک سانپ مرا پڑا ہے اور مرے ہوئے سانپ کی کمر پر ایک بچھو سوار ہے۔ چنانچہ سپاہی نے برچھے سے اس بچھو کو مار ڈالا۔ اور اس احسان کے بدلہ میں سانپ نے بادشاہ کو تخم ریحان دیا۔ بادشاہ نے اس بیج کو بونے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس سے ریحان کا پودا اُگا اور چونکہ نوشیرواں زکام اور دیگر دماغی بیماریوں کا مریض تھا تو اس نے ان امراض کے لیے اس کو استعمال کیا تو بہت مفید پایا۔ اس طرح فارس میں ریحان کی ابتداء ہوئی اور پھر ریحان فارسی بہت سے امراض کے دفعیہ کے لیے مشہور ہو گیا۔

ابن حمیر کا عجیب واقعہ

علامہ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''حلیۃ الاولیاء'' میں مذکور ہے کہ یحییٰ بن عبدالحمید نقل کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سفیان ابن عیینہ کی مجلس میں تھا اور اس وقت وہاں پر کم وبیش ایک ہزار آدمیوں کا مجمع تھا۔ پس ابن عیینہ نے ایک شخص سے جو کہ اس کی داہنی جانب آخر صف میں بیٹھا تھا کہ ذرا اُٹھ کر حاضرین کو سانپ کا وہ قصہ تو سناؤ جو تم کو معلوم ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ بہت اچھا لیکن پہلے مجھے کمر ٹیکنے کے لیے کوئی چیز عنایت فرما دیں۔ چنانچہ ایک صاحب نے اُٹھ کر ان کی کمر کے پیچھے ایک بڑا تکیہ لگا دیا۔ اس کے بعد حاضرین کو اس نے مخاطب کر کے فرمایا کہ میرے والد نے میرے دادا مرحوم کی زبانی سنا تھا کہ ان کے زمانہ میں ایک شخص جس کا نام ابوالحمیر تھا اور بہت ہی متقی پرہیزگار شخص تھا اکثر روزے رکھتا اور مستقل تہجد پڑھتا۔ اس کو شکار کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ ایک دن وہ شکار کرنے کے لیے جنگل کی طرف گیا اور جنگل میں پہنچ کر شکار کی تلاش شروع ہی کی تھی کہ دفعتاً ایک سانپ ان کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے محمد بن حمیر مجھے خدا کے واسطے پناہ دو اللہ تعالیٰ تم کو اپنی پناہ میں رکھے گا۔

ابن حمیر نے پوچھا کہ تمہارا دشمن کہاں ہے؟ سانپ نے جواب دیا کہ میرے پیچھے آ رہا ہے۔ پھر ابن حمیر نے پوچھا کہ تم کس اُمت سے تعلق رکھتے ہو؟

سانپ نے جواب دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہوں۔ ابن حمیر نے یہ جواب سن کر اس کے لیے اپنی چادر کھول دی اور کہا کہ اس میں گھس جاؤ۔ مگر سانپ نے جواب دیا کہ اس میں تو وہ مجھے دیکھ لے گا۔ تب ابن حمیر نے اپنی چادر کھول دی اور کہا کہ اس کے اندر آ جاؤ اور اس پوستین اور میرے سینہ کے درمیان چھپ کر بیٹھ جاؤ۔ لیکن سانپ نے پھر وہی جواب دیا اور کہا کہ وہ یہاں بھی مجھ کو دیکھ لے گا تو ابن حمیر نے کہا کہ آخر پھر تم کو کہاں چھپاؤں؟ تو سانپ نے جواب دیا کہ اگر تم میرے ساتھ بھلائی کرنا چاہتے ہو تو اپنا منہ کھول دو۔ میں اس میں گھس جاؤں گا۔ ابن حمیر نے کہا کہ مجھ کو ڈر ہے کہ کہیں تم مجھ کو ہلاک نہ کر دو۔ سانپ نے جواب دیا کہ میں خداوند کریم اور اس کے رسولوں' فرشتوں اور حاملین عرش اور آسمانوں پر رہنے والوں کو شاہد بناتا ہوں کہ میں تم کو کوئی ضرر نہ پہنچاؤں گا اور دشمن کے جانے کے بعد فوراً باہر آ جاؤں گا۔ چنانچہ ابن حمیر نے اپنا منہ کھول دیا اور سانپ اس کے منہ میں گھس گیا اور ابن حمیر اس کے لے کر آگے بڑھ گیا۔ ابھی کچھ قدم چلا تھا کہ ایک شخص ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے دوڑتا ہوا آیا اور مجھ سے پوچھا کہ کیا تو نے میرے دشمن کو دیکھا ہے؟ ابن حمیر نے جواب میں پوچھا کہ کیسا دشمن؟ اس نے جواب دیا کہ وہ ایک سانپ ہے جو ابھی اس طرف آیا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ میں نے اس کو نہیں دیکھا اور پھر اس دروغ گوئی پر فوراً سو مرتبہ استغفار پڑھی اور اس شخص کو چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد سانپ نے اپنا سر باہر نکال

کر پوچھا کہ ذرا دیکھو تو وہ میرا دشمن ہے یا چلا گیا؟ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہاں کوئی نہ تھا۔ اس لیے میں نے سانپ سے کہا کہ تمہارا دشمن چلا گیا ہے اور اب تم باہر آ جاؤ۔

اس پر سانپ نے جواب دیا اے ابن حمیر اب تم اپنے لیے دو باتوں میں سے ایک بات پسند کر لو۔ میں نے کہا وہ کیا تو سانپ نے کہا کہ میں دو جگہ ڈسنا پسند کرتا ہوں ایک جگر کو اور دوسرے دل کو۔ اب یہ تمہیں اختیار ہے کہ اگر تم کہو تو میں تمہارے جگر کو پاش پاش کر دوں یا تمہارے دل کو جھلس دوں تا کہ تمہارا جسم بغیر روح کے رہ جائے۔

ابن حمیر نے جواب دیا کہ سبحان اللہ کیا خوب وعدہ کا ایفاء ہے اور کیا خوب قسموں اور حلفیہ بیان کا نتیجہ ہے۔ ابھی جو تم نے مجھ سے لمبے چوڑے وعدے کئے تھے اور جن کے حوصلے میں میں نے تم کو پناہ دی تھی' کیا تم اس بھلائی کا ایسا ہی بدلہ دینا چاہتے ہو؟

سانپ نے جواب دیا کہ اے ابن حمیر میں نے تجھ سے زیادہ احمق شخص نہیں دیکھا۔ کیا تجھ کو وہ عداوت یاد نہیں جو میرے اور تیرے باپ کے درمیان تھی اور جس کی وجہ سے میں نے ان کو جنت سے نکلوا دیا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کس وجہ سے تم نے میرے ساتھ نیکی کی۔ ابن حمیر نے کہا کیا تو نے مجھے مارنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں۔ سانپ نے جواب دیا کہ ہاں اب اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ تو ابن حمیر نے کہا کہ جب تیرا قصد ایسا ہی ہے تو تو مجھ کو اتنی مہلت دے کہ میں اس پہاڑ تک پہنچ جاؤں اور اپنے مرنے کے لیے کوئی جگہ تجویز کر لوں۔ چنانچہ سانپ نے کہا کہ ٹھیک ہے چلو اس پہاڑ تک جانے اور جگہ تجویز کرنے کی تمہیں رعایت ہے۔ چنانچہ اپنی زندگی سے بالکل مایوس ہو کر پہاڑ کی طرف چل دیا اور آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کر اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا مانگنی شروع کی:

يَا لَطِيْفُ يَا لَطِيْفُ الْطِفْ بِلُطْفِكَ الْخَفِيِّ يَا لَطِيْفُ يَا قَدِيْرُ اَسْئَالُكَ بِالْقُدْرَةِ الَّتِيْ اِسْتَوَيْتَ بِهَا عَلَى الْعَرْشِ فَلَمْ يَعْلَمِ الْعَرْشُ اَيْنَ مُسْتَقَرُّكَ مِنْهُ يَا حَلِيْمُ يَا عَلِيْمُ يَا عَلِيُّ يَا عَظِيْمُ يَاحَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا اَللّٰهُ اِلَّا مَا كَفَيْتَنِيْ شَرَّ هٰذِهِ الْحَيَّةِ.

اور ابھی میں نے دوسری دفعہ یہ دُعا پڑھی ہی تھی کہ دفعتاً ایک شخص جو بے حد خوبصورت' خوش پوشاک اور خوشبو سے معطر تھا' میرے سامنے آیا اور کہا السلام علیک میں نے جواب دیا وعلیکم السلام یا اخی (اے میرے بھائی) سلام کا جواب سننے کے بعد اس نے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ میں تمہارا رنگ بدلا ہوا اور تجھ کو پریشان دیکھ رہا ہوں۔ میں نے جواب دیا کہ ایک دشمن نے مجھ کو ستا رکھا ہے۔ اس کی وجہ سے میں پریشان حال ہوں۔ اس نے پوچھا کہ تمہارا دشمن کیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میرے پیٹ کے اندر۔ اس پر اس نے کہا کہ اچھا ذرا منہ کھولو۔ چنانچہ میں نے منہ کھول دیا۔ تو اس نے ایک بڑا سا پتا جو برگ زیتون کے مشابہ تھا میرے منہ میں رکھ دیا اور کہا کہ اس کو چبا کر نگل جاؤ۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا پتا چبا کر نگلنا تھا کہ میرے پیٹ میں مروڑ ہونا شروع ہوا اور وہ سانپ میرے پیٹ میں گھومنے لگا۔ اس کے بعد میں نے اس کو نیچے سے ٹکڑوں کی شکل میں نکال دیا اور اس کے نکلتے ہی میرے دل میں جو خوف چھایا ہوا تھا وہ زائل ہو گیا۔

اس کے بعد میں نے اس شخص سے مخاطب ہو کر کہا کہ برادرم محترم آپ کی تعریف کیا ہے' آپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر زبردست احسان کیا ہے اور مجھے اس موذی سے نجات دے دی۔ اس لیے مجھے بتلائیے کہ آپ کون ہیں؟ یہ سن کر وہ شخص مسکرایا اور کہا کہ کیا تم مجھ کو نہیں پہچانتے۔ میں نے کہا کہ خدا کی قسم! میں نہیں جانتا۔ تو اس شخص نے تفصیل سے بتایا کہ جس وقت تمہارے اور سانپ کے درمیان گفتگو ہو چکی اور پھر تم نے اس سے مہلت مانگ کر آسمان کی طرف نگاہ کر کے دُعا مانگنی شروع کی تو ساتوں آسمان کے فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قسم ہے مجھے اپنی عزت اور جلال کی جو کچھ اس سانپ نے میرے بندے کے ساتھ کیا۔ وہ سب مجھ پر آشکارا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا کہ جنت سے شجر طوبیٰ کا ایک پتا توڑ کر لاؤ اور اس کو لے کر میرے بندے ابن حمیر کے

پاس پہنچ جاؤ۔ چنانچہ میں نے جنت سے شجر طوبیٰ کا پتا لیا اور لا کر تجھ کو کھلا دیا۔ اس کا اثر جو کچھ ہوا وہ تم دیکھ چکے اور میرا نام معروف ہے۔ اور میں چوتھے آسمان کا فرشتہ ہوں۔ پھر معروف نے مجھ کو کہا کہ اے محمد بن حمیر سلوک کو لازم پکڑ لو۔ کیونکہ نیکی بدی کے حملوں سے بچاتی ہے۔ اگرچہ وہ شخص جس کے ساتھ نیکی کی گئی ہے اس کی ناقدری کر کے اس کو ضائع کر دے مگر اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ کبھی ضائع نہیں ہوتی۔

فائدہ: حاکم نے ابوالیسر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا مانگا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنَ الْھَدَمِ وَالتَّرَدِیْ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْحَرْقِ وَالْغَرْقِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ یَتَخَبَّطَنِیَ الشَّیْطَانُ عِنْدَالْمَوْتِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ اَمُوْتَ فِیْ سَبِیْلِکَ مُدْبِرًا وَاَعُوْذُبِکَ اَنْ اَمُوْتَ لَدِیْغًا.

''اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں گرنے اور تباہ ہونے سے' جلنے اور ڈوب جانے سے اور اس سے کہ شیطان مجھ کو گمراہ کر دے بوقت موت اور اس سے کہ میدان جہاد سے فرار اختیار کروں اور اس سے کہ ڈسنا میری موت کا باعث ہو۔''

علماء نے اس دُعا کی یہ تاویل فرمائی ہے کہ چونکہ شیطان ملعون اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اس وجہ سے وہ مردِ مؤمن کو موت کے وقت بہکانا اور ڈگمگانا چاہتا ہے تاکہ مردِ مومن کا خاتمہ بالخیر نہ ہو سکے۔ اس وجہ سے آپؐ نے شیطان کے شر سے پناہ مانگی ہے اور یہ پناہ گیری اُمت کے لیے تھی۔ کیونکہ حضور ﷺ شیطان کے نرغہ سے قطعی مامون ومحفوظ ہیں۔

سانپ اور بچھو کے کاٹے ہوئے کو ملسوع اور ملدوغ کہتے ہیں۔

وظائف وعملیات

بعض علماء متقدمین کا قول ہے کہ جو شخص رات میں اور دن میں اول وقت یہ کہہ لیا کرے:

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہِ.

تو وہ سانپ اور بچھو کی زبان اور چور کے ہاتھ سے مامون رہے گا۔

بچھو کے کاٹے ہوئے کو جھاڑنے کا عمل

جھاڑنے والے کو چاہیے کہ پہلے ملدوغ سے دریافت کرے کہ درد کہاں تک پہنچتا ہے۔ پھر اس جگہ پر جہاں تک درد پہنچتا ہو لوہے کی ایک سلاخ رکھے اور جھاڑ کی دُعا (عزیمہ) پڑھے اور بار بار پڑھتا رہے۔ اور درد کی جگہ کو اس سلاخ سے دباتا رہے۔ یہاں تک کہ درد سمٹ کر اس جگہ (زخم) پر پہنچ جائے' جس جگہ بچھو نے ڈسا ہے۔ پھر اس جگہ کو چوسنا شروع کر دے اور جب تک درد بالکل ختم نہ ہو جائے برابر چوستے رہیں۔ دُعا یہ ہے:

سَلَامٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعَالَمِیْنَ وَعَلٰی مُحَمَّدٍ فِی الْمُرْسَلِیْنَ مِنْ حَامِلَاتِ السَّمِّ اَجْمَعِیْنَ لَا دَابَۃَ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا وَ رَبِّیْ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا اَجْمَعِیْنَ کَذٰلِکَ یَجْزِیْ عِبَادَہُ الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ نُوْحٌ نوح نو ح نوح قَالَ لَکُمْ نُوْحٌ مَّنْ ذَکَرَنِیْ فَلَا تَلْدَغُوْہُ اِنَّ رَبِّیْ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمْ.

سانپ کے ڈسنے یا باؤلے کتے کے کاٹنے یا زہر پی لینے والے کے لیے مجرب جھاڑ

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض علماء محققین کے قلم کا لکھا ہوا یہ منتر دیکھا ہے کہ اگر سانپ کے کاٹے ہوئے کو یا کتے

کے کاٹے ہوئے کو یا زہر پی لینے والے کو یا اس کے پیامبر کو (یعنی وہ شخص جو جھاڑنے والے کو اطلاع کرنے یا بلانے آئے) سیدھا کھڑا کیا جائے اور اس کے دونوں قدموں کے گرد ایک دائرہ اس طرح کھینچا جائے کہ داہنے پاؤں کے انگوٹھے سے (خط) دائرہ شروع ہو کر پھر اسی جگہ لوٹ آئے۔ پھر فولاد کی ایک نئی چھری سے دونوں قدموں کے درمیان ایک دوسرا خط کھینچا جائے۔ اس کے بعد داہنے پاؤں کے تلوے اور بائیں پاؤں کے ٹخنے کے نیچے سے مٹی اُٹھا کر ایک پاک برتن میں ڈال دی جائے اور پھر اس مٹی پر پانی چھڑک دیا جائے۔ پھر چھری لے کر اس کو ایک دوسرے برتن میں کھڑی کی جائے۔ اسی طریقہ پر کہ چھری کی نوک اوپر کی جانب ہو۔ اس کے بعد وہ پانی جو پہلے برتن میں ہے (جس میں قدموں کی مٹی بھی ہے) اس چھری پر جو دوسرے برتن میں کھڑی ہے بہایا جائے اور بہاتے وقت منتر (رقیہ) پڑھا جائے اور اس طرح پانی بہایا جائے کہ ادھر آپ کا منتر ختم ہو اُدھر پانی بھی ختم ہو جائے (یعنی منتر کے ساتھ ساتھ پانی بھی ختم ہو جائے) پھر چھری کو اُٹھا کر پہلے برتن میں جو خالی ہوا ہے اسی طرح کھڑا کیا جائے اور وہی عمل دہرایا جائے۔ پھر اس پانی کو سانپ یا پاگل کتے کے کاٹے ہوئے کو یا زہر پینے والے کو پلا دیا جائے۔ ان شاء اللہ فوراً شفا ہو گی۔ عمل یا رقیہ یہ ہے:

سَارَا سَارَا فِیْ سَارَا عَالِیْ نُوْرٌ نُوْرٌ نور انا وارمیاہ فاہ یا طُوَا کاطوا برملس اوزانا وصنانیما کاما یوقا بنیا سالیا کاطوط اصباوتا ابریلس توتی تنا اوس.

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ عمل نہایت مجرب ہے اور بارہا آزمایا جا چکا ہے۔

کسی عربی شاعر نے سانپ کے ڈسنے اور بچھو کے کاٹنے کی کیا اچھی مثال دی ہے ؎

قَالُوْا حَبِیْبُکَ مَلْسُوْعٌ فَقُلْتُ لَهُمْ مِنْ عقرب الصدغ او من حیة الشعر

''لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تیرے محبوب کو کسی زہریلے کیڑے نے کاٹ لیا ہے (یہ سن کر) میں نے ان سے پوچھا کہ کیا کنپٹی کے بچھو نے اس کو کاٹ لیا ہے یا اس کو زلفوں کی ناگن نے اس کو ڈس لیا ہے۔''

قَالُوْا بَلٰی مِنْ اِفاعی الارض قُلْتُ لَهُمْ وَ کَیْفَ تسعی الْاَرْضُ لِلْقَمَرِ

''وہ بولے کہ یہ بات نہیں بلکہ زمین کے سانپوں میں سے کسی سانپ نے اس کو ڈس لیا ہے۔ یہ جواب سن کر میں نے تعجب سے کہا کہ یہ تو بتاؤ کہ زمینی سانپ چاند تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔''

ان اشعار میں شاعر نے اپنی محبوبہ کی صدغ (آنکھ اور کان کا درمیانی حصہ کنپٹی) کو بچھو سے اور اس کی زلف کو ناگ سے اور خود محبوبہ کو چاند سے تشبیہ دی ہے۔

جمال الملک بن افلح شاعر کا شعر ہے ؎

وَ قَالُوْا یَصِیْر الشعر فی الماءِ حَیَّةً اِذَا الشَّمْس حاذته فَمَا خِلْتَهٗ صِدْقًا

''لوگ کہتے ہیں کہ بال پانی میں سانپ بن جاتے ہیں جبکہ سورج کی روشنی ان پر پڑ رہی ہو مجھ کو یہ قول سچا نہیں لگتا۔''

فَلَمَّا الْتَوٰی صَدْغَاهُ فِی مَاء وجهه وَ قَدْ لَسَعَا قَلْبِی تَیَقَّنْتُهٗ حَقًّا

''لیکن محبوبہ نے جب اپنے چہرے پر پانی ڈالا اور اس کی زلفوں نے سانپ کی طرح بل کھا کر میرے دل کو ڈس لیا تو مجھ کو یقین آ گیا کہ لوگوں کا کہنا بالکل صحیح تھا۔''

سانپ کے متعلق عجیب حکایت

مسعودی نے زبیر بن بکار سے نقل کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں دو بھائی سفر کے لیے نکلے اور راستہ میں ایک درخت کے سایہ میں جو سڑک کے کنارے تھا دم لینے کے لیے رُکے۔ اس پیڑ کے نیچے ایک پتھر بھی پڑا تھا۔ جب کچھ دیر بعد انہوں نے چلنے کا ارادہ کیا تو اس پتھر کے نیچے سے ایک سانپ ایک دینار لیے ہوئے نکلا اور اس نے وہ دینار ان دونوں بھائیوں کے سامنے ڈال دیا۔ اس دینار کو پا کر وہ دونوں بھائی آپس میں کہنے لگے کہ ہو نہ ہو یہاں پر کوئی خزانہ مدفون ہے۔ لہٰذا انہوں نے تین دن تک وہاں قیام کیا۔ اور وہ سانپ روزانہ ایک دینار لا کر ان کے سامنے ڈالتا رہا۔ لیکن چوتھے دن ان بھائیوں میں سے ایک کہنے لگا کہ بھائی ہم کب تک یہاں بیٹھے ہوئے ایک ایک دینار حاصل کرتے رہیں گے کیوں نہ اس سانپ کو مار کر خزانہ کو نکال لیا جائے۔ لیکن دوسرے بھائی نے اس کو منع کیا اور کہا کہ اگر اس میں خزانہ نہ نکلا تو ہماری ساری محنت بیکار ہو جائے گی۔ مگر اس نے اس کی بات نہ مانی اور ایک کلہاڑی لے کر سانپ کے انتظار میں بیٹھ گیا اور جیسے ہی سانپ نے پتھر سے سر نکالا اس نے کہلاڑی سے اس پر وار کر دیا مگر حملہ پوری طرح کامیاب نہ ہو سکا اور وہ صرف زخمی ہو گیا مرا نہیں۔

سانپ نے تیزی سے پلٹ کر جوابی حملہ کیا اور اس کلہاڑی سے حملہ کرنے والے کو ڈس کر ہلاک کر دیا اور واپس پتھر کے اندر گھس گیا۔ دوسرے بھائی نے اپنے ہلاک شدہ بھائی کو دفن کر دیا اور وہیں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ وہ سانپ اگلے دن پھر نکلا۔ مگر اس کے منہ میں کوئی دینار نہیں تھا اور اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ سانپ نکلتے ہی اس کی طرف لپکا مگر اس نے فوراً کہا کہ تجھ کو معلوم ہی ہے کہ میں نے اپنے بھائی کو اس اقدام سے منع کیا تھا اور تیرے قتل کرنے پر اس کا ہم خیال نہیں تھا مگر اس کم بخت نے میرا کہنا نہ مانا اور تم پر حملہ کر بیٹھا جس کے نتیجے میں اسے اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔ ان حالات کے تحت کیا یہ ممکن نہیں کہ تو مجھ کو کوئی نقصان نہ پہنچائے اور نہ میں تجھ کو کوئی نقصان پہنچاؤں۔ اور تم پھر اسی طرح مجھ پر مہربان ہو جاؤ جو تم نے چار دن تک ہم پر مہربانی کی تھی۔ لیکن سانپ نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ اس شخص نے پوچھا کہ انکار کی وجہ کیا ہے؟ سانپ نے جواب دیا کہ انکار کی وجہ یہ ہے کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تیرا دل میری طرف سے کبھی صاف نہ ہوگا کیونکہ میں نے تیرے بھائی کو مار ڈالا ہے اور تو اس کی قبر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور میرا دل بھی تیری طرف سے صاف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ میرے سر کا زخم مجھ کو اس صدمہ کی یاد دلاتا رہے گا جو تیرے بھائی کے ہاتھوں مجھ کو اُٹھانا پڑا۔ پھر اس سانپ نے (جو اصل میں جن تھا) نابغہ جعدی کا یہ شعر پڑھا ۔

وَ مَا لَقِیْتُ ذَاتَ الصَّفَا مِنْ حَلِیْفِهَا وَ کَانَتْ تَرْبِهِ الْمَال رَباً و ظاهره

''اور میں اپنے حلیف سے کوئی نیک معاملہ نہیں دیکھ سکا حالانکہ میرا مال اس کی پرورش کرتا تھا اور اس کے ظاہر کا خبر گیر تھا۔''

حدیث کا انکار اور سانپ

رحلہ ابن صلاح اور تاریخ ابن نجار میں یوسف بن علی محمد زنجانی فقیہ شافعی المسلک کے ترجمہ میں مذکور ہے وہ فرماتے ہیں کہ شیخ ابو اسحاق شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی امام ابوطیب سے بیان کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ بغداد کی جامع منصور میں بہت سے اہل علم کے ساتھ میں موجود تھا کہ ایک خراسانی آیا اور مسئلہ مصراۃ پر دلیل مانگنے لگا۔ چنانچہ کسی دلیل دینے والے نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے استدلال کیا جو صحیحین میں مذکور ہے تو اس نوجوان نے جواب میں کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت قابل قبول نہیں ہے۔ قاضی فرماتے ہیں کہ وہ نوجوان ابھی اپنی بات مکمل بھی نہیں کر پایا تھا کہ اس کے پاس ایک بڑا سانپ چھت سے آ کر گرا۔ لوگ اس سانپ سے ڈر کر

بھاگنے لگے۔ لیکن وہ سانپ سب کو چھوڑ کر اس خراسانی نوجوان پر حملہ آور ہوا اور اس کے پیچھے لگ گیا تو وہاں پر موجود کچھ لوگوں نے اس نوجوان سے کہا کہ توبہ کرلو۔ کیونکہ تم نے ابھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت پر شبہ کا اظہار کیا تھا یہ اسی کی سزا ہے۔ چنانچہ اس نوجوان نے فوراً توبہ کی تب وہ سانپ اس کے پیچھے سے غائب ہوا۔ یہ واقعہ مستند ہے اور اس کی نقل میں تین ائمہ موجود ہیں' یعنی قاضی ابو طیب' طبری' ابواسحاق اور ابوالقاسم زنجانی۔

اس واقعہ سے ملتا جلتا یہ واقعہ بھی ہے جو ابوالیمین کندی نے نقل کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم سے ابومنصور قزاز نے اور ان سے ابوبکر محمد بن قاسم نحوی نے ان سے کریمی نے اور ان سے یزید بن قرۃ الدرع نے عمر بن حبیب سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔

ابن حبیب کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ہارون الرشید کی مجلس میں حاضر ہوا تو وہاں مصراۃ کا مسئلہ چھڑ گیا اور زور وشور سے بحث ہونے لگی۔ بعض حضرات نے اس روایت کو دلیل کے طور پر پیش کیا جو اس سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ فریق مخالف نے اس روایت کو قبول نہ کرتے ہوئے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مقبول الروایت نہیں ہیں اور ان کے ساتھ ہارون الرشید نے بھی ان کی تائید کی تو میں نے آگے بڑھ کر پرزور الفاظ میں کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ثقہ ہیں۔

میرے یہ الفاظ سن کر ہارون نے مجھ کو گھورا تو میں مجلس سے اُٹھ کر گھر آ گیا۔ گھر پہنچ کر ابھی بیٹھا تھا کہ فوراً دروازے پر سپاہی آ گیا اور کہا کہ امیر المؤمنین نے حاضری کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ آپ ابھی میرے ساتھ تشریف لے چلئے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کی مدافعت کی ہے اور تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جرم عظیم قرار دیا ہے کہ آپؐ کے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم پر طعن وتشنیع کی جائے۔ پس اے اللہ رشید سے میری حفاظت فرما اور پھر میں ہارون الرشید کے دربار میں حاضر ہوا' تو دیکھا کہ وہ سونے کی کرسی پر آستین چڑھائے ہوئے ہاتھ میں تلوار لیے بیٹھا ہے اور اس کے سامنے نطع (وہ چمڑا جو مجرم کے قتل کے لیے بچھایا جاتا ہے) بچھا ہوا ہے۔ رشید نے مجھے دیکھ کر کہا کہ اے ابن حبیب آج تک کسی کی جرأت نہیں ہوئی کہ وہ میری بات کو اس طرح رد کردے اور جواب دے جس طرح تو نے کیا ہے۔ تو میں نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین جو آپ نے فرمایا تھا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے لائے ہوئے احکامات پر عیب لگتا ہے۔

رشید نے پوچھا کہ وہ کس طرح؟ میں نے جواب دیا کہ جب آپؐ کے صحابہ کرام غیر معتبر ہو جائیں گے تو پوری شریعت باطل ہو جائے گی اور تمام فرائض نماز' روزہ' حج' نکاح' طلاق وحدود وغیرہ کے سب احکام غلط اور باطل ہو جائیں گے۔ کیونکہ یہ سب کچھ انہی کے واسطے سے ہم تک پہنچا ہے اور ان کے علاوہ معرفت دین کے لیے ہمارے پاس کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔ رشید نے یہ سن کر کہا کہ خدا کی قسم! اے ابن حبیب تم نے تو مجھے زندگی بخشی ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھے زندگی عطا فرمائے۔ اور پھر مجھے دس ہزار درہم انعام دیئے جانے کا حکم دیا۔

اسی واقعہ کے مثل ایک اور واقعہ بھی ہے جو باب القاف میں قرد کے بیان میں اس شخص سے متعلق آئے گا جو حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا کرتا تھا اس حال میں کہ وہ منبر پر ہوتے تھے۔

تتمہ

طارق ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میراث کے بہت سے مقدموں میں دادا کو بھائیوں کے مثل قرار دے کر فیصلے کیے۔ پھر آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جمع فرمایا اور لکھنے کے لیے لوہے کا ایک پترہ کا ٹکڑا لیا۔ حضرات صحابہ کرام یہ سمجھ رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اب میراث کے سلسلہ میں دادا کو باپ کے مثل قرار دیں گے لیکن ابھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ لکھنے کی تیاری ہی کر رہے تھے کہ ایک سانپ نمودار ہوا جس کی وجہ سے تمام صحابہ منتشر ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ

چاہتا ہے کہ میں اس فیصلہ کو نافذ کروں تو میں ضرور نافذ کروں گا۔ پھر آپ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے اور اجازت طلب فرما کر گھر میں چلے گئے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس وقت ایک باندی سے سر میں تیل لگوا رہے تھے۔ پس حضرت زید رضی اللہ عنہ نے باندی کو ہٹ جانے کا حکم فرمایا اور کہا کہ آپ قاصد بھیج دیتے میں خود حاضر ہو جاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ باندی سے اپنا کام کروائیے' مجھے ضرورت تھی لہٰذا میں خود آپ کے پاس آیا ہوں اور میرا ارادہ ہے کہ (دادا کی میراث کے مسئلہ کے متعلق) میں دادا کو باپ کے قائم مقام کردوں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری رائے اس سے مختلف ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر غصہ کی حالت میں واپس آگئے۔ اور پھر آپ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ کے متعلق اپنی رائے ایک لکڑی کے ٹکڑے پر لکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کردی اور ایک درخت کی مثال سے وضاحت کی کہ مثلاً کوئی درخت ایک تنے پر اُگے اور پھر اس سے ایک شاخ نکلے اور پھر اس شاخ سے ایک اور شاخ نکلے تو یہ تنا تمام شاخوں کو سیراب کرتا ہے۔ پس اگر پہلی ہی شاخ کو کاٹنا چاہیں تو پانی دوسری شاخ کی جانب لوٹ جاتا ہے اور اگر دوسری شاخ کو کاٹا جائے تو پانی پہلی شاخ کی جانب لوٹ جاتا ہے۔

پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کا مراسلہ پہنچا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے خطاب فرماتے ہوئے حضرت زید رضی اللہ عنہ کا مراسلہ پڑھ کر سنایا اور فرمایا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے دادا کے مسئلہ میں یہ رائے دی ہے اور میں اس کو نافذ کرتا ہوں۔

تکملہ

امام حافظ ابوعمر بن عبدالبر وغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابوخراش ہذلی (جن کا اصل نام خویلد بن مرہ تھا) کی وفات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں سانپ کے کاٹنے کی وجہ سے ہوئی۔

ابوعمر کہتے ہیں کہ ابوخراش اس قدر تیز رفتار دوڑتے تھے کہ بعض دفعہ انہوں نے گھوڑوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ ان کا ایک شعر یہ ہے ۔

رَقَوْنِیْ وَ قَالُوْا یَا خُوَیْلَدُ لَا تَرُعْ فَقُلْتُ وَ اَنْکَرْتُ الْوُجُوْہُ هُمْ هُمْ

''جھاڑنے والوں نے مجھ کو سانپ کے کاٹے سے جھاڑا اور کہنے لگے کہ اے خویلد ڈرومت (تم اچھے ہو جاؤ گے) میں نے کہا میرا خیال تو یہ ہے کہ میں صورتوں کو نہیں پہچانتا اور نیند کی وجہ سے میرا سر نیچے کو جھکا جاتا ہے۔''

ابوخراش مسلمان ہو گئے تھے اور انہوں نے اسلامی احکامات کی سختی سے پابندی کی تھی۔ آپ کی وفات کا سبب یہ ہوا تھا کہ ایک بار کچھ یمنی لوگ جو کہ حج کو جا رہے تھے آپ کے یہاں مقیم ہوئے اور چونکہ پانی آپ کے گھر سے کافی دور تھا اور اس وقت آپ کے گھر میں پانی بھی ختم تھا اس لیے آپ نے ان یمنی مہمانوں کو ایک رسی مشک اور ایک بکری دے کر کہا کہ آج گھر میں اتفاق سے پانی ختم ہے اس لیے آپ فلاں جگہ سے پانی لے کر اس بکری کو ذبح کر کے پکا لینا اور جب آپ وہاں سے واپس آنے لگیں تو یہ مشک اور رسی کنوئیں پر ہی چھوڑ آنا۔ صبح کو یہاں سے جا کر کوئی لے آئے گا۔ مہمانوں نے کہا کہ بخدا ہم آج کی رات بالکل سفر نہیں کریں گے حتیٰ کہ پانی بھی نہیں لائیں گے۔

چنانچہ ابوخراش خود ہی رسی اور مشک لے کر کنوئیں کی طرف دوڑے تاکہ مہمانوں کو پانی لا دیں اور کنوئیں پر پہنچ کر پانی بھر کر گھر کی طرف واپس ہوئے لیکن گھر پر پہنچنے اور مہمانوں کو پانی دینے سے پہلے ہی آپ کو ایک سانپ نے ڈس لیا۔ آپ تیزی سے گھر پہنچے اور مہمانوں کو پانی دے کر کہا کہ لو جلدی سے بکری ذبح کر لو۔ مگر آپ نے ان کو یہ نہیں بتایا کہ ان کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ چنانچہ مہمانوں

نے وہ بکری ذبح کر کے پکائی اور خوب سیر ہو کر کھائی یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ ادھر ابوخراش نے بھی بستر مرگ پر صبح کی۔ مہمانوں کو جب معلوم ہوا تو وہ تدفین وغیرہ میں شریک ہو کر واپس روانہ ہو گئے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ کی وفات کی خبر ملی اور معلوم ہوا کہ یمنی مہمان آپ کی وفات کا سبب بنے تو آپ کو سخت غصہ آیا اور فرمایا کہ اگر مہمان نوازی سنت نہ ہوتی تو میں یہ حکم نافذ کر دیتا کہ آئندہ کسی یمنی کو ہرگز مہمان نہ رکھا جائے اور اس حکم کو تمام ممالک اسلامیہ میں شائع کرا دیتا۔ پھر آپ نے اپنے عامل یمن کے نام ایک حکم نامہ ارسال فرمایا کہ جب یہ مہمان حج کر کے واپس آئیں تو ان سے ابوخراش کی دیت وصول کی جائے اور تادیباً ان کو سزا بھی دی جائے۔

سانپ اور صندوق ایک عجیب واقعہ

قاضی امام شمس الدین احمد بن خلکان نے وفیات الاعیان میں عماد الدولہ ابوالحسن علی بن بویہ کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کے والد مچھلی کے شکاری تھے اور ان کا ذریعہ معاش سوائے شکار کے اور کچھ نہ تھا۔ ان کے تین لڑکے تھے۔ سب سے بڑے عماد الدولہ' ان سے چھوٹے رکن الدولہ اور سب سے چھوٹے معز الدولہ تھے۔ یہ تینوں لڑکے بادشاہ ہوئے ہیں اور عماد الدولہ ان دونوں کی خوش حالی اور شہرت کا سبب بنے۔ عماد الدولہ کی مملکت میں عراق' عرب وعجم اور اہواز وفارس وغیرہ شامل تھے۔ آپ نے رعایا پروری میں حسن تدبیر سے کام لیا۔

ابن خلکان فرماتے ہیں کہ عماد الدولہ کو ایک مرتبہ ایک عجیب اتفاق پیش آیا کہ جب شیراز اُن کے قبضہ میں آیا تو ان کے رفقاء ان کے پاس آ کر جمع ہوئے اور ان سے مال کے خواستگار ہوئے۔ عماد الدولہ کے پاس اس وقت مال نہیں تھا کہ جو دے کر اُن کو راضی کر لیتے۔ چنانچہ اس فکر کی وجہ سے عماد الدولہ کی ہمت پست ہو گئی۔ چنانچہ وہ اسی فکر میں مبتلا اُٹھ کر ایک دوسرے کمرے میں جو کہ خالی تھا چلے گئے اور کوئی تدبیر سوچنے لگے۔ لیکن جب کوئی تدبیر ذہن میں نہ آئی تو پھر واپس مصاحبوں میں آ گئے۔ اس طرح کئی دن گزر گئے اور رفقاء مال کے لیے تقاضا کرنے لگے تو عماد الدولہ پھر اسی کمرے میں آ کر لیٹ گئے اور کوئی تدبیر سوچنے لگے۔ ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ اچانک ان کی نگاہ ایک سانپ پر پڑی جو کمرے کی چھت کے ایک شگاف سے نکلا اور دوسرے شگاف میں داخل ہو گیا۔ آپ کو ڈر ہوا کہ کہیں یہ سانپ مجھ پر نہ گر پڑے۔ اس لیے آپ اُٹھے اور فراشوں کو بلا کر ان سے سیڑھی منگوائی اور ان کو حکم دیا کہ اس سیڑھی پر چڑھ کر دیکھو کہ وہ سانپ کہاں گیا؟ فراشوں نے سیڑھی پر چڑھ کر دیکھ بھال شروع کی تو معلوم ہوا کہ اس چھت میں اور دوسری چھت (جو اس سے ملی ہوئی ہے) کے درمیان ایک کھڑکی لگی ہوئی ہے۔ فراشوں نے عماد الدولہ کو اس کی خبر دی۔ انہوں نے اس کو کھولنے کا حکم دیا۔ چنانچہ جب اس کھڑکی کو کھولا گیا تو اس کے اندر صندوق رکھے ہوئے نظر آئے۔

عماد الدولہ نے صندوقوں کو کھولنے کا حکم دیا۔ جب ان کو کھولا گیا تو ان کے اندر سے پانچ لاکھ دینار کی رقم برآمد ہوئی جو عماد الدولہ کے سامنے رکھ دی گئی۔ یہ دیکھ کر عماد الدولہ بہت خوش ہوئے اور اپنے رفقاء کو بلا کر ان کے مطالبات پورے کر دیئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے بگڑے کام کا پھر بنا دیا۔ ان صندوقوں میں ان دیناروں کے علاوہ عمدہ قسم کے کافی تعداد میں کپڑوں کے تھان بھی بھرے ہوئے تھے۔ پھر عماد الدولہ نے ان تھانوں کو جو صندوقوں سے برآمد ہوئے تھے پہننے کے کپڑے سلوانے کے لیے ایک تجربہ کار درزی کی تلاش شروع کی تو لوگوں نے کہا کہ جو درزی سابق بادشاہ کے کپڑے سیتا تھا اس سے اچھا اور کوئی درزی یہاں نہیں ہے۔

چنانچہ عماد الدولہ نے اس درزی کو بلانے کا حکم دیا جو کہ شہر میں کہیں رہتا تھا۔ اتفاق سے یہ درزی بہرہ تھا اور اس کے پاس سابق بادشاہ کی کچھ امانت رکھی ہوئی تھی۔ عماد الدولہ کے بلانے پر اس نے سمجھا کہ کسی چغل خور نے عماد الدولہ سے چغلی کر دی ہے اور اس کو سابق

بادشاہ کی امانت کا پتہ چل گیا ہے۔ چنانچہ جب اسے عمادالدولہ کے سامنے حاضر کیا گیا اور عمادالدولہ نے اس سے کپڑے کو ناپنے کے لیے کہا تو وہ بہرہ ہونے کی وجہ سے سمجھ نہ سکا۔ اور جلدی سے بولا کہ خدا کی قسم! میرے پاس تو صرف بارہ صندوق ہیں اور مجھے یہ معلوم نہیں کہ ان کے اندر کیا ہے۔ عمادالدولہ نے جب درزی کی زبانی یہ الفاظ سنے تو اس کو بہت حیرت ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے چند آدمیوں کو درزی کے ساتھ روانہ کر دیا اور کہا کہ وہ صندوق اُٹھالاؤ۔ چنانچہ درزی نے گھر جا کر ان صندوقوں کو ان آدمیوں کے حوالے کر دیا اور ان آدمیوں نے عمادالدولہ کے سامنے لا کر جب ان کے حکم سے ان صندوقوں کو کھولا تو معلوم ہوا کہ یہ صندوق قسم قسم کے قیمتی کپڑوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ اس طرح عمادالدولہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ مزید احسان فرمایا۔ عمادالدولہ کی وفات ۳۳۸ھ میں ہوئی ہے۔

ایک مسئلہ

گھروں میں جو سانپ نکلتے ہیں ان کو دیکھتے ہی نہ مارا جائے۔ بلکہ تین دن تک ان کو تنبیہ کیا جائے۔ کیونکہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ مدینہ منورہ میں کچھ جن مسلمان ہو گئے ہیں۔ لہٰذا اگر گھر میں سانپ دیکھو تو اس کو تین دن تک مہلت دو۔ بعض علماء نے اس حدیث کو صرف مدینہ منورہ کے لیے محدود کر رکھا ہے۔ مگر علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم عام ہے اور ہر شہر میں اس پر عمل ہو سکتا ہے۔ تنبیہ کے الفاظ یہ ہیں یعنی ان الفاظ سے سانپ کو تنبیہ کی جائے:

اَنْشِدُکُنَّ بِالْعَهْدِ الَّذِیْ اَخَذَهٗ عَلَیْکُنَّ نُوْحٌ وَسُلَیْمَانُ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ اَنْ لَا تَبْدُوْلَنَا وَلَا تُؤْذُوْنَا.

''یعنی میں تم کو وہ عہد یاد دلاتا ہوں جو حضرت نوح اور حضرت سلیمان علیہم السلام نے تم سے لیا تھا کہ تم ہمارے سامنے نہ آؤ نہ ہم کو ستاؤ۔''

ایک آزمودہ عمل

بعض مشائخ سے منقول ہے کہ کاغذ کے چار ٹکڑوں پر مندرجہ ذیل حروف لکھ کر گھر کے چاروں کونوں میں ایک ایک کاغذ رکھ دیں ان شاء اللہ اس سے سانپ بھاگ جائیں گے اور کوئی بھی سانپ گھر میں داخل نہیں ہوگا۔ حروف یہ ہیں:

٦١١ ٨١١١ ے ارح٥٥ ١١ے ٥ ١١٠١١ وو ے

وو١٥ بروواام ١١ح ١١١ ح ط ہ ھ ٨

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ مندرجہ ذیل عمل سانپوں کو بھگانے کے لیے مجرب ہے اور مجھ کو میرے بعض مشائخ سے ملا ہے اور بارہا اس کو آزمایا جا چکا ہے۔

سانپ کا شرعی حکم

سانپ ضرر کی وجہ سے حرام ہے۔ اسی طرح وہ تریاق جو سانپ کے گوشت سے تیار کیا جاتا ہے۔ اس کا کھانا مکروہ تحریمی ہے۔ لیکن دریا میں جو مچھلی سانپ کے مشابہ ہوتی ہے اس کا کھانا جائز ہے۔ یہ امام شافعیؒ کا مسلک ہے۔

(حنفیہ کے نزدیک تداوی بالحرام (حرام چیزوں سے علاج) میں فقہا کا اختلاف ہے۔ بعض نے مطلقاً حرام کہا ہے اور بعض بشرط ضرورت یعنی اس شرط پر کہ باخبار طبیب حاذق مسلم یہ معلوم ہو کہ اس مرض کی اور کوئی دوا نہیں اور اس میں شفا مظنون ہے' جائز رکھتے ہیں۔ کما فی الدر المختار)

آپؐ نے سانپ کو مارنے کا جو حکم دیا ہے وہ استحباب پر محمول ہوگا۔

احادیث میں سانپوں کے مارنے کا حکم

بخاری، مسلم، نسائی وغیرہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے نقل فرماتے ہیں:

''ہم منیٰ میں آنحضور کے ساتھ ایک غار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ پر اس وقت سورۂ مرسلات نازل ہوئی ہم اس کو حضور ﷺ کی زبان مبارک سے رغبت کے ساتھ سن رہے تھے کہ یکایک ایک سانپ نمودار ہوا۔ آپؐ نے اسے مارنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ہم اس کو مارنے کے لیے دوڑے مگر وہ ہم سے بچ کر نکل گیا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ خیر تم اس کے شر سے بچ گئے اور وہ تمہارے شر سے بچ گیا۔''

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

''آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جب سے ہماری ان سانپوں سے دشمنی ہوئی ہے ہم ان سے محفوظ نہیں رہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو سانپ کو مارتے نہیں بلکہ چھوڑ دے وہ مسلمان نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس شخص نے سانپ کو اس ڈر سے کہ وہ ہم سے بدلہ لے گا، بغیر مارے ہوئے چھوڑ دیا تو اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔''

سنن بیہقی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ہے:

''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سانپ، بچھو، چوہا، کو اسب خدا کے نافرمان ہیں۔''

مسند امام احمد میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے سانپ کو مار ڈالا تو اس نے گویا مشرک کو مار ڈالا اور جو اس کو انجام (بدلہ) کے ڈر کی وجہ سے چھوڑ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سانپ ممسوخ ہیں جیسا کہ بنی اسرائیل بندروں کی صورت میں مسخ کر دیئے گئے تھے۔

امام مسلمؒ اور امام مالکؒ نے مؤطا کے آخر میں اور دیگر محدثین نے ابو سائب مولی ہشام بن زہرہ سے روایت کی ہے:

''فرماتے ہیں کہ: میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچا آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ چنانچہ میں آپ کی نماز سے فارغ ہونے کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں، میں نے ایک چار پائی کے نیچے جو مکان کے ایک گوشہ میں بچھی ہوئی تھی کسی چیز کی سرسراہٹ سنی۔ دیکھا تو سانپ ہے، میں اسے مارنے کے لیے اُٹھا۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھتے ہی انگلی کے اشارے سے منع فرمایا۔ چنانچہ میں رُک گیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے گھر کے ایک کمرے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تم نے اس کمرے کو دیکھا؟ میں نے کہا کہ جی ہاں! اس کے بعد کہنے لگے کہ اس کمرے میں ہمارے گھرانے کا نوجوان جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی رہا کرتا تھا۔ ہم لوگ معہ اس نوجوان کے غزوۂ خندق کے سلسلہ میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ مدینہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔ یہ نوجوان نصف النہار (دوپہر) کے وقت رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے کر گھر آجاتا اور پھر لوٹ جاتا۔ ایک دن اس نے جب آنحضرت ﷺ سے اجازت طلب کی تو آپؐ نے فرمایا کہ جب جایا کرو تو اپنے ہتھیار اپنے ساتھ لے جایا کرو۔ کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں بنی قریظہ تمہیں زک پہنچا دیں۔

چنانچہ اس نے اپنا نیزہ اپنے ساتھ لے لیا۔ جب وہ گھر پہنچا تو بیوی کو دیکھا کہ دروازے پر کھڑی ہے۔ یہ دیکھ کر اس کو غیرت آئی اور بیوی کو مارنے کے لیے اپنا نیزہ سیدھا کر لیا۔ اس نے کہا کہ ہاتھ تھام لو اور ذرا گھر میں چل کر دیکھو کہ کیا معاملہ ہے اور میں کس وجہ سے گھر سے باہر کھڑی ہوں چنانچہ جب وہ اندر گیا تو دیکھا کہ ایک بڑا سانپ کنڈلی مارے ہوئے بستر پر بیٹھا ہوا ہے۔ نوجوان نے اس سانپ کو نیزہ پر باندھ کر گھر میں نیزہ کھڑا کر دیا۔ سانپ نے تڑپ کر اس نوجوان کو کاٹ لیا۔ اور نوجوان فوراً مردہ ہو کر زمین پر گر پڑا۔ سانپ بھی مر گیا مگر یہ معلوم نہیں کہ پہلے کون مرا؟ سانپ یا نوجوان!

ہم آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کی اطلاع کی اور عرض کیا کہ آپؐ اس نوجوان کے لیے زندہ ہونے کی دُعا فرما دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا تم اپنے رفیق کے لیے مغفرت کی دُعا کرو (گویا آپؐ اس کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے) پھر فرمایا کہ مدینہ میں کچھ جنات ہیں جو اسلام لے آئے ہیں۔ لہٰذا جب تم کسی سانپ کو گھر میں دیکھو تو مارنے سے پہلے تین دن تک اس کو تنبیہ کرو اور اگر اس کے بعد وہ تمہارے سامنے آئے تو مار ڈالو کیونکہ یقیناً پھر وہ شیطان ہے۔''

علماء کا اس سلسلہ میں اختلاف ہے کہ مدت مہلت تین مرتبہ ان کو تنبیہ کرنا ہے یا تین دن تک تنبیہ کرنا ہے۔ اصح قول یہ ہے کہ تین دن تک تنبیہ کرتے رہیں۔

اسد الغابہ میں عبدالرحمٰن بن ابویعلیٰ سے یہ روایت مروی ہے:

''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب سانپ گھر میں دکھائی دے تو اس سے بآواز بلند کہو کہ تجھے اپنا وعدہ یاد رکھنا چاہیے کہ تو نے نوح اور سلیمان علیہما السلام سے کیا تھا۔ اگر اس کے بعد بھی وہ نظر آئے تو پھر مار ڈالو۔''

حافظ ابوعمر ابن عبدالبر روایت کرتے ہیں:

''عقبہ ابن عامر بن نافع آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں پیدا ہوئے اور یہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ جب انہوں نے افریقہ کو فتح کیا تو قیروان نامی جگہ کو جہاں سانپ بے حد تھے انہوں نے بآواز بلند اعلان کیا کہ وادی کے باشندو! ہم اس علاقہ میں اب قیام کریں گے لہٰذا تم یہ علاقہ خالی کر دو۔ آپ کے اس اعلان کے بعد عجیب منظر دیکھنے میں آیا کہ ہر پتھر اور درخت کی جڑ میں سے سانپ نکلتے اور وادی چھوڑ کر دوسرے علاقے میں جاتے تھے۔ جب پورا علاقہ سانپوں سے خالی ہو گیا تو عقبہ اپنے ساتھیوں سے بولے بسم اللہ اب قیام کرو۔''

حضرت عقبہ بن عامر مستجاب الدعوات تھے۔

علماء احناف فرماتے ہیں کہ سفید سانپ کو مارنا نہیں چاہیے کیونکہ یہ جن ہوتا ہے۔ مگر امام طحاوی فرماتے ہیں کہ تمام سانپوں کو مارنے میں کوئی حرج نہیں مگر اولیٰ یہی ہے کہ پہلے ان کو تنبیہ کر دی جائے۔

ایک فقہی مسئلہ نمبر ا

کتاب احیاء میں آداب سفر کے باب میں لکھا ہے کہ یہ بات مستحب ہے کہ جب کوئی شخص سفر یا حضر میں موزہ پہنے تو اس کو پہلے جھاڑ لے تا کہ سانپ اور بچھو کے کاٹنے کے ممکنہ خطرہ سے بچا جا سکے۔ اس مسئلہ کی دلیل ابوامامہ باہلی کی وہ حدیث ہے جو ہم باب الغین میں لفظ غراب کے تحت ذکر کریں گے ان شاء اللہ۔

مسئلہ نمبر ۲

''اگر کوئی سپیرا سانپ کو پکڑ لے جیسا کہ ان کی عادت ہے اور سانپ اس کو کاٹ لے جس سے وہ سپیرا ہلاک ہو جائے تو وہ سپیرا گناہ گار ہوگا یا نہیں؟ فتاویٰ امام نووی میں اس مسئلہ کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ اگر اس نے سانپ کو اس نیت سے پکڑا ہے کہ لوگ اس کے فن پر اعتماد کرنے لگیں اور وہ اس فن پر ماہر بھی ہو اور گمان غالب یہ ہے کہ وہ سانپ سے محفوظ رہے گا۔ اس کے باوجود سانپ کے ڈسنے سے اس کا انتقال ہو جائے تو گناہ گار نہیں ہوگا۔ نیز اگر سپیرے سے کوئی سانپ چھوٹ کر کسی کو نقصان پہنچادے تو سپیرے سے کوئی ضمان نہیں لیا جائے گا۔''

امام احمد زہد میں لکھتے ہیں کہ ایک سپیرا جس کے پاس پٹارے میں چند سانپ تھے یمن میں کسی کے یہاں مہمان ہوا۔ پس رات کو ایک سانپ پٹارے سے نکلا اور گھر کے کسی فرد کو ڈس کر ہلاک کر دیا۔ یمن کے گورنر نے یہ واقعہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس لکھ کر حکم دریافت کیا تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ سپیرے پر کوئی ضمان نہیں البتہ تاکید کر دی جائے کہ آئندہ کسی کے گھر میں مہمان ہو تو اہل خانہ کو مطلع کر دے کہ میرے ساتھ سانپ ہیں۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول ہے:

''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے میری دستار کا شملہ پکڑا اور فرمایا کہ عمران اللہ تعالیٰ کو اس کی راہ میں خرچ کرنا بے پسند ہے اور بخل ناپسند ہے اس لیے تم کھاؤ' کھلاؤ' اگر تم نے ہاتھ روک لیا تو اللہ تعالیٰ رزق کے دروازے بند کر دے گا اور یہ بھی یاد رہے کہ جب شبہات کا ہجوم ہو تو اللہ تعالیٰ کو بصیرت پر مبنی فیصلے پسند ہیں اور جب مصائب گھیر لیں تو عقل کی راہنمائی انہیں محبوب ہے اور سخاوت اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے اگر چہ کھجوریں ہی دی جائیں اور دلیری کو بھی محبوب رکھتے ہیں اگر چہ ایک سانپ ہی مارا جائے۔''

انسان اور سانپ کی عداوت مشہور ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ. ''اتر جاؤ (زمین پر) اس حال میں کہ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے۔''

چنانچہ جمہور علماء کا قول ہے کہ یہ خطاب حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کو تھا اور اس میں سانپ اور ابلیس بھی شامل ہیں۔

ضرب الامثال

اہل عرب چستی و چالاکی کی مثال دیتے ہوئے بولتے ہیں: فُلَانٌ اَسْمَعُ مِنْ حَيَّةٍ وَاَعْدىٰ مِنْ حَيَّةٍ. اعدی عدو سے ماخوذ ہے جس کے معنی دوڑنے کے ہیں۔ کیونکہ سانپ کو جب کوئی خطرہ محسوس ہوتا ہے تو انتہائی سرعت کے ساتھ اپنے بل میں داخل ہو جاتا ہے۔

احادیث میں بھی سانپ سے مثال دی گئی ہے۔ چنانچہ امام بخاری اور مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام نامانوس ماحول میں رونما ہوا اور عنقریب نامانوس سا ہی ہو جائے گا اور صرف مکہ اور مدینہ میں سمٹ کر رہ جائے گا۔''

حدیث شریف میں ''مسجدین'' سے مراد مسجد حرام اور مسجد نبویؐ ہیں اور ''یارز'' ینضم (ملنا کے معنی میں ہے۔ اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آخر وقت میں مومن کا ایمان آپؐ کی محبت اس کو مدینہ کھینچ لائے گی۔ نیز اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ مدینہ طیبہ فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا اور اسلام مدینہ میں شان و شوکت کے ساتھ باقی رہے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے لوگوں کا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب

رجوع مراد ہو۔ نیز یہ بھی مراد ہوسکتا ہے کہ علم دین اس وقت صرف علماء اور ائمہ مدینہ سے ہی حاصل کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ باب المیم میں لفظ مطیہ کے ذیل میں ترمذی کی یہ حدیث نقل کریں گے۔

''آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ لوگ طلب علم میں دور دراز کے سفر کریں گے مگر کہیں صحیح معنوں میں عالم نہیں ملے گا بجز مدینہ کے۔''

کسی چیز کی کراہت کو بیان کرنے کے لیے بولتے ہیں: من ریح السذاب الی الحیات. کیونکہ مشہور ہے کہ (سذاب) گندھک کی بدبو سانپ کو سخت ناگوار لگتی ہے۔

اور جب کسی چھوٹے (کمزور) کا مقابلہ کسی بڑے (طاقتور) سے ہو تو کہتے ہیں: الحیة من الحیة. اور کبھی اس طرح بھی کہتے ہیں: الحیوت من الحیة۔

طبی خواص

عیسیٰ بن علی لکھتے ہیں کہ اگر زندہ سانپ کے ناب (دانت) اکھاڑ کر کسی ایسے شخص کے گلے میں ڈال دیئے جائیں جس کو چوتھیا بخار نے ستا رکھا ہو تو ان شاء اللہ بخار پھر نہیں آئے گا۔ نیز ایسا کرنا دانتوں کے درد کے لیے بھی مفید ہے۔ سانپ کا گوشت حواس کی حفاظت کرتا ہے اور اس کے گوشت کا شوربہ بینائی کو تیز کرتا ہے۔ سانپ کا گوشت سخت اور گرم ہوتا ہے۔ خون کو صاف کرتا ہے اور بہت سے بیماریوں میں مفید ہے۔ سانپ کی کھال کو اگر اونی کپڑوں کے ساتھ رکھ دیا جائے تو کپڑے خراب نہیں ہوتے اور کیڑے وغیرہ سے محفوظ رہتے ہیں اور اگر اس کی کھال کو جلانے کے بعد زیتون کے تیل میں ملا کر درد والے دانت یا داڑھ پر لگایا جائے تو فوراً فائدہ ہوگا۔ اسی طرح اس کی کھال سرکے ساتھ پیس کر گنج والے شخص کے سر پر لیپ کیا جائے تو نئے اور صحت مند بال اُگ آئیں گے۔

سانپ کی کھال اور بھنے ہوئے باز کی دھونی بھی بواسیر کے لیے مفید ہے۔ سانپ کے انڈے کو سہاگہ اور سرکہ میں پیس کر اگر ایسے شخص کو مالش کی جائے جو تازہ تازہ برص کا مریض ہو تو اس کا برص ختم ہو جائے گا۔ سانپ کی کھال کو تین کھجوروں کے ساتھ خوب ملا کر اگر اس شخص کو کھلایا جائے جو پھوڑے اور پھنسیوں کا مریض ہو تو ان شاء اللہ شفا ہوگی اور اگر صحت مند آدمی بھی کھالے تو اس کو آئندہ کبھی پھوڑے پھنسیوں کی بیماری نہ ہوگی۔ سانپ کے دل کو چوتھیا بخار والے مریض کے گلے میں ڈالنے سے فائدہ ہوگا۔

فائدہ: ابن شیبہ وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ ایک بوڑھا شخص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ اس کی آنکھیں سفید اور بے نور ہو چکی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تمہاری آنکھوں کو کیا ہو گیا؟ تو اس نے جواب دیا کہ میرا پیر ایک دفعہ ایک سانپ کے انڈے پر رکھا گیا اور یہ میری لاعلمی میں ہوا۔ اس وجہ سے میری بینائی ختم ہو گئی۔

آپؐ نے یہ سن کر اس کی آنکھوں میں لعاب مبارک لگا دیا۔ پس اس کی آنکھوں میں روشنی آگئی اور اس قدر تیز بینائی ہوئی کہ اسی سال کی عمر میں جبکہ ان کی آنکھیں سفید ہو چکی تھیں وہ سوئی میں دھاگہ پرونے لگا۔

خواب میں سانپ کی تعبیر

خواب میں سانپ کی تعبیر مختلف طریقہ سے دی جاتی ہے۔ مثلاً دشمن، دولت، زندگی، سیلاب، عورت اور اولاد وغیرہ۔

اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ وہ سانپ سے لڑ رہا ہے اور سانپ اس کو ڈسنے کی فکر میں ہے تو اس کی تعبیر دشمن سے دی جائے گی۔ جیسا کہ قرآن کریم میں سانپ کو دشمن سے تعبیر کیا گیا ہے اور اگر خواب میں یہ دیکھے کہ سانپ کو پکڑ لیا اور اس پر غالب آگیا اور جس طرح

چاہتا ہے اس کو بے بس کر دیتا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ صاحب خواب کو دولت اور فتح نصیب ہوگی۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سانپ کے ذریعہ فرعون کو شکست دی تھی اور اگر کوئی خواب میں یہ دیکھے کہ اس کے منہ سے سانپ نکلا ہے اور خواب دیکھنے والا مریض ہو تو یہ اس کی موت کی جانب اشارہ ہے کیونکہ حیہ (سانپ) اور حیات (زندگی) ایک ہی مادہ سے ہیں اور اگر درختوں اور کھیتوں میں سانپ پھرتے نظر آئیں تو اس کی تعبیر اس کی بیوی کی موت ہے۔

اور اگر کوئی شخص اپنی حاملہ بیوی کو سانپ جنتے ہوئے دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی اولاد نافرمان ہوگی اور اگر کوئی شخص خواب میں سانپ کو مردہ دیکھے تو اس سے مراد دشمن ہے جس کے شر سے اللہ تعالیٰ نے اس کو محفوظ فرما دیا۔ اور جس شخص کو خواب میں سانپ ڈس لے اور ڈسنے کی جگہ پر ورم آ جائے تو اس کی تعبیر مال ہے جو اس شخص کو عنقریب ملے گا۔ کیونکہ زہر سے مال اور ورم سے زیادتی مال مراد ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص خواب میں سانپ کا گوشت کھائے' اس کی تعبیر یہ ہے کہ صاحب خواب کو اپنے دشمن کے مال و دولت پر تصرف حاصل ہوگا اور اگر یہ دیکھا کہ وہ سانپ کا کچا گوشت کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر اس کا دشمن ہے جو غائب ہو جائے گا۔ اور اگر خواب میں یہ دیکھا کہ اس کے گھر کی چھت سے کوئی سانپ گرا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے گھر کا کوئی معزز فرد انتقال کر جائے گا اور اگر کسی نے خواب میں سانپ کو نگل لیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ عنقریب اس کو سلطنت حاصل ہوگی۔

سانپوں کے ساتھ اختلاط دیکھا اور اس سے اس کو کوئی نقصان نہ ہوا تو یہ اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ وہ اپنے دشمن سے مامون رہے گا۔ اور اگر خواب میں یہ دیکھے کہ کسی کے گھر سے سانپ غائب ہو گیا تو اس کی تعبیر اس گھر میں کثرت اموات اور وباء سے ہوگی۔ کیونکہ سانپ سے زندگی مراد ہوتی ہے۔ اگر قیدی اپنے آپ کو سانپوں میں گھرا ہوا دیکھے اور ان سے مامون رہے تو یہ اس کی رہائی کی جانب اشارہ ہے۔ راستہ میں سانپوں کو اس حالت میں دیکھنا کہ وہ پھنکاروں سے لوگوں کو روک رہے ہوں تو اس سے بادشاہ کا ظلم مراد ہے۔ اور اگر کوئی شخص خواب میں سانپ سے کلام کرے تو اس کو خوشی و مسرت حاصل ہوگی۔ کالے سانپ کو خواب میں دیکھنا قوی دشمن کی جانب اشارہ ہے اور اگر کوئی شخص خواب میں کالے سانپ کو قبضہ میں کر لے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سلطنت اور ولایت حاصل کرے گا۔

سفید سانپوں کا خواب میں دیکھنا کمزور دشمن کی جانب اشارہ ہے۔ اژدہے سے اہل و عیال اور بیوی کی عداوت مراد ہوتی ہے اور کبھی اژدہے سے حاسد پڑوسی مراد ہوتا ہے۔ تنین سانپ کا خواب میں دیکھنا خطرناک اور ظالم حکمراں پر دلیل ہے اور کبھی اس سے آگ مراد ہوتی ہے۔ اصلہ سانپ کو خواب میں دیکھنا حسب و نسب والی عورت کی جانب اشارہ ہے۔ شجاع سانپ سے خرچیلی عورت یا جسارت مند لڑکا مراد ہوتا ہے۔ افعیٰ سانپ کی تعبیر مال دار قوم سے دی جاتی ہے۔ ان کے زہر کی کثرت کی وجہ سے گھریلو سانپ کی تعبیر راہزن سے کی جاتی ہے۔ پانی کے سانپ کی تعبیر مال ہے۔ لہٰذا جو شخص خواب میں پانی کے سانپ کو پکڑ لے تو اس کی تعبیر عنقریب ملنے والے مال سے کی جاتی ہے۔ اگر خواب میں سانپ پیٹ کے اندر معلوم ہو یا پیٹ کے اندر دکھائی دے تو اس سے خاندان اور اقارب میں سے کوئی دشمن مراد ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

الحیوت

الحیوت: حیوت بروزن ''سفود'' مذکر سانپ کو کہتے ہیں۔

الحیدوان

الحیدوان: (قمری) اس کا تفصیلی تذکرہ باب الواؤ میں آئے گا۔ ان شاء اللہ

الحیقطان

الحیقطان: قاف پر ضمہ۔ مرغ کو کہتے ہیں۔

اَلْحَیَوَانُ

(ہر وہ چیز جس میں زندگی اور حرکت پائی جاتی ہے)

حیوان جنت کے ایک پانی کا نام بھی ہے جیسا کہ ابن سیدہ نے بیان کیا ہے اور حیوان نامی چوتھے آسمان پر ایک نہر بھی ہے اور ہر روز اس نہر میں ایک فرشتہ غوطہ لگاتا ہے اور پھر نکل کر اپنے پروں کو جھاڑتا ہے۔ جس سے ستر ہزار پانی کے قطرے گرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر قطرے سے ایک فرشتہ پیدا فرماتے ہیں۔ اس طرح ستر ہزار فرشتے روزانہ وجود میں آتے ہیں۔ پھر ان کو حکم ہوتا ہے کہ بیت المعمور کا طواف کریں۔ چنانچہ جب وہ ایک مرتبہ طواف کر لیتے ہیں تو پھر دوبارہ ان کی باری نہیں آتی۔ پھر ان کا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ آسمان اور زمین کے درمیان ٹھہر کر قیامت تک اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہیں۔

یہ روایت روح بن جناح مولیٰ ولید بن عبدالملک بیان کرتے ہیں۔

حضرت مجاہد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں:

''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک صحیح عالم شیطان کے مقابلہ میں ایک ہزار عابدوں سے بھاری ہے۔''

یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ نے اپنی کتابوں میں نقل کی ہے۔

علامہ زمخشری نے آیت ''وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ'' کی تفسیر میں لکھا ہے کہ آخرت کی زندگی ہمیشہ کی زندگی ہو گی اور موت نام کی کوئی چیز نہ ہو گی۔ گویا وہ عالم سراپا حیات ہو گا۔

''حیوان'' حَیَّ کا مصدر ہے اس کی اصل ''حییان'' ہے لیکن یاء ثانی کو واؤ سے بدل دیا گیا ہے۔ جیسا کہ عرب میں بعض لوگوں کا نام ''حیوۃ'' تھا۔ انہی معنی کے اعتبار سے ہر اس چیز کو جس میں حیات ہو حیوان کہتے ہیں۔ لفظ حیوان میں بمقابلہ حیات کے معنی کی زیادتی پائی جاتی ہے جو وزن فعلان کا خاصہ ہے۔ حیات کے معنی حرکت کے آتے ہیں۔ اور موت کے معنی سکون' چنانچہ فعلان کا وزن معنی میں زیادتی پیدا کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔

ابن عطیہ کہتے ہیں کہ حیوۃ اور حیوان کے معنی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ خلیل اور سیبویہ کے نزدیک حیوان مصدر ہے جیسے هیمان وغیرہ اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ عالم آخرت میں موت نہیں ہو گی۔ مجاہد نے بھی یہی کہا ہے اور یہی بہتر ہے۔ بعض لوگ کہتے کہ حیوان کی اصل حییان تھی۔ اجتماع یاء کے ثقل کی وجہ سے ایک یاء کو واؤ سے بدل دیا گیا ہے۔

جاحظ کہتے ہیں کہ حیوان کی چار قسمیں ہیں:

(۱) زمین پر چلنے والے (۲) اُڑنے والے (۳) تیرنے والے (۴) گھسٹنے والے۔

مگر ہر وہ جانور جو اُڑتا ہے وہ چلنے پر بھی قادر ہوتا ہے لیکن جو جانور چلتا ہے وہ اُڑنے پر قادر نہیں ہوتا۔ اور جو حیوان چلتے ہیں ان کی تین اقسام ہیں:

(۱) انسان (۲) مویشی (۳) درندے

دُنیا میں جتنے بھی پرند یعنی اُڑنے والے جانور ہیں ان کی بھی چار اقسام ہیں:

(۱) یا تو وہ سبع یعنی گوشت خور ہیں۔

(۲) یا مویشی یعنی زمین پر چلنے والے ہیں۔

(۳) یا ھمج یعنی ادنیٰ طبقہ کے طائر ہیں اور

(۴) یا حشرات الارض ہیں۔

پہلی قسم یعنی سبع (گوشت خور) میں شکاری پرندے مثلاً باز' شاہین' چیل' کوا' گدھ وغیرہ شامل ہیں اور دوسری قسم میں کبوتر اور فاختہ وغیرہ ہیں اور تیسری قسم میں بھیڑیں' مکھیاں' شہد کی مکھیاں' تتلیاں' اور ٹڈیاں وغیرہ ہیں اور چوتھی قسم میں چیونٹے' چیونٹیاں اور دیمک وغیرہ ہیں' جو موسم برسات میں پر نکال کر اُڑنے لگتے ہیں۔ تیسری اور چوتھی قسم کے جانور اگرچہ اُڑنے والے ہیں مگر ان کا شمار طیور اور پرندوں میں نہیں ہوتا اور نہ یہ ضروری ہے کہ ہر وہ جانور جس کے بازو یعنی پر ہوں وہ طائر کہلائے۔ مثلاً فرشتے یا جنات ان کے بازو ہیں جن سے یہ اُڑتے بھی ہیں مگر طیور نہیں کہلاتے۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ بحکم خدا جنت کے باغوں میں اُڑتے پھرتے ہیں مگر آپ کا شمار انسانوں میں ہے طیور میں نہیں۔

پرندوں میں بعض ایسے ہیں جو محض گوشت کھاتے ہیں جیسے باز' شاہین' عقاب وغیرہ اور بعض ایسے ہیں جو صرف دانہ کھاتے ہیں' مثلاً کبوتر' فاختہ وغیرہ اور بعض ایسے ہیں جو دونوں چیزیں کھاتے ہیں جیسے مرغی کوا اور چڑیاں کیڑے کو اور مکھیوں وٹڈیوں وغیرہ کو بھی کھا لیتی ہیں۔

جانوروں کو باندھ کر نشانہ بنانا منع ہے

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مروی ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اس شخص پر لعنت بھیجتا ہے جو کسی جانور کا مثلہ کرے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے اس شخص پر جو کسی ذی روح کو نشانہ بنائے۔''

اور ایک روایت میں ہے:

''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کسی جانور کے ہاتھ پاؤں باندھ کر تیروں (یا بندوقوں) کا نشانہ بنایا جائے۔''

فقہا نے حدیث میں مذکور ''نہی'' سے مراد تحریم لی ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں لعنت کا لفظ موجود ہے اور یہ لعنت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اس فعل میں جاندار کو دُکھ دینا' اس کی جان کو تلف کرنا اور اس کی مالیت کو ضائع کرنا ہے۔ علاوہ اس کے اگر وہ جانور حلال ہے تو اس کی حلت کا اور اگر حلال نہیں ہے تو اس کی منفعت کا ایضاع ہے۔

اختتامیہ

کتاب "التنویر فی اسقاط التدبیر" میں شیخ تاج الدین عطاء اللہ اسکندری نے لکھا ہے کہ دیگر موجودات کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے حیوان (انسان) کو خصوصی طور پر غذا کا محتاج اسی لیے بنایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات میں سے وہ صفات اس کو عطاء فرمائی ہیں کہ اگر اس کو غذا سے مستغنی چھوڑ دیا جاتا تو بہت ممکن تھا کہ وہ ربوبیت کا دعویٰ کر بیٹھتا یا اپنے اندر ربوبیت کا وجود محسوس کرنے لگتا۔ لہٰذا حق تعالیٰ سبحانہ وتعالیٰ نے جو "حکیم اور خبیر" ہے اس کو ماکولات ومشروبات ملبوسات اور دیگر اسباب حاجت کا محتاج بنا دیا تا کہ اس کی یہ تمام حاجتیں خود اس کے دعویٰ کو باطل کرتی رہیں۔

حیوان کا شرعی حکم

امام شافعیؒ کے نزدیک حیوان میں بیع سلم جائز ہے۔ کیونکہ یہ قیمت کی حیثیت سے مشتری کے ذمہ عائد ہوتا ہے۔ نیز دیت میں بھی یہ چلتا ہے اور نکاح میں مہر کی جگہ چلتا ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضور ﷺ نے بھی حیوانات میں بیع سلم کی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ نے ان کی بیع سلم کو ناجائز قرار دیا ہے اس لیے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس کو مکروہ کہتے تھے۔ نیز یہ کہ حیوان کے اوصاف بھی مشخص نہیں کئے جا سکتے۔

امام شافعیؒ کی دلیل یہ روایت ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

"آنحضور ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں ایک اونٹ دو اونٹ کے عوض لے لوں اور ادائیگی کی مدت بھی متعین کر دوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے اپنا اونٹ جس کا نام عصفور تھا بعوض بیس اونٹ ایک خاص مدت تک کے لیے فروخت کیا اور ابن عمر نے اپنی سواری چار اونٹوں کے عوض میں فروخت کر دی۔ طے یہ ہوا تھا کہ اونٹوں کا مالک یہ چاروں اونٹ مقام زبدہ میں عمر رضی اللہ عنہ کو دے گا۔"

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ حدیث ہے جس کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

"آنحضور ﷺ نے حیوان کو حیوان کے بدلہ میں فروخت کرنے سے منع فرمایا۔" اس روایت کو ابوداؤد ترمذی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن اور صحیح قرار دیا ہے

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے اس روایت کو سننا بھی ثابت ہے جیسا کہ علی بن المدینی نے بھی کہا ہے اور اس حدیث پر بہت سے صحابہ کرام اور تابعین کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل ہے کہ حیوان کو حیوان کے بدلے میں فروخت کرنا ناجائز ہے۔ سفیان ثوریؒ، اہل کوفہ اور امام احمدؒ کا مسلک بھی یہی ہے اگر چہ بعض حضرات نے حیوان کو حیوان کے بدلہ میں ادھار فروخت کرنے کی رخصت دی ہے۔ جیسا کہ امام شافعیؒ کا مسلک ہے۔ خطابی فرماتے ہیں کہ سمرہؓ کی حدیث کو محمول کیا جائے گا اس صورت پر جبکہ دونوں طرف ادھار ہو یعنی یہ بیع قرض بعوض قرض کے حکم میں ہو جائے گی۔ یہ تاویل خطابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی گزشتہ روایت کی روشنی میں کرتے ہیں۔ اور امام مالکؒ نے اس صورت میں رخصت دی ہے جبکہ حیوانات کی اجناس میں اختلاف ہو یعنی اگر حیوانات کی جنس مختلف ہے تو آپ حیوان کو حیوان کے بدلہ ادھار بیچنے کی اجازت دیتے ہیں اور اگر طرفین ہم جنس ہوں تو ناجائز کہتے ہیں۔

الاحیاء میں لکھا ہے کہ حیوانات کی تجارت مکروہ ہے کیونکہ مشتری پسند نہیں کرتا اس میں قضاء الٰہی یعنی موت کو جو بحکم خداوندی ضرور واقع ہوگی۔ کہتے ہیں کہ حیوان کو بیچ اور دو موت خرید۔

تمام جانوروں میں اتلاف کا ضمان قیمت کے ذریعہ وصول کیا جائے گا جیسا کہ صحیحین کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ:

''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی غلام میں کسی کا حصہ تھا اور اس نے اپنا حصہ آزاد کر دیا اور اس کے پاس اتنے پیسے بھی ہیں کہ جو غلام کی قیمت کے برابر ہیں تو قیمت لگائی جائے گی اور اس کے حصہ کا پیسہ کاٹ کر باقی قیمت شریک کو دی جائے گی اور یہ غلام صرف پہلے آزاد کرنے والے کی طرف سے آزاد سمجھا جائے گا۔''

لہٰذا غلام میں آزادی کے ذریعہ پیدا کی گئی خرابی کی ضمان میں قیمت واجب ہوگی کیونکہ اگر مثل واجب کیا جائے تو ایک ہی جنس میں قیمت کے تفاوت اور اختلاف کے باعث یہ ناممکن ہے۔ لہٰذا ایفائے حق کے لیے قیمت ہی زیادہ مناسب ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک تمام اعضاء حیوان میں اس نقص کی وجہ سے جانور کی جتنی قیمت کم ہوگی اتنا ہی ضمان دلایا جائے گا اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اونٹ گائے اور گھوڑے وغیرہ میں ربع قیمت واجب ہوگی۔ ان شاءاللہ باب الفاء میں لفظ فحل کے بیان میں عروہ البارقی کی حدیث نقل کریں گے جو اس کے ثبوت کی دلیل ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ گدھے اور خچر کی دم کاٹنے کی صورت میں پوری قیمت کو واجب فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ چیز جس کو نقصان پہنچایا گیا ہے نقصان کرنے والے کو دے دی جائے گی۔

طبی خواص

خصی حیوان غیر خصی کی بہ نسبت ٹھنڈا ہوتا ہے۔ تنومند اور چربی دار حیوان لذیذ اور عمدہ ہوتا ہے مگر دیر ہضم ہوتا ہے اور اگر نحیف ہو تو اس کا گوشت اس کے برخلاف ہوتا ہے مگر زود ہضم ہوتا ہے۔ سب سے عمدہ گوشت بکری کی ران کا ہوتا ہے اور ساتھ ساتھ زود ہضم بھی مگر اس کا گوشت معدہ کو ڈھیلا کرتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ ایسے پھلوں کا شربت پیا جائے جو قابض ہوں۔ سب سے زیادہ خوش ذائقہ جوان بھیڑ، کمسن گائے اور خصی بکرے کا ہوتا ہے۔

حیوان کی خواب میں تعبیر

اگر کوئی شخص خواب میں چوپایہ یا پرندے سے گفتگو کرے اور یہ گفتگو اس کی سمجھ میں آجائے تو اس کی تعبیر وہی ہے جو کچھ اس حیوان (چوپایہ یا پرند) نے اس سے کہا ہے اور کبھی اس کی تعبیر یہ دی جاتی ہے کہ خواب دیکھنے والے سے کوئی ایسا امر صادر ہوگا جس پر لوگ تعجب کریں گے۔ اور اگر خواب میں اس کی (چوپایہ یا پرندکی) گفتگو سمجھ میں نہ آئے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ صاحب خواب کا مال ضائع ہو جائے گا۔ کیونکہ حیوان کھائی جانے والی چیز ہے اور اکثر ایسا خواب لغو ہوتا ہے لہٰذا اس کی تفتیش میں نہ پڑنا چاہیے۔

تمام حیوانات کی کھال کو خواب میں دیکھنا حصول میراث یا حصول مکان کی علامت ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: **وَ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوتًا.** (اور ہم نے چوپاؤں کی کھالوں کو تمہارے لیے گھر بنا دیا) اور اگر کوئی شخص خواب میں مندرجہ ذیل جانوروں کی کھال پہن لے تو اس کی تعبیر نعمت، اموال کثیرہ اور علوشان ہے۔ وہ جانور یہ ہیں سمور (نیولے کے مشابہ ایک جانور) سنجاب لومڑی، خرگوش، چیتا وغیرہ۔ اگر کوئی مریض خواب میں یہ دیکھے کہ اس کی کھال کھینچی جارہی ہے تو یہ اس کی موت کی طرف اشارہ ہے یا فقر اور رسوائی کی طرف اشارہ ہے۔ بعض اوقات جانور کی کھالیں ان چیزوں پر دلالت کرتی ہیں جو ان سے تیار کی جاتی ہیں۔ چنانچہ اونٹ کی کھال سے طبلہ، بھیڑ کی کھال سے کتابت، بکری کی کھال سے نطوع (چرمی فرش) گائے کی کھال سے ڈول اور تسمہ وغیرہ گدھے اور خچر کی کھال سے ڈول وغیرہ مراد ہوتے ہیں۔ حیوانوں کے بال اور اون وغیرہ کی تعبیر فوائد مال، دولت اور لباس کا بغیر وراثت کے دستیاب ہوتا

ہے۔ سینگ کی تعبیر ہتھیار، مال و دولت، عزت و جاہ سے دی جاتی ہے۔ ہاتھی کے دانت کو خواب میں دیکھنا کسی بادشاہ کے ترکہ کی دستیابی کی جانب اشارہ ہے۔

حیوانوں کے کھروں کی تعبیر بیوی اور شوہر کے درمیان اتفاق اور دوڑ دھوپ کی طرف اشارہ ہے اور حیوانوں کے قدموں کی تعبیر کبھی دشمن کے ارد گرد گھومنے اور کبھی مرض سے دی جاتی ہے اور حیوانوں کی دُموں (پونچھ) کی تعبیر اس جانور کی ہی تعبیر ہوتی ہے جس کی وہ دُم ہے۔ نیز کبھی کبھی دُم کی تعبیر خطرہ ٹلنے اور معاونت سے بھی دیتے ہیں۔ اور حیوانوں کی آوازوں کی تعبیر الگ الگ ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ بکری کی آواز سے عورت یا دوست کی طرف سے مہربانی یا کسی شریف شخص کی جانب سے احسان کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور بکری کے بچہ کی آواز سے مسرت اور شادمانی مراد ہوتی ہے۔ گھوڑے کی ہنہناہٹ سے کسی شریف انسان کی جانب سے ہیبت مراد ہوتی ہے اور گدھے کی آواز کو خواب میں سننا کسی بے وقوف کی جانب اشارہ ہے اور خچر کی آواز سے صعوبت یعنی تنگی مراد ہوتی ہے۔ بچھڑے، بیل، گائے کی آواز کی تعبیر کسی فتنہ میں ملوث ہو جانے کی طرف اشارہ ہے اور اونٹ کی آواز کی تعبیر لمبا سفر ہے جو حج یا جہاد کی غرض سے ہو سکتا ہے۔ شیر کی چنگھاڑ سے مراد کسی ظالم بادشاہ کی ہیبت اور خوف ہے جو صاحب خواب کو لاحق ہوگا۔ اگر کوئی خادم جو چور ہو یا کوئی فاجر و فاسق شخص خواب میں بلی کی آواز سنے تو اس سے اس کی تشہیر کی جانب اشارہ ہے۔ چوہے کی آواز کی تعبیر کسی نقب زن یا چور کی جانب سے نقصان کا پہنچنا ہے۔ خواب میں ہرن کی آواز سننا کسی نیک دل عورت سے فائدہ پہنچنے کی طرف اشارہ ہے اور کتے کی آواز کا خواب میں سننا کسی ظالم کی پشیمانی کی طرف اشارہ ہے اور بھیڑیئے کی آواز سے کسی ظالم کے ظلم کی شروعات کی جانب اشارہ ہے۔ لومڑی کی آواز کی تعبیر جھوٹے مرد سے یا عورت کے مکروفریب سے دی جاتی ہے۔ گیدڑ کی آواز سے مراد عورتوں یا مایوس قیدیوں کی آہ و بکا ہوتی ہے۔ اور خنزیر کی آواز کا سننا کسی بے وقوف دشمن پر فتح کی نشانی ہے۔ چیتے کی آواز کی تعبیر یہ ہے کہ کسی حریص اور غیر معتبر انسان کے چیلنج کا مقابلہ کرنا پڑے گا اور اس آواز کا سننے والا اس پر فتح مند ہوگا۔ مینڈک کی آواز سے کسی عالم یا بادشاہ کے کاموں جیسا کوئی کام کرنا مراد ہوتا ہے اور بعض لوگوں نے اس کی تعبیر ناپسندیدہ بات سے دی ہے اور سانپ کی آواز سے ایسے دشمن کی آواز مراد ہوتی ہے جو اپنی دشمنی کو ظاہر کرتا ہو اور اس کی آواز کو سننے والا اس کے مقابلہ میں فتح مند ہوگا۔ اگر سانپ خواب میں کسی سے کوئی اچھی بات کہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کا دشمن اس کے سامنے پسپا ہو جائے گا اور لوگ اس امر سے حیران ہوں گے۔

اُمِّ حُبَیْن

(گرگٹ جیسا ایک جانور) اُمِّ حُبَیْن: (حاء پر ضمہ اور باء پر فتحہ) اُم حبین اسم جنس معرفہ ہے۔ کبھی کبھی اس پر الف لام بھی داخل ہوتا ہے۔ لیکن ان کے حذف سے یہ نکرہ نہیں ہوتا۔ اس کا نام "حبن" (پیٹ کا سوجنا) سے لیا گیا ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں "فلان بہ حبن" (اس کا پیٹ سوجا ہوا ہے) اور چونکہ اس جانور کا پیٹ بڑا ہوتا ہے اس لیے اس کو ام حبین کہا جانے لگا۔ سینہ کے علاوہ اس کے تمام اعضاء گرگٹ کے مشابہ ہوتے ہیں۔ مؤنث تثنیہ اور جمع وغیرہ کے لیے اس کا استعمال اس طرح ہوتا ہے:

ھی انثی الحرابی وھما ام حبین وھن امھات حبین.

ابو منصور نے کہا ہے کہ یہ جانور ہتھیلی کے بقدر بڑا اور گوہ کے مشابہ ہوتا ہے جبکہ صاحب کفایہ نے اس کو گرگٹ کا مؤنث قرار دیا ہے۔ ابن سکیت کہتے ہیں کہ یہ جانور (چھپکلی) سے قدرے چوڑا ہوتا ہے اور اس کے سر میں ایک نشان ہوتا ہے۔ ابوزید کے نزدیک ام حبین سے چور مراد ہیں۔ اس کے چار پیر ہوتے ہیں اور یہ چھوٹی مینڈک کے بقدر بڑا ہوتا ہے۔ شکاری اس کا پیچھا کرتے ہیں تو کہتے ہیں ۔

اَمَّ حُبَیْنَ اَنْشُتَرِیْ بُرْدَیْکِ اِنَّ الْاَمِیْرَ نَاظِرٌ اِلَیْکِ
وَ ضَارِبٌ بِسَوْطِهٖ جَنْبَیْکِ

"اے ام حبین کیا ہم تیری چادر کو خرید لیں چونکہ امیر تجھے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہے اور وہ عنقریب تیرے پہلو میں کوڑے برسائے گا۔"

یہ کہہ کر اس کا پیچھا کرتے ہیں اور اس کو پالیتے ہیں تو یہ اپنے پیروں پر کھڑی ہو کر پروں کو پھیلا دیتی ہے۔ یہ پر مٹیالے رنگ کے ہوتے ہیں۔ پھر جب شکاری اس کا مزید پیچھا کرتے ہیں تو یہ اپنے پروں کے نیچے والے حصہ کو پھیلا دیتی ہے۔ پروں کے نیچے والے حصہ کی ملی جلی سرخی زردی اور سفیدی بے حد خوب صورت ہوتی ہے۔ اس کے بعد شکاری اس کا پیچھا چھوڑ دیتے ہیں۔

علی ابن حمزہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ یہ صفت ام عویف (مادہ ٹڈی) کی ہے۔ ام عویف کا مفصل بیان ان شاء اللہ باب العین میں آئے گا۔ ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ ام حبین سورج کی طرف منہ کئے رہتی ہے اور جدھر سورج گھومتا ہے اسی کے ساتھ ساتھ یہ اپنا چہرہ گھماتی رہتی ہے۔ یہی وصف گرگٹ میں پایا جاتا ہے۔

مرصع میں لکھا ہے کہ ام حبین کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ چنانچہ بعض اس کو عضاۃ کی ایک قسم بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اس سے قدرے بڑی ہوتی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ گرگٹ کا مؤنث ہے۔ اعرابی اس سے احتراز کرتے ہیں اور اس کی بدبو کی وجہ سے اس کو نہیں کھاتے اور ابن قتیبہ کا یہ کہنا کہ یہ چھپکلی کی ایک قسم ہے اس میں اشکال ہے اس لیے کہ وزغ کے معنی چھپکلی کے ہیں جیسا کہ اہل لغت لکھتے ہیں۔

ام حبین کو حبینة بھی کہتے ہیں۔ یہ بغیر الف لام کے معرفہ ہے واحد اور جمع دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ البتہ کبھی کبھی اس کی جمع ام حبینات' امہات حبین بھی استعمال کرتے ہیں۔

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

اتموا صلاتکم و لا تصلوا صلاة ام حبین.

"اپنی نماز پوری پڑھو اور ام حبین کی سی نماز مت پڑھو۔"

اس حدیث کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ام حبین کا قاعدہ ہے کہ جب وہ چلتی ہے تو اپنے شکم کے بڑے ہونے کی وجہ سے اپنا سر کبھی اوپر اور کبھی نیچے کر کے چلتی ہے۔ لہٰذا مصلی (نماز پڑھنے والے) کو منع کیا گیا ہے کہ وہ بحالت سجود اپنا سر اونچا نیچا نہ کیا کرے۔

حدیث میں ام حبین کا ذکر:

"ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا دیکھا کہ اس حالت میں کہ ان کا پیٹ نکلا ہوا تھا تو حضور ﷺ نے ان کو مذاقاً ام حبین کہہ کر پکارا۔"

جاحظ فرماتے ہیں کہ ابو زید نحوی نے فرمایا ہے کہ میں نے ایک اعرابی سے ام حبین کو حبینة کہتے ہوئے سنا ہے اور ام حبین احبن کی تصغیر ہے۔ احبن اس کو کہتے ہیں جو چت لیٹے اور اس کا پیٹ پھول جائے۔

ام حبین کا شرعی حکم

ام حبین' امام شافعیؒ کے نزدیک حلال ہے اس لیے کہ یہ طیبات میں سے ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی محرم اس کو قتل کر دے یا حرم میں

کوئی اس کو مار ڈالے تو اس سے فدیہ دلایا جاتا ہے اور امام شافعیؒ کا اصول ہے کہ فدیہ اسی چیز کا دلایا جاتا ہے جو جانور بری ہو اور ماکول اللحم ہو۔

ماوردی سے اس سلسلہ میں دو روایت منقول ہیں کہ امام شافعیؒ کے نزدیک یہ حلال ہے اور ابن اثیر نے مرصع میں لکھا ہے کہ یہ حرام ہے۔ ابن عبدالبر کی کتاب ''التمہید'' میں ایک بڑی جماعت سے یہ بات منقول ہے کہ ایک شہری نے کسی اعرابی سے پوچھا کہ کیا تم لوگ یربوع کو کھاتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں! پھر پوچھا کہ سیہی کو کھاتے ہو؟ جواب دیا کہ ہاں! پھر پوچھا کیا ام حبین کو کھاتے ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں تو اس پر شہری نے کہا کہ پھر تو ام حبین اس عافیت سے بہت خوش ہوگا۔

اُم حسان

ام حسان: انسان کی ہتھیلی کے بقدر ایک دابہ۔

اُم حسیس

ام حسیس: (حاء پر ضمہ) پانی کا ایک جانور جس کے پاؤں بہت ہوتے ہیں۔

اُم حفصہ

ام حفصہ: گھریلو مرغی۔

اُم حمارس

ام حمارس: (حاء پر فتحہ) ابن اثیر نے کہا ہے کہ ام حمارس ہرن کو کہتے ہیں۔ واللہ اعلم

حیات الحیوان (اردو)

تألیف

علامہ محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ کمال الدین الدمیری
رحمۃ اللہ علیہ

جلد دوم

نظر ثانی
مولانا سید خلیق ساجد بخاری

مترجم
مولانا عبد الرشید صاحب
فاضل خیر المدارس ، ملتان

مکتبۃ الحسن
33 - حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

علامہ کمال الدین الدمیری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 808ھ) کی شہرہ آفاق کتاب

(مترجم)

حیات الحیوان

جلد دوم

مترجم: ــــــــــ مولانا عبدالرشید شجاع آبادی
(فاضل خیر المدارس ملتان)

نظر ثانی: ــــــــــ مولانا سید خلیق ساجد بخاری

ناشر

مکتبۃ الحسن

33 حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

فون: 042-7241355

نام کتاب: ______ حیات الحیوان (مترجم) جلد دوم
مؤلف: ______ علامہ محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ کمال الدین الدمیری رحمۃ اللہ علیہ
مترجم: ______ مولانا عبدالرشید شجاع آبادی (فاضل خیر المدارس ملتان)
نظر ثانی: ______ مولانا سید خلیق ساجد بخاری (فاضل وفاق المدارس)
تعداد: ______ 1100
سن اشاعت: ______ دسمبر 2006ء
ناشر: ______ مکتبہ الحسن
با اہتمام: ______ عبدالقدیر
مطبع: ______ مکی مدنی پرنٹرز، لاہور

قارئین سے درخواست ہے کہ تمام تر کوشش کے باوجود اس بات کا امکان ہے کہ کہیں کوئی غلطی یا کوئی خامی رہ گئی ہو تو ہمیں آگاہ کریں تاکہ آئندہ اس غلطی کو دور کیا جائے۔
(ادارہ)

مکتبۃ الحسن
33 حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
فون: 042-7241355

فہرست عنوانات حیات الحیوان مترجم

حصہ دوم

باب الخاء

عنوان	صفحہ
الخاذ باذ	23
امثال	24
خاطف ظله	24
الخبهقعی	24
الخشق	24
الخدرنق	25
الخراطین	25
خواص	25
الخرب	25
الخرشة	27
الخرشقلا	27
الخرشنة	27
الخرق	27
الخرنق	27
الخدارية	29
الخروف	29
امثال	30
تعبیر	30
الخرز	30
الخشاش	30
الخشاف	31
الخشرم	32
الخشف	32
الخضاری	33
الخضوم	33
الخضیرا	33
الخطاف	33
ابابیل کی اقسام	35
شرعی حکم	37
خواص	37
تعبیر	38
الخضاش	38
شرعی حکم	40
خواص	41
تعبیر	42
الختان	42
الخلنبوص	42
الخلا	42
شرعی حکم	47
خواص	47
تعبیر	47
الخلفة	48
الخمل	52
الخنتعة	52
الخندع	52
الخنزیر البری	52
حکم	56
امثال	58
خواص	59
تعبیر	59
الخنزیر البحری	60
الخنفاء	60
شرعی حکم	61
امثال	62
خواص	62
تعبیر	62
الخنوص	63
خواص	63
الخیتعور	63
الخیدع	63
الاخیل	63
الخیل	64

علم کا ادب	71	تعبیر	100	الدخس (مچھلی کی مانند بحیر جانور)	113
شرعی حکم	75	الدبدب (گورخر)	100	الدخل (ایک چھوٹا پرندہ)	113
امثال	76	الدبر (شہد کی مکھیوں کی جماعت)	101	الدراج (تیتر)	113
تعبیر	76	الدبسی (ایک چھوٹا پرندہ)	101	الحکم	114
ام خنور	77	حدیث میں "الدبسی" کا تذکرہ	102	الامثال	114
باب الدال		"دبسی" کی خصوصیات	102	تعبیر	114
الدّابة (چوپایہ)	77	"دبسی" کا شرعی حکم	102	الدراج (سیہی)	114
ایک عجیب وغریب واقعہ	79	خواص	102	الدرباب (باز)	115
حکایت	80	تعبیر	103	الدرحرج (ایک چھوٹا پرندہ)	115
مسئلہ	85	"الدجاج" (مرغی)	103	شرعی حکم	115
فائدہ	86	انڈے کے اندر بچے کی جنس	103	الدرص	116
مسئلہ	87	معلوم کرنے کا طریقہ		امثال	116
بیت المقدس کی تعمیر	89	نر اور مادہ کی شناخت کا طریقہ	104	الدرة	116
قرب قیامت کی نشانی	90	حدیث میں مرغی کا ذکر	105	الدساسة (سانپ)	116
مسئلہ	93	شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی کرامت	106	الدعموص (ایک آبی جانور)	116
مسئلہ	93	حکایت	107	حدیث میں الدعموص کا تذکرہ	117
الداجن	94	فقہی مسائل	108	امثال	118
حدیث میں "داجنہ" کا تذکرہ	94	امثال	109	الدغفل (ہاتھی کا بچہ)	118
تتمہ	95	مرغی کے طبی خواص	109	الدغناش (چھوٹا پرندہ)	118
الدارم (سیہی)	96	تعبیر	111	الدقیش (چھوٹا پرندہ)	118
الدباء (ٹڈی)	96	"الدجاجة الحبشية"	112	الدلدل (سیہہ)	119
الدب	97	(حبشی مرغی)		الحکم	119
ریچھ کا شرعی حکم	98	الدج (کبوتر کے برابر چھوٹا	112	الامثال	119
فائدہ	99	بحری پرندہ)		خواص اور تعبیر	119
امثال	99	الدحرج (ایک چھوٹا جانور)	112	الدلفین (مچھلی کے مشابہ دریائی جانور)	120
خواص	99	الدخاس (ایک چھوٹا جانور)	113	الحکم	120

خواص	120
تعبیر	120
الدلق (نیولے کے مشابہ ایک جانور)	121
خواص	121
الدلم (چیچڑیوں کی ایک قسم)	121
الدلهاما (ایک جانور)	121
الدم (سنور)	122
الدنة (چیونٹی کے مشابہ ایک جانور)	122
الدنیلس (سیپی میں رہنے والا ایک جانور)	122
شرعی حکم	122
الدهانج (دوکوہان والا اونٹ)	123
الدوبل (چھوٹا گدھا)	123
الدود (کیڑے)	123
حدیث شریف میں کیڑے کا تذکرہ	123
ریشم کا کیڑا	125
مثال	126
ریشم کے کیڑے اور مکڑی کا مکالمہ	127
الحکم	128
خواص	128
تعبیر	128
دوالة (لومڑی)	128
الدودمسی (سانپ کی ایک قسم)	128
الدوسر (ایک قسم کا اونٹ)	129
الدیسم (ریچھ کا بچہ)	129
الدیک (مرغ)	129
حدیث میں مرغ کا تذکرہ	130
نکتہ	132
شرعی حکم	132
امثال	132
خواص	135
تعبیر	136
دیک الجن (ایک جانور)	136
الدیلم (تیتر)	137
ابن دایة (سیاہ سفید داغدار کوا)	137
فائدہ	137
الذئل (نیولے کے مشابہ ایک جانور)	138
علم نحو کی وجہ تسمیہ	139
ابوجہم عدوی کا قصہ	140
باب الذال	
ذوالة (بھیڑیا)	141
حدیث میں بھیڑیئے کا تذکرہ	141
الذلاح (مکھی)	141
حدیث شریف میں مکھی کا تذکرہ	143
امام یوسف بن ایوب ہمدردی کی کرامت	146
خلیفہ ابومنصور عباسی کا قصہ	146
الحکم	146
الامثال	147
خواص	148
تعبیر	149
الذر (چھوٹی سرخ چیونٹی)	149
تعبیر	154
حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عدل کی تاثیر	161
الحکم	162
امثال	162
خواص	163
بھیڑیوں کو اکٹھا کرنے کا طلسم	164
بھیڑیوں کو بھگانے کا طلسم	164
تعبیر	164
الذیخ (بجو)	164
حدیث میں بجو کا تذکرہ	165
باب الواء	
الوحلة (ایک قسم کی اونٹنی)	166
حدیث میں راحلہ کا تذکرہ)	166
الوال (شترمرغ کا بچہ)	167
الواعی (ایک قسم کا پرندہ)	167
الوبیٰ (ایک قسم کی بکری)	168
الوباح (بلی کے مشابہ ایک جانور)	168
الوباح (نر بندر)	169
الوبح (اونٹنی یا گائے کا بچہ)	169
الوبیة (چوہے اور گرگٹ کے درمیان کا جانور)	169
الوتوت (نرخنزیر)	169
الوئیل (ایک زہریلا جانور)	169
خواص	169
تعبیر	170

الرخل (بھیڑ کا مادہ بچہ)	170
الرخ (ایک پرندہ)	170
تعبیر	171
الرخمة (گدھ کے مشابہ ایک پرندہ)	171
الحکم	172
الامثال	172
خواص	172
تعبیر	172
الرشا (ہرن کا بچہ)	173
الرشک (بچھو)	174
الرفراف (ایک پرندہ)	175
الرق (دریائی جانور)	175
الرکاب (سواری کے اونٹ)	175
رکاب کا حدیث میں تذکرہ	175
الرکن (چوہا)	175
الرمکة (ترکی گھوڑی)	175
فقہی مسئلہ	175
الرهدون (ایک پرندہ)	176
الروبیان (چھوٹی مچھلی)	176
خواص	176
الریم (ہرن کا بچہ)	176
ام رباح (باز کے مشابہ شکاری پرندہ)	177
ابو ریاح (ایک پرندہ)	177
ذورمیح (چوہے کے مشابہ ایک جانور)	177
باب الذای	
الزاغ (کوے کی ایک قسم)	177
عجیب واقعہ	177
الحکم	180
خواص	180
تعبیر	180
الزاقی (مرغ)	180
الزامور (چھوٹے جسم والی مچھلی)	180
الزبابة (جنگلی چوہا)	181
امثال	181
الزیذب (بلی کے مشابہ جانور)	181
الزرزور (چڑیا کی مثل پرندہ)	182
الحکم	183
خواص	183
تعبیر	183
الزرق (شکاری پرندہ)	183
الحکم	184
الزرافة (ایک قسم کا چوپایہ)	184
الحکم	184
خواص	185
تعبیر	185
الزریاب (ایک قسم کا پرندہ)	186
الزغبة (ایک قسم کا کیڑا)	186
الزغلول (کبوتر کا بچہ)	186
الزغیم (ایک قسم کا پرندہ)	186
الزقة (ایک دریائی پرندہ)	187
الزلال (ایک کیڑا)	187
الحکم	188
الزماج (مدینہ منورہ کا ایک پرندہ)	188
الزمج (ایک قسم کا پرندہ)	189
الحکم	189
خواص	189
زمج الماء (ایک قسم کا پرندہ)	189
الحکم	189
الزنبور (بھڑ)	189
الحکم	192
خواص	192
تعبیر	192
الزندبیل (بڑا ہاتھی)	192
الزهدم (باز کی ایک قسم)	192
ابوزریق (چڑیا کی مثل ایک پرندہ)	193
الحکم	193
ابوزیدان (پرندے کی ایک قسم)	193
ابوزیاد (گدھا)	193
باب السین	
سابوط (ایک دریائی جانور)	194
ساق حر (زقمری)	194
السالخ (سیاہ سانپ)	195
سام البرص (بڑی قسم کا گرگٹ)	195
خواص	195
تعبیر	195
السانح (ہرن یا پرندہ)	196
السبد (زیادہ بال والا پرندہ)	196
السبع (ایک قسم کے پرندے)	196

حدیث شریف میں السبع کا تذکرہ 197
فائدہ 197
حکایت 198
الحکم 203
السبنتی والسبندی (چیتا) 203
السبیطر (ایک قسم کا پرندہ) 204
اسحلۃ (خرگوش کا چھوٹا بچہ) 204
السحلیۃ (چھپکلی) 204
السحا (چگادڑ) 204
سحنون (ایک قسم کا پرندہ) 205
السخلۃ (بکری کا بچہ) 205
السرحان (بھیڑیا) 208
امثال 208
السرطان (کیکڑا) 209
الحکم 210
خواص 210
تعبیر 210
السرعوب (نیولا) 210
السرفوت (ایک قسم کا کیڑا) 210
السرفۃ (کالے سروالا کیڑا) 211
حدیث شریف میں السرفۃ کا تذکرہ 211
الحکم 211
الامثال 211
السرمان (بھڑکی ایک قسم) 211
السروۃ (مادہ ٹڈی) 211
السرماح (نرٹڈی) 211
السعدانۃ (کبوتری) 211
السعلاۃ (غول بیابانی) 211
السفنج (ایک قسم کا پرندہ) 215
السقب (اونٹنی کا بچہ) 215
السقر (شاہین) 215
السقنقور (ایک قسم کا جانور) 215
الحکم 216
خواص 216
تعبیر 216
السلحفاۃ البریۃ (خشکی کا کچھوا) 217
الحکم 217
امثال 218
خواص 218
تعبیر 218
السلحفاۃ البحریۃ (بحری کچھوا) 218
فائدہ 219
السلفان (چکور کا بچہ) 219
السلق (بھیڑیا) 219
السلک (قطا کے بچے) 219
السلکوت (ایک قسم کا پرندہ) 219
السلوی (بٹیر) 219
خواص 220
السمانی (بٹیر) 221
الحکم 221
خواص 221
السمحج (لمبی پشت والی گدھی) 222
السمع (بھیڑیئے کا بچہ) 222
الحکم 223
امثال 223
السمالم (ابابیل کی شکل پرندہ) 223
السمسم (لومڑی) 223
السمسمۃ (سرخ چیونٹی) 223
السمک (مچھلی) 224
عجیب حکایت 226
الحکم 228
مسئلہ 228
مسئلہ 228
مسئلہ 228
مسئلہ 228
مسئلہ 229
مسئلہ 229
تعبیر 230
السمندل (ایک قسم کا پرندہ) 232
خواص 232
السمور (بلی کے مشابہ ایک جانور) 233
الحکم 233
تعبیر 233
السمیطر (لمبی گردن والا پرندہ) 233
السمندر والسمیدر (ایک معروف چوپایہ) 233
سناد (گینڈا) 234
الحکم 234

السنجاب (ایک قسم کا حیوان) 234
الحکم 234
خواص 235
السنداوة السنة (مادہ بھیڑیا) 235
السندل (آگ کا جانور) 235
السنور (ایک متواضع جانور) 235
حدیث میں بلی کا تذکرہ 236
ایک عجیب واقعہ 236
الحکم 238
امثال 238
خواص 239
النسونو (ابابیل ایک قسم) 240
خواص 240
السودانیہ والسوادیة (ایک قسم کا پرندہ) 240
خواص 240
السوذنیق (باز) 241
السوس (ایک قسم کا کیڑا) 241
عجیب وغریب فائدہ 242
الحکم 243
امثال 243
السید (بھیڑیے کا نام) 243
السیدة (بھیڑیا کی مادہ) 243
سفینة (ایک قسم کا پرندہ) 243
ابو سیراس (ایک قسم کا جانور) 244
باب الشین
الشادن (زہرن) 244
شادھوار (ایک قسم کا جانور) 244
الشارف (بوڑھی اونٹنی) 244
الشاة (بکری) 245
لقمان حکیم کی وصیت 245
ایک عجیب واقعہ 247
الحکم 255
قربانی کے مسائل 256
مسئلہ 257
مسئلہ 257
مسئلہ 257
مسئلہ 257
مسئلہ 258
خواص 258
الشامرک (ایک قسم کا مرغ) 258
الشاهین (باز) 259
شاہین کی صفات 259
الحکم 260
علامہ دمیری کا خط 260
تعبیر 261
الشبب (بوڑھا بیل) 261
الشبث (مکڑی) 261
الحکم 261
الشبشان (ایک جانور) 261
الشیدع (بچھو) 262
الشبربص (چھوٹا اونٹ) 262
اشبل (شیر کا بچہ) 262
الشبوة (بچھو) 262
الشبوط (مچھلی کی ایک قسم) 262
اشجاع (عظیم سانپ) 263
ایک قصہ 263
تعبیر 265
الشحرور (سیاہ رنگ کا پرندہ) 265
الحکم 266
تعبیر 266
شحمة الارض (ایک قسم کا کیڑا) 266
خواص 266
الشذا (کتے کی مکھی) 267
الشران (مچھر کے مشابہ ایک حیوان) 267
اشرشق، الشقراق، الشرشور 267
الشرغ (چھوٹی مینڈک) 267
الشربنی (ایک معروف پرندہ) 267
الشصر (ہرنی کا بچہ) 267
الشعراء (نیلے یا سرخ رنگ کی مکھی) 267
الشعواء (عقاب) 267
الشفدع (چھوٹی مینڈک) 270
الشفنین (ایک قسم کا پرندہ) 270
الحکم 270
خواص 271
الشق (شیطان کی ایک قسم) 271

الشقحطب (مینڈھا) 274
الشقذان (گرگٹ) 274
الشقراق (منحوس پرندہ) 275
الحکم 275
امثال 275
خواص 275
تعبیر 275
الشمسیة (ایک قسم کا سانپ) 276
الشنقب (ایک مشہور پرندہ) 276
شه (شاہین کے مشابہ ایک پرندہ) 276
الشھام (غول بیابانی) 276
الشھرمان (پانی کا پرندہ) 276
الشوحة (چیل) 276
الشوف (سیہی) 276
الشوط (ایک قسم کی مچھلی) 276
شوط براح (گیدڑ) 277
الشول (ایک قسم کی اونٹنیاں) 277
امثال 277
شوالة 277
الشیخ الیھودی (ایک جانور) 277
الحکم 277
خواص 278
اشیذمان (بھیڑیا) 278
الشبصان (نر چیونٹی) 278
الشیع (شیر کا بچہ) 278
الشیم (مچھلی کی ایک قسم) 278
الشیھم (نر سیہی) 278
ابو شبقونة (ایک قسم کا پرندہ) 279

باب الصاد

الصؤابة (جوں کے انڈے) 279
حدیث میں صوابہ کا تذکرہ 280
الحکم 280
امثال 280
الصارخ (مرغ) 280
حدیث میں مرغ کا تذکرہ 280
الصافر (ایک معروف پرندہ) 281
امثال 281
تعبیر 281
الصدف (ایک بحری جانور) 281
موتی کے خواص 281
تعبیر 282
خواص 282
تعبیر 282
الصدی (ایک معروف پرندہ) 282
الصراخ (مور) 285
صرار اللیل (جھینگر) 285
الصراح (ایک مشہور پرندہ) 285
الصرد (لٹورا) 285
ایک موضوع روایت 287
الحکم 289
ایک عجیب واقعہ 289
تعبیر 290
الصرصر (ٹڈی کے مشابہ ایک جانور) 290
الحکم 290
خواص 290
الصرصران (ایک معروف مچھلی) 290
الصعب (ایک چھوٹا پرندہ) 290
الصعوة (ایک قسم کا پرندہ) 290
امثال 292
الصفاریة (ایک قسم کا پرندہ) 292
الصفر 292
الصفرد (ایک قسم کا پرندہ) 293
الصقر (شکرہ) 293
حدیث میں صقر کا تذکرہ 293
فائدہ 294
شکاری پرندوں کی قسمیں 295
یؤیؤ سے شکار کرنے والا پہلا شخص 295
فائدہ ادبیہ 296
فائدہ 298
الحکم 299
امثال 299
خواص 301
تعبیر 301
ایک خواب 301
الصل (ایک قسم کا سانپ) 301
الصلب (ایک مشہور پرندہ) 301
الصلنباج (ایک لمبی اور پتلی 302

مچھلی)
الصلصل (فاختہ) 302
الصناجة (ایک طویل الجسم جانور) 302
الصوار (گائے کا ریوڑ) 303
الصومعة (عقاب) 303
الصیبان 303
الصید (شکار) 304
تنبیہات 306
مسئلہ 307
خاتمہ 309
فائدہ 310
الصیدح (ایک قسم کا گھوڑا) 311
الصیدن (لومڑی) 312
الصیدنانی (ایک قسم کا کیڑا) 312
الصیر (چھوٹی مچھلیاں) 312
حدیث میں الصیر کا تذکرہ 312
خواص 312
باب الضاد
الضان (بھیڑ، دنبہ وغیرہ) 313
بھیڑ اور بکری کی خصوصیات 314
امثال 314
خواص 315
الضوضو (ایک قسم کا پرندہ) 316
الضب (گوہ) 316
الحکم 319
امثال 321
خواص 321
تعبیر 322
الضبع (بجو) 322
الحکم 324
الامثال 325
خواص 326
تعبیر 326
ابو ضبة (سیہی) 328
الضرغام (ببر شیر) 328
الضریس (چکور جیسا پرندہ) 330
الضعبوس (لومڑی کا بچہ) 330
الضفدع (مینڈک) 330
مینڈک کے متعلق فقہی مسائل 331
امثال 332
خواص 332
مینڈکوں کے شور سے حفاظت کی ترکیب 333
تعبیر 333
الضوع (زالو) 333
الحکم 333
الضیب (کتے کی شکل کا بحری جانور) 334
الضیئلة (ایک پتلا سانپ) 334
الضیون (نربلا) 334
خاتمہ 334
باب الطاء
طامر بن طامر (پسو اور رذیل آدمی) 335
الطاؤس (مور) 335
الحکم 340
الامثال 340
خواص 341
تعبیر 341
الطائر (پرندہ) 342
حدیث میں طائر کا تذکرہ 342
شیخ عارف باللہ کا قصہ 342
مختلف مسائل 344
تعبیر 345
الطبطاب (ایک قسم کا پرندہ) 349
الطبوع (چیچڑی) 349
الطثرج (چیونٹی) 349
الطحن (ایک قسم کا جانور) 350
الطرسوح (ایک بحری مچھلی) 350
طرغلودس (چکور کی طرح کا ایک پرندہ) 350
الطرف (شریف النسل گھوڑا) 350
الطفام (رذیل قسم کا پرندہ اور درندہ) 350
الطفل (بچہ) 351
ذو الطفیتین (ایک قسم کا خبیث سانپ) 351
حدیث شریف میں ذوالطفیتین کا تذکرہ 352

الطلح (چیچڑی) 352
الطلا (کھروالے جانوروں کابچہ) 353
الطلی (بکری کے چھوٹے بچے) 353
الطمروق (چگاڈر) 353
الطمل (بھیڑیا) 353
الطنبور (ایک قسم کی بھڑ) 353
الطورانی (کبوتر کی ایک قسم) 353
الطوبالة (بھیڑ) 353
الطول (ایک پرندہ) 353
الطوطی (طوطا) 354
الطیر (پرندے) 354
حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا توکل 357
جعفر بن یحیٰی برمکی کا قصہ 357
ضروری تنبیہ 358
تعبیر 361
تتمہ 361
طیر العراقیب (شگونی پرندہ) 362
احکام 362
طیر الماء (پانی کا پرندہ) 362
الحکم 362
امثال 363
طیطوی (ایک قسم کا پرندہ) 363
پرندوں کا کلام 363
تعبیر 364
خواص 364
الطیهوج (ایک قسم کا پرندہ) 364
الحکم 364
بنت طبق وام طبق (کچھوا) 364
امثال 365

باب الظاء

الظبی (لومڑی) 365
حضرت جعفر کا سلسلہ نسب 366
حجرت جعفر صادق کی وصیت 367
حدیث شریف میں ہرن کا تذکرہ 368
حکایت 368
فصل 370
مشک کا شرعی حکم 370
الحکم 372
امثال 373
خواص 374
فصل 374
فائدہ 374
تعبیر 374
خاتمہ 375

باب الظاء

الظربان (ایک جانور) 375
الحکم 376
امثال 376
الظلیم (نرشتر مرغ) 377
خاتمہ 377

باب العین

العاتق (پرندے کا بچہ) 379
العاتک (گھوڑا) 379
فائدہ 379
عناق الطیر (شکاری پرندے) 380
العتلة (ایک قسم کی اونٹنی) 380
العاضه والعاضهة (سانپ کی ایک قسم) 380
العاسل (بھیڑیا) 380
العاطوس (ایک چوپایہ) 380
العافیة 381
العائذ (ایک قسم کی اونٹنی) 381
حدیث شریف میں العائذ کا تذکرہ 381
العبقص والعبقوص (ایک چوپایہ) 382
العترفان (مرغ) 382
العتود (بکری کے بچے) 382
حدیث شریف میں عتود کا تذکرہ 382
العثه (ایک قسم کا کیڑا) 382
الحکم 383
امثال 383
العثمثمة (ایک قسم کی اونٹنی) 383
العجل (بچھڑا) 383
گائے کے ایک سالہ بچھڑے کی عبادت کا سبب 384
قاضی ابن قریعہ کے متعلق حکایت 385
بعض خلفاء کے واقعات 385
خواص 389

تعبیر 390
خاتمہ 390
المجمجمة (طاقتوراونٹنی) 390
ام عجلان (معروف پرندہ) 390
المجوز 390
عدس (خچر) 390
عرار (ایک قسم کی گائے) 391
العربد (ایک قسم کا سانپ) 391
العربض و العرباض 391
العرس (شیرنی) 391
العریقصة (ایک لمبا کیڑا) 391
العریقطة و العریقطان 391
العسا (مادہ ٹڈی) 391
العساعس (بڑی سیہہ) 392
العسبار 392
العشراء 392
فائدہ 392
العصاری (ٹڈی کی ایک قسم) 393
شرعی حکم 393
العصفور 393
متوکل کا قصہ 394
ایوب جمال کا قصہ 394
ایک چڑے کا قصہ 395
لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحت 396
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ 398
واقعہ خضر و موسیٰ میں موسیٰ کون تھے 399
شرعی حکم 400
امثال 400
خواص 401
فائدہ 401
تعبیر 402
العضل (نرچوہا) 403
العرفوط (ایک قسم کا کیڑا) 403
العریقطة (ایک قسم کا لمبا کیڑا) 403
العضمجة (لومڑی) 403
العضرفوط (نرچھپکلی) 403
بخار کو دور کرنے کا عمل 403
عطار (ایک قسم کا کیڑا) 403
خواص 404
العطاط (شیر) 404
العطرف (افعی سانپ) 404
العظاءة (ایک قسم کا کیڑا) 404
شرعی حکم 405
خواص 405
تعبیر 405
العفریت (طاقتور جن) 405
تخت بلقیس کیسا تھا؟ 405
اسم اعظم 407
حمام اور پاؤڈر کی ابتداء 408
بلقیس کا نسب 409
بلقیس کی حکومت کا آغاز 409
عورت کی حکمرانی کے متعلق 410
ارشاد نبوی 410
تذنیب 410
حمام کے نقصانات 410
حمام کے اوقات 410
نورہ 410
خاتمہ 411
العفر 411
العقاب (ایک مشہور پرندہ) 412
جعفر کے قتل کا سبب 415
حکایت اول 415
حکایت دوم 415
حکایت سوم 416
حکایت چہارم 416
حکایت پنجم 416
حکایت ششم 417
فائدہ 419
عقاب کا شرعی حکم 420
امثال 420
عجیبہ 424
خواص 424
تعبیر 424
العقرب (بچھو) 424
حدیث شریف میں بچھو کا تذکرہ 426
احادیث میں بچھو کے کاٹنے کا علاج 427
عجیب و غریب حکایت 427
مجرب جھاڑ پھونک 429

صفت خاتم	430
بخار والے کے لئے ایک عمل	430
فائدہ	433
بچھو کا شرعی حکم	434
خواص	434
تعبیر	435
العقف (لومڑی)	436
العقق (ایک قسم کا پرندہ)	436
فائدہ	436
شرعی حکم	436
امثال	437
خواص	437
تعبیر	437
العکرمة (کبوتری)	437
العلامات (مچھلیاں)	438
العلق (جونک)	438
فائدہ	440
فائدہ	441
فائدہ	441
جونک کا شرعی حکم	442
امثال	442
جونک کے طبی خواص	442
تعبیر	443
العناق (بکری کا مادہ بچہ)	443
بکری کے مادہ بچے کا شرعی حکم	444
العنبر (سمندری بڑی مچھلی)	446
عنبر کے طبی خواص	447
العندلیب (بلبل)	447
بلبل کا شرعی حکم	447
تعبیر	447
العندل (بڑے سر والا اونٹ)	447
العنز (بکری)	447
حدیث شریف میں "العنز" کا تذکرہ	447
فائدہ	450
العنز کا شرعی حکم	450
خواص	451
العنظب (مذکر ٹڈی)	451
العنظوانة (مؤنث ٹڈی)	451
عنقاء مغرب و مغربة	451
تعبیر	455
العنکبوت (مکڑی)	455
مکڑی کا شرعی حکم	458
امثال	458
خواص	458
تعبیر	458
العود (بوڑھا اونٹ)	458
العواساء (ایک کیڑا)	459
العوس (بکریوں کی ایک قسم)	459
العومة (ایک قسم کا چوپایہ)	459
العوهق (پہاڑی ابابیل)	459
العلا (ایک معروف پرندہ)	459
العلام (باز کی ایک قسم)	459
العیثوم (بجو)	459
العیر (وحشی اور اہلی گدھا)	459
فائدہ	460
ابن عرس (نیولا)	460
الحکم	461
خواص	462
تعبیر	462
ام عجلان (ایک قسم کا پرندہ)	462
ام عزة (مادہ ہرن)	462
ام عویف (ایک قسم کا چوپایہ)	462
ام العیزار (لسامرد)	462
باب الغین	
الغراب (کوا)	463
غراب الاعصم کا حدیث میں تذکرہ	463
فائدہ	465
ایک عجیب حکایت	468
ایک دوسری حکایت	468
الحکم	469
امثال	470
ایک عجیب حکایت	471
خواص	472
تعبیر	472
الغرنیق (کونج)	472
خواص	477
الحکم	477
الغرغر (جنگلی مرغی)	477

شرعی حکم	477
الغزال (ہرن کا بچے)	477
الغضارة (ایک پرندہ)	478
الغضب (بیل اور شیر)	478
الغضوف	478
الغضیض (جنگلی گائے کا بچہ)	478
الغطرب (افعی سانپ)	478
الغطریف	478
الغطلس (بھیڑیا)	478
الغفر (پہاڑی بکری)	478
الغماسة (ایک پرندہ)	479
الغنافر (زبجو)	479
الغنم	479
تعبیر	484
الغواص (ایک پرندہ)	485
الغوغاء (ٹڈی)	485
الغول (جنات)	485
الغیداق (گوہ کا بچہ)	488
الغیطلة (جنگلی گائے)	488
الغیلم (خشکی کا کچھوا)	488
الغیهب (شتر مرغ)	488
باب الفاء	
الفاختة (فاختہ)	488
فائدہ	489
الحکم	491
خواص	491
تعبیر	491
الفار (چوہا)	492
الحکم	494
امثال	495
خواص	495
تعبیر	496
الفاشیة (مویشی)	496
الفاعوس (سانپ)	497
افحل (سانڈ)	497
حرمت در رضاعت کے مسائل	498
امثال	499
تذنیب	499
الفرا (جنگلی گدھا)	500
الفراش (پروانہ)	501
فائدہ	501
الحکم	503
امثال	503
تعبیر	503
الفراصفة (شیر)	504
الفرح (پرندے کا بچہ)	504
صدقہ مصیبتوں کو دور کرنے کا ذریعہ	505
احصنت فرجھا کی تفسیر	506
مسئلہ	507
تعبیر	507
الفرس (گھوڑا)	507
ایک عجیب وغریب واقعہ	510
گھوڑے کو پالنا باعث ثواب	510
مجاہد کی فضیلت	510
گھوڑے کی عادات	510
سفیان ومنصور کا واقعہ	516
الحکم	517
تعبیر	517
فرس البحر (دریائی گھوڑا)	518
شرعی حکم	519
تعبیر	519
الفرش (اونٹ کا چھوٹا بچہ)	519
الفرفر (ایک پرندہ)	520
الفرع (چوپاؤں کا پہلا بچہ)	520
شرعی حکم	520
الفرعل (بجو کا بچہ)	520
الفرقد (گائے کا بچہ)	521
الفرنب (چوہا)	521
الفرهود (درندے کا بچہ)	521
الفروج (نوجوان مرغی)	521
الفریر والفرار (بکری اور گائے کا چھوٹا بچہ)	521
فسافس (چیچڑی کی مثل ایک جانور)	521
الفصیل (اونٹنی کا بچہ)	521
تعبیر	522
الفلحس	522
الفلو (بچھیرا)	522

الفناة (گائے) 522
الفهد (تیندوا) 522
الفویسقة (چوہا) 524
الفیل (ہاتھی) 525
ایک قصہ 526
دوسرا قصہ 527
الحکم 528
امثال 530
خواص 530
تعبیر 530
الفینة (عقاب کے مشابہ ایک پرندہ) 532
ابوفراس (شیر کی کنیت) 532

باب القاف

القادحة (ایک قسم کا کیڑا) 532
القارة (چوپایہ) 532
القاریة (ایک قسم کا پرندہ) 532
القاق (آبی پرندہ) 533
القاقم (چوہے سے بڑا جانور) 533
القبج (چکور) 534
چکور کا شرعی حکم 535
القبرة (گوریا کی قسم کی چڑیا) 535
چنڈول کا شرعی حکم 540
القبعة (ایک قسم کا پرندہ) 540
القبیط (ایک مشہور پرندہ) 540
القتع (ایک کیڑا) 540
ابن قترة (ایک قسم کا سانپ) 541
القدان (پسو) 541
القراد (چیچڑی) 541
امثال 541
تعبیر 542
القرد (بندر) 542
فائدہ 545
الحکم 546
خواص 546
تعبیر 546
القردوح (چیچڑی) 547
القرش (بحری جانور) 547
الحکم 549
القرقس (مچھر) 549
القرشام والقرشوم والقراشم (موٹی چیچڑی) 549
القرعبلانة (لمبا کیڑا) 549
القرعوش (گندی چیچڑی) 549
القرقف (ایک چھوٹا پرندہ) 549
القرلی (ایک آبی پرندہ) 550
القرمل (بختی اونٹ کا بچہ) 550
القرمید (پہاڑی بکری) 550
القرمود (پہاڑی بکرا) 550
القرنبی (ایک قسم کا کیڑا) 550
القرهب (بوڑھا بیل) 550
القزر (ایک قسم کا درندہ) 550
القوم (نر اونٹ) 551
القره (مینڈک) 551
القسورة (شیر) 551
القصیری 551
القط (بلی) 552
القطا (ایک معروف پرندہ) 552
الحکم 552
خواص 552
تعبیر 553
القطا (ایک بڑی مچھلی) 553
القطامی (شکرا) 553
قطرب (ایک قسم کا پرندہ) 553
القشعبان (ایک قسم کا کیڑا) 554
اقعود (ایک قسم کا اونٹ) 554
القعید (ٹڈی) 554
القعقع (آبی پرندہ) 554
القلو (ایک قسم کا گدھا) 554
القلوص (شتر مرغ کا مادہ بچہ) 555
القلیب (بھیڑیا) 555
القمری (ایک مشہور پرندہ) 555
قمری کا شرعی حکم 557
تعبیر 557
القمعة (ایک قسم کی مکھی) 557
القمعوط والقمعوطة (ایک کیڑا) 557
القمل (جوں) 557
فائدہ 558

فائدہ 561
الحکم 562
خواص 562
تعبیر 563
القمقام (چھوٹی چیچڑیاں) 563
قندر (خشکی کا ایک جانور) 563
القندس (پانی کا کتا) 564
القنعاب (ایک قسم کا جانور) 564
القنفذ (سیہی) 564
الحکم 566
خواص 566
تعبیر 567
القنفذ البحری (سمندری سیہی) 567
القنفشۃ (ایک معروف کیڑا) 567
القہبی (مکڑی) 567
القہبۃ (سفید اور سبز رنگ کا پرندہ) 567
القوافر (مینڈک) 567
القواع (نرخرگوش) 567
القوبع (سیاہ رنگ کا پرندہ) 568
القوثع (نر شتر مرغ) 568
القوق (لمبی گردن والا آبی پرندہ) 568
قوقیس (ایک قسم کا پرندہ) 568
قوقی (ایک عجیب وغریب مچھلی) 568
قید الاوابد (عمدہ گھوڑا) 569
قیق (ایک قسم کا پرندہ) 569
ام تشعم 569
ابو قیر (ایک قسم کا پرندہ) 569
ام قیس (بنی اسرائیل کی گائے) 569

باب الکاف

الکبش (مینڈھا) 569
حدیث میں مینڈھے کا تذکرہ 570
قرآن کریم میں مینڈھے کا تذکرہ 570
ذبح کے متعلق اہل علم کا اختلاف 571
پہلی دلیل 571
دوسری دلیل 571
تیسری دلیل 571
چوتھی دلیل 571
فائدہ 572
شرعی حکم 573
خواص 573
تعبیر 573
الکرکند (گینڈا) 574
خواص 575
خاتمہ 575
تعبیر 576
الکرکی (بڑی بطخ) 576
فائدہ 577
الحکم 577
خواص 578
تعبیر 578
الکروان (بطخ کے مشابہ جانور) 578
امثال 579
خواص 579
الکلب (کتا) 579
حدیث شریف میں کتے کا ذکر 581
کلب الماء (پانی کا کتا) 603
الحکم 603
طبی خواص 603
الکلثوم (ہاتھی) 604
الکلکسۃ (نیولا) 604
الکمیت (سرخ رنگ کا گھوڑا) 604
الکنعبۃ (بڑی اونٹنی) 604
الکنعد والکعند (ایک مچھلی) 604
الکندش (سرخ رنگ کا کوا) 604
الکہف (بوڑھی بھینس) 605
الکودن (گدھا) 605
الکوسج (سمندری مچھلی) 605
الحکم 605
الکہول (مکڑی) 605

باب الام

لای (جنگلی بیل) 606
اللباد (ایک قسم کا پرندہ) 606
اللبؤۃ (شیرنی) 606
تعبیر 606
اللجاء (کچھوا) 606
الحکم 606
طبی خواص 606

تعبیر 607
اللحکاء (ایک جانور) 607
الحکم 607
اللخم (ایک مچھلی) 607
الحکم 607
اللعوس (بھیڑیا) 607
اللعوة (کتیا) 607
اللقحة (ایک قسم کی اونٹنی) 607
اللفوة 608
اللقاط (ایک مشہور پرندہ) 608
اللقلق (سارس) 608
الحکم 608
خواص 608
تعبیر 609
اللوب والنوب (شہید کی مکھیوں کا گروہ) 609
اللیاء (ایک سمندری مچھلی) 609
اللیث (شیر) 609
اللیل (ایک قسم کا پرندہ) 609

باب المیم

الماریة (بھٹ تیتر) 610
الماشیة (مویشی) 610
مسئلہ 610
مالک الحزین (ایک آبی پرندہ) 611
شرعی حکم 611
خواص 611
المتردیة 611
شرعی حکم 611
المجثمة 612
المربح (بدشکل آبی پرندہ) 612
المرء (آدمی) 612
المرزم (آبی پرندہ) 612
المرعة (ایک قسم ایک پرندہ) 612
مسھر (ایک پرندہ) 613
المطیة (ایک قسم کی اونٹنی) 613
المعراج (بجو) 613
المعز (بکری کی ایک قسم) 613
خواص 614
المقوقس (فاختہ) 614
المکاء (ایک قسم کا پرندہ) 615
المکلفة (ایک پرندہ) 616
الملکة (ایک سانپ) 616
خواص 616
المنارة (سمندری مچھلی) 616
المخنقة 617
المنشار (ایک مچھلی) 617
الموقوذة 617
الموق (ایک قسم کی چیونٹی) 618
المول (چھوٹی مکڑی) 618
المھا (نیل گائے) 618
خواص 618
تعبیر 618
المھر (گھوڑے کا بچہ) 618
ابن ماء (پانی کا پرندہ) 619

باب النون

الناب (بوڑھی اونٹنی) 620
الناس (انسان) 620
الناضح (ایک قسم کا اونٹ) 620
الناقة (اونٹنی) 621
فائدہ 622
شرعی حکم 624
تعبیر 624
الناموس (مچھر) 625
النجیب 625
النحام (بطخ کے مشابہ ایک پرندہ) 626
الحکم 626
النحل (شہد کی مکھی) 626
خواص 630
تعبیر 634
النحوص (بانجھ گدھی) 635
النسر (گدھ) 635
نمرود کا قصہ 637
الحکم 638
امثال 639
خواص 640
تعبیر 640
النساف (بڑی چونچ والا پرندہ) 641

النسناس (انسانی شکل کی ایک مخلوق)	641
الحکم	642
تعبیر	642
النعثل (نربجو)	649
النعجة (مادہ بھیڑ)	649
خواص	650
تعبیر	650
النعبول (ایک پرندہ)	651
النعرة (موٹی چیونٹی)	651
الحکم	651
النعم	651
النغر (بلبل)	654
النغار (ایک قسم کا کیڑا)	655
النقاز	655
النقاقة	655
النقد	655
النکل	655
النمر (چیتا)	655
الحکم	657
امثال	657
خواص	657
تعبیر	658
النمس (ایک جانور)	658
شرعی حکم	659
خواص	659
تعبیر	659
النمل (چیونٹی)	659
الحکم	666
خواص	667
تعبیر	667
النهار (سرخاب کا بچہ)	668
النهام (ایک قسم کا پرندہ)	668
النورس (آبی پرندہ)	669
النون (مچھلی)	669
فائدہ	670
باب الهاء	
الهالع (تیز رفتار شتر مرغ)	673
الهامة (رات کا پرندہ)	673
تعبیر	678
الحکم	678
الهبع (اونٹنی کا آخری بچہ)	678
الهدهد (ہدہد)	680
الحکم	684
امثال	684
خواص	684
تعبیر	685
الهدی	686
مسئلہ	686
الهر (بلی)	687
الحکم	690
ایک واقعہ	692
تعبیر	692
الهرنصانة (اک قسم کا کیڑا)	692
هرلمة (شیر کا ایک نام)	692
الهرهیر (مچھلی)	693
الهرزون والهرزان (نر شتر مرغ)	693
الهزار (بلبل)	693
الهزبر (شیر)	693
الهرعة (جوں)	693
الهوذن (ایک پرندہ)	696
الهلابع (بھیڑیا)	697
الهلال (سانپ)	697
الهیثم (سرخاب کا بچہ)	697
الهیکل (لمبا اور فربہ گھوڑا)	697
ابو هرون (ایک قسم کا پرندہ)	698
باب الواو	
الوازع (کتا)	698
الواق واق (ایک قسم کی مخلوق)	698
الوبر (ایک قسم کا جانور)	698
فائدہ	698
وبر کا شرعی حکم	699
الوحرة (سرخ کیڑا)	699
الوحش	700
الودع (ایک قسم کا حیوان جو سمندر میں رہتا ہے)	703
الوراء (بچھڑا)	703
الورد (شیر)	703

الوردانی (ایک قسم کا پرندہ)	703
الورشان (قمری)	703
شرعی حکم	704
خواص	705
تعبیر	705
الورل (ایک قسم کا چوپایہ)	706
الحکم	707
خواص	711
تعبیر	711
الوزغة (ایک معروف چوپایہ)	711
تعبیر	713
الوعل (پہاڑی بکرا)	715
الوعل کا شرعی حکم	718
الوقواق (ایک قسم کا پرندہ)	718
بنات وردان (ایک قسم کا کیڑا)	719
شرعی حکم	719

باب الیاء

یاجوج و ماجوج (ایک قسم کی مخلوق)	720
الیامور (پہاڑی بکروں کی ایک قسم)	723
خواص	724
الیؤیؤ (ایک پرندہ)	724
خواص	724
الیحبور (سرخاب کا بچہ)	724
الیحموم (ایک خوبصورت پرندہ)	724
الیربوع (ایک قسم کا جانور)	726
الحکم	727
خواص	727
تعبیر	727
الیرقان (ایک قسم کا کیڑا)	727
الیسف (مکھی)	727
الیعر (بکری کا بچہ جو شیر کی کچھار کے پاس باندھ جائے)	727
الیوفور (ہرن یا نیل گائے کا بچہ)	728
الیعقوب (نرچکور)	728
الیعملة (کام کرنے والا اونٹ یا اونٹنی)	728
الیمام (جنگلی کبوتر)	728
فائدہ	729
الیوصی (ایک قسم کا پرندہ)	730
الیعسوب (رانی مکھی)	730

حالات زندگی علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی کمال الدین محمد کنیت ابو البقاء والد کا نام موسیٰ بن عیسیٰ ہے۔ان کا نام پہلے کمال دین تھا بعد میں کمال الدین محمد رکھا تا کہ حضور ﷺ کے نام کے ساتھ بطور تبرک نسبت ہو جائے۔

۷۴۲ھ مطابق ۱۳۴۴ء کے اوائل میں قاہرہ میں ولادت ہوئی۔جس کا ذکر خود انہوں نے اپنی کتابوں میں کیا ہے آپ نے قاہرہ میں تربیت حاصل کی اور یہیں پرورش پائی۔

یوں تو آپ قاہرہ میں پیدا ہوئے لیکن دمیرۃ کی طرف منسوب ہو کر مشہور ہوئے (دمیرۃ مصر میں ایک بستی کا نام ہے) دمیرۃ کو بعض لوگ دال اور میم دونوں پر کسرہ پڑھتے ہیں اس طرح دمیری پڑھا جائے گا اور بعض لوگ دال پر فتح اور میم پر کسرہ پڑھتے ہیں اس طرح دمیری پڑھا جائے گا۔

مستند علماء نے اسی آخری قول کو ترجیح دی ہے۔

جب سن شعور کو پہنچے تو خیاط (درزی) کا کام شروع کر دیا۔چند دنوں کے بعد یہ شغل ترک کر دیا اور علم وفن کی اہمیت معلوم ہونے پر جامعۃ الازہر میں تحصیل علم شروع کر دی۔پھر ایسے مشغول و متوجہ ہوئے کہ اپنے وقت کے قابل احترام اور جلیل القدر علماء میں آپ کا شمار ہونے لگا۔یہاں تک کہ عہدہ قضاء کی پیشکش بھی کی گئی لیکن آپ نے اس عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔عقائد میں اہلسنت اور فقہ میں شافعی مذہب سے وابستہ تھے اور تصوف میں کافی دسترس وادراک رکھتے تھے عابد وزاہد تھے آخری عمر میں تسلسل کے ساتھ روزے رکھنے لگے تھے۔

اہل علم وفن کہتے ہیں کہ استاذ کے اخلاق اور اس کے علوم کا اثر اس کے شاگردوں میں ضرور ظاہر ہوتا ہے۔چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کی شخصیت، رفعت علمی، علو مرتبت کا اندازہ لگانا ہو تو اس کے شاگرد امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ وغیرہ کا جائزہ لے لیجئے۔اسی طرح علامہ ابن تیمیہؒ کے علوم اور ان کے شان علمی سے واقف ہونا ہو تو ان کے شاگرد حافظ ابن قیمؒ کی تصانیف کا مطالعہ کیا جائے۔

اسی طرح آپ نے علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ کی وسعت معلومات، ان کی شان علمی و شخصیت کا مشاہدہ کرنا ہو تو آپ کی تصانیف میں خصوصی طور پر ''حیات الحیوان'' اور ان کے اساتذہ کرام کی علمی رفعت و بلندی کو دیکھئے۔آپ نے اپنے وقت کے جید و یکتائے روزگار علماء و فقہاء سے علوم حاصل کئے۔

علم فقہ شیخ بہاء الدین سبکیؒ، جمال الدین اسنویؒ، کمال الدین نویری مالکیؒ وغیرہ سے پڑھنے کا شرف حاصل کیا اور علم ادب

شیخ برہان الدین قیراطیؒ اور بہاء بن عقیل سے حاصل کیا۔ اور علم حدیث میں شیخ علی المظفر عطار مصریؒ الجامع للامام الترمذی ابوالفرج بن القاریؒ اور محمد بن علی حراویؒ وغیرہ کے سامنے زانوائے تلمذ تہہ کیا۔

علوم معرفت، وظائف و عملیات امام یافعیؒ سے بھی سیکھے۔ آپ نے علم حاصل کرنے کے بعد متعدد مقامات پر تدریس کا کام انجام دیا۔

آپ مکہ میں دو سال تک تعلیم و تدریس میں مشغول رہے۔ القبہ، جامعہ الازہر، جامعہ الظاہر میں درس حدیث کی خدمات انجام دیں۔ حافظ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ میں بھی ان کے درس حدیث میں شریک رہا اور سبق سے محفوظ ہوا اسی طرح مدرسہ ابن البقری باب النصر میں بروز جمعہ بعد نماز عصر وعظ و تبلیغ فرماتے۔

زیادہ تر مکہ مکرمہ اور قاہرہ میں تدریس وافتاء کا سلسلہ جاری رکھا۔ چنانچہ شیخ صلاح الدین اقفہی نے مکہ میں اور شیخ تقی الدین الفاسی نے قاہرہ میں آپ سے شاگردی کا شرف حاصل کیا۔

علامہ دمیریؒ علم و عمل دونوں کے نمونہ تھے۔ عبادت وریاضت کے پیکر' تلاوت قرآن کی بیش بہا نعمت سے مالا مال تھے۔ حج بیت اللہ اور کثرت صیام کے دلدادہ تواضع وخاکساری کے مجسمہ تھے اور ذکر اللہ کے وقت غلبہ خوف وخشیت سے آپ پر گریہ طاری ہو جاتا۔

کبھی کسی سے سختی اور ترش روئی سے گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ اور نہ کبھی فخریہ لباس زیب تن کیا۔ آپ ان مبارک ہستیوں میں سے تھے جن کو اللہ جل شانہ نے حرمین شریفین کی مجاورت کا اعزاز بخشا تھا۔ اگر آپ سے خرق عادت کے طور پر کبھی کشف و کرامت کا ظہور ہوتا تو اس کو چھپانے کی کوشش کرتے۔

شیخ مقریزیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ میں امام دمیریؒ کی خدمت میں غالباً دو سال کا عرصہ رہا۔ مجھے ان کی مجلس پسند آئی، شفقت و محبت سے پیش آتے اور مجھے ان سے عشق ہو گیا تھا۔ ان کے عالی مرتبت بلند پایہ شخصیت' شہرت' اخلاق وکردار' عبادت وریاضت میں مستقل طور پر پابندی کرنے کی وجہ سے میں ان پر فریضۃ تھا۔

آپ نے ۷۶۲ھ میں حسب عادت حج کا فریضہ ادا فرمایا پھر مصر تشریف لے گئے پھر آپ ۷۷۳ھ میں مکہ تشریف لائے اور اسی سال آپ کے شیخ بہاؤ الدین سبکی کا انتقال ہو گیا۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ۷۷۵ھ میں مکہ مکرمہ میں آکر سکونت اختیار کر لی پھر سکونت ترک کر کے قاہرہ چلے گئے۔ پھر جب بھی مکہ میں تشریف لاتے تو حج بیت اللہ کا فریضہ ضرور ادا کرتے۔

مکہ مکرمہ کی رہائش و سکونت کے زمانہ میں فاطمہ بنت یحیٰ بن عیاد الصنہاجی مکیۃ سے نکاح کیا ان سے تین بچیاں پیدا ہوئیں۔

علامہ دمیری نے جہاں علوم سے طلباء کو مستفید اور خلق خدا کو فیض یاب کیا وہیں آپ نے قلم و کاغذ سے کام لے کر آئندہ آنے والوں کو کتابی شاگرد بننے کا موقع مرحمت فرمایا۔ آپ کی تصانیف کا دائرہ وسیع ہے جن میں سے کچھ تو شائع ہوسکیں اور کچھ طباعت سے رہ گئیں اور مخطوطات سے آگے نہ بڑھ سکیں۔

ان میں سے آپ کی کتاب حیات الحیوان الکبریٰ نے خاصی شہرت حاصل کی ہے کتاب کی ترتیب 773ھ میں مکمل ہوئی۔ اس میں حروف تہجی کی ترتیب کے لحاظ سے حسب معلومات اکثر جانوروں کے خصائص وعادات کا تفصیلی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

جانوروں سے متعلق معلومات اس طرح جمع کی ہیں کہ پہلے لغوی حل، جانوروں کے نام اور کنیت، خصوصیات و عادات، احادیث میں ان کا تذکرہ، شرعی حلت وحرمت، ضرب الامثال، طبی خاصیتیں، خواب میں دکھائی دینے والے جانور کی تعبیر اور ان سے متعلقہ تاریخی واقعات، اشعار، گاہے بگاہے اوراد ووظائف تعویذات وعملیات وغیرہ درج کیے ہیں اور اس میں ہرفن کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔

علامہ کمال الدین دمیری نے کتاب حیوۃ الحیوان اس غرض سے لکھی ہے کہ عربی کے مغلق ومشکل الفاظ کی شرح اور پیچیدہ لفظوں کی تصحیح ہو جائے اس لئے کہ بعض عبارتیں بہت دشوار ہوتی ہیں اور اس بات کی تائید میں مصنف کتاب علامہ دمیری کی عبارت پیش خدمت ہے جو انہوں نے کتاب کے مقدمہ میں تحریر فرمائی ہے۔

هذا كتاب لم يسالنى احد تصنيفه ولا كلفت القريحة تاليفه وانما دعانى الى ذلك انه وقع فى بعض الدروس اللتى لا مخبأ فيها لعطر بعد عروس.

''اس کتاب کی تصنیف کے لیے کسی کا تقاضا نہیں تھا اور نہ یہ کسی دوست کی فرمائش پر لکھی گئی بلکہ بعض اسباق کی پیچیدگی اس کا باعث ہوئی اور یہ تقاضا اتنا بڑھا کہ اسے قابو میں رکھنا مشکل ہوگیا۔

عجیب وغریب معلومات کے بیش بہا مجموعہ کے باوجود اس میں رطب ویابس کی بھرمار ہے، خصوصی طبی خواص پر عمل کرنا کسی پریشانی کا سبب بن سکتا ہے، بعض دیگر معلومات بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی اور آج کے سائنسی دور میں تحقیقات کے ذریعہ ناقص ثابت ہوچکی ہیں۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال قاہرہ میں جمادی الاول ۸۰۸ھ بمطابق ۱۴۰۵ء میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

فقط

خلیق ساجد بخاری عفی اللہ عنہ

باب الخاء

الخاذباذ

مگس، مکھی۔ الخاذباز: ۔ایک لغت اس میں الخزباذ بھی ہے۔ جوہری کہتے ہیں کہ یہ دونوں الگ الگ اسم ہیں "خاذ اور باز" دونوں اسموں سے مرکب ہو کر ایک لفظ بن گیا ہے جس کے معنی مکھی کے ہیں یہ کسرہ پر مبنی ہے جو بحالت رفع نصب وجر یکساں رہتا ہے۔ ابن احمر نے کہا ہے۔

تَـفـقـا فَوْقَـه الْقَلَعُ السوارى وجـن الـخـاذ بـاذبـه جُنُونـاً

"چھاگئے اس کے اوپر چھاگلوں کے گھنگھرو جیسا کہ مکھیاں ہجوم کر کے آئیں بھنبھناہٹ کے ساتھ۔"

اور جوہری نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ہوسکتا ہے "جن الذباب" سے ہو۔ کیونکہ جب مکھی کی آواز بڑھ جاتی ہے تو "جن الذباب" بولا جاتا ہے یعنی مکھیاں بھنبھنارہی ہیں اور یہ بھی امکان ہے کہ یہ "جن النبت جنونا" سے ہو۔ کیونکہ جب گھاس لمبی ہوجاتی ہے تو "جن النبت جنونا" بولتے ہیں۔ متنبی شاعر نے اشعار ذیل میں "خاذباذ" اسی معنی یعنی "مکھیوں کی بھنبھناہٹ" میں استعمال کیا ہے۔

کـلـمـا جـادت الـظـنـون بـوعـد عـنـک جـادت یـداک بـالانـجـاز

اے ممدوح جب لوگوں کے گمان تیرے ایفاء وعدہ کے متعلق اچھے ہوجاتے ہیں تو تیرے ہاتھ اس وعدہ کو پورا کردیتے ہیں۔"

مـلـک مـنـشـد الـقـریـض لـدیـه یـضـع الثـوب فـی یـدی بـزاز

"وہ ایسا بادشاہ ہے کہ اس کے سامنے شعر پڑھنے والا ایسا ہے جیسے کہ کوئی شخص کپڑے کو بزاز کے ہاتھ میں رکھ دے۔"

وَلَـنَـا الـقـول وَهُـوَ ادرىٰ بـفـحـوا وَاَهـدٰى فـیـه اِلَـی الاعـجـاز

"ہم تو صرف شعر کہتے ہیں، لیکن وہ اس کا مطلب سمجھ لیتا ہے اور شعر کی گہرائیوں تک پہنچ جاتا ہے۔"

ومـن الـنـاس مـن تـجـوز عـلـیـه شـعـراء کـانـهـا الـخـازبـاز

"اور کچھ آدمی ایسے ہیں کہ شاعران کے اوپر ایسے ٹوٹے پڑتے ہیں جیسا کہ مکھیاں۔"

ویری الله البصیر بهذا وهوفـی الـعـمـی ضـالـع العـکـاز

"ان کے متعلق یہ گمان کیا جاتا ہے کہ وہ شعر کے پرکھنے والے ہیں۔ حالانکہ سمجھنا یہ چاہیے کہ بھینس کے سامنے بین بجائی جارہی ہے۔"

اصمعی نے کہا کہ الخاذباز مکھی کی آواز کی نقل ہے لیکن بعد میں مکھی کا نام رکھ دیا گیا اور ابن اعرابی نے "الخاذباز" ایک قسم کی گھاس کو کہا ہے۔ چنانچہ ابن نصیر نے ابن اعرابی کے قول کی تائید میں یہ شعر پڑھے۔

رعیتھا اکرم عود عودا — النصل والصفصل والیعضیدا

''میں نے اس کی رعایت کی جیسا کہ بہترین لکڑی کی حفاظت کی جاتی ہے جس سے عمدہ قسم کے تیر، نیزے اور دست پناہ تیار کئے جائیں۔''

والخاذباز السنم النجودا — بحیث یدعوا عامر مسعودا

''اور مکھیاں ہجوم کرتی ہیں اور بلاتی ہیں عامر اور مسعود نامی چرواہوں کو''۔

ضرب الامثال اور کہاوتیں:

اہل عرب بولتے ہیں الخاذباز اخصب ۔یعنی مکھیاں چوسنے والی ہیں۔میدانی نے کہا ہے کہ یہ ایک مکھی ہے جو موسم ربیع میں اڑتی ہیں اور سال کی خوشحالی پر دلالت کرتی ہے۔

خاطف ظله

(ایک قسم کی چڑیا) کمیت بن زید نے ایک شعر کہا ہے۔

وریطة فتیان کخاطف ظلہ — جعلت لھم منھا خباء ممددا

''اور نوجوانوں کی زلفیں ایسی باریک ہیں جیسا کہ اڑتی ہوئی چڑیاں ہیں، میں نے ان سے خیمے تیار کئے ہیں، لمبی سلسلے والے۔''

ابن سلمہ کہتے ہیں کہ خاطف ظلہ ایک پرندہ ہے جسے الرفراف بھی کہا جاتا ہے پس جب یہ پرندہ پانی میں اپنے سائے کو دیکھتا ہے تو اسے پکڑنے کے لئے جھپٹتا ہے اور ملاعب ایک پرندہ ہے اس کی بھی یہی خصوصیت ہے عنقریب انشاء اللہ اس کا تذکرہ باب المیم میں آئے گا۔

الخبھقعی

الخبھقعی: خاء اور باء پر فتحہ۔عین مقصورہ وممدودہ دونوں پڑھا جاتا ہے۔یہ ایسے کتے کا بچہ ہے جس نے بھیڑیئے سے جفتی کی ہو اور اس مادہ بھیڑیئے سے یہ بچہ پیدا ہوا ہو اور بنی تمیم کے ایک دیہاتی کا نام اسی سے الخبھقعی تھا۔

الخنق

الخنق: خاء اور ثاء مثلثہ پر فتحہ، ارسطاطالیس نے ''نعوت'' میں کہا ہے کہ ایک بڑا پرندہ ہے ملک چین اور بابل کے شہروں میں پایا جاتا ہے اور آج تک کسی نے بھی اس کو زندہ نہیں دیکھا۔

جب یہ پرندہ کسی زہر کو سونگھتا ہے تو سن ہو جاتا ہے اور اس وقت اس کو تیزی سے پسینہ آجاتا ہے اور اس کے بعد اس کی حس ختم ہو جاتی ہے۔بعض لوگوں نے کہا ہے کہ موسم سرما اور موسم گرما میں یہ پرندہ جس راستے سے گزرتا ہے اس پر کافی تعداد میں زہر پڑا ہوا ہوتا ہے۔پس یہ زہر کی بو سونگھتا ہے تو سن ہو جاتا ہے اور مردہ ہو کر گر جاتا ہے۔پھر لوگ اس کے مردہ جسم کو اٹھا لیتے ہیں اور اس سے برتن اور چھری چاقو وغیرہ کے دستے بناتے ہیں۔اس کی ہڈی میں بھی یہ تاثیر (مرنے کے بعد) رہتی ہے کہ اگر اس کو بھی زہر کے نزدیک لایا جائے تو اس ہڈی سے پسینہ ٹپکنے لگتا ہے اور اکثر لوگ شبہ ہونے پر زہر آلود کھانے کا اسی سے تجربہ کرتے ہیں۔

اس پرندے کی ہڈی کا مغز تمام جانداروں کے لئے زہر قاتل ہے اور سانپ اس کی ہڈی سے ایسا بھاگتا ہے کہ کبھی پھر اس جگہ نہیں آتا۔

الخدرنق

(عنکبوت۔مکڑی) الخدرنق: مکڑی، دال وذال دونوں کے ساتھ لکھا ہے۔(درۃ الغواص)

الخراطین

الخراطین: کینچوے۔کہا گیا ہے کہ یہ اساریع یعنی کینچوے ہیں جن کا بیان باب الالف میں گزر چکا ہے مگر علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ شحمۃ الارض یعنی سانپ کی چھتری ہے جس کا بیان انشاء اللہ باب الشین میں آئے گا۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ ایک بڑی جونک ہے جو مرطوب مقامات میں پائی جاتی ہے۔

طبی خواص:

اگر خراطین کو تیل میں بریاں (تل کر) کر کے باریک پیس لیا جائے اور پھر بواسیر پر لگایا جائے تو بہت فائدہ ہوگا۔ اگر خراطین کو تیل میں ڈال کر وہ برتن زیر زمین دفن کر دیا جائے اور سات دن کے بعد اس کو نکال کر خراطین اس میں سے نکال کر پھینک دیئے جائیں تاکہ تیل میں ان کی بو باقی نہ رہے۔ پھر اس تیل کو ایک شیشی میں بند کر کے اس میں گل لالہ تیل کے وزن سے نصف ملا کر پھر اس شیشی کو سات دن تک زمین میں دبا دیا جائے۔ پھر اس تیل کو نکال کر بطور خضاب بالوں میں استعمال کیا جائے تو بال بالکل سیاہ ہو جائیں گے اور پھر بڑھاپے تک بال سفید نہ ہوں گے۔

الخرب

(نرسرخاب) الخرب (خائے معجمہ اور راء مہملہ پر فتحہ اور باء موحدہ) نرسرخاب اس کی جمع خراب اخراب اور خربان آتی ہے۔

لطیفہ:

ابوجعفر احمد بن جعفر بلخی نے ذکر کیا ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید نے ابوالحسن کسائی اور ابومحمد یزیدی کو مناظرہ کے لئے جمع کیا۔ چنانچہ یزیدی نے کسائی کے سامنے کسی شاعر کا یہ شعر پڑھا اور پوچھا کہ اس کے صحیح اعراب کیا ہیں۔

ما راینا قط خربا ... نقر عنه البیض صقر

لا یکون المعیر مهرا ... لا یکون المهر مهرا

یہ سن کر کسائی بولے کہ دوسری بیت کے دوسرے مصرعہ میں مہر منصوب ہونا چاہیے تھا یعنی بجائے مہرٌ کے مہراً ہونا چاہیے تھا کیونکہ یہ کان کی خبر ہے۔ لہٰذا شعر میں ایک قسم کا نقص آ گیا۔

---

1. عمان میں کینچوؤں کو دعمس کہتے ہیں۔
2. ریت میں پائے جانے والے سفید کیڑے جن کا سرسرخ ہوتا ہے۔

یزیدی نے یہ سن کر کہا کہ شعر تو بالکل صحیح ہے اس میں کسی قسم کا نقص نہیں ہے کیونکہ لایکون پر جو کہ دوسرے مصرعہ کے شروع میں ہے کلام ختم ہوگیا۔ اس کے بعد از سرنو کلام شروع ہوا۔ یہ کہہ کر یزیدی نے اپنی ٹوپی زمین پر ماری اور بطور فخر کہنے لگا کہ میں ابو محمد ہوں۔ یہ سن کر یحییٰ بن خالد (وزیر ہارون) نے کہا کہ تم امیر المومنین کے حضور میں اپنی کنیت بیان کر کے شیخ کی آبرو ریزی کرتے ہو۔ یہ سن کر ہارون رشید نے کہا کہ کسائی نے غلطی کی مگر حسن ادب کو ملحوظ رکھا۔ میرے نزدیک یہ اس سے زیادہ محبوب ہے کہ تو نے شعر کی تصویب کی مگر ساتھ ساتھ بے ادبی کا مرتکب ہوا۔ یزیدی نے عرض کیا کہ امیر المومنین کامیابی کی حلاوت نے مجھے بے خود کر دیا تھا اس لئے حفظ ادب میرے ہاتھ سے جاتا رہا۔ چنانچہ خلیفہ نے ناراض ہو کر یزیدی کو اپنے دربار سے نکلوا دیا۔ شعر کا ترجمہ یہ ہے۔

ا۔ ہم نے کبھی نر سرخاب ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے انڈوں میں صقر (شکرا) ٹھونگ مارتا ہو یعنی ہم نے سرخاب کے انڈے سے صقر (شکرا) کا بچہ نکلتا ہوا نہیں دیکھا۔

۲۔ گدھا پچھیرا نہیں ہوسکتا، پھر کہتا ہوں کہ نہیں ہوسکتا، پچھیرا، پچھیرا ہی ہے، یعنی گھوڑے کا ہی بچہ ہوتا ہے گدھے کا نہیں۔

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید کی مجلس میں امام محمدؒ بن حسن حنفی اور کسائی امام نحو جمع ہوئے تو۔ کسائی کہنے لگے کہ کون ایسا ہے جو جملہ علوم کے اندر مہارت رکھتا ہو۔ اس پر امام محمد نے کسائی سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص نماز میں سجدہ سہو کرنا بھول جائے تو کیا وہ اس کو دوسری بار (دوسری نماز میں) ادا کر سکتا ہے۔ کسائی نے جواب دیا کہ نہیں۔ امام محمدؒ بن حسن نے پوچھا کہ کیوں؟ کسائی نے جواب دیا کہ علماء نحو کا قول ہے کہ اسم تصغیر کی دوبارہ تصغیر نہیں ہوسکتی۔ اس کے بعد امامؒ صاحب نے یہ سوال کیا کہ اگر کوئی شخص عتق (آزادی غلام) کو ملک پر معلق کر دے تو اس کا کیا حکم ہے؟ کسائی نے کہا کہ صحیح نہیں ہے اور وجہ پوچھے جانے پر جواب دیا کہ سیل (سیلاب) مطر (بارش) سے پہلے نہیں آسکتا۔ یعنی پانی کا بہاؤ اسی وقت ہوگا جب بارش برسے گی اس سے پہلے نہیں۔

کسائی نے علم نحو کبر سنی میں حاصل کیا اور اس کا محرک یہ واقع ہوا کہ ایک دن کسائی پیدل چلتے چلتے تھک کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ میں تھک گیا اور عربی میں یہ الفاظ استعمال کئے۔ ''قد عییت'' اس پر کسی سننے والے نے یہ کلام سن کر اعتراض کیا اور کہا کہ آپ غلط زبان بولتے ہیں۔ کسائی نے پوچھا کہ کیوں کیا غلطی ہے؟ معترض نے جواب دیا کہ اگر اس سے تمہارا مطلب اظہار تھکان تھا تو تم کو کہنا چاہیے تھے ''اعییت'' اور اگر انقطاع حیلہ کا اظہار مطلوب تھا تو عییت کہنا مناسب تھا۔ معترض کی زبان سے یہ سن کر کسائی شرمندہ ہوئے اور پھر آپ علم نحو کی تحصیل میں مشغول ہوگئے اور یہاں تک پڑھے کہ اس میں ماہر کامل ہوگئے اور اپنے زمانے میں علم نحو کے امام کہلائے۔

امام کسائی امین و مامون فرزندان رشید کے اتالیق تھے اور خلفیہ رشید اوران کے دونوں لڑکوں کے نزدیک آپ کا بڑا مرتبہ تھا۔ امام محمدؒ بن حسن حنفی امام کسائی کی ایک ہی دن ۱۸۹ھ میں وفات ہوئی اور ایک ہی جگہ دفن ہوئے۔ خلیفہ ہارون رشید نے مدفن پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ آج اس جگہ علم اور ادب دفن ہوگئے۔

ضرب الامثال

''ما رأينا صقرا يرصده خرب'' یعنی ہم نے کسی شکرے کو نہیں دیکھا کہ اس کی گھات میں کوئی سرخاب بیٹھا ہوا ہو۔ اہل عرب اس مثال کو اس وقت استعمال کرتے ہیں جبکہ کسی شریف آدمی پر کوئی کمینہ آدمی غالب آجائے۔

الخرشة

(مکھی) الخرشة: جوہری نے کہا ہے کہ اسی سے مختلف اشخاص کے نام رکھے گئے ہیں مثلاً:۔
(۱) سماک بن خرشتہ الاحباری اور اسی طرح آپ کی والدہ کا نام اسی مکھی کے نام پر خرشتہ رکھا گیا اور (۲) اسی سے ابوخراشتہ السلمی جن کا نام عباس بن مرداس کے اس شعر میں مذکور ہے۔

ابا خراشة اما انت ذانفر　　　فان قومی لم تاکلهم الضبع

''اے ابوخراشتہ کیا تو قابل نفرت نہیں مجھے بالتحقیق میری قوم ایسی ہے کہ اس کو قحط سالی نہیں ستاتی۔''
اور اسی سے خرشتہ بن حرفزاری کوفی کا نام ہے جن کی وفات ۳۷ھ میں ہوئی اور یہ یتیم تھے ان کی پرورش حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی تھی۔

الخرشقلا

الخرشقلا: بلطی مچھلی کو کہتے ہیں۔ حدیث میں ہے:۔
''کہ اگر بلطی مچھلی نہ ہوتی تو جنت کے پتے دریائے نیل کے پانی میں پائے جاتے''۔

الخرشنة

(الخرشنة) کبوتر سے بڑا ایک پرندہ جس کا بیان باب الکاف میں آئے گا۔ انشاء اللہ۔

الخُرَق

(ایک قسم کی چڑیا) الخرق:۔ خاء اور رائے مہملہ پر ضمہ ہے اور آخر میں قاف ہے۔ جاحظ نے بھی ایسے ہی بیان کیا ہے۔

اَلْخِرْنَقُ

(ولد الارنب۔ خرگوش کا بچہ) الخرنق: خائے معجمہ پر کسرۂ الخرنق ایک شاعر کا نام بھی تھا جو کہ تابعین کے زمانہ میں تھا اور اسی سے ''ارض مخرنقۃ'' (زیادہ خرگوش والی زمین) یعنی جس جگہ زیادہ تعداد میں خرگوش رہتے ہوں، اہل عرب بولتے ہیں۔ ''الین من خرنق'' (وہ خرگوش سے زیادہ نرم ہے) آنحضور ﷺ کی ایک زرہ کا نام (بوجہ اس کی ملائمیت کے) خرنق تھا۔ کیونکہ عرب میں دستور تھا کہ جب وہ کسی چیز کی ملائمیت کو بیان کرنا چاہتے تو خرنق سے تشبیہ دیتے۔ آپ ﷺ کے پاس ایک دوسری زرہ تھی جس کو بوجہ چھوٹی ہونے کے بتیرا کہتے تھے اور ایک تیسری زرہ اور تھی جس کو ''ذات الفضول'' کہتے تھے۔ کیونکہ یہ طول (لمبائی) میں دوسری زرہوں سے بڑی تھی۔ اس زرہ کو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر کے موقع پر آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا اور یہی وہ زرہ تھی جس کو بوقت وفات آپ ﷺ نے ایک یہودی کے پاس رہن رکھا تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو چھڑایا تھا۔ ان کے علاوہ چار زرہیں اور تھیں جس میں

چوتھی زرہ کا نام ذات الوشاح، پانچویں کا نام ذات الحواشی اور چھٹی کا نام فضہ اور ساتویں کا نام سغد یہ تھا۔

حافظ دمیاطی کا قول ہے کہ سغد یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی زرہ تھی جس کو پہن کر آپ نے جالوت کو قتل کیا تھا اور یہ زرہ خود حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے ہاتھ ہی سے بنائی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا قاعدہ تھا کہ آپ صرف اپنے ہاتھ کی کمائی کی روٹی کھاتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول "وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ" (اور سکھادیا اس کو جو کچھ چاہا) کی تفسیر میں کلبیؒ وغیرہ نے لکھا ہے کہ اس سے مراد زرہوں وغیرہ کا بنانا ہے جو آپ ﷺ بنا کر فروخت کیا کرتے تھے اور بعض مفسرین نے اس آیت سے مراد منطق الطیر والبہائم یعنی پرندوں اور دیگر جانوروں کی بولی کا سمجھنا، لیا ہے اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے خوش الحانی (اچھی آواز) مراد ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے آپ جیسی آواز (خوش الحانی) کسی کو عطا نہیں فرمائی تھی۔ اس لئے جب آپ زبور پڑھتے تو جنگلی جانور آپ کے اس قدر قریب آجاتے کہ آپ ان کی گردنیں پکڑ لیتے تھے اور پرندے آ کر آپ پر پروں کا سایہ کر لیتے تھے اور بہتا ہوا پانی اور چلتی ہوئی ہوائیں آپ کی آواز سن کر رک جاتی تھیں۔

ضحاکؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ایک زنجیر عطا فرمائی تھی جو آمد و رفت کے راستہ پر لٹکی ہوئی تھی اور اس کا ایک سرا آپ کے عبادت خانہ سے لگا ہوا تھا۔ اس زنجیر میں لوہے کی قوت رکھی گئی تھی اور اس کا رنگ آگ کے رنگ کی طرح تھا۔ اس کے حلقے گول اور ہر دو حلقوں کے درمیان میں جواہرات جڑے ہوئے تھے اور ان کے ارد گرد موتیوں کی لڑیاں لٹکی ہوئی تھیں۔ ہوا میں جو بھی حرکت پیدا ہوتی زنجیر اس سے جھنجھنانے لگتی اور اس سے آپ کو ہر ایک حادثہ کا علم ہو جاتا۔ جو کوئی آفت رسیدہ یا مریض اس زنجیر کو چھو لیتا تو فوراً اچھا ہو جاتا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل اس زنجیر کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے دادخواہی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب کبھی کسی دوسرے پر ظلم و زیادتی کرتا یا کوئی کسی کا حق مار لیتا تو مدعی اس زنجیر کو آ کر پکڑ لیتا۔ اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہوتا تو زنجیر اس کے ہاتھ میں آجاتی اور اگر جھوٹا ہوتا تو ہاتھ میں نہ آتی اور یہ سلسلہ بنی اسرائیل میں اس وقت تک چلتا رہا جب تک وہ مکر و فریب سے دور رہے۔

مختلف ذرائع سے یہ روایت ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک زمیندار نے کسی شخص کے پاس ایک قیمتی گوہر امانت رکھا۔ پھر کچھ عرصہ بعد زمیندار نے اپنی امانت واپس طلب کی مگر امانت دار منکر ہو گیا اور کہنے لگا کہ میرے پاس تم نے کوئی امانت نہیں رکھی اور اپنی خیانت چھپانے کے لئے یہ ترکیب کی کہ ایک لاٹھی لے کر اس میں سوراخ کر کے گوہر کا دانہ اس کے اندر رکھ دیا۔ پھر وہ دونوں زنجیر کے پاس آئے تو زمیندار نے اپنے دعوے کا اظہار کیا اور زنجیر پکڑنے کو ہاتھ بڑھایا۔ چنانچہ زنجیر اس کے ہاتھ میں آ گئی۔ پھر اس مدعا علیہ (امانت رکھنے والے) سے کہا کہ اب تم پکڑو تو اس نے جواب دیا کہ اچھا لو میری یہ لاٹھی پکڑ لو تا کہ میں زنجیر پکڑ سکوں۔

چنانچہ زمیندار اس کی لاٹھی پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد مدعا علیہ نے قسم کھا کر بیان کیا کہ وہ امانت میرے پاس نہیں ہے بلکہ خود اس کے مالک (زمیندار) کے پاس ہی ہے اور یہ کہہ کر اس نے اپنے ہاتھ زنجیر کی طرف بڑھائے تو زنجیر اس کے ہاتھ میں آ گئی اور چونکہ وہ اس وقت اپنے قول میں سچا تھا کیونکہ وہ گوہر اس وقت لاٹھی کے اندر تھا اور وہ لاٹھی اس دھوکے باز نے زمیندار کو پکڑا دی تھی اس لئے زنجیر اس کے ہاتھ میں آ گئی۔ مگر جو لوگ زمیندار کی سچائی سے واقف تھے اس وقت وہاں موجود تھے اور ان کے دلوں میں زنجیر کی طرف سے شک پیدا ہو گیا اور وہ اس سے بد اعتقاد ہونے لگے۔ چنانچہ جب لوگ اگلی صبح سو کر اٹھے تو دیکھا کہ زنجیر غائب ہے۔ اس طرح بنی اسرائیل کے مکر و فریب کے باعث اللہ تعالیٰ نے اس کو آسمان پر اٹھا لیا۔

ضحاک اور کلبیؒ کا بیان ہے کہ جالوت کو قتل کرنے کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے ستر سال تک حکومت کی اور حضرت داؤد علیہ السلام کے علاوہ کسی بھی بادشاہ پر بنی اسرائیل جمع نہ ہوئے یعنی تمام بنی اسرائیل آپ کی بادشاہت کو تسلیم کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بادشاہت اور نبوت دونوں عطا فرمائی تھیں جو کہ اس سے پہلے کسی کو نہیں ملی تھی۔ کیونکہ آپ سے پہلے یہ قاعدہ تھا کہ ایک خاندان میں نبوت اور دوسرے خاندان میں بادشاہت ہوتی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر شریف سو سال کی ہوئی۔

حافظؒ دمیاطی کہتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دو زرہیں بنی قینقاع کے مالِ غنیمت سے حاصل ہوئی تھیں اور ان دو زرہوں کو ملا کر آپ کی زرہوں کی تعداد نو ہوگئی تھی اور آپ نے جنگ احد میں فضہ اور ذات الفضول اور جنگ حنین میں ذات الفضول اور سغد یہ زرہیں پہنی تھیں۔ واللہ اعلم

اَلْخُدَارِیَة

الخداریة :۔ خا کے ضمہ کے ساتھ۔ عقاب کا نام ہے اور سیاہ رنگ کی وجہ سے یہ نام رکھا گیا ہے کیونکہ خداریہ کے اصل معنی سیاہی کے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں "بعیر خداری" یعنی سیاہ اونٹ اور اسی طرح کہتے ہیں لون خداری۔ میدانی نے اپنی کتاب مجمع الامثال کے خطبہ میں لفظ "خداری" سیاہی کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"بہترین آدمی کبھی اپنی جدوجہد کو ترک نہیں کرتے اسی لئے ان کے زندہ کارنامے فنا نہیں ہوتے یہاں تک کہ زمانہ خود ہی فنا ہو جائے۔ میں اس کتاب کے قاری سے معذرت طلب ہوں کہ اگر کتاب میں کوئی غلطی نظر آئے یا میری کسی تعبیر سے کسی کو اتفاق نہ ہو کیونکہ ہم سب اپنی ان کیفیات کا انکار کرتے ہیں جو نفس پر طاری ہوتی ہیں حالانکہ زمانہ ان کی سیاہی کے درمیان حائل ہو گیا اور پرندے اپنے آشیانوں سے اڑ گئے، شباب جاتا رہا اور ضعف کا پنجہ قوی پر غالب آ گیا اور صحرائے محبت میں تفریح بازی کا دور ختم ہو گیا۔ چنانچہ ایک شاعر کے اشعار ہیں۔

وھنت عزماتک عند المشیب — وما کان من حقھا ان تھی

"اے محبوبہ تیرے ارادوں نے بڑھاپے میں مجھے کمزور کر دیا حالانکہ یہ دوران باتوں کا نہیں تھا"۔

وانکرت نفسک لما کبرت — فلاھی انت ولا انت ھی

"اب تو اجنبی محسوس ہوتی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سابق میں تو جو کچھ تھی اب نہیں ہے"۔

وان ذکرت شھوات النفوس — فما تشتھی غیر ان تشتھی

"اگر اس زمانہ کو یاد کیا جائے جبکہ ہماری محبتیں ایک دوسرے کے ساتھ جمع ہوئیں تو لا حاصل ہے کیونکہ تو نہ وہ ہے جو پہلے تھی اور نہ میں وہ ہوں جو ماضی میں تھا"۔

الخروف

(حمل۔ بکری کا بچہ) الخروف:۔ اصمعی نے کہا ہے کہ بھیڑ یا گھوڑی کا بچہ جب چھ مہینہ کا ہو جاتا ہے تو عربی میں اس کو خروف کہتے ہیں۔

ابن لہیعہ نے موسیٰ بن وردان سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ایک بھیڑ نبی

ﷺ کے پاس سے گزری تو آپ نے فرمایا کہ "یہ وہ ہے جس میں برکت دی گئی"۔ ابو حاتم نے کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

ضرب الامثال

اہل عرب کہتے ہیں "کَالْخَرُوْفِ یَتَقَلَّبُ عَلَی الصُّوْفِ" "خروف لوٹ پوٹ ہوتا ہے اون پر" یہ مثال (اس شخص کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ جس نے کسی کی ذمہ داری لے رکھی ہو۔

خروف کی خواب میں تعبیر:

بکری کے بچہ کو خواب میں دیکھنا ایسے لڑکے کی طرف اشارہ ہے جو والدین کا مطیع اور فرمانبردار ہو۔ لہٰذا اگر کسی شخص کی بیوی حاملہ ہو اور وہ خواب میں دیکھے کہ کسی نے اس کو بکری کا بچہ ہبہ کیا ہے یا دیا ہے تو وہ شخص فرزند صالح کی پیدائش کی توقع رکھے۔ خواب میں حیوانوں کے چھوٹے بچوں کو دیکھنا تفکرات کی علامت ہے۔ کیونکہ چھوٹے بچوں کی پرورش میں بڑی کلفتیں اٹھانی پڑتی ہیں اور یہ تعبیر اس وقت تک ہے جب تک کہ وہ جوان نہ ہو جائیں اور اگر کوئی آدمی کسی امر (کام) کے لئے کوشاں ہے اور اس نے خواب میں خروف کو دیکھا تو یہ اس کے لئے خیر کی دلیل ہے کیونکہ بکری کے بچے انسان سے جلد مانوس ہو جاتے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص بلا ضرورت خواب میں بکری کا بچہ ذبح کرے تو اس کی تعبیر خواب دیکھنے والے کے لڑکے کی موت ہے اور خواب میں موٹا بھنا ہوا بچہ کو دیکھنا مال کثیر کی طرف اشارہ ہے جبکہ لاغر بچہ کو دیکھنا مال قلیل کی نشان دہی ہے اور جس نے خواب میں بھنے ہوئے خروف کا کچھ حصہ کھایا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص اپنے لڑکے کی کمائی کھائے گا۔ واللہ اعلم۔

اَلْخُزَزُ

(نر خرگوش) الخزز (خائے معجمہ پر ضمہ اور پہلی زپر فتحہ) اس کی جمع خزان آتی ہے جیسے کہ صرد کی جمع صردان آتی ہے۔

الخشاش

(کیڑے مکوڑے) الخشاش: (خائے معجمہ پر فتحہ) قاضی عیاض نے خاپر تینوں اعراب نقل کئے ہیں اور ابو علی فارسی نے خاپر ضمہ کہا جبکہ زبیدی نے خاپر فتحہ کہا ہے۔ اور زبیدی نے خاپر ضمہ کو فحش غلطی میں شمار کیا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ خاء پر فتحہ ہی ہے اور مشہور معروف بھی یہی قول ہے۔ خشاش کا واحد خشاشۃ آتا ہے۔

لفظ خشاش کے معانی میں کافی اختلاف ہے کیونکہ اس کے بارے میں کئی اقوال ہیں جو درج ذیل ہیں:۔

۱۔ خشاش:۔ ھوام و حشرات الارض یعنی زمین کے کیڑے مکوڑے۔

۲۔ خشاش:۔ وہ کیڑا جس کے بدن پر سفید و سیاہ نقطے ہوتے ہیں اور یہ سانپوں کے ساتھ ان کے بلوں میں رہتا ہے۔

۳۔ خشاش:۔ سے مراد بعض نے "اَلثُّعْبَانُ الْعَظِیْم" یعنی بڑا سانپ بھی لیا ہے اور بعض نے ارقم کی ایک قسم بتایا ہے جس کو چت کوریا سانپ بھی کہتے ہیں اور بعض نے خشاش سے مراد ایک چھوٹے سر کا سانپ لیا ہے۔

حدیث میں خشاش کا تذکرہ:۔ حدیث صحیح میں ہے:

"ایک عورت اسی وجہ سے جہنم میں داخل کی جائے گی کہ اس نے ایک بلی کو باندھ لیا تھا اور نہ تو خود اس کو کچھ کھانے کے لئے دیا اور نہ

ہی اس کو چھوڑتا تا کہ وہ خشاش الارض سے اپنا پیٹ بھرتی"۔

(اس حدیث میں خشاش الارض سے مراد ہوام اور حشرات الارض ہیں)

حسن بن عبداللہ بن سعد عسکری نے کتاب التحریف والتصحیف میں خشاش کے بارے میں لکھا ہے کہ خشاش خاء کے فتحہ کے ساتھ ہر چیز کے چھوٹے حصہ کو کہتے ہیں۔ مثلاً پرندوں میں مردار خور پرندہ یا وہ پرندے جن کا شکار نہیں کیا جاتا خشاش کہلاتے ہیں اور اس معنی کی تائید میں انہوں نے یہ شعر لکھا ہے۔

خَشَاشُ الْاَرْضِ اَكْثَرُ اَفْرَاخًا　　وَاُمُّ الصَّقْرِ مُقْلَاةٌ نَزُوْرُ

''خشاش الارض بہت بچے دیتے ہیں مگر ام صقر (چرخ) تیز نگاہ والی اور کم اولاد والی ہوتی ہے۔

ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب مکائد الشیطان میں حضرت ابو درداءؓ سے ایک حدیث روایت کی ہے:۔

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جن کو تین قسموں میں پیدا فرمایا ہے۔ ایک تو سانپ، بچھو اور کیڑے مکوڑوں کی شکل میں، دوسری قسم بالکل ہوائی ہے جو ہوا میں اڑتے رہتے ہیں اور تیسری قسم وہ ہے جن پر حساب و کتاب اور عذاب و ثواب ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی بھی تین قسمیں رکھی ہیں ایک وہ جو بالکل جانوروں کی طرح ہیں ان کے دل ہیں مگر وہ سمجھتے نہیں، ان کی آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں۔ دوسری قسم وہ ہے جن کے جسم تو آدمیوں جیسے ہیں مگر ان کی روحیں شیاطین کی روحوں جیسی ہیں اور تیسری قسم فرشتوں کے مانند ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے خصوصی سائے میں ہوں گے جس دن کہ اس کے سائے کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا''۔

وہب بن الورد نے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ابلیس صورت بدل کر حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ میں آپ کو کچھ نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے جواب دیا کہ مجھے تمہاری نصیحت کی ضرورت نہیں۔ البتہ یہ بتاؤ کہ بنی آدم کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ ابلیس نے جواب دیا کہ ہمارے یہاں بنی آدم تین قسموں میں ہے (یعنی ہم نے بنی آدم کو تین درجوں میں تقسیم کر رکھا ہے) پہلی قسم میں وہ لوگ ہیں جو ہمارے لئے بہت سخت ہیں۔ کیونکہ ہم ان کے پاس جاتے ہیں اور کافی محنت کرنے کے بعد اس کو بہلا پھسلا کر اپنے قابو میں کر لیتے ہیں اور اس کو دین کے راستہ سے روک دیتے ہیں۔ مگر یہ (قسم) فوراً گھبرا کر توبہ واستغفار کر لیتے ہیں اور ان کی توبہ واستغفار سے ہماری ساری محنت رائیگاں ہو جاتی ہے۔ پھر ہم دوبارہ جا کر اس کو بہکانے اور اپنا ہم خیال بنانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ مگر پھر وہ توبہ واستغفار کی پناہ لے لیتا ہے۔ غرضیکہ ایسا شخص ہمارے جال میں نہیں آتا۔ اس لئے ہم اس سے اپنی کوئی حاجت روائی نہیں کر سکتے۔ تا آنکہ اس قسم سے ہم بہت مشقت میں پڑ جاتے ہیں اور بنی آدم کی دوسری قسم میں وہ لوگ ہیں جو آسانی سے ہمارے قابو میں آ جاتے ہیں اور وہ ہمارے ہاتھوں میں اس طرح رہتے ہیں جیسے بچوں کے ہاتھوں میں گیند کہ جس طرف کو چاہا لڑھکا دیا۔ اس قسم کے ذریعے ہماری محنت ٹھکانے لگ جاتی ہے اور تیسری قسم میں آپ جیسے معصوم لوگ ہیں جن پر ہمارا کوئی قابو نہیں چلتا۔

الخشاف

(چمگادڑ) الخشاف:۔ چمگادڑ کو کہتے ہیں۔ تفصیلی بیان لفظ ''خفاش'' کے تحت آئے گا۔ انشاء اللہ!

الخشرم

(بھڑوں کی جماعت) الخشوم: ۔بھڑوں کو کہتے ہیں مگر اس کا اس لفظ سے کوئی واحد نہیں آتا۔

الخشف

(ہرن کا نوزائیدہ بچہ یا سبز مکھی) الـخـشـف: ۔خاپر کسرہ اور شین معجمہ کے سکون کے ساتھ،اس کے معنی ہرن کے بچہ کے یا اس کے نوزائیدہ بچہ کے ہیں اور خاوشین معجمہ پرضمہ کے ساتھ اس کے معنی سبز مکھی ہیں۔اس کی جمع خشفۃ ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک واقعہ میں خشف کا تذکرہ:

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ جریر نے لیث سے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا نبی اللہ! میں آپ کی صحبت میں رہنا چاہتا ہوں۔آپ نے فرمایا کہ بہتر ہے۔چنانچہ ایک دن آپ اپنے اس رفیق کو ساتھ لے کر باہر نکلے اور جب ایک نہر کے کنارے پر پہنچے تو دونوں نے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ناشتہ دان میں صرف تین روٹیاں تھیں۔دو (۲) تو انہوں نے کھالیں اور ایک بچ گئی۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھ کر نہر پر تشریف لے گئے اور پانی پی کر واپس تشریف لائے آکر دیکھا تو ناشتہ میں سے بچی ہوئی روٹی غائب پائی۔آپ نے اپنے رفیق سے دریافت فرمایا کہ وہ تیسری روٹی کہاں گئی تو اس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں۔آپ نے فرمایا کہ اچھا چلئے۔راستہ میں ان کو ایک ہرنی ملی اس کے ساتھ اس کے دو بچے بھی تھے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہرنی کے دو بچوں میں سے ایک کو اپنے پاس بلالیا اور اس کو ذبح کر کے پکایا اور پھر دونوں نے مل کر کھایا۔جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو آپ نے فرمایا قم باذن اللہ (اللہ کے حکم سے کھڑا ہوجا) چنانچہ وہ بچہ زندہ ہو کر کودتا ہوا دوڑ کر اپنی ماں کے پاس پہنچ گیا۔پھر آپ نے اپنے اس رفیق سے فرمایا کہ میں تجھ کو اس ذات پاک کی جس نے تجھ کو یہ معجزہ دکھلایا قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ وہ تیسری روٹی کہاں گئی مگر اس نے پھر وہی جواب دیا کہ مجھ کو معلوم نہیں۔اس کے بعد دونوں آگے بڑھے اور ایک میدان میں پہنچے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وہاں سے ریت اور مٹی اٹھا کر فرمایا "بحکم خدا سونا ہوجا" چنانچہ وہ ریت اور مٹی سونا بن گئے۔آپ نے اس سونے کے تین حصہ کئے اور فرمایا کہ ایک حصہ میرا ایک تمہارا اور ایک اس شخص کا جس نے تیسری روٹی کھائی تھی۔

یہ سن کر وہ شخص بولا کہ یا روح اللہ! وہ تیسری روٹی میں نے ہی کھائی تھی۔چنانچہ اپنے رفیق سے تیسری روٹی کا اعتراف کرنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ سب سونا میں نے تجھ کو ہی دیا اور یہ کہہ کر آپ وہاں سے چل دیے۔وہ شخص تنہا بیٹھا ہوا اس مال کی حفاظت کرتا رہا۔کچھ دیر کے بعد دو شخص وہاں آئے اور سونا دیکھ کر انہوں نے اس کو مارنے اور سونا لینے کا قصد کیا۔اس شخص نے کہا کہ مجھے مارو نہیں بلکہ یہ کرو کہ اس سونے کو تین حصوں میں تقسیم کرلو۔ایک ایک حصہ تم دونوں کا اور ایک حصہ میرا ہوجائے گا۔چنانچہ اس تقسیم پر وہ دونوں راضی ہوگئے۔اب رفیق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ایسا کرو کہ فی الحال تم دونوں میں سے کوئی ایک شہر جا کر کھانا لے آئے تا کہ کھانا کھانے کے بعد اطمینان سے اس سونے کی تقسیم کی جاسکے۔چنانچہ ان میں سے ایک شہر کی طرف کھانا لانے کے لئے چلا گیا۔لیکن راستہ میں اس کھانا لانے والے شخص نے سوچا کہ اگر میں کھانے میں زہر ملادوں تو یہ سب سونا میرا ہوجائے گا۔چنانچہ اس نے کھانے میں زہر ملا دیا اور کھانا لے کر ان کے پاس پہنچا۔لیکن یہ دونوں شخص اس کی آنے سے پہلے ہی آپس میں مشورہ کر چکے تھے کہ کھانا لانے والے کو آتے ہی

مارڈالا جائے تاکہ یہ سونا ہم آپس میں تقسیم کرلیں۔ چنانچہ جیسے ہی یہ تیسرا شخص کھانا لے کر پہنچا تو دونوں نے مل کر اس کو مارڈالا اور اس کو مارنے کے بعد وہ اطمینان سے کھانا کھانے بیٹھے تاکہ کھانا کھانے کے بعد سونا آدھا آدھا تقسیم کرلیا جائے لیکن کھانا زہر آلود تھا جس کی وجہ سے دونوں کھانا کھاتے ہی مر گئے اور مال جوں کا توں رکھا رہا۔ اتفاقاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پھر اس جگہ سے گزر ہوا۔ جب آپ نے یہ منظر دیکھا تو اپنے حواریین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ دنیا ہے اور دنیاداروں کے ساتھ یہ ایسا ہی معاملہ کرتی ہے۔ لہٰذا تم اس سے بچو۔

اَلْخَضَارِیٰ

(اخیل) الخضاریٰ:۔ ایک قسم کا پرندہ جس کا رنگ سبزی مائل زرد ہوتا ہے اور اس کو اخیل بھی کہتے ہیں۔ اس کا بیان باب الالف میں گزر چکا۔

الخضوم

(گوہ کا بچہ)

الخضیرا

الخضیراء: اہل عرب کے نزدیک ایک مشہور پرندہ۔

الخطاف

(ابابیل) الخطاف:۔ (بضم الخاء المعجمۃ) اس کی جمع خطاطیف ہے۔ اس کو زوار الہند بھی کہتے ہیں۔ یہ ایک ایسا پرندہ ہے جو تمام جگہوں کو چھوڑ کر دور دراز سے انسانی آبادی کی طرف آتا ہے کیونکہ یہ انسانوں کے قریب رہنا پسند کرتا ہے اور ایسے اونچے مقامات پر اپنا گھونسلہ بناتا ہے کہ جہاں کوئی آسانی سے پہنچ نہ سکے۔ لوگوں میں یہ عصفور الجنۃ (جنت کی چڑیا) کے نام سے بھی مشہور ہے اور یہ اس وجہ سے کہ یہ تمام چیزوں سے جو انسانی غذا میں شامل ہیں بالکل بے رغبت ہوتی ہیں۔ کیونکہ اس کی غذا صرف مکھیاں اور مچھر ہوتے ہیں یعنی یہ انسانی غذا بالکل نہیں کھاتے سوائے مکھیوں اور مچھروں کے، اسی وجہ سے یہ انسانوں کی نگاہ میں محبوب ہے۔

ایک حدیث جس کو ابن ماجہ وغیرہ نے حضرت سہل بن سعد الساعدی سے روایت کیا ہے:۔

''ایک شخص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا آپ مجھے ایسا عمل بتلایئے جس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے مجھ سے محبت کرنے لگیں تو آپ نے فرمایا کہ دنیا سے منہ موڑ لو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور جو لوگوں کے قبضہ میں ہے (لوگوں کے پاس کی چیزیں) اس سے بھی موڑ لو تو لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے''۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ دنیا سے بے رغبت ہو جانا، اللہ تعالیٰ کی محبت کا سبب اس لئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار بندہ سے محبت اور نافرمان سے ناراض رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت دنیا کی محبت کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی۔ اور لوگوں کے قبضہ کی چیزوں سے منہ موڑ لینے سے ان کی محبت کا سبب بن جانا اس وجہ سے ہے کہ دنیادار لوگ اپنی دنیوی مرغوبات میں اس طرح منہمک رہتے ہیں جیسا

کہ کتا مردار کھانے میں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص ان سے اس معاملہ میں مزاحمت کرتا ہے تو وہ اس کے دشمن ہو جاتے ہیں اور اگر وہ ان کی باتوں سے منہ موڑ لے گا اور ان سے کنارہ کش ہو جائے گا تو وہ اس سے محبت کرنے لگیں گے۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ دنیا اور دنیا داروں کی مذمت میں فرماتے ہیں:۔

وَمَا هِیَ اِلاَّ جِیْفَةٌ مُسْتَحِیْلَةٌ عَلَیْهَا کِلَابٌ همهن اجتذابها

''دنیا سوائے ایک مردار کے جس کو کہ دنیا نے حلال سمجھ رکھا ہے اور کچھ نہیں اور دنیا دار مثل کتوں کے ہیں جو مردار کو کھانے کے لئے پلے پڑے ہیں''۔

فَاِن تجتَنِبُهَا سُلَّماً لِاَ هْلِهَا وَاِنْ تجتذ بها نَازَ عتک کِلَابُهَا

''اگر تو اس مردار دنیا سے احتراز کرے گا تو اہل دنیا کے لئے سیڑھی یعنی نظر بن جائے گا اور اگر تو اس کو کھانے کا ارادہ کرے گا تو دنیا کے کتے تجھ سے لڑیں گے''۔

اور خطاف کی تعریف میں کسی نے بہت ہی اچھے اشعار کہے ہیں ۔

کُنْ زَاهِدًا فِیما حوته یدالوریٰ تضحی الی کل الانام حَبِیْبًا

''اہلِ دنیا جو کماتے ہیں اور جمع کرتے ہیں تم ان کے اس مال کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھو اگر تم نے یہ طرز اپنا لیا تو پھر سب تم سے محبت کریں گے''۔

اوما تریٰ الخطاف حرم زادهم اَضحی مقیم فی البیوت رَبِیبًا

''کیا تم نہیں دیکھتے کہ ابابیل نے تمام انسانوں کا رزق اپنے لئے حرام کر رکھا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ لوگوں کے گھروں میں رہتی ہے مگر کوئی بھی اس سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرتا''۔

اس پرندے کو ربیب بھی کہتے ہیں (ربیب یعنی سوتیلا لڑکا) کیونکہ یہ آباد شدہ مکانات سے انس کرتا ہے۔ ویران جگہوں کو پسند نہیں کرتا اور لوگوں کے قریب رہتا ہے۔ ابابیل کے اندر ایک عجیب بات یہ ہے کہ اگر اس کی آنکھ نکل جاتی ہے تو دوبارہ سے پیدا ہو جاتی ہے۔ نیز کسی نے اس کو کسی ایسی چیز پر ٹھہرا ہوا نہیں دیکھا جس کو وہ ہمیشہ کھاتا ہو اور نہ کسی نے اسے اپنی مادہ سے جفتی کرتے ہوئے دیکھا۔

ابابیل کی حیرت انگیز ذہانت:

ابابیل کی سب سے زیادہ دشمن چمگادڑ ہے۔ لہٰذا چمگادڑ اکثر اس کے بچوں کی گھات میں لگا رہتا ہے۔ اس لئے ابابیل جب بچے نکالتی ہے تو اپنے گھونسلے میں اجوائن کے پودے کی لکڑیاں لا کر رکھ دیتی ہے۔ ان لکڑیوں کی خوشبو سے چمگادڑ گھونسلہ کے قریب بھی نہیں آتی اور اس کے بچے چمگادڑوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ ابابیل پرانے گھونسلوں میں تب تک بچے نہیں نکالتی جب تک کہ نئی مٹی سے گھونسلہ کو لیپ نہ لے اور یہ اپنا گھونسلہ عجیب وغریب طریقہ سے بناتی ہے۔ پہلے یہ مٹی میں تنکے ملا لیتی ہے اور اگر تنکے ملی ہوئی مٹی اس کو کہیں سے دستیاب نہ ہو تو یہ پانی میں غوطہ مار کر زمین پر لوٹ لگاتی ہے اور جب اس کے جسم اور بازوؤں میں مٹی خوب گھس جاتی ہے تو یہ گھونسلہ میں آ کر اپنے پروں کو مٹی کیساتھ جھاڑ دیتی ہے اور پھر ان پروں والی مٹی سے گھونسلہ کو بناتی ہے یعنی تنکوں کی جگہ پروں کو مٹی میں ملا کر اس مٹی سے گھونسلہ بناتی ہے اور سب سے بڑی بات حیرت میں ڈالنے والی یہ ہے کہ ابابیل کبھی بھی اپنے گھونسلہ میں بیٹ نہیں کرتی بلکہ گھونسلہ سے باہر آ کر کرتی ہے اور جب اس کے بچے بڑے ہو جاتے ہیں تو یہ ان کو بھی یہی تعلیم دیتی ہے۔

ابابیل کی حکمت:

ابابیل کے بچوں کو جب کبھی یرقان کا مرض لاحق ہو جاتا ہے تو یہ ہندوستان آ کر ایک پتھری لے جاتی ہے اور اس کو اپنے بچوں کے اوپر رکھ دیتی ہے۔ جس سے اس کے بچے یرقان کی بیماری سے صحت یاب ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ انسانوں میں جب کسی کو یرقان ہو جاتا ہے اور ان کو یہ پتھری دستیاب نہ ہو تو وہ ابابیل کے گھونسلے سے اس کے بچے نکال کر زعفران سے ان کو رنگ کر پھر ان کو گھونسلہ میں بٹھا دیتے ہیں۔ جب ابابیل آتی ہے اور اپنے بچوں کو پیلا دیکھتی ہے تو سمجھتی ہے کہ گرمی کے سبب ان کو یرقان ہو گیا۔ چنانچہ ہندوستان سے اس پتھری کو لے جاتی ہے اور بچوں کے اوپر رکھ دیتی ہے جس کو بعد میں ضرورت مند انسان اٹھا لیتا ہے۔ یہ ایک چھوٹی سے پتھری ہے جو ''حجر سنونو'' (سنگ ابابیل) کے نام سے مشہور ہے۔ اس پر سرخ سیاہی مائل خطوط پڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس طرح لوگ اس پتھری کو حاصل کرنے کے بعد یرقان کے علاج میں استعمال کرتے ہیں۔ اس پتھری کا خاصہ یہ ہے کہ اگر یرقان کا مریض اس کو گلے میں لٹکا لے یا اس کو پانی میں گھس کر وہ پانی پی لے تو (انشاء اللہ) یرقان سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔

ابابیل کی ایک عادت یہ ہے کہ یہ آسمانی بجلی کی آواز (کڑک) سے بہت ڈرتی ہے یہاں تک کہ بعض دفعہ کڑک سے قریب المرگ ہو جاتی ہے۔ حکیم ارسطو نے کتاب ''النعوت الخطاطیف'' میں لکھا ہے کہ جب ابابیل اندھی ہو جاتی ہے تو یہ ایک درخت (جس کو ''عین الشمس'' کہتے ہیں) کے پاس جا کر اس کا پتا کھا لیتی ہے۔ اس کے کھانے سے اس کی بینائی واپس آ جاتی ہے۔ عین شمس کے درخت میں آنکھوں کے لئے شفاء ہے۔

رسالہ قشیری کے باب المحبتہ کے آخر میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محل پر ایک مرتبہ ابابیل اپنی مادہ سے جفتی کی خواہش کر رہا تھا اور ہر ممکن طریقے سے اس کو آمادہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر وہ مادہ کسی بھی طرح تیار نہیں تھی۔ جب کافی دیر ہو گئی تو ابابیل غصہ میں آ کر بولا کہ تو میرا کہنا نہیں مانتی حالانکہ مجھ میں اتنی طاقت ہے کہ اگر میں چاہوں تو یہ محل حضرت سلیمان پر الٹ دوں۔ اتفاقاً اس کی یہ گفتگو حضرت سلیمان علیہ السلام سن رہے تھے۔ چنانچہ آپ نے نر ابابیل کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب وہ آیا تو آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ بتاؤ تم نے ایسی بات کیوں زبان سے نکالی۔ اس نے کہا یا نبی اللہ! عشاق کی باتوں پر گرفت نہیں کی جاتی۔ یہ جواب آپ نے سن کر فرمایا کہ سچ ہے۔

فائدہ:

ثعلبی وغیرہ نے سورۂ نمل کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی طرف منتقل کر دیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے وحشت کا شکوہ کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ابابیل سے مانوس فرما دیا۔ لہٰذا ابابیل اسی انسیت کی وجہ سے بنی آدم کے گھروں سے جدا نہیں ہوتیں۔

ثعلبی لکھتے ہیں کہ ابابیل کو قرآن پاک کی چار آیتیں یاد ہیں اور وہ یہ ہیں ''**لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرآنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ**'' الی اخرہ (سورہ حشر پارہ ۲۸) اور جب ابابیل ''**اَلْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ**'' پر آتی ہے تو آواز بلند کر لیتی ہے۔

ابابیل کی اقسام:

ابابیل کی بہت سی قسمیں ہیں لیکن چار مشہور اقسام یہ ہیں:۔

(۱) جو ساحل پر رہتی ہیں اور وہیں زمین کھود کر گھونسلہ بناتی ہیں۔ یہ قسم صغیر الجثہ اور عصفور الجنتہ سے قدرے چھوٹی ہوتی ہے۔ اس کا

رنگ خاکستری ہوتا ہے اور یہ سنونو (سین مہملہ کے ضمہ کے ساتھ اس کا بیان باب السین میں آئے گا) کے نام سے مشہور ہے۔

(۲) یہ وہ قسم ہے جس کا رنگ ہرا اور پشت پر قدرے سرخی ہوتی ہے۔ اہل مصر اس کو اس کے سبز رنگ کی وجہ سے خضیری کہتے ہیں اس کی غذا مکھیاں اور پروانے وغیرہ ہیں۔

(۳) تیسری قسم وہ ہے جس کے بازو لمبے اور پتلے ہوتے ہیں۔ یہ پہاڑوں میں رہتی ہیں اور چیونٹیاں ان کی غذا ہیں اور اس قسم کو سائم کہتے ہیں اور اس کا مفرد سامتہ آتا ہے۔

(۴) چوتھی قسم وہ ہے جس کو سنونو کہتے ہیں اس کا واحد سنونوۃ آتا ہے۔ یہ (ابابیل) مسجد حرام میں بکثرت رہتی ہیں۔ اور باب ابراہیم اور باب بنی شیبہ کی چھتوں پر ان کے گھونسلے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سنونو ہی وہ پرندہ ہے جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل یعنی ابرہہ اور اس کی لشکر کو تباہ کیا تھا۔

نعیم بن حماد نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے یہاں پہنچے۔ آپ کے پاس چند لڑکے بیٹھے ہوئے تھے اور وہ خوبصورتی میں ایسے معلوم ہو رہے تھے جیسے کہ چاند یا دینار۔ ہم ان کے اس غیر معمولی حسن خداداد (پر تعجب کرنے لگے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ) نے ہمارا تعجب دیکھ کر فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگ ان لڑکوں پر رشک کر رہے ہیں۔ ہم نے جواب دیا کہ بخدا ایک مرد مسلمان کو ان جیسے لڑکوں سے ضرور رشک ہو سکتا ہے۔ اس پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے حجرہ کی چھت کی طرف سر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر میں ان لڑکوں کو زیر زمین دفن کر کے اپنے ہاتھوں سے ان کی قبروں کی مٹی جھاڑنے لگوں تو یہ مجھ کو اس چیز سے زیادہ محبوب ہے کہ ان ابابیلوں کے گھونسلے جو اس چھت میں لگے ہوئے ہیں اجڑ جائیں اور ان کے انڈے ٹوٹ جائیں۔ ابن المبارک کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ اس وجہ سے کہے تھے کہ کہیں ان لڑکوں کو نظر نہ لگ جائے۔

ابو اسحاق صابی نے ابابیل کے بارے میں یہ اشعار کہے ہیں۔

وَهِنْدِيَّةُ الْاَوْطَانِ زِنْجِيَّةُ الْخَلْقِ مُسَوَّدَةُ الْاَلْوَانِ مُحَمَّدَةُ الْحَدَقِ

''باعتبار وطن ہندی اور باعتبار پیدائش زنگی۔ رنگ میں سیاہ اور آنکھ میں سرخی''۔

اِذَا صَرْصَرَتْ بِآخِرِ صَوْتِهَا حَدَادُ فَاذَرَتْ مِنْ مَدَامِعِهَا الْعَلَقِ

''جب وہ بولتی ہے تو آخر میں آواز کو تیز کر دیتی ہے اور اس کے آنسوؤں سے خون بستہ جھڑنے لگتا ہے''۔

كَاَنَّ بِهَا حُزْنًا وَقَدْ لَبِسَتْ لَهُ كما صرملوى العود بالوترا لحزق

''میں اس کو دیکھنے کے لئے رک گیا تو ایسا معلوم ہوا کہ وہ مغموم ہے اس کی آواز میں ایسی چیخ تھی جیسے کمان کی لکڑی رسی کھولتے وقت چیختی ہے''۔

تُصِيْفُ لَدَيْنَا ثُمَّ تَشْتُوْ بِاَرْضِهَا فَفِيْ كُلِّ عَامٍ نَلْتَقِيْ ثُمَّ نَفْتَرِقُ

''گرمیوں میں ہمارے پاس رہتی ہیں اور جاڑوں میں اپنے وطن میں بسیرا کرتی ہے۔ اس طرح ہر سال ہم اس سے ملاقات بھی کرتے ہیں اور جدا بھی ہوتے ہیں''۔

ابابیل کا شرعی حکم:

اس کا کھانا حرام ہے اس حدیث کی وجہ سے جس کو ابو الحویرث عبد الرحمٰنؒ بن معاویہ جو تابعین سے ہیں روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خطاطیف کے مارنے سے منع فرمایا کہ:۔

''ان پناہ حاصل کرنے والوں کو مت مارو۔ کیونکہ یہ تمہاری پناہ میں دوسروں سے بچ کر آئی ہے''۔ (رواہ البیہقی انہ منقطع)

ایک دوسری روایت میں جس کو ''عبادہؒ بن اسحاق نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطاطیف کے مارنے سے منع فرمایا ہے جو کہ گھروں میں پناہ لیتے ہیں۔ یہ دونوں باعتبار سند کمزور ہیں۔ مگر ایک اور روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس میں ہے کہ مینڈک کو مت مارو کیونکہ اس کی آواز تسبیح ہے اور خطاف کو مت مارو کیونکہ جب بیت المقدس کو اجاڑا گیا تھا تو ابابیل نے خدا تعالیٰ سے التجا کی تھی کہ اے اللہ مجھے سمندر پر مسلط کر دیجئے تاکہ میں بیت المقدس کو تباہ کرنے والوں کو غرق کر دوں۔ اسی لئے آنحضور ﷺ نے ابابیل کے مارنے کی مخالفت کر دی۔ کیونکہ اسے خدا کے عبادت کدہ کی بربادی کا صدمہ تھا۔

حدیث میں یہ بھی ہے کہ آنحضور ﷺ نے اس جانور کے استعمال سے روک دیا ہے جو غلاظت خود ہو یا جس کو باندھ کر دور سے مارا گیا ہو اور اسی طرح خطفہ ''اچک لیا جانے والا جانور'' سے بھی منع فرمایا ہے۔ حدیث میں خطفہ کا لفظ آیا ہے جو طا کے سکون کے ساتھ ہے۔ علماء نے اس کے دو معنی لکھے ہیں۔ ایک تو یہ کہ خطفہ سے مراد وہ جانور ہے جسے کسی پرندے نے اچک لیا ہو اور پھر مار دیا ہو۔ اس مرے ہوئے جانور کا کھانا حرام ہے اور ابن قتیبہ نے دوسرے معنی یہ بتائے ہیں کہ خطفہ ہر اس جانور کو کہتے ہیں جو تیزی سے کوئی چیز اچک کر لے جائے اور چونکہ ابابیل کی بھی یہ عادت ہے لہٰذا اس کا گوشت بھی حرام ہے۔ نیز یہ فضا میں شکار کرنے والا جانور ہے اس لئے ممکن ہے کہ ان کے شکار حرام چیزیں ہوں اس لئے بھی ان کا گوشت حرام ہے۔ اگرچہ محمد بن حسنؒ کا خیال یہ ہے کہ ابابیل حلال ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ حلال خور ہی ہے اور اکثر ائمہ شوافعؒ کا بھی یہی خیال ہے۔

طبی خواص:

حکیم ارسطو نے لکھا ہے کہ اگر ابابیل کی آنکھ نکال کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر کسی تخت یا چارپائی میں باندھ دی جائے تو جو شخص اس تخت یا چارپائی پر سونے کے لئے لیٹے گا اس کو ہرگز نیند نہ آئے گی اور اگر ابابیل کی آنکھ کو سکھا کر کسی عمدہ قسم کے تیل میں گھس کر یہ تیل کسی عورت کو پلا دیا جائے تو وہ عورت تیل پلانے والے سے شدید محبت کرنے لگے گی اور اگر ابابیل کی سوکھی ہوئی آنکھ چنبیلی کے تیل میں گھس کر زچہ کی ناف پر ملا جائے تو درد کو بہت جلد فائدہ ہوگا اور اگر ابابیل کا دل سکھا کر پانی میں گھس کر پیا جائے تو قوتِ باہ کے لئے بہت مجرب ہے اور اگر کسی عورت کو لاعلمی میں ابابیل کا خون پلا دیا جائے (چند قطرے) تو اس عورت کی شہوتِ جماع زائل ہو جائے گی اور اگر ابابیل کے خون کا تالو (سر) پر لیپ کر دیا جائے تو اس درد کو بہت فائدہ ہوگا جو بوجہ فساد اختلاط ہوا ہو، یہ درد اکثر نو مولود بچوں کو ہوتا ہے۔

ابابیل کی بیٹ کو پیس کر زخم پر لگانے سے بہت جلد زخم بھر جاتے ہیں۔ خاص طور سے وہ زخم جن میں سوراخ (ناسور) ہوں، ان کے لئے بہت مجرب ہے۔ ابابیل کا مرارہ (پتہ) پینے سے سفید بال کالے ہو جاتے ہیں مگر پینے والے کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ پہلے وہ اپنے منہ میں تھوڑی سی چھاچھ یا دودھ بھر لے تاکہ اس کے دانت سیاہ نہ ہو جائیں۔ ابابیل کا گوشت کھانے سے بے خوابی کا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ ابابیل کے سر میں ایک کنکری (پتھری) ہوتی ہے۔ اس کنکری کے بہت سے فوائد ہیں۔ ہر ابابیل اس پتھری کو نگل لیتی ہے لہٰذا یہ پتھری اگر کسی کو مل جائے اور وہ اس کو اپنے پاس رکھے تو وہ برائی سے محفوظ رہے گا اور جس سے بھی پتھری رکھنے والا محبت کرے گا یہ اس کی

معاون ثابت ہوگی اور محبوب کو اس کی محبت ٹھکرانے کی ہمت نہ ہوگی۔

سکندر نے کہا ہے کہ جب ابابیل پہلی بار انڈے دیتی ہے تو اس کے گھونسلہ میں اول چیز جو ظاہر ہوتی ہے وہ دو پتھریاں ہیں جو یا تو دونوں سفید ہوتی ہیں یا ایک سفید اور دوسری سرخ ہوتی ہے۔ان کی خواص یہ ہیں کہ اگر سفید پتھری کسی مرگی والے مریض پر رکھ دی جائے تو اس کو فوراً ہوش ہو جاتا ہے اور اگر معقود (جس کی زبان میں گرہ ہو گونگا) اس پتھری کو اپنے پاس رکھے تو ان کی زبان کی گرہ کھل جاتا ہے اور وہ بولنے پر قادر ہو جائے گا۔اور سرخ پتھری کی تاثیر یہ ہے کہ عسر بول کا مریض اس کو اپنی گردن میں ڈال لے تو بہت جلد اس مرض سے شفاء ہو جائے گی بسا اوقات یہ دونوں پتھریاں مختلف صورتوں میں پائی جاتی ہیں۔ایک لانبی ہوتی ہے اور دوسری گول۔اگر یہ دونوں پتھریاں گائے کے بچھڑے کی کھال میں سی کر ایسے شخص کے گلے میں ڈال دیں۔جس کو وسوسہ اور خیالات ستاتے ہیں تو اس کو بہت فائدہ ہوگا۔دیگر یہ کہ یہ پتھریاں صرف انہی گھونسلوں میں پائی جاتی ہیں جو جانب شرق ہوں۔اس کے علاوہ کسی دوسری سمت والے گھونسلوں میں نہیں پائی جاتیں اور ان پتھریوں کے تمام خواص مجرب اور آزمودہ ہیں۔ابن الدقاق کا قول ہے کہ اگر ابابیل کے گھونسلہ کی مٹی پانی میں گھول کر پی لی جائے تو ادرار بول (سلسل البول) کے لئے مجرب ہے۔یہ علاج آزمودہ ہے۔

ابابیل کی خواب میں تعبیر:

ابابیل کی خواب میں تعبیر کبھی مرد سے یا عورت سے اور کبھی مال سے دیتے ہیں اور کبھی اس کی تعبیر مالِ مغصوب (چھینے ہوئے مال) سے بھی کی جاتی ہے اور اگر کسی نے خواب میں خطاف (ابابیل) کو پکڑا تو اس کی تعبیر مال حرام ہے جو صاحب خواب کو ملے گا۔کیونکہ خطاف (ابابیل) کے معنی ''جھپٹنے والا'' کے ہیں اور اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کے گھر میں بہت سے خطاف (ابابیل) گھس گئے ہیں تو اس کی تعبیر مالِ حلال ہے۔کیونکہ اس نے ان کو پکڑا نہیں بلکہ از خود اس کے گھر میں آئے ہیں اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ خطاف سے مراد ایک محبت کرنے والا پرہیزگار شخص ہے۔عیسائیوں کے نزدیک خطاف کا گوشت خواب میں کھانا کسی بڑے جھگڑے میں ملوث ہونے کی طرف اشارہ ہے۔خواب میں خطاف کی آواز سننا کسی نیک کام کی طرف تنبیہ ہے کیونکہ اس کی آواز مثل تسبیح کے ہے اور اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کے گھر سے خطاف (ابابیل) نکل رہے ہیں تو اس کے رشتہ دار سفر کی وجہ سے جدا ہوں گے اور خطاف کی اکثر تعبیر کام کی مشغولیت ہوتی ہے۔کیونکہ یہ بے کاری کے زمانے میں ظاہر ہوتا ہے۔جاماسب نے لکھا ہے کہ ابابیل کو خواب میں شکار کرنا اس بات پر دال ہے کہ صاحب خواب کے گھر میں چور داخل ہوں گے۔واللہ اعلم

الخَطّاف

(سمندری مچھلی) الخطاف:۔(خاء پر فتحہ اور طاء پر تشدید) سبتہ،سمندر کی مچھلی جس کی پشت پر دو پر ہوتے ہیں جو کالے رنگ کے ہوتے ہیں اور یہ مچھلی پانی سے نکل کر ہوا میں اڑتی ہے اور پھر پانی میں واپس آجاتی ہے۔ابو حامد اندلسی نے ایسا ہی لکھا ہے۔

اَلخُفّاشُ

(چمگادڑ) الخفاش:۔(خا پر ضمہ اور فا پر تشدید) ''خفافیش'' اس کی جمع ہے۔یہ وہ پرندہ ہے جو رات کو اڑتا ہے اور عجیب وغریب شکل کا ہوتا ہے۔

فائدہ:

چمگادڑ کو خفاش اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ لفظ ''اخفش'' سے مشتق ہے۔جس کے معنی ضعف البصر کے ہیں۔یعنی کمزور نگاہ۔اخفش عربی میں اس شخص کو کہتے ہیں جو پیدائشی ضعیف البصر ہو یعنی ''کمزور نگاہ والا'' یا بعد پیدائش کسی وجہ سے اس کی بینائی کمزور ہوگئی ہو لہٰذا لغت عامہ میں اخفش (چوندھا) اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس کو رات میں تو دکھائی دے مگر دن میں کچھ نظر نہ آئے یا جس دن بادل ہوں اس دن دکھائی دے اور سورج کی روشنی میں کچھ نظر نہ آئے اور چونکہ چمگادڑ میں بھی یہی اوصاف پائے جاتے ہیں۔اس لئے اس کو بھی خفاش کہنے لگے۔بطلیموسی نے کہا ہے کہ خفاش کے چار نام ہیں خفاش،خشاف،خطاف اور وطواط،مگر جاحظ نے کہا ہے خفاش کا نام رات کے تمام پرندوں پر بولا جاتا ہے اور وطواط یہ وہی خفاش کا نام ہے جس کا ذکر ابن قتیبہ وابو حاتم نے بڑے پرندے کے نام سے کیا ہے اور بطلیموسی نے خفاش کو خطاف بھی کہا ہے تو اس میں صاحب کتاب کو اختلاف ہے کیونکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ الگ الگ قسمیں ہیں۔کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ خفاش چھوٹا پرندہ اور وطواط بڑا پرندہ ہے اور یہ دونوں نہ تو چاند کی روشنی میں دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی دن کی روشنی میں۔

شاعر نے بھی اسی مفہوم کو اپنے شعر میں کہا ہے۔

مِثْلُ النَّهَارِ يَزِيْدُ اَبْصَارُ الوَرىٰ نُوْرًا وَيُعْمِىْ اَعْيُنَ الخُفَّاشِ

''دوپہر کے وقت مخلوق کی بینائی مزید بڑھ جاتی ہے لیکن چمگادڑ کی آنکھیں اس وقت اور بینائی کھو بیٹھتی ہیں''۔

چونکہ چمگادڑ کی آنکھیں دن کی روشنی میں چندھیا جاتی ہیں لہٰذا وہ باہر نکلنے کے لئے ایسا وقت تلاش کرتی ہے کہ جس میں نہ بالکل اندھیرا ہو اور نہ اجالا۔چنانچہ اس کے نکلنے کا وقت غروب آفتاب کے فوراً بعد کا وقت ہے اور یہی وقت اس کی غذا کا ہے۔کیونکہ مچھر اسی وقت اپنے رزق یعنی انسانی اور حیوانی خون چوسنے نکلتے ہیں۔چنانچہ چمگادڑ ان مچھروں کی تلاش میں اور مچھر حیوانی خون کی تلاش میں ایک ساتھ نکلتے ہیں۔لہٰذا ایک طالب غذا دوسرے طالب غذا کی غذا بن جاتا ہے۔پس پاک ہے وہ ذات جس کا کوئی بھی کام حکمت سے خالی نہیں۔

چمگادڑ کو کسی بھی اعتبار سے پرندہ نہیں کہا جاسکتا۔بجز اس کے کہ وہ ایک اڑنے والا جانور ہے اس لئے کہ اس کے دو ظاہری کان، دانت اور دو خصیے ہوتے ہیں۔اس کی مادہ کو حیض بھی آتا ہے اور حیض سے پاک بھی ہوتی ہے۔انسان کی طرح ہنستی بھی ہے اور چوپایوں کی طرح پیشاب بھی کرتے ہیں اور انڈوں کے بجائے بچے دیتی ہے اور بچوں کو دودھ بھی پلاتی ہے اور اس کے جسم پر بال بھی نہیں ہوتے۔

بعض مفسرین کا قول ہے کہ چمگادڑ وہ جانور ہے جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) پیدا فرمایا تھا۔اس لئے یہ اللہ تعالیٰ کو پیدا کردہ دیگر مخلوق سے مختلف ہے اور یہی وجہ ہے کہ تمام پرندے اس سے بغض رکھتے ہیں اور اس پر غالب رہتے ہیں۔چنانچہ جو پرندے گوشت خور ہیں وہ اس کو کھا جاتے ہیں اور جو گوشت خور نہیں ہیں وہ اس کو مار ڈالتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ یہ صرف رات کو اپنے سوراخوں سے نکلتی ہے۔وہب بن منبہؒ نے کہا ہے کہ جب تک لوگوں کی نظر چمگادڑ پر رہتی ہے وہ اڑتا رہتا ہے اور جب لوگوں کی نظروں سے غائب ہو جاتا ہے تو گر کر مر جاتا ہے تاکہ مخلوق کے فعل سے خالق کا فعل ممتاز ہو جائے اور یہ ظاہر ہو جائے کہ کمال تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہی خاص ہے۔

چمگادڑ میں قوت پرواز بہت زیادہ ہے اور اڑتے ہوئے جس طرف چاہتی ہے تیزی سے مڑ جاتی ہے۔اس کی غذا مچھر مکھیاں

اور بعض درختوں کے پھل ہیں جیسے بیر، اور امرود اور گولر وغیرہ، چمگادڑ کی عمر بھی کافی ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کی عمر گدھ اور گورخر سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس کی مادہ تین سے سات تک بچے دیتی اور یہ ہوا میں اڑتے ہوئے بھی جفتی کر لیتے ہیں۔ سوائے چمگادڑ، بندر اور انسان کے کوئی حیوان ایسا نہیں جو اپنے بچوں کو اٹھائے پھرتے ہوں۔ چمگادڑ اپنے بچوں کو پروں کے نیچے چھپائے رہتی ہے اور بعض دفعہ منہ میں بھی دبا کر اڑتی ہے اور ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ اڑتے ہوئے ہی بچوں کو دودھ بھی پلا دیتی ہے۔ چمگادڑ کی ایک خاص عادت یہ ہے کہ اگر ان کے بدن سے چنار کے درخت کا پتا یا شاخ وغیرہ مس ہو جاتی ہے تو یہ سن ہو جاتی ہے اور فوراً زمین پر گر جاتی ہے۔

چمگادڑ کو لوگ حماقت سے منسوب کرتے ہیں اور یہ اس وجہ سے کہ اگر اس کو کہا جائے ''اطرق کری''[1] تو یہ زمین سے لگ جاتی ہے۔

مسائل:

ہر آنکھ کو پھوڑ دینے کی دیت آدھی ہوگی اگر چہ کسی بھینگے کی پھوڑی ہو یا چوندھے کی یا کانے کی یا اندھے کی۔ کیونکہ ان تمام عیوب کے باوجود ان کی بینائی کچھ نہ کچھ کام کر رہی تھی۔ یعنی وہ اس سے کچھ نہ کچھ منفعت اٹھا رہے تھے اس لئے ایک آنکھ کی نصف دیت اور دونوں آنکھوں کی پوری دیت واجب ہوگی اور رہا یہ سوال کہ کانے یا بھینگے کو اپنی بینائی سے کتنا فائدہ تھا تو یہ مسئلہ زیر بحث نہیں آئے گا۔ کیونکہ پکڑنے والے کی قوت گرفت اور چلنے والے کی تیز رفتاری اور سست رفتاری سے بھی فیصلے نہیں ہوتے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے معاملوں میں نفس بینائی پر نظر رکھی جائے گی اور اس کے ضعف اور قوت پر نہیں اور اگر کسی کی آنکھ میں سفیدی ہو بشرطیکہ اس سفیدی کی وجہ سے دیکھنے میں کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہوتی ہو تو یہ بالکل ایسا ہے جیسے کہ کسی کے جسم پر مسہ یا تل ہو اور چونکہ مسہ وغیرہ کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے اس سفیدی کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے اس لئے اب چاہے یہ سفیدی خاص پپوٹے میں ہو یا پتلی میں ہو، اور اگر بالکل قوت بینائی پر سفیدی ہے مگر اتنی ہی ہلکی ہے کہ بینائی میں کوئی فتور پیدا نہیں ہوتا اور ایسی آنکھ کو کسی نے پھوڑ دیا تو جب بھی نصف دیت واجب ہوگی۔

امام شافعیؒ و دیگر ائمہ کا یہی مسلک ہے۔ یہ حضرات اس فرق کو بھی کوئی حیثیت نہیں دیتے کہ بینائی کا یہ نقصان کسی بیماری کی وجہ سے پیدا ہوا یا کسی کے اقدام سے۔ اگر سفیدی بہت تھوڑی سی ہے اور اتنی ہے کہ ہم اسے ناپ سکیں تو اسی کے حساب سے دیت گھٹے اور بڑھے گی۔ لیکن اگر نقصان کا اندازہ مشکل ہے تو چند تجربہ کار لوگوں سے فیصلہ کرایا جائے گا۔

چوندھے پن میں پیدائشی روشنی کم ہو جاتی ہے۔ یہ فرق اس وقت سمجھ میں آئے گا جبکہ چوندھا پن اپنے کسی تساہل کی وجہ سے ہوا ہو۔ مثلاً کوئی بھول سے منہ نہیں دھوتا یا آنکھیں صاف نہیں کرتا تو یہ دوسری چیز ہے اور قدرتی چوندھا پن کچھ اور ہے۔

کانے کی آنکھ میں اگر نقصان پہنچایا تو اس کی نصف دیت واجب آئے گی۔ اگر چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دونوں کے متعلق یہ ہے کہ وہ دونوں پوری دیت دلواتے تھے اور یہی خیال عبد الملکؒ بن مروان، زہریؒ، قتادہؒ، مالکؒ، لیثؒ، امام احمدؒ اور اسحاقؒ بن راہویہ کا ہے۔

شرعی حکم:

چمگادڑ کا کھانا حرام ہے اس روایت کی وجہ سے جس کو ابو الحویرث نے مرسلاً روایت کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے اس کے قتل کرنے سے منع

---

[1] ''اطرق کری'' ایک منتر ہے جو کری کروان (جو مرغابی کی قسم کا ایک پرندہ ہے) کو جال میں پھانسنے کے لئے عرب کے شکاری پڑھا کرتے تھے۔ پورا منتر یہ ہے: ''اطرق کری اُطرق کری ان النعامۃ فی القریٰ'' اے کری (کروان) اتر آ۔ اتر آ شتر مرغ شہروں میں پہنچ گئے۔

فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جب بیت المقدس ویران ہو گیا تو چمگادڑ نے کہا تھا کہ اے پروردگار دریا کو میرے قبضہ میں دیدے تا کہ میں اس کے ویران کرنے والوں کو غرق کر دوں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے کسی چمگادڑ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا اس کو کون کھاتا ہے؟ نخعی نے کہا ہے کہ چمگادڑ کے علاوہ تمام پرندے حلال ہیں اور ''روضہ'' کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قطعاً حرام ہے۔ حالانکہ کتاب الحج میں لکھا ہے کہ اگر محرم نے اسے مار دیا تو جزا واجب ہوگی اور پوری قیمت دینا پڑے گی۔ حالانکہ یہ وضاحت کی گئی ہے کہ جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا بحالت احرام ان کو مار دینے سے فدیہ بھی نہیں آتا۔ محاملی نے لکھا ہے کہ جنگلی چوہے کا کھانا جائز نہیں حالانکہ اس میں جزا ہے۔ چنانچہ یہ تمام اقوام مختلف ہیں اس لئے کوئی خاص فیصلہ ابابیل کے حلال یا حرام ہونے کا نہیں کیا جا سکتا۔

تتمہ:

امام شافعیؒ نے کتاب الام میں لکھا ہے کہ وطواط چڑیا سے تو بڑا ہے مگر ہدہد سے چھوٹا ہے اور اس کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ اگر کوئی محرم اس کو مار دے تو قیمت دینا پڑے گی اور اس سلسلہ میں عطاء کا خیال ہے کہ تین درہم دینے پڑیں گے اس لئے اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ اس کے کھانے اور نہ کھانے کا کوئی فیصلہ نہیں فرما سکتے۔ البتہ اتنا لکھا ہی کہ اگر کھاتے ہیں تو پھر سزا کا وجوب ہوگا۔

عطاء نے جو تفصیل لکھی ہے اس میں ہے کہ تین درہم واجب ہوں گے۔ اصمعیؒ کہتے ہیں کہ وطواط خفاش ہی ہے اور ابو عبیدہ کا خیال ہے کہ یہ خطاف کچھ بھی ہو لیکن کسی طرح بھی اس کا گوشت حلال نہیں۔

طبی فوائد:

اگر چمگادڑ کا سر تکیہ کے اندر رکھ دیا جائے تو جو شخص اس تکیہ کو اپنے سر کے نیچے رکھے گا اس کو نیند نہیں آئے گی۔ اگر چمگادڑ کا سر چنبیلی کے تیل میں ڈال کر کسی تانبے یا لوہے کے برتن میں اس طرح پکایا جائے کہ تیل میں بار بار اس کو الٹتے پلٹتے رہیں یہاں تک کہ (سر) جل کر کوئلہ ہو جائے۔ پھر اس تیل کو صاف کر کے کسی شیشی میں رکھ لیا جائے اور پھر اس تیل کو اگر صاحب نقرس یا فالج کا مریض یا وہ شخص جس کو رعشہ ہو بطور مالش استعمال کریں تو بہت جلد فائدہ ہوگا۔ یہ علاج عجیب اور آزمودہ ہے۔ اگر چمگادڑ کو گھر میں ذبح کر کے اس کے دل کی دھونی دے دی جائے تو اس گھر میں سانپ اور بچھو داخل نہیں ہوں گے اور اگر کوئی شخص بوقت ہیجان (شہوت) چمگادڑ کا دل اپنے بدن پر لٹکا لے تو اس سے قوت باہ میں اضافہ ہوگا اور اگر اس کی گردن کوئی شخص باندھ لے تو بچھو سے محفوظ رہے گا۔ اگر چمگادڑ کا پتہ ایسی عورت کی اندام نہانی میں مل دیا جائے جو عسر الولادت میں مبتلا ہو تو فوراً ولادت ہو جائے گی۔

اگر کوئی عورت چمگادڑ کی چربی رفع دم کے لئے استعمال کرے تو جلد ہی خون بند ہو جائے گا۔ اگر چمگادڑ کو ہلکی آنچ پر اس قدر پکایا جائے کہ وہ جل کر سوختہ ہو جائے اور پھر اس کو قطرہ قطرہ پیشاب کرنے والے کے ذکر کے سوراخ میں ڈال دیا جائے یا مل دیا جائے تو اس کو اس مرض سے شفاء ہوگی۔ اگر چمگادڑ کا شوربا بنا کر کسی بڑے برتن میں ڈال کر اس میں فالج کے مریض کو بٹھایا جائے تو فالج سے چھٹکارا مل جائے گا۔ چمگارڑ کی بیٹ اگر داد پر مل جائے تو داد جاتا رہتا ہے۔ اگر کوئی شخص بغل کے بال اکھاڑ کر اور چمگادڑ کے خون میں ہم وزن دودھ ملا کر بغل میں مل لے تو پھر کبھی بال نہ اگے گا اور اگر بلوغ سے پہلے بچوں کے زیر ناف چمگادڑ کا خون مل دیا جائے تو اس جگہ بال نہیں آئیں گے۔

خواب میں تعبیر:

خواب میں چمگادڑ کی تعبیر عابد وزاہد مرد سے کی جاتی ہے۔ارطامیدورس نے کہا ہے کہ چمگادڑ کو خواب میں دیکھنا بہادری اور خوف کے ختم ہونے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ رات کے پرندہ میں سے ہے۔حاملہ عورت اگر خواب میں چمگادڑ کو دیکھے تو یہ ولادت میں آسانی کی طرف اشارہ ہے۔

مسافر (خواہ خشکی کا سفر کرنے والا ہو یا دریائی) دونوں کے لئے چمگادڑ کو خواب میں دیکھنا اچھا نہیں ہے اور کبھی چمگادڑ کو گھر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھنے سے گھر کی ویرانی کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ خواب میں چمگادڑ کو دیکھنا ساحرہ عورت کی طرف اشارہ ہے۔

الخنان

(چھپکلی) الخنان: مثل زبان کے۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے ایک فیصلہ کیا جس پر بعض آزاد لوگوں نے اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا کہ ''اے حنان خاموش رہ''۔ ہروی وغیرہ نے ایسے ہی نقل کیا ہے۔

الخلنبوص

(ایک پرندہ) الخلنبوص (خاء معجمہ اور لام پر فتحہ، نون پر سکون اور بائے موحدہ پر ضمہ) چڑیا سے چھوٹا مگر اس کے ہم رنگ ایک پرندہ۔

اَلْخُلْد

اَلْخُلْد: [1] چھچھوندر (خاء پر ضمہ) کفایہ میں خلیل بن احمد سے خاء پر فتحہ اور کسرہ بھی نقل کیا گیا ہے۔جاحظ نے کہا ہے کہ یہ ایک اندھا، بہرا چھوٹا سا جانور ہے جو اپنے سامنے کی چیزوں کو محض سونگھنے سے پہچان لیتا ہے۔ باوجودیکہ چھچھوندر اندھی ہوتی ہے مگر پھر بھی اپنے بل سے باہر آتی ہے اور منہ کھول کر بل کے باہر بیٹھ جاتی ہے۔مکھیاں اس کے منہ کے اردگرد بیٹھ جاتی ہیں تو یہ ان کو پکڑ کر نگل لیتی ہے اور یہ مکھیوں پر حملہ اس وقت کرتی ہے جبکہ کافی تعداد میں مکھیاں اس کے منہ کے قریب جمع ہو جاتی ہیں۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ چھچھوندر اصل میں اندھا چوہا ہے جس کو صرف قوت شامہ (سونگھنے کے ذریعہ) کی وجہ سے چیزوں کا ادراک ہو جاتا ہے۔ارسطو اپنی ''کتاب النعوث'' میں لکھتے ہیں کہ چھچھوندر کے علاوہ تمام حیوانات کی دو آنکھیں ہوتی ہیں۔اور چھچھوندر کو اندھا اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ یہ زمین کے اندر رہنے والا جانور ہے اور اللہ تعالیٰ نے زمین کو اس کے لئے ایسا بنا دیا جیسا کہ مچھلی کے لئے پانی۔اور اس کی غذا اس کو زمین کے اندر ہی مہیا کر دی گئی ہے اس لئے نہ زمین پر اسے قوت حاصل ہے اور نہ نشاط۔آنکھوں کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے اسے سننے اور سونگھنے کی قوت بہت زیادہ دی ہے اور یہ دور ہی سے خفیف سی آہٹ کو بھی سن لیتی ہے اور فوراً کود کر زمین کے اندر گھس جاتی ہے اور اس کو پکڑنے کی ترکیب یہ ہے کہ اس کے سوراخ کے باہر کچھ جوئیں رکھ دی جائیں۔ یہ ان کو بو پا کر ان کو کھانے

[1] مغربی فلسطین میں Spalex Tykhlus مصر میں اسے ابوائمیٰ کہتے ہیں۔

کے لئے باہر نکل آئے گی۔

کہا گیا ہے کہ چھچھوندر کی قوتِ سامعہ دوسرے جانوروں کے قوتِ بصر کے برابر ہے۔ یعنی دوسرے جانور جتنی دور تک دیکھ سکتے ہیں۔ چھچھوندر اتنی دور کی آواز سن سکتی ہے۔ چھچھوندر کو اچھی خوشبوؤں سے نفرت ہے اور بدبودار چیزوں سے رغبت ہے۔ چنانچہ وہ خوشبودار چیزوں سے بھاگتی ہے اور گندنا، پیاز وغیرہ کی خوشبو پر فریفتہ ہے اور بعض اوقات انہی دو چیزوں سے اس کو پکڑا جاتا ہے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ''سد مارب'' کو چھچھوندر نے ہی برباد کیا تھا۔

سد مارب کا سبق آموز واقعہ:

قوم سبا کے دائیں اور بائیں (یعنی اس علاقہ کے دائیں اور بائیں جس میں یہ قوم آباد تھی) دو باغ تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا تھا کہ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْالَهٗ (یعنی اپنے رب کے دیئے ہوئے رزق کو کھاؤ اور اس کا شکر بجالاؤ) اور قوم سبا کے اس شہر پر اللہ تعالیٰ کی اس قدر عنایات تھیں کہ اس علاقہ میں مچھر، پسو، سانپ اور بچھو وغیرہ ایذا رساں جانوروں کا نام ونشان تک نہ تھا اور یہ انتہائی پاک وصاف شہر تھا اور اس علاقہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی خاص عنایات اس سے ظاہر تھیں کہ اگر کوئی دوسرا شخص کسی دوسرے علاقہ کا اس شہر میں آتا اور اس کے کپڑوں وغیرہ میں جوئیں وغیرہ ہوتیں تو اس علاقے میں آتے ہی سب کی سب مر جاتیں۔

قوم سبا کے باغات میں پھلوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی شخص باغ میں خالی ٹوکرا لے کر داخل ہوتا تو واپسی پر ان کا ٹوکرا مختلف قسم کے پھلوں سے بھرا ہوا ہوتا اور یہ پھل ہاتھ سے توڑے ہوئے نہ ہوتے بلکہ (پک پک کر گرنے والے) درختوں کے نیچے پڑے ہوئے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی طرف تیرہ انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور ان تمام انبیاء علیہم السلام نے اس قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے کی دعوت دی اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو یاد دلایا اور اس کے عذاب سے ڈرایا۔ مگر اس قوم نے ایک نہ مانی اور کہنے لگے کہ ''ہم کو تو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو کوئی نعمت دی ہے''۔

قوم سبا کے شہر میں ایک بند (ڈیم) تھا جو ملکہ بلقیس نے اپنے عہد حکومت میں بنوایا تھا اور اس بند کے قریب ہی ایک بڑا تالاب تھا۔ اس تالاب میں پانی کی نکاسی کے لئے اتنے ہی پرنالے رکھے گئے تھے جتنی ان کے یہاں نہریں تھیں اور ان پرنالوں کے ذریعہ ان نہروں میں پانی تقسیم ہوتا تھا اور یہ نہریں تعداد میں بارہ تھیں۔ ملکہ بلقیس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا رشتہ ہو جانے کے بعد اہل سبا مدتوں تک صراط مستقیم پر گامزن رہے۔ مگر بعد میں انہوں نے بغاوت اور سرکشی پر کمر باندھ لی اور کفر کو اپنے لئے اختیار کیا۔ پس اس جرم کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک اندھے چھچھوندر کو مسلط کر دیا۔ جس نے ان کے بند کو نیچے سے کھود ڈالا اور سوراخ کر دیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے باغات اور آبادیاں ویران ہو گئیں۔

اہل سبا کو اپنے علم اور کچھ دیگر ذرائع سے اس کا علم تھا کہ ان کے اس بند کو ایک چوہا برباد کر دے گا۔ چنانچہ جب انہوں نے اس بند کو بنایا تھا تو ہر دو پتھروں کے درمیان کوئی سوراخ ایسا نہیں چھوڑا تھا جہاں پر ایک بلی نہ بندھی ہو لیکن جب وہ کافی ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو ایک سرخ چوہا نمودار ہوا اور اس نے ان بلیوں میں سے ایک بلی پر جست لگائی۔ چنانچہ بلی چوہے کو پکڑنے کے لئے اپنی جگہ سے کچھ ہٹ گئی۔ اسی پل وہ چوہا (چھچھوندر) اس سوراخ میں جا گھسا اور بند کو کھود کر اس میں جا بجا سوراخ کر دیئے۔ لہٰذا جب پانی کا ریلہ آیا تو اس کو چوہے کے ذریعے بنائے گئے سوراخوں (دراڑوں) سے نکلنے کا موقع مل گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بند ٹوٹ گیا اور پانی بہہ کر پوری بستی میں پھیل گیا اور قوم سبا کا تمام مال واسباب، باغات، کھیتی وغیرہ سب کے سب غرق ہو گئے۔ حتیٰ کہ مکانات بھی زیرِ زمین دفن

ہو گئے۔

حضرت ابن عباسؓ ووہبؒ وغیرہ سے مروی ہے کہ اس سد (بند) کو ملکہ بلقیس نے بنوایا اور اس کی تعمیر کی وجہ یہ تھی کہ اہل سبا آپس میں اپنی اپنی وادیوں کے لئے پانی پر لڑا کرتے تھے۔ چنانچہ ملکہ نے سب وادیوں کے پانی کے بہاؤ کو روکنے کے لئے دو پہاڑوں کے درمیان بڑے بڑے پتھروں کو تاروں سے پیوست کر کے ایک دیوار بنوادی جس کو لغت حمیر میں عَرِم کہتے تھے۔ اس بند کے تین درجے تھے اور ان سے پانی کے نکلنے کے لئے بارہ راستے بنائے گئے تھے۔ کیونکہ ان کی بارہ نہریں تھیں۔ چنانچہ جب پانی کی ضرورت پڑتی تو ان بارہ (نکاس) کے راستوں کو کھول دیا جاتا۔

امام ابوالفرج ابن الجوزی نے ضحاک سے نقل کیا ہے کہ سبا میں سے سب سے پہلے جس شخص کو بند کی شکستگی کا علم ہوا وہ ان کا سردار عمرو بن عامر الازدی تھا اس نے رات کو خواب میں دیکھا کہ بند میں سوراخ ہو گئے ہیں اور وہ ٹوٹ کر اس کے اوپر گر پڑا ہے اور وادی میں سیلاب آ گیا ہے۔ صبح کو یہ اس خواب کی وجہ سے بہت بے چین ہوا اور فوراً بند کی طرف گیا تو دیکھا کہ واقعی ایک بڑا چوہا اپنے لوہے جیسے آہنی دانتوں سے بند کو کھود رہا ہے۔ پس یہ فوراً اپنے گھر واپس آیا اور بیوی کو خبر کرنے کے بعد اپنے بیٹوں کو دیکھنے کے لئے بھیجا۔ جب اس کے لڑکے واپس آئے تو اس نے کہا کہ آیا جو کچھ میں نے کہا تھا وہ سچ ہے یا نہیں؟ لڑکوں نے اثبات میں جواب دیا تو اس نے کہا کہ یہ ایک ایسا حادثہ ہے جس کے ختم کرنے کی ہمارے پاس کوئی تدبیر نہیں اور یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کیونکہ اس نے اب اہلِ سبا کو ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔

اس کے بعد اس نے ایک بلی کو پکڑا اور اس کو لے جا کر چوہے پر چھوڑ دیا۔ لیکن چوہے نے بلی کی کوئی پرواہ نہ کی اور بدستور بند کو کھودتا رہا اور پھر بلی بھی وہاں سے بھاگ آئی۔ جب اس کی یہ تدبیر بھی ناکام ہو گئی تو اس نے اپنی اولاد سے کہا کہ اس عذاب سے بچنے کی کوئی تدبیر تم ہی بتاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ ابا جان بھلا آپ کی موجودگی میں ہم کیا تدبیر بتا سکتے ہیں؟ اس پر ابن عامر نے کہا کہ میں نے ایک تدبیر سوچی ہے۔ بیٹوں نے کہا کہ آپ بتایئے ہم پر اسی عمل کریں گے۔ ابن عامر نے اپنے سب سے چھوٹے لڑکے سے کہا کہ جس وقت میں مجلس (نشست گاہ) میں بیٹھوں اور لوگ حسب معمول میرے پاس آ کر جمع ہو جائیں (کیونکہ اہلِ سبا کی یہ عادت تھی کہ اپنے سردار کے پاس آ کر اپنے معاملات میں مشورہ کرتے تھے اور سردار جو بھی فیصلہ کرتا اس پر عمل کرتے) تو میں تجھ کو کسی کام کا حکم دوں گا۔ مگر تو اس کو ٹال دینا۔ اس پر میں تجھ کو برا بھلا کہوں گا تو تُو اٹھ کر میرے ایک طمانچہ رسید کر دینا۔ پھر اس نے اپنے بڑے بیٹوں سے کہا کہ جب تم اپنے اس چھوٹے بھائی کو ایسا کرتے دیکھو تو کسی ناراضگی کا اظہار نہ کرنا بلکہ خاموشی اختیار کرنا اور جب اہلِ مجلس یہ معاملہ دیکھیں تو خبردار ان میں سے کسی کو اتنی جرات نہ دلانا کہ وہ تمہارے اس بھائی سے کسی قسم کا تعارض کریں۔ پھر اس کے بعد میں سب سے سامنے ایسی سخت قسم کھاؤں گا کہ جس کا کوئی کفارہ نہ ہوگا اور پھر میں کہوں گا کہ اب میں ایسی قوم میں کہ جس کا ایک چھوٹا لڑکا اپنے ہی قصور پر اپنے باپ کے طمانچہ مارے اور اہل مجلس اور اس کے دوسرے لڑکے خاموش تماشائی بنے رہیں اور اف نہ کریں، ہرگز ہرگز نہ رہوں گا۔ یہ سن کر سب بیٹوں نے کہا کہ بہت اچھا ہم ایسا ہی کریں گے۔

چنانچہ اگلے دن جب سب لوگ نشست گاہ میں جمع ہوئے تو لڑکوں نے باپ کی ہدایت کے مطابق ویسا ہی کیا اور اہلِ مجلس بھی خاموش رہے۔ اس پر ابن عامر اٹھا اور اہل مجلس کو مخاطب کر کے بولا کہ میرا لڑکا میرے طمانچے مارے اور تم سب خاموش بیٹھے رہے۔ یہ مجھ کو ہرگز ہرگز برداشت نہیں۔ لہٰذا میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اب ہرگز تم لوگوں میں نہ رہوں گا اور کسی دوسرے جگہ چلا جاؤں گا۔ یہ سن کر

اہل مجلس عذر و معذرت کر کے اٹھ گئے اور کہنے لگے ہمیں معلوم نہیں تھا کہ آپ کی اولاد اس قدر بے غیرت اور نافرمان ہوگئی ہے۔ آئندہ ہم ان کو ایسا نہ کرنے دیں گے۔ ابن عامر نے جواب دیا کہ جو ہونا تھا ہو چکا اب تو مجھے یہاں سے جانا ہی پڑے گا کیونکہ میں قسم کھا چکا ہوں۔

اس کے بعد ابن عامر نے اپنا مال و اسباب فروخت کرنا شروع کر دیا۔ اہل شہر جو اس کی ثروت پر حسد رکھتے تھے اس کا ہاتھوں ہاتھ خرید لیا اور باقی جو ضروری اسباب تھے وہ اس نے ساتھ لے لیا اور اپنے سب لڑکوں کو لے کر وہاں سے چل دیا۔ ابن عامر کے چلے جانے کے بعد ایک رات کو جب کہ لوگ پڑے ہوئے نیند کے مزے لے رہے تھے۔ دفعتاً بند ٹوٹا اور پانی کے ریلے میں اہل سبا کا مال و اسباب اور مویشی اور تمام اہل سبا بہتے ہوئے چلے گئے اور دم بھر میں وہ بستی اجاڑ نگری ہوگئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس قول **فارسلنا علیھم سیل العرم** (ہم نے ان پر بند کا سیلاب بھیجا) کا یہی مفہوم ہے۔

عرم کی تحقیق:

لفظ عرم کے معنی میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ چنانچہ قتادہ نے کہا ہے کہ عرم اس بند کا نام ہے جب کہ سہیلی کے مطابق عرم اس وادی کا نام ہے جس میں یہ بند بنایا گیا تھا۔ اس کے علاوہ ایک قول یہ ہے کہ عرم اس وادی کا نام تھا جس نے بند کو کاٹا تھا اور بعض نے کہا ہے کہ عرم سے مراد سیلاب ہے۔

مارب کی تحقیق:

''مارب''، ہمزہ کے سکون کے ساتھ، لفظ مارب میں بھی اختلاف ہے۔ چنانچہ بعض نے کہا ہے کہ مارب اہل سبا کے شاہی محل کا نام تھا۔ لیکن مسعودی نے کہا ہے کہ مارب اصل میں ایک لقب ہے اور ملک سبا کے ہر بادشاہ کا لقب مارب تھا جیسا کہ یمن کا ہر حکمران تبع کہلاتا تھا۔

سہیلی کہتے ہیں کہ یہ بند سبا بن یشجب نے تعمیر کرایا اور اس نے ستر وادیوں کا پانی اس بند کی طرف پھیرا تھا مگر سبا بن یشجب اس بند کو مکمل ہونے سے پہلے ہی مر گیا۔ اس کے بعد اس بند کو حمیر کے بادشاہوں نے مکمل کرایا تھا۔ سبا کا نام عبد شمس بن یشجب بن یعرب بن قحطان تھا۔ یہ پہلا شخص تھا جس نے کہ تازیانہ کی سزا جاری کی اس وجہ سے اس کا نام سبا پڑ گیا۔ کیونکہ سبتہ عربی میں تازیانہ مارنے کو کہتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا کہ ملوک یمن میں یہ پہلا بادشاہ تھا جس نے سر پر تاج رکھا۔

مسعودی نے کہا ہے کہ اس بند کا بانی لقمان بن عاد تھا اور اس نے ہر ایک میل کے رقبہ میں ایک پرنالہ (پانی کی نکاسی کے لئے چھوٹی نہر) بنایا تھا اور اس طرح کل تیس پرنالے تیس میل کے رقبہ میں بنائے گئے تھے۔ جن سے تمام وادیوں کو علیحدہ علیحدہ پانی کی سپلائی ہوتی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بند کا سیلاب بھیجا اور وہ جدا جدا ہو گئے۔ یعنی ایک وادی دوسری وادی سے کٹ گئی تھی تب ہی سے یہ ضرب المثل بن گئی ''**تفرقوا ایدی سبا**'' یعنی وہ منتشر ہو گئے۔

شعبی کہتے ہیں کہ جب سیلاب سے سباء کے سب شہر غرقاب ہو گئے تو بچے کھچے لوگ ادھر ادھر بھاگ گئے۔ چنانچہ قبیلہ غان ملک شام میں چلا گیا اور ازد عمان کی طرف چلے گئے اور خزاعہ نے تہامہ اور خزیمہ نے عراق کی راہ لی۔ لیکن قبیلہ اوس اور خزرج نے یثرب میں اقامت اختیار کی۔ ان قبیلوں میں پہلا شخص جس نے یثرب (مدینہ) میں قدم رکھا وہ عمرو بن عامر تھا اور یہی اوس و خزرج کا جد اعلیٰ تھا۔

ابو سبرہ نخعی نے فروہ ابن مسیک قطیفی سے روایت کی ہے:۔

''ایک آدمی نے کہا کہ یارسول اللہ مجھے سبا کے متعلق بتایئے کہ وہ مرد تھا یا عورت یا یہ کسی خطہ زمین کا نام ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ سبا عرب کے ایک مرد کا نام تھا، اس کے دس لڑکے تھے، ان میں سے چھ خوش نصیب اور چار بدنصیب ہو گئے۔ خوش نصیب اولاد میں کندہ، اشعریون، ازد، مذحج، انمار اور حمیر ہیں۔ سائل نے پوچھا کہ انمار کون لوگ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن میں خثعم اور بجیلہ ہیں اور وہ اولاد جو بدنصیب ہوئی وہ لخم، جذام، عاملہ اور غسان ہیں''۔

مجرب عمل:

خلد: ایک بیماری کا بھی نام ہے جو چوپاؤں اور خاص طور سے گھوڑوں وغیرہ کو ہو جاتی ہے۔ اس بیماری کے لئے یہ تعویذ لکھ کر جانور کے بائیں کان میں لٹکانے سے انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔

''یاخلدسلیمان بن داود ذکر عزرائیل علی وسطک وذکر جبرائیل علی رأسک وذکر اسرافیل علی ظهرک وذکر میکائیل علی بطنک لا تدب ولا تسعیٰ الا ایبس کما یلبس لبن الدجاج وقرن الحمار بقدرة العزیز القهارهذا قول عزرائیل وجبرائیل واسرافیل ومیکائیل وملائکة اللّٰہ المقربین الذین لا یاکلون ولا یشربون بذکر اللّٰہ هم یعیشون اصباوتال شدای ایبس ایها الخلد من دابة فلان بن فلانة اومن هذه الدابة بقدرة من یری ولا یری وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا اَلَمْ تَرَاِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا. فماتوا کذلک یموت الخلدمن دابة فلان بن فلانة اومن هذه الدابة. (فلاں بن فلانۃ کی جگہ مالک اور اس کی والدہ کا نام لکھا جائے اور اگر نام معلوم نہ ہو تو **هذه الدابة** لکھ دیں اور اس کے بعد یہ نقش لکھیں:۔

١١١٨١١٧ل ط ط ١٧١١١٢ د ٥ ١٢١ ب ر کا

دوسرا عمل:

ایک پرچہ پر لکھ کر گلو دجانور (جس جانور کو خلد کی بیماری ہو) کے گلے میں ڈال دیں۔

طلعواستة وستین ملکا الی جبال المقدس لقوا ثلاث شجرات الوحدة قطعت والثانیة یسبت والثالثة احترقت انقطع ایها الخلد ببرکة سیهوم یهوم دهوم بالف لاحول ولاقوة الاباللّٰہ العلی العظیم ج وج وج دارتفع ارتفع ارتفع اه اه اه ل ط اس ل ط اس ل ط اس ل ط اس اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ حم حم حم

حـم حـم حـم حـم حم حم تو كلت ل ادهی ل ل ا اعلی اللّٰه اللهم احفظ حامله ودابته بحرمة الرب العظيم والقرآن العظيم ولا حول ولاقوة الاباللّٰه العلی العظیم.

شرعی حکم:

اس کا کھانا حرام ہے۔ کیونکہ یہ چوہے کی ایک قسم ہے لیکن مالک نے کہا ہے کہ خلد اور سانپ کے کھانے میں کوئی حرج نہیں جبکہ ان کو ذبح کر کے صاف کر لیا گیا ہو۔

ضرب الامثال:

اہل عرب کہتے ہیں اَسمَعُ من خُلدوَاَفسَدمِنْ خُلد کہ فلاں خلد (چھچھوندر) سے زیادہ سننے والا اور اس سے زیادہ فسادی ہے۔

طبی خواص

اس کے خون کا سرمہ لگانا آنکھوں کے لئے فائدہ مند ہے اور اگر اس کی دم کا خون (کنٹھ مالا والے مریض کے) کنٹھ مالا پر لیپ کر دیا جائے تو اس سے چھٹکارا مل جائے گا اور اگر اس کا اوپر والا ہونٹ موسمی بخار والے مریض کے گلے میں ڈال دیا جائے تو اس سے چھٹکارا مل جائے گا اور اگر اس کا گوشت طلوع شمس سے پہلے بھون کر کھایا جائے تو کھانے والا ہر چیز کو جان لے گا اور اگر اس کے گوشت کو گلاب کے تیل کے ساتھ ملا کر کسی شیشی میں رکھا جائے تو یہ تیل داد، کھجلی اور ہر جلد کی بیماری کے لئے مفید ہوگا۔

جاحظ کا قول ہے کہ لوگوں کا گمان ہے کہ اگر وہ مٹی جو چھچھوندر اپنے بل سے نکالتا ہے اگر اس مٹی کو پانی میں ملا کر نقرس پر ملا جائے تو نقرس کو فوراً آرام ہوگا۔

حکیم ارسطو نے لکھا ہے کہ اگر چھچھوندر کو تین رطل پانی میں ڈبو دیا جائے اور پھر کوئی انسان اس کو پی لے تو اگر اس پینے والے سے کسی بھی چیز کے متعلق کوئی بات پوچھی جائے تو یہ شخص اڑتیس دن تک بطور ہذیان (یعنی پاگلوں کی طرح) وہ باتیں بتاتا رہے گا۔

یحییٰ بن زکریا نے کہا ہے کہ اگر چھچھوندر کو تین رطل پانی میں ڈبو کر چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ وہ پھول کر اس پانی میں پھٹ جائے۔ پھر اس کو پانی سے نکال کر اس کی ہڈیوں کو پھینک دیا جائے اور اس پانی کو پھر کسی تابنے کے برتن میں پکایا جائے اور اس میں چار درہم اور اسی قدر افیون اور گندھک اور نوشادر کوٹ کر ملا دیں۔ اس کے بعد اس میں چار رطل شہد ڈال دیں۔ پھر اس کو اس قدر پکایا جائے کہ مثل طلاء کے ہو جائے۔ اس کے بعد اس کو کسی شیشی میں رکھ لیں اور جب سورج برج حمل میں ہو تو برج حمل سے برج اسد میں داخل ہونے تک اس کو اگر کوئی چاٹے اور چاٹنے والا اس کے ساتھ کوئی اور چیز نہ کھائے۔ یعنی بظاہر روزے سے رہے تو اس عمل کے کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے بہت کچھ علم سکھا دیں گے۔

خواب میں تعبیر:

خــلــد. چھچھوندر کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر اندھے پن، حیرانی، پریشانی پوشیدگی اور راستہ کی تنگی سے دیتے ہیں اور کبھی کان کے مریض کے خواب میں چھچھوندر آنے سے اس کی قوت سماعت کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے اور اگر خلد میت کے ساتھ دیکھا تو العیاذ باللہ اس میت کے دوزخی ہونے کی نشانی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **وذوقوا عذاب الخلد بما کنتم تعملون.** اس کے برخلاف اس میت کے جنتی ہونے کی بھی علامت ہو سکتی ہے کیونکہ جنت الخلد بھی کلام پاک میں آیا ہے۔

الخلفة

(حاملہ اونٹنی) الخلفة: حاملہ اونٹنی کو کہتے ہیں، اس کی جمع خلفات ہے۔

حدیث میں خلفہ کا ذکر:۔

امام مسلمؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے:۔

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم میں کسی کو یہ بات محبوب ہے کہ جب وہ اپنے گھر لوٹ کر جائے تو تین گابھن اونٹنیاں بڑی بڑی اور فربہ اپنے گھر میں بندھی ہوئی پائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہاں، یہ سن کر آپؐ نے فرمایا کہ قرآن پاک کی تین آیتیں جو تم میں سے کوئی نماز میں پڑھتا ہے وہ اس کے حق میں ان جیسی تین اونٹنیوں سے بہتر ہیں''۔

امام مسلمؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے یہ روایت بھی کی ہے کہ:

''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبیؑ نے جہاد کا ارادہ کیا تو اپنی قوم سے فرمایا کہ میرے ساتھ وہ لوگ جن کو مندرجہ ذیل عذر ہوں نہ جائیں:۔

(۱) ایک وہ شخص جو کسی عورت کی شرمگاہ کا بذریعہ نکاح یا بذریعہ شراء مالک ہوا اور اس سے ہم بستری کا خواہاں ہے مگر ابھی تک کی نہیں۔ (۲) ایک وہ شخص جس نے کوئی عمارت بنوائی مگر ابھی اس کی چھت نہیں بنوائی اور (۳) ایک وہ شخص جس نے گابھن بکریاں یا اونٹنیاں خریدی ہوں اور اس سے اولاد حاصل کرنے کا منتظر ہو''۔

(آپ نے ان لوگوں کو جہاد سے اس وجہ سے روک دیا تھا کہ اگر یہ جہاد میں گئے تو ان کا دل ان چیزوں کی طرف مائل رہے گا اور یہ بے فکری سے جہاد میں حصہ نہ لے سکیں گے)۔ اس کے بعد آپ جہاد کے لئے روانہ ہو گئے اور جب اس شہر میں پہنچے جہاں سے جہاد کرنا تھا تو عصر کی نماز کا وقت قریب آ گیا تو آپ نے سورج کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تو بھی اور میں بھی اللہ کی طرف سے مامور ہیں اور پھر یہ دعا مانگی یا اللہ تو اس سورج کو میری خاطر غروب ہونے سے روک دے۔ چنانچہ جب تک آپ نے اس شہر کو فتح نہ کر لیا۔ سورج بحکم خدا غروب ہونے سے رکا رہا۔

یہ نبی جنہوں نے جہاد کیا اور سورج کے غروب نہ ہونے کی دعا مانگی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام تھے۔

فائدہ:

نبی اکرم ﷺ کے لئے بھی دو مرتبہ سورج غروب ہونے سے روک دیا گیا تھا۔ پہلی بار معراج کی صبح کو جبکہ معراج سے واپسی کے بعد آپؐ نے قریش کو سورج نکلتے ہی ایک قافلہ کے مکۃ المکرمہ میں داخل ہونے کی خبر دی تھی اور وہ قافلہ اس وقت تک داخل نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے سورج کو لوٹا دیا تھا۔ (یہ طحاوی وغیرہ کی روایت ہے)

مستدرک کے اخیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ ایک حدیث ہے۔ جس کو شیخ الاسلام امام ذہبیؒ نے صحیح الاسناد بتایا ہے۔

''رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر سات گابھن اونٹنیاں جو خوب موٹی ہوں جہنم میں ڈال دی جائیں تو ان کو دوزخ کی گہرائی (تلی) تک پہنچنے میں ستر سال لگیں گے (امام ذہبیؒ نے فرمایا ہے کہ سات اونٹنیوں کی تمثیل میں حکمت یہ ہے کہ جہنم کے سات دروازے ہیں''۔

حضرت ابن عمر کی حدیث ہے:۔

''آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو غلطی سے قتل کر دیا گیا کوڑوں سے مار کر یا لاٹھی سے تو دیت سو اونٹ ہوگی جن

میں سے چالیس اونٹنیاں ایسی ہوں گی جو گابھن ہوں"۔

شیخ الاسلام امام نووی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ایک خاص بات یہ ہے کہ جب خلفہ کے معنی حاملہ اونٹنی کے ہیں یعنی جس کے پیٹ میں بچہ ہو تو پھر آپ ﷺ نے آگے یہ کیوں فرمایا کہ "ان کے پیٹ میں بچے ہوں"۔ اس کی کیا حکمت ہے؟ اس کے جواب میں امام نوویؒ نے ہی یہ چار حکمتیں لکھی ہیں:۔

(۱) یہ محض تاکید و وضاحت کے لئے ہے۔ (۲) "فی بطونها اولادها" اصل میں خلفہ کی تفسیر ہے۔ (۳) اور اس تفسیر کو بیان کرنے کا مقصد اس وہم کو بھی دور کرنا ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ دیت میں ایسی خلفہ کا دینا کافی ہوگا جو کبھی حاملہ ہوئی ہو۔ مطلب یہ کہ اونٹنی کا دیت میں دینے کے وقت حاملہ ہونا ضروری ہے اور اسی کو ظاہر کرنے کے لئے آپؐ نے **فی بطونها اولادها** کی قید بڑھا دی ہے۔ (۴) اور چوتھی حکمت یہ ہے کہ اونٹنی کا نفس الامر میں حاملہ ہونا شرط ہے۔ یہ نہیں کہ وہ حاملہ ظاہر ہو رہی ہو بلکہ اونٹنی کے حاملہ ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہ ہونا چاہیے اور اس کے پیٹ میں بچہ ہونا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ "فی بطونها اولادها" کا ایک جواب رافعی نے یہ دیا ہے کہ خلفہ اس اونٹنی کو بھی کہتے ہیں جس نے بچہ جن دیا ہو اور بچہ اس کے پیچھے لگ رہا ہو۔

فائدہ:۔ خطائے محض کا مطلب یہ ہے کہ مارنے کا ارادہ کسی دوسری چیز کا ہو مگر اس کی جگہ کوئی انسان مر جائے تو اس میں قصاص نہیں ہے بلکہ دیت مخففہ (ہلکی دیت) اس کے رشتہ داروں پر واجب ہے جو کہ تین سال میں ادا کی جائے گی اور کفارہ اس کے مال کا تمام قسموں میں واجب ہے۔

شبہ عمد:۔ یہ ہے کہ ایسی چیز سے مارنے کا ارادہ کیا جس سے عام طور پر انسان نہ مرتے ہوں جیسے کسی نے لاٹھی سے ہلکا سا مارا یا چھوٹے پتھر سے ایک دو دفعہ مارا اور اس سے انسان مر جائے تو اس میں بھی قصاص نہیں ہے بلکہ دیت مغلظہ (بھاری دیت) قاتل کے رشتہ داروں پر واجب ہے جس کو تین سال میں ادا کیا جائے گا۔

عمد محض:۔ یہ ہے کہ انسان کے قتل کا ارادہ ایسی چیز سے کیا جائے جس سے عموماً انسان مر جاتے ہیں۔ جیسے تلوار، چھری وغیرہ اس میں کفو کے پائے جانے کے وقت قصاص ہے یا پھر دیت مغلظہ ہوگی جو کہ فوراً قاتل کے مال سے دی جائے گی۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قتل عمد میں کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ میں کفارہ واجب نہیں اس لئے اس میں بھی کفارہ نہیں ہوگا۔

آزاد مسلم کی دیت سو اونٹ ہے۔ اگر دیت عمد محض میں ہو یا شبہ عمد میں ہو تو اس کو سالوں سے مغلظہ کہا جائے گا۔ پس تین حقہ[1] (چار سالہ اونٹ) اور تیس جذعہ[2] اور چالیس ایسی اونٹنیاں جن کے پیٹ میں بچے ہوں۔ یہ عمرو بن زید بن ثابتؓ کا قول ہے اور ابن عمرؓ کی گذشتہ حدیث کی وجہ سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی طرف گئے ہیں اور ایک قوم کا کہنا یہ ہے کہ دیت مغلظہ چار حصوں پر ہوگی۔ (۱) پچیس بنت[3] مخاض (۲) پچیس بنت[4] لبون (۳) پچیس حقہ (۴) پچیس جذعہ۔ یہ زہریؒ و ربیعہؒ کا قول ہے اور اسی کو امام مالکؒ، امام احمدؒ اور امام ابوحنیفہؒ نے اختیار کیا ہے۔

اور دیت خطا جو دیت مخففہ ہے وہ پانچ حصوں پر ہوگی بالاتفاق یعنی بیس بنت مخاض، بیس بنت لبون بیس[5] ابن لبون، بیس حقہ، بیس جذعہ، یہ عمر بن عبدالعزیزؒ، سلیمانؒ بن یسار اور ربیعہؒ کا قول ہے اور امام ابوحنیفہؒ نے ابن لبون کی جگہ ابن مخاض کہا ہے اور اس کو ابن مسعودؓ

---

[1] حقہ: وہ اونٹنی جو تیسرا سال ختم کر کے چوتھے میں داخل ہوگئی ہو۔ [2] جذعہ: وہ اونٹنی جو اپنے پانچویں سال میں ہو۔ [3] بنت مخاض: وہ اونٹنی جو اپنے دوسرے سال میں ہو۔ [4] بنت لبون: وہ اونٹنی جو تیسرے سال میں داخل ہوگئی ہو۔ [5] ابن لبون وہ اونٹ جو تیسرے سال میں لگا ہو۔

سے روایت کیا ہے اور قتل خطاو شبہ عمد میں دیت عاقلہ (رشتہ دار) پر ہوگی۔ اگر اونٹ نہ ہوں تو اسی کے مقدار درہموں یا دیناروں سے قیمت ادا کرنی ہوگی اور ایک دوسرے قول کے مطابق ایک ہزار دینار یا بارہ ہزار درہم واجب ہوں گے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے سونے والوں پر ایک ہزار دینار اور چاندی والوں پر بارہ ہزار درہم مقرر کئے تھے۔ یہی امام مالکؒ، عروہ بن زبیرؓ اور حسن بصریؒ نے کہا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا ہے کہ دیت سو اونٹ ہیں یا ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم، سفیان ثوریؒ سے بھی یہی منقول ہے۔

مسئلہ:۔ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے۔ ذمی اور عہد والے کی دیت مسلم کی دیت کا ایک تہائی حصہ ہے اور اگر ذمی یا عہد والے کتابی یا مجوسی ہوں تو تلف کا پانچواں حصہ ہے۔ حضرت عمرؓ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ یہودی و نصرانی کی دیت چار ہزار درہم اور مجوسی کی دیت آٹھ ہزار درہم ہیں۔ اسی کو ابن مسیبؒ اور حسنؒ بصری نے اختیار کیا ہے اور اسی طرف امام شافعیؒ بھی گئے ہیں اور اہل علم کی ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ ذمی اور معاہد کی دیت مسلم کی دیت کے مثل ہے۔ یہ ابن مسعودؓ اور سفیانؒ ثوری کا قول ہے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا ہے کہ ذمی کی دیت مسلم کی دیت کا آدھا حصہ ہے اور یہی امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا قول ہے۔

تذنیب:۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے ''وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا الاية. (اور جو مار ڈالے جان بوجھ کر کسی مومن شخص کو تو اس کی سزا جہنم ہے اس میں ہمیشہ رہے گا) اس آیت کے مفہوم سے متعلق علماء نے یہ بحث کی ہے کہ آیا مومن کا خلود فی جہنم مثل کافر کے خلود فی جہنم کے ہے یا کیا؟ یعنی اگر کوئی مومن کسی دوسرے مومن کو عمداً قتل کر بیٹھے تو کیا بموجب اس آیت شریفہ کے اس کو جہنم میں ہمیشہ اسی طرح رہنا ہوگا جیسا کہ کسی کافر یا مشرک کو، اس بارے میں مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت مقیس بن صبابہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو مرتد ہو گیا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کا خون ہدر فرما دیا تھا۔ اس کا قصہ یہ ہوا تھا کہ جب اس کا بھائی ہشام بن صبابہ بنی نجار میں قتل کر دیا گیا اور اس کے قاتل کا پتہ نہ چلا تو بنی نجار نے اس کو اس کے بھائی کی دیت میں سو اونٹ دے دیئے۔ دیت وصول کرنے کے بعد مقیس بن صبابہ اور بنی نجار کا ایک شخص فہری آنحضور ﷺ کی خدمت بابرکت میں جانے کے لئے مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے۔ چنانچہ راستہ میں شیطان مقیس کے پاس آیا اور اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ تو نے اپنے بھائی کی دیت لے کر اپنے آپ کو معیوب اور مطعون بنا لیا ہے۔ اس شرم اور عار سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کے عوض میں اپنے اس ساتھی (بنی نجار کے فرد فہری) کو قتل کر دے اس سے تجھ کو اپنے بھائی کا انتقام بھی مل جائے گا اور یہ اونٹ بھی تیرے پاس ہی رہیں گے۔ چنانچہ مقیس نے فہری کو غافل پا کر ایک بڑا پتھر اٹھایا اور اس کو پوری قوت سے فہری کے سر پر دے مارا جس سے اس کا سر پاش پاش ہو گیا۔ اس کے بعد مقیس دیت کے اونٹوں کو ہانکتا ہوا مکہ مکرمہ مرتد ہو کر چل دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اوپر مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ مقیس وہی شخص ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے امن دینے والوں سے فتح مکہ کے دن مستثنیٰ قرار دیا تھا اور اس کو اس حالت میں قتل کیا گیا کہ وہ خانہ کعبہ کا غلاف پکڑے ہوئے تھے۔

اس آیت کے حکم میں اختلاف ہے۔ بغویؒ وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ مومن کو عمداً قتل کرنے والے کی توبہ قبول نہیں ہے۔

جب سورۂ فرقان کی یہ آیت ''وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ نازل ہوئی تو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ ہم کو اس آیت کی نرمی پر تعجب ہے۔ چنانچہ اس کے بعد سات مہینے بھی نہ گزرے تھے کہ سخت احکام والی آیت نازل ہوئی اور اس سخت احکام والی آیت سے نرم احکام والی آیت منسوخ ہو گئی۔ سخت احکام والی آیت سے مراد سورۂ نساء کی آیت ہے اور نرم احکام والی آیت سے مراد سورۂ فرقان کی آیت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ سورۂ فرقان کی آیت مکی ہے اور سوۂ نساء کی آیت مدنی ہے اور اس کو کسی نے بھی

منسوخ نہیں کیا ہے۔

جمہور مفسرین اور اہلِ سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ مسلم کو عمداً قتل کرنے والے کی توبہ مقبول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ '' کہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا۔اس کے علاوہ جس کی چاہے گا مغفرت فرمائے گا اور جو اس سلسلہ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ قتل سے زجر و تنبیہ پر سختی و مبالغہ ہے۔جیسا کہ سفیان بن عیینہ سے مروی ہے کہ مومن جب تک قتل نہ کرے تو اس کو کہا جائے کہ تیری توبہ مقبول نہیں اور اگر اس نے قتل کر دیا تو پھر کہا جائے کہ توبہ مقبول ہو سکتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مومن کسی مومن کے قتل کا ارادہ رکھتا ہے تو اسے قتل سے باز رکھنے کے لئے کہا جائے گا کہ اس قتل یعنی اس گناہ کی وجہ سے تیری توبہ بھی مقبول نہیں ہوگی اور یہ کہنا صرف اس کو اس گناہ سے روکنے اور باز رکھنے کے لئے ہے نہ کہ حقیقت میں اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔لیکن اگر کوئی اس تنبیہ کے باوجود بھی قتل کر بیٹھے تو پھر اس کو اس گناہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے صرف توبہ ہی ہے اور ایسے وقت میں اس کو توبہ کی تلقین ہی کی جائے گی کہ تیری توبہ مقبول ہو سکتی ہے۔اگر اللہ چاہیں تو ورنہ نہیں۔یعنی جمہور علماء کے نزدیک مومن کو عمداً قتل کرنے والے کی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ایسا نہیں ہے کہ اس گناہ کی وجہ سے وہ مخلد فی النار ہو جائے۔

اور جو لوگ مومن کے قتل عمد پر تخلید کا حکم لگاتے ہیں ان کے پاس اس آیت میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ یہ آیت ایک کافر مقیس ابن صبابہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت اس شخص کے بارے میں ہے جو مومن کے قتل کو اس کے ایمان کی وجہ سے حلال سمجھے وہ کافر ہے اور مخلد فی النار ہے۔

روایت ہے کہ عمرو بن عبید نے ابو عمرو بن علاء سے کہا، کیا حق تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف کریں گے؟ تو ابو عمرو نے جواب دیا کہ نہیں۔اس پر عمرو بن عبید نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا: ''وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاءُ ہٗ جَھَنَّمُ خَالِدًا فِیْھَا. اس پر ابو عمرو نے کہا کہ اے عمرو بن عبید! کیا تو عجمیوں میں سے ہے؟ تجھ کو معلوم نہیں کہ عرب لوگ وعید میں خلاف کو خلاف اور برا شمار نہیں کرتے۔البتہ وعدہ میں خلاف کو برا سمجھتے ہیں۔اور یہ شعر پڑھا۔

وانی وَاِنْ اَوعدتُہ او وعدتُہ لمخلف ایعادی ومنجز موعدی

''میں نے اس کے ساتھ وعدہ کیا اور اس سے وعدہ لیا تو اس نے مجھ سے کرایا ہوا وعدہ تو پورا کرایا مگر اپنا وعدہ کبھی پورا نہیں کیا''۔

اور اس کی دلیل کہ شرک کے علاوہ کوئی اور گناہ دوزخ میں ہمیشگی کو واجب نہیں کرتا بخاریؒ کی یہ روایت ہے جس کو عبادہؓ ابن صامت نے روایت کیا ہے جو بدر میں شریک تھے اور عقبہ کی رات سرداروں میں سے ایک سردار تھے۔

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کہ آپؐ کے اردگرد صحابہ کرام جمع تھے، مجھ سے اس پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، نہ زنا کرنا، نہ چوری کرنا، نہ اولاد کو قتل کرنا، نہ بہتان باندھنا اور نہ کسی اچھے کام میں نافرمانی کرنا، تم میں سے جس کسی نے اس کو پورا کیا تو اس کی جزاء اللہ عنایت فرمائیں گے اور جس نے ان چیزوں میں سے کسی کا ارتکاب کیا اور وہ دنیا میں کسی سزا میں مبتلا ہو گیا تو یہ اس کے لئے کفارہ ہے اور اگر کسی نے ایسا کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی عیب پوشی فرمائی (یعنی دنیا میں کوئی سزا نہ دی) تو اللہ کو اختیار ہے خواہ معاف کر دے یا اس کو عذاب دے، عبادۃ بن صامت (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ ہم نے آپؐ سے اس پر بیعت کی''۔

حدیث صحیح میں ایک اور روایت ہے:

''آپ ﷺ نے فرمایا، جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا وہ جنت میں داخل ہوگا''۔

الخمل

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد مچھلی کی ایک قسم ہے!

الخنتعة

الخنتعة: مادہ لومڑی۔ ازہری نے یہی لکھا ہے۔

الخندع

الخندع: چھوٹی ٹڈی۔ جندب کے وزن پر ہے اور محکم نے کہا ہے کہ بعض لغت میں اس کو چمگادڑ بھی کہا گیا ہے۔

الخنزیر البری

(خشکی کا سور، خنزیر) الخنزیر: خاء معجمہ کے کسرہ کے ساتھ، اس کی جمع خنازیر ہے اور اکثر لغویین کے نزدیک یہ رباعی ہے۔ ابن سیدہ نے بعض صاحب لغت سے نقل کیا ہے کہ یہ خنزیر العین (کنکھیوں سے دیکھنا) سے مشتق ہے۔ کیونکہ یہ اسی طرح دیکھتا ہے۔ لہٰذا اس قول کے اعتبار سے یہ ثلاثی ہوگا۔ کہا جاتا ہے تخازر الرجل یعنی جب آدمی نگاہ تیز کرنے کے لئے پلکوں کو سمیٹتا ہے جیسا کہ لفظ تعامی وتجاھل ہیں۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کے دن کہا تھا۔

اِذَا تَخَازَرْتُ وَمَا بِیَ مِنْ خَزَرٍ ثُمَّ کَسَرْتُ الطَّرْفَ مِنْ غَیْرِ خَوْرٍ

''جب جنگ ہوئی تو میں ریشم پہنے ہوئے نہیں تھا پھر میں نے دشمنوں کی لوہے کی ٹوپیاں توڑ ڈالیں بغیر کسی کوشش کے''۔

اَلْقَیْتَنِیْ الوی بَعِیْدُ الْمُسْتَمِر کَالْحَیَّةِ الصَّمَاءِ فِی اَصْلِ الشَّجرِ

''تو نے مجھ کو محبت میں ایسا تڑپتا ہوا چھوڑ دیا جیسا کہ سانپ درخت کی جڑ میں بل کھاتا ہے''۔

اَحْمِلُ مَا حَمَلْت من خَیرٍ وشرّ اور اب میں اس محبت میں برائی اور بھلائی کو دیکھ رہا ہوں''۔

خنزیر کی کنیت کے لئے، ابوجہم، ابوزرعہ، ابودلف، ابوعلیہ اور ابوتام کے الفاظ مستعمل ہیں۔

خنزیر کی خصوصیت:

خنزیر درندہ اور چوپایہ دونوں میں مشترک ہے یعنی اس کا شمار مواشی میں بھی ہے اور درندوں میں بھی، مواشی میں اس کا شمار اس وجہ سے ہے کہ مواشی کی طرح اس کے پیروں میں کھریاں ہیں اور یہ گھاس بھی کھاتا ہے اور درندگی کی اس میں یہ صفت ہے کہ درندوں کی طرح اس کے منہ میں دو دانت ہیں جن سے وہ پھاڑتا چیرتا ہے۔ خشکی کا خنزیر انتہائی شہوت پرست ہوتا ہے اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ چرنے کی حالت میں وہ اپنی مادہ پر چڑھ جاتا ہے اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اس کی مادہ چرتے چرتے میلوں چلی جاتی ہے اور یہ اس دوران

مستقل مادہ سے جفتی کرتا رہتا ہے دور سے دیکھنے سے ایسے موقعوں پر نر اور مادہ چھ پاؤں کا ایک ہی جانور دکھائی دیتے ہیں اور اس کا نر اپنی مادہ سے دوسرے نروں کو لگنے نہیں دیتا حتیٰ کہ بعض اوقات ایک نر دوسرے نر کو صرف اس وجہ سے مار ڈالتا ہے کہ اس نے اس کی مادہ کی طرف رغبت کی تھی اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ سب کے سب اس لڑائی میں شامل ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

جب خنزیر کی شہوت بھڑکتی ہے تو یہ اپنا سر جھکا لیتا ہے اور دم کو خوب ہلانے لگتا ہے ساتھ ساتھ اس کی آواز بھی بدل جاتی ہے۔ نر آٹھ ماہ اور مادہ چھ ماہ میں بچہ دلوانے اور دینے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ اور بعض ملکوں میں نر صرف چار ماہ میں ہی اس قابل ہو جاتا ہے کہ بچے جنوا سکے۔ مگر مادہ چھ یا سات ماہ سے پہلے حد بلوغ کو نہیں پہنچتی اور جب مادہ پندرہ سال کی ہو جاتی ہے تو اس کے بچے ہونا بند ہو جاتے ہیں۔ حیوانوں میں یہ جنس بہت ہی نسل افزا ہوتی ہے اور اس کے نر میں زبردست قوت جفتی اور قوت امساک ہوتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ دانت اور دم والے جانوروں میں کوئی جانور ایسا نہیں جس کے دانتوں میں اس قدر قوت ہو جتنی کہ خنزیر کے دانتوں میں ہوتی ہے۔ یہ اپنے اگلے دانتوں سے شمشیر اور نیزہ باز کو بھی مار گراتا ہے اور اس کے دانت بدن کے جس حصہ پر بھی پڑ جاتے ہیں وہاں کی ہڈیاں رگ و پٹھے سب کاٹ دیتے ہیں۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اس کے اگلے دو دانت بڑھ کر ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ کھانے سے معذور ہو جاتا ہے اور آخر کار کچھ دن کے بعد مر جاتا ہے۔ اگر خنزیر کتے کو کاٹ لیتا ہے تو کتے کے تمام بال جھڑ جاتے ہیں اور اگر جنگلی خنزیر کو پکڑ کر آبادی میں لایا جائے اور اس کی تادیب کی جائے۔ یعنی پالا جائے تو وہ تادیب قبول نہیں کرتا اور وحشی ہی رہتا ہے۔ خنزیر سانپ کو دیکھتے ہی کھا لیتا ہے اور اس کا زہر اس کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچاتا اور یہ لومڑی سے زیادہ چالباز ہوتا ہے اور اگر خنزیر کو کئی دن تک بھوکا رکھا جائے اور پھر کھانے کو دیا جائے تو یہ دو دن میں ہی فربہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ روم کے نصاریٰ جب اس کو کھانا چاہتے تو اس کو کئی دن تک بھوکا رکھنے کے بعد کھانے کو دیتے اور پھر دو دن کے بعد اس کو مار کر کھا لیتے اور جب کبھی خنزیر بیمار ہو جاتا ہے تو یہ سرطان (کیکڑا) کو پکڑ کر کھا لیتا ہے جس سے اس کا مرض دور ہو جاتا ہے اور اس کے اندر ایک عجیب بات یہ ہے کہ اگر اس کو گدھے کے ساتھ مضبوطی سے باندھ دیا جائے اور پھر گدھا پیشاب کرے تو یہ اسی وقت مر جاتا ہے۔ لہٰذا اس کے پالنے والے اس کو گدھے سے کافی دور باندھتے ہیں اور اگر کسی وجہ سے اس کی ایک آنکھ نکل جائے یا نکال دی جائے تو پھر یہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ انسان میں اور خنزیر میں صرف اتنی مشابہت ہے کہ انسان کی طرح اس کی کھال گوشت سے علیحدہ نہیں ہوتی۔

حدیث میں تذکرہ:

بخاری و مسلم اور دیگر محدثین رحمہم اللہ اجمعین نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے:۔

''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ عنقریب تم میں ابن مریم علیہ السلام عادل حکمران بن کر نازل ہوں گے، وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔ اور خنزیر کو ساقط کریں گے۔ آپ کے زمانہ میں مال کی اس قدر فراوانی ہوگی کہ کوئی اس کو قبول نہیں کرے گا (یعنی صدقات وغیرہ کی شکل میں) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ کے زمانہ میں جملہ ادیان نیست و نابود ہو جائیں گے اور صرف دین اسلام باقی رہے گا''۔ اور جب دجال ہلاک ہوگا آپ چالیس سال تک زندہ رہیں گے اس کے بعد اللہ تعالیٰ آپ کو وفات دیں گے اور مسلمان آپ کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ یہ حدیث ابو داؤد نے نقل کی ہے۔

خطابی نے اس قول سے کہ ''وہ خنزیر کو ماریں گے'' یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ سور کا مارنا واجب ہے اور یہ کہ وہ نجس العین ہے اور حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آخر زمانہ میں ہوگا اور اس وقت سوائے دین محمدی کے اور کوئی دین نہ ہوگا اور وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ (وہ جزیہ ساقط کریں گے) اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ یہود و نصاریٰ کے جزیہ ساقط کردیں گے اور ان کو اسلام پر آمادہ کریں گے۔

موطا کے اخیر میں یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو راستہ میں ایک خنزیر ملا تو آپ نے اس سے کہا کہ سلامتی کے ساتھ گزر جاؤ تو آپ سے کہا گیا کہ کیا خنزیر کو بھی اس طرح مخاطب کیا جاسکتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میری زبان بری گفتگو کی عادی نہ ہو جائے۔

فائدہ:۔ مفسرین اور مورخین نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر یہود کی ایک قوم کے پاس سے ہوا۔ چنانچہ یہودیوں نے جب آپ کو دیکھا تو کہنے لگے کہ دیکھو جادوگرنی کا بیٹا جادوگر جا رہا ہے۔ یعنی اس طرح انہوں نے آپ پر اور آپ کی والدہ پر تہمت لگائی۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے یہ الفاظ سن کر ان پر بددعا اور لعنت فرمائی۔ چنانچہ اس بددعا اور لعنت کا اثر یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خنزیر کی صورتوں میں مسخ فرمادیا۔ اس واقعہ کی اطلاع جب ان کے سردار یہوذا کو ہوئی تو وہ گھبرا گیا اور اس کو گمان ہوا کہ کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے لئے بھی بددعا نہ فرمادیں۔ چنانچہ اس نے فوراً یہودیوں کو مشورہ کرنے کے لئے جمع کیا۔ چنانچہ تمام یہودیوں نے ایک زبان ہو کر آپ کے قتل کا مشورہ دیا اور اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے یہود آپ کی گھات میں بیٹھ گئے اور آپ کو سولی دینے کے لئے صلیب بھی گاڑ دی۔ اس کے بعد زمین پر اندھیرا چھا گیا اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے فرشتے بھیج دیئے تاکہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور یہود کے درمیان حائل ہو جائیں چنانچہ اس رات حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریین کو جمع فرمایا اور ان کو وصیت فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ مرغ کی اذان سے پہلے تم میں سے ایک شخص میرے ساتھ غداری کرے گا اور چند درہم کے عوض مجھے بیچ ڈالے گا۔

اس کے بعد آپ کے تمام حواریین اٹھ کر چلے گئے اور ان حواریین میں سے ایک شخص ایک طرف سے گزرا جدھر یہود آپ کی گھات میں بیٹھے تھے اور وہ ان سے کہنے لگا کہ اگر میں تم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ بتادوں تو تم مجھے کیا انعام دو گے؟ چنانچہ یہودیوں نے فوراً تمیں درہم دے دیئے جنہیں لے کر وہ راضی ہو گیا اور ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ بتادیا۔ چنانچہ جب وہ حواری آپ کے گھر میں داخل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی صورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں بدل دی اور آپ کو آسمان پر اٹھالیا۔ چنانچہ جب یہود آپ کے گھر میں داخل ہوئے تو اس حواری کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر گرفتار کرلیا۔ اس حواری نے کافی واویلا کیا اور ہر طریقہ سے یہودیوں کو یقین دلایا کہ میں فلاں ہوں جس نے ابھی تم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ بتایا تھا اور تم لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے اور اس لئے مجھے چھوڑ دو اور (حضرت) عیسیٰ کو تلاش کرو۔ مگر یہودیوں نے اس کی ایک نہ سنی اور اس کو لے جا کر تختہ دار پر چڑھا کر سولی دے دی۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں بدل دیا تھا وہ یہود میں سے ہی ایک شخص تھا اور اس کا نام ططیانوس تھا اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے پوچھا کہ تم میں سے کون میرے لئے اپنی جان نثار کرے گا؟ چنانچہ آپ کے حواریوں میں سے ایک شخص اٹھے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں جان نثاری کے لئے تیار ہوں تو بعد میں بحکم خدا یہی شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل میں بدل گئے اور یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ انہی کو گرفتار کر کے سولی پر چڑھادیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا۔ جب آپ آسمان پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے پر لگادیئے اور آپ کو نورانی لباس پہنایا اور کھانے و پینے کی خواہش کو آپ سے منقطع فرمادیا۔ چنانچہ آپ ملائکہ مقربین کے ساتھ عرش کے اردگرد اڑتے پھرتے ہیں۔ (بخاری شریف کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ شب معراج میں نبی کریم ﷺ کی ملاقات حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دوسری آسمان پر

ہوئی تھی اورآپؑ کے ساتھ حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی تھے۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام تیرہ سال کی عمر میں حاملہ ہوگئی تھیں اورآپ کی ولادت بیت اللحم میں بابل پر سکندر کے حملہ سے ۶۵ سال بعد ہوئی اور پھر تیس سال کی عمر میں آپ پر وحی نازل ہونی شروع ہوئی اور ماہ رمضان کی شب قدر کو بیت المقدس سے بعمر ۳۳ سال آپ کوآسمان پر اٹھالیا گیا۔آپ کے رفع الی السماء کے چھ سال بعدآپ کی والدہ حضرت مریمؑ کا بھی انتقال ہوگیا۔

ابن ابی الدنیا نے سعید بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ اُسید فزاری سے کسی نے کہا کہ آپ روزی کہاں سے حاصل کرتے ہیں تو ابواسید نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرنے کے بعد کہا کہ اللہ تعالیٰ کتوں اور خنزیروں کورزق دیتا ہے کیا ابواُسید کو نہ دے گا۔

''انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہےاور علم کواس کے غیر اہل کے پاس رکھنے والاخنزیروں کوجواہرات،موتی اورسونا پہنانے والے کے مانند ہے''۔

احیاء میں ہے کہ ایک شخص ابن سیرینؒ کے پاس آیااور کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں خنزیر کی گردن میں موتیوں کا ہار پہنارہاہوں۔ابن سیرینؒ نے اس کی یہ تعبیر دی کہ تو ایسے شخص کو حکمت (علم) سکھاتا ہے جواس کا اہل نہیں ہے۔

ایک سبق آموز واقعہ:

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ علماء کے بارے میں احیاء سے ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت کیا کرتا تھا اور ہروقت آپ کی خدمت میں موجود رہتا۔کچھ دن بعد اس نے لوگوں کے سامنے یہ کہنا شروع کردیا کہ''**حدثني موسى صفي الله**،، مجھ سے موسیٰ صفی اللہ نے یہ بیان کیا''**حدثني موسى نجي الله**،،مجھ سے موسیٰ نجی اللہ نے یہ بیان کیا''**حدثني موسى كليم الله**'' مجھ سے موسیٰ کلیم اللہ نے یہ بیان کیااوراس کا لوگوں کے سامنے طرح طرح سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے بیان کرنے کا مقصد لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانا تھا تاکہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوجائیں اوراس کوتحائف ونذرانے دینے لگیں جس سے کہ وہ مالدار ہوجائے۔چنانچہ اس طریقہ سے اس نے کافی مال جمع کرلیا اور خوب دولت مند ہوگیا۔مگر پھر اچانک وہ غائب ہوگیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں بھی نہ آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے بارے میں کافی تفتیش کی مگراس کا کچھ پتہ نہ چلا۔کچھ دن کے بعد ایک شخص آپ کے پاس آیا جس کے ہاتھ میں ایک سیاہ رسی میں بندھا ہوا خنزیر تھا۔اس شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آکر عرض کیا کہ کیا آپ فلاں شخص کوجانتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ ہاں جانتا ہوں مگر کافی دنوں سے وہ مجھے نہیں ملا حالانکہ میں نے اس کی بہت تفتیش کرائی۔

یہ جواب سن کراس شخص نے کہا کہ یہ میرے ہاتھ میں جو کالی رسی سے بندھا ہوا خنزیر ہے یہ وہی شخص ہے جس کی آپ کوتلاش ہے۔ یہ سن کر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ اس کواس کی پہلی حالت پر لوٹا دے تاکہ میں اس سے دریافت کروں کہ یہ آدمی کس وجہ سے خنزیر بن گیا۔اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اطلاع دی کہ یہ دعا تو میں آپ کی قبول نہیں کروں گا۔البتہ اتنا آپ کو بتلادیتا ہوں کہ ہم نے اس کواس وجہ سے خنزیر کی صورت میں مسخ کردیا کیونکہ یہ دین کے ذریعہ سے دنیا کا طالب تھا۔

اسی طرح ایک روایت امام ابوطالب مکی نے قوت القلوب میں اور مستدرک میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت میں ایک گروہ ایسا ہوگا جو طعام وشراب اورلہو ولعب میں رات گزارے گا لیکن جب وہ صبح کواٹھیں گے تو ان کی صورتوں کوخنزیر کی صورتوں میں مسخ کیا جاچکا ہوگا اور اللہ تعالیٰ ان میں سے کچھ قبائل کواور

کچھ گھروں کو زمین میں دھنسا دیں گے۔ یہاں تک کہ لوگ صبح کو کہیں گے رات فلاں گھر دھنس گیا اور اللہ تعالیٰ ان پر پتھر برسائیں گے جیسے قوم لوطؑ پر برسائے گئے تھے اور ان پر ایک تند ہوا بھیجیں گے، ان کے شراب پینے، سود کھانے اور گانے والی عورتوں کو رکھنے اور قطع رحمی کی وجہ سے''۔ (راوی کا قول ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے)

خنزیر حکم:

خنزیر نجس العین ہے اور اس کا کھانا حرام ہے اور اس کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں۔ حدیث میں ہے:

''حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب اور اس کی قیمت مردار اور اس کی قیمت خنزیر اور اس کی قیمت کو حرام کیا ہے''۔

اس سے جواز انتفاع میں اختلاف ہے۔ کیونکہ ایک جماعت نے اس سے انتفاع کو مکروہ قرار دیا ہے اور جن لوگوں نے اس سے انتفاع کو منع کیا ہے وہ یہ ہیں:۔

ابن سیرینؒ، حکمؒ، حمادؒ، شافعیؒ، احمدؒ واسحاقؒ۔ اور ایک گروہ نے اس سے انتفاع کے سلسلہ میں رخصت دی ہے۔ وہ یہ ہیں۔ حسنؒ، اورزاعیؒ اور اصحاب رائے۔

خنزیر کتے کی طرح نجس العین ہے۔ اس لئے اس کے کسی بھی حصہ سے کوئی چیز مس ہو جانے سے وہ چیز نجس ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس چیز کو سات مرتبہ دھویا جائے گا اور ان سات مرتبہ دھونے میں ایک مرتبہ مٹی سے دھونا بھی شامل ہے اور خنزیر کا کھانا حرام ہے اس آیت کی وجہ سے:

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّماً عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَماً مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ

''اے نبی ان سے کہو کہ جو وحی میرے پاس آئی ہے اس میں تو میں ایسی کوئی چیز نہیں پاتا جو کسی کھانے والے پر حرام ہو مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا سور کا گوشت ہو کہ وہ ناپاک ہے۔ (الانعام آیت نمبر ۱۴۵)

فائدہ:

علامہ قاضی القضاۃ ماوردی نے کہا ہے کہ ''فانہ رجس'' میں ضمیر خنزیر کی طرف لوٹ رہی ہے۔ یعنی مضاف الیہ کی طرف، کیونکہ وہ اقرب ہے اور اس کی نظیر یہ دوسری ایک آیت ہے ''وَاشْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ'' لیکن شیخ ابوحیانؒ نے اس میں اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ ضمیر لحم کی طرف لوٹ رہی ہے۔ کیونکہ جب کلام میں مضاف اور مضاف الیہ دونوں ہوں تو ضمیر مضاف کی طرف لوٹتی ہے نہ کہ مضاف الیہ کی طرف، اس لئے کہ مضاف وہی ہے جس کے بارے میں بات جاری ہے اور مضاف الیہ کا ذکر عرض کے طریقہ پر ہوتا ہے تاکہ مضاف معرف اور مخصص ہو جائے۔

علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ ہمارے الشیخ السنوی نے فرمایا کہ علامہ ماوردی نے جو ذکر کیا ہے وہ معنی کے اعتبار سے اولیٰ ہے اس لئے کہ تحریم لحم تو آیت میں لحم خنزیر سے سمجھ میں آ رہا ہے۔ پس اگر ضمیر کو اسی طرف لوٹایا جائے تو کلام کا بنیادی فائدے سے خالی ہونا لازم آئے گا۔ اس وجہ سے خنزیر کی طرف ضمیر کا لوٹانا واجب ہے۔ نیز اس وجہ سے بھی تاکہ گوشت جگر، تلی اور اس کے تمام اجزاء کا حرام ہونا معلوم ہو جائے۔

قرطبی نے سورۂ بقرہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ علاوہ بالوں کے پورا خنزیر حرام ہے۔ کیونکہ بالوں سے چمڑا وغیرہ سینا جائز ہے۔ ابن منذر نے اس کی نجاست پر اجماع نقل کیا ہے۔ حالانکہ اس کے اجماع کے دعوی میں اشکال ہے۔ کیونکہ امام مالکؒ اس میں اختلاف کرتے ہیں۔ البتہ خنزیر کتے سے بدتر ہے کیونکہ اس کا قتل مستحب ہے اور اس سے انتفاع کسی بھی حالت میں جائز نہیں۔

شیخ الاسلام نوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ہمارے پاس اس کے نجس ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ مذہب کا مقتضی اس کی پاکی ہے جیسے شیر، بھیڑیا اور چوہا وغیرہ۔

''مروی ہے کہ کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بالوں (خنزیر کے بالوں سے) چمڑا وغیرہ سینے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں''۔

ابن خویز منداد نے کہا ہے کہ اس کے بالوں سے چمڑا سینے کا رواج نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا اور آپؐ کے بعد موجود ہونا ظاہر ہے اور اس کا علم نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نکیر فرمایا تھا اور نہ آپؐ کے بعد کسی امام سے ثابت ہے۔ شیخ نصر المقدسی نے کہا ہے کہ ایسے موزہ پر جس کو خنزیر کے بالوں سے سیا گیا ہو مسح جائز نہیں ہے اگر چہ اس کو سات مرتبہ اس طرح دھویا گیا ہو کہ اس میں ایک مرتبہ مٹی سے بھی دھونا شامل ہو۔ تب بھی مسح ناجائز ہوگا۔ کیونکہ مٹی اور پانی ان جگہوں تک نہیں پہنچتی جہاں پر نجس بالوں سے سیا گیا ہو۔ اور قفال نے تلخیص کی شرح میں لکھا ہے کہ میں نے شیخ ابوزید سے اس کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ معاملہ جب تنگ ہو جائے تو گنجائش ہے۔ یعنی لوگوں کو سخت ضرورت کی بناء پر اس سے نماز پڑھنا جائز ہے۔

خنزیر کا جمع کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ لوگوں پر حملہ کرتا ہو یا نہیں۔ اور اگر حملہ کرتا ہو تو اس کا قتل کرنا قطعی طور پر واجب ہے ورنہ پھر دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا قتل واجب اور دوسرے اس کا قتل جائز ہے اور اس کو چھوڑنا بھی جائز ہے۔ امام شافعیؒ کی تشریح کے مطابق۔ پس اس کے قتل کے وجوب کی دو صورتیں ہوئیں اور رہا اس کا جمع کرنا تو یہ کسی حال میں بھی جائز نہیں جیسا کہ شرح مہذب میں تشریح کی گئی ہے۔

سنن ابوداؤد میں عکرمہ کی حدیث ہے:۔

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی بغیر سترہ کے نماز پڑھتا ہے تو اس کی نماز کو کتا، گدھا، خنزیر، یہودی، مجوسی اور حائضہ عورت توڑ دیتی ہے اور کافی ہوگا کہ اگر وہ نمازی کے سامنے سے ایک پتھر کے کنارے سے گزریں (یعنی نمازی کو سترہ کرنا چاہئے خواہ وہ کتنا ہی مختصر ہو وہ بھی اس کے لئے کافی ہوگا''۔

اور اسی میں مغیرہؓ بن شعبہ کی یہ حدیث بھی ہے:۔

''بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص شراب بیچے تو اس کو خنزیر کا گوشت بھی کاٹ کر تقسیم کرنا چاہیے''۔

خطائیؒ نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کو خنزیر کا گوشت کھانا بھی حلال سمجھنا چاہئے۔ نہایہ میں اس کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایسے شخص کو خنزیر کا گوشت کاٹنا چاہیے اور اس کے اعضاء کو الگ الگ کرنا چاہیے۔ جیسا کہ جب بکری کا گوشت فروخت کیا جاتا ہے اس کے اعضاء کاٹ کر علیحدہ علیحدہ کرتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جس نے شراب کی بیع کو حلال سمجھا تو اس کو خنزیر کی بیع بھی حلال سمجھنی چاہیے۔ کیونکہ یہ دونوں حرام ہونے میں برابر

ہیں ۔اس حدیث کے الفاظ امر کے ہیں لیکن اس کے معنی نہی کے ہیں ۔یعنی جس نے شراب بیچی تو اس کو خنزیر کا بھی قصاب ہونا چاہیے۔

ضرب الامثال:

اہل عرب بولتے ہیں: اَطْیَشُ مِنْ عَفَو یعنی وہ خنزیر کے بچہ سے زیادہ سمجھ دار ہے۔ عفر خنزیر کے بچہ کو کہتے ہیں اور اس کے ایک معنی شیطان کے بھی ہیں اور عفر بچھو کو بھی کہتے ہیں۔ نیز اسی طرح اہل عرب بولتے ہیں اقبح من خنزیو یعنی وہ خنزیر سے زیادہ بدترین ہے اور اسی طرح کہتے ہیں اکرهه کراهة الخنازیر الماء المغور یعنی وہ خنزیر کے لئے گرم کئے ہوئے پانی سے بھی زیادہ ناپسندیدہ ہے۔ اس مثال کی اصل یہ ہے کہ نصاریٰ جب خنزیر کو کھانا چاہتے ہیں تو پانی کو ابال کر اس میں زندہ خنزیر کو ڈال کر بھونتے ہیں اور اسی کو ایغار کہتے ہیں ۔ابوعبیدہ نے کہا ہے:

وَلَقَدْ رَائَیتُ مَکَانَهُمْ فکرِ هَتُهُمْ   کَکَرَاهَةِ الْخِنْزِیرِ لِلْاِیْغَارِ

''میں نے ان کا مقام دیکھا تو مجھے ایسا ناپسندیدہ لگا جیسا کہ خنزیر اس کھولتے ہوئے پانی کو ناپسند کرتا ہے جس میں انہیں زندہ ڈالا جائے''۔

ابن درید نے کہا ہے کہ ایغار کا مطلب یہ ہے کہ پانی کو ابالا جائے اور پھر اس میں زندہ خنزیر کو بھونا جائے۔

ابن درید:

آپ کا پورا نام محمد بن الحسن بن درید ابوبکر ازدی بصری ہے۔ آپ لغت، ادب و شعر میں اپنے وقت کے امام تھے۔ آپ کا سب سے عمدہ شعر مقصورہ ہے۔ جس کی تعریف شاہ بن مکیال اور اس کے لڑکے اسماعیل نے کی تھی اور اس مقصورہ کی شرح بہت سے علماء نے کی تھی۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ ابن درید اعلم الشعراء اور اشعر العلماء تھے اخیر عمر میں آپ کو فالج ہو گیا تھا۔ چنانچہ جب کوئی ان کے پاس آتا تو یہ آنے کو دیکھ کر شور مچاتے تھے اور اس کے آنے کی وجہ سے رنجیدہ ہو جاتے تھے۔ آخر کار ان کو تریاق پلایا گیا تو آپ تندرست ہو گئے اور پھر اپنے شاگردوں کو سبق دینے لگے۔ لیکن ایک سال کے بعد آپ پر دوبارہ فالج کا حملہ ہو گیا اور آپ کا تمام جسم معطل ہو گیا۔ صرف ہاتھوں میں تھوڑی سی حرکت باقی رہ گئی۔ آپ کے ایک شاگرد ابوعلی نے کہا ہے کہ ابن درید کو معطل دیکھ کر اکثر اپنے دل میں سوچتا تھا کہ ہو نہ ہو یہ سزا اللہ تعالیٰ نے ان کو ان خیالات کی دی ہے جن کا ذکر انہوں نے اپنے مقصورہ کے اس شعر میں زمانے سے متعلق کیا ہے۔

مارست من لوهوت الافلاک   من اجوانب الجوعلیه ماشکا

''میں نے اتنی محنت کی کہ آسمان جھک گیا تو اس محنت کے برابر نہیں پہنچے آپ کا آخری شعر یہ ہے۔

فواحزنی ان لاحیاة لذیذة   ولا عمل یرضی به اللّٰه صالح

''ہائے افسوس میری زندگی بھی مکدر ہے اور کوئی ایسا نیک عمل بھی پاس نہیں جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوں''۔

دوبارہ فالج کے حملہ کے بعد آپ دو سال زندہ رہے۔

ابن درید نے کہا ہے کہ ایک رات میں نے خواب میں ایک آدمی کو دیکھا جو میرے کمرے کے دروازہ کے دونوں دروں کو پکڑے ہوئے کھڑا ہے اور مجھ سے کہہ رہا ہے کہ ابن درید تم نے جو شراب کے متعلق سب سے عمدہ شعر کہا ہے وہ مجھے سناؤ۔ میں نے جواب دیا کہ ابو نواس نے سب کچھ بیان کر دیا ہے اور اس نے کسی کے لئے کچھ نہیں چھوڑا (یعنی ابونواس سے اچھے اشعار شراب پر کسی نے نہیں کہے) اس پر اس شخص نے کہا کہ میں ابونواس سے بڑا شاعر ہوں تو میں نے کہا کہ اچھا آپ ہیں کون؟ اس نے جواب دیا کہ میں ابوناجیہ شام کا رہنے والا ہوں۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

وحمراء قبل المزج صفراء بعده　　اتت بین ثوبی نرجس وشقائق

''شراب کا رنگ ملاوٹ سے پہلے سرخ تھا جب مل گئی تو زرد ہو گئی آئی وہ میرے پاس دو پوشاک میں ایک تو نرگس (زرد) اور دوسرے گل لالہ (سرخ) ہیں''۔

حکت وجنة المعشوق صرفا فسلطوا　　علیها مزاجا فاکتست لون عاشق

''محبوب کے رخسار کا تذکرہ چلا تو اس میں کچھ عاشق کی پریشانیوں کی بھی آمیزش کی گئی۔ پس رخسارِ دوست جو انگارے کی طرح تھے اچانک عاشق کے رنگ میں منتقل ہو گئے (یعنی زرد پڑ گئے)

میں نے یہ شعر سن کر اس سے کہا کہ تم نے غلطی کی ہے۔ اس نے کہا وہ کیسے؟ میں نے کہا تم نے حمراء کہہ کر سرخی کو مقدم کر دیا ہے اور پھر ''بین ثوبی نرجس وشقائق'' کہہ کر زردی کو مقدم کر دیا ہے تو اس نے جواب دیا کہ او حاسد اس وقت استقصاء مقصود نہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابن درید شراب بہت پیتا تھا اور اس کی عمر نوے سال سے تجاوز کر چکی تھی مگر پھر بھی اس نے شراب ترک نہیں کی تھی۔ جب اس کو فالج ہوا تو اس کی عقل وفہم درست تھی اس سے جو بھی سوال کیا جاتا تو وہ اس کا صحیح جواب دیتا۔ ابن درید کی وفات ماہ شعبان ۳۲۱ھ میں بغداد میں ہوئی۔ درید، ادرد کی تصغیر ہے اور ادرد کے معنی ہیں وہ آدمی جس کے دانت نہ ہوں۔ ابن خلکان دوسرے علماء کی یہی تحقیق ہے۔

خنزیر کے طبی خواص

خنزیر کی کلیجی اگر کسی انسان کو کھلا دی جائے یا کسی چیز میں ملا کر پلا دی جائے تو حشرات الارض بالخصوص سانپ واژدہا اس شخص کو نہیں ستائیں گے اور اگر اس کو سکھا کر کسی چیز میں ملا کر صاحب قولنج یا فالج کو پلا دی جائے تو فوراً آرام ہو گا اور اگر کسی شخص کے ناک کے دونوں نتھنے بند ہو گئے ہوں تو اس کے پتے کے تین تین قطرے دونوں نتھنوں میں ٹپکا دیئے جائیں تو فوراً کھل جائیں گے۔ خنزیر کی ہڈی کو جلانے کے بعد پیس کر کسی بواسیر کے مریض کو پلا دینے سے بواسیر کی شکایت جاتی رہے گی اور اگر اس کی ہڈی کو چوتھیا بخار والے مریض کے بدن پر لٹکا دی جائے تو چوتھیا بخار جاتا رہے گا اور اگر ہڈی کی راکھ کو کسی کے ناسور میں بھر دیا جائے تو ناسور بہت جلد اچھا ہو جائے گا۔

حکیم یو[illegible]نے لکھا ہے کہ ہڈی کو کپڑے میں لپیٹ کر لٹکانا چاہیے اور اگر اس کے پتے کو سکھا کر بواسیر کی جگہ پر رکھ دیا جائے تو بواسیر کو بالکل ختم کر دے گا۔ اگر خنزیر کا پاخانہ ترش انار کے درخت کی جڑ میں لیپ دیا جائے تو انار ترش سے شیریں آنے لگیں گے۔ اگر کوئی شخص فواق (ہچکی) میں مبتلا ہو تو وہ خنزیر کا فضلہ اپنے پاس رکھے تو اس کو فائدہ ہو گا اور اگر اس کو ایک مثقال کے برابر پی لیا جائے تو مثانہ کے پتھر کو توڑ ڈالے گا اور اسی طرح ایک مثقال کے برابر لے کر کچھ شہد کے ساتھ پی لینے سے پیچش، درد سدہ اور آنتوں کے مروڑ کے لئے انتہائی مفید ہے۔

تعبیر:

خنزیر کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر شر، تنگدستی، افلاس اور مال حرام ہے اور اس کی مادہ کو خواب میں دیکھنا کثرت نسل کی علامت ہے اور اگر کسی کو خواب میں اس سے نقصان پہنچا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ صاحب خواب کو کسی نصرانی سے تنگی پہنچے گی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خواب میں خنزیر کبھی کبھی طاقت ور دشمن، مصیبت کے وقت غداری کرنے والا ملعون کی صورت میں دکھائی دیتا ہے اور اگر کسی نے دیکھا کہ وہ خنزیر پر سوار ہے تو اس کو مال ملے گا اور وہ شخص دشمن پر غالب آ جائے گا اور جس شخص نے خنزیر کا پکا ہوا گوشت کھایا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ صاحب خواب کو تجارت سے ناجائز مال حاصل ہو گا اور اگر کسی نے دیکھا کہ وہ خنزیر بن گیا ہے تو اس کو ذلت کے ساتھ مال ملے گا اور اس کے دین

میں کوئی کمی واقع ہو جائے گی۔
اور اگر کسی نے دیکھا کہ وہ خنزیر کی طرح چل رہا ہے تو اس کو خوشی حاصل ہوگی اور اگر خنزیر کے بچوں کے مالک نے یہ خواب دیکھا تو اس کی تعبیر اس کے لئے غم ہے۔ پالتو خنزیر کو خواب میں دیکھنا سرسبزی اور شادابی کی دلیل ہے۔ بشرطیکہ اسے اپنے گھر میں دیکھا ہو، ہر وہ حیوان جو جلدی بڑا ہو جاتا ہے اور جلدی مانوس ہو جاتا ہے اس کو خواب میں دیکھنا خوشحالی یا حاجت کا پورا ہونا ہے۔ جنگلی خنزیر کو خواب میں دیکھنا مسافر کے لئے بارش یا اولے کی طرف اشارہ ہے۔ اور اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ خنزیروں کو چرا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ یہود یا نصاریٰ کے ساتھ مبتلا ہوگا۔ اور اگر کسی نے دیکھا کہ اس کی بیوی خنزیر بن گئی ہے تو اس کی تعبیر طلاق ہے یعنی وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے گا کیونکہ وہ حرام ہے اور اس کے گوشت کا دیکھنا تمام لوگوں کے لئے بہتر ہے کیونکہ خنزیر مرنے کے بعد ہی فائدہ دیتا ہے اور یہ مال حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ. اس میں اسی طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

الخنزير البحری

(دریائی سور) امام مالکؒ سے کسی نے دریائی خنزیر کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ کہتے ہو کہ خنزیر بحری بھی کوئی جانور ہے۔ مگر عرب لوگوں کے نزدیک اس نام کا کوئی جانور دریا میں نہیں ہے۔ البتہ ان کے یہاں ایک دریائی جانور دلفین ہے (اس کا ذکر انشاء اللہ باب الدال میں آئے گا) جس کو سوس مچھلی بھی کہتے ہیں۔
ربیع نے امام شافعیؒ سے پانی کے خنزیر کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ کھایا جاتا ہے۔ روایت کی گئی ہے کہ جب آپ (امام شافعیؒ) عراق گئے تو آپ نے اس کے حلال ہونے کا فتویٰ دیا۔ امام ابو حنیفہؒ نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ ابن ابی لیلیٰ نے حلال کہا ہے اور یہ قول عمرؓ، عثمانؓ، ابن عباسؓ اور ابو ایوبؓ انصاری اور ابو ہریرہ ؓ سے منقول ہے۔ حسنؒ بصری، اوزاعیؒ، لیثؒ اور ابو مالک وغیرہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس میں کلام ہے اور دوسری مرتبہ ان حضرات نے اس سے بچنے کی تلقین فرمائی۔
ابن ابی ہریرہؓ نے ابن خیران سے نقل کیا ہے کہ اکار نے پانی کے خنزیر کو اپنے لئے شکار کیا اور پکا کر کھایا اور کہا کہ اس کا ذائقہ بالکل مچھلی جیسا تھا۔ ابن وہبؒ نے کہا ہے کہ میں نے لیثؒ بن سعد سے اس کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اگر لوگ اس کو خنزیر کہتے ہیں تو یہ کھایا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خنزیر کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے (چنانچہ خنزیر بحری کے بارے میں علماء کی مختلف آراء ہیں۔ کوئی اس کو حلال اور کوئی حرام کہتا ہے اور یہ صحیح طور پر معلوم نہیں کہ یہ جانور ہے کیا چیز؟ تو پھر ہم کو امام ابو حنیفہؒ کے قول پر کاربند ہونا چاہیے جیسا کہ آپ نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔

الخنفساء

(گبریلہ) الخنفساء: گبریلہ۔ حق تو یہ تھا کہ اس جانور کا پہلے ذکر کیا جاتا کیونکہ اس میں نون زائد ہے اور فاء پر فتحہ ہے۔ اس کا مونث خنفساءۃ ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے خنفساء ایک کالے رنگ کا بدبودار کیڑا ہے جو جعل سے چھوٹا ہوتا ہے اور زمین کی گندگی سے پیدا ہوتا ہے اور اس کا مونث خنفسہ اور خنفساء بھی ہے اور فاء پر ضمہ بھی ایک لغت میں آیا ہے۔ اصمعی نے کہا ہے کہ خنفساء ہاء کے ساتھ نہیں بولا

جاتا۔اس کی کنیت ام الفسو ،ام الاسود،ام مخرج ،ام اللجاج ،ام النتن ہیں،خنفساء مدتوں پانی پئے بغیر زندہ رہ سکتا ہے۔اس میں اور بچھو میں دوستی ہے اسی لئے مدینہ والے اس کو''جارية العقرب ''یعنی بچھو کا ہمسایہ کہتے ہیں۔اس کی کئی قسم ہیں جیسے جعل،حمار قبان،وردان اور حطب وغیرہ،حطب خنافس کا مذکر ہے اور خنفساء(گبریلا) کثرت گندگی کی وجہ سے مشہور ہے جیسا کہ ظربان(بلی جیسا ایک جانور)اسی وجہ سے اہل عرب کہتے ہیں''اِذَا تحر کتِ الخنفساء فست ''یعنی گبریلا جب حرکت کرتا ہے تو گوز کرتا ہے یعنی بدبو پھیلا دیتا ہے۔ حنین بن اسحاق طریق نے کہا ہے کہ گبریلا ایسی جگہ سے جہاں پراجوائن پڑی ہوئی ہو دور بھاگتا ہے۔حدیث شریف میں ہے:۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ جاہلیت والا فخر کرنا چھوڑ دیں ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گبریلا جانور سے بھی زیادہ مبغوض ہو جائیں گے''۔

حقیر سے حقیر مخلوق بھی دوا کا کام دیتی ہے

علامہ قزوینیؒ نے ایک حکایت نقل کی ہے کہ کسی شخص نے ایک مرتبہ گبریلا کو دیکھ کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کیڑے کو کس وجہ سے پیدا کیا ہے۔کیا اس کی خوبصورتی یا اس کی خوشبو اس کے پیدا کرنے کی وجہ ہے(یہ اس شخص نے اعتراض کے طور پر کہا تھا یعنی نعوذ باللہ یہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض تھا) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک زخم میں مبتلا کر دیا جو اس قدر شدید تھا کہ اطباء اس کے علاج سے عاجز ہو گئے اور اس شخص نے بھی آخر تنگ آ کر علاج ترک کر دیا اور اپنے گھر میں محصور ہو گیا۔اتفاقاً ایک دن اس نے ایک طبیب کی آواز سنی جو باہر گلیوں اور سڑکوں پر آواز لگاتا تھا اور لوگوں کا علاج کرتا تھا۔اس نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ اس آواز لگانے والے طبیب کو بلا کر لاؤ اور میرا زخم دکھاؤ۔گھر والوں نے کہا کہ تم نے حاذق سے حاذق طبیب کا علاج کر لیا مگر کچھ افاقہ نہ ہوا۔بھلا یہ سڑکوں پر آواز لگانے والا طبیب تمہارا کیا علاج کرے گا۔ان صاحب نے کہا اس میں تمہارا کیا نقصان ہے کہ اگر ایک نظر وہ دیکھ لے۔چنانچہ لاجواب ہو کر گھر والوں نے طبیب کو بلایا اور ان کا زخم دکھلایا۔طبیب نے زخم دیکھ کر کہا ایک گبریلا لاؤ۔اس پر تمام گھر والے ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ ہم نے پہلے ہی کہا تھا کہ یہ اناڑی طبیب کیا علاج کرے گا،لیکن مریض کو گبریلا کا نام سن کر اپنا وہ مقولہ یاد آ گیا جو اس نے ایک بار کہا تھا۔چنانچہ اس نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ جو کچھ حکیم صاحب طلب فرمائیں وہ ان کو ضرور لا کر دو۔چنانچہ گھر والوں نے کہیں سے ایک گبریلا لا کر حکیم صاحب کو دے دیا۔حکیم صاحب نے اس گبریلا کو جلا کر اس کی راکھ زخم پر چھڑک دی،اللہ کے حکم سے زخم اچھا ہو گیا۔اس کے بعد مریض نے حاضرین سے اپنا قصہ بیان کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کا مجھ کو یہ دکھلانا مقصود تھا کہ اس کی حقیر سے حقیر مخلوق بھی بڑی سے بڑی دوا کا کام دے سکتی ہے اور یہ کہ اللہ جل شانہ نے کوئی چیز بیکار پیدا نہیں کی۔

حکایت:

ابن خلکان نے جعفرؒ ابن یحییٰ برمکی (وزیر ہارون رشید) کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ اس کے پاس ابو عبیدہؒ ثقفی بیٹھے ہوئے تھے تو اتنے میں ایک گبریلا نکل آیا۔جعفر نے غلاموں سے اس کو ہٹانے کا حکم دیا۔اس پر ابو عبیدہ نے کہا چھوڑ و ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ سے کوئی خیر مقدر ہو۔کیونکہ اہل عرب کا یہ گمان ہے کہ جب گبریلا قریب آتا ہے تو کوئی خیر ضرور آتی ہے۔اس پر جعفر نے ابو عبیدہ کو ایک ہزار دینار دینے کا حکم دیا تو وہ ابو عبیدہ کی طرف بڑھنے لگا۔اس پر جعفر نے پھر ایک ہزار دینار ابو عبیدہ کو دینے کا حکم دیا۔

شرعی حکم:

گبریلا کو کھانا بوجہ اس کی گندگی کے حرام ہے۔اصحاب نے کہا ہے کہ جس میں نفع ونقصان ظاہر نہ ہو اس کا قتل احرام باندھنے والے

کے لئے اور غیر محرم کے لئے مکروہ ہے۔ جیسے گبریلا، کیڑے، جعلان، کیکڑے نعاث (گدھ سے چھوٹا ایک جانور) اور ان جیسے دیگر جانور، مطلب یہ ہے کہ ایسے جانور جن سے نہ تو کسی قسم کا نقصان پہنچتا ہے اور نہ نفع تو ایسے جانور کا قتل مکروہ ہے اور کراہت کی دلیل یہ ہے کہ یہ بغیر ضرورت کے ایک فضول کام ہوگا۔ مسلم بن شداد بن اوس سے مروی ہے کہ:۔

''حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کو فرض کیا ہے۔ جب تم کسی کو قتل کرو (مارو) تو اس میں بھی احسان کرو اور یہ احسان نہیں ہے کہ کسی چیز کو بیکار قتل کردو''۔

بیہقیؒ نے ایک صحابی قطبہؓ سے روایت کی ہے کہ وہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ آدمی نقصان نہ دینے والے جانور کو مار ڈالے۔

الامثال:

اہلِ عرب کہتے ہیں ''افسی من الخنفساء'' یعنی وہ گبریلا سے بھی زیادہ گوز کرنے والا ہے اور اسی طرح کہتے ہیں ''الخنفساء اذا مست نتنت'' یعنی گبریلا جب بھی آئے گا اپنے ساتھ گندگی لائے گا۔ یہ مثال ایسے موقع پر کہتے ہیں جب کوئی کسی برے آدمی کا تذکرہ کرنا چاہتا ہے۔ یعنی بدترین آدمیوں کا تذکرہ بھی نہ کرو۔ کیونکہ ان کے تذکرے میں برائیوں کے سوا اور کیا ہے۔

لَـنَـا صَـاحِـبٌ مـولـع بِـالـخِلَافِ ۔۔۔ كَثِيْـرُ الـخَـطَـاءِ قَلِيْلُ الصَّوَاب

''ہمارے یہاں ایک ایسے صاحب ہیں جنہیں اختلاف کا بڑا شوق ہے حالانکہ ہمیشہ غلطیاں کرتے ہیں، درستگی کا تو ان کے یہاں نام ونشان نہیں''۔

اَلَـجُّ لَـجَـاجَـا مِنَّ الـخـنـفـسـاء ۔۔۔ وَاَذْهَـي اِذَا مَـا مَشَـى مَن غُـرَابِ

''وہ خنفسہ سے بھی زیادہ ضدی ہے اور جب چلتا ہے تو کوے سے بھی زیادہ اکڑتا ہیں''۔

طبی خواص

گبریلوں کے سروں کو کاٹ کر اگر کسی برج میں رکھ دیئے جائیں تو وہاں کبوتر جمع ہونے لگیں گے۔ اس کے پیٹ کی رطوبت آنکھوں میں لگانے سے بینائی تیز ہو جاتی ہے۔ اور آنکھ کی سفیدی زائل ہو جاتی ہے اور خاص طور سے آنکھوں سے پانی بہنے کے لئے بہت مفید ہے۔ یہ پانی کو روک کر آنکھ کے پردے کو بالکل صاف وشفاف کر دیتی ہے۔ اگر کسی گھر میں بہت زیادہ گبریلے ہوں تو چنار کے پتوں کی دھونی دینے سے بھاگ جائیں گے۔ اگر گبریلے کو تل کے تیل میں پکا کر اور پھر اس تیل کو صاف کر کے کان میں ڈالا جائے تو کان کے پردے کے دردوں میں مفید ہے۔

گبریلا کا سر علیحدہ کر کے اگر بچھو کے ڈسنے کی جگہ پر باندھ دیا جائے تو بہت فائدہ ہوگا اور اگر اس کو جلا کر اس کی راکھ زخم میں بھر دی جائے تو زخم بہت جلد اچھا ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص بے خبری میں گبریلا کو زندہ کھا لے تو اس کی فوراً موت ہو جائے گی۔

تعبیر:

گبریلے کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر نفاس والی عورت (یعنی زچہ) کی موت ہے اور اس کے نر کا خواب میں دیکھنا ایسے شخص کی طرف اشارہ ہے جو شریر لوگوں کی خدمت کرتا ہو اور اکثر اس کی خواب میں تعبیر غصہ ور دشمن کی ہوتی ہے۔

الخِنّوص

(خنزیر کا بچہ) الخنوص: خاء کے کسرہ اور نون کے تشدید کے ساتھ، اس کی جمع خنانیص آتی ہے۔ اخطل نے بشر بن مروان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے۔

اکلتَ الدجاج فا فنیتَها　　　فهل فی الخنانیص مخمز

''تونے مرغی کھالی اور کچھ بھی باقی نہ چھوڑی تو کیا اب خنزیر کے بچوں کو بھی چٹ کرنے کا ارادہ ہے''۔

شرعی حیثیت:

اس کا شرعی حکم اور تعبیر خنزیر کے ہی مانند ہے۔

خنوص کے طبی خواص

اس کا پتہ ام یابسہ کو تحلیل کرتا ہے اور اگر اس کو شہد میں ملا کر احلیل پر ملا جائے تو باہ میں اضافہ ہو کر شہوت میں زیادتی ہوتی ہے۔ اس کی چربی اگر کسی ترش انار کے درخت کی جڑ میں لیپ دی جائے تو وہ انار میٹھا ہو جائے گا۔

الخیتعور

(بھیڑیا) الخیتعور: اور کہا گیا ہے کہ یہ بھوت بھی ہے اور یا اس میں زائد ہے۔ حدیث میں ''ذاک ازب العقبة یقال له الخیتعور'' سے مراد شیطان کا وسوسہ ہے گویا کہ خیتعور شیطان کا بھی نام ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہر وہ چیز جو کمزور ہو اور ایک کیفیت پر نہ رہے اس کو بھی خیتعور کہتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بھیڑیئے کا نام ہے جیسا کہ شاعر نے کہا۔

ترجمہ: ''جب تم کسی بھی عورت کا گہرائی سے جائزہ لو گے تو اس میں محبت کا نام ونشان نہ پاؤ گے اس کا اظہار محبت بالکل بھیڑیئے جیسا دھوکہ ہے''۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ ایک چھوٹا سا جانور ہے جو پانی کے اوپر رہتا ہے اور کسی ایک جگہ نہیں ٹھہرتا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ خیتعور وہ شئی ہے جو مثل دھاگے کے سفید چیز فضا میں اڑتی ہے یا مکڑی کے جالے کی طرح جس کو تر مرے کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ فانی دنیا کا نام ہے۔

الخیدع

(بلی) الاخیدع: بلی۔ اس کا ذکر انشاء اللہ باب السین میں آئے گا۔

الاخیل

الاخیل: سبز ہدہد۔ یہ ایک سبز رنگ کا پرندہ ہے اس کے بازوؤں پر اس رنگ کے علاوہ بھی رنگ نظر آتا ہے جو بہت خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ مگر قریب سے دیکھنے پر اس کے بازوؤں کا رنگ بھی سبز ہی ہوتا ہے۔ الخیل نام اس وجہ سے رکھا گیا ہے کیونکہ اصل میں اخیل تل

والے آدمی کو کہتے ہیں اور چونکہ اس کی چمک بھی تل کی طرح ہوتی ہے اس لئے اسے بھی اخیل کا نام دے دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ایک منحوس پرندہ ہے، جس کی نحوست کبھی نہ کبھی ضرور ظاہر ہوتی ہے۔ اگر لفظ اخیل نکرہ کی حالت میں کسی کا نام رکھ دیا جائے تو یہ منصرف پڑھا جائے گا۔ مگر بعض نحویین نے اس کو غیر منصرف پڑھا ہے۔ معرفہ ونکرہ دونوں حالتوں میں کیونکہ یہ لوگ اس کو اصل میں تخیل کی صفت قرار دیتے ہیں اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اس شعر کو دلیل بناتے ہیں۔

ذرینی وعلمی بالامور وشیمتی — فما طائری فیها علیک باخیلا

''مجھے چھوڑ دو اور میرے علم کو بھی اور میری عادت کو بھی کیونکہ ایسا پرندہ نہیں ہے کہ جس کے رنگ مختلف ہوں''۔

الخیل

(گھوڑے) الخیل: (جماعة الافراس) یہ من غیر لفظہ جمع ہے۔ یعنی لفظی طور پر اس کا کوئی واحد نہیں ہے۔ جیسے لفظ قوم اور رہط کا کوئی لفظی واحد نہیں ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا مفرد خائل ہے۔ ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ یہ مونث ہے اور اس کی جمع خیول آتی ہے۔ سجستانی نے کہا ہے کہ اس کی تصغیر خییل آتی ہے اور خیل کے معنی اکڑ کر چلنے کے ہیں اور چونکہ گھوڑے کی چال میں بھی اکڑنا پایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے گھوڑے کو خیل نام دیا گیا ہے اور سیبویہ کے نزدیک خیل اسم جمع ہے اور ابوالحسن کے نزدیک یہ جمع ہے۔

گھوڑوں کا شرف:

گھوڑوں کے شرف کے لئے صرف یہی دلیل کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اس کی قسم کھائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: **وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا** (قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپ کر دوڑتے ہیں) ان گھوڑوں سے مراد غازی یعنی جہاد کے گھوڑے ہیں جو دوڑتے دوڑتے ہانپنے لگتے ہیں۔

حدیث میں گھوڑے کا تذکرہ:

صحیح بخاری میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:۔

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنی انگلیاں اپنے گھوڑے کی پیشانی کے بالوں میں پھیر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک خیر کو گھوڑوں کی پیشانی میں گرہ دے کر باندھ دیا ہے یعنی لازم کر دیا ہے''۔

اس حدیث میں ناصیۃ (پیشانی) سے مراد وہ بال ہیں جو پیشانی پر لٹکے رہتے ہیں۔ خطابی نے کہا ہے کہ ناصیۃ (پیشانی) سے مراد گھوڑے کی پوری ذات ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے **''فَلَانٌ مُبَارَكُ النَّاصِيَةِ وَمَيْمُوْنُ الْغُرَّة''** کہ فلاں آدمی مبارک پیشانی والا ہے یعنی مبارک ذات والا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں تشریف لے گئے اور آپ نے ان الفاظ کے ساتھ فاتحہ پڑھی: **السلام علیکم دار قوم مومنین وانا انشاء اللہ تعالیٰ بکم لاحقون** اور پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو یہ اشتیاق ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا ہم آپؐ کے بھائی نہیں ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگ تو میرے اصحاب ہو، میرے بھائی وہ لوگ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! جو لوگ

ابھی تک دنیا میں نہیں آئے ان کو آپ کیسے پہچان لیں گے کہ یہ میرے امتی ہیں۔ آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ فرض کرو کہ کسی شخص کے پاس گھوڑے ہیں اور ان پر کوئی نشان سفیدی کا نہیں ہے اور وہ بہت سے گھوڑوں کی جماعت میں ملے جلے کھڑے ہیں تو کیا وہ شخص اپنے گھوڑے کو نہیں پہچانے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ ضرور پہچان لے گا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری امت کے لوگ اس طرح آئیں گے کہ ان کی پیشانیاں وضو اور سجدہ کے اثر سے جگمگاتی ہوئی ہوں گی اور میں حوضِ کوثر پر ان کا پیش رو ہوں گا۔ بیہقی کی روایت میں ہے کہ میری امت قیامت کے دن اس حالت میں آئے گی کہ ان کے اعضاء سجود سفید ہوں گے اور اعضاء وضو چمکتے ہوئے ہوں گے۔ یہ حالت اس امت کے علاوہ اور کسی امت کی نہیں ہوگی''۔

مسلم، نسائی، ابن ماجہ اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ:

حضور ﷺ گھوڑوں کے اندر شکال کو ناپسند فرماتے تھے''۔

شکال کا مطلب یہ ہے کہ گھوڑے کے داہنے پچھلے پیر میں اور اگلے پیروں کے بائیں پیر میں سفیدی ہو یا داہنے اگلے پیر میں اور بائیں پچھلے پیر میں سفیدی ہو۔ شکال کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔ جمہور اہل لغت کا قول یہ ہے کہ شکال کا مطلب یہ ہے کہ گھوڑے کے تین پیر سفید ہوں اور چوتھا پیر سفید نہ ہو اور ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ کبھی شکال ایسے ہوتا ہے کہ گھوڑے کے تین پاؤں مطلق ہوں اور ایک پاؤں سفید اور ابن درید نے کہا ہے کہ شکال ایک ہی شق میں ہوتا ہے۔ یعنی ایک ہاتھ اور ایک پیر میں اور اگر اس کے خلاف ہو تو اس کو شکال مخالف کہا جاتا ہے۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ شکال دونوں ہاتھوں (اگلے پیروں) کی سفیدی کا نام ہے جبکہ بعض نے کہا ہے کہ شکال دونوں پیروں کی سفیدی کا نام ہے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ اگر ہاتھ پاؤں کی سفیدی کے ساتھ پیشانی پر بھی سفیدی ہو تو کراہت جاتی رہتی ہے۔

ابن رشیق اپنی کتاب عمدہ میں باب ''منافع الشعر ومضارہ'' کے زیر عنوان تحریر فرماتے ہیں کہ ابوطیب متنبی (مشہور شاعر عرب) جب بلاد فارس گیا اور عضد الدولہ بن بویہ الدیلمی کی مدح میں قصیدہ پڑھ کر سنایا تو بہت سا انعام واکرام عضد الدولہ سے حاصل کر کے بغداد کی طرف چلا۔ اس سفر میں اس کے ساتھ اور بھی بہت سے لوگ تھے۔ چنانچہ جب بغداد قریب آ گیا تو رہزنوں نے قافلہ والوں پر حملہ کر دیا۔ متنبی شاعر نے بھی کچھ مقابلہ کیا مگر جب دیکھا کہ ڈاکو غالب آ گئے ہیں تو اس نے راہ فرار اختیار کی۔ متنبی شاعر کے غلام نے جب یہ حال دیکھا تو اس نے متنبی سے کہا کہ لوگ ہمیشہ کے لئے آپ کو بزدل اور بھگوڑا کہہ کر مطعون کریں گے۔ کیونکہ آپ اپنے ایک شعر میں اپنی مردانگی کی بڑی تعریف کر چکے ہیں اور آپ کا یہ فعل آپ ہی قول کے بالکل منافی ہوگا۔

اَلْخَیْلُ وَاللَّیْلُ وَالبیداء تَعْرِفُنِیْ وَالْحَرْبُ وَالْقِرْطَاسُ وَالْقَلَمُ

''گھوڑے، رات کی تاریکیاں اور لق ودق صحرا مجھ کو اچھی طرح جانتے ہیں اور حرب (جنگ) شمشیر ونیزہ اور کاغذ وقلم بھی مجھ سے بخوبی واقف ہیں (یعنی مردِ میدان بھی ہوں اور صاحبِ قلم وقرطاس بھی)''۔

غلام کی زبان سے یہ الفاظ اور اپنے شعر کا حوالہ سن کر متنبی کو جوش آیا اور وہ رہزنوں کے مقابلہ پر دوبارہ آ گیا اور بڑی بے جگری سے جنگ کی یہاں تک کہ لڑتے لڑتے مارا گیا۔ چنانچہ اس کا یہی شعر اس کے قتل کا باعث ہوا۔ متنبی کے قتل کا واقعہ ماہِ رمضان ۳۴۵ھ کا ہے۔

ابوسلیمان خطابی نے عزلت اور انفراد (گوشہ نشینی وتنہائی) کی تعریف میں کیا خوب کہا ہے حالانکہ اس کی ذات کو ان اوصاف سے

دور کا بھی تعلق نہیں تھا۔

اَنِسْتُ بِوَحْدَتِی وَلَزِمْتُ بَیْتِی فَدَامَ الانسُ لی ونَمَا السرورُ

''میں اپنی تنہائی سے مانوس ہوگیا اور میں نے اپنے گھر کو لازم پکڑ لیا (یعنی گوشہ نشینی اختیار کر لی) جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں ہمیشہ کے لئے انس کا خوگر ہوگیا اور مجھ میں سرور پیدا ہوگیا''۔

واَدَّبَنِی الزمانُ فلا اُبَالِی هَجَرْتُ فلما ازار ولا ازورُ

''زمانہ میرے لئے بہترین معلم ثابت ہوا۔ چنانچہ اب مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ کوئی مجھ سے ملے یا میں کسی سے ملوں''۔

وَلَسْتُ بِسَائِلٍ مَا دُمْتُ حَیاً اَسَارَ الخَیْلُ اَمْ رَکِبَ الْاَمِیْرُ

''میں تاحیات کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاؤں گا خواہ میرے سامنے سے بختیوں کے لشکر گزریں یا خود امیر سوار ہوکر نکلے''۔

ایک صرفی نحوی نکتہ

ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ کسی شخص نے متنبی شاعر سے اس کے مصرعہ ذیل کے بارے میں سوال کیا بادرھوا ک صَبَرتَ ام لَمْ تصبرا (خواہ تو صبر کرے یا نہ کرے مگر اپنی خواہش کو جلدی سے پورا کرے) کہ اس مصرعہ میں لفظ تصبرا میں الف کیسے باقی رہا جبکہ اس سے پہلے جازمہ لم موجود ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ آپ اس طرح کہتے ''ام لم تصبر ''یعنی جازمہ لم کے ہوتے ہوئے تصبر کہنا چاہیے تھا نہ کہ تصبرا یہ اعتراض سن کو متنبی نے کہا کہ اگر ابوالفتح بن جنی یہاں موجود ہوتا تو وہ تجھ کو اس اعتراض کا جواب دیتا مگر اب اس کا جواب میں ہی دوں گا اور وہ یہ ہے کہ یہاں جو الف آیا ہے وہ نون ساکنہ کے بدلے میں ہے۔ کیونکہ اصل میں یہ لم تصبرن تھا اور قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی انسان نون تاکید خفیفہ کو وقف دینا چاہے تو اس کو الف سے بدل دے۔ چنانچہ اَعشیٰ کا قول ہے: وَلَاتَعْبُدِ الشَّیْطَانَ وَاللّٰہَ فَاعْبُدا'' (شیطان کی عبادت نہ کرو بلکہ معبود خدا ہی ہے) اَعشیٰ کے اس قول میں اصل لفظ ''فاعبدن'' تھا۔ لیکن وقف کے سبب نون کو الف سے بدل دیا گیا ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ ابوالفتح سے متنبی کی مراد عثمان بن جنی ہے جو کہ ایک مشہور نحوی ہیں۔ انہوں نے ابوعلی فارسی سے علم حاصل کیا تھا اور اس کے بعد موصل آ کر خود پڑھانے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ چنانچہ ایک دن حسب معمول یہ درس دے رہے تھے کہ ان کے استاد ابوعلی فارسی کا ادھر سے گزر ہوا۔ ابوعلی فارسی نے ابن جنی کو دیکھ کر کہا ''زببت وانت حصرم ''یعنی تو دراز ریش ہو کر بخیل ہوگیا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم سے ملنا چھوڑ دیا۔ ابن جنی نے اپنے استاد کا یہ جملہ سن کر اسی وقت اپنا درس چھوڑ دیا اور فوراً استاد کے پیچھے پیچھے چل دیئے اور پھر اس کے بعد برابر ابوعلی فارسی کے درس میں حاضری دینے لگے یہاں تک کہ علم نحو میں ماہر ہوگئے۔

ابن جنی کے والد ایک رومی غلام تھے۔ ابن جنی کے تمام اشعار اعلیٰ ہیں اور یہ ایک آنکھ سے اعور یعنی کانے تھے۔ چنانچہ اس کے متعلق خود ان کے اشعار ہیں:۔

صدودک عنی ولا ذنب لی یدل علی نیة فاسدة

''میرے کسی قصور کے بغیر تیرا مجھ سے کنارہ کشی کرنا تیری بدنیتی کی علامت ہے''۔

فقد وحیاتک مما بکیت خشیت علی عینی الواحدہ

''تیری جان کی قسم تیری جدائی میں رونے سے مجھ کو اپنی ایک آنکھ کے ضائع ہونے کا بھی اندیشہ ہوگیا کہ کہیں وہ بھی نہ جاتی رہے''۔

ولـــو لا مـــخـــافة ان اراک لـمـا کـان فـی تـرکـھـا فـائـدہ

''اور سن! مجھے اپنی اس ایک آنکھ رکھنے کی کوئی آرزو نہیں تھی، اس کا وجود تو صرف اس لئے گوارہ ہے کہ تجھے دیکھ لوں''۔

ابن جنی کی بہت سی مفید تصانیف ہیں جن میں دیوان متنبی کی شرح بھی ہے اسی لئے متنبی نے اعتراض کرنے والے کو جواب دیتے وقت ابن جنی کا حوالہ دیا تھا۔ ابن جنی کا وفات ۳۶۲ھ ماہ صفر میں بمقام بغداد ہوئی۔ سنن نسائی میں سلمہؓ بن نفیل اسکونی کی ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ''اذلة الـــخـیـــل'' سے منع فرمایا۔ اذلة الـــخـیـــل کا مطلب یہ ہے کہ گھوڑوں کو ذلیل کیا جائے یعنی ان کو باربرداری کے لئے استعمال کیا جائے۔ چنانچہ ابوعمرؒ بن عبدالبر نے حضرت ابن عباسؓ کی تمہید میں یہ اشعار کہے ہیں۔

احبـوا الـخـیـل واصـطـبـروا عـلـیـھـا فـــان الـعـــز فیھـــا والـجـمـــالا

''تم گھوڑوں سے محبت رکھو اور اس محبت پر قائم بھی رہو۔ کیونکہ ان کے پالنے میں عزت اور زینت ہے''۔

اذا مـــا الـــخـیـــل ضـیـعـھـــا الـنـــاس ربـــطـنـــاھـــا فـاشـرکـت الـعـیـالا

''جب لوگوں نے ان کو (باربرداری میں استعمال کر کے) ضائع کر دیا تو ہم نے ان کو باندھ کر کھڑا کر دیا اور ان کی اس طرح خبر گیری کی جیسا کہ اپنے بال بچوں کی''۔

نـقـــاسـمـھـــا الـمـعـیـشـة کـل یـوم ونـکـسـوھـــا الـبـراق والـجـلالـہ

''ہم ان کو روزانہ گھاس و دانہ دیتے ہیں اور ان کو برقع یعنی منہ کی جالی اور جھولیں پہناتے ہیں''۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حاکم ابوعبداللہ کی تاریخ نیشاپور میں ابوجعفر حسن بن محمد بن جعفر کے حالات میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے:۔

''کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے گھوڑے کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو بادِ جنوبی سے کہا کہ میں تجھ سے ایسی مخلوق پیدا کرنے والا ہوں جو میرے دوستوں کے لئے عزت اور دشمنوں کے لئے ذلت کا ذریعہ بنے اور جو میرے فرمانبردار بندے ہیں ان کے لئے زیب وزینت ہو، تو ہوا نے جواب دیا کہ اے میرے رب! آپ شوق سے ایسا جانور پیدا کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہوا میں سے ایک مٹھی لی اور اس سے گھوڑا پیدا کر دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑے سے فرمایا کہ میں نے تجھ کو عربی النسل پیدا کیا اور خیر کو تیری پیشانی کے بالوں میں گرہ دے کر باندھ دیا۔ تیری پشت پر اموالِ غنیمت لاد کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائیں گے تیری فراخی رزق کا خود میں کفیل رہوں گا اور زمین پر چلنے والے دوسرے جانوروں کے مقابلہ میں تیری مدد کروں گا۔ تیرے مالک کو تیری ضرورت اپنی حاجت روائی اور دشمنوں سے لڑائی کے لئے ہوا کرے گی اور میں عنقریب تیری پشت پر ایسے لوگوں کو سوار کراؤں گا جو میری تسبیح وتہلیل اور تکبیر وتحمید کیا کریں گے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کی تہلیل، تکبیر اور تحمید کرتا ہے تو فرشتہ ان کو سن کر انہی الفاظ میں اس کا جواب دیتے ہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جب فرشتوں کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑا پیدا کیا ہے تو انہوں نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ اے ہمارے رب! ہم تیرے فرشتے تیری حمد وثناء کرتے رہتے ہیں۔ ہمارے لئے بھی آپ کا کچھ انعام ہے؟ فرشتوں کی یہ عرضداشت سن کر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے گھوڑے پیدا کر دیئے جن کی

گردنیں بختی اونٹوں کی گردنوں کے مشابہ تھیں۔ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں میں سے جس کی چاہے گا مدد کرے گا۔آپ نے فرمایا کہ جب گھوڑے کے قدم زمین پر جم گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ میں تیری ہنہناہٹ سے مشرکوں کو ذلیل کروں گا اور ان کے کانوں کو اس سے بھردوں گا اور اس سے ان کے دلوں کو مرعوب کر کے ان کی گردنوں کو پست کردوں گا۔آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام چوپایوں کی مخلوق کو حضرت آدم علیہ السلام کے روبرو پیش کرنے کا حکم فرمایا تو ان سے کہا کہ میری اس مخلوق میں جس کو چاہو پسند کرلو۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے گھوڑے کو پسند کیا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اے آدم! تو نے اپنے اور اپنی اولاد کے لئے ابدا لآباد تک عزت کو اختیار کیا۔جب تک وہ زندہ رہیں گے عزت بھی ہمیشہ رہے گی''۔

یہی حدیث شفاء الصدور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دوسرے الفاظ کے ساتھ مروی ہے اور وہ یہ ہے کہ:۔

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے گھوڑا پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو جنوب کی ہوا کو وحی بھیجی کہ میں تجھ سے ایک مخلوق پیدا کرنے والا ہوں اس کے لئے تو جمع ہو جا،تو وہ اس کے لئے جمع ہوگئی۔اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام آئے اور اس میں سے ایک مٹھی بھرلی۔پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ یہ میری مٹھی ہے۔اس کے بعد اس سے ایک کمیت گھوڑا پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تجھ کو فرس پیدا کیا اور عربی بنایا اور تجھے تمام چوپایوں پر کشادگی رزق میں فضیلت دی۔مال غنیمت تیری پشت پر لے جایا جائے گا اور خیر تیری پیشانی سے وابستہ ہوگی۔پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو بھیجا تو وہ ہنہنایا۔اس پر حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے کمیت تیری ہنہناہٹ سے مشرکین کو ڈراؤں گا اور ان کے کانوں کو بھردوں گا اور ان کے قدموں کو لڑکھڑادوں گا۔پھر اس کی پیشانی کو سفیدی سے داغا اور پاؤں کو سفید کیا۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا تو فرمایا کہ اے آدمؑ ان چوپاؤں میں سے جو تم کو پسند ہے اسے اختیار کرلے یعنی گھوڑے اور براق میں سے،براق خچر کی صورت پر ہے نہ مذکر ہے نہ مونث۔تو آدمؑ نے کہا کہ اے جبرائیلؑ میں نے ان دونوں میں سے خوب صورت چہرے والے کو اپنے لئے پسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ اے آدمؑ! تو نے اپنی عزت اور اپنی اولاد کی عزت کو اختیار کیا اور وہ ان میں باقی رہے گی جب تک کہ وہ باقی رہیں گے''۔

شفاء الصدور میں حضرت علیؓ سے یہ روایت بھی مذکورہ ہے کہ:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے،جس کے اوپر کے حصہ سے گھوڑے نکلتے ہیں اور نیچے کے حصہ سے۔

اور ان گھوڑوں کے لگام یاقوت و مروارید کے ہوں گے نہ وہ لید کریں گے نہ پیشاب ان کے بازو ہوں گے اور ان کے قدم حدِ نگاہ پر پڑیں گے۔جنتی ان پر سوار ہوکر جہاں چاہیں گے اڑتے پھریں گے،ان کو اڑتا دیکھ کر ان کے نیچے کے طبقہ کے لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! تیرے ان بندوں کو یہ انعام و اکرام کس وجہ سے حاصل ہوا۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ یہ لوگ شب بیداری کرتے تھے اور تم لوگ سوتے رہتے تھے۔یہ لوگ دن میں روزے سے ہوتے اور تم کھانا کھایا کرتے تھے۔یہ خرچ کرتے تھے اور تم بخل کیا کرتے تھے۔یہ لوگ (جہاد میں) قتال کرتے اور تم بزدلی کا

اظہار کیا کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان غبطہ کرنے والوں کے دلوں میں رضامندی ڈال دیں گے۔ چنانچہ وہ اپنی قسمت پر راضی ہو جائیں گے اور ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی"۔

سب سے پہلا گھوڑ اسوار

جو شخص سب سے پہلے گھوڑے پر سوار ہوئے وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ اسی وجہ سے گھوڑے کو عراب کہتے ہیں۔ اس سے پہلے وہ دوسرے جانوروں کی طرح وحشی تھا۔ چنانچہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھانے کا حکم فرمایا تو یہ بھی فرمایا کہ میں تم کو ایک ایسا خزانہ دوں گا جس کو میں نے خاص تمہارے لئے ہی رکھ چھوڑا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم بھیجا کہ باہر جاؤ اور اس خزانہ کے حصول کے لئے دعا مانگو۔ چنانچہ آپ اجیاد (مکہ المکرّمہ کا ایک پہاڑ) پر تشریف لے گئے حالانکہ آپ دعا کے الفاظ سے بھی ناواقف تھے اور اس خزانے سے بھی ناواقف تھے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا تھا۔ چنانچہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعا کا الہام ہوا۔ جب آپ دعا مانگ چکے تو سرزمین عرب کے جتنے وحشی گھوڑے تھے وہ سب کے سب حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس آ کر جمع ہو گئے اور سب نے گردن اطاعت آپ کے سامنے جھکا دی۔ اسی بناء پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا تھا کہ تم لوگ گھوڑے پر سوار ہوا کرو کیونکہ یہ تمہارے باپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی میراث ہے۔ نسائی نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ:۔

"نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ازواج (طاہرات) کے بعد گھوڑوں سے زیادہ کسی سے محبت نہیں ہے (علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی اسناد جید ہیں) ثعلبیؒ نے اپنی اسناد سے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ کوئی گھوڑا ایسا نہیں ہے کہ جس کو ہر صبح اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ دعا مانگنے کی اجازت نہ دی جاتی ہو کہ اے اللہ بنی آدم سے جس کو تو نے میرا مالک بنایا ہے اور مجھ کو اس کا مملوک بنایا ہے تو مجھ کو اس کے نزدیک اس کے اہل و مال سے زیادہ محبوب بنا دے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ (باعتبار انتفاع) گھوڑے تین قسم کے ہیں (۱) وہ گھوڑا جو رحمٰن کے لئے ہو (۲) وہ جو انسان کے لئے ہو۔ (۳) اور وہ جو شیطان کے لئے ہو، رحمٰن کے لئے وہ گھوڑا ہے جو فی سبیل اللہ اس کے دشمنوں سے قتال کرنے کی غرض سے پالا جائے۔ انسان کے لئے وہ گھوڑا جس پر مسافت طے کی جائے اور شیطان کے لئے وہ گھوڑا ہے جس پر کہ بازی (شرط) لگائی جائے"۔

طبقات ابن سعد میں قریب الملیکیؒ سے ایک روایت منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ سے قرآن پاک کی اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا کہ جو لوگ اس میں مذکور ہیں وہ کون ہیں؟ **اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ** وہ لوگ جو اللہ کے راستے میں دن رات میں پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں۔ پس ان کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے"۔ اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ اصحاب خیل یعنی گھوڑے والے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑے پر خرچ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے کہ جس کے ہاتھ صدقہ بانٹنے کے لئے ہر وقت کھلے رہیں اور کسی بھی وقت بند نہ ہوں، قیامت کے دن ان گھوڑوں کی لید اور پیشاب سے مشک جیسی خوشبو آئے گی۔

شیخین نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے دبلے (چھریرے) گھوڑوں کی دوڑ کرائی اور ان کو حفیاء

سے ثنیۃ الوداع تک چھوڑا۔ اس کے بعد آپ نے ان گھوڑوں کی دوڑ کرائی جو دبلے نہیں تھے اور ان کو ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق تک دوڑایا۔ حضرت ابن عمرؓ اس دوڑ میں تھے۔

شیخ الاسلام حافظ ذہبیؒ نے طبقات الحفاظ میں اپنے شیخ" شرف الدین دمیاطی سے بسند حضرت ابی ایوب انصاریؓ سے روایت کی ہے کہ:

"حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ملائکہ تین کھیل کے علاوہ کسی کھیل میں شریک نہیں ہوتے۔ ایک تو مرد کا اپنی عورت سے کھیلنا (ہنسی مذاق کرنا) دوسرے گھوڑے دوڑانا اور تیسرے تیر بازی کرنا"۔

اور ترمذیؒ نے ضعیف اسناد کے ساتھ اہل جنت کی صفت میں یہ روایت نقل کی ہے:۔

"حضرت ابوایوب انصاریؓ سے منقول ہے کہ ایک اعرابی آنحضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ مجھ کو گھوڑوں سے محبت ہے تو کیا جنت میں بھی گھوڑے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو جنت میں داخل ہوا تو تجھ کو وہاں پردار یاقوت کے گھوڑے ملیں گے تو ان پر سوار ہو کر جنت میں جہاں چاہے گا اڑتا پھرے گا"۔

معجم ابن قانع میں ہے کہ ان اعرابی کا نام عبدالرحمٰنؒ بن ساعدہ الانصاری تھا۔ دینوری نے بھی کتاب المجالسہ کے شروع میں ان کا ذکر کیا ہے۔

ابن عدیؒ نے اسی اسناد ضعیف کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جنتی سفید اور شریف النسل اونٹنیوں پر (جو کہ مثل یاقوت کے ہوں گی) سوار ہو کر ایک دوسرے کی زیارت کو جایا کریں گے اور جنت میں سوائے اونٹوں اور پرندوں کے اور کوئی جانور نہیں ہوگا۔

خیل السباق:۔ یعنی گھوڑ دوڑ کے لئے استعمال ہوں ان دس قسموں کو رافعی وغیرہ نے ذکر کیا ہے ان کے نام یہ ہیں:۔

(۱) مجل (۲) مصل (۳) تال (۴) بارع (۵) مرتاح (۶) حظی (۷) عاطف (۸) مؤمل (۹) سکیت (۱۰) فسکل مندرجہ ذیل اشعار میں انہی قسموں کی طرف اشارہ ہے:۔

مھمۃ خیل السباق عشرۃ	فی الشرح دون الروضۃ المعتبرۃ
وھی مجل ومصل تالی	والبارح المرتاح بالتوالی
ثم حظی عاطف مومل	ثم السکیت والاخیر الفسکل

آنحضور ﷺ کے گھوڑے اور ان کے نام:

سہیلیؒ نے "التعریف والاعلام" میں آنحضور ﷺ کے گھوڑوں کے نام یہ لکھے ہیں:۔

(۱) سکب۔ یہ نام اس وجہ سے رکھا گیا تھا کہ وہ (گھوڑا) پانی کی رو کی طرح تیز چلتا تھا اور "سکب" کے معنی (گل لالہ) کے بھی آتے ہیں۔

(۲) آپؐ کے ایک گھوڑے کا نام مرتجز تھا اور یہ نام اس کے خوش آواز ہونے کی بناء پر تھا۔

(۳) آپؐ کے ایک دوسرے گھوڑے کا نام لحیف تھا۔ لحیف کے معنی لپیٹنے اور ڈھانکنے کے آتے ہیں۔ چنانچہ یہ گھوڑا اپنی تیزی کے سبب راستہ کو لپیٹتا جاتا تھا۔ بعض حضرات نے اس کو لحیف کے بجائے خائے معجمہ کے ساتھ لخیف بھی لکھا ہے۔

(۴) امام بخاریؒ نے اپنی جامع میں آنحضور ﷺ کے ایک گھوڑے کا نام لزاز ذکر کیا ہے۔
(۵) آپؐ کے ایک گھوڑے کا نام جلاوح تھا۔
(۶) اور اسی طرح ایک گھوڑے کا نام فرس تھا۔
(۷) آپؐ کے ایک گھوڑے کا نام وردتھا۔ اس گھوڑے کو آپؐ نے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کو ہبہ فرمادیا تھا اور اس گھوڑے پر حضرت عمرؓ بوقت جہاد سوار ہوا کرتے تھے اور یہ وہ گھوڑا تھا جو بہت سستے داموں بکتا ہوا ملا تھا۔

علم کا ادب:

ابن السنی اور ابوالقاسم طبرانی نے ابان بن ابی عیاش سے اور مستغفری نے حضرت انس بن مالکؓ خادم رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے عامل عراق حجاج بن یوسف کو لکھا کہ حضرت انس بن مالکؓ کی دیکھ بھال کرو اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور ان کی مجلس میں حاضر ہوا کرو اور ان کو انعام واکرام سے نوازو۔ چنانچہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں خود ایک دن حجاج کے پاس گیا تو حجاج نے مجھ سے کہا کہ اے ابا حمزہؓ میں آپ کو اپنا گھوڑا دکھلانا چاہتا ہوں۔ آپ اس کو دیکھ کر مجھے بتلائیں کہ میرا گھوڑا آنحضور ﷺ کے گھوڑے سے کتنا ملتا جلتا ہے۔ چنانچہ اس نے وہ گھوڑا میرے سامنے لاکر کھڑا کردیا۔ میں نے اس گھوڑے کو دیکھ کر کہا "چہ نسبت خاک رابعالم پاک" یعنی اس گھوڑے اور رسول اللہ ﷺ کے گھوڑے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ آپؐ کے گھوڑے کا چارہ، لید اور پیشاب تک حصول ثواب کا ذریعہ تھا اور یہ تمہارا گھوڑا محض نمائش اور نام آوری کے لئے پالا گیا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ یہ جواب سن کر حجاج غصہ سے سرخ ہوگیا اور کہنے لگا کہ اگر خلیفہ کا خط آپ کے بارے میں میرے پاس نہ آیا ہوتا تو میں آپ کے منہ پر ایسی ضرب لگاتا کہ (العیاذ باللہ) آپ کی آنکھیں نکل پڑتیں۔ میں نے جواب دیا کہ تو ایسا کر ہی نہیں سکتا۔ حجاج نے پوچھا کیوں؟ میں نے جواب دیا کہ یہ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو ایسی دعا سکھائی تھی کہ جب میں اس کو پڑھ لیتا ہوں تو مجھ کو نہ کسی سلطان اور نہ شیطان اور نہ کسی درندے کا خوف رہتا ہے۔ میرا یہ جواب سن کر حجاج کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہوا اور ذرا ہوش میں آ کر لجاجت سے گفتگو کرنے لگا کہ اے ابا حمزہؓ آپ یہ دعا اپنے برادر نسبتی یعنی میرے لڑکے محمد بن حجاج کو بتا دیں۔ میں نے کہا کہ ہرگز نہیں، میں علم کو اس کے اہل میں تقسیم کروں گا۔ اس پر حجاج نے اپنے لڑکے سے کہا کہ تم بعد میں اپنے چچا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس جاکر التجا کرنا اور وہ دعا آپؓ سے سیکھ لینا۔

حضرت ابانؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت انسؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ نے مجھ کو بلایا۔ چنانچہ میں آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؓ نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابا احمد آج یہ تمہارا میرے پاس آنا آخری ہے اور یہ کہ تمہارا احترام مجھ پر واجب ہے۔ میں تم کو وہ دعا جو مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے سکھائی تھی بتلا رہا ہوں اور تم کو تنبیہ کرتا ہوں کہ یہ دعا کسی ایسے شخص کو نہ بتانا جو خدا سے نہ ڈرتا ہو۔ وہ دعا یہ ہے:۔

اللّٰہ اَکْبَر اللّٰہ اکبر بسم اللّٰہ علی نفسی ودینی بسم اللّٰہ علی اھلی ومالی بسم اللّٰہ علی کل شئی اعطانیہ ربی بسم اللّٰہ خیر الاسماء بسم اللّٰہ الذی لا یضر مع اسمہ داء بسم اللّٰہ الذی لا یضر مع اسمہ شئی فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم. بسم اللّٰہ افتتحت وعلی اللّٰہ توکلت اللّٰہ اللّٰہ ربی لا اشرک بہ شیئا اسئالک. اللّٰھم بخیرک من خیرک الذی لایعطیہ احد غیرک عز جارک وجل ثناء

ک ولا الہ غیرک اجعلنی فی عبادک واحفظنی من شر کل ذی شر خلقتہ واحترزبک من الشیطان الرجیم. اللھم انی احترس بک من شر کل ذی شر واحترزبک منھم واقدم بین یدی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قل ھواللّٰہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولدولم یکن لہ کفواً احد ومن خلفی مثل ذلک وعن یمینی مثل ذلک وعن یساری مثل ذلک ومن فوقی مثل ذلک ومن تحتی مثل ذلک.

مسئلہ:

شیخ الاسلام تقی الدین السبکیؒ فرماتے ہیں کہ خیل (گھوڑوں) کے بارے میں چند سوالات پیدا ہو سکتے ہیں اور وہ یہ ہیں:۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے پہلے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا یا گھوڑے کو؟

(۲) پہلے گھوڑے کو پیدا کیا یا اس کی مادہ (گھوڑی) کو؟

(۳) پہلے عربیات یعنی عربی گھوڑے پیدا کئے یا براذین یعنی غیر عربی گھوڑے۔

ان تینوں سوالات کے بارے میں کسی حدیث یا اثر کی نص موجود ہے یا محض سیر اور اخبار سے استدلال کیا گیا ہے۔

جواب:۔(۱) حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے تقریباً دو دن پہلے اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کو پیدا کیا۔

(۲) نر کو مادہ سے پہلے پیدا کیا۔

(۳) عربی گھوڑوں کو غیر گھوڑوں سے پہلے پیدا کیا۔

اس بارہ میں کہ گھوڑا حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے پیدا کیا گیا۔ ہم اس پر آیات قرآنی اور احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔ نیز اس کے علاوہ عقلی دلیل بھی ہے۔

عام طور پر دستور یہ ہے کہ جب کوئی معزز شخص کسی کے یہاں آنے کا قصد کرتا ہے یا اس کو مدعو کیا جاتا ہے تو اس کے آنے سے پہلے اس کی ضرورت اور آسائش کی چیزیں فراہم کی جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کی دنیا میں تشریف آوری کے سلسلہ میں یہی اہتمام کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور بنی آدم کی ضرورت کی جملہ اشیاء پہلے ہی سے مہیا کر دی تھیں۔ جیسا کہ کلام پاک کی اس آیت شریفہ سے مترشح ہوتا ہے۔"وَخَلَقَ لَكُمْ مَّافِي الْاَرضِ جَمِيْعاً" یعنی زمین میں جتنی چیزیں ہیں وہ سب تمہارے لئے مہیا کر دی گئیں۔

اس آیت کریمہ کا مطلب یہی تو ہو سکتا ہے کہ خود زمین اور زمین میں جو کچھ چیزیں ہیں۔ ان کو حضرت آدمؑ، بنی آدم کے لئے اللہ تعالیٰ نے اکراماً پیدا کر رکھی تھی اور کمال اکرام اسی وقت متحقق ہو سکتا ہے جبکہ مکرم کی جملہ ضروریات پہلے سے موجود ہوں۔

علاوہ ازیں حضرت آدمؑ اور آپ کی اولاد اشرف المخلوقات بنائی گئی۔ لہٰذا آپ کا ظہور سب مخلوقات (زمین اور جو کچھ زمین میں ہے) کے بعد میں ہوا جیسا کہ اشرف الانبیاء ﷺ کا ظہور سب انبیاء سے آخر میں ہوا۔

تیسری دلیل عقلی یہ ہے کہ ابھی آپ کو معلوم ہو چکا کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے اعزاز کی بناء پر حضرت آدم علیہ السلام سے قبل مافی الارض کی تخلیق کی اور مافی الارض میں حیوانات، نباتات، جمادات وغیرہ سب شامل ہیں نیز اس کا بھی آپ کو علم ہے نباتات و جمادات سے افضل حیوانات ہیں اور حیوانات میں علاوہ انسان کے افضل و اشرف گھوڑا ہے تو افضل مہمان کے لئے افضل چیز سب سے پہلے تیار کی جاتی ہے۔ لہٰذا گھوڑے کی پیدائش آدمؑ کی پیدائش سے قبل ہے۔

دلیل عقلی کے بعد اب سماعت کیجئے دلیل نقلی، دلیل نقلی میں اگرچہ بکثرت قرآنی آیات پیش خدمت ہو سکتی ہے مگر ہم یہاں مختصراً چار آیتوں سے استدلال کریں گے۔

(۱) خَلَقَ لَكُمْ مَافِي الْاَرْضِ جَمِيعاً ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَاءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰت.

ترجمہ: ''حق تعالیٰ نے پیدا کیا تمہارے فائدے کے لئے جو کچھ بھی زمین میں موجود ہے پھر توجہ فرمائی آسمان کی طرف تو درست کر کے بنا دیئے سات آسمان''۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ تسویہ سماء (یعنی تخلیق آسمان) سے پہلے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا ہوا اور زمین کی تمام چیزوں میں سے ایک چیز گھوڑا ہے تو گھوڑے کی پیدائش تسویۂ سماء سے قبل ہوئی اور اس تسویۂ سماء کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔

دلیل اس کی یہ ہے کہ تسویۂ سماء چھ دنوں کے اندر ہوا تھا۔ جیسا کہ اس آیت شریفہ سے مترشح ہوتا ہے۔ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا وَالْاَرْضَ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بَعْدَ ذٰلِكَ دَحَاهَا.

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش جمعہ کے دن کے تمام مخلوقات کے مکمل ہونے کے بعد ہوئی۔ معلوم ہوا تسویہ سماء سے قبل تمام چیزیں پیدا ہو چکی تھیں اور اس کے بعد تسویہ سماء ہوا جو چھ دن میں مکمل ہوا۔ پھر چھ دن کے بعد جمعہ کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ چھ دنوں کا آخری دن جمعہ اس وقت بھی صحیح ہو سکتا ہے جبکہ مخلوق کی ابتداء اتوار کے دن سے ہوئی ہو۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش موخر ہے اور گھوڑا تمام مخلوقات سے پہلے چھ دنوں کے اندر ہی پیدا ہوا ہے۔

(۲) دوسری آیت شریفہ یہ ہے:۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ اَنْبِئُوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰؤُلَاءِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ قَالُوْا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ قَالَ يَا آدَمُ اَنْبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّا اَنْبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَكُمْ اِنِّيْ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ''۔

ترجمہ: ''اور علم دیدیا اللہ تعالیٰ نے آدم کو سب چیزوں کے اسماء کا، پھر وہ چیزیں فرشتوں کے روبرو کردیں۔ پھر فرمایا کہ بتلاؤ مجھ کو اسماء ان چیزوں کے اگر تم سچے ہو، فرشتوں نے عرض کیا کہ آپ تو پاک ہیں مگر ہم کو علم نہیں، مگر وہی جو کچھ آپ نے ہم کو علم دیا ہے، بے شک آپ بڑے علم والے ہیں، حکمت والے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اے آدم! تم ہی ان کو بتلا دو کہ ان چیزوں کے نام، جب وہ بتلا دیئے ان کو آدم علیہ السلام نے ان چیزوں کے اسماء تو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نہ کہتا تھا کہ بے شک میں جانتا ہوں تمام پوشیدہ چیزیں آسمانوں کی زمینوں کی اور جانتا ہوں جس بات کو ظاہر کر دیتے ہو اور جس کو دل میں رکھتے ہو''۔

اس آیت سے استدلال اس طرح پر ہے کہ تمام اسماء سے یا تو نفس اسماء مراد ہیں یا مسمیات کی صفات اور ان کے منافع مراد ہیں۔ بہر حال دونوں صورتوں میں مسمیات کا وجود اس وقت ضرور تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ھؤلاء سے اشارکیا ہے۔ اگر مشار الیہ موجود نہ ہوتا تو ھؤلاء سے اشارہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اور منجملہ مسمیات کے گھوڑا ہے تو وہ بھی اس وقت ضرور موجود ہوگا اور الاسماء سے مراد تمام اسماء ہیں کیونکہ الف لام بھی ہے اور پھر کلھا سے اس کی تاکید بھی آئی ہے تو عموم کو اس میں زیادہ تقویت حاصل ہوگئی اور اسی طرح عرضھم اور باسمائھم یعنی ان چیزوں کو پیش کیا اور آدم نے ان کے نام بتلا دیئے۔ یہ تمام امور دلائل قطعیہ میں سے ہیں اور اسماء کا عام

ہونا گھوڑے کو شامل ہے۔

(۳) تیسری آیت شریفہ یہ ہے:۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَابَیْنَھُمَافِی سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ

ترجمہ:۔''اللہ وہ ہے جس نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ اس کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا، پھر عرش پر استویٰ فرمایا''۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان زمین کے درمیان جو کچھ ہے وہ چھ دن میں پیدا کیا گیا ہے اور یہ ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش یا تو چھ دنوں سے خارج ہو یعنی بعد میں ہو یا پھر چھ دنوں کے آخر میں ہو۔

(۴) چوتھی آیت شریفہ یہ ہے:۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَاالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَابَیْنَھُمَا فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ وَّمَامَسَّنَامِنْ لُّغُوْبٍ''

ترجمہ:۔''اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس سب کو چھ دن میں پیدا کیا اور ہم کو تکان نے چھوا تک نہیں''۔

اس آیت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ اس طرح کل ملا کر یہ چار آیتیں ہیں۔ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑے کی پیدائش پہلے ہوئی ہے۔

وہبؒ ابن منبہ سے روایت ہے (جو کہ اسرائیلیات میں سے ہے) کہ جب گھوڑا جنوب کی ہوا سے پیدا کیا گیا تو یہ بھی ہمارے قول کے منافی نہیں ہے اور نہ ہی ہم پر اس کی صحت کا التزام ہے۔ کیونکہ ہم اسی کو صحیح قرار دیں گے جس کو حق تعالیٰ نے صحیح قرار دیا ہے اور اس کے رسول سے جو بات منقول ہے اور جو ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ گھوڑے پہلے وحشی تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے تابع بنایا۔ یہ بھی ہمارے قول کے منافی نہیں ہے کیونکہ وہ آدمؑ سے پہلے پیدا ہوا اور اس کے بعد اسماعیل علیہ السلام کے زمانے تک وحشی رہا ہوگا یا کسی وقت اس پر سواری بھی ہوئی ہو اور پھر بعد میں وحشی ہو گیا ہو۔ اور پھر ایک عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو مطیع بنا دیا ہو اور اس کے علاوہ دوسرا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے گھوڑے پر حضرت اسماعیل علیہ السلام سوار ہوئے تو یہ بات بہت مشہور ہے۔ لیکن اس کی اسناد صحیح نہیں ہیں اور ہم اس کی صحت کے پابند نہیں۔ کیونکہ جو کچھ اوپر بیان ہو چکا وہی قابلِ اعتماد ہے کیونکہ وہ قرآنی استدلال ہے۔

پہلے یہ بھی بیان ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ نے مذکر گھوڑے کو مؤنث سے پہلے پیدا کیا تو اس کی دو وجہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ مذکر مونث پر شرف رکھتا ہے اور دوسری یہ کہ اس کی (یعنی مذکر کی) حرارت مونث سے زیادہ ہے کیونکہ اگر دو چیز ایک ہی جنس سے اور ایک ہی مزاج سے ہوں تو ان میں سے ایک کی حرارت دوسرے سے زیادہ ہوگی۔ اور عادت اللہ یہ ہے کہ جس کی حرارت زیادہ قوی ہو اسی کو پہلے پیدا کیا جاتا ہے اور چونکہ مذکر کی حرارت قوی ہے تو اس وجہ سے مناسب تھا کہ اس کا وجود بھی پہلے ہو اور اس وجہ سے بھی کہ آدم علیہ السلام حواء علیہا السلام سے پہلے پیدا ہوئے تو یہاں بھی مذکر کو پہلے پیدا کیا گیا۔ نیز اس لئے بھی کہ گھوڑے کا سب سے بڑا مقصد جہاد اور مذکر گھوڑا مونث (گھوڑی) سے جہاد کے لئے بہتر ہے۔ کیونکہ گھوڑا زیادہ قوی اور زیادہ دوڑنے والا ہے اور گھوڑی سے زیادہ جری بھی ہوتا ہے اور اپنی سواری کے ساتھ گھوڑی کے مقابلہ میں زیادہ قتال کر سکتا ہے جبکہ گھوڑی ہر طرح سے گھوڑے کے مقابلہ میں کمتر ہے۔

عربی گھوڑوں کا ترکی گھوڑوں سے پہلے پہلے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ عربی گھوڑا اشرف اور اصل ہے۔ کیونکہ عربی گھوڑا نہ ہونا یہ کسی عارض کی وجہ سے ہوتا ہے وہ عارض یا تو اس گھوڑے کے باپ میں ہوتا ہے یا ماں میں یا خود اس گھوڑے میں ہوتا ہے اور ایک دلیل یہ بھی

ہے کہ گزشتہ زمانے میں حضرت اسماعیلؑ وحضرت سلیمانؑ کے قصوں میں کہیں بھی ترکی گھوڑوں کا تذکرہ نہیں ملتا۔ ترکی گھوڑے اصل میں گھوڑوں کی خراب نسل ہے۔ اسی وجہ سے علماء اس کے سہام (حصہ) متعین کرنے میں مختلف ہیں۔ اور ایک مرسل حدیث میں ہے کہ فرس (عربی گھوڑا) کے لئے دو حصے ہیں اور ہجین (ترکی گھوڑے) کے لئے ایک حصہ ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ترکی گھوڑے خراب نسل میں سے ہیں اور حق تعالیٰ کے یہ شایانِ شان نہیں کہ وہ پہلے خراب نسل کو پیدا کرے۔

احادیث نبوی میں اور مضبوط آثار میں گھوڑوں کی فضیلت، گھوڑ دوڑ کا تذکرہ اوران کے پالنے کی فضیلت، ان کی برکات، گھوڑوں پر خرچ کرنے کی فضیلت اوران کی خدمت، ان کی پیشانی پر بشفقت ہاتھ پھیرنا، عمدہ نسل کے گھوڑوں کی تلاش، بہترین نسل کی نگہداشت وغیرہ وغیرہ کی بکثرت ہدایات ملتی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی تذکرہ ہے کہ گھوڑوں کو خصی نہ کرایا جائے اور نہ ان کی پیشانی ودموں کے بال کاٹے جائیں۔ گھوڑے اوران کے مالکوں کو مال غنیمت سے کتنے حصے ملیں گے؟ اس سلسلہ میں علماء کا سخت اختلاف ہے۔ اس کے علاوہ گھوڑوں پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ ان مباحث کی جانب بھی احادیث میں اشارات ہیں لیکن ہم نے اختصار کی وجہ سے انہیں چھوڑ دیا ہے۔ یہ بہت مختصری تفصیل ہے جس کو بعجلت لکھ لیا گیا تھا ورنہ گھوڑوں سے متعلق عنوان پر مستقل تصنیف لکھی جا سکتی ہے۔

گھوڑے کا شرعی حکم:

گھوڑوں کے گوشت کے سلسلہ میں کہ آیا کھایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ لفظ فرس کے تحت یہ بحث آئے گی۔ شرح کفایہ میں ہے کہ گھوڑوں کو دشمن اسلام کے ہاتھ فروخت کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ آلات جہاد میں سے ہے۔ جس طریقہ پر دشمن اسلام کو ہتھیار فروخت کرنا مکروہ ہے اور یہ بھی مکروہ ہے کہ گھوڑوں کے گلے میں کمان ڈالی جائے۔ آنحضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ خطابی نے لکھا ہے کہ آنحضور ﷺ نے گھوڑوں کے گلے میں اگر قلادہ موجود ہو تو اسے کاٹنے کا حکم دیا۔ مالکؒ کا یہ خیال ہے کہ چونکہ ان قلادوں میں گھنٹیاں لٹکائی جاتی تھیں اس لئے آنحضور ﷺ نے ممانعت فرمائی، جبکہ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ قلادوں کی ممانعت اس اندیشہ کی وجہ سے فرمائی کہ کہیں تیز دوڑتے وقت یہ قلادے گھوڑے کا گلا گھٹنے کا باعث نہ بن جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپؐ نے متعین طور پر قلادوں کی ممانعت کی ہو کہ اگر اس کے علاوہ کچھ اور چیزیں گھوڑوں کے گلے میں خوبصورتی وغیرہ کے لئے ڈالی جائیں تو ان کی ممانعت نہ ہو۔

اور بعض اہل علم یہ کہتے ہیں کہ جاہلیت کے دور میں عربوں کی یہ عادت تھی کہ بعض جھگڑوں کی صورتوں میں بطور جرمانہ گھوڑوں پر کمانیں لی جاتی تھیں اور آنحضور ﷺ نے اس سے روکا ہو۔ اس کے علاوہ یہ بھی یاد رکھئے کہ گھڑ دوڑ میں کسی گھوڑے کے آگے نکل جانے کا فیصلہ (جیتنے کا فیصلہ) اس کی گردن کے آگے ہونے سے ہو جائے گا۔ جبکہ اونٹوں کی دوڑ میں جیتنے اور ہارنے کا فیصلہ گردن پر موقوف نہیں ہے۔ کیونکہ اونٹ کی عادت یہ ہے کہ وہ دوڑتے ہوئے گردن بلند رکھتا ہے۔ چنانچہ اس کی گردن کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا جبکہ گھوڑ دوڑ میں اپنی گردن کی اونچائی کے مقابلہ میں لمبائی میں آگے بڑھاتا ہے۔ لیکن ایسے فیصلوں میں یہ ضروری ہے کہ دونوں گھوڑوں کی گردنوں کی لمبائی چوڑائی اور ان کی بلندی وغیرہ یکساں ہوں اور آنحضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ میں اور قیامت دونوں ایسے متصلا ہیں کہ جیسے دو دوڑتے ہوئے گھوڑے کہ ان میں فیصلہ نہیں ہوتا کہ کون ان میں سے آگے نکل جائے گا۔

مستدرک وسنن ابوداؤد وابن ماجہ کی روایت ہے:

''حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ایک گھوڑا دو گھوڑوں کے درمیان ڈال دیا حالانکہ وہ اس بات سے مطمئن نہیں ہے کہ وہ سبقت کر جائے گا تو یہ قمار نہیں ہے اور جس نے دو گھوڑوں کے درمیان

ایک گھوڑا اس حالت میں ڈالا کہ اس کو یقین تھا کہ وہ سبقت لے جائے گا تو یہ قمار ہے''۔

درست بات یہ ہے کہ ذمی لوگوں کو گھوڑے کی سواری سے منع کیا جائے گا۔ کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ ''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو اپنے دشمنوں کے گھوڑوں کی تیاری کا حکم دیا ہے اور ذمی خدا کے دشمن ہیں۔ اس کے علاوہ ایک دوسری وجہ یہ ہے کہ گھوڑوں کی پشت ان کی عزت ہے اور ذمی لوگوں پر ذلت طاری کی گئی ہے۔ اسلئے اگر ان کو گھوڑوں کی سواری کی اجازت دے دی گئی تو گویا ان کو عزت دے دی گئی اور جو ذلت ان پر طاری کی گئی تھی وہ ختم کر دی گئی۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ذمی لوگوں کو گھوڑے کی سواری سے منع نہیں کیا جائے گا۔ شیخ ابو محمد جوینیؒ کا قول ہے کہ ان کو عمدہ گھوڑوں کی سواری سے منع کیا جائے گا جیسے کہ عربی گھوڑے اور خراب نسل کے گھوڑوں کی سواری سے منع نہیں کیا جائے گا جیسے کہ ترکی گھوڑے اور امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ عمدہ گھوڑوں میں عمدہ خچر بھی شامل ہے۔

آئمہ جمہور کے نزدیک گھوڑوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهٖ وَلَا فِي فَرَسِهٖ صَدَقَةٌ (مسلم اس کے غلام اور اس کے گھوڑے پر کوئی صدقہ نہیں ہے''۔

امام ابوحنیفہؒ نے تنہا گھوڑیوں پر یا گھوڑوں کے ساتھ گھوڑیاں ہوں تو ان میں زکوٰۃ کو واجب قرار دیا جائے اور ان کے نزدیک مالک کا اختیار ہے کہ خواہ ہر گھوڑے کی طرف سے ایک دینار دے یا اس کی قیمت لگا کر دیدے اور قیمت میں اس حساب سے دے کہ ہر دو سو درہموں پر پانچ درہم دے۔ یعنی اڑھائی فیصد اور اگر تنہا گھوڑے ہوں تو ان پر کچھ نہیں۔

ضرب الامثال:

اہلِ عرب کہتے ہیں''اَلْخَيْلُ مَيَامِينُ ''یعنی گھوڑے مبارک ہیں۔ ایسے ہی کہتے ہیں''اَلْخَيْلُ اَعْلَمُ بِفُرْسَانِهَا ''کہ گھوڑا اپنے سوار کو زیادہ پہچانتا ہے۔ یہ مثال ایسے آدمی کے لئے بولی جاتی ہے جس کو لوگ مالدار سمجھیں لیکن حقیقت میں وہ مالدار نہ ہو۔

آنحضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ''يَا خَيْلَ اللّٰهِ ارْكَبِي ''(یعنی اے خدا کے گھوڑ و سوار ہو جاؤ) جو کہ آپ نے حنین کی جنگ میں فرمایا تھا اور یہ حدیث مسلم میں موجود ہے، تو آپ ﷺ کے اس قول میں مضاف محذوف مانا جائے گا۔ کیونکہ گھوڑے کیا سوار ہوتے یا کہیں گھوڑے بھی سوار ہوا کرتے ہیں اس لئے اس قول میں اصل مخاطب گھوڑوں کے سوار ہیں اصل میں یوں تھا یا فرسان خیل اللہ ارکبی (یعنی اے سوارو! اللہ کے گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ) یعنی اصل مخاطب گھوڑوں کے سوار تھے اور اس طرح حذف مضاف کلامِ عرب میں معمولاً ہوتا رہتا ہے۔ لیکن جاحظ نے''کتاب البیان والتبلیین''میں اس حدیث میں کچھ کلامی غلطی کی بناء پر اس کو حدیث ہی ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ چنانچہ جاحظ کی اس تحقیق کا مطلب یہ ہوگا کہ کلام عرب میں اس طرح کی مثال (یعنی حذف مضاف کی مثال) نہیں ملتی۔ مگر یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ آنحضور ﷺ تو بہت بڑے فصیح و بلیغ ہیں اور آپ کا کلام دوسروں کے لئے معیار ہے۔

گھوڑے کے طبی خواص:

اگر گھوڑے کو سرخ ہڑتال (زرنیخ احمر) کھلا دی جائے تو وہ فوراً مر جائے گا باقی تفصیل باب الفاء میں فرس کے بیان میں آئے گی۔

خواب میں تعبیر:

خواب میں گھوڑا قوت، عزت اور زینت کی شکل میں آتا ہے۔ کیونکہ یہ سواریوں میں سب سے عمدہ سواری ہے اس لئے جس نے اسے جس قدر خواب میں دیکھا اسی کے بقدر اس کو عزت و قوت حاصل ہوگی اور اکثر گھوڑے کی تعبیر مال کی زیادتی، وسعت رزق اور دشمن

پر فتح حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ والبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ۔

اور ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيلِ تُرْهِبُوْنَ بِهِ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ''

اور اگر کسی نے گھوڑے کو ہوا میں اڑتے ہوئے دیکھا تو اس کی تعبیر فتنہ ہے اور گھوڑے کی سواری غیر محل میں دیکھنا جیسا کہ چھت یا دیوار پر اپنے گھوڑے پر سوار دیکھا تو اس کی تعبیر میں کوئی خیر نہیں ہے اور اگر کسی نے خواب میں اپنے آپ کو ڈاک کے گھوڑے پر سوار دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ عنقریب اس کی موت واقع ہو جائے گی۔ تعبیر سے متعلق مزید تفصیل باب الفاء میں لفظ فرس کے بیان میں آئے گی۔ انشاء اللہ

مجربات:

گھوڑے اور دیگر جانوروں کے درد شکم کے لئے ان کے چاروں کھروں پر یہ لکھیں:۔

بِسمِ اللّٰه الرَّحمٰن الرحيم فَاَصَابَهَا اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ عجفون عجفون عجفون شاشيک شاشيک شاشيک۔ (انشاء اللہ درد جاتا رہے گا۔

گھوڑے کی سرخی (ایک بیماری) اور دوسرے جانوروں کی سرخی کے لئے یہ لکھ کر ان کے گلے میں لٹکا دیں۔ (یہ دونوں عمل تجربہ شدہ ہیں)

ولا طلهه هو هو هو رهست هر هرهرهرهرهر و هوهوهوهوهوه ه ه ه ه ه امهاهيا لولوس ردروبرحفرب ولا حول ولا قوة الا باللّٰه العلى العظيم.

ام خنور

(بجو) ام خنور: یہ تنور کے وزن پر ہے۔ اس کا بیان باب الضاد میں آئے گا۔ انشاء اللہ

باب الدال

اَلدَّابَّةُ

(زمین پر چلنے والے جانور) الدابة: جو حیوانات زمین پر چلتے ہیں ان کو عربی میں دابہ کہتے ہیں۔ بعض حضرات نے پرندوں کو لفظ دابہ کی شمولیت سے خارج کر دیا ہے اور اس خروج کی تائید میں قرآن شریف کی یہ آیت پیش کی ہے: وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّا اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ''۔

ترجمہ:''کوئی جانور زمین پر چلنے والا اور کوئی پرندہ اپنے پروں سے اڑنے والا نہیں ہے جس کی تم جیسی جماعتیں نہ ہوں''۔
لیکن اس مثال کی تردید قرآن پاک کی اس دوسری آیت سے ہوتی ہے:۔

''وَمَامِنْ دَابَّةٍفِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا وَیَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا مُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِی كِتَابٍ مُّبِیْنٍ''۔

ترجمہ:۔اور زمین پر کوئی دابہ ایسا نہیں ہے کہ جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو''۔اور جس کے متعلق ہو نہ جانتا ہو کہ وہ کہاں رہتا ہے اور کہاں وہ سونپا جاتا ہے سب کچھ صاف دفرتیں موجود ہے۔چونکہ اللہ تعالیٰ پرندوں کے رزق کا بھی کفیل ہے۔اس لئے وہ بھی دابہ کے عموم میں آ گئے۔مولف نے یہ تشریح نہیں فرمائی کہ پہلی آیت میں دابہ کے بعد لفظ طائر کا کیوں اضافہ کیا گیا ہے۔لیکن مترجم کی رائے نقص میں اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ طیور کے اندر دابہ ہونے کے علاوہ ایک دوسری صفت طیران کی بھی ہے جو دیگر دواب میں نہیں پائی جاتی۔لہٰذا لفظ طائر کا اضافہ کرنے سے یہ آیت جملہ اقسام دابہ کی جامع ہوگئی اور یہ اضافی اجماعی ہے امتیازی نہیں۔واللہ اعلم بالصواب)

شیخ تاج الدین بن عطاء نے فرمایا ہے کہ اس دوسری آیت میں اس امر کی تصریح ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ اپنی کل جاندار مخلوق کو رزق پہنچانے کا ضامن ہے اور اس کفالت وضمانت کے ذریعہ سے مومنین کے قلوب میں جو وساوس اور خطرات رونما ہوتے ہیں وہ دفعہ ہو جاتے ہیں اور اگر بالفرض کسی وقت یہ خطرات ان کے دلوں میں پیدا ہو بھی جائیں تو ایمان باللہ کا لشکر ان پر حملہ کر کے ان کو شکست دے دیتا ہے۔

اعشیٰ(شاعر عرب) نے دبیب(زمین پر چلنا) کا لفظ ایک پرندہ کے لئے اس طرح استعمال کیا ہے۔

بَنَاتٌ كَغُصْنِ الْبَانِ تَرْتَجُّ اِنْ مَشَتْ دَبِیْبُ قَطَا الْبَطْحَاءِ فِیْ كُلِّ مَنْهَلٍ

''لڑکیاں ہیں جیسا کہ شاخ آہو کہ جب چلتی ہیں تو وہ شاخیں حرکت میں آ جاتی ہیں اور چشموں پر سنگلاخ علاقوں کی قطاء جانور محسوس ہوتی ہیں''۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَ كَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اَللّٰهُ یَرْزُقُهَا وَاِیَّاكُمْ وَهُوَالْسَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

''اور کتنے جانور ایسے ہیں جو اپنا رزق نہیں اٹھاتے۔اللہ تعالیٰ ان کو اور تم کو رزق دیتا ہے۔وہی سننے والا اور جاننے والا ہے''۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَاللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ

''بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین جانور وہ ہیں جو بہرے اور گونگے ہیں اور عقل نہیں رکھتے''۔

ابن عطیہؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مقصد کفار کی سرکش جماعت کو بیان کرنا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین خلائق سے ہیں اور ذلیل سے ذلیل طبقہ میں اس کا شمار ہوتا ہے۔کفار کو دواب سے اس لئے تشبیہ دی گئی ہے تا کہ ان کی برائی ثابت ہو جائے اور کتے،خنزیر اور فواسق خمسہ(سانپ،بچھو،کوا وغیرہ) کو ان پر فضیلت حاصل ہو جائے۔

''حضور اکرم ﷺ کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا۔آپؐ نے اس کو دیکھ فرمایا مستریح(آرام پانے والا) اور مستراح منہ(اپنے سے آرام دینے والا) صحابہؓ نے آپؐ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ!مستریح اور مستراح منہ کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ مومن دنیا کی کلفتوں سے چھوٹ کر اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت میں پہنچ جاتا ہے وہ مستریح ہے(یعنی آرام پانے والا) اور جو فاجر ہے اس کے مرنے سے دوسرے بندے،شہر درخت اور چوپایہ آرام

پاتے ہیں اس لئے وہ مستراح منہ (اپنے سے آرام دینے والا) ہے''۔
سنن ابوداؤد اور ترمذی میں ہے:
''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین پر چلنے والا کوئی جانور ایسا نہیں ہے کہ وہ جمعہ کے دن خاموش طریقہ سے متوجہ نہ ہوتا ہو اس بات سے ڈر کر کہ کہیں قیامت قائم نہ ہو جائے''۔
حلیہ میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ جو اصحاب صفہ میں سے تھے ان کے حالات میں لکھا ہے کہ:۔
''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کا دن سید الایام ہے (یعنی سب دنوں میں بزرگ ترین دن ہے) اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک عید الفطر اور عید الضحیٰ سے اس کا بڑا مرتبہ ہے اور کوئی فرشتہ، آسمان، زمین، پہاڑ، ہوا اور دریا میں ایسا نہیں ہے کہ جو جمعہ کے دن اس بات سے نہ ڈرتا ہو کہ کہیں قیامت قائم نہ ہو جائے''۔
صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ:
''نبی علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مٹی کو ہفتہ کے دن پیدا فرمایا اور اس میں پہاڑ کو اتوار کے دن اور درخت کو پیر کے دن ناپسندیدہ چیزوں کو منگل کے دن اور نور کو بدھ کے دن پیدا فرمایا اور اس میں جانور جمعرات کے دن پھیلائے۔ آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد جمعہ کی آخری گھڑیوں میں عصر اور مغرب کے مابین پیدا فرمایا''۔
بے شک اللہ تعالیٰ بغیر کسی کلفت اور محنت کے جو چاہتے ہیں پیدا کر دیتے ہیں اور بغیر کسی سبب و مرتبہ کے جس کو چاہتے ہیں منتخب کرتے ہیں اور اپنی ربوبیت کا علم دینے کے لئے جو چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں اور اپنی وحدانیت پر دلالت کرنے کے لئے جو چاہتے ہیں منتخب کرتے ہیں۔ ظالم اور جابر لوگ (کفار) جو اس کے بارے میں نسبت کرتے ہیں وہ اس سے بہت بلند و بالا ہے۔ کامل ابن اثیر میں لکھا ہے کہ کسریٰ شاہ فارس کے یہاں پچاس ہزار دابہ اور تین ہزار عورتیں تھیں۔

ایک عجیب قصہ:

تاریخ ابن خلکان میں رکن الدولہ بن بویہ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ اس کی کسی دشمن سے لڑائی ہوئی اور فریقین میں خوراک کی اس قدر تنگی ہوئی کہ دونوں نے اپنے اپنے دواب یعنی جانوروں کو ذبح کرنا شروع کر دیا اور رکن الدولہ کی حالت تو یہ ہوگئی کہ اگر اس کا بس چلتا تو شکست قبول کر لیتا۔ چنانچہ اس نے اپنے وزیر ابوالفضل بن العمید سے مشورہ کیا کہ آیا جنگ جاری رکھی جائے یا گریز کیا جائے؟ وزیر نے جواب دیا کہ آپ کے لئے سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے اور کوئی جائے پناہ نہیں۔ لہٰذا آپ مسلمانوں کے لئے خیر کی نیت رکھیں اور حسن سیرت اور احسان کرنے کا پختہ ارادہ فرمالیں اور یہ اس لئے ضروری ہے کہ فتح حاصل کرنے کی جملہ تدابیر جو ایک انسان کے قبضہ قدرت میں تھیں وہ سب منقطع ہو چکیں۔ لہٰذا اگر ہم لڑائی سے جان بچا کر بھاگنے پر کمر باندھ لیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ دشمن ہمارا تعاقب کر کے ہم کو قتل کر دیں گے۔ کیونکہ ان کی تعداد ہم سے بہت زیادہ ہے۔ بادشاہ نے وزیر کی یہ تقریر سن کر فرمایا کہ اے ابو الفضل میں تو یہ رائے تم سے پہلے ہی قائم کر چکا تھا۔
ابوالفضل وزیر کا بیان ہے کہ میں اس کے بعد رکن الدولہ کے پاس سے اٹھ کر اپنے ٹھکانہ پر آ گیا۔ لیکن جب تہائی رات باقی رہ گئی تو رکن الدولہ نے مجھے بلا بھیجا اور کہا کہ ابھی میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ گویا میں اپنے دابہ (گھوڑے) فیروز نامی پر سوار ہوں اور ہمارے دشمن کو شکست ہو چکی ہے اور تم میرے پہلو میں چل رہے ہو۔ اور ہم کو ایسی جگہ سے کشادگی پہنچی کہ جہاں ہمارا وہم و گمان

بھی نہ تھا۔ چلتے چلتے میں نے نگاہ نیچی کر کے زمین کی طرف دیکھا تو مجھے ایک انگشتری پڑی ہوئی نظر آئی۔ چنانچہ میں نے اس کو اٹھالیا اور دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس میں فیروزہ کا نگینہ لگا ہوا ہے۔ میں نے اس کو تبرک سمجھ کر اپنی انگلی میں پہن لیا اور اس کے بعد فوراً میری آنکھ کھل گئی۔ میری رائے میں اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ ہم کو انشاء اللہ فتح ہوگی۔ کیونکہ فیروز اور فتح دو مترادف الفاظ ہیں اور میرے گھوڑے کا نام بھی فیروز ہی ہے۔

وزیر ابوالفضل کا بیان ہے کہ ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ ہم کو یہ خوشخبری پہنچی کہ دشمن فرار ہو گئے اور اپنے ڈیرے خیمے سب چھوڑ کر بھاگ گئے۔ چنانچہ جب متواتر یہ خبریں آتی رہیں تو ہم کو دشمن کی ہزیمت کا یقین ہو گیا۔ بہرحال ہم کو دشمن کی شکست کے اسباب کی کوئی خبر نہ تھی۔ اس لئے ہم آگے بڑھے مگر اس خیال سے کہ ہمارے ساتھ کہیں کسی نے کوئی دھوکہ نہ کیا ہو اس لئے ہم نے احتیاط کا پہلو ہاتھ سے نہ چھوڑا اور میں احتیاطاً بادشاہ کے ایک جانب ہو گیا۔ بادشاہ اپنے گھوڑے فیروز پر سوار تھے۔ ہم ابھی کچھ ہی قدم آگے بڑھے تھے کہ بادشاہ رکن الدولہ نے ایک غلام سے جوان کے آگے آگے چل رہا تھا، چیخ کر کہا کہ یہ انگشتری اٹھا کر مجھے دو۔ چنانچہ غلام نے وہ انگشتری اٹھا کر بادشاہ کو دیدی۔ اس انگشتری میں ایک فیروزہ جڑا ہوا تھا۔ رکن الدولہ نے فوراً وہ انگشتری پہن لی اور کہنے لگا کہ میرے خواب کی تعبیر پوری ہو گئی۔ یہ بعینہ وہی انگشتری ہے جو میں نے خواب میں دیکھی تھی۔ رکن الدولہ کا نام حسن ابو علی تھا، یہ ایک جلیل القدر اور بارعب بادشاہ گزرا ہے۔ اصفہان، رے، ہمدان، آذربائیجان اور پورا عراق عجم اس کی مملکت میں داخل تھے اس کے علاوہ اور بہت سے ممالک اس نے فتح کر کے اپنی زیر حکومت کر لئے تھے اور ان ممالک کے لئے اس نے کچھ قواعد و قوانین بھی مقرر کئے تھے۔ اس عظیم بادشاہ نے ۴۴ سال تک حکومت کی اور ماہ محرم ۳۶۶ھ میں بعمر ۹۹ سال وفات پائی۔

ابن سبع السبتی کی کتاب شفاء الصدور میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے یہ روایت منقول ہے:۔

''حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دواب (چوپاؤں) کے چہروں پر مت مارو کیونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح خوانی کرتی ہے''۔

احیاء میں باب کسر الشہوتین کے تحت لکھا ہے کہ روٹی تیار کر کے اس وقت تک تیرے سامنے نہیں رکھی جاتی تاوقتیکہ اس میں تین سو ساٹھ کاریگر کام نہ کر لیں۔ ان کام کرنے والوں میں سب سے اول حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانوں سے پانی ناپ کر دیتے ہیں ان کے بعد دوسرے فرشتے ہیں جو بادلوں کو ہنکاتے ہیں اور پھر ان کے بعد چاند، سورج اور افلاک ہیں اور ان کے بعد ہوا کے فرشتے ہیں اور زمین کے جانور ہیں اور سب آخر میں نان بائی کا نمبر آتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کے سامنے پکی ہوئی روٹی جب آتی ہے تو اس میں حضرت میکائیل علیہ السلام سے لے کر نان بائی تک تین سو ساٹھ ہاتھوں کی کاریگری ہوتی ہے تب جا کر وہ آپ کو کھانے کے واسطے ملتی ہے''وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا''یعنی اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔

حکایت:

امام احمدؒ اور بیہقیؒ نے محمدؒ بن سیرین سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ ایک دابہ نمودار ہوا جو لوگوں کو ہلاک کر دیتا تھا۔ چنانچہ جو بھی اس دابہ کے قریب جاتا اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا۔ ایک دن ایک کانا آدمی آیا اس نے لوگوں سے کہا کہ تم اس جانور کی فکر نہ کرو۔ میں اس کو دیکھ لوں گا۔ چنانچہ جب وہ کانا شخص اس جانور کے پاس پہنچا تو اس جانور نے اس کو کچھ ایذا نہ دی بلکہ گردن اطاعت اس کے سامنے جھکا دی اور اس شخص نے اس کو قتل کر دیا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ آپ کا معاملہ عجیب ہے۔ ہمیں کچھ اپنے بارے میں بتایئے۔ اس شخص

نے جواب دیا کہ میں نے زندگی میں کبھی کوئی گناہ نہیں کیا صرف ایک مرتبہ میری اس آنکھ نے ایک خطاء (گناہ) کیا تھا۔ چنانچہ میں نے اس کو یہ سزا دی کہ تیر سے اس کو نکال کر پھینک دیا اور اسی لئے اب میں کانا ہوں۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ توبہ کا یہ طریقہ بنی اسرائیل یا ہم سے پہلے کسی اور شریعت میں جائز ہوگا مگر شریعت محمدیہ میں اگر کسی نامحرم عورت پر قصداً نگاہ ڈالی جائے تو اس آنکھ کا نکال دینا ہرگز جائز نہیں بلکہ سچے دل سے توبہ کر لینا کافی ہے۔

ابن خلکانؒ نے ربیع الجیزی کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ ایک بار دابہ (گھوڑے) پر سوار ہو کر مصر کی کسی سڑک سے گزر رہے تھے کہ اچانک کسی نے ایک مکان کی چھت سے راکھ سے بھرا ہوا ایک ٹوکرا آپ پر الٹ دیا۔ آپ اپنی سواری سے اتر کر کپڑے جھاڑنے لگے۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ اس گھر والے کو بلا کر ڈانٹتے کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جو شخص آگ (یعنی دوزخ) کا مستحق ہو اور اس کے سر پر راکھ پڑنے سے اگر جہنم کی آگ سے اس کا پیچھا چھوٹ جائے تو اس پر غصہ کرنا جائز نہیں۔

ربیع ابن سلیمان شافعی تھے اور شافعی کے جدید قول کے راویوں میں سے تھے۔ ان کی ۲۰۵ میں وفات ہوئی۔ ان کو جیزی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ جیزہ کے رہنے والے تھے۔ جیزہ قاہرہ سے چند میل کے فاصلے پر دریا پار ایک بستی ہے یہاں کے احرام مشہور ہیں اور ان کا شمار دنیا کے عجائبات میں ہوتا ہے۔ اصل میں یہ اہرام مصری بادشاہوں کے مقبرے ہیں اور ان عالی شان مقبروں کو تعمیر کرانے سے ان کا مقصد یہ تھا کہ جس طرح ہم اپنی زندگی میں دیگر بادشاہوں سے ممتاز رہے۔ اسی طرح مرنے کے بعد بھی ہمارا امتیاز باقی رہے۔

کہتے ہیں کہ جب مامون رشید خلیفہ عباسی مصر پہنچا تو اس نے ایک اہرام کو توڑنے کا حکم دیا تا کہ اس کے اندرونی حالات کا علم ہو سکے۔ چنانچہ اس کو توڑنے میں بہت محنت اور جانفشانی اٹھانی پڑی اور کافی روپیہ خرچ ہوا۔ اس کو توڑنے کے بعد جب اس کے اندر گئے تو چند بیکار چیزیں ٹاٹ کے ریشے اور گلی ہوئی رسیاں پڑی ہوئی پائی گئیں۔ اس کی اندرونی زمین پر اس قدر سیلابی اور نمی وغیرہ جمی ہوئی تھی کہ اس پر چلنا دشوار تھا۔ عمارت کے بالائی حصہ میں ایک چوکور حجرہ تھا جس کے ہر ضلع کا طول آٹھ ہاتھ تھا اور اس کے وسط میں ایک حوض تھا۔ چنانچہ سب کچھ دیکھنے کے بعد مامون رشید نے دیگر اہراموں کو توڑنے سے روک دیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہرمس اول یعنی اخنوع نے (اور یہ ادریس علیہ السلام ہیں) ستاروں کے حالات دیکھ کر ایک طوفان کی اطلاع دی تھی اور اس طوفان سے محفوظ رہنے کے لئے اہراموں کی تعمیر کرائی تھی اور ان اہراموں کی تعمیر میں چھ ماہ کا عرصہ لگا تھا اور ان اہراموں پر عبارت کندہ کرائی تھی کہ:۔

> ''جو شخص ہمارے بعد آئے اس سے کہہ دیا جائے کہ ان اہراموں کو منہدم کرنے میں چھ سو سال لگیں گے حالانکہ عمارت کا منہدم کرانا اس کے تعمیر کرنے سے زیادہ آسان ہے۔ ہم نے ان کو دیباج کا لباس پہنایا ہے اور اگر وہ چاہے تو ان کو ٹاٹ پہنا دے حالانکہ ٹاٹ دیباج سے ارزاں ہے''۔

امام ابوالفرج بن الجوزیؒ نے اپنی کتاب ''سلوۃ الاحزان'' میں لکھا ہے کہ ان اہرام میں یہ بات عجیب ہے کہ ہر اہرام کی بلندی چار سو ذراع ہے اور ان کی ساخت سنگ رخام اور سنگ مرمر کی ہے اور ان پتھروں پر یہ عبارت کندہ ہے:۔

> ''میں نے اس عمارت کو اپنی حسن تدبیر سے بنایا ہے۔ اگر کوئی شخص قوت کا دعویدار ہے تو اس کو منہدم کر دے کیونکہ انہدام تعمیر سے زیادہ آسان ہے''۔

ابن المنادی کہتے ہیں کہ ہم کو اس عبارت کا یہ مطلب معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص دنیا بھر کا خراج مکرر وصول کر کے ان کے

انہدام میں خرچ کرے تو بھی ان کو منہدم نہیں کر سکتا''۔

قرآن پاک کی سورۂ بروج میں جو یہ آیت شریفہ ہے کہ ''قُتِلَ اَصْحٰبُ الاُخْدُوْدِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ اِذْهُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ وَّهُمْ عَلٰى مَايَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ '' کہ خندق والے یعنی بہت سے ایندھن کی آگ والے ملعون ہوئے جس وقت وہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ ظلم وستم کرر ہے تھے اس کو دیکھ کرر ہے تھے''۔

اس آیت کی تفسیر میں رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث جو کہ صحیح مسلم ودیگر کتب حدیث میں منقول ہے مفسرین بیان کرتے ہیں اس حدیث کو حضرت صہیبؓ نے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک بادشاہ تھا اور اس کے یہاں ایک کاہن اور بروایت دیگر ساحر تھا، ایک دن اس نے بادشاہ سے کہا کہ چونکہ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں اور مجھ کو اندیشہ ہے کہ اگر میں مر گیا تو یہ میرا علم تم سے منقطع ہو جائے گا۔ لہٰذا تم میرے لئے کوئی ذہین اور سریع الفہم لڑکا تلاش کرو تا کہ اس کو میں اپنا یہ علم سکھادوں۔ چنانچہ بادشاہ نے اس کی منشاء کے مطابق ایک لڑکا تلاش کرا دیا اور اس کو حکم دیا کہ وہ شاہی ساحر کے پاس تعلیم حاصل کرنے کے لئے آیا کرے۔ چنانچہ وہ لڑکا حسب الحکم ساحر کے پاس آنے جانے لگا۔ چنانچہ جس راستے سے وہ لڑکا ساحر کے پاس آتا اس راستے میں کسی راہب کی ایک خانقاہ بھی تھی (معمر کہتے ہیں کہ میرے گمان میں نصاریٰ اس وقت تک دین حق پر قائم تھے۔ یعنی یہ راہب کی ایک خانقاہ بھی تھی چنانچہ لڑکا جب ساحر کے پاس آتا جاتا تو راستہ میں اس راہب کے پاس بھی بیٹھ جاتا اور اس سے بات چیت کرتا۔ چنانچہ اس کو ساحر کے پاس پہنچنے میں کچھ دیر لگ جاتی۔ اس پر ساحر نے لڑکے کے والدین سے کہلا بھیجا کہ تمہارے لڑکے نے میرے پاس آنا بہت کم کر دیا ہے۔ لڑکے نے ساحر کی اس شکایت سے راہب کو بھی مطلع کر دیا۔ چنانچہ راہب نے لڑکے سے کہا کہ جب تجھ کو ساحر سے ڈر لگا کرے تو تم اس سے یہ کہہ دیا کرنا کہ مجھ کو گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب گھر والے دیر سے پہنچنے پر تجھ سے باز پرس کریں تو کہہ دیا کرنا کہ مجھ کو ساحر نے دیر سے چھوڑا ہے۔

چنانچہ لڑکا کچھ دن ایسا ہی کرتا رہا ایک دن وہ چلا آرہا تھا کہ ایک دابہ عظیمہ (بڑا جانور) نمودار ہوا اور لوگ اس کے ڈر سے راستہ چلنے سے رک گئے۔ لڑکے نے جب یہ نظارہ دیکھا تو دل میں سوچنے لگا کہ آج ساحر اور راہب کا عقدہ کھل جائے گا۔ کہ آیا ساحر سچا ہے یا راہب۔ چنانچہ اس نے ایک پتھر اٹھایا اور یہ کہہ کر کہ ''یا اللہ! اگر تیرے نزدیک راہب کا عمل ساحر کے عمل سے محبوب ہے تو اس دابہ کو ہلاک کر دے''۔ اس نے مار دیا۔ خدا کی قدرت کہ پتھر لگتے ہی وہ جانور ہلاک ہو گیا۔ یہ دیکھ کر لوگ آپس میں کہنے لگے کہ اس لڑکے کو کوئی ایسا علم حاصل ہے جو دوسروں کو نہیں۔ اتفاق سے بادشاہ کا ایک مصاحب نابینا تھا، جب اس کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ لڑکے کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ اگر تو میری بینائی واپس لا دے تو میں تجھ کو اتنا انعام دوں گا۔ لڑکے نے جواب دیا کہ مجھ کو انعام کی قطعی حاجت نہیں۔ البتہ میری آپ سے یہ شرط ہے کہ اگر آپ اچھے ہو گئے (یعنی آپ کی بینائی واپس آ گئی) تو کیا اس ذات پاک پر جس کے حکم سے آپ اچھے ہوں گے ایمان لے آئیں گے؟ نابینا نے یہ شرط منظور کر لی اور کہا کہ میں ضرور ایسا کروں گا۔ چنانچہ لڑکے نے اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے دعا مانگی۔ دعا ختم ہوتے ہی نابینا بینا ہو گیا اور اس نے دین حق قبول کر لیا۔

اس کے بعد یہ شخص حسب معمول بادشاہ کی مجلس میں آ کر بیٹھ گیا۔ بادشاہ نے اس کو بینا دیکھ کر پوچھا کہ یہ تیری بینائی کس نے لوٹا دی؟ اس نے جواب دیا کہ میرے رب نے بادشاہ نے حیرت سے پوچھا کہ کیا میرے سوا تیرا اور بھی کوئی رب ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔ یہ جواب سن کر بادشاہ نے ایک آرہ منگوایا اور اس کے سر پر چلوا کر دو ٹکڑے کرا دیئے۔

امام ترمذیؒ کی روایت کے مطابق یہ دابہ (جس کولڑکے نے پتھر سے ہلاک کیا تھا) شیر تھا اور جب اس لڑکے نے راہب کو شیر کے ساتھ اپنے اس واقعہ کی اطلاع دی تو راہب نے کہا کہ تیری ایک خاص شان ہے اور تو اس کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا ہوگا مگر خبردار میرا کسی سے کچھ تذکرہ نہ کرنا۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ جب بادشاہ کو ان تینوں شخصوں کا حال معلوم ہوا تو اس نے ان کو طلب کرلیا اور راہب و نابینا کو آرہ سے چروادیا اور لڑکے کے بارے میں یہ حکم دیا کہ اس کو فلاں پہاڑ پر لیجا کر سر کے بل گرادو۔ چنانچہ بادشاہ کے فرستادگان اس کو پہاڑ پر لے گئے اور جب انہوں نے اس کو گرانے کا قصد کیا تو لڑکے نے یہ دعا مانگی کہ ''یا اللہ! تو جس طرح چاہے ان کو میری طرف سے بھگت لے'' چنانچہ یہ کہتے ہی وہ لوگ پہاڑ سے لڑھکنے لگے اور صرف لڑکا باقی رہ گیا۔ اور وہ لڑکا واپس بادشاہ کے پاس پہنچا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ میرے آدمی کہاں گئے۔ لڑکے نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف سے ان کا بھگتان کردیا۔ اس پر بادشاہ نے حکم دیا کہ اس لڑکے کو لے جا کر سمندر میں ڈبودو۔

چنانچہ اس کے آدمیوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور اس کو لے جا کر سمندر میں دھکا دے دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے لڑکے کے بجائے ان لوگوں کو ہی ڈبودیا اور وہ لڑکا پانی پر چلتا ہوا صحیح وسالم باہر نکل آیا۔ اور بادشاہ کے پاس آ کھڑا ہوگیا۔ بادشاہ لڑکے کو دیکھ کر بہت متحیر ہوا۔ آخر کار لڑکا خود ہی بادشاہ سے مخاطب ہوکر بولا کیا واقعی آپ کا ارادہ میری جان لینے کا ہے؟ بادشاہ نے اثبات میں جواب دیا۔ اس پر لڑکے نے کہا کہ تم مجھ کو ہرگز نہیں مار سکتے۔ البتہ اگر مجھ کو مارنا ہی ہے تو اس کی ترکیب یہ ہے کہ مجھ کو ایک تختہ سے باندھ کر ایک تیر یہ کہہ مارو ''بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ ھٰذَا الْغُلَامِ'' مگر مارنے سے پہلے تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کرلینا۔ چنانچہ بادشاہ نے سب لوگوں کو جمع کرکے لڑکے کے ترکش سے ایک تیر نکال کر وہی الفاظ کہہ کر تیر اس کے مارا۔ تیر سیدھا لڑکے کی کنپٹی پر جالگا اور اس کو ختم کردیا۔ لڑکے نے اپنا ہاتھ شہید ہوتے وقت اپنی کنپٹی پر رکھ چھوڑا تھا۔ یہ سارا معاملہ دیکھ کر مجمع نے بیک زبان ہوکر کہا کہ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ بادشاہ کے مصاحبین نے بادشاہ سے کہا کہ پہلے تو آپ صرف تین ہی شخصوں کے مسلمان ہونے سے گھبرارہے تھے مگر اب یہ سارا عالم مسلمان ہوگیا اور آپ کے مخالف بھی ہوگیا اب آپ کیا کریں گے؟ یہ سن کر بادشاہ نے حکم دیا کہ اخدود (خندقیں) کھودی جائیں اور ان میں آگ اور لکڑیاں بھردی جائیں۔ اس کے بعد ان تمام لوگوں کو اس میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور جو شخص بھی اسلام سے منحرف نہ ہوا اس کو آگ میں جھونک دیا گیا۔

امام مسلمؒ نے اپنی روایت میں یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ جب خندقیں کھودکر اور ان میں آگ جلا کر اہل اسلام کو اس میں جھونکا جارہا تھا تو بادشاہ کے فرستادگان ایک عورت کو جس کی گود میں ایک شیر خوار بچہ تھا آگ میں ڈالنے کے لئے لائے۔ چنانچہ وہ عورت بچہ کی وجہ سے کچھ مضمحل سی ہوگئی۔ ماں کی یہ حالت دیکھ کر وہ شیر خوار بچہ بول اٹھا اور کہا کہ اماں جان گھبرایئے نہیں کیونکہ آپ حق پر ہیں۔ ابن قتیبہؒ نے کہا ہے کہ اس بچہ کی عمر صرف سات ماہ کی تھی۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ وہ لڑکا جو شہید کردیا گیا تھا (جس کو بادشاہ نے ایک تیر کے ذریعہ شہید کیا تھا) حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں قبر سے برآمد ہوا تھا اور اس کا ہاتھ بدستور اس کی کنپٹی پر رکھا ہوا تھا۔

محمدؒ بن اسحاق صاحب سیرت نے لکھا ہے کہ اس لڑکے کا نام عبداللہ بن التامر تھا۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں نجران کے کسی شخص نے اپنی کسی ضرورت سے ایک ویرانہ کھودا تو وہاں سے لڑکے کی لاش برآمد ہوئی جو ایک دیوار کے نیچے گڑی ہوئی تھی۔ لڑکے کا ہاتھ تیر لگنے کی

جگہ کنپٹی پر رکھا ہوا تھا اور اس کی انگلی میں ایک انگوٹھی تھی جس پر" ربی اللہ لکھا ہوا تھا۔ اس واقعہ کی جب حضرت عمرؓ کو بذریعہ تحریر اطلاع دی گئی تو آپ نے لکھ بھیجا کہ لاش کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

سہیلیؒ فرماتے ہیں کہ لاش کے اپنی اصلی حالت میں قائم رہنے کی تصدیق اس آیت کریمہ میں ہوتی ہے۔ **وَلَاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا الايه** (جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ مت سمجھو")

اس کے علاوہ آنحضور ﷺ کی اس حدیث سے بھی تصدیق ہوتی ہے اور وہ یہ ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تاكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِياءِ.

"اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے"۔

یہ حدیث ابوداؤدؒ نے روایت کی ہے اور ابوجعفر الداودی نے بھی اس کو روایت کیا ہے مگر ان کی روایت میں شہداء علماء اور موذن لوگ بھی شامل ہیں۔ لیکن وہ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کا اضافہ غریبہ ہے لیکن اس کے باوجود ابوداؤدی ثقہ اور معتمد ہیں۔

ابن بشکوال کا قول ہے کہ جس بادشاہ کے عہد میں اخدود النار کا واقعہ ہوا اس کا نام "یوسف ذوانواس" تھا اور یہ حمیر اور مضافاتِ حمیر کا حکمران تھا اور نجران اس کا پایہ تخت تھا اور بقول دیگر اس بادشاہ کا نام "ذرعہ ذونواس" تھا اور بقول سمرقندی یہ دین یہودی کا معتقد تھا اور یہ واقعہ (اخدود النار) رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے ستر سال قبل پیش آیا اور واقعہ میں مذکور راہب کا نام قیتمون تھا۔

حکیم ترمذیؒ نے زیدؓ بن اسلم سے روایت کی ہے:

"جب ابوموسیٰ وابومالک وابوعامرؓ نے اشعریین کی ایک جماعت کے ساتھ ہجرت فرمائی اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آنے کا قصد کیا تو ان لوگوں کی زادِ راہ ختم ہوگئی انہوں نے اپنا ایک قاصد کھانا لانے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا۔ جب یہ قاصد آپؐ کے قریب پہنچا تو آپ کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا" **وَمَامِنْ دَابَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّاعَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا** "(یعنی زمین پر کوئی ایسا دابہ نہیں ہے جس کا رزق اللہ تعالیٰ ذمہ نہ ہو) یہ آیت سن کر قاصد نے اپنے دل میں سوچا کہ اشعریین اللہ کے نزدیک دواب سے کمتر نہیں ہیں۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس نہیں گیا واپس ہوگیا اور اپنے ساتھیوں کے پاس آ کر کہا کہ خوش ہو جاؤ تمہاری مطلب براری ہوگئی۔ انہوں نے سمجھا کہ قاصد ہمارے حال کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو دے آئے ہیں۔ وہ اسی حالت میں تھے کہ دو آدمی آئے، وہ ایک پیالہ، روٹی اور گوشت سے بھرا ہوا لئے ہوئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ان سے کھانا لے کر جتنا کھایا گیا خوب سیر ہو کر کھایا۔ پھر ایک دوسرے سے بولے کہ بقیہ کھانا رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا دو۔ چنانچہ انہوں نے بھیج دیا۔ پھر وہ خود بھی آپ ﷺ کی خدمت میں آ گئے اور کہا کہ یا رسول اللہؐ! جو کھانا آپؐ نے ہمارے پاس بھیجا تھا اس سے زیادہ مزے دار کھانا اور کثیر کھانا ہم نے نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تو کوئی چیز تمہارے پاس نہیں بھیجی تھی۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے اپنے اس رفیق کو آپ کی خدمت میں کھانا لانے کے لئے بھیجا تھا۔ جب آپؐ نے قاصد سے اس کی تصدیق چاہی تو انہوں نے اپنے آنے اور واپس جانے کا پورا واقعہ بیان کیا۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا کہ یہ کھانا اللہ کا رزق تھا جو اس نے تمہارے لئے بھیجا تھا"۔

ابن السنیؒ نے حضرت عبداللہؓ ابن مسعود سے روایت کی ہے:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہارا کوئی دابہ (جانور) کھل کر کسی بیابان میں پہنچ جائے تو اس بیابان میں جا کر اس طرح پکارنا چاہیے ''یاعبادالله احبسوا'' (یعنی اے اللہ کے بندو روکو) کیونکہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا کوئی نہ کوئی روکنے والا (فرشتہ) اس کو روک دیتا ہے''۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے کسی ذی علم شیخ نے بیان کیا ان کا ایک دابہ (غالباً خچر کہیں بھاگ گیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے یہ دعا کی یعنی ''یاعبادالله احبسوا'' پڑھی۔ چنانچہ وہ جانور بحکم خدا رک گیا۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ میں ایک مرتبہ کسی قافلہ کے ساتھ میں تھا کہ اتفاقاً ان قافلہ والوں میں سے کسی کا ایک جانور کہیں بھاگ گیا۔ لوگ اس کی تلاش کرتے کرتے تھک گئے مگر وہ ہاتھ نہ آیا چنانچہ میں نے کھڑے ہو کر وہی دعا پڑھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ جانور خود بخود اپنی جگہ پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی واپسی کی سوائے اس دعا کے اور کوئی وجہ نہیں تھی۔

ابن السنی نے امام ابو عبداللہ یونس بن عبید بن دینار مصری تابعی سے روایت کی ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے دابہ (جانور) پر سوار ہو جو رکتا نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ اس کے کان میں یہ آیت شریفہ پڑھے:

''اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ.''

انشاءاللہ وہ رک جائے گا۔

طبرانی نے معجم الاوسط میں حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہارا کوئی غلام یا کوئی جانور یا کوئی لڑکا بدخلق ہو تو اس کے کان میں یہ آیت پڑھے:

''اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ.''

باء الموحدہ کے باب میں لفظ بغلہ کے تحت گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خچر کے کان میں قُل اعوذ برب الفلق پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ کیونکہ اس خچر نے آپؐ کے سوار ہونے پر کچھ شوخی کی تھی۔

حنابلہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ کسی جانور سے ایسا کام لینا جس کے لئے وہ مخلوق نہیں کیا گیا ہے جائز ہے۔ مثلاً گائے سے بار برداری یا سواری کا کام لینا اونٹ اور گدھے سے کھیتی کا کام لینا اور رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث جو کہ متفق علیہ ہے:

''ایک شخص ایک گائے ہانکے لئے جا رہا تھا، جب اس نے اس پر سوار ہونے کا ارادہ کیا تو وہ بولی کہ ہم سواری کے لئے نہیں پیدا کئے گئے ہیں''۔

لیکن مراد اس سے یہ ہے کہ گائے کا سب سے بڑا نفع تو دودھ ہے اور یہ اس امر کے منافی نہیں کہ اس سے کوئی دوسرا کام نہ لیا جائے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی جانور کو دشنام (گالی) دے تو اس کی شہادت مقبول نہیں ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے۔ جس میں ایک عورت نے اپنی اونٹنی پر لعنت کی تھی اور دوسری دلیل مسلمؒ کی یہ حدیث ہے:

''حضرت ابو درداءؓ سے منقول ہے کہ لعانون (کثرت سے لعنت کرنے والے) قیامت کے دن نہ شفیع ہوں گے اور نہ گواہ ہوں گے''۔

مسئلہ:۔ دابہ کے مالک پر اس کو چارہ چرانا اور اس کو سیراب کرنا واجب ہے کیونکہ اس کی جان کا تحفظ ضروری ہے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں

آیا ہے کہ ایک عورت بلی کے روکنے اور اس کو بھوکا رکھنے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوئی تھی۔ لہٰذا دابہ اس صورت میں عبد (غلام) کے مشابہ ہو گیا۔

اگر جانور کو جنگل میں نہ چرائے تو اس کو گھر پر اتنا چارہ اور پانی دے کہ وہ پیٹ بھرنے کے اور پانی سے سیراب ہونے کے اول مرحلہ میں آ جائے۔ ان کی انتہا مطلوب نہیں۔ اور اگر اس کو جنگل میں چرنے کے لئے چھوڑا تو اس کو تب تک چھوڑے رکھے تاوقتیکہ وہ پیٹ بھر کر کھا لے اور پانی سے سیراب ہو لے۔ لیکن اس کو جنگل میں چھوڑنے کے لئے یہ شرط ہے کہ اس جنگل میں کوئی درندہ نہ ہو اور پانی موجود ہو۔ اور اگر دونوں صورتیں ہوں یعنی جنگل میں بھی چرانے کے لئے وقت ہو اور گھر پر بھی چارہ موجود ہو تو پھر اختیار ہے کہ چاہے جو صورت اختیار کرے۔ اور اگر جانور کے لئے دونوں چیزیں ضروری ہوں یعنی جنگل میں چرانا اور گھر پر بھی کھلانا تو پھر دونوں کا انتظام کرنا ضروری ہے۔

اور اگر جانور پیاسا ہے اور مالک کے پاس تھوڑا پانی ہے اور طہارت کی بھی ضرورت ہے لیکن اگر وہ طہارت حاصل کرتا ہے تو جانور پیاسا رہ جاتا ہے تو اس صورت میں آدمی کو چاہیے کہ وہ پانی جانور کو پلا دے اور خود تیمم کر لے۔

اگر مالک جانور کو چارہ نہ دے تو اس پر چارہ کھلانے کے لئے زور دیا جائے گا کہ یا تو اس کو فروخت کر دے یا چارہ دے۔ کیونکہ ہلاکت سے جانور کا بچانا ضروری ہے اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو حاکم کو اختیار ہے کہ وہ جو مصلحت سمجھے وہ کرے اور اگر اس کا کوئی ظاہری مال ہو تو وہ نفقہ میں فروخت کر دیا جائے گا۔ ورنہ بیت المال سے نفقہ دیا جائے گا۔

فائدہ:

مستحب ہے کہ جانور پر سوار ہوتے وقت وہ دعا پڑھی جائے جس کو حاکم و ترمذی نے علیؒ ابن ربیعہ سے روایت کی ہے۔ علیؒ ابن ربیعہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں موجود تھا تو آپ کی سواری کے لئے ایک جانور (دابہ) لایا گیا جب آپ نے رکاب میں پاؤں رکھا تو بسم اللہ کہا۔ پھر جب آپ اس کی پشت پر بیٹھ گئے تو الحمد للہ کہا اور اس کے بعد یہ آیت پڑھی:۔

"سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّالَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّااِلٰی رَبِّنَالَمُنْقَلِبُوْنَ.[1]

اس کے بعد تین تین مرتبہ الحمد للہ اور اللہ اکبر کہا اور اخیر میں یہ دعا پڑھی:

سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَایَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّااَنْتَ.

اس کے بعد آپ ہنسے۔ حاضرین نے پوچھا۔ یا امیر المؤمنین! آپ ہنسے کیوں؟ آپؓ نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے بھی آپ ﷺ سے یہی سوال کیا تھا جو تم نے کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا وہ بندہ اچھا لگتا ہے جو کہتا ہے "رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ" اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے "وَلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ" کیونکہ یہ کہنے سے بندے کو اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ بجز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا۔

ابو القاسم طبرانی نے کتاب الدعوات میں عطا سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:۔

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص گھوڑے وغیرہ پر سوار ہو اور اللہ کا نام نہ لے (یعنی بسم اللہ نہ پڑھے) تو اس کے پیچھے شیطان سوار ہو جاتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ گاؤ۔ اگر اس کو گانا اچھی طرح نہیں آتا تو سوار کے دل میں طرح طرح کی آرزوئیں ڈالتا رہتا ہے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ سوار، سواری سے نہ اترے"۔

اسی کتاب میں حضرت ابوالدرداءؓ سے یہ روایت بھی ہے:۔

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص سواری (دابہ) پر سوار ہوتے وقت یہ پڑھ لیا کرے **بسم اللّٰہ الذی لا یضر مع اسمه شئی سبحانه لیس له اسمی سبحان الذی سخرلنا هذا وما کنا له مقرنین وانا الی ربنا منقلبون الحمدللّٰه رب العالمین وصلی اللّٰه علی سیدنا محمد وعلیه السلام''** تو دابہ کہتا ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ تجھ کو برکت عطا فرمائے تو نے میری پیٹھ کا بوجھ ہلکا کر دیا۔ تو نے اپنے رب کی فرمانبرداری کی اور اپنی ذات کے لئے بھلائی کی۔ اللہ تعالیٰ تیرے سفر میں برکت عطا فرمائے اور تیری حاجت کو پورا فرمائے''۔

کامل ابن عدی میں ہے:۔

''ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جانوروں کو اڑنے پر مارو پھسلنے پر مت مارو''۔

ابن ابی الدنیا نے محمد بن ادریس سے انہوں نے ابونصر دمشقی سے انہوں نے اسماعیل بن عیاش سے اور انہوں نے عمرو بن قیس ملائی سے روایت کی ہے کہ جب کوئی شخص کسی دابہ (جانور) پر سوار ہوتا ہے تو جانور کہتا ہے کہ یا اللہ تو اس کو میرا دوست اور رحم کرنے والا بنا اور جب سوار اس پر لعنت کرنے لگتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ ہم میں سے جو زیادہ نافرمان ہو اس پر لعنت پڑے''۔

مسئلہ:

کسی بھی جانور پر دوسرے شخص کو اپنے پیچھے بٹھا لینا جائز ہے۔ بشرطیکہ اس جانور میں دو سواریوں کا بوجھ سنبھالنے کی طاقت ہو اور اگر طاقت نہ ہو تو جائز نہیں۔

صحیحین میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:۔

''رسول اللہ ﷺ جس وقت عرفات سے مزدلفہ تشریف لائے تو حضرت اسامہ بن زیدؓ کو ردیف بنایا۔ پھر مزدلفہ سے منیٰ تک حضرت فضل بن عباسؓ کو اپنے پیچھے بٹھایا اور واپسی پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ سوار کیا۔ آپؐ نے ان کو اس خچر پر سوار کیا تھا جس کو عفیر کہا جاتا تھا اور آپ نے عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر کو حکم دیا کہ وہ اپنی بہن عائشہؓ کو تنعیم لے جا کر عمرہ کرالائیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عائشہؓ کو کجاوہ پر اپنے پیچھے ردیف بنایا اور نبی علیہ السلام نے جب حضرت صفیہؓ سے خیبر میں نکاح کیا تھا تو اپنے پیچھے ردیف بنایا تھا''۔

جب کبھی مالک دابہ کسی دوسرے شخص کو اپنے ساتھ اپنی سواری پر بٹھائے تو صدر میں بیٹھنے کا مستحق سواری کا مالک ہے اور ردیف کو پیچھے یا بائیں جانب بٹھانا چاہیے اور یہ اور بات ہے کہ ردیف کے اکرام وغیرہ کی وجہ سے مالک اس کو اپنی رضامندی سے آگے یا دائیں جانب بٹھائے۔

حافظؒ ابن مندہ کی تحقیق ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جن لوگوں کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا (ردیف بنایا) ان کی تعداد ۳۳ ہے۔ لیکن عقبہ ابن عامر جہنی کا ان میں ذکر نہیں ہے اور نہ ہی علماء حدیث وسیر میں سے کسی نے بیان کیا کہ آپ نے ان کو ردیف بنایا ہو۔

''طبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جانور پر تین آدمی کے سوار ہونے کو منع فرمایا ہے''۔

زمین کا وہ کیڑا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی سورۂ سبا میں کیا ہے۔اس سے مراد وہ کیڑا ہے جو لکڑی کو کھاتا ہے اور اس کو گھن کہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

''فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَادَ لَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَابَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاتَهٗ''۔

(جب ہم نے ان پر موت کا حکم جاری کر دیا تو کسی چیز نے ان کے مرنے کا پتہ نہ بتلایا مگر گھن کے کیڑے نے کہ وہ سلیمانؑ کے عصاء کو کھاتا تھا''۔

اس کا قصہ یہ ہوا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنوں کو اپنے لئے ایک محل بنانے کا حکم دیا تھا جب وہ محل تیار ہو گیا تو آپؑ اس میں خفیہ طور پر آرام کرنے کی غرض سے تشریف لے گئے۔لیکن ایک نوجوان شخص وہاں آپ کے پاس پہنچ گیا۔آپ نے اس نوجوان سے پوچھا کہ تم بلا اجازت یہاں کیسے آ گئے؟ اس نوجوان نے جواب دیا کہ میں اجازت لے کر آیا ہوں۔آپ نے پوچھا کس نے اجازت دی؟ اس نوجوان نے جواب دیا کہ اس محل کا جو مالک ہے اس نے مجھ کو اجازت دی ہے۔اس جواب سے آپ سمجھ گئے کہ یہ ملک الموت ہے اور میری روح قبض کرنے آیا ہے۔چونکہ بیت المقدس کی تعمیر کا کام چل رہا تھا اس لئے آپؑ نے اپنے عصاء پر ٹیک لگائی اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ بیت المقدس کی تعمیر جن وانس سے پورا فرما۔اس کے بعد ملک الموت نے آپ کی روح قبض کر لی۔

جنات یہی سمجھتے رہے کہ آپ زندہ ہیں۔چنانچہ جب بیت المقدس بن کر تیار ہو گیا تو آپ کے عصاء میں گھن کا کیڑا پیدا ہو گیا اور اس کیڑے نے آپ کے عصاء کو کھا کھا کر کھوکھلا کر دیا۔لہٰذا وہ ٹوٹ گیا اور ساتھ میں آپ بھی گر پڑے۔اس وقت جنوں کو پتہ چلا کہ آپ کی وفات اس سے بہت پہلے ہو چکی تھی محض لاٹھی کے سہارے آپ کا جسم بلا روح کھڑا تھا۔لہٰذا جن آپس میں پچھتا کر کہنے لگے کہ اگر ہم کو غیب کا علم ہوتا تو ہم اس ذلت کے عذاب میں کیوں مبتلا رہتے۔یعنی معماری کا کام نہ کرتے۔اس سے پہلے جنات غیب دانی کے مدعی تھے۔

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ ملک الموت نے آپ کو اطلاع دے دی تھی کہ آپ کی موت میں ایک گھڑی باقی ہے۔اس پر آپ نے جنوں کو طلب فرمایا اور ان سے محل تعمیر کرایا۔جب وہ تیار ہو گیا تو آپ لاٹھی (عصا) کے سہارے نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے اور اسی حالت میں آپ کی وفات ہو گئی۔جنوں کا دستور تھا کہ وہ آپ کی محراب کے گرد جمع ہو جاتے مگر کسی کو یہ مجال نہ ہوتی کہ نماز پڑھتے ہوئے وہ آپ کو دیکھ سکتے۔کیونکہ جیسے ہی کوئی جن آپ کی طرف دیکھتا فوراً جل جاتا۔اتفاق سے ایک جن آپ کے پاس سے گزرا تو اس کو آپ کے بولنے یا پڑھنے کی کوئی آواز سنائی نہیں دی۔وہ چلا گیا اور واپسی پر آپ کو سلام کیا۔مگر سلام کا جواب بھی نہیں سنا تو اس نے غور سے آپ کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ کا جسد بے روح ہے یعنی آپ کی وفات ہو چکی ہے۔چنانچہ آپ کے عصاء کو گھن نے کھا کر کھوکھلا کر دیا اور آپ عصاء کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے گر پڑے۔جنات کو جب اس چیز کا علم ہوا تو وہ آپس میں پچھتاوا کرنے لگے اور کہنے لگے کہ اگر ہم کو غیب کا علم ہوتا تو ہم اس ذلت کے عذاب میں کیوں مبتلا ہوتے۔حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر بوقت وفات ۵۳ سال کی تھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا عصاء چوب خروب (خروب کی لکڑی) کا تھا۔اس کا واقعہ یہ ہوا تھا کہ جب آپ بیت المقدس میں عبادت فرماتے تو ہر سال آپ کی محراب میں ایک درخت اگتا تھا۔آپ اس سے پوچھتے کہ تیرا نام کیا ہے اور کس چیز کے لئے تو کارآمد ہے۔درخت چوب وجواب دیتا کہ میرا فلاں نام ہے اور میں فلاں کام کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔چنانچہ اگر وہ درخت پھل دار بونے کے قابل ہوتا تو اس کو اکھڑوا دیتے۔چنانچہ ایک دن آپ حسب معمول بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک آپ کو ایک درخت اپنے سامنے اگا ہوا دکھائی

دیا۔ آپ نے اس سے پوچھا تو کون سا درخت ہے؟ اس نے جواب دیا میرا نام خروبہ ہے۔ اور میں آپ کا ملک ویران کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ درخت کے اس جواب سے آپ سمجھ گئے کہ اب میرا وقت (وفات) قریب آ گیا ہے۔ چنانچہ آپ اس کے لئے تیار ہو گئے اور اس درخت کا عصاء یعنی (لاٹھی) بنوالیا اور ایک سال کے خورد ونوش کا سامان جمع کر لیا۔ جنوں کو یہ خیال رہا کہ آپ رات کو کھانا کھاتے ہوں گے لیکن جو اللہ کا حکم تھا وہ ہو کر رہا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام جس جگہ نماز پڑھا کرتے تھے وہاں درخت اگا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ اس درخت سے سوال کرتے تھے کہ تیرا کیا نام ہے اور تو کس چیز میں کام آتا ہے؟ درخت جواب دیتا کہ میرا فلاں نام ہے اور میں فلاں کام میں کام آتا ہوں۔ چنانچہ اگر وہ درخت کسی بیماری کی دوا ہوتا تو حضرت سلیمان علیہ السلام اس کو قلمبند کر لیتے اور اگر وہ کوئی پھلدار درخت ہوتا تو آپ اس کو دوسری جگہ لگوا دیتے۔ حسب معمول ایک دن آپؑ نے ایک درخت دیکھا اور اس سے دریافت کیا کہ تیرا نام کیا ہے اور کس چیز کے لئے کارآمد ہے؟ درخت نے جواب میں کہا کہ مجھے خروب کہتے ہیں اور میں اس ملک کو برباد و ہلاک کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ درخت کے اس جواب سے آپ نے اندازہ کر لیا کہ رب کریم سے میری ملاقات کا وقت آ پہنچا۔ چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ میری موت کو جنات پر مخفی کرنا تاکہ انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ جنات کو غیب کا علم نہیں ہے اور بیت المقدس کی تعمیر کا کام بھی بدستور چلتا رہا۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے سلیمانؑ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہاری موت کا جنات کو علم نہ ہو تو خروب کے درخت کا ایک عصاء بناؤ اور اس پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو جاؤ (چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور اسی حالت میں اپنے رب سے جا ملے اور جنات کو جو کام آپ نے سپرد کیا تھا وہ بھی بدستور چلتا رہا۔ جنات یہ سمجھتے رہے کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں) جنات کو آپ کی وفات کا علم اس وقت ہوا جب گھن نے اس عصا کو کھالیا جس پر آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے اور وہ عصاء ٹوٹ گیا اور آپ گر پڑے۔ تب جنات پچھتا کر کہنے لگے کہ اگر ہم کو غیب کا علم ہوتا تو ہم کیوں ایک مدت تک اس ذلت کے عذاب کو برداشت کرتے بلکہ جس وقت آپ کی روح قبض کی گئی اسی وقت یہ کام چھوڑ دیتے۔

بیت المقدس کی تعمیر:

سب سے پہلے بیت المقدس کی تعمیر کا کام حضرت داؤد علیہ السلام نے شروع کیا تھا مگر صرف ایک آدمی کے قد کے برابر اس کی بنیادیں اٹھنے پائی تھیں کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ آپ کے بعد آپ کے بیٹے سلیمان علیہ السلام آپ کے جانشین ہوئے تو آپ کو اس کی تعمیر کی تکمیل کی فکر ہوئی۔ چنانچہ آپ نے جنات اور شیاطین کو جمع کیا اور ان کو کام تقسیم کر دیئے۔ ہر جماعت کو اس کام کے لئے خاص کیا گیا جس کو وہ اچھی طرح کر سکتے تھے۔ چنانچہ جنات اور شیاطین کو سنگ رخام اور سنگ مرمر جمع کرنے کے لئے تعینات کر دیا اور شہر کے بارے میں حکم دیا کہ شہر کو سنگ رخام اور بڑے (چوکور) پتھروں سے تعمیر کیا جائے اور اس میں بارہ آبادیاں رکھی جائیں اور ہر آبادی میں ایک ایک خاندان رہے۔ چنانچہ جب شہر تعمیر ہو گیا تو بیت المقدس کی تعمیر کا حکم دیا۔ چنانچہ اس کام کے لئے بھی شیاطین کی بعض جماعتوں کو، کانوں سے سونا، چاندی اور یاقوت نکالنے کے لئے تعینات کیا اور ایک جماعت کو سمندر سے موتی نکالنے پر مقرر کیا اور ایک جماعت کو سنگ مرمر نکالنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد ایک جماعت کو مشک وعنبر و دیگر خوشبوؤں کی تمام اشیاء کے حصول کے لئے روانہ کیا۔

چنانچہ جب یہ تمام چیزیں اس قدر جمع ہو گئیں کہ ان کی تعداد صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ اس کے بعد کاریگروں کو طلب کیا گیا اور ان کے سپرد یہ کام کیا گیا کہ وہ بلند پتھروں کو تراش کر تختیاں بنائیں، یاقوت اور موتیوں میں سوراخ کریں اور جواہرات درست کریں۔ چنانچہ

جب یہ کام مکمل ہوگیا تو مسجد کی تعمیر شروع ہوئی اس کی دیواریں سفید، زرد اور سبز سنگ مرمر سے بنائی گئیں اور اس کے ستون بلور کے رکھے گئے اور اس کی چھت قیمتی جواہرات کی تختیوں سے پاٹ دی گئی۔ چھتوں، دیواروں اور ستونوں میں مروارید، یاقوت اور دیگر قسم کے یاقوت جڑ دیئے گئے۔ مسجد کے صحن (فرش) میں فیروزہ کی تختیاں نصب کر دی گئیں۔ چنانچہ جب یہ مسجد مکمل ہوگئی تو دنیا کی کوئی بھی عمارت اس کی خوبصورتی اور چمک دمک کو نہیں پہنچتی تھی۔ رات کو وہ چودھویں کے چاند کی طرح جگمگاتی تھی۔ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے علماء بنی اسرائیل کو جمع فرمایا اور ان کے سامنے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے یہ مسجد خالص اللہ کے لئے تعمیر کرائی ہے اور وہ تعمیر کے دن کو یوم عید بنایا ہے۔

بعض علماء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع بنا دیا تھا اور ان کو آپ کی اطاعت کا حکم دیا تھا اور ان کو احکام کا پابند رکھنے کے لئے ان پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا تھا جس کے ہاتھ میں آگ کا ایک کوڑا رہتا تھا۔ لہٰذا جنوں میں سے جو کوئی بھی آپ کے حکم کی نافرمانی کرتا وہ فرشتہ اس کو کوڑے سے مارتا جس سے وہ جل جاتا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے لئے تانبے کا ایک چشمہ پیدا کر دیا تھا جو تین دن اور تین رات برابر پانی کی طرح بہتا رہا تھا اور یہ چشمہ ملک یمن میں تھا۔ چنانچہ اس چشمہ سے جتنا تانبا اللہ تعالیٰ نے اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے نکالا تھا اسی کی بدولت ہم آج تک تانبے سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

قرب قیامت کی ایک نشانی:

وہ دابہ جو قربِ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور جس کا ذکر قرآن پاک کی اس آیت میں آیا ہے: ''**وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَالَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ**'' ۔اس آیت کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے کہ اس **دابه** کا خروج اس وقت ہوگا جب کہ لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چھوڑ دیں گے۔

اس جانور کی لمبائی ساٹھ ہاتھ ہوگی۔ اس کے ہاتھ پاؤں ہوں گے اور بدن پر بال بھی ہوں گے اور متعدد جانوروں کے مشابہ ہوگا۔ کوہ صفا پھٹ جائے گا اور اس میں سے یہ دابہ نکلے گا۔ اس دابہ کا خروج جمعہ کی رات کو ہوگا جب کہ تمام لوگ منیٰ میں جانے کے لئے جمع ہوں گے۔

اس کے مخرج کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ پتھر سے نکلے گا اور کوئی کہتا ہے کہ اس کا خروج طائف کی سرزمین سے ہوگا اور بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ اس کے پاس عصاء موسیٰؑ اور سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی اور اگر کوئی شخص اس کو پکڑنا چاہے گا تو نہیں پکڑ سکے گا اور اگر کوئی اس سے فرار حاصل کرنا چاہے گا تو یہ بھی ناممکن ہوگا۔ مومن کی پیشانی پر عصاء سے مومن لکھ دیا جائے گا اور کافر کی پیشانی پر مہر لگا کر کافر کا لفظ ثبت کر دے گا۔

حاکم نے مستدرک کے اخیر میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے:

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ دنیا میں دابہ (جانور) کا خروج تین مرتبہ ہوگا، اول مرتبہ اقصائے یمن سے نکلے گا جس کا چرچا جنگل میں پھیل جائے گا اور اس کا تذکرہ بستی یعنی مکہ میں کوئی نہ ہوگا۔ ایک زمانہ گزرنے پر دوسری مرتبہ مکہ کے قریب سے نکلے گا جس کا تذکرہ جنگل کے ساتھ ساتھ بستی یعنی مکہ میں بھی ہوگا۔ پھر ایک زمانہ گزر جائے گا تو ایک دن لوگ اس مسجد میں ہوں گے جو عند اللہ باعزت اور محبوب ہے یعنی مسجد حرام میں، تو وہ دابہ ان کے پاس رجوع نہیں

کرے گا مگر اس حالت میں کہ وہ مسجد کے ایک کونے میں رکن اسود اور بنی مخزوم کے دروازے کے درمیان ہوگا جس سے لوگ متفرق ہو جائیں گے اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کے پاس ٹھہری رہے گی وہ جان لیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بھاگ کر عاجز نہیں کر سکتے۔ وہ اپنے اپنے چہروں سے گرد جھاڑیں گے جس سے ان کے چہرے چمک کر ایسے ہو جائیں گے جیسے چمکتے ہوئے ستارے ہوں، اس کے بعد وہ دآبہ زمین پر اس طرح چلے گا کہ نہ کوئی پانے والا اس کو پا سکے گا اور نہ کوئی اس سے بھاگنے والا بھاگ سکے گا۔ یہاں تک کہ ایک مرد نماز کے ذریعہ اس سے پناہ مانگتا ہوگا تو یہ اس کے پاس پیچھے سے آ کر کہے گا کہ اے فلاں تو اب نماز پڑھتا ہے، وہ اس کی طرف متوجہ ہوگا تو وہ اس کے چہرہ پر داغ لگا کر چلا جائے گا اور لوگ اپنے شہروں میں ایک دوسرے کی ہم نشینی میں رہیں گے۔ اپنے سفر میں ایک دوسرے کے ساتھ اور مالوں میں ایک دوسرے کے شریک ہوں گے مومن کافر سے ممتاز ہوگا۔ چنانچہ کافر کہے گا کہ اے مومن میرا فیصلہ کر اور مومن کہے گا کہ اے کافر میرا فیصلہ کر"۔

سہیلیؒ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھ کو وہ جانور دکھلائیں جو لوگوں سے کلام کرے گا۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے اس کو زمین سے نکالا تو موسیٰ علیہ السلام نے دہشت ناک منظر دیکھ کر کہا اے پروردگار! اس کو واپس کر دے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے پھر اس کو واپس کر دیا۔

وہ دابہ جو قیامت کے قریب ظاہر ہوگا اس کا نام "اقصد" ہے جیسا کہ محمدؒ بن حسن المقری نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

ایک روایت یہ ہے کہ اس کا خروج اس وقت ہوگا جب کہ خیر منقطع ہو جائے گی اور لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دیں گے اور نہ کوئی منیب ہوگا اور نہ تائب۔

حدیث میں ہے کہ اس جانور کا نکلنا اور مغرب سے سورج کا طلوع ہونا یہ قیامت کی پہلی شرطوں میں سے ہیں لیکن یہ متعین نہیں کہ ان میں سے کس چیز کا پہلے ظہور ہوگا۔ لیکن ظاہر حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ طلوع شمس بعد میں ہوگا اور یہ کہ جو جانور نکلے گا وہ ایک ہوگا۔ لیکن یہ روایت کہ وہ ہر شہر میں نکلے گا۔ اس سے مراد اس کی نوع ہے جو زمین میں پھیلی ہوئی ہے اور وہ ایک نہیں ہے۔ چنانچہ اس تشریح کے مطابق حق تعالیٰ کا ارشاد لفظ دابہ اسم جنس ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ یہ جانور وہ سانپ ہے جو خانہ کعبہ کے اندر تھا جس وقت قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر کا ارادہ کیا تھا تو عقاب پرندہ نے اس سانپ کو خانہ کعبہ سے اچک کر اٹھالیا اور اس کو لے جا کر حجون کے اندر ڈال دیا تھا اور وہاں کی زمین نے اس سانپ کو نگل لیا تھا۔ چنانچہ یہی جانور قیامت کے قریب صفا کے پاس سے نکلے گا اور لوگوں سے ہم کلام ہوگا۔

قرطبیؒ نے فرمایا ہے کہ قیامت میں نکلنے والا جانور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا بچہ ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے "تَخْرُجَ وَلَهَا رُغَاءٌ" کہ وہ نکلے گا اس کے رغا (بلبلانا) ہوگا اور رغاء اونٹ کے ہی ہوتا ہے۔ یعنی لفظ رغاء (بلبلانا) صرف اونٹ کے لئے خاص ہے۔

امام ذہبی کی میزان میں ہے کہ جابر جعفی کہا کرتا تھا کہ دابۃ الارض حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جابر جعفی شیعہ تھا اور رجعت کا قائل تھا اور اس کا کہنا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دنیا میں واپس آئیں گے۔ امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے کہ میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا اور عطاء بن ابی رباح سے زیادہ افضل کسی کو نہیں دیکھا۔

امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ مجھ کو سفیان بن عیینہ نے خبر دی ہے کہ ہم جابر جعفی کے گھر میں تھے۔ اس نے مجھ سے بات کی تو ہم جلدی سے اس اندیشہ کی وجہ سے اس کے گھر سے نکل گئے کہ کہیں مکان کی چھت ہم پر نہ آ گرے۔ علماء کے درمیان اس بارے میں سخت اختلاف ہے کہ اس جانور کی کیفیت اور اس کے حالات کیسے ہوں گے؟ بعض کا قول ہے کہ وہ انسانی خلقت پر ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ اس میں تمام مخلوق کی صفات جمع ہوں گی۔

مفسرین کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ وہ دابہ کیا کلام کرے گا۔ چنانچہ سدی کا قول ہے کہ وہ دین اسلام کے علاوہ تمام ادیان کو باطل کر دے گا اور ایک قول کے مطابق وہ ایک سے کہے گا کہ یہ مومن ہے دوسرے سے کہے گا کافر ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس کا کلام یہ ہوگا: ''اِنَّ النَّاسَ کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ'' اور وہ عربی زبان میں بات چیت کرے گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ وہ دابہ نہیں ہوگا تا آنکہ اس کے سانپ جیسی دم ہو، گویا کہ آپ ارشاد فرما رہے ہیں کہ دابہ انسانی شکل میں نمودار ہوگا۔ لیکن اکثر کا خیال یہ ہے کہ وہ چوپایہ کی شکل میں ہوگا۔

صورت دابہ:

ابن جریجؒ نے ابو زبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے دابہ (جانور) کے یہ وصف بیان کئے ہیں کہ اس کا سر بیل کا، آنکھیں خنزیر کی اور کان ہاتھی کے کانوں جیسے ہوں گے اور اس کے سینگ بھی ہوں گے جو بارہ سنگھے کے مشابہ ہوں گے اور اس کا سینہ شیر کی طرح، رنگ چیتے جیسا اور کوکھ بلی جیسی ہوگی اور اس کی دم مینڈھے جیسی اور پاؤں اونٹ جیسے ہوں گے اور ہر جوڑ کے درمیان کا فاصلہ بارہ ہاتھ کا ہوگا۔

> ''حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دابہ اس مسجد سے قریب سے نکلے گا جس کا رتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا ہے۔ جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسجد کا طواف کر رہے ہوں گے اور مسلمان آپ کے ساتھ ہوں گے تو زمین ان کے نیچے سے متحرک ہوگی اور مسعی کے قریب سے صفا پہاڑ شق ہو کر دابہ اس میں سے نکلے گا۔ سب سے پہلے جو چیز اس کی ظاہر ہوگی وہ اس کا اون و پر والا چمکتا ہوا سر ہوگا۔ نہ تو کوئی تلاش کرنے والا اس کو پا سکے گا اور نہ ہی کوئی بھاگنے والا اس سے محفوظ رہ سکے گا۔ لوگوں پر مومن و کافر ہونے کی علامت لگائے گا۔ مومن کے چہرہ کو ایسا کر دے گا جیسا کہ چمکتا ہوا ستارہ اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لفظ مومن لکھ دے گا۔ کافر کے چہرہ پر ایک کالا نکتہ لگا کر اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھ دے گا۔''

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حالت احرام میں اپنے عصا سے صفا پہاڑ کو کھٹکھٹایا اور ارشاد فرمایا کہ یقیناً دابہ میرے اس کھٹکھٹانے کو سن رہا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ دابہ ابو قبیس کی گھاٹی سے نکلے گا اس کا سر بادل میں ہوگا اور اس کے پیر زمین پر ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ شعب (گھاٹی) اجیاد بہت بری ہے۔ آپؐ سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ ایسا کیوں؟ آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا کیونکہ اس سے ایک جانور نکلے گا اور وہ تین مرتبہ ایسی چیخ مارے گا کہ اس کو پورب اور پچھم میں ہر شخص سنے گا۔

بعض حضرات نے اس کی ہیئت اور صورت کے بارے میں کہا ہے کہ اس کا چہرہ آدمی جیسا ہوگا اور باقی تمام جسم پرندے کی مانند ہوگا۔ جو شخص بھی اس کو دیکھے گا یہ اس سے کہے گا کہ "مکہ والے محمد ﷺ اور قرآن پر یقین نہیں رکھتے تھے۔

مسئلہ:

اگر کسی آدمی کے لئے دابہ کی وصیت کی گئی تو وصیت کرنے والے کا یہ قول گھوڑے، گدھے اور خچر پر محمول ہوگا۔ کیونکہ دابہ لغت میں ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو زمین پر چلتی ہو۔ لیکن عرف عام میں یہ لفظ چوپاؤں کے لئے بولا جانے لگا۔ اس لئے وصیت پر عمل عرف کے اعتبار سے ہوگا اور جب ایک شہر میں عرف ثابت ہوگیا تو یہی عرف تمام شہروں میں مانا جائے گا۔ جیسا کہ کسی نے قسم کھائی کہ وہ دابہ پر سوار نہیں ہوگا لیکن اگر وہ کسی کافر پر سوار ہوگیا تو وہ حانث نہیں ہوگا۔ حالانکہ حق تعالیٰ نے کافر کو بھی اپنے کلام میں دابہ کہا ہے۔ اس کے برعکس اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ روٹی نہیں کھائے گا لیکن اس نے چاول کی روٹی کھالی تو وہ حانث ہوجائے گا۔

ابن سریج نے کہا ہے کہ امام شافعیؒ نے اس کو اہل مصر کے عرف پر محمول کیا ہے کہ اگر وہ سواری سے تمام جانور مراد لیتے ہوں تو وہی مراد ہوگا۔ ہاں البتہ اگر اس کا استعمال صرف گھوڑے میں ہی ہوتا ہے تو گھوڑا ہی دیا جائے گا جیسا کہ عراق میں ہے۔

لفظ دابہ کے تحت چھوٹا بڑا مذکر و مونث، اچھا و خراب سبھی داخل ہوں گے۔

اس سلسلہ میں کہ دابہ کی وصیت میں کیسا جانور (گھوڑا، گدھا، خچر) دیا جائے تو متولی کا قول معتبر ہے کہ وہی چیز (گھوڑا، گدھا، خچر) دی جائے گی جس پر سواری ممکن ہو۔

مسئلہ:

سواری پر بغیر کسی ضرورت کے لمبا وقوف (دیر تک ٹھہرنا) اور کسی ضرورت کی وجہ سے بھی نہ اترنا مکروہ ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:-

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے جانوروں کی پشتوں کو منبر بنانے سے بچو۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے وہ اس لئے تمہارے تابع کئے تا کہ وہ تم کو ایسے مقام تک پہنچادیں جہاں تم بغیر مشقت نفس کے پہنچنے والے نہ تھے اور تمہارے لئے زمین میں مستقر بنایا تو تم ان سے انہی ضرورتوں کو پورا کرو"۔

جانوروں کی پشت پر ضرورت کی وجہ سے ٹھہرنا جائز ہے جب تک کہ ضرورت اس کی مقتضی ہو۔ دلیل مسلم و ابوداؤد کی یہ حدیث ہے۔

"حضرت ام حصین احمسیہؓ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کیا اور میں نے اسامہ و بلال رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ ان میں سے ایک آپ ﷺ کی اونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے اور دوسرا کپڑے کو بلند کر کے آپ کی گرمی سے حفاظت کر رہا ہے یہاں تک کہ آپؐ نے جمرہ عقبہ کی رمی فرمائی"۔

شیخ عزالدینؒ بن عبدالسلام نے فتاویٰ موصلیہ میں لکھا ہے کہ چوپایوں پر سواری کی ممانعت اس وقت کے لئے کی گئی ہے جبکہ سواری کرنے کا کوئی خاص مقصد نہ ہو بلکہ صرف بطور تفریح ہو۔ لیکن اگر مقاصد صحیح ہوں تو ممانعت تو درکنار بلکہ بعض صورتوں میں مستحب ہوگا جیسا کہ عرفات کے میدان میں سواری روک کر اس پر کھڑے رہنا کیونکہ عرفات میں وقوف ہی ہے۔ اس کے علاوہ بعض صورتوں میں واجب ہوگا۔ جیسا کہ محاذ جنگ پر مشرکین کے مقابل اپنی سواریوں پر سوار رہنا۔ اسی طرح ہر اس قتال میں جو واجب ہو سواری پر سوار رہنا

واجب ہے۔اس کے علاوہ جہاد میں جبکہ دشمنوں کی طرف سے چڑھائی کا اندیشہ ہوتو سواریوں پر سوار ہوکر سرحدوں کی حفاظت میں کھڑے رہنا واجب ہے اوران مسائل کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

ام حصینؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم جب اترے یا سوار ہوتو اس وقفہ میں چھاؤں حاصل کرسکتا ہے اوراس بات کی اکثر اہل علم نے اجازت بھی دی ہے۔لیکن امام مالکؒ واحمدؒ نے ان اوقات میں بھی ممانعت کی ہے اورامام احمدؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے ایک روایت کی ہے کہ انہوں نے ایک صاحب کو دیکھا جس نے اپنے کجاوے پر ایک ایسی لکڑی رکھی تھی جیسا کہ غلیل کا چھنگہ اوراس نے اس لکڑی پر کپڑا ڈال رکھا تھا حالانکہ وہ محرم تھا چنانچہ حضرت ابن عمرؓ نے اس کو منع کیا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم سایہ گیر قطعاً نہیں ہوسکتا اور رہی وہ حدیث جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جانوروں کی پشت کو منبر نہ بناؤ،تو اس سے مراد یہ ہے کہ جانوروں کی پشت کو بغیر کسی ضرورت کے مسکن نہ بناؤ۔

ریاشیؒ کہتے ہیں کہ میں نے احمدؒ بن معزل کو شدید گرمی کے موسم میں دیکھا کہ آپ دھوپ میں کھڑے ہیں، میں نے ان سے کہا کہ اے ابوالفضل اس مسئلہ میں تو اختلاف ہے کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ گنجائش پر عمل کرتے۔ریاشی کہتے ہیں کہ میری بات سن کر احمد بن معزل نے یہ اشعار پڑھے۔

ضَحَّيْتُ لـه اَسْتَظِلُّ بِظِلِّهِ اِذَا الظِّلُّ اَضْحٰى فِي الْقِيَامَةِ قَالِصاً

''دھوپ میں کھڑا ہوں تاکہ قیامت میں سایہ حاصل کروں۔کیونکہ قیامت میں سایہ کا نام ونشان نہ ہوگا''۔

فَوَا اَسَفَا اِنْ سَعْيُکَ بَاطِلا وَيَا حَسْرَتَا اِنْ کَانَ حَجُّکَ نَاقِصاً

''افسوس کہ اس کے باوجود کوششیں ناکام ہوجائیں اورکیسی حسرت ہوگی اگر حج ناقص رہ جائے''۔

احمدؒ بن معزل بصرہ کے رہنے والے تھے اور بصرہ کے زاہدوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔یہ مالکی المذہب تھے ان کے بھائی عبدالصمد بن معزل ایک قادرالکلام شاعر تھے۔

الداجن

الداجن: داجن وہ بکری ہے جس کو لوگ پالتے ہیں۔ویسے عربی میں داجن ہراس جانور کو کہتے ہیں جن کو گھروں میں رکھ کر دانہ وچارہ وغیرہ کھلایا جائے۔لہٰذا اس میں سب قسم کے پالتوں جانور خواہ وہ چرندے ہوں یا پرندے،شامل ہیں۔چنانچہ داجن اونٹنی اور گھریلو کبوتروں کو بھی کہا جاتا ہے۔اس کا مونث ''داجنہ'' اور جمع ''دواجن'' آتی ہے۔

اہلِ لغت نے کہا ہے کہ ''دواجن البیوت'' ان پرندوں یا بکری وغیرہ کو کہا جاتا ہے جو مانوس ہوجائیں۔ابن السکیت نے کہا ہے کہ ''**شاۃ داجن**'' یا ''**شاۃ راجن**'' وہ بکری ہے جو گھر سے مالوف ومانوس ہوجائے بعض عرب لفظ داجن کو ''ہا'' کے ساتھ بی ''**داجنہ**'' بولتے ہیں۔بکری کے علاوہ دوسرے جانوروں پر جیسے شکار کتا وغیرہ پر بھی اس کا اطلاق آتا ہے۔

حدیث میں داجنہ کا تذکرہ:

صحیح مسلمؒ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے:۔

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ام المومنین حضرت میمونہؓ نے ان کو خبردی،کہ رسول اللہ ﷺ کی بعض

ازواج مطہراتؓ کے پاس ایک بکری تھی اور وہ مرگئی تو آپؐ نے ارشادفرمایا کہ اس کی کھال کیوں نہ نکالی کہ تم اس کو کام میں لے آتے''۔

''سنن اربعہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپؓ فرماتی ہیں، رجم اور رضاعۃ الکبیر کے بارے میں دس آیتیں نازل ہوئی تھیں اور وہ ایک پرچہ پر لکھی ہوئی میرے بستر کے نیچے رکھی تھیں۔ چنانچہ جب آنحضور ﷺ کا وصال ہوا اور ہم آپ کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے تو ایک بکری (داجن) آکر ان کو کھا گئی''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی مروی ہے کہ ہمارے یہاں ایک داجن (بکری) تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ گھر میں موجود ہوتے تو وہ بکری بھی بیٹھی رہتی اور جب آپؐ باہر تشریف لے جاتے تو وہ بکری بھی چلی جاتی۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر شخص پر لعنت کرتا ہے جو اپنے دواجن کا مثلہ کرے۔ (اس حدیث میں دواجن سے مراد سب قسم کے جانور ہیں۔

عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ عضباء ناقہ رسول اللہ ﷺ داجن (گھریلو) تھی۔ چنانچہ کسی گھر سے یا حوض سے اس کو نہیں روکا جاتا تھا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ ''فَتَدْخُلُ الدَّاجِنُ فَتَاكُلُ مِنْ عَجِيْنِهَا '' یعنی بکری گھر میں آتی اور آپ کے (حضرت عائشہؓ کے) گوندھے ہوئے آٹے کو کھا جاتی (یہ مقولہ حضرت بریرہؓ خادمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہے جب ان سے حضرت صدیقہؓ کے بارے میں تفتیش کی گئی تو حضرت بریرہؓ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی تعریف کی اور کہا، لڑکی ہے دنیا کے چھل بل نہیں جانتی، آٹا گوندھ کر رکھ دیتی ہے اور بکری آکر بے خبری میں کھا جاتی ہے۔

تتمہ:

دجین بن ثابت ابوالغصن یربوعی البصری نے اسلم مولی عمرو بن ہشام بن عروۃ ابن الزبیر سے حدیث راویت کی ہے۔ چنانچہ ان کے بارے میں محدثین کرام کا جو خیال ہے وہ یہ ہے:۔

(۱) ابن معینؒ نے کہا ہے کہ ان کی حدیث کسی کام کی نہیں ہے اور ابو حاتمؒ وابوزعہؒ نے کہا ہے کہ یہ ضعیف الحدیث ہیں اور امام نسائیؒ نے فرمایا ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہیں۔ دار قطنی وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ قوی الحدیث نہیں ہیں۔

(۲) ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ ہم کو ابن معین سے روایت پہنچی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ دجین جحا کا نام ہے۔ لیکن امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ دجین بن ثابت الغصن ہیں جنہوں نے کہ سلمہؒ اور ابن المبارکؒ سے حدیث سنی ہے اور ان سے وکیعؒ نے روایت کی ہے۔

عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دجین یعنی جحا نے ہم سے بیان کیا کہ ''حدثنی مَولٰی لِعُمَرِبْنُ عَبْدالعزیز'' ہم نے یہ سن کر ان سے کہا کہ مولی لعمر بن عبدالعزیز نے نبی ﷺ کا زمانہ نہیں پایا۔ کہنے لگے کہ وہ تو اسلم مولی عمر بن الخطابؓ تھے۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ سے پوچھا گیا کہ آپ کو کیا ہوا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان نہیں فرماتے۔ آپ نے جواب دیا کہ مجھ کو یہ ڈر ہے کہ کہیں بیان کرنے میں کمی زیادتی نہ کر جاؤں۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بالا تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے''۔

حمزہ اور میدانی نے امثال میں کہا ہے کہ جحا بنی فزارہ میں ایک شخص تھا اس کی کنیت ابوالغصن تھی۔ یہ شخص نہایت ہی بے وقوف تھا۔

چنانچہ اس کی حماقت کی چند مثالیں یہ ہیں:۔

(۱) موسیٰ بن عیسیٰ الہاشمی کہتے ہیں کہ ایک دن جحا سے پوچھا کہ اے ابا الغصن زمین کیوں کھود رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے یہاں چند درہم گاڑ دیئے تھے ان کو تلاش کر رہا ہوں مگر اب مجھے وہ جگہ یاد نہیں رہی۔ میں نے کہا کہ آپ کو چاہیے تھا کہ گاڑنے کی جگہ پر کوئی نشان لگا دیتے۔ کہنے لگا کہ میں نے نشانی تو بنا دی تھی مگر اب اس نشانی کا بھی پتہ نہیں لگ رہا ہے۔ میں نے پوچھا کہ آپ نے کیا نشانی بنائی تھی؟ جواب دیا کہ اس وقت ایک بادل کا ٹکڑا اس پر سایہ کئے ہوئے تھے لیکن اب وہ ٹکڑا بھی ندارد ہے۔

(۲) ایک مرتبہ جحا رات کے وقت اپنے گھر سے نکلا۔ اتفاقاً اس کے دروازے کی دہلیز پر کسی مقتول کی لاش پڑی تھی۔ اندھیرا ہونے کی وجہ سے اس کو لاش دکھائی نہ دی اور وہ اس سے ٹکرا کر گر پڑا۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ یہ لاش ہے تو اس نے اس کو اٹھا کر کنوئیں میں ڈال دیا۔ جب اس کے باپ کو اس کی حرکت کا علم ہوا تو اس نے فوراً لاش کو کنوئیں سے نکلوا کر کہیں دفن کرا دیا اور ایک مینڈھے کا گلہ گھونٹ کر کنوئیں میں ڈال دیا۔ صبح کو مقتول کے گھر والے مقتول کو تلاش کرتے ہوئے کوفہ کی گلیوں میں اور سڑکوں پر پھر رہے تھے۔ جحا کو جب معلوم ہوا تو وہ ان کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ ہمارے گھر کے کنوئیں میں ایک لاش پڑی ہوئی ہے چل کر اس کو دیکھ لو ہوسکتا ہے وہی تمہارا مطلوب عزیز ہو۔ چنانچہ وہ لوگ اس کے ساتھ چل دیئے اور اس کے گھر پہنچ کر انہوں نے جحا کو ہی کنوئیں میں اتارا تا کہ وہی اس لاش کو نکال کر لائے۔ جحا جب کنوئیں میں اترا تو دیکھا کہ وہاں ایک سینگوں والا مینڈھا پڑا ہوا ہے۔ چنانچہ اس نے کنوئیں کے اندر ہی سے آواز دے کر پوچھا کہ تمہارا عزیز کے سینگ بھی تھے۔ یہ سن کر سب لوگ قہقہہ مار کر ہنس پڑے اور واپس چلے گئے۔

(۳) ابو مسلم خراسانی صاحب الدعوۃ جب کوفہ پہنچے تو آپ نے اپنے حاضرین مجلس سے پوچھا کہ تم میں سے کوئی شخص جحا کو جانتا ہے۔ چنانچہ حاضرین میں سے ایک شخص جس کا نام یقطین تھا اس نے کہا کہ میں اس کو جانتا ہوں۔ آپ نے یقطین سے کہا کہ اس سے جا کر کہو کہ ابو مسلم تم کو بلا رہے ہیں۔ چنانچہ یقطین گئے اور جحا سے کہا کہ ابو مسلم تم کو بلا رہے ہیں اور یہ کہہ کر واپس آ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ابو مسلم کے پاس سے سب حضرات اٹھ کر چلے گئے اور صرف یقطین اور ابو مسلم بیٹھے رہے۔ اتنے میں جحا ابو مسلم کے پاس پہنچا اور یقطین سے مخاطب ہو کر بولا کہ تم دونوں میں سے ابو مسلم کون ہے؟

لفظ جحا اور نحوی تحقیق:

جحا غیر منصرف ہے کیونکہ اس میں عدل ہے اور یہ جاع سے معدول ہو کر آیا ہے۔ جیسے عمر، عامر سے معدول ہو کر آیا ہے۔ چنانچہ جب تیر پھینک دیا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے۔ جحا یجحو جحوا۔

الدارم

الدارم: سیہی کو کہتے ہیں اس کا مفصل بیان باب القاف میں قنفذ کے تحت آئے گا۔

الدباء

(ٹڈی) الدباء (دبا دال مہملہ اور بائے موحدہ بلا تشدید) اڑنے والے سے پہلے والی ٹڈی کو کہتے ہیں یعنی جو ٹڈی اڑنے کے قابل نہ ہوئی ہو اس پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس کا واحد دباۃ ہے۔ راجز نے کہا ہے۔

کان خوق قرطها المعقوب   علی دبـاۃ او علی یسوب

"جیسا کہ ہدہد کہ تیرانداز نے اس کے بازو توڑ دیئے ہوں اور اب وہ راستہ کے بیچوں بیچ پھڑ پھڑا رہا ہو اور اڑنے پر قادر نہ ہو۔

ارض مدبیة : زیادہ ٹڈی والی زمین کو کہا جاتا ہے اور مثال میں کہتے ہیں "اکثر هم من الدباء" یعنی وہ ٹڈی سے بھی زیادہ ہیں۔

حدیث میں دبا کا ذکر:۔

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! لوگ اس کے بعد کیسے ہوں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ٹڈی کی مانند جس کا طاقت ور کمزور کو کھائے گا۔ قیامت قائم ہونے تک"۔

ٹڈی پر مکمل بحث لفظ جراد کے تحت گزر چکی ہے۔

الدُّب

الـدب: خرس، بھالو، ریچھ، یہ ایک مشہور درندہ ہے اس کا مونث دبۃ ہے اور اس کی کنیت ابوجهینہ ہے، ابوالحلاج، ابوسلمۃ، ابوحمید، ابوقتادہ اور ابواللماس ہیں۔ کہا جاتا ہے "ارض مدبة" یعنی زیادہ ریچھ والی زمین۔ ریچھ تنہائی پسند ہوتا ہے چنانچہ جب موسم سرما آتا ہے تو یہ اپنی قیام گاہ میں (جس کو یہ نشیبی مقامات میں بناتا ہے) داخل ہو جاتا ہے اور جب تک کہ ہوا میں اعتدال پیدا نہیں ہو جاتا یہ اپنی قیام گاہ سے باہر نہیں آتا۔ چنانچہ اس دوران اس کو بھوک لگتی ہے تو یہ اپنے ہاتھ پاؤں کو چاٹ لیتا ہے جس سے اس کی بھوک رفع ہو جاتی ہے۔ جب موسم ربیع آتا ہے تو یہ اپنی قیام گاہ سے نکلتا ہے اور اس وقت یہ انتہائی فربہ ہو جاتا ہے۔

ریچھ مختلف طبیعتوں کا حامل درندہ ہے کیونکہ اس کی غذا میں وہ چیزیں بھی شامل ہیں جو درندے کھاتے ہیں اور وہ چیزیں بھی جو مواشی کھاتے ہیں۔ نیز یہ ان چیزوں کو بھی کھاتا ہے جو انسان کی غذا میں مثلاً پھل اور شہد وغیرہ۔

ریچھ کی فطرت میں یہ بات بھی داخل ہے کہ جب موسم وطی آتا ہے تو یہ اپنی مادہ کو لے کر کسی تنہائی کی جگہ پر پہنچ جاتا ہے اور مادہ کو چت لٹا کر جفتی کرتا ہے۔ مادہ جب بچے جنتی ہے تو ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ محض گوشت کا لوتھڑا معلوم ہوتا ہے۔ یعنی ان کے جوارح (ہاتھ، پاؤں اور دم وغیرہ) کی شناخت نہیں ہو سکتی۔ ریچھنی بچوں کو چیونٹیوں کے ڈر سے جا بجا لئے پھرتی ہے اور ان کو چاٹتی رہتی ہے یہاں تک کہ ان کے اعضاء نمودار ہو جاتے ہیں اور وہ سانس لینے لگتے ہیں۔ مادہ کو بچوں کی ولادت کے وقت بہت سختی جھیلنی پڑتی ہے حتیٰ کہ بعض اوقات اس کی جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ منہ کی طرف سے بچے جنتی ہے اور ان کا یہ بھی خیال ہے کہ مادہ بچوں کو دیکھنے کے شوق میں جلد ہی ادھورا جن دیتی ہے اور بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ چونکہ مادہ کو وطی کا شوق حد سے زیادہ ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ اس شوق کو پورا کرنے کے لئے بچوں کو قبل از وقت جن دیتی ہے۔ چنانچہ بعض دفعہ مادہ فرطِ شہوت کے سبب انسان کی طلب گار ہوتی ہے۔ (معاملہ اس کے برعکس بھی ہے کیونکہ ریچھ کا نر بعض اوقات عورت سے مباشرت کا خواہاں ہوتا ہے اور یہ امر بار ہا مشاہدہ میں آ چکا ہے۔ از مترجم)

ریچھ کی ایک خاص صفت یہ ہے کہ یہ موسم سرما میں بہت فربہ ہو جاتا ہے اور اس فربہی کی وجہ سے اس کو چلنے میں بار معلوم ہونے لگتا ہے۔ چنانچہ اس حالت میں جب وہ ایک جگہ بیٹھ جاتا ہے تو جب تک چودہ دن نہیں گزر جاتے وہ اس جگہ سے جنبش نہیں کرتا۔ اس کے بعد

بتدریج اس میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور یہی وقت مادہ کے وضع حمل کا بھی ہوتا ہے۔ جب مادہ بچے جن کر شکستہ حال ہو جاتی ہے تو وہ بچوں کو سامنے رکھ کر جی بہلاتی رہتی ہے اور اگر کوئی خطرہ پیش آتا ہے تو فوراً بچوں کو لے کر کسی درخت پر چڑھ جاتی ہے۔ ریچھ میں قبول تادیب کی عجیب ذہانت ہوتی ہے مگر ساتھ ہی یہ اپنے معلم کی اطاعت بغیر سختی اور ضرب کے نہیں کرتا۔

ریچھ کا شرعی حکم:

اس کا کھانا حرام ہے اس لئے کہ یہ ایک ایسا درندہ ہے جو اپنے ناب (سامنے کے دانتوں) سے غذا حاصل کرتا ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر اس کے ناب نہ ہوتے تو یہ حلال ہوتا۔ کیونکہ اباحت ہی اصل ہے اور حرمت کا وجود نہیں ہے۔

فائدہ:

امام ابوالفرج بن الجوزی نے کتاب الاذکیاء کے اخیر میں لکھا ہے کہ ایک شخص شیر کے خوف سے بھاگ کر ایک کنوئیں میں کود پڑا (غالباً یہ کنواں خشک ہوگا) چنانچہ وہ شیر بھی اس شخص کے تعاقب میں کنوئیں میں کود پڑا۔ ان سے پہلے ایک اور ریچھ بھی اس کنوئیں میں گرا ہوا تھا۔ چنانچہ جب شیر نے ریچھ کو دیکھا تو پوچھا کہ تم یہاں کب سے ہو؟ ریچھ نے جواب دیا کہ مجھ کو تو اس میں گرے ہوئے کئی دن ہو گئے ہیں اور میں بھوک کے مارے مرا جا رہا ہوں۔ شیر نے کہا کہ بھوکا مرنے سے کیا فائدہ اس لئے کیوں نہ ہم دونوں مل کر اس انسان سے اپنا پیٹ بھر لیں۔ اس پر ریچھ نے جواب دیا کہ اگر بالفرض آج ہم نے اس انسان سے اپنا پیٹ بھر بھی لیا تو پھر کل کیا ہوگا کیونکہ ہم یہاں سے نکل سکتے نہیں۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ ہم اس انسان سے معاہدہ کر لیں اور اس کو یقین دلا دیں کہ ہم اس کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائیں گے اور پھر اس سے کہیں کہ وہ ہم تینوں کو اس کنوئیں سے خلاصی کی کوئی تدبیر نکالے کیونکہ وہ ہمارے مقابلے میں زیادہ عقلمند اور اہل ہے۔ چنانچہ شیر نے ریچھ کا مشورہ مان لیا اور پھر ان دونوں نے قسمیں کھا کر اس آدمی کو مطمئن کر دیا۔ چنانچہ اس شخص نے کنوئیں کو ٹٹولنا شروع کیا تو اچانک اس کو ایک بڑا سا سوراخ ہاتھ آ گیا۔ چنانچہ اس شخص نے اس کو چوڑا کرنا شروع کر دیا اور جب وہ چوڑا ہو گیا تو اس میں سے سر نکال کر باہر آ گیا اور پھر شیر و ریچھ کو بھی باہر نکال لیا۔

اس حکایت کا ماحصل یہ ہے کہ عقلمند کو چاہیے کہ وہ اپنے جملہ معاملات میں احتیاط کا پہلو ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دے اور اپنی نفسانی خواہشات کا تابع نہ ہو اور خصوصاً جب کہ اس کو یہ بھی علم ہو کہ نفس کی پیروی میں اس کی ہلاکت ہے اس لئے ہر کام کے انجام پر غور کرنے کے بعد احتیاط سے قدم اٹھائے۔

قزوینی نے عجائب المخلوقات میں لکھا ہے کہ ایک شیر نے کسی انسان پر حملہ کرنا چاہا تو وہ انسان خوف سے بھاگ کر ایک درخت پر چڑھ گیا۔ اس درخت کی ایک شاخ پر پہلے سے ایک ریچھ بیٹھا ہوا اس کے پھل توڑ توڑ کر کھا رہا تھا۔ شیر نے جب دیکھا کہ آدمی درخت پر چڑھ گیا ہے تو وہ بھی اس درخت کے نیچے آ کر بیٹھ گیا اور اس شخص کا انتظار کرنے لگا۔ چنانچہ اس شخص کی نگاہ جب ریچھ پر پڑی تو دیکھا کہ ریچھ اپنی انگلی اپنے منہ کی طرف لے جا کر اشارہ کر رہا ہے کہ شیر کو یہ خبر نہ ہونے پائے کہ میں بھی یہاں بیٹھا ہوا ہوں۔

اس آدمی کا بیان ہے کہ میں شیر اور ریچھ کے معاملہ میں حیران تھا کہ کس طرح ان دونوں موذیوں سے پیچھا چھڑایا جائے۔ اتفاقاً میری جیب میں ایک چھوٹا سا چاقو پڑا ہوا تھا۔ میں نے اس کو نکال کر اس سے اس شاخ کو جس پر ریچھ بیٹھا ہوا تھا کاٹنا شروع کر دیا۔ جب کٹتے کٹتے وہ شاخ تھوڑی سی رہ گئی تو ریچھ کے وزن سے خود بخود ٹوٹ گئی اور شاخ کے ساتھ ریچھ بھی زمین پر گر گیا۔ اس کے گرتے ہی شیر ریچھ کی طرف لپکا۔ چنانچہ کچھ دیر دونوں لڑتے رہے اور پھر شیر ریچھ پر غالب آ گیا اور اس کو پھاڑ ڈالا اور کچھ حصہ کھا کر وہاں سے چلا گیا۔

(اس حکایت سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان خطرہ کے وقت اپنے اوسان خطا نہ ہونے دے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے جو تدبیر اپنے بچاؤ کی کر سکتا ہو اس سے غافل نہ ہو۔

ضرب الامثال:

گذشتہ صفحات میں گزر چکا کہ اہل عرب کہتے ہیں "احمق من جھبر" کہ وہ جھبر سے زیادہ احمق ہے (جھبر مونث ریچھ کو کہتے ہیں) ایسے ہی اہل عرب کہتے ہیں "الوطء من دُب" یعنی ریچھ سے زیادہ لواطت کرنے والا۔ اور عرب کا یہ قول "اَلْوَطُ مِنْ رَاهِبٍ" یعنی راہب سے زیادہ لواطت کرنے والا شاعر کے اس شعر سے لیا گیا ہے۔

وَاَلْوَطُ مِنْ رَاهِبٍ یَدَّعِیْ بَاَنَّ النِّسَاءَ عَلَیْهِ حَرَامٌ

"اور اس راہب سے زیادہ لوطی جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ عورتیں اس پر حرام ہیں"۔

طبی خواص:

اگر ریچھ کے ناب (سامنے کے چار دانتوں کے برابر والے دو دانت) عورت اپنے دودھ میں ڈال کر بچہ کو پلا دے تو اس کے دانت آسانی سے نکل جائیں گے۔ ریچھ کی چربی کی مالش برص کو ختم کر دیتی ہے۔ اگر ریچھ کی داہنی آنکھ کپڑے میں باندھ کر کسی انسان کے بازو پر باندھ دی جائے تو اس شخص کو درندوں کا خوف نہ ہوگا اور اگر یہی آنکھ کسی دائمی بخار والے مریض کے بدن پر لٹکا دی جائے تو دائمی بخار جاتا رہے گا۔ ریچھ کا پتہ شہد اور عرق بادیان (سونف) میں حل کر کے اگر آنکھ میں بطور سرمہ لگایا جائے تو آنکھ کی دھند جاتی رہے گی اور اگر اسی دواء کو "داء الثعلب[1]" پر ملا جائے تو بال اگرنے لگتے ہیں۔ ریچھ کے پتہ کو دو دانق[2] کے برابر گرم پانی اور شہد میں ملا کر پینے سے بواسیر اور ریح وغیرہ کی بیماری ختم ہو جاتی ہے۔ اگر ریچھ کے پتہ کو داہنی ران پر باندھ کر انسان وطی کرلے تو جب تک اس کی خواہش ہو وطی کرتا رہے اس کو وطی سے کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔ بچہ پر ریچھ کی چربی ملنے سے بچہ ہر برائی سے محفوظ رہے گا۔ ریچھ کی چربی اگر ناسور میں بھر دی جائے تو ناسور بالکل ختم ہو جائے گا اور اگر کسی کتے پر اس کی چربی مل دی جائے تو وہ کتا پاگل ہو جائے گا اور اگر کسی بدخلق بچہ کے گلے میں اس کی کھال کا ٹکڑا پہنا دیا جائے تو اس بچہ کی بدخلقی دور ہو جائے گی اور اگر ریچھ کا خون آنکھ میں لگا دیا جائے تو آنکھ کے پپوٹوں پر بال نکلنا بند ہو جائیں گا اور اگر ان بالوں کو اکھاڑ کر یہ خون پپوٹوں پر سلائی سے لگا دیا جائے تو بال پھر نہ اگیں گے۔ ریچھ کی داہنی آنکھ سکھا کر اس بچہ کے گلے میں ڈال دی جائے جو سوتے میں ڈرتا ہو تو اس کا ڈرنا ختم ہو جائے گا۔

خواب میں تعبیر:

ریچھ کو خواب میں دیکھنا شر، سختی، فتنہ، اور بعض اوقات مکروفریب کی علامت ہے اور کبھی اس کا خواب میں دیکھنا کسی بھاری جسم کی عورت کی علامت ہے۔ جس کے دیکھنے سے دل میں دہشت پیدا ہو اور اس کا پیشہ گانا بجانا ہو۔ کبھی خواب میں ریچھ دیکھنے کی تعبیر قید اور قید خانہ کی یا کسی ایسے دشمن کی علامت ہے جو مکار، چور اور ساتھ ساتھ مخنث بھی ہو۔ اگر کوئی شخص خود کو ریچھ پر سوار دیکھے تو اس کو ولایت حاصل ہوگی۔ بشرطیکہ وہ اس کا اہل ہو۔ ورنہ اس سے مراد غم اور خوف ہوگا۔ جس سے بعد میں نجات مل جائے گی اور کبھی اس کی تعبیر سفر کرنے اور پھر گھر واپس آنے سے دیتے ہیں۔

---

[1] داء الثعلب: یہ ایک بیماری کا نام ہے اس میں سر کے بال جھڑنے لگتے ہیں۔
[2] دانق: درہم کے چھٹے حصے کو کہتے ہیں۔

اَلدُّبْدَبُ

الدبدب: گورخر۔اس کا تفصیلی بیان باب الحاء میں گزر چکا ہے۔

اَلدَّبْرُ

دبر: (دال پر زبر) شہد کی مکھیوں کی جماعت، اور بقول "سہیلی" دبر بھڑوں کو کہتے ہیں۔اور دبر (دال پر کسرہ) کے ساتھ چھوٹی ٹڈیوں کو کہتے ہیں۔اصمعی نے کہا ہے کہ اس لفظ کا کوئی واحد نہیں آتا۔مگر واحد کے لئے "خشسرمة" استعمال ہوتا ہے۔اس کی جمع دبور آتی ہے۔چنانچہ لفظ دبر شہد کی مکھیوں کے معنی میں ہذلی شاعر کے مصرعہ ذیل میں عسال کے وصف میں استعمال ہوا ہے۔

ع. اِذَالَسَعَتْهُ الدَّبْرُلَمْ يَرْجُ لَسْعَهَا

ترجمہ: جب شہد کی مکھیاں اس کو یعنی عسال کو کاٹ لیتی ہیں تو ان کے کاٹنے سے وہ ڈرتا نہیں۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس مصرعہ میں "لم یرج" لم یخف کے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی "نہیں ڈرتا"۔

اور اسی بناپر قرآن پاک کی ان آیات کی تفسیر میں (۱) فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ (۲) مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ "علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ بقول نحاس جملہ اہل تفسیر کا اس پر اجماع ہے کہ ان دونوں آیتوں میں لفظ رجاء خوف کے معنی میں آیا ہے۔

شہد کی مکھیوں کے معنی کے اعتبار سے حضرت عاصم بن ثابت انصاریؓ کو حمی الدبر کہا جاتا ہے۔آپ کا قصہ یہ ہوا کہ مشرکین نے جب آپ کو شہید کر دیا تو انہوں نے آپ کی لاش کا مثلہ کرنا چاہا۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے اس ناپاک ارادہ سے آپ کو شہد کی مکھیوں کے ذریعہ بچالیا۔چنانچہ کفار مکھیوں کے ڈر سے آپ کی لاش کو چھوڑ کر چلے گئے اور مسلمانوں نے آپ کو دفن کر دیا۔حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ نہ میں کسی مشرک کو ہاتھ لگاؤں اور نہ کوئی مشرک مجھے ہاتھ لگائے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے موت کے بعد مشرکین سے شہد کی مکھیوں کے ذریعے آپ کی حفاظت فرمائی۔

ایک رافضی کا عبرتناک انجام:

حاکم کی تاریخ نیشاپور کے شروع میں ثمامہ بن عبداللہ کی ایک روایت مذکور ہے جو انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ سے نقل کی ہے "ثمامہ وہ شخص ہیں جس سے ایک جماعت نے روایت کی ہے"۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم خراسان سے آرہے تھے اور ہمارے ساتھ ایک شخص (غالباً وہ رافضی ہوگا) جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو (نعوذ باللہ) برے الفاظ سے یاد کرتا تھا۔چنانچہ ہم نے اس کو ہر چند منع کیا مگر وہ باز نہ آیا۔پس ایک دن صبح کے ناشتہ کے بعد وہ شخص قضاء حاجت کے لئے چلا گیا۔ہم نے کچھ دیر اس کا انتظار کیا لیکن جب کافی دیر ہوگئی اور واپس نہ آیا تو ہم نے اپنا ایک قاصد اس کو بلانے کے لئے بھیجا۔تھوڑی دیر کے بعد وہ قاصد دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ ذرا چل کر اپنے رفیق کی خبر تو لو۔یہ سن کر ہم دوڑتے ہوئے وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ ایک سوراخ پر قضاء حاجت کے لئے بیٹھا ہوا ہے اور اس کو شہد کی مکھیاں کا پورا ایک چھتہ چمٹا ہوا ہے اور ان مکھیوں نے کاٹ کاٹ کر اس کے بدن کے جوڑ و بند جدا کر دیئے ہیں۔چنانچہ

ہم نے اس کے بدن کی ہڈیاں جمع کیں لیکن مکھیوں نے ہم کو چھوا تک نہیں بلکہ اس کو چمٹی رہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے:۔

''البتہ تم چلو گے راستوں پر ان لوگوں کے جو تم سے پہلے تھے دست بدست یہاں تک کہ اگر وہ شہد کی مکھیوں کے چھتہ پر بھی پہنچ جائیں تو تم بھی وہیں پہنچو گے''۔

فائق میں مذکور ہے کہ حضرت سکینہؓ بنت حضرت امام حسینؓ جبکہ وہ کمسن تھیں اپنی والدہ ام رباب کے پاس روتی ہوئی آئیں والدہ نے پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ حضرت سکینہؓ نے کہا کہ مَرَّتْ بِیْ دُبَیْرَۃٌ فَلَسَعَتْنِیْ بَاُبَیْرَۃٍ یعنی میرے پاس سے ایک شہد کی مکھی گزری اور میرے ڈنک مار گئی''۔ اس میں دبیرہ اور ابیرہ بصیغہ تصغیر استعمال ہوئے ہیں۔

اَلدُّبْسِیُ

الدبسی: بفتح الدال وکسر السین وبقول دیگر بضم الدال: یہ ایک قسم کا جنگلی کبوتر ہے جس کا رنگ سیاہ مائل بہ سرخی ہوتا ہے اس کی چند قسمیں ہیں جو مصری، حجازی اور عراقی کہلاتی ہیں۔ جاحظ کہتے ہیں کہ صاحب منطق الطیر کا بیان ہے کہ ''الدبسی'' جنگلی کبوتر، قمری اور فاختہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ جب یہ آواز نکالتا ہے تو اس کو ھدل سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور جب گاتا ہے تو تغرید سے تعبیر کرتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ ھدیل کبوتر کا نام ہے۔ ھدیل کا تذکرہ باب الھاء میں آنے والا ہے۔ راجز نے کہا ہے۔

کھداھد کسر الرماۃ جناحہ　　یدعو بقارعۃ الطریق ھدیلا

''تیر اندازوں نے باز و توڑ دیا جس سے اب پھڑ پھڑاہٹ پیدا ہوتی ہے اسی لئے راستے کے غاروں کو ہدیل کہا جاتا ہے۔

حدیث میں دبسی کا تذکرہ:۔

امام احمدؒ طبرانی اور دیگر محدثین نے یحییٰؒ بن عمارہ سے اور انہوں نے اپنے دادا حنشؒ سے روایت کی ہے:

''فرماتے ہیں کہ میں اسواف (سخت اور ریتیلی زمین کے درمیان کا حصہ) میں داخل ہوا بس میں نے دو جنگلی کبوتر پکڑ لئے درانحالیکہ ان کی ماں ان پر پھڑ پھڑا رہی تھی، میں ان کو ذبح کرنا چاہتا تھا، راوی کہتے ہیں میرے پاس ابو حنشؒ آئے اور کھجور کی جڑ لے کر مجھے مارنے لگے اور فرمایا کہ تجھے معلوم نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حرام فرما دیا ہے ان تمام جانوروں کو جو مدینہ کے ان دو سنگلاخوں کے درمیان ہو''۔ متیخہ کھجور کے درخت کی جڑ کو کہتے ہیں۔

موطا میں عبداللہؓ ابن ابی بکرؓ سے مروی ہے:

''ابو طلحہ انصاریؓ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک جنگلی کبوتر اڑا پس آپ کو اچھا لگا اور وہ کبوتر درخت میں اڑتا ہوا نکلنے کا راستہ تلاش کر رہا تھا۔ ابو طلحہؓ کی نگاہ دوران صلوٰۃ ایک لحہ کے لئے اس پر پڑی۔ پس آپ یہ بھول گئے کتنی نماز پڑھی، ابو طلحہؓ نے نبی کریم ﷺ سے اس فتنہ کا جو ان کو پیش آیا تھا تذکرہ فرمایا اور کہا یا رسول اللہ! (ﷺ) یہ باغ صدقہ ہے آپ جہاں چاہیں اس کو صرف فرما دیں''۔

عبداللہ ابن ابی بکرؓ سے یہ بھی روایت ہے:۔

''ایک انصاری شخص وادی قف میں اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ موسم فصل کھجور میں جبکہ کھجور کے خوشہ لٹکے ہوئے تھے، پس دیکھا کہ ایک کنٹھے دار جنگلی کبوتر پھلوں پر بیٹھا ہوا ہے۔ پس اس شخص نے یہ منظر دیکھا جو ان کو اچھا لگا پھر جب

وہ اپنی نماز کی جانب متوجہ ہوا تو بھول گیا کہ کتنی نماز پڑھی ہے، تو اس نے کہا کہ مجھے میرے اس مال نے فتنہ میں مبتلا کر دیا۔ پس حضرت عثمان غنیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ (آپ اس وقت منصب خلافت پر فائز تھے) اور واقعہ ذکر کیا اور فرمایا یہ باغ صدقہ ہے آپؓ اس کو کارِ خیر میں لگا دیں۔ حضرت عثمانؓ نے اس باغ کو پچاس ہزار میں فروخت فرما دیا۔ پس اس باغ کا نام ہی خمسون (۵۰) پڑ گیا"۔

قفف مدینہ منورہ کی ایک وادی کا نام ہے:۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قاعدہ تھا کہ آپ کو اپنے مال میں سے کوئی چیز اچھی معلوم ہوتی تھی تو آپ اس چیز کو فی سبیل اللہ خیرات کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے غلام آپ کی اس عادت سے واقف تھے۔ لہٰذا ان غلاموں میں سے اگر کوئی آزاد ہونا چاہتا تو یہ ترکیب کرتا کہ ہر وقت مسجد میں حاضر رہتا۔ آپ اس کی یہ دینداری دیکھ کر اس کو آزاد کر دیتے۔ اس پر آپ کے مصاحبین کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ (غلام) آپ کو فریب دیتے ہیں تو آپ جواب میں فرماتے ہیں کہ جو شخص ہم کو اللہ کے معاملہ میں دھوکہ دے تو ہم اس کے دھوکہ میں آ جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ ابن عامر نے آپ کے ایک غلام کو ۳ ہزار درہم میں خریدنا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ہو سکتا ہے یہ دراہم مجھے فتنہ میں ڈال دیں اس لئے میں اس غلام کو (جس کے عوض مجھے ابن عامر ۳ ہزار درہم دینا چاہتا ہے) آزاد کرتا ہوں۔ یہی سبب ہے کہ حضرت ابو سعید خدریؓ کہا کرتے تھے کہ سوائے حضرت ابن عمرؓ کے ہم میں کوئی ایسا نہیں ہے۔ جس کو دنیا نے اپنی طرف مائل نہ کیا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنی پوری عمر میں ایک ہزار یا ایک ہزار سے بھی زائد غلاموں کو آزاد کیا۔ آپ کے فضائل و مناقب اس قدر ہیں کہ کوئی ان کو شمار نہیں کر سکتا۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ مادۂ فکر کو جڑ سے اکھاڑنے اور نماز میں کمی (نماز میں ہوئے قصور کے کفارہ کے طور پر) پوری کرنے کے لئے اس قسم کے کام لیا کرتے تھے (جو اوپر مذکور ہوئے) اور کسی علت کے مادہ کو منقطع کرنے کا صرف یہی علاج ہے اور سوائے اس کے اور کوئی دوا مفید نہیں ہو سکتی۔

دبسی کی خاصیت یہ ہے کہ آج تک یہ کسی کو زمین پر پڑا ہوا نہیں ملا اور جاڑوں اور گرمیوں میں یہ الگ الگ مقام پر رہتا ہے اور خاص بات یہ ہے کہ آج تک کسی نے اس کا گھونسلہ نہیں دیکھا۔

دبسی کا شرعی حکم:

اس کا کھانا بالاتفاق جائز اور حلال ہے۔ سنن بیہقی میں ابنؒ ابی لیلیٰ عطا سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ خضری، قمری، دبسی، عطاء اور چکورا گر ان جانوروں کو محرم قتل کر دے تو ضمان میں بکری واجب ہوگی۔

دبسی جنگلی پرندوں سے زیادہ بہتر ہے

صاحب المنہاج الطب کا قول ہے کہ جنگلی پرندوں میں سب سے افضل دبسی پھر شحرور (ایک کالے رنگ کا خوش آواز پرندہ) کا نمبر ہے۔ اس کے بعد چکور اور ورشان کا نمبر ہے اور آخر میں کبوتر کے بچوں کا نمبر ہے۔ دبسی کا گوشت گرم اور خشک ہوتا ہے۔

خواب میں تعبیر:

خواب میں اس کی تعبیر وہی ہے جو سمائی بیٹر کی ہے۔ بیٹر کا تذکرہ انشاء اللہ باب السین میں آئے گا۔

الدجاج

(مرغی)الــدجــاج : (دال پر تینوں اعراب پڑھ سکتے ہیں) واحد کے لئے دجاجہ آتا ہے۔ مونث اور مذکر دونوں کے لئے ایک ہی لفظ مستعمل ہے۔ ابن سیدہ کہتے ہیں کہ اس کو دجاجہ آہستہ چلنے کی وجہ سے کہتے ہیں۔ مرغی کی کنیت ام الولید، ام حفصہ، ام جعفر، ام عقبہ، ام احدی وعشرین، ام قوب، ام نافع وغیرہ آتی ہیں۔ مرغی جب بوڑھی ہوجاتی ہے تو اس کے انڈوں میں مادۂ تولید ختم ہوجاتا ہے اور اس کے انڈوں سے بچے نہیں پیدا ہوتے۔

مرغی کی عادت

مرغی کی ایک عجیب وغریب عادت یہ ہے کہ اگر اس کے پاس سے کوئی درندہ گزرتا ہے تو بالکل نہیں ڈرتی۔ البتہ گیدڑ (ابن اویٰ) اگر اس کے پاس سے گزر جائے یا وہ گیدڑ کو آتا ہوا دیکھ لے تو فوراً خود بخود آکر اس کے سامنے گر جاتی ہے خواہ اس وقت وہ کسی مکان کی چھت یا دیوار پر ہی کیوں نہ بیٹھی ہو (ممکن ہے یہ خاصہ ان مرغیوں میں ہو جو دیہات یا جنگلوں میں پلی ہوں، تو شہر میں مرغیوں میں ایسی بات دیکھنے میں نہیں آتی۔ البتہ اتناء ہے کہ شہر کی مرغیاں بلی سے بہت زیادہ ڈرتی ہیں اور جب وہ بلی کو دیکھ لیتی ہیں تو کافی شور مچاتی ہیں اور کافی دیر کے بعد ان کو سکون ملتا ہے۔ مرغی میں ایک وصف یہ ہے کہ بہت کم سوتی ہے اور اگر سوتی بھی ہے تو بہت جلد جاگ جاتی ہے۔ اس کا سونا اور جاگنا ایسا ہے جیسا کہ سانس کا آنا اور جانا کہتے ہیں۔ اس کی قلت نوم کی وجہ اس کو اپنی جان کا ڈر ہے۔ اس کے پاس اپنی حفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ یہ ہے کہ یہ زمین پر نہیں سوتی بلکہ کسی بالا خانے یا دیوار یا لکڑی یا ان جیسی کسی چیز پر بیٹھ جاتی ہے اور جب آفتاب غروب ہوجاتا ہے تو حسب عادات گھبرانا اور ڈرنا شروع کردیتی ہے۔

مرغی کے بچے جب انڈوں سے نکلتے ہیں تو پر وبال لے کر نکلتے ہیں اور نکلتے ہی چلنے پھرنے لگتے ہیں۔ ابتداء میں اس کے بچے نہایت مقبول صورت اور بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ بلانے سے پاس آجاتے ہیں۔ لیکن جوں جوں وہ بڑے ہوتے جاتے ہیں ان کی خوشنمائی کم ہوتی جاتی ہے اور رفتہ رفتہ اس حالت کو پہنچ جاتے ہیں کہ سوائے ذبح کرنے اور انڈے حاصل کرنے کے اور کسی مصرف کے نہیں رہتے۔

مرغی فطرتاً مشترک الطبیعت واقع ہوئی ہے کیونکہ یہ گوشت بھی کھاتی ہے مکھیاں اور روٹی دانہ وغیرہ بھی چگتی ہے۔

انڈے کے اندر بچہ کی جنس معلوم کرنے کا طریقہ:

اگر کوئی شخص یہ جاننا چاہے کہ انڈے میں مرغی ہے یا مرغا تو اس کی شناخت کا طریقہ یہ ہے کہ انڈے کو غور سے دیکھا جائے۔ اگر انڈہ مستطیل اور محدود اطراف ہے یعنی اس کی لمبائی چوڑائی سے زیادہ ہے اور کنارے دبے ہوئے ہیں تو اس کے اندر مرغی ہے اور اگر انڈا گول ہے اور اس کے کنارے ابھرے ہوئے ہیں تو اس کے اندر مرغا ہے۔ انڈے سے بچے نکالنے کے دو طریقے ہیں۔ اول یہ کہ مرغی خود انڈے سیوے۔ دوم یہ کہ انڈوں کو کوڑے یا گھاس جیسی چیز میں دبا دیا جائے۔ (اگر کبوتروں کے نیچے مرغی کے انڈے رکھ دیئے جاتے ہیں تو بھی بچے نکل آتے ہیں۔ اس کے علاوہ آج کل مشین کے ذریعے گرمی پہنچا کر بھی مرغی کے بچے نکالے جاتے ہیں۔

عام طور پر مرغی سال بھر میں دس ماہ انڈے دیتی ہے اور دو ماہ موسم سرما میں نہیں دیتی۔ انڈے کی پیدائش دس دن میں مکمل ہوجاتی ہے۔ بعض مرغیاں روزانہ دو انڈے بھی دیتی ہیں انڈا جس وقت مرغی کے پیٹ سے نکلتا ہے تو بہت ہی نرم ہوتا ہے۔ لیکن نکلنے کے بعد چند

منٹ میں ہی ہوا سے سخت ہو جاتا ہے۔ انڈے کے اندر زردی اور سفیدی ہوتی ہے اور اس سفیدی پر ایک باریک جھلی ہوتی ہے اور اس جھلی پر ایک سخت چھلکا ہوتا ہے سفیدی ایک قسم کی چمک دار رطوبت بمنزلہ منی کے ہوتی ہے۔ زردی ایک نرم بستہ رطوبت کا خلاصہ ہے جو کسی قدرے جمے ہوئے خون سے مشابہ ہوتی ہے۔ اس سے انڈے کے اندر بچے کو غذا پہنچتی ہے جبکہ سفیدی سے بچے کی آنکھ، دماغ اور سر بنتے ہیں۔ باقی ماندہ سفیدی پھیل کر ایک لفافہ کی صورت میں تبدیل ہو کر بچہ کی کھال بن جاتی ہے۔ اسی طرح زردی سکڑ کر اور جھلی بن کر بچہ کی ناف ہو جاتی ہے۔ اس کے ذریعہ بچے کو غذا پہنچتی ہے جیسے کہ جنین (انسانی بچہ) کو شکم مادر میں حیض کے خون سے بذریعہ ناف غذا پہنچتی ہے۔

بعض اوقات ایک انڈے میں دو زردیاں ہوتی ہیں اور اس کے سینے پر دو بچے پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا مشاہدہ بھی ہوا ہے کہ انڈوں میں سب سے زیادہ لطیف اور غذائیت رکھنے والا وہ انڈہ ہوتا ہے۔ جس میں زردی زیادہ ہوتی ہو اور جو انڈا بغیر مرغ کے (یعنی مرغ کی جفتی کے بغیر) یعنی خاکی پیدا ہوتا ہے اس میں غذائیت بہت کم ہوتی ہے اور ایسے انڈے سے بچہ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ عام قاعدہ کے مطابق بچہ اس انڈے سے نکلتا ہے جو چاند کے گھٹنے کی مدت میں مرغی دیتی ہے۔ اس کے برخلاف جو انڈا چاند کے ہلال ہونے سے بدر ہونے کی (یعنی اوائل ماہ میں دیا گیا انڈا) مدت کے اندر پیدا ہوتا ہے پورے طور پر بھر جاتا ہے اور مرطوب ہو جاتا ہے اس میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رہتی۔

نر اور مادہ کی شناخت کا طریقہ:

بچہ نکلنے کے دس دن کے بعد یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ نر ہے یا مادہ۔ چنانچہ اس کی شناخت کا طریقہ یہ ہے کہ جب بچہ دس دن کا ہو جائے تو بچہ کی چونچ پکڑ کر لٹکایا جائے۔ اگر اس حالت میں وہ حرکت کرتا ہے تو وہ نر (مرغا) ہے اور اگر ساکت رہے تو مادہ۔

حکایات:

حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک بن مروان کھانے کا بہت حریص تھا۔ چنانچہ اس کے بارے میں عجیب وغریب واقعات منقول ہیں۔ ان میں سے بعض کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

(۱) بعض دن وہ صبح کو ناشتہ میں چالیس تلی ہوئی مرغیاں، چالیس انڈے، چوراسی کلیجیاں معہ ان کی چربی کے اور اسی گردے کھاجاتا اور پھر اس کے بعد بھی عام دسترخوان پر بیٹھ کر لوگوں کے ساتھ بھی کھاتا تھا۔

(۲) ایک مرتبہ خلیفہ اپنے باغ میں گیا اور باغ کے داروغہ کو حکم دیا کہ عمدہ قسم کے ذائقہ دار پھل توڑ کر پیش کئے جائیں۔ چنانچہ داروغہ نے پھل پیش کر دیئے تو خلیفہ اور اس کے مصاحب کھانے لگے۔ کچھ دیر کے بعد خلیفہ کے تمام مصاحب کھا کر سیر ہو گئے۔ مگر خلیفہ برابر کھاتا رہا۔ اس کے بعد اس نے ایک تلی ہوئی بکری طلب کی اور تمام کی تمام اکیلا کھا گیا۔ اس کے بعد پھل منگائے اور کھانے شروع کر دیئے۔ جب تمام پھل ختم کر دیئے تو اس کے سامنے ایک قاب لائی گئی جو اتنی بڑی تھی کہ اس کے اندر ایک آدمی بیٹھ سکتا تھا۔ اس قاب میں گھی اور ستو وغیرہ بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ پوری قاب بھی خلیفہ نے کھا کر ختم کر دی۔ اس کے بعد اٹھا اور دارالخلافہ پہنچ گیا۔ وہاں پہنچتے ہی دسترخوان بچھا دیا گیا تو خلیفہ نے یہاں بھی بعض چیزیں کھائیں۔

(۳) ایک مرتبہ خلیفہ حج کرنے گیا اور حج کرنے کے بعد طائف پہنچا وہاں اس نے سات سو انار، مرغی کے چوڑے اور ایک ٹوکرا کشمش کا کھایا۔

کہتے ہیں کہ سلیمان کے پاس ایک شخص آیا اور سلیمان کے باغ کی فصل خریدنے کا ارادہ ظاہر کیا اور کچھ پیشگی رقم سلیمان کو دی۔ سلیمان باغ کے معائنہ کے لئے گیا اور باغ میں جا کر پھل کھانا شروع کر دیئے یہاں تک کہ شام ہوگئی۔ پھر فصل خریدنے والے کو بلا کر مزید رقم کا مطالبہ کیا تو اس شخص نے کہا کہ آپ کی مطلوبہ رقم آپ کو باغ میں داخل ہونے سے پہلے مل سکتی تھی اب باغ میں کیا رکھا ہے جو میں مزید رقم دوں۔

کہتے ہیں کہ اس کی موت کا سبب یہ ہوا تھا کہ ایک دن اس نے چار سو انڈے اور آٹھ سو دانے انجیر اور چار سو عدد کلیجیاں معہ ان کی چربی کے اور بیس عدد مرغیاں کھالی تھیں۔ چنانچہ اس کو ہیضہ ہوگیا اور اسی بیماری میں بمقام مرج دابق اس کا انتقال ہوگیا۔

اگر ہیضہ ہو جائے:

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض علماء سے منقول ہے کہ جس شخص نے بہت زیادہ کھالیا ہو اور اس کو ہیضہ ہونے کا ڈر ہو تو اس کو چاہیے کہ اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیرتا رہے اور یہ کلمات پڑھے:۔ **اللیلة لیلة عیدی یا کرشی و رضی اللّٰہ عن سیدی ابی عبداللّٰہ القرشی.**

یہ کلمات تین بار پڑھے اور ہر بار پیٹ پر ہاتھ پھیرتا رہے۔ یہ عمل عجیب اور مجرب ہے۔

حدیث میں مرغی کا تذکرہ:۔

ابن ماجہؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اغنیاء کو بکریاں اور فقراء کو مرغیاں پالنے کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ جب اغنیاء مرغیاں پالنے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آبادی کی ہلاکی کا حکم فرماتا ہے''۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی اسناد میں علی ابن عروہ الدمشقی ہیں اور ابن حبان نے کہا ہے کہ یہ احادیث وضع کیا کرتے تھے۔

عبداللطیف بغدادی فرماتے ہیں کہ اغنیاء کو بکریاں اور فقراء کو مرغیاں پالنے کا حکم دینے کی وجہ یہ ہے کہ ہر قوم کا معاملہ اس کی مقدرت کے مطابق ہے اور اسی کے مطابق اس کی روزی کا معاملہ ہے اور اس حکم سے مقصود یہ تھا کہ لوگ کسب یعنی کمائی کرنی نہ چھوڑ دیں اور اسباب یعنی تدبیر سے کنارہ کشی نہ کرلیں کیونکہ کسب تعفف یعنی پاکبازی اور قناعت کا سبب ہے اور بسا اوقات اس سے غناء اور ثروت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور کسب کو ترک کر دینا اور اس سے روگردانی کرنا حاجت کا موجب ہو کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور کر دیتا ہے اور یہ شرعاً مذموم ہے۔ اور قری یعنی آبادیوں کی ہلاکت جو حدیث کے دوسرے جز میں مذکور ہے اس کی توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ جب اغنیاء مرغیاں پال کر (جو فقراء کا ذریعہ معاش ہے) ان کے مکاسب میں تنگی پیدا کر دیں گے اور فقراء کا کام خود کرنے لگیں گے تو فقراء کے اسباب معیشت معطل ہو کر ان کی ہلاکت کا سبب بن جائیں گے اور فقراء کی ہلاکت بوار یعنی عام ہلاکت ہے جو باعث ہے آبادیوں کی ہلاکت کا۔

امام العلام ابوالفرج بن الجوزی نے کتاب الاذکیاء میں احمد ابن طولون سلطان مصر کے متعلق لکھا ہے کہ ایک دن وہ کسی ویران مقام پر اپنے مصاحبین کے ہمراہ کھانا کھا رہے تھے کہ اچانک ان کی نگاہ ایک سائل پر پڑی جو میلے کپڑے پہنے ہوئے کھڑا تھا۔ سلطان نے ایک روٹی، ایک تلی ہوئی مرغی اور ایک گوشت کا ٹکڑا اور فالودہ لے کر اپنے ایک غلام کو دیا اور کہا کہ یہ اس سائل کو دے آؤ۔ چنانچہ غلام وہ کھانا

لے کر دے آیا اور کہنے لگا حضور وہ کھانا لے کر کچھ خوش نہیں ہوا۔

یہ سن کر سلطان نے کہا کہ اس کو بلا کر لاؤ۔ چنانچہ غلام اس سائل کو بلا لایا۔ سلطان نے اس سے کچھ سوالات کئے جن کے جوابات اس نے بڑی خوش اسلوبی سے دیئے اور شاہی رعب اور دبدبہ کا اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ چنانچہ سلطان نے اس سے پھر کہا کہ جو کاغذات تمہارے پاس ہیں وہ پیش کر دو اور سچ سچ بتاؤ کہ تم کو یہاں کس نے بھیجا ہے مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ تم مخبر ہو۔ یہ کہہ کر سلطان نے سیاط یعنی کوڑے مارنے والے کو طلب کیا۔ چنانچہ کوڑے مارنے والے کو دیکھ کر سائل نے فوراً اعتراف کر لیا کہ وہ ایک مخبر ہے۔

یہ ماجرا دیکھ کر سلطان کے کسی مصاحب نے کہا کہ حضور آپ نے تو جادو کر دیا۔ سلطان نے جواب دیا کہ کوئی جادو نہیں بلکہ قیافہ اور فراست ہے کیونکہ جب میں نے اس کی ظاہری بدحالی دیکھی تو میں نے اس کے پاس ایسا کھانا بھیجا کہ شکم سیر بھی اس کو دیکھ کر خوش ہو جاتا مگر یہ بالکل خوش نہ ہوا اور نہ اس نے اس کو لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اس پر میں نے اس کو طلب کر لیا تو اس نے میرے سوالات کے ایسے برجستہ جواب دیئے کہ کوئی شخص ایسی بے باکی سے نہیں دے سکتا تھا۔ لہٰذا میں نے اس کی بدحالی اور اس پر ایسی حاضر جوابی دیکھ کر یہ نتیجہ نکالا کہ ضرور کچھ دال میں کالا ہے اور یہ شخص سائل نہیں بلکہ مخبر ہے۔

ابن خلکان نے ابوالعباس احمد ابن طولون کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ دیار مصریہ، شامیہ اور اس کے سرحدی ممالک پر حکمران تھا۔ یہ ایک عادل، شجاع، متواضع، خوش خلق، علم دوست اور سخی بادشاہ تھا۔ اس کے دسترخوان پر خواص و عام کھانا کھاتے تھے اور خیرات بہت کرتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ اس کے وکیل نے اس سے پوچھا۔ بعض اوقات ایک ایسی عورت مانگنے کے لئے آتی ہے کہ وہ بڑے پائنچے کا پاجامہ اور سونے کی انگشتری پہنے ہوئے ہوتی ہے تو کیا ایسی عورت کو خیرات دوں؟ ابن طولون نے جواب دیا کہ جو کوئی بھی تمہارے سامنے ہاتھ پھیلائے اس کو ضرور دو۔ ابن طولون حافظ قرآن تھا اور بہت خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کیا کرتا تھا مگر باوجود ان تمام خوبیوں کے وہ سفاک بھی اول درجے کا تھا۔ اس کی تلوار خون ریزی کے لئے ہر وقت میان سے باہر رہتی تھی۔ کہتے ہیں کہ جن لوگوں کو اس نے قتل کیا اور جو اس کی قید میں مرے ان کی تعداد اٹھارہ ہزار تھی۔ کہتے ہیں کہ طولون کے کوئی فرزند نہیں تھا اس لئے اس نے ابن طولون کو گود لے لیا۔ ابن طولون کی وفات ۲۷۰ء میں ہوئی۔

روایت ہے کہ ابن طولون کی قبر پر کوئی شخص روزانہ قرآن خوانی کیا کرتا تھا۔ ایک دن وہ اس شخص کو خواب میں نظر آیا اور کہنے لگا کہ تم میری قبر پر قرآن نہ پڑھا کرو۔ اس شخص نے پوچھا کیوں؟ ابن طولون نے جواب دیا کہ جب کوئی آیت میری طرف سے گزرتی ہے تو میرا سر ٹھونک کر پوچھا جاتا ہے کہ کیا تو نے یہ نہیں سنی تھی یا تجھ تک یہ آیت نہیں پہنچی تھی۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی کرامت:

علامہ دمیریؒ لکھتے ہیں کہ مجھ کو مختلف اور مستند ذرائع سے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک عورت اپنے لڑکے کو لے کر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میں اپنے اس لڑکے کو آپ کی جانب بہت زیادہ مائل دیکھتی ہوں۔ لہٰذا میں نے اس کو اللہ کے لئے اپنے حق سے خارج کر دیا اور یہ آج سے آپ کا ہو گیا آپ اس کو قبول فرما لیں۔ چنانچہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو قبول فرما لیا اور سلوک و طریقت اور مجاہدہ کا حکم دیا۔ کچھ دن کے بعد اس کی والدہ اس کو دیکھنے کے لئے آئی۔ دیکھا کہ وہ بہت لاغر ہو گیا ہے اور شب بیداری اور شدت بھوک کی وجہ سے اس کا رنگ زرد ہو گیا ہے۔ والدہ کے سامنے ہی اس کے لئے جو کھانا لایا گیا اس میں صرف جو کی ایک روٹی تھی۔

یہ حال دیکھ کر وہ شیخ کی خدمت میں پہنچی اس حال میں کہ آپ کے سامنے ایک برتن رکھا ہوا تھا اور اس میں ایک تلی ہوئی مرغی کی

ہڈیاں جو آپ نے کھائی تھی پڑی ہوئی تھیں۔ یہ دیکھ کر اس لڑکے کی والدہ نے عرض کیا کہ حضرت آپ تو مرغی کا تلا ہوا گوشت کھائیں اور میرا نورِ نظر جو کی معمولی کو روٹی۔ یہ سن کر شیخ کو جلال آیا اور ان ہڈیوں پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: "قومی باذن اللّٰہ تعالٰی الذی یحیی العظام وھی رمیم" (اے مرغی اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑی ہو جو کھوکھلی ہڈیوں کو زندہ کر دیتا ہے) چنانچہ مرغی صحیح وسالم اٹھ کھڑی ہوئی اور کڑکڑانے لگی۔ پھر شیخ نے عورت کو مخاطب کر کے کہا کہ جب تیرا لڑکا اس مرتبہ کو پہنچ جائے گا تو جو اس کی مرضی ہوگی وہ کھائے گا۔

ایک سبق آموز واقعہ:

مورخ ابن خلکانؒ نے ہشیم بن عدی کے حالات میں لکھا ہے کہ پہلے زمانے کے لوگوں میں سے ایک شخص کھانا کھا رہا تھا اور اس کے سامنے ایک تلی ہوئی مرغی رکھی ہوئی تھی۔ اتنے میں اس کے دروازے پر ایک سائل آیا اور کھانے کا سوال کیا۔ مگر صاحب خانہ نے اس کو محروم واپس کر دیا۔ حالانکہ وہ ایک کھاتا پیتا شخص تھا۔ اتفاقاً ان صاحب خانہ کا کاروبار خراب ہو گیا اور اس کے پاس جو کچھ اثاثہ تھا وہ بھی ضائع ہو گیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ میاں بیوی میں جدائی ہو گئی اور عورت نے دوسرا نکاح کر لیا۔

ایک دن اس عورت کا دوسرا خاوند گھر میں بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا اور اس کے سامنے دسترخوان پر بھی ایک تلی ہوئی مرغی تھی۔ کھانے کے درمیان میں ہی ایک سائل نے دروازے پر دستک دی۔ صاحب خانہ نے بیوی سے کہا کہ یہ مرغی اٹھا کر سائل کو دے دو۔ چنانچہ عورت نے وہ مرغی اٹھا کر سائل کو دے دی۔ عورت نے جب اس سائل کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ سائل اس کا پہلا شوہر ہے۔ اس کے بعد عورت نے اپنے نئے شوہر سے کہا کہ یہ سائل تو میرا پہلا شوہر تھا۔ یہ سن کر اس کے نئے شوہر نے کہا کہ میں بھی تو وہی سائل ہوں جس کو اس نے اپنے دروازے سے محروم واپس کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی ناشکری کی وجہ سے اس کا مال اور اس کی بیوی اس سے چھین کر مجھے مرحمت فرما دی۔

حکایت:

ہشیم بن عدی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنی ناقہ پر سوار ہو کر سفر کر رہا تھا۔ راستہ میں مجھ کو ایک اعرابی کے خیمہ کے پاس شام ہو گئی۔ میں وہاں اترا اور خیمہ میں داخل ہو گیا۔ اس وقت خیمہ میں اس کی گھر والی موجود تھی جب کہ اعرابی کہیں گیا ہوا تھا۔ اس نے کہا تم کون ہو؟ میں نے جواب دیا میں مہمان ہوں۔ اس نے کہا مہمان کا ہمارے یہاں کیا کام؟ اتنا بڑا جنگل پڑا ہے کہیں اور چلے گئے ہوتے۔

اس کے بعد اس عورت نے گیہوں پیسے اور آٹا گوندھ کر روٹی بنائی اور کھانے بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس کا شوہر آ گیا وہ اپنے ساتھ دودھ لایا تھا اس نے آ کر سلام کیا اور دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ میں نے کہا مہمان! یہ سن کر وہ بہت خوش ہوا اور خوش آمدید کہا۔ پھر ایک بڑا پیالہ بھر کر مجھ کو دودھ پلایا۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے آپ نے یہاں آ کر کچھ نہیں کھایا اور نہ اس عورت نے کھانے کو دیا ہوگا۔ میں نے کہا واللہ میں نے کچھ نہیں کھایا۔ یہ سن کر وہ عورت کے پاس غصہ میں بھرا ہوا پہنچا اور کہا کہ تیرا برا ہو تو نے خود کھانا کھا لیا اور مہمان کو کچھ نہ کھلایا۔ عورت نے کہا کہ میں کیا کروں میں اپنے پیٹ کا ٹکڑا تیرے مہمان کو کھلاتی۔ اس سے دونوں میں سخت کلامی ہونے لگی اور نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے عورت کو مار کر زخمی کر دیا۔ اس کے بعد اس نے چھری اٹھائی اور میری اونٹنی کو ذبح کر دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ خدا تجھ کو معاف کرے یہ تم نے کیا کیا؟ اس نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میرا مہمان رات کو بھوکا نہیں سو سکتا۔ پھر اس نے لکڑیاں چن کر آگ جلائی اور گوشت پکایا۔ پھر میرے ساتھ بیٹھ کر کھایا اور اپنی عورت کے پاس یہ کہہ کر ڈال دیا کہ خدا تجھ کو رزق نہ دے۔ جب صبح ہوئی تو وہ مجھ کو چھوڑ کر گھر سے نکل گیا۔ میں مغموم بیٹھا رہا۔ جب دوپہر ہو گئی تو وہ گھر لوٹا اس کے ساتھ ایک نہایت خوبصورت اور

فربہ اونٹنی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ یہ آپ کی ناقہ کے عوض میں ہے۔ پھر اس نے باقی ماندہ گوشت اور ماحضر راستہ کے لئے میرے ساتھ کر دیا۔ میں نے اس سے رخصت ہو کر اپنی راہ لی۔

اس دن بھی مجھے شام ایک دوسرے اعرابی کے خیمہ کے پاس ہوگئی۔ میں سواری سے اترا اور اندر جا کر سلام کیا وہاں بھی عورت موجود تھی۔ مرد کہیں باہر گیا ہوا تھا۔ چنانچہ عورت نے میرے سلام کا جواب دیا اور پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ میں نے جواب دیا مہمان ہوں۔ مہمان کا نام سن کر وہ بہت خوش ہوئی اور مہمان کی آمد پر جو رسمی الفاظ کہے جاتے ہیں اس نے ادا کئے۔ اس کے بعد اس عورت نے بھی آٹا پیسا اور گوندھ کر روٹی پکائی اور مسکہ لگا کر میرے سامنے رکھ دی اور ایک پلیٹ میں تلی ہوئی مرغی رکھ کر میرے سامنے رکھ دی۔ پھر اس نے مجھے کھانے کو کہتے ہوئے کہا کہ آپ ہمیں معذور سمجھئے کہ ہم آپ کی شایان شان خاطر مدارت نہیں کر سکے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک بدشکل اعرابی آیا اور آ کر مجھے سلام کیا اور معلوم کیا کہ آپ کون ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ مہمان ہوں۔ یہ سن کر اس نے ترش روئی سے کہا کہ مہمان کا یہاں کیا کام؟ اس کے بعد وہ اندر ہو گیا اور عورت سے کھانا طلب کیا۔ عورت نے جواب دیا کہ کھانا تو میں مہمان کو کھلا چکی ہوں۔ یہ سن کر اس کے شوہر نے کہا کہ میرا کھانا تیرا مہمان کھائے اور میں بھوکا رہوں۔ اس پر بات بڑھ گئی اور مار پیٹ ہونے لگی۔

ہشیم کہتے ہیں یہ منظر دیکھ کر میں کھل کھلا کر ہنسنے لگا۔ ہنسی کی آواز اندر بھی پہنچی۔ آواز سن کر اعرابی باہر آیا اور مجھ سے ہنسی کا سبب دریافت کرنے لگا۔ میں نے اس کو پچھلے اعرابی اور اس کی بیوی کا قصہ سنایا۔ یہ سن کر وہ کہنے لگا کہ یہ میری بیوی اس اعرابی کی بہن ہے جس کے یہاں آپ رہ آئے ہیں اور اس کی عورت جس سے آپ کو نا گواری ہوئی تھی وہ میری بہن ہے۔ ہشیم کہتے ہیں کہ یہ رات میں نے حیرانی سے گزاری اور صبح ہوتے ہی وہاں سے چل دیا۔

مرغی کا شرعی حکم:

مرغی حلال اور طیب ہے جیسا کہ شیخین سے مروی ہے۔ نیز ترمذیؒ اور نسائی سے بھی مروی ہے۔

> ''زید بن مضرب الجرمی کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے یہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے کھانے کے لئے دسترخوان لگایا جس پر مرغی کا گوشت بھی موجود تھا۔ پس قبیلہ بنی تیم اللہ کا ایک مرد آیا جس کو آپ نے اپنے دسترخوان پر مدعو کیا۔ پس وہ کترانے کی کوشش کرنے لگا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ بلا خوف وخطر آ جایئے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرغی کا گوشت تناول فرماتے تھے''۔

ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ میں نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغی تناول فرماتے ہوئے دیکھا ہے''۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس آنے والے مرد کے تامل و تردد کرنے کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ عام طور پر مرغیاں گندی جگہوں میں پھرتی ہیں یا پھر مرغی کے سلسلہ میں اس کو حکم معلوم نہ ہوگا۔ اسی بناء پر اس کو تردد لاحق ہوا کہ آیا اس کا گوشت حلال ہے یا حرام۔ کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ کے گوشت اور اس کے دودھ اور اس کے انڈے سے منع فرمایا۔ جلالہ اس جانور کو کہتے ہیں جو کہ گندگی استعمال کرتا ہے اور ناپاک جگہوں میں رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص مرغی کے کھانے کا ارادہ کرے تو چاہیے کہ اس کو چند دن محبوس کیا جائے۔ پھر اس کے بعد اس مرغی کو استعمال میں لایا جائے۔

مسائل:

(۱) فتاویٰ قاضی حسین میں منقول ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہے کہ اگر تو نے ان مرغیوں کو فروخت نہ کیا تو تو مطلقہ ہے۔

اب اگر عورت ان مرغیوں میں سے کسی ایک مرغی کو ذبح کر دے تو اس پر طلاق پڑ جائے گی۔ ہاں اگر معمولی سا زخم لگا کر فروخت کر دے تو طلاق نہیں ہوگی اور اگر اتنا شدید زخم لگا دے کہ حلال کرنے کی گنجائش نہ رہے تو قسم پوری نہیں ہوگی اور طلاق واقع ہو جائے گی۔

(۲) ایسی مرغی جس کے پیٹ میں انڈے ہوں اس کو انڈوں کے بدلے میں فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ جس طرح سے ایسی بکری کی بیع جس کے تھنوں میں دودھ ہو اس کو دودھ کے بدلہ میں فروخت کرنا جائز نہیں۔

(۳) مردہ پرندے کے پیٹ میں پائے جانے والے انڈوں کے بارے میں فقہاء کے تین مذہب میں پہلا مذہب جس کو الماوردی، رویانی اور ابو القطان، ابو الفیاض وغیرہ نے نقل کیا ہے، یہ ہے کہ اگر وہ انڈا سخت ہو تو پاک ہے ورنہ ناپاک۔ دوسرا مسلک امام ابوحنیفہؒ کا ہے کہ وہ مطلقاً پاک ہے اس لئے کہ وہ پیٹ سے جدا ہے۔ لہٰذا مشابہ ہوگا بچہ کے۔ تیسرا مسلک یہ ہے کہ وہ انڈا مطلقاً ناپاک ہے۔ امام مالکؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے کیونکہ بطن سے خارج ہونے سے قبل وہ انڈا پیٹ کا ایک جز ہے یہی امام شافعیؒ کا قول ہے۔

صاحب حاوی نے فرماتے ہیں کہ اگر مرغی کے انڈے کو کسی پرندے کے نیچے رکھا جس کی وجہ سے بچہ پیدا ہو گیا تو وہ بچہ پاک ہوگا بالا جماع۔ جس طرح تمام حیوانات کے بچے طاہر و پاک ہوتے ہیں۔ نیز اس مسئلہ میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ بیضہ کا ظاہری حصہ ناپاک ہوتا ہے اور وہ انڈا جو زندہ مرغی کے پیٹ سے نکلے اس کا بھی ظاہری حصہ نجس ہے تو کیا اس کی نجاست کا حکم دیا جائے گا۔ اس پر ہے کہ عورت کی شرمگاہ کی رطوبت طاہر ہے یا نجس ہے؟ بعض نے نجس اور بعض نے طاہر کہا ہے۔ الماوردیؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ نیا پنی بعض کتابوں میں اس ء کے پاک ہونے کی تصریح کی ہے۔ امام نوویؒ نے کہا ہے کہ شرمگاہ کی رطوبت مطلقاً پاک ہے خواہ وہ چوپائے کی ہو یا عورت کی، یہی قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ بچہ کو پیدا ہونے کے بعد غسل دینا ضروری نہیں ہے۔

امام نوویؒ نے شرح مہذب باب الآنیة کے آخر میں تحریر کیا ہے اگر برتن میں رطوبت گر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ یہ علت ہو کہ وہ رطوبت قلیل ہوتی ہے جو معفو عنہ کے درجہ میں ہوتی ہے اور رہی وہ تری جو بچہ کے اوپر لگی ہوئی ہوتی ہے تو وہ نجس ہے جیسا کہ امام نوویؒ نے شرح مہذب میں اور امام رافعیؒ نے شرح صغیر میں ذکر کیا ہے اور وہ رطوبت جو شرمگاہ کی اندرونی حصہ سے نکلتی ہے وہ نجس ہے جیسا کہ ماقبل میں بیان ہو چکا ہے۔ عورت کی شرمگاہ کی رطوبت اور مرد کی شرمگاہ کی اندرونی رطوبت میں یہ فرق ہے کہ مرد کی اندرونی رطوبت چکنی ہوتی ہے اس لئے وہ بدن کی رطوبت سے مخلوط نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس کو اس حکم میں شامل نہیں کیا جائے گا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ عورت کی شرم گاہ کی رطوبت مذی اور پسینہ کے درمیان کی سفید پانی کی طرح ہوتی ہے جیسا کہ امام نوویؒ نے اپنی کتاب شرح مہذب میں اس کی تعریف بیان کی ہے۔ گندگیوں میں پھرنے والی مرغیوں کے سلسلہ میں مفصل کلام جلالہ کے بیان میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ضرب الامثال:

اہل عرب بولتے ہیں: اعطف من ام احدیٰ وعشرون کہ فلاں آدم اُم اِحدیٰ وعشرون سے یعنی مرغی سے بھی زیادہ مہربان ہے۔

مرغی کے طبی خواص:

مرغی کا گوشت معتدل اور عمدہ ہوتا ہے۔ نوجوان مرغی کا گوشت عقل میں اور منی میں اضافہ کرتا ہے اور آواز کو صاف کرتا ہے لیکن معدے کے لئے قدرے مضر ہے۔ خاص طور پر ان لوگوں کے لئے مضر ہے جو ریاضت کے عادی ہیں۔ اس مضرت کا دفیعہ اس طرح

ہوسکتا ہے کہ اس کو کھانے کے بعد کچھ شہد کا شربت پی لیا جائے۔ اس سے غذا میں اعتدال پیدا ہوجاتا ہے جو معتدل مزاج والوں کو موافق ہے۔ نوجوان لوگوں کے لئے اس کا گوشت موسم ربیع میں موافق ہوتا ہے مرغی کا گوشت نہ اتنا گرم ہے کہ جس سے صفراء میں اضافہ ہو اور نہ اتنا ٹھنڈا ہے بلغم پیدا کرے بلکہ معتدل ہوتا ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ مجھ کو حیرت ہے کہ عوام اور اطباء کیسے اس بات پر متفق ہو گئے کہ مرغی کا گوشت نقرس پیدا کرتا ہے۔ لوگ ایسی بات صرف بغیر تجربہ کے کہہ دیتے ہیں حالانکہ اس سے انسان کا رنگ نکھرتا ہے اور اس کا کھانا دماغ اور عقل میں زیادتی پیدا کرتا ہے۔ اصل میں یہ آسودہ حال لوگوں کی غذا ہے بالخصوص جبکہ انڈے دینے سے پہلے کھالی جائے۔

مرغی کے انڈے گرم اور مائل بہ رطوبت وبیس ہیں۔ لیکن بیاروق کا قول ہے کہ مرغی کا انڈا سرد تر ہے اور اس کی زردی جگر کے لئے بہت گرم ہے مگر قوت باہ کو بہت نافع ہے۔ اگر مرغی کے انڈے کا استعمال روزانہ بلا ناغہ کیا جائے تو چہرے پر داغ پیدا کرتا ہے نیز انڈا دیر سے ہضم ہوتا ہے اس لئے اس کی اس مضرت سے بچنے کے لئے صرف زردی استعمال کی جائے۔ سب سے اچھا انڈا مرغی اور تیتر کا ہوتا ہے۔ بشرطیکہ تازہ اور نیم برشت ہو۔ سخت انڈا تخمہ یا بخار پیدا کردیتا ہے۔ انڈا اگر ہضم ہوجائے تو بہت غذائیت دیتا ہے۔ اگر انڈے کو سرکہ کے ساتھ ملا کر کھایا جائے تو شکم میں بستگی پیدا کرتا ہے۔ سادہ انڈا معدہ اور مثانہ کی حرارت اور نفث الدم کو فائدہ دیتا ہے۔ سب سے زیادہ فائدہ دینے والا انڈا ابلا ہوا ہوتا ہے جس کو سو مرتبہ ابال دے کر نکال لیا جائے۔

علامہ قزوینیؒ لکھتے ہیں کہ اگر مرغی کو دس عدد پیاز ڈال کر پکایا جائے اور اس میں ایک مٹھی چھلے ہوئے تل ڈال دیئے جائیں اور پھر اس کو اس قدر پکایا جائے کہ پتیلی چھن چھن بولنے لگے۔ پھر اس کو کھایا جائے اور اس کا شوربہ پیا جائے تو اس سے باہ میں بہت زیادہ ترقی ہوجائے گی اور شہوت میں اضافہ ہوگا۔ قزوینیؒ مزید لکھتے ہیں کہ مرغی کی آنتوں میں ایک پتھری ہوتی ہے۔ اگر اس پتھری کو مرگی والے مریض کے بدن پر ملا جائے اور پھر گلے میں پہنادی جائے تو مرگی کو بہت فائدہ ہوگا اور اگر تندرست آدمی کے گلے میں پہنادی جائے تو قوتِ باہ میں زبردست اضافہ ہوگا اور نظر بد سے محفوظ رہے گا اور اگر اس پتھری کو کسی بچہ کے سر کے نیچے رکھ دیا جائے۔ تو وہ سوتے وقت نہیں ڈرے گا اور اگر کالی مرغی کی بیٹ کسی کے دروازے میں مل دی جائے تو مکان والے آپس میں لڑنے لگیں گے۔ اگر سیاہ مرغی کا پتا عضوتناسل پر مل کر کسی عورت سے صحبت کی جائے تو وہ سوائے اس کے کسی دوسرے مرد کو قبول نہ کرے۔

اگر سیاہ مرغی کا سر کسی نئے برتن میں رکھ کر کسی ایسے مرد کے پلنگ کے نیچے دفن کردیا جائے جو اپنی عورت سے لڑتا ہو تو وہ اس سے فوراً صلح کرے گا۔ اگر کوئی مرد سیاہ مرغی کی چکنائی (چربی) بقدر چار درہم اپنے پاس رکھے تو باہ میں ہیجان پیدا ہوگا۔

اگر بالکل سیاہ مرغی کی اور سیاہ بلی کی دونوں آنکھیں سکھا کر پیس لی جائیں اور پھر ان کو بطور سرمہ آنکھ میں لگایا جائے تو لگانے والا شخص روحانیوں کو دیکھنے لگے گا اور ان سے جو بات پوچھے گا وہ اس کو بتائیں گے۔ ابن وحشیہ لکھتے ہیں کہ اگر سانپ کے کاٹے ہوئے پر مرغی کا مغز رکھ دیا جائے تو زہر ختم ہوجاتا ہے۔ (واللہ اعلم)

عملیات:۔

(۱) اگر کسی کی قوت مردمی باندھ دی گئی ہو:

جس شخص کی شہوت بند کردی گئی ہو یا خود بخود ختم ہوگئی ہو اس کے لئے مندرجہ ذیل عمل مفید ہے۔ عمل یہ ہے کہ مندرجہ ذیل کلمات کو تلوار کی دونوں طرف لکھ کر تلوار سے ایک سیاہ مرغی کا ابلا ہوا اور صاف انڈا برابر دو حصوں میں کاٹا جائے اور پھر ایک حصہ بیوی کو کھلائے اور ایک خود کھالے انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔ کلمات یہ ہیں:۔

بكهم لا لاوم ماما لا لالا ہ ہ ہ

(۲) دوسرا عمل:

آیت ذیل کو ایک کاغذ پر لکھ کر مرد کے گلے میں بطور تعویذ ڈال دیا جائے۔ آیت یہ ہے۔

"فقتحنا ابواب السماء بماء منهمرو فجرناالارض عيونا فالتقى الماء على امرقد قدرو حملناه على ذات الواح ودسر تجرى باعيننا جزاء لمن كان كفر.

(۳) یہ عمل مجرب ہے:

سورۂ فاتحہ، سورہ اخلاص و معوذتین یعنی **قل اعوذ برب الفلق** اور **قل اعوذ برب الناس، ويسئلونک عن الجبال فقل ينسفها ربى نسفًا فيذرها قاعا صفصفالاترى فيها عوجا ولا امتااولم يرالذين كفروا ان السمٰوات والارض كانتا رتقاً ففتقنا هما وجعلنا من الماء كل شئى حيى افلا يومنون وننزل من القرأن ما هو شفاء ورحمة للمومنين. فلما تجلى ربه للجبل جعله دكاوخر موسىٰ صعقا. مرج البحرين يلتقيان بينهما برزخ لايبغيان. فقلنا اضرب بعصاک البحرفانفلق فكان كل فرق كالطود العظيم. وهوالذى خلق من الماء بشرًافجعله نسباوصهراوكان ربک قديرا. وعنت الوجوه للحى القيوم وقد خاب من حمل ظلما ومن يتوكل على اللّٰه فهو حسبه ان اللّٰه بالغ امره قد جعل اللّٰه لكل شئى قدرا.**

مذکورۂ بالا سورتوں اور آیتوں کو کاغذ پر لکھ کر آخر میں مرد اور عورت کے نام لکھے جائیں اور درج ذیل دعا پڑھ کر لکھے ہوئے کاغذ پر دم کر کے یہ تعویذ مرد کے گلے میں ڈال دیں۔ دعا کے کلمات یہ ہیں:

اللهم انى اسألک ان تجتمع بين فلان بن فلانة. (یہاں مرد اور اس کی ماں کا نام لے) **وبين فلانة بنث فلانة** (یہاں عورت اور اس کی ماں کا نام لے) **بحق هذه الاسماء والايات انک علىٰ كل شئي قدير. باهياشراهيااصباوت آل شدى ولاحول ولاقوة الاباللّٰه العلى العظيم فى فى فى فى (تم و كمل)۔**

تعبیر:

مرغیوں کو خواب میں دیکھنا ذلیل و خوار عورتوں کی طرف اشارہ ہے اور اس کے بچوں سے اولاد زنا مراد ہیں۔ بعض اوقات مرغی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر بہت زیادہ اولاد والی عورت سے دیتے ہیں۔ مریض کو خواب میں مرغی کا نظر آنا صحت کی علامت ہے اور کبھی مصائب اور غم سے نجات کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ کبھی مرغی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر حسین مگر بے وقوف عورت سے دی جاتی ہے۔ اگر کوئی خواب میں یہ دیکھے کہ مرغیوں کو ادھر سے ادھر بھگایا جا رہا ہے تو اس سے مراد قیدی ہوتے ہیں۔

اگر کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ اس کے گھر میں مرغا کراہ رہا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ فاجر و فاسق ہے۔ مرغ کے پر کی تعبیر مال سے دی جاتی ہے اور مرغی کے انڈوں کی تعبیر عورتوں سے دی جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول **كانهم بيض مكنون** میں عورتوں کو انڈوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ وہ کچا انڈا کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر حرام مال سے کی جاتی ہے۔ اگر حاملہ عورت خواب میں یہ دیکھے کہ اس کو صاف کیا ہوا انڈا دیا گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے لڑکی پیدا ہوگی۔ اگر کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ وہ انڈا چھیل کر سفیدی کھا رہا ہے اور زردی کو پھینک رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کفن چور ہے۔ جیسا کہ امام المعبرین محمدؒ بن

سیرین سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں انڈا چھیل رہا ہوں اور زردی پھینک کر سفیدی کھا رہا ہوں۔ تو محمدؒ بن سیرین نے فرمایا کہ تو کفن چور ہے۔ جب لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ نے یہ تعبیر کیسے اخذ کی تو آپ نے فرمایا کہ انڈا قبر ہے اور زردی جسم ہے اور سفید بمنزلہ کفن کے ہے بس یہ مردہ کو پھینک دیتا ہے اور کفن کی قیمت استعمال کرتا ہے۔ سفیدی سے کفن مراد ہے۔

روایت ہے کہ کسی عورت نے محمدؒ بن سیرین کے سامنے اپنا یہ خواب ذکر کیا کہ وہ لکڑیوں کے نیچے انڈے رکھ رہی ہے اور پھر ان انڈوں سے بچے نکل آئے ہیں۔ محمدؒ بن سیرین نے یہ خواب سن کر فرمایا کہ کم بخت اللہ سے ڈر! تو ایسے فعل میں مبتلا ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہے (یعنی زنا) اس پر ہم نشینوں نے عرض کیا کہ آپ اس عورت پر تہمت لگا رہے ہیں۔ آپ نے یہ تعبیر کیسے لی ہے؟ تو آپ نے جواب دیا اللہ تعالیٰ کے قول كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ سے، اس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو بیض سے تشبیہ دی ہے۔ ایک دوسری جگہ منافقین کو خشب سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا ہے كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَة چنانچہ انڈوں سے مراد عورتیں اور خشب سے مراد مفسدین اور بچوں سے مراد اولاد زنا ہیں۔ واللہ اعلم۔

الدجاجة الجشية

(چینی مرغی) امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محرم کے لئے دجاجہ جشیۃ کا شکار حرام ہے اس لئے کہ اصل میں یہ وحشی ہے مگر بعض اوقات مانوس ہو جاتی ہے۔

قاضی حسینؒ کہتے ہیں کہ دجاجہ جشیہ تیتر کے مانند ہوتی ہے اور اہل عراق اس کو دجاجة السندية کہتے ہیں۔ اگر محرم اس کو ہلاک کر دی تو ضمان دینا پڑے گا۔ لیکن امام مالکؒ کے نزدیک اس میں ضمان نہیں ہے کیونکہ یہ آبادی سے مانوس ہو جاتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک ہر اس جانور میں ضمان واجب ہے جو اصلاً وحشی ہو اور اتفاقاً مانوس ہو جائے۔ امام مالکؒ کا مسلک اس کے خلاف ہے۔ یہ جانور پالتو مرغی کے مشابہ ہوتا ہے اور اکثر ساحلی علاقوں میں رہتا ہے۔ بلاد مغرب میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ اس کے بچے بھی پالتو مرغیوں کے بچوں کی طرح انڈوں سے نکلتے ہی دانہ وغیرہ چگنے لگتے ہیں۔ اس پر مزید بحث انشاء اللہ باب الغین میں لفظ "غرغر" کے تحت آئے گی۔

الدج

(جنگلی کبوتر کے برابر ایک بحری پرندہ) الدج: اس کا گوشت عمدہ ہوتا ہے اور یہ اسکندریہ اور اس جیسے ساحلی علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ ابن سیدہ کا قول ہے۔

الدحرج

(ایک چھوٹا سا دابہ)

الدخاس

الدخاس[1]: (نحاس کے وزن پر) یہ ایک چھوٹا سا جانور ہوتا ہے جو مٹی میں غائب ہو جاتا ہے۔ اس کی جمع دخاسیس آتی ہے۔

الدُخس

(ایک بحری جانور) الـدخـس[2]: (دال کے ضمہ اور خا کی تشدید کے ساتھ) اس کو دلفین بھی کہتے ہیں جیسا کہ ابن سیدہ نے لکھا ہے۔ لیکن جوہری نے کہا ہے کہ اس کو صرد بھی کہتے ہیں۔ یہ جانور سمندر میں ڈوبنے والوں کو اپنی پشت سے سہارا دے کر تیرنے میں ان کو مدد دیتا ہے۔

الدخّل

(خاکستری رنگ کا چھوٹا پرندہ) الـدخـل: (خاء کے تشدید کے ساتھ) یہ پرندہ درختوں پر رہتا ہے۔ خاص طور سے کھجور کے درخت پر رہتا ہے۔ اس کی جمع دخاخیل آتی ہے۔

الدراج

(تیتر) الدراج: دال کے ضمہ اور را کے فتحہ کے ساتھ) اس کی کنیت ابوحجاج، ابوخطار اور ابوختنہ ہیں۔ یہ ایک مبارک پرندہ ہے جو بچے بہت دیتا ہے۔ یہ پرندہ موسم ربیع (بہار) کی بشارت دینے والا ہے۔ یہ اپنی بولی میں کہتا ہے "**بالشکر تدوم النعم**" یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے سے نعمتوں میں دوام آتا ہے۔ یہ الفاظ مقطع عبارت میں اس کی زبان سے ادا ہوتے ہیں۔ صاف اور شمالی ہوا تیتر کے من کو بھاتی ہے لیکن جنوبی ہوا سے یہ بدحال ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اڑان سے بھی لاچار ہو جاتا ہے۔ تیتر کے پر اندر سے سیاہ اور باہر کی طرف ان میں قطاء کی مانند پیلا پن ہوتا ہے مگر قطاء سے اس کا گوشت عمدہ اور پاکیزہ ہوتا ہے۔

لفظ دراج نر تیتر اور مادہ دونوں کے لئے آتا ہے۔ جب حیقطان بولتے ہیں تو اس سے خاص طور پر نر تیتر مراد ہوتا ہے۔ جس زمین میں کثرت سے تیتر رہتے ہوں اس کو ارض مدرجۃ (تیتر والی زمین کہتے ہیں) سیبویہ فرماتے ہیں دراج جمع کے لئے بولا جاتا ہے۔ اس کا واحد دروج آتا ہے اور تیتر کے لئے دیلم بولا جاتا ہے۔

ابن سیدہ کہتے ہیں دراج حیقطان (تیتر) کے مانند ایک پرندہ ہے اور عراق میں پایا جاتا ہے۔ جاحظ کہتے ہیں کہ دراج (تیتر) کبوتر کی اقسام میں سے ہے اس لئے کہ جس طرح کبوتر اپنے بازوؤں میں انڈے سیتا ہے۔ اس کی عادت یہ ہے کہ یہ اپنے انڈوں کو ایک جگہ نہیں رہنے دیتا بلکہ ان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتا رہتا ہے تاکہ کسی کو اس کے رہنے کی جگہ کا علم نہ ہو سکے۔ اس کی یہ بھی عادت ہے کہ یہ اپنی مادہ کے ساتھ جفتی اپنے مکان میں نہیں کرتا بلکہ باغات میں اس کو انجام دیتا ہے۔

---

[1] دخاس: غالباً یہ وہی نام ہے جسے الدخاسی کہتے ہیں۔

[2] الدخس: مصنف نے خ پر تشدید کے ساتھ تلفظ کیا ہے۔ بظاہر یہ "التخس" ہی کا بدلا ہوا کوئی مقامی نام ہے۔ التخس مصنف نے ت میں ذکر کیا ہے۔

ابوطیب ماموںی نے تیتر کی تعریف کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار کہے ہیں۔

قَدْ بُعِثْنَا بِذَاتِ حُسْنٍ بَدِیْعٍ كَنَبَاتِ الرَّبِیْعِ بَلْ هِیَ اَحْسَنُ

''ہم پیدا کیے گئے ہیں ایک انوکھے حسن کے ساتھ جیسا کہ بہار کا سبزہ بلکہ اس سے بھی زیادہ خوبصورت''۔

فی رداء من جلنار وآس وقمیص من یاسمین وسوسن

''اورآبنوس کی چادروں میں چنبیلی اور سوسن کے پھولوں کی قمیض پہنے ہوئے''۔

تیتر کا شرعی حکم:

تیتر حلال ہے اس لئے کہ یا تو یہ کبوتر کی نسل سے ہے یا قطاء کی نسل سے اور یہ دونوں حلال ہیں۔

ضرب الامثال:

اہل عرب کہتے ہیں فلان یطلب الدراج من خیس الاسد (وہ شیر کی جھاڑی سے تیتر تلاش کرتا ہے۔ یہ مثال اہل عرب اس شخص کے لئے استعمال کرتے ہیں جو کسی ایسی شئی کا مطالبہ کرے جس کا وجود دشوار ہو۔

طبی خواص:

تیتر کی چربی کو کیوڑہ میں پگھلا کر اگر درد ہوتے ہوئے کان میں تین قطرے ڈال دیئے جائیں تو انشاء اللہ درد فوراً بند ہو جائے گا۔
ابن سینا نے لکھا ہے کہ تیتر کا گوشت نہایت عمدہ اور لطیف ہوتا ہے۔ اس کا گوشت عقل وفہم اور منی میں اضافہ کرتا ہے۔

تیتر کی خواب میں تعبیر:

خواب میں تیتر سے مراد یا تو مال یا عورت یا مملوک ہے۔ اگر کوئی شخص خواب میں تیتر کا مالک بن جائے یا اس کو اپنے قریب دیکھے تو اس کی تعبیر یا تو مالداری ہوگی یا کسی عورت سے شادی۔ واللہ اعلم

الدراج

(یعنی) الـــدراج: دال اور را کے فتحہ کے ساتھ) دراج کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ تمام رات چلتی رہتی ہے جیسا کہ ابن سیدہ نے لکھا ہے۔

استدراج کیا ہے؟

استدراج (یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندہ کو چھوٹ ملنا) یہ ہے کہ بندہ جب کوئی غلطی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نعمت میں اضافہ فرماتے ہیں اور اس کو استغفار سے غافل کر دیتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ پکڑ کرتے ہیں، اچانک نہیں۔

امام احمدؒ زہد میں عقبہؓ بن عامر سے روایت کرتے ہیں:۔

''نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب تم دیکھو کہ اللہ رب العزت کسی انسان کو اس کی نافرمانی کے باوجود اس کی من پسند دنیا کی نعمتوں سے نوازتا ہے تو سمجھو کہ یہ استدراج ہے (اتمام حجت کے لئے ڈھیل دینا) اس کے بعد آپ نے آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

"پھر جب وہ ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کشادہ کردیئے۔ یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جوان کو ملی تھیں خوب اترا گئے ہم نے ان کو دفعتاً پکڑلیا، پھر تو وہ بالکل حیرت زدہ ہوگئے"۔ (بیان القرآن)

ابن عطیہؒ فرماتے ہیں کہ بعض علماء سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم کرے جو اس آیت پر غور کرے:

حَتّٰی اِذَا فَرِحُوا بِمَآ اُوْتُوا اَخَذْنَا بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُبْلِسُوْنَ۔

"یہاں تک کہ وہ مغرور ہوگئے اس چیز پر جوان کو دی گئی تو ہم نے ان کو پکڑلیا اچانک تو وہ پھر مایوسی میں مبتلا ہوگئے"۔

محمدؒ ابن نضر نے کہا ہے اس قوم کو اللہ نے بیس سال تک مہلت دی تھی۔

حسنؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اگر کسی شخص کو دنیا عطا فرمائی اور وہ کبھی یہ نہ سوچے کہ یہ دنیا کی وسعت میرے لئے ایک جال ہے تو اس شخص کا عمل ناقص رہتا ہے اور اس کی رائے غلط ہوجاتی ہے۔ اور جس سے اللہ تعالیٰ نے دنیا کو روک لیا ہو اور وہ یہ خیال کرتا ہو کہ اس کے لئے یہی بہتر ہے تو اس کا بھی عمل اور رائے دونوں عمدہ ہوتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ جب تم دیکھو کہ غربت تمہاری طرف بڑھ رہی ہے تو یوں کہنا "خوش آمدید شعار صالحین" اور جب دیکھو کہ مال و دولت کے دروازے تم پر کھل رہے ہیں تو سمجھ لینا کہ کوئی ایسا گناہ سرزد ہوا ہے جس کی سزا بعجلت دی جارہی ہے۔

الدرباب

(باز۔ کبوتر کے برابر ایک جانور) یہ جانور کوے اور شقراق کی مشترکہ نسل ہے۔ ارسطاطالیس نے "نعوت" میں لکھا ہے کہ یہ پرندہ انسانوں سے الفت رکھتا ہے اور تادیب کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کی آواز عجیب اور مختلف انداز کی ہوتی ہے۔ کبھی قمری کے مانند آواز نکالتا ہے اور کبھی گھوڑے کی طرح ہنہناتا ہے اور کبھی بلبل کی طرح سیٹی بجاتا ہے۔ اس کی غذا پودے، پھل اور گوشت وغیرہ ہیں۔ یہ اکثر جھاڑیوں اور چھوٹے درختوں پر رہتا ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذکورۂ بالا صفات ابوزرق نامی پرندہ کی ہیں اور اس صفت کے پرندہ کو قیق بھی کہا جاتا ہے۔ قیق پر مزید بحث انشاء اللہ باب القاف میں آئے گی۔

الدرحرج

(ایک چھوٹا پرندہ) الدرحرج: قزوینیؒ نے لکھا ہے کہ اس کے پر سیاہ اور سرخ ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ نہایت زہریلا جانور ہوتا ہے۔ اگر کوئی اس کو کھالے تو اس کا مثانہ پھٹ جاتا ہے اور پیشاب کا بند لگ جاتا ہے اور ساتھ ساتھ قوت بینائی ختم ہوجاتی ہے اور عقل مبہوت ہوجاتی ہے۔

درحرج کا شرعی حکم:

اس کا کھانا حرام ہے۔ کیونکہ یہ جسم اور عقل دونوں کے لئے مضر ہے۔

الدرص

الـــدرص :دال پر کسرہ، یہی خرگوش، چوہے، جنگلی چوہے، بلی اور بھیڑیئے کا بچہ۔اس کی جمع ادراص اور درصۃ آتی ہیں۔ سہیلی ؒ''التعریف والاعلام'' میں لکھتے ہیں کہ اہل عرب احمق شخص کو ابودراص کہتے ہیں اور جنگلی چوہے کی کنیت ''ام دراص'' آتی ہے۔

درص کی ضرب الامثال

اہل عرب کہتے ہیں''ضـل دریـص نفقـه ''بے وقوف نے اپنی روزی گنوادی۔ یہ مثال اس شخص کے لئے استعمال کرتے ہیں جو اپنے معاملہ میں لاپرواہ ہو۔

فـمـــا ام درص بـــارضٍ مـضـلـة   بَـاغـدرٍ مـن قيـس اذا الليل اظلـمـا

''ام دراص تیرو تار زمین میں اس سے بھی زیادہ گئی گزری ہوئی ہے جو حال قیس کا ہوتا تھا جبکہ رات اندھیری ہو۔

الدرة

(طوطا)الـدرة: دال کے ضمہ کے ساتھ)اس کا مفصل بیان باب الباء میں لفظ ببغاء کے تحت گزر چکا ہے۔شیخ کمال الدین جعفر ادفوی نے اپنی کتاب''الـطـالـع الـسـعـيـد ''میں محدث محمدؒ بن محمد نصیبی قوصی کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ محمدؒ بن محمد ایک مرتبہ عزالدینؒ بن بصرادی کی مجلس میں حاضر ہوئے جہاں بہت سے رؤساء، فضلاء اور ادیب موجود تھے۔ پس شیخ علی الحریری نے آکر بیان کیا کہ میں نے طوطے کو سورۂ یسٰین پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ یہ سن کر نصی نے بیان کیا کہ کوا سورۃ سجدہ کی تلاوت کرتا ہے اور آیت سجدہ پر سجدۂ تلاوت بھی کرتا ہے اور یہ کہتا ہے سـجـدك سـوادی و اطـمـان بـک فـوادی .میری پیشانی نے سجدہ کیا اور میرا دل تیری وجہ سے مطمئن ہو گیا۔

الدساسة

(سانپ)الدساسة (دال کے فتحہ کے ساتھ) یہ زمین کے اندر چھپا رہتا ہے۔بعض حضرات کا قول ہے کہ''دساسة'' کچھوے کو کہتے ہیں۔انشاءاللہ باب الشین میں اس پر کلام ہوگا۔

الدعسوقة

الـــدعـســوقة: دال کے فتحہ کے ساتھ) گبریلا کے مشابہ ایک جانور کو کہتے ہیں۔کبھی پستہ قد عورت اور بچی کو اس سے تشبیہ دیتے ہوئے دعسوقۃ کہتے ہیں۔

الدعموص

(اپنی کا سیاہ کیڑا)الدعموص دال کے ضمہ کے ساتھ۔اس کی جمع دعامیص آتی ہے۔سہیلیؒ کہتے ہیں کہ دعموص اس چھوٹی مچھلی کو کہتے ہیں جو پانی کے سانپ کی مانند ہوتی ہے۔

دعمیص نام کا ایک شخص بھی گزرا ہے جو بہت چالاک تھا۔ اس کا ذکر کہاوتوں میں آ رہا ہے۔ نیز کہا جاتا ہے "ھذا دعمیص ھذا الامر" یعنی یہ اس کام کا ماہر ہے۔

حدیث میں دعموص کا ذکر:۔

"امام مسلمؒ نے ابوحسان سے روایت کی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا کہ میرے دو بچے مر گئے تو کیا آپ مجھ سے حضور اکرم ﷺ کی کوئی ایسی حدیث بیان کریں گے جو ان کی موت کے متعلق ہمارے قلوب کے لئے باعث تسلی ہو۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا ہاں تمہارے یہ چھوٹے بچے جنت میں دعموص کی طرح ہوں گے جن پر کسی بھی جگہ آنے جانے پر پابندی نہ ہوگی۔ پس ملے گا ان میں سے کوئی اپنے والد یا والدین سے۔ پس اس کا کپڑا اپنے ہاتھ میں پکڑے گا جیسے میں نے تیرا یہ کپڑا پکڑ رکھا ہے۔ پھر کہے گا یہ فلاں ہے پس وہ نہیں، رکے گا یہاں تک کہ وہ اور اس کا والد جنت میں داخل ہو جائیں گے"۔

دوسری حدیث میں ہے:

"ایک شخص نے زنا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو مسخ کر کے دعموص کی شکل بنا دی"۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ دعموص بادشاہ کے دربانوں کو کہتے ہیں جیسا کہ امیہ ابن ابی الصلت نے کہا ہے۔

دعموص ابواب الملوک وحاجب للخلق فاتح

"بادشاہوں کے دروازوں کے دربان اور مخلوق کے لئے روکنے والے اور کھولنے والے"۔

حافظ منذری "ترغیب وترہیب" میں اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ (دعامیص دال کے فتحہ کے ساتھ دعموص کی جمع) دعموص ایک چھوٹا سا جانور ہے جس کا رنگ سیاہی مائل ہوتا ہے۔ جنت میں چھوٹے بچوں کو اس سے تشبیہ اس کے صغر اور تیز رفتاری کے باعث دی گئی ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ دعموص ایک شخص کا نام تھا جو بادشاہوں کے پاس کثرت سے آتا جاتا تھا اور اس کو پہرے داروں کی اجازت کی حاجت نہ تھی بلکہ وہ جب اور جہاں ان کے محلوں میں جانا چاہتا چلا جاتا۔ اس کے لئے کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ لہٰذا جنت میں چھوٹے بچوں کو اس سے تشبیہ دی گئی ہے کہ بچوں پر جنت میں کوئی پابندی نہیں ہے وہ جس جگہ چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں۔

علامہ جاحظؒ فرماتے ہیں کہ جب دعموص بڑا ہو جاتا ہے تو دعامیص بن جاتا ہے اور اس کی پیدائش ٹھہرے ہوئے پانی میں ہوتی ہے اور یہ بحری ٹڈی سے عمدہ ہوتا ہے۔ دعموص اس مخلوق میں سے جو ابتداء پانی میں زندگی بسر کرتی ہے۔

مسئلہ:

فتاویٰ قاضی حسین میں مذکور ہے کہ پانی کے کیڑے پھٹ جائیں یا دب کر مر جائیں اور ان میں سے پانی برآمد ہو تو اس پانی سے وضو وغیرہ کرنا جائز ہے۔ اس مسئلہ کی علت یہ بیان کی ہے کہ پانی کے کیڑے کوئی جانور نہیں ہوتے بلکہ پانی سے اٹھنے والے بخارات جم کر کیڑوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں چنانچہ اس سے یہ بھی صراحتاً ثابت ہوتا ہے کہ دعامیص کو پانی کے ساتھ پیا جا سکتا ہے۔ لیکن علماء کے درمیان مشہور اس کے برخلاف ہے۔ یعنی دعامیص حرام ہیں کیونکہ یہ حشرات الارض میں سے ہیں۔

ضرب الامثال

اہل عرب کہتے ہیں۔''اهدی من دعمیص الرمل '' کہ'' ریگ زار کے دعمیص سے بھی زیادہ دینے والا'' کہتے ہیں کہ یہ ایک حبشی غلام تھا جو بے پناہ خوفناک تھا اور شہری آبادی میں کبھی نہیں آتا تھا۔اس نے موسم بہار میں کھڑے ہوکر اعلان کیا:

فمن یعطنی تسعا وتسعین بقرة مجانا وادما اهدها لوبار

'' کہ کون مجھ کو ننانے گائیں دیتا ہے مفت سیاہ رنگ کی جوڑی گئی ہوں بغیر کسی معاوضہ کے''۔

الدغفل

الدغفل (جعفر کے وزن پر) ہاتھی کے بچہ کو کہتے ہیں۔بعض نے دغفل سے مراد لومڑی کا بچہ بھی لیا ہے۔دغفل بن حنظلہ شیبانی کا نام بھی اسی دغفل سے ہے۔

حضرت حسن بصریؒ نے دغفلؒ بن حنظلہ سے آپؐ کے کچھ اقوال روایت کئے ہیں۔اگرچہ اس کے متعلق ان کی مخالفت کی گئی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دغفلؒ کو حضور اکرم ﷺ کی صحبت مبارکہ نصیب ہوئی ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔

حضرت حسن بصریؒ نے دغفلؒ سے یہ بات نقل کی ہے، کہ نصاریٰ پر اولاً ایک ماہ کے روزے فرض تھے۔ایک دفعہ ان کا بادشاہ بیمار ہوا تو اس نے نذر مانی کہ اگر اللہ نے مجھ کو شفایاب کر دیا تو دس دن کے مزید روزے رکھوں گا۔پھر نصاریٰ کا دوسرا بادشاہ جو گوشت کا شوقین تھا بیمار ہوا تو اس نے نذر مانی کہ اگر میں شفایاب ہو گیا تو گوشت کھانا ترک کر دیں گے اور مزید آٹھ یوم کے روزے رکھا کریں گے۔اس کے بعد نصاریٰ کا ایک تیسرا بادشاہ بیمار ہوا تو اس نے بھی نذر مانی کہ اگر مجھ کو صحت ہو گئی تو پھر روزوں کی تعداد مکمل پچاس کر دیں گے اور ان روزوں کو موسم ربیع میں رکھا کریں گے۔اسی طرح نصاریٰ پر پچاس روزے فرض ہو گئے۔

محمدؒ بن سیرین کہتے ہیں کہ دغفل ایک عالم شخص تھا مگر ساتھ ساتھ شہوت پرست بھی تھا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے اس سے انساب عرب، نجوم، عربیت اور قریش کے انساب کے متعلق سوال کیا تو دغفل نے ان کا جواب دیا۔اس پر امیر معاویہؓ نے دریافت کیا کہ تم نے یہ سب کہاں سے سیکھا ہے۔دغفل نے جواب دیا کہ بہت سوال کرنے والی زبان اور سمجھنے والے دل سے۔یہ سن کر امیر معاویہؓ نے دغفل کو اپنے لڑکے کو تعلیم دینے پر مامور کر دیا۔

الدغناش

الدغناش (لٹورے کے برابر ایک پرندہ ہوتا ہے۔اس کی پشت پر سرخ دھاریاں اور گلے میں سیاہ وسفید دھاریاں ہوتی ہیں۔اس کی طبیعت شوخ ہوتی ہے اور اس کی چونچ بہت سخت ہوتی ہے۔یہ پرندہ ساحلی علاقوں میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔یہ حلال وطیب ہے جیسا کہ دیگر چڑیاں۔

الدُقَیش

(ایک قسم کی چڑیا) الدقیش: (دال کے ضمہ اور قاف کے فتحہ کے ساتھ) لٹورے سے ملتا جلتا ایک پرندہ ہوتا ہے۔عام لوگ اس کو

دقناس بھی کہتے ہیں۔اس کا شرعی حکم وغناش کے مثل ہے اور شاید وغناش کا ہی دوسرا نام دقیش ہے۔کبھی اس کو دغناش اور کبھی دقیس سے تعبیر کرتے ہیں۔

صحاح میں مذکور ہے کہ لوگوں نے ابو دقیش شاعر سے دقیش کے بارے میں سوال کیا تو اس نے جواب دیا کہ میں اصل حقیقت سے ناواقف ہوں،لوگوں کی زبان سے اس کو سنا ہے۔اسی بنیاد پر ہم دقیش نام رکھتے ہیں۔

اَلدُّلدُل

الدلدل :لفظ''دلدال''کا اصلی مطلب اضطراب و پریشانی ہے۔اسی وجہ سے بادل کو بھی دلدل کہتے ہیں جبکہ وہ مسلسل حرکت میں ہوں۔آنحضور ﷺ کو جو مقوقس نے خچر دیا تھا اس کو بھی اس کی تیز رفتاری کی بناء پر دلدل کہا جاتا تھا۔جس کی تفصیل حدیث ابو مرثد میں آئے گی۔عناق نے کہا ہے کہ اے خیمہ والو یہ دلدل ہے جو تمہارے سردار کو خود پر سوار کرتی ہے۔

اس کو قنفذ سے اس وجہ سے تشبیہ دی جاتی ہے کیونکہ یہ اکثر رات میں نکلتی ہے اور اپنے سر کو بالوں سے چھپائے رہتی ہے۔

جاحظؒ کہتے ہیں کہ دلدل اور قنفذ کے درمیان ویسا ہی فرق ہے جیسا کہ بقر اور جوامیس کے درمیان فرق ہے۔یہ جانور شام،عراق اور مغربی شہروں میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔رافعی کہتے ہیں کہ دلدل بکری کے بچہ کے برابر ایک جانور ہوتا ہے۔جس کی عادت یہ ہے کہ کھڑے ہو کر مونث سے اختلاط کرتا ہے اور اپنی پشت کو مونث کی پشت سے ملالیتا ہے؟اس کی مونث پانچ انڈے دیتی ہے اس کے انڈے حقیقت میں انڈے نہیں ہوتے بلکہ بشکل بیضہ گوشت کا لوتھڑا ہوتا ہے اور اس جانور کی ایک مخصوص عادت یہ ہے کہ یہ اپنے مکان میں دو دروازے بناتا ہے ایک جنوب میں ایک شمال میں،جس جانب سے ہوا تیز چلتی ہے وقتی طور پر اسی طرف کے دروازے کو بند کر لیتا ہے اور اس کی ایک خاص عادت یہ ہے کہ جب یہ اپنی طبیعت کے خلاف کوئی بات دیکھتا ہے تو انقباض کے باعث اس کی پشت پر ایک کانٹا نمودار ہو جاتا ہے۔چنانچہ جس کسی کو یہ کانٹا لگ جاتا ہے اس کو مجروح کر دیتا ہے۔یہ کانٹا بقدر ایک ہاتھ لمبا ہوتا ہے۔

بعض ماہرین طبعیات کا خیال ہے کہ یہ کانٹا اصل میں کانٹا نہیں ہوتا بلکہ یہ بال ہیں جو بخار کی شدت اور غلظت کے باعث مسام سے نکلتے وقت خشکی سے مغلوب ہو کر کانٹے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

دلدل کا شرعی حکم:

ابن ماجہؒ وغیرہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی حلت کی صراحت نقل کی ہے۔مگر رافعیؒ نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔وسیط میں مذکور ہے کہ رافعیؒ اس کو خبائث میں شمار کرتے ہیں۔ابن صلاحؒ نے اس قول کو مرجوح اور غیر صحیح قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ گویا رافعیؒ نے دلدل کی حقیقت کو ہی نہیں پہچانا اور شیخ ابو احمد اشہنی کے اس قول کہ''دلدل بڑے کھوے کو کہتے ہیں''کو بنیاد بنا کر اس کی حرمت کے قائل ہو گئے حالانکہ یہ غلط ہے۔صحیح یہی ہے کہ دلدل مذکر سیہی کو کہتے ہیں۔ماوردی اور رویانی وغیرہ نے بھی اس کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے۔

کہاوتیں

اہل عرب کسی کی قوتِ سامعہ کی تیزی کو ظاہر کرنے کے لئے بولتے ہیں۔''اسمع من دلدل''سیہی سے زیادہ سننے والا۔سیہی کے طبی فوائد اور خواب میں تعبیر انشاء اللہ باب القاف میں قنفذ کے بیان میں آئے گی۔

الدلفین

الــدلــفیــن: سوس مچھلی۔ یہ ایک دریائی جانور ہے جوڈوبتے ہوئے کو بچاتی ہےاوراس کواپنی کمر کا سہارا دے کر تیرنے میں اس کی اعانت کرتی ہے۔ مصر کے دریائے نیل میں (جس جگہ وہ سمندر میں گرتا ہے) بکثرت ملتی ہے کیونکہ جب دریا میں موج پیدا ہوتا ہے تو یہ اس وقت پانی کے سہارے نیل میں آ جاتی ہے۔ اس کی ہیئت اس مشک کے مانند ہوتی ہے جو ہوا کے ذریعہ پھیلا دی گئی ہو۔ اس کا سر بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ بحری جانوروں میں کوئی جانور اس کے علاوہ ایسا نہیں جس کے پھیپھڑے ہوں۔ اسی وجہ سے اس کے اندر تنفس کی آواز مسموع ہوتی ہے۔

اگر کوئی ڈوبنے والا شخص خوش قسمتی سے اس کو مل جاتا ہے تو اس ڈوبنے والے کی نجات کے لئے اس سے زیادہ قوی اور کوئی ذریعہ نہیں کیونکہ یہ اس کو دھکیلتی ہوئی کنارہ کی طرف لے جاتی ہے یہاں تک کہ اس کو ڈوبنے سے بچا لیتی ہے۔ یہ کسی کو اذیت نہیں پہنچاتی۔ اس کی غذا صرف مچھلیاں ہیں۔ بعض اوقات یہ پانی کی سطح پر ایک مردہ کی طرح ظاہر ہوتی ہے۔ یہ اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے اور جہاں بھی جاتی ہے بچے اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہ صرف گرمیوں میں بچے دیتی ہے۔ اس کو طبعاً انسان اور بالخصوص بچوں سے انسیت ہوتی ہے۔

اگر کوئی شکاری اسے پکڑ لیتا ہے تو اس کی ہم جنس تمام مچھلیاں شکاری سے قتال کرنے کے لئے آ جاتی ہیں۔ اگر یہ پانی کی تہہ میں کچھ عرصہ تک ٹھہر جاتی ہے تو اس کا سانس رکنے لگتا ہے۔ پھر نہایت تیز سے سانس لینے کے لئے اوپر آ جاتی ہے۔ اگر اس وقت اس کے سامنے کوئی کشتی آ جاتی ہے تو یہ اس قدر زور سے کودتی ہے کہ کشتی کے اوپر آ جاتی ہے۔ اس کا نر کبھی بھی اس سے جدا نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔

دلفین کا شرعی حکم:

عام مچھلیوں کی طرح یہ بھی حلال اور طیب ہے۔

دلفین کے طبی خواص:

اس کی چربی کو ایلوے میں پگھلا کر کان میں ڈالنا بہرے پن کے لئے مفید ہے۔ اس کا گوشت ٹھنڈا اور دیر ہضم ہوتا ہے۔ اگر اس کے دانت بچوں کے گلے میں ڈال دیئے جائیں تو بچوں کا ڈرنا بند ہو جاتا ہے۔ اس کی چربی کا استعمال جوڑوں کے درد کے لئے مفید ہے۔ اس چربی اور پارہ کو آگ سے پگھلا کر اگر کسی عورت کے چہرہ پر ملا جائے تو اس کا شوہر اس سے محبت کرنے لگے گا اور اس کا مطیع ہو جائے گا۔ اگر اس کے داہنے کلے کو سات روز تک عرق گلاب میں ڈال کر کسی شخص کے چہرے سے مس کر دیا جائے تو تمام لوگ اس سے محبت کرنے لگیں گے۔ اس کا بایاں کلہ اس کے برخلاف تاثیر رکھتا ہے۔

دلفین کی خواب میں تعبیر:

اس کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر وہی ہے جو مگر مچھ کی ہے۔ بعض اوقات اس کی رویت کثرت بارش پر دلالت کرتی ہے اور کبھی اس کے خواب میں دیکھنے کی تعبیر مکر وفریب، چوری، غیبت وغیرہ سے دی جاتی ہے۔ اور بقول قدسی اگر کوئی خائف شخص اس کو خواب میں دیکھے تو اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اس شخص کا خوف جاتا رہے گا اور یہ تعبیر اس وجہ سے ہے کہ یہ ڈوبتے ہوئے کو سہارا دے کر اس کا خوف وہراس دفع کرتی ہے۔ جس جانور کو بیداری میں دیکھنے سے خوف طاری ہوتا ہو جیسا کہ مگر مچھ، اس لئے ایسے جانور کو پانی سے باہر خواب

میں دیکھنے کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو کوئی نقصان پہنچانے کی قدرت نہ رکھتا ہو، کیونکہ اس کی پکڑ پانی کے اندر ہے اور جب وہ پانی سے باہر آ گیا تو اس کی وہ پکڑ بھی زائل ہو گئی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

الدلق

(نیولے کے مانند ایک جانور) الدلق فارسی سے معرب ہے۔ اس کے متعلق عبداللطیف بغدادی کہتے ہیں کہ یہ جانور کو پھاڑ کر اس کا خون چوستا ہے۔ ابن فارس نے مجمل میں ذکر کیا ہے کہ دلق نمس (نمس چھوٹی ٹانگوں والا، لمبی دم کا بلی کے مشابہ ایک جانور ہے جو چوہے اور سانپ کا شکار کرتا ہے) کو کہتے ہیں۔ رافعیؒ نے کہا ہے کہ دلق ابن مقرض کو کہتے ہیں جو کہ ایک وحشی جانور ہے اور کبوتروں کا سخت دشمن ہوتا ہے۔ جس برج میں پہنچ جاتا ہے کبوتروں کا صفایا کر دیتا ہے۔ سانپ اس کی آواز سن کر خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ باب المیم میں انشاء اللہ اس کا مفصل ذکر اور اس کے بارے میں نووی اور رافعیؒ کا اختلاف بھی بیان کریں گے۔

ابن صلاح کے سفر نامہ میں ان سے منقول ہے کہ فنک، سنجاب، دلق اور حوصل کا کھانا جائز ہے لیکن ابن صلاح نے جو کچھ لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی دلق کو حلال سمجھتے ہیں۔

دلق کے طبی خواص:

چوتھیا بخار والے کے گلے میں اس کی داہنی آنکھ ڈالنے سے بخار بتدریج ختم ہو جاتا ہے۔ جس برج میں کبوتر رہتے ہیں اس میں اس کی چربی کی دھونی دینے سے تمام کبوتر بھاگ جائیں گے۔ نیز اس کی چربی کی دھونی کوڑھ کے لئے بہت مفید ہے اور انسان کا کوڑھ بہت جلد ختم ہو جاتا ہے۔ جس شخص کو مرگی ہو اس کی ناک میں نصف دانق (ایک خاص مقدار) اس کا خون ٹپکانے سے مرگی ختم ہو جاتی ہے۔ قولنج اور بواسیر کے مریضوں کے لئے اس کی کھال پر بیٹھنا مفید ہے۔

الدلم

الدلم: چیچڑیوں کی ایک قسم کو کہتے ہیں۔ اہل عرب کہتے ہیں فلانٌ اشد من الدلم. فلاں چیچڑی سے زیادہ سخت ہے۔ یہ مثال کسی کی سختی کو بیان کرنے کے لئے دی جاتی ہے کہ جس طرح چیچڑی جب بدن سے چمٹ جاتی ہے تو اس کا چھڑانا دشوار ہو جاتا ہے۔

الدلھاما

الدلھاما: قزوینیؒ لکھتے ہیں کہ یہ جانور جزائر سمندر میں شتر مرغ پر سوار انسان کی شکل میں پایا جاتا ہے۔ یہ ان لوگوں کا گوشت کھاتا ہے جو سمندر میں ڈوب جاتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سمندر میں یہ ایک کشتی کے سامنے آ گیا اس نے کشتی والوں سے اور کشتی والوں نے اس سے جنگ کی۔ لیکن آخر میں اس نے ایک ایسی چنگھاڑ ماری کہ سبھی کشتی والے آدمی بے ہوش ہو گئے تب اس نے بے ہوش انسانوں کو پکڑ لیا۔

الدم

(سنور)الدم:(دال کے کسرہ کے ساتھ) سنور کو کہتے ہیں۔

الدنة

الدنة:نون کے تشدید کے ساتھ) ابن سیدہ نے کہا ہے کہ یہ چیونٹی سے ملتا جلتا ایک جانور ہے۔

الدنیلس

(سیپی میں رہنے والا ایک جانور) الدنیلس: جبریل بن بختیشوع نے کہا ہے کہ دنیلس کا استعمال رطوبت معدہ اور استسقاء کے لئے مفید ہے۔

دنیلس کا شرعی حکم:

اس کا کھانا جائز ہے اس لئے کہ طعام بحر میں ہے اور اسی میں زندگی گزارتا ہے اور اس کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں آتی ہے۔ شیخ شمس الدین بن عدلان اور ان کے ہمعصر علماء نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔ شیخ عزیز الدین سے اس کی حرمت منقول ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی صراحت فرمائی ہے کہ سمندر کے رہنے والے وہ تمام جانور جو پانی کے بغیر زندہ نہ رہ سکتے ہوں سب حلال ہیں۔ آیت شریف کے عموم اور حدیث ''هُوَ الطَّهُوْرُ مَاءُهٗ اَلْحِلُّ مَيْتَتُهٗ'' کی روشنی میں۔ اس سلسلہ میں دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ حرام ہے اس لئے کہ دوسری جگہ حلال ہونے کو مچھلی کے لئے خاص کیا گیا ہے اور دوسری رائے یہ ہے کہ جن سمندری جانوروں کا مشابہ یا ہم جنس خشکی کا جانور حلال اور ماکول ہے۔ جیسے بکری اور گائے وغیرہ، ان کا کھانا حلال ہے اور جن سمندری جانوروں کا مشابہ یا ہم شکل غیر ماکول اور حرام ہے جیسے خنزیر وغیرہ، تو ان کا کھانا حرام ہے۔ ایسے ہی پانی کا کتا اور سمندری گدھا بھی حرام ہے اگرچہ خشکی میں گورخر حلال ہے۔

شیخ عماد الدین اقفہسی اپنی کتاب ''التبیان فیما یحل ویحرم من الحیوان'' میں فرماتے ہیں کہ شیخ عزیز الدین ابن عبد السلام دنیلس کے حرام ہونے کا فتویٰ دیا کرتے تھے۔ اور یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس میں کوئی سلیم الطبع شخص اختلاف نہیں کرسکتا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ارسطو نے اپنی کتاب ''نعوت الحیوان'' میں ذکر کیا ہے اور کیکڑا تولیداً پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ سیپی میں بنتا ہے اور پھر مکمل ہونے کے بعد سیپی سے نکل جاتا ہے۔ یعنی جس طرح مچھر پانی کے میل کچیل سے پیدا ہوتے ہیں۔ پس ہم نے ارسطو کے کلام سے یہ اخذ کیا ہے کہ جو کچھ دنیلس اور دیگر سیپوں کے اندر ہوتا ہے وہ کیکڑے بن جاتے ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ جس جانور کا کھانا حرام ہے اس کی اصل کا کھانا بھی حرام ہے۔ اور بعض مفتیوں سے دنیلس کے حلال ہونے کا فتویٰ دیتے ہوئے سنا گیا ہے اور یہ لوگ علماء کے اس قول سے کہ ''خشکی کا جانور حلال ہے اس کا مشابہ بحری جانور بھی حلال ہوتا ہے'' سے استدلال کرتے ہیں۔ اس لئے کہ دنیلس کی نظیر خشکی میں پشہ موجود ہے۔ لیکن یہ استدلال ان کے غبی الذہن ہونے کی علامت ہے اس لئے کہ مذکورہ بالا قول میں دو وجہیں ہیں کہ پھر ان بحری جانوروں میں ہر ایک کا ذبح کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ ان کی مراد یہ نہیں ہے کہ بحری جانوروں کو بری جانوروں سے تشبیہ دی جائے۔

چنانچہ جن لوگوں نے دنیلس کی حلت کا قول کرتے ہوئے یہ استدلال کیا ہے گویا انہوں نے خبیث کو طبیب پر قیاس کیا ہے۔

نیز اس سے یہ بھی لازم آئے گا کہ تمام صدف اور سیپیاں حلال ہوں اس لئے کہ دنیلس چھوٹی سیپی ہے اور بعد میں بڑی ہو جاتی ہے۔ پس مناسب یہی ہے کہ دنیلس کی حرمت کا قول کیا جائے۔ اس لئے کہ دنیلس بھی از قبیل اصداف ہے۔ اور اصداف خبائث میں سے ہے جیسے کچھوا اور سنگھ۔

جاحظ فرماتے ہیں کہ ملاح لوگ سیپی میں پائے جانے والے جانور کو کھاتے ہیں۔ جاحظ کا یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دنیلس حلال طیب نہیں ہے ورنہ اس کے کھانے کو ملاحوں کے ساتھ خاص نہ کرتے۔ مصری لوگ اہل شام کو سرطان کھانے کی وجہ سے طعن کرتے ہیں اور شامی لوگ مصریوں پر دنیلس کھانے کی وجہ سے طعن کرتے ہیں اور دونوں ہی خرابی میں مبتلا ہیں گویا دونوں، شاعر کے اس قول کے مصداق ہیں۔

ومن العجائب والعجائب جمة ان یلهج الاعمٰی بعیب الاعمش

''اور عجائب میں انتہائی عجیب بات یہ ہے کہ اندھا چندھے کے عیب سے متحیر ہو''۔

الدهانج

الدهانج: دو کوہان والے اونٹ کو کہتے ہیں۔

الدوبل

الدوبل: چھوٹے گدھے کو کہتے ہیں۔ اخطل کا لقب بھی اسی سے ہے اور اسی سے جریر کا قول ہے۔

بکٰی دوبل لا یرقیء اللّٰه دمعه الا انما یبکی من الذل دوبل

''دوبل (چھوٹا گدھا) رویا اور مسلسل روتا ہے کیونکہ اسے خود اپنی حقارت پر رونا آتا ہے۔

الدود

(کیڑے) کیڑوں کی بہت سی اقسام ہیں۔ ان میں سے مشہور و معروف یہ ہیں۔ کیچوا، سرکہ کا کیڑا، پھولوں کا کیڑا، ریشم کا کیڑا، صنوبر کے درخت میں پیدا ہونے والا کیڑا۔ اور انسان کے پیٹ میں پیدا ہونے والا کیڑا۔

حدیث میں کیڑے کا ذکر:

انسان کے پیٹ میں بھی کیڑے پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان موجود ہے:۔

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھجور کو نہار منہ کھایا کرو اس لئے کہ یہ پیٹ کے کیڑوں کو مارتی ہے''۔

حکماء سے منقول ہے کہ ذشیرق پینے سے پیٹ کے کیڑے خارج ہو جاتے ہیں اور اسی طرح ورق الخوخ (شفتالو) کے پتوں کا ناف پر لیپ کرنے سے پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں۔

بیہقی نے اپنی کتاب شعب میں صدقہ بن یسار سے روایت کی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن اپنے عبادت خانہ میں داخل ہوئے وہاں آپ کی نظر ایک چھوٹے سے کیڑے پر پڑی۔ اس کو دیکھ کر آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس چھوٹے سے کیڑے کو کس لئے پیدا فرمایا ہے؟ چنانچہ بحکم الٰہی وہ کیڑا گویا ہوا اور کہنے لگا کہ اے داؤد کیا آپ کو اپنی جان پیاری لگتی ہے۔ حالانکہ میں اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ناچیز ہستی کے باوجود آپ سے زیادہ اس کا ذاکر و شاکر ہوں۔ چنانچہ میرے اس دعوی کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہوتی ہے۔

وَاِن مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ۔

یعنی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو باری تعالیٰ کی تسبیح و تحمید نہ کرتی ہو۔

دود الفاکھہ:

پھلوں کے کیڑے، کے ذیل میں علامہ زمخشریؒ نے قرآن پاک کی آیت وَاِنِّي مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ ''(اور میں ان کے پاس ایک ہدیہ بھیجنے والی ہوں) کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ بلقیس ملکہ سباء نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں مندرجہ ذیل ہدایا روانہ کئے تھے:

(۱) پانچ سو غلام جو کنیزوں کے لباس و زیورات سے آراستہ تھے۔

(۲) پانچ سو کنیزیں غلاموں کے لباس میں، یہ سب کنیزیں شریف النسل گھوڑوں پر سوار تھیں جن کی زین سونے کی تھیں۔

(۳) سونے اور چاندی کی ایک ہزار اینٹیں۔

(۴) ایک تاج جس میں زرد یاقوت جڑے ہوئے تھے۔

(۵) مشک و عنبر

(۶) ایک ڈبہ جس میں ایک در یتیم اور ایک مہرہ تھا جس کو ٹیڑھا باندھا گیا تھا۔

یہ سب تحائف دو شخصوں کے ذریعے جو اپنی قوم میں سب سے ممتاز تھے، بھیجے گئے تھے۔

ان میں منذر بن عمرو تھا اور دوسرا ایک ذی رائے شخص تھا۔ چلتے وقت ملکہ نے ان سے کہہ دیا تھا کہ اگر وہ نبی ہوں گے تو غلاموں اور کنیزوں کو پہچان لیں گے اور در یتیم میں سیدھا سوراخ بنا دیں گے اور مہرہ میں دھاگہ پرو دیں گے۔

اس کے بعد منذر سے کہا کہ اگر وہ (یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام) غصہ کی طرح سے دیکھیں تو تم سمجھ لینا کہ وہ بادشاہ ہیں ان سے گھبرانے کی ضرورت نہیں اور اگر کوئی لطف و کرم کی بات ان کی جانب سے مشاہدہ میں آئے تو سمجھ لینا کہ وہ نبی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان سب باتوں کی حضرت سلیمان علیہ السلام کو بذریعہ وحی اطلاع دے دی تھی۔

چنانچہ جنات نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے سامنے کے ایک میدان میں جس کا طول سات فرسخ تھا اس پر سونے اور چاندی کی اینٹوں سے سڑک بنا دی اور اس میدان کے چاروں طرف ایک دیوار کھینچ دی اور اس دیوار پر سونے اور چاندی کے کنگرے بنا دیئے۔ سمندر اور خشکی کے جتنے بھی عمدہ قسم کے جانور تھے ان کو منگا کر اس میدان کے دائیں اور بائیں سونے چاندی کی اینٹوں پر باندھ دیئے اور جنوں کی اولاد جو بکثرت تھی بلا کر اس سڑک کے دونوں جانب کھڑا کر دیا۔

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ آپ کے دائیں بائیں دیگر کرسیاں بچھی ہوئی تھیں اور شیاطین و جنات اور انسان

میلوں تک صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے۔

اسی طرح مواشی، درندوں اور پرندوں کی قطاریں بن گئیں۔ جب قوم سباء کا وفد قریب پہنچا تو دیکھا کہ جانور سونے اور چاندی کی اینٹوں پر لید اور گوبر کر رہے ہیں۔

یہ منظر دیکھ کر قوم سباء کے وفد نے سونے اور چاندی کی اینٹیں جو وہ تحفہ میں لائے تھے شرمندہ ہو کر پھینک دیں۔ جب وفد سباء حضرت سلیمان علیہ السلام کے روبرو پیش ہوا تو آپ نے ان کو نگاہِ لطف سے دیکھا۔ پھر آپ نے ان سے دریافت کیا کہ وہ ڈبہ کہاں ہے؟ جس میں فلاں فلاں چیز ہے۔ چنانچہ وفد نے وہ ڈبہ پیش کر دیا۔

آپ نے زمین کے کیڑے کو حکم دیا تو اس کیڑے نے ایک بال لے کر اس دُر یکتا میں سوراخ کر دیا۔ اس کے صلہ میں آپ نے اس کا رزق درختوں میں مقرر کر دیا۔

پھر سفید کیڑے نے اپنے منہ میں ڈورا لے کر اس مہرہ میں جو ٹیڑھا بندھا ہوا تھا ڈال دیا۔ چنانچہ اس کیڑے کے لئے رزق میوہ تجویز ہوا۔

اس کے بعد آپ نے ان کا منہ دھونے کے لئے پانی طلب کیا۔ چنانچہ پانی لایا گیا اور جب ان سب نے منہ دھونا شروع کیا (یعنی وفد سبا میں شامل کنیزوں اور غلاموں نے) تو ان میں جو لونڈیاں تھیں انہوں نے اس طرح منہ دھویا کہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں پانی انڈیل کر منہ پر چھپکا مارتی تھیں اور جو غلام تھے انہوں نے اس طرح منہ دھویا کہ جس ہاتھ میں پانی لیتے اسی سے منہ دھوتے۔ اس طریقہ سے مرد اور عورت میں شناخت ہو گئی۔

اس کے بعد آپ نے ہدیہ واپس کر دیا اور منذر سے واپس جانے کو کہا۔ جب وفد واپس ہو کر سباء پہنچا اور منذر نے ملکہ کو جملہ مشاہدات سنائے تو ملکہ بلقیس نے کہا کہ وہ فی الحقیقت نبی ہیں ان سے مقابلہ کی آپ لوگ تاب نہیں لا سکتے۔

اس کے بعد ملکہ بارہ ہزار سردار لے کر آپ کی خدمت میں روانہ ہو گئی اور ہر سردار کی ماتحتی میں بارہ ہزار سپاہی تھے۔ (انتہیٰ)

دود القز

(ریشم کا کیڑا) اعجب المخلوقات میں سے ہے یعنی اس کی نشو ونما عجیب طور پر ہوتی ہے۔ اس کو دود الہند یہ بھی کہتے ہیں۔ شروع شروع میں اس کا بیج دانہ کے برابر ہوتا ہے۔ جب فصل ربیع میں کیڑے کے پیٹ سے خارج ہوتا ہے تو سرخ چیونٹی سے چھوٹا اور اسی کے رنگ کا ہوتا ہے۔ یہ گرم مقامات میں بلا آغوش مادر ایک گٹھلی میں پیدا ہوتا ہے۔ بعض اوقات اس کو نکلنے میں دیر لگتی ہے تو عورتیں اس گٹھلی کو اپنی چھاتیوں کے نیچے دبا کر گرمی پہنچاتی ہیں۔ چنانچہ یہ چھاتیوں کی گرمی پا کر جلدی نکل آتا ہے۔ نکلنے کے بعد اس کو سفید توت کے پتے کھلائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے انگلی کے برابر ہو جاتا ہے۔ یہ اولاً سیاہ ہوتا ہے لیکن اس کے بعد سفید ہو جاتا ہے۔ رنگ کی تبدیلی زیادہ سے زیادہ آٹھ یوم میں مکمل ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد یہ اپنے منہ کی ریزش سے اپنے اوپر جالا بننا شروع کرتا ہے۔ اور جس قدر بھی اس کے شکم میں یہ مادہ ہوتا ہے سب نکال دیتا ہے اور جب اس کا بننا مکمل ہو جاتا ہے تو یہ اخروٹ کی طرح ہو جاتا ہے اور ہفتہ عشرہ تک اس میں محبوس رہتا ہے۔ اس کے بعد اس خول میں سوراخ کر کے باہر آ جاتا ہے۔

اس وقت یہ ایک سفید پروانہ کی شکل کا ہوتا ہے اور اس کے دو بازو ہوتے ہیں۔ خول سے باہر نکلنے کے بعد اس پر مستی سوار ہو جاتی

ہے اور نرا پنی مادہ کی دم سے دم جوڑ لیتا ہے اور عرصہ تک ایک دوسرے سے چپکے رہتے ہیں۔ اس کے بعد مادہ کے بطن سے بیج نکلتا ہے جس کا ذکر شروع میں ہو چکا۔ اگر اس سے محض بیج لینا مقصود ہوتا ہے تو اس کے نیچے کوئی کپڑا وغیرہ بچھا دیا جاتا ہے تاکہ تمام بیج نکل آئیں۔ پھر وہ دونوں مرجاتے ہیں اور اگر ریشم لینا مقصود ہوتا ہے تو جب وہ بن چکتا ہے تو اس کو دس یوم تک دھوپ میں رکھتے ہیں۔ پھر وہ مرجاتا ہے۔

اس کیڑے کی طبیعت میں ایک عجیب بات یہ ہے کہ وہ بجلی کی کڑک، طشت بجانے اور اوکھلی کی آواز، سرکہ کی بوسونگھ کر اور حائضہ وجنبی کے چھونے سے مرجاتا ہے۔ چوہے، چڑیا اور شدت کی گرمی وسردی اور چیونٹی وچھپکلی وغیرہ سے اس کی جان کا خطرہ رہتا ہے۔ بعض شعراء نے اس کے بارے میں پیچیدہ اشعار کہے ہیں۔ جیسے یہ اشعار۔

وبیضه تحضن فی یومین　　حتی اذا دبت علی رجلین

واستدلت بلو نها لونین

''اور وہ اپنے انڈوں کو سیتی ہے دو دن اور جب چلنے لگتی ہے اپنے پیروں پر، ایک رنگ کی جگہ دوسرا رنگ آتا ہے''۔

حاکت لها خیساً بلا لیرین　　بلا سماء وبلا بابین

ونقبته بعد لیلتین

''تو اس کے لئے ایک ایسی قباء بنی جاتی ہے جس پر تاروں کا نام ونشان نہیں ہوتا۔ نہ آسمان ہوتا اور نہ اس کے دروازے دو راتوں کے بعد پھر وہ اس میں سوراخ پیدا کرتی ہے۔

فخرجت مکحولة العینین　　قد صبغت بالنقش حاجبین　　قصیرة ضئیلة الجنبین

''سوراخ سے باہر آتی ہے سرگیں آنکھوں کے ساتھ، اس کے بھوؤں کا نقش بھی ہوتا ہے، لیکن یہ بہت مختصر اور غیر کشادہ''۔

کانهاقد قطعت نصفین　　لها جناح سابغ البردین　　مانبتا الاالقرب الحین

''ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے دو برابر حصوں میں تقسیم کردیا گیا۔ اس کے باوز بھی ہوتے ہیں جو نیچے تک پہنچ جاتے ہیں''۔

ان الردی کحل کل عین

''یہ پیدا ہوئے ہیں مختصر وقت کے لئے جس نے ہر آنکھ میں کثافت کو پہنچا دیا ہے''۔

انسان کی مثال:

امام ابوطالب مکی نے اپنی کتاب ''قوت القلوب'' میں نقل کیا ہے کہ بعض حکماء انسان کی مثال ریشم کے کیڑے سے دیتے ہیں۔ یعنی جس طرح ریشم کا کیڑا اپنے اوپر جہالت کے باعث بنتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے لئے چھٹکارا پانے کا کوئی طریقہ نہیں رہتا اور بالآخر وہ اپنے بنے ہوئے خول کے اندر ہی مرجاتا ہے اور اس طرح دوسروں کے لئے ریشم بن جاتا ہے۔ بس یہی صورت اس جاہل شخص کی ہے جو اپنے مال اور اہل کی فکر میں رہتا ہے اور وارثین کو مالدار کرجاتا ہے۔ پس اگر اس کے وارثین اس کے مال کو کار خیر میں لگائیں تو اس کا اجر وارثین کو ملے گا اور اس سے مال کا حساب ہوگا اور اگر وارثین اس مال کے ذریعے معصیت میں مبتلا ہو جائیں تو اس معصیت میں برابر کا شریک رہتا ہے اس لئے کہ اسی نے مال کما کران کے لئے چھوڑا ہے۔

پس نہیں کہا جاسکتا کہ کون سی حسرت اس پر زیادہ شاق ہوگی، اپنی عمر کو دوسروں کے لئے ضائع کردینا یا اپنا مال دوسروں کی ترازو میں

دیکھنے کی۔اسی جانب ابوالفتح بستی نے اپنے اشعار میں اشارہ کیا ہے۔

الم تر ان المرء طول حیاته معنی بامر لا یزال یعالجه

"دیکھو آدمی اپنی پوری زندگی میں مصروف جدوجہد میں رہتا ہے"۔

کدود کدود القز ینسج دائماً ویھلک غما وسط ما ھونا مجه

"جیسا کہ ریشم کا کیڑا کہ ہمیشہ اپنے اوپر جال بنتا ہے،لیکن انجام کار اپنے ہی بنے ہوئے میں گھر کر رہ جاتا ہے۔

لایغرنک التی لین اللمس فعزمی اذا انتضیت حسام

"اس دھوکہ میں مت رہنا کہ میں نرم ونازک جسم والا ہوں کیونکہ جب میں کسی کام کی تیاری کرتا ہوں تو میرا ارادہ تلوار کی سی کاٹ دکھاتا ہے"۔

انا کالورده فیه راحة قوم ثم فیه لاخرین زکام

"میں اس گلاب کی مانند نہیں ہوں جس میں ایک قوم کے لئے راحت ہے،پھر اسی میں دوسروں کے لئے زکام ہے"۔

یفنی الحریص بجمع المال مدته وللوارث مایبقی وما یدع

"حریص مال جمع کرنے میں اپنی زندگی ختم کر دیتا ہے اور جو مال چھوڑتا ہے وہ باقی رہ جاتا ہے اور وارث کا ہوتا ہے"۔

کدودة القز ماتبنیه یھلکھا وغیرھا بالذی تبنیه ینتفع

"ریشم کے کیڑے کی مانند کہ وہ جس چیز کو بناتا ہے وہ اسی کو ہلاک کر دیتی ہے اور دوسرے اسی کی بنائی ہوئی چیز سے نفع حاصل کرتے ہیں"۔

مکڑی اور ریشم کے کیڑے کا مکالمہ:

ایک بار ایک مکڑی نے اپنے آپ کو ریشم کے کیڑے سے تشبیہ دیتے ہوئے کہا کہ تجھ میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں،تو بھی بنتا ہے اور میں بھی۔ریشم کے کیڑے نے یہ سن کر جواب دیا کہ میں بادشاہوں کا لباس بنتا ہوں اور تو مکھیوں کا لباس۔اسی ایک فرق سے تیرے، میرے درمیان ایک عظیم فرق واضح ہو جاتا ہے۔اس لئے کہا گیا ہے۔

اذاشتبکت دموع فی خدور تبین من بکی ممن تباکی

"جب آنسو رخساروں پر بہتے ہیں تو حقیقتاً رونے والے اور بتکلف رونے والے میں امتیاز ہو جاتا ہے"۔

تتمہ:۔صنوبر کا درخت ہر تیس سال کے بعد ایک مرتبہ پھلتا ہے اور کدو کا درخت دو ہی ہفتہ میں آسمان سے باتیں کرنے لگتا ہے۔چنانچہ کدو کے درخت نے طنزاً ایک دفعہ صنوبر کے درخت سے کہا،کیا تو بھی درخت کہلاتا ہے اور میں بھی درخت ہوں مگر جو مسافت تو تیس سال میں طے کرتا ہے میں اس کو دو ہی ہفتہ میں طے کر لیتا ہوں۔صنوبر کے درخت نے یہ سن کر کہا کہ ذرا ٹھہر۔اور باد خزاں کے جھونکے چلنے دے، تیرا یہ غرور کہ میں بھی تیری طرح ایک درخت ہوں اس وقت تجھ کو معلوم ہو جائے گا۔

مسعودی نے رازی کے حالات میں بیان کیا ہے کہ طبرستان میں ایک کیڑا ہوتا ہے۔جس کا وزن ایک مثقال سے تین مثقال تک ہوتا ہے۔اس کی کیفیت یہ ہے کہ یہ رات کو شمع کی مانند چمکتا ہے اور دن میں اڑتا رہتا ہے۔اس کا رنگ سبز ہوتا ہے چھونے سے اس کے پر معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں اس کے پر نہیں ہوتے۔اس کی غذا مٹی ہے لیکن یہ اس خوف سے کبھی پیٹ بھر کر مٹی نہیں کھاتا کہ کہیں مٹی

ختم ہو جائے اور پھر بھو کا مرنا پڑے۔ اس کیڑے کے بہت منافع اور خواص ہیں جو عنقریب آئیں گے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قول رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا کی روشنی میں اس دنیا کی کسی بھی چیز کو بیکار نہیں سمجھنا چاہیے اور یہ یقین رکھنا چاہیے کہ چیونٹی اور چیونٹی سے بھی چھوٹے جاندار سے لے کر ہاتھی جیسے عظیم الجثہ جانور تک ہر ایک میں کچھ نہ کچھ منفعت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے۔

کیڑوں کا شرعی حکم:

کیڑوں کی تمام اقسام کا کھانا حرام ہے سوائے ان کیڑوں کے جو ماکولات میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان کیڑوں کے بارے میں شوافع کے یہاں تین صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ جس چیز میں وہ پیدا ہوا ہے اس چیز کے ساتھ اسے کھانا جائز ہے تنہا کھانا جائز نہیں۔ یہی صورت صحیح ترین ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ان کو کسی بھی صورت میں کھانا جائز نہیں۔ تیسری صورت یہ ہے کہ ہر صورت میں کھا سکتے ہیں جس چیز میں وہ پیدا ہوا ہے اس میں بھی اور اس سے علیحدہ بھی۔ نیز کیڑوں کی بیع بھی نا جائز ہے سوائے اس سرخ کیڑے کے جو بعض شہروں میں بلوط کے درخت میں پایا جاتا ہے۔ جس سے لوگ رنگائی کا کام لیتے ہیں۔ ریشم کے کیڑے کی بیع بھی جائز ہے اور اس کو توت کے پتے کھلانا واجب ہے اور اس کو دھوپ میں ڈالنا بھی جائز ہے چاہے وہ اس سے ہلاک ہو جائے اس لئے کہ اس سے منفعت حاصل ہوتی ہے۔

کیڑوں کے طبی خواص:

اگر ریشم کے کیڑے کو زیتون میں ملا کر کسی ایسے شخص کے بدن پر ملا جائے۔ جس کو کسی زہریلے جانور نے ڈس لیا ہو تو انشاء اللہ اس کو فائدہ ہوگا۔ اگر ریشم کا کیڑا مرغی کو کھلایا جائے تو وہ مرغی بہت موٹی ہو جائے گی۔ اگر زبل اصغر کے کیڑے کو پرانے زیتون کے تیل میں ملا کر گنجے سر کی مستقل مالش کی جائے تو گنجا پن ختم ہو جاتا ہے۔ یہ نسخہ مجرب ہے۔

خواب میں تعبیر:

خواب میں کیڑوں کو دیکھنے کی تعبیر آپس کے دشمنوں سے کی جاتی ہے۔ ریشم کے کیڑے تاجر کے لئے خریداروں کی اور بادشاہ کے لئے رعیت کی علامت ہے۔ اگر کوئی شخص خواب میں ریشم کا کیڑا پکڑ لے تو اس کو نفع حاصل ہوگا۔ بعض اوقات مطلق کیڑوں کو خواب میں دیکھنا مال حرام یا ضرر کی نشانی ہے۔ لہٰذا اگر خواب میں کسی شخص کے ہاتھ سے کیڑا چھوٹ جائے تو گویا اس سے وہ ضرر زائل ہو گیا۔ کبھی کیڑوں کی تعبیر موت کا قرب اور عمر کا ختم ہو جانا ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

دوالة

دوالة (لومڑی کو کہتے ہیں اور لومڑی کا یہ نام اس کے نشاط کے باعث رکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ دالان کے معنی نشاط کی چال کے آتے ہیں۔

الدودمس

الدودمس: سانپ کو کہتے ہیں۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ یہ سانپ اس قدر زہریلا ہوتا ہے کہ جہاں تک اس کی پھنکار پہنچتی ہے

وہاں تک آگ لگ جاتی ہے۔اس کی جمع دوسمات اور دوامیس آتی ہے۔

الدوسر

الدوسر: موٹے اونٹ کو کہتے ہیں۔

الدیسم

الدیسم: ریچھ کا بچہ۔بعض حضرات نے اس کولومڑی کا بچہ اور بعض نے بھیڑیئے اور کتیا کے مشترکہ بچہ کو بھی کہا ہے۔لیکن صحیح یہی ہے کہ ریچھ کا بچہ ہے۔البتہ ایک بات تو طے ہے کہ چاہے یہ ریچھ کا بچہ ہو یا دیگر کسی درندے کا اس کا کھانا حرام ہے۔

الدیک

الدیک: مرغ کو کہتے ہیں اس کی جمع دیوک اور دیکہ آتی ہیں اور اس کی تصغیر دویک آتی ہے۔مرغ کی کنیت ابوحسان، ابو حماد، ابوسلیمان، ابوعقبہ، ابومدلج، ابومنذر، ابونبھان، ابویقظان، ابوبرائل آتی ہیں۔مرغ کی خاصیت یہ ہے کہ نہ اس کو اپنے بچے سے انسیت ہوتی ہے اور نہ کسی ایک جورو (مرغی) سے، یہ طبعاً احمق ہوتا ہے۔اس کی حماقت کی دلیل یہ ہے کہ جب کسی دیوار سے گرجاتا ہے تو اس میں اتنی سوجھ نہیں رہتی کہ اپنے گھر چلا جائے۔لیکن احمق کے ساتھ ساتھ اس میں بعض خصائل حمیدہ بھی پائے جاتے ہیں۔چنانچہ وہ اپنی ماتحت تمام مرغیوں میں برابری رکھتا ہے۔کسی ایک کو دوسری مرغیوں پر ترجیح نہیں دیتا ہے۔مرغ میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کو رات کے اوقات معلوم ہوتے ہیں۔چنانچہ جب اس کے بولنے کا وقت آتا ہے تو عین وقت پر بولتا ہے کبھی اس میں خطاء نہیں کرتا۔صبح سے پہلے اور صبح کے بعد برابر بولتا رہتا ہے۔(فسبحان من هداه لذالک) اسی وجہ سے قاضی حسینؒ، متولی اور رافعیؒ وغیرہ نے تجربہ کار مرغ کی آواز سے نماز کے اوقات کی تعین کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔مرغ کی ایک عجیب عادت یہ ہے کہ جب یہ کسی ایسی جگہ جاتا ہے جہاں مرغیاں ہوں تو یہ سب سے جفتی کرتا ہے۔ابوبکر صنوبری نے مرغ کی مدح میں مندرجہ ذیل اشعار کہے ہیں:

مغرد الليل ما يالوک تغريدًا هل الكوى فهو يدعو الصبح مجهودًا

''رات کے وقت میں بانگ دینے والا جو کبھی بانگ دینے میں کوتاہی نہیں کرتا حالانکہ وہ نیند سے بوجھل ہوتا ہے مگر بروقت بانگ ضرور دیتا ہے''۔

لما تطرب هز لعطف من طرب ومد الصوت لما مده الجيدا

''عالم سرور میں حرکت کرتا ہے اور بوقت بانگ اپنی آواز کو خوب کھینچتا ہے''۔

كلابس مطرفا مرخ ذوائبه تضاحک البيض من اطرافه السواد

''اس نے پہن رکھا ہے عباء کو جس کی گھنڈیاں لٹکی ہوئی ہیں اور اس کے سیاہ بالوں کے ساتھ کانوں کی جگہ دو سفید حصے نظر آتے ہیں''۔

حالى المقلد لوقيست فلائده بالودد قصر عنها الورد توريدا

''اس کے گلے میں ہار ہے لیکن ہار کو پھول کے ہار پر قیاس نہیں کیا جاسکتا''۔

تاریخ ابن خلکان میں محمد بن معن محمد بن صمادح معتصم کے حالات میں ابوالقاسم اسعد ابن بلیط کے قصیدے کے اشعار (جو اس نے اس کی تعریف میں کہے تھے) میں مرغ کی صفات مذکور ہیں۔

کان انو شروان اعطاہ تاجہ ۔۔۔ وناط علیہ کف ماریۃ القرطا

''گویا کہ نوشیرواں نے اسے اپنا تاج دیا ہے اور ماریہ نے اس کے کانوں میں بالیاں پہنائی ہیں''۔

سبی حلۃ الطاوس حسن لباسہ ۔۔۔ ولم یکفیہ حتی سبی المشیۃ البطاء

''مور کی پوشاک گویا اس نے حاصل کر لی مگر مور کی پوشاک میں جو نقص تھا اس سے خود کو بچا لیا''۔

جاحظ نے لکھا ہے کہ ہندوستانی مرغ کے حکم میں ہی چلاسی، نبطی، سندھی اور حبشی مرغ بھی آتے ہیں اور اہل تجربہ لکھتے ہیں کہ سفید مرغا پالنے کے فوائد میں سے ایک فائدہ گھر کی حفاظت بھی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ سفید مرغ کو گھر میں ذبح کیا جائے تو گھر میں بے برکتی پیدا ہوتی ہے۔

حدیث میں مرغ کا ذکر:۔

آنحضور ﷺ کا یہ قول بعض حضرات نے نقل کیا ہے کہ ''سفید مرغ مجھے محبوب ہے''۔ لیکن یہ قول (حدیث) ثابت نہیں ہے بلکہ ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ''سفید مرغ مجھے پسند ہے''۔ شیطان اسے ناپسند کرتا ہے کیونکہ یہ اپنے مالک کو بروقت جگاتا بھی ہے اور اس کے گھر کی حفاظت بھی کرتا ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ آنحضور ﷺ گھر اور مساجد میں مرغوں کو پالنے کے لئے فرماتے تھے۔

تہذیب میں حضرت انسؓ سے راویت ہے:

''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سفید اور کھردار مرغ میرا دوست ہے اور میرے دوست جبریلؑ کا دوست ہے۔ یہ اپنے گھر اور اپنے پڑوسیوں کے سولہ گھروں کی حفاظت کرتا ہے''۔

اس روایت کے راوی ضعیف ہیں۔

شیخ محبّ الدینؒ طبری روایت کرتے ہیں:۔

''نبی کریم ﷺ کا ایک سفید مرغا تھا اور صحابہ کرامؓ اپنے ساتھ سفر میں مرغ لے جایا کرتے تھے تا کہ نماز کے اوقات جان سکیں''۔

صحیحین وسنن ابی داؤد، ترمذی ونسائی وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرو کیونکہ اس نے فرشتہ کو دیکھا اور جب گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ اس نے شیطان کو دیکھا''۔

معجم طبرانی اور تاریخ اصفہان میں روایت ہے کہ:

''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک مرغ ہے اس کا رنگ سفید اور اس کے دونوں بازو زبرجد یاقوت اور موتیوں سے مزین ہیں ایک بازو اس کا مشرق میں اور دوسرا مغرب میں، اس کی ٹانگیں ہوا میں معلق ہیں اس کا سر عرش کے نیچے ہے روزانہ صبح کے وقت وہ اذان دیتا ہے اس کی آواز سوائے جن وانس کے آسمان وزمین کی جملہ مخلوق سنتی ہے

یہ آواز سن کر زمین کے مرغ جواب دیتے ہیں جب قیامت کا دن قریب آئے گا تو اللہ تعالیٰ اس مرغ کو حکم دے گا کہ اپنے بازو سیکٹر لے اور اپنی آواز بند کر دے۔ اس وقت جن وانس کے علاوہ تمام مخلوق کو معلوم ہو جائے گا کہ قیامت قریب آ گئی ہے''۔

طبرانی اور بیہقی نے شعب میں محمد بن منکدر سے بروایت حضرت جابرؓ روایت کیا ہے:

''آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا ایک مرغ ہے جس کے پاؤں تحت الثریٰ میں ہیں اور گردن عرش تک پہنچتی ہے۔ جب رات کو کچھ حصہ گزر جاتا ہے تو کہنے والا سبوح قدوس۔

کہتا ہے تو مرغ بھی اس کے ساتھ بانگ دیتا ہے''۔ (لیکن جن صاحب نے حضرت جابرؓ سے یہ روایت کی ہے ان کے متعلق مشہور ہے کہ وہ احادیث منکرہ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ثوبانؓ کی روایت میں ہے:۔

''خدا تعالیٰ کا ایک مرغ ہے جس کے پاؤں تحت الثریٰ اور گردن تا عرش ہے اور دونوں بازو ہوا میں جنہیں وہ صبح کے وقت پھڑ پھڑاتا ہے اور کہتا ہے ''سبحان الملک القدوس ربنا الملک الرحمٰن لا الہ غیرہ''۔

ثعلبی روایت کرتے ہیں:۔

''آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تین آوازیں پسند ہیں مرغ کی آواز، قرآن کریم کی تلاوت کرنے والوں کی آواز اور صبح کے وقت استغفار کرنے والے کی آواز''۔

امام احمدؒ، ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ حضرت خالد الجہنی سے راویت کرتے ہیں:۔

''آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مرغ کو گالی مت دیا کرو۔ کیونکہ یہ نماز کے لئے جگاتا ہے''۔

امام حلیمیؒ فرماتے ہیں کہ آپ کے اس فرمان میں اس بات کی دلیل ہے کہ جس چیز سے خیر حاصل ہوتی ہو اس کو گالی نہیں دینی چاہیے اور نہ اس کی توہین کرنا مناسب ہے بلکہ اس کا حق یہ ہے کہ اس کی تکریم کی جائے۔

حاکم نے مستدرک میں اور طبرانی نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے:۔

''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اجازت دی کہ میں اس مرغ کا تذکرہ کروں جس کے پاؤں زمین میں اور اس کی گردن عرش کے نیچے ہے اور یہ کہتا ہے سبحانک ما اعظم شانک، پاک ہے تیری ذات برتر ہے تیری شان''۔

ابوطالب مکیؒ اور امام غزالیؒ بیان کرتے ہیں کہ۔

''میمونؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ عرش کے نیچے ایک فرشتہ مرغ کی شکل کا ہے اس کے پنجے موتیوں کے ہیں اور اس کا صیصہ زمرد کا ہے۔ جب رات کا تہائی حصہ گزر جاتا ہے تو اپنے پنکھوں کو ایک مرتبہ جنبش دیتا ہے اور کہتا ہے چاہیے کہ قائمین (رات کی عبادت کرنے والے) اٹھ جائیں اور جب رات کا نصف اول گزر جاتا ہے تو دوسری مرتبہ اپنے بازو کو جنبش دیتا ہے اور کہتا ہے چاہیے کہ نمازی لوگ بیدار ہو جائیں اور صبح ہو جاتی ہے تو پھر اپنے بازو کو جنبش دیتا ہے اور کہتا ہے چاہیے کہ غافلین بیدار ہو جائیں اس حال پر کہ ان پر ان کے گناہوں کا وبال ہے''۔

حدیث شریف میں جو یہ آیا ہے کہ مرغا نماز کے لئے جگاتا ہے اس کے معنی یہ نہیں کہ وہ حقیقتاً یہ کہتا ہے کہ اٹھو نماز کا وقت ہو گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت میں یہ بات رکھی ہے کہ صبح کے وقت جو نماز کا صحیح وقت ہوتا ہے اس میں وہ بار بار بانگ دیتا ہے اس سے سونے والے کی آنکھ کھل جاتی ہے اور وہ اٹھ کر نماز ادا کرتا ہے۔ لہٰذا وہ نماز کے لئے اٹھانے کا ایک ذریعہ بن گیا ہے اور اس کو مجازاً بلانے یا جگانے سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔ اگر وہ کسی غیر وقت میں اذان دینے لگے تو اس کی آواز پر نماز پڑھنا جائز نہیں۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا مشاہدے میں آ چکا ہے کہ بعض مرغ صبح صادق سے پہلے ہی انسانوں کی آہٹ سن کر بولنے لگتے ہیں۔

نکتہ:۔ سہل بن ہارون بن راہویہ خلیفہ مامون رشید کے یہاں ملازم تھا۔ یہ حکیم اور نہایت فصیح و بلیغ شاعر تھا فارسی الاصل اور شیعہ المذہب تھا اور عربوں سے بہت تعصب رکھتا تھا۔ ادب وغیرہ میں اس کی بہت سی تصانیف بھی ہیں۔ جاحظ نے اس کی حکمت و شجاعت وغیرہ کی بہت تعریف کی ہے لیکن ان خوبیوں کے باوجود نہایت درجہ کا بخیل تھا۔ اس سلسلہ میں اس کے بہت سے قصے مشہور ہیں۔ ان قصوں میں یہ بھی ہے:۔

"دعبل کا بیان ہے کہ ایک دن ہم اس کے یہاں بیٹھے ہوئے تھے ہم کو باتوں باتوں میں دیر ہو گئی اور اس کی یہ حالت تھی کہ بھوک کے مارے اس کا (یعنی سہل بن ہارون کا) دم نکلا جا رہا تھا۔ جب اس سے ضبط نہ ہو سکا تو اس نے غلام سے کھانا لانے کو کہا۔ غلام ایک پیالہ میں پکا ہوا مرغ لے کر حاضر ہوا۔ سہل نے پیالہ غور سے دیکھنے کے بعد کہا کہ اس کا سر کہاں ہے؟ غلام نے جواب دیا کہ میں نے اس کو پھینک دیا ہے۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ میں مرغ کی ٹانگ کو بھی پھینکنا گوارہ نہیں کرتا یہ تو سر تھا۔ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ سر رئیس الاعضاء ہوتا ہے اور اس سے مرغا اذان بھی دیتا ہے۔ سر پر ہی کیسر ہوتی ہے جس کو لوگ متبرک سمجھتے ہیں اور اس میں آنکھیں ہوتی ہیں جو صفائی میں ضرب المثل ہیں۔ شراب کو صفائی میں مرغ کی آنکھ سے تشبیہ دیتے ہیں اور درد گردہ کے لئے اس کا دماغ عجیب خاصیت اور تاثیر رکھتا ہے۔ اگر تجھے یہ گمان تھا کہ میں اس کو نہیں کھاؤں گا تو میرے گھر والے اس کو کھانے کے لئے موجود تھے۔ جا ذرا اس کو تلاش کر کے لا۔ غلام نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے؟ اس پر ابن راہویہ نے کہا کہ کم بخت تو اس کو پھینکتا کیوں تو نے تو اس کو اپنے پیٹ میں ڈال لیا ہے"۔

دیک کا شرعی حکم:

مرغ کا بھی وہی حکم جو مرغی کا ہے یعنی اس کا کھانا حلال ہے۔ اس کو گالی دینا جائز نہیں۔ جیسا کہ اوپر گزر رہا ہے۔ کامل میں عبداللہ بن نافع مولیٰ بن عمر حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ "نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مرغوں کو، بکروں کو اور گھوڑوں کی خصی مت کرو"۔

امام شافعیؒ کے مناقب میں مذکور ہے کہ آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ فلاں نے میرے مرغ کو خصی کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس پر جنایت واجب ہے۔ مرغوں کو لڑانے کی نہی کے متعلق بحث باب الکاف میں کبش کے ضمن میں آئے گی۔

کہاوتیں:

اہل عرب کہتے ہیں اشجع من دیک اور افسد من دیک، مرغ سے زیادہ بہادر اور مرغ سے زیادہ فسادی۔

امام مسلمؒ و دیگر محدثینؒ نے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ میرا وقت آ گیا ہے اور وہ خواب یہ ہے کہ ایک مرغ نے میرے تین ٹھونگیں ماریں اور ایک روایت

میں یہ الفاظ ہیں کہ گویا اس سرخ مرغ نے میرے دو یا تین ٹھونگیں ماریں۔ میں نے اس خواب کو حضرت اسماء بنت عمیس سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ کو ایک عجمی شخص قتل کرے گا۔ حضرت عمرؓ نے یہ خطبہ جمعہ کے دن دیا تھا اور اگلے ہی بدھ کو آپ پر حملہ ہو گیا۔

حاکمؒ نے سالم ابن جعد سے انہوں نے معدانؓ بن ابی طلحہ سے اور انہوں نے حضرت عمرؓ سے راویت کیا ہے کہ آپ نے منبر پر فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے میرے تین ٹھونگیں ماریں جس کی تعبیر میں نے یہ لی کہ ایک عجمی مجھ کو قتل کرے گا۔ پھر فرمایا کہ میں نے اپنا معاملہ ان چھ آدمیوں کے سپرد کیا ہے۔ جن سے حضور اکرم ﷺ ہمہ وقت راضی تھے وہ یہ ہیں:۔

حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابوطلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ان میں سے جو خلافت کا خواستگار ہو وہی خلیفہ ہے۔

لیکن ابن خلکانؒ نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر وار کیا گیا اور آپ زخمی ہو گئے تو صحابہؓ میں سے آپ نے چھ آدمیوں کو منتخب فرمایا اور یہ وہی حضرات تھے جن کا ذکر اوپر ہو چکا۔ حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص اس وقت موجود نہیں تھے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے صاحبزادے ابن عمرؓ کو صرف مشیر مقرر کیا اور ان کو امیدواران میں نہیں رکھا۔ مسورا ابن مخرمہ اور تین انصار کو یہ حکم دیا کہ اگر تین دن کے اندر اندر ان میں سے کوئی خلافت کے لئے کھڑا ہو گیا تو فبہا ورنہ ان کی گردنیں اڑا دینا۔ کیونکہ پھر ان سے مسلمانوں کو کوئی امید اور خیر نہیں رکھنی چاہیے۔ اور اگر ان میں دو فریق ہو گئے اور دونوں جانب برابر رائے ہوئی تو جس جانب عبدالرحمٰنؓ بن عوف ہوں گے وہ رائے قابلِ قبول ہوگی۔ پھر یہ وصیت فرمائی کہ تین دن تک حضرت صہیبؓ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے۔ بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے خود کو امیدوار خلافت سے سبکدوش کر کے حضرت عثمانؓ سے خلافت کی بیعت کر لی۔ حضرت عمرؓ کی شہادت وغیرہ اور باقی حالات باب الھمزہ میں لفظ اوز کے تحت گزر چکے وہاں دیکھا جائے۔ یہاں مزید حالات کو طوالت اور تکرار کے باعث ترک کر دیا گیا ہے۔

ابولولو فارسی جو حضرت مغیرہؓ ابن شعبہ کا غلام تھا اور مذہباً آتش پرست یا نصرانی تھا۔ اس نے حضرت عمرؓ کو شہید کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ ابو لولو نے حضرت عمرؓ پر تین وار کئے اور ان تین میں سے ایک وار اس نے ناف کے نیچے کیا۔ حضرت عمرؓ اس کے پہلے ہی وار (حملہ) پر بولے کہ مجھ پر کتا حملہ آور ہوا ہے اور یہی الفاظ کہتے ہوئے مصلے سے پیچھے ہٹ گئے۔ آپ کے مصلے سے ہٹتے ہی عبدالرحمن بن عوف فوراً مصلے پر پہنچ گئے اور نماز پوری کرائی۔ ابولولو حملہ کے بعد بھاگ کھڑا ہوا اور اس حالت میں کہ اس کے ایک ہاتھ میں خنجر تھا جس کو وہ دائیں بائیں گھما رہا تھا۔ ابولولو کی اس چالاکی کو دیکھ کر ایک انصاری نے اپنی چادر اس پر ڈال دی اور اس کو قابو میں کرنا چاہا۔ ابولولو نے جب دیکھا کہ وہ اس چادر سے چھٹکارا نہیں پا سکتا تو اس نے اپنے ہی خنجر سے خودکشی کر لی۔ نماز میں مشغول ہونے کی وجہ سے مسجد کے بیشتر نمازیوں کو حضرت عمرؓ پر ابولولو کے حملہ کی خبر تک نہ ہوئی۔ البتہ جب نمازیوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تلاوتِ قرآن کی آواز نہ آئی تب ان لوگوں کو احساس ہوا مگر سبب پھر بھی معلوم نہ ہو سکا۔ حضرت عمرؓ کو زخمی ہونے کے بعد شدید پیاس لگی تو آپ کو فوراً نبیذ پلائی گئی لیکن یہ فوراً ناف پر لگے زخم سے باہر آ گئی۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے کہا کہ نبیذ باہر نکل رہی ہے اور کچھ نے کہا کہ خون نکل رہا ہے۔ اس لئے پھر آپ کو نبیذ کی جگہ دودھ پلایا گیا مگر وہ بھی زخم سے باہر نکل گیا۔ جس سے لوگ آپ کی زندگی سے مایوس ہو گئے اور آپ سے کہنے لگے کہ امیر المومنین آخری وصیت فرما دیجئے تو آپ نے انتخابِ خلیفہ کے لئے ایک کمیٹی کا اعلان فرمایا۔ یہ حادثہ ۲۷/ ذی الحجہ ۲۳ھ میں پیش آیا اور حضرت عمرؓ کی وفات ۲۸/ ذی الحجہ ۲۳ھ کو ہو گئی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبیداللہ ابن عمرؓ ہرمزان پر جھپٹے اور اسے قتل کر دیا۔ بلکہ ایک نصرانی کو بھی مار دیا۔ ان دونوں مقتولوں نے ابولولو کو

حضرت عمرؓ کے قتل کے لئے تیار کیا تھا اور یہ بھی ہے کہ عبید اللہ ابن عمرؓ نے ابولولو کی ایک بچی کو بھی مار ڈالا تھا۔ ان کی دیت بعد میں حضرت عثمانؓ نے ادا کی تھی۔ عبید اللہ بن عمر، حضرت علیؓ کی خلافت کے دوران حضرت معاویہؓ سے جا ملے تھے۔

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں عظیم فتوحات ہوئیں۔ آپ ہی نے غزوات گرمی اور سردی کے اعتبار سے تقسیم کئے تھے اور تاریخ کو سن ھ کے اعتبار سے متعین کرنے والے بھی آپ ہی ہیں آپ ہی نے سب سے پہلے تحریروں پر باقاعدہ مہر کا استعمال شروع کیا۔ مگر مہر کے سلسلہ میں آپ کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ آپ سے پہلے آنحضور ﷺ کے پاس بھی ایک انگشتری تھی جس کو آپ نے بطور مہر بھی استعمال کیا تھا۔

آپ کے دور میں ہی درے سے پٹائی بھی شروع ہوئی۔ آپ خود بھی اپنے ساتھ ایک درار کھتے تھے آپ ہی نے سب سے پہلے حضرت علیؓ کو یہ دعا دی کہ ''خدا تمہاری عمر دراز کرے''۔ مقام ابراہیمؑ کو پیچھے ہٹانے والے بھی حضرت عمرؓ ہی ہیں، ورنہ پہلے یہ بیت اللہ سے بالکل قریب تھا۔ آپ ہی نے تراویح کا اہتمام کیا اور ایک امام متعین کر کے سب کو حکم دیا کہ ان کی اقتداء میں تراویح ادا کریں۔ آپ اپنے دورِ خلافت میں مسلسل دس سال تک امیر الحج بھی رہے۔ آپ کا آخری حج ۲۳ھ میں ہے جس میں آنحضور ﷺ کی بیبیاں بھی ہم سفر تھیں۔ جب مدینہ لوٹ کر آئے تو وہ خواب دیکھا جس کا ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں۔

آپ نے ایک نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام کلثوم سے بھی کیا تھا اور حضرت ام کلثوم کا مہر چالیس ہزار درہم تھا۔

آپ نے اپنے بیٹے عبد اللہ کو شراب نوشی پر سزا دی تھی۔ جس وقت آپ کے صاحبزادے پر یہ حد جاری ہو رہی تھی تو آپ کا بیٹا چلا رہا تھا کہ ابا جان آپ تو مجھے بالکل ہی مارے ڈالتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں فرمایا تھا کہ ہاں! خدا تعالیٰ کو بتانا کہ یہ حد مجھ پر میرے باپ نے قائم کی ہے۔

بعض روایتوں میں یہ ہے کہ شراب نوشی کی سزا ابو شحمہ (ان کے نام عبد الرحمٰن تھا) کو دی گئی تھی۔ ابو شحمہ کی والدہ حضرت عمرؓ کی ام ولد تھیں اور ان کا نام ہیبت تھا۔

بعض مورخین کے نزدیک یہ بات صحیح نہیں ہے کہ عبید اللہ بن عمرؓ نے دو آدمیوں کو مارا تھا یا ابولولو کی بچی کو قتل کیا تھا۔

کچھ معتبر علماء کی رائے ہے کہ رقیہؓ، بنت رسول اللہ کے یہاں حضرت عثمانؓ سے ایک بچہ پیدا ہوا تھا جس کا نام عبد اللہ تھا اور اسی بچہ کی وجہ سے حضرت عثمانؓ ابو عبد اللہ کہلاتے ہیں۔ اس بچہ کی عمر صرف سات سال ہوئی۔ کہتے ہیں کہ جب یہ بچہ سات سال کا تھا تو ایک قاتل مرغ نے اس کے چہرے پر سات ٹھونگیں ماریں۔ اسی وجہ سے یہ بچہ اپنی والدہ کے بعد ۴ھ میں وفات پا گیا۔ اس کے علاوہ آنحضور ﷺ کی صاحبزادی کے کوئی اور بچہ پیدا نہیں ہوا۔

حضرت رقیہ جب حبشہ پہنچی تو وہاں کے نوجوان آپ کے حسن و جمال کو دیکھتے اور حیران ہوتے تھے۔ حضرت رقیہ کو ان نوجوانوں کے اس عمل سے تکلیف تھی۔ چنانچہ آپ نے ان کے حق میں بددعا کی جس سے وہ ہلاک ہو گئے۔ وہ لڑکے کہتے تھے کہ ''رقیہ کا زخم ایسا لگتا ہے جیسا کہ مرغ کی ٹھونگیں''۔

اسی مضمون کو شاعر نے اس طرح کہا ہے۔

ویوما کحسو الدیک قدبات صحبتی ینالونہ فوق القلاص العیاھل

''ایک دن مرغ کی ٹھونگوں کی طرح مجھے اپنی رفاقت میں لگائے اور کس قدر جلد لگائے''۔

مرغ کی آنکھ کی سفیدی بھی مشہور ہے۔ چنانچہ مثل مشہور ہے اصفی من عین الدیک یعنی فلاں کی آنکھ مرغ کی آنکھ سے بھی زیادہ شفاف ہے۔

بکر العاذلون فی وضع الصبح یقولون لی اماتستفیق ویلومون فیک یاابنة عبداللہ

''ملامت کرنے والیوں نے تڑکے ہی مجھ سے کہا کہ کیا تو ہوش میں نہیں آئے گا۔ اے عبداللہ کی بیٹی یہ مجھے ملامت کرتی ہیں''۔

والقلب عند کم موھوق لست ادری اذا اکثر والعذل فیھا اعدویلو منی ام صدیق

''حالانکہ میرا دل ان کے پاس گرفتار ہے۔ میں یہ بھی نہیں بتاسکتا کہ جب یہ مجھے خوب ملامت کرتی ہیں تو آیا یہ ملامت میں دشمن کا کردار ادا کرتی ہیں یا دوست کا''۔

ودعوا بالصبوح یوما فجاءت قینة فی یمینھا ابریق

''تڑکے ہی تڑکے صبح کو شراب طلب کی تو ایک باندی اپنے ہاتھ میں جام شراب لئے ہوئے پہنچی''۔

قدمتہ علی عقار کعین الدیک صفی سلافھا الراوق

''وہ چلی آرہی تھی اس حال میں کہ اس کی آنکھیں مرغ کی آنکھوں سے بھی زیادہ صاف وشفاف تھیں''۔

مرغ کے طبی خواص:

مرغ کا گوشت اعتدال کے ساتھ ساتھ گرم خشک ہے۔ جس مرغ کی آواز میں اعتدال ہوگا اس کا گوشت عمدہ ترین ہوگا۔ مرغ کا گوشت قولنج کے مریضوں کے لئے نفع بخش ہے۔ اس کے کھانے سے جسم کو عمدہ غذا فراہم ہوتی ہے۔ سرد مزاج والوں اور بوڑھوں کے لئے مفید ہے۔ موسم سرما میں اس کا کھانا زیادہ فائدہ مند ہے۔ بوڑھے مرغ کا گوشت پکانے سے اس کی قوت ختم ہوجاتی ہے۔ جوان مرغ کا گوشت دافع قبض ہے۔ جوڑوں کے درد، رعشہ، پرانے بخار کے لئے مفید ہے۔ بالخصوص جب اس میں بہت زیادہ نمک ماء کرنب اسفاناخ ڈال کر پکایا جائے۔

مرغی کے بچے اذان دینے سے قبل تک ہر شخص کے لئے یکساں طور پر عمدہ غذائیت پیدا کرتے ہیں۔ مرغی کا گوشت انڈے دینے سے پہلے تک عمدہ ہوتا ہے۔ اگر اس کا گوشت کھانے پر مداومت کی جائے تو بہتر ہے۔ مرغ کا دماغ یا اس کا خون کیڑے کے کاٹنے کی جگہ پر ملا جائے تو مفید ہے۔ مرغ کا خون آنکھ میں بطور سرمہ استعمال کرنے سے آنکھ کی سفیدی ختم ہوجاتی ہے۔ اگر مرغ کی کیسر جلا کر ایسے شخص کو پلادی جائے جو بستر پر پیشاب کردیتا ہو تو اس کا یہ مرض ختم ہوجائے گا۔ اگر مرغ کے سر پر اور کیسر پر تیل مل دیا جائے تو وہ اذان دینا بند کردے گا۔

مرغ کے دونوں بازوؤں کے کنارے پر دو ہڈیاں ہوتی ہیں۔ اگر داہنے بازو کی ہڈی کو بخار میں مبتلا شخص کے گلے میں ڈال دیا جائے تو اس کا بخار جاتا رہے گا۔ مرغ کا خصیہ اگر پانی میں ابال کر ایسی عورت جس کے حمل نہ قرار پاتا ہو کھالے تو حمل ٹھہر جائے گا۔ لیکن اس خصیہ کو عورت حالت حیض میں تین یوم تک مسلسل کھائے اور اسی دوران اس کا شوہر اس سے جماع کرے تب فائدہ ہوگا'' مسئلہ'' حالت حیض میں عورت سے جماع جائز نہیں۔ جو شخص جماع کثیر کا طالب ہو اس کو چاہیے کہ ان خصیوں کو کاغذ میں لپیٹ کر اپنے بازو میں باندھ لے جب تک یہ خصیہ بندھے رہیں گے تب تک انزال نہیں ہوگا اور سختی رہے گی۔ اگر کسی پاگل کو سرخ یا سفید مرغ کی کیسر کی دھونی دی جائے تو عجیب وغریب فائدہ ظاہر ہوگا۔ اگر مرغ کا پتا بکرے کے شوربہ میں ملا کر نہار منہ پیا جائے تو نسیان زدہ اور بھولی ہوئی چیزیں

یاد آ جائیں گے۔

اگر مرغ کا خون شہد میں ملا کر آگ پر رکھ دیا جائے تو پھر ذکر پر اس کی مالش کی جائے تو ذکر اور باہ کو قوت دیتا ہے۔اگر مرغ کا خصیہ کسی لڑا کا مرغ پر لگا دیا جائے تو پھر کوئی مرغ اس پر غالب نہیں آئے گا۔

خواب میں تعبیر:

مرغ کو خواب میں دیکھنا درج ذیل اشیاء پر دلالت کرتا ہے:

(۱) خطیب اور موذن (۲) قاری مطرب (جو گانے کی طرح قرآن کی تلاوت کرے) (۳) جو شخص امر بالمعروف کا حکم دے اور خود اس پر عمل نہ کرے کہ مرغا صبح کے وقت اذان دے کر نماز کی یاد دلاتا ہے لیکن خود نہیں پڑھتا۔ بہت نکاح کرنے والے مرد کی بھی کبھی مرغ کو خواب میں دیکھنے پر تعبیر دیتے ہیں اور کبھی مرغ کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو بانسری بجاتا ہو اور عورتوں کے پاس آتا جاتا ہو اور کبھی اس کی تعبیر چوکیدار سے کرتے ہیں اور کبھی مرغ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ایسے سخی سے کی جاتی ہے جو خود نہ کھائے بلکہ دوسرے لوگوں کو کھلائے۔ کبھی مرغ کی تعبیر گھر کے مالک یا مملوک سے کی جاتی ہے اور کبھی مرغ کو خواب میں دیکھنا علماء اور حکماء کی صحبت پر دلالت کرتا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص محمد بن سیرینؒ کے پاس آیا اور بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے گھر میں داخل ہو کر جو کے دانے چگ لئے۔ابن سیرینؒ نے جواب دیا کہ اگر تمہارے گھر سے کوئی چیز غائب ہو جائے تو اطلاع کرنا۔ کچھ دن کے بعد اس شخص نے آ کر عرض کیا کہ میرے گھر کی چھت پر سے ایک چٹائی چوری ہو گئی۔ابن سیرینؒ نے کہا کہ وہ موذن نے چوری کی ہے۔ چنانچہ جب تحقیق کی گئی تو یہی واقعہ نکلا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص ابن سیرینؒ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک مرغ ایک گھر کے دروازے پر یہ شعر پڑھ رہا ہے۔

قد کان من رب ھذا البیت ما کان ... ھیوا لصاحبة یا قوم اکفانا

''اس مکان کے مالک کو جو حادثہ پیش آیا، آیا تا آنکہ بوقت حادثہ دوست چلائے کہ وقت سخت آ گیا۔اپنے کفن کا بھی کا انتظام کرلو''۔

ابن سیرینؒ نے یہ سن کر جواب دیا کہ اس گھر کا مالک چونتیس روز میں مرجائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دیک کا عدد بھی چونتیس ہی آتا ہے۔

ایک شخص نے ابن سیرینؒ سے آ کر عرض کیا کہ میں نے خواب میں مرغ کو اللہ اللہ کہتے ہوئے دیکھا ہے۔ابن سیرینؒ نے جواب دیا کہ تیری زندگی کے صرف تین دن باقی رہ گئے ہیں۔ چنانچہ تین روز کے بعد وہ شخص مر گیا۔بعض مرتبہ مرغ کی تعبیر عجمی آدمی یا غلام سے بھی کی جاتی ہے اور بعض کے نزدیک اس کی تعبیر موذن یا منادی کرنے سے بھی کی جاتی ہے۔ جس کی آواز لوگ ہمیشہ سنتے رہتے ہیں جیسے موذن وغیرہ۔

دیک الجن

دیک الجن: ایک چھوٹا سا جانور ہے جو عموماً باغات میں ملتا ہے۔اس کی خاصیت یہ ہے کہ اگر اس کو پرانی شراب میں ڈال

دیا جائے یہاں تک کہ یہ اس میں مرجائے۔اس کے بعد اس شراب کو کسی آبخورے میں کر کے اس کو گھر کے صحن میں دفنا دیا جائے تو اس گھر میں کبھی بھی دیمک پیدا نہیں ہو سکتی۔قزوینی نے ایسا ہی لکھا ہے۔

ابو محمد عبد السلام جو کہ دولت عباسیہ کا مشہور شاعر گزرا ہے۔اس کا لقب دیک الجن تھا۔یہ شیعہ تھا اور حضرت حسینؓ کے بارے میں اس کے کئی مرثیہ مشہور ہیں۔یہ شاعر بے حیا، بدتمیز اور کھیل کود کا دلدادہ تھا۔اس کی پیدائش ۱۶۱ھ میں ہوئی۔اس کی عمر تقریباً ستر سال کی ہوئی اور اس کی وفات متوکل کے دورِ خلافت میں ۲۳۶ھ میں ہوئی۔

کہتے ہیں کہ جب ابونواس مصر خصیب کی مدح کرنے کے لئے پہنچا تو شاعر دیک الجن اس کو دیکھ کر چھپ گیا۔ابونواس نے اس کی باندی سے کہا کہ جا کر دیک الجن سے کہو کہ باہر آ جائے۔کیونکہ تو نے اپنے اس شعر سے اہل عراق کو فتنہ میں مبتلا کر دیا ہے۔شعر یہ ہے۔

مورددة من كف ظبى كانما　　　تناولها من خده فادارها

''ایک ہرن کے ہاتھوں سے اس طرح حاصل کیا کہ گویا اس کے رخسار گھما دیئے گئے''۔

جب باندھی نے دیک الجن کو ابونواس کا یہ پیغام پہنچایا تو وہ باہر آ گیا اور ابونواس سے ملاقات کی اور اس کی ضیافت کی۔

تاریخ ابن خلکان میں اس طرح مذکور ہے کہ دعبل خزاعی جب مصر پہنچا اور دیک الجن کو اس کے آنے کی اطلاع دی تو وہ چھپ گیا۔دعبل خزاعی نے اس کے گھر پہنچ کر دستک دی تو دیک الجن نے اپنی باندی سے کہلا دیا کہ کہہ دو گھر میں نہیں ہیں۔یہ جواب سن کر دعبل خزاعی اس کا ارادہ سمجھ گیا اور کہا کہ دیک الجن باہر آ جا اس لئے کہ تو اپنے ان اشعار کی وجہ سے جن وانس میں سب سے بڑا شاعر بن گیا ہے۔اشعار یہ ہیں:۔

فقام تكاد الناس تحرق كفه　　　من الشمس او من وجنتيه استعارها

''کھڑا ہوا کہ لوگوں کی ہتھیلیوں کو جلاتا تھا یہ جلانا یا سورج کی تپش سے تھا یا اس تپش سے جو اس کے رخسار سے مستعار لی گئی''۔

مورددة من كف ظبى كانما　　　تناولها من خده فادارها

''ایک ہرن کے ہاتھوں سے اس طرح حاصل کیا کہ گویا اس کے رخسار گھما دیئے گئے''۔

الديلم

(تیتر) الدیلم: تیتر کو کہتے ہیں اس کا بیان پہلے گزر چکا۔

ابن داية

(سیاہ سفید داغدار کوا) ابن داية: اس کو ابن دایہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ اونٹ کی پشت یا اس کی گردن پر کوئی زخم دیکھتا ہے تو اس کو اپنی چونچ سے کرید کرید کر ہڈیوں (دیات) تک پہنچا دیتا ہے۔

فائدہ:

''دیات'' گردن اور ریڑھ کی ہڈیوں کو کہتے ہیں۔ابن الاعرابی نے اپنی کتاب ''النوادر'' میں لکھا ہے کہ اونٹ کی کمر کے مہروں کی تعداد اکیس تک ہوتی ہے۔اس سے زائد نہیں ہوتی اور انسان کے کل چوبیس مہرے ہیں۔جالینوس نے لکھا ہے کہ دماغ کی جڑ سے لے کر

سرین تک انسان کی کمر میں کل چوبیس منکے ہیں۔ سات گردن میں اور سترہ کمرہ میں۔ اس کے علاوہ بارہ صلب میں اور پانچ پیٹ میں، ان کو سرین کہا جاتا ہے۔ نیز انسان کی پسلیاں بھی چوبیس ہیں۔ دونوں جانب بارہ بارہ۔ اور انسان کی کل ہڈیوں کی تعداد ۲۴۸ ہے۔ دل میں پائی جانے والی ہڈی اس سے مستثنیٰ ہے۔ اور انسان کے بدن میں کل بارہ سوراخ ہیں، دو آنکھیں دو کان دو نتھنے، ایک منہ، دو پستان، دو فرج، ایک ناف، بدن کے وہ سوراخ جن کو مسام سے تعبیر کرتے ہیں وہ اس شمار سے خارج ہیں اس لئے کہ ان کا احاطہ ممکن نہیں۔

عتبہ بن ابی سفیان کا قصہ:

عتبہ بن ابی سفیان نے اپنے گھر کے کسی فرد کو طائف کا والی مقرر کیا۔ اس والی نے قبیلہ ازد کے کسی شخص پر ظلم کیا۔ اس شخص نے عتبہ کے پاس آ کر اس کی شکایت کی اور کہا کہ (خدا امیر کا بھلا کرے) آپ نے یہ حکم دے رکھا ہے کہ جو شخص مظلوم ہو وہ میرے پاس آ کر فریاد کرے۔ چنانچہ میں مظلوم کی حیثیت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور غریب الوطن ہوں۔ اس شخص نے قدرے بلند آواز سے اپنی یہ شکایت بیان کی۔ عتبہ نے اس کی شکایت سن کر کہا کہ تو کوئی بدتمیز دہقانی معلوم ہوتا ہے جس کو شاید یہ بھی معلوم نہیں کہ رات اور دن میں کتنی رکعت نماز فرض ہے۔ ازدی نے یہ سن کر کہا کہ اگر میں آپ کو رات دن کی تمام نمازوں کی تفصیل بتادوں تو کیا آپ مجھ کو اس بات کی اجازت مرحمت فرمائیں گے کہ میں آپ سے کوئی مسئلہ دریافت کرسکوں۔ عتبہ نے جواب دیا کہ ہاں تم مجھ سے مسئلہ پوچھ سکتے ہو۔ اس کے بعد ازدی نے یہ شعر پڑھا۔

ان الصلوٰۃ اربع اربع ثم ثلاث بعد هن اربع ثم صلوة الفجر لاتضیع

''نماز کی رکعتیں یہ ہیں ۴+۴+۳+۴ اس کے بعد فجر کی دو رکعت جو ضائع نہیں ہوسکتیں''۔

عتبہ نے سن کر کہا کہ تو نے سچ بات کہی۔ اب تو بتا تیرا سوال کیا ہے؟ چنانچہ ازدی نے پوچھا کہ بتایئے آپ کی کمر میں کتنی ہڈیاں ہیں؟ عتبہ نے جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم۔ اس پر ازدی نے کہا کہ آپ لوگوں پر حکومت کرتے ہیں لیکن آپ کو اپنے بدن کی ہڈیوں کے بارے میں کچھ علم نہیں۔ یہ سن کر عتبہ نے حکم دیا کہ اس کو میرے پاس سے نکالو اور اس کا مال واپس کردو۔

علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ اونٹ کوے کو اچھی طرح پہچانتا ہے اس لئے کہ وہ اسے اذیت دیتا ہے اس لئے اونٹ کوے سے خوف زدہ رہتا ہے۔ اہل عرب اس کوے کو اعور کہتے ہیں اور اس کو منحوس تصور کرتے ہیں۔ اس کی مزید تفصیل باب العین میں آئے گی انشاء اللہ۔

الدُئِل

(نیولے کے مشابہ ایک جانور) الدئل: (دال کے ضمہ اور ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ) حضرت کعب ابن مالک انصاریؓ فرماتے ہیں۔

جاء وا ابجیش لوقیس معرسه ما کان الا کمعرس الدئل

''وہ اتنا لشکر لے کر آئے کہ اگر ان کی جائے نزول کی پیائش کی جائے وہ اتنی ہوگی جتنا نیولے کا بل''۔

احمد ابن یحییٰؒ فرماتے ہیں کہ ہم کو اس کے علاوہ اور کوئی ایسا اسم معلوم نہیں جو فعل کے وزن پر آتا ہو۔

اخفش کا قول ہے کہ ابوالاسود دئلی قاضی بصری اسی جانور کی نسبت سے دئلی کہلاتے ہیں۔ ابوالاسود کا اصل نام ظالم بن عمرو بن سلیمان تھا مگر آپ کے نام و نسب کے متعلق لوگوں میں بہت اختلاف ہے۔ آپ معزز و موقر تابعین میں سے تھے۔ آپ نے حضرت علیؓ ابو موسیٰ، ابوذر اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت حدیث کی ہے۔ آپ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی صحبت ملی ہے اور آپ جنگ

صفین میں بھی حضرت علیؓ کے ہمراہ تھے۔ آپ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کا شمار نہایت سلیم الطبع اور کامل الرائے لوگوں میں ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ آپ کا شمار محدثین، نحویین اور شعراء میں بھی تھا۔ خاص طور سے آپ علم نحو کے امام کے طور پر مشہور ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ آپ بخل، گندہ ذہنی اور مفلوجی میں بھی کافی شہرت رکھتے تھے۔ سب سے پہلے آپ ہی نے علم نحو کو وضع کیا تھا۔

کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے آپ کو ایک کلام موضوع کر کے دیا تھا۔ اس میں تین الفاظ تھے یعنی اسم، فعل اور فرمایا تھا کہ ان ہی تینوں پر علم کلام کو پورا کرو۔

علم نحو کی وجہ تسمیہ:

علم نحو کو نحو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ابوالاسود دؤلی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اجازت طلب کی تھی کہ میں اس کے مانند کلام بنالوں جیسا کہ آپ نے بنایا ہے۔ چونکہ عربی میں مانند اور مثل کے لئے لفظ نحو استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے اس علم کا نام ہی نحو ہو گیا۔

واقعات:

ابوالاسود کے متعلق بہت سے واقعات مشہور ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) آپ نے ایک مرتبہ ایک سائل کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہے کوئی جو بھوکے کو رات کے وقت کھانا کھلا دے۔ چنانچہ ابولاسود نے اس کو بلا کر کھانا کھلا دیا۔ جب سائل کھانے سے فراغت کے بعد جانے لگا تو آپ نے اس کو روک کر فرمایا کہ میں نے تجھ کھانا اس لئے کھلایا ہے تا کہ تو رات میں مانگ کر لوگوں کو پریشان نہ کرے اس کے بعد آپ صبح تک اس کے پیر میں بیڑی ڈال کر بیٹھے رہے۔

(۲) ایک بار کسی شخص نے آپ سے کہا کہ آپ تو علم و حلم کے ظرف ہیں۔ بس آپ میں اتنا ہی نقص ہے کہ آپ بخیل ہیں۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ وہ ظرف (برتن) کس کام کا کہ جو اس چیز کو نہ سما سکے جو اس میں بھری جائے۔

(۳) ایک مرتبہ آپ نے نو دینار میں ایک گھوڑا خریدا اور اس کو لے کر ایک بھینگے شخص کے پاس سے گزرے۔ اس بھینگے شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ یہ گھوڑا آپ نے کتنے میں خریدا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ تو بتا تیری نگاہ میں اندازاً اس کی کیا قیمت ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ میری نگاہ میں اس کی قیمت ساڑھے چار دینار ہیں۔ یہ سن کر ابوالاسود نے کہا کہ تو اس کی قیمت کے اندازہ میں معذور ہے۔ کیونکہ تو نے اس کو ایک آنکھ سے دیکھا ہے اس لئے اس کی آدھی قیمت لگائی۔ اگر تیری دوسری آنکھ بھی صحیح و سالم ہوتی تو تو اس کی قیمت صحیح لگاتا۔ یہ کہہ کر آپ گھوڑا لے کر چل دیئے اور گھر پہنچ کر گھوڑے کو باندھ دیا اور سو گئے۔ جب سو کر اٹھے تو گھوڑے کی چبانے کی آواز کان میں آئی۔ گھر والوں سے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے؟ گھر والوں نے جواب دیا کہ گھوڑا جو کھا رہا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ میں اپنے مال میں ایسے لوگوں کو اختیار دینا پسند نہیں کرتا جو اس کو تلف اور برباد کریں۔ مجھے ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو اس کو زیادہ کریں۔ چنانچہ تبھی اس گھوڑے کو فروخت کر دیا اور اس قیمت سے کھیتی کے لئے زمین خرید لی۔

(۴) بصرہ میں جو لوگ آپ کے ہمسایہ (پڑوسی) تھے وہ آپ کے عقائد کے خلاف تھے۔ چنانچہ وہ آپ کو طرح طرح سے اذیت پہنچاتے اور رات کے وقت آپ کے مکان پر پتھر برساتے۔ جب آپ اس کی شکایت ان سے کرتے تو آپ کے پڑوسی جواب دیتے کہ یہ پتھر ہم نہیں برساتے بلکہ منجانب اللہ آپ پر پتھر برسائے جاتے ہیں۔ اس پر آپ جواب دیتے تم جھوٹے ہو کیونکہ اگر یہ پتھر منجانب اللہ ہوتے تو ضرور آ کر مجھ کو لگتے۔ مگر یہ پتھر میرے قریب بھی نہیں گرتے اس لئے یہ تمہارے پھینکے ہوئے ہوتے ہیں۔ لیکن آپ کے پڑوسی آپ کو اذیتیں دینے سے باز نہیں آئے۔ چنانچہ آپ نے اس مکان کو فروخت کر دیا اور دوسری جگہ سکونت پذیر ہو گئے۔ کسی نے آپ سے

دریافت کیا کہ آپ نے اپنا مکان فروخت کر دیا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ میں نے مکان فروخت نہیں کیا بلکہ اپنے پڑوسیوں کو فروخت کر دیا۔

ابوجہم عدوی کا واقعہ:

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ابوالاسود کا اوپر مذکورہ واقعہ ابوجہم عدوی کے واقعہ کے برعکس ہے اور ابوجہم عدوی کا واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنا مکان ایک لاکھ درہم میں فروخت کر دیا تھا۔ مکان فروخت کرنے کے بعد ابوجہم نے خریداروں سے سوال کیا کہ بتاؤ تم لوگ حضرت سعید بن العاص کا پڑوس کتنے میں خرید سکتے ہو؟ اس پر خریداران نے کہا کہ کیا کہیں پڑوس بھی بکتا ہے۔ اس پر ابوجہم نے کہا کہ میرا گھر مجھ کو واپس کر دو اور اپنے دام واپس لے لو۔ کیونکہ خدا کی قسم! میں ایسے شخص کا پڑوس ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ جس کی شان یہ ہے کہ اگر میں لاپتہ ہو جاؤں تو وہ مجھ کو تلاش کریں اور اگر مجھ کو دیکھ لیں تو خوش ہوں اور اگر میں کہیں باہر چلا جاؤں تو میرے گھربار کی حفاظت کریں اور اگر میں موجود ہوں تو میرا حق قرابت ادا فرمائیں اور اگر میں ان میں سے کچھ طلب کروں تو میرا سوال پورا کریں۔ چنانچہ حضرت سعید بن العاص کو جب ابوجہم کے اس حسن ظن کی خبر پہنچی تو آپ نے ابوجہم کو ایک لاکھ درہم بھیج دیئے۔

(۵) ایک مرتبہ حضرت ابوالاسود حضرت معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دورانِ گفتگو ابوالاسود کی ریح باوازِ بلند خارج ہوگئی۔ امیر معاویہؓ اس پر ہنس پڑے۔ ابوالاسود نے کہا کہ امیر المومنین اس کا تذکرہ کسی کے سامنے نہ فرمائیں۔ جب ابوالاسود امیر معاویہؓ کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے تو آپ کے پاس حضرت عمر بن العاصؓ تشریف لائے۔ حضرت معاویہؓ نے آپ سے ابوالاسود کا واقعہ بیان کر دیا۔ چنانچہ جب عمرو بن العاص ابوالاسود سے ملے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ اے ابوالاسود کیا تم نے امیر المومنین کے سامنے ایسی حرکت کی؟

کچھ دن بعد جب ابوالاسود امیر المومنین حضرت معاویہؓ سے ملے تو کہنے لگے امیر المومنین میں نے تو آپ سے عرض کیا تھا کہ اس بات کا کسی سے تذکرہ نہ کریں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تو صرف عمرو بن العاصؓ کے سامنے ذکر کیا تھا۔ ابوالاسود نے کہا کہ مجھے پہلے ہی اس بات کا اندیشہ تھا کہ آپ خلافت کے قابل نہیں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ یہ کیوں؟ ابوالاسود نے کہا یہ اس لئے کہ آپ خروج ریح کے بارے میں امانت دار ثابت نہ ہوئے تو مسلمانوں کے جان و مال کے بارے میں کیسے امین ہو سکتے ہیں؟ یہ سن کر امیر معاویہؓ ہنس پڑے اور ابوالاسود کو صلہ دے کر رخصت کیا۔

(۶) کسی نے ابوالاسود سے پوچھا کہ کیا امیر معاویہؓ بدر میں موجود تھے۔ آپ نے جواب دیا کہ ہاں مگر اس جانب سے (یعنی خلیفہ ہونے کی حیثیت سے)۔

(۷) ابوالاسود زیاد بن ابیہ والی، عراق کی اولاد کو پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دن ابوالاسود کی اہلیہ نے زیاد کے یہاں اپنے لڑکے کی تولیت کا دعویٰ کر دیا۔ ابوالاسود کی اہلیہ نے امیر کے سامنے بیان کیا کہ یہ میرا لڑکا مجھ سے زبردستی لینا چاہتے ہیں حالانکہ میرا شکم اس کا ظرف، میری چھاتی اس کا سقایہ اور میری آغوش اس کی سواری رہی ہے۔

ابوالاسود نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ کیا تو اس طریقہ سے مجھ کو دبانا چاہتی ہے۔ حالانکہ میں نے اس لڑکے کو تیرے شکم میں رکھا اور تیرے وضع حمل سے پہلے میں نے اس کو (بحالت نطفہ) وضع کیا تھا۔ عورت نے کہا کہ تیری اور میری اس سلسلہ میں برابری نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ جس وقت یہ تیرے شکم میں تھا تو بہت ہلکا تھا اور جب تجھ سے منتقل ہو کر میرے شکم میں آیا تو بہت بوجھ ہو کر رہا۔ تیرے شکم سے وہ شہوت کے ساتھ خارج ہوا لیکن جب میرے شکم سے برآمد ہوا تو سخت تکلیف کے ساتھ نکلا۔

امیر زیاد نے عورت کا بیان سن کر ابوالاسود سے کہا کہ یہ عورت مجھ کو زیادہ عاقلہ معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا آپ اس کا لڑکا اس کو دے دیں۔ یہ اس کی پرورش اچھے طریقے سے کرے گی۔

ابوالاسود کا انتقال شہر بصرہ میں بعارضہ طاعون ۸۵ سال کی عمر میں ہوا۔ اس طاعون کی وباء سے بصرہ میں بڑے بڑے لوگ ہلاک ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے تیس لڑکے اس وباء کی نذر ہو گئے تھے۔

باب الذال

ذؤالة

(بھیڑیا) ذؤالـــہ: ذوالۃ، ذألان سے مشتق ہے۔ جس کے معنی مشی الخفیف (دبی ہوئی چال) کے آتے ہیں اور چونکہ بھیڑیا بھی دبی ہوئی چال چلتا ہے اس لئے زوالۃ کہلانے لگا۔

حدیث میں بھیڑیئے کا ذکر:۔

حدیث میں ہے:۔

''نبی کریم ﷺ کا گزر ایک کالی لونڈی کے پاس سے ہوا جو اپنے لڑکے کو کودا رہی تھی اور یہ الفاظ (ذؤال یا ابن القرم یاذوال) کہہ رہی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ذؤالۃ مت کہو۔ کیونکہ یہ سب سے شریر درندہ ہے''۔

ذؤال، ذؤالة کی ترخیم [1] ہے۔ اور قرم کے معنی سردار کے آتے ہیں۔

الذراح

(ایک لال رنگ کا اڑنے والا زہریلا کیڑا) الــذراح: یہ کیڑا عموماً باغات میں دیکھا جاتا ہے اس کی جمع ذراریح آتی ہے۔ ذراح کی مختلف اقسام ہیں۔ بعض وہ ہوتے ہیں جو کیلوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ بعض صنوبر کے کیڑے ہوتے ہیں اور بعض دیگر درختوں پر پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے پروں پر زرد رنگ کے خطوط ہوتے ہیں۔ ان کا جسم لمبا، بھرا ہوا بنات وردان کے مشابہ ہوتا ہے۔

ذراح کا شرعی حکم:

ان کا کھانا خبث کی وجہ سے حرام ہے۔

ذراح کے طبی خواص:

ذراح خارش اور جلد کی تمام بیماریوں کے لئے نافع اور مفید ہیں۔ ورم اور سرطان و داد کی دواؤں میں بھی ان کا استعمال ہوتا ہے۔
امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ آنکھ میں بطور سرمہ ان کا استعمال کرنا آنکھ میں جمع ہوئے خون کے نقطوں کے لئے نافع ہے۔ سر میں ملنے سے سر کی تمام جوئیں ختم ہو جاتی ہیں اور زیتون کے تیل میں پکا کر مالش کرنے سے ثعلب (بال گرنے کی بیماری) ختم ہو جاتی ہے۔ اطباء قدیم کا خیال ہے کہ اگر ذراح کو سرخ کپڑے میں لپیٹ کر کسی بخار والے کے گلے میں ڈال دیا جائے تو حیرت انگیز طور پر اس کا بخار ختم ہو جائے گا

[1] ترخیم: کے معنی دم کاٹ دینا ہیں۔ نحویوں کے یہاں ترخیم منادیٰ کا مطلب یہ ہے کہ منادیٰ کے آخری حرف کو ختم کر دینا۔

الذراح

(نیل گائے کا بچہ)

الذعلب

(تیز رفتار اونٹنی)

الذباب

(مگس، مکھی، الذباب: یہ ایک مشہور و معروف جانور ہے۔ اس کا واحد ذبابة ہے۔ اور جمع قلب اذبہ اور جمع کثرت ذِبّان آتی ہے۔ جیسا کہ نابغہ کا قول ہے:

یا واھب الناس بعیرا صلبه ضرابة بالمشفر الاذبة

ترجمہ: ''اے لوگوں کو بطور سواری اونٹ دینے والے جو بے حد چلتے ہیں اور مسلسل چلنے کی وجہ سے مکھیاں ان کے ہونٹوں پر بھنبھنانے لگتی ہیں''۔

مکھیوں کے لئے برائے جمع ذبابات کا لفظ قرضوں کے علاوہ دوسری جگہ استعمال نہیں ہوتا جیسا کہ راجز نے کہا ہے۔ ع۔ او یقضی اللہ ذبابات الدیون. ''اور کیا اللہ تعالیٰ قرضوں کی مکھیوں کو ختم کردے گا''۔

مذبہ: میم اور ذال کے فتح کے ساتھ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں بکثرت مکھیاں ہوں امام الفراء کی رائے یہ ہے کہ جہاں بکثرت مکھیاں ہوں اس جگہ کو ارض مذبوبہ کہتے ہیں۔ جس طرح اس جگہ کو جہاں بکثرت جنگلی جانور رہتے ہیں، اَرْض مَوْحُوْشَةٌ کہتے ہیں۔

مکھی کو ذباب کہنے کی وجہ اس کی کثرت حرکت ہے یا یہ کہ جب بھی حرکت ہوتی ہے تو یہ بھاگ جاتی ہے۔ اس کی کنیت ابوحفص، ابوحکیم، ابوالحدرس آتی ہیں۔ مخلوقات میں سے مکھی سب سے زیادہ نادان واقع ہوئی ہے۔ کیونکہ یہ اپنی جان کو خود سے ہلاکت میں ڈالتی ہے۔ اڑنے والے جانوروں میں کوئی جانور بجز مکھی کے ایسا نہیں جو کھانے پینے کی چیزوں میں منہ ڈال دیتا ہو۔ باب العین میں عنکبوت کے بیان میں افلاطون کا یہ قول ہے کہ مکھی حریص ترین جانور ہے تفصیل سے آنے والا ہے۔

مکھی کے پلکیں نہیں ہوتیں۔ اس لئے کہ اس کا حلقہ چشم بہت چھوٹا ہوتا ہے اور پلکوں کا کام یہ ہے کہ وہ آنکھوں کی پتلی کو گرد و غبار سے محفوظ رکھتی ہیں اس لئے اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ نے مکھی کو دو ہاتھ دیئے ہیں جن سے یہ ہر وقت اپنی آنکھوں کے آئینہ کو صاف کرتی رہتی ہے۔ چنانچہ آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ مکھی ہر وقت اپنی آنکھوں پر اپنے دونوں ہاتھ پھیرتی رہتی ہے مکھیوں کی بہت سی اقسام ہیں جن کی تولید عفونت یعنی گندگی سے ہوتی ہے۔

جاحظ کہتے ہیں کہ اہلِ عرب کے نزدیک مکھیوں کا اطلاق بھڑ، شہد کی مکھی، تمام قسم کے مچھر، جوؤں، کتے کی مکھی، وغیرہ سب پر ہوتا ہے۔ جب بادِ جنوبی کا غلبہ ہوتا ہے تو مکھیوں کی کثرت ہوجاتی ہے لیکن بادِ شمالی چلنے سے کم ہوجاتی ہیں۔ مکھیوں کے بھی مچھروں کی طرح ڈنگ ہوتا ہے۔ جس کے ذریعہ یہ کاٹتی ہیں۔ انسانوں کے قریب رہنے والی مکھیاں کبھی نر مادہ کی جفتی سے پیدا ہوتی ہیں اور کبھی یہ اجسام

سے بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اگر باقلا کو کسی جگہ لٹکا دیا جائے تو اس کے بیج تمام مکھیاں بن کر اڑ جاتی ہیں اور صرف چھلکا ہی باقی رہ جاتا ہے۔

حدیث شریف میں مکھی کا ذکر۔

حاکم نے نعمانؓ بن بشیر سے روایت کی ہے:۔

''نعمان بن بشیر نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے، آپؐ نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ دنیا صرف اتنی باقی رہ گئی ہے جتنی کہ ایک مکھی جو فضا میں اڑتی ہے لہٰذا تم اپنے اہل قبور بھائیوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ تمام اعمال ان کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں''۔

علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ ''تمور'' کے معنی مکھی کی ہوا میں آمد و رفت ہے کہ مکھی ہوا میں زمین و آسمان کے درمیان پرواز کرتی ہے۔

مسند ابویعلیٰ موصلی میں حضرت انسؓ کی یہ حدیث مروی ہے:۔

''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مکھی کی عمر چالیس راتیں ہیں اور تمام مکھیاں دوزخ میں ہوں گی سوائے شہد کی مکھی کے''۔

علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی تفسیر میں محدثین فرماتے ہیں کہ مکھیوں کا دوزخ میں دخول ان کو عذاب دینے کے لئے نہیں ہوگا بلکہ ان کو اہل دوزخ کے لئے عذاب بنا کر مسلط کر دیا جائے گا تا کہ یہ اہل جہنم کو اذیت پہنچائیں۔

نسائی اور حاکم نے ابوالملیح سے، انہوں نے اپنے والد اسامہؓ بن عمیر الاقیش ہذلی سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

''میں رسول اللہ ﷺ کا ردیف تھا کہ ہماری سواری کے اونٹ نے ٹھوکر کھائی۔ اس پر میں نے کہا (**تعس الشیطان**) ''خدا کرے شیطان ٹھوکر کھائے''۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''**تعس الشیطان**'' مت کہو کیونکہ یہ کہنے سے وہ پھول کر گھر کی طرح ہو جاتا ہے اور کہتا ہے بقوتی، (میرے اندر اتنی طاقت ہے) بلکہ یہ کہا کرو کہ ''بسم اللہ'' یہ کہنے سے وہ گھٹنے لگتا ہے اور مکھی جیسا ہو جاتا ہے''۔

تعس: تعس کے معنی میں محدثین کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض محدثین نے **تعس** کو **ھلک** کے معنی میں لیا ہے اور بعض نے سَقَطَ (گرنا) کے معنی میں لیا ہے اور بعض نے عثر (پھسلنا) کے معنی میں لیا ہے۔ بعض محدثین نے **لزمہ الشر** (اس کو شر پکڑے) کے معنی بیان کئے ہیں۔ **تعس** عین کے فتحہ اور کسرہ دونوں طریقہ سے مستعمل ہے۔ البتہ فتحہ مشہور ہے۔

طبرانی اور ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوامامہؓ سے روایت بیان کی ہے:۔

''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کو ۱۶۰ فرشتوں کی حفاظت میں دیا گیا ہے۔ وہ فرشتے اس کی حتی المقدور حفاظت کرتے رہتے ہیں ان میں سے سات فرشتے اس طرح انسان کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ جس طرح مکھی شہد کے پیالے پر منڈلاتی ہے اور اگر وہ تم پر ظاہر ہو جائیں تو تم پر پہاڑ اور ہر ہموار زمین پر ان کو دیکھو گے۔ ہر ایک اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے اور منہ کھولے ہوئے ہیں اور اگر ایک لمحہ کے لئے انسان اپنے آپ کو سونپ دیا جائے تو شیاطین اس کو اچک لیں''۔

مکھی کی ایک عجیب بات یہ ہے کہ یہ سفید چیز پر سیاہ اور سیاہ چیز پر سفید پاخانہ کرتی ہے۔اس کے علاوہ ایک خاص بات یہ ہے کہ مکھی کدو کے درخت پر کبھی نہیں بیٹھتی۔اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت یونسؑ پر کدو کی بیل اگادی تھی تاکہ آپ مکھیوں کی اذیت سے محفوظ رہیں۔مکھیاں متعفن مقامات پر زیادہ ہوتی ہیں اور ان کی پیدائش بھی دو ہی چیزوں سے ہوتی ہے یعنی تعفن سے یا سفاد سے۔بعض اوقات نر مکھی مادہ مکھی پر دن بھر چڑھا رہتا ہے۔

مکھی حیوانات شمسیہ میں سے ہے کیونکہ یہ موسم سرما میں جب تک کہ آفتاب میں تمازت نہیں آتی تب تک یہ غائب رہتی ہیں،اس کے برخلاف موسم گرما اور بالخصوص برسات میں ان کا ہجوم رہتا ہے۔

مکھی کی دیگر اقسام مثلاً ناموس،فراش،نعر،قمع،وغیرہ کا تذکرہ اپنے اپنے باب میں انشاء اللہ آنے والا ہے۔شاعر ابوالعلاء المصری نے اپنے شعر میں مکھی کا تذکرہ کیا ہے۔

یا طالب الرزق الھنئی بقوۃ — ھیھات انت بباطل مشغوف

''اے آسانی سے حاصل ہونے والے رزق کو قوت سے طلب کرنے والے دور ہو تو غلط کام میں مشغول ہے''۔

راعت الاسود بقوۃ جیف الفلاء — ورعی الذباب الشھد وھو ضعیف

''اسود طاقت کے ذریعہ مردار گدھے کو کھاتا ہے اور مکھی شہد کھاتی ہے حالانکہ کمزور ہے''۔

ابو محمد اندلسی نے بھی اسی جیسا شعر کہا ہے۔

مثل الرزق الذی تطلبہ — مثل الظل یمشی معک

''جس رزق کو تو طلب کر رہا ہے اس کی مثال اس سایہ کے مانند ہے جو تیرے ساتھ چل رہا ہے''۔

انت لا تدرکہ متبعا — واذا ولیت عنہ تبعک

''تو پیچھے چل کر اس کو نہیں پا سکے گا اور جب تو اس سے روگردانی کرے گا تو وہ تیرے پیچھے چلے گا''۔

ابوالخیر کاتب الواسطی کا شعر بھی انہی اشعار سے ملتا جلتا ہے۔

جری قلم القضاء بما یکون — فسیان التحرک والسکون

''اس چیز پر جو ہونے والی ہے تقدیر کا قلم چل چکا۔پس متحرک ہونا اور پرسکون رہنا دونوں برابر ہیں''۔

جنون منک ان تسعی لرزق — ویرزق فی غشاوتہ الجنین

''رزق کے لئے دوڑنا تیرا پاگل پن ہے،اللہ تعالیٰ جنین کو اس کی جھلی میں رزق دیتا ہے''۔

سیف الدین علی بن فلیح ظاہری نے اپنے دشمن کو حقیر نہ سمجھنے کے بارے میں کیا ہی عمدہ شعر کہا ہے۔

لاتحقرن عدوًا لان جانبہ — وان تراہ ضعیف البطش والجلد

''ہرگز تو دشمن کو کمزور مت سمجھ اگرچہ وہ تجھ کو ایک جانب سے کمزور کھال اور کمزور پکڑ کا نظر آتا ہے''۔

فالذبابة فی الجرح المدید — تنال ما قصرت عنہ ید الاسد

''کیونکہ مکھی ہی پرانے زخم میں اس چیز کو پالیتی ہے جس سے شیر کا ہاتھ قاصر ہے''۔

امام یوسف بن ایوب ہمدانی کی کرامت:

تاریخ ابن خلکان میں امام یوسفؒ بن ایوب ظاہری ہمدانی صاحب مقامات وکرامات کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک روز آپ وعظ فرمانے کے لئے بیٹھے۔ آپ کا وعظ سننے کے لئے ایک جم غفیر جمع ہوگیا۔ مجمع میں سے ایک فقیہ جو ابن سقا کے نام سے مشہور تھا اٹھا اور اعتراضات کرنے شروع کردیئے اور آپ کو اذیت دینے کے لئے کسی مسئلہ پر بحث شروع کردی۔ امام یوسفؒ نے اس کو جھڑک دیا اور فرمایا بیٹھ جا مجھے تیرے کلام سے کفر کی بو آتی ہے۔ شاید تیرا خاتمہ ایمان پر نہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہوا کہ شاہ روم کا ایک سفیر خلیفہ وقت کے پاس آیا اور وہ واپس جانے لگا تو ابن سقاء اس کے ساتھ چلا گیا اور قسطنطنیہ پہنچ کر وہ عیسائی ہوگیا اور اسی مذہب پر اس کا انتقال ہوگیا۔

ایک شخص اس کے قسطنطنیہ جانے کے بعد اس سے قسطنطنیہ میں ملا تو دیکھا کہ ابن سقاء بیمار ہے اور ایک پنکھا ہاتھ میں لئے مکھیاں جھل رہا ہے۔ ابن سقاء قرآن کریم کا جید حافظ تھا اور خوش الحانی سے تلاوت کرتا تھا۔ اس شخص نے ابن سقاء سے دریافت کیا کہ کیا اب بھی تم کو کلام پاک یاد ہے۔ ابن سقاء نے جواب دیا کہ میں پورا کلام پاک بھول چکا ہوں صرف ایک آیت یاد رہ گئی ہے۔ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ (بعض اوقات وہ لوگ جو کافر ہوگئے آرزو کریں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے)۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے دیکھا کہ انتقاد اور ترک اعتقاد کی بدولت یہ شخص کیسا ذلیل وخوار ہوکر ہلاک ہوا۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ مشائخ العارفین، علماء العالمین اور مومنین صالحین کے بارے میں حسن ظن رکھیں اور ان کا امتحان لینے کی غرض سے بحث ومباحثہ نہ کریں۔ کیونکہ بہت کم دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسے حضرات سے تعرض کرکے کوئی شخص صحیح وسالم رہا ہو۔ اس لئے سلامت روی اسی میں ہے کہ ان کے ساتھ حسنِ اعتقاد سے پیش آئے ورنہ ندامت اور شرمندگی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ لہٰذا ہم کو چاہیے کہ ہم امام العارفین علامہ شیخ محی الدین عبدالقادر گیلانیؒ کی اقتداء کریں۔ شیخ موصوف نے ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں قطب الغوث کی زیارت کا ارادہ فرمایا۔ آپ کے ہمراہ جو دیگر دو شخص تھے ان کی زبان سے چند الفاظ خلافِ مرضی صادر ہوگئے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ان کے پاس زیارت کی نیت سے جارہا ہوں ان کا امتحان لینے کی غرض سے نہیں۔ چنانچہ اس حسن ظن کا یہ فائدہ ہوا کہ آپ اس بلند وبالا مرتبہ پر فائزہ ہوئے کہ خود اپنی زبان مبارک سے فرمایا (قدمی هذا علىٰ رقبة كل ولی) "یعنی میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے" آپ کے جو دو رفیق تھے ان کا یہ حشر ہوا کہ ایک تو (العیاذ باللہ) کافر ہوکر مرا اور دوسرا دنیا کے دھندوں میں منہمک ہوکر اپنے ولی کی خدمت کو چھوڑ بیٹھا۔ ان کا یہ انجام انتقاد اور ترک اعتقاد کی بناء پر ہوا۔ اس لئے ہماری حق تعالیٰ شانہ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو حسنِ توفیق اور ہدایت عطا فرمائے اور ایمان وحسن اعتقاد پر خاتمہ فرمائے۔ آمین

خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی کا واقعہ:

یحییٰ بن معاذ کا بیان ہے کہ خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی ایک دفعہ بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک مکھی آکر اس کے منہ پر بیٹھ گئی اور اس کو بے قرار کردیا۔ خلیفہ نے خدام کو حکم دیا کہ دیکھو دروازے پر کوئی ہے؟ خدام نے جواب دیا کہ مقاتل بن سلیمان ہیں۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ ان کو میرے پاس لاؤ۔ جب مقاتل خلیفہ کے سامنے آیا تو خلیفہ نے ان سے پوچھا کہ کیا تم بتاسکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مکھیوں کو کس غرض سے پیدا فرمایا ہے؟ مقاتل نے جواب دیا جی ہاں رب العزت نے مکھیوں کو اس غرض سے پیدا فرمایا ہے کہ ان کے ذریعہ سے ظالموں اور جابروں کو ذلیل فرمائے۔ یہ جواب سن کر خلیفہ خاموش ہوگیا۔

مقاتلؒ بن سلیمان کلام اللہ کی تفسیر لکھنے کے سبب سے مشہور ہیں۔ آپ نے صحابہؓ کی ایک جماعت سے حدیث سنی ہے۔ امام شافعیؒ کا

قول ہے کہ سب لوگ تین شخصوں کے عیال ہیں، تفسیر میں مقاتل بن سلیمان کے، شعر گوئی میں زہیر بن ابی سلمہ کے اور فقہ میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے۔

کہتے ہیں کہ مقاتلؒ بن سلیمان ایک دن بیٹھ کر کہنے لگے کہ سوائے عرش بریں کے مجھ سے جو کچھ چاہو پوچھ لو۔ چنانچہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے پہلی مرتبہ حج فرمایا تو کیا سر منڈوایا تھا؟ یہ سوال سن کر مقاتل نے جواب دیا کہ یہ سوال ہمارے علم سے باہر ہے۔ پھر کہنے لگے کہ میں نے خود ہی اپنے عجب کی وجہ سے اپنے کو اس ابتلاء میں مبتلا کیا ہے۔ چنانچہ پھر ایک دن کسی نے آپ سے پوچھا کہ لال چیونٹی کی آنتیں اس کے اگلے حصہ میں ہوتی ہیں یا پچھلے حصہ میں؟ مقاتل سے اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا۔ لیکن یہ ایک قسم کا عتاب تھا جس میں وہ مبتلا کئے گئے تھے۔ چنانچہ ابوالعلاء شاعر اس سلسلہ میں کہتا ہے۔

من تجلی بغیر ماھو فیہ — فضحتہ شواھد الامتحان

''جو شخص ایسی چیز کا مدعی ہو جو اس میں نہیں ہے تو امتحان کے وقت اس کو خفت اٹھانی پڑے گی''۔

مقاتل کے بارے میں علماء دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہیں بعض نے ان کو ثقہ کہا ہے اور بعض نے تکذیب کی ہے اور ان کی روایت کردہ احادیث کو ترک کر دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ علم قرآن یہود و نصاریٰ کی روایات سے جو ان کی کتابوں میں ہیں اخذ کیا کرتے تھے۔ لیکن ابن خلکان اور دیگر مورخین نے اس کی تردید کی ہے۔ مقاتل ابن سلیمان کی وفات ۱۵۵ھ میں ہوئی۔

مامون رشید کا سوال اور امام شافعی کا جواب:

مناقب امام شافعیؒ میں لکھا ہے کہ آپ سے خلیفہ مامون رشید نے سوال کیا کہ اللہ جل شانہ نے مکھیوں کو کس غرض سے پیدا فرمایا۔ امامؒ صاحب نے جواب دیا کہ ملوک کو ذلیل کرنے کے لئے یہ سن کر مامون ہنس پڑا اور کہنے لگا آپ نے اس کو میرے بدن پر بیٹھا ہوا دیکھ لیا تھا۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ جی ہاں جب آپ نے مجھ سے سوال کیا تھا اس وقت میرے پاس آپ کے سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔ لیکن جب میں نے دیکھا کہ مکھی آپ کے بدن کے اس حصہ پر بیٹھ گئی ہے جہاں کسی کی پہنچ نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر آپ کے سوال کا جواب منکشف فرمایا۔ خلیفہ مامون رشید نے ہنس کر کہا کہ آپ نے خوب فرمایا۔

تاریخ ابن نجار اور شفاء الصدور میں مستند ذریعہ سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر اور لباس مبارک پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی۔

مکھی کا شرعی حکم:

مکھیوں کی جمیع اقسام کا کھانا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر سالن یا کسی اور چیز میں گر جائے تو چاہیے کہ اس کو ڈبو کر نکال دیا جائے۔ کیونکہ اس کے داہنے بازو میں شفاء اور بائیں بازو میں بیماری ہے اور یہ ڈوبتے وقت داہنے بازو کو اوپر اور بائیں بازو کو نیچے کر لیتی ہے۔ یعنی بیماری والے بازو کو ڈبوتی ہے۔

فرع: الاحیاء میں کتاب الحلال والحرام کے شروع میں لکھا ہے کہ اگر مکھی یا چیونٹی سالن وغیرہ میں گر جائے تو اس کے اجزاء اس چیز میں تحلیل ہو گئے ہوں تو اس سالن وغیرہ کا استعمال مکروہ نہیں ہے۔ کیونکہ مکھی کی حرمت و کراہت گندگی اور گھن کی وجہ سے ہے اور اس صورت میں گھن نہیں ہوتا اگر آدمی کے گوشت کا ٹکڑا کھانے کی چیز میں (جو سیال ہو) گر جائے تو وہ چیز حرام ہے حتیٰ کہ اگر اس گوشت کی مقدار ایک دانق کے برابر ہی ہو۔ یہ حرمت اس وجہ سے نہیں ہے کہ گندہ اور آلودہ ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ آدمی محترم ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل امام غزالیؒ کی ہے لیکن مہذب میں مذکور ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ آدمی کے گوشت کے معمولی جز کی وجہ سے کھانا

حرام نہیں ہوگا کیونکہ وہ معمولی جز اس میں گر کر کالعدم ہوگیا جیسا کہ پیشاب کا مسئلہ کہ اگر [1] دو مٹکے پانی میں گر جائے تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوگا۔اس لئے کہ جو معمولی سا پیشاب پانی میں ملا ہے وہ اس میں گر کر کالعدم ہوگیا ہے۔

بخاریؒ،ابوداؤدؒ،نسائیؒ ابن ماجہؒ وغیرہ نے یہ روایت بیان کی ہے:۔

''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے تو اس کو ڈبودو۔اس لئے کہ اس کے ایک بازو میں بیماری اور دوسرے میں شفاء ہے اور یہ بیماری والے بازو کو پہلے ڈبوتی ہے''۔

یہ حدیث دیگر اسناد سے معمولی الفاظ کے تغیر کے ساتھ مروی ہے۔

خطابی کہتے ہیں کہ بعض نادانوں نے اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے اعتراض کیا ہے کہ مکھی کے بازوؤں میں بیماری اور شفاء کیسے ہوسکتی ہے اور مکھی کو کس طرح اس کا پتہ چلتا ہے کہ بیماری والے بازو کو مقدم اور شفاء والے بازو کو موخر کرتی ۔ہے۔مناسب بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ ایک جانور کے دو جزوں میں بیماری اور شفاء ہونے کا انکار نہ کرنا چاہیے اور غور کرنا چاہیے کہ جس اللہ نے شہد کی مکھی کو اس بات کا مشورہ دیا کہ وہ ایک عجیب وغریب گھر بنائے اور اس میں شہد جمع کرے اور جس ذات نے چیونٹی کو اس بات کا شعور دیا کہ اپنی روزی حاصل کرے اور ضرورت کے وقت اس کو جمع کرے اسی ذات نے مکھی کو پیدا کیا اور اس کو اس بات کا شعور دیا کہ وہ ایک بازو کو مقدم کرے اور دوسرے کو موخر کرے۔

حدیث سے یہ مفہوم بھی نکلتا ہے کہ اگر مکھی پانی میں مر جائے تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوگا اس لئے کہ اس کا دم سائل نہیں ہے۔یہی مسئلہ مشہور ہے اگر چہ ایک قول ناپاک ہونے کا بھی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر ایسا جانور گرے جو عام نہ ہو جیسے خنفس اور بچھو وغیرہ تو ناپاک ہوجائے گا۔یہ اختلاف اس جانور کے متعلق ہے جو اجنبی ہے لیکن اگر ایسا جانور ہے جو اسی سے پیدا ہوا ہے جیسے پھلوں کے کیڑے،سرکہ کے کیڑے تو ان کے مرنے سے یہ چیزیں بالاتفاق ناپاک نہیں ہوں گی۔

فرع:۔اگر بھڑ،فراش،نمل وغیرہ کھانے میں گر جائیں تو کیا حدیث کے عموم کی وجہ سے ان کو ڈبونے کا حکم دیا جائے گا اس لئے کہ ان تمام چیزوں پر (بھڑ،فراش،چیونٹی) از روئے لغت ذباب (مکھی) کا اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ ماقبل میں جاحظ کے حوالہ سے گزرا ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شہد کے بارے میں فرمایا کہ یہ مکھی کی کاوش ہے اور مروی ہے تمام مکھیاں جہنم میں جائیں گی سوائے شہد کی مکھی کے۔پس ظاہر عبارت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ ڈبونے کا حکم تمام مکھیوں کے لئے عام ہے سوائے شہد کی مکھی کے،کیونکہ بسا اوقات ڈبونے سے موت واقع ہوجاتی ہے حالانکہ قتل بلا فائدہ کسی مفید جانور کا حرام ہے۔

الامثال

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

يَآأَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ

''اے لوگو ایک عجیب بات بیان کی جاتی ہے اس کو کان لگا کر سنو (وہ یہ ہے کہ) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جن کی تم لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ ایک ادنیٰ مکھی کو تو پیدا نہیں کر سکتے گو سب کے سب (کیوں نہ) جمع ہوجائیں''۔

اہل عرب بولتے ہیں''اَطْيَشُ مِنَ الذُّبَابِ واخطامن الذباب''یعنی مکھی سے زیادہ غلط کار اور جلد باز۔یہ مثل اس وجہ سے

---

[1] یہ حضرت امام شافعیؒ کا مطابق ہے۔

بیان کی جاتی ہے کہ بسا اوقات مکھی گرم یا مہک دار چیز میں گر جاتی ہے۔ جس سے خلاصی کا موت کے علاوہ کوئی طریقہ نہیں۔ نیز اہل عرب یہ مثل بھی بولتے ہیں''اَوْغَلُ مِنَ الذُّبَابِ ''یعنی مکھی سے زیادہ بغیر بلائے کھانے پر جانے والا، جیسا کہ ہم اردو میں بولتے ہیں''بن بلایا مہمان'' اسی مثل کو شاعر نے شعر کے پیرایہ میں اس طرح بیان کیا ہے۔

اوغل فی التطفیل من الذباب علی طعام وعلی شراب

''کھانے اور پینے کی چیزوں پر مکھیوں سے زیادہ بن بلایا مہمان بن کر جانے والا''۔

لو ابصر الرغفان فی السحاب لطار فی الجو بلا حجاب

''اگر بادلوں میں بھی وہ روٹیاں دیکھ لے تو بلا حجاب اڑ کر وہاں بھی پہنچ جائے''۔

ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ کوفہ میں ایک شخص طفیل بن دلال نام کا تھا اور یہ عبداللہ بن غطفان کے خاندان سے تھا، جہاں کہیں ولیمہ وغیرہ ہوتا وہاں بن بلائے پہنچ جاتا۔ اسی لئے لوگ اس کو اطفل الاعراس (شادیوں کا طفیلی) کہتے تھے۔ چنانچہ اسی وقت سے اس کا نام ضرب المثل بن گیا اس لئے ہر اس شخص کو جو کسی کے یہاں بن بلائے پہنچ جائے اس کو طفیلی کہتے ہیں۔ اہل عرب یہ مثل بھی بولتے ہیں''اَصَابَهُ ذباب لادغ'' یہ مثال اس شخص کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ جس کو کوئی بڑا حادثہ پیش آ جائے اور جس کو سن کر ہر شخص کو پریشانی ہو۔ نیز کسی حقیر شی کی تمثیل کے لئے بولتے ہیں۔ مَا یساوی مَتکُ ذُبَابٍ

متک:۔ ذکر کے درمیان کی اس چھوٹی سی رگ کو کہتے ہیں جو دھاگہ کے مانند ہوتی ہے۔

ابن ظفر کی کتاب النصائح میں مذکور ہے کہ ایک وزیر نے اپنے بادشاہ کو مال جمع کرنے یعنی ذخیرہ اندوزی کا مشورہ دیا اور کہا کہ خدانخواستہ رعایا آپ سے برگشتہ ہو جائے اور آپ ان کو جمع کرنا چاہیں تو مال و دولت کا لالچ دے کر اپنے پاس جمع کر سکتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا مجھ کو اس بات کا کوئی ثبوت دو۔ وزیر نے ایک پیالہ شہد منگوا کر بادشاہ کے پاس رکھ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس پیالہ پر اتنی مکھیاں جمع ہو گئیں کہ پورے کمرے میں بھنبھنانے لگیں اور پیالہ میں ڈوبنے لگیں۔ اس کے بعد وزیر نے بادشاہ سے کہا دیکھئے میرا مشورہ درست ہے یا نہیں؟

بادشاہ نے وزیر کی رائے پر عملدرآمد کرنے سے پہلے اپنے کسی ندیم سے مشورہ کیا۔ ندیم نے وزیر کی رائے پر کاربند ہونے سے منع کیا اور کہا کہ لوگوں کے دلوں کو مال کے طمع سے بدلنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ضروری نہیں کہ جس وقت آپ ان کو جمع کرنا چاہیں وہ اسی وقت مال کے لالچ میں جمع ہو جائیں۔ بادشاہ نے ندیم سے بھی اس کا ثبوت طلب کیا۔ ندیم نے کہا کہ رات ہو جانے دیجئے میں آپ کو ثبوت فراہم کر دوں گا۔

چنانچہ جب رات ہوئی تو اس نے ایک شہد کا پیالہ منگوایا اور بادشاہ کے پاس رکھ دیا۔ لیکن گھنٹوں گزر جانے کے بعد ایک مکھی بھی وہاں نہیں آئی۔ چنانچہ ندیم کے اس ثبوت کے بعد بادشادہ نے وزیر کی رائے سے اتفاق نہ کیا۔

مکھی کے طبی خواص:

اگر مکھی کو اس کا سر جدا کر کے بھڑ کے کانٹے کی جگہ رگڑ دیا جائے تو درد کو سکون ہو جاتا ہے اور اگر مکھیوں کو جلا کر شہد میں ملانے کے بعد گنجے سر پر اس کو ملا جائے تو گنج دور ہو کر عمدہ بال نکل آتے ہیں۔ مردہ مکھی پر اگر خبث الحدید لوہے کا میل کچیل چھڑک دیا جائے تو فوراً زندہ ہو جاتی ہے۔

اگر مکھی کا سر جدا کر کے باقی جسم کو پڑبال جمنے کی جگہ پر رگڑ دیا جائے تو اس جگہ پڑبال پیدا نہیں ہوں گے۔ اگر کوئی شخص آشوب کی بیماری میں مبتلا ہو تو اس کو چاہیے کہ چند مکھیوں کو پکڑ کر کتان (ایک مخصوص کاغذ کی طرح کا کپڑا ہوتا ہے عام طور پر تعویذ وغیرہ میں استعمال ہوتا ہے) کے کپڑے میں لپیٹ کر اپنے گلے میں ڈال لے تو انشاء اللہ آشوب چشم کی بیماری جاتی رہے گی۔ اگر مکھی کا سر جدا کر کے بقیہ جسم کو ورم شدہ آنکھ پر ملا جائے تو ورم ختم ہو جائے گا۔ قزوینیؒ کہتے ہیں کہ میں نے بعض کتب طبیعات میں دیکھا ہے کہ اگر کسی شخص کے دانت میں درد ہو تو مکھی کو اس کے بازو میں لٹکانے سے درد ختم ہو جاتا ہے۔ اگر کسی شخص کو پاگل کتے نے کاٹ لیا ہے تو ایسے شخص کو اپنا چہرہ مکھیوں سے چھپا کر رکھنا چاہیے ورنہ اس کو ان سے اذیت پہنچے گی۔ واللہ اعلم بالصواب

طلسم برائے دفع مگس:

کندس جدید (کندس جدید نک چھکنی) اور زرنیخ اصفر (ہڑتال زرد) برابر مقدار میں لے کر پیس لئے جائیں اور جنگلی پیاز کے عرق میں گوندھ کر اس میں تیل ملا کر اس کی ایک مورت (ایک شبیہ بنائی جائے اور جب کھانا کھانے کا ارادہ کرے تو اس تصویر کو دستر خوان پر رکھ لے تو جب تک یہ تصویر دستر خوان پر موجود رہے گی مکھیاں دستر خوان کے قریب بھی نہیں آئیں گی اور اگر دودھ کو کندس (کدو) میں ملا کر گھر کی پوتائی کر دی جائے تو گھر میں مکھیاں داخل نہیں ہوں گی۔ کندس یا قرع (کدو) کے پتوں کی دھونی دینے سے بھی مکھی گھر میں داخل نہیں ہوتی۔ اگر سادریون گھاس کو گھر کے دروازے پر لٹکا دیا جائے تو جب تک یہ گھاس گھر کے دروازے پر لٹکی رہے گی مکھیاں گھر میں داخل نہیں ہوں گی۔

خواب میں تعبیر:

مکھیوں کو خواب میں دیکھنا اشیاء ذیل پر دلالت کرتا ہے:۔

کینہ ور دشمن، لشکر ضعیف اور بعض مرتبہ خواب میں مکھیوں کا اجتماع رزق طیب کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ بعض مرتبہ بیماری، دوا اور اعمال سیئہ پر دلالت کرتا ہے اور بعض مرتبہ اس سے مراد ایسی چیز میں مبتلا ہونا ہوتا ہے جو باعث رنج اور باعث ذلت و رسوائی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:۔

''إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَاباً وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئاً لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ. (پارہ:۱۷ آیت:۷۳)

''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جن کی تم لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ ایک ادنیٰ مکھی تو پیدا کر ہی نہیں سکتے اگرچہ سب کے سب بھی کیوں نہ جمع ہو جائیں اور اگر ان سے مکھی کچھ چھین لے تو اس کو اس سے چھڑا ہی نہیں سکتے ایسا عابد بھی کمزور اور معبود بھی کمزور''۔

الذر

(سرخ چیونٹی) الذر: نمل احمر یا سرخ چیونٹی کو کہتے ہیں اس کا واحد ذرۃ آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ۔

''اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں فرمائیں گے''۔

علماء اس آیت کی تفسیر میں ظلم کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ قیامت کے دن کسی عمل نیک میں سے لال چیونٹی کے وزن کے برابر بھی کمی نہیں فرمائیں گے۔

ثعلب سے جب ذرۃ کے وزن کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ ایک صد چیونٹیوں کا وزن ایک حَبّہ کے برابر ہوتا ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک بار ایک شخص نے ایک روٹی رکھ دی تو اس پر اس قدر چیونٹیاں جمع ہوگئیں کہ انہوں نے بالکل ڈھانپ لیا۔ چنانچہ جب اس روٹی کا چیونٹیوں سمیت وزن کیا گیا تو روٹی کے وزن میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ذر۔ اس غبار کا مجموعہ ہے جو کسی سراخ میں ہوتا ہے اور اس غبار کا کوئی وزن نہیں ہے صحیح مسلمؒ وغیرہ میں حضرت انسؓ کی روایت جو قیامت کے دن آپ کی شفاعت کے بیان میں مذکور ہے:۔

''قیامت کے دن دوزخ سے وہ کلمہ گو حضرات بھی نکال لئے جائیں جن کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا''۔

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ کو بعض حضرات نے مِثْقَالَ ذُرَةٍ بھی پڑھا ہے۔ ابن بطحنبلی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مثقال ثقل سے ماخوذ مفعال کے وزن پر ہے اور ذرہ اس سرخ چیونٹی کو کہتے ہیں جس پر ایک سال گزر جائے۔ کیونکہ یہ بھی افعی سانپ کی طرح ایام گزرنے پر چھوٹی ہوتی اور گھٹتی ہے۔ چنانچہ اہل عرب کہتے ہیں: افعی جارية (یعنی وہ پرانا سانپ جو عمر گزرنے سے چھوٹا ہو گیا ہے) یہ سانپ نہایت زہریلا ہوتا ہے۔

من القاصرات الطرف لودب محول   من الذرفوق الاتب منها الاثرا

''نیچی نگاہوں والیاں اگر گھوم جائیں تو اس کے نقش قدم ہمیشہ زمین پر قائم رہیں''۔

محول اس چیز کو کہتے ہیں جس پر سال گزر گیا ہو اور اتب اس کپڑے کو کہتے ہیں جس کو عورت اپنے گلے میں ڈالتی ہے۔ حسان نے کہا ہے۔

لویدب حولی من ولد الذر   علیها لا ندبتها الکلوم

''اگر وہ میرے اردگرد چیونٹی کی چال کی طرح چلے تو البتہ اس کی چال ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے گی''۔

سہیلیؒ وغیرہ کہتے ہیں کہ قوم جرہم کو اللہ رب العزت نے چیونٹی اور نکسیر کے ذریعہ ہلاک فرمایا تھا۔ اس قوم میں سب سے آخر میں مرنے والی ایک عورت تھی جو اپنی قوم کی ہلاکت کے بعد عرصہ تک بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے دیکھی گئی۔ اس عورت کے قد و قامت کو دیکھ کر لوگ تعجب کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن کسی نے اس سے سوال کیا کہ کیا تم جن ہو یا انسان؟ اس نے جواب دیا کہ میں قبیلہ جرہم کی ایک عورت ہوں۔ پھر اس عورت نے خیبر جانے کے لئے جہینہ کے دو شخصوں سے ایک اونٹ کرایہ پر لیا۔ جب اونٹ والوں نے اس کو خیبر پہنچا دیا تو ان دونوں نے اس سے پانی کے بارے میں پوچھا۔ اس عورت نے ان کو بتا دیا کہ فلاں جگہ پانی ہے وہاں سے آپ لے لیں۔ چنانچہ جب یہ دونوں شخص اس سے رخصت ہو کر چلے گئے تو ایک لال چیونٹی آ کر اس کو چپٹ گئی اور رفتہ رفتہ اس کے ناک کے نتھنوں میں داخل ہو کر حلق تک پہنچ گئی اور اس کو ہلاک کر دیا۔

یزید بن ہارون نے ذرہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ذرہ ایک سرخ کپڑا ہے لیکن اس کا یہ قول ٹھیک نہیں ہے۔

کسی عالم کا قول ہے کہ اگر میری نیکیاں میری برائیوں سے ذرہ برابر بھی بڑھ جائیں تو وہ مجھ کو دنیا و مافیہا سے محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں:۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَّرَهُ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهُ.

ترجمہ:''پس جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ بھی اس کو دیکھ لے گا''۔

حضور اکرم ﷺ اس آیت شریفہ کو معنی کے اعتبار سے منفرد فرمایا کرتے تھے۔

حدیث میں ذرہ (چیونٹی) کا ذکر:۔

بیہقی نے شعب الایمان میں صالح المری کی یہ روایت بیان کی ہے:۔

''حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت بابرکت میں ایک سائل آیا آپؐ نے اس کو ایک کھجور مرحمت فرمادی۔ سائل کہنے لگا سبحان اللہ کہ ایک نبی صدقہ میں ایک کھجور دے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اس ایک کھجور کے اندر کتنی بڑی مقدار میں نیکیاں بھری ہوئی ہیں۔ پھر ایک دوسرا سائل آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اس کو بھی ایک کھجور عنایت فرمائی۔ اس نے کہا کہ اللہ کے نبیؐ کے دست مبارک سے ملی ہوئی کھجور زندگی بھر مجھ سے جدا نہیں ہوگی۔ پھر آپؐ نے اس کو مزید دینے کے لئے فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے باندی سے فرمایا کہ جا کر ام سلمہؓ سے کہہ دے کہ جو چالیس درہم ان کے پاس ہیں وہ اس سائل کو دیدیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ کچھ ہی عرصہ بعد یہ سائل غنی ہوگیا''۔

امام احمد ابن حنبلؒ نے اپنی ''مسند'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے:۔

''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (قیامت کے دن) مخلوق کو ایک دوسرے سے بدلہ دلوایا جائے گا حتیٰ کہ بے سینگ والے کو سینگ والے سے اور لال چیونٹی کو دوسری چیونٹی سے بدلہ دلوایا جائے گا''۔

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے کسی سائل کو دو کھجوریں عنایت کیں تو اس سائل نے ہاتھ سمیٹ لیا۔ اس پر حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ اے سائل اس کو قبول کرلو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے ذرہ برابر چیزوں کو قبول کرلیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی ایک انگور کے دانہ کے متعلق یہی فرمایا تھا۔ صعصعہؓ بن عقال تمیمی نے آنحضور ﷺ کی خدمت اقدس میں اس آیت کو **(فمن یعمل)** سن کر فرمایا تھا کہ یہی آیت میرے لئے کافی ہے۔ اگر اس کے علاوہ کوئی دوسری آیت نہ ہوتو مجھ کو پرواہ نہیں۔ اس آیت کو ایک شخص نے حضرت حسن بصریؒ کے سامنے سن کر کہا تھا کہ موعظت انتہا کو پہنچ گئی۔ اس پر حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ یہ شخص فقیہ ہوگیا۔ حاکم نے مستدرک میں حضرت ابو اسماء رجبی سے روایت کی ہے کہ:۔

''جب یہ سورۃ (زلزال) نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، آنحضور ﷺ کے ساتھ کھانا تناول فرمارہے تھے۔ اس آیت کو سن کر آپ نے کھانا چھوڑ دیا اور رونے لگے۔ حضورؐ نے آپ سے رونے کا سبب دریافت فرمایا تو عرض کیا یارسول اللہ کیا ہم سے مثاقیل ذرہ کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوبکر تو نے دنیا میں کوئی مکروہ چیز دیکھی ہی نہیں، ذرہ برابر شر کا تو ذکر ہی کیا، لیکن اللہ تعالیٰ آخرت تک تمہارے لئے بہت سے ذرات کے برابر نیکیاں جمع فرماتا رہے گا''۔ (رواہ الحاکم فی المستدرک)

امام احمدؒ نے کتاب الزہد میں حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت بیان کی ہے:۔

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن جبارین اور متکبرین کو لال چیونٹی کی شکل میں لایا جائے گا اور لوگ ان کو پامال کرتے ہوں گے، اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ کو ہیچ سمجھا تھا۔ جب تک حساب کتاب مکمل ہوگا تب تک ان کا یہی حال ہوگا۔ پھر ان کو نار الانیار پر لے جایا جائے گا۔ صحابہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ نار الانیار کیا چیز ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ دوزخیوں کا پسینہ''۔

اس حدیث کو صاحب ترغیب و ترہیب نے بھی بیان کیا ہے۔

''عمرو بن شعیب اپنے والد سے، وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن متکبرین کو چھوٹی چیونٹی کے برابر بشکل انسانی جمع کیا جائے گا ہر جگہ سے ان کو ذلت گھیر لے گی اور ان کو جہنم کی قید کی جانب ہنکایا جائے گا جس کا نام بولس ہے اور ان پر آگ بلند ہو جائے گی اور ان کو طنیت خبال یعنی دوزخیوں کا پسینہ پلایا جائے گا''۔

امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔

بیہقی کی کتاب شعب الایمان میں اصمعیؒ سے روایت ہے کہ میں بادیہ میں ایک اعرابیہ کے، جو جنگل کے گھر میں بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے اس سے معلوم کیا کہ اے اعرابیہ یہاں تیرا مونس (دل بہلانے والا) کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا مونس وہی ہے جو قبروں میں مردوں کا مونس ہے۔ پھر میں نے اس سے پوچھا کہ تو کھاتی کہاں سے ہے؟ اس پر اس نے جواب دیا کہ جو ذات سرخ چیونٹیوں (جو مجھ سے بہت چھوٹی ہے) کی رازق ہے وہی ذات میری بھی رازق ہے۔

علامہ ابوالفرج بن جوزی کی کتاب مدھش میں مذکور ہے کہ ایک عجمی شخص علم کی تلاش میں نکلا۔ راستہ میں چلتے وقت اس کو ایک پتھر کا ٹکڑا نظر آیا جس پر ایک لال چیونٹی پھر رہی تھی۔ اس نے اس پتھر کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ چیونٹی کے چلنے سے اس پتھر پر نشان پڑ گئے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس نے غور وفکر کیا کہ اتنے سخت پتھر پر ایک معمولی چیونٹی کے بار بار چلنے سے نشان پڑ گئے تو میں اس بات کا زیادہ مستحق ہوں کہ طلب علم پر مداومت کروں۔ شاید اسی طریقہ سے میں اپنی مراد پالوں۔ چنانچہ یہی چیز ہر طالب علم دین اور دنیا کے لئے اور بالخصوص طالب توحید و معرفت کے لئے واجب ہے کہ وہ طلب میں سستی نہ کرے اور اپنی جد وجہد جاری رکھے۔ کیونکہ اسی طریقہ سے یا تو کامیابی اس کے قدم چوم لے گی یا اس کو جام شہادت نصیب ہوگا۔

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نہیں داخل ہوگا جنت میں وہ شخص جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہو، اس پر ایک شخص نے سوال کیا کہ یا نبی اللہ ہر شخص کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ میرا لباس عمدہ ہو میرا جوتا بہترین ہو، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے''۔ (کبر کے معنی ہیں ترفع اور لوگوں کو کمتر سمجھنا)

بعض محدثین نے یہاں کبر سے مراد ایمان سے متعلق کبر لیا ہے۔ یعنی جس کے اندر یہ کبر ہوگا وہ قطعاً داخلِ جنت نہیں ہوگا۔ بعض نے کہا ہے کہ جنت میں دخول کے وقت کبر اس کے دل میں نہ ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وَنَزَعْنَا فِی صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ'' (اور الگ کر دیں گے ہم ان کے دلوں سے کھوٹ کو) لیکن یہ دونوں تاویلیں مفہوم سے بعید ہیں۔ اس لئے کہ حدیث وارد ہوئی ہے اس کبر سے نفی کے سیاق میں جو مشہور ہے یعنی ترفع اور لوگوں کو کمتر سمجھنا۔ ظاہر مسلک وہ ہے جس کو قاضی عیاض اور دیگر محققین نے اختیار کیا

کہ ''داخل نہیں ہوگا متکبر جنت میں کبر کی جزا پائے بغیر یا اس کو دخول اولین حاصل نہیں ہوگا''۔

ایک حدیث رسولؐ میں کبر کی تشریح اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ کبریائی میری چادر ہے اور جو کوئی کبر اختیار کرتا ہے گویا وہ میری چادر کو کھینچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس حدیث کی روشنی میں متکبرین کو سخت وعیدات اور سزاؤں کا مستوجب قرار دیا گیا ہے اس لئے زیادہ صحیح قول یہی ہے کہ متکبر سزا پائے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

حدیث میں جو ''قال رجل'' آیا ہے اس میں رجل سے مراد مالک بن مرارہ رباوی ہیں جیسا کہ قاضی عیاض اور ابن عبدالبر کا خیال ہے۔ ابوالقاسم خلف بن عبدالملک بن بشکوال نے کہا ہے کہ اس بارے میں چند اقوال ہیں۔ اول یہ کہ اس حدیث میں رجل سے مراد ابوریحانہ (جن کا نام شمعون ہے) ہیں یا اس سے مراد ربیعہ بن عامر ہیں۔ بعض نے سواد بن عمر کو اور بعض نے معاذ بن جبل کو کہا ہے اور بعض کے قول کے مطابق اس سے مراد عبداللہ بن عمرو بن العاص ہیں۔

اور حضور کے قول ''اِنَّ اللّٰہَ جَمِیۡل'' سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام افعال جمیل اور حسن ہیں۔ اس کے اسماء حسنیٰ ہیں، اور صفات جمال و کمال سے متصف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ جمیل کے معنی مجمل اور مکرم ہے جیسا کہ ''سمیع و کریم سے مسمع و مکرم کے معنی میں ہے۔ ابوالقاسم قشیری نے اس کے معنی جلیل بتائے ہیں اور بعض حضرات نے اس کے معنی یہ لئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے افعال بندوں کے ساتھ جمیل ہیں۔ یعنی ان کو آسان باتوں کا مکلف فرماتا ہے اور اس پر بندوں کی اعانت فرماتا ہے اور اس پر اجر جزیل عنایت فرماتا ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے معنی نور اور رونق کے مالک کے ہیں۔

شیخ الاسلام یحییٰ نووی لکھتے ہیں کہ یہ نام (جمیل) صحیح حدیث اور اسماء حسنیٰ میں وارد ہوا ہے اور اس کی اسناد میں کلام ہے۔ اس کا اطلاق اللہ رب العزت پر صحیح ہے۔ اگرچہ بعض علماء نے اس کا انکار کیا ہے۔ امام الحرمین نے فرمایا ہے کہ جو شریعت میں وارد ہوا ہے۔ ہم اللہ پر اس کا اطلاق جائز قرار دیتے ہیں اور جن کے بارے میں جواز و منع کچھ وارد نہیں ہے۔ ہم اس کے بارے میں جواز و عدم جواز کا کوئی فیصلہ نہیں کرتے۔ کیونکہ احکام شرع کا تعلق موارد شرع سے ہے اور اگر ہم حلت و حرمت کا فیصلہ کر دیں تو ہم بغیر حکم شریعت ایک حکم کو ثابت کرنے والے ہوں گے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اہل سنت کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ اللہ کا نام یا اس کی صفت کمالی اور جلالی اور اس کی تعریف کا بیان ایسے لفظ کے ذریعہ کرنا جس کے بارے میں شریعت میں نہ اثبات ہے نہ نفی، آیا جائز ہے یا نہیں؟ ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ جائز ہے اور ایک جماعت اس کا انکار کرتی ہے ان کے نزدیک صرف اس لفظ کا استعمال صحیح ہے جو کتاب و سنت متواترہ سے ثابت ہو یا اس کے استعمال پر اجماع ہو۔ پس اگر کسی لفظ کا ثبوت خبر واحد سے ہے تو بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس لفظ کے ذریعے خدا کی تعریف اور اس سے دعا کرنا جائز ہے کیونکہ اعمال کے قبیل سے ہے اور خبر واحد پر عمل جائز ہے۔ بعض حضرات نے اس کا بھی انکار کیا ہے کیونکہ بالواسطہ اس کا تعلق بھی اعتقاد سے ہے۔

قاضی نے لکھا ہے کہ درست یہی ہے کہ جائز ہے کیونکہ اعمال کے باب سے ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے اچھے نام ہیں پس تم ان کے ذریعہ اللہ کو پکارو۔

غمط : روایت بالا میں جو غمط کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کے معنی ہیں لوگوں کو حقیر شمار کرنا۔ بعض روایات میں غمص کا لفظ آیا ہے

وہ اسی کے ہم معنی ہے۔

تعبیر:

خواب میں چیونٹی کی تعبیر نسل سے دی جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''وَاِذْاَخَذَرَبُّکَ مِنۢ بَنِیٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ '' اور جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا۔ کبھی اس کی تعبیر ضعیف لوگوں سے دی جاتی ہے اور کبھی لشکر سے بھی تعبیر دیتے ہیں۔

الذئب

الذئب : بھیڑیا، اس کی مونث کے لئے لفظ ذئبۃ استعمال ہوتا ہے۔ اس کی جمع قلت اذوب اور جمع کثرت ذاب آتی ہے۔ اس کو خاطف، سید، سرحان، ذوالۃ، عملس، سلق اور سمسام بھی کہتے ہیں۔ اس کی کنیت ابو مذقۃ آتی ہے۔

چنانچہ شاعر کہتا ہے۔

حتــی اذاجــن الــظــلام واختــلـط ــــــ جاؤا بـمـذق هـل رأيـت الذئب قط

''یہاں تک کہ جب اندھیرے نے ڈھانپ لیا اور اندھیرا ہی اندھیرا ہو گیا اور آئے وہ چلاتے ہوئے تو کیا اس وقت کسی نے بھیڑیئے کو دیکھا ہے''۔

اس کی مشہورترین کنیت ابو جعدہ ہے۔ چنانچہ منذر بن السماء ملک نے جب ابوعبیدہ بن ازص کے قتل کا ارادہ کیا تو اس نے یہ شعر پڑھا۔

وقـالـوا هـي الـخـمـر تـكـنـى الطلاء ــــــ كـمـا الـذئـب يـكـنـى ابـا جـعـده

''لوگ کہتے ہیں کہ شراب کی کنیت طلا ہے مگر یہ کنیت ایسی ہی ہے جیسے بھیڑیئے کی کنیت ابو جعدہ ہے۔

شاعر نے یہ بطور مثل کہا ہے۔ اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ ظاہر میں تو آپ بڑا اکرام کرتے ہیں مگر نیت میرے قتل کی ہے۔ چنانچہ یہ وہی مثل ہو گئی کہ شراب ایک بری شئے ہے۔ مگر طلاء کے نام سے بھی جانی جاتی ہے۔ حالانکہ طلاء ایک اچھی شئے ہے۔ اسی طرح بھیڑیا جو ایک قبیح الفعل درندہ ہے۔ لیکن ایک اچھی کنیت سے پکارا جاتا ہے۔ جعدہ ایک بکری کو کہتے ہیں اور ایک خوشبودار بوٹی کا نام بھی جعدہ ہے جو موسم بہار میں پیدا ہوتی ہے اور جلد خشک ہو جاتی ہے۔

متعہ کے بارے میں ابن الزبیر کا قول:

جب ابن الزبیر سے متعہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ بھیڑیئے کی کنیت ابو جعدہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ متعہ نام کے اعتبار سے اچھا اور معنی کے اعتبار سے قبیح ہے۔ جس طرح بھیڑیئے کی کنیت اچھی ہے مگر خود بھیڑیئے کے افعال قبیح ہیں۔

بھیڑیئے کی کنیت ابوثمامہ، ابو جاعد، ابورعلہ، ابوسلعامتہ، ابو عطلس، ابو کاسب اور ابوسبلہ بھی آتی ہیں۔ اس کا دوسرا مشہور نام اُویس ہے۔ شاعر ہذلی کہتا ہے۔

يـالـيـت شـعـری عنـک والامر عمم ــــــ مـافـعـل الـيوم اويـس بـالـغـنـم

''اے کاش! میری سمجھ میں تیری بات آجاتی حالانکہ معاملہ عام ہے کہ آج بھیڑیوں نے بکریوں کے ساتھ کیا سلوک کیا''۔

بھیڑیئے کے اوصاف میں غبش کو دخل ہے۔ غبش عربی میں خاکستری رنگ کو کہتے ہیں۔ چنانچہ عربی میں بھیڑیئے کی صفت اغبش اور بھیڑن یعنی بھیڑیئے کی مادہ کی غبشا آتی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں "ذئب اغبش" یعنی خاکستری رنگ کا بھیڑیا۔

امام احمد ابویعلیٰ موصلی اور عبدالباقی "بن قانع نے روایت کی ہے کہ اعشیٰ شاعر مازنی حرمازی جس کا اصل نام عبداللہ بن اعور تھا کی بیوی معاذۃ تھی۔ ماہ رجب میں اعشیٰ گھر سے خورد ونوش کا سامان لینے نکلا اس کی عدم موجودگی میں اس کی بیوی معاذۃ گھر سے بھاگ گئی اور اپنے کنبے کے ایک شخص مطرف بن بہصل بن کعب نامی شخص کی پناہ میں آ گئی۔ مطرف نے اس کو ایک کمرہ کے پیچھے چھپا دیا۔ چنانچہ جب اعشیٰ خورد ونوش کے سامان کے ساتھ گھر واپس آیا تو بیوی کو گھر میں نہ پایا۔ کسی نے اس کو بتلایا کہ اس کی بیوی گھر سے بھاگ کر فلاں شخص کے پاس چلی گئی ہے۔ چنانچہ اعشیٰ مطرف کے پاس گیا اور اپنی بیوی کو طلب کیا۔ مگر مطرف نے دینے سے انکار کر دیا۔ مطرف اپنی قوم میں اعشیٰ سے زیادہ باعزت سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ اعشیٰ حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں استغاثہ کے لئے حاضر ہوا اور یہ اشعار پڑھے۔

یاسید الناس ودیان العرب اشکو الیک ذربة من الذرب

"اے لوگوں کے سردار اور عرب کو مطیع کرنے والے میں آپ سے ایک فحش یا بدزبانی کی شکایت کرنے حاضر ہوا ہوں"۔

کالذئبة الغبشاء فی ظل السرب خرجت ابغیھا الطعام فی رجب

"میں رجب کے مہینہ میں خاکستری بھیڑنی کے مانند راستہ کے درختوں کے سایہ میں اس کے لئے رزق تلاش کرنے نکلا تھا"۔

فخالفتنی بنزاع وھرب وقذفتنی بین عیص و مئوتشب

"عورت نے میری مخالفت کی اور لڑ کر بھاگ گئی اور مجھ کو گنجان درختوں کے جھنڈ میں ڈال گئی (یعنی میری عدم موجودگی میں بھاگ گئی)"۔

اخلفت العھد ولطت بالذنب وھن شر غالب لمن غلب

"اس نے عہد شکنی کی اور مجھ سے اس طرح پوشیدہ ہوگئی جس طرح اونٹنی اپنی شرمگاہ کو دم سے دبا کر نر کو جفتی سے روکتی ہے، اور عورتوں کی شرارت اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ جس کو چاہتی ہیں مغلوب کر لیتی ہیں"۔

رسول اللہ ﷺ نے اعشیٰ شاعر کی موجودگی میں فرمایا کہ عورتیں اپنے شر کی وجہ سے جس پر چاہتی ہیں غالب آ جاتی ہیں۔ علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بدزبانی کی وجہ سے فساد کرنا اور عورت کی خیانت ہے۔ اس کا اصل من ذرب المعدۃ اس سے معدہ کا خراب ہونا مراد ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بدکلامی اور زبان درازی بھی شاعر کے قول من ذرب بسانہ سے ماخوذ ہے پس شاعر کے اس قول العیص سے مراد درخت کی جڑ ہے اور لامئوتشب سے مراد درختوں کے جھنڈ ہیں۔

مذکورہ شاعر اعشیٰ نے حضور اکرم ﷺ سے اپنی بیوی کی شکایت کی اور جو اس نے معاملہ کیا اس کا بھی ذکر کیا اور جس شخص کی پناہ میں تھی اس کا نام مطرف بن بہصل تھا تو نبی کریم ﷺ نے مطرف کے نام ایک خط لکھوایا جس میں اس کو اعشیٰ کی عورت واپس کرنے کی تاکید فرمائی۔ اعشیٰ آپ کا نامہ مبارک لے کر مطرف کے پاس پہنچا اور اس کو پڑھ کر سنایا۔ مطرف نے عورت کو اس کی اطلاع دی اور کہا کہ میں بسبب فرمان رسول اللہ ﷺ کے تجھ کو تیرے شوہر کے حوالہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر عورت نے کہا کہ پہلے اعشیٰ سے عہد و پیمان لے لو کہ وہ مجھ کو مارے پیٹے گا نہیں اور اس عہد پر اس کی ضمانت لے لو۔ چنانچہ اعشیٰ نے اس شرط کو منظور کر لیا اور مطرف نے عورت کو اس کے حوالے کر دیا۔ اس پر اعشیٰ نے یہ اشعار پڑھے۔

لعمرک ماحبی معاذة بالذی یغیرہ الواشی ولا قدم العھد

''تیری جان کی قسم! میری محبت معاذہ سے ایسی نہیں ہے جس کو بدگو اور زمانہ کی کہنگی متغیر کر دے۔

ولا سوء ما جاءت بہ اذا زلھا غواۃ رجال اذینا جونھا بعدی

''اور نہ وہ محبت اس برائی سے جس کی معاذہ مرتکب ہوئی جاسکتی ہے جبکہ بدچلن لوگوں نے میری عدم موجودگی میں اس کو ورغلا کر اس پر اکسایا''۔

اس آیت ''اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْم'' کی تفسیر میں علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے فریب کو شیطان کے فریب سے زیادہ برا اور عظیم قرار دیا ہے۔ اگرچہ مردوں میں بھی فریب ہے۔ مگر عورتوں کا فریب مردوں کے فریب سے زیادہ لطیف یعنی غیر محسوس ہوتا ہے اور ان کا حیلہ مردوں پر جلد کامیاب ہو جاتا ہے۔ اس بارے میں عورتیں رفق یعنی نرمی کا اظہار کرتی ہیں اور اس نرمی (رفق) کے ذریعہ بہت جلدی مردوں پر غالب آجاتی ہیں۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ'' (اور میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں ان عورتوں کے فریب سے جو گرہوں پر پھونک مارتی ہیں) ''نفاثات'' وہ عورتیں ہیں جن کی سختی اور شرارت دیگر عورتوں سے کہیں زیادہ ہے۔ چنانچہ اس بارے میں کسی عالم کا قول ہے کہ ''میں شیطان سے اتنا نہیں ڈرتا جتنا عورتوں سے خائف رہتا ہوں۔ کیونکہ شیطان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا ''بے شک شیطان کا داؤ کمزور ہے۔ لیکن عورتوں کے متعلق ارشاد باری ہے''اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْم'' (بے شک تمہارا مکر و فریب بڑا ہے)۔

عورت کی ہوشیاری کا ایک واقعہ:

تاریخ ابن خلکان میں عمر بن ربیعہ کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ ایک مرتبہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ طواف کرتے ہوئے ان کی نگاہ ایک عورت پر پڑ گئی جو طواف کر رہی تھی۔ یہ اس عورت کو دیکھتے ہی اس پر فریفتہ ہو گئے اور اس سے سوالات کرنے لگے۔ یہ عورت بصرہ کی باشندہ تھی۔ ابن ربیعہ نے کئی مرتبہ اس سے بات چیت کرنی چاہی مگر اس نے ان کی جانب قطعاً التفات نہ کیا اور کہنے لگی آپ مجھ سے دور رہیں کیونکہ آپ حرم مقدس میں ہیں اور یہ ایسا مقام ہے جس کا احترام اللہ جل شانہ کے نزدیک بہت زیادہ ہے لیکن جب ابن ربیعہ اس کے پیچھے پڑ گئے اور اس کو طواف نہیں کرنے دیا تو وہ اپنے کسی محرم کے پاس گئی اور اس سے طواف کرانے کو کہا۔ جب عمر بن ربیعہ نے دیکھا کہ اس کے ساتھ اس کا کوئی عزیز ہے تو اس سے دور ہو گئے۔ اس پر عورت نے زبرقان بن بدر سعدی کا یہ شعر پڑھا۔

تعدوا الذئاب علی من لا کلاب لہ وتتقی مربض المستاسد الضاری

''بھیڑیئے اس کی جانب دوڑتے ہیں جس کے پاس کتے نہیں ہوتے اور شیر ضرر رساں کی خواب گاہ کے قریب نہیں پھٹکتے''۔

جب منصور کو اس واقعہ کا علم ہوا تو اس نے کہا کہ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ کوئی پردہ نشین عورت ایسی نہ رہے جو اس قصہ کو سن نہ لے۔

جس رات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر خنجر کا وار ہوا اسی رات عمرو بن ربیعہ کی ولادت ہوئی عمرو بن ربیعہ نے بحری جہاد کیا تھا اور دشمنوں نے اس کی کشتی کو نذر آتش کر دیا تھا جس کے نتیجہ میں یہ بھی جل کر ہلاک ہو گیا تھا۔ جب حضرت حسن بصریؒ کے سامنے عمرو بن ربیعہ کا تذکرہ ہوتا تو فرماتے ''ای حق رفع وای باطل وضع'' کون سا حق اٹھا اور کون سا باطل وضع ہوا۔ عمر بن ربیعہ کی وفات کا واقعہ ۸۳ھ میں پیش آیا۔

بھیڑیئے اور شیر کے اندر بھوک پر صبر کرنے کا جو ملکہ ہے وہ دیگر جانوروں میں نہیں پایا جاتا۔لیکن شیر انتہائی حریص ہونے کے باوجود اس پر قادر ہے کہ مدتوں بھوکا رہے۔مگر بھیڑیا اگرچہ شیر کے مقابلہ میں کم مرتبہ اور تنگدست ہے لیکن دوڑ دھوپ میں شیر سے آگے ہے۔ اگر اس کو کھانے کو نہ ملے تو صرف بادِ نسیم پر ہی گزارہ کرتا رہتا ہے اور اسی سے غذا حاصل کرتا رہتا ہے۔بھیڑیئے کا معدہ مضبوط سے مضبوط تر ہڈی کو ہضم اور تحلیل کر لیتا ہے مگر اس میں کھجور کی گٹھلی کو ہضم کرنے کی صلاحیت نہیں۔

سفاد یعنی وظیفہ زوجیت ادا کرتے وقت جو مخصوص ہیئت کتے اور بھیڑیئے کی ہوتی ہے۔یعنی التحام اور کسی جانور میں نہیں پایا جاتا۔ بھیڑیا اور اس کی مونث جب باہم ملاپ کے نتیجہ میں اس مخصوص ہیئت میں گرفتار ہو جائیں اگر اس وقت ان پر دفعتاً حملہ کر کے ہلاک کرنے کی کوشش کی جائے تو یہ آسانی سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔مگر اس حالت میں ان کو پانا تقریباً محال ہے۔کیونکہ یہ جفتی کرنے کے لئے ایسے مقام کو تلاش کرتا ہے جہاں سے آدم زاد کا گزر نہ ہوتا ہو۔شروع میں بھیڑیا اپنی مونث کو چت لٹا کر جفتی کرتا ہے اور پھر التحام ہو جانے پر یہ دونوں پلٹ جاتے ہیں اور ان کے چہرے ایک دوسرے سے مخالف سمت میں ہو جاتے ہیں جیسا کہ کتوں میں جفتی کرنے کے بعد ان کی ہیئت ہو جاتی ہے۔بھیڑیا منفرد صفات سے موصوف ہے جب یہ بھاگنے کا قصد کرتا ہے تو جست لگاتا ہے اور جب یہ ایک مرتبہ کسی شکار کو مار کر شکم سیر ہو جاتا ہے تو پھر باقی ماندہ کے قریب بھی نہیں جاتا۔اس کی عجیب وغریب خاصیت یہ بھی ہے کہ یہ ایک آنکھ سے سوتا ہے اور دوسری سے جاگتا ہے۔جب ایک آنکھ کی نیند پوری کر لیتا ہے تو یہ اس کو کھول لیتا ہے اور دوسری کو جو کھلی ہوئی ہوتی ہے بند کر لیتا ہے۔ایسا یہ اس وجہ سے کرتا ہے تاکہ بند آنکھ سے راحت حاصل کرے اور کھلی ہوئی آنکھ سے حفاظت کا کام لے۔چنانچہ حمید بن ثور کے درج ذیل اشعار بھیڑیئے کے وصف میں مشہور ہیں:

ونمت کنوم الذئب فی ذی حفیظة اکلت طعاما دونہ وھو جائع

''میں ایک غضبناک شخص کے پاس بھیڑیئے کی نیند سویا، میں اس نے اس کے پاس کھانا کھایا اور وہ بھوکا ہی رہا''۔

ینام باحدی مقلتیہ ویتقی باخری الاعادی فھو یقظان ھاجع

''بھیڑیا ایک آنکھ سے سوتا ہے اور دوسری سے دشمنوں سے حفاظت کا کام لیتا ہے۔چنانچہ وہ بیک وقت سوتا بھی ہے اور جاگتا بھی ہے''۔

بھیڑیا تمام جانوروں میں زیادہ بولنے اور بھونکنے والا ہے لیکن جب پکڑ لیا جاتا ہے تو خواہ اس کو کتنا ہی مارا جائے یا تلوار سے ٹکڑے بھی کر دیئے جائیں ہرگز نہیں بولتا اور اسی طرح مر جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے بھیڑیئے کو قوتِ شامہ اس قدر زبردست عطا فرمائی ہے کہ یہ میلوں سے بو سونگھ لیتا ہے۔بکریوں کے شکار کے لئے یہ عام طور سے صبح کے وقت نکلتا ہے۔کیونکہ اس وقت اس کا یہ گمان ہوتا ہے کہ کتے رات بھر پہرہ دے کر اس وقت سو گئے ہوں گے۔اس کے اندر ایک عجیب وغریب بات یہ ہے کہ اگر بکری کی اور اس کی کھال ایک ساتھ ملا کر رکھ دی جائے تو بکری کی کھال کے بال جھڑ جاتے ہیں تو اس کے علاوہ ایک حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اگر بھیڑیئے کا پاؤں جنگلی پیاز کے پتہ پر پڑ جائے تو یہ فوراً ہلاک ہو جاتا ہے۔بھیڑیا جب بھوک سے لاچار ہو جاتا ہے تو چلا اٹھتا ہے۔اس کی آواز سن کر جنگل کے تمام بھیڑیئے اسکے پاس آ کر ایک کے پیچھے ایک لائن سے جمع ہو جاتے ہیں اور جو بھیڑیا اس چلانے والے بھوکے بھیڑیئے کے قریب ہوتا ہے تمام بھیڑیئے مل کر اس پر حملہ کر کے اس کو کھا جاتے ہیں۔

جب بھیڑیا کسی انسان کے سامنے آ جاتا ہے اور اپنے آپ کو مقابلہ سے عاجز سمجھتا ہے تو چلانے لگتا ہے۔جس سے جنگل کے تمام بھیڑیئے جمع ہو جاتے ہیں اور انسان کا مقابلہ کرنے لگتے ہیں۔اگر انسان ان میں سے کسی ایک کو زخمی کر دے تو تمام بھیڑیئے اس زخمی

بھیڑیئے کو کھانے کے لئے متوجہ ہو جاتے ہیں اور انسان کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اسی مضمون کو شاعر نے اپنے مضمون میں بیان کیا ہے۔ یہ اشعار شاعر نے اپنے دوست پر جس کی اس نے اعانت کی تھی عتاب کرتے ہوئے کہے ہیں۔

وکنت کذئب السوء لمارای دماً بصاحبه یوماً أحال علی الدم

''تیری مثال اس بدخو بھیڑیئے کی سی ہے جو اپنے کسی ساتھی کو زخمی دیکھ کر اس کے خون پر پل پڑتا ہے''۔

بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے کہ اصمعی ایک دن ایک دیہات میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک بڑھیا کھڑی ہوئی ہے اور اس کے سامنے ایک مردہ بکری پڑی ہوئی ہے اور قریب ہی ایک بھیڑیئے کا بچہ کھڑا ہوا ہے اور بڑھیا اس کو گالیاں دے رہی ہے۔ بڑھیا نے میری طرف مخاطب ہو کر کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ماجرا کیا ہے؟ میں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو بڑھیا نے کہا کہ یہ جو بھیڑیا کھڑا ہے، اس کو جب یہ بچہ تھا پکڑ کر میں نے پال لیا تھا اور بکری کے دودھ سے اس کی پرورش کی۔ اب جبکہ یہ اس کا دودھ پی کر جوان ہو گیا تو اس نے اس بکری کو پھاڑ ڈالا۔ چنانچہ اس کی غداری پر میں نے چند اشعار کہے ہیں۔ میں نے کہا ذرا وہ اشعار سنا دیجئے تو بڑھیا نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے۔

بقرت شویهتی وفجعت قلبی وانت لشاتنا ولد ربیب

''تو نے میری بکری کو پھاڑ ڈالا اور میرے دل کو صدمہ پہنچایا حالانکہ تو ہماری بکری کا پروردہ ہے''۔

غذیت بدرها وربیت فینا فمن انباک ان اباک ذئب

''تو نے ہمارے یہاں ہی پرورش پائی اور پروان چڑھا، تجھ کو کس نے خبر دی کہ تیرا باپ بھیڑیا ہے''۔

اذا کان الطباع طباع سوء فلا أدب یفیدو لا ادیب

''جب فطرت پیدائشی خراب ہو تو کوئی مصلح اس کی اصلاح نہیں کر سکتا''۔

جب انسان بھیڑیئے سے خوف زدہ ہو جاتا ہے تو بھیڑیا انسان پر حاوی ہو جاتا ہے اور اگر انسان اس کے مقابلہ میں جرات کا مظاہرہ کرتا ہے تو وہ گھبرا جاتا ہے۔ بھیڑیا اپنی زبان سے ہی ہڈی توڑ ڈالتا ہے اور تلوار کی مانند اس قدر آسانی سے اس کے ٹکڑے کر دیتا ہے کہ ہڈی کی آواز تک نہیں سنائی دیتی۔ کہا جاتا ہے کہ بھیڑیا کتے کی طرح بھونکتا ہے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے۔

عَویٰ الذئب فاستأ نست للذئب اذعویٰ وصوت انسان فکدت اطیر

''بھیڑیا چلایا پس اس کی آواز سے دوسرے بھیڑیئے مانوس ہو گئے اور انسان کی آواز ایسی ہوتی ہے کہ اس کو سن کر یہ سب بھاگ جاتے ہیں''۔

دوسرا شاعر اسی معنی میں کہتا ہے۔

لیت شعری کیف الخلاص من الناس وقد اصبحوا ذئاب اعتداء

''یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے کہ کس طرح لوگوں سے خلاصی ہوگی جبکہ لوگ ظلم کے بھیڑیئے بن چکے ہیں''۔

قلت لما بلاهم صدق خبری رضی اللّٰه عن ابی الدرداء

''میں نے کہا جب انہوں نے میری بات کی تصدیق کرنا چاہی کہ اللہ تعالیٰ ابو درداءؓ سے خوش ہو کہ ان کی نصیحت بڑی قیمتی تھی''۔

شاعر نے اپنے اس شعر میں حضرت ابوالدرداءؓ کے اس قول کی جانب اشارہ کیا ہے۔ ایاکم ومعاشرة الناس فائهم مار کبوا قلب امری الاغیره ولا جواراً الا عقروه ولا بعیراً الا ادبروه. بچو تم لوگوں سا تھ اختلاط سے۔ اس لئے کہ وہ نہیں سوار ہوئے

کسی شخص کے دل پر مگر اس کو بدل دیا اور نہیں سوار ہوئے کسی بہترین گھوڑے پر مگر اس کی ٹانگوں کو کاٹ دیا۔

"سہیلی" نے روایت کیا ہے کہ جب عبداللہؓ بن الزبیر پیدا ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم یہ تو وہی بچہ ہے۔ آپ کی والدہ اسماءؓ یہ الفاظ سن کر ان کو دودھ پلانے سے رک گئی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اے اسماء ان کو دودھ پلاؤ اگرچہ تمہاری آنکھوں کا پانی کیوں نہ ہو، یہ لڑکا ان بھیڑیوں کے درمیان جو لبادۂ انسانی میں ہوں گے مینڈھا ہوگا۔ یہ خانہ خدا کی حفاظت کرے گا وہ اس کو روکیں گے یا اس کے قریب قتل کر دیں گے"۔

ابن ماجہؒ اور بیہقیؒ نے کعب بن مالکؓ سے یہ روایت کی ہے اور اس کو حدیث صحیح اور حسن قرار دیا ہے:۔

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں کے ایک گلے میں چھوڑے جائیں اس قدر مفید نہیں ہوں گے جتنا کہ کسی شخص کی مال اور شرف دنیوی کی حرص اس کے لئے تباہ کن ہوگی۔ حرص کی مذمت میں اللہ تعالیٰ نے "وَلَتَجِدَنَّهُمْ الخ (البتہ تو پائے گا ان لوگوں میں سب سے زیادہ حریص جینے پر) نازل فرمائی ہے"۔

ابن عدی نے بروایت عمروؒ بن حنیف حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے:۔

"نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں جنت میں داخل کیا گیا تو میں نے اس میں ایک بھیڑیا دیکھا۔ میں نے کہا کہ جنت میں بھیڑیا؟ تو بھیڑیئے نے کہا کہ میں نے شرطی (سپاہی) کے لڑکے کو کھایا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ بات جب ہے کہ اس نے اس کے لڑکے کو کھایا ہے۔ اگر اس شرطی (سپاہی) کو کھالیتا تو علیین میں پہنچا دیا جاتا"۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث محمد بن محمد بن اسماعیل طوسی کے حالاتِ زندگی میں تاریخ نیشاپور میں دیکھی ہے۔ حالانکہ یہ حدیث موضوع ہے۔

حاکم نے مستدرک میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے:۔

"فرماتے ہیں کہ حرہ میں ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا کہ اچانک ایک بھیڑیا ایک بکری پر لپکا پس چرواہا بکری اور بھیڑیئے کے درمیان حائل ہوگیا۔ پھر بھیڑیا اپنی سرین پر بیٹھا اور کہا کہ اللہ کے بندے تو میرے اور اس رزق کے درمیان حائل ہوگیا جو اللہ نے میری طرف بھیجا تھا۔ پس اس آدمی نے کہا کہ عجیب بات ہے کہ مجھ سے بھیڑیا تکلم کر رہا ہے۔ پس بھیڑیئے نے کہا کہ میں تجھ کو اس سے بھی عجیب بات نہ بتاؤں کہ رسول اللہ ﷺ حرتین (دو گرم علاقوں) کے درمیان گذرے ہوئے واقعات کی خبریں سنا رہے ہیں۔ پس چرواہے نے مدینہ میں آکر اپنی بکریوں کو جمع کیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر سارا واقعہ سنایا پس رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس چرواہے نے سچ کہا ہے"۔

بھیڑیئے نے تین صحابہ سے کلام کیا ہے:

ابن عبدالبر وغیرہ کا بیان ہے کہ صحابہ رضوان اللہ اجمعین میں سے تین حضرات سے بھیڑیئے نے کلام کیا ہے۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔

(۱) رافع بن عمیرؓ (۲) سلمہ بن الاکوع (۳) اہبانؓ بن اوس الاسلمی

اہبانؓ ابن اوس کا واقعہ یہ ہے کہ آپ ایک دن جنگل میں بکریاں چرا رہے تھے کہ ایک بھیڑیا ان کی بکریوں پر حملہ آور ہوا۔ آپ نے

شور مچایا تو بھیڑیا کھڑا ہو کر بولا اللہ تعالیٰ نے جو رزق مجھ کو عطا فرمایا ہے تو مجھ کو اس سے روکنا چاہتا ہے۔ یہ سن کر حضرت اہبان ابن اوس کو سخت تعجب ہوا۔ اور بولے کہ بھیڑیا بھی بولنے لگا۔ اس پر بھیڑیئے نے جواب دیا کہ کیا تجھ کو میرے بولنے پر تعجب ہوا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ ان کھجوروں کے درمیان (مدینہ منورہ کی طرف اشارہ کر کے) گذشتہ اور آئندہ واقعات کی خبریں بتارہے ہیں اور لوگوں کو اللہ کی عبادت کی دعوت دے رہے ہیں۔ مگر لوگ آپ کی دعوت قبول نہیں کرتے۔

حضرت اہبانؓ فرماتے ہیں کہ میں بھیڑیئے کی گفتگو سن کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور بھیڑیئے کا قصہ بیان کر کے مسلمان ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ قصہ لوگوں کو سنا دو۔ اسی قسم کا واقعہ باقی دو صحابہؓ کے ساتھ بھی پیش آیا تھا۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ خبر دی ہم کو شعیب نے روایت کرتے ہوئے زہری سے اور انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے کہ:۔

''حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فرمارہے تھے ایک چرواہا اپنے ریوڑ میں تھا اچانک بھیڑیا اس پر ٹوٹا۔ پس ان میں سے ایک بکری کو لے گیا چرواہے نے اس سے اس بکری کا مطالبہ کیا۔ پس بھیڑیا اس کی جانب متوجہ ہوا اور کہا یوم سبع میں کون اس کا محافظ ہوگا؟ جب میرے سوا کوئی ان کا محافظ نہیں ہوگا اور ایک شخص ایک بیل پر بوجھ لاد کر لے جارہا تھا پس وہ بیل اس کی جانب متوجہ ہوا اور کہا کہ میں اس کے لئے پیدا نہیں کیا گیا البتہ میں کھیتی کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ پس لوگوں نے کہا کہ سبحان اللہ! بھیڑیا اور بیل بھی گفتگو کرتے ہیں تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ابوبکرؓ اور عمرؓ اس پر ایمان لائے''۔

ابن الاعرابی نے فرمایا کہ سبعٌ اس جگہ کا نام ہے جہاں قیامت میں حشر ہوگا اور من لها یوم السبع کا مطلب یہ ہے کہ **من لها یـوم الـقـیـامة** (قیامت کے دن کون محافظ ہوگا) لیکن بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ تفسیر اگلے والے جملہ سے فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ قیامت میں بھیڑیا اس کا محافظ نہیں ہوگا۔

بعض حضرات کا خیال یہ ہے یوم السبع سے مراد یوم الفتن ہے جبکہ لوگ مویشیوں کو چھوڑ دیں گے اور کوئی ان کا محافظ نہیں ہوگا۔ پس درندے ان کے لئے راعی ہو جائیں گے۔ اگر یہ مطلب لیا جائے تو اگر سَبـعٌ باء کے ضمہ کے ساتھ گویا مقصود کلام آنے والے شرور فتن سے ڈرانا ہے کہ ان فتنوں میں لوگ اپنے جانوروں کو یونہی چھوڑ دیں گے۔ یہاں تک کہ درندے بلا روک ٹوک ان پر قابض ہوں گے۔ ابن مثنی ابوعبیدہ معمر کی رائے یہ ہے کہ یوم السبع ایام جاہلیت کی عید ہے۔ اس دن کفار کھیل کود اور خورد ونوش میں مصروف رہتے تھے۔ پس بھیڑیا آکر ان کی بکری لے جایا کرتا تھا۔ اس صورت میں لفظ سبع سے درندہ مراد نہیں ہوگا۔ حافظ ابو عامر العبدی نے اس لفظ کو باء کے ضمہ کے ساتھ لکھا ہے۔ ابو عامر قابل وثوق اور لائق اعتماد شخصیت ہے۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:۔

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دو عورتیں تھیں اور دونوں کے ہمراہ ان کے لڑکے تھے بھیڑیا آیا اور ان میں سے ایک لڑکا اٹھا کر لے گیا۔ جس عورت کا لڑکا چلا گیا وہ اپنی ساتھی عورت سے بولی کہ بھیڑیا تیرا لڑکا لے گیا۔ دوسری نے جواب دیا کہ میرا نہیں تیرا لڑکا ہی لے گیا ہے۔ دونوں فیصلے کے لئے حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے بڑی کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا (یعنی جس کا بچہ بھیڑیا لے گیا تھا) اس کے بعد وہ دونوں حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے قصہ بیان کیا۔ آپ نے ان کے بیانات سننے کے بعد فرمایا کہ مجھ کو چھری دو تا کہ میں اس

لڑکے کے دوٹکڑے کر کے آدھا آدھا تم دونوں میں بانٹ دوں۔ یہ سن کر چھوٹی عورت جس کا وہ بچہ تھا بولی کہ خدا آپ پر رحمت نازل کرے ایسا نہ کیجئے یہ بچہ میرا نہیں اس کا ہے۔لڑکے کی ماں کا یہ بیان سن کر آپ نے اس عورت کے حق میں فیصلہ فرمادیا"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے سکین کا لفظ اس سے پہلے کبھی نہیں سنا ہم تو آج تک چھری کے لئے مدیہ بولتے تھے۔

جو حضرات اس بات کے جواز کے قائل ہیں کہ عورت لقیط کو اپنے سے ملحق کر سکتی ہے اور وہ اس کے ساتھ ملحق ہو جائے گا۔ان حضرات نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ کیونکہ یہ بھی والدین میں سے ہے یہ مذہب صاحب تقریب نے ابن سریج سے نقل کیا ہے حالانکہ صحیح یہ ہے کہ وہ بچہ اس عورت سے ملحق نہیں ہوگا۔ کیونکہ جب وہ اس کو اپنانے کا دعویٰ کرے گی تو مشاہدین ولادت میں کسی کی گواہی پیش کر سکتی ہیں۔ برخلاف مرد کے کہ وہ اس پر قادر نہیں ہے۔اس مسئلہ میں ایک تیسری رائے یہ بھی ہے کہ جس عورت کا شوہر نہیں ہے اس سے ملحق ہو جائے گا نہ کہ شوہر والی عورت کے لئے۔ بہرحال واضح قول یہی ہے کہ جب ایسی عورت جس کا شوہر موجود ہے وہ اپنے سے کسی بچہ کو ملحق کرنا چاہے گی تو وہ ملحق نہیں ہوگا اور شوہر سے مراد وہ شخص ہے جس کے نکاح میں فی الحال یہ عورت ہے اگر لقیطہ کا نسب کسی عورت کے لئے گواہی کے ذریعہ ثابت ہو جائے تو اس کے شوہر کے لئے ثابت ہو جائے گا خواہ وہ عورت اس مرد کے نکاح میں ہو یا اس سے طلاق لے کر عدت میں ہو۔

امام احمد اور طبرانیؒ روایت فرماتے ہیں:۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیطان انسانوں کے لئے بھیڑیا ہے، جس طرح بکریوں کے لئے بھیڑیا ہے کہ ریوڑ سے جدا ہونے والی بکری کو پکڑ لیتا ہے تم گھاٹیوں سے بچو۔تم امت جماعت اور مسجدوں کو لازم پکڑ لو"۔

تاریخ ابن نجار میں وہبؒ ابن منبہ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک عورت ساحل پر کھڑی ہوئی کپڑے دھو رہی تھی اور اس کے قریب اس کا لڑکا کھیل رہا تھا۔ اتنے میں سائل آیا اور عورت سے سوال کیا۔عورت کے پاس ایک روٹی تھی اس میں سے ایک لقمہ توڑ کر سائل کو دے دیا۔تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ ایک بھیڑیا آیا اور اس کے بچہ کو اٹھا کر لے گیا۔عورت بھیڑیئے کے پیچھے میرا لڑکا میرا لڑکا کہتی ہوئی دوڑی۔اس پر اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو نازل فرمایا۔اس نے بچہ کو بھیڑیئے کے منہ سے چھڑا کر عورت کے سامنے ڈال دیا اور کہا کہ یہ اس لقمہ کے عوض میں ہے جو تم نے ابھی سائل کر دیا ہے۔

امام احمدؒ نے کتاب زہد میں سالمؒ بن ابی الجعد سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت اپنے بچہ کو لے کر کہیں باہر گئی۔ راستہ میں ایک بھیڑیا مل گیا اور اس سے بچہ کو چھین کر لے گیا۔عورت بھیڑیئے کے تعاقب میں دوڑتی چلی گئی۔راستہ میں اس کو ایک سائل ملا۔عورت نے اپنے پاس موجود ایک روٹی سائل کو دے دی۔تھوڑی دیر بعد بھیڑیا واپس آیا اور بچہ اس کے پاس چھوڑ گیا۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے عدل کا اثر:

ابن سعد کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد خلافت میں موسیٰ ابن اعین کرمان میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔ بکریاں، بھیڑیئے اور دیگر درندے ساتھ ساتھ چرا کرتے تھے۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ رات کے وقت ایک بھیڑیا آیا اور ایک بکری کو اٹھا کر لے گیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر ہم کہنے لگے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرد صالح جن کی یہ برکت تھی شاید انتقال فرما گئے۔ چنانچہ ہم نے صبح کو اس کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا انتقال ہو گیا ہے۔آپ کی وفات ۲۰/رجب ۱۰۱ھ میں ہوئی۔

امام احمدؒ نے کتاب الزہد میں مزید نقل فرمایا ہے کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوئے تو چرواہے کہنے لگے کہ یہ مرد صالح کون ہے جو ہم پر حاکم ہوا ہے۔ ان سے کسی نے دریافت کیا کہ تم کو اس کا کیسے علم ہوا؟ تو چرواہوں نے جواب دیا کہ جب سے وہ مرد صالح خلیفہ ہوئے ہیں تب سے ہماری بکریاں شیر اور بھیڑیوں کے خطرے سے محفوظ ہیں اور اب عالم یہ ہے کہ بکریاں، شیر اور بھیڑیئے ایک ساتھ ہیں مگر ان درندوں کے چنگل ہماری بکریوں سے رک گئے ہیں۔

بھیڑیئے کا شرعی حکم:

بھیڑیئے کا گوشت کھانا حرام ہے۔ کیونکہ اس کا شمار ذی ناب میں ہوتا ہے۔

ضرب الامثال:

اہل عرب بھیڑیئے کو مختلف اوصاف میں بطور مثل استعمال کرتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں ''اغدر من ذئب '' (بھڑیئے سے زیادہ غدار) ''اخبث مّن ذئب '' (بھڑیئے سے زیادہ خبیث) ''اجول من ذئب '' (بھڑیئے سے زیادہ چکر کاٹنے والا) ''اظلم و اجرأ من ذئب '' (یعنی بھڑیئے سے زیادہ جری اور ظالم) ''ایقظ من ذئب '' (یعنی بھیڑیئے سے زیادہ جاگنے والا) نیز اہل عرب میں ایک مثل یہ رائج ہے کہتے ہیں من استرعی الذئب الغنم فقد ظلم ای ظلم الغنم'' (یعنی جو شخص بھیڑیوں سے بکریوں کی گلہ بانی کا کام لے وہ ظالم ہے۔ کیوکہ یہ ظلم یا تو بکریوں پر ہوگا اس وجہ سے کہ مبادا بھیڑیا ان کو کھالے یا بھیڑیوں پر ظلم ہوگا بایں طور کہ اس کو اس چیز کی حفاظت کا مکلف بنایا جارہا ہے جو اس کی خوراک ہے۔ اہل عرب کسی کو بددعا دیتے وقت کہتے ہیں رَمَاهُ اللهُ بِدَاءِ الذِّئبِ (اللہ تعالیٰ اس کو بھیڑیئے کی بیماری سے موت دے) بھیڑیئے کی بیماری سے مراد اس کی بھوک ہے اہل عرب بھیڑیئے کی کنیت کے لئے ابو جعدہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں جیسے کہ پہلے گذر چکا۔

اس مثل کو سب سے پہلے استعمال کرنے والا شخص اکتم بن صیفی تھا۔ اس کے بعد اس مثل کو حضرت عمرؓ نے ساریہ بن حصن کے قصہ میں استعمال فرمایا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت کا واقعہ

اس کا واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے ''یاساریه بن حصن الجبل الجبل من استرعی الذئب الغنم فقد ظلم'' یعنی اے ساریہ تم پہاڑ کی آڑ لے لو، جو بھیڑیئے سے گلہ بانی کی توقع رکھے وہ ظالم ہے''۔

خطبہ کے درمیان میں اچانک آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سن کر لوگوں نے ایک دوسرے کو مڑ کر دیکھا مگر کسی کی سمجھ میں اس کا مطلب نہ آیا۔ نماز سے فراغت کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ نے یہ کیا بیان کیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ نے بھی ان کلمات کو سنا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ میں ہی کیا تمام لوگوں نے سنا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس وقت میرے دل میں فوراً یہ بات آئی کہ مشرکین نے ہمارے مسلم بھائیوں کو شکست دیدی اور ان کے شانوں پر سوار ہوگئے مسلمان ایک پہاڑ سے گزر رہے ہیں۔ اگر وہ اس پہاڑ سے آڑ لے کر مشرکین سے قتال کریں تو کامیاب ہوں گے اور اگر پہاڑ سے آگے بڑھ گئے تو ہلاک ہو جائیں گے۔ لہٰذا میری زبان سے دوران خطبہ بے ساختہ یہ الفاظ نکل گئے۔

اس واقعہ کے ایک ماہ بعد مسلمانوں کے پاس ایک قاصد فتح کی خوشخبری لے کر مدینہ منورہ پہنچا۔ اس نے بیان کیا کہ فلاں وقت اور

فلاں دن جب ہم ایک پہاڑ سے گزر رہے تھے تو ہم نے ایک آواز سنی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز کے مشابہ تھی اور اس کے وہی الفاظ تھے جو اوپر گزرے جن کو حضرت عمرؓ نے دورانِ خطبہ بے ساختہ ادا کئے تھے۔ چنانچہ ہم نے ان الفاظ کو سن کر ان پر حملہ کیا اور ہم کو فتح حاصل ہوئی۔[1]

علامہ دمیریؒ لکھتے ہیں کہ یہ روایت تہذیب الاسماء طبقات ابن سعد اور اسد الغابہ میں بھی موجود ہے۔ ساریہ کا پورا نام ساریہ بن زنیم بن عمرو بن عبداللہ بن جابر ہے۔

اسی مثل کے ہم معنی شاعر کا یہ شعر بھی ہے۔

وراعی الشاۃ یحمی الذئب عنها فکیف اذا الرعاۃ لها ذئاب

''بکریوں کے چرواہے بھیڑیوں سے ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ لیکن اگر چرواہے ہی بھیڑیئے بن جائیں تو حفاظت کیسے ممکن ہے؟''۔

امام یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے علماء دین سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اے اصحاب علم تمہارے محلات قصریہ، تمہارے گھر کسرویہ، تمہارے لباس طولوتیہ، تمہارے موزے جالوتیہ، تمہارے ظروف (برتن) فرعونیہ، تمہاری سواری قارونیہ، تمہارے موائد (دستر خوان) جاہلیہ اور تمہارے مذاہب شیطانیہ، تو اب بتاؤ کہ تمہاری کیا چیز محمدیہ ہے؟

بھیڑیئے کے طبی خواص:

اگر بھیڑیئے کا سر اس برج میں جہاں کبوتر رہتے ہوں لٹکا دیا جائے تو وہاں بلی یا دیگر کوئی موذی جانور نہیں آ سکتا۔ اگر بھیڑیئے کا داہنا پنجہ نیزے کے سرے پر لٹکا دیا جائے تو جس شخص کے ہاتھ میں وہ نیزہ ہوگا کوئی مخالف ہجوم اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگر کوئی شخص اس کی آنکھ اپنے جسم پر لٹکا لے تو اس کو درندوں کا خوف نہیں ہوگا اور اگر اس کے خصیہ کو چیر کر اس میں نمک اور صعتر (پہاڑی پودینہ) بھر کر ایک مثقال کے بقدر ماء جرجیر (عرق نرہ) ایک قسم کی ترکاری جو پانی میں بھی ہوتی ہے ملا کر پیا جائے تو کوکھ کے درد کے لئے مفید ہے اور ذات الجنب میں (پسلی کا چلنا) میں بھی اس کا پینا مفید ہے۔ ذات الجنب میں اس کا استعمال گرم پانی اور شہد کے ہمراہ کیا جائے۔ اگر بھیڑیئے کا خون روغن اخروٹ میں ملا کر بہرے کے کان میں ڈالا جائے تو بہرہ پن ختم ہو جاتا ہے۔ بھیریئے کے دماغ کو عرق سنداب اور شہد میں ملا کر بدن کی مالش کرنے سے سردی سے پیدا ہونے والی جملہ ظاہری اور باطنی بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں۔ بھیڑیئے کی کھال دانت، اور آنکھ اگر کوئی شخص اپنے پاس رکھ لے تو وہ سب کی نگاہوں میں محبوب اور دشمن پر غالب رہے گا۔

بھیڑیئے کا گردہ دردِ گردہ کے لئے نافع ہے۔ اگر بھیڑیئے کا عضو تناسل توے پر بھون کر معمولی سا کھا لیا جائے تو قوت باہ میں ہیجان پیدا ہو جاتا ہے اور اگر اس کا پتہ پانی میں ملا کر بوقتِ جماع عضو مخصوص پر مل لیا جائے تو عورت اس سے شدید محبت کرنے لگتی ہے۔ اگر بھیڑیئے کی دم بیلوں کی چراگاہ میں لٹکا دی جائے تو بیل چراگاہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ خواہ شدت بھوک سے وہ بے قرار ہی کیوں نہ ہوں اور اگر بھیڑیئے کی دم کی دھونی کسی جگہ پر دے دی جائے تو اس جگہ چوہے نہیں آئیں گے اور بعض کے قول کے مطابق تمام چوہے دھونی دینے کی جگہ جمع ہو جائیں گے۔ جو شخص لگاتار بھیڑیئے کی کھال پر بیٹھے گا وہ قولنج کی بیماری سے محفوظ رہے گا۔ اگر بھیڑیئے کی دم کا بال کسی آلہ سرور پر باندھ دیا جائے تو وہ آلہ (باجہ) بالکل بند ہو جائے گا۔ اگر ڈھول بنانے اور بیچنے والے کی دکان میں بھیڑیئے کی کھال کی دھونی دے دی جائی تو تمام ڈھول پھٹ جائیں گے۔

---

[1] یہ فوج حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں بھیجی گئی تھی۔

بھیڑیوں کی چربی داءالثعلب میں مفید ہے۔ بھیڑیئے کا پتا استرخابطن (پیچش) میں پینے سے فائدہ دیتا ہے۔ اگر بھیڑیئے کا پتا عضو تناسل پر مل کر عورت سے صحبت کی جائے تو بے پناہ امساک ہوتا ہے۔ چنانچہ جب تک چاہے جماع کر سکتا ہے۔ اگر بھیڑیئے اور گدھ کا پتا روغن زنبق (چمبیلی کے تیل) میں ملا کر طلاء بنالیا جائے تو اس کے استعمال سے قوتِ باہ میں زبردست اضافہ ہو جاتا ہے اور اگر بھیڑیئے کا پتا روغن گلاب میں ملا کر اپنی بھنوؤں میں لگا کر کسی عورت کے پاس جائے تو وہ عورت اس سے محبت کرنے لگے گی۔ بھیڑیئے کی مینگنی میں جو ہڈی پائی جاتی ہے ان میں سے ایک ہڈی لے کر اگر درد ہوتے ہوئے دانت یا داڑھی کو کریدا جائے تو درد بند ہو جاتا ہے (یہ علاج انتہائی زود اثر ہے)۔

حکیم جالینوس کا قول ہے کہ دردسر کا پرانا مریض بھیڑیئے کے پتا کو روغن بنفشہ میں حل کر کے ناک میں چڑھالے تو اس کا درد خواہ کتنا پرانا ہو ختم ہو جائے گا اور اگر اسی محلول کو بچہ کی ناک میں ٹپکا دیا جائے تو وہ بچہ تمام عمر مرگی سے محفوظ رہے گا اور اگر بھیڑیئے کا پتہ اور شہد ہم وزن لے کر آنکھ میں لگایا جائے تو آنکھ کے دھندلے پن اور ضعف بصر کو حیرت انگیز فائدہ ہوتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ پتا کے ساتھ ملائے جانے والے شہد کو حرارت نہ پہنچی ہو (یعنی شہد گرم کیا ہوا نہ ہو) اگر کسی عورت کا نام لے کر بھیڑیئے کی دم میں گرہ لگادی جائے تو جب تک وہ گرہ نہ کھلے گی کوئی مرد اس عورت پر قابو نہیں پا سکتا۔ اگر بھیڑیئے کے پتا کو شہد میں ملا کر ذکر کی مالش کی جائے اور پھر عورت سے مجامعت کی جائے تو وہ عورت اس شخص سے شدید محبت کرنے لگے گی۔ بھیڑیئے کا خون زخموں کو پکا دیتا ہے۔

بھیڑیوں کو جمع کرنے کا طلسم:

بھیڑیئے کی ایک تصویر (مجسمہ) تانبے کی بنالی جائے اور یہ خیال رکھا جائے کہ یہ تصویر (مجسمہ) اندر سے خالی یعنی کھوکھلا ہو۔ پھر اس تصویر میں بھیڑیئے کا ذکر رکھ کر سیٹی بجائے جائے۔ چنانچہ جنگل میں جس کسی بھیڑیئے کی کان میں اس سیٹی کی آواز پہنچے گی وہ بھیڑیا وہاں آجائے گا۔

بھیڑیوں کو بھگانے کا طلسم:

اور اگر اس تصویر (مورتی) میں بھیڑیئے کی مینگنی رکھ کر اسی تصویر کو کسی جگہ دفن کر دیں تو پھر اس جگہ بھیڑیئے نہیں آسکتے۔

خواب میں بھیڑیوں کی تعبیر:

بھیڑیئے کو خواب میں دیکھنا کذب، عداوت اور حیلہ کی دلیل ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بھیڑیئے کی خواب میں تعبیر انتہائی ظالم چور سے واسطہ پڑتا ہے اور بھیڑیوں کے بچوں کی تعبیر چور کی اولاد سے دیتے ہیں۔ لہٰذا جو شخص خواب میں بھیڑیئے کا بچہ دیکھے تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص کسی پڑے ہوئے بچہ کی پرورش کرے گا جو بڑا ہو کر چور بنے گا۔ اگر خواب میں بھیڑیا کسی ایسے جانور سے تبدیل ہو جائے جو انسان سے مانوس ہو جانے والا ہو تو اس سے ایسا چور مراد ہے جو توبہ کرنے والا ہے۔ اگر کوئی شخص خواب میں بھیڑیئے کو دیکھے تو گویا وہ کسی انسان پر بہتان لگائے گا اور متہم شخص بری ہوگا۔ یہ تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کی روشنی میں ہے۔ اگر کوئی شخص خواب میں کتے اور بھیڑیئے کو ایک ساتھ دیکھے تو اس سے نفاق، فریب اور دھوکہ مراد ہے۔

الذِیخ

(بجو) الذیخ: بکسر الذال اس کا مونث ذیخۃ اور جمع ذیوخ، اذیاخ اور ذیخۃ آتی ہیں۔

حدیث میں بجو کا تذکرہ:

امام بخاریؒ نے مناقب انبیاء میں حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے:۔

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے باپ آذر سے ملاقات اس حال میں ہوگی کہ آذر کا چہرہ غبار آلود ہوگا۔ آپ اپنے والد سے کہیں گے کہ کیا میں تم کو نہیں کہتا تھا کہ میرے خلاف نہ چلو (اور میرا کہنا مانو) آذر کہیں گے کہ آج میں تیرا کہنا نہیں مانوں گا۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے رب سے عرض کریں گے کہ اے میرے رب تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ قیامت کے دن تو مجھ کو رسوا نہیں کرے گا۔ آج سے بڑھ کر اور کیا رسوائی ہوگی کہ میرا باپ دوزخ میں جائے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے کافرین پر جنت حرام کر رکھی ہے۔ پھر ابراہیم علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ ابراہیم! دیکھو تمہارے پاؤں کے نیچے کیا چیز ہے دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ خون آلود بجو پڑا ہوا ہے۔ اس کی ٹانگیں پکڑ کر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا''۔

نسائیؒ، بزارؒ اور حاکمؒ نے مستدرک میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ:۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص اپنے باپ کا ہاتھ پکڑے گا تا کہ اس کو جنت میں داخل کردے۔ اتنے میں ایک آواز آئے گی کہ جنت میں کوئی مشرک داخل نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر جنت حرام کردی ہے۔ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا کہ اے میرے رب! یہ میرا باپ ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ اس کے مشرک باپ کو ایک بدہیئت اور بری صورت میں جس سے کہ بدبو آتی ہوگی تبدیل کردے گا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر وہ جنتی اس کو چھوڑ کر چلا جائے گا''۔

راوی مذکورۂ بالا حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے اس سے زیادہ کچھ نہیں فرمایا۔ تاہم صحابہ کرامؓ اس جنتی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مراد لیتے ہیں۔ حاکم نے اس حدیث کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی شرح پر صحیح قرار دیا ہے۔ حاکم نے حماد بن سلمہ سے، انہوں نے ایوب سے ایوب نے ابن سیرینؒ سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص اپنے باپ سے ملے گا اور پوچھے گا کہ ابا جان آپ کا کیسا بیٹا تھا (یعنی فرمانبرداری یا نافرمان) باپ کہے گا کہ تو میرا بہت اچھا بیٹا تھا اس پر بیٹا کہے گا کہ کیا آج آپ میرا کہنا مانیں گے؟ باپ کہے گا ضرور مانوں گا۔ اس پر لڑکا کہے گا کہ اچھا آپ میرا ازار تھام لیں۔ چنانچہ باپ اس کا ازار تھام لے گا اور لڑکا اس کو لے کر بارگاہِ خداوندی میں پہنچے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے حضور میں لوگوں کی پیشی ہو رہی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس لڑکے سے فرمائے گا کہ اے میرے بندے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جا۔ وہ کہے گا اے میرے رب کیا میں نے اپنے باپ کو بھی ساتھ لے جاؤں؟ کیونکہ تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ قیامت کے دن مجھے رسوا نہیں کرے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے باپ کو بجو کی صورت میں مسخ کر کے دوزخ میں ڈلوا دے گا اور اس سے پوچھے گا کہ کیا یہی تیرا باپ ہے؟ وہ کہے گا تیری عزت کی قسم یہ میرا باپ نہیں ہے''۔

مذکورہ بالا حدیث کو بھی مسلم کی شرط پر صحیح کہا گیا ہے۔

قیامت کے دن آزر کو بجو کی صورت میں مسخ کرنے کی حکمت ابن الاثیر نے یہ بیان کی ہے کہ بجو سب سے احمق جانور ہے۔ اسکی

حماقت کا ثبوت یہ ہے کہ جس کام میں بیداری اور احتیاط کا مظاہرہ ہونا چاہیے اس میں یہ غفلت سے کام لیتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا تھا کہ میں (کفتار) بجو کی مانند نہیں ہوں۔ چونکہ بجو ہلکی سی آہٹ سن کر اپنے بل سے باہر نکل آتا ہے اور شکار ہو جاتا ہے۔ یعنی بہت آسانی سے شکار ہو جاتا ہے اور چونکہ آزر نے بھی ایسے شخص کو جو دنیا میں اس کا سب سے زیادہ شفیق تھا یعنی دنیا میں حضرت ابراہیمؑ کی نصیحت کو ٹھکرا کر اور اپنے سب سے بڑے دشمن شیطان کے شکار ہو گئے۔ لہٰذا وہ حماقت میں کفتار (بجو) کے مشابہ ہو گئے۔ شکاری لوگ جب بجو کے شکار کا قصد کرتے ہیں تو اس کے بل میں پتھر وغیرہ پھینک دیتے ہیں، وہ یہ سمجھ کر کہ کوئی شکار ہے اس کو پکڑنے کے لئے باہر نکل آتا ہے اور بجائے شکار کرنے کے خود شکار ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ شکاری جب اس کا شکار کرنا چاہتے ہیں تو اس کے بل پر کھڑے ہو کر یہ الفاظ کہتے ہیں:۔

اطرقی ام طریق خاموی ام عامر ابشری بجراد عطلی وشاذھزلی ۔ یہ الفاظ متواتر کہتے رہتے ہیں یہاں تک کہ شکاری اس کے بل میں ہاتھ ڈال کر اور رسی سے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس کو باہر کھینچ لیتے ہیں۔

بالفرض اگر آزر کو کتے یا خنزیر کی شکل میں مسخ کر دیا جاتا تو یہ بدصورتی کا سبب بن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سبکی کا سبب بن جاتا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ اپنے خلیل کے اکرام کی خاطر آپ کے والد کو ایک متوسط درجہ کے درندہ کی شکل میں مسخ کر دے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بابُ الراء

الراحلة

(سواری اور بوجھ لادنے کے لائق اونٹ) الـراحلة: بقول جوہری راحلہ وہ اونٹنی ہے جو سفر کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو اور یہی معنی رحول کے بھی آتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ راحلۃ سواری کا اونٹ ہے چاہے نر ہو یا مادہ راحلہ کے آخر میں جو "ت" ہے وہ مبالغہ کے لئے ہے۔ جیسے واھیۃ اونٹ یا اونٹ کو راحـلـة اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس پر رحل یعنی پالان باندھا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ فاعلہ بمعنی مفعولہ ہے جیسا کہ قرآن کریم کی اس آیت میں "فَهُوَ فِي عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ" اس میں راضیہ بمعنی مرضیہ ہے۔ اس کے علاوہ کلام پاک میں اور بھی کئی جگہ فاعلہ بمعنی مفعول آیا ہے۔ مثلاً "لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ" میں عاصم بمعنی معصوم اور ماء دافق میں دافق بمعنی مدفوق اور حرمًا اٰمِنًا میں "آمنا" بمعنی مامونا ہے۔ اس کے برعکس مفعول کا صیغہ فاعل کے معنی میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔ مثلاً حِجَابًا مَّسْتُوْرًا میں مستوراً ساتر کے بمعنی ہے اور اسی طرح "كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا" میں ماتیا بمعنی آتیا استعمال ہوا ہے۔ بعض اوقات راحلۃ سے مراد نعل یعنی چپل لی جاتی ہے۔ چنانچہ کسی عرب شاعر کا قول ہے کہ:۔

رواحلنا ست ونحن ثلاثة نجنبهن الماء فی کل مورد

"ہمارے چپل چھ ہیں اور ہم صرف تین ہیں اس لئے ہم ہر گھاٹ پر ان کو پانی سے بچاتے ہیں۔ نعلوں کو رواحل اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ انسان کے قدم کی سواریاں ہیں"۔

حدیث میں راحلہ کا تذکرہ:

بیہقی نے اپنی کتاب شعب الایمان کے پچیسویں باب میں روایت کی ہے کہ:۔

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی سواری سے اتر کر چھ میل پیدل چلا تو گویا اس نے ایک غلام آزاد کیا''۔

بخاریؒ اور مسلمؒ نے زہریؒ کی ایک حدیث نقل کی ہے۔ جس کو سالمؒ، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:۔

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لوگ ان سو اونٹوں کی مانند ہیں جن میں کوئی راحلۃ نہ ہو''۔

بیہقی نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ لوگ احکام دین میں برابر ہیں، ان میں شریف کو مشروف پر اور رفیع کو وضیع پر کوئی فضیلت نہیں ہے جیسا کہ وہ سو اونٹ جن میں کوئی راحلہ (یعنی سواری کے لائق) اونٹ نہ ہو ایک دوسرے پر برتری نہیں رکھتے۔

ابن سیرینؒ سے منقول ہے کہ عبیدہ ابن حذیفہ عہدۂ قضا پر مامور تھے۔ آپ ایک دن آگ جلا رہے تھے کہ اتنے میں اشراف میں سے ایک شخص آپ کے پاس آیا اور آپ سے کوئی حاجت طلب کی۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اپنی ایک انگلی اس آگ میں داخل کردو۔ اس شخص نے جواب دیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ تو میری خاطر اپنی ایک انگلی آگ میں ڈالنے سے بخل کررہا ہے اور مجھ سے یہ امید رکھتا ہے کہ میں تیری خاطر اپنا پورا جسم جہنم میں داخل کردوں؟ ابن قتیبہؒ کہتے ہیں کہ راحلہ وہ شریف النسل اونٹ ہے جس کو بہت سے اونٹوں میں سے سواری وغیرہ کے لئے منتخب کرلیا جائے۔ یہ اونٹ کامل الاوصاف مانا جاتا ہے اور اگر وہ بہت سے اونٹوں میں مل جاتا ہے تو فوراً شناخت کرلیا جاتا ہے۔ اس لئے مذکورہ حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ سب لوگ آپس میں برابر ہیں۔ ان میں کسی ایک کو دوسرے پر نسبی فضیلت نہیں ہے بلکہ ان میں کا ہر ایک قطار کے اونٹ کی مانند ایک دوسرے کا شبیہ ہے۔ ازہری کا اس بارے میں یہ قول ہے کہ راحلہ سے مراد اہل عرب کے نزدیک وہ نر یا مادہ اونٹ ہے جو شریف النسل ہو اور تاء اس میں مبالغہ کے لئے ہے۔ چنانچہ ازہری کے قول کے مطابق ابن قتیبہ کی روایت کی ہوئی حدیث کی تشریح غلط ہے بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ زاہد فی الدنیا وہ شخص ہے جو زہد میں کامل ہو اور آخرت کی جانب راغب ہو اور راحلہ کی طرح ایسے لوگوں کا وجود بہت کم ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ کامل الاوصاف لوگ جن کے جملہ اقوال وافعال پسندیدہ ہوں اور راحلۃ ہی کی طرح انسانوں میں کمیاب ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک راحلۃ سے مراد وہ اونٹ ہے جو کامل الاوصاف، خوبصورت اور باربرداری اور سفر کے لئے مضبوط ہو۔

علامہ حافظ ابوالعباس قرطبیؒ جو اپنے زمانے کی شیخ المفسرین ہیں، فرماتے ہیں کہ میری رائے اس حدیث شریف کی تمثیل راحلہ کے مناسب حال وہ شخص معلوم ہوتا ہے جو کریم اور سخی ہو اور دوسرے لوگوں کی ضروریات کا متحمل ہو اور اس کے اخراجات مثلاً ادائیگی دین اور رفع تکالیف کا بار اپنے اوپر لے لے لیکن ایسے ایسے لوگ بہت کم پائے جاتے ہیں بلکہ میرے نزدیک ایسے لوگوں کا وجود ہی مفقود ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک قرطبیؒ کی تاویل احسن ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

الرأل

الرأل: شتر مرغ کے بچہ کو کہتے ہیں۔ اس کا مونث رألۃ اور جمع رِئال و رِئلان مستعمل ہے۔ مزید تفصیل لفظ نعام کے تحت باب النون میں انشاء اللہ آنے والی ہے۔

الراعی

(قمری اور کبوتر کا بچہ) الراعی: قمری اور کبوتر کے باہم ملاپ سے پیدا ہونے والا جانور جس کی عجیب شکل ہوتی ہے اور عمر بھی اس کی

طویل ہوتی ہے۔ جیسا کہ قزوینی نے بیان کیا ہے۔ جاحظ کہتے ہیں کہ یہ جانور کبوتر اور قمری سے زیادہ جسامت والا اور زیادہ بچے دینے والا ہوتا ہے اور اس کی آواز کبوتر اور قمری سے جدا اور عمدہ ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے اس کی قیمت بھی زیادہ ہے اور لوگوں کو اس کے شکار کا شوق ہوتا ہے۔ بعض حضرات نے اس کو راعی کے بجائے زاعی لکھا ہے جو کہ غلط ہے۔

الرُّبٰی

الــربــی: بروزن فعلی اس بکری کو کہتے ہیں جو بچہ جن کر فارغ ہوئی ہو۔ اگر اس کا بچہ مر جائے تب بھی وہ ربی ہی کہلاتی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بچہ جننے کے بیس یوم بعد تک بکری ربی کہلاتی ہے اور بعض کا خیال ہے کہ بچہ جننے کے بعد دو ماہ تک ربی کہلاتی ہے۔ ابو زید نے لفظ ربی کو بکری کے لئے خاص کیا ہے اور بعض نے اس لفظ کو بھیڑیئے کے لئے خاص کیا ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ بکری کے لئے ربی اور بھیڑ کے لئے زغوث آتا ہے۔ ربی کی جمع رباب آتی ہے۔ علامہ دمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فعال کے وزن پر پندرہ کلموں کی جمع آتی ہے اور وہ یہ ہیں:۔

(۱) ربی کی جمع رباب (۲) رخل کی جمع رخال (۳) رذل کی جمع رذال (۴) بسط کی جمع بساط (۵) نزل کی جمع نزال (۶) راع کی جمع رعاء (۷) قمنی کی جمع قما (۸) جمل کی جمع جمال (۹) عرق کی جمع عراق (۱۰) ظئر کی جمع ظؤار (۱۱) ثنی کی جمع ثناء (۱۲) عزیز کی جمع عزاز (۱۳) فریر کی جمع فرار (۱۴) توام کی جمع توام (۱۵) سح کی جمع سحاح.

الرَّبَاح

الــربَــاح: راء اور باء پر فتحہ، بلی کے مشابہ ایک جانور ہے جس سے ایک قسم کی خوشبو اخذ کی جاتی ہے یہی تعریف درست ہے۔ امام جوہریؒ نے اپنے قلمی مخطوطہ میں یہ تعریف کی ہے کہ رباح وہ جانور ہے جس سے کافور حاصل کیا جاتا ہے۔ اس تعریف میں جوہریؒ نے غلطی کی ہے۔ کیونکہ کافور ایک ہندوستانی درخت کا گوند ہے اور رباح کافور کے مشابہ خوشبو کا نام ہے۔ اس غلطی کی وجہ غالباً یہ ہوئی ہوگی کہ جوہری نے جب سنا کہ حیوان سے خوشبو اخذ کی جاتی ہے تو موصوف کا ذہن کافور کی طرف منتقل ہو گیا ہوگا۔

علامہ ابن قطاع کی نظر جب امام جوہریؒ کے بیان کردہ غلط مفہوم پر پڑی تو موصوف نے درست کرتے ہوئے کہا کہ رباح ایک شہر کا نام ہے جہاں کافور تیار کیا جاتا ہے حالانکہ یہ بھی خیال خام ہے۔ کیونکہ کافور تو اس گوند کو کہتے ہیں جو لکڑی کے اندر خشک ہو جائے اور اس لکڑی کو حرکت دینے سے خارج ہو جاتا ہے۔ برخلاف رباح کے وہ اس خوشبو کا نام ہے جو حیوان سے اخذ کی جاتی ہے۔ ابن رشیق شاعر نے اپنے مندرجہ ذیل شعر میں کتنی عمدہ بات کہی ہے۔

فکــرت لیلة وصلهــا فی صدهــا   فجــرت بقــایــا أدمعی کــالعندم

''رات کو وہ آشیاں نشین ہوئی اور جب آشیانہ میں بیٹھ گئی تو میرے آنسوؤں کا باقی حصہ جو رہ گیا تھا وہ بھی بہہ پڑا''۔

فـطـفـقـت امسـح مـقلتی فی نحرهــا   اذعــادة الکافور امساک الدم

''میں اپنی آنکھوں کو ملنے لگا اور چونکہ کافور کی خاصیت خون کو روکنا ہے ایسے ہی میں اپنے آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کرنے لگا''۔

الرُّبَاح

(نر بندر)الرُّبـاح:(راء پرضمہ باء موحدہ پر تشدید)تفصیل عنقریب آئے گی۔یہ بزدلی میں ضرب المثل ہے۔اہل عرب کہتے ہیں کہ فلاں بندر سے زیادہ بزدل ہے۔

اَلرُّبَعُ

(راء پرضمہ اور ب پر فتحہ)اونٹنی یا گائے کا بچہ جو اپنی ماں سے جدا ہو جائے۔

الرُّبَيَة

(حشرات الارض کی قسم)الرُّبَیہ(راء پرضمہ)ابن سیدہ فرماتے ہیں کہ چوہے اور گرگٹ کے درمیان کا ایک جانور ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ چوہے کا دوسرا نام ہے۔

اَلرُّتُوتُ

(نرخنزیر)الرتوت:رت کی جمع ہے اور رت کے معنی رئیس،سردار اور خنزیر کے آتے ہیں۔کہا جاتا ہے **ھؤلاء رتوت البلاد** کہ یہ شہر کے رئیس ہیں۔محکم کہتے ہیں کہ رت ایک جانور کا نام ہے جو خشکی کے خنزیر کے مشابہ ہوتا ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ نرخنزیر کا دوسرا نام ہے۔اس کا مفصل بیان باب الخاء معجمہ میں گزر چکا ہے۔

الرُّتیلا

(زہریلا جانور)الــرُّتَیلا(را پرضمہ اور ثاء مفتوح)زہریلے جانور کا نام ہے۔تفصیلی بیان باب الصید کے آخر میں آئے گا۔جاحظ کہتے ہیں ریتلا مکڑی کی ایک قسم ہے اس کا دوسرا نام عقرب الحیات بھی ہے۔کیونکہ یہ سانپوں کو مار ڈالتا ہے۔ابو عمر موسیٰ قرطبی اسرائیلی کہتے ہیں کہ رُتیلا کا اطلاق حیوان کی کثیر انواع پر ہوتا ہے۔بعض نے چھ نوع شمار کی ہیں اور بعض نے آٹھ،تمام ہی مکڑی کے اقسام ہیں۔ فن طب وحکمت میں ماہر بعض حکیموں کا قول ہے کہ ان اقسام میں سے سب سے زیادہ خطرناک مصری مکڑی ہے اور رہی وہ مکڑیاں جو گھروں میں پائی جاتی ہے تو ان کا نقصان بہت کم ہے اور ان کی بقیہ اقسام سبزہ زار جگہوں میں پائی جاتی ہے۔انہی میں سے ایک قسم روئیں دار ہوتی ہے۔اہل مصر اس کو ابو صوفہ کے نام سے جانتے ہیں اور ان مکڑیوں کے کاٹنے سے تکلیف ایسی ہوتی ہے جس طرح بچھو کے ڈسنے سے ہوتی ہے انشاء اللہ اس کا مکمل بیان باب الصید میں آئے گا۔

رُتیلا کے طبی خواص:

اس کے بھیجہ کو مرچ کے ساتھ ملا کر استعمال کرنے سے زہریلے اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔

خواب میں تعبیر:

اس کی تعبیر فتنہ پرور اور اذیت پہنچانے والی عورت سے دی جاتی ہے۔ نیز کبھی دشمن بھی مراد ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

اَلرُّخَلُ

اَلرُّخَلُ: بھیڑیئے کے مونث بچہ کو کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع رخال آتی ہے۔

الرخ

(بحری پرندہ) الــرُّخ: ایک بڑا پرندہ جو بحر چین میں پایا جاتا ہے جس کے ایک بازو کی لمبائی دس ہزار باع ہے (باع دونوں ہاتھوں کے درمیان فاصلہ کو کہتے ہیں) ابو حامد اندلسی نے ایک مغربی تاجر کا واقعہ بیان کیا ہے جو چین کا سفر کر چکا تھا اور ایک مدت تک وہاں رہ چکا تھا کہ اس کے پاس رخ کے بازو کے پر کی جڑ تھی۔ (جڑ سے مراد پر کا وہ حصہ جو گوشت سے متصل ہوتا ہے) جس کے اندر ایک مشک پانی با سانی آ جاتا تھا۔ مغربی تاجر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ بذریعہ کشتی چین جا رہا تھا، باد مخالف کے جھونکوں سے ٹکرا کر کشتی بڑے جزیرے میں پہنچ گئی۔ کشتی کے مسافر اس جزیرے پر اتر گئے اور اپنی ضروریات پانی لکڑی وغیرہ تلاش کرنے کے لئے نکل گئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ سامنے ایک گنبد نما ٹیلہ موجود ہے جس کی بلندی سو ذراع سے زائد تھی۔ اس میں روشنی و چمک معلوم ہو رہی تھی۔ مسافروں کو تعجب ہوا۔ جب وہ قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہ رخ کا انڈا ہے۔ چنانچہ سب نے اس کو لکڑی، کدال و پتھر وغیرہ سے توڑنا شروع کیا۔ آخر کار وہ پھٹ گیا اور اس میں سے ایک بچہ برآمد ہوا۔ جسامت کے اعتبار سے ایک چھوٹا پہاڑ معلوم ہو رہا تھا۔ سب مسافر اس پر ٹوٹ پڑے اور بازو وغیرہ کو کھینچنے لگے جس کی بناء پر اس کا بازو ٹوٹ گیا۔ اور پر جھڑ گئے اور یہ پر کی جڑ میرے ہاتھ لگ گئی۔ یہ بات واضح رہے کہ یہ بچہ ابھی تک نامکمل تھا۔ پھر اس کے بعد اس کو ذبح کیا اور ہر ایک مسافر نے اپنی اپنی وسعت کے مطابق گوشت لیا۔ کچھ لوگوں نے اسی جزیرے میں ہی گوشت بھون کر استعمال کیا۔ کھانے والوں میں عمر رسیدہ حضرات بھی تھے جن کے بال سفید ہو چکے تھے۔ جب یہ رات کو رخ کا گوشت استعمال کر کے سوئے اور صبح کو بیدار ہوئے تو حیرت انگیز طور پر ان کے بال سیاہ ہو چکے تھے لیکن یہ اس کے گوشت کی خاصیت نہیں تھی بلکہ یہ اس لکڑی کی وجہ سے ہوا جس سے مسافروں نے گوشت پکاتے وقت اپنی ہانڈی چلائی تھی۔ چونکہ جنگل میں تھے پکانے کے آلات ساتھ نہیں تھے جو ہاتھ لگا اسی سے کام چلا لیا۔ گوشت کو چلانے کے لئے ایک درخت نشاب کی لکڑی مل گئی۔ اس کی یہ خاصیت ہے کہ وہ سفید بالوں کو سیاہ کر دیتی ہے۔

بہر حال جب ہم فارغ ہو گئے اور چلنے کا قصد کیا اور کشتی میں سوار ہو گئے تو اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ رخ بادل کی طرح اڑتا ہوا ہماری طرف آ رہا ہے اس حال میں کہ اس کے پنجوں میں بڑا بھاری پتھر تھا جو جسامت میں کشتی سے بھی بڑا تھا۔ جب وہ کشتی کے بالمقابل آیا تو جلدی سے پتھر اپنے پنجوں سے چھوڑ دیا۔ خدا کی قدرت کہ ہماری کشتی آگے نکل گئی اور پتھر سمندر میں گر گیا۔ حق تعالیٰ نے صرف اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو اس کے شر سے محفوظ رکھا ورنہ تو اس نے بدلہ لینے میں کمی نہیں کی۔ رُخ شطرنج کے ایک مہرے کا بھی نام ہے اس کی جمع رخاخ ہے اور رخخة آتی ہے۔ سری الرفاء شاعر نے کیا ہی عمدہ شعر کہے ہیں۔

وفتية زهـــر الاداب بينــهـم ابهى وانضر من زهر الرياحين

''اور کچھ نوجوان جن کے طور طریق اس پورے علاقے میں سب سے اچھے تھے اور وہ تروتازہ بلکہ شاداب پھولوں کی کلیوں سے بھی زیادہ تھے''۔

راحوا الی الراح مشی الرخ وانصرفوا والراح یمشی بھم مشی البراذین

''وہ شراب خانہ کی طرف چلے اور شطرنج کے کھیل کی طرف بڑھے اور جب وہاں سے واپس ہوئے تو ان کی چال ایسی تھی جیسا کہ شطرنج کے مہروں کی''۔

بنفسی من اجودلہ بنفسی ویبخل بالتحیۃ والسلام

''میں اس پر اپنی جان قربان کروں اور وہ سلام دعا میں بھی بخل کرے''۔

وحتفی کامن فی مقلتیہ کمون الموت فی حد الحسام

''میری موت اس کی آنکھوں میں اس طرح چھپی ہوئی ہے جیسا کہ تلوار کی دھار میں موت پوشیدہ ہوتی ہے''۔

خواب میں رخ کی تعبیر:

رخ کی خواب میں تعبیر عجیب وغریب خبر واطلاق سے بھی دی جاتی ہے۔اور دور دراز کے سفر کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے کبھی بے ہودہ اور لایعنی کلام کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے اور عنقا کی بھی یہی تعبیر ہوتی ہے۔عنقا کے بارے میں مفصل بیان باب العین میں آئے گا۔

الرخمة

الرخمة (بالتحریک) گدھ کے مشابہ ایک پرندہ ہے،اس کی کنیت ام جعران،ام رسالہ،ام عجیبہ،ام قیس اور ام کبیر ہے،انوق کے نام سے بھی جانا جاتا ہے اس کی جمع رُخم آتی ہے تاءاس کے اندر جنس کے لئے ہے۔اعشی شاعر نے اس کو اپنے شعر میں استعمال کیا ہے۔

یارخماء قاظ علی مطلوب یعجل کف الخارئ المطیب

''اے رخماء جانور مطلوب کو جلد لے کر آ اور یہ کام بعجلت ہو جیسا کہ پرندے کے پنجے جلد اچک لیتے ہیں''۔

علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ مطلوب سے مراد پہاڑ ہے اور مطیب سے مراد استنجا ہے۔یہ پرندہ احتیاط کے باوجود حماقت میں ضرب المثل ہے۔کمیت شاعر کہتا ہے۔

وذالی اسمین والالوان شتی تحمق وھی کیسة الحویل

''اور وہ دو ناموں والا رنگ برنگا پرندہ ہے باوجود چاق وچوبند ہونے کے احمق مانا جاتا ہے''۔

امام شعبی کے سامنے جب روافض کا تذکرہ ہوتا تو فرماتے اگر یہ دواب یعنی چوپائے میں سے ہوتے تو یہ روافض گدھے ہوتے اور اگر پرندے میں سے ہوتے تو رخم یعنی مردار خور ہوتے۔اس پرندہ کی خاص عادت ہے کہ پہاڑوں میں ایسی جگہ کا انتخاب کرتا ہے جہاں پر کسی کا گزر نہ ہوسکتا ہو۔نیز ایسی جگہ تلاش کرتا ہے جو پتھریلی ہو اور بارش کافی ہوتی ہو۔اسی وجہ سے اہل عرب اس کو مثال میں بیان کرتے ہیں کہ اعز من بیض الانوق (فلاں چیز رخمۃ کے انڈوں سے نایاب ہے) اس کی مادہ سوائے اپنے شوہر (نر رخمہ) کے اپنے اوپر کسی کو قدرت نہیں دیتی اور ایک انڈا دیتی ہے اور رخماء کا شمار شری وکمینے پرندوں میں ہوتا ہے اور یہ تین ہیں (۱) الو، (۲) کوا (۳) رخمہ یعنی

گدھ۔

شرعی حکم:

اس کا کھانا حرام ہے کیونکہ یہ مردار کھاتا ہے۔ جناب نبی کریم ﷺ نے اس کے کھانے سے منع فرمایا۔ بیہقی نے حضرت عکرمہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اکرمؐ نے (رخمہ) گدھ کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

علامہ قرطبیؒ نے آیت شریفہ کَالَّذِیْنَ آذَوْمُوْسٰی (کہ مثل ان لوگوں کے جنہوں نے حضرت موسیٰؑ کو اذیت دی) کے بارے میں فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ کو تکلیف دینے سے مراد یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے آپ پر الزام لگایا تھا کہ العیاذ باللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے اور ملائکہ میں آپ کی موت کا چرچا تھا لیکن سوائے (رخمہ) گدھ کے کسی کو آپ کی قبر کا علم نہیں تھا اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے رخمہ کو بہرہ گونگا بنا دیا تھا۔ علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں کہ یہ جانور اپنی آواز میں **سبحان ربی الاعلیٰ** کہتا ہے۔

ضرب الامثال

یہ حماقت میں ضرب المثل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی گدھ سے بھی زیادہ بیوقوف ہے۔ تمام پرندوں میں اس کو حماقت کے لئے خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ارذل الطیور ہے۔ نجاست کو پسند کرتا ہے اور نجاست ہی کو استعمال کرتا ہے۔ نیز اہل عرب کی کہاوت ہے کہ **انطق یارخم فانک من طیر ا اللّٰہ** (اے گدھ تو بھی بول کیونکہ تو اللہ کا جانور ہے) اس کہاوت کی اصل یہ ہے کہ جنگ میں جب پرند چرند اپنی اپنی آواز نکالتے ہیں تو یہ بھی ان کو دیکھ کر بولنا شروع کر دیتا ہے۔ پرندے ازراہ تمسخر اس سے کہتے ہیں کہ تو خاموش کیوں رہے، تو بھی بول اس لئے کہ تو بھی اللہ کی مخلوق ہے۔ یہ مثال دراصل اس آدمی کے حق میں کہی جاتی ہے جو کسی سے تعلق نہ رکھے۔ نہ دوسرے کی طرف متوجہ ہو اور نہ کسی سے کلام کرے۔ جیسے اردو میں ایسے شخص کے لئے بولا جاتا ہے کہ فلاں شخص اللہ تعالیٰ کی گائے ہے۔

طبی خواص

کیڑے مکوڑوں کو ختم کرنے کے لئے اس کے پروں کی دھونی دینا بہت مفید ہے۔ برص زدہ مریض کو اس کی بیٹ سرکہ میں ملا کر برص کے نشانات میں ملنے سے مرض ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی کلیجی کو بھون کر سکھایا جائے اور باریک پیسنے کے بعد کسی چیز میں ملا کر دیوانہ اور پاگل آدمی کو متواتر تین روز تک کھلائی جائے تو اس کا جنون ختم ہو جائے گا۔ اور اس کے سر کو تعویذ کے مثل اس عورت کے گلے میں لٹکا دیا جائے جس کو بچے کی ولادت میں دشواری پیش آ رہی ہو تو بچہ باسانی اور جلدی پیدا ہو جائے گا۔ رخم کی آنتوں پر جو زرد رنگ کی جھلی ہوتی ہے اس کو سکھانے کے بعد باریک پیس لیا جائے اور شہد میں ملا کر استعمال کیا جائے تو ہر قسم کے زہر کے لئے تریاق کا کام دے گا۔ درد سر کے سکون کے لئے اس کے سر کی ہڈی کو سر میں لٹکانا مفید ہے۔

تعبیر:

رخمہ کی خواب میں تعبیر بے وقوف واحمق انسان سے دی جاتی ہے۔ اگر کسی شخص نے رخمہ کو خواب میں پکڑتے ہوئے دیکھا تو صاحب خواب ایسی جنگ میں شریک ہوگا جس میں کثرت سے خون ریزی ہوگی اور کبھی شدید مرض لاحق ہونے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

نصاریٰ کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے بہت سارے رُخمہ کو دیکھا تو اس سے مراد لشکر ہے اور ارطامیدورس نے کہا ہے کہ رُخمہ کو خواب میں دیکھنا اس آدمی کے لئے اچھا ہے جو شہر سے باہر کام کرتا ہے اس لئے کہ رخمہ (گدھ) شہر میں داخل نہیں ہوتا بلکہ شہر کے باہر رہتا ہے اور رُخمہ کو خواب میں دیکھنے سے کبھی ایسے شخص بھی مراد ہوتے ہیں جو مردوں کو غسل دیتے ہیں اور قبرستان میں رہتے ہیں۔ کیونکہ رخمہ مردار

کھاتا ہے اور شہر میں داخل نہیں ہوتا اور کسی آدمی نے رخمہ کو گھر کے اندر دیکھا تو دو صورتیں یا تو گھر کے اندر کوئی مریض ہے اور اگر مریض ہے تو اس کی موت کی جانب اشارہ ہے اور اگر مریض نہیں ہے تو مالک مکان کو شدید مرض کا یا موت کا انتظار کرنا چاہیے۔

الرشاء

الـرشـا: راء پر فتحہ۔ اس کا اطلاق ہرن کے اس بچہ پر ہوتا ہے جس کے اندر اپنی ماں کے ساتھ چلنے پھرنے کی اور حرکت کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے، اس کی جمع ارشاء آتی ہے۔

مندرجہ ذیل اشعار جن میں الرشاء ہرن کے بچہ کا تذکرہ ہے۔ علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ درج ذیل اشعار علامہ جمال الدین عبدالرحیم نے سنائے ہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ شعر شیخ اثیر الدین ابوحیان سے سنے ہیں اور انہوں نے ابوجعفر سے اور انہوں نے ابوالخطاب ابن الخلیل سے اور انہوں نے براہِ راست ابوحفص عمر بن عمر سے (جن کے اشعار ہیں) سماعت کئے ہیں۔

ان اشعار کا پس منظر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ابوحفص عمر بن عمر کے پاس ایک دفعہ ہدیتاً باندی آئی جس کی والدہ سے آپ وطی کر چکے تھے تو آپ نے اس کو واپس کر دیا اور یہ اشعار پڑھے۔

یـامهـدی الـرشـا الـذی الـحـاظـه تـركـت جفوني نصب تلك الاسهم

''اے ہرن کا ہدیہ دینے والے تو نے میری پلکوں کو تیروں کی جگہ گاڑ دیا''۔

ريـحـانـة كـل الـمـنـى فـي شـمـهـا لـولا الـمـهـيـمـن واجـتـنـاب الـمـحـرم

''اس کے سونگھنے سے ہر آرزو کی خوشبو محسوس ہوتی ہے یقیناً میں اس کو حاصل کرتا بشرطیکہ اس کا شکار حرام نہ ہوتا''۔

مـا عـن قـلـى صـرفـت الـيـک وانـمـا صـيـد الـغـزالـه لـم يـبـح لـلـمـحـرم

''میں نے تجھ سے اپنی آنکھیں جو ہٹائی ہیں وہ صرف اس وجہ سے ہے کہ حالت احرام میں شکار کی ممانعت ہے''۔

ياويح عنترة يقول وشفة ما يشفني وجذ وان لم اكتم

''عنترہ کا برا ہو کہ وہ یوں کہتا ہے کہ میں غم کو چھپانے کی قدرت نہیں رکھتا اور اظہار غم میں بھی مجھے شفاء نصیب نہیں ہوئی''۔

ياشاة ما قنص لمن حلت له حـرمـت عـلـى وليتها لم تحرم

''اے بکری تو جس کے لئے حلال ہے اس نے تیرا شکار نہ کیا اور میرے لئے شکار حرام ہے۔ کاش کہ احرام میں نہ ہوتا تو تیرا شکار ضرور کرتا''۔

ابوالفتح البستی نے بھی بہت عمدہ شعر کہے ہیں۔

مـن ايـن لـلـرشـا الـغـريـر الاحـور فـي الـخـد مثل عـذارک الـمـتـحـدر

''ہرن کی آنکھ میں وہ خوبی کہاں جو محبوب کے رخسار کے ڈھلاؤ موجود میں ہے''۔

رشـا كـان بـعـارضـيـه كـليهـمـا مـسـكـا تـسـاقـط فوق ورد احمر

''ہرن اپنے دونوں رخساروں سے مشک ریزی کرتا ہے جس کی سرخی گلاب کے پھول کی سرخی سے بھی زیادہ ہے''۔

الرُّشک

الرُّشک (راء پر ضمہ شین معجمہ ساکنہ) اردو میں بچھو کو کہا جاتا ہے۔ قاضی ابوالولید ابن فرضی نے اپنی کتاب ''الالقاب فی اسماء نقلة الحدیث'' میں خطیب ابوعلی الغسانی نے اپنی کتاب تقید المهمل میں اور قاضی ابوالفصل عیاض ابن موسیٰ نے ''مشارق الانوار میں اور ان کے علاوہ حافظ ابوالفرج بن جوزی نے یہ بیان کیا ہے کہ یزید ابن ابو یزید جس کا نام سنان ضبعی ہے جو رشک کے ساتھ مشہور ہیں ان کو اس لقب سے پکارنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی ڈاڑھی عام مقدار سے بھی زیادہ بڑی تھی۔ ایک مرتبہ آپ کی ڈاڑھی میں بچھو گھس گیا اور مسلسل تین روز تک داڑھی کے اندر لٹکا رہا۔ لیکن ان کو ڈاڑھی کے دراز ہونے کے باعث بچھو کے موجود ہونے کی مطلقاً خبر نہ ہوئی۔

ابن وحیہ نے اپنی کتاب ''العلم المنشور'' میں ذکر کیا ہے کہ تعجب ہے تین روز تک موذی جانور انسان کی ڈاڑھی میں موجود رہے اور اس کو شعور واحساس نہ ہو۔ کم ازکم پانچ وقت کی نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے اس میں تو احساس ہو جانا چاہیے تھا۔ کیا وہ وضو کرتے وقت اپنی ڈاڑھی کا خلال نہیں کرتے تھے یا پھر بچھو اس قدر صغیر ہو کہ بالوں کے درمیان الجھ گیا ہو۔ نیز تین دن کی مقدار متعین کرنا بھی صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اگر ابتداء ہی بچھو کے داخل ہونے کا علم ہو گیا تھا تو تین دن تک انہوں نے پناہ کیسے دی؟ اور اگر ابتداء معلوم نہیں ہے پھر مقدار متعین کرنا درست نہیں ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کی تاویل یہ ہو سکتی ہے کہ وہ ایسے مقام پر پہنچ گئے جہاں بچھو بکثرت پائے جاتے تھے اور اقامت کی مدت اس مقام میں تین دن رہی ہو اس بناء پر انہوں نے تین یوم کی تعیین کر دی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقة حالہ۔ بہر حال اس واقعہ کی تکذیب سے بہتر تاویل ہے ورنہ اس روایت کے جو ائمہ کرام راوی ہیں ان کی تکذیب لازم آئے گی۔

حاکم ابوعبداللہ نے اپنی کتاب ''علوم الحدیث'' میں یحییٰ ابن معین سے نقل کیا ہے۔ یزید ابن ابو یزید ایک مرتبہ اپنی ڈاڑھی میں کنگھا کر رہے تھے تو ڈاڑھی سے بچھو نکلا اسی وقت سے ان کا لقب (رشک) بچھو پڑ گیا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ رشک کے ایک معنی اہل بصرہ کی لغت میں قسام (یعنی بہت زیادہ تقسیم کرنے والا) کے آتے ہیں اور یزید ابن یزید بصرہ کے اندر زمینوں اور مکانوں کی تقسیم پر مامور تھے۔ اس وجہ سے ان کو رشک کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ۱۳۰ھ میں مقام بصرہ میں ان کا انتقال ہوا۔

ان سے محدثین کی ایک جماعت نے حدیث کی روایت بھی کی ہے۔ امام ترمذی ابوعیسیٰ نے اپنی مشہور کتاب ترمذی'' بابُ مَاجَاءَ فِی صوم ثلثة ایام من کل شهر '' کے زیر عنوان حدیث کا سلسلہ سند جو نقل کیا ہے اس میں ان کا نام بھی آتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

> ''ہم سے محمود ابن غیلان نے اور ان سے ابوداؤد نے اور ان سے شعبہ نے ان سے یزید نے بیان کیا کہ میں نے حضرت معاذؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے جناب نبی کریم ﷺ کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا آپ ﷺ ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آپ ہر مہینہ میں تین روزہ رکھتے تھے۔ میں نے سوال کیا کہ کون سے تین روز؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ آپ دنوں کی تعیین کا لحاظ نہیں فرماتے تھے بلکہ مہینہ میں لاعلی التعین تین روزے رکھتے تھے''۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے، صحیح ہے اور اس کے اندر جو راوی یزید رشک آرہے ہیں اس سے مراد ابو یزید الضبعی

ہیں جن کو یزید قاسم بھی کہا جاتا ہے کیونکہ رشک کے معنی قسام کے آتے ہیں اہل بصرہ کی لغت میں جیسا کہ ماقبل میں بیان ہو چکا۔

الرفراف

الرفراف: ایک پرندہ ہے جس کو ملاعب ظلہ اور خاطف ظلہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے بارے میں تفصیل کلام باب المیم میں پیش کیا جائے گا۔ اس پرندے کا نام رفراف اس بناء پر رکھا ہے کہ رفراف کے معنی پھڑ پھڑانے کے آتے ہیں اور چونکہ دشمن کو پکڑ لینے کے بعد یہ پرندہ بہت زیادہ پھڑ پھڑاتا ہے اس لئے اس کو رفراف کہتے ہیں۔ ابن سیدہ فرماتے ہیں کہ رفراف ایک مچھلی کا نام بھی ہے۔

الرِّق

الرق راء اور ق پر کسرہ دریائی جانور ہے جو مگرمچھ کے مشابہ ہوتا ہے۔ یہ جانور کچھوے سے بڑا ہوتا ہے اس کی جمع رقوق آتی ہے۔ جوہری نے ایک ضعیف روایت نقل کی ہے کہ فقہاء مدینہ اس کی خرید و فروخت کرتے تھے اور اس کو استعمال بھی کیا کرتے تھے۔ اس لفظ کے اندر دو لغت ہیں (۱) راء پر کسرہ (۲) راء پر فتحہ، لیکن اکثر نے کسرہ کو ترجیح دی ہے۔

الرِّکاب

الرکاب: راء پر کسرہ، سواری کے اونٹ۔ اس کی جمع رکائب آتی ہے۔

حدیث میں رکاب کا تذکرہ:۔

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس بن سعد بن عبادہ کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا اور انہوں نے جہاد کیا اور سواری کی نو اونٹنیاں ذبح کر ڈالیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سخاوت اس گھر کی فطرت ثانیہ ہے''۔

رکاب کی جمع رُکُبٌ بھی آتی ہے اور کوبۃ کے معنی سواری کے ہیں۔ اہل عرب کسی کے فقر و فاقہ کی حالت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں مالہٗ رکوبۃ ولاحلوبۃ ولاحمولۃ، نہ اس کے پاس سواری کے لئے اونٹ ہے اور نہ دودھ دینے کے لئے اونٹنی اور نہ بار برداری کے لئے کوئی جانور۔

الرکن

الرکن: چوہا اور رکین بصیغہ تصغیر بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ابن سید نے لکھا ہے۔

الرمکة

الرمکۃ (بالتحریک) ترکی گھوڑی۔ اس کی جمع رمکات، رماک اور ارماک آتی ہے۔ جیسے ثمار اور اثمار۔

مسئلہ: الوسیط نامی کتاب میں کتاب البیوع کے دوسرے باب میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میں نے یہ بھیڑ تجھ کو فروخت کر دی اور

سامنے ترکی گھوڑی موجود تھی تو ایک قول ہے کہ بیع اس جز کی جانب لوٹے گی جس کی جانب اشارہ کیا گیا۔ یعنی ترکی گھوڑی مشتری کو دینی پڑے گی اور دوسرا قول ہے کہ جس کی صراحت کی گئی اسی جز کی جانب لوٹے گی۔ کیونکہ ترکی گھوڑی بھیڑ کے مشابہ نہیں ہے۔

الرھدون

الرھدون (راء پر فتحہ) یہ حمرۃ یعنی سرخ جانور سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس کی جمع رھادن آتی ہے۔ مکہ میں خصوصاً مسجد حرام میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ چڑیوں کے مشابہ ہوتا ہے البتہ اس کا رنگ سیاہی مائل ہوتا ہے۔

الروبیان

الروبیان: نہایت ہی چھوٹی سرخ رنگ کی مچھلی کو کہتے ہیں۔

طبی خواص

اگر کوئی شخص شراب کا عادی ہو تو اس کی شراب میں اس کی ٹانگ ڈال دی جائے تو وہ شخص شراب سے سخت متنفر ہو جائے گا۔ اس کی گردن کی دھونی حاملہ عورت کو دی جائے تو حمل ساقط ہو جائے گا۔ اگر کسی کے تیریا کانٹا چبھ جائے تو اس کو تازہ تازہ کچل کر لیپ کرنے سے وہ تیریا کانٹا باسانی نکل آئے گا۔ اگر سیاہ چنے کے ساتھ اس کو پیس کر ناف پر لیپ کیا جائے تو کدو دانے پیٹ سے خارج ہو جائیں گے۔ نیز مچھلی کو پیس کر سکنجبین کے ساتھ لینے سے بھی یہی اثر ظاہر ہوگا اور اگر اس کو سکھا کر باریک پیس لیا جائے اور بطور سرمہ اس کو استعمال کرے تو آنکھ کا دھندلا پن ختم ہو جائے گا۔

الریم

الریم: ہرن کا بچہ، اس کی جمع آرام آتی ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

بها العیر والارام یمشین خلفه واطلاؤها ینهضن من کل مجثم

''وہاں جنگلی گدھے اور ہرن آگے پیچھے آتے جاتے ہیں اور ان کے بچے ہر جگہ سے اچھلتے کودتے پھرتے ہیں''۔

اصمعی فرماتے ہیں کہ آرام سفید ہرنوں کو کہتے ہیں۔ اس کا واحد الریم آتا ہے۔ یہ جانور ریگستانی علاقہ میں رہتا ہے۔ مینڈھے کی طرح لحیم وشحیم ہوتا ہے۔ اس جانور میں چربی وگوشت دیگر ہرنوں کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہے۔

زکی الدین ابن کامل ابوالفضل ''قتیل الریم واسیر الہویٰ'' کے نام سے مشہور تھے۔ ان کی وفات ۵۴۶ھ میں ہوئی۔ آپ ہی کے یہ اشعار ہیں:۔

لی مهجة کادت بحر کلومها للناس من فرط الجوی تتکلم

''میری ایک محبوبہ ہے قریب ہے کہ اس کے زخموں کا سمندر شورش غم کی کثرت کی باعث لوگوں سے باتیں کرے''۔

لم یبق منها غیر ارسم اعظم متحدثات للهوی تنظلم

''اس میں ہڈیوں کے نشانات کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہا اور وہ ہڈیاں گویا ہیں اور عشق کی دادخواہ ہیں''۔

اُمِّ رَبَاح

ام رباح راء پرفتحہ باء ساکن، باز کے مشابہ شکاری پرندہ، اس کا رنگ مٹیالا ہوتا ہے اور پشت اور دونوں بازو سرخ ہوتے ہیں۔ یہ جانور انگور کھاتا ہے۔

ابوریاح

(ایک پرندہ) ابوریاح (راء پر کسرہ یاء ساکن) اس کا مفصل تذکرہ باب الیاء میں یُوْ یُوْ کے بیان میں آخر کتاب میں آئے گا۔ انشاء اللہ

ذورمیح

ذورمیح: چوہے کے مشابہ ایک جانور ہے جس کی اگلی ٹانگیں چھوٹی اور پچھلی ٹانگیں لمبی ہوتی ہیں۔

بابُ الزای

الزاغ

(غراب۔ کوا) کوے کی ایک قسم جس کو غراب زرعی بھی کہتے ہیں۔ اس کا رنگ سیاہ اور قد چھوٹا ہوتا ہے اور بعض مقامات میں اس کی چونچ اور ٹانگیں سرخ ہوتی ہیں۔ اس کو غراب الزیتون بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ زیتون کھاتا ہے۔ یہ کوا پاکیزہ صورت اور خوش منظر ہوتا ہے لیکن عجائب المخلوقات میں لکھا ہے کہ "غراب زرعی سیاہ اور بڑا ہوتا ہے۔ اس کی عمر ہزار سال سے بھی زیادہ ہوتی ہے"۔ علامہ دمیریؒ فرماتی ہیں کہ یہ محض وہم ہے۔ صحیح وہی ہے جو اوپر لکھا ہے۔

عجیب حکایت

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے السلفی کی کتاب "انتخاب المنتقی" میں اور عجائب المخلوقات کے آخری ورقہ میں محمد ابن اسمٰعیل اسعدی کی ایک روایت دیکھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن قاضی یحییٰ ابن اکثم نے مجھ کو بلایا۔ چنانچہ میں گیا اور جب ان کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ ان کے پاس داہنی طرف ایک پٹارہ رکھا ہوا ہے۔ قاضی صاحب نے مجھ کو بٹھالیا اور اس پٹارہ کو کھولنے کا حکم دیا۔ جب وہ کھولا گیا تو اس میں سے کسی جانور نے اپنا سر نکالا۔ سر تو انسان جیسا تھا لیکن ناف سے لے کر نیچے تک باقی جسم کوے کا تھا اور اس کے سینے اور پشت پر دو مسے تھے۔ محمد بن اسمٰعیل فرماتے ہیں کہ میں اس کو دیکھ کر ڈر گیا۔ قاضی یحییٰ بھی مجھے دیکھ کر ہنسنے لگے۔ میں نے قاضی صاحب سے دریافت کیا کہ خدا آپ کا بھلا کرے یہ تو فرمایئے کہ یہ ہے کیا چیز؟ قاضی صاحب بولے اسی سے پوچھئے یہ خود اپنا نام و پتہ بتلائے گا۔ چنانچہ میں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ یہ سن کر وہ اٹھا اور فصیح و بلیغ زبان میں یہ شعر پڑھنے لگا۔

انا الزاغ ابو عجوہ   انا ابن اللیث والبلوہ

''میں کوا ہوں جس کی کنیت ابو عجوہ ہے۔ میں شیر اور شیرنی کا فرزند ہوں''۔

احب الراح والریحان　والقهوة　والنشوة

''مجھ کو شراب خوشبودار پھول، قہوہ اور نشہ آور چیزوں سے محبت ہے''۔

فلا عدوی یدی تخشی　ولا یحذرلی سطوة

''میرے ہاتھوں میں کسی قسم کا چھوت نہیں ہے اور نہ میرے اندر دست درازی ہے کہ جس سے بچا جائے''۔

ولی اشیاء تستظرف　یوم العرس والدعوة

''میرے اندر وہ ظرافت آمیز باتیں ہیں جس کا اظہار شادی اور دعوت کے دن ہوتا ہے''۔

فمنها سلعة فی الظهر　لا تسترها الفروة

''منجملہ ان کے میری پشت پر ایک مسہ ہے جو بالوں میں نہیں چھپتا اور ایک دوسرا مسہ ہے''۔

واما السلعة الاخری　فلو کان لها عروة

''اور اگر اس دوسرے مسہ کو بے حجاب کر دیا جائے تو اس کے پیالہ''۔

لماشک جمیع الناس　فیها انهار کوة

''ہونے میں لوگوں کو شک وشبہ نہ رہے گا''۔

اس کے بعد وہ زاغ، زاغ کہہ کر چلانے لگا اور پنارہ میں گھس گیا۔ میں نے قاضی یحیٰی ابن اکثم سے کہا کہ خدا آپ کو عزت بخشے، یہ مجھ کو عاشق معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جیسا بھی کچھ ہے وہ آپ نے دیکھ لیا۔ مجھ کو اس کا کوئی علم نہیں ہے۔ البتہ اتنا جانتا ہوں کہ امیر المومنین (مامون الرشید) کے پاس کسی نے بھیجا تھا اور اس کے ساتھ ایک سربمہر خط تھا جس میں اس کا حال بھی تحریر تھا۔ لیکن مجھ کو معلوم نہیں کہ اس میں کیا لکھا ہوا تھا۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ بعینہٖ یہی واقعہ اس کوے کا راویوں کے فرق کے ساتھ حافظ ابو طاہر سلفی نے بیان کیا۔ اس واقعہ میں ابوالحسن علی بن محمد، علی احمد ابن داؤد کے پاس جاتے ہیں اور یہی سوال وجواب کرتے ہیں۔

مورخ ابن خلکان نے قاضی یحیٰی ابن اکثم کے حالات میں لکھا ہے کہ جس وقت آپ کو بصرہ کا حاکم بنایا گیا تو اس وقت آپ کی عمر صرف بیس سال تھی۔ بصرہ والوں نے ان کو کمسن سمجھا اور ان سے پوچھنے لگے کہ آپ کی عمر کیا ہے؟ یہ سمجھ گئے کہ ان لوگوں نے مجھ کو کمسن سمجھ کر یہ سوال کیا ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں عتاب بن اسیدؓ سے جن کو رسول اکرم ﷺ نے مکہ کا قاضی بنا کر بھیجا تھا اور معاذؓ ابن جبل سے جن کو محمد عربی ﷺ نے یمن کا گورنر مقرر فرمایا تھا اور کعب بن سور سے جن کو فاروق اعظم ؓ نے بصرہ کا قاضی مقررہ فرمایا تھا، عمر میں زیادہ ہوں۔ یہ جواب آپ نے طنزاً اور احتجاجاً ان کو دیا۔

کہتے ہیں کہ جب خلیفہ مامون الرشید کو عہدۂ قضاء کے لئے کسی شخص کی ضرورت ہوئی تو ان سے لوگوں نے یحیٰی ابن اکثم کی بہت تعریف کی۔ چنانچہ خلیفہ نے ان کو طلب فرمایا۔ جب یہ ان کے سامنے پہنچے تو خلیفہ نے ان کی بدصورتی کی بناء پر حقارت کی نظر سے دیکھا۔ یہ سمجھ گئے اور خلیفہ سے کہا کہ امیر المومنین! اگر کوئی علمی مسئلہ مجھ سے پوچھنا ہے تو دریافت فرمایئے میری صورت پر آپ نہ جاویں۔ چنانچہ خلیفہ نے ان سے کچھ سوالات کئے اور جوابات شافی اور معقول پانے پر ان کو قاضی مقرر کر دیا۔ مامون کے زمانے میں جو غلبہ قاضی یحیٰی ابن اکثم اور احمد ابن ابی داؤد معتزلی کو خلیفہ پر حاصل تھا وہ کسی اور کو نہ تھا۔ یحیٰی ابن اکثم حنفی المذہب تھے۔ لیکن حضرت امام احمدؒ بن حنبل پر

خلق قرآن کے سلسلہ میں ان سے زیادہ کسی نے تشدد نہیں کیا۔ باب الکاف میں کلب کے بیان میں تفصیلی ذکر آئے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

فقہ میں جو کتابیں قاضی یحییٰ ابن اکثم نے تالیف کی تھیں وہ قابلِ قدر ہیں۔ مگر طوالت کے باعث لوگوں نے اس کو ترک کر دیا۔ وہ تالیفات متروک العمل ہو کر رہ گئیں۔ قاضی یحییٰ کو اسلام میں ایک ایسا دن حاصل ہوا ہے جو کسی دوسرے کو نہیں ہوا۔ وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ مامون الرشید شام کو جا رہے تھے۔ راستہ میں انہوں نے (شیعہ علماء کے برانگیختہ کرنے سے) اپنے حکم سے منادی کرادی کہ نکاح متعہ حلال ہے۔ کسی عالم کو جرات نہ ہوئی کہ وہ خلیفہ سے اس کی تحریم کے بارے میں احتجاج کرے۔ قاضی یحییٰ نے اتنی جرات کی ہے کہ مامون کو اس کے ناجائز حکم کے صدور سے باز رکھا اور متعہ کی حرمت کا ثبوت دے کر اس کو مطمئن کر دیا۔ چنانچہ مامون نے توبہ کی اور دوبارہ منادی کرادی کہ نکاح متعہ حرام ہے۔

روایت ہے کہ کسی شخص نے قاضی صاحب سے سوال کیا کہ انسان کو کتنا کھانا تناول کرنا چاہیے۔ قاضی صاحب نے جواب دیا کہ بھوک ختم ہو جائے لیکن شکم سیر نہ ہو۔ پھر سوال کیا کہ کتنا ہنسنا چاہیے؟ انہوں نے جواب دیا چہرہ کھل جائے اور آواز بلند نہ ہو۔ اور دریافت فرمایا کہ کتنا رونا چاہیے؟ جواب دیا کہ جتنا طبیعت چاہیے اللہ کے خوف سے رونا چاہیے۔ عمل کے متعلق سوال کیا گیا کہ عمل میں کتنا اخفاء کرنا چاہیے؟ آپ نے جواب دیا جتنی طاقت ہو اور اظہار کے متعلق پوچھا گیا۔ فرمایا کہ عمل کو اتنا ظاہر کرو کہ خشکی پر رہنے والے جن وانس اقتداء کرنے لگیں۔ اس کے بعد اس مرد نے آپ کے علم کی تحسین کی۔

کہتے ہیں کہ قاضی یحییٰ ابن اکثم میں سوائے اس کے اور کوئی عیب نہیں تھا کہ وہ لڑکوں سے محبت رکھتے اور علو جاہ کی تمنا کرنے کے الزام میں عندالناس مشہور تھے۔ آپ کی عادت تھی کہ جب وہ کسی فقیہ سے ملتے تو ان سے حدیث کے بارے میں سوال کرتے اور اگر کسی محدث سے ملتے تو ان سے نحو کے مسائل پر گفتگو کرتے اور اگر کسی نحوی سے ملاقات کرتے تو اس سے علم کلام میں بحث کرنے لگتے۔ ان سے ان کی غرض یہ ہوتی تھی کہ اپنے سے مدمقابل کو شکست دے کر شرمندہ کر دیں۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ اتفاق سے کوئی خراسانی ان کے پاس آیا وہ علم میں ماہر اور حافظ حدیث تھا۔ قاضی صاحب نے ان سے پوچھا تم نے حدیث بھی پڑھی ہے۔ اس نے جواب دیا جی ہاں پڑھی ہے۔ اس پر قاضی صاحب نے ان سے سوال کیا کہ اصولِ حدیث کے بارے یں تم کو کیا یاد ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے شریک سے، انہوں نے ابواسحاق سے اور انہوں نے حرث سے سنا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک لوطی کو سنگسار فرمایا تھا۔ یہ سن کر قاضی صاحب دم بخود ہو گئے اور پھر نہ بولے۔

قاضی یحییٰ ابن اکثم کی وفات ۳۰ھ میں بمقام ربذہ ہوئی ہے۔ ربذہ مدینہ منورہ کے قریب ایک گاؤں ہے جو حجاج کرام کے راستہ میں پڑتا ہے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں پر حضرت عثمانؓ بن عفان نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو جلاوطن فرمایا تھا وہیں آپ کی وفات ہوئی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ قاضی صاحب کی وفات کے بعد کسی شخص نے ان کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ کیسی گزری؟ قاضی صاحب نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرما دی۔ البتہ باز پرس بھی ہوئی۔ میں نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا کہ یا اللہ! میں تو ایک حدیث پر بھروسہ کر کے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں وہ حدیث یہ ہے کہ مجھ سے ابومعاویہ ضریر نے اور ان سے اعمش نے اور ان سے ابوصالح نے اور ان سے حضرت ابوہریرہؓ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ:۔

"جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آپ بوڑھے مسلمان کو عذاب دینے سے شرماتے ہیں"۔

حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہؐ نے سچ کہا، ہم نے تمہاری مغفرت کر دی۔

زاغ (کوے) کا شرعی حکم:

زاغ کا کھانا حلال ہے۔ فقیہ رافعی کے نزدیک یہی راجح ہے اور اسی کے قائل ہیں۔ حضرت حکم نے اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔ حضرت حماد نے اور حضرت امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اور حضرت امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب میں روایت نقل کی ہے کہ میں نے حضرت حکم سے کوے کی حلت وحرمت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ سیاہ اور بڑے قد کا کوا تو مکروہ ہے اور چھوٹے قد کا کوا جس کو زاغ کہتے ہیں تو اس کو کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

طبی خواص

اگر کوے کی زبان سکھا کر پیاسے شخص کو کھلا دی جائے تو اس کی پیاس ختم ہو جائے گی۔ خواہ کتنی ہی شدید گرمی کیوں نہ ہو۔ یہی خاصہ کوے کے قلب کا ہے اس لئے کہ یہ پرندہ شدید گرمیوں میں بھی پانی استعمال نہیں کرتا اور اگر کوے اور مرغ کا پتہ ملا کر آنکھ میں لگایا جائے تو دھندلا پن ختم ہو جائے گا اور اگر اس کو بالوں میں مل لیا جائے تو بال انتہائی سیاہ ہو جائیں گے۔ اس کا حوصلہ (پوٹہ) ابتدائے نزول ماء کو روکتا ہے۔

خواب میں تعبیر:

خواب میں کسی شخص نے ایسا کوا دیکھا جس کی چونچ سرخ ہو تو اس کی تعبیر صاحب سطوت اور لہو وطرب سے دی جاتی ہے اور ارطمیدورس کا قول ہے کہ خواب میں کوا ایسے لوگوں کی علامت ہے جو مشارکت کو درست رکھتے ہیں۔ بعض اوقات فقراء سے اس کی تعبیر دی جاتی ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ خواب میں اس سے مراد ولد الزنا بھی ہوتا ہے یا ایسا شخص ہے جس کے مزاج میں خیر وشر دونوں موجود ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اَلزاقِی

(مرغ) الزاقی: اس کی جمع زواقی آتی ہے زقا۔ یزقوا، نصر، ینصر سے آتا ہے جس کے معنی چیخنے اور چلانے کے آتے ہیں۔ جوہری فرماتے ہیں کہ ہر چیخنے والے جانور کو زاق کہا جاتا ہے۔ بوم (الو) کے بیان میں تو ابن حمیر کا یہ شعر گزر چکا ہے۔

ولو أن ليلى الاخيلية سلمت   على ودونى جندل وصفائح

''اور جبکہ لیلیٰ نے مجھ کو سلام کیا حالانکہ میرے اور اس کے درمیان بڑی چٹان اور عظیم پتھر حائل تھا''۔

اسلمت تسليم البشاشة اوزقا   اليها صدى من جانب القبر صائح

''تو اس کے قریب ہوتے ہوئے میں نے بھی سلام کیا حالانکہ الو قبر کی طرف سے چیخ رہا تھا''۔

اس کا مفصل بیان باب الصاد میں لفظ صدی کے بیان میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

الزامور

الزامور: بقول توحیدی یہ ایک چھوٹی قسم کی مچھلی ہے جو انسانوں کی آواز پر فریفتہ رہتی ہے وہ انسانوں کی آواز سننے کی اس قدر شائق

ہے کہ اگر وہ کشتی کو آتا ہوا دیکھ لیتی ہے تو اس کے ساتھ ساتھ ہو لیتی ہے۔ اگر وہ کسی بڑی مچھلی کو دیکھتی ہے کہ وہ کشتی سے رگڑنے اور اس کو توڑنے پر آمادہ ہے تو یہ کود کر اس کے کان میں گھس جاتی ہے اور برابر پھڑکتی رہتی ہے۔ بڑی مچھلی عاجز ہو کر کسی پتھر یا شگاف کی تلاش میں ساحل کی طرف جاتی ہے اور جب اس کو کوئی چیز مل جاتی ہے تو اس پر اپنے سر کو دے مارتی ہے اور مر جاتی ہے۔ اسی وجہ سے اہل کشتی اس سے بہت محبت رکھتے ہیں اور اس کو کھلاتے رہتے ہیں۔ اگر وہ کسی وقت نہیں ہوتی تو اس کو تلاش کرتے ہیں تا کہ اس کی وجہ سے حملہ کرنے والی مچھلیوں کے شر سے محفوظ رہے اور اگر جال پھینکتے وقت یہ مچھلی جال میں پھنس جاتی ہے تو اس کی قدامت کے لحاظ سے اس کو فوراً چھوڑ دیتے ہیں۔

الزَبابة

(جنگلی چوہا) الزبابۃ: زاء پر فتحہ۔ یہ ایک قسم کا جنگلی چوہا ہے جو ضرورت کی چیزیں چرا کر لے جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ چوہا اندھا اور بہرہ ہوتا ہے۔ جاہل آدمی کو اس سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ چنانچہ حرث ابن کلدہ کا شعر ہے۔

ولقد رائیت معاشرا جمعوا لهم مالا و ولدا

"میں نے بہت سے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ جن کے پاس مال بھی ہے اور اولاد بھی بوجہ جہل کے"۔

وهم زبابٌ حائرٌ لا تسمع الاذان رعدًا

"مثل بجرو چوہوں کے ہیں جن کے کان بجلی کی کڑک اور گرج کی آواز کو نہیں سن سکتے"۔

شاعر نے اس شعر میں زباب کی صفت حائر بیان کی ہے۔ یعنی حیرت میں پڑنا اور نابینا اور گونگا بھی بسا اوقات حیرت میں پڑ جاتا ہے۔ شاعر کا مقصد یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے رزق کی تقسیم بقدر عقول نہیں فرمائی۔ شعر کے اندر جو لفظ وَلدا استعمال ہوا ہے وہ بضم الواؤ ہے اور ثانی مصرعہ میں جو دوسرا شعر ہے لاتسمع الاذان رعدًا الا ذان اصل میں آذانهم یعنی مضاف الیہ کو حذف کر کے اس کے بدلہ الف لام لے آئے۔ جیسے حق تعالیٰ نے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے: فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاوىٰ (کہ جنت ہی مومنین کا مرجع ٹھکانہ ہے) لماوی اصل میں ماواہم تھا یہاں پر بھی مضاف الیہ کو ختم کر کے اس کے شروع میں الف لام بڑھا دیا گیا۔

امام ثعلبیؒ فرماتے ہیں کہ کان سے نہ سنائی دینے کے مختلف درجے ہیں۔ اگر کم سنائی دیتا ہے تو اس کو وقر کہا جاتا ہے اور اگر اس سے بھی زیادہ سنائی نہیں دیتا تو اس کو صمم بہرہ کہتے ہیں اور اگر بالکل ہی نہ سنائی دے حتیٰ کہ بجلی کی کڑک اور گرج کی آواز نہ آئے تو اس کو صلخ کہتے ہیں۔ جنگلی چوہے کا شرعی حکم لفظ الفاء میں باب الفاء کے تحت بیان کیا جائے گا۔

الزبابۃ (جنگلی چوہے) کی ضرب الامثال:

اگر کسی شخص کو چور سے تشبیہ دینی ہوتی ہے تو کہتے ہیں اسرق من زبابۃ کہ فلاں آدمی جنگلی چوہے سے بھی زیادہ چور ہے کیونکہ جنگلی چوہا بھی ضرورت کی چیزیں چرا کر لے جاتا ہے۔

اَلزَّبْذَبُ

الـذبذب: بلی کے مشابہ ایک جانور ہے۔ کامل ابن الاثیر میں حوادثات ۳۰۴ھ کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ اہل بغداد کو ایک جانور سے

جس کو وہ زبزب کہتے تھے بہت خطرہ پیدا ہو گیا تھا وہ رات کے وقت ان کے مکانوں کی چھتوں پر دکھائی دیتا اور چھوٹے بچوں کو کھا جاتا تھا کبھی ایسے بھی ہوتا تھا کہ سوتے ہوئے مرد کا یا عورت کا ہاتھ کاٹ کر کھا جاتا۔ اس کے ڈر سے لوگ رات بھر جاگتے تھے اور اپنے بچوں کی پاسبانی وحفاظت کرتے تھے اور اس جانور کے بھگانے اور ڈرانے کی وجہ سے برتن وغیرہ بجایا کرتے تھے۔ اس جانور کی وجہ سے بغداد میں کافی عرصہ تک ہل چل رہی۔ آخر کار ایک روز سلطانی عملہ نے اس جانور کو پکڑ لیا۔ اس جانور کا رنگ ابلق مائل بہ سیاہی تھا اور اس کے ہاتھ پاؤں چھوٹے چھوٹے تھے۔ اس کو مار کر منظر عام پر لٹکا دیا گیا۔ یہ دیکھ کر لوگ سکھ کی نیند سوئے۔

الزخارف

الزخارف: جمع ہے اس کا واحد زخرف آتا ہے۔ ان جانوروں کو کہا جاتا ہے جو صغیر الجثہ ہوں اور پانی پر اڑتے ہوں۔ اوس ابن حجر کا قول ہے۔

تذكر عينا من عمان وماؤها   له حدب تستن في الزخارف

''میری آنکھیں عمان اور اس کی چشموں کو یاد کرتی ہیں جن میں زخارف بھی پانی کے لئے اترتے ہیں''۔

اَلزُّرزُود

الزرزود: زاء پر ضمہ۔ یہ چڑیا کی طرح ایک پرندہ ہے۔ چونکہ اس کی آواز میں ایک قسم کی زُرزیت پائی جاتی ہے اس لئے اس کا نام ہی زرزور ہو گیا۔ جاحظ کا قول ہے کہ ہر وہ پرندہ جو قصیر الجناح ہو۔ یعنی جس کے بازو چھوٹے ہوں جیسے زرازیر اور عصافیر (گوریا) اگر اس کی ٹانگیں کاٹ دی جائیں تو وہ اڑنے سے مجبور ہو جاتا ہے۔ جس طرح اگر انسان کا پاؤں کاٹ دیا جائے تو وہ دوڑنے کے قابل نہیں رہتا۔ شرعی حکم باب العین میں عصفور کے تحت آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

حدیث میں زرزود کا ذکر:

طبرانی اور ابن شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ مومنین کی روح زرازیر جیسے پرندوں کے پوٹوں میں رکھ دی جاتی ہے اور وہ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور جنت کے پھل ان کو کھانے کو ملتے ہیں۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں۔ ہمارے شیخ برہان الدین قیراطی نے زُرزور کے بارے میں کیا خوب فرمایا ہے۔

قد قلت لما مربي معرضا   وكفه يحمل زرزورا

''جب وہ میرے پاس سے منہ پھیر کر گزرا اور ہاتھ میں اس کے ایک زرزور تھی تو میں نے کہا''۔

ياذالذي عذبني مطله   ان لم تزر حقا فزرزورا

''کہ اے وہ شخص جس کی ٹال مٹول سے مجھ کو بہت دکھ و تکلیف پہنچی۔ اگر تو مجھ سے حقیقت میں ملنا نہیں چاہتا تو رسماً ہی مل لے''۔

پہلے شعر میں زرزور پرندہ کا نام ہے اور دوسرے شعر میں جملہ فعلیہ انشائیہ ہے۔

مناقب امام شافعیؒ مصنفہ عبدالحسن بن عثمان بن غانم میں لکھا ہے کہ امام صاحب فرماتے تھے کہ رومیہ کا طلسم عجائب دنیا میں سے ہے۔ وہ نحاس کی ایک زرزور چڑیا ہے۔ وہ چڑیا سال بھر میں صرف ایک دن بولتی ہے۔ اس کی آواز پر اس کی ہم جنس چڑیا یعنی کوئی ایسی

زرزار باقی نہیں رہتی جس کی چونچ میں زیتوں کا کوئی دانہ نہ ہواور یہ دانے نحاس کی چڑیا کے پاس چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔اس کے بعدان کو جمع کر کے اس کا تیل نکالا جاتا ہے۔اس تیل سے اہل رومیہ کا سال بھر کا خرچ چلتا ہے۔

شرعی حکم:

اس کا کھانا حلال ہےاس لئے کہ یہ گوریا کی جنس میں سے ہے۔

طبی خواص

اس کا گوشت کھانا قوتِ باہ میں اضافہ کرتا ہے۔اس کا خون اگر پھوڑے پھنسی پر لگادیا جائے تو بہت جلد اچھے ہوجاتے ہیں۔اگر اس کو جلا کراس کی راکھ زخم پر لگادی جائے تو زخم بہت جلد اچھا ہوجائے گا۔

خواب میں تعبیر:

زرزور کا خواب میں دیکھنا سفر میں تردد کی دلیل ہے۔سفرخواہ بری یعنی خشکی کا ہو یا بحری یعنی دریائی کبھی کبھی اس کے دیکھنے سے ایسا شخص مراد ہوتا ہے جو کثرت سے سفر کرے جیسے خچر کرایہ پر لینے والا جس کا ایک جگہ پر قیام نہیں رہتا۔بعض اوقات نیک وبدعمل کے اجتماع پر دلالت کرتا ہے یا ایسا شخص مراد ہوتا ہے جو نہ تو غنی ہواور نہ فقیر نہ شریف ہو نہ ذلیل۔

الزرق

الـزرق:ایک شکاری پرندہ۔بقول ابن سیدہ کہ یہ باز کے مانند ایک شکاری پرندہ ہے۔فراء فرماتے ہیں کہ یہ سفید بازہی کی ایک قسم ہے۔البتہ اس کا مزاج خشک وگرم ہوتا ہےاور بازو مضبوط ہوتے ہیں۔جس کی وجہ سے یہ تیز اڑتا ہےاور شکار پر اچانک حملہ آور ہوتا ہے۔اس کی جمع زراریق آتی ہے۔پشت کالی ہوتی ہےاور سینہ سفیداور آنکھیں سرخ ہوتی ہیں۔حسن ابن ہانی نے اس کی تعریف میں یہ اشعار کہے ہیں۔

قد اغتدی بسفرة معلقة فیها الذی یرید من مرفقة

مبکرا بزرق او زرقه وصفته بصفة مصدقه

کان عینه لحسن الحدقه نرجسة نابتة فی ورقه

ذو منسر مختضب بعلقه کم وزة صد نابه ولقلقه

سلاحه فی لحمها مفرقه

''اس نے غذاحاصل کی ایک بچھے ہوئے ایسے دسترخوان سے جس پر تمام مطلوب چیزیں چنی ہوئی تھیں۔صبح ہی صبح زرق نامی جانور جب نکلتا ہے تو اس کا حال ایسا ہوتا ہے جیسا کہ باز کا،اس کی آنکھیں پپوٹوں کی خوبصورتی کی بناء پر ایسی محسوس ہوتی ہیں جیسے کہ نرگس کا پھول شاخ پر کھل رہا ہو۔بڑے پروں والا جن پر سبزدھاریاں ہیں اوراس کے ساتھ ہی گردن کا گوشت لٹکا ہوا ہےاوراس کے ہتھیار خوداس کے جسم کے مختلف مواقع پر موجود ہیں۔

شرعی حکم:
اس کا کھانا حرام ہے۔جس کی تفصیل باز کے بیان میں گزر چکی ہے۔

الزُرافة

الزرافہ: زا پر فتحہ وضمہ دونوں، اس کی کنیت ام عیسیٰ ہے۔ایک خوبصورت چوپایہ ہے اس کی اگلی ٹانگیں لمبی اور پچھلی چھوٹی ہوتی ہیں۔ اس کے چاروں ہاتھ پاؤں کا مجموعہ تقریباً دس ذراع کا ہوتا ہے۔اس کا سر اونٹ کے سر کے مانند ہوتا ہے اور اس کے سینگ گائے کی سینگوں کی طرح، اس کی کھال چیتے کی کھال جیسی، اس کا ہاتھ، پاؤں اور کھر گائے جیسے اور اس کی دم ہرن کی دم کے مشابہ ہوتی ہے۔اس کے گھٹنے پچھلے پاؤں میں نہیں ہوتے بلکہ اگلے پاؤں میں ہوتے ہیں اور جب یہ چلتا ہے تو برخلاف دیگر حیوانوں کے بایاں پیر اور داہنا ہاتھ آگے بڑھاتا ہے۔اس کی طبیعت میں حق تعالیٰ نے انس ومحبت ودیعت کر دی ہے۔یہ جانور جگالی اور مینگنیاں کرتا ہے۔جب اللہ تعالیٰ نے اس کو اس بات کا علم دیا کہ اس کی روزی درختوں میں ہے تو ساتھ ہی اس کی اگلی ٹانگیں اس کی پچھلی ٹانگوں سے لمبی بنادیں تاکہ اس سے اس کو چرنے میں آسانی ہو۔

تاریخ ابن خلکان میں محمد بن عبد اللہ العتبی البصری الاخباری شاعر مشہور کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ زرافہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اس کی ولادت تین حیوانوں کے ذریعے ہوتی ہے وہ حیوان یہ ہیں (۱) ناقہ وحشیہ (جنگلی اونٹ) (۲) بقرہ وحشیہ (جنگلی گائے) (۳) نر بجو۔ جب اونٹنی پر چڑھتا ہے تو بچہ ناقہ اور بجو کی شکل میں پیدا ہوتا ہے اور اگر بچہ نر ہو تو بقرہ وحشیہ کے مشابہ ہوتا ہے۔یہ عمل بلاد حبشہ میں جاری ہے۔اس وجہ سے اس کو زرافہ کہتے ہیں۔کیونکہ زرافہ کے لغوی معنی جماعت کے ہیں اور چونکہ اس کی ولادت کا سبب کئی حیوان ہوتے ہیں اس لئے اس کو زرافہ کہتے ہیں اور اہل عجم اس کو شتر گاؤ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کی تولید میں تین جانوروں کی شرکت ہوتی ہے۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کی پیدائش میں تین جانوروں سے بھی زیادہ مختلف حیوان شریک ہوتے ہیں اور اس کا سبب یہ بتلایا جاتا ہے کہ موسم گرما میں چوپایہ اور وحشی جانور پانی پینے کے لئے ایک جگہ جمع ہوتے ہیں اور وہاں ہی آپس میں جفتی کرتے ہیں۔بعض جانوروں کا اس جفتی کی وجہ سے بدن کا کچھ حصہ حمل میں رہ جاتا ہے اور بعض کا نہیں رہتا۔بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک مادہ پر کئی قسم کی حیوانات چڑھ جاتے ہیں اور ان کا نطفہ آپس میں مخلوط ہو کر مختلف رنگ وروپ کے حیوانات کی پیدائش کا سبب بن جاتے ہیں مگر جاحظ اس قول کو بالکل لغو اور جاہلانہ سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ ہی جیسا چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے۔اس لئے وہ کہتے ہیں کہ زرافہ اس نوع حیوانات میں داخل ہے جو بلا شرکت غیر قائم ہے۔

شرعی حکم:

حضرت امام شافعیؒ کے مذہب میں اس کے حلال وحرام ہونے میں اختلاف ہے۔ایک قول حرام کا ہے اس کو صاحب تنبیہ نے اور امام نوویؒ نے اپنی کتاب ''شرح مہذب'' میں نقل کیا ہے کہ اس کے حرام ہونے میں علماء کا اتفاق ہے اور ثانی قول حلال کا ہے۔کیونکہ اس کی جفتی میں اور پیدائش میں ماکول اللحم جانوروں کا بھی حصہ ہے۔اس بناء پر اس کو محللات میں شمار کیا ہے اور جاحظ کے قول پر جو اوپر مذکور ہوا ہے زرافہ بلا شبہ حلال ہے۔لیکن اس قول کی بناء پر کہ اس کی پیدائش ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم جانوروں سے ہوتی ہے۔علماء شوافع

میں اختلاف ہوگیا ہے۔ حنابلہ میں سے ابوالخطاب اس کی تحریم کے قائل ہیں۔ علماء احناف کے نزدیک یہ حلال ہے۔ اس پر شیخ تقی الدین ابن ابی الدموی الحموی نے فتویٰ دیا ہے اور اسی قول کو قاضی حسین نے نقل کیا ہے اور ابوالخطاب کے دو قولوں میں سے ایک قول بھی یہی ہے۔ اس مسئلہ کی تائید اس جزئیہ سے بھی ہوتی ہے کہ بطخ اور زرافہ حالت احرام میں ہلاک ہو جائے تو اس کا فدیہ بکری یا قیمت کے ذریعے دیا جائے گا اور فدیہ ماکول اللحم کا دیا جاتا ہے تو معلوم ہوا یہ جانور ماکول اللحم یعنی حلال ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تحریم کی کوئی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی، حرمت کی کوئی علت اس کے اندر موجود نہیں ہے اور رہے تحریم کے قول جو اوپر صاحب تنبیہ اور امام نووی کے حوالہ سے نقل کئے گئے ہیں۔ اس کے بارے میں شیخ تقی الدین بن ابی الدم الحموی تحریر فرماتے ہیں کہ صاحب تنبیہ نے جو ذکر کیا کتب فقہ کی کتابوں میں مذکور نہیں ہے۔ حالانکہ قاضی حسین فقیہ بھی اس کی حلت کا قائل ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ غالباً صاحب تنبیہ اور امام نوویؒ نے اہل لغت سے سن لیا ہوگا کہ زرافہ درندوں میں سے ہے اور اسی پر اعتماد کرتے ہوئے حرام ہونے کا فتویٰ صادر کر دیا۔ اسی وجہ سے صاحب کتاب العین نے اس کو درندوں میں شمار کیا ہے لیکن اگر زرافہ کی پیدائش میں ماکول اللحم وغیرہ ماکول اللحم جانوروں کی شرکت کو بھی تسلیم کرلیا جائے تو جب بھی حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

البتہ یہ دیکھا جائے گا مثلاً کتے اور بکری کی جفتی سے بکری کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوا اس طور پر کہ بچہ کا سر کتے کے مشابہ ہے اور باقی اعضاء بکری کے اعضاء کے مشابہ، تو اس صورت میں بچہ کے سامنے گھاس دانہ اور گوشت رکھ دیا جائے گا۔ اگر بچہ گوشت کھائے تو اس صورت میں اس کو کھانا درست نہ ہوگا کیونکہ کتے کا غلبہ ہوگیا ہے اور کتا حرام ہے اور اگر گھاس کھائے تو اس بچہ کو ذبح کر کے سر پھینک دیا جائے اور باقی اعضاء کو استعمال کرلیا جائے تو درست ہوگا اور اگر وہ گھاس اور گوشت دونوں کھائے تو اس بچہ کی حلت وحرمت کا یہ معیار ہوگا۔ اگر وہ بکری کی آواز کرنے پر آواز کرے تو سر کو چھوڑ کر باقی اعضاء کو استعمال کرلیا جائے گا ورنہ نہیں اور اگر کتے اور بکری دونوں کی آواز کی طرح آواز کرے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ پیٹ میں فقط انتڑیاں ہیں یا معدہ؟ اگر فقط انتڑیاں ہوں تو اس کو کھانا درست نہیں اور اگر معدہ ہو تو سر کو چھوڑ کر باقی اعضاء کو کھانا درست ہے۔ واللہ اعلم۔

تو اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ اگر اس جانور کا چارہ گھاس دانہ ہو تو اس کا کھانا درست ہے کیونکہ زرافہ کی غذا درختوں کے پتے ہیں اور یہ جگالی اور مینگنیاں کرتا ہے۔ اس لئے دیگر مویشیوں کی طرح یہ بھی حلال ہے اور اس کا کھانا درست ہے۔

بہر حال اس جانور کے سلسلے میں فقہاء وعلماء کا اختلاف ہے اور اس کی حرمت وحلت کے سلسلہ میں نص بھی موجود نہیں ہے۔ لہٰذا اس کو ان جانوروں میں لاحق کر دیا جائے جن کے بارے میں شریعت میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی اور اس کا تفصیلی بیان اور قاعدہ کلیہ باب الواؤ میں ''الورل'' کے زیر عنوان آئے گا وہاں پر بیان کیا جائے گا کہ جن کے بارے میں شریعت خاموش ہے تو اس کے حلال وحرام ہونے کا معیار کیا ہے۔ البتہ اتنا یاد رکھنا چاہیے کہ حنفیہ کے اصولِ فقہ کی رو سے یہ جانور حلال ہے۔

طبی خواص:

زرافہ کا گوشت سوداوی ہے۔

خواب میں تعبیر:

زرافہ کو خواب میں دیکھنا مال و دولت کی بربادی سے کنایہ ہے اور کبھی خوبصورت عورت سے بھی تعبیر دی جاتی ہے۔ اگر کسی شخص نے

زرافہ کوخواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے پاس کوئی عجیب وغریب خبر آئے گی جس کے اندر کوئی بہتری نہیں ہوگی۔ بعض اوقات اس کو خواب میں دیکھنا ایسی عورت کی علامت ہے جو شوہر کے ساتھ نباہ نہ کر سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الزریاب

(چڑیا کے مانند پرندہ) الزریاب: چڑیا سے کچھ بڑا ایک پرندہ ہوتا ہے اس کو ابوزریق بھی کہتے ہیں کتاب ''منطق الطیر'' میں ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص بغداد سے کہیں باہر جارہا تھا اور اس کے پاس صرف چار سو درہم تھے۔ ان کے علاوہ اس کے پاس کوئی اثاثہ نہیں تھا۔ راستہ میں اس نے زریاب کے بچے فروخت ہوتے دیکھے۔ ان چار سو درہم کے وہ سب بچے خرید لئے اور بغداد واپس چلا آیا۔ جب صبح ہوئی تو اس نے اپنی دکان کھولی اور ان بچوں کا پنجرہ دوکان میں لٹکا دیا۔ اتفاقاً سرد ہوا چل پڑی جس کی وجہ سے وہ سب بچے مر گئے۔ صرف ایک بچہ جوان میں سب سے زیادہ ضعیف اور کمزور تھا باقی رہ گیا۔ یہ حادثہ واقعی اس کے لئے فاجعہ ثابت ہوا اور اس کو افلاس اور فقر وفاقہ کا کامل یقین ہوگیا۔ رات بھر وہ بارگاہ خداوندی میں گڑگڑا کر دعا مانگتا رہا اور زبان سے یہ کہتا رہا یاغیاث المستغیثین اغثنی۔ جب صبح ہوئی اور سردی موقوف ہوگئی تو اس بچے نے بھی پھڑ پھڑانا اور بزبان فصیح یہ بولنا شروع کردیا یاغیاث المستغیثین. یہ آواز سن کر لوگ بھاگتے ہوئے دوکان پر آکر جمع ہوگئے اور اس پرندے کی بولی نہایت ہی شوق وذوق سے سننے لگے۔ اتفاق سے اس دوران امیر المومنین کی ایک کنیز کا گزر ہوگیا اس نے اس بچہ کو ایک ہزار درہم میں خرید لیا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ صرف حق تعالیٰ کے سامنے بحضور قلب گریہ وزاری کا نتیجہ تھا کہ تھوڑی دیر میں اس کے نقصان سے کہیں زیادہ فائدہ کردیا۔ جو شخص بھی ایسا کرے گا فلاح پائے گا۔

فسبحان من یختص برحمته من یشاء وهو العزیز الوهاب.

الزغبة

(چوہے کے مشابہ ایک جانور) الزغبة: بقول ابن سیدہ یہ ایک قسم کا کیڑا ہے جو چوہوں کے مشابہ ہوتا ہے۔ عرب میں آدمی کا نام بھی اس پر رکھ دیا جاتا ہے۔ چنانچہ عیسیٰ ابن حماد المصری کو زغبہ کہا جاتا ہے۔ رشید ابن سعد اور عبداللہ بن وہب اور لیث ابن سعد سے روایت ہے۔ انہی حضرات سے مسلمؒ، ابوداؤدؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے کہ ان کی وفات ۲۴۸ھ میں ہوئی۔

الزُغلول

(کبوتر کا بچہ) الزغلول (زاء پر ضمہ) کبوتر کا بچہ جب تک چگا کھاتا رہے زغلو کہلاتا ہے۔ چنانچہ جب کوئی پرندہ اپنے بچے کو دانہ ڈالتا ہے اور اس کو کھلاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں ازغل الطائر فرخه کہ پرندے نے اپنے بچے کو چگا دیا۔ بکری یا اونٹ کا بچہ جو دودھ پینے پر حریص ہوتا ہے اور مردوں میں بھی جو شخص ضعیف ہو تو اس کو زغلول کہتے ہیں۔

الزغیم

الزغیم: ایک پرندہ ہے۔ ابن سیدہ نے اس کو راء مہملہ کے ساتھ بیان کیا ہے۔

الزقة

الزقه: دریائی پرندہ ہے۔ یہ پرندہ پانی میں غوطہ لگاتا ہے اور کافی دور جا کر نکلتا ہے۔

الزُّلال

یہ ایک کیڑا ہے جو برف میں پرورش پاتا ہے۔ اس کے جسم پر زرد نقطے ہوتے ہیں اور قد میں انگلی کے برابر ہوتا ہے۔ چونکہ یہ سرد بہت ہوتا ہے۔ لوگ اس کو اس کی جائے رہائش سے نکال کر اس کے جوف میں جو پانی ہوتا ہے اس کو پیتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس پانی کو تشبیہاً زلال کہتے ہیں۔ صحاح میں زلال کے معنی آب شیریں کے لکھے ہیں اور یہی عوام میں مشہور ہے۔ چنانچہ سعید ابن زید ابن عمرو بن نفیل عشرہ مبشرہ میں ایک جلیل القدر صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ:۔

واسلمت وجهی لمن اسلمت ۔۔۔ له المزن تحمل عذبا زلالا

''میں اس شخص کا تابع وفرمانبردار ہوں جس کے تابع وہ بادل ہیں جس میں آب شیریں بھرا ہوا ہے''۔

حرث شاعر کا قول ہے:۔

قد كنت عدتى التى اسطوبها ۔۔۔ ويدى اذا خان الزمان وساعدى

''تو میرا ہتھیار اور میرا ہاتھ اور بازو ہے جس سے میں حملہ آور ہوتا ہوں جبکہ زمانہ مجھ سے بے عنوانیاں برتتا ہے''۔

فرميت منک بضد ما املته ۔۔۔ والمرءُ يشرق بالزلال البارد

''تو میں تجھ سے ہی تیر چلاتا ہوں اس شخص کی آرزو کے خلاف جس نے مجھ سے غلط آرزو قائم کی اور آدمی چکھتا ہے ٹھنڈے اور صاف پانی سے''۔

وقال الاخر

ومن يک ذافم مر مريض ۔۔۔ يجدمُرًا به الماء الزلالا

''جس شخص کا ذائقہ مریض ہونے کی بناء پر کڑوا ہو گیا ہو اس کو آب شیریں بھی کڑوا معلوم ہوتا ہے''۔

وجیہ الدولہ وابو المطاع بن حمدان الملقب بذی القرنین ایک بلند پایہ شاعر ہیں۔ ۴۲۸ھ میں وفات ہوئی ہے کیا خوب فرماتے ہیں۔

قالت لطيف خيال زادنى ومضى ۔۔۔ باللّٰه صفه ولا تنقص ولا تزد

''اس عورت نے کہا کہ رات میرے دل میں کسی کا خیال آیا اور جاتا بھی رہا یعنی میں اس کو بھول گئی لہٰذا تو خدا کے واسطے اس کا صحیح پتہ دیدے وہ کیا تھا اور اس میں کمی وزیادتی مت کر''۔

فقال ابصرته لومات من ظمأ ۔۔۔ وقلت قف عن ورود الماء لم يرد

''اس مخاطب نے جواب دیا کہ مجھ کو معلوم ہو گیا۔ یہ اس کا خیال تھا جو پیاس کی وجہ سے مر رہا ہو اور اس سے کہا جاتا کہ سرد پانی پینے سے

رک جاتو ہرگز قصد نہ کرتا"۔

قالت صدقت الوفا فی الحب عادته　　یا برد ذالک الذی قالت علی کبدی

"یہ جواب سن کر وہ بولی تو نے سچ کہا محبت میں وفادار رہنا اس کی عادت میں داخل تھا کاش! تو میرے جگر پر چھا جاتی"۔

مذکورہ شاعر کے بہترین شعروں میں سے ہی یہ شعر ہیں۔

تری الثیاب من الکتان یلمحها　　نور من البدر احیانا فیبلیها

"تو دیکھے گا کہ کتان کا کپڑا بعض اوقات چودھویں رات کی چاندی پڑنے سے پرانا ہو جاتا ہے"۔

فکیف تنکران تبلی معاصرها　　والبدر فی کل وقت طالع فیها

"لہٰذا تو کیسے انکار کر سکتا ہے اس کے ہم عصر سے حالانکہ اس کے چہرے کا بدر ہر وقت اس کے اندر چمکتا رہتا ہے"۔

وقال الاخر

لا تعجبوا من بلا غلالته　　قد زرا ذرأوه علی القمر

"تم اس کے کپڑے کے پرانا ہونے پر تعجب مت کرو کیونکہ چاند کی روشنی پڑنے سے اس کا کپڑا پرانا ہو گیا"۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ان مذکورہ بالا اشعار سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ چاند کی روشنی سے کتان کا کپڑا پرانا ہو جاتا ہے یہی حکماء کا قول ہے۔ یہ اثر خاص کر اس وقت پیدا ہوتا ہے جبکہ شمس وقمر کے اجتماع کے وقت کپڑا پانی میں ڈال دیا جائے۔ اس اجتماع کا وقت ۲۰ تا ۳۰ تاریخ کے درمیان ہوتا ہے۔ چنانچہ رئیس الحکماء ابن سینا نے اپنے اشعار میں اسی جانب اشارہ کیا ہے۔

لا تغسلن ثیابک الکتانا　　ولا تصدفیها کذا لحیتانا

"چاند اور سورج کے اجتماع کے وقت اپنے کتان کے کپڑے کو مت دھونا اور نہ اس میں مچھلی کو باندھنا"۔

عند اجتماع النیرین تبلی　　وذا صحیح فاتخذه اصلا

"کیونکہ اس وقت ایسا کرنے پر کپڑا پرانا ہو جاتا ہے یہی صحیح ہے اس کو اصول بنا لینا چاہیے"۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ چاند اور سورج کے اجتماع کے وقت کپڑوں کو دھونے سے گریز کرنا چاہیے۔

الزلال (برف کے کیڑے) کا شرعی حکم:

برف کے کیڑے کا پانی پاک ہوتا ہے۔

الزماج

الزماج: بروزن رمان ایک پرندہ ہوتا ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

اعلی العهد اصبحت ام عمرو　　لیت شعری ام غالیها الزماج

"ام عمر عہد کا پورا کرنے والی ہوگئی کاش کہ میں جان سکتا کہ کیا اس کی قیمت کو بڑھا دیا زماج جانور نے"۔

الزمج

الـزمـج: یہ ایک مشہور پرندہ ہے۔ بادشاہ لوگ اس پرندے کا شکار کیا کرتے تھے۔ اہل بزدرہ کے نزدیک یہ پرندہ شکاری پرندوں میں ہلکا سمجھا جاتا ہے۔ اس کا ثبوت اس کی آنکھ اور حرکت سے ملتا ہے۔ اس کا شکار پر حملہ کرنا بہت تیز ہوتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کے اندر غداری اور بے وفائی کا عیب بھی موجود ہے اور یہ اس وجہ سے کہ اس کی طبیعت کثافت کی طرف زیادہ مائل ہے۔ اس کو تعلیم دینے میں بھی عرصہ لگتا ہے۔ یہ عادتاً زمین پر شکار کرتا ہے۔ اس کی خوبی میں اس کا سرخ ہونا داخل ہے۔ یہ عقاب کی ایک نوع ہے۔ بقول ابو حاتم یہ عقاب کا نر ہوتا ہے۔ لیکن لیث کہتے ہیں کہ زمج عقاب سے علاوہ ایک پرندہ ہے۔ اس کے جسم پر سرخی غالب ہوتی ہے۔ اہل عجم اس کو دو برادران یعنی دو بھائی کہتے ہیں اور یہ نام انہوں نے اس وجہ سے رکھا ہے کہ اس کے اندر یہ بات قابلِ تعریف ہے کہ شکار پکڑنے سے اگر یہ عاجز ہو جاتا ہے تو ہم جنس بھائی آ کر اس کی مدد کرتا ہے اور شکار پکڑ وا دیتا ہے۔

شرعی حکم:

دیگر شکاری پرندوں کی طرح اس کا کھانا حرام ہے۔

زمج کے طبی خواص

اس کا گوشت مسلسل استعمال کرنے سے خفقان قلب کو نفع ہوتا ہے اور اگر اس کا پتہ سرمہ میں ملا کر آنکھ میں لگایا جائے تو آنکھ کے دھندلاپن کو اور ضعف بصر کو بہت فائدہ دیتا ہے۔ اس کی بیٹ سے چہرہ اور بدن کی جھائیاں اور داغ ختم ہو جاتے ہیں۔

زمج الماء

(کبوتر کے مانند پرندہ) اس پرندے کو مصر میں نورس کہتے ہیں۔ رنگ میں سفید اور کبوتر کے برابر یا اس سے بڑا ہوتا ہے۔ اس کی خاص عادت یہ ہے کہ یہ ہوا میں بلند ہو کر پانی میں غوطہ لگاتا ہے اور مچھلیاں پکڑ لیتا ہے۔ یہ مردار نہیں کھاتا صرف مچھلیاں اس کی خوراک ہیں۔

شرعی حکم:

اس کا کھانا حلال ہے لیکن رویانی نے ضمیری سے نقل کیا ہے کہ جمیع اقسام سفید پرندے جو پانی میں رہتے ہیں حرام ہیں کیونکہ ان کے گوشت میں نجاست ہوتی ہے اور رافع فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ پانی کے تمام پرندے حلال ہیں سوائے لـلـقلق کے، اس کا تفصیلی ذکر باب اللام میں آئے گا۔ انشاءاللہ

الزنبور

(بھڑ۔ تتیہ) الـزنبور (الدبر، بھڑ، تتیہ) یہ مونث بھی استعمال کیا جاتا ہے اور زنابیر بھی ایک لغت ہے بیان کی جاتی ہے۔ کبھی شہد کی مکھی پر بھی زنبور کا اطلاق ہوتا ہے اس کی جمع زنابیر آتی ہے۔ ابن خالویہ اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی کنیت کے

بارے میں کسی سے نہیں سنا سوائے ابوعمر اور زاہد کے۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات اس کی کنیت کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں اس کی کنیت ابوعلی ہے۔

زنبور کی دو قسمیں ہیں:۔(۱) جبلی (۲) سہلی

جبلی وہ ہے جو پہاڑوں میں رہتا ہے اور سہلی وہ ہے جو پشت زمین میں رہتا ہے۔ زنبور اپنی پیدائش کی ابتدائی حالت میں مثل کیڑے کے ہوتا ہے۔ پھر بڑھتے بڑھتے زنبور بن جاتا ہے۔ اس کا رنگ سرخ سیاہی مائل ہوتا ہے۔ شہد کی مکھی کی طرح زنبور بھی اپنا چھتہ مٹی میں بناتا ہے اور اس میں چار دروازے رکھتا ہے تاکہ چاروں طرف کی ہوا اس میں پہنچتی رہے۔ اس کے ڈنک ہوتا ہے جس سے وہ کاٹ لیتا ہے۔ اس کی غذا میں پھل و پھول داخل ہیں۔ اس کے نر اور مادہ کی شناخت یہ ہے کہ نر جثہ میں مادہ سے بڑا ہوتا ہے۔ یہ اپنا چھتہ زمین کے اندر سے مٹی نکال کر بناتا ہے جس طرح کہ چیونٹی اپنا مکان بناتی ہے۔ موسم سرما میں یہ روپوش ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اگر سردی میں باہر نکلے گا تو ہلاک ہو جائے گا۔ لہٰذا جب تک سردی رہتی ہے مردہ کی طرح سوتا رہتا ہے۔ چیونٹیوں کے برخلاف وہ جاڑوں کے لئے اپنی غذا جمع نہیں کرتا۔ جب فصل ربیع آتی ہے تو زنابیر (تثنیہ) اپنی اپنی خواب گاہوں سے خشک لکڑی ہو کر نکلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے جسم میں دوبارہ روح پھونک دیتا ہے اور پہلے کی طرح پھر موٹے تازے ہو جاتے ہیں۔ اس کی کئی اقسام ہیں اور رنگ و جثہ میں بھی یہ آپس میں مختلف ہوتے ہیں۔ بعض کے جسم لمبے ہوتے ہیں۔ زنبور کی طبیعت میں حرص و شر ہوتا ہے۔ باورچی خانوں میں جا کر قسم طعام جو کچھ بھی موجود ہوتا ہے کھانے لگتا ہے۔ سرکہ اور مٹھائی پر وہ اپنی جان دیتا ہے۔ سرکہ کی خوشبو اگر دور سے اس کے ناک میں پہنچ جائے تو بیسوں کی تعداد میں وہاں آ کر جمع ہو جاتے ہیں۔ یہ تنہا اڑتا ہے اور زمین اور دیواروں کے اندر رہتا ہے۔ اس کا جسم دو حصوں میں منقسم ہے اس وجہ سے وہ پیٹ سے سانس نہیں لے سکتا۔ اگر اس کو تیل میں ڈال دیا جائے تو جب تک اس میں پڑا رہے گا اس کی حرکت تنگی کی وجہ سے ساکت رہے گی اس کے برخلاف اگر اس کو سرکہ میں ڈال دیا جائے تو زندہ ہو کر اڑ جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے زندہ ہو جانے اور اڑ جانے کی قوی امید ہے اور اس عبارت کے سلسلہ میں زمخشری نے سورۂ اعراف کی تفسیر میں لکھا ہے کہ بعض اوقات متوقع چیز کو واقع کے منزلہ میں مان لیا جاتا ہے۔ یعنی جس کی آئندہ زمانے میں ہونے کی امید ہو اس کو ایسا سمجھ لیا جاتا ہے گویا وہ ہو گیا جیسا کہ دعائیہ جملوں میں مستقبل کی جگہ ماضی کا صیغہ استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کی تائید میں انہوں نے حضرت حسان ابن ثابت الانصاریؓ مشہور شاعر کے لڑکے حضرت عبدالرحمٰن کا ایک واقعہ بیان کیا ہے:۔

ایک بار عبدالرحمٰن کو بچپن میں شہد کی مکھی نے کاٹ لیا، وہ روتے ہوئے اپنے والد ماجد حضرت حسانؓ کے پاس آئے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ کیوں روتے ہو؟ لڑکے نے جواب دیا کہ زنبور جانور نے مجھ کو کاٹ لیا ہے اور وہ میری زرد چادر میں لپٹا ہوا تھا۔ حضرت حسانؓ نے یہ سن کر فرمایا "یابنی قلت الشعر" کہ توقع ہے تم عنقریب شاعر بن جاؤ گے۔ اس میں قلت کے معنی ستقول کے ہیں۔ یعنی صیغہ ماضی کو استقبال کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ کسی شاعر نے زنبور اور بازی کے بارے میں کیا ہی عمدہ اشعار کہے ہیں۔

وللزنبور والبازی جمیعاً لدی الطیران اجنحة وخفق

"زنبور اور باز دونوں کے پر ہوتے ہیں۔ اڑان کے وقت ان میں سے پھڑ پھڑ کر آواز نکلتی ہے"۔

ولٰکن بین ما یصطاد باز وما یصاده الزنبور فرق

"لیکن اس شکار میں جو باز کرتا ہے اور اس شکار میں جو زنبور کرتا ہے بڑا فرق ہے"۔

شیخ ظہیر الدین بن عسکر نے اپنے ان اشعار میں کیسی عمدہ صنعت کا مظاہرہ کیا ہے۔

فی زخرف القول تزئین لباطله　　　والحق قد یعتریه سوء تغییر

"بناوٹی بات کرنا گویا جھوٹی بات کو زینت دینا ہے اور حق بات کی بری تعبیر لینا یہ حق سے دوری کی علامت ہے"۔

تقول هذا مجاج النحل تمدحه　　　وان ذممت فقل قی الزنابیر

"چنانچہ جب تم شہد کی تعریف کرتے ہو تو کہتے ہو کہ یہ شہد کی مکھی کا لعاب دہن ہے اور جب تم برائی کرتے ہو تو کہتے ہو کہ یہ شہد کی مکھی کی قے ہے"۔

مدحًا وذمًا غیرت من صفة　　　سحر البیان یری الظلماء کالنور

"کسی کی صفت بدل کر بیان کرنا خواہ وہ مدح کے قبیل سے ہو یا ذم کے قبیل سے اس قسم کی سحر بیانی ہے کہ جس کے ذریعہ ظلمت کو نور بنا کر رکھ دے"۔

شرف الدولہ بن منقذ زنبور اور نحل کے بارے میں فرماتے ہیں۔

ومعزدین ترنما فی مجلس　　　فنفاهما لا ذاهما الاقوام

"کسی مجلس میں شہد کی مکھی اور زنبور بھنبھناتی ہوئی گانے لگیں۔ اہل مجلس نے تکلیف دینے کی وجہ سے ان کو باہر نکال دیا"۔

هذا یجود بما یجود بعکسه　　　هذا فیحمد ذا وذاک یلام

"شہد کی مکھی کا وجود زنبور کے وجود کے برعکس ہے۔ یہ شہد دیتی ہے اور وہ زہر دیتا ہے لہٰذا شہد کی تعریف اور زنبور کی برائی کی جاتی ہے"۔

ایک رافضی کی عبرت انگیز حکایت

ابن ابی الدنیا نے مختار تیمی سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا گیا کہ ایک مرتبہ ہم سفر کو نکلے۔ ہمارے ساتھ ایک شخص تھا جو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا بھلا کہا کرتا تھا، ہم اس کو ہر چند سمجھاتے تھے لیکن وہ کسی طرح بھی باز نہ آتا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ قضاء حاجت کے لئے جنگل گیا تو وہاں اس کو سرخ بھڑیں لپٹ گئیں۔ اس نے شور مچایا۔ بھڑوں نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا یہاں تک کہ اس کی بوٹیاں نوچ کر اس کو ختم کر دیا۔

یہی حکایت ابن سبع نے شفاء الصدور میں لکھی ہے۔ اس میں اتنی عبارت کا اضافہ ہے کہ ہم نے اس کو دفن کرنے کے لئے قبر کھودنی چاہی مگر زمین اس قدر سخت ہو گئی کہ ہم اس کو کھودنے سے عاجز آ گئے۔ لہٰذا ہم نے اس کو زمین پر ایسے ہی چھوڑ کر پتے اور پتھر ڈال دیئے۔ نیز انہوں نے بیان کیا کہ ہم میں سے ایک شخص وہیں بیٹھ کر پیشاب کرنے لگا۔ ایک بھڑ آ کر اس کے پیشاب کے مقام پر بیٹھ گئی مگر اس کو بالکل نہیں کاٹا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بھڑیں منجانب اللہ اس شخص کے لئے سزا پر مامور تھیں۔

یحییٰ ابن معین فرماتے ہیں کہ یعلیٰ ابن منصور رازی کبار علماء میں سے ہیں اور حضرت امام مالکؒ اور امام لیثؒ سے حدیث بھی نقل کرتے ہیں۔ وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ نماز میں مشغول تھا کہ اچانک میرے سر پر بھڑ آ کر بیٹھ گئی۔ میں نے اس کی طرف مطلقاً توجہ نہیں کی۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرا سر پھول کر بڑا ہو گیا ہے اس کے کاٹنے کی وجہ سے۔

زنبور کا شرعی حکم:

اس کا کھانا حرام اور اس کا مارنا مستحب ہے۔ چنانچہ ابن عدیؒ نے مسلمؒ ابن علی کے حالات میں حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے زنبور کو مارا اس نے تین نیکیاں کمائیں۔ لیکن ان کے گھروں کو آگ سے جلانا مکروہ ہے۔ یہ قول خطابی کا ہے۔ لیکن امام احمد بن حنبلؒ سے ان کے نیچے دھواں کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر اس سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے مگر میرے نزدیک دھواں کرنا جلانے سے بہتر ہے۔

زنبور کے طبی خواص

اگر زنبور کو تیل میں ڈال دیا جائے تو مرجائے اور سرکہ میں زندہ رہے۔ اگر اس کے بچے چھتہ سے نکال کر تیل میں کھولائے جائیں اور پھر اس میں سنداب اور زیرہ ڈال دیا جائے تو قوتِ باہ اور شہوت میں زیادتی ہو جائے گی۔ اگر بھڑ کے کاٹے پر عصارۃ الملو خیامل دیا جائے تو آرام ہو جاتا ہے۔

خواب میں تعبیر:

بھڑیں خواب میں دیکھنا دشمن، جنگ جو یا قطاع الطریق یعنی ڈاکو یا معمار یا مہندس یعنی انجینئر یا حرام مال کے حصول کی دلیل ہے۔ بعض اوقات اس کا دیکھنا زہر کھانے یا پینے کی علامت ہے۔

الزندبیل

الزندبیل: بڑا ہاتھی، اس کے بارے میں یحییٰ بن معین کا شعر ہے۔

وجاء ت قریش قریش البطاح الینا ھم الدول الجالیة

''ہمارے پاس قریش یعنی قریش بطحا آئے اور وہ دول جاہلیہ میں یعنی ان کی کلی حکومت ختم ہو چکی ہے''۔

یقودھم الفیل والزندبیل وذوالضرس والشفة العالیہ

''اوران کے قائد عبدالملک اورابان ابن بشیر ہیں اور خاندان ابن مسلمہ مخزومی ہیں''۔

اس شعر میں فیل اور زندبیل سے مراد سردار عبدالملک اور آبان ابن بشر ہیں جو بشر ابن مروان کے لڑکے ہیں جنہوں نے ابن ہبیرۃ کی معیت میں قتال کیا تھا اور ذوالضرس اور شفتہ العالیہ سے مراد خالد ابن مسلمہ المخزومی ہیں جو الفاء فاء الکوفی کے نام سے مشہور ہیں۔ اس سے مسلمؒ اور محدثین اربعہ نے روایت کی ہے کہ یہ شخص مرجیہ فرقہ سے تعلق اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بغض رکھتا تھا۔ یہ شخص ابن ہبیرۃ کے ساتھ گرفتار کیا گیا اور خلیفہ ابو منصور نے اس کی زبان کٹوا کر اس کو قتل کر دیا۔

اَلزهدم

(باز کے بچے) الزهدم: زا پر فتحہ ہا ساکن دال مہملہ مفتوحہ) زہدم صقر کو کہتے ہیں۔ بقول دیگر باز کے بچوں کا نام بھی زھدم ہوتا ہے اور اسی نام کے ساتھ زھدم بن مضرب الجرمی بھی موسوم ہیں۔ جن سے بخاری ومسلم وترمذی ونسائی نے روایت کی ہے اور زھدم مان بنی

عبس کے دو بھائیوں کا نام ہے یعنی زہدم وکردم۔ ان دونوں بھائیوں کے بارے میں قیس ابن زہیر کا یہ شعر ہے۔

جزانی الزهدمان جزاء سوء وکنت المرء یجزی بالکرامه

''زہدمان نے مجھ کو برا بدلہ دیا حالانکہ میں ایسا شخص تھا جس کا اکرام کیا جاتا ہے''۔

ابوزریق

ابوزریق: چڑیا کے مانند ایک پرندہ، اس کا مختصر حال زریاب کے تحت میں گزر چکا ہے۔ یہ پرندہ لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔ تعلیم کو قبول کر لیتا ہے اور جو کچھ اس کو سکھایا جاتا ہے بہت جلد سیکھ لیتا ہے۔ بعض اوقات اس فضیلت میں طوطے سے بھی سبقت لے جاتا ہے کیونکہ یہ اس سے زیادہ شریف النسل ہے اور جو الفاظ اس کو سکھا دیئے جاتے ہیں ان کو اس قدر صفائی سے دہراتا ہے کہ سننے والا سمجھتا ہے کہ یہ انسان بول رہا ہے۔

شرعی حکم:

اس کا کھانا حلال ہے کیونکہ وہ نجاست کو استعمال نہیں کرتا۔

ابوزیدان

پرندہ کی ایک قسم ہے۔

ابوزیاد

ابوزیاد: یہ گدھے کی کنیت ہے۔ چنانچہ کسی شاعر کا قول ہے:

زیاد لست ادری من ابوه ولکن الحمار ابو زیاد

''مجھ کو یہ تو معلوم نہیں کہ زیادہ کا باپ کون ہے؟ البتہ اتنا جانتا ہوں کہ گدھا ابوزیاد ہے''۔

وقال الاخر:

تحاول ان تقیم ابازیاد ودون قیامه شیب الغراب

''تم چلو! اس سے پہلے کہ زیاد کھڑا ہو جائے اس لئے کہ اس کے کھڑے ہونے کے دوران کوؤں کو بوڑھا کر دیتا ہے''۔

بابُ السین

سابوط

(دریائی جانور)

ساق حر

ساق حر: یہ نر قمری ہے اس میں کسی اہل علم کا اختلاف نہیں ہے۔ کیت شاعر کہتا ہے۔

تغرید ساق علی ساق یجاوبها		من الهواتف ذات الطوق والعطل

''ساق حر یعنی قمری جب کسی درخت پر بیٹھ کر گاتی ہے تو اس کے جواب میں سب پرندے خواہ ان کے گلے میں کنٹھی ہو یا نہ ہو گانے لگتے ہیں''۔

اس شعر میں ساق اول سے مراد قمری اور دوسرے ساق سے مراد درخت کی شاخ ہے۔ حمید بن ثور الہلالی ساق حر کے بارے میں فرماتے ہیں۔

وما هاج هذا الشوق الاحمامة		دعت ساق حر نزهة وترنما

''نہیں برانگیختہ کیا اس شوق کو مگر ایک فاختہ نے اس نے دل بہلانے کے لئے ایک قمری کو بلا لیا اور دونوں مل کر گانے لگیں''۔

مطوقه غراء تسجع کلما		دنا الصیف وانحال الربیع فانجما

''وہ قمری طوق دار ہے اور روشن پیشانی والی ہے۔ اس وقت گاتی ہے جب موسم گرما اور موسم بہار شروع ہو جاتا ہے اور درختوں میں شاخیں پھوٹ آتی ہیں''۔

معلاة لم تکن طوق من تمیمة		ولا ضرب صواغ بکفیه درهما

''اس کے گلے میں طوق تو ہے مگر تعویذ نہیں اور نہ اس کے پنجوں میں ڈھلے ہوئے سکے ہیں''۔

تغنت علی غصن عشاء فلم تدع		لنائحة من نوحها متالما

''وہ ایک رات ایک شاخ پر بیٹھ کر گانے لگی اور اس نے کسی نوحہ کرنے والی کا کوئی نوحہ نہیں چھوڑا جس سے دل نہ دکھا ہو''۔

اذا حرکته الریح اومال میلة		تغنت علیه مائلا و مقوما

''جب اس کو ہوا ہلاتی تھی یا وہ خود ہی ہلتی تھی تو کبھی وہ ٹیڑھی ہو کر اور کبھی سیدھی ہو کر گانے لگتی تھی''۔

عجبت لها انی یکون غناؤها		فصیحا ولم تثغر بمنطقها فما

''مجھے بڑا ہی تعجب ہے کہ ایسا سریلا گانا اس نے کہاں سے سیکھا حالانکہ اس کی چونچ اس مقصد کے لئے نہیں بنائی گئی ہے''۔

فلم ارمثلی شاقه صوت مثلها		ولا عربیا هاجه صوت اعجما

''میں نے اس جیسی آواز آج تک نہیں سنی اور نہ کوئی ایسی عربی لے دیکھی جسے عجمی سُر نے متاثر کیا ہو''۔

ابن سیدہ کہتے ہیں کہ قمری کو ساق حر اس کی آواز کی مشابہت کی وجہ سے کہتے ہیں۔ کیونکہ جب یہ بولتا ہے تو اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلتے ہیں ساقِ حر، ساقِ حر۔ اس بناء پر اس پر اعراب نہیں آتے اور اس کو غیر منصرف پڑھا جاتا ہے۔ اس کا تفصیلی بیان باب القاف میں قمری کے بیان میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

السالخ

السالخ: سانپوں میں کالے سانپ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس کا مفصل بیان باب الہمزہ میں افعیٰ کے بیان میں گزر چکا ہے۔

سام ابرص

(بڑا گرگٹ) سام ابرص (میم مشدد) بقول اہلِ لغت ایک بڑی قسم کا گرگٹ ہے۔ یہ اسم دو اسموں سے مرکب ہو کر ایک اسم بن گیا ہے۔ اس کے تلفظ کی دو صورتیں ہیں یا تو دونوں کو مبنی علی الفتح پڑھا جاوے جیسے خمسۃ عشر، دوسری صورت یہ ہے کہ اول کو معرب مان کر دوسرے اسم کی طرف مضاف کر دیا جائے اور مضاف الیہ غیر منصرف ہونے کی وجہ سے مفتوح رہے گا۔ اس لفظ کا بحالت موجودہ تثنیہ آتا ہے اور نہ جمع بلکہ تثنیہ اگر لانا چاہیں گے تو یہ کہیں گے۔ ھذان ساما ابرص۔ اور جمع میں کہیں گے۔ ھولاء سوام ابرص۔ اور اگر چاہیں تو یہ بھی کہہ سکتے ہیں ھولاء السوام۔ اس کے برخلاف صرف ابرص نہیں کہہ سکتے۔ البتہ البرصۃ والابارص کہہ سکتے ہیں جیسا کہ شاعر نے اپنی شعر میں استعمال کیا ہے۔

واللّٰہ لو کنت لھذا خالصا ما کنت عبّدا آکل الا بارصا

''بخدا اگر میں اس معاملہ میں مخلص ہوتا تو کبھی سام ابرص کی پرستش نہ کرتا''۔

اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ سام اس کو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے سام یعنی زہر رکھا ہے اور اس کے جسم پر برص کے مثل داغ ہوتے ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس جانور کا خاصہ یہ ہے کہ اگر اس کو نمک کے ساتھ ملا دیا جائے تو اس میں برص کے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں اس لئے اگر اس کو انسان کھائے تو برص زدہ ہو جائے۔

شرعی حکم:

اس کا کھانا حرام ہے۔ چونکہ اس کے اندر زہر ہوتا ہے اور اسی وجہ سے اس کو قتل کرنے کا امر کیا گیا ہے اور یہ ان جانوروں میں سے ہے جن کی بیع کرنا جائز نہیں ہے اس وجہ سے اس کا کھانا حرام ہے۔

طبی خواص

اگر سام ابرص کا خون دار الثعلب پر مل دیا جائے تو بال جم جائیں گے۔ اس کا جگر دانتوں کے درد کو سکون دیتا ہے اور اگر اس کا گوشت بچھو کے کاٹے پر رکھ دیا جائے تو درد کو سکون ہو جائیگا۔ اس کی کھال اگر موضع الفتق پر رکھ دی جائے تو یہ عارضہ ختم ہو جائے گا اور جس گھر میں زعفران کی خوشبو ہوتی ہے یہ وہاں نہیں جاتا۔

خواب میں تعبیر:

اس کا خواب میں دیکھنا چغل خور، فاسق فاجر کی جانب اشارہ ہے اور بقول ارطامیدورس اس کا خواب میں دیکھنا فقر و فاقہ کی جانب

اشارہ ہے۔

السانح

(ایک جانور) السانح: یہ سنوح مصدر ہے اسم فاعل کا صیغہ ہے سنوح کے معنی آتے ہیں بائیں جانب سے آنا، لہٰذا سانح وہ جانور ہے خواہ وہ ہرن ہو یا کوئی پرندہ جو شکاری کے بائیں جانب سے آئے۔ زمانہ جاہلیت میں عرب لوگ ایسے جانور کو مبارک سمجھتے تھے اور جو دائی طرف سے آتا ہے اس کو بارح کہتے ہیں ایسے جانور کو منحوس سمجھتے تھے۔ چونکہ یہ عقیدہ لوگوں کو ان کے حصول مقاصد سے مانع تھا لہٰذا جناب نبی کریم ﷺ نے بدفالی کی ممانعت فرما کر اس عقیدۂ فاسدہ کا قلع قمع کر دیا اور صاف فرما دیا کہ سانح کی جلب منفعت اور دفع مضرت کوئی تاثیر نہیں ہے۔ عرب کا مشہور شاعر لبید کہتا ہے۔

لعمرک ماتدری الطوارق بالحصا ولا زاجرات الطیر ماالله صانع

''تیری جان کی قسم جیسا کہ سنگلاخ علاقہ میں اترنے والے شب میں نہیں جانتے ایسے ہی وہ بھی نہیں جانتے جو پرندوں کو بھگا کر فال نکالنے والے ہیں کہ خدا تعالیٰ کیا کرنے والا ہے''۔

بدفالی کے متعلق مفصل گفتگو باب الطاء اور لام میں طیر اور تحہ کے بیان میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

السُبَدُ

(بہت بالوں والا پرندہ) السبد (سین پر ضمہ باء پر فتحہ) اس کی جمع سبدان آتی ہے۔ راجز شاعر کہتا ہے۔

أکل یوم عرشها مقلتی حتی تری المنزد ذالفضول مثل جناح السبدالغسیل

''میں کھانے والا ہوں اپنے گوشہ چشم کو تا کہ وہ دیکھے دور کے مناظر جیسا کہ پانی میں تر باز و ہلائے جاتے ہیں''۔

جب گھوڑے کو پسینہ آتا ہے تو اس وقت اہلِ عرب اس سے تشبیہ دیتے ہیں۔ چنانچہ طفیل العامری کہتا ہے کانہ سبدبالماء مغسول۔ علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب سوافع نے اس کے شرعی حکم کے بارے میں کلام نہیں کیا ہے۔

اَلسُّبُعُ

السبع (باء پر ضمہ و سکون) سبع کا اطلاق ان تمام پرندوں پر ہوتا ہے جو پھاڑ کر کھانے والے ہیں۔ اس کی جمع اسبع و سباع آتی ہے۔ جس جگہ درندے بکثرت ہوں اس کو ارض سبعہ کہتے ہیں یعنی درندوں والی زمین۔ حسن اور ابن حیوۃ نے کلام پاک کی آیت ''وَمَا اَکَلَ السَّبْعُ'' کو باسکان الباء پڑھا ہے۔ یہ اہلِ نجد کی لغت ہے۔ چنانچہ حسان بن ثابت الانصاریؓ عتبہ بن ابی لہب کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

من یرجع العام الی اهله فما اکیل السبع بالراجع

''اس سال اپنے اہل کی جانب کون لوٹے گا؟ درندہ کا کھایا ہوا لوٹنے والا نہیں ہے''۔

اس شعر میں عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اکیلۃ السبع پڑھا ہے۔ درندہ کو عربی میں سبع اس وجہ سے کہتے ہیں کہ سبع کے معنی سات کے

آتے ہیں۔ چونکہ عام طور پر درندہ اپنی ماں کے پیٹ میں سات مہینہ رہتا ہے اور مادہ سات سے زیادہ بچے نہیں دیتی اور سات سال کی عمر میں نر اس قابل ہوتا ہے کہ وہ مادہ سے جفتی کرے۔ اس لئے اس کو سبع سے تعبیر کیا گیا۔

ابوعبداللہ یاقوت الحموی کتاب المشترک میں لکھتے ہیں کہ الغابہ ایک موضع کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے بجانب ملک شام چار میل کے فاصلہ پر ہے۔ جناب رسول اکرم ﷺ کے غزوات کے سلسلہ میں اس کا نام آتا ہے۔ اس جگہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت بابرکت میں درندوں کا ایک وفد آیا تھا تاکہ آپ ﷺ ان کے لئے خوراک کا تعین فرمادیں۔

حدیث شریف میں تذکرہ:

''طبقات ابن سعد میں حضرت عبداللہ ابن حنطب سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ مدینہ منورہ کے اندر صحابہؓ کے درمیان تشریف فرما تھے کہ ایک بھیڑیا خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپؐ کے سامنے کھڑا ہو کر اپنی آواز میں کچھ کہنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ یہ درندوں کا قاصد تمہارے پاس آیا ہے، اگر تم چاہو تو درندوں کے لئے کوئی غذا مقرر کر دو اور اگر نہ چاہو تو ان کو ان کی موجودہ حالت میں چھوڑ دو اور ان سے احتراز رکھو اور جو چیز وہ پائیں وہی ان کی خوراک ہے۔ صحابہؓ نے جواب دیا کہ یا رسولؐ اللہ! ہمارا دل گوارا نہیں کرتا کہ ہم ان کے لئے کوئی چیز مقرر کر دیں۔ یہ جواب سن کر آپؐ نے اپنے دستِ مبارک کی تین انگلیوں سے اس کو لوٹ جانے کا اشارہ کیا۔ چنانچہ وہ لوٹ گیا''۔

باب الذال کے زیر عنوان لفظ ذئب کے بیان میں بھیڑیئے کا تفصیلی تذکرہ گزر چکا ہے۔

وادی ساع رقہ کے راستہ میں بصرہ کے قریب ایک مقام ہے۔ وہاں پر وائل ابن قاسط کا اسماء بنت رویم پر گزر ہوا۔ اس لڑکی کو دیکھ کر اس کے دل میں ارادۂ فاسد آیا۔ یہ دیکھ کر وہ بولی اگر تو نے میرے ساتھ کوئی بدارادہ کیا تو درندوں کو بلالوں گی۔ وہ کہنے لگا مجھ کو تو تیرے سوا کوئی نظر نہیں آتا۔ یہ سن کر وہ اپنے لڑکوں کو ان ناموں کے ساتھ پکارنے لگی۔ یا کلب! یا ذئب! یا فہد! یا دب یا سرحان! یا اسد! یا سبع! یا ضبع! یا نمر! یہ سن کر وہ سب ہاتھوں میں تلوار لئے ہوئے دوڑ کر آئے۔ یہ دیکھ کر وہ کہنے لگا ما ھذا الا وادی السباع (یہ تو وادی سباع ہے) اس وقت سے اس جگہ کا نام وادی سباع پڑ گیا۔

''صحیحین میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ مصلی سجدے میں اپنے ہاتھوں کو درندوں کی طرح نہ پھیلائے''۔

ترمذی و حاکم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابوسعیدؓ خدری سے روایت کی ہے کہ:۔

''جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ درندے انسانوں سے گفتگو نہ کریں اور جب تک اس کا تازیانہ چابک اور اس کا چپل کا تسمہ اور اس کی ران اس سے گفتگو نہ کریں گے۔ وہ اس کو یہ بتلا دیں گے کہ تیرے بعد تیرے اہل میں کیا کیا نئی باتیں ظاہر ہوئی ہیں''۔

اس کے بعد ترمذیؒ اور حاکمؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح اور غریب ہے مگر ہم کو یہ حدیث قاسمؒ بن فضل سے پہنچی ہے جس کو اہل حدیث ثقہ مانتے ہیں۔

فائدہ: رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کیا ہم گدھوں کے بچے ہوئے پانی سے وضو کر لیا کریں؟ آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا

کہ وبما افضلت السباع کہ درندوں کے بچے ہوئے سے بھی۔
علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ آپ کا مقصد اجازت دینا ہے کیونکہ وبما افضلت السباع میں واؤ تصدیق کے لئے ہے۔ جس طریقہ پر اس آیت شریف میں ہے کہ سبعة ثامنهم كلبهم ۔ مفسرین نے کہا وثامنہم میں واؤ قائلین کی تصدیق کے لئے ہے کہ ان اصحاب کہف کے ساتھ آٹھواں کتا تھا جیسے مثلاً کوئی کہے کہ زید شاعر ہے۔ دوسرا جواب میں کہے اور فقیہ بھی ہے۔

حیرت انگیز واقعات

قشیری نے اپنے رسالہ کے شروع میں بنان الجمل کا حال لکھا ہے کہ ایک عظیم الشان صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کو ایک مرتبہ کسی درندے کے سامنے ڈال دیا گیا۔ درندے نے آپ کو سونگھنا شروع کر دیا اور کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں پہنچائی۔ جب وہ درندہ واپس چلا گیا تو لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ جس وقت وہ درندہ آپ کو سونگھ رہا تھا اس وقت آپ کی کیا حالت ہو رہی تھی؟ آپ نے فرمایا کہ علماء کا درندوں کے (سور السبع) یعنی جھوٹے پانی میں جو اختلاف ہے اس پر غور کر رہا تھا۔

کہتے ہیں کہ سفیان ثوری شیبان الراعی رحمتہ اللہ علیہ ساتھ ساتھ حج کرنے چلے۔ راستہ میں ان کو کسی جگہ پر ایک درندہ مل گیا۔ حضرت سفیان اس کو دیکھ کر حضرت شیبان سے کہنے لگے کہ کیا آپ دیکھ رہے ہیں کہ سامنے یہ درندہ کھڑا ہے۔ شیبانؒ نے فرمایا آپ ڈریئے نہیں۔ اس کے بعد شیبانؒ اس درندہ کے پاس جا کر اس کا کان پکڑ کر اس پر سوار ہو گئے اور وہ دم ہلانے لگا۔ حضرت سفیانؒ نے کہا کہ یہ کیا شہرت کی باتیں کر رہے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ اگر شہرت کا خوف نہ ہوتا تو میں اپنے تمام اسباب کو لاد کر مکۃ المکرمہ تک لے جاتا۔

حافظ ابو نعیم حلیہ میں لکھتے ہیں کہ شیبانؒ الراعی کو جب غسل جنابت کی حاجت ہوتی اور آپ کے پاس پانی نہ ہوتا تو آپ حق تعالیٰ سے دعا کرتے۔ چنانچہ بادل کا ٹکڑا آ کر آپ پر برستا اور آپ غسل فرماتے۔ جب فارغ ہو جاتے تو بادل چلا جاتا۔ جب آپ جمعہ کی نماز پڑھنے جاتے تو بکریوں کے اردگرد ایک خط کھینچ کر جاتے تھے اور جب نماز پڑھ کر واپس آتے تو بکریوں کو اس خط کے اندر پاتے۔

امام ابو الفرجؒ ابن الجوزی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ ایک مرتبہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ ابن حنبل شیبانؒ الراعی کے پاس سے گزرے۔ امام احمد فرمانے لگے کہ اس راعی (چرواہے) سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔ امام شافعیؒ بولے جانے بھی دو۔ امام احمد بن حنبل نے کہا کہ میں ضرور پوچھ کر رہوں گا۔ چنانچہ دونوں صاحبان ان کے پاس پہنچے۔ امام احمد نے ان سے سوال کیا کہ اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر کسی شخص نے چار رکعت نماز کی نیت باندھی تین رکعت پوری پڑھ لی، چوتھی رکعت میں سجدہ کرنا بھول گیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ شیبانؒ نے پوچھا آپ کے مذہب کے مطابق جواب دوں یا اپنے مسلک کے مطابق؟ اس پر حضرت امام احمدؒ بولے کہ کیا مذہب بھی دو دو ہیں؟ شیبانؒ نے کہا ہاں میرا مذہب اور ہے اور آپ کا مذہب دوسرا۔ آپ کے مذہب کی رو سے اس کو دو رکعت اور پڑھ کر سجدۂ سہو کر لینا چاہیے اور میرے مذہب کا حکم یہ ہے کہ چونکہ اس شخص کا دل بٹا ہوا ہے لہٰذا اس کو چاہیے کہ وہ پہلے اپنے قلب کو خوب تکلیف پہنچائے تا کہ وہ آئندہ ایسا نہ کرے۔

اس کے بعد امام موصوف نے دوسرا سوال کیا کہ ایک شخص کی ملکیت میں چالیس بکریاں ہیں اور ان پر ایک سال گزر چکا ہے تو اس پر کس قدر زکوٰۃ واجب ہے۔ شیبان نے جواب دیا کہ آپ کے مذہب میں ایک بکری واجب ہے اور ہمارے مذہب میں مولا کے ہوتے ہوئے بندہ کسی چیز کا مالک نہیں۔ لہٰذا اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے۔ یہ جواب سن کر حضرت امام احمدؒ کو وجد آ گیا اور ان پر بے ہوشی طاری

ہوگئی۔ہوش آنے کے بعد وہ دونوں امامؒ صاحبان ان سے رخصت ہوئے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض کتابوں میں لکھا دیکھا ہے کہ حضرت امام شافعیؒ شیبان الراعیؒ کے پاس جا کر بیٹھتے تھے اور ان سے مسائل پوچھتے تھے۔فرماتے ہیں کہ شیبانؒ ناخواندہ تھے اور جب ناخواہ لوگوں کا اہل علم کی نگاہوں میں اتنا بڑا رتبہ تھا تو ہماری نگاہوں میں کتنا عظیم الشان مرتبہ ہونا چاہیے۔

حضرت امام شافعیؒ علماء باطن کی فضیلت کے معترف تھے۔حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت امام شافعیؒ کا قول ہے کہ اگر علماء دین ہی اولیاء اللہ نہ ہوں گے تو پھر کون ہوگا؟

ابو العباس ابن شریح جب لوگوں کے سامنے کوئی علمی نکات بیان فرماتے تو اہلِ مجلس سے کہتے تم کو معلوم ہے کہ یہ فیض مجھ کو کس سے حاصل ہوا؟ پھر بعد میں کہتے کہ جو کچھ مجھ کو حاصل ہوا وہ حضرت جنید بغدادیؒ کی صحبت کا نتیجہ ہے۔

حضرت شیبانؒ الراعی اکثر اس دعا کو پڑھتے تھے:۔

''یاودودایاودودایاذوالعرش المجید یا مبدی یامعیدیا فعال لما یرید اسئالک بعزک الذی لایرام وبملک الذی لایزول وبنور وجھک الذی ملا ارکان عرشک وبقدرتک التی قدرت بھا علی جمیع خلقک ان تکفینی شر الظالمین اجمعین.''

کسی شاعر نے اولیاء کرام کی مدح میں ایک قصیدہ رقم کیا ہے جس میں حضرت شیبان الراعیؒ کا بھی تذکرہ ہے۔اس قصیدہ کا ایک یہ شعر ہے۔

شیبان قد کان راعی وسرسرہ ما اختفی

''یہ تھے قوم کی نگرانی کرنے والے اور انہیں کے راز پوشیدہ نہ رہے''۔

فاجھد وخل الدعاوی ان کان لک شئی بان

''تو تم بھی اس طرح کے بننے کی کوشش کرو، بشرطیکہ تمہارا اس کا ارادہ بھی ہو''۔

اولیاء اللہ کے واقعات:

(۱) کتاب الرسالہ کے باب کرامات اولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت سہل بن عبداللہ التستری کے مکان میں ایک کمرہ تھا۔جس کو لوگ بیت السباع کہتے تھے۔درندے آپ کے پاس آتے تھے۔آپ ان کو اس کمرہ میں لے جاتے،گوشت وغیرہ کھلاتے اور پھر رخصت کر دیتے تھے۔

(۲) حضرت سہل بن عبداللہ التستری کا زمین پر بیٹھے بیٹھے دوسری جگہ پہنچ جانے کا واقعہ:

کفایۃ المعتقد میں لکھا ہے وہ خود فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ وضو کر کے جمعہ کی نماز پڑھنے جامع مسجد گیا۔جب اندر پہنچا تو دیکھا کہ مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی ہے۔خطیب ممبر پر بیٹھنے کا ارادہ ہی کر رہے تھے کہ مجھ سے یہ گستاخی ہوگئی کہ میں صفیں چیرتا ہوا اور لوگوں کی گردنوں کو پھاندتا ہوا اگلی صف میں جا بیٹھا۔میری نظر داہنی جانب ایک نوجوان پر پڑی جو خوش لباس اور اونی جامہ زیب تن کئے ہوئے تھا۔اس کے بدن سے خوشبو مہک رہی تھی جب اس نے میری طرف نگاہ کی تو میرے سے دریافت کیا کہ سہل بن عبداللہ آپ کے کیسے مزاج ہیں؟ میں نے جواب دیا عافیت سے ہوں۔میں یہ سن کر تعجب سے دل میں سوچنے لگا کہ میں اس شخص کو جانتا تک نہیں اور اس کو میرا

نام معلوم ہے۔ میں اس سوچ وفکر میں تھا کہ دفعتاً مجھ کو پیشاب کی شدت سے حاجت ہوئی اور اس سے مجھ کو بہت تکلیف ہوئی اور میری حالت غیر ہوگئی۔ میں نے سوچا اگر پیشاب کرنے کے لئے مسجد سے باہر نکلتا ہوں تو نمازیوں کی گردنیں پھاندتا ہوا نکلوں گا اور اگر یہیں بیٹھا رہا تو میری نماز نہیں ہوگی پس وہ نوجوان میری طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ سہل کیا پیشاب کی حاجت ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ یہ سن کر اس نے اپنے گھٹنوں کے نیچے سے ایک کمبل نکالا اور میرے اوپر ڈال دیا اور کہا کہ جلدی سے فارغ ہو جاؤ تا کہ نماز مل جائے۔ ادھر نوجوان نے کمبل ڈالا اور ادھر میرے اوپر بے ہوشی طاری ہوگئی اور جب میری آنکھ کھلی تو مجھ کو ایک دروازہ نظر پڑا۔ کسی کہنے والے نے کہا اندر چلے جائیے خدا آپ پر رحم فرمائے۔ چنانچہ میں اندر داخل ہو گیا۔ دیکھا تو ایک بہت عالیشان محل ہے اس میں ایک کھجور کا درخت لگا ہوا ہے اور اس کے قریب ہی وضوخانہ ہے جس میں پانی بھرا ہوا ہے۔ پانی شہد سے زیادہ شیریں ہے اور اس کے ایک طرف پانی گرنے اور بہنے کی نالی بنی ہوئی ہے۔ غسل خانہ میں ایک تولیہ لٹکا ہوا ہے اور طاق میں ایک مسواک رکھی ہوئی ہے۔ میں نے کپڑے اتار کر غسل کیا اور تولیہ سے بدن خشک کر کے کپڑے پہن لئے۔ پھر میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ سہل اگر ضرورت رفع کر چکے تو بتلایئے؟ میں نے ہاں کہہ دیا یہ سن کر اس نوجوان نے میرے اوپر سے کمبل اتار لیا۔ میں نے دیکھا کہ میں اپنی اسی جگہ پر موجود ہوں اور لوگوں کو میرے حال کا کچھ علم نہیں ہوا۔ مگر میں برابر اسی فکر میں رہا کہ معاملہ کیا ہے؟ اس کے بعد جماعت کھڑی ہوگئی اور میں نے جماعت کی نماز پڑھی۔ مگر مجھ کو یہی فکر سوار رہا کہ آخر یہ نوجوان کون ہے۔ جب نماز ختم ہو چکی تو میں اس کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ وہ ایک راستہ پر مڑنے ہی کو تھا کہ اس نے مجھ سے کہا کہ سہل جو کچھ آپ نے دیکھا اس پر آپ کو یقین نہیں آیا۔ میں نے کہا نہیں۔ یہ سن کر وہ نوجوان بولا اچھا آپ اس دروازہ میں داخل ہو جاؤ۔ میں اندر داخل ہوا تو وہی محل ہے اور وہی دروازہ ہے۔ تولیہ اسی طرح لٹکا ہوا ہے۔ غرض یہ چیز وہی تھی میں نے آنکھ اچھی طرح مل کر کھول لی تو نہ تو وہاں نوجوان ہے اور نہ محل۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس تعجب خیز حکایت کو اپنی کتاب میں اس لئے جگہ دی ہے کہ ہماری جماعت کے علاوہ بعض حضرات نے بزرگوں کی کرامت کا انکار کیا ہے اور اس کی دور از کار تاویل کی ہے کہ ممکن ہے بے ہوشی کی حالت میں ان کو کوئی اٹھا کر لے گیا ہو حالانکہ یہ خیال خام ہے کرامات اولیاء برحق ہیں۔

(۳) ہمارے شیخ یافعی نے حضرت سہلؒ کے متعلق ایک دوسری حکایت بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ یعقوب ابن لیث امیر خراسانی کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو گیا کہ تمام اطباء اس کے علاج سے عاجز آ گئے۔ لوگوں نے اس امیر سے کہا کہ آپ کی مملکت میں ایک مرد صالح ہیں۔ اگر آپ ان کو بلا کر دعا کرائیں تو امید ہے کہ اس موذی مرض سے نجات ہو جائے۔ امیر نے دریافت فرمایا کون ہے؟ تو جواب دیا گیا کہ سہلؒ بن عبداللہ التستری۔ چنانچہ امیر نے آپ کو طلب کیا اور آپ سے دعا کا طالب ہوا۔ آپ نے امیر سے کہا کہ میری دعا آپ کے حق میں کیسے قبول ہو سکتی ہے درانحالیکہ آپ نے ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے۔ یہ سن کر اس نے توبہ کی اور وعدہ کیا کہ آئندہ کوئی ظلم کا کام نہیں کرے گا۔ چنانچہ اس نے بہت سے قیدی جو ظلماً قید تھے رہا کر دیئے۔ اس پر سہلؒ نے امیر کے لئے دعا مانگی کہ یا اللہ جیسی آپ نے اس کو معصیت کی ذلت دکھلائی ایسی طاعت کی عزت سے سرفراز فرما۔ یہ سنتے ہی وہ فوراً اچھا ہو کر کھڑا ہو گیا۔ امیر نے آپ کے سامنے بہت سا زر نقد پیش کیا۔ مگر آپ نے لینے سے انکار کر دیا اور واپس لوٹ آئے۔ راستہ میں لوگوں نے آپ سے کہا کہ اگر اس مال کو قبول فرما لیتے تو فقراء کے کام آتا۔ یہ سن کر آپ نے سنگریزوں پر نگاہ ڈالی تو وہ جواہرات بن گئے اور فرمایا کہ لو اپنا مطلوب اٹھا لو۔ اس کے بعد فرمانے لگے جس کے اندر یہ کمال ہو اس کو بھلا امیر خراسانی کے مال کی کیا حاجت ہو سکتی ہے۔

(۴) قلب الاعیان میں اسی قسم کی ایک روایت شیخ عیسیٰ ہتار کہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ سہلؒ بن عبداللہ التستری کا گزر ایک بازاری عورت کے پاس سے ہوا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ میں تیرے پاس رات عشاء کے بعد آؤں گا۔ یہ سن کر وہ عورت بہت خوش ہوئی اور بناؤ سنگار کر کے آپ کی آمد کے انتظار میں بیٹھ گئی۔ عشاء کے بعد حسب وعدہ آپ اس کے گھر پہنچے اور دو رکعت نماز پڑھ کر رخصت ہونے لگے۔ یہ دیکھ کر وہ عورت بولی کہ آپ تو جا رہے ہیں۔ آپ کا میرے پاس آنے سے فائدہ کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا میرے آنے کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا۔ آپ کے جانے کے بعد اس عورت کی حالت متغیر ہو گئی اور اس نے اپنے پیشہ سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور شیخ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ شیخ موصوف نے اس کا نکاح کسی فقیر سے کر دیا۔ اس کے بعد شیخ نے حکم دیا کہ ولیمہ کا کھانا تیار کر لیا جائے اور سالن بازار سے خرید لیا جائے گا۔ خدام نے ولیمہ کا کھانا تیار کر کے آپ کے سامنے رکھ دیا اور فقراء بھی آ کر بیٹھ گئے لیکن شیخ کسی آنے والی چیز کا انتظار کرنے لگے۔ اس ولیمہ کی خبر کسی امیر کو ہو گئی جو اس عورت کا پرانا آشنا تھا تو اس امیر نے مذاقاً دو بوتلوں میں شراب بھر کر قاصد کے ہاتھ شیخ کی خدمت میں بھیج دی اور کہلوا بھیجا کہ ہم کو شادی کا حال معلوم ہو کر بہت مسرت ہوئی اور چونکہ ہم کو معلوم ہوا کہ ولیمہ کے لئے سالن نہیں ہے ہم سالن بھیجتے ہیں۔ جب وہ قاصد شراب کی بوتلیں لے کر آیا تو شیخ نے فرمایا کہ آپ نے بہت دیر کر دی ہم عرصہ سے اس کے منتظر تھے۔ پھر شیخ نے ایک بوتل لے کر اس کو خوب ہلایا اور جب اس کو پیالوں میں نکالا تو نہایت عمدہ قسم کا شہد نکلا۔ اس کے بعد آپ نے دوسری بوتل کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا تو اس میں سے خالص گھی برآمد ہوا۔ شیخ نے قاصد کو بھی کھانا کھانے کے لئے بٹھا لیا۔ جب وہ کھانے بیٹھا اور شہد کھایا تو رنگ، بو اور ذائقہ میں اس قدر عمدہ تھا کہ کبھی اس نے ایسا شہد نہیں کھایا تھا۔ قاصد دعوت کھا کر واپس ہوا اور اس نے امیر سے تمام ماجرا بیان کیا تو اس کو یقین نہیں آیا۔ چنانچہ خود آیا اور کھانا کھا کر شیخ کی اس کرامت سے حیرت زدہ ہو گیا اور اپنی غلطی پر نادم ہوا اور شیخ کے ہاتھ پر توبہ کی۔

(۵) اس قسم کی ایک اور حکایت ہے کہ کسی شخص نے بیان کیا کہ میں جنگل میں پھر رہا تھا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک خاردار درخت سے تازہ کھجوریں توڑ کر کھا رہا ہے۔ میں نے پاس جا کر اس کو سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دے کر مجھ سے کہا کہ آؤ تم بھی کھاؤ۔ چنانچہ میں نے بھی کھجوریں توڑنی شروع کیں۔ مگر میرے ہاتھ میں جب آتی تو وہ بجائے کھجور کے کانٹا بن جاتی تھی۔ یہ کیفیت دیکھ کر وہ شخص مسکرایا اور کہنے لگا اگر تو خلوت میں اللہ کی عبادت کرتا تو وہ جلوت میں تجھ کو پکی کھجور کھلاتا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی کرامات کی حکایات بکثرت ہیں۔ جس قدر میں نے اس کتاب میں بیان کی ہیں وہ دریا ناپیدا کنار سے مثل قطرہ آب کے ہے۔ ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ کی نگاہ میں دنیا کی حقیقت ایک بڑھیا جیسی تھی جس سے وہ خدمت لیا کرتے تھے۔

(۶) شیخ ابوالغیث کی حکایت ہے کہ ایک مرتبہ وہ لکڑیاں چننے کے لئے جنگل گئے۔ لکڑیاں چن ہی رہے تھے کہ ایک درندے نے آپ کے گدھے کو پھاڑ ڈالا۔ آپ نے یہ منظر دیکھ کر درندہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اپنے رب کی عزت کی قسم میں بھی لکڑیوں کا گٹھڑ تیری کمر پر لاد کر لے جاؤں گا۔ چنانچہ درندہ نے یہ سن کر اپنی کمر جھکا دی۔ اور آپ اس پر لکڑیاں لاد کر شہر لے گئے اور وہاں اس کی پشت پر سے لکڑیوں کا گٹھڑ اتار کر اس کو رخصت کر دیا۔

(۷) نقل ہے کہ شعوانہ کے ایک بچہ پیدا ہوا اس بچہ کی انہوں نے بہتر انداز میں تربیت و پرورش کی۔ جب وہ لڑکا بڑا ہوا تو ایک دن وہ اپنی والدہ سے کہنے لگا کہ اے میری ماں کیا اچھا ہو کہ آپ مجھ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہبہ کر دیں۔ والدہ نے جواب دیا کہ بادشاہوں کی

خدمت میں وہی لوگ نذرانے میں پیش کئے جاتے ہیں جن میں اہل ادب اور متقی ہونے کی صلاحیت ہو۔تم ابھی نوعمر ہو اور تم کو معلوم نہیں کہ تم سے ابھی کیا کام لیا جائے لہٰذا قبل از وقت ایسا نہیں ہوسکتا۔لڑکا والدہ کا جواب سن کر خاموش ہوگیا۔ایک دن وہ گدھا لے کر لکڑیاں چننے پہاڑ پر چلا گیا۔گدھے کو اس نے کسی جگہ باندھ دیا اور خود لکڑیاں چننے لگا۔جب لکڑیاں چن کر گدھے کے پاس آیا تو دیکھا کہ کسی درندہ نے اس کا گدھا پھاڑ ڈالا ہے۔درندہ بھی وہیں موجود تھا۔لڑکے نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر کہا کہ یا کلب اللہ تو نے گدھا پھاڑ ڈالا ہے قسم ہے اپنے رب کی میں تجھ ہی پر لکڑیاں لاد کر لے جاؤں گا۔درندہ نے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔اور لکڑیوں کا گٹھڑ اس کی کمر پر لاد کر اپنے گھر لے آیا اور دروازہ پر دستک دی۔اس کی ماں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ درندہ پر لکڑیاں لدی ہوئی ہیں۔ماں نے کہا کہ بیٹا اب تم اپنے بادشاہوں کی خدمت کے قابل ہوگئے ہو۔لہٰذا میں تم کو اللہ کی راہ میں ہبہ کرتی ہوں۔یہ سن کر وہ لڑکا والدہ سے رخصت ہو کر چلا گیا۔

(۸) صاحب مناقب ابرار نے شاہ کرمانی کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک دن یہ شکار کھیلنے نکلا اور شکار کی طلب میں جنگل میں کافی دور نکل گیا۔دفعتاً وہاں پر اس کو ایک نوجوان ملا جو کسی درندہ پر سوار تھا اور اس کے اردگرد بہت درندے تھے۔جب درندوں نے بادشاہ کو دیکھا تو وہ اس کی طرف لپکے۔لیکن اس نوجوان نے ان کو روک لیا۔اتنے میں ایک بڑھیا آئی جس کے ہاتھ میں شربت کا پیالہ تھا۔اس بڑھیا نے یہ پیالہ اس جوان کو دے دیا۔اس جوان نے شربت پیا اور باقی جو بچا بادشاہ کے حوالہ کر دیا۔بادشاہ نے بھی وہ شربت پیا اور بعد میں بیان کیا کہ میں نے ایسا لذیذ اور شیریں شربت کبھی نہیں پیا تھا۔اس کے بعد وہ بڑھیا غائب ہوگئی اور وہ نوجوان بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ یہ بڑھیا دنیا تھی حق تعالیٰ نے اس کو میری خدمت کے لئے مامور کر دیا ہے۔جب کبھی مجھ کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے تو میرے دل میں خیال آتے ہی یہ بڑھیا مجھ کو لا کر دے دیتی ہے۔یہ سن کر بادشاہ کرمان بہت حیران ہوا۔اس کے بعد وہ نوجوان بولا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا سے کہہ دیا ہے کہ اے دنیا جو میری خدمت کرے تو اس کی خدمت کر اور جو تیری خدمت کرے تو اس کو اپنا غلام اور خدمت گار بنا لے۔اس کے بعد اس نوجوان نے بادشاہ کو بہت اچھی اچھی نصیحتیں کیں جو اس کی توبہ کا سبب بن گئیں۔

(۹) کتاب احیاء العلوم میں ابراہیم ارقی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالخیر الدیلمی التینانی سے ملاقات کرنے کا ارادہ کیا۔جب میں ان کے پاس پہنچا تو مغرب کی نماز پڑھ رہے تھے۔میں نے دیکھا کہ سورۃ فاتحہ انہوں نے صحیح نہیں پڑھی۔اس پر مجھے خیال آیا کہ میرا سفر تو بے کار گیا یعنی اس جاہل شخص سے مجھ کو کیا فیض پہنچ سکتا ہے؟ جب صبح ہوئی تو میں استنجا کے لئے باہر نکلا تو ایک درندہ پھاڑ کھانے کے لئے میری طرف بڑھا۔میں نے واپس آ کر شیخ ابوالخیر الدیلمی سے عرض کیا۔یہ سن کر شیخ باہر نکلے اور درندے سے بلا کر کہا کہ میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ میرے مہمانوں کو مت ستانا۔درندہ یہ سن کر چلا گیا۔جب میں قضائے حاجت سے فارغ ہو کر واپس آیا تو شیخ نے فرمایا کہ تم لوگ ظاہری حالت کی درستگی میں مشغول ہو لہٰذا تم درندوں سے ڈر جاتے ہو اور ہم باطنی حالت کی درستگی میں مشغول ہیں لہٰذا شیر ہم سے ڈرتا ہے۔

امام العلامہ جمال الدین بن عبداللہ اسعد الیافعی نے اولیاء اللہ کے اوصاف میں اشعار تحریر فرمائے ہیں:

هم الاسد ما الاسد الاسود تهابهم ۔۔۔ وما النمر وما اظفار فهد و نابه

''وہ شیر ہیں اور شیر کیا ہے وہ شیروں کو ڈراتے ہیں اور چیتا کیا ہے اور چیتے کے ناخن اور کچلیاں کیا ہیں''۔

وما الرمى بالنشاب ما الطعن بالقنا ۔۔۔ وما الضرب با الماضى الكمى ماذبابه

''تیر اندازی کیا ہے اور کمانوں سے تیر چھوڑنا کیا ہے اور تلوار کی نوک سے قتل وقتال کی حیثیت کیا ہے''۔

لھم ھم للقاطعات قواطع لھم قلب اعیان المراد انقلابہ

''ممدوح کی ہمتیں کیا ہیں ان کی ہمتیں پہاڑ شکن ہیں اوران کے دل انقلاب کا مرکز ہیں''۔

لھم کل شئی طائع ومسخر فلاقط یعصیھم بل الطوع دابہ

''ان کے لئے ہر شے اطاعت اور مسخر ہے کوئی شے ان کی نافرمانی نہیں کرتی بلکہ اس کا حال اطاعت ہے''۔

من اللّٰہ خافوالاسواہ فخافھم سواہ جمادات الوری و دوابہ

''وہ بجز اللہ کی ذات پاک کے کسی سے خوف نہیں کھاتے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا تمام چیزیں از قسم جمادات اور دواب ان سے خوف کھاتے ہیں''۔

لقد شمروا فی نیل کل عزیزۃ ومکرمۃ ممایطول حسابہ

''وہ ہر قسم کی بزرگی اور مکرمہ حاصل کرنے کے لئے کمربستہ ہیں جس کا شمار کرنا قیاس سے باہر ہے''۔

الی أن جنوا لمر الھوی بعدما جنی علیھم وصار الحب علبا عذابہ

''انہوں نے اپنی خواہشات کے تمام پھل حاصل کر لئے اور ہر خواہش ان کے لئے آبِ شیریں ثابت ہوئی''۔

خبر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد تو مجھ سے ایسا ڈر تارہ کہ جیسے پھاڑ کھانے والے درندے سے ڈرا جاتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ میرے اوصاف مخوفہ یعنی عزت، عظمت، کبریا، جبروت، شدت، بطش، نفوذ الامر میں اس طرح ڈرتارہ جس طرح کسی درندہ ضرر رساں کی شدت بدن دانتوں کی گرفت، جرات قلب غصہ کی شدت سے ڈرتا ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم کو بھی اللہ سے ایسا ہی ڈرنا چاہیے کہ جیسا اس کا حق ہے کیونکہ جو شخص اس سے ڈرا اس سے ہر چیز ڈرتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور اس کی ہر شئے اطاعت کرتی ہے۔

درندے کا شرعی حکم:

سباع کا شرعی حکم باب ہمزہ میں گزر چکا ہے لیکن سباع (درندہ) پر سواری کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوب سباع سے ممانعت فرمائی ہے۔ بے نفع سباع کی خرید وفروخت بھی درست نہیں ہے اور جن درندوں سے انتفاع اٹھایا جاتا ہے اس کی بیع جائز ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

السبنتی والسبندی

(چیتا) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی وفات سے تین دن قبل جنات آپ پر نوحہ کرتے ہوئے سنے گئے۔ پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

أبعد قتیل بالمدینۃ أظلمت لہ الارض تھتز العضاہ باسوق

''کیا اس شخص کے بعد جو مدینہ میں قتل ہوا (حضرت عمرؓ) اور جس کے لئے تمام زمین تاریک ہوگئی بڑے بڑے درخت تنوں پر لہلہانے لگے''۔

جزی اللّٰہ خیر آمن امام وبارکت یداللّٰہ فی ذاک الادیم الممزق

''اللہ تعالیٰ امیر المومنین (حضرت عمرؓ) کو بہتر بدلہ دے اور اس کھال کو بھی جو خنجر سے پار ہوگئی تھی''۔

فمن یسع أویرکب جناحی نعامة لیدرک ما قدمت بالامس یسبق

''جو شخص دوڑ کر چلے یا شتر مرغ کے بازوؤں پر سوار ہو کر چلے تاکہ ان اعمال کو حاصل کرے جو حضرت عمرؓ سے زمانہ گذشتہ میں ظہور ہوئے تو وہ آپ سے پیچھے رہ جائے گا''۔

قضیت أمورًا غادرت بعدھا بوائق فی أکمامھا لم تفتق

''آپ نے اپنے عہدۂ خلافت میں امورِ عظیم کا فیصلہ کیا۔ اس کے بعد ان کے غلاموں میں ایسے مصائب چھوڑ دیئے جو اب تک ظاہر نہیں ہوئے''۔

وما کنت أخشی ان تکون وفاته بکفی سبنتی ازرق العین مطرق

''اور مجھ کو یہ ڈر نہیں تھا کہ آپ کی وفات ایک ظالم نیچی نگاہ والے چیتے سے ہوگی''۔ (یعنی ابولولو)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ جوہری نے ان اشعار کو شاخ کی جانب منسوب کیا ہے لیکن ''استیعاب'' نامی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد لوگوں نے ان اشعار کو ''شماخ'' کی جانب منسوب کر دیا۔ حالانکہ یہ اشعار اس کے نہیں تھے۔ شماخ تین بھائی تھے اور تینوں شاعر تھے۔

چیتے کا بیان باب النون میں نمر کے بیان میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

السبیطر

السبیطر: سین پر فتح اور باء مفتوح طاء مہملہ ان دونوں کے درمیان یا اور راء مہملہ، اس کے آخر میں العمیثل کے وزن پر ہے۔ ایک پرندہ کا نام ہے جس کی گردن لمبی ہوتی ہے ہمیشہ پانی کے اوپر دیکھتا ہے۔ بقول جوہریؒ اس کی کنیت ابوالعیز ار ہے۔ باب العین میں العمیثل کے بیان میں اس کا تفصیلی تذکرہ آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

السَحلة

السحلة: بروزن الھمزہ خرگوش کے اس چھوٹے بچے کو کہتے ہیں جو اپنی والدہ سے جدا ہو کر چلنے پھرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

السُحلیه

السُحلیة: (سین پر ضمہ) چھپکلی بقول ابن صلاح چھپکلی کے مشابہ اور قد میں اس سے بڑا ایک جانور ہے۔ کتاب الروضہ میں اس کو چھپکلی کی ایک قسم شمار کیا گیا ہے اور اس کھانا حرام ہے۔ مزید تفصیل باب العین میں العظایہ کے بیان میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

السحا

السحا (سین مفتوح) چمگادڑ کا دوسرا نام ہے۔ نضیر ابن شمیل کہتے ہیں کہ اس لفظ کا واحد السحاۃ آتا ہے۔ چمگادڑ کا بیان لفظ خفاش باب الخاء میں گزر چکا ہے۔

سحنون

سحنون: سین پر ضمہ و فتحہ دونوں پڑھے گئے ہیں۔ ایک پرندہ کا نام ہے جو اپنی چالاکی اور ذہانت میں تیز ہوتا ہے۔ چونکہ سحنون کے معنی بھی زیرک کے آتے ہیں اس لئے اس پرندہ کو اس نام کے ساتھ موسوم کرتے ہیں۔ سحنون بن سعید التنوخی کا بھی یہی نام پڑ گیا تھا۔ حالانکہ ان کا اصلی نام عبدالسلام ہے جو ابن قاسم کے شاگرد ہیں۔ ان کی وفات ماہِ رجب سنہ ۲۴۰ھ میں ہوئی اور ماہ رمضان المبارک ۱۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔

السخلہ

السخلہ: بکری کے بچہ کو کہتے ہیں خواہ بکرے سے ہو یا مینڈھے سے نر ہو یا مادہ سخلہ کہلاتا ہے۔ اس کی جمع سخل وسخال آتی ہے۔
شاعر کہتا ہے۔

فللموت تغذو الوالدات سخالها كما لخراب الدور تبنى المساكن

''مائیں یعنی بکریاں اپنے بچوں کو موت کے لئے غذا دیتی ہیں جیسے کہ مکانات گردش زمانہ سے ویران ہونے کے لئے تعمیر کئے جاتے ہیں''۔

یہ دوسرا شعر بھی اسی شاعر کا ہے۔

اموالنا لذوى الميراث نجمعها ودورنا لخراب الدهر نبنيها

ترجمہ: ''ہم اپنا مال اپنے وارثوں کے لئے جمع کرتے ہیں اور اپنے مکانات گردش زمانہ سے ویران ہونے کی بناء پر تعمیر کرتے ہیں''۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اگر چہ مکان بنانے کی غرض ویران کرنا نہیں ہوتا البتہ انجام اس کا ویران ہونا ہی ہے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے

فان يكن الموت أفناهم فللموت ما تلد الوالدة

''اگر چہ موت اس کو فنا کر دیتی ہے لیکن والدہ جو بچہ پیدا کرتی ہے وہ موت ہی کے لئے کرتی ہے۔ یعنی انجام ہر پیدا ہونے والے کا موت ہے''۔

ایک نکتہ:

ابوزید فرماتے ہیں کہ بکری کا بچہ خواہ نر ہو یا مادہ جس وقت اپنی ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے۔ سخلہ کہلاتا ہے اور جوں جوں بڑھتا رہتا ہے اس کا نام بھی بدلتا رہتا ہے۔ چنانچہ سخلہ کے بعد بہمہ (جمع بہم) کہلاتا ہے۔ جب چار ماہ کا ہو کر اس کا دودھ چھوٹ جاتا ہے جفر (جمع جفار) کہلاتا ہے۔ اس کے بعد یہ نام ہوتے ہیں:۔

(۱) جب قوی ہو جاتا ہے اور چرنے لگتا ہے تو عریض کہلاتا ہے۔ اس دوران میں نر کو جدی اور مادہ کو عناق کہتے ہیں اور دوسرا نام عتود ہے اور یہ نام اس وقت تک رہتے ہیں جب تک کہ وہ سال بھر کا نہ ہو۔

(۲) جب پورے ایک سال کا ہو جاتا ہے تو نر کو تیس اور مادہ کو عنز کہتے ہیں۔

(۳) اور جب دوسرے سال میں لگ جاتا ہے اور دانت نکلنے لگتے ہیں تو نر کو جذع اور مادہ کو جذعہ کہتے ہیں۔

حدیث میں تذکرہ:

''امام احمدؒ اور ابو یعلیٰ موصلی نے حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا ایک بکری کے بچہ پر سے گزر ہوا جس کو اس کے مالک نے خارش میں مبتلا ہونے کی وجہ سے گھر سے نکال دیا تھا تو آپؐ نے صحابہؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ جس قدر یہ بچہ اپنے مالک کی نگاہ میں حقیر ہے اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں دنیا حقیر ہے''۔

بزار نے مسند میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:۔

''رسول اکرم ﷺ کسی قوم کی کوڑی خانہ سے گزرے وہاں پر ایک مرا ہوا بکری کا بچہ پڑا تھا اس کو آپؐ نے دیکھ کر فرمایا کہ اس کے مالک کو اس کی حاجت نہیں ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر اس کے مالک کو اس کی ضرورت ہوتی تو وہ اس کو کیوں پھینکتا نہیں۔ پھر آپؐ نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ جس قدر یہ بچہ اپنے مالک کی نظر میں حقیر و ذلیل ہے اس سے زیادہ دنیا اللہ کی نظر میں حقیر ہے لہٰذا تم میں سے کوئی اس دنیا سے محبت نہ رکھنا جو اس سے محبت رکھے گا وہ ہلاک ہو جائے گا''۔

سیرت ابن ہشام میں مذکور ہے کہ:۔

''جب رسول اللہ ﷺ حضرت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی معیت میں غزوہ بدر کے لئے تشریف لے چلے تو ایک اعرابی (دیہاتی) سے ملاقات ہوئی۔ صحابہ کرامؓ نے اس اعرابی سے مخالفین (کفار مکہ) کے بارے میں جاننا چاہا کہ کچھ خبر ملے مگر اس سے ان کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا۔ صحابہؓ نے اس اعرابی سے کہا کہ رسول اللہ کو سلام کر وہ وہ کہنے لگا کہ کیا تم میں جناب نبی کریم ﷺ بھی موجود ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہاں! چنانچہ اس نے حضور ﷺ کو سلام کیا اور کہنے لگا کہ اگر آپ فی الحقیقت اللہ کے رسول ہیں تو آپ یہ بتلایئے کہ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟ اس پر سلمہ بن سلامہ بن وقش جو اس وقت لڑکے تھے بول پڑے کہ تو رسول اللہ ﷺ سے ایسا سوال مت کر بلکہ میرے سامنے آ، میں تجھ کو بتلاؤں کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے؟ اس کے پیٹ میں ایک سخلہ (بچہ ہے) یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے سلمہ بن سلامہ وقش سے فرمایا کہ خاموش رہو تم اس کے سامنے فحش کہتے ہو، پھر آپؐ نے سلمہ سے منہ پھیر لیا''۔

حاکم نے مستدرک میں اس حدیث کو کچھ زیادتی کے ساتھ بیان فرمایا اور وہ زیادتی یہ ہے کہ:۔

''پھر آپ نے سلمہ سے منہ پھیرنے کے بعد اس سے بات نہیں کی۔ مقام روحاء میں مسلمانوں نے لوگوں کو مبارک باد دی تو سلمہ بن سلامہ نے رسول اللہ ﷺ سے مبارکبادی سے متعلق دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ ہر قوم میں فراست ہے یہ صرف اشراف ہی جانتے ہیں''۔ پھر حاکم نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد بیان کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح مرسل ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فراست کے متعلق حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول حاکم نے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سب سے زیادہ فراست دان تین شخص، گزرے ہیں:۔

(۱) عزیز مصر، کہ جب اس نے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو فراست کے ذریعے آپ کی بزرگی کا اعتراف کر لیا اور

اپنی عورت سے کہا کہ ''اکرمی مثواہ'' اس کو عزت سے رکھ، شاید یہ ہمارے کام آئے یا ہم اس کو بیٹا بنالیں۔

(۲) حضرت شعیب علیہ السلام کی وہ صاحبزادی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر اپنے والد ماجد سے کہا تھا ''یٰاَبَتِ اسْتَاْجِرْہُ'' ابا جان آپ اس کو نوکر رکھ لیں یہ طاقت وار اور امین شخص ہیں۔

(۳) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، جبکہ آپ نے اپنی وفات کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین اور خلیفہ منتخب فرمایا۔

اس کے بعد حاکم لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے راضی ہو کہ کس خوبی کے ساتھ ان تینوں ہستیوں کو فراست میں جمع کر دیا۔

سخلہ کا شرعی حکم:

بکری کا بچہ اگر کتیا کے دودھ سے پرورش پائے تو اس کا شرعی حکم جلالہ جانوروں کی طرح ہے۔ یعنی اس کا استعمال مکروہ ہے۔ ایک قول کراہت تنزیہہ کا ہے جن کو صاحب ''الشرح الکبیر و روضہ اور صاحب المنہاج نے اختیار کیا ہے۔ اس کے قائل علماء عراق ہیں۔ دوسرا قول کراہیت تحریم کا ہے۔ اس کے قائل امام غزالیؒ امام بغویؒ اور امام رافعیؒ ہیں۔

جلالہ ان جانوروں کو کہا جاتا ہے جو کوڑیوں (یعنی گندگی و نجاستؒ کے ڈھیروں) پر پھرتے رہتے ہیں خواہ وہ اونٹ ہو، بیل ہو یا گائے اور مرغی وغیرہ۔

جلالہ کا شرعی حکم باب الدال میں الدجاج (مرغی) کے تحت گزر چکا ہے اور یہ حدیث بھی گزر چکی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مرغی کھانے کا ارادہ فرماتے تو چند ایام روک کر اس کی حفاظت فرماتے اور اس کے بعد کھایا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ (گندگی کھانے والے جانور) کے دودھ اور گوشت کے استعمال سے منع فرمایا تاوقتیکہ اس کو چند روز روک لینے کے بعد حفاظت کرلی جائے۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ کتنی مقدار نجاست کے استعمال سے جانور جلالہ کے حکم میں شمار ہوتا ہے۔ بعض فقہاءؒ فرماتے ہیں کہ اگر اس جانور کا اکثر کھانا دانہ و چارہ وغیرہ نجاست ہے تو وہ جلالہ کے حکم میں داخل ہے ورنہ نہیں۔ نیز یہ بات واضح رہے کہ یہ ماکول اللحم جانوروں کے بارے میں ہے۔ اگر غیر ماکول اللحم ہوں تو وہ بحث سے خارج ہیں۔ کیونکہ ان کا گوشت ہی استعمال نہیں کیا جاتا۔

بعض فقہاء نے جانور کے جلالہ اور غیر جلالہ ہونے کے بارے میں یہ معیار مقرر کیا ہے کہ اگر اس کے لحم (گوشت) میں نجاست کی بو محسوس ہو تو وہ جلالہ ہے اور نجاست کی بو محسوس نہ ہو تو وہ غیر جلالہ ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جلالہ وہ جانور ہے جس کے گوشت میں نجاست کی بو محسوس ہو یا تمام گوشت میں یا اکثر میں اور اگر معمولی حصہ میں بو محسوس ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ اگر جلالہ جانور نے ایک مدت تک پاکیزہ صاف ستھرا دانہ چارہ کھایا جس کی وجہ سے گوشت کے اندر کی بو ختم ہوگئی اور اس کا گوشت مزکی ہوگیا تو ایسے جانور کا استعمال بلا کراہت جائز ہے، پاکیزہ چارہ و دانہ کا استعمال کسی زمانے پر معلق نہیں ہے۔ بلکہ جب تک اس کا گوشت پاک و صاف نہ ہو جائے اس وقت تک استعمال کرایا جائے گا۔ اگرچہ بعض علماء نے چارہ کا زمانہ کے ساتھ تعین کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر جلالہ جانور اونٹ یا گائے بیل وغیرہ ہو تو چالیس یوم تک اس کو پاک چیز کھلانی چاہیے۔ اس وقت یہ جانور جلالہ کے حکم سے خارج ہو جائیں گے اور بکری میں سات دن اور مرغی کے بارے میں تین دن پاک چیز کھلانے پر غیر جلالہ جانوروں کا حکم دے دیا جائے گا۔

جلالہ جانوروں کی کھال کے بارے میں بھی اختلاف ہے کہ آیا دباغت سے پاک ہوگی یا نہیں۔ ایک قول ہے کہ جلالہ جانوروں کی کھال دباغت سے پاک ہو جائے گی۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ ان کی کھال بھی دباغت سے پاک نہیں ہوگی۔

السِرحان

السِرحان (بکسر السین) بھیڑیا اس کی جمع سراح وسراحین اور مونث سرحانہ آتا ہے۔ لغت ہذیل میں سرحان شیر کو کہتے ہیں۔ ابوالمثلم شاعر نے ایک شخص کا مرثیہ کہا ہے جس کا ایک شعر یہ ہے جس میں سرحان کو شیر کے معنی میں استعمال کیا ہے۔

هباط أودية جمال الوية شهاد أندية سرحان فتيان

''وادیوں کا بہادر جھنڈوں کا اٹھانے والا اور مجلسوں کا شریک نوجوانوں کا شیر''۔

امام النحو سیبویہ نے سرحان بروزن فعلان میں نون کو زائدہ شمار کیا ہے۔

عجائب المخلوقات میں علامہ قزوینی نے کسی چرواہے کی حکایت نقل کی ہے کہ وہ بکریاں لے کر کسی وادی میں پہنچا وہاں پر بھیڑیا اس کی ایک بکری اٹھا کر لے گیا۔ چرواہے نے اس وادی میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے پکارا۔ یا عامر الوادی! اس کے جواب میں اس کے کان میں آواز آئی کوئی کہہ رہا ہے کہ او بھیڑیئے! اس کی بکری واپس کر دے۔ چنانچہ بھیڑیئے نے بکری واپس لا کر اس کے پاس چھوڑ دی۔ بھیڑیئے کا شرعی حکم اور طبی فوائد اور تعبیر لفظ ذئب کے تحت میں گزر چکا ہے۔

بھیڑیئے کی ضرب الامثال

اہل عرب کہتے ہیں ''سقط العشاء به على سرحان'' یعنی وہ بھیڑیئے کا رات کا لقمہ بن گیا۔ اس کہاوت کا پس منظر یہ ہے کہ ایک شخص رات کا کھانا مانگنے نکلا۔ اتفاقاً وہ کسی بھیڑیئے کے پاس گر پڑا اور بھیڑیئے نے اس کو اپنا لقمہ بنالیا۔ حضرت اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ اس کہاوت کی اصلیت یہ ہے کہ ایک شخص رات میں غذا حاصل کرنے کے لئے نکلا۔ راستہ میں اس کو بھیڑیا مل گیا۔ اس نے اس کو ہلاک کر دیا۔

ابن الاعرابی فرماتے ہیں کہ سرحان نامی عرب میں ایک پہلوان تھا لوگوں پر ان کا رعب تھا۔ لوگ اس سے بہت خوف زدہ رہتے تھے۔ ایک دن کسی شخص نے کہا کہ میں اپنے اونٹ اس وادی میں چراؤں گا اور قسم کھا کر کہا کہ میں سرحان ابن ہزلہ نامی پہلوان سے بالکل نہیں ڈرتا سرحان کو بھی اس کی خبر ہوگئی۔ چنانچہ وہ آیا ہے اور اس کے اونٹ پکڑ کر لے گیا اور پھر یہ اشعار پڑھے۔

ابلغ نصيحه ان راعى إبلها سقط العشاء به على سرحان

''بطور نصیحت کے یہ بات پہنچا دے کہ اونٹوں کا چرانے والا، سرحان کی رات کی غذا بن گیا''۔

سقط العشاء به على متنمر طلق اليدين معاود لطعان

''وہ ایسے شخص کی غذا بن گیا جو مثل چیتے کے تھا جو انمردتھا اور طعان کا لوٹانے والا تھا''۔

مذکورہ بالا مثال ایسی طلب ضرورت کے وقت بولی جاتی ہے جو طالب ضرورت کی ہلاکت کا باعث بن جائے۔

السَّرَطان

السرطان (س راء مفتوح، آخر میں نون) کیکڑا مشہور جانور ہے۔ اس کا دوسرا نام عقرب الماء پانی کا بچھو ہے۔ اس کی کنیت ابوبحر ہے۔ اس جانور کی پیدائش اگرچہ پانی میں ہوتی ہے لیکن اس کے اندر صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ خشکی میں بھی زندگی گزار سکتا ہے۔ یہ دوڑنے میں بھی تیز ہوتا ہے اس کے دو تالو ہوتے ہیں، پنجے اور ناخن بہت تیز ہوتے ہیں۔ دانت بہت ہوتے ہیں۔ اس کی کمر سخت ہوتی ہے۔ اگر کوئی انجان شخص اس کو دیکھے تو یہ خیال کرے گا کہ اس جانور کے نہ سر ہے اور نہ دم۔ اس کی آنکھیں اس کے شانوں میں اور اس کا منہ اس کے سینہ میں ہوتا ہے۔ اس کے تالو دونوں طرف سے چرے ہوئے ہوتے ہیں اور آٹھ پیر ہوتے ہیں۔ یہ ایک جانب سے پانی اور ہوا کو چیرتا ہوا چلتا ہے۔ کیکڑا سال میں کئی مرتبہ اپنی کھال بدلتا ہے اور اپنے رہنے کے مقام میں دو دروازے رکھتا ہے۔ ایک دروازہ پانی کی طرف اور ایک دروازہ خشکی کی طرف، جب یہ اپنی کھال بدلنے کے لئے اتارتا ہے تو پانی کی طرف کا دروازہ بند کر لیتا ہے تا کہ پانی کے جانوروں کے شر سے محفوظ رہے اور خشکی کی طرف کا راستہ کھلا رکھتا ہے تا کہ ہوا پہنچتی رہے اور اس کے بدن کی رطوبت خشک ہو کر اس میں سختی آ جائے۔ جب اس کے بدن میں خشکی آ جاتی ہے تو غذا حاصل کے لئے پانی کی طرف کا دروازہ پھر کھول دیتا ہے۔

حکیم ارسطا طالیس نے اپنی کتاب ''النعوت'' میں لکھا ہے کہ لوگوں کا گمان ہے کہ اگر کسی گڑھے میں مردہ کیکڑا چت پڑا ہوا ملے تو جس شہر یا جس زمین میں وہ اس حالت میں ہے تو وہاں کے لوگ آفات سماویہ سے محفوظ رہیں گے۔ اگر کیکڑے کو پھل دار درخت پر لٹکا دیا جائے تو ان پر پھل بکثرت آویں گے۔ کسی شاعر نے کیکڑے کے اوصاف میں لکھا ہے۔ ع

فی سرطان البحر عجوبه ظاهرة للخلق لا تخفی

''سرطان بحری میں عجیب بات ہے جو لوگوں پر ظاہر ہے مخفی نہیں ہے''۔

مستضعف المشية لكنه البطش من جاراته كفا

''اگرچہ اس کی چال میں کمزوری ہے لیکن اس کے پنجوں میں دیگر بحری جانوروں کے مقابلہ میں قوت بطش (پکڑنے کی قوت) زیادہ ہے''۔

يسفر للناظر عن جملة متی مشی قدرها نصفا

''دیکھتے وقت دیکھنے والوں کو پورا نظر آتا ہے اور جب چلتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ نصف ہے''۔

کہتے ہیں کہ بحر چین میں کیکڑوں کی بہت کثرت ہے۔ جب وہ دریا سے نکل کر خشکی پر آتے ہیں تو پتھروں میں گھس جاتے ہیں۔ حکیم حضرات ان کو پکڑ کر سرمہ بناتے ہیں جو بینائی کو تقویت دینے میں مفید ہے۔ کیکڑا نر مادہ کی جفتی سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ سیپ سے نکلتا ہے۔

ایک عجیب واقعہ

کتاب الحلیہ میں ابوالخیر دیلمی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک خیر النساج کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی میرے لئے بہترین رومال بن دو اور یہ بتلاؤ اس کی اجرت کیا ہو گی۔ انہوں نے جواب دیا دو درہم۔ کہنے لگی اس وقت تو میرے پاس درہم نہیں ہیں البتہ کل آوں گی اور ساتھ میں بننے کی اجرت اور رومال کے واسطے کپڑا بھی لیتی آوں گی۔ آپ نے

فرمایا کہ اگر میں کل گھر پر نہ ملا تو ایک کام کرنا کہ کپڑا اور درہم ایک ساتھ لپیٹ کر دریائے دجلہ میں ڈال دینا۔ وہاں انشاء اللہ دونوں چیزیں مجھ کو مل جائیں گی۔ چنانچہ اگلے روز وہ عورت آئی اور وہ گھر پر موجود نہیں تھے۔ کچھ دیر تو وہ ان کے انتظار میں بیٹھی رہی۔ مگر جب وہ نہیں آئے تو اس عورت نے دو درہم کپڑے میں لپیٹ کر دریا میں ڈال دیا۔ ڈالتے ہی ایک کیکڑا سطح آب پر آیا اور وہ اس کپڑے کو منہ میں دبا کر ڈبکی مار گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے اپنی دوکان کھولی۔ اس کے بعد وضو کرنے دریا کے کنارے گئے۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ کیکڑے نے پانی سے منہ نکالا جلدی جلدی شیخ کی طرف بڑھنا شروع کر دیا اور اس کی کمر پر کپڑے کی وہ پوٹلی رکھی ہوئی تھی۔ انہوں نے ہاتھ بڑھا کر وہ پوٹلی لے لی اور کیکڑا لوٹ گیا۔ ابوالخیر فرماتے ہیں کہ یہ شیخ جب اپنی دوکان پر آ کر بیٹھ گئے تو میں نے ان سے کہا کہ میری نظروں نے ایسا ایسا ماجرا دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا خدا کے واسطے اس کا میری زندگی میں کسی سے تذکرہ نہ کرنا۔ میں نے کہا بہت اچھا انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔

شرعی حکم:

کیکڑے کا کھانا درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ نجس ہوتا ہے۔ بقول رافعہ کیکڑے کا کھانا اس وجہ سے درست نہیں ہے کہ اس کے کھانے سے نقصان ہوتا ہے امام مالکؒ کے مذہب میں اس کا کھانا حلال ہے۔

طبی خواص:

کیکڑے کے کھانے سے کمر کے درد میں نفع ہوتا ہے اور کمر مضبوط ہو جاتی ہے اگر کوئی شخص کیکڑے کا سر اپنے بدن پر لٹکائے تو اگر رات گرم ہوئی تو اس کو نیند نہیں آئے گی اور اگر گرم نہ ہوئی تو نیند آ جائے گی۔ اگر کیکڑے کو جلا کر اس کی راکھ بواسیر میں مل دی جائے تو بواسیر جاتی رہے گی خواہ وہ کیسی ہی ہو۔ اگر اس کی ٹانگ کسی درخت پر لٹکا دی جائے تو اس درخت کے پھل بغیر کسی علت کے جھڑ جائیں گے۔ کیکڑے کا گوشت سل کے مریضوں کو بہت نفع دیتا ہے۔ اگر کیکڑے کو تیر کے زخم پر رکھ دیا جائے تو تیر کی نوک وغیرہ کو زخم سے نکال دیتا ہے۔ سانپ اور بچھو کے کاٹے پر اگر اس کو رکھ دیا جائے تو بھی بہت نفع ہوتا ہے۔

خواب میں تعبیر:

کیکڑا خواب میں ایک نہایت باہمت مکار اور فریبی کی دلیل ہے۔ اس کا گوشت کھانا اس بات کی علامت ہے۔ کہ دیکھنے والے کو کسی دور دراز ملک سے مال حاصل ہوگا اور کبھی کیکڑے کو خواب میں دیکھنا مال حرام کی علامت ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اَلسُّرْعُوْب

اَلسُّرْعُوْب: بضم السین وسکون الراء ۔ نیولا، اس کا دوسرا نام نمس بھی ہے۔

السَرفُوت

السرفوت: (سین پر فتحہ اور فاء پر ضمہ) یہ ایک قسم کا کیڑا ہوتا ہے۔ شیشہ کے اندر رہتا ہے اور اپنا گھونسلہ بناتا ہے اور اسی میں انڈے بچے دے دیتا ہے اور یہ اپنا ٹھکانہ ایسی جگہ بناتا ہے جہاں آگ ہر وقت جلتی رہتی ہو۔ ابن خلکان نے یعقوب صابر کے حالات میں ایسا ہی تحریر کیا ہے۔

السُّرُفَة

السُّــــرفة: سین پر ضمہ راء ساکن بقول ابن سکیت یہ ایک قسم کا کیڑا ہے۔ جس کا سر کالا اور باقی بدن سرخ ہوتا ہے۔ یہ اپنا گھر مربع شکل کا اس طور پر بناتا ہے کہ پتلی پتلی لکڑیاں لے کر ان کو اپنے لعاب سے جوڑتا ہے اور وہیں پر بیٹھ جاتا ہے اور مر جاتا ہے۔

حدیث شریف میں السرفۃ کا تذکرہ:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے فرمایا کہ جب تو مقام منیٰ میں پہنچے اور فلاں فلاں جگہ جائے تو وہاں تجھ کو ایک درخت ملے گا کہ اس کے پتے کبھی نہیں جھڑتے اور نہ اس سے ٹڈی گرتی اور نہ اس پر سرفۃ تصرف کرتا اور نہ اس کو اونٹ وغیرہ چھوتے ہیں تجھ کو چاہیے کہ اس درخت کے نیچے قیام کرے کیونکہ اس درخت کے نیچے ستر انبیاء کرام علیہم السلام قیام فرما چکے ہیں''۔

شرعی حکم:

اس کا کھانا حرام ہے کیونکہ یہ حشرات میں شامل ہے۔

الامثال:

اہلِ عرب مثال دیتے ہیں کہ فلاں اصنع من سرفۃ تفصیلی بیان باب الہمزہ میں آ چکا ہے ملاحظہ فرمالیں۔

السّرمان

السُّرمان: بھڑ کی ایک قسم ہے جس کا رنگ مختلف ہوتا ہے۔ زرد بھی ہوتا ہے اور کالا بھی۔

السردة

(مونث ٹڈی)

السرماح

السرماح: نر ٹڈی

السعدانة

اس سے مراد کبوتری ہے۔

السعلاة

(غول بیابانی) السعلاۃ: یہ غول بیابانی کی سب سے خبیث قسم ہے۔ اس کا خاصہ یہ ہے کہ کبھی لمبی اور کبھی موٹی ہو جاتی ہے۔ اس کی

جمع سعال آتی ہے۔ جب عورت خبیثہ ہو جاتی تو عرب کے لوگ کہتے ہیں سعلاۃ یعنی خبیثہ ہوگئی۔ شاعر کا قول ہے۔

لقد رایت مذا مسا عجائزا مثل السعالی خمسا

''شام کے وقت میں نے ایک عجیب تماشا دیکھا کہ پانچ بوڑھی عورتیں جو چڑیلوں جیسی معلوم ہو رہی تھیں''۔

یاکلن ما اصنع همسا همسا لا ترک اللّٰه لهن ضرسا

''انہوں نے یہ کام کیا کہ جو کچھ میں نے پکایا تھا چپکے چپکے بیٹھی ہوئی کھاتی رہیں خدا ان کے ڈاڑھ اور دانت توڑ ڈالے''۔

ابوعمر شاعر کہتے ہیں۔

یا قبح اللّٰه بنی السعلاۃ عمرو بن یربوع شرار النات

''اے اللہ بنو سعلاۃ کے ساتھ بدترین معاملہ کیجیو۔ کیونکہ عمرابن یربوع بدترین شخص ہے نہ

یسوا اعفا ولا أکیات

انہیں معاف کرنا اور نہ چھوڑنا

کہتے ہیں کہ عمرابن یربوع جس کو شاعر نے شرار النات کہا ہے انسان اور سعلاۃ کی ہم بستری سے پیدا ہوا تھا۔ قبیلہ جرہم کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ملائکہ اور بنی آدم کی لڑکیوں کی باہمی صحبت سے پیدا ہوئے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ فرشتوں میں سے کسی فرشتہ نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ہاروت و ماروت کی طرح زمین پر اتار دیا۔ زمین پر آ کر اس کا تعلق بھی عورتوں سے ہو گیا۔ اس قبیلہ سے قبیلہ جرہم پیدا ہوئے۔

کہتے ہیں کہ بلقیس ملکہ سباء اور سکندر ذوالقرنین اسی قسم کے باہمی تعلق سے پیدا ہوئے ہیں۔ ذوالقرنین کے متعلق مشہور ہے کہ آپ کی والدہ انسان اور والد فرشتہ تھے۔ مذکورہ بالا توہمات کے متعلق علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ حق بات یہ ہے کہ ملائکہ، انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرح صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے بالکل پاک و صاف ہوتے ہیں۔ اس کے قائل حضرت قاضی عیاض و دیگر علماء ہیں۔ قبیلہ جرہم اور ملکہ بلقیس اور ذوالقرنین کے بارے میں جو لوگوں کا غلط خیال ہے وہ شرعی طور پر ممنوع ہے اور ہاروت و ماروت کے قصہ سے اس پر استدلال کرنا لایعنی اور فضول ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کا خیال یہ ہے کہ ہاروت و ماروت شہر بابل میں دو جادوگر تھے جو لوگوں کو جادو سکھلایا کرتے تھے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ یہ دو بددین شخص تھے وہ لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتے تھے فرشتے ہرگز نہیں تھے۔ کیونکہ جادو سکھانا فرشتوں کا کام نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ اور حسن بصریؒ نے کلام پاک کی اس آیت میں ''وَمَا اُنْزِلَ عَلَی الْمَکِیْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ'' ملکین کے لام کو زبر کے بجائے کسرہ پڑھا ہے۔ ہاروت و ماروت کے متعلق مفصل گفتگو باب الکاف میں کلب کے تحت آئے گی۔ انشاء اللہ۔

ذوالقرنین کے نام و نسب کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ چنانچہ صاحب ابتلاء الاخیار فرماتے ہیں کہ ذوالقرنین کا نام اسکندر تھا۔ آپ کے والد اپنے زمانے میں علم نجوم کے متبحر عالم تھے۔ فلکی اثرات کے جس قدر وہ ماہر تھے اس وقت اور کوئی نہ تھا ان کی عمر زیادہ ہوئی ہے۔ ایک رات انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ جاگتے جاگتے میری طبیعت خراب ہوگئی ہے۔ لہٰذا یہ جی چاہتا ہے کہ آنکھ لگا لوں میرے بجائے تم جاگتی رہو اور آسمان کو تکتی رہو۔ جس وقت ایک ستارہ فلاں جگہ (انگلی کے اشارہ سے جگہ کا تعین کر کے بتلایا) طلوع ہو تو تم مجھ کو جگا دینا میں اٹھ کر تمہارے ساتھ صحبت کروں گا اس سے تم حاملہ ہو جاؤ گی اور تمہارے بطن سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو اخیر

زمانہ تک زندہ رہے گا۔ یہ کہہ کر وہ سو گئے۔ اتفاق کی بات کہ سکندر کے والد کی سالی یعنی ذوالقرنین کی خالہ اپنے بہنوئی کی یہ بات سن رہی تھی۔ اس نے اپنے شوہر سے یہ قصہ بیان کر دیا۔ جس وقت وہ ستارہ معینہ جگہ پر طلوع ہوا سالی جاگ کر فوراً اپنے شوہر سے ہم بستر ہوگئی۔ چنانچہ اس کو حمل رہ گیا اور مدت حمل گزر جانے کے بعد اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام خضر رکھا گیا۔ ادھر سکندر کی والدہ آسمان کو تک رہی تھی کہ اس کے شوہر کی آنکھ کھل گئی۔ وہ جلدی سے اٹھ کر آیا اور ستارہ کو دیکھنے لگا۔ لیکن اس وقت وہ ستارہ اپنی جگہ سے ہٹ چکا تھا۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم نے مجھ کو جگایا کیوں نہیں؟ اس نے جواب دیا مجھ کو اس کام کے لئے جگاتے ہوئے شرم آئی اس بناء پر نہیں جگایا۔ یہ سن کر شوہر بولا کہ میں چالیس سال سے اس ستارہ کا انتظار کر رہا تھا تم نے میری ساری محنت اکارت کر دی۔ خیر اب جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ ایک گھڑی بعد ایک دوسرا ستارہ نکلے گا اس وقت میں تمہارے ساتھ ہم بستر ہوں گا اور اس حمل سے ایسا بچہ ہوگا جو سورج کے دونوں قرنوں کا مالک ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس حمل سے سکندر ذوالقرنین پیدا ہوئے اور ساتھ ہی ساتھ ان کی خالہ کے بطن سے حضرت خضر علیہ السلام پیدا ہوئے۔

ذوالقرنین کے بارے میں وہب ابن منبہ کی روایت اس کے خلاف ہے۔ فرماتے ہیں کہ ذوالقرنین ایک رومی شخص تھے وہ ایک بڑھیا کے اکلوتے بیٹے تھے۔ اصل نام سکندر تھا چونکہ آپ مرد صالح تھے تو اللہ تعالیٰ نے جوان ہونے پر آپ کو لفظ ذوالقرنین سے خطاب کیا اور کہا کہ اے ذوالقرنین میں تم کو زمین کی مختلف قوموں کی جانب مبعوث کرنے والا ہوں۔ تو ذوالقرنین نے بارگاہِ خداوندی میں دعا کی کہ الہ العالمین! میں اس امر عظیم کی طاقت نہیں رکھتا نہ میرے پاس مادی قوت ہے کہ میں ان کا مقابلہ کروں اور نہ قوت گویائی ہے کہ میں ان سے گفتگو کروں اور نہ صبر کی طاقت کہ ان کے ظلم کا صبر کروں اور نہ ان کی زبان کو جانتا ہوں کہ ان کی بات سمجھوں۔ نہ میرے پاس دلیل وحجت ہے اور نہ عقل وحکمت ہے۔ کوئی بھی چیز میرے پاس ایسی نہیں ہے کہ جن سے کہا جا سکتا ہو کہ میں اس امر عظیم کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ آپ غفور الرحیم ہیں مجھ ضعیف بندہ پر رحم فرمائیے۔ آپ ہی کا ارشادِ گرامی ہے کہ ہم کسی بندہ کو اس کی وسعت وطاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتے۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہم تمہارا سینہ علم وحکمت سے مامور کر دیں گے۔ ہر طرح کی قوت سے مالا مال کر دیا جائے گا اور تیری زبان کو کشادہ کر دوں گا تو ہر زبان میں گفتگو کرے گا میں تیری سماعت کھول دوں گا پس تو ہر چیز کی آواز سن لے گا میں نظر تیز کر دوں گا پس تو ہر چیز کو دیکھ لے گا اور میں تمہیں ہیبت کا لباس پہنا دوں گا پس تو کسی چیز سے نہیں گھبرائے گا اور تیرے لئے نور وظلمت کو مسخر کر دوں گا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے واتیناہ من کل شئی سببا (اور ہم نے اس کو عطا کیا ہر چیز کا سامان)۔ ابن ہشامؒ فرماتے ہیں کہ ذوالقرنین صعب ابن ذی مرشد الحمیری کا لقب ہے جو وائل بن حمیر کی اولاد میں سے ہے۔

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ آپ کا اصل نام مرزبان ابن مردویہ ہے اور اہل سیر نے ذکر کیا ہے کہ سکندر یونان ابن یافث کی اولاد میں ایک شخص ہیں اس کا نام ہرمس تھا اور اس کو ہردیس بھی کہا جاتا تھا۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کتب سیر وتواریخ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سکندر نام کے دو شخص جدا جدا زمانے میں گزرے ہیں۔ ایک ان میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہم عصر اور دوسرے حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ کے قریب گزرے ہیں۔ نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ذوالقرنین شاہِ فارس کا لقب ہے کہ جس نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں یا اس سے قبل ایک باغی بادشاہ کو قتل کیا تھا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ سکندر کو ذوالقرنین سے ملقب کرنے میں بھی کافی اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ چونکہ وہ روم اور فارس کا بادشاہ تھا اس وجہ سے اس کو ذوالقرنین کا لقب دیا گیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قرن کے معنی سینگ کے آتے ہیں اور ذوالقرنین کے

معنی دوسینگوں والا، چونکہ آپ کے سر میں دوسینگوں کی طرح کچھ چیز تھی اس لئے آپ کو ذوالقرنین کہا گیا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ آپ نے خواب میں دیکھا تھا کہ میں سورج کے دونوں قرنوں کو پکڑے ہوئے ہوں جس کی تعبیر یہ لی گئی کہ آپ مشرق و مغرب کا دورہ کریں گے۔ چوتھا قول آپ نے اپنی قوم کو جس وقت توحید کی دعوت دی تو آپ کی قوم نے آپ کی کنپٹی پر ضرب لگائی اور جب دوسری مرتبہ دعوت دی تو دوبارہ بھی دوسری کنپٹی پر ضرب لگائی۔

پانچواں قول یہ ہے کہ آپ والد اور والدہ کی جانب سے نجیب الطرفین تھے اس سبب سے ذوالقرنین کہلائے۔ چھٹا قول ہے کہ آپ نے اپنی عمر میں دوصدی پوری کرلیں تھیں اس وجہ سے ذوالقرنین لقب پڑا کیونکہ قرن کے معنی صدی کے بھی آتے ہیں۔ ساتواں قول یہ ہے کہ جب آپ قتال کرتے تو ہاتھ پاؤں اور رکابوں سے قتال کرتے۔ آٹھواں قول ہے کہ آپ کے دوخوبصورت زلفیں تھیں اس وجہ سے ذوالقرنین کہلائے۔ کیونکہ قرن کے معنی زلف کے بھی آتے ہیں۔ راعی شاعر نے مندرجہ ذیل شعر میں قرن کو زلف کے معنی میں استعمال کیا ہے۔

فلثمت فاها آخذا بقرونها شرب النزيف لبرد ماء الحشرج

''میں نے اس کے منہ کو بند کیا اور اس کی زلفیں پکڑیں، اس نے خالص پانی پیا ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنے جگر کو''۔

اس کے علاوہ یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ آپ کو علم ظاہر و باطن دیا گیا تھا اور یہ کہ آپ اسکندریہ کے ایک شخص تھے اور آپ کا نام اسکندر اور والد کا نام فیلیش رومی تھا اور آپ کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کا زمانہ ہی ہے۔

مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ بادشاہ روئے زمین پر چار ہوئے ہیں۔ دو مومن اور دو کافر، مومنین میں حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ذوالقرنین ہیں اور کافرین میں نمرود، بخت نصر اور اس امت محمدیہ میں پانچویں ایک اور ہوں گے۔ وہ حضرت امام مہدی علیہ السلام ہیں۔

ذوالقرنین کی نبوت میں اختلاف ہے جو لوگ آپ کی نبوت کے قائل ہیں وہ اس آیت شریفہ سے استدلال کرتے ہیں ''قلنا یا ذوالقرنین'' جو حضرات آپ کی نبوت کے قائل نہیں ہیں وہ فرماتے ہیں کہ آپ ایک عادل صالح آدمی تھے اور یہی قول علامہ دمیریؒ کے نزدیک صحیح ہے۔ آپ کی نبوت کے قائلین کا کہنا ہے کہ جو فرشتہ آپ پر نازل ہوتا تھا اس کا نام قیائیل ہے اور یہ وہی فرشتہ ہے جو قیامت کے دن زمین کو سمیٹ لے گا اور سب مخلوق میدان حشر میں جمع ہو جائے گی۔ اب اصلی مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

جاحظ فرماتے ہیں کہ توالد و تناسل کا سلسلہ انسان اور جنات کے درمیان واقع ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں ارشاد فرمایا کہ ''وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ'' یعنی ان کے مال اور اولاد میں شریک ہو جاؤ۔ تو اس آیت شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شرکت ہوسکتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ جنی عورتیں انسانی مردوں پر ہم بستری کی غرض سے فریفتہ ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جنوں کے مرد انسانی عورتوں پر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو جنوں کے مرد انسانی مردوں پر اور جنی عورتیں انسانی عورتوں پر خوش بود ہوا کرتیں۔ حق تعالیٰ سورۂ رحمٰن میں فرماتے ہیں ''لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ'' اور ان حوروں کو اس سے پہلے نہ کسی انسان نے اور نہ کسی جن نے ہاتھ لگایا۔ اس آیت شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر جنوں کے مردوں میں عورتوں سے صحبت کرنے کی خواہش نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں جنتیوں کو اس قسم کا یقین کیوں دلاتے؟

سہیلی سعلاۃ اور غول میں فرق بیان کرتے ہیں کہ سعلاۃ دن میں اور غول رات میں انسان پر ظاہر ہوتے ہیں۔ علامہ قزوینیؒ فرماتے ہیں سعلاۃ غول کے برخلاف ایک شیطانی قسم ہے۔ عبید ابن ایوب شاعر کہتا ہے۔

وساحرة عینی لوان عینها رأت ما الاقیہ من العزل جنت

''اور وہ میری آنکھوں کی نظر بندی کرنے والی ہے اگر وہ نظر اٹھا کر دیکھ لے تو خوف ودہشت کا انبار جمع ہو''۔

ابیت و سعلاة دغول یقفرة إذ اللیل واری الجن فیہ أرنت

''سعلاۃ آئی تو رات کی تاریکیاں اپنی ساتھ لائی اور تاریکیاں بھی گھٹا ٹوپ''۔

سعلاۃ زیادہ تر جنگلوں میں پائے جاتے ہیں اور جب وہ کسی انسان کو اپنے قبضہ میں کر لیتے ہیں تو اس کو خوب نچاتے ہیں اور کھلاتے ہیں۔ بعض اوقات ان کو بھیڑیا کھا جاتا ہے اور جب بھیڑیا ان کو پکڑ لیتا ہے تو شور مچاتا ہے کہ بچاؤ مجھ کو بھیڑیا پھاڑ رہا ہے اور بعض اوقات وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک ہزار دینار ہیں۔ جو شخص مجھ کو بچائے گا تو میں اس کو ایک ہزار دینار دوں گا۔ لوگ چونکہ سعلاۃ کی آواز سے اور اس کے دھوکہ سے واقف ہیں اس لئے اس کو کوئی بچانے نہیں جاتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بھیڑیا اس کو کھا لیتا ہے۔

السُّفُنَّج

(ایک پرندہ) السفنج: سین پر ضمہ فاء ساکنہ یہ ملحق بخماسی ہے اور تیسرا حرف مشدد ہے ایک پرندہ کو کہتے ہیں۔

السقب

السقب: اونٹنی کا بچہ۔ اس کی جمع اسقب، سقاب وسقوب آتی ہے اور مونث سقبہ اور والدہ کا نام مسقب ومسقب ہے۔ اہل عرب مثال دیتے ہیں کہ ''اذل من السقبان'' کہ فلاں آدمی سقبان سے بھی زیادہ کمزور ہے۔

السقر

السقر: علامہ قزوینیؒ فرماتے ہیں کہ السقر شاہین کے مثل ایک پرندہ ہوتا ہے۔ شاہین کے مقابلہ میں اس کی ٹانگیں موٹی ہوتی ہیں صرف سرد ممالک میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ بلاد ترک میں بکثرت موجود ہیں۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ جس وقت یہ پرندہ پر چھوڑا جاتا ہے تو اس کے چاروں طرف بشکل دائرہ چکر لگاتا ہے اور جب اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں سے اس نے چکر لگانا شروع کیا تھا تو سب پرندے اس دائرے میں آ جاتے ہیں اس سے باہر کوئی نکلنے نہیں پاتا۔ اگر چہ شمار میں ایک ہزار ہی کیوں نہ ہوں۔ اس کے بعد وہ ان سب کو لے کر آہستہ آہستہ نیچے اترتا ہے یہاں تک کہ زمین سے آ کر لگ جاتے ہیں پھر ان کو شکاری پکڑ لیتے ہیں ایک بھی بچ کر نہیں جاتا ہے۔

السقنقور

السقنقور: یہ جانور سقنقور ہی کے نام سے مشہور ہے اور دو قسم کا ہوتا ہے ایک ہندی اور دوسرا مصری سقنقور بحر قلزم میں جس میں فرعون غرق ہوا تھا پایا جاتا ہے اور بلاد حبشہ میں پیدا ہوتا ہے۔ پانی میں مچھلی کا اور خشکی میں قطاء کا شکار کرتا ہے۔ سانپوں کی طرح ان کو نگل جاتا ہے۔ اس کی مادہ بیس انڈے دیتی ہے اور ان کا بالو (ریت) میں دبا دیتی ہے۔ یہی اس کا سینا ہے۔ تمیمی کہتے ہیں کہ اس مادہ کے دو فرج اور نر کے دو ذکر ہوتے ہیں۔

حکیم ارسطو فرماتے ہیں سقنقور ایک بحری جانور ہے اور سمندر کے ان مقامات میں پیدا ہوتا ہے جہاں بجلی کی چمک پیدا ہوتی ہے۔ اس کے اندر عجیب بات یہ ہے کہ یہ اگر انسان کے کاٹ لے تو انسان اگر پہلے پانی پر پہنچ جاتا ہے تو سقنقور مر جاتا ہے اور اگر سقنقور پہلے پہنچ جائے تو انسان مر جاتا ہے۔ سقنقور اور سانپ میں فطری عداوت ہے جو جس پر غالب آ جاتا ہے وہ اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔ سقنقور اور گوہ کے درمیان کئی اعتبار سے فرق ہے۔ اول یہ ہے کہ گوہ خشکی کا جانور ہے اور خشکی میں ہی رہتا ہے اور سقنقور دریائی جانور ہے۔ پانی میں یا اس کے قریب رہتا ہے۔ (۲) سقنقور کی کھال گوہ کی کھال سے زیادہ نرم ہوتی ہے۔ گوہ کی پشت رو دار اور مٹیالی رنگ کی ہوتی ہے جبکہ سقنقور کی پشت زرد اور کالی ہوتی ہے۔ سقنقور کا نر قابلِ قدر چیز ہے کیونکہ جو نفع قوتِ باہ کے سلسلہ میں اس کی جانب منسوب کیا جاتا ہے وہ نر میں ہوتا ہے مادہ نہیں ہوتا۔ یہ نفع تجربہ میں آ چکا ہے بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ سقنقور اس نفع کے لئے خاص ہے۔ اس کے اعضاء کا وہ حصہ جو کمر کی طرف سے اس کی دم سے ملا ہوا ہے اس کام کے لئے نافع تر چیز ہے اس کا طول تقریباً دو ذراع اور عرض نصف ذراع ہوتا ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ سقنقور ہمارے زمانے میں بلادمصریہ میں سوائے فیوم شہر کے اور کہیں نہیں پایا جاتا ہے اور جب اس کی مانگ ہوتی ہے تو اسی شہر سے منگایا جاتا ہے۔ اس کا شکار موسم سرما میں ہوتا ہے کیونکہ سردی کے زمانے میں وہ خشکی پر آ جاتا ہے۔

شرعی حکم:

اس کا کھانا حلال ہے کیونکہ یہ مچھلی کی ایک قسم ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی وجہ اس میں حرمت کی بھی ہو تو اس وقت حرام ہو جائے گا۔ کیونکہ اگر گوہ کے مشابہ لیا جائے تو یہ حرام ہو جائے گا۔ اور رہی وہ قسم جو باب الہمزہ میں گزر چکی ہے تو باتفاق حرام ہے کیونکہ وہ کچھوے سے پیدا ہوتا ہے اور کچھوے کا استعمال ممنوع ہے۔

طبی خواص

سقنقور ہندی کا گوشت گرم تر ہے جب تک وہ تازہ رہتا ہے اور اس سقنقور کا گوشت جس میں نمک بھر دیا جائے تو بہت زیادہ گرم ہو جاتا ہے۔ اس میں رطوبت بہت کم ہوتی ہے خاص طور پر جبکہ سقنقور کو لٹکے ہوئے زیادہ عرصہ گزر جائے اس بناء پر اس کا کھانا ان لوگوں کے موافق نہیں آتا جن کا مزاج گرم خشک ہوتا ہے لیکن وہ لوگ جو سرد تر مزاج والے ہیں ان کے لئے زیادہ موافق آتا ہے۔ اگر دو شخص جن میں آپس میں عداوت ہو ساتھ مل کر اس کا گوشت کھالیں تو عداوت ختم ہو جائے گی۔ اور ایک دوسرے سے محبت کرنے لگیں گے۔

سقنقور کے گوشت اور چربی کی خاصیت ہے کہ اس کے کھانے سے شہوت میں برانگیختگی پیدا ہو جاتی ہے اعصاب میں جو امراض باردہ عارض ہوتے ہیں ان کو نافع ہے اگر تنہا استعمال کیا جائے تو زیادہ نافع ہوتا ہے جبکہ دوسری چیزوں کے ساتھ ملا کر استعمال کرنا زیادہ سودمند نہیں۔ استعمال کرنے والا اپنے مزاج اور عمر اور موسم کے لحاظ سے ایک مثقال سے تین مثقال تک پیتا رہے تو بہت مفید ثابت ہو۔

حکیم ارسطو کا قول ہے کہ سقنقور کے گوشت سے جسم موٹا ہوتا ہے اور درد کمر اور درد گردہ جاتا رہتا ہے۔ اگر اس کی کمر کے بیچ کا حصہ کسی شخص کی کمر میں لٹکا دیا جائے تو ذکر میں ہیجان پیدا ہو اور قوتِ باہ میں زیادتی ہو جائے۔

خواب میں تعبیر:

سقنقور کو خواب میں دیکھنا ایسے امام عالم کی علامت ہے جو ظلمات میں راہبری کرے۔ کیونکہ اس کی کھال تاریکی میں چمکتی ہے اور اس کا کھانا قوت کو بڑھاتا ہے اور بدن میں حرارت پیدا کرتا ہے۔

السلحفاة البریہ

السلحفاة البریہ: خشکی کا کچھوا (لام پر فتحہ) اس کا واحد سلاحف آتا ہے۔ بقول راوی اس کا واحد سلحفہ ہے۔ یہ جانور خشکی میں انڈے دیتا ہے ان میں سے جو بیضہ دریا میں گر جاتے ہیں ان سے بحری کچھوے اور جو خشکی میں رہ جاتے ہیں۔ ان سے بری کچھوے پیدا ہوتے ہیں۔ دونوں قسموں کے بچے بڑھ کر بکری اور اونٹ کے بچوں کے برابر ہو جاتے ہیں۔ جب ان کا نر مادہ سے جفتی کا خواہشمند ہوتا ہے اور مادہ آمادہ نہیں ہوتی۔ وہ ایک قسم کی گھاس منہ میں رکھ کر لاتا ہے جس کی بو سونگھ کر وہ راضی ہو جاتی ہے۔ اس گھاس کی خاصیت یہ ہے کہ وہ جس کے پاس ہوگی تو وہ شخص اپنے ہم جنسوں میں مقبول رہے گا۔ اس گھاس کا علم بہت کم لوگوں کو ہے۔ جب مادہ انڈے دیتی ہے تو وہ اس کو برابر دیکھتی رہتی ہے اور یہی دیکھنا اس کا سینا ہے اس لئے اس کے نیچے کا حصہ بہت سخت ہوتا ہے۔ اس سختی کی بناء پر اس کے اندر حرارت نہیں ہوتی جس سے کہ اس کو گرمی پہنچے۔ بعض اوقات کچھوا سانپ کی دم دبا لیتا ہے اور اس کا سر کاٹ کر دم کی طرف سے چبا لیتا ہے۔ سانپ اپنی دم کچھوے کی کھوپڑی میں دے کر مارتا ہے اور خود مر جاتا ہے۔

کچھوے کو اپنے شکار پکڑنے کا عجیب طریقہ معلوم ہے وہ پانی سے نکل کر خشکی میں لوٹتا ہے۔ اس طرح اس کے جسم پر مٹی چڑھ جاتی ہے۔ پھر وہ چھپ کر ایسی جگہ بیٹھ جاتا ہے جہاں سے پرندے پانی پر گزرتے ہوں۔ پرندے اس کو شناخت نہیں کر پاتے۔ جب کوئی پرندہ ادھر سے گزرتا ہے تو یہ جست لگاتا ہے اور پکڑ کر پانی میں لے جاتا ہے اور وہاں بیٹھ کر اس کو کھاتا ہے۔ اس کے نر اور مادہ کے دو دو آلہ تناسل ہوتے ہیں۔ نر مادہ پر عرصہ تک سوار رہتا ہے۔ کچھوے کو سانپ کھانے کا بہت شوق ہے۔ وہ اس کے زہر سے بچنے کے لئے سعتر کھا لیتا ہے اس سے سانپ کا زہر اس پر اثر نہیں کرتا۔ کسی شاعر نے اس کے وصف کے بارے میں کیا خوب کہا ہے۔

لحا اللّٰہ ذات فم اخرس   تطیل من السعی وسواسھا

''غارت کردے اللہ تعالیٰ اس جانور کو جو صاحب دہن ہونے کے باوجود گونگا ہے اور ذرا سی سعی سے اس کے وسواس میں ترقی ہوتی ہے۔

تکب علی ظھرھا ترسھا   وتظھر من جلدھا رأسھا

''اپنی ڈھال کو اپنی کمر پر الٹ دیتا ہے اور اپنی جلد سے اپنا سر نکال لیتا ہے''۔

اذ الحذر أقلق احشاھا   وضیق بالخوف أنفساھا

''اس لئے کہ ڈرنا اس کو قلق پیدا کر دیتا ہے اور خوف کی وجہ سے اس کا سانس تنگی کرنے لگتا ہے''۔

تضم الی نحرھا کفھا   وتدخل فی جلدھا راسھا

''تو اپنی گردن سے اپنے پنجوں کو ملا لیتا ہے اور اپنے سر کو جلد میں داخل کر دیتا ہے''۔

شرعی حکم:

امام بغویؒ نے اس کو حلال کہا ہے اور امام رافعیؒ اس کی حرمت کے قائل ہیں اس لئے کہ یہ سانپوں کو کھاتا ہے۔

ابن حزمؒ فرماتے ہیں کچھوا خشکی کا ہو یا دریائی دونوں حلال ہیں۔ چونکہ حق تعالیٰ محرمات اور محلات جانوروں کی تفصیل بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا   زمین سے حلال طیب چیزیں کھاؤ

آگے فرماتے ہیں:۔

قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ "کہ محرمات کو تفصیل سے بیان کردیا گیا ہے"۔

حالانکہ ان محرمات میں کچھوے کا تذکرہ نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ کچھوا حلال ہے خواہ خشکی کا ہو یا دریائی۔

الامثال:

اہل عرب مثال دیتے ہیں کہ "فلانٌ ابله من سلحفاة" یعنی وہ کچھوے سے بھی زیادہ بے وقوف ہے۔

طبی خواص

علامہ قزوینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی جگہ سردی کی شدت محسوس ہونے لگے اور اس سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو ایک کچھوا پکڑ کر اس کو الٹا چت لٹا دیا جائے تاکہ اس کے ہاتھ پاؤں آسمان کی طرف اٹھے رہیں تو اس جگہ سردی سے تکلیف نہ پھیلے گی۔ اگر ہاتھ پاؤں پر اس کا خون مل دیا جائے تو وجع مفاصل (جوڑوں کے درد میں) نفع دے۔ اگر اس کا خون ملنے پر مداومت کی جائے تو ہاتھ پاؤں کا پھٹنا اور تشنج کو نفع دے۔

اس کا گوشت کھانے سے بھی یہی فائدہ ہوتا ہے اور اگر کچھوے کا گوشت سکھا کر اور پیس کر چراغدان میں جلایا جائے تو جو شخص چراغ جلائے گوز مارنے لگے۔ یہ بات تجربہ میں آچکی ہے۔ انسان کے جس عضو میں درد ہو اگر کچھوے کا وہی عضو اس پر لٹکا دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ درد جاتا رہے۔ اگر کچھوے کے ہیجان کے وقت اس کی دم کا کنا ہ لے کر جو شخص اپنے بدن میں لٹکائے تو اس کی باہ میں ہیجان پیدا ہو جائے اگر کچھوے کی کھوپڑی کا ڈھکن بنا کر ہانڈی پر ڈھک دیا جائے تو اس میں ابال نہ آئے۔

خواب میں تعبیر:

کچھوا خواب میں دیکھنا اس عورت کی مثال ہے جو بہت بناؤ سنگار کر کے کسی مرد کی طلب گار ہو یا عالم یا قاضی القضاۃ کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ سمندر کے حالات سے بہت زیادہ واقف ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص دیکھے کہ کچھوے کا بہت زیادہ اکرام کیا جارہا ہے تو وہاں علماء کی خوب تواضع اور اکرام ہوگا۔

اگر کوئی شخص خواب میں کچھوے کا گوشت کھائے تو اس سے علمی استفادہ ہو اور بقول نصاریٰ وہ علم و مال حاصل کرے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

السلحفاة البحريه

السلحفاة البحريه: دریائی کچھوا۔ اس کا دوسرا نام لجات بھی ہے لہٰذا اس کا مفصل بیان باب اللام میں آئے گا۔

جوہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ کسی سپاہی کی لڑکی نے اپنے گلے کا ہار ایک بحری کچھوے کو پہنا دیا۔ وہ اس کو لے کر سمندر میں ڈبکی مار گیا۔ اس پر لڑکی نے یہ کہا یا قوم نزاف! نزاف لم يبق في البحر غير غراف! اے قوم سمندر! سمندر کا پانی کھینچ ڈالو یہاں تک کہ اس میں صرف چلو بھر پانی بچ جائے۔ اس کچھوے کی کھوپڑی کو عربی میں "ذبل" کہتے ہیں۔ اس کی کنگھیاں بنائی جاتی ہیں اور ان کنگھیوں کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کو سر میں کرنے سے بالوں میں لیکھیں نہیں رہتیں۔ اگر اس کی کھوپڑی کو جلا کر اس کی راکھ کر لی جائے اور اس راکھ کو انڈے کی سفیدی میں ملا کر کے گھٹنوں اور ہاتھوں کی پھٹن پر لگایا جائے تو نفع ہو۔

فائدہ: رسول اکرم ﷺ کے پاس عاج کی ایک کنگھی تھی۔ عاج سے مراد کچھوے کی کھوپڑی ہے اور اس کی کنگھیاں اور کنگھن بنائے جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے حضرت ثوبانؓ کو حکم دیا کہ وہ حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے عاج کی دو کنگھی خرید لیں۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عاج ہاتھی کی ہڈی کو بھی کہا جاتا ہے۔ وہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نجس اور حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک پاک ہے اور اس کی کنگھی بالوں میں استعمال کرنا جائز ہے۔

السلفان

السلفان (سین پر کسرہ چکور کے بچے، اس کا واحد سلف بروزن صرد آتا ہے اور اس کے مؤنث کے بارے میں اختلاف ہے۔ ابو عمر کہتے ہیں کہ اس کا مؤنث سلفۃ نہیں آتا اور بعض فرماتے ہیں کہ سلفۃ بروزن سلکہ آتا ہے۔

السلق

السِلق (بکسر السین) بھیڑیا۔ اس کا مونث سلقۃ آتا ہے۔ یہ لفظ کلام پاک میں بھی مستعمل ہوا ہے۔ یعنی اس آیت شریفہ میں:
فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ.

السِلک

السلک قطاء کے بچے اور بقول بعض چکور کے بچے کو بھی سلک کہا جاتا ہے۔ مونث سلکۃ آتا ہے۔ اور اس کی جمع سلکان آتی ہے اس کا واحد سلکانہ آتی ہے اور اہل عرب سلیک ابن سلکہ سے مثال بیان کرتے ہیں۔ یہ ایک شخص کا نام ہے جو سلیک المقانب کے نام سے مشہور ہے۔ شاعر نے یہ مصرعہ اسی کے بارے میں کہا ہے ع الی الھول امضی من سلیک المقانب ۔ یہ شخص عرب کے ان عجیب وغریب لوگوں میں سے ایک ہے جس کا ذکر باب العین میں کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

السلکوت

السلکوت: ایک پرندے کا نام ہے۔

السّلویٰ

السلویٰ: بیٹر کے مانند ایک سفید پرندہ ہے۔ اس کا واحد سلوئی ہے۔ سلویٰ کے معنی شہد کے بھی آتے ہیں۔ چنانچہ خالد ابن زہیر شاعر کہتے ہیں۔

وقاسمها باللّٰه جهدًا لانتم　　　　الذ من السلوى اذا مانشورها

''اور ان دونوں کو خدا کی قسم دی اور قسم بھی نہایت مضبوط بیٹر کے طریقہ پر جبکہ اس سے بہترین غذا تیار کی جائے''۔

اس شعر میں سلویٰ سے مراد شہد ہے لیکن زجاجی کہتے ہیں کہ خالد نے یہاں غلطی کی ہے جو سلویٰ کو شہد کے معنی میں لیا ہے بلکہ سلویٰ ایک پرندہ ہے۔ بعض علماء نے سلویٰ کے معنی گوشت کے بیان کئے ہیں۔ چنانچہ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ گوشت کو سلویٰ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ انسانوں کو جملہ قسم کے سالنوں سے فارغ البال کر دیتا ہے۔ لوگوں نے اس کا نام قاطع الشہوات رکھ دیا ہے۔ کیونکہ اس کو استعمال کرنے کے بعد دیگر سالنوں کی خواہش باقی نہیں رہتی۔

علامہ قزوینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سلویٰ، یہ بیٹر کا دوسرا نام ہے جبکہ دوسرے حضرات کا کہنا ہے کہ یہ بیٹر نہیں ہے بلکہ بیٹر کی صورت کا ایک الگ پرندہ ہے۔

امام النحو اخفش فرماتے ہیں کہ سلویٰ کا واحد سننے میں نہیں آیا۔ ممکن ہے دفلی کے مانند یہی واحد اور یہی جمع ہو۔

اور یہ ایسا پرندہ ہے جو بارہ مہینے سمندروں کے درمیان رہتا ہے اور شکاری پرندے مثلاً باز وغیرہ جب درد جگر میں مبتلا ہوتے ہیں تو سلویٰ کی تلاش میں نکل جاتے ہیں اور جب وہ مل جاتا ہے تو اس کو پکڑ کر اس کا جگر کھا کر اچھے ہو جاتے ہیں۔ بقول مشہور سلویٰ وہ پرندہ ہے جس کو حق تعالیٰ نے ''من'' کے ساتھ بنی اسرائیل پر نازل فرمایا تھا اور وہ شہد نہیں تھا جیسا کہ خالد نے اس کو غلطی سے سمجھ لیا۔

صحیح بخاری شریف میں حدیث الانبیاء میں اور مسلم شریف میں باب النکاح میں محمد ابن رافع کی حدیث ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرزاق نے ان سے معمرؒ نے اور ان سے ہمام ابن منبہؒ نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہؓ نے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت کبھی نہ سڑتا اور اگر حضرت حوا نہ ہوتیں تو عورت اپنے شوہر سے کبھی خیانت نہ کرتی۔

علماء فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں ''من وسلویٰ'' نازل فرمایا تو بنی اسرائیل کو اس من وسلویٰ کے ذخیرہ کرنے کی ممانعت فرمادی مگر انہوں نے حق تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور اس کا ذخیرہ بنانا شروع کر دیا۔ لہٰذا اس وقت سے وہ سڑنے لگا اور اسی وقت سے گوشت میں سڑاند پیدا ہونے لگی۔

ابن ماجہ نے ابوالدرداءؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہلِ دنیا اور اہلِ جنت کے کھانوں کا سردار گوشت ہے۔ انہی سے یہ بھی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کہیں سے ہدیہ میں گوشت آتا تھا تو آپ اس کو قبول فرمالیتے تھے اور جب کبھی آپ کی گوشت کی دعوت کی جاتی تھی تو آپ منظور فرمالیتے تھے اور یہ بھی ایک روایت ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پاکیزہ اور عمدہ گوشت پیٹھ کا ہے۔ ہمارے شیخ برہان الدین نے کیا خوب کہا ہے۔

لما رایت سلوی عزّ مطلبه عنکم وعقد اصطباری صار محلولا

''اور جب میں نے دیکھا کہ تم سے سلویٰ کا طلب کرنا مشکل ہو گیا اور میرے صبر کی گرہ کھل گئی یعنی میرے سے صبر نہ ہو سکا''۔

دخلت بالرغم من تحت طاعتکم لیقضی اللّٰه امرا کان مفعولا

ترجمہ: ''میں اپنی خلاف مرضی تمہاری اطاعت میں داخل ہو گیا تاکہ جو امر ہونے والا ہے حق تعالیٰ اس کو پورا فرمادیں''۔

اس کا کھانا بالاتفاق حلال ہے۔

سلویٰ کے طبی خواص:

ابن زہر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص آشوبِ چشم میں مبتلا ہو تو سلویٰ کی آنکھ اس کے بدن پر لٹکا دی جائے تو وہ اچھا ہو جائے گا۔ اگر اس کی آنکھ کو بطور سرمہ استعمال کیا جائے تو دردِ جگر کو نفع دے۔ اگر اس کی بیٹ کو سکھا کر پیس کر ایسے زخموں پر ملا جائے۔ جس میں خارش

ہوتی ہوتو بہت نفع دے۔اگر اس کا سر کبوتروں کے اڈے میں دفن کر دیا جائے تو اس جگہ جتنے کیڑے مکوڑے ہوں گے سب بھاگ جائیں گے۔اگر گھر میں اس کی دھونی دی جائے تو کیڑے وہاں نہ رہیں گے۔

سلویٰ کا خواب میں دیکھنا:

سلویٰ کی خواب میں تعبیر، رفع تنگی، نجات از دشمن، خیر اور رزق بلا مشقت کی دلیل ہے۔بعض اوقات اس کا دیکھنا کفرانِ نعمت، زوالِ مصیبت اور تنگی معاش کی علامت ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے جبکہ بنی اسرائیل نے ''من سلویٰ'' کے تبدیل کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی کہ اے ہمارے رب! ہم اس سے اکتا گئے ہیں۔ہمیں تو اب دوسری چیز مثلاً پیاز، ککڑی وغیرہ عنایت فرما تو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ''اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ'' تم اس چیز کے مقابلہ میں جو اعلیٰ ہے وہ چیز طلب کرتے ہو جو کم تر ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

السُّمَانی

(بٹیر) السُّمانی: (سین پر ضمہ اور نون پر فتحہ) بقول زبیدی یہ حباری کے وزن پر آتا ہے۔یہ جانور زمین پر رہتا ہے اور جب تک اس کو اڑایا نہ جائے خود سے نہیں اڑتا۔اس کو عرب لوگ قتیل ارعد بھی کہتے ہیں۔کیونکہ یہ بجلی کی گرج سے مرجاتا ہے۔کہتے ہیں کہ بٹیر کے بچے انڈے سے نکلتے ہی اڑنے لگتے ہیں۔اس کے اندر عجیب بات ہے کہ موسم سرما میں خاموش رہتا ہے اور جب موسم بہار آتا ہے تو یہ پرندہ بولنے لگتا ہے۔اس کی غذا دوز ہر قاتل ہیں جس کا نام عربی میں بیش بیشاء ہے۔بٹیر ان پرندوں میں سے ہے جن کے متعلق کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کہاں سے آتے ہیں؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ بٹیر بحر مالح سے آتی ہے کیونکہ وہاں پر اڑتی ہوئی دیکھی گئی ہے اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اس کا ایک بازو پانی میں ڈوبا ہوا اور دوسرا کھلا ہوتا ہے۔اہلِ مصر کو اس سے بہت رغبت ہے۔وہ اس کو گراں قیمت پر خریدتے ہیں۔

شرعی حکم:

اس کا کھانا بالا جماع حلال ہے۔

بٹیر کے طبی خواص:

بٹیر کا گوشت گرم خشک ہے۔مگر اس کا تازہ گوشت نہایت عمدہ ہے۔اس کے کھانے سے وجع مفاصل یعنی جوڑوں کا درد دور ہوتا ہے۔لیکن گرم مزاج والوں کے جگر کو نقصان دیتا ہے۔البتہ اس کی اصلاح دھنیہ اور سرکہ سے ہو جاتی ہے۔اس کا گوشت گرم خون پیدا کرتا ہے۔سرد مزاج والوں اور بوڑھوں کے موافق ہے۔اس کا مسلسل استعمال کرنا مثانہ کے پتھروں کو ختم کر دیتا ہے اور پیشاب کھل کر لاتا ہے۔اگر بٹیر کا گوشت کھانے پر مداومت کی جائے تو دل کی سختی دور ہو کر اس میں نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔کہتے ہیں یہ خاصیت صرف اس کے دل میں پائی جاتی ہے۔

بٹیر کا خواب میں دیکھنا:

اس کو خواب میں دیکھنا کسانوں کے لئے فوائد و منافع کی علامت ہے۔بعض اوقات لہو ولعب اور فضول خرچی کی دلیل ہے۔نیز اس جرم کے مرتکب ہونے کی علامت ہے جس کا نتیجہ قید ہو۔

السمحج

(گدھی)السمحج: لمبی پشت والی گدھی یا گھوڑی دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے ہاں البتہ مذکر کے لئے یہ لفظ استعمال نہیں ہوتا۔

السِمْع

السمع: بکسر السین اسکان المیم وبالعین المھملہ فی آخرہ) یہ بھیڑیئے کا بچہ ہے جو بجو کی جفتی سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ وہ درندہ ہے جس کے اندر بجو کی شدت قوت اور بھیڑیئے کی جرات وہمت ملی جلی پائی جاتی ہے۔

جوہریؒ فرماتے ہیں سمع وہ بھیڑیا ہے جو سبک ترین اور لاغر ہو۔ اس کی رانوں میں گوشت کم ہوتا ہے۔ نیز جوہری فرماتے ہیں کہ ہر بھیڑیا طبعاً لاغر ہوتا ہے۔ یہ صفت اس کے لئے لازم ہے اور جیسا کہ بجو کی صفت لنگڑا پن ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

تـراه حـديـد الـطـرف ابـلـج واضحا اغـر طـويـل الـبـاع اسـمـع من سمع

''تو اس کو دیکھے گا تیز نظر والا اور چوڑے سینے والا اور سب سے زیادہ سننے والا''۔

کہتے ہیں کہ اس کی جست (چھلانگ) بیس یا تیس ذراع سے کم نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات اس سے بھی بڑھ جاتی ہے ابن ظفر نے اپنی کتاب ''خیر البشر بخیر البشر'' میں ربیعہ ابن ابی نزار سے روایت بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرے ماموں نے مجھ سے بیان کیا جب اللہ تعالیٰ نے جنگ حنین میں اپنے رسول ﷺ کو فتح دی تو ہم لوگ گھاٹیوں میں جا چھپے اور ہم میں اس قدر نفسا نفسی کا عالم تھا کہ دوست، دوست سے منہ موڑ رہا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ جس وقت ایک گھاٹی میں پناہ گزین تھا تو میری ایک لڑکی پر نظر پڑی جس کا چت کبرا سانپ پیچھا کر رہا تھا اور لونڈی بے تحاشا بھاگ رہی تھی۔ میں نے یہ دیکھ کر ایک پتھر اٹھایا اور سانپ کے ماردیا۔ اتفاقاً وہ پتھر اس کے لگ گیا اور سانپ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ میں اٹھ کر اس کو دیکھنے پہنچا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ لڑکی تو میرے پہنچنے سے پہلے ہلاک ہو گئی اور سانپ تڑپ رہا تھا کہ پکارنے والے نے ایسی ڈراؤنی آواز میں مجھ کو پکارا کہ ایسی آواز اس سے قبل میں نے نہیں سنی تھی وہ کہہ رہا تھا تو نے ایک رئیس کو مار ڈالا اور تو نے یہ قدم غلط اٹھایا۔ یہ کہہ کر یا داثر یا داثر پکارنے لگا۔ دوسری طرف سے ایک جواب دینے والے نے جواب دیا کہ لبیک لبیک۔ پھر اس نے جواب دینے والے سے کہا کہ بنی غدافر کے پاس جلدی سے جا کر کہہ دے۔ اس کافر نے کیا کر ڈالا۔ میں نے اس پر چلا کر کہا کہ بے خبری میں مجھ سے ایسا ہو گیا اور میں تمہاری پناہ میں آنا چاہتا ہوں تم مجھ کو اپنی پناہ میں لے لو۔ اس نے جواب دیا کہ میں ہرگز ایسا نہیں کر سکتا۔ میں ایک مسلمان کے قاتل اور غیر اللہ کے پوجنے والے کو ہرگز ہرگز پناہ میں نہیں لے سکتا۔ اس پر میں نے باواز بلند کہا کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا کہ اگر تو مسلمان ہو گیا تو تجھ پر قصاص ساقط ہو جائے گا اور تیری خلاصی ہو جائے گی اور اگر تو نے ایسا نہیں کیا تو تیری جان چلی جائے گی۔ میں نے فوراً کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ اس پر آواز آئی کہ تو نے نجات پالی اور ہدایت حاصل کی۔ اگر تو مسلمان نہ ہوتا تو ہلاک ہو جاتا۔ اب تُو جہاں سے آیا تھا وہیں واپس چلا جا۔ چنانچہ میں اپنے آثار قدم پر واپس چلا آیا اور اس کو کہتے ہوئے سنا۔

امـتـط الـسـمـع الازل يـعـل بـک الـتـل

''ایک تیز رفتار بھیڑیئے پر سوار ہو جا وہ تجھ کو ایک ٹیلہ پر پہنچا دے گا''۔

فهنــاک ابـو عـامـر　　　　یتبــع بک الــفــل

''وہاں تجھ کوابو عامر ملے گا وہ تیغ پراں لے کر تیرے پیچھے چلے گا''۔

میں نے مڑ کر دیکھا تو سچ مچ وہاں ایک بڑے شیر جیسا جانور کھڑا ہے۔ چنانچہ میں اس پر سوار ہو گیا۔ وہ مجھ کو لے کر چل دیا اور مجھ کو لے کر ایک ٹیلہ پر پہنچا اور اس کی چوٹی پر چڑھ گیا وہاں سے مجھ کو مسلمانوں کا لشکر دکھائی دینے لگا میں اس کے اوپر سے اتر گیا اور مسلمانوں کے لشکر کی طرف چل دیا۔ جب میں لشکر کے قریب پہنچا تو لشکر میں سے ایک شہ سوار نکل کر میرے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ ہتھیار ڈال دو۔ میں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے جواب دیا کہ میں مسلمان ہوں۔ یہ سن کر اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! میں نے جواب دیا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور پوچھا کہ تم میں ابو عامر کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مجھ ہی کو ابو عامر کہتے ہیں۔ یہ سن کر میں نے کہا الحمد للہ! پھر وہ بولا کہ تم کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یہ سامنے سب تمہارے بھائی مسلمان ہیں۔ پھر وہ فرمانے لگے کہ میں نے تم کو ٹیلہ پر سوار دیکھا تھا وہ تمہارا گھوڑا کہاں ہے؟ میں نے ان کو اپنا پورا قصہ سنایا۔ جس کو سن کر انہوں نے بہت تعجب کا اظہار کیا ہے۔ پھر میں مسلمانوں سے مل کر ہوازن کی تلاش میں نکلا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا ارادہ پورا فرمایا قبیلہ ہوازن کو شکست اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

شرعی حکم:

اس کا کھانا حرام ہے۔ اس بارے میں اختلاف ہے کہ اگر محرم نے حالت احرام میں اس مذکورہ بچہ کو ہلاک کر دیا تو اس کی جزاء واجب ہوگی یا نہیں؟ ابن القاص فرماتے ہیں جزاء واجب نہیں ہوگی۔ صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ جزا واجب ہوگی محرم کے لئے اس سے تعرض کرنا جائز نہیں ہے۔

ضرب الامثال

ضعیف اور کمزور کی مثال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں ''اسمع من سِمْع '' کہ فلاں آدمی بھیڑیئے کے بچے سے بھی زیادہ لاغر ہے۔ بھیڑیئے کے بچے سے اس وجہ سے مثال دیتے ہیں کہ بھیڑیئے کے بچے کے لئے کمزوری لازم ہے جس طریقہ پر بجو کے لئے (لنگ) لنگڑاپن لازم ہے۔

السمائم

(ابابیل کے مثل ایک پرندہ)

السِمسم

(لومڑی) اس کا بیان پہلے آ چکا۔

السِمْسِمَة

(سرخ چیونٹی) السـمـسـمة: (بکسر السین) یہ سرخ چیونٹی ہے اس کی جمع سماسم آتی ہے۔ ابن الفارس نے اپنی کتاب مجمل میں

بیان کیا ہے کہ السمسمہ چھوٹی چیونٹی کو کہتے ہیں اور اسی معنی کے ذریعہ حدیث کی تفسیر بیان کی ہے جو حضرت امام مسلم نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سزا بھگتنے کے بعد ایک جماعت (مسلمانوں کی) دوزخ سے نکالی جائے گی۔ اس وقت وہ ایسے معلوم ہوں گے گویا وہ ''عیدان السماسم'' ہیں۔ پھر وہ جنت کی ایک نہر میں غسل کریں گے۔ جب غسل سے فارغ ہوں گے تو معلوم ہوگا سفید کاغذ ہیں۔ عیدان السماسم کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ سماسم سمسم کی جمع ہے اور سمسم ایک مشہور دانہ ہے جس کا تیل نکالا جاتا ہے (اس کو ہندی میں تل بھی کہتے ہیں)

ابوالسعادات ابن الاثیر کہتے ہیں کہ سماسم سمسم کی جمع ہے۔ تل کی لکڑیاں جبکہ ان سے دانہ نکال کر ڈال دیا جائے اس وقت وہ بہت پتلی ہوتی ہے اور اس قدر سیاہ ہوتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی آگ سے نکالی گئی ہیں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک عرصہ تک اس لفظ کے صحیح معنی کی جستجو میں رہا اور لوگوں سے دریافت بھی کیا مگر کسی سے مجھ کو تشفی بخش جواب نہیں ملا۔ ممکن ہے یہ لفظ محرف ہو گیا ہو۔ بعض اوقات عیدان السماسم سے مراد سیاہ لکڑی مثلاً آبنوس وغیرہ ہوتی ہے۔ قاضی عیاض اور دیگر علماء کا بھی یہی قول ہے کہ مذکورہ لفظ کے معنی معلوم نہ ہو سکے۔ شاید کہ اس لکڑی کو کہتے ہیں جو سیاہ ہو جیسے آبنوس وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

السمک

(مچھلی) السمک: مچھلی۔ پانی میں پیدا ہونے والا مشہور جانور ہے۔ اس کا واحد سمکہ اور جمع اسماک، اسموک آتی ہے۔ یہ پانی کا جانور کثیر الانواع ہے اور ہر نوع کا نام علیحدہ علیحدہ ہے۔ اس سلسلہ میں حدیث شریف ٹڈی کے ذیل میں گزر چکی ہے۔ اس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے ایک ہزار گروہ بنائے جن میں چھ سو پانی میں اور چار سو خشکی میں بسائے۔

مچھلی کی ایک قسم اتنی بڑی بھی ہے کہ انسان کی نگاہ اس کی ابتداء اور انتہا کو نہیں دیکھ سکتی۔ اور اس قدر چھوٹی بھی ہیں کہ نگاہ ان کے ادراک سے قاصر ہے۔ ان جملہ اقسام کی بود و باش پانی کے اندر ہے۔ وہ پانی میں اس طرح سانس لیتی ہے جس طرح کہ انسان اور خشکی کے دوسرے جانور ہوا میں سانس لیتے ہیں۔ مچھلی اپنے قیامِ زندگی کے لئے ہوا سے مستغنی ہے۔ لیکن انسان اور حیوانات اس سے مستغنی نہیں ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مچھلی از جنس عالم ارض ہے عالم ہوا سے اس کا تعلق نہیں ہے۔

جاحظ کا قول ہے کہ مچھلی اللہ تعالیٰ کی تسبیح پانی کے اندر کرتی ہے پانی کے اوپر نہیں کرتی۔ خشکی کی باد نسیم جس پر کہ پرندوں کی زندگی کا انحصار ہے اگر ایک گھنٹہ بھی مچھلی پر مسلط کر دی جائے تو جان سے چلی جاتی ہے۔ چنانچہ کسی شاعر کا یہ قول ہے۔

تغمه النشوة والنسيم ولا يزال مغرقا يعوم

''بوئے خوش اور بادِ نسیم اس کو غم میں ڈال دیتی ہے اس لئے وہ برابر ڈوبی رہتی ہے اور سمندر میں تیرتی رہتی ہے۔''

في البحر والبحر له حميم وامه الوالدة الرؤم تلهمه جهراً وما يريم

''اور سمندر اس کے لئے گرم چشمہ ہے اور اس کی والدہ وہاں سے نہیں ٹلتی اور اس کو کھا جاتی ہے۔''

مندرجہ بالا شعر میں مچھلی کے بارے میں لفظ اُم کا استعمال کیا گیا تو معلوم ہوا انسانوں کے علاوہ بھی لفظ ام کا استعمال جائز ہے۔ اور شاعر نے کہا کہ مچھلی اس کو کھا جاتی ہے اس بناء پر کہ بعض مچھلی ایسی ہوتی ہے کہ ان کا رزق و خوراک مچھلی ہی ہوتی ہے اس لئے بعض بعض کو کھا جاتی ہے۔ اسی بناء پر امام غزالیؒ نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ مچھلی ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ جاحظ کا یہ کہنا کہ مچھلی ہوا سے مرجاتی ہے علی الاطلاق صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت امام غزالیؒ نے بعض مچھلیوں کواس قید سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ یعنی مچھلی کی بعض انواع ایسی ہیں کہ وہ ہوا میں زندہ رہ سکتی ہیں۔ مچھلی کی ایک قسم وہ ہے جو سطح پر اڑتی ہے اور کچھ دور دوڑ کر پانی میں گر جاتی ہیں۔ شاعر کہتا ہے۔

لبسن الجواشن خوف الردی　　　علیهن من فوقهن الخوذ

''زرہ پہنی ہلاکت کے خوف کی بناء پر، اور سروں پر پہن رکھی ہے لوہے کی ٹوپی۔ لیکن جب ہلاکت کا

فلما اتیح لها اهلکت　　　برد النسیم الذی یستلذ

وقت آیا تو ان کو ہلاک کر دیا نسیم سحر کے جھونکوں ہی نے حالانکہ یہ جھونکے روح افزاء ہوتے ہیں۔

مچھلی کا معدہ اس کے منہ کے قریب ہونے کی وجہ سے سرد مزاج ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ بہت کھاتی ہے مچھلی کے گردن نہیں ہوتی اور اس کے شکم میں ہوا بالکل داخل نہیں ہوتی اور نہ وہ بولتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مچھلی کے پھیپھڑا نہیں ہوتا۔ یہ بھی مشہور ہے کہ گھوڑے کے تلی اور اونٹ کے پتہ اور شتر مرغ کے گردہ نہیں ہوتا۔ بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھا جاتی ہے اس لئے چھوٹی مچھلی کنارے کے قریب کم پانی میں آ جاتی ہے۔ کیونکہ بڑی مچھلی کم پانی میں نہیں ٹھہر سکتی۔ مچھلی تیز رفتار واقع ہوئی ہے جس طرح سے کہ سانپ تیز دوڑتا ہے۔

بعض مچھلیاں نر مادہ کی جفتی سے اور بعض کیچڑ سے پیدا ہوتی ہیں۔ مچھلیوں کے انڈوں میں نہ سفیدی ہوتی ہے اور نہ زردی ہوتی ہے بلکہ ایک رنگ ہوتے ہیں۔ مچھلیوں میں پرندوں کی طرح قواطع اور اوابد ہوتے ہیں۔ قواطع ان جانوروں کو کہتے ہیں جو موسم کے اعتبار سے جگہ بدلتے ہیں اور اوابد ان جانوروں کو کہتے ہیں جو ہر حال میں ایک جگہ رہتے ہیں۔ لہٰذا بعض مچھلیاں کسی موسم میں آتی ہیں اور کسی میں نہیں آتیں۔ مچھلیوں کی انواع میں سقنقور، دلفین، عنبر وغیرہ بھی داخل ہیں جس کا ذکر موقع بموقع آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

مچھلیوں میں ایک قسم وہ بھی ہوتی ہے جو سانپ کی شکل میں ہوتی ہے

ایک مچھلی اور ہوتی ہے جس کو عربی میں رعادہ (گرجنے والی مچھلی) کہتے ہیں۔ یہ ایک چھوٹی مچھلی ہوتی ہے۔ مگر اس کی خاصیت یہ ہے کہ جب یہ جال میں پھنس جاتی ہے تو جال اگر شکاری کے ہاتھ میں ہوتا ہے تو اس کا ہاتھ کانپنے لگتا ہے۔ شکاری چونکہ اس سے واقف ہوتا ہے تو جب کبھی وہ مچھلی جال میں آ جاتی ہے تو اس کی رسی کو کسی درخت سے باندھ دیتے ہیں جب تک کہ وہ مر نہیں جاتی رسی کو نہیں کھولتے اس لئے کہ مرنے کے بعد اس کی یہ خاصیت زائل ہو جاتی ہے۔ شیخ شرف الدین محمد بن حماد بن عبداللہ البوصیری مصنف قصیدہ بردہ نے شیخ زین الدین محمد بن رعاد کے بارے میں کیا خوب کہا ہے۔

لقد عاب شعری فی البریة شاعر　　　ومن عاب اشعاری فلا بد ان یهجی

''لوگوں میں صرف ایک شاعر نے میرے اشعار میں عیب لگایا، اور جو شخص میرے اشعار میں عیب لگائے۔ اس کی ہجو کرنی ضروری ہے۔

فشعری بحر لا یری فیه ضفدع　　　ولا یقطع الرعاد یوما له لجا

''میرے اشعار سمندر کے مثل ہیں کہ ان میں مینڈک کا نام ونشان تک نہیں ہے اور رعاد مچھلی (مراد ابن الرعاد شاعر مذکور) ایک دن بھی اس کو منقطع نہیں کر سکتی''۔

ہندوستان کے حکیم اس مچھلی کو ان امراض میں استعمال کرتے ہیں جو شدتِ حرارت سے عارض ہوں۔ ابن سیدہ کہتے ہیں اگر اس

مچھلی کو کسی مصروع (وہ شخص جس کو مرگی کا عارضہ ہو) کے قریب رکھ دیا جائے تو اس کو نفع دے۔ اگر عورت اس کے جزء کو اپنے بدن پر لٹکائے تو مرد کو اس کی جدائی گوارا نہ ہو۔ حق تعالیٰ نے سمندر میں اتنے عجائب و غرائب رکھے ہیں کہ ان کا شمار ممکن نہیں ہے۔ اس بارے میں رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان کافی ہے کہ:

حَدِّثُوْا عن البحر ولا حرج

''سمندر کا ذکر کیا کرو کہ اس میں کوئی حرج نہیں''۔

مچھلی کی ایک قسم وہ ہے جس کو شیخ الیہودی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ انشاء اللہ العزیز باب الشینؔ میں اس کا بیان آئے گا۔

عجیب واقعات:

قزوینیؒ نے عجائب المخلوقات میں تحریر کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن ہارون المغربی نے بیان کیا ہے کہ میں ایک مرتبہ بحر مغرب میں کشتی پر سوار ہوا۔ ہمارے ساتھ صقلیہ مقام کا رہنے والا ایک لڑکا تھا۔ اس کے پاس مچھلی پکڑنے کی ڈور اور کانٹا تھا۔ جب ہماری کشتی موضع برطون میں پہنچی تو اس لڑکے نے اپنی ڈور دریا میں پھینکی، اس میں بالشت بھر مچھلی پھنسی۔ لڑکے نے اس کو نکال لیا۔ جب ہم اس مچھلی کو دیکھنے لگے تو معلوم ہوا کہ اس کے داہنے کان پر اوپر کی جانب لا الٰہ الا اللہ اور نیچے کی جانب محمدؐ اور اس کے بائیں کان کے نیچے رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ابو حامد اندلسی کی کتاب تحفۃ الالباب میں لکھا ہے کہ بحر روم میں ایک مچھلی ہے جس کو تلب کہتے ہیں اس کو اگر بند کر کے رکھ دیا جائے تو جب تک وہ بند رہے گی مرے گی نہیں بلکہ پھدکتی رہے گی۔ اور اگر اس کو کاٹ کر اس کا ایک ٹکڑا آگ پر رکھ دیا جائے تو تڑپ کر باہر آ جائے گی۔ بعض اوقات اس زور سے تڑپ کر باہر آ جاتی ہے کہ پاس بیٹھنے والوں کے سینے پر آ لگتی ہے۔ جب اس مچھلی کو کسی ہانڈی میں پکایا جائے تو اس کو کسی لوہے یا پتھر سے ڈھک دیا جائے تا کہ اس کے اجزاء ہانڈی میں سے نکل نہ جائیں جب تک کہ وہ مکمل طور پر پک نہیں جاتی مرتی نہیں خواہ اس کے ہزار ٹکڑے کیوں نہ کر دیئے جائیں۔ امام احمد بن حنبلؒ نے کتاب الزہد میں نوف بکالی سے روایت کی ہے کہ دو شخص ایک مومن اور ایک کافر مل کر مچھلی کا شکار کرنے گئے۔ کافر نے اپنے دیوتا کا اور مومن نے اپنے اللہ کا نام لے کر اپنا اپنا جال پھینکا۔ کافر ماہی گیر جتنی مرتبہ اپنا جال نکالتا مچھلیوں سے بھرا ہوا نکلتا اور جب مومن اپنا جال نکالتا تو وہ بالکل خالی آتا۔ شام تک دونوں کی یہی کیفیت رہی۔ چلتے وقت مومن کے ہاتھ ایک مچھلی لگی بھی تو اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر پانی میں جا پڑی۔ غرض کہ جب دونوں واپس چلے تو مومن تو مچھلیوں سے بالکل تہی دست تھا اور کافر کا جھولہ بھرا ہوا تھا۔ مومن کے فرشتہ کو اس کی اس حالت کو دیکھ کر افسوس ہوا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جا کر عرض کیا کہ اے میرے رب مومن بندہ جو تیرا ہی نام لیتا ہے وہ تو خالی ہاتھ آئے اور کافر بندہ جو تیرے غیر کی عبادت کرتا ہے وہ بھرپور لوٹے۔ حق تعالیٰ نے فرشتہ کو مومن کا گھر جنت میں اور کافر کا ٹھکانہ دوزخ دکھلا کر ارشاد فرمایا کہ جنت کے اس گھر کے مقابلہ میں (جب وہ اس گھر میں آ کر رہے گا) دنیا کی یہ تنگ دستی کچھ نقصان نہیں دے گی۔ اب تو ہی بتا کہ کافر کو اس کی مالداری اس عذاب عظیم سے کچھ نجات دے دے گی؟ فرشتے نے عرض کیا کہ اے میرے رب ہرگز نہیں۔

کتاب صفوۃ الصفوۃ میں ابو العباس بن مسروق سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں یمن میں تھا وہاں میں نے ایک ماہی گیر کو دیکھا کہ دریا کے ساحل پر بیٹھا ہوا مچھلیاں پکڑ رہا ہے اور اس کے ایک طرف اس کی چھوٹی لڑکی بیٹھی ہوئی ہے۔ جب کبھی وہ چھوٹی مچھلی پکڑ کر زمین میں ڈالتا تو لڑکی اس کو پکڑ کر اپنے باپ کی بے خبری میں دریا میں ڈال دیتی تھی۔ ایک مرتبہ اس ماہی گیر نے پیچھے مڑ کر یہ دیکھنا

چاہا کہ کتنی مچھلیاں ہوگئی ہیں؟ تو دیکھا کہ تھیلا بالکل خالی ہے۔اس نے لڑکی سے پوچھا کہ بیٹی وہ مچھلیاں کہاں گئیں؟ لڑکی نے جواب دیا کہ ابا جان میں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا تھا کہ ہمارے رسول مقبول ﷺ نے ارشادفرمایا ہے کہ مچھلی جب ہی جال میں پھنستی ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو جاتی ہے۔لہٰذا مجھ کو یہ اچھا معلوم نہیں ہوا کہ میں ایسی چیزوں کو کھاؤں جو اللہ کے ذکر سے غافل ہو۔لڑکی کا یہ جواب سن کر باپ رو پڑا اور جال کو پھینک دیا۔

کتاب الثواب میں حضرت نافع ؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیمار تھے۔آپ کو تازہ مچھلی کھانے کا شوق پیدا ہوا۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ میں مچھلی بہت تلاش کی مگر نہیں ملی۔کافی دنوں کے بعد اتفاقاً مچھلی مل گئی۔میں نے ڈیڑھ درہم میں خرید لی اور اس کو تل کر ایک روٹی پر رکھ کر آپ کے سامنے لے گیا۔اتنے میں ایک سائل دروازے پر آ کر مانگنے لگا۔آپ نے غلام سے فرمایا کہ مچھلی کو روٹی میں لپیٹ کر اس سائل کو دیدے۔غلام نے عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو صلاح عطا فرمائے آپ کا مدت سے مچھلی کھانے کو جی چاہ رہا تھا اور مچھلی مل نہیں رہی تھی۔اب جبکہ بہت کوشش سے دستیاب کر کے ڈیڑھ درہم میں خرید کر آپ کے لئے پکائی تو آپ نے سائل کو دے دینے کا حکم دیا۔ہم اس مچھلی کو ہرگز نہیں دیں گے بجائے اس مچھلی کے ہم سائل کو قیمت دے دیں گے۔

مگر آپ نے غلام کی ایک نہیں سنی۔پھر وہی فرمایا کہ روٹی سمیت یہ مچھلی فقیر کو دے دو۔چنانچہ غلام روٹی مچھلی لے کر سائل کے پاس گیا اور بجائے اس کے اس کو قیمت پر راضی کر لیا اور قیمت اس کو ادا کر دی۔پھر وہ غلام مچھلی لے کر حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں نے سائل سے مچھلی ایک درہم میں خرید لی۔اب آپ اس کو تناول فرمالیں۔یہ سن کر آپ نے کھانے سے انکار فرمایا اور پھر وہی جملہ ارشاد فرمایا کہ روٹی سمیت یہ مچھلی سائل کو دے دو۔اور اس سے اس کی قیمت بھی جو تم اس کو دے چکے ہو واپس نہ لو کیونکہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اگر کسی کا کوئی شے کھانے کو جی چاہ رہا ہے اور وہ اپنی خواہش کو مار کر وہ شے کسی دوسرے حاجت مند کو دیدے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتے ہیں۔

حضرت ابن عمرؓ سے متعلق اسی قسم کا ایک اور واقعہ ہے جو طبرانی نے باسناد صحیح حضرت نافع ؒ سے روایت کیا ہے۔وہ یہ ہے کہ آپ کو کسی بیماری کی شکایت ہوگئی اور آپ کا انگور کھانے کو جی چاہا۔چنانچہ ایک درہم میں انگور کا خوشہ خرید لیا اور آپ کے پاس لایا گیا۔اسی وقت ایک سائل آ گیا آپ نے وہ خوشہ سائل کو دے دیا۔بیچ میں کسی شخص نے پڑ کر وہ خوشہ سائل سے ایک درہم میں خرید لیا اور پھر آپ کے سامنے پیش کیا۔آپ نے پھر اس کو صدقہ فرمادیا۔غرضیکہ تین مرتبہ اسی طرح دیا گیا اور خریدا گیا۔چوتھی مرتبہ آپ نے کھالیا۔اگر آپ کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ سائل سے خریدا گیا ہے تو آپ ہرگز نہ کھاتے۔

سریجؒ ابن یونس فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جمعہ کی نماز پڑھنے جارہا تھا کہ ایک دکان پر دو تلی ہوئی مچھلیاں رکھی دیکھیں۔ان کو دیکھ کر بچوں کے لئے خریدنے کا شوق پیدا ہوا۔مگر میں نے کچھ نہیں کیا سیدھا نماز پڑھنے چلا گیا۔نماز پڑھ کر گھر واپس ہی آیا تھا کہ دروازہ پر کسی نے دستک دی۔دیکھا تو ایک شخص کھڑا ہوا ہے اور اس کے سر پر ایک طباق ہے۔جس میں تلی ہوئی مچھلیاں، سرکہ اور کچھ پکی ہوئی کھجوریں تھیں اس نے وہ طباق مجھ کو دے کر کہا اے ابوالحرث یہ لو اور بچوں کے ساتھ بیٹھ کر کھاؤ۔

عبداللہ بن امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سریجؒ بن یونس کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے رب العزت کو خواب میں دیکھا۔اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ اے سریج اپنی حاجت مجھ سے بیان کر۔میں نے عرض کیا کہ اے میرے رب سربسر، مولف فرماتے ہیں کہ سربسر عجمی لفظ ہے جس کے معنی راس براس کے ہیں۔تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ سریج بن یونس ابوالعباس امام الفقہاء کے دادا

تھے۔

شرعی حکم:

مچھلی اپنی جمیع انواع واقسام کے ساتھ بغیر ذبح کئے ہوئے حلال ہے۔خواہ وہ مری ہوئی کیوں نہ ہوموت کا ظاہری سبب موجود ہو جیسے جال میں پھنس کر مرجانا یا ظاہری سبب موجود نہ ہو ہرصورت میں حلال ہے۔ کیونکہ اس سے قبل یہ حدیث گزر چکی ہے: جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے واسطے دومردار حلال کردیئے یعنی مچھلی اور ٹڈی اور دوخون حرام کردیئے یعنی جگر اور تلی"۔

تو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مچھلی بغیر ذبح کئے ہوئے حلال ہے اور دوسری دلیل اس کے حلال ہونے کی یہ ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ مری ہوئی بھی پاک ہے۔اس بارے میں تفصیلی بیان انشاءاللہ تعالیٰ باب العین میں اس حدیث کے تحت میں ذکر کیا جائے گا کہ حضرت ابوعبیدہؓ نے ایک مچھلی پائی تھی جس میں سے جنابِ نبی کریم ﷺ نے بھی تناول فرمایا تھا۔

فقہی مسائل:

مسئلہ نمبر۱: مجوسی کی شکار کی ہوئی مچھلی پاک ہے۔اس کے ہاتھ سے خرید کر اس کو کھانا جائز ہے۔دلیل یہ ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو دیکھا کہ وہ مجوسی کی شکار کی ہوئی مچھلی کو خرید کر کھالیا کرتے تھے اور کوئی چیز ان کے دل میں نہیں کھٹکتی تھی۔ یہ مذکورہ حکم مچھلی کے بارے میں متفق علیہ ہے۔البتہ حضرت امام مالکؒ ٹڈی کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔

مسئلہ نمبر۲: مچھلی کو ذبح کرنا مکروہ ہے البتہ اگر وہ کافی بڑی ہو تو اس کو ذبح کرلینا مستحب ہے تاکہ اس کی آلائش بشکل خون جاری ہوجائے۔

مسئلہ نمبر۳: اگر چھوٹی مچھلی بغیر اس کی آلائش صاف کئے ہوئے پکالی گئی اور پکانے کے بعد اس کے پیٹ سے وہ آلائش نہیں نکلی تو اس کا کھانا جائز ہے وہ پاک ہے۔

مسئلہ نمبر۴: مچھلی کے علاوہ دریائی جانوروں کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا تمام دریائی جانوروں کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ مینڈک کے علاوہ تمام دریائی جانوروں کا کھانا جائز ہے خواہ وہ دریائی جانور بشکل انسان ہی کیوں نہ ہو۔شوافع میں متقدمین میں سے ابوعلی الطبی نے اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔شرح التقیہ میں مذکور ہے کہ ابوعلی الطبی سے کسی نے دریافت کیا کہ اگر وہ دریائی جانور بنی آدم کی صورت میں ہو تو کیا اس کا کھانا بھی جائز ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں اگرچہ عربی زبان میں گفتگو ہی کیوں نہ کرے اور کہے کہ میں فلاں ابن فلاں ہوں اس کی اس بات کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ دریائی جانور تمام ہی قابلِ استعمال ہیں البتہ وہ جانور مستثنیٰ ہیں جو بشکل خنزیر، کتا، مینڈک ہوں اور بعض فقہاء یہ قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ ہر وہ جانور جو خشکی کا ہو اور اس کو ذبح کر کے کھایا جاتا ہو تو اس کے مثل دریائی جانور بھی حلال ہوگا۔اسی قاعدہ پر یہ مسئلہ متفرع ہوگا۔دریائی کتے اور خنزیر اور دریائی گدھا کا کھانا جائز نہیں۔ کیونکہ یہ جانور اور ان کے مشابہ خشکی کے جانور حرام ہیں اور بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ کیکڑا اور مینڈک اور کچھوا ان کے علاوہ تمام دریائی جانور حلال ہیں خواہ وہ کتے کی شکل میں ہوں یا خنزیر کی یا انسان کی یا ان میں سے کسی کی شکل میں ہو یا کسی دوسری شکل میں ہو ہرصورت میں جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۵: اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں گوشت بالکل نہیں کھاؤں گا تو مچھلی کے کھانے سے حانث نہیں ہوگا۔ کیونکہ عرف عام میں مچھلی پر لحم (گوشت) کا اطلاق نہیں ہوتا اگر چہ حق تعالیٰ نے کلام پاک میں اس پر لحم کا اطلاق کیا ہے۔ یہ مسئلہ ایسا ہے جیسا کہ کسی نے قسم کھائی کہ چراغ کی روشنی میں نہیں بیٹھوں گا اور وہ سورج کی روشنی میں بیٹھ جاتا ہے تو اس صورت میں بھی حانث نہیں ہوگا اگر چہ سورج کو اللہ تعالیٰ نے چراغ سے تعبیر کیا ہے۔ وجہ دونوں مسئلوں میں یہی ہے کہ عرف عام میں چراغ کا استعمال سورج کے لئے نہیں ہوتا اور قسم میں عرف عام کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ نیز اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں فرش پر نہیں بیٹھوں گا تو زمین پر بیٹھنے سے حانث نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ وہی ہے کہ عرف میں فرش کا اطلاق زمین پر نہیں ہوتا اگر چہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو فرش سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَ رْضَ مِهٰدا۔

لفظ سمک (مچھلی) کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا تمام دریائی جانورں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے یا صرف مچھلی پر۔ حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا سمک کا اطلاق تمام دریائی جانوروں پر ہوتا ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ نے کلام پاک میں فرمایا **اُحِل لکم صید البحر وطعامه** کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دریائی شکار اور اس کا کھانا حلال کردیا۔ طعام (کھانے سے) مراد تمام دریائی جانور ہیں۔ منہاج نامی کتاب میں مذکور ہے کہ سمک کا اطلاق صرف مچھلیوں پر ہوتا ہے۔

فقہی مسئلہ:۔ مطلق مچھلیوں اور ٹڈیوں کے اندر بیع سلم جائز ہے۔ چونکہ عام طور پر یہ دستیاب ہو ہی جاتی ہیں۔ جس قسم کی کوئی مچھلی طلب کی جائے گی وہ اس کو فراہم کی جاسکتی ہے۔ البتہ جو مچھلیاں پانی کے اندر ہیں وہیں پانی میں رہتے ہوئے ان کی بیع جائز نہیں کیونکہ یہ مجہول بیع ہو جائے گی اور مجہول بیع جائز نہیں ہے اور نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم مچھلیوں کی پانی میں رہتے ہوئے خرید وفروخت مت کیا کرو اس لئے کہ یہ ایک قسم کا دھوکہ دینا ہے۔ کچھ جانور ایسے بھی ہیں جو خشکی اور تری دونوں میں رہتے ہیں۔ مثلاً مینڈک، مگرمچھ، سانپ، کیکڑا، کچھوا، تو یہ سب کے سب حرام ہیں۔ ان میں سے کچھ جانوروں کا بیان گزر چکا ہے اور بعض کا اپنے اپنے مواقع پر آنے والا ہے۔

مچھلی کے طبی خواص:

مچھلی کا گوشت سرد تر ہے۔ سب سے عمدہ مچھلی سمندر کی مچھلی ہوتی ہے کہ جس کی پشت پر نقش ہوتے ہیں اور چھوٹی ہوتی ہے۔ اس کے کھانے سے بدن تازہ ہوتا ہے۔ عام طور پر مچھلی کے کھانے سے پیاس زیادہ لگتی ہے اور خلط بلغمی پیدا کرتی ہے۔ البتہ گرم مزاج والوں اور نوجوانوں کے لئے اس کا کھانا مفید ہے۔ وہ مچھلی جو گرمیوں میں کھائی جاتی ہے اور گرم ملکوں میں پیدا ہوتی ہے نہایت عمدہ چیز ہے۔ مچھلیاں بہت قسم کی ہوتی ہیں ان میں جو سیاہ اور زرد رنگ کی ہوتی ہیں وہ اچھی نہیں ہوتی اور جو گوشت کھانے والی ہیں وہ بھی اچھی نہیں ہوتیں۔ ابرامیس اور بوری نامی مچھلیاں معدہ کے لئے مضر ہیں ان کے کھانے سے درد اور غصہ پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ کھانے کے قابل نہیں ہوتی۔ نہروں کی مچھلیاں رقیق اور مرطوب ہوتی ہیں اور سمندر کی مچھلیاں اس کے خلاف ہوتی ہیں اور سلور نامی مچھلی جس کو جری بھی کہتے ہیں کثیر الغذا اور پیٹ کے جلن اور پھیپھڑوں اور آواز کو صاف کرتی ہے اور ماڑھی مچھلی منی میں زیادتی کرتی ہے۔

حکیم ابن سینا کا قول ہے کہ مچھلی کا گوشت اگر شہد کے ہمراہ کھایا جائے تو نزول الماء کے لئے مفید اور نگاہ کو تیز کرتا ہے۔ ایک دوسرے حکیم کا قول ہے کہ مچھلی کا گوشت باہ میں اضافہ کرتا ہے۔ قزوینی فرماتے ہیں کہ اگر تازہ مچھلی تازہ پیاز کے ساتھ کھائی جائے تو باہ میں اضافہ اور برانگیختگی پیدا کرتا ہے اور اگر گرما گرم کھالی جائے تو فائدہ دو چند ہو جائے۔ اگر شرابی مچھلی کو سونگھ لے تو اس کا نشہ اتر جائے

اور ہوش میں آ جائے۔

اگر مچھلی اور سمنپری کوے کا پتہ ملا کر اس سے کسی کاغذ پر لوہے کے قلم سے لکھا جائے تو حروف سنہری دکھائی دیں گے اور مچھلی اور چکور کا پتہ ملا کر آنکھوں میں لگایا جائے تو نزول الماء (موتیابند) کو فائدہ دے۔ مچھلی کا پتہ پانی میں ملا کر پینے سے خفقان دور ہوتا ہے۔ اگر شکر میں ملا کر حلق میں پھونکا جائے تو یہی مذکورہ فائدہ ہو۔

خواب میں تعبیر:

اگر کوئی شخص خواب میں مچھلی دیکھے اور ان کی گنتی، معلوم تو اگر چار کو دیکھے تو وہ اس کی بیویاں ہیں اور اگر چار سے زائد ہوں تو وہ مالِ غنیمت ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں ارشاد فرمایا وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَاْ كُلُوْا مِنْهُ لَحْماً طَرِياً کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے دریا کو تمہارے لئے مسخر کر دیا تا کہ تم اس سے تازہ گوشت حاصل کر کے کھاؤ۔

مچھلی کی تعبیر بادشاہ کے وزیر سے بھی دی جاتی ہے۔ اگر اپنے آپ کو دیکھے کہ مچھلیاں پکڑ رہا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ بادشاہ کے لشکر سے مال حاصل ہوگا۔ اگر کسی نے اپنے آپ کو کنوئیں میں مچھلی پکڑتے ہوئے دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ صاحب خواب لوطی ہے یا اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ وہ اپنے غلام کو کسی انسان کے ہاتھ فروخت کر رہا ہے۔ نصرانی کا عقیدہ ہے کہ اگر گدلے پانی میں مچھلی پکڑتے ہوئے دیکھے تو یہ بھلائی اور خوشی پر دلالت ہے۔ اگر صاحب فراش مریض نے مچھلی کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا مرض رطوبات کی وجہ سے ہے۔ اگر کوئی مسافر اپنے بستر کے نیچے مچھلی دیکھے تو سفر میں پریشانی آنے کی علامت ہے۔ بسا اوقات مچھلی کا دیکھنا صاحبِ خواب کے غرق ہونے کی علامت ہے۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ یہ صاف پانی میں سے مچھلی کا شکار کر رہا ہے تو اس کے لئے نیک لڑکے کی بشارت ہے۔ کھاری پانی کی مچھلی دیکھنا سلطان کی جانب سے فکر کی علامت ہے۔ بقول دیگر خیر اور بھلائی کی نشانی ہے۔ چونکہ نمک مچھلی کو ہلاک ہونے سے محفوظ رکھتا ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ کھارے پانی کی مچھلی سے ملکوں کی جانب سے فکر کی علامت ہے اور بھنی ہوئی مچھلی کو دیکھنا اس بات کی علامت ہے کہ دیکھنے والا علم کی تلاش میں سفر کرے گا۔ اگر کسی شخص نے یہ دیکھا کہ اس کی شرمگاہ سے مچھلی نکلی ہے اگر اس کی بیوی حاملہ ہے تو لڑکی پیدا ہونے کی بشارت ہے۔

تلی ہوئی مچھلی کو دیکھنا اس بات کی علامت ہے کہ صاحب خواب نے دینی دعوت قبول کر لی یا اس کی دعا مقبول ہوگئی۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں دعا کی تھی اور حق تعالیٰ نے قبول فرمائی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دستر خوان پر تلی ہوئی مچھلی نازل کر دی۔

بڑی مچھلیوں کو دیکھنا مال غنیمت کی جانب اشارہ ہے اور چھوٹی مچھلیوں کو دیکھنا آلام ومصائب کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ چھوٹی چھوٹی مچھلیوں میں گوشت کی نسبت کانٹے زیادہ ہوتے ہیں اور چھوٹی مچھلی کو کھانے میں پریشانی بھی زیادہ ہوتی ہے۔ مچھلی کو خواب میں دیکھنا قسم کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم کھائی ہے اور کبھی صالحین کی عبادت گاہ مراد ہوتی ہے اور کبھی مسجد مراد ہوتی ہے۔ اس لئے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں جا کر حق تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس بیان کی تھی اور مسجدوں میں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ نیز بسا اوقات رنج وغم، عہدہ کا زائل ہونا اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قوم یہود پر اپنا غضب نازل فرمایا اور ہفتہ کے دن ان پر مچھلیوں کا شکار کرنا حرام کر دیا تھا۔ حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی کو اگر خائف دیکھے تو خوف سے امن ہو اور اگر فقیر دیکھے تو مالدار ہو جائے اور پریشان حال دیکھے تو اس کی پریشانی دور ہو جائے۔ یہی تعبیر اس وقت دی جائے

گی۔ جب کہ کوئی شخص حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قید خانہ اور اصحاب کہف کا غار اور حضرت نوحؑ کا تنور خواب میں دیکھے، یعنی خائف کا خوف دور ہو اور فقیر مالدار ہو اور پریشان حال کی پریشانی ختم ہو جائے۔

مچھلی کے سلسلہ میں تعبیر دیتے وقت اس بات کا بھی خاص خیال رکھا جائے کہ اس کی کیفیت اور حالت کیا ہے؟ مچھلی کی حالت اور کیفیت سے تعبیر بدل جاتی ہے مثلاً یہ دیکھنا چاہیے کہ تازہ مچھلی یا باسی، کھارے پانی کی رہنے والی ہے یا میٹھے پانی کی۔ کانٹے دار مچھلی ہے یا بغیر کانٹے کی۔ اس کا مسکن کھارا پانی ہے یا میٹھا دریا؟ آواز کر رہی ہے یا نہیں؟ اس مچھلی کے خشکی میں کوئی جانور مشابہ ہے یا نہیں؟ نیز اس مچھلی کو آلہ سے شکار کیا ہے یا بغیر آلہ کے۔ چنانچہ ہر ایک کی تعبیر علیحدہ علیحدہ ہے۔

اگر کسی نے دریا میں سے تازہ مچھلی آلہ کے ذریعے شکار کی ہے تو اس کی تعبیر ہے کہ وہ رزق حلال میں سعی کر رہا ہے اور اس کو حاصل کر لے گا۔ نیز دیکھنے والے کی بھی حالت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اگر مرد شکار کرتا ہوا دیکھے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ اچھی تدبیر کر رہا ہے۔ اگر خواب دیکھنے والا غیر شادی شدہ ہو تو نکاح کی جانب اشارہ ہے اور اگر شادی شدہ ہے تو ولد سعید کی بشارت ہے۔ عورت کا اپنے آپ کو شکار کرتے ہوئے دیکھنا اس کے شوہر اور اس کے باپ کے مال جانب اشارہ ہے۔ غلام کا مچھلی کا شکار کرتے ہوئے دیکھنا اشارہ ہے کہ اس کو آقا کی طرف سے مال حاصل ہوگا۔

اگر کسی بچہ نے خواب دیکھا کہ وہ مچھلی کا شکار کر رہا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ علم و فن کی دولت سے نوازیں گے یا اس کے باپ کی طرف سے مال کے وارث ہونے کی علامت ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ ابابیل کا یا ان جانوروں کا شکار کر رہا ہے جو دریا کی تہہ میں رہتے ہیں تو صاحب خواب مشکلات سے دوچار ہو سکتا ہے۔ دریائی جانوروں کے بارے میں مزید تفصیل باب الفاء فرس البحر کے زیر عنوان آئے گی۔ انشاء اللہ۔

اگر کسی شخص نے کھارے دریا میں مچھلی کا شکار کرتے ہوئے دیکھا تو فوائد حاصل ہونے کی امید ہے یا کسی عجمی یا بدعتی سے علم حاصل ہونے کی علامت ہے۔ اگر خواب میں مچھلی کا شکار کیا اور دیکھا کہ اس کے کانٹا بھی ہے تو کسی مدفونہ خزینہ کی طرف اشارہ ہے۔ اگر اس پر کھال نہ ہو تو اس کے عمل کے بطلان کی دلیل ہے۔ اگر یہ دیکھا کہ میٹھے چشمہ کی مچھلیاں کھارے چشمہ میں منتقل ہو گئیں یا برعکس دیکھا تو لشکر میں نفاق کی علامت ہے۔ اگر سطح آب پر مچھلیوں کو دیکھا تو کاموں میں آسانی پیدا ہونے کی علامت ہے۔ اگر اپنے پاس چھوٹی یا بڑی مچھلیاں دیکھیں تو فرحت و خوشی کی جانب اشارہ ہے۔

اگر کسی نے انسان یا پرندہ کے مشابہ مچھلی خواب میں دیکھی تو یا تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی ملاقات کسی ایسے تاجر سے ہوگی جو خشکی اور دریا میں سفر کرتا ہے یا مختلف زبان و لغت جاننے والے سے تعارف ہو سکتا ہے۔ اگر مچھلی کو ان جانوروں کی شکل میں دیکھا جو عام طور پر گھروں میں رہتے ہیں تو یہ غرباء فقراء پر احسان کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ اگر کسی نے بڑے دریا سے مچھلی پکڑتے ہوئے دیکھا تو روزگار اور رزق کے حاصل ہونے کی علامت ہے یا سلطان کے مال سے تعرض کرنے کی طرف اشارہ ہے یا صاحب خواب چور یا جاسوس ہے۔ اگر یہ دیکھا کہ دریا کھلا اور اس نے مچھلی کھائی تو اللہ تعالیٰ اس کو علم غیب سے نوازیں گے اور اس کے لئے دین کو واضح کر دیں گے اور سیدھے راستہ تک پہنچا دیں گے اس کا آخرت میں اچھا ٹھکانہ ہوگا۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ مچھلی دریا میں واپس چلی گئی ہے تو وہ اولیاء اللہ کا مصاحب ہوگا اور اولیاء اللہ سے وہ باتیں حاصل کرے گا جن پر کوئی مطلع نہیں ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

السَمَندل

(آگ کا جانور) السمندل: بفتح السین والمیم وبعد النون الساکنۃ دال مہملہ واللام فی آخرہ۔ جوہریؒ نے اس کو سندل بغیر میم کے پڑھا ہے اور ابن خلکان نے سمند بغیر لام کے ذکر کیا ہے۔ یہ ایک ایسا پرندہ ہے جس کی غذاء البیش ہے یہ البش ایک قسم کی زہریلی بوٹی ہوتی ہے جو ملک چین میں پیدا ہوتی ہے۔ چینی لوگ اس کو ہری اور خشک دونوں صورتوں میں کھاتے ہیں اور باوجود زہریلی ہونے کے یہ ان کو نقصان نہیں دیتی۔ اس کی یہ غذائی خصوصیت چین کے رہنے والوں کے اندر محدود ہے اور اگر اس کو حدود چین سے بقدر سو ہاتھ کے فاصلہ کے جا کر کوئی شخص کھائے تو فوراً مر جائے گا۔

سمندل سے متعلق تعجب خیز یہ بات ہے کہ اس کو آگ میں بہت لطف آتا ہے اور وہ اس میں مدتوں رہتا ہے۔ جب اس کے جسم پر میل جم جاتا ہے تو سوائے آگ کے اور کسی چیز سے صاف نہیں ہوتا۔ سمندل ہندوستان میں بہت پایا جاتا ہے۔ یہ زمین پر چلنے والا ایک جانور ہے جو لومڑی سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کا رنگ خلنجی، آنکھیں سرخ اور دم لمبی ہوتی ہے۔ اس کے بال کے رومال بنائے جاتے ہیں۔ جب یہ میلے ہو جاتے ہیں ان کو آگ میں ڈال دیا جاتا ہے آگ سے صاف ہو جاتے ہیں جلتے نہیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بلادِ ہند میں سمندل ایک پرندہ ہے جو آگ میں انڈے دیتا ہے اور آگ ہی میں بچے نکالتا ہے۔ اس پر آگ کچھ اثر نہیں کرتی۔ نیز اس کے پروں کے بھی رومال بنائے جاتے ہیں جو ملک شام پہنچتے ہیں وہ بھی جب میلے ہو جاتے ہیں تو ان کو آگ میں ڈال دیا جاتا ہے اور وہ صاف ہو جاتے ہیں آگ اس پر کچھ اثر نہیں کرتی۔

مورخ ابن خلکان کا بیان ہے کہ میں نے سمندل کے بالوں کا بنا ہوا ایک کپڑا دیکھا ہے جو کسی جانور کی جھول کی طرز پر تیار کیا گیا تھا۔ لوگوں نے اس کو آگ میں ڈال کر آزمایا تو آگ کا اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ پھر اس کا ایک کنارہ تیل میں ڈبو کر چراغ میں رکھ دیا وہ دیر تک جلتا رہا۔ جب چراغ گل کر دیا گیا تو کپڑے کو دیکھا گیا تو وہ اپنی اسی حالت پر تھا کسی قسم کا تغیر اس کے اندر نہیں آیا۔

ابن خلکان نے ایک اور چشم دید واقعہ بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ علامہ عبداللطیف بن یوسف بغدادی کے ہاتھ کی ایک تحریر دیکھی جس میں لکھا ہوا تھا کہ ملک الظاہر بن ملک الناصر صلاح الدین شاہ حلب کے سامنے ایک ٹکڑا سمندل کا پیش کیا گیا جو عرض میں ایک ذراع اور طول میں دو ذراع تھا۔ اس ٹکڑے کو تیل میں بھگو کر جلایا گیا جب تک اس میں تیل رہا وہ برابر جلتا رہا اور جب تیل ختم ہو گیا تو وہ ایسا ہی سفید رہا جیسا کہ شروع میں تھا۔

یہ واقعہ ابن خلکان نے یعقوب ابن جابر کی سوانح حیات میں تحریر کیا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ ابیات (شعر) بھی ذکر کئے ہیں جن کو باب العین میں عنکبوت کے بیان میں ذکر کیا جائے گا۔

قزوینیؒ فرماتے ہیں کہ سمندل ایک چوہا ہے جو آگ میں داخل ہو جاتا ہے۔ مگر مشہور قول یہی ہے کہ وہ ایک پرندہ ہے۔ کتاب المسالک والممالک میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔

طبی خواص:

سمندل کا پتہ بقدر ایک چنے کے کھولائے ہوئے اور صاف کئے ہوئے پانی میں ملا کر دودھ کے ساتھ ایسے شخص کو جس کو مہلک لو لگ گئی ہو چند روز بار بار پلایا جائے تو وہ بالکل اچھا ہو جائے گا۔ اگر اس کا دماغ سرمہ اصفہانی کے ساتھ ملا کر آنکھ میں لگایا جائے تو موتیا بند کا

مریض بفضل ایزدی شفایاب ہو جائے اور اس کے بعد وہ آنکھوں کے جملہ امراض سے محفوظ رہے گا۔
اس کا خون اگر برص پر ملا جائے تو اس کا رنگ بدل جائے گا۔ اگر کوئی شخص سمندل کے دل کا کچھ حصہ نگل جائے تو جو بات وہ سنے گا وہ اس کو حفظ ہو جائے گی۔ جس جگہ بال نہ جمتے ہوں اس کا پتہ لگانے سے جم جاتے ہیں اگر چہ وہ ہاتھ کی ہتھیلی ہی ہو۔

السَّمُوْر

السمور :سین پر فتحہ اور میم مشدد مضموم بروزن سفود) بلی کے مشابہ ایک خشکی کا جانور ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ نیولا ہے۔ جس جگہ یہ رہتا ہے اس کے اثر سے یہ اپنا رنگ بدلتا ہے۔
عبداللطیفؒ بغدادی فرماتے ہیں کہ یہ ایک جری حیوان ہے۔ انسان کے ساتھ اس سے زیادہ جری کوئی حیوان نہیں ہے۔ اس کے پکڑنے میں حیلہ بازی کرنی پڑتی ہے۔ زمین میں مردار دفن کر کے اس کو دھوکہ سے پکڑا جاتا ہے۔ اس کا گوشت گرم ہوتا ہے تُرک لوگ اس کو کھاتے ہیں۔ دیگر کھالوں کے مثل اس کی کھال کو دباغت نہیں دی جاتی۔
علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تعجب ہے امام نوویؒ نے اپنی کتاب ''تہذیب الاسماء واللغات'' میں سمور کو پرندہ کیسے لکھ دیا۔ ممکن ہے کہ لغزش قلم سے ایسا لکھا گیا ہوگا۔ لیکن اس سے زیادہ تعجب خیز ابن ہشام کا بیان ہے جو انہوں نے شرح الفصیح میں تحریر کیا ہے کہ سمور جنوں کی ایک قسم ہے۔
یہ جانور اپنی جلد کی خفت اور ملائمت اور خوبصورتی کے لئے مخصوص ہے۔ اس کے بالوں کے بنے ہوئے کپڑے بادشاہ اور امراء لوگ استعمال کرتے ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے شعبی کو سمور کے بنے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا ہے۔

شرعی حکم:
اس کا کھانا حلال ہے۔ کیونکہ یہ نجاست استعمال نہیں کرتا ہے۔

خواب میں تعبیر:
خواب میں سمور کی تعبیر ایک ظالم چور سے دی جاتی ہے۔ جس کا کسی سے نبھاؤ نہ ہو سکے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

السمیطر

السمیطر :بروزن العمیثل ایک پرندہ ہے۔ جسی کی گردن لمبی ہوتی ہے۔ ہمیشہ اتھلے (کم پانی) میں دکھائی دیتا ہے۔ اس کی کنیت ابوالعیزار ہے۔ شیطر کے نام سے بھی مشہور ہے۔ مزید تفصیل باب المیم میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

السمندر و السمیدر

السمندر و السمیدر :اہلِ ہند و چین کے نزدیک یہ مشہور و معروف جانور ہے۔

سناد

سناد : گینڈا: بقول دیگر کرکدن، قزوینی فرماتے ہیں کہ یہ جانور بیل سے بڑا اور ہاتھی سے جسامت میں چھوٹا ہوتا ہے۔ دیکھنے میں ہاتھی جیسا لگتا ہے۔ اس کا بچہ پیدا ہونے کے بعد چرنے لگتا ہے اور جب چلنے پھرنے کی صلاحیت ہو جاتی ہے تو اپنی ماں سے دور بھاگ جاتا ہے۔ اس کو یہ خوف ہوتا ہے کہ میری ماں مجھ کو زبان سے چاٹے گی جیسا کہ عام طور پر جانور اپنے بچے کو زبان سے پیار کرتے ہیں اس لئے کہ اس کی زبان کانٹے کی طرح ہوتی ہے اور یہ خوف ظنی نہیں ہوتا بلکہ حقیقی ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر وہ اپنے بچے کو پالیتی ہے تو اپنی زبان سے اس کو اتنا چاٹتی ہے کہ اس بچے سے گوشت علیحدہ ہو جاتا ہے اور وہ صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ جاتا ہے۔ یہ جانور ہندوستان میں اکثر پایا جاتا ہے۔

شرعی حکم:

ہاتھی کی طرح اس کا کھانا حرام ہے۔

السنجاب

(چوہے کے مشابہ ایک جانور) السنجاب: یہ یربوع کے قد وقامت کا ایک جانور ہے جو چوہے سے بڑا ہوتا ہے۔ اس کے بال نہایت درجہ ملائم ہوتے ہیں۔ مالدار لوگ اس کی کھال کے کوٹ پہنتے ہیں۔ یہ بہت چالاک ہوتا ہے۔ جب کسی انسان کو دیکھ لیتا ہے تو کسی اونچے درخت پر چڑھ جاتا ہے اور درخت ہی اس کا مسکن ہے اور درخت ہی سے غذا حاصل کرتا ہے۔ یہ جانور بلاد صقالیہ اور ترک میں سب سے زیادہ ہے۔ چونکہ اس کی حرکت انسان کی حرکت کے مقابلہ میں سریع ہے لہٰذا اس کا مزاج گرم تر واقع ہوا ہے۔ اس کی وہ کھال بہترین ہوتی ہے جو رنگ میں نیلگوں اور چکنی ہو۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا

کلما ازرق لون جلدی من البرد　　　تخیلت انہ سنجاب

''جب بھی سردی کے سبب میرا رنگ نیلگوں ہو جاتا ہے تو مجھے خیال ہو جاتا ہے کہ میری کھال سنجاب ہے''۔

شرعی حکم:

اس کا کھانا جائز ہے کیونکہ یہ حلال طیب ہے۔ حنابلہ کے نزدیک اس کا کھانا حرام ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں چونکہ سنجاب کی حلت وحرمت کے سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے اس لئے جب حلت وحرمت کسی شے میں جمع ہو جاتی ہے تو اباحت ثابت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ شریعت میں اصل اباحت ہی ہے۔ اگر سنجاب کو شرعی طور پر ذبح کر دیا جائے تو اس کی کھال کے کپڑے پہننا جائز ہے۔ کیونکہ وہ کھال بھی ذبح سے پاک ہو جائے گی۔ البتہ دباغت سے اس کے بال پاک نہیں ہوں گے۔ اس لئے کہ دباغت کا بالوں پر اثر نہیں اور بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ دباغت سے بال بھی پاک ہو جائیں گے کھال کے تابع ہو کر۔

حضرت امام شافعیؒ کی ایک روایت بھی یہی ہے کہ اسی مسئلہ کی توثیق کی استاذ ابواسحاق اسفرائینی اور رویانی اور ابن ابی عصرون وغیرہ نے، سبکی نے بھی اسی کو پسندیدہ کہا۔ چونکہ صحابہ کرام حضرت عمرؓ کے زمانہ میں گھوڑوں کے بالوں کا بنا ہوا کپڑا تقسیم کیا کرتے تھے حالانکہ ان گھوڑوں کو مجوسی ذبح کیا کرتے تھے یعنی شرعی طور پر ذبح نہ ہونے کے باوجود بھی صحابہ کرامؓ اس کو پاک سمجھتے تھے۔

صحیح مسلم میں ابوالخیر مرثد بن عبداللہ کی حدیث ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے علی بن وعلہ کو اسی قسم کے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ جب ہم سفر میں مغرب کی طرف جاتے ہیں تو مجوسی مینڈھا ذبح کر کے لاتے ہیں۔ ہم اس کو استعمال نہیں کرتے۔ حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ میں نے اس سلسلہ میں جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایسے جانور جن کو غیر مسلم نے ذبح کیا ہو ان کی کھال دباغت سے پاک ہو جائے گی۔

طبی خواص:

اگر سنجاب کا گوشت کسی مجنون کو کھلایا جائے تو اس کا جنون جاتا رہے گا اور جو شخص امراض سودایہ میں مبتلا ہو اس کو بھی اس کا کھانا نفع دیتا ہے۔

کتاب المفردات میں مرقوم ہے کہ سنجاب کے اندر گرمی کم ہے کیونکہ اس کے مزاج میں رطوبت کا غلبہ زیادہ ہے اور قلت حرارت کی وجہ یہ ہے کہ اس کی غذا میں میوہ جات داخل ہیں۔ اسی وجہ سے گرم مزاج والے اور جوانوں کو اس کا کپڑا پہننا مناسب ہے اس کے اندر گرمی معتدل طور پر آتی ہے۔

السندواة السنه

السندواة السنه: مادہ بھیڑیا کو کہتے ہیں۔

السندل

(آگ کا جانور) سندل: یہ وہی جانور ہے جس کو سمندل بھی کہتے ہیں جس کا تذکرہ ابھی کچھ صفحات پہلے کیا جا چکا ہے۔ نیز سندل عمر بن قبس مکی کا بھی لقب ہے۔ محدثین کے نزدیک ان کی روایت قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ ابن ماجہ میں ان سے دو ضعیف روایت مروی ہیں۔

السِنَّوْر

(بلی) السنور (سین پر کسرہ نون پر تشدید) بلی اس کا واحد سنانیز آتا ہے۔ یہ جانور متواضع ہے۔ انسانوں کے گھروں سے مانوس ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو چوہوں کے دفع کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ عربی میں اس کے بہت نام ہیں۔ اس کی کنیت ابو خداش، ابوغزوان، ابوالہیثم، ابوشماخ ہے۔

بلی کے ناموں کا ایک عجیب قصہ

بلی اور اعرابی کا قصہ اس کے ناموں سے متعلق مشہور ہے وہ یہ ہے کہ کسی اعرابی نے ایک بلی پکڑی مگر اس کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ جانور کیا ہے۔ جس شخص سے وہ ملتا اس سے اس کا نام پوچھتا۔ ہر شخص نے اس کے متکفل نام بتلائے جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

پہلا شخص: یہ سنور ہے۔ دوسرا شخص: یہ ہرة ہے۔ تیسرا شخص: یہ قط ہے۔
چوتھا شخص: یہ ضیون ہے۔ پانچواں شخص: یہ خیدع ہے۔ چھٹا شخص: یہ خیطل ہے۔

ساتواں شخص: یہ دَم ہے۔

اس اعرابی نے خیال کیا کہ جس جانور کے اتنے نام ہیں وہ قیمت میں بھی گراں ہوگا۔ چنانچہ وہ اس بلی کو فروخت کرنے کی غرض سے بازار پہنچا وہاں اس سے کسی نے پوچھ لیا کہ یہ بلی کتنے کی بیچو گے اعرابی نے جواب دیا سو درہم کی۔ خریدار نے یہ سن کر تعجب سے کہا کہ اگر تمہیں اس کی قیمت درہم بھی مل جائے تو کافی ہے پس اعرابی نے اس بلی کو پھینک دیا اور کہنے لگا کہ اللہ کی لعنت ہو اس پر کہ اس کے اتنے نام ہیں اور دام کچھ بھی نہیں ہیں یہ اسماء مزکر کے لئے ہیں۔ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مونث کے لئے لفظ سنورہ آتا ہے۔ جس طریقہ پر ضفادع (مینڈک) کا مونث ضفدعۃ آتا ہے۔

حدیث میں بلی کا تذکرہ:۔

''حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے گھرانے میں تشریف لے جاتے اور اس کے قریب جو دوسرے گھر تھے وہاں پر نہ جاتے تھے۔ دوسرے گھر والوں نے آپ سے شکایت کی کہ حضورؐ وہاں تو تشریف لے جاتے ہیں اور ہمارے یہاں قدم رنجہ نہیں فرماتے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ تمہارے یہاں کتا رہتا ہے اس وجہ سے میں نہیں آتا۔ انہوں نے عرض کیا کہ ان کے یہاں بھی تو بلی ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ بلی تو سبع ہے، یعنی بلی اور کتا ایک حکم کے تحت میں نہیں آتے''۔

راوی کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔

نعیم بن حماد نے کتاب الفتن ابو شریحۃ الغفاری صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راویت کی ہے:۔

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن قبیلہ مزنیہ کے دو شخص سب سے آخر میں پہنچنے والے ہوں گے، یہ ایک پہاڑی سے جس میں وہ پوشیدہ تھے نکل کر ایک مقام پر آئیں گے وہاں آکر بجائے آدمیوں کے وہ جنگلی جانور دیکھیں گے، وہاں سے نکل کر وہ مدینہ کا رخ کریں گے اور جب آبادی کے قریب پہنچیں گے۔ تو آپس میں کہیں گے کہ آدمی کہاں گے یہاں تو کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ ان میں سے ایک کہے گا کہ اپنے اپنے گھروں میں ہوں گے۔ چنانچہ وہ گھروں کے اندر جا کر دیکھیں گے تو بستروں پر بجائے لوگوں کے وہ لومڑیاں اور بلیاں دیکھیں گے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے کہے گا کہ میرے خیال میں تو لوگ بازار میں خرید و فروخت کررہے ہوں گے وہاں چل کر دیکھنا چاہیے۔ یہ سوچ کر وہ گھروں سے چل دیں گے اور چلتے چلتے مدینہ کے دروازہ پر آکر کھڑے ہو جائیں گے، دروازے پر دو فرشتے کھڑے ہوئے ملیں گے وہ ان کی ٹانگیں پکڑ کر کھینچتے ہوئے میدانِ محشر میں لائیں گے''۔

عجیب واقعہ:

رکن الدولہ کے ایک بلی تھی جو اس کی نشست گاہ میں حاضر باش رہتی تھی۔ اگر کوئی حاجت مند ان سے ملاقات کے لئے آتا اور اس کے پاس کوئی ملاقات کا ذریعہ نہ ہوتا تو وہ ایک پرچہ میں اپنی حاجت لکھ کر بلی کے گلے میں لٹکا دیتا۔ بلی اس کو لے کر رکن الدولہ کے پاس پہنچ جاتی۔ وہ اس پرچہ کو پڑھ کر اس کا جواب لکھ کر بلی کے گلے میں ڈال دیتا وہ اس کو حاجت مند کے پاس پہنچا دیتی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل کشتی کو چوہوں سے اذیت پہنچنے لگی تو آپ نے شیر کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا اس سے شیر کو چھینک آئی اور چھینک کے ساتھ بلی نکل پڑی۔ اسی بناء پر بلی کی صورت شیر سے زیادہ مشابہ ہے۔ جب تک انسان

بلی کو نہ دیکھے اس وقت تک شیر کا تصور نہیں کرسکتا۔ بلی کی لطافت وظرافت کی دلیل یہ ہے کہ وہ اپنے لعابِ دہن سے اپنے چہرہ کو صاف کرتی ہے۔ اگر اس کے بدن پر کوئی چیز لگ جاتی ہے تو وہ اس کو فوراً چھڑا دیتی ہے۔

بلی کی عادات

جب موسم سرما کا آخر ہوتا ہے تو نر کی شہوت میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ جب مادۂ تولید کی سوزش سے اس کو تکلیف ہونے لگتی ہے تو وہ بہت چیختا ہے جب تک وہ مادہ خارج نہیں ہوتا اس کو سکون نہیں ہوتا۔

جب بلی کو بھوک لگتی ہے تو وہ اپنے بچوں کو کھا جاتی ہے اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ شدتِ محبت سے ایسا کرتی ہے۔ چنانچہ جاحظ کا قول ہے۔

جاء ت مع الاشفين فی هودج　　　تزجی الی النصرة اجنادها

''وہ دونشان لیکر ہودج میں آئی اور اپنے لشکروں کو فتح مندی کی طرف ہنکانے لگی''۔

كانها فی فعلها هرة　　　ترید ان تاكل اولادها

''گویا کہ وہ اپنے اس فعل میں بلی کی طرح ہے کہ وہ اپنے بچے کھانے کا ارادہ کرتی ہے''۔

بلی جب پیشاب کرتی ہے تو اس کو چھپا دیتی ہے تا کہ چوہا اس کو سونگھنے نہ پائے اور سونگھ کر بھاگ نہ جائے کیونکہ چوہا اس کے بول وبراز کو پہچانتا ہے۔ پیشاب پائخانہ کر کے اول وہ اس کو سونگھتی ہے اور جب دیکھتی ہے کہ بوسخت ہے تو اس کو مٹی وغیرہ سے ڈھانپ دیتی ہے تا کہ بدبو اور جرم دونوں چھپ جائیں۔

علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بلی کو یہ سمجھ بوجھ اس وجہ سے دی ہے تا کہ انسان اس سے عبرت حاصل کریں کہ یہ بھی اپنا بول وبراز پوشیدہ کر دیا کریں۔ جب بلی کسی گھر سے مانوس ہو جاتی ہے تو یہ بلی کسی دوسری بلی کو وہاں نہیں آنے دیتی۔ اگر کوئی آ جاتی ہے تو دونوں میں سخت لڑائی ہونے لگتی ہے۔ اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ دونوں کے اندر رقابت کی آگ سلگ جاتی ہے۔ گھریلو بلی یہ خیال کرتی ہے کہ کہیں مالک غیر بلی سے مانوس ہو جائے اور اس کو میری خوراک میں شریک کر لے اور اگر شریک بھی نہ کرے تو مالک کی محبت بٹ نہ جائے۔ اگر بلی کسی وقت مالک کی کوئی چیز چرا لیتی ہے جو مالک نے احتیاط سے رکھی ہو تو بلی اس ڈر سے کہ کہیں ماری نہ جاؤں لے کر بھاگ جاتی ہے۔ مالک اپنے پاس سے جب اس کو دفع کرنا چاہتا ہے تو خوشامد کرنے لگتی ہے اور اپنا بدن اس کے پیروں پر مس کرنے لگتی ہے۔ وہ ایسا اس وجہ سے کرتی ہے کہ وہ خیال کرتی ہے کہ خوشامد کرنے سے اس کو اپنے مقصد کی معافی مل جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے ہاتھی کے دل میں بلی کا خوف رکھ دیا کیونکہ ہاتھی جب بلی کو دیکھ لیتا ہے تو بھاگ جاتا ہے کیونکہ یہ مشہور ہے کہ اہلِ ہند کا ایک لشکر جس میں ہاتھی بھی تھے بلی کی بدولت شکست کھا گیا۔ بلی کی تین قسمیں ہیں (۱) اہلی (۲) وحشی (۳) سنور الزباد۔

اہلی اور وحشی دونوں کے مزاج میں غصہ ہے۔ زندہ جان کر یہ پھاڑ کر کھا جاتی ہے۔ کئی باتوں میں بلی انسان کے مشابہ ہے۔ مثلاً انسان کی طرح وہ چھینکتی ہے اور انگڑائی لیتی ہے اور ہاتھ بڑھا کر چیز لیتی ہے۔ بلی سال بھر میں دو مرتبہ بچے دیتی ہے اس کی مدت حمل پچاس دن ہے۔ جنگلی بلی کا ڈیل ڈول اہلی بلی سے زیادہ ہوتا ہے جاحظ کہتے ہیں کہ علماء دین کا قول ہے کہ بلی کا پالنا مستحب ہے۔ مجاہد کا بیان ہے کہ ایک شخص نے قاضی شریح کی عدالت میں کسی دوسرے شخص پر بلی کے بچے کی ملکیت کے بارے میں دعویٰ دائر کر دیا۔ قاضی صاحب نے مدعی سے گواہ طلب کیا وہ کہنے لگا کہ میں ایسی بلی کے لئے گواہ کہاں سے لاؤں جس کو اس کی ماں نے ہمارے گھر جنا تھا۔ اس

پر قاضی صاحب نے حکم دیا کہ تم دونوں اس بچے کو اس کی ماں کے پاس لے جاؤ۔ اگر وہ اس کو دیکھ کر ٹھہری رہی اور کہیں نہ جائے۔ پھر اس کو دودھ پلانے لگے تو یہ بچہ تیرا ہے اور اگر وہ بال کھڑے کر کے غرانے لگے اور بھاگ جائے تو یہ بچہ تیرا نہیں ہے۔

شرعی حکم:

جنگلی اور گھریلو بلی کا کھانا حرام ہے۔ دلیل وہ حدیث ہے جو ماقبل میں آ چکی ہے۔ جس میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ بلی درندوں میں سے ہے اس سے آپ کا منشاء حکم کا بیان کرنا ہے کہ جس طریقہ پر درندوں کا گوشت حرام ہے۔ اسی طریقہ پر بلی کا گوشت حرام ہے۔ بیہقی وغیرہ نے ابوزبیر سے اور انہوں نے حضرت جابرؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے آنحضور ﷺ نے بلی کے کھانے سے منع فرمایا۔ صحیح مسلم ومسند امام احمد وسنن ابوداؤد میں یہ حدیث موجود ہے کہ آپ ﷺ نے بلی کی خرید وفروخت کرنے سے منع فرمایا۔ بعض علماء نے اس حدیث کو جنگلی بلی پر محمول فرمایا کہ بیع وشراء کی ممانعت جنگلی بلی سے ہے۔ بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ نہی تحریمی نہیں ہے بلکہ تنزیہی ہے حتیٰ کہ اگر لوگوں میں اس کا رواج ہدایا وغیرہ دینے کی صورت میں ہو جاتا ہے یا لوگ اس کو رعایتاً پر لیتے ہیں تو یہ اس قبیل پر ہو جائے گی جس کے اندر نفع ہوتا ہے۔ اس صورت میں بیع جائز ہوگی اور اس کی قیمت بھی حلال ہوگی یہی امام شافعیؒ کا مسلک ہے۔ باب الہاء میں ہرۃ کے بیان میں اس سلسلہ میں مزید تفصیل آئے گی۔ جنگلی بلی کے بارے میں روایتیں مختلف ہیں۔ اکثر روایتیں اس کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں اور گھریلو بلی حرام ہے۔

ضرب الامثال

اہلِ عرب کے درمیان ایک کہاوت مشہور ہے **الـقـف من سنور** کہ وہ بلی سے بھی زیادہ پکڑنے میں تیز ہے۔ الثقف کے معنی آتے ہیں پکڑنے میں عجلت کرنا۔ کہا جاتا ہے رجـل ثِقف اس مرد کے بارے میں ہیں جو اچکنے میں تیز ہو۔ ایک دوسری کہاوت ہے کہ **کـانـهٔ سـنـور عبدالـلّٰـه** کہ وہ عبداللہ کی بلی ہے۔ یہ مثال اس آدمی کے سلسلہ میں دی جاتی ہے جو بھولا بھالا کم علم ہو۔ جس طرح اردو میں ایسے شخص کے بارے میں کہاوت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی گائے ہے۔ بشار ابن بردشاعر نے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل شعر کہا ہے۔

ابـا مـخـلـف مـازلـت تبـاح غـمـرة صـغـيـرا فلما شبت خيمت بالشاطی

''ابومخلف تو بچپن میں ہمیشہ چلاتا رہا اور جب نوجوان ہوا تو ساحل دریا پر خیمہ لگایا''۔

کـسـنـور عـبـدالـلّٰـه بيع بـدرهـم صـغـيـرًا فـلـمـا شـب بيع بقيراط

''جیسا کہ عبداللہ کی بلی جو بچپن میں تو ایک درہم میں فروخت ہوئی ہے اور جب بڑی ہوگئی تو ایک قیراط میں بکی گئی''۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا کہاوت جو شاعر نے اپنے شعر میں استعمال کی ہے یہ کلام عرب کے مزاج سے میل نہیں کھاتی بلکہ موضوع معلوم ہوتی ہے۔ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ میں نے اس کہاوت کے بارے میں کافی معلومات کیں لیکن مجھ کو کچھ سراغ نہ مل سکا۔ البتہ شاعر مشہور فرزدق کا ایک شعر ملا ہے۔

رأيـت الـنـاس يـزدادون يـومـاً فـيـومـاً فـي الـجـمـيـل وانـت تنقص

''لوگوں کو میں دیکھتا ہوں کہ وہ نیکوکاری میں روز بروز ترقی کر رہے ہیں لیکن تیرا حال یہ ہے کہ تو بجائے ترقی کے تنزلی کر رہا ہے''۔

كـمثل الهرة فی صغر يغالی بـه حـتـى اذا مـا شـب يـرخـص

''یا تیری مثال بلی جیسی ہے کہ جب تک وہ کمسن رہتی ہے اس کی قیمت بڑھتی جاتی ہے اور جب وہ بوڑھی ہو جاتی ہے تو اس کی قیمت گھٹ

جاتی ہے''۔

طبی خواص:

اگر گھریلو بلیوں میں سے کوئی شخص کالی بلی کا گوشت کھالے تو جادو اس پر اثر نہ کرے۔ اگر بلی کی تلی کو کسی مستحاضہ عورت کے کمر میں باندھ دیا جائے تو استحاضہ کا خون بند ہو جائے گا۔ اگر بلی کی دونوں آنکھیں سکھا کر ان کی دھونی کوئی شخص لے تو وہ جو چیز طلب کرے گا پوری ہوگی اور جو شخص اس کا پھاڑنے والا دانت اپنے پاس رکھے گا تو رات کے وقت ڈر نہیں لگے گا۔ اگر بلی کا دل اسی کے چمڑے میں لپیٹ کر اپنے پاس رکھا جائے تو دشمن غالب نہ ہو سکے گا۔ اگر کوئی شخص بلی کا پتہ آنکھوں میں لگالے تو رات کو بھی ایسے ہی دیکھے جیسے دن میں دیکھتا ہے۔ اگر اس کو نمک، زیرہ اور کرمانی کے ساتھ ملا کر پرانے اور دائمہ قسم کے زخموں پر ملا جائے تو زخم اچھے ہو جائیں گے۔ اگر جماع کے وقت بلی کا خون ذکر پر مل لیا جائے تو مفعول بہ (بیوی وغیرہ) فاعل سے بے حد محبت کرنے لگیں۔ اگر بلی کے گردہ کی کسی حاملہ عورت کو دھونی دی جائے تو جنین ساقط ہو جائے۔

علامہ قزوینیؒ کا قول ہے کہ اگر سیاہ بلی اور سیاہ مرغی کا پتہ لے کر دونوں کو سکھا لیا جائے۔ پھر اس کو پیس کر سرمہ میں ملا لیا جائے اور آنکھ میں لگایا جائے تو اس شخص کو جن دکھلائی دینے لگے اور اس کی خدمت کرنے لگے یہ عمل مجرب ہے۔ اگر سیاہ بلی کا پتہ لے کر بقدر نصف درہم روغن زیتون میں حل کر کے لقوہ کا مریض اپنی ناک میں ڈالے تو اچھا ہو جائے۔ جنگلی بلی کی ہڈی کا گودہ عسر البول کے لئے عجیب تاثیر رکھتا ہے۔ اگر اس کو چنے کے پانی میں بھگو کر اور آگ میں پکا کر نہار منہ حمام کے اندر لیا جائے تو گردہ کے درد اور عسرل البول کو فائدہ دے۔

بقول قزوینی اگر عورت بلی کے دماغ کی دھونی لے تو رحم سے منی خارج ہو جائے گی۔ بلی کی خواب میں تعبیر کا بیان انشاء اللہ باب القاف لفظ قط کے بیان میں آئے گا۔

تیسری قسم بلی کی سنور الزباد ہے۔ یہ سنور اہلی کی طرح موٹی ہوتی ہے لیکن اس کا ڈیل ڈول بڑا اور اس کی دم لمبی ہوتی ہے۔ اس کے بالوں کا رنگ سیاہی مائل ہوتا ہے اور بعض دفعہ وہ چت کبری ہوتی ہے۔ یہ بلاد ہند اور سندھ سے لائی جاتی ہیں۔ زباد ایک قسم کا میل ہوتا ہے جو اس کی بغلوں اور دونوں رانوں اور پاخانہ کے مقام کے اردگرد پایا جاتا ہے۔ اس کے اندر خوشبو ہوتی ہے۔ یہ مذکورہ تینوں اعضاء سے ایک چھوٹے چمچے سے نکالا جاتا ہے اس کے بارے میں کچھ گفتگو باب الزاء میں گزر چکی ہے۔

شرعی حکم:

سنور الزباد بلی کا کھانا حرام ہے۔ جس طریقے پر اوپر دو قسم کی مذکورہ بلی کا کھانا حرام ہے اور زباد جس سے ایک قسم کی خوشبو آتی ہے۔ یہ پاک ہے۔ ماوردی اور رویانی کہتے ہیں کہ زباد دریائی بلی کا دودھ ہوتا ہے جو مشک کی طرح حاصل کیا جاتا ہے۔ دریا کے قریب رہنے والے اس کا استعمال کرتے ہیں۔ اسؔ بات کا مقتضے یہ ہے کہ یہ پاک ہونا چاہیے۔ لیکن سوال ہے کہ غیر ماکول اللحم جانوروں کا جو دریا کے اندر رہتے ہیں۔ دودھ پاک ہے یا نہیں اگر پاک ہی تسلیم کر لیا جائے تو یہی محل کلام ہے کہ سنور الزباد بری ہے یا بحری ہے، صحیح بات یہ ہے کہ یہ خشکی کا جانور ہے۔

السنونو

السنونو (سین پر ضمہ) واحد سنونۃ آتا ہے۔ابابیل کی ایک قسم ہے۔اس سلسلہ میں جمال الدین رواحہ نے کیا عمدہ شعر کہا ہے۔

وغــربیة حـنـت الـی وکـرلهـا فـاتـت الیـه فـی الـزمـان المقبل

''وحشی جانور کی طرح جو اپنے گھونسلے میں پہنچی ہو تو بھی آئے گا آئندہ زمانے میں اسی انداز سے''۔

فـرثـت جنـاح الابـنـوس وصفقت بـالـعـاج ثـم تـقـهـقـهـت بـالصندل

ترجمہ:''تیرے بازو آبنوس کے طریقے پر ہیں اوران پر ہاتھی دانت جیسی بندکیاں ہیں اوران بندکیوں پر صندل ڈال دیا گیا ہے''۔

ابابیل کا تفصیلی بیان باب الخاء میں خطاف کے بیان میں گزر چکا ہے وہاں پر ملاحظہ کرلیا جائے۔

طبی خواص:

اگراس کی دونوں آنکھیں لے کر کسی پارچہ میں لپیٹ کر کسی تخت یا رچارپائی میں لٹکا دیا جائے تو جو اس پر سوئے گا نیند نہیں آئے گی۔ اگر چڑیوں کے رہنے کی جگہ اس کی دھونی دی جائے تو چڑیاں بھاگ جائیں گی۔اگر بخار والے کو اس کی دھونی دی جائے تو بخار جاتا رہے گا۔

السودانیه والسوادیه

السودانیہ والسوادیہ بقول ابن سیدہ یہ انگور کھانے والی ایک چڑیا ہے۔

حکایت:ملکِ روم میں ایک پیپل کا درخت تھا اور اس درخت پر ایک پیپل کی سودانیہ تھی جس کی چونچ میں زیتون کا پھل تھا اس کی عجیب وغریب خاصیت یہ تھی کہ جب زیتون کے پھل کا موسم آتا تو وہ چڑیا آواز کرتی جس کی وجہ سے اس علاقہ میں جتنی اس قسم کی چڑیاں ہوتی تھیں وہ اس کے پاس تین تین زیتون کے پھل لاتی تھیں۔ایک پھل ان کی چونچ میں ہوتا اور دو پنجوں میں دبا کر اڑتیں اور لا کر پیپل والی چڑیا پر بارش کی طرح ڈال دیتی تھی۔پس اہل شہر جس کو جتنی ضرورت ہوتی اٹھا کر لے جاتے۔علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ چڑیا وہ چڑیا معلوم ہوتی ہے جس کو زورزور کہتے ہیں اور جس کا بیان باب الزاء میں گزر چکا ہے۔

طبی خواص:

سودانیات کا گوشت بارد یابس اور ردی ہوتا ہے۔خاص طور پر اس کا جو لاغر ہو۔بہترین گوشت اس کا ہے جو جال سے شکار کی گئی ہوں۔اس کا گوشت دماغ کے لئے مضر ہے لیکن شوربہ دار کھانے سے اس کے نقصان میں کمی ہو جاتی ہے۔اس کے کھانے سے ایسی خلط پیدا ہوتی ہے جو سرد مزاج والوں اور بوڑھوں کے موافق ہے۔موسم ربیع میں اس کا کھانا مفید ہے۔چونکہ یہ چڑیا حشرات اور جراد یعنی ٹڈی کھاتی ہے اس لئے اس کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔اس بناء پر اس کے گوشت میں حدت ہے اور بدبو ہوتی ہے۔روفس نامی شخص نے پرندوں کو تین درجوں میں رکھا ہے۔اس کا کہنا ہے کہ خشکی کے پرندوں میں سب سے بدتر یہ پرندے ہیں:۔

(۱) رخ (۲) شحرور (۳) سمانی (۴) حجل (۵) دراج (۶) طیہوج (۷) شفنین (۸) فرخ الحام (۹) فاختہ (۱۰) سلوی۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

السوذنیق

(باز)السوذنیق :باز کو کہتے ہیں۔

السوس

السوس :گھن یہ وہ کیڑا ہے جواناج اوراون میں پیدا ہوتا ہے۔چنانچہ جس غلہ میں یہ پیدا ہوتا ہے عرب لوگ اس کوطعام مسوس اور طعام مدود کہتے ہیں یعنی گھن کھایا ہوایا کیڑا لگا ہوا غلہ۔

کسی شاعر کا قول ہے۔

قد اطعمتَنی دقلا حولیاً   مسوِّسا مدوِّدًا حجریا

''تو نے مجھ کو سال بھر کا پرانا غلہ کھلایا جس میں تلخی آ گئی تھی اور کیڑ اا لگ کر بیکار ہو گیا تھا''۔

مجاہداور قتادہ حق تعالیٰ کے اس قول کہ یَخْلُقُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (اللہ تعالیٰ وہ چیزیں پیدا کرتا ہے جس کو تم نہیں جانتے) کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس سے مراد پھلوں اور کپڑوں کے کیڑے ہیں۔حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عرش کے داہنی جانب نور کی ایک نہر ہے جو وسعت میں ساتوں زمین اور ساتوں آسمان سے ستر گناہ زیادہ ہے۔حضرت جبرائیل علیہ السلام ہر روز صبح کے وقت اس میں غوطہ لگا کر غسل کرتے ہیں اس سے آپ کا جسد نور علیٰ ہو جاتا ہے اور آپ کا حسن و جمال اور جسامت دوبالا ہو جاتی ہے۔اسکے بعد آپ اپنے پروں کو جھاڑتے ہیں اور ہر ایک بال سے ستر ہزار قطرے ٹپکتے ہیں اور ہر قطرے سے اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے پیدا فرماتا ہے اور ان میں سے روزانہ ستر ہزار فرشتے بیت المعمور میں اور ستر ہزار خانہ کعبہ میں داخل ہوتے ہیں اور قیامت تک پھر ان کی باری نہیں آتی۔طبری فرماتے ہیں کہ ''مالا تعلمون سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ انعامات ہیں جو جنتیوں پر ہوں گے اور جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا اور نہ کانوں سے سنا ہوگا۔اور نہ ہی دل میں کبھی ان کا خیال ہوگا۔

حرث بن الحکم سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اگلی کتابوں میں جو آیات نازل فرمائی تھیں ان میں یہ مضمون بھی تھے(ا)انا اللّٰہ لا الٰہ الا انا کہ اگر میں غلہ میں گھن نہ پیدا کرتا تو بادشاہ ان کو خزانہ میں جمع کر لیتے۔اگر مردہ لاش میں بدبو نہ پیدا کرتا تو اس کو گھر والے گھروں میں روک لیتے۔ انا اللّٰہ لا الہ الا انا کہ میں ہی قحط زدہ ملکوں میں اناج کی فراوانی کرتا ہوں۔میں ہی غلہ کے نرخوں میں گرانی پیدا کرتا ہوں حالانکہ غلہ کے انبار لگے ہوئے ہوتے ہیں۔

انا اللّٰہ لا الہ الا انا ۔اگر میں قلوب میں امیدیں پیدا نہ کرتا تو تفکرات کی وجہ سے لوگ ہلاک ہو جاتے۔عمر بن ہند نے جب ملتمس کو عراق کے غلہ سے محروم کرنا چاہا تو اس نے یہ کہا۔

الیت حب العراق الدھر اطعمہ   والحب یاکلہ فی القریة السوس

''کیا تو نے قسم کھالی ہے کہ تو عمر بھر کا عراق کا غلہ کھائے گا۔حالانکہ کسی شہر میں جو غلہ ہوتا ہے اس کو گھن ہی کھاتا ہے''۔

بیہقی نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اگر کسی شخص میں استطاعت ہو کہ وہ اسمان میں یا کسی ایسی جگہ غلہ رکھے جہاں پر چور کا گزر نہ ہو اور نہ اس کو گھن لگے تو اس کو چاہیے کہ وہ ایسا کرے کیونکہ ہر شخص کا خیال اپنے خزانہ کی طرف لگا رہتا ہے۔

شیخ العارف ابوالعباس نے فرمایا کہ ایک عورت نے مجھ سے بیان کیا کہ ہمارے یہاں گھن لگے ہوئے گیہوں تھے ہم نے ان کو پسوالیا اور ساتھ میں گھن بھی پس گیا اور ہمارے یہاں گھن لگ گئی۔ ہم نے اُس کو چھلنی میں چھان لیا تو گھن زندہ نکل گئی۔ میں نے ان سے کہا کہ اکابر کی صحبت سلامتی کا باعث بن جاتی ہے۔ اسی کے قریب قریب ایک وہ حکایت ہے جو ابن عطیہؒ نے سورۂ کہف کی تفسیر میں بیان کی ہے، فرماتے ہیں کہ میرے والد سے ابوالفضل جوہریؒ نے بیان کیا کہ میں نے اپنی مجلس وعظ میں یہ کہا کہ جو شخص اہلِ خیر کی صحبت اختیار کرتا ہے تو اس کی برکت اس کو پہنچ جاتی ہے۔ چنانچہ سگ اصحابِ کہف نے صالحین کی صحبت اختیار کی لہٰذا ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآن شریف میں فرمایا جو قیامت تک لوگوں کے وردِ زبان رہے گا۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ جو شخص ذاکرین کی صحبت میں بیٹھے گا وہ غفلت سے بیدار ہو جاتا ہے اور جو صالحین کی خدمت کرتا ہے اس کے مراتب بلند ہو جاتے ہیں۔

فائدہ عجیب وغریب:

علامہ دمیریؒ مصنف ''حیوۃ الحیوان'' فرماتے ہیں کہ مجھ کو بعض اہلِ علم سے استفادہ ہوا ہے کہ اگر مدینہ منورہ کے سات فقہاء کے نام کسی پرچے میں لکھ کر گیہوں میں رکھ دیئے جائیں تو گھن سے محفوظ رہیں گے یہ نام مندرجہ ذیل اشعار میں جمع کر دیئے گئے ہیں:۔

الاکل من لا یقتدی بایمة فقسمته ضیزی عن الحق خارجه

''غور سے سن لو جس نے ائمہ کا اقتداء نہیں کیا اس کی قسمت ٹیڑھی اور وہ حق سے خارج ہے''۔

فخذهم عبیدالله عروه قاسم سعید، سلمان، ابوبکر، خارجه

''لہٰذا ان کا اتباع کرو وہ عبید اللہ، عروہ، قاسم، سعید، سلیمان، ابوبکر، خارجہ۔

اگر یہی نام پرچے پر لکھ کر لٹکا دیئے جائیں یا سر پر پھونک دیئے جائیں تو دردِ سر جاتا رہے گا۔ وہ آیات پاک دردِ سر میں نافع ہیں ان کا ذکر باب الجیم میں لفظ جراد کے تحت میں گزر چکا ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ بعض اہلِ علم سے مجھ کو یہ بھی استفادہ ہوا ہے کہ مندرجہ ذیل اسماء کو لکھ کر سر پر لٹکا دیا جائے تو دردِ سر اور آدھا سیسی جاتا رہے گا۔ وہ اسماء یہ ہیں:۔

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم اهدًا علیه یاراس بحق من خلق فیک الا سنان والاضراس وکتب والکتب بلا قلم ولاقرطاس قو بقرار اللّٰه اسکن واهدًا بهداللّٰه بحرمة محمد بن عبداللّٰه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ولا حول ولا قوة اِلا باللّٰه العلی العظیم اَلَمْ تَرَاِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّالظِّلَّ وَلَوْشَاءَ لَجَعَلَهُ سَاکِنا اسکن أیها الوجع والصداع والشقیقة والضربان عن حامل هذه الاسماء کما سکن عرش الرحمٰن وله ماسکن فی الیل و النهار وهو السمیع العلیم و نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَاهُوَشِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَحَسْبُنَااللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ وَصَلی اللّٰه علی سیدنا محمدٍ خاتم النبیین والمرسلین وعلی آله وصحبه وسلم.

عمل نمبر۲:

یہ عمل بھی مجھ کو بعض ائمہ امامیہ سے پہنچا ہے اور مجرب ہے۔ چوب غار پر ایسی جگہ لکھا جائے جہاں سورج نہ آتا ہو اور لکھتے وقت اور تختی کو لے جاتے وقت بھی سورج کا سامنا نہ ہو یہ عبارت لکھ کر وہ تختی گیہوں یا جو میں دبا دی جائے تو اس میں گھن یا کیڑا نہیں لگے گا۔ و.

اسماء مندرجہ ذیل ہیں:۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. اَلَمْ تَرَاِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَھُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَالْمَوْتِ فَقَالَ لَھُمُ اللّٰہُ مُوْتُوْا فَمَا توا کذلک یموت الفراش والسوس ویرحل باذن اللّٰہ تعالٰی اخرج ایھا السوس والفراش باذن اللّٰہ تعالٰی عاجلاوالا خرجت من ولایۃ امیرالمومنین علی بن ابی طالب کرم اللّٰہ وجھہ ویشھد علیک انک سرقت لجام بغلۃ نبی اللّٰہ سلیمان بن داؤد علیھما الصلوٰۃ والسلام.

شرعی حکم:

اس کا کھانا حرام ہے۔ چونکہ یہ ایک قسم کا کیڑا ہے۔

ضرب الامثال

اہلِ عرب کہتے ہیں کہ العیال سوس المال۔ خالد ابن صفوان سے پوچھا گیا کہ تمہارا لڑکا کیسا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ اپنے ہم عمر جوانوں میں سردار ہے۔ پھر سوال کیا گیا کہ روزانہ اس کو کھانے کے لئے کیا دیتے ہو؟ جواب دیا کہ ایک درہم یومیہ، اس پر اس سے کہا گیا کہ تم تو صرف مہینہ میں تیس درہم دیتے ہو اور تمہارے پاس تو تیس درہم ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ تیس درہم ضائع ہو جانا یہ کمتر ہے۔ بنسبت اس کے گھن اونی کپڑوں میں لگ کر اسی کو تیزی سے کھا جائے۔ اس کا یہ کلام جب حضرت امام حسن بصریؒ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ خالد بن صفوان بنی تمیم کے خاندان سے ہے اور بنی تمیم بخل و کنجوسی میں شہرۂ آفاق ہیں۔

السید

السید (سین پر کسرہ یاء ساکن) یہ بھیڑیے کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ یہی نام ابومحمد عبداللہ ابن محمد بن سید بطلیوسی کے دادا کا تھا۔ یہ ابومحمد ایک مشہور لغوی نحوی ہوئے ہیں۔ انہوں نے بہت مفید کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ۴۴۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۲۱ھ میں ماہ رجب میں وفات پائی۔

السیدۃ

السیدۃ (سین پر کسرہ یاء ساکن دال مفتوح) یہ بھیڑیا کی مادہ ہے۔ اسی نام سے امام النحو واللغت محقق علامہ ابوالحسن علی بن اسماعیل بن سیدہ منسوب ہیں۔ علم لغت و نحو میں آپ کو امام کا درجہ حاصل تھا۔ اس فن میں آپ نے اپنی کتاب ''المحکم والمخصص'' تحریر فرمائی ہے۔ آپ اور آپ کے والد دونوں نابینا تھے۔ ربیع الاول ۴۵۰ھ میں بعمر ۶۰ سال وفات پائی۔

سیفنۃ

سیفنۃ: مصر کے اندر ایک پرندہ ہے اس کی خاصیت یہ ہے کہ اگر اس کے سامنے درختوں کے پتے ڈال دیئے جائیں تو یہ سب کو

صاف کر جاتا ہے کوئی پتہ باقی نہیں رہتا۔ اسی جانور سے ابواسحاق ابراہیم ابن حسین بن علی الہمدانی محدث کو تشبیہ دی جاتی ہے کیونکہ ان کی عادت شریفہ بھی یہی تھی کہ جب یہ کسی محدث سے حدیث سنتے تو جب تک تمام حدیث معلوم نہ کر لیتے اس سے جدا نہیں ہوتے تھے۔

ابو سیراس

ابو سیراس :بقول قزوینی یہ ایک جانور ہے جو جنگلوں میں رہتا ہے اس کے ناک کے بانسہ میں بارہ سوراخ ہوتے ہیں۔ جب یہ سانس لیتا ہے تو اس کی ناک سے بانسری جیسی دلکش آواز نکلتی ہے کہ جنگلی جانور تک سننے کے لئے اس کے اردگرد جمع ہو جاتے ہیں اور بعض جانور اس کی آواز سے مست ہو کر بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ یہ ان کو پکڑ کر کھا لیتا ہے۔ اگر کسی وقت کوئی جانور اس کے کھانے کے لائق نہیں ہوتا تو وہ بے قرار ہو جاتا ہے اور ایسی بھیانک آواز نکالتا ہے کہ جانور ڈر کر اس سے بھاگ جاتے ہیں۔ واللہ اعلم

بابُ الشین

الشادن

الشادن :دال پر کسرہ: اس لفظ کا اطلاق اس نر ہرن پر ہوتا ہے جس کے سینگھ نکل آئے ہوں۔ ہرن کا مفصل بیان باب الظاء میں ظبی کے بیان میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

شادھوار

شادھوار : یہ ایک جانور ہے جو بلادروم میں پایا جاتا ہے۔ قزوینیؒ اپنی کتاب الاشکال میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس کے ایک سینگ ہوتا ہے۔ جس میں بہتر شاخیں ہوتی ہیں جو اندر سے کھوکھلی ہوتی ہیں۔ جب ہوا چلتی ہے تو ان سینگوں میں سے بہت دل کش آواز نکلتی ہے جس کو سننے کے لئے جانور جمع ہو جاتے ہیں۔

قزوینیؒ نے کسی بادشاہ کا ذکر کیا ہے کہ اس کے پاس کہیں سے اس جانور کا سینگ لایا گیا جس وقت ہوا چلتی بادشاہ اس کو اپنے سامنے رکھ لیتا تھا۔ اس میں سے ایسی عجیب وغریب آواز نکلتی تھی کہ بعض سننے والوں پر وجد طاری ہو جاتا تھا اور جب اس کو پلٹ کر رکھ دیا جاتا تھا تو اس سے ایسی غمگین آواز نکلتی کہ لوگ اس کو سن کر رونے کے قریب ہو جاتے تھے۔

الشارف

الشارف :شترکلاں۔ اس کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایک حدیث ہے۔ فرماتے ہیں، جنگ بدر کے مال غنیمت سے میرے حصہ میں ایک شارف آیا تھا اور ایک شارف مجھ کو حضور ﷺ نے مال خمس میں سے عطا فرمایا تھا۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے میرا عقد ہوا اور میں نے ولیمہ کا ارادہ کیا تو میں نے اذخر (زیورات) سناروں کے ہاتھ بیچی تا کہ ولیمہ کی تاریخ میں اس سے اعانت حاصل کروں۔ چنانچہ بنی قینقاع کے ایک سنار سے میں نے وعدہ کر لیا کہ میرے ساتھ چل کر اذخر لے لے جبکہ میں اپنے دونوں

اونٹوں کے کجاوے کے لئے سامان جمع کرنے کے لئے باہر چلا گیا تو میں اپنے دونوں اونٹوں کو ایک انصار کے گھر کے پاس کھڑا کر گیا اور جب میں لکڑیاں وغیرہ لے کر آیا تو میں نے دیکھا کہ ان کے کوہانوں اور پشت کا گوشت کاٹ لیا گیا ہے۔ ان کی کلیجیاں بھی نکال لی گئی ہیں۔ مجھ سے یہ حالت دیکھی نہیں گئی۔ میں نے کہا کہ میرے اونٹوں کے ساتھ یہ معاملہ کس نے کیا؟ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا فعل ہے وہ اسی مکان میں انصار کے ساتھ شراب نوشی کر رہے ہیں اور ایک مغنیہ بھی اس جماعت میں گانا گا رہی تھی اور یہ پڑھ رہی تھی۔

الا یا حمزہ للشرف النواہ　　　وھن معقلات بالفناء

''اے حمزہ! شرف کے علم بردار وہ اونٹنیاں صحن میں بندھی ہوئی ہیں''۔

ضع السکین فی اللبات منھا　　　وضرجھن حمزۃ بالدماء

''آپ ان کے گلوں پر چھری پھیر دیں اور آپ ان کو چیر پھاڑ ڈالیں خون ریزی کریں''۔

وعجل من اطایبھا لشرب　　　طعاماً من قدید اوشواء

''اور ان کے بہترین اجزاء بدن کا بھنا ہوا گوشت مجلس شراب کے لئے تیار کریں''۔

فانت ابو عمارۃ المرجی　　　لکشف الضرعنا والبلاء

''اور آپ ابوعمارہ ہیں مجھے امید ہے کہ آپ ہم سے ضرر اور مصیبت کو دور فرمائیں گے''۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا باقی حصہ مشہور ہے اس کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔ حضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ کا یہ فعل شراب کے حرام ہونے سے قبل صادر ہوا تھا اس وقت شراب نوشی جائز تھی شراب کی حرمت غزوۂ اُحد کے بعد ہوئی۔

الشاۃ

الشاۃ: بکری، مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ شاۃ کی اصل شاہۃ ہے اس لئے کہ اس کی تصغیر شویھۃ آتی ہے اور تصغیر سے کلمے کے اصلی حرفوں کا پتہ چل جاتا ہے اور جمع شیاہ آتی ہے۔ عدد میں تین سے دس تک جمع استعمال کریں گے اور یہ کہیں گے ثلاث اَوْ اربع شیاہ اور اگر تعداد دس سے بڑھ جائے تو یہ کہا جائے گا۔ ھٰذہ شاءٌ کثیرٌ۔ کسی شاعر کا قول ہے۔

لا ینفع الشاوی فیھا شاتہ　　　ولا حماراہ ولا غلاتہ

''بھنا ہوا (بکری کا) گوشت اُسے فائدہ نہیں پہنچاتا اور نہ گدھا اور نہ غلہ''۔

کامل ابن عدی میں خارجہ بن عبداللہ بن سلیمان کے حالات میں عبدالرحمٰن ابن عائذ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے پاس بکری ہو اور اس کا دودھ اس کے کسی پڑوسی اور مسکین کو نہ پہنچے تو اس کو چاہیے کہ اس بکری کو ذبح کر ڈالے یا بیچ دے۔

حکیم لقمانؒ کی ذہانت کا ایک واقعہ

آپ کا مکمل نام لقمان بن عنقاء بن ء بن بیرون تھا۔ آپ شہر ایلہ کے رہنے والے تھے۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ کو آپ کے مالک نے بکری دی اور فرمایا کہ اس کو ذبح کر کے اس کے گوشت کا وہ حصہ لاؤ جو سب سے بہتر ہے۔ چنانچہ آپ نے بکری کو ذبح کیا اور

اس کا دل وزبان نکال کر مالک کے سامنے پیش کر دیا۔ دوسرے دن مالک نے پھران کو ایک بکری دی اور کہا کہ اس کے گوشت کا وہ حصہ لاؤ جو سب سے خراب ہے۔ آپ نے اس کو بھی ذبح کیا اور اس کا دل وزبان نکال کر مالک کے سامنے پیش کر دیا۔ مالک نے تعجب کیا اور دریافت کیا کہ ایک ہی جز اچھا بھی ہو اور برا بھی وہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا دل وزبان دونوں بہترین چیزیں ہیں بشرطیکہ اُس کی ذات میں بھلائی اور شرافت ہو اور یہی دونوں چیزیں بدتر ہیں جب کہ اس کی ذات میں شرافت و بھلائی نہ ہو۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ حضوا کرم ﷺ کی اس حدیث شریف کا مطلب بھی یہی ہے کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے۔ اگر وہ صحیح وسالم ہے تو تمام بدن صحیح وسالم ہے اور اگر اس میں بگاڑ پیدا ہو گیا تو تمام جسم میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ انسان کا قلب ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت حکیم لقمانؒ کا مالک بیت الخلاء گیا اور وہاں دیر تک بیٹھا رہا۔ آپ نے پکار کر کہا کہ بیت الخلاء میں دیر تک بیٹھنا نہ چاہیے۔ کیونکہ اس جگہ دیر تک بیٹھنا جگر کو چیرتا ہے، دل کو مارتا ہے اور بواسیر پیدا کرتا ہے۔

حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحت

حضرت حکیم لقمانؒ نے اپنے بیٹے، جس کا نام ثاران تھا کو وصیت کی تھی کہ اے بیٹے! کمین آدمی سے بچتے رہنا جب تم اس کا اکرام کرو اور شریف آدمی سے جب تم اس کی اہانت کرو اور عقلمند سے جب تم اس کی ہجو کرو اور احمق سے جب تم اس سے مذاق کرو اور جاہل سے جب تم اس کی مصاحبت کرو اور فاجر سے جب تم اس سے جھگڑا کرو اے بیٹے تین چیزیں قابل تحسین ہیں (۱) کسی شخص کو اس کی غیر موجودگی میں بھلائی سے یاد کرنا (۲) بھائیوں کا بار اٹھانا (۳) مفلسی میں دوست کی مدد کرنا۔

ابتداء میں غصہ کرنا جنون ہے اور اس کا آخر ندامت و شرمندگی ہے تین چیزیں ایسی ہیں جن میں ہدایت مضمر ہے۔ (۱) اپنے خیر خواہ سے مشورہ طلب کرنا (۲) دشمن اور حاسد کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آنا (۳) ہر کسی کے ساتھ محبت سے پیش آنا۔ دھوکہ کھانے والا وہ شخص ہے جو تین پر بھروسہ کرے:۔

(۱) وہ شخص جو بغیر دیکھے کسی کی تصدیق کرتا ہو (۲) جو کسی ناقابلِ اعتبار شخص کا اعتبار کرتا ہو (۳) وہ شخص جو کسی ایسی چیز کی حرص کرے جو اس کو دستیاب نہ ہو سکے۔

اگر تو چاہے کہ حکمت سے قوت حاصل کرے تو عورتوں کو اپنی جان کا مالک نہ بنا۔ کیونکہ عورت کی ذات ایک ایسی جنگ ہے جس سے صلح ناممکن ہے۔ عورت کی خاصیت یہ ہے کہ اگر وہ تجھ سے محبت کرنے لگے تو تجھ کو کھا جائے اور اگر تیرے سے بغض رکھے تو تجھ کو ہلاک کر دے۔

علامہ زمخشریؒ اپنی کتاب ''الابرار'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر مجھے حلال کی ایک روٹی بھی مل جاتی تو میں اس کو جلا کر مریضوں کی دوا میں استعمال کرتا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کوفہ کی بکریاں جنگل کی بکریوں کے ساتھ مخلوط ہو گئیں تو امام ابوحنیفہؒ نے دریافت کیا کہ بکری کی عمر کتنی ہوتی ہے؟ معلوم ہوا کہ سات سال۔ چنانچہ آپ نے سات سال تک بکری کا گوشت استعمال نہیں کیا۔ مبرد کا شعر ہے۔

ما ان دعانی الهوی لفاحشة　　　الاعصاه الحیاء والکرم

''جب بھی خواہش نفسانی نے مجھ کو کسی فحش کام کی طرف راغب کرنا چاہا تو میرے حیاء و کرام نے اس کی نافرمانی کی''۔

فلا الی حرمة مددت یدی　　　ولا مشت بی لریبة قدم

''لہٰذا میں نے نہ تو اپنا ہاتھ بڑھایا اور نہ میرا قدم مجھ کو کسی برے کام کے لئے لے کر چلا''۔

تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے اعمش ؒ کو لکھ کر بھیجا کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مناقب اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ برائیاں لکھ کر میرے پاس بھیج دے۔ اعمش ؒ نے وہ خط قاصد کے ہاتھ سے لے کر پڑھا اور پڑھ کر بکری کے منہ میں دے دیا۔ بکری اس کو چبا گئی۔ اس کے بعد قاصد سے مخاطب ہو کر کہا کہ خلیفہ سے کہہ دینا کہ جو کچھ میں نے کیا یہی اس کے خط کا جواب ہے۔ یہ سن کر قاصد چل دیا۔ پھر تھوڑی دور جا کر لوٹ آیا اور کہنے لگا کہ خلیفہ نے قسم کھائی تھی کہ اگر تو جواب لے کر نہ آیا تو میں تجھ کو قتل کر دوں گا۔ قاصد نے اپنے بھائیوں کو بیچ میں ڈال دیا۔ انہوں نے اعمش ؒ کو خوشامد کر کے جواب لکھنے پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ انہوں نے خلیفہ کے نام خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:۔

امابعد اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں دنیا بھر کی خوبیاں ہوں تو اس سے تم کو کوئی نفع نہیں ہے۔ اور اگر بفرضِ محال حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں دنیا بھر کی برائیاں ہوں تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں۔ لہٰذا آپ کو چاہیے کہ اپنے نفس میں غور کریں۔

اعمش ؒ کا نام سلیمان بن مہران تھا۔ آپ مشہور تابعی ہیں۔ آپ نے حضرت انس ؓ بن مالک اور ابوبکر الثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا تھا اور ابوبکر ثقفی ؓ کی سواری کی رکاب پکڑی تھی اور انہوں نے فرمایا تھا کہ بیٹا تو نے میری رکاب کیا پکڑی تو نے اپنے رب کا اکرام کیا۔ اعمش ؒ کا اخلاق بہت پاکیزہ تھا اور بہت خوش مزاج واقع ہوئے تھے۔ ستر سال تک آپ کی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔

عجیب وغریب واقعات

ان کے متعلق مشہور ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ کا اپنی بیوی سے جھگڑا ہو گیا۔ بیوی کوفہ کی عورتوں میں سب سے زیادہ حسین وجمیل تھی اور خود اعمش بدصورت تھے۔ اسی اثناء میں ایک شخص جس کا نام ابوالبلاد تھا۔ حدیث شریف پڑھنے آیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ میرے اور میری بیوی کے درمیان تعلقات کشیدہ ہو گئے ہیں لہٰذا تم اس کے پاس جاؤ اور اس کو بتلاؤ کہ لوگوں کے نزدیک میرا کیا مقام ہے اور کتنی وقعت ہے۔ چنانچہ وہ گئے اور بیوی صاحبہ سے کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی قسمت اچھی بنائی کہ آپ کا اور ان کا ساتھ ہو گیا۔ موصوف ہمارے شیخ اور استاد ہیں۔ ہم ان سے دینی اصول اور حلال وحرام کے احکام سیکھتے ہیں۔ لہٰذا آپ ان کے ضعف بصر اور ٹانگ کی خرابی سے دھوکہ میں نہ پڑیں۔ اس شخص کا آخری جملہ سن کر اعمش ؒ غصہ سے سرخ ہو گئے۔ اور اُس سے کہنے لگے کہ خبیث خدا تیرے قلب کو اندھا کر دے تو نے اس پر میرے عیوب ظاہر کر دیئے۔ یہ کہہ کر اس کو اپنے گھر سے نکال دیا۔

ایک مرتبہ ابراہیم نخعی ؒ کا ارادہ ہوا کہ اعمش کے ساتھ کہیں چلیں تو اس پر اعمش ؒ بولے کہ جب ہم کو لوگ ساتھ ساتھ دیکھیں گے تو کہیں گے کہ کانا اور اندھا ساتھ ساتھ جا رہے ہیں۔ ابراہیم نخعی ؒ نے کہا کہ اس میں کیا حرج ہے؟ لوگ ہم کو کانا اور اندھا کہہ کر خود گنہگار ہوں گے۔ اعمش ؒ بولے کہ اور اس میں آپ کا کیا حرج ہے کہ وہ گناہوں سے اور ہم اُن کی عیب جوئی سے محفوظ رہیں۔

ایک مرتبہ اعمش ؒ ایسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے اور آنے والوں کے درمیان برساتی پانی کی خلیج حائل ہو گئی تھی۔ اعمش ؒ نے بالوں کا پرانا کوٹ پہن رکھا تھا۔ اتفاقاً اسی وقت ان سے کوئی ملاقات کے لئے آیا اور بیچ میں پانی حائل دیکھ کر کہا کہ ذرا اٹھ کر مجھ کو اس سے پار کر دیجئے۔ چنانچہ اعمش ؒ نے ان کا شانہ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا اور اس کو اپنی کمر پر بیٹھا لیا۔ جب وہ اُن کی کمر پر سوار ہو گیا تو اُس نے بطور مذاق قرآن شریف کی وہ آیت شریفہ تلاوت کی جو کہ سواری کے وقت پڑھی جاتی ہیں یعنی سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّالَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّآاِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ. اعمش ؒ جب ان کو لے کر چلے اور پانی کے بالکل بیچ میں پہنچے تو اس کو گرا دیا اور یہ آیت تلاوت

کی۔قُلْ رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلاً مُّبَارَکاً وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ. یہ آیت سواری سے اُترتے وقت پڑھی جاتی ہے اس کے بعد آپ تنہا پانی سے نکل آئے اور اپنے راکب کو پانی میں چھوڑ آئے۔

ایک شخص آپ کو تلاش کرتا ہوا آیا معلوم ہوا کہ بیوی صاحبہ کو لے کر مسجد گئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ بھی مسجد کی طرف چل دیا۔ راستہ میں آپ اپنی بیوی کے ساتھ آتے ہوئے مل گئے تو اس شخص نے پوچھا کہ آپ دونوں میں سے اعمشؒ کون ہیں؟ آپ نے بیوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ ہیں۔

ایک مرتبہ آپ بیمار ہوئے لوگ عیادت کے لئے آنا شروع ہو گئے۔ کچھ لوگ آپ کے پاس کافی دیر تک بیٹھے رہے اور جب انہوں نے اٹھنے کا نام ہی نہیں لیا تو اعمشؒ نے مجبور ہو کر اپنا تکیہ اٹھایا اور کھڑے ہو گئے اور کہہ کر چل دیئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے مریض کو شفاء عطا فرمائے۔ پس اس کے بعد لوگ وہاں سے چلے گئے۔

ایک دن کسی نے آپ کے سامنے رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی پڑھا کہ جو شخص قیام لیل ترک کر کے سو رہتا ہے تو شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔ یہ سُن کر آپ بولے کہ میری آنکھوں میں جو تیرگی آئی ہوئی ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ شیطان میرے کان میں پیشاب کر گیا تھا۔

آپ نے اپنے کسی مسلمان بھائی کو تعزیت نامہ لکھا جس میں مندرجہ ذیل اشعار تھے۔

انا نعزیک لا انا علی ثقة   من البقاء ولکن سنة الدین

''ہم جو آپ کی تعزیت کر رہے ہیں وہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ ہم کو اپنی زندگی پر بھروسہ ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ تعزیت کرنا سنت ہے''۔

فلا المعزی بباق بعد میتہ   ولا المعزی وان عاشا الی حین

''مرنے کے بعد نہ تو معزیٰ باقی رہے گا اور نہ تعزیت کرنے والا باقی رہے گا۔ اگرچہ وہ دونوں برسوں زندہ رہیں''۔

اعمش کی وفات ۱۴۷ھ یا بقول دیگر ۱۴۸ھ یا ۱۴۹ھ میں ہوئی۔

تاریخ ابن خلکان میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب حضرت عبداللہؓ ابن زبیر مکۃ المکرمہ میں خلیفہ بنائے گئے تو آپ نے اپنے بھائی مصعب ابن زبیر کو مدینہ کا والی گورنر مقرر فرما دیا اور مروان ابن حکم کو اس کے بیٹے کے ساتھ وہاں سے نکلوا دیا۔ وہ شام چلے گئے۔ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ ۷۲ھ تک لوگوں کو برابر حج کراتے رہے۔ جب عبدالملک ابن مروان خلیفہ ہوا تو اس نے اہل شام کو حج کرنے سے روک دیا۔ کیونکہ عبداللہ ابن زبیر ان لوگوں سے جو حج کر کے آتے تھے اپنے لئے بیعت خلافت لیتے تھے۔ جب اہلِ شام پر یہ ممانعت شاق گزری تو عبدالملک نے ایک قبۃ الصخرہ تعمیر کرایا اور حکم دیا کہ لوگ یوم عرفہ میں بیت المقدس جا کر وقوف کیا کریں۔ چنانچہ اہلِ شام نے اس پر عمل کیا۔

کہتے ہیں کہ بیت المقدس اور دیگر شہروں کی مساجد میں عرفہ کرنے کی رسم اسی وقت سے شروع ہوئی۔ بصرہ کی مساجد میں وقوف بعرفہ کرنے کی رسم حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے زمانہ میں شروع ہوئی اور مصر میں عبدالعزیز ابن مروان کے دورِ حکومت میں شروع ہوئی۔ جب عبدالملک نے مصعب ابن زبیر کو قتل کر کے واپسی کا ارادہ کیا تو حجاج ابن یوسف خلیفہ کے سامنے آ کر کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں نے عبداللہ بن زبیر کو پکڑ کر ان کی کھال کھینچ لی ہے۔ لہٰذا آپ ان سے لڑنے کی مہم میرے سپرد کیجئے۔ چنانچہ عبدالملک نے شامیوں کی ایک بڑی فوج کا سپہ سالار بنا کر اس کو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے لڑنے کے لئے روانہ کر دیا۔ حجاج نے مکۃ

المکرّمہ کا محاصرہ کرلیا اور منجنیق لگا کر خانہ کعبہ پر سنگ باری شروع کردی۔ یہ کارروائی ہوتے ہی آسمان پر بجلی کی چمک اور کڑک پیدا ہوگئی۔ شامیوں کی فوج یہ کیفیت دیکھ کر ڈر گئی اس پر حجاج کڑک کر بولا کہ ڈرومت یہ تہامہ کی بجلیاں ہیں جو آیا ہی کرتی ہیں۔ میں یہیں کا رہنے والا ہوں مجھے اس کا تجربہ ہے۔ یہ کہہ کر حجاج کھڑا ہوگیا اور سنگ باری کرنے لگا۔ اسی اثناء میں آسمان سے بجلی اور گرج کا تانتا بندھ گیا اور حجاج کی فوج کے بارہ آدمی مارے گئے۔ حجاج کو اپنی فوج کی ہمت بڑھانے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ اُس نے اپنی فوج میں للکار کر کہا کہ دیکھتے نہیں ہمارا دشمن بھی تو اسی مصیبت میں مبتلا ہے یعنی آسمان کی بجلیاں ان پر بھی کڑک رہی ہیں۔ حجاج مسلسل خانہ کعبہ پر سنگ باری کرتا رہا اور اس کو منہدم کر کے چھوڑا۔ اس کے بعد آگ کے گولے برسانے شروع کردیئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خانہ کعبہ کا غلاف جل کر خاکستر ہوگیا۔

حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے خانہ کعبہ کی یہ حالت دیکھ کر قیاس کیا کہ جب یہ خانہ کعبہ کو اس بیدردی سے منہدم کرسکتے ہیں تو میں اگر ان کو ہاتھ آجاؤں تو میرا کیا حال کریں گے؟ یہ سوچنے کے بعد اپنی والدہ ماجدہ حضرت اسماء سے عرض کیا کہ اگر میں مارا گیا تو یہ لوگ میرا مثلہ بنائیں گے اور سُولی پر لٹکا دیں گے۔ والدہ نے جواب دیا بیٹا جب بکری کو ذبح کردیا جاتا ہے تو کھال کھینچنے میں اس کو تکلیف نہیں ہوتی۔ یہ جواب سن کر آپ والدہ ماجدہ سے رخصت ہوگئے اور باہر نکل کر دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑے اور اس کو پیچھے ہٹا دیا۔ دشمن نے آپ کے چہرہ پر کنکریاں مارنی شروع کیں جس کی وجہ سے آپ کا چہرہ مبارک خون آلودہ ہوگیا۔ جب آپ کو چہرہ پر خون کی گرمی محسوس ہوئی تو آپ کی زبان سے یہ شعر نکلا۔

ولسنا علی الاعقاب تدمی کلومنا ولکن علی اقدامنا تقطر الدما

''ہم وہ نہیں ہیں کہ ہمارے پشتوں پر زخموں کا خون بہے بلکہ ہم وہ لوگ ہیں کہ ہمارے سینہ سے ہمارا خون ٹپک رہا ہے''۔

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی ایک مجنونہ باندی تھی اس نے جب آپ کو گرتے ہوئے دیکھا تو آپ کی طرف اشارہ کر کے چیخ مار کر رونے لگی اور اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے'' وا امیر المومنیناہ ''حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی شہادت ۱۳/ جمادی الآخر ۷۳ھ کو ہوئی۔ جب حجاج بدبخت کو آپ کی شہادت کی خبر ملی تو اُس نے سجدۂ شکر ادا کیا اس کے بعد وہ اور طارق نامی شخص اُٹھ کر آپ کی نعش کے پاس آئے۔ طارق نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ عورتوں نے آپ سے زیادہ ذاکر کوئی نہیں جنا۔ یہ سن کر حجاج کہنے لگے کہ تم ایسے شخص کی مدح کرتے ہو جو امیر المومنین کا مخالف تھا۔ طارق نے جواب دیا کہ میں ضرور ان کی تعریف کروں گا وہ میرے نزدیک معذور تھے۔ اگر خلیفہ وقت کی مخالفت نہ ہوتی تو ہمارے پاس اُن سے قتال کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا، ہم نے آپ کا محاصرہ کیا حالانکہ ان کی طرف سے کسی قسم کی کوئی روک اور قلعہ بندی نہیں تھی۔ انہوں نے ہمارے ساتھ آٹھ ماہ سے نصفا نصفی کا معاملہ کر رکھا تھا بلکہ ہم کو نصف سے زائد دے رکھا تھا۔ جب خلیفہ عبدالملک کو اس گفتگو کی اطلاع پہنچی تو اُس نے طارق کی گفتگو پسند کی۔

حجاج نے حضرت عبداللہ ابن زبیر کا سر مبارک خلیفہ کے پاس دمشق بھیج دیا۔ اس نے اس کو عبداللہ بن حازم الاسلمی کے پاس بھیج دیا جو ابن زبیرؓ کی جانب سے خراسان کے گورنر تھے۔ خلیفہ نے سر لے جانے والے کی معرفت یہ پیغام بھیجا کہ اگر تم میری اطاعت اختیار کرلو گے تو میں تمہیں خراسان کی سات سال کی آمدنی بخش دوں گا۔ عبداللہ بن حازم نے خلیفہ کے قاصد سے کہا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ قاصدوں کے مارے جانے کا قاعدہ نہیں ہوتا تو میں اسی وقت تیری گردن اڑا دیتا۔ لیکن مجھے اپنے سامنے اتنا ضرور کروانا ہے کہ تو اپنے آقا کا خط چبا کر کھا جا۔ چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا اور بکری کی طرح خط کو چبا کر نگل گیا۔ عبداللہ ابن حازم نے اس سر کو لے کر غسل دیا اور

اس کو کفنا کر اور خوشبو دے کر دفن کر دیا اور یہ بھی ایک روایت ہے کہ عبداللہ ابن حازم نے وہ سر آل زبیر کے پاس مدینہ منورہ بھیج دیا۔ انہوں نے اس کو دفنا دیا۔ حضرت اسماءؓ حضرت ابن زبیرؓ کی شہادت کے پانچ دن بعد اس دار فانی سے رحلت فرما گئیں۔ آپ کی عمر سو سال کی ہوئی۔

حافظ ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے کہ اس سے پہلے ایک مرتبہ خانہ کعبہ پر اور سنگ باری ہو چکی ہے۔ یہ اس وقت ہوئی جبکہ یزید ابن معاویہؓ کے عہد حکومت میں مسلم بن ولید نے وقعۃ الحرہ کے بعد مکہ مکرمہ کا محاصرہ کیا تھا۔ لیکن اس دوران میں یزید کا انتقال ہو گیا تو مسلم محاصرہ چھوڑ کر اپنے ملک یعنی ملک شام واپس آ گیا۔

محمد بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ میں بقرہ عید کے دن اپنی والدہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک عورت میلا لباس پہنے ہوئے آئی اور میری والدہ نے مجھ سے پوچھا کہ تم ان کو پہچانتے ہو یہ کون ہے؟ میں نے نفی میں جواب دیا تو والدہ نے فرمایا یہ جعفر بن یحییٰ برمکی کی والدہ ہیں۔ یہ سن کر میں نے ان کو سلام کیا اور عرض کیا کہ کچھ اپنا حال سنائیں۔ وہ کہنے لگی میں صرف ایک واقعہ سناتی ہوں جو عبرت کے لئے کافی ہے۔ بقر عید کا دن تھا میرے یہاں مانگنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ میرے چاروں طرف میری چار سو خدمت گار لونڈیوں کا اجتماع تھا اور مجھ کو یاد پڑتا ہے کہ میری طرف سے میرے لڑکے جعفر نے قربانی کی تھی لیکن افسوس آج وہ دن ہے کہ میں آپ لوگوں کے پاس بکری کی دو کھالیں لینے کے لئے بطور سائل حاضر ہوئی ہوں۔ میں نے یہ سن کر ان کو پانچ سو درہم دے دیئے۔ ان کی آمد روفت ہمارے یہاں برابر رہی، یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ جعفر برمکی کے قتل کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ عقاب کے تحت آئے گا۔

سنن ابن ماجہ اور کامل بن عدی میں ابوذر بن عبداللہ کے حالات میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بکری جنت کے چوپاؤں میں سے ہے۔

حافظ ابوعمر بن عبداللہ کی کتاب ''الاستیعاب'' میں ابورجاء العطاروی کے حالات میں لکھا ہے کہ عرب والوں کا دستور تھا کہ وہ سفید بکری لا کر اس کی پرستش کیا کرتے تھے۔ جب بھیڑیا اُس کو اٹھا کر لے جاتا تو اس کی جگہ دوسری بکری لا کر کھڑی کر دیتے۔

سنن بیہقی میں اور احادیث کی دیگر کتب میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ مذبوحہ بکری کے سات اعضاء کا کھانا مکروہ سمجھتے تھے اور وہ یہ ہیں:۔ (۱) عضو تناسل (۲) خصیتین (۳) پتہ (۴) خون (۵) فرج (۶) غدود (۷) شانہ۔ اور بکری کا مقدم آپ کو زیادہ پسند تھا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے یہاں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے کہ ایک بکری آئی اور ہمارے مٹکے کے نیچے اپنے کھروں سے زمین کریدنے لگی۔ میں نے اس کی گردن پکڑ لی تو آپؐ نے فرمایا کہ تم کو یہ نہیں چاہیے تھا کہ اس کی گردن پکڑ کر دباتیں۔

سنن ابی داؤد وغیرہ میں روایت ہے کہ خیبر کی ایک یہودی عورت نے بکرے کے گوشت میں زہر ملا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیج دیا۔ آپؐ نے اور آپؐ کے صحابہؓ نے وہ زہر آلودہ گوشت کھایا۔ اس کو کھا کر صحابہؓ میں سے حضرت بشر بن البراء کا انتقال ہو گیا۔ آپؐ نے اس عورت کو بلوایا اور جب وہ آئی تو آپؐ نے اس سے پوچھا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے یہ سمجھ کر ایسا کیا ہے کہ آپؐ نبی برحق ہیں تو زہر آپؐ کے نقصان نہیں دے گا اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تو آپؐ سے ہمارا پیچھا چھوٹ جائے گا۔ اس اقرار پر وہ عورت آپؐ کے حکم سے قتل کر دی گئی۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ قتل کی روایت مرسل ہے کیونکہ جوہریؒ نے حضرت جابرؓ سے اس کے بارے میں کچھ نہیں سنا مگر محفوظ

روایت یہ ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ اس عورت کو قتل نہیں کریں گے؟ تو اس کا جواب آپ نے نفی میں دیا تھا۔ امام بخاریؒ نے اسی طرح روایت کی ہے مگر بیہقی نے دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کر دیا کہ ابتداء آپ نے انکار فرما دیا ہو مگر جب بشرؓ کی وفات ہو گئی تو آپ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔

اس عورت کا نام زینب بنت الحرث ہے بقول ابن اسحاق یہ مرحب یہودی کی بہن تھی اور محمد ابن راشد نے زہری سے روایت کی ہے کہ وہ عورت مسلمان ہو گئی تھی۔ صحیح بخاری اور سنن ابی داؤد، ترمذی و ابن ماجہ میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے عروۃ بن الجعدہ اور بقول دیگر ابی الجعدہ کو ایک دینار ایک بکری خریدنے کے لئے دیا۔ عروہ نے اس دینار کی دو بکریاں خریدیں اور اُن میں سے ایک بکری ایک دینار کی فروخت کر ڈالی۔ ایک بکری اور ایک دینار لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور بکریوں کی خریداری کا قصہ سنایا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ہاتھ میں برکت ہونے کی دعا دے دی۔ اس کے بعد حضرت عروہؓ کوفہ کے کناسہ (مقام کا نام ہے) میں نکل جاتے اور مالِ تجارت میں نفع حاصل کرتے۔ رفتہ رفتہ کوفہ کے مال داروں میں آپ کا شمار ہونے لگا۔ شبیب ابن غرقد فرماتے ہیں کہ اس نے عروہ کے گھر میں ستر گھوڑے جہاد فی سبیل اللہ میں بندھے ہوئے دیکھے۔ عروہؓ ابن ابی الجعد نے آنحضور ﷺ سے تیرہ حدیثیں روایت کی ہیں۔ سب سے پہلے آپ ہی نے کوفہ کی قضاء کا عہدہ سنبھالا تھا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کو شریح سے پہلے کوفہ کا قاضی مقرر فرمایا تھا۔

حیرت انگیز واقعہ:

ابن عدی نے حسن ابن واقد القصاب سے روایت کی ہے کہ ابو جعفر جو اہلِ خیر اور متقی لوگوں میں سے تھے نے بیان کیا ہے کہ میں نے ذبح کرنے کے لئے ایک بکری زمین پر لٹائی پس ایوب سختیانی وہاں سے گزرے میں نے چھری زمین پر ڈال دی اور آپ کے ساتھ کھڑا ہو کر گفتگو کرنے لگا۔ بکری نے کود کر دیوار کی جڑ میں اپنی کھریوں سے ایک گڑھا کھودا اور چھری کو پاؤں سے لڑھکا کر اس گڑھے میں ڈال دیا اور اس پر مٹی ڈال دی۔ ایوب سختیانی بولے دیکھو دیکھو بکری نے یہ کیا کیا؟ یہ دیکھ کر میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ آئندہ کسی جانور کو اپنے ہاتھ سے ذبح نہیں کروں گا۔

عمل برائے حفاظت:

ابو محمد عبداللہؒ بن یحییٰ ابن ابی الہیثم المصعبی امام شافعیؒ کے اصحاب میں ایک بڑے امام عالم صالح تھے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے مجھ پر حملہ کیا اور تلواروں سے وار کئے مگر مجھ پر تلواروں کا ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوا۔ ان سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ اس وقت قرآن کریم کی یہ آیت پڑھ رہا تھا:۔

"وَلَا یَؤُدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمِ. وَیُرْسِلُ عَلَیْكُمْ حَفَظَةً اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ فَاللّٰهُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ. لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ الرَّجِیْمِ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ وَحِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ وَرَبُّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ اَللّٰهُ حَفِیْظٌ عَلَیْهِمْ وَمَآ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ وَاِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ كِرَامًا كَاتِبِیْنَ یَعْلَمُوْنَ ما تفعلون اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَیْهَا حَافِظٌ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ اِنَّهٗ هُوَ یُبْدِئُ

وَيُعِيْدُ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوُدُوْدُ ذُوالْعَرْشِ الْمَجِيْدُ. فَعَّالٌ لِمَا يُرِيْدُ هَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَائِهِمْ مُحِيْطٌ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَحْفُوْظٍ.

''اور اللہ تعالیٰ کو ان دونوں کی حفاظت گراں نہیں گزرتی اور وہ عالی شان اور عظیم الشان ہے اور وہ تم پر نگہداشت رکھنے والے بھیجتا ہے۔ بے شک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے، سو اللہ کے سپرد وہی سب سے بڑھ کر نگہبان اور سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ ہر شخص کی حفاظت کے لئے کچھ فرشتے مقرر ہیں جن کی بدلی ہوتی رہتی ہے کچھ اُس کے آگے اور کچھ اُس کے پیچھے کہ وہ بحکم خدا اُس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ ہم نے قرآن کریم کو نازل کیا ہے اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں اور ہم نے حفاظت کی اس کی ہر شیطان مردُود سے اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا اور حفاظت بھی کی ہے ہر شریر شیطان سے (اور استراق شیطان سے) یہ تجویز ہے خداء زبردست واقف الکل کی، اور آپ کا رب ہر چیز کو دیکھ بھال رہا ہے۔ اللہ ان کو دیکھ بھال رہے ہیں اور آپ کو ان پر کوئی اختیار نہیں دیا گیا اور تم پر تمہارے سب اعمال یاد رکھنے والے معزز لکھنے والے مقرر ہیں جو تمہارے سب افعال کو جانتے ہیں۔ کوئی شخص ایسا نہیں جس پر اعمال کا کوئی یاد رکھنے والا فرشتہ مقرر نہ ہو۔ آپ کے رب کی دارو گیر بڑی سخت ہے۔ پس کفار پر سزا کے شدید کا مواقع ہونا بعید نہیں اور نیز وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور وہ دوبارہ قیامت میں بھی پیدا کرے گا اور وہی بڑا بخشنے والا اور بڑی محبت کرنے والا اور عرش کا مالک اور بڑی عظمت والا ہے۔ وہ جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے۔ کیا آپ کو ان لشکروں کا قصہ پہنچا ہے یعنی فرعون اور ثمود کا بلکہ یہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا اور قرآن کی تکذیب میں لگے رہے، اللہ ان کو ادھر ادھر سے گھیرے ہوئے ہے۔ قرآن ایسی چیز نہیں جو بھلائے جانے کے قابل ہو بلکہ وہ ایک باعظمت قرآن ہے جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے''۔

اس کے بعد مصعبی نے بیان کیا کہ ایک روز ایک جماعت کے ہمراہ نکلا تو ہم نے ایک بھیڑیئے کو ایک دبلی پتلی بکری سے کھلنڈریاں کرتے ہوئے دیکھا جو اس کو کچھ ضرر نہیں پہنچا رہا تھا۔ جب ہم قریب پہنچے تو ہم کو دیکھ کر بھیڑیا بھاگ گیا۔ ہم بکری کے پاس گئے تو دیکھا کہ ان کی گردن میں ایک تعویذ پڑا ہوا تھا۔ جس پر مندرجہ بالا آیت لکھی ہوئی تھی۔ مصعبی کی ۵۵۳ھ میں وفات ہوئی۔

دوسرا عمل:

حافظ ابوزرعہ رازی رماتے ہیں کہ شہر جرجان میں ایک مرتبہ آگ لگی جس میں نو ہزار گھر جل گئے۔ اور ان گھروں کے ساتھ قرآن کریم کے نو ہزار نسخے بھی آگ کی نذر ہو گئے۔ مگر مندرجہ ذیل آیات کسی بھی نسخے میں نہیں جلیں بلکہ محفوظ رہیں۔ آیات یہ ہیں:۔

''ذَالِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُوْنَ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا وَقَضٰى رَبُّكَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوَاتِ الْعُلٰى اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى لَهٗ مَافِي السَّمٰوَاتِ وَمَافِي الْاَرْضِ وَمَابَيْنَهُمَا وَمَاتَحْتَ الثَّرٰى يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ اِئْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَا اَتَيْنَا طَائِعِيْنَ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ مَا اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِنْ

رِزْقٍ وَمَا اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ"۔

''یہ اندازہ بالکل اللہ کا باندھا ہوا ہے جو زبردست علم والا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان والوں کو اعتماد رکھنا چاہیے اور اے مخاطب جو کچھ یہ ظالم (کافر) لوگ کرر ہے ہیں اس سے خدائے تعالیٰ کو بے خبر مت سمجھو اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اگر شمار کرنے لگو تو شمار میں نہیں لا سکو گے اور تیرے رب نے حکم کر دیا ہے کہ بجز اس کے کسی اور کی عبادت مت کرو، یہ اس ذات کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جس نے زمین کو اور بلند آسمان کو پیدا کیا ہے اور وہ بڑی رحمت والا عرش پر قائم ہے۔ اسی کی ملک ہی جو چیز آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں اور جو چیزیں ان دونوں کے درمیان ہیں اور جو چیزیں تحت الثریٰ میں ہیں اس دن کہ (نجات کے لئے) نہ مال کام آئے گا نہ اولاد مگر ہاں (اس کی نجاعت ہوگی) جو اللہ کے پاس کفر و شرک سے پاک دل لے کر آئے گا۔ تم دونوں خوشی سے آئے یا زبردستی سے دونوں عرض کیا خوشی سے حاضر ہیں۔ میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں۔ میں ان سے (مخلوق) کی رزق رسانی کی درخواست نہیں کرتا اور نہ یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو کھلایا کریں۔ اللہ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا، قوت والا، نہایت طاقت والا ہے اور تمہارا رزق اور جو تم سے (قیامت کے متعلق) وعدہ کیا جاتا ہے سب کا (معین) رزق آسمان میں ہے۔ تو قسم ہے آسمان و زمین کے پروردگار کی کہ وہ برحق ہے جیسا تم باتیں کرر ہے ہو''۔

فرماتے ہیں کہ یہ آیتیں جب بھی کسی سامان دکان اور مکان وغیرہ میں رکھی گئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان آیات کی برکت سے اس کی حفاظت فرمائی۔ میں (مولف) کہتا ہوں کہ یہ آیات نافع اور آزمودہ ہیں۔

ایک عجیب واقعہ:

ثعلبی ابن عطیہ اور قرطبی وغیرہم نے سالم بن ابی الجعد سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارے یہاں ایک قرآن کریم جل گیا لیکن یہ آیت باقی رہ گئی الا الی اللہ تصر الا مور (یاد رکھو سب امور اس کی طرف رجوع ہوں گے)۔

اسی طرح ایک مرتبہ ایک نسخہ قرآن کریم کا غرق آب ہو گیا تب بھی یہ آیت محفوظ رہی۔ باقی سب آیتیں محو ہو گئی تھیں۔

حصول غناء، ادائیگی قرض، دشمنوں پر غلبہ اور بلیات سے حفاظت کیلئے عمل:

علامہ دمیری فرماتے ہیں امام عارف باللہ شیخ عبداللہ ابن اسعد یافعی نے بیان کیا ہے کہ مجھ کو امام عارف باللہ ابو عبداللہ محمد القرشی سے یہ بات پہنچی ہے کہ ان سے اُن کے استاذ شیخ ابوالربیع الالقی نے فرمایا کہ کیا میں تم کو ایسے خزانہ کی خبر نہ دوں کہ تم اس کو خرچ کرتے رہو اور اس میں کمی نہ آئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ضرور بتلائیے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ پڑھا کرو:۔

یا اللّٰہ یا واحد یا احد یا موجود یا جواد یا باسط یا کریم یا وھاب یا ذالطول یا غنی یا مغنی یا فتاح یا رزاق یا علیم یا حکیم یا حی یا قیوم یا رحمٰن یا رحیم یا بدیع السمٰوات والارض یا ذوالجلال والاکرام یا حنان یا منان انفحنی منک بنفحة خیر تغننی بھا عمن سواک اِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَ كُمُ الْفَتْحُ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا نصر من اللّٰہ و فتح قریب اللّٰھم یا غنی یا حمید یا مبدی یا معید یا ودود یا ذالعرش المجید یا فعال لما یرید اکفنی بحلالک عن

حرامک واغننی بفضلک عمن سواک واحفظنی بما حفظت به الذکر وانصرنی بما نصرت به الرسل انک علی کل شئی قدیر.

"اے اللہ اے واحد اے احد اے موجود اے جواد اے باسط اے بخشش کرنے والے اے بہت دینے والے اے قدرت والے اے بے نیاز کرنے والے کشادگی کرنے والے اے رزق دینے والے اے جاننے والے اے حکیم اے حی اے قیوم اے رحمان اے رحیم اے زمین وآسمان کو بے نمونہ پیدا کرنے والے۔اے جلال واکرام والے اے حنان اے بہت احسان کرنے والے مجھے اپنی جانب سے خیر کا ایک حصہ عطا فرما جس کے ذریعہ مجھے اپنے علاوہ سے بے نیاز کردے۔ اگر تم لوگ فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تو تمہارے سامنے آموجود ہوا۔ بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی، اللہ کی نصرت اور فتح قریب ہے۔اے اللہ غنی اے حمید اے پیدا کرنے والے اے لوٹانے والے اے بہت محبت کرنے والے اے بزرگ عرش والے، ہر ارادہ کو کرگزرنے والے اپنے حلال رزق سے میری کفایت فرما اور حرام سے مجھ کو بچا اور مجھے اپنے فضل کے ذریعے اپنے غیر سے بے نیاز کردے اور میری حفاظت فرما اس چیز سے جس سے تُو نے ذکر (قرآن کریم) کی حفاظت فرمائی اور میری اس قدرت سے نصرت فرما جس سے رسولوں کی نصرت فرمائی بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔"

ان آیات کو جو شخص ہر نماز کے بعد بالخصوص نماز جمعہ کے بعد ہیشگی کے ساتھ پڑھے گا تو اللہ رب العزت ہر خوف ناک چیز سے اس کی حفاظت اور دشمنوں کے خلاف اعانت فرمائے گا اور اس کو غنی کردے گا اور ایسے ذرائع سے اس کو روزی پہنچائے گا۔جس کا اسے گمان بھی نہیں ہوگا اور اس کی زندگی کو خوشحال بنادے گا اور اس کی قرض کی ادائیگی کی سبیل پیدا کردے گا خواہ اس کا قرض پہاڑ کے بقدر ہو۔

اسم اعظم:

ابن عدی نے عبدالرحمٰن قرشی سے انہوں نے محمد بن زیاد بن معروف سے انہوں نے حسن سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے ثابت بنانی سے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے،فرماتے ہیں:۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اسم اعظم پوچھا تھا پس میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام بند اور سربمہر اس کو لے کر آئے اور وہ یہ ہے

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ بِاِسْمِکَ الْاَعْظَمِ الْمَکْنُوْنِ الطَّاھِرِ الْمطَھَّرِ الْمقَدَّسِ الْمبَارَکِ الحی القیوم

"اے اللہ! میں تیرے اس اسم اعظم کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جو پوشیدہ ہے طاہر مطہر ہے پاک اور بر باکت ہے حی وقیوم ہے۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اے اللہ کے نبی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے بھی اسم اعظم سکھا دیجئے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں، بچوں اور نا سمجھ لوگوں کو اس کی تعلیم دینے سے ہمیں منع کیا گیا ہے"۔

عمل برائے دفع دردزہ:

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہم السلام کہیں چلے جارہے تھے راستے میں ایک بکری کو دردِ

زہ میں مبتلا دیکھا تو حضرت عیسیٰ نے حضرت یحییٰ سے فرمایا کہ آپ بکری کے پاس جا کر یہ کلمات کہہ دیں:۔

''حنة وَلَدَتْ يَحْيىٰ وَمَرْيَمُ وَلَدَتْ عِيسىٰ اَلْاَرْضُ تَدْعُوكَ يَاوَلَدُاُخْرُجْ يَاوَلَدُ۔''

''حضرت حنہ نے یحییٰ کو جنم دیا اور حضرت مریم نے حضرت عیسیٰ کو جنم دیا اے بچے تم کو زمین پکار رہی ہے باہر آجا''۔

حضرت حماد فرماتے ہیں کہ محلہ میں کوئی بھی اگر دردِ زہ میں مبتلا ہو تو اس کے پاس کھڑے ہو کر یہ کلمات کہہ دیئے جائیں انشاء اللہ کچھ دیر میں بچہ کی ولادت ہو جائے گی۔

حضرت عیسیٰ پر سب سے پہلے حضرت یحییٰ ایمان لائے۔ یہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔ حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ سے چھ ماہ عمر میں بڑے تھے۔ حضرت یحییٰ کے قتل کے بعد حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اٹھایا گیا۔

عمل دیگر برائے دردِ زہ:

یونس بن عبید سے منقول ہے کہ اگر کسی جانور یا عورت کے پاس جو دردِ زہ میں مبتلا ہو یہ دعا پڑھ دی جائے تو تسہیل ولادت کے لئے مفید ہے۔

'' اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عِدَتِيْ فِيْ كُرْبَتِيْ وَاَنْتَ صَاحِبِيْ فِيْ غُرْبَتِيْ وَاَنْتَ حَفِيظِيْ عِنْدَ شِدَّتِيْ وَاَنْتَ وَلِيُّ نِعْمَتِيْ. ''

''اللہ میری مصیبت میں تو میرا وعدہ ہے اور میری غربت میں تو میرا رفیق ہے اور ہر پریشانی میں میرا محافظ ہے اور تو ہی میرے نعمتوں کا مالک ہے''۔

نسخہ دیگر برائے تسہیل ولادت:

بعض اطباء سے منقول ہے کہ اگر سمندری جھاگ دردِ زہ میں مبتلا عورت کے گلے میں لٹکا دیا جائے تو بچہ کی ولادت آسان ہو جاتی ہے۔ یہی تاثیر انڈا کے چھلکے کی ہے کہ اگر اس کو باریک پیس کر پانی میں ملا کر ایسی عورت کو پلایا جائے۔ اس نسخہ کو متعدد بار آزمایا گیا ہے اور یہ مفید ثابت ہوا ہے۔

حدیث میں شاۃ (بکری) کا ذکر:۔

''مومن کی مثال اس بکری کی مانند ہے جو پارہ کے ساتھ سوئی نگل گئی ہو اور وہ اس کے معدہ میں چبھ رہی ہو، اس وجہ سے وہ کوئی چیز نہ کھا سکتی ہو اور کھالے تو ہضم نہ ہوتی ہو''۔ یہ بھی آیا ہے کہ منافق کی مثال اس بکری کی سی ہے جو بکریوں دو گلوں (ریوڑ) کے درمیان ماری ماری پھر رہی ہو یعنی اِدھر ہو نہ اُدھر ہو۔

''الـــرابـضـة'' ان فرشتوں کو کہتے ہیں جو حضرت آدم کے ساتھ زمین پر نازل ہوئے تھے اور جو گمراہ لوگوں کو راہ دکھاتے ہیں۔ جوہری فرماتے ہیں کہ رابضہ حاملین حجت ہیں۔ جن سے زمین بھری رہتی ہے۔

شرعی حکم:

تمام علماء اُمت کے نزدیک اس کا گوشت حلال ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کے لئے بکری کی وصیت کرے تو وصیت چھوٹی بڑی، صحیح، عیب دار، بھیڑ اور دُنبے سب کو شامل ہوگی کیونکہ لفظ شاۃ سب پر صادق آتا ہے۔

فقہی مسئلہ

قربانی سنت ہے واجب نہیں ہے۔ نیز قربانی صرف چوپائے جانور کی ہوسکتی ہے۔ دنبہ کی قسم سے قربانی میں جذعہ یعنی جو ایک سال کا ہو کر دوسرے میں لگ گیا اس کی قربانی صحیح ہے اس سے کم عمر کی نہیں (صاحب کتاب چونکہ شافع المسلک ہے اس لئے شوافع کا مسلک بیان کیا ہے ورنہ احناف کے یہاں بکری کی عمر ایک سال ضروری ہے اور دنبہ اگر چھ ماہ کا ہو کر سات میں لگ گیا ہو اور اتنا فربہ ہو کہ ایک سالہ کے مانند ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ قربانی کی سنت کا قول شوافع کا ہے، احناف کے یہاں قربانی واجب ہے) نیز جانور کا ہر ایسے عیب سے سالم ہونا ضروری ہے جو گوشت کے لئے مضر ہو۔ پس دُبلے جانور، کانے اور بیمار، لنگڑے اور سینگ ٹوٹے اور کان کٹے جانور اور خارش زدہ جانور۔ اسی طرح اس جانور کی قربانی جس کے پیدائشی کان نہ ہوں جائز نہیں ہے اور جس جانور کا کان کٹا ہوا ہو اس کے بارے میں جواز وعدم جواز دونوں قول منقول ہیں اور جب کانے کی قربانی صحیح نہیں ہے تو اندھے کی بدرجہ اولیٰ صحیح نہیں ہوگی۔ البتہ بینائی کا قدرے کم ہونا ایک یا دونوں آنکھوں سے، مانع نہیں ہے۔ اسی طرح چندھے جانور کی قربانی صحیح ہے اور عشواء یعنی جو دن میں دیکھنے کے قابل ہو رات کو نہ دیکھ سکتا ہو اس کے بارے میں دو قول ہیں۔ صحیح قول کے مطابق اس کی قربانی صحیح ہے۔

تولاء یعنی پاگل جانور جو چراگاہ سے پشت پھرا لے چارہ نہ کھائے اور دُبلا ہو جائے ایسے جانور کی قربانی بھی ممنوع ہے۔ جس جانور کا کان کٹ کر جسم سے جدا نہ ہوا ہو بلکہ اسی میں لگا ہوا ہو تو صحیح قول کے مطابق ایسے جانور کی قربانی درست ہے۔ قفال فرماتے ہیں درست نہیں ہے اور اگر کٹ کر کان جسم سے جدا ہو جائے تو ایسی صورت میں اگر مقطوع کثیر ہے تو درست نہیں اور اگر کٹا ہوا حصہ کم ہو تو صحیح قول کے مطابق اس کی قربانی بھی درست نہیں ہے۔ قلیل وکثیر کا معیار یہ ہے کہ اگر دور سے نقص نظر آجائے تو کثیر ورنہ قلیل شمار کریں گے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک تہائی کان سے کم اگر کٹا ہوا ہو تو قربانی جائز ہے۔ چھوٹے کان والے جانور کی قربانی بھی درست ہے۔ جس بکری کی ران سے بھیڑیئے نے ایک معتد بہ مقدار میں گوشت کاٹ لیا ہو اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔ جس جانور کے خصیتین کاٹ لئے گئے ہوں اس کی قربانی درست نہیں ہے۔

جس بکری کے پیدائشی تھن یا بکرا جس کا پیدائشی طور پر خصیہ نہ ہو تو صحیح قول کے مطابق اس کی قربانی جائز ہے۔ تھن اور خصیہ کے بعض حصہ کا کاٹنا کل کاٹنے کے حکم میں ہے۔ اس طرح جانور کی زبان کٹی ہوئی ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔ جس جانور کا عضو تناسل کاٹ لیا گیا ہو اس کی قربانی اور خصی کی قربانی صحیح قول کے مطابق درست ہے۔ ابن کج نے اس سلسلہ میں نادر مسلک اپناتے ہوئے خصی کی قربانی کے عدم جواز کا قول کیا ہے۔ جس بکری کے سینگ نہ ہوں اسی طرح جس کے سینگ ٹوٹ گئے ہوں خواہ مندمل ہو گئے ہوں یا نہیں اصح قول کے مطابق قربانی صحیح ہے۔

محاملی نے ''لباب'' میں عدم صحت کا دعویٰ کیا ہے جیسا کہ ابھی بیان ہوا۔ قفال کہتے ہیں کہ اگر ٹوٹنے کی تکلیف کا اثر گوشت پر نہ ہوا ہو تو صحیح ہے ورنہ خارش کے حکم میں ہوگا بے سینگ والی بکری کے مقابلہ میں سینگ والی افضل ہے۔ اگر جانور کے کچھ دانت گر گئے ہوں اس کی قربانی درست ہے۔

ایک لغوی نکتہ:

علامہ جوہری لکھتے ہیں اضحیہ میں چار لغات ہیں (۱) اُضْحِیَّۃٌ (ضمہ ہمزہ) (۲) اِضْحِیَّۃٌ (کسرہ ہمزہ) دونوں کی جمع اضاحی آتی ہے۔ (۳) ضحیۃ اس کی جمع ضحایا آتی ہے۔ (۴) اضحاۃ ارطاۃ کے وزن پر آتا ہے اس کی جمع اضحیٰ ارطی کے وزن پر آتی ہے۔ اسی

کے اعتبار سے بقرعید کو عید الاضحیٰ سے موسوم کرتے ہیں۔

مسئلہ: قربانی میں نیت شرط ہے نیت کو ذبح پر مقدم کرنا صحیح قول کے مطابق صحیح ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ میں نے اس بکری کو اضحیہ (قربانی کا جانور) بنادیا تو کیا یہ تعین اور قصد نیت ذبح کے بغیر کافی ہے یا نہیں۔ صحیح قول یہ ہے کہ صحیح نہیں ہے کیونکہ قربانی سنت ہے جیسا کہ ماقبل گزرا اور فی نفسھا قربت ہے لہٰذا اس میں نیت شرط ہے۔ امام غزالیؒ کی رائے یہ ہے کہ کافی ہے تاہم تجدید نیت مستحب ہے۔

مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ قربانی کرنے والا خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اور دوسرے کے سپرد کردینا بھی صحیح ہے۔ جس شخص کا ذبیحہ حلال ہے قربانی اس شخص کے سپرد کردینا بھی جائز ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو اور فقیہہ ہو۔ کیونکہ وہ اس کے طریقہ اور شرائط سے واقف ہوتا ہے۔ کتابی کو نائب بنانا بھی صحیح ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور اس صورت میں قربانی صحیح نہیں ہوگی البتہ گوشت حلال ہوگا۔ موفق ابن طاہر حنبلی نے بھی امام احمدؒ سے یہی روایت نقل کی ہے۔ قربانی کے گوشت میں مستحب یہ ہے کہ ایک تہائی خود استعمال کرے۔ ایک تہائی احباب واقارب کو ہدیہ کردے اور ایک تہائی غرباء کو صدقہ کردے۔

بعض کا قول ہے کہ آدھا خود استعمال کرے اور آدھا صدقہ کردے۔ اگر کوئی شخص کل گوشت خود ہی استعمال کرے صدقہ نہ کرے، تو صحیح مذہب یہ ہے کہ اتنی مقدار کا ضامن ہوگا جو کافی ہے یعنی کم از کم اتنی مقدار جس پر صدقہ کا اطلاق ہوجائے اور ایک قول یہ ہے کہ ضامن نہیں ہوگا اور ایک قول یہ ہے کہ قدرِ مستحب کا ضامن ہوگا یعنی آدھے یا ثلث کا ضامن[1] ہوگا قربانی کے جانور کی کوئی چیز فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس میں سے قصاب کی اجرت دینا صحیح ہے۔ بلکہ قصاب کی اجرت قربانی کرنے والے کے ذمے واجب ہے۔ جیسے کھیتی کاٹنے کی اُجرت کھیتی والے کے ذمہ ہے۔

مسئلہ: تمام علماء کے نزدیک قربانی کا گوشت تین دن سے زائد جمع کر کے رکھنا ممنوع ہے۔ کل گوشت کھا سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں۔ اول یہ ہے کہ کھا سکتا ہے۔ ابن سریج اصطخری ابن القاص ابن الوکیل نے اس کو اختیار کیا ہے اس لئے کہ جب قربانی کرنے والا اکثر حصہ کو کھا سکتا ہے تو کل کو بھی کھا سکتا ہے اور ثوابِ قربانی نیت قربانی سے خون بہانے سے حاصل ہوجاتا ہے جیسا کہ آیت[1] میں اس کی جانب اشارہ ہے۔ موفق حنبلی نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک بیان کیا ہے۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اتنی مقدار کا صدقہ کرنا ضروری ہے جس پر قربانی کے گوشت کا اطلاق ہوسکے۔

مسئلہ: اگر کسی نے کہا کہ میں نے اس بکری کو قربانی کے لئے دیا یا کسی معین بکری کی قربانی کی نذر مانی تو اس بکری سے اس کی ملکیت زائل ہوگئی۔ اس بکری کے بارے میں اس شخص کا بیع ہبہ تبادلہ وغیرہ کا کوئی تصرف نافذ نہیں ہوگا۔ اگرچہ یہ تصرف کسی ایک جز میں ہی ہو۔ شیخ ابو علی وجہ سے منقول ہے کہ اس کی ملکیت اس بکری سے زائل نہیں ہوگی جب تک یہ اس کو ذبح کر کے صدقہ نہ کردے جیسے کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ اللہ کے لئے مجھ کو اس غلام کا آزاد کرنا واجب ہے تو اس غلام سے مالک کی ملکیت آزاد کرنے سے قبل زائل نہیں ہوگی۔ امام اعظمؒ کا مسلک یہ ہے کہ ملکیت زائل نہیں ہوگی اور اس کو بیچنا اور تبادلہ کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

اگر کسی معین غلام کے آزاد کرنے کی نذر مانی تو اس سے ملکیت زائل نہیں ہوگی اور نہ اس کا فروخت کرنا، ہبہ کرنا، تبادلہ کرنا جائز ہوگا۔ امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ اس غلام کا فروخت کرنا اور تبادلہ کرنا جائز ہے۔ پس اگر اس کو فروخت کردیا تو لوٹا دیا جائے گا۔ اگر عین

---

[1] لَن يَنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوىٰ مِنكُمْ (ترجمہ) اللہ کے پاس قربانی کے جانور کا گوشت یا خون نہیں پہنچتا بلکہ تمہارا اخلاص پہنچتا ہے۔

باقی رہے اور اگر مشتری نے اس کو ضائع کر دیا یا اس کے پاس سے ضائع ہو گیا تو قبضہ اور تلف کے درمیانی مدت کے اعتبار سے وہ قیمت کا ضامن ہوگا۔ اگر دو شخصوں میں سے ہر ایک نے بغیر اجازت دوسرے کی قربانی کا جانور ذبح کر دیا تو ان میں ہر ایک درمیانی قیمت کا ضامن ہوگا یا قربانی کافی ہو جائے گی۔

مسئلہ: محاملی نے بیان کیا ہے اونٹ میں نحر کیا جائے گا اور بکری کو ذبح۔ پس اگر اونٹ میں نحر کے بجائے ذبح یا بکری میں ذبح کی جگہ نحر کر دے تو صحیح ہے۔ سنت کے مطابق نحر کی جگہ لبہ ہے اور ذبح کی جگہ دونوں جبڑوں کے ملنے کی جگہ سے نیچے ہے اور مکمل ذبح یہ ہے کہ حلقوم مری اور الودجین کو کاٹے [1] ذبح کی صحت کا اقل درجہ یہ ہے کہ حلقوم اور مری کو کاٹ دے۔

مسئلہ: جو قربانی ذمہ میں واجب ہے اگر وہ بچہ دے تو اس بچہ کو بھی ذبح کیا جائے گا۔ اگر قربانی کا جانور دودھ دیتا ہے تو صاحب اضحیہ بچہ سے بچا ہوا دودھ پی سکتا ہے۔

ضرب الامثال

اہل عرب بولتے ہیں کُلُّ شَاۃٍ مُعَلَّقَۃٌ بِرِجْلِھَا (ہر بکری اپنے پاؤں پر لٹکی ہوئی ہے) اس کہاوت کو سب سے پہلے وکیع بن مسلمہ بن زہیر ابن ایاد نے استعمال کیا جو جرہم کے بعد بیت اللہ کا متولی بنا تھا۔ اسفل مکہ میں اس نے ایک محل تعمیر کیا اور اس میں حزورہ نامی ایک باندی کو رکھا۔ اسی وجہ سے اس محل کا نام یہ پڑ گیا۔ وہ حزورہ جو مکہ میں ہے اور اس نے اس محل میں ایک سیڑھی بنائی تھی اس سیڑھی پر چڑھ کر اپنے رب سے مناجات کرتا تھا اور بہت سے کلماتِ خیر کہتا تھا۔ علمائے عرب اس کو صدیقین میں شمار کرتے تھے۔ جب اس کی وفات ہوئی تو اس نے اپنے لڑکوں کو جمع کیا اور کہا میری وصیت سن لو۔ جو شخص ہدایت کے راستہ پر چلے اس کی پیروی کرو اور جو گمراہ ہو جائے اس کو چھوڑ دو اور ہر بکری اپنے پیر پر لٹکی ہوئی ہے۔ پس اس وقت یہ مثال جاری ہو گئی۔ یعنی ہر شخص کو اپنے عمل کا بدلہ ملے گا اور کوئی کسی کے اعمال کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

طبی خواص

بکری کی تازہ کھال لے کر اگر ایسے شخص کو پہنا دی جائے جس کو کوڑوں سے پٹیا گیا ہو تو تکلیف ختم ہو کر سکون آ جاتا ہے۔

اَلشَّامُرْک

(شاہ مرغ) جو مرغ انڈے دینے کی عمر سے کچھ کم عمر کا ہو اُس کو شامرک کہتے ہیں اس کی کنیت ابو یعلیٰ ہے اور یہ شاہ مرغ کا معرب ہے جس کے معنی ہیں پرندوں کا بادشاہ۔

---

[1] امام اعظمؒ کے نزدیک چار رگوں کو ذبح میں کاٹا جاتا ہے تین وہی ہیں جس کو اوپر بیان کیا ہے ایک اور خون کی رگ ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اگر حلقوم اور مری کو تو بالکل کاٹ دیا جائے تو حلال اور اگر ان دونوں کا کچھ حصہ باقی رہ جائے تو صحیح نہیں ہے۔ امام صاحب کے یہاں بلاتعیین تین رگوں کا کاٹ دینا کافی ہو جاتا ہے۔ امام محمدؒ کے نزدیک اگر چاروں کا کچھ حصہ کٹ گیا تو صحیح ہے ورنہ نہیں۔

الشَّاهِین

(باز) اس کی جمع شواہین اور شیاہین آتی ہے۔ یہ لفظ عربی نہیں ہے لیکن اہل عرب اس کو اپنے کلام میں استعمال کرتے ہیں چنانچہ فرزدق شاعر نے کہا ہے۔

حُمّی لم یحط عنه سریع ولم یخف نویرة، یسعٰی بالشیاهین طَائره

''کبوتر کو اس کی تیز رفتاری سے کسی نے روکا نہیں اور وہ باز سے خوف زدہ بھی نہیں بلکہ مسلسل مصروفِ پرواز ہے''۔

ایک شعر میں شواہین کا لفظ بھی مستعمل ہے۔ عبداللہ ابن مبارک نے کہا ہے۔

قَدْ یَفْتَحِ المرء حانوتا لمتجره وقد فتحت لک الحانوت بالدین

''آدمی بھی دکان تجارت کے لئے کھولتا ہے تو میں نے تیرے لئے دین کی دکان کھولی ہے''۔

بین الاساطین حانوتٌ بلاَ غَلَقٍ تبتاع بالدین اموال المساکین

''بادشاہوں کے یہاں کچھ دکانیں کھلی ہوئی ہیں جہاں غریبوں کو دین کے عوض مالِ دنیا بھی دیا جاتا ہے''۔

صیرت دینک شاهینا تصیدبه ولیس یفلح اصحاب الشواهین

''تیرا دین شاہ باز کی طرح ہے جس سے شکار کرتے ہیں حالانکہ شاہین کے مالک کامیاب نہیں رہتے''۔

باب الباء میں بازی کے بیان میں عبداللہ ابن مبارک کے اسی سے ملتے جلتے اور اشعار گزر چکے ہیں۔ عبداللہ ابن مبارک کا ہی یہ قول بھی ہے: تعلمنا العلم للدنیافدلّنا علی ترک الدنیا۔ ''ہم نے حصولِ دنیا کے لئے علم حاصل کیا لیکن علم نے ہماری ترک دنیا پر رہنمائی فرمائی''۔

شاہین تین قسم کا ہوا ہے۔ شاہین، قطامی اور رلیقی۔ شاہین کا مزاج زیادہ سرد خشک ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے شاہین کی حرکت اوپر سے نیچے کی جانب شدید تر ہوتی ہے۔

شاہین بزدل اور پرفتور ہونے کے باوجود شکار کا پیچھا بہت سختی سے کرتا ہے۔ بعض دفعہ اس دوڑ دھوپ میں زمین سے ٹکرا کر مر جاتا ہے۔ تمام شکاری جانوروں کے مقابلہ میں اس کی ہڈیاں نہایت سخت ہوتی ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ شاہین وصف کے اعتبار سے اپنے نام کا مصداق ہے یعنی شاہین کے معنی ترازو کی ڈنڈی کے ہیں۔ پس جس طرح ترازو کی ڈنڈی معمولی سی کمی بیشی کی صورت میں بھی برابر نہیں ہوتی اسی طرح شاہین بھی ادنیٰ سی بھوک اور پیاس کو برداشت نہیں کرتا۔

شاہین کی صفاتِ محمودہ:

ان کی عمدہ صفات میں یہ چیزیں ہیں (۱) سر بڑا ہونا (۲) آنکھیں بڑی بڑی ہونا (۳) سینہ چوڑا ہونا (۴) جسم کا درمیانی حصہ فراخ ہونا (۵) رانوں کا پر از گوشت ہونا (۶) پنڈلیوں کا کوتاہ ہونا (۷) کم پروں کا ہونا (۸) پتلی دم ہونا۔

جس وقت اس کے بازو سخت ہو جاتے ہیں پھر اس میں کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔ اس عمر میں یہ کرکی (بڑی بطخ) کا بھی شکار کر لیتا ہے۔

باز سے شکار کرنے والا سب سے پہلا شخص:

بیان کیا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے باز سے شکار کھیلا وہ قسطنطنیہ شاہِ روم ہے۔اس نے شواہین کو ایسی تعلیم دلائی تھی کہ جب وہ سوار ہو کر کہیں جاتا تو یہ پرندے اس کے اوپر گھومتے رہتے اور سایہ کرتے تھے اور کبھی نیچے ہو جاتے اور کبھی اوپر ہوتے۔ایک روز سوار ہو کر جا رہا تھا کہ اچانک ایک پرندہ جوں ہی زمین سے اوپر کو اڑا فوراً ایک شاہین نے اس کو پکڑ کر شکار کرلیا۔قسطنطنیہ کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا اور اسی روز سے وہ ان سے شکار کا کام لینے لگا۔

شرعی حکم:

اس کا حکم شرعی انشاء اللہ تعالیٰ باب الصاد صقر (شکرہ) کے باب میں آئے گا۔

علامہ دمیریؒ کا ایک منظوم خط:

مدینہ منورہ کے قیام کے دوران علامہ دمیریؒ نے اپنے بھائی فارس الدین شاہین کو یہ خط لکھا تھا۔جو ذیل میں درج ہے۔

سلام کم فاحت بروض ازاھر　　　　یضئی کما لاحت بافقِ زَوَاھِرُ

''سلام ہو اس پھول کی طرح جو شگفتہ ہے اور جو چمک رہا ہے روشن کناروں پر''۔

اذا عقبت کتبی بہ قال قائل　　　　افی طینھا نشر من المسک عاطر

''جب تو میری تحریر پر روئے گا تو کہنے والا کہے گا کہ اس مٹی میں مشک ملا دیا گیا ہے''۔

الی فارس الدین الذی قد ترحلت　　　　لخدمۃ خدام مصر الاکابر

''دین کا شہسوار جو مصر کے اکابر کی خدمت کے لئے مصروف سفر ہے''۔

اذا عد خدام الملوک جمیعھم　　　　فبینھم ذکر لشاھین طائر

''جب بادشاہ کے تمام غلاموں کی فہرست تیار کی جائے گی تو اس میں ممدوح کا تذکرہ ایسا نمایاں ہوگا جیسا کہ تمام جانوروں میں شاہین (نمایاں ہوتا ہے)''۔

وعندی اشتیاق نحوہ وتلفت　　　　الیہ وقلبی بالمؤدۃ عامر

''مجھے بھی اس سے ملنے کا شوق ہے اور میرا دل اس کی محبت سے لبریز ہے''۔

تمنیت جھدی ان اراہ بحضرۃ　　　　معظمۃ اقطارھا وھو حاضر

''میری کوششیں اس آرزو میں صرف ہو رہی ہیں کہ اس سے ملاقات کا شرف حاصل ہو''

وادعو لہ فی کل وقت مشرف　　　　وکل زمان فضلہ متواتر

''اسی لئے ہمیشہ اس کے لئے سربلندی کی دعائیں کرتا ہوں اور یہ کہ ہر زمانہ میں اس کے انعامات مسلسل ہوتے رہتے ہیں''۔

وفی مسجد عال کریم معظم　　　　لہ شرف فی سائر الارض سائر

''وہ ایک ایسی بلند و بالا مسجد میں ہے جس مسجد کو کائنات کی تمام ہی جگہوں پر شرف حاصل ہے''۔

جس جگہ شاہین رہتے ہیں اس جگہ بچھو نہیں پائے جاتے۔شاہین کی گردن نہایت حسین ہوتی ہے اور اس کا پَر مبارک ہوتا ہے۔ چنانچہ جس کے پاس اس کے پر ہوتے ہیں وہ سعادتیں حاصل کرتا ہے۔بادشاہوں کو اگر شاہین دستیاب ہو جاتا ہے تو یہ زمانہ دراز تک اس

سے شکار کرتے رہتے ہیں۔شاہین کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ یہ بڑی بلندیوں پر پرواز کرتا ہے اور اپنے مالک کے احسان کو فراموش نہیں کرتا۔ پرندوں میں اسے اعلیٰ نسل کا سمجھا جاتا ہے۔ نیز اس کی کئی نسلیں (قسمیں) ہوتی ہیں جو ایک دوسرے کے مقابلے میں اچھی سمجھی جاتی ہیں۔ٹھیک اسی طریقہ پر میرے ممدوح بھی اپنے علاقہ میں بلند روایات کے لئے مشہور ہیں اور ان کا حسب ونسب بھی بیحد عالی ہے اور ان کے یہاں سے کوئی سوال کرنے والا خالی ہاتھ نہیں جاتا۔اللہ تعالیٰ اُن پر اپنی نعمتوں کی تکمیل فرمائے اور اپنے رحم وکرم سے اُن کے ان احسانات کی بہترین جزاء دے جو عام مخلوق پر اُن کی طرف سے ہوئے ہیں۔

خواب میں تعبیر:

اس کی تعبیر باب الصاد میں صقر (شکرے) کے بیان میں آئے گی۔انشاء اللہ تعالیٰ۔

اَلشَّبَبُ

(بوڑھا بیل) شبب اور شبوب کے بھی یہی معنی آتے ہیں۔

اَلشَّبَثُ

(مکڑی) محکم میں لکھا ہے کہ شبث ایک جانور ہوتا ہے جس کے چھ لمبے لمبے پاؤں ہوتے ہیں۔ پشت زرد ہوتی ہے۔سر کالا اور آنکھ نیلگوں ہوتی ہے۔بعض کہتے ہیں کہ شبث کثیر پاؤں والے دابہ کا نام ہے۔جس کا سر بڑا اور منہ کشادہ اور پچھلا حصہ اٹھا ہوا ہوتا ہے زمین کو کھودتا ہے جس کو شحمۃ الارض بھی کہتے ہیں اس کی جمع اشباث اور شبثان آتی ہے۔جوہری کہتے ہیں کہ شبث (متحرک الباء) ایک کثیر پاؤں والے دابہ کا نام ہے اس کو باء کے سکون کے ساتھ استعمال کرنا درست نہیں ہے۔اس کی جمع شبثان آتی ہے جیسے خرب کی جمع خربان آتی ہے۔

شرعی حکم:

حشرات الارض میں ہونے کی وجہ سے اس کا کھانا حرام ہے۔

اَلشِّبْثَانُ

(زمین سے چمٹ کر چلنے والا ایک جانور) قتیبہ نے ادب الکاتب میں لکھا ہے کہ شبثان ایک کثیر پاؤں والا جانور ہوتا ہے۔ریت پر رہتا ہے۔اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ شبث کے معنی چپٹنے کے آتے ہیں اور یہ بھی زمین سے چمٹ کر چلتا ہے۔شاعر نے کہا ہے۔

مــدارک شبثـــان لهـــن لهيـــم		''شبثان کے حواس اُن کی موت ہے''۔

شرعی حکم:

حرام ہے کیونکہ یہ بھی حشرات الارض میں سے ہے جو غیر ماکول ہیں۔

الشبدع

(بچھو)اس کی جمع شبادع آتی ہے شین اور دال کے کسرہ کے ساتھ ابوعمرو اور اصمعی نے اس طرح لکھا ہے۔
حدیث میں شبدع کا ذکر:۔
مَنْ عَضَّ عَلٰی شِبْدِعِهٖ سَلِمَ من الاثام "جس نے اپنے بچھو پر کنٹرول کرلیا وہ سلامت رہا گناہوں سے"۔یعنی جو خاموش رہا اور بکواس کرنے والوں کے ساتھ بکواس میں شامل نہ ہو تو وہ تمام گناہوں سے محفوظ رہا۔زبان سے چونکہ لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے اس لئے اس کو نقصان دہ بچھو سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اَلشبربَصُ

بروزن سفرجل چھوٹا اُونٹ۔

الشبلُ

شیر کا بچہ جب شکار پکڑنے کی عمر کو پہنچے،اس کی جمع اشبال اور شبول آتی ہے۔

اَلشَّبُوَةُ

(بچھو)جمع شبوات آتی ہے۔راجز نے کہا ہے۔

قَدْ جَعَلَتْ شَبْوَةَ تُزْبِئِر　　تکسوا ستها لحما وتقمطر

"بچھو جو ڈنک مارتا ہے اس کے پچھلے حصہ پر گوشت ہے لیکن زہر سے لبریز۔

الشبوط

شبوط بروزن سفود،مچھلی کی ایک قسم۔لیث نے بیان کیا ہے کہ سبوط اس میں بھی ایک لغت ہے سین مہملہ کے ساتھ۔اس کی دم پتلی جسم کا درمیانی حصہ موٹا اور سر چھوٹا اور چھونے میں چکنی معلوم ہوتی ہے۔اس قسم میں نر زیادہ اور مادہ کم ہوتی ہیں اسی وجہ سے اس کے انڈے بھی قلیل المقدار ہوتے ہیں۔بقول صیادین(شکاری)جب یہ جال میں پھنس جاتی ہے اور اس سے نکلنا دشوار ہوتا ہے تو فطرتاً اس کو یہ احساس ہو جاتا ہے کہ اس جال سے نکلنے کو دنے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے تو ایک نیزہ کے بقدر پیچھے کو ہٹتی ہے اور جسم کو سکیڑ کر جست لگاتی ہے۔بسا اوقات اس کی یہ جست بلندی میں دس ہاتھ سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔اس کی اس جست سے جال ٹوٹ جاتا ہے اور یہ نکل جاتی ہے اس مچھلی میں گوشت کافی مقدار میں ہوتا ہے۔دریائے دجلہ میں یہ قسم کثرت سے پائی جاتی ہے۔

اَلشُّجَاعُ

(اژدہاسانپ) یہ لفظ شین کے ضمہ اور کسرہ دونوں طرح مستعمل ہے۔اس سانپ کو کہتے ہیں جو جنگل میں سوار اور پیادہ پالوگوں پر حملہ کرتا ہے اور اپنی دم پر کھڑا ہو جاتا ہے اور بعض اوقات گھوڑ سوار کے سر کی بلندی تک پہنچ جاتا ہے۔یہ سانپ جنگلوں میں رہتا ہے۔

مالک بن ادھمؒ کا قصہ:

کہتے ہیں کہ مالک ابن ادھمؒ ایک بار شکار کے لئے نکلا۔جب وہ کسی ایسے مقام پر پہنچا جہاں نہ پانی تھا نہ گھاس دانہ اور اس کو پیاس لگنے لگی۔اس کے ہمراہ اور رفقاء تھے سب نے پانی تلاش کیا مگر نہیں ملا۔ان لوگوں نے وہیں قیام کر کے مالک کے لئے ایک خیمہ لگادیا۔ مالک نے اپنے ہمراہیوں کو پانی اور شکار کی تلاش کا حکم دیا۔جب یہ حضرات نکلے تو ایک گوہ مار کر لائے۔مالک نے ان سے کہا کہ اس کو اُبال کر تلنا مت بلکہ اس کو اُبال کر ہی کھانا شاید اس سے تمہاری تشنگی کم ہو جائے۔انہوں نے ایسا ہی کیا اور دوبارہ نکلے۔اس بار اُن کو ایک اژدہا ملا انہوں نے اس پر حملہ کیا وہ جان بچا کر مالک کے خیمہ میں داخل ہو گیا۔مالک نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ میرے پاس پناہ کا طالب ہو کر آیا ہی اس کو کچھ مت کہو۔انہوں نے اس کا پیچھا چھوڑ دیا۔سانپ وہاں سے چلا گیا۔اس کے بعد مالک خود اپنے رفقاء کو لے کر پانی کی تلاش میں نکلا۔اُچانک اُن کے کانوں میں کسی نامعلوم پکارنے والے کی آواز آئی کہ وہ یہ کہہ رہا ہے:۔

یا قوم یا قوم لا ماء لکم ابدا حتّٰی تحثوا المطایا یومها التعبا

''اے لوگو! تم کو پانی ہرگز نہیں ملے گا خواہ تم اپنی سواریوں کو پورے دن تھکا دو''۔

وسددوا یمنة فالماء عن کثبا ماء غزیر وعین تذهب الوصبا

''البتہ اگر تم داہنی طرف مڑ کر اس کی تلاش کرو تو تم کو ٹیلوں میں پانی کا چشمہ ملے گا جس میں پانی بکثرت ہے اور اس قدر عمدہ ہے کہ اس کے پینے سے بیماری بھی ختم ہو جاتی ہے''۔

حتّٰی اذا ما اخذتم منه حاجتکم فاسقُوا المطایا وَمنه فَامْلَوُ الْقِرْبَاء

''جب تم اس چشمہ سے اپنی ضرورت پوری کر لو تو اپنی سواریوں کو پانی پلاؤ اور اپنی مشکیں بھر لو''۔

یہ آواز سن کر مالک اپنے رفقاء کے ہمراہ اسی سمت میں چل دیا جس کی آواز دینے والے نے اپنے اشعار میں نشاندہی کی تھی۔چنانچہ قریب ہی ان کو ایک چشمہ ملا اور سب نے سیراب ہو کر پانی پیا اور جانوروں کو پلایا اور پھر اپنی مشکیں بھی بھریں۔جب یہ لوگ چشمہ غائب ہو گیا اور اس آواز دینے والے کی آواز پھر کان میں آئی وہ کہہ رہا تھا

یَامَالِ عَنِّی جزاک اللّٰہ صالحة هذا وداع لکم منی وتسلیم

''اے مالک تجھ کو اللہ تعالیٰ میری جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے، میں تم سے اب رخصت ہوتا ہوں میرا آخری سلام قبول ہو''۔

لا تزهدن فی اصطناع العرف من اَحَدٍ ان امرًا یحرم المعروف محروم

''کسی کے ساتھ نیکی کرنے میں ہرگز بے رغبتی مت کرنا۔کیونکہ جو شخص کسی کو نیکی سے محروم کرتا ہے وہ خود محروم ہوتا ہے۔

الخیر یبقی وان طالت مغیبة والشر ما عاش منه المرء مذموم

''نیک کام ہمیشہ باقی رہتا ہے اگر چہ اس کا ثمرہ عرصہ دراز تک غائب رہے اور جس شخص نے برائی کو اپنایا وہ مذموم ہے یعنی برائی سے یاد کیا جاتا ہے۔[1]

حدیث میں شجاع کا ذکر:۔

صحیحین میں حضرت جابر عبداللہ بن مسعود ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مروی ہے:۔

''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صاحب نصاب ہونے کے باوجود مال کی زکوٰۃ نہیں دیتا تو قیامت کے دن وہ ایسے اژدھا کی صورت اختیار کر کے اس کا تعاقب کرے گا جو گنجا ہوگا اور جس کی آنکھ میں دو خوفناک نشان ہوں گے اور وہ صاحب مال اس سے بھاگے گا حتیٰ کہ یہ سانپ اس کی گردن میں لپٹ جائے گا''۔ مسلمؒ کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ وہ اژدھا منہ کھول کر اس کا تعاقب کرے گا جب اس شخص کے قریب آئے گا تو وہ صاحب مال بھاگنے لگے گا۔ پھر وہ اژدھا آواز دے گا اپنا خزانہ لے لے جس کو تو نے جمع کیا تھا۔ یہ آواز سن کر وہ شخص سمجھ جائے گا کہ اس سے بھاگ نہیں سکتا وہ اپنا ہاتھ اس کے منہ میں ڈال دے گا پس وہ اژدھا اس کے ہاتھ کو بجار کی طرح چبا جائے گا۔ پھر اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑ لے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔ اس کے بعد وہ اژدھا یہ آیت پڑھے گا (اور ہرگز خیال نہ کریں ایسے لوگ جو ایسی چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات کچھ اُن کے لئے اچھی ہوگی بلکہ یہ بات اُن کے لئے بہت ہی بری ہے۔ وہ لوگ قیامت کے روز طوق پہنا دیئے جائیں گے اس کا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا۔

اقرع اس سانپ کو کہتے ہیں کہ جس کے سر کے بال اُکھڑ گئے ہوں اور سر زہر کی وجہ سے سفید ہو گیا ہو۔ زبیبتـــان کثرت زہر کی وجہ سے اس کے منہ کی دونوں جانب جو دو بال ہوتے ہیں ان کو کہتے ہیں۔ کثرت کلام کے وقت انسان کے منہ کے دونوں جانب ایسے دو بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں زبیبتـان سے مراد اُس کی آنکھ کے دو نکتے ہیں۔ اس صفت والے سانپ سے خطرناک کوئی سانپ نہیں ہوتا۔

بعض کہتے ہیں کہ زبیتان سانپ کے منہ میں پائے جانے والے دو کیلوں کا نام ہے۔ یقضم سَمِعَ کے باب سے ہے۔ دانت کے کناروں سے کھانے کے معنی آتا ہے۔ اس کے بالمقابل خضم بولا جاتا ہے۔ جس کے معنی پورے منہ سے کھانا ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ قضم خشک چیز کھانے کے لئے بولتے ہیں اور خضم تر چیز کھانے کے لئے بولتے ہیں۔

اہل عرب کا گمان ہے کہ جب کوئی شخص عرصہ دراز تک بھوکا رہتا ہے تو اس کے پیٹ میں ایک سانپ پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کو شجاع اور صفر کہتے ہیں۔ جیسا کہ ابو خراش اپنی بیوی کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔

أَرُدُّ شِجـاعَ البَطـنِ لـو تـعلـمِينَـهُ   واوثـر غيـری مـن عيـالـک بـالطعم

''کاش! تجھ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ میں اپنے شجاع بطن یعنی بھوک کو روکتا ہوں اور تیرے خاندان والوں کو اپنا کھانا کھلا دیتا ہوں''۔

واغتبـقُ الـمـــاءَ الـقـراح وانـثـنـى   اِذا الـزادُ اَمـسـىٰ لـلـمـزلج ذا طعم

---

[1] اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہاتف دراصل وہی شجاع تھا جس کو مالک نے پناہ دی تھی اور اژدھے کی صورت میں وہ کوئی جن تھا جو اس جنگل کا سردار تھا۔

''اور جب میں دیکھتا ہوں کہ بدذائقہ شخص کو کھانا اچھا معلوم ہونے لگا تو میں اس کو اپنا کھانا کھلا دیتا ہوں اور خود کھانے سے رک جاتا ہوں اور تازہ پانی پی کر سوجاتا ہوں''۔

دوسرے شاعر نے کہا ہے۔

فاطرق اطرق الشجاع ولورأی　　　مساغاً لنا باه الشجاع لصمما

''پس اُس نے اژدھے کی طرح سر جھکایا اور کاش وہ اپنے سخت شجاع اور ناب کی صفائی دیکھ لیتا''۔

یہ شعر بنی حرث ابن کعب کی لغت کے مطابق ہے۔ کیونکہ لصمما میں لام جارہ کے باوجود الف تثنیہ باقی رہا۔ حالانکہ مشہور مسلک کے مطابق یہ الف، باء سے بدل جاتا۔ لیکن کوفیین اور اس قبیلہ کی لغت میں تثنیہ کا الف حالت نصبی وجری میں بھی باقی رہتا ہے۔ اسی لغت کے مطابق اللہ تعالیٰ کا قول اِنْ ھٰذٰانِ لَسَاحِرَانِ ہے۔

خواب میں تعبیر:

شجاع کا خواب میں نظر آنا جری لڑکے اور ضدی عورت پر دلالت کرتا ہے۔

الشحرور

(کالے رنگ کا چڑیا سے بڑا ایک خوش آواز پرندہ) یہ لفظ عصفور کے وزن پر ہے۔ یہ پرندہ مختلف آوازیں نکالتا ہے۔ (یہ ابن سیدہ کا قول ہے)

شیخ علامہ علاؤالدین باجی متوفی ۷۱۴ھ نے اس کے بارے میں بہت اچھا شعر کہا ہے۔

بالبلبل والھزار والشحرور　　　یکسی طربا قلب الشجی المغرور

''اور بلبل اور ہزار اور شحرور کی آواز سے غمگین مغرور کا دل خوش ہو جاتا ہے''۔

فانھض عجلا وانھب من اللذة ما　　　جادتْ کرمابه ید المقدور

''پس جلدی سے اٹھ اور کارکنان قضاء وقدر کے ہاتھوں نے جو بارش کر رکھی ہیں اس کو لوٹ لے''۔

اس کی تعریف میں کسی نے یہ شعر بھی عمدہ کہا ہے۔

وَرَوْضَة ازھرت اغصانھا وشدت　　　أطیارھا وتولت سقیھا السحب

''اور وہ باغیچہ جس کی شاخوں نے پھول کھلائے اور جس کے پرندے قوی ہو گئے اور جس کی سیرابی کی بادلوں نے ذمہ داری لے لی''۔

وظل شحرورھا الغدید تحسبه　　　اسیودًا زامرًا مزماره ذھب

''جس کا شحرور اگر گانے لگا تو اس کے بارے میں یہ گمان کرے گا کالا بانسری بجانے والا ہے اور اس کی بانسری سنہری ہے''۔

دوسرے شاعر نے اس کے بارے میں اچھا شعر کہا ہے۔

له فی خده الوردی خال!　　　یدور به بنفسج عارضیه

''محبوب کے گلابی گالوں میں ایک تل ہے جس پر اُس کے رخساروں کا بنفشہ گھومتا ہے''۔

کشحـــورور تــخبـاء فـي سيـاج مــخـــافة جـــارح مــن مـقـلتيــه

ترجمہ:''جیسا کہ سحرور خوف کی وجہ سے شکاری کی آنکھوں سے انگور کی باڑھ میں چھپ جاتا ہے''۔

شرعی حکم:

انشاء اللہ عصفور (چڑیا) کے بیان میں آئے گا۔یعنی حلال ہے۔

خواب میں تعبیر:

اس کا خوب میں نظر آنا بادشاہ کے پیش کار، نحوی، ادب پر دلالت کرتا ہے۔کبھی اس سے سمجھدار آدمی مراد ہوتا ہے کبھی طفل مکتب کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔

شَحْمَةُ الْاَرْضِ

(کیچوا) یہ ایک کیڑا ہوتا ہے جو انسان کے چھونے سے کوڑی کے مثل ہوجاتا ہے۔اس کے بارے میں متعدد اقوال ہیں جو درج ذیل ہیں:۔

(۱) قزوینی نے ''الاشکال'' میں لکھا ہے کہ شحمۃ الارض کیچوے کو کہتے ہیں۔ یہ سرخ رنگ کا ایک کیڑا ہوتا ہے جو نمناک مقامات میں پایا جاتا ہے۔

(۲) زمخشری نے ربیع الابرار میں لکھا ہے کہ یہ ایک کیڑا ہے جس میں سرخ نقطے ہوتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ ایک سفید مچھلی ہے۔عورتوں کی ہتھیلیوں کو اس سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

(۳) ہرمس کی رائے یہ ہے کہ شحمۃ الارض ایک کیڑا ہوتا ہے خوشبودار۔آگ اس کو ضرر نہیں پہنچاتی۔آگ میں اس جانب سے داخل ہوکر دوسری جانب کو نکل جاتا ہے۔

طبی خواص

اگر اس کی چربی جسم پر مل کر کوئی شخص آگ میں داخل ہوجائے تو آگ اس کو نہیں جلاسکتی۔اگر کیچوے کو خشک کر کے ایک درہم کے بقدر کسی چیز میں ملا کر دردِ زہ میں مبتلا عورت کو پلایا جائے تو فوراً بچہ پیدا ہوجائے گا۔

قزوینی نے لکھا ہے کہ اگر اس کو پکا کر روٹی کے ہمراہ کھالیا جائے تو مثانہ کی پتھری ٹوٹ کر نکل جائے گی۔اگر خشک کرنے کے بعد یرقان کے مریض کو پلادیا جائے تو اس کی زردی ختم ہوجاتی ہے۔اگر اس کی راکھ تیل میں ملا کر گنجے کے سر پر مالش کی جائے تو گنجا پن ختم ہوجائے اور بال نکل آئیں گے۔

اس کی تعبیر اور حکم دود (کیڑے) کے بیان میں گزر چکا ہے۔یعنی خبائث میں شامل ہونے کے باعث حرام ہے۔

الشذا

اس سے مراد کتے کی مکھی ہے کبھی لفظ شذاۃ ایک اونٹنی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

الشّران

مچھروں کے مشابہ جانور جو انسان کے منہ کو چھپالیتا ہے۔

الشَرشق'الشقراق'الشرشور

چڑیا جیسا ایک جانور جس کا رنگ کچھ مٹیالا کچھ سرخ اور نیچے کا حصہ سیاہ ہوتا ہے۔ جب یہ پروں کو کھولتی ہے تو مختلف نظر آتے ہیں۔ عام چڑیوں کی طرح یہ بھی حلال ہے۔ اس کا تذکرہ باب الباء میں ابو براقش کے تحت گزر چکا ہے۔

الشرغ

(مینڈکی) مزید تفصیل انشاء اللہ باب الضاد میں الضفدع کے بیان میں آئے گی۔

الشّرنبیٰ

(ایک مشہور پرندہ)

الشّصَرُ

(ہرنی کا بچہ) شاصر کے بھی یہی معنی ہیں جیسا کہ ابوعبیدہؓ نے کہا۔

الشَعراء

(نیلی یا سرخ مکھی) یہ لفظ شین کے فتحہ وکسرہ دونوں طرح مستعمل ہے۔ نیلی یا سرخ مکھی کو کہتے ہیں۔ اونٹ' گدھے کتوں وغیرہ پر بیٹھ کر ان کو شدید تکلیف پہنچاتی ہیں۔

حدیث میں شعراء کا ذکر:-

''کتب سیر میں لکھا ہے کہ مشرکین مکہ چہار شبنہ کو جبل احد پر پہنچے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آمد کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو برائے مشورہ جمع کیا۔، اس مشورہ میں آپ نے عبداللہ بن ابی ابن سلول کو بھی مدعو کیا حالانکہ اس سے قبل آپ نے اس کو کبھی بھی برائے مشورہ طلب نہیں کیا تھا۔ آپ نے اس سے بھی دفاع کے متعلق مشورہ کیا۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی سلول نے کہا یا رسول اللہ! آپ مدینہ میں مقیم رہ کر دفاع کریں باہر جا کر نہ لڑیں کیونکہ ہمارا تجربہ ہے کہ جب کوئی لشکر مدینہ پر چڑھا تو ہم نے مدینہ میں رہ کر ہی

اس کی مدافعت کی تو فتح اہلِ مدینہ کی ہوئی اور جب کبھی باہر نکل کر لڑنے کا اتفاق ہوا تو نتیجہ اس کے برعکس ہوا اور اس وقت چونکہ آپ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ اس لئے ہمارا پلہ اور زیادہ بھاری رہے گا۔ لہٰذا آپ ان مشرکین کی پرواہ نہ کریں۔ اگر انہوں نے قیام کیا تو یہ بھی ان کے حق میں مضر ہوگا اور اگر ہم پر چڑھائی کی تو مرد آمنے سامنے مقابلہ کریں گے اور عورتیں اور بچے اوپر سے ان پر پتھر برسائیں گے اور اگر وہ لوگ لوٹ جاتے ہیں تو بے نیل و مرام لوٹیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی رائے کو پسند فرمایا۔ بعض صحابہؓ نے اس تجویز کے خلاف یہ عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپؐ ہم کو ان کتوں کے مقابلہ میں باہر لے کر چلیں تا کہ ان کو یہ خیال پیدا نہ ہو کہ ہم ان کے مقابلہ سے عاجز و قاصر ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گائے ذبح کی جارہی ہے اس کی تعبیر میں نے خیر و بھلائی سے لی ہے۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ میری تلوار کی دھار کند ہوگئی اس کی تعبیر میں نے شکست سے لی ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک مضبوط زرہ میں داخل کیا اس کی تعبیر میں نے مدینہ لی ہے۔ اگر تمہاری رائے ہو کہ مدینہ میں رہو تو یہیں رہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ مشرکین مدینہ میں داخل ہوں اور ان سے گلیوں میں مقابلہ کیا جائے۔

لیکن ان صحابہؓ نے جو غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے اور غزوۂ احد میں اللہ نے ان کو جام شہادت سرفراز فرمایا۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ ہم کو ان دشمنانِ خدا کے مقابلہ کے لئے باہر لے کر چلئے۔ یہ سن کر آپؐ دولت خانہ کے اندر تشریف لے گئے اور ہتھیار باندھ کر باہر تشریف لائے۔ صحابہؓ یہ دیکھ کر نادم ہوئے اور آپس میں کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تو وحی نازل ہوئی ہے اور ہم آپؐ کو آپؐ مرضی کے خلاف مشورہ دیں یہ کام ہم سے برا ہوا۔ چنانچہ انہوں نے حضورؐ سے معذرت چاہی اور عرض کیا جو آپ کی مرضی ہو سو کیجئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب اللہ کا نبی ہتھیار باندھ لیتا ہے تو اس کو یہ زیبا نہیں کہ بغیر قتال کئے ہوئے ہتھیار کھول دے۔

مشرکین مکہ نے بدھ اور جمعرات کو اُحد میں قیام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز بعد نماز جمعہ ان کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے اور ہفتہ کی صبح کو شعب (گھاٹی) اُحد میں داخل ہوئے۔ یہ شوال ۳ھ کی ۱۵/ تاریخ تھی۔ آپؐ کے اصحاب کی تعداد سات سو تھی۔ آپؐ نے حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو جو کہ حضرت خوات ابن جبیر کے بھائی تھے پچاس تیر اندازوں پر امیر مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ پہاڑ کی جڑ میں قائم رہیں۔ اگر دشمن ہماری پشت کی جانب سے حملہ آور ہو تو تیروں سے ان کی مدافعت کرنا اور خواہ ہماری جیت ہو یا ہار تم بغیر میری اجازت کے اپنی جگہ سے نہ ہٹنا کیونکہ جب تک تم اپنی جگہ جمے رہے تو دشمن ہم پر غلبہ نہیں پا سکتا پس قریش قتال کے لئے آئے اور ان کی دائیں جانب خالد بن ولید اور بائیں جانب ابی جہل تھے (یہ دونوں اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے بعد میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے) ان کے ساتھ عورتیں بھی تھیں جو دف بجا بجا کر گا رہی تھیں۔ لڑائی شروع ہوئی اور بہت سخت مقابلہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں تلوار لی اور فرمایا کہ اس تلوار کو کون میرے ہاتھ سے لے کر دشمنوں پر وار کرے گا۔

یہ سن کر حضرت ابو دجانہؓ سماک بن خرشہ نے وہ تلوار آپ کے ہاتھ سے لے لی اور ایک سرخ عمامہ باندھ کر اور تلوار ہاتھ میں لے کر اکڑتے ہوئے چلے۔ یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس موقع کے علاوہ اللہ تعالیٰ کو یہ چال پسند نہیں ہے"۔ اس تلوار سے حضرت ابو دجانہؓ نے کتنے ہی سرکش سر قلم کئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین پر حملہ کر کے ان کو شکست دی۔ کفار کی ہزیمت دیکھ کر حضرت عبداللہ ابن جبیرؓ کے تیر اندازوں نے غنیمت، غنیمت پکارنا شروع کر دیا اور کہنے لگے ہم بھی لوگوں کے ساتھ مالِ غنیمت لوٹیں گے۔ حضرت عبداللہؓ نے ہر چند ان کو منع فرمایا مگر وہ نہیں مانے اور مالِ غنیمت لوٹنے میں شامل ہو گئے۔ صرف دس آدمی آپ کے ساتھ رہ گئے

باقی سب چلے گئے۔ حضرت خالدؓ نے جو دیکھا کہ میدان خالی ہے اور تیرانداز لوٹ کھسوٹ میں مشغول ہیں تو انہوں نے اپنے سواروں کو واپس بلایا اور اس راہ کی طرف سے جہاں تیرانداز تعینات تھے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور اُن کو شکست دے دی (حضرت عبداللہؓ ابن جبیر مع دس تیراندازوں کے شہید ہو گئے) عبداللہ بن قمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک پتھر پھینک کر مارا جس سے آپ کے سامنے کے دندان مبارک شہید ہو گئے۔ ناک اور چہرۂ مبارک بھی زخمی ہو گیا اور اس زخم کی وجہ سے آپ کا خون کافی مقدار میں بہہ گیا جس کی وجہ سے آپ ﷺ کمزور ہو گئے اور آپ ایک گڑھے میں گر گئے۔ آپ کے اصحاب آپ سے جدا ہو گئے (مگر خاص خاص لوگ آپ کے پاس تھے) آپ نے ایک پتھر کے سہارے اس گڑھے سے نکلنا چاہا مگر چونکہ اس وقت آپ دو زرہیں پہنے ہوئے تھے ان کے بوجھ کے سبب سے آپ اس گڑھے سے نہ نکل سکے۔ حضرت طلحہؓ آپ کے نیچے بیٹھ گئے۔ ان کے سہارے آپ اوپر آئے۔ ہندہ اور اس کے ساتھ کی عورتوں نے مسلمان شہداء کی لاشوں کا مثلہ کرنا شروع کیا۔ ہندہ نے ان کٹے ہوئے اعضاء کا ایک ہار بنا کر وحشی' قاتل حمزہ کو دیا اور حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چیر کر دانتوں سے خوب چبایا۔ لیکن چونکہ نگل نہ سکی اس لئے اُگل دیا۔ عبداللہ بن قمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادے سے آگے بڑھا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ نے جو آپ کے علمبردار تھے اس کو روکا۔ اس نے حضرت مصعبؓ کو شہید کر دیا۔ ابن قمہ نے یہ سمجھا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا۔ چنانچہ جب وہ لوٹ کر اپنے لشکر میں پہنچا تو اس نے وہاں آپ کی شہادت کا اعلان کر دیا۔ اس پر ایک پکارنے والے نے' اور وہ پکارنے والا شیطان تھا خوب پکار پکار کر میدانِ جنگ میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیئے گئے۔ یہ سن کر بعض مسلمانوں نے پشت پھیرنی شروع کر دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اللہ کی عبادت کی جانب بلانے لگے۔ اس پکار پر تیس آدمی آکر آپ کے گرد جمع ہو گئے اور کفار کا مقابلہ کر کے ان کو دفع کر دیا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے مابین دیوار بن کر کھڑے ہو گئے اور آپ کے ہاتھ میں ضرب آئی اور وہ ہاتھ سوکھ گیا۔ حضرت قتادہؓ کی آنکھ نکل کر ان کے رخسار پر آپڑی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے دستِ مبارک سے حلقہ چشم میں رکھ دیا اور اس میں پہلے سے زیادہ روشنی ہو گئی۔ ابی بن خلف جمحی جو کفارِ قریش کے سرداروں میں سے تھا اور حضور ﷺ سے بہت عناد رکھتا تھا آپ کے قتل کے قصد سے آیا اور کہنے لگا کہ اگر آج میرے ہاتھ سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بچ جائیں تو میں نہ بچوں گا۔ صحابہ نے چاہا کہ آپ کے پاس پہنچنے سے قبل اس کا کام تمام کر دیا جائے۔ مگر آپ نے فرمایا اس کو میرے پاس آنے دو۔ اس سے قبل جب ابی بن خلف حضور سے ملتا تو کہا کرتا تھا کہ میں نے ایک گھوڑا پالا ہے جس پر سوار ہو کر تم کو قتل کروں گا۔ حضور اس کے جواب میں فرمایا کرتے بلکہ میں انشاء اللہ تجھ کو قتل کروں گا۔ چنانچہ جب وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کے پاس آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حرث بن الصمہ سے نیزہ لے کر اس پر حملہ کیا۔ پس حملہ کے وقت ہم لوگ اس سے دور ہو گئے جس طرح سرخ مکھی اونٹ کی پشت سے آپ نے اس کے ایک زخم لگایا بہت معمولی سا جس کی وجہ سے وہ اپنے گھوڑے سے گر پڑا اور بجار کی طرح چلاتا ہوا یہ کہتا ہوا لشکر کفار کی جانب بھاگا مجھے محمد نے قتل کر دیا۔ لوگوں نے اس سے کہا تجھے کچھ نہیں ہو گا زخم معمولی ہے تو اس نے کہا اگر یہ زخم ربیعہ اور مضر کا ہوتا تو میں ان کو قتل کر دیتا۔ لیکن یہ زخم محمد کے ہاتھ کا لگا ہوا ہے۔ کہا تمہیں معلوم نہیں کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میں تجھے قتل کروں گا۔ خدا کی قسم! اس گفتگو کے بعد اگر محمد مجھے پر تھوک بھی دیتے تو میں مر جاتا۔ ایک ہی دن گذرا تھا کہ یہ دشمن خدا سرف نامی مقام میں جہنم رسید ہو گیا'' حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بارے میں یہ شعر کہتے ہیں۔

لَقَدْ وَرِثَ الضَّلَالَةَ عَنْ اَبِیْهٖ   اُبی حِیْنَ بَارَزَهُ الرَّسُول

''ابی کو گمراہی اپنے باپ سے وراثت میں حاصل ہوئی تھی۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی سے مبارزت فرمائی۔''

اَتَيْتَ اِلَيْهِ تَحْمِلُ رَمَّ عَظْم وَتُوْعِدُهٗ وَاَنْتَ بِهٖ جَهُوْلُ

''تو آپ کے پاس اس حال میں آیا کہ اپنے جسم پر بوسیدہ ہڈیوں کو اٹھائے ہوئے تھا تو آپ کو دھمکیاں دے رہا تھا اور اپنے انجام سے بالکل انجان تھا۔''

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے سخت عذاب اس شخص کو ہوگا۔ جس نے کسی نبی کو قتل کیا یا جس کو کسی نبی نے قتل کیا ہو۔ علامہ دمیری فرماتے ہیں کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ نبی کسی کو قتل نہیں کرتے اور اگر کسی کو قتل کر دیں تو وہ مخلوق میں سب سے بدترین ہی ہوگا''

الشغواء

(عقاب) یہ لفظ شین کے فتحہ غین کے سکون اور الف ممدودہ کے ساتھ عقاب کے لئے بولا جاتا ہے۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ شغا۔شغوان کے دو معنی آتے ہیں ایک دانت کا دوسرے دانت سے بڑھ جانا۔ اور شغواء کے ایک معنی ہیں چھوٹے بڑے دانت والا اور عقاب کی اوپر کی چونچ بھی نیچے کی چونچ سے بڑی ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو شغواء کہتے ہیں۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔

شَغْوَا بِوَطْنِ بَيْنَ الشَّيْقِ وَالنِّيْقِ

''وہ لوگ اپنے وطن میں پہاڑ کی چوٹیوں کے درمیان غالب آ گئے''۔

اَلشِفْدَع

(چھوٹی مینڈک) حکاہ ابن سیدہ۔

اَلشِفْنِيْنُ (جنگلی کبوتر)

(دو ماکول اللحم پرندوں کی شریک النسل) یہ لفظ شفنین کے وزن پر شین کے کسرہ کے ساتھ کہتے ہیں کہ ایک پرندہ ہے جو دو ماکول اللحم پرندوں کے اختلاط سے پیدا ہوتا ہے۔ جاحظ کی رائے یہ ہے کہ یہ کبوتر کی ایک قسم ہے بعض کہتے ہیں کہ شفنین جنگلی کبوتر کو کہتے ہیں۔ اس کی آوز سارنگی کی طرح پرترنم اور غمگین ہوتی ہے۔ اس کی جمع شفانین آتی ہے۔ تاریکی میں اس کی آواز مزید اچھی ہو جاتی ہے۔ اس کی خاص عادت یہ ہے کہ جب اس کی مونث گم ہو جاتی ہے یا فوت ہو جاتی ہے تو تاحیات یہ مجرد ہی رہتا ہے۔ کسی دوسرے سے ازدواجی تعلقات قائم نہیں کرتا۔ یہی حال مونث کا ہے۔ جب یہ موٹا ہو جاتا ہے تو اس کے پَر گر جاتے ہیں اور یہ جفتی کرنا ترک کر دیتا ہے۔ یہ نہایت عزلت پسند اور دشمنوں سے منفر اور ہوشیار رہتا ہے۔

شرعی حکم

بالاتفاق اس کا کھانا حلال ہے۔

طبی خواص

اس کا گوشت گرم خشک ہوتا ہے اس لئے اس کے چھوٹے بچے استعمال کرنے چاہئیں۔اس سے پیدا ہونے والا خون بھی گرم خشک ہوتا ہے۔کثیر مقدار میں اگر گھی ملا کر استعمال کیا جائے تو اس کی حرارت اور خشکی کم ہو جاتی ہے۔روغن زیتون کے ہمراہ اس کے انڈوں کا استعمال قوتِ باہ میں اضافہ کرتا ہے۔اس کی بیٹ عرق گلاب میں حل کر کے عورت اگر استعمال کرے تو رحم کے درد کے لئے مفید ہے۔ آشوبِ چشم اور آنکھ کے ورم کے لئے اس کا گرم خون اگر ٹپکایا جائے تو بے حد مفید ہے۔اسی طرح اگر اس کے انڈے کی سفیدی اور عرق گلاب میں روئی بھگو کر آنکھ پر رکھی جائے تو آشوبِ چشم کے لئے اور ورم کے لئے نہایت مجرب نسخہ ہے۔

الشق

بقول قزوینی شق از جنس شیطان ہے اس کے جسم کا بالائی حصہ انسان جیسا ہوتا ہے۔بعض لوگوں کا گمان ہے کہ نسناس یعنی بن مانس انسان اور شق سے مرکب ہے۔سفر میں بعض مرتبہ انسانوں پر ظاہر ہوتا ہے۔

کہتے ہیں کہ علقمہ بن صفوان بن امیہ کسی رات باہر نکلا۔جب وہ چلتے چلتے کسی خاص مقام پر پہنچا تو اس کی شق سے ملاقات ہوگئی۔ علقمہ بولا کہ اے شق تیرا اور میرا کیا واسطہ؟ لہٰذا تو مجھ سے روپوش ہو جا اور اپنے تیر ترکش میں رکھ لے۔کیا تو ایسے شخص کو مارنا چاہتا ہے جو تجھ کو مارنا نہیں چاہتا۔شق نے جواب دیا کہ آؤ نا ذرا دو ہاتھ بھی ہو جائیں۔اچھا جب تک تم میں گرمی نہ آ جائے میں ٹھہرا رہتا ہوں۔جب شق کسی طرح نہ مانا تو علقمہ بھی تیار ہو گیا اور دونوں آپس میں بھڑ گئے۔بالآخر شق مردہ ہو کر گر پڑا۔

عرب کے دو مشہور کاہن

شق اور سطیح عرب کے دو مشہور عالم کاہن تھے۔شق نصف انسان تھا۔اس کے ایک ہاتھ اور پیر اور ایک آنکھ تھی اور سطیح کے جسم میں نہ ہڈیاں تھیں اور نہ اس کے انگلیاں تھیں اور یہ زمین پر اس طرح لیٹ جاتا تھا جس طرح چٹائی بچھا دی جاتی ہے۔شق اور سطیح کی پیدائش اس روز ہوئی جس روز عمرو بن عامر کی بیوی طریفہ کاہنہ کا انتقال ہوا۔

طریفہ کاہنہ نے اپنی موت کے دن مرنے سے قبل سطیح نوزائیدہ کو بلوایا۔جب وہ اس کے پاس لایا گیا تو اس نے اپنا لعاب دہن اس کے حلق میں ڈال دیا اور کہا یہ بچہ علم کہانت میں میرا جانشین ثابت ہوگا۔سطیح کا چہرہ اس کے سینے میں تھا اُس کے گردن اور سر نہیں تھا۔اس کے بعد اس عورت نے شق کو بلوایا اور اس کے ساتھ بھی یہی فعل کیا۔اس کے بعد مر گئی۔مقام جحفہ میں اس کی قبر ہے۔حافظ ابوالفرج ابن جوزی نے لکھا ہے کہ خالد بن عبداللہ القسری اس شق کی اولاد میں سے تھے۔

شاہ یمن مالک بن نصر اللخمی کا خواب اور آپؐ کی نبوت کی پیشین گوئی

سیرت ابن ہشام میں ابن اسحاق سے روایت ہے کہ مالک بن نصر لخمی نے ایک بھیانک خواب دیکھا جس کی وجہ سے اس پر دہشت طاری ہوگئی۔چنانچہ اس کی رعایا میں جس قدر ساحر اور نجومی تھے سب کو طلب کیا۔جب وہ سب جمع ہو گئے تو بادشاہ نے ان سے کہا کہ میں ایک وحشت ناک خواب دیکھا ہے جس کا اب تک مجھ پر اثر ہے۔ان لوگوں نے کہا آپ ہمارے سامنے خواب بیان کیجئے تا کہ ہم آپ کے سامنے اس کی تعبیر بیان کریں۔

بادشاہ نے کہا کہ اگر میں خود خواب تمہارے سامنے بیان کر دوں تو تمہاری بیان کردہ تعبیر سے میں مطمئن نہیں ہوں گا۔میں صرف

اس شخص کی تعبیر سے مطمئن ہوں گا جو میرے بتانے سے قبل خود خواب بیان کرے۔ یہ سن کر سب نے آپس میں مشورہ کر کے کہا کہ جو بادشاہ سلامت چاہتے ہیں وہ شق اور سطیح کے علاوہ کوئی تیسرا شخص نہیں بتا سکتا۔ پس بادشاہ نے اُن کے بُلانے کے لئے ایک قاصد دوڑایا۔ جب وہ حاضر ہوئے تو پہلے بادشاہ نے سطیح سے پوچھا اس نے جواب دیا کہ جہاں پناہ آپ نے خواب میں ایک کھوپڑی دیکھی ہے جو تاریکی میں نمودار ہوئی اور اس نے تمام کھوپڑی والوں کو کھالیا۔ بادشاہ نے یہ سن کر کہا کہ بالکل صحیح ہے اب تم مجھ کو اس کی تعبیر بتاؤ۔ سطیح نے کہا ان دوحروں (سیاہ پتھروالی زمین) میں جتنے جانور آباد ہیں میں اُن کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ کے ملک پر حبشیوں کا نزول ہوگا اور ابین اور جرش کے درمیان جتنی زمین ہے وہ سب کے مالک ہو جائیں گے۔ بادشاہ یہ سن کر بولا کہ سطیح یہ تو تُو نے بڑی دردناک و دل خراش بات بتائی ہے۔ اچھا یہ بتا کہ یہ واقعہ کب ہوگا؟ آیا میرے دورِ حکومت میں یا میرے بعد؟ اس نے جواب دیا کہ آپ کے ساٹھ یا ستر برس بعد یہ واقعہ پیش آئے گا۔ اس کے بعد حبشیوں سے لڑائی ہوگی اور وہ یہاں سے نکال دیئے جائیں گے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ ان کو کون نکالے گا؟ سطیح نے جواب دیا کہ ابن ذی یزن عدن سے ان پر خروج کرے گا اور ان میں سے کسی کو یمن میں نہیں چھوڑے گا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ ابن ذی یزن کی حکومت قائم رہے گی یا ختم ہو جائے گی؟ اگر ختم ہوگئی تو کون ختم کرے گا؟

کاہن نے جواب دیا ایک پاک نبی جس کے پاس اُس کے رب العلی کے یہاں سے وحی آئے گی اس کو ختم کرے گا۔ پھر بادشاہ نے دریافت کیا یہ نبی کس قوم سے ہوں گے؟ سطیح نے جواب دیا کہ یہ نبی غالب بن فہر ابن مالک بن نصر کی اولاد سے ہوں گے اور ان کی قوم میں آخر وقت تک حکومت رہے گی۔ بادشاہ نے یہ سن کر پوچھا کیا ان کا زمانہ بھی کبھی ختم ہوگا۔ سطیح نے جواب دیا کہ ضرور ہوگا۔ اس دن اولین و آخرین جمع کیے جائیں گے اور جو نیکوکار ہوں گے وہ خوشحال ہوں گے اور جو گناہ گار ہوں گے وہ بدحال ہوں گے۔

پھر بادشاہ نے پوچھا کہ اب سطیح جو کچھ تُو کہہ رہا ہے آیا یہ سچ ہے؟ سطیح نے جواب دیا کہ میں شفق، غسق اور چاند کی (جب وہ پورا ہو جائے) کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے بتایا وہ بالکل صحیح ہے۔

اس کے بعد بادشاہ نے شق کو بلایا اور اس سے بھی یہی سوالات کیے۔ پس شق نے اس سے کہا آپ نے ایک کھوپڑی دیکھی ہے جو تاریکی سے نمودار ہو کر باغیچہ اور پہاڑی کے مابین کھڑی ہوگئی اور ہر ذی روح کو کھالیا۔ جب بادشاہ نے شق کی گفتگو سنی تو کہا کہ تُو نے بالکل صحیح بتلایا ہے اب اس کی تعبیر بیان کر۔ شق نے کہا ان پہاڑیوں کے درمیان بسنے والے انسانوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہارے ملک میں حبشی آئیں گے اور وہ سب پر غالب آ جائیں گے اور ابین سے نجران تک ان کی حکومت ہوگی۔ بادشاہ نے کہا کہ میرا باپ تجھ پر قربان ہوا ے شق! یہ تو نہایت ہی وحشت ناک خبر ہے یہ کب ہوگا؟ میرے زمانے میں یا میرے بعد؟ اس نے جواب دیا کہ آپ سے ایک مدت بعد یہ واقعہ رونما ہوگا۔ پھر ان سے ایک عظیم الشان شخص تم کو نجات دلائے گا اور ان حبشیوں کو سخت اذیت میں مبتلا کرے گا۔ بادشاہ نے پوچھا وہ عظیم الشان شخص کون ہوگا؟ شق نے جواب دیا یمن کا ایک غلام ہوگا جو ابن ذی یزن کے گھر سے نکلے گا۔ بادشاہ نے دریافت کیا اس کی سلطنت باقی رہے گی یا ختم ہو جائے گی؟ شق نے جواب دیا ختم ہو جائے گی اور اس کو خاتم النبیین ختم کریں گے جو اہلِ دین اور فضل کے درمیان عدل و حق لے کر آئیں گے اور ان کی قوم میں یوم فصل تک حکومت رہے گی۔

بادشاہ نے دریافت کیا یوم فصل کیا ہے؟ شق نے جواب دیا کہ یہ وہ دن ہے جس دن لوگوں کو بدلہ دیا جائے گا اور آسمان سے پکارا جائے گا جس کو زندہ اور مُردہ سب لوگ سنیں گے۔ اس دن تمام لوگ جمع کیے جائیں گے۔ نیک خیر کے ذریعے فلاح یاب ہوں گے۔ بادشاہ نے سوال کیا کہ تیری بات سچ ہے۔ شق نے کہا زمین و آسمان اور ان کی پستی و بلندی کی قسم جو خبر میں نے دی ہے وہ سچ ہے اس میں

کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ بادشاہ نے جب ان دونوں کاہنوں کی پیشین گوئی میں مطابقت پائی تو اس کو یقین ہو گیا اور اس نے حبشیوں کے خوف کی وجہ سے اپنے اہل خانہ کو الحیرہ منتقل کر دیا۔

آپؐ کی ولادت باسعادت پر ایوان کسریٰ میں زلزلہ

سیرت ابن ہشام میں ابن اسحاق سے یہ بھی روایت مذکور ہے کہ جس رات حضورؐ کی ولادت باسعادت ہوئی اس رات میں کسریٰ شاہ فارس کے محل میں زلزلہ آ گیا اور اس کے چودہ کنکرے گر پڑے۔ اس وقت فارس کا حکمران کسریٰ نوشیروان عادل تھا۔ اس واقعہ سے اس پر ہیبت طاری ہو گئی اور اس نے اس کو بدشگونی قرار دیا۔ لہٰذا اس نے یہ مناسب سمجھا کہ اعیانِ مملکت کو اس واقعہ کی اطلاع دی جائے۔ چنانچہ اس نے رئیس موذبان' نائبین قضاۃ' کمانڈروں' امراء' اپنے وزیر اعظم بزرجمہر اور محافظین سرحد اور گورنروں وغیرہ کو جمع کر کے ایوان کے زلزلہ سے اور کنکروں کے گرنے کی اطلاع دی۔ یہ سن کر رئیس موذبان نے بتایا کہ میں نے بھی خواب دیکھا ہے کہ ایک اونٹ گھوڑوں کو ہنکاتے ہوئے لئے جا رہا ہے اور وہ دریائے دجلہ کو پار کر کے ملک فارس میں پھیل گئے ہیں۔ اہلِ دربار نے یہ بھی خبر سنائی کہ آج کی رات آتش کدۂ فارس (جو مجوسیوں نے ایک ہزار سال سے روشن کر رکھا تھا) یک لخت ٹھنڈا پڑ گیا ہے۔ یہ تمام احوال جان کر نوشیرواں اور تمام حاضرین گھبرا گئے اور اس واقعہ کی کوئی مناسب وجہ وہ نہ جان سکے اور سب حیران و پریشان واپس ہو گئے۔ ادھر ملک کے ہر گوشہ سے آج کی رات آگ سرد ہو جانے کی خبریں نوشیرواں کو موصول ہوتی رہیں۔ یہ خبر بھی اس کو موصول ہوئی کہ اس رات بحیرہ سادہ کا پانی خشک ہو گیا تھا۔

بس نوشیرواں نے اپنے علمائے دین کو جمع کیا اور ان سے واقعہ کے متعلق معلومات کیں۔ پس رئیس موذبان نے کہا کہ مجھے ایسے لگتا ہے کہ عرب کے اندر کوئی عظیم حادثہ رونما ہوا ہے اس پر نوشیرواں نے نعمان بن منذر کو ایک خط لکھا کہ جو شخص عربوں کے حالات سے سب سے زیادہ واقف ہو اس کو ہمارے پاس بھیج دو۔ چنانچہ نعمان نے عبدالمسیح بن عمرو غسانی کو اس کے پاس بھیج دیا۔ یہ شخص نہایت معمر تھا جب یہ کسریٰ کے پاس پہنچا تو اُس نے کہا میں جو تم سے پوچھنا چاہتا ہوں تم کو اس کا علم ہے۔ اس نے جواب دیا کہ آپ بیان فرمایئے کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟ اگر مجھ کو اس کا علم ہوا تو ضرور بتاؤں گا۔ کسریٰ نے کہا میں ایسے شخص کی تلاش میں ہوں جو میرے بتانے سے قبل یہ بتا دے کہ میں اس سے کیا پوچھنا چاہتا ہوں۔ عبدالمسیح نے کہا یہ علم تو میرے ماموں سطیح کو حاصل ہے جو مشارق شام میں رہتے ہیں۔ نوشیرواں نے کہا اچھا جاؤ اور اپنے ماموں سے پوچھو۔ چنانچہ عبدالمسیح ملک شام کو روانہ ہو گیا۔ جب سطیح کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ اس پر عالم نزع طاری ہے۔ عبدالمسیح نے اس کو سلام کیا مگر وہ جواب نہ دے سکا پھر عبدالمسیح نے اس کو زوردار آواز سے پکار کر کہا۔

اَصَمَّ اَمْ يَسْمَعُ غَطْرِيْفُ الْيَمَنْ يَا صَاحِبَ الْخِطَةِ اَعْيَتْ مَنْ وَمَنْ

''اے یمن کے سردار! کیا تُو بہرہ ہو گیا ہے یا سُن رہا ہے۔ اے امور بہم کو کھولنے والے کیا تجھ کو یاد ہے کہ میں کون ہوں اور کہاں سے آیا ہوں۔''

یہ سُن کر سطیح نے آنکھیں کھولیں اور کہا تو عبدالمسیح ہے ایک ایسی اونٹنی پر سوار ہو کر آیا ہے جس کی رانیں بھینچی ہوئی ہیں سطیح کے پاس تُو اس حال میں آیا جب کہ وہ قبر میں پیر لٹکائے ہوئے ہے تجھ کو ملکِ بنی ساسان (شاہِ فارس) نے اس لئے بھیجا ہے کہ تو ایوانِ کسریٰ کے زلزلہ اور نوشیرواں عادل کے خواب کی تعبیر بتلائے۔ وہ خواب یہ ہے کہ وہ طاقتور اونٹ عربی گھوڑوں کو ہنکاتے ہوئے لے جا رہے ہیں اور وہ دریائے دجلہ کو پار کر کے ملک فارس میں پہنچ گئے ہیں۔ اے عبدالمسیح جب تلاوتِ کلام پاک کا ظہور ہو گا اور صاحب ہراوہ (آپ کا

اسم توصیفی) مبعوث ہوں اور بحیرہ ساوہ کا پانی خشک ہو جائے تو اہلِ فارس کے لئے بابل جائے پناہ نہیں رہے گا اور نہ ہی شام سطیح کے لئے مبارک رہے گا۔ کسریٰ کے محل کے جتنے کنگرے گر گئے اتنی ہی بادشاہ فارس پر حکومت کریں گے اور جو کچھ ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

یہ تعبیر بیان کرنے کے بعد سطیح نے جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ عبدالمسیح اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر کسریٰ کے پاس واپس آ گیا اور جو کچھ سطیح نے بیان کیا تھا اس کو کسریٰ کے سامنے پیش کر دیا۔ کسریٰ نے یہ سن کر کہا کہ ابھی چودہ بادشاہ حکومت کرنے کے لئے باقی ہیں۔ یہ تعداد پوری ہونے کے لئے ایک مدت چاہیے۔ نہ معلوم اس وقت تک کیا کیا حوادث پیش آئیں گے لیکن چونکہ بادشاہوں کی پیشین گوئی اس طرح ظہور پذیر ہوئی کہ دس شاہانِ فارس نے تو اپنی گنتی چار ہی سال میں پوری کر لی باقی چار حضرت عثمانؓ کے عہد حکومت کے آخر میں ختم ہو گئے۔

اس پیشین گوئی میں بابل سے مراد بابل عراق ہے اس کو بابل اس لئے کہتے ہیں کہ یہاں سقوط صرح نمرود کے وقت اختلاالسنہ ظاہر ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد سرزمین کوفہ ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ جبل دنباوند کو بابل کہتے ہیں۔

کسریٰ کا اپنے قاتل سے بدلہ لینا

کسریٰ وہ پہلا مقتول ہے جس نے اپنے قاتل سے بدلہ لیا جیسا کہ ابوالفرج ابن الجوزی نے ''کتاب الاذکیاء'' میں ذکر کیا ہے کہ کسریٰ کو نجومیوں نے اطلاع دی تھی کہ تجھ کو قتل کیا جائے گا تو کسریٰ نے کہا بخدا میں بھی اپنے قاتل سے ضرور بدلہ لوں گا۔ چنانچہ اُس نے زہر قاتل لے کر ایک ڈبیہ میں بند کر کے اس پر مہر لگا دی اور اس پر ایک چٹ لکھ پر چسپاں کر دی جس پر یہ تحریر تھا کہ ''اس ڈبیہ میں نہایت مجرب اور مفید دوا ہے جو کہ قوتِ باہ کے لئے ہے اور جو شخص اس کو کھالے گا اس میں اس قدر قوت آ جائے گی کہ وہ ایک وقت میں کئی کئی عورتوں سے صحبت کر سکے گا''۔

پھر اس نے اس ڈبیہ کو خزانہ میں حفاظت سے رکھ دیا۔ چنانچہ نجومیوں کی پیشین گوئی کے مطابق ایک عرصہ کے بعد جب اس کے لڑکے نے اس کو قتل کر دیا اور اس کے خزانہ پر قبضہ کر لیا تو وہ ڈبیہ اس کو خزانہ میں ملی اس پر تحریر شدہ عبارت کو پڑھ کر اس کو یقین ہو گیا کہ اس کا باپ اسی دوا کی وجہ سے اس قدر قوی تھا اور اتنی عورتوں سے اسی دوا کی بدولت صحبت کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے اس ڈبیہ میں سے وہ دوا (زہر قاتل) اس پرچہ پر درج شدہ مقدار کے مطابق نکال کر کھالی اور کھاتے ہی مر گیا۔ پس کسریٰ وہ پہلا مقتول ہے جس نے اپنے قاتل سے بدلہ لیا۔ باب الدال ''دابہ'' کے بیان میں گزر چکا ہے کہ کسریٰ کے حرم میں تیس ہزار عورتیں تھیں۔

اَلشَّقَحْطَبُ

سفرجل کے وزن پر چار سینگوں والے مینڈھے کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع شقاحط 'شقاطب' آتی ہیں۔

الشقذان

(گرگٹ) الشقذان: گرگٹ کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ ابن سیدہ نے لکھا ہے۔ نیز گوہ اور ورل (یہ بھی گوہ کے مشابہ مگر گوہ سے کچھ بڑا لمبی اور پتلی دُم والا ایک جانور ہے) طحن' چھپکلی اور سُرخ زہریلے سانپ کو بھی شقذان کہتے ہیں۔ اس کا واحد شقذۃ آتا ہے۔

الشِقْرَاق

(فاختہ سے بڑا ایک منحوس پرندہ) الشقراق: صاحب محکم اور ابن قتیبہ کے بیان کے مطابق اس کو شین کے فتحہ اور کسرہ دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ بطلیوسی کے نزدیک کسرہ زیادہ فصیح ہے اس لئے کہ اسموں کے اوزان میں فعلان (بکسرہ فا) موجود ہے جیسا کہ طرماح اور شنقار۔ لیکن فعلان (بفتحہ فاء) موجود نہیں ہے۔ مصنف کی دوسری کتاب ''الغریب'' میں بھی شقرات کسرہ کے ساتھ لکھا ہوا ہے اور کسرہ ہی خلیل سے بھی منقول ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ اس میں فتحہ ضمہ کسرہ تینوں لغات ہیں۔

اس کو شرقرات بھی کہتے ہیں یہ ایک چھوٹا سا پرندہ ہوتا ہے اس کو اخیل (منحوس پرندہ) بھی کہتے ہیں۔ یہ سبز رنگ کا کبوتری کے برابر ہوتا ہے اس کی سبزی جاذب نظر ہوتی ہے اور اس کے بازوؤں میں قدرے سیاہی ہوتی ہے۔ اس کی فطرت میں حرص چالاکی اور دوسرے پرندوں کے انڈے چرانا داخل ہے۔ اہل عرب اس کو منحوس پرندہ کہتے ہیں۔ روم خراسان اور شام وغیرہ میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ انسانوں سے ہمیشہ دُور رہتا ہے اور خاص طور سے پہاڑ کی چوٹیوں پر رہنا پسند کرتا ہے۔ لیکن اپنے انڈے ایسی بلند عمارتوں پر دیتا ہے جہاں لوگوں کی پہنچ مشکل ہو۔ اس کا گھونسلہ شدید بدبودار ہوتا ہے۔ شارح غنیۃ اور جاحظ کی رائے یہ ہے کہ شقراق کوے کی ایک قسم ہے جفتی بہت کم کرتا ہے اور فطرتاً فریاد چاہنے کا عادی ہوتا ہے۔ جب کسی جانور سے اس کی لڑائی ہو جاتی ہے تو اس کو مار کر اس طرح چلاتا ہے گویا یہ خود ہی مضروب ہے۔

شرعی حکم

رویانی اور بغوی نے اس کے خبث کی بناء پر اس کی حرمت کے قائل ہیں۔ رافعی نے بھی صیمری سے یہی نقل کیا ہے۔ عجلی شارح غنیۃ ابن سراج بھی اس کی حرمت کے قائل ہیں۔ ماوردی نے حاوی میں اس کی اور عقعق (کوے کے مانند ایک پرندہ) کی حرمت نقل کی ہے اور وجہ حرمت یہ بیان کی ہے کہ یہ دونوں پرندے اہل عرب کے نزدیک خبائث میں سے ہیں۔ یہی اکثر دیگر علماء کا قول ہے لیکن کچھ لوگ اس کی حلت کے بھی قائل ہیں۔

ضرب الامثال

اہل عرب کسی کو نحوست کی جانب منسوب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ فُلَانٌ اَشْــأَمُ مِنَ الاَ خیَل (فلاں شخص اخیل سے بھی زیادہ منحوس ہے) خیل اور شقراق ایک ہی پرندہ کے دو نام ہیں۔

طبی خواص

جب سونا کم چمکدار ہو تو اس کو پگھلا کر اس پر شقراق کا پتہ چھڑکنے سے اس کی چمک میں غیر معمولی اضافہ ہو جائے گا جیسا کہ لومڑی کی جھلی سے اس کی چمک ایک دم ماند پڑ جاتی ہے اس کے پتے کے خضاب سے بال بالکل سیاہ ہو جاتے ہیں۔ اس کا گوشت نہایت گرم ہوتا ہے اور بدبودار بھی ہوتا ہے لیکن اس کا استعمال آنتوں میں رُکی ہوئی سخت ہوا کو خارج کر دیتا ہے۔

خواب میں تعبیر

شقراق کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر حسین و جمیل عورت ہے۔

الشَّمْسِیَۃُ

(سرخ رنگ کا چمکیلا سانپ): اس کو شمسیہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جب اس کی عمر زیادہ ہو جاتی ہے تو اس کی آنکھوں میں درد پیدا ہو جاتا ہے جس سے یہ نابینا ہو جاتا ہے اس وقت یہ کسی ایسی دیوار کی تلاش میں نکلتا ہے جو مشرق رو ہو۔ چنانچہ جب اس کو کوئی شرق روئی دیوار مل جاتی ہے تو یہ اس پر بیٹھ کر سورج کی جانب منہ کر لیتا ہے اور کچھ دیر اسی طرح بیٹھا رہتا ہے۔ جب سورج کی شعاعیں مکمل طور پر اس کی آنکھوں میں نفوذ کرتی ہیں تو اس کی تاریکی اور جالا ختم ہو جاتا ہے۔ یہ عمل سات دن تک مسلسل وہ کرتا ہے۔ چنانچہ سات دن کے بعد اس کی بینائی واپس آ جاتی ہے اس کے علاوہ دیگر سانپ جب نابینا ہو جاتے ہیں تو بادیان کے ہرے پتوں پر آنکھیں مل کر بینا ہو جاتے ہیں۔

اَلشُّنْقُبُ

الشُّنْقُبُ: شنقب بروزن قنفذ ایک مشہور پرندہ ہے۔

شہ

شہ: ابن سیدہ نے لکھا ہے کہ شہ شاہین جیسا ایک پرندہ ہے جو کبوتروں کو پکڑ لیتا ہے۔ یہ لفظ عجمی ہے۔

الشھام

الشھام: غول بیابانی (بھوت اور بھوتنی) اس کا ذکر باب السین میں "سعلاۃ" کے عنوان سے گزر چکا ہے۔

الشھرمان

(ایک بحری پرندہ) الشھر مان: سارس سے قدرے بڑا ہوتا ہے۔ اس کی ٹانگیں چھوٹی اور رنگ ابلق (سیاہ و سفید) ہوتا ہے۔

الشوحۃ

(چیل) الشوحۃ: اس کا بیان باب الحاء میں "الحداۃ" کے عنوان سے گزر چکا ہے۔

الشَّوْفُ

(سیہی) الشوف: اس کا مکمل بیان باب القاف میں قنفذ کے عنوان سے آئے گا۔

اَلشُّوْشَبُ

(جوں، بچھو، چیونٹی)

الشوط

الشوط: مچھلی کی ایک قسم کا نام ہے جس کا سر چھوٹا اور درمیانی حصہ بڑا ہوتا ہے۔ جوہری نے اس کو ایک دوسری طرح کی مچھلی لکھا ہے۔

شوطبراح

جوہری نے کہا ہے کہ اس سے مراد گیدڑ ہے۔

الشول

الشول: جن اُونٹنیوں کے حمل یا وضع حمل کو سات یا آٹھ ماہ گزر گئے ہوں اور دودھ ختم ہو کر ان کے تھن سکڑ گئے ہوں۔ اس کا واحد شائلہ آتا ہے اور شول خلاف قیاس جمع ہے۔

ضرب الامثال

کہتے ہیں "لا تجتمع فحلان فی شول" دو نر اونٹ (سانڈ) اونٹنیوں میں جمع نہیں ہو سکتے۔ جس وقت عبدالملک بن مروان نے عمرو بن سعید اشدق کو قتل کیا تھا تو اس وقت اس نے یہ مثال دی تھی۔ اور اس کا اشارہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف تھا: **لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا** (اگر زمین میں دو معبود ہوتے تو فساد برپا ہو جاتا) زمخشری نے کشاف میں اس کی تفسیر کی ہے عبدالملک بن مروان کا مطلب یہ تھا کہ ایک سلطنت میں دو فرمانرواؤں کی حکومت نہیں چل سکتی۔ باب الفاء میں فحل کے عنوان میں شول کا مزید تذکرہ آئے گا۔

شوالۃ

شولہ دراصل بچھو کی پشت میں اُبھرے ہوئے ڈنگ کو کہتے ہیں۔ اسی اعتبار سے بچھو کو شولہ کہہ دیا جاتا ہے۔ بچھو کا تذکرہ باب العین میں عقرب کے عنوان سے آئے گا۔

الشیخ الیھودی

(انسان نما ایک جانور) شیخ یھودی: ابو حامد اندلسی نے اور قزوینی نے اپنی کتاب "عجائب المخلوقات" میں لکھا ہے کہ یہ ایک جانور ہے جس کا چہرہ انسانوں جیسا ہوتا ہے اور اس کی ڈاڑھی سفید ہوتی ہے۔ باقی بدن مینڈک جیسا ہوتا ہے۔ بال گائے جیسے ہوتے ہیں ار قد و قامت میں بچھڑے کے برابر ہوتا ہے۔ یہ سمندر سے شنبہ کی رات کو نکلتا ہے اور یک شنبہ کے غروب آفتاب تک باہر رہتا ہے۔ مینڈک کی طرح کودتا ہے۔ جب یہ پانی میں داخل ہو جاتا ہے تو کشتی اُس تک نہیں پہنچ سکتی۔

شرعی حکم

یہ بھی عموماً عام مچھلیوں میں داخل ہے۔

طبی خواص

اس کی کھال اگر نقرس پر رکھ دی جائے تو درد فوراً بند ہو جاتا ہے۔

الشیزمان

(بھیڑیا)

الشیصبان

اس سے مراد نر چیونٹی ہے۔

الشیح

الشیح: بروزن بیح (شیر کا بچہ) باب الالف میں اسد کے عنوان سے گزر چکا ہے۔

الشیم

الشیم: ایک قسم کی مچھلی کو کہتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے۔

قل لطغام الازد لا تبطروا　　بالشیم والجریث والکعند

''قبیلہ ازد کے اکثر بازوں سے کہو کہ وہ اکڑیں نہیں مچھلیوں پر، کچھوؤں پر اور مینڈکوں پر۔''

الشِّیُھم

(نر سیہی) الشیھم: عشیٰ شاعر نے کہا ہے۔

لَئِنْ جَدَّ اَسْبَابُ الْعَدَاوَةِ بَیْنَنَا　　لَتَرْ تَحِلَنْ مِنِّیْ عَلٰی ظَهْرِ شَیْهَمْ

''اگر ہمارے درمیان اسباب عداوت نئے ہو گئے تو مجھ سے شیہم کی پشت پر کوچ کر جائے گا۔''

اصمعی کی رائے ہے کہ شیہم 'شہام یعنی بھوت کے معنی میں ہے۔

ابوذ ویب ہذلی شاعر کا بیان ہے کہ جب مجھ کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہیں تو مجھ کو اس قدر رنج ہوا کہ مجھے رات کو نیند نہ آئی اور رات گزارنی دوبھر ہو گئی۔ صبح کے وقت میری آنکھ ذرا جھپکی تو کسی ہاتف کی آواز آئی۔ وہ یہ کہہ رہا ہے۔

خطب اجل ناخ بالاسلام　　بین النخیل ومعقد الاطام

''نخیل اور معقد اطام کے درمیان یعنی مدینہ منورہ میں اسلام میں ایک بڑا حادثہ ہو گیا۔''

قبض النبی محمد فعیوننا　　تذری الدموع علیه بالاسجام

''یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی جس کی وجہ سے ہماری آنکھیں متواتر کثرت سے آنسو بہا رہی ہیں۔''

ابوذویب کہتے ہیں کہ میں یہ آواز (اشعار) سن کر ڈر کر چونک پڑا اور آسمان کی جانب نگاہ اٹھائی تو سوائے سعد الذابح (نام ستارہ) کے مجھ کو کچھ نظر نہ آیا تو میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ عرب میں کشت وخون ہوگا اور یہ کہ رسول اکرمؐ کی یا تو وفات ہو چکی ہے یا اسی بیماری میں آپؐ رحلت فرمانے والے ہیں۔ چنانچہ میں اسی فکر میں اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر چلا اور لگا تار چلتا رہا۔ جب صبح نمودار ہوئی تو مجھے اپنی اونٹنی کو تیز دوڑانے کے لئے ایک قچی (لکڑی) کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ میں قچی تلاش کرنے لگا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خار پشت (سیہی) نے سانپ کو پکڑ رکھا ہے اور وہ سانپ اس کو لپٹا ہوا ہے۔ چنانچہ کچھ سیکنڈ بعد اس خار پشت نے سانپ کو نگل لیا۔ میں نے اس سے یہ فال لی کہ خار پشت (سیہی) اندوہ کی علامت ہے اور سانپ کا خار پشت (سیہی) پر لپٹنا اس امر کی علامت ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد امر حق سے روگردانی کرتے ہوئے کسی قائم (حاکم) کے خلاف جمع ہو جائیں گے۔

سانپ کو نگل جانے کا میں نے یہ مطلب لیا کہ آخر میں اسی قائم کا غلبہ ہوگا۔ اس کے بعد میں نے اپنی اونٹنی کو تیز کر دیا۔ جب میں غابہ میں پہنچا تو میں نے ایک پرندہ سے فال لی۔ اس نے مجھے آپ کی وفات حسرت آیات کی خبر دی۔ پھر ایک کوا بائیں طرف سے اڑ کر بولنے لگا اس سے بھی میں نے یہی نتیجہ نکالا۔ چنانچہ جب میں مدینہ پہنچا تو وہاں میں نے لوگوں کی چیخ وپکار سنی اور معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے۔ پھر مسجد نبویؐ پہنچا تو اس کو خالی پایا۔ چنانچہ وہاں سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانہ میں حاضر ہوا تو اس کا دروازہ بند تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ صحابہؓ سقیفہ بنی ساعدہ گئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں بھی سقیفہ بنی ساعدہ پہنچ گیا۔ دیکھا تو وہاں حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ 'ابوعبیدہؓ بن الجراح معہ ایک جماعت قریش رضی اللہ عنہم اجمعین موجود ہیں۔ میں نے وہاں انصار کو دیکھا جن میں حضرت سعد بن عبادہؓ اور شعراء انصار میں حضرت حسانؓ بن ثابت' کعبؓ بن مالک بھی موجود تھے۔ میں قریش کی صف میں بیٹھ گیا انصار نے لمبی لمبی تقاریر کیں اور استحقاق خلافت پر دلائل پیش کئے۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ہاتھ بڑھایئے میں آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ بڑھادیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت کر لی۔

اس کے بعد تمام صحابہ کرامؓ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں سے اُٹھ کر آ گئے اور میں بھی ان کے ہمراہ لوٹ آیا۔ میں آپؐ کی نمازِ جنازہ اور تدفین میں شریک ہوا۔

اَبُوْ شبقُونَة

ابوشبقونۃ: یہ ایک پرندہ ہوتا ہے جو عموماً گدھوں اور چوپاؤں کے قریب رہتا ہے اور ان کی مکھیوں کو پکڑتا ہے۔

بابُ الصَّاد

اَلصُّوءَ بَةُ

(جوؤں کے انڈے لیکھ) الصوابۃ: اس کی جمع صواب اور صئبان آتی ہے۔ بعض لوگ بغیر ہمزہ کے صیبان استعمال کرتے ہیں۔ سر میں جوں پیدا ہو جانے کے وقت کہا جاتا ہے فی رأسہٖ صُوَابۃٌ یعنی اس کے سر میں جوں ہے۔ قَدْ صَیِبَ راسہٗ یعنی اس کے سر میں

جوں ہوگی۔ ایاس کی رائے ہے کہ صیبان مذکر جوں کے لئے ہے۔ اور جُوں ان چیزوں میں سے ہے جس کے مذکر' مونث بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ جیسے زراریق اور بزاۃ۔

حدیث میں لیکھ کا ذکر۔

خیثمہ بن سلیمان نے اپنی مسند کے پندرہویں جز کے آخر میں روایت کی ہے:

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن میزانِ عدل قائم کی جائے گی اور اس میں نیکیاں اور برائیاں تولی جائیں گی۔ پس جس کی نیکیون کا پلڑا برائی کے پلڑے سے لیکھ بھر میں بھاری ہوگا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور جس کی برائیوں کا پلڑا نیکیوں کے پلڑے سے لیکھ بھر بھی بھاری ہوگا وہ داخل جہنم ہوگا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی اس کا کیا حشر ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا وہ لوگ اصحاب اعراف ہیں وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔

شرعی حکم

امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ لیکھ جُوں کے حکم میں ہے۔ چنانچہ اگر کوئی محرم اس کو مار ڈالے تو اس کو صدقہ کرنا مستحب ہے خواہ وہ صدقہ قلیل مقدار میں ہی کیوں نہ ہو۔

الامثال

اہل عرب کہتے ہیں ''یَعُدُّ فِیَّ مِثْلَ الصؤاب وفی عینه مثل الجزة : وہ میرے اندر پائی جانے والی لیکھ جیسی معمولی برائی کو بھی شمار کرتا ہے۔ جب کہ اس کی آنکھوں میں جزہ ہے۔ میدانی کہتے ہیں یہ مثال اس وقت بولتے ہیں جب کوئی شخص کثرت عیوب کے باوجود دوسرے کی معمولی سی خامیوں پر ملامت کرے۔

ریاشی شاعر کہتا ہے۔

الا ایھاذا اللائمی فی خلیقتی   هل النفس فیما کان منک تلوم

'' خبردار! اے مجھے میری عادتوں کے بارے میں ملامت کرنے والے کیا تجھے تیرا نفس تیری برائیوں پر بھی ملامت کرتا ہے؟''

فکیف تری فی عین صاحبک القذی   وتنسي قذی عینیک وهو عظیم

ترجمہ:- تُو کس طرح اپنے مدمقابل کی آنکھ کا تنکا دیکھ لیتا ہے اور اپنی آنکھوں کے شہتیر کو کیسے بھول جاتا ہے''۔

الصارخ

اس سے مراد مرغ ہے۔

حدیث میں مرغ کا تذکرہ:

بخاری' مسلم' ابوداؤد اور نسائی میں حضرت مسروق رحمہم اللہ سے مروی ہے:-

''فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے متعلق دریافت کیا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آپ دائمی عمل کو پسند فرماتے تھے۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ آپ کس وقت نماز پڑھتے تھے؟

فرمایا کہ جب مُرغ بولتا تھا تو آپ نماز کے لئے کھڑے ہوجایا کرتے تھے"۔

اَلصَّافِر

(رات کوآواز کرنے والا ایک پرندہ) الصافر: ایک مشہور پرندہ ہے۔ جو چڑیوں کی اقسام سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی عادت یہ ہے کہ جب رات آتی ہے تو کسی درخت کی شاخ کو اپنی دونوں ٹانگوں سے پکڑ کر اُلٹا لٹک جاتا ہے اور صبح تک برابر چیختا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب روشنی پھیل جاتی ہے تو خاموش ہوجاتا ہے۔

قزوینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آسمان کے گرنے کے خوف سے شور مچاتا ہے اور اسی وجہ سے یہ اُلٹا لٹکتا ہے تاکہ اگر آسمان گرے تو اس کا سر اور چہرہ محفوظ رہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ صافر سے مراد تنوط ہے جس کا تذکرہ باب التاء میں گزر چکا۔ اگر اس کا گھونسلہ ہوتا ہے تو اس کو تھیلہ نما بناتا ہے اور اگر گھونسلہ نہیں ہوتا تو پھر کسی درخت پر اُلٹا ہی لٹکتا ہے۔

الامثال

اہل عرب کسی کی بزدلی اور کم ہمتی کے اظہار کے لئے کہتے ہیں فلان اَجْبَنُ وَاَحْيَرةُ وَمِنْ صافر" (فلاں شخص صافر سے بھی زیادہ بزدل اور حیران ہے) اسی طرح کہتے ہیں "مَافِي الدار صافِرٌ" گھر میں کوئی آواز کرنے والا نہیں)

تعبیر

صافر کا خواب میں نظر آنا حیرانی اور روپوش ہونے کی علامت ہے کبھی دشمن کے خوف سے طاقتور لوگوں کی جانب مائل ہونے کا اشارہ ہے۔

الصّدف

الصدف: یہ بحری جانور کی ایک قسم ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ جب بارش ہوتی ہے تو صدف اپنا منہ کھول لیتا ہے اور جب بارش کا قطرہ اس کے مُنہ میں پہنچ جاتا ہے تو وہ مُنہ بند کر لیتا ہے اس طرح اس کے منہ میں لولو یعنی سچے موتی بنتے ہیں۔ صوادف ان اونٹوں کو بھی کہتے ہیں جو اس حالت پر حوض پر پہنچیں جب ان سے پہلے آئے ہوئے دوسرے اونٹ پانی پی رہے ہوں اور یہ آکر عجز کے باعث انتظار میں کھڑے ہوجائیں۔ تاکہ جو اونٹ پانی پی رہے ہیں وہ پانی پی کر نکل جائیں اور پھر ان کی باری آئے۔ راجز کے قول میں صوادف کے یہ معنی ہیں۔

ع النا ظرات العقب الصوادف "پیچھے رہنے والے انتظار کرنیوالے اونٹ"۔

موتی کے طبی خواص

خفقان مرہ سودائی کو دور کرتا ہے اور دل وجگر کے خون کو صاف کرتا ہے۔ بینائی میں اضافہ کرتا ہے اسی لئے اس کو سرمہ میں ملایا جاتا ہے۔ اگر اس کو اس قدر حل کیا جائے کہ پانی ہوجائے۔ پھر اس کی (بہق) چہرے کے داغ اور مہاسے وغیرہ) پر مالش کی جائے تو ایک مالش سے تمام داغ دھبے ختم ہوجائیں گے اور دوبارہ مالش کی نوبت نہیں آئے گا۔

تعبیر

لولو (موتی) کا خواب میں دیکھنا بہت سی چیزوں مثلاً غلام' باندیاں' لڑکے' مال' عمدہ کلام اور حسن پر دلالت کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ وہ موتیوں کو سیدھا کر رہا ہے تو وہ قرآن پاک کی صحیح تفسیر کرے گا۔ اگر کوئی شادی شدہ شخص اپنے ہاتھ میں بکھرے ہوئے موتی دیکھے تو یہ فرزند پیدا ہونے کی علامت ہے اور اگر غیر شادی شدہ شخص ایسا ہی خواب دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی غلام کا مالک بنے گا۔ یہ تعبیر کلام باری تعالیٰ "وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ" اوران کے پاس ایسے لڑکے آویں جاویں گے جو خاص اُنہی کے لئے ہوں گے۔ گویا وہ حفاظت سے رکھے ہوئے موتی ہیں' کی روشنی میں ہے۔

اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ وہ موتیوں کو توڑ رہا ہے یا فروخت کر رہا ہے تو یہ خواب قرآن پاک بھول جانے کی علامت ہے اور اگر کوئی یہ دیکھے کہ وہ موتی بکھیر رہا ہے اور لوگ ان موتیون کو چُن رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کو وعظ کرے گا اور بذریعہ وعظ لوگوں کو فائدہ پہنچائے گا اور اگر کوئی ایسا شخص جس کی بیوی حاملہ ہو اپنے ہاتھوں میں موتی کو دیکھے تو اس کے لڑکا پیدا ہوگا اور اگر اس کی بیوی حاملہ نہ ہو تو وہ ایک کنیز خریدے گا۔ اور اگر غیر شادی شدہ یہی خواب دیکھے تو اُس کی شادی کی علامت ہے۔ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ وہ سمندر سے موتی نکال رہا ہے جو تولے جا رہے ہیں تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ کسی ایسے شخص سے جو سمندر کی جانب منسوب ہو اُس کو بہت مال ملے گا۔

جاماسب کا بیان ہے کہ جو شخص خواب میں موتیوں کو شمار کرے وہ گرفتار مصیبت ہوگا اور جس کو خواب میں موتی دیئے جائیں اس کو ریاست حاصل ہوگی اور جو شخص خواب میں موتی دیکھے اس کو کوئی مسرت حاصل ہوگی۔ موتیوں کے ہار سے مراد حسین وجمیل عورت ہے۔ کبھی کبھی موتیوں کے ہار سے نکاح بھی مراد ہوتا ہے۔

طبی خواص

قزوینی لکھتے ہیں کہ سیپ کا لیپ کرنا وجع مفاصل اور نقرس کے لئے مفید ہے اور جب سرکہ میں ملا کر استعمال کیا جائے تو نکسیر کے لئے ازحد نافع ہے۔ اس کا گوشت کُتے کے کاٹنے میں فائدہ مند ہے۔ اگر سیپ کو جلا کر دانتوں پر ملا جائے تو دانت مضبوط اور چمک دار ہو جاتے ہیں اور اگر سرمہ میں ملا کر آنکھوں میں لگایا جائے تو آنکھ کے زخم ٹھیک ہو جائیں گے اور اگر پڑبال اُکھاڑ کر ان پر سیپ کا برادہ مَل دیا جائے تو دوبارہ پڑبال نہیں نکل سکتے۔ آگ کے جلے ہوئے پر سیپ کا لگانا مفید ہے۔ اگر سیپ کا کوئی صاف ٹکڑا بچہ کے گلے میں باندھ دیا جائے تو بچے کے دانت بہ آسانی نکل جائیں گے۔ اگر سیپ کو گھس کر سونے والے کے چہرہ پر ڈال دیا جائے تو عرصہ دراز تک سوتا رہے گا۔ اسی طرح اگر سیپ کو جاء شیر ما میں حل کر کے ناک پر لیپ کیا جائے تو نکسیر بند ہو جاتی ہے۔

تعبیر

اگر کوئی شخص خواب میں اپنے ہاتھ میں سیپ دیکھے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کام کا اس نے ارادہ کر رہا ہے وہ اس سے باز آجائے اور اس کو ختم کردے خواہ وہ کام اس کے حق میں باعث شرم ہو یا باعث خیر۔ واللہ علم

الصَّدیٰ

الصدی: یہ ایک مشہور پرندہ ہے۔ اس کے بارے میں اہلِ عرب کا زمانہ جاہلیت میں یہ عقیدہ تھا کہ یہ پرندہ مقتول کے سر سے پیدا

ہوتا ہے اور جب تک اس کا بدلہ نہیں لیا جاتا اس کے سر کے گرد اگر د بولتا رہتا ہے "اَسْقُوْنِیْ اَسْقُوْنِیْ" (میں پیاسا ہوں مجھے سیراب کرو) اور جب قاتل سے بدلہ لے لیا جاتا ہے تو یہ خاموش ہو جاتا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ الصدی سے مراد "الو" ہے۔ صدیٰ کی جمع اصداء آتی ہے۔ اس کو ابن الجبل' ابن طود اور بنات رضوی بھی کہا جاتا ہے۔

عدلیس عبدی کی رائے یہ ہے کہ صدیٰ اس پرندہ کو کہتے ہیں جو رات کے وقت اڑتا پھرتا ہے اور لوگ اس کو جندب سمجھتے ہیں حالانکہ یہ صدیٰ ہوتا ہے اور صدیٰ سے جندب چھوٹا ہوتا ہے۔ صدیٰ گونج اور آواز کی بازگشت کو بھی کہتے ہیں جیسا کہ باب الباء اور باب الزاء میں صاحب لیلیٰ اخیلیہ کا یہ شعر گزر چکا ہے۔

ولوان لیلیٰ الاخیلة سَلَّمَتْ عَلَيَّ وَدُوْ فِيْ جَنْدَلٍ وصَفَائِحُ

ترجمہ:- اور اگر لیلیٰ اخیلیہ مجھے اس حال میں سلام کرے کہ میں چٹان اور بڑے پتھر کے ماوراء (یعنی قبر میں) ہوں۔

لَسَلَّمْتُ تَسْلِيْمَ البشاشة اوزقا الیها صدیٰ من جانب القبر صائحُ

"تو میں بشاشت کے ساتھ اس کے سلام کا جواب دوں گا یا قبر کی جانب سے صدیٰ اس کی جانب چہچہائے گا۔"

اسی طرح ابوالحاسن بن شواء نے ایسے شخص کے بارے میں جو راز چھپانے پر قادر نہ ہو کیا ہی عمدہ شعر کہا ہے۔

لِيْ صديقٌ غدًا وان كان لا ينطق الا بغيبة او محالِ

"ایک ایسا شخص میرا دوست بن گیا ہے جس کے منہ سے سوائے غیبت اور گمراہی کے کوئی بات نہیں نکلتی۔"

اشبهُ الناس بالصدیٰ ان تحدثه حَدیثا اعادهُ فی الحال

"یہ لوگوں میں سب سے زیادہ صدیٰ (آواز بازگشت سے مشابہ ہے کیونکہ اگر تُو اس سے رازداری کی بات کہہ دے تو اسی وقت اس کو لوٹا دے (یعنی دوسروں کے سامنے بیان کر دے)۔"

اہل عرب بولتے ہیں "صم صَداهُ و اصم الله صداه" یعنی اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کر دے۔ کیونکہ جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو اس کی آواز بازگشت بھی نہیں سنی جاتی۔

حجاج ابن یوسف نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو انہی الفاظ سے مخاطب کیا تھا جس پر امیر المومنین نے اس کو تنبیہ فرمائی تھی۔

حضرت انسؓ کے ساتھ حجاج کا ناروا سلوک

یہ قصہ علی بن زید بن جدعان نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک بار حضرت انس رضی اللہ عنہ حجاج بن یوسف ثقفی کے پاس تشریف لائے جو نہایت ظالم و جابر تھا۔ اس نے (حجاج) نے آپ کو دیکھ کر یہ ناشائستہ الفاظ کہے: "خبیث کہیں کے بوڑھا ہو کر فتنوں کی آگ بھڑکاتا ہے۔ کبھی ابوتراب کی طرف ہو جاتا ہے اور کبھی ابن زبیرؓ کی جانب جھک جاتا ہے اور کبھی ابن الاشعث کا دم بھرنے لگتا ہے اور کبھی ابن الجارود کے گیت گانے لگتا ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کسی دن میں تیری گوہ کی طرح کھال اُتارلوں گا اور تجھ کو اس طرح اکھاڑ دوں گا جس طرح درخت سے گوندا کھاڑ لیا جاتا ہے اور تجھ کو اس طرح جھاڑ دوں گا جس طرح درخت سلم (کانٹے دار ایک درخت جس کے پتوں سے دباغت دی جاتی ہے) کے پتے جھاڑ دیئے جاتے ہیں۔ ایسے شریر لوگوں سے جو بخیل بھی ہیں اور منافق بھی مجھ کو بڑا تعجب آتا ہے"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حجاج کے یہ ناشائستہ الفاظ سن کر اس سے پوچھا آپ یہ کس کو کہہ رہے ہیں؟ حجاج نے بے ساختہ کہا

''اِیَّاکَ اَعْنِیْ اَصَمَّ اللہُ صَدَاکَ'' یعنی میرا خطاب تجھ ہی سے ہے خدا تجھ کو غارت کرے۔ (نعوذ باللہ)

علی بن یزید کہتے ہیں کہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ حجاج کے پاس سے چلے گئے تو آپ نے فرمایا کہ بخدا اگر میرا لڑکا نہ ہوتا تو میں اس (حجاج) کو جواب دیتا۔ اس کے بعد حضرت انسؓ نے حجاج کے ساتھ پیش آنے والے اس پورے واقعہ کا حال لکھ کر خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس بھیج دیا۔ اس پر عبدالملک بن مروان نے حجاج کے نام ایک خط لکھا اور اس کو اسماعیل بن عبداللہ بن ابی المہاجر مولیٰ بنی مخزوم کے ہاتھ اس کے پاس روانہ کیا۔ اسماعیل خط لے کر حجاج کے پاس پہنچے مگر پہلے وہ حضرت انسؓ کے پاس پہنچے اور عرض کیا کہ آپ کے ساتھ حجاج کا یہ رویہ خلیفہ کو بہت ناگوار گزرا مگر بطور ناصح مشفق میں آپ سے کہتا ہوں کہ خلیفہ کی نگاہ میں جو حجاج کی قدرومنزلت ہے وہ کسی کی نہیں۔ امیرالمومنین نے حجاج کو لکھا ہے کہ وہ آپ کے پاس آئے مگر میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ آپ خود حجاج کے پاس تشریف لے جائیں۔ اس کا اثر یہ ہوگا کہ وہ آپ سے معذرت کرے گا اور جب آپ اس کے پاس سے واپس ہوں گے تو وہ آپ کے مرتبہ کو پہچانے گا اور اس کی نگاہ میں آپ کی وقعت ہوگی۔

اس کے بعد اسماعیل حجاج کے پاس گئے اور اس کو خلیفہ کا خط دیا۔ اس کو پڑھ کر حجاج کا چہرہ متغیر ہو گیا اور وہ اپنے چہرے سے پسینہ پونچھنے لگا اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ امیرالمومنین کو معاف کرے میں نہیں سمجھتا کہ امیرالمومنین کا خیال میری طرف سے اس قدر بگڑ جائے گا۔ اسماعیل کا بیان ہے کہ اس کے بعد اس نے وہ خط میری جانب پھینک دیا اور وہ یہ سمجھا کہ گویا میں اس خط کو پڑھ چکا ہوں۔ پھر کہنے لگا کہ مجھ کو اس کے (حضرت انس رضی اللہ عنہ) پاس لے چلو۔ میں نے کہا کہ اللہ آپ کی اصلاح فرمائے وہ خود آپ کے پاس تشریف لائیں گے۔ آپ کو ان کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ پھر میں انسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ حجاج کے پاس تشریف لے چلیں۔ چنانچہ آپ اس کے پاس پہنچے تو وہ آپ کو دیکھ کر خوش ہو گیا اور کہنے لگا اے ابوحمزہ! آپ نے امیرالمومنین کے پاس میری شکایت کرنے میں جلدی کی میں نے جو آپ کے ساتھ برتاؤ کیا تھا وہ کسی دشمنی یا کینہ کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ یہ اس وجہ سے تھا کہ اہلِ عراق نہیں چاہتے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا غلبہ اور اس کی حجت قائم رہے۔ آپ کے ساتھ اس طرح پیش آنے کی وجہ یہ تھی کہ عراق کے منافقین اور فساق کو یہ معلوم ہو جائے کہ جب میں سیاست کے بارے میں آپ جیسی ہستی کو نہیں بخشتا تو ان لوگوں کی میرے سامنے کیا حقیقت ہے؟ اب میں آپ سے معافی چاہتا ہوں' آپ مجھ سے راضی ہو جائیں۔

حضرت انسؓ نے فرمایا ''تاوقتیکہ عام وخواص میں اس بات کی شہرت نہ ہوگی اور میرے کانوں نے آپ کی زبان سے اپنے کو شریر نہیں سُن لیا اس وقت تک میں نے امیرالمومنین کو خط نہیں لکھا۔ آپ نے ہم کو اشرار گردانا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ہم کو انصار فرمایا ہے۔ آپ نے ہم کو بخیل کہا حالانکہ ہم اپنے پر دوسروں کو ترجیح دینے والے ہیں۔ آپ نے ہم کو منافق کہا حالانکہ ہم وہ لوگ ہیں جو دارالسلام (مدینہ) میں مہاجرین کی آمد سے قبل قرار پکڑے ہوئے ہیں آپ نے اپنے زعم میں مجھ کو اہلِ عراق کے لئے اس امر کا ذریعہ بنانا چاہا کہ وہ آپ کے ان افعال کو جو اللہ کے نزدیک حرام ہیں حلال سمجھنے لگیں حالانکہ آپ کے اور ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ فیصلہ کرنے والا ہے وہ نیک کام سے راضی اور برے کام سے ناراض ہوتا ہے۔ بندوں کی سزا و جزا اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ برائی کا بدلہ برائی سے اور نیکی کا بدلہ نیکی سے دیتا ہے۔ خدا کی قسم نصاریٰ مشرک و کافر ہونے کے باوجود اگر کسی ایسے شخص کو دیکھ لیتے ہیں کہ جس نے ایک دن ہی حضرت عیسیٰ کی خدمت کی ہو تو وہ اس کی بے پناہ تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال تک خدمت کی مگر آپ نے مری اس خدمت کا بالکل لحاظ نہیں کیا۔ ہم کو آپ کی طرف سے کوئی بھلائی نہ ملے گی تو ہم اس پر شکر ادا کریں گے اور اگر برائی

پہنچے گی تو اس پر صبر کریں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے خلاصی کی کوئی صورت پیدا کر دے"۔

علی بن زید کہتے ہیں کہ خلیفہ نے حجاج کے پاس جو خط روانہ کیا تھا اس کا مضمون یہ تھا:۔

''امابعد! تُو وہ شخص ہے جو اپنے معاملات میں حد سے تجاوز کر گیا ہے۔ اے انگور کی گٹھلی چبانے والی عورت کے لڑکے! خدا کی قسم میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ تجھ کو اس طرح بھنبھوڑ دوں گا جس طرح شیر لومڑیوں کو بھنبھوڑ دیتا ہے اور تجھ کو ایسا خطمی بنا دوں گا کہ تو اس وقت کی آرزو کرنے لگے جس وقت کہ تُو اپنی ماں کے پیٹ سے زحمت کے ساتھ نکلا تھا۔ جو برتاؤ تُو نے حضرت انسؓ کے ساتھ کیا ہے مجھے اس کی اطلاع مل گئی ہے۔ میرے خیال میں اس سے تیرا مقصد یہ تھا کہ تُو امیر المومنین کا امتحان لے اور اگر امیر المومنین میں غیرت کا مادہ نہ ہو تو اس سے اگلا قدم اٹھاؤں۔ تجھ پر اور تیرے آباؤ اجداد کی شخصیت کو جوان کو طائف میں حاصل تھی بھول گیا ہے کہ وہ کس قدر ذلیل اور کمین تھے اور اپنے ہاتھوں سے زمین میں لوگوں کے لئے کنوئیں کھودتے تھے اور اپنی پشتوں پر پتھر لاد کر لاتے تھے۔ جس وقت میرا یہ خط تیرے پاس پہنچے اور تو اس کو پڑھ چکے تو سب کام چھوڑ کر حضرت انسؓ کے دولت کدہ پر جا کر ان سے معذرت کر اگر تُو نے ایسا نہ کیا تو میں ایک ایسا شخص تجھ پر تعینات کر دوں گا جو تجھ کو کمر کے بل گھسیٹ کر ان کے دولت کدے پر لے جائے گا اور وہی تیرے بارے میں فیصلہ کریں گے۔ یہ نہ سمجھنا کہ امیر المومنین کو تیرے حالات سے آگاہی نہیں ہے۔ ہر خبر کے وقوع کا ایک وقت ہے اور جلد ہی تم کو معلوم ہو جائے گا۔ تجھ کو چاہیے کہ میرے خط سے روگردانی نہ کرے اور فوراً حضرت انسؓ سے معذرت کرے اور آپؓ کا اور آپ کے صاحبزادے کا اکرام کرے ورنہ میں تجھ پر ایسا شخص مسلط کر دوں گا جو تیرا ڈھکا ہوا پردہ کھول دے گا اور تیرے دشمن کو تجھ پر ہنسنے کا موقع فراہم کر دے گا"۔

والسلام

حضرت انسؓ کی وفات بمقام بصرہ ۹۱ھ یا ۹۳ھ میں ہوئی۔ بصرہ میں وفات پانے والے آپ سب سے آخری صحابیؓ تھے۔

الصداخُ

الصراخ: کتان کے وزن پر طاؤس (مور) معنی میں ہے۔ باب الطاء میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کا بیان آئے گا۔

صَرارُا للیل

(جھینگر) صرار اللیل: اس کا تذکرہ باب الجیم میں الجد جد کے عنوان سے گزر چکا۔ یہ جندب (ٹڈی) سے قدرے بڑا ہوتا ہے۔ بعض اہل عرب اس کو صدیٰ بھی کہتے ہیں۔

الصُّراخُ

زمان کے وزن پر۔ ایک مشہور ماکول اللحم پرندہ ہے۔

اَلصرَدُ

(لٹورا) اَلصّرَدُ: لٹورے کو کہتے ہیں۔ اس کی کنیت ابو کثیر ہے۔ چڑیوں سے قدرے بڑا ہوتا ہے اور چڑیوں کا شکار کرتا ہے۔ اس کی

جمع صردان آتی ہے۔اس کا رنگ چت کبرا یعنی نصف حصہ سیاہ اور نصف سفید ہوتا ہے۔سر موٹا اور چونچ و پنجے بڑے ہوتے ہیں۔درختوں پر ایسی جگہ بیٹھتا ہے جہاں عموماً کسی کی رسائی نہ ہو نہایت شریر النفس اور متنفر طبیعت والا ہوتا ہے۔اس کی غذا صرف گوشت ہے۔اس کو مختلف آوازیں آتی ہیں۔جس پرندہ کا شکار کرنا چاہتا ہے اُسی جیسی آواز نکال کر اس کو اپنے پاس بلا لیتا ہے۔جب اس کے پاس مختلف قسم کی چڑیاں جمع ہو جاتی ہیں تو ان میں سے کسی ایک پر اچانک بہت زور سے حملہ کرتا ہے اور پہلے ہی حملے میں اپنی چونچ سے اس کی کھال کو پھاڑ دیتا ہے اور شکار کر لیتا ہے۔عموماً درختوں اور بلند مکانوں کو اپنا مسکن بناتا ہے۔

ایک عجیب واقعہ

علامہ ابو الفرج ابن الجوزیؒ نے اپنی کتاب ''المدحش'' میں اللہ تعالیٰ کے قول ''وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰاہُ'' (اور حضرت موسیٰ نے جب اپنے نوجوان ساتھی سے کہا) کی تفسیر کے سلسلہ میں حضرت ابن عباسؓ ضحاک اور مقاتل رضی اللہ عنہم سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات کا مطالعہ خوب غور سے کر کے اس کے تمام احکامات سے مطلع ہو گئے تو بغیر کسی سے کلام کئے ہوئے اپنے دل میں کہنے لگے کہ روئے زمین پر اب مجھ سے زیادہ عالم کوئی نہ ہوگا۔اسی دن رات میں آپ نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اس قدر پانی برسایا کہ مشرق سے مغرب تک تمام زمین غرقاب ہو گئی۔پھر دیکھا کہ سمندر پر ایک قاۃ ہے جس پر ایک لٹورا بیٹھا ہوا ہے اور وہ اس برسات کے پانی کو چونچ میں بھر کر لاتا ہے اور سمندر میں ڈالتا ہے۔چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بیداری کے بعد گھبرا گئے۔اتنے میں حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا کہ آپ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ آپ تمام علوم کے جامع ہیں اور دنیا میں مجھ سے بڑا کوئی عالم نہیں مگر اللہ کا ایک بندہ ایسا ہے جس کے پاس آپ سے زیادہ علم ہے اور اس کے اور آپ کے علم میں وہی نسبت ہے جو سمندر کے پانی اور لٹورے کی چونچ کے پانی میں ہے۔

یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ وہ اللہ کا کون سا بندہ ہے؟ حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا کہ وہ حضرت خضر بن عامیل ہیں جو ولد الطیب یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔حضرت موسیٰؑ نے پوچھا کہ وہ مجھ کو کہاں ملیں گے؟ حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ ان کو اس سمندر کے پس پشت تلاش کیجئے۔پھر آپ نے پوچھا کہ مجھے ان کا پتہ کون بتائے گا؟ حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ آپ کے زادِ راہ میں سے کوئی چیز آپ کی راہنمائی کرے گی (مفسرین کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو حضرت خضرؑ سے ملاقات کا اس قدر اشتیاق ہوا کہ آپ نے کسی کو اپنی قوم میں سے اپنا نائب بھی نہیں بنایا اور ایسے ہی حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں چل دیئے) اس کے بعد حضرت جبرائیلؑ رخصت ہو گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے خادم حضرت یوشع علیہ السلام کے پاس تشریف لائے اور ان سے پوچھا کہ کیا آپ میرے ساتھ چل سکتے ہیں۔حضرت یوشعؑ نے جواب دیا کہ ہاں میں تیار ہوں تو حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اچھا ذرا پہلے زادِ راہ کا انتظام کرو۔چنانچہ حضرت یوشعؑ نے زادِ راہ کے لئے چند روٹیاں اور تلی ہوئی نمکین مچھلی ناشتہ دان میں رکھ لیں اور چل دیئے۔ راستہ میں کبھی پانی اور کبھی خشکی میں چلنا پڑا اس لئے دونوں صاحبان تھک گئے اور رفتہ رفتہ ایک پتھر پر جا پہنچے جو بحر آرمینیہ کے عقب میں پڑا ہوا تھا۔اس پتھر کو قلعۃ الحرس بھی کہتے ہیں۔یہاں پہنچنے کے بعد حضرت موسیٰؑ وضو کے لئے آگے بڑھے اور ایسی جگہ جا پہنچے جہاں ایک جنتی چشمہ تھا وہاں بیٹھ کر آپ نے وضو فرمایا۔جب وضو کر کے واپس ہوئے تو آپ کی ریش مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ چونکہ اس چشمہ کے پانی کی یہ خاصیت تھی کہ جس مردہ جانور کے بدن پر پڑ جائے اس کو زندہ کر دے۔چنانچہ اس چشمہ کا پانی جیسے ہی اس مچھلی پر پڑا جو ناشتہ دان میں رکھی تھی وہ زندہ ہو گئی اور ناشتہ دان سے نکل کر چل دی اور پانی میں جس طرف وہ گئی تھی اسی طرف خشکی کی ایک

سرنگ بنتی گئی۔ حضرت یوشعؑ نے یہ منظر دیکھا مگر آپ اس کا تذکرہ حضرت موسیٰؑ سے کرنا بھول گئے جب اس پتھر سے جہاں آپ ٹھہرے ہوئے تھے آگے بڑھے اور پھر حضرت موسیٰؑ کو کچھ تھکان محسوس ہونے لگی تو آپ نے اپنے رفیق سفر سے ناشتہ طلب کیا۔ اس وقت حضرت یوشعؑ کو مچھلی کا زندہ ہوکر پانی میں چلنے کا واقعہ یاد آیا تو آپ نے حضرت موسیٰؑ سے اس کا تذکرہ کیا جس کو سن کر حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ ہم کو اسی کی تلاش تھی۔ چنانچہ دونوں صاحبان الٹے پاؤں اسی جگہ لوٹ گئے۔

سمندر کا پانی اللہ تعالیٰ کے حکم سے منجمد ہوگیا اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت یوشع علیہما السلام کے قدموں کے موافق ایک سرنگ بن گئی اور دونوں نے اس سرنگ میں چلنا شروع کر دیا اور وہ زندہ مچھلی ان کے آگے آگے چلتی رہی یہاں تک کہ وہ خشکی پر پہنچ گئی اور خشکی میں بھی یہ مچھلی کے پیچھے ہی چل رہے تھے کہ آسمان سے ایک ندا آئی کہ جس راستہ پر تم چل رہے ہو یہ راستہ تختِ ابلیس کی جانب جاتا ہے اس لئے تم داہنی جانب کا راستہ اختیار کرو۔ چنانچہ یہ داہنی جانب مڑ گئے اور چلتے چلتے ایک بہت بڑے پتھر پر پہنچے جس پر ایک مصلی بچھا ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بولے کہ یہ تو بہت ہی پاکیزہ جگہ ہے ممکن ہے وہ مردِ صالح اسی جگہ رہتے ہوں۔

یہ باتیں حضرت موسیٰؑ، حضرت یوشعؑ سے کہہ ہی رہے تھے کہ اتنے میں حضرت خضر علیہ السلام بھی اسی جگہ آپہنچے اور جب آپ اس جگہ آکر کھڑے ہوئے تو وہ جگہ سرسبز شاداب ہوگئی (اسی وجہ سے آپ کو خضر کہتے ہیں) حضرت موسیٰؑ نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ السلام علیکم یا خضر! آپ نے جواب دیا وعلیکم السلام یا موسیٰ یا نبی اسرائیل! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ میرا نام آپ کو کس نے بتادیا؟ آپ نے جواب دیا کہ جس نے آپ کو مجھ تک پہنچنے کا راستہ بتادیا اسی نے مجھ کو آپ کا نام بتادیا۔ اس کے بعد وہ واقعات پیش آئے جو قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا تذکرہ اور حضرت خضرؑ کے نام ونسب اور نبوت کے بارے میں علماء کرام کا جو اختلاف ہے اس کو ہم باب الحاء میں لفظ الحوت (مچھلی) کے عنوان میں بیان کر چکے ہیں۔

قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اس پرندہ کو ''الصرد الصوام'' روزہ رکھنے والا لٹورا بھی کہتے ہیں۔

ایک موضوع روایت

معجم عبدالغنی بن قانع میں ابوغلیظ امیر بن خلف الجحی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ میں صرد (لٹورا) دیکھ کر فرمایا کہ یہ پہلا پرندہ ہے جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا۔ حافظ ابوموسیٰ نے اس کو انہی الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ لیکن یہ روایت اپنے راوی کے نام کی طرح غلیظ ہے اور بقول حاکم یہ روایت ان روایات میں سے ہے جن کو قاتلین امام حسینؓ نے گھڑا تھا۔ اس روایت کو عبداللہ بن معاویہ بن موسیٰ نے بھی ابوغلیظ سے نقل کیا ہے جو بالکل باطل ہے اور اس کے جملہ راوی مجہول ہیں۔

خانہ کعبہ کی تعمیر

بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ کی تعمیر کے لئے شام سے چلے تو آپ کے ساتھ سکینہ اور صرد تھے۔ صرد خانہ کعبہ کی جگہ اور سکینہ اس کی مقدار کی تعیین پر مامور تھا۔ جب آپ منزلِ مقصود پر پہنچے تو سکینہ خانہ کعبہ کی جگہ پر بیٹھ گئی اور آواز دی کہ ابراہیم جہاں تک میرا سایہ پڑ رہا ہے آپ وہاں تک تعمیر فرمائیں۔

مفسرین کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ جس خطہ زمین پر خانہ کعبہ واقع ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے باقی زمین سے دو ہزار سال قبل پیدا فرمایا۔ یہ خطہ پانی پر ایک جھاگ کی طرح تیر رہا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے نیچے زمین کو بچھا دیا۔

جب حضرت آدم علیہ السلام بحکم الٰہی زمین پر اترے تو آپ پر وحشت سوار ہوگئی آپ نے اللہ تعالیٰ سے شکایت کی۔ چنانچہ رب

کائنات نے آپ کا دل بہلانے کے لئے بیت المعمور کو زمین پر نازل فرمایا۔ یہ جنت میں یاقوت کا بنا ہوا تھا اور اس میں سبز زبرجد کے دو دروازے ایک جانب مشرق اور ایک جانب مغرب لگے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے فرمایا کہ میں نے تیرے لئے بیت المعمور کو اتار دیا ہے۔ اب تو اس کا اسی طرح طواف کیا کر جس طرح کہ آسمان پر میرے عرش کا کیا کرتا تھا اور اس کے پاس اسی طرح نماز بھی پڑھا کر جس طرح میرے عرش کے قریب پڑھا کرتا تھا۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا حکم سن کر ہندوستان سے مکہ کی طرف پیدل روانہ ہو گئے۔ آپ کو مکہ کا راستہ بتانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر فرمادیا۔ مکہ معظمہ پہنچ کر آپ نے مناسک حج ادا فرمائے اور جب حج سے فارغ ہوئے تو ملائکہ نے آپ سے ملاقات کی اور کہا اے آدمؑ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے ہم نے آپ سے دو ہزار سال قبل اس گھر کا طواف کیا ہے۔ بیت المعمور کے بعد اللہ تعالیٰ نے حجر اسود نازل فرمایا۔ اس وقت یہ دودھ کی طرح سفید اور چمکدار تھا۔ مگر زمانہ جاہلیت میں حیض والی عورتوں کے چھونے سے سیاہ ہو گیا۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ہندوستان سے مکہ جا کر چالیس مرتبہ حج فرمایا۔ بیت المعمور طوفانِ نوحؑ تک زمین پر رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو چوتھے آسمان پر اٹھالیا اور حجر اسود کو حضرت جبرائیلؑ کے ذریعہ جبل ابو قبیس میں رکھوا دیا تاکہ طوفان کی زد میں نہ آئے۔ حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ تک بیت الحرام کی جگہ خالی رہی۔ طوفان کے بعد جب آپ کا زمانہ آیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہو چکے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خانہ کعبہ کی تعمیر کا حکم فرمایا۔ آپ نے جناب باری میں عرض کیا کہ مجھے اس کی جگہ بتادی جائے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے سکینہ کو جگہ بتانے کیلئے روانہ فرمایا۔

سکینہ ایک تیز اور بے جان ہوائی جسد ہے جس کے سانپ کی طرح دو سر ہوتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ ایک تیز اور نہایت چمکدار گھومنے والی ہوا ہے۔ اس کا سر اور دم بلی کے سر اور دم کے مشابہ ہوتا ہے اور اس کا ایک بازو زبرجد کا اور اس کا دوسرا بازو مروارید کا ہوتا ہے اور اس کی آنکھوں میں چمک ہوتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ سکینہ ایک تیز ہوا ہے جس کے دو سر اور چہرہ انسان جیسا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ جس جگہ سکینہ ٹھہر جائے اسی جگہ خانہ کعبہ کی تعمیر کرنا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سکینہ کے پیچھے پیچھے چلے اور وہ خانہ کعبہ کی جگہ کنڈلی مار کر بیٹھ گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی کہ اتنی ہی جگہ پر تعمیر کیا جائے نہ اس میں کمی کی جائے اور نہ زیادتی۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو بھیجا انہوں نے آکر جگہ بتائی۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بدلی کو بھیجا اور وہ بدلی چلتی رہی۔ حضرت ابراہیمؑ اس کے سایہ میں چلتے رہے۔ چلتے چلتے وہ بدلی مکہ معظمہ کعبہ کی جگہ پر پہنچ گئی تو نداء آئی کہ جہاں تک اس کا سایہ ہے اس پر بلا کمی وبیشی تعمیر کرو۔

بعض روایتوں میں ہے کہ صرد (لٹورا) نے جگہ کی نشاندہی کی ہے جیسا کہ اس سے پہلے ذکر گزرا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر لا لا کر جمع کرتے تھے۔ بیت اللہ کے لئے پانچ پہاڑوں سے پتھر لائے گئے۔ ان پانچ پہاڑوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) طور سینا (۲) جبل زیتون (۳) جبل لبنان جو ملک شام میں واقع ہے (۴) جبل جودی اور (۵) جبل حرا جو مکہ میں واقع ہے اس سے بنیاد بنائی گئی تھی اور باقی پہاڑوں کے پتھروں سے دیواریں اٹھائی گئی تھیں۔

جب حجر اسود کی جگہ تک تعمیر پہنچی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیلؑ سے فرمایا کہ کوئی عمدہ سا پتھر لاؤ تاکہ لوگوں کے لئے نشانی رہے۔ چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ایک عمدہ سا پتھر تلاش کر کے لائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ اس سے

بھی اچھالا وَ تا کہ لوگوں کے لئے نشانی رہے۔ حضرت اسماعیلؑ دوسرا پتھر لینے جا ہی رہے تھے کہ جبل ابوقبیس سے ندا آئی کہ اے ابراہیمؑ! میرے پاس ایک امانت ہے وہ آپ لے لیں۔ چنانچہ آپ پہاڑ پر جا کر حجر اسود لے آئے اور اس کو اسی جگہ پر نصب کر دیا۔

یہ بھی ایک روایت ہے کہ سب سے پہلے خانہ کعبہ کی تعمیر حضرت آدم علیہ السلام نے فرمائی تھی اور حضرت ابراہیمؑ نے ان کی انہی بنیادوں پر تجدید فرمائی تھی جبکہ وہ طوفانِ نوح میں منہدم ہو گیا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شرعی حکم

ابن ماجہ اور ابوداؤد کی درج ذیل روایت کے بموجب جس کو مولانا عبدالحق نے صحیح قرار دیا ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کی مکھی، چیونٹی، ہد ہد اور صرد (لٹورا) کے کھانے سے منع فرمایا ہے"۔

قتل سے منع کرنا حرمت کی دلیل ہے۔ نیز اس وجہ سے بھی حرمت ہے کہ اہل عرب صرد کی آواز اور صورت سے بدشگونی لیتے تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صرد کا کھانا حلال ہے کیونکہ امام شافعیؒ نے محرم پر اس کے قتل کی صورت میں جزا واجب قرار دی ہے اور امام مالکؒ کا بھی یہی قول ہے۔ علامہ قاضی ابوبکر بن العربی نے فرمایا ہے کہ حدیث میں اس کے قتل کی جو نہی وارد ہے وہ بوجہ حرمت نہیں بلکہ اس کا منشاء یہ ہے کہ اہلِ عرب کے قلوب میں اس کی نحوست کا فاسد عقیدہ جما ہوا ہے اس کا قلع قمع ہو جائے۔

ایک انوکھا واقعہ

منصور بن الحسین آبی نے "نثر الدرر" میں نقل کیا ہے کہ ایک اعرابی لڑکے نے سفر کیا۔ سفر سے واپس پر اس کے والد نے اس سے دریافت کیا کہ تُو نے راستہ مین (یعنی دورانِ سفر) کیا کیا نئی چیزیں دیکھیں۔ لڑکے نے جواب دیا کہ ایک جگہ راستہ میں مجھے پیاس کا احساس ہوا تو میں ایک مشک کے پاس پانی لینے کی غرض سے آیا لیکن میرے آتے ہی صرد بولنے لگا۔ اتنا سُن کر والد نے کہا کہ کیا تُو نے اس کو چھوڑ دیا تھا ورنہ بصورتِ دیگر میں تیرا باپ نہیں ہوں۔ لڑکے نے جواب دیا کہ جی ہاں میں نے چھوڑ دیا تھا۔ باپ نے پوچھا پھر کیا ہوا؟ لڑکے نے جواب دیا۔ پھر میری پیاس بڑھی تو میں دوسری مرتبہ پانی پینے کے لئے مشک کے پاس آیا تو صرد (لٹورا) چیخنے لگا پس باپ نے کہا کیا تو نے اسے چھوڑ دیا اگر تو نے ایسا نہیں کیا تو تو میرا بیٹا نہیں ہے بیٹے نے کہا کہ میں نے اسے چھوڑ دیا تھا لیکن اس کے بعد میری پیاس کی شدت بڑھ گئی اور میں نے تیسری بار مشک سے پانی لینے کا ارادہ کیا تو پھر صرد بول پڑا۔ یہ سن کر والد نے پوچھا کیا تو نے اس کو اپنی تلوار سے پھاڑ دیا تھا؟ ورنہ میں تیرا باپ نہیں ہوں۔ لڑکے نے جواب دیا جی ہاں میں نے ایسا ہی کیا تھا۔ والد نے کہا اس کے اندر تو نے سانپ دیکھا؟ لڑکے نے کہا جی ہاں! والد نے سن کر کہا اللہ اکبر۔

اسی طرح کا ایک واقعہ ایک دوسرے شخص کا بھی ہے۔ جس کے لڑکے نے سفر کیا تھا۔ سفر سے واپسی پر والد نے لڑکے سے پوچھا سفر میں کیا کیا احوال پیش آئے؟ بیان کرو۔ لڑکے نے کہا کہ میں نے ایک ٹیلہ پر ایک صرد بیٹھا ہوا دیکھا۔ باپ نے کہا کہ کیا تُو نے اس کو وہاں سے اڑایا ورنہ تو میرا بیٹا نہیں ہے۔ لڑکے نے جواب دیا کہ جی ہاں میں نے اس کو وہاں سے اڑا دیا۔ باپ نے پوچھا۔ پھر کیا ہوا؟

لڑکے نے کہا وہ صرد ایک درخت پر جا کر بیٹھ گیا۔ باپ نے کہا کیا تُو نے اس کو وہاں سے اڑایا ورنہ میں تیرا باپ نہیں ہوں۔ لڑکے نے جواب دیا کہ جی ہاں میں نے اس کو وہاں سے اڑا دیا۔ باپ نے کہا پھر کیا ہوا؟ لڑکے نے جواب دیا کہ وہ درخت سے اڑ کر ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ باپ نے کہا کہ تُو نے وہ پتھر پلٹ کر دیکھا ورنہ تو میرا بیٹا نہیں ہے۔ لڑکے نے جواب دیا کہ ہاں میں نے ایسا ہی کیا تھا۔ باپ

نے کہا اچھا جو کچھ تُو نے اس پتھر کے نیچے سے پایا اس میں میرا حصہ مجھے دے دو۔ چنانچہ لڑکے نے اس پتھر کے نیچے سے حاصل شدہ خزانے میں سے اپنے باپ کو بھی اس کا ایک حصہ دے دیا۔

تعبیر

صرد کے خواب میں نظر آنے کی تعبیر ریا کار شخص سے دی جاتی ہے جو دن میں لوگوں کے سامنے تقویٰ کا اظہار کرتا ہے اور رات کو غلط کاریاں کرتا ہے یا اس کی تعبیر ڈاکو ہے جو بہت سا مال جمع کر کے اور کسی سے اختلاط نہ کرے۔

الصرصر

(جھینگر) الصرصر: اس کو الصرصار بھی کہتے ہیں۔ یہ جانور ٹڈی کے مشابہ ہوتا ہے۔ اکثر و بیشتر رات کو باریک آواز سے بولتا ہے اسی وجہ سے اس کو صرار اللیل بھی کہتے ہیں۔ اس کے مکان کا پتہ تب چلتا ہے جبکہ اس کی آواز کا منبع تلاش کیا جائے۔ یہ مختلف رنگ کا ہوتا ہے۔

شرعی حکم

اس کا کھانا حرام ہے۔

طبی خواص

ابن سینا نے لکھا ہے کہ قردمانہ کے ہمراہ اس کا استعمال بواسیر کے لئے مفید ہے اور زہریلے جانوروں کے زہر کے لئے بھی نافع ہے۔ اگر اس کو جلا کر پیسنے کے بعد اثمد (سرمہ اصفہانی) میں ملا کر آنکھوں میں لگایا جائے تو بینائی میں اضافہ ہوتا ہے۔ آشوب چشم کے لئے گائے کے پتہ کے ساتھ ملا کر بطور سرمہ استعمال کرنا مفید ہے۔

الصَّرْ صَرَانُ

(ایک مشہور چکنی مچھلی)

الصَّعْبُ

(ایک چھوٹا سا پرندہ) اس کی جمع صعاب آتی ہے۔

الصَّعْوَة

(چھوٹے چڑے) الصعوۃ: ممولا کو کہتے ہیں اس کے سر کا رنگ سُرخ ہوتا ہے۔

امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الزہد میں مالک بن دینار کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جس طرح پرندوں میں مختلف اجناس ہوتی ہیں اسی طرح انسانوں میں مختلف اشکال ہیں جیسے انسان اپنے ہم شکل کی طرف راغب ہوتا ہے ایسے ہی پرندے بھی اپنے ہم جنس سے انسیت رکھتے ہیں۔ مثلاً کوا کوے سے ممولا ممولے سے اور بطٗ بط سے انسیت رکھتی ہے۔

قاضی احمد بن محمد الارجانی جو شیخ عماد الدین الکاتب کے استاد مشہور ہیں۔ ان کی وفات ۵۴۴ھ میں ہوئی۔ ان کا یہ شعر ہے۔

لَوْ كُنْتُ اَجْهَلُ مَا عَلِمْتُ لَسَرَّنِيْ جَهْلِيْ كَمَا قَدْ سَائَنِيْ مَا اَعْلَمُ

ترجمہ:- اگر میں اپنا جانا ہوا بھول جاتا تو مجھے اس سے مسرت ہوتی اسی طرح جیسے جو کچھ میں نے جان لیا اس سے مجھے تکلیف ہوئی۔

كَالصَّعْوِ يَرْتَعُ فِي الرياض وانما حُبِسَ الْهَزَارِ لِاَنَّهُ يَتكَلَّمُ

ترجمہ:- اس کی وجہ یہ ہے کہ صعوۃ باغوں میں چرتا پھرتا ہے اور بلبل جو بولنے والی ہے قید کر لی جاتی ہے۔

موصوف کا مندرجہ ذیل شعر بھی نہایت عمدہ ہے :-

اَحَبُّ الْمَرْءِ ظَاهِرَهٗ جَمِيْلٌ لِصَاحِبِهٖ وَبَاطِنَهٗ سَلِيْمٌ

ترجمہ:- میرے نزدیک سب سے پسندیدہ شخص وہ ہے جس کا ظاہر اپنے رفیق کے لئے جمیل ہو اور باطن سلیم یعنی بے عیب ہو۔

مَوَدَّتَهٗ تَدُوْمُ لِكُلِّ وَ هَوْلٍ وَهَلْ كُلِّ مَوَدَّتُهٗ تَدُومُ

ترجمہ:- ہر حالت خوف و ہراس میں اس کی دوستی ہمیشہ رہے اور کیا کوئی ایسا بھی ہے جس کی دوستی ہمیشہ رہتی ہو۔

اس دوسرے شعر میں خوبی یہ ہے کہ اگر اس کو معکوس یعنی اول کو آخر اور آخر کو اول کر کے پڑھا جائے تو بھی بغیر کسی لفظی و معنوی قباحت کے اس کا مفہوم برقرار رہتا ہے۔

موصوف کے یہ اشعار بھی لائق ملاحظہ ہیں۔

شَاوِرْ سِوَاكَ اِذَا نَابَتَكَ نَابَةٌ يَوْماً وَاِنْ كُنْتَ مِنْ اَهْلِ الْمَشْوَرَاتِ

ترجمہ:- جب کسی روز تجھے کوئی مصیبت لاحق ہو تو اپنے علاوہ کسی اور سے مشورہ کر لے خواہ تیرا اشمار اہل رائے میں ہی کیوں نہ ہو۔

فَالْعَيْنُ تَلقى كِفَاحًا مَنْ دَنَاوَنَائٌ وَلاتَرىٰ نَفْسَهَا اِلاَّ بِمِرْاٰةٍ

ترجمہ:- کیونکہ آنکھ ہر قریب و بعید سے ملاقات کر لیتی ہے مگر خود اپنی ذات کو آئینے کے بغیر نہیں دیکھ سکتی۔

يَابَىٰ الْعَذَارُ الْمُسْتَدِيْرُ بِخَدهٖ وَكَمَالُ بَهْجَةِ وَجْهِهٖ الْمَنْعُوْتِ

ترجمہ:- اس کے رخسار پر گھومے ہوئے بال اور اس کے قابل تعریف چہرے کی بے پناہ چمک نے روک دیا۔

فكَانَّمَا هُوَ صَوْلَجَانُ زمُرُّدٍ مُتلَقِّفٍ كُرَةٌ مِنَ الْيَاقُوْتِ

ترجمہ:- گویا کہ زمرد کی لاٹھی ہے جو یاقوت کی زمین پر پڑی ہوئی ہے۔

اور منقول ہے کہ ایک مرتبہ یہ دونوں شاہی جلوس میں جمع ہوئے تو اس وقت غبار اس قدر بڑھا کہ پوری فضا اس سے آلودہ ہو گئی تو عماد کاتب نے یہ اشعار پڑھے۔

اَمَّا الْغُبَارُ فَاِنَّهٗ مِمَّا اَثَارَتْهُ السَّنَابِكَ

ترجمہ:- یہ غبار تو وہ جس کو شاہی جلوس کے گھوڑوں کے کھروں نے اڑایا ہے۔

وَالْجَوُّمِنْهُ مُظْلِمٌ لكِنْ اَنَارَ بِهٖ السَّنَابِكَ

ترجمہ:- حالانکہ فضاء اس گرد و غبار سے تاریک ہے لیکن کھر اس گرد و غبار کی وجہ سے بہت خوبصورت ہو گئے ہیں۔

يَادَهْرلِيْ عبدُ الرحِيْم فَلَسْتُ اَخْشى مَسَّ نابكَ

ترجمہ:- اے زمانے میرا مرجع عبدالرحیم ہے لہٰذا مجھے تیرے مصائب کا کوئی خوف نہیں۔

شعر میں یہ تجنیس نہایت ہی عمدہ ہے۔عماد کا انتقال ۱۵/ رمضان المبارک ۵۹۷ھ کو دمشق میں ہوا اور تدفین مقابر صوفیہ میں عمل میں آئی اور قاضی فاضل کی وفات ۷/ ربیع الثانی کو قاہرہ میں ہوئی اور شیخ المقطم میں مدفون ہوئے۔

صعوۃ کا شرعی حکم اس کے طبی فوائد اور خواب کی تعبیر وغیرہ تمام چڑیوں سے ملحق ہے۔

ضرب الامثال

اہل عرب کہتے ہیں "اَضْعَفُ مِنْ صَعْوَۃٍ " (ممولے سے زیادہ کمزور) نیز یہ بھی مثل اہل عرب بولتے ہیں۔فَلَانٌ اَضْعَفُ مِنْ وَصْعَۃٍ یعنی فلاں ممولے سے زیادہ کمزور ہے۔

اَلصُّفَارِیَّۃُ

(زرد پروں والا پرندہ) الصفاریہ: صاد پر ضمہ اور فاء تشدید کے ساتھ اس کو التبشیر بھی کہتے ہیں۔

اَلصَّفَرُ

کہا جاتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ انسان کے پیٹ میں پسلیوں کے کنارے پر ایک سانپ ہوتا ہے۔ جب یہ سانپ حرکت کرتا ہے تو انسان بھوک محسوس کرنے لگتا ہے اور یہ کہ یہ مرض متعدی ہوتا ہے چنانچہ اسلام نے دیگر عقائد باطلہ کے طرح اس فاسد گمان کو بھی باطل کر دیا۔ چنانچہ امام مسلمؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو جابر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے:-

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام میں تعدی امراض بدشگونی صفر ہامہ اور غول وغیرہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے"۔

تشریح

حدیث میں مذکور لفظ عدویٰ کا مطلب چھوت ہے یعنی چھوت سے ایک بیماری دوسرے کو لگ جاتی ہے جیسا کہ خارش وغیرہ کے بارے میں عوام الناس کا عقیدہ ہے کہ یہ لپٹنے والی بیماریاں ہیں مگر از روئے شریعت یہ عقیدہ باطل ہے۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں مذکور ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپؐ تو فرماتے ہیں کہ عدویٰ یعنی چھوت کوئی چیز نہیں ہے۔ مگر جب ایک تندرست اُونٹ کے پاس کوئی خارشی اُونٹ آ کر کھڑا ہو جاتا ہے تو وہ تندرست اُونٹ بھی مبتلائے خارش ہو جاتا ہے۔ اس کے جواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو بتا کہ سب سے پہلے جو اُونٹ اس مرض میں مبتلا ہوا تھا اس کو یہ مرض کس سے لگا تھا؟ چنانچہ اعرابی سے یہ سوال فرما کر آپؐ نے اس وہم کی تردید فرما دی اور اُس کو بتلا دیا کہ بیماریاں حکم خداوندی کے تابع ہیں وہی بیماری دیتا ہے اور وہی شفاء دیتا ہے اور ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی۔

یہ مضمون لفظ اسد کے بیان میں بھی گزر چکا ہے۔

صفر

حدیث شریف میں جو صفر کا لفظ مذکور ہے اس کی تاویل میں ائمہ حدیث کا اختلاف ہے۔ چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالک علیہما الرحمہ کا خیال یہ ہے کہ اس سے مراد نسی ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے اور جو زمانہ جاہلیت میں عربوں میں رائج تھا کہ وہ اشہر حرم میں اپنی مرضی کے مطابق تبدیل کر لیا کرتے تھے۔ اور یہ تبدیلی عموماً ماہ صفر میں ہوتی تھی۔ لیکن امام نوویؒ کے نزدیک اس سے مراد وہی

سانپ کا عقیدہ ہے جو اوپر مذکور ہوا اور اکثر علماء کے خیال کے مطابق یہی راجح ہے۔

علامہ دمیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے صفر سے مراد دونوں عقیدے ہوں جو بالکل باطل اور بے اصل ہیں۔ واللہ اعلم۔

طیرہ

اس کی تشریح و تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ باب الطاء میں آئے گی۔

اَلصِّفْرِد

الصفرد: صاد کے کسرہ اور فاء کے سکون کے ساتھ عربد کے وزن پر' یہ ایک بزدل پرندہ ہے جس کی بزدلی ضرب المثل ہے جیسا کہ شاعر کہتا ہے۔

تَرَاہُ کَاللَّیثِ لَدیٰ اَمْنِہٖ وَفِي الْوَغیٰ اَجْبَنَ مِنْ صِفْرِدِ

ترجمہ:۔تم اسے حالت امن میں شیر کی طرح دیکھو گے مگر جنگ کی حالت میں صفرد سے بھی زیادہ بزدل نظر آئے گا۔ جوہری کی رائے یہ ہے کہ صفرد سے مراد وہ پرندہ ہے جس کو عوام الناس ابوالملیح کہتے ہیں۔ اپنے حکم وغیرہ کے اعتبار سے یہ عام عصافیر میں شامل ہے۔

اَلصَّقْرُ

(شکرہ) الصقر: بقول جوہری یہ ایک شکاری پرندہ ہے جس کو لوگ بغرض شکار پالتے ہیں مگر ابن سیدہ کا بیان ہے کہ ہر شکاری پرندہ کو صقر کہتے ہیں۔ لہٰذا بزاۃ اور شواہین بھی اس میں شامل ہو گئے ہیں۔ اس کی جمع اصقر' صقور' صقورہ' صقار اور صقارۃ آتی ہے۔ مونث کے لئے صقرہ بولتے ہیں۔ اس کو قطامی بھی کہتے ہیں۔ اس کی کنیت ابوشجاع' ابوالاصبح' ابوالحمراء' ابوعمرو' ابوعمران' ابوعوان آتی ہے۔

امام نوویؒ ابوزید انصاری مروزی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ بزاۃ' شواہین وغیرہ جن جانوروں سے شکار کیا جاتا ہے ان کو صقور کہتے ہیں۔ اور واحد کے لئے صقر اور مونث کے لئے صقرہ استعمال ہوتا ہے۔ اس لفظ کو صقر کے بجائے زقر یعنی صاد کو زاء سے بدل کر اور سقر یعنی صاد کو سین سے بدل کر بھی بولتے ہیں۔ صیدلانی نے شرح مختصر میں لکھا ہے کہ ہر وہ لفظ جس میں صاد اور قاف ہوں اس میں مذکورہ بالا تینوں لغت صحیح ہیں جیسا کہ بصاق (تھوک) کو بزاق اور بساق بھی لکھ سکتے ہیں۔ ابن سکیت نے بسق کا انکار کیا ہے۔ کیونکہ بسق بمعنی طال (لمبا ہونا) آتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے والنخل باسقات (اور بلند کھجور کے درخت)۔

حدیث میں صقر کا تذکرہ:۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے مزاج میں بے پناہ غیرت تھی۔ چنانچہ آپ کی عادت تھی کہ جب کبھی باہر تشریف لے جاتے تو باہر سے گھر کا دروازہ بند کر جاتے تاکہ کوئی اجنبی آدمی گھر میں نہ داخل ہو سکے۔ ایک دن آپ کہیں باہر تشریف لے گئے اور حسب معمول گھر کو باہر سے مقفل کر گئے۔ اتفاقاً آپ کی اہلیہ محترمہ مردانخانے کی طرف جھانکنے لگیں تو دیکھا کہ ایک اجنبی شخص گھر کے صحن میں کھڑا ہے اس کو دیکھ کر آپ بولیں کہ یہ غیر مرد کون کھڑا ہے؟ اور گھر کے اندر کیسے داخل ہوا جبکہ دروازہ مقفل ہے بخدا ہم کو ڈر ہے کہ کہیں ہماری رسوائی نہ ہو جائے۔ اتنے میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی واپس تشریف لے آئے اور اس اجنبی شخص سے پوچھنے لگے کہ تُو کون ہے گھر میں کیسے داخل ہوا حالانکہ مکان کا تالہ بند تھا۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میں وہ شخص ہوں جو نہ بادشاہوں سے

مرعوب ہوتا ہوں اور نہ دربان اس کو روک سکتے ہیں۔ یہ جواب سن کر حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر تُو تو ملک الموت ہے۔ میں بخوشی اپنے رب کے حکم کو قبول کرتا ہوں۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنی جگہ پر لیٹ گئے اور فرشتہ نے آپ کی روح قبض کر لی۔ جب آپ کو غسل دے کر اور کفنا کر آپ کا جنازہ رکھا گیا تو آپ کے جنازہ پر دھوپ آ گئی۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کو حکم دیا کہ داؤد علیہ السلام پر سایہ کر لیں۔ چنانچہ پرندوں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سایہ کئے رہے یہاں تک کہ زمین پر چھاؤں آ گئی۔

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کو حکم دیا کہ ایک ایک کر کے باز و سکیڑ لیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں کھول کر اور پھر بند کر کے بتلایا کہ پرندوں نے کس طرح پَر کھولے اور بند کئے۔ اس روز حضرت داؤد علیہ السلام پر سایہ کرنے میں صقر کا غلبہ تھا۔

مذکورہ بالا حدیث کو تنہا امام احمدؒ نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند جید ہے اور اس کے راوی قابلِ اعتماد ہیں اور اس روایت کی تائید وہبؒ بن منبہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ لوگ حضرت داؤد علیہ السلام کے جنازہ کے ساتھ نکلے اور دھوپ میں بیٹھ گئے۔ اس روز حضرت داؤد علیہ السلام کے جنازہ میں دیگر لوگوں کے علاوہ چار ہزار تاج پوش راہب بھی شریک ہوئے تھے۔ جب شدتِ گرمی سے لوگ پریشان ہو گئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آ کر عرض کیا کہ ہمارے لئے گرمی کی مصیبت سے گلو خلاصی کی تجویز فرمائیں۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کو آواز دے کر حکم فرمایا کہ لوگوں پر سایہ کر لیں۔ چنانچہ تمام پرندوں نے مل کر ہر جانب سے لوگوں پر سایہ کر لیا حتیٰ کہ ہوا تک آنی بند ہو گئی اور لوگ حبس کی وجہ مرنے کے قریب ہو گئے تو دوبارہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو پکار کر حبس کی شکایت کی۔ حضرت سلیمانؑ نے پرندوں کو آواز دی اور فرمایا کہ سورج کی جانب سے لوگوں پر سایہ کر لیں اور ہوا کی جانب سے ہٹ جائیں۔ چنانچہ پرندوں نے ایسا ہی کیا اور لوگ سایہ میں بھی ہو گئے اور ہوا بھی ان تک آنے لگی۔ حضرت سلیمانؑ کا یہ پہلا معجزہ تھا جس کا لوگوں نے مشاہدہ کیا۔

فائدہ:- ضحاک اور کلبی کا بیان ہے کہ جالوت کو قتل کرنے کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے ستر سال حکومت فرمائی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے علاوہ بنی اسرائیل کسی ایک بادشہ کی ماتحتی میں جمع نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو نبوت اور بادشاہت سے بیک وقت سرفراز فرمایا۔ آپ سے قبل کسی کو یہ مرتبہ حاصل نہیں تھا بلکہ ایک خاندان میں نبوت اور دوسرے میں سلطنت ہوتی تھی۔ اللہ جل شانہ کے اس قول وَاٰتَاهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ (اور دی ہم نے اس کو حکومت اور حکمت) کا یہ مطلب ہے۔ حکمت سے یہاں علم با عمل مراد ہے اور علم و عمل ہی سے حکمت حاصل ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو سلطنت بدرجہ اتم عطا فرمائی تھی۔ آپ کی محراب کی ہر رات تین ہزار افراد حفاظت کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے قول ''وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ'' (اور ہم نے مضبوط کر دیا اس کی سلطنت کو) کا یہی مطلب ہے۔

مقاتل کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت حضرت داؤد علیہ السلام سے وسیع تھی اور آپ مقدمات فیصل کرنے میں اپنے والد ماجد سے زیادہ ماہر تھے۔ اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے۔ لیکن حضرت داؤد علیہ السلام عبادتِ الٰہی میں آپ سے فائق تھے۔ حضرت سلیمانؑ جب اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد تخت نشین ہوئے تو آپ کی عمر کل تیرہ سال تھی اور ۵۲ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر ۱۰۰ سال ہوئی۔

شکاری پرندوں کی قسمیں

شکاری پرندوں میں چار پرند صقر' شاہین' عقاب اور بازی داخل ہیں۔ علاوہ ازیں سباع' ضواری اور کواسر کے طور پر بھی تقسیم ہوتی ہے۔ صقر کی تین قسمیں ہیں۔ صقر' کونج اور یویو۔ اہل عرب نسر (گدھ) اور عقاب کے علاوہ ہر شکار کرنے والے پرندے کو صقر کہتے ہیں۔ اہل عرب صقر کو اکدر اجدل اور اخیل بھی کہتے ہیں۔ جوارح (شکاری پرندے) میں صقر کا مرتبہ ایسا ہے جیسا چوپاؤں میں خچر کا۔ کیونکہ وہ سختی برداشت کرنے میں زیادہ صابر اور بھوک و پیاس کی شدت کا زیادہ متحمل ہوتا ہے۔ یہ بمقابلہ دیگر جوارح انسان سے زیادہ مالوف و مانوس اور بڑی بط وغیرہ دیگر جانوروں پر حملہ کرنے میں زیادہ چست ہوتا ہے۔ دیگر جانوروں کی بہ نسبت صقر کا مزاج سرد ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ہرنوں اور خرگوشوں پر جھپٹا مارنے میں مشاق ہوتا ہے۔ چھوٹے پرندوں میں صقر حملہ نہیں کرتا کیونکہ وہ اس کی گرفت سے نکل جاتے ہیں۔ صقر بازی کے مقابلہ میں سُست ہوتا ہے۔ البتہ انسانوں سے بہت جلد مانوس ہو جاتا ہے۔ اس کی غذا چوپاؤں کا گوشت ہے۔ اور یہ تھوڑی غذا پر بھی قناعت کر لیتا ہے۔ برودت مزاج کے باعث صقر مدت تک پانی نہیں پیتا۔ اسی وجہ سے اس کے مُنہ کی بدبو ضرب المثل ہے۔ اس کی فطرت یہ ہے کہ یہ درختوں اور پہاڑوں پر رہنا پسند نہیں کرتا بلکہ غاروں' گڑھوں اور پہاڑ کے کھوکھلے حصوں کو بطور مسکن استعمال کرتا ہے۔ درندوں کی طرح صقر کے بھی دو چنگل ہوتے ہیں جن سے یہ شکار کو دبوچ لیتا ہے۔

صقر سے شکار کرنے والا سب سے پہلا شخص

صقر سے شکار کی ابتداء کرنے والا شخص حرث بن معاویہ بن ثور ہے۔ اس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ حرث ایک شکاری کے پاس تھا جو جال سے چڑیوں کا شکار کر رہا تھا۔ اسی اثناء میں جال میں پھنسی ہوئی چڑیوں پر ایک صقر حملہ آور ہوا اور چڑیوں کو اپنا شکار بنانا شروع کر دیا۔ حرث یہ منظر دیکھ کر متعجب ہوا اور اس طرح اس دن سے اہل عرب اس کو شکار کے لئے پالنے لگے۔

صقر کی قسم ثانی

اس کی دوسری قسم کونج ہے۔ دیگر صقور اور کونج میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ زرق اور بازی میں فرق ہے۔ علاوہ ازیں یہ اس سے (صقر سے) گرم ہوتا ہے۔ اس کے بازو بھی صقر سے خفیف ہوتے ہیں اور بُو بھی اس میں کم ہوتی ہے۔ یہ صرف آبی جانوروں کا شکار کرتا ہے اور ہرن کے ایک چھوٹے سے بچے کو بھی نہیں پکڑ سکتا ہے۔

صقر کی قسم ثالث

اس کی تیسری قسم یویو ہے۔ اس کے بازوؤں کی خفت اور سرعت کے باعث شامی اور مصری لوگ اس کو الجلم کہتے ہیں کیونکہ جلم کے معنی تیز دھار والی چھری یا قینچی کے آتے ہیں۔ یہ چھوٹی سی دُم والا چھوٹا سا پرندہ ہوتا ہے۔ باشق کے مقابلہ میں یہ زیادہ صابر اور ثقیل الحرکت ہوتا ہے۔ باشق کی طرح یہ بھی بہت سخت پیاس کی حالت میں پانی پیتا ہے ورنہ عموماً مدتوں تک نہیں پیتا۔ اس کا مُنہ باشق سے زیادہ بدبودار ہوتا ہے اور یہ باشق سے زیادہ بہادر بھی ہوتا ہے۔

یؤیؤ سے شکار کرنے والا سب سے پہلا شخص

یؤیؤ سے شکار کرنے والا سب سے پہلا شخص بہرام گور ہے۔ ایک مرتبہ بہرام گور نے یؤیؤ کو تمرہ (چنڈول) کا شکار کرتے دیکھا۔ شکار کرنے میں جدوجہد اور طریقہ کار بہرام گور کو پسند آیا۔ چنانچہ اس نے اس کو پال کر تربیت یافتہ شکاری بنا لیا۔ ناشی شاعر نے اس کی

تعریف کرتے ہوئے یہ شعر کہا ہے۔

وَيُوْ يُوْ مُهَذبٌ رشِيْقٌ كَانَ عينيهِ لدى التحقيقِ فصَّان مخروطان مِنْ عقيق

ترجمہ:- اور یو یو صذب اور تیز نگاہ والا ہوتا ہے۔ بوقت تحقیق اس کی آنکھیں ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسا کہ مخروطی شکل کے عقیق کے دو نگینے۔

ابونواس شاعر نے اس کی تعریف میں درج ذیل اشعار کہے ہیں۔

قَدْ اِغْتَدیٰ وَالصَّبحُ فِیْ دِجَاهُ كَطُرَّةِ الْبَدْرِ لدیٰ مُشناه

ترجمہ:- وہ سویرے آیا اس حال میں کہ صبح اس کی تاریکی میں پوشیدہ تھی جیسے چاند کا کنارہ اس کے پیٹ میں۔

بِیُوْیُو يُعْجب مَنْ راه ما فی الیائی یُوْیُوْ سوَاهُ

ترجمہ:- جو شخص یو یو کو دیکھتا ہے خوشی محسوس کرتا ہے۔ یو یوؤں میں اس کے سوا کوئی یو یو نہیں ہے۔

فَداه بالام وقد فداه هو الذی خولناهُ الله تبارک اللهُ الذی هُداه

ترجمہ:- اس پر والدہ فدا ہوا اور وہ فدا ہو چکی یہی ہے وہ جو اللہ نے ہم کو بخشا ہے پاک ہے وہ ذاتِ خداوندی جس نے یہ ہدیہ عطا کیا۔

فائدہ ادبیہ:- علامہ طرطوشی نے ''سراج الملوک'' میں فضل بن مروان کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ فضل بن مروان کا بیان ہے کہ میں نے روم کے سفیر سے شاہ روم کے اخلاق و عادات کے متعلق سوال کیا تو اس نے جواباً یہ کہا کہ شاہ روم نے اپنی بھلائی کو صرف کر دیا ہے اور اپنی تلوار کو سونت لیا ہے۔ لوگوں کے قلوب محبت اور خوف سے اس پر مجتمع ہو گئے۔ بخششیں آسان ہو گئی ہیں اور سزا سخت ہے۔ خوف اور امید دونوں اس کے ہاتھوں میں بندھے ہوئے ہیں۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ اس کا طریقۂ حکومت کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ ''مظلوموں کے حقوق واپس کرتا ہے اور ظالم کو ظلم سے روکتا ہے اور ہر مستحق کو اس کا حق دیتا ہے۔ پس رعایا دو طرح کی ہے ایک رشک کرنے والی ایک خوش رہنے والی''۔

میں نے سوال کیا کہ لوگوں میں اس کا رُعب کیسا ہے؟ تو اس نے کہا کہ ''لوگ جب دلوں میں شاہ روم کا تصور کرتے ہیں تو محض تصور ہی سے ان کی نگاہیں جھک جاتی ہیں۔

فضل کہتے ہیں کہ اس گفتگو کے وقت شاہِ حبشہ کا سفیر بھی میرے پاس موجود تھا۔ جب اس نے سفیر روم کی جانب میری توجہ اور انہماک کو دیکھا تو ترجمان سے معلوم کیا کہ رومی سفیر کیا کہہ رہا ہے؟ ترجمان نے اس سے بتایا کہ وہ اپنے بادشاہ کی تعریف کر رہا ہے اور اس کے وصف بیان کر رہا ہے یہ سن کر حبشی نے اپنے ترجمان سے گفتگو کی۔ ترجمان نے اس کی ترجمانی کرتے ہوئے مجھ سے کہا کہ ان کا بادشاہ بوقت قدرت باوقار ہے اور حالت غصہ میں سنجیدہ غلبہ کے وقت صاحب رفعت اور جرم کے وقت سزا دینے والا ہے رعایا نے ان کی نعمتوں کا لباس زیب تن کر رکھا ہے اور اس کی سزا سے سختی نے ان کو کھول کر رکھ دیا ہے۔ پس وہ لوگ خیالوں میں بادشاہ کو اس طرح دیکھتے ہیں جیسے ہلال کو دیکھا جاتا ہے اس کی سزا کا خوف لوگوں پر موت کے خوف کی طرح سوار رہتا ہے۔ اس کا عدل ان پر پھیلا ہوا ہے اور اس کے غصہ نے ان کو خوف زدہ کر رکھا ہے۔ کوئی دل لگی اس کو بے وقعت نہیں کرتی اور کوئی غفلت اس کو مبتلائے فریب نہیں کرتی جب وہ دیتا ہے تو وسعت کے ساتھ اور اگر سزا دیتا ہے تو دردناک دیتا ہے۔ پس لوگ امید و بیم میں رہتے ہیں نہ کسی امیدوار کو مایوسی ہوتی ہے اور نہ کسی

خائف کی موت بعید ہے۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ لوگوں میں شاہ حبشہ کا رُعب کیسا ہے؟ اس نے جواب دیا:
"آنکھ اس کی طرف پلک نہیں مار سکتی اور اس سے کوئی آنکھ نہیں ملا سکتا اس کی رعایا اس طرح خوف زدہ ہے جس طرح صقر کے حملہ سے پرندے خائف رہتے ہیں۔
فضل کہتے ہیں کہ میں نے دونوں سفراء کی گفتگو مامون کے سامنے نقل کی تو مامون نے مجھ سے دریافت کیا کہ دونوں کی باتوں کی تیرے نزدیک کتنی قیمت ہے۔ میں نے جواب دیا دو ہزار درہم۔ مامون نے کہ میرے نزدیک ان دونوں باتوں کی قیمت خلافت سے بھی زیادہ ہے۔ کیا تمہارے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی یہ حدیث نہیں ہے کہ ہر شخص کی قیمت وہ ہے جو اس نے احسان کیا ہے؟ کیا تمہاری نظر میں کوئی ایسا خطیب ہے جو خلفاء راشدین میں سے کسی کی اتنے بلیغ اور موثر انداز میں تعریف کر سکے۔ میں نے جواب دیا کہ نہیں۔ مامون نے پھر کہا کہ میں ان کے لئے بیس ہزار دینار نقد کا حکم کیا ہے اور آئندہ بھی یہ رقم سالانہ میری جانب سے دی جاتی رہے گی اور اگر اسلام اور مسلمانوں کے حقوق کا خیال نہ ہوتا تو میں بیت المال کا پورا خزانہ ان کو عطا کر دیتا اور یہ بھی میری نظر میں کم ہوتا۔
فضل بن مروان نے بغداد میں معتصم کے لئے بیعت لی تھی جبکہ معتصم روم میں تھا۔ معتصم نے اس کو اپنا دستِ راست بنایا تھا اور وزارت سونپ دی تھی۔ فضل امورِ سلطنت میں اس قدر حاوی ہو گیا تھا کہ معتصم کی خلافت بس برائے نام رہ گئی تھی۔ ورنہ حقیقت میں امورِ خلافت کا مالک فضل ابن مردان ہی بن گیا تھا۔
ایک دن کا واقعہ ہے کہ جب فضل عوام الناس کے امور کی انجام دہی کے لئے بیٹھا تو عوام کی درخواستیں اس کے سامنے پیش کی گئیں تو ان میں ایک پرچہ پر یہ اشعار لکھے ہوئے تھے۔

تفرعنت یافضل بن مروان فاعتبر　　فقبلک کانَ الفضلُ وَالفضلُ وَالفضلُ

ترجمہ:- اے فضل بن مروان تو بڑا سرکش ہے ذرا سنبھل اس لئے کہ تجھ سے پہلے بھی فضل اور فضل اور فضل تھے۔

ثَلاثَۃُ اَمْلاکٍ مَضَوا لسبیلھم　　اَبَارَتْھُمْ الْاَقْیادُو الْحَبْسُ وَالْقَتْلُ

ترجمہ:- یہ تینوں بادشاہ اپنے راستے پر چل دیئے ان کو قید و بند اور قتل و غارت گری نے تباہ کر دیا۔

وَاِنَّکَ قَدْ اَصْبَحْتَ فِی النَّاس ظَالِماً　　سَتُوْذیٰ کَمَا اُوْذِیَ الثَلاثَۃُ مِن قَبْلُ

ترجمہ:- اور تو بلا شبہ لوگوں پر ظلم کرنے لگا ہے اس لئے عنقریب تو بھی مبتلاء اذیت ہوگا جیسا کہ تجھ سے قبل تین بادشہ مبتلائے اذیت ہوئے۔

مصرعہ اول میں تینوں فضلوں سے مراد فضل بن یحییٰ برمکی، فضل بن ربیع اور فضل بن سہل ہیں۔
معتصم نے اپنے رفقاء اور دوستوں کو ہدایا دینے کا حکم کیا تھا لیکن فضل ان احکامات کا نفاذ نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ اس سے معتصم ناراض ہو گیا اور اس کو برطرف کر کے اس کی جگہ محمد بن زیات کو مقرر کر دیا۔ فضل نہایت بد اخلاق اور بد کردار تھا جب اس کو برطرف کر دیا گیا تو لوگوں نے اس پر آوازیں کسیں اور اظہار مسرت کیا۔ ایک شخص نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:-

لِتَبکِ عَلَیْ الْفَضْلِ بن مروان نفسہ　　فَلَیْسَ لہٗ باکٍ مِن النَّاس یَعْرِفُ

ترجمہ:- چاہیے کہ فضل ابن مروان خود ہی اپنے نفس پر روئے کیونکہ لوگوں میں کوئی ایسا شخص معلوم نہیں جو اس پر رونے والا ہو۔

لَقَدْ صحب الدنیا منوعا لِخَیْرِھَا　　وَفَارَقَھَا وَھُوَ الظلوم الْمُعنفُ

ترجمہ:-فضل نے دُنیا کی خیر کو روکتے ہوئے اس کی صحبت اختیار کی اور دُنیا سے اس حال میں جدا ہوا کہ وہ ظالم اور جابر تھا۔

الی النّار فلیذ ھب وَمَنْ کَانَ مثلَهٗ عَلٰی اَیِّ شیٍّ فاتنا منهُ نَاسِف

ترجمہ:-پس فضل بھی اوراس کے ہمنوا بھی جہنم میں چلے جائیں ہماری کیا چیز گم ہوگئی جس پر ہم افسوس کریں۔

معتصم نے جب فضل کو برطرف کیا تو کہا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اللہ نے اس پر مجھے مسلط فرمادیا۔ معتصم نے فضل کو برطرف کرتے وقت صرف اس کا مال ضبط کیا تھا اور اس کو کوئی جانی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس کے گھر سے دس لاکھ دینار اور اتنی ہی مالیت کا سامان برآمد ہوا تھا۔ معتصم نے اس کو پانچ ماہ قید میں رکھ کر رہا کر دیا تھا اس کے بعد فضل نے خلفاء کی ایک جماعت کی خدمت کی اور ۲۵۹ھ میں انتقال کیا۔ فضل کا ایک مقولہ ہے کہ:-

''جب دشمن تیرے سامنے آجائے اپنے دشمن سے تعرض مت کر کیونکہ اس کا اقبال تیرے خلاف اس کا مددگار ہوگا اور جب تیرے سے غائب ہو تو اس کا تعاقب مت کر کیونکہ اس کا موجود نہ ہونا ہی تیرا کام بنانے کے لئے کافی ہے''۔

فائدہ اُخریٰ

درج ذیل اشعار کی جانب اسی کتاب میں اشارہ گزر چکا ہے جس کو ہم نے شاہین کے بیان میں نقل کیا ہے جس میں ابوالحسن علی بن رومی کا وہ قصیدہ مذکور ہے جس میں اس نے کہا ہے۔

ھٰذَا ابو الصقر فردًا فی مَحَاسِنِہٖ مَنْ نَسْلِ شیبانَ بین الضال والسّلم

ترجمہ:-یہ ابوصقر ہے جو اپنی خوبیوں میں یکتا ہے شیبان نسل میں سے ہے اور ضال وسلم کے درمیان رہتا ہے۔

کَاَنَّهُ الشَّمْسُ فی البرج المنیف عَلی البریَّۃَ لاَ نارٌ عَلیٰ عَلَم

ترجمہ:-گویا کہ وہ سورج ہے برج میں جو اس برج میں مخلوق پر بلند ہے نہ کہ علم پر آگ ہے۔

برج سے مراد ابوصقر کا قصر عالی ہے۔ جب شاعر نے ابوصقر کو سورج سے تشبیہ دی تو اس کے محل کو برج سے تشبیہ دے دی اور اس شعر سے خنسا پر چوٹ کرنا مقصود ہے۔ اس شعر کے سلسلہ میں جو اس نے اپنے بھائی صخر کے بارے میں کہا ہے۔ شعر یہ ہے۔

وان صخرًا لتاءِ تَمّ الْھداۃ بہٖ عَلی البریَّۃِ لاَ نارٌ عَلٰی عَلَمٖ

ترجمہ:- اور بلاشبہ صخر کے پاس ہادی جمع ہوتے ہیں گویا کہ وہ ایک علم ہے جس کے سر میں آگ ہے۔

علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ شمس الدین محمد بن عماد کا کہنا ہے کہ ابوالصقر کے حالاتِ زندگی اور تاریخ وفات وغیرہ معلوم نہ ہوسکیں۔ ابوالصقر کے والد معن بن زائدہ شیبانی کے چچازاد بھائی ہیں جو خلیفہ ابوجعفر منصور کے جج تھے۔ بڑے بڑے عہدوں اور مرتبوں پر فائز رہے اور ۱۸۰ھ سے قبل ہی ان کی وفات ہوگئی۔ یہ اور ان کے صاحبزادے ابوصقر دونوں دیہات میں رہتے تھے۔ ابن رومی کے شعر میں وبین الضال والسلم میں اسی جانب اشارہ ہے۔ ضال وسلم دونوں دیہات کے درختوں کے نام ہیں۔

ابوصقر واثق ہارون بن معتصم کے زمانہ میں بعض ریاستوں کے گورنر رہے اور واثق کے بعد ان کے صاحبزادے منتصر کے زمانہ میں بھی بعض عہدوں پر فائز رہے۔ ابوصقر معتضد اور معتمد کے دورِ خلافت تک بقید حیات رہے۔ اہلِ عرب میں دیہات کی رہائش قابل مدح شمار ہوتی تھی۔ چنانچہ کسی کا قول ہے۔

الموقدین بنجد نَارَ بَادِیَۃٍ لاَ یَحْضُرُوْنَ وَفَقْدَ العزِّ فِی الْحَضَرِ

ترجمہ:- وہ لوگ نجد میں دیہات کی آگ روشن کئے ہوئے ہیں۔ شہر میں نہیں آتے اور شہر میں عزت ختم ہوگئی۔

ابوالحسن بن الرومی شاعر نے (جن کے اشعار اوپر مذکور ہوئے) بغداد میں ۲۸۳ھ میں وفات پائی۔ اس تاریخ میں کچھ اختلاف بھی ہے۔ ابوالحسن کی موت کا سبب ابن خلکان کی تحریر کے مطابق یہ ہوا تھا کہ معتضد کے وزیر قاسم بن عبیداللہ کو اس سے ہجو کا خوف تھا۔ چنانچہ اس کے خلاف ابوفراس نے سازش کر کے اس کو زہر آلود کھانا نہ کھلا دیا۔ چنانچہ جب ابوالحسن کو زہر کا احساس ہوا تو وہ فوراً کھڑا ہو گیا۔ قاسم بن عبیداللہ نے ان سے کہا کہ کہاں جاتا ہے؟ ابوالحسن نے جواب دیا کہ جہاں تو نے مجھے بھیجنے کا انتظام کیا ہے۔ وزیر قاسم بن عبیداللہ نے اس سے کہا کہ میرے والد کو سلام کرو۔ ابوالحسن نے جواب دیا کہ میرا راستہ آگ پر نہیں ہے۔ پھر چند دن کے بعد ابوالحسن کی وفات ہوگئی۔

شرعی حکم

ہر ذی ناب اور ذی مِخلَب کی حرمت کے عموم کے پیش نظر صقر بھی حرام ہے۔

صیدلانی نے بیان کیا ہے کہ جوارح کی تعیین میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ ہر وہ جانور جو شکار کو ناب مخلب یا ناخن سے جھاڑتا ہو وہ جوارح میں شامل ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ جوارح کواسب کو کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی رائے کے مطابق ہر شکار کرنے والا جانور جوارح میں داخل ہے۔ چنانچہ یہ معنی بھی کواسب کی جانب راجع ہیں۔

علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ پس ہمارے نزدیک تمام جوارح حرام ہیں اور امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ جس جانور کی حرمت کے بارے میں کوئی نص نہیں ہے وہ حلال ہے۔ بعض مالکیہ نے کتے' شیر' چیتے' ریچھ اور بندر تک کی حلت کا قول کیا۔ بالتو گدھے کی کراہت اور گھوڑے و خچر کی حرمت کے قائل ہیں اور قرآن کریم کی آیت ''قُلْ لَا اَجِدُ فِیمَا اُوحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ'' الآیہ (آپ کہہ دیجئے کہ میں ان احکامات میں جو مجھ پر وحی کئے گئے ہیں کوئی حرام چیز نہیں پاتا)۔ سے استدلال کرتے ہیں کہ اس آیت میں مذکورہ بالا جانوروں کا ذکر نہیں ہے اس لئے یہ حلال ہیں۔ اگر یہ حرام ہوتے تو آیت میں ان کو شمار کر دیا جاتا لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ آیت کا حکم ان چیزوں کے بارے میں ہے جو عرفاً کھائی جاتی تھیں اس لئے کہ جن چیزوں کو لوگ نہ کھاتے ہوں اور اس کو پاک سمجھتے ہوں تو ایسی چیز کی اباحت کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ ٹھیک اسی طرح ''حُرِّمَ عَلَیْکُمْ صَیْدُ الْبَرِّ مَادُمْتُمْ حُرُمًا'' (تم پر خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا ہے جب تک تم لوگ حالت احرام میں رہو) میں وہی جانور مراد ہیں جن کا عرفاً شکار ہوتا ہے نہ کہ وہ جانور جو پہلے ہی سے حرام ہے۔ اس لئے کہ ان کی حرمت بیان کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

ضرب الامثال

اہل عرب منہ کی بدبو کی شدت ظاہر کرنے کے لئے کہتے ہیں'' اخلف من صقر '' یعنی صقر سے زیادہ گندہ دہن۔ اخلاف خلوف بعد سے ماخوذ ہے اس کے معنی ہونے کے ہیں۔ اسی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے ''لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ عِنْدَ اللّٰہِ اَطْیَبُ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ'' (یقیناً روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ عمدہ اور بہتر ہے)

یہ خوشبو صرف آخرت کے اعتبار سے یا دنیا و آخرت دونوں جہاں میں ہے اس بارے میں شیخ ابوعمرو ابن صلاح اور شیخ عزالدین بن عبدالسلام کے مابین اختلاف ہے۔ شیخ عزالدین کی رائے ہے کہ یہ خوشبو خاص طور پر آخرت میں ہوگی دنیا میں نہیں اور دلیل اس کی مسلم شریف کی یہ روایت ہے جس میں خاص طور پر قیامت کا تذکرہ ہے۔

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے بلاشبہ اللہ کے نزدیک روزہ دار کی منہ کی خوشبو

بروز قیامت مشک سے زیادہ خوشبودار ہوگی"۔ شیخ عمر بن صلاح فرماتے ہیں کہ یہ دنیا و آخرت دونوں کو عام ہے اور اس کے متعدد دلائل ہیں۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ ابن حبان نے اپنی مسند میں اس بارے میں دو باب قائم کئے ہیں (۱) **باب فی کون ذالک یوم القیامة** (۲) **باب فی کونه فی الدنیا** اور باب نمبر۲ میں بسند صحیح یہ روایت نقل کی ہے:-

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزہ دار کے منہ کی بو جب وہ سانس لیتا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار ہے"۔

اور امام ابوالحسن بن سفیان نے اپنی مسند میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے:-

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کو رمضان کے مہینہ میں پانچ انعام عطا کئے گئے ہیں فرمایا کہ ان میں سے دوسرا انعام یہ ہے کہ روزہ دار اس حالت میں شام کرتے ہیں کہ ان کے منہ کی بو مشک سے زیادہ خوشبودار ہوتی ہے"۔

اس روایت کو حافظ ابوبکر سمعانی نے بھی "امالی" میں نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور جملہ محدثین نے اس کی صراحت فرمائی ہے کہ اس بو کے اَطیب ہونے کے معنی دنیا میں اس بو کے وجود کا وقت آنے پر متحقق ہوتے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ اس کی تفسیر میں جو کچھ میں نے عرض کیا ہے علماء مشرق و مغرب نے بھی یہی فرمایا ہے۔ خطابی کہتے ہیں کہ اطیب ہونے کا مطلب اللہ کا اس سے راضی ہونا ہے۔ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب ازکی اور اقرب ہونا ہے۔ اور مشک کی خوشبو سے بلند مرتبہ ہونا مراد ہے۔ علامہ بغوی نے "شرح السنة" میں بیان کیا ہے کہ اس کے معنی صائم کی مدح کرنا اور اس کے فعل سے اظہار رضامندی مقصود ہے۔

اسی طرح حنفیہ کے امام علامہ قدوری نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اس کے معنی رائحہ کا مشک سے افضل ہونا ہے۔ علامہ بونی صاحب اللمعة، امام ابوعثمان صابونی، ابوبکر سمعانی، ابوحفص بن الصفار اکابر شافعیہ نے اپنی امالی میں اور ابوبکر بن العربی مالکی وغیرہ جو مشرق و مغرب کے مسلمانوں کے امام ہیں ان سب نے اس کے علاوہ کچھ نہیں کہا جو اس بارے میں میں نے عرض کیا ہے۔ ان حضرات نے آخرت کے ساتھ اس کی تخصیص کی کوئی وجہ ذکر نہیں کی ہے حالانکہ ان کی کتب احادیث مشہورہ وغریبہ سب کو حاوی ہیں اور وہ روایت جس میں "یوم القیامة" کا ذکر ہے وہ بلاشبہ مشہور ہے لیکن ان سب حضرات نے اس بارے میں جزم کا اظہار کیا ہے کہ اس سے رضا قبول وغیرہ مراد ہے اور یہ دنیا و آخرت دونوں میں ثابت ہے۔ رہا قیامت کا تذکرہ پس وہ اس وجہ سے ہے کہ وہ یوم الجزاء ہے اور اسی روز مشک کی خوشبو کے مقابلہ میں اس کا راجح ہونا ظاہر ہوگا۔ پس یہاں یوم قیامت کا ذکر ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ رب العزت کے قول اِنَّ رَبَّھُم بِھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّخَبِیر" (بلاشبہ اس دن ان کا رب ان سے باخبر ہوگا) ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ جس طرح بروز قیامت باخبر ہوگا آج بھی ہر چیز سے آگاہ ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہاں تک شیخ ابوعمر کے دلائل مکمل ہوگئے ہیں۔ واضح رہے کہ جس مسئلہ میں بھی ان دونوں حضرات (شیخ عزالدین اور شیخ ابوعمر) کا اختلاف ہے ان میں صحیح رائے وہی ہے جس کو شیخ عزالدین نے اختیار کیا ہے۔ لیکن اس مسئلہ میں صحیح بات شیخ ابو عمر ابن صلاح کی ہے۔ اللہ اعلم۔

نیز اہل عرب یہ مثال بھی دیتے ہیں اَبْخَرُ منْ صقر (صقر سے زیادہ گندہ دہن)

شاعر کہتا ہے۔

ولہ لحیة تیس وَلَهُ مَنْقَارُنَسْرٍ

ترجمہ:۔اس کے جنگلی بکرے کی ڈاڑھی ہے اور اس کے گدھ جیسی چونچ ہے۔

وِلهٗ نكهة ليث خَالَطَتْ نكهة صَقَرٍ

ترجمہ:۔اور اس کے منہ میں شیر جیسی بدبو ہے جس میں صقر کے منہ کی بدبو بھی شامل ہوگئی ہے۔

طبی خواص

صقر کے پتہ نہیں ہوتا۔صقر کا دماغ اگر ذکر پر مَل لیا جائے تو قوتِ باہ تیز ہو جاتی ہے۔''ابوساری دیلمی'' نے عین الخواص میں لکھا ہے کہ اگر کالی جھائیوں والا شخص اس کے دماغ کی مالش کر لے تو یہ جھائیوں کو ختم کر کے بدن کو صاف کر دیتا ہے۔دردگلو کے لئے بھی اس کی مالش مفید ہے۔

تعبیر

ابن المقری کا بیان ہے کہ خواب میں صقر کو دیکھنا عزت‘سلطنت‘دشمنوں کے خلاف اعانت امیدوں کی بار آوری‘رتبہ‘اولاد‘بیویاں‘غلام‘باندیاں‘بہترین اموال‘صحت‘غم وافکار سے نجات‘آنکھوں کی صحت‘کثرت اسفار اور اسفار سے بے شمار منافع کے حصول پر دلالت کرتا ہے۔کبھی اس سے موت بھی مراد ہوتی ہے۔کیونکہ یہ جانوروں کا شکار کرتا ہے۔کبھی قید و بند کے مصائب کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے جو شخص خواب میں کسی شکاری جانور کو بغیر جھگڑے کے دیکھے تو وہ یقیناً مال و دولت سے بہرہ ور ہوگا۔اسی طرح تمام شکاری جانور مثلاً کتا چیتا اور صقر وغیرہ کی تعبیر بہادر لڑکے سے دی جاتی ہے۔پس جس شخص کے پیچھے صقر چلتا ہوا نظر آئے تو کوئی بہادر شخص اس پر مہربان ہوگا اور اگر کوئی ایسا شخص جس کی بیوی حاملہ ہو صقر کو اپنے پیچھے چلتا ہوا دیکھے تو اس کے ایک بہادر لڑکا پیدا ہوگا۔تمام سدھائے ہوئے جانوروں کو خواب میں دیکھنا ذاکر لڑکے کی علامت ہے۔

ایک خواب

ایک شخص ابن سیرینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک کبوتری سوار البلد کی برجی میں آ کر بیٹھ گئی اور پھر اس کو ایک صقر نے آ کر نگل لیا۔خواب سن کر ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ اگر تیرا خواب سچا ہے تو حجاج بن یوسف کی لڑکی سے شادی کرے گا۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اَلصِّلُّ

(خطرناک سانپ)اِلصِّلُّ:صل اس سانپ کو کہتے ہیں جس کے زہر کی کاٹ کے لئے منتر بھی کارآمد اور مفید نہیں ہوتا۔اسی سے یہ مثل چلی ہے ''فلان صلُّ مطرق'' کہ فلاں بہت تیز اور خطرناک ہے۔امام الحرمین نے اپنے شاگرد ابوالمظفر احمد بن محمد الخوانی کو اسی لقب سے موسوم کیا تھا۔ابوالمظفر شہر طوس کے علامہ اور امام غزالیؒ کے ہم پلہ تھے۔مناظرہ میں نہایت عجیب مہارت اور فصیح البیانی کے مالک تھے۔۵۰۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ابوالمظفر کیاالھر اسی اور امام غزالی امام الحرمین کے اجل تلامذہ میں سے ہیں۔

اَلصُّلْبُ

ایک مشہور پرندہ ہے۔

اَلصُّلُنبَاجُ

(پتلی اور لمبی مچھلی)

اَلصُّلْصُلُ

(فاختہ) مکمل تفصیل باب الفاء میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اَلصَّنَاجَةُ

(ایک طویل الجسم جانور): علامہ قزوینی نے ''کتاب الاشکال'' میں لکھا ہے کہ یہ جانور تبت میں پایا جاتا ہے۔ اس جانور سے بڑا کسی جانور کا جسم نہیں ہوتا۔ یہ تقریباً ایک فرسخ زمین میں اپنا گھر بناتا ہے۔ اس کی خاصیت یہ ہے کہ جس جانور کی نظر اس پر پڑ جاتی ہے وہ جانور فوراً مر جاتا ہے اور اگر اس کی نظر کسی جانور پر پڑ جاتی ہے تو یہ خود مر جاتا ہے۔ تمام جانور چونکہ اس بات سے آگاہ ہیں اس لئے جہاں یہ جانور ہوتا ہے تمام جانور وہاں سے آنکھیں بند کر کے گزرتے ہیں تاکہ ان کی نظر صناجہ پر نہ پڑے اور صناجہ کی نظر ان پر پڑے اور وہ مر جائے اور یہ خود محفوظ رہیں۔ جب کبھی یہ جانور مَر جاتا ہے تو دیگر جانوروں کی بہت دنوں تک خوراک کے لئے کافی ہوتا ہے۔ یہ عجیب الوجود جانور ہے۔

''صاحب مقامات حریری'' نے چھیالیسویں مقامہ میں لفظ صناجہ کا استعمال کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:- اَحُسَنُتُ یا نغیش یا صناجة الجیش'' شارحین مقامات کہتے ہیں کہ نغیش کے معنی حقیر اور پستہ قد کے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے:-

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پستہ قد کو دیکھا تو سجدہ میں گر گئے''۔

اور ''صناجته الجیش '' کی تفسیر طبل جنگ سے کی ہے جو مشہور ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں طبل کو صناجہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جملہ جماعت حاضرین اس کی آواز سن کر مسرور ہوتے ہیں اس وجہ سے اس کو صناجتہ کہنے لگے۔ صناجہ ایک باجہ بھی ہوتا ہے جو پیتل کا بنا ہوا ہوتا ہے اور یہ آپس میں ٹکرانے سے عجیب آواز پیدا کرتا ہے۔

اسلام میں سب سے پہلا وارث وموروث

حافظ ابن عبدالبر وغیرہ نے بیان کیا ہے اسلام میں سب سے پہلا موروث عدی بن نضلہ اور سب سے پہلا وارث نعمان بن عدی ہے۔ عدی بن نضلہ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے اور وہیں ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ ان کے لڑکے نعمان بن عدی ان کے وارث بنے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نعمان کو میسان کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔ اپنی قوم کے یہ تنہا شخص ہیں جن کو حضرت عمرؓ نے عہدہ بخشا کسی اور کو ان کے خاندان میں یہ شرف حاصل نہیں ہے۔ انہوں نے اپنی بیوی کو ساتھ لے جانے کی بہت کوشش کی لیکن بیوی رضا مند نہ ہوئی تو انہوں نے اس کو یہ اشعار لکھے۔

مَنْ مَبْلَغِ الْحَسْنَاءَ اَنَّ حَلِيْلَهَا　　بِمِيْسَانَ يَسْقِيْ　فِيْ زَجَاجٍ وَحَنْتَمِ

ترجمہ:- حسین عورتوں کی رسائی کی حد ہے کہ اس کے شوہر کو میسان میں کانچ کے سبز رنگ کے پیالوں میں شرب پلائی جائے۔

اَذا شِئتِ وَھَاقِیْنَ قَرْیَۃٍ وَصَنَاجَۃٍ تحذُو عَلٰی کُلّ مَنْسَمٍ

ترجمہ:-اگرتو چاہے تو مجھ کو گاؤں کے دہقانوں اوران راگوں سے بے نیاز کردے جو گائے جاتے ہیں ہر بلند ٹیلہ پر۔

اَذا کُنتَ نَدْمَانِیْ فَبِاالاکبر اُسقِنِیْ وَلاَ تُسْقِنِیْ بِالْاَصغِرا الْخَثلّمِ

ترجمہ:-جب تو میری ہم نشین ہو تو مجھ کو بڑے پیالہ میں شراب پلانا اور ٹپکتے ہوئے چھوٹے پیالے میں نہیں۔

لَعَل امیر المؤمنین یَسُوءُہٗ تَنَاوَمَنا بِالْجَوْسَقِ الْمُتَھَدِّمِ

ترجمہ:-شاید امیر المومنین کو ہماری ہم نشینی خوابوں میں نا گوار گزرے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط حم. تَنْزِیْلُ الْکِتَابِ مِنَ اللہِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ. غَافِرِ الذَّنب و قَابِلِ التَّوبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ذِیْ الطَّوْلِ' الایۃ. امابعد مجھے تیرا یہ شعر

لَعَلَّ امیر المومنین یَسُوْءُہٗ تناومنا بالجوسق المتھدم

پہنچا اور بخدا یہ شعر مجھے نا گوار گزرا۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو برطرف کر دیا۔ معزول ہونے کے بعد جب یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو حضرت عمرؓ نے واقعہ کے متعلق استفسار فرمایا تو انہوں نے کہا در حقیقت شراب نوشی کا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا یہ تو محض شاعرانہ تخیل تھا اور میں نے کبھی شراب نہیں پی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میرا بھی یہی گمان تھا لیکن اب تم کسی سرکاری عہدہ پر کام نہیں کرو گے۔ اس کے بعد نعمان بن عدی نے بصرہ کی سکونت اختیار کر لی اور برابر مسلمانوں کے ہمراہ غزوات میں شریک ہوتے رہے۔ ان کے اشعار فصیح ہیں۔ اہلِ لغت ان کے اس شعر سے اس بات پر استدلال کرتے ہیں کہ ندمان بمعنی ندیم مستعمل ہے۔

الصِّوار

(گائے کا ریوڑ) الصوار: اس کی جمع صیران آتی ہے۔ صوار مشک کی ڈبیہ کو بھی کہتے ہیں۔ شاعر نے اپنے اس شعر میں دونوں معنوں کو جمع کر دیا ہے۔

اذا لاَحَ الصِّوَارُ ذَکَرْتُ لَیلتی وَ اَذْکُرُھا اَذا نفح الصَّوَارُ

ترجمہ:-جب گایوں کا ریوڑ ظاہر ہوتا ہے تو مجھے اپنی رات یاد آتی ہے۔ جب مشک کی خوشبو پھوٹتی ہے تو مجھے محبوبہ کی یاد آتی ہے۔

الصَّوْمَعَة

(عقاب): عقاب کو صومعہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ حتیٰ الامکان بلند سے بلند مکان پر ٹھہرتا ہے۔

اَلصِّیْبَانُ

باب اول میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔

اَلصَّیْدُ

(وہ جانور جس کا شکار کیا جائے) اَلصَّیْدُ: صید مصدر ہے جس کے معنی شکار کے آتے ہیں لیکن اس کو اسم کے معنی میں استعمال کرتے ہوئے اس جانور کو کہنے لگے۔ جس کا شکار کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:- **لَا تَقْتُلُوْا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ**

ابوطلحہ انصاری نے فرمایا ہے۔ **اَنَا اَبُوْ طَلْحَۃَ وَاِسْمِیَ زَیْدُ وَکُلُّ یومٍ فی سَلَاحِیْ صَیْدُ**

ترجمہ:- میں ابوطلحہ ہوں اور میرا نام زید ہے اور ہر روز میرے ہتھیاروں میں ایک شکار ہے۔

حضرت امام بخاری علیہ الرحمتہ نے اپنی کتاب کے چوتھے ربع کے اول میں ایک باب قائم کرتے ہوئے فرمایا:- **باب قولِ اللہ تعالیٰ اُحِلَّ لکُمْ صِیْدُ البحر و طَعَامُہٗ الخ** (اللہ تعالیٰ کے قول "اور تمہارے لئے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کیا گیا"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سمندر کا شکار وہ ہے جس کا اس میں سے شکار کیا جائے اور اس کا کھانا وہ ہے جو اس سے برآمد ہو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ طافی حلال ہے اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ (طعام البحر) سے مراد سمندر کے مردہ جانور ہیں۔ مگر وہ جانور جن پر قدرت ہو۔ اور جری کو ہم کھاتے ہیں مگر یہودی اس کو نہیں کھاتے۔ اور ابوشریح صاحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سمندر کی ہر چیز مذبوح ہے اور حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ پرندے کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ اس کو ذبح کیا جائے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے دریافت کیا کہ نہروں کے شکار اور سیلاب کی زد میں آئے ہوئے جانور صید البحر میں داخل ہیں یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں یہ بھی اس میں شامل ہیں۔ اس کے بعد حضرت عطاء نے یہ آیت پڑھی:-

ھٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُہٗ و ھٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَمِنْ کُلٍّ تَاْکُلُوْنَ لَحْمًا طَرِیًّا۔ "ایک دریا تو شیریں پیاس بجھانے والا ہے اور یہ دوسرا شور تلخ ہے اور تم لوگ ہر دریا سے (مچھلی نکال کر ان کا) گوشت کھاتے ہو"۔

اور حضرت حسن پانی کے کتوں کی کھالوں سے تیار شدہ زین پر سوار ہوتے۔ شعبی کہتے ہیں کہ اگر میرے اہل و عیال مینڈک کھائیں تو میں ان کو مینڈک کھلا دوں۔ حضرت حسن نے کچھوے کے کھانے میں کوئی حرج نہیں سمجھا اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تو نصرانی، یہودی یا مجوسی کا شکار کھالے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ المری کے بارے میں فرماتے ہیں کہ خمر کا ذبح نون مچھلیاں اور سورج کی دھوپ ہے۔

قَلَاتُ السَّیْل: اس جانور کو کہتے ہیں جو سیلاب کی زد میں آکر ہلاک ہو جائے۔

"**اَلْمُرِی**:- اس خاص کھانے کو کہتے ہیں جو اہلِ شام تیار کرتے ہیں۔ جس کی ترکیب یہ ہے کہ شراب لے کر اس میں نمک اور مچھلی ڈال کر دھوپ میں رکھا جاتا ہے۔ دھوپ کی وجہ سے وہ شراب طعام المری میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اس کی ہیئت اس طرح تبدیل ہو جاتی ہے جیسا کہ شراب کی ہیئت تبدیل ہو کر سرکہ بن جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ جس طرح مردار حرام ہے اور مذبوحہ حلال ہے ایسے ہی یہ اشیاء شراب کو ذبح کر کے اس کو حلال بنا دیتی ہیں۔ یہاں ذبح کو استعارۃً تحلیل کے معنی میں استعمال کر لیا گیا ہے۔

ابوشریح ان کا اصل نام ہانی ہے اور اصیلی کے نزدیک ابن شریح مراد ہے حالانکہ یہ وہم ہے۔ حافظ ابن عبدالبر کی کتاب "الاستیعاب" میں مذکور ہے کہ شریح ایک حجازی صحابی ہیں۔ ابوالزبیر اور عمرو بن دینار نے ان سے روایت کی ہے۔ ان دونوں نے حضرت ابوبکرؓ کو یہ

حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ "فرمایا کہ سمندر کی ہر چیز مذبوح ہے اللہ نے تمہارے لئے ذبح کیا ہے ہر اس جانور کو جو سمندر میں پیدا کیا گیا"۔

ابوزبیر اور عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ یہ وہی شریح ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے ابوحاتم فرماتے ہیں کہ شریح کو شرف صحبت حاصل ہے۔

پہلی آیت میں لفظ صید کے عام معنی مراد ہیں اور اس کے علاوہ میں خاص۔ ان سے وہ جانور مستثنیٰ ہیں جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم میں قتل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانچ جانور خبیث ہیں ان کو حل میں بھی اور حرم میں بھی قتل کیا جائے گا' کوا' چیل' چوہا' بچھو اور کاٹ کھانے والا کتا"۔

اس حدیث کے ظاہر پر توقف کرتے ہوئے سفیان ثوریؒ امام شافعیؒ امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ اور اسحاق ابن راہویہ نے ان پانچ جانوروں کے علاوہ کسی اور جانور کو مارنے کی محرم کو اجازت نہیں دی ہے اور امام مالک علیہ الرحمہ نے شیر' چیتا' ریچھ اور بھیڑیا اور ہر عادی درندہ کو کتے پر قیاس کیا ہے اور بلی' لومڑی اور بجو کو محرم قتل نہیں کر سکتا اور اگر ان میں سے کسی جانور کو قتل کر دے تو فدیہ واجب ہوگا۔

اور اصحاب رائے کہتے ہیں کہ اگر درندہ محرم پر حملہ کرنے میں پہل کرے تو محرم کے لئے اس درندہ کو قتل کرنے کی اجازت ہے اور اگر محرم ابتداء کرے تو اس پر قیمت واجب ہوگی۔ مجاہد اور نخعی کہتے ہیں کہ محرم کسی درندہ کو قتل نہیں کر سکتا۔ الا یہ کہ کوئی درندہ اس پر حملہ کرے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ نے محرمین کو سانپ کے مارنے کی اجازت دی ہے اور اس پر تمام لوگوں کا اجماع ہے اور حضرت ابن عمرؓ سے زنبور (بھڑ) کے مارنے کی اجازت بھی ثابت ہے۔ کیونکہ یہ بھی بچھو کے حکم میں ہے۔ امام مالکؒ کہتے ہیں کہ اس کے مارنے والے پر کچھ واجب نہیں۔ پرند درندہ (عقاب' شکرا وغیرہ) کے بارے میں امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر محرم ان کو قتل کر دے تو فدیہ دینا ہوگا۔ ابن عطیہ فرماتے ہیں کہ افعی تیلا (کیڑے مکوڑے) تمام زہریلے جانور سانپ کے حکم میں ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جو چیز مباح الاصل ہو جیسے سمندر اور خشکی کے شکار اور تمام پرند تو ان کے چور کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔ امام شافعیؒ امام مالکؒ اور امام محمدؒ اور جمہور علماء کے نزدیک اگر چہ یہ چیزیں محفوظ ہوں اور ربع دینار کے برابر قیمت کی ہوں تو اس کے چور کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ جب کوئی محرم کسی جانور کا شکار کرے تو بالاتفاق علماء بحالت احرام وہ شکار اس کے لئے حرام ہے۔ محرم کا شکار کسی اور کے لئے حرام ہے یا حلال یعنی محرم کے ذریعے کیا گیا شکار غیر محرم کے لئے کیسا ہے؟ اس بارے میں دو قول ہیں۔ صحیح قول یہ ہے کہ غیر کے لئے بھی وہ شکار حرام ہوگا جیسا کہ مجوسی کا ذبیحہ۔ پس وہ مردار شمار ہوگا اور ایک قول یہ ہے کہ وہ غیر کے لئے حلال ہے۔ اگر کوئی محرم صید کا دودھ دوہ لے تو اس کا حکم بھی انڈا توڑنے کا ہے یعنی وہ دودھ اس کے لئے حرام ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کسی محرم کا کوئی ایسا رشتہ دار مر گیا جس کے قبضے میں کوئی شکار تھا تو یہ محرم اس شکار کا مالک بن جائے گا اور حسب منشاء اس میں تصرف کر سکتا ہے مگر اس کو قتل یا ضائع نہیں کر سکتا۔

مسئلہ:۔ رویانی نے بیان کیا ہے کہ وہ عمرہ جس میں کسی جانور کا شکار نہ کیا گیا ہو اس حج سے افضل ہے جس میں کسی جانور کا شکار کیا گیا ہو۔ مگر اصح یہ ہے کہ حج ہی افضل ہے خواہ اس میں شکار کی جنایت واقع ہو۔

مسئلہ:۔ "مسلم شریف میں مذکور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کے پیش نظر حرم مدینہ کا شکار حرام ہے:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ حرم قرار دیا اور میں مدینہ کو دونوں وادیوں کے درمیان حرم قرار دیتا ہوں۔ اس کے درختوں کو کاٹا نہ جائے اور اس کے جانوروں کا شکار نہ کیا جائے''۔

اس بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے کہ آیا جس طرح مکہ کے شکار کا ضمان دیا جاتا ہے اسی طرح حرم مدینہ کے شکار کا بھی ضمان دیا جائے گا یا نہیں؟ امام شافعیؒ کا قول جدید یہ ہے کہ اس کا ضمان نہیں ہوگا کیونکہ وہ ایسی جگہ ہے جس میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے پس اس کے شکار کا ضمان نہیں ہے جیسا کہ طائف کا شکار اسلئے کہ سنن بیہقی میں بسند ضعیف یہ روایت ہے:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خبردار طائف کا شکار اور اس کے درخت بھی حرام ہیں''۔

امام شافعیؒ کا قول قدیم یہ ہے کہ حرم مدینہ کا شکار کرنے والے کا سامان ضبط کر لیا جائے گا اور یہ سزا حرم مدینہ کے درخت کاٹنے والے کی ہے۔ امام نوویؒ نے دلائل کی روشنی میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ علاوہ ازیں سلب کے بارے میں ائمہ کرام کی مطلق عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ سامان کی ضبطگی شکار کے ہلاک ہو جانے پر موقوف نہیں ہے بلکہ محض شکار کر لینا کافی ہے اور اکثر علماء کے نزدیک اس کا سامان بھی مقتول کفار کی طرح ہے۔ بعض کے نزدیک صرف اس کا لباس چھینا جائے گا اور بعض کہتے ہیں کہ کل سامان چھین کر صرف بقدر ستر عورت کپڑا اس کو دیا جائے گا۔ روضہ اور شرح مہذب میں اسی کو درست قرار دیا ہے۔

پھر یہ ضبط کیا ہوا سامان کس کو دیا جائے گا اس بارے میں کئی اقوال ہیں۔ اول یہ کہ سالب کو دیا جائے گا۔ بعض کے نزدیک مدینہ کے فقراء کو دیا جائے گا اور بعض کے نزدیک بیت المال میں جمع کیا جائے گا۔ اگر کسی جانور نے کسی شخص پر حملہ کیا اور اس شخص نے دفعیہ کے طور پر اس کو مار ڈالا تو وہ ضمان سے مستثنیٰ ہوگا۔

مسئلہ:۔ اگر حرم کے راستہ میں ٹڈی دل پھیل جائے اور ان کو روندے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو ظاہر قول کے مطابق ان کو روندنے سے ضمان واجب نہیں ہوگا۔ اگر کوئی کافر حرم میں داخل ہو کر حرم کا شکار کر لے تو اس سے ضمان لیا جائے گا۔

شیخ ابو اسحاق نے ''مہذب'' میں اپنی رائے یہ ظاہر کی ہے کہ اس سے ضمان نہیں لیا جائے گا۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ شیخ ابو اسحاق اپنی رائے میں تنہا ہیں۔

تنبیہات

اگر کسی شکار کی ایسے دو اسباب سے موت واقع ہو جائے جن میں سے ایک مبیح ہو اور دوسرا محرم تو ایسی صورت میں جانب تحریم کو ترجیح دیتے ہوئے اس شکار کو حرام قرار دیا جائے گا۔ مثال کے طور پر کوئی شکار تیر اور بندوق سے مر جائے یا کسی جانور کو تیر کا پھل لگا جس سے وہ زخمی ہو گیا اور تیر عرض بھی اس کے بدن پر لگا اور وہ مر گیا۔ اسی طرح کسی جانور کو تیر مارا اس وقت وہ چھت کے کنارہ پر تھا۔ تیر لگنے سے وہاں سے گرا اور نیچے گر کر مر گیا یا کنوئیں میں گر کر مر گیا یا پہاڑ پر تھا تیر لگ کر وہاں سے لڑھک گیا اور مر گیا یا تیر لگنے کے بعد پانی میں گر کر مر گیا یا درخت پر تھا تیر لگنے کے بعد شاخوں سے ٹکرا کر مر گیا تو یہ شکار حرام ہوگا کیونکہ معلوم نہیں کہ اس کی موت کس سبب سے ہوئی مبیح سے یا محرم سے۔ اسی طرح کوئی جانور کسی تیز دھار والے آلے (چاقو) وغیرہ پر گر گیا وہ بھی حرام ہے اور اگر کسی جانور پر تیر چلایا اور تیر فضاء میں اس جانور کو لگ گیا اور پھر وہ زمین پر گر کر مر گیا تو وہ حلال ہے خواہ وہ زمین پر گرنے کے بعد مرا ہو یا اس سے پہلے۔ اس لئے کہ اس کا زمین پر گرنا ناگزیر ہے۔ لہٰذا اس سے صَرف نظر کیا جائے گا جیسے کہ بوقت دشواری ذبح سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر شکار کھڑا ہوا ہو اور تیر لگنے کے بعد اپنے پہلو پر گر جائے تو بھی حلال ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر زمین پر گرنے کے بعد موت واقع ہو تو حلال نہیں ہے۔ تیر لگنے کے بعد کچھ دیر لڑکھڑانا مضر نہیں کیونکہ یہ زمین پر گرنے کے مانند ہے۔ اگر تیر لگنے کے بعد شکار پہاڑ سے پہلو در پہلو زمین پر گرا تو اس سے حرام نہیں ہوگا کیونکہ اس طرح گرنے کو موت میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اگر کسی شکار کو فضاء میں تیر لگا جس سے اس کے بازو ٹوٹ گئے اور وہ زخمی نہیں ہوا اور گر کر مر گیا تب وہ حرام ہے کیونکہ بوقت موت اس کو کوئی زخم نہیں لگا اور اگر زخم ہلکا ہو جو عموماً موثر نہیں ہوتا لیکن باز و بیکار ہونے کے سبب سے گر کر مر گیا تب بھی حرام ہے۔ اگر شکار فضاء میں تیر سے زخمی ہو کر کنوئیں میں گر کر مر گیا تو یہ دیکھا جائے گا کہ کنوئیں میں پانی ہے یا نہیں ہے؟ اگر پانی ہے تو حرام ہو جائے گا اور اگر پانی نہیں ہے تو حلال ہوگا۔ کیونکہ بغیر پانی کے کنوئیں کا گڑھا زمین کے مانند ہے۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ شکار گرتے وقت کنوئیں کی دیواروں سے نہ ٹکرایا ہو۔ اگر شکار درخت پر بیٹھا ہوا تھا اور تیر لگنے کے بعد زخمی ہو کر زمین پر گر گیا تو وہ حلال ہے اور اگر درخت کی شاخوں پر گرتا ہوا تب زمین پر گرا تو حلال نہیں ہے۔ کیونکہ درخت کی شاخوں یا پہاڑ کے کناروں سے ٹکرانا زمین سے ٹکرانے کے مانند نہیں ہے اس لئے کہ زمین سے ٹکرانا تو ناگزیر ہے اور شاخوں سے ٹکرانا ضروری نہیں۔

پرندے چونکہ کثرت کے ساتھ درختوں پر رہتے ہیں اس لئے امام کے نزدیک اس میں دونوں احتمال ہیں۔ اگر آبی پرندے کو تیر مارا تو دیکھا جائے گا کہ سطح آب پر ہے یا اس سے خارج۔ اگر سطح آب پر تھا اور تیر لگنے کے بعد زخمی ہو کر پانی میں گر کر مر گیا تو حلال ہے اور اگر پانی سے باہر تھا اور تیر لگنے کے بعد پھر پانی میں گر گیا تو اس میں دو صورتیں ہیں جو حاوی میں مذکور ہیں:۔

اول یہ کہ وہ حرام ہے کیونکہ زخم لگنے کے بعد پانی اس کی ہلاکت میں معاون بنے گا۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ حلال ہے کیونکہ پانی اس کو غرق نہیں کرے گا اس لئے کہ عموماً وہ پانی میں رہتا ہے لہٰذا اس کا پانی میں گرنا زمین پر گرنے کے مانند ہے اور یہ راجح ہے۔

تہذیب میں مذکور ہے کہ اگر شکار سمندر کی فضاء میں ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ مارنے والا سمندر میں ہے یا خشکی میں؟ اگر خشکی میں ہے تو حرام ہے اور اگر سمندر میں ہے تو حلال ہے۔ پس اگر پرندہ پانی سے باہر ہو اور تیر لگنے کے بعد وہ اس میں گر جائے تو اس کے بارے میں دو رائے ہیں۔ علامہ بغوی نے تہذیب میں اور شیخ ابو محمد نے مختصر میں حلت کا قول کیا ہے''۔ یہ جتنے بھی مسائل ہم نے ماقبل میں بیان کئے ہیں اس صورت میں ہیں جبکہ لگنے والا زخم حد ذبح کو نہ پہنچا ہو۔ اگر حلقوم اور مری وغیرہ کٹ گئی ہوں تو پھر اس کا ذبح ہونا مکمل ہو گیا اور بعد میں پیش آنے والے حالات کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔

اگر کوئی شکار زخمی ہونے کے بعد مرا نہ ہو بلکہ غائب ہو گیا ہو اور پھر وہ مردہ حالت میں ملے تو بعض کے نزدیک حلال ہے اور بعض کے نزدیک حرام۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے بشرطیکہ یہ زخم حد ذبح کو پہنچ گیا ہو اور غائب ہونے کا کوئی دخل اس کی موت میں ہو اور اگر وہ زخم حد ذبح کو نہ پہنچا ہو تو پھر اگر وہ پانی میں پایا جائے یا اس پر صدمہ یا دوسرے زخم کا اثر ہے تو وہ حلال نہیں ہوگا علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ س بارے میں ہمارے علماء کے تین قول ہیں۔ (۱) اس کی حلت کے بارے دو قول ہیں جن میں مشہور قول صاحب تہذیب کے نزدیک حلت کا ہے اور اہلِ عراق اس کی تحریم کی جانب مائل ہیں۔ دوسرا قول قطعیت کے ساتھ حلت کا ہے۔ اور تیسرا قطعی طور پر حرمت کا۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر تیر مارنے کے بعد اس کا تعاقب کیا اور وہ مردہ پایا تو حلال ہے اور اگر تیر مارنے کے بعد تعاقب تاخیر سے کیا تو حرام ہے۔ امام مالکؒ سے مروی ہے کہ اگر اس شکار کو خشکی میں پایا تو حلال ہے ورنہ نہیں۔ نوویؒ اور امام غزالیؒ نے ان احادیث کی روشنی میں جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں حلت کو صحیح اور راجح قرار دیا ہے۔ اگر کسی نے تیر چلایا اور بیچ میں شکار آ گیا اور وہ تیر شکار کو لگا اور شکار زخمی ہو کر مر گیا تو اس میں بھی دو قول ہیں اصح منصوص یہ ہے کہ وہ حرام ہے اس لئے کہ نہ اس نے شکار کا قصد نہیں کیا۔

اور اگر کسی نے پتھر سمجھ کر تیر چلایا اور اتفاقاً وہ شکار نکلا اور تیر سے مر گیا تو وہ حلال ہے۔اسی طرح اگر کسی جانور پر صید غیر ماکول سمجھ کر تیر چلایا اور وہ ماکول نکلا تو وہ بھی حلال ہے۔یہی مسئلہ اس صورت میں بھی ہے جبکہ کسی کی دو بکریاں تھیں اس نے ان میں سے ایک کو دوسرے کے گمان میں حلال کر دیا تو وہ حلال ہوگی۔امام مالکؒ بھی اس مسئلہ میں اس کے قائل ہیں۔

اگر کسی نے زمین پر چاقو نصب کر دیا یا اس کے ہاتھ میں چھری تھی اور چھری بکری کے حلق پر گر پڑی جس سے بکری ذبح ہو گئی تو وہ بکری حرام ہوگی اس لئے کہ اس نے نہ ذبح کیا ہے اور نہ ذبح کرنے کا ارادہ اور جو کچھ بھی ہوا وہ بکری کے فعل سے ہوا یا فعل غیر اختیاری سے ہوا ہے۔تہذیب میں ہے کہ ابو اسحاق کے نزدیک چھری گرنے کی صورت میں بکری حلال ہوگی اور شکار کا بھی یہی حکم ہے۔

اگر کسی کے ہاتھ میں چھری ہو جس کو وہ حرکت دے رہا ہو اور بکری بھی اس پر اپنا حلقوم رگڑ رہی ہو اور اس طرح حلقوم کٹ جائے تو وہ حرام ہے کیونکہ موت ذابح اور چوپائے کے اشتراک عمل سے واقع ہوئی ہے۔قاضی ابو سعید ہروی نے "لباب" میں بیان کیا ہے کہ اگر کوئی نابینا شخص کسی بینا کی رہنمائی سے شکار پر تیر چلائے اور وہ شکار مر جائے تو حرام ہوگا۔

بھیڑ اور مشترک شکار کے مسائل

بھیڑ اور اشتراک کی مختلف صورتیں ہیں۔مثلاً یہ کہ ایک شکار پر دو شخصوں کے دو زخم یکے بعد دیگرے واقع ہوں۔پس ان دونوں میں سے پہلا زخم یا تو جلدی مارنے والا ہوگا یا بدیر یا نہ جلدی مارنے والا نہ بدیر۔پس اگر نہ فوراً ہلاک کرنے والا ہو نہ بدیر تو وہ شکار حلال نہیں ہوگا اور اگر فوراً یا بدیر ہلاک کرنے والا ہو تو شکار دوسرے شخص کا ہوگا اور پہلے پر اس زخم کو کوئی ضمان عائد نہیں ہوگا اور اگر پہلے شخص کا زخم فوراً ہلاک کرنے والا ہو تو شکار اول کا ہوگا اور دوسرے شخص پر نقصان کا ضمان ہوگا اور اگر پہلے شخص نے دیر سے ہلاک کرنے والا زخم لگایا ہو تو وہ اس پر زخم لگانے کی وجہ سے شکار کا مالک ہو جائے گا۔دوسرے کے بارے میں دیکھا جائے گا کہ اگر اس کے زخم سے حلقوم اور مری کٹ گئے تو وہ حلال ہے اور دوسرے شخص پر زخمی اور مذبوح شکار کی درمیانی قیمت واجب ہوگی اور تفاوت اس وقت ظاہر ہوگا جب اس میں حیات مستقرہ ہو۔پس اگر وہ سالم ہو یا اس حال میں کہ اگر ذبح نہ کیا جائے تو ہلاک ہو جائے گا تو ایسی صورت میں ذبح کرنے سے اس میں کچھ نقصان نہیں ہوگا اور اگر دوسرے نے فوری طور پر ہلاک کر دیا لیکن حلقوم اور مری کو نہیں کاٹا تو وہ مردار ہوگا اور دوسرے شخص پر مذبوح شکار کی قیمت واجب ہوگی۔

تہذیب میں ہے کہ مذکورہ بالا مسئلہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی اپنے غلام کو زخمی کر دے اور اس کے بعد دوسرا اس غلام کو زخمی کر دے اور غلام کی موت واقع ہو جائے اور یہ مسئلہ اس صورت پر مبنی ہے جب کوئی اجنبی شخص کسی غلام کو زخمی کر دے جس کی قیمت دس درہم ہو اور کوئی دوسرا شخص اس کے بعد زخمی کر دے اور وہ غلام مر جائے تو اس میں مختلف صورتیں ہیں۔مزنی کی رائے یہ ہے کہ اس صورت میں ہر شخص کے ذمہ اس کے لگائے گئے زخم کی جنایت ہوگی اور بقیہ قیمت دونوں میں آدھی آدھی تقسیم کر دی جائے گی۔بعض کی رائے یہ ہے کہ زخم لگانے کے دن اس غلام کی جو قیمت ہے ہر شخص اس کی آدھی قیمت کا ضامن ہوگا۔

ابن خیر نے بیان کیا ہے کہ اگر دونوں کے دن اس کی قیمت مختلف ہو۔مثلاً پہلے شخص نے جس دن غلام کو زخمی کیا اس دن اس کی قیمت دس درہم ہے اور جس روز دوسرے نے زخم لگایا اس روز قیمت نو درہم ہے تو اول پر دس درہم کی تہائی اور ثانی پر نو درہم کی تہائی اور قفال کہتے ہیں کہ ہر ایک پر اس کے زخم کی ارش ہوگی۔پھر دو زخم لگے ہوئے غلام کی جو قیمت بنے گی وہ آدھی آدھی دینی ہوگی۔دوسرا طریقہ مشترکہ شکار کا یہ ہے کہ اول شخص اگر شکار کو زندہ نہ پائے تو ثانی پر زخم کی قیمت واجب ہوگی اور اگر اس نے شکار کو زندہ پایا لیکن اس کو

ذبح نہیں کر سکا تو دوسرے شخص پر زخم کی جنایت لازم ہو گی۔ اگر دو شخصوں نے کسی شکار پر تیر چلایا اور دونوں کے تیر بیک وقت اس شکار کو لگ گئے اور مار ڈالا تو دونوں اس کے مالک ہوں گے اور اگر ایک نے پہلے زخمی کیا اور دوسرے نے ذبح کرنے کی جگہ زخم لگایا یہ معلوم نہیں کہ پہلا تیر کس کا لگا اور دونوں ہی قسم کے ساتھ اولیت کے مدعی ہوں تو پھر وہ دونوں کے درمیان منقسم ہو گا۔ اگر ان میں سے کسی نے ہلکا زخم لگایا اس طرح کہ ذبح کی جگہ میں ٹھیک سے نہیں لگا تو شکار حرام ہو گا۔

مسئلہ:۔ اگر کسی شخص نے ایسے جانور کا شکار کر لیا جس پر آثار ملکیت نمایاں ہوں۔ مثلاً کوئی علامت لگائی گئی ہو یا مہندی وغیرہ لگی ہو یا بازو وغیرہ کٹے ہوئے ہوں یا کان کٹے ہوئے ہوں تو ایسی صورت میں یہ شخص اس شکار کا مالک نہیں ہو گا۔ کیونکہ مذکورہ بالا تمام نشانیاں اس بات کی علامت ہیں کہ یہ جانور کسی کا مملوک ہے اور اڑ کر چلا آیا ہے۔ اس صورت میں اس احتمال کو وقعت نہیں دی جائے گی کہ ممکن ہے کسی محرم نے اس کا شکار کر لیا ہو اور اڑ کر چلا آیا ہے۔ کیونکہ یہ احتمال بعید ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کسی نے وار کر کے شکار کو دو حصوں میں پھاڑ دیا تو وہ پورا شکار حلال ہو گا اور اگر شکار کا کوئی ایک جزو بدن سے جدا ہو گیا اور اس کے تھوڑی دیر بعد ذبح کرنے سے قبل مر گیا تو اس صورت میں وہ الگ شدہ جز ایک قول کے مطابق حلال ہو گا اور بقیہ جسم حرام ہو گا جیسے کہ فوراً مرنے کی صورت میں پورا شکار حلال ہوتا ہے اور اگر ایک جز الگ ہونے کے بعد شکار زندہ ملا اور اس کو ذبح کر لیا تو پورا شکار حلال ہو گا اور وہ الگ شدہ حصہ حرام ہو گا۔ اگر شکاری جانور کے بوجھ سے شکار کی موت واقع ہو جائے تو اس صورت میں ایک قول کے مطابق یہ شکار حلال ہو گا برخلاف تیر کے بوجھ کے کہ اس صورت میں حلال نہیں ہو گا۔

مسئلہ:۔ چند چیزوں کے ذریعہ شکار پر حق ملکیت ثابت ہو جاتا ہے۔ قبضہ کا ثبوت' پوچھل بنا دینا' اڑان کو ختم کر دینا' ڈور یا جال سے چمٹ جانا۔ اگر شکاری سے جال گر گیا اور اس میں شکار پھنس گیا تو اس میں دو قول ہیں۔ یہی مسئلہ جال' پھندوں والی رسی اور پھندوں (پھاند) وغیرہ کا ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کسی شخص نے مچھلی کا شکار کیا اور مچھلی کے پیٹ سے موتی برآمد ہوا پس اگر وہ موتی سوراخ والا ہے تو لقطہ کے حکم میں آئے گا اور اگر بغیر سوراخ کے ہے تو وہ شخص اس کا مالک ہو جائے گا اور اگر مچھلی خریدی اور اس کے پیٹ سے بغیر سوراخ کا موتی برآمد ہوا تو یہ اس کا مالک ہو گا اور اگر سوراخ شدہ موتی برآمد ہوا تو بائع کا ہو گا' بشرطیکہ بائع اس کا دعویٰ کرے' تہذیب میں اسی طرح مذکور ہے۔ حالانکہ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ شکاری کا ہونا چاہیے۔ جیسا کہ زمین پر برآمد ہونے والا خزانہ زمین کھودنے والے کا ہوتا ہے۔

خاتمہ:۔ شکار چھوٹ کر بھاگ جائے تو اس سے شکاری کی ملکیت ختم نہیں ہو گی۔ اس میں دو قول ہیں۔ ظاہر اور صحیح یہ ہے کہ ملکیت ختم نہیں ہو گی لیکن ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ زمانہ جاہلیت کا تسیب یا السوائب والا عمل ہے۔ اور شکار کا یہ حق ہے کہ اس فعل سے احتراز کیا جائے۔ سائبہ پر مفصل گفتگو باب النون میں اور کتے اور جارحہ کے شکار کی تفصیل باب الکاف میں آئے گی۔ انشاء اللہ۔

اگر شکار چھوٹ کر بھاگ جائے تو اس سے ملکیت ختم نہیں ہوتی۔ اگر کوئی شخص ایسے شکار کو پکڑے تو پہلے شخص کو لوٹا دینا ضروری ہے خواہ وہ شکار جنگل میں وحشی جانوروں میں شامل ہو جائے۔ خواہ آبادی سے دور چلا جائے یا آبادی میں اس کے گرد گھومتا رہے بہر صورت یہی مسئلہ ہے۔ امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ جب تک آبادی میں یا آبادی کے قریب گھومتا ہے تو اس وقت تک ملکیت ختم نہیں ہو گی۔ البتہ اگر آبادی سے دور چلا جائے اور جنگل میں جنگلی جانوروں میں شامل ہو جائے تو ملکیت ختم ہو جاتی ہے اور۔

اگر تھوڑا عرصہ گزرا ہو تو ملکیت ختم نہیں ہوتی۔ امام مالکؒ سے یہ بھی منقول ہے کہ از خود غائب کرنے سے ملکیت مطلقاً ختم ہو جاتی

ہے۔علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس کو بھی چوپائے کے بدکنے اور غلام کے فرار پر قیاس کیا جائے گا۔

تمتہ:۔ اگر کوئی شکار کھیت میں دھنس کر پکڑا جائے تو اس کے مالک ہونے میں دو قول ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ مالک نہیں ہوگا۔ کیونکہ صاحب زمین نے زمین کی سیرابی کے لئے کھیتی کا قصد کیا ہے نہ کہ شکار کا۔ اگر کوئی شکاری کسی کے باغ میں داخل ہو کر کسی پرندے کا شکار کرے تو قطعی طور پر وہ شخص اس کا مالک ہو جائے گا اور باغ کے مالک کو کوئی حق اس میں نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم۔

کسی نے کیا ہی عمدہ یہ اشعار کہے ہیں۔

يَشْقٰى رِجَالٌ ويشقى آخَرُوْنَ بِهِم وَيَسعِدُ اللهُ اقواماً بَاقْوَامٍ

ترجمہ:۔ کچھ لوگ بد بخت ہوتے ہیں اور دوسرے لوگ بھی ان کی وجہ سے بد بخت ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بعض قوم کو بعض کی وجہ سے نیک بخت بناتے ہیں۔

وَلَيْسَ رِزقُ الفتى من فضلِ حيلتِهٖ لكن حُدُودُ بِاَرْزَاقِ وَاَقْسَامٍ

ترجمہ:۔ اور انسان کا رزق اس کے حیلے کا کمال نہیں ہے ہاں البتہ رزق اور قسمتوں کے کچھ حدود ہیں۔

كَالصَّيْدِ يُحَرمه الرامى المجيد وَقد يَرْمِى فيحرزه مَنْ لَيْسَ بالرَّامِیْ

ترجمہ:۔ جیسے شکار ہے کہ اس کو تیر مارنے والا لے لیتا ہے اور کبھی تیر مارتا ہے کوئی شخص اور شکار کو وہ شخص روک لیتا ہے جس نے تیر نہیں چلایا۔

فائدہ:۔ تاریخ ابن خلکان میں مذکورہ ہے کہ جب رشید نے فضل بن یحیٰی کو خراسان کا امیر بنا دیا تو کچھ مدت گزرنے کے بعد ڈاک سے ایک خط موصول ہوا۔ جس میں لکھا تھا کہ فضل کو شکار کے شوق اور عیش پرستی نے رعایا کے امور کی نگہبانی سے غافل کر دیا (رشید نے یحیٰی سے کہا پیارے اس خط کو پڑھو اور فضل کے پاس ایسا خط لکھو جو اس کو ان حرکتوں سے باز رکھے۔ چنانچہ یحیٰی نے فضل کو ایک خط لکھا اور خط کے آخر میں یہ اشعار لکھے۔

اِنْصِبْ نَهَارًافِی طِلَابِ الْعُلاَ وَاصْبِرْ عَلٰى فَقْدِ لِقاءِ الْحَبِيْبِ

ترجمہ:۔ دن بھر بلندی کی تلاش میں گزارہ اور محبوب کی ملاقات نہ ہونے پر صبر کر۔

حَتّٰى اِذا اللَّيْلُ آتى مُقْبِلاً وَاكْتَحَلَتْ بِالْغمْضِ عَيْنَ الْرقِيْب

ترجمہ:۔ یہاں تک کہ جب رات تیرے سامنے آجائے اور رقیب کی آنکھ میں پوشیدگی کا سرمہ لگا دے۔

فَبَادِرِالْلَّيْلَ بِمَا تَشْتَهِیْ فَاِنَّمَا اللَّيْلُ نَهَارُ الْاَ رِيْبِ

ترجمہ:۔ تو رات دن اس کام کو انجام دے جس کی تجھے خواہش ہو اس لئے کہ رات عقلمند (شخص) کا دن ہے۔

كَمْ مِنْ فتىً تَحْسِبَهٗ ناسكا يَسْتَقْبِلُ اللَّيْلَ بِاَمْرٍ عَجِيْبِ

ترجمہ:۔ بہت سے نوجوان ایسے ہیں جن کو تو عابد و زاہد سمجھتا ہے لیکن وہ رات کا استقبال عجیب سے کرتے ہیں۔

غطىّٰ عَلَيْهِ اللَّيْلُ اَسْتَارَهٗ فَبَاتَ فِیْ لَهْوٍ و عَيْشٍ خَصِيْبِ

ترجمہ:۔ رات اس پر اپنا پردہ ڈال دیتی ہے۔ پس وہ نہایت کھیل و عیاشی میں رات گزارتا ہے۔

وَلَذَّةُ الْاَحْمَقِ مَكْشُوْفَةٌ يَسْعى بِهَا كُلُّ عَدُوٍ مُرِيْبِ

ترجمہ:-اوراحمق کی لذت ظاہر ہوتی ہے ہر چغل خور دشمن اس کی چغلی کرسکتا ہے۔

فضل کو یحییٰ کی قیمتی نصیحت

منقول ہے کہ فضل بہت اکڑ کر چلا کرتا تھا۔ ایک روز جب وہ اپنے والد یحییٰ کی خدمت میں حاضر ہوا تو یحییٰ نے اس حرکت پر نا پسندیدگی کا اظہار کیا اور کہا کی حکماء کا قول ہے کہ آدمی کے اندر بخل اور جہل تواضع کے ساتھ اس علم اور سخاوت سے بہتر ہے جو کبر کے ساتھ ہو۔ پس کس قدر بہتر ہے یہ خوبی جس نے دو بہت بڑی خامیوں کو چھپادیا اور کس قدر مذموم ہے یہ برائی (کبر) جس نے دو بڑی خوبیوں کو پس پشت ڈال دیا۔

رشید کی مروت اور فضل کی خدمت والدین

جب یحییٰ اور فضل قید خانے میں تھے تو موکل نے ایک دن ان کی تیز ہنسی کی آواز سنی اور اس کی اطلاع رشید کو پہنچائی۔ رشید نے مسرور کو بھیجا کہ جا کر ان دونوں سے ہنسی کا سبب معلوم کرو اور ان سے کہو کہ امیر المومنین نے فرمایا ہے کہ یہ کیا طریقہ ہے کہ تم لوگ امیر المومنین کے غصہ اور ناراضگی کا تمسخر کر رہے ہو۔ امیر المومنین کے یہ الفاظ سن کر وہ دونوں اور ہنسے۔ اس کے بعد یحییٰ نے کہا ہماری طبیعت نے سکباج (ایک قسم کا سالن جو گوشت، سرکہ اور خوشبودار مصالحوں سے تیار ہوتا ہے) کی خواہش کی ہم نے اس کے لئے ہانڈی، گوشت اور سرکہ وغیرہ خریدنے کا نظم کیا اور سکباج پکایا۔ مگر جب یہ پک کر تیار ہو گیا اور فضل اس کو اتارنے لگا تو ہانڈی گر گئی اس وجہ سے ہمیں اپنے حالات پر تعجب ہوا اور ہنسی آنے لگی۔

مسرور نے جب اس واقعہ کی اطلاع رشید کو دی تو وہ رو پڑا اور حکم دیا کہ روزانہ ان (یحییٰ اور فضل) کے لئے دستر خوان تیار کیا جائے اور ایک آدمی کو جوان سے مانوس تھا حکم دیا کہ روزانہ تو ان کو کھانا کھلایا کر اور ان سے گفتگو کیا کر۔

اور منقول ہے کہ فضل اپنے باپ کے ساتھ بہت ہی حسن سلوک کرتا تھا۔ اس کے والد یحییٰ کو موسم سرما میں ٹھنڈا پانی نقصان دیتا تھا اور قید خانہ میں پانی گرم کرنے کا کوئی نظم نہیں تھا تو فضل تانبے کے لوٹے میں پانی لے کر بہت دیر تک اپنے پیٹ سے لگائے رکھتا تھا تا کہ بدن کی گرمی سے پانی کی ٹھنڈک کچھ کم ہو جائے اور اس کے والد اس پانی کو استعمال کرسکیں۔ یحییٰ کی جیل میں ۱۹۳ھ میں وفات ہوگئی۔ جب رشید کو ان کی وفات کی اطلاع ملی تو کہا میرا معاملہ بھی اس کے معاملہ کے قریب ہے۔ چنانچہ یحییٰ کی وفات کے پانچ ماہ بعد رشید بھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اَلصَّیْدَح

(سخت آوز والا گھوڑا) الصیدح: جوہری کی رائے میں صیدح الو کو کہتے ہیں۔ اس کو صیدح کہنے کی وجہ اس کی آواز ہے۔ کیونکہ صیدح کے معنی چلانے کے آتے ہیں۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

وَقَدْ هَاجَ شَوقِیْ انْ تغنت حمامة مَطوَقَةٌ وَرَقاء تَصَدَحُ بالْفَجْرِ

ترجمہ:-اور میرا شوق موجزن ہو گیا جب وہ سبز رنگ والی گنڈے دار کبوتری گنگنائی جو فجر کے وقت بولتی ہے۔

جاحظ نے کہا ہے کہ بوم اور تمام طیور اللیل سحر کے وقت ضرور بولتے ہیں۔ صیدح ایک سفید اونٹنی کا بھی نام ہے۔ بلال ابن بردہ ابن ابی موسیٰ الاشعری نے شعر میں اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے۔

رَایتُ النَّاسَ ینتجعون غیثاً فَقُلْتُ لِصَیْدَحَ التجعی بَلالا

ترجمہ:۔میں نے لوگوں کو بخشش کی تلاش کرتے ہوئے دیکھا تو صیدح سے کہا کہ بلال کو بھی بخشش دے۔
یہ شعر باب الالف میں ابل کے بیان میں بھی گزر چکا ہے۔

اَلصَّیْدَنُ

(لومڑی) باب الثاء میں ثعلب کے عنوان سے اس کا تذکرہ گزر چکا۔

اَلصَّیْدَنَانِیُ

(ایک کیڑا جو مخلوق سے پوشیدہ رہنے کے لئے زمین میں مسکن بناتا ہے)

اَلصِّیْرُ

(چھوٹی مچھلیاں)

حدیث میں تذکرہ:۔

سنن بیہقی میں "باب مَا جَاءَ فِیْ اَکْلِ الجرَادِ" کے عنوان کے تحت وہب بن عبداللہ مغافری سے مروی ہے:۔

"وہب کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمر کے ہمراہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے ہمارے سامنے گھی میں تلی ہوئی ٹڈی رکھی اور فرمایا اے مصری اس کو کھاؤ شاید یہ الصیر تم کو اس سے زیادہ محبوب ہے میں نے کہا کہ ہم الصیر کو پسند نہیں کرتے"۔

دوسری حدیث میں ہے:۔

"حضرت سالم بن عبداللہ کے پاس سے ایک شخص صیر (نمک میں تلی ہوئی مچھلی) لے کر گزرا آپ نے اس میں سے چکھا اور پھر اس کا بھاؤ دریافت فرمایا"۔

جریر نے ایک قوم کی ہجو کرتے ہوئے یہ شعر لکھا ہے۔

كَانُوْا اِذَا جَعَلُوْا فِی صَیْرِهِمْ بصلا ثُمَّ اشتووا كنعدا من مالح جدفوا

ترجمہ:۔ وہ لوگ جب اپنی صیر پیاز میں ملاتے ہیں تو پھر کنعد (ایک قسم کی مچھلی) نمکین پانی میں کاٹ کر بھونتے ہیں۔

منقول ہے کہ کسی نے حضرت حسنؓ سے صحناۃ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا مسلمان صحناۃ کھاتے ہیں جس کو صیر بھی کہتے ہیں۔علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ صحناۃ اور صیر دونوں غیر عربی لفظ ہیں۔

طبی خواص

جبریل بن بختیشوع نے بیان کیا ہے کہ ابازید سے پکڑی ہوئی صحناۃ کا استعمال معدے کی رطوبت اور گندگی کو صاف کرتا ہے اور منہ کی بدبو کو ختم کر کے خوشبو پیدا کرتا ہے۔ بلغم کی وجہ سے پیدا ہونے والے کولھوں کے درد کو ختم کرتا ہے۔ بچھو کے ڈسے ہوئے کو اس کی مالش فائدہ پہنچاتی ہے۔

باب الضاد

اَلضَّأن

(بھیڑ، دنبہ) الضان: یہ ضائن کی جمع ہے مونث کے لئے ضائنہ بولتے ہیں۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ ایسی جمع ہے جس کا کوئی واحد نہیں ہے۔ بقول دیگر اس کی جمع ضئین آتی ہے۔ جیسے عبد کی عبید آتی ہے۔

ضان کا قرآن کریم میں تذکرہ:۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ثَمَانِيَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّانِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ قُلْ آٰلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ. (الایۃ)

"یہ مویشی آٹھ نر و مادہ پیدا کئے یعنی بھیڑ اور دُنبی دو قسم نر و مادہ اور بکری میں دو قسم نر و مادہ' آپ ان سے کہئے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام کیا ہے یا ان دونوں مادہ کو یا اس (بچہ) کو جس کو دونوں مادہ اپنے پیٹ میں لئے ہوئے ہیں"۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت کے عرب یوں کہا کرتے تھے یہ مواشی ہیں اور یہ کھیت۔ ان کو کوئی استعمال نہیں کر سکتا۔ اسی طرح انہوں نے یہ عقیدہ بھی گھڑ رکھا تھا کہ ان مویشیوں کے رحم میں جو کچھ ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں کے لئے حرام ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے بحیرہ' سائبہ' وصیلہ اور حامی کو بھی حرام کر رکھا تھا اور بعض جانوروں کا کھانا اپنی عورتوں کے لئے حرام کر رکھا تھا۔ مگر جب اسلام کا آفتاب طلوع ہوا تو اس نے حلال و حرام کے احکام کو واضح کر دیا تو کفار مکہ نے اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑا شروع کر دیا اور سب سے پہلے آپ سے اس بارے میں مشرکین کے خطیب مالک بن عوف بن الاحوص الجشمی نے آغاز کیا اور دریافت کیا کہ اے محمدؐ تم نے وہ بہت سی چیزیں جو ہمارے آباؤ اجداد کیا کرتے تھے حرام کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ تم نے بلا اصل و ثبوت بہت سی قسم کی بکریوں کو حرام کر رکھا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان ازواج خمسہ کو کھانے اور ان سے نفع اٹھانے کے لئے پیدا کیا ہے لہٰذا تم یہ بتاؤ کہ یہ تمہاری مفروضہ تحریم کہاں سے آئی؟ آیا نر کی جانب سے یا مادہ کی جانب سے؟ یہ سن کر مالک حیران ہو گیا اور کوئی جواب اس سے نہ بن پڑا۔ آپؐ نے اس سے فرمایا کہ جواب کیوں نہیں دیتا؟ مالک نے کہا کہ آپ ہی فرمائیں میں سنتا رہوں گا۔ مالک کے جواب نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ اگر وہ یہ جواب دیتا کہ نر کی جانب سے حرمت آئی ہے تو یہ حرمت تمام نروں کو شامل ہوتی' تخصیص کیسی؟ اور اگر یہ کہتا کہ مادہ کی جانب سے' تو بھی تمام مادہ حرام ہوتیں اور اگر یوں کہتا کہ حرمت اشتمال رحم کی وجہ سے آئی ہے تو تمام جانور۔

بلا امتیاز مذکر و مونث حرام ہو جائیں کیونکہ رحم سب کو شامل ہے۔ اور پھر یہ تخصیص کہ پانچواں بچہ حرام ہے یا ساتواں یا بعض حرام اور بعض حرام نہیں کہاں سے آئی؟

آیت بالا میں ثَمَانِيَةَ ازواجٍ پر بدلیت کی بناء پر ہے ثَمَانية حَمُولَةً سے بدل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چوپاؤں میں سے ان آٹھ ازواج کو یعنی آٹھ قسموں کو پیدا فرمایا۔ ضان کی دو صنف مذکر و مونث پس مذکر ایک زوج اور مونث ایک زوج ہوا۔ اہل

عرب ہر اس واحد کو جو دوسرے سے منفک نہ ہو زوج کہتے ہیں۔ بحیرۃ' سائبۂ وصیلہ اور حام کی تفصیل انشاء اللہ باب النون میں نعم کے عنوان سے آئے گی۔

نوع غنم یعنی بھیڑ بکریوں میں اللہ تعالیٰ نے خاص برکت رکھی ہے چنانچہ یہ سال میں ایک مرتبہ بچہ پیدا کرتی ہیں اور ان کو کثرت کے ساتھ کھایا جاتا ہے مگر پھر بھی روئے زمین پر یہ کثرت سے پائی جاتی ہیں۔اس کے برخلاف درندے سال میں دو مرتبہ یعنی جاڑے اور گرمی کے موسم میں بچے جنتے ہیں اور کھانے کے مصرف میں نہیں آتے پھر بھی بہت کم خال خال ہی نظر آتے ہیں۔

بھیڑ کی کھال نہایت نرم ہوتی ہے اس کی نرمی ضرب المثل ہے۔ حدیث شریف میں اس کی مثال دی گئی ہے بیہقی اور ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:-

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آخری زمانہ میں کچھ لوگ ایسے نمودار ہوں گے جو دنیا کو دین کی آڑ میں چھپائیں گے' ان کی زبانیں شہد سے زیادہ شیریں ہوں گی اور ان کے قلوب بھیڑیوں سے زیادہ سخت ہوں گے اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے قلوب ایلوے سے زیادہ تلخ ہوں گے۔ بظاہر اس قدر نرم کہ لوگوں کے سامنے بھیڑ کی کھال میں نمودار ہوں گے اور دنیا کو دین کے بدلہ میں خریدیں گے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا یہ لوگ مجھے دھوکہ دے رہے ہیں اور کیا مجھ پر جرأت کا مظاہرہ کر رہے ہیں تو میں بھی اپنی ذات کی قسم کھاتا ہوں کہ ان کو ایسے فتنوں میں مبتلا کروں گا کہ ان کے عاقل و سنجیدہ لوگ بھی حیران ششدر رہ جائیں گے''۔

بھیڑ اور بکری میں اس قدر طبعی تضاد ہے کہ یہ باہم کبھی جفتی نہیں کر سکتے۔

بھیڑ اور بکری کے خصائل

یہ ہاتھی اور بھینس جیسے عظیم الجثہ جانوروں سے نہیں گھبراتیں مگر ذرا سے بھیڑیئے کو دیکھتے ہی ان پر خوف عظیم طاری ہو جاتا ہے۔اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ یہ خوف اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا فطری ہے۔ دوسری ایک عجیب بات ان کی فطرت میں یہ ہے کہ بکری ایک رات میں بہت سے بچے جنتی ہے اور صبح کو چرواہا بچوں کو گھر چھوڑ کر بکریوں کو چرانے لے جاتا ہے اور شام کو جب واپس لے کر آتا ہے تو ہر بچہ دودھ پینے کے لئے اپنی ماں کے پاس پہنچ جاتا ہے اور اس میں قطعاً بھول نہیں کرتا۔

ہندوستان میں ایک خاص قسم کی بھیڑ (دُنبہ) ہوتی ہے۔ جس کے سینے' کندھوں اور رانوں و دُم پر ایک ایک چکی ہوتی ہے اور بسا اوقات اس قدر بڑھ جاتی ہیں کہ اس کو چلنے میں دشواری ہونے لگتی ہے۔

اگر بھیڑ کسی کھیتی یا درخت وغیرہ کو چر لیتی ہے تو وہ دوبارہ اگ آتی ہے لیکن اگر بکری کھالے تو ایسا نہیں ہوتا اسی لئے اہلِ عرب بھیڑ کے چر لینے کی صورت میں جَزَّ ضائنۃ (بھیڑ نے کاٹ دیا) بکری کے چرنے کی صورت میں حلق معزۃ (بکری نے روند دیا) کہتے ہیں۔

بھیڑ یا بکری شمال کی جانب سے چلنے والی ہوا کے وقت جفتی کریں تو نر بچہ پیدا ہوتا ہے اور اگر دکھن کی جانب چلنے والی ہوا کے وقت جفتی کریں تو مادہ بچے پیدا ہوتے ہیں اور اگر بارش کے وقت جفتی کریں تو استقرار حمل نہیں ہوتا۔

شرعی حکم

بالاجماع اس کا کھانا حلال ہے۔

ضرب الامثال

اہلِ عرب کسی کی حماقت و جہالت کو ظاہر کرنے کے لئے کہتے ہیں'' اَجْھَلُ مَنْ رَاعِیُ الضَّانِ '' (بھیڑ کے چرواہے سے زیادہ

جاہل)''وَاَحْمَقُ مِنْ طَالِبِ ضَأنِ ثَمَانِین ''(اَسّی بھیڑوں کے طالب سے زیادہ احمق)ان امثال میں چرواہے کی جانب حماقت کو منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بھیڑ کی یہ عادت ہے کہ وہ ہر چیز سے بدک کر منتشر ہو جاتی ہیں اور چرواہا ہر بار ان کو اکٹھا کرنے کے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہے۔لہٰذا اس دوڑ دھوپ کی وجہ سے اس کو حماقت کی جانب منسوب کر دیا گیا ہے۔

چنانچہ صحاح میں مذکور ہے'' ''(اَسّی بھیڑوں والے سے زیادہ احمق) یہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ایک اعرابی نے کسریٰ بادشہ کو ایک خوشخبری سنائی جس سے وہ مسرور ہوا اور اس نے اعرابی سے کہا کہ جو چاہو مانگو تو اس اعرابی نے کہا کہ مجھے اسّی بھیڑیں دی جائیں)۔

ابن خالو یہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حاجت پوری کر دی تو حضورؐ نے اس سے فرمایا تو میرے پاس مدینے آنا۔وہ شخص مدینہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تجھے ان دونوں باتوں میں سے کیا پسند ہے؟ کہ تجھے اسی بکریاں دے دی جائیں یا میں تیرے حق میں دُعا کروں کہ تو میرے ساتھ جنت میں رہے؟ تو اس شخص نے کہا کہ مجھے اسی بھیڑ دے دی جائیں۔حضورؐ نے اشارہ فرمایا کہ اس کو اسی بھیڑ دے دو۔اس کے بعد آپؐ نے فرمایا:-

''یقیناً موسیٰ علیہ السلام کی ساتھی عورت تجھ سے زیادہ عقلمند تھی' اس لئے کہ جب اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی نعش بتلائی تھی تو حضرت موسیٰؑ نے اس سے کہا تھا کہ تجھے کیا پسند ہے تیرے لئے اپنے ساتھ جنت میں رہنے کی دعا کروں یا تجھ کو سو بکریاں دے دوں؟ تو اس عورت نے جواب دیا کہ مجھے آپ کے ساتھ جنت میں رہنا زیادہ پسند ہے''۔

اس حدیث کو ابن حبانؒ نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے۔حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:-

''حضرت موسیٰ اشعری کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حنین میں ہوازن کا مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے تو لوگوں میں سے ایک شخص کھڑا ہو کر بولا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ذمہ میرا ایک وعدہ ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو سچ کہہ رہا ہے' تو جو چاہے اپنے حق میں فیصلہ کر لے تجھے اختیار ہے تو اس شخص نے کہا کہ میں اپنے لئے اسّی بھیڑ کا فیصلہ کرتا ہوں اور ان کے لئے ایک چرواہے کا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تجھے دے دیا گیا لیکن تو نے بہت معمولی سا فیصلہ اپنے حق میں کیا' یقیناً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جس عورت نے حضرت یوسف علیہ السلام کی نعش بتلائی تھی وہ تجھ سے زیادہ عقلمند تھی۔جب حضرت موسیٰؑ نے اس کو فیصلہ اختیار دیا تو اس نے کہا کہ میرا فیصلہ یہ ہے کہ مجھے دوبارہ جوان بنا دیں اور مجھے اپنے ساتھ جنت میں داخل کرا دیں''۔

''احیاء'' میں زبان کی آفتوں میں سے تیرہویں آفت کے عنوان کے ذیل میں بیان کیا ہے کہ ''لوگ اس چیز کو جس کا کہ انسان کا حکم بنایا جائے یعنی فیصلہ کا اختیار بہت کمزور کرتے ہیں۔یہاں تک کہ اس کو ضرب المثل بنا لیتے ہیں۔چنانچہ لوگ مثال دیتے ہیں۔''افنع من صاحب الثمانین و الراعی''(چرواہے اور اسی بھیڑوں والوں سے زیادہ قانع)۔

طبی خواص

بھیڑ کا گوشت سوداوخلطوں کو روکتا ہے اور منی میں اضافہ کرتا ہے۔زہروں میں نافع ہے لیکن بکرے کے گوشت کے مقابلہ میں گرم ہوتا ہے۔ایک سالہ بھیڑ کا گوشت نہایت عمدہ ہوتا ہے اور معدے کے لئے نفع بخش ہے۔لیکن جس شخص کو شب کوری کی عادت ہو اس کے لئے مضر ہے۔البتہ قابض شوربوں کے ذریعے اس کا دفاع ممکن ہے۔مادہ بھیڑ کا گوشت بہتر نہیں ہوتا کیونکہ اس سے فاسد خون پیدا ہوتا ہے۔شش ماہ بچہ کا گوشت کثیر الغذا ہوتا ہے مگر گرم تر اور بلغم پیدا کرتا ہے۔مینڈھے کا گوشت دیگر موسموں کے لحاظ سے موسم ربیع میں اچھا

ہوتا ہے۔ خصی مینڈھے کا گوشت قوت میں اضافہ کرتا ہے۔ مینڈھے کا خون بوقت ذبح گرم گرم لے کر برص پر ملا جائے تو اس کا رنگ بدل جائے گا اور برص ختم ہو جائے گا۔ اگر بھیڑ کی تازہ کلیجی لے کر جلا لی جائے اور پھر اس کو دانتوں پر ملا جائے تو دانت سفید اور چمک دار ہو جاتے ہیں۔ اگر مینڈھے کا سینگ کسی درخت کے نیچے دفن کر دیا جائے تو اس درخت پر کثرت سے پھل آئیں گے۔ اگر بھیڑ کے پتہ کو شہد میں ملا کر آنکھوں میں لگایا جائے تو نزول الماء کی بیماری دور ہو جاتی ہے۔ اس کی ہڈی اگر جھاؤ کے درخت کی لکڑی کے ساتھ جلا کر اس کی راکھ روغن گلاب جو چراغ میں جل چکا ہو ملا کر ٹوٹے ہوئے دانت پر لگا لی جائے تو دانت ٹھیک ہو جائیں گے۔ اگر بھیڑ کے بال عورت اپنی اندام نہانی میں رکھ لے تو حمل ضائع ہو جائے گا۔ اگر شہد کے برتن کو سفید بھیڑ کی اون سے ڈھک دیا جائے تو وہ چیونٹیوں سے محفوظ رہے گا۔

اَلضُّوٌ ضوٌ

الضُّوضوٌ: ایک منحوس پرندہ جس کے پروں پر طرح طرح کے نقطے ہوتے ہیں۔

اَلضَّبُّ

(گوہ) الضب: یہ ایک بری جانور ہوتا ہے جو سوسمار کے مشابہ ہوتا ہے۔

بقول اہل لغت ضب اسماء مشترک میں سے ہے۔ متعدد معانی کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ اونٹ کے پاؤں کے ورم کو بھی ضب کہتے ہیں اور مسمار آہنی کو بھی ضب کہتے ہیں۔ منی میں واقع مسجد خیف کی اصل پہاڑ کا نام بھی ضب ہے۔ **ضبة الكوفة ضبة البصرة** عرب کے دو قبیلوں کا نام ہے۔ اونٹنی کا دودھ دوہنے کے لئے مٹھی میں تھن کو دبانا' کو بھی ضب کہتے ہیں۔ چنانچہ اس معنی کی تائید ابن درید کے اس شعر سے ہوتی ہے۔

جَمَعْتُ لَهُ كَفِّيْ بِالرمح طاعناً　　كما جمع الْخلفَيْنَ فِي ضب حَالِبُ

ترجمہ:- میں نے نیزہ مارنے کے لئے اس طرح مٹھی میں دبا لیا جس طرح دودھ دوہنے والا اپنی مٹھی میں اونٹنی کے دو تھن دبا لیتا ہے۔

اس کی کنیت ابوحسل آتی ہے اور جمع ضباب اور اضب جیسے کف کی جمع اکف آتی ہے۔ مونث کے لئے ۔ضَبَّۃٌ بولتے ہیں۔ اہل عرب کا قول ہے "**لَا فعلُهُ حَتّٰى يَرِ دالضَّبُّ**" (جب تک گوہ پانی میں نہ اترے میں اس کام کو نہیں کروں گا) اور چونکہ گوہ پانی میں نہیں آتی لہٰذا اس کے معنی یہ ہوئے کہ کہ اس کام کو کبھی نہیں کروں گا۔

ابن خالویہ کا قول ہے کہ گوہ پانی نہیں پیتی اور سات سو سال یا اس سے بھی زیادہ زندہ رہتی ہے۔ کہتے ہیں کہ ہر چالیس دن کے بعد ایک قطرہ پیشاب کا آتا ہے۔ اس کے دانت کبھی نہیں گرتے۔ نیز اس کے دانت جدا جدا نہیں ہوتے بلکہ پورا دانتوں کا ایک قطعہ ہوتا ہے۔ شعراء نے جانوروں کی زبانی جو اشعار وضع کئے ہیں ان میں گوہ کی زبانی وضع کردہ یہ شعر ہیں۔

ثُمَّ قَالَتُ السَّمَكَةُ رُ ذيَاضَبُ: اَصْبَحَ قَلْبِيْ صَرُ دً ۔ الاَ يَشْتَهِيْ اَنْ يَرُ دَا ۔ اِلَّا عُرَادًاعُرَ ادًا ۔وَصَلْيَانًا بَرُدً ۔ وَعَنكثاً مُلْتَبِدًا

ترجمہ:- (مچھلی نے کہا اے گوہ چپ رہ) ضب نے جواباً کہا: میرا قلب خالی ہو گیا ہر آرزو تمنا سے اور اب اسے ٹھنڈک کی بھی کوئی آرزو

نہیں رہی اب شدید گرمی اور ٹھنڈک دونوں برابر ہیں خواہ لوٹ پوٹ ہو جاؤں گرم ریت میں یا نمناک مٹی میں۔

مچھلی اور گوہ کے اس تضاد کی جانب حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس شعر میں اشارہ فرمایا ہے۔

وَکَیْفَ اَخَافُ الْفَقْرَ وَاللّٰہُ رَازِقِیْ وَرَازِقُ ھٰذَا الْخَلْقِ فِی الْعُسْرِ وَالْیُسْرِ

ترجمہ:۔ (اور میں کس طرح فقر سے خوفزدہ ہو جاؤں جبکہ اللہ تعالیٰ میرا رزق ہے اور وہ مخلوق کی تنگی وفراخی میں رازق ہے۔

تَکَفَّلَ بِالْاَرْزَاقِ لِلْخَلْقِ کُلِّھِمْ وَلِلضَّبِّ فِی الْبَیْدَاءِ وَلِلْحُوْتِ فِی الْبَحْرِ

ترجمہ:۔ (وہ اپنی تمام مخلوق کے رزق کی کفالت کرتا ہے اور گوہ کو جنگل میں اور مچھلی کو سمندر میں رزق دیتا ہے۔

جس علاقے میں گوہ کثرت سے پائی جاتی ہے اس کے لئے ''ضَبُّ الْبَلَدْ'' یا ''اَضَبُّ الْبَلَدْ'' استعمال کرتے ہیں یعنی اس علاقے میں کثرت سے گوہ پائے جاتے ہیں۔ اور ''اَرضِ ضَبِبَةٌ' بہت گوہ والی زمین''۔

عبداللطیف بغدادی کہتے ہیں کہ سوسمار' گوہ' گرگٹ' چھپکلی اور شحمۃ الارض (سانڈ) صورت وشکل میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوتے ہیں۔ سوسمار اور حرذون کی طرح گوہ میں نر کے دو ذکر اور مادہ کے دو فرج ہوتی ہیں۔

عبدالقاہر کا بیان ہے کہ گوہ گھڑیال کے چھوٹے بچہ کے برابر ایک جانور ہے۔ اس کی دم بھی اسی جیسی ہوتی ہے اور یہ گرگٹ کی طرح آفتاب کی تمازت سے رنگ بدلتی رہتی ہے۔ ابن ابی الدنیا نے ''کتاب العقوبات'' میں حضرت انسؓ سے نقل کیا ہے کہ گوہ اپنے بل میں بنی آدم کے ظلم سے لاغر ہو کر مر جائے گی۔

جب حضرت ابو حنیفہؒ سے گوہ کے ذکر کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ سانپ کی زبان کی مانند جڑ تو ایک ہی ہے البتہ اس میں دو شاخیں بن گئی ہیں۔

گوہ جب انڈا دینا چاہتی ہے تو زمین میں ایک گڑھا کھود کر اس میں دیتی ہے۔ پھر اس کو مٹی میں ڈال کر دبا دیتی ہے اور روزانہ اس کی نگرانی کرتی رہتی ہے۔ چالیسویں دن بچے نکل آتے ہیں۔ گوہ ستر یا اس سے بھی زائد انڈے دیتی ہے اور اس کے انڈے کبوتری کے مشابہ ہوتے ہیں۔

گوہ اپنے بل سے کم بینائی کی حالت مین نکلتی ہے اور پھر سورج کو تک کر اپنی بینائی بڑھاتی ہے۔ جب اس پر بڑھاپا آجاتا ہے تو اس کی غذا صرف بادِ نسیم ہو جاتی ہے۔ ہوا کی ٹھنڈک پر اس کا دارومدار ہوتا ہے کیونکہ بڑھاپے میں اس کی رطوبت فنا ہو کر حرارت عزیزی کم ہو جاتی ہے۔

بچھو اور گوہ میں دوستی ہوتی ہے اسی وجہ سے یہ اپنے بل میں بچھو کو داخل کر لیتی ہے تاکہ جب کوئی اس کو پکڑنے کی غرض سے اس کے بل میں ہاتھ ڈالے تو بچھو اس کو ڈنگ مار دے۔ یہ اپنا گھر پتھریلی زمین میں بناتی ہے تاکہ پانی کے سیلاب اور زمین کھودنے والے سے محفوظ رہے۔ سخت اور پتھریلی زمین میں گھر بنانے کی وجہ سے اس کے ناخن کند ہو جاتے ہیں۔ گوہ میں نسیان اور راستہ بھول جانے کی عادت ہے اسی لئے حیرانی میں اس کی مثال دی جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ اپنا گھر بلند مقامات یا ٹیلوں پر بناتی ہے تاکہ جب اپنی غذا کی تلاش میں نکلے تو اپنے گھر کو نہ بھولے۔ عقوق یعنی ایذا رسانی میں ضرب المثل ہے کیونکہ یہ اپنے بچوں کو کھا جاتی ہے اور صرف وہی بچے بچتے ہیں جو بھاگ جاتے ہیں۔ اسی کی جانب شاعر نے اشارہ کیا ہے۔

اَکَلْتَ بَنِیْکَ اَکْلَ الضَّبِّ حَتّٰی تَرَکْتَ بَنِیْکَ لَیْسَ لَھُمْ عَدِیْدٌ

ترجمہ:- تو نے گوہ کی طرح اپنے لڑکے کو کھالیا حتیٰ کہ تو نے اپنے لڑکوں کو اس قدر محدود تعداد میں چھوڑا ہے جن کا کوئی شمار نہیں۔

اَاَذْکُرُ حَاجَتِیْ اَم قَدْ کَفَانِیْ حَباؤک اِنَّ شِیْمَتَکَ الوفاءَ

ترجمہ:- میں حاجت کو بیان کروں یا میرے لئے تیرا مرحبا کہنا کافی ہے کیونکہ تیری عادت وفا کرنے کی ہے۔

اَذَا اَثْنٰی عَلَیْکَ الْمَرْءُ یَوْمًا کَفاهُ مَنْ تَعَرُّضِهٖ الثَّنَاءَ

ترجمہ:- جب کوئی شخص ایک روز تیری تعریف کردے تو یہ ایک دن کی تعریف بار بار کی تعریف سے بہتر ہے۔

کَرِیْمٌ لاَ یُغَیِّرُهٗ صَبَاحٌ عَنِ الْخُلْقِ الْجَمِیْلَ وَلاَ مَسَاءَ

ترجمہ:- کریم شخص کی صبح وشام اخلاق حسنہ کو تبدیل نہیں کرتی۔

یُبَارِیْ الرِّیحَ تَکْرُمَةً وَفَجْدًا اِذَا مَا الضَّبُّ اَحْجَرَهُ الشِّتَاءَ

ترجمہ:- شرافت اور بزرگی میں ہوا سے مقابلہ کرتا ہے جس وقت گوہ کو سردی بل میں بند کردیتی ہے۔

فَاَرْضُکَ کُلُّ مَکْرُمَةٍ بِنَاهَا بَنُو تَمِیْمٍ وَاَنْتَ لَهَا سَمَاءُ

ترجمہ:- ہر شرافت اور بزرگی تیری زمین ہے جس کو بنوتمیم نے بنایا ہے اور تو اس زمین کا آسمان ہے۔

حدیث میں تذکرہ:-

ہدار قطنی، بیہقی اور ان کے استاد ابن عدی نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے:-

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی ایک محفل میں تشریف فرما تھے کہ ایک اعرابی قبیلہ بنوسلیم کا آیا۔ یہ شخص گوہ کا شکار کر کے اسے اپنی آستین میں رکھکر اپنے مقام پر لے جا رہا تھا۔ جب اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حلقہ بناتے ہوئے ایک جماعت کو دیکھا تو دریافت کیا کہ یہ جماعت کس کے پاس جمع ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس شخص پر جو نبوت کا مدعی ہے۔ پس وہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ اے محمدؐ! عورتوں نے تجھ جیسا زبان دراز جھوٹا شخص کوئی نہیں جنا (نعوذ باللہ) پس اگر مجھے اس بات کا اندازہ نہ ہوتا کہ اہلِ عرب مجھ کو جلد باز کہیں گے تو میں تجھ کو قتل کر کے تمام لوگوں کو خوش کردیتا۔ یہ بے ہودہ گوئی سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اجازت مرحمت فرمایئے میں اس کو قتل کردوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں عمر کیا تم کو معلوم نہیں کہ بردبار شخص نبوت کا مستحق ہوتا ہے۔ پھر وہ اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور کہا کہ لات اور عزیٰ کی قسم میں آپؐ پر اس وقت تک ایمان نہیں لاؤں گا جب تک کہ گوہ تم پر ایمان نہ لے آئے اور وہ گوہ آستین سے نکال کر نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چھوڑ دی اور کہا کہ اگر یہ گوہ تم پر ایمان لے آئے تو میں بھی تم پر ایمان لے آؤں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز لگائی اے گوہ! آپ کی آواز سن کر گوہ نہایت ہی شستہ اور فصیح زبان میں جس کو سب لوگ سمجھ رہے تھے گویا ہوئی ''لبیک و سعدیک یا رسول رب العالمین'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ سے فرمایا اے گوہ تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ گوہ نے جواب دیا اس ذات کی آسمان میں جس کا عرش ہے اور زمین پر جس کی سلطنت ہے اور سمندر میں جس کی سبیل ہے اور جنت میں جس کی رحمت ہے اور دوزخ میں جس کا عذاب ہے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں کون ہوں؟ گوہ نے جواب دیا آپ پروردگار عالم کے رسول خاتم النبیین ہیں، جس نے آپ کی تصدیق کی فلاح یاب رہا اور جس نے تکذیب کی وہ خائب وخاسر ہوگا۔ گوہ کے زبانی یہ سن کر اعرابی نے کلمہ شہادت

پڑھا کہ میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہیں۔ خدا کی قسم میں جس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی آپ سے زیادہ مبغوض نہیں تھا اور خدا کی قسم! اب آپ میرے لئے میری جان اور میری اولاد سے محبوب ہیں۔ میرا رواں میرا ظاہر و باطن پوشیدہ اور علانیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے تجھے اس دین کی ہدایت دی جو غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس دین کو بغیر نماز کے قبول نہیں فرماتے۔ اور نماز بغیر قرآن کے قبول نہیں فرماتے۔ اس اعرابی نے کہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قرآن سکھا دیجئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص سکھا دی۔ پس اعرابی نے کہا کہ یا رسول اللہ! مختصر سے مختصر اور طویل سے طویل کلاموں میں بھی میں نے اس سے عمدہ کلام نہیں سنا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ پروردگار عالم کا کلام ہے کوئی شعر نہیں ہے۔ جب تو سورۃ اخلاص ایک مرتبہ پڑھ لے تو گویا تو نے ایک ثلث قرآن کریم پڑھ لیا اور جب اس کو دو مرتبہ پڑھ لے تو گویا تو نے دو ثلث قرآن کریم پڑھ لیا اور اگر تین مرتبہ اس کو پڑھ لیا تو پورا قرآن کریم پڑھ لیا۔

اعرابی نے کہا کہ ہمارا معبود تھوڑا قبول کر کے اس کے عوض میں بہت سا دیتا ہے۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے معلوم کیا کہ تیرے پاس مال و دولت ہے۔ اس نے بتایا کہ پورے بنو سلیم میں مجھ سے زیادہ تنگ دست کوئی شخص نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم فرمایا کہ اس کو مال دو۔ پس صحابہؓ نے ان کو اتنا مال دیا کہ حیران کر دیا۔ عبدالرحمان بن عوف نے کہا کہ میں ان کو ایک دس ماہ کی گابھن اونٹنی دیتا ہوں جو اس قدر تیز رفتار ہے کہ آگے والے کو پالیتی ہے لیکن کوئی پیچھے والا اس کو نہیں پکڑ سکتا جو تبوک کے لئے بھیجی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے جو کچھ دیا ہے اس کو بیان کر دیا اور اس کے عوض اللہ تعالیٰ جو تم کو عطا فرمائے گا میں اس کو بیان کروں۔

حضرت عبدالرحمان نے عرض کیا حضورؐ بیان فرمایئے۔ حضورؐ نے فرمایا تم کو اس کے عوض میں ایک اونٹنی ملے گی جو سپید کشادہ موتی کی طرح ہوگی جس کے پاؤں سبز زبرجد کے اور آنکھیں سرخ یاقوت کی ہوں گی۔ اس کے اوپر ایک ہودج ہوگا ار ہودج پر سندس اور استبرق ہوگا۔ یہ اونٹنی تم کو پل صراط پر کوندتی ہوئی بجلی کی مانند لے کر گزر جائے گی۔ پھر اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھ کر باہر نکلے تو ان کو ایک ہزار گھوڑوں پر سوار تلواروں سے مسلح ایک ہزار اعرابی ملے۔ ان مومن اعرابی نے ان سے دریافت کیا کہ کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس جھوٹے کے پاس جا رہے ہیں جو مدعی نبوت ہے۔ ان مومن اعرابی نے ان لوگوں کے سامنے کلمۂ شہادت پڑھا تو ان لوگوں نے کہا کہ اچھا تم بھی صابی ہو گئے؟ تو انہوں نے پورا قصہ ان لوگوں کو سنایا یہ قصہ سن کر وہ ہزاروں بیک وقت "لا اِلٰہ اِلاَّ اللّٰہ محمد الرسول اللّٰہ پڑھ کر مشرف باسلام ہو گئے (رضوان اللہ علیہم اجمعین)۔

اس کے بعد یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمیں خدمت پر مامور فرمایئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ آپ لوگ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جاؤ۔ آپ کے زمانۂ مبارک میں ان ایک ہزار لوگوں کے بعد اتنی بڑی تعداد میں ایک ساتھ پھر کبھی نہ عرب نہ عجم میں لوگ ایمان لائے۔

شرعی حکم

گوہ کا کھانا (شوافع کے یہاں) بالاتفاق حلال ہے اور احناف بالاتفاق حرمت کے قائل ہیں۔ وسیط میں مذکور ہے کہ حشرات الارض میں کوئی جانور سوائے گوہ کے حلال نہیں ہے۔ ابن صلاح نے اپنی کتاب "مشکل" میں لکھا ہے کہ گوہ ناپسندیدہ ہے۔ شیخین نے

حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گوہ کے متعلق دریافت کیا گیا کہ کیا یہ حرام ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا نہیں لیکن میرے وطن میں پائی جاتی ہے اس لئے میں اس کو ناپسند کرتا ہوں''۔

سنن ابی داؤد میں مروی ہے:۔

''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بھنی ہوئی گوہ دیکھیں تو تھوکا' اس پر حضرت خالدؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! شاید آپ اس کو ناپسند فرماتے ہیں؟ اس کے بعد ابوداؤد نے پوری حدیث نقل کی ہے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ نہ میں اس کو کھاتا ہوں اور نہ ہی حرام قرار دیتا ہوں''۔

دوسری روایت میں ہے:۔

''گوہ کو تم لوگ کھالو اس لئے کہ یہ حلال ہے''۔ پس یہ تمام روایتیں اباحت کی صریح دلیل ہیں''۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اہلِ عرب اس کو اچھا اور پاک سمجھتے تھے۔ جیسا کہ شاعر کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے۔

اَکَلْتُ الضِّبَابَ فَمَا عفتها وَاِنِّیْ اِشْتَهَیْتُ قَدِیْدَ الْغَنَمِ

ترجمہ:۔ میں نے گوہ کھائی اور میں اس سے نہیں رکا اور مجھے اب بکری کے سوکھے ہوئے گوشت کی خواہش ہے۔

وَلَحْمُ الْخُرُوْفِ حنیذا وَقُلْ اَتَیْتُ بِهٖ فَاتِراً فی الشبم

ترجمہ:۔ اور بکری کے بچہ کے بھنے ہوئے گوشت کی اور تحقیق کہ میں اس کو جلد ہی لایا منہ میں پانی آنے کی حالت میں۔

وَاَمَا البِھَضْ وَحِیتَانُکُمْ فَاَصْبَحْتُ مِنْهَا کَثِیْرُ السَّقم

ترجمہ:۔ اور دودھ آمیز چاول اور تمہاری مچھلیوں سے میں بیمار ہوگیا۔

وَرَکَّبْتُ زُبَداً عَلٰی تَمَرَةٍ فَنِعْمَ الطَّعَامُ وَنِعْمَ الْاِدَم

ترجمہ:۔ اور میں نے کھجور پر مسکہ رکھا پس بہترین کھانا اور بہترین دسترخوان تیار ہوگیا۔

وَقَدْ نِلْتُ مَنْهَا کَمَا نلتمُوْا فَلَمْ اَرَ فِیْهَا کَضَبٍّ هَرَم

ترجمہ:۔ اور میں نے اس سے پالیا جیسا کہ تم نے پایا۔ پس میں نے اس میں گوہ جیسی عمدگی نہیں دیکھی۔

وَمَا فِی الْبُیُوْسِ کَبَیْضِ الدَّجَاجِ وَبَیْضُ الدَّجَاجِ شِفَاء الْقَرِمِ

ترجمہ:۔ اور بکروں میں مرغی کے انڈوں جیسی خوبی نہیں ہے اور مرغی کے انڈے گوشت کے شوقین کی دوا ہے۔

وَمَکْنُ الضِّبَابِ طَعَامَ الْعَرَبِ وَکَاشِیُهٗ منها رءوس العجم

ترجمہ:۔ اور گوہ کے انڈے اہلِ عرب کی غذا ہے اور اس کی دم کی گرہیں عجمیوں کے سروں کی مانند ہے۔

ہمارے (شوافع) نزدیک اس کا کھانا بلا کراہت جائز ہے جبکہ احناف کے یہاں مکروہ ہے۔ قاضی عیاض نے ایک جماعت سے اس کی حرمت نقل کی ہے لیکن علامہ نوویؒ نے اس کی صحت کا انکار کیا ہے۔

اور یہ حدیث عبدالرحمن بن حسنہ سے مروی ہے۔

''فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک ایسی جگہ قیام کیا جہاں گوہ بکثرت موجود تھیں۔ پس جب ہمیں بھوک لگی تو ہم نے گوہ پکائی۔ جس وقت

ہنڈیا جوش مار رہی تھی تو ہمارے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا یہ کیا پک رہا ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ گوہ ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی ایک قوم کی صورت مسخ کر کے حشرات الارض بنا دیا گیا تھا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ گوہ بھی اسی میں سے نہ ہو اس لئے میں نہ اس کو کھاتا ہوں اور نہ اس سے منع کرتا ہوں''۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب حنین کے لئے تشریف لے جارہے تھے تو آپ کا گزر مشرکین کے ایک درخت کے قریب سے ہوا جس کا نام ''ذات انواط'' تھا۔ اس پر مشرکین اپنے ہتھیار لٹکایا کرتے تھے صحابہ کرامؓ نے اس درخت کو دیکھ کر حضور سے درخواست کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے بھی ایک ذات انواط بنا دیجئے جس طرح ان لوگوں کا ذات انواط ہے۔ حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا سبحان اللہ! یہ ایسا ہی مطالبہ ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کیا تھا کہ اے موسیٰؑ! ہمارے لئے بھی ایک ایسا ہی معبود بنا دیجئے جیسا کہ ان لوگوں کے معبود ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم ضرور بالضرور اپنے سے پہلے لوگوں کی ذرہ ذرہ چیزوں میں پوری پوری اتباع کرو گے۔ حتیٰ کہ اگر وہ گوہ کے بل میں داخل ہوئے تو تم بھی ضرور اس میں داخل ہونے کی کوشش کرو گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یہود و نصاریٰ کی۔ حضورؐ نے فرمایا تو پھر کس کی۔

ضرب الامثال

گوہ چونکہ عموماً راستہ بھول جاتی ہے اس لئے گمراہ کے لئے اہلِ عرب بولتے ہیں۔ اَضَلُّ مِنَ الضَّب (گوہ سے زیادہ گم کردہ راہ) کسی کی ایذا رسانی کے اظہار کے لئے کہتے ہیں ''اَعَقُّ مِنَ الضَّبِ'' (گوہ سے زیادہ آزاردہ) یہ مثل اس لئے چلی ہے کیونکہ گوہ اپنے بچوں کو کھا جاتی ہے کسی کی طویل العمری کو ظاہر کرنے کے لئے کہتے ہیں اَحْیَا مَنَ الضَّبِّ (گوہ سے زیادہ دراز عمر) یہ اس لئے کہتے ہیں کیونکہ گوہ کی عمر بہت طویل ہوتی ہے۔ اس طرح کہتے ہیں اَجْبَنُ مِنَ الضَّبِّ (گوہ سے زیادہ بزدل) اور ''اَبْلَهُ مِنَ الضَّبِ (گوہ سے زیادہ احمق) اور اَخْدَعُ مِنَ الضَّبِّ (گوہ سے زیادہ دھوکہ باز)

شاعر نے کہا ہے۔

اَخْدَعُ مِنْ ضَبٍّ اِذا جَاءَ حَارِسٌ اَعْدَ لَهُ عَنْدَ الذُّبَابَةِ عَقْرَبًا

ترجمہ:۔ اور گوہ اس قدر چالاک ہے کہ جب کوئی شکاری اسے شکار کرنے آتا ہے تو یہ اپنے بل کے منہ پر بچھو رکھتی ہے اور کسی شئے کی پیچیدگی کو ظاہر کرنے کے لئے کہتے ہیں '' اَعْقَدُ مِنْ ذَنْبِ الضَّب'' (گوہ کی دم سے زیادہ گرہ دار) اہل عرب کہتے ہیں کہ کسی آدمی نے ایک اعرابی کو کپڑا پہنا دیا تو اس اعرابی نے کہا کہ میں اس کے صلہ میں تم کو ایسی بات بتاتا ہوں جس کا تجھے ابھی تک علم نہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ گوہ کی دم میں اکیس گرہیں ہوتی ہیں۔

طبی خواص

اگر گوہ کسی مرد کی ٹانگوں کے درمیان سے گزر جائے تو وہ مرد قابل جماع نہیں رہے گا۔ جو شخص گوہ کا دل کھالے اس کو غم اور خفقان سے نجات ہو جائے گی۔ گوہ کی چربی پگھلا کر ذکر پر مالش کرنے سے جماع کی خواہش بہت تیز ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی گوہ کھالے تو عرصہ دراز تک اس کو پیاس نہیں لگتی۔ جو شخص گوہ کے خصیہ اپنے پاس رکھ لے تو اس کے ملازمین اس کے فرمانبردار اور اس سے محبت کرنے لگیں گے۔ گوہ کا ٹخنہ اگر کسی گھوڑے کے منہ پر باندھ دیا جائے تو کوئی بھی گھوڑا اس سے تیز نہیں دوڑ سکتا۔ اگر گوہ کی کھال کا غلاف بنا کر اس میں

تلوار رکھ لی جائے تو صاحب تلوار کے اندر شجاعت پیدا ہو جائے گی۔ اگر اس کی کھال کی کپی بنا کر اس میں شہد رکھا جائے تو جو شخص بھی اس شہد کو چاٹ لے گا اس کی قوت جماع میں بے پناہ شدت اور اضافہ ہو گا۔ گوہ کی پیٹ کا مرہم کلف اور برص کے لئے مفید ہے۔ بطور سرمہ آنکھ میں اس کی بیٹ کا استعمال نزول ماء کے لئے نافع ہے۔

تعبیر

خواب میں گوہ ایسے عربی شخص پر دلالت کرتا ہے جو لوگوں کے اور اپنے دوست کے مال میں چالاکی کرتا ہو کبھی اس سے مجہول النسب شخص بھی مراد ہوتا ہے اور کبھی ملعون شخص مراد ہوتا ہے کیونکہ یہ مسخ شدہ جانور ہے اور کبھی اس سے مشکوک کمائی مراد ہوتی ہے اور کبھی اس کو خواب میں دیکھنا بیماری کی علامت ہے۔

الضبع

(گفتار۔ بجو) الضبع: اسم جنس ہے۔ نر کے لئے ضبعان بولتے ہیں اور جمع ضباعین آتی ہے جیسے سرحان کی جمع سراحین آتی ہے۔ مادہ کے لیے ضبعانۃ بولا جاتا ہے اور جمع ضبعانات آتی ہے۔ ضباع نر اور مادہ دونوں کی مشترک جمع ہے۔

ابن بری کہتے ہیں کہ یہ کہنا کہ مادہ کے لئے ضبعانۃ کا لفظ آتا ہے۔ یہ غیر مشہور ہے۔ ضبع کے بارے میں ایک لطیف مسئلہ ہے کہ لغت عرب میں عام اور معمول بہ اصول یہ ہے کہ جب مذکر اور مونث کا اجتماع ہو تو مونث پر مذکر غالب ہوتا ہے۔ کیونکہ مذکر اصل ہے اور مونث اس کی فرع ہے۔ مگر دو جگہ ایسی ہیں جہاں یہ اصول نہیں چلتا۔ اول یہ کہ جب آپ نر اور مادہ ضبع کا تثنیہ بناؤ گے تو ضبع مونث کو تثنیہ بناتے ہوئے ضبعان کہو گے۔ مذکر یعنی ضبعان کو تثنیہ نہیں بناؤ گے۔ کیونکہ اگر ضبعان کا تثنیہ بنایا جائے تو حروف زوائد زیادہ تعداد میں آئیں گے اس لئے کثرت زوائد سے بچنے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔

دوسرا مقام مونث کی ترجیح کا یہ ہے کہ تاریخ جب بیان کی جائے مذکر کو مؤنث کو ترجیح ہو گی کیونکہ تاریخ یعنی رات سے شروع ہو گی دن سے نہیں اور رات مؤنث ہے اور دن مذکر ہے۔ تاریخ کے باب میں ایسا اسبق کی رعایت کے لئے کرتے ہیں کیونکہ ہر مہینہ کی رات ہی پہلے ہوتی ہے۔ اسی کو حریری نے بھی "درۃ" میں بیان کیا ہے کہ جب بھی مونث و مذکر کا اجتماع ہو تو مذکر غالب ہوتا ہے مگر تاریخ میں اس کے برعکس ہے اور ضبع کے تثنیہ میں بھی معاملہ برعکس ہے۔

ابن الانباری کی رائے یہ ہے کہ ضبع نر اور مادہ دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ ابن ہشام خضراوی نے بھی اپنی کتاب "الانفصاح فی فوائد الایضاح للفارسی" میں ابوالعباس سے اسی طرح نقل کیا ہے تاہم مشہور وہی ہے جو پہلے مذکور ہوا۔ ضبع کی تصغیر اضیبع آتی ہے جیسا کہ باب الالف میں "الاسد" کے عنوان میں مسلم شریف کے باب "اعطاء القاتل سلب المقتول" میں ابوقتادہ کے حوالہ سے لیث کی حدیث میں مذکور ہوا ہے اس میں ہے کہ۔

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (یہ سن کر اس شخص سے) کہا کہ خدا کی قسم یہ ہرگز نہیں ہو سکتا (کہ ہم مقتول کا سامان، قریش کے ایک چھوٹے سے بجو کو دے دیں اور (ابوقتادہ) اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر ہیں"۔

خطابی کا شاذ قول یہ ہے کہ اضیبع ایک قسم کا پرندہ ہے۔ ضبع کے اور بھی مختلف اسماء ہیں مثلاً جَیْاَلَ جعار اور حفصۃ وغیرہ۔ اس کی

کنیت ام خنور ام طریق ام القبور، ام عامر اور ام نوفل آتی ہیں اور نر کی کنیت ابو عامر ابو کلدہ اور ابو الھنبر آتی ہیں۔
باب الہمزہ والف میں یہ بات گزر چکی ہے کہ ارنب (خرگوش) کی طرح بجو کو بھی حیض آتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے "ضَحِکَتِ الارنب" (خرگوش کو حیض آ گیا)۔
شاعر کہتا ہے ۔

فضحک الارانب فوق الصفا کمثل دم الحرب یوم اللقاء

ترجمہ:۔ صفا کے اوپر خرگوش کا حیض مقابلہ کے دن لڑائی کے خون کی مانند ہے۔
اور ابن الاعرابی نے اپنے بھانجے تابط شرا کے قول سے بھی یہی معنی مراد لئے ہیں۔

تضحکُ الضبع لِقَتْلٰی هُذَیْلٍ وتریٰ الذئب لها یستهِلُّ

ترجمہ:۔ مقتولین ہذیل کی وجہ سے بجو کو حیض آنے لگا اور تو دیکھے گا کہ بھیڑیا اس کو بھونکتا ہے (یعنی جب بجو لوگوں کا گوشت کھاتا ہے اور ان کا خون پیتا ہے تو اس کو حیض آنے لگتا ہے)
ایک دوسرا شاعر کہتا ہے ۔

اضحکتِ الضِباَعَ سیوفَ سَعدِ لقتلیٰ ماذُفن وَلاَ وَدِیْنا

ترجمہ:۔ اور بجو ہنسے سعد کی تلواروں پر اور مقتولین نہ تو دفن کئے گئے اور نہ ان کی دیت دی گئی۔
ابن درید نے اس بات کی تردید کی ہے کہ بجو کو حیض آتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ کیا کوئی ایسا شخص ہے جس نے حیض آتے وقت بجو کو دیکھا ہے۔ جس سے کہ یہ ثابت ہو سکے، کہ بجو کو حیض آتا ہے۔ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ بجو مقتولین کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ جب ان مقتولین کو کھاتا ہے تو کثرت سے ایک دوسرے پر دانت چلاتا ہے اور اس دانت چلانے کو شاعر نے ہنسنے سے تعبیر کر دیا۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ چونکہ بجو ان مقتولین کو دیکھ کر مسرور ہوتا ہے اس لئے اس کی مسرت کو ضحک سے تعبیر کر دیا۔ کیونکہ ہنسنا بھی مسرت ہی کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے سبب کو مسبب کا نام دے دیا گیا جس طرح عنب کو خمر کہتے ہیں۔
"تستھل الذئاب" کے معنی بھیڑیئے کا چلانا اور بھونکنا ہے جیسا کہ ابن سیدہ نے لکھا ہے۔ جاحظ نے اور زمخشری نے "ربیع الابرار" میں اور قزوینی نے "عجائب المخلوقات" اور "مفید العلوم ومبید الھموم" میں اور ابن اصلاح نے اپنی کتاب "رحلت" میں ارسطا طالیس وغیرہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ خرگوش کی طرح بجو بھی ایک سال نر اور ایک سال مادہ رہتا ہے۔ حالت مونث میں بچے دیتا ہے اور حالت مذکر میں حاملہ ہوتا ہے۔
قزوینی کا بیان ہے کہ عرب میں ایک قوم ہے جس کو لوگ ضبعی کہتے ہیں۔ اگر کسی مکان میں ایک ہزار لوگ جمع ہوں اور ایک شخص اس قوم (ضبعی) کا ہو تو ایسی صورتِ حال میں اگر بجو اس مکان میں آ جائے تو سوائے اس شخص (ضبعی) کے کسی کو نہیں پکڑے گا۔
بجو کو لوگ عرج یعنی لنگ سے منسوب کرتے ہیں مگر درحقیقت میں یہ لنگڑا نہیں ہوتا۔ دیکھنے والوں کو لنگڑا اس لئے نظر آتا ہے۔ کیونکہ اس کے جوڑ قدرتی طور پر ڈھیلے ہوتے ہیں اس کی داہنی کروٹ میں بمقابلہ بائیں کروٹ کے رطوبت زیادہ ہوتی ہے۔
انسان کے گوشت کا بے حد شوقین ہونے کی وجہ سے قبریں کھودنا اس کا خاص مشغلہ ہے۔ بجو جب کسی انسان کو سوتا ہوا پاتا ہے تو اس

کے سر کے نیچے زمین کھود کر بیٹھ جاتا ہے اور نیئو اد با کر اس کا خون چوس کر ہلاک کر دیتا ہے۔ بجو فاسق یعنی بدکار جانور ہے۔ چنانچہ اس کی نوع کا کوئی بھی جانور جب اس کے پاس سے گذرتا ہے تو یہ فوراً اس پر چڑھ بیٹھتا ہے یعنی جفتی کر لیتا ہے۔ عرب میں بجو فاسدی ہونے میں ضرب المثل ہے۔ کیونکہ جب کبھی یہ بکریوں میں گھس جاتا ہے تو تباہی مچا دیتا ہے۔ بھیڑیئے کی طرح ایک آدھ بکری کو اٹھا کر نہیں لے جاتا البتہ جب بھیڑیا اور بجو ایک ساتھ کسی ریوڑ میں گھس جاتے ہیں تو بکریاں ان دونوں سے محفوظ رہتی ہیں کیونکہ یہ آپس میں لڑنے لگتے ہیں اور ایک دوسرے کو بکری کے پکڑنے سے روکتے ہیں۔ اس لئے اہلِ عرب اپنی دعا میں کہتے ہیں: اَللّٰھُمَّ ضَبُعًا وَّذِئبًا یعنی کہ اگر بکریوں میں بھیڑیا آئے تو اس کے ساتھ بجو بھی آئے تاکہ بکریاں ان کے شر سے محفوظ رہیں۔ کسی شاعر نے اسی مضمون کو اس شعر میں نظم کیا ہے۔

تفرقت غنمی یَوْمًا فَقُلْتُ لھا یَارَبِّ سَلِّطْ عَلَیْھَا الذئب والضبعا

ترجمہ:- ایک روز میری بکریاں تتر بتر (منتشر) ہوگئیں تو میں نے یہ دعا مانگی اے میرے رب ان پر بھیڑیئے اور بجو ایک ساتھ مسلط کر دے۔

جب اصمعی سے اس شعر کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ آیا یہ شعر بکریوں کے بارے میں دعا خیر ہے یا بددعا تو اصمعی نے جواب دیا کہ دعا خیر ہے۔

اگر چاندنی رات میں کتا کسی دیوار یا چھت وغیرہ پر کھڑا ہوا ہو اور زمین پر اس کا سایہ پڑ رہا ہو تو اگر اس سایہ پر بجو کا قدم پڑ جائے تو کتا فوراً نیچے گر جاتا ہے اور پھر بجو اس کو کھا جاتا ہے۔ بجو حماقت سے موصوف ہے اس لئے کہ اس کے شکاری اس کے بل کے دروازے پر کھڑے ہو کر وہ کلمات بولتے ہیں جن سے اس کا شکار کیا جاتا ہے تو یہ گرفت میں آجاتا ہے جیسا کہ اس سے پہلے ذیخ (نر بجو) کے بیان میں ہم لکھ چکے ہیں۔ جاحظ ان کلمات کو جن کو بول کر اس کا شکار کیا جاتا ہے عرب کی بے ہودہ گوئی کہتے ہیں۔ بھیڑیئے سے ایک بچہ پیدا ہوتا ہے جس کو "عسبار" (بجو کے مشابہ ایک جانور ہے جو افریقہ میں ہوتا ہے) کہا جاتا ہے۔ راجز نے کہا ہے۔

یاالَیْتَ لِی نَعْلَیْنِ من جلدِ الضَبع و شرکاً من ثفر ھالا تنقطع کل الحذاءِ یحتذی الحافی الواقع

ترجمہ:- کاش کہ میرے پاس جوتے ہوتے بجو کی کھال کے اور ان جوتوں کے بند بھی بجو کے بالوں کے ہوتے تو وہ کبھی نہ ٹوٹتے۔

شرعی حکم

شوافع کے یہاں اس کا کھانا حلال ہے۔ امام شافعیؒ اس کی حلت کی دلیل اس طرح دیتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ذی ناب درندہ کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔ پس جس جانور کے ناب طاقت ور ہوں اور وہ اپنے ناب سے شکار پر حملہ کرتا ہو تو اس جانور کا ناب سے حملہ کرنا یہ تحریم کی علت ہے مگر یہ علت بجو میں نہیں ہے اس لئے کہ بجو ناب سے حملہ نہیں کرتا بلکہ بغیر ناب کے حملہ کرتا ہے جیسا کہ باب الھمزہ والالف میں "الاسد" کے عنوان میں گزر چکا۔

امام احمدؒ اسحاقؒ ابوثورؒ اور اصحاب حدیث اس کی حلت کے قائل ہیں۔ امام مالکؒ اس کو مکروہ قرار دیتے ہیں اور مکروہ کی تعریف ان کے یہاں یہ ہے کہ جس کا کھانے والا گناہگار ہو۔ چنانچہ امام مالکؒ حتمی طور پر اس کی حرمت کے قائل نہیں ہیں۔ امام شافعیؒ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے فعل سے استدلال کرتے ہیں کیونکہ وہ بھی بجو کو کھاتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ اور عطاءؒ بھی اس کے قائل ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اس کو حرام قرار دیتے ہیں۔ سعید بن المسیب اور سفیان ثوریؒ بھی اس کی حرمت کے قائل ہیں۔ ان حضرات کا مستدل یہ ہے کہ بجو ذی ناب ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی ناب کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ ہماری (شوافع) دلیل یہ حدیث ہے جو حضرت عبدالرحمن بن ابی عمارؓ سے مروی ہے:۔

''فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بجو کے متعلق دریافت کیا کہ کیا یہ شکار ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں! میں نے معلوم کیا کہ کیا یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں''۔

اس حدیث کو امام ترمذیؒ وغیرہ نے روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بجو شکار ہے اس کی جزا جوان مینڈھا ہے اور یہ ماکول اللحم ہے۔ اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے''۔

ابن السکن نے بھی اس کو اپنی کتاب ''صحاح'' میں نقل کیا ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری علیہ الرحمتہ سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

بیہقی میں حضرت عبداللہ بن المغفل سلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:۔

''فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بجو کے بارے میں آپؐ کی کیا رائے ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا نہ میں اس کو کھاتا ہوں اور نہ ہی اس کے کھانے سے کسی کو روکتا ہوں۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ جب اس سے منع نہیں فرماتے تو میں اس کو کھاؤں گا۔ (اس حدیث کی سند ضعیف ہے)۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ صفا اور مروہ کے پاس ہمیشہ بغیر کسی نکیر کے بجو کا گوشت فروخت ہوتا رہا ہے لہٰذا یہ اس کی حلت کی دلیل ہے اور رہی وہ حدیث شریف جس میں ہر ذی ناب کے کھانے کی ممانعت ہے۔ تو وہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ وہ جانور اپنے ناب سے شکار کر کے غذا حاصل کرتا ہو اور اس کی ایک دلیل خرگوش ہے۔ جو ذی ناب ہونے کے باوجود حلال ہے کیونکہ اس کے ناب کمزور ہوتے ہیں جس سے یہ کسی پر حملہ نہیں کرتا۔

ضرب الامثال

کہتے ہیں ''اَحْمَقُ مِنَ الضَّبُعِ'' (بجو سے زیادہ بے وقوف) بجو کے متعلق عرب میں رائج مشہور مثالوں میں سے ایک مثال وہ ہے جس کو بیہقی نے ''شعب الایمان'' کے آخر میں ابوعبیدہ معمر بن المثنیٰ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے یونس ابن حبیب سے بجو ام عامر کی مشہور مثل کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کا قصہ اس طرح ہے کہ چند لوگ گرمیوں کے موسم میں شکار کے لئے نکلے۔ جب وہ شکار کی تلاش میں پھر رہے تھے تو ان کو ایک ام عامر (بجو) نظر آیا۔ شکاریوں نے اس کا پیچھا کیا مگر شکاری دوڑتے دوڑتے تھک گئے۔ اور وہ بجو ان کے ہاتھ نہ آیا۔ چنانچہ آخیر میں شکاری اس بجو کو بھگاتے بھگاتے ایک اعرابی کے خیمہ کے پاس لے گئے۔ بجو دوڑ کر خیمہ میں گھس گیا۔ اس کو دیکھ کر اعرابی خیمہ سے باہر نکلا اور شکاریوں سے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا ایک شکار جس کو ہم ہنکارہے تھے آپ کے خیمہ میں گھس گیا ہے ہم اس کو پکڑنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر اعرابی بولا کہ خدا کی قسم جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے تم ہرگز اس تک نہیں پہنچ سکتے۔ اعرابی کا چیلنج سن کر شکاری بجو کو چھوڑ کر چلے گئے۔ اس کے بعد اعرابی نے اپنی اونٹنی کا دودھ دوہا اور

ایک برتن میں دودھ اور ایک برتن میں پانی لے کر بجو کے سامنے رکھ دیا۔ بجو کبھی دودھ اور کبھی پانی پیتا رہا اور جب سیراب ہو گیا تو ایک کونے میں جا پڑا۔ رات کے وقت جب اعرابی اپنے خیمہ میں سو گیا تو بجو نے آ کر اس کا پیٹ پھاڑ ڈالا اور اس کا خون پی لیا اور جو کچھ اس کے پیٹ میں اعضاء تھے وہ سب کھا لئے اور پھر وہاں سے بھاگ گیا۔

صبح کو جب اس کا چچازاد بھائی آیا تو اعرابی کو اس حال میں دیکھ کر اس جگہ پہنچا جہاں دودھ پی کر بجو لیٹ گیا تھا۔ جب اس کو وہاں نہیں پایا تو اس نے سوچا کہ ہو نہ ہو یہ بجو ہی کا کام ہے۔ چنانچہ وہ تیر و کمان لے کر نکلا اور اس بجو کو تلاش کر کے اس کو مار ڈالا اور یہ اشعار پڑھے۔

ومن یّصنع المعروف من غیر اَھلِہ یلاقی الذی لاقَی مُجِیْرُ اُمّ عَامِرِ

ترجمہ:- جو کسی نااہل کے ساتھ بھلائی کرے گا تو اس کا وہی انجام ہوگا جو ام عامر (بجو) کو پناہ دینے والے کا ہوا۔

ادَامَ لِھَا حِیْنَ اِستجارت بِقُرْبہ قَرَاھَا مِنَ اَلْبَانِ اللِّقَاحِ الغزائر

ترجمہ:- جب سے اس بجو نے اس کے قریب یعنی خیمہ کی پناہ لی تھی وہ برابر گابھن اونٹنی کے دودھ سے اس کی ضیافت کرتا رہا۔

وَاشْبَعَھَا حتّٰی اذَا مَا تَمَلات فَرَتْہُ بانیابٍ لھا وَاظافر

ترجمہ:- جب وہ شکم سیر ہو گیا تو اس نے اس احسان کا بدلہ یہ دیا کہ اپنے دانتوں اور پنجوں سے اپنے محسن کا ہی پیٹ چاک کر دیا۔

فَقُلْ لذوی المعروف ھذا جَزاءُ مِنْ غدا یَصْنَعُ الْمَعْرُوْفَ مَعَ غَیْرِ شَاکِرِ

ترجمہ:- لہٰذا نیکی کرنے والوں سے کہہ دو کہ یہ اس شخص کی سزا ہے جو ناشکروں کے ساتھ نیکی کرتا ہے۔

میدانی نے کہا ہے کہ ایک مثال یہ بھی ہے "مَایَخفی ھٰذَا عَلَی الضَّبعِ" (یہ بات بجو سے بھی پوشیدہ نہیں ہے) یہ ایسی بات کے لئے بولتے ہیں جو عوام الناس میں مشہور ہو۔

طبی خواص

صاحب عین الخواص کا کہنا ہے کہ بجو کتے کو ایسے کھینچتا ہے جیسے لوہے کو مقناطیس۔ چنانچہ اگر کتا چاندنی رات میں کسی چھت یا دیوار وغیرہ پر کھڑا ہوا ہو اور اس کا سایہ زمین پر پڑ رہا ہو تو اگر بجو کا قدم اس کے سایہ پر پڑ جائے تو کتا فوراً نیچے گر جاتا ہے اور پھر بجو اس کو کھا لیتا ہے۔ اگر کوئی شخص بجو کی چربی اپنے بدن پر مل لے تو کتوں کی مضرت سے محفوظ رہے گا۔ اگر بجو کا پتہ خشک کر کے بقدر نصف دانق کسی عورت کو پلا دیا جائے تو اس کو ہم بستری سے نفرت ہو جائے گی اور شہوت کلیتاً ختم ہو جائے گی۔ اگر بجو کی کھال کی چھلنی بنا کر غلہ کا بیج اس میں چھان کر بویا جائے تو یہ کھیت ٹڈی کے نقصان سے محفوظ رہے گا۔ مذکورہ بالا فوائد محمد بن زکریا رازیؒ کے بیان کردہ ہیں۔

عطارد بن محمد کا قول ہے کہ بجو عنب الثعلب یعنی مکوہ سے بھاگتا ہے لہٰذا اگر عرق مکوہ کی بند پر مالش کی جائے تو بجو کی مضرت سے حفاظت ہو جاتی ہے۔ جو شخص بجو کی کھال اپنے پاس رکھ لے اس کو کتے نہیں بھونک سکتے۔ اگر بجو کے پتا کو بطور سرمہ استعمال کریں تو آنکھوں کی دھند اور پانی اترنے کو فائدہ کرتا ہے اور اس سے آنکھوں کی روشنی تیز ہو جاتی ہے۔ بجو کی داہنی آنکھ نکال کر اور اس کو سات یوم تک سرکہ میں ڈبونے کے بعد اگر انگوٹھی کے نگینہ کے نیچے رکھ لیا جائے تو جو شخص اس انگوٹھی کو پہنے گا اور جب تک یہ انگوٹھی اس کے ہاتھ میں رہے گی تب تک اس شخص پر نگاہ بد اور جادو وغیرہ اثر انداز نہیں ہوں گے اور اگر اس انگوٹھی کو پانی میں ڈال کر وہ پانی کسی مسحور کو پلایا جائے تو اس کا سحر (جادو) ختم ہو جائے گا اور یہ عمل مختلف قسم کے جادوؤں کے لئے بہت نافع ہے۔ بجو کا سر اگر برج حمام (کبوتروں کا مسکن) میں

رکھ دیا جائے تو اس برج میں کبوتروں کی کثرت ہو جائے گی۔ بجو کی زبان اگر کوئی شخص اپنے ہاتھ میں لے لے تو کتے نہ اس کو بھونکیں گے اور نہ ضرر پہنچائیں گے۔ چور اور ڈاکو وغیرہ اکثر ایسا کرتے ہیں۔ جس شخص کو بجو کا خوف ہو وہ شخص جنگلی پیاز کی جڑ اپنے ہاتھ میں لے لے بجو اس کے قریب بھی نہیں آئے گا کیونکہ جنگلی پیاز سے بجو بھاگتا ہے۔ اگر بجو کی گدی کے بالوں کی دھونی کسی بیمار بچے کو سات یوم تک دی جائے تو وہ بچہ صحت یاب ہو جائے گا۔

اگر بے خبری میں کسی عورت کا بجو کو ذکر گھس کر پلا دیا جائے تو اس عورت کی شہوت بالکل ختم ہو جائے گی اور جو شخص بجو کی شرمگاہ کا کچھ حصہ اپنے گلے میں بطور تعویذ ڈال لے تو ہر کوئی اس سے محبت کرنے لگے گا۔ بجو کے دانت کو اگر بازو میں باندھ لیا جائے تو نسیان ختم ہو جائے گا اور دانتوں کے درد میں بھی ایسا کرنا فائدہ مند ہے۔ اگر مکیال پر بجو کی کھال چڑھالی جائے اور پھر اس سے وہ غلہ ناپا جائے جو بیج کا ہو تو جس کھیت میں یہ بیج بویا جائے گا وہ کھیت تمام آفتوں سے محفوظ رہے گا۔ بجو کی ایک عجیب خاصیت یہ ہے کہ جو شخص اس کا خون پی لے اس کے دل سے وسوسہ ختم ہو جاتا ہے اور جو شخص اپنے ہاتھ میں حنظل (اندرائن) لے لے بجو اس شخص سے دور بھاگ جائے گا۔ اگر کوئی شخص اپنے بدن پر بجو کی چربی کی مالش کر لے تو وہ کتوں کے کاٹنے سے مامون رہے گا۔

حنین ابن اسحاق کا قول ہے کہ اگر آنکھ سے پڑبال اکھاڑ کر اس جگہ بجو، طوطے یا کسی اور درندے یا بکری کا پتہ لگا دیا جائے تو پھر اس جگہ بال نہیں اگتا۔ اگر کوئی شخص بجو کا قضیب سکھا کر اور پیس کر بقدر دانق پی لے تو اس کی شہوتِ جماع پراںگیختہ ہو اور عورتوں سے کبھی اس کا دل نہ بھرے۔

ایک حکیم کا قول ہے کہ اگر بجو کو پتا نصف درہم کے بقدر نصف درہم شہد کے ساتھ ملا کر پی لیا جائے تو سر اور آنکھوں کے جملہ امراض سے شفاء حاصل ہوگی اور نزول ماء کو خاص فائدہ ہوگا اور انتشار (ایستادگی ذکر) میں بھی اضافہ ہوگا۔ اور اگر اس کا پتہ شہد میں ملا کر آنکھ میں لگایا جائے تو اس میں جلاء اور خوبصورتی پیدا ہوگی۔ یہ دوا جتنی پرانی ہوگی اتنی ہی بہتر اور مفید ہوگی۔ حکیم ماسرجویہ کا قول ہے کہ بجو کے پتہ کو آنکھوں میں بطور سرمہ استعمال کرنے سے تیرگی اور پانی بہنے کو فائدہ ہوتا ہے۔

بجو کی ایک نادر خاصیت جس پر تمام اطباء کا اتفاق ہے یہ ہے کہ اس کی داہنی ران کا بال جو اس کی سرین کے قریب ہو اکھاڑ کر جلانے کے بعد اس کو پیس کر زیتون کے تیل میں ملا لیا جائے اور پھر اس کو ایسے شخص کے لگایا جائے جس کے بغا (وہ پھوڑا یا زخم جس میں ریم جمع ہوگئی ہو) ہو تو وہ بغا (زخم) اچھا ہو جائے گا اور اگر مادہ بجو کا بال لے کر یہ عمل کیا جائے تو الٹا اثر ہوگا اور اچھے شخص کو بیمار کر دے گا۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ عجیب عمل متعدد بار کا آزمودہ ہے۔

تعبیر

خواب میں بجو کا دیکھنا کشف اسرار اور فضول کاموں میں پڑنے کی علامت ہے۔ بعض اوقات نر بجو کو خواب میں دیکھنا کسی ہیجڑے پر دلالت کرتا ہے۔ کبھی اس سے ظالم اور دھوکہ باز دشمن مراد ہوتا ہے اور کبھی بداصل اور بدصورت عورت مراد ہوتی ہے اور کبھی جادوگر عورت مراد ہوتی ہے۔ ارطامیدورس کی رائے یہ ہے کہ بجو کو خواب میں دیکھنا دھوکہ دہی مراد ہے۔ جو شخص خواب میں بجو پر سوار ہو جائے اس کو سلطنت حاصل ہوگی۔ واللہ اعلم۔

ابو ضبة

(سیہی) باب الدال میں دراج کے عنوان سے گزر چکا۔

الضرغام

(ببر شیر) الضرغام: ابوالمظفر سمعانی نے اپنے والد سے بہت ہی عمدہ بات نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سعد بن نصر الواعظ الحیوان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں ایک واقعہ کی وجہ سے بہت ہی خائف اور روپوش تھا اور خلیفہ کی جانب سے میری تلاش ہو رہی تھی۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بالا خانہ میں کرسی پر بیٹھا ہوا کچھ لکھ رہا ہوں اتنے میں ایک شخص میرے سامنے آ کر کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کہ جو کچھ میں بولوں اسے لکھو۔ چنانچہ اس نے درج ذیل اشعار پڑھے ۔

اِدْفَعْ بِصَبْرِکَ حَادِثَ الْاَیَّام وَتَرَجَّ لُطْفَ الْوَاحِدِ الْعَلَّامِ

ترجمہ:۔ جوادث روزگار کو صبر سے دفع کر اور خدائے واحد علام کی مہربانی کی اُمید رکھ۔

لَا تَیْأَسَنَّ وَاِنْ تَضَایَقَ کَرْھَا وَرَمَاکَ رَیْبُ صُرُوفِھَا بِسِھَام

ترجمہ:۔ اور ناامید مت ہو اگرچہ مصائب کی سختی تنگی پکڑ جائے اور ان حوادث کے تیر تیرے اوپر پڑنے لگیں۔

فَلَہٗ تَعَالٰی بَیْنَ ذٰلِکَ فُرْجَۃٌ تُخْفٰی عَلَی الْاَبْصَارِ وَالْاَوْھَام

ترجمہ:۔ اس تنگی کے درمیان اللہ تعالیٰ کے یہاں آسانی ہے جو آنکھوں سے اوجھل اور وہم وگمان سے مخفی ہے۔

کَمْ مَنْ نَجٰی بَیْنَ اَطْرَافِ الْقَنَاءِ وَفَرِیْسَۃٌ سَلِمَتْ مِنَ الضِّرْغَامِ

ترجمہ:۔ کتنے لوگ ہیں جو نیزوں کی نوک سے بچ جاتے ہیں اور کتنے جانور ہیں جو شیروں کے جنگل سے صحیح وسلامت نکل آتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو من جانب اللہ کشائش پہنچی اور وہ خوف دور ہوگیا۔

علامہ طرطوشی کی کتاب ''سراج الملوک'' میں مذکور ہے کہ عبداللہ بن حمدون نے بیان کیا ہے کہ جب خلیفہ متوکل دمشق پہنچا تو میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ ایک دن وہ گھوڑے پر سوار ہو کر خلیفہ ہشام بن عبدالملک بن مروان کے رصافہ میں پہنچے اور اس کے محلات دیکھے۔ جب وہ باہر نکلے تو کھیتوں' نہروں اور درختوں کے درمیان ایک پرانا دیر نظر آیا۔ اس دیر میں داخل ہوگئے جب وہ اس میں گھوم رہے تھے تو دیکھا کہ اس کے صدر دروازہ پر ایک کتبہ چسپاں ہے آپ نے اس کو اکھاڑ کر دیکھا تو اس میں یہ اشعار تحریر تھے ۔

اَیَامُنْزَلًا بِالدِّیْرِ اَصْبَحَ خَالِیاً تَلَاعِبُ فِیْہِ شِمَالٌ وَ دَبُوْرٌ

ترجمہ:۔ دیکھو وہ دیر کا مکان خالی پڑا ہوا ہے اور اس کے اندر باد شمال و باد جنوب اٹھکیلیاں کر رہی ہیں۔

کَاَنَّکَ لَمْ یَسْکُنْکَ بِیْضٌ اَوَانِسٌ وَلَمْ تَتَبَخْتَرْ فِیْ فِنَائِکَ حُوْرٌ

ترجمہ:۔ اور اے مکان تو ایسا ہوگیا گویا تیرے اندر خوب صورت اور اُنس دینے والی عورتیں بسی ہی نہ تھیں اور نہ ہی سیاہ چشم حسین عورتیں تیرے صحن میں ناز وانداز سے چلی تھیں۔

وَاَبْنَاءُ اَمْلَاکٍ غَوَاشِمُ سَادَۃٌ صَغِیْرُھُمْ عِنْدَ الْاَنَامِ کَبِیْرٌ

ترجمہ:- اور شہزادگان جو جنگ جو اور سردار تھے اور ان کا چھوٹا بھی لوگوں کی نظر میں بڑا تھا۔

اِ ذَ الَبِسُوْ ا اَ د رُ عَھُم فَعَوَ ا بِسٌ وَ اِ نْ لَبِسُوْ ا تِیْجا نَھُمْ فَبُدُ وْ رٌ

ترجمہ:- جب وہ اپنی زرہیں پہن لیتے ہیں تو ترش ہو جاتے ہیں اور جب اپنے سروں پر تاج رکھ لیتے ہیں تو چودھویں رات کا چاند معلوم ہوتے ہیں۔

عَلٰی اَنَّھُمْ یوم اللِقَاءَ ذَرَاغِمٌ وَاَیَدِیھِمْ یَوْمَ الْعَطَاءِ بَحُوْ رٌ

ترجمہ:- علاوہ ازیں وہ جنگ کے دن شیر ہوتے ہیں اور بخشش کے دن ان کے ہاتھ مثل سمندر کے ہوتے ہیں۔

لَیَالِیْ ھِشَامُ بِالرُّصَافَۃ قَاطِنٌ وَفِیْکَ اِبْنُہٗ یَادِیْرُ وَھُوَ اَمِیْرٌ

ترجمہ:- ہشام کی راتیں رصافہ میں خوشگوار تھیں اور اس کا لڑکا تیرے اندر اے دیر امیر تھا۔

اِذَالدَّھْرُ غَضٌ وَالْخِلاَ فَۃُ لُدْنَۃٌ وَعَیْشُ بَنْ مَرْوَانَ فِیْکَ نَضِیْرٌ

ترجمہ:- جبکہ زمانہ سازگار اور خلافت نرم تھی اور بنی مروان میں تیری زندگی تر و تازہ تھی۔

بَلٰی فَسُقَاکَ اللہُ صَوْبَ غَمَامَۃٍ عَلَیْکَ بِھَا بَعْدَ الْرَّوَاحِ بُکُورٌ

ترجمہ:- ہاں اللہ تعالیٰ تجھ کو بادل کی بارش سے سیراب کرے تجھ پر اس کے ساتھ شام کے بعد صبح ہے۔

تَذَکَّرْتُ قَوْمِیْ خَالیاً فَبَکَیْتُھُمْ بِشجْوٍ وَمِثْلِیْ بِا الْبُکَاءَ جَدِیْرٌ

ترجمہ:- میں نے اپنی قوم کو تنہائی میں یاد کیا تو میں ان پر غم کی وجہ سے رو دیا اور مجھ جیسا شخص رونے کا زیادہ مستحق ہے۔

فَعَذَیْتُ نَفْسِیْ وَھِیَ نفس اَذا جریٰ لَھَا ذِکْرُ قَوْ مِیْ اَنۃ وَزَفِیْرٌ

ترجمہ:- پس میں نے اپنے نفس کو تسلی دی اور یہ نفس ہے جب اس کے سامنے میری قوم کا قصہ چھڑ جاتا ہے تو اس کے لئے کراہنا اور مصیبت ہے۔

لَعَلَّ زَمَانًا جار یَوْمًا عَلَیْھِمْ لَھُمْ بِالَّذِیْ تَھْوی النُّفُوْسُ یَدُوْرُ

ترجمہ:- شاید زمانہ نے ان پر ایک روز ظلم کیا ہے۔ اسی وجہ سے وہ خواہشات جو دلی ہیں وہ بھی پوری نہیں ہوئیں۔

فَیفرَحُ مَحْزُوْنٌ وَینعم بَائسٌ وَیُطْلَقُ مِنْ ضَیْقِ الوِثَاقِ اَسِیرٌ

ترجمہ:- پس غمزدہ خوش اور محتاج صاحب نعمت ہوتا ہے اور رسی کے پھندے سے قیدی آزاد ہو جاتا ہے۔

رُوَیْدَکَ اَنَّ الْیَوْ م یتبعُۃ غَدٌ وَاِنَّ صرُوفَ الدَّائراتِ تَدُورٌ

ترجمہ:- تیری رفتار یہ ہے کہ آج کے بعد کل آنے والی ہے اور بلاشبہ مصائب کی جولانیاں گردش کر رہی ہیں۔

جب متوکل نے ان اشعار کو پڑھا تو ان کو بدشگونی سمجھ کر ڈر گیا اور دیر کے راہب سے پوچھنے لگا کہ یہ اشعار کس نے لکھے ہیں۔ راہب نے جواب دیا کہ مجھ کو اس کا علم نہیں۔ چنانچہ جب متوکل بغداد پہنچا تو تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اس کے لڑکے منتصر نے اس کو قتل کر دیا۔ اس کے قتل کی کیفیت اور بیان ہم باب الف میں لفظ "الاوز" کے تحت بیان کر چکے ہیں۔

ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں شابشتی کے حالات میں لکھا ہے کہ مذکورہ بالا واقعہ رشید کا ہے اور آگے لکھا ہے کہ شابشتی کی نسبت کس جانب ہے معلوم نہیں ہو سکا۔

اَلضَّرَ یُسُ

(چکور جیسا جانور)الضریس: اس کا بیان باب الطاء میں طیہوج کے عنوان سے آئے گا۔اس کے بارے میں ایک مثل مشہور ہے کہ "اَکْسَلُ مِنَ الضَّرِ یس" (ضریس سے زیادہ کاہل) اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کاہلی کی وجہ سے اپنے ہی بچوں پر پاخانہ کر دیتا ہے۔

اَلضَّغْبُوْسُ

(لومڑی کا بچہ)

اَلضِّفْدَ عُ

(مینڈک)اَلضِّفْدَع: خضر کے وزن پر بکسر الضادو سکون الفاء و العین و بینھما دال مھملة

اس کی جمع ضفادع اور مؤنث کے لئے ضـفـدعة بولا جاتا ہے۔عوم اس کو دال کے فتح کے ساتھ پڑھتے ہیں۔خلیل کا قول ہے کہ کلام عرب میں چار حرفوں کے علاوہ اور کوئی لفظ فعلل کے وزن پر نہیں آتا۔وہ چار لفظ یہ ہیں (۱) درہم (۲) ھجرع بمعنی طویل (۳) ھبلع بمعنی بلند زمین (۴) بلعم۔ابن صلاح کا قول ہے کہ اس میں لغت کے اعتبار سے دال پر کسرہ مشہور ہے اور عوام کی زبان پر دال پر فتحہ مشہور ہے اور بعض ائمہ لغت نے اس کا انکار کیا ہے۔

بطلیموسی نے ادب الکاتب کی شرح میں لکھا ہے کہ دال کے ضمہ کے ساتھ ضفدع بھی منقول ہے اور دال پر فتحہ بھی منقول ہے اور مطرزی نے اسی کو بیان کیا ہے۔

کفایہ میں مذکور ہے کہ مینڈک کو علجوم بھی کہتے ہیں۔مینڈک کو ابوالمسیح 'ابوہبیرہ' ابومعبد اور ام ہبیرہ بھی کہا جاتا ہے۔

مینڈک مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔بعض سفاد یعنی جفتی سے پیدا ہوتے ہیں اور بعض بغیر سفاد کے پیدا ہوتے ہیں۔ان کی پیدائش ایسے پانیوں سے ہوتی ہے جو بہتے نہیں اور گندے ہوتے ہیں۔نیز بارش کے بعد بھی ان کی پیدائش ہوتی ہے حتی کہ بارش کے بعد سطح آب پر ان کی کثرت سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بادل سے برسے ہیں۔یہ کثرت نر اور مادہ کے مادہ تولید کا پھل نہیں ہے بلکہ یہ محض اس قادر مطلق کی صناعی کا کرشمہ ہے کہ اس نے مٹی میں ایسی خاصیت رکھ دی ہے کہ اس سے گھڑی بھر میں ان کا ظہور ہوتا ہے۔مینڈک ان حیوانات میں سے ہے کہ جن میں ہڈی نہیں ہوتی۔بعض مینڈک بولتے ہیں اور بعض نہیں بولتے۔جو بولتے ہیں ان کی آواز ان کے کانوں کے پاس سے نکلتی ہے۔جب مینڈک بولنے کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے نیچے کے جبڑے کو پانی میں داخل کرتا ہے اور جب اس کے منہ میں پانی بھر جاتا ہے تو بولنا بند کر دیتا ہے۔ایک شاعر جو قلت کلام پر عتاب کا شکار ہوا تھا اس نے بہت ہی عمدہ شعر کہا ہے۔

قَالَتِ الضِّفْدَ عُ قَوْ لاَ فَسَّرَتْهُ الْحُكَمَاءُ فِيْ فَمِيْ مَاءٌ يَنْطِقُ مَنْ فِيْ فِيْهِ مَاءٌ

ترجمہ:۔ مینڈک نے ایک بات کہہ دی اور حکماء نے اس کی تفسیر کر دی۔میرے منہ میں پانی ہے اور بھلا جس کے منہ میں پانی ہو وہ کہیں بولتا ہے۔

يَجْعَلُ فِي الْاَشْدَاقِ مَاءً يُنْصِفُهُ حَتّٰى يَنِقَ وَالنَّقِيقُ يَتْلَفُهُ

ترجمہ:- وہ اپنے جبڑوں میں بقدر نصف پانی بھرتا ہے حتیٰ کہ بولنے لگتا ہے اور یہ بولنا ہی اس کو تباہ کر دیتا ہے (کیونکہ جب مینڈک بولتا ہے تو سانپ اس کا پیچھا کر کے اسے شکار کر لیتا ہے اور اپنی خوراک بنالیتا ہے۔

بعض فقہاء کا قول ہے کہ اس کی حرمت کی علت یہ ہے کہ ارض وسماء کی تخلیق سے پہلے مینڈک اُس پانی میں جس پر اللہ تعالیٰ کا عرش تھا اللہ تعالیٰ کا پڑوسی تھا۔

ابن عدی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے:-

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مینڈک کو مت مارو اس لئے کہ اس کا ٹرانا تسبیح ہے''۔

سلمٰی کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے متعلق دار قطنی سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ضعیف ہے۔ میری (علامہ دمیریؒ کی) رائے میں صحیح بات یہ ہے کہ یہ روایت حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے۔

خطاف کے عنوان میں زمخشری کا یہ قول گزر چکا ہے کہ مینڈک اپنے ٹرانے میں کہتا ہے ''سبحان الملک القدوس'' اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مینڈک کو مت مارو اس لئے کہ جب مینڈک کا گزر اس آگ پر ہوا جس میں نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈالا تھا تو مینڈک اپنے منہ میں پانی بھر کر اس آگ پر چھڑک رہے تھے۔

شفاء الصدور میں حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص سے مروی ہے:-

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مینڈکوں کو مت مارو کیوں کہ ان کا ٹرانا تسبیح ہے''۔

فقہی مسائل

پانی میں مینڈک کے مرجانے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے جس طرح دیگر غیر ماکول جانوروں کے مرجانے سے ناپاک ہو جاتا ہے۔
کفایہ میں ماوردی کے حوالہ سے ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ مینڈک مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا لیکن ہمارے شیخ نے اس حوالہ کو غلط قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ حاوی اور دیگر کتب میں اس قول کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

مینڈک جب ماء قلیل میں مرجائے تو امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ جب ہم اس کو غیر ماکول مانتے ہیں تو بلا اختلاف پانی اس سے ناپاک ہو جائے گا اور ماوردی نے اس میں دو قول نقل کئے ہیں۔ اول یہ کہ دیگر نجاستوں کی مانند اس سے بھی پانی ناپاک ہو جائے گا۔ دوم یہ کہ پسو کے خون کی مانند یہ معفو عنہ ہے اس سے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ پہلا قول اصح ہے۔

وفد یمامہ سے حضرت صدیق اکبرؓ کا ایک سوال

جب مسلیمہ کذاب کے قتل کے بعد یمامہ کا وفد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دربار میں حاضر ہوا تو آپ نے ان سے دریافت کیا کہ تمہارا صاحب (مسلیمہ) کیا کہا کرتا تھا۔ وفد کے لوگوں نے پہلے تو بتانے سے معذرت کی مگر جب آپ نے اصرار فرمایا اور کہا کہ ضرور بتاؤ تو انہوں نے کہا وہ یہ کہا کرتا تھا۔ ''یَاضِفْدَعُ اِبْنَةُ ضِفْدَعٍ كَمْ تَنْقِيْنَ اَعْلَاكَ فِي الْمَاءِ وَاَسْفَلُكَ فِي الطِّيْنِ لَا الشَّارِبَ تَمْنَعِيْنَ وَلَا الْمَاءَ تُكَدِّرِيْنَ''۔ (اے مینڈکوں کی بیٹی مینڈکی! تو کب تک ٹر ٹر کئے جائے گی۔ تیرا اوپر کا حصہ پانی میں ہے اور نیچے کا حصہ مٹی میں ہے تو نہ پانی پینے والے کو روک سکتی ہے اور نہ پانی کو گدلا کر سکتی ہے)

الامثال

کہتے ہیں "اَنَقُّ مِنْ ضِفْدَعٍ" (مینڈک سے زیادہ ٹرٹر کرنے والا) خطل شاعر نے کہا ہے۔

ضَفَادِعٌ فِيْ ظُلْمَاءِ لَيْلٍ تَجَاوَبَتْ فَدَلَّ عَلَيْهَا صَوْتُهَا حَيَّةَ الْبَحْرِ

ترجمہ:۔ مینڈکوں نے تاریک رات میں باہم گفتگو کی پس ان کی آواز نے سانپ کو ان کا راستہ بتادیا۔

یہ شعر گزشتہ صفحات پر گزر چکا ہے۔ یہ شعر ایسا ہی ہے جیسا کہ اہلِ عرب کا یہ قول ہے" دَلَّ عَلٰى اَهْلِهَا بَرَاقِشُ "(براقش نے اپنے اصل کا پتہ بتادیا) اس مثال کا پس منظر یہ ہے کہ ایک کتیا نے چوپاؤں کے کھروں کی آواز سن کران کو بھونکنا شروع کر دیا۔ اس کے بھونکنے سے ان کو اس کے قبیلہ کا علم ہو گیا اور ان چوپاؤں نے اس کے قبیلہ کو ہلاک کر دیا۔ حمزہ ابن بیض شاعر نے کہا ہے۔

لَمْ يَكُنْ عَنْ جِنَايَةٍ لَحِقَتْنِيْ لَا يَسَارِيْ وَلَا يَمِيْنِيْ جَنَتْنِيْ

ترجمہ:۔ کسی جرم کی بنا پر جس کا ارتکاب مجھ سے ہوا ہو نہیں ہوا میرے دائیں جانب سے اور نہ بائیں جانب سے۔

بَلْ جَنَاهَا اَخٌ عَلٰى كَرِيْمٍ وَعَلٰى اَهْلِهَا بَرَاقِشُ تَجْنِيْ

ترجمہ:۔ بلکہ زیادتی کی ہے بھائی نے اپنے شریف بھائی پر اور اس شریف بھائی کے اہل وعیال پر۔

طبی خواص

ابن جمیع نے اپنی کتاب 'الارشاد' میں لکھا ہے کہ مینڈک کا گوشت خون میں فساد اور خونی پیچش کرتا ہے اور اس کے کھانے سے جسم کا رنگ متغیر اور بدن پر ورم ہو جاتا ہے اور عقل میں فتور آتا ہے۔ صاحب عین الخواص کا بیان ہے کہ جنگلی مینڈک کی چربی اگر دانتوں پر رکھ دی جائے تو بلا تکلیف درد کے دانت اکھڑ جاتے ہیں اور اگر خشکی کے مینڈک کی ہڈی ہانڈی کے اوپر رکھ دی جائے تو ہانڈی میں ابال نہیں آئے گا۔ اگر مینڈک کو سائے میں سکھا کر اور کوٹ کر خطمی کے ساتھ پکایا جائے۔ بعد ازاں جس جگہ کے بال صاف کرنے ہوں اس جگہ کو چونے اور ہڑتال سے صاف کر کے اس دوا کو لگایا جائے تو پھر اس جگہ بال نہیں اگیں گے۔

اگر زندہ مینڈک شراب خالص میں ڈال دیا جائے تو مر جاتا ہے لیکن اگر اس کو نکال کر صاف پانی میں ڈال دیا جائے تو دوبارہ زندہ ہو جاتا ہے۔

محمد بن زکریا رازی سے منقول ہے کہ اگر مینڈک کی ٹانگ نقرس کے مریض کے بدن پر لٹکا دی جائے تو درد میں سکون ہو جاتا ہے اور اگر کوئی عورت پانی کا مینڈک لے کر اور اس کا منہ کھول کر تین بار اس کے منہ میں تھوک کر اس کو پانی میں ڈلوا دے تو وہ عورت کبھی حاملہ نہیں ہوگی۔

اگر مینڈک کو کچل کر کیڑوں کے کاٹنے کی جگہ پر رکھ دیا جائے تو فوراً آرام ہو جاتا ہے۔ مینڈک کی ایک عجیب خاصیت یہ ہے کہ اگر اس کو دو برابر حصوں میں سر سے نیچے تک پھاڑا جائے اور اس وقت اس کو کوئی عورت دیکھ لے تو اس کی شہوت میں زیادتی ہو اور مردوں کی جانب اس کا میلان بڑھ جائے گا۔

اگر کسی سوتی ہوئی عورت پر اس کی زبان رکھ دی جائے تو جو کچھ اس عورت کو معلومات ہیں سب اگل دے گی۔ اگر اس کی زبان روٹی میں ملا کر اس شخص کو کھلا دی جائے جس پر چوری کا الزام ہو تو اگر اس نے چوری کی ہو گی تو وہ اس کا اقرار کر لے گا۔ جس جگہ کے بال

اکھاڑے گئے ہوں اس جگہ اگر مینڈک کا خون لگا دیا جائے تو پھر اس جگہ بال نہیں جمیں گے اور جو شخص اس کا خون اپنے چہرے پر مل لے تو تمام لوگ اس سے محبت کرنے لگیں گے۔ اگر اس کا خون مسوڑھوں پر مل دیا جائے تو دانت بغیر کسی تکلیف کے اکھڑ جائیں گے۔

مینڈکوں کے شور سے حفاظت کی ترکیب

قزوینیؒ نے فرمایا ہے کہ میں موصل میں تھا اور ہمارے دوست نے اپنے باغ میں حوض کے قریب ایک قیام گاہ بنوائی تھی اور میں بھی اپنے دوست کے ساتھ اس کے باغ مین بیٹھا تھا۔ پس اس حوض میں مینڈک پیدا ہو گئے جن کی ٹرٹراہٹ گھر والون کے لئے باعث اذیت تھی۔ پس وہ مینڈکوں کے شور کو ختم کرنے سے عاجز آ گئے۔ یہاں تک کہ ایک آدمی آیا تو اس نیکہا کہ ایک طشت اوندھا کر کے حوض کے پانی پر رکھ دو۔ پس گھر والوں نے ایسا ہی کیا۔ پس اس کے بعد پھر مینڈکوں کے ٹرٹرانے کی آواز سنائی نہیں دی۔ محمد بن زکریا رازیؒ نے فرمایا ہے کہ جب پانی میں مینڈکوں کی کثرت ہو جائے تو اس پانی پر طشت میں چراغ جلا کر رکھ دیا جائے تو مینڈک خاموش ہو جائیں گے اور پھر ان کی آواز کبھی بھی سنائی نہیں دے گی۔

تعبیر

مینڈک کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ایسے عابد آدمی سے دی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جدوجہد کرنے والا ہو اس لئے کہ مینڈک نے نمرود کی آگ پر پانی ڈال کر ایک اچھا عمل کیا تھا لیکن خواب میں مینڈکوں کی کثیر تعداد کو دیکھنے کی تعبیر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے دی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ" (پس ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور گھن کا کیڑا اور مینڈک اور خون برسایا۔ یہ سب نشانیاں الگ الگ کر کے دکھائیں۔ الاعراف: آیت ۱۳۳)

انصاریؒ نے کہا ہے کہ جو شخص خواب میں دیکھے کہ اس کے ہمراہ مینڈک ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی زندگی اس کے رشتہ داروں کے ساتھ بہت اچھی گزرے گی۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس نے مینڈک کا گوشت کھایا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ شخص کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے گا۔ ارطامیدورس نے کہا ہے کہ مینڈکوں کو خواب میں دیکھنا دھوکہ دینے والے افراد جادوگروں پر دلالت کرتا ہے۔ جاماسب نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ مینڈک سے گفتگو کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے بادشاہت حاصل ہوگی۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ مینڈک شہر سے باہر نکل رہے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ شہر سے عذاب الٰہی کا خروج ہو جائے گا۔ (واللہ اعلم)

اَلضُّوَعُ

"اَلضُّوَعُ" اس سے مراد نرالو ہے۔ نوویؒ نے کہا ہے کہ یہ الو کی ایک مشہور قسم ہے۔ جوہریؒ نے کہا ہے کہ یہ رات کا ایک مشہور پرندہ ہے۔ مفضل نے کہا ہے کہ نر الو ہے۔ اس کی جمع کے لئے "اضواع" اور "ضیعان" کے الفاظ مستعمل ہیں۔

شرعی حکم

الو کی حرمت اور حلت کے متعلق دو قول ہیں لیکن صحیح قول یہ ہے کہ الو کا کھانا حرام ہے۔ جیسے کہ شرح مہذب میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ رافعی نے کہا ہے کہ یہ قول اس بات کا متقاضی ہے کہ "الضوع" سے مراد نر الو ہے۔ پھر رافعی نے یہ بھی کہا ہے کہ اس سے یہ بات

بھی واضح ہوتی ہے کہ اگر ''الضوع'' نر الو کے متعلق حرام یا حلال ہونے کا کوئی قول یا رائے ہو تو وہ رائے یا قول ''البوم'' میں بھی جاری ہوگا کیونکہ ایک ہی جنس کے مذکر و مؤنث کا حکم ایک ہی ہوتا ہے۔امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ میرے نزدیک ''الضوع'' سے مراد حشرات الارض ہیں۔پس اس کے شرعی حکم میں اشتراک لازمی نہیں ہے اور اس کا شرعی حکم حرام ہونے کا ہے جیسا کہ شرح مہذب میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

اَلضِّیبُ

''اَلضِّیبُ'' ابن سیدہ نے کہا ہے کہ یہ کتے کی شکل وصورت کا ایک بحری جانور ہے۔

اَلضَّیئَلَةُ

''اَلضَّیئَلَةُ'' جوہریؒ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک پتلا سانپ ہے۔تحقیق لفظ ''الحیۃ'' کے تحت ''باب الحاء'' میں سانپ کا تذکرہ بیان کر دیا گیا ہے۔

اَلضَّیوَن

''اَلضَّیوَن'' اس سے مراد نر بلا ہے۔اس کی جمع کے لئے ''ضیاون'' کا لفظ مستعمل ہے۔حضرت حسان بن ثابتؓ نے فرمایا ہے کہ۔

یُرِیْدُ کَاَنَّ الشَّمْسَ فِیْ حُجَرَاتِه نُجُومُ الثُّرَیَّا اَوْ عُیُوْنُ الضَّیَاوِنِ

''وہ ارادہ رکھتا ہے کہ اس کے حجروں میں سورج یا ثریا کے ستارے یا بلیوں کی آنکھیں ہوں۔''

اہل عرب کہتے ہیں کہ ''اَدَبُّ مِنَ الضَّیْوَنِ'' (بلے کی طرح بے آواز (دبے پاؤں) چلنے والا) شاعر نے کہا ہے کہ۔

یَدُبُّ بِاللَّیْلِ لِجَارَاتِه کَضَیْوَنٍ دَبَّ اِلٰی قَرْنَبِ

''وہ اپنی ہمسایہ عورتوں کے پاس رات کے وقت دبے پاؤں جاتا ہے جیسا کہ بلی چوہوں کی طرف دبے پاؤں جاتی ہے۔''

اہل عرب کہتے ہیں ''اَصْیَدُ مِنْ ضَیْوَنٍ'' (بلے سے زیادہ شکار کرنے والا) اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں۔''اَزْنیٰ وَاَنْزیٰ مِنْ ضَیْوَنٍ'' (بلے سے زیادہ زنا کرنے والا اور جماع کرنے والا)

خاتمہ

صقلی نے کہا ہے کہ اسماء میں یاء ساکن کے بعد واؤ مفتوحہ نہیں آتا مگر تین اسماء میں حَیْوَةٌ ، ضَیْوَنٌ، کَیْوَانٌ ۔کیوان سے مراد زحل ہے۔تحقیق اہل الھیئۃ نے کہا ہے کہ زحل کا مخصوص دورہ مغرب سے مشرق کی طرف ہوتا ہے اور یہ انتیس سال آٹھ ماہ اور چھ روز میں پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے۔اہل نجوم زحل کو ''النحس الاکبر'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں کیونکہ زحل نحوست میں مریخ سے بڑھا ہوا ہے۔نجومی زحل کی طرف ہلاکت اور فکر و غم کو منسوب کرتے ہیں۔بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ زحل کی طرف دیکھنا فکر و غم کے لئے مفید ہے جیسے زہرہ کی طرف دیکھنے سے فرحت وسرور حاصل ہوتا ہے۔(واللہ اعلم)

بابُ الطاء

طامر بن طامر

(پسو۔رذیل شخص) گمنام اور بے وقعت شخص کے لئے کہاجاتا ہے"هُوَ طَامَرُبنُ طَامِرٌ" (وہ گمنام کی اولاد بھی گمنام ہے)

اَلطَّاؤس

(مور) الطاؤس: یہ ایک مشہور پرندہ ہے اس کی تصغیر طویس آتی ہے۔اس کی کنیت ابوالحسن اورابولوشی ہیں۔حسن وعزت کے اعتبار سے پرندوں میں مور کا وہی مرتبہ ہے جو دیگر حیوانات میں گھوڑے کا مرتبہ ہے۔اس کے مزاج میں "عفت اوراپنے حسن ذاتی اور پروں کی خوب صورتی اور دم پر جب کہ وہ اس کو پھیلا کر مثل محراب کے کر لیتا ہے"۔ ناز وگھمنڈ ہے خصوصا اس وقت جبکہ اس کی مادہ اس کے سامنے ہوتی ہے تو یہ اپنی دم کو پھیلا کر اس کے سامنے ناچتا ہے۔مورنی جب تین سال کی ہو جاتی ہے تو انڈے دینے شروع کرتی ہے اور سال بھر میں صرف ایک بار لگ بھگ بارہ انڈے دیتی ہے۔مگر یہ مسلسل انڈے نہیں دیتی۔موسم بہار میں مور مورنی سے جفتی کرتا ہے۔موسم خزاں میں جب پت جھڑ ہو جاتا ہے تو مور کے پر بھی جھڑ جاتے ہیں اور پھر جب درختوں پر نئے پتے نکل آتے ہیں تو مور کے بھی نئے پر نکل آتے ہیں۔

جب مورنی انڈوں کو سیتی ہے تو مور اس سے بہت زیادہ کھیل کرتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اکثر انڈے ٹوٹ جاتے ہیں۔اسی وجہ سے پالتو مور کے انڈے عموماً مرغی کے نیچے رکھے جاتے ہیں۔مگر مرغی بیک وقت زیادہ سے زیادہ مور کے دو انڈے سی سکتی ہے۔اس وقت خاص طور پر مرغی کے کھانے پینے کا خیال رکھا جاتا ہے تاکہ وہ بھوک اور پیاس کے باعث انڈوں پر سے نہ اٹھ جائے اور انڈے ہوا لگ کر خراب نہ ہو جائیں۔مرغی کے ان انڈوں کو سینے کی مدت تیس یوم ہے۔مور کے بچے جب انڈوں سے نکلتے ہیں تو مرغی کے بچوں کی طرح پر و بال لے کر کھاتے پیتے نکلتے ہیں۔چنانچہ مور کے وصف میں کسی شاعر نے بہت ہی عمدہ اشعار کہے ہیں۔

سُبْحَانَ مَنْ مِنْ خلقِه الطَّاءُ وُسُ طَيْرٌ عَلٰى اَشْكَالِه رَئِيُسٌ

ترجمہ:- پاک ہے وہ ذات کہ جس کی مخلوق میں طاؤس ہے جو اپنے ابنائے جنس یعنی پرندوں میں رئیس سمجھا جاتا ہے۔

كَاَنَّهٗ فِیُ نَقُشِهٖ عُرُوُسٌ فِي الرِّيُشِ مِنُهُ ركبت فُلُوُسٌ

ترجمہ:- اپنے پیروں کے نقوش کے اعتبار سے گویا وہ دلہن ہے اور اس کے پروں پر پیسوں کے نشانات ہیں۔

تَشْرِقُ فِي داراته شموس فِي الرَّاسِ مِنُهُ شَجَرٌ مَغُرُوُسٌ

ترجمہ:- اس کے سر پر آفتاب روشنی بخشنے والا ہے اور اس کے بال ایسے ہیں جیسا کہ شاخیں پھوٹ رہی ہوں۔

كَاَنَّهٗ بنفسج يَمِيُس اَوْ هُوَ زَهْرٌ حَرَمَ يَبِيُس

ترجمہ:- گویا کہ بنفشہ ہے نہایت نرم و نازک یا چٹکتی ہوئی کلیاں ہیں شاخوں پر۔

مور کے بارے میں ایک عجیب وغریب بات یہ ہے کہ حسن و جمال کے باوجود اس کو منحوس سمجھا جاتا ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ مور جنت میں ابلیس کے دخول کا اور اس سے حضرت آدمؑ کے خروج کا سبب بنا تھا۔ اسی وجہ سے لوگ اس کو گھروں میں پالنے سے محترز ہیں۔ (واللہ اعلم)

شرابی کے دماغ میں فتور آنے کی وجہ

کہتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے انگور کے درخت لگائے تو ابلیس لعین نے آ کر ان کے اوپر مور ذبح کر دیا اور ان کا خون درختوں نے جذب کر لیا اور جب ان درختوں پر پتے نکلنے شروع ہو گئے تو اس ملعون نے ان پر ایک بندر ذبح کر دیا۔ درختوں نے اس کا خون بھی جذب کر لیا اور جب ان درختوں پر پھل آنے لگے تو اس نے ایک شیر ذبح کر کے ان کی جڑوں میں ڈال دیا اور جب پھل پختہ ہو گیا تو اس نے ایک خنزیر ذبح کر کے اس کے خون کی کھاد ان درختوں پر لگا دی۔ لہٰذا جب کوئی انگوری شراب پی لیتا ہے تو ان چاروں جانوروں کے اوصاف اس پر غالب آ جاتے ہیں۔ چنانچہ جب کوئی شراب پیتا ہے تو اولاً اس کے اعضاء پر اس کا اثر ہوتا ہے اور تر و تازگی پیدا ہو کر اس کے اندر ایک قسم کی خوب صورتی اور چمک ظاہر ہوتی ہے اس حالت میں وہ مور سے مشابہ ہوتا ہے اور جب نشہ آنے لگتا ہے تو وہ بندر کی مانند ناچ کود اور ناشائستہ حرکات کا مرتکب ہوتا ہے۔ جب نشہ کا ہیجان ہوتا ہے تو اس کے اندر شیر جیسی درندگی رونما ہوتی ہے اور وہ جنگجوئی پر آمادہ ہو جاتا ہے اور ہذیان بکنے لگتا ہے۔ اس کے بعد وہ خنزیر کی طرح کشت وخون پر آمادہ ہو جاتا ہے اور آخر میں تھک کر اس کو نیند آ جاتی ہے اور اعضاء ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔

فائدہ: طاؤس بن کیسان نامی ایک تابعی گزرے ہیں جو فقیہ یمن کہلائے۔ ان کا اصلی نام ذکوان ہے اور چونکہ یہ علماء اور قراء کرام میں امتیازی حیثیت اور بے پناہ خوبیوں کے حامل تھے۔ اس بناء پر ان کا لقب طاؤس (مور) پڑ گیا۔ اور بعض کے قول کے مطابق ان کا اصل نام طاؤس تھا اور ان کی کنیت ابوعبدالرحمان تھی۔ یہ علم وعمل کے سردار اور سادات تابعین میں سے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پچاس صحابہ کی صحبت وملاقات کا شرف انہیں حاصل ہے۔ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ ' حضرت ابو ہریرہؓ ' جابر بن عبداللہ' عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے مجاہد' عمرو بن دینار' عمرو بن شعیب' محمد بن شہاب زہری و دیگر علماء نے روایت کی ہے۔

امیر قائد کے انتخاب کا معیار

ابن صلاح نے اپنی کتاب ''رحلت'' میں لکھا ہے کہ حضرت زہریؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں عبدالملک ابن مروان کے پاس پہنچا تو عبدالملک نے مجھ سے دریافت کیا کہ زہری کہاں سے تشریف لا رہے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ مکہ سے عبدالملک نے سوال کیا کہ وہاں کون شخص ایسا ہے جس کو لوگ امیر منتخب کریں۔ میں نے کہا کہ عطاء بن ابی رباح' عبدالملک نے دریافت کیا کہ عطاء عربی النسل ہے یا موالی میں سے ہے؟ میں نے جواب دیا کہ موالی میں سے ہیں۔ عبدالملک نے کہا کہ اہلِ مکہ عطا کو کس خوبی کی وجہ سے اپنا لیڈر چنیں گے؟ میں نے کہا کہ دیانت اور روایت کی بناء پر۔ اس پر عبدالملک نے کہا کہ بے شک اہلِ دیانت و روایت قیادت کے مستحق ہیں۔ پھر عبدالملک نے پوچھا کہ اہلِ یمن کس کو قائد بنائیں گے؟ میں نے کہا کہ طاؤس بن کیسان کو۔ عبدالملک نے پوچھا کہ وہ عربی النسل ہے یا موالی؟ میں نے جواب دیا کہ موالی۔ عبدالملک نے کہا اہلِ یمن کس قابلیت وخوبی کی بنا پر طاؤس کو اپنا قائد بنائیں گے؟ میں نے کہا کہ جس خوبی کی بناء پر عطاء امارت کے مستحق ہیں۔ عبدالملک نے کہا کہ بلاشبہ جو ان صفات سے متصف ہو وہ قیادت کے لئے موزوں ہے۔

پھر عبدالملک نے سوال کیا کہ اہلِ مصر کس کو سردار بنائیں گے؟ میں نے جواب دیا کہ یزید ابن حبیب کو۔ اس نے سوال کیا کہ یزید موالی ہے یا عربی النسل؟ میں نے جواب دیا کہ موالی۔ پھر یزید کے متعلق بھی وہی سوال و جواب ہوئے جو طاؤس' عطا وغیرہ کے متعلق ہوئے تھے۔ پھر اہلِ شام کے متعلق عبدالملک نے مذکورہ سوال کیا۔ میں نے کہا کہ اہلِ شام مکحول دمشقی کو اپنا امیر بنا سکتے ہیں۔

عبدالملک نے کہا وہ عربی النسل ہے یا موالی میں سے ہے۔ میں نے کہا موالی مین سے ہے تو وہ غلام ہے جسے ہذیل کی ایک عورت نے آزاد کیا تھا۔ پھر اس کے بعد عبدالملک نے کہا جو پہلے امراء کے متعلق کہا تھا۔ پھر عبدالملک نے کہا کہ اہل جزیرہ کس کو اپنا امیر منتخب کریں گے۔ زہری کہتے ہیں، میں نیکہا کہ میمون بن مہران کو۔ پس عبدالملک نیکہا کہ وہ عربی النسل ہے یا موالی میں سے ہے۔ میں نے کہا موالی میں سے ہے۔ پھر عبدالملک نے وہی کہا جو پہلے امراء کے متعلق کہا تھا۔ اس کے بعد عبدالملک نے کہا کہ اہل خراسان کس کو اپنا امیر بنائیں گے۔ میں نے کہا ضحاک بن مزاحم کو۔ عبدالملک نے کہا وہ عربی النسل ہے یا موالی میں سے ہے۔ میں نے کہا موالی میں سے ہے۔ پس اس کے بعد عبدالملک نے کہا جو پہلے امراء کے لئے کہا تھا۔ پھر اس کے بعد عبدالملک نے کہا کہ اہل بصرہ کس کو اپنا امیر بنائیں گے۔ میں نے کہا حسن بن ابی الحسن کو۔ عبدالملک نے کہا وہ عربی النسل ہیں یا موالی میں سے ہیں۔ زہری کہتے ہیں میں نے کہا کہ موالی میں سے ہیں۔ عبدالملک نے کہا تیرا ناس ہو۔ پس پھر عبدالملک نے کہا کہ اہل کوفہ کس کو اپنا امیر منتخب کریں گے۔ میں نے کہا ابراہیم نخعی کو۔ عبدالملک نے کہا وہ عربی النسل ہے یا موالی میں سے ہے۔ میں نے کہا کہ عربی النسل ہے۔ عبدالملک نے کہا اے زہری تو ہلاک ہو جائے تو نے میری مشکل کو آسان کر دیا۔ اللہ کی قسم موالی اہل عرب پر سیادت کرتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ لوگ منبر پر خطاب کریں گے اور عرب نیچے رہیں گے۔ زہری کہتے ہیں میں نے کہا اے امیرالمومنین یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور دین الٰہی ہے جو اس کی حفاظت کرے گا وہ سردار ہوگا اور جو اس کو ضائع کرے گا وہ نیچے گر جائے گا۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ منصب خلافت پر فائز ہوئے تو طاؤس نے ان کی طرف ایک خط لکھا کہ اگر آپ کا یہ ارادہ ہو کہ آپ کے تمام کام خیر کے سانچے میں ڈھل جائیں تو آپ اپنی سلطنت کے امور اہل خیر کے سپرد کر دیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ یہ نصیحت میرے لئے کافی ہے۔ ابن ابی الدنیا نے طاؤس سے نقل کیا ہے کہ جب میں مکہ میں تھا تو مجھے حجاج نے طلب کیا۔ پس میں اس کے پاس آیا تو اس نے مجھے اپنی جانب بٹھا لیا اور ٹیک لگانے کے لئے مجھے ایک تکیہ دے دیا۔ پس ہم گفتگو کر رہے تھے کہ ہمیں تلبیہ کی بلند آواز سنائی دی۔ پس حجاج نے اس آدمی کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ پس اس کو حاضر کیا گیا۔ پس حجاج نے اس سے کہا تو کن میں سے ہے اس آدمی نے جواب دیا کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ پس حجاج نے کہا کہ میں تجھ سے تیرے شہر اور قبیلہ کے متعلقہ سوال کیا ہے۔ اس آدمی نیکہا کہ میں یمن کا رہنے والا ہوں۔ پس حجاج نے کہا کہ تو نے محمد بن یوسف (یعنی حجاج کا بھائی) کو کیسا پایا جو یمن کا گورنر ہے۔ پس اس شخص نے کہا میں نے اسے اس حالت میں چھوڑا ہے کہ وہ صحت مند ہے اور ریشمی لباس میں ملبوس اور عمدہ سواریوں پر سوار ہونے والا ہے۔ پس حجاج نے کہا کہ میں نے تم سے محمد بن یوسف کی سیرت کے متعلق سوال کیا ہے؟ پس آدمی نے کہا کہ میں نے اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ سفاک، ظالم، مخلوق کی اطاعت کرنے والا اور خالق کی نافرمانی کرنے والا ہے۔ حجاج نے کہا کہ جو تم نے محمد بن یوسف کے متعلق کہا ہے کیا تو نہیں جانتا کہ میرے نزدیک اس کا کیا مقام ہے؟ پس اس شخص نے جواب دیا کیا تو اس کو جو محمد بن یوسف کو تیرے نزدیک حاصل ہے اس مقام سے زیادہ عزت سمجھتا ہے جو میرے رب کے نزدیک میرا مقام ہے جبکہ اس کے نبی کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اس کے گھر کا مشتاق ہوں۔ پس حجاج خاموش ہو گیا اور وہ شخص حجاج سے اجازت لئے بغیر وہاں سے چلا گیا۔ طاؤس کہتے ہیں کہ میں اس شخص کے پیچھے چل دیا۔ پس میں نے اس سے مصاحبت کی درخواست کی۔ پس اس شخص

نے کہا کہ تیرے لئے نہ تو محبت ہے اور نہ ہی بزرگی۔ کیا تو وہ شخص نہیں ہے جو ابھی حجاج کے برابر میں تکیہ لگائے بیٹھا تھا اور تحقیق میں نے کیا ہے کہ لوگ تجھ سے اللہ کے دین کے متعلق فتویٰ حاصل کرتے ہیں۔ طاؤس کہتے ہیں میں نے کہا ہو یعنی حجاج ہم پر مسلط ہے۔ پس اس نے مجھے بلایا اس لئے میں اس کے پاس آ گیا تھا۔ پس اس شخص نے کہا کہ پھر تکیہ لگانے کا کیا مطلب تھا اور کیا تجھ پر اس کی کوئی شاہی ضروری نہیں تھی اور کیا اس کی رعایا کا وعظ کے ذریعے حق ادا کرنا ضروری نہیں تھا۔ طاؤس کہتے ہیں میں نے کہا میں اللہ تعالیٰ کا استغفار کرتا ہوں اور اس سے توبہ کرتا ہوں۔ پھر میں نے صحبت کا سوال کیا۔ پس اس شخص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے بخش دے۔ بے ضرر ایک ساتھی ہے جو بہت زیادہ غیرت مند ہے۔ پس اگر میں اس کے علاوہ کسی اور سے مانوس ہوا تو مجھ سے ناراض ہو جائے گا مجھے چھوڑ دے گا۔ طاؤس کہتے ہیں کہ اس کے بعد وہ شخص چلا گیا۔ تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ عبداللہ شامی کہتے ہیں کہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس میرے سامنے ایک بوڑھا آدمی آیا۔ پس میں نے کہا کیا آپ طاؤس ہیں۔ پس اس نے کہا کہ اس کا بیٹا ہوں۔ پس میں نے کہا اگر آپ طاؤس کے بیٹے ہیں تو طاؤس کی عقل بڑھاپے کی وجہ سے خراب ہو چکی ہوگی۔ پس اس نے جواب دیا کہ بے شک عالم کی عقل خراب نہیں ہوتی۔ پس میں حضرت طاؤس کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ تو یہ پسند کرے گا کہ میں تیرے سامنے تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید کی تعلیمات کا خلاصہ پیش کر دوں؟ عبداللہ شامی کہتے ہیں میں نے کہا جی ہاں۔ حضرت طاؤس فرمانے لگے کہ تو اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈر کہ تیرے دل میں اس سے زیادہ کسی کا خوف نہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے اتنی شدید رکھ جو اس کے خوف سے بھی زیادہ ہو اور اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند کر جو تو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ ایک عورت نے کہا ہے کہ حضرت طاؤس کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ جسے میں نے فتنہ میں مبتلا نہ کیا ہو۔ پس میں خوب بناؤ سنگھار کر کے حضرت طاؤسؒ کے پاس گئی انہوں نے فرمایا کہ پھر کسی وقت آنا۔ پس میں وقت مقررہ پر ان کے پس پہنچ گئی۔ پس وہ میرے ساتھ مسجد حرام کی طرف گئے اور وہاں پہنچ کر مجھے حکم دیا کہ چت لیٹ جاؤ۔ پس میں نے کہا کہ اس جگہ ایسا کام (یعنی زنا) کرو گے۔ پس طاؤسؒ نے فرمایا رحمت یہاں ہماری غلط کاری کو ملاحظہ فرما رہی ہے۔ وہ دوسری جگہ بھی دیکھ لے گی۔ پس اس عورت نے توبہ کر لی۔ حضرت طاؤسؒ نے کہا کہ جوان کی عبادت مکمل نہیں ہوتی یہاں تک وہ نکاح کر لے۔ حضرت طاؤسؒ فرماتے تھے کہ ابن آدم جو کچھ بھی گفتگو کرتا ہے حساب وشمار ہوتا ہے مگر حالت مرض میں کراہنے کا کوئی حساب وشمار نہیں ہوتا۔

حضرت طاؤس نے فرمایا ہے کہ ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ابلیس سے ہوئی۔ پس ابلیس کہنے لگا کہ کیا آپ نہیں جانتے کہ آپ کو کوئی مصیبت نہیں پہنچی مگر یہ کہ اللہ نے آپ کی تقدیر میں اسے لکھ دیا ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے۔ ابلیس کہنے لگا کہ آپ اس پہاڑ کی چوٹی پر چڑھیے اور پھر وہاں سے گر کر دیکھئے کہ آپ زندہ رہتے ہیں یا نہیں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شیطان سے فرمایا کہ کیا تو نہیں جانتا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے بندے میرا امتحان نہ لینا کیونکہ میں وہی کرتا ہوں جو میں چاہتا ہوں۔ بے شک بندہ اپنے رب کا امتحان نہیں لے سکتا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندے کا امتحان لینے پر قادر ہے۔ طاؤسؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب سن کر ابلیس خاموش ہو گیا۔

مصیبت سے نجات

ابوداؤد طیالیسی نے زمعہ ابن صالح عن طاؤس کے حوالہ سے حضرت طاؤس کے والد کا یہ قول سنا ہے کہ جو کسی وصیت میں داخل نہیں ہوا اس کو کوئی بھی پریشانی اور مصیبت لاحق نہیں ہوگی اور جو کسی معاملہ میں لوگوں کا فیصل نہ بنے اس کو مصائب اور مشقت نہیں ہو سکتی۔

ایصالِ ثواب

''کتاب الزہد'' میں حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مردے اپنی قبروں میں سات دن گرفتارِ مصیبت رہتے ہیں۔ لہٰذا یہ محبوب ہوتا ہے کہ مسکینوں کو کھانا کھلا کر انہیں ایصالِ ثواب کیا جائے۔

حضرت طاؤسؒ کی دعا

حضرت طاؤس عموماً یہ دعا مانگتے تھے:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیَ الْاِیْمَانَ وَالْعَمَلَ وَمَتِّعْنِیْ بِالْمَالِ وَالْوَلَدِ. ''اے اللہ مجھے ایمان وعمل سے نواز دے اور مال اور اولاد سے مجھے بہرہ ور فرما''۔

صبر اور والد کی خدمت کا صلہ

حافظ ابونعیم وغیرہ نے حضرت طاؤس سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص کے چار لڑکے تھے۔ پس وہ شخص جب بیمار ہو گیا تو ان چاروں میں سے ایک نے اپنے بھائیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ یا تو تم میں سے کوئی والد صاحب کی تیمارداری کر لے اور حق وراثت سے محروم ہو جائے یا میں یہ کام کروں اور حق وراثت چھوڑ دوں۔ اس کے بھائیوں نے کہا کہ تو ہی علاج ومعالجہ کر اور حق وراثت سے محروم ہو جا۔ چنانچہ اس نے اپنے والد کا علاج کیا۔ لیکن وہ جانبر نہ ہو سکا اور اسی بیماری میں اس کی وفات ہو گئی۔ بعد وفات تینوں بیٹے وراثت کے حق دار بن گئے اور یہ محروم رہا۔

ایک دن اس کے والد اس لڑکے کے خواب میں آئے اور کہا فلاں جگہ جا کر وہاں سے سو دینار لے لے۔ لڑکے نے سوال کیا کہ کیا ان میں کچھ برکت ہو گی۔ باپ نے جواب دیا کہ نہیں۔ جب صبح ہوئی تو اس لڑکے نے اپنا خواب اپنی بیوی کے سامنے بیان کیا۔ بیوی نے جواب سن کر اس سے سو دینار حاصل کرنے کا اصرار کیا اور کہا کہ کم سے کم اس سے اتنا تو فائدہ ہو گا کہ کپڑے اور کھانے پینے کا سامان مہیا ہو جائے گا۔ مگر لڑکے نے عورت کی بات نہیں مانی۔ اگلی رات پھر خواب نظر آیا اور والد نے لڑکے سے کہا کہ فلاں جگہ دس دینار ہیں وہ لے لو۔ لڑکے نے پھر وہی سوال کیا کہ کیا اس میں کچھ برکت ہو گی یا نہیں؟ باپ نے اس مرتبہ بھی نفی میں جواب دیا۔ صبح کو یہ خواب بھی لڑکے نے اپنی بیوی سے بیان کیا اور عورت نے وہی مشورہ دیا۔ لیکن اس بار بھی اس نے عورت کی بات نہیں مانی۔ تیسری رات پھر خواب میں آ کر والد نے کہا کہ فلاں جگہ ایک دینار رکھا ہے وہ لے لو۔ لڑکے نے پوچھا کہ کیا اس دینار میں کچھ برکت ہو گی۔ باپ نے اثبات میں جواب دیا تو لڑکے نے صبح کو وہ ایک دینار مقررہ جگہ سے حاصل کر لیا۔

دینار لے کر جب وہ بازار کی جانب گیا تو اس کو ایک شخص ملا جس کے پاس دو مچھلیاں تھیں اس نے اس آدمی سے مچھلیوں کی قیمت معلوم کی تو اس شخص نے ان کی قیمت ایک دینار بتلائی۔ چنانچہ اس لڑکے نے اس آدمی سے ایک دینار میں دونوں مچھلیاں خرید لیں۔ گھر لا کر جب اس نے ان کی آلائش صاف کرنے کے لئے ان کا پیٹ چاک کیا تو دونوں کے پیٹ سے ایک ایک قیمتی موتی برآمد ہوا۔ لوگوں نے پہلے کبھی ایسے موتی دیکھے بھی نہ تھے۔ اتفاقاً بادشاہ وقت کو ایک قیمتی موتی کی ضرورت پیش آ گئی۔ جب بادشاہ کا مطلوبہ موتی تلاش کیا گیا تو اس لڑکے کے علاوہ کسی کے پاس سے دستیاب نہ ہو سکا۔ بادشاہ نے وہ موتی تیس وقر سونے کے عوض خرید لیا۔ جب بادشاہ نے اس موتی کو حاصل کر لیا تو اس کو خیال ہوا کہ بغیر جوڑے کے یہ موتی اچھا معلوم نہیں پڑتا اس کا جوڑا ہونا چاہیے۔ چنانچہ اس نے اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ ایسا ہی ایک موتی اور تلاش کرو چاہے وہ دوگنی قیمت پر دستیاب ہو۔ چنانچہ شاہی کارندے پھر اس کے پاس آئے اور کہا کہ اگر آپ

کے پاس اس موتی کا جوڑا ہوتو وہ بھی دے دیجئے چاہے اس کی دوگنی قیمت لے لیجئے۔ لڑکے نے دوگنی قیمت پر معاملہ طے کر کے وہ موتی بھی فروخت کر دیا اور مالا مال ہو گیا۔

حضرت طاؤس رحمتہ اللہ علیہ کی وفات

آپ نے ستر سال سے کچھ زائد عمر میں وفات پائی۔ آپ حج کر رہے تھے کہ یوم الترویہ سے ایک روز قبل ۱۰۶ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی نمازِ جنازہ امیر المومنین ہشام بن عبدالملک نے پڑھائی۔ آپ نے چالیس مرتبہ حج فرمایا۔ آپ نہایت ہی مستجاب الدعوات تھے۔

شرعی حکم

(شوافع کے نزدیک) اس کا کھانا حرام ہے۔ کیونکہ اس کا گوشت خراب ہوتا ہے۔ بعض (احناف) کے نزدیک اس کا کھانا حلال ہے کیونکہ مور مستقذرات نہیں کھاتا۔

مور حلال ہو یا حرام بہرصورت اس کی بیع جائز ہے یا تو اکل لحم کے لئے یا اس کی خوش رنگی سے متمتع ہونے کے لئے۔ صید کے بیان میں گزر چکا ہے کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمتہ کے نزدیک پرندوں کی چوری کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ کیونکہ پرندے مباح الاصل ہیں۔ امام شافعیؒ امام مالک اور امام احمد علیہم الرحمہ کے نزدیک اس کا حکم بھی عام اشیاء کی چوری کے حاکم میں ہے۔

ضرب الامثال

حسن و جمال کے اظہار کے کے لئے کہتے ہیں "اَزْهٰی مِنْ طَاوٗسٍ" اور "اَحْسَنَ مِنْ طَاوٗسٍ" (مور سے زیادہ بارونق اور خوب صورت) جوہری نے کہا ہے کہ اہلِ عرب کا مقولہ ہے "اَشْاَمُ مِنْ طُوَیْسٍ" (طویس سے زیادہ منحوس) طویس مدینہ میں ایک مخنث (زنانہ) تھا وہ کہا کرتا تھا کہ اے مدینہ والو جب تک میں تمہارے درمیان ہوں تم اپنے آپ کو خروج دجال سے مامون مت سمجھنا اور جب میں مر جاؤں گا تو تم لوگ اس کے خروج سے مامون ہو جاؤ گے کیونکہ میں اس روز پیدا ہوا تھا جس روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوئے اور جس دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ اس روز میرا دودھ چھڑایا گیا اور جس دن حضرت عمر فاروقؓ شہید ہوئے اس روز میں بالغ ہوا اور جس دن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے اس روز میرا نکاح ہوا اور جس دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ شہید ہوئے اس دن میرے لڑکا پیدا ہوا۔

تاریخ ابن خلکان میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سلیمان بن ابدالملک نے مدینہ میں اپنے گورنر کو یہ فرمان جاری کیا کہ "اَحْصِ الْمُخَنَّثِیْنَ" یعنی مدینہ منورہ میں جتنے ہیجڑے ہیں ان کی گنتی کرو۔ اتفاق سے لفظ احص کی حاء پر نقطہ لگ گیا اور فرمان اس طرح پڑھا گیا "اِخْصِ الْمُخَنَّثِیْنَ" یعنی جتنے ہیجڑے ہیں سب کو خصی کرو۔ چنانچہ اس حکم کے مطابق تمام ہیجڑوں کو خصی کر دیا گیا۔ ان خصی کئے جانے والے ہیجڑوں میں طویس بھی تھا۔ حکومت کے اس عمل پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے تمام ہیجڑوں نے کہا ہم لوگ ایسے ہتھیار سے مستغنی کر دیئے گئے جسے ہم فنا نہیں کر سکتے تھے۔ طویس نے کہا کہ تم پر افسوس ہے کہ تم نے مجھے پیشاب کے پرنالے سے محروم کر دیا۔ طویس کا اصل نام طاؤس تھا۔ لیکن جب وہ ہیجڑا ہو گیا تو اس کو (بصیغہ تصغیر) طویس کہنے لگے۔ اس کا دوسرا نام عبدالنعیم تھا۔ وہ اپنے متعلق یہ شعر پڑھا کرتا تھا۔

اِنَّنِیْ عَبْدُالنَّعِیْم. اَنَا طَاوٗسُ الْجَحِیْم وَاَنَا اَشْاَمُ مَنْ یَمْشِی عَلٰی ظَهْرِ الْحَطِیْم

ترجمہ:۔ میں عبدالنعیم ہوں، میں طاؤس الجحیم ہوں اور حطیم کی پشت پر یعنی روئے زمین پر چلنے والے لوگوں میں سے سب سے زیادہ منحوس ہوں۔"

أَنَا حَاءٌ ثُمَّ لَامٌ　ثُمَّ قَافٌ حَشْوُ مِيْمٍ

"میں حاء پھر لام پھر قاف اور میم کا درمانی حرف یونی یاء ہوں۔"

طویس کے قول حشومیم سے مراد یاء ہے کیونکہ جب آپ میم کہیں گے تو دو میموں کے دریان یاء آئے گی اور اس سے مراد یہ ہے کہ میں بے ریش ہوں۔ "الحطیم" سے مراد زمین ہے۔ طویس کے قول "اشام" کا معنی یہ ہے کہ میں لوگوں میں سب سے زیادہ منحوس ہوں۔ طویس کا انتقال ۹۲ھ میں ہوا۔

طبی خواص

مور کا گوشت دیر ہضم اور ردی المزاج ہوتا ہے۔ جوان مور کا گوشت عمدہ ہونے کے ساتھ ساتھ معدہ کے لئے نفع بخش ہوتا ہے۔ اگر مور کے گوشت کو پکانے سے قبل سرکہ میں بھگولیا جائے تو اس کی مضرت زائل ہو جاتی ہے۔ مور کا گوشت کھانے سے جسم میں غلیظ مادے پیدا ہو جاتے ہیں۔ مور کا گوشت گرم مزاج والوں کے لئے بے حد فائدہ مند ہوتا ہے۔ تحقیق مور کے گوشت کو اطباء نے مکروہ سمجھا ہے کیونکہ تمام پرندوں میں مور کا گوشت سخت اور دیر ہضم ہوتا ہے۔ مور کو ذبح کرنے کے بعد ضروری ہے کہ اس کا گوشت رکھ دیا جائے اور پھر اگلے دن اسے خوب پکایا جائے۔ آرام طلب افراد کے لئے مور کا گوشت ممنوع ہے کیونکہ یہ ریاضت کرنے والے افراد کی غذا ہے۔ ابن زہر نے مور کے خواص میں لکھا ہے کہ جب مور کسی زہر آلود کھانے کو دیکھ لے یا اس کی بو سونگھ لے تو بہت خوش ہوتا ہے اور اس خوشی کے باعث ناچنے لگتا ہے۔ اگر مور کا پتہ کوئی ایسا آدمی سکنجبین میں حل کر کے پی لے جو اسہال کے مرض میں مبتلا ہو تو فوراً شفایاب ہو جائے گا۔ ہرمس سے منقول ہے کہ مور کا پتہ ایسے شخص کو پلانا نہایت مفید ہے جسے کسی زہریلے جانور نے کاٹ لیا ہو۔ لیکن صاحب عین الخواص نے کہا ہے کہ حکماء اور اطہورس کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مور کا پتہ پی لے تو ہو پاگل ہو جائے گا۔ ہرمس کہتے ہیں کہ میں نے اس کا تجربہ کیا ہے۔ ہرمس نے کہا ہے کہ اگر مور کا خون نمک اور زرزوت میں ملا کر ایسے زخموں پر لگایا جائے جن کے ناسور بن جانے کا اندیشہ ہو تو وہ زخم ٹھیک ہو جائیں گے۔ اگر مور کی بیٹ مسوڑھوں پر مل دی جائے تو تمام دانت اکھڑ جائیں گے۔ اگر مور کی ہنڈی جلا کر چھائیوں پر مل دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے چھائیاں ختم ہو جائیں گی۔

تعبیر

اگر کسی حسین وجمیل آدمی نے خواب میں مور کو دیکھا تو اس کی تعبیر کبر و گھمنڈ سے دی جائے گی۔ بعض اوقات مور کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر غرور، کبر، زوال نعمت، بدبختی اور دشمنوں کے سامنے جھکنے سے دی جاتی ہے اور کبھی اس کی تعبیر زیور اور تاج سے بھی دی جاتی ہے۔ بعض اوقات مور کو خواب میں دیکھنا حسین وجمیل بیوی اور خوبصورت اولاد پر دلالت کرتا ہے۔ مقدسی نے کہا ہے کہ مور کو خواب میں دیکھنا مالدار اور حسین وجمیل عجمی عورت کی طرف اشارہ ہے لیکن وہ عورت بدبخت ہوگی۔ نر مور کو خواب میں دیکھنا عجمی بادشاہ پر دلالت کرتا ہے۔ پس جس شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس نے مور سے دوستی کر لی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا شخص عجمی بادشاہوں سے دوستی کرے گا اور اس کو ان سے ایک نبطی لونڈی حاصل ہوگی۔ اور طامیدورس نے کہا ہے کہ مور کو خواب میں دیکھنا خوبصورت اور مسکرانے والی قوم کی جانب اشارہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مور کو خواب میں دیکھنا عجمی عورت کی اشارہ ہے۔ (واللہ اعلم)

اَلطَّائِرُ

''اَلطَّائِرُ''(پرندہ) اس کی جمع کے لئے''الطیور'' اور مؤنث کے لئے''طَارَۃ'' کا لفظ مستعمل ہے۔ یہ طیر سے ماخوذ ہے اور اس کی جمع اطیار، طیور اور طیران آتی ہے۔''طیر'' سے مراد ہر دو پروں والا پرندہ ہے جو اپنے پروں سے فضا میں حرکت کرتا ہے۔

قرآن مجید میں''طائر'' کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔''وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طَائِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّا اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ ''(زمین میں چلنے والے کسی جانور اور ہوا میں پروں سے اڑنے والے کسی پرندے کو دیکھ لو، یہ سب تمہاری ہی طرح کی انواع ہیں۔الانعام: آیت ۳۸)

''اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ'' کی تفسیر میں بعض علماء کا قول ہے کہ اس میں خلق، رزق، موت و حیات، حشر و حساب اور ایک دوسرے سے قصاص لینے میں مماثلت مراد ہے۔یعنی یہ بھی تمہاری طرح ان امور سے دوچار ہیں۔علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ جب چوپائے اور پرندے ان امور کے مکلف ہیں حالانکہ وہ بے عقل ہیں اور ہم عقل رکھنے کی وجہ سے بدرجہ اولیٰ ان امور کے مستحق ہیں۔بوض عہل علم کے نزدیک''اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ '' سے مراد تو حید و معروفت میں مماثلت ہے۔عطاء کا یہی قول ہے۔مذکورہ بالا آیت کریمہ میں''بِجَنَاحَیْهِ'' تاکید کے لئے اور استعارہ کے تخیل کو دور کرنے کے لئے ہے کیونکہ''طیر'' کا لفظ اڑان کے علاوہ نحس اور سعد کے لئے بھی مستعمل ہے۔

علامہ زمخشریؒ نے فرمایا ہے کہ'''بِجَنَاحَیْهِ' کے ذکر کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیم، لطف، علم، بادشاہت کی وسعت اور اس کے تدبر کا اظہار ہے جو اس کو اپنی مخلوق پر حاصل ہے۔حالانکہ مخلوقات کی مختلف قسمین ہیں۔اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے نفع و نقصان کا مالک اور ان کے جملہ حالات کا محافظ ہے۔اللہ تعالیٰ کو ایک فعل دوسرے فعل سے غافل نہیں کرتا۔

حدیث میں تذکرہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے پرندے بختی اونٹوں کی مثل ہوں گے جو جنت کے درختوں میں چرتے پھرتے ہیں۔حجرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ پرندے تو بہت اچھے ہوں گے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے کھانے والے ان سے بھی اچھے ہوں گے۔آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہی فرمایا اور اس کے بعد فرمایا کہ میں امید رکھتا ہون کہ تم بھی ان افراد میں شامل ہو جو ان پرندوں کو کھائیں گے۔(رواہ احمد باسناد صحیح) اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے بھی انہی الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔بزار نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بیشک تم جنت کی طرف کسی پرندے کی جانب دیکھو گے تو تمہارے دل میں اس کے کھانے کی خواہش پیدا ہوگی تو وہ فوراً تمہارے لئے بھنا ہوا آ کر گر پڑے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایسے لوگ داخل ہوں گے جن کے دل پرندہوں کے دلوں کی مثل ہوں گے۔امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ اس تمثیل سے مراد رقت اور ضعف میں مماثلت ہے جیسے کہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اہل یمن بہت رقیق القلب ہیں یعنی ان کے دل بہت کمزور ہیں۔بعض اہل علم کے نزدیک اس تمثیل سے مراد خوف اور ہیبت کی کیفیت ہے کیونکہ تمام جانوروں میں پرندے سب سے زیادہ ڈرنے والے ہوتےہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا.

''اللہ تعالیٰ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں''۔

گویا مراد یہ ہے کہ ان پر خوف اور ہیبت کا غلبہ ہوگا۔ جیسا کہ اسلاف کی جماعتوں کا شدتِ خوف منقول ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے متوکل لوگ مراد ہیں۔

اور کہا گیا ہے کہ پرندے سے جو نیک شگون یا بدشگونی لی جاتی ہے اس کی اصل پروں والے پرندوں سے ہے چنانچہ اہلِ عرب کہتے ہیں کہ "اللہ کا پرندہ نہ کہ تیرا پرندہ" اس جملہ میں "اللہ کا پرندہ" ایک مفہوم دعا پر مشتمل ہے اور "انسان کا طائر" تو اس سے مراد انسان کا عمل ہے جو قیامت میں اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔

بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ انسانی پرندے سے مراد انسان کا رزق موسوم ہے اور پرندہ بول کر کبھی خیر مراد لیتے ہیں اور کبھی شر۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد کُلَّ اِنسَانٍ اَلزَمْنٰهُ طَائِرَہٗ کا مطلب انسان کی تقدیر اور نصیبہ ہے اور مفسرین کی رائے میں اس آیت کا مطلب انسان کے برے اعمال یا بھلے اعمال ہیں تو گویا ہر شخص بھلائی یا برائی اتنی ہی اٹھائے گا جتنی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تقدیر میں لکھ دی۔ اس مفہوم کے پیش نظر تقدیر انسان کو اس طریقہ پر لاحق ہے جیسا کہ کوئی چیز گلے کا ہار بن جائے اور خیر وشر کو جو پرندہ کہا گیا یہ عرب والوں کے ایک مقولہ کی بناء پر ہے کہ جب کوئی بری بات پیش آتی ہے تو بطور بدشگونی کہتے ہیں "کہ پرندہ اسی طرح اڑا تھا"۔ اس قول سے پرندہ بول کر برائی مراد لی جاتی ہے۔

سنن ابوداؤد وغیرہ میں حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

"ابورزین کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک تو خواب کو کسی پر ظاہر نہ کرے تو وہ پرندے کے بازو پر ہے (یعنی اس کا وقوع نہ ہوگا) پس اس کو ظاہر کر دے تو اس کا وقوع ہو جائے گا۔ (راوی کا قول ہے کہ میرا خیال یہ ہے کہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ تو اپنا خواب کسی پر ظاہر مت کر سوائے دوست یا معتبر عالم کے"۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا دستر خوان

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ موسیٰ بن نصیر گورنر بلاد مغرب نے جب مغربی علاقہ کو بحر محیط سے لے کر شہر طلیطہ تک (جو بنات نعش کے نیچے واقع ہے) فتح کر لیا تو اس فتح کی اطلاع لے خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس آیا تو ساتھ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا مائدہ (دستر خوان، ٹرے) بھی لایا جو شہر طلیطلہ سے دستیاب ہوا تھا۔ یہ مائدہ (ٹرے) سونے اور چاندی سے تیار شدہ تھا اس میں طوق تھا ایک یاقوت کا دوسرا مروارید کا اور تیسرا زمرد کا۔ موسیٰ بن نصیر اس مائدہ کو ایک توانا خچر پر لاد کر لایا تھا مگر یہ اس قدر بھاری تھا کہ خچر اس کو تھوڑی ہی دور لے کر چلا تھا کہ اس کے سم پھٹ گئے۔ موسیٰ بن نصیر اپنے ساتھ شاہانِ یونان کا تاج بھی لایا تھا جس میں جواہرات لگے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ تیس ہزار غلام بھی اس کے ساتھ تھے۔

اندلس کا بانی

ابن خلکان کا بیان ہے کہ اہلِ یونان جو صاحب حکمت تھے اسکندر کی آبادی سے قبل بلاد مشرق میں قیام پذیر تھے مگر جب فارس والوں نے یونانیوں سے مقابلہ کر کے ان سے ان کا ملک چھین لیا تو یونانی جزیرہ اندلس میں منتقل ہو گئے۔ یہ جزیرہ اس وقت آباد دنیا سے ہٹ کر ایک کنارہ پر واقع تھا اور اس جزیرہ کا اس وقت تک کسی کو علم نہیں تھا اور نہ ہی کسی قابلِ ذکر بادشاہ کی اس خطہ پر حکمرانی تھی اور نہ پورے طور پر یہ جزیرہ آباد تھا۔ اس جزیرہ کو سب سے پہلے آباد کرنے والے اور اس کی جغرافیائی حد بندی کرنے والے "اندلس ابن یافث ابن نوح علیہ السلام" ہیں۔ اس لئے یہ خطہ ان کے نام سے موسوم ہے۔ جب طوفانِ نوح کے بعد اولاً دنیا آباد ہوئی تو اس کی شکل ایک

پرندہ کے مانند تھی جس کا سر مشرق اور دم مغرب میں اور اس کے بازو شمال وجنوب کی طرف اور بیچ میں شکم تھا۔ چونکہ مغرب کی جانب اس پرندکا کمترین عضو یعنی دم تھی اس لئے وہ لوگ مغرب کو معیوب سمجھتے تھے۔

یونانیوں کی جنگ وجدل کے ذریعہ لوگوں کو فنا کر دینا اچھا معلوم نہیں ہوتا تھا کیونکہ اس اقدام سے انسان کے جان ومال کے ضیاع کے علاوہ حصولِ علم سے محرومی ہوتی تھی جوان کے نزدیک سب سے اہم کام تھا اس لئے یہ لوگ اہل فارس سے پیچھا چھڑا کر اندلس میں آ کر آباد ہو گئے۔ یہاں ان لوگوں نے شہروں کو آباد کیا۔ نہریں کھدوائیں' آرام گاہیں تعمیر کروائیں اور باغات لگوائے۔ انگور اور دیگر اجناس کی کاشت شروع کی۔ الغرض یونانیوں نے اندلس کو اس شاندار طریقہ پر آباد کیا کہ جس پرندکو وہ معیوب سمجھتے تھے اب وہ طاؤس معلوم ہونے لگا جس کی سب سے خوبصورت چیز اس کی دم ہے۔ جب یونانیوں نے جزیرہ اندلس کی تعمیر کو مکمل کر لیا تو انہوں نے شہر طلیطلہ کو جو وسط میں واقع تھا دارالسلطنت اور دارالحکمت قرار دیا۔

کہتے ہیں کہ آسمان سے حکمت تین اعضاء نازل ہوئی ہے (۱) یونانیوں کے دماغ پر (۲) چینیوں کے ہاتھ پر (۳) اہلِ عرب کی زبان پر۔

ایک عارف باللہ کا واقعہ

امام العارفین جمال الدین الیافعیؒ کی کتاب ''کفایۃ المعتقد'' میں مذکور ہے کہ شیخ عارف باللہ عمرو بن الفارضؒ مصر میں ایک مدرسہ کے افتتاح کے لئے پہنچے۔ آپ نے وہاں ایک مسجد میں دیکھا کہ ایک بوڑھا جو قوم کا بقال تھا مسجد کے حوض پر خلاف قاعدہ وضو کر رہا ہے۔ آپ نے اس سے کہا کہ اے شیخ آپ سن رسیدہ ہو کر اور ایسے شہر میں جہاں علماء کی کمی نہیں با قاعدہ وضو نہیں سیکھ سکے۔ شیخ نے یہ سن کر کہا کہ اے عمرو تم کو مصر میں فتح حاصل نہیں ہوگی (چونکہ شیخ نے آپ کا نام لے کر آپ کو مخاطب کیا اور فتح کا لفظ استعمال کیا اس لئے عمرو سمجھ گئے کہ یہ کوئی معمولی شخص نہیں ہے لہٰذا) یہ سن کر آپ ان شیخ کے پاس جا بیٹھے اور کہنے لگے کہ حضرت یہ تو فرمائیے کہ مجھ کو فتح کہاں حاصل ہوگی؟ شیخ نے جواب دیا مکہ مکرمہ میں۔ آپ نے پوچھا کہ مکہ مکرمہ کہاں ہے؟ شیخ موصوف نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کہ یہ ہے۔ چنانچہ شیخ کے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہی مکہ مکرمہ عمرو کے روبرو منکشف ہو گیا اور آپ آن کی آن میں اس میں داخل ہو گئے اور بارہ سال تک وہاں رہے۔ وہاں آپ کو بہت سی فتوحاتِ روحانی حاصل ہوئیں اور آپ نے اپنا مشہور دیوان بھی وہیں تصنیف کیا۔

ایک مدت کے بعد آپ کے کان میں شیخ مصری کی آواز آئی وہ آواز یہ تھی کہ شیخ مصری کہہ رہے ہیں اے عمرو! یہاں آ کر میرے تجہیز وتکفین کا انتظام کرو۔ چنانچہ شیخ مصری کی یہ آواز سن کر آپ مصر پہنچے۔ شیخ نے آپ کو ایک دینار دیا اور کہا کہ اس سے میرا کفن وغیرہ خریدنا اور مجھ کو کفنا کر اس جگہ (ہاتھ سے قرافہ کے قبرستان کی جانب اشارہ کیا) رکھ دینا اس کے بعد انتظار کرنا کہ کیا ہوتا ہے؟

شیخ عمر بن الفارض فرماتے ہیں کہ اس گفتگو کے کچھ دیر بعد شیخ بقال کی وفات ہو گئی اور میں نے ان کو نہلا کر اور کفنا کر اس جگہ یعنی کرافہ میں رکھ دیا۔

کچھ دیر کے بعد آسمان سے ایک شخص نازل ہوا اور ہم دونوں نے مل کر ان کی نماز جنازہ ادا کی۔ اس کے بعد ہم انتظار کرتے رہے۔ کچھ دیر کے بعد یکا یک پوری فضاء پر سبز رنگ کے پرندے منڈلانے لگے اور ان میں سے ایک بہت بڑا پرندہ نیچے اترا اور شیخ علیہ الرحمہ کی نعش کو نگل لیا اور پھر اڑ کر دوسرے پرندوں کے ساتھ مل کر نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

شیخ بن الفارض کہتے ہیں کہ یہ منظر دیکھ کر مجھے بڑا تعجب ہوا۔ وہ صاحب جنہوں نے میرے ساتھ شیخ کی نمازِ جنازہ ادا کی تھی کہنے

لگے کہ تعجب کی کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ شہداء کی ارواح کو سبز پرندوں کے پوٹوں میں داخل کر کے جنت کے باغوں میں چھوڑ دیتے ہیں اور وہ جنت کے پھل وغیرہ کھاتے پھرتے ہیں اور رات کے وقت عرش الٰہی کی قندیلوں میں بسیرا کرتے ہیں۔

مسائل متفرقہ

اگر کوئی شخص کسی پرندہ یا شکار کا مالک ہو جائے اور پھر اس کو آزاد کرنا چاہے تو اس کے بارے میں دو قول ہیں اول یہ کہ ایسا کرنا جائز ہے اور چھوڑا ہوا پرندہ یا شکار اس کی ملکیت سے نکل جائے گا جیسا کہ غلام آزاد کرنے سے وہ آزاد ہو جاتا ہے' حضرت ابی ہریرہؓ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ شیخ ابو اسحاق قفال اور قاضی ابوطیب وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر کسی نے ایسا کیا تو وہ گناہگار ہوگا اور یہ پرندہ اس کی ملکیت سے خارج نہیں ہوگا کیونکہ زمانہ جاہلیت کے سائبہ کے مانند ہے۔ جیسا کہ باب الصاد میں گزر چکا۔ قفال کہتے ہیں کہ عوام اس کو عشق سے موسوم کرتے ہیں اور اس کو کارِ ثواب سمجھتے ہیں حالانکہ یہ حرام ہے اور اس سے بچنا لازمی ہے اس لئے جو پرندہ اس طرح چھوڑا جائے گا وہ مباح اور غیر مملوک پرندوں میں جا کر مل جائے گا اور کوئی دوسرا پکڑنے والا اس کو پکڑ کر یہ سمجھے گا کہ وہ اس کا مالک بن گیا حالانکہ مالک نہیں بنے گا۔ اس طرح ایسا کرنے والا اپنے دوسرے مومن بھائی کے لئے مبتلائے معصیت ہونے کا سبب ہے۔

صاحب ایضاح نے ایک تیسرا قول بیان کیا ہے کہ اگر ایسا ثواب سمجھ کر کرتا ہے تو وہ جانور اس کی ملکیت سے خارج ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ پہلے قول کی صورت میں یہ چھوڑا ہوا پرندہ اپنی اصل یعنی اباحت کی جانب لوٹ جائے گا۔ اور اس کا شکار جائز ہوگا۔ اور دوسرے قول کی صورت میں ایسے شخص کے لئے جو اس کے مملوک غیر ہونے کو جانتا ہے اور مہندی' خضاب' بازوؤں کا کٹے ہونا یا گلے وغیرہ میں پڑے گھنگروں کے ذریعہ اس کے مملوک ہونے کو پہچانتا ہے تو اس کے لے اس کو پکڑنا جائز نہیں اور مملوک ہونا مشکوک ہو تو یہ اپنی اصل یعنی حلت کی طرف لوٹ جائے گا اور اس کا شکار کرنا جائز ہوگا اور اگر پرندہ کو چھوڑنے والا چھوڑتے وقت یہ کہہ دے کہ میں نے اس کو اپنے بھائیوں کے لئے مباح کر دیا تو اس صورت میں اس کا شکار کرنا جائز ہے اور تیسرے قول کی رو سے اس کے شکار کے جواز میں دو قول ہیں۔ اول یہ کہ جائز ہے کیونکہ آزاد کرنے سے یہ اپنی اصل یعنی اباحت پر آ گیا ہے۔ نیز اگر ہم اس کے شکار کو منع کریں تو زمانہ جاہلیت کے سائبہ کے مشابہ ہو جائے گا جو ناجائز ہے اور یہی قول صحیح ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا شکار ممنوع ہے۔ کیونکہ جس طرح غلام آزادی کے بعد کسی کا مملوک نہیں بنتا اسی طرح یہ بھی آزادی کے بعد کسی کا مملوک نہیں ہوگا۔ لیکن مناسب یہ ہے کہ اس صورت سے اس صورت کو مستثنیٰ کر لیا جائے جبکہ کوئی کافر اس کو آزاد کرے تو اس صورت میں اس کا شکار جائز ہے کیونکہ اس کا عتق معتبر نہیں اور اس کے آزاد کردہ کو غلام بنایا جا سکتا ہے۔

امام رافعی نے پرندہ یا شکار کو آزاد کرنے کو اگرچہ مطلقاً ممنوع قرار دیا ہے لیکن اس سے چند صورتوں کا استثناء ضروری ہے۔ اول یہ کہ اگر وہ جانور دوڑنے کا عادی ہو تو مقابلہ میں اس کو چھوڑنا جائز ہے۔ دوم یہ کہ اس پرندہ کو پکڑے رہنے سے اس کے بچوں کی موت کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں اس کا آزاد کرنا واجب ہے اس لئے کہ بچے حیوان محترم ہیں لہٰذا ان کی جان کی حفاظت کی سعی لازم ہے۔ علماء کرام نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ جب کسی حاملہ عورت پر رجم یا قصاص واجب ہو جائے تو بچہ کو دودھ پلانے کے لئے اتنی مدت کی مہلت دی جائے گی کہ بچہ کی مدت رضاعت مکمل ہو جائے اور پھر اس کے بعد اس کو سزا دی جائے گی۔ اسی طرح شیخ ابو محمد جوینی نے ایسے حاملہ جانور کو جس کا حمل ابھی غیر ماکول حالت میں ہو ذبح کرنے کو حرام قرار دیا ہے اور اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ اس صورت میں ایک

ایسے جانور کو جس کا ذبح حلال نہیں ہے قتل کرنا لازم آتا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہرنی کو اس وجہ سے چھوڑ دیا تھا کہ جنگل میں اس کے دو بچے تھے۔ پس آپ کا اس کو آزاد کرنا وجوب کی دلیل ہے۔ کیونکہ جو چیز ممنوع ہو اور حکم منع منسوخ نہ ہوا ہو پھر بعض حالات میں اس کی اجازت دی جائے تو اجازت وجوب کی دلیل ہوتی ہے۔ چنانچہ جب جانور اس طرح چھوڑنا ممنوع تھا سائبہ سے مشابہ ہونے کے باعث پھر بعض احوال میں اس کی اجازت دی گئی تو یہ اجازت دلیل وجوب ہے۔

تیسری صورت استثناء کی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی جانور کو پکڑ لے اور اس کے پاس نہ ذبح کرنے کا آلہ ہو اور نہ اس جانور کی خوراک کا نظم ہو تو ایسی صورت میں چھوڑنا ضروری ہے تاکہ وہ جانور اپنی خوراک حاصل کر لے۔ چوتھی صورت جو مستثنٰی کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ پکڑنے والے نے احرام کا ارادہ کرلیا ہو تو اس پر اس جانور کا آزاد کرنا ضروری ہے۔

تعبیر

اللہ تعالیٰ کے قول "وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ" (اور ہم نے ہر انسان کا عمل اس کے گلے کا ہار بنا کر رکھا ہے) کی روشنی میں خواب کی تعبیر "عمل" سے کی جاتی ہے۔ غیر معروف پرندہ کی تعبیر اللہ تعالیٰ کے اس قول "قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ" (ان رسولوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے۔ کیا اس کو نحوست سمجھتے ہو کہ تم کو نصیحت کی جائے بلکہ تم (خود) حد (عقل و شرع) سے نکل جانے والے لوگ ہو) کی روشنی میں انذار و نصیحت ہے۔ خواب میں حسین پرندہ کو دیکھنا حسن عمل کی دلیل ہے یا اس کے پاس کوئی خوشخبری لے کر آئے گا جو شخص خواب میں جنگلی بد خلق پرندے کو دیکھے تو اس سے اس کی بد عملی کی جانب اشارہ ہوتا ہے یا اس کے پاس کوئی بری خبر آئے گی۔ پرندے کے گھونسلہ کی تعبیر بیوی ہے یا وہ مرتبہ جس پر عارف ٹھہر جاتا ہے۔ حاملہ عورت کو خواب میں گھونسلہ نظر آنا ولادت کی جانب اشارہ ہے۔

عش' پرندوں کے اس آشیانہ کو کہتے ہیں جو درخت کی شاخوں پر ہو اور جو آشیانہ دیوار' غار یا پہاڑ پر ہو اس کو وَكْرٌ کہتے ہیں۔ خواب میں وکر سے مراد زناۃ کے گھر' عابدین و زاہدین کی مساجد ہیں۔ پرندے کے انڈوں کا خواب میں دیکھنا بیویوں یا باندیوں کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد کی جانب اشارہ ہے اور کبھی انڈوں کی تعبیر قبروں سے دی جاتی ہے اور کبھی دانتوں کی سفیدی اور نوجوان خوبرو عورت مراد ہوتی ہے۔ کبھی انڈوں کی تعبیر درہم و دنانیر جمع کرنے سے دی جاتی ہے اور کبھی اہل و عیال اعزہ و اقارب کی معیت کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔ پرندوں کے پروں کی تعبیر مال سے دی جاتی ہے اور کبھی اس کی تعبیر خانہ داری کے سامان کی خریداری ہوتی ہے کبھی پرندوں کے پروں کی تعبیر مال سے دی جاتی ہے اور کبھی اس کی تعبیر یہاں جاہ و بدبہ کے لئے مشہور ہے کہ: "فُلَانٌ طَائِرٌ بِجَنَاحِ غَيْرِهٖ" (فلاں دوسرے کے بازوؤں پر پرواز کر رہا ہے) اور کبھی پروں کی تعبیر کھیتی سے دی جاتی ہے۔

پرندہ کا چنگل اگر خواب میں دیکھا جائے تو یہ مدِ مقابل کی نصرت و کامیابی کی دلیل ہے کیونکہ چنگل پرندوں کے لئے بچاؤ اور ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے۔ پرندے کی چونچ کو دیکھنا وسیع تر عزت و رفعت کی دلیل ہے۔ اگر خواب میں پرندہ کی بیٹ نظر آئے تو حلال پرندہ کی بیٹ سے مال حلال اور حرام پرندہ کی بیٹ سے مال حرام مراد ہوتا ہے۔ پرندوں کے خواب کی تعبیر کے بارے میں جو راہنما اصول تھے وہ ہم نے بیان کر دیئے۔ اب آپ حسب حالات اپنی ذہانت کا استعمال کیجئے انشاء اللہ کامیابی ہوگی۔

مصائب سے قید سے خلاصی کے لیے دعا

ابن بشکوال نے احمد ابن محمد عطار سے ان کے والد کے حوالہ سے یہ قصہ نقل کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہمارے ایک ہمسایہ کو قید ہوگئی تھی

اور وہ بیس سال تک قید خانہ میں رہا اور اپنی بیوی بچوں کو دیکھنے سے مایوس ہو چکا تھا کہ اچانک بیس سال بعد اس کی رہائی ہوئی۔ اس قیدی کا بیان ہے کہ ایک رات میں اپنے اہل و عیال کو یاد کر کے بیٹھا ہوا رو رہا تھا کہ دفعتاً ایک پرندہ قید خانہ کی دیوار پر آ کر بیٹھ گیا اور ایک دعا پڑھنے لگا۔ میں نے کان لگا کر اس دعا کو سنا اور یاد کر لیا۔ اس کے بعد تین یوم تک میں نے برابر یہ دعا پڑھی اور تیسرے دن اس دعا کو پڑھنے کے بعد میں سو گیا۔ جب صبح کو میری آنکھ کھلی تو میں نے اپنے آپ کو اپنے مکان کی چھت پر پایا۔ میں نیچے اپنے مکان میں اترا تو میری بیوی میرے بدلی ہوئی ہیئت اور بدحالی کو دیکھ کر گھبرا گئی۔ لیکن جب اس نے مجھے غور سے دیکھا تو پہچان لیا اور میں نے بیوی بچوں کو مطمئن کر دیا تو وہ بہت خوش ہوئے۔

میں کچھ عرصہ تک گھر رہا اور پھر حج کے لئے مکہ مکرمہ گیا۔ جب میں دوران طواف اس دعا کو پڑھ رہا تھا تو اچانک ایک بوڑھے شخص نے میرے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور پوچھا کہ یہ دعا تم کو کہاں سے ملی؟ کیونکہ یہ دعا بلا دروم میں صرف ایک پرندہ اڑتے ہوئے پڑھتا ہے۔ میں نے ان بزرگ کو اپنے قید خانہ میں رہنے اور اس دعا کو سیکھنے کا پورا قصہ سنا دیا۔ یہ سن کر ان بزرگ نے فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو اس دعا کی یہی تاثیر ہے۔ پھر میں نے ان بزرگ سے ان کا نام دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں خضر (علیہ الصلوۃ والسلام) ہوں۔

وہ دعا یہ ہے:-

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ یَا مَنْ لَا تَرَاهُ العیون وَلَا تخَالِطُهُ الظُّنُوْنَ وَلَا یَصِفُهُ الْوَاصِفُوْنَ وَلَا تُغَیِّرُهُ الْحَوَادِثُ وَلَا الدُّهُوْرُ یَعْلَمُ مَثَاقِیْلَ الْجِبَالِ و مکابیل الْبِحَارِ وَ عَدَدَ قَطْرِ الْاَمْطَارِ وَ عَدَدَ وَرَقِ الْاَشْجَارِ وَ عَدَدَ مَا یُظْلِمُ عَلَیْهِ اللَّیْلُ وَیُشْرِقُ عَلَیْهِ النَّهَارُ وَ لَا تُوَارِیْ مِنْهُ سَمَاءٌ وَلَا اَرْضٌ اَرْضًا وَلَا جَبَلٌ اِلَّا یَعْلَمُ مَا فِیْ وَعْرِهٖ وَسَهْلِهٖ وَلَا بَحْرٌ اِلَّا یَعْلَمُ مَا فِیْ قَعْرِهٖ وَسَاحِلِهٖ.

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ اَنْ تَجْعَلَ خَیْرَ عَمَلِیْ اٰخِرَهٗ وَ خَیْرَ اَیَّامِیْ یَوْمًا اَلْقَاکَ فِیْهِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. اَللّٰهُمَّ مَنْ عَادَانِیْ فَعَادِهٖ وَ مَنْ کَادَنِیْ فَکِدْهُ وَ مَنْ بَغٰی عَلَیَّ بِهَلَکَةٍ فَاَهْلِکْهُ وَ مَنْ اَرَادَنِیْ بِسُوْءٍ فَخُذْهُ وَاَطْفِئْ عَنِّیْ نَارَ مَنْ اَشَبَّ لِیْ نَارَهٗ وَ اکْفِنِیْ هَمَّ مَنْ اَدْخَلَ عَلَیَّ هَمَّهٗ وَاَدْخِلْنِیْ فِیْ دِرْعِکَ الْحَصِیْنَةِ وَاسْتُرْنِیْ بِسِتْرِکَ الْوَافِیْ یَا مَنْ کَفَانِیْ کُلَّ شَیْءٍ اِکْفِنِیْ مَا اَهَمَّنِیْ مِنْ اَمْرِ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَصَدِّقْ یَا مُشْرِقَ الْبُرْهَانَ یَا قَوِیَّ الْاَرْکَانِ یَامَنْ رَحْمَتُهٗ فِیْ کُلِّ مَکَانٍ وَفِیْ هٰذَا الْمَکَانِ یَامَنْ لَا یَخْلُوْ مِنْهُ مَکَانٌ اِحْرِسْنِیْ بِعَیْنِکَ الَّتِیْ لَا تَنَامُ وَاکْنُفْنِیْ فِیْ کَنَفِکَ الَّذِیْ لَا یُرَامُ اِنَّهٗ قَدْ تَیَقَّنَ قَلْبِیْ اَنْ لَا اِلٰهَ اَنْتَ وَاِنِّیْ لَا اَهْلِکُ وَ اَنْتَ مَعِیَ یَارَجَائِیْ فَارْحَمْنِیْ بِقُدْرَتِکَ عَلَیَّ یَا عَظِیْمًا یُرْجٰی لِکُلِّ عَظِیْمٍ یَا عَلِیْمُ یَا حَلِیْمُ اَنْتَ بِحَاجَتِیْ عَلِیْمٌ وَ عَلٰی خَلَاصِیْ قَدِیْرٌ وَهُوَ عَلَیْکَ یَسِیْرٌ فَامْنُنْ عَلَیَّ بِقَضَائِهَا یَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ. وَیَا اَجْوَدَ الْاَجْوَدِیْنَ وَیَا اَسْرَعَ الْحَاسِبِیْنَ یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ اِرْحَمْنِیْ وَ ارْحَمْ جَمِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ.

اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ لَنَا کَمَا اسْتَجَبْتَ لَهُمْ بِرَحْمَتِکَ عَجِّلْ عَلَیْنَا بِفَرَجٍ مِنْ عِنْدِکَ بِجُوْدِکَ وَکَرَمِکَ وَارْتِفَاعِکَ فِیْ عُلُوِّ سَمَائِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اِنَّکَ عَلٰی مَاتَشَاءُ قَدِیْرٌ وَ صَلَّی

اللّٰهِ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ خَا تَمِ النَّبِیِّیْنَ وَ علیٰ اٰ لِهٖ صَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اے میرے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اے وہ ذات جس کو آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں اور نہ جس کو خیالات پا سکتے ہیں اور تعریف کرنے والے جس کی کماحقہ تعریف کرنے پر قادر نہیں ہیں اور حوادث سے اور گردش زمانہ سے جس کی ذات متاثر نہیں ہوتی جو پہاڑوں کے وزن سمندروں کی گہرائی اور بارش کے قطرات درختوں کے پتوں کی تعداد اور ہر اس چیز کی تعداد کو جس پر رات چھا جاتی ہے اور ہر اس چیز کو جاننے والا ہے جس پر دن طلوع ہوتا ہے۔ نہ آسمان اور نہ زمین اس سے پوشیدہ ہے اور کوئی پہاڑ ایسا نہیں جس کے سخت و نرم کو وہ نہ جانتا ہو اور کوئی سمندر نہیں ہے مگر اللہ جانتا ہے کہ اس کی گہرائی میں کیا ہے اور اس کے ساحل پر کیا ہے۔ اے اللہ! تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے سب سے اچھے عمل کو آخری عمل بنا اور میرے ایام میں سب سے اچھے دن کو وہ دن بنا جس دن میں تجھ سے ملاقات کروں۔ بلاشبہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ جو مجھ سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ اور اے اللہ جو قریب ہو تو اس کے قریب ہو جا اور جو مجھ پر ہلاکت کے ذریعہ تعدی کرے تُو اس کو ہلاک کر دے اور جو میرے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اس کی گرفت فرما۔ جس نے میرے لئے آگ بھڑکائی اس کی آگ کو گل کر دے اور جو مجھ پر غم لادے اس کے غم سے میرے لئے کافی ہو جا اور مجھے اپنی محفوظ زرہ میں رکھ لے اور مجھے اپنے محفوظ پردہ میں چھپا لے۔ اے وہ ذات جو میرے لئے ہر چیز کے واسطے کافی ہے کافی ہو جا میرے لئے ہر اس دنیا و آخرت کے معاملہ کے لئے جو مجھے پیش آئے اور میرے قول کو حقیقت سے مصدق کر دے۔ یا شفیق یا رفیق میری ہر تنگی کو کھول دے اور مجھ پر وہ چیز مت لاد جس کا میں متحمل نہیں ہوں' تو میرا حقیقی معبود برحق ہے۔ اے برہان کو روشن کرنے والے' اے قوی الارکان' اے وہ ذات جس کی رحمت ہر جگہ ہے اور اس جگہ بھی ہے اور کوئی مکان جس سے خالی نہیں ہے اپنی اس آنکھ سے میری حفاظت فرما جو کبھی نہیں سوتی اور مجھے اپنی اس حفاظت میں لے جو ہر ایک کی پہنچ سے بالا ہے۔ بلاشبہ میرا دل اس پر مطمئن ہے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور میں ہلاک نہیں ہو سکتا جبکہ تیری رحمت میرے ساتھ ہے۔ اے میری امیدوں کے مرجع' اپنی قدرت کے ذریعے مجھ پر رحم فرما۔ اے عظیم جس سے بڑے سے بڑے کام کی امید رکھی جاتی ہے۔ اے علیم' اے حلیم تُو میری حاجت سے باخبر ہے اور تُو میری رہائی پر قادر ہے اور یہ تجھ پر بہت آسان ہے۔ پس میری رہائی کے فیصلے سے مجھ پر احسان فرما۔ اے اکرم الاکرمین! اے اجود الاجودین' اے اسرع الحاسبین' اے رب العالمین مجھ پر رحم فرما اور امتِ محمدؐ کے جملہ گناہگاروں پر رحم فرما بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! ہماری دعا کو قبول فرما جس طرح تو نے ان لوگوں کی دعاؤں کو قبول فرمایا۔ اپنے فضل و جود و کرم و رفعت سے ہماری کشائش میں جلدی فرما۔ اے ارحم الراحمین بلاشبہ تو ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ رحمتِ کاملہ نازل فرمائے ہمارے آقا محمدؐ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل واصحاب پر سب پر۔ اس دعا کے ایک ٹکڑے کو طبرانی نے بسند صحیح حضرت انسؓ سے نقل کیا ہے۔

اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مَرَّبَا عْرَ ابِیّ وَهُوَ یَدْ عُوْفِیْ صَلاَ تِهٖ 'وَیَقُوْلُ یَامَنْ لاَ تَرَ اهُ الْعُیُوْنُ وَلاَ تُخَا لِطُهُ الظُّنُوْنُ وَلاَ یَصِفُهُ الْوَ اصِفُوْ نَ وَ لاَ تُغَیِّرُ هُ الْحَوَادِثُ وَلاَ یَخْشٰی الدَّوَائِرَ یَعْلَمُ مَثَاقِیْلَ الْجِبَالِ وَ مَكَایِیْلَ الْبِحَارِ وَ عَدَدَقَطْرِ الْاَ مْطَارِ وَعَدَدَ وَرَقِ الْاَشْجَارِ وَعَدَدَ مَا اَظْلَمَ عَلَیْهِ اللَّیْلُ وَاَشْرَقَ عَلَیْهِ النَّهَارُ وَ لاَ تُوَ ارِیْ مِنْهُ سَمَاءٌ' سَمَا ءً وَّالْاَرْضُ اَرْضًا وَلاَ بَحْرٌ 'اِلاَّ یَعْلَمُ مَافِیْ قَعْرِهٖ 'وَ لاَ جَبَلٌ 'اِلاَّ یَعْلَمُ مَا فِیْ وَعْرِهٖ اِجْعَلْ خَیْرَ عُمْرِ یْ اٰخِرَهٗ وَخَیْرَ عَمَلِیْ خَوَ اتِمَهٗ وَخَیْرَ اَیَّامِیْ یَوْمًا اَلْقَارُكَ فِیْهِ 'فَوَ كَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمُ بِالْاِ عْرَ ابِیْ رَجُلاً فَقَالَ اذَافَرَ غَ مِنْ صَلاَ تِهٖ

فَاتِنِیُ بِہ فَلَمَّا قَضٰی صَلا تَہٗ اتاہُ بہ قَدْ کَانَ اُھْدِ یَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ ذَھَبٌ مِنْ بَعْضِ الْمَعَادِنْ فَلَمَّا اَتٰی الْاَ عْرَ ابِیُ وَھَبَ لَہُ الذَّ ھَبَ وَقَالَ مِمَّنْ اَنْتَ یَا اَعْرَ ابِیُ قَالَ مِنْ بَنِیْ عَامِرِ بِنْ صَعْصَعْۃَ فَقَالَ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ ھَلْ تَدْرِیْ لِمَ وَھَبْتُ لَکَ ھٰذا الذَّھَبَ قَالَ لِلرَّحْمِ اَلَّتِیْ بَیْنَنا وَبَیْنَکَ یَا رَسُوْ لَ اللّٰہ ! قَالَ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَ سَلَّمْ اِنَّ للرَّحْمِ حَقًا وَلٰکِنْ وَھَبْتُ لَکَ الذَّھَبَ لِحُسْنِ ثَنَائِکَ عَلَی اللہ عَزَّ وَ جَلَّ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعرابی کے پاس سے گزرے جبکہ وہ نماز میں یہ دعا پڑھ رہا تھا'' اے وہ ذات جس کو آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں جو خیال وگمان کی رسائی سے برتر ہے اور وصف بیان کرنے والے اس کا وصف بیان نہ کر سکیں اور جو حوادث سے متغیر نہیں ہوتا اور نہ گردشوں سے ڈرتا ہے وہ پہاڑوں کے بوجھ سے واقف ہے اور سمندر کے پیمانوں سے بھی واقف ہے' درختوں کے پتوں بارش کے قطروں سے بھی واقف' ہر اس چیز کی تعداد جس پر رات آتی ہے اور دن طلوع ہوتا ہے سب اس پر عیاں ہیں' کوئی آسمان اور کوئی زمین اس کی نظروں سے مخفی نہیں ہے' کوئی سمندر نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ اس سے واقف ہے کہ اس کی گہرائیوں میں کیا ہے اور کوئی پہاڑ نہیں ہے مگر اللہ اس کے سخت پتھروں کے رازوں سے باخبر ہے۔ اے اللہ! میری بہترین عمر کو میری آخری عمر بنا' میرے بہترین عمل کو خاتم العمل بنا اور میرے بہترین دن کو وہ دن بنا جس دن میں تجھ سے ملاقات کروں''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دعا سنی تو ایک شخص کو متعین کر دیا کہ جب یہ اعرابی نماز سے فارغ ہو جائے تو اس کو ہمارے پاس لاؤ۔ چنانچہ جب اس نے نماز مکمل کر لی تو اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں حاضر کیا گیا اور آپ کے پاس کسی کان سے لایا گیا سونا بطور ہدیہ پیش کیا گیا تھا۔ آپؐ نے وہ سونا اس اعرابی کو ہبہ کر دیا اور دریافت کیا کہ اے اعرابی! تُو کس قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے اعرابی نے جواب دیا کہ قبیلہ ''بنو عامر بن صعصعہ'' سے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ کیا تجھے معلوم ہے میں نے یہ سونا تجھے کیوں عطا کیا؟ اس نے جواب دیا کہ صلہ رحمی کی بنیاد پر دیا ہے یا رسول اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صلہ رحمی بھی ایک حق ہے لیکن میں نے یہ سونا اس لئے دیا کہ تُو نے حق جل مجدہ کی ثناء بہت بہتر انداز میں کی ہے''۔

اَلطُّبْطَابُ

بڑے بڑے کانوں والا ایک پرندہ۔

الطبوع

چیچڑی۔ باب القاف میں اس کا بیان آئے گا۔ انشاء اللہ۔

الطثرج

(چیونٹی) الطثرج: چیونٹی کو کہتے ہیں جیسا کہ جوہری نے بیان کیا۔ اس کا تذکرہ باب النون میں نمل کے عنوان سے آئے گا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ طثرج چھوٹی چیونٹی کو کہتے ہیں۔

اَلطُّحَنُ

اَطُحَنُ : جوہری نے کہا ہے کہ ایک چھوٹا سا گرگٹ جیسا جانور ہے۔ زمخشری نے "ربیع الابرار" میں لکھا ہے کہ طحن ایک گرگٹ جیسا جانور ہوتا ہے اور بچے اس کو گھیر کر اس سے کہتے ہیں کہ ہمارے لئے آٹا پیس۔ چنانچہ وہ زمین پر چکی کے مانند عمل کرنے لگتا ہے اور رفتہ رفتہ مٹی میں غائب ہو جاتا ہے۔

اَلطَّرُسُوْ حُ

طَرُسُوْح: ایک مچھلی کو کہتے ہیں۔ اگر اس مچھلی کو پکا کر کھالیا جائے تو آنکھوں میں جالا پیدا ہو جاتا ہے۔

طَرُغَلُوْدَ سُ

(چکور جیسا ایک پرندہ) طَرُغَلُوْ دَ سُ: یہ پرندہ خاص طور پر اندلس میں پایا جاتا ہے اس لئے اہلِ اندلس اس سے بخوبی واقف ہیں اور وہ اس کو الضُّرَیۡسُ کے نام سے پکارتے ہیں۔ امام رازیؒ نے "الکافی" میں لکھا ہے کہ طرغلودس سب سے چھوٹی ایک چڑیا ہے جس کا رنگ مٹیالہ ہوتا ہے جس میں کچھ سرخی اور کچھ زردی بھی پائی جاتی ہے۔ اس کے بازوؤں میں ایک سنہرا پر ہوتا ہے۔ اس کی چونچ باریک ہوتی ہے اور اس کی دم پر متعدد سفید نقطے ہوتے ہیں یہ ہمیشہ بولتی رہتی ہے۔ اس میں جو ذرا موٹی تازی ہو اس کا گوشت عمدہ ہوتا ہے۔

شرعی حکم

عام چڑیوں کی طرح یہ بھی حلال ہے۔

طبی خواص

مثانہ میں پیدا ہونے والی پتھری توڑنے کے لئے عجیب وغریب تاثیر کی حامل ہے اگر پتھری بننے سے قبل اس کا گوشت استعمال کیا جائے تو پتھری کو بننے سے روکتا ہے۔

اَلطَّرُفُ

(شریف النسل گھوڑا)

الطفام

(رذیل قسم کے پرندہ ودرندہ) الطغام: ذیل انسان کو الطفام کا لفظ بولا جاتا ہے۔ جمع' واحد سب کے لئے ایک ہی لفظ مستعمل ہے۔

الطِّفْلُ

الطفل: عربی میں یہ لفظ انسان نیز دیگر حیوانات کی نرینہ اولاد کے لئے مستعمل ہے۔ اس کی جمع ''اطفال'' آتی ہے۔ مگر بعض اوقات جمع کے لئے طفل بھی بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان۔

اَوِالطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْھَرُوْا عَلٰی عَوْرَاتِ النِّسَاءِ (یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے ابھی ناواقف ہیں) اسی طرح بولتے ہیں: المطفل الظّبیۃ مَعَھَا طِفْلُھَا۔ (مطفل ہرنی کے ساتھ اس کے بچے ہیں) مطفل اس ہرنی یا اونٹنی کو کہتے ہیں جس کو بچے جنے ہوئے کچھ ہی عرصہ گزرا ہو۔ مطفل کی جمع مطافیل آتی ہے جیسا کہ ابو ذویب نے اس سعر میں استعمال کیا ہے۔

نوَاِنَّ حَدِیْثًا مِنْکَ لَو تَبْذُلِیْنَہٗ جنی النَّحْلُ فِیْ الْبَانِ عَوْذٍ مَطَافِلٍ

ترجمہ:۔ اور تیرے متعلق گفتگو اگر تُو پسند کرے گویا کہ شہد کی مکھیاں ہیں جو پھلوں اور پھولوں سے رس چوس رہی ہیں۔

مَطَافِیْلُ اَبْکَارٍ حَدِیْثٌ نِتَاجُھَا تَشَابُ بِمَاءٍ مِثْلَ مَاءَ الْمَفَاصِلِ

ترجمہ:۔ نوخیز بچے ہیں جو کم سنی کی عمر سے گزر رہے ہیں اور شباب کی جانب قدم بڑھا رہے ہیں اس تیزی سے کہ گویا کوئی تیر رہا ہے۔

ایک دوسرے شاعر نے کہا ہے۔

فَیَا عَجَبًا لِمَنْ رَبَّیْتُ طِفْلا اُلَقِّمَہٗ بِاَطْرَافِ الْبَنَانِ

ترجمہ:۔ مجھے اس بچہ پر تعجب ہے جس کی میں نے پرورش کی اور اُس کو اپنے ہاتھوں کے پوروؤں سے کھلایا۔

اُعَلِّمُہٗ الرِّمَایَۃَ کُلَّ یَوْمٍ فَلَمَّا اشْتَدَّ سَاعِدُہٗ رَمَانِیْ

ترجمہ:۔ میں روزانہ اس کو تیر اندازی سکھاتا تھا۔ پس جب اس کی کلائیوں میں پختگی آ گئی (اور وہ پورا تیر انداز ہو گیا) تو مجھ پر ہی اس نے تیر چلا دیا۔

اُعَلِّمُہٗ الْفُتُوَّۃَ کُلَّ وقت فَلَمَّا طَرَّشَارِبُہٗ جَفَانِیْ

ترجمہ:۔ میں ہر وقت اس کو جوانمردی کی تعلیم دیتا تھا لیکن جب اس کے مونچھیں نکل آئیں یعنی جوان ہو گیا تو مجھ پر ہی ظلم کرنے لگا۔

وَکَمْ علمتة نظم القوافی فَلَمَّا قَالَ قافیة هجانی

ترجمہ:۔ اور متعدد بار میں نے اس کو قافیہ سازی یعنی شعر گوئی کی تعلیم دی۔ پس جب وہ شعر کہنے کے قابل ہوا تو میری ہجو سے شعر گوئی کی ابتداء کی۔

ذوالطفیتین

(خبیث قسم کا سانپ) ذوالطفیتین: طفیہ دراصل گوگل کی پتی کو کہتے ہیں جس کی جمع طفی آتی ہے۔ سانپ کی پشت پر پائے جانے والی دو لکیروں کو گوگل کی دو پتیوں سے تشبیہ دیتے ہوئے اس سانپ کو ذوالطفیتین کہنے لگے۔ علامہ زمخشریؒ نے ''کتاب العین'' کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ طفیہ کے معنی شریر پتلے سانپ کے ہیں اور دلیل میں یہ شعر پیش کیا ہے۔

وَھُمْ یُذِلُّوْنَھَا مِنْ بَعْدِ عِزَّتِھَا کَمَا تَذِلُّ الطُّفٰی مِنْ رُقْیَۃِ الرَّاقِیْ

ترجمہ:- اور وہ لوگ اس کو عزت کے بعد اس طرح ذلیل وخوار کرتے ہیں جس طرح شریر سانپ منتر پڑھنے والے کے منتر سے بے بس اور ذلیل ہو جاتا ہے۔

ابن سیدہ کی بھی یہی رائے:

ذوالطفیتین کا حدیث میں تذکرہ:

صحیحین ودیگر کتب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سانپوں ارخاص طور پر ذوالطفیتین اور ابتر کو مار ڈالو کیونکہ دونوں حمل کو ساقط کرادیتے ہیں اور آنکھوں کو نابینا کر دیتے ہیں''۔

شیخ الاسلام نوویؒ نے بیان کیا ہے کہ علماء کا قول ہے کہ طفیتان سانپ کی پشت پر پائی جانے والی دو لکیریں ہیں۔''ابتر'' کے معنی قصیر الزنب (لانڈا) کے ہیں۔نضر بن شمیل کا کہنا ہے کہ ابتر سانپ کی ایک قسم ہے جو نیلگوں اور لانڈے ہوتے ہیں۔عموماً جب کوئی حاملہ اس کو دیکھ لیتی ہے تو حمل ساقط ہو جاتا ہے۔امام مسلمؒ نے زہری سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ سقوط حمل میرے خیال میں اس کے شدید زہر کا اثر ہے۔

حدیث مذکور میں یلتمان لفظ کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں۔ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں میں جو خاصیت رکھی ہے اس کے اثر سے محض اس کی جانب دیکھنے سے آنکھوں کی نورانیت سلب ہو جاتی ہے ار یہ رائے ہی اصح ہے۔مسلم شریف کی روایت کے ان الفاظ سے بھی اس معنی کی تائید ہوتی ہے۔

يَخْطِفَانِ الْبَصَرَ (یہ دونوں سانپ آنکھوں کی بینائی کو اچک لیتے ہیں) بعض علماء کی رائے کے مطابق اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں سانپ ڈسنے کے لئے آنکھوں کا نشانہ لیتے ہیں۔

علماء کرام نے لکھا ہے کہ سانپ کی ایک قسم ناظر ہے اس کا اثر یہ ہے کہ اگر اس کی نظر کسی انسان پر پڑ جائے تو انسان فوراً مر جاتا ہے۔

ابو عباس قرطبی کہتے ہیں کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو کچھ ہوتا ہے وہ ان دونوں قسم کے سانپوں کی تاثیر ہے اور اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے۔کیونکہ ابوالفرج بن الجوزی نے اپنی کتاب ''کشف المشکل لمافی الصحیحین'' میں نقل کیا ہے کہ عراق عجم میں بعض اس قسم کے سانپ پائے جاتے ہیں کہ محض جن کے دیکھنے سے انسان مر جاتا ہے اور بعض ایسے ہیں کہ ان کے راستہ پر گزرنے سے ہی انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔

اَلطِّلْحُ

(چیچڑی) الطلح: اس کا تذکرہ انشاء اللہ باب القاف میں بعنوان قراد آئے گا۔کعب بن میر نے یہ شعر کہا ہے۔

ترجمہ:- اس کا چیڑا اطوم سے ہے جو عام چیڑوں کے طریقہ پر نہیں ہے اور وہ ان سواریوں کی پشت پر ڈالا جاتا ہے جو سواریوں کے لئے دبلے کئے گئے ہیں۔

الطِّلاَء

(کھر والے جانوروں کا بچہ) الطلا: اس کی جمع اَطلا آتی ہے۔

الطلی

(بکری کے چھوٹے بچے) الطلی: اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ طلی کے معنی باندھنے کے آتے ہیں اور ان چھوٹے بچوں کے پیر بھی رسیوں سے کھونٹیوں میں باندھے جاتے ہیں۔ اس کی جمع طلیان آتی ہے۔ جیسے رغیف کی جمع رغفان آتی ہے۔

اَلطِّلْمُرُوْق

(چمگادڑ) الطُّمُرْ وق: چمگادڑ کو کہتے ہیں جیسا کہ ابن سیدہ نے لکھا ہے۔ باب الخاء میں اس کا بیان ہو چکا۔

الطمل ' الطملال' اطلس

(بھیڑیا)

الطنبور

(ایک قسم کی بھڑ) الطنبور: ایک قسم کی بھڑ کا نام ہے جو لکڑی کھاتی ہے۔ امام نوویؒ نے شرح مہذب میں لکھا ہے کہ ڈنگ والے جانوروں کے حکم (حرمت) سے ٹڈی مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ یہ حلال ہے۔ نیز قنفذ کا بھی صحیح قول کے مطابق یہی حکم ہے۔
بھڑ کا تذکرہ باب الزاء میں گزر چکا۔

الطورانی

(خاص قسم کا کبوتر) الطلح: اس

الطوبالة

(بھیڑ)

الطول

(ایک پرندہ) جیسا کہ ابن سیدہ نے کہا۔

الطوطی

(طوطا) حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے "الباب الثانی فی حکم الکسب" کے شروع میں لکھا ہے کہ طوطی کے معنی ببغاء (طوطا) ہے۔ببغاء کا ذکر باب الباء میں ہو چکا۔

الطَّیر

(پرندے) الطیر: طیر طائر کی جمع ہے جیسے صاحب کی جمع صحب آتی ہے اور طیر کی جمع طیور ہے۔ جیسے فرخ کی جمع فروخ آتی ہے۔قطرب کا قول ہے کہ واحد پر طیر کا اطلاق ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے کن پرندوں کو ذبح کیا تھا

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ کس طرح مردوں کو زندہ کیا جائے گا؟ مجھے دکھا دیا جائے تو اللہ رب العزت نے فرمایا:

"فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْ هُنَّ اِلَيْكَ" الایہ (اچھا تم چار پرندے لو پھر ان کو (پال کر) اپنے لئے ہلاک کرلو۔الخ)

حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو چار پرندے لئے تھے ان میں ایک مور دوسرا گدھ تیسرا کوا اور چوتھا مرغ تھا۔

چار کے عدد (یعنی چار پرندوں کو ذبح کرنے) میں یہ حکمت تھی کہ طبائع حیوانی چار ہیں اور ان پرندوں میں ہر ایک پرندے پر ایک طبع غالب تھی۔

پھر حکم ہوا کہ ان چاروں کو ذبح کرنے کے بعد ان کے گوشت پوست بال و پر اور خون وغیرہ ایک جگہ خلط ملط کر کے چار مختلف سمت کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر پھینک دو۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔بعض مفسرین کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاروں کے سروں کو اپنے پاس رکھ لیا تھا اور بقیہ اجزاء کو پھینک دیا تھا۔ پھر بحکم الٰہی آپ نے ان کو آواز دی۔ چنانچہ وہ چاروں جانور زندہ ہوکر اپنے اپنے بال و پر کا جامہ پہن کر چلے آئے اور اپنے سروں سے آ ملے۔

اس واقعہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ حیاتِ ابدی نفس کی ان چار شہوتوں کو مار کر حاصل ہو سکتی ہے (۱) ظاہری ٹپ ٹاپ جو مور کا خاصہ ہے۔(۲) صولت یعنی یکا یک جھپٹنے کے لئے مادہ پر چڑھ بیٹھنا جو مرغ کا خاصہ ہے (۳) رذالت نفس اور امید سے دوری جو کوے کا خاصہ ہے او نچا اٹھنا اور خواہشات کی تکمیل میں تیزی کرنا جو کبوتر کا خاصہ ہے۔

اس واقعہ میں پرندوں کو اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام حیوانوں میں انسان سے زیادہ قریب اور جملہ خصائل حیوانیہ کے جامع ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت احیاء موتی کے اظہار کے لئے دو ماکول اور دو غیر ماکول پرند اور دو محبوب یعنی مرغ و کبوتر اور دو نفرت انگیز یعنی مور اور کوا اور اسی طرح دو سریع الطیر ان یعنی تیز رفتار اور دو سست رفتار کو منتخب کیا۔سریع الطیر ان کبوتر اور کوا ہے اور بطئی الطیر ان مرغ اور مور ہے۔اسی طرح دو ایسے پرندے جن میں نر اور مادہ کی تمیز ممکن ہو یعنی مرغ اور مور اور دو ایسے پرندوں کو جن میں نر اور مادہ کی تمیز ماہر

کر سکے جیسے کبوتر یا تمیز ممکن ہی نہ ہو جیسا کہ کوا کو منتخب کیا۔

ابن ساگانی نے کیا ہی عمدہ شعر کہا ہے۔

وَالطَّلُّ فِیْ سِلْکِ الغُصُونِ کلولُؤِ رَطَبٍ یُصَافِحُهُ النَّسِیمُ فَیَسْقُطُ

ترجمہ:- اور بارش درخت کی شاخوں کی لڑی میں آب دار موتی کے مانند ہے۔نسیم صبح جب اس سے مصافحہ کرتی ہے تو وہ موتی ٹپک جاتا ہے۔

وَالطَّیْرُ یَقْرأُ وَالغَدِیْرُ صَحِیفَةٌ وَالرِّیحُ یَکْتُبُ وَالْغَمَامُ یَنْقُطُ

ترجمہ:- اور پرندے پڑھتے ہیں غدیر صحیفہ ہے اور ہوا کتابت کرتی ہے اور بادل نقطے لگا دیتا ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ شاعر کی بیان کردہ یہ تقسیم بہت انوکھی ہے۔

حدیث میں تذکرہ:

امام شافعیؒ نے سفیان ابن عیینہ سے انہوں نے عبداللہ بن ابی یزید سے انہوں نے سباع بن ثابت سے انہوں نے ام کرز سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

''حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا **اقرو الطیر علیٰ مکناتھا**'' اور ایک روایت میں مکناتھا کی جگہ وکناتھا آیا ہے یعنی پرندوں کو اپنی جگہ بیٹھا رہنے دو''۔

اس حدیث کو امام احمدؒ اصحاب سنن اور ابن حبان وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ نے امام شافعی علیہ الرحمہ سے اس کا مطلب دریافت کیا تو امام صاحب نے فرمایا کہ اہل عرب کا دستور تھا کہ وہ پرندوں سے فال لیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب کوئی شخص سفر کے ارادہ سے نکلتا اور کوئی پرندہ اس کو کسی جگہ بیٹھا ہوا مل جاتا تھا تو وہ اس کو اڑا دیتا اور اگر وہ پرندہ داہنی جانب کو اڑتا تو وہ شخص سفر پر روانہ ہو جاتا اور اگر اس کی پرواز بائیں جانب کو ہوتی تو وہ شخص بدفالی لیتے ہوئے واپس گھر لوٹ آتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بالا میں اس طریقہ کار اور عقیدہ کی ممانعت فرمائی ہے۔

حضرت سفیانؒ سے اس کے بعد جب بھی کوئی شخص اس حدیث کا مطلب پوچھتا تو آپ امام شافعیؒ کا مذکورہ بالا قول بیان کر دیتے۔ حضرت سفیانؒ کا بیان ہے کہ میں نے وکیعؒ سے جب اس حدیث کا مطلب معلوم کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس حدیث کا منشاء رات کے شکار کی ممانعت ہے۔ پھر میں نے وکیعؒ کے سامنے امام شافعیؒ کا قول پیش کیا تو انہوں نے اس کو پسند کیا۔ احمدؒ بن مہاجر کا بیان ہے کہ میں نے اصمعیؒ سے اس حدیث کا مطلب دریافت کیا تو انہوں نے بھی وہی بیان کیا جو امام شافعیؒ نے بیان کیا تھا۔

بیہقی نے سنن میں نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت یونس بن عبدالاعلیٰ سے حدیث مذکور کا مطلب دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حق بات کو پسند فرماتا ہے۔ اس کے بعد امام شافعیؒ کا بیان کردہ مطلب اس شخص کو بتا دیا۔ پھر فرمایا کہ امام شافعیؒ اس مطلب کے بیان کرنے میں نَسِیْجُ وَحْدِہٖ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ابن قتیبہ نے نسیج وحدہ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ یہ ایک باریک اور نہایت نفیس کپڑا ہوتا ہے جس کا مثل تیار کرنا مشکل ہوتا ہے اور اگر کپڑا عام ہو تو اس کا مثل تیار کرنا ممکن ہوتا ہے تو نسیج وحدہ کے معنی ہیں بے نظیر نفیس کپڑا۔ چنانچہ ہر کریم شخص کو نسیج وحدہ کہنے لگے۔

صیدلانی نے شرح مختصر میں بیان کیا ہے کہ ''مکِنَۃ'' جائے قرار و تمکن کو کہتے ہیں۔ مزید لکھا ہے کہ اس حدیث کی شرح میں علماء کے

متعدد اقوال ہیں۔ اول یہ کہ اس سے رات میں پرندوں کے شکار کی ممانعت ہے۔ دوم وہی مطلب ہے جو امام شافعیؒ کے حوالہ سے اوپر مذکور ہوا۔ سوم یہ کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب پرندہ اپنے انڈے سیتا ہے تو اس کو ان انڈوں سے نہ اٹھایا جائے کیونکہ اس صورت میں اس کے انڈے خراب ہو سکتے ہیں اور دراصل ''مکن'' گوہ کے انڈوں کو کہتے ہیں۔ یہ مطلب ابوعبیدہ قاسم بن سلام کا بیان کردہ ہے۔ صیدلانی لکھتے ہیں کہ اس مطلب کی رو سے لفظ ''مَكِنَة'' کاف کے کسرہ کے بجائے کاف ساکن پڑھا جائے گا۔ جیسے ''تمرۃ'' اس کی جمع ''تمرات'' آتی ہے۔ ایسے ہی مکنۃ کی جمع مکنات آئے گی۔

زمانۂ جاہلیت کا فاسد عقیدہ تشاؤم

''طِيَرَة'' کے معنی ہیں بدفالی لینا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ.

''اور اگر ان کو کوئی بدفالی پیش آتی تو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے۔ یاد رکھو کہ ان کی نحوست اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے''۔

یعنی ان کی بدبختی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور جو کچھ پیش آتا ہے وہ بقضاء و قدرت خداوندی پیش آتا ہے۔

کہا جاتا ہے ''تَطَيَّرَ طِيَرَةً'' یعنی اس نے بدفالی لی اور ''تَخَيَّرَ خِيَرَةً'' یعنی اُس نے نیک فال لی۔ خیرہ اور طیرہ کے علاوہ اس وزن پر کوئی مصدر نہیں آتا ہے۔

یہ بدفالی ان کو ان کے مقاصد سے روکتی تھی۔ چنانچہ شریعت نے آکر اس عقیدہ کو باطل کر دیا اور حضور ﷺ پرنور نے اپنے اس قول سے اس کی تردید فرمائی۔

''طیرہ کی اسلام میں کوئی حقیقت نہیں ہے بلکہ اس سے بہتر فال ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ! فال کا کیا مطلب ہے؟ آپؐ نے جواب دیا کہ نیک کلمہ جس کو تم میں سے کوئی سنے اور ایک روایت میں ہے کہ مجھے فال پسند ہے اور نیک فال کو پسند کرتا ہوں۔

اہلِ عرب دائیں اور بائیں سمتوں سے فال لیتے تھے۔ چنانچہ یہ لوگ جب کبھی کسی کام کا قصد کرتے تو ہرنوں کو اور پرندوں کو بھگاتے اور اڑاتے تھے۔ پس اگر وہ ہرن یا پرندہ داہنی سمت جاتا تو اس کو باعث برکت سمجھتے تھے اور اپنے اسفار اور دیگر ضروریات میں مشغول ہو جاتے اور بائیں سمت میں جاتا تو وہ اس کو منحوس سمجھتے ہوئے اپنے ارادوں کو ملتوی کر دیتے۔

ایک دوسری حدیث میں طیرہ کو شرک سے تعبیر کیا ہے۔

الطِّيَرَةُ شِرْكٌ: طیرہ شرک ہے یعنی یہ اعتقاد کہ اس سے نفع و ضرر پہنچتا ہے شرک ہے۔ طیرہ کو طیر سے لیا گیا ہے۔ کیونکہ ان کے عقیدہ کے مطابق جس طرح پرندہ سرعت کے ساتھ پرواز کرتا ہے اسی سرعت اور تیزی کے ساتھ بلائیں لاحق ہو جاتی ہیں۔ فال مہموز ہے لیکن بغیر ہمزہ بھی اس کا استعمال درست ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر نیک اور صالح کلمہ سے کی ہے۔ فال کا استعمال عموماً مواقع مسرت میں ہوتا ہے اور کبھی اس کے خلاف بھی اس کا استعمال ہو جاتا ہے لیکن طیرہ کا استعمال ہمیشہ برائی میں ہوتا ہے۔

علماء کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ''اُحِبُّ الفال'' کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کے فضل کی امید رکھتا ہے تو اس کو لامحالہ خیر پہنچتی ہے اور جب اس کی اُمید اللہ سے منقطع ہو جاتی ہے تو اس کو برائی پہنچتی ہے اور طیرہ میں یہ خرابی ہے کہ اس

میں سوءظن بلاؤں کی آمد کی توقع ہوتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کوئی شخص بھی طیرہ' حسد اور بدگمانی سے محفوظ نہیں ہے پس ہم کیا کریں؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کو طیرہ سے واسطہ پڑے (یعنی کوئی پرندہ اچانک تمہارے بائیں جانب کو اڑ جائے تو تم اپنا کام جاری رکھو اور جب تم کو کسی سے حسد ہو تو اس پر تعدی مت کرو اور تم کو بدگمانی ہو جائے تو اس کو حقیقت میں مت سمجھو''۔

طیرہ کے متعلق مزید تفصیل انشاءاللہ باب اللام میں لقحتہ کے عنوان سے آئے گا۔

''مفتاح دارالسعادۃ'' میں مذکور ہے کہ طیرہ یعنی بدشگونی اسی کو نقصان پہنچاتی ہے جو اس سے ڈرتا ہے اور خائف رہتا ہو اور جو اس کی پرواہ نہیں کرتا اس کا کچھ نہیں بگڑتا بالخصوص جب اس کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ لی جائے تو نقصان کا کچھ بھی اندیشہ نہیں رہتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ لاَ طَيْرَ اِلاَّ طَيْرُكَ وَلاَ خَيْرَ اِلاَّ خَيْرُكَ وَلاَ اِلٰهَ غَيْرُكَ اَللّٰهُمَّ لاَ يَاتِىْ بِالْحَسَنَاتِ اِلاَّ اَنْتَ وَلاَ يَذْهَبُ بِالسَّيِّئَاتِ اِلاَّ اَنْتَ وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّ اِلاَّ بِكَ.

''اے اللہ! تیرے طیر کے علاوہ کوئی طیر نہیں اور تیری خیر کے علاوہ کوئی خیر نہیں اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں' اے اللہ تمام بھلائیاں تیری عطا سے ملتی ہیں۔ تمام برائیاں تو ہی ختم کرتا ہے اور بدوں تیری مدد کے کسی کو کوئی طاقت وقوت نہیں ہے''۔

جو شخص اس طیرہ کا اہتمام وخیال کرتا ہے تو یہ اس شخص کی جانب اس تیزی سے بڑھتا ہے جس تیزی سے سیلاب کا پانی کسی ڈھلان کی جانب بڑھتا ہے اور ایسے شخص کے قلب میں وساوس کا دروازہ کھل جاتا ہے اور شیطان اس کے ذہن میں ایسی قریب وبعید مناسبتیں لاتا ہے جس سے اس کا عقیدۂ دینی بگڑ جاتا ہے اور زندگی خراب ہو جاتی ہے۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کا واقعہ

ابن عبدالحکم نے بیان کیا ہے کہ جب عمرؒ بن عبدالعزیز مدینہ سے نکلے تو بنی لخم کے ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ چاند دبران میں ہے (دبران چاند کی اس منزل کا نام ہے جو برج ثور کے پانچ ستاروں کے درمیان ہے) میں نے یہ بات سیدھے لفظوں میں امیر المومنین سے کہنی مناسب نہ سمجھی اس لئے میں نے انداز بدل کر کہا کہ امیر المومنین دیکھئے آج چاند کس قدر مستوی ہے۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے میرے یہ کہنے پر جب سر اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ چاند دبران میں ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ اس بات سے شاید تمہاری منشاء مجھے اس بات پر مطلع کرنا ہے کہ چاند دبران میں ہے لیکن سنو! ہم نہ چاند کے بھروسہ پر نکلتے ہیں اور نہ سورج کے بھروسہ پر'' ہم صرف اللہ واحد قہار کے بھروسہ پر نکلتے ہیں۔

جعفر بن یحییٰ برمکی کا واقعہ

ابن خلکان نے بیان کیا ہے کہ ابونواس کو پیش آنے والے قبیح معاملات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ جعفر بن یحییٰ برمکی نے ایک مکان تعمیر کرایا اور اس کی تعمیر کی عمدگی میں اپنی تمام کوششوں کو صرف کر دیا۔ جب اس مکان کی تعمیر مکمل ہوگئی اور جعفر رہائش کے لئے اس مکان میں منتقل ہو گیا تو ابونواس نے اس مکان کی تعریف وتوصیف میں ایک قصیدہ قلمبند کیا جس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں۔

اَرْبَعَ الْبِلٰى اِنَّ الْخُشُوْعَ لَبَادِىْ عَلَيْكَ وَاِنِّىْ لَمْ اَخُنْكَ وِدَادِىْ

ترجمہ:۔ خدا کرے کہ یہ نئی عمارت اپنے رہنے والوں کے لئے خوشگوار ہو اور اس پر تم بھی مطلع ہو کہ میں نے تمہاری قلبی محبت میں کوئی کمی

نہیں آنے دی۔

سَلامٌ" عَلَى الدُّنیَا　اِذا مَا فَقِدْتُمْ　بنی برْمکَ مِنْ رائِحِیْنَ وَغَادِیْ

ترجمہ:- دنیا پر سلام ہو جبکہ تم بنو برمک کو گم کرو تو سلامتی کے پیغامات تمہیں پہنچیں ہر آنے جانے والے کی طرف سے۔

بنو برمک نے اس قصیدہ سے بدشگونی لی اور کہا کہ اے ابونواس تو نے ہم کو ہماری موت کی خبر دی ہے۔ چنانچہ کچھ ہی دن بعد رشید ان پر غالب آ گیا اور بدشگونی صحیح ہو گئی۔

طبری خطیب بغدادی اور ابن خلکان وغیرہ نے لکھا ہے کہ جعفر بن یحییٰ برمکی نے جب ایک محل بنوایا اور جب اس کی زیبائش و آرائش مکمل ہو گئی تو اس نے اس میں سکونت کا عزم کیا تو اس نے اس محل میں منتقل ہونے کے لئے مناسب اور موزوں وقت کے انتخاب کے لئے نجومیوں کو جمع کیا۔ نجومیوں نے محل میں منتقل ہونے کے لئے رات کے وقت کا انتخاب کیا۔ چنانچہ جعفر نجومیوں کے مجوزہ وقت پر اس محل کی جانب چل دیا۔ راستے سنسان تھے اور تمام علاقہ پُرسکون تھا کہ اچانک ایک شخص یہ شعر پڑھتا ہوا نظر آیا۔

تَدْبِرُ بِالنُّجُوْمِ وَلَسْتَ تَدْرِیْ　وَرَبُّ　النَّجْمِ یَفْعَلُ　مَا　یَشَاءُ

ترجمہ:- تُو ستاروں کے ذریعہ انجام کو سوچ رہا ہے اور اس بات سے بے خبر ہے کہ ستاروں کا پروردگار جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

جعفر نے اس شعر سے بدشگونی لی اور اس شخص کو بلا کر دوبارہ وہ شعر پڑھوایا اور دریافت کیا کہ تُو نے یہ شعر کس مقصد سے پڑھا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ کوئی خاص مقصد نہیں تھا میں کسی خیال میں منہمک تھا کہ اچانک یہ شعر زبان پر جاری ہو گیا۔ جعفر نے اس کو ایک دینار دینے کا حکم دیا اور روانہ ہو گیا۔ لیکن یہ شعر سن کر اس کی خوشیاں ختم ہو گئیں اور زندگی بیکار ہو گئی۔ کچھ ہی عرصہ بعد رشید ان پر غالب آ گیا۔

جعفر کے قتل کا واقعہ انشاء اللہ باب العین میں لفظ عقاب کے عنوان میں آئے گا۔

ابن عبدالبر کی کتاب ''تمہید'' میں مقبری کی حدیث ابن لہیعہ عن ابن ابی ھبیرہ عن ابی عبدالرحمن الجیلی عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سند سے منقول ہے۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو بدشگونی اس کے کام سے روک دے تو اس شخص نے شرک اختیار کیا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! بدشگونی کے تدارک کی کیا تدبیر ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی تدبیر ہے کہ یہ کلمات کہہ لے: اَللّٰھُمَّ لاَ طَیْرَ اِلاَّ طَیْرُکَ وَلاَ خَیْرَ اِلاَّ خَیْرُکَ وَلاَ اِلٰهَ غَیْرُکَ' اس کے بعد اپنے کام میں مصروف ہو جائے۔

ضروری تنبیہ

قاضی ابوبکر بن العربی نے سورۂ مائدہ کی تفسیر میں تاکیداً لکھا ہے کہ مصحف یعنی قرآن شریف سے فال لینا قطعاً حرام ہے۔ قرآنی نے علامہ ابوالولید طرطوشی علیہ الرحمۃ سے بھی یہی نقل کیا ہے۔ ابن بطہ حنبلی نے اس کو مباح قرار دیا ہے اور ہمارے (شوافع) مذہب کے مطابق قرآن کریم سے فال لینا مکروہ ہے۔

قرآن کریم کی توہین اور عبرت ناک انجام

ادب الدین و الدنیا'' نامی کتاب میں مذکور ہے کہ ولید بن یزید بن عبدالملک نے ایک دن قرآن کریم سے فال لی تو یہ آیت نکلی "وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ (اور کفار) فیصلہ چاہنے لگے اور جتنے سرکش (اور) ضدی (لوگ) تھے وہ سب بے مراد

ہوئے۔ یہ آیت دیکھ کر ولید بد بخت نے قرآن کریم کو پھاڑ ڈالا اور یہ شعر پڑھے ۔

اَتُوْعِدُ كُلَّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ!!! فَهَا اَنَا ذَاكَ جَبَّارٍ عَنِيْدِ

ترجمہ:۔ کیا تُو ہر سرکش وضدی کو ڈراتا ہے تو بس میں ہی وہ ضدی اور سرکش ہوں۔

اِذَا مَا جِئْتَ رَبَّكَ يَوْمَ حَشْرٍ فَقُلْ يَا رَبِّ مَزَّقَنِيْ اَلْوَلِيْدُ

ترجمہ:۔ جب تُو حشر میں اپنے رب کے ساتھ آئے تو کہہ دینا اے میرے رب مجھے ولید نے پھاڑ دیا تھا۔

اس واقعہ کے کچھ ہی عرصہ بعد ولید کو نہایت دردناک طریقہ سے قتل کر کے اُس کا سر سولی پر لٹکا دیا گیا اور اس کے بعد سر کو شہر پناہ کی برجی پر لٹکا دیا گیا جیسا کہ باب الالف میں اَلْاَوْزْ کے بیان میں گزر چکا۔

توکل

ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے بسند صحیح امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ:۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم لوگ اللہ رب العزت پر کما حقہ، توکل کرو تو وہ تم کو اس طرح رزق دے گا جس طرح پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح کو خالی پیٹ جاتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ والے ہو کر لوٹتے ہیں یعنی صبح کو بھوک کی وجہ سے خالی پیٹ جاتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر لوٹتے ہیں''۔

امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث میں کسب معاش سے دستبردار ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ اس حدیث میں تلاش رزق کی دلیل ہے اور منشاء کلام یہ ہے کہ لوگ اگر اپنے جانے آنے اور دیگر تصرفات میں خدا پر بھروسہ کریں اور یہ خیال رکھیں کہ تمام خیر و بھلائی اس کے قبضہ قدرت میں ہیں اور اسی کی جانب سے خیر ملتی ہے تو ایسے لوگ ہمیشہ سالم و غانم لوٹیں گے جیسا کہ پرندے صبح کو خالی پیٹ جاتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر واپس آتے ہیں۔ لیکن لوگوں کا عجیب حال ہے کہ اپنی قوتِ کمائی پر بھروسہ کرتے ہیں حالانکہ یہ بات توکل کے خلاف ہے۔

ترک وسائل کا نام توکل نہیں ہے

ا''احیاء العلوم'' میں کتاب احکام الکسب کے شروع میں مذکور ہے کہ امام احمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایسے شخص کے بارے میں جو اپنے گھر یا مسجد میں بیٹھ جائے اور یوں کہے کہ میں کچھ نہیں کروں گا مجھے اسی طرح میرا رزق مل جائے گا آپ کی کیا رائے ہے؟ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ ایسا شخص جاہل اور علم سے نابلد ہے۔ کیا اُس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا ''اِنَّ اللّٰـهَ جَعَلَ رِزْقِيْ تَحْتَ ظِلِّ رُمحِيْ'' (اللہ تعالیٰ نے میرا رزق میرے نیزے کے سائے کے نیچے رکھا ہے) اور پرندوں کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے ''تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا (پرندے صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر آتے ہیں) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ شخص کے بارے میں مزید کہا کہ اس احمق کو معلوم نہیں ہے کہ صحابہ کرامؓ خشکی اور تری میں تجارت کیا کرتے تھے اور اپنے باغات میں کام کیا کرتے تھے لہٰذا ہم کو ان کی اقتداء کرنی ضروری ہے۔

مسئلہ:۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ توکل کاشتکاروں کے عمل میں ہے۔ کیونکہ یہ لوگ کاشتکاری کرتے ہیں اور اپنے بیجوں کو زیر زمین ڈال دیتے ہیں۔ دراصل یہی لوگ متوکلین ہیں۔ اس قول کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جس کی بیہقی نے شعب میں اور عسکری نے الامثال میں نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یمن کے کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے ان سے دریافت کیا کہ تم کون

لوگ ہو؟ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم متوکلین ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم جھوٹ بولتے ہو کیونکہ متوکل وہ لوگ ہیں جو اپنا بیج زمین میں بکھیر دیتے ہیں اور رب الارباب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ بعض قدیم فقہاء بیت المقدس کا اسی پر فتوے ہے۔ امام نوویؒ اور رافعیؒ نے بھی کاشتکاری کی فضیلت پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ کاشتکاری توکل کے زیادہ قریب ہے۔

''شعب'' میں عمرو بن امیہ ضمری سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا میں اپنی اونٹنی کو کھلا چھوڑ دوں؟ اور توکل کروں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی اونٹنی کو باندھ اور توکل کر۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ عنقریب مذکورہ حدیث ''باب النون'' میں ناقہ کے عنوان میں آئے گی۔ انشاء اللہ۔

حلیمی فرماتے ہیں کہ ہر اس شخص کے لئے جو کھیت میں تخم ریزی کرے مستحب ہے کہ استعاذہ (یعنی اول اَعوذُ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھے) کے بعد یہ آیت تلاوت کرے۔

اَفَرَ اَیْتُم مَاتَحرُ ثُوْنَ اَنْتُمْ تَزْ رَ عُوْ نَهُ اَم نَحْنُ الزَّارِعُوْن.

''اچھا پھر بتلاؤ کہ تم جو کچھ (تخم وغیرہ) بوتے ہو اس کو تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں''۔

مذکورہ بالا آیت کے پڑھنے کے بعد یہ کلمات کہے:۔

بَلِ اللّٰهُ الزَّارِعُ وَالْمُنْبِتُ وَالْمُبْلِغُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَارْزُقْنَاثَمَرَهُ وجَنِّبْنَا ضَرَرَهُ وَاجْعَلْنَا لِاَ نْعُمِکَ مِنَ الشَّاکِرِیْنَ.

'' بلکہ اللہ ہی زارع ہے وہی اگانے والا ہے وہی مبلغ ہے۔ اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت کاملہ نازل فرما اور آپؐ کی آل پر اور ہم کو اس کا ثمر عطا کر اور اس کے نقصان سے ہمیں دور رکھ اور ہم کو ان لوگوں میں شامل کر دے جو تیری نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں''۔

ذاتِ خداوندی ہی بھروسہ کے قابل ہے

ابوثور فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعیؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پاک وصاف اور آپ کے مراتب کو بلند فرمایا اور ارشاد فرمایا:

وَتَوَ کَّلْ عَلَى الحَيِّ الَّذِیْ لاَ یَمُوْتُ.

''اور بھروسہ کر اس زندہ رہنے والے پر جس کو موت نہیں آئے گی''۔

یہ حکم اس وجہ سے ہوا کہ لوگوں کے توکل کے بارے میں مختلف احوال تھے۔ کسی کو اپنی ذات پر بھروسہ تھا کوئی اپنے مال پر بھروسہ کرتا تھا اور کوئی اپنی جان پر کوئی اپنے دبدبہ پر اور کوئی اپنی سلطنت پر بھروسہ کرتا تھا۔ کوئی اپنے پیشہ پر کسی کو اپنے غلے پر اور کوئی دوسرے لوگوں پر بھروسہ کرتا تھا اور چونکہ یہ توکل، وبھروسہ فانی اور ختم ہونے والی اشیاء پر ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان سب سے منزہ فرمایا اور حکم دیا کہ صرف اس ذات پر بھروسہ کرو جو ہمیشہ زندہ رہے اور جس کو کبھی موت نہیں آئے گی۔

اہل اللہ کا توکل

شیخ شریعت وطریقت علامہ ابوطالب مکی نے اپنی کتاب ''قوت القلوب'' میں فرمایا ہے کہ علماء حق اللہ پر اس غرض سے توکل نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دنیا کی حفاظت کرے اور نہ ہی ان کا منشاء اپنی مرادوں اور مرضیات کی تکمیل ہوتی ہے اور نہ ان کو یہ تمنا ہوتی ہے کہ اللہ ان چیزوں کا فیصلہ فرمائے جو ان کو محبوب ہوتی ہیں اور نہ ہی ان کے توکل کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ناپسند واقعات

کے وقوع کو روک دے یا اپنی سابقہ مشیت کو ان کی عقل کے مطابق تبدیل کر دے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا جو امتحان و آزمائش کا طریقہ ہے ان کے لئے اللہ اس کو تبدیل کر دے بلکہ حق جل مجدہ ان حضرات کے نزدیک اس سے بہت اجل و ارفع ہیں اور ان کو اس کی معرفت حاصل ہے۔

پس اگر کوئی عارف ان مذکورہ مقاصد میں سے کسی مقصد کے لئے توکل کرتا ہے تو وہ معصیت کا مرتکب ہوگا۔ اور اس کو اس گناہِ کبیرہ سے توبہ لازم ہے بلکہ اہلِ اللہ کا توکل یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے نفوس کو احکامِ خدا پر صابر بنا دیا ہے کہ وہ جس طرح بھی ہوں ان پر راضی رہے اور یہ لوگ اپنے قلوب سے مشیت ایزدی پر رضا کے طالب ہیں۔

خواب میں طیر کی تعبیر

پرند کی تعبیر رزق ہے جیسا کہ شاعر کا قول ہے۔

وما الرزق الطائر اعجب الوری فمدت لهٗ من کل فن حبائل

ترجمہ:۔ رزق تمام مخلوق کا پسندیدہ پرندہ ہے جس کے حصول کے لئے ہر فن سے جال بچھا دیئے گئے ہیں۔

علاوہ ازیں اس کی تعبیر سعادت و ریاست بھی ہے۔ کالے پرندے اعمالِ سیئہ اور سفید پرندے اعمالِ حسنہ کی دلیل ہیں۔ کسی جگہ اترتے اور اڑتے ہوئے پرندوں سے ملائکہ مراد ہوتے ہیں۔ ایسے پرندوں کی تعبیر جو انسانوں سے مانوس ہیں ان سے بیویاں اور اولاد مراد ہیں اور غیر مانوس پرندوں کی تعبیر غیر مانوس اور عجمی لوگوں کی صحبت ہے۔

عقاب کو خواب میں دیکھنا شر' تنگدستی اور تاوان کی علامت ہے۔ سدھائے ہوئے شکاری پرندے کو خواب میں دیکھنا عزت' سلطنت' فوائد اور رزق کی دلیل ہے۔ ماکول اللحم پرندے کی تعبیر سہل ترین فائدہ کی جانب اشارہ ہے اور آواز والے پرندوں سے صلحاء مراد ہیں۔ نر پرندوں سے مراد مرد اور مادہ سے عورتیں مراد ہوتی ہیں۔ غیر معروف پرندوں سے اجنبی لوگوں کی طرف اشارہ ہے۔ ایسے پرندوں کو خواب میں دیکھنا جو خیر و شر دونوں کے حامل ہوں ان کی تعبیر مشکل کے بعد راحت اور تنگی کے بعد وسعت مراد ہے۔

رات میں نظر آنے والے پرندوں کو خواب میں دیکھنا جرأت' اخفاء اور شدتِ طلب کی دلیل ہے۔ بے قیمت پرندے کو اگر خواب میں قیمت والا ہو جائے تو اس سے رباء اور سود مراد ہے اور کبھی ناحق مال کا استعمال بھی مراد ہوتا ہے۔ اگر خواب میں ایسے پرندوں کو جو کبھی کسی خاص وقت رونما ہوتے دیکھے تو اس کی تعبیر اشیاء کا غلط مواقع پر استعمال مراد ہے یا اس سے انوکھی خبریں مراد ہوتی ہیں یا لایعنی چیزوں میں مشغول ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ جتنے پرندے مذکور ہوئے یا مذکور ہوں گے ان سب کے متعلق ہم نے یہ اصول بیان کر دیئے ہیں لہٰذا آپ غور و فکر کر کے قیاس کیجئے۔

تتمہ

معبرین کا قول ہے کہ تمام پرندوں کی بولیاں صالح اور عمدہ ہیں لہٰذا جو شخص خواب میں پرندے کو بولتے ہوئے دیکھے تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی روشنی میں رفعت شان سے سرفراز ہوگا۔

اَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَاُوْتِیْنَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ.

''اے لوگو! ہم کو پرندوں کی بولی (سمجھنے) کی تعلیم دی گئی اور ہم کو (سامانِ سلطنت کے متعلق) ہر قسم کی (ضروری) چیزیں دی گئی ہیں۔ واقعی یہ (اللہ تعالیٰ کا) صاف فضل ہے''۔

بحری پرندوں اور مور و مرغ کی آواز کو معبرین نے ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس سے غم، فکر اور موت کی خبر کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔ نر شتر مرغ کی آواز خادم کی جانب سے قتل کا اشارہ ہے اور اگر شتر مرغ کی آواز کو خواب میں برا محسوس کیا تو خادم کے غلبہ کی دلیل ہے۔ کبوتر کی غرغوں سے مراد قرآن کریم کی تلاوت کرنے والی عورت ہے۔

وہ پرندے جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے

ابن الجوزی نے اپنی کتاب ''انس الفرید وبغیۃ المرید'' میں بیان کیا ہے کہ دس پرندے ایسے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کیا ہے (۱) بعوضۃ'' (مچھر) سورہ بقرہ میں مذکور ہے (۲) غراب (کوا) سورہ مائدہ میں اور سورہ اعراف میں (۳) ٹڈی کا ذکر ہے سورہ نحل میں (۴) شہد کی مکھی کا ذکر ہے سورہ بقرہ اور طٰہٰ میں (۵) سلویٰ بٹیر کا ذکر ہے (۶) نملہ (چیونٹی) سورہ نمل میں مذکور ہے (۷) ہد ہد یہ بھی سورہ نمل میں مذکور ہے (۸) ذباب (مکھی) سورہ حج میں مذکور ہے۔ (۹) فراش (پروانے) سورۂ قارعہ میں مذکور ہے۔ (۱۰) ابابیل سوہ فیل میں مذکور ہے۔

طَيْرُ الْعَرَاقِيْب

(بدشگونی کا پرندہ) طیر العراقیب:۔ جس پرندے یا چیز سے اہلِ عرب بدشگونی لیتے تھے اس کو طیر االعراقیب کہتے تھے۔

غیر کے پرندوں کو چھوڑ دینے کا حکم

جو شخص کسی کا پنجرہ کھول کر اس کے پرندے کو باہر نکالے اور اس وجہ سے وہ پرندہ اڑ جائے تو یہ شخص اس اڑنے والے پرندہ کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ اس نے پنجرہ کھول کر اس پرندہ کو اڑنے کا موقع فراہم کیا ہے اور اگر کسی نے صرف پنجرہ کھولا اور پرندے کو اڑانے کی کوشش نہیں کی تو اس صورت میں تین قول ہیں۔ اول یہ کہ مطلقاً ضامن ہوگا۔ دوم یہ کہ بالکل ضامن نہیں ہوگا۔ سوم جو صحیح ہے وہ یہ کہ اگر پنجرہ کھلتے ہی فوراً اڑ گیا تو ضامن ہوگا اور اگر پنجرہ کھلنے کے بعد ٹھہرا رہا تو اس کے بعد اڑا تو ضامن نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ فوراً اڑ جانا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ اڑان پنجرہ کھولنے والے کی وجہ سے ہے اور توقف کے بعد اڑنا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ پرندہ اپنے اختیار سے اڑا ہے۔

اگر پنجرے سے نکلتے وقت اس نے کوئی چیز ضائع کر دی یا اس کے نکلنے سے پنجرہ ٹوٹ گیا یا وہاں بلی موجود تھی اور اس نے پنجرہ کھلتے ہی اس پر حملہ کر کے پرندہ کو ہلاک کر دیا تو ان تمام صورتوں میں پنجرہ کھولنے والا نقصان کا ضامن ہوگا۔ واللہ اعلم۔

طَيْرُ الْمَاءِ

(ایک مائی پرندہ) طَیْرُ الْمَاءِ: اس کی کنیت ابو کحل ہے اور اس کو ابن الماء اور بنات الماء بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا ذکر انشاء اللہ باب المیم میں آئے گا۔

شرعی حکم

رافعی نے کہا ہے کہ لقلق (سارس کی قسم کا ایک پرندہ ہے جس کی گردن اور ٹانگیں لمبی ہوتی ہیں اور یہ سانپوں کو کھاتا ہے) کے علاوہ اس کی جملہ اقسام حلال ہیں۔ صحیح قول کے مطابق لقلق کا کھانا حرام ہے۔ رویانی نے طیر الماء کے متعلق جواز اور عدم جواز دونوں قول نقل

کئے ہیں لیکن صحیح وہ ہے جو رافعی نے بیان کیا ہے۔ طیر الماء میں بطؔ اوز اور مالک الحزین سب داخل ہیں۔ ابو عاصم عبادی نے کہا ہے کہ طیر الماء کی تقریباً سو قسمیں ہیں اور اہلِ عرب ان میں سے اکثر کے ناموں سے ناواقف ہیں۔ کیونکہ ان کے ممالک میں ان کا وجود نہیں ہے۔

الامثال

ساکن وصامت اور غیر متحرک لوگوں کے لئے اہلِ عرب بولتے ہیں" کَانَّ عَلٰی رُؤسِھِمُ الطَّیْرَ" یعنی ان میں سے ہر ایک کے سر پر ایک پرندہ ہے۔ جس کو شکار کرنے کا اس کا ارادہ ہے اس لئے وہ حرکت نہیں کر رہا ہے۔ یہ صفت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس شریفہ کی ہوا کرتی تھیں کہ جب آپ تکلم فرمایا کرتے تھے تو آپ کی مجلس کے شرکاء اس طرح گردن جھکا لیتے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں یعنی بالکل خاموش رہتے تھے اور کچھ نہیں بولتے تھے اور پرندہ ساکت چیز پر بیٹھ سکتا ہے۔ اس مثل کا پس منظر یہ ہے کہ جو کوا چیچڑی وغیرہ پکڑنے کے لئے اونٹ پر بیٹھتا ہے تو اس کے چیچڑی کو پکڑنے سے اونٹ کو آرام ملتا ہے۔ لہٰذا اونٹ اس خوف سے کہ کہیں کوا اڑ نہ جائے حرکت نہیں کرتا لہٰذا ہر ساکن وصامت کے لئے یہ مثل بن گئی۔

طَیطِویٰ

طَیطِویٰ: ارسطاطالیس نے "کتاب النعوت" میں بیان کیا ہے کہ طیطوی ایک پرندہ ہے جو ہمیشہ جھاڑیوں اور پانی میں رہتا ہے اس لئے کہ یہ پرندہ نہ کوئی زمین سے اگنے والی چیز کھاتا ہے اور نہ گوشت بلکہ اس کی غذا وہ بدبودار کیڑے ہیں جو تھوڑے رکے ہوئے پانی کے کنارے پیدا ہو جاتے ہیں۔

باز جب کبھی بیمار ہو جاتا ہے تو اس پرندہ (طیطوی) کو تلاش کرتا ہے۔ باز کو عموماً حرارت کے سبب جگر میں بیماری لاحق ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ اس پرندہ کو پکڑ کر اس کا جگر کھا لیتا ہے جس سے اس کو شفاء حاصل ہو جاتی ہے۔

طیطوی اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے اور اپنی جگہ تبدیل نہیں کرتا البتہ جب باز اس کو تلاش کرتا ہے تو یہ بھاگ جاتا ہے اور اپنی جگہ تبدیل کر لیتا ہے۔ اگر رات میں یہ اپنی جگہ سے بھاگتا ہے تو چلا جاتا ہے مگر دن میں خاموشی کے ساتھ گھاس میں چھپ جاتا ہے۔

پرندے اپنی آوازوں میں کیا کہتے ہیں

ثعلبی اور بغوی وغیرہ نے سورہ نمل کی تفسیر میں "عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ" پر کلام کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ پرندوں کی بولی کو منطق اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کی بولی بھی انسانی گفتگو کی طرح سمجھ میں آ جاتی ہے۔ ان حضرات نے کعب احبار اور فرقد سبخی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا ایک بلبل کے پاس سے گزر ہوا جو درخت کے اوپر بیٹھی ہوئی دم اور سر ہلا رہی تھی۔ حضرت سلیمانؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ معلوم ہے یہ کیا کہہ رہی ہے؟ ساتھیوں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! ہمیں معلوم نہیں ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کہہ رہی ہے کہ میں نے آدھی کھجور کھا لی۔ پس دنیا ہلاک ہونے والی ہے۔ پھر ہدہد کے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ ہدہد یہ کہہ رہا ہے کہ جب قضاء خداوندی نازل ہوتی ہے تو آنکھ اندھی ہو جاتی ہے اور کعب کی ایک روایت کے مطابق ہدہد یہ کہتا ہے کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا اور فاختہ کہتی ہے کہ کاش یہ مخلوق پیدا نہ ہوتی اور جب پیدا ہو گئی تو کاش مقصد تخلیق کو جان لیتی اور اس نے مقصد تخلیق کو جان لیا تو کاش یہ مخلوق اپنے علم پر عمل کرتی۔ لٹورا یہ کہتا ہے "میں اپنے عالی شان پروردگار کی زمین و آسمان بھر تسبیح بیان کرتا ہوں"۔ اور کیکڑا یہ کہتا ہے "اے گناہ گارو! اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو"۔ اور طیطوی یہ کہتا ہے "ہر زندہ کے لئے موت آتی ہے اور ہر نئی چیز

پرانی ہو جائے گی'' خطاف کہتا ہے'' بھلائی کو آگے بھیجو اس کو تم اللہ کے پاس پاؤ گے''۔ درشان (قمری) کہتا ہے۔ ''موت کی تیاری کرو اور اجڑے دیار کو آباد کرو''۔ مور کہتا ہے'' جیسا کرو گے ویسا پھل پاؤ گے''۔ کبوتری کہتی ہے'' پاک ہے میرا رب جو ہر زبان پر مذکور ہے''۔ سیپی کہتی ہے ''اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی'' (اور وہ بڑی رحمت والا عرش پر قائم ہے) عقاب کہتا ہے''لوگوں سے دور رہنے میں راحت ہے اور ایک روایت میں ہے کہ لوگوں سے دور رہنے میں انس ہے''۔

خطاف سورہ فاتحہ مکمل پڑھتی ہے اور ولا الضالین میں مد کرتی ہے جس طرح قاری مد کرتا ہے'' اور بازی کہتا ہے۔ ''میں اپنے رب کی تسبیح وحمد بیان کرتا ہوں''۔ قمری کہتی ہے'' میرا اعالی شان رب پاک ہے''۔ اور بعض کے مطابق قمری ''یا کریم کہتی ہے اور کوا (دسواں حصہ لینے والوں پر لعنت بھیجتا ہے اور ان کو بددعا دیتا ہے''۔ اور طوطا کہتا ہے''برا ہو اس شخص کا جس کو دنیا کا سب سے زیادہ فکر ہو''۔ اور زرزور کہتا ہے''اے اللہ! میں آج صرف آج کا رزق تجھ سے مانگتا ہوں'' اور چنڈول کہتی ہے''اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کی آل سے بغض رکھنے والوں پر لعنت فرما''۔ مرغ کہتا ہے''اے غافلو! اللہ کا ذکر کرو''۔ گدھ کہتا ہے''اے ابن آدم جیسے چاہے زندگی گزار لے بلاشبہ تجھے موت آنے والی ہے''۔

ایک روایت میں ہے کہ دو لشکروں کے درمیان مڈبھیڑ کے وقت گھوڑا کہتا ہے'' سَبُّوْحٌ '' قُدُّوْسٌ '' رَبُّ الْمَلٰئِکَةِ وَالرُّوْحِ'' اور گدھا (ٹیکس وصول کرنے والا) پر اور اس کی کمائی پر لعنت بھیجتا ہے اور مینڈک کہتا ہے''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی''۔

تعبیر

ابن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کے مطابق اس کی تعبیر عورت ہے۔

طبی خواص

اس کا گوشت پیٹ چھانٹتا ہے اور قوتِ باہ میں اضافہ کرتا ہے۔

اَلطَّیْھُوْج

(چھوٹی چکور جیسا ایک پرندہ) اَلطَّیْھُوْج: اس کی گردن سرخ ہوتی ہے اور چونچ و پیر بھی چکور کی طرح سرخ ہوتے ہیں۔ دونوں بازوؤں کے نیچے سیاہی اور سپیدی ہوتی ہے اور یہ تیہی کی طرح ہلکی پھلکی ہوتی ہے۔

شرعی حکم

یہ پرندہ حلال ہے۔

بنت طبق و ام طبق

(کچھوا) بنت طبق ام طبق: باب السین میں اس کا تذکرہ ہو چکا۔ بقول بعض یہ ایک بڑا سانپ ہوتا ہے جو چھ روز تک سوتا ہے اور ساتویں دن بیدار ہوتا ہے۔ پس جس چیز پر اس کی پھنکار پڑ جاتی ہے وہ ہلاک ہو جاتی ہے اور ان دونوں کا تذکرہ ان سے متعلقہ باب میں پہلے گزر چکا۔

الامثال

جوکوئی شخص برا کام انجام دیدے اس کے لئے بولتے ہیں۔ "جَاءَ فُلَانٌ بِاَحدیٰ بناتِ طبقٍ" فلاں ایک بنت طبق لے آیا۔

بَابُ الضَّاءِ المعجمة

اَلظَّبی

(ہرن) الظبی: اس کی جمع اَظْبٌ اور ظباء آتی ہے اور اس کی مؤنث "ظَبیۃ" آتی ہے۔ اس کی جمع ظَبیات" اور "ظباء" آتی ہیں۔ جس جگہ کثرت سے ہرن پائے جائیں اس جگہ کو "ارض "مَظبَاۃ"" کہتے ہیں۔

ظبیہ نامی ایک عورت بھی ہے جو خروجِ دجال سے قبل ظاہر ہوگی اور مسلمانوں کو اس سے ڈرائے گی۔

کرخی کا خیال ہے کہ "ظِبَاء" نر ہرنوں کو کہتے ہیں اور مادہ کو غزال کہتے ہیں۔ لیکن بقول امام دمیری یہ کرخی کا خیال خام ہے۔ کیونکہ غزال تو ہرن کے اس بچے کو کہتے ہیں جو ابھی چھوٹا ہو اور اس کے سینگ نہ نکلے ہوں امام نوویؒ کی بھی یہی رائے ہے اور یہی درست ہے۔ صاحبِ تنبیہ نے اپنی کتاب میں "فَاِنْ اَتْلَفَ ظَبْیًا مَاخِضًا" جو جملہ استعمال کیا ہے اس پر امام موصوف نے تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ صحیح "ظَبیۃ ماخضا" ہے۔ کیونکہ ماخض حاملہ کو کہتے ہیں اور مونث کے لئے ظَبیۃ" ہی کا استعمال ہوتا ہے اور نر کے لئے ظَبی" کا ظَبْیَۃ" کی جمع ظباء آتی ہے۔ جیسے رکوۃ کی جمع رکاء آتی ہے۔ اس لئے یہ قاعدہ ہے کہ جو معتل فَعْلَۃ (بفتح الفاء) کے وزن پر ہوگا۔ ہمیشہ اس کی جمع الف ممدودہ کے ساتھ ہوگی۔ صرف لفظ قریہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے کہ اس کی جمع خلاف قیاس قری آتی ہے۔ ہرن کی کنیت ام خشف، ام شادن اور ام الطلاء آتی ہے۔

ہرن مختلف رنگوں کے ہوتے ہیں اور ان کی تین قسمیں ہیں ہرن کی ایک قسم ایسی ہے جس کو لآرم کہا جاتا ہے اور ان کا رنگ بالکل سفید ہوتا ہے یہ قسم ریتیلے مقامات میں پائی جاتی ہے۔ اس قسم کو ضأن الضباء (ہرنوں کے مینڈھے) کہا جاتا ہے۔ کیونکہ جس طرح بھیڑ اور دنبے لحیم شحیم ہوتے ہیں اس قسم کے ہرنوں میں سب سے زیادہ گوشت اور چربی ہوتی ہے اور ہرن کی دوسری قسم کو العفر کہا جاتا ہے اس کا رنگ سرخ اور چھوٹی گردن والا ہوتا ہے اور دوڑنے میں تمام ہرنوں سے کمزور ہوتا ہے یہ ہرن زمین کے سخت اور بلند مقام پر اپنا ٹھکانا بناتے ہیں۔ کمیت نے کہا ہے۔

وَکُنَّا اِذَا جَبَّارُ قَوْمٍ اَرَادَنَا بَکَیْدٍ حَمَلْنَاہُ عَلٰی قَرْنِ اعفوا

ترجمہ:۔ اور جب کسی ظالم قوم نے ہمارے ساتھ فریب کاری کا ارادہ کیا تو ہم نے اس کو عفر ہرن کے سینگوں پر اٹھالیا۔ (یعنی ہم اس کو قتل کردیتے ہیں اور ان کے سروں کو نیزوں پر اٹھالیتے ہیں۔ زمانہ قدیم مین نیزے سینگوں کے بھی بنائے جاتے تھے)۔

تیسری قسم لآدم ہے۔ اس قسم کے ہرنوں کی گردن اور ٹانگیں لمبی ہوتی ہیں اور پیٹ سفید ہوتا ہے۔

ہرن کی ایک خاص صفت یہ ہے کہ اس کی نگاہ بہت تیز ہوتی ہے اور تمام جانوروں سے زیادہ چوکنا رہتا ہے۔ ہرن کی عقلمندی یہ ہے کہ جب یہ اپنی کناس (خواب گاہ) میں داخل ہوتا ہے تو پشت کی جانب سے یعنی الٹے پاؤں داخل ہوتا ہے اور آنکھیں سامنے کرکے دیکھتا رہتا ہے کہ کہیں اس کو ایسا کوئی جانور تو نہیں دیکھ رہا جو اس کا یا اس کے بچوں کا طالب ہے اور اگر اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کو کسی نے

دیکھ لیا ہے تو پھر ہرگز یہ اندر داخل نہیں ہوتا۔

ہرن کی پسندیدہ غذا

حنظل ہرن کی پسندیدہ غذا ہے اس کو بڑے مزے سے کھاتا ہے اور سمندر کا کھاری پانی پی کر بھی لطف حاصل کرتا ہے۔
ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ ہرن کے ایک سالہ بچہ کو طلا اور خشف کہتے ہیں اور دو سالہ بچے کو جذع اور تین سالہ بچے کو ثنی کہتے ہیں اور پھر تادم حیات ثنی ہی کہلاتا ہے۔
ابن خلکان نے حضرت جعفر صادقؒ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ امام اعظم ابوحنیفہؒ سے سوال کیا کہ اگر کوئی محرم ہرن کے رباعی دانت توڑ ڈالے تو آپ کے نزدیک اس پر کیا جنایت ہوگی؟ امام صاحبؒ نے فرمایا۔ اے بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند مجھے نہیں معلوم تو حضرت جعفرؒ صادق نے فرمایا کہ ہرن کے رباعی دانت ہی نہیں ہوتے بلکہ وہ ہمیشہ ثنی ہوتا ہے۔ کشاجم نے بھی ہرن کے متعلق ''کتاب المصاید والمطار'' میں یہی لکھا ہے۔ جوہری نے س۔ن۔ن کے مادہ میں اونٹ کی تعریف میں کہے گئے اس شعر کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اونٹنی جس کا شاعر نے تذکرہ کیا وہ ثنی تھی اور ثنی اس جانور کو کہا جاتا ہے جو دو دانت ہو جائے اور ہمیشہ دو دانت رہتا ہے۔ شعر یہ ہے۔

فَجَاءَ تْ كَسِنِّي الضَبِيُ لَمْ اَرمِثْلَهَا شفاءُ عَلِيْلٍ اَوْ حَلُوْبَةُ جَائِعٍ

''ترجمہ:۔ وہ ہرن کی عمر میں آئی میں نے اس جیسی کوئی اونٹنی نہیں دیکھی وہ بیمار کے لئے شفاء ہے یا بھوکے کے لئے دودھ دینے والی ہے۔

امام اعظمؒ سے جعفر صادقؒ کے سوالات

ابن شبرمہ کا بیان ہے کہ میں اور امام ابوحنیفہؒ حضرت جعفر صادقؒ کے پاس گئے تو میں نے حضرت جعفر صادقؒ سے امام صاحبؒ کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ یہ عراق کے فقیہ ہیں۔ یہ سن کر جعفر نے کہا کہ شاید یہ وہی شخص ہے جو دین میں اپنی طرف سے قیاس کرتا ہے۔ کیا یہی نعمان بن ثابت ہے۔ ابن شبرمہ کا بیان ہے کہ اب تک مجھے امام صاحب کا نام معلوم نہیں تھا اس لئے امام صاحبؒ نے جعفر صادقؒ کو جواب دیا کہ ہاں میں ہی نعمان بن ثابت ہوں اللہ آپ کے حال پر رحم فرمائے۔ جعفرؒ نے امام صاحبؒ سے کہا کہ اللہ سے ڈریئے اور دین میں اپنی رائے سے قیاس نہ کیجئے۔ اس لئے کہ سب سے پہلے ابلیس نے اپنی رائے سے قیاس میں غلطی کی اور گمراہ ہو گیا۔
پھر جعفر صادقؒ نے کہا کہ کیا تم کو یہ بات پسند ہے کہ تمہارے سر کو تمہارے جسم کے دیگر اعضاء پر قیاس کیا جائے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا نہیں۔ پھر جعفر صادقؒ نے سوال کیا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ آنکھوں میں ملوحت کو کیوں پیدا فرمایا اور کانوں میں جھلی اور نتھنوں میں پانی پیدا کرنے میں کیا مصلحت ہے؟ اور لبوں میں مٹھاس کو کیوں پیدا فرمایا؟ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم تو حضرت جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کو پیدا فرمایا تو ان کو چربی کے دو غلے میں بنایا اور انسان پر احسان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس میں ملوحت کو پیدا فرمایا کیونکہ اگر ملوحت نہ ہوتی تو آنکھوں کی چربی پگھل جاتی اور آنکھیں ختم ہو جاتیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان پر احسان فرماتے ہوئے کانوں میں پردہ (جھلی) کو پیدا فرمایا۔ کیونکہ اگر کانوں میں یہ پردہ نہ ہوتا تو اس میں جانور گھس کر انسان کا دماغ کھا جاتے اور ناک کے نتھنوں میں رطوبت اس لئے پیدا کی تا کہ سانس آ اور جا سکے اور اس کے ذریعہ انسان خراب ہوا کو نکال کر اچھی اور تازہ ہوا حاصل کر سکے اور لبوں میں مٹھاس اس لئے پیدا فرمایا تا کہ انسان اس کے ذریعے کھانوں اور مشروبات کی لذت سے محظوظ ہو سکے۔

پھر حضرت جعفر صادقؒ نے امام صاحبؒ سے فرمایا کہ ایسا کلمہ بتاؤ جس کا اول حصہ شرک ہو آخری جز و ایمان ہو۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ مجھے ایسا کلمہ معلوم نہیں تو حضرت جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ ایسا کلمہ ''لا الٰہ الا اللہ'' ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص صرف لا الٰہ کہہ کر خاموش ہو جائے تو یہ شرک وکفر ہے۔ پھر سوال کیا کہ کیا زنا اور قتل میں سے کون سی چیز اللہ کے نزدیک زیادہ مبغوض ہے؟ امام صاحب نے فرمایا کہ قتل نفس زیادہ سنگین جرم ہے۔ حضرت جعفر نے کہا کہ قتل میں اللہ تعالیٰ نے صرف دو گواہوں کی شہادت کو معتبر مانا ہے اور زنا میں چار سے کم گواہوں کی شہادت معتبر نہیں ہے۔ پس قیاس نے تمہاری تائید کہاں کی؟ پھر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز کا درجہ اہم ہے یا روزہ کا؟ امام صاحب نے فرمایا کہ نماز روزہ سے زیادہ اہم ہے۔ حضرت جعفرؒ نے کہا کہ پھر کیا بات ہے کہ حائضہ عورت روزہ کی قضاء کرتی ہے نماز کی نہیں۔ اے اللہ کے بندے اللہ سے ڈر اور دین میں اپنی رائے سے قیاس مت کر۔ بلاشبہ ہم اور ہمارے مخالفین کل اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ پس ہم کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے کہا اور تم اور تمہارے ساتھی کہیں گے ہم نے سنا اور رائے دی۔ پس اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اور ہمارے لئے جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا۔

جواب

زنا کے متعلق چار سے کم کی شہادت قبول نہ کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ زنا قتل سے بڑھ کر ہے بلکہ ایسا پردہ پوشی کے لئے کیا گیا ہے تاکہ کسی مسلمان کی آبروریزی نہ ہو اور قضاء روزے کے بارے میں یہ ہے کہ چونکہ روزہ صرف سال بھر میں ایک دفعہ آتا ہے لہٰذا اس کی قضاء میں اتنی مشقت نہیں جتنا کہ نماز کی قضاء میں ہے کہ تمام دن رات میں پانچ مرتبہ ہے اس لئے اگر حائضہ عورت کو نماز کی قضاء کا مکلف بنایا جائے تو وہ مشقت اور تنگی میں مبتلا ہو جائے گی۔ واللہ اعلم۔

حضرت جعفر صادقؒ کا نام اور سلسلۂ نسب یہ ہے:۔

''جعفر بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حضرت جعفر سادات اہل بیت میں سے ہیں اور امامیہ فرقہ کے عقیدہ کے مطابق بارہ اماموں میں سے ایک امام ہیں۔ صادق کا لقب ان کو صدقِ قول کی وجہ سے ملا ہے۔ کیمیا' فال اور شگون وغیرہ کے بارے میں ان کے متعدد اقوال ہیں۔ باب الجیم میں گزر چکا ہے کہ ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ ''کتاب الجعفر'' میں امام جعفرؒ نے ہر اس چیز کو لکھ دیا ہے جس کی اہل بیت کو ضرورت ہے اور جو واقعات قیامت تک رونما ہونے والے ہیں۔ ابن خلکان نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔ بہت سے لوگ کتاب الجعفر کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جانب منسوب کرتے ہیں۔ لیکن یہ صرف ان کا وہم ہے اور صحیح یہی ہے کہ اس کو امام جعفرؒ نے وضع کیا ہے۔

امام جعفر صادقؒ کی وصیت

جعفر صادقؒ نے اپنے بیٹے موسیٰ کاظم کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

''اے پیارے بیٹے! میری وصیت کو یاد رکھنا' سعادت مندانہ زندگی پائے گا' شہادت کی موت پائے گا۔ اے بیٹے جو شخص اپنی قسمت پر قناعت کرتا ہے وہ بے نیاز رہتا ہے اور جو دوسروں کی ملکیت کی جانب آنکھ اٹھاتا ہے وہ حالت فقر میں مرتا ہے اور جو اس چیز پر راضی نہیں ہوتا جو اللہ نے اس کی قسمت میں رکھ دی ہے تو گویا وہ قضاء الٰہی کو متہم کرتا ہے اور جو شخص اپنے قصور کو کم سمجھتا ہے اس کو دوسروں کے قصور بڑے نظر آتے ہیں اور جو شخص اپنے قصور کو بڑا سمجھتا ہے اس کو غیروں کے قصور معمولی نظر آتے ہیں۔ جو شخص دوسروں کی پردہ دری کرتا ہے اس کے گھر کے پردے کھل جاتے ہیں اور جو شخص بغاوت کی تلوار سونتتا ہے وہ اسی تلوار سے قتل ہو جاتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی

کے لئے کنواں کھودتا ہے وہ خود اس میں گرتا ہے۔ جو شخص سفہا سے ملتا ہے وہ بے وقعت ہو جاتا ہے اور جو علماء کی صحبت میں رہتا ہے وہ باوقعت ہو جاتا ہے۔ جو شخص برائی کے مقامات پر جاتا ہے وہ متہم ہوتا ہے۔ اے میرے پیارے بیٹے ہمیشہ حق کہو خواہ وہ تمہارے موافق ہو یا مخالف۔ اپنے کو چغل خوری سے دور رکھ اس لئے کہ چغل خوری لوگوں کے دلوں میں بغض و عداوت پیدا کرتی ہے۔ اے بیٹے! جب تجھے سخاوت کی طلب ہو تو سخاوت کو کانوں میں تلاش کر"۔

بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ کسی نے جعفر صادق سے معلوم کیا کہ کیا وجہ ہے کہ انسان کی بھوک مہنگائی میں بڑھ جاتی ہے اور ارزانی میں گھٹ جاتی ہے تو جعفر صادق نے جواب دیا کہ انسان زمین سے پیدا ہوا ہے اور یہ زمین کی اولاد ہے۔ چنانچہ جب زمین قحط زدہ ہو جاتی ہے تو انسان پر بھی قحط کے آثار ہو جاتے ہیں اور جب زمین سرسبز ہو جاتی ہے تو یہ بھی سرسبز ہو جاتا ہے۔

امام جعفر کی ولادت ۸۰ھ اور بقول بعض ۸۳ھ میں ہوئی اور وفات ۱۴۰ھ میں ہوئی۔

حدیث میں ہرن کا ذکر

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپ کے صحابہؓ کا بحالت احرام درخت کے سایہ میں ہوتے ہوئے ایک ہرن پر گزر ہوا۔ آپؐ نے ایک صحابیؓ سے فرمایا کہ اے فلاں تم یہاں کھڑے ہو جاؤ جب تک سب لوگ یہاں سے نہ گزر جائیں تا کہ کوئی شخص اس کو نہ چھیڑے"۔

مستدرک میں قبیصہ بن جابر اسدی سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حالت احرام میں تھا کہ میں نے ایک ہرن دیکھا اور اس پر تیر چلا کر اس کو زخمی کر دیا اور زخموں کی تاب نہ لا کر وہ مر گیا۔ میرے دل میں اس کی موت کا احساس ہوا تو میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھے ان کے برابر میں ایک خوب صورت شخص نظر آیا۔ قریب جانے پر معلوم ہوا کہ وہ عبدالرحمٰنؓ بن عوف تھے۔ میں نے حضرت عمرؓ سے سوال کیا تو انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ کی رائے میں کیا ایک بکری کافی ہوگی؟ انہوں نے فرمایا جی ہاں کافی ہے۔

پس حضرت عمرؓ نے مجھے ایک بکری ذبح کرنے کا حکم دیا۔ پس جب ہم ان کی مجلس سے اٹھے تو میرے ایک ساتھی نے کہا کہ امیر المومنین نے خود آپ کو فتویٰ نہیں دیا بلکہ دوسرے شخص سے پوچھ کر جواب دیا۔ حضرت عمرؓ نے میرے ساتھی کی یہ گفتگو سن لی اور کوڑا اٹھا کر ان کو ایک کوڑا رسید کر دیا۔ اس کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھے بھی کوڑا رسید کرنا چاہا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں نے کچھ نہیں کہا جو کچھ بھی کہا ہے وہ اسی نے کہا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے مجھے چھوڑ دیا اور پھر فرمایا کہ تیرا ارادہ یہ ہے کہ تو حرام کام کرے اور ہم فتویٰ دینے میں تعدی کریں۔ اس کے بعد فرمایا کہ انسان میں دس عادتیں ہوں اور ان میں نو عادتیں اچھی ہوں اور ایک بری ہو تو یہ بری عادت ان سب اچھی عادتوں کو خراب کر دیتی ہے۔ پھر فرمایا کہ زبان کی لغزشوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھو۔

حکایت

مبرد نے اصمعی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے پانی پیتی ہوئی ایک ہرنی کو دیکھا۔ پس اس سے ایک اعرابی نے کہا کہ کیا تو اس کو حاصل کرنا چاہتا ہے؟ اس شخص نے کہا کہ ہاں۔ اعرابی نے کہا تم چار درہم مجھ کو دے دو میں اس کو پکڑ کر تیرے حوالے کر دوں گا۔ پس اس شخص نے چار درہم اعرابی کو دیدیئے۔ چنانچہ اعرابی ہرنی کے پیچھے دوڑنے لگا۔ بڑی بھاگ دوڑ کے بعد بالآخر اس اعرابی نے ہرنی کے سینگ پکڑ ہی لئے اور یہ شعر پڑھتے ہوئے ہرنی اس کے حوالہ کر دی۔

وِهِیَ عَلَی الْبُعْدِ تَلْوِیْ خَدَّهَا تَرِیْغُ شَدِّی وَاَزِیْغُ شَدَّهَا

ترجمہ:۔ وہ ہرنی دوری پر اپنے رخسار خشک کر رہی تھی وہ میرے طاقت کو موڑ رہی تھی اور میں اس کی طاقت کو موڑ رہا تھا۔

کیف تریٰ عدویٰ غلام ردّھا وکلما جدت ترانیٰ عِنْدَھَا (۱۱

ترجمہ:۔ اس نوجوان کی رفتار کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے اور جب اس نے بھاگنے کی کوشش کی تُو نے مجھے اس کے قریب دیکھا۔

ایک مجنون کا واقعہ

ابن خلکان نے ذکر کیا ہے کہ کثیر عزۃ ایک دن عبدالملک بن مروان کے پاس آیا تو عبدالملک نے اس سے کہا کیا تُو نے اپنے سے زیادہ عاشق کسی کو دیکھا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ جی ہاں دیکھا ہے اور وہ اس طرح کہ ایک مرتبہ میں جنگل میں جا رہا تھا تو میں نے ایک شخص کو دیکھا جو جال لگائے بیٹھا تھا میں نے اس سے پوچھا کہ تُو کیوں بیٹھا ہے تو اس نے جواب دیا کہ بھوک نے مجھے اور میرے خاندان کو تباہ کر دیا۔ اس لئے میں نے یہ جال لگا دیا ہے تاکہ میرے اور میرے خاندان کے لئے کوئی شکار اس میں آ جائے میں نے اس سے کہا کہ اگر میں تمہارے پاس رہوں تو کیا تم مجھے اپنے شکار میں حصہ دار بنانے پر رضا مند ہو؟ اس نے جواب دیا کہ منظور ہے۔ چنانچہ ہم دونوں بیٹھ گئے۔ کچھ دیر کے بعد جال میں ایک ہرنی پھنس گئی۔ پس اس شخص نے مجھ سے پہلے لپک کر اس ہرنی کو جال سے نکالا اور آزاد کر دیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تُو نے ایسا کیوں کیا؟ تو اس نے بتایا کہ اس ہرنی کو دیکھ کر میرا دل بھر آیا۔ کیونکہ یہ لیلیٰ کی ہم شکل ہے۔ اس کے بعد اس نے یہ شعر پڑھے۔

اَیَاشِبْہَ لَیْلٰی لاَ تَرَاعِیْ فَاِنَّنِیْ لک الیوم من وَحْشِۃِ لِصَدِیْقِ

ترجمہ:۔ اے وہ کہ جو لیلیٰ کے مشابہ ہے میں آج تجھ سے وحشت محسوس کر رہا ہوں۔

اَقُوْلُ وَقَدْ اَطْلَقْتُھَا مِنْ وَثَاقِھَا فَاَنْتِ لِلَیْلٰی مَا حَیِیْتِ طَلِیْقٖ"

ترجمہ:۔ میں نے اس کو زنجیر سے آزاد کرتے ہوئے کہا کہ تُو لیلیٰ کی ملکیت ہے اور جب تک تُو زندہ ہے آزاد ہے۔

ایک ماہر نشانہ بازی

ثعلبی کی کتاب "ثمار القلوب" کے تیرہویں باب میں مذکور ہے کہ بہرام گور سے زیادہ نشانہ باز پورے عجم میں کوئی نہ تھا۔ ایک روز وہ اونٹ پر سوار ہو کر شکار کے لئے نکلا اور اپنی منظور نظر ایک باندی کو پیچھے بٹھا لیا۔ کچھ دور چل کر اس کو ہرنوں کی ایک ڈار نظر آئی تو اس نے باندی سے کہا کہ بتا ان ہرنوں کے کس جگہ تیر ماروں؟ باندی نے کہا کہ ان میں سے نروں کو مادہ اور مادہ کو نروں جیسا بنا دیجئے۔ چنانچہ بہرام گور نے ایک دوشاخ تیر نر ہرن کے مارا جس سے اس کے دونوں سینگ اکھڑ گئے اور پھر ایک ہرنی کے دو تیر مارے جو سینگوں میں گڑ گئے۔ پھر اس باندی نے فرمائش کی کہ ایک ہرن کے کھر کو اس کے کان میں پرو دیا جائے۔ چنانچہ بہرام گور نے ایک ہرن کے کان کی جڑ میں بندوق کا نشانہ لگایا جس سے اس کے کان میں سوراخ ہو گیا۔ پھر جب ہرن نے اپنا پاؤں کان کھجلانے کے لئے کان کی طرف بڑھایا تو بہرام نے اس کے پاؤں میں ایک تیر مارا جس سے اس کا پاؤں کان میں گھس گیا۔ اس کے بعد بہرام گور نے شدت جذبات میں اس باندی کو آغوش میں لینا چاہا جس سے وہ زمین پر گر پڑی اور اس کو اونٹ نے کچل دیا۔ پھر بہرام گور نے کہا کہ اس نے میرے عجز کے اظہار کا قصد کیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ باندی مر گئی۔

فصل

تیسری قسم میں غزال المسک یعنی مشکی ہرن بھی شامل ہیں۔ مشکی ہرن کا رنگ سیاہ اور جسامت، ٹانگوں کا پتلا پن، کھروں کا جدا جدا ہونا تمام اوصاف میں تیسری قسم کے ہرنوں کے مشابہ ہوتا ہے۔ صرف ایک فرق یہ ہوتا ہے کہ اس کے ہلکے سے دو دانت ہوتے ہیں جو نیچے کے جبڑے کی طرف خنزیر کے دانتوں کی طرح باہر کو نکلے ہوتے ہیں۔ یہ دونوں دانت انگشت شہادت سے چھوٹے ہوتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ مشکی ہرن تبت سے ہندوستان آجاتا ہے اور یہاں آکر اپنا مشک ڈال دیتا ہے مگر یہ مشک ردی قسم کا ہوتا ہے۔ مشک اصل میں خون ہے جو سال بھر میں کسی وقت معین پر ہرن کی ناف میں جمع ہو جاتا ہے۔ اس مواد کی طرح جو آہستہ آہستہ کسی اعضاء کی طرف بڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ناف کو اس مشک کے لئے کان بنا دیا ہے۔ چنانچہ درختوں کی طرح ہر سال پھل دیتی ہے۔ جب خون کا مواد ناف میں جمع ہو جاتا ہے تو جب تک وہ ناف بن کر مکمل نہیں ہوتا ہرن بیمار رہتا ہے۔ کہتے ہیں اہل تبت اس ہرن کے لئے جنگلوں میں کھونٹے گاڑ دیتے ہیں تاکہ ہرن ان سے رگڑ کر نافہ جھاڑ دے۔

قزوینی نے ''کتاب الاشکال'' میں لکھا ہے کہ دابۃ المسک (ایک جانور) پانی سے نکلتا ہے۔ جس طرح ہرن وقت معین پر ظاہر ہوتے ہیں۔ پس لوگ اس جانور کو شکار کر لیتے ہیں اور جب اس کو ذبح کیا جاتا ہے تو اس کی ناف کی نالی سے ایک خون برآمد ہوتا ہے یہ خون مشک ہی کہلاتا ہے۔ جس جگہ اس جانور کو ذبح کیا جاتا ہے وہاں اس میں خوشبو نہیں آتی۔ بلکہ جب اس کو دوسری مقام پر منتقل کر دیا جاتا ہے۔ تب اس میں خوشبو پھوٹتی ہے۔

علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ قزوینی کا یہ قول شاذ ہے اور مشہور بات وہی ہے جو پہلے ہم نے بیان کی۔

ابن صلاح کی کتاب ''مشکل الوسیط'' میں ابن عقیل بغدادی سے منقول ہے کہ نافہ مشک کی ہرن کے پیٹ میں وہ ہی شکل ہے جو بکری کے یک سالہ بچہ کے پیٹ میں اُنفحہ کی ہے۔ انفحہ بکری کے دودھ پیتے بچہ کے پیٹ سے ایک چیز برآمد ہوتی ہے جس کو فوراً کپڑے میں لت پت کر لیتے ہیں پھر وہ پنیر کی مانند جم جاتی ہے۔ عوام اس کو مجینہ کہتے ہیں۔ منقول ہے کہ ابن عقیل نے بلاد مشرق کا سفر کیا اور وہاں سے ایک مشکی ہرن بلاد مغرب میں لے گئے تاکہ اس کے بارے میں پائے جانے والے اختلاف کا تحقیق کے بعد تصفیہ کیا جا سکے۔

ابن صلاح کی کتاب ''العطر'' میں علی بن مہدی طبری سے منقول ہے کہ مشک ہرن کے پیٹ سے اسی طرح برآمد ہوتا ہے جس طرح مرغی انڈا دیتی ہے۔ علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک مشہور یہی ہے کہ مشک ہرن کے پیٹ میں خلقی طور پر پیدا شدہ کوئی چیز نہیں بلکہ یہ ایک عارضی شے ہے جو اس کی ناف میں پیدا ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

شرعی حکم

امام مسلم علیہ الرحمہ نے حضرت سعید خدری رضی اللہ تعالے عنہ کی روایت نقل کی ہے:۔

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عورت تھی جو کہ پست قامت تھی اور یہ ایسی دو عورتوں کے ساتھ چل رہی تھی جو طویل القامت تھیں تو اس عورت نے لکڑی کے دو پاؤں بنوائے اور ایک سونے کی انگوٹھی بنوائی اور اس میں مشک بھر دیا۔ پھر یہ ان دونوں طویل القامت عورتوں کے ساتھ چلی تو عام طور پر اسے پہچانا نہیں گیا۔ چنانچہ اس نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ شعبہ راوی نے روایت کے بیان کرنے کے وقت عورت کے اشارے کو سمجھانے کے لئے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے طلباء کو سمجھایا''۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں یہ حدیث اس پر دال ہے کہ مشک تمام خوشبوؤں سے بہتر اور افضل ہے اور یہ کہ مشک پاک ہے اور بدن

اورلباس وغیرہ میں اس کا استعمال درست اور جائز ہے اور اس کی خرید وفروخت بھی جائز ہے۔ مذکورہ جملہ مسائل متفق علیہ ہیں۔ بعض حضرات نے اس بارے میں شیعہ مسلک بھی نقل کیا ہے جو کہ غلط ہے کیونکہ اجماع مسلمین اور ان احادیث صحیحہ کی رو سے ان حضرات کا مسلک باطل ہے جن احادیث میں حضورؐ سے مشک کا استعمال ثابت ہے اور صحابہ کرامؓ سے بھی مشک کا استعمال ثابت ہے۔ علماء نے بیان کیا ہے کہ مشک اس قاعدہ مشہورہ سے مستثنیٰ ہے کہ جو چیز کسی جاندار کے جسم سے باہر نکلے وہ مردار ہے۔

مذکورہ حدیث میں عورت کا لکڑی کے پاؤں لگا کر جو چلنا مذکور ہے جس کی وجہ سے وہ دو لمبی عورتوں کے درمیان نہیں پہچانی گئی۔ ہماری شریعت میں اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کا منشاء صحیح اور مقصود شرعی ہوتا کہ وہ اپنے کو چھپائے اور اس کو کوئی پہچان نہ سکے اور اذیت نہ پہنچا سکے تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر ایسا کرنے کا منشاء بڑائی جتلانا اور اپنے آپ کو کامل عورتوں کے مشابہ ثابت کرنا یا لوگوں کو دھوکہ دینا مقصود ہے تو ایسا کرنا حرام ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہرنی کی درخواست

(دار قطنی اور طبرانی نے اپنی معجم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:۔

''فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک قوم کے پاس سے ہوا جس نے ایک ہرنی کا شکار کر کے اس کو خیمہ کے ستون سے باندھ رکھا تھا۔ اس ہرنی نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے دو بچوں کو جنم دیا ہے آپ ان لوگوں سے میرے لئے اس بات کی اجازت لے لیں کہ میں ان بچوں کو دودھ پلا کر ان کے پاس واپس آ جاؤں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو تا کہ یہ اپنے بچوں کے پاس جائے اور انہیں دودھ پلا کر تمہارے پاس واپس آ جائے۔ ان لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے اس کا ضامن کون ہوگا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں اس کا ضامن ہوں۔ ان لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ وہ گئی اور اپنے بچوں کو دودھ پلا کر اُن کے پاس لوٹ آئی۔ انہوں نے اس کو دوبارہ باندھ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کہ تم لوگ اس ہرنی کو میرے ہاتھ فروخت کر سکتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ حضورؐ ہم یہ آپ کو دیتے ہیں لے لیجئے۔ یہ کہہ کر انہوں نے رسی کھول دی اور حضورؐ نے اس کو آزاد کر دیا۔ اور زید ابن ارقم کی روایت میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آزاد فرما دیا تو میں نے اس کو جنگل میں کلمہ پڑھتے ہوئے سنا۔ وہ کہہ رہی تھی:

لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صلی اللّٰه علیه وسلم)

طبرانی نے حضرت ام سلمہؓ کی حدیث نقل کی ہے:۔

''حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ جنگل میں تھے کہ ایک پکارنے والا یا رسول اللہ کہہ کر آواز لگا رہا تھا۔ آواز سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہوئے لیکن کوئی شخص نظر نہیں آیا۔ آپ نے دوبارہ توجہ فرمائی تو ایک بندھی ہوئی ہرنی نظر آئی۔ اس نے کہا کہ اے رسولؐ اللہ میرے قریب تشریف لائیے۔ حضورؐ اس کے قریب تشریف لے گئے اور اس سے پوچھا کیا ضرورت ہے؟ تو اس نے کہا کہ اس پہاڑ میں میرے دو چھوٹے بچے ہیں آپ مجھے کھول دیجئے تا کہ میں ان کے پاس پہنچ جاؤں اور ان کو دودھ پلا کر واپس آپ کے پاس آ جاؤں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ لوٹ آئے گی؟ تو اس ہرنی نے کہا کہ اگر میں واپس نہ آؤں تو اللہ تعالیٰ مجھے عشار جیسے عذاب میں مبتلا کر دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھول دیا۔ وہ گئی اور اپنے بچوں کو دودھ پلا کر واپس آ گئی۔ آپ نے اس کو دوبارہ باندھ دیا

اتنے میں وہ اعرابی جس نے اس کو باندھ رکھا تھا وہ بیدار ہو گیا۔ اس نے پوچھا کہ حضورؐ کیا آپ کو کوئی ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں چاہتا ہوں کہ تُو اس کو آزاد کر دے۔ اس نے اس ہرنی کو آزاد کر دیا۔ وہ نکل کر بھاگ گئی اور یہ کہہ رہی تھی:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰه.

بیہقی کی دلائل النبوۃ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:۔

''ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک خیمہ سے بندھی ہوئی ہرنی پر ہوا۔ اس ہرنی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپؐ مجھے کھول دیں تا کہ میں جا کر اپنے بچوں کو دودھ پلا کر آپؐ کے پاس واپس آ جاؤں اور آپؐ دوبارہ مجھے باندھ دیں۔ حضورؐ نے فرمایا لوگوں کے شکار کی میں جمانت لیتا ہوں اور ہرنی سے قسم لے کر اس کو کھول دیا۔ وہ گئی اور اپنے بچوں کو دودھ پلا کر اپنے تھن خالی کر کے واپس آ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باندھ دیا اور اس کے بعد خیمہ میں اس ہرنی کے مالکان کے پاس تشریف لے گئے اور ہدیہ میں اس ہرنی کو طلب فرمایا۔ ان لوگوں نے وہ ہرنی آپ کو ہبہ کر دی۔ آپ نے اس کو آزاد کر دیا اور پھر فرمایا کہ لوگو موت کا بارے میں جو معلومات تم کو حاصل ہیں اگر چوپاؤں کو معلوم ہو جائیں تو تم کو کوئی تنومند جانور کھانے کے لئے نصیب نہ ہو سکے''۔

وَجَاءَ امرئوقد صَادَ يَوْمًا غَزَالَةً لَهَا وَلَد خِشف'' تَخلَّفَ بِالْكَدَا

ترجمہ:۔ اور ایک شخص آیا جس نے ایک روز ایک ہرنی کا شکار کیا جس کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا جو چراگاہ سے پیچھے آ رہا تھا۔

فَنَادَتْ رَسُوْلَ اللّٰه وَالْقَوْمُ حَضر'' فَاَطْلَقَهَا وَالْقَوْمُ قَدْ سَمِعُوا النِّدا

ترجمہ:۔ پس اس ہرنی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قوم کے سامنے آواز دی۔ چنانچہ آپؐ نے اس کو آزاد کر دیا اور قوم نے اس ہرنی کی ندا سنی۔

صالح شافعی کے دو دیگر اشعار انشاء اللہ باب العین میں العشراء کے عنوان میں آئیں گے۔

شرعی حکم

تمام اقسام کے ہرن کھانا حلال و درست ہے۔ فقہاء کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ اگر محرم ہرن کو مار دے تو اس پر بکری واجب ہوگی۔ امام صاحب نے بھی یہی کیا ہے اور رافعی نے بھی اس کو پسند کیا ہے اور امام نوویؒ نے بھی اسی کو صحیح قرار دیا ہے حالانکہ یہ وہم ہے اس لئے کہ ہرن نر ہے اور بکری مادہ لہٰذا درست یہ ہے کہ ہرن کے قتل کی صورت میں تنی کی قربانی دینی ہوگی۔

مشک بھی پاک ہے اور صحیح قول کے مطابق اس کا نافہ بھی پاک ہے بشرطیکہ یہ نافہ ہرن سے حالت حیات میں علیحدہ ہو گیا ہو۔ محاملی نے ''کتاب اللباب المسک بالظبی'' میں لکھا ہے کہ وہ مشک جو ہرن سے برآمد ہوتا ہے پاک ہے۔ اس قید سے محاملی کا منشاء فارہ سے حاصل ہونے والے مشک تبتی کو مستثنیٰ کرنا ہے کیونکہ وہ ناپاک ہے۔ فارہ کا تذکرہ انشاء اللہ باب الفاء میں آ رہا ہے۔

فارہ سے حاصل شدہ مشک کی عدم طہارت ہی سے اس پر استدلال کیا ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے۔ کیونکہ اگر یہ ماکول اللحم ہوتا تو اس سے حاصل شدہ مشک بھی ہرن کے حکم میں شامل ہوتا۔

طبیب حضرات مشک تبتی کو مشک ترکی کہتے ہیں۔ چنانچہ اطباء کے نزدیک مشک تبتی سب سے عمدہ اور تبتی مشک ہے۔ لیکن بوجہ نجاست اس کے استعمال سے گریز کرنا چاہیے۔ فارہ مشک کے متعلق جاحظ کی رائے انشاء اللہ باب الفاء میں نقل کی جائے گی۔

شیخ ابوعمرو بن صلاح نے قفال شاشی سے نقل کیا ہے کہ نافہ کو اس کے اندر پائے جانے والے مشک سے دباغت حاصل ہو جاتی ہے۔ لہٰذا جس طرح دیگر کھالیں دباغت سے پاک ہو جاتی ہیں اسی طرح یہ نافہ بھی پاک ہو جاتا ہے۔

غنیۃ ابن سریج کے بعض شارحین کا خیال ہے کہ وہ بال جو نافہ کے اوپر ہوتے ہیں وہ ناپاک ہیں کیونکہ مشک صرف اس کھال کو دباغت دیتا ہے جو اس سے متصل ہوتی ہے۔ جو اس سے متصل نہیں ہوتی جیسے اطراف نافہ ان پر دباغت کا اثر نہیں ہوتا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ بالوں کی نجاست کے بارے میں ہمارا ان شارحین سے اختلاف ہے۔ کیونکہ دباغت یافتہ کھال پر پائے جانے والے بال بھی مبعاً پاک ہو جاتے ہیں۔ ربیع جیزی نے امام شافعیؒ سے یہی نقل کیا ہے۔ سبکی وغیرہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور استاذ ابواسحاق اسفرائینی نے بھی اسی کو درست قرار دیا ہے اور رویانی و ابن ابی عصرون وغیرہ نے بھی اسی کو پسند کیا ہے جیسا کہ باب السین میں سنجاب کے عنوان کے تحت گزرا۔

ایک عبرت ناک واقعہ

ارزقی نے حرم کے صید کے احترام کے بارے میں عبدالعزیز ابن ابی رواد سے نقل کیا ہے کہ کچھ لوگ مقام ذی طویٰ میں پہنچے اور وہاں پڑاؤ کیا۔ کچھ دیر بعد حرم کے ہرنوں میں سے ایک ہرن چرتا ہوا ان کے قریب آ گیا۔ چنانچہ ان پڑاؤ ڈالنے والوں میں سے ایک شخص نے اس کی ٹانگ پکڑ لیا۔ اس کے ساتھیوں نے اس سے کہا کہ اس کو چھوڑ دو لیکن وہ شخص تمسخرانہ انداز میں ہنستا رہا اور اس شخص کو چھوڑنے سے انکار کرتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس ہرن نے پیشاب اور پاخانہ کیا۔ تب اس شخص نے اس ہرن کو چھوڑ دیا۔ رات ہو گئی یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے خیمہ میں سو گئے۔ درمیان رات میں کچھ لوگوں کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اس ہرن کو پکڑنے والے شخص کے پیٹ پر ایک سانپ لیٹا ہوا ہے۔ اس کے ساتھیوں نے اس کو آواز دے کر کہا تیرا برا ہو حرکت مت کرنا۔ چنانچہ وہ شخص بے حس و حرکت پڑا رہا یہاں تک کہ اس ہرن کی طرح اس شخص کا پیشاب پاخانہ نکل گیا اور اس کے بعد وہ سانپ اس کے اوپر سے ہٹ گیا۔

حضرت مجاہد سے منقول ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قصی بن کلاب کے دور سے قبل شام کا ایک تاجر قافلہ مکہ آیا اور وادی طویٰ میں ان ببول کے درختوں کے نیچے قیام پذیر ہوا جن کے سایہ میں لوگ آرام کیا کرتے تھے۔ انہوں نے قیام کے بعد بھوبل پر روٹی پکائی لیکن سالن بنانے کے لئے اس کے پاس کوئی چیز نہ تھی لہٰذا ان میں سے ایک شخص نے اپنا تیر کمان لیا اور حرم شریف کی ایک ہرنی کو جو ان کے قریب چر رہی تھی مار ڈالا اور اس کے کھال اتار کر اس کا سالن بنانے لگے۔ جس وقت وہ لوگ اس گوشت کو بھون رہے تھے اور ان کی ہانڈی جوش مار رہی تھی اچانک ہانڈی کے نیچے سے ایک بہت بڑی آتشی گردن برآمد ہوئی اور اس نے پورے قافلہ کو جلا کر راکھ کر دیا مگر ان لوگوں کے سامان لباس اور درختوں کو جس کے زیر سایہ یہ لوگ مقیم تھے اس آگ نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔

الامثال

کہتے ہیں "آمَنُ مِنْ ظِبَاءِ الْحَرَمِ" یعنی حرم شریف کے ہرنوں سے زیادہ مامون۔ جو اشخاص بہت ہی چوکنا رہتے ہیں ان کے لئے مثال دی جاتی ہے "تَرَکَ الظَّبیُ ظِلَّهُ اور اتْرُكْهُ تَرْكَ الغِزَال" ہرن نے اپنا سایہ چھوڑ دیا اور تُو اس کو چھوڑ ج۔ جس طرح ہرن اپنے سایہ کو چھوڑ دیتا ہے"۔ ظل سے مراد ہرن کے آرام کرنے کی جگہ ہے جس پر ہرن گرمی سے بچنے اور سایہ حاصل کرنے کے لئے پناہ لیتا ہے اور ہرن جب اس جگہ سے متنفر ہو جاتا ہے تو کبھی اس کی جانب نہیں لوٹتا۔ عنقریب انشاء اللہ باب الغین میں مزید تفصیل آئے گی۔

طبی خواص

ابن وحشیہ کا بیان ہے کہ ہرن کے سینگ کو چھیل کر مکان میں اس کی دھونی دینے سے تمام زہریلے جانور بھاگ جاتے ہیں۔ ہرن کی زبان کو سائے میں سکھا کر اگر زبان دراز عورت کو کھلا دیا جائے تو اس کی زبان درازی ختم ہو جائے گی۔ اگر ہرن کا پتہ کسی ایسے شخص کے کان میں ٹپکا دیا جائے جس کا کان درد کر رہا ہو تو اس کو فوری سکون ہو جائے گا۔ ہرن کی مینگنی اور کھال سکھا کر اور پیس کر بچہ کے کھانے میں ملا دیا جائے تو بچہ اس کو کھا کر ہونہار، ذہین اور قوتِ حفظ کا مالک اور فصیح اللسان ہو جائے گا۔ ہرن کا مشک آنکھوں کو تقویت دیتا ہے۔ رطوبات کو جذب کرتا ہے اور قلب و دماغ کے لئے مقوی ہے۔ آنکھوں کی سفیدی کو چمکدار بناتا ہے اور خفقان کے لئے مفید ہے اور زہروں کے لئے تریاق ہے مگر اس کے استعمال سے چہرے پر زردی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ مشک کی ایک خاصیت یہ ہے کہ اس کو کھانے میں استعمال کرنے سے منہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔

فصل

مشک گرم خشک ہوتا ہے اور سب سے عمدہ مشک الصفدی ہے جو تبت سے لایا جاتا ہے۔ مگر گرم دماغ والوں کے لئے مضر ہے۔ اس کی مضرت کو کافور کے ذریعہ دور کیا جاسکتا ہے۔ سرد مزاج والوں اور بوڑھوں کے لئے اس کی خوشبو موافق ہوتی ہے۔

بقول رازی ہرن کا گوشت گرم خشک اور تمام شکاروں سے عمدہ ہوتا ہے اور ان میں نوزائیدہ بچہ کا گوشت سب سے بہتر ہوتا ہے۔ اس کا گوشت قولنج، فالج اور بڑھے ہوئے بادی بدن کے لئے مفید ہے لیکن اس کا گوشت اعضاء کو خشک کرتا ہے مگر کھٹائی اس کی مضرت کو دور کر دیتی ہے۔ یہ گرم خون بناتا ہے اور سردیوں میں اس کا استعمال مفید ہے۔

فائدہ

نافہ تبتی مشک کی ایک رقیق قسم ہے مگر جرجاوی رقت اور خوشبو میں اس کے برعکس ہے، قینوی متوسط ہے، لیکن صنوبری رقت اور خوشبو میں قینوی سے بھی کمتر ہے۔ نافہ والا ہرن سمندر سے جتنا دور رہے گا اتنا ہی اس کا مشک لذیذ اور عمدہ ہوگا۔

تعبیر

خواب میں ہرنی عرب کی حسین عورت ہے۔ بذریعہ شکار ہرن کا مالک ہونے کی تعبیر یہ ہے کہ یہ شخص مکر و فریب سے کسی باندی کا مالک بنے گا یا فریب سے ہی کسی عورت سے شادی کرے گا۔ اگر کوئی خواب میں ہرنی کو ذبح کرے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ خواب دیکھنے والا کسی جاریہ کی بکارت زائل کرے گا۔ جو شخص خواب میں بلا ارادہ شکار پر تیر چلائے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص کسی بے گناہ عورت پر اتہام لگائے گا اور جو شخص بغرض شکار خواب میں تیر چلائے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص عورت کی طرف سے مال حاصل کرے گا۔

اگر خواب میں کسی ہرنی کی کھال اتاری تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص کسی عورت کے ساتھ مکاری کرے گا۔ جو شخص خواب میں ہرن کا شکار کرے تو اس کو دنیا حاصل ہوگی۔ اگر خواب میں کسی شخص پر ہرن حملہ آور ہوا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی بیوی جملہ امور میں اس کی نافرمانی کرے گی۔ جو شخص خواب میں ہرن کا پیچھا کرے اس کی قوت میں اضافہ ہوگا۔ خواب میں اگر انسان ہرن کے سینگ، بال اور کھال وغیرہ کا مالک بنے تو یہ سب چیزیں عورتوں کی جانب سے مال حاصل ہونے کی دلیل ہیں۔

خاتمہ

مشک کی تعبیر محبوب یا باندی سے دی جاتی ہے اور کبھی اس سے مال بھی مراد ہوتا ہے کیونکہ یہ سونے سے زیادہ قیمتی ہے اور کبھی مشک کی تعبیر خوش عیشی سے دی جاتی ہے اور کبھی تہمت زدہ افراد کی برأت کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ مشک کی تعبیر لڑکا ہے۔

مشک ہرن کی ناف میں کہاں سے آیا؟

شارح تنبیہ شیخ شرف الدین بن یونس کی کتاب ''مختصر الاحیاء'' میں باب الاخلاص میں مذکور ہے کہ جو شخص خالص اللہ کے لئے کوئی عمل کرتا ہے اور رضائے الٰہی کے علاوہ کوئی دوسرا مقصود نہیں ہوتا تو اس پر اور اس کی آنے والی نسلوں پر اس کی برکت کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ چنانچہ مذکور ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے اتر کر زمین پر تشریف لائے تو جنگل کے تمام جانور آپ کو سلام کے لئے حاضر ہوئے اور آپ سلام کے جواب کے ساتھ ساتھ ان کی ضروریات کے مطابق ان کو دعائیں دیتے رہے۔ چنانچہ آپ کے پاس ہرن کا ایک ریوڑ آیا آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور ان کی پشت پر ہاتھ پھیر دیا۔ آپ کے ہاتھ پھیرنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مشک جیسی قیمتی چیز ان میں پیدا فرمادی۔ جب باقی ہرنوں نے دیکھا تو معلوم کیا کہ تمہارے اندر یہ قیمتی چیز کہاں سے آئی؟ انہوں نے بتایا کہ صفی اللہ حضرت آدم علیہ السلام کی زیارت کرنے گئے تھے تو نہوں نے ہمارے حق میں دعا فرمائی اور ہماری پشت پر اپنا دست مبارک پھیر دیا۔

یہ سن کر باقی ہرن بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چنانچہ آپ نے ان کے لئے بھی دعا فرمائی اور ان کی پشتوں پر بھی ہاتھ پھیرا لیکن ان کے اندر مشک جیسی کوئی چیز پیدا نہیں ہوئی۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے شکایت کی کہ جو کام تم نے کیا وہی ہم نے کیا اور ہمارے ساتھ بھی وہی معاملہ پیش آیا لیکن جو شئے تم کو حاصل ہوئی وہ ہم کو حاصل نہیں ہوئی۔ کیا وجہ ہے؟ چنانچہ ان ہرنوں کو بتایا گیا کہ تمہارا یہ عمل اس لئے تھا کہ تم کو وہ شئے مل جائے جو تمہارے بھائیوں کو ملی ہے لیکن تمہارے بھائیوں کا وہ عمل خالص اللہ کے لئے تھا اور اس میں کوئی طمع شامل نہیں تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کی آنے والی نسلوں کو اس برکت سے نواز دیا اور قیامت تک یہ اس سے مستفید ہوتے رہیں گے۔ اخلاص اور ریاء کے متعلق ہم (علامہ دمیریؒ) نے اپنی کتاب ''الجواہر الفرید'' میں بحث کی ہے۔ قارئین تفصیل کے لئے اس کا مطالعہ کریں۔

بابُ الظاء

الظَّربَان

(بلی جیسا ایک بدبودار جانور) ظربان: کتے کے پلے کے برابر ایک بدبودار جانور اور بہت گوز مارنے والا جانور ہے اور اس کو اپنی بدبو اور گوز کے بارے میں معلوم ہے اور اسی لئے یہ اس بدبو کو اپنے دفاع کے لئے بطور ہتھیار استعمال کرتا ہے جیسا کہ حباری اپنی بیٹ صقر (شکرا) سے بچاؤ کے لئے بطور ہتھیار استعمال کرتا ہے۔ چنانچہ ظربان گوہ کے بل میں پہنچ جاتا ہے جس میں گوہ کے بچے اور انڈے ہوتے ہیں اور بل کا جو سب سے تنگ مقام ہوتا ہے اس جگہ پہنچ کر اس کو اپنی دم سے بند کر دیتا ہے اور اپنی ڈُبر کو اندر کی جانب رکھتا ہے اور پھر تین

گوز مارتا ہے اوراس سے گوہ بے ہوش ہو جاتی ہے اوراس طرح یہ گوہ کو آسانی سے کھا لیتا ہے اور پھر اسکے بعد انڈوں وغیرہ کو بھی اسی بل میں رہتے ہوئے چٹ کر جاتا ہے۔

اعرابیوں کا قول ہے کہ جب کوئی اس کو پکڑ لیتا ہے تو یہ اس کے کپڑوں میں گوز مار دیتا ہے اوراس کی بدبو اتنی سخت ہوتی ہے کہ کپڑے کے پھٹنے پر بھی نہیں جاتی۔

متنبّی شاعر کی لغت میں مہارت

ابوعلی فارسی طبیب نے احمد بن حسین متنبی شاعر سے جولغت کی نقل میں ماہر تھا سوال کیا کہ کیا "فَعْلٰی" کے وزن پر کوئی جمع آتی ہے؟ اس نے برجستہ جواب دیا کہ "حجلٰی" اور "ظربٰی" آتی ہیں۔ ابوعلی کا بیان ہے کہ میں نے تین رات تک لغت کا مطالعہ کیا ان دو کے علاوہ اس وزن پر تیسری جمع نہیں ملی۔

ظربان بلی اور پستہ قد کتے کے برابر ہوتا ہے اور یہ بیرونی واندرونی دونوں اعتبار سے نہایت بدبودار ہوتا ہے۔ اس کے کان نہیں ہوتے بلکہ کانوں کی جگہ دو سوراخ ہوتے ہیں۔ ہاتھ چھوٹے ہوتے ہیں اور نہایت تیز چنگل ہوتے ہیں۔ دم لمبی ہوتی ہے اور کمر میں منکے اور جوڑ نہیں ہوتے بلکہ سر کے جوڑ سے دم کے جوڑ تک ایک ہی ہڈی ہوتی ہے۔ بسا اوقات جب آدمی اس پر قابو پا لیتا ہے اور تلوار سے اس پر وار کرتا ہے تو تلوار اس پر اثر انداز نہیں ہوتی کیونکہ اس کی کھال بہت سخت ہوتی ہے جیسا کہ قد (ایک مچھلی جس کا تیل نکالا جاتا ہے) کی کھال سخت ہوتی ہے اس کی عادت یہ ہے کہ جب یہ اژدہے کو دیکھتا ہے تو اس کے قریب آ کر اس پر کود پڑتا ہے اور جب اژدہا اس کو پکڑ لیتا ہے تو یہ لمبائی میں سکڑنے لگتا ہے یہاں تک کہ اس کا جسم ایک رسی کا ٹکڑا معلوم ہونے لگتا ہے اور اژدہا اس کو لپٹ جاتا ہے تو پھر یہ پھولنا شروع ہو جاتا ہے اور پھر یہ ایک سانس مارتا ہے جس سے اژدہا پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔

ظربان پرندوں کے تلاش میں دیوار پر بھی چڑھ جاتا ہے اور جب بھی یہ دیوار سے گرتا ہے تو پیٹ پھیلا لیتا ہے جس سے اس کو گرنے کی وجہ سے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ بعض دفعہ یہ اونٹوں کے ریوڑ کے بیچ میں پہنچ کر گوز مارتا ہے جس وجہ سے اونٹ اس طرح منتشر ہوتے ہیں جس طرح چیچڑیوں کے مقام سے منتشر ہوتے ہیں اور ایسی حالت میں چرواہے کے لئے ان پر کنٹرول کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اہل عرب اس کو مفرق النعم کہتے ہیں۔ بلادِ عرب میں یہ کثرت سے پایا جاتا ہے۔

شرعی حکم

بوجہ خبث اس کا کھانا حرام ہے۔

الامثال

جب لوگ منتشر ہوتے ہیں تو کہا جاتا ہے "فَسَا بَيْنَهُمُ الظَّرِبَان" (ان کے درمیان ظربان نے گوز کر مار دیا) شاعر نے کہا ہے ۔

اَلاَ اَبْلِغَا قَيْسًا وَجُنْدَبَ اَنَّنِيْ ضَرَبْتُ كَثِيْرًا مضربَ الظَّرِبَانِ

ترجمہ:۔ ہاں تم دونوں پیغام پہنچاؤ قیس اور جندب کو میں نے جمع کر کے قتل کیا ہے قوم کے افراد کو۔

الظَّلِیْمُ

(نرشتر مرغ)الظلیم :اس کا تفصیلی ذکر باب النون میں آئے گا۔اس کی کنیت ابوالبیض 'ابوثلاثین اور ابوصحاری ہیں اور جمع ''ظلمان'' ہے۔جیسے ''ولید'' کی جمع ''ولدان'' آتی ہے۔زہیر نے اس مصرعہ میں ظلمان کو بطور جمع استعمال کیا ہے۔

ع الـظـلـمـان جؤ جؤ هواء (ظلمان میں سے ہے جو بزدل ہے) ولدان کو قرآن کریم میں استعمال کیا گیا ہے۔چنانچہ ارشادِ باری ہے:۔

وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُخَلَّدُوْنَ (اور ان کی خدمت کے لئے پھر رہے ہیں ان کے پاس لڑکے سدا رہنے والے)

اور اسی کی نظیر'' قضیب اور قضبان' عریض اور عرضان' اور فصیل وفصلان ہیں۔ان الفاظ کو سیبویہ نے بطور جمع نقل کیا ہے اور ولدان کو شاذ قرار دیا ہے۔بعض حضرات نے اس وزن پر کچھ اور الفاظ کی جمع نقل کی ہے جیسے ''قری'' کی جمع ''قربان'' (پانی پینے کی جگہیں) ایسے ہی'' سری'' کی جمع ''سریان'' اور ''خصی'' کی جمع ''خصیان''۔

خاتمہ

شترمرغ کی آواز کو'' عرار'' کہتے ہیں۔چنانچہ کہا جاتا ہے ''عـار الـظـلـیـم عـرارا'' (شترمرغ نے آواز کی) ابن خلکان وغیرہ نے لکھا ہے کہ عرار بن عمرو بن شاس اسدی کا نام اسی سے لیا گیا ہے جس کے بارے میں اس کے والد نے یہ شعر کہے ہیں۔

اَرَادَتْ عِرَارًا بِالْهَوَانِ وَمَنْ يُرِدْ عِرارًا لَعُمْرِى بالهوانِ فَقَدْ ظَلَمْ

ترجمہ:۔ اس عورت نے عرار کے ساتھ حقارت کا ارادہ کیا اور میری زندگی کی قسم! جس نے عرار کے ساتھ حقارت کا ارادہ کیا اس نے ظلم کیا۔

فَاِنَّ عِرَارًا اِنْ يَكُنْ غَيْرَ وَاضِحٍ فَاِنِّیْ اُحِبُّ الْجُونَ ذا الْمَنْكِبِ الْعَمَمِ ۱۱

ترجمہ:۔ کیونکہ عرار اگرچہ خوب صورت نہیں ہے' لیکن کامل العقل کالے شخص کو میں پسند کرتا ہوں۔

عرار کے والد کی ایک بیوی اسی قوم کی تھی اور یہ عرار باندی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔عرار اور اس کی سوتیلی ماں کے درمیان عداوت پیدا ہو گئی تھی۔عرار کے والد ابوعمرو نے دونوں کے مابین صلح کی کافی کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ملی اس لئے تنگ آ کر ابوعمرو نے بیوی کو طلاق دیدی مگر پھر نادم ہوا۔

عرار نہایت فصیح اور عقلمند تھا۔مہلب ابن ابی صفرہ نے کئی اہم معاملات میں عرار کو نمائندہ بنا کر حجاج بن یوسف ثقفی کے پاس بھیجا تھا۔اعرار جب نمائندہ کی حیثیت سے حجاج کے سامنے پیش ہوا تو حجاج نے اس کو نہیں پہچانا اور حقیر سمجھا۔لیکن جب عرار نے گفتگو کی تب اس کا جوہر کھلا اور اس نے نہایت عمدہ طریقہ سے حجاج کے سامنے امینافی الضمیر ادا کیا۔چنانچہ حجاج اس کی قدرت کلامی سے متاثر ہوا اور وہ شعر پڑھنے لگا جو اوپر مذکور ہوئے۔عرار نے یہ شعر کہا کہ اللہ آپ کی تائید فرمائے میں ہی عرار ہوں۔حجاج یہ جان کر اس اتفاقی ملاقات پر بہت خوش ہوا۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ قصہ بھی اسی قصہ سے ملتا جلتا ہے جس کو'' دینوری'' نے ''مجالستہ'' میں اور حریری نے ''الدرۃ'' میں بیان کیا ہے کہ عبید بن شریہ جرہمی تین سو سال تک زندہ رہے۔اسلام کا زمانہ پایا تو مشرف باسلام ہو گئے اور حضرت

معاویہؓ سے ملک شام میں ان کے دورِ خلافت میں ملاقات کی۔ حضرت معاویہؓ نے ان سے کہا کہ آپ نے اپنے مشاہدات میں جو واقعہ عجیب تر دیکھا ہو بیان کیجئے۔

آپ نے کہا کہ ایک دن میرا گزر ایک گروہ پر ہوا جو کسی مردہ کو دفن کر رہے تھے۔ میں ان کے قریب آیا تو مرنے کے بعد سب سے پہلی منزل یعنی قبر کی سختی نظروں میں پھر گئی اور دل بھر آیا اور میری آنکھوں سے آنسو گرنے لگے اور میں یہ اشعار پڑھنے لگا۔

يَا قَلْبُ اِنَّکَ مِنَ اَسْمَاءَ مَغْرُوْرٌ" فَاذْکُرْ وَهَلْ يَنْفَعُکَ الْيَوْمَ تَذْکِيْرٌ"

ترجمہ:۔ اے دل بے شک تو اسماء کی طرف سے دھوکہ میں ہے سو نصیحت حاصل کر اور کیا آج تجھ کو نصیحت مفید ہو گی؟

قَدْ بُحْتَ بِالْحُبِّ مَا تُخْفِيْهِ حَتّٰى جَرَتْ لَکَ اَطْلَاقًا مَحَاضِيْرُ"

ترجمہ:۔ تُو نے رازِ محبت کو فاش کر دیا کہ وہ کسی سے بھی مخفی نہیں ہے یہاں تک کہ دوڑ گئے تیری محبت کو لے کر شہری باشندے یا تیری محبت کی داستانیں گھوڑوں کی چال چل پڑیں۔

فَلَسْتَ تَدْرِیْ وَمَا تَدْرِیْ اَعَاجَلُهَا اَدْنٰی لِرُشْدِکَ اَمْ مَا فِيْهِ تَاخِيْرٌ"

ترجمہ:۔ نہ تُو اب جانتا ہے اور نہ آئندہ جانے گا کہ دنیا کا قریبی زمانہ تیری ہدایت کے لئے قریب تر ہے یا کہ وہ جس میں تاخیر ہے۔

فَاسْتَقْدِرِ اللّٰهِ خَيْرًا وَارْضَيَنْ بِهٖ فَبَيْنَمَا الْعُسْرُ اِذْ دَارَتْ مَيَاسِيْرُ"

ترجمہ:۔ اللہ سے خیر کا طالب بن اور اس پر راضی رہ کیونکہ تنگی کی حالت میں اچانک گھومنے لگتے ہیں جوئے کے پانسے۔

وَبَيْنَما الْمَرْءُ فِیْ الْاَحْيَاءِ مُغْتَبِطٌ اِذْ هُوَ الرَّمْسُ تعفوْهُ الاعَاصِيْرُ"

ترجمہ:۔ اس دوران کہ آدمی زندوں میں شادماں ہوتا ہے ناگاہ تیز آندھیاں اس کی قبر کے نشان بھی مٹا دیتی ہے۔

" يَبْکِی الْغَرِيْبُ عَلَيْهِ لَيْسَ يَعْرِفُهٗ وَذُوْ قَرَابَتِهٖ فِی الْحَيِّ مَسْرُوْرٌ"

ترجمہ:۔ پردیسی اس پر روتا ہے حالانکہ وہ اس کو جانتا بھی نہیں اراس کا رشتہ دار خاندان میں مسرور ہوتا ہے۔

عبید بن شریہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک شخص نے کہا کہ جانتے ہو ان اشعار کا کہنے والا کون ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ اس شخص نے کہا کہ آپ نے جو بھی اشعار پڑھے وہ اسی مردہ کے ہیں جس کو ابھی ہم نے دفن کیا ہے اور تُو وہ مسافر ہے جو اس پر رو رہا ہے اور (حالانکہ) تو اس کو نہیں جانتا اور یہ شخص جو اس کو لحد میں اتار کر قبر سے باہر نکلا ہے اس کا (مدفون کا) قریبی رشتہ دار ہے اور اس کے مرنے سے بے حد خوش ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں ان اشعار کو سن کر بہت خوش ہوا اور میں نے کہا۔

"اِنَّالْبَلَاءَ مُوَکَّل بِالْمَنْطِقِ" مصیبت زبان کے سپرد ہے۔

پس یہ مثل بن گئی۔ پھر امیر معاویہؓ نے عبید بن شریہ سے کہا کہ بلاشبہ تم نے بہت عجیب واقعہ دیکھا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ یہ مردہ جس نے یہ شعر کہے تھے کون تھا؟ عبیدہ بن شریہ نے کہا کہ یہ عشیر بن لبید گذری تھا۔

باب العین المہملۃ

العاتق: بقول جوہری عاتق پرندے کے اس بچہ کو کہتے ہیں جو ''ناھض'' (اڑنے کے قابل) سے قدرے بڑا ہو۔ چنانچہ کہا جاتا ہے:۔

اَخَذْتُ فَرْخَ قَطَاۃٍ عَاتِقًا۔ میں نے اڑنے کے قابل قطاۃ کے بچہ کو پکڑا۔

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ عاتق قطاۃ کے اس بچہ کو کہتے ہیں جس کے پہلے بال و پر گر کر نئے بال و پر اگنے لگے ہوں۔ بعض کے نزدیک عاتق کبوتر کے نوعمر اور ناتواں بچے کو کہتے ہیں اس کی جمع عواتق آتی ہے۔''عتیق'' عمدہ اور خوبصورت کے معنی میں مستعمل ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے''الفرس العتیق'' (شریف النسل عمدہ گھوڑا) اور''امراۃ عتیقۃ'' (خوبصورت عورت)۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ وہ سورہ بنی اسرائیل' کہف' مریم' طٰہٰ اور سورۂ انبیاء کے بارے میں فرمایا کرتے تھے:۔

''اِنَّھُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الْاَوَّلِ وَھُنَّ مِنْ تِلَادِیْ'' (یہ سورتیں عتاق اول اور میری دولت ہیں)

عتاق سے عتیق کی جمع مراد ہے۔ اہلِ عرب اس چیز کو جو جودۃ اور عمدگی میں اعلیٰ مقام پر پہنچ جائے عتیق کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا منشاء دیگر سورتوں پر ان سورتوں کی فضیلت کا اظہار کرنا ہے۔ کیونکہ یہ سورتیں قصص اور انبیاء کرام کے اخبار پر مشتمل ہیں اور دیگر امم کی خبریں ان میں مذکور ہیں۔

''تلاد'' قدیم مال کو کہا جاتا ہے۔ تلاد سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا منشاء یہ ظاہر کرنا ہے کہ یہ سورتیں اسلام کے دورِ اول میں سب سے پہلے نازل ہوئی ہیں۔ کیونکہ یہ سب سورتیں مکی ہیں اور سب سے پہلے ان ہی کی تلاوت اور حفظ ہوا ہے۔

اَلْعَاتِک

(گھوڑا) اَلْعَاتِک: اس کی جمع عواتک آتی ہے جیسا کہ شاعر نے اس شعر میں استعمال کی ہے۔۔

نُتْبِعُھُمْ خَیْلاً لَنَا عَوَاتِکَا فِی الْحَرْبِ جُرْدًا تَرْکَبُ الْمَھَالِکَا

ترجمہ:۔ ہم ان کے گھوڑوں کا پیچھا کرتے ہیں اور اپنے گھوڑوں کے ذریعے میدانِ جنگ میں سوار ہوتے ہیں ہلاکتوں اوپر۔

فائدہ

عبدالباقی بن قانع نے اپنی معجم میں اور حافظ ابو طاہر احمد بن محمد احمد سلفی نے حضرت سیابہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم حنین میں ارشاد فرمایا کہ میں قبیلہ سلیم کی عواتک کا بیٹا ہوں''۔

عواتک قبیلہ سلیم کی تین عورتیں ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امہات میں شامل ہیں۔ ان میں سے ایک عاتکہ بنت ہلال بن فالج بن ذکوان سلمیہ جو عبد مناف بن قصی کی والدہ ہیں۔ دوسری عاتکہ بنت مرہ بن ہلال بن الفالج سلمیہ ہیں جو ہاشم بن عبد مناف کی والدہ ہیں اور تیسری عاتکہ بنت اوقص بن مرہ بن ہلال سلمیہ ہیں۔ یہ حضورؐ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ کے والد وہب کی والدہ ہیں۔ ان تینوں میں پہلی دوسری کی پھوپھی اور دوسری تیسری کی پھوپھی ہیں۔

بنوسلیم اس رشتہ پر فخر کیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں بنوسلیم کے لئے اور بھی بہت سی قابلِ فخر باتیں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ فتح مکہ کے دن اس خاندان کے ایک ہزار افراد حضورؐ کے ہمراہ شریک ہوئے تھے۔ دوسری قابلِ فخر بات یہ ہے کہ حضورؐ نے فتح مکہ کے دن تمام جھنڈوں سے آگے بنوسلیم کے جھنڈے کو کیا جو سرخ رنگ کا تھا۔ تیسری بات یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اہلِ کوفہ اہلِ شام اور اہلِ بصرہ اور اہلِ مصر کو خط لکھے کہ اپنے یہاں کے سب سے افضل شخص کو میرے پاس بھیجو۔ چنانچہ اہلِ کوفہ نے عتبہ بن فرقد سلمی کو' اہل شام نے ابوالاعور سلمٰی کو اور اہلِ بصرہ نے مجاشع بن مسعود سلمی کو اور اہلِ مصر نے معن بن یزید سلمی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔

محدثین کی ایک جماعت کی رائے تو یہ ہے کہ فتح مکہ کے دن بنوسلیم کی تعداد ایک ہزار تھی۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ ان کی تعداد نوسو تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ کیا تم میں کوئی شخص اتنی خصوصیات کا مالک ہے جو سو کے برابر ہوتا کہ تمہاری تعداد پوری ایک ہزار ہو جائے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں اور ضحاک بن سفیان کو پیش کیا جو بنوسلیم کا سردار تھا:۔

عاق الطیر

''عتاق الطیر'' اس سے مراد شکاری پرندے ہیں، جوہری کا یہی قول ہے۔

اَلْعِتْلَةُ

''اَلْعِتْلَةُ'' اس سے مراد وہ اونٹنی ہے جسے کوئی بھی نہیں چھیڑتا اور وہ ہمیشہ فربہ رہتی ہے۔ ابونصر کی یہی رائے ہے۔ عنقریب انشاء اللہ ''باب النون'' میں لفظ ''الناقۃ'' کے تحت اس کا تفصیلی ذکر آئے گا۔

العاضه و العاضهة

''العاضه و العاضهة'' اس سے مراد سانپ کی ایک قسم ہے جس کے ڈسنے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ تحقیق باب الحاء میں ''الحیۃ'' کے تحت اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

اَلْعَاسِلُ

''اَلْعَاسِلُ'' اس سے مراد بھیڑیا ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''العسل'' اور العواسل کے الفاظ مستعمل ہیں۔ اس کی مؤنث عسلی آتی ہے۔ تحقیق لفظ ''الذئب'' کے تحت ''باب الذال'' میں اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

العاطوس

''العاطوس'' اس سے مراد ایک چوپایہ ہے جس سے بدشگونی لی جاتی ہے۔ عنقریب انشاء اللہ باب الفاء میں ''الفاعوس'' کے تحت اس کا تذکرہ آئے گا۔

العَافِيَة

(طالب رزق) العافیہ: انسان چوپائے اور پرند سب کو یہ لفظ شامل ہے۔ یہ عفا 'یعفو' عفوۃ' سے ماخوذ ہے۔ کہا جاتا ہے۔ عَفُوْتَهُ (تو اس کے پاس بھلائی کا طالب بن کر آیا)۔

حدیث میں عافیہ کا ذکر:۔

''جس نے بنجر زمین کو قابلِ کاشت بنایا وہ اس کا مالک ہے اور جو کچھ اس زمین کی پیداوار عافیہ کھا لے وہ اس کے لئے صدقہ ہے''۔

ایک روایت میں عافیہ کی جگہ جمع کا لفظ العوافی مذکور ہے۔ اس حدیث کو امام نسائی نے اور بیہقی نے نقل کیا ہے اور ابن حبان نے اس کو حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت سے صحیح قرار دیا ہے۔

صحیح مسلم میں بروایت زہری عن سعید بن المسیب حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ مدینہ منورہ کو بہتری اور بھلائی پر چھوڑ دو گے اس میں صرف عوافی آئیں گے۔ (راوی کہتا ہے کہ عوافی سے حضورؐ کی مراد عوافی سباع اور عوافی طیر ہیں) پھر قبیلہ مزنیہ کے دو چرواہے مدینہ کا قصد کر کے نکلیں گے' اپنی بکریوں کو آواز دیتے ہوئے۔ پس وہ ان بکریوں کو غیر مانوس اور وحشی پائیں گے۔ یہاں تک کہ جب یہ دونوں ثنیۃ الوداع پر پہنچیں گے تو منہ کے بل گر پڑیں گے''۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ مختار مسلک کے مطابق یہ مدینہ کا چھوڑنا آخری زمانہ میں وقوع قیامت کے وقت رونما ہوگا۔ جیسا کہ مزینہ کے دو چرواہوں کے اس قصہ سے جو صحیح بخاری میں مذکور ہے واضح ہوتا ہے کہ یہ دونوں اوندھے منہ گر جائیں گے جب قیامت ان کو پالے گی اور سب سے آخر میں ان دونوں کا حشر ہوگا۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ زمانۂ اول میں ظاہر ہو چکا اور گزر چکا اور یہ آپؐ کے معجزات میں سے ہے۔ چنانچہ مدینہ منورہ کو بہترین حالت میں اس وقت چھوڑا جا چکا جس وقت خلافت مدینہ سے شام اور عراق منتقل کی گئی اور یہ وقت دین اور دنیا دونوں کے لحاظ سے اچھا اور بہتر تھا۔ دین کے لحاظ سے اس لئے کہ اس وقت مدینہ میں کثیر تعداد میں علماء کرام موجود تھے اور دنیا کے اعتبار سے بایں طور کہ اس کی عمارت' کھیتی اچھی تھی اور باشندگانِ مدینہ اس وقت خوب خوشحال تھے۔ فرماتے ہیں کہ مورخین نے مدینہ میں آنے والے بعض فتنوں کے بارے میں بیان کیا ہے کہ اہلِ مدینہ اس بات سے خائف ہو گئے کہ اس کے اکثر باشندے کوچ کر گئے اور مدینہ کے تمام پھل یا اکثر پھل عوافی کے لئے رہ گئے۔ پھر اہلِ مدینہ مدینہ لوٹ آئے۔ آگے چل کر قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ آج کے حالات اس کے زیادہ قریب ہیں کیونکہ اس (مدینہ) کے اطراف ویران ہو چکے ہیں:۔

اَلْعَائِذُ

(وہ اونٹنی جس کا بچہ اس کے ہمراہ ہو) العائذ: بعض کا خیال ہے کہ اونٹنی وضع حمل کے بعد سے بچہ کے طاقتور ہونے تک عائذ کہلاتی ہے۔

حدیث میں عائذ کا تذکرہ:۔ حدیث میں مذکور ہے کہ:

''قریش حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ وقتال کے لئے نکل پڑے اس حال میں کہ ان کے ساتھ تازہ بیائی ہوئی اونٹنیاں تھیں''۔

عوذ عائذ کی جمع ہے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ دودھ والی اونٹنیوں کو ساتھ لے کر آئے تھے تا کہ دودھ کو توشہ میں رکھتے رہیں اور جب تک "اپنے گمان فاسد کے مطابق" محمدؐ اور آپؐ کے اصحاب کا خاتمہ نہ کر دیں واپس ہوں گے "نہایت الغریب" میں مذکور ہے کہ حدیث میں "عوذ مطافیل" سے مراد عورتیں اور بچے ہیں اونٹنی کو عائذ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اگر چہ بچہ ہی اس کی پناہ لیتا ہے لیکن یہ اس پر مہربان ہوتی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے "تَجَارَۃ" "رَابِحَۃٌ" (نفع والی تجارت) اور "عِیْشَۃِ رَاضِیَۃِ" (اچھی زندگی)

العبقص والعبقوص

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک چوپایہ ہے۔

اَلْعُترفَانُ

(مرغا) اس کا تذکرہ باب الدال میں دیک کے عنوان سے گزر چکا۔ عدی بن زید نے کہا ہے:۔

ثَلَاثَۃٌ اَحْوَالٍ وَشَھْرًا مُحَرَّمًا اَقْضٰی کَعَیْنِ الْعُتْرَفَانِ الْمُحَارِبِ

ترجمہ:۔ تین سال اور ایک مہینہ جس میں جنگ حرام ہے وہ فیصلہ کرنے والے ہیں اس مرغ سے بھی زیادہ جو جنگجو واقع ہوا ہے۔

اَلْعَتُوْدُ

(طالب رزق) العتود: اس سے مراد بکری کے بچے ہیں جبکہ وہ قوی ہو جائیں اور چارہ وغیرہ کھانے لگیں اس کی جمع اَعْتِدَۃٌ آتی ہے۔ عدان اصل میں عتدان تھا۔ تاء کو دال میں مدغم کر کے عدان بنایا گیا ہے۔

حدیث میں عتود کا تذکرہ:

امام مسلمؒ نے عقبہؓ بن عامر سے روایت کیا ہے:۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ بن عامر کو ایک بکری دی جو آپ اپنے اصحابؓ میں تقسیم فرما رہے تھے آخر میں بکری کا ایک سالہ بچہ بچ گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کو بھی تُو لے جا"۔

بیہقی اور ہمارے تمام علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ خاص طور سے عقبہ بن عامر کے لئے رخصت تھی جیسا کہ ابو بردہ ہانی بن نیار بلوی کے لئے تھی اور بیہقی نے روایت کی ہے:۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہؓ بن عامر سے فرمایا کہ اس کو تم لے جاؤ اور ذبح کر لو اور تمہارے بعد اس میں کسی کو کوئی رخصت نہیں ہے" اور سنن ابوداؤد میں ہے:۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں زید بن خالد کو رخصت دی تھی۔

اس اعتبار سے اس میں رخصت پانے والے تین حضرات ہو گئے۔ حضرت ابو بردہؓ حضرت عقبہ بن عامرؓ اور حضرت زید بن خالدؓ۔

اَلْعُثَّۃُ

(کپڑوں اوراُون کو چاٹنے والا کیڑا) اَلْعُثَّۃُ: اس کی جمع عُثٌ اور عُثَثٌ آتی ہے۔ یہ کیڑا اون میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ محکم میں مذکور ہے کہ عثۃ وہ کیڑا ہے جو کچے چمڑے کو چمٹ کر اس کو کھاتا ہے۔ یہ ابن الاعرابی کی رائے ہے۔ ابن درید کا قول ہے کہ عثۃ بغیر ھاء کے یعنی عث ہے اور یہ کیڑا عموماً اون میں پایا جاتا ہے۔ ابن قتیبہ کا خیال ہے کہ یہ کیڑا پکائے ہوئے چمڑے کو کھاتا ہے اور یہ دیمک سے ملتا جلتا ہوتا ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ وہ کیڑا ہے جو اون کو چاٹتا ہے۔

شرعی حکم

اس کا کھانا حرام ہے۔

ضرب الامثال

اہل عرب کہتے ہیں عُثَیثَۃٌ تَقْرَمُ جِلْدًا اَمْلَسَ ''(ایسا کیڑا جو نرم چکنے چمڑے کو کھاتا ہے) یہ مثال اس شخص کے لئے دی جاتی ہے جو کسی شئے میں اثر کرنے کی کوشش کرے جس پر قادر نہیں۔ یہ مثال احنف بن قیس نے حارثہ بن زید کے لئے دی ہے۔ جب اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ درخواست کی کہ اس کو حکومت میں شریک کرلیا جائے۔ فائق میں مذکور ہے کہ احنف نے یہ مثال اس شخص کے لئے کہی ہے جس نے اس کی ہجو کی تھی۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔

فَاِنْ تَشْتِمُوْنَا عَلٰی لَوْمِکُمْ فَقَدْ تَقْدَمُ الْعُثُ مَلْسَ الْاَدم

ترجمہ:۔ پس اگر تم لوگ ہم کو اپنی ملامت پر گالی دیتے ہو تو کیڑا نرم چکنے چمڑے کو کاٹنے کی کوشش کرتا ہے۔

اَلْعُثْمُثْمَۃُ

(طاقت وراونٹنی) نر کو عُثمثم کہتے ہیں۔ بقول جوہری شیر کو بھی عُثمثم کہتے ہیں۔ جوہری کا خیال ہے کہ شیر کو عُثمثم ثقل وطی کی وجہ سے کہتے ہیں۔ راجز نے کہا ہے۔

ع. خَبَعْثَنٌ مَشْیَتُہٗ عُثْمُثُمٗ

اَلْعِجْلُ

(گوسالہ بچھڑا) العجل: اس کی جمع عجاجیل آتی ہے اور بچھڑی کو عَجْلَۃٌ کہتے ہیں۔ بچھڑے والی گائے کو بقرۃ ''مُعْجِلَۃٌ'' کہا جاتا ہے۔

عجل (بچھڑے) کی وجہ تسمیہ

عربی میں بچھڑے کو عجل اس وجہ سے کہتے ہیں کہ عجل سے معنی سرعت یعنی جلدی کے ہیں۔ چونکہ بنی اسرائیل نے اس کی پرستش میں عجلت سے کام لیا تھا اس لئے اس کو عجل کہتے ہیں۔

بنی اسرائیل نے گوسالہ کی پرستش کتنے دن کی؟

بنی اسرائیل نے گوسالہ کی پرستش کل چالیس یوم کی تھی۔ جس کی پاداش میں وہ چالیس سال تک میدان تیہ میں مبتلائے عذاب رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک یوم کے مقابلہ میں ایک سال ان کی سزا کے لئے تجویز فرمایا اور اس طرح چالیس سال قرار دیئے گئے۔

''منصور دیلمی نے ''مسند فردوس'' میں حضرت حذیفہ بن الیمان کی یہ روایت نقل کی ہے:۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر امت کے لئے ایک گوسالہ ہے اور اس امت کا گوسالہ دینار و درہم ہے''۔
حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ قوم موسیٰ یعنی بنی اسرائیل کے گوسالہ کی ساخت سونے اور چاندی کے زیورات کی تھی۔

پرستش کا سبب اور آغاز

بنی اسرائیل کے گوسالہ کی پرستش کا سبب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تیس یوم کی مدت معین کی تھی۔ پھر اس کی تکمیل کے لئے دس دن کا اور اضافہ فرمایا۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام عاشورہ کے دن فرعون اور آل فرعون کی ہلاکت کے بعد بنی اسرائیل کو دریائے قلزم عبور کر کے آگے لے کر بڑھے تو ان کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو گائے کی شکل کے بتوں کی پوجا کر رہے تھے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ یہ گوسالہ پرستی کا نقطہ آغاز ہے۔ یہ دیکھ کر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ ہمارے لئے بھی ایسے ہی بت بنوا دیں تا کہ ہم لوگ بھی ان کی طرح پرستش کیا کریں۔ اس درخواست سے ان کا منشاء عقیدہ وحدانیت میں کمزوری یا شک نہیں تھا بلکہ ان کا منشاء ان بتوں کی تعظیم کے ذریعہ تقرب الی اللہ کا حصول تھا اور یہ کام ان کے خیال میں دینداری کے خلاف نہیں تھا کیونکہ یہ لوگ تعلیم سے نابلد تھے اور یہ درخواست اسی شدت جہل کا نتیجہ تھی۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

''اِنَّکُمْ قَوْ مٌ'' تَجْهَلُوْنَ'' (بے شک تم ایک جاہل قوم ہو)

یہ قیام مصر کے دوران حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے وعدہ فرمایا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو ہلاک کرنے کے بعد تم کو ایک ایسی کتاب دے گا جس میں تمہارے لئے دینی دنیوی معاملات کے لئے دستور العمل ہوگا۔ چنانچہ جب بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم وستم سے نجات دے دی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس کتاب کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تیس دن کے روزے رکھنے کا حکم فرمایا۔ جب آپ تیس روزے رکھ کر فارغ ہوئے تو آپ کو اپنے منہ کی بو ناگوار معلوم ہوئی تو آپ نے مسواک کر لی یا کسی درخت کی چھال پی لی۔ ملائکہ نے کہا کہ آپ کے منہ سے جو مشک کی خوشبو آتی تھی وہ آپ نے مسواک کر کے ختم کر دی۔ لہٰذا آپ نے دس یوم کے روزے اور رکھے۔ اس دس یوم کے اضافہ کی مدت میں گوسالہ پرستی کا ظہور ہوا۔ جس کا بانی سامری تھا۔ یہ شخص اس قوم سے تھا جو گائے کی پرستش کیا کرتی تھی۔ اگر چہ سامری بظاہر مسلمان ہو گیا تھا لیکن اس کے دل میں گائے کی محبت قدرے قلیل جاں گزیں تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے بنی اسرائیل کو آزمائش میں مبتلا فرمایا۔ چنانچہ سامری نے جس کا اصل نام موسیٰ بن ظفر تھا' بنی اسرائیل سے کہا کہ سونے چاندی کا جس قدر زیور تمہارے پاس ہے وہ لے آؤ۔

چنانچہ سب نے اپنے اپنے زیورات لا کر اس کے پاس جمع کر دیئے۔ سامری نے ان تمام زیورات کو پگھلا کر بچھڑے کا ایک قالب ڈھال لیا جس میں آواز تھی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدم کے نیچے کی ایک مٹھی خاک جو اس نے دریا عبور کرتے وقت اٹھالی تھی اس بچھڑے کے اندر ڈال دی جس سے اس کے اندر گوشت پوشت پیدا ہو گیا اور وہ بچھڑے کی طرح بولنے لگا۔ مذکورہ قول قتادہ' ابن عباس' حسن اور اکثر علماء تفسیر کا ہے اور یہی اصح ہے جیسا کہ تفسیر بغوی وغیرہ میں مذکور ہے۔

بعض کا قول ہے کہ یہ گوسالہ محض سونے کا ایک قالب تھا اور اس میں روح نہیں تھی البتہ اس سے ایک آواز آتی تھی۔ بعض کا قول ہے کہ یہ گوسالہ صرف ایک مرتبہ بولا تھا اور جب یہ بولا تھا تو پوری قوم اللہ کو چھوڑ کر اس کی عبادت میں لگ گئی اور وجد و سرور میں اس کے ارد

گرد رقص کرنے لگے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ گوسالہ ایک مرتبہ نہیں بلکہ کثرت سے بولتا رہتا تھا اور جب یہ بولتا تھا لوگ اس کو سجدہ کرتے تھے اور جب یہ خاموش ہو جاتا تو یہ لوگ سجدہ سے سر اٹھا لیتے تھے۔ وہبؒ فرماتے ہیں کہ اس گوسالہ سے آواز تو آتی تھی مگر اس میں حرکت نہیں تھی۔ سدی کا قول ہے کہ یہ گوسالہ بولتا اور چلتا تھا۔

''جسد'' بدن انسانی کو کہتے ہیں اور اجسام مختذیہ میں سے کسی کے لئے اس کے علاوہ جسد نہیں کہا گیا۔ کبھی کبھی جنات کے لئے بھی جسد کا استعمال ہوا ہے۔ پس بنی اسرائیل کا گوسالہ ایک قالب تھا جو آواز کرتا تھا جیسا کہ گزر چکا۔ یہ گوسالہ نہ کھاتا تھا اور نہ پیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے قول ''وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ'' کا مطلب یہ ہے کہ ان کے قلوب میں گوسالہ کی محبت شدت کے ساتھ پیوست اور جاگزیں ہو گئی تھی۔

حضرت ابراہیمؑ کی مہمان نوازی

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ' قرطبیؒ کا قول ہے کہ بعض لغات میں عجل کے معنی شاۃ (بکری) مذکور ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بے حد مہمان نواز تھے۔ چنانچہ آپؑ نے مہمانوں کے لئے ایک جائداد وقف کر رکھی تھی اس سے آپؑ بلا امتیاز قوم وملت کے لوگوں کی ضیافت کیا کرتے تھے۔ عون بن شداد کا قول ہے کہ جب مہمانوں نے جو دراصل فرشتے تھے' کھانے سے دست کشی اختیار کی تو حضرت جبرائیلؑ نے اس بچھڑے کو اپنے بازو سے مس کر دیا جس سے وہ بچھڑا زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا اور اپنی ماں سے جا ملا۔

قاضی ابن قریعہ کا ایک عمدہ فیصلہ

قاضی محمد بن عبدالرحمن المعروف بن قریعہ متوفی ۳۳۰ھ کے منجملہ محاسن میں سے ایک یہ ہے کہ عباس بن معلیٰ کاتب نے ان کو خط لکھا کہ حضرت قاضی صاحب کی اس یہودی کے بارے میں کیا رائے ہے جس نے ایک نصرانی عورت سے زنا کیا جس کے نتیجہ میں اس عورت نے ایک بچہ کو جنم دیا جس کا بدن انسانی ساخت اور سر بیل کا ہے۔ زانی اور زانیہ دونوں گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ قاضی صاحب موصوف نے فوراً جواب تحریر کیا کہ یہ یہودیوں کے ملعون ہونے کی کھلی شہادت ہے۔ کہ ان کے دلوں میں گوسالہ کی محبت شدت کے ساتھ جاگزیں ہے۔ میرے رائے ہے کہ اس یہودی کے سر پر بچھڑے کا سر مڑھ کر اور پھر اس زانیہ نصرانیہ کی گردن سے باندھ کر ان دونوں کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے یہ اعلان کیا جائے: ظُلُمَاتٌ" بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ (اوپر تلے بہت سے اندھیرے ہی اندھیرے ہیں)۔ والسلام

رقص و وجد کرنے والے نام نہاد صوفیوں کا حکم

قرطبی نے ابوبکر طرطوشی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ اس سے ایسے لوگوں کے متعلق سوال کیا گیا جو کسی جگہ جمع ہوئے۔ ''کیا ان لوگوں کی مجالس میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اکابر صوفیہ کا مسلک یہ ہے کہ یہ بات غلط اور جہالت پر مبنی ہے اور گمراہی ہے''۔

میری (علامہ دمیری کی) رائے یہ ہے کہ طرطوشی کا جواب یہ نہیں تھا بلکہ ان کا جواب اس طرح تھا کہ ''صوفیاء کا مسلک غلط جہالت و ضلالت ہے۔ اسلام صرف کتاب اور سنت رسولؐ اللہ کا نام ہے اور ناچنا وجد کرنا کفار اور گوسالہ پرستوں کا شعار ہے۔ صحابہ کرامؓ کے جلو میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس اس طرح پر وقار ہوتی تھیں گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ لہٰذا بادشاہ اور اس کے امراء کو

چاہیے کہ ایسے لوگوں کی مساجد وغیرہ میں آنے پر پابندی لگائیں۔ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے کسی بھی شخص کے لئے ان کی مجالس میں شرکت اور ان کی اعانت جائز نہیں ہے۔ ائمہ اربعہ اور جملہ ائمہ مسلمین کا یہی مسلک ہے۔

بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم کیوں ہوا

روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک مالدار شخص تھا (جس کا نام عامیل تھا) جس کا سوائے ایک نادار بھتیجا کے اور کوئی وارث نہ تھا۔ جب چچا کے مرنے میں دیر ہوگئی تو اس بھتیجا نے وراثت کے لالچ میں اپنے چچا کو قتل کر ڈالا اور اس کی لاش لے جا کر دوسرے گاؤں کے قریب ڈال دی۔ جب صبح ہوئی تو وہ اپنے چچا کے خون کا مدعی ہوا اور محلہ کے چند افراد کو لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان پر اپنے چچا کے خون کا دعویٰ کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے قتل کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ لہٰذا مقتول کا معاملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر مشتبہ رہا۔

کلبی کا بیان ہے کہ یہ واقعہ تورات میں تقسیم میراث کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ اللہ رب العزت سے دعا فرمائیں کہ مقتول کا حال آپ پر منکشف ہو جائے۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی تو بارگاہِ خداوندی میں سے حکم آیا کہ بنی اسرائیل سے فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔

کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک مرد صالح تھا اس کے ایک لڑکا تھا اور اس صالح شخص کے پاس ایک بچھیا تھی۔ ایک دن وہ اس بچھیا کو جنگل لے گیا اور اللہ سے دعا مانگی کہ اے اللہ! میں اس بچھیا کو تیرے سپرد کرتا ہوں تا کہ یہ بچھیا میرے لڑکے کے کام آئے جبکہ وہ بڑا ہو جائے۔ بچھیا کو جنگل میں چھوڑنے کے کچھ عرصہ بعد اس شخص کا انتقال ہو گیا اور یہ بچھیا جنگل میں جوان ہو گئی۔ اس بچھیا کی یہ حالت تھی کہ جب کوئی شخص اس کے قریب آنے کی کوشش کرتا تو یہ اس شخص کو دیکھتے ہی دور بھاگ جاتی۔ جب لڑکا بڑا ہو گیا اور اپنی والدہ کا بہت مطیع اور خدمت گزار نکلا۔ اس لڑکے کی حالت یہ تھی کہ اس نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک حصہ عبادت خداوندی کے لئے ایک حصہ سونے و آرام کرنے کے لئے اور ایک حصہ میں اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ جب صبح ہوتی تو جنگل سے لکڑیاں جمع کر کے لاتا اور بازار میں ان کو فروخت کر کے حاصل شدہ رقم کے تین حصے کرتا۔ ایک حصہ صدقہ کرتا ایک حصہ کھانے پینے میں صرف کرتا اور ایک حصہ اپنی والدہ کو دے دیتا۔

ایک دن اس کی والدہ نے کہا بیٹا تمہارے والد نے وراثت میں ایک بچھیا چھوڑی تھی اور اس کو اللہ کے سپرد کر کے فلاں جنگل میں چھوڑ دیا تھا۔ لہٰذا تم وہاں جاؤ اور حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ وحضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ کے رب سے دعا مانگو کہ وہ اس بچھیا کو تمہارے حوالہ کر دے۔ اس بچھیا کی پہچان یہ ہے کہ جب تم اس کو دیکھو گے تو اس کی کھال سے سورج جیسی شعاعیں نکلتی ہوئی معلوم ہوں گی اس بچھیا کی خوب صورتی اور زردی کی وجہ سے اس کا نام مذہبہ (سنہری) پڑ گیا تھا۔

چنانچہ جب وہ لڑکا اس جنگل میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ بچھیا چر رہی ہے۔ لڑکا چلا کر بولا اے گائے میں تجھ کو حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیل وحضرت اسحاق وحضرت یعقوب علیہم السلام کے رب کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تو میرے پاس چلی آ۔ یہ سن کر وہ گائے دوڑتی ہوئی آ کر اس کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ لڑکا اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اس کو ہنکاتا ہوا گھر کی طرف چل دیا۔ بحکم خداوندی وہ گائے گویا ہوئی اور کہا کہ تو مجھ پر سوار ہو جا اس میں تجھ کو آسانی ہوگی۔ لڑکے نے کہا کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ کیونکہ میری والدہ نے مجھ کو سوار ہونے کے لئے نہیں کہا تھا بلکہ یہ کہا تھا کہ اس کی گردن پکڑ کے لے آنا۔ گائے نے کہا کہ بہتر ہوا تم مجھ پر سوار نہیں ہو ورنہ میں ہرگز تیرے قابو میں

نہ آتی' اور والدہ کی فرمانبرداری کی وجہ سے تیرے اندر یہ شان پیدا ہوگئی ہے کہ اگر تو پہاڑ کو یہ حکم دے کہ وہ جڑ سے اکھڑ کر تیرے ساتھ ہو لے تو وہ بھی ایسا ہی کرے گا۔

لڑکا جب گائے کو لے کر والدہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو والدہ نے فرمایا کہ بیٹا تم نادار ہو تمہارے پاس پیسہ بھی نہیں ہے۔ رات بھر شب بیداری کرنا اور دن میں لکڑیاں جمع کرنا تمہارے لئے بہت مشقت کا کام ہے اس لئے تم اس گائے کو بازار میں لے جا کر فروخت کر دو۔ لڑکے نے دریافت کیا کہ اماں جان کتنے میں فروخت کروں؟ والدہ نے کہا کہ تین دینار ہیں' لیکن میرے مشورہ کے بغیر اس کو فروخت مت کرنا۔ اس وقت گائے کی قیمت تین دینار ہی تھی۔ لڑکا اس گائے کو لے کر بازار پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا تا کہ اپنی مخلوق کو اپنی قدرتِ کاملہ کا نمونہ دکھلائے اور اس لڑکے کا امتحان لے کہ وہ اپنی والدہ کا کس قدر فرماں بردار ہے۔

چنانچہ فرشتہ نے اس لڑکے سے پوچھا کہ یہ گائے کتنے میں بیچو گے؟ لڑکے نے جواب دیا کہ تین دینار میں بشرطیکہ میری والدہ اس کو منظور کر لیں۔ فرشتہ نے کہا کہ میں تم کو اس کی چھ دینار قیمت دیتا ہوں بشرطیکہ تم اپنی والدہ سے مشورہ نہ کرو۔ لڑکے نے جواب دیا کہ اگر تم مجھ کو اس گائے کے برابر سونا دو تو بھی میں اپنی والدہ کی اجازت کے بغیر اس کو فروخت نہ کروں گا۔ بعد ازاں وہ لڑکا اپنی والدہ کے پاس گیا اور کہا کہ ایک شخص گائے کو چھ دینار میں خریدنا چاہتا ہے۔ والدہ نے کہا چھ دینار میں فروخت کر دو میری اجازت کے ساتھ۔ چنانچہ لڑکا گائے کو لے کر بازار واپس گیا۔ فرشتہ نے پوچھا کہ کیا اپنی والدہ سے مشورہ کر آئے؟ لڑکے نے جواب دیا کہ ہاں پوچھ آیا ہوں' وہ فرماتی ہیں کہ میری اجازت کے بغیر چھ دینار سے کم میں فروخت مت کرنا۔ فرشتہ نے کہا اچھا میں اس کے تم کو بارہ دینار دیتا ہوں بشرطیکہ تم اپنی والدہ سے منظوری نہ لو۔ لڑکے نے کہا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا اور یہ کہہ کر لڑکا گائے واپس لے گیا اور والدہ کو صورتِ حال سے آگاہ کیا۔

والدہ نے یہ سن کر کہا کہ بیٹا ہو سکتا ہے وہ آدمی کی شکل میں کوئی فرشتہ ہو اور تیرا امتحان لینا چاہتا ہو کہ تو میری اطاعت میں کس قدر ثابت قدم رہتا ہے۔ اب کے اگر وہ تمہارے پاس آئے تو اس سے کہنا کہ تم ہماری گائے ہم کو فروخت کرنے دو گے یا نہیں؟ چنانچہ لڑکا آگیا اور اس نے ایسا ہی کیا تو فرشتہ نے اس لڑکے سے کہا کہ اپنی والدہ سے کہنا کہ ابھی اس گائے کو باندھے رکھیں اور فروخت کرنے کا ارادہ فی الحال نہ کریں۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک مقتول کے معاملہ میں ایک گائے کی ضرورت ہے وہ اس گائے کو خریدیں گے مگر جب تک وہ اس کے برابر سونا نہ دیں مت بیچنا۔ چنانچہ فرشتہ کے مشورہ کے مطابق انہوں نے گائے کو روکے رکھا۔

خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس لڑکے کی اطاعت والدہ کی مکافات کے لئے بعینہ اسی گائے کے ذبح کرنے کو مقدر کر دیا۔ چنانچہ جب بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم ہوا تو وہ برابر اس کے اوصاف کے بارے میں استفسار کرتے رہے۔ چنانچہ ان کے لئے بعینہ وہی گائے معین ہوگئی۔

گائے کے رنگ میں اختلاف ہے

اس گائے کے رنگ کے بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس گائے کا رنگ گہرا زرد تھا اور بقول قتادہؒ اس کا رنگ صاف تھا اور حضرت حسن بصریؒ کے قول کے مطابق اس کا رنگ زرد سیاہی مائل تھا۔ لیکن قول اول ہی اصح ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں اس کی تعریف میں "صفراء فاقع" (تیز زرد) واقع ہوا ہے اور سواد کے ساتھ فاقع کا استعمال نہیں ہوتا۔ لہٰذا "سواد فاقع" نہیں کہا جاتا' بلکہ صفرا فاقع کہا جاتا ہے اور سواد کے ساتھ مبالغہ کے لئے حالک مستعمل ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں "اسود حالک" سخت ترین سیاہ اور سرخ کے ساتھ مبالغہ کے لئے "قان" مستعمل ہے جیسے "احمر قان" (بہت گہرا سرخ) اور سبز میں مبالغہ کے لئے

ناضر بولا جاتا ہے۔ جیسے ''اَخضَرُ نَاضِرٌ'' (گہرا سبز رنگ) اور سفید میں یقق بولا جاتا ہے۔ جیسے ''اَبیَضُ یقق'' (نہایت سفید)۔

جب ان لوگوں نے گائے کو ذبح کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ اس مذبوحہ گائے کے ایک حصہ کو مقتول کے بدن پر ماریں۔

گائے کا وہ جز جو مقتول کے بدن میں مارا گیا تھا علماء کا اختلاف ہے کہ وہ حصہ کیا تھا۔ چنانچہ ابن عباسؓ اور جمہور مفسرین کا قول ہے کہ وہ ہڈی تھی جو غضروف کے متعلق ہوتی ہے۔ (غضروف نرم ہڈی کو کہتے ہیں جیسے کان اور ناک وغیرہ) مجاہد اور سعید بن جبیر کی رائے یہ ہے کہ وہ دم کی جڑ تھی کیونکہ سب سے پہلے اسی کی تخلیق ہوتی ہے اور ضحاک کہتے ہیں کہ زبان ماری گئی تھی کیونکہ زبان ہی آلہ تکلم ہے۔

عکرمہ اور کلبی کی رائے ہے کہ داہنی ران ماری گئی تھی اور بعض کا قول ہے کہ کوئی معین جز نہیں تھا۔ چنانچہ جب انہوں نے اس مذبوحہ گائے کا گوشت اس مقتول کے بدن سے مس کیا تو مقتول بحکم خداوندی زندہ ہو گیا۔ اس حال میں کہ اس کی گردن کی رگیں خون سے پھول رہی تھی اور زندہ ہو کر اس نے بتادیا کہ مجھے فلاں نے قتل کیا اور اتنا کہنے کے بعد پھر مردہ ہو کر گر گیا۔ لہٰذا اس کا قاتل میراث سے محروم ہو گیا۔ خبر میں ہے کہ اس کے بعد کوئی بھی قاتل میراث کا مستحق نہیں ہوا' مقتول کا نام عامیل تھا۔

زمخشری وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک نیک بوڑھا تھا اس کے پاس ایک بچھیا تھی وہ اس کو لے کر جنگل میں پہنچا اور کہا کہ اے اللہ! میں اس کو اپنے لڑکے کے بڑا ہونے تک تیری حفاظت میں دیتا ہوں۔ چنانچہ لڑکا بڑا ہو گیا جو اپنی والدہ کا نہایت فرماں بردار تھا اور وہ گائے بھی جوان ہو گئی۔ یہ گائے نہایت خوبصورت اور فربہ تھی' لہٰذا بنی اسرائیل نے اس یتیم اور اس کی ماں سے سودا کر کے اس کی کھال بھر سونے کے بدلہ میں اس کو خرید لیا جبکہ اس زمانہ میں گائے کی قیمت صرف تین دینار تھی۔ زمخشری وغیرہ نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل چالیس سال تک اس گائے کی تلاش میں سرگرداں رہے۔

حضرت عمر بن العزیزؒ کا گورنر کو خط

ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ایک گورنر کو لکھا کہ جب میں تجھ کو حکم دوں کہ فلاں کو ایک بکری عطا کر دو تو تم پوچھو گے کہ ضان یا معز؟ اور اگر میں یہ بھی بیان کر دوں تو تم سوال کرو گے کہ نر یا مادہ؟ اور اگر میں یہ بھی بتادوں گا تو تم پوچھو گے کہ کالی بکری دوں یا سفید؟ لہٰذا جب میں کسی چیز کا حکم دوں تو اس میں مراجعت مت کیا کرو۔

ایک دوسرے خلیفہ کا واقعہ ہے کہ اس نے اپنے گورنر کو لکھا کہ فلاں قوم کے پاس جا کر ان کے درختوں کو کاٹ دو۔ اور ان کے مکانات کو منہدم کر دو' تو گورنر نے لکھا کہ درخت اور مکانات میں سے کون سی کاروائی پہلے کروں؟ خلیفہ نے جواب میں لکھا کہ اگر میں تم کو لکھ دوں کہ درختوں سے کام کا آغاز کرو تو تم پوچھو گے کہ کس قسم کے درختوں سے آغاز کروں۔

اگر مقتول کا قاتل معلوم نہ ہو؟

اگر کسی جگہ کوئی مقتول پڑا ہوا پایا جائے اور قاتل کا پتہ نہ چل سکے۔ اور کسی شخص پر لوث ہو (لوث ان قرائن کو کہتے ہیں جس سے مدعی کی صداقت معلوم ہو سکے۔ جیسے چند لوگ کسی مکان یا جنگل میں جمع ہوں اور ایک مقتول کو چھوڑ کر علیحدہ ہو جائے تو گمان غالب یہی ہو گا کہ قاتل اسی جماعت کا کوئی فرد ہے یا کوئی مقتول کسی محلہ یا گاؤں میں پایا جائے اور پورا محلہ یا گاؤں اس مقتول کا دشمن ہو تب بھی گمان غالب یہی ہو گا کہ قاتل یہی اہل محلہ یا اہلِ قریہ ہیں) اور ولی ان پر دعویٰ کر دے تو مدعی علیہ کے خلاف مدعی علیہ سے پچاس قسمیں کھلائی جائیں گی اور اگر اولیاء مقتول ایک سے زیادہ ہوں تو ان پچاس قسموں کو باہم سب پر تقسیم کر دیا جائے گا۔ پھر قسم کھا لینے کے بعد مدعا علیہ کے عاقلہ سے مقتول کی دیت وصول کی جائے گی۔ جب کہ اس پر قتل خطاء کا دعویٰ ہو اور اگر دعویٰ قتل عمد کا ہے تو وہ صرف قاتل کے مال سے

دی جائے گی اور اکثر علماء کے نزدیک اس صورت میں قصاص نہیں ہے۔ البتہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ وجوب قصاص کے قائل ہیں۔ امام مالک اور امام احمد علیہما الرحمہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

اگر کسی پر الزام قتل کا کوئی قرینہ نہ ہو تو اس صورت میں مدعا علیہ کی بات قسم کے ساتھ تسلیم کی جائے گی اور اس صورت میں کتنی قسمیں ہوں؟ اس میں دو قول ہیں۔ اول یہ کہ دیگر تمام دعوؤں کی مانند اس صورت میں بھی ایک قسم ہوگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ خون کے معاملہ کی شدت کے پیش نظر پچاس قسم لی جائیں گی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوث کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور نہ ہی ابتداً مدعی سے قسمیں لی جائیں گی۔ بلکہ جب کسی محلہ یا گاؤں میں کوئی مقتول پایا جائے گا تو امام وقت اس گاؤں یا محلہ کے صلحا میں سے پچاس افراد کا انتخاب کر کے انہیں قسم دلائے گا کہ نہ انہوں نے اس شخص کو قتل کیا ہے اور نہ اس کے قاتل کو جانتے ہیں۔ اس کے بعد اس محلہ یا گاؤں کے باشندوں سے دیت وصول کرے گا۔

وجود لوث کی صورت میں مدعی سے قسم لینے کی دلیل یہ حدیث ہے جس کو امام شافعیؒ نے سہل بن ابی خیثمہ سے نقل کیا ہے:۔

''مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خیبر کے لئے چلے وہاں پہنچ کر وہ اپنی ضرورت کے مطابق علیحدہ ہو گئے۔ پس حضرت عبداللہ بن سہلؓ قتل کر دیئے گئے۔ لہٰذا محیصہ بن ابی مسعودؓ اور مقتول کے بھائی حضرت عبدالرحمن اور محیصہ بن مسعودؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت قدس میں حاضر ہوئے اور حضرت عبداللہؓ بن سہل کے قتل کی اطلاع کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ پچاس قسمیں کھالو اپنے ساتھی کے خون بہا کے مستحق ہو جاؤ گے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ نہ ہم نے دیکھا ہے اور نہ بوقت قتل ہم حاضر تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھر یہود پچاس قسمیں کھا کر تمہارے دعوے سے بری ہو جائیں گے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم قوم کفار کی قسموں کا کیسے اعتبار کر لیں۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے ان کی دیت ادا فرمائی''۔

علامہ بغویؒ نے معالم التنزیل میں فرمایا ہے کہ اس حدیث میں استدلال بایں طور ہے کہ آپؐ نے مدعین سے قسم لینے کی ابتداء فرمائی کیونکہ بوجہ لوث ان کا مقدمہ مضبوط تھا۔ اس لئے کہ حضرت عبداللہؓ کا قتل خیبر میں ہوا تھا اور انصار اور یہود کے درمیان عداوت ظاہر ہے۔ لہٰذا گمان غالب یہی تھا کہ یہودیوں نے قتل کیا ہو اور قسم ہمیشہ اس کے لئے حجت ہوتی ہے جس کی جانب قوی ہو۔ عدم لوث (یعنی قرائن نہ ہونے) کی صورت میں مدعا علیہ کا مقدمہ مضبوط ہوتا ہے اس لئے کہ اصل ان کا بری الذمہ ہوتا ہے۔ لہٰذا قسم کے ساتھ اس کا قول معتبر ہوگا۔

طبی خواص

بقول قزوینیؒ گوسالہ کا خصیہ سکھا کر جلا کر پینے سے شہوت میں تیزی اور کثرت جماع میں مدد دیتا ہے اور نہایت عجیب الاثر ہے۔ گوسالہ کا قضیب سکھا کر اچھی طرح پیس کر اگر کوئی شخص ایک درہم کے بقدر پی لے تو ایسا بوڑھا جو جماع سے قاصر ہو گیا ہو وہ بھی باکرہ لڑکی کے پردہ بکارت کو زائل کر سکتا ہے اور اگر اس کا قضیب گھس کر نیم برشت انڈے پر ڈال کر استعمال کیا جائے تو قوت باہ میں بے مثال اضافہ کرتا ہے۔ بعض اطباء کا قول ہے کہ گوسالہ کا خصیہ سکھا کر گھس کر پینے سے قوت باہ میں بے مثال اضافہ کرتا ہے اور کثرت جماع کی قدرت پیدا ہوتی ہے اور اس کا قضیب جلا کر پیس کر پینے سے دانتوں کا درد ختم ہو جاتا ہے اور سکنجبین کے ساتھ پینے سے جگر بڑھنے میں فائدہ دیتا ہے۔

تعبیر

گوسالہ کی تعبیر نرینہ اولاد ہے اور اگر بھنا ہوا بچھڑا خواب میں نظر آئے تو حضرت ابراہیمؑ کے قصہ کی روشنی میں خوف سے مامون ہونے کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ الی قولہ لا تخف "(پھر دیر نہیں لگائی کہ ایک تلا ہوا بچھڑا لائے اور ان سے دل میں خوف زدہ ہونے۔ وہ (فرشتے) کہنے لگے۔ ڈرو مت)

خاتمہ

عرب میں بنوعجل ایک مشہور قبیلہ ہے۔ یہ قبیلہ عجل ابن لجیم کی جانب منسوب ہے اس عجل کا شمار احمق لوگوں میں ہوتا تھا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ اس کے پاس ایک بہترین گھوڑا تھا اس سے کسی نے کہا کہ ہر بہترین گھوڑے کا ایک نام ہوتا ہے تمہارے گھوڑے کا کیا نام ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے اس کا کوئی نام نہیں رکھا ہے۔ تو اس سے کہا گیا کہ تو اس کا نام ففقا احدیٰ عنبہ (اس کی ایک آنکھ پھوڑ دی گئی) رکھ دے اس نے جواب دیا کہ میں نے اس کا نام اعور رکھ دیا۔ اسی کے بارے میں عرب کے ایک شاعر نے کہا ہے۔

زَمَتْنِي بنو عَجْلٍ بِدَاءِ اَبِيْهِمْ وَهَلْ اَحَد" فِي النَّاسِ اَحْمَق" مِنْ عِجْلِ

ترجمہ:۔ مجھے بنوعجل نے اپنے باپ کی (حماقت) کی وجہ سے تیر مار دیا اور کیا لوگوں میں عجل سے زیادہ کوئی احمق ہے۔

اَلَيْسَ اَبُوْهُمْ عَارَ عَيْنَ جَوَادِهٖ فَسَارَتْ بِهِ الْاَمْثَالُ فِي النَّاسِ بِالْجَهْلِ

ترجمہ:۔ کیا ان کے باپ نے اپنے بہترین گھوڑے کی آنکھ کانی نہیں کر دی تھی جس سے لوگوں میں اس کی جہالت ضرب المثل بن گئی ہے۔

العجمجمة

(طاقتور اونٹنی) لعجمجمة: جوہری نے اس کے بارے میں یہ شعر پڑھا ہے۔

بَاتَ يُبَارِيْ وَرِشَات" كَالْقَطَاءِ عُجُمْجُمَات خشفا تَحت الثَّرىٰ

ترجمہ:۔ اس نے رات گزاری فخر کرتے ہوئے جیسا کہ قطاء جانور گونگا ہو جائے زمین کی تہہ کے نیچے۔

ام عجلان

"ام عجلان" جوہری نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک معروف پرندہ ہے۔

العجوز

"العجوز" خرگوش، شیر، گائے، بیل، بھیڑیا، مادہ بھیڑیا، بچھو، گھوڑا، بجو، ترکی گھوڑی، گدھا اور کتے کو "العجوز" کہا جاتا ہے۔

عَدَسٌ

(گائے) عِرَار: ایک کہاوت ہے "بَاءَتْ عِرَار" بِكُحْلٍ" (گائے سرمہ سے ہلاک ہوگئی) اس کہاوت کی تفصیل یہ ہے کہ دو

گایوں کی آپس میں لڑائی ہوئی تو دونوں نے ایک دوسری کو سینگ سے مارا۔ پس دونوں ہلاک ہوگئیں۔

عِرَار"

(گائے) عَرَار: ایک کہاوت ہے "بَاءَ عِرَار" بِکُحلز " (گائے سرمہ سے ہلاک ہوگئی) اس کہاوت کا پس منظر یہ ہے کہ دو گایوں نے آپس میں ایک دوسرے کو سینگ سے مارا تو دونوں فوراً مرگئیں۔

اَلْعَرَبُدُ

(سانپ) اَلْعَرَبُدُ: ایک سانپ جو صرف پھنکار مارتا ہے' موذی نہیں ہوتا۔ عربد کے معنی بدخلقی کے آتے ہیں' اہل عرب کا قول "رجل معربد" (بدخلق شخص) اسی سے ماخوذ ہے۔ اس کا ذکر سانپ کے تحت گذر چکا ہے۔

العربض والعرباض

"العربض والعرباض" ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد مضبوط سینے والی گائے کو کہا جاتا ہے۔

اَلْعُرْس

(شیرنی) الْعُرْسُ: اس کی جمع اعراس آتی ہے۔ مالک بن خولید خناعی نے یہ شعر کہا ہے۔

لَيْثٌ هُزَبْرٌ مدل عِنْدَ خَيْسته بالرَّقْمَتَينِ لَهُ أُجْرٌ" و اَعراس"

ترجمہ:۔ شیر متحرک ہوا رتیلے میدان میں جس وقت کہ شیرنی اس کے سامنے آئی۔

العريقصة

"العريقصة" اس سے مراد سیاہ کیڑے کی طرح کا ایک لمبا کیڑا ہے۔

العريقطة والعريقطان

"العريقطة والعريقطان" اس سے مراد ایک لمبا کیڑا ہے۔

العسا

"العسا" اس سے مراد مادہ ٹڈی ہے۔ تحقیق اس کا تذکرہ باب الجیم میں لفظ "الجراد" کے تحت گزر چکا ہے۔

العساعس

''العساس'' اس سے مراد بھیڑیا ہے۔ تحقیق اس کا تفصیلی تذکرہ باب الذال میں گزر چکا ہے۔

الْعِسْبَارُ

(بھیڑیئے اور بجو کے مشترک بچے) الْعِسْبَارُ: بھیڑیئے اور بجو کے مشترک بچوں کو کہتے ہیں۔ مادہ کیلئے عِسْبَارَةٌ اور جمع کے لئے عسابرآتا ہے۔

اَلْعَشْرَاءُ

العشراء: دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کو کہتے ہیں۔ جب اونٹنی دس ماہ کی گابھن ہو جاتی ہے تو اس کو مخاض کہنا بند کر دیتے ہیں اور بیانے تک وہ عشراء ہی کہلاتی ہے۔ ولادت کے بعد بھی اس اونٹنی کو عشراء ہی کہا جاتا ہے۔ دو کے لئے ''عشراوان'' اور جمع کے لئے ''عشار'' بولا جاتا ہے۔ کلام عرب میں ''عشراء'' اور ''نفساء'' کے علاوہ فعلاء کے وزن پر کوئی بھی ایسا لفظ نہیں آتا جس کی جمع افعال کے وزن پر آتی ہے۔ عشراء کی جمع عشار اور نفساء کی جمع ''نفاس'' آتی ہے۔

فائدہ:۔ شیخ ابوعبداللہ بن نعمان نے ''المستغثین بخیرُ الانام'' نامی کتاب میں لکھا ہے کہ لکڑی کے اس ستون کے رونے کی حدیث ''جس کی ٹیک لگا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیا کرتے تھے'' متواتر ہے' صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی کثیر تعداد اور جم غفیر نے اس کو روایت کیا ہے۔ جن میں حضرت جابر بن عبداللہؓ اور ابن عمرؓ بھی شامل ہیں اور ان دونوں ہی کی سند سے امام بخاری علیہ الرحمتہ نے اپنی کتاب میں اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ اس کے راوی حضرت انس بن مالک' عبداللہ ابن عباس' سہل بن ساعدی' ابوسعید خدری' بریدہ ام سلمہ' مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔ حضرت جابرؓ نے اپنی حدیث میں کہا ہے:۔

''وہ لکڑی بچوں کی مانند چلانے لگی۔ چنانچہ آپ نے اس کو چمٹالیا''۔

حضرت جابرؓ کی ہی حدیث میں ہے:۔

''ہم نے اس لکڑی کے ستون کی آواز سنی ہے جیسے کہ دس ماہ کی گابھن اونٹنی کے رونے کی آواز آتی ہے''۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:۔

''جب منبر تیار ہو گئے تو آپؐ اس پر خطبہ دینے لگے۔ پس وہ لکڑی کا ستون رونے لگا۔ آپؐ اس کے پاس تشریف لائے اور اس پر دست مبارک پھیرا''۔

بعض روایات میں ہے:۔

''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں اس کو تسلی نہ دیتا تو یہ قیامت تک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت کے غم میں اسی طرح روتا رہتا''۔

حضرت حسنؓ جب اس روایت کو نقل فرماتے تو رو کر کہا کرتے تھے اے خدا کے بندو! لکڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں

روتی ہے حالانکہ تم لوگ اس کے زیادہ مستحق ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا شوق دل میں موجزن ہو۔صالح شافعی نے اس بارے میں یہ شعر کہا ہے۔

وَحَنَّ اِلَیْہِ الْجذعُ شَوْقًاوَرِقَّۃً وَرَجَعَ صَوْتًا کالْعِشَار مُرَدَّدًا

ترجمہ:۔ اور لکڑی کا ستون فرطِ شوق اور رقت قلبی کی وجہ سے رونے لگا اور آواز کو اس طرح حلق سے گھما گھما کر نکالتا تھا جس طرح عشار نکالتی ہے۔

فَبَادَرَہٗ ضمًا فتَمَرَّ لِوَقتہٖ لِکُلّ امْرِیٔ مِنْ دھْرِہ مَتعودًا

ترجمہ:۔ وہ اس کی طرف تیزی سے بڑھے اور اس وقت کو غنیمت سمجھا اور آدمی دنیا مین اپنی عادات ہی پر چلتا ہے۔

آپؐ کے فراق میں لکڑی کے ستون کا رونا اور پتھروں کا سلام کرنا یہ آپ کے خصوصی معجزے ہیں۔آپؐ کے علاوہ کسی اور نبی کو یہ معجزے نہیں دیئے گئے۔

اَلْعُصَارِی

''اَلْعُصَارِی'' (عین کے ضمہ اور صاد کے فتحہ کے ساتھ اس کے بعد را اور آخر میں یاء ہے) اس سے مراد ٹڈی کی اک قسم ہے جس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔

شرعی حکم

اس کا کھانا حلال ہے۔ابو عاصم عبادی نے حکایت بیان کی ہے کہ طاہر زیادی نے کہا کہ ہم ''العصاری'' کو حرام سمجھتے تھے اور ہم اس کی حرمت کا فتویٰ دیا کرتے تھے۔یہاں تک کہ ہمارے پاس الاستاذ ابوالحسن ماسرجسی تشریف لائے۔پس انہوں نے فرمایا کہ ''عصاری'' حلال ہے۔پس ہم جنگل میں اس کے شکار کے لئے نکلے تو ہم نے اہل عرب سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا یہ مبارک ٹڈی ہے۔پس ہم نے اہل عرب کے قول کی طرف رجوع کر لیا۔

العصفور

(چڑیا) العصفور: یہ لفظ عین کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ابن رشیق نے کتاب ''الغرائب و الشذوذ'' میں عصفور (بفتح العین) بھی نقل کیا ہے۔مادہ کو عصفورہ کہا جاتا ہے۔شاعر کہتا ہے۔

کَعَصفُوْرَۃٍ فِیْ کَفِّ طِفْلٍ یَسُوْمَھَا حِیاض'' الردی والطِّفْلُ یَلْھُو ویَلْعُبُ

ترجمہ:۔ جیسا کہ چڑیا کا بچہ کسی بچہ کے ہاتھ میں ہو اور چڑیا پر تو موت کی تلوار لٹک رہی ہو مگر بچہ اس کو اپنا کھلونا بنائے ہوئے ہو۔

اس کی کنیت ابوالصعو' ابو محرز' ابو مزاحم اور ابو یعقوب آتی ہیں۔

عصفور کی وجہ تسمیہ

حمزہ نے بیان کیا ہے کہ چڑیا کو عصفور اس لئے کہتے ہیں کہ اس نے نافرمانی کی اور بھاگ گئی۔لہٰذا عصی اور فر کو ملا کر عصفور بنا لیا گیا ہے۔

چڑیوں کی متعدد اقسام ہیں بعض وہ ہیں جن کی آواز بہت عمدہ اور شیریں ہوتی ہے۔ بعض خوبصورت ہوتی ہیں۔ عنقریب انشاء اللہ اس کا تفصیلی تذکرہ آگے آئے گا۔ ایک چڑیا اصرار کہلاتی ہے۔ اس چڑیا کو جب بلایا جائے تو یہ جواب دیتی ہے۔ ایک عصفور الجنہ (ابابیل) ہے۔ ان دونوں کا تذکرہ ہو چکا اور کچھ چڑیا گھریلو ہوتی ہیں۔ ان گھریلو چڑیوں کی طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں ان میں سے بعض کی طبیعت میں درندگی ہوتی ہے جو گوشت کھاتی ہیں اور بچوں کو جگا نہیں دیتیں۔ بعض کی طبیعتیں بہائم جیسی ہوتی ہیں۔ ان کے مخلب اور منسر وغیرہ نہیں ہوتیں۔ جب چڑیا کسی شاخ پر بیٹھتی ہے تو تین انگلیوں کو آگے اور دو انگلیوں کو پیچھے کر کے اس پر جم کر بیٹھتی ہے۔ اس کے برعکس دیگر تمام پرندے دو انگلیوں کو آگے اور دو کو پیچھے کر کے بیٹھتے ہیں۔ چڑیا عام طور پر دانہ اور سبزیاں کھاتی ہیں۔ نر کی تمیز کالی ڈاڑھی سے ہوتی ہے۔ جیسے مرد، بکرے اور مرغ کی۔ روئے زمین پر چڑیا سے زیادہ اپنے بچوں پر شفیق کوئی جانور نہیں۔ اس بات کا مشاہدہ اس وقت ہوتا ہے جب اس کے بچوں کو پکڑ لیا جائے۔ شکاری پرندوں کے خوف سے یہ گھروں کی چھتوں میں گھونسلے بناتی ہیں۔ جب کوئی آبادی انسانوں سے خالی ہو جاتی ہے تو چڑیا بھی اس جگہ سے نکل کر دوسری جگہ بسیرا کر لیتی ہے اور دوبارہ جب وہ بستی آباد ہوتی ہے تو چڑیا بھی وہیں بسیرا کرنے لگتی ہے۔ چڑیا چلنے سے بالکل ناواقف ہوتی ہے بلکہ کود کود کر راستہ قطع کرتی ہے۔

چڑا بہت زیادہ جفتی کرتا ہے چنانچہ بعض دفعہ ایک گھنٹہ میں سو بار بھی جفتی کر لیتا ہے اسی لئے اس کی عمر بہت کم ہوتی ہے اور یہ زیادہ سے زیادہ ایک سال زندہ رہتا ہے۔ چڑیا کے بچوں میں اُڑنے کا حوصلہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ جب بھی اس کے والدین اس کو اڑنے کا اشارہ کرتے ہیں وہ فوراً اڑنے لگتے ہیں۔

چڑیوں کی ایک قسم وہ ہے جس کو ''عصفور الشوک'' یعنی خاردار چڑیا کہتے ہیں۔ یہ زیادہ تر انگور وغیرہ کی باڑھ پر رہتی ہے۔ حکیم ارسطو کا قول ہے کہ اس چڑیا اور گدھے میں عداوت ہوتی ہے۔ اگر گدھے کی پشت پر زخم ہو تو یہ چڑیا اس کے زخم کو اپنے کانٹے سے کریدتی ہے اور جب گدھے کا داؤ (موقع) لگتا ہے تو گدھا اس کے کانٹے کو رگڑ کر توڑ دیتا ہے اور چڑیا کو مار ڈالتا ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب گدھا بولتا ہے تو اس چڑیا کے انڈے یا بچے گھونسلے سے گر جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ چڑیا جب گدھے کو دیکھتی ہے تو اس کے سر کے اوپر چلانے اور اڑنے لگتی ہے اور گدھے کو خوب اذیت پہنچاتی ہے۔ چڑیا کی ایک قسم قبرہ ہے اور ایک قسم حسون ہے۔ دیگر اقسام میں سے کچھ کا تذکرہ ہو چکا اور کچھ کا آئندہ ابواب میں ہوگا۔

ابن الجوزی نے ''کتاب الاذکیاء'' میں لکھا ہے کہ کسی شخص نے ایک چڑیا پر غلیل سے غلہ مارا مگر وہ چڑیا کو نہ لگا اور نشانہ خطا ہو گیا۔ ایک دوسرا شخص جو وہاں پر کھڑا ہوا تھا۔ بولا' واہ واہ! یہ سن کر شکاری کو غصہ آیا اور کہنے لگا کہ تو میرا مذاق اڑاتا ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میں نے تیرا مذاق نہیں اڑایا بلکہ میں نے چڑیا کو آفرین کہا کہ خوب اللہ نے اس کی جان بچادی۔

ایوب جمال کا حسن سلوک چڑیا سے

حضرت جنید فرماتے ہیں کہ مجھ کو محمد بن وہب نے اپنے بعض رفقاء کا حال سنایا کہ ایک مرتبہ وہ ایوب جمال کے ساتھ حج کرنے گئے۔ جب ہم صحرا میں داخل ہوئے اور چند منزل طے کر چکے تو ایک چڑیا کو دیکھا کہ وہ ہمارے سروں پر گھوم رہی ہے۔ ایوب نے سر اٹھا کر دیکھا تو کہنے لگے کہ یہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ پھر انہوں نے روٹی کا ایک ٹکڑا مل کر اپنی ہتھیلی پر رکھا۔ چڑیا ہتھیلی پر آ بیٹھی اور کھانے لگی۔ پھر انہوں نے چلو میں پانی لے کر اس کو پلایا۔ جب وہ پانی پی چکی تو اس سے کہا اڑ جا۔ چنانچہ وہ اڑ گئی۔ اگلے دن وہ پھر آئی۔ آپ نے اس کو اسی طرح کھلایا اور پلایا۔ الغرض وہ چڑیا آخر سفر تک روزانہ اسی طرح آتی رہی تو ایوب جمال نے کہا کہ کیا تم کو اس چڑیا کا قصہ معلوم ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ چڑیا روز میرے گھر میرے پاس آیا کرتی تھی اور میں اس کو کھلایا پلایا کرتا تھا۔ اب جب میں سفر میں چلا تو یہ بھی میرے ساتھ ہولی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اور ایک چڑا

بیہقی اور ابن عساکر نے ابو مالک کی سند سے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا گزر ایک چڑے کے پاس سے ہوا جو ایک چڑیا کے اردگرد چکر لگا رہا تھا۔ حضرت سلیمانؑ نے ہمرائیوں سے کہا کہ معلوم ہے یہ چڑا کیا کہہ رہا ہے؟ ہمراہیوں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ! آپ ہی فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اس چڑیا کو شادی کا پیغام دے رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ تو مجھ سے نکاح کر لے اور پھر تو دمشق کے جس محل میں چاہے گی تجھ کو بسا دوں گا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اس چڑے کو معلوم ہے کہ دمشق کے محلات سنگین ہیں اور ان میں کہیں بھی گھونسلہ رکھنے کی جگہ نہیں ہے مگر پھر بھی یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شادی کے پیغام دینے والے اکثر جھوٹ بولنے کے عادی ہوتے ہیں۔

حدیث میں ذکر:۔

امام مسلمؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کی ہے کہ:

''حضرت عائشہؓ نے انصار کے ایک بچہ کی وفات پر (جس کے ماں باپ مسلم تھے) فرمایا کہ یہ تو جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ عائشہؓ معاملہ اس کے سوا بھی ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق جنت کے لئے پیدا کی۔ درانحالیکہ وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے اور ایسے ہی ایک مخلوق دوزخ کے لئے پیدا کی اور وہ بھی ابھی پیدا نہیں ہوئے''۔

بعض لوگوں نے اس حدیث کی سند پر کلام کیا ہے کہ یہ روایت طلحہ بن یحییٰ سے مروی ہے اور یہ متکلم فیہ ہے لیکن حق بات یہ ہے کہ یہ صحیح ہے اور یہ صحیح مسلم میں مذکور ہے۔ ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعی طور پر اس طرح کہنے سے انکار فرمایا ہے۔ اس نہی کی علت بعض لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ شاید یہ نہی اس وقت فرمائی ہو جب آپ کو اس کا علم نہ ہو کہ مسلمانوں کے بچے جنتی ہیں لیکن یہ تاویل صحیح نہیں ہے کیونکہ سورۂ طور مکیہ ہے جو بچوں کے والدین کے تابع ہونے پر دلالت [1] کرتی ہے اور نہی کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس بچے کے جنتی ہونے کا قطعی حکم ان کے ابوین کے ایمان کی قطعیت کی بناء پر لگایا ہو۔ حالانکہ ان کا قطعی مومن ہونا ضروری نہیں کیونکہ اس کا احتمال ہے کہ وہ منافق ہوں۔ لہٰذا اس صورت میں بچہ ابن مومن ہونے کی بجائے ابن کافر ہوگا۔ لہٰذا قطعی طور پر اس کے جنتی ہونے کا حکم لگانا درست نہیں ہے اور اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو اس سے منع فرمایا ہو۔

ابن قانع نے شرید بن سوید ثقفی کے حالاتِ زندگی میں یہ روایت نقل کی ہے:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بے غرض و مقصد کسی چڑیا کو ہلاک کر دے گا تو چڑیا قیامت میں چیخ کر اللہ تعالیٰ سے کہے گی تیرے بندے نے مجھے مار ڈالا اور میرے مارنے کوئی مقصد نہ تھا''۔

---

[1] وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ (اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کا ساتھ دیا تو ان کی اولاد کو ہم ان کے ساتھ ملا دیں گے)۔

ایک دوسری حدیث میں مذکور ہے:۔

''اصحاب صفہ میں سے ایک صحابیؓ شہید ہوئے تو ان کی والدہ نے کہا تجھے مبارک ہو جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے تو نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کی اور اللہ کے راستہ میں شہید ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے کیا معلوم؟ شاید یہ لایعنی گفتگو کرتا ہو اور اس چیز کو منع کرتا ہو جو اس کے لئے نقصان دہ نہیں ہے''۔

بیہقی نے شعب الایمان میں مالک بن دینار سے نقل کیا ہے:۔

''فرماتے ہیں کہ اس زمانے کے قراء کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے ایک جال گاڑا' پس ایک چڑیا آئی تو اپنے جال میں بیٹھ گیا۔ چڑیا نے اس سے کہا کیا بات ہے کہ میں تجھ کو مٹی میں چھپا ہوا دیکھ رہی ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ تواضع کی وجہ سے پھر چڑیا نے اس سے کہا کہ کس وجہ سے تیری کمر جھک گئی۔ اس نے جواب دیا کہ طول عبادت کی وجہ سے' چڑیا نے پوچھا کہ تیرے منہ میں یہ دانہ کیسا ہے؟ اس نے جواب دیا میں نے یہ دانہ روزہ داروں کے لئے جمع کیا ہے۔ جب شام ہوئی تو اس نے اس دانہ کو کھالیا۔ پھر وہ جال اس کی گردن میں پڑ گیا جس سے اس کا گلا گھٹ گیا۔ چڑیا نے کہا اگر بندوں کا گلا اس طرح گھٹ جاتا ہے۔ جس طرح تیرا تو پھر اس زمانہ میں بندوں میں کوئی خیر نہیں ہے''۔

لقمانؒ کی اپنے بیٹے کو نصیحت

بیہقی کی ''شعب الایمان'' ہی میں حضرت حسنؓ سے منقول ہے کہ حضرت لقمانؒ نے اپنے بیٹے سے کہا۔ اے پیارے بیٹے! میں نے چٹان' لوہے اور ہر بھاری چیز کو اٹھایا لیکن میں نے پڑوسی سے زیادہ ثقیل کسی چیز کو نہیں پایا اور میں نے تمام کڑوی اور تلخ چیزوں' کا ذائقہ چکھ لیا لیکن فقر وتنگدستی سے تلخ کوئی چیز نہیں پائی۔ اے بیٹے! جاہل شخص کو ہرگز اپنا قاصد اور نمائندہ مت بنا اور اگر نمائندگی کے لئے کوئی قابل اور عقلمند شخص نہ ملے تو تُو خود اپنا قاصد بن جا۔

بیٹے! جھوٹ سے خود کو محفوظ رکھ کیونکہ یہ چڑیا کے گوشت کی مانند نہایت مرغوب ہے۔ تھوڑا سا جھوٹ بھی انسان کو جلا دیتا ہے۔ اے بیٹے! جنازوں میں شرکت کیا کر اور شادی کی تقریبات میں شرکت سے پرہیز کر' کیونکہ جنازوں کی شرکت تجھے آخرت کی یاد دلائے گی۔ اور شادیوں میں شرکت دنیا کی خواہشات کو جنم دے گی۔ آسودہ شکم ہوتے ہوئے دوبارہ شکم سیر ہو کر مت کھا کیونکہ اس صورت میں کتوں کو ڈال دینا کھانے سے بہتر ہے۔ بیٹے نہ اتنا شیریں نہ بن کہ لوگ تجھے نگل جائیں اور اتنا کڑوا نہ ہو کہ تھوک دیا جائے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسنؓ کے بعض مجموعوں میں دیکھا ہے کہ حضرت لقمانؒ نے اپنے بیٹے سے کہا۔ بیٹے واضح رہے کہ تیرے دربار میں یا تو تجھ سے محبت کرنے والا آئے گا یا تجھ سے ڈرنے والا۔ پس جو خائف ہے اس کو قریب بٹھا اور اس کے چہرے پر نظر رکھو اور اس کے پیچھے سے اشارہ سے خود کو بچا' اور جو تجھے چاہنے والا ہے اس سے خلوص دل اور خندہ پیشانی سے مل' اور اس کے سوال سے پہلے اس پر نوازش کر اس لئے کہ اگر تو اس کو سوال کا موقع دے گا تو وہ تجھ سے اپنے چہرے کی معصومیت کی وجہ تجھ سے دوگنا مال حاصل کرے گا۔ چنانچہ اس کے متعلق یہ شعر کہا گیا ہے۔

ترجمہ:۔ جب تُو نے بغیر سوال کے مجھے عطا کر دیا تو تُو نے مجھے دے دیا اور مجھ سے لے بھی لیا۔

بیٹے! قریب بعید سب کے لئے اپنا حلم وسیع کر دے اور اپنی جہالت کو روک لے کریم سے اور لئیم سے' رشتہ داروں سے صلہ رحمی کر تا کہ وہ لوگ تیرے بھائی بن جائیں اور جب تُو ان سے جدا ہو یا وہ تجھ سے جدا ہوں تو نہ ان کی عیب جوئی کر اور نہ وہ تیری عیب جوئی کریں

گے۔

لقمانؒ کی اس نصیحت سے مجھے (یعنی دمیریؒ) وہ واقعہ یاد آ گیا جو مجھے میرے شیخ نے سنایا تھا کہ شاہ اسکندر نے بلاد مشرق کے ایک بادشاہ کے پاس ایک قاصد روانہ کیا۔ یہ قاصد واپسی میں ایک خط لے کر آیا جس کے ایک لفظ کے بارے میں اسکندر کو شک ہو گیا تو اسکندر نے اس سے کہا تیرا ناس ہو بادشاہوں پر کوئی خوف نہیں ہوتا' مگر اس وقت جب ان کے راز افشاء ہو جائیں تو میرے پاس ایک صحیح اور واضح خط لایا مگر ایک حرف نے اس خط کو ناقص بنا دیا ہے؟ کیا یہ حرف مشکوک ہے یا یہ لفظ یقیناً بادشاہ ہی کا رقم کردہ ہے۔ قاصد نے جواب دیا کہ یقینی طور پر بادشاہ کا رقم کردہ خط ہے۔ اسکندر نے محرر کو حکم دیا کہ اس خط کے مضمون کو دوسرے کاغذ پر حرف بحرف لکھ کر دوسرے قاصد کے ذریعہ بادشاہ کے پاس واپس بھیج دیا جائے اور اس کے سامنے پڑھ کر اس کا ترجمہ کیا جائے۔

چنانچہ جب وہ خط شاہِ مشرق کے حضور میں پڑھا گیا تو اس نے اس لفظ کو غلط قرار دیا اور مترجم سے کہا کہ اس کو کاٹ دیا جائے۔ چنانچہ وہ لفظ خط سے کاٹ دیا گیا اور اسکندر کو لکھا کہ میں نے خط سے اس حصہ کو حذف کر دیا جو میرا کلام نہیں تھا۔ اس لئے کہ آپ کے قاصد کی زبان کاٹنے کا مجھے کوئی اختیار نہیں تھا۔ چنانچہ جب قاصد اسکندر کے پاس یہ خط لے کر آیا تو اس نے پہلے والے قاصد کو طلب کر کے اس سے دریافت کیا کہ تُو نے کس وجہ سے یہ کلمہ اپنی طرف سے لکھا جو دو بادشاہوں کے درمیان فساد کا سبب بن سکتا تھا؟ تو اس قاصد نے اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ جس بادشاہ کے پاس آپ نے مجھے بھیجا تھا اس کی ایک کوتاہی کے سبب میں نے ایسا کیا تھا۔ اسکندر نے اس سے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ سعی تُو نے کی وہ اپنے مفاد کے لئے کی ہماری خیر خواہی کے لئے نہیں چنانچہ جب تیری امید پوری نہ ہو سکی تو تُو نے معزز اور بلند مرتبہ نفوس کے درمیان اس کو بدلہ کے طور پر استعمال کیا۔ اس کے بعد اسکندر نے اس کی زبان گدی سے کھنچوا دی۔

یحیٰی بن خالد بن برمک کا قول ہے کہ لوگوں کی عقل کا اندازہ تین چیزوں سے ہوتا ہے۔ ہدیہ' قاصد اور خط۔ ابوالاسود دوئلی نے ایک شخص کو یہ شعر کہتے ہوئے سنا۔

اِذَا اَرْسَلْتَ فِیْ اَمْرٍ مُرْسِلاً فَاَرْسِلْ حَکِیْماً وَلاَ تُوْصِہ

ترجمہ:۔ جب تُو کسی ضرورت کے لئے کوئی نمائندہ یا قاصد بھیجے تو عقلمند شخص کو بھیج اور اس کو کوئی وصیت مت کر۔

ابوالاسود نے کہا کہ اس کہنے والے نے غلط کہا کیا یہ نمائندہ عالم الغیب ہے' وہ اس کے مقصد کو کیسے سمجھے گا۔ اس نے یوں کیوں نہیں کیا۔

اَذَا اَرْسَلْتَ فِیْ اَمْرٍ رَسُوْلا فَاَفْھِمْہُ وَاَرْسِلْہُ اَدِیْبًا

ترجمہ:۔ جب کسی معاملہ میں تُو کسی کو نمائندہ بنائے تو اس کو سمجھا دے اور اس کو سکھا کر روانہ کر۔

وَلاَ تَتْرُکْ وَصِیَّۃً بِشَیْءٍ وَاِنْ ھُوَ کَانَ ذَا عَقْلٍ اَرِیْبًا

ترجمہ:۔ اس کو کسی بھی چیز کی وصیت میں ڈھیل مت دے خواہ وہ عقلمند اور ذی شعور ہی کیوں نہ ہو۔

فَاِنْ ضَیَّعْتَ ذَاکَ فَلاَ تَلُمْہُ عَلٰی اَنْ لَمْ یَکُنْ عِلْمُ الْغُیُوْبَا

ترجمہ:۔ پس اگر تُو نے وصیت کو ضائع کر دیا تو پھر اس کو ملامت نہ کر کیونکہ وہ عالم الغیب نہیں ہے۔

والدہ کی بددعا کا نتیجہ

تاریخ ابن خلکان ودیگر کتب تواریخ میں مذکور ہے کہ زمخشری مقطوع الرجل تھے۔ یعنی ان کی ایک ٹانگ کٹی ہوئی تھی۔ لوگوں نے ان سے اس کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ میری والدہ کی بددعاء کا نتیجہ ہے۔ میں نے بچپن میں ایک چڑیا پکڑی اور اس کی ٹانگ میں ایک ڈورا باندھ دیا۔ اتفاقاً وہ میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور اڑتے اڑتے ایک دیوار کے شگاف میں گھس گئی۔ میں نے ڈورا پکڑ کر (جو کہ شگاف کے باہر لٹکا ہوا تھا کافی لمبا ہونے کی وجہ سے) زور سے کھینچا تو وہ اس شگاف سے نکل آئی مگر ڈورے سے اس کی ٹانگ کٹ گئی۔ والدہ کو اس کا بڑا صدمہ ہوا اور مجھے یہ کہہ کر بددعا دی کہ جس طرح تُو نے اس کی ٹانگ کاٹ دی خدا تیری بھی ٹانگ ایسے ہی توڑ دے۔ چنانچہ جب طالب علمی کی عمر کو پہنچا اور تحصیل علوم کی غرض سے بخارا کے لئے چلا تو دوران سفر سواری سے گر پڑا۔ بخارا جا کر میں نے بہت علاج کرایا مگر ٹانگ کٹائے بغیر بات نہ بنی اور انجام کار ٹانگ کٹوانی پڑی۔

حافظ ابونعیم کی کتاب ''الحلیہ'' میں امام زین العابدینؒ کے حالات کے تحت مذکور ہے کہ ابوحمزہ یمانی فرماتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ بن حسین کی خدمت میں موجود تھا کہ یکا یک بہت ساری چڑیاں ان کے قریب اڑنے اور چلانے لگیں تو حضرت علیؓ بن حسین نے مجھ سے پوچھا ابوحمزہ! تم کو معلوم ہے کہ یہ چڑیاں کیا کہہ رہی ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ نہیں، تو آپ نے فرمایا کہ یہ اپنے رب کی تسبیح وتقدیس بیان کر رہی ہیں اور اس سے رزق طلب کر رہی ہیں۔

حضرت موسیٰ اور خضر علیہ السلام کا واقعہ

صحیحین، سنن نسائی اور جامع ترمذی میں حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے حضرت ابن عباسؓ کی حدیث منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے سامنے خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں سب سے زیادہ جانتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس جواب پر اظہار ناراضگی فرمایا۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے سوال کیا گیا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ حضرت موسیٰؑ نے لاعلمی کا اظہار فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی موسیٰ علیہ السلام کو مطلع فرمایا کہ ہمارا بندہ خضر علیہ السلام سب سے زیادہ عالم ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معلوم کیا کہ ان سے کیسے اور کہاں ملاقات ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنے توشہ دان میں ایک مچھلی رکھ لو جہاں وہ مچھلی غائب ہو جائے وہیں خضرؑ سے ملاقات ہو گی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حسب ہدایت توشہ دان میں مچھلی لے کر روانہ ہو گئے اور آپؑ کے ساتھ یوشع علیہ السلام بھی روانہ ہو گئے۔

جب ایک پتھر پر پہنچے تو دونوں اس پتھر پر سر رکھ کر سو گئے اور مچھلی توشہ دان سے کھسک گئی اور سمندر میں راستہ بناتی ہوئے گزر گئی جس کو حضرت یوشع علیہ السلام نے دیکھا اور وہ مچھلی کی اس حیرت انگیز کارکردگی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گوش گزار نہ کر سکے۔ کیونکہ جس وقت مچھلی دریا میں راستہ بناتے چلی اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام عبادت میں مصروف تھے۔ اس کے بعد ان دونوں حضرات نے پھر سفر شروع کر دیا تو اچانک حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تھکن کا احساس ہوا تو آپؑ نے اپنے ہمراہی حضرت یوشع علیہ السلام سے کہا کہ ہمارا ناشتہ تو لاؤ اس سفر میں تو ہمیں بڑی تکلیف پہنچی۔ تب حضرت یوشعؑ نے کہا لیجئے یہ عجیب بات ہو گئی کہ ہم آپ کو مچھلی کا واقعہ بتانا ہی بھول گئے اور وہ مچھلی تو اس وقت غائب ہو گئی تھی۔ جب ہم اس پتھر کے پاس سوئے تھے یہ سن کر حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ یہی وہ جگہ ہے جس کی ہم کو تلاش تھی۔ چنانچہ دونوں حضرات اپنے قدموں کے نشانات دیکھتے ہوئے واپس لوٹے اور جب اس پتھر کے پاس پہنچے تو وہاں

ایک شخص کو جو چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے پایا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو سلام کیا اور فرمایا کہ میں موسیٰ ہوں۔ حضرت خضرؑ نے پوچھا کہ موسیٰ بنی اسرائیل' تو آپ نے جواب دیا کہ ہاں میں بنی اسرائیل کا نبی موسیٰ ہوں۔ پھر حضرت موسیٰ نے پوچھا کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں؟ تا کہ آپ مجھے وہ علم سکھا دیں جو آپ کو (منجانب اللہ) سکھایا گیا ہے۔ حضرت خضرؑ نے جواب دیا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر (میرے افعال پر) صبر نہ کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ مجھے انشاء اللہ صابر پائیں گے اور میں کسی معاملہ میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

چنانچہ اس گفتگو اور معاہدہ کے بعد دونوں سمندر کے کنارے کنارے چل دیئے۔ چلتے چلتے ان کو ایک کشتی نظر آئی اور انہوں نے اہلِ کشتی سے کشتی میں سوار ہونے کی بات چیت کی۔ اہلِ کشتی نے حضرت خضر کو پہچان لیا اور بغیر اجرت کے ہی ان کو سوار کر لیا۔ کچھ دیر بعد ایک چڑیا کشتی کے کنارہ پر آ بیٹھی اور اس نے پانی پینے کے لئے سمندر میں ایک یا دو چونچ ماری تو حضرت خضر نے فرمایا اے موسیٰ ! میرے اور آپ کے علم نے اللہ تعالیٰ کے علم میں سے صرف اتنا حصہ کم کیا (پایا) جتنا اس چڑیا نے اس سمندر سے پانی کم کیا۔ اس کے بعد حضرت خضرؑ نے اس کشتی کا ایک تختہ اکھیڑ دیا اس پر حضرت موسیٰ نے تعجب سے کہا کہ ان کشتی والوں نے ہم کو بغیر کسی اجرت کے سوار کیا اور تم نے ان کی کشتی کو توڑ دیا کہ وہ ڈوب جائیں۔ حضرت خضرؑ نے کہا کہ میں نے پہلے ہی نہیں کہا تھا کہ میرے ساتھ رہ کر آپ سے صبر نہیں ہو سکے گا۔ حضرت موسیٰ نے کہا کہ مجھ کو یاد نہیں رہا تھا' سو آپ بھول چوک پر میری گرفت نہ کیجئے۔ اور میرے اس معاملہ میں مجھ پر زیادہ تنگی نہ کیجئے۔

شرط کی پہلی خلاف ورزی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نسیاناً سرزد ہوئی۔ پھر دونوں کشتی سے اتر کر چلے۔ پس دیکھا کہ ایک لڑکا بچوں کے ساتھ کھیل کود میں مصروف ہے۔ حضرت خضرؑ نے اس بچہ کا سر اوپر سے پکڑ کر الگ کر دیا۔ حضرت موسیٰ گھبرا کر کہنے لگے کہ آپ نے ایک بے گناہ جان کو مار ڈالا اور وہ بھی کسی وجہ کے بغیر' بے شک آپ نے یہ بڑی بے جا حرکت کی۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ آپ سے صبر نہ ہو سکے گا۔ ابن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ پہلے کے مقابلہ میں حضرت خضرؑ کی جانب سے یہ تنبیہ سخت اور موکد ہے۔ پھر دونوں حضرات آگے چلے یہاں تک کہ ایک گاؤں والوں پر گزر ہوا تو ان حضرات نے ان گاؤں والوں سے کھانا مانگا (کہ ہم مہمان ہیں) لیکن گاؤں والوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کر دیا۔ اسی گاؤں میں چلتے چلتے ان کو ایک دیوار نظر آئی جو گرنے کے قریب تھی۔ حضرت خضرؑ نے اس کو ہاتھ کے اشارہ سے سیدھا کر دیا۔ موسیٰ نے کہا کہ اگر آپ چاہتے تو اس کام پر کچھ اجرت ہی لے لیتے۔ حضرت خضرؑ نے کہا کہ یہ وقت آپ کے اور ہمارے درمیان جدائی کا ہے اور میں آپ کو ان چیزوں کی حقیقت بتلائے دیتا ہوں جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ میرے برادر موسیٰ پر رحم فرمائے کہ کاش وہ اتنا صبر کر لیتے یہاں تک کہ خود اللہ تعالیٰ ان رموز و اسرار کو بیان فرما دیتے۔

اس واقعہ میں کون سے موسیٰ تھے؟

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ نوفا بکالی کہتا ہے کہ اس واقعہ میں جس موسیٰ کا تذکرہ ہے یہ بنی اسرائیل کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں تھے بلکہ موسیٰ نامی کوئی اور شخص تھا۔ یہ سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ وہ دشمن خدا جھوٹ کہتا ہے۔ مجھ سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔ یہ کہہ کر پوری حدیث بیان کی جس میں حضرت خضرؑ اور حضرت موسیٰ کا مکمل واقعہ تھا اور فرمایا کہ ایک چڑیا کشتی کے کنارے پر بیٹھی اور پھر

اس نے سمندر میں ٹھونگ ماری تو حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ اے موسیٰ آپ کے اور میرے علم نے علم خداوندی میں سے اتنا کم کیا ہے کہ جتنا اس چڑیا نے اس سمندر سے پانی کم کیا۔

علماء فرماتے ہیں کہ یہاں نقص (کمی) کا جو لفظ بیان ہوا ہے وہ یہاں اپنے ظاہری معنی پر محمول نہیں ہے بلکہ سمجھانے کے لئے اس لفظ کا استعمال کیا گیا ہے ورنہ موسیٰؑ اور خضرؑ کا علم علم خداوندی کی نسبت سے اس سے بھی کم ہے۔

شرعی حکم

اس کا کھانا حلال ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی شخص بھی چڑیا یا اس سے بھی چھوٹے کسی جانور کو ناحق کے مارے گا تو اس سے ضرور اللہ تعالیٰ اس کے متعلق سوال فرمائیں گے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کا حق کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اس کا حق یہ ہے کہ اس کو ذبح کر کے کھایا جائے اور اس کا سر کاٹ کر نہ پھینکا جائے''۔ (رواہ النسائی) حاکم نے خالد سے انہوں نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح سے نقل کیا ہے کہ:۔

''ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کا دل چڑیا کی مانند ہے دن میں سات مرتبہ بدلتا ہے''۔

صحیح قول کے مطابق چڑیا کو پکڑ کر پھر آزاد کرنا صحیح نہیں ہے اور بعض کے نزدیک جائز ہے اس لئے کہ حافظ ابونعیم نے حضرت ابوالدرداء سے نقل کیا ہے کہ وہ بچوں سے چڑیوں کو خرید کر چھوڑ دیا کرتے تھے۔ ابن صلاح فرماتے ہیں کہ اختلاف ان چڑیوں کے متعلق ہے جو بذریعہ شکار قبضہ میں آئی ہوں۔ سود اور رباء کے معاملہ میں چڑیوں کی جملہ انواع و اقسام ایک جنس شمار کی جائیں گی۔ اسی طرح بطخ کی جملہ اقسام جنس واحد شمار کی جائیں گی۔ کبوتر کی جملہ اقسام ربا کے معاملہ میں ایک ہی شمار کی جائیں گی۔ مرغ کی بھی جملہ اقسام جنس واحد مانی جائیں گی۔ سارس، مرغابی اور سرخاب بھی علیحدہ علیحدہ ایک جنس ہیں۔

مانوس جانوروں کو آزاد چھوڑنا زمانۂ جاہلیت کے سوائب کے مشابہ ہونے کے باعث قطعاً ناجائز اور باطل ہے۔ جیسا کہ صید کے باب میں گزر چکا۔

شیخ ابواسحاق شیرازی نے اپنی کتاب ''عیون المسائل'' میں لکھا ہے کہ چڑیوں کی بیٹ نجس غیر معفوعنہ ہے اور مشہور اس بارے میں یہ ہے کہ اس میں بھی اسی نوعیت کا اختلاف ہے جیسا ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب کے بارے میں اختلاف ہے۔

ضرب الامثال

کہتے ہیں: فُلَانٌ اَخَفُّ حِلْمًا مِنْ عَصْفُوْرٍ ''چڑیا سے بھی کم بردبار ہے'') حضرت حسانؓ نے یہ شعر کہا ہے۔

لَا بَأسِ بِالْقَوْمِ مِنْ طُوْلٍ وعَظِيْمٍ جِسْمُ الْبِغَالِ وَاَحْلَامُ الْعَصَافِيْر

ترجمہ:۔ قوم اگر طویل القامت اور طویل الجثہ ہو تو کوئی حرج نہیں کہ ان کے جسم خچروں کی طرح اور ان کی عقلیں چڑیوں کی طرح مختصر ہوں۔

تعنب نے یہ اشعار کہے ہیں۔

ان یسمعوا ریبۃً طاروا بھافرحا منی وما سمعوا من صالح دفنوا

ترجمہ:۔ اگر میری کوئی بات بری سنتے ہیں تو اسے دنیا میں پھیلا دیتے ہیں خوش ہو کر لیکن میری اچھی بات کو بجائے پھیلانے کے دفن کر دیتے ہیں۔

مِثْلَ الْعَصَافِیرِ احلامًا ومِقْدِرَۃً لَوْ یُوْزَنُوْنَ بِرِقِ الرِّیْشِ مَاوُزِنُوْا

ترجمہ:۔ یہ چڑیوں کی طرح عقل والے اور طاقت والے ہیں اگر ان کا وزن کیا جائے تو ایک پر کے برابر بھی ان کا وزن نہیں ہے۔

کثیر اسفادؔ کثرت سے جفتی کرنے والے کو کہتے ہیں۔فُلَانٌ" اَسْفَدُمِنْ عُصْفُوْرٍ"وہ چڑے سے زیادہ جفتی کرنے والا ہے۔

طبی خواص

چڑیوں کا گوشت گرم خشک اور مرغی کے گوشت سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔چڑیا کا سب سے عمدہ گوشت موسم سرما میں چربی دار ہوتا ہے۔اس کا گوشت منی اور قوت باہ میں اضافہ کرتا ہے۔رطوبت والے اصحاب کے لئے اس کا گوشت مضر ہے۔لیکن روغن بادام سے اس کی مضرت ختم ہو جاتی ہے بوڑھوں اور سرد مزاج والوں کو موسم سرما میں موافق آتا ہے۔چڑیا کا گوشت خلط صفرادی پیدا کرتا ہے۔

مختار بن عبدون کا کہنا ہے کہ اس کا گوشت نہ کھانا بہتر ہے کیونکہ اگر اس کی معمولی سی بھی ہڈی پیٹ میں چلی جائے تو اس سے پتا اور آنت میں چربی پیدا ہو جاتی ہے۔

اگر چڑیا کے بچوں کا انڈوں اور پیاز کے ساتھ ملا کر تیار کر کے استعمال کیا جائے تو قوتِ باہ میں زبردست اضافہ ہوتا ہے۔چڑیا کے گوشت کا شوربہ طبیعت کو صاف کرتا ہے۔اس کا گوشت ثقیل ہوتا ہے۔خصوصاً جبکہ نہایت کمزور چڑیا کا ہو۔سب سے زیادہ نقصان وہ گوشت اس چڑیا کا ہوتا ہے جو کسی گھر میں رہے اور چربی دار ہو جائے۔بعض اطباء کا خیال ہے کہ چڑیا کا مغز عرق سنداب (ایک بدبودار درخت جس کے پتے صفر نما ہوتے ہیں) اور قدرے شہد میں ملا کر نہار منہ پینے سے بواسیر کے دردوں کے لئے نافع ہے۔چڑیوں کی بیٹ کو لعابِ دہن (لعابِ انسان) میں حل کر کے پھنسیوں پر لگایا جائے تو پھنسیاں بالکل ختم ہو جائیں گی۔یہ نسخہ مجرب ہے۔

اگر چڑیا کا مغز شیرج کے ہمراہ پگھلا کر شراب کے عادی شخص کو پلایا جائے تو اس کو شراب سے نفرت ہو جائے گی۔یہ بھی نہایت مجرب ہے۔عصفوراشوک (خاردار چڑیا) اگر نمک ملا کر بھون کر کھائی جائے تو مثانہ اور گردے کی پتھری کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔مہرارلیش کا قول ہے کہ اگر چڑیا کو ذبح کر کے اس کا خون مسور کے بیسن پر ٹپکا لیا جائے اور پھر اس کی گولیاں بنا کر خشک کر لی جائیں تو ان کا استعمال قوت باہ میں اضافہ اور ہیجان پیدا کرتا ہے اور اگر اس میں سے ایک گولی کو زیتون کے تیل میں ملا کر احلیل کی مالش کر لی جائے تو عضو تناسل نہایت سخت اور مضبوط ہو جاتا ہے۔

کامیاب ترین نسخہ جات

امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ چار چیزیں قوتِ جماع میں اضافہ کرتی ہیں۔چڑیوں کا گوشت۔اطریفل اکبر۔بادام اور پستہ اور چار چیزیں عقل کو بڑھاتی ہیں۔لایعنی باتوں سے پرہیز۔مسواک کا استعمال۔صلحاء کی مجلس اور اپنے علم پر عمل کرنا۔اور چار چیزیں بدن کو مظبوط بنا دیتی ہیں۔گوشت کا کھانا۔خوشبو سونگھنا۔کثرت سے نہانا (جماع اور صحبت کے بعد نہیں بلکہ بلاضرورت) اور کتان کا لباس پہننا۔چار چیزیں بدن کو لاغر اور بیمار بنا دیتی ہیں۔کثرت جماع۔نہار منہ کثرت سے پانی پینا' ترش چیزوں کا کثرت سے استعمال کرنا اور افکار وہموم۔

فائدہ:۔ جو شخص کثرتِ جماع کو وطیرہ اور شعار بنا لے اس کے بدن میں خارش، قوت میں ضعف اور بینائی کمزور ہو جاتی ہے اور ایسا شخص جماع کی حقیقی لذت سے محروم ہو جاتا ہے اور اس پر جلدی بڑھاپا آ جاتا ہے۔ جو شخص پیشاب یا پاخانہ کو روکتا ہے اور بوقتِ تقاضا ان سے فراغت حاصل نہیں کرتا اس کا مثانہ کمزور جلد سخت اور پیشاب میں جلن وسوزش کی بیماری ہو جاتا ہے اور مثانہ میں پتھری بھی ہو جاتی ہے۔ جو شخص ہمیشہ اپنے پیشاب پر تھوکنے کی عادت ڈال لے وہ کمر کے درد سے محفوظ رہے گا۔ قزوینیؒ نے اس بات کو نقل کر کے لکھا ہے کہ بارہا اس نسخہ کو آزمایا گیا ہے اور ہر بار فائدہ ہوا ہے۔

تعبیر

خواب میں چڑیا سے ایسا شخص مراد ہوتا ہے جو قصہ گو اور لہو ولعب میں مشغول ہو اور لوگوں کو حکایات اور کہانیاں سنا کر ہنساتا ہو اور بقول بعض اس کی تعبیر لڑکا ہے۔ چنانچہ اگر کسی کا لڑکا بیمار ہو اور وہ خواب میں چڑیا کو ذبح کرے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے لڑکے کی موت کا اندیشہ ہے۔ کبھی اس کی تعبیر بوڑھے، تنومند اور مالدار شخص سے دی جاتی ہے جو کہ اپنے کاموں میں چالاک، صاحب ریاست اور تدبیر گر ہو اور کبھی اس کی تعبیر خوبصورت اور شفیق عورت سے دی جاتی ہے۔ چڑیوں کی آواز کی تعبیر عمدہ کلام یا دراست علم ہے۔

ایک شخص ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں چڑیوں کے بازو پکڑ پکڑ کر اپنے کمرے میں بند کر رہا ہوں۔ ابن سیرین نے اس شخص سے پوچھا کہ کیا تجھے کتاب اللہ کا علم ہے اس شخص نے کہا کہ ہاں، تو ابن سیرینؒ نے اس سے کہا کہ مسلمانوں کے بچوں کے بارے میں اللہ سے خوف کر۔ ایک اور شخص ابن سیرینؒ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں چڑیا ہے اور میں نے اس کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو اس چڑیا نے کہا کہ تیرے لئے مجھے کھانا حلال نہیں ہے۔ ابن سیرینؒ نے تعبیر دیتے ہوئے کہا کہ تو صدقہ کا مستحق نہ ہوتے ہوئے بھی صدقہ وصول کرتا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ آپ میرے بارے میں ایسی بات کہہ رہے ہیں ابن سیرینؒ نے جواب دیا کہ ہاں اور اگر تُو کہے تو میں صدقہ کے ان دراہم کی تعداد بھی تجھے بتا دوں جو تیرے پاس ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ بتایئے۔ ابن سیرینؒ نے کہا کہ وہ چھ دراہم ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ آپؒ نے سچ فرمایا یہ دیکھئے میرے ہاتھ میں ہیں۔ اور میں اب توبہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی صدقہ نہ لوں گا۔

بعد میں ابن سیرینؒ سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ تعبیر کیسے اخذ کی تو ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ چڑیا خواب میں سچ بولتی ہے اور اس کے چھ اعضاء ہیں۔ اور چڑیا کے قول "لَا یَحِلُّ لَکَ اَنْ تَاکُلَنِی" سے میں نے یہ سمجھا کہ یہ شخص اس مال کو حاصل کرتا ہے جس کا یہ مستحق نہیں ہے۔

ایک شخص جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں ایک چڑیا ہے۔ حضرت جعفرؓ نے فرمایا کہ تجھے دس دینار حاصل ہوں گے۔ وہ شخص یہ تعبیر سن کر چلا گیا تو اس کو نو دینار حاصل ہوئے۔ اس نے واپس آ کر حضرت جعفرؓ سے بیان کیا۔ حضرت جعفرؓ نے اس سے کہا کہ اپنا خواب دوبارہ بیان کر۔ اس شخص نے بیان کیا کہ میرے ہاتھ میں ایک چڑیا ہے میں نے اس کو پلیٹ کر دیکھا تو اس کے دم نہیں ہے۔ حضرت جعفرؓ نے فرمایا کہ اگر اس کے دم ہوتی تو پورے دس دینار حاصل ہوتے۔ واللہ اعلم۔

العضل

''العضل'' اس سے مراد نرچوہا ہے۔ تحقیق اس کا تفصیلی ذکر ''الجرذ'' کے تحت باب الجیم میں گزر چکا ہے۔

العرفوط

''العرفوط'' اس سے مراد ایک قسم کا کیڑا ہے جس کی خوراک سانپ ہیں۔

العریقطة

''العریقطة'' یہ ایک قسم کا لمبا کیڑا ہے۔ جوہریؒ کا یہی قول ہے۔

العضمجة

''العضمجة'' اس سے مراد لومڑی ہے۔ تحقیق ''الثعلب'' کے تحت ''باب الثاء'' میں اس کا تفصیلی ذکر گزر چکا ہے۔

اَلْعَضْرفُوط

(نر چھپکلی) العضرفوط: اس کی تصغیر ''عُضَیْرِف'' عفیریف آتی ہے جیسا کہ جوہری نے بیان کیا۔

چھپکلی کا ایک نیک کارنامہ

ابن عطیہ نے آیت کریمہ ''قُلْنَا یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ'' کی تفسیر کے ذیل میں لکھا ہے کہ کو احضرت ابراہیمؑ کی آگ کے لئے لکڑیاں جمع کر کے لا رہا تھا اور گرگٹ و خچر آگ کو دہکانے کے لئے پھونکیں مار رہے تھے اور خطاف مینڈک اور چھپکلی اپنے اپنے منہ میں پانی بھر کر لا رہے تھے تا کہ اس آگ کو بجھایا جائے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے خطاف اور چھپکلی کو اپنی حفاظت میں لے لیا اور کوے گرگٹ اور خچر پر مصیبت و تکلیف مسلط کر دی۔

دفع بخار کے لئے ایک عمل

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے بعض مشائخ سے معلوم ہوا کہ قُلْنَا یا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا سَلَامًا سَلَامًا کے تین تعویذ لکھ کر روزانہ ایک تعویذ نہار منہ جب بخار آئے تب پلایا جائے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ جیسا بھی بخار ہوگا ختم ہو جائے گا۔ یہ عمل نہایت عجیب الاثر اور مجرب ہے۔

عَطَّارٌ

قزوینی نے ''کتاب الاشکال میں لکھا ہے کہ عطار سیپ میں اور گھونگے میں رہنے والا ایک کیڑا ہے جو بلادِ ہند میں رکے ہوئے پانی میں اور بابل کی سرزمین میں پایا جاتا ہے۔ یہ عجیب قسم کا جانور ہوتا ہے۔ اس کا سر، منہ، دو آنکھ اور دو کان ہوتے ہیں۔ اس کا گھر صدفی ہوتا

ہے۔ جب یہ کیڑا اپنے گھر میں داخل ہو جاتا ہے تو دیکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ یہ سیپ ہے اور جب یہ باہر نکل کر چلتا ہے تو اپنے گھر کو بھی ساتھ ساتھ گھسیٹ کر چلتا ہے۔ جب گرمیوں کے موسم میں زمین خشک ہو جاتی ہے تو اس کو جمع کیا جاتا ہے اس میں سے عطر جیسی خوشبو آتی ہے۔

طبی خواص

مرگی کے مریض کو اس کی دھونی دینا مفید ہے۔ اس کی راکھ دانتوں کو سفید اور چمکدار بناتی ہے۔ اگر آگ سے جلے ہوئے بدن کے حصہ پر اس کو رکھ دیا جائے یہاں تک کہ یہ خشک ہو جائے تو بے حد فائدہ مند ہے۔

اَلْعَطَّاط

''اَلْعَطَّاط'' (عین کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد شیر ہے۔ الکامل کے مصنف نے خطبۃ الحجاج کی تفسیر میں ''اَلْعُطَّاط'' (عین کے ضمہ کے ساتھ) نقل کیا ہے۔ بعض اہل علم نے عین کے فتحہ کے ساتھ نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس سے مراد ایک معروف پرندہ ہے۔

اَلْعُطْرُفُ

''اَلْعُطْرُفُ'' اس سے مراد ''افعیٰ'' سانپ ہے۔ تحقیق اس کا تذکرہ باب الہمزۃ میں لفظ ''الافعیٰ'' کے تحت گزر چکا ہے۔

العِظَاءَۃُ

(گرگٹ سے بڑا ایک کیڑا) العِظَاءَۃ: اس کی جمع عظاء اور عظایا آتی ہیں۔ عظاءۃ اور عظایۃ دونوں مستعمل ہیں۔ عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ ع

''کَمَثَلِ الْھِرِّ یَلْتَمِسُ الْعَظَایَا'' (اس بلی کی مانند جو عطایا کی متلاشی ہے)

ازہری کا قول ہے کہ عظایۃ ایک چکنے جسم کا کیڑا ہے جو دوڑ کر چلتا ہے اور چھپکلی کے مشابہ ہوتا ہے مگر اس سے خوبصورت ہوتا ہے' کسی کو اذیت نہیں دیتا۔ اس کا نام شحمۃ الارض اور شحمۃ الرمل ہے۔ اس کی متعدد اقسام ہیں۔ مثلاً سفید' سرخ' زرد اور سبز۔ اس کے یہ متفرق رنگ اس کے مسکن کے اختلاف کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ کیونکہ بعض ریتلی زمین میں' بعض پانی کے قریب اور بعض گھاس کے قریب رہتے تھے۔ بعض انسانوں سے مانوس ہو جاتے ہیں۔ یہ کیڑا چار ماہ تک بغیر کچھ کھائے رہ سکتا ہے۔ یہ طبعاً سورج کا گرویدہ ہوتا ہے اور دھوپ میں رہ کر اس کے بدن میں سختی آ جاتی ہے۔

اہلِ عرب کے خرافات

کہتے ہیں کہ جب جانوروں کو زہر تقسیم ہو رہا تھا تو اس وقت عظاوۃ کو قید کر دیا گیا تھا چنانچہ جب زہر ختم ہو گیا اور ہر حیوان نے مقدور بھر اپنا حصہ حاصل کر لیا مگر عظاءۃ کو زہر کا کچھ بھی حصہ نہیں ملا۔ اسی لئے اس میں زہر نہیں ہوتا۔ اس کی فطرت یہ ہے کہ کچھ دور تیز دوڑتی ہے اور پھر ٹھہر جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کے اس انداز سے چلنے کی وجہ یہ ہے کہ زہر سے محرومی کی یاد اور افسوس کی وجہ سے یہ ایسا کرتی ہے۔ مصر میں یہ کیڑا الحیلہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

شرعی حکم

اس کا کھانا حرام ہے۔ سحیلہ کے عنوان سے باب السین میں گزر چکا۔

طبی خواص

اگر مرد اس کا داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کپڑے میں لپیٹ کر اپنے اوپر لٹکا لے تو جب تک چاہے عورت سے ہم بستری کر سکتا ہے۔ جس کسی کو پرانا چوتھیا بخار آتا ہو وہ مذکورہ اعضاء کو کالے کپڑے میں لپیٹ کر بند میں لٹکا لے تو اس کا بخار ختم ہو جائے گا۔ اگر اس کا دل کسی عورت کے بدن پر لٹکا دیا جائے تو یہ جب تک بدن پر رہے گا ولادت نہیں ہو سکتی اور اگر گائے کے گھی میں تل کر سانپ کی ڈسی ہوئی جگہ پر ملا جائے تو زہر ختم ہو جائے گا اور شفاء حاصل ہو گی۔

اگر اس کو کسی پیالے میں ڈال کر اور پیالے کو روغن زیتون سے بھر کر دھوپ میں رکھ دیا جائے یہاں تک کہ روغن اس میں جذب ہو جائے تو جب اس روغن کو اس میں سے نچوڑا جائے گا تو وہ نچوڑا ہوا روغن زہر قاتل ہو گا۔

تعبیر

اس کی تعبیر تلبیس اور اختلاف اسرار ہے۔

العفریت (جن. دیو)

قرآن کریم میں عفریت کا ذکر اور تخت بلقیس کا قصہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ. (جنوں میں سے ایک قوی ہیکل نے کہا کہ میں اسے حاضر کر دوں گا (النمل: آیت ۳۹)

ابو رجاء عطاردی اور عیسیٰ ثقفی نے اس کو عَفْرِیَة پڑھا ہے اور بعض نے عِفْرٌ پڑھا ہے۔ تخت بلقیس لانے والے اس عفریت کا کیا نام تھا اس میں اختلاف ہے۔ چنانچہ وہب نے اس کا نام کوذا بتایا ہے اور بعض نے اس کا نام ذکوان بتایا ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس کا نام صخر جنی تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس تخت کو کیوں اور کس مقصد سے منگوایا تھا اس میں بھی مفسرین کا اختلاف ہے۔ چنانچہ قتادہ اور دیگر مفسرین کی رائے ہے کہ جب ہدہد نے آ کر اس تخت کے اوصاف' خوبیاں اور عظمت کو بیان کیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو وہ پسند آ گیا اور آپؑ نے بلقیس اور اس کی قوم کے مشرف با سلام ہونے سے قبل ہی اس پر قبضہ کرنے کا خیال کیا۔ کیونکہ بلقیس اور اس کی قوم کے اسلام لانے کے بعد شرعاً حضرت سلیمانؑ اس کے مالک نہیں بن سکتے تھے۔

ابن زید کا قول یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا (تخت منگوانے کا) منشاء یہ تھا کہ بلقیس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قدرت وسلطنت کا مظاہرہ ہو سکے۔ سب سے بہتر بات یہی ہے۔

تخت بلقیس کی ساخت

منقول ہے کہ بلقیس کا تخت سونے اور چاندی کا بنا ہوا تھا اور اس میں یاقوت اور دیگر جواہرات جڑے ہوئے تھے اور یہ تخت سات

مقفل کمروں میں بند تھا۔ ثعلبی کی ''الکشف و البیان'' میں لکھا ہے کہ تخت بلقیس بھاری اور خوبصورت تھا اور اس کا اگلا حصہ سونے کا اور پچھلا حصہ چاندی کا تھا۔ اگلے حصے میں سرخ یاقوت اور سبز زمرد اور پچھلے حصہ میں مختلف قسم کے رنگ برنگ موتی اور جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ اس تخت میں چار پائے تھے۔ ایک پایہ سرخ یاقوت کا دوسرا زرد یاقوت کا تھا اور ایک پایہ سبز زبرجد کا اور دوسرا سفید موتیوں کا تھا اور اس کے تختے خالص سونے کے تھے۔ بلقیس کے سات محلوں میں جو سب سے پچھلا محل تھا اس میں سات کمرے تھے اور ساتوں کمرے مقفل تھے۔ بلقیس کے حکم کے مطابق یہ تخت سب سے آخر والے کمرہ میں رکھا گیا تھا۔

تخت بلقیس کا طول وعرض اور بلندی

بقول حضرت ابن عباسؓ یہ تخت تیس گز لمبا تیس گز چوڑا اور تیس گز اونچا تھا اور مقاتل کے قول کے مطابق یہ اسی ہاتھ لمبا' اسی ہاتھ چوڑا تھا اور ایک قول کے مطابق اس کا طول اسی ہاتھ اور عرض چالیس ہاتھ اور بلندی تیس ہاتھ تھی۔

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ حضرت سلیمانؑ نہایت رعب اور دبدبہ کے مالک تھے۔ کسی شخص میں آپ کو مخاطب کرنے اور سلسلہ کلام شروع کرنے کی جرأت نہ تھی تاوقتیکہ آپ خود ہی سلسلہ کلام شروع نہ فرمائیں۔ ایک دن آپ نے خواب میں اپنے نزدیک ایک آگ جیسی چمک دیکھی۔ اسے دیکھ کر آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ تخت بلقیس ہے۔ آپ نے صبح کو اہل دربار کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم میں سے کون شخص بلقیس کے تخت کو میرے پاس لاسکتا ہے؟ قبل اس کے کہ بلقیس اور اس کی قوم مطیع ہو کر میرے پاس آئیں۔ حاضرین میں سے ایک دیو نے کہا کہ میں لاسکتا ہوں اور آپ کے اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے ہی وہ تخت آپ کے پاس آجائے گا۔

حضرت سلیمانؑ کی عادت شریفہ تھی کہ آپ صبح سے ظہر تک لوگوں کے معاملات سننے کے لئے دربار لگایا کرتے تھے۔ بعدازاں اس عفریت نے کہا کہ میرے اندر اتنی طاقت ہے کہ اس تخت کو اس مدت میں آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں۔ ساتھ ہی یہ بھی کہ امین بھی ہوں اور اس تخت میں چوری اور خیانت جیسا کوئی تصرف نہیں کروں گا۔ اس کے بعد ایک دوسرا شخص جس کو کتاب (تورات) کا علم تھا بولا کہ اس سے پہلے کہ آپ کی نگاہ اس کی طرف لوٹے میں اس کو آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا۔

یہ دوسرا شخص کون تھا؟ اس کے بارے میں علامہ بغوی اور اکثر علماء کا خیال ہے کہ یہ آصف ابن برخیا تھا اور یہ صدیق تھا اور اس کو اسم اعظم معلوم تھا۔ اسم اعظم کے وسیلہ سے جو بھی دعا کی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے۔

نگاہ لوٹنے کا کیا مطلب ہے؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔ سعید ابن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ نگاہ لوٹنے کا یہ مطلب ہے کہ آپ کو منتہائے نظر پر جو آدمی نظر آئے اس کے آپ تک پہنچنے سے قبل تخت حاضر کر دیا جائے گا۔ قتادہ نے اس کے معنی یہ لئے ہیں کہ نگاہ گھومنے سے پہلے وہ شخص آپ کے پاس آجائے۔ مجاہد نے یہ بیان کیا ہے کہ جب تک نگاہ تھک کر ٹھہر جائے۔ وہب نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ آپ اپنی نگاہ پھیلائیں۔ آپ کی نگاہ پھیلنے بھی نہ پائے گی کہ میں تخت کو لا کر حاضر کر دوں گا۔

اَلَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ "اَلْکِتَاب کی بحث

قصہ حضرت سلیمانؑ میں ''عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ'' میں جس شخص کی جانب علم منسوب ہے وہ اسطوم تھے اور بقول بعض حضرت جبریلؑ اور بعض کے مطابق یہ حضرت سلیمانؑ کے بارے میں ہے۔ بہر کیف بنی اسرائیل کے اسطوم نامی عالم نے جس کو اللہ تعالیٰ نے فہم و معرفت سے نوازا تھا حضرت سلیمانؑ سے کہا کہ میں تخت بلقیس کو اس سے پہلے کہ آپ کی آنکھ آپ کی جانب لوٹے آپ کی خدمت

میں حاضر کردوں گا۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا تو لے آؤ۔ ان عالم صاحب نے کہا کہ آپ نبی ہیں اور نبی کے جگر گوشہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ سے زیادہ کوئی مقرب نہیں۔ اس لئے اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں اور اس کو طلب کریں تو وہ تخت آپ کی خدمت میں آجائے گا۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ تمہاری بات صحیح ہے۔

اسم اعظم

کہتے ہیں کہ اسطوم کو اسم اعظم عطا کیا گیا تھا اور انہوں نے اسم اعظم کے وسیلہ سے دعا فرمائی تھی۔ اسم اعظم یہ ہے: یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا اِلٰهَنَا وَ اِلٰهُ كُلِّ شَیْءٍ اِلٰهًا وَّاحِدًا لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ۔ اور بقول بعض وہ اسم اعظم یہ ہے: یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ.

حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس تخت بلقیس کس طرح پہنچا

کلبی کا بیان ہے زمین شق ہوئی اور تخت اس میں سما گیا۔ بعد ازاں اندر ہی اندر چشمہ کی طرح بہتا رہا اور پھر حضرت سلیمانؑ کے روبرو زمین شق ہوئی اور تخت برآمد ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھیجا انہوں نے تخت کو اٹھایا اور زمین کو اندر ہی اندر چیرتے ہوئے لے چلے اور پھر حضرت سلیمانؑ کے پاس روبرو زمین شق ہوئی اور تخت برآمد ہوا۔

تخت کی ہیئت تبدیل کرنے کا منشاء

تخت کی ہیئت تبدیل فرما کر آپ ملکہ کی ذہانت وفراست کو آزمانا چاہتے تھے اور اس کے اعجاب میں زیادتی کرنا مقصود تھا۔ مفسرین کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ جب جنات کی جماعت کو یہ محسوس ہوا کہ ممکن ہے حضرت سلیمانؑ بلقیس سے شادی فرمالیں اور پھر اس کے ذریعہ آپ کو جنات کے تمام حالات معلوم ہو جائیں گے (کیونکہ بلقیس کی والدہ بھی ایک جنیہ تھی) اور پھر بلقیس کے اگر کوئی لڑکا پیدا ہوا تو وہ ہم پر حکمران ہوگا اور اس طرح سلیمانؑ اور اس کی اولاد کی حکمرانی ہمیشہ ہمارے سروں پر مسلط رہے گی۔ لہٰذا جنات نے آپ کے سامنے بلقیس کی برائیاں بیان کرنی شروع کردیں۔ تاکہ اس کی جانب سے آپ کا دل پھر جائے۔ چنانچہ جنات نے کہا کہ بلقیس ایک بے وقوف اور نادان عورت ہے۔ اس میں عقل وتمیز نہیں۔ نیز یہ کہ اس کے پیر گھوڑے کے سم کی مانند ہیں اور کبھی یہ کہتے کہ اس کے پیر گدھے کے پیروں کے مشابہ ہیں اور اس کی پنڈلیوں پر کثیر تعداد میں بال ہیں۔ لہٰذا آپ نے تخت کی صورت بدل کر اس کی عقل وفراست کا امتحان لیا اور شیشے کے حوض سے اس کی پنڈلیوں کی حالت دیکھی۔ تخت بلقیس کی ہیئت بایں طور پر تبدیل کی گئی تھی کہ اس کے کسی حصے میں اضافہ اور کسی حصہ میں نقص کردیا گیا تھا۔ کتب تفسیر میں یہ قصہ شرح وبسط کے ساتھ منقول ہے۔

جب ملکہ بلقیس مسلمان ہوگئی اور حضرت سلیمانؑ کی اطاعت قبول کر کے اپنی ذات پر زیادتی کا اقرار کیا تو حضرت سلیمانؑ نے اس سے شادی کرلی اور اس کو اس کی سلطنت پر واپس یمن بھیج دیا۔ حضرت سلیمانؑ ہر ماہ بذریعہ ہوا اس سے ملاقات کے لئے اس کے پاس جایا کرتے تھے۔ بلقیس کے بطن سے حضرت سلیمانؑ کے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ آپ نے اس کا نام داؤد رکھا مگر یہ لڑکا آپ کی حیات میں ہی اللہ کو پیارا ہو گیا تھا۔

دربار سلیمانی میں بلقیس کی حاضری

کہتے ہیں کہ جب تخت بلقیس میں نقص واضافہ یعنی سبز جوہر کی جگہ سرخ اور سرخ جوہر کی جگہ سبز جوہر کردیا گیا اور پھر بلقیس حضرت سلیمانؑ کے دربار میں حاضر ہوئی تو اس سے کہا گیا کہ کیا یہی تیرا تخت ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ ہاں ہے تو ایسا ہی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نے تخت کو پہچان لیا تھا۔ لیکن اس نے شبہ میں ڈالنے کے لئے صراحتاً اس کا اقرار نہیں کیا تھا جیسا کہ ان لوگوں نے اس کو شبہ میں

ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ یہ رائے مقاتل کی ہے۔

عکرمہ کہتے ہیں کہ بلقیس نہایت دانا عورت تھی اس نے تخت کے اپنا ہونے کا صراحتاً اقرار تکذیب کے خوف سے نہیں کیا تھا اور انکار نکتہ چینی کی وجہ سے نہیں کیا تھا بلکہ اس نے ابہاماً ''کَاَنَّهٗ هُوَ'' (ہاں ہے تو ایسا ہی) کہا۔ چنانچہ حضرت سلیمانؑ نے اس کی حکمت اور کمال عقل کو پرکھ لیا کہ نہ اس نے انکار کیا اور نہ اقرار۔

بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ تخت کا معاملہ اس پر مشتبہ ہو گیا تھا کیونکہ جب اس نے حضرت سلیمانؑ کے پاس روانگی کا قصد کیا تھا تو اپنی قوم کو یکجا کر کے کہا تھا کہ بخدا یہ شخص صرف بادشاہ نہیں ہے اور ہم میں اس کے مقابلہ کی سکت نہیں ہے۔ پھر بلقیس نے حضرت سلیمان کے پاس قاصد بھیجا کہ میں آپ کے پاس آ رہی ہوں اور میری قوم کے رؤسا بھی میرے ہمراہ آ رہے ہیں تا کہ تمہارے معاملہ کی دیکھ بھال کریں اور جس دین کی آپ نے دعوت دی ہے اس کو دیکھیں۔ اس کے بعد بلقیس نے اپنے تخت کو جو سونے چاندی سے بنا اور یاقوت و جواہر سے مرصع تھا سات کمروں میں سات تالوں میں بند کرا دیا اور اس کی حفاظت کے لئے نگران مقرر کر دیئے۔ پھر اپنے نائب اور قائم مقام کو حکم دیا کہ اس تخت کی حفاظت کرنا کوئی اس تک نہ پہنچ سکے اور کسی کو بھی ہرگز یہ تخت نہ دکھلانا۔

اس کے بعد یمن کے رؤسا میں سے بارہ ہزار رؤسا کو ہمراہ لے کر حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں روانہ ہو گئی۔ ان بارہ ہزار رؤسا کے ماتحت بے شمار لشکر تھے۔ جب بلقیس حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں پہنچی تو اس سے پوچھا گیا کہ کیا یہی تیرا تخت ہے؟ چونکہ ملکہ اپنا تخت محفوظ مقام پر چھوڑ کر آئی تھی اور یہ بعینہ اس کا تخت تھا اس لئے اسے اشتباہ ہو گیا اور اس نے کہہ دیا کہ ''ہاں ہے تو ایسا ہی'' پھر بلقیس سے کہا گیا ''اُدْخُلِي الصَّرْحَ'' (اس محل میں داخل ہو جا) بعض کہتے ہیں کہ ''صرح'' سفید اور چمکدار شیشہ کا محل تھا جو پانی سا معلوم ہوتا تھا اور بعض کا قول یہ ہے کہ ''صرح'' سے مراد گھر کا صحن ہے اور اس کے صحن کے نیچے پانی جاری کر دیا گیا تھا اور بہت سے بحری جانور مثلاً مچھلی مینڈک وغیرہ اس میں ڈال دیئے گئے تھے۔ چنانچہ جب کوئی اس ''صرح'' کو دیکھتا تو اس کو کثیر پانی سمجھتا تھا۔ اس ''صرح'' کے درمیان حضرت سلیمانؑ کا تخت بچھا دیا گیا تھا۔

کہتے ہیں کہ یہ ''صرح'' حضرت سلیمانؑ نے اس لئے بنوایا تھا تا کہ وہ بلقیس کی پنڈلیوں کو کھولنے کی فرمائش کئے بغیر دیکھ سکیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے بلقیس کی فہم و فراست کا امتحان مقصود تھا جیسا کہ بلقیس نے خدام اور خادمات کے ذریعہ امتحان لیا تھا۔ پھر جب حضرت سلیمانؑ تخت پر بیٹھ گئے اور بلقیس کو بلا کر اس محل میں داخل ہونے کی دعوت دی تو بلقیس نے اس کو پانی سے بھرا ہوا سمجھا اور اس نے اسمیں داخل ہونے کے لئے اپنی پنڈلیاں کھولدیں۔ حضرت سلیمان نے دیکھا تو اس کی پنڈلیوں اور قدموں کو نہایت حسین و جمیل پایا مگر اس کی پنڈلیوں پر بال تھے۔ سلیمان علیہ السلام نے ایک نظر دیکھ کر اس سے نظر ہٹالی اور فرمایا کہ یہ پانی نہیں ہے بلکہ شیشوں سے تیار کردہ ایک محل ہے۔ بعد ازاں آپ نے اس کو اسلام کی دعوت دی اور بلقیس پہلے ہی ''تخت'' اور ''صرح ممرد'' کا حال دیکھ کر آپ کی نبوت کی دل سے قائل ہو چکی تھی۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ جب بلقیس اس بلوری محل کے قریب پہنچی اور اس کو پانی بھرا ہوا سمجھا تو اس کے دل میں یہ بدگمانی پیدا ہو گئی کہ حضرت سلیمانؑ مجھے اس میں غرق کر کے ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ مجھے اگر قتل کر دیتے تو میرے لئے آسانی ہوتی۔ ''اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ'' (میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا) میں ظلم سے یہی بدگمانی مراد ہے۔

حمام اور پاؤڈر کی ابتداء

کہتے ہیں کہ جب حضرت سلیمانؑ نے بلقیس سے شادی کرنے کا قصد فرمایا تو آپ کو اس کی پنڈلیوں کے کثیر بالوں سے کراہت ہوئی تو ان کے دفعیہ کے لئے آپ نے انسانوں سے مشورہ لیا۔انہوں نے استرہ استعمال کرنے کا مشورہ دیا لیکن استرہ کے استعمال کرنے کو بلقیس نے نہ مانا اور کہا کہ میرے بدن کو کبھی استرہ نہیں لگا ہے۔اس کے علاوہ حضرت سلیمانؑ نے بھی اس خوف سے کہ کہیں استرہ کے استعمال سے نازک پنڈلیاں زخمی نہ ہو جائیں۔اس کو مناسب نہیں سمجھا اور اس سلسلہ میں پھر آپ نے جنوں سے مشورہ کیا لیکن ان سے بھی یہ عقدہ حل نہ ہوا تو آپ نے شیاطین سے استصواب فرمایا۔انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو ایسی ترکیب بتلاتے ہیں جس سے بلقیس کی پنڈلیاں چاندی کی مانند سفید اور چمکدار ہو جائیں گی۔ چنانچہ انہوں نے حمام اور بال صاف کرنے کا پاؤڈر تجویز کیا۔ چنانچہ اسی دن سے حمام اور پاؤڈر کا رواج ہو گیا۔اس سے قبل کوئی ان چیزوں کو استعمال نہیں کرتا تھا۔ جب آپ نے بلقیس سے شادی کر لی تو آپ کو اس سے بے پناہ محبت ہو گئی اور آپ نے اس کی سابقہ حکومت وسلطنت کو باقی رکھا اور جنات کے ذریعہ اس کے لئے آپ نے تین محل تعمیر کرائے جن کی خوبصورتی اور بلندی بے نظیر تھی ان محلات کے نام یہ تھے:۔

(۱) سیلحین (۲) بینون (۳) غمدان۔

بلقیس کا نسب

بلقیس شراحیل کی لڑکی تھی جو یعرب بن قحطان کی نسل سے تھا۔شراحیل یمن کا ایک عظیم الشان بادشاہ تھا۔اس کے خاندان میں چالیس بادشاہ ہوئے جن میں شراحیل آخری بادشاہ ہوا۔ پورے یمن پر اس کی سلطنت تھی۔ یہ شاہانِ عرب سے کہا کرتا تھا کہ تم لوگ میرے کفو نہیں ہو اسی لئے اس نے اپنے اطراف کے کسی بھی بادشاہ کی لڑکی سے شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا اور ایک جنیہ عورت سے شادی کر لی تھی جس کا نام ریحانہ بنت سکن تھا۔اسی کے بطن سے بلقیس پیدا ہوئی تھی۔بلقیس کے علاوہ اس کے بطن سے اور کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔اس حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ اس کی ماں جنیہ تھی۔حدیث یہ ہے:۔

اِنَّ اَحَدَ ا.بوی بِلقِیْسَ کَانَ جِنِیًّا ۔بلقیس کے والدین میں ایک (والد یا والدہ) جنی تھا''۔

بلقیس کی حکومت کا آغاز

جب بلقیس کے والد کا انتقال ہو گیا تو بلقیس کو حکومت کا شوق ہوا۔ چنانچہ اس نے اپنی قوم کے سرداروں کو جمع کیا اور ان سے اپنے لئے بیعت طلب کی۔بعض نے بیعت کر لی اور بعض نے انکار کر دیا اور منکرین نے ایک دوسرے شخص کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔اس طرح ملک یمن میں دو سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ کچھ عرصہ کے بعد دوسرا بادشاہ بد چلن ثابت ہوا اور اس کی بد چلنی اور بد کرداری اس حد تک پہنچی کہ وہ اپنی رعایا کی عورتوں کے ساتھ دست درازی کرنے لگا۔اس کی قوم نے اس کو تخت شاہی سے بے دخل کرنے کی کوشش بھی کی لیکن کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ چنانچہ جب بلقیس کو یہ حالات معلوم ہوئے تو اس کو بہت غیرت آئی اور سوچتے سوچتے اس کے ذہن میں ایک تدبیر آئی۔ اس نے اس تدبیر کو بروئے کار لانے کے لیے اس بدکردار بادشاہ کو اپنے ساتھ نکاح کرنے کا پیغام بھیجا۔اس نے پیغام منظور کر لیا اور جواب لکھا کہ مجھ کو ابتداً آپ کو پیغام دینے کی اس لئے جرأت نہ ہوئی کہ آپ سے مجھے قبولیت کی اُمید نہ تھی۔بلقیس نے جواب لکھا کہ آپ میرے کفو ہیں میں آپ سے روگردانی نہیں کر سکتی۔ پس آپ میری قوم کے آدمیوں کو جمع کریں اور ان کے ذریعہ نکاح کا پیغام بھیجیں پس بادشہ نے بلقیس کی قوم کے لوگوں کو جمع کیا اور ان کی ملکہ سے نکاح کا پیغام دیا پس لوگوں نے اس کا تذکرہ بلقیس سے کیا پس بلقیس نے پیغام نکاح قبول کیا لوگوں نے بلقیس کا نکاح بادشاہ سے کر دیا پس جب زفاف کا وقت آیا اور بلقیس اپنے خاوند کے کمرہ میں

داخل ہوئی تو اس نے اپنے خاوند کو اتنی شراب پلائی کہ وہ نشہ میں مدہوش ہو گیا پھر اس کے بعد بلقیس نے اپنے شوہر کا سر کاٹ لیا اور راتوں رات اس کا سر لے کر اپنے محل میں واپس آ گئی اور اس نے حکم دیا کہ سر کو محل کے دروازے پر لٹکا دیا جائے پس جب لوگوں نے بادشاہ کا سر محل کے دروازے پر لٹکا ہوا دیکھا تو انہیں معلوم ہوا کہ بلقیس کا بادشاہ سے نکاح ایک دھوکہ تھا پس لوگ بلقیس کے پاس جمع ہوئے اور اسے اپنی ملکہ تسلیم کر لیا۔

عورت کی حکومت حدیث کی روشنی میں

''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ اہلِ فارس نے کسریٰ کی لڑکی کو اپنا حکمران تسلیم کر لیا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس قوم نے اپنے امور کی باگ ڈور عورت کے سپرد کر دی وہ قوم کبھی فلاح یاب نہیں ہو سکتی''۔ (یہ حدیث بخاری شریف میں ہے)۔

تذنیب

حکماء کا بیان ہے کہ حمام اور نور (چونا اور بال صفا پاؤڈر) کے استعمال میں فوائد و مضرات دونوں چیزیں ہیں۔ حمام کے فوائد یہ ہیں کہ اس سے بدن کے مسامات وسیع ہو جاتے ہیں جس سے فاسد بخارات خارج ہو جاتے ہیں ہوا تحلیل ہو جاتی ہے۔ طبیعت ہیضہ اور رطوبت سے محفوظ رہتی ہے۔ میل کچیل سے بدن صاف ستھرا رہتا ہے۔ تر وخشک خارش کو ختم کرتا ہے اور تھکن دور کرتا ہے بند کر نرم کرتا ہے۔ قوتِ ہاضمہ کو درست اور طاقتور بناتا ہے۔ بدن میں استعدادِ ہضم پیدا کرتا ہے۔ اعضاء کے تشنج کو کھولتا ہے۔ نزلہ اور زکام کو پکاتا ہے اور جملہ اقسام کے بخار یومہ' چھوتھیہ' دق بلغمیہ بخار کے لئے نافع ہے بشرطیکہ طبیب حاذق اس کو تجویز کرے۔

حمام کے نقصانات یہ ہیں:۔

اعضاء ضعیفہ میں فضول مادہ آسانی سے سرایت کر جاتا ہے۔ بدن میں استرخاء پیدا کرتا ہے۔ بدن میں حرارتِ عزیزہ کم ہو جاتی ہے۔ اعضاء عصبیہ اور قوتِ باہ میں ضعف پیدا کرتا ہے۔

حمام کے اوقات

ورزش کرنے کے بعد اور غذا سے قبل' لیکن ڈھیلے بدن اور صفراوی مزاج والے اس سے مستثنیٰ ہیں۔ زیادہ گرمی کے وقت نہ حمام میں داخل ہوں اور نہ اس سے خارج ہوں۔ کپڑے اتارنے کی جگہ ٹھہر ٹھہر کر جانا چاہیے برہنہ نہ جائے۔ بلکہ اپنے اوپر کوئی صاف اور بھاپ دیا ہوا کپڑا ڈال لیں۔ ایک رات اور ایک دن عورت کے پاس نہ جائیں۔ حمام میں مجامعت کرنا برا ہے کیونکہ ایسا کرنے سے استقاء کی بیماری لاحق ہو جاتی ہے اور امراض، ردیہ کا باعث ہوتا ہے۔ گرم کھانے کے فوراً بعد ٹھنڈا پانی پینا اچھا نہیں ہے اور نہ میٹھا کھانے کے بعد اور نہ جماع کرنے کے بعد اور نہ تھکن کی صورت میں' کیونکہ صحت کے لئے مضر ہے۔ بڑھیا حمام وہ ہیں جو قدیمی ہوں اور پاک وصاف ہوں۔

نورہ

نورہ (بال صفا پاؤڈر یا چونا) گرم اور خشک ہوتا ہے۔ امام غزالیؒ نے کتاب الاحیاء میں نقل کیا ہے کہ حمام سے پہلے نورہ استعمال کرنے سے جذام نہیں ہوتا۔ سردیوں میں دونوں پاؤں ٹھنڈے پانی سے دھونا نقرس سے حفاظت کرتا ہے۔ حمام میں موسم سرما میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بہت سی بیماریوں کے لئے دوا پینے سے زیادہ نافع ہے۔ حمام کی دیوار کے قریب پھول لگانا اچھا نہیں ہے۔

حمام سے پہلے نورہ کے استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ بدن پر پانی ڈالنے سے قبل چونے کی مالش کرے اور پھر حمام میں جائے۔ نورہ سے قبل جسم پر خطمی کا استعمال کرنا مناسب ہے تا کہ چونا کی حرارت سے محفوظ رہے۔ اس کے بعد ٹھنڈے پانی سے نہائے اور بدن کو صاف کرے۔ اگر کوئی شخص بغیر خطمی کے اولاً ہی نورہ کا استعمال کرنا چاہے تا کہ جذام سے محفوظ رہے تو چاہیے کہ انگلی پر تھوڑا سا نورہ لے کر اس کو سونگھے اور یہ کہے ''صلی اللہ علیٰ سلیمان بن داؤد'' اور یہی عبارت اپنی داہنی ران پر لکھ دے۔ اس کا اثر یہ ہوگا کہ نورہ لگانے سے قبل اس کو پسینہ آئے گا۔ پھر پسینہ پونچھ کر نورہ لگائے۔ یہ عمل کسی گرم کمرہ میں کرے تا کہ پسینہ آنے میں جلدی ہو۔ اس کے بعد مندرجہ چیزوں کا استعمال کرے۔ (۱) عصفر (کسم) (۲) تخم خربوزہ (۳) پسا ہوا چاول۔ ان تینوں چیزوں کو آس سیب اور گلاب کے عرق میں ملا کر گوندھ لے۔ پھر کسی برتن میں اس کو گرم کیا جائے اور پھر شہد کے ہمراہ بدن پر اس کی مالش کی جائے۔ اس ترکیب سے بدن صاف رہتا ہے اور تمیں بیماریوں کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

حکیم قزوینیؒ کا قول ہے کہ اگر نورہ میں ہڑتال اور انگور کی لکڑی کی راکھ ملا کر بدن پر ملا جائے اور اس کے بعد جو کا آٹا اور باقلہ اور خربوزہ کے بیج سے چند بار جسم کو دھولیا جائے تو بال کمزور ہو جائیں گے اور ایک عرصہ دراز تک بال نہیں نکلیں گے۔ امام فخر الدین رازی کا کہنا ہے کہ ہڑتال سے قبل چونا استعمال کرنے سے اکثر کلف پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کا دفعیہ پسے ہوئے چاول اور عصفر کی مالش سے ہو جاتا ہے۔ گرم مزاج والوں کے لئے اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو چاول جو اور تخم خربوزہ کے پانی اور انڈوں میں ملا کر گوندھا جائے اور سرد مزاج والوں کے لئے مرزنجوش اور نمام (ایک مشہور گھاس) کے عرق میں گوندھ کر استعمال کیا جائے۔ چونا میں اگر ایک درہم کے بقدر ایلوہ اور اسی مقدار میں خضل اور المر ملا لیں تو زیادہ بہتر ہے تا کہ پھنسیوں اور خشک خارش سے محفوظ رہے۔ واللہ اعلم۔

خاتمہ

''امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے موطا میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث نقل کی ہے:۔

''فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج میں میں نے ایک عفریت الجن کو دیکھا کہ وہ مجھ کو آگ کے ایک شعلہ کے ذریعہ بلا رہا ہے جب میں نے اس کو مڑ کر دیکھا تو جبریل نے مجھ سے کہا کیا میں آپ کو ایسے کلمات نہ بتاؤں جس سے اس کا یہ آگ کا شعلہ بجھ جائے اور یہ اوندھے منہ گر پڑے۔ میں نے کہا ضرور بتلایئے۔ حضرت جبریلؑ نے کہا یہ دعا پڑھئے:۔

''قُلْ اَعُوْذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْكَرِيْمِ وَبِكَلِمَاتِهِ التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يُجَاوِزُهُنَّ بر'' وَلَا فَاجِر'' مِنْ شَرِّ مَايَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمِنْ شَرِّ مَايَعْرُجُ فِيهَا وَ مِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْاَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَايَخْرُجُ فِيْهَا وَمِنْ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ طَوَارِقِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَارَحْمٰنُ.

باب الجیم میں الجن کے تحت بھی اس حدیث کو نقل کیا گیا ہے۔

العفر

(عین کے کسرہ کے ساتھ) ابن اثیر نے نہایہ میں لکھا ہے کہ اس سے مراد الجحش یعنی گھریلو جنگلی گدھے کا بچہ ہے اس کی مؤنث کے لئے عفرۃ کا لفظ مستعمل ہے۔

اَلْعُقَاب

(عقاب) یہ مشہور پرندہ ہے اس کی جمع ''اعقب'' آتی ہے۔ اس لئے کہ عقاب مونث ہے اور ''اَفْعُل'' کا وزن جمع مؤنث کے لیے مختص ہے جیسے عناق کی جمع اعنق اور ذراع کی جمع اذرع آتی ہیں' عقاب کی جمع کثرت عقبان اور جمع الجمع عقابین آتی ہیں جیسا کہ شاعر کے اس قول میں مذکور ہے:۔

عُقَابِیْنَ یَوْمَ الْجَمْعِ تَعْلُوْ وَتَہْ　　　　(جمع کے دن عقاب زیر و بالا ہوتے ہیں)

اس کی کنیت ابوالاشیم' ابوالحجاج' ابواحسان' ابو الدھر اور ابوالہیثم آتی ہیں۔ مادہ کے لئے ام الحوار' ام الشعور' ام طلبہ' ام لوح اور ام الہیثم آتی ہیں۔ جاہل عرب عقاب کو ''کاسر'' کہتے ہیں اور اس کو رنگ کے اعتبار سے الخذر یہ بھی کہا جاتا ہے۔ عقاب مونث لفظ ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ نر و مادہ دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ نر و مادہ کی تمیز اسم اشارہ سے ہوتی ہے۔

''کامل'' میں مذکور ہے کہ عقاب کو تمام پرندوں کا سردار اور نسر (گدھ) کو اس کا کارگزار مانا گیا ہے۔ ابن ظفر نے کہا ہے عقاب نہایت تیز بینائی کا مالک ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے عرب میں اس کی بینائی ضرب المثل ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے۔ ''اَبْصَرُ مِنْ عُقَابٍ'' (عقاب سے زیادہ بینا) مادہ عقاب کو ''لقوۃ'' کہا جاتا ہے۔ خلیل کے مطابق لقوۃ اور لقوۃ کے معنی سریع الطیر ان عقاب ہیں۔ اس کو ''عنقاء مغرب'' بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ بہت دور سے آتا ہے۔ لیکن اس سے وہ عنقا مراد ہے جس کا بیان آگے آنے والا ہے۔

یہی مطلب ابوالعلاء کے قول میں مذکور عنقاء کا لیا گیا ہے:۔

اَرَیٰ الْعُنْقَاءَ تکبر اَنْ تُصَادَ　　　　فَعَانِدْ مَنْ تُطِیْقُ لَهٗ عَنَادًا

میرے خیال میں عقاب کا شکار کرنا بڑا مشکل ہے پس تُو اس سے دشمنی کر جس سے دشمنی کی تیرے اندر طاقت ہے۔

وَظَنَّ بِسَائِرِ الْاَخْوَانِ شَراً　　　　وَلاَ تَاْمَنْ عَلٰی سرفُؤَادا

وہ تمام ہم جنسوں سے بھی شر کا خطرہ محسوس کرتا ہے اور اپنے دل کے راز سے بھی مامون نہیں ہے۔

فَلَوْ خَبَرَتْهُمْ الجوزاء خَبَرِیْ　　　　لَمَا طَلَعَتْ مَخَافَةَ اَنْ تُصَادَا

اگر جوزاء بھی ان کو میری خبر دے تب بھی وہ شکار کئے جانے کے خوف سے باہر نہیں آئیں گے۔

وَکَمْ عَیْنٍ تَامَلُ اَنْ تَرَانِیْ　　　　وَتَفْقِدُ عِنْدَ رُوْیَتِی السوادا

اور بہت سی آنکھیں ایسی ہیں کہ اگر تو ان سے توقع قائم کرے گا تو معاملہ کے وقت ان سے کوئی خیر حاصل نہیں ہوگی۔

فَاِنْ کُنْتَ تَهْوِی الْعَیْشَ فابغ تَوَسُّطاً　　　　فَعِنْدَ التَّنَاهِیْ یَقْصُرُ الْمُتَطَاوِلُ

اگر تُو پرسکون زندگی کا خواہاں ہے تو میانہ روی اختیار کر کیونکہ انتہا کو پہنچ کر لمبی سے لمبی چیز بھی ختم اور چھوٹی ہو جاتی ہے۔

تُوَافِی الْبُدُوْرُ النَّقْصَ وَهِیَ اَهِلَّةٌ　　　　وَیُدْرِکُهَا النُّقْصَانُ وَهِیَ کَوَامِلُ

چھوٹا سا چاند جب وہ ہلال ہوتا ہے بڑھ کر بدر کامل بن جاتا ہے اور بدر کامل کو مکمل ہونے کے باوجود نقصان گھیر لیتا ہے۔

اَیَسْعِدُنِیْ یَا طَلْعَةَ الْبَدْرِ طَالِعٌ　　　　وَمِنْ شُؤْمِیْ [illegible] بِخَدَّیْکَ نَازِلٌ

اے چاند کی طرح چمکنے والے کیا تُو میری مدد کرے گا؟ یہ میری نحوست ہے کہ تیرے رخسار پر ایک بدترین نشان نظر آتا ہے۔

نَعَمْ قَدْ تَنَاهِیْ فِی الْجَفَاء فَطَاوُلَا وَعِنْدَ التَّنَاهِیْ یَقْصُرُ الْمُطَطَاوِل

ہاں میں ظلم میں انتہا پر پہنچ گیا اور جب کوئی انتہا پر پہنچ جاتا ہے تو وہاں سے اسے لوٹنا ہی پڑتا ہے۔

کہتے ہیں کہ عقاب جب آواز نکالتا ہے تو یہ کہتا ہے "فِی الْبُعْدِ عَنِ النَّاسِ راحۃ" (لوگوں سے دور رہنے میں راحت ہے) عقاب کی دو قسمیں ہیں ایک کو عقاب اور دوسری کو زمج کہتے ہیں عقاب مختلف رنگ کا ہوتا ہے سیاہ، خوقیہ (سیاہی مائل سرخ) سفید، کبرا۔ ان کی جائے رہائش بھی مختلف ہیں۔ بعض پہاڑوں میں بعض ریگستانوں میں، بعض جنگلوں میں اور بعض شہروں میں رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ عقاب بہت نازک اندام ہوتا ہے اور اس کی اس نزاکت میں کوئی پرندہ اس کا ہمسر نہیں ہے۔

مورخ ابن خلکان نے عماد الکاتب کے حالات کے آخر میں لکھا ہے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں کہ عقاب علی العموم مادہ ہوتا ہے اور اس کا نر نہیں ہوتا۔ جو نر اس سے جفتی کرتا ہے وہ کوئی دوسرا جانور ہوتا ہے جو اس کا ہم جنس نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں کہ لومڑی عقاب کی مادہ سے جفتی کرتی ہے۔ یہ امر عجائب روزگار میں سے ہے۔ ابن عنین کے اس شعر سے جو اس نے ابن سیدہ کی ہجو میں کہا ہے اس بات کی تائید ہوتی ہے۔

مَا اَنْتَ اِلَّا کَالْعُقَاب فَاُمُّہٗ مَعْرُوْفَۃ" وَلَہٗ اَب" مَجْھُوْلٗ

تیری مثال عقاب جیسی ہے کہ اس کی ماں کو تو لوگ جانتے ہیں مگر اس کے باپ کو نہیں جانتے کہ کون ہے۔

عقاب کی مادہ عموماً تین تین انڈے دیتی ہے اور تیس دن تک اس کو سیتی ہے۔ مگر اس کے برخلاف دیگر سب شکاری پرندے دو انڈے دیتے ہیں اور بیس دن سیتے ہیں۔ جب عقاب کے بچے نکل آتے ہیں تو ان میں سے تیسرے بچہ کو وہ نیچے گرا دیتی ہے۔ کیونکہ تیسرے بچے کو پالنا وہ گراں محسوس کرتی ہے یہ اس کی قلت صبر کی وجہ سے ہے۔ جس بچہ کو عقاب مادہ گرا دیتی ہے اس کو ایک پرندہ جس کو "کاسر العظام" (ہڈی مسکن) کہتے ہیں پرورش کرتا ہے۔ اس پرندے کا یہ خاصہ ہے کہ وہ ہر پرندے کے گم گشتہ بچہ کو پالتا ہے۔

عقاب جب کسی جانور کا شکار کرتا ہے تو فوراً ہی اس کو اپنے ٹھکانہ پر نہیں لے جاتا بلکہ جگہ جگہ لئے پھرتا ہے۔ عقاب نہایت بلند مقامات کو اپنی نشست گاہ بناتا ہے۔ جب یہ خرگوش کا شکار کرتا ہے تو اول چھوٹے خرگوش کو اور پھر بڑے خرگوشوں کا شکار کرتا ہے۔ عقاب شکاری پرندوں میں سب سے زیادہ حرارت والا اور تیز حرکت والا ہوتا ہے۔ یہ خشک مزاج ہوتا ہے اور اس کے بازو ہلکے ہوتے ہیں اور اس قدر تیز دوڑتا ہے کہ اگر صبح کو عراق میں ہے تو شام کو یمن میں۔

جب عقاب بھاری ہو جاتا ہے اور اڑنے پر قدرت نہیں رکھتا اور اندھا ہو جاتا ہے تو اس کے بچے اپنی کمر پر سوار کر کے جا بجا لئے پھرتے ہیں اور جب بلاد ہند میں ان کو کوئی صاف پانی کا چشمہ دکھائی دیتا ہے تو اس میں غوطہ دے کر اس کو دھوپ میں بٹھا دیتے ہیں۔ جب سورج کی شعاعیں اس کے بدن میں نفوذ کرتی ہیں تو اس کے پر جھڑ جاتے ہیں اور پھر نئے پر نکل آتے ہیں اور اس کی آنکھوں کی ظلمت دور ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد پھر وہ خود اس چشمہ میں غوطہ لگاتا ہے اور جب پانی سے نکلتا ہے تو پھر ویسا ہی جوان ہو جاتا ہے۔

توحیدی نے لکھا ہے کہ عقاب کے ملہمات الہیہ میں یہ عجیب تر امر ہے کہ جب یہ اپنے گردوں میں کسی قسم کی تکلیف محسوس کرتا ہے تو خرگوش اور لومڑیوں کا شکار کر کے ان کے گردوں کو کھا کر شفایاب ہو جاتا ہے۔ عقاب سانپ کو بھی کھا لیتا ہے مگر اس کا سر نہیں کھاتا اور اسی طرح دیگر پرندوں کا دل نہیں کھاتا۔ اس بات کی تائید امراء القیس کے اس شعر سے بھی ہوتی ہے۔

کَاَنَّ قُلُوْبَ الطَّیْرِ رطباً ویابِساً لدیٰ وَکْرِھَا العناب والخشف الْبَالِیْ

پرندوں کے قلوب خشک وتر ان کے گھونسلوں کے آس پاس ایسے معلوم ہوتے ہیں گویا کہ وہ عناب اور خشک کھجوریں ہیں۔

اس شعر کے ہم معنی طرفہ بن عبد کا یہ قول ہے۔

كَاَنَّ قُلُوْبَ الطَّيْرِ فِي قَعرِ عشهانوى القسب ملقي عِند بعض المادب

پرندوں کے قلوب اس کے گھونسلے کی تلی میں ایسے معلوم ہوتے ہیں گویا وہ خشک کھجوروں کی گٹھلیاں ہیں جو بوقتِ دعوت پھینک دی گئی ہوں۔

بشار بن بردائمیٰ شاعر سے کسی نے پوچھا کہ اگر آپ کو اللہ تعالیٰ حیوان بن جانے کا اختیار دیدیں تو آپ کونسا حیوان بننا پسند کریں گے؟ اس نے جواب دیا کہ میں عقاب بننا پسند کروں گا کیونکہ وہ ایسی جگہ رہتا ہے جہاں نہ درندے پہنچ سکتے ہیں اور نہ چوپائے۔ شکاری جانور اس سے دور ہی رہتے ہیں عقاب خود بہت کم شکار کرتا ہے۔ اکثر دوسرے شکاری جانوروں سے ان کے شکار چھین لیتا ہے۔ عقاب کی ایک خاص شان یہ ہے کہ اڑان کے وقت ہمیشہ اس کے پروں سے آواز نکلتی رہتی ہے۔ چنانچہ عمرو بن حزم کا یہ شعر عقاب کی اس مخصوص صنعت کا موید ہے۔

لَقَدْ تَرَكَتْ عَفْرَاءُ قَلْبِيْ كَاَنَّهُ جِنَاحُ عُقَابٍ دَائِمُ الْخَفَقَانِ

عفراء نے میرے دل کو ایسا کر کے چھوڑ دیا ہے گویا وہ عقاب کا بازو ہے جو ہمیشہ پھڑ پھڑاتا ہے۔

عجائب المخلوقات میں پتھروں کے بیان میں لکھا ہے کہ حجر العقاب ایک پتھری ہے جو تمر ہندی (املی) کے بیج کے مشابہ ہوتی ہے۔ اگر اس کو ہلایا جائے تو آواز کرتی ہے اور اگر توڑا جائے تو اس میں سے کچھ نہیں نکلتا۔ یہ پتھری عقاب کے گھونسلہ میں پائی جاتی ہے جس کو یہ بلادِ ہند سے حاصل کرتا ہے۔ جب کوئی انسان اس کے گھونسلہ کے قریب آتا ہے تو یہ پتھری کو اس کی جانب پھینک دیتا ہے۔ کیونکہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مقصود یہ پتھری ہی ہے۔ اس پتھری کی خاصیت یہ ہے کہ جو عورت عسر ولادت میں مبتلا ہو اس کے گلے میں اس کو لٹکا دیا جائے تو بہت جلد ولادت ہو جائے گی۔ اگر کوئی شخص اس پتھری کو اپنی زبان کے نیچے دبا لے تو وہ اپنے فریق مخالف پر بحث میں غالب رہے گا اور اس کی جملہ ضروریات پوری ہو جائیں گی۔

سب سے پہلے اہلِ مغرب نے عقاب کو سدھایا اور اس سے شکار کیا۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ قیصر شاہ روم نے شاہ فارس کسریٰ کو عقاب ہدیہ میں بھیجا اور لکھا کہ یہ بہت سمجھدار ہے اور بہت سے وہ کام جن سے باز قاصر ہیں یہ ان پر قادر ہے۔ شاہ فارس نے اس کو قبول کیا اور سدھا کر اس سے شکار کیا تو بہت پسند آیا۔ شکار کی غرض سے ایک دن اس نے اس کو بھوکا رکھا تو عقاب نے شاہ فارس کے ہم نشیں کے بچہ پر حملہ کر کے اس کو ہلاک کر ڈالا۔ کسریٰ یہ معاملہ دیکھ کر بولا کہ قیصر نے بغیر لشکر کے ہمارے ہی ملک میں ہم سے جنگ کی۔ اس کے بعد کسریٰ نے بطور ہدیہ قیصر کے پاس چیتا بھیجا اور لکھا یہ ہم آپ کے پاس ہدیہ میں ایسا جانور بھیج رہے ہیں جس کے ذریعہ آپ ہرن و دیگر جنگلی جانوروں کا شکار کر سکتے ہیں۔ عقاب نے کسریٰ کے یہاں جو کچھ واردات کی تھی اس کو اس نے پوشیدہ رکھا۔ قیصر نے جب چیتے میں مذکورہ اوصاف پائے تو بہت خوش ہوا۔ ایک روز قیصر اس سے غافل ہوا تو اس نے قیصر کے جوانوں میں سے ایک کو مار ڈالا تو قیصر نے کہا کہ کسریٰ نے ہمارا شکار کیا تو کوئی حرج نہیں۔ ہم نے بھی اس کا شکار کیا تھا۔ جب کسریٰ کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے کہا کہ میں ساسان کا باپ ہوں۔

واقعہ:۔ مورخ ابن خلکان نے جعفر بن یحییٰ برمکی کے حالات میں لکھا ہے کہ امام اصمعی فرماتے ہیں کہ جب رشید نے جعفر کو قتل کیا تو ایک

رات مجھے طلب کیا۔ میں گھبرایا ہوا آیا۔ اس نے اشارہ سے بیٹھنے کو کہا۔ میں بیٹھ گیا۔ پھر وہ میری جانب متوجہ ہوا اور کہا میں چند اشعار تجھے سنانا چاہتا ہوں۔ میں نے جواب دیا کہ اگر امیر المومنین کا ارادہ ہے تو بہت بہتر ہے۔ اس پر رشید نے یہ شعر سنائے۔

لَوْ اَنَّ جَعْفر خاف اسباب الردی لَنَجَابه مِنهَا طَمَر" مُلجِم"

اگر جعفر مہلک چیزوں سے پرہیز کرتا تو ہلاکت سے محفوظ رہتا۔

وَلَكَانَ مِنْ حظر المنية حَيْثُ لاَ يَرْجُوْ اللحاق بِهِ الْعُقَاب اَلْقَشْعَمْ

اور جو شخص موت سے اپنا بچاؤ کر رہا ہو اور یہ سمجھ رہا ہو کہ موت اس کو لاحق نہیں ہوگی۔

لٰكِنَّهُ لَمَّا اَتَاهُ يَوْمِهٖ ! لَمْ يَدْفَعِ الْعَدَثان عَنْهُ مُنجم"

لیکن موت ایک دن آ کر رہے گی اور کوئی تجربہ و ذہانت اس کے حملہ سے نہیں بچا سکتا۔

اشعار سنتے ہی میں سمجھ گیا کہ یہ اشعار رشید ہی کے ہیں۔ لہٰذا میں نے کہا کہ بہت اچھے اشعار ہیں۔ اس کے بعد رشید نے کہا کہ اب تم جا سکتے ہو۔ میں نے بہت غور کیا کہ آخر رشید نے مجھے یہ اشعار کس مقصد سے سنائے ہیں۔ لیکن سوائے اس کے اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ رشید کا منشاء یہ ہے کہ میں ان اشعار کو جعفر سے نقل کر دوں۔

جعفر کے قتل کا سبب

مورخین نے جعفر کے قتل کی وجہ کے متعلق مختلف حکایتیں بیان کی ہیں۔ جن میں سے چند درج ذیل ہیں:۔

حکایت اول:۔ ابو محمد یزیدی سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ رشید نے جعفر کو یحییٰ بن عبداللہ علوی کے بغیر سبب قتل کیا ہے تو اس کی تصدیق مت کرنا کیونکہ یحییٰ بن عبداللہ ہی کی وجہ سے رشید نے جعفر کو قتل کیا تھا اور یہ واقعہ اس طرح ہوا تھا کہ رشید نے یحییٰ ابن عبداللہ کو جعفر کے حوالے کیا۔ جعفر نے اس کو قید کر دیا۔ بعد ازاں ایک رات جعفر نے یحییٰ کو بلا کر اس سے پوچھ تاچھ کی۔ یحییٰ نے صحیح صحیح جواب دیا۔ اس کے بعد یحییٰ نے جعفر کو مخاطب کر کے کہا کہ اے جعفر میرے معاملے میں خدا کا خوف کر اور اپنے ہاتھ کو میرے خون میں آلودہ مت کر۔ کیونکہ اگر تو نے ایسا کیا تو قیامت کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں تجھ سے مخاصمت کریں گے۔ خدا کی قسم! نہ میں نے کوئی شر کیا ہے اور نہ کسی شری کو پناہ دی ہے۔ یہ بات سن کر جعفر پگھل گیا اور اس کو رہا کر دیا اور یہ حلف دے دیا کہ آئندہ وہ کوئی شرارت نہ کرے گا اور ایک آدمی کو جو یحییٰ کو اس کے گھر تک پہنچا سکے اس کے ہمراہ روانہ کیا مگر شدہ شدہ یہ بات رشید تک پہنچ گئی۔ رشید نے جعفر کو بلا کر اس سے معلوم کیا کہ یحییٰ کا کیا حال ہے؟ جعفر نے جواب دیا کہ وہ علیٰ حالہ ' قید و بند میں جکڑا ہوا ہے۔ رشید نے کہا کہ میری زندگی کی قسم کھا کر بتاؤ کہ وہ حقیقت میں قید ہے۔ جعفر چونکہ نہایت ذکی اور فطین تھا لہٰذا وہ فوراً سمجھ گیا کہ امیر المومنین کو یحییٰ کی رہائی کا علم ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ کی حیات کی قسم اس کو میں نے رہا کر دیا ہے۔ کیونکہ مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔

بظاہر رشید نے جعفر کے اس فعل کو سراہا اور کہا کہ یقیناً تم نے وہی کیا جو ہمارے دل میں تھا۔ لیکن اسی واقعہ سے اس کے دل میں جو خلش ہوئی اس کو اس نے جعفر سے پوشیدہ رکھا اور جب جعفر جانے لگا تو اس کو دیکھتا رہا اور کہنے لگا اے جعفر اگر میں نے تجھے قتل نہ کیا تو اللہ تعالیٰ مجھے دشمنوں کی تلوار سے قتل کرا دے۔

حکایت دوم:۔ صاحب حمام کی تاریخ میں مذکور ہے کہ رشید کو جعفر سے بے پناہ محبت تھی اور اس سے کسی بھی وقت جدائی گوارا نہ تھی اور یہی

حال اپنی بہن عباسیہ بنت مہدی کے ساتھ تھا۔ چنانچہ رشید نے جعفر سے کہا کہ میں عباسیہ سے تیری شادی کر دیتا ہوں تا کہ تیرے لئے اس کو دیکھنا جائز ہو جائے اور مجلس میں بیٹھنے میں دشواری نہ ہو لیکن تو عباسیہ کو ہاتھ نہیں لگائے گا کیونکہ یہ نکاح صرف حلت نظر کے لئے ہے۔ چنانچہ نکاح کے بعد یہ دونوں رشید کی مجلس میں حاضر ہوتے اور اختتام اجلاس پر رشید تو مجلس سے اٹھ کر چلا جاتا پس یہ دونوں شراب پیتے اور یہ دونوں نوجوان تھے پس عباسیہ کھڑی ہوتی اور جعفر کی طرف لپک جاتی پس جعفر اس سے جماع کرتا تو عباسیہ حاملہ ہو گئی اور اس نے ایک لڑکے کو جنم دیا۔ عباسیہ نے رشید کے خوف کی وجہ سے اس لڑکے کو اپنی خاص باندیوں کے ہمراہ مکہ بھیج دیا۔ کچھ دن تو یہ معاملہ صیغہ راز میں رہا۔ لیکن ایک بار عباسیہ کی اپنی باندی سے کسی بات پر ناچاقی ہو گئی اور اس باندی نے یہ تمام معاملہ رشید پر ظاہر کر دیا اور لڑکے کی پرورش کے مقام اس کی نگہبانی کرنے والی باندی اور جو کچھ ساز و سامان اس کے ہمراہ تھا سب کی تفصیل سے رشید کو آگاہ کر دیا۔ چنانچہ رشید حج کرنے گیا تو اس نے لڑکے اور اس کے پرورش کرنے والے کو بلایا اور باندی کی اطلاع کو صحیح پایا۔ پس تب ہی سے رشید خاندان برمک کی تباہی کے درپے ہو گیا۔

حکایت سوم:۔ بعض کا خیال ہے کہ رشید نے جعفر کو اس لئے قتل کیا کہ جعفر نے اپنے لئے دنیا کا ساز و سامان جمع کر لیا تھا۔ چنانچہ رشید کا جب کبھی بھی کسی باغ یا زمین پر گزر ہوا تو اس کو بتایا جاتا کہ یہ بھی جعفر کی ملکیت ہے اور یہ معاملہ کافی دنوں تک ایسے ہی چلتا رہا اور جعفر کی جائداد کی تعداد بڑھتی رہی لیکن ایک بار جعفر نے اپنے پر ایک ظلم یہ کیا کہ ایک شخص کو بغیر کسی قصور کے قتل کر ڈالا۔ پس رشید نے جعفر کو اسی بہانے قتل کر دیا۔

حکایت چہارم:۔ بعض کہتے ہیں کہ جعفر کے قتل کا سبب یہ ہوا کہ رشید کو ایک قصہ سنایا اور اس قصہ کے راوی کا نام مخفی رکھا گیا۔ اس قصہ میں یہ اشعار مذکور تھے۔

قُلْ لاَمِیْن اللّٰہ فِیْ اَرْضِہٖ ٭ وَمَنْ اِلَیْہِ الْحَل والْعَقْدُ

امین اللہ اور اُس شخص سے جو اس سلطنت میں حل وعقد کا مالک ہے کہہ دو کہ

ھٰذا اِبْنُ یَحْییٰ قَدْ غدا مَلِکاً مِثْلَکَ مَا بَیْنَکُمَا حَدٌ

یہ جعفر ابن یحییٰ تیری سلطنت کا مالک بن گیا اور تم دونوں کے درمیان کوئی حد فاصل اور فرق نہیں ہے۔

اَمْرُکَ مَرْدُوْد" اِلٰی اَمْرِ ہٖ وَا.مْرُہٗ لَیْسَ لَہٗ رَدٌ"

تیرا حکم تو اس کے پاس جا کر رد ہو جاتا ہے لیکن اس کے حکم کو کوئی رد کرنے والا نہیں ہے۔

وَقَدْ بنی الدارالتی ما بنی اَلْفُرس لَھَا مِثْلا وَلاَ الْھِنْد

اور اس نے ایک ایسا محل تیار کیا ہے کہ اس جیسا نہ اہل فارس بنا سکے اور نہ اہل ہند۔

وَالدُّرُ وَالْیَاقُوْتُ حَصْبَاءُ ھَا وَترابُھَا العنبُر والند"

اور موتی و یاقوت اس محل کی اینٹیں ہیں اور عنبر و شبنم اس کا گارا ہے۔

وَنَحْنُ نَخشی اَنَّہٗ وارث" مُلْکَ اِنْ غِیبکَ اللحد"

اور ہمیں اس بات کا خوف ہے کہ تیرے مرنے کے بعد بھی تیرے ملک کا وارث ہوگا۔

وَلَنْ یُبَاھِیُ العبدُاَرْبَابَہٗ اِلاَّ اِذا مَا بَطَرَ الْعَبْدُ

اور غلام کبھی بھی اپنے آقاؤں پر فخر نہیں سکتا۔ مگر یہ کہ جب غلام کثرت نعمت کی وجہ سے اترانے لگے۔ جب رشید کو یہ معلوم ہوا۔ تبھی اس کے دل میں خلش پیدا ہوگئی اور اس نے جعفر کو قتل کرادیا۔

حکایت ششم:۔ کہتے ہیں کہ مسرور کا قول ہے کہ میں نے رشید کو ۱۸۶ھ میں حج کے موقعہ پر طواف کے دوران یہ کہتے ہوئے سنا:۔

''اے اللہ تو جانتا ہے کہ جعفر واجب القتل ہے اور میں تجھ سے اس کے قتل کے بارے میں استخارہ کرتا ہوں لہٰذا مجھ پر معاملہ واضح کر دے۔

رشید جب حج سے فارغ ہو کر واپس انبار پہنچا تو مسرور اور حماد کو جعفر کے پاس بھیجا۔ جب یہ دونوں جعفر کے پاس پہنچے تو ایک گویا اس کے سامنے یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

فَلاَ تَبْعُدْ فكُل فَتىً سَياتِىْ عَلَيهِ الْمَوْتُ يَطْرُقُ اَوْ يُغَادِىْ

تو دور مت جا کیونکہ ہر شخص پر موت آتی ہے رات میں آجائے یا صبح میں آجائے۔

مسرور نے یہ شعر سن کر کہا میں اسی وجہ سے آیا ہوں۔ خدا کی قسم تیری موت آچکی۔ امیر المومنین کے پاس چل۔ جعفر نے اپنا تمام مال صدقہ کر دیا اور غلاموں کو آزاد کر دیا اور لوگوں کو اپنے حقوق معاف کر دیئے۔ پھر مسرور کے ہمراہ اس مکان میں آیا جہاں رشید قیام پذیر تھا۔ اس کے پہنچتے ہی گرفتار کر کے گدھے کی رسی سے بندھ دیا گیا اور رشید کو اس کی اطلاع دی گئی۔ رشید نے حکم دیا کہ اس کا سر کاٹ کر میرے سامنے پیش کیا جائے۔ چنانچہ اس کا سر کاٹ کر رشید کے سامنے پیش کیا گیا۔ یہ واقعہ اوائل صفر ۱۸۷ھ میں جبکہ جعفر کی عمر ۳۷ سال تھی پیش آیا۔ اس کے بعد اس کا سر پل پر لٹکا دیا گیا اور پھر ہر عضو کو بھی پل پر لٹکا دیا اور ایک عرصہ تک اسی طرح لٹکے رہے۔ یہاں تک کہ جب خراسان جاتے ہوئے رشید اس پر سے گزرا تو اس نے کہا کہ اس کے سر اور بدن کو جلا دیا جائے۔ چنانچہ اس کو جلا دیا گیا۔ جب رشید نے جعفر کو قتل کیا تو پورے خاندان برمک اور ان کے متعلقین کو احاطہ میں لے کر اعلان کرا دیا کہ محمد بن خالد بن برمک کے علاوہ کسی کو امان نہیں ہے یا اس کی اولاد اور اس کے ہمراہ ہی امان میں ہیں۔

علیہ بنت مہدی نے جب رشید سے دریافت کیا کہ جعفر کو کس وجہ سے قتل کر دیا تو رشید نے جواب دیا کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ میرا کرتا اس راز سے واقف ہے کہ میں نے جعفر کو قتل کیا تو میں اس کرتہ کو بھی نذر آتش کر دوں گا۔ جب جعفر کو قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا گیا اور یزید رقاشی شاعر کو معلوم ہوا تو وہ آیا اور آ کر مرثیہ کے طور پر مندرجہ ذیل اشعار کہے۔

اَمَا وَاللّٰهِ لَوْ لاَ خوْفُ وَاشٍ وَعَيْنٍ لِلْخَلِيْفَةِ لاَ تنامُ

خدا کی قسم! اگر چغل خور کا اور خلیفہ کی اس آنکھ کا جو نہیں جھپکتی خوف نہ ہوتا۔

لَطُفنا حَوْلَ جِذْعلکَ وَاسْتَلَمْنَا كَمَا لِلنَّاسِ بِالحَجَرِ اِسْتلاَمٌ

تو یقیناً ہم تیری سولی کا طواف کرتے اور اسے بوسہ دیتے جس طرح لوگ حجر اسود کو چومتے ہیں۔

فَمَا ابْصَرتُ قَبْلکَ يَا ابْنَ يَحْيٰى حِسَاماً فَلَهُ السَّيْفُ الحِسَامُ

اے یحییٰ کے بیٹے! تو نے اس سے پہلے قاطع تلوار دیکھی ہی نہیں ایسی تلوار جو قطع کرے لطف خیال اور دنیا دونوں کو۔

عَلٰى للذات وَالدُّنْيَا جَمِيْعاً لِدَولِهِ الِ بِرمَكِ السَّلاَمُ

لذت اور دنیا دونوں کو قطع کرنے والی ہے موت کے گھاٹ اتارنے والی ہے خدا ان حالات میں خاندان برمک کو محفوظ رکھے۔

جب رشید کو ان اشعار کا علم ہوا تو رقاشی کو بلوایا اور اس سے کہا کہ یہ اشعار کہنے کی تجھے جرأت کیونکر ہوئی؟ جبکہ تجھے معلوم ہے کہ جو شخص جعفر کی نعش کے پاس آئے گا یا اس کا مرثیہ کہے گا ہم اس کو شدید ترین سزا دیں گے۔ رقاشی نے جواب دیا کہ جعفر مجھے ہر سال ایک ہزار دینار دیتا تھا اس لئے میں نے اس کا مرثیہ کہا۔ رشید نے کہا جب تک ہم حیات رہیں گے ہماری جانب سے تجھے سالانہ دو ہزار دینار ملیں گے۔

کہتے ہیں کہ ایک عورت جعفر کی نعش کے پاس آئی اور اس کے سولی پر لٹکے ہوئے سر کو دیکھ کر کہا "بخدا آج تُو نشانی بن گیا ہے۔ اور مکارم کے اعلیٰ مقام پر ہے"۔ پھر یہ اشعار پڑھے۔

وَلَمَّا رَأَيْتُ السَّيْفَ خالَطَ جَعْفَرًا وَنَادىٰ مَنادٍ لِلْخَلِيْفَةِ فِيْ يَحْيى

جب میں نے تلوار کو دیکھا کہ وہ جعفر کے سر پر پڑی اور خلیفہ نے یحییٰ کے بھی قتل کا حکم دے دیا۔

بَكَيْتُ عَلٰى الدنيا وايْقَنْتُ اَنَّمَا قَصَارى الْفَتى يَوْمًا مُفارِقَةَ الدُّنْيَا

تو میں دنیا کے انقلابات پر رو دیا اور مجھے یقین آ گیا کہ یہ دنیا ایک دن یقیناً چھوٹنے والی چیز ہے۔

وَمَا هِيَ اِلاَّ دَوْلَةٌ" بَعْدَ دَوْلَةٍ تحول ذا نعمتي وتعقب ذا بَلوىٰ

دنیا کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ آج وہ اس کے پاس اور کل اس کے پاس ہے۔

اِذا اُنزلَتْ هٰذا مَنَازِلَ رَفْعَةٍ مِنَ المُلْكِ حطت ذا اِلٰى الغايَةِ السُّفْلىٰ

کسی کو اونچے مرتبے پر پہنچاتی ہے تو کسی کو پستیوں کے گڑھے میں دھکیل دیتی ہے۔

یہ اشعار کہنے کے بعد وہ عورت ہوا جیسی تیز رفتار کے ساتھ چلی گئی اور ایک لمحہ کے لئے بھی وہاں نہیں رکی۔

جب سفیان بن عیینہ کو جعفر کے قتل کی خبر ملی تو آپ نے قبلہ رو ہو کر یہ دعا کہ "اے اللہ! جعفر نے ہماری دنیوی ضروریات کا خیال رکھا آپ جعفر کی اخروی ضرورت کا خیال فرمایئے"۔

جعفر نہایت صاحب جود و کرم تھا اس کی سخاوت و بخشش کے واقعات مشہور ہیں اور بہت سی کتابوں میں بھی مذکور ہیں۔ رشید کے نزدیک جو مرتبہ جعفر کو حاصل تھا وہ اور کسی وزیر کو حاصل نہیں تھا اور رشید اس کو اپنا بھلائی کہا کرتا تھا اور اس کو اپنے لباس میں بٹھاتا تھا۔ رشید نے جب جعفر کو قتل کیا تو اس کے والد یحییٰ کو ہمیشہ کے لئے جیل میں ڈال دیا۔ خاندان برمک کو جود و سخا میں بڑا اونچا مقام حاصل تھا جیسا کہ مشہور ہے سترہ سال تک یہ لوگ رشید کی وزارت پر فائز رہے۔

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ زبیر بن عبدالمطلب نے اس سانپ کے بارے میں "جس کی وجہ سے قریش بناء کعبہ سے گھبرا رہے تھے۔ یہاں تک کہ ایک عقاب اس سانپ کو اچک کر لے گیا۔ یہ شعر کہے ہیں۔

عَجَبْتُ لَمَّا تَصَوَّبَتِ الْعَقَاب اِلَى الثُعبان وهِيَ لهَا اِضطِرَاب"

مجھے بڑا تعجب ہوا کہ جب عقاب اژدھوں پر حملہ آور ہوئے اور اژدہے ان کے حملے سے تڑپ اٹھے۔

وَقَدْ كَانَتْ يَكُوْنَ لَهَا كشيش وَاَحيَاناً يَكُوْنُ لِهَا وِثاب"

کبھی ان کو اضطراب آتا ہے اور کبھی وہ اچھلتے ہیں۔

اِذا قُمْنَا اِلَى التاسِيْس شدت فَهَبْنَا لِلْبِنَاء وَقَدْ تَهَاب"

جب ہم بنیاد رکھتے ہیں تو اس کی مضبوطی کا خیال رکھتے ہیں حالانکہ یہی مضبوط عمارتیں ایک دم گر جاتی ہیں۔

فَلَمَّا اَنْ خَشِیْنَا الزَّجْرَ جَاءَ تْ عُقَاب" حَلَقَتْ وَلَهَا انْصِبَاب"

ہم تو صرف ڈانٹ ڈپٹ سے ہی ڈرتے تھے حالانکہ اس کے بعد ایسی مصیبتیں آئیں جو نہ ٹلنے والا ثابت ہوئیں۔

فَضَمَّتْهَا اِلَیْهَا ثُمَّ خَلَّتْ لَنَا البنیان لَیْسَ لَهٗ حِجَاب"

میں اسے لپٹا مگر وہ ایسی عمارت نکلی جس میں اوٹ کا نام ونشان نہیں تھا۔

فَقُمْنَا حَاشِدِیْنَ الٰی بناء لَنَا مِنْهُ الْقَوَاعِدُ وَالتُّرَاب"

ہم دوڑتے ہوئے اپنی عمارتوں کی طرف چلے تو وہاں نہ ستون تھے اور نہ مٹی۔

غداة نرفع التاسیس مِنْهُ وَلَیْسَ عَلٰی مَسَاوِیْنَا شیاب"

آنے والی صبح ہم پھر بنیادیں اٹھائیں گے حالانکہ ہمارے عیوب کا کوئی پردہ پوش نہیں ہے۔

اَعَزَّ بِهٖ اَلْمَلِیْکَ بنی لؤی فَلَیْسَ لِاَصْلِه مِنْهُ ذَهَاب"

عزتوں کے زیادہ مستحق تو خاندان بنی لوی والے ہیں جن کو کوئی ختم نہیں کرے گا۔

وَقَدْ حَشَدَتْ هُنَاکَ بنی عدی وَمَرَّةُ تَعْهِدُها کلاب"

بنو عدی نے اس خاندان پر ایسا ہی حملہ کیا جیسے راہ گیر کو کتے بھونکتے ہیں۔

فبوأنا الملِک بذاک عَزًا وَعِنْدَ اللّٰه یَلْتَمِسُ الثواب"

ہم نے اس بادشاہ سے پناہ طلب کی اور اس نے دی' اس حسن سلوک کا ثواب خدا ہی اس کو دے گا۔

ابن عبدالبر نے ''تمہید'' میں عمرو بن دینار کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کا ارادہ کیا تو وہاں سے ایک بڑا سانپ برآمد ہوا جو کعبہ اور قریش کے درمیان حائل ہو گیا۔ اچانک ایک سپید عقاب آیا اور اس سانپ کو اٹھا کر لے گیا اور اس کو اجیاد کی جانب پھینک دیا۔ علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ تمہید کے بعض نسخوں میں سپید عقاب کے بجائے سفید پرندہ مذکور ہے۔

فائدہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ہدہد کو غائب پایا تو عقاب کو جو پرندوں کا سردار ہے بلایا اور اس کو سزا اور سختی کی دھمکی دی اور کہا کہ فوراً اس کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ عقاب آسمان کی جانب اٹھا اور ہوا سے جا ملا اور دنیا کو اس طرح دیکھنے لگا جیسے کوئی شخص اپنے سامنے کسی تھالی کو دیکھے۔ پھر داہنی اور بائیں جانب متوجہ ہوا تو ہدہد کو یمن کی جانب جاتے ہوئے دیکھا تو عقاب نے اس کو جا کر پکڑ لیا۔ ہدہد نے اس سے کہا کہ میں اس ذات کے واسطے سے سوال کرتا ہوں۔ جس نے تجھے مجھ پر قدرت وطاقت بخشی تو مجھ پر رحم کر دے۔ عقاب نے جواب دیا کہ تیرا ناس ہو اللہ کے رسول سلیمان علیہ السلام نے قسم کھائی ہے کہ وہ تجھے سزا دیں گے یا تجھے ذبح کر دیں گے۔ پھر عقاب اس کو لے کر واپس ہوا تو راستہ میں گدھ اور دیگر پرندوں کے لشکر ملے۔ انہوں نے اس کو خوف دلایا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی دھمکی کی خبر دی۔ ہدہد نے کہا جو میری تقدیر میں ہے وہ تو ہو گا ہی۔ لیکن یہ بتاؤ کہ اللہ کے نبی نے کوئی استثناء نہیں کیا۔ پرندوں نے جواب دیا کہ ہاں استثناء کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر کوئی واضح دلیل لے آیا تو بچ جائے گا۔ ہدہد نے کہا تو پھر نجات ہو گئی۔

پس جب ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو تواضعاً اپنا سر اٹھا لیا اور اپنی دم و بازوؤں کو جھکا لیا۔ حضرت

سلیمان علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ تُو اپنی خدمت اور جگہ چھوڑ کر کہاں چلا گیا تھا۔ میں یقیناً تجھے سخت سزا دوں گا یا ذبح کر دوں گا۔ ہد ہد نے کہا اے اللہ کے نبی! اس وقت کا خیال کیجئے جب اللہ کے سامنے اس طرح کھڑے ہوں گے جس طرح آج میں آپ کے سامنے کھڑا ہوا۔ یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور بدن پر لرزہ طاری ہو گیا۔

شرعی حکم

عقاب کا کھانا حرام ہے کیونکہ یہ ذی مخلب ہے۔

عقاب کو مارنا پسندیدہ ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ چنانچہ امام رافعیؒ اور امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ اس کا مارنا پسندیدہ ہے اور شرح مہذب میں ہے کہ عقاب اس قسم میں شامل ہے کہ جن کا مارنا پسندیدہ ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کا قتل کرنا مکروہ ہے اور یہ وہ قسم ہے کہ اس میں نفع بھی ہے اور نقصان بھی ہے۔ اسی کی تصدیق قاضی ابوالطیب طبری نے فرمائی ہے اور یہی میرے (علامہ دمیری) نزدیک معتمد ہے۔

ضرب الامثال

اہل عرب کسی چیز کی دوری کو ظاہر کرنے کے لئے کہتے ہیں "اَمْنَعُ مِنْ عُقَابِ الْجَوِّ" (فضاء کے عقاب سے بھی زیادہ دور) یہ مثال عمرو بن عدی نے قصیر بن سعد کے بارے میں زباء نامی عورت کے مشہور قصہ میں بیان کی ہے اور اسی بارے میں ابن درید نے مقصورہ میں یہ اشعار لکھے ہیں۔

واخترم الوضاحُ مِنْ دون التی املھاسیف الحمام المُنتضی

اور میں توڑتا ہوں ان تمام رکاوٹوں کو جو میری راہ میں حائل ہوتی ہیں۔

وَقد سما عمرو الی اوتارہ فَاحتط مِنھَا کُلَّ عالی المنتھی

عمرو اپنے مقاصد کی معراج کو پہنچ گیا اور اتنے اونچے مقام کو پہنچا کہ وہاں تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

فَاستَنْزَلَ الزَّبَّاءَ قَسْرًا وَھِیَ مِنْ عُقَاب لوح الجو اعلی الْمُنْتَھِیْ

زباء نے اس کے عروج کو نزول میں بدل دیا اور خود زباء ان بلندیوں پر پہنچی جہاں عمر کے قدم تک نہ پہنچے تھے۔

عقاب چونکہ بہت بلندی پر پرواز کرتا ہے اور کسی کے ہاتھ نہیں آتا اس لئے شاعر نے اس کو "لوح الجو" سے تشبیہ دی ہے۔ لوح زمین و آسمان کے مابین فضاء اور خلا کو کہتے ہیں اور "جَو" کے معنی بھی یہی ہیں۔ یہ قصہ ابن ہشام اور ابن جوزی وغیرہ نے اس طرح بیان کیا ہے۔ ناقدین کا خیال ہے کہ مورخین کے کلام کو ناقلین نے ایک دوسرے سے مخلط کر دیا ہے۔ جذیمہ ابرش نامی بادشاہ حیرہ اور اس کے اطراف و جوانب کا سلطان تھا اور ساٹھ سال تک اس نے ان علاقوں پر حکومت کی ہے۔ یہی وہ پہلا بادشاہ ہے جس نے اپنے سامنے شمع روشن کرائی اور جنگ میں منجنیق نصب کرائی۔ تمام معاصرین پر اس کا رعب و دبدبہ تھا۔ یہی وہ پہلا بادشاہ ہے جس کی پوری سرزمین عراق پر حکومت قائم ہوئی۔ اس نے ملیح بن براء سے جنگ کی' ملیح حضرموت کا حکمران تھا اور روم و فارس کے مابین حد فاصل بنا ہوا تھا۔ یہ ملیح وہی بادشاہ ہے جس کا عدی بن زید نے اپنے اس قول میں ذکر کیا ہے۔

وَاخو الحضر اذبنا واذ دَجْلَۃ" تُجبٰی اِلَیْہِ وَالْخَابُوْرُا

"سرزمین حضر کا بادشاہ جس نے اس شہر کو آباد کیا اور دجلہ نامی ندی جو شہر سے نکلتی تھی۔"

شَادَهُ مَرمَرًا وَجَلَّلَهُ كِلسًا　　فَلِلطَّيْرِ فِي ذِرَاهُ وَكُوُر"

"اس نے اس ندی وک سنگ مرمر سے مضبوط کیا اور اس پر سفیدی پھیری۔ پس پرندے ندی کے کنارے اپنے گھونسلے بنانے لگے۔"

لَمْ يَهَبْهُ رَيبُ المنون وَبَادَ　　اَلْمُلْكُ عَنْهُ فَبَابُهُ مَهْجُوْر"

مگر انہیں بھی موت نے نہیں چھوڑا ملک جاتا رہا اور محلات کے دروازے اب بند ہیں۔

جزیمہ نے ملیح کو قتل کر دیا اور اس کی لڑکی زباء کو چھوڑ دیا۔ وہ لڑکی روم چلی گئی۔ یہ لڑکی نہایت عقلمند عربی زبان کی ادیب نہایت شیریں بیان شدید القوہ بلند ہمت تھی۔ کلبی کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں کوئی عورت زباء سے زیادہ حسین و جمیل نہیں تھی۔ اس کا اصلی نام فارعہ تھا۔ اس کے بال اتنے لمبے تھے کہ جب یہ چلتی تھی تو اس کے بال زمین پر گھسٹتے تھے اور جب ان کو کھولتی تھی تو پورے بند کو چھپا لیتے تھے۔ ان بالوں کی ہی وجہ سے اس کا نام زباء پڑ گیا۔

کہتے ہیں کہ اس کے باپ کا قتل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے پہلے ہوا تھا۔ اس نے اپنی ہمت و محنت کے ذریعے لوگوں کو جمع کیا اور مال صرف کیا ارا اپنے باپ کی سلطنت واپس لے لی اور جزیمہ کو وہاں سے بھگا دیا اور اس نے دریائے فرات کے دونوں جانب مشرق و مغرب میں دو شہر آباد کئے اور ان دونوں کے درمیان فرات کے نیچے سے ایک سرنگ بنائی اور جب دشمن کا خوف ہوتا تو اس میں جا کر محفوظ ہو جاتی۔ ابھی تک کسی مرد سے اس کا اختلاط نہیں ہوا تھا۔ اس لئے یہ دوشیزہ اور کنواری تھی۔ جذیمہ اور اس کے درمیان جنگ کے بعد مصالحت ہو گئی تھی۔ ایک بار جدیمہ کے دل میں اس کو پیغامِ نکاح دینے کا خیال آیا تو اس نے اپنے مخصوص مشیروں کو طلب کیا تمام لوگ خاموش رہے۔ جو اس کا چچازاد بھائی تھا نہایت عقلمند و ذہین تھا اور جزیمہ کا وزیر خزانہ اور معاملاتِ سلطنت میں اس کا معتمد تھا۔ اس نے کہا اے بادشاہ! اللہ آپ کو بری چیزوں سے محفوظ رکھے۔ زباء ایک ایسی عورت ہے جو مردوں سے علیحدہ رہی۔ لہٰذا وہ دوشیزہ اور کنواری ہے۔ اس کو مال میں کوئی رغبت ہے نہ جمال میں اور آپ کے ذمہ اس کا خون بہا ہے اور اس نے آپ کو مصلحتاً اور خوف کی وجہ سے چھوڑ رکھا ہے حالانکہ اس کے قلب میں حسد اس طرح چھپا ہوا ہے جس طرح پتھر میں آگ پوشیدہ ہوتی ہے کہ اگر آپ اس کو رگڑیں تو وہ ظاہر ہو جائے گی اور اگر آپ اس کو چھوڑ دیں تو پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ شہزادیوں میں آپ کا کفوء موجود ہے اور ان سے رشتہ کرنے میں نفع ہے اور اللہ رب العزت نے آپ کو ان چیزوں کی طمع سے رفیع بنایا ہے جو آپ کی شایانِ شان نہیں ہیں۔ نیز اللہ نے آپ کو بلند مرتبہ بنایا ہے۔ آپ سے بلند مرتبہ کوئی شخص نہیں ہے۔ مذکورہ بالا تفصیل ابن جوزی وغیرہ کے بیان کے مطابق ہے۔

شارح "دریدیہ" ابن ہشام وغیرہ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ زباء نے خود پیغامِ نکاح دیا تھا اور اپنے آپ کو پیش کیا تھا تا کہ جذیمہ کے ملک کو اپنے ملک میں شامل کر سکے۔ زباء کے اس پیغام کے بارے میں مشورہ کے لئے جزیمہ نے اپنے مشیروں کا اجلاس طلب کیا۔ تمام مشیروں نے اس کی تصویب کی مگر صرف قصیر نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ اے بادشاہ! یہ دھوکہ اور فریب ہے۔ لیکن جذیمہ نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا۔ یہ قصیر حقیقت میں پستہ قد نہیں تھا بلکہ اس کا نام ہی قصیر تھا۔

ابن الجوزی کہتے ہیں کہ شاہ جذیمہ نے قصیر کی رائے سن کر کہا کہ اے قصیر الرائے تُو نے جو کچھ کہا وہ اپنی جگہ ٹھیک ہے لیکن میرا دل اس کو قبول نہیں کرتا بلکہ میرا دل زباء کا خواہاں اور مشتاق ہے اور ہر شخص کی تقدیر معین ہے جس سے کسی کو مفر نہیں ہے۔ اس کے بعد شاہ جذیمہ نے ایک پیغام رساں کو روانہ کیا اور اس سے کہا کہ زباء کی رائے معلوم کرو کہ وہ میرے بارے میں کیا رائے رکھتی ہے؟ شاہ جذیمہ کا

پیغام رساں زباء کے پاس آیا۔ جب زباء نے جذیمہ کا پیغام سنا تو قاصد سے کہا کہ میں آپ کے اور اس پیغام کے استقبال کے لئے جو آپ لاتے ہیں اپنی آنکھیں بچھانا چاہتی ہوں۔ اسی طرح سے زباء نے بہت رغبت اور مسرت کا اظہار کیا اور قاصد کا بہت اعزاز واکرام کیا اور کہا کہ میں خود اس بات کی متمنی تھی۔ لیکن اس خوف سے کہ میں شاہ جزیمہ کی کفو نہیں ہون پیغام دینے سے اعراض کرتی رہی ہوں۔ کیونکہ شاہ کا مرتبہ مجھ سے بلند ہے اور میرا رتبہ شاہ سے کمتر ہے۔ میں آپ کے پیغام کو بسر وچشم قبول کرتی ہوں۔ اور اگر شادی کے معاملات میں پہل کرنا مردوں کے لئے ضروری نہ ہوتا تو یقیناً میں خود شاہ جذیمہ کے پاس حاضر ہوتی۔ زباء نے اس پیغام رساں کے ذریعہ شاہِ جذیمہ کے لئے ہدایا میں بڑے قیمتی غلام' باندیاں' ہتھیار' زر ہیں اور بہت سارے اموال اونٹ بکریاں وغیرہ اور بیش بہا لباس و سامان جواہر روانہ کئے۔

جب یہ قاصد شاہ جذیمہ کے پاس آیا اور شاہ جذیمہ نے زباء کے جواب کو سنا اور اس کے حیران کن لطف وکرم کو دیکھا تو بہت خوش ہوا اور یہ سمجھا کہ یہ سب کچھ زباء نے میری محبت میں کیا ہے۔ بعدازاں فوراً اپنے خواص ووزراء کو ساتھ لے کر روانہ ہوگیا جن میں جذیمہ کا وزیر خزانہ قصیر بھی تھا۔ اپنے پیچھے سلطنت کی انجام وہی کے لئے عمرو بن عدی لخمی کو اپنا نائب بنایا۔ خاندانِ لخم میں بادشاہ بننے والا یہ پہلا شخص تھا۔ اس کی سلطنت ۱۲۰ برس رہی۔ یہ وہی عمرو بن عدوی ہے جس کو بچپن میں جنات اٹھا کر لے گئے تھے اور پھر جوان ہوجانے کے بعد چوڑ دیا تھا۔ جنات سے رہائی پانے کے بعد اس کی والدہ نے اس کو سونے کا ایک ہار پہنا کر اس کے ماموں شاہ جذیمہ سے ملاقات کے لئے بھیجا۔ جذیمہ نے اس کے گلے میں ہار اور اس کے چہرے پر ڈاڑھی دیکھ کر کہا کہ عمروٌ تو جوان ہو گیا۔ ابن ہشام کی رائے میں عدی کی حکومت ۱۱۸ سال رہی۔

آگے ابن الجوزی لکھتے ہیں کہ شاہ جذیمہ عمرو بن عدی کو نائب بنا کر روانہ ہوگیا اور نہر فرات پر واقع زباء کے بیفہ نامی شہر پہنچ گیا۔ وہاں اس نے قیام کیا اور شکار کر کے کھایا اور شراب پی۔ بعدازاں دوبارہ اپنے رفقاء سے مشورہ کیا۔ پوری قوم نے سکوت اختیار کیا۔ مگر قصیر نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ اے بادشاہ ہر عزم جزم سے موید نہیں ہوا کرتا اس لئے آپ جہاں بھی ہوں بے مقصد اور فضول باتوں پر بھروسہ مت کیجئے اور رائے کے مقابلہ میں خواہشات کو نہ لایئے کیونکہ اس طرح رائے فاسد ہو جائے گی۔ یہ گفتگو سن کر جذیمہ حاضرین کی جانب متوجہ ہوا اور کہا کہ تم لوگوں کی اس بارے میں جو بھی رائے ہو اس کو ظاہر کرو کیونکہ میری رائے بھی جماعت کے ساتھ ہے جو تم بہتر سمجھو وہی درست ہے۔ قصیر نے کہا۔ اَرَی اَلْقَدَرُ یُسَابق الحذر۔ (میرے خیال میں قدر حذر سے سبقت کر جائے گی) اور قصیر کی بات نہیں مانی جائے گی۔ قصیر کا یہ قول کہاوت بن گیا۔

اس کے بعد جذیمہ روانہ ہوگیا اور جب زباء کے شہر کے قریب تو زباء کے پاس اپنی آمد کی اطلاع کرائی۔ زباء نے اس کی آمد کی خبر سن کر بڑی مسرت اور خوشی کا اظہار کیا اور جذیمہ کے پاس کھانے پینے کا سامان بھیجا اور اپنے لشکر خواص وعوام سے مخاطب ہو کر کہا کہ اپنے سردار اور اپنے ملک کے بادشاہ کا استقبال کرو۔ جب قاصد زباء کا جواب لے کر جذیمہ کے پاس پہنچا اور اس کے سامنے زباء کی رغبت و مسرت کا تذکرہ کیا تو وہ بہت خوش ہوا۔ جب جذیمہ نے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا تو پھر قصیر کو طلب کیا اور پوچھا کہ کیا تُو اپنی رائے پر قائم ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں بلکہ میرے بصیرت اور زیادہ ہوگئی ہے اور کیا آپ بھی اپنے ارادہ پر قائم ہیں؟ جذیمہ نے جواب دیا کہ ہاں بلکہ میرا شوق اور بڑھ گیا ہے۔ قصیر نے کہا۔ ''لیسِ الدھر بِصَاحِبلِمَنْ لَم ینظر فی العواقب'' (جو شخص عواقب اور نتائج پر غور نہ کرے زمانہ اس کا ساتھی نہیں ہے) قصیر کا یہ قول بھی ضرب المثل بن گیا۔ اس کے بعد قصیر نے کہا کہ فوت ہونے سے قبل معاملہ کا تدارک

ممکن ہے اور بادشاہ کے ہاتھ میں ابھی معاملہ ہے۔ اس لئے اس کا تدارک ممکن ہے۔ اے بادشاہ! اگر تم کو یہ اعتماد ہے کہ تم حکومت و سلطنت کے مالک خاندان اور اعوان والے ہو تو یقین کیجئے کہ آپ نے اپنی سلطنت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے اور آپ اپنے خاندان و معاونین سے جدا ہو گئے ہیں اور آپ نے اپنے آپ کو ایسے شخص کے قبضہ میں دے دیا ہے جس کے مکر و فریب سے آپ محفوظ و مامون نہیں ہیں۔ پس اگر آپ یہ اقدام کرنے والے ہیں اور اپنی خواہشات کی اتباع کرنے والے ہیں تو یاد رکھئے کہ کل کو زباء کی قوم آپ کو قطار در قطار ملے گی اور آپ کے استقبال کے لئے دو صف بنا کر کھڑی ہو جائے گی۔ اور جب آپ ان کے درمیان میں پہنچ جائیں گے تو وہ آپ کو ہر طرف سے گھر کر آپ پر حملہ کریں گے۔

بروایت ابن جوزی پھر قصیر عمرو بن عدی کے یہاں سے بھاگ کر زباء کے پاس پہنچا۔ زباء نے اس سے آنے کی وجہ دریافت کی۔ اس نے جواب دیا کہ عمرو نے اپنے چچا کے قتل کا الزام میرے سر تھوپ دیا ہے کہ میں اس کو آپ کے پاس آنے کا مشورہ دیا تھا اور ناک کان کاٹ کر مجھے قتل کی دھمکی دی۔ مجھے اپنی جان کا خوف ہوا تو میں آپ سے امن طلب کرنے کے لئے وہاں سے بھاگ آیا ہوں۔

زباء نے یہ سن کر قصیر کو خوش آمدید کہا اور بہت ہی اعزاز و اکرام کیا۔ وہ عرصہ تک اس کے پاس رہا اور موقع تلاش کرتا رہا۔ اس نے ملکہ کے ساتھ اس قدر احسانات کئے اور اتنی وفاداری کا ثبوت دیا کہ وہ اس کی گرویدہ ہو گئی۔ کئی مرتبہ وہ عراق جا کر اس کے لئے بہت سا سامان از قسم جواہرات وریشمی لباس وغیرہ لے کر آیا۔ اسی دوران وہ اس سرنگ سے بھی واقف ہو گیا تھا جس کے اوپر ملکہ کا محل تھا اور جو دریائے فرات کے نیچے کو جا رہی تھی۔ ایک مرتبہ جب ملکہ نے اپنے کسی دشمن پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا اور قصیر سے فراہمی سامان کی استدعا کی تو اس کو اپنا منشاء پورا کرنے کو خوب موقع مل گیا۔ چنانچہ وہ عمرو کے پاس پہنچا اور اس سے تمام واقعہ بیان کیا۔ عمرو معہ لشکر کے دوڑ پڑا۔ قصیر قافلہ سے آگے تھا جب وہ زباء کے پاس آیا تو اس سے کہا کھڑی ہو اور قافلہ کی طرف نگاہ کر۔ زباء اپنے محل کی چھت پر چڑھی۔ اس نے دیکھا کہ قافلہ آدمیوں اور سامان سے بھرا ہوا ہے۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

ماللجمال مشیها رو ئیندا اجندا یحملن ام حدیدًا

اونٹوں کو کیا ہوا کہ ان کی چال سبک نہیں رہی کیا ان پر فوجیں سوار ہیں یا وہ ہتھیاروں کے بوجھ سے دبے ہوئے ہیں۔

ام صرفانا باردا شدیدًا ام الرجال جشما قعودًا

یا شدید سردی نے ان کے پیروں کو سن کر دیا یا خود سوار بھی حوصلہ ہار کر اکڑوں بیٹھ گئے

قصیر نے عمرو سے زباء اور اس کی سرنگ کے متعلق سب کچھ بیان کر دیا تھا۔ قافلہ شہر میں داخل ہوا تو زباء پہلے تو یہی سمجھی کہ یہ قصیر کی امدادی فوج ہے۔ مگر جب فوج محل کے اندر داخل ہو گئی تو ملکہ زباء کی نظر عمرو پر پڑی تو ملکہ نے عمرو کو ان اوصاف سے جو قصیر نے اس سے بیان کئے تھے پہنچانا تو اس کو قصیر کی غداری اور سازش کا یقین آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک زہر آلود انگشتری تھی۔ قبل اس کے کہ وہ دشمنوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر ذلت کی موت مرے اس نے انگوٹھی چوس لی اور کہنے لگی کہ میں عمرو بن عدی کے ہاتھ سے مرنے کی بجائے خود اپنے ہاتھوں مرنے کو ترجیح دوں گی پس اس طرح ملکہ زباء کی موت واقع ہو گئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عمرو بن عدی نے ملکہ زباء کو تلوار سے قتل کیا تھا۔ (انتہی)

بقول ابن جریر طبری اور ابن السکیت نے کہا ہے کہ ملکہ زباء کا نام نائلہ ہے۔ ابن جریر نے اس شعر سے استدلال کیا ہے۔

اتعرف منزلا بین النقاء وبین ممر نائلة القدیم

کیاتم وہ مقام جانتے ہو جو مقام نقع اور نا ئلہ کے قدیم گذرگاہ کے درمیان ہے۔
اور بقول ابن درید 'میسون' ہےاور بقول ابن ھشام ذابن جوزی 'فارعۃ' ہے۔

الامثال

اسمع من فرخ عقاب۔عقاب کے بچہ سے زیادہ سننے والا۔
اعز من عقاب الجو۔فضا میں اڑنے والے عقاب سے بھی زیادہ بلند۔

عجیبہ

ابن زہر نے حکیم ارسطا طالیس سے نقل کیا ہے کہ عقاب ایک سال میں چیل ہو جاتی ہے اور چیل عقاب بن جاتی ہے۔ ہر سال الٹی بدلتی رہتی ہے۔

خواص

صاحب عین الخواص نے عطارد بن محمد سے نقل کیا ہے کہ عقاب ایلوے سے بھاگتا ہے اور اس کی بو سونگھ لے تو اس پر بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔عقاب کے پروں کی گھر میں دھونی دینے سے گھر کے سانپ مر جاتے ہیں۔ بقول قزوینی اگر عقاب کا پتہ بطور سرمہ آنکھیں لگایا جائے تو آنکھ کے دھندلے پن اور نزول الماء کوختم کر دیتا ہے۔

تعبیر

جو شخص دشمنوں سے برسر پیکار ہو اس کے لئے عقاب کا خواب میں دیکھنا فتح مندی کی علامت ہے۔ کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تھا۔جس کے پاس عقاب اترا اس کے لئے سزا کی علامت ہے۔ جو شخص دیکھے کہ وہ چیل یا عقاب کا مالک ہو گیا تو اس کو غلبہ و نصرت حاصل ہوگی اور طویل عمر پائے گا۔ اگر خواب دیکھنے والا محنت و مشقت کرنے والا ہے تو لوگوں سے الگ ہو کر زندگی گزارے گا۔اگر دیکھنے والا بادشاہ ہے تو دشمنوں سے صلح کرے گا۔ان کے شر اور مکاری سے محفوظ رہے گا اور دشمنوں کے مال وہتھیار سے اس کو نفع حاصل ہو گا۔اس لئے کہ عقاب کے پر تیر بھی ہیں اور مال بھی۔اور بقول ابن المقری چھوٹے پر اولا د زنا پر دلالت کرتے ہیں۔ بقول مقدسی جس نے عقاب کو دیکھا کہ وہ اس کو اپنے پنجے سے مار رہا ہے تو اس کے مال میں سخت حالات آئیں گے اور جس نے عقاب کا گوشت کھایا تو یہ لالچ کی علامت ہے۔بسا اوقات عقاب کو دیکھنے سے جنگجو آدمی مراد ہوتا ہے جس کو قریب اور بعید میں پناہ نہ ملے۔اگر عقاب کو کسی سطح پر گھر کے اوپر یا کسی کمرہ پر دیکھا گیا تو اس سے مراد ملک الموت ہے۔ جو شخص خواب میں عقاب پر سوار ہو گیا اور خواب دیکھنے والا فقیر تھا تو اس کو مال ملے گا۔اور اگر مالدار تھا یا بڑے لوگوں میں سے تھا تو موت کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ دور قدیم میں وفات شدہ مالدار لوگوں کی تصویریں عقاب کی صورت پر بناتے تھے۔

العقرب

(کثردم۔بچھو) مذکر و مونث کے لئے یہ لفظ مشترک ہے۔بعض اوقات مؤنث کو عقربۃ عقرباء کہتے ہیں۔اس کی جمع عقارب اور تصغیر عقیرب آتی ہے۔ جیسے زینب کی تصغیر زیینب آتی ہے۔اس کی کنیت ام عریط اور ام ساہرہ ہے۔فارسی میں اس کا نام رشک ہے۔
بچھو سیاہ، سبز اور زرد رنگ کا ہوتا ہے۔ یہ تینوں قسمیں مہلک ہیں لیکن سب سے زیادہ مہلک سبز رنگ کا ہوتا ہے اس کی طبیعت مائیہ

ہوتی ہے۔ بچے بہت دیتا ہے۔ مچھلی اور گوہ سے زیادہ مشابہ ہے۔ ہرے بچھو کے متعلق عام طور پر لوگوں کا گمان ہے کہ جب اس کی مادہ حاملہ ہوتی ہے تو بچہ کی ولادت اس کی ماں کی موت کا سبب بن جاتی ہے۔ کیونکہ جب بچے پیٹ کے اندر پورے ہو جاتے ہیں تو وہ اپنی ماں کا پیٹ کھا کر چاک کر دیتے ہیں اور باہر نکل آتے ہیں اور ماں مر جاتی ہے لیکن جاحظ جو ایک مشہور ماہر حیوانات ہیں ان کو اس قول سے اتفاق نہیں ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک قابل وثوق شخص نے بیان کیا کہ میں نے ایک بچھو کو اپنے منہ سے بچے دیتے ہوئے دیکھا ہے اور یہ بھی دیکھا ہے کہ مادہ بچھو وہ اپنے بچوں کو کمر پر چڑھائے ہوئے پھرتی تھی۔ یہ بچے جوں کے برابر تھے جو بہت تیزی سے دوڑتے پھر رہے تھے۔ مؤلف کی رائے میں جاحظ کا قول درست ہے۔ بچھو دورانِ حمل بہت تیز مزاج ہو جاتی ہے۔ بچھو کے آٹھ ٹانگیں ہوتی ہیں اور اس کی آنکھ پشت پر ہوتی ہے۔ بچھو کے اندر یہ عجیب بات ہے کہ وہ نہ مردہ کا کاٹتا ہے نہ سوئے ہوئے کو تاوقتیکہ سویا ہوا آدمی ہاتھ پیر نہ ہلائے۔

بچھو گبریلا کیڑے سے بہت میل جول رکھتا ہے۔ بسااوقات اس کے کاٹنے سے سانپ بھی مر جاتا ہے۔ حکیم قزوینی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جب بچھو سانپ کے کاٹ لیتا ہے تو اگر بچھو اس کے ہاتھ لگ گیا اور اس نے اس کو کھا لیا تو سانپ بچ جاتا ہے ورنہ مر جاتا ہے۔ چنانچہ فقیہہ عمارۃ الیمنی نے بھی اپنے ان اشعار میں قزوینی کے اس قول کی تائید کی ہے۔

اذالم یسالمک الزمان فحارب وباعد اذا لم تنتفع بالاقارب

اگر زمانہ تیرے موافق نہ ہو تو اس سے جنگ کر اور اگر اقارب سے نفع نہ پہنچے تو ان سے دوری اختیار کر۔

ولا تحتقر کید الضعیف فربما تموت الا فاعی من سموم العقارب

اور کمزور کے داؤں کو حقیر مت سمجھ کیونکہ افاعی (انتہائی زہریلے سانپ) بسااوقات بچھو کے زہر سے مر جاتے ہیں۔

فقد ھد قدما عرش بلقیس ھدھد وخرب فار قبل ذا سد مأرب

بلقیس نے ہدہد جانور کو گم کر دیا اور چوہے نے محارب کے بند کو توڑ دیا۔

اذا کان رأس المال عمرک فاحترز علیه من الانفاق فی غیر واجب

جب تمہارا اصل سرمایہ عمر ہی ہے تو اس اپنی زندگی کو ناپسندیدہ چیزوں میں ضائع نہ کرو۔

فبین اختلاف اللیل والصبح معرک یکر علینا جیشه بالعجائب

صبح وشام کے انقلابات ہمہ دم ہمارے سامنے ہیں اور یہ انقلابات عجائب کا ایک دفت ہمارے سامنے کھولتے ہیں۔

بچھو کی ایک خاصیت یہ ہے کہ جب یہ کسی انسان کے ڈنگ مارتا ہے تو پھر اس طرح فرار ہوتا ہے جیسے کوئی مجرم سزا کے خوف سے فرار ہوتا ہے۔ جاحظ نے کہا کہ بچھو میں ایک عجیب وغریب خاصیت یہ بھی پائی جاتی ہے کہ یہ تیر نہیں سکتا اور اگر بچھو کو پانی میں ڈال دو تو وہ حرکت نہیں کرے گا چاہے پانی ٹھہرا ہوا ہو یا بہہ رہا ہو۔ جاحظ نے کہا ہے کہ بچھو ٹڈیوں کے شکار کے لئے اپنے سوراخ سے باہر نکلتا ہے کیونکہ یہ ٹڈیوں کے کھانے کا بہت شوقین ہوتا ہے۔ بچھو کو پکڑنے کی ایک ترکیب یہ ہے کہ ایک ٹڈی پکڑ کر کسی لکڑی میں پھنسا دی جائے۔ پھر وہ لکڑی بچھو کے سوراخ میں ڈال دی جائے۔ ٹڈی کو دیکھتے ہی وہ اس کو چمٹ جائے گا۔ پھر اس لکڑی کو کھینچ لیا جائے۔ ساتھ میں بچھو بھی کھینچا چلا آئے گا۔ دوسری ترکیب اس کے پکڑنے کی یہ ہے کہ کردث (گندنا) اس کے سوراخ میں داخل کر کے نکال لیا جائے بچھو بھی اس کے ساتھ ساتھ چلا آوے گا۔

بعض اوقات بچھو پتھر یا ڈھیلے پر ڈنگ مارتا ہے۔اس بارے میں کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔

رأیت علی صخرة عقربا وقد جعلت ضربها دیدنا

میں نے ایک سخت پتھر پر ایک بچھو دیکھا کہ وہ اپنی عادت کے موافق اس پر ڈنگ مار رہا تھا۔

فقلت لها انها صخرة وطبعک من طبعها الینا

میں نے اس سے کہا کہ یہ تو ایک چٹان ہے اور تیر مزاج اس کے مزاج سے بہت نرم ہے۔

فقالت صدقت ولکننی ارید اعرفها من انا

یہ سن کر بچھو بولا کہ آپ کا فرمانا صحیح ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ اس کو یہ بتادوں کہ میں کون ہوں۔

جان سے مار ڈالنے والے بچھو دو جگہ یعنی شہر زور اور عسکر مسکر میں پائے جاتے ہیں۔ یہ دوڑ کر ڈنگ مارتے ہیں اور آدمی کو مار ڈالتے ہیں۔بعض اوقات ان کے ملسوع (کاٹے ہوئے) کا گوشت بکھر جاتا ہے اس میں تعفن (سڑن) پیدا ہو جاتی ہے اور گوشت لٹک جاتا ہے۔تعفن اس قدر کہ کوئی شخص بغیر ناک بند کئے اس کے قریب نہیں جا سکتا۔لطف یہ ہے کہ صغیر الجثۃ ہونے کے باوجود اونٹ اور ہاتھی تک کو بھی ڈسنے کے بعد بغیر مارے نہیں چھوڑتا۔بچھو کی ایک قسم اڑنے والی ہے۔جاحظ اور قزوینی کا کہنا ہے کہ غالباً یہ وہی بچھو ہے جس کا کاٹا ہوا نہیں بچتا۔رافعی وعبادی کا بیان ہے کہ شہر نصیبین میں جہاں پہ اڑنے والا بچھو ہوتا ہے۔چیونٹیوں کی بیج درست مانی گئی ہے۔کیونکہ چیونٹیاں اس بچھو کے علاج میں کام آتی ہیں اس کا مزید بیاں چیونٹیوں کے باب میں آئے گا۔شہر نصیبین کے زہریلے بچھوؤں کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ وہ شہر زور سے ہی آئے ہیں۔ایک بادشہ نے شہر نصیبین کا محاصرہ کیا۔وہاں کے بادشاہ نے زندہ بچھو پکڑوا کر اور ان کو سخت کوزوں میں بھر کر بذریعہ منجنیق دشمنوں کی فوج میں پھنکوا دیا۔

جاحظ نے لکھا ہے کہ نصر بن حجاج سلمی کے گھر میں بچھو رہتے تھے جو کاٹ کر مار ڈالتے تھے۔ان کے یہاں کوئی مہمان آیا۔جب وہ قضائے حاجت کے لئے بیٹھا تو بچھو نے اس کی شرمگاہ میں کاٹ لیا۔نصر بن حجاج کو جب خبر ہوئی تو وہ مہمان کے پاس آئے اور کہنے لگے۔

وداری اذا نام سکانها اقام الحدود بها العقرب

جب میرے گھر والے (نماز سے غافل ہوکر) سو جاتے ہیں تو بچھو ان پر حد شرعی جاری کرتا ہے۔

اذا غفل الناس عن دینهم فان عقاربها تضرب

جب لوگ اپنے دین سے غافل ہو جاتے ہیں تو بچھو اپنے ڈنکوں کی ضرب لگاتے ہیں۔

فلا تامنن سری عقرب بلیل اذا اذنب المذنب

جب کسی گناہگار سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے تو رات کے وقت بچھو کے چلنے سے مامون نہ ہو۔

پھر وہ اپنے گھر کے چاروں طرف گھومے اور کہنے لگے کہ ان بچھوؤں کو اسود (سالخ (کینچلی دار سیاہ ناگ) سے زہر پہنچتا ہے۔چنانچہ گھر میں ایک خاص جگہ کو دیکھ کر فرمایا کہ اس کو کھودا جائے۔جب وہ جگہ کھودی گئی تو وہاں پر کالے ناگ کا ایک جوڑا بیٹھا پایا گیا۔

بچھو کا ذکر حدیث میں:

''ابن ماجہؒ نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھتے ہوئے ایک بچھو کو مارا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

''ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے بچھو نے کاٹ لیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ بچھو پر لعنت فرمائے کہ وہ نہ نمازی کو چھوڑتا اور نہ غیر نمازی کو لٰہذا اس کو حل اور حرم میں جہاں پاؤ مار ڈالو''۔ (ابن ماجہ)

حدیث میں بچھو کے کاٹنے کا علاج

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے ایک مرتبہ بچھو نے کاٹ لیا تھا تو آپ نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا:

''اللہ بچھو پر لعنت بھیجے کہ وہ کسی نمازی' نبی یا غیر نمازی' نبی یا غیر نبی کو کاٹے بغیر نہیں چھوڑتا''۔

اور آپؐ نے جوتا لے کر اس کو مار ڈالا۔ پھر آپؐ نے پانی اور نمک منگا کر اس کاٹے کی جگہ پر ملا اور **قُلْ ھُوَ اللہ احد و معوذتین** پڑھ کر دم کیا''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں پاؤں کے انگوٹھے میں بچھو نے کاٹ لیا تو آپؐ نے فرمایا'' کہ وہ سفید چیز لاؤ جو آٹے میں ڈالی جاتی ہے (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں) کہ ہم نمک لے گئے۔ آپؐ نے اس کو ہتھیلی پر رکھ کر تین مرتبہ چاٹا اور باقی کو کاٹے ہوئے پر رکھ دیا جس سے درد کو سکون ہو گیا''۔

(عوارف المعارف)

اللہ کی قدرت کا ایک عجیب منظر

حضرت معروف کرخیؒ نے حضرت ذوالنون مصری کا ایک واقعہ نقل کیا ہے' فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ کپڑے دھونے کے لئے دریائے نیل پر پہنچا۔ یکا یک سامنے سے ایک بہت بڑا بچھو آتا ہوا نظر پڑا میں اس کو دیکھ کر ڈر گیا اور اس کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے استعاذہ کرنے لگا۔ وہ بچھو جب دریا کے کنارے پر پہنچا تو پانی میں سے ایک مینڈک نکلا اور بچھو کو اپنی پشت پر سوار کر کے دریا کے دوسرے کنارہ کی طرف تیرتا ہوا چل دیا اور میں بھی ایک تہبند باندھ کر دریا میں اتر گیا اور جب تک بچھو دریا کے دوسرے کنارہ پر پہنچا میں برابر اس کو دیکھتا رہا۔ جب مینڈک بچھو کو لے کر دریا کے کنارہ پہنچا تو بچھو نے مینڈک کی پشت سے اتر کر جلد جلد چلنا شروع کر دیا اور میں بھی اس کے پیچھے ہو لیا۔ چلتے چلتے ایک بہت گھنے سایہ دار درخت کے پاس پہنچا۔ اس درخت کے پیچھے ایک سفید امرد لڑکا سو رہا تھا اور شراب کے نشہ میں چور تھا۔ میں نے یہ دیکھ کر لاحول پڑھی اور دل میں کہنے لگا کہ شاید اس کو کاٹنے کی وجہ سے بچھو یہاں آیا ہو۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ دفعتاً ایک اژدھا سامنے سے لڑکے کو ڈسنے کے لئے آتا ہوا دکھائی دیا۔ بچھو اژدہے کو دیکھتے ہی اس کے سر میں لپٹ گیا اور اس کو مار ڈالا۔ اس کے بعد بچھو مینڈک کی پشت پر سوار ہو کر جہاں سے آیا تھا وہاں لوٹ گیا۔ حضرت ذوالنون فرماتے ہیں کہ یہ وقعہ دیکھ کر یک لخت میرے زبان سے یہ اشعار جاری ہو گئے۔

يَا رَاقِدًا وَالجليل يَحْفَظُهُ مِنْ كُلِّ سُوْءٍ يَكُوْنُ فِي الظُّلم

اے سونے والے تُو تو سو رہا ہے اور خدا تاریکی میں ہونے والی ہر برائی سے حفاظت کر رہا ہے۔

كَيْفَ تَنَامُ الْعُيُوْنُ عَنْ مَلِكِ تَاتِيكَ مِنْهُ فَوَائد النعم

لٰہذا ایسے بادشاہ سے جس سے اچھی اچھی نعمتیں حاصل ہوں آنکھیں غافل ہو کر کیسے سو سکتی ہیں۔

حضرت ذوالنون ؒ کا یہ کلام سن کر لڑکا نیند سے بیدار ہوا آپ نے اس کو بچھو کا پورا ماجرا سنایا۔ یہ سن کر وہ سخت متاثر ہوا اور توبہ کی اور لہو

ولعب ترک کر کے نیکیوں کا راستہ اختیار کیا پس اسی حالت میں اس کی موت واقع ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ کا نام ثوبان بن ابراہیم اور بقول بعض فیض بن ابراہیم تھا۔ آپ کے حکیمانہ کلام کا کچھ حصہ یہ ہے۔

محبت کی اصل حقیقت یہ ہے کہ جس چیز سے حق تعالیٰ محبت کریں اس سے محبت کی جائے اور جو چیز اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو اس سے نفرت کی جائے اور حق تعالیٰ کی رضا کو طلب کیا جائے اور جو چیز مرضاۃ رب میں حائل ہو اس کو ترک کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں کسی ملامت کی پرواہ نہ کی جائے۔

آپ کا ارشادِ گرامی ہے کہ عارف باللہ ہمیشہ فخر اور فقر کے درمیان رہتا ہے۔ حق تعالیٰ کا ذکر باعث فخر ہے اپنا تذکرہ تجھے فقر میں مبتلا کرے گا۔ آپ ہی کا ارشاد ہے کہ:

مندرجہ ذیل آدمی عقلاء کی جماعت سے خارج ہیں:۔

(۱) جو شخص دنیوی معاملات میں کوشش کرے اور اُخروی معاملات میں تغافل کرے۔

(۲) علم و بردباری کی جگہ حماقت کا اظہار کرے۔

(۳) تواضع کی جگہ تکبر کو اختیار کرنے والا۔

(۴) تقویٰ کو فراموش کرنے والا۔

(۵) کسی کا حق غصب کرنے والا۔

(۶) عقلاء کی مرغوبات سے اجتناب کرنے والا اور عقلاء کی مرغوبات میں مشغول ہونے والا۔

(۷) اپنے متعلق غیر سے انصاف طلب کرنے والا۔

(۸) حق تعالیٰ کی اطاعت کے اوقات میں اس کو بھولنے والا۔

(۹) وہ شخص جس نے علم حاصل کیا شہرت کی وجہ سے اور پھر اس علم کے مقابلہ میں اپنے ہوائے نفس کو ترجیح دی۔

(۱۰) حق تعالیٰ کے شکر سے غافل ہونے والا۔

(۱۱) اپنے دشمن یعنی نفس سے مجاہدہ کرنے سے عاجز ہونے والا۔

اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے' کلام کا سلسلہ جب چلتا ہے دراز ہو جاتا ہے جب تک اس کو ختم نہ کیا جائے تو ختم نہیں ہوسکتا۔

امام ابوالفرج ابن جوزی فرماتے ہیں کہ آپ کا وطن اصلی نوبہ تھا۔ آپ اس سے تعلق رکھتے تھے جس کا پیشہ کنواں صاف کرنے کا تھا۔ آپ نوبہ سے مصر منتقل ہو گئے اور یہیں سکونت اختیار کر لی۔ ذوالنون آپ کا لقب تھا۔ امام ابوالقاسم القشیری لکھتے ہیں کہ آپ اپنے ہم مشرب لوگوں پر فوقیت رکھتے اور علم ورع ادب کے اعتبار سے یگانہ روزگار تھے۔ آپ کی وفات مقام جیزہ میں ہوئی جب کہ ماہ ذی قعدہ کی دو راتیں گزر چکی تھیں اور قرافۃ الصغریٰ میں مدفون ہوئے۔

حضرت معروفؒ کرخی کا نام ابن الفیس الکرخی تھا۔ آپ مقبولیت دعا کے لئے مشہور تھے۔ اہل بغداد آپ کی قبر کے پاس بارش کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے آپ کی قبر تریاق مجرب ہے۔ حضرت سری سقطیؒ آپ کے تلمیذ تھے۔ حضرت معروف کرخی سے مرض وفات میں کہا گیا کہ آپ وصیت فرمائیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب میں مر جاؤں تو میری قمیص صدقہ ک

ردینا میں یہ چاہتا ہوں کہ جیسے دنیا میں ننگا ہی آیا تھا تو یہاں سے ننگا ہی جاؤں ایک مرتبہ حضرت معروف کرخی ایک پانی پلانے والے کے پاس سے گذرے جو کہہ رہا تھا کہ جوشخص پانی پئے گا اللہ اس پر رحم فرمائے گا۔ حضرت معروفؒ کرخی آگے بڑھے آپ نے پانی پیا حالانکہ آپ اس وقت روزہ دار تھے۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ تو روزہ دار ہیں۔ تو آپ نے فرمایا جی ہاں! لیکن میں نے روزہ اس کی دعا کی وجہ سے توڑ دیا۔ آپ کی وفات ۲۰۰ھ میں ہوئی۔

زمخشری نے ربیع الابرار میں تحریر کیا ہے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ شہر حمص میں بچھو زندہ نہیں رہتے۔ وہاں کے لوگوں کا دعویٰ ہے کہ یہ ایک طلسم کا اثر ہے ان کا کہنا ہے کہ اگر کسی دوسری جگہ سے بچھولا کر چھوڑ دیا جاتا ہے تو وہ فوراً مر جاتا ہے۔

حمص مشارق الشام کا ایک مشہور شہر ہے۔ ابتداء میں یہ شہر علم و فضل کے اعتبار سے دمشق سے زیادہ مشہور تھا۔ بقول ثعلبی یہاں پر سات سو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے غزوات کے سلسلہ میں نزول فرمایا۔

بچھو کے ڈنگ مارنے پر جھاڑ پھونک جائز ہے

امام مسلمؒ نے حضرت جابرؓ ابن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو بچھو نے کاٹ لیا اور ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر تھے، ہم میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اگر آپ فرمادیں تو میں اس کو جھاڑ دوں۔ آپؐ نے فرمایا'' کہ تم میں سے جو کوئی بھی اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکے تو ضرور پہنچائے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آل عمر بنؓ حزم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ! ہم کو ایک منتر آتا ہے جس سے ہم بچھو کے کاٹے کو جھاڑا کرتے ہیں اور آپؐ نے اس جھاڑ کی ممانعت فرمادی ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہ منتر مجھ کو پڑھ کر سناؤ چنانچہ وہ آپ کو سنایا گیا۔ آپؐ نے فرمایا'' اس میں تو کوئی حرج کی بات معلوم نہیں ہوتی۔ جو اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو وہ پہنچائے''۔

ایک روایت میں یہ الفاظ آئے:۔

''مجھے اپنا منتر سناؤ کیونکہ اس منتر میں کوئی حرج نہیں جس میں خلاف شرع کوئی چیز نہ ہو''۔

اس سے ثابت ہوا کہ کتاب اللہ اور ذکر اللہ سے جھاڑ پھونک جائز ہے البتہ وہ رقیہ ممنوع ہے جو فارسی یا عجمی زبان میں ہو یا اس کے الفاظ ایسے ہوں کہ اس کے معانی سمجھ میں نہ آویں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ان کے معانی مفضی الی الکفر ہوں (یعنی کفر کا کوئی پہلو اس میں پایا جاتا ہو) اہل کتاب کے رقیہ میں علمائے دین کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ امام مالکؒ نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے اس وجہ سے کہ ممکن ہے کہ رقیہ اس میں سے ہو جن کو انہوں نے بدل ڈالا ہے۔

مجرب جھاڑ پھونک

جھاڑنے والا بچھو کے کاٹے ہوئے سے یہ پوچھے کہ بدن کے حصہ میں کہاں تک تکلیف ہے پھر تکلیف کے اوپر کے حصے پر لوہے کا ٹکڑا رکھ کر مندرجہ ذیل عزیمت کو بار بار پڑھتا رہے اور درد کی جگہ کو لوہے کے ٹکڑے سے اوپر کی جانب سے نیچے کی جانب مسلتا رہے۔ تاکہ تمام زہر نیچے کے حصہ میں جمع ہو جائے۔ پھر جمع شدہ زہر کے مقام کو چوسنا شروع کرے یہاں تک کہ تمام تکلیف دور ہو جائے۔

عزیمت یہ ہے:۔

''سلام علیٰ نوح فی العٰلمین وعلیٰ محمد فی المرسلین من حاملات السم اجمعین لادابة بین

السّماء والارض الاربی اخذبنا صیتها اجمعین کذلک نجری المحسنین انه من عبادنا المومنین ان ربی علی صراط مستقیم نوح نوح قال لکم نوح من ذکر نی لا تاکلوه ان ربی بکل شئی علیم وصلی الله علی سیدنا محمد واله و صحبه وسلم"۔

مولف فرماتے ہیں کہ میں نے ابن صلاح کے قلم سے ان کے سفرنامہ میں ایک رقیہ لکھا ہوا دیکھا۔ اگر انسان اس سے جھاڑ دے تو کوئی بچھو اس کے نہ کاٹے گا۔ اگر ہاتھ سے بھی پکڑے گا تو بھی نہ کاٹے گا اور اگر کاٹ بھی لے تو جھاڑنے والے کو نقصان نہ ہوگا۔ وہ جھاڑ یہ ہے:۔

"بسم الله و بالله و باسم جبریل و میکائیل کازم کازم ویزام فتیز الی مرن الی مرن یشتامرا یشتامرا هوذا هو ذا هی لمظاانا الراقی والله الشافی.

صنعت خاتم

بچھو کے کاٹے، مجنون کے افاقہ، نکسیر اور آنکھوں کے درد کے لئے جو ریح بارد کی وجہ سے لاحق ہو یہ عمل نفع بخش ہے بلور احمر کے نگینہ پر یہ اسما نقش کرلیں۔

خطلسلسله کطو دهدل صحره اوسطظابی معه بیده سفاهه.

بچھو کے کاٹے کے لئے اس خاتم کو صاف پانی میں غوطہ دے کر کاٹنے کی جگہ پر رکھ دیا جائے اور مجنون اس کو برابر دیکھتا رہے۔ اللہ کے حکم سے افاقہ ہوگا۔ نکسیر کے لئے اس نقش کو پیشانی پر لکھ دیا جائے۔ بخار والے کے لئے اس نقش کو برگ زیتون پر لکھ کر اس کو کھلا دیا جائے۔ ریح کے لئے اس نگینہ کو جس جگہ ریح کا درد ہو پھیرا جائے۔

بخار والے کے لئے

تین پتوں پر نقش ذیل لکھ کر بخار والے کو اس کی دھونی دی جائے۔

(اول)ااا ط لا (دوم)ااا ط ط (سوم)ااا لھ لوم

کــــو کــــو کــــو

اسی طرح بخار کے لئے تین پتوں پر عبارت ذیل لکھ کر بوقت بخار روزانہ ایک پتہ کھائے۔

(اول)بسم الله نارت و استنارت (دوم)بسم الله فی علم الغیب غارت (سوم)بسم الله حول العرش دارت.

نکسیر اور بے ہوشی کے لئے تین سطروں میں پیشانی پر یہ الفاظ لکھے جاویں (پیشانی پر) لوطا لوطا لوطا

صاحب عین الخواص نے لکھا ہے جس کو تیز بخار ہو یا سانپ نے کاٹا ہو تو اس کے لئے کسی پتہ پر یا کسی صاف طشت میں یا اخروٹ کے پیالہ میں اسمائے ذیل لکھیں اور اس پر مریض کے ماں اور باپ کا نام لکھیں اور پھر مریض کو پلا دیں۔ باذن اللہ فوراً افاقہ ہوگا۔

سارا سارا الی ساری مالی یرن یرن الی بامال و اصال باطو طو کالعو ماراسباب یا فارس اردداب هاکا نا ما ابین لها نارٌانار کاس متمر نا کاطن صلو بیر ص صاروب اناوین ودی.

بعض علمائے متقدمین کا قول ہے کہ اگر رات اور دن میں اول وقت اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ لیا جائے تو بچھو وسانپ کی زبان اور چور کا ہاتھ بندھ جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور بچھو کے کاٹنے کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا اگر تُو شام کے وقت یہ کہہ لیتا'' **اعوذ بکلمات اللہ التامّات من شرِّ ما خلق** '' تو تجھ کو اللہ کے فضل سے کوئی گزند نہ پہنچتا (اس حدیث کو سوائے بخاریؒ کے سب نے نقل کیا) کامل ابن عدی میں ہے کہ اس روایت میں جس شخص کا ذکر ہے وہ حضرت بلالؓ تھے۔

ترمذیؒ کی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص شام کے وقت تین مرتبہ اس دعا کو پڑھے گا تو اس رات کوئی ڈنگ اس کو نقصان نہ پہنچائے گا۔ سہیل کہتے ہیں کہ ہمارے گھر والے ہر رات یہ کلمات پڑھتے تھے پس ایک دن ہماری ایک لونڈی کو کسی چیز نے ڈنگ مارا تو اسے کسی قسم کا درد محسوس نہ ہوا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ:

اس دعا میں ''کلمات اللہ'' سے مراد قرآن شریف ہے اور ''تامات'' کے معنی یہ ہیں کہ اس میں کوئی عیب یا نقص جیسا کہ لوگوں کے کلام میں آجاتا ہے نہیں آئے گا۔ اور یہ بھی کہا گیا وہ نافع اور کافی ہیں۔ ہر اس چیز کو جن کے لئے ان کلمات سے پناہ حاصل کی جائے۔

بقول بیہقی کلام اللہ کو 'تامہ' اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ کلام الٰہی ناقص یا عیب دار ہو جیسا کہ لوگوں کا کلام ہوتا ہے۔ علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات امام احمد حنبل سے پہنچی ہے کہ وہ بکلمات اللہ التامات سے استدلال کیا کرتے تھے کہ بے شک قرآن کریم غیر مخلوق ہے۔ ابوعمرو بن عبدالبر نے تمہید میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص شام کے وقت یہ آیت پڑھے گا تو اس کو بچھو نہ کاٹے گا۔ **سَلاَمٌ'' عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعَالَمِیْنَ**۔

عمرو بن دینارؒ سے منقول ہے اگر کوئی شخص صبح وشام یہ آیت پڑھا کرے تو بچھو سے محفوظ رہے گا۔

ابن وہبؒ نے منقول ہے کہ جس کو سانپ یا بچھو نے کاٹ لیا ہو تو وہ آیت شریفہ پڑھ کر دم کرے۔

''نُوْدِیَ اَنْ بُوْرِکَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ''۔

شیخ ابوالقاسمؒ القشیری نے اپنی تفسیر میں بعض دیگر تفاسیر سے نقل کیا ہے کہ سانپ اور بچھو حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم کو بھی کشتی میں سوار کر لیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو سوار نہیں کروں گا کیونکہ تم انسان کی تکلیف اور ضرر کا سبب ہو۔ انہوں نے پھر عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی آپ ہم کو سوار کرلیں اور ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں اور اس کا امر کا ذمہ لیتے ہیں کہ جو شخص آپ کو یاد کرے گا ہم اس کو نہیں ستائیں گے۔ آپ نے یہ عہد لے کر ان کو سوار کر لیا۔ لہٰذا جس شخص کو ان سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ اس کو چاہیے کہ صبح وشام یہ آیت پڑھ لیا کرے۔ **سلام علیٰ نوح فی العلمین کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ**۔ اس کو سانپ بچھو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے دو سال میں کشتی تیار فرمائی۔ اس کو طول تین سو ذراع، عرض پچاس ذراع اور بلندی تیس ذراع تھی۔ یہ سال کی لکڑی سے بنائی گئی تھی اور تین منزلہ تھی۔ سب سے نیچے کی منزل میں وحوش (جنگلی جانور) سباع (درندے) اور ہوام (کیڑے مکوڑے) تھے۔ دوسری منزل میں مویشی وغیرہ تھے۔ سب سے اوپر کی منزل میں آپؑ خود اور آپؑ کے ساتھی سوار ہوئے۔

علامہ دمیری فرماتے ہیں شیخ امام حافظ فخر الدین عثمان ابن محمد بن عثمان توریزی جو مکہ میں مقیم تھے ان سے ہم کو روایت پہنچی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں شیخ تقی الدین حورانی سے کتاب الفرائض پڑھ رہا تھا کہ ایک بچھو رینگتا ہوا نظر آیا۔ شیخ موصوف نے اس کو پکڑ کر ہاتھ میں لے لیا اور اس کو الٹا سیدھا کرنے لگے۔ میں نے کتاب ہاتھ سے رکھ دی۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ تو تیرے پاس موجود ہے۔ میں عرض کیا

مجھ کو معلوم نہیں وہ کیا ہے۔ فرمانے لگے نبی علیہ السلام سے ثابت ہے کہ جو شخص صبح شام یہ پڑھے گا۔ **بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّمَعَ اِسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ** ''اس کو کوئی چیز ضرر نہیں پہنچائے گی۔ اور میں اس کو شروع دن میں ہی پڑھ چکا ہوں۔

اگر سوتے وقت تین مرتبہ یہ پڑھ لیا جائے'' **اعوذ برب اوصافہ سمیة من کل عقرب و حیة سلام عَلٰی نوح فی العلمین انا کذالک نجزی المحسنین اعوذ بکلمات اللہ التامات من شرما خلق** '' تو پڑھنے والا سانپ بچھو کے شر سے محفوظ رہے گا۔

فائدہ:۔ ابوداؤد طیالسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی تفسیر میں'' **لا یلدغ المومن من جحر واحدة مرتین** ''(مومن کی شان یہ ہے کہ وہ ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا) فرماتے ہیں کہ مومن کو اس کے گناہ پر دومرتبہ سزا نہیں دی جائے گی۔ یعنی دنیا میں بھی اس کو سزا دی جائے اور آخرت میں بھی یہ نہیں ہوسکتا۔

جس شخص کے بارے میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا وہ ابوالعزۃ جمحی شاعر تھا اس کا نام عمرو تھا یہ شخص غزوۂ بدر میں قید کرلیا گیا تھا مگر اس کی مفلسی اور عیالداری کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس شرط پر چھوڑ دیا تھا کہ وہ دوبارہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شرکت نہ کرے۔ جب وہ مکہ واپس گیا تو (ازراہِ تکبر) رخساروں پر ہاتھ پھیر کر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دومرتبہ چکمہ دیا۔ جب وہ دوبارہ غزوۂ احد میں مشرکین کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ میں چڑھ کر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اس کی گرفتاری کی دعا مانگی۔ دعا قبول ہوئی اور صرف وہی پکڑا گیا۔ اس نے پھر وہی عیالداری کا عذر پیش کیا اور رہائی کی درخواست کی۔ اس وقت آپ نے فرمایا: '' **لا یلدغ المومن من جحر واحدة مرتین** ''اور اس کے قتل کا حکم فرمایا۔ لہٰذا اس کا مطلب یہ ہوا محتاط مومن دومرتبہ دھوکا نہیں کھا سکتا۔

'' **لا یلدغ** '' کی غین پر ضمہ اور کسرہ دونوں پڑھے جا سکتے ہیں۔ ضمہ کی صورت میں یہ جملہ خبریہ ہوگا یعنی مومن کامل وہ ہے جو ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ دھوکہ نہ کھائے۔ غین پر کسرہ پڑھنے کی صورت میں'' **لا یلدغ** '' نہی غائب کا صیغہ ہوا جس سے یہ جملہ انشائیہ بن گیا۔ یعنی مومن کو غفلت کی وجہ سے دومرتبہ دھوکہ نہ کھانا چاہیے۔

امام نسائی نے مسند علی میں ابوجحیلہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو لوگوں سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ کیا میں تم کو قرآن شریف کی سب سے بہتر آیت نہ بتاؤں۔ لوگوں نے کہا کیوں نہ بتایئے۔ آپ نے یہ آیت پڑھی'' **وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم و یعفوا عن کثیرہ** '' اور کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؓ جو تجھ پر دنیا میں کوئی مرض یا مصیبت وغیرہ آئے تو وہ تیرے کارناموں کی وجہ سے ہے اور ذاتِ باری تعالیٰ اس سے برتر ہے کہ وہ دوبارہ اپنے بندہ کو آخرت میں سزا دے اور جو دنیا میں اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا (وہ کردیا) یہ نہیں کہ وہ معاف کردینے کے بعد بھی دوبارہ سزا دیں۔ اسی وجہ سے واحدی نے کہا ہے کہ یہ آیت قرآن میں زیادہ پر امید ہے کیونکہ اس میں مومنین کے گناہوں کی دو قسم بیان کی گئی ہیں۔

ایک قسم وہ ہے جس کا مصائب و پریشانیوں سے کفارہ ہوجاتا ہے۔

گناہوں کی دوسری قسم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتے ہیں اور وہ رحیم و کریم ذات ایک مرتبہ معاف کرنے کے بعد دوبارہ گرفت نہیں فرمائے گی۔

دوسرا فائدہ

کہا جاتا ہے لسعتہ العقرب والحیۃ لسعافھو ملسوع سانپ اور بچھو نے اس کو ایسا ڈسا کہ وہ ڈنگ زدہ ہوگیا۔

قالوا حبیبک ملسوع فقلت لھم من عقرب الصدغ ام من حیۃ الشعر

لوگوں نے کہا تیرا محبوب ڈنگ زدہ ہے میں نے ان سے پوچھا کس نے ڈس لیا کنپٹی کے بچھو جیسے بالوں نے یا سر کے سانپ جیسے بالوں نے۔

قالوا بلی من افعی الارض قلت لھم وکیف تسعی افاعی الارض للقمر

انہوں نے جواب دیا کہ ہاں زمین کے ناگنوں نے اس کو ڈس لیا۔ میں نے کہا یہ ناممکن ہے زمین کے ناگ چاند کو حاصل کرنے کے لئے کس طرح چل سکتے ہیں؟

عقرب یعنی بچھو کے ضمن میں مؤلف نے شطرنج اور نرد کا بھی بیان کر دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ شیخ کمال الدین ادفوی نے اپنی کتاب ''الطالع السعید'' میں لکھا ہے کہ شیخ تقی الدین بن دقیق العید اپنے بچپن کے زمانے میں اپنے بہنوئی شیخ تقی الدین بن شیخ ضیاء الدین کے ساتھ شطرنج کھیل رہے تھے کہ عشاء کی اذان ہوگئی۔ اذان سن کر انہوں نے کھیل چھوڑ دیا اور نماز پڑھنے کھڑے ہوگئے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد شیخ تقی الدین نے اپنے بہنوئی سے کہا کہ پھر کھیلئے گا۔ اس کے جواب میں بہنوئی صاحب نے **فضل بن عباس بن** عتبہ بن لہب کا یہ شعر پڑھ دیا جو انہوں نے عقرب تاجر مدینہ کی ہجو میں کہا تھا ۔

ان عادت العقرب عد نالھا وکانت النعل لھا حاضرہ

اگر بچھو لوٹا تو ہم بھی لوٹیں گے اور جوتی اس کے لئے حاضر ہوگی۔

شیخ تقی الدین کو اپنے بہنوئی کا یہ جواب بہت ناگوار گزرا اور مرتے مر گئے مگر پھر شطرنج ہرگز نہیں کھیلے چونکہ اس قصہ شطرنج بازی میں عقرب کا لفظ آ گیا تھا اس لئے مؤلف نے شطرنج اور اس کے فرد کا بھی ذکر کر دیا۔

''عقرب'' نامی مدینہ کا تاجر ٹال مٹول والا آدمی تھا اسی وجہ سے لوگ مثال میں بیان کرنے لگے ''**ھو امطل من عقرب**'' یعنی وہ عقرب سے بھی زیادہ ٹال مٹول کرنے والا ہے۔

فائدہ:۔ ابن خلکان نے ابوبکر الصولی مشہور کاتب کی سوانح میں لکھا ہے کہ وہ شطرنج بازی میں یکتائے روزگار تھا اسی وجہ سے اکثر لوگوں کو خیال پیدا ہوگیا تھا کہ یہی اس کھیل کے موجد ہیں۔ لیکن یہ خیال غلط ہے۔ شطرنج کا موجد اول ایک شخص صصعہ نامی تھا اس نے ہندوستان کے راجہ شہرام کے لئے اس کو ایجاد کیا تھا۔ اردشیر بن بابک فارس کے بادشاہوں میں سے سب سے پہلا بادشاہ ہے جس نے نرد وضع کیا تھا اسی وجہ سے اس کو نردشیر بھی کہتے ہیں۔ اس بادشاہ نے نرد کو دنیا اور اصل دنیا کی ایک تمثیل قرار دیا۔ چنانچہ اس نے نرد کی بساط میں بارہ خانے سال کے بارہ مہینے کے حساب سے رکھے تھے اور مہینہ کے دنوں کے لحاظ سے ایک خانہ میں تیس چھوٹے خانے رکھے تھے اور (پانسوں) کو قضا و قدر قرار دیا تھا۔ اہلِ فارس پر فخر کرتے تھے کہ وہ نرد کے واضع نہیں۔ چنانچہ صصعہ ایک ہندوستان حکیم نے ہندوستان کے لئے شطرنج ایجاد کیا۔ اس زمانے کے حکماء نے جب شطرنج کو دیکھا تو انہوں نے یہ فیصلہ کر دیا کہ شرنج نرد سے اعلیٰ ہے۔

کہتے ہیں جب صصعہ نے شطرنج کو راجہ کے سامنے پیش کیا اور اس کو اس کے کھیلنے کا طریقہ بتایا تو راجہ کو یہ کھیل بہت پسند آیا اور موجد سے کہا بول کیا مانگتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مجھ کو کچھ نہیں چاہیے صرف اتنا کیجئے کہ بساط کے پہلے خانہ میں صرف ایک درہم رکھ

دیجئے اور اخیر خانہ تک اس کو دوگنا کرتے چلے جایئے۔ راجہ یہ سن کر کہنے لگا تو نے کچھ نہ مانگا۔ بلکہ اس صنعت کی تو نے قدر کھودی۔ راجہ کا وزیر راجہ کی یہ بات سن کر جلدی سے بول اٹھا جہاں پناہ ٹھہریئے آپ کے اور روئے زمین کے بادشاہوں کے خزانے ختم ہو جائیں گے مگر پھر بھی اس کا مطالبہ پورا نہیں ہوگا۔

ابن خلکان نے کچھ نرد کی صفات چھوڑ دی ہیں منجملہ ان میں سے ایک یہ ہے کہ نرد کی بساط پر بارہ خانہ سال کے چار موسموں کی طرح چار پر تقسیم کئے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ تیس چھوٹے خانے رات ودن کی طرح کالے اور سفید ہوتے ہیں اور چھ مہروں سے چھ جہات کی طرف اشارہ ہے اور جو پانسوں کے اوپر نیچے سات نقطے ہوتے ہیں ان سے افلاک وزمین اور آسمان وکواکب سیارہ کی طرف اشارہ ہے کہ یہ سب سات سات ہیں۔

شطرنج اور سطرنج سین مہملہ اور شین معجمہ دونوں کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں۔ اگر شطرنج ہے تو یہ تسطیر سے مشتق ہوگا اور اگر شطرنج ہے تو مشاطرہ سے مشتق ہوگا۔

اشارہ

مؤلف فرماتے ہیں کہ شطرنج کا کھیلنا شوافع کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے۔ لیکن بعض علمائے شافعیہ نے اس کو حرام اور بعض نے مباح کہا ہے۔ مؤلف کے نزدیک قول اول یعنی اس کا مکروہ تنزیہی ہونا اصح ہے۔

امام ابوحنیفہ ؒ' امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک شطرنج بازی حرام ہے۔ ائمہ شافعیہؒ میں صرف حلیمی اور رویانی نے اس کی حرمت کی تائید کی ہے۔

نرد بازی بقول اصح حرام ہے۔ (حدیث)

من لعب بالنر دفقد عصی اللّٰہ ورسولہ.

''جو نرد سے کھیلا اس نے خدا اور رسول کی نافرمانی کی''۔

دوسری حدیث ہے:

''جو نرد سے کھیلتا ہے پھر نماز پڑھتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص قے اور خنزیر کے خون سے وضو کر کے نماز پڑھے''۔

بچھو کا شرعی حکم

بچھو کا کھانا حرام ہے اور مقام حل وحرم میں اس کا مار ڈالنا مستحب ہے۔

بچھو کے طبی خواص

صاحب عین الخواص کا قول ہے کہ بچھو جب چھپکلی کو دیکھ لیتا ہے تو وہ مر جاتا ہے اور فوراً سوکھ جاتا ہے۔ اگر بچھو کو جلا کر گھر میں دھونی دی جائے تو بچھو وہاں سے بھاگ جاتے ہیں۔ اگر بچھو کو تیل میں پکا کر بچھو کے کاٹے پر لگا دیا جائے تو درد جاتا رہتا ہے۔ بچھو کی راکھ مثانہ کی پتھری کو توڑ ڈالتی ہے۔ اگر مہینہ ختم ہونے سے تین دن پہلے بچھو کو پکڑ لیا جائے اور اس کو کسی برتن میں بند کر کے اس کے اوپر ایک رطل تیل ڈالا جائے پھر برتن کا منہ بند کر کے اس کو اتنی مدت تک چھوڑ دیا جائے کہ تیل میں بچھو کا پورا اثر آ جائے۔ پھر یہ تیل اس شخص کے ملا جائے جس کی کمر اور رانوں میں درد ہو تو انشاءاللہ درد کو فائدہ ہوگا اور کمر اور رانیں مضبوط ہو جائیں گی۔ اگر تخم خس کو کسی پینے کی چیز میں ملا کر پی لیا جائے تو پینے والا بچھو کے کاٹنے سے محفوظ رہے گا۔

اگر مولی کا ایک ٹکڑا کسی ہانڈی میں ڈال کر رکھ دیا جائے تو جو بچھو اس ہانڈی پر آئے گا فوراً مر جائے گا۔ اگر خس کے پتے تیل میں مخلوط کر کے بچھو کے کاٹے پر لگائے جائیں تو آرام ہو جائے گا۔ اگر گائے کے گھی میں بچھو کو پکا کر بچھو کے کاٹے پر ملا جائے تو فوراً آرام ہو گا۔

حکیم ابن سویدی کا کہنا ہے کہ بچھو کو کسی مٹی کے برتن میں رکھ کر اس کا منہ بند کر دیا جائے اور پھر اس کو تنور میں رکھ دیا جائے یہاں تک کہ بچھو جل کر راکھ ہو جائے اور وہ راکھ کسی چیز میں گھول کر پتھری والے کو پلا دی جائے تو اس کو نفع ہو گا کہ پتھری ٹوٹ کر نکل جائے گی۔ اگر بچھو کا کانٹا کسی انسان کے کپڑے میں ڈال دیا جائے تو جب تک کانٹا کپڑے میں رہے گا کپڑے والا بیمار رہے گا۔ اگر بچھو کو کوٹ کر بچھو کے کاٹے پر لگا دیا جائے تو آرام ہو جائے گا۔ اگر بچھو پانی میں گر جائے اور بے خبری میں کوئی شخص اس پانی کو پی لے تو اس کا جسم زخموں سے بھر جائے گا۔

اگر گھر میں سرخ ہڑتال اور گائے کی چربی کی دھونی دے دی جائے تو بچھو وہاں سے بھاگ جائیں گے۔ قزوینیؒ اور رافعیؒ کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص حب الاترج کو باریک کوٹ کر دو مثقال کے بقدر پانی میں حل کر کے پی لے تو اس کو سانپ بچھو اور دیگر زہریلے جانوروں کے کاٹنے سے اچھا کر دے یہ عمل مجرب ہے۔ عجائب المخلوقات میں لکھا ہے کہ اگر درخت زیتون کی جڑ کا ریشہ بچھو کے کاٹے ہوئے پر باندھ دیا جائے تو فوراً آرام ہو جائے۔

اگر درخت انار کی لکڑی کی دھونی دے دی جائے تو بچھو بھاگ جائیں گے۔ اگر مینڈھے کی چربی، گائے کا گھی، زرد ہڑتال گدھے کے سم اور گندھک ان تمام اشیاء کو ایسے پانی میں ملا کر جن میں ہینگ بھگوئی ہوئی ہو گھر میں چھڑک دیں تو بچھو بھاگ جائیں گے۔ گھر میں مولی کے چھلکے رکھ چھوڑنا بھی بچھو کو بھگاتا ہے۔ یہ تمام عملیات بھی مجرب ہیں:۔

کتاب موجز میں لکھا ہے کہ اگر کٹی ہوئی مولی یا مولی کا عرق یا اس کے پتے اور باذ روج پاس رکھے جاویں تو بچھو بھاگ جائیں گے۔ اگر کٹی ہوئی مولی بچھو کے سوراخ پر رکھ دی جائے تو اس کو نکلنے کی جرأت نہ ہو۔ روزہ دار کا لعاب دہن بھی سانپ بچھو کو مار ڈالتا ہے۔ گرم مزاج والوں کے تھوک میں بھی یہی تاثیر ہے۔ ''سہا'' ستارہ کا دیکھنا بھی بچھو کے کاٹے سے محفوظ رکھتا ہے۔ ان خواص کو شیخ الرئیس بو علی سینا نے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے۔

تعبیر

خواب میں بچھو کا نظر آنا چغل خور مرد کی جانب اشارہ ہے۔ اگر بچھو سے جھگڑتے ہوئے دیکھا تو س کی تعبیر یہ ہے کہ صاحب خواب کا کسی چغل خور سے جھگڑا ہو گا۔

اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس نے بچھو کو پکڑ کر اپنی اہلیہ پر ڈال دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ غیر فطری عمل کرتا ہے۔

اگر کسی نے خواب میں بچھو کو ہلاک کر دیا تو اس کے مال کے نکلنے کی جانب اشارہ ہے۔ مگر بعد میں وہ مال واپس آ سکتا ہے۔ پائجامہ میں بچھو کو دیکھنا فاسق مرد کی جانب اشارہ ہے۔ جس آدمی نے خواب بچھو کا بھنا ہوا گوشت کھایا تو اس کو وراثت سے مال ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

العقف

اس سے مراد لومڑی ہے اس کی تفصیل باب الثاء میں گزر چکی ہے۔

اَلْعَقَقْ

العقق: یہ ایک پرندہ ہے جو کبوتر کے برابر ہوتا ہے لیکن اس کے بازو کبوتر کے بازو سے بڑے ہوتے ہیں اور اس کی شکل کوے کی شکل سے ملتی ہے۔ اس کی عمر لمبی ہوتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) سیاہ (۲) سفید

یہ پرندہ نہ چھتوں کے نیچے رہتا ہے اور نہ اس کے سایہ میں آتا ہے۔ بلکہ اونچے مقامات پر اپنا گھونسلہ بناتا ہے۔ اس پرندہ کی طبیعت میں زنا، خیانت، سرقہ اور خبث بھرا ہوتا ہے۔ عربوں کے نزدیک یہ پرندہ ان اوصاف میں ضرب المثل ہے۔ جب اس کی مادہ انڈا دیتی ہے تو ان کو چنار کے درختوں میں چھپا دیتی ہے چمگادڑ کے ڈر سے۔ کیونکہ اس کے انڈے چمگادڑ کی بو سے فوراً گندے ہو جاتے ہیں۔

زمخشریؒ وغیرہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں "وَكَأَيِّنْ مِنْ دَآبَّةٍ لاَ تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا" لکھا ہے کہ حیوانات میں سوائے انسان، چیونٹی، چوہے اور عقق کے علاوہ اور کوئی حیوان ایسا نہیں ہے جو اپنا کھانا چھپا کر رکھتا ہے۔

عقق پرندہ کی بھی اپنی غذا کو چھپانے کی جگہیں ہیں لیکن وہ اس کو بھول جاتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ ہم نے بلبل کو بھی ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔ عقق کے اندر زیور لے جانے کی بہت بری عادت ہے۔ کتنے ہی قیمتی ہار کو وہ دائیں بائیں سے اچک لیتا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں عرب کے شاعر کا قول ہے۔

اذا بارک اللّٰه فی طائر فلا بارک اللّٰه فی العقق

اگر اللہ تعالیٰ کسی پرندہ میں برکت دے یعنی اس کی نسل بڑھائے تو عقق کو اس سے محروم رکھے یعنی اس کی نسل نہ بڑھے

قصیر الذنابی طویل الجناح متی مَایجد غفلة یسرق

اس کی دم چھوٹی اور بازو لمبے ہیں، جس وقت وہ غفلت پاتا ہے تو چوری کرتا ہے۔

یقلب عینیه فی راسه کانهما قطرتا زئبق

جبکہ وہ اپنی آنکھوں کو اپنے سر میں گھماتا ہے تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ پارہ کے دو قطرہ ہیں۔

فائدہ:۔ ماہرین حیوانات کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ اس پرندہ کو عقق کیوں کہتے ہیں۔ جاحظ کا قول ہے کہ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں سے بے مروتی کرتا ہے کیونکہ ان کو بلا کھلائے چھوڑ دیتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عقق کوے کی ایک نوع ہے کیونکہ کوا بھی اپنے بچوں کے ساتھ ابتدا میں یہی معاملہ کرتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نام اس کی آواز سے لیا گیا ہے۔ کیونکہ بولتے وقت اس کی زبان سے عقق صادر ہوتا ہے۔

عقیق کا شرعی حکم

اس کی حلت و حرمت میں دو قول ہیں (۱) کوے کی مانند حلال ہے (۲) حرام ہے۔ ثانی قول راجح ہے اس پر فتوئی ہے۔ حضرت

امام احمد بن حنبلؒ سے عقق کی حلت وحرمت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ اگر یہ نجاست کھاتا تو حرام ہے ورنہ تو حلال ہے۔ محقق علماء کا بیان ہے کہ یہ نجاست کھاتا ہے تو اس قول کی بناء پر یہ حرام ہوگا۔

امام جوہریؒ کا بیان ہے کہ عرب لوگ عقق اور اس کی آواز کو منحوس سمجھتے تھے۔ ان کی عادت تھی کہ وہ پرندوں اور ان کی آوازوں سے شگون لیا کرتے تھے۔ مثلاً اگر وہ عقق کو بولتے ہوئے سنتے تھے تو وہ اس سے عقوق والدین یعنی والدین کی نافرمانی مراد لیا کرتے تھے اور اسی طرح اگر وہ درخت خلاف (بید کا درخت) دیکھتے تو اس سے اختلاف وافتراق کا شگون لیتے۔

مسئلہ:۔ رافعی کا بیان ہے کہ فرض کرو کہ ایک شخص سفر کے لئے نکلا۔ راستہ میں اس نے عقق کو بولتے ہوئے سن لیا اور اس کو بدشگونی سمجھ کر گھر واپس آ گیا۔ ایسے شخص پر کفر کا فتوی لگایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ تو حنفیہ کے نزدیک یہ شخص کافر ہے یہی حکم فتاویٰ قاضی خان کے اندر مذکور ہے لیکن امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ محض اس حرکت پر وہ شوافع کے نزدیک کافر نہیں ہوسکتا۔

ضرب الامثال

اہل عرب کے نزدیک عقق چوری اور حماقت میں ضرب المثل ہے۔ چنانچہ بولتے ہیں: الص من عقق" یعنی وہ عقق سے زیادہ چور ہے" واحمق من عقق "اور عقق سے زیادہ بے وقوف ہے اس لئے وہ شترمرغ کی طرح اپنے انڈوں اور بچوں کو ضائع کردیتا ہے اور دوسرے جانوروں کے انڈوں میں مشغول ہوتا ہے۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

کتارکة بیضها بالعراء وملبسة بیض اخری جناحا

اس جانور کی طرح جو اپنے انڈوں کو چھوڑ دیتا ہے اور دوسرے کے انڈوں کو اپنے پروں میں چھپا لیتا ہے۔

طبی خواص

اگر کسی کے تیر کی نوک یا کانٹا گھس گیا ہو تو عقق کا بھیجہ روئی کے پھایہ میں رکھ کر اس جگہ لگا دیا جائے تو وہ تیر یا کانٹا آسانی سے نکل آئے گا۔ عقق کا گوشت گرم خشک ہے۔

تعبیر

عقق خواب میں ایسے شخص کی دلیل ہے جس میں نہ امانت ہو اور نہ وفاء۔ اگر کوئی شخص اپنے کو عقق سے باتیں کرتے ہوئے دیکھے تو کسی غائب شخص کی خبر سننے کی طرف اشارہ ہے۔ عقق کو خواب میں دیکھنا ایسے شخص کی علامت ہے جو اس نیت سے غلہ خریدے کہ جب گراں ہوگا تو بیچوں گا۔

اَلعِکرَمَۃُ

العکرمہ: (بکسر العین): عکرمہ کبوتری کو کہتے ہیں عرب میں انسانوں کا نام بھی عکرمہ رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام کا نام بھی عکرمہ تھا۔ یہ عکرمہ گنجینہ علم تھے جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی وفات ہوئی تو آپ غلام ہی تھے آزاد نہیں ہوئے تھے۔ لہٰذا حضرت ابن عباسؓ کے صاحبزادہ علی نے خالد بن یزید کے ہاتھ چار ہزار درہم میں فروخت کردیا۔ جب عکرمہ کو اپنی فروختگی کا علم ہوا تو آپ نے اپنے آقا علی سے کہا کہ آپ نے اپنے والد کے علم کو چار ہزار درہم میں فروخت کردیا۔ یہ سن کر علی بن عبداللہ کو ندامت ہوئی اور خالد سے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ خالد نے ان کو واپس کردیا اس کے بعد علی نے ان کو آزاد کردیا۔

حضرت عکرمہ اور کثیر عزہ شاعر کی وفات ۱۰۵ھ میں ایک ہی دن مدینہ منورہ میں ہوئی اور ایک ہی جگہ دونوں کی نماز جنازہ پڑھائی گئی۔ لوگ کہنے لگے کہ آج سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑے شاعر کی وفات ہوگئی۔

ابن خلکان اور دیگر مورخین کا قول ہے کہ کثیر عزہ شعراءِ عرب کا آخری شاعر تھا اور مذہب کیسانیا کا معتقد تھا۔ کیسانیہ روافض کا ایک فرقہ ہے جو محمد ابن علی بن ابی طالب کی امامت کا معتقد ہے۔ اس فرقہ کا کہنا ہے کہ محمد ابن علی جبل رضوی میں مع اپنے چار ہزار ساتھیوں کے مقیم ہیں اور بقید حیات ہیں اور یہ کہ وہ دنیا میں دوبارہ آ کر اس کو عدل سے پر کر دیں گے۔ چنانچہ عزہ شاعر کہتا ہے۔

وسبط لا يذوق الموت حتى تعود الخيل يقدمها اللواء

ایک وہ (محمد بن علی بن ابی طالب) جو موت کا ذائقہ اس وقت تک نہیں چکھے گا جب تک گھوڑے سوار جن کے آگے آگے جھنڈا لہراتا ہوگا۔ لوٹ کر نہیں آئیں گے۔

يغيب فلا يرى فيهم زمانا برضوى عنده عسل وماء

وہ ایک زمانہ تک کوہ رضوی میں غائب رہیں گے اور لوگوں کو دکھائی نہیں دیں گے اور ان کے پاس کھانے پینے کے لئے شہد اور پانی ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں یہ اشعار حمیری کے ہیں کثیر عزہ کے نہیں ہیں۔ محمد ابن الحنفیہ کی وفات ۸۱ھ میں ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

العلامات

ابن عطیہ کا قول ہے کہ میرے والد رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے بیان کیا کہ بلادِ مشرق میں، میں نے بعض اہلِ علم کو یہ فرماتے سنا کہ بحر ہند میں بڑی بڑی پتلی مچھلیاں ہیں جو اطراف و حرکات میں سانپوں سے ملتی جلتی ہیں ان کو علامات کہتے ہیں کیونکہ یہ بلادِ ہند میں داخل ہونے کی علامت سمجھی جاتی ہیں۔ چونکہ یہ سمندر بہت لمبا ہے اور اس کے عبور کرنے میں بسا اوقات بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا ان مچھلیوں کا دیکھنا ہلاکتوں سے نجات کی نشانی سمجھا جاتا ہے۔

بعض مفسرین سے منقول ہے کہ ان علامات سے مراد وہ علامات ہیں جو قرآن شریف کی اس آیت "وَعَلاَمَاتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ" میں مذکور ہے۔

ابن عطیہ کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے ان مچھلیوں کو دیکھا ہے انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ مچھلیاں جن کو علامات کہتے ہیں بحر ہند میں ہندوستان کے قریب بکثرت پائی جاتی ہیں۔

اَلْعُلُق

(جونک) العلق: (بضم العین واللام) یہ سرخ اور سیاہ رنگ کا ایک دریائی کیڑا ہے جو بدن کو چمٹ جاتا ہے اور خون چوستا ہے۔ یہ حلق کی بیماریوں میں بطور دوا کے استعمال ہوتا ہے۔ چونکہ انسان کے جسم میں جو خون غالب ہوتا ہے یہ اس کو چوستا ہے۔ حدیث عامرؓ میں ہے۔ "خير الدوء العلق و الحجامة"۔ یعنی جونک اور پچھنے لگوانا بہترین دوا ہے۔

"علق" وہ درخت ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وادی طویٰ میں آگ جلتی ہوئی دیکھی تھی۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ ایک

خاردار درخت ہے جس کو عربی میں (ابتدائی حالت میں) ''عوسج'' اور جب وہ بڑا ہو جاتا ہے تو اس کو ''غرقد'' کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں اس کو شجرۃ الیہود فرمایا گیا ہے۔ قرب قیامت میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور آپ یہود سے قتال کریں گے تو جو یہودی اس درخت کی آڑ کو چھپا ہوگا تو وہ بحکم الٰہی پکار کر کہے گا اے مسلم! میرے پیچھے یہ یہودی چھپا ہوا ہے اس کو قتل کردے۔

ثعلبی نے اللہ تعالیٰ کے اس قول ''ان م بُوْرِکَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. یَا مُوْسٰی اِنَّهٗ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ط'' کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ اور سعید بن جبیر اور حسن بصری کے اقوال نقل کیے ہیں فرماتے ہیں کہ ''بورک'' کے معنی تقدس کے ہیں اور ''بورک من فی النار'' کا ترجمہ ہوا کہ پاک ہے وہ ذات جو آگ میں ہے۔ اس سے حق تعالیٰ نے خود اپنی ذات مراد لی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے آگ کے اندر ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ آگ میں اس طرح موجود تھے جس طرح اجساد بشری آگ کے اندر ہوتے ہیں۔ ممکن ہے اس کا وجود آگ کے اندر اسی نوعیت کا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو درخت کی ایک جہت سے پکارا اور ان سے کلام فرمایا اور اپنی ربوبیت کا اظہار کیا۔ لہٰذا درخت مذکور اللہ تعالیٰ کلام پاک کا مظہر بن گیا۔ یہ ظہور اسی قسم کا تھا جیسا کہ توریت شریف میں لکھا ہوا ہے کہ حق تعالیٰ طور سینا پر آیا ساعیر پر چمکا اور فاران کے پہاڑوں پر بلند ہوگا۔ یہاں طور سینا پر چلنے سے مراد بعثت موسیٰؑ ہے۔ ساعیر پر چمکنے سے مراد بعثت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور فاران کے پہاڑوں پر بلند ہونے سے مراد بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ فاران سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔

کہتے ہیں کہ آیت مذکور میں النار سے مراد حق تعالیٰ کا نور پاک ہے۔ اس نور کو لفظ نار سے اس لئے تعبیر کیا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو آگ ہی سمجھا۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ وہ حقیقت میں آگ ہی تھی کیونکہ حجابات الٰہیہ میں ایک حجاب نار بھی ہے۔ آیت مذکور میں ''حَوْلَهَا'' سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

اور ''من حولها'' سے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور سلطنت مراد لی ہے اور ''بُوْرِکَ مَنْ فِی النَّارِ'' میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تحیہ ہے جیسے کہ اس نے فرشتوں کی زبانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہنچائی تھی۔ فرشتوں نے کہا تھا ''رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ عَلَیْکُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ط اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط'' حق تعالیٰ کا یہ فرمان ''بورک من فی النار'' عرب محاورہ کے مطابق ہے۔ فرشتوں کے ذریعے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے تحیہ پہنچانا درحقیقت فرشتوں کے ذریعے سے یہ خود حق تعالیٰ کی تعریف ہے۔ جب بندہ حق تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے یا حمد وثناء بیان کرتا ہے تو بندوں کے واسطے سے حق تعالیٰ خود اپنی حمد وثناء بیان کر رہے ہیں اس لئے کہ یہ تمام توفیق اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ اگر حق تعالیٰ ذکر وعبادت کی توفیق نہ دیں تو بندہ قطعاً کچھ نہیں کر سکتا۔ تو بندہ کا ذکر کرنا خود حق تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ''لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ'' کہ معاملہ آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔ نیز تمام امور حق تعالیٰ کی جانب راجع ہیں۔

رہی یہ بات کہ بندہ کی جانب اس فعل کی نسبت کیوں کی جاتی ہے وہ اس لئے کہ بندہ اس فعل کا کاسب ہے خالق حق تعالیٰ ہیں۔ ''وَاللّٰهُ خَلَقَکُمْ وَمَاتَعْمَلُوْنَ'' (اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو) حق تعالیٰ کا قول ''بُوْرِکَ مَنْ فِی النَّارِ'' بورک میں چار لغتیں ہیں:

(۱) بارک اللہ لک (۲) بارک اللہ فیک (۳) بارک اللہ علیک (۴) بارکک

شاعر کہتا ہے۔

فبورکت مولوذا و بورکت ناشیا وبورکت عند الشیب اذانت اشیب

جب آپ پیدا ہوئے تو پیدائش بھی باعث برکت تھی' پروان چڑھے تو مبارک انداز میں اور بڑھاپا آیا تو وہ بھی برکات سے لبریز۔

اور رہا حضرت موسیٰ کا درخت سے کلام سننا تو اس میں اہلِ حق کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کلام' حد' جہت اور مکان وزمان سے مستغنی ہے۔ یہ حدوث کی علامتیں ہیں۔ حضرت موسیٰ کا بیان ہے کہ جب انہوں نے درخت سے کلام سنا تو درخت کی طرف سے ہی آواز نہیں آئی بلکہ ہر چہار جانب سے آواز آ رہی تھی۔

فائدہ:۔ اس بارے میں علمائے دین کا اختلاف ہے کہ آیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اپنے رب سے ہم کلامی بالواسطہ کی ہے یا بلاواسطہ' حضرت ابن عباسؓ ابن مسعودؓ حضرت جعفر صادقؓ اور ابوالحسنؒ الاشعری اور ایک جماعت متکلمین کی اس طرف گئی ہے کہ یہ ہمکلامی بلاواسطہ ہوئی ہے اور ایک جماعت نے اس کا انکار کیا ہے۔

اسی طرح رؤیت یعنی دیدار ہونے میں بھی اختلاف ہے۔ اہلِ بدعت میں اکثر لوگ دنیا وآخرت میں دیدار الٰہی کے منکر ہیں۔ ان کے برخلاف اکثر اہلِ سنت وسلف صالحین اس کے قائل ہیں اور آخرت میں اس کے وقوع پر یقین رکھتے ہیں۔ اس رویت کا حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابن مسعود اور سلف کی ایک جماعت نے انکار فرمایا ہے۔ لیکن سلف کی ایک جماعت نے اس کی تصدیق کی ہے اور کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اس قول میں حضرت ابن عباسؓ' حضرت ابوذرؓ' کعب الاحبارؓ' حضرت امام حسن بصریؒ' حضرت امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بن حنبلؒ شریک ہیں' وقوع رویت کی ابوالحسن اور آپ کے اصحاب کی ایک جماعت نے تائید کی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمکلامی کے لئے' حضرت ابراہیم علیہ السلام خلت کے لئے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خلت کے لئے مختص ہیں۔ علماء کی ایک جماعت نے اس معاملہ (رؤیت) میں خاموشی اختیار کی ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس کے انکار یا اثبات پر کوئی دلیل قاطع نہیں ہے۔ لیکن انہوں نے بھی عقلاً اس کے جواز کو تسلیم کیا ہے اور قرطبی وغیرہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت کا وقوع بدلائل عقلیہ ونقلیہ ممکن وجائز ہے۔ دلائل عقلیہ تو علم کلام سے معلوم ہو سکتی ہے اور دلائل نقلیہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ سوال ہے جو اس آیت شریفہ میں مذکور ہے "رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ" اس سوال سے تمسک کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس بات کا پورا علم تھا کہ رؤیت الٰہی کا دنیا میں واقع ہونا ممکن اور جائز ہے۔ اسی وجہ سے آپ نے رؤیت کا سوال کیا۔ اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ رؤیت الٰہی کا وقوع دنیا میں ناممکن ہے تو کیسے ایسا لایعنی سوال کرتے اور اگر بالفرض یہ علم نہ ہوتا تو اس سے لازم آتا ہے کہ آپ باوجود اپنے مرتبت کے جس کی انتہا یہ تھی کہ حق تعالیٰ نے آپ کو ہمکلامی سے سرفراز فرمایا (العیاذ باللہ) جاہل تھے کہ ایسے ناممکن الوقوع چیز کے لئے حق تعالیٰ سے سوال کر بیٹھے۔

دوسری دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندگانِ مومنین پر اس احسان کا اظہار فرمایا کہ ان کو آخرت میں اس کا دیدار نصیب ہوگا۔ چنانچہ فرماتے ہیں: "وُجُوْہٌ" "یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ" "اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ" اور کتنے چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔ اس آیت شریف سے معلوم ہوا کہ مومنین آخرت میں اپنے رب کو دیکھنے والے ہوں گے ان کی تیز نظری کی دلیل ہے۔ علاوہ ازیں احادیث متواترہ اس پر شاہد ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے مطابق اللہ کا دیدار ہوا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے انکارِ رؤیت کی دلیل صرف یہ آیت قرآنی ہے "لَایُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَیُدْرِکُ الْاَبْصَار" آنکھیں اس کو نہیں پاسکتیں اور وہ ان کو پالیتا ہے۔ یہ آیت عدم رؤیت کے ثبوت میں کافی نہیں ہے اس لئے کہ ادراک اور ابصار میں فرق ہے۔ "لاتُدْرِکُہُ الْاَبْصَار" کے معنی یہ ہوئے کہ آنکھیں اس کو دیکھ تو سکتی ہیں لیکن اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔

سعید بن المسیب نے اس آیت کا یہی مطلب لیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے قول "فَلَمَّاتَرآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحَابُ مُوسٰی انا لَمُدْرَکُوْنَ قَالَ کلا" (جب دونوں جماعتیں یعنی بنی اسرائیل اور فرعون کی جماعت نے ایک دوسرے کو دیکھا تو حضرت موسیٰؑ کے ہمراہیوں نے کہا کہ ہم پکڑے گئے یعنی دشمنوں کے نرغہ میں آ گئے تو حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا) باوجود رؤیت کے ادراک کی نفی کی گئی ہے۔

فائدہ:۔ اِقْرَ اْبِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ط خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ط اِقْرَ اْوَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ط عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ یہ قرآن پاک کی سب سے پہلی آیت ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر غارِ حرا میں نازل ہوئی جیسا کہ صحیحین میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے ثابت ہے اس کے بارے میں مفسرین کا یہ قول ہے کہ" خلق من علق "اور تعلیم بالقلم اور تعلیم مَالَمْ یَعْلَمْ" کے مابین یہ مناسبت ہے کہ انسان کا ادنیٰ مرتبہ اس کا مرتبہ "علق" یعنی جمے ہوئے خون کا لوتھڑا ہونا ہے اور اعلیٰ مرتبہ اس کا عالم ہونا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انسان پر احسان فرمایا کہ اس کو کمترین مرتبہ یعنی علقہ سے نکال کر بلندترین مرتبہ پر پہنچا دیا۔

زمخشریؒ کا کہنا ہے کہ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ قرآن کریم کی اس آیت میں من علق کیوں کہا گیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو علقۃ واحدۃ ایک خون کے جمے ہوئے لوتھڑے سے پیدا کیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "من نطفة ثم من علقة" (نطفہ سے پھر جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے انسان کو پیدا کیا) تو یہاں علق کی بجائے علقۃ کہنا چاہئے تھا۔ تو علامہ زمخشری نے فرمایا ہے کہ میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ یہاں انسان جمع کے معنی ہیں استعمال ہوا ہے۔ اس کی نظیر سورہ والعصر کی آیت ہے۔ "والعصر ان الانسان لفی خسر" (بے شک انسان خسارے میں ہے)۔

"وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ. الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ. عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ" اس آیت شریف میں جو اسم تفضیل استعمال کیا گیا ہے یعنی لفظ اکرم کا صیغہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اکرم وہ ذات ہے کہ جس کے اندر تکرم کا مادہ کمال زیادتی کے ساتھ موجود ہو یہ ذات صرف اللہ پاک کی ہے جو اپنے ناچیز بندوں کو ایسے ایسے انعامات سے نوازتا ہے جس کا احصاء ممکن نہیں ہے اور ساتھ ہی وہ حلیم بھی ہے کیونکہ وہ اپنے گنہگار بندوں کو باوجود ان کے کفر اور ارتکابِ جرائم پر جلدی سے سزا دینے کے لئے نہیں پکڑتا بلکہ اگر وہ تائب ہو جائیں تو ان کے جملہ معاصی پر قلم عفو پھیر دیتا ہے۔ لہٰذا اس کے حلم و کرم کی کوئی حد نہیں ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا کرم ہوگا کہ اس نے انسان کو جہل کی تاریکی سے نکال کر علم کی روشنی میں لا کھڑا کیا۔

"عَلَّمَ بِالْقَلَمِ" میں فضیلت کتابت کی طرف اشارہ ہے۔ اگر کتابت نہ ہوتی تو علوم، اخبار اور مجلات ہم تک کیسے پہنچ پاتے اور امورِ دین و دنیا کیسے قائم رہتے۔ کیونکہ قرآن پاک اور کتب احادیث سے افادہ کتابت ہی کے ذریعہ ہے۔

فائدہ:۔ شیخ الاسلام شیخ تقی الدین سبکی سے کسی نے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر سے آپ کی صغر سنی میں جو سیاہ حصہ نکالا گیا تھا اور نکالنے کے بعد فرشتہ نے کہا تھا کہ یہ آپ کی جانب سے شیطان کا حصہ ہے اس کی وجہ کیا تھی؟ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ وہ حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ ہر بشر کے دل میں پیدا کرتا ہے۔ اس کا خاصہ ہے کہ شیطان انسان کے قلب میں جو وساوس پیدا کرتا ہے ان کو یہ

قبول کر لیتا ہے۔ یہ حصہ آپؐ کے قلب اطہر سے نکال دیا گیا۔لہٰذا اس کے اندر شیطانی وساوس کی قبولیت کی کوئی جگہ نہ رہی۔اس طرح آپؐ کی ذات شریف میں شیطان کے لئے کوئی حصہ نہ رہا۔اس سلسلہ میں پھر شیخ سے یہ پوچھا گیا کہ آپؐ کی ذات شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایسی چیز پیدا ہی کیوں کی تھی؟ کہ بعد کو اس کے نکالنے کی ضرورت پڑی۔حق تعالیٰ شانہ میں یہ بھی قدرت تھی کہ آپ کو بغیر اس حصہ کے پیدا فرما دیتا۔اس کا جواب شیخ الاسلام نے یہ دیا کہ وہ حصہ جملہ اعضاء انسانی کا ایک جزو ہے۔بغیر اس کے انسان کی خلقت پوری نہیں ہوتی اور اس کا آپ کے قلب اطہر سے نکال دینے میں کرامت ربانیہ کا ظہور ہے۔

جونک کا شرعی حکم

جونک کا کھانا حرام ہے لیکن اس کی بیع جائز ہے کیونکہ اس میں بہت سے فائدے ہیں۔

ضرب الامثال

''اعلق من علق'' چڑچڑے شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے۔(فلاں جوں سے بھی زیادہ چڑچڑا ہے)

طبی خواص

جن لوگوں کی ترکیب اعضاء ضعیف ہوتی ہے ان کے اعضاء (مثلاً گوشت اور وہ مقامات جہاں درد ہو) میں جونک لگانے سے نفع ہوتا ہے کیونکہ یہ پچھنوں کے قائم مقام ہو کر فاسد خون کو چوس لیتی ہے۔بالخصوص بچوں' عورتوں اور آرام طلب لوگوں کو اس سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ پانی مثلاً کنوئیں وغیرہ میں جونک پیدا ہو جاتی ہے اور پانی کے ساتھ انسان اس کو پی جاتا ہے تو وہ حلق مین چمٹ جاتی ہے۔اس کے خارج کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ حلق میں لومڑی کے ریشم کی دھونی دی جائے۔دھواں حلق میں پہنچتے ہی یہ گر پڑے گی۔اونٹ کے کھر کی دھونی دینے سے بھی یہ مر جاتی ہے اریہ دونوں ترکیب مجرب ہیں۔

قزوینیؒ اور صاحب الذخیرہ الحمیدہ کا قول ہے کہ اگر جونک تالو میں چمٹ جائے تو شراب کے سرکہ میں باقلا کے اندر کی مکھی بقدر ایک درہم حل کر کے غرغرہ کیا جائے تو جونک تالو سے الگ ہو جائے گی۔اگر کسی خاص جگہ کا خون نکلوانا مقصود ہو تو جونک کو مٹی کے غلہ میں لپیٹ کر اس جگہ لگا دی جائے تو وہ جونک خود چپک جائے گی اور خون چوسنے لگے گی اور اگر چھڑانا ہو تو اس پر نمک کا پانی چھڑک دیا جائے تو فوراً گر پڑے گی۔

صاحب عین الخواص کا بیان ہے کہ اگر جونک کو سایہ میں سکھا کر نوشادر کے ساتھ پیس لیا جائے اور پھر اس کو داء الثعلب پر ملا جائے تو بال نکل آئیں گے۔کسی دوسرے حکیم کا قول ہے کہ اگر گھر میں جونک کی دھونی دی جائے تو وہاں سے کھٹمل اور بچھو وغیرہ بھاگ جائیں گے۔

اگر جونک کو کسی شیشی میں رکھ کر چھوڑ دیا جائے اور جب وہ مر جائے تو اس کو نکال کر باریک پیس لیا جائے اور جس جگہ کے بال اکھاڑنے مقصود ہوں وہاں کے بال اکھاڑ کر اس جگہ اس کو ملا جائے تو پھر اس جگہ کبھی بال نہ آئیں گے۔

جونک کے جس خاصہ کا تجربہ کیا گیا اور اس کو نافع پایا وہ یہ ہے کہ ایک بڑی جونک جو اکثر ندیوں میں ہوتی ہے' لے لی جائے اور اس کو عمدہ قسم کے تیل میں تلا جائے اور پھر اس کو سرکہ میں پیس لیا جائے اور اس قدر پیسا جائے کہ وہ مثل مرہم کے ہو جائے۔اس مرہم کا پھایہ بنا کر بواسیر پر لگایا جائے تو آرام ہو جائے گا بلکہ بالکل جاتی رہے گی۔

جونک کے خواص عجیبہ میں ایک یہ ہے کہ اگر شیشہ کی دکان میں دھونی دی جائے تو دوکان میں جس قدر شیشے ہوں گے سب ٹوٹ

جائیں گے۔ اگر تازہ جونک پکڑ کر احلیل پر مل دی جائے تو بلا درد کے احلیل (ذکر کا سوراخ) بڑا ہو جائے گا۔

تعبیر

جونک کو خواب میں دیکھنا نمرلہ کیڑوں کے ہے جو بقول'' خلق الانسان من علق ''اولاد کی نشانی ہے۔ اگر کوئی شخص خواب دیکھے کہ اس کی ناک یا ذکر یا دبر سے کوئی خونی کیچوا نکل پڑا ہے تو یہ اسقاطِ حمل کی علامت ہے۔

ایک شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا خلیفۃ الرسول میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس ایک تھیلی ہے اور میں نیاس تھیلی کو الٹ دیا تو اس میں از قسم درہم جو کچھ تھا سب باہر ہو گیا۔ اس کے بعد اس میں سے ایک 'علق'' یعنی جونک نکل پڑی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ تُو میرے پاس سے فوراً چلا جا۔ چنانچہ وہ چلا گیا اور ابھی چند ہی قدم چلا تھا کہ کسی جانور نے اس کو سینگ مار کر ہلاک کر ڈالا۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ بخدا میں نے اس وجہ سے اسے اپنے پاس سے نکال دیا تھا کہ تا کہ وہ میرے سامنے نہ مرے۔ کیونکہ تھیلی بمنزلہ قالب انسان تھی اور اس کے اندر جو درہم تھے وہ اس کے سالِ حیات تھے اور وہ جونک جو بعد نکلی وہ اس کی روح تھی۔

''العناق''

العناق: بکری کے مادہ بچے کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع ''اعنق'' اور ''عنوق'' آتی ہے۔ اصمعی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ یمن کی سڑک پر جا رہا تھا کہ سڑک کے کنارے ایک لڑکا کھڑا ہوا مجھے ملا۔ اس نے اپنے دونوں کانوں میں بندے پہنے ہوئے تھے۔ جن میں جواہرات کے نگینے جڑے ہوئے تھے جن کی چمک سے اس کا چہرہ جگمگا رہا تھا اور وہ سڑک کے کنارے کھڑا ہوا حق تعالیٰ کی حمد و ثناء پر مشتمل اشعار پڑھ رہا تھا۔ میں لڑکے کے پاس آیا اور اس کو سلام کیا۔ مگر اس نے سلام کا جواب دینے کے بجائے کہا کہ میں اس وقت تک آپ کے سلام کا جواب نہیں دوں گا جب تک کہ آپ میرا حق جو آپ پر واجب ہے ادا نہ کریں۔ میں نے پوچھا کہ وہ کیا حق ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں ایک لڑکا ہوں اور مہمان نوازی میں حضرت خلیل اللہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ہم مشرب ہوں۔ جب تک میں ایک یا دو میل نہیں چل لیتا اس وقت تک میں صبح و شام کا کھانا نہیں کھاتا میرا روزانہ کا یہی معمول ہے۔ یہ سن کر میں (اصمعی) نے اس کی دعوت قبول کر لی۔ وہ بہت خوش ہوا اور مجھ کو ساتھ لے کر چلا چلتے چلتے ہم ایک خیمہ پر پہنچے۔ لڑکے نے کھڑے ہو کر اپنی بہن کو آواز دی۔ اس نے گریہ آمیز لہجہ میں جواب دیا۔ بھائی بولا کہ مہمان کی ضیافت کا انتظام کرو۔ لڑکی نے جواب دیا کہ پہلے میں نماز شکرانہ تو ادا کر لوں؟ کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے ہمارے یہاں مہمان بھیج دیا۔ چنانچہ اس نے دو رکعت نماز شکرانہ پڑھی۔ لڑکے نے مجھے خیمہ کے اندر لے جا کر بٹھا دیا۔ پھر وہ چھری لے کر عناق (بکری کے بچے کے پاس) پہنچا اور اس کو ذبح کیا۔

اصمعی کہتے ہیں کہ جب میں خیمہ کے اندر جا کر بیٹھا تو میری نگاہ اس لڑکی پر پڑی تو معلوم ہوا کہ وہ نہایت حسین و جمیل ہے۔ میں بار بار نگاہیں چرا کر اس کو دیکھ رہا تھا۔ لڑکی کو بھی میری اس حرکت کا احساس ہو گیا تو مجھ سے اس نے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ دزدیدہ نظری (آنکھیں چرا کر دیکھنا) چھوڑ دیجئے۔ کیا آپ نے نہیں سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آنکھوں کا زنا کسی غیر محرم عورت کو گھور گھور کر دیکھنا ہے۔ لیکن اس سے میرا مقصد تو بیخ نہیں ہے بلکہ تادیب ہے پھر ایسا ہرگز نہ کریں۔

اصمعی کہتے ہیں کہ جب سونے کا وقت آیا تو میں اور لڑکا خیمہ کے اندر سوئے اور لڑکی بھی اندر رہی۔ میں نے رات بھر نہایت عمدہ اور

دل کش لہجے میں قرآن پاک کی تلاوت سنی۔ اس کے بعد نہایت والہانہ لہجہ میں یہ اشعار پڑھنے کی آواز سنائی دی۔

ابی الحب ان یخفی وکم قدکتمته فاصبح عندی قد اناخ وطبنا

محبت پوشیدہ رہنے سے انکار کرتی ہے حالانکہ میں نے کتنی بار اس کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی مگر وہ ظاہر ہوئے بغیر نہ رہی۔ چنانچہ وہ میرے پاس اس طرح آئی کہ اس نے مجھ کو اپنی خوابگاہ بنالیا اور میرے پاس اپنا ڈیرہ ڈال دیا۔

اذا اشتد شوقی هام قلبی یذکره وان رمت قربا من حبیبی تقربا

جب میرا شوق حد سے بڑھ گیا تو میرے دل نے اس کو یاد کرنے کا ارادہ کیا اور جب میں نے اس کو اپنے پاس بلانے کا ارادہ کیا تو وہ میرے پاس آ گیا۔

ویبدو فافنی ثم احیا بذکره ویسعدنی حتی الذ واطربا

اور وہ ظاہر ہوتا ہے تو میں فنا ہو جاتی ہوں پھر اس کو یاد کر کے زندہ ہو جاتی ہوں اور وہ میرا اس قدر ساتھ دیتا ہے کہ مجھ کو اس کی محبت میں لذت اور طرب حاصل ہوتی ہے۔

اصمعی کہتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو میں نے لڑکے سے پوچھا کہ یہ کس کی آواز تھی؟ تو اس نے جواب دیا کہ وہ میری بہن کی آواز تھی۔ روزانہ رات کو اس کا یہی مشغلہ رہتا ہے۔ میں نے لڑکے سے کہا کہ بمقابلہ اپنی بہن کے تم اس شب بیداری کے زیادہ مستحق تھے کیونکہ تم مرد اور وہ عورت ہے۔ لڑکے نے جواب دیا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ توفیق اور تقرب سب اسی کی طرف سے ہے۔ اصمعی کہتے ہیں کہ اس گفتگو کے بعد میں نے ان دونوں سے رخصت ہو کر اپنا راستہ لیا۔

شرعی حکم

شیخین وغیرہ نے حضرت براء بن عازب سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ جس شخص نے ہماری جیسی نماز پڑھی اور ہماری جیسی قربانی کی اس کی قربانی درست ہے اور جس نے نماز سے پہلے ہی قربانی کر لی اس کی قربانی درست نہیں ہوئی۔ اس پر ابو بردہ بن نیارؓ نے جو حضرت براء بن عازب کے ماموں تھے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے تو یہ سمجھ کر کہ آج کھانے پینے کا دن ہے اپنی بکری نماز سے پہلے ہی ذبح کر لی۔ میں نے یہ اچھا سمجھا کہ سب سے پہلے میری ہی بکری میرے گھر میں قربانی ہوا اور نماز سے پہلے میں نے اس کے گوشت سے ناشتہ بھی کر لیا۔ یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری بکری کھانے کی بکری ہوئی قربانی کی نہیں ہوئی۔

ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک عناق (بکری کا بچہ) ہے جو مجھ کو دوسری بکریوں سے زیادہ محبوب ہے کیا یہ میری جانب سے قربانی کے لئے کافی ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں مگر تیرے بعد یہ کسی کے لئے کفایت نہیں کرےگا۔

حاکم نے باسناد صحیح اور ابو عمر بن عبد البر نے استیعاب میں قیس بن نعمان سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کی نیت سے مدینہ منورہ پوشیدہ طور پر جا رہے تھے ایک غلام کے پاس سے گزرے جو بکریاں چرا رہا تھا اس سے آپ نے دودھ طلب فرمایا۔ اس نے جواب دیا میرے پاس کوئی دودھ کی بکری نہیں ہے البتہ ایک عناق (جوان ہونے کے قریب) ہے جو شروع جاڑوں میں بلا حمل دودھ دیتی تھی مگر اب وہ بھی خالی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس عناق (پٹھیا) کو میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ وہ لایا۔ آپؐ نے اس کے پاؤں باندھ کر اس کے تھنوں کو سہلایا' سہلاتے ہی دودھ اُتر

آیا۔ حضرت ابوبکرؓ ایک پیالہ نما پتھر ڈھونڈ لائے۔ آپ نے اس میں دودھ دوہا۔ پھر آپؐ نے وہ دودھ حضرت ابوبکرؓ صدیق کو پلا دیا۔ پھر دوبارہ اس چرواہے کو پلایا اور پھر آخر میں آپؐ نے پیا۔

چرواہے نے جب یہ معجزہ دیکھا تو کہنے لگا کہ سچ بتایئے آپ کون ہیں؟ میں نے آج تک آپ جیسا نہیں دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں اس شرط پر تم کو اپنا نام بتا سکتا ہوں کہ تم کسی کو میرا پتہ نہ دو۔ اس نے کہا کہ میں کسی سے نہ کہوں گا۔ یہ وعدہ لے کر آپؐ نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول محمدؐ ہوں۔ یہ سن کر وہ کہنے لگا کہ میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ آپؐ نبی ہیں اور سچا دین لے کر آئے ہیں اور میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ابھی نہیں مگر جب تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ میرا غلبہ ہو گیا ہے تو میرے پاس چلے آنا۔ اھ

ابوداؤد' ترمذی' نسائی اور حاکم رحمہم اللہ اجمعین نے عمرو بن شعیب سے اور انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ مرثد ابن ابی مرثد نامی ایک شخص تھا اس کا کام یہ تھا کہ وہ قیدیوں کو مکہ سے مدینہ لے جایا کرتا تھا۔ مکہ میں ایک بدچلن عورت تھی جس کو عناق کہتے تھے۔ اس عورت کا مرثد سے یارانہ تھا۔ مرثد نے مکہ کے ایک قیدی سے یہ وعدہ کر لیا تھا کہ میں تجھ کو آ کر لے جاؤں گا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حسب وعدہ آیا اور مکہ مکرمہ کی ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھ گیا۔ رات کا وقت تھا اور چاندنی کھلی ہوئی تھی۔ اتفاق سے عناق نامی اس عورت کا ادھر سے گزر ہوا۔ اس نے دیوار کی ایک جانب سے میرا سایہ دیکھا۔ جب وہ میرے بالکل قریب پہنچ گئی تو مجھ کو پہچان کر کہنے لگی کہ کیا تو مرثد ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں میں مرثد ہوں۔ یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی کہ تم آج رات ہمارے پاس سونا۔ میں نے کہا کہ اے عناق! اسلام نے زنا کو حرام کر دیا ہے۔ یہ سن کر وہ جل گئی اور چیخ چیخ کر کہنے لگی کہ اے اہل خیمہ یہ شخص تمہارے قیدی کو چرا کر یہاں سے لے جاتا ہے۔ یہ سن کر آٹھ آدمی میری طرف مجھے پکڑنے کے لئے دوڑے۔ میں ایک گمنام راستے کو بھاگ کھڑا ہوا اور ایک غار میں جا چھپا۔ میرے متلاشی بھی غار تک پہنچ گئے اور غار کے کنارے بیٹھ کر انہوں نے پیشاب کیا جو سب میرے سر پر گرا مگر ان کو میرا سراغ نہ ملا اور وہ ناکام واپس گئے اس کے بعد میں مکہ واپس گیا اور اپنے اسی قیدی کے پاس پہنچا جس سے وعدہ کر چکا تھا وہ بہت بھاری شخص تھا مگر میں جوں توں کر کے اس کو باہر لایا اور اس کی بیڑیاں کھول دیں اور اس طرح ہم دونوں مدینہ منورہ آ گئے اور میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر اور سب ماجرا بیان کیا۔

پھر میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! کیا میں عناق سے نکاح کر سکتا ہوں' آپؐ یہ سن کر خاموش رہے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر بعد یہ آیت شریف نازل ہوئی:

"اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْمُشْرِکَۃً وَّالزَّنِیَۃُ لَا یَنْکِحُھَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ ط"

چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم پڑھ کر سنا دیا۔

اس حکم کے متعلق خطابی کہتے ہیں کہ یہ خاص اس عورت سے متعلق ہے عام نہیں ہے لیکن مسلمان زانیہ کے ساتھ عقد صحیح ہے اور فسخ نہیں ہوگا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بقول عکرمہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ زانی کا ارادہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوتا کہ وہ زانیہ سے نکاح کرے۔ لیکن سعید بن المسیب کا قول یہ ہے کہ یہ آیت "وَاَنْکِحُوْا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ" سے منسوخ کی گئی ہے۔

العنبر

(بڑی مچھلی) العنبر:: یہ ایک بہت بڑی مچھلی ہوتی ہے جو عام طور پر سمندر میں پائی جاتی ہے۔ اس کی کھال کی ڈھالیں بنائی جاتی ہیں اور ان کو بھی عنبر کہتے ہیں۔

امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو زیر امارت حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح قافلہ قریش سے تعرض کرنے کے لئے روانہ فرمایا اور ایک بوری کھجوروں کی بطور زادراہ مرحمت فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کے علاوہ اور کچھ بھی دینے کو نہ تھا۔ حضرت ابوعبیدہؓ ہم کو صرف ایک کھجور فی کس کھانے کو دیتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ اس کھجور کے دانوں کو بچوں کی طرح چوستے اور اوپر پانی پی لیتے تھے اسی طرح چودہ دن گزار دیئے تھے۔ اس کے علاوہ جب بہت بھوک لگتی تو اپنی لاٹھیوں سے درختوں کے پتے جھاڑ کر اور پانی میں ان کو بھگو کر کھا لیتے تھے۔ جب ہم ساحل سمندر پر پہنچے تو ہم نے سمندر کے کنارے پر کوئی چیز مثل ایک اونچے ٹیلے کے پڑی ہوئی دیکھی۔ چنانچہ ہم اس کے قریب گئے تو دیکھا کہ وہ ایک عنبر ماہی ہے۔

حضرت عبیدہؓ نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ مردہ ہے۔ پھر کچھ سوچ کر فرمایا کہ چونکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادہ ہیں اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے نکلے ہیں اور تم لوگ بھوک سے بے قرار بھی ہو لہٰذا تم اس کو کھاؤ۔ راوی فرماتے ہیں کہ ہم تعداد میں تین سو افراد تھے اور ہم نے پورے ایک مہینہ تک اس مچھلی سے پیٹ بھرا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم بھوک کی وجہ سے جو لاغر اور کمزور ہو گئے تھے اس کے گوشت کی وجہ سے ایک ماہ میں کافی طاقت ور ہو گئے اور ہم کو یہ مچھلی نہ ملتی تو ہم میں ہرگز قوت و تازگی نہ آتی۔

مذکورہ راوی ہی فرماتے ہیں کہ اس عنبر ماہی (مچھلی) کا آنکھ کا حلقہ اس قدر بڑا تھا کہ اس کے اندر تیرہ آدمی بافراغت بیٹھ گئے تھے اور اس کی ایک پسلی اتنی بڑی تھی کہ جب اس کو کھڑا کیا گیا تو اس کے نیچے سے ایک قد آور اونٹ معہ سواریوں کے نکل جاتا تھا۔

کہتے ہیں کہ عنبر دریا سے نکلتا ہے۔ دریا کے بعض جانور اس کو چکنائی کی وجہ سے کھا لیتے ہیں اور پھر اس کو پیٹ سے خارج کر دیتے ہیں جو ایک بڑے پتھر کی صورت میں سطح آب پر تیرتا رہتا ہے اور لہریں اس کو ساحل تک پہنچا دیتی ہیں۔ ابن سیدہ کہتے ہیں کہ عنبر دریا سے برآمد ہوتا ہے اور یہ زیادہ تر ان مچھلیوں کے شکم میں پایا جاتا ہے جو اس کو کھا کر مر جاتی ہیں۔

بعض کا قول ہے کہ عنبر دریا سے انسانی کھوپڑیوں کی شکل میں نکلتا ہے۔ اس کے بڑے بڑے ٹکڑے کا وزن ایک ہزار مثقال پایا گیا ہے۔ مچھلیاں اس کو بہت کھاتی ہیں اور کھا کر مر جاتی ہیں اور جو جانور اس کو کھاتا ہے اہل عرب اس جانور کو بھی عنبر کہتے ہیں۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ اس نے ایک بحری سفر کیا۔ باد مخالف کے سبب سے ہماری کشتی ایک غیر معروف جزیرہ پر پہنچ گئی اہل کشتی جزیرہ پر اتر پڑے۔ میں بھی کشتی سے اتر گیا اور میں نے وہاں پر چند درخت ایسے دیکھے جو بکریوں کی گردن کے مشابہ تھے اور ان پر پھل بھی آ رہے تھے۔ کچھ دیر بعد تیز ہوا کے چلنے کی وجہ سے ان درختوں کے پھل سمندر میں جا پڑے۔ راوی کہتے ہیں کہ جیسے ہی یہ پھل سمندر میں گرتے ہیں ایسے ہی مچھلیاں اور دیگر آبی جانور ان پھلوں کو نگل جاتے ہیں اور چونکہ یہ پھل انتہائی گرم ہوتے ہیں اس لئے ان کو کھا کر مچھلیاں اور دیگر آبی جانور مر جاتے ہیں۔ کیونکہ ان سے اس کی گرمی برداشت نہیں ہوتی اور اکثر ان میں سے مر جاتے ہیں۔ ان ہی جانوروں میں سے جب کوئی جانور یا مچھلی کسی شکاری کے ہاتھ لگ جاتی ہے اور وہ اس

کے شکم میں عنبر دیکھتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ یہ عنبر اسی مچھلی کی پیداوار ہے حالانکہ وہ ایک درخت کا پھل ہے۔

طبی خواص

(مختار ابن عبدون کا قول ہے کہ عنبر گرم خشک ہے مگر اتنا گرم نہیں ہے کہ جتنا خشک ہوتا ہے۔ اس کی بہترین قسم وہ ہے جو اشہب کہلاتی ہے۔ اس قسم میں چکنائی کم ہوتی ہے۔ عنبر مقوی قلب و دماغ ہے۔ فالج اور لقوہ میں نافع ہے اور شجاعت پیدا کرتا ہے مگر ان لوگوں کو جو بواسیر میں مبتلا ہوں ان کے لئے مضر ہے۔ لیکن اس کی مضرت کافور اور کھیرا سونگھنے سے دور ہو جاتی ہے۔ سرد تر مزاج والوں اور بوڑھوں کو اس کا استعمال موافق آتا ہے۔ موسم سرما میں اس کا استعمال زیادہ مناسب ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عنبر کسی جانور کا گوبر ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ سمندر کا کوڑا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

العندلیب

عندلیب بلبل کو کہتے ہیں چونکہ اس کی آواز میں اعتدال ہوتا ہے۔ چنانچہ ابوسعید المؤید بن محمد الاندلسی کا قول ہے:۔

وطنبور مليح الشكل يحكى بنغمة الفصيحة عندليبا

طنبورہ جو دیکھنے میں اچھی شکل کا ہے اور بجنے میں اس کا نغمہ فصیحہ بلبل کے نغمہ کے مشابہ ہے۔

ردى لما ذوى نغماً فصاحاً حواها في تقلبه قضيبا

جب وہ خوش آوازی کے ساتھ بجتا ہے تو وہ گانے والی کی آواز کو دہراتا ہے اور وہ آواز لکڑیوں کے لوٹ پوٹ کرنے سے نکلتی ہے۔

كذامن عاشر علماء طفلا يكون اذانشا شيخا اديبا

اسی طرح وہ شخص جو بچپن سے علماء کی صحبت اختیار کرتا ہے بڑا بوڑھا ہو کر ان جیسا ہو جاتا ہے۔

اُحِبُّ العذول لتكراره حديث حبيب على مسمعي

میں حلاوت گر کو اس وجہ سے محبوب رکھتا ہوں کہ وہ میرے حبیب کا ذکر بار بار میرے کانوں کو سناتا رہتا ہے۔

واهوى الرقيب لان الرقيب يكون اذا كان حبى معى

اور رقیب سے بھی مجھ کو محبت ہے کیونکہ وہ اس وقت رقیب بنتا ہے جب میرا محبوب میرے پاس ہوتا ہے۔

ابوسعید المؤید کی وفات ۵۵۷ھ میں ہوئی۔

شرعی حکم

بلبل حلال ہے اس لئے کہ یہ طیبات میں سے ہے۔

تعبیر

خواب میں اس کا دیکھنا ولد ذکی کی دلیل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العندل

اس سے مراد بڑے سر والا اونٹ ہے۔ اس میں مذکر و مؤنث یکساں ہوتے ہیں۔

العنز

(بکری) العنز: بکری کو کہا جاتا ہے۔

حدیث میں تذکرہ:

"بخاری وابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چالیس خصلتیں ہیں جن میں سب سے اعلیٰ منیحۃ العنز ہے یعنی بکری کو دودھ پینے کے لئے کسی کو دے ڈالنا اور جو شخص ان میں سے کسی پر بھی عمل کرے گا اور اس پر حصول ثواب کی امید رکھے گا اور جو کچھ کہ اس کے بارے میں وعدہ کیا گیا ہے اس کی تصدیق کرے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائیں گے"۔

حسان بن عطیہؒ جنہوں نے ابو کبشہ سے احادیث روایت کی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے (حدیث مذکورہ میں ذکر کی گئی) ان چالیس خصائل کا شمار کرنے کی کوشش کی تو ہم نے منیحۃ العنز کو چھوڑ کر یہ شمار کیں:۔

(۱) سلام کا جواب دینا (۲) اگر چھینکنے والا الحمدللہ کہے تو یرحمک اللہ سے اس کا جواب دینا (۳) راستہ میں سے کسی تکلیف وہ چیز کو ہٹا دینا وغیرہ وغیرہ۔ مگر باوجود کوشش کے ہم پندرہ سے زیادہ شمار نہ کر سکے۔

ابن بطال فرماتے ہیں کہ اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی ۳۹ خصائل کا ذکر نہیں کیا مگر اس میں شک نہیں ہے کہ آپ کو لامحالہ ان کا علم تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص مصلحت سے صراحتاً بیان نہیں فرمایا۔ واللہ اعلم یہ مصلحت ہو کہ اگر ان خصائل کی تعیین وتصریح کر دی جاتی تو دیگر خصائل از قسم معروف جو تعداد میں بے شمار ہیں اور جن کی تعمیل میں آپ نے بے حد تاکید فرمائی ہے لوگوں کے دلوں میں ان سے بے رغبتی پیدا ہو جاتی۔

ابن بطال مزید فرماتے ہیں کہ ہمارے معاصرین نے احادیث سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر یہ خصائل نکالیں تو ان کی تعداد چالیس سے بھی زیادہ پائی۔

صاحب ترغیب وترہیب نے قضاء حوائج المسلمین کے باب میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر اپنے بھائی مسلمان کے تیس حق ہیں جن کو تاوقتیکہ ادا یا معاف نہ کر دیئے جائیں خلاصی نہیں مل سکتی۔ وہ حقوق یہ ہیں:۔

(۱) اپنے بھائی کی لغزشوں کو معاف کرنا (۲) اشکباری پر رحم کرنا (۳) شرمگاہ کو ڈھانپنا یعنی اگر کوئی ننگا ہو تو اس کو کپڑا وغیرہ دینا (۴) معذرت کو قبول (۵) غیبت کی تردید کرنا (۶) ہمیشہ خیر خواہی کرنا (۷) دوستی کی نگہداشت کرنا (۸) ذمہ داری کی رعایت کرنا (۹) میت میں شرکت کرنا (۱۰) دعوت کو قبول کرنا (۱۱) سلوک کا بدلہ دینا (۱۲) انعام پر شکریہ ادا کرنا (۱۳) اچھی طرح مدد کرنا (۱۴) عورت کی حفاظت کرنا (۱۵) ضرورت کو پورا کرنا (۱۶) سوال کے وقت سفارش کرنا (۱۷) سفارش قبول کرنا (۱۸) اس کے مقصد کو ناکام نہ کرنا (۱۹) چھینک پر الحمدللہ کا یرحمک اللہ سے جواب دینا (۲۰) کھوئی ہوئی چیز کو تلاش کرنا (۲۱) سلام کا جواب دینا (۲۲) کلام سے خوش ہونا (۲۳) داد ودہش میں زیادتی کرنا (۲۴) اس کی قسموں کی تصدیق کرنا (۲۵) ظالم ومظلوم ہونے کی حالت میں مدد کرنا۔ یعنی اگر وہ ظالم ہے تو اس کو ظلم کرنے سے باز رکھنا اور اگر وہ مظلوم ہے تو اس کا حق دلانے کی سعی کرنا (۲۶) دوستی کرنا دشمنی سے گریز کرنا (۲۷)

دھوکہ نہ دینا (۲۸) جو چیز اپنے لئے پسند ہو وہ دوسرے کے لئے بھی پسند کرنا اور جو خود کو ناپسند ہو اس کو دوسرے کے لئے بھی ناپسندیدہ سمجھنا

اس کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر ان میں سے کوئی بھی حق ادا نہ کیا گیا تو قیامت میں اس کا مطالبہ ہوگا حتی کہ چھینک کا جواب نہ دیا تو اس کی بھی باز پرس ہوگی۔

ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی نے کتاب الدعوات میں سوید بن غفلہ کی سند سے روایت کی ہے کہ:۔

''حضرت علی کرم اللہ وجہہ فاقہ سے تھے آپ نے حضرت فاطمۃ الزہرؓ اسے کہا کہ اگر آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جائیں تو اچھا تھا۔ چنانچہ حضرت فاطمہؓ تشریف لے گئیں۔ اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ایمن کے یہاں تشریف فرما تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے دروازہ پر دستک دی آپ نے ام ایمن سے کہا کہ دستک تو فاطمہؓ کی معلوم ہوتی ہے اور وہ ایسے وقت آئی ہے کہ ان کی عادت اس وقت آنے کی نہیں تھی، جاؤ دروازہ کھول دو۔ چنانچہ ام ایمن نے دروازہ کھول دیا۔ جب اندر پہنچیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہؓ! اس وقت تو تمہارے آنے کی عادت نہیں تھی کیا بات ہے؟ فاطمہؓ نے عرض کیا (ایک بات معلوم کرنے آئی ہوں) کہ ان فرشتوں کی خوراک تو حق تعالیٰ کی تسبیح، تحمید و تقدیس ہے اور ہماری خوراک کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھ کو دین حق دے کر بھیجا تمیں دن سے آل محمدؐ (ازواج مطہرات) کے گھروں میں آگ نہیں جلی۔ میرے پاس کچھ عنز یعنی بکریاں آئی ہیں اگر تم چاہو تو ان میں سے پانچ بکریاں تم کو دے سکتا ہوں یا اگر چاہو تو تم کو پانچ ایسے کلمات سکھا دوں جو ابھی ابھی جبرئیل امین میرے پاس لے کر آئے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ آپؐ مجھ کو وہ پانچ کلمے ہی سکھا دیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ پڑھ لیا کرو:

"یا اول الاولین و یا اٰخر الاخرین ویا ذو القوۃ المتین و یاراحم المساکین و یا ارحم الراحمین".

یہ دعا یاد کر کے حضرت فاطمہؓ گھر تشریف لے آئیں اور حضرت علیؓ سے کہا کہ میں آپ کے پاس سے دنیا کمانے گئی تھی اور آخرت لے کر واپس آئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ یہ دن آپ کے لئے سب دنوں سے بہتر ہے''۔

حافظ ابالفضل محمد بن طاہر کی کتاب صفوۃ التصوف میں روایت ہے کہ:

''حضرت جابر بن عبداللہؓ رسول اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے جابر! گیارہ بکریاں جو گھر میں ہیں وہ تم کو زیادہ محبوب ہیں یا وہ کلمات جو جبریلؑ نے ابھی مجھ کو سکھائے ہیں اور جن میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی جمع ہے۔ حضرت جابرؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! بخدا میں ان کلمات کا زیادہ حاجت مند ہوں آپ مجھ کو سکھلا دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پڑھا کرو:

"اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ خَلاق عظیم اللّٰھم انک غفور حلیم اِنَّک تواب الرحیم اللّٰھم انک رب العرش العظیم اللّٰھم انک الجواد الکریم اغفرلی وارحمنی واجبرنی ووفقنی وارزقنی واھدنی ونجنی وعافنی واسترنی ولا تضلنی وادخلنی الجنۃ برحمتک یا ارحم الراحمین".

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اس دعا کو پڑھتے تھے یہاں تک کہ میں نے اس دعا کو حفظ کرلیا۔ پھر فرمایا کہ اے جابر! اپنے بعد اس دعا کی دوسروں کو بھی تعلیم دینا اور اس کو حفاظت سے اپنے پاس رکھنا چنانچہ۔ میں نے ایسا ہی کیا۔

تفسیر قشیری وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہؓ کو لے کر مکہ شریف لے جا رہے تھے تو آپ کا عمالقہ کی ایک قوم پر گزر ہوا۔ انہوں نے حضرت اسماعیل کو دس بکریاں نذرانہ میں دیں۔ کہتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں جتنی بکریاں ہیں وہ سب انہی دس بکریوں کی نسل سے ہیں۔ اسی طرح مکہ کے حرم شریف کے جتنے کبوتر ہیں وہ کبوتر کے اس جوڑے کی نسل سے ہیں جنہوں نے بوقتِ ہجرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی غرض سے بحکم الٰہی غارِ ثور پر انڈے دیئے تھے۔

فائدہ:۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمانِ ذی شان ہے جو بطور ضرب المثل عرب میں چلا آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ "لَا یَنْتَطِحُ فیھا عنزان" یعنی مکہ شریف میں دو بکریاں سینگ نہیں ماریں گی۔ اس کا قصہ یہ ہوا تھا کہ مکہ مکرمہ میں بنی امیہ کے خاندان میں ایک عورت تھی جس کا نام عصماء بنت مروان تھا۔ اس عورت کا یہ دستور تھا کہ یہ لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتی تھی اور بہت اذیت پہنچاتی تھی اور مسلمانوں کی ہجو میں اشعار کہتی تھی۔ حضرت عمیرؓ بن عدی نے نذر مانی کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر سے صحیح و سالم واپس آ گئے تو میں اس عورت کو قتل کر ڈالوں گا۔ چنانچہ جب آپؐ غزوۂ بدر سے فاتحانہ واپس تشریف لائے تو حضرت عمیر نے آدھی رات کے وقت اس عورت پر تلوار کا وار کیا اور اس کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد آپؐ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صبح کی نماز ادا کی۔

جب حضورؐ نماز سے فارغ ہو کر اپنی نشست گاہ پر جانے لگے تو آپؐ نے حضرت عمیرؓ سے دریافت فرمایا کہ تم نے عصماء کو مار ڈالا؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں! پھر پوچھنے لگے کہ اس میں تمہیں کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی؟ اس وقت آپ کی زبان فیض ترجمان سے یہ الفاظ نکلے "لاینتطع فیھا عنزان" اس کا مطلب یہ تھا کہ مکہ شریف میں اب کوئی ایسی عورت نہ ہوگی جو مسلمانوں کو اذیت پہنچائے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ کلام موجز و بدیع اور لاثانی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نے ایسا کلام نہیں کیا۔ علاوہ ازیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند کلمات اسی قسم کے اور ہیں جو بطور ضرب المثل استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً "حمی الوطیس" (تنور گرم ہو گیا) یعنی لڑائی سخت ہو گئی۔ "وما تحتف انفہ" (ناک کی راہ دم نکل کر مر گیا) یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی شخص لڑائی میں نہ مرے بلکہ بستر پر پڑے پڑے اس کا دم نکل جائے۔ "ولا یلدغ المومن من جحر مرتین" (مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا)۔ یعنی مومن کی شان یہ ہے کہ وہ ایک مرتبہ دھوکہ کھا کر دوسری مرتبہ کسی کے دھوکہ میں نہیں آتا۔ "یاخیل اللّٰہ ارکبی" (اے اللہ کے سوار! سوار ہو جا) یہ کلمات بھی آپ نے کسی موقعہ پر فرمائے تھے "الولد للفراش" (جس کا بستر اسی کا لڑکا) اگر شوہر کی عدم موجودگی میں کسی عورت کے بچہ پیدا ہوا تو وہ بچہ شوہر ہی کا سمجھا جائے گا تاوقتیکہ وہ انکار نہ کرے۔ انکار کرنے پر لعان کا حکم دیا جائے گا "وللعاھر الحجر" (یہ زانیہ عورت کا حکم ہے کہ اس کو سنگسار کر دیا جائے) "الحرب خدعۃ" (یعنی جہاد کی حالت میں دشمن کو فریب دینا درست ہے) ان کے علاوہ اور بھی بہت سے کلمات ہیں جو بطور ضرب المثل استعمال ہوتے ہیں۔

شرعی حکم

بکری کا گوشت حلال ہے اور کوئی محرم احرام کی حالت میں اس کو قتل کر دے تو اسے اس کے فدیہ میں ہرن کا بچہ دینا ہوگا۔ باب العین میں الغزال ہرن کے بچے کی تفصیل بیان ہوگی۔

طبی خواص

بکری کے پتے میں نوشادر ملا کر اگر اس جگہ پر جہاں کے بال اکھاڑنے منظور ہوں بال اکھاڑ کر ملا جائے تو اس جگہ بال کبھی نہیں اگیں گے۔ حکیم ارسطو کا قول ہے کہ اگر بکری کا پتہ کراث یعنی گندنا میں ملایا جائے تو یہ بھی بالوں کو اگنے نہیں دے گا۔ اگر بکری کی پنڈلی دھو کر اس کا پانی کسی سلسل البول کے مریض کو پلا دیا جائے تو وہ اچھا ہو جائے گا۔

اگر بکری کے دودھ سے کسی کاغذ پر لکھا جائے تو حروف ظاہر نہ ہوں گے البتہ اگر اس کاغذ پر راکھ چھڑک دی جائے تو لکھا ہوا ظاہر ہو جائے گا۔

ہرمس کا کہنا ہے کہ بکری کا بھیجہ اور بجو کا خون ایک ایک دانق اور دوحبہ کافور لے کر اور اس پر کسی کا نام لے کر تینوں کو گوندھ لیا جائے اور پھر مذکورہ شخص کو کھلا دیا جائے تو اس کے اندر محبت کی روحانیت پیدا ہو جائے گی۔ اگر بکری کا پتہ بقدر ایک دانق اور اسی قدر اس کا خون اور سیاہ بلی کا بھیجہ نصف دانق لے کر اور ان سب کو ملا کر کسی کو کھلا دیا جائے تو اس کی قوتِ جماع بالکل جاتی رہے گی اور جب تک اس کا اتار نہ کیا جائے تو وہ عورت کے پاس نہیں جا سکتا۔ اس کے اتار کی ترکیب یہ ہے کہ اس مرد کو ہرنی کی اوجھڑی بکری کے دودھ میں پکا کر گرم گرم پلائی جائے۔ واللہ اعلم

العنظب

''العنظب'' اس سے مراد مذکر ٹڈی ہے۔ کسائی نے کہا ہے کہ مذکر ٹڈی کے لئے ''العنظب و العنظاب و العنظوب'' کے الفاظ مستعمل ہیں اور مؤنث کے لئے عنظوبۃ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ نیز اس کی جمع عناظب آتی ہے۔

العنظوانۃ

''العنظوانۃ'' اس سے مراد مؤنث ٹڈی ہے۔ اس کی جمع ''عنظوانات'' آتی ہے۔ تحقیق اس کا تفصیلی تذکرہ ''الجراد'' (ٹڈی) کے عنوان سے ''باب الجیم'' میں گزر چکا ہے۔

عنقاء مغرب و مغربۃ

(عنقاء) عنقاء مغرب مغربۃ: اس کے بارے میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ایک انوکھا پرندہ ہے جو پہاڑ کے برابر انڈا دیتا ہے اور اس کی پرواز بہت دور دراز تک ہوتی ہے۔ اس کو عنقاء اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کی گردن میں طوق کی طرح سفید ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ پرندہ غروب آفتاب کے مواقع پر رہتا ہے۔ اس پرندہ کے متعلق قزوینی کا قول ہے کہ یہ پرندہ باعتبار جثہ اور خلقت پرندوں میں سب سے بڑا ہوتا ہے۔ ہاتھی کو اپنے پنجوں سے اس طرح اٹھا کر لے جاتا ہے کہ جس طرح چیل چوہے کو لے جاتی ہے۔

زمانہ قدیم میں عنقا انسانوں کے ساتھ رہتا تھا لیکن انسانوں کو اس سے اذیت پہنچتی تھی اس لئے انسانوں کا اس کے ساتھ رہنا دشوار ہو گیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ وہ کسی دلہن کو مع زیور کے اٹھا لے گیا۔ اس پر نبی وقت حضرت حنظلہ علیہ السلام نے اس کو بددعا دی لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کو بحر محیط کے کسی جزیرہ میں خط استواء پر منتقل کر دیا۔ اس جزیرہ میں انسان کا گزر نہیں ہے۔ مگر اس جزیرہ میں جنگلی جانور

ازقسم ہاتھی، گینڈا، بھینسا، گائے، بیل، بکثرت موجود ہیں اوران کے علاوہ جملہ اقسام کے درندو پرند بھی بہت ہیں۔

عنقا جس وقت پرواز کرتا ہے تو اس کے پروں سے ایسی آواز نکلتی ہے جیسے کہ بجلی گرج رہی ہے یا زور کا سیلاب بہہ رہا ہو۔ یہ ایک ہزار برس زندہ رہتا ہے۔ جب اس کی عمر پانچ سو برس کی ہو جاتی ہے تو نر مادہ سے جفتی کرتا ہے۔ جب انڈے دینے کا وقت آتا ہے تو مادہ کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ حکیم ارسطا طالیس نے اپنی کتاب ''النعوت'' میں لکھا ہے کہ عنقاء مغرب کا شکار کیا جاتا ہے اور اس کے پنجوں سے پانی پینے کے لئے بڑے بڑے پیالے بنائے جاتے ہیں۔ عنقاء کے شکار کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اول دو بیل کھڑے کئے جاتے ہیں اور ان کے درمیان ایک قسم کی گھاس بچھادی جاتی ہے اور بیلوں پر بڑے بڑے پتھر لاد کر خوب بوجھل کر دیتے ہیں اور عین گھاس کے مقابل ایک کوٹھڑی بنا کر اس میں ایک شخص ہاتھ میں آگ لے کر چھپ کر بیٹھ جاتا ہے۔ عنقاء ان بیلوں پر گرتا ہے اور جب اس کے ناخن ان دونوں بیلوں یا ایک بیل کے جسم میں گھس جاتے ہیں تو وہ ان کو پتھروں کے بوجھ کی وجہ سے جلدی سے نہیں اٹھا پاتا تو اس وقت وہ چھپا ہوا آدمی ہاتھ میں جلتی ہوئی آگ لے کر اس کوٹھڑی سے نکلتا ہے اور اس کے پروں میں آگ لگا دیتا ہے جس سے اس کے پر جل جاتے ہیں اور وہ اڑ نہیں پاتا۔ حکیم ارسطو کا بیان ہے کہ عنقاء کا شکم بیل جیسا اور اس کی ہڈیاں پرندوں جیسی ہوتی ہیں اور یہ شکاری پرندوں میں سب سے بڑا ہوتا ہے۔

امام العلامہ ابوالبقاء مقاماتِ حریری کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اہلِ رس کے یہاں ایک پہاڑ تھا جس کو مخ کہتے تھے اس کی بلندی ایک میل تھی اور اس پر پرند بکثرت رہتے تھے جن میں عنقاء بھی تھا۔ یہ سب سے بڑا جانور تھا اس کا چہرہ انسان جیسا اور باقی اعضاء پرندوں جیسے تھے اور یہ بہت خوبصورت تھا اور یہ سال بھر میں ایک مرتبہ اس پہاڑ پر آتا تھا اور پرندوں کو اٹھا کر لے جاتا تھا۔ ایک سال یہ بھوکا رہا کیونکہ اس کو پرندے نہیں مل سکے تھے اس لئے کہ جب اس کی آمد کا زمانہ آتا تھا تو پرندے اس پہاڑ کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چھپ کر بیٹھ جاتے۔ چنانچہ اس سال اس نے آبادی کا رخ کیا اور وہاں سے پہلے ایک لڑکے کو اور پھر ایک لڑکی کو اٹھا لے گیا۔ لوگوں نے اپنی نبی حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام سے اس امر کی شکایت کی۔ چنانچہ آپ کی بددعا سے عنقاء پر بجلی گری اور اس کو ہلاک کر دیا۔

حضرت حنظلہ علیہ السلام زمانہ فترۃ میں حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین نبی ہوئے ہیں کسی دوسرے شخص کا قول ہے کہ اس پہاڑ کا نام فتخ تھا اور یہ کہ عنقاء کو عنقاء اس وجہ سے کہتے ہیں اس کی عنق یعنی گردن لمبی تھی۔ عنقاء کے ہلاک ہونے کے بعد اصحابِ رس نے اپنے نبی حضرت حنظلہ علیہ السلام کو شہید کر دیا جس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو ہلاک کر دیا۔

سہیلی نے اپنی کتاب ''التعریف والاعلام'' میں لکھا ہے کہ قرآن پاک کی آیت ''بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ'' کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ''رس'' ہی وہ کنواں ہے جو اس آیت میں مذکور ہے اور یہ کنواں عدن میں تھا اور ان لوگوں کی ملکیت میں تھا جو ہلاک شدہ قوم ثمود کے باقی ماندہ افراد تھے۔ اس قوم کا بادشاہ ''علس'' بہت ہی خوش خلق اور منصف مزاج تھا۔ اس کنوئیں سے پورا شہر مع مواشی کے سیراب ہوتا تھا یہ کنواں ان کے لئے بہت بابرکت تھا اور بہت سے لوگ اس کی پاسبانی کے لئے مامور تھے۔ اس پر سنگ رخام کے بہت بڑے بڑے برتن رکھے ہوئے تھے جو حوضوں کا کام دیتے تھے اور لوگ ان میں پانی بھر بھر کر اپنے گھروں کو لے جاتے تھے۔ غرض کہ یہ کنواں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا انعام تھا۔ اس کنوئیں کے علاوہ ان کے یہاں اور کوئی چشمہ نہیں تھا۔

اس بادشاہ (علس) کی عمر بہت ہوئی مگر جب وہ مرگیا تو اس کی قوم نے اس کی لاش پر ایک قسم کا روغن ملا تا کہ وہ گلنے اور سڑنے سے محفوظ رہے۔ کیونکہ ان لوگوں کا یہ دستور تھا کہ جب کبھی ان کے یہاں کوئی معزز شخص مرجاتا تو یہ اس کی لاش اسی طریقہ سے محفوظ رکھتے

تھے۔اس بادشاہ کا مرنا ان کے لئے بہت شاق گزرا۔ کیونکہ اس بادشاہ کے مرنے کے بعد ان کا انتظام سلطنت درہم برہم ہونے لگا۔ چنانچہ سلطنت کی یہ حالت دیکھ کر وہ قوم رونے پیٹنے لگی۔ چنانچہ شیطان ملعون کو اس قوم کے گمراہ کرنے کا اچھا موقع ہاتھ آیا۔ چنانچہ مردہ بادشاہ کی لاش میں حلول کر کے کہنے لگا کہ ''میں مرا نہیں ہوں اور نہ کبھی مروں گا بلکہ میرے اور تمہارے درمیان ایک ظاہری حجاب ہو گیا ہے تا کہ میں دیکھوں کہ تم لوگ میری عدم موجودگی میں کیا کرتے ہو؟

یہ آواز سن کر یہ لوگ بہت خوش ہوئے اور ان میں جو لوگ ممتاز تھے ان کے ایماء سے انہوں نے بادشاہ اور لوگوں کے درمیان ایک پردہ ڈال دیا تا کہ پردہ کے پیچھے وہ ان سے بولتا رہے۔اس کے بعد قوم نے اس بادشاہ کا ایک بت بنا کر پردے کے پیچھے لاش کے متصل رکھ دیا اور پھر اس بت سے یہ آواز آنے لگی کہ میں نہ کھاتا ہوں نہ پیتا ہوں اور نہ مجھ کو کبھی موت آئے گی اور میں ہی تمہارا معبود ہوں۔مگر یہ سب شرارت اس شیطان کی تھی جو بادشاہ کے مردہ جسم میں حلول کئے ہوئے تھا اور بادشاہ کے لہجہ میں ان سے ہمکلام ہوتا تھا۔اس طرح کافی تعداد میں لوگ اس کی تصدیق کرنے لگے۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اس کو شیطانی ڈھونگ کہتے تھے مگر ان لوگوں کی تعداد قلیل تھی۔مگر جب کوئی خدا ترس مومن ان لوگوں کو سمجھاتا کہ یہ شیطانی ڈھونگ ہے آپ اس کی تصدیق نہ کریں۔اس پر یہ لوگ اس کو ڈانٹ ڈپٹ کر خاموش کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ دھیرے دھیرے اس قوم میں کفر اور بت پرستی کا آغاز ہوا اور جب اس قوم کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو حق تعالیٰ نے ان کی طرف ایک نبی مبعوث فرمایا جس پر خواب میں وحی نازل ہوتی تھی۔ یہ نبی حضرت حنظلہ علیہ السلام تھے۔آپ نے اس قوم کو بہت سمجھایا کہ اس بت کے اندر روح نہیں ہے بلکہ شیطان اس کے اندر سے بولتا ہے اور یہ کہ حق تعالیٰ کسی مخلوق کی صورت میں ظاہر نہیں ہوتا ہے لہٰذا تمہارا یہ مرا ہوا بادشاہ ہرگز ہرگز خدا کی خدائی میں شریک نہیں ہو سکتا۔آپ نے چندان لوگوں کو نصیحت فرمائی مگر یہ نصیحت مطلق کارگر نہ ہوئی بلکہ الٹی یہ قوم آپ کی دشمن بن گئی ار آپ کو اذیتیں پہنچانے لگی اور آپ کو شہید کر دیا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر عذاب نازل فرمایا اور وہ اس طرح کہ جب رات کو یہ قوم کھا پی کر آرام سے سو گئی۔تو اللہ تعالیٰ نے کنوئیں کو خشک کر دیا صبح کو جب لوگ جاگے تو ان کو یہ حال معلوم ہوا اور آخر نتیجہ یہ ہوا کہ پوری قوم مع مواشی کے پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر گئی اور پوری بستی درندوں کا مسکن بن گئی اور بجائے انسانوں کے وہاں شیروں اور جنوں کی آوازیں آنے لگیں اور تمام باغات خار دار جھاڑیوں میں تبدیل ہو گئے۔

اور اس طرح ان کا وہ ''قصر مشید'' بھی جس کو شداد بن عاد بن رام نے بنایا تھا اور جو دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا کنوئیں کی طرح بے نام و نشان ہو گیا۔حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس چاہ (کنوئیں)اور قصر کا ذکر فرما کر مکذبین کو اپنے رسول کی نافرمانی سے ڈرایا اور ان کو غیرت دلائی ہے۔

محمد بن اسحاق نے محمد بن کعب سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے قیامت کے دن جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ ایک حبشی غلام ہے اس کی وجہ یہ ہے اللہ تعالیٰ نے کسی شہر والوں کے پاس اپنا ایک پیغمبر بھیجا تو سوائے اس غلام کے اور کوئی ان پر ایمان نہ لایا بلکہ الٹا ان پر ظلم اور زیادتی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ اس قوم نے شہر سے باہر ایک کنواں کھدوا کر اپنے پیغمبر کو اس میں قید کر دیا اور اس کے منہ پر ایک بھاری پتھر رکھ دیا۔ جب ان پیغمبر کا ان لوگوں نے کھانے پینے کا کوئی انتظام نہ کیا تو یہ غلام جنگل میں جا کر لکڑیاں جمع کرتا اور ان کو سر پر لاد کر بازار لے جاتا اور لکڑیاں فروخت کر کے جو قیمت وصول ہوتی اس سے کھانا خرید کر اس کنوئیں پر آتا اور پتھر ہٹا کر وہ کھانا رسی میں باندھ کر نبی اللہ کو پہنچا دیتا اور پھر پتھر کو بدستور ڈھانک دیتا۔حق تعالیٰ نے اس غلام کو اتنی قوت دی کہ وہ آسانی سے اس پتھر کو اٹھا لیتا اور پھر اس کو کنوئیں پر ڈھک دیتا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ جب اس نوجوان غلام نے لکڑیوں کا گٹھڑ باندھ کر تیار کر لیا اور اس کو سر پر اٹھانے ہی کو تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر نیند طاری کر دی اور وہ سو گئے۔ چنانچہ سات سال تک کہ وہ ایک کروٹ سوتے رہے۔ اس کے بعد انہوں نے دوسری کروٹ بدلی اور اس کروٹ پر بھی سات سال تک سوئے۔ چنانچہ چودہ سال کے بعد جب وہ جاگے تو یہ سمجھے کہ میں صرف ایک گھنٹہ ہی سویا ہوں۔ چنانچہ یہ سوچ کر لکڑیاں سر پر رکھیں اور بازار لے گئے اور ان کو فروخت کر کے کھانا خریدا اور اس کو لے کر اسی کنوئیں پر پہنچے تو دیکھا کہ نبی اللہ موجود نہیں ہیں۔ انہوں نے ہر چند اپنے نبی کو تلاش کیا مگر ان کا کوئی سراغ نہ ملا۔

گزارے ہوئے چودہ سال میں بڑے بڑے واقعات گزر گئے اور سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ اس شہر والوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی تھی اور وہ اپنے نبی کو کنوئیں میں سے نکال کر لے گئے تھے اور ان پر ایمان لے آئے تھے۔ نبی اللہ بار بار لوگوں سے ان حبشی غلام کے بارے میں پوچھتے کہ اس حبشی غلام کا کیا ہوا۔ مگر لوگ ہر مرتبہ یہ جواب دیتے کہ ہم کو معلوم نہیں۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ خود میں نے احمد بن عبداللہ کی تاریخ میں دیکھا ہے کہ عزیز ابن نزار بن المعز صاحب مصر کے چڑیا خانے میں ایسے عجیب وغریب پرندے جمع تھے جو کسی بادشاہ کے پاس بھی نہیں تھے۔ ان پرندوں میں عنقاء بھی تھا۔ یہ طول میں 'بلشون' (نام حیوان) کے برابر تھا مگر جسامت میں بلشون سے زیادہ تھا۔ اس کے منہ پر ڈاڑھی اور سر پر ایک چھتہ تھا جس میں مختلف قسم کے رنگ تھے۔ زمخشری نے لکھا ہے کہ عنقاء کی نسل اب ختم ہو چکی ہے اور یہ اب دنیا میں کہیں نہیں پایا جاتا۔

کتاب ربیع الابرار میں حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے ایک جانور پیدا کیا جس کا نام عنقاء تھا اس کے ہر دو جانب چار چار بازو تھے اور اس کا چہرہ انسان کے چہرہ کے مشابہ تھا اور اس کو اللہ تعالیٰ نے ہر شے سے حصہ عطا کیا تھا۔ یعنی اس جانور میں ہر جاندار کی مشابہت تھی۔ خاص طور سے پرندوں میں جو خصوصیات ہیں وہ اس میں موجود تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی اور فرمایا کہ میں نے دو پرند عجیب وغریب پیدا کئے ہیں اور بیت المقدس کے اردگرد جو جانور رہیں ان کو اس کا رزق قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس جوڑے سے عنقاء کی نسل بڑھی۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوگئی تو یہ جانور نجد وحجاز کی جانب منتقل ہو گئے اور وہاں پر برابر جنگلی جانوروں کو کھاتے رہے اور پھر جب اس جانور نے انسانوں پر بھی ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا تو لوگ حضرت خالد بن السنان علیہ السلام (جو کہ زمانہ فترۃ میں نبی ہوئے ہیں) کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عنقاء کی شکایت کی۔ چنانچہ آپ نے اس کے لئے بددعا فرمائی جس کی وجہ سے اس جانور کی نسل منقطع ہوگئی اور دنیا میں اس کا وجود باقی نہ رہا۔

ابوخیثمہ کی کتاب میں حضرت خالد بن السنان العبسی علیہ السلام کا ذکر آیا ہے کہتے ہیں کہ وہ نبی مرسل تھے اور حضرت مالک خازن نار آپ کے ساتھ موکل تھے۔ آپ کی نبوت کی نشانی ایک آگ تھی جس کو نار الحدثان کہتے تھے۔ یہ آگ ایک میدان سے نکلتی اور آدمیوں اور مویشیوں کو جلا دیتی تھی کوئی اس آگ کو روک نہیں سکتا تھا۔ حضرت خالد علیہ السلام نے اس کو روک دیا اور وہ پھر کبھی نہ نکلی۔

دارقطنی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت خالد بن سنان علیہ السلام نبی تھے مگر ان کی قوم نے ان کو ضائع کر دیا۔ بہت سے علماء کا کہنا ہے کہ حضرت خالد بن سنان کی صاحبزادی ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رداء مبارک ان کے لئے بچھا دی اور فرمایا '' اھلا بنت خیر نبی '' یا اس سے ملتے جلتے کچھ الفاظ آپ نے استعمال فرمائے۔

زمخشریؒ اور دیگر علماء نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین چار نبی گزرے ہیں۔ تین اسرائیلی اور ایک عربی اور وہ خالد بن سنان ہیں اور بغوی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں آیا۔

عنقاء کے بارے میں کسی شاعر کا قول ہے ۔

الجود و الغول والعنقاء ثالثة اسماء اشیاء فلم توجد ولم تسمع

سخاوت اور غول بیابانی اور تیسرا عنقاء یہ ایسی چیزوں کے نام ہیں جو نہ کبھی پائی گئیں اور نہ کبھی سنی گئیں۔

تعبیر

خواب میں عنقاء کا دیکھنا ایک بڑے شخص کی علامت ہے جو مبتدع ہو اور کسی کے ساتھ نہ رہتا ہو۔ اور اگر کوئی شخص خواب میں عنقاء سے کلام کرے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ کلام کرنے والا شخص بادشاہ وقت سے رزق حاصل کرے گا یا وہ زیر ہو جائے گا۔ عنقاء پر اپنے آپ کو سوار دیکھنا اس بات کی علامت ہے کہ وہ کسی بے نظیر شخص پر غالب آئے گا۔ خواب میں عنقاء کا شکار کرنا کسی حسین عورت سے نکاح کرنے یا ہونہار لڑکے کی علامت ہے بشرطیکہ اس کی بیوی حاملہ ہو۔ واللہ اعلم

العنکبوت

عنکبوت: ایک کیڑا ہے جو ہوا میں جالا بنتا ہے جس کو مکڑی کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع عناکب آتی ہے مذکر کے لئے عنکب استعمال ہوتا ہے۔ اس کی کنیت ابو خیثمہ، ابو قشعم ہے اور مونث کے لئے ام قشعم بولا جاتا ہے مکڑی کی ٹانگیں چھوٹی اور آنکھیں بڑی بڑی ہوتی ہیں۔ ایک مکڑی کی آٹھ ٹانگیں اور چھ آنکھیں ہوتی ہیں جب وہ مکھی پکڑنے کا ارادہ کرتی ہے تو زمین کے کسی گوشہ میں سکڑ کر بیٹھ جاتی ہے اور جب مکھی اس کے پاس آتی ہے تو ایک دم اس کو پکڑ لیتی ہے۔ اس کا وار کبھی خطاء نہیں ہوتا۔

حکیم افلاطون کا قول ہے کہ سب سے زیادہ حریص مکھی اور سب سے زیادہ قانع مکڑی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ قانع (مکڑی) کا رزق سب سے زیادہ حریص (مکھی) کو بنا دیا۔ فسبحان اللطیف الخبیر۔

مکڑی کی ایک قسم ایسی ہے جو مائل بہ سرخی ہوتی ہے اور اس کے بال زرد ہوتے ہیں۔ اس کے سر میں چار ڈنگ ہوتے ہیں یہ قسم جالا نہیں تنتی بلکہ زمین میں گھر بناتی ہے اور دیگر حشرات الارض کی طرح رات کو نکلتی ہے۔ ایک دوسری قسم جس کو عربی میں رُتیلا کہتے ہیں یہ زہریلی ہوتی ہے۔ اس کا کاٹا قریب تر بچھو کا اثر رکھتا ہے۔ اس کا تفصیلی بیان باب الراء میں رُتیلا کے بیان میں گزر چکا ہے۔

جاحظ کا قول ہے کہ حیوان کے ان بچوں میں جو ماں کے پیٹ سے کھاتے پیتے اور تن ڈھکے نکلتے ہیں ان میں مکڑی کے بچے عجیب تر واقع ہوئے ہیں۔ کیونکہ ان کا خاصہ یہ ہے یہ پیدا ہوتے ہی جالا تننے لگتے ہیں اور یہ ان کا فطری عمل ہے کسی تعلیم و تلقین کے یہ محتاج نہیں۔ بوقت پیدائش یہ چھوٹے چھوٹے کیڑوں کی شکل میں ہوتے ہیں اور تین دن کی قلیل مدت میں وہ بڑھ کر مکڑی کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ مکڑی عرصہ تک جفتی میں مشغول رہتی ہے۔ جب نر جفتی کا ارادہ کرتا ہے تو جالے کے بعض تاروں کو بیچ سے اپنی طرف کھینچتا ہے اس کشش کو محسوس کر کے مادہ بھی اس کی طرف کھینچی چلی آتی ہے۔ اس طریقہ سے تبدریج دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوتے چلے آتے ہیں اور آخر میں ایک دوسرے سے اپنا اپنا شکم ملا لیتے ہیں۔

مکڑی کی وہ قسم جو جالا تنتی ہے اس کو حکیم کہتے ہیں کیونکہ وہ اپنا گھر بنانے میں حکمت سے کام لیتی ہے۔ پہلے وہ تار کو لمبا کر لیتی ہے اور پھر جالا تنتی ہے اور بیچوں بیچ سے شروع کرتی ہے اور جب جالے کا گھر تیار ہو جاتا ہے تو اس سے متصل ایک دوسرا خانہ شکار کو رکھنے کے لئے بطور مخزن بناتی ہے۔ جب کوئی چیز از قسم مکھی جالے میں پھنس کر حرکت کرنے لگتی ہے تو جلدی سے آ کر اس کو جالے میں خوب جکڑ دیتی ہے اور جب وہ بے بس ہو جاتی ہے تو اس کو مخزن مین لے جا کر اس کا خون چوستی ہے۔ اگر شکار کے اچھلنے کودنے سے جالے کا کوئی تار ٹوٹ جاتا ہے تو یہ اس کو درست کر دیتی ہے۔ مکڑی کا وہ مادہ (لعاب) جس سے وہ جالا بنتی ہے اس کے پیٹ سے نہیں نکلتا بلکہ اس کی جلد کے خارجی حصہ سے نکلتا ہے۔ جالا تننے والی مکڑی اپنا گھر ہمیشہ مثلث نما بناتی ہے اور اس کی وسعت اتنی رکھتی ہے کہ اس میں خود سما سکے۔

ثعلبی ابن عطیہ اور دیگر محدثین نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اپنے گھروں سے مکڑی کے جالے صاف کر دیا کرو کیونکہ ان جالوں کو گھروں میں چھوڑے رکھنا فقر لاتا ہے''۔

ابونعیم نے اپنی کتاب ''الحلیہ'' میں مجاہد کے حالات میں تحریر کیا ہے کہ انہوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے قول ''اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ'' یعنی (جہاں کہیں بھی تم ہو گے موت تم کو آ جائے گی اگر چہ تم مضبوط قلعوں میں بھی ہو)۔ کی تفسیر میں فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں میں ایک عورت تھی اور اس کے یہاں ایک تنخواہ دار ملازم تھا۔ اس عورت کے ایک لڑکی پیدا ہوئی' اس نے نوکر سے کہا کہ کہیں سے آگ لے آ' چنانچہ جب نوکر آگ لینے کے لئے گھر سے نکلا تو اس کو دروازہ پر ایک شخص کھڑا ہوا ملا۔ اس شخص نے نوکر سے پوچھا کہ اس عورت کے کیا پیدا ہوا ہے؟ نوکر نے جواب دیا کہ لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ یہ سن کر اس شخص نے کہا کہ یہ لڑکی جب تک سو مردوں سے زنا نہیں کرائے گی ہر گز نہیں مرے گی اور آخر میں اپنے نوکر سے نکاح کرے گی اور اس کی موت ایک مکڑی کے ذریعہ واقع ہوگی۔ یہ پیشین گوئی سن کر نوکر نے اپنے دل میں کہا کہ میں ایسی لڑکی سے نکاح کر کے کیا کروں گا جو سو مردوں سے زنا کر چکی ہو۔ لہٰذا اس لڑکی کو قتل کر دینا بہتر ہے۔ چنانچہ اس نے ایک چھری لی اور اندر جا کر اس لڑکی کا شکم چاک کر دیا اور وہاں سے فرار ہو گیا اور ساحل پر پہنچ کر ایک جہاز میں سوار ہو گیا۔

ادھر لڑکی کے زخم کاری نہیں لگا تھا لہٰذا لڑکی کے پیٹ میں ٹانکے لگوائے گئے اور اس طرح وہ چند روز کے بعد تندرست ہو گئی۔ پھر جب وہ جوان ہو گئی اور اس کا رنگ روپ نکھرا تو اپنے وقت کی نہایت حسین وجمیل عورتوں میں اس کا شمار ہونے لگا۔ کچھ دن بعد اس لڑکی نے جسم فروشی کا دھندا شروع کر دیا اور ساحل سمندر کے قریب سکونت اختیار کر لی اور مسلسل اس مذموم کام میں مشغول رہی۔

اتفاق کی بات وہ ملازم ایک عرصہ کے بعد اس شہر میں واپس آیا اور ساحل پر جہاز سے اترا۔ اب اس کے پاس کافی دولت تھی جو کہ اس نے اس عرصہ میں دوسرے شہروں سے کمائی تھی۔ چنانچہ اپنے شہر کے ساحل پر اتر کر اس نے اہل ساحل سے کہا کہ میرے لئے کوئی حسین عورت تلاش کر دو تا کہ میں اس سے نکاح کر سکوں۔ اہل ساحل کی عورتوں میں سے ایک عورت نے کہا یہاں ساحل پر ایک حسین و جمیل عورت رہتی ہے مگر وہ جسم فروشی کا دھندہ کرتی ہے۔ اس ملازم نے کہا کہ اچھا ذرا اس کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ یہ عورت اس لڑکی کے پاس گئی اور تمام ماجرا بیان کیا۔ لڑکی نے جواب دیا کہ میں نے اب جسم فروشی کا دھندا چھوڑ دیا ہے اگر مجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

غرضیکہ اس ملازم اور لڑکی کا اہل ساحل نے نکاح کرا دیا اور اس طرح اس شخص کی پیشین گوئی کا پہلا جز و پورا ہو گیا۔ ملازم کو یہ لڑکی بہت پسند آئی اور وہ اس سے محبت کرنے لگا اور ایک دن اس نے اپنی بیوی کو آپ بیتی سنائی اور یہ بھی اس کو بتا دیا کہ میں ایک نوزائیدہ لڑکی

کو قتل کر کے یہاں سے کافی عرصہ پہلے بھاگا تھا۔ بیوی نے یہ ماجرا سن کر کہا کہ میں ہی وہ نوزائیدہ لڑکی ہوں اور اپنا پیٹ کھول کر شوہر کو چھری کے زخموں کے نشانات دکھائے اور اپنے زانیہ ہونے کا بھی اعتراف کر لیا اور کہا کہ مجھ کو یہ اندازہ نہیں کہ میں نے کتنے مردوں کے ساتھ یہ فعل کیا ہے۔ شوہر نے بیوی کے تمام حالات سننے کے بعد کہا کہ تمہاری موت کا سبب ایک مکڑی بنے گی۔

اس کے بعد شوہر اور بیوی نے جنگل میں ایک مضبوط محل بنوایا اور چونا اور گچ سے اس کو مزید پختہ کرایا تا کہ کوئی موذی جانور اور مکڑی وغیرہ اس میں نہ گھس سکے اور تمام طرف سے اطمینان کر لینے کے بعد یہ دونوں میاں بیوی اس محل میں رہنے لگے۔ ایک دن شوہر نے چھت میں ایک زہریلی مکڑی دیکھی تو اس نے بیوی سے کہا کہ دیکھنا یہ وہی مکڑی تو نہیں ہے جو تیری موت کا سبب ہو سکتی ہے۔ بیوی نے مکڑی کو دیکھ کر کہا کہ ہاں یہ مکڑی ہی ہے مگر میں اس کو ابھی مار ڈالتی ہوں۔

چنانچہ اس نے مکڑی کو گرا کر اپنے پیر کے انگوٹھے سے رگڑنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ مکڑی نے اچانک اچھل کر اس کے انگوٹھے میں کاٹ لیا جس سے اس کا زہر عورت کے جسم میں سرایت کر گیا اور اس کا پاؤں سیاہ پڑ گیا اور دھیرے دھیرے تمام خون زہر آلود ہو گیا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔

کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا واقعہ ہی آیت مذکورہ بالا کا شانِ نزول ہے۔ لیکن اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت غزوۂ احد کے موقعہ پر منافقین مدینہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ کیونکہ منافقین نے شہداء احد کے بارے میں کہا تھا: یعنی یہ لوگ اگر ہمارے ساتھ ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اسی قول کا جواب اس آیت میں دیا ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ مکڑی کے لئے یہی فخر و شرف کافی ہے کہ اس نے غارِ ثور کے منہ پر جالا تن دیا تھا جب کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے رفیق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دورانِ ہجرت آرام فرما رہے تھے۔ نیز اس غار میں بھی مکڑی نے جالا تنا تھا جس میں حضرت عبداللہؓ بن انیس نے پناہ لی تھی اور ان کا قصہ یہ ہوا تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عاصمؓ اور ان کے ہمراہیوں کے قتل کا حال معلوم ہوا تو آپ کو بہت رنج ہوا اور آپ نے حضرت عبداللہؓ ابن انیس انصاری کو خالد بن نبیح الہذلی کے قتل کے لئے مقام عرفہ روانہ فرمایا۔ چنانچہ آپؓ وہاں پہنچے اور اس بد بخت ازلی کو قتل کر کے مع اس کے سر کے مدینہ منورہ واپس ہوئے اور راستہ میں ایک غار میں پوشیدہ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس غار کے منہ پر ایک مکڑی نے جالا تن دیا۔ جب خالد کی قوم کو خبر ہوئی تو وہ حضرت عبداللہؓ ابن انیس کی تلاش میں بھاگے اور تلاش کرتے کرتے اس غار تک بھی پہنچ گئے۔ مگر آپؓ کو تلاش نہ کر سکے۔ آخر مایوس ہو کر ناکام واپس ہو گئے۔

چنانچہ ان لوگوں کے واپس ہونے کے بعد حضرت عبداللہؓ غار سے نکلے اور بعد قطع منازل مدینہ طیبہ پہنچے اور اس لعین کا سر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا۔ جس سے آپؐ بہت خوش ہوئے اور آپؐ نے حضرت عبداللہ کو دعا دی اور اپنے ہاتھ کا ایک عصاء ان کو دیا اور ارشاد فرمایا کہ اس عصاء کو ہاتھ میں لے کر جنت میں داخل ہونا۔ پس جب حضرت عبداللہ بن انیس کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے اہل و عیال کو وصیت فرمائی کہ اس عصا کو میرے کفن میں رکھ دینا۔ چنانچہ آپؓ کی وفات کے بعد ایسا ہی کیا گیا۔

حافظ ابونعیم کی کتاب ''الحلیہ'' میں عطاءؒ بن میسرہ سے روایت کی گئی ہے کہ مکڑی نے دو انبیاء علیہ السلام پر جالا تنا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غار ثور میں اور دوسرے حضرت داؤد علیہ السلام پر جبکہ جالوت نے آپ کی تلاش کرائی تھی۔

امام حافظ ابوالقسام بن العساکر کی تاریخ میں لکھا ہے کہ جب حضرت زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو ۱۲۱ھ میں سولی پر برہنہ لٹکایا تھا تو اس وقت بھی مکڑی نے آپ کا ستر ڈھانپنے کے لئے جالا تن دیا تھا۔ آپ چار سال تک متواتر تختہ دار پر لٹکے رہے۔ آپ کا چہرۂ مبارک سمت قبلہ سے پھیر دیا گیا تھا۔ لیکن تختہ دار از خود قبلہ کی طرف پھر گیا۔ اس کے بعد آپ کے جسد مبارک کو معہ تختہ کے آگ سے جلا دیا گیا۔ آپ کی لڑائی عراق کے گورنر یوسف بن عمران سے ہوئی جو کہ حجاج بن یوسف کا چچا تھا۔ یوسف کو آپ کے مقابلہ میں فتح حاصل ہوئی تھی تب اس بد بخت نے آپ کے ساتھ یہ معاملہ کیا۔ آپ کا ظہور خلیفہ ہشام بن عبدالملک بن مروان کے عہدہ خلافت میں ہوا۔ آپ سے ایک کثیر تعداد نے بیعت کی تھی اور کوفیوں کی ایک جماعت کثیرہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اگر آپ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے تبرا فرما دیں تو ہم آپ سے بیعت کر لیں گے۔ آپ نے انکار فرمایا تو کوفیوں نے کہا کہ ہم آپ کے ساتھ نہیں رہیں گے۔ چنانچہ اسی وقت سے یہ لوگ رافضی کہلائے۔

شرعی حکم

مکڑی کو کھانا حرام ہے۔

ضرب الامثال

''اِنَّ اَوْھَنَ الْبُیُوْ تِ لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتَ'' (سب سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہے) جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود ٹھہرا رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کے جالے سے دی ہے کیونکہ وہ اس قدر کمزور ہوتا ہے کہ ذرا سے اشارے سے ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح ان کے یہ من گھڑت معبود بھی ان کو قیامت کے دن عذاب الٰہی سے نہیں بچا سکتے۔

جہلاء قریش از راہِ تمسخر آپس میں ٹھٹھے مار مار کر یہ کہا کرتے تھے کہ محمدؐ کا رب مکھی اور مکڑی کی مثالیں بیان کرتا ہے مگر ان کو یہ معلوم نہیں کہ ان ظاہری مثالوں میں کتنے دقیق معنی مخفی ہیں۔

طبی خواص

اگر تازہ زخموں پر مکڑی کا سفید جالا لگا دیا جائے تو زخموں کی حفاظت ہو۔ اگر کسی زخم سے خون بہنا بند نہ ہو تو اس پر مکڑی کا سفید جالا چپکا دیا تو خون بند ہو جائے گا اگر چاندی وغیرہ پر میل جم گیا ہو اور اس کی صورت بدل گئی ہو تو اس پر مکڑی کا جالا ملنے سے جلد (چمک) آ جائے گی۔ وہ مکڑی جو پائخانہ وغیرہ میں جالا تنتی ہے اس کو اگر بخار والے کے بدن پر لٹکا دیا جائے تو بحکم خداوہ اچھا ہو جائے گا۔ اگر اس کو کسی پارچہ میں لپیٹ کر کسی چوتھیئے بخار والے مریض کے گلے میں لٹکا دیا جائے تو اس کا بخار اتر جائے گا۔ اگر درخت آس کے تازہ پتوں کی گھر میں دھونی دی جائے تو تمام مکڑی گھر سے بھاگ جائے گی۔

تعبیر

مکڑی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ایسے شخص سے دی جاتی ہے جس کو زاہد بنے ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا ہو۔ مکڑی کا گھر اور جالا دیکھنا سستی اور کمزوری کی علامت ہے کبھی کبھی اس عورت کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے جو شوہر کی نافرمان ہو اور ہم بستری سے کنارہ کش ہو۔

العود

''العود'' اس سے مراد بوڑھا اونٹ ہے۔ بوڑھی اونٹنی کو ''عودۃ'' کہا جاتا ہے۔

العواساء

''العواساء'' (عین کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد گبریلا کی قسم کا ایک کیڑا ہے۔

العوس

''العوس'' بکریوں کی ایک قسم کو''العوس'' کہا جاتا ہے۔

العومة

''العومة''اس سے مراد ایک قسم کا چوپایہ ہے جو پانی میں رہتا ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ اس کی جمع ''عوم'' آتی ہے۔

العوهق

''العوهق'' اس سے مراد پہاڑی ابابیل ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد سیاہ کوا ہے۔

العلا

''العلا''اس سے مراد ایک معروف پرندہ ''قطاء'' ہے۔ عنقریب انشاء اللہ ''باب القاف'' میں اس کا تفصیلی تذکرہ آئے گا۔

العلام

''العلام'' اس سے مراد باز کی ایک قسم ''الباشق'' ہے۔ تحقیق ''باب الباء'' میں اس کا تفصیلی ذکر گزر چکا ہے۔

العیثوم

''العیثوم'' اس سے مراد بجو ہے۔ جوہری نے ابوعبیدہ سے یہی نقل کیا ہے لیکن دوسرے اہل علم کے نزدیک مادہ ہاتھی کو''العیثوم'' کہا جاتا ہے۔

العیر

(گدھا) العیر (خر۔ گدھا) عربی میں یہ لفظ وحشی اور اهلی دونوں قسم کے گدھوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ابن ماجہ نے عتبہ بن عبداللہ السلمی کی ایک روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنی اہلیہ کے پاس آئے تو چاہیے کہ اپنے اوپر کوئی کپڑا ڈال لے اور گدھے گدھی کی طرح برہنہ ہو کر یہ کام نہ کریں۔ ابو منصور الدیلمی نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی عورت پر اس طرح نہ پڑے جس طرح گدھا گدھی پر پڑتا ہے جبکہ دونوں میاں بیوی کے درمیان ''رسول'' ہو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ''رسول'' کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ بوسہ اور نرم کلام۔
حدیث میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی نااہل بندے کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے گناہ اس پر لادتا رہتا ہے تا کہ قیامت کے دن اس کو پورا پورا بدلہ دے اور گناہوں سے لدا ہوا وہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ گدھا۔
علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ گناہوں کی گراں باری کی وجہ سے اس کو گدھے سے تشبیہ دی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عیر مدینہ منورہ میں

ایک پہاڑ کا نام ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکروہ سمجھتے تھے اور مکروہات میں اس سے مثال دی جاتی ہے۔ ''عیر العین'' آنکھ کے حلقہ کو بھی کہتے ہیں۔

فائدہ:۔ روایت ہے کہ جب حضرت خالد بن سنان العبسی علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ جب تم مجھ کو دفن کر چکو تو وحشی گدھوں کی کھیپ میری قبر پر آئے گی اور ان کے آگے ایک نر گدھا ہوگا۔ جب تم یہ واقعہ دیکھو تو میری قبر کو کھول دینا میں تم کو علم الاولین والآخرین کا پتہ بتاؤں گا۔ چنانچہ جب آپ کی وفات ہوگئی اور آپ کو دفنانے لگے تو گدھوں کا یہ واقعہ پیش آیا تو آپ کی قوم نے آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی قبر کھولنی چاہی تو آپ کے کسی صاحبزادے کو آپ کی قبر کا کھودنا ناگوار معلوم ہوا تو انہوں نے یہ کہہ کر قبر کھولنے سے منع کر دیا کہ ہم کو لوگ طعن وتشنیع کریں گے اور کہیں گے کہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے باپ کی قبر کھودی تھی۔

راوی کہتے ہیں کہ اگر وہ قبر کھدوا دیتے تو حضرت خالد قبر سے نکل کر ضرور خبریں سناتے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہی نہ تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت خالد علیہ السلام کی صاحبزادی کے آنے کا قصہ گزر چکا ہے۔ اس کے متعلق مزید روایت یہ ہے کہ جب اس لڑکی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قل ھو اللہ احد پڑھتے ہوئے دیکھا تو اس نے کہا کہ میرے والد ماجد بھی یہی پڑھا کرتے تھے۔

کسی شاعر نے کسی شخص کی ہجو میں یہ اشعار کہے ہیں جن میں عیر (گدھے) کا تذکرہ ہے۔

لَوْ كنتَ سيفاً غير عضب اَوْ كنت ماءً كنت غير عذبِ

اگر تو تلوار ہوتا تو کند تلوار ہوتا یا اگر پانی ہوتا تو شیریں نہ ہوتا۔

اَو كُنتَ لَحمًا كُنت لحمَ كلبِ اَوْ كُنت عيرًا كُنت غير ندب

یا تو اگر گوشت ہوتا تو کتے کا گوشت ہوتا یا تو اگر گدھا ہوتا تو چلنے میں کمزور ہوتا۔

اِبْن عِرْس (نیولا)

ابن عرس: اس کی کنیت ابوالحکم اور ابوالوثاب ہے جمع کے لئے ''بنات عرس'' اور ''بنی عرس'' استعمال ہوتا ہے۔ قزوینی کے بیان کے مطابق یہ ایک پتلا جانور ہے جو چوہوں سے عداوت رکھتا ہے اور ان کے بلوں گھس کر ان کو نکال لیتا ہے۔ مگرمچھ سے بھی اس کی دشمنی ہے۔ مگرمچھ عموماً اپنا منہ کھولے رکھتا ہے۔ نیولا اس کے منہ میں گھس کر اس کے پیٹ میں پہنچ جاتا ہے اور اس کی آنتیں کاٹ دیتا ہے اور پھر باہر نکل آتا ہے۔ سانپ سے بھی اس کی عداوت مشہور ہے۔ چنانچہ یہ سانپ کو دیکھتے ہی اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔ نیولا جب بھی بیمار ہو جاتا ہے تو مرغی کے انڈے کھا کر شفایاب ہو جاتا ہے۔

نیولا کی ہوشیاری کا ایک واقعہ نمبرا

کہتے ہیں کہ ایک نیولہ چوہے کا شکار کرنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑا۔ چوہا اپنی جان بچانے کی خاطر ایک درخت پر چڑھ گیا مگر نیولا بھی برابر اس کا پیچھا کرتا رہا یہاں تک کہ چوہا درخت کی چوٹی پر چڑھ گیا اور جب اس کو بھاگنے کا کوئی راستہ نہ ملا تو وہ ایک شاخ کا پتہ منہ میں دبا کر لٹک گیا۔ نیولا نے جب چوہے کی یہ چالا کی دیکھی تو اس نے اپنی مادہ کو پکارا چنانچہ جب اُس کی مادہ اس کی آواز سن کر آئی اور درخت کے نیچے پہنچ گئی تو نیولا نے اس شاخ کو جس پر چوہا لٹکا ہوا تھا کاٹ دیا۔ شاخ کٹنے سے چوہا نیچے گرا تو گرتے ہی اس کو نیولا کی مادہ

نے شکار کرلیا۔

واقعہ نمبر ۲

نیولا طبعاً چور ہوتا ہے۔ چنانچہ جب اس کو سونا چاندی کی کوئی چیز ملتی ہے تو اس کو اٹھا کر اپنے بل میں لے جاتا ہے۔ چوری کرنے کے ساتھ ساتھ یہ ذہین بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ مذکور ہے کہ ایک شخص نے نیولا کا ایک بچہ پکڑا اور اس کو پنجرے میں بند کر کے ایک ایسی جگہ رکھ دیا جہاں سے اس کی ماں اس کو دیکھ سکے۔ چنانچہ جب ماں نے اپنے بچہ کو پنجرے میں بند دیکھا تو اپنے بل میں گئی اور ایک دینار لے کر آئی اور اس کو پنجرے کے پاس رکھ دیا۔ گویا یہ اس کے بچہ کی رہائی کا فدیہ تھا اور رہائی کا انتظار کرنے لگی۔ مگر اس شخص نے پنجرہ نہیں کھولا۔

چنانچہ کچھ دیر انتظار کر کے وہ پھر اپنے بل میں گئی اور ایک دوسرا دینار لا کر پہلے دینار کے برابر میں رکھ دیا اور پھر انتظار کرنے لگی مگر جب اس کا بچہ رہا نہ ہوا تو پھر اپنے بل میں گئی اور ایک تیسرا دینار لا کر پہلے دو دیناروں کے برابر رکھ دیا۔ غرض کہ اس طرح اس نے پانچ دینار لا کر جمع کر دیئے مگر اس پر بھی جب اس کا بچہ رہا نہ ہوا تو وہ پھر اپنے بل میں گئی اور ایک خالی تھیلی لا کر ان پانچوں دینار کے پاس رکھ دی۔ گویا یہ بتانا مقصود تھا کہ اب اس کے پاس کوئی اور دینار نہیں پھر بھی شکاری نے اس کے بچے کو رہا نہیں کیا تو وہ دیناروں کی طرف لپکی تا کہ ان کو اٹھا لے پس شکاری نے چھن جانے کے خوف سے دیناروں پر قبضہ کرلیا اور پنجرہ کھول کر اس کے بچے کو رہا کر دیا۔

جاحظ کہتے ہیں کہ ابن عرس چوہے کی ایک قسم ہے اور دلیل میں شمقمق شاعر کا یہ قول پیش کیا ہے۔

نَزَلَ الْفَارات بَيْتِىْ رِفْقَةً مِن بَعْدِ رِفقة

چوہے اب میرے گھر میں میرے رفیق ہیں اور پرانے رفیق جا چکے۔

وابن عرس رَأس بَيْتِىْ صاعِدًا فى رأس طبقة

گھر کا سرمایہ اب صرف وہ نیولے ہیں جو اوپر نیچے ہر جگہ گھر میں نظر آتے ہیں۔

پھر اس کی صفت بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

صبغة ابصرت منها فى سَوَادِ الْعَيْنِ زُرْقَة

رنگ جو چڑھا ہے آنکھوں کی سیاہی میں درانحالیکہ وہ آنکھیں نیلی تھیں۔

مِثْلُ هٰذا فِیْ اِبْنِ عِرس اَغْبَش تَعْلُوْهُ بَلْقَة

ایسا ہی رنگ نیولے میں ہوتا ہے۔ ہلکی سیاہی جس پر سفیدی چھائی ہوئی ہے۔

شاعر نے مذکورہ بالا شعر میں ابن عرس کو اغبش اور ابلق قرار دیا ہے جو چوہوں کی تیرہ اقسام ہیں شامل ہے جیسا عنقریب بیان ہوگا۔

ابن عرس کا توالد و تناسل

ارسطا طالیس نے "نعوت الحیوان" میں اور توحیدی نے "الامتاع والمؤانسہ" میں بیان کیا ہے کہ نیولا کی مادہ منہ کے ذریعہ حاملہ ہوتی ہے اور دم سے بچہ جنتی ہے۔

شرعی حکم

شافعی مذہب میں اس کے بارے میں حلت و حرمت کے دونوں قول ہیں۔ مگر احناف کے یہاں یہ حرام ہے۔

طبی خواص

اس کے مغز کو بطور سرمہ استعمال کرنے سے آنکھوں کی دھند ختم ہو جاتی ہے۔اس کا دماغ خشک کر کے سرکہ کے ہمراہ پینے سے مرگی میں فائدہ ہوتا ہے اور جوڑوں کے درد میں اس کے گوشت کی مالش مفید ہے۔دانتوں پر اس کی چربی ملنے سے فوراً دانت گر جاتے ہیں۔ اس کا گرم پتہ پی لینا فوری موت کا باعث بن جاتا ہے۔اس کے خون کی مالش سے کنٹھ مالا تحلیل ہو جاتی ہے۔اس کے اور چوہے کے خون کو اگر پانی میں ملا کر کسی گھر میں چھڑک دیا جائے تو اہلِ خانہ میں جھگڑا شروع ہو جائے گا اور یہی تاثیر ان دونوں یعنی چوہے اور نیولہ کو کسی گھر میں دفن کر دینے کی ہے۔زخم پر اس کا پاخانہ لگانے سے خون فوری طور سے بند ہو جاتا ہے۔اگر اس کی دونوں ہتھیلیاں کسی عورت کے گلے میں ڈال دی جائیں تو وہ حاملہ نہیں ہوگی۔

تعبیر

اس کا خواب میں دیکھنا اس امر کی علامت ہے کہ کوئی رنڈوا مرد کسی کمسن لڑکی سے شادی کرے گا۔

ام عجلان

''ام عجلان'' جوہری نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک قسم کا پرندہ ہے۔ابن اثیر نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک قسم کا سیاہ پرندہ ہے جسے ''قوبع'' کہا جاتا ہے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ایک سیاہ پرندہ ہے جس کی دم سفید ہوتی ہے اور یہ اکثر اپنی دم کو حرکت دیتا رہتا ہے۔اس پرندے کو ''الفتاح'' بھی کہا جاتا ہے۔

ام عزة

''ام عزة'' اس سے مراد مادہ ہرن ہے۔مادہ ہرن کے بچوں کو ''عزة'' کہا جاتا ہے۔

ام عویف

''ام عـــویف'' اس سے مراد ایک قسم کا چوپایہ ہے جس کا سر موٹا ہوتا ہے اور اس کے سر میں ایک نشان ہوتا ہے اور اس کی دم لمبی ہوتی ہے۔اس جانور کے چار کندھے (یعنی پر) ہوتے ہیں۔جب یہ جانور انسان کو دیکھ لیتا ہے تو اپنی دم پر کھڑا ہو کر اپنے پروں کو پھیلا لیتا ہے لیکن پرواز نہیں کرسکتا۔

ام العیزار

''ام العیزار'' اس سے مراد ''السبیطر'' (یعنی لمبا مرد) ہے۔المہذب کے ''باب البدنة'' میں مذکور ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں جس شخص نے کاٹی تھیں اس کا نام ''العیزار بن سالف'' ہے۔

بابُ الغین

الغراب

(کوا) الــغــراب: کوے کو سیاہ رنگ کی وجہ سے غراب کہا گیا ہے۔ کیونکہ عربی میں غراب کے معنی "سیاہ" کے ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے "وَغَرَابِیبُ سُود" (بعض پہاڑ نہایت کالے ہیں) اسی طرح حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ راشد بن سعد نے روایت کیا ہے:۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کالے بوڑھے کو ناپسند فرماتے ہیں"۔

راوی حدیث راشد بن سعد نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ بوڑھا ہے جو خضاب لگاتا ہو۔ غراب کی جمع "غربانٌ اَغرِبَۃٌ، اغرب، غُرابین اور غرُب" آتی ہیں۔ جمع کے ان تمام اوزان کو ابن مالک نے اس شعر میں جمع کیا ہے ۔

بالغرب اَجْمَعُ غُراباً ثُمَّ اَغرِبَۃً وَاَغْرُبُ وَغَرَابِیْنِ وَغُرْبَان "

غراب کی جمع غرب آتی ہے اور اغربہ، اغرب اور غرابین وغربان (بھی) آتی ہیں۔

اس کی کنیت ابو حاتم، ابو جاوف اور ابو الجراح، ابو حذر، ابو زیدان، ابو زاجر، ابو الشوم اور ابو غیاث ابو القعقاع ابو المرآتی ہیں نیز اس وک ابن الاہرص ابن ہرتع ابن دابۃ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی کئی قسمیں ہیں مثلاً غداف (گرم کوا جس کا رنگ راکھ کے مشابہ ہوتا ہے) اور زاغ اور اکحل اور غراب الزرع (یعنی کھیتی کا کوا) اور "اورق" یہ کوا جو کچھ سنتا ہے اسے اپنی زبان سے بیان کرتا ہے۔ غراب کی ایک قسم "غراب اعصم" ہے جو نہایت قلیل الوجود ہے۔ چنانچہ عرب اس کی قلت کو کہاوت کے طور پر استعمال کرتے ہیں "اعـزمـن الغراب الاعصم" (غراب اعصم سے بھی زیادہ کمیاب)۔

حدیث میں تذکرہ:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں میں نیک عورت کی مثال ایسی ہے جیسا کہ سو کوؤں میں ایک غراب اعصم"۔

ایک روایت میں ہے کہ کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ غراب اعصم کیا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس کا ایک پاؤں سفید ہو۔

امام احمدؒ اور حاکمؒ نے اپنی مستدرک میں حضرت عمروؓ بن عاص سے روایت کیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مرالظہر ان میں تھے تو ہم نے وہاں بہت کوے دیکھے جن مین ایک غراب اعصم بھی تھا جس کی چونچ اور دونوں پاؤں سرخ تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں عورتوں میں سے نہیں داخل ہوں گی مگر اتنی مقدار میں جتنی مقدار کہ ان کوؤں میں غراب اعصم کی ہے"۔

احیاء میں مذکور ہے کہ غراب اعصم اس کوے کو کہتے ہیں جس کا پیٹ سفید ہو۔ بعض کے نزدیک وہ کوا غراب اعصم کہلاتا ہے جس کے دونوں بازو سفید ہوں یا دونوں پاؤں سفید ہوں۔

حضرت لقمانؒ کی وصیت

حضرت لقمانؒ نے اپنے فرزند کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ "اے پیارے بیٹے! بری عورت سے بچتے رہنا اس لئے کہ وہ تجھ کو

وقت سے پہلے بوڑھا بنادے گی اور شری عورتوں سے بھی بچتے رہنا کیونکہ وہ تجھے کبھی خیر کی طرف نہیں بلائیں گی اور اچھی عورتوں سے محتاط رہنا''۔

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ قسم خدا کی جو شخص بھی اپنی عورت کی خواہشات کے تابع ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے گا۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ عورتوں کی مخالفت کرو کیونکہ اس میں برکت ہے۔ اس طرح بعض حضرات کا قول ہے کہ عورتوں سے مشورہ کرو اور پھر ان کے مشورہ کے خلاف عمل کرو۔

زمزم کی صفائی کا واقعہ

تاریخ میں زمزم کی کھدائی کے سلسلہ میں مذکور ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب نے دیکھا کہ کہنے والا کہہ رہا ہے احفر طیبة (طیبہ کی کھدائی کرو) پوچھا کہ ''طیبہ'' کیا ہے؟ تو کہنے والے نے بتایا کہ زمزم ہے آپ نے دریافت کیا کہ اس کی علامت کیا ہے؟ جواب آیا کہ وہ اوجھ اور خون کے درمیان غراب اعصم کے انڈے دینے کی جگہ ہے۔

سہیلی کہتے ہیں کہ اس واقعہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کعبہ کو منہدم کرنے والا شخص کوے کی صفات پر ہوگا اور وہ ذوالسویقتین (حبشہ کا ایک شخص) ہے جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے:۔

اور بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ اسود ہے باٹڈا ہے' خانہ کعبہ کے پتھروں کو اکھاڑ رہا ہے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ وہ ایک حبشی ہے' کشادہ پنڈلیوں والا' نیلی آنکھوں والا' چپٹی ناک والا' بڑے پیٹ والا اور اس کے ساتھی خانہ کعبہ کے پتھروں کو توڑ رہے ہیں اور ان کو اٹھا کر سمندر میں پھینک رہے ہیں''۔ (اس کو ابو الفرج جوزی نے نقل کیا ہے)۔

حلیمی نے ذکر کیا ہے کہ تخریب کعبہ کا یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ان کے زمانہ میں ہوگا۔ حدیث میں ہے:۔

''اس گھر (خانہ کعبہ) کا خوب طواف کرلو اس سے پہلے کہ اس کو اٹھالیا جائے۔ کیونکہ یہ دو مرتبہ منہدم ہو چکا ہے اور تیسری مرتبہ میں اس کو اٹھالیا جائے گا''۔

کوے کی ایک قسم غراب اللیل۔ ہے۔ جاحظ کے قول کے مطابق یہ ایک ایسا کوا ہے جس نے عام کوؤں کی عادت کو ترک کر دیا ہے اور الو کی مشابہت اختیار کر لی ہے اس لئے اس کو غراب اللیل کہتے ہیں۔ بعض معتبر افراد کا بیان ہے کہ اکثر رات میں اس کوے کو دیکھا گیا ہے۔ ارسطو نے اپنی کتاب ''بعوث الحیوان'' میں لکھا ہے کہ کوے چار قسم کے ہوتے ہیں اور یہ قسمیں رنگوں کے اعتبار سے ہیں (۱) بالکل سیاہ (۲) سیاہ وسفید (۳) سر اور دم قدرے سفید اور (۴) سیاہ طاؤسی جس کے پروں پر قدرے چمک ہوتی ہے اور ٹانگوں کا رنگ مرجان یعنی مونگے جیسے ہوتا ہے۔ جملہ اقسام کے کوے چھپ کر جفتی کرتے ہیں۔ جس کا طریقہ یہ اختیار کرتے ہیں کہ اڑتے ہوئے دم سے دم ملا لیتے ہیں اور بعد فراغت جفتی نر مادہ کی طرف مڑ کر نہیں دیکھتا اس لئے کہ وفا کا مادہ اس کے اندر بہت کم ہوتا ہے۔ کوے کی مادہ عموماً چار یا پانچ انڈے دیتی ہے جب ان سے بچے نکل آتے ہیں تو مادہ ان کو چھوڑ دیتی ہے۔ کیونکہ اس وقت وہ بچے بہت بدصورت ہوتے ہیں۔ جسم چھوٹا سر اور چونچ بہت لمبی ہوتی ہے۔ اعضاء ایک دوسرے سے الگ اور بے جوڑ ہوتے ہیں۔ بچوں کو اس حالت میں دیکھ کر اگرچہ والدین ان کو چھوڑ دیتے ہیں لیکن اللہ جل شانہ جو رزاق مطلق ہے ان کی روزی ان کے گھونسلوں میں پیدا کر دیتا ہے' مچھر' مکھی اور بھنگے جو

گھونسلوں میں داخل ہوتے ہیں یہ بچے ان سے اپنا پیٹ پالتے ہیں۔ جب ان میں قوت آجاتی ہے اور بال و پر نکل آتے ہیں تب ان کے والدین ان کے پاس آتے ہیں مادہ ان کو پروں میں دبائے رکھتی ہے۔ اور نر ان کی روزی کا انتظام کرتا ہے۔ جب وہ اڑنے کے قابل ہو جاتے ہیں تو ان کے والدین ان کو گھر گھر لئے پھرتے ہیں اور بچے کائیں کائیں کرتے رہتے ہیں۔

کوا شکار نہیں کرتا بلکہ جہاں کہیں گندگی پاتا ہے اس کو کھالیتا ہے ورنہ بھوکا مر جائے اس طرح چلتا اور چڑھتا ہے جس طرح بہت کمزور پرندے۔

غداف نامی کوا الو سے لڑتا ہے اور اس کے انڈے کھا جاتا ہے اور اس کوے کی ایک خاص بات یہ ہے کہ جب کوئی انسان اس کے بچوں کو اٹھالیتا ہے تو نر اور مادہ دونوں اپنے پنجوں میں کنکریاں اٹھا کر فضاء میں اڑتے ہیں اور اپنے بچوں کی رہائی کے لئے وہ کنکریاں ان بچے پکڑنے والے انسانوں کے مارتے ہیں۔ ''منطق الطیر'' کا کہنا ہے کہ کوا بڑا لئیم جانور ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی بھی خوبی نہیں پائی جاتی۔

فائدہ:۔ عرب کوے کو منحوس خیال کرتے ہیں اس وجہ سے انہوں نے اس کا نام یعنی غراب سے مختلف مشتق کئے ہیں ''غربت' اغتراب'' اور یہ سب برے معنی پر دال ہیں۔ چنانچہ محمد ابن ظفر نے اپنی کتاب ''السلوان'' میں لکھا ہے کہ اسم ''غربہ'' ان اسماء کا مجموعہ ہے جو معنی ذیل پر دلالت کرتے ہیں ''غ'' سے غدر' غرور' غیبت' غم' غلہ (کینہ) غرہ اور غول ''ب'' سے بلوئی بوس (تنگی) برح (مکر) بوار (ہلاکت) ''ر'' سے رز (مصیبت) ردع اور ردی بمعنی ہلاکت اور ''ہ'' سے ھوان' ہول' ھم اور ھلک ماخوذ ہیں۔

کوے کی ایک قسم غراب البین الابقع' بقول جوہری اس کوے کو کہتے ہیں جو سیاہ اور سفید ہو۔ صاحب مجالست فرماتے ہیں کہ اس کو غراب اس وجہ سے کہتے ہیں کیونکہ یہ حضرت نوح علیہ السلام سے جدا ہو گیا تھا۔ جب نوح علیہ السلام نے اس کو پانی کا حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا تو یہ مردار کھانے میں مشغول ہو گیا اور واپس آ کر حضرت نوح علیہ السلام کو جواب نہیں دیا اسی لئے لوگ اس کو منحوس بھی سمجھتے ہیں۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ میرے خیال میں اس کو فاسق کہنے کی وجہ بھی یہی ہے۔

صاحب منطق الطیر فرماتے ہیں کہ کوا ان جانوروں میں سے ہے جن کو حل و حرم میں ہر جگہ مارنے کا حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور اس کو فواسق میں شمار کیا ہے۔

بقول جاحظ غراب بین کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو چھوٹا ہوتا ہے اور یہ شوم (نحوست) اور ضعف کے لئے مشہور ہے دوسری قسم وہ ہے جو ان گھروں میں آ کر بیٹھتا ہے جن کو لوگ خالی کر کے چلے جاتے ہیں۔ جب اہل عرب غراب بین سے نحوست مراد لیتے ہیں تو ایک صورت میں یہ لفظ کوؤں کی جملہ اقسام کو شامل ہوتا ہے نہ کہ خاص اس کوے کو جو سیاہ و سفید ہوتا ہے۔

مقدسی نے ''کشف الاسرار'' میں لکھا ہے کہ غراب بین اس کالے کوے کو کہتے ہیں جو اپنی آواز میں نوحہ کرتا ہے جیسے مصیبت اور غم کے وقت نوحہ کیا جاتا ہے اور جب دوست واحباب یکجا دیکھتا ہے تو ان کے پاس آ کر بیٹھتا ہے اور ان کی جدائی اور مکانوں کی ویرانی کی خبر دیتا ہے۔

حدیث میں ذکر:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوے کی طرح ٹھونگیں مارنے سے منع فرمایا ہے یعنی سجدے میں صرف اتنی دیر سر رکھنا جتنی دیر کوا کھانے میں رکھتا ہے''۔

امام بخاریؒ نے ''الادب'' میں اور حاکم ؒ نے ''مستدرک'' میں اور بیہقی ؒ نے ''شعب الایمان'' میں اور ابن عبدالبر ؒ وغیرہ نے عبداللہ ؒ ابن حرث اموی سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنی ماں اربطہ سے نقل کرتے ہیں وہ اپنے باپ کا قصہ بیان کرتی ہیں۔

''وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ حنین میں شریک ہوا' حضورؐ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے کہا غراب' آپؐ نے ارشاد فرمایا نہیں بلکہ تیرا نام مسلم ہے''۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام اس وجہ سے تبدیل فرمایا کہ غراب فعل اور غذا کے لحاظ سے خبیث ہے چنانچہ آپ نے حل اور حرم میں اس کے مار ڈالنے کا حکم دیا ہے۔

سنن ابی داؤد میں ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا نام اصرم ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تیرا نام زرعہ ہے۔ یہ نام آپؐ نے اس وجہ سے تبدیل کیا کیونکہ اصرم میں قطع کے معنی پائے جاتے ہیں۔ ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ ذیل ناموں کو تبدیل فرمایا جن کی وجوہات یہ ہیں:۔

(۱) ''عاص'' اس کے معنی نافرمان کے ہیں اور مومن کی شان اطاعت اور فرمانبرداری ہے اس لئے اس کو تبدیل فرمایا۔
(۲) ''عزیز'' اس کے معنی صاحب عزت کے ہیں اور چونکہ عزت اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے اور بندے کی شان نرمی اور سہولت ہے اس لئے اس کو بدل دیا۔
(۳) ''عتلة'' اس کے معنی۔ بندے کا بھلائی سے دور ہونے کے ہیں اس وجہ سے اس کو مکروہ سمجھا اور بدل دیا۔
(۵) ''شہاب'' اس کے معنی آگ کے شعلہ کے ہیں اور چونکہ آگ اللہ کی عقوبت میں داخل ہے اس لئے اس نام کو تبدیل فرما دیا۔
(۶) ''حکم'' اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ حاکم جس کا فیصلہ اٹل ہو اور یہ شان صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔
(۷) ''عقرۃ'' اس زمین کو کہتے ہیں جس میں کچھ بھی اگانے کی صلاحیت نہ ہو۔

کوے کی آواز پر کیا کہنا چاہیے اس پر امام احمد نے کتاب الزھد میں لکھا ہے کہ جب کوا بولتا تھا تو حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے:۔

اَللّٰھُمَّ لَا طَیْرَ الاطَیْرُ کَ وَلَا خیر الاخَیْرُ کَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُ کَ''.

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ہم کو ابن طبرزد کی مسند سے روح ابن حبیب کا یہ واقعہ پہنچا ہے کہ وہ ایک بار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے کہ آپ کے پاس ایک کوا لایا گیا۔ آپ نے اس کے بازو دیکھ کر فرمایا ''الحمد للہ'' پھر کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی جانور شکار نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی تسبیح میں کمی نہ آئے اور حکم خداوندی سے اگنے والی کوئی جڑی بوٹی ایسی نہیں جس پر کوئی فرشتہ مقرر نہ ہو جو اس کی تسبیح شمار کرتا رہتا ہے اور کوئی درخت ایسا نہیں جو جھاڑا یا کاٹا جاتا ہو مگر تسبیح کی کمی کی وجہ سے اور انسان کو کوئی برائی نہیں پہنچتی مگر اس کے گناہوں کی وجہ سے اور بہت سے گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں۔ پھر آپ (حضرت ابوبکرؓ) نے فرمایا کہ اے کوے اللہ کی عبادت کر اور یہ کہہ کر چھوڑ دیا۔

فائدہ:۔ ابونعیم فرماتے ہیں کہ کوا زمین کے اندر کی چیز اتنی گہرائی تک دیکھ لیتا ہے جتنی کہ اس کی چونچ کی لمبائی ہے۔

جب قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس ایک کوے کو بھیجا تا کہ اس کو اپنے بھائی کی تدفین کا طریقہ

سکھلائے۔اللہ تعالیٰ نے کوے کے علاوہ کسی اور جانور کو کیوں نہیں بھیجا اس میں حکمت یہ تھی کہ چونکہ یہ فعل ایک مستغرب یعنی انوکھے قسم کا تھا جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا اور کوا بھی اپنے نام کے اعتبار سے استغراب میں شریک ہے۔لہٰذا اس فعل یعنی قتل اور تعلیم تدفین میں ایک قسم کی مناسبت ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے'' وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْقَرَّبَا قُرْبَانًا''۔

مفسرین نے اس قصہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ قابیل کاشت کاری کیا کرتا تھا اور اس نے قربانی مین ایسی چیز پیش کی جو اس کے یہاں بہت کم قیمت کی تھی۔ ہابیل کے یہاں بھیڑ اور بکریاں تھیں اس نے ان میں سے ایک نہایت عمدہ جانور چھانٹ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا۔ چونکہ دونوں بھائیوں کی نیت میں زمین آسمان کا فرق تھا لہٰذا ہابیل کا مینڈھا مقبول ہوا اور اس کو جنت میں چھوڑ دیا گیا اور وہ چرنے لگا اور پھر حضرت ابراہیمؑ کے پاس اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں قربانی کے لئے لایا گیا۔

کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں قابیل بڑا تھا جب حضرت آدمؑ حج کرنے گئے تو قابیل کو اپنے لڑکوں پر وصی بنا گئے تھے۔ پھر جب آپ حج سے واپس آئے تو آپ نے قابیل سے پوچھا کہ ہابیل کہاں ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ مجھ کو نہیں معلوم۔ یہ جواب سن کر حضرت آدمؑ نے ارشاد فرمایا'' اَللّٰهُمَّ الْعَنْ اَرْضاً شَرِبَتْ دَمَه ''یعنی جس خطہ زمین نے ہابیل کا خون پیا ہے اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرما۔ چنانچہ اس وقت سے زمین نے خون پینا چھوڑ دیا۔ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام سو سال تک حیات رہے۔مگر مرتے دم تک مسکرائے نہیں۔ چنانچہ جب ملک الموت آپ کے پاس آئے تو انہوں نے کہا'' حَيَّاکَ الله يا اٰدم و بيّاک '' یہ سن کر حضرت آدمؑ نے دریافت کیا کہ'' بیاک '' کے کیا معنی ہیں؟ تو ملک الموت نے کہا یہ تو میں نے صرف آپ کو ہنسانے کے لئے کہا ہے۔

کہتے ہیں کہ قابیل اپنے بھائی کی لاش کو ادھر ادھر اٹھائے پھرتا تھا یہاں تک کہ شام ہو گئی اور کوئی حل اس کے ذہن میں نہیں آیا۔لہٰذا اللہ تعالیٰ نے دو کوؤں کو بھیجا ان میں سے ایک کوے نے دوسرے کو مار ڈالا اور اس کے بعد اپنی چونچ سے زمین کرید کر اس مقتول کوے کی لاش کو دبا دیا۔ چنانچہ قابیل نے بھی کوے کی اقتداء کرتے ہوئے ہابیل کی لاش کو دفن کر دیا۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ اللہ کا بنی آدم پر بڑا احسان ہے کہ اس نے روح خارج ہونے کے بعد اس پر بدبو (سڑن) کو مسلط کر دیا ورنہ کوئی حبیب اپنے حبیب کو دفن نہ کرتا۔

کہتے ہیں کہ قابیل سب سے پہلا شخص ہوگا جس کو جہنم کی طرف ہنکایا جائے گا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے'' رَبَّنَا اَرِنَا الَّذِيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ''(اے ہمارے رب ہم کو دکھلا دے وہ دونوں جنہوں نے ہم کو بہکایا تھا جو جن ہے اور جو آدمی ہے) اس آیت کریمہ میں جن وانس سے قابیل اور ابلیس مراد ہیں۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سہ شنبہ (منگل) کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ یوم الدم (خون کا دن) ہے۔اس روز حوا کو حیض آیا اور اسی دن ہابیل کو قابیل نے قتل کیا۔

مقاتل کا بیان ہے کہ اس خون ریزی سے پہلے پرندے اور وحشی جانور بنی آدم سے مانوس تھے۔ مگر جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تو پرندے اور درندے سب انسانوں کے پاس سے بھاگ گئے اور درختوں پر کانٹے آ گئے اور بہت سے پھل اور میوے کھٹے ہو گئے اور سمندروں کا پانی کھاری ہو گیا اور زمین گرد آلود ہو گئی۔ ابوداؤدؒ نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص مجھ پر دست درازی کرے تو میں کیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ کرنا جو حضرت آدم علیہ السلام کے دو لڑکوں میں سے نیک لڑکے نے کیا تھا۔ اس کے بعد آپؐ نے وہ آیت پڑھی جس میں ہابیل اور اس کے بھائی قابیل کی دست درازی کا جواب مذکور ہے۔

ایک عجیب حکایت

قزوینی نے ابو حامد اندلسی سے بیان کیا ہے کہ بحر اسود پر ایک پتھر کا نام کنیسہ ہے' جو ایک پہاڑ پر ایستادہ ہے۔اس کنیسہ پر ایک بڑا قبہ بنا ہوا ہے جس پر ایک کوا بیٹھا ہوا ہے جو وہاں سے کبھی نہیں ہٹتا۔اس قبہ کے مقابل ایک مسجد بنی ہوئی ہے۔لوگ اس مسجد کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔اور کہتے ہیں کہ یہاں دعا قبول ہوتی ہے۔اس گرجے کے پادریوں سے یہ طے ہے کہ جو مسلمان زائرین یہاں آئیں وہ ان کی ضیافت کریں۔چنانچہ جب کوئی زائر وہاں پہنچتا ہے تو وہ کوا قبہ کے ایک سوراخ میں اپنی چونچ ڈال کر آواز لگاتا ہے۔زائرین کی تعداد جتنی ہوتی ہے اتنی ہی بار آواز لگاتا ہے۔کوے کی آواز سن کر پادری اتنا ہی کھانا لے کر آتے ہیں جتنا کہ ان موجود زائرین کے لیے کافی ہو۔اس کنیسہ کا نام کنیسۃ الغراب (کوے والا گرجا) مشہور ہو گیا۔پادریوں کا کہنا ہے کہ ہم اس کوے کو اسی جگہ دیکھتے چلے آرہے ہیں نہ معلوم یہ کہاں سے کھاتا پیتا ہے۔

ایک دوسری حکایت

ابو الفرج نے ''الجلیس والانیس'' میں نقل کیا ہے کہ ہم قاضی ابو الحسن کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ایک دن حسب معمول ہم ان کے یہاں گئے مگر چونکہ قاضی صاحب اس وقت باہر موجود نہیں تھے اس لئے ہم دروازہ پر ہی بیٹھ گئے۔اتفاقاً ایک اعرابی بھی کسی ضرورت سے وہاں بیٹھا ہوا تھا۔قاضی صاحب کے گھر میں کھجور کا ایک درخت تھا اس پر ایک کوا آیا اور کائیں کائیں کر کے چلا گیا۔وہ اعرابی کوے کی آواز سن کر بولا کہ یہ کوا کہہ رہا ہے کہ اس گھر کا مالک سات روز میں مر جائے گا۔اعرابی کی یہ بات سن کر ہم نے اس کو جھڑک دیا۔جس پر وہ اعرابی اٹھ کر چلا گیا۔

اس کے بعد قاضی صاحب نے ہم کو اندر بلایا جب ہم اندر پہنچے تو دیکھا کہ قاضی صاحب کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے اور افسردہ ہیں۔ہم نے ان سے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ فرمانے لگے کہ رات میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جو یہ شعر پڑھ رہا ہے۔

مَنَازِلُ اٰلِ عِبَادِ بِنْ زَیْدٍ   عَلٰی اَھْلِیْکَ وَالنِّعَمِ السَّلَامٗ

اے آل عباد کے گھرو! تم پر اور تمہاری نعمتوں پر سلام ہے''۔

جب سے میں نے یہ خواب دیکھا ہے میرا دل پریشان ہے۔یہ خواب سن کر ہم قاضی صاحب کو دعائیں دے کر واپس آ گئے۔جب ساتواں دن ہوا تو ہم نے سنا کہ قاضی صاحب کا انتقال ہو گیا اور تدفین بھی ہو گئی۔

امیہ بن ابی الصلت کی موت کا واقعہ

یعقوب بن سکیت کا بیان ہے کہ امیہ ابن ابی الصلت ایک دن شراب نوشی میں مشغول تھا کہ ایک کوا آ کر بولنے لگا۔امیہ نے اس کی آواز سن کر کہا کہ تیرے منہ میں خاک' کوا پھر دوبارہ بولا۔اس بار بھی امیہ نے یہی کہا کہ تیرے منہ مین خاک' اس کے بعد امیہ حاضرین کی جانب متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ جانتے ہو یہ کوا کیا کہہ رہا ہے؟ حاضرین نے نفی میں جواب دیا تو امیہ نے کہا کہ کوا کہہ رہا تھا کہ تو (امیہ) یہ شراب کا پیالہ پیتے ہی مر جائے گا اور اس کی علامت یہ ہے کہ میں (کوا) فلاں ٹیلے پر جا کر ایک ہڈی کھاؤں گا اور وہ ہڈی میرے حلق میں پھنس جائے گی جس سے میری موت واقع ہو جائے گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ کوا ایک ٹیلے پر پہنچا اور وہاں پر پڑی ایک ہڈی نگلنے کی کوشش میں اس کی موت ہو گئی۔اس کے بعد امیہ نے وہ شراب کا پیالہ پیا اور پیتے ہی مر گیا۔

امیہ ابن ابی الصلت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا مگر وہ مسلمان نہیں ہوا اور کافر ہی مر گیا۔ زمانہ جاہلیت میں اس نے تورات اور انجیل پڑھی تھی۔ ان کے مطالعہ سے اس کو اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ عرب میں عنقریب ایک نبی مبعوث ہونے والے ہیں اس وقت سے اس کو یہ طمع ہو گئی کہ وہ میں ہی ہوں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اس کی یہ امید بر نہ آئی اور حسد کی وجہ سے ایمان نہ لایا۔

عرب میں امیہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے کتابت کے شروع میں "باسمک اللّٰھم" لکھنا شروع کیا اور پھر رفتہ رفتہ قریش جاہلیت کے جملہ مکتوبات میں اس کلمہ کو لکھنے لگے۔ امیہ کو یہ کلمہ کہاں سے دستیاب ہوا اس کے متعلق مسعودی نے ایک عجیب و غریب داستان نقل کی ہے:۔

کہتے ہیں کہ امیہ مصحوب تھا یعنی اس کو جن نظر آیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ قریش کے کسی قافلہ کے ساتھ سفر کے لئے نکلا راستہ میں اس کو ایک سانپ آتا دکھائی دیا۔ قافلہ والوں نے اس کو مار ڈالا۔ اس کے بعد ایک اور سانپ نمودار ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے فلاں مقتول کا قصاص دو۔ یہ کہہ کر اس سانپ نے زمین پر ایک لکڑی ماری جس کی وجہ سے قافلہ کے جملہ اونٹ منتشر ہو گئے۔ پورے قافلہ والے ان کو جمع کرتے کرتے تھک گئے۔ جب انہوں نے اونٹوں کو جمع کر لیا تو وہ سانپ پھر نمودار ہوا اور پھر زمین پر لاٹھی ماری جس کی وجہ سے تمام اونٹ پھر بدک گئے۔ قافلہ والے ان اونٹوں کو تلاش کرتے کرتے ایک ایسے چٹیل میدان میں پہنچ گئے جہاں پانی کا نام ونشان تک نہ تھا۔ قافلہ والے تھکن اور پیاس کی وجہ سے لب دم ہو گئے۔ قافلہ والوں نے امیہ سے پوچھا کہ اس مصیبت سے بچنے کی کیا کوئی تدبیر ہے؟ امیہ نے جواب دیا کہ دیکھتا ہوں شاید کوئی شکل نکل آئے۔ یہ کہہ کر امیہ وہاں سے چل دیا اور ایک ٹیلہ پار کرنے کے بعد اس کو دور ایک آگ جلتی ہوئی نظر آئی۔ وہ آگ کی سمت روانہ ہو گیا۔ جب آگ کے قریب پہنچا تو اس کو خیمہ میں ایک بوڑھا شخص نظر آیا جو دراصل جن تھا۔ امیہ نے اس سے اس واقعہ کی شکایت کی۔ اس بوڑھے نے کہا کہ اگر پھر تم کو وہ سانپ ستانے آئے تو یہ کلمہ سات مرتبہ پڑھ دینا "باسمک اللّٰھم" یہ سن کر امیہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ان کو یہ کلمہ بتا دیا۔ اس کے بعد تیسری مرتبہ پھر جب سانپ قافلہ والوں کو ستانے کے لئے آیا تو انہوں نے یہ کلمہ پڑھ دیا۔ یہ کلمہ سن کر سانپ کہنے لگا کہ تمہارا برا ہو یہ کلمہ تم کو کس نے سکھا دیا اور یہ کہہ کر سانپ چلا گیا اور اس طرح قافلہ والوں کی جان چھوٹی۔

کہتے ہیں کہ اس قافلہ میں امیر معاویہؓ کے دادا حرب بن امیہ بن عبد شمس بھی تھے اور اس واقعہ کے بعد جنات نے اس سانپ کے قصاص میں ان کو قتل کر ڈالا۔ چنانچہ کسی شاعر کا قول ہے ؎

وقبر حرب بمكانٍ قفرٍ وَلَيْسَ قُربَ قَبْرِ حرْبٍ قَبْرٌ"

حرب کی قبر "ہو" کے مقام میں ہے اور اس کی قبر کے قریب کوئی قبر نہیں ہے۔

امیہ ابن الصلت بعثت اور توحید کا قائل تھا۔ اس بارے میں اس کے عمدہ اشعار مشہور ہیں۔ چنانچہ ترمذی نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں کتابوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے اشعار کو سننا اور ان کی تحسین متعدد روایات میں موجود ہے۔ امیل بن ابی الصلت کی بہن مسلمان ہو گئی تھی اور اسی نے اپنے بھائی کا یہ واقعہ بیان کیا تھا۔

شرعی حکم

کوے کی جملہ اقسام حرام ہیں۔ البتہ زاغ زرعی جو دانہ کے سوا کچھ نہیں کھاتا وہ حلال ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ پانچ جانور ایسے ہیں کہ ان کے قاتل پر گناہ نہیں ہے وہ یہ ہیں:۔ کوا' چیل' چوہا' سانپ اور کاٹ کھانے والا کتا۔

سنن ابن ماجہ اور بیہقی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سانپ فاسق ہے' چوہا فاسق ہے' کوا فاسق ہے۔

ضرب الامثال:

وَمَنْ يَكُنِ الغُرَابُ لَهُ دَلِيْلا يَمُر بِهِ عَلٰى جِيَفِ الْكِلاَبِ

جس شخص کا رہنما کوا ہو وہ اس کو کتوں کے مردار پر لے جا کر کھڑا کر دے گا۔

اہل عرب کا مقولہ ہے "لاَ افعلُ كذا حتّٰى يشيب الغُرابُ" (جب تک کوا بوڑھا نہ ہو اس وقت تک ایسا نہیں کروں گا) یہ مقولہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی ہمیشہ کے لئے کسی کام کو نہ کرنے کا عہد کرے۔ کیونکہ کوا کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔

معسر بن کدام سے روایت ہے کہ ایک شخص بحری سفر پر روانہ ہوا مگر باد مخالف کی وجہ سے کشتی ٹوٹ گئی اور وہ ایک جزیرہ میں پہنچ گیا۔ وہاں اس کو تین دن تک نہ تو کوئی انسان نظر آیا اور نہ کچھ کھانے کو مل سکا۔ چنانچہ زندگی سے مایوس ہو کر اس نے یہ شعر پڑھنا شروع کیا۔

اِذا شَابَ الغُرَابُ اَتيتُ اهلی وَصَارَ الْقارُ كاللّبن الْحَلِيْب

میں اپنے گھر اس وقت آؤں گا جب کہ کوا بوڑھا ہو جائے گا۔

(چونکہ یہ دونوں چیزیں ناممکن ہیں اس لئے اس کا مطلب یہ تھا کہ اب میں کبھی نہیں جا سکوں گا اور یہیں مر جاؤں گا)۔

یہ شعر پڑھتے ہی اس کے کانوں میں آواز آئی۔

عَسى الربُ الذى اَمْسَيْتَ فيه يَكُوْنُ وَرَاءَهُ فَرَجٌ" قَرِيْبٌ"

امید ہے کہ جس مصیبت میں پھنسا ہوا ہے عنقریب اس کے بعد فراخی ہونے والی ہے

اس کے کچھ دیر بعد ہی اس شخص کو ایک کشتی آتی ہوئی نظر آئی کشتی قریب آئی تو کشتی والوں نے اس کو سوار کر لیا۔ چنانچہ اس سفر میں اس شخص کو بیحد منافع ہوا اور وہ بعافیت اپنے گھر پہنچ گیا۔

اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں "اَبْصَرُ مِنْ غُرَابٍ" (کوے سے زیادہ تیز نگاہ والا) ابن الاعرابی کا قول ہے کہ کوا بہت تیز بینائی کا مالک ہوا ہے اس لئے اہل عرب اس کو اعور یعنی کانا کہتے ہیں کیونکہ یہ بینائی کی تیزی کے سبب سے ایک آنکھ بند کئے رکھتا ہے۔

کچھ جانوروں کی خاص عادتیں

مسعودی نے فارس کے ایک حکیم کا قول نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے ہر شے سے وہ عادت حاصل کر لی جو اچھی تھی۔ لوگوں نے ان حکیم صاحب سے پوچھا کہ آپ نے کتے سے کون سی خصوصیت اخذ کی؟ تو اس نے جواب دیا کہ مالک کے گھر والوں سے اس کی الفت اور مالک کے جان و مال کی حفاظت کرنا' اور بلی سے خوشامد' کیونکہ کھانے کی چیز مانگتے وقت بلی جو خوشامد اور چاپلوسی کرتی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی اور خنزیر سے سویرے سویرے اپنی ضروریات سے فراغت پا لینے کی اچھائی اور کوے سے سختی کے ساتھ اپنی حفاظت اور بچاؤ کرنا۔

خدا کیسے حفاظت کرتا ہے؟

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سی کتابوں میں یہ روایت دیکھی ہے جس کو زید ابن اسلم نے اپنے والد کے حوالہ سے نقل کی ہے' کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق ؓ بیٹھے ہوئے لوگوں سے مخاطب تھے تو ایک شخص اپنا لڑکا ساتھ لئے ہوئے حاضر مجلس ہوا۔ اس کو دیکھ کر حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا کہ میں نے ایسی مشابہت کوؤں میں بھی نہیں دیکھی جیسی کہ تجھ میں اور تیرے لڑکے میں ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ امیر المومنین اس لڑکے کو اس کی والدہ نے اس وقت جنم دیا جبکہ وہ مر چکی تھی۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق ؓ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اس بچہ کا قصہ مجھ سے بیان کرو۔

چنانچہ اس شخص نے کہا کہ اے امیر المومنین ایک مرتبہ میں نے سفر کا ارادہ کیا اس وقت اس کی والدہ کو اس کا حمل تھا اس نے مجھ سے کہا کہ تم اس حال میں چھوڑ کر سفر پر جا رہے ہو میں حمل کے بارے بوجھل ہو رہی ہوں۔ میں نے کہا کہ میں اس بچے کو جو تیرے بطن میں ہے اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر میں سفر پر روانہ ہو گیا اور کئی سال تک گھر سے باہر رہا۔ پھر جب گھر واپس آیا تو گھر کا دروازہ مقفل دیکھ کر میں نے پڑوسیوں سے معلوم کیا کہ میری بیوی کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ میں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اس کے بعد میں اپنی بیوی کی قبر پر گیا۔ میرے چچازاد بھائی میرے ساتھ تھے۔ میں کافی دیر تک قبر پر رکا رہا روتا رہا۔ میرے بھائیوں نے مجھے تسلی دی اور واپسی کا ارادہ کیا اور مجھے واپس لانے لگے۔ چند گز ہی ہم آئے ہوں گے کہ مجھے قبرستان میں ایک آگ نظر آئی۔ میں نے اپنے بھائیوں سے پوچھا کہ یہ آگ کیسی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ آگ روزانہ رات کے وقت بھابی مرحومہ کی قبر سے نمودار ہوتی ہے۔

میں نے یہ سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی اور کہا کہ یہ عورت تو بہت نیک اور تہجد گزار تھی تم مجھے دوبارہ اس کی قبر پر لے چلو۔ چنانچہ وہ لوگ مجھے قبر پر لے گئے۔ جب میں قبرستان میں داخل ہوا تو میرے چچازاد بھائی وہیں ٹھٹھک گئے اور میں تنہا اپنی مرحومہ بیوی کی قبر پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ قبر کھلی ہوئی ہے اور میری بیوی بیٹھی ہے اور یہ لڑکا اس کے چاروں طرف گھوم رہا ہے۔ ابھی میں اسی طرف متوجہ تھا کہ ایک غیبی آواز آئی کہ اے اللہ کو اپنی امانت سپرد کرنے والے اپنی امانت واپس لے لے' اور اگر تو اس کی والدہ کو اللہ کے سپرد کرتا تو وہ بھی تجھ کو مل جاتی۔ یہ سن کر میں نے لڑکے کو اٹھا لیا۔ میرے لڑکے کو اٹھاتے ہی قبر برابر ہو گئی۔ امیر المومنین میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ واقعہ صحیح ہے۔

حفاظت خداوندی کا ایک دوسرا واقعہ

عبید بن واقد لیثی بصری فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حج کے لئے روانہ ہوا تو اتفاقاً میری ایک شخص سے ملاقات ہو گئی جس کے ہمراہ ایک لڑکا تھا جو کہ نہایت خوب صورت تھا تیز رفتار تھا۔ میں نے اس شخص سے پوچھا کہ یہ لڑکا کس کا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ یہ لڑکا میرا ہی ہے اور اس کے متعلق ایک عجیب وغریب واقعہ ہے جو میں آپ کو سناتا ہوں اور وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ میں حج کے لئے گیا میرے ہمراہ میری بیوی یعنی اس لڑکے کی والدہ بھی تھی اور اس وقت یہ لڑکا اس کے بطن میں تھا' دوران سفر اس کی والدہ کو دردِ زہ شروع ہوا اور یہ لڑکا پیدا ہوا لیکن اس کی والدہ عسرتِ ولادت کی وجہ سے انتقال کر گئی۔ چنانچہ میں اس کی والدہ کی تجہیز وتکفین میں مصروف ہو گیا اور جب تکفین وغیرہ سے فارغ ہوا اور روانگی کا وقت قریب آیا تو میں نے اس لڑکے کو ایک پارچہ میں لپیٹ کر ایک غار میں رکھ دیا اور اس کے اوپر پتھر رکھ دیئے اور یہ خیال کرتا ہوا قافلہ کے ساتھ روانہ ہو گیا کہ یہ بچہ کچھ دیر بعد مر جائے گا۔ پس جب ہم حج سے فارغ ہوئے اور

واپس لوٹے تو ہم نے اسی جگہ قیام کیا تو میرے ساتھیوں میں سے ایک شخص اسی غار کی طرف گیا پس اس نے غار سے پتھر ہٹائے تو اس نے دیکھا کہ لڑکا زندہ ہے اور انگلی چوس رہا ہے اور ہم نے دیکھا کہ اس بچہ کی انگلی سے دودھ بہہ رہا ہے پس میں نے اس کو اٹھا لیا پس یہ وہی بچہ ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔

طبی خواص

اگر کوے کی چونچ کسی انسان کی گردن میں لٹکا دی جائے تو وہ نظر بد سے محفوظ رہے گا۔ اس کی کلیجی اگر آنکھ میں لگائی جائے تو آنکھ کی ظلمت دور ہو جائے گی۔ اس کی تلی گلے میں لٹکانے سے قوت باہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگر کسی شرابی کو کوے کا خون شراب میں ملا کر پلا دیا جائے تو وہ شراب کا دشمن ہو جائے گا اور پھر کبھی بھی نہیں پئے گا۔ اس کا خون خشک کر کے بواسیر پر لگانا مفید ہے۔ اگر کوے کا سر نبیذ میں ڈال کر کسی شخص کو پلا دیا جائے تو پینے والا پلانے والے سے محبت کرنے لگے گا۔ وہ کوا جس کے گلے میں طوق ہوتا ہے اس کا بھنا ہوا گوشت قولنج کے لئے مفید ہے۔ اگر اس کا پتا مسحور کے جسم پر ملا جائے تو اس پر سے جادو کا اثر ختم ہو جائے گا۔ اگر سیاہ کوا مع پروں کے سرکہ میں ڈبو دیا جائے اور پھر اس سرکہ کو سر پر ملا جائے تو بال سیاہ ہو جائیں گے۔ غراب ابلق (سیاہ سفید) جس کو یہودی کہتے ہیں اس کی بیٹ خنازیر اور خوانیق کے لئے مفید ہے۔ اس کی بیٹ کپڑے میں لپیٹ کر کھانسی میں مبتلا نابالغ بچے کے گلے میں لٹکانے سے کھانسی ختم ہو جائے گی۔

تعبیر

خواب میں کوے سے اشیاء ذیل مراد ہوتی ہیں۔ غدار اور خودغرض، حریص شخص، زمین کھودنے والا، کسی کی جان تلف کرنے کو حلال سمجھنے والا، گورکن اور مردوں کو دفن کرنے والا، غربت، بدشگونی، غم وفکر، طویل سفر، گھر والوں میں سے وہ شخص جو دعا کا محتاج ہو غراب زراعت کی تعبیر ولدالزنا اور اس شخص سے دی جاتی ہے جس کے مزاج میں خیر وشر ملا جلا ہو۔ غراب الابقع کی تعبیر اس شخص سے دی جاتی ہے جس کے مزاج میں خیر وشر ملا جلا ہو۔ خواب میں کوے کا شکار کرنا مال حرام حاصل ہونے کی علامت ہے۔ کوے کو گھر میں دیکھنے سے وہ شخص مراد ہے جو گھر میں ہو اور دیکھنے والے کی عورت سے خیانت کرے۔ کوے کو باتیں کرتے ہوئے دیکھنا ولد خبیث کی علامت ہے۔ خواب میں کوے کا گوشت کھانا چوروں سے چوری کا مال حاصل ہونے کی علامت ہے۔ جو شخص کوے کو زمین کریدتے ہوئے دیکھے تو وہ اپنے بھائی کو قتل کرے گا۔ **اللھم احفظنا منه**

ایک خواب کی تعبیر

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ ایک کوا آ کر خانہ کعبہ پر بیٹھ گیا۔ اس شخص نے حضرت عبداللہؒ ابن سیرین سے خواب بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ کوئی فاسق شخص کسی نیک عورت سے شادی کرے گا۔ چنانچہ اس کے کچھ دن بعد حجاج نے عبداللہؓ بن جعفر بن ابی طالب کی صاحبزادی سے شادی کر لی۔

الغرنیق

(گنگ۔کونج) بقول جوہری وزمخشری یہ سفید رنگ اور لمبی گردن کا ایک آبی پرندہ ہے "نہایت الغریب" میں ہے کہ یہ نر آبی پرندہ ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ بڑی بطخ ہے۔ ابوصبرہ کہتے ہیں کہ اس کا نام غرنوق اس کی سفیدی کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ غرنوق بط کی برابر ایک سیاہ آبی پرندہ ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کی مقبولیت عنداللہ

طبرانی نے باسناد صحیح سعیدؒ بن جبیر سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابن عباسؓ کی طائف میں وفات ہوگئی تو ہم لوگ ان کے جنازے میں شرکت کے لئے گئے۔ ہم نے دیکھا کہ غرنیق کی شکل کا ایک پرندہ آیا اور ان کی نعش میں داخل ہوگیا۔ ہم نے پھر اس کو نعش سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا۔ چنانچہ جب آپ کو دفن کر دیا گیا تو قبر کے کنارہ سے یہ آیت تلاوت کرنے کی آواز آئی مگر یہ معلوم نہ ہوسکا کہ تلاوت کرنے والا کون تھا۔ ''یَآیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ. ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ط فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ. وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ''۔

حکیم قزوینی کا بیان ہے کہ غرنیق موسمی پرندوں میں شامل ہے جب اس کو محسوس ہوتا ہے کہ موسم بدل گیا تو یہ اپنے وطن جانے کا قصد کرتا ہے۔ اڑنے سے قبل ایک قائد اور ایک حارس راستہ بتانے اور پاسبانی کرنے کے لئے منتخب کر لیتا ہے۔ اڑتے وقت پوری جمعیت ایک ساتھ چلتی ہے اور بہت بلندی پر پرواز کرتے ہیں تاکہ کوئی شکاری جانور حملہ نہ کر سکتے۔ جب اس کو بادل نظر آتے ہیں یا اندھیرا ہوگیا یا کھانے پینے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو ایسی کسی ضرورت کے لئے جب نیچے اترتی ہے تو بولنا بند کر دیتی ہے تاکہ دشمن کو ان کا پتہ نہ چلے۔ جب سونے کا ارادہ کرتی ہے تو ہر ایک اپنا منہ اپنے بازوؤں میں چھپا لیتی ہے۔ کیونکہ اس کو اس بات کا علم ہے کہ بازو بمقابلہ سر کے صدمہ برداشت کرنے پر زیادہ قادر ہے اور یہ کہ آنکھ اور دماغ اشرف الاعضاء ہیں اور وہ بھی سر میں ہی ہیں۔ سوتے وقت ہر ایک اپنا ایک پاؤں اٹھا لیتی ہے تاکہ نیند گہری نہ آسکے۔ جو پرندے حارس اور قائد کے طور پر ڈیوٹی پر مامور ہوتے ہیں وہ قطعاً نہیں سوتے اور چاروں طرف نگاہ رکھتے ہیں اور اگر کسی کو آتے ہوئے دیکھ لیتے ہیں تو بہت زور سے شور مچاتے ہیں۔

غرنیق کے جھنڈ کا حملہ

یعقوب بن سراج کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو روم کا رہنے والا تھا اس نے مجھ سے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ بحر زنج میں ایک کشتی سے سفر کر رہا تھا۔ بادِ مخالف کے جھونکوں نے مجھ کو ایک جزیرہ میں لا ڈالا۔ وہاں میں چلتا چلتا ایک بستی میں پہنچا۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جب میں نے دیکھا کہ وہاں کے لوگوں کا قد صرف ایک بالشت ہے اور ان میں سے اکثر کی ایک آنکھ کانی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ لوگ میرے ارد گرد جمع ہوگئے اور مجھے اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ بادشاہ نے مجھ کو ایک قید خانہ میں جو پنجرے کی مانند تھا بند کر دیا۔ کچھ دن کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ تم یہ جنگ کی تیاریاں کیوں کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے کچھ دشمن ہیں جو آ کر ہم پر حملہ کرتے ہیں اور یہ موسم ان کی آمد کا ہے۔ تھوڑے دنوں بعد میں نے دیکھا کہ غرانیق کا ایک جھنڈ آیا اور ان کے ٹھونگیں مارنے لگا اور ان کی یک چشمی کی وجہ بھی یہی تھی۔ وہ پرندے اپنی چونچ سے ان کی آنکھیں پھوڑ رہے تھے۔ میں نے ایک بانس لے کر ان کونجوں کو بھگانا شروع کیا۔ چنانچہ وہ تھوڑی ہی دیر میں سب بھاگ گئیں۔ اس وجہ سے وہ مجھ سے بہت خوش ہوئے اور انہوں نے میری بڑی خاطر مدارات کی۔

ایک بے بنیاد واقعہ

قاضی عیاض وغیرہ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت النجم تلاوت فرمائی اور اس آیت پر پہنچے ''اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی'' اور یہ الفاظ کہے تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتهن لترتجیٰ ''[1]'' جب آپ پوری سورۃ تلاوت فرما چکے تو آپؐ نے سجدہ کیا اور آپؐ کے پاس جو مسلمان تھے ان سب نے بھی سجدہ کیا اور کفار مکہ نے بھی اپنے معبودوں کی ثناء سن

کرحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سجدہ کیا۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:''وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓی اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْٓ اُمْنِیَّتِہٖ ج''(الآیہ)

(اور جو رسول بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے یا نبی سو جب لگا خیال باندھنے شیطان نے ملا دیا اس کے خیال میں پھر اللہ مٹا دیتا ہے شیطان کا ملایا ہوا پھر پکی کر دیتا ہے اللہ اپنی باتیں) علماء نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اہل صحیح اور رواۃ ثقہ میں سے کسی نے باسناد صحیح و متصل اس کو نقل نہیں کیا بلکہ یہ حدیث اور ایسی دیگر روایتیں ان مفسرین کی من گھڑت ہیں جنہوں نے ہر انہونی صحیح و سقیم بات کو بیان کرنا آسان سمجھ رکھا ہے۔

صحیح حدیث میں صرف اتنا واقعہ مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں تھے تو آپؐ نے سورۃ النجم پڑھ کر سنائی۔اس کے بعد آپؐ نے سجدہ کیا اور آپؐ کے ساتھ مسلمانوں نے بھی سجدہ کیا۔نیز مشرکین اور جن وانس نے بھی سجدہ کیا۔یہ حدیث کی لفظی توجیہ ہے اور معنی کے لحاظ سے توجیہ یہ ہے کہ اس امر پر دلیل شرعی اور اجماع امت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات شریفہ اس قسم کے جملہ امور سے مصفٰی اور منزہ تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی ذات شریفہ پر شیطان کا کوئی تسلط نہیں رکھا اور اگر بالفرض محال اس روایت کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو محققین کے نزدیک اس کی راجح توجیہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کی حسب ہدایت آپؐ قرآن شریف کی تلاوت ترتیب وتفصیل کے ساتھ فرمایا کرتے تھے۔

اس ترتیل وتفصیل میں جو سکتات واقع ہوتے تھے ان کی تاک میں شیطان لعین لگا رہتا تھا۔چنانچہ موقع پا کر شیطان نے ان سکتات کے دوران کفار کے کان میں یہ کلمات ڈال دیئے اور وہ یہ خیال کرنے لگے کہ یہ کلمات حضورؐ کی زبان مبارک سے ادا ہوئے ہیں حالانکہ حضورؐ کی زبان مبارک سے ان کلمات کا صدور نہیں ہوا تھا۔چنانچہ مسلمانوں کو ان کلمات کا علم ہی نہیں ہوا تھا۔

قصہ ذوالقرنین

حضرت عقبہؓ بن عامر فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور خادم حاضر تھا۔اہل کتاب کے کچھ لوگ مصاحف یا کچھ اور کتابیں لئے ہوئے میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہمارے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضری کی اجازت لے آؤ۔چنانچہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کا پیغام پہنچا دیا اور ان کا حلیہ بھی بیان کر دیا۔آپ نے فرمایا کہ ان کا مجھ سے کیا واسطہ وہ مجھ سے ایسی باتیں پوچھتے ہیں جو مجھ کو معلوم نہیں آخر میں بھی اس کا بندہ ہی تو ہوں صرف وہی بات جانتا ہوں جس کا علم میرا رب مجھے عطا کرتا ہے۔پھر آپؐ نے فرمایا کہ اچھا مجھے وضو کرا دو۔چنانچہ آپ کو وضو کرایا گیا۔پھر آپ گھر کے مصلے پر تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے دیکھا کہ آپؐ کے چہرے پر بشاشت کے آثار نمایاں ہیں۔پھر آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ ان لوگوں کو میرے پاس بلا لاؤ اور میرے صحابہ میں سے جو اس وقت موجود ہوں ان کو بھی بلا لاؤ۔

چنانچہ میں سب کو خدمت اقدس میں بلا لایا۔جب اہل کتاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے گئے تو آپؐ نے فرمایا کہ جو کچھ تم مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو اگر تم چاہو تو میں تمہارے سوال کے بغیر تم کو بتلا دوں اور اگر تم چاہو تو خود سوال کر لو۔ان لوگوں نے عرض کیا کہ آپ خود ہی ابتدا فرما دیں۔آپ نے فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے ذوالقرنین کے بارے میں سوال کرنا چاہتے ہو۔لہٰذا میں تم کو بتلاتا ہوں کہ جو کچھ تمہاری کتابوں میں ان کے بارے میں لکھا ہے وہ یہ ہے کہ ذوالقرنین ایک رومی لڑکا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو سلطنت عطا فرمائی۔پھر وہ بلادِ مصر کے ساحل پر پہنچا اور وہاں ایک شہر آباد کیا جس کا نام اسکندریہ رکھا۔جب وہ اس کام سے فارغ ہوا تو اس کے پاس

ایک فرشتہ آیا اور اس کو روبقبلہ کر کے آسمان کی طرف لے کر اڑ گیا۔ پھر اس سے کہا کہ نیچے کی طرف نگاہ کرو اور بتا کہ تجھ کو کیا نظر آ رہا ہے؟ چنانچہ اس نے زمین کی طرف دیکھ کر کہا کہ مجھ کو میرا شہر اور ساتھ میں دوسرے شہر نظر آ رہے ہیں۔ پھر فرشتہ اس کو اور اوپر لے کر اڑا اور پھر وہی سوال دہرایا۔ ذوالقرنین نے کہا کہ مجھ کو میرا شہر اور دیگر شہر ملے جلے نظر آ رہے ہیں میں اپنے شہر کی شناخت نہیں کر سکتا۔ پھر فرشتہ اس کو اور اوپر لے گیا اور کہا کہ اب دیکھ کیا نظر آ رہا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اب تو مجھ کو تنہا اپنا شہر نظر آ رہا ہے۔ فرشتہ نے کہا کہ یہ سب زمین ہے اور جو کچھ اس کے چاروں طرف ہے وہ سمندر ہے' اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اس کا سلطان مقرر کیا ہے۔

اس کے بعد ذوالقرنین نے دنیا کا سفر اختیار کیا اور چلتے چلتے وہ مغرب الشمس (آفتاب غروب ہونے کی جگہ) پر پہنچ گیا اور پھر وہاں سے چل کر مطلع الشمس یعنی پورب کی طرف جا پہنچا۔ وہاں سے چل کر "سدین" یعنی دو دیواروں پر پہنچا جو دو پہاڑ تھے اور اتنے نرم تھے کہ جو چیز ان سے مس کرتی وہ ان سے چپک جاتی تھی۔ اس کے بعد اس نے دیوار تعمیر کی اور یاجوج یاجوج کے پاس پہنچا اور ان کو دیگر مخلوق سے جدا کیا۔ بعد ازاں اس کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا کہ جن کے چہرے کتوں کے مشابہ تھے اور وہ یاجوج ماجوج سے قتال کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس نے ان کو بھی جدا جدا کر دیا۔ پھر ایک قوم کے پاس پہنچا جو ایک دوسرے کو کھا جاتے تھے۔ وہاں ایک صخرۂ عظیم بھی دیکھا۔ آخر میں وہ بحر محیط کے ایک ملک میں گیا۔ یہ سن کر وہ اہل کتاب بولے کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ ذوالقرنین کے متعلق جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا بالکل وہی ہماری کتابوں میں مذکور ہے۔

روایت ہے کہ جب ذوالقرنین اسکندریہ کی تعمیر سے فراغت پا چکے اور اس کو خوب مستحکم بنا دیا تو آپ نے وہاں سے کوچ فرمایا اور چلتے چلتے آپ کا گزر ایک ایسی صالح قوم پر ہوا جو راہ حق پر گامزن تھی اور ان کے جملہ امور حق پر مبنی تھے اور ان میں یہ اوصاف حسنہ بدرجہ کمال موجود تھے۔ روزمرہ کے امور میں عدل اور ہر چیز کی مساوی تقسیم' انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا' آپس میں صلہ رحمی' حال و قال ایک' ان کی قبریں ان کے دروازوں کے سامنے' ان کے دروازے غیر مقفل' نہ ان کا کوئی امیر و قاضی' نہ آپس میں امتیازی سلوک' نہ کسی قسم کا لڑائی جھگڑا' نہ گالی گلوچ اور نہ قہقہہ بازی' نہ رنج و غم' آفات سماویہ سے محفوظ' عمریں دراز نہ ان میں کوئی مسکین اور نہ کوئی فقیر۔ ذوالقرنین کو ان کے یہ حالات دیکھ کر تعجب ہوا اور کہنے لگے کہ تم لوگ مجھ کو اپنے حالات سے مطلع کرو کیونکہ میں تمام دنیا میں گھوما ہوں اور بے شمار بحری اور بری اسفار کئے ہیں مگر تم جیسی صالح اور کوئی قوم نظر نہیں آئی۔ ان کے نمائندہ نے کہا کہ آپ جو چاہیں سوال کریں میں ان کا جواب دیتا جاؤں گا۔

ذوالقرنین:۔ تمہاری قبریں تمہارے گھروں کے دراوزوں کے سامنے کیوں ہیں؟

نمائندہ:۔ ایسا ہم نے عمداً اس لئے کیا ہے تاکہ ہم موت کو نہ بھول جائیں بلکہ اس کی یاد ہمارے دلوں میں باقی رہے۔

ذوالقرنین:۔ تمہارے دروازوں پر قفل کیوں نہیں ہیں؟

نمائندہ:۔ ہم میں سے کوئی مشتبہ نہیں بلکہ سب امانت دار ہیں۔

ذوالقرنین:۔ تمہارے یہاں امراء کیوں نہیں ہیں؟

نمائندہ:۔ ہم کو امراء کی حاجت نہیں ہے۔

ذوالقرنین:۔ تمہارے اوپر حکام کوئی نہیں ہیں؟

نمائندہ:۔ کیونکہ ہم آپس میں جھگڑا نہیں کرتے جو حاکم کی ضرورت پیش آئے۔

ذوالقرنین:۔ تم میں اغنیاء یعنی مالدار کیوں نہیں ہیں؟
نمائندہ:۔ کیونکہ ہمارے یہاں مال کی کثرت نہیں ہے۔
ذوالقرنین:۔ تمہارے یہاں بادشہ کیوں نہیں ہیں؟
نمائندہ:۔ ہمارے یہاں دنیوی سلطنت کی کسی کو رغبت ہی نہیں۔
ذوالقرنین:۔ تمہارے اندر اشراف کیوں نہیں؟
نمائندہ:۔ کیونکہ ہمارے اندر تفاخر کا مادہ ہی نہیں ہے۔
ذوالقرنین:۔ تمہارے درمیان باہم اختلاف کیوں نہیں؟
نمائندہ:۔ کیونکہ ہم میں صلح کا مادہ بہت زیادہ ہے۔
ذوالقرنین:۔ تمہارے یہاں آپس میں لڑائی جھگڑا کیوں نہیں؟
نمائندہ:۔ ہمارے یہاں حلم اور بردباری کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی ہے۔
ذوالقرنین:۔ تم سب کی بات ایک ہے اور طریقہ راست ہے؟
نمائندہ:۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ ہم آپس میں نہ جھوٹ بولتے ہیں نہ دھوکہ دیتے ہیں اور نہ غیبت کرتے ہیں۔
ذوالقرنین:۔ تمہارے سب کے دل یکساں اور تمہارا ظاہر و باطن بھی یکساں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟
نمائندہ:۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم سب کی نیتیں صاف ہیں ان سے حسد اور دھوکہ نکل گئے ہیں۔
ذوالقرنین:۔ تم میں کوئی مسکین وفقیر کیوں نہیں ہے؟
نمائندہ:۔ کیونکہ جو کچھ ہمارے یہاں پیدا ہوتا ہے ہم سب اس کو برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔
ذوالقرنین:۔ تمہارے یہاں کوئی درشت مزاج اور تند خو کیوں نہیں ہے؟
نمائندہ:۔ کیونکہ ہم سب خاکسار اور متواضع ہیں۔
ذوالقرنین:۔ تم لوگوں کی عمریں دراز کیوں ہیں؟
نمائندہ:۔ کیونکہ ہم سب ایک دوسرے کے حق کو ادا کرتے ہیں اور حق کے ساتھ آپس میں انصاف کرتے ہیں۔
ذوالقرنین:۔ تم باہم ہنسی مذاق کیوں نہیں کرتے؟
نمائندہ:۔ تاکہ ہم استغفار سے غافل نہ ہوں۔
ذوالقرنین:۔ تم غمگین کیوں نہیں ہوتے؟
نمائندہ:۔ ہم بچپن سے بلا ومصیبت جھیلنے کے عادی ہو گئے ہیں لہٰذا ہم کو ہر چیز محبوب ومرغوب ہو گئی ہے۔
ذوالقرنین:۔ تم لوگ آفات میں کیوں نہیں مبتلا ہوتے جیسا کہ دوسرے لوگ ہوتے ہیں؟
نمائندہ:۔ کیونکہ ہم غیر اللہ پر بھروسہ نہیں کرتے اور نہ ہم نجوم وغیرہ کے معتقد ہیں۔
ذوالقرنین:۔ اپنے آباؤ اجداد کا حال بیان کرو کہ وہ کیسے تھے؟
نمائندہ:۔ ہمارے آباؤ اجداد بہت اچھے لوگ تھے وہ اپنے مساکین پر رحم کرتے ور جوان میں فقیر ہوتے ان سے بھائی چارہ کرتے۔

جوان پر ظلم کرتا اس کو معاف کر دیتے اور جو ان کے ساتھ برائی کرتا وہ ان کے ساتھ بھلائی کرتے تھے۔ جو ان کے ساتھ جہل کا معاملہ کرتا تو وہ ان کے ساتھ بردباری کا معاملہ کرتے۔ آپس میں صلہ رحمی کرتے۔ نماز کے اوقات کی حفاظت کرتے۔ اپنے وعدہ کو پورا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے ہر کام درست کر رکھے تھے اور جب تک وہ زندہ رہے ان کو اللہ تعالیٰ نے آفات سے محفوظ رکھا اور اللہ تعالیٰ نے اب ان کی اولاد یعنی ہم کو بھی انہی کے نقش قدم پر ثابت رکھا۔

یہ سب باتیں سن کر ذوالقرنین نے کہا کہ اگر میں کسی جگہ قیام کرتا تو تمہارے پاس کرتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے کہیں قیام کی اجازت نہیں ہے اس لئے معذور ہوں۔

ذوالقرنین کے نام ونسب اور نبوت کے بارے میں جو اختلاف ہے اس کو ہم باب السین میں ''سعلاۃ'' کے تحت بیان کر چکے ہیں۔

طبی خواص

تاس کی بیٹ اگر پانی میں پیس کر اس پانی میں ایک بتی تر کر کے ناک میں رکھی جائے تو ناک کا ہر زخم اچھا ہو جائے گا۔

شرعی حکم

غرنیق (کونج) حلال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الغرغر

(جنگلی مرغی) ''کتاب الغریب'' میں ازہری کا بیان ہے بنی اسرائیل جوارض، تہامہ میں رہتے تھے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے معزز تھے مگر ان کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکل گیا جو کسی کی زبان پر نہیں آیا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے عذاب میں مبتلا فرما دیا جو لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مردوں کو بندر'' ان کے کتوں کو کالا' ان کے اناروں کو حنظل' انگوروں کو اراک اور اخروٹ کے درختوں کو سرو اور ان کی مرغیوں کو غرغر یعنی جنگلی مرغی بنا دیا جو شدتِ بو کی وجہ سے ناقابلِ استعمال ہے۔

شرعی حکم

جنگلی مرغی کا کھانا حلال ہے کیونکہ اہل عرب اس کو خباثت میں شمار نہیں کرتے۔

الغزال

(ہرن کا بچہ) جب تک ہرن کے اس بچے کو کہا جاتا ہے جس کے سینگ نہ نکلے ہوں اور قوت نہ آئی ہو اس حالت میں اہل عرب اس کو غزال کہتے ہیں۔ اس کے بعد نر کو ظبی اور مادہ کو ظبیہ کہتے ہیں۔

طبی خواص

اس کا دماغ اگر روغن غار میں ڈال کر خوب جوش دیا جائے اور پھر اس میں ماء الکمون یعنی زیرہ کا پانی اضافہ کر کے اس کا ایک گھونٹ پی لیا جائے تو کھانسی کو زبردست فائدہ ہوگا۔ اگر اس کا پتا نمک میں ملا کر کسی ایسے شخص کو پلایا جائے جس کو کھانسی میں خون اور پیپ آتا ہو تو انشاء اللہ اس کو شفاء ہوگی۔ غزال کی چربی کو اگر کوئی شخص احلیل (سوراخ ذکر) پر مل کر اپنی بیوی سے جماع کرے تو اس کی بیوی پھر اس کے علاوہ کسی کو پسند نہیں کرے گی۔ غزال کا گوشت فوائد کے اعتبار سے سب جانوروں کے گوشت سے بہتر ہے۔ واللہ اعلم۔

الغضارۃ

''الغضارۃ'' ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ''القطاۃ'' ہے۔ عنقریب انشاء اللہ اس کی تفصیل ''باب القاف'' میں آئے گی۔

الغضب

''الغضب'' اس سے مراد بیل اور شیر ہے۔ تحقیق اس کا تفصیلی تذکرہ ''باب الھمزہ'' اور ''باب الثاء'' میں گزر چکا ہے۔

الغضوف

''الغضوف'' اس سے مراد شیر اور خبیث سانپ ہے۔ تحقیق ان کا تذکرہ ''باب الھمزہ'' اور باب الحاء'' میں گزر چکا ہے۔

الغضیض

''الغضیض'' اس سے مراد جنگلی گائے کا بچہ ہے۔ تحقیق اس کا تذکرہ لفظ ''البقرۃ الوحشیۃ'' کے تحت ''باب الباء'' میں گزر چکا ہے۔

الغطرب

''الغطرب'' افعی سانپ کو کہتے ہیں۔

الغطریف

''الغطریف'' اس سے مراد باز کے بچے، مچھر، شریف، سردار اور سخی آدمی ہے۔ اس کی جمع ''غطارفۃ'' آتی ہے۔

الغطلس

''الغطلس'' اس سے مراد بھیڑیا ہے۔ تحقیق اس کا تذکرہ ''باب الذال'' میں گزر چکا ہے۔

الغطاطا

''الغطاطا'' یہ ''القطا'' پرندے کی ایک قسم ہے جس کا پیٹ اور بدن سیاہ ہوتا ہے۔ نیز اس کی ٹانگیں اور گردن لمبی ہوتی ہے۔

الغفر

''الغفر'' (غین کے ضمہ کے ساتھ) ''اروبۃ'' (پہاڑی بکری) کے بچے کو کہتے ہیں اس کی جمع اغفار آتی ہے۔ نیز غین کے کسرہ

کے ساتھ "الغفر" جنگلی گائے کے بچے کو کہتے ہیں۔

الغماسة

"الغماسة" (مرغابی) اس سے مراد وہ پرندہ ہے جو پانی میں غوطے لگاتا ہے۔ اس کی جمع "غماس" آتی ہے۔

الغنافر

"الغنافر" (غین کے ضمہ کے ساتھ) اس سے مراد نر بجو ہے۔ تحقیق اس کی تفصیل "باب الضاد" میں بیان کی جا چکی ہے۔

الغنم

(بکری) یہ لفظ اسم جنس ہے۔ نر مادہ اور ہر قسم کی بکریوں کو شامل ہے یعنی بھیڑیں بھی اس میں شامل ہیں حضرت امام شافعیؒ نے اپنے اشعار میں جہال کو غنم سے تعبیر کیا ہے

سَاكْتُمُ عَلْمِیْ مِنْ ذَوِیَ الْجَهْلِ طَاقَتِیْ وَلاَ اَنْثُرَ الدُرَ النَّفِيْسَ عَلَى الْغَنَمِ

میں حتی المقدور اپنے علم کو جاہلوں سے پوشیدہ رکھتا ہوں اور نفیس موتیوں کو بکریوں کے سامنے نہیں بکھیرتا ہوں۔

فان يَسَّرَ اللّٰهُ الْكَرِيْم بِفَضْلِهٖ وَصَادَفت اَهْلا لِلعلوم وللحكم

پس اگر اللہ کریم نے کوئی آسانی پیدا فرما دی اور مجھ کو کوئی ایسا شخص مل گیا جو علم و حکمت کا اہل ہو تو

بَثَثتَ مُفِيْدًا وَاستَفَدت وَدَارَهُمْ والافمخزون لَدَى ومُكتَتَمْ

میں اس پر علوم مفیدہ پیش کردوں گا اور خود بھی اس کی دوستی سے فائدہ حاصل کروں گا ورنہ میرے علوم میرے پاس محفوظ رہیں گے۔

فَمَنْ مَنَحَ الْجُهَالَ عِلْماً اَضَاعَهٗ وَمَنْ مَنع الْمُسْتَوْجِبِيْنَ فَقَدْ ظَلَمَ

جس نے جاہلوں پر علم کی بخشش کی اس نے علم کو ضائع کر دیا اور جس نے مستحقین سے علوم کو پوشیدہ رکھا وہ ظالم ہے۔

حدیث میں غنم کا ذکر:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:۔

"فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اونٹ والوں اور بکریوں والوں نے ایک دوسرے پر اظہار فخر کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سکینہ اور وقار بکری والوں میں ہے اور فخر و خیلا (تکبر) اونٹ والوں میں ہے"۔

یہ حدیث صحیحین میں مختلف الفاظ سے منقول ہے۔ حدیث میں سکینہ سے مراد سکون اور وقار سے تواضع مراد ہے۔ نیز فخر سے کثرت مال پر تفاخر اور خیلاء کے معنی تکبر اور دوسروں پر اپنی بڑائی جتاتا ہے۔ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ عمومی اغلب احوال کے اعتبار سے ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ اہل غنم سے اہل یمن مراد ہیں۔ کیونکہ ربیعہ اور مضر کے علاوہ بقیہ سب اہل یمن بکری والے ہیں، مسلم میں حضرت انسؓ سے منقول ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے کچھ مانگا آپ نے اس کو وہ سب بکریاں دے دیں جو دو پہاڑوں کے درمیان تھیں جب

وہ بکریاں لے کر اپنی قوم میں پہنچا تو کہنے لگا لوگو مسلمان ہو جاؤ کیونکہ قسم ہے خدا کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دینا ایسے شخص کا دینا ہے کہ جس کو فقر کا کوئی خوف نہ ہو"۔

غنم کی دو قسمیں ہیں یعنی بکری اور بھیڑ۔ جاحظؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ بھیڑ' بکری سے افضل ہے۔ علماء نے اس کی تصریح کی ہے کہ مذکورہ افضیلت قربانی کے بارے میں ہے اور اس افضیلت پر دلائل پیش کئے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں پہلے بھیڑ کا ذکر فرمایا ہے اور اس کے بعد بکری کا۔ چنانچہ ارشاد ہے:" فَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ "(آٹھ جوڑے دو بھیڑوں میں سے اور بکریوں میں سے دو)"اِنَّ هٰذَا اَخِیْ لَهٗ تِسْعٌ" وَتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ"" یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس دو دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے۔

(۲) وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ (اور ہم نے فدیہ میں اس کو ایک بڑا ذبیحہ بھیجا) اس پر مفسرین کا اتفاق ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عوض جو قربانی کا جانور بھیجا تھا وہ مینڈھا تھا۔

علاوہ ازیں دیگر وجوہات یہ ہیں:۔

(۱) بھیڑ سال میں ایک مرتبہ بیاتی ہے اور بسا اوقات ایک ہی بچہ دیتی ہے اور بکریاں سال میں دو مرتبہ بیاتی ہیں۔ اور دو اور تین تین بچے دیتی ہیں پھر بھی برکت بھیڑ میں بمقابلہ بکری کے زیادہ ہے۔ یعنی بھیڑوں کی تعداد بکریوں سے زیادہ ہوتی ہے۔

(۲) بھیڑ اگر کسی درخت وغیرہ کو چر لیتی ہے تو وہ دوبارہ سرسبز ہو جاتا ہے' مگر بکری کا چرا ہوا دوبارہ سرسبز نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بھیڑ درخت کا صرف اوپر کا حصہ چرتی ہے جبکہ بکری درخت کو جڑ تک کھا لیتی ہے۔

(۳) بھیڑ کی اون بکری کے بالوں سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔

(۴) اہل عرب جب کسی کی مدح کرتے ہیں تو اس کو مینڈھے سے تعبیر کرتے ہیں اور جس کی برائی کرتے ہیں اس کو بکری سے تو بیہ دیتے ہیں۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے بکرے اور بکری کو مہتوک الستر پیدا کیا ہے یعنی اس کے قبل اور دبر کھلی رہتی ہے جبکہ بھیڑ میں یہ بات نہیں ہے۔

(۶) بھیڑ کی سری بکری کی سری سے افضل وطیب ہوتی ہے۔ یہی تفاوت دونوں کے گوشت میں بھی ہے۔ یعنی بکری کا گوشت سودائیت' بلغم اور فساد خون نیز نسیان پیدا کرتا ہے۔ اس کے برخلاف بھیڑ کے گوشت میں یہ نقصانات نہیں ہیں۔ [1]

ابن ماجہ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے:۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ہانیؓ سے ارشاد فرمایا کہ بکریاں پالو کیونکہ ان میں برکت ہے' ایک عورت نے آپ سے شکایت کی کہ میری بکریاں اچھی نہیں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ ان بکریوں کا رنگ کیسا ہے؟ اس عورت نے جواب دیا کہ کالا' آپ نے فرمایا کہ ان کو بدل کر سفید بکریاں پال لو' کیونکہ سفید بکریوں میں برکت ہے"۔

جملہ انبیاء کرام نے بکریاں چرائی ہیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

"اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں مبعوث فرمایا مگر اس نے بکریاں چرائیں"۔

---

[1] ہندوستانی اطباء کی رائے اس کے خلاف ہے اور وہ بکری کے گوشت کو بھیڑ کے گوشت پر ترجیح دیتے ہیں اور مریضوں کو بکری کا ہی گوشت کھانے کے لئے تجویز کرتے ہیں۔

ایک چرواہے کی دیانت

''شعب الایمان'' میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اطراف مدینہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ نکلے۔ کھانے کے وقت ساتھیوں نے دستر خوان لگایا تو اسی اثناء میں ایک چرواہا ادھر سے گزرا اور سلام کیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کو کھانے کی دعوت دی۔ اس نے جواب دیا کہ میں روزہ سے ہوں۔ ابن عمر نے کہا کہ اتنے شدید گرمی کے موسم میں تم روزہ سے ہو؟ جبکہ پہاڑوں میں تم بکریاں چرا رہے ہو۔ اس کے بعد حضرت ابن عمرؓ نے اس کی ایمانداری کا امتحان لینے کی غرض سے اس سے کہا کیا تُو اپنی بکریوں میں سے کوئی بکری فروخت کر سکتا ہے؟ کہ ہم تجھے اس کی قیمت دے دیں اور تُو اس کے گوشت سے افطار کرے۔ اس نے جواب دیا کہ بکریاں میری نہیں ہیں بلکہ میرے آقا کی ملکیت ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے آقا سے کہہ دینا کہ ایک بکری کو بھیڑیا کھا گیا۔ چرواہا یہ سن کر یہ کہتے ہوئے چل دیا کہ اللہ کو کیا جواب دوں گا؟ حضرت ابن عمرؓ نے اس چرواہے کی دیانت سے متاثر ہو کر اس چرواہے کے آقا سے اس غلام کو اور بکریوں کو خرید لیا اور غلام کو آزاد کر کے وہ بکریاں اس کو ہبہ کر دیں۔

حضرت اسودؓ حبشی کا اسلام اور حضور ﷺ کا ایک معجزہ

استیعاب میں مذکور ہے کہ حضرت اسودؓ ایک یہودی کی بکریاں چرایا کرتے تھے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر کے کسی قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور میرے سامنے اسلام کی تعلیمات پیش کیجئے۔ چنانچہ آپ نے اسلام کی تعلیمات ان کے سامنے پیش کیں اور یہ ایمان لے آئے۔ پھر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں ان بکریوں والوں کا ملازم ہوں اور یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں میں ان کا کیا کروں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان کے منہ پر کنکریاں مار دو یہ اپنے مالک کے پاس لوٹ جائیں گی۔ چنانچہ حضرت اسود حسب حکم کھڑے ہوئے اور کنکریاں لے کر بکریوں کے منہ پر مار دیں اور کہا تم سب اپنے مالک کے پاس چلی جاؤ' اب میں کبھی بھی تمہاری نگہبانی نہیں کروں گا۔ یہ سن کر بکریاں اس طرح مجتمع ہو کر چل دیں جس طرح کوئی نگہبان ان کو ہانک کر لے جا رہا ہو اور اس طرح وہ اپنے مالک کے گھر پہنچ گئیں۔

اس کے بعد حضرت اسودؓ مسلمانوں کے ہمراہ کفار سے مقابلہ میں شریک ہوئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ حضرت اسودؓ کو اسلام لانے کے بعد ایک بھی نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نعش کے پاس آئے اور نعش کو دیکھ کر ایک طرف چہرہ مبارک پھیر لیا۔ لوگوں نے آپ سے اس اعراض کا سبب پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت ان کے پاس جنت کی حوروں میں سے دو بیویاں ہیں جو ان کے گرد آلود چہرے کو صاف کر رہی ہیں اور یہ کہہ رہی ہیں کہ اللہ اس شخص کا چہرہ گرد آلود فرمائے جس نے تیرے چہرے کو گرد آلود کیا ہے اور جس نے تجھے قتل کیا ہے اللہ اس کو قتل فرمائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب

حاکم نے مستدرک میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں سیاہ بکریاں دیکھیں جن میں بہت سی سفید بکریاں آ کر مل گئیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ حضورؐ نے اس کی کیا تعبیر لی ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ عجمی لوگ تمہارے دین ونسب میں شریک ہو جائیں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا عجمی لوگ ہمارے شریک ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا کہ دین اگر ثریا میں معلق ہو گا تو عجم کے لوگ اس کو وہاں سے بھی نکال لائیں گے۔

شیخین کی خلافت کی خوشخبری

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ گویا میں ایک کنوئیں سے ڈول بھر بھر کر پانی کھینچ رہا ہوں اور میرے ارد گرد سیاہ اور سفید بکریاں ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے اور انہوں نے کھینچنا شروع فرمایا مگر خدا ان کی مغفرت فرمائے ان کے کھینچنے میں کمزوری تھی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ آئے اور انہوں نے ڈول ہاتھ میں تھاما' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے کوئی مرد ایسا قوی نہیں دیکھا جس نے آپ کی طرح آب کشی کی ہو۔ لوگوں نے اس خواب کی تعبیر یہ لی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ منصب خلافت پر فائز ہوں گے۔

ہر حاکم راعی ہے

ایک مرتبہ ابو مسلم خوالانی امیر معاویہؓ کے پاس حاضر ہوئے اور ان الفاظ میں آپ کو سلام کیا: '' **السلام علیک ایھا الاجیر** '' حاضرین نے کہا یہ کہیے '' **السلام علیک ایھا الامیر** '' آپ نے پھر وہی کہا '' **السلام علیک ایھا الاجیر** '' لوگوں نے پھر ٹوکا کہ '' **السلام علیک ایھا الامیر** '' کے بجائے '' امیر '' کہیے۔ آپ نے پھر وہی کہا اور لوگوں کی نکیر کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ اس پر امیر معاویہؓ نے لوگوں سے فرمایا کہ جو کچھ یہ کہیں ان کو کہنے دو کیونکہ یہ علم میں تم سے افضل ہیں۔ جب لوگ خاموش ہو گئے تو ابو مسلم نے امیر معاویہؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ ان بکریوں کے ریوڑ (یعنی مسلمین) کے اجیر اور تنخواہ دار ملازم ہیں اور ان بکریوں کے مالک نے آپ کو اس وجہ سے رکھا ہے کہ آپ اُن کی دیکھ بھال کریں۔ بیمار ہوں تو ان کا علاج معالجہ کریں اور مالک نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر تُو نے بیماروں کا معالجہ کیا اور کمزوروں کی دیکھ بھال کی تو تم مستحق انعام ہو گے اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو مورد عتاب بن جاؤ گے۔

دعا کی مقبولیت کے لئے دل کا حاضر ہونا ضروری ہے

رسالہ قشیری کے باب الدعاء میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک ایسے شخص پر ہوا جو خوب گڑگڑا کر اللہ سے دعا مانگ رہا تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اگر اس کی حاجت میرے قبضہ میں ہوتی تو ضرور اس کو پورا کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل فرمائی کہ اے موسیٰؑ! میں اس شخص پر تم سے زیادہ مہربان ہوں۔ لیکن اس کے پاس بکریاں ہیں یہ دعا تو مجھ سے مانگ رہا ہے مگر اس کا دل بکریوں میں لگا ہوا ہے۔ میں ایسے بندوں کی دعا قبول نہیں کرتا جو مجھ سے دعا مانگے اور اس کا دل میرے غیر سے وابستہ ہو' حضرت موسیٰؑ نے اس شخص کو یہ بات بتا دی۔ اس کے بعد اس شخص نے خوب دل لگا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حاجت پوری فرما دی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں شیر اور بکری اکٹھے چرا کرتے تھے

دینوری کی کتاب '' المجالسۃ '' میں حماد بن زید نے موسیٰ بن اعین راعی سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں بکریاں اور شیر اور دوسرے جنگلی جانور ایک ساتھ چرا کرتے تھے۔ اعین راعی کا بیان ہے کہ ایک دن ایک بھیڑیا بکریوں میں گھس گیا اور ایک بکری کو اٹھا کر لے گیا میری زبان سے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون نکلا اور فوراً میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ شاید وہ مرد صالح جس کی یہ برکت تھی دنیا سے رخصت ہو گیا۔ چنانچہ بعد میں معلوم ہوا کہ جس رات بھیڑیا بکری کو اٹھا کر لے گیا اسی رات میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات ہو گئی۔

ایک جنتی عورت

عبدالواحد بن زید سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے تین رات تک برابر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ مجھ کو اس شخص سے ملا دے جو جنت میں میرا رفیق ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مجھ کو الہام ہوا کہ تیری جنت کی رفیقہ ایک عورت ہے جس کا نام میمونہ سوداء ہے اور وہ کوفہ میں فلاں قبیلہ میں بکریاں چراتی ہے۔ چنانچہ میں کوفہ پہنچا اور اس کا پتہ معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ وہ فلاں جنگل میں بکریاں چرا رہی ہے۔ چنانچہ میں اس کی تلاش میں جنگل میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہی ہے اور اس کی بکریاں بھیڑیوں کے ساتھ چر رہی ہیں۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئی تو کہنے لگی کہ ابن زید وفاء وعدہ کی جگہ تو جنت ہے یہ دنیا نہیں ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ میں ابن زید ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ تم کو معلوم نہیں کہ جب ارواح کو ایک جگہ جمع کیا گیا تھا اس وقت بہت سی روحیں متعارف ہوئی تھیں اور بہت سی نہیں۔ پس جو وہاں متعارف تھیں وہ یہاں بھی متعارف ہیں اور جو وہاں غیر متعارف تھیں وہ یہاں بھی غیر متعارف ہیں۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔ اس نے کہا سبحان اللہ جو خود واعظ ہو وہ دوسروں کے وعظ کا محتاج ہے۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ تمہاری بکریاں بھیڑیوں کے ساتھ چر رہی ہیں یہ کیسے ممکن ہے؟ کہنے لگیں کہ میں نے اپنا معاملہ اللہ سے درست کر لیا ہے اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ نے میری بکریوں کا معاملہ بھیڑیوں سے درست فرما دیا ہے۔

حضرت سلیمانؑ کا فیصلہ

آیت شریفہ "اذ یحکمن فی الحرث اذ نفشت فیه غنم القوم" کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ قتادہ اور زہری سے روایت ہے کہ دو شخص حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک کسان اور دوسرا بکریوں والا تھا۔ کسان نے جو مدعی تھا بیان کیا کہ مدعا علیہ نے رات کے وقت اپنی بکریاں کھلی چھوڑ دیں جس سے وہ میرے کھیت میں آگھسیں اور سارا کھیت چر گئیں اور کچھ بھی نہ چھوڑا اس لئے آپ فیصلہ کیجیے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ فیصلہ کیا کہ بکریوں والے کی بکریاں کھیت والے کو اس کے نقصان کے عوض میں دلا دیں۔

چنانچہ اس فیصلے کے بعد فریقین حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو آپ نے ان سے معلوم کیا کہ تمہارے بارے میں کیا فیصلہ ہوا ہے۔ انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلہ سے ان کو مطلع کیا۔ اس پر حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ اگر تمہارا معاملہ میرے سپرد ہوتا تو میں دوسرا فیصلہ کرتا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلا بھیجا اور فرمایا کہ بیٹا تجھے حق نبوت اور حق ابوت کی قسم بتا تو اس بارے میں کیا فیصلہ کرتا؟ حضرت سلیمانؑ نے عرض کیا کہ ابا جان بکریاں تو کسان کو دے دیجئے تاکہ وہ ان کے دودھ صوف اور نسل وغیرہ سے فائدہ اٹھائے اور کھیت بکری والے کے حوالے کر دیجئے تاکہ وہ اس کو بوئے اور کھیتی کرے۔ اس طرح جب کھیت کی حالت ایسی ہو جائے جیسا کہ بکریوں کے چرنے سے پہلے تھی تو اس وقت کھیت کسان کو اور بکریاں بکری والے کو دلا دیجئے۔ چنانچہ حضرت داؤدؑ نے اپنے فیصلہ کو منسوخ کر کے حضرت سلیمانؑ کے فیصلہ کو نافذ فرمایا۔

خدا تعالیٰ کا نظام قدرت

عجائب المخلوقات کے شروع میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰؑ بن عمران علیہ السلام کا گزر ایک چشمہ پر ہوا جو ایک پہاڑ کے قریب بہہ رہا تھا۔ آپ نے اس چشمہ پر وضو فرمایا اور نماز پڑھنے کے لئے پہاڑ پر چلے گئے۔ کچھ دیر کے بعد ایک سوار آیا اور چشمہ سے پانی

پی کر چلا گیا اور جاتے ہوئے ایک تھیلی دراھم بھول گیا۔ اس کے بعد ایک بکریاں چرانے والا آیا اور دراہم کی تھیلی اٹھا کر لے گیا۔ پھر ایک غریب بوڑھا شخص جس کے سر پر لکڑیوں کا گٹھڑ تھا آیا اور لکڑیاں ایک طرف رکھ کر چشمہ کے نزدیک آرام کرنے کی غرض سے لیٹ گیا۔ کچھ دیر بعد وہ سوار اپنی تھیلی کی تلاش میں چشمہ پر آیا مگر جب اس کو تھیلی وہاں نہ ملی تو اس نے بوڑھے سے تھیلی کا مطالبہ کیا۔ بوڑھے نے کہا کہ میں نے نہ تھیلی دیکھی اور نہ لی۔

چنانچہ بات بڑھ گئی اور نوبت مار پیٹ کی آ گئی اور سوار نے بوڑھے کو اس قدر مارا کہ وہ مر گیا۔ حضرت موسیٰؑ جو یہ ماجرا دیکھ رہے تھے حق تعالیٰ سے عرض پرداز ہوئے کہ اے میرے رب اس معاملہ میں کیا انصاف ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی اور ان کو اطلاع دی کہ اس بوڑھے نے اس سوار کے باپ کو مار ڈالا تھا اور اس سوار پر اُس چرواہے کے باپ کا قرضہ تھا۔ اور اس قرضہ کی تعداد اتنی ہی تھی جتنے اس تھیلی میں دراہم تھے۔ چنانچہ قرض خواہ کو قرض وصول ہو گیا اور قاتل سے قصاص لے لیا گیا اس طرح معاملہ برابر ہو گیا۔ میں حاکم عادل ہوں میرے یہاں ناانصافی نہیں ہے۔

چند بری باتیں

کتاب "الحکم" اور "غایات" میں لکھا ہے کہ اہل تجربہ کے قول کے مطابق یہ چیزیں باعث غم ہوا کرتی ہیں:۔

(۱) بکریوں کے درمیان چلنا (۲) بیٹھ کر عمامہ باندھنا (۳) کھڑے ہو کر پائجامہ پہننا (۴) دانتوں سے داڑھی کترنا (۵) دروازہ کی چوکھٹ پر بیٹھنا (۶) بائیں ہاتھ سے کھانا (۷) دامن سے منہ پونچھنا (۸) انڈوں کے چھلکوں پر چلنا (۹) داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا (۱۰) قبروں پر قہقہہ مار کر ہنسنا۔

تعبیر

خواب میں بکری کا دیکھنا مندرجہ ذیل چیزوں کی علامت ہے:۔

(۱) نیک اور فرمانبردار رعایا (۲) مال غنیمت (۳) بیویاں (۴) اولاد (۵) کھیتی اور پھلدار درخت۔ اون والی بکری کی تعبیر شریف خوب صورت باحیاء عورت سے دی جاتی ہے اور بالوں والی بکری سے نیک مگر فقیر و غریب عورتیں مراد ہوتی ہیں۔

بقول مقدسی جو شخص خواب میں معز (بکری) اور ضان (بھیڑ) کو ہانکے وہ عرب اور عجم کا سربراہ بنے گا اور اگر خواب میں ان کا دودھ بھی دوھ لے تو بہت سارا مال بھی حاصل ہوگا۔ اگر کسی مکان میں بکریاں کھڑی ہوئی دیکھے تو اس کی تعبیر ایسے لوگ ہیں جو کسی معاملہ کے لئے کسی جگہ جمع ہوں۔ اگر خواب میں سامنے سے آتی ہوئی بکریاں دیکھے تو اس سے دشمن مراد ہیں جو مغلوب ہو جائیں گے۔ جو شخص خواب میں دیکھے کہ بکری اس کے آگے آگے بھاگ رہی ہے اور ہاتھ نہیں آ رہی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس شخص کو آمدنی بند ہونے کا اندیشہ ہو گا۔ یا وہ کسی عورت کا تعاقب کرے گا اور اس میں ناکام رہے گا۔

جاماسب نے کہا ہے کہ جو شخص خواب میں بکریوں کا ریوڑ دیکھے تو وہ ہمیشہ شاداں رہے گا۔ اور اگر ایک بکری دیکھے تو ایک سال تک خوش رہے گا۔ نعجہ (دنبی) کی تعبیر عورت ہے۔ لہٰذا جو شخص خواب میں نعجہ یعنی دنبی کو ذبح کرے تو وہ کسی مبارک عورت سے جماع کرے گا۔

اگر خواب میں کسی کی صورت بکری جیسی ہو جائے تو اس کو مال دستیاب ہوگا۔ جو شخص خواب میں بکری کے بال کاٹے تو اندیشہ ہے کہ وہ تین یوم تک گھر سے نکل جائے گا۔

اَلْغَوَّاصُ

(مچھلی مار) اہل مصر اس کو غطاس کہتے ہیں۔ بقول قزوینیؒ یہ پرندہ نہروں کے کنارے پایا جاتا ہے اور مچھلی کا شکار کرتا ہے اور اس کے شکار کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ یہ پانی کے اوپر اڑتا رہتا ہے اور جیسے ہی اس کو پانی میں کوئی مچھلی نظر آتی ہے۔ یہ اپنے منہ کی طرف سے پانی میں غوطہ لگا کر اس مچھلی کو پکڑ لاتا ہے۔ یہ جانور ہندوستان اور بصرہ میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ ایک صاحب نے اس کا ایک واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ اس جانور نے ایک مچھلی کا شکار کیا مگر اس مچھلی کو اس سے ایک کوے نے جھپٹ لیا۔ اس کے بعد اس نے ایک دوسری مچھلی کا شکار کیا لیکن اس کو بھی کوے نے اس سے جھپٹ لیا۔ مچھلی جھپٹ کر جب کوا اس کو کھانے میں مشغول ہوا تو مچھلی مار نے اس کوے کی ٹانگ پکڑ لی اور اس کو لے کر پانی میں غوطہ لگا دیا اور جب تک کوا مر نہیں گیا اس کو پانی سے باہر نہیں آنے دیا۔

عواص کا کھانا جائز یعنی حلال ہے۔ اگر مچھلی مار کا خون خشک کر کے انسان کے بالوں کے ساتھ پیس لیا جائے اور پھر اس کی مالش کی جائے تو طحال (تلی کا بڑھ جانا) کے لئے مفید ہے اور یہی تاثیر اور طریقہ استعمال اس کی ہڈی کی بھی ہے۔

الغوغاء

''الغوغاء'' اس سے مراد ٹڈی ہے جبکہ اس کے پر نکل آئیں اور اس کی رنگت سرخ ہو۔

اَلْغُوْلُ

(غول بیابانی۔ بھوت) غـــول: جنات اور شیاطین کی ایک جماعت ہے۔ ان کا شمار جنات کے جادوگروں میں ہوتا ہے۔ بقول جوہری غول اور سعالی ایک چیز ہیں۔ وہ چیز جو انسان کو ناگاہ پکڑ کر ہلاک کر دے وہ غول کہلاتی ہے۔ غول ''تغول'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی رنگ بدلنے کے ہیں جیسا کہ حضرت کعب بن زہیر بن ابی سلمٰی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے ۔

فَمَا تَدُوْمُ عَلٰی حال تَکُوْنُ بِهَا   کَمَا تَلَوَّنُ فِیْ اَثْوَابِهَا اَلْغُوْل

وہ ہمیشہ ایک حال پر نہیں رہتی بلکہ اپنی حالت بدلتی رہتی ہے۔ جس طرح غول بیابانی اپنے کپڑوں میں رنگ بدلتا رہتا ہے۔

اسی طرح جب عورت تلون مزاجی کا مظاہرہ کرتی ہے تو عرب اس کی تعبیر ''تغولت المراۃ'' (عورت نے رنگ بدل دیا) سے کرتے ہیں۔ نیز جب کوئی شخص ہلاکت میں مبتلا ہوتا ہے تو کہتے ہیں ''غَالَتْهُ غول'' (اس کو غول نے پکڑ لیا)۔

علم کے ساتھ عمل ضروری ہے

کسی شخص نے ابوعبیدہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق سوال کیا: ''طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ '' (اس جہنمی درخت زقوم کے خوشے ایسے ہوں گے جیسے شیطانوں کے سر) اس شخص کا یہ اعتراض تھا کہ جب کسی برائی یا بھلائی کی دھمکی یا خوش خبری دی جاتی ہے تو ایسی چیزوں سے دی جاتی ہے جو لوگوں کی جانی پہچانی ہو۔ مگر اس مثال میں یہ بات نہیں ہے کیونکہ شیاطین کے سر غیر معروف ہیں۔ ابوعبیدہ نے اس شخص کو یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل عرب سے کلام انہی کے محاورات کی رعایت سے کیا ہے۔ انہوں نے غول کو کبھی دیکھا نہیں تھا لیکن اس سے ڈرتے تھے جیسا کہ امرالقیس کے اس شعر سے ظاہر ہے۔

اَتَقْتُلُنِیْ والمشر فی مضاجعی ومسنونۃ زرق کانیاب اغوال

کیا تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے اس حال میں کہ تلوار میرے پاس ہے اور میرے پاس ایسے نیزے بھی ہیں جیسے کہ وہ شیطان کے دانت ہوں۔

الغرض اگر چہ انہوں نے دیکھا نہیں لیکن اس سے گھبراتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس کو وعید کے طور پر ذکر کر دیا گیا۔ ابو عبیدہ کا نام علامہ معمر بن مثنیٰ بصری نحوی ہے۔ یہ مختلف علوم وفنون کا مالک تھا۔ بالخصوص عربیت اور اخبار وایام عرب کا ماہر تھا لیکن اس فنی مہارت اور جودت کے باوجود اکثر اشعار اس طرح غلط پڑھتا تھا کہ شعر شعر نہیں رہ پاتا تھا۔ اور یہ قرآن بھی اسی طرح غلط پڑھتا تھا۔ اس کی طبیعت کا میلان خارجی عقائد کی جانب تھا۔ کوئی حاکم اس کی شہادت قبول نہیں کرتا تھا کیونکہ یہ اغلام بازی سے متہم تھا۔ چنانچہ اصمعیؒ کہتے ہیں کہ ایک بار میں ابو عبیدہ کے ہمراہ مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ مسجد کے اس ستون پر جہاں ابو عبیدہ بیٹھا کرتا تھا۔ یہ شعر لکھا ہوا ہے ۔

صَلَّی الْاِلٰهُ علی لُوْطٍ وَشِیْعَتِهٖ اَبَا عُبَیْدَةَ قُلْ اٰمِیْنَا

اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام اور آپ کے متبعین پر رحمت نازل فرمائے' اے ابو عبیدہ خدا کے واسطے تو آمین کہہ۔

اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ ابو عبیدہؒ نے اس شعر کو دیکھ کر مجھ سے کہا کہ اسے مٹا ڈالو۔ چنانچہ میں نے ان کی کمر پر سوار ہو کر اس کو مٹا دیا۔ لیکن صرف حرف ط باقی رہ گیا۔ ابو عبیدہ کہنے لگے کہ ط ہی تو سب سے برا حرف ہے اسی حرف سے " طـــامّة " یعنی قیامت شروع ہوتی ہے۔ یہ بھی منقول ہے کہ ابو عبیدہؒ کی نشست گاہ میں ایک ورق پڑا ہوا ملا جس پر مذکورہ بالا شعر کے علاوہ یہ شعر بھی درج تھا ۔

فَلَنْتَ عِنْدِی بِلاَ شَکٍّ بَقِیَّتُهُمْ مُنْذُ اِحْتَلَمْتَ وَقَدْ جَاوَزْتَ تِسْعِیْناً

کیونکہ تو بھی میرے نزدیک قوم لوط کا بقیہ ہے جب سے تو بالغ ہوا ہے اور اب جبکہ تو ۹۰ سال سے متجاوز ہو چکا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ابو عبیدہؒ ایک مرتبہ موسیٰ بن عبدالرحمٰن ہلالی کے پاس بلاد فارس میں گئے۔ جب یہ وہاں پہنچے تو عبدالرحمٰن نے اپنے تمام چھوکروں سے کہہ دیا کہ ذرا ابو عبیدہؒ سے بچ کر رہنا ان کی باتیں بڑی دقیق ہوتی ہیں۔ جب کھانا کھانے بیٹھے تو کسی لڑکے نے ان کے دامن پر شوربا گرا دیا۔ موسیٰ نے یہ دیکھ کر کہا کہ آپ کے دامن پر شوربا گر گیا ہے میں اس کے عوض میں آپ کو دس کپڑے دے دوں گا۔ ابو عبیدہؒ نے کہا کہ کوئی حرج نہیں کیونکہ آپ کے شوربے سے کپڑے کو نقصان نہیں پہنچتا۔ یعنی اس میں روغن نہیں ہے جو کپڑوں کو خراب کرے۔ موسیٰ ابو عبیدہ کا مطلب سمجھ کر خاموش ہو گئے۔ ابو عبیدہؒ کی وفات ۲۰۹ھ میں ہوئی۔

ابو عبیدہؒ کے علاوہ ایک اور عالم ہیں جن کی کنیت بھی یہی ہے مگر اس میں فرق یہ ہے کہ ان کی کنیت بغیر "ھا" کے ہے یعنی "ابو عبید" ہے۔ ابو عبیدہؒ کے والد باجروان گاؤں کے باشندہ تھے۔ یہ وہی بستی ہے جس میں حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام نے اپنے قیام کے دوران ضیافت کا مطالبہ کیا تھا جس کا قرآن میں ذکر ہے۔

بھوتوں سے نجات پانے کا طریقہ

طبرانی اور بزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث نقل کی ہے:۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم لوگوں کو بھوت دھوکہ دینا چاہیں تو اذان پڑھ دیا کرو اس لئے کہ شیطان جب اذان کی آواز سنتا ہے تو گوز مارتے ہوئے بھاگ جاتا ہے"۔

امام نووی نے "کتاب الاذکار" میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر اللہ کو دفع ضرر

کا وسیلہ قرار دیا ہے۔

اسی طرح نسائی نے ایک روایت حضرت جابرؓ سے نقل کی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے۔

اول شب میں گھر آیا کرو کیونکہ رات کے وقت زمین سمٹتی ہے۔ اگر غیلان تم پر ظاہر ہوا کریں تو جلدی سے اذان پڑھ دیا کرو۔ امام نوویؒ نے بھی یہ نقل کیا ہے۔

مسلم نے سہیل ابن ابی صالح سے نقل کیا ہے'' فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے اور ایک غلام کو بنی حارثہ کے ایک محلہ میں بھیجا۔ راستہ میں ایک دیوار کے اوپر سے کسی نے غلام کا نام لے کر اس کو پکارا۔ یہ سن کر غلام دیوار پر چڑھ گیا مگر کوئی نظر نہ آیا۔ گھر پہنچ کر یہ واقعہ میں نے والد سے ذکر کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھ کو یہ معلوم ہوتا کہ تمہارے ساتھ یہ واقعہ پیش آئے گا تو میں تم کو ہرگز وہاں نہ بھیجتا۔ لیکن جب بھی تم کو ایسی آواز سنائی دے تو تم اذان پڑھ دیا کرو۔ کیونکہ میں نے ابوہریرہؓ سے سنا ہے کہ وہ حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ شیطان اذان کی آواز سن کر لوٹ جاتا ہے۔ مسلم میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:۔

'' اسلام میں نہ عدویٰ کی کوئی حقیقت ہے اور نہ بدفالی کی اور نہ غول کی کوئی حقیقت ہے''۔

اہل عرب کا یہ گمان اور عقیدہ تھا کہ غول جنگلوں میں ہوتے ہیں اور یہ کہ وہ شیاطین کی ایک جنس ہیں جو انسانوں پر ظاہر ہوتے ہیں اور رنگ بدل کر اس کو راستہ بھلا دیتے ہیں اور مار ڈالتے ہیں۔ جمہور علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں حضورؐ نے اس عقیدہ کی تردید فرما دی کہ بھوت کوئی چیز نہیں ہے اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ اس حدیث میں غول کے وجود کی نفی نہیں ہے۔ بلکہ اس عقیدہ کا بطلان ہے کہ وہ طرح طرح کے رنگ بدلتا ہے اور دھوکہ دیتا ہے لہٰذا ''لاغول'' کا مطلب یہ ہوا کہ غول میں یہ قوت نہیں ہے کہ وہ کسی کو راستہ بھلا دے۔ چنانچہ اس کی تائید ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا'' لَا غُوْلَ وَلٰكِنِ السَّعَالِي '' علماء فرماتے ہیں کہ سعالی سحرۃ الجن ہیں یعنی جنات کا ایک ایسا گروہ جن کا شمار جادوگروں میں ہوتا ہے۔

ترمذی اور حاکم میں حضرت ابوایوبؓ انصاری سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہمارے گھر میں ایک ڈولی تھی جس میں کھجوریں رکھی رہتی تھیں۔ غول بلی کی صورت بنا کر آتے اور اس میں سے کھجوریں نکال کر لے جاتے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی شکایت کی۔'' آپ نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اور جب پھر آئے تو اس سے کہنا'' بسم اللّٰہ اجیبی رسول اللّٰہ '' (یعنی اللہ کے نام کی برکت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو) حضرت ابوایوبؓ فرماتے ہیں کہ جب وہ دوبارہ آئی تو میں نے اس کو پکڑ لیا اس نے قسم کھائی کہ اب نہیں آؤں گی۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ پھر جب میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپؐ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے قیدی کا کیا ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ اس نے قسم کھالی ہے کہ میں اب نہیں آؤں گی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس نے جھوٹ بولا ہے اور جھوٹ بولنا اس کی عادت ہے۔ چنانچہ اگلے دن وہ پھر آئی اور میں نے اس کو پکڑ لیا۔ اس نے پھر قسم کھائی اور میں نے پھر اس کو چھوڑ دیا۔ اگلے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پھر وہی سوال کیا اور میں نے وہی جواب دیا۔ اس مرتبہ بھی آپؐ نے فرمایا کہ اس نے جھوٹ بولا اور جھوٹ اس کی عادت ہے۔ تیسری بار جب وہ پھر آئی تو میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا کہ اس مرتبہ میں تجھ کو خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لے جائے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔

یہ سن کر اس نے جواب دیا کہ میں آپ کو ایک گر کی بات بتائے دیتی ہوں وہ یہ کہ تم اپنے گھر میں آیت الکرسی پڑھ لیا کرو اس کے پڑھنے سے آپ کے گھر میں شیطان یا اور کوئی چیز نہیں آئے گی۔ جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے پھر

وہی سوال کیا۔ میں نے جواب میں پورا واقعہ آپ کو سنایا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو اس نے سچ بات بتائی ہے مگر فی نفسہ وہ بہت جھوٹ کی عادی ہے۔

اسی مضمون کی ایک حدیث امام بخاریؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے" وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۃ الفطر کے مال کا محافظ مقرر فرمایا اور میرے ساتھ بھی ایسا ہی قصہ پیش آیا جیسا اوپر مذکور ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے آ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے اس کو اس لئے چھوڑ دیا کیونکہ اس نے مجھے ایسے کلمات تلقین کئے ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مجھ کو نفع عطا فرمائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ کون سے کلمات ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ اس نے مجھ سے کہا ہے کہ تم اپنے بستر پر لیٹنے سے پہلے پوری آیت الکرسی پڑھ لیا کرو یہ اللہ کی طرف سے تمہاری محافظ بن جائے گی اور صبح تک کوئی شیطان تمہارے پاس نہیں پھٹکے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس نے یہ بات صحیح کہی ہے اگرچہ وہ بہت جھوٹا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اے ابوہریرہؓ! کیا تم کو معلوم ہے کہ تم تین روز تک کس سے مخاطب ہوتے رہے۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا۔

اَلْغَیْدَاقُ

"اَلْغَیْدَاق" (غین کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد گوہ کا بچہ ہے۔

الغیطلة

"الغیطلة" اس سے مراد جنگلی گائے ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ جنگلی گائے کے گروہ کو بھی "الغیطلة" کہا جاتا ہے۔

الغیلم

"الغیلم" (بوزن ویلم) اس سے مراد خشکی کا کچھوا ہے۔ اس کا تفصیلی ذکر "باب السین" میں گزر چکا ہے۔

الغیهب

"الغیهب" اس سے مراد شتر مرغ ہے۔

بَابُ الفَاء

اَلْفَاخِتَةُ

(فاختہ) فاختہ ان پرندوں میں سے ہے جن کے گلے میں طوق ہوتا ہے۔ فاختہ کو صلصل بھی کہتے لیکن کہا جاتا ہے کہ فاختہ کی آواز سے سانپ بھاگ جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک حکایت بیان کی گئی ہے کہ کسی شہر میں سانپوں کی کثرت ہوگئی تو لوگوں نے کسی حکیم سے اس کی

شکایت کی۔ اس حکیم نے ان کو مشورہ دیا کہ کہیں سے فاختہ لا کر یہاں چھوڑ دو۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا اور وہاں سے سانپ بھاگ گئے۔ یہ خاصیت صرف عراقی فاختہ میں ہے حجازی میں نہیں۔ فاختہ کی آواز میں فصاحت اور کشش ہوتی ہے اور یہ فطری طور پر انسانوں سے مانوس ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے گھروں میں بھی رہتی ہے۔ عرب لوگ فاختہ کو کذب سے منسوب کرتے ہیں۔ کیونکہ بقول ان کے یہ اپنی بولی میں "هذا اوان الرطب" (یہ کھجور پکنے کا وقت ہے) کے الفاظ کہتی ہے حالانکہ اس وقت کھجور کے خوشے تک نہیں نکلتے۔ چنانچہ ایک عربی شاعر کہتا ہے ۔

آكذب مِنْ فاختة تقول وسط الكرب

فاختہ سے جھوٹا (کون ہوسکتا ہے) وہ کلیاں پھوٹنے کے وقت کہتی ہے:

والطلع لم يبدلها هذا اوان الرطب

جب کہ خوشے بھی برآمد نہیں ہوتے کہ یہ کھجور کے پکنے کا وقت ہے۔

میرا خیال ہے کہ فاختہ کو کاذب اس لئے کہا جاتا ہے جیسا کہ امام غزالیؒ نے اپنی کتاب "احیاء العلوم" کے آخر میں لکھا ہے کہ جن عشاق کی محبت حد سے تجاوز کر جاتی ہے ان کی باتیں سننے میں لطف آتا ہے وہ اپنے کلام میں معذور سمجھے جاتے ہیں۔ چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں ایک فاختہ کا نر اپنی مادہ کو اپنے پاس بلا رہا تھا لیکن وہ اس کے پاس آنے سے انکار کر رہی تھی۔ جب نر سے نہ رہا گیا تو کہنے لگا کہ تُو کس وجہ سے مجھ سے برگشتہ ہے حالانکہ تیری محبت میں میرا یہ حال ہے کہ اگر تُو چاہے تو میں تیرے لئے حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کو پلٹ دوں پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے فاختہ کے نر کی اس گفتگو کو سن لیا تو آپ نے اس کو بلا کر اس سے دریافت فرمایا کہ تیری ایسا کہنے کی جرأت کیسے ہوئی؟

فاختہ کے نر نے جواب دیا کہ حضور میں عاشق ہوں اور عاشق اپنی باتوں میں معذور ہوتا ہے اور اس کی باتیں قابلِ گرفت نہیں ہوتیں۔ عشاق کی باتوں کا چرچا نہیں ہوتا بلکہ ان کو لپیٹ کر رکھ دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ۔

اُرِيْدُ وِصَالَه وَيرِيْدُ هِجْرِى فَاَتْرُکَ مَا اُرِيْد لِمَا يُرِيْدُ

میں محبوب کے وصال کا طالب ہوں اور وہ مجھ سے جدائی چاہتا ہے پس میں اپنی خواہش کو اس کی خواہش کے مقابلہ میں چھوڑ دیتا ہوں۔

محبت کی حقیقت اور مراتب

جان لے کہ لوگوں نے محبت کی حقیقت کو واشگاف کرنے کے لئے اور اس کے مراتب کے بارے میں اپنے اپنے ذوق واجتہاد کے مطابق بڑی تفصیل سے خامہ فرسائی کی ہے لیکن ہم (یعنی دمیری) یہاں مختصر قول فصیل بیان کرتے ہیں جو عشق و محبت کی حقیقت اور مراتب کو سمجھنے کے لئے کافی ہے۔

عبدالرحمن ابن نصر کے بقول اہل طب نے عشق کو ایک مرض قرار دیا ہے جو نظر اور سماع یعنی کسی کی صورت دیکھنے یا اس کی آواز سننے سے پیدا ہوتا ہے اور اطباء نے اس کا علاج بھی لکھا ہے جیسا کہ دیگر امراض کا علاج ہوتا ہے۔

محبت کے چند مراتب ہیں جو ایک دوسرے سے فائق اور بڑے ہوتے ہیں۔ چنانچہ محبت کا پہلا درجہ استحسان (کسی چیز کا اچھا لگانا) ہے اور یہ نظر و سماع سے پیدا ہوتا ہے۔ محبوب کی خوبیاں اچھائیاں بار بار ذکر کرنے سے یہ درجہ ترقی کرتا ہے تو اس کو مودۃ (دوستی) کہتے

ہیں۔اس درجہ میں محبوب کی ذات سے انسیت اور رغبت پیدا ہوتی ہے اور پھر یہ رغبت اور انسیت موکد ہو کر محبت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔محبت ائتلاف روحانی یعنی دلی محبت کا نام ہے۔جب محبت کا مرتبہ اور ترقی کرتا ہے تو اس کو خلت سے تعبیر کرتے ہیں۔انسانی خلت کا حاصل یہ ہے کہ محب کے قلب میں محبوب کی محبت جاگزین ہو جاتی ہے اور ان میں جو درمیانی پردے ہیں وہ ساقط ہو جاتے ہیں۔پھر خلت بڑھتے بڑھتے "ھویٰ" کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔اس مرتبہ میں محب کے قلب میں محبوب کی محبت میں کسی قسم کا تغیر وتلون داخل نہیں ہوتا اور پھر رفتہ رفتہ ترقی کر کے یہ مرتبہ مرتبہ عشق میں تبدیل ہو جاتا ہے۔عشق افراط محبت کا نام ہے اور اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ خود معشوق کے دل میں اپنے عاشق کا تخیل پیدا ہو جاتا ہے اور اس کا ذکر اس کے دل سے کبھی غائب نہیں ہوتا۔

پھر عاشق کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ اپنے شہوانی قویٰ سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور کھانا پینا سونا سب رخصت ہو جاتے ہیں اور پھر عشق ترقی کر کے اپنی آخری حالت کو پہنچ جاتا ہے جس کو تیم کہتے ہیں۔اس مرحلہ میں آ کر عاشق کے قلب میں معشوق کی صورت کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں رہتی اور وہ معشوق کے علاوہ کسی چیز سے راضی نہیں ہوتا۔"تیم" کے آگے ایک اور مرتبہ بھی ہے جس کو"ولہ" کہتے ہیں۔اس درجہ میں عاشق حدود وترتیب سے باہر آ جاتا ہے۔اس کی صفات بدل جاتی ہیں اور احوال غیر منضبط ہو جاتے ہیں۔ہر وقت وساوس میں مبتلا رہتا ہے۔اس کو خود یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے" اور کہاں جا رہا ہے؟ جب حالت اس مرحلہ کو پہنچ جاتی ہے تو اطباء اس کے علاج سے قاصر ہو جاتے ہیں اور ان کی عقل اس کے بارے میں کوئی کام نہیں کرتی۔کسی شاعر نے اس بارے میں بہت عمدہ کلام کیا ہے۔

يقول اُناس" لَوْ نِعتَ لنا الهوى وَوَاللّٰه ما اَدرى لَهُم كَيْفَ اَنْعَتُ

لوگ مجھ سے فرمائش کرتے ہیں کہ کاش میں ان کے سامنے عشق کی تعریف کر دوں حالانکہ بخدا مجھے نہیں معلوم کہ میں ان کے سامنے کس طرح عشق کی تعریف کروں۔

فَلَيْسَ لِشَسى ءِ مِنْهُ حَد" اُحِدُّهُ وَلَيْسَ لِشَىْ ءِ مِنْهُ وَقْت" مُوَقَّت"

عشق کی کوئی چیز ایسی نہیں جس کی حد بندی ہو سکے اور اس کی کوئی چیز ایسی نہیں کہ اس کے لئے وقت کا تعین ہو سکے۔

اِذَا اِشْتَدَّ مابى كان اٰخرُ حيلتى لَهُ وضعُ كَفِّى فَوْقَ خَدِىْ وَاَصْمِتُ

جب میری حالت عشق میں شدت ہوتی ہے تو مجھ کو بجز اس کے کوئی تدبیر نہیں بن پڑتی کہ اپنے رخسار پر ہاتھ رکھ کر خاموش بیٹھ جاؤں۔

وَاَنْضَحُ وَجْهَ الْاَرضِ طور اَبعَبْرتِىْ وَاَقْرَعُهَا طورًا بِظَفْرِى وَاَنْكُتُ

اور کبھی سطح زمین کو اپنے اشکوں سے سیراب کروں کبھی اپنے ناخنوں کے ذریعے اس کو کریدوں۔

فقد زعم الواشون اَنى سلوتها فَمَالِىْ اراها مِنْ بَعِيْدٍ فَاَبْهتُ

چغل خور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے محبوبہ کو چھوڑ دیا مگر وہ لوگ مجھے یہ تو بتا دیں کہ جب اس کو دور سے دیکھتا ہوں تو میں مبہوت کیوں ہو جاتا ہوں۔

حکیم جالینوسؒ کا قول ہے کہ عشق نفس کا ایک فعل ہے جو دماغ اور قلب وجگر میں پوشیدہ رہتا ہے۔دماغ تین چیزوں کا مسکن ہے دماغ کا اگلا حصہ تخیل کا اور درمیانی حصہ فکر اور پچھلا حصہ ذکر کا مسکن ہے۔لہٰذا کوئی شخص اس وقت تک عاشق نہیں کہلا سکتا جب تک کہ معشوق کی جدائی میں اس کا تخیل اور فکر وذکر معطل نہ ہو جائے اور اپنے قلب وجگر کی مشغولیت کے باعث کھانے اور پینے سے غافل نہ ہو

جائے اور معشوق کے فراق میں دماغ کی مشغولیت کے سبب نیند نہ از جائے گویا اس کے جملہ قوئ معشوق کی ہی دھن میں لگ جائیں اور اگر کسی میں یہ اوصاف نہیں ہیں تو وہ عاشق کہلانے کا مصداق نہیں ہے اور وہ حالت اعتدال پر سمجھا جائے گا۔

ابوعلی دقاق فرماتے ہیں کہ محبت میں حد سے گزر جانے کا نام عشق ہے اور یہ وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عشق سے متصف نہیں کیا جاتا کیونکہ اس کی شان عالی سے یہ بعید ہے کہ وہ اپنے کسی بندہ سے محبت میں حد سے تجاوز کر جائے۔اس کی توصیف صرف محبت سے ہوسکتی ہے جیسا کہ وہ خود اپنے کلام میں فرماتے ہیں "یحبھم و یحبونہ" (وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت رکھتے ہیں) لہٰذا بندہ سے اللہ کی محبت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنے بندہ کو کوئی خصوصی انعام دینے کا ارادہ رکھتے ہیں جیسا کہ اس کی رحمت کا مفہوم بندہ کو کسی خاص نعمت سے مخصوص کرنے کا ہوتا ہے۔

محبت کہاں سے آئی ہے؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ محبت "صفاء مودۃ" (خالص دوستی) کا نام ہے اس لئے کہ عرب خالص سپیدی کو "حب" کہتے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ محبت "حباب الماء (کثیر پانی) سے ماخوذ ہے۔کیونکہ محبت دل میں پاء جانے والا سب سے عظیم اور اہم چیز ہے۔بعض کہتے ہیں کہ "احب البعیر" (چمٹ جانا) سے ماخوذ ہے۔جب اونٹ بیٹھ کر اٹھنے نہ پائے تو اس کو اہل عرب "احب البعیر" سے تعبیر کرتے ہیں۔ چنانچہ محبّ کا قلب بھی ذکر حبیب سے خالی نہیں ہو پاتا۔اور عشق "عشقۃ" سے مشتق ہے۔عشقۃ ایک گھانس ہوتی ہے جو درختوں کی جڑوں کو لپٹ جاتی ہے۔اسی طرح جب عشق عاشق کو لپٹ جاتا ہے تو موت کے علاوہ کوئی چیز ان کو جدا نہیں کرسکتی۔

بعض کہتے ہیں کہ عشقہ اس زرد گھاس کو کہتے ہیں جس کے پتے متغیر ہوجاتے ہیں اور چونکہ عاشق کا حال بھی متغیر ہوجاتا ہے اور اس کی شادابی ختم ہوجاتی ہے۔

کہتے ہیں کہ فاختہ بڑی طویل العمر ہوتی ہے اور بعض فاختہ ایسی دیکھی گئی ہیں جو پچیس اور چالیس سال تک زندہ رہیں۔

شرعی حکم

اس کا کھانا اور فروخت کرنا دونوں جائز ہیں۔

طبی خواص

مریض برص کو اگر فاختہ اور کالے کبوتر کے خون کی مالش کی جائے تو رنگ فوراً تبدیل ہوجائے گا۔جس بچہ کو مرگی ہو اس کے گلے میں فاختہ کی بیٹ ڈالنے سے شفاء ہوجائے گی۔چوٹ اور زخم کے جو نشانات آنکھوں میں ہوجاتے ہیں ان کے لئے آنکھوں میں فاختہ کا خون ٹپکانا بہت مفید ہے۔

تعبیر

بقول ابن المقری فاختہ، قمری اور دیسی جیسے جانوروں کا خواب میں مالک ہونا عظمت و رفعت اور حصول نعمت کی دلیل ہے۔اس لئے کہ یہ چیزیں عموماً مالداروں کے پاس ہی ہوتی ہیں۔کبھی ان جانوروں سے عابدین، قارئین اور تسبیح وتہلیل کرنے والی جماعت مراد ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:۔

"وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ" (ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتی ہے)۔

کبھی فاختہ سے مراد گانے بجانے والے اور کھیل کود کرنے والے مرد ہوتے ہیں۔کبھی اس سے بیویاں اور باندیاں مراد ہوتی

ہیں۔
بقول مقدسی فاختہ کی تعبیر جھوٹا لڑکا ہے یا بے وفا' بے دین اور جھوٹی عورت ہے اور بقول ارطامیدورس فاختہ کی تعبیر باوقار اور خوبصورت عورت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اَلْفَارُ

(چوہا) یہ جمع کا صیغہ ہے اس کا واحد فارۃ ہے۔اس کی کنیت ام خراب ہے ام راشد آتی ہیں۔مکان فتر وارض فترۃ ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں چوہوں کی کثرت ہو۔چوہوں کی کئی قسمیں ہیں۔مثلاً گھونس' چھچھوندر یربوع۔ذات النطق ،فارۃ الابل وغیرہ۔مگر یہاں صرف ان چوہوں کا ذکر کرنا ہے جو گھروں میں رہتے ہیں۔یہ بھی فویسقہ میں شامل ہیں جن کو قتل کرنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حل وحرم اور ہر جگہ حکم دیا ہے۔فسق کے لغوی معنی اطاعت سے نکل جانے کے ہیں اور اسی وجہ سے عاصی کو فاسق کہتے ہیں۔فواسق میں چوہے کے علاوہ اور بھی متعدد جانور داخل ہیں جیسے سانپ' بچھو وغیرہ۔ان جانوروں کو ان کی خباثت کی وجہ سے فواسق کہا جاتا ہے۔
دوسری وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حل وحرم میں ان کی حرمت ختم ہوگئی اس وجہ سے ان کو فواسق کہا جاتا ہے۔تیسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی رسی کاٹ دی تھی۔امام طحاویؒ نے احکام القرآن میں یزید بن ابی نعیم کی سند سے لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ چوہے کو فویسقہ کیوں کہا جاتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ چوہے نے آپؐ کے گھر میں آگ لگانے کے لئے چراغ کی بتی اٹھا رکھی ہے۔آپؐ نے اس کو اٹھا کر مار ڈالا اور محرم وحلال ہر شخص کے لئے اس کا مار ڈالنا مباح کر دیا۔
سنن ابی داؤدؒ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ چوہے نے آکر چراغ کی بتی اپنے منہ میں لے لی اور اس کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مصلی پر جس پر آپ تشریف فرما تھے ڈال دیا جس کی وجہ سے مصلی کا وہ حصہ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کیا کرتے تھے بقدر ایک درہم جل گیا۔
حاکم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ چوہا آیا اور اس نے چراغ کی بتی منہ میں اٹھالی۔ایک لونڈی چوہے کو جھڑکنے لگی مگر آپؐ نے اس کو منع کر دیا۔چوہا وہ بتی لے کر اس مصلے پر جس پر آپؐ تشریف فرما تھے لا کر ڈال دی جس سے مصلی بقدر ایک درہم جل گیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم سونے کا ارادہ کرو تو چراغ گل کر دیا کرو۔کیونکہ شیطان ان جیسوں کو ایسے کام کرنے کی رغبت دلاتا ہے تا کہ تم کو جلا دے۔
یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں مروی ہے کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے سوتے وقت آگ بجھا دیا کرو اور اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ فویسقہ یعنی چوہے گھر میں آگ لگا کر گھر والوں کو جلانا چاہتے ہیں۔
فار (چوہا) کی دو قسمیں ہیں (۱) جرذان (۲) فران
کہتے ہیں کہ چوہے سے زیادہ مفسد کوئی جانور نہیں۔چوہے نہ کسی چھوٹے کو بخشتے ہیں اور نہ بڑے کو' جو چیز بھی ان کے سامنے آتی ہے اس کو تلف کر دیتے ہیں۔اس کے فسادی ہونے کے لئے ''سد مارب'' کا قصہ ہی کافی ہے جو باب الخاء میں خلد کے عنوان سے بیان ہوا ہے۔اور اس کی حیلہ سازی کا یہ عالم ہے کہ جب یہ کسی ایسی تیل کی بوتل یا برتن کے پاس آتا ہے جس میں اس کے منہ کی رسائی نہیں ہو پاتی

تو یہ اس میں اپنی دم ڈال کر تیل میں تر کر لیتا ہے اور پھر اس کو چوس لیتا ہے اور اس طرح یہ تمام تیل ختم کر دیتا ہے۔

حضرت نوحؑ کی کشتی کا رقبہ

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے دو سال میں اپنی کشتی کو تیار فرمایا اور اس کشتی کا طول تین سو ہاتھ کے بقدر اور عرض پچاس ہاتھ اور بلندی تیس ہاتھ تھی۔ یہ کشتی ساج کی لکڑی سے بنائی گئی تھی اور اس میں آپ نے تین منزلیں بنائی تھیں۔ نیچے کی منزل مین جنگلی جانور، درندے اور حشرات الارض کو رکھا گیا تھا اور درمیانی منزل میں سواری کے جانور اور چوپائے تھے اور اوپر والے حصے میں حضرت نوحؑ اپنے متبعین اور سامانِ ضرورت کے ساتھ تشریف فرما تھا۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ نچلے حصے میں جانور، درمیانی درجہ میں انسان اور اوپر کے درجے میں پرندے تھے۔

جب کشتی میں بہت زیادہ گوبر اور لید وغیرہ جمع ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کو حکم دیا کہ ہاتھی کی دم کو دباؤ۔ چنانچہ حضرت نوحؑ نے ایسا ہی کیا جس کے نتیجہ میں ایک سور اور ایک سوری برآمد ہوئے۔ چنانچہ ان دونوں نے نکلتے ہی کشتی میں موجود تمام غلاظت کو کھا کر صاف کر دیا۔ اسی طرح جب چوہا کشتی کے کنارہ پر آ کر اس کے لنگر کی رسیوں کو کاٹنے لگا تو حق تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو حکم دیا کہ شیر کی دونوں آنکھوں کے درمیان چوٹ ماریں۔ چنانچہ حضرت نوحؑ نے ایسا ہی کیا جس سے ایک بلا اور ایک بلی نکلی اور ان دونوں نے چوہے پر حملہ کر کے اس کو رسی کاٹنے سے باز رکھا۔

حضرت حسنؒ سے منقول ہے کہ سفینہ نوحؑ کی لمبائی ۱۲۰۰ گز اور چوڑائی ۶۰۰ گز تھی۔ لیکن مشہور وہی مقدار ہے جو حضرت ابن عباسؓ نے بیان فرمائی۔ حضرت قتادہ بیان کرتے ہیں کہ اس کشتی کا دروازہ عرض میں تھا۔

کشتی سازی کی مدت

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام ۱۰۰ سال تک شجر کاری اور لکڑیاں کاٹنے میں مصروف رہے۔ پھر ۱۰۰ سال کشتی بنانے میں صرف ہوئے۔ بقول کعب احبار کشتی بنانے میں ۴۰ سال صرف ہوئے اور بعض کا قول ہے کہ ۴۰ سال تک شجر کاری کی اور ۴۰ سال تک اس کو خشک کیا اور پھر کشتی بنائی۔

اہلِ تورات کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ ساگو کی لکڑی سے کشتی تیار کریں۔ اور اس کو مضبوط بنائیں اور اس کے اندر و باہر تارکول کا لیپ کر دیجئے اور اس کا طول ۸۰ گز اور چوڑائی ۵۰ ذراع اور بلندی ۳۰ ذراع رکھیں سال تک اس کو خشک کیا اور پھر کشتی بنائی۔

بنی اسرائیل کی ایک مسخ شدہ قوم

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی ایک قوم گم ہو گئی کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ ان کا کیا انجام ہوا؟ بس اس مقام پر صرف چوہے نظر آتے تھے اور ان چوہوں کا یہ حال تھا کہ جب ان کے سامنے اونٹنی کا دودھ رکھا جاتا تھا تو اس کو نہیں پیتے تھے مگر جب بکری کا دودھ ان کے سامنے رکھتے تھے تو اس کو پی لیتے"۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ بنی اسرائیل پر اونٹ کا گوشت اور دودھ حرم تھا اور بکری کا دودھ اور گوشت حلال تھا۔ اس لئے ان چوہوں کا اونٹنی کے دودھ سے اعراض کرنا اور بکری کے دودھ کو پی لینا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ چوہے بنی اسرائیل کی مسخ شدہ قوم تھی۔

چوہے کی ایک قسم فار بیش کہلاتی ہے۔ بیش ایک قسم کا زہر ہے ارفار بیش چوہا نہیں بلکہ چوہے کا ہم شکل ایک جانور ہے یہ جنگلوں اور

باغات میں رہتا ہے اور ایک زہریلی بوٹی کو کھاتا ہے یہ بوٹی سم قاتل ہے جیسا کہ علامہ قزوینیؒ نے کہا ہے اور قزوینیؒ کے قول ہی کے مطابق چوہے کی تیسری قسم وہ ہے جو ذات النطاق کہلاتی ہے۔ یہ وہ چوہا ہے جس کے بدن پر سفید نقطے ہوتے ہیں اور بالائی حصہ سیاہ ہوتا ہے۔ اس کا نام ذات النطاق عورت سے تشبیہ دیتے ہوئے رکھا ہے۔ ذات النطاق اس عورت کو کہتے ہیں جو دو قمیض مختلف رنگ کی اس طرح پہنے ہوئے ہو کہ کمر میں پٹی باندھ کر اوپر والا حصہ نیچے والے حصہ پر اور نیچے والا حصہ زمین پر لٹکا دیا گیا ہو۔

چوہے کی ایک قسم فارہ المسک (مشکی چوہا) کہلاتی ہے اور بقول جاحظ اس مشکی چوہے کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو تبت میں پایا جاتا ہے اور اس کو نافہ کی غرض سے لوگ شکار کرتے ہیں اور اس کو پکڑ کر ایک کپڑے کی پٹی سے اس کی ناف کو باندھ کر لٹکا دیا جاتا اس طرح اس کا خون ایک جگہ مجتمع ہو جاتا ہے۔ پھر اس کو ہلاک کر دیا جاتا ہے اور جب وہ مر جاتا ہے تو اس کی ناف جو کپڑے میں بندھی ہوئی ہوتی ہے کاٹ لی جاتی ہے اور اس کو ''جو'' میں دبا دیا جاتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد وہ خون منجمد ہو کر نہایت خوشبودار مشک بن جاتا ہے۔ مشکی چوہے کی دوسری قسم وہ ہے جو گھروں میں رہتی ہے اور وہ ایک سیاہ رنگ کی گھوس ہوتی ہے۔ اس میں مشک نہیں ہوتا بلکہ اس میں مشک جیسی خوشبو ہوتی ہے۔ ''حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَھَا'' کی تفسیر میں حاکمؒ اور بیہقیؒ نے حضرت مجاہدؒ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو جائیں گے اور ہر یہودی اور نصرانی اور ہر ملت کا پیروکار اسلام قبول کر لے گا اور چوہا بلی سے اور بکری بھیڑیے سے مامون ہو جائے اور چوہے تھیلے کاٹنے چھوڑ دیں اور تمام باہمی عداوتیں ختم ہو جائیں تو یہ وقت ہوگا کہ دین اسلام تمام ادیان پر غالب آ جائے گا۔

شرعی حکم

''یربوع'' کے علاوہ جملہ تمام چوہے حرام ہیں اور ان کا جھوٹا بھی مکروہ ہے۔

نسیان کے اسباب

ابن وہب نے لیث کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ابن شہاب زہری چوہے کا جھوٹا اور کھٹا سیب کھانے کو مکروہ قرار دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ان دونوں چیزوں سے نسیان پیدا ہوتا ہے اور شہد کثرت سے نوش فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ شہد سے ذہن میں ترقی ہوتی ہے۔ شیخ علیم الدین سخاوی نے نسیان پیدا کرنے والا چیزوں کو ان اشعار میں جمع فرما دیا ہے۔

تَوَقِّ خصَالًا خَوْفَ نِسْيَانِ مَا مَضٰی قِرَاۃُ اَلْوَاحِ الْقُبُوْرِ تُدِیْمُھَا

گذشتہ باتوں کو بھول جانے کے خوف سے تو چند خصلتوں سے احتراز کر اول قبروں کے کتبوں کو بار بار اور لگاتار پڑھنا۔

وَاَکْلِکَ لِلتُّفَّاحِ مَا کَانَ حَامِضاً وَکُذْبَرَۃَ خِضْرَاءَ فِیْھَا سُمُوْمُھَا

اور ترش سیب کھانے سے احتراز کر اور ہرا دھنیا جبکہ اس میں تیز خوشبو ہو۔

کذالمشی مابین القطار و مشیک القفا ومنھا الھم وھو عظیمھا

اسی طرح قطار کے درمیان چلنا اور نشانات قدم پر چلنا اور اسباب نسیان میں سب سے بڑا سبب غم ہے۔

وَمِنْ ذَاکَ بَوْلُ الْمَرْءِ فِی الماء رَاکدًا کذالک نبذ القمل لست تقیمھا

ان اسباب نسیان میں ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا بھی ہے اسی طرح جوں پکڑ کر زندہ چھوڑ دینا بھی باعث نسیان ہے۔

وَلَا تنظُرِ الْمَصْلُوْبَ فِیْ حَالِ صَلْبِہٖ وَاَکْلُکَ سؤرَ الفَارِ وَھُوَ تَمِیْمُھَا

اور نہ ہی تو سولی پر لٹکے ہوئے شخص کو دیکھ اور چوہے کا جھوٹا کھانا نسیان کا سب سے قوی سبب ہے۔

مسئلہ:۔ امام بخاری نے حضرت ابن عباسؓ کے حوالہ سے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے:۔''حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ گھی میں ایک چوہا گر کر مر گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ چوہے اور اس کے آس پاس کے گھی کو پھینک دو اور بقیہ گھی استعمال کر لو''۔

یہ روایت حدیث کی متعدد کتب میں مختلف الفاظ سے مروی ہے اور سب روایات کی روشنی میں تمام علماء کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ اگر جمے ہوئے گھی میں چوہا یا کوئی مردار گر جائے تو اس مردار اور اس کے آس پاس کے گھی کو پھینک دیا جائے اور بقیہ کو استعمال کر لیا جائے۔

اگر سیال بہنے والی چیز مثلاً سرکہ،روغن زیتون، پگھلا ہوا گھی،دودھ اور شہد وغیرہ میں کوئی مردار اگر گر کر مر جائے تو بالاتفاق ان کا کھانا ناجائز ہے۔ البتہ اس ناپاک گھی یا تیل کو چراغ میں استعمال کرنے کے بارے میں مشہور یہی ہے کہ جائز ہے۔ اگرچہ بعض لوگ''والرُّجْزَ فَاهْجُرْ'' کی روشنی میں عدم جواز کے قائل ہیں۔ نیز جواز کا یہ فتویٰ مساجد کے علاوہ دیگر مقامات کے لئے ہے۔ مساجد میں اس ناپاک تیل یا گھی کو چراغ میں استعمال کرنا درست نہیں۔ اس تیل کو کشتی میں لگانا اور کپڑے وغیرہ دھونے کا صابن بنانا بھی جائز ہے۔ اس کی فروخت ناجائز ہے۔ مگر امام ابوحنیفہؒ اور لیث کی رائے یہ ہے کہ اس ناپاک تیل کو ناپاکی کا اظہار کرنے کے بعد فروخت کرنا جائز ہے۔

اہل ظاہر کا خیال یہ ہے کہ ناپاک گھی کا استعمال اور فروخت دونوں جائز ہیں۔ البتہ تیل اور دیگر چیزیں اس حرمت میں شامل نہیں کیونکہ حدیث میں صرف گھی کے بارے میں نہی وارد ہوئی ہے نہ کہ دیگر اشیاء کے بارے میں۔

ضرب الامثال

اہل عرب کہتے ہیں کہ ھو الص من فارۃ فلاں چوہے سے زیادہ چور ہے اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں: اَکْسَبُ مِنْ فَارَۃٍ (فلاں چوہے سے زیادہ کمائی کرنے والا ہے) چوہا ہر کارآمد اور بے کار چیز چرا لیتا ہے اگرچہ اسے اس کی ضرورت بھی نہ ہو۔

طبی خواص

عین الخواص میں مذکور ہے کہ چوہے کا سر کتان کے کپڑے میں لپیٹ کر ایسے شخص کے سر پر لگا دیا جائے جو شدید درد سر میں مبتلا ہو تو اس کا درد زائل ہو جائے گا، نیز یہ عمل مرگی کے لئے بھی نافع ہے۔

چوہوں کو ختم کرنے اور بھگانے کا طریقہ

اگر آٹے میں کبوتر کی بیٹ ملا کر چوہے یا کسی اور جانور کر کھلا دی جائے تو وہ فوراً مر جائے گا۔ اگر پیاز کوٹ کر چوہے کے بل کے منہ پر رکھ دی جائے تو جو چوہا اس کو سونگھے گا وہ فوراً مر جائے گا۔ اگر بھیڑیے یا کتے کے پاخانہ کی گھر میں دھونی دیدی جائے تو اس گھر سے تمام چوہے بھاگ جائیں گے۔ اگر چوہے کے بل کے منہ پر''دفلی''(ایک کڑوی گھاس) کا پتا گلقند میں ملا کر رکھ دیا جائے تو وہاں چوہے باقی نہ رہیں گے۔ اور اگر اونٹ کی پنڈلی کی ہڈی کو باریک کوٹ کر پانی میں حل کر لی جائے اور وہ پانی چوہوں کے بلوں میں ڈال دیا جائے تو سب چوہے مر جائیں گے۔ اگر چوہے کو پکڑ کر اور اس کی دم کاٹ کر گھر کے بیچ میں دبا دی جائے تو جب تک وہ دم دبی رہے گی اس گھر میں چوہے نہیں آئیں گے۔ اگر زیرہ، بادام اور نظرون (بورہ ارنی) کی دھونی چوہوں کے بلوں کے پاس دیدی جائے تو فوراً سب چوہے مر جائیں گے۔

اگر کالے خچر کے سم کی گھر میں دھونی دیدی جائے تو تمام چوہے وہاں سے بھاگ جائیں گے۔''سم الفار'' ایک قسم کی مہلک مٹی ہے جس کو اہل عراق خراسان سے لاتے ہیں اور یہ چاندی کی دکانوں میں ملتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں سفید اور زرد۔ اگر اس مٹی کو آٹے میں ملا

کر گھر میں ڈال دیں تو جو چوہا اس کو کھالے گا وہ فوراً مر جائے گا اور اس مرے ہوئے چوہے کو جو بھی زندہ چوہا سونگھ لے گا وہ بھی مر جائے گا۔

تحریر مٹانے اور دھبے صاف کرنے کا طریقہ

وہ مٹی جو جلی ہوئی پیلے رنگ کی ہوتی ہے جس کو عورتیں حمام میں استعمال کرتی ہیں اس مٹی کو خوب باریک پیس کر کاغذ پر جہاں دھبہ ہو لگا دی جائے اور ایک دن اور ایک رات کسی وزنی چیز سے دبا دیا جائے تو نشانات (دھبے) بالکل ختم ہو جائیں گے۔ یہ عمل عجیب تاثیر کا مالک ہے اور آزمودہ ہے۔

تعبیر

چوہے کی تعبیر فاسقہ عورت ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فواسق میں شمار کیا ہے۔ کبھی اس کی تعبیر نوحہ کرنے والی ملعون یہودی عورت سے دی جاتی ہے یا فاسق یہودی مرد سے اور کبھی چور نقب زن سے اس کی تعبیر مراد ہوتی ہے۔ کبھی چوہے سے رزق کی فراوانی مراد ہوتی ہے۔ لہٰذا جو شخص خواب میں اپنے گھر میں چوہے دیکھے تو اس کا رزق بڑھ جائے گا۔ کیونکہ چوہے اسی گھر میں رہتے ہیں جس گھر میں رزق ہو۔ اور جو شخص خواب میں یہ دیکھے چوہے اس کے گھر سے نکل گئے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے گھر سے خیر و برکت رخصت ہو جائے گی۔

اگر کوئی شخص خواب میں چوہے کا مالک بن جائے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی خادم کا مالک بنے گا۔ کیونکہ یہ چوہے وہی کھاتے ہیں جو چیز صاحب خانہ استعمال کرتا ہے۔ اسی طرح خادم بھی وہی کھاتا ہے جو مخدوم کھاتا ہے۔ جو شخص خواب میں دیکھے کہ اس کے گھر میں چوہے کھیل رہے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس سال اس کو خوشحالی نصیب ہوگی۔ کیونکہ کھیل کود انسان آسودگی میں ہی کرتا ہے۔ کالا اور سفید چوہا دن اور رات کی علامت ہے۔ لہٰذا جو شخص کالے اور سفید چوہے کو آتے جاتے دیکھے یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کی زندگی طویل ہے اور یہ بہت سے لیل و نہار دیکھے گا۔ اگر کوئی شخص یہ دیکھے کہ چوہا اس کے کپڑے کاٹ رہا ہے تو اس کی عمر کے گزر جانے کی دلیل ہے اور اگر چوہے کو گھر میں سوراخ کرتے ہوئے دیکھے تو اس سے نقب زن چور مراد ہے اس لئے اس سے حفاظت کی تدبیر اختیار کرنی چاہیے۔ واللہ اعلم

اَلْفَاشِیَۃُ

(مویشی) جیسے اونٹ، گائے، بھینس اور بکریاں وغیرہ۔ ان کو فاشیہ اس لئے کہتے ہیں کہ فاشیہ کے معنی منتشر ہونے والی چیزیں ہیں اور یہ بھی جنگلوں اور میدانوں میں پھیلی رہتی ہیں۔

حدیث میں مواشی کا ذکر:

مسلم اور ابوداؤد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:۔

''کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مویشیوں کو اور بچوں کو کھلا مت چھوڑو جب سورج غروب ہو جائے یہاں تک کہ عشاء ختم ہو جائے''۔

اور ابوداؤد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ شیاطین غروب آفتاب کے وقت چھوڑے جاتے ہیں''۔

فحمۃ سے مراد تاریکی اور ظلمت ہے۔ اور بعض نے اس کی تفسیر رات کی تاریکی کے اولین حصہ کی آمد سے کی ہے ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جب رات ہو جائے تو اپنے جانوروں کو باندھ دو۔

اَلْفَاعُوْس

(سانپ) کلام عرب میں ایسے کلمہ جو فاعول کے وزن پر ہوں اور ان کے آخر میں س ہو صرف چند ہیں جیسے ''فاعوس'' (سانپ) ''بابوس'' (شیر خوار بچہ) (''راموس'' (قبر) ''قاموس'' (وسط سمندر) ''قابوس'' (خوبصورت) ''عاطوس'' (ایک جانور جس سے لوگ بدفالی لیتے ہیں) ''فانوس'' (چغل خور) ''جاموس'' (بھینس) ''جاروس'' (بہت کھانے والا (''کابوس'' (ایک بیماری کا نام ہے جس میں آدمی کو بحالت نیند ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز نے اس کو دبا رکھا ہے اور یہ مرگی کا مقدمہ ہے) ''جاسوس'' (شر کے راز کا مالک ''ناموس'' (خیر کا راز داں)۔

''ناموس'' کا صحیحین کی روایت میں ذکر منقول ہے کہ ورقہ بن نوفل سے فرمایا کہ یہ وہی ناموس (جبریل فرشتہ) ہے جو موسیٰؑ ابن عمران کے پاس آیا تھا۔ نوویؒ اور دیگر محدثین کا قول ہے کہ تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ اس جگہ ناموس سے حضرت جبریلؑ مراد ہیں۔ حضرت جبریل کو ناموس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کے کام کے لئے مخصوص فرمالیا ہے۔

اَلْفَحْلُ

(سانڈ) جن جانوروں کے کھر ہوتے ہیں مثلاً گائے بھینس' بھیڑ' بکری' ہرن اور جن جانوروں کے سم ہوتے ہیں جیسے گدھا' گھوڑا' خچر' ار جن جانوروں کے گدی ہوتی ہے جیسے ہاتھی اور اونٹ تو ان سب جانوروں کے نر کو عربی میں فحل کہتے ہیں۔ اس کی جمع افحل' فحول' فحال اور فحالۃ'' آتی ہے۔ بخاری میں مذکور ہے کہ سلف گھوڑیوں کے مقابلہ میں گھوڑوں کو زیادہ پسند فرمایا کرتے تھے کیونکہ گھوڑا زیادہ جری اور تیز رفتار ہوتا ہے۔

حدیث میں فحل کر ذکر:

حافظ ابونعیمؒ نے غیلان کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ:۔

''ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر پر نکلے۔ راستہ میں ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عجیب معجزہ دیکھا وہ یہ ہے ایک شخص آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرا ایک باغیچہ ہے جو میری اور میرے اہل وعیال کی گزر اوقات کا ذریعہ ہے اس باغ میں میرے دو نر اونٹ ہیں جن کو میں رہٹ میں چلاتا تھا اب وہ دونوں (فحلان) نہ مجھے اپنے پاس آنے دیتے ہیں اور نہ ہم کو باغ میں گھسنے دیتے ہیں یہ سن کر آپؐ اٹھے اور باغ کے پاس پہنچے اور باغ والے سے کہا دروازہ کھولو وہ کہنے لگا کہ ان کا معاملہ بڑا سنگین ہے (یعنی دروازہ کھولنے میں خطرہ ہے) آپؐ نے فرمایا نہیں تم دروازہ کھولو۔ جوں ہی اس شخص نے دروازہ کھولنا شروع کیا دونوں (فحل) اونٹ دوڑتے اور بڑبڑاتے ہوئے دروازہ کے قریب آ گئے جب دروازہ کھلا اور ان کی نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی تو دونوں فوراً بیٹھ گئے اور آپ کو سجدہ کیا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کا سر پکڑ کر باغ والے کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا کہ لو ان سے کام لو اور ان کو عمدہ چارہ دیا

کرو۔ یہ معجزہ دیکھ کر صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ! آپ کو چوپائے سجدہ کرتے ہیں' آپؐ ہم کو کیوں اجازت نہیں فرماتے کہ ہم آپ کو سجدہ کریں۔ آپؐ نے فرمایا کہ سجدہ کرنا سوائے ''اللہ تعالیٰ'' کے اور کسی کو جائز نہیں ہے۔ اگر میں غیر اللہ کے سجدہ کی اجازت دیتا تو بیوی کو اس کا حکم دیتا کہ وہ شوہر کر سجدہ کرے''۔

مذکورہ بالا حدیث کو طبرانی نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔

حافظ دمیاطی نے ''کتاب الخیل'' میں عروہ البارقی سے نقل کیا ہے کہ میرے گھوڑیاں تھیں اور ان میں ایک فحل تھا جس کو میں نے بیس ہزار درہم میں خریدا تھا ایک دن میرے اس فحل (گھوڑے) کی ایک آنکھ ایک دیہاتی نے پھوڑ دی۔ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس واقعہ کے بارے میں شکایت کی۔ آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو لکھا کہ اس دہقانی کو کہو کہ یا تو وہ بیس ہزار دراہم دے کر گھوڑا لے لے یا گھوڑے کی چوتھائی قیمت بطور تاوان ادا کرے۔ چنانچہ جب اس دہقانی کو بلا کر حضرت سعد نے مطالبہ کیا تو اس نے کہا میں فحل (نر گھوڑے) کو کیا کروں گا اور چوتھائی بطور تاوان ادا کر دی۔

مسئلہ حرمت رضاعت کا

امام شافعی علیہ الرحمہ نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن زبیر سے نقل کیا ہے (یعنی لبن فحل باعث حرمت نہیں ہے) آپ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ دودھ پینے والے بچے اور دودھ پلانے والی عورت، کے شوہر کے درمیان رضاعت ثابت نہیں ہوتی بلکہ حرمت کا تعلق صرف مرضعہ کے اقارب سے ہوتا ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ کا قول بھی یہی ہے اور اسی کو داؤد داصم عبدالرحمن ابن بنت الشافعی نے اختیار کیا ہے۔ لیکن فقہاء سبعہ ائمہ اربعہ اور دیگر علماء امت کا مسلک یہ ہے کہ حرمت در رضاعت دودھ پینے والے بچے اور مرضعہ اور مرضعہ کے شوہر جس سے عورت کا دودھ بنا ہے کے درمیان ثابت ہوتی ہے۔ پس مرضعہ عورت اس بچے کی ماں اور اس کا شوہر اس بچہ کا باپ بن جاتا ہے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ افلح ابن ابی قیس کے واقعہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ تمام رشتے جو نسب سے حرام ہو جاتے ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہو جاتے ہیں''۔

حرمت رضاعت کے ثبوت کے لئے دو شرطیں ہیں۔ اول یہ کہ دودھ پینے کا تحقق دو سال مکمل ہونے سے قبل ہو۔ کیونکہ قرآن نے مدت رضاعت دو سال بیان کی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:۔

"والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین (البقرۃ)"

(پلا در مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں)

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

''حرمت رضاعت کا ثبوت نہیں ہوتا مگر اس صورت میں کہ وہ رضاعت آنتوں کو کھولے اور ایک روایت میں ہے رضاعت صرف وہی معتبر ہے جو ہڈیوں اور گوشت کی نشو نما کا سبب بنے''۔

اور ظاہر بات ہے کہ یہ کیفیت صرف بچپن میں ہوتی ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے مدت رضاعت ۳۰ ماہ قرار دی ہے''وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا'' (اور بچے کے مدت حمل اور مدت رضاعت ۳۰ ماہ ہیں)۔

حرمت رضاعت کے ثبوت کے لئے دوسری شرط یہ ہے کہ بچہ نے دودھ کم از کم پانچ بار متفرق اوقات میں پیا اور ہر بار سیراب ہو کر

پیا ہو۔حضرت عائشہؓ اور عبداللہ بن الزبیر سے بھی منقول ہے۔امام مالکؒ نے اسی کو اپنایا۔مگر اہل علم کی ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ تھوڑا پینا بھی اسی طرح حرمت ورضاعت کا سبب ہے۔جس طرح زیادہ پینا گویا مطلق پینا باعث حرمت ہے ٔابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے بھی منقول ہے۔سعید بن مسیبؒ ثوریؒ امام مالکؒ (ایک روایت کے مطابق) اوزاعیؒ عبداللہؒ بن مبارک اور امام ابوحنیفہؒ وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔اس مسئلہ کی مزید تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔امام احمدؒ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:۔

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی امت کے بارے میں صرف دودھ سے اندیشہ رکھتا ہوں کیونکہ شیطان دودھ کے جھاگ اور تھنوں کے درمیان ہوتا ہے''۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:۔

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں دودھ والے ہلاک ہوں گے۔لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ ان سے کون لوگ مراد ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایسے لوگ مراد ہیں جو دودھ کو پسند کرتے ہیں اور دودھ کی تلاش میں جماعت سے نکل جاتے ہیں اور جمعہ کو ترک کر دیتے ہیں''۔

حربی کہتے ہیں کہ میرے خیال میں جماعت سے نکلنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ دودھ کی تلاش میں چراگاہوں اور جنگلوں کی طرف نکل جاتے ہیں اور شہروں اور جماعت کی نمازوں سے دور ہو جاتے ہیں۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس حدیث کا مصداق وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے نمازوں کو ضائع کر دیا اور خواہشات کی تکمیل میں پھنس گئے۔

سانڈ کی جفتی کی اجرت کا حکم

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے''ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن عسب الفحل'' (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عسب الفحل کی ممانعت فرمائی ہے)عسب فحل کی مشہور تفسیر سانڈوں کی لڑائی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عسب سے مراد سانڈ کا پانی (مادۂ منویہ) ہے۔

ضرب الامثال

عسکری کہتے ہیں کہ سب سے عمدہ کہاوت عرب کا یہ قول ہے''ذٰلِکَ الْفَحْلُ لَایُقْدَعُ اَنْفُه'' (یہ نر اپنی ناک نہیں رگڑے گا) ورقہ بن نوفل نے یہی مثال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بیان کی تھی۔جب آپؐ نے حضرت خدیجہ کو نکاح کا پیغام دیا تھا۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ یہ مثال ابوسفیانؓ نے بیان کی تھی جب آپؐ نے ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہ کو نکاح کا پیغام دیا تھا۔اگر کسی شخص نے کسی کا فحل (بکرا) چھین لیا پھر اس سے اپنی بکری کو گابھن کرالیا تو بکری کے پیٹ سے پیدا ہونے والا بچہ غاصب کے لئے ہوگا اور بکرے والے کو کچھ نہیں ملے گا البتہ اگر بکرے کا نقصان ہوا تو اس کا تاوان غاصب کو ادا کرنا ہوگا اور اگر کسی آدمی نے کسی کی بکری چھین لی اور اپنے بکرے سے اس کو گابھن کرا دیا تو ہونے والا بچہ بکری والے کو ملے گا۔

کچھ دودھ کے متعلق

بقول یونس دودھ کی جملہ اقسام معتدل ہیں۔امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ میٹھا دودھ گرم ہوتا ہے اور بہترین دودھ جوان بھیڑوں کا ہوتا ہے۔یہ سینہ اور پھیپھڑے کو فائدہ دیتا ہے لیکن بخار والوں کو مضر ہے۔اس کے پینے سے عمدہ غذا ملتی ہے اور یہ معتدل مزاج والوں اور بچوں کو موافق آتا ہے۔اس کے استعمال کا بہترین وقت موسم ربیع ہے۔ترش دودھ یعنی دہی سرد تر ہے اور بہترین وہی ہے جو بالائی دار ہو۔

اس کے پینے سے پیاس میں تسکین ہوتی ہے۔لیکن دانتوں اور مسوڑھوں کونقصان دیتی ہے اس کو کھا کر اگر شہد کے پانی سے کلی کر لی جائے تو اس کی مضرت دور ہو جاتی ہے۔دہی کے استعمال کا بہترین وقت موسم گرما ہے۔ بچہ پیدا ہونے کے چالیس روز بعد جانور کا دودھ بلاضرر قابلِ استعمال ہوتا ہے۔

دوسری چیزوں کے اختلاط سے دودھ کی خاصیت بدل جاتی ہے۔ چنانچہ جب دودھ میں گیہوں اور چاول ڈال کر پکایا جائے تو گرم مزاج والوں کے لئے موافق ہے۔ نیز مکھن نکالا ہوا دودھ جس کو عربی میں ''درع'' کہتے ہیں' گرم مزاج والوں کے لئے مفید ہے۔ وہ دودھ جس کی غلاظت پھونک مار کر دور کر دی گئی ہو اس کو سکنجبین کے ہمراہ استعمال کرنے سے تر خارش کو فائدہ ہوتا ہے۔گدھی کا دودھ سل اور دِق کے لئے مفید ہے۔گابھن گدھی کا دودھ اگر اس کے پیشاب میں ملا کر استعمال کیا جائے تو استسقاء کے لئے مفید ہے۔گدھی کے دودھ کے دہی بھی ٹھنڈی ہوتی ہے۔ یہ طبیعت میں امساک خلط غلیظ' سدے اور گردے میں پتھری پیدا کرتی ہے۔

تعبیر

خواب میں دودھ دیکھنا فطرتِ اسلام کی علامت ہے اور اس سے مالِ حلال مراد ہے جو بغیر مشقت کے حاصل ہو۔ترش دودھ یعنی دہی کا خواب میں دیکھنا مال حرام کی علامت ہے۔ بوجہ چکنائی کے نکل جانے اور ترشی آ جانے کی وجہ سے بکری کے دودھ کی تعبیر شریف مال ہے۔گائے کا دودھ غنی کی علامت ہے۔گھوڑی کے دودھ کی تعبیر ثناء حسن ہے۔لومڑی کا دودھ شفاء پر دال ہے۔

خچری کے دودھ کی تعبیر تنگی سے دی جاتی ہے جبکہ چیتے (مادہ چیتا) کے دودھ کی تعبیر غالب آ جانے والا دشمن ہے۔ شیرنی کے دودھ کی تعبیر ایسے مال سے ہے جو بادشاہ سے حاصل ہو۔حمار وحشی کے دودھ سے دین میں شک مراد ہوتا ہے۔خنزیر کے دودھ سے فتورِ عقل اور مالی خسارہ مراد ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص خواب میں خنزیر کا دودھ پی لے تو اس کو مال کثیر ملنے کی اُمید ہے مگر ساتھ ہی فتورِ عقل کا اندیشہ ہے۔عورت کا دودھ پینے سے مال کی زیادتی مراد ہوتی ہے لیکن خواب میں اس کو پینے والے قابلِ تعریف نہیں کیونکہ یہ ایک ناپسندیدہ بیماری کی علامت ہے۔

علامہ ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں نہ راضع کو اچھا سمجھتا ہوں اور نہ مرضع کو۔اگر خواب میں کسی نے عورت کا دودھ پی لیا تو اس کو بیماری سے شفاء ہو جائے گی۔اور جس نے دودھ کو گرا دیا تو گویا اس نے اپنا دین ضائع کر دیا۔اگر کوئی شخص خواب میں زمین سے دودھ نکلتا ہوا دیکھے تو یہ ظہور فتنہ کی علامت ہے۔ چنانچہ جس قدر دودھ زمین سے نکلتے ہوئے دیکھا اتنی ہی خون ریزی ہوگی۔

کتے' بلی اور بھیڑوں کا دودھ خواب میں دیکھنا خوف یا بیماری کی علامت اور بقول بعض بھیڑیوں کے دودھ کی تعبیر بادشاہ سے ملنے والا مال ہے یا قوم کی سربراہی کی علامت ہے۔اور حشرات الارض کا دودھ جو شخص پی لے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اپنے دشمنوں سے مصالحت کرے گا۔واللہ اعلم

اَلْفَرَاءُ

(حمار وحشی) اس کی جمع فراء' آتی ہے جیسے جَبَل'' کی جمع جِبَال'' آتی ہے۔

کہاوت اور حدیث میں اس کا تذکرہ

عرب میں ایک کہاوت مشہور ہے ''کُلُّ الصَّیْدِ فِیْ جَوْفِ الْفَرَا'' (ہر ایک قسم کا شکار حمار وحشی کے پیٹ میں موجود ہے (رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مثال ابوسفیان بن حرث یا ابوسفیان بن حرب کے لئے استعمال فرمائی تھی۔ سہیلی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ حضورؐ نے یہ مثال ابوسفیان بن حرب کے لئے اس کو اسلام کی جانب مائل کرنے کے لئے استعمال فرمائی تھی اور اس کا واقعہ یہ ہوا کہ ابوسفیان بن حرب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لئے اجازت چاہی مگر کچھ دیر تک آپؐ نے اس کو اپنے پاس نہیں بلایا اور پھر اجازت مرحمت فرمائی۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کہا کہ جتنی دیر میں آپ وادی کی کنکریوں کو اجازت دیتے اتنی دیر میں آپ نے مجھے اجازت دی۔ آپؐ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا ''یَا اَبَا سُفْیٰنَ اَنْتَ کَمَا قِیْلَ کُلُّ الصَّیْدِ فِیْ جَوْفِ الْفِرَاءِ'' (کہ اے ابوسفیان تو ایسا ہی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ ''کُلُّ الصَّیْدِ فِیْ جَوْفِ الْفَرَاءِ''۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر تم رکے رہے تو تمہاری وجہ سے دوسرے لوگ بھی رکے رہے۔ یہ جملہ آپؐ نے ابوسفیان کی تالیف قلب کے لئے فرمایا تھا۔ سہیلیؒ نے ہی فتح مکہ پر کلام کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اصح قول کے مطابق آپؐ نے یہ مثال ابوسفیان بن حرث کے لئے استعمال فرمائی تھی۔ ابوسفیان بن الحرث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں۔ دونوں نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا ہے۔ بعثت سے پہلے ابوسفیان بن حرث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت رکھتے تھے اور ایک گھڑی بھی آپ سے جدا نہیں ہوتے تھے مگر جب آپ نے نبوت کا اعلان فرمایا اور تبلیغ اسلام کا کام شروع فرمایا تو ابوسفیان غیر سے بدتر ہو گیا اور آپؐ کی ہجو کرنے لگا لیکن پھر جب مسلمان ہو گئے تو عداوت پھر گزشتہ محبت میں تبدیل ہو گئی حتیٰ کہ آپؐ کا دیدار کئے بغیر چین وسکون نہ ملتا۔

اس کہاوت کا پس منظر

اس کہاوت کا پس منظر یہ ہے کہ ایک بار ایک جماعت شکار کے لئے گئی ان میں سے ایک شخص نے ہرن اور دوسرے نے خرگوش کا شکار کیا اور ایک تیسرے شخص نے حمار وحشی کا شکار کیا۔ پس جنہوں نے ہرن اور خرگوش کا شکار کیا وہ اپنے شکار پر ناز کرتے ہوئے حمار وحشی کا شکار کرنے والے کو طعنہ دینے لگے کہ میاں نے کیا مارا ہے جنگلی گدھا۔ اس پر اس شخص نے کہا ''کُلُّ الصَّیْدِ فِیْ جَوْفِ الْفَرَاءِ'' یعنی جو شکار میں نے کیا ہے وہ باعتبار ذواتی لحم اس قدر بڑا ہے کہ تم دونوں کا شکار اس کے پیٹ میں سما جائے۔ چنانچہ اسی وقت سے یہ مثل جاری ہو گئی اور ہر اس چیز کے لئے استعمال ہونے لگی جو دوسری چیزوں کو شامل اور حاوی ہو:۔

اَلْفَرَاشُ

(پروانہ) یہ مچھر کے مشابہ ایک اُڑنے والا کیڑا ہے۔ اس کا واحد ''فراشۃ'' آتا ہے۔ یہ شمع کے اردگرد چکر لگاتا ہے چونکہ اس کی بینائی ضعیف ہے اس لئے یہ دن کی روشنی کا طلب گار رہتا ہے چنانچہ جب رات ہو جاتی ہے اور اس کو چراغ کی بتی جلتی ہوئی نظر آتی ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ میں اندھیری کوٹھڑی میں ہوں اور چراغ اس اندھیری کوٹھڑی سے نکلنے کا سوراخ ہے۔ لہٰذا یہ برابر روشنی کی طلب میں سرگرداں رہتا ہے اور آگ میں گر جاتا ہے اور اگر یہ اس جگہ سے جہاں چراغ جل رہا ہے باہر چلا جاتا ہے اور تاریکی دیکھتا ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ وہ باہر نکلنے کا سوراخ اس کو ہاتھ نہیں آیا اور بسبب قلت بینائی اس کی اس تک رسائی نہیں ہوئی۔ اسی طرح یہ بار بار شمع کی روشنی میں آتا جاتا ہے یہاں تک کہ جل کر ختم ہو جاتا ہے۔

انسان پروانہ سے زیادہ نادان ہے

حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اے مخاطب! شاید تو یہ سمجھ رہا ہے کہ پروانہ کی ہلاکت اس کی قلت فہم اور جہالت کی

وجہ سے ہوتی ہے مگر تیرا یہ گمان غلط ہے۔ پھر فرمایا کہ تجھے یاد رکھنا چاہیے کہ انسان کا جہل پروانہ کے جہل سے بڑھ کر ہے بلکہ انسان جس صورت سے شہوات پر پڑتا ہے اور ان میں منہمک ہو جاتا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو پروانہ کو پیش آتی ہے۔ کیونکہ پروانہ تو شمع کا طواف کرتے کرتے اس میں جل کر ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتا ہے۔ کاش انسان کا جہل بھی ایسا ہی ہوتا جیسا کہ پروانہ کا۔ کیونکہ پروانہ تو ظاہری روشنی پر فریفتہ ہو کر فی الحال ختم ہو جاتا ہے لیکن انسان کو اپنے معاصی کا صلہ ابدالا باد تک یا ایک مدت تک بھگتنا پڑے گا اور دوزخ کی آگ میں جلنا پڑے گا۔ اسی وجہ سے حضورؐ ارشاد فرمایا کرتے تھے:

مہلہل بن یموت نے پروانہ سے تشبیہ دیتے ہوئے کیا خوب اشعار کہتے ہیں۔

جَلَّت مُحَاسِنَه عَنْ كُلِّ تَشْبِيْهٖ وَجَلَّ عَنْ وَاصِفٍ فِي الْحُسْنِ يُحْكِيْهٖ

اس کے یعنی محبوب کے محاسن ہر قسم کی تشبیہ سے اعلیٰ اور برتر ہیں اور ہر تعریف حسن کرنے والے کی تعریف سے بالاتر اس کا حسن ہے۔

اُنْظُرْ اِلٰى حُسْنِهٖ وَاسْتَغْنِ عَنْ صِفَتِي سُبْحَانَ خَالِقِهٖ سُبْحَانَ بَارِيْهٖ

اس کے حسن کی طرف نگاہ کر اور میرے تعریف سے بے نیاز ہو جا (یعنی اس کا حسن دیکھنے کے بعد تجھے خود اندازہ ہو جائے گا) اور تجھے اس کا حسن دیکھ کر کہنا پڑے گا کہ پاک اور بے عیب ہے وہ ذات جو اس کی خالق ہے۔

اَلنَّرْجِسُ الْغَضُّ وَالْوَرْدُ الْجَنِي لَه وَالْاُقْحُوَانُ النَّضِيْرُ الغض فِيْ فِيْهٖ

اس کی آنکھ نرگس اور اس کے رخسار گلاب ہیں۔

دَعَا بِالْخَاظِهٖ قَلْبِي اِلٰى عَطَبِيْ فَجَاءَ ه مُسْرَعًا طَوْعًا يَلْبِيْهٖ

اس نے آنکھ کے اشارے سے میرے دل کو میری ہلاکت کی طرف بلایا۔ چنانچہ میں خوشی خوشی لبیک کہتے ہوئے دوڑتا ہوا چلا آیا۔

مِثْلُ الْفَرَاشَةِ تَاتِي اِذا ترى لَهَباً اِلَى السِّرَاجِ فَتُلْقِيْ نَفْسَهَا فِيْهٖ

جس طرح پروانہ چراغ کی لو کی طرف دوڑتا ہے اور گر جاتا ہے۔

عون الدین عجمی نے بھی اسی مضمون کے دو شعر کہے ہیں۔

لَهِيْبُ الْخَدِّجِيْنَ بَدَاالِطَرْ فِيْ هُوَ قَلْبِيْ عَلَيْهِ كَالْفَرَاشِ

محبوب کی رخساروں کی لپٹ یعنی سرخی جب میری آنکھوں کے سامنے ظاہر ہوئی تو میرا دل پروانہ کی طرح اس کی طرف متوجہ ہوا۔

فَاَحْرَقَهٗ فَصَارَ عَلَيْهِ خَالا وَهَا اَثَرُ الدُّخان عَلَى الْحَوَاشِيْ

اس کی سرخی (جو مثل شعلہ نار تھی) نے میرے دل کو جلا دیا اور وہ جل کر اس کے رخسار کا قاتل بن گیا اور یہ دیکھ کر اس کے اوپر دھوئیں کا اثر (یعنی بالوں کا رواں)۔

حدیث و قرآن میں پروانہ کا ذکر:

اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے "يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْث" (جس دن کہ لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کے مثل ہو جائیں گے)۔

اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل قیامت کو منتشر پروانوں سے تشبیہ دی ہے کیونکہ قیامت کے روز اپنی کثرت انتشار ضعف

اور ذلت کے سبب داعی کی طرف ہر طرف سے اس طرح دوڑ کر آئیں گے جس طرح پروانے شمع کی طرف دوڑتے ہیں۔

امام مسلمؒ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:۔

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمہارے مقابلہ میں میری مثال اس شخص جیسی ہے کہ جس نے آگ جلائی اور اس پر پروانے اور پتنگے آنے شروع ہوئے وہ شخص ان کو اس آگ میں گرنے سے روک رہا ہے مگر وہ ہیں کہ گرتے جاتے ہیں۔ اسی طرح میں بھی تمہاری ازار پکڑ کر تم کو آگ میں گرنے سے روک رہا ہوں' مگر تم ہو کہ میرے ہاتھوں سے چھوٹے جا رہے ہو''۔

سونے کے پروانے

امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی تو آپ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے۔ یہ سدرۃ المنتہیٰ چھٹے آسمان پر ہے اور زمین سے جو چیزیں اوپر پہنچائی جاتی ہیں وہ وہاں پر لے لی جاتی ہیں' اس طرح اوپر سے جو احکام نازل ہوتے ہیں وہ اس پر پہنچا دیئے جاتے ہیں اور یہاں سے فرشتے لے لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی ''(جب سدرہ (بیری کا درخت) کو ڈھانپ لیا جس چیز نے ڈھانپا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ ڈھانپنے والی چیز سونے کے پروانے تھے۔

تین جھوٹ جو جائز ہیں

بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا بات ہے کہ میں تم کو کذب میں اس طرح گرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں جس طرح پروانے آگ میں گرتے ہیں (سن لو) ہر ایک جھوٹ لکھا جاتا ہے سوائے اس جھوٹ کے جو لڑائی میں دشمن کو دھوکہ دینے کے لئے بولا جائے اور وہ جھوٹ جو دو شخصوں میں صلح کی خاطر بولا جائے اور وہ جھوٹ جو شوہر اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لئے بولے''۔

پروانے کا شرعی حکم

ان کا کھانا حرام ہے۔

ضرب الامثال

اہل عرب جہالت' سفاہت' ضعف' ذلت' خفت اور خطاء کو بیان کرنے کے لئے کہتے ہیں ''اخف من فراشۃ''۔ ''واضعف منہ'' واذل منہ''۔ ''واخطأ واجہل منہ'' کیونکہ پروانہ آپنے آپ کو آگ میں ڈال کر ہلاک کر لیتا ہے۔ جس طرح مکھی کے بارے میں خطاء اور جہالت کی مثال دیتے ہیں کیونکہ مکھی بھی اپنی جہالت کی وجہ سے گرم کھانے اور دیگر مہلک چیزوں میں گر کر ہلاک ہو جاتی ہے۔

تعبیر

خواب میں پروانہ کا نظر آنا کمزور اور زبان دراز دشمن کی علامت ہے اور بقول ارطامیدورس اگر کسان پروانہ کو خواب میں دیکھے تو اس کی تعبیر بیکاری ہے:۔

الفراصفة

(شیر) فراصفہ اگر فاء کے ضمہ کے ساتھ ہوتو اس کے معنی شیر کے ہیں اور اگر فاء کے فتحہ کے ساتھ ہوتو یہ انسان کا نام ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ کلام عرب میں فراصفہ ہر مقام پر فاء کے ضمہ کے ساتھ مستعمل ہے سوائے ''فراصفہ ابو نائلہ'' کے جو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے داماد ہیں۔ یہ (فراصفہ ابو نائلہ) نام فاء کے فتحہ کے ساتھ ہے اور یہ فراصفہ ابو نائلہ وہی شخص ہیں جن کا ایک قول حضرت امام مالکؒ نے موطاء کے باب ''کتاب الصلوۃ'' میں نقل کیا ہے اور وہ قول یہ ہے کہ فراصفہ نے کہا کہ میں نے سورۂ یوسف حضرت عثمانؓ کی فجر کی نماز میں سن کر یاد کی۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ کثرت سے نماز فجر میں اس کی تلاوت فرمایا کرتے تھے:۔

اَلْفَرْخُ

(پرندہ کا بچہ) ابتداء میں یہ لفظ پرندوں کے بچوں کے لئے وضع کیا گیا تھا مگر بعد میں دیگر حیوانات کے بچوں پر بھی اس کا اطلاق ہونے لگا۔ مونث کے لئے فرختہ بولتے ہیں۔

فرخ کا حدیث میں تذکرہ:

ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے یہ روایت نقل کی ہے:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آل جعفر رضی اللہ عنہ کو تین دن تک (غم منانے کی) مہلت دی۔ اس کے بعد آپؐ ان کے یہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ آج کے بعد میرے بھائی پر مت رونا۔ پھر فرمایا کہ میرے بھائی کے لڑکوں کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ ہمیں آپ کی خدمت میں اس حال میں لایا گیا کہ جیسے ہم 'پرندہ کے بچے' ہوں' پھر آپ نے فرمایا کہ نائی کو بلاؤ اور آپؐ نے نائی سے ہمارا سر منڈوایا''۔

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں سے محبت

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ہمراہ کسی غزوہ میں تشریف لے جارہے تھے۔ راستہ میں چلتے چلتے ہم میں سے کسی شخص نے کسی پرندہ کے بچہ کو پکڑ لیا۔ اس بچہ کے ماں باپ میں سے کوئی ایک آیا اور اس پکڑنے والے کے ہاتھ پر آکر گر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ تم کو اس پر تعجب نہیں ہوا کہ کس طرح یہ پرندہ اپنے بچوں کی محبت میں بچہ پکڑنے والے کے ہاتھ میں آگرا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ ہاں تعجب تو ہو رہا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا بخدا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس پرندہ سے بھی زیادہ رحیم ہے۔

رحمت خداوندی کا حصہ

مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سو رحمتیں ہیں اور ان میں سے ایک رحمت دنیا والوں میں تقسیم فرمائی ہے جس کی وجہ سے انسان اپنی اولاد پر رحم کرتا ہے اور پرندے اپنے بچوں سے محبت کرتے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سو کے عدد کو پورا فرمائیں گے اور ان سو رحمتوں کے ذریعے اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

حضرت ابوایوب بجستانیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنی رحمت دنیا میں تقسیم فرمائی ہے اس میں سے مجھ کو اسلام کا حصہ ملا اور مجھ کو امید ہے کہ بقیہ رحمت جو آخرت میں تقسیم ہوگی اس میں سے مجھے اس سے بھی زیادہ حصہ ملے گا۔

اللہ تعالیٰ سے ہمہ وقت خیر ہی مانگنی چاہیے

مسلم، نسائی اور ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان مرد کی عیادت فرمائی جو بالکل ہلکا اور لاغر ہو گیا تھا اور بوجہ لاغری پرندہ کے بچہ کے مانند ہو گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تم اللہ سے کوئی دعا مانگتے ہو یا اس سے کوئی چیز طلب کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں میں یہ دعا مانگا کرتا ہوں کہ جو عذاب آخرت میں میرے مقدر ہو وہ مجھے دنیا ہی میں دیدے۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا کہ سبحان اللہ ہم تو اس کی طاقت و استطاعت نہیں رکھتے تو یہ دعا کیوں نہیں کرتا کہ اے اللہ! مجھے دنیا میں اور آخرت میں بھی حسنہ عطا فرما۔ اور ہم کو جہنم کے عذاب سے نجات عطا فرما''۔

راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد ان بیمار شخص نے ان کلمات کے ذریعے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو شفاء عطا فرما دی۔

اس حدیث سے چند باتیں مستفاد ہوتی ہیں جو درج ذیل ہیں:۔

(۱) تعجیل عذاب کی دعا مانگنے کی ممانعت۔

(۲) مذکور دعا: ''رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ'' کی فضیلت

(۳) سبحان اللہ کہہ کر اظہار تعجب کا جواز۔

(۴) کوئی بشر دنیا میں عذابِ آخرت کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ دنیا کی زندگی بہت کمزور ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس میں مبتلا ہو جائے گا تو ہلاک و برباد ہو جائے گا۔ اس کے برخلاف آخرت کی زندگی بقاء کے لئے ہے خواہ یہ بقاء جنت میں ہو یا دوزخ میں وہاں موت نہیں آئے گی۔ چنانچہ کافروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ'' (جب ان کی کھالیں گل کر خراب ہو جائیں گی تو ان کے بدلے دوسری کھالیں بنادی جائیں گی۔ تا کہ یہ لوگ (مسلسل) عذاب چکھتے رہیں''۔

اللہ ہم سب کی جہنم سے حفاظت فرمائے۔ (آمین)

حسنہ کی تفسیر

حسنہ کی تفسیر میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔ چنانچہ کچھ لوگوں کی رائے کے مطابق دنیا میں حسنہ کا مصداق علم اور عبادت اور آخرت میں جنت اور مغفرت۔ بعض کے نزدیک حسنہ کا مصداق عافیت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا مطلب مال اور حسن مآل ہے اور بقول بعض دنیا میں نیک عورت اور آخرت میں حورعین۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اس کو عموم پر محمول کیا جائے تا کہ ہر قسم کی خیر اس میں شامل ہو۔ اگر چہ امام نوویؒ کا قول یہ ہے کہ دنیا میں حسنہ کا مصداق عبادت اور عافیت ہے اور آخرت میں جنت اور مغفرت ہے اور بعض کا قول ہے کہ حسنہ کا مطلب دنیا و آخرت کی خوشحالی ہے۔

صدقہ بلاؤں کو ٹالتا ہے

بصرہ کے قاضی اور مستند عالم امام بخاریؒ کے استاذ ابو عبداللہؒ عبداللہ بن انس بن مالک انصاری کے حوالہ سے حضرت ابو ہریرہؓ کی

ایک روایت منقول ہے جو کہ تاریخ ابن نجار میں بھی مذکور ہے کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلی امتوں میں ایک شخص تھا اس کی عادت یہ تھی کہ وہ ایک پرندہ کے گھونسلہ پر آتا تھا اور جب بھی وہ پرندہ بچے نکالتا تھا تو یہ شخص اس کے بچوں کو گھونسلہ سے نکال کر لے جاتا تھا۔ اس پرندہ نے اللہ تعالیٰ سے اس شخص کی شکایت کی۔ اللہ تعالیٰ نے پرندہ کو خبر دی کہ اگر اس شخص نے پھر ایسا کیا تو میں اس کو ہلاک کر دوں گا۔ جب اس پرندے نے پھر بچے نکالے تو وہ شخص حسب معمول اس کے بچوں کی پکڑنے کے لئے گھر سے نکلا۔ راستہ میں اس کو ایک سائل ملا اور اس سے کھانا طلب کیا۔ اس شخص نے اپنے کھانے میں سے ایک روٹی اس سائل کو دے دی اور چل دیا۔ اور گھونسلہ کے پاس پہنچ گیا اور سیڑھی لگا کر درخت پر چڑھا اور گھونسلہ سے دو بچے نکال لیے اور ان بچوں کے والدین دیکھتے رہ گئے۔ اس کے بعد انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے ہمارے معبود تو جو وعدہ کرتا ہے اس کے خلاف نہیں فرماتا۔ آپ نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ اگر اس شخص نے پھر ایسی حرکت کی تو اس کو ہلاک کر دیا جائے گا مگر وہ شخص آیا اور ہمارے دو بچوں کو نکال کر لے گیا۔ لیکن آپ نے اس کو ہلاک نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ وہ صدقہ کرنے والوں کو بری موت کے ذریعہ ہلاک نہیں کرتا اور یہ شخص بھی صدقہ کر کے آیا تھا۔

حنہ کی اولاد کی تمنا کا سبب

ایک پرندہ کے بچہ کو دیکھنا ہی ''امراۃ عمران'' (والدہ مریم) کی تمنائے اولاد کا سبب بنا۔ جس کا واقعہ یوں ہوا کہ یہ بانجھ تھیں اور بڑھاپے تک ان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ ایک روز یہ ایک درخت کے سائے میں بیٹھی ہوئی تھیں کہ انہوں نے ایک پرندہ کو دیکھا کہ وہ اپنے بچہ کو چگا دے رہا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر ان کے دل میں بھی اولاد کا شوق پیدا ہوا اور اولاد کی تمنا کا اظہار کیا اور جب حاملہ ہو گئی تو یہ نذر مانی جو قرآن کریم نے بیان کی ہے:۔

''اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَافِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ'' ط

اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا کی تفسیر

قرآن نے حضرت مریم کی صفت بیان کرتے ہوئے ''اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا'' فرمایا ہے۔ علامہ زمخشری اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہاں احصان کلی مراد ہے۔ یعنی حضرت مریم نے اپنی شرمگاہ کی حلال وحرام دونوں ذرائع سے حفاظت فرمائی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کا قول نقل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''وَلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ'' وَّلَمْ اَکُ بَغِیًّا'' (اور نہ مجھے کبھی کسی بشر نے ہاتھ لگایا اور نہ میں بدچلن ہوں)۔ علامہ سہیلیؒ کہتے ہیں کہ آیت میں'' فَرْجَهَا '' سے شرمگاہ نہیں بلکہ قمیص کے فرج مراد ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان کے کپڑے ہمیشہ پاک وصاف رہے اور کبھی ان کو ناپاکی کا دھبہ نہیں لگ سکا' فرماتے ہیں کہ فرج قمیص کے (کھلے ہوئے حصے) چار ہیں دو آستینیں اور ایک کپڑے کا اوپر کا حصہ اور ایک نیچے کا حصہ' قمیص کے یہ چار اجزاء کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔

دوسروں پر رحم کیجئے خدا تم پر رحم کرے گا

تحفتہ مکیہ میں قاضی نصر عمادی نے ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے: فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے گائے کے سامنے ہی اس کے بچھڑے کو ذبح کر دیا۔ اس بے رحمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کا ایک ہاتھ خشک کر دیا۔ اس کے بعد ایک دن وہ شخص بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک کسی پرندہ کا بچہ گھونسلہ سے زمین پر گر پڑا اور اپنے ماں باپ کو بے بسی سے دیکھنے لگا اور اس کے ماں باپ بھی بے بسی کے عالم میں اس کو دیکھتے رہے اس شخص نے ان جانوروں پر رحم کرتے ہوئے اس بچہ کو اٹھا کر گھونسلہ میں رکھ دیا۔ چنانچہ اس

کے اس فعل پر اللہ تعالیٰ کو رحم آیا اور اس کا مفلوج خشک ہاتھ اللہ تعالیٰ نے ٹھیک کر دیا۔
مسئلہ:۔ اگر کسی شخص نے کسی سے انڈے چھین لئے اور اپنی مرغی کے ذریعہ ان انڈوں سے بچے نکلوا لئے ان بچوں کا مالک وہی شخص ہوگا جو انڈوں کا مالک تھا۔ اس لئے کہ یہ بچے عین مغصوب ہیں جن کی واپسی ضروری ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ غاصب انڈوں کی قیمت ادا کرے گا بچوں کو نہیں لوٹائے گا۔ دلیل یہ ہے کہ یہ بچے انڈوں کا عین نہیں بلکہ ایک دوسری مخلوق ہیں۔ انڈے تو ضائع ہو گئے ان کا ضمان دیا جائے گا۔

تعبیر

پرندوں کے بھنے ہوئے بچے خواب میں دیکھنا رزق اور مال کی علامت ہے جو کافی جدوجہد کے بعد حاصل ہوگا۔ شکاری پرندہ مثلاً شاہین، چیل اور عقاب وغیرہ کے بچوں کا کھانا اس بات کی علامت ہے کہ وہ شخص بادشہ کی اولاد کی غیبت میں مبتلا ہوگا یا ان سے نکاح کرے گا۔ جس شخص نے خواب میں بھنا ہوا گوشت کا بچہ خریدا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص کسی کو ملازم رکھے گا جو شخص خواب میں پرندہ کے بچہ کا کچا گوشت کھائے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آلِ مبارک کی غیبت کرے گا یا شرفاء کی (اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے)۔

اَلْفَرَسُ

(گھوڑا) یہ اسم جنس ہے گھوڑے اور گھوڑی دونوں کو فرس کہتے ہیں۔ اگرچہ ابن جنی اور فراء گھوڑی کے لئے فرسۃ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن جوہری نے اس کی تردید کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ گھوڑی کے لئے ''فرسۃ'' کا استعمال صحیح نہیں اس کو بھی فرس ہی کہا جائے گا۔ لفظ فرس ''افتراس'' سے بنایا گیا ہے کیونکہ افتراس کے معنی پھاڑنے کے آتے ہیں اور گھوڑا بھی اپنی تیز رفتاری کے ذریعہ زمین پھاڑتا ہے اس لئے اس کو فرس کہتے ہیں اور گھوڑا سوار کو ''فارس'' کہتے ہیں۔ جیسے دودھ والے کو 'لابن' اور کھجور والے کو ''تامر'' کہتے ہیں اس کی جمع فوارس آتی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے کہ گھوڑی کو بھی فرس کہا جائے گا فرسۃ نہیں، اس کی تائید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو ابوداؤد اور حاکم نے نقل کیا ہے ''اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یسمی الانثی مِنَ الْخَیْلِ فَرَسًا'' (حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی کو بھی فرس کہا کرتے تھے) ابن السکیت کہتے ہیں کہ ہر موسم والے جانور خواہ وہ گدھا ہو، گھوڑا یا خچر ہو یا اس کے سوار کو فارس کہتے ہیں۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

وَاِنِّی اَمرو للخَلِیْل عِندی مُزِیَّۃٌ'' عَلٰی فارِسِ الْبِرْ ذُوْن اوفارس الْبَغْلِ

اور میں ایسا شخص ہوں کہ میرے نزدیک دوست کی قدر ہے خواہ گھوڑے پر سوار ہو یا خچر پر سوار ہو۔

اس کے برخلاف عمارہ بن عقیل کہتے ہیں کہ خچر والے کو فارس نہیں بغال اور گدھے والے کو حمار کہتے ہیں۔ گھوڑے کی کنیت ابوالشجاع، ابوطالب، ابومدرک، ابوالمجی آتی ہے۔

سب سے پہلے گھوڑے کو کس نے تابع کیا

اہلِ عرب کہتے ہیں کہ گھوڑا ایک وحشی جانور تھا اس کو سب سے پہلے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے سواری کے لئے استعمال فرمایا۔ اپنے خصائل کی بناء پر گھوڑا تمام جانوروں کے مقابلہ میں انسان سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے اس لئے کہ اس میں کرم، شرافت

نفسی اور بلند ہمتی جیسے انسانی فضائل موجود ہیں۔ گھوڑے مختلف اوصاف کے ہوتے ہیں۔ مثلاً بعض وہ ہیں جو سواری کے دوران پیشاب اور لید نہیں کرتے اور بعض وہ ہوتے ہیں جن کو اپنے مالک کی پہچان ہوتی ہے وہ کسی دوسرے کو سواری نہیں کرنے دیتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پروں والے گھوڑے تھے۔

گھوڑے کی دو قسمیں ہیں (۱) عتیق (۲) ھجین جس کو برذون بھی کہتے ہیں۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ فرس کے مقابلہ میں برذون کی ہڈیاں بڑی ہوتی ہیں۔ فرس کی ہڈیاں اگرچہ چھوٹی ہوتی ہیں لیکن مضبوط ہوتی ہیں۔ برذون میں بوجھ اٹھانے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے لیکن فرس برذون سے زیادہ تیز رفتار ہوتا ہے۔ عتیق اور برذون میں بھی وہی فرق ہے جو ہرن اور بکری کے درمیان فرق ہے۔ عتیق اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کی ماں اور باپ دونوں عربی النسل ہوں۔ کیونکہ یہ تمام عیوب ونقائص سے خالی ہوتا ہے اس لئے اس کو عتیق کہتے ہیں۔ خانہ کعبہ کو بھی اسی وجہ سے عتیق کہتے ہیں کیونکہ یہ عیب سے مامون ہے اور ملوک جابرہ میں سے کوئی اس پر قابض نہیں ہوسکا۔

ابن عبدالبر نے تمہید میں لکھا ہے کہ عتیق اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو چست ہو اور صاحب عین نے لکھا ہے کہ عتیق وہ گھوڑا ہے جو رفتار میں سب سے آگے نکل جائے۔

صدیق ؓ اکبر کو عتیق کیوں کہتے ہیں

حضرت صدیق اکبر چونکہ نہایت حسین تھے اور بدصورتی سے مامون تھے اس لئے آپ کو عتیق کہا گیا یا اس وجہ سے عتیق کہا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہ خطاب مرحمت فرمایا تھا ''اَنْتَ عتیق الرحمان مِن النار ''یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو نارِ جہنم سے آزاد کر دیا ہے۔ اور آپ کو برابر رضائے خداوندی حاصل رہی۔ یا اس وجہ سے آپ عتیق کہلائے کہ آپ کی والدہ کی نرینہ اولاد پیدا ہوتے ہی فوت ہوجایا کرتی تھی مگر جب صدیق اکبرؓ پیدا ہوکر زندہ رہے تو آپ کی والدہ نے آپ کا نام عتیق رکھ دیا کیونکہ آپ بچپن کی موت سے آزاد ہوگئے تھے۔

عربی گھورے کے فضائل

علامہ زمخشریؒ نے سورۂ انفال کی تفسیر میں یہ حدیث نقل کی ہے'' اِنَّ الشَّیْطٰنِ لاَ یقرب صاحب فرسٍ عتیقٍ وَلادَاراً فِیھاالفَرَس '' عتیق'' (شیطان عربی گھوڑے کے مالک یا جس گھر میں عربی گھوڑا ہو اس کے پاس نہیں آتا) حافظ شرف الدینؒ دمیاطی نے بھی اس سلسلہ میں ایک حدیث نقل کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس گھر میں عربی گھوڑا ہو شیطان اس گھر میں کسی کو مخبوط نہیں کرسکتا۔

وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِھِمْ کی تفسیر

ایک حدیث میں جس کو سلیمانؒ بن یسار اور کئی محدثینؒ نے روایت کیا ہے یہ ہے:'' اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قَالَ فِیْ ھٰذِہِ الایۃ و اٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِھِمْ لاَ تَعْلَمُوْ نَھُمْ اللّٰہُ یَعْلَمُھُمْ قَالَ ھُمُ الْجِنُّ لاَ یَدخُلُوْنَ دَارً افِیْھَا فرس عتیق ''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت (اور ان کے علاوہ جن کو تم نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے) کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ آخرین سے جن مراد ہیں جو اس گھر میں داخل نہیں ہوسکتے جس میں فرس عتیق ہو۔

مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مصداق بنو قریظہ ہیں اور سدی کے نزدیک اس سے مراد اہل، فارس ہیں اور بقول حسن اس آیت میں منافقین کا بیان ہے اور بعض کے نزدیک کفار جن مراد ہیں۔

گھوڑے بھی دعا کرتے ہیں

مستدرک میں معاویہ بن حدیج جنہوں نے مصر میں محمد بن ابی بکر کی نعش کو گدھے کی لید میں رکھ کر جلوا دیا تھا ان کے حوالے سے حضرت ابوذر غفاریؓ کی روایت مذکور ہے:۔

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی عربی گھوڑا ایسا نہیں جس کو روزانہ دو مرتبہ یہ دعا مانگنے کی اجازت نہ دی جاتی ہو کہ ''اے اللہ! تو نے جس شخص کو میرا مالک بنادیا ہے اس کی نگاہوں میں مجھ کو اس کا سب سے زیادہ محبوب مال بنادے''۔

امام نسائیؒ نے کتاب الخیل میں اس واقعہ کو قدرے تفصیل کے ساتھ اس طرح نقل فرمایا کہ جب مصر فتح ہوا تو وہاں ہر قوم کے لئے ایک میدان تھا۔ جس میں وہ لوگ اپنی سواریوں کے جانوروں کو لٹایا کرتے تھے۔ معاویہؓ کا گزر ایک مرتبہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا جو اپنے گھوڑے کو لٹارہے تھے۔ معاویہؓ نے ان کو سلام کرنے کے بعد پوچھا کہ تمہارا گھوڑا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میرا یہ گھوڑا مستجاب الدعوات ہے۔ معاویہؓ کہنے لگے کیا گھوڑے بھی دعا کرتے ہیں؟ اور ان کی دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں؟ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ ہاں کوئی رات ایسی نہیں گزرتی جس میں گھوڑا اپنے رب سے یہ دعا نہ کرتا ہو: ''اے میرے رب! تُو نے مجھے بنی آدم کا غلام بنادیا ہے اور میرا رزق اس کے ہاتھ میں دے دیا ہے لہٰذا تُو اس کے نزدیک مجھ کو اس کے اہل و اولاد سے زیادہ محبوب بنادے''۔

پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بعض گھوڑے مستجاب ہوتے ہیں اور بعض غیر مستجاب لیکن میرا یہ گھوڑا مستجاب ہی ہے۔

ھجین اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کا باپ عرب النسل اور ماں عجمی ہو اور جس گھوڑے کی ماں عربی اور باپ عجمی ہو اس کو ''مصرف'' کہتے ہیں ایسا ہی معاملہ انسانوں میں ہے۔

حضرت خزیمہؓ کی گواہی دو گواہوں کے برابر ہے

ابوداؤد' نسائی اور حاکم میں مذکور ہے کہ سواد بن حرث اعرابی سے حضورؐ نے ایک گھوڑا خرید لیا۔ اس گھوڑے کا نام ''مرتجز'' تھا۔ وہ اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قیمت وصول کرنے کے لئے چل دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیز رفتاری سے تشریف لیجارہے تھے اور یہ اعرابی آہستہ چل رہا تھا۔ راستہ میں کچھ لوگوں نے (جن کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ گھوڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید لیا ہے) اس گھوڑے کا سودا کرنا شروع کردیا۔ اس اعرابی کو لالچ آگیا اور اس نے آواز لگائی کہ حضورؐ اگر آپ خریدنا چاہیں تو سودا کرلیں ورنہ میں دوسرے کو فروخت کردوں گا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ گھوڑا تم مجھ کو فروخت کرچکے ہو۔ اس اعرابی نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے تو ابھی آپ کو گھوڑا فروخت نہیں کیا۔ اگر آپ خریدنے کا دعویٰ کررہے ہیں تو گواہ لائیے۔ حضرت خزیمہؓ فوراً بولے کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ کس وجہ سے گواہی دے رہے ہو؟ حضرت خزیمہؓ نے کہا کہ آپؐ کی تصدیق کی وجہ سے۔ اس واقعہ کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گواہی کو دو گواہوں کی گواہی کے قائم مقام کردی۔

ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ حضورؐ نے ان سے پوچھا کہ کیسے گواہی دے رہے ہو؟ کیا تم معاملہ کے وقت ہمارے پاس موجود تھے؟ انہوں نے کہا کہ حضورؐ میں حاضر تو نہیں تھا۔ آپؐ نے فرمایا پھر تم کیسی گواہی دے رہے ہو؟ حضرت خزیمہؓ نے کہا کہ حضورؐ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں' میں آسمانی خبروں کے بارے میں تصدیق کرتا ہوں' مستقبل کی خبروں کے بارے میں تصدیق کرتا ہوں کیا اس گھوڑے کی خریداری میں آپؐ کی تصدیق نہیں کروں گا۔ یہ سن کر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے خزیمہ آج تم دو گواہوں کے قائم مقام ہو۔ اور ایک روایت میں حضورؐ کے یہ الفاظ منقول ہیں کہ:

''جس کے حق میں یا جس کے خلاف خزیمہ گواہی دیدیں ان کی تنہا گواہی ہی اس کے لئے کافی ہے''۔

سہیلیؒ کہتے ہیں کہ مسند حرث میں اس واقعہ کے بارے میں مزید لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ گھوڑا اس اعرابی کو واپس کر دیا تھا اور فرمایا کہ خدا تجھے اس میں برکت نہ دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ صبح ہوتے ہی اس کا گھوڑا مر گیا۔

ایک عجیب واقعہ

حضرت خزیمہؓ کو ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس کو امام احمدؒ نے متعدد ثقہ لوگوں سے روایت کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خزیمہؓ نے خواب میں دیکھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر سجدہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے آ کر حضورؐ سے یہ خواب بیان کیا تو حضورؐ لیٹ گئے اور حضرت خزیمہؓ نے آپؐ کی پیشانی پر سجدہ کیا۔

راہ خدا میں جہاد کرنے والا اللہ کا محبوب ہے

کتب غریب میں یہ روایت منقول ہے:

(''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت والجلال اس طاقتور شخص کو پسند کرتے ہیں جو گھوڑے پر سوار ہو کر آتا جاتا ہے'') یعنی جو ایک بار غزوہ میں گیا اور پھر جہاد کر کے واپس آ گیا۔ پھر دوسرے جہاد میں گیا۔ اس طرح بار بار راہِ خدا میں جانے والا شخص مبدی و معید کہلائے گا۔ اسی طرح وہ گھوڑا جس پر سوار ہو کر اس کے مالک نے بار بار غزوات میں شرکت کی ہو مبدی اور معید کہلائے گا۔

گھوڑے کی پرورش بھی عبادت ہے

مسند امام احمدؒ میں روح بن زنباع کے حوالہ سے حضرت تمیم داریؓ کی یہ روایت منقول ہے:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جو صاف کر لے اور پھر لا کر اپنے گھوڑے کو کھلا دے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے ہر جو کے بدلہ میں ایک نیکی لکھتے ہیں''۔

ابن ماجہؒ نے بھی اسی حدیث کے ہم معنی ایک روایت نقل کی ہے۔

گھوڑے کی عادات

گھوڑے کی طبیعت میں غرور اور تکبر ہے۔ یہ اپنی ذات میں مگن رہتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اپنے مالک سے پیار و محبت کرتا ہے۔ اس کے خلاف اس کے شریف اور مکرم ہونے پر دلیل یہ ہے کہ کسی دوسرے جانور کا باقی ماندہ چارہ یا خوراک نہیں کھاتا۔

کہتے ہیں کہ مروان کا ایک اشقر نامی گھوڑا تھا۔ یہ گھوڑا جس گھر میں رہتا تھا اس گھر میں اس کی اجازت کے بغیر اس کے رکھوالے بھی داخل نہیں ہو سکتے تھے اس گھوڑے کی اجازت کی صورت یہ تھی کہ رکھوالے اس کے کمرے میں داخل ہونے سے قبل اس کی طرف اپنا پنجہ لہراتے اس کے جواب میں گھوڑا ہنہناتا تو وہ کمرے میں داخل ہو جاتے اور اگر کبھی اس کے ہنہنائے بغیر کوئی رکھوالا اس کے کمرے میں چلا جاتا یعنی بغیر اجازت تو وہ بڑی مشکل کا شکار ہوتا۔

گھوڑی کو گھوڑے کی نسبت بہت زیادہ شہوت ہوتی ہے۔ اسی لئے یہ اکثر گھوڑوں کے علاوہ دیگر نر جانوروں کے پیچھے بھی لگی رہتی ہے۔ جاحظ نے لکھا ہے کہ گھوڑی کو حیض آتا ہے لیکن بہت قلیل مقدار میں۔ گھوڑے کی شہوت چالیس (۴۰) تا نوے (۹۰) سال تک برقرار رہتی ہے۔ گھوڑا انسانوں کی طرح خواب دیکھتا ہے۔ اس کی ایک خاص عادت یہ ہے کہ یہ گدلا پانی پیتا ہے اور جب کہیں اس کو

صاف پانی ملتا ہے تو اس کو گدلا کر دیتا ہے۔

جوہری نے کہا کہ گھوڑے کے طحال (تلی) نہیں ہوتی۔ امام ابوالفرج بن الجوزی کا فرمان ہے کہ جو شخص جوتا پہنتے وقت دائیں پیر سے ابتداء کرے اور اتارتے وقت بائیں پیر سے پہلے جوتا نکالے وہ تلی کی بیماری سے محفوظ رہے گا۔

ذیل کا نقشہ ورم طحال کے لئے مجرب ہے۔ نقش ذیل کو پوستین کے کسی پارچہ میں لکھ کر جمعہ کے دن مریض کے بائیں جانب لٹکا دیں اور جمعہ کو پورا دن لٹکا رہنے دیں۔ نقش یہ ہے:۔

ادا ح ح ھم م ل لما محمد الی رای ۱۸۹۷۳

صالح صح وصح م لہ صالح دون مانع من الی ان تنصرہ ومرہ

اگر مندرجہ بالا حروف کو اسی شکل میں کسی چمڑے کے ٹکڑے پر لکھ کر تلی کے بیمار شخص کے بائیں بازو پر اس طرح باندھیں کہ چمڑے کا تحریری شدہ ٹکڑا ایک مٹھی کے برابر لٹکا رہے تو یہ عمل بھی انشاء اللہ باعث شفاء ہوگی۔

اسی طرح ایک دوسرا عمل یہ ہے کہ مندرجہ ذیل نقشہ کو لکھ کر مریض کے بائیں بازو میں لٹکا دیں۔ نقش یہ ہے:۔

۲۵۹۴۸۱۹۲۳ ح ح د صوع

مرض طحال کے لئے ایک اور عمل یہ ہے کہ مندرجہ ذیل الفاظ کو کسی کاغذ پر لکھ کر اس کاغذ کو تلی کے سامنے کر کے جلا دیں۔

الفاظ یہ ہیں" **ولم بضمیر هم**"۔

طحال کے مریض کے لئے ایک مجرب عمل یہ ہے کہ سنیچر کے دن طلوع آفتاب سے قبل کسی کاغذ وغیرہ پر لکھ کر اس کو تلوار لٹکانے کی طرح دائیں جانب اونی دھاگی سے لٹکالے۔

نقشہ یہ ہے

ح ح ہ دم ص ھا اص

اح اا ح ماتت الی الابد

دینوری کی کتاب "المجالسۃ" کی دسویں جلد میں اسمٰعیل بن یونس سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ریاشی سے انہوں نے ابو عبیدہ اور ابو زید سے سنا کہ گھوڑے کے تلی، اونٹ کے پتا اور شتر مرغ کے گودا نہیں ہوتا۔ اور یہ کہ پانی کے پرندوں اور دریا کے سانپوں کے دماغ اور زبان نہیں ہوتی اور اسی طرح مچھلی کے پھیپھڑے نہیں ہوتے۔

حدیث میں گھوڑے کا تذکرہ:

سواء ابن ماجہؒ کے محدثین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر بھلائی کسی چیز میں ہے تو ان تین چیزوں "عورت" "گھر" "گھوڑا" میں ہے۔

ایک دوسری روایت (جو کہ مذکورہ بالا روایت کے بالکل مخالف ہے)۔ میں ہے کہ بدفالی چار چیزوں "عورت" "گھر" "گھوڑا اور خادم" میں ہے۔

تتمہ:۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت ابوالطفیلؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص کے ایک بچہ پیدا ہوا تو اس نے اس بچہ کو حضورؐ کی خدمت میں حاضر کیا تو حضورؐ نے اس بچہ کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر اس کی برکت کے لئے دعا

کی۔ چنانچہ آپؐ کی دعا کی وجہ سے اس لڑکے کی پیشانی پر گھوڑے کی پیشانی کے مانند کچھ بال بہت ہی خوب صورت لگنے والے نکل آئے۔ چنانچہ ان بالوں کے ساتھ ہی وہ بچہ جوان ہوا اور جب خوارج کا زمانہ آیا تو اس جوان لڑکے نے خوارج کو پسند کیا اور ان کا ہم خیال بن گیا تو اس کی پیشانی کے وہ بال جھڑ گئے۔ اس کے والد نے اس لڑکے کو قید کر دیا تا کہ وہ خوارج سے نہ مل سکے۔

ابو طفیلؒ راوی فرماتے ہیں کہ ہم اس لڑکے سے ملے اور اس کو نصیحت کی اور یہ بھی کہا کہ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے تمہاری پیشانی پر جو خوشنما بال نکلے ہوئے تھے وہ بھی جاتے رہے اس لئے تم توبہ کرو اور اس غلط راستے سے باز رہو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس نوجوان پر نصیحت کا اثر ہوا اور اس نے توبہ وغیرہ کی۔ چنانچہ وہ بال اس کی پیشانی پر پھر سے نکل آئے اور تا حیات باقی رہے۔

طبرانیؒ نے حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں خیبر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کر رہا تھا کہ اچانک ایک تیر میرے چہرے پر آ لگا جس کی وجہ سے میرا چہرہ میری ڈاڑھی اور میرا سینہ خون سے بھر گیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا وہ خون صاف فرمانے لگے اور میرے لئے دعا فرمائی۔ خون صاف کرتے ہوئے حضورؐ کا دستِ مبارک میرے سینہ کے جس حصہ میں پڑا اس جگہ لمبے لمبے بالوں کے خوشنما گچھے بن گئے۔ جیسا کہ گھوڑے کی پیشانی پر سفید بال۔

واقعہ

ابن ظفرؒ نے اپنی کتاب ''اعلام النبوۃ'' میں ذکر کیا ہے کہ ایک یہودی عالم مکہ معظمہ میں قیام پذیر تھا۔ چنانچہ ایک دن وہ اس مجلس میں پہنچا جس میں بنی عبد مناف اور بنی مخزوم کے لوگ تھے اور معلوم کیا کہ کیا آپ کے گھروں میں کوئی نیا بچہ پیدا ہوا ہے؟ اہلِ مجلس نے جواب دیا کہ ہمارے علم میں ایسی کوئی خبر نہیں یہودی عالم نے کہا کہ آپ لوگوں سے سخت غلطی سرزد ہو گئی ہے۔ خوب یاد رکھو کہ آج کی رات اس آخری امت کے نبی پیدا ہوئے ہیں اور ان کی نشانی یعنی مہر نبوت ان کے دونوں شانوں کے درمیان ہو گی جو کہ زرد رنگ کے تلوں اور ان کے گرد بالوں پر مشتمل ہو گی جیسا کہ گھوڑے کی کلغی اور یہ دو رات دودھ پینے سے باز رہیں گے۔ یہودی عالم کی ان باتوں سے تمام لوگ متعجب ہوئے اور مجلس برخاست ہونے کے بعد اپنے اپنے گھر پہنچے تو ان کی عورتوں نے ان کو یہ خبر دی کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ پھر جب یہ لوگ دوبارہ اپنی مجلس میں جمع ہوئے تو آپس میں اس ولادت پر گفتگو کرنے لگے۔ ان کی یہ گفتگو جاری ہی تھی کہ وہ یہودی عالم بھی آ گیا تو اہلِ مجلس نے اس کو ولادت کے بارے میں بتایا۔ جس پر اس یہودی عالم نے کہا کہ مجھے اس گھر میں لے چلو تا کہ میں اس بچہ کو دیکھ سکوں۔ چنانچہ اہلِ مجلس اس یہودی کو لے کر آمنہ کے گھر پہنچے اور حضرت آمنہ سے اجازت لے کر بچہ کو یہودی عالم کے پاس لے گئے۔ یہودی عالم نے بچے کو دیکھا اور کپڑے نکلوا کر مہر نبوت دیکھی۔ جیسے ہی اس کی نظر مہر نبوت پر پڑی اس پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ کچھ دیر بعد جب یہودی کو ہوش آیا تو لوگوں نے اس سے بے ہوشی کی وجہ دریافت کی تو یہودی نے جواب دیا کہ نبوت بنی اسرائیل سے نکل گئی۔ لیکن تم اس بات سے خوش نہ ہونا' کیونکہ خدا کی قسم وہ ایک ایسی زبردست دبدبہ والی حکومت قائم کریں گے کہ اس کی شہرت مشرق سے مغرب تک جا پہنچے گی۔

امام کلبی نے آیت ''وَقَالَتِ النَّصَارٰی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ ذٰلِکَ قَوْلُھُمْ بِاَفْوَاھِھِمْ'' الخ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد اکیاسی سال تک نصاریٰ دین اسلام پر قائم رہے اور نماز روزہ ادا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ یہود اور نصاریٰ کے درمیان بڑی لڑائی ہوئی۔ یہود میں ایک شخص بولس نام کا بڑا بہادر تھا اس نے حضرت عیسیٰؑ کے تمام صحابہ یعنی حواریین کو شہید کر دیا۔ اس کے بعد اس شخص نے اپنی قوم (یہود) سے کہا اگر حق عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا تو ہم نے تو ان کا کفر کیا لہٰذا

ہمیں دوزخ میں جانا ہوگا اور اگر ایسا ہوا تو ہم زبردست خسارے میں رہیں گے۔ لیکن آپ مطمئن رہیں عنقریب میں ایک ایسی ترکیب کروں گا کہ اس کے ذریعہ وہ بھی ہماری طرح دوزخی ہو جائیں گے۔

بولس کے پاس گھوڑا عقاب نام کا تھا جس پر بیٹھ کر وہ قتال کرتا تھا۔ اس نے اپنے اس گھوڑے کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور اپنے سر میں دھول ڈال کر شرمندگی کا اظہار کیا۔ نصاریٰ نے جب اس کو اس حال میں دیکھا تو پوچھا کہ تم کون ہو؟ بولس نے جواب دیا کہ میں تمہارا دشمن ہوں لیکن اب نہیں کیونکہ مجھے آسمان سے یہ ندا سنائی دی کہ تمہاری توبہ تب تک قبول نہ ہوگی جب تک کہ تم نصاریٰ نہ بن جاؤ۔ لہٰذا میں اب نصاریٰ میں شامل ہو گیا ہوں۔ چنانچہ اس کے بعد اہل نصاریٰ نے اس کو اپنے گرجا گھر میں داخل کر لیا۔ اس طرح بولس نصاریٰ کے گرجا گھر میں ایک سال تک بند رہا' نہ اس نے کسی سے بات کی اور نہ کبھی گرجا سے باہر نکلا۔ اس پورے ایک سال کے عرصہ میں مسلسل انجیل کا مطالعہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ جب اس کو ایک سال کا عرصہ مکمل ہو گیا تو وہ اپنے گرجا کے کمرے سے باہر آیا اور نصاریٰ سے کہا کہ مجھے نداء کے ذریعے بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کر لی ہے۔ نصاریٰ نے اس کہانی کا یقین کر لیا اور اس کی تصدیق کر دی جس کی وجہ سے نصاریٰ میں سے ہر شخص بولس سے محبت کرنے لگا۔ اس کے بعد بولس بیت المقدس چلا گیا اور وہاں پر نسطورا نامی ایک شخص کو اپنا خلیفہ نامزد کیا اور اس کو یہ سکھایا کہ عیسیٰؑ مریم اور اللہ تین تھے۔

اس کے بعد یہ بیت المقدس سے روم چلا گیا اور وہاں پر اس نے لوگوں کو صفات باری تعالیٰ اور انسانیت کی تعلیم دی اور یہ بھی کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام نہ انسان تھے نہ جنات میں سے تھے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے تھے اور اہل روم میں سے ایک یعقوب نامی شخص کو اپنا خلیفہ بنایا۔ پھر دوسرے شخص کو جس کا نام ''ملکان'' تھا بلایا اور اس سے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام تو ہمیشہ معبود رہیں گے۔

اس کے بعد بولس نے اپنے ان تینوں مریدوں کو الگ الگ اپنے پاس بلایا اور ہر ایک سے کہا کہ تم میرے خاص مرید (خلیفہ) ہو اور رات میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خواب دیکھا کہ وہ مجھ سے راضی ہو گئے ہیں اور کل میں اپنی طرف سے قربانی کروں گا اس لئے تم لوگوں کو یہ کہہ کر قربانی کی جگہ بلانا کہ وہ ہمارے عطیہ لے جائیں۔ چنانچہ بولس نے اس طرح اپنے تینوں خلیفاؤں سے الگ الگ تنہائی میں مندرجہ بالا گفتگو کی اور ہر ایک کو یقین دلا دیا کہ وہی اس کا قابل اعتماد اور صحیح جانشین ہے۔

اس کے بعد اگلے دن بولس نے قربان گاہ میں قربانی کی اور یہ ظاہر کیا کہ میں یہ قربانی عیسیٰؑ علیہ السلام کی رضامندی کے لئے کر رہا ہوں۔ چنانچہ ان تینوں (نسطور' یعقوب' ملکان) نے اپنے اپنے پیروکاروں کو جمع کیا اور ان کی موجودگی میں بولس سے عطیہ قبول کئے۔ چنانچہ اسی دن سے نصاریٰ تین فرقوں' نسطوریہ'' یعقوبیہ اور ملکیہ میں تقسیم ہو گئے اور پھر ان تینوں فرقوں میں اختلاف اس قدر بڑھا کہ وہ ایک دوسرے کے دشمن بن گئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

'' وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ '' الخ

اہل معانی نے اس آیت کے تحت فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی قول کو افواہ یا السن (منہ اور زبان) کی صفت بیان نہیں کرتے یہاں تک کہ وہ جھوٹ نہ ہو۔

ایک عبرت ناک واقعہ

امام ابن بلیانؒ وغزالیؒ وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ جب ہارون الرشید خلیفۃ المسلمین بنے تو تمام علماء کرام ان کو مبارک باد دینے کے لئے ان کے پاس گئے۔ لیکن حضرت سفیان ثوریؒ نہیں گئے حالانکہ ہارون الرشید اور سفیان ثوری ایک دوسرے کے ساتھی اور دوست

تھے۔ چنانچہ حضرت سفیانؒ کے نہ آنے سے ہارون رشید کو بڑی تکلیف ہوئی اور اس نے حضرت سفیانؒ کے نام ایک خط لکھا جس کا متن یہ ہے:۔

''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم والا ہے''۔

''عبداللہ ہارون امیر المومنین کی طرف سے اپنے بھائی سفیان ثوری کی طرف۔

بعد سلام مسنون! آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کے درمیان ایسی بھائی چارگی اور محبت ودیعت کی ہے کہ جس میں کوئی غرض نہیں۔ چنانچہ میں نے بھی آپ سے ایسی ہی محبت اور بھائی چارگی کی ہے کہ اب نہ میں اس کو توڑ سکتا ہوں اور نہ اس سے جدا ہو سکتا ہوں۔ یہ خلافت کا جو طوق اللہ تعالیٰ نے میرے پر ڈال دیا ہے اگر یہ میرے گلے میں نہ ہوتا تو میں ضرور آپ کی محبت کی بناء پر آپ کے پاس خود آتا یہاں تک کہ اگر چلنے میں معذور ہوتا تو گھسٹ کر آتا۔ چنانچہ اب جبکہ میں خلیفہ ہوا تو میرے تمام دوست احباب مجھے مبارک باد دینے کے لئے آئے۔ میں نے ان کے لئے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیئے اور قیمتی سے قیمتی چیزوں کا عطیہ دے کر اپنے دل اور ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ لیکن آپ تشریف نہیں لائے حالانکہ مجھے آپ کا شدید انتظار تھا۔ یہ خط آپ کو بڑے ذوق شوق اور محبت کی بناء پر لکھ رہا ہوں۔

اے ابو عبداللہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مومن کی زیارت اور مواخات کی کیا فضیلت ہے اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ جیسے ہی میرا یہ خط آپ کو ملے تو جتنی بھی جلدی ممکن ہو تشریف لائیے''۔

ہارون الرشید نے یہ خط عباد طالقانی نامی ایک شخص کو دیا اور کہا کہ یہ خط سفیان ثوریؒ کو پہنچاؤ اور خاص طور سے یہ ہدایت کی کہ خط سفیان کے ہاتھ میں ہی دینا اور وہ جو جواب دیں اس کو غور سے سننا اور ان کے تمام احوال اچھی طرح معلوم کرنا۔ عباد کہتے ہیں کہ میں اس خط کو لے کر کوفہ کے لئے روانہ ہوا اور وہاں جا کر حضرت سفیانؒ کو مسجد میں پایا۔ حضرت سفیانؒ نے مجھ کو دور ہی سے دیکھا تو دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے۔

(میں مردود شیطان سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس شخص سے جو رات میں آتا ہے الا یہ کہ وہ کوئی خیر میرے پاس لے کر آئے''۔

عباد فرماتے ہیں کہ جب میں مسجد کے دروازے پر اپنے گھوڑے سے اترا تو سفیانؒ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ حالانکہ یہ کسی نماز کا وقت نہیں تھا۔ چنانچہ میں پھر ان کی مجلس میں حاضر ہوا اور وہاں پر موجود لوگوں کو سلام کیا۔ مگر کسی نے بھی میرے سلام کا جواب نہ دیا اور نہ مجھے بیٹھنے کے لئے کہا حتیٰ کہ کسی نے میری طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی زحمت بھی نہ کی۔ اس ماحول میں مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی اور بدحواسی میں میں نے وہ خط حضرت سفیانؒ کی طرف پھینک دیا۔ حضرت سفیانؒ کی نظر جیسے ہی خط پر پڑی تو وہ ڈر گئے اور خط سے دور رہٹ گئے گویا وہ کوئی سانپ ہے۔ پھر کچھ دیر بعد سفیان نے اپنی آستین کے کپڑے سے اس خط کو اٹھایا اور اپنے پیچھے بیٹھے ہوئے ایک شخص کی طرف پھینکا اور کہا کہ تم میں سے کوئی شخص اس کو پڑھے۔ کیونکہ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کسی ایسی چیز کے چھونے سے جس کو کس ظالم نے چھو رکھا ہو۔

چنانچہ ان میں سے ایک شخص نے اس خط کو کھولا اس حال میں کہ اس کے ہاتھ بھی کانپ رہے تھے۔ پھر اس نے اس کو پڑھا۔ خط کا مضمون سن کر سفیان کسی متعجب شخص کی طرح مسکرائے اور کہا کہ اس خط کو پلٹ کر اس کی پشت پر جواب لکھ دو۔ اہلِ مجلس میں سے کسی نے حضرت سفیان سے عرض کیا کہ حضرت وہ خلیفہ ہیں۔ لہٰذا اگر کسی کورے صاف کاغذ پر جواب لکھواتے تو اچھا تھا۔ حضرت سففیان نے فرمایا

کہ نہیں اسی خط کی پشت پر جواب لکھو۔اس لئے کہ اگر اس نے یہ کاغذ حلال کی کمائی کا استعمال کیا ہے تو اس کو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔اور اگر یہ کاغذ حرام کمائی کا استعمال کیا ہے تو عنقریب اس کو عذاب دیا جائے گا۔اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہ رہنی چاہیے جسے کسی ظالم نے چھوا ہو۔کیونکہ یہ چیز دین میں خرابی کا باعث ہوگی۔

پھر اس کے بعد سفیان ثوری نے کہا لکھو:

''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت رحم والا اور بڑا مہربان ہے''۔

سفیان کی جانب سے اس شخص کی طرف جس سے ایمان کا مٹھاس اور قرآۃ قرآن کی دولت کو کھینچ لیا گیا۔

بعد سلام مسنون!

یہ خط تم کو اس لیے لکھ رہا ہوں تا کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ میں نے تم سے اپنا دینی رشتہ یعنی بھائی چارگی اور محبت کو منقطع کر لیا ہے اور یہ بات یاد رکھنا کہ تم نے اپنے خط میں اس بات کا اقرار کیا ہے کہ تم نے اپنے دوست واحباب کو شاہی خزانہ سے مالا مال کر دیا ہے۔لہٰذا اب میں اس بات کا گواہ ہوں کہ تم نے مسلمانوں کے بیت المال کا غلط استعمال کیا ہے اور مسلمانوں کی بغیر اجازت کے اپنے نصاب پر خرچ کیا اور اس پر طرہ یہ کہ تم نے مجھ سے بھی اس آرزو کا اظہار کیا کہ میں تمہارے پاس آؤں لیکن یاد رکھو میں اس کے لئے کبھی راضی نہ ہوں گا۔میں اور میرے اہل مجلس جس نے بھی تمہارے خط کو سنا وہ سب تمہارے خلاف گواہی دینے کے لئے انشاء اللہ کل قیامت کے دن خداوند قدوس کی عدالت میں حاضر ہوں گے کہ تم نے مسلمانوں کے مال کو غیر مستحق لوگوں پر خرچ کیا۔

اے ہارون! ذرا معلوم کرو کہ تمہارے اس فعل پر اہل علم' قرآن کی خدمت کرنے والے' یتیم' بیوہ عورتیں' مجاہدین عاملین سب راضی تھے یا نہیں؟ کیونکہ میرے نزدیک مستحق اور غیر مستحق دونوں کی اجازت لینی ضروری تھی اس لئے اے ہارون! اب تم ان سوالات کے جوابات دینے کے لئے اپنی کمر مضبوط کر لو۔کیونکہ عنقریب تم کو اللہ جل شانہ کے سامنے جو عادل وحکیم ہیں حاضر ہونا ہے۔لہٰذا اپنے نفس کو اللہ سے ڈراؤ۔جس نے قرآن کی تلاوت' علم کی مجلسوں کو چھوڑ کر ظالم اور ظلاموں کا امام بننا قبول کر لیا۔

اے ہارون! اب تم سریر پر بیٹھنے لگے اور حریر تمہارا لباس ہو گیا اور ایسے لوگوں کا لشکر جمع کر لیا جو رعایا پر ظلم کرتے ہیں۔مگر تم انصاف نہیں کرتے۔تمہارے یہ لوگ شراب پیتے ہیں۔مگر تم حد دوسروں پر لگاتے ہو۔تمہارے ہی لشکر (افسران) چوری کرتے ہیں مگر تم ہاتھ کاٹتے ہو بے قصور لوگوں کے' تمہارے یہ کارندے قتل عام کرتے ہیں مگر تم خاموش تماشائی بنے ہو۔اے ہارون! کل میدان حشر کیسا ہوگا جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکارنے والا پکارے گا کہ ''ظالموں کو اور ان کے ساتھیوں کو حاضر کرو''۔تو تم اس وقت آگے بڑھو گے اس حال میں کہ تمہارے دونوں ہاتھ تمہاری گردن سے بندے ہوں گے اور تمہارے اردگرد تمہارے ظالم مددگار ہوں گے اور انجام کار تم ان ظالموں کے امام بن کر دوزخ کی طرف جاؤ گے۔اس دن تم اپنے حسنات تلاش کرو گے تو وہ دوسروں کی میزان میں ہوں گے اور تمہارے میزان میں برائیاں ہی برائیاں نظر آئیں گی اور پھر تم کو کچھ نظر نہیں آئے گا۔ہر طرف اندھیر ہی اندھیرا ہوگا۔لہٰذا اب بھی وقت ہے کہ تم اپنی رعایا کے ساتھ انصاف کرو اور یہ بھی یاد رکھو کہ یہ امر (بادشاہت) تمہارے پاس ہمیشہ نہیں رہے گا۔یہ یقیناً دوسروں کے پاس چلا جائے گا۔ چنانچہ یہ امر ایسا ہے کہ بعض اس سے دنیا وآخرت سنوار لیتے ہیں اسور بعض دنیا وآخرت دونوں برباد کر لیتے ہیں۔

اور اب خط کے آخیر میں یہ بات غور سے سنو کہ آئندہ کبھی مجھ کو خط مت لکھنا اور اگر تم نے خط لکھا بھی تو یاد رکھنا اب کبھی مجھ سے کسی

جواب کی اُمید مت کرنا۔والسلام

خط مکمل کرا کے حضرت سفیان نے اس کو قاصد کی طرف پھنکوادیا۔نہ اس پر اپنی مہر لگائی اور نہ اس کو چھوا۔قاصد (عباد) کہتے ہیں کہ خط کے مضمون کو سن کر میری حالت غیر ہوگئی اور دنیا سے ایک دم التفات جاتا رہا۔چنانچہ میں خط لے کر کوفہ کے بازار میں آیا اور آواز لگائی کہ ہے کوئی خریدار جو اس شخص کو خرید سکے جو اللہ تعالیٰ کی طرف جا رہا ہے۔چنانچہ لوگ میرے پاس درہم اور دینار لے کر آئے۔میں نے ان سے کہا کہ مجھے مال کی ضرورت نہیں مجھے تو صرف ایک جبہ اور قطوانی عبا چاہیے۔چنانچہ لوگوں نے یہ چیزیں مجھے مہیا کر دیں۔چنانچہ میں نے اپنا وہ قیمتی لباس اتار دیا جسے میں دربار میں ہارون کے پاس جاتے وقت پہنتا تھا اور پھر میں نے گھوڑے کو بھی ہنکا دیا۔اس کے بعد میں ننگے سر پیدل چلتا ہوا ہارون رشید کے محل کے دروازہ پر پہنچا۔محل کے دروازہ پر لوگوں نے میری حالت کو دیکھ کر میرا مذاق اڑایا اور پھر اندر جا کر ہارون سے میری حاضری کی اجازت لی۔

چنانچہ میں اندر گیا۔ہارون رشید نے جیسے ہی مجھ کو دیکھا کھڑا ہو گیا اور اپنے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہنے لگا۔وائے بربادی' وائے خرابی' قاصد آباد ہو گیا اور بھیجنے والا محروم رہ گیا اب اسے دنیا کی کیا ضرورت ہے۔اس کے بعد ہارون نے بڑی تیزی سے مجھ سے جواب طلب کیا۔چنانچہ جس طرح سفیان ثوریؒ نے وہ خط مری طرف پھنکوایا تھا اسی طرح میں نے وہ خط ہارون رشید کی طرف اچھال دیا۔ہارون رشید نے فوراً جھک کر ادب سے اس خط کو اٹھالیا اور کھول کر پڑھنا شروع کیا۔پڑھتے پڑھتے ہارون الرشید کے رخسار آنسوؤں سے تر ہو گئے حتیٰ کہ ہچکی بندھ گئی۔

ہارون الرشید کی یہ حالت دیکھ کر اہلِ دربار میں سے کسی نے کہا کہ امیر المومنین سفیان کی یہ جرأت کہ وہ آپ کو ایسا لکھیں۔اگر آپ حکم دیں تو ہم ابھی سفیان کو جکڑ کر قید کر لائیں تا کہ اس کو ایک عبرت انگیز سزا مل سکے۔ہارون نے جواب دیا کہ اے مغرور! دنیا کے غلام! سفیان کو کچھ مت کہو ان کو ان کی حالت پر رہنے دو۔بخدا دنیا نے ہم کو دھوکہ دیا اور بد بخت بنا دیا۔تمہارے لئے میرا یہ مشورہ ہے کہ تم سفیان کی مجلس میں جا کر بیٹھو کیونکہ اس وقت سفیان ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی امتی ہیں۔

قاصد عباد کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہارون الرشید کی یہ حالت تھی کہ سفیانؒ کے اس خط کو ہر وقت اپنے پاس رکھتے اور ہر نماز کے بعد اس کو پڑھتے اور خوب روتے یہاں تک کہ ہارون کا انتقال ہو گیا۔

سفیان و منصور کا واقعہ

ابن سمعانی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت سفیانؒ ثوری نے اس بات کی تصدیق کرنے سے انکار کر دیا کہ "منصور حق پر ہے" تو منصور نے حضرت سفیان کو طلب کیا لیکن سفیان ثوری منصور کے پاس نہیں آئے بلکہ مکہ چلے گئے۔کچھ دن کے بعد جب منصور حج کرنے چلا تو سولی دینے والے عملہ (جلادوں) کو ہدیت کی کہ سولی تیار کر دو اور سفیان کو تلاش کر کے ان کو پھانسی دے دو۔چنانچہ جب اس بات کی اطلاع حضرت سفیان کو پہنچی تو آپ (سفیان ثوری) سوئے ہوئے تھے اس حال میں کہ آپ کا سر فضیل بن عیاض کی گود میں اور دونوں پیر سفیان بن عیینہ کی گود میں تھے۔منصور کے اس حکم کو سن کر عیاض اور عیینہ دونوں ڈرتے ہوئے کہنے لگے کہ حضرت (سفیان ثوری) اب دشمنوں کو ہم پر ہنسنے کا اور موقع نہ دیجئے یعنی اب تو کوئی ایسی صورت کریں کہ اس قید اور روپوشی سے خلاصی مل جائے۔چنانچہ ان دونوں کی یہ بات سن کر حضرت سفیان کعبۃ اللہ کی طرف چل پڑے۔اور وہاں پہنچ کر غلاف کعبہ پکڑ کر کہنے لگے کہ اے دنیا کے مالک ورب! منصور کو یہاں نہ داخل ہونے دینا۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور اسی وقت منصور کی سواری کا پاؤں پھسلا اور وہ

سواری سمیت نیچے گر کر مر گیا۔ یہ واقعہ منصور کو حجون میں پیش آیا۔

گھوڑے کا شرعی حکم

امام شافعیؒ کے نزدیک گھوڑے کی وہ تمام اقسام حلال ہیں جن میں گھوڑے کا نام پایا جاتا ہے جیسے ''عراب'' مقاریف اور براذین وغیرہ' براذین' برذون کی جمع ہے' ترکی گھوڑے کو کہتے ہیں۔ یہ قول امام ابو یوسفؒ' محمدؒ' احمدؒ واسحاق وغیرہ کے ہیں۔ اپنی دلیل میں یہ حضرات بخاریؒ و مسلمؒ کی وہ حدیث پیش کرتے ہیں جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:۔

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں پالتو گدھے کے گوشت سے منع فرمایا اور گھوڑے کے گوشت کے بارے میں رخصت دی''۔

امام ابو حنیفہؒ اور اوزاعیؒ اور امام مالکؒ نے گھوڑے کے گوشت کو مکروہ کہا ہے۔ لیکن امام مالکؒ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت مکروہ تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی۔ ان حضرات نے بطور دلیل اس حدیث کو پیش کیا ہے جس کو ابوداؤد' نسائی وابن ماجہ وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ:۔

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے' خچر اور گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے کیونکہ ان جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے سواری و زینت کے لئے پیدا فرمایا ہے''۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑوں کے نام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کافی گھوڑے تھے جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں:۔

''السکب' مرتجز' لزاز' ظرب' اللخیف' ورد' ابلق' ذو العقال' مرتجل' ذو اللمۃ' سرحان' یعسوب' بعر' ادھم' ملاوح' طرف' مسحا' مراوح' مقدام' مندوب اور ضریر''۔

گھوڑے کی خواب تعبیر

اگر کوئی حاملہ عورت خواب میں گھوڑا دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ عورت ایسے بچے کو جنے گی جو گھوڑ سواری میں طاق ہوگا۔ کبھی گھوڑے سے مراد تجارت وغیرہ بھی ہوتی ہے۔ اگر کسی نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں کوئی گھوڑا مر گیا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کا کوئی لڑکا مر جائے گا یا تجارت میں نقصان ہوگا یا اس کا شریک تجارت (پارٹنر) چلا جائے گا۔ اگر کسی نے خواب میں چتکبرا گھوڑا دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ مشہور امیر بنے گا۔

اگر کسی نے خواب میں زرد رنگ کا گھوڑا دیکھا یا دیکھا یہ وہ کسی بیمار گھوڑے پر سوار ہے تو اس کی تعبیر بیماری ہے اور زیادہ سرخ گھوڑا دیکھنے کی تعبیر غم ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ فتنہ کی علامت ہے۔ علامہ ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں سرخ گھوڑا پسند نہیں کرتا اس لئے کہ وہ خون کے مشابہ ہوتا ہے۔ سفید اور سیاہ رنگ کے گھوڑے کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر صاحب قلم سے دی گئی ہے۔ سفید اور سرخ رنگ کے گھوڑے کی تعبیر قوت یا لہو لعب دی جاتی ہے اور کبھی کبھی لڑائی یا مار پیٹ کی تعبیر بھی دی جاتی ہے۔ اگر کسی نے خواب میں گھوڑے کو دوڑایا یہاں تک کہ وہ گھوڑا پسینہ آلود ہو گیا تو اس کی تعبیر خواہش نفسانی سے کی گئی ہے اور کبھی اس کی تعبیر مال کی بربادی بھی ہوتی ہے۔ گھوڑے کے پسینہ کی بھی یہی تعبیر ہے۔ اور خواب میں گھوڑے کو ایڑی مارنے کی تعبیر خواہشات کے مرتکب ہونے سے کی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''**لاتر کضوا ورجعوا الیٰ ما اترفتم فیہ** (بھاگو نہیں جاؤ اپنے انہیں گھروں اور عیش کے سامانوں میں جن کے اندر تم سکون کر رہے تھے (الانبیاء)''

اگر کوئی خواب میں گھوڑے سے اس نیت سے اترے کہ اب اس پر سوار نہیں ہوگا تو اگر خواب دیکھنے والا کوئی گورنر ہے تو وہ اپنے اس

عہدہ (گورنری) سے معزول کر دیا جائے گا۔

اگر کسی نے گھوڑے کی دم لمبی زیادہ بالوں والی اور موٹی دیکھی تو اس کی تعبیر اولاد یا مال کی زیادتی سے کی جاتی ہے۔ اگر بادشاہ نے ایسی دم خواب میں دیکھی تو یہ اس کے لشکر (فوج) کی زیادتی کی طرف اشارہ ہے۔ اور اگر کسی نے خواب میں گھوڑے کی دم کٹی ہوئی دیکھی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس شخص کے کوئی بھی اولاد نہ ہوگی اور اگر اولاد ہوگی تو وہ زندہ نہ رہے گی۔ اور اگر یہ خواب کوئی بادشاہ دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کا لشکر (فوج) اس سے بغاوت کر دے گا۔

اگر کوئی شخص خواب میں کسی بہترین گھوڑے پر سوار ہو تو اس کی تعبیر عزت و جاہ سے دی جائے گی اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ "گھوڑے کی پیشانی میں خیر ہے"۔

اور کبھی خواب میں گھوڑے پر سوار ہونے کی تعبیر سے سفر مراد ہوتا ہے۔ اور اگر کسی نے خواب میں گھوڑے کا بچہ دیکھا تو اس کی تعبیر ایک خوب صورت بچہ کی آمد (پیدائش) سے کی جاتی ہے اور اگر کسی نے خواب میں کوئی توانا گھوڑا دیکھا تو اس کی تعبیر طویل عمر والے سے دی جاتی ہے۔

اگر کسی نے خواب میں ترکی گھوڑے پر سواری کی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ دنیا میں ایک درمیانی زندگی بسر کرے گا نہ بالکل مفلسی کی اور نہ مالداروں جیسی' اور اگر کسی نے گھوڑی کی سواری کی تو اس کی تعبیر شادی (نکاح) ہے۔ ابن مقری نے کہا ہے کہ اگر کسی نے خواب میں سفید و سیاہ رنگ کے گھوڑے پر سواری کی تو اس کی تعبیر اور عزت غیبی مدد سے دی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ رنگ فرشتوں کے گھوڑوں کا ہے۔ اگر کسی نے خواب دیکھا کہ وہ سرخ و سفید رنگ کے گھوڑے پر سوار ہوا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص شراب پئے گا کیونکہ یہ شراب کے ناموں میں سے ہے اور اگر خواب میں کوئی کسی کے گھوڑے پر سوار ہوا تو اس کی تعبیر مرتبہ اور عزت ملنے سے دی جاتی ہے اور اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ گھوڑے کو کھینچ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی شریف آدمی کی خدمت کرے گا۔ اور اگر کوئی شخص خواب میں گھوڑے پر سوار ہوا جہاں اس کا مصرف نہیں جیسے چھت' دیوار یا قید خانہ تو اس میں کوئی بھلائی اور خیر نہیں۔

اور اگر کسی نے خصی گھوڑا دیکھا تو اس کی تعبیر خادم ہے اور تمام چوپائے جن پر سواری کی جاتی ہے ان کو خواب میں بغیر لگام کے دیکھنے کی تعبیر زانیہ عورت ہے۔ کیونکہ زانیہ عورت بھی جس کسی کے ساتھ چاہتی ہے بغیر کسی روک ٹوک کے تعلقات قائم کر لیتی ہے۔ اسی طرح تیز رفتار گھوڑے کی تعبیر بھی زانیہ عورت ہے اور اگر کسی نے خواب میں گھوڑے کا گوشت کھایا تو اس کی تعبیر لوگوں میں اس کی نیک نامی سے دی جاتی ہے۔ اور اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کا گھوڑا اس کے ہاتھ سے جاتا رہا تو اس کی تعبیر غلام کے فرار یا موت سے کی جاتی ہے اور اگر وہ شخص تاجر ہے تو اس کا شریک تجارت (پارٹنر) اس سے الگ ہو جائے گا یا اس کی موت ہو جائے گی۔

ایک شخص علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور اپنا خواب بیان کیا کہ میں خواب میں ایک ایسے گھوڑے پر سوار ہوا جس کی ٹانگیں لوہے کی تھیں۔ ابن سیرین نے کہا کہ اللہ تم پر رحم کرے عنقریب تم فوت ہو جاؤ گے۔ واللہ اعلم بالصواب

فرس البحر

(دریائی گھوڑا) یہ دریائے نیل میں پایا جاتا ہے۔ اس کی پیشانی گھوڑے جیسی' ٹانگیں گائے جیسی اور چھوٹی دم خنزیر کے مشابہ ہوتی ہے۔ اس کا چہرہ چپٹا ہوتا ہے لیکن اس کی کھال بہت موٹی اور مضبوط ہوتی ہے۔ یہ کبھی کبھی پانی سے نکل کر خشکی پر آ کر بھی چرتا ہے۔ اکثر خشکی

میں یہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ کیونکہ انسان یا دیگر حیوانات اسے ہلاک کر دیتے ہیں۔ خشکی پر یہ زیادہ تیز نہیں دوڑ سکتا اس لئے خشکی پر اس کو آسانی سے ہلاک کر دیا جاتا ہے جبکہ پانی میں یہ بہت تیز تیرتا ہے اور اس کو پانی میں پکڑنا یا ہلاک کرنا دشوار ہے۔

شرعی حکم

اس کا کھانا حلال ہے۔

تعبیر

دریائی گھوڑے کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر کذب اور کسی کام کے پورے نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

دریا کی خواب میں تعبیر

دریا کی تعبیر بادشاہت' قید وغیرہ سے کی جاتی ہے کیونکہ جو اس میں پھنس گیا وہ نکل نہیں سکتا۔ اور بعض اوقات اس کی تعبیر علم وفضل و کرم سے کی جاتی ہے۔ کیونکہ بحر علم' بحر فضل اور بحر کرم اکثر بولا جاتا ہے۔

اس سے کبھی کبھی دنیا بھی مراد ہوتی ہے۔

اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ دریا کے کنارے بیٹھا ہوا ہے یا کنارے پر لیٹا ہوا ہے تو اس کی تعبیر بادشاہت ہے اور کبھی خطرہ کی علامت بھی ہے۔ کیونکہ پانی مامون نہیں ہے اور اکثر انسان اس میں ڈوب کر مر جاتا ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دریا سے پانی پیا تو اس کی تعبیر بادشاہ کے مال سے کی جاتی ہے کہ وہ مال خواب میں دیکھنے والے کو حاصل ہوگا۔

اور اگر کسی نے خواب میں دریا کا تمام پانی پی لیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو کسی بادشاہ کا تمام خزانہ مل جائے گا۔ اور اگر کسی نے خواب میں دور سے دریا دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا کوئی کام بگڑ جائے گا اور اگر کسی نے خواب میں اپنے کسی دوست کے ساتھ پانی پیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اس سے جدا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے قول "وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ" کی روشنی میں۔

اور اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ دریا میں چل رہا ہے خشکی پر چلنے کی طرح' تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا خوف جاتا رہے گا اور وہ مامون ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَا تَخَافُ دَرَكًا وَلَا تَخْشَى" اور اگر کسی نے دیکھا کہ وہ دریا میں موتی نکالنے کے لئے غوطہ لگا رہا ہے تو وہ علم میں گہرائی و بڑائی حاصل کرے گا اور اگر کسی نے خواب میں دریا کو تیرتے ہوئے عبور کیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ مصیبت اور فکر سے نجات پا جائے گا۔ اور اگر کسی نے سردی کے زمانہ میں خود کو دریا میں تیرتے ہوئے دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص حاکم کی طرف سے کسی مصیبت میں پھنس جائے گا یا قید کر لیا جائے گا یا اس کو کوئی مرض لاحق ہو جائے گا یا اس کے بدن کے کسی حصہ میں کوئی درد ہوگا۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ دریا کا پانی شہر کے گلی کوچوں میں داخل ہو گیا یا کھیتوں اور فصلوں پر چڑھ آیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس علاقہ کا بادشاہ لوگوں پر ظلم کرے گا اور کبھی اس سے شدید قحط سالی مراد ہوتی ہے۔

اَلْفَرَشُ

الفرش: اونٹ کے چھوٹے بچہ کو کہتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ فرش کا اطلاق اونٹ' گائے' بکری وغیرہ کے ان بچوں پر ہوتا ہے جو ذبح کرنے کے لائق نہ ہوں۔

کلام اللہ میں فرش کا تذکرہ:

اللہ تعالیٰ کے قول ''وَحَمُوْ لَةً وَّفَرْشًا''میں اللہ تعالیٰ نے ''حمولۃ'' کو کیوں مقدم کیا اور اس سے کیا فائدہ ہے؟ اس بارے میں علماء نے فرمایا ہے کہ حمولۃ انسان کے لئے زیادہ نفع بخش ہے کیونکہ اس کو کھایا جاتا ہے اور بطور سواری استعمال کیا جاتا ہے۔ فراء نے کہا ہے کہ میں نے ''الفرش'' کی جمع نہیں سنی اور اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ یہ مصدر ہے اور اس کے معنی پھیلانے کے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو تمام زمین پر پھیلا دیا ہے۔

اَفُرْفُرْ

فرفر: بروزن ہدہد۔ پانی کے پرندوں میں سے ایک پرندہ ہے۔ جسامت میں یہ کبوتر کے برابر ہوتا ہے۔

فَرَع''

فرع: چوپاؤں کے پہلے بچوں کو کہتے ہیں۔

حدیث میں فرع کا تذکرہ:۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام میں فرع وغیرہ کا کوئی جواز نہیں''۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ فرع وغیرہ کا اسلام میں کوئی جواز نہیں۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ یہ امر بالکل ہی جائز نہیں ہے بلکہ آپؐ کے کہنے کا منشاء یہ ہے کہ کفار مکہ جس اعتقاد اور ارادہ سے فرع وغیرہ ذبح کرتے ہیں اور پھر اس کو کھاتے بھی نہیں اور اس امید و اعتقاد سے ذبح کرتے ہیں کہ اس سے اس کو مال کی برکت حاصل ہوگی اور اس کی نسل زیادہ ہوگی تو یہ صورت یا یہ اعتقاد اور گوشت کا نہ کھانا یہ اسلام کے منافی ہے۔

''عتیرہ'' یہ ہے کہ کفار مکہ رجب کے مہینہ کے پہلے دن اس کو ذبح کرتے اس لئے اس کو رجبیہ بھی کہتے ہیں۔

فرع و عتیرہ کا شرعی حکم

ان کے مکروہ ہونے کی دو صورتیں ہیں لیکن صحیح وہ ہے کہ ان کی کراہت کے سلسلہ میں دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ (جس کی امام شافعیؒ نے صراحت کی ہے اور جو احادیث سے بھی ثابت ہے) وہ دونوں مکروہ نہیں ہیں بلکہ ان کا کھانا جائز ہے۔ ابوداؤدؒ نے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتیوں کی طرح اونٹوں کے ذبح کرنے میں مقابلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ ان دیہاتیوں کی عادت یہ تھی کہ وہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کئی کئی اونٹ ذبح کرتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے کہ اس نے زیادہ اونٹ ذبح کر ڈالے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے اونٹ کا گوشت مکروہ قرار دے دیا۔ کیونکہ یہ شبہ تھا کہ یہ اونٹ غیر اللہ کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانوروں میں شامل ہو جائے گا۔

اَلفُرعُل

فرعل: بروزن قنفد بجو کے بچے کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع فراعل آتی ہے۔ امام بیہقیؒ عبداللہؓ بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ

انہوں نے بیان فرمایا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے ولد الضبع (بجو کا بچہ) کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ تو فرعل ہے اور اس میں بکری کا بچہ بھی شامل ہے۔ ابو عبیدہؓ نے کہا ہے کہ اہل عرب کے نزدیک فرعل' بجو کا بچہ ہے۔

الفرقد

''الفرقد'' اس سے مراد گائے کا بچہ ہے۔ وحشی بیل کی کنیت بھی ''ابو فرقد'' آتی ہے۔

الفرنب

''الفرنب'' (فاء کے کسرہ کے ساتھ) ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد چوہا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد چوہے کا بچہ ہے جس کا تعلق ''یربوع'' کی قسم سے ہے۔

الفرهود

''الفرهود'' (بروزن جلمود) اس سے مراد درندے کا بچہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد پہاڑی بکرے کا بچہ ہے۔

الفروج

''الفروج'' اس سے مراد نوجوان مرغی ہے۔

الفریر و الفرار

''الفریر و الفرار'' اس سے مراد بکری اور گائے کا چھوٹا بچہ ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ ''الفریر'' واحد ہے اور ''الفرار'' جمع ہے۔

فسافس

''فسافس'' ابن سینا نے کہا ہے کہ اس سے مراد چیچڑی کی مثل ایک جانور ہے۔ قزوینی نے کہا ہے کہ پسو کے مشابہ ایک حیوان ہے۔

الفصیل

فصیل: اونٹنی کا بچہ جب اپنی ماں کا دودھ پینا چھوڑ دے تو اس وقت اس کو فصیل کہتے ہیں۔ فصیل بروزن فعیل بمعنی مفعل یعنی مفعول جس کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو۔

اس کی جمع فصلان وفصال آتی ہے۔

حدیث میں فصیل کا تذکرہ:

حضرت امام احمدؒ بن حنبل اور امام مسلمؒ نے حضرت زیدؓ بن ارقم سے روایت نقل کی ہے کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار اہلِ قباء کی طرف گئے۔ چنانچہ اہلِ قباء میں سے اس وقت کچھ لوگ چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے۔ ان کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوابین کی نماز ''اذا رمضت الفصال'' کے وقت پڑھنی چاہیے۔ یعنی جب مٹی گرم ہو جائے۔

تعبیر

فصیل کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر شریف لڑکے سے کی جاتی ہے۔ بعض معبرین نے لکھا ہے کہ تمام حیوانات کے بچوں کو خواب میں چھونے کی تعبیر کسی غم سے دی جاتی ہے۔ یعنی اگر کسی نے خواب میں فصیل کو چھوا تو اس کی تعبیر غم ہے۔

اَلْفَلْحَسُ

(چوپایا) فَلْحَسُ: بروزن جعفر، فلحس' چوپایا جانور کو یا سن رسیدہ کتا کو کہتے ہیں۔ فلحس بنی شیبان کے سرداروں میں سے کسی سردار کا نام بھی تھا۔ اس کی ایک عجیب عادت تھی وہ یہ کہ جب کبھی غنیمت کا مال تقسیم ہوتا تو یہ اپنا حصہ حاصل کرنے کے بعد اپنی بیوی کا حصہ مانگتا اور جب اس کو بیوی کا حصہ مل جاتا تو پھر اپنی اونٹنی کا حصہ طلب کرتا' تو لوگ اس کو خاموش کرنے کے لئے کہتے کہ ''میں سوال کرتا ہوں فلحس سے'' تاکہ وہ اور یعنی مزید نہ مانگے۔

الفلو

''الفلو'' (فاء کے ضمہ، فتحہ اور کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد بچھیرا ہے جو دودھ چھڑانے کے قابل ہو یا جس کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو۔ جوہری نے کہا ہے ''الفلو'' واؤ مشدد کے ساتھ ہے جس کا معنی بچھیرا ہے کیونکہ یہ اپنی ماں سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے یعنی اس کا دودھ چھڑا دیا جاتا ہے۔ اہلِ عرب ''الفلو'' کے مونث کے لئے ''فلوۃ'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ جیسے ''عدوٌ'' کا مؤنث ''عدوۃ'' ہے۔ اس کی جمع ''افلاء'' ہے جیسے ''عدوٌ'' کی جمع ''اعداء''۔

الفناۃ

''الفتاۃ'' اس سے مراد گائے ہے۔ اس کی جمع ''فنوات'' آتی ہے۔

اَلْفَهْد

(تیندوا) فهد: فہد فہود کا واحد ہے۔ اہلِ عرب بولتے ہیں ''فهد الرجل اشبه الفهد'' یعنی وہ تیندوا کے مانند ہے۔ سستی اور نیند میں۔

تیندوے کا حدیث میں تذکرہ:

ام ذرع کی مشہور حدیث جو کہ بخاری اور ترمذی شریف میں ہے اس میں تیندوے کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے کہ یعنی عورت اپنے شوہر کی عادت بتا رہی ہے کہ وہ جب گھر میں داخل ہوتا ہے تو ''تیندوے جیسا بن جاتا ہے''۔

ارسطو کا خیال ہے کہ تیندوا بھیڑئے اور چیتے کے باہم اختلاط سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ اس کا مزاج چیتا کے مزاج جیسا ہے اور اس کی عادات وخصلت کتے جیسی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جب تیندوی (مادہ) حاملہ ہونے کی وجہ سے بھاری ہو جاتی ہے تو اس وقت تمام تیندوے اس کے شکار (کھانے وغیرہ) کا انتظام کرتے ہیں اور ولادت کے وقت تک اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ جب ولادت کا وقت قریب آ جاتا ہے تو تیندوی اپنے پہلے سے تیار کردہ اس جگہ پر چلی جاتی ہے جہاں ولادت ہونی ہے۔

تیندوا سونے کا بڑا شوقین ہوتا ہے اور دن کے اکثر حصے میں سوتا رہتا ہے۔ اہلِ عرب تیندوے سے مثال دیتے ہیں کہ ''فلاں شخص تو تیندوے کی طرح سوتا ہے'' یعنی زیادہ سوتا ہے۔

تیندوے کے مزاج میں انتہائی غصہ اور غضب ہوتا ہے۔ جب کسی شکار کی طرف جست (حملہ) لگاتا ہے تو سانس تک روک لیتا ہے جس سے اس کے غصہ اور غضب میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ اگر کبھی شکار اس سے نکل جاتا ہے تو زبردست غیض وغضب میں ہوتا ہے اور کبھی اس غیض وغضب کے باعث اپنے مالک (رکھوالے) تک کو مار ڈالتا ہے۔

ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ تیندوے کو سریلی واچھی آواز سے شکار کیا جاتا ہے۔ اس میں تعلیم قبول کرنے کی بڑی صلاحیت ہوتی ہے اسی لئے یہ بہت جلد سدھ جاتا ہے۔ انسانوں سے بہت جلد مانوس ہو جاتا ہے۔ خاص طور سے اس شخص سے بڑا مانوس ہوتا ہے جو اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرئے۔ چھوٹا تیندوا (بچہ) جوان تیندوے کے مقابلہ میں جلدی سدھ جاتا ہے۔

سب سے پہلے جس نے تیندوے کے ذریعہ شکار کیا وہ ''کلب بن وائل'' ہیں اور تیندوے کو سب سے پہلے جس شخص نے گھوڑے پر سیر کرائی وہ یزید بن معاویہؓ بن سفیان ہیں۔ اور سب سے زیادہ تیندوے کے ساتھ جو شخص کھیلے وہ ابو مسلم خراسانی ہیں۔

فائدہ:۔ ابوالحسنؒ عمادالدین ایک الھر اسی (جو کہ فقہاء شوافع میں سے ہیں) سے کسی نے سوال کیا کہ کیا یزید بن معاویہ صحابہ میں سے ہیں؟ اور کیا ان کو طعن وتشنیع کرنا صحیح ہے؟ تو فقیہ شافعی نے جواب دیا کہ یہ بات تو بالکل ظاہر ہے کہ وہ صحابہؓ میں سے نہیں ہیں کیونکہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ اور لعن کے بارے میں سلف میں سے امام ابو حنیفہؒ وامام مالکؒ اور امام احمد ابن حنبلؒ سے دو دو قول ہیں۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ صراحتاً غلطی کا اظہار کر دینا اور دوسرا یہ کہ اس کی طرف اشارہ کر دیا جائے' مگر شوافع کے یہاں صرف ایک قول ہے اور وہ یہ کہ غلطی ظاہر کر دی جائے' اشارہ سے کام نہ لیا جائے اور غلطی کا اظہار کیوں نہ کیا جائے جبکہ یزید بن معاویہؓ چیتوں کا شکار کرتا تھا اور نرد (چوسر) کھیلتا تھا اور مستقل شراب پیتا تھا۔ شراب کے سلسلہ میں اس نے اشعار بھی موزوں کئے ہیں۔

جب حضرت امام غزالیؒ سے اس بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا یزید بن معاویہؓ کو لعن کرنا صراحتاً جائز ہے یا ان کے فاسق ہونے کی وجہ سے رخصت دی گئی ہے اور کیا یزید کا ارادہ حضرت حسینؓ کو شہید کرنے کا تھا یا صرف ان کو دور کرنا مقصود تھا؟ تو حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا کہ یزید بن معاویہؓ پر کبھی بھی طعن وتشنیع وملامت کرنا جائز نہیں اور جو شخص کسی مسلمان پر لعنت کرے وہ ملعون ہوگا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''مسلمان کی یہ خاصیت ہونا چاہیے کہ وہ کسی پر لعنت نہ کرے''۔ اس لئے یہ بات کیسے جائز ہو سکتی ہے کہ کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو لعنت کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان یہ بھی ہے کہ ''ایک مسلمان کی عزت وآبرو کعبۃ اللہ کی عزت وآبرو سے برتر ہے اور چونکہ یزید کا اسلام لانا اور اس کا مسلمان ہونا مسلم ہے لہٰذا ان پر بدگمانی کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ کسی مسلمان کا مسلمان سے بدگمانی کرنا حرام ہے اور حضرت حسینؓ کو قتل کرنا یا یزید کا حکم دینا یا نہ دینا یہ سب مشتبہ امر ہیں۔ لہٰذا ایک مسلمان پر کسی مسلمان سے بدگمانی رکھنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:۔

''اے ایمان والو! زیادہ گمان سے بچو''۔ یعنی ہر چیز میں گمان کرنے سے بچو اس لئے کہ بعض گمان گناہ میں بدل جاتے ہیں۔
اس کے علاوہ اب کوئی لاکھ کوشش کرے، جستجو کرے مگر وہ یہ نہیں جان سکے گا کہ یزید کا حضرت حسینؓ کے بارے میں کیا خیال تھا؟ اس لئے ضروری ہے کہ مسلمان، مسلمان سے اچھا گمان رکھے۔ دوسرے یہ کہ اگر کسی مسلمان نے کسی مسلمان کو قتل کیا اور یہ بات ثابت بھی ہوگئی تب بھی اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہوگا یا اسلام سے خارج نہیں ہوگا کیونکہ قتل ایک معصیت ہے اور معصیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے توبہ رکھی ہے۔ اور پھر ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ حضرت حسینؓ کا قاتل توبہ کر کے مرا یا نہیں؟ اس لحاظ سے بھی ہمارے لئے یہ جائز نہیں کہ ہم یزید پر لعن کریں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ ''ارحم الراحمین'' ہیں ان کو کلی طور پر عذاب وثواب کا اختیار ہے۔
دیگر یہ کہ شریعت میں اگر کسی پر لعنت کرنا جائز ہے اور کوئی شخص اس پر لعنت نہ کرے تو وہ گناہگار نہیں ہوگا۔ جیسا کہ شیطان (ابلیس) پر لعنت کرنا جائز ہے۔ اب اگر کوئی شخص زندگی بھر شیطان پر لعنت نہ کرے تو قیامت کے دن اس سے یہ سوال نہیں ہوگا کہ تم نے ابلیس پر لعنت کیوں نہ کی۔ لیکن اگر کوئی کسی مسلمان پر لعنت کرتا ہے تو قیامت کے دن یقیناً اس سے سوال کیا جائے گا کہ تم نے دنیا میں فلاں کو کیوں لعنت کی اور یہ کہ تم کو کیسے معلوم ہوا تھا کہ وہ ملعون ہے اور ملعون وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت وشفقت سے دور ہو اور یہ بات اسی وقت وثوق سے کہی جاسکتی ہے جبکہ ہمیں معلوم ہو کہ فلاں شخص کافر ہے اور وہ کافر ہی مرا ہے۔
اب جس شخص کے بارے میں ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں تو ہم اس کو کس طرح ملامت کر سکتے ہیں اب رہی یہ بات کہ کیا ہم ایسے شخص پر رحم کریں تو ہمارے نزدیک یہ جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے نیز ہمارے نزدیک تو وہ '' **اللهم اغفر للمئومنين و المومنات** ''میں داخل ہو جائے گا۔

شرعی حکم

تیندوے کو کھانا حرام ہے اس لئے کہ وہ درندوں میں سے ہے جو چیر پھاڑ کر شکار کو کھاتے ہیں۔ لہٰذا یہ شیر کے حکم میں آئے گا۔ لیکن شکار کے لئے اس کا فروخت کرنا جائز ہے۔

طبی خواص

اس کا گوشت کھانے سے ذہن تیز ہوتا ہے اور بدن میں طاقت آتی ہے۔ اس کا خون بدن میں زبردست قوت پیدا کرتا ہے۔ اگر کسی جگہ چوہے ہوں اور ان کو بھگانا ہو تو اس جگہ تیندوے کا پنجہ رکھنے سے تمام چوہے بھاگ جائیں گے۔ صاحب عین الخواص نے لکھا ہے کہ میں نے کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ اگر کوئی عورت تیندوے کا پیشاب پی لے تو پھر اس کو حمل نہیں ٹھہرے گا اور کبھی کبھی اس کے پینے سے عورت مکمل طور سے بانجھ ہو جاتی ہے۔

تعبیر

خواب میں تیندوے کو دیکھنے کی تعبیر ایسے دشمن سے کی جاتی ہے جو نہ اپنی دشمنی ظاہر کر سکے اور نہ دوستی۔ اگر کسی نے خواب میں تیندوے سے نزاع (جھگڑا) کیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا کسی شخص سے جھگڑا ہو جائے گا۔

الفويسقة

(چوہا)

حدیث نبویؐ میں چوہے کا تذکرہ:

بخاری‘ ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”تم لوگ رات کو اپنے برتنوں کو ڈھک دیا کرو اور مشکیزوں کو الٹ دیا کرو اور اپنے گھر کے دروازے بند رکھو اور بچوں کو باہر نہ نکلنے دیا کرو تا کہ یہ سب چیزیں جنات کے سفر سے محفوظ رہیں اور سوتے وقت چراغ گل کر دیا کرو اس لئے کہ بسا اوقات چوہا چراغ سے جلتی بتی اٹھا کر تمام گھر میں چکر لگائے گا اور گھر اور گھر والوں کو جلا دے گا۔

الفیل

(ہاتھی) اَلفِیل: ہاتھی‘ مشہور و معروف حیوان ہے۔ فیل کی ”جمع اَفْیَال“ ”فُیُول“ اور فِیَلَۃ“ آتی ہیں۔ ابن سکیت نے کہا ہے کہ فیل کی جمع اَفْیِلَۃ“ نہیں آتی یہ غلط ہے۔ امام نحو سیبویہ نے کہا ہے کہ فیل کی جمع افیلۃ جائز ہے کیونکہ فیل کی اصل ”فُیل“ تھی لیکن یاء اپنے سے قبل والے کو کسرہ کی طرف کھینچتی ہے۔ لہٰذا اس کو کسرہ دے کر فیل کر دیا۔ جیسے اَبْیَض“ و بِیض“ ہیں اور فیل کے مہاوت کو فیال کہا جاتا ہے۔ اس کی کنیت ابوالحجاج‘ ابوالحرمان‘ ابوغفل ابوکلثوم اور ابومزاحم آتی ہیں۔ ہتھنی یعنی مادہ کو فَیْلَۃ“ کہا جاتا ہے۔ مونث یعنی ہتھنی کی دو قسمیں ہیں:

(۱) فیل (۲) زندبیل۔

اور بعض نے کہا ہے کہ یہ دو قسم کچھ نہیں ہیں بلکہ ہاتھی کو فیل اور ہتھنی کو زندبیل کہتے ہیں۔

ہاتھی وطی کرنے کے معاملہ میں انتہائی شرمیلہ واقع ہوا ہے۔ یہ اپنے رہنے سہنے کی جگہ کے علاوہ اور کسی جگہ وطی نہیں کرتا چاہے اسے کتنی ہی شہوت کیوں نہ ہو۔ ہاتھی کی ایک خاصیت یہ ہے کہ یہ شہوت کی وجہ سے بدخلق ہو جاتا ہے اور اونٹ کی طرح کھانا پینا تک چھوڑ دیتا ہے حتیٰ کہ کبھی کبھی شہوت کے غلبہ کی وجہ سے اس کے بدن پر ورم آ جاتا ہے اور اس وقت اس کی بدخلقی بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ ایسے وقت میں اس کا مہاوت اس کو چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ ہاتھی پانچ سال کی عمر میں بالغ ہو جاتا ہے اور اس کی شہوت کا زمانہ موسم ربیع ہے۔ ہتھنی دو سال میں حاملہ ہوتی ہے اور جب یہ حاملہ ہوتی ہے تو ہاتھی اس کے قریب نہیں جاتا اور نہ اس کو چھوتا ہے۔

عبداللطیف بغدادی نے کہا ہے کہ ہتھنی سات سال میں حاملہ ہوتی ہے اور یہ کہ ہاتھی صرف اپنی ہتھنی سے ہی وطی کرتا ہے کسی دوسری ہتھنی سے وطی نہیں کرتا۔ ہتھنی ولادت کے وقت کسی دریا یا ندی میں چلی جاتی ہے۔ چونکہ یہ بیٹھ کر بچہ جننے پر قادر نہیں ہے اس لئے پانی میں کھڑے کھڑے بچہ جنتی ہے اور باہر ہاتھی اس دوران مسلسل پہرہ دیتا رہتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہاتھی اونٹ کی طرح بہت ہی بغض و کینہ رکھنے والا جانور ہے اور کبھی کبھی کینہ کی وجہ سے اونٹ کی مانند اپنے مہاوت کو بھی ہلاک کر دیتا ہے۔

ہاتھی کی زبان کے بارے میں لوگوں کا یہ خیال ہے کہ وہ الٹی ہوتی ہے اور یہ کہ اگر اس کی زبان سیدھی ہوتی تو یہ انسان کی طرح بات کرتا لیکن یہ خیال غلط ہے۔ ہاتھی کے دو دانت بہت بڑے ہوتے ہیں اور کبھی کبھی ان کا وزن پانچ پانچ من تک دیکھا گیا ہے۔ ہاتھی کی سونڈ ایک ایسی لچکدار ہڈیوں کا مجموعہ ہے۔ جس کو اپنی منشاء کے مطابق استعمال کر سکتا ہے اور یہ سونڈ ہی اس کی ناک بھی ہے اور یہی اس کے ہاتھ بھی ہیں۔ اس کی سونڈ بہت ہی طاقت ور ہوتی ہے اسی کے ذریعہ یہ اپنے تمام کام (کھانا پینا) لیتا ہے۔ اور اسی کے ذریعہ یہ آواز نکالتا۔ لیکن اس کی آواز اس کے جثہ کے مقابلہ میں کچھ نہیں۔ کیونکہ یہ بچوں کے چیخنے کے برابر ہوتی ہے۔ ہاتھی کو اللہ تعالیٰ نے بڑی سمجھ اور

فہم سے نوازا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان اس کو بہت جلد سدھا کر کام پر آمادہ کر لیتا ہے اس کا غصہ بہت شدید ہوتا ہے۔ اگر کبھی دو ہاتھی آپس میں لڑ پڑتے ہیں تو جب تک ان میں سے ایک مر نہ جائے ان کی لڑائی ختم نہیں ہوتی۔

ہاتھی دیکھنے میں بہت عجیب لگتا ہے۔ خاص طور سے اس کی آنکھیں' کان' سونڈ اور اس کے باہری دانت اس کی چال بھی عجیب ہے۔ ایسا زبردست جثہ والا جانور مگر اس کی چال بالکل دھیمی' یہاں تک کہ آدمی کے قریب سے گزر جاتا ہے مگر کوئی آواز اس کے چلنے سے سنائی نہ دے گی۔ اس کے پیر بہت ہی گدے دار ہوتے ہیں۔ اس کی عمر بھی کافی ہوتی ہے۔

ارسطو نے لکھا ہے کہ اس کی عمر چار سو سال سے بھی زیادہ ہوتی ہے اور اس کا مشاہدہ بھی ہو چکا ہے۔ بقول ارسطو اس نے ایک ہاتھی دیکھا تھا جس پر ایک خاص قسم کا نشان بنا ہوا تھا جو کہ تحقیق کرنے پر چار سو سال پرانا ثابت ہوا۔

ہاتھی اور بلی کے درمیان پیدائشی دشمنی ہے۔ چنانچہ جب کبھی ہاتھی بلی کو دیکھ لیتا ہے تو بھاگ جاتا ہے جس طرح کچھ درندے سفید مرغ کو دیکھ کر بھاگ پڑتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بچھو اگر کسی چھپکلی کو دیکھ لیتا ہے تو فوراً مر جاتا ہے۔

قزوینی نے عجائب المخلوقات میں لکھا ہے کہ ہتھنی کی شرمگاہ اس کی ٹانگ (بغل) کے نیچے ہوتی ہے جب وطی کا وقت ہوتا ہے تو یہ اپنی ٹانگ کو کشادہ کر لیتی ہے یہاں تک کہ ہاتھی اس پر قابو پالیتا ہے۔ ''کیا ہی پاک ذات ہے جو کسی امر سے عاجز نہیں''۔

ایک عبرت انگیز واقعہ

حلیہ میں ابو عبداللہ نے لکھا ہے کہ میں ایک بحری سفر کے لئے کشتی پر سوار تھا کہ اچانک زبردست ہوا چلی اور ہماری کشتی ڈانواڈول ہونے لگی اور اس کے ٹوٹ جانے کا شدید خطرہ پیدا ہو گیا۔ چنانچہ کشتی پر سوار تمام لوگ مایوس ہو گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعاء و نذریں ماننے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے نجات دیدے تو ہم فلاں فلاں کام کریں گے۔ چنانچہ لوگوں نے ابو عبداللہ سے بھی اصرار کیا کہ آپ بھی کوئی نذر مانیں۔ ابو عبداللہ کہتے ہیں کہ جب لوگوں کا اصرار کافی بڑھا تو اچانک میرے منہ سے یہ الفاظ نکلے کہ اللہ تعالیٰ اگر مجھے اس مصیبت سے نجات دیدے تو میں ہاتھی کا گوشت نہیں کھاؤں گا۔ کچھ دیر بعد کشتی ٹوٹ گئی اور تمام لوگ دریا میں بہہ گئے۔ مگر مجھے اور میرے ساتھیوں میں سے کچھ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوئی اور لہروں نے ہمیں ایک ساحل پر لا پھینکا۔ ہم لوگ اس ساحل پر کئی دن تک رہے مگر ہمارے لئے کھانے پینے کے لئے کچھ بھی نہ تھا۔ اچانک ایک دن کہیں سے ایک ہاتھی کا بچہ ساحل پر آ گیا۔ لوگوں نے اس کو پکڑ کر ذبح کر لیا اور سب نے مل کر اس کو کھایا۔ لیکن میں نے نذر کی وجہ سے اس میں سے کچھ گوشت بھی نہ کھایا حالانکہ مجھے شدید بھوک تھی۔ میرے ساتھی چونکہ کئی دن سے بھوکے تھے لہٰذا انہوں نے شکم سیر ہو کر کھایا جس کی وجہ سے ان پر نیند کا غلبہ ہو گیا اور سب گہری نیند سو گئے۔ میں چونکہ بھوکا تھا اس لئے مجھ کو نیند نہ آ سکی اور میں نقاہت سے ایسے ہی لیٹا رہا۔ کچھ دیر بعد مجھے ایک ہتھنی نظر آئی جو اپنے بچے کے نشانات قدم دیکھتی ہوئی ہم تک پہنچی تھی۔ چنانچہ اس نے وہاں پہنچے ہی ہر آدمی کا منہ سونگھا اور سونگھنے کے بعد ہی سب کو اپنے پیروں سے روند کر ہلاک کرتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ وہ سب کو ہلاک کرنے کے بعد میرے قریب آئی اور میرا منہ سونگھا جب اس کو میرے منہ سے اپنے بچے کی گوشت کی خوشبو نہ آئی تو اس نے مجھ کو اشارہ کیا کہ میں اس کی پیٹھ پر سوار ہو جاؤں۔ چنانچہ میں اس کی پیٹھ پر سوار ہو گیا۔

ہتھنی مجھے لے کر اس قدر تیزی سے دوڑی کہ میں نے کبھی ہاتھیوں کو اتنی تیز بھاگتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ وہ اس دن اور پھر تمام رات مجھے اپنی پیٹھ پر بٹھائے ہوئے دوڑتی رہی حتیٰ کہ صبح ہو گئی اور پھر اس نے مجھے ایک ایسی جگہ پر پیٹھ سے اترنے کا اشارہ کیا جہاں پر کچھ لوگ کھیتی باڑی میں مشغول تھے۔ چنانچہ کچھ لوگوں کی نظر مجھ پر پڑی اور ان میں سے ایک شخص آگے آیا اور مجھ سے پوچھا کیا

بات ہے؟ میں نے ان کو تمام تفصیل بتا دی تو وہ لوگ کہنے لگے کہ وہ ساحل یہاں سے آٹھ دن کی مسافت پر ہے اور اس ہتھنی نے یہ مسافت آدھے دن اور ایک رات میں قطع کر لی۔ ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں ان لوگوں کے پاس کافی دن تک رہا۔ یہاں تک کہ وہ ہتھنی پھر دوبارہ حاملہ ہو گئی۔

ایک دوسرا واقعہ

صاحب نشوان نے ذکر کیا ہے کہ ایک خارجی شخص ہندوستان کے کسی بادشاہ کے علاقہ میں گیا۔ بادشاہ کو جب اس کا علم ہوا اس نے فوراً اپنا ایک لشکر اس کی طرف بھیجا۔ اس خارجی نے جب لشکر کو دیکھا تو فوراً امن طلب کیا۔ چنانچہ اس کو امان دے دی گئی۔ اس کے بعد وہ شخص بادشاہ سے ملاقات کے لئے بادشاہ کے شہر کی جانب روانہ ہوا۔ جب وہ شہر کے قریب پہنچا تو بادشاہ نے اس کے استقبال کے لیے ہر قسم کے آلات حرب وغیرہ سے مزین ایک لشکر بھیجا۔ یہ لشکر اس کے استقبال کے لئے شہر کی آخری حد پر آ کر رک گیا۔ چنانچہ آس پاس کے بہت سے لوگ اس استقبال کو دیکھنے کے لئے وہاں جمع ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد وہ شخص شہر کے بالکل نزدیک آ گیا۔ اس نے ایک ریشمی کرتہ پہن رکھا تھا اور لباس و چہرہ وغیرہ سے وہ ایک دلیر اور بہادر شخص معلوم ہوتا تھا۔ جیسے ہی یہ شخص لشکر کے قریب پہنچا لشکر والے اس سے ملاقات کرنے لگے اور پھر اس کو لے کر محل کی طرف روانہ ہوئے۔

لشکر میں کچھ ہاتھیوں کو بھی بطور زینت شامل کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس لشکر میں بادشاہ کا وہ خاص ہاتھی بھی تھا جس پر بادشاہ ہی سواری کرتا تھا۔ اتفاق سے چلتے چلتے یہ خارجی اس بادشاہ کے اس خاص ہاتھی کے نزدیک آ گیا۔ ہاتھی پر سوار مہاوت نے خارجی کو متنبہ کیا کہ اس ہاتھی سے دور رہو اور اپنی جان کی حفاظت کرو کیونکہ یہ بڑا غصیلا ہاتھی ہے۔ لیکن خارجی نے مہاوت کی اس بار پر کوئی توجہ نہیں دی اور مسلسل ہاتھی کے ساتھ چلتا رہا۔ مہاوت نے کئی بار خارجی کو متنبہ کیا۔ مگر اس نے کوئی توجہ نہ کی بلکہ مہاوت سے کہا کہ تم اپنے بادشاہ کے ہاتھی سے کہو کہ وہ راستہ سے ہٹ کر چلے۔ خارجی کا یہ جواب ہاتھی نے بھی سن لیا اور سنتے ہی خارجی کی طرف دوڑا۔ ہاتھی کے مہاوت نے ہاتھی کو روکنے کی بہت کوشش کی مگر ہاتھی خارجی کے پیچھے بھاگتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کو اپنی سونڈ سے پکڑ کر زمین سے اوپر اٹھا لیا۔ پھر اس کو نیچے زمین پر لایا۔ خارجی سمجھ گیا کہ ہاتھی اس کو اپنے پیروں سے کچلنا چاہتا ہے۔ چنانچہ جب ہاتھی نے اس کو زمین پر رکھا تو خارجی اس کے پیروں کی زد سے بچنے کے لئے ہاتھی کی سونڈ سے لپٹا رہا۔ جب ہاتھی نے خارجی کی چالا کی محسوس کر لی تو وہ اور غضب ناک ہو گیا اور اس نے پھر اس کو اپنی سونڈ سے اوپر اٹھا لیا۔ ہاتھی کی کوشش یہ تھی کہ کسی طرح اس خارجی کی سونڈ پر گرفت نہ رہے تو وہ اس کو دور اچھال دے یا اپنے پیروں میں ڈال کر اس کو کچل دے۔ مگر خارجی بھی نہایت دلیر بہادر اور دانا شخص تھا۔ اس نے ہاتھی کی سونڈ پر اپنی گرفت مضبوط رکھی اور مسلسل اپنی طاقت اس کی سونڈ کو دبانے میں صرف کرتا رہا۔

دوسری بار اوپر اٹھانے کے بعد ہاتھی نے اس کو اوپر فضاء میں ہی کئی جھٹکے دیئے تاکہ اس کی گرفت ڈھیلی پڑ جائے اور وہ دور جا کر گرے۔ مگر جب ہاتھی اپنی اس کوشش میں ناکام ہو گیا تو اس نے پھر اس کو نیچے زمین پر اپنے پیروں کے درمیان رکھنے کی کوشش کی مگر خارجی بدستور سونڈ سے لپٹا رہا اور برابر اپنا دباؤ سونڈ پر بڑھاتا رہا۔ اب ہاتھی اور بھی مشتعل ہو گیا جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ خارجی کی گرفت سونڈ پر برابر بڑھ رہی تھی اور اس سے ہاتھی کو سانس لینے میں مشکل ہونے لگی۔ چنانچہ ہاتھی نے ایک بار پھر خارجی کو اوپر اٹھایا اور کافی جھٹکے دیئے مگر جب ناکامی ہوئی تو پھر اپنی سونڈ نیچے کی اور کوشش کی کہ اپنے پیروں سے خارجی کو کچل دے مگر خارجی نے اس کی سونڈ نہیں چھوڑی بلکہ اس بار اس نے اپنی پوری قوت سے ہاتھی کی سونڈ کو دبایا جس سے اس کی سانس بالکل رک گئی اور ہاتھی دم گھٹنے کی وجہ سے

مرکر گر گیا۔

خارجی نے جب دیکھا کہ ہاتھی مر چکا ہے تو اس نے اس کی سونڈ چھوڑ دی اور اس سے علیحدہ ہو گیا۔ لوگوں نے اس واقعہ کو بڑی حیرت سے دیکھا اور خارجی کی بڑی تحسین کی۔ مگر جب بادشاہ کو علم ہوا کہ اس کا خاص ہاتھی خارجی کے ہاتھوں مر گیا ہے تو اس کو شدید غصہ آیا اور بادشاہ نے خارجی کے قتل کا حکم دیدیا۔

بادشاہ کے وزیر نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر آپ اس کو قتل نہ کرائیں اور اس کو معاف کر دیں تو یہ آپ کے لئے زیادہ مناسب اور باعث شہرت ہوگا۔ کیونکہ اس کے زندہ رہنے کی صورت میں جب بھی کہیں اس کا تذکرہ ہوگا تو یہ کہا جائے گا کہ یہ اس بادشاہ کا خادم ہے جس نے اپنی عقلمندی اور قوت وحیلہ سے ایک ہاتھی کو ہلاک کر دیا تھا۔ چنانچہ بادشاہ کو وزیر کا یہ مشورہ بہت پسند آیا اور اس نے خارجی کو معاف کر دیا۔

ایک مجرب عمل

اگر کسی شخص کو کسی حاکم' بادشاہ یا کسی سے بھی شر کا خطرہ ہو یا یہ سمجھے کہ اگر میں اس کے پاس جاؤں گا تو میری جان خطرے میں پڑ جائے گی تو ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ ڈر اور شر سے بچنے کے لئے یہ عمل کرے۔ عمل یہ ہے کہ ایسے شخص کے پاس جانے سے پہلے یہ کلمات پڑھے۔ کٰھٰیٰعٰصٰ۔ حٰمٰ۔ عٰسٰقٰ۔ پھر ان تینوں کلمات کے دس حرفوں کو اس طرح شمار کرے کہ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے شروع کرے اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر ختم کرے۔ جب اس ترکیب سے شمار کر لے تو دونوں ہاتھ کی مٹھیاں بند کر لے اور دل میں سورۂ فیل پڑھے۔ جب'' ترمیھم '' پر پہنچے تو اس لفظ'' ترمیھم '' کو دس مرتبہ پڑھے اور ہر مرتبہ ایک انگلی کھولتا جائے۔ ایسا کرنے سے انشاء اللہ مامون رہے گا۔

ایک دوسرا مجرب عمل

ایک اور عمل کسی کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے یہ ہے:۔ یہ بھی مجھ کو بعض بزرگوں نے بتایا ہے اور یہ عمل مجرب ہے۔ عمل یہ ہے کہ روزانہ سورۂ فیل سو دفعہ پڑھیں اور لگاتار دس دن تک پڑھیں۔ درمیان میں کسی بھی دن کا ناغہ نہ کریں اور اگر کسی دن انتہائی مجبوری کی وجہ سے نہ پڑھ سکیں تو از سر نو اس کو شروع کریں۔ روزانہ اس کو پڑھتے ہوئے اس شخص کا خیال دل میں رکھیں۔ جب نو دن پورے ہو جائیں تو دسویں دن سورۂ فیل سو بار پڑھنے کے بعد کسی جاری (بہتے ہوئے) پانی کے کنارے بیٹھ کر مندرجہ ذیل کلمات پڑھیں۔

" اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْحَاضِرُ الْمُحِیْطُ بِمَکْنُوْنَاتِ الضَّمَائِرِ اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الظَّالِمَ وَ قَلَّ النَّاصِرُ وَ اَنْتَ الْمُطَّلِعُ الْعَالِمُ اَللّٰھُمَّ اِنَّ فُلاَنًا ظَلَمَنِیْ وَاٰذَانِیْ وَلاَ یَشْھَدَ بِذَالِکَ غَیْرُکَ۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ مَالِکُہٗ فَاَھْلِکْہُ۔ اَللّٰھُمَّ سَرْبِلْہُ سِرْبَالَ الْھَوَامِ قَمِّصْہُ قَمِیْصَ الرَّدٰی اَللّٰھُمَّ اقْصِفْہُ".

ان کلمات کو دس مرتبہ پڑھے اور پھر یہ پڑھے:۔

" فَاَخَذَھُمُ اللّٰہُ بِذُنُوْبِھِمْ وَمَا کَانَ لَھُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ وَّاقٍ. فَاِنَّ اللّٰہَ یھلکه و یکفیه شره".

شرعی حکم

مشہور اور راجح قول کے مطابق ہاتھی کا گوشت حرام ہے۔ کتاب الوسیط میں لکھا ہے کہ چونکہ ہاتھی ذوناب والا لڑنے اور قتل کرنے والے جانوروں میں سے ہے اس لئے اس کا گوشت حرام ہے۔ لیکن اس کے خلاف ایک شاذ قول بھی ہے جس کو رافعیؒ نے ابو عبداللہ بوشجی

(جو شافعی مذہب کے امام ہیں) اسے نقل کیا ہے کہ ہاتھی کا گوشت حلال ہے۔امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہاتھی کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔ لیکن امام شعبیؒ نے اس کے کھانے کی اجازت دی ہے۔ہاتھی کو فروخت کرنا جائز ہے کیونکہ اس پر سواری کی جاتی ہے اور اس سے اور بھی کام لئے جاتے ہیں۔

علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ ہمارے (شوافع کے) نزدیک ہاتھی کی ہڈیوں سے گودا نکالنے اور صاف کرنے کے بعد بھی وہ ہڈی پاک نہیں ہوتی چاہے وہ ہڈی کسی ذبح شدہ ہاتھی کی ہو یا مرے ہوئے ہاتھی کی۔یہ ہمارے (شوافع) مذہب کا راجح اور صحیح قول ہے جو کہ مشہور بھی ہے۔لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک میتہ کی ہڈی پاک ہے اور یہ ہی قول امام ابوحنیفہؒ کے موافقین کا بھی ہے۔ان حضرات کے نزدیک مطلقاً ناپاک ہے۔امام مالکؒ کے نزدیک ہاتھی کی ہڈی کو جب صاف و پالش کرلیا جائے تو تب وہ پاک ہو جائے گی۔

حضرت طاؤس، عطاء ابن ابی رباح، عمر بن عبدالعزیز، مالکؒ اور امام احمدؒ وغیرہ نے فرمایا ہے کہ اس کی بیع جائز نہیں ہے اور نہ اس کا ثمن حلال ہے۔''شامل'' نامی کتاب میں مذکور ہے کہ ہاتھی کا چمڑا چونکہ زیادہ دبیز اور موٹا ہوتا ہے اس لئے یہ دباغت قبول نہیں کرتی۔

ہاتھی کی مسابقت کے بارے میں دو صورتیں ہیں لیکن صحیح ترین قول یہ ہے کہ ہاتھی سے مسابقت کرنا جائز ہے اور اس کی دلیل میں اہلِ علم نے اس حدیث کو رکھا ہے جس کو حضرت امام شافعیؒ، ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، نسائی، ابن ماجہؒ اور ابن حبانؒ وغیرہ نے نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح بھی کی ہے۔حدیث یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''**لا سبق الافی ذو خف او حافر او نصل**''یعنی گھوڑا، اونٹ اور تیر کے علاوہ کسی چیز اور کسی کھیل میں مسابقت جائز نہیں''۔

اس حدیث میں لفظ ''سبق'' آیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز جس کو مسابقت کے لئے رکھتے ہیں اور یہ لفظ سبق بفتح الباء (باء پر فتحہ) ہے۔اس کی جمع ''اسباق'' آتی ہے اور ایک دوسرا لفظ ''سبق'' جو باء کے سکون کے ساتھ ہے وہ مصدر ہے جیسے کہا جاتا ہے ''سَبَقْتُ الرَّجُلَ سَبْقَہ'' اس لئے روایت میں جو ''سبق'' بفتحہ الباء ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ عطیہ کا مستحق نہیں ہوا مگر ان تینوں چیزوں کے علاوہ۔چنانچہ صرف ان تین چیزوں میں جائز ہونے کی وجہ علماء کرام نے یہ بیان کی ہے کہ یہ مسابقت ایک طرح سے دشمنانِ اسلام کے خلاف بطور تیاری کے ہے اور اس پر عطیہ وغیرہ کا مقرر کرنا بھی لوگوں کو دشمنانِ اسلام کے خلاف ترغیب دینا ہے۔

امام شافعیؒ نے اس میں ہاتھی کو شمار نہیں کیا ہے۔لیکن ابو اسحاق نے مسابقت علی الفیل کو بھی جائز قرار دیا ہے اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ جس طرح اونٹ سے دشمنوں کی مخالفت کی جاتی ہے اسی طرح ہاتھی بھی ہے اور یہ کہ ہاتھی کو اونٹ کے زمرے میں رکھنے سے حدیث کے بھی منافی نہیں ہوتا۔کیونکہ حدیث میں لفظ ''ذوخف'' آیا ہے اور ہاتھی ''ذوخف'' میں شامل ہے۔اگرچہ یہ نادر صورت ہی میں ہے اور اصولین کے یہاں راجح قول یہی ہے کہ وہ کبھی کبھی پیش آنے والی چیز کو بھی عموم میں شامل کر لیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک چونکہ ہاتھی میں گھوڑے جیسا کروفر نہیں ہے اس لئے اس کی مسابقت سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہاتھی تو اونٹ کے مثل ہے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ میں جائز فرمایا ہے یہ ہاتھی میں بھی جائز ہوگی۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ اہلِ عرب بڑے بڑے معرکوں اور جنگوں میں اونٹ کو ہی استعمال کرتے تھے نہ کہ ہاتھی کو۔

ایک اشکال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہاتھی اس وقت عرب میں نہیں پایا جاتا تھا لہٰذا وہ اس کو استعمال نہیں کر سکے جبکہ ہندوستان اور دیگر جگہوں پر ہمیشہ جنگوں وغیرہ میں ہاتھی کو استعمال کیا گیا ہے اور یہ اس مقصد کے لئے نہایت موزوں ہے، تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ اس بارے میں اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔

ایک واقعہ

منقول ہے کہ امام مالکؒ کی مجلس میں ہر وقت ایک جماعت علم حاصل کرنے والوں کی رہتی تھی ایک دن حضرت امامؒ کی مجلس جاری تھی کہ اچانک ایک ہاتھی سامنے سے گزرا۔ مجلس میں سے کسی شخص نے پکار کر کہا کہ "ہاتھی جا رہا ہے" چنانچہ تمام شاگرد مجلس سے اٹھ کر ہاتھی دیکھنے چلے گئے۔ مگر یحیٰ اندلسی نہیں گئے۔ امام صاحبؒ نے جب یحیٰ کو بیٹھے دیکھا تو پوچھا کہ تمام لوگ اس عجیب حیوان کو دیکھنے چلے گئے تم کیوں نہیں گئے حالانکہ یہ جانور تمہارے علاقے میں نہیں ہوتا۔ تو یحیٰ بن یحیٰ نے کہا کہ حضرت میں اتنی دور سے اپنے تمام رشتہ دار احباب وغیرہ کو چھوڑ کر اس جانور کو دیکھنے نہیں آیا بلکہ میرا مقصد آپ کی مجلس، آپ کا علم اور آپ سے مستفیض ہونا ہے۔ اس لئے میرے نزدیک علوم نبویؐ، علوم شریعت اور آپ کی ذات ہیں نہ کہ ایک حقیر جنگلی جانور۔ امام مالکؒ یحیٰ کے اس جواب پر بڑے مسرور ہوئے اور یحیٰ کو "عاقل اہل اندلس" کا خطاب دیا۔

چنانچہ جب ایک عظیم مشقت و محنت کے بعد علوم نبویؐ اور علوم شرعی میں یحیٰ نے کمال حاصل کر لیا تو وہ اپنے ملک واپس ہو گئے۔ وہاں پر ان کے علم و کمالات کی پہلے ہی شہرت پھیل چکی تھی۔ چنانچہ آپ تمام اہل اندلس کے مرجع بن گئے اور وہاں پر آپ کے علم و شہرت کے ساتھ ساتھ مالکی مذہب بھی مشہور ہو گیا اور موطا امام مالکؒ کی وہ تمام روایتیں جو یحیٰ نے کیں وہ سب سے زیادہ مشہور معروف ہو گئیں۔ یحیٰ بن یحیٰ اس زمانے میں تمام عوام و خواص میں معزز و مکرم تھے۔

یحیٰ بن یحیٰ اندلسی مستجاب الدعوات تھے۔ آپ کی وفات ۲۳۴ھ میں ہوئی۔ آپ کی تدفین قرطبہ سے باہر مقبرہ ابن عباسؓ میں ہوئی۔ آپ کی مرقد آج بھی مرجع خلائق ہے۔

طبی خواص

اگر کوئی شخص ہاتھی کے کان کا میل دھو کر کھالے تو وہ مسلسل سات دن تک سوتا رہے گا اور اگر اس کے تیل یا چربی کو مسلسل تین دن تک برص کا مریض بطور مالش استعمال کرے تو انشاء اللہ اس کی بیماری دور ہو جائے گی۔ اگر اس کی ہڈی کا کوئی چھوٹا سا حصہ کسی مرگی والے بچہ کے گلے میں بطور تعویذ ڈال دیا جائے تو بچہ مرگی سے محفوظ ہو جائے گا۔ اور اگر ہاتھی کا دانت کسی درخت پر لٹکا دیا جائے تو اس درخت پر اس سال پھل نہیں آئیں گے۔ اگر کوئی شخص بقدر دو درہم ہاتھی دانت کا ٹکڑا شہد میں گھس کو چاٹ لے تو اس کی قوت حافظہ بڑھ جائے گی اور اسی طرح اس کو کوئی عورت چاٹ لے اور پھر وطی کرے تو انشاء اللہ حاملہ ہو جائے گی۔

اگر کوئی بخار کا مریض ہاتھی کی کھال کا ایک ٹکڑا بطور تعویذ باندھ لے تو انشاء اللہ اس کا بخار زائل ہو جائے گا اگر ہاتھی کی لید (گوبر) کو جلانے کے بعد باریک پیس لیں اور پھر اس کو شہد میں ملا کر کسی ایسے شخص کی پلکوں پر لگایا جائے جس کی پلکیں جھڑ گئی ہوں تو انشاء اللہ اس کی پلکیں دوبارہ نکل آئیں گی۔ اگر کوئی عورت انجانے میں ہاتھی کا پیشاب لے تو پھر وہ حاملہ نہیں ہوگی۔ اگر ہاتھی کی لید کسی عورت کے گلے یا بازو پر باندھ دی جائے تو جب تک کہ یہ لید اس کے بدن پر رہے گا وہ حاملہ نہیں ہوگی۔ ہاتھی کی کھال کا دھواں بواسیر کی بیماری کے لئے بہت مفید ہے۔

تعبیر

خواب میں ہاتھی کو دیکھنا اس کی تعبیر عجمی بادشاہ ہے جس سے لوگ ڈرتے ہوں مگر وہ کم عقل ہے۔ وہ خواہ مخواہ کے کام میں ملوث ہو جاتا ہے اور جنگلی چالوں سے واقف ہے۔ اور جو شخص خواب میں ہاتھی پر سوار ہوا یا اس کا مالک بنا یا اس پر خود کو سواری کرتے ہوئے دیکھا تو

اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو بادشاہ کی قربت حاصل ہوگی اور وہ اچھا مرتبہ حاصل کرے گا اور اس کی عزت و سربلندی زمانہ دراز تک قائم رہے گی۔

بعض نے کہا ہے کہ ہاتھی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ایسا عجمی شخص ہے جو بہت طاقتور اور قوی ہے۔ چنانچہ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ ہاتھی پر سوار ہوا اور ہاتھی اس کی فرماں برداری کر رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص کسی طاقتور عجمی بخیل آدمی پر غلبہ پالے گا اور اگر کسی نے دن میں خواب دیکھا کہ وہ ہاتھی پر سوار ہو رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے گا۔ اس تعبیر کی وجہ یہ ہے کہ پرانے زمانے میں اگر کوئی شخص اپنی عورت کو طلاق دیتا تھا تو اس جگہ (جن جگہوں پر ہاتھی اس وقت ہوتا تھا) کے لوگ اس شخص کو ہاتھی پر بٹھا کر اس کا جلوس نکالتے تھے تا کہ ہر ایک کو معلوم ہو جائے کہ یہ شخص اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہے۔

اور اگر کوئی بادشاہ جنگ کے زمانہ میں یہ خواب دیکھے کہ وہ ہاتھی پر سوار ہو رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بادشاہ جنگ میں ہلاک ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے" اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحَابِ الْفِیْلِ الخ "اور اگر کوئی شخص خواب میں کسی ہو وج والے ہاتھی پر سوار ہوا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص کسی موٹے عجمی شخص کی لڑکی سے شادی کرے گا اور اگر یہ خواب دیکھنے والا تاجر ہے تو اس کی تجارت میں ترقی ہوگی اور اس کا کاروبار پھیل جائے گا۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ ہاتھی اس پر حملہ کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس شخص پر بادشاہ کی جانب سے کوئی مصیبت نازل ہوگی اور اگر وہ شخص بیمار ہے تو اس کی موت واقع ہو جائے گی۔ اگر کسی نے خواب میں کسی ہتھنی کی رکھوالی کی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ کسی عجمی بادشاہ سے اس کی دوستی ہوگی۔ اور اگر کسی نے خود کو خواب میں ہتھنی کا دودھ دوہتے ہوئے دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص کسی عجمی بادشاہ سے مکر و دغا کر کے مال حاصل کرے گا۔

یہود کہتے ہیں کہ ہاتھی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر عزت و توقیر کی جاتی ہے۔ چنانچہ جو اس پر سوار ہوا تو اس کو عوام میں عزت ملے۔ اور اگر کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ ہاتھی نے اس کو سونڈ سے مارا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس شخص کو کوئی بھلائی (خیر) حاصل ہوگی۔ بعض نے کہا ہے کہ ہاتھی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر سخت مصیبت میں گرفتار ہونا ہے مگر وہ اس مصیبت سے نجات پالے گا۔

نصاریٰ کا کہنا ہے کہ اگر کسی نے خواب میں ہاتھی کو دیکھا مگر وہ اس پر سوار نہیں ہوا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے بدن (جسم) کو کوئی نقصان پہنچے گا یا پھر اس کا مال (دولت) جاتا رہے گا۔ اگر کسی نے شہر میں مرا ہوا ہاتھی دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ بادشاہ کا کوئی مقرب شخص فوت ہو جائے گا۔ اور اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ کسی ہاتھی کو ہلاک کر دیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص کسی عجمی پر غلبہ حاصل کرلے گا۔ اور اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ ہاتھی نے اس کو اپنی پشت سے پھینک دیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس شخص کی موت واقع ہو جائے گی۔

اور اگر کسی ایسے علاقہ میں جس میں ہاتھی نہیں پایا جاتا کسی نے ہاتھی کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر فتنہ و فساد ہے اور یہ تعبیر ہاتھی کی بدصورتی اور برا رنگ ہونے کی وجہ سے ہے۔ اور اگر کوئی عورت ہاتھی کو کسی بھی صورت (رنگ وصفت) میں دیکھے تو اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ اور کبھی کبھی ہاتھی کی تعبیر گائے کی طرح قحط سالی سے بھی کی جاتی ہے اور اگر کسی شہر میں طاعون پھیلا ہوا ہے اور وہاں پر کوئی شخص خواب میں دیکھے ہاتھی شہر سے جا رہے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس شہر سے طاعون کی وباء جلد ختم ہو جائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب

غیبت کا وزن

امام بخاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ابو عاصمؒ نے فرمایا کہ جب مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ غیبت کرنا حرام ہے تو میں نے پھر کبھی غیبت نہیں کی۔ اور یہ کہ غیبت ہاتھی سے زیادہ وزنی اور بھاری ہے۔ یعنی قیامت کے دن غیبت کا وزن ہاتھی سے بھی زائد (نامۂ اعمال یا

میزانِ عدل میں) ہوگا۔

الفنیه

فنیه: ایک پرندہ کو کہتے ہیں جو کہ عقاب کے مشابہ ہوتا ہے۔ یہ وہ پرندہ ہے جو موسم کے اعتبار سے اپنے علاقے تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ فنیہ کو اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسا ادراک عطا کیا ہے کہ سردی کا موسم شروع ہونے سے قبل ہی یہ پرندہ نقل وطن کر کے یمن کی طرف چلا جاتا ہے۔

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ کلام عرب میں "فینات" کے معنی ساعات (لحظہ) کے معنی میں مستعمل ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے "لقیته الفینة بعد الفیتة ای الحین بعد الحین" یعنی میں نے تم سے دوبارہ ملاقات کی۔ اور کبھی الف اور لام کو حذف کر کے) بولتے ہیں جیسے "لقیته فنیة بعد فنیه" چونکہ یہ پرندے نقل وطن کرتے رہتے ہیں موسم کے اعتبار سے اس لئے ان کا نام زمانہ کے نام پر "فینہ" رکھا گیا ہے۔

ابو فراس

(شی) فراس: شیر کی کنیت ہے اور اس کا استعمال کلام عرب میں اس طرح ہے۔ کہا جاتا ہے:۔

"فرس الاسدنریسة" یفر سهافر ساو افتر سها"

(یعنی اس کی گردن پر حملہ کیا۔ اور فرس کے اصل معنی یہ ہیں کہ گردن کاٹ کر مار لینا)

لیکن پھر یہ لفظ عام ہوگیا اور ہر قاتل کو فرس کہا جانے لگا۔ عرب کے ایک مشہور شاعر اور سردار کی کنیت بھی ابو فراس تھی۔

بابُ القاف

القادحة

(ایک کیڑا) قادحہ: ایک قسم کے کیڑے کو کہتے ہیں۔ اس کی تائید جوہری کے اس قول سے ہوتی ہے کہ اہل عرب کہتے ہیں:۔
"قدح الدود فی الاسنان و الشجر قدحا" یعنی درختوں اور دانتوں میں کیڑا لگ جانا۔

اَلْقَارَۃُ

اس سے مراد چوپایہ ہے۔

اَلْقَارِیَۃُ

قاریه: بروزن "ساریہ" ایک قسم کے پرندے کو کہتے ہیں جس کے دونوں پیر چھوٹے اور چونچ لمبی ہوتی ہے اور اس کی پیٹھ سبز رنگ کی ہوتی ہے۔ اہل عرب اس سے بڑی محبت رکھتے ہیں اور اس سے نیک فال لیتے ہیں اور سخی آدمی کو اس سے تشبیہ دیتے یں۔ اس کی جمع

''قواری'' آتی ہے۔ یعقوب اور جوہری نے کہا ہے کہ عرب میں عام لوگ قاریہ تشدید کے ساتھ بولتے ہیں۔ بطلیموسی نے کہا ہے کہ اہلِ عرب جس طرح اس پرندہ سے نیک فال لیتے ہیں اسی طرح اس سے بدفال بھی لیتے ہیں۔ نیک فال لینے کی صورت یہ ہے کہ وہ اس کو دیکھ کر بادل (بارش) کی خوشخبری مراد لیتے ہیں اور بدفال اس طرح مراد لیتے ہیں کہ اگر کوئی عرب گھر سے (سفر وغیرہ کے لئے) نکلا اور اس کی نظر اس پرندہ پر پڑی تو وہ اس کو ایسے وقت دیکھنے سے ڈر جاتے ہیں اور واپس گھر آ جاتے ہیں۔

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ قاریہ ایک سبز رنگ کا پرندہ ہے جس کو اہلِ عرب بہت پسند کرتے ہیں اور سخی آدمی کو اس سے تشبیہ دیتے ہیں اور اسی سے بارش کے لئے نذر مانتے ہیں۔

قاریہ کا حدیث میں تذکرہ:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ'' الناس قواری اللہ فی الارض 'ای شھودہ ''

(انسان زمین پر ایک دوسرے کے گواہ ہیں' اس لئے کہ انسان ایک دوسرے کی اتباع کرتے ہیں)

چنانچہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کا گواہ بن جاتا ہے تو اس پر یہ گواہی دینا ضروری ہو جاتا ہے۔ اور ''قواری'' ''قار'' کا واحد ہے اور القواری جمع شاذ ہے اور میں (دمیری) اس کی صحت کے لئے کہتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔ (الحدیث)

شرعی حکم

قاریہ کا گوشت کھانا جائز ہے اس لئے کہ اہلِ عرب اس کو کھاتے تھے۔ صیمری وغیرہ نے لکھا ہے کہ کتاب الحج میں ہے کہ اگر کسی نے حالت احرام میں کبوتر کا شکار کر لیا تو اس پر فدیہ کے طور پر ایک بکری دینا واجب ہے اور اگر جانور کبوتر سے چھوٹا ہو مثل قواری کے تو فدیہ قیمت سے ہی دیا جائے گا۔ علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قواری پرندہ حلال ہے اور اس بات کی بھی وضاحت ہو گئی کہ قواری پرندہ سے مراد کبوتر نہیں ابن السکیت نے اصلاح المنطق میں لکھا ہے کہ القواری سے مراد سبز رنگ کے پرندے ہیں۔

القاق

قاق: پانی کے پرندے کی ایک قسم ہے جس کی گردن بہت لمبی ہوتی ہے۔ اس کا کھانا حلال ہے۔

القاقم

قاقم: ایک چھوٹا مگر سنجاب[1] کے مشابہ جانور ہے۔ لیکن مزاج کے اعتبار سے یہ سنجاب سے ٹھنڈے مزاج کا ہوتا ہے یہ جانور بالکل سفید ہوتے ہیں۔ اس کی کھال فنک[2] کی کھال جیسی ہوتی ہے اور سنجاب کی کھال سے زیادہ قیمتی سمجھی جاتی ہے۔

---

[1] سنجاب: چوہے سے تھوڑا بڑا ایک جانور ہے جس کی دم گھنے بالوں والی اور اٹھی ہوئی ہوتی ہے اس کی کھال سے پوستین تیار کی جاتی ہے۔

[2] فنک: لومڑی کے مشابہ ایک جانور ہے جو کہ لومڑی سے کچھ چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کی کھال سے بہت ہی عمدہ قسم کی پوستین بنتی ہے۔

شرعی حکم

اس کا کھانا جائز ہے۔ کیونکہ یہ طیبات میں سے ہے۔

القاوند

قـاونـد: ایک قسم کا پرندہ ہے جو اپنا گھونسلہ دریا کے کنارے بناتا ہے اور اسی جگہ یعنی دریا کے کنارے ریتلی زمین میں انڈے دینے کے بعد ان کو سیتے ہیں۔ سات دن بعد اس کے بچے نکل آتے ہیں۔ بچے نکلنے کے بعد یہ اسی جگہ ان کو سات دن تک چوگا (کھانا وغیرہ) دیتے ہیں۔ مسافر لوگ اپنے دریائی سفر کی ابتداء اس کے انڈے دینے کے وقت کرتے ہیں اس لئے کہ ان لوگوں کا گمان ہے کہ یہ وقت بہت ہی اچھا ہوتا ہے اور سفر کے لئے یہ زمانہ مبارک ہوتا ہے۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ سردی کے موسم میں اس کے انڈے دینے کے زمانہ میں دریا کی موجوں کو روکے رکھتے ہیں تا کہ اس پرندے کے بچے انڈوں سے نکل آئیں اور لوگوں کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ یہ خصوصی معاملہ ان کے بچوں کے حسن اخلاق اور اپنے والدین کی خدمت کرنے کی وجہ سے کرتے ہیں کیونکہ یہ بچے جب بڑے ہو جاتے ہیں تو اپنے والدین کے لئے دانہ وغیرہ لاتے ہیں اور والدین کے لاغر ہونے پر ان کے منہ تک غلہ (دانہ) وغیرہ پہنچاتے ہیں یہاں تک کہ ان کی موت آجائے۔

مشہور و معروف ایک قسم کا تیل جس کو "شحم قاوند" کہتے ہیں وہ اسی پرندہ کی چربی سے بنتا ہے۔ یہ تیل اپاہج اور گنٹھیا کے مریضوں کے لئے بہت مفید ہے۔ اس کا استعمال بطور مالش یا لیپ کے کیا جاتا ہے۔ ایک لیپ سے پرانا جمع ہوا بلغم وکھانسی بھی دور ہو جاتی ہے۔ مفردات میں ہے کہ مشہور قاوند تیل جو یمن، حبشہ اور ہندوستان میں پایا جاتا ہے اور گھی کے مشابہ ہوتا ہے وہ اسی جانور کی چربی سے بنتا ہے۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اخروٹ کی مانند ایک قسم کے پھل کو نچوڑ کر نکالا جاتا ہے اور یہ ٹھنڈ سے پیدا ہونے والی ہر قسم کی بیماریوں میں اور پٹھوؤں کے درد کے لئے بہت ہی مفید ہوتا ہے۔

القبج

قبج: (قاف کے فتحہ کے ساتھ) چکور کو کہتے ہیں۔ عربی میں اس کو "حجل" بھی کہتے ہیں۔ قـبـج: قبجته کی جمع ہے اور قبجته اسم جنس ہے چنانچہ مذکر مؤنث دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ کراع نے مجرد میں لکھا ہے کہ قبج اصل میں فارسی لفظ ہے اس کو عربی میں استعمال کے لئے معرب کیا گیا ہے اور اس لفظ کے عربی نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ عربی میں قاف جیم اور کاف جیم ایک جگہ جمع نہیں ہوتے۔ جیسا کہ "جوالق" "جلق" الکبلجة۔ چنانچہ یہ سب الفاظ عربی زبان کے نہیں ہیں اور نہ لغت عربی میں ایسے الفاظ ملتے ہیں۔

قبج کی مادہ پندرہ انڈے دیتی ہے نر چکور بہت زیادہ جفتی کرنے کی طاقت رکھتا ہے جیسے مرغ اور چڑا بکثرت جفتی کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اس کا نر جفتی کرنے کا اس قدر حریص ہوتا ہے کہ جب اس کی مادہ انڈے دے دیتی ہے تو یہ ان انڈوں کو توڑ دیتا ہے تا کہ اس کی مادہ انڈوں پر نہ بیٹھے کہ یہ جفتی سے محروم ہو جائے۔ چنانچہ جب مادہ کا انڈے دینے کا وقت قریب آتا ہے تو وہ نر سے دور اور خفیہ رہنے کی کوشش کرتی ہے کیونکہ اس کو انڈوں کو سینے اور بچے پیدا کرنے کی شدید خواہش ہوتی ہے۔ چنانچہ کبھی کبھی جب یہ انڈے دینے کے زمانے میں نر سے بھاگتی ہے تو نر اس کے پیچھے لگ جاتا ہے اور کسی صورت میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ انجام کار نر اور مادہ میں خوف ناک لڑائی

چھڑ جاتی ہے اور دونوں ایک دوسرے کو خوب مارتے ہیں۔ چنانچہ جو مغلوب ہو جاتا ہے وہ غالب کی اطاعت کرتا ہے۔ لڑائی کے دوران یہ خوب چیختے ہیں اور اس کا نر اپنی آواز تبدیل کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ اس کی عمر پندرہ سال تک ہوتی ہے۔

ایک عجیب واقعہ جس کو قزوینیؒ نے بیان کیا ہے کہ جب کوئی شکاری چکور کو پکڑنے کا قصد کرتا ہے اور اس کا پیچھا کرتا ہے تو یہ بھاگ کر اپنا سر برف میں چھپا لیتی ہے اور اپنا سر چھپا کر یہ سمجھتی ہے کہ اب میں شکاری کی آنکھوں سے بھی روپوش ہو گئی ہوں۔ چنانچہ شکاری اس کی اس بے وقوفی سے فائدہ اٹھاتا ہے اور بغیر کسی جدوجہد کے اس کو پکڑ لیتا ہے۔

کہتے ہیں کہ چکور کا نر بہت ہی غیرت مند ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مادہ چکور صرف اپنے نر کی بو سونگھ کر حاملہ ہو جاتی ہے۔ چکور کے پکڑنے کی ترکیب یہ ہے کہ جو کے آٹا کو شراب میں گوندھ کر اس کے چگنے کی جگہ پر رکھ دیا جاتا ہے۔ جیسے ہی چکور اس آٹے کو کھاتی ہے بے ہوش ہو جاتی ہے اور پھر شکاری اس کو پکڑ لیتا ہے۔

شرعی حکم

چکور کا کھانا جائز و حلال ہے۔ کیونکہ یہ پاک جانداروں میں سے ہے۔

طبی خواص

عبدالملک بن زہر نے لکھا ہے کہ اگر نر چکور کا پتا آنکھ میں لگایا جائے تو نزول الماء کی بیماری ختم ہو جائے گی اور اگر اس کا پتا عرق بادیان میں ملا کر آنکھوں میں بطور سرمہ استعمال کریں تو رتوندی کو دور کر دے گا۔ اگر چکور کی چربی ناک میں بطور سعوط استعمال کی جائے تو سکتہ اور لقوہ کی بیماری کو دور کر دے گا۔

ارسطو کا کہنا ہے کہ اگر چکور کا پتا روغن زنبق میں حل کر کے بخار کے وقت بخار والے کی ناک میں ٹپکایا جائے تو اس کا بخار زائل ہو جائے گا۔

القبرة

قبرة : چنڈول کو کہتے ہیں۔ قبرۃ بضم القاف وتشدید الباء۔ عام طور پر یہ لفظ ''قنبرة'' یعنی نون غنہ کے ساتھ بولا جاتا ہے۔ اس کا رنگ خاکی اور چونچ لمبی ہوتی ہے اور اس کے سر پر بال ابھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس کی سرشت میں یہ خاص بات ہے کہ یہ چیخ و پکار سے نہیں ڈرتا اور بعض اوقات اگر اس کی طرف پتھر وغیرہ پھینکے جائیں تو یہ نہیں اڑتا بلکہ اسی جگہ بیٹھا رہتا ہے اور جب پتھر اپنی طرف آتا ہوا دیکھتا ہے تو سر کو جھکا لیتا ہے تاکہ سر محفوظ رہے اور کسی صورت کوئی پتھر اپنے سر پر نہیں لگنے دیتا جس سے چڑ کر شکاری اس پر پتھروں کی بھر مار کر دیتا ہے تو کوئی نہ کوئی پتھر اس کے لگ ہی جاتا ہے جس سے یا تو وہ مر جاتا ہے یا پھر زندہ پکڑا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے لوگ اس کو ''قاسی القلب'' (سنگدل) کہتے ہیں۔ انسانوں سے مانوس ہونے کی وجہ سے یہ اپنا گھونسلہ شاہراؤں پر بناتا ہے۔

''طرفہ'' جو زمانہ جاہلیت کا مشہور عرب شاعر اور سبعہ معلقہ کے دوسرے قصیدہ کا مصنف ہے اس کی نسبت مشہور ہے کہ وہ قبرہ کے شکار کا بہت شائق تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جب ''طرفہ'' سات سال کا تھا تو اپنے چچا کے ہمراہ سفر کو نکلا۔ راستہ میں انہوں نے ایک ایسی جگہ پڑاؤ کیا جہاں پر پانی تھا' طرفہ نے اس جگہ پر کچھ چنڈول دیکھے۔ چنانچہ چنڈول اترنے کی جگہ پر اس نے جال ڈال دیا صبح سے شام ہو گئی اور کوئی چنڈول وہاں نہ اترا تو طرفہ مایوس ہو گیا اور جال اٹھا کر اپنے چچا کے پاس لوٹ آیا۔ جب چچا بھتیجا دونوں اس جگہ

سے کوچ کرنے لگے تو طرفہ نے دیکھا کہ جس جگہ اس نے جال بچھایا تھا اور دانہ ڈالا تھا اب اس جگہ پر چنڈول اتر رہے ہیں اور دانہ کھا رہے ہیں۔ چنانچہ اس حالت کو دیکھ کر فوراً طرفہ نے یہ اشعار کہے۔

یالک من قبرة بمعمر خلالک الجو فبیضی و اصفری

قنبرہ تجھے کیا ہوا کہ کھلے میدان میں کھانے پینے کی افراط کے باوجود تو نہیں آتی تیرے لئے میدان خالی ہے تجھے چاہیے کہ انڈے دے اور چہچہائے۔

قد رفع الفخ فما ذا تحذری ونقری ما شئت ان تنقری

جال تو اٹھالیا گیا اب تجھ کو کس چیز کا ڈر ہے اگر تجھ کو بھوک ہے تو دانہ چگ لے۔

قد ذهب الصیاد عنک فابشری لا بد من اخذک یوماً فاحذری

صیاد تیرے علاقے سے چلا گیا لہٰذا تو خوش ہو جا مگر ذرا احتیاط سے کام لے کیونکہ ایک نہ ایک دن تو ضرور پکڑی جائے گی۔

ابوعبیدہ کا بیان ہے کہ جب حضرت امام حسینؓ مکۃ المکرمہ سے عراق کی جانب روانہ ہوئے تو حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عبداللہؓ بن زبیر سے مخاطب ہو کر فرمایا ''خلالک الجو فبیضی و اصفری '' (تیرے لئے میدان خالی ہے تجھے چاہئے کہ انڈے سے اور چہچہائے)

کہتے ہیں کہ عمرو بن المنذر کی حالت یہ تھی کہ وہ نہ کبھی مسکراتا تھا اور نہ کبھی اس کے چہرہ پر نرمی کے آثار پیدا ہوتے تھے۔ چونکہ اس کے مزاج میں سختی اور شدتِ حکومت تھی اس لئے اہلِ عرب میں اس کو ''مضرط الحجار'' (یعنی اس کی مقعد سے بجائے ریح کے پتھر خارج ہوتے تھے) کہتے ہیں۔ اس نے ترپن سال حکومت کی۔ اہلِ عرب کے دلوں میں اس کا بڑا دبدبہ اور ہیبت تھی۔ سہیلی نے کہا ہے کہ یہ عمرو بن المنذر ابن ماء السماء تھا اور ہند اس کی ماں کا نام تھا۔ اس کے والد المنذر کو بسبب حسین وجمیل ہونے کے ابن ماء السماء کہتے تھے۔ مگر ان کا اصل نام المنذر بن الاسود تھا اور یہ ''محرق'' (آتش زن) کے لقب سے مشہور تھا۔ کیونکہ اس نے شہر ملہم کو جو کہ یمامہ کے قریب تھا جلا دیا تھا۔ لیکن شعبی اور مبرد کا کہنا ہے کہ اس کو محرق اس وجہ سے کہتے تھے کیونکہ اس نے بنو تمیم کے سو آدمی جلا دیئے تھے اور اس نے ترپن سال حکومت کی تھی۔

عرب کے مشہور شاعر طرفہ کا عمرو بن عبد کا عمرو بن المنذر کے ساتھ عجیب واقعہ گزرا ہے اور وہ یہ کہ ایک بار طرفہ عمرو بن المنذر کے سامنے کسی مجلس میں اکڑ کر چلا۔ عمرو بن المنذر نے طرفہ کو ایسی تیز اور خونخوار نظر سے دیکھا جیسا کہ اس کو کھانے کا ارادہ ہو (چونکہ مزاج میں سختی اور شدت حکومت تھی اس لئے طرفہ کی چال اس کو ناگوار گزری) اس وقت مجلس میں متلمس بھی موجود تھے۔ چنانچہ جب طرفہ اور متلمس بادشاہ (عمرو بن المنذر) کے پاس سے اٹھ کر باہر آئے تو متلمس نے طرفہ سے کہا کہ بھتیجے! آج بادشاہ نے تم کو جس نظر سے دیکھا ہے اس سے مجھ کو تمہاری جان کا خطرہ ہو گیا ہے۔ طرفہ نے کہا کہ چچا جان ایسا نہیں ہو سکتا۔ بدگمانی میں مت پڑیئے۔ بادشاہ مجھ پر بہت مہربان ہے

اس واقعہ کے کچھ دن بعد بادشاہ نے ایک خط طرفہ کو اور ایک خط متلمس کو لکھ کر دیا۔ یہ دونوں خط بحرین اور عمان کے عامل کے نام تھے۔ چنانچہ خط دے کر بادشاہ نے ان دونوں سے کہا کہ یہ خط مکعبر (عامل بحرین وعمان) کے پاس لے جاؤ (وہ تم کو میری طرف سے انعام دے گا) چنانچہ دونوں اپنے اپنے خط لے کر بحرین کے لئے روانہ ہو گئے۔ جب وہ دونوں حیرہ کے قریب پہنچے تو ان کو ایک بوڑھا آدمی نظر آیا جو بیٹھا ہوا قضاء حاجت کر رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ ایک ہڈی سے گوشت بھی نوچ کر کھا رہا تھا اور اسی دوران اپنے بدن سے

جوئیں بھی پکڑ کر مار رہا تھا۔

یہ دیکھ کر ملتمس سے نہ رہا گیا اور اس نے کہا اے بڈھے میں نے تم سے زیادہ احمق، بدتمیز اور بد بخت نہیں دیکھا۔ بڈھے نے انجان بنتے ہوئے کہا کہ میری کون سی بات آپ کو بری معلوم ہوئی؟ ملتمس نے کہا کہ اس سے زیادہ اور کیا بری بات ہوگی کہ تو ہڈیاں بھی نوچ کر کھا رہا ہے قضائے حاجت بھی کر رہا ہے اور ساتھ ساتھ جوئیں بھی اپنے بدن سے پکڑ کر مار رہا ہے۔ بڈھے نے جواب دیا کہ اس میں کیا برائی یا بے وقوفی ہے میں بری چیز کو اپنے پیٹ سے نکال رہا ہوں اور اس کی جگہ اچھی چیز داخل کر رہا ہوں اور ساتھ ساتھ دشمن کو ہلاک بھی کر رہا ہوں۔ مجھ سے زیادہ احمق اور بد بخت وہ شخص ہے جو خود اپنے ہاتھ میں اپنی موت لئے جا رہا ہو۔

بڈھے کے اس جواب پر ملتمس کے کان کھڑے ہو گئے اور وہ ایسے چونکا جیسے کوئی سوتا ہوا چونک کر اٹھتا ہے اسی دوران اچانک ایک لڑکا نہر حیرہ میں اپنی بکریوں کو پانی پلانے لایا۔ ملتمس کو اچانک بڈھے کے جواب اور بادشاہ کی طرف سے دیئے گئے خط پر شبہ ہوا۔ چنانچہ وہ اس لڑکے کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ لڑکے کیا تم پڑھنا جانتے ہو؟ لڑکے نے کہا ہاں! تو ملتمس نے فوراً اس کو اپنا وہ خط دیا جو بادشاہ نے اس کو دیا تھا اور لڑکے سے کہا کہ اس کو پڑھ کر سناؤ۔ لڑکے نے پڑھنا شروع کیا:۔

''اللھم باسمک '' از طرف عمرو بن المنذر، بنام مکعبر۔ جیسے ہی میرا یہ خط تم کو ملتمس کے ہاتھ سے موصول ہو تم اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس کو زندہ در گور کر دو''۔

ملتمس نے خط کا مضمون سننے کے بعد لڑکے سے خط واپس لے لیا اور اس کو پھاڑ کر دریا برد کر دیا۔ پھر اس نے طرفہ سے کہا کہ تیرے خط میں بھی یہی حکم ہوگا۔ طرفہ نے جواب دیا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ میرے لئے بھی ایسا ہی حکم دے۔ چنانچہ ملتمس اسی وقت گھر روانہ ہو گیا مگر طرفہ واپس نہ ہوا اور نہ خط کھول کر دیکھا اور وہاں سے وہ مکعبر کے پاس گیا اور اس کو خط دیا۔ چنانچہ جیسے ہی مکعبر نے خط پڑھا اس نے طرفہ کو گرفتار کر لیا اور اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر زندہ دفن کرا دیا۔

اس واقعہ کی وجہ سے ملتمس کا خط اہلِ عرب میں ضرب المثل بن گیا اور ایسے شخص کے لئے استعمال ہونے لگا جو اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارے۔

عمرو بن المنذر نے بنی تمیم کے جو سو آدمی جلائے تھے اس کا سبب یہ تھا کہ اس کا ایک بھائی اسعد بن المنذر تھا اور اسعد نے بنی تمیم کی کسی عورت کا دودھ پیا تھا۔ ایک دن وہ شکار سے واپس آ رہا تھا تو شراب کے نشہ میں چور تھا چنانچہ جب اس کا گزر سوید بن ربیعہ تمیمی کے اونٹوں کے پاس سے ہوا تو اس نے ان اونٹوں میں سے ایک بن بیاہی اونٹنی پکڑ کر ذبح کر ڈالی۔ چنانچہ جب سوید بن ربیعہ نے دیکھا تو اس نے ایک تیر مار کر اسعد بن المنذر کو ہلاک کر دیا۔

چنانچہ جب عمرو بن المنذر کو اپنے بھائی کے ہلاک کئے جانے کی اطلاع ملی تو اس نے قسم کھائی کہ میں اپنے بھائی کے قصاص میں بنی تمیم کے سو آدمی جلاؤں گا۔ چنانچہ اس نے ان کے ننانوے آدمی پکڑوا کر آگ میں جھونک دیئے اور پھر اس نے اپنی قسم کے سو آدمی پورے کرنے کے لئے ایک بڑھیا کو پکڑ کر لانے کا حکم دیا۔ جب اس کے آدمی اس بڑھیا کو پکڑنے پہنچے تو اس بڑھیا نے چلا چلا کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ کیا کوئی جوان ایسا نہیں جو بڑھیا کی طرف سے اپنی جان کا فدیہ دے دے۔ پھر خود ہی کہنے لگی کہ افسوس کوئی ایسا جوان بچا ہی نہیں۔ سب جل کر بھسم ہو گئے۔ اتفاقاً ایک شخص اسی وقت (قبیلہ وافد البراجم کا جو کہ بنی تمیم کی ایک شاخ تھی اس طرف سے گزرا۔ اس کو وہاں گوشت پکنے کی خوشبو محسوس ہوئی اس نے خیال کیا کہ شاید بادشاہ نے کھانا پکوایا ہے۔ چنانچہ وہ مطبخ میں چلا گیا اور گوشت کو تلاش کرنے

لگا۔ بادشاہ کے خدام نے اس کو پکڑ لیا اور اس سے پوچھا کہ تُو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں وافد البراجم ہوں۔ یہ سن کر بادشاہ عمرو بن المنذر کی زبان سے نکلا" "(یعنی وافد البراجم بد بخت ہے) چنانچہ اسی وقت سے یہ جملہ ضرب المثل بن گیا۔

پھر بادشاہ نے اس شخص کو پکڑ کر آگ میں جھونک دیا اور اس طرح وہ بڑھیا بچ گئی اور بادشاہ کی قسم پوری ہوگئی۔ ابن درید نے اپنے اس شعر میں اسی قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے ۔

ثم ابن هند باشرت نيرانه　　　يوم اوارات تميما بالصلى

اس کے بعد ابن ہند کی آگ نے اوارات (نام موضع) کے دن بنی تمیم کے آگ میں داخل ہونے کی خبر سنائی۔

امام حافظ ابوبکر خطیب بغدادی نے داؤد بن ابی الہند کی سند سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ایک چنڈول پکڑا۔ چنڈول نے اس سے پوچھا کہ تم میرا کیا کرو گے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ تم کو ذبح کر کے پکا کر کھاؤں گا۔ چنڈول نے کہا کہ خدا کی قسم مجھ کو کھا کر نہ تو تم کو کچھ طاقت حاصل ہوگی اور نہ ہی تمہارا پیٹ بھرے گا۔ اس لئے اگر تم مجھ کو چھوڑ دو تو میں تم کو تین ایسی قیمتی باتیں بتاؤں گا جو تم کو میرے کھانے سے زیادہ نفع بخش ہوں گی۔ اور پہلی بات تو میں تم کو اس وقت بتاؤں گا جب میں تیری گرفت سے نکل کر تیرے ہاتھ پر بیٹھ جاؤں گا اور دوسری بات (مگر اس وقت بتاؤں گا جب میں اڑ کر درخت پر جا بیٹھوں گا اور تیسرا گر (بات) اس وقت بتاؤں گا جب میں پہاڑ پر پہنچ جاؤں گا۔

چنانچہ چنڈول کی بات سن کر اس شکاری نے اس کو اپنے ہاتھ پر بٹھا لیا۔ چنڈول بولا کہ پہلی بات (نصیحت) یہ ہے کہ جو چیز تیرے ہاتھ سے جاتی رہے اس پر کبھی افسوس نہ کرنا۔ یہ بات کہہ کر وہ شکاری کے ہاتھ سے اڑ گیا اور درخت پر جا کر بیٹھ گیا اور وہاں سے بولا کہ دوسری نصیحت یہ ہے کہ اگر کوئی ناممکن چیز کو ممکن بتانے لگے تو اس کا یقین نہ کرنا۔

اس کے بعد چنڈول اڑا اور پہاڑ پر جا کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ کم بخت تُو نے بہت بڑا دھوکہ کھایا کیونکہ اگر تُو مجھ کو نہ چھوڑتا اور مجھ کو ذبح کرتا تو میرے پوٹہ (معدہ) سے تجھ کو ایک دانہ مروارید بیس مثقال وزن کا دستیاب ہوتا۔ چنڈول کی یہ بات سن کر شکاری کف افسوس ملنے لگا۔ اور کہنے لگا کہ اچھا جو کچھ ہوا سو ہوا۔ مگر وہ تیسری نصیحت تو کرتا جا۔

چنڈول نے جواب دیا کہ میری پہلی دو نصیحتیں تو تم نے فوراً ہی بھلا دیں اب تیسری نصیحت سن کر کیا کرو گے؟ شکاری نے کہا کہ کیسے بھول گیا؟ چنڈول بولا کیا میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ جو چیز ہاتھ سے جاتی رہے اس پر افسوس نہ کرنا مگر تُو مجھے آزاد کر کے پچھتائے بغیر نہ رہا۔ دوسرے میں نے تم سے کہا تھا کہ اگر کوئی ناممکن کو ممکن بتائے تو اس کا یقین نہ کرنا۔ مگر تُو نے اس نصیحت پر بھی عمل نہ کیا۔ کیونکہ میں تیرے ہاتھوں میں رہا ہوں اور تیرے ہاتھ پر بھی کچھ دیر بیٹھ کر ایک نصیحت کی تھی کیا تُو نے اندازہ لگایا کہ مجھ میں کتنا وزن ہے؟ اور اگر بقول میرے ۲۰ مثقال وزن کا مروارید میرے پوٹہ میں ہوتا تو کیا میرے جیسا حقیر پرندہ اتنے وزن کا دانہ اپنے پوٹہ میں رکھ سکتا ہے؟ لہٰذا تم نے اس کو کیسے سچ سمجھ لیا کہ میرے پوٹہ میں بیس مثقال مروارید کا دانہ ہے۔ جاؤ اپنا کام کرو۔

قشیری نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ کسی نے حضرت ذوالنون مصریؒ سے پوچھا کہ آپ کی توبہ کیا سبب ہوا تھا تو آپ نے جواب دیا کہ ایک مرتبہ میں مصر سے کسی دوسرے شہر کو جا رہا تھا کہ رستہ میں ایک جنگل پڑا۔ میں وہاں کچھ دیر کے لئے آرام کی غرض سے ٹھہرا اور سو گیا۔ کچھ دیر بعد جب میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ایک اندھا چنڈول اپنے گھونسلہ سے گرا اور اس کے گرتے ہی زمین شق ہوئی اور زمین سے دو پیالیاں ایک سونے اور ایک چاندی کی نکلیں۔ ایک پیالی میں سمسم (تل) تھے اور دوسری مین پانی تھا۔ چنانچہ اندھے چنڈول نے پہلے

ایک پیالی سے تل کھائے اور پھر دوسری پیالی سے پانی پیا۔

یہ واقعہ دیکھ کر مجھ کو بڑی حیرت ہوئی۔ چنانچہ میں نے اسی وقت سچی توبہ کی اور مسلسل اس پر قائم رہا اور میرے سمجھ میں آ گیا کہ جو ذات پاک چنڈول کو نہیں بھولی وہ بھلا مجھ کو کیسے بھول سکتی ہے۔

قنبر (بضم القاف واسکان النون وفتح الباء) لفظ کو اہل عرب بطور نام بھی استعمال کرتے تھے۔ چنانچہ امام نحو سیبویہ کے دادا کا نام عمرو بن عثمان بن قنبر تھا۔ سیبویہ ان کا لقب تھا اور یہ فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی رائحۃ التفاح (سیب کی خوشبو) کے ہیں۔

قنبر (قاف اور با کے ضمہ کے ساتھ) ابراہیم بن علی بن قنبر بغدادی کے دادا کا نام تھا۔

قنبر (قاف اور با کے فتحہ کے ساتھ) ابوالشعثاء قنبر کا نام ہے۔ ابن حبان نے ان کو "ثقاۃ" میں شمار کیا ہے اور انہوں نے حضرت ابن عباسؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت حدیث کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مولی کا نام بھی قنبر تھا۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت حدیث کی ہے اور یہ حضرت علی کے پہرے دار تھے شیخ ابن حبان نے المہذب میں کتاب القضاء میں لکھا ہے کہ امام کے لئے یہ بات مکروہ نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنا پہرہ دار مقرر رے کیونکہ یرفاء حضرت عمر بن خطاب کے پہرہ دار تھے۔ حضرت حسنؓ حضرت عثمان کے پہرے دار تھے اور قنبر حضرت علیؓ کے پہرے دار تھے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ابو یوسف یعقوب بن السکیت ایک دن خلیفہ متوکل کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور یہ خلیفہ متوکل کے لڑکوں کے استاد بھی تھے۔ کچھ دیر کے بعد خلیفہ متوکل کے پاس اس کے دونوں لڑکے معتز اور موید آ کر باادب بیٹھ گئے۔ خلیفہ نے ایک نظر اپنے لڑکوں پر ڈالی اور ابن السیکت سے پوچھا کہ میرے دونوں لڑکوں میں سے کون سا لڑکا آپ کو زیادہ محبوب ہے۔ ابن السکیت چونکہ متوکل کو نہیں پہچانتے تھے اس لئے انہوں نے اس سوال کا جواب یہ دیا کہ خدا کی قسم "قنبر" خادم حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ اور آپ کے ان دونوں لڑکوں سے زیادہ اچھے تھے۔ یہ جواب سن کر متوکل نہایت برہم ہوا اور اپنے ترکی غلام کو حکم دیا کہ اس کی گدی سے زبان کھینچ لو۔ چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی اور ۲ رجب ۲۴۴ھ بروز دوشنبہ کی رات میں ابن السکیت کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد خلیفہ نے ابن السکیت کے لڑکے کے پاس دس ہزار دراہم اس اطلاع کے ساتھ روانہ کر دیئے کہ یہ تمہارے باپ کا خون بہا ہے۔ ابن خلکان نے ابن السکیت کے حالات قلمبند کرتے ہوئے ایسا ہی لکھا ہے۔

ابن السکیت کے اس واقعہ سے متعلق ایک عجیب بات یہ ہے کہ جب ابن السکیت متوکل کے لڑکوں کو پڑھا رہے تھے تو ان کی زبان سے یہ اشعار اچانک نکلے تھے۔

یصاب الفتی من عثرۃ بلسانہ ولیس یصاب المرء من عثرۃ الرجل

جوان پر جو مصیبت پڑتی ہے وہ اس کی زبان کی لغزش کا نتیجہ ہے لیکن قدم کی لغزش سے اس پر کوئی مصیبت نہیں آتی۔

فعثرۃ بالقول تذھب راسہ وعثرۃ بالرجل تبرا علی مھل

زبان کی غلطی سے اس کا سر جاتا رہتا ہے لیکن قدم کی غلطی سے جو چوٹ آتی ہے وہ کچھ عرصہ بعد اچھی ہو جاتی ہے۔

ابن السیکت کے کچھ قابل تحسین اشعار یہ ہیں:

اذا اشتملت علی الیاس القلوب وضاق لمابہ الصدر الرحیب

جبکہ مایوسی انسانی قلوب کا مشغلہ بن جاتی ہے تو اس کی وجہ سے سینے باوجود کشادگی کے تنگ ہو جاتے ہیں۔

واوطنت المکارہ و استقرت وارست فی اماکنھا الخطوب

اور دلوں میں امور ناپسندیدہ و برے خیالات گھر کر لیتے ہیں۔

ولم نر لانکشاف الضر وجھًا ولا اغنی بحیلۃ الاریب

اور ہم کو رفع مضرت کی کوئی صورت نظر نہیں آتی اور خردمند کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔

اتاک علی قنوط منک عفو بمن بہ اللطیف المستجیب

تو (اے مخاطب) تیرے مایوس ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو لطیف اور مستجاب الدعوات سے معافی آتی ہے۔

وکل الحادثات اذا تناھت فموصول بھا فرج قریب

اور جملہ حادثات جب انتہا کو پہنچ جاتے ہیں تو عنقریب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشائش پہنچ جاتی ہے۔

شرعی حکم

چنڈول کا گوشت کھانا بالاجماع جائز ہے۔ اگر کوئی محرم اس کا شکار کرے تو اس پر ضمان واجب ہوگا۔

طبی خواص

چنڈول کا گوشت دستوں کو روکتا ہے اور قوتِ جماع کو بڑھاتا ہے۔ اس کے انڈوں کو بھی یہ تاثیر ہے۔ اگر اس کی بیٹ کو انسان کے لعاب میں ملا کر مسوں پر لگائی جائے تو مسے ٹھیک ہو جائیں گے۔ اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے کراہت کرتی ہو تو اس شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے ذکر (آلہ تناسل) کو چنڈول کی چربی کی مالش سے دراز کرے اور پھر اپنی بیوی سے جماع کرے تو وہ عورت اس سے محبت کرنے لگے گی۔

القبعۃ

قبعۃ: یہ ایک سیاہ وسفید رنگ کا چڑیا کے مشابہ پرندہ ہے۔ ابن السکیت نے کہا ہے کہ یہ پرندہ جنگلی چوہوں کے بلوں کے قریب بیٹھا رہتا ہے اور جب کوئی اس کو ڈراتا ہے یا اس کی طرف پتھر پھینکتا ہے تو یہ چوہوں کے بلوں (بھٹوں) میں چھپ جاتا ہے۔

القبیط

قبیط: بروزن حمیر۔ ایک مشہور و معروف پرندہ ہے۔

القتع

(سرخ رنگ کا کیڑا) قتع: ایک قسم کے سرخ رنگ کے کیڑے کو کہتے ہیں جو لکڑی کاٹتا ہے اور بعض نے اس کو دیمک کہا ہے۔ اس کا واحد "قتعۃ" ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ وہ کیڑا ہے جو لکڑی میں سوراخ کر کے اس میں داخل ہو جاتا ہے۔

ابن قترة

(سانپ)ابن قترة: یہ ایک قسم کا زہریلا سانپ ہے جس کے کاٹنے سے انسان فوری مرجاتا ہے اور بعض نے کہا ہے یہ افعی سانپ کا نر ہے اور یہ ایک بالشت کے برابر لمبا ہوتا ہے۔

ابوقترہ ابلیس کی کنیت بھی ہے۔ابن سیدہ نے ایسا ہی کہا ہے۔

اَلقِدَّان

(پسو)قدان: ابن سیدہ نے کہا ہے کہ یہ ایک قسم کا برغوث (پسو) ہے مگر کچھ حضرات کا کہنا ہے کہ یہ پسو نہیں بلکہ ایک قسم کا کیڑا ہے جو پسو کے مشابہ ہوتا ہے اور یہ کاٹتا بھی ہے۔چنانچہ ایک بچہ اس کی اذیت (کاٹنے) سے پریشان ہوکر کہہ رہا ہے ۔

یا ابتا ارقنی القدان فالنوم لا تطعمه العینان

القراد

(چیچڑی)القراد: چیچڑی کو کہتے ہیں۔اس کی جمع قردان آتی ہے۔اہل عرب کہتے ہیں" قرد بعیرک "یعنی اپنے اونٹ سے چیچڑی کو ہٹاؤ۔

احرام کی حالت میں چیچڑی کو مارنا مستحب ہے۔عبدری نے لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک اونٹوں سے چیچڑی کو دور کرنا جائز ہے اور اسی کے قائل حضرت ابن عمرؓ اور اکثر فقہاء کرام ہیں۔لیکن امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ احرام کی حالت میں چیچڑی کو نہ مارے۔

ابن منذرؒ نے کہا ہے کہ جن حضرات نے حالت احرام میں چیچڑی کو مارنا جائز قرار دیا ہے ان میں ابن عباسؓ، جابرؓ، عطاءؒ و امام شافعیؒ ہیں۔حضرت سعیدؓ بن المسیب سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حالت احرام میں چیچڑی کو مارنے سے ایک یا دو کھجور صدقہ کرنا کافی ہوگا۔ابن منذرؒ نے کہا ہے کہ میرے خیال میں حالت احرام میں چیچڑی کو مارنے میں کچھ کراہت نہیں۔

ضرب الامثال

جس شخص کی قوت سماعت بہت زیادہ ہوتی ہے اس کو اہل عرب چیچڑی سے تشبیہ دیتے ہیں " اسمع من قراد "یعنی چیچڑی سے زیادہ سننے والا۔

کہتے ہیں کہ چیچڑی کی قوت سماعت اس قدر تیز ہوتی ہے کہ وہ ایک دن کی دوری مسافت سے اونٹوں کے پیروں سے نکلنے والی آواز کو سن لیتی ہیں اور خوشی سے ناچنے لگتی ہے۔

ابوزیاد اعرابی نے کہا ہے کہ اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ کسی اصطبل میں اونٹ تھے اور پھر ان کو وہاں سے ہٹالیا گیا اور اصطبل خانہ بند کر دیا گیا۔مگر جب کبھی پندرہ بیس سال بعد اس جگہ (اصطبل خانہ) کو پھر کھولا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ چیچڑیاں جو اس وقت (اصطبل خانہ بند کرنے کے وقت) موجود تھیں اب بھی موجود اور زندہ ہیں۔اسی لئے اہل عرب اس کی عمر سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتے ہیں" اعمر من قراد "یعنی چیچڑی سے زیادہ عمر پانے ولا۔

کہتے ہیں کہ عربوں کا یہ گمان ہے کہ چیچڑی سات سو سال تک زندہ رہتی ہے بغیر کچھ کھائے پیئے۔ علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ یہ بات لغو ہے۔

تعبیر

خواب میں چیچڑی کی تعبیر دشمن اور رذیل حاسد سے دی جاتی ہے۔

القرد

قرد: بندر کو کہتے ہیں اور ہر انسان اس سے واقف ہے۔ اس کی کنیت ابو خالد' ابو حبیب' ابو خلف' ابو ربتہ اور ابو قشۃ آتی ہیں۔ ''القرد'' قاف کے کسرہ اور 'را' کے سکون کے ساتھ ہے۔ اس کی جمع ''قرود'' آتی ہے۔ قاف پر کسرہ اور را پر فتحہ۔ مؤنث کے لئے قردۃ استعمال ہوتا ہے۔ قاف پر کسرہ اور سکون را کے ساتھ۔ اور مونث کی جمع قرد قاف کے کسرہ اور را پر فتحہ کے ساتھ آتی ہے۔

بندر ایک بدصورت جانور ہے مگر اس کے باوجود اس میں ملاحت وذکاوت پائی جاتی ہے اور اس قدر زود فہم ہوتا ہے کہ بہت سے کام بہت جلد سیکھ لیتا ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ ملک النوبہ نے خلیفہ متوکل کے پاس دو بندر بطور ہدیہ بھیجے تھے جن میں سے ایک درزی کا اور دوسرا رنگ سازی کا کام جانتا تھا۔ خاص طور سے یمن کے لوگوں نے بندروں کو اپنے کام کاج کے لئے سدھالیا ہے اور وہ ان کو مختلف قسم کے کام سکھا کر باقاعدہ وہ کام ان سے کراتے ہیں۔ چنانچہ بہت سے قصاب وبقال جب کبھی کسی ضرورت سے اپنی دوکان چھوڑ کر جاتے ہیں تو بندر کو پاسبانی کے لئے بٹھا جاتے ہیں۔ اور بعض لوگ بندروں کو چوری کرنا سکھادیتے ہیں۔ چنانچہ ایسے بندر مستقل چوری کرنے کی فکر میں رہتے ہیں اور اکثر اِدھر اُدھر سے چیزیں چرا کر اپنے مالک کے پاس لے جاتے ہیں۔

بندریا ایک بار میں کئی کئی بچے دیتی ہے اور بعض دفعہ ان کی تعداد دس اور بارہ بچوں تک دیکھی گئی ہے۔ بندر دیگر جانوروں کی نسبت انسان سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ چنانچہ یہ انسانوں کی طرح ہنستا ہے۔ خوش ہوتا ہے بیٹھنا' باتیں کرنا' ہاتھوں سے چیزیں لینا دینا' ہاتھوں پیروں کی انگلیوں کا جدا جدا ہونا' یہ سب چیزیں انسانوں سے مشابہت رکھتی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ انسانوں کی طرح بہت جلد تعلیم قبول کر لیتا ہے اور انسان سے بہت مانوس ہو جاتا ہے۔ بوقتِ ضرورت پچھلے دو پاؤں پر کھڑا ہونا' آنکھوں میں اوپر اور نیچے پلکوں کا ہونا' پانی میں گر کر ڈوب جانا' نر و مادہ کا جوڑا ہونا' مادہ پر غیرت آنا' اور عورتوں کی طرح اپنے بچوں کو گود میں لئے پھرنا۔ مذکورہ جملہ خصائل انسانی خاصہ میں داخل ہیں اور سوائے بندر کے دیگر حیوانات میں بہت کم پائے جاتے ہیں۔

جب بندر کی خواہش نفسانی بہت بڑھ جاتی ہے اور اس کو پورا کرنے کی فطرح تکمیل نہیں ہوتی تو یہ اپنے منہ سے اس خواہش کو پورا کرتا ہے (جس طرح بہت سے انسان غیر فطری طریقہ سے اپنی نفسانی خواہش کی تکمیل کرتے ہیں) بندروں میں ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ جب یہ سوتے ہیں تو ایک دوسرے سے مل کر قطار میں سوتے ہیں۔ جب ان پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے تو قطار کے بائیں۔ طرف کا پہلا بندر جاگ جاتا ہے اور ایک آواز نکالتا ہے جس سے اس کے پہلو کا دوسرا بندر جاگ اٹھتا ہے اور پھر وہ بھی ایسی ہی آواز نکالتا ہے اور اس طرح ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام بندر جاگ جاتے ہیں اور پوری رات میں وہ کئی کئی بار ایسا کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک سیلانی جانور ہے' رات کہیں کرتا ہے اور صبح کہیں۔

جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ بندر میں تعلیم قبول کرنے کی بڑی صلاحیت ہوتی ہے۔ چنانچہ یزید بن معاویہؓ کے لئے ایک بندر کو گدھے

کی سواری کرنا سکھایا گیا تھا وہ اس گدھے پر سوار ہو کر یزید بن معاویہؓ کے گھوڑے کے ساتھ ساتھ چلتا تھا۔

ابن عدی نے اپنی کتاب ''الکامل'' میں احمد بن طاہر بن حرملہ ابن اخی حرملہ بن یحییٰ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رملہ میں ایک بندر دیکھا تھا جو زرگری کا کام کرتا تھا اور جب اس کو دھونکنے کی ضرورت پڑتی تو وہ اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص کو اشارہ کرتا۔ چنانچہ اس کا اشارہ پا کر وہ آدمی بھٹی میں پھونک مارتا۔

اسی کتاب میں محمد بن یوسف بن المنکدر کے حالات میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی بندر کو دیکھتے تو سجدہ میں گر پڑتے۔

ضمام بن اسماعیل کے حالات میں ابوقبیلؒ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہؓ جمعہ کے دن تقریر کرنے کے لئے منبر پر کھڑے ہوئے اور دوران تقریر آپ نے فرمایا کہ ''اے لوگو! تمام مال ہمارا مال ہے اور جو مال کہ غنیمت میں حاصل ہوا وہ بھی ہمارا ہی ہے' اس لئے جس کو ہم چاہیں دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں۔ چنانچہ آپ کی تقریر ختم ہوگئی اور آپ کے ان الفاظ کا حاضرین میں سے کسی نے جواب نہ دیا سب خاموش رہے۔

پھر دوسرا جمعہ آیا اور امیر معاویہؓ نے تقریر کی اور دورانِ تقریر وہی الفاظ دہرائے۔ مگر اس مرتبہ بھی کسی کو جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی۔

اس کے بعد تیسرا جمعہ آیا۔ امیر معاویہؓ نے تقریر شروع کی اور دورانِ تقریر پھر ان ہی الفاظ کو دہرایا۔ اس مرتبہ ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ ''معاویہ خبردار جو ایسا کہا کیونکہ وہ مال ہمارا ہے اور غنیمت بھی ہماری ہے۔ اس لئے اگر کوئی ہمارے اور اس مال کے درمیان آڑے آئے گا تو ہم اپنی تلواروں کے ذریعے (یعنی آپ سے لڑ کر) اللہ تعالیٰ کو اس معاملے میں حکم بنا دیں گے''۔

یہ جواب سن کر امیر معاویہؓ منبر سے اتر گئے اور اندر چلے گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ اس کے بعد اس آدمی کو بلوایا۔ یہ معاملہ دیکھ کر حاضرین آپس میں کہنے لگے کہ آج اس عرب کی خیر معلوم نہیں ہوتی۔ کچھ دیر بعد تمام دروازے کھول دیئے گئے اور تمام حاضرین کو اندر بلوا لیا گیا۔ چنانچہ جب لوگ اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ شخص خلیفہ کے پہلو میں تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔

امیر معاویہؓ نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ لوگو اس شخص نے مجھ کو زندہ کر دیا۔ خدا اس کو زندہ رکھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے بعد ایسے آئمہ آئیں گے کہ اگر وہ کوئی (ناجائز) بات زبان سے نکالیں گے تو کوئی ان کا جواب دینے والا نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسے لوگ (ائمہ) اس طرح جہنم میں داخل ہوں گے جس طرح کہ بندر آگے پیچھے کسی جگہ میں داخل ہوتے ہیں''۔

جب میں نے پہلے جمعہ کو وہ الفاظ کہے تھے تو کسی نے مجھ کو نہیں ٹوکا تھا تو اس سے مجھ کو اندازہ ہوا کہ کہیں میں بھی ان ہی ائمہ میں شمار نہ ہوں۔ چنانچہ دوسرے جمعہ کو میں نے پھر وہی الفاظ دوہرائے تو بھی کسی نے مجھ کو کوئی جواب نہ دیا۔ لہٰذا میں نے دل میں کہا کہ میں بھی ان ہی آئمہ کے زمرہ میں ہوں۔ پھر جب تیسرا جمعہ آیا تو میں نے پھر ان الفاظ کا اعادہ کیا تو یہ شخص اٹھا اور اس نے میری تردید کی۔ اس کی اس تردید نے مجھ کو (گویا) مردہ سے زندہ کر دیا اور مجھ کو یقین آیا کہ (اللہ کا شکر ہے) ان ائمۃ السوء میں سے نہیں ہوں۔ اس کے بعد حضرت معاویہؓ نے اس شخص کو انعام و اکرام دے کر رخصت کر دیا۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کو ابن سبع نے ''شفاء الصدور'' میں' طبرانی نے اپنی کتاب معجم الکبیر و اوسط میں اور حافظ ابویعلیٰ موصلی نے اسی طرح نقل کیا ہے اور اس کے جملہ رجال ثقات ہیں۔

قزوینی نے عجائب المخلوقات میں لکھا ہے کہ جو شخص دس روز تک صبح صبح لگا تار بندر کے درشن کرے تو اس کو سرور حاصل ہوگا اور رنج و غم اس کے پاس بھی نہ آئیں گے اور اس کے رزق میں وسعت ہوگی۔ عورتیں اس سے محبت کرنے لگیں گی اور وہ ان کو اچھا لگنے لگے گا۔ علامہ دمیری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس قسم کا عقیدہ قابل بطلان ہے۔

فائدہ:۔ امام احمدؒ نے ابی صالح سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص کشتی میں شراب رکھ کر فروخت کرنے کے لئے نکلا تو اس کے ساتھ اس کا ایک پالتو بندر بھی تھا۔ چنانچہ یہ شخص جب بھی کسی کو شراب فروخت کرتا اس میں چپکے سے پانی ملا دیتا۔ چنانچہ جب اس نے تمام شراب فروخت کر لی تو بندر نے اس کے روپوں کی تھیلی اٹھالی اور کشتی کے بادبان پر چڑھ گیا۔ وہ آدمی حیرت اور پریشانی سے بندر کو دیکھنے لگا تو بندر نے تھیلی کا منہ کھولا اور ایک دینار کشتی میں پھینک دیا۔ پھر اس نے دوسرا دینار نکالا اور اس کو دریا میں پھینک دیا۔ چنانچہ اس نے تمام تھیلی اسی طرح خالی کر دی۔ یعنی ایک دینار کشتی میں اور ایک دینار دریا میں پھینکتا رہا اور اس طرح اس نے آدھے دینار دریا میں اور آدھے کشتی میں پھینک دیئے۔ گویا اس نے پانی کے دام پانی میں اور شراب کے دام شراب فروش کو برابر تقسیم کر دیئے۔

مذکورہ روایت کے ہم معنی ایک روایت امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دودھ میں پانی نہ ملاؤ کیونکہ تم سے پہلے ایک آدمی دودھ میں پانی ملا کر فروخت کیا کرتا تھا پس ایک دن اس نے ایک بندر خریدا اور اس کو اپنے ساتھ لے کر دریائی سفر پر روانہ ہوا۔ چنانچہ جب کشتی دریا کے درمیان میں پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے بندر کے دل میں اس کے مال یعنی دیناروں کی تھیلی کا خیال پیدا کر دیا۔ چنانچہ بندر نے اپنے مالک کی دیناروں کی تھیلی اٹھائی اور کشتی کے بادبان پر چڑھ گیا اور وہوں سے اس نے تھیلی کھول کر ایک دینار کشتی میں اور ایک دینار دریان میں پھینکنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ تھیلی خالی ہوگئی۔ اس طرح اس نے پانی کی قیمت پانی میں اور دودھ کی قیمت کشتی میں برابر ڈال دی''۔

''حاکمؒ نے مستدرک میں اصم سے انہوں نے ربیع سے اور انہوں نے شافعیؒ سے انہوں نے یحیٰی بن سلیم سے اور انہوں نے ابن جریجؒ سے اور انہوں نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ کی خدمت حاضر ہوا آپ اس وقت کلام پاک کی تلاوت کرر ہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے''۔ (یہ واقعہ آپ کے نابینا ہونے سے قبل کا ہے) میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ اس آیت نے مجھ کو رلا رکھا ہے۔'' وَاسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ '' (اس بستی کے بارے میں جو ساحل بحر پر واقع تھی الخ) پھر آپ نے مجھ سے معلوم کیا کہ کیا تم ''کو جانتے ہو؟ میں نے پوچھا کہ ایلہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایلہ یہودیوں کا ایک شہر تھا۔ اس شہر والوں پر اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار حرام کر دیا تھا اور ہفتہ کے دن بہت ہی موٹی اور بڑی بڑی مچھلیاں کثرت سے دریا میں آتی تھیں مگر جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو یہود کو ان کے پکڑنے میں بڑی محنت اور جاں فشانی اٹھانی پڑتی۔

چنانچہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے (لالچ میں آکر) ہفتہ کے دن ایک مچھلی پکڑ لی اور اس کو دریا کے کنارے ایک کھونٹی سے باندھ کر دریا میں چھوڑ دیا اور جب ہفتہ کا دن گزر گیا (یعنی اگلے دن) تو اس کو پانی سے نکال کر لے آیا اور اس کو پکا کر اس نے اور اس کے گھر والوں نے بڑے مزے سے کھایا۔ یہ دیکھ کر (یعنی اس کے حیلہ کو دیکھ کر) اس کے باقی کنبے کے لوگ بھی ایسا ہی کرنے لگے۔ پھر جب اس کے پڑوسیوں کو مچھلی کے بھننے کی خوشبو گئی تو انہوں نے ان کی دیکھا دیکھی یہی کام کرنا شروع کر دیا۔ اور پھر رفتہ رفتہ

ہفتہ کے دن بھی یہود مچھلی پکڑنے لگے اور اس طرح ان میں تین فرقے ہو گئے۔ ایک وہ جو ہفتہ کے دن مچھلی پکڑتے تھے اور دوسرے وہ جو اس سے منع کرتے تھے (یعنی حکم خداوندی کے پابند تھے) تیسرے وہ جو یہ کہتے تھے کہ جس قوم کو اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے ان کو تم کیوں نصیحت کرتے ہو۔

منع کرنے والا فرقہ کہتا تھا کہ ہم تم کو اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب سے ڈراتے ہیں اور ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو خسف (زمین میں دھنسنا) یا قذف (سنگ باری) یا اور کسی عذاب سے ہلاک کر ڈالے۔ خدا کی قسم! ہم اب اس شہر میں جس میں تم ہو نہیں رہیں گے۔ چنانچہ یہ کہہ کر وہ فرقہ شہر پناہ سے باہر چلا گیا اور پھر اگلے دن وہ صبح کو واپس آئے اور شہر پناہ کا دروازہ کھٹکھٹایا مگر ان کو کوئی جواب نہ ملا۔ پھر ان میں سے ایک شخص شہر پناہ کی دیوار پر چڑھ گیا اور شہر میں جھانکا تو کہنے لگا کہ یہاں تو بجائے انسانوں کے دم دار بندر نظر آ رہے ہیں اور چیں چیں کر رہے ہیں۔

پھر اس شخص نے دیوار پر سے اندر اتر کر شہر کا دروازہ کھولا اور سب لوگ اندر داخل ہو گئے۔ بندروں نے اپنے اپنے رشتہ داروں کو پہچان لیا مگر انسانوں کو اپنے رشتہ داروں کی شناخت نہ ہو سکی۔ بندر اپنے اپنے رشتہ داروں کے پاس دوڑ دوڑ کر آتے اور ان سے لپٹ جاتے۔ لوگ ان سے پوچھتے کہ تم فلاں ہو یا فلانی ہو (یعنی وہ لوگ ان بندروں سے تعارف کراتے اور معلوم کرتے کہ تم میرے فلاں رشتہ دار ہو) بندر اثبات یا نفی میں گردن ہلاتے (تو وہ سر کے اشارے سے جواب دیتے) اور رونے لگتے۔

یہ قصہ سنا کر حضرت ابن عباسؓ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی "فَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ" (پھر بچا لیا ہم نے ان لوگوں کو جو گناہ سے روکتے تھے اور جن لوگوں نے ظلم یعنی نافرمانی کی تھی ان کو ان کی نافرمانی کے سبب سخت عذاب میں پکڑ لیا) اور پھر فرمایا کہ نہ معلوم اس تیسرے فرقہ کا کیا حال ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ میں آپ کے قربان جاؤں چونکہ وہ فرقہ بھی ان کی اس حرکت (نافرمانی) کو ناپسند کرتا تھا اور اسی وجہ سے وہ دوسرے فرقہ سے کہتا تھا کہ جن کو اللہ تعالیٰ (عنقریب) ہلاک کرنے والا ہے ان کو کیوں نصیحت کرتے ہو۔ چنانچہ میرے نزدیک، یہ تیسرا فرقہ بھی فرقہ ناجیہ میں شامل ہوا (عکرمہؓ کہتے ہیں) حضرت ابن عباسؓ کو میری یہ تاویل پسند آئی اور آپ نے (بطور انعام یا خوشی میں) دو موٹی اچھی قسم کی چادریں منگا کر مجھے اوڑھا دیں۔

"ایلہ" مدین اور طور کے درمیان دریا کے کنارے ایک شہر تھا۔ لیکن زہری نے کہا ہے کہ یہ واقعہ شہر "طبریہ" کا ہے۔

طبرانی نے اپنی کتاب معجم الاوسط میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی ایک حدیث نقل کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخیر زمانہ میں ایک عورت آئے گی تو وہ اپنے شوہر کو بندر کی صورت میں (مسخ) پائے گی اور اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اس کا شوہر قدرت کا قائل نہیں ہوگا۔

فائدہ

ممسوخ کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا ان کی نسل چلی یا منقطع ہو گئی تھی۔ چنانچہ زجاج اور قاضی ابوبکر ابن عربی مالکی وغیرہ اس بات کے قائل ہیں کہ ان ممسوخ بندروں کی نسل چلی مگر جمہور حضرات کا فیصلہ یہ ہے کہ ان کی نسل کا چلنا ناممکن تھا۔ کیونکہ جو لوگ ممسوخ ہوئے تھے ان کا کھانا پینا بالکل بند ہو گیا تھا۔ یعنی وہ کچھ بھی کھاتے پیتے نہ تھے۔ چنانچہ وہ تین دن سے زیادہ زندہ نہ رہے اور یہی قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے۔

زجاج اور قاضی ابوبکر وغیرہ اپنے قول کی دلیل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ قول پیش کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ نبی اسرائیل کی قوم میں سے کافی لوگوں کو ہم نے گم کر دیا اور یہ معلوم نہیں کہ وہ کس حال میں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟ اور رہا چوہا کا معاملہ تو کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ اونٹ کا دودھ نہیں پیتے جبکہ دیگر جانوروں کا دودھ پی لیتے ہیں۔

اسی طرح ایک روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے جس میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گوہ کا گوشت لایا گیا تو آپؐ نے اس کو نہیں کھایا اور ساتھ ساتھ فرمایا کہ مجھے شبہ ہے کہ گوہ ممسوخ میں سے ہے۔ ان دونوں حدیثوں یعنی فار اور ضب کو ان حضرات نے بطور دلیل پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ ممسوخ دنیا میں باقی رہے اور ان کی نسل بھی چلی۔

شرعی حکم

ہمارے نزدیک بندر کا گوشت حرام ہے اور اسی کے قائل حضرت عکرمہ، عطاء، مجاہد، حسن اور ابن حبیب مالکی وغیرہ ہیں۔ لیکن امام مالکؒ اور ان کے جمہور اصحاب نے بندر کے گوشت کو حلال کہا ہے اور اس کی خرید و فروخت جائز ہے۔ اس لئے کہ اس کو تعلیم دی جا سکتی ہے اور وہ بہت سے کاموں کو آسانی سے انجام دیتا ہے۔

ابن عبدالبر نے اپنی "تمہید" کے اوائل میں لکھا ہے کہ بندر کو گوشت اور اس کی بیع حرام ہے اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں اور ہم نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے بندر کے گوشت کی اجازت دی ہو اور نہ ہم نے اہلِ عرب وغیر عرب" میں سے کسی کو بندر کا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا۔ اور امام شعبی سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بندر کا گوشت کھانے سے منع فرمایا اس لئے کہ وہ درندوں میں سے ہے۔

طبی خواص

جاحظ نے کہا ہے کہ بندر کا گوشت کتے کے گوشت سے بھی زیادہ برا ہوتا ہے۔ ابن سوید کا کہنا ہے کہ اگر انسان کے بدن پر بندر کا دانت لٹکا دیا جائے تو اس کو گہری نیند نہیں آسکتی اور نہ اس کو ڈر لگے گا۔ بندر کا گوشت جذام کے مریض کے لئے فائدہ مند ہے۔ اگر بندر کی کھال کو کسی درخت پر لٹکا دیا جائے تو اس درخت کو جاڑے اور پالے (برف) وغیرہ سے کچھ نقصان نہ ہوگا۔

اگر بندر کی کھال کی چھلنی بنا کر اس میں غلہ کا بیج چھان لیں اور اس کو بوئیں تو وہ کھیت ٹڈی دل کی آفت سے محفوظ رہیں گے۔ اگر کسی شخص کو بندر کا گرم گرم خون پلا دیا جائے تو وہ فوراً ہی گونگا ہو جائے گا۔

بندر جب بھی کوئی زہر آلود کھانا دیکھ لیتا ہے تو چلانے لگتا ہے۔

اگر کسی سوتے ہوئے آدمی کے سر کے نیچے بندر کا بال رکھ دیا جائے تو اس کو بہت ہی ڈراؤنے خواب نظر آئیں گے۔

ضرب الامثال

اہلِ عرب کہتے ہیں "احکی من قرد" یعنی بندرے سے زیادہ نقل اتارنے والا کیونکہ بندر نقل کرنے میں بہت ماہر ہوتا ہے اور خاص طور سے انسان جو کام کرتا ہے بندر بھی اس کو دیکھ کر اس کی نقل کرتا ہے۔

تعبیر

بندر کو خواب میں دیکھنا ایسے شخص کو دیکھنا ہے جس میں ہر قسم کے عیوب موجود ہوں۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ بندروں سے لڑ رہا ہے اور بندر اس پر غالب آگئے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص کسی بیماری میں گرفتار ہوگا مگر پھر صحت یاب ہو جائے گا۔ بندر کی تعبیر

کبھی کبھی بیمارے سے بھی کی جاتی ہے۔اگر کسی نے خواب میں بندر کا گوشت کھایا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی بیماری میں گرفتار ہوگا اور کوئی بھی علاج کارگر نہ ہوگا۔نصاریٰ نے کہا ہے جو خواب میں بندر کا گوشت کھائے گا وہ اپنی زندگی میں نئی نئی چیزیں پہنے گا۔اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ بندر اس کو دانتوں سے کاٹ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا کسی سے جھگڑا ہوگا۔

اگر کوئی شخص خواب میں بندر کو اپنے بستر پر دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی یہودی عورت سے زنا کرے گا۔اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ کھانا کھا رہا ہے اور اس کے ساتھ دستر خوان پر بندر بھی موجود ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ کسی گناہ کبیرہ کی وجہ سے (اس کو حاصل) کوئی نعمت جاتی رہے گی۔

جاماسب نے کہا ہے کہ اگر کسی نے خواب میں بندر کا شکار کیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ سحر اور جادو سے فائدہ حاصل کرے گا۔

القردوح

قردوح:ایک قسم کی چیچڑی کو کہتے ہیں جو کہ عام چیچڑی سے جسامت میں بڑی ہوتی ہے۔ابن سیدہ نے ایسا ہی لکھا ہے۔

اَلْقِرْشُ

قِرْشُ : قاف کے کسرہ اور را کے سکون کے ساتھ۔یہ بحری جانوروں میں سب سے بڑا جانور ہے جو کشتیوں کو دریا میں چلنے سے روکتا ہے اور ان کو ٹکریں مار مار کر توڑ دیتا ہے۔

زمخشریؒ نے کہا کہ میں مکۃ المکرمہ میں باب بنی شیبہ کے پاس لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور باتیں ہو رہی تھیں۔ایک تاجر نے میرے سامنے قرش (مچھلی) کی صفت بیان کی کہ اس کا چہرہ گول اور اس کی لمبائی چوڑائی اتنی ہوتی ہے کہ جتنا باب بنی شیبہ اور خانہ کعبہ کے درمیان فاصلہ ہے اور جب یہ بڑی بڑی کشتیوں پر حملہ کرتی ہے تو اس کو سوائے مشعلوں (آگ) کے اور کسی چیز سے نہیں بھگایا جا سکتا۔ جب مشعلوں کی تیز روشنی بجلی کی طرح اس کے چہرہ پر پڑتی ہے تو یہ بھاگ جاتی ہے۔کیونکہ یہ آگ کے سوا اور کسی چیز نہیں ڈرتی۔ابن سیدہ کا قول ہے کہ قریش ایک بحری جانور ہے جو کسی جانور کو بغیر کھائے نہیں چھوڑتا۔اسی وجہ سے تمام جانور اس سے ڈرتے ہیں۔عرب کے سب سے بڑی اور معزز قوم کا نام قریش اسی نسبت سے رکھا گیا ہے کیونکہ وہ کسی کے تابع نہیں ہوتے اور کسی کی پرواہ بھی نہیں کرتے۔ مطرزی نے کہا ہے کہ قریش دریا میں تمام جانوروں کا سردار اور سب سے بڑا ہے۔اسی طرح عرب کا قبیلہ قریش بھی تمام قبیلوں کا سردار اور عالی مرتبہ ہے۔

ابوالخطاب بن دحیہ نے قبیلہ قریش کے بارے میں کلام کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس قبیلہ کا نام قریش کب اور کس نے رکھا اس میں بہت اختلاف ہے اور اس سلسلہ میں بیس اقوال ہیں۔کسی شاعر کا قول ہے۔

وقریش هي التي تسکن البحر بها سمیت قریش قریشا

اور قریش وہ جانور ہے جو سمندر میں رہتا ہے اسی سے قریش کا نام قریش ہوگیا۔

تاکل الغث و السمین ولا تترک فیه لذی جناحین ریشا

وہ کسی دبلے یا موٹے جانور کو کھائے بغیر نہیں چھوڑتا اور نہ کسی پردار جانور کے پر چھوڑتا ہے۔

هكذا فی البلاد حی قریش ياكلون البلاد اكلا كميشا

قبیلہ قریش کا بھی شہروں میں یہی حال ہے کہ وہ شہروں کو جلد جلد کھاتا چلا جاتا ہے۔

ولهم آخر الزمان نبی يكثر القتل فيهم والخموشا

آخر زمانہ میں اس قبیلہ میں ایک نبی مبعوث ہوں گے جو ان میں قتل کی کثرت فرما دیں گے۔ یعنی ان سے جہاد کریں گے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ حسب ونسب وشرف سے متعلق مشکوٰۃ میں ترمذی کی ایک حدیث ہے جو انہوں نے بروایت حضرت عباسؓ نقل کی ہے کہ:۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں محمدؐ ہوں عبداللہ کا بیٹا اور عبدالمطلب کا پوتا' اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو مجھ کو اچھے گروہ (یعنی انسان) میں پیدا کیا اور پھر انسانوں میں دو فرقے عرب اور عجم رکھے تو مجھ کو اچھے فرقہ (یعنی عرب) میں رکھا۔ پھر عرب میں کئی قبیلے بنائے اور مجھ کو بہترین قبیلہ (یعنی قریش) میں پیدا کیا۔ پھر قریش کے کئی خاندان بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے خاندان (یعنی بنی ہاشم) میں رکھا۔ لہٰذا میں ذاتی طور پر بھی اور خاندانی حیثیت میں بھی سب سے اچھا ہوں''۔

''ایک دوسری حدیث میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں سفاح سے پیدا نہیں ہوا۔ سفاح جاہلیت کا کوئی اثر مجھ کو نہیں پہنچا''۔

اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں اور ابو نعیم وابن عساکر نے روایت کیا ہے۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ان اشعار ذیل میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

محمدٌ خير جميع الخلق جاء من الحق لنا بالحق

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔ حق تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لئے دین حق لے کر آئے ہیں

دعوة ابراهيم الخليل بشارة المسيح فی التنزيل

آپ قرآن پاک میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی دعا کے مصداق اور حضرت مسیحؑ کی بشارت تھے۔

أطيب الاصول والفروع الطاهر المحتد والينبوع

آپ اپنے حسب کے اصول وفروع میں پاک وصاف تھے۔

آباؤه قد طهرت انسابا وشرفت بين الورى احسابا

آپ کے آباؤ اجداد باعتبار نسب کے طاہر (یعنی پاک) تھے اور جملہ مخلوق میں شریف الحسب تھے۔

نكاحهم مثل نكاح الاسلام كذا رواه انجباء الاعلام

آپ کے آباء واجداد کا نکاح' نکاح اسلام کے مطابق تھا۔ اسلم کے شرفاء محدثین نے ایسے ہی روایت کی ہے۔

ومن ابی اوشک فی هذا كفر وذنبه بماجناه ما اغتفر

اور جو شخص اس بارے میں انکار یا شک کرے وہ کافر ہے اور اس کا یہ گناہ قابلِ معافی نہیں ہے۔

نقل ذا الحافظ قطب الدين عن صاحب البيان والتبيين

اس فتویٰ کو حافظ قطب الدین نے صاحب البیان والتبیین سے نقل کیا ہے۔

شرعی حکم

ہمارے شیخ حضرت جمال الدین استوی نے قرش کے حلال ہونے پر فتویٰ دیا ہے اور اسی طرح شیخ محبّ الدین طبری شارح تنبیہ نے مگرمچھ پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے کہ قرش حلال ہے اور ابن الاثیر کی نہایہ میں بھی قرش کے حلال ہونے کی تصریح ہے۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول کہ "قرش تو سب جانوروں کو کھالیتا ہے لیکن اسے کوئی نہیں کھاتا" کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ یہ تمام جانوروں کو کھالیتا ہے لیکن کوئی جانور اس کو نہیں کھاسکتا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جمہور کا بیان حلت اور امام شافعی کی تصریح اور آیت قرآن بھی قرش کے حلال ہونے پر دال ہیں اس لئے کہ یہ مچھلی کی ایک قسم ہے اور وہ حیوان ہے جو صرف پانی میں رہتا ہے۔

امام نوویؒ نے شرح مہذب میں بیان کیا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ ہر دریائی حیوان حلال ہے اور علمائے کرام نے جو استثناء کیا ہے وہ صرف ان جانوروں کے لئے ہے جو پانی کے علاوہ خشکی میں بھی زندگی بسر کرتے ہیں۔

تعبیر

قرش کو خواب میں دیکھنے پر اس کی تعبیر علو ہمت اور شرافت نسب سے کی جاتی ہے۔ اس لئے کہ وہ خود عالی ہے اور دریا میں اس سے برتر کوئی نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

القرقس

قرقس: مچھر کو کہتے ہیں۔ شوافع حضرات نے بیان کیا ہے کہ محرم وغیرہ کے لئے تکلیف دہ (موذی) جانوروں کا مارنا مستحب ہے جیسا کہ سانپ، بچھو، سور، پاگل کتا، کوا، چیل، بھڑ، شیر، چیتا، ریچھ، گدھ، عقاب، پسو، کھٹمل، بندر، لنگور اور ان جیسے موذی حیوانات۔

القرشام و القرشوم والقراشم

"القرشام و القرشوم والقراشم" اس سے مراد موٹی چیچڑی ہے۔

القرعبلانة

"القرعبلانة" اس سے مراد ایک لمبا کیڑا ہے۔ اس کی تصغیر "قریعبة" آتی ہے۔ جوہری نے اسی طرح کہا ہے۔

القرعوش

"القرعوش" اس سے مراد غلیظ (گندی) چیچڑی ہے۔

القرقف

"القرقف" (بروزن ھدھد) اس سے مراد ایک چھوٹا پرندہ ہے۔

القرلی

(ایک پرندہ) قرلی: حوالیقی نے کہا ہے کہ لفظ ''قرلی'' معرب ہے اور یہ فارسی کا لفظ تھا جس کو عربی میں استعمال کرنے لگے۔ میدانی نے کہا ہے کہ قرلی ایک چھوٹا سا پرندہ ہے اور جس کی نگاہ بہت تیز ہوتی ہے اور یہ کسی بھی چیز کو بہت تیزی سے اچک لیتا ہے۔ یہ پانی کے اوپر اڑتا رہتا ہے اور جیسے ہی اس کو پانی میں کوئی مچھلی وغیرہ نظر آتی ہے تو یہ غوطہ لگا کر پانی سے اس کو اٹھا لیتا ہے۔

کہتے ہیں کہ اس کی نظر چیل اور گدھ سے بھی تیز ہوتی ہے اور یہ پانی کے اندر کی بہت ہی چھوٹی چھوٹی مچھلیوں اُن کے بچوں کی (چال) تک کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہ پانی میں کسی شکار پر حملہ کرتا ہے تو چوکتا نہیں یعنی اس کا حملہ نا کام نہیں ہوتا۔

القرمل

''القرمل'' اس سے مراد بختی اونٹ کا بچہ ہے۔

القرمید

''القرمید'' اس سے مراد ''الارویة'' (پہاڑی بکری) ہے۔

القرمود

''القرمود'' (قاف کے فتحہ کے ساتھ) ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد پہاڑی بکرا ہے۔

القرنبی

''القرنبی'' اس سے مراد لمبی ٹانگوں والا ایک کیڑا ہے جو گبریلا کے مشابہ ہوتا ہے یا جسامت میں اس سے (یعنی گبریلا سے) بڑا ہوتا ہے۔

القرھب

''القرھب'' (بروزن ثعلب) جوہری نے کہا ہے کہ اس سے مراد بوڑھا بیل ہے۔

القزر

''القزر'' (قاف اور زاء کے کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد درندوں کی ایک قسم (یعنی ایک قسم کا درندہ) ہے۔

القرم

''المقرم''اس سے مراد اونٹ کی قسم کا سانڈ (یعنی نر اونٹ) ہے۔اس کی جمع ''قروم'' ہے۔'القرم' مردوں میں سے بڑے سردار کو کہا جاتا ہے جو تجربہ کار بھی ہو۔

اَلقُرة

(مینڈک) قرة: قاف کے ضمہ کے ساتھ' جوہری نے کہا ہے کہ قرۃ کے معنی مینڈک کے ہیں۔

القسورہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:۔

'' كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ. فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ. ''

(یعنی یہ جنگلی گدھے ہیں جو شیر سے ڈر کر بھاگ پڑے ہیں''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ''قسورہ'' سے شیر ہی کو سمجھایا ہے۔بزار نے اسناد صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ القسورہ سے مراد شیر (الاسد) ہی ہے۔

حدیث میں قسورہ کا تذکرہ:

''ابن طبرزد نے اپنی سند سے جو حکم بن عبداللہ بن خطاب تک پہنچتی ہے' عبداللہ بن خطاب نے زہری سے انہوں نے ابی واقد سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب مقام جابیہ میں فروکش ہوئے تو بنی تغلب کا ایک شخص ان کے پاس آیا' ایک شیر کو لے کر جو کہ ایک پنجرے میں بند تھا۔اس شخص کا نام روح بن حبیب تھا۔اس نے شیر کے پنجرے کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دیا۔حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کے دانت یا ناخن تو نہیں توڑ ڈالے' تو روح بن حبیب نے کہا کہ نہیں۔حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ الحمد للہ! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کوئی شکار اسی وقت شکار ہوتا ہے جبکہ اس کی تسبیح میں کمی آ جاتی ہے''۔(اس کے بعد حضرت عمرؓ نے قسورہ (شیر) کو مخاطب کر کے فرمایا اے قسورہ (شیر) تو اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جا۔اس کے بعد روح بن حبیب نے اس کو چھوڑ دیا''۔

القشعبان

(گدھ) قشعبان: بروزن عقربان ثعلبان ایک کیڑا ہے العباب میں مذکور ہے کہ اس سے مراد گبریلا کی مثل۔

القصیری

(سانپ) قصیری: یہ مقصور بھی ہے اور مصغر بھی۔ایک بڑے سانپ کی قسم کو قصیری کہتے ہیں:۔

القط

القط: بلی کو کہتے ہیں۔ مونث کے لئے "قطۃ" اور جمع "قطاط" وقططہ استعمال ہوتا ہے۔ ابن درید کا کہنا ہے کہ میں اس کو صحیح عربیت میں شمار نہیں کرتا مگر علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ ابن درید کا قول غلط ہے۔ کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جہنم کا منظر دکھایا گیا۔ پس میں نے اس عورت کو جہنم میں دیکھا۔ جس نے کہ دنیا میں ایک بلی پال رکھی تھی اور نہ وہ اس کو کھانے کو دیتی تھی اور نہ اس کی رسی کھولتی تھی تا کہ وہ اپنی خوراک تلاش کرے۔

القطاء

القطاء: ایک مشہور معروف پرندہ ہے۔ اس کا واحد "قطاط" اور جمع قطوات و "قطیات" آتی ہیں۔ رافعی نے کہا ہے کہ "القطاء" کبوتر کی ایک قسم کو ہی کہتے ہیں۔

شرعی حکم

اس کا کھانا بالا جماع حلال ہے۔

رافعی اور دیگر بعض حضرات نے کتاب الحج میں ذکر کیا ہے کہ "قطاء کبوتر کی ہی ایک قسم ہے۔" لہٰذا اگر کوئی شخص حالت احرام میں قطاء کو ہلاک کر دے، تو اس پر ایک بکری (صدقہ کرنا) واجب ہوگی۔ اگر چہ اس کا مثل ہی دستیاب کیوں نہ ہو۔ محب الدین طبری نے کہا کہ یہی بات جوہری نے بھی قطاء کے بارے میں لکھی ہے۔ حالانکہ مشہور اس کے خلاف ہے۔

طبی خواص

قطاء کی ہڈیوں کو جلا کر روغن زیتون کے ساتھ جوش دیں اور پھر اس کو کسی گنجے کے سر پر لیپ کریں تو انشاء اللہ بال نکل آئیں گے۔ اسی طرح اگر اس کو کسی داء الثعلب کے مریض کے سر پر لگائیں تو انشاء اللہ اس کے بھی بال نکل آئیں گے۔ ابن زاہر نے کہا ہے کہ میں نے اس نسخہ کو آزمایا اور مفید پایا۔

قطاء کا گوشت دیر ہضم ہوتا ہے اور بد ہضمی کرتا ہے۔ اگر قطاء کے سر کو سکھا کر اور کسی نئے اونی کپڑے کے ٹکڑے یا تھیلی میں رکھ کر کسی عورت کی ران پر سوتے ہوئے باندھ دیا جائے تو وہ عورت سوتے ہوئے ہی ہر اس راز کو بتا دے گی جو اس نے پوشیدہ کر رکھے ہیں۔ اگر قطاء کے پیٹ (شکم) کو دو حصوں میں چیر دیں اور پھر ان دونوں حصوں کو پکا کر اس کی چربی کو لا کر کسی شیشی میں جمع کر لیں۔ اب اگر اس چربی کی مالش انجانے میں کسی پر بھی کر دی جائے تو وہ شخص مالش کرنے والے سے بے حد محبت کرنے لگے گی۔

قطاء کا حدیث میں تذکرہ:

"ابن حبان وغیرہ نے حضرت ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے کوئی مسجد بنائی چاہے وہ قطاء کے انڈے دینے کے گڑھے کے برابر کیوں نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائیں گے"۔

تعبیر

خواب میں قطاء کی تعبیر صحیح اور صاف بات کرنے پر دال ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ اس کی تعبیر محبت الفت ہے۔ بعض معبرین نے لکھا ہے کہ خواب میں قطاء کا دیکھنا ایسی عورت پر دلالت کرتا ہے۔ جو بے حد خوبصورت ہو اور اس کو اپنی خوب صورتی کا احساس بھی ہو۔ لیکن ایسی عورت خوبصورت تو ہے مگر اس کے اندر (دل میں) محبت نہیں ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

فائدہ: اہلِ عرب قطاء کا وصف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کی چال شرمیلی عورت کی چال کے مشابہ ہے۔ یعنی جس طرح کوئی شرمیلی عورت چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر نزاکت سے چلتی ہے اسی طرح قطاء بھی چلتی ہے۔ کیونکہ یہ بھی شرمیلی عورت یا نئی نویلی دلہن کی طرح چلتی ہے۔

اَلْقَطَّاء

(بڑی مچھلی) القطاء: ایک ''طا'' پر تشدید ہے۔ بعض اہل علم نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ اس مچھلی کی پسلی کی ہڈی سے عمارتیں اور پل وغیرہ تعمیر کئے جاتے ہیں اگر اس مچھلی کی چربی برص کے داغوں پر لگائی جائے تو داغ ختم ہو جائیں گے۔

القطامی

(شکرا) قطامی: قاف پر ضمہ اور فتحہ دونوں صحیح ہیں۔ تیز نظر والے اس شکرا کو کہتے ہیں جو شکار پر نگاہیں جمائے ہوئے ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ ان پرندوں میں سب سے خوبصورت پرندہ ہے جن کے ذریعے شکار کیا جاتا ہے۔

القطرب

قطرب: ایک پرندہ ہے جو تمام رات گھومتا رہتا ہے سوتا نہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ پرندہ رات کو بالکل نہیں سوتا اور مسلسل چکر لگاتا رہتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ قطرب ایک بیماری کا نام ہے جو کہ جنون سے ملتی جلتی ہوتی ہے۔

''قطرب'' محمد بن مستیز نحوی صاحب مثلث کا لقب بھی ہے۔ یہ علم حاصل کرنے کے معاملہ میں انتہائی شوقین بلکہ علم کے حریص تھے۔ چنانچہ اپنے استاد سیبویہ کے درس میں بالکل سویرے بہت پہلے سے آجایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن ان کے استاد سیبویہ نے ان کو صبح بہت سویرے حاضر دیکھ کر کہا کہ تم سوائے قطرب لیل کے اور کچھ نہیں ہو۔ تب ہی سے ان کا لقب قطرب پڑ گیا۔ ان کی وفات ۲۰۶ھ میں ہوئی۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ قطرب اور قطروب میں جو مذکر ہے وہ سعالی کی قسم میں سے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ ''القطارب'' چھوٹے کتوں کو کہتے ہیں اور اس کا واحد ''قطرب'' آتا ہے اور کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ قطرب ایک چھوٹے سے کیڑے کا نام ہے جو مسلسل گھومتا رہتا ہے اور کوشش کے باوجود آرام نہیں کر پاتا۔

امام محمد بن ظفر نے کہا ہے کہ القطرب ایک قسم کا حیوان ہے جو مصر میں لوگوں کو نظر آتا ہے۔ اہلِ مصر اس جانور سے بہت ڈرتے ہیں اور کوئی تفصیل سے اس کے بارے میں گفتگو بھی نہیں کرتا۔ یہ جانور جب کسی شخص کو دیکھ لیتا ہے تو زمین کے اوپر آتا ہے تاکہ اس کو کاٹ لے۔ اگر یہ دیکھتا ہے کہ اس کا حریف جانور طاقتور ہے تو یہ حملہ کرنے سے گریز کرتا ہے لیکن اکثر ایسا دیکھنے میں آیا ہے کہ یہ اپنے حریف کو

بغیر کاٹے نہیں چھوڑتا۔ چنانچہ اس کے کاٹنے سے آدمی مر جاتا ہے۔

اہل مصر جب کسی شخص پر اس کو حملہ آور دیکھتے ہیں تو اس شخص سے پوچھتے ہیں کہ کیا تم منکوح ہو (یعنی کیا تم کو اس نے کاٹ لیا ہے) یا مروع (یعنی کاٹا نہیں صرف گھبراہٹ ہے) چنانچہ اگر وہ شخص کہتا ہے کہ ہاں میں منکوح ہوں تو وہ لوگ اس کی زندگی سے مایوس ہو جاتے ہیں اور کچھ علاج بھی نہیں کرتے۔ لیکن اگر وہ شخص جواب میں کہتا ہے کہ میں مروع ہوں تو اس کا علاج کراتے ہیں۔ چنانچہ علاج سے اس کی گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے اور وہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔

حدیث میں قطرب کا تذکرہ:

حدیث شریف ہے: ''لا یلقین احد کم جیفة لیل قطرب نهار ''۔ علامہ دمیری نے فرمایا ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود کا کلام ہے جس کو آدم بن ابی ایاس عسقلانی نے کتاب الثواب میں موقوفاً روایت کیا ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ موضوع روایت ہے۔

القشعبان

(ایک کیڑا) قشعبان: بروزن مہرجان ایک کیڑے کو کہتے ہیں جو گبریلا کے مشابہ ہوتا ہے۔

القعود

(اونٹ) قعود: اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کو چرواہے نے سواری اور سامان اٹھانے کے لئے خاص کر لیا ہو۔ یعنی چرواہے کی ہر حاجت میں کام آنے والا اونٹ۔ اس کی جمع اقعدة، قعد، قعدان، قعائد آتی ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ القعو بمعنی القلوص یعنی وہ اونٹنی جس پر پہلی مرتبہ سواری کی جائے اور قعود کہا جاتا ہے۔ اس اونٹ کے بچہ کو جو ابھی جوان نہ ہوا ہو کیونکہ جوان ہونے کے بعد اونٹ کو جمل کہا جاتا ہے اور القعو دفصیل کو بھی کہا جاتا ہے۔ اور فصیل اونٹنی کے اس بچہ کو کہتے ہیں جو ماں سے علیحدہ ہو گیا ہو یعنی اس نے ماں کا دودھ پینا چھوڑ دیا ہو۔

القعید

(ٹڈی) قعید: اس ٹڈی کے بچے کو کہتے ہیں جس کے پر ابھی پورے طور پر نہ نکلے ہوں۔

اَلْقُعْقُعُ

(ایک قسم کا کوا) قعقع: بروزن فلفل ایک قسم کے کوے کو کہتے ہیں جو سفید اور سیاہ رنگ کا ہوتا ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ یہ کوے کی ایک قسم ہے مگر اس کی جسامت عام کوے سے کچھ کم ہوتی ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس کا رنگ سیاہ اور سفید ہوتا ہے۔

اَلْقِلُو

(گدھا) قلو: قاف پر کسرہ ہے۔ اس گدھے کو کہتے ہیں جو بہت آہستہ چلتا ہو۔

القلوص

(شترمرغ کا بچہ)قلوص:شتر مرغ کے مادہ بچہ کو کہتے ہیں جو کہ اونٹنی کے بچہ کے مشابہ ہوتا ہے۔اس کی جمع قلص اور قلائص آتی ہے۔جیسے"قدوم" کی جمع قدم وقدائم آتی ہیں۔

قلوص کا حدیث میں تذکرہ:

"ابن مبارک نے زھد اور الرقاق میں معاویہ کے غلام قاسم سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اپنی سرکش اونٹنی پر سوار ہو کر اور (دور ہی سے سلام کیا آنحضور کو پھر جب وہ قریب آنے لگا کہ کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ سکے تو اس کی اونٹنی اس کو لے کر بھاگ گئی۔صحابہؓ کرام اس بات پر ہنس دیئے۔چنانچہ وہ شخص پھر آیا اور جیسے ہی آنحضورؐ کے قریب آنے کی کوشش کی اس کی اونٹنی پھر اس کو لے کر بھاگ گئی۔تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا۔پھر اس کی اونٹنی نے اس کو کھوپڑی سے پکڑ کر مار ڈالا جبکہ وہ اس کو کھینچنے (ہنکانے) کی کوشش کر رہا تھا۔تو صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ!اعرابی کو اس کی اونٹنی نے ہلاک کر دیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"ہاں" لیکن تمہارے منہ (بھی) اس کے خون سے آلودہ ہیں"۔

القلیب

(بھیڑیا)قلیب: بھیڑیئے کو کہتے ہیں۔قلیب بروزن"سکین" جیسے قلوب بروزن خنوص

القمری

(ایک پرندہ)قمری:ایک مشہور پرندہ ہے جس کی آواز بہت ہی سریلی ہوتی ہے۔اس کی کنیت ابوزکری اور ابوطلحہ ہیں۔مونث کے لئے قمریۃ آتا ہے۔اس کے نر (مذکر) کو ساق حر کہتے ہیں اور یہ غیر منصرف ہے۔قمری کی جمع"قماری" آتی ہے۔

فائدہ:۔ ایک مرتبہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ'امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور امام مالکؒ سے کہنے لگا کہ میں قمریوں کی تجارت کرتا ہوں'یعنی قمری بیچتا ہوں۔چنانچہ میں نے ایک دن ایک صاحب کو قمری فروخت کی۔مگر ان صاحب نے یہ کہہ کر قمری کو واپس کر دیا کہ یہ آواز نہیں کرتی یعنی بولتی نہیں۔پس میں نے قسم کھائی کہ اگر میری قمری برابر آواز نہ کرے تو میری بیوی پر طلاق ہے۔چنانچہ امام مالکؒ نے اس شخص سے فرمایا کہ تمہاری بیوی کو طلاق ہو گئی اور تمہارے لئے اب کوئی چارہ نہیں۔

امام شافعیؒ جو اس پوری گفتگو کو سن رہے تھے'انہوں نے اس شخص سے فرمایا کہ کیا تمہاری قمری اکثر وقت آواز کرتی رہتی ہے؟تو اس شخص نے کہا کہ ہاں اکثر وقت چیختی رہتی ہے۔تو حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ تمہاری بیوی کو طلاق نہیں ہوئی۔اس وقت امام شافعیؒ کی عمر چودہ سال تھی۔امام مالکؒ کو جب امام شافعیؒ کے اس جواب کا علم ہوا تو آپ نے امام شافعیؒ کو بلا کر پوچھا کہ"لڑکے"تم نے کیسے ایسا فتویٰ دیا اور تم کو یہ بات کہاں سے حاصل ہوئی؟امام شافعیؒ نے فرمایا کہ بے شک آپ نے ہی مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ زہری نے ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن سے اور عبدالرحمٰن نے ام سلمہ سے کہ فاطمہ بنت قیس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ!مجھ کو ابوجہم اور معاویہ نے پیغامات (شادی کے پیغام) ارسال کئے ہیں'تو آپؐ نے فرمایا کہ معاویہ'فقیر محتاج شخص ہے اور اس کے

پاس کچھ بھی (مال) نہیں ہے اور رہے ابوجہم تو وہ اپنی گردن سے کبھی لاٹھی نہیں رکھتے (نہیں اتارتے) چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول جس میں آپؐ نے ابوجہم کے لئے استعمال کیا یہ مجازاً استعمال فرمایا ہے حالانکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ ابوجہمؓ کھاتے ہیں سوتے اور آرام کرنے کے علاوہ دیگر ضروریات زندگی بھی پوری کرتے ہیں مگر چونکہ اہل عرب دو فعل میں سے اغلب فعل کو مانند مداومت قرار دیتے ہیں اس لئے میں نے بھی ایسا ہی کیا اور اسی حدیث سے استدلال کیا۔ کیونکہ اس شخص کی قمری اکثر وقت (چپ رہنے کے مقابلہ میں زیادہ) آواز کرتی ہے اس لئے میں نے اس کے دو فعل میں سے اغلب فعل کو دائمی قرار دیا۔ امام مالکؒ نے امام شافعیؒ کے اس استدلال کو سن کر بڑے متعجب ہوئے اور امام شافعیؒ سے فرمایا کہ اب تم کو فتویٰ دینے کی اجازات ہے۔ چنانچہ امام شافعیؒ نے چودہ سال کی عمر سے فتویٰ دینا شروع کر دیا تھا۔

ابن خلکان اور ابن الاثیر نے اپنی اپنی مرتب کردہ تاریخوں میں لکھا ہے کہ جب ہندوستان کے بعض بادشاہ ہندوستان چھوڑنے لگے تو جاتے وقت انہوں نے سلطان محمود بن سبکتگین کو بہت سے ہدایا دیئے جن میں قمری بھی تھی اور اس قمری کی یہ خصوصیت تھی کہ اگر کسی شخص کے سامنے کوئی زہر آلود کھانا ہوتا اور قمری بھی وہاں موجود ہوتی یا کوئی بھی زہر آلود کھانا قمری کے سامنے لایا جاتا تو قمری کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے جس سے وہ شخص آگاہ ہو جاتا کہ یہ کھانا نقصان دہ ہے (مطلب یہ کہ وہ قمری زہر آلود کھانا کی نشاندہی کر دیتی تھی (اور جو آنسو اس کی آنکھ سے گرتے وہ جم کر ٹھوس شکل اختیار کر لیتے چنانچہ ان سوکھے ہوئے آنسوؤں کو اگر کھرچ کر اٹھالیا جاتا اور پھر پیس کر ان کا سفوف زخموں پر چھڑکا جاتا تو زخم ٹھیک ہو جاتے تھے۔

قزوینیؒ نے لکھا ہے کہ جب قمری کا نر مر جاتا ہے تو پھر مادہ کا کسی دوسرے نر سے جوڑ انہیں ملتا اور مادہ مرنے والے نر کے غم میں رو رو کر اپنی جان دے دیتی ہے۔

ابن سمعانی نے اپنی کتاب ''الانساب'' میں لکھا ہے کہ ''القمرۃ'' ایک شہر کا نام ہے جو اپنی سفیدی کے لحاظ سے (گچھ) کے مشابہ ہے اور میرے خیال سے یہ شہر (القمرۃ) مصر میں ہے۔ حجاج بن سلیمان بن افلح القمری مصری اسی شہر کے رہنے والے تھے۔ آپ نے حضرت مالکؒ بن انسؓ اور لیث بن سعدؓ وغیرہ سے اور آپ سے محمد بن سلمہ المرادی وغیرہ نے حدیث روایت کی ہے۔ ۱۹۸ھ میں آپ کا اچانک انتقال ہو گیا تھا۔

کہتے ہیں کہ قمری کی آواز سے کیڑے مکوڑے بھاگ جاتے ہیں۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیقؓ نے جب اپنی بیوی عاتکہ بنت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کو طلاق دے دی تو آپ یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

اعاتک لا انساک ماذر شارق　　وما ناح قمری الحمام المطوق

اے عاتکہ جب تک کہ آفتاب طلوع ہوتا رہے گا اور طوق دار قمری کبوتر نوحہ کرتا رہے گا میں تجھ کو نہیں بھولوں گا۔

ولم ارمثلی طلق الیوم مثلها　　ولا مثلها من غیر جرم بطلق

میں نے اپنے جیسا شخص کبھی نہیں دیکھا کہ جس نے عاتکہ جیسی بیوی کو (جس نے کوئی غلطی نہ کی ہو) طلاق دیدی۔

اعاتک قلبی کل یوم ولیلة　　الیک بما تخفی النفوس معلق

اے عاتکہ میرا دل دن رات اس محبت کی وجہ سے جو دل میں پوشیدہ ہے تیری طرف مائل رہتا ہے۔

لها خلق جزیل ورای و منصب وخلق سوی فی الحیات و منطق
اس کے (یعنی عاتکہ میں) اچھے اخلاق، درستی رائے اور بلند پائیگی بکثرت موجود ہیں اور یہ تمام اوصاف اس کی گفتگو میں ظاہر ہوتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اپنے صاحبزادے کی اس کیفیت کا اندازہ ہوا تو آپ کو ان پر بہت ترس آیا اور آپ نے ان کو رجعت کرنے کا حکم دیدیا۔

شرعی حکم

کبوتر کی طرح قمری کے گوشت کو کھانا بالاجماع حلال ہے۔ کیونکہ یہ بھی ایک کبوتر کی ہی قسم میں سے ہے۔

تعبیر

قمری کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر دیندار اور نیک بیوی ملنے کی طرف اشارہ ہے۔ اہلِ یہود کا کہنا ہے کہ جو شخص خواب میں قمری، بلبل یا ان سے مشابہ کوئی جانور دیکھے تو اس کی تعبیر کسی بھلائی (خیر) سے کی جاتی ہے۔ اور اگر کسی ایسے شخص نے قمری کو خواب میں دیکھا جو سفر کا ارادہ کئے ہوئے ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ سفر پر (یقیناً) جائے گا۔ اور اگر کسی مغموم شخص نے قمری کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا غم دور فرما دیں گے یا اگر اس کی کوئی حاجت (ضرورت) ہوگی تو وہ عنقریب پوری ہو جائے گا۔ اور اگر قمری کو موسم بہار میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس شخص کی کوئی بہت پرانی خواہش کی تکمیل ہو جائے گی۔ حاملہ عورت اگر قمری کو خواب میں دیکھے تو اس کی تعبیر لڑکے سے کی جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

القَمَعْة

(اونٹ کی مکھی) قمعتہ: (حرکت کے ساتھ) اس مکھی کو کہتے ہیں جو سخت گرمی کے موسم میں اونٹوں اور ہرنوں کے چپک جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے "الحمار یقمع" گدھا متحیر ہو گیا یعنی اپنے سر کو ہلا رہا ہے۔ جاحظ نے کہا ہے کہ یہ ایک کتا کی مکھی ہے۔ کفایہ میں ہے کہ "القمع زباب ازرق عظیم" یعنی بڑی نیلگوں مکھی۔

القمعوط و القمعوطه

(کیڑا) قمعوط قمعوطه: ایک قسم کے کیڑے کو کہتے ہیں۔
ابن سیدہ نے ایسا ہی بیان کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

القمل

(جوں) قمل: مشہور و معروف کیڑا ہے۔ اس کا واحد "قملة" اور "قمال" ہیں۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ "قمل" "قملة" کی جمع ہے اور کبھی کبھی "قمل" لام کے کسرہ کے ساتھ بھی استعمال کرتے ہیں۔ اس کی کنیت ام عقبہ اور ام طلحہ ہیں اور مذکر جوں کے لئے "ابو عقبہ" استعمال کرتے ہیں اور بہت جوؤں کے لئے "بنات عقبہ" بولتے ہیں اور بہت سی جوؤں کو "بنات الدروز" بھی کہتے ہیں۔

''الدروز'' کے اصل معنی خیاط (درزی) کے ہیں اور چونکہ درزی کے سلے ہوئے دو کپڑوں کے درمیان کی سلائی بھی جوؤں کی مانند نظر آتی ہے اس لئے اس سے تشبیہ دی گئی ہے۔ انسانی بدن میں جوں کپڑوں بالوں وغیرہ پر میل اور گندگی ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

جاحظ نے کہا ہے کہ بعض انسان قمل الطباع (یعنی جوئھڑ یا جس کے بدن پر مسلسل جوئیں پیدا ہوتی ہیں) ہوتا ہے خواہ وہ صاف رہے عطر لگائے اور روزانہ کپڑے بدلے مگر جوئیں اس کے بدن میں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما کو ایک بار حج میں ایسا ہی واقعہ پیش آیا اور جوؤں سے ان دونوں حضرات کو بڑی تکلیف پہنچی جس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں حضرات کو ریشم کے کپڑے پہننے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی خلافت کے دوران بنی مغیرہ کے کسی شخص (جو کہ آپ کے ماموں کے خاندان سے تھا) کو ریشمی کرتا پہنے ہوئے دیکھا تو ان کو مارنے کے لئے درہ اٹھایا۔ اس شخص نے عرض کیا کہ کیا عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے ریشم نہیں پہنا تھا اور کیا حضورؐ نے ان کو اجازت نہ دی تھی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تیری ماں مرے کیا تو عبدالرحمٰنؓ عوف جیسا ہے۔

جاحظ نے کہا ہے کہ جوں کے اندر یہ چیز طبعی ہے کہ جس جگہ وہ پیدا ہوتی ہے یا رہتی ہے اسی چیز کا رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ چنانچہ سیاہ بالوں کی جوں سیاہ رنگ کی اور سفید بالوں کی جوں سفید رنگ کی ہوگی۔ اسی طرح اگر سرخ بالوں میں ہوگی تو اس کا رنگ بھی سرخ ہوگا۔

کہتے ہیں کہ جوں کی مادہ نر سے بڑی ہوتی ہے اور جوں انڈے دیتی ہے۔ جوں مرغیوں کبوتروں وغیرہ میں بہت پائی جاتی ہے۔ اسی طرح بندروں کے بھی جوں پیدا ہوتی ہے۔ قملۃ النسر (یعنی گدھ کی جوئیں) پہاڑی مقامات میں ہوتی ہیں ان کو فارسی میں ''درہ'' کہتے ہیں۔ یہ جوں بہت ہی زہریلی ہوتی ہے اور جب کسی کے کاٹ لیتی ہیں تو اس کو ہلاک کر دیتی ہیں۔

حدیث میں جوں کا تذکرہ:

حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی یہ حدیث نقل کی ہے:۔

''حضرت ابوسعید خدریؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ لوگوں میں سب سے زیادہ مصیبت کس کو اٹھانی پڑی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کو سب سے زیادہ مصیبت اٹھانی پڑی۔ حضرت سعیدؓ نے عرض کیا کہ انبیاء کے بعد کن کو؟ آپؐ نے فرمایا کہ علماء کو پھر حضرت سعید نے عرض کیا کہ علماء کے بعد کن کو؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ صالحین کو اور ان میں سے کسی کو جوؤں کی اذیت (مصیبت) میں مبتلا کیا گیا یہاں تک کہ ان میں سے بعض جوؤں کی وجہ سے ہلاک بھی ہو گئے اور بعض کو فقر و فاقہ میں مبتلا کیا گیا یہاں تک کہ ان میں سے بعض کے پاس سوائے ایک عباء (جو ان کے بدن پر ہوتی تھی) اور کوئی کپڑا نہ تھا مگر پھر بھی ان میں ہر ایک مصیبتوں اور اذیتوں پر ایسے خوش ہوتے (راضی ہوتے) جیسا کہ تم لوگ عطیات ملنے پر خوش ہو سکتے ہو''۔

فائدہ:۔ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ وہ جوں (قمل) جو آل فرعون پر مسلط کی گئی تھی وہ کس قسم کی جوں تھی۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے کہا ہے کہ وہ جوں جو آل فرعون پر مسلط کی گئی تھی وہ ''سلسلی یا سُر سُری'' تھی جو اکثر گندم وغیرہ میں پیدا ہو جاتی ہے۔ جبکہ مجاہد قتادہ سدی اور کلبی وغیرہ کے مطابق وہ ایک چھوٹی قسم کی ٹڈی تھی جس کو ''دبار'' کہتے ہیں۔ اس کے پر نہیں ہوتے۔ عکرمہ نے کہا ہے کہ وہ بنات الجراد یعنی ٹڈیوں کے بچے تھے۔ ابوعبیدہ کے مطابق وہ حمنان (ایک قسم کی چیچڑی) تھیں۔ اور ابوزید نے کہا ہے کہ وہ ایک پسو کی قسم سے تھی۔ حسن اور سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ وہ سیاہ رنگ کے چھوٹے چھوٹے کیڑے تھے۔ عطاء الخراسانی نے کہا ہے کہ یہ وہ

جوئیں تھی جو انسانوں کے بالوں یا کپڑوں میں پیدا ہو جاتی ہیں۔

کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک بار مصر کے قصبہ عین شمس میں گئے۔ اس قصبہ میں ایک جھیل تھی جس کو ''اعفر جھیل'' کہتے تھے۔ اس جھیل کے کنارے ایک ٹیلہ تھا۔ اس ٹیلہ پر پہنچ کر آپ نے اپنا عصا مارا جس سے وہ ٹیلہ ریزہ ریزہ ہو گیا اور اُن ریزوں نے جوؤں کی شکل اختیار کر لی پھر وہ پورے مصر میں پھیل گئیں اور وہاں کے کھیتوں اور باغوں میں جو کچھ بھی تھا سب کو کھا کر صاف کر دیا۔ اس کے بعد وہ جوئیں آبادی میں گھس گئیں اور لوگوں کے کپڑوں اور بدنوں پر چمٹ گئیں اور ان کو کاٹنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ جب وہاں کا کوئی بھی شخص کھانا کھانے بیٹھتا جوئیں اس میں بھر جاتیں۔

کہتے ہیں کہ قبطی لوگ جوؤں کی اذیت سے زیادہ اور کسی اذیت میں مبتلا نہیں ہوئے۔ کیونکہ جوئیں ان کے کھانے کی چیزوں' مشروبات' رہنے کی جگہ' کپڑوں' بالوں' آنکھوں اور پلکوں پر اس طرح جم گئی تھیں کہ معلوم ہوتا تھا جیسے ان کے چیچک نکل آئی ہو۔ چنانچہ ان لوگوں کا سونا یا آرام کرنا حرام ہو گیا تھا۔ لہٰذا تمام لوگ چیختے' چلاتے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ ہماری توبہ ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیں کہ یہ بلا ہم پر سے ٹل جائے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے جوؤں کو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر سے اٹھا لیا۔

قرآن پاک میں جوں کا تذکرہ:

کہتے ہیں کہ قبطیوں پر جوؤں کا عذاب ایک ہفتہ تک مسلط رہا اور یہ عذاب ان پانچ نشانیوں میں سے تھا جو قرآن پاک کی اس آیت میں مذکور ہے: فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُّفَصَّلَاتٍ (پھر بھیجا ہم نے ان پر طوفان' ٹڈیاں' جوئیں' مینڈک اور خون نشانیاں جدا جدا۔

یعنی مذکورہ پانچ بلائیں (عذاب) ان پر یکے بعد دیگرے نازل ہوتی رہیں اور ہر عذاب ان پر ایک ہفتہ تک مسلط رہا اور ہر دو عذاب کے درمیان ایک مہینہ کا وقفہ رہا۔

حضرت ابن عباسؓ' سعید بن جبیر' قتادہ اور محمد بن اسحاق وغیرہ نے آیت ''فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ'' الخ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ جب جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تو فرعون اور اس کے متبعین نے ایمان لانے سے انکار کر دیا اور اپنے کفر اور بنی اسرائیل کی اذیت رسانی پر اڑے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر پے در پے عذابات نازل فرمانے شروع کر دیئے۔ چنانچہ پہلے ان کو قحط اور پھلوں کی کمی میں مبتلا کیا گیا۔ اس پر بھی جب وہ متنبہ نہ ہوئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان پر بددعا فرمائی اور بارگاہ باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ:

''اے میرے رب تیرے بندہ فرعون نے ملک میں سرکشی' بغاوت اور غرور پر کمر باندھ رکھی ہے اور اس کی قوم نے جو تجھ سے عہد کیا تھا اس کو انہوں نے پامال کر دیا ہے۔ لہٰذا آپ ان کو عذاب میں گرفتار کر دیجئے تا کہ یہ میری قوم بنی اسرائیل اور آل فرعون کے لیے نصیحت اور آنے والی نسلوں کے لئے عبرت ہو''۔

چنانچہ ان پر اللہ تعالیٰ نے بارش کا طوفان نازل فرمایا۔ قبطیوں اور بنی اسرائیل کے مکانات ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے مگر طوفان کا پانی صرف قبطیوں کے مکانات میں داخل ہوا اور بنی اسرائیل کے مکانات پانی سے محفوظ رہے۔ چنانچہ جو قبطی کھڑا تھا اس کے گلے تک پانی آ گیا اور جو بیٹھا یا لیٹا ہوا تھا وہ ڈوب کر مر گیا۔ قبطیوں کی تمام مزروعہ اراضی پانی میں غرقاب ہو گئی اور وہ اس میں بوائی جوتائی کا

کام بھی نہ کر سکے۔

قبطی جب اس عذاب میں گرفتار ہوئے اور خلاصی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے اور گڑگڑانے لگے کہ اگر یہ عذاب آپ کی دعا کی وجہ سے ہم پر سے ٹل گیا تو ہم ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ جانے کی اجازت دے دیں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ عذاب اٹھالیا۔ پھر ان کے کھیتوں اور باغات وغیرہ میں غلہ' پھلوں اور چارہ وغیرہ کی اس قدر افراط ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔

چنانچہ قبطی اس فراوانی کو دیکھ کر اپنے عہد سے پھر گئے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ وہ پانی طوفان نہیں تھا بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر انعام تھا۔ اس لئے نہ ایمان لانے کا سوال ہے اور نہ بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیجنے کا۔ چنانچہ یہ لوگ ایک ماہ تک آرام سے رہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر ٹڈیوں کا عذاب نازل کر دیا۔ چنانچہ ٹڈیوں نے ان کے کھیتوں اور باغات کی تمام پیداوار کھالی۔ یہاں تک کہ درختوں کو بھی بے برگ کر دیا اور اس کے بعد وہ ٹڈیاں ان کے گھروں میں گھس گئیں اور ان کے گھروں کی چھتوں' کیواڑوں اور کھونٹیوں تک کا صفایا کر دیا۔ یہاں تک کہ ان کے اوڑھنے' بچھونے اور پہننے کے کپڑے تک ان ٹڈیوں نے چاٹ لئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قبطی شدید اذیت میں گرفتار ہو گئے اور بھوکوں مرنے لگے۔ چنانچہ مایوس ہو کر وہ پھر حضرت موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خوشامدیں کرنے لگے۔ حضرت موسیٰ کو پھر ان بدبختوں پر ترس آگیا اور آپ نے دعا کر کے ٹڈیوں کی بلا ان پر سے دفع کرادی۔

کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے میدان میں کھڑے ہو کر اپنے عصا سے اشارہ فرمایا تو آپ کے اشارہ سے تمام ٹڈیاں جس طرف سے آئی تھیں اسی طرح اکٹھی ہو کر واپس چلی گئیں۔ چنانچہ قبطی پھر آرام سے رہنے لگے مگر حسب سابق اپنے وعدہ سے مکر گئے۔ اسی طرح ایک ماہ ہو گیا۔ جب ایک ماہ پورا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مینڈکوں کا عذاب نازل فرما دیا۔ پس مینڈک ان کے گھروں' بستروں' کپڑوں' کھانے پینے کی اشیاء وغیرہ میں گھس گئے۔ غرضیکہ کوئی بھی جگہ مینڈکوں سے خالی نہ رہی۔ حتیٰ کہ اگر وہ بات کرتے تو مینڈک کود کر ان کے منہ میں بھی گھسنے کی کوشش کرتے۔ یہاں تک کہ ان کی ہانڈیوں میں سالن و دیگر چیز پکاتے ہوئے آ کر گر جاتے' ان کے گندھے ہوئے آٹے میں گھس جاتے۔ اگر کوئی شخص سوتا تو مینڈک اس قدر تعداد میں اس کے بدن اور پلنگ وغیرہ پر جمع ہو جاتے کہ اس کو کروٹ لینی بھی مشکل ہو جاتی اور وہ خوف زدہ ہو کر چیخنے چلانے لگے۔ چنانچہ جب تمام قبطی عاجز آ گئے اور کوئی راہ نہ پائی تو ان کو پھر حضرت موسیٰ کی یاد آئی اور وہ روتے چلاتے اور گریہ زاری کرتے ہوئے حضرت موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ماقبل کی طرح التجاء و وعدہ کیا۔ حضرت موسیٰ نے دعا فرمائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مینڈکوں کے عذاب سے نجات دے دی لیکن اس کے بعد بھی وہ کفر پر قائم رہے۔

چنانچہ ایک ماہ بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر خون کا عذاب مسلط کر دیا اور ان پر خون برسایا گیا۔ دریائے نیل میں پانی کے بجائے خون بہنے لگا۔ ان کے شہروں کے تمام کنوئیں اور چشمے خون سے بھر گئے۔ غرضیکہ جہاں کہیں بھی پانی موجود تھا یا ہو سکتا تھا وہ تمام جگہیں خون سے بھر گئیں۔ تمام قبطی شدید پریشان ہو گئے کیونکہ یہ عذاب صرف قبطیوں کے لئے تھا اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس سے محفوظ رکھا۔ چنانچہ جب قبطی پیاس سے تڑپنے لگے تو فرعون کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ ہم کیا کریں۔ ہم سخت اذیت میں ہیں ہمارے لئے پانی کا انتظام کریں۔ فرعون جو کہ خود اسی عذاب میں مبتلا تھا کہنے لگا کہ تم پر جادو کیا گیا ہے اور یہ جادو بے شک موسیٰ (علیہ السلام) نے کیا ہے۔

پھر اس نے بنی اسرائیل کی ایک عورت کو طلب کیا (بنی اسرائیل اس وقت فرعون کی قید میں تھے (اور ایک قبطی عورت کو بلایا اور ایک

برتن میں بنی اسرائیل کی عورت سے پانی بھروایا۔ چنانچہ جب بنی اسرائیل کی اس عورت نے برتن میں پانی بھرا تو وہ خون میں تبدیل نہ ہوا بلکہ پانی ہی رہا۔ فرعون نے قبطی عورت سے کہا کہ وہ اس برتن سے پانی پی لے مگر اسی بنی اسرائیل کی عورت کے ہاتھ سے۔ چنانچہ جیسے ہی قبطی عورت نے برتن کو ہاتھ لگایا اور پینے کے ارادہ سے برتن کو اپنی طرف جھکایا تو فوراً اس کی طرف کا پانی خون بن گیا جبکہ بنی اسرائیل کی عورت کے طرف کا پانی خون نہ بنا۔

غرض کہ قبطیوں نے بہت کوشش کی کہ کس طرح بنی اسرائیل کے ہاتھوں سے یا تعاون سے ان کی پیاس بجھ جائے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے کیونکہ جیسے ہی وہ بنی اسرائیل کے لوگوں کو پانی لانے اور پلانے کا حکم دیتے تو وہ پانی خون بن جاتا جبکہ بنی اسرائیل کے لئے وہ پانی ہی رہتا۔ چنانچہ ایک قبطی عورت جو کہ پیاس سے بہت بیتاب تھی اس نے بنی اسرائیل کی ایک عورت کو حکم دیا کہ وہ اپنے منہ میں پانی بھرے اور پھر وہ پانی اس کے منہ میں منتقل کردے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کی اس عورت نے برتن سے پانی کا گھونٹ بھرا اور پھر اس پانی کو بطور کلی قبطی عورت کے منہ میں منتقل کیا لیکن جیسے ہی وہ پانی قبطی عورت کے منہ میں گیا خون بن گیا۔

ادھر فرعون بھی پیاس کی شدت سے پریشان ہو گیا۔ چنانچہ جب وہ ہر طرف سے پریشان ہو گیا تو درختوں کی ہری ٹہنیوں اور ڈنٹھلوں کو چبانے لگا تا کہ ان میں موجود تری سے کچھ تسکین ہو مگر ان ٹہنیوں وغیرہ سے سوائے نمک اور کھار کے وہ کچھ بھی حاصل نہ کر سکا۔ چنانچہ ایک ہفتہ ایسے ہی گزر گیا۔ حالت دگرگوں ہو گئی تو پھر موسیٰ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ ہمارے لئے دعا فرمائیے تا کہ ہم کو اس عذاب سے نجات ملے۔ ہم آپ پر ایمان لائیں گے اور تمام بنی اسرائیل کو چھوڑ دیں گے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دعا قبول کرتے ہوئے ان پر سے خون کا عذاب ہٹا دیا۔ مگر اس کے بعد بھی قبطی اپنے وعدوں سے ہٹ گئے اور ایمان نہ لائے۔ چنانچہ جب تمام حاجتیں پوری ہو گئیں تو بحر قلزم میں غرقابی کا آخری عذاب آیا۔

(جب ہٹا لیا ہم نے ان پر سے وہ عذاب) اس آیت کی تفسیر میں علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہی پانچ قسم کے عذاب ہیں جو اوپر ذکر کئے گئے۔ مگر ابن جبیر فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ''رجز'' سے مراد طاعون ہے اور قبطیوں پر مذکورہ پانچ عذاب کے بعد اللہ تعالیٰ نے طاعون مسلط کر دیا تھا۔ چنانچہ اس بیماری سے صرف ایک دن میں ستر ہزار قبطی ہلاک ہو گئے تھے۔

''رجز'' سے جو خاص عذاب یعنی طاعون مراد ہونے پر حضرت ابن جبیر نے ایک حدیث پیش کی ہے جس میں طاعون کو ''رجز'' کہا گیا ہے۔ حدیث یہ ہے:۔

''عامر بن سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد کو حضرت اسامہؓ بن زید سے یہ سوال کرتے ہوئے سنا کہ کیا آپ نے طاعون کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد سنا ہے تو حضرت اسامہؓ نے جواب دیا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے تو حضرت اسامہؓ نے جواب دیا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ''طاعون'' ایک عذاب ہے جو کہ بنی اسرائیل یا تم سے پہلے کسی دوسری امت میں بھیجا گیا تھا۔ لہٰذا اگر تم سنو کہ کسی شہر میں طاعون پھیل رہا ہے تو اس شہر میں مت جاؤ اور اگر تم اس شہر میں موجود ہو تو وہاں سے بھاگو نہیں''۔

سعید بن جبیر اور محمد بن منکدر وغیرہ کا قول ہے کہ فرعون نے چار سو برس حکومت کی اور چھ سو بیس برس کی عمر پائی۔ اس مدت میں اگر اس کو ایک دن بھی بھوک کی یا ایک رات بخار کی یا ایک گھنٹہ بھر کسی بھی درد کی اذیت پہنچتی تو وہ ہرگز ربوبیت کا دعویٰ نہ کرتا۔

فائدہ:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جوں کو کھجور کی گٹھلی سے مارنے کو منع فرمایا۔ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کھجور کی گٹھلی بہت سی ضروریات میں

کام آتی ہے۔عرب کے لوگ بوقت ضرورت گٹھلی کو کھالیا کرتے تھے۔ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ کہتے ہیں کہ کھجور کی گٹھلی کی پیدائش اس مٹی سے ہوئی تھی جو حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا بناتے وقت بچ گئی تھی۔دوسرے یہ کہ گٹھلی عرب کے جانوروں کا چارہ (غذا) بھی ہے۔

شرعی حکم

جوؤں کو کھانا بالاتفاق منع ہے۔مگر محرم کے بدن پر جوئیں پڑ جائیں تو ان کو بدن پر سے دور کر دینا مکروہ نہیں ہے اور اگر محرم جوں کو مار ڈالے تو اس پر کوئی شے واجب نہیں ہوتی۔لیکن محرم کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے سر یا ڈاڑھی سے جوئیں نکالے اور اگر ایسا کر لیا اور سر یا ڈاڑھی سے نکلی ہوئی جوؤں کو مار ڈالا تو اس پر صدقہ واجب ہوگا اگر چہ ایک لقمہ ہی کیوں نہ ہو۔اور اکثر مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ صدقہ صدقہ مستحبہ ہے لیکن بعض نے واجب بھی کہا ہے لیکن یہ صدقہ جوں کا فدیہ نہیں ہے کہ اس کے کھانے (حلال ہونے) پر دلالت کرے۔ بلکہ یہ صدقہ اس آسائش (سکون و آرام) کے لئے ہے جو اس کو حالت احرام میں سر یا ڈاڑھی سے جوئیں نکالنے پر حاصل ہوا ہے۔

ترمذیؒ نے بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص رفع حاجت (بیت الخلاء) کے وقت جوں کو دیکھے تو اس کو مارے نہیں بلکہ دفن کر دے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص رفع حاجت کے وقت کوئی جوں ہلاک کر دیتا ہے تو شیطان اس کے بالوں میں شب باشی کرتا ہے اور اس شخص کو چالیس دن تک ذکر اللہ سے غافل کر دیتا ہے اور ایسا شخص ہمیشہ غموں میں گھر رہتا ہے۔فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ جوں کو زندہ پھینکنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن ادب یہ ہے کہ اس کو مار ڈالے۔

طبی خواص

اگر کوئی شخص یہ معلوم کرنا چاہے کہ عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی تو اس کو چاہیے کہ وہ ایک جوں پکڑ کر اپنی ہتھیلی پر رکھ لے اور حاملہ عورت اس پر اپنا دودھ (دوھ کر) نکال کر ایک قطرہ ٹپکا دے۔اگر جوں اس دودھ کے قطرے میں سے رینگ کر نکل آئے تو حمل لڑکی کا ہے اور اگر دودھ سے نہ نکل سکے تو لڑکا ہے۔اگر کسی کو پیشاب کا بند لگ جائے تو بدن کی ایک جوں لے کر احلیل میں رکھنے سے پیشاب جاری ہو جائے۔

اگر عورت اپنے سر کے بالوں کو آب سلق (چقندر کا پانی) سے دھونے لگے تو اس کے سر میں کبھی جوں نہیں پڑ سکتی۔اسی طرح روغن قرطم سر میں لگانے سے جوں پیدا نہیں ہوتی۔اور اگر بدن کو سرکہ اور سمندر کے پانی سے دھو دیں تو بدن پر موجود تمام جوئیں مر جائیں گی۔ اگر تلی کے تیل میں پارہ ملا کر سر اور بدن پر ملا جائے تو سر اور کپڑوں میں جوئیں نہیں پڑیں گی۔

جاحظ نے کہا ہے کہ مجذومین (جزام کے مریض) کے کپڑوں اور بدن پر جوئیں پیدا نہیں ہوتیں۔ابن جوزی نے فرمایا ہے کہ اس کی حکمت یہ ہے کہ جذام والے کو جوؤں سے سخت اذیت ہوتی ہے۔کیونکہ اگر جوئیں اس کے بدن پر کاٹتیں تو اس کے خارش ہوتی اور وہ سخت اذیت میں مبتلا ہو جایا کرتا۔چنانچہ جذام کے مریض کو اللہ تعالیٰ نے جوؤں سے مامون فرما دیا۔

اگر زندہ جوں کھانے میں گر جائے تو اس کھانے کو کھانے سے نسیان پیدا ہوتا ہے۔چنانچہ ابن عدی نے اپنی کامل میں ابو عبداللہ الحکم بن عبداللہ الایلی کے حالات میں باسناد صحیح لکھا ہے:۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چھ خصائل ایسے ہیں کہ جن سے نسیان پیدا ہوتا ہے۔چوہے کا جھوٹا کھانا' زندہ جوں کو بغیر مارے پھینک دینا' بند (ٹھہرے ہوئے) پانی میں پیشاب کرنا' قطار کا توڑ دینا' گوند چبانا اور ترش (کھٹا) سیب کھانا''۔

بعض حضرات کا قول ہے کہ قبروں کی تختیاں (کتبہ) پڑھنا' دو عورتوں کے درمیان چلنا' مصلوب یعنی جس کو سولی یا پھانسی دی جائے

اس کو دیکھا' ہرا دھنیا کھانا اور گرم روٹی کھانا' ان سب چیزوں سے نسیان پیدا ہوتا ہے۔ عام لوگوں کا خیال ہے کہ کالے رنگ کے جوتے پہننے سے بھی نسیان لاحق ہوتا ہے۔ حلوہ کھانے' شہد پینے' اور ٹھنڈی روٹی کھانے سے ذہن تیز ہوتا ہے۔

مسئلہ:۔ شیخ ابو حامدؒ نے فرمایا ہے کہ اگر مصلی اپنے کپڑوں پر جوں یا پسو دیکھے تو اولیٰ یہ ہے کہ اس کو چھوڑ دے اور اس کی طرف سے غافل ہو جائے۔ لیکن اگر اس کو کاپنے ہاتھ سے جھاڑ دے یا اس کو نماز سے فارغ ہونے تک روکے رکھے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

قمولی نے کہا ہے کہ مناسب یہ ہے کہ مصلی جوں کو نماز سے فارغ ہونے کے بعد مسجد سے باہر پھینک دے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ:۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں جوں کو کہیں پالے (اپنے کپڑوں یا کسی اور جگہ) تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کو اپنے کپڑوں میں رکھے اور نماز سے فارغ ہو کر اس کو مسجد سے باہر پھینک دے''۔

تعبیر

جوؤں کو خواب میں دیکھنے کی چند صورتیں ہیں۔ چنانچہ اگر کسی نے کسی نئی قمیض میں جوں دیکھی تو اس کی تعبیر مال ہے اور اگر یہی خواب کسی بادشاہ نے دیکھا تو اس کی تعبیر لشکر اور مددگاروں سے دی جاتی ہے۔ اور اگر یہی خواب کسی والی (حاکم) نے دیکھا تو اس کی تعبیر دولت میں زیادتی ہے۔ اور اگر کسی نے جوں کو کسی پرانے کپڑے (جو وہ پہنتا ہو) پر دیکھا تو اس کی تعبیر قرض سے لی جاتی ہے جس کے بڑھنے کا اندیشہ ہے۔

اگر کسی نے خواب میں جوں کو زمین پر رینگتے ہوئے دیکھا تو اس کی تعبیر کمزور دشمن سے لی جاتی ہے اور اگر خواب میں جوں کے کاٹنے سے خارش ہونے لگے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ قرض خواہ اس سے قرض کی واپسی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ مونث جوں کی تعبیر عورت سے کی جاتی ہے۔ ایک شخص علامہ ابن سیرینؒ کے پاس آیا اور اپنا خواب بیان کیا کہ خواب میں ایک شخص آیا اور آ کر میری آستین سے جوں پکڑ لی اور پھر اس کو زمین پر گرا دیا۔ علامہ ابن سیرینؒ نے اس شخص کو تعبیر دی کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو گے اور طلاق کا سبب وہ شخص ہو گا۔ چنانچہ کچھ دن بعد ایسا ہوا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ جوں اس کے سینے پر اڑ رہی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے اس کا نوکر یا غلام یا اس کا لڑکا بھاگ جائے گا۔ بہت سی جوؤں کو اکٹھا خواب میں دیکھنے کی تعبیر بیماری سے لی جاتی ہے۔ اور اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ جوں کھا رہا ہے' تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص کسی مال دار آدمی کی غیبت کرے گا۔

القمقام

قمقام: چھوٹی چھوٹی جوؤں کو کہتے ہیں۔ یہ جوؤں کی ہی ایک قسم ہوتی ہے جو بالوں کی جڑوں میں سختی سے چپکی رہتی ہیں۔ اس کا واحد قمقامۃ ہے۔ اس قسم کی جوں کو عامۃ المطبوع بھی کہتے ہیں۔

قُنْدُرْ

(جند بادستر) قندر: قزوینیؒ نے کہا ہے کہ یہ ایک ایسا حیوان ہے جو خشکی و پانی دونوں جگہ میں رہتا ہے لیکن زیادہ تر یہ پانی میں رہنا پسند کرتا ہے۔ بڑی بڑی نہروں میں پایا جاتا ہے اور ان کے کناروں پر اپنا گھر بناتا ہے۔ اس کے گھر میں دو دروازے ہوتے ہیں۔ مچھلیوں

کو کھاتا ہے۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ قندر ایک آبی جانور ہے۔ جس کا رنگ سرخ اور دم چوڑی ہوتی ہے اور اس کی کھال سے پوستین بنائی جاتی ہے۔

القندسُ

(پانی کا کتا) قندس: ابن وحیہ نے کہا ہے کہ قندس پانی کے کتے کو کہتے ہیں۔ اسکی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ باب الکاف میں کلب الماء میں آئے گی۔

القنعاب

قنعاب: سنجاب کے مانند ایک جانور ہے جو پہاڑی بکرے کی قسم میں سے ہے۔

القنفذ

(سیہی خار پشت) قنفذ: فاء پر ضمہ اور فتحہ دونوں مستعمل ہیں۔ یہ ایک خشکی کا جانور ہے اس کی کنیت ابوسفیان ابوالشوک ہیں۔ مادہ کی کنیت ام دلدہ ہے اور اس کی جمع "قنافذ" آتی ہے۔ اس کو "عساعس" بھی کہتے ہیں (عساعس رات میں شکار ڈھونڈنے والے بھیڑیے کو کہتے ہیں) بسبب اس کے رات کو کثرت سے نکلنے سے۔ اس کو انقد بھی کہتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ جب یہ جانور (سیہی) بھوکا ہوتا ہے تو سرا وندھا کر کے انگور کی بیلوں پر چڑھا جاتا ہے اور انگور کے خوشے کاٹ کاٹ کر نیچے گرا دیتا ہے۔ پھر نیچے اتر کر ضرورت کے مطابق اس میں سے کاٹ لیتا ہے اور باقی خوشوں پر لوٹ کر ان کو اپنے کانٹوں میں پھنسا لیتا ہے اور پھر ان کو لے جا کر اپنے بچوں کے سامنے ڈال دیتا ہے۔ یہ جانور صرف رات کو ہی نکلتا ہے۔

سیہی سانپوں کو بہت شوق سے کھاتی ہے اور اس سے اس کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ اگر سانپ بھی اس کو ڈس لیتا ہے تو یہ شتر برگ (پودینہ) کھا کر شفایاب ہو جاتی ہے۔ قنفذ کی دو اقسام ہیں۔ ایک تو وہ ہے جس کو قنفذ کہتے ہیں۔ یہ مصر میں پائی جاتی ہے اور چوہے کے برابر ہوتی ہے۔ اس کی دوسری قسم دلدل کہلاتی ہے اور یہ شام وعراق میں پائی جاتی ہے اور یہ کلب قلطی کے برابر ہوتی ہے۔ ان دونوں قسموں میں وہی نسبت ہے جو چوہے اور گھونس میں ہوتی ہے۔ سیہی کے منہ میں پانچ دانت ہوتے ہیں۔ خشکی کا خار پشت (نر سیہی) کھڑا ہو کر جفتی کرتا ہے۔ اس طریقہ پر کہ نر کی پشت مادہ کے شکم سے چسپاں ہو جاتی ہے۔

حضرت قتادہؓ کے ہاتھ میں کھجور کی شاخ کا روشن ہو جانا

طبرانی نے اپنی معجم الکبیر میں اور حافظ ابن المنیر الحلبی و دیگر محدثین نے حضرت قتادہ بن النعمانؓ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رات بہت ہی اندھیری تھی اور بارش ہو رہی تھی۔ جب عشاء کس وقت قریب آیا تو میں نے سوچا کہ اگر آج عشاء کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھنے کا موقع مل جائے تو میں اس کو بہت غنیمت سمجھوں۔ چنانچہ میں چل دیا اور جب مسجد شریف میں پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو دیکھ کر فرمایا۔ "قتادہ!" میں نے جواب دیا "لبیک یا رسول اللہ!" پھر میں نے عرض کیا کہ میرا نے یہ سمجھ کر آج کی رات نمازیوں کی تعداد کم ہوگی تو کیوں نہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کروں۔ یہ سن

کر حضورؐ نے فرمایا کہ نماز سے فارغ ہو کر میرے پاس آنا۔

چنانچہ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔آپ نے کھجور کی ایک شاخ جو کہ آپ کے دست مبارک میں تھی مجھ کو عنایت فرمائی اور فرمایا کہ یہ (شاخ) تمہارے آگے اور تمہارے پیچھے دس چراغوں کا کام دے گی۔اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ تمہاری عدم موجودگی میں ایک شیطان تمہارے گھر میں گھس آیا ہے لہٰذا یہ شاخ لیجاؤ یہ راستہ بھر تم کو روشنی دے گی۔ جب تم گھر پہنچو گے تو وہ شیطان تم کو گھر کے ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا ملے پس اس کو اس شاخ سے مارنا۔

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ میں مسجد شریف سے نکل کر گھر کی طرف روانہ ہوا تو وہ شاخ تمام راستے مشعل کی طرح روشن رہی۔ جب میں گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ تمام گھر والے سو رہے ہیں۔ چنانچہ میں گھر کے گوشہ کی طرف گیا تو دیکھا کہ وہاں ایک خار پشت (سیہی) بیٹھا ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے اس کو اس کھجور کی شاخ سے مارا۔ وہ مار کھا کر گھر سے بھاگ گیا۔

بیہقی نے دلائل النبوۃ کے آخر میں حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ سے جن کا نام ''سماک بن خرشہ'' تھا' روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ جب میں رات کے وقت سونے کے لئے بستر پر لیٹا تو مجھے چکی کے چلنے اور شہد کی مکھیوں کی طرح بھنبھنانے کی آواز سنائی دی اور ایسی روشنی معلوم ہوئی جیسا کہ بجلی چمکتی ہے۔ جب میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو مجھ کو صحن میں کسی چیز کی سیاہ پرچھائی معلوم ہوئی جو تدریج بلند ہوتی اور پھیلتی جا رہی تھی۔ مین اٹھا اور اس کے قریب جا کر اس پر ہاتھ پھیرا تو مجھ کو ایسا معلوم ہوا کہ گویا میں کسی خار پشت کی کمر پر ہاتھ پھیر رہا ہوں۔ پھر میرے سینہ پر ایک آگ کی سی لپٹ آ کر لگی۔ یہ واقعہ سن کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے دجانہ! یہ تمہاری گھریلو آسیب ہے۔ پھر آپؐ نے کاغذ اور قلم طلب فرما کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ لکھو۔

" بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم ھذا کتاب من محمد رسول رب العالمین الی من یطرق الدار من العمار و الزوار الا طار قایطرق بخیر اما بعد!فان لنا ولکم فی الحق سعة فان کنت عاشقاو لعًاو فاجرًا مقتحمًافھذا کتاب اللّٰه ینطق علینا و علیکم بالحق اِنَّا کُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ وَرُسُلُنَا یَکْتُبُوْنَ مَاتَمْکُرُوْنَ اتر کو اصاحب کتابی ھذاو انطلقو الی عبدة الاصنام والی من یزعم ان مع اللّٰه الھا اخر آلا اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ کُلُّ شَیْئٍ ھَالِکٌ" اِلَّا وَجْھَهٗ لَهُ الْحُکْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ حٰمٓ لا ینصرون حٰمٓ عٓسٓقٓ تفرق اعداء اللّٰه وبلغت حجة اللّٰه ولا حول ولا قوة الا باللّٰه العلی العظم فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰهُ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ"

حضرت ابودجانہؓ فرماتے ہیں کہ [illegible] مذکورہ کلمات حضرت علیؓ سے کاغذ پر لکھوا کر مجھے عنایت فرمائے۔ میں نے اس کاغذ کو لپیٹ لیا اور پھر اس کو گھر لے کر آیا اور سوتے وقت اس کو اپنے سر کے نیچے رکھ کر سو گیا۔ کچھ دیر بعد [illegible] مجھے کسی کے چیخنے کی آواز سنائی دی جس سے میری آنکھ کھل گئی او میں اٹھ بیٹھا۔ میں نے سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ اے ابادجانہ تُو نے ہم کو پھونک دیا۔ تجھ کو اپنے صاحبؐ کی قسم اس خط کو اپنے پاس سے ہٹا لے ہم تیرے گھر یا تیرے پڑوس یا جہاں کہیں بھی یہ خط ہوگا کبھی نہیں آئیں گے۔ حضرت ابودجانہؓ نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر ایسا نہیں کرسکتا۔

حضرت ابودجانہ فرماتے ہیں کہ پھر اس کے بعد جنوں کی چیخ وپکار سے تمام رات میں نہ سوسکا اور مجھے رات کاٹنی دوبھر ہوگئی۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو میں نماز پڑھنے مسجد نبوی پہنچا اور بعد فراغت نماز میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کا ماجرا بیان کیا۔ آپؐ نے تمام واقعہ سن کر فرمایا اے ابودجانہؓ اب تم اس خط کو وہاں سے ہٹا دو ورنہ اس ذات کی قسم جس نے مجھ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے (جن وغیرہ) قیامت تک اس عذاب میں مبتلا رہیں گے"۔

شرعی حکم

امام شافعیؒ کے نزدیک قنفذ کا گوشت کھانا جائز ہے اور دلیل میں کہتے ہیں کہ اہل عرب اس کو بہت رغبت سے کھاتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کو حلال کہا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک سیہی کا گوشت کھانا جائز نہیں۔

طبی خواص

اگر خارپشت کا پتا بدن کے اس حصہ پر مل دیا جائے جہاں کے بال اکھاڑے گئے ہوں تو پھر اس حصہ پر بال نہ پیدا ہوں گے۔ اگر اس کا پتا آنکھوں میں بطور سرمہ کے استعمال کیا جائے تو آنکھوں کی سفیدی کو ٹھیک کر دے گا اور اگر اس کے پتا کو بہق (برص) پر قدرے گندھک کے ساتھ ملا کر لگائیں تو بہق زائل ہو جائے گا۔ اور اگر اس کا پتا تھوڑا سا پی لیا جائے تو جذام' سل اور زہیر (پیچش) کو فائدہ ہوتا ہے۔ اگر اس کے پتا کو روغن گلاب میں حل کر کے کسی بہرہ شخص کے کان میں ٹپکایا جائے تو انشاء اللہ اس کا بہرہ پن جاتا رہے گا۔ بشرطیکہ اس علاج کو کئی دن تک کیا جائے۔ سیہی کا گوشت کھانے سے مندرجہ ذیل بیماریوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ جذام' سل اور تشنج۔ اگر اس کی چربی' خون اور اس کے پنجہ کی مالش اس شخص کے کی جائے جو عورت سے صحبت کرنے کے قابل نہ ہو تو مالش کرنے سے اس کی یہ کمزوری جاتی رہے گا۔ اگر اس کی تلی شہد کی شراب میں ملا کر اس شخص کو پلائی جائے جو تلی کے درد میں مبتلا ہو تو انشاء اللہ اس کو فائدہ ہوگا۔ اگر اس کو معدہ سکھا کر سیاہ چنے کے پانی کے ساتھ پیس لیں اور پھر اس شخص کو پلائیں جس کو عسر البول کی شکایت ہو تو اس کو انشاء اللہ فوری آرام ہوگا۔

اگر سیہی کو مار کر اس کا سر کسی ایسی تلوار سے کاٹا جائے جو کسی انسان پر نہ چلائی گئی ہو اور ہر اس سر کو کسی مجنوں یا مصروع یا کسی حواس باختہ کے جسم پر لٹکایا جائے تو انشاء اللہ اس کی یہ بیماریاں جاتی رہیں گی۔

اگر زندہ سیہی کے داہنے پاؤں کا ایک پارچہ (ٹکڑا) اس شخص پر جو گرم وسرد بخار یعنی تپ لرزہ میں مبتلا ہو اس کی بے خبری میں کسی کتان کے کپڑے میں لپیٹ کر اس کے بدن پر لٹا دیا جائے تو اس کا بخار جاتا رہے گا۔ اگر سیہی کی داہنی آنکھ میں اوٹا کرتا نبے کے برتن مین رکھ لی جائے اور پھر جو بھی شخص اس کو بطور سرمہ استعمال کرے تو رات کے وقت بھی کوئی شے اس کی آنکھوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی اور ہر چیز اس کو اس طرح دکھائی دے گی جیسے دن میں نظر آتی ہے چنانچہ اس کا استعمال عار اور چالاک لوگ جیسے چور وغیرہ' کرتے ہیں۔

اگر اس کی بائیں آنکھ تیل میں ابال لی جائے اور پھر اس تیل کو کسی شیشی میں بھر کر رکھ لیا جائے اور پھر اس تیل میں ایک سلائی ڈبو کر کسی ایسے شخص کو سونگھا دیا جائے جس کو سلانا (نیند لانا) مقصود ہو تو وہ شخص فوراً سو جائے گا۔ اگر اس کے داہنے ہاتھ کے ناخنوں کی دھونی کسی بخار والے شخص کو دی جائے تو اس کا بخار ختم ہو جائے گا۔

اگر اس کی تلی پکا کر کھالے تو انشاء اللہ اس کو آرام آجائے گا۔ اگر اس کا پتا پرانے گھی میں ملا کر عورت اس کی مالش کرے تو اس کا حمل ضائع ہو جائے گا۔ اس کا خون اگر کتے کے کاٹنے کی جگہ پر لگایا جائے تو کافی سکون ملتا ہے۔ اس کا نمک پڑا ہوا گوشت (جس گوشت میں نمک ملایا گیا ہو) داء الفیل (فیل پا کی بیماری) اور جذام کو نافع ہے۔ اور جو شخص نیند میں بستر پر پیشاب کر لیتا ہو اس کے لئے بھی بہت

فائدہ مند ہے۔

اگراس کوشراب میں ملا کر ایسے شخص کو پلایا جائے جو بیماری سے عاجز آچکا ہوتو اس کی بیماری ختم ہو جائے گی۔اگراس کا دل چوتھیا بخار والے کے بدن پر لٹکا دیا جائے تو اس کا بخار جاتا رہے گا۔اگر مجذوم کے بدن پر اس کی چربی کی مالش کی جائے تو کافی فائدہ ہوگا۔

تعبیر

سیہی کوخواب میں دیکھنے کی تعبیر مندرجہ ذیل امور کی طرف دلالت کرتی ہے:۔

مکر دھوکہ بازی' تجسس' کسی کو حقیر سمجھنا' تنگ دلی' جلدی غصہ آنا۔

اور بعض اوقات اس کی تعبیر ایسے کینہ وفساد پر دلالت کرتی ہے جس میں نوبت جنگ وجدال تک پہنچ جائے۔واللہ اعلم بالصواب

القنفذ البحری

قنفذبحری :دریائی سیہی۔قزوینیؒ نے لکھا ہے کہ دریائی سیہی کا اگلا حصہ خار پشت بری جیسا اور پچھلا حصہ مچھلی جیسا ہوتا ہے۔اس کا گوشت نہایت عمدہ ہوتا ہے اور عسر البول کے علاج میں بے حد مفید ہے۔اس کے بال بہت نرم ہوتے ہیں۔

القنفشة

قنفشة:ایک کیڑے کو کہتے ہیں اس کو دیہاتی لوگ خوب پہچانتے ہیں۔ابن سیدہؒ نے ایسا ہی لکھا ہے۔

اَلقَهْبی

هبی: قاف پر فتحہ ہے۔بعض حضرات نے کہا ہے کہ نر (مذکر) چکور کہا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ قہبی مکڑی کو کہتے ہیں۔

القهيبة

قهيبة ایک پرندہ ہے جو مکہ میں پایا جاتا ہے۔یہ سفید اور سبز رنگ کا ہوتا ہے۔ابن سیدہؒ نے کہا ہے کہ یہ چکور کی قسم میں سے ہے۔

القوافر

قوافر:مینڈک کو کہتے ہیں۔اس کا بیان ضاد معجمہ کے باب میں ضفادع کے عنوان سے گزر چکا ہے۔

القواع

قواع قاف پر ضمہ ہے۔مذکر (نر) خرگوش کو کہتے ہیں۔

القوبع

قوبع قاف پرضمہ اور باء پرفتحہ ہے۔ایک سیاہ رنگ کا پرندہ ہے جس کی دم سفید ہوتی ہے۔یہ اپنی دم کو مسلسل ہلاتا رہتا ہے۔

القوثع

قوثع: ثاء پرفتحہ ہے۔نر شتر مرغ کو کہتے ہیں۔اس کا بیان باب الظاء میں گزر گیا۔

القوق

قوق: قاف پرضمہ ہے۔ایک آبی پرندے کو کہتے ہیں جس کی گردن لمبی ہوتی ہے۔عباب میں ایسا ہی لکھا ہے۔

قوقیس

ایک پرندہ قوقیس :قزوینیؒ کا بیان ہے کہ یہ پرندہ ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔اس کا خاصہ یہ ہے کہ جب اس کو شہوت ہوتی ہے اور اس کی جفتی کا وقت آتا ہے تو یہ اپنے گھونسلہ میں بہت سی لکڑیاں اور سوکھا ہوا گھانس پھونس جمع کر لیتا ہے۔پھر نر اپنی چونچ مادہ کی چونچ سے رگڑتا ہے۔یہاں تک کہ اس رگڑ سے ایک آگ پیدا ہو کر گھانس پھونس میں لگ جاتی ہے۔چنانچہ اس آگ میں دونوں جل کر خاکستر ہو جاتے ہیں۔پھر جب بارش کا پانی ان کی راکھ پر پڑتا ہے تو اس پانی سے اس راکھ میں کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں اور رفتہ رفتہ ان کیڑوں کے بال و پر نکل آتے ہیں اور پھر وہ اپنے ماں باپ کی شکل وصورت اختیار کر لیتے ہیں۔آخر کار جب یہ بچے بڑے ہو جاتے ہیں اور ان کی جفتی کا وقت آتا ہے تو یہ بھی جل کر راکھ بن جاتے ہیں جس سے پھر نئے بچے پیدا ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا ہے۔

قوقی

(مچھلی)قوقی: پہلے قاف پرضمہ اور دوسرے قاف پر کسرہ ہے۔یہ ایک عیب وغریب قسم کی بحری مچھلی ہے اس کے سر پر ایک نہایت طاقتور کانٹا ہوتا ہے۔جس سے وہ اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتی ہے۔ملاحوں کا بیان ہے کہ جب اس مچھلی کو بھوک لگتی ہے تو یہ کسی نہ کسی جانور پر جا گرتی ہے۔جس سے وہ جانور اس کو نگل جاتا ہے چنانچہ جب یہ اس کے پیٹ میں پہنچ جاتی ہے تو اس کی آنتوں اور معدہ میں اپنا کانٹا مارنا شروع کر دیتی ہے جس سے اس جانور کو شدید تکلیف ہوتی ہے اور وہ تڑپ تڑپ کر مر جاتا ہے۔جب اس کو محسوس ہو جاتا ہے کہ وہ مر چکا ہے تو یہ اس کا پیٹ چیر کا باہر نکل آتی ہے اور وہ مردہ جانور اس کی اور دیگر پانی کے جانوروں کی خوراک بن جاتا ہے۔

جب کوئی شکاری اس کا شکار کرنا چاہتا ہے تو یہ اپنا کانٹا مار کر کشتی کو ڈبو دیتی ہے جس سے شکاری بھی ڈوب جاتے ہیں اور اس کی غذا بن جاتے ہیں۔ملاح لوگ اس مچھلی کو اچھی طرح پہچانتے ہیں اور اپنی کشتی پر اس مچھلی کی کھال چڑھا دیتے ہیں۔کیونکہ خود اس کی کھال میں اس کا کانٹا اثر نہیں کرتا ہے۔قزوینی نے ایسے ہی بیان کیا ہے۔

قیدالاوابد

(شریف النسل گھوڑا)قیـد الاوابـد :اس کوقیدالاوابداس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ اپنی تیز رفتاری کی بناء پرشکاری جانوروں کواپنی گرفت سے نکلنے نہیں دیتا یعنی کوئی بھی جانوراس سے تیز نہیں دوڑ سکتا۔

''اوابد''و''حوش''جنگلی جانوروں کوکہتے ہیں۔چنانچہ امرالقیس شاعر کاقول ہے

''بمجرد قید الاوابدھیکل''

ایک کم اورمضبوط گھوڑے کے ذریعے جووحشی جانوروں کی قید یعنی بیڑی ہے۔یعنی ان کوآگے نہیں بڑھنے دیتا۔

قیق

''قیـق''(پہلے قاف پرکسرہ ہے)اس سے مراد ایک پرندہ ہے جوجسامت میں فاختہ کے برابر ہوتا ہے۔اہل شام اس پرندے کو ''ابازریق'' کہتے ہیں۔یہ پرندہ لوگوں سے مانوس ہوتا ہے اورجلد ہی تعلیم وتربیت کوقبول کرلیتا ہے۔تحقیق''باب الزاء''میں بھی اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

ام قشعم

''ام قشعم''(قاف کےفتحہ کے ساتھ)اس سے مرادشترمرغ،مکڑی،بجو،شیرنی وغیرہ ہیں۔

ابو قیر

''ابوقیر''ابن اثیروغیرہ نے کہا ہے کہ اس سے مرادایک معروف پرندہ ہے۔

ام قیس

''ام قیس''اس سے مرادبنی اسرائیل کی گائے ہے۔تحقیق''باب الباء''میں اور''باب العین''میں بھی اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

بابُ الکاف

الکبش

کبش: مینڈھے کوکہتے ہیں۔اس کی جمع اکبش اورکباش آتی ہیں۔

ابوداؤداورابن ماجہ نے حضرت جابررضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ذی الحجہ کودوسینگ دار خصی مینڈھے جورنگ میں سفید مائل بہ سیاہی تھے ذبح فرمائے اورجب ان کوقبلہ رخ لٹایا توآپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

" اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِلٰی قولہ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ"۔ "

پھر فرمایا" اللّٰھم منک و الیک من محمد و امتک بسم اللہ و اللہ اکبر " یہ کہہ کر ان کے گلے پر چھری پھیر دی۔ حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بشرط مسلم صحیح ہے۔

ابن سعد نے اپنی طبقات میں روایت کی ہے کہ نبی علیہ السلام کو ہدیہ میں ایک ڈھال ملی جس پر ایک مینڈھے کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ آپ نے اس تصویر پر اپنا دستِ مبارک رکھ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو محو فرما دیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس ڈھال پر عقاب کی تصویر بنی ہوئی تھی جو آپ کو بری معلوم ہوئی۔ جب آپ سو کر اٹھے تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو محو فرما دیا ہے۔

سنن ابی داؤد و ابن ماجہ میں حضرت ابو درداؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی پر وحی نازل فرمائی اور حکم دیا کہ ان لوگوں سے جو ماسوائے (دین) کے لئے فقیہ بنتے ہیں۔ علم حاصل کرتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں کرتے' عمل آخرۃ کے ذریعے دنیا طلب کرتے ہیں اور لوگوں کو دکھانے کے لئے مینڈھے کی اُون کے کپڑے پہنتے ہیں لیکن ان کے دل ایلوہ سے زیادہ تلخ ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ وہ مجھ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور مجھ سے مذاق کر رہے ہیں لیکن میں ان پر ایسی بلا مسلط کر دوں گا کہ جس کے دفعیہ میں حکیم بھی عاجز و حیران ہو جائے گا"۔

بیہقی نے شعب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو اپنے سامنے سے آتے ہوئے دیکھا کہ وہ مینڈھے کی کھال پہنے ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس شخص کو دیکھو اس کا دل اللہ تعالیٰ نے منور فرما دیا ہے۔ ایک دن وہ تھا جب میں نے دیکھا تھا کہ اس کے والدین اس کو عمدہ سے عمدہ کھانا کھلاتے تھے اور پلاتے تھے اور یہ ایسا قیمتی لباس پہنے ہوئے تھا جس کو دو سو درہم میں خریدا گیا تھا مگر اب اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت نے اس اس حال میں پہنچا دیا۔ اور یہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔

صحیحین میں حضرت خباب ابن الارت سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں ہم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔ لہٰذا ہمارا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ثابت ہو گیا۔ ہم میں سے وہ بھی ہیں جو مر گئے اور اپنے اجر میں سے (دنیا میں) کچھ نہ کھایا اور ان میں حضرت مصعبؓ بن عمیر بھی ہیں۔ آپ غزوہ احد میں شہید ہوئے تو ان کو کفنانے کے لیے ایک پارچہ صوف (اون) کے علاوہ ہم کو کچھ دستیاب نہ ہو سکا۔ چنانچہ جب آپ کو غسل دے کر وہ اونی پارچہ (کپڑا) ان پر ڈالا گیا تو وہ اس قدر تنگ (چھوٹا) تھا کہ اگر ہم آپ کے پاؤں ڈھکتے تو سر کھل جاتا اور اگر سر ڈھکتے تو پاؤں کھل جاتے۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کپڑے سے ان کا سر ڈھک دو اور پیروں پر گھاس ڈال دو اور ہم میں وہ بھی ہیں کہ جن کا پھل پختہ (پک گیا) ہو گا اور اب وہ اس کو توڑنے والے ہیں (اس پھل سے وہ فتوحات اسلامی مراد ہیں جو عہد خلافت میں حاصل ہوئیں)۔

قرآن پاک میں مینڈھے کا تذکرہ:

قرآن پاک میں مینڈھے سے متعلق یہ آیت کریمہ موجود ہے "وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ" یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عوض میں ذبح ہونے کے لئے جنت سے ایک مینڈھا بھیج دیا۔

اس کو عظیم اس وجہ سے فرمایا گیا کیونکہ "بقول حضرت ابن عباسؓ" یہ مینڈھا چالیس سال تک جنت میں چرتا پھرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ

وہی مینڈھا تھا جس کو ہابیل نے نذر میں چڑھایا تھا اور اس کی نذر اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہوئی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دست مبارک سے تمام کو پہنچ جاتی تو یہ بھی ایک سنت قائم ہو جاتی اور مسلمانوں کو اپنے فرزندان کی قربانی کرنی پڑتی۔

اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ ذبح کا حکم حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے تھا یا حضرت اسحاق علیہ السلام کے لئے۔ چنانچہ قرائن و دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم قربانی حضرت اسماعیل علیہ اسلام کے لئے ہی تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں علماء نے مندرجہ ذیل دلائل دیئے ہیں۔

پہلی دلیل:۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت ذبح کے قصہ سے فراغت کے بعد اور اس کے متصل دی ہے۔ چنانچہ فرمایا'' فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ''یعنی بشارت دی ہم نے حضرت سارہ کو اسحٰق کی اور اسحٰق کے بیٹے یعقوب کی۔ اب اگر حضرت اسحٰقؑ علیہ السلام کو ذبیح مانا جائے تو اس آیت پر (نعوذ باللہ) یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحٰقؑ کی پشت سے حضرت یعقوب علیہ السلام کے پیدا ہونے کا وعدہ فرمایا تو پھر ان کو ذبح کرنے کا حکم دینے کے کیا معنی؟

دوسری دلیل:۔ محمدؒ بن کعب قرظی کا بیان ہے کہ ایک بار امیر المومنین حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے ایک ایسے یہودی عالم سے جو کہ مسلمان ہو گئے تھے اور اسلام میں پختہ ثابت ہوئے تھے دریافت فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کس بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا اس نے جواب دیا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام پھر اس کے بعد اس نومسلم یہودی عالم نے کہا کہ اے امیر المومنین یہودی اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا مگر یہودی محض مسلمانوں سے حسد رکھنے کی وجہ سے اس قصہ کو حضرت اسحٰقؑ کی طرف منسوب کرتے ہیں کیونکہ وہ آپ کو اپنا باپ سمجھتے ہیں۔

تیسری دلیل:۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عوض میں جو مینڈھا اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا اس کے سینگ عرصہ دراز تک خانہ کعبہ میں لگے رہے اور ان پر بنی اسماعیل یعنی قریش کا قبضہ تھا۔ لیکن جب حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ اور حجاج بن یوسف کے درمیان جنگ ہوئی اور حجاج کی آتش بازی سے خانہ کعبہ میں آگ لگ گئی تو دیگر سامان کے ساتھ یہ سینگ بھی جل کر خاکستر ہو گئے۔ حضرت ابن عباسؓ اور امام شعبیؒ ان سینگوں کے چشم دید گواہ تھے۔

چوتھی دلیل:۔ عرب کے مشہور ادیب اصمعی کا بیان ہے کہ میں نے ابوعمرو بن العلاء سے دریافت کیا کہ آیا ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے یا حضرت اسحٰق علیہ السلام؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اے اصمعی! تمہاری عقل کہاں جاتی رہی' حضرت اسحٰقؑ مکہ میں کب رہے۔ البتہ حضرت اسماعیل علیہ السلام شروع سے آخیر تک مکہ میں رہے اور آپؑ نے ہی اپنے والد ماجد کے ساتھ خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی۔

پانچویں دلیل:۔ محمد بن اسحٰق کا بیان ہے کہ جب کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت حاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دیکھنے کا قصد فرماتے تو براق پر سوار ہو کر مکۃ المکرمہ پہنچ جاتے اور وہاں شام تک رہ کر رات کو اپنے گھر یعنی ''جزون'' واپس آ جاتے۔

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے والد بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے اور پدر بزرگوار کو ان سے اللہ کی عبادت اور اس کی حدود کی تعظیم کے سلسلے میں جو امیدیں وابستہ تھیں ان کو پورا کرنے کی صلاحیت حضرت اسماعیلؑ کے اندر پیدا ہو گئی تو حکم خداوندی یہ ہوا کہ اے ابراہیمؑ! اسماعیل کو میری راہ میں قربان کردو۔ یہ حکم آپ کو بذریعہ خواب دیا گیا۔ آپ نے ذی

الحجہ کی آٹھویں شب میں یہ دیکھا کہ کوئی کہنے والا آپ سے کہہ رہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو اس بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ خواب منجانب اللہ ہے یا شیطانی وسوسہ ہے۔ اسی وجہ سے اس دن یعنی ۸/ ذی الحجہ کو یوم ترویہ یعنی یوم شک کہتے ہیں۔ پھر جب رات ہوئی تو وہی خواب آپ نے دوبارہ دیکھا۔ صبح جب آپ سو کر اٹھے تو آپ کو یقین ہو گیا کہ قربانی کا حکم اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ چنانچہ ۹/ ذی الحجہ کو عرفہ کہنے کا یہ سبب ہے۔ اس یقین کے بعد آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کرنے مصمم ارادہ کرلیا اور ۱۰/ ذی الحجہ کو یوم النحر جس کو قربانی کا دن کہتے ہیں۔ آپ نے حکم خداوندی کی تعمیل فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے فرزند ارجمند کے عوض میں ذبح کرنے کے لئے ایک مینڈھا بھیج دیا۔

فائدہ:۔ بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں پہنچ جائیں گے تو موت کو ایک سفید مینڈھے کی شکل میں جنت اور دوزخ کے درمیان لا کر کھڑا کیا جائے گا اور پھر اس کو ذبح کر دیا جائے گا۔ جنتیوں سے کہا جائے گا کہ اب تم کو موت نہیں آئے گی اور تم ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہو گے اور پھر یہ دوزخیوں سے بھی کہا جائے گا کہ اب تم کو سدا کے لئے دوزخ میں رہنا ہے۔

موت کے مینڈھے کو ذبح کرنے والے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام ہوں گے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ذبح کیا جائے گا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے اسم گرامی میں حیاتِ ابدی کی طرف اشارہ ہے۔

مولف ''کتاب الفردوس'' نے لکھا ہے کہ موت کے مینڈھے کو ذبح کرنے والے حضرت جبرئیل علیہ السلام ہوں گے۔ واللہ اعلم

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابونعیم کی کتاب ''الحلیہ'' میں وہب ابن منبہ کی سوانح میں دیکھا ہے کہ ساتویں آسمان پر اللہ تعالیٰ کا ایک مکان ہے جس کو ''البیضاء'' کہتے ہیں۔ اس مکان میں مومنین کی ارواح مرنے کے بعد جمع ہوتی ہیں۔ جب کوئی مومن مر کر یہاں سے وہاں پہنچتا ہے تو یہ روحیں اس سے ملنے آتی ہیں اور اس سے دنیا کے حالات معلوم کرتی ہیں۔ جیسے کوئی شخص پردیس میں ہو اور اس کے وطن کا کوئی شخص اس کے پاس پہنچتا ہے تو وہ اس سے اپنے گھر کے حالات معلوم کرتا ہے۔

ایک عجیب عمل

بونی نے اپنی کتاب ''اللمعة النورانیه'' میں ایک عجیب راز کی بات لکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی کو قتل یا عذاب وغیرہ سے اپنی جان کا اندیشہ ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ ایک فربہ مینڈھا جو قربانی کے جانور کی طرح جملہ عیوب سے پاک وصاف ہو حاصل کرے اور پھر اس کو کسی سنسان جگہ پر قبلہ رخ کر کے جلدی سے ذبح کر دے اور بوقت یہ دعا پڑھے:

'' اَللّٰهُمَّ هٰذَا لَکَ وَمِنْکَ اللّٰهُمَّ هٰذَا فِدَائِیْ فَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ '' لیکن ذبح سے قبل یہ اہتمام ضرور کرے کہ ایک گڑھا کھود کر تیار رکھے تا کہ اس مینڈھے کا تمام خون اس گڑھے میں جمع ہو جائے اور پھر اس گڑھے کو مٹی سے اچھی طرح دبا دیا جائے تا کہ اس کا خون کسی کے پاؤں کے نیچے نہ آئے۔ اس کے بعد اس کے گوشت کے ساٹھ حصے کرے سری اور پائے، کلیجی اور کھال وغیرہ بھی تقسیم کر دے۔ لیکن اس کے گوشت میں سے کچھ بھی نہ تو خود کھائے اور نہ اپنے اہل وعیال ودیگر رشتہ داروں کو کھلائے۔ بونی نے لکھا ہے کہ ایسا کرنے سے (انشاء اللہ) اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے سر سے وہ بلاٹل جائے گی۔ یہ عمل متفق علیہ اور مجرب ہے۔

فائدہ:۔ اگر کوئی ڈر کا معاملہ (مذکورہ بالا سے کم درجہ کا ہو) ہو تو اس صورت میں ساٹھ مسکینوں کو پیٹ بھر کر عمدہ قسم کا کھانا کھلائے اور یہ دعا پڑھے:۔

" اللھم ان استکفی الامر الذی اخافه بھم ھو لا ء و اسالک بانفسھم وارواحھم و عزائمھم ان تخلصنی بما اخاف و احذر"

انشاءاللہ اس عمل سے اس کی کلفت دور ہو جائے گی۔ یہ عمل بھی مجرب اور متفق علیہ ہے۔

مینڈھوں کو مرغوں کی طرح آپس میں لڑانا حرام ہے۔ چنانچہ ابوداؤد ترمذی نے مجاہد سے اور انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہائم کے درمیان لڑائی سے منع فرمایا ہے۔

کتاب "الکامل" میں غالب بن عبداللہ جزری کی سوانح میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی جو حدیث مذکور ہے اس کے الفاظ یہ ہیں "ان اللّٰہ تعالیٰ لعن من یحرش بین البھائم "اس حدیث شریف کی بناء پر حلیمی نے تحریش (آپس میں لڑنے کو) حرام و ممنوع قرار دیا ہے۔ امام احمدؒ کے اس بارہ میں دو قول ہیں یعنی تحریم اور کراہت۔

طبی خواص

اگر مینڈھے کا خصیہ تل کر اس شخص کو کھلایا جائے جو رات کو بستر پر پیشاب کر دیتا ہو تو اس کا ایسا کرنا بند ہو جائے گا۔ بشرطیکہ اس کے کھانے پر مداومت کرے۔ اگر کوئی عورت عسر ولادت میں مبتلا ہو تو مینڈھے اور گائے کی چربی آب گندنا میں ملا کر عورت کی اندام نہانی میں رکھی جائے تو انشاءاللہ بچہ آسانی سے پیدا ہو جائے گا۔ مینڈھے کا گردہ معہ نسوں کے نکال کر دھوپ میں سکھا کر روغن زرنیق میں ملا کر اس جگہ پر ملا جائے جہاں پر بال نہ اُگتے ہوں تو اس جگہ بال نکل آئیں گے۔ اگر مینڈھے کا پتا عورت کی چھاتیوں (پستانوں) میں مَلا جائے تو دودھ نکلنا بند ہو جائے گا۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے باسناد صحیح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرق النساء کے علاج کے لئے عربی سیاہ مینڈھے کی دم کی تعریف کی ہے لیکن یہ مینڈھا نہ بہت بڑا ہوا اور نہ بہت چھوٹا ہو بلکہ درمیانی ہو۔ اور فرماتے تھے کہ کہ اس کی دم کے تین حصے کئے جائیں اور ایک حصہ کو روزانہ اُبال کر تین دن تک پیا جائے۔ اس حدیث کو حاکم و ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرق النساء کی شفا (دوا) اس میں ہے کہ مینڈھے کی دُم لے کر اس کے تین حصے کئے جائیں اور پھر یہ تینوں حصے ایک ایک دن (تین دن تک) روزانہ نہار منہ دئے جائیں۔

عبداللطیف بغدادی کا کہنا ہے کہ یہ علاج ان دہقانیوں کو زیادہ فائدہ دیتا ہے جن کو یہ مرض (عرق النساء) خشکی سے لاحق ہوا ہو۔

تعبیر

مینڈھے کو مختلف حالات میں خواب میں دیکھنے کی تعبیر حسب ذیل ہے:۔

مرد شریف القدر کیونکہ ابن آدم کے بعد مینڈھا اشرف الدواب ہے۔ اس لئے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلہ میں اس کا فدیہ دیا گیا تھا۔

اگر کوئی شخص اپنے پاس (خواب میں) مینڈھے کا خصیہ دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو کسی شریف مرد کا مال حاصل ہوگا یا کسی شریف شخص کی لڑکی سے اس کا نکاح ہوگا۔ اگر کوئی شخص بلاضرورت (خواہ مخواہ یعنی اس کو کھانے کی ضرورت نہ ہو) خواب میں مینڈھا ذبح کرے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی بڑے آدمی کو قتل کرے گا۔ اور اگر کھانے کی غرض سے ذبح کیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی بڑے شخص کے ہاتھوں (یعنی ظلم) سے نجات پائے گا اور اگر بیمار شخص خواب میں مینڈھے کو کھانے کی غرض سے ذبح کرے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ

تمام تفکرات والجھنوں سے نجات پا جائے گا اور اگر خواب کوئی قیدی دیکھے تو اس کو قید سے رہائی مل جائے گی اور اگر یہی خواب کوئی مقروض دیکھے تو اس کا قرض ادا ہو جائے گا اور اگر وہ بیمار ہے تو اچھا ہو جائے گا۔ واللہ اعلم

الکر کند

کر کند: گینڈا کو کہتے ہیں۔ علامہ دمیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسماعیل بن محمد الامیر کے ہاتھ کی بنی ہوئی گینڈا کی ایک تصویر دیکھی ہے۔ گینڈا جزائر چین و ہند میں پایا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کی لمبائی سو ہاتھ اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس کے تین سینگ ہوتے ہیں۔ ایک سینگ اس کی پیشانی پر اور بقیہ ایک ایک اس کے دونوں کانوں پر ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس کے سینگ بڑے مضبوط اور طاقت ور ہوتے ہیں اور یہ اپنے سینگوں سے ہاتھی کو مار کر اس کو سینگوں پر اٹھا لیتا ہے اور آرام سے مردہ ہاتھی کو سینگوں پر لٹکائے پھرتا ہے۔

گینڈے کا بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں چار سال تک رہتا ہے۔ جب ایک سال پورا ہو جاتا ہے تو بچہ اپنی ماں کے پیٹ سے اپنا سر باہر نکال لیتا ہے اور آس پاس کے درخت چر لیتا ہے۔ جاحظ نے کہا ہے کہ یہ قول لغو ہے۔ پھر جب چار سال پورے ہو جاتے ہیں تو یہ ماں کے پیٹ سے نکل کر بجلی کی تیزی سے ماں سے دور بھاگ جاتا ہے تاکہ اس کی ماں اس کو چاٹ نہ سکے۔ کیونکہ ماں (مادہ) کی زبان پر ایک بڑا موٹا کانٹا ہوتا ہے۔ اگر وہ بچہ کو چاٹ لیتی ہے تو لحہ بھر میں بچہ کا گوشت ہڈیوں سے جدا ہو جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ شاہانِ چین جب کسی کو تیزی سے سزا دینا چاہتے ہیں تو اس شخص کو گینڈی (مونث گینڈا) کے سامنے ڈلوا دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ چند لحوں میں اس کے تمام جسم کو چاٹ کر ہڈیوں کے ڈھانچہ میں تبدیل کر دیتی ہے۔ کرکند کو جاحظ نے ''کرکدن'' لکھا ہے۔ اس کو حمار ہندی اور حریش بھی کہتے ہیں۔ یہ ہاتھی کا دشمن ہوتا ہے۔ اس کی جائے پیدائش بلاد ہند اور نوبہ ہیں۔ اس کے سر میں ایک بڑا سینگ ہوتا ہے جس کے وزن کی وجہ سے یہ اپنا سر بہت زیادہ اوپر نہیں اٹھا سکتا اور ہمیشہ اس کا سر جھکا ہوا رہتا ہے۔ یہ سینگ اس کے سر یا پیشانی پر بہت ہی مضبوطی سے قائم ہوتا ہے اور اس کی نوک (سرا) بہت ہی تیز ہوتی ہے۔ اسی سینگ سے وہ ہاتھی کا مقابلہ کرتا ہے اور ہاتھی کے دونوں دانت اس کے سامنے کچھ کام نہیں کرتے۔

اگر گینڈے کے سینگ کو لمبا پھیلا دیا جائے تو اس میں مختلف قسم کی تصویریں دکھائی دیتی ہیں۔ کہیں مور کی تصویر کہیں ہرن کی کہیں مختلف قسم کے پرند اور درخت اور کہیں آدمیوں کی شکلیں نظر آتی ہیں۔ کہیں صرف رنگ سیاہ و سفید نظر آتے ہیں۔ چنانچہ ان عجیب و غریب نقوش کی بناء پر اس کے سینگوں کی تختیاں بنا کر ان کو شاہی تختوں اور کرسیوں پر لگایا جاتا ہے اور سوداگر لوگ اس کے سینگ سے بنی ان تختیوں کو بہت گراں قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔

اہل ہند کا کہنا ہے کہ جس جنگل میں گینڈا ہوتا ہے اس میں دور دور تک کوئی دوسرا جنگلی جانور نہیں رہتا۔ تمام جانور اس سے ڈر کر بھاگ جاتے ہیں۔ دیگر جنگلی جانور کم سے کم ہر سمت سے سو فرسنگ کا فاصلہ اس کے مقام رہائش سے اپنی رہائش گاہ کے درمیان برقرار رکھتے ہیں۔ گینڈا انسان کا بھی شدید دشمن ہوتا ہے۔ چنانچہ جب کبھی یہ کسی انسان کو دیکھ لیتا ہے تو اس کی تلاش میں لگ جاتا ہے اور جب تک اس کو ہلاک نہ کر دے اس کو سکون نہیں ملتا۔ گینڈا ہی ایک ایسا جانور ہے جس کے سینگ دونوں جانب سے مشتق یعنی چرے ہوئے ہوتے ہیں۔

شرعی حکم

امام شافعیؒ کے فتویٰ کے مطابق اس کا کھانا حلال ہے۔ مگر امام ابوحنیفہؒ و دیگر حضرات نے اس کو حرام کہا ہے۔

طبی خواص

گینڈا کے سینگ کے سرے پر موڑ کے مخالف جانب ایک شاخ ہوتی ہے۔ اس کے خواص بڑے عجیب و غریب ہیں۔ اس کے صحیح ہونے کی علامت یہ ہے کہ اگر اس میں جھانک کر دیکھا جائے تو اس میں ایک گھوڑے سوار کی صورت نظر آتی ہے۔ یہ چیز بہت قیمتی ہوتی ہے اور بادشاہ لوگ ہی اس کو رکھ سکتے ہیں۔ اس کا خاصہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ ہر قسم کا عقدی (حاجت یا تکلیف) حل ہو جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی درد قولنج کا مریض اس کو اپنے ہاتھ میں لے لے تو فوراً درد ختم ہو جائے گا۔ اور اگر درد زہ میں مبتلا عورت اس کو اپنے ہاتھ میں لے لے تو فوراً ولادت ہو جائے گی۔ اور اگر اس کو تھوڑا سا گھس کر مرگی والے مریض کو پلا دیا جائے تو وہ فوراً ہوش میں آ جائے گا۔

اور جو شخص اس کو اپنے پاس رکھے وہ نظر بد سے محفوظ رہے گا اور اگر گھوڑے پر سوار ہو تو گھوڑا اس کو لے کر نہ گرے۔ اگر اس کو گرم پانی میں ڈال دیا جائے تو وہ پانی فوری ٹھنڈا ہو جائے گا۔

اگر گینڈا کی داہنی آنکھ کسی انسان کے بدن پر لٹکا دی جائے تو اس کی تمام کلفتیں دور ہو جائیں گی اور وہ جن و سانپوں سے محفوظ رہے گا۔ اس کی بائیں آنکھ تپ لرزہ میں نافع ہے۔ اس کی کھال سے ڈھالیں بنائی جاتی ہیں۔ چنانچہ اس کی کھال سے بنی ڈھال پر تلوار اثر نہیں کرتی۔

خاتمہ

ابو عمر بن عبداللہ کتاب الامم میں لکھتے ہیں کہ اہلِ چین کا سب سے بڑھیا قیمتی زیور گینڈے کے سینگ سے تیار ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں طرح طرح کے نقوش ہوتے ہیں۔ ان سینگوں کی پٹیاں بھی بنائی جاتی ہیں۔ اس کے سینگ سے بنی ایک پٹی کی قیمت چار ہزار مثقال سونے تک پہنچ جاتی ہے۔ اہلِ چین کے نزدیک یہ سونا سے زیادہ قیمتی سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ سونے کے مقابلے میں اس کے سینگ سے بنے زیورات کو قیمتی سمجھتے ہیں اور سونے سے یہ اپنے گھوڑوں کے لگام اور کتوں کی زنجیریں بنواتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ چینی لوگ سفید رنگ مائل بہ زردی ہوتے ہیں ان کی ناک چپٹی ہوتی ہے۔ یہ لوگ زنا کو مباح کہتے ہیں۔ اور اس فعل سے ان کو بالکل انکار نہیں۔

جب آفتاب برج حمل میں پہنچتا ہے تو ان کے یہاں ایک تیوہار (عید) ہوتا ہے ان کی یہ عید سات دن تک چلتی ہے اور ان سات دنوں میں یہ خوب کھاتے ہیں۔ ان کی ولایت بہت وسیع ہے۔ اس میں تین سو شہر ہیں اور عجائبات کی کثرت ہے۔

اس ملک یعنی چین کی آبادی کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ عامور بن یافث بن نوح علیہ السلام نے سب سے پہلے یہاں نزول فرمایا اور انہوں نے اور اُن کی اولاد نے بہت سے شہر آباد کئے اور ان میں طرح طرح کے عجائبات رکھے۔ عامور نے چین میں تین سو سال تک حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا لڑکا صاین بن عامور اس کی سلطنت کا مالک ہوا اور اس نے دوسو (۲۰۰) تک حکومت کی۔ چنانچہ اسی کے نام پر اس ملک کا نام "صین" پڑ گیا اور بعد میں صین سے چین ہو گیا۔

صاین نے اپنے باپ عامور کی شکل کا ایک سونے کا بت بنوا کر ایک سونے کے تخت پر رکھوا لیا تھا اور اس کی رعایا نے اس کی پرستش شروع کر دی۔ چنانچہ صاین کے بعد جتنے بھی بادشاہ ہوئے۔ انہوں نے بھی یہی طریقہ جاری رکھا۔ کہتے ہیں کہ صابی مذہب کے موجد

یہی لوگ تھے۔

کہتے ہیں کہ چین کے عقب میں ناگوں یعنی برہنہ لوگوں کی ایک قوم آباد ہے۔ان میں سے بعض تو اپنے بالوں سے اپنی ستر پوشی کرتے ہیں۔لیکن بعض ایسے ہیں جن کے بال ہی نہیں ہیں۔چنانچہ وہ برہنہ ہی رہتے ہیں۔ان کے چہرے سرخ ہوتے ہیں اوران کے بال سرخ وسفید ہوتے ہیں۔ان میں بعض فرقے ایسے ہیں جو سورج نکلتے ہی بھاگ کر غاروں میں داخل ہو جاتے ہیں اور غروب آفتاب تک ان میں رہتے ہیں۔ان کی خوراک ایک بوٹی از قسم کماۃ (سانپ کی چھتری) اور بحری مچھلیاں ہیں۔

ان تمام تفصیلات کے بعد ابو عمر نے اپنی کتاب میں یاجوج ماجوج کا ذکر کیا ہے۔کہتے ہیں کہ مؤرخین کا اس پر اجماع ہے کہ یاجوج ماجوج یافث بن نوح کی نسل سے ہیں۔آخیر میں ابو عمر نے اپنی کتاب کو اس حدیث پر ختم کیا ہے:

''کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کی دعوت یاجوج ماجوج تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا کہ شب معراج میرا گزر جب ان پر ہوا تو میں نے ان کو اسلام کی دعوت دی تھی مگر انہوں نے کچھ جواب نہ دیا''۔

تعبیر

گینڈے کی خواب میں دیکھنے کی تعبیر عظیم و جابر بادشاہ سے دی جاتی ہے۔واللہ اعلم

الکرکی

(بڑی بطخ) الکرکی: قاز یا بڑی بطخ۔اس کی جمع ''کراکی'' آتی ہے۔اس کی کنیت ابو عریان، ابو عینا، ابو العیز اور ابو نعیم اور ابو الہیثم آتی ہیں۔یہ ایک بڑا آبی پرندہ ہے۔اس کا رنگ خاکی ہوتا ہے اور اس کی ٹانگیں پنڈلیوں سمیت لمبی ہوتی ہیں اس کی مادہ جفتی کے وقت بیٹھتی نہیں اور نر و مادہ اس کام سے بہت جلد فارغ ہو جاتے ہیں۔

یہ پرندہ رؤسا کے لئے بہت زیادہ فائدہ مند ہے کیونکہ یہ طبعاً بہت چوکنا اور پاسبان واقع ہوا ہے۔چنانچہ یہ پاسبانی (پہرہ داری) کا فرض باری باری انجام دیتا ہے۔جس کی باری ہوتی ہے وہ آہستہ آہستہ گنگناتا رہتا ہے تاکہ دوسروں کو معلوم رہے کہ وہ اپنا فرض (پہرہ داری) انجام دے رہا ہے۔جب ایک کی باری (پہرہ دینے کا وقت) ختم ہو جاتی ہے تو دوسرا نیند سے بیدار ہو جاتا ہے اور بالکل اسی طرح پہرہ دینے لگ جاتا ہے۔

یہ ان پرندوں میں سے ہے جو موسم کے اعتبار سے اپنی رہائش تبدیل کرتے رہتے ہیں۔چنانچہ یہ گرمیاں کسی مقام پر اور سردیاں کسی دوسرے مقام پر گزارتے ہیں اور بعض دفعہ یہ نقل مکانی کرنے کے لئے ہزاروں میل کا سفر کرتے ہیں۔ان میں سے کچھ ایسی قسمیں بھی ہیں جو پورے سال ایک جگہ ہی رہتی ہیں۔

قاز (بڑی بطخ) کی خلقت میں تناصر (ایک دوسرے کی مدد کرنا) بہت پایا جاتا ہے۔یہ علیحدہ علیحدہ پرواز نہیں کرتیں۔بلکہ ایک قطار باندھ کر (جس کو ڈار کہتے ہیں) ایک ساتھ اڑتی ہیں۔اس ڈار میں ایک قاز بطور رئیس سب سے آگے رہتی ہے۔باقی سب اس کے پیچھے پیچھے رہتی ہیں۔کچھ عرصہ تک یہی ترتیب قائم رہتی ہے مگر وقتاً فوقتاً بدلتی رہتی ہے اور مقدم کی ڈیوٹی بھی پاسبانی کی طرح باری باری انجام دی جاتی ہے حتیٰ کہ جو شروع میں سب سے آگے ہوتی ہے وہ بتدریج سب سے پیچھے ہو جاتی ہے

کہتے ہیں کہ قاز کی سرشت میں یہ بات بھی موجود ہے کہ جب اس کے ماں باپ بوڑھے ہو جاتے ہیں تو ان کی اولاد ان کی معین و

مددگار رہتی ہے۔ چنانچہ ابوالفتح کشاجم نے اس میں پائی جانے والی اس عادت کی اس طرح مدح کی ہے۔ چنانچہ وہ اپنے لڑکے کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے

اتخذ فی خلة الکراکی اتخذ فیک خلة الوطواط

تُو میرے لئے قاز کی عادت اختیار کر اور میں تیرے لئے وطواط یعنی چمگادڑ [1] کی عادت اختیار کروں گا۔

انا ان لم تبرنی فی عناء فبری ترجو جواز الصراط

اگر تُو میرے ساتھ بھلائی نہیں کرے گا تو مجھ کو رنج ہوگا اور اگر بھلائی کرے گا تو (قیامت کے دن) تو پل صراط سے گزرنے کی اُمید کر سکتا ہے۔

قاز بسا اوقات زمین پر ایک ٹانگ سے کھڑی رہتی ہے اور اگر اپنی دوسری ٹانگ زمین پر رکھتی بھی ہے تو بہت آہستہ سے رکھتی ہے مبادا وہ زمین میں نہ دھنس جائے۔

بادشاہ اور امراء مصر قاز کے شکار میں بہت غلو اور مال زیادہ خرچ کرتے ہیں۔

فائدہ:۔ ابن ابی الدنیا اور دیگر محدثین حضرات نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ حدیث نقل کی ہے۔ ''حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ آپ نبی ہیں اور اس علم کے آپؐ کے پاس کیا ذرائع تھے؟ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر! میرے پاس دو فرشتے آئے ان میں سے ایک تو زمین پر اتر آیا مگر دوسرا زمین وآسماں کے درمیان معلق رہا۔ پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ کیا یہی وہ شخص ہیں؟ اس کے رفیق نے جواب دیا کہ ہاں یہی ہیں۔ پھر اس نے جو معلق تھا اپنے ساتھی سے کہا کہ ان کا (ان کی امت کے) ایک مرد سے وزن کرو۔ چنانچہ مجھ کو تولا گیا تو میں بھاری اترا۔ پھر مجھ کو دس مردوں سے تولا گیا تو پھر بھی میرا ہی وزن زیادہ رہا۔ پھر سو مردوں سے اور آخر میں ایک ہزار مردوں سے تولا گیا مگر ہر بار میرا پلڑا ہی بھاری رہا۔ چنانچہ جب وہ مجھ کو تول چکے تو ایک نے دوسرے سے کہا ان کا شکم چاک کرو۔ چنانچہ میرا شکم چاک کیا گیا اور دل نکال کر اس میں سے شیطانی غذا اور جما ہوا خون خارج کر دیا گیا۔ پھر اس نے دوسرے سے کہا کہ ان کے شکم کو خوب مانجھو اور ان کے دل کو پانی بھر بھر کے دھو ڈالو۔ چنانچہ سب کچھ اس نے حسبِ ہدایت کر کے دل کو اس کی جگہ پر رکھ کر ٹانکے لگا دیئے اور (جیسا کہ تم دیکھ چکے ہو) میرے شانوں کے درمیان مہر نبوت قائم کر دی۔ اس کے بعد وہ فرشتے میرے پاس سے چلے گئے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس واقعہ سے پہلے مہر نبوت آپؐ کے جسم مبارک پر نہیں تھی۔ اس مہر نبوت کے بارے میں کہ یہ کس طرح کی تھی علماء کرام کے بیس اقوال ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ وہ پچھنے جیسا نشان تھا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس کے اردگرد تل تھے اور ان پر سیاہ بال تھے۔ کسی نے کہا ہے کہ وہ سیب کی شکل وصورت کی تھی اور اس پر کلمہ **لَاَ اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰـہُ مقحَمَّد'' رُسُوْلُ اللّٰہ''** لکھا ہوا تھا۔

شرعی حکم

(بڑی بطخ) کا کھانا سب کے نزدیک جائز ہے۔

[1] وطاط یعنی چمگادڑ پرواز کے وقت اپنے بچوں کو اپنے جسم سے چمٹائے رہتی ہے۔

طبی خواص

قاز کا گوشت سرد و خشک ہوتا ہے اور اس میں چکنائی نہیں ہوتی۔ اُس قاز کا گوشت بہترین تصور کیا جاتا ہے جو باز کے ذریعے شکار کی گئی ہو۔ اس کا گوشت محنتی لوگوں کے لئے فائدہ مند ہوتا ہے۔ مگر دیر ہضم ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کا ضرر گرم مصالحوں سے دور ہوسکتا ہے۔ اس کے کھانے سے گاڑھا خون پیدا ہوتا ہے۔ گرم مزاج والوں اور بالخصوص نوجوانوں کو بہت موافق آتا ہے۔ اس کے کھانے کا بہترین وقت موسم سرما ہے۔ اس کا گوشت کھا کر شہد کے حلوہ سے منہ میٹھا کرنا پسندیدہ ہے اس لئے کہ ایسا کرنے سے اس کا گوشت ہضم ہو کر پیٹ سے باسانی خارج ہو جاتا ہے۔ اس کو لگاتار (روزانہ) کھانا درست نہیں بلکہ ضروری ہے کہ اس کے کھانے میں ایک دن یا دو دن کا وقفہ ہو۔ کھانے سے قبل اس کی ٹانگوں میں پتھر باندھ کر لٹکا دیا جائے تا کہ اس کا گوشت نرم پڑ جائے اس کے بعد اس کو خوب پکایا جائے۔

قاز کا پتا قراع (گنجا پن) کے لئے بہت نافع ہے۔ اگر اس کا پتا اور دماغ زیتی میں ملا کر اس شخص کے دماغ میں ڈالا جائے جس کو نسیان (جس کی یادداشت چلی گئی ہو) تو اس کو تمام بھولی ہوئی باتیں یاد آ جائیں گی۔ اگر کسی کی یہ خواہش ہو کہ اس کے بدن پر بالکل بال نہ اُگیں تو اس کو چاہیے کہ تھوڑا سا ساذراریح (ایک قسم کا مرغ) کا گوشت اور اسی کے ہم وزن قاز کی ہڈی کا گودا لے کر آپس میں اچھی طرح ملا کر اس جگہ لگائے جہاں بال نکلنا مطلوب نہ ہو اس عمل سے بال نہیں نکلیں گے۔

تعبیر

قاز کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو مسکین اور غریب ہو۔ اور اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت سے قازوں کا مالک بن گیا ہے یا اس کو کسی نے بہت سی قازیں ہبہ کر دی ہیں تو اس کی تعبیر مال کا حصول ہے اور اگر کوئی شخص خواب میں قاز کو پکڑے تو وہ ایسی قوم کا صہر (داماد) بنے گا جو بدخلق ہوں گے۔

الکروان

کروان: بفتح الکاف والراء المہملہ۔ اس کا مونث "کروانہ" اور جمع "کروان" کاف کے کسرہ کے ساتھ آتی ہے۔ یہ بطخ کی طرح ایک پرندہ ہے جو رات بھر نہیں سوتا۔ اس کا رنگ بھورا ہوتا ہے۔ اور اس کی چونچ لمبی ہوتی ہے۔ کروان کے معنی نیند کے ہیں۔ چنانچہ اس کا نام اس کی ضد ہے۔ کیونکہ یہ اپنے نام کے برعکس رات بھر نہیں سوتا۔

طرفہ شاعر کے ان اشعار میں کروان کا تذکرہ آیا ہے اور یہی اس کے قتل کا سبب تھا جس کا مختصر حال لفظ قنبر (چنڈول) کے تحت گزر چکا۔

طرفہ شاعر کے اشعار یہ ہیں:۔

لنا یوم الکروان یوم تطیر الیابسات ولا نطیر

ہمارے لئے ایک دن اور ایک دن کروان کے لئے بھی ہے مگر کروان اور ہم میں یہ فرق ہے کہ وہ خشک میدانوں میں اڑ جاتے ہیں مگر ہم نہیں اڑ سکتے۔

فاما یومھن فیوم سوء تطاردھن بالعرب الصقور

مگر کروانوں کا دن برا دن ہے کیونکہ صقور (شکاری پرندے) ان کو لڑ کر بھگا دیتے ہیں۔

واما یومنا فنظل رکبا　　　و توفا ما نحل والا نسیر

لیکن ہمارا دن ہمارے لئے ایسا منحوس ہے کہ ہم اونٹوں پر سوار برابر کھڑے رہتے ہیں نہ ہم اتر ہی سکتے ہیں اور نہ جا ہی سکتے ہیں۔

چونکہ ان اشعار میں در پردہ عمرو بن الھند کی طرف اشارہ تھا اس نے طرفہ اور ملتمس کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرلیا تھا۔ چنانچہ اس نے ایک خط ملتمس کو اور ایک طرفہ کو دیا اور حکم دیا کہ وہ ان خطوں کو اس کے عامل مکعبر کے پاس لے جائیں۔

ان خطوں میں اس نے ان دونوں کو زندہ درگور کرنے کی ہدایت مکعبر کو دی تھی۔ مگر ملتمس تو خط کا مضمون جان کر بچ گیا مگر طرفہ مارا گیا اور اس طرح ملتمس کا خط عرب میں ضرب المثل بن گیا۔

چنانچہ سنن ابی داؤد میں (کتاب الزکاۃ کے آخیر میں) اس خط کا ذکر آیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ دو شخص (جن کے نام عیینہ بن حصن الفزاری اور اقرع بن حابس تمیمی تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے کوئی حاجت طلب کی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حاجت پوری کرنے کا حکم فرمایا اور اس بارے میں خطوط لکھوا کر ان دونوں کے حوالے کر دیئے۔ اقرع نے تو اپنا خط لے کر اپنے عمامہ میں لپیٹ لیا اور اپنی قوم کی طرف چل دیا۔ لیکن عیینہ اپنا خط لے کر آپؐ کی خدمت میں پھر پہنچا اور کہنے لگا کہ اے محمدؐ! آپ دیکھتے ہیں کہ میں آپ کا خط لے کر اپنی قوم کے پاس جا رہا ہوں۔ مگر مجھ کو یہ معلوم نہیں کہ اس میں کیا لکھا ہے؟ چنانچہ اس کی مثال تو وہی ہوئی جو ملتمس کے خط کی تھی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس اس قدر ہو کہ جو اس کو دوسروں سے مانگنے سے مستغنی کر دے لیکن وہ پھر بھی دوسروں سے سوال کرے تو ایسا شخص اپنے حق میں دوزخ کی آگ کی کثرت کرتا ہے۔ اس پر صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! وہ کیا چیز ہے جو اس کو سوال سے مستغنی کر دے۔ آپؐ نے جواب دیا کہ اس قدر کھانا جو اس کے صبح یا شام کے کھانے کے لئے کافی ہو۔

ضرب الامثال

اہل عرب بولتے ہیں" اجبن من کروان "یعنی کروان سے زیادہ ڈرپوک۔ یہ مثال اس وجہ سے ہے کہ جب شکاری کروان کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے۔" اطرق کروان النعام فی القری "تو کروان زمین پر اُتر آتی ہے اور شکاری اس کو کپڑا ڈال کر پکڑ لیتا ہے۔

طبی خواص

قزوینی نے لکھا ہے کہ کروان کا گوشت اور چربی کھانے سے قوت باہ میں عجیب تحریک پیدا ہوتی ہے۔

الکلب

سگ: کتا کو کہتے ہیں۔ مؤنث کے لئے" کلبۃ "استعمال کرتے ہیں اور اس کی جمع اکلب وکلاب آتی ہیں۔ ابن سیدہ نے ایسا ہی لکھا ہے اور کلاب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ایک شخص کا نام ہے۔ پورا شجرۂ نسب یوں ہے:۔

"محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ ابن ایاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان"۔

کتا نہایت محنتی اور وفادار ہوتا ہے۔ اس کا شمار نہ سباع (درندوں) میں اور نہ بہائم (مواشی) میں ہے بلکہ یہ ان دونوں کے بین بین ایک خلق مرکب واقع ہوا ہے۔ کیونکہ اگر اس کی طبیعت درندوں جیسی ہوتی تو یہ انسانوں سے مانوس نہ ہوتا اور اگر اس کی طبیعت میں بہیمیت

ہوتی تو یہ گوشت نہ کھاتا۔لیکن حدیث شریف میں اس پر بہیمہ کا ہی اطلاق ہوا ہے۔

کتے کی دو قسمیں ہیں:۔(۱)صلی (۲) سلوقی۔سلوقی'سلوق کی طرح منسوب ہے جو یمن میں ایک شہر کا نام ہے۔لیکن باعتبار طبیعت دونوں قسمیں برابر ہیں۔ کہتے ہیں کہ کتے کو احتلام اور کتیا کو حیض ہوتا ہے۔کتیا ساٹھ دن میں اور بعض اوقات ساٹھ سے بھی کم دنوں میں بیاھتی ہے۔اس کے بچے پیدائش کے وقت اندھے ہوتے ہیں اور پیدا ہونے کے بارہ دن بعد ان کی آنکھیں کھلتی ہیں۔

نر مادہ سے قبل حد بلوغ کو پہنچ جاتا ہے۔ مادہ کو ایک سال پورا کرنے کے بعد شہوت ہوتی ہے اور بعض اوقات اس سے بھی کم مدت میں اس کو شہوت ہونے لگتی ہے۔ جب کتیا مختلف رنگ کے کتوں سے ہم جفت ہوتی ہے تو اس کے بچوں میں سب کتوں کا رنگ آ جاتا ہے۔کتوں کے اندر نشاناتِ قدم کے پیچھے چلنے اور بو سونگھنے کا جو ملکہ ہے وہ دوسرے جانوروں میں نہیں ہے۔لیکن اس کے اندر کچھ خرابیاں بھی ہیں وہ یہ کہ اس کو ناپاکی کھانا تازہ گوشت سے زیادہ پسند ہے۔ چنانچہ یہ اکثر گندی چیزیں ہی کھاتا ہے حتی کہ بعض دفعہ اپنی کی ہوئی قے کو بھی دوبارہ کھالیتا ہے۔ کتے اور بجو میں بڑی عداوت ہے۔اگر چاندنی رات میں کتا کسی بلند مقام یا مکان پر ہو اور اس کی پرچھائیں پر بجو کا قدم پڑ جائے تو کتا بے اختیار نیچے گر پڑتا ہے جس سے بجو اس کو پکڑ کر کھالیتا ہے۔اگر کتے کو بجو کی چربی کی دھونی دے دی جائے تو کتا پاگل ہو جاتا ہے۔اگر انسان بجو کی زبان اپنے پاس رکھ لے تو اس پر نہ کتے بھونکیں گے اور نہ حملہ کریں گے۔

کتے کی طبیعت میں یہ بات بھی عجیب ہے کہ یہ بڑے اور وجیہہ لوگوں کا اکرام کرتا ہے اور ان پر بھونکتا نہیں اور بعض اوقات ان کو دیکھ کر راستے سے بھی ہٹ جاتا ہے۔مگر کالے اور غریب لوگوں خاص طور سے میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے انسانوں پر خوب بھونکتا ہے۔ کتے کی فطرت میں یہ عجیب بات ہے کہ دم ہلانا' اپنے مالک کو راضی رکھنا۔اس سے محبت والفت ظاہر کرنا بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے۔ حتی کہ اگر اس کو بار بار دھتکار کر پھر بلایا جائے تب بھی یہ فوراً دم ہلاتا ہوا چلا آتا ہے۔ کتے کے دانت انتہائی تیز ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر کتا غصے کی حالت میں پتھر پر اپنے دانت مار دے تو پتھر میں بھی گھس جائیں۔مگر جب یہ اپنے مالک یا کسی دیگر شخص سے مانوس ہو جاتا ہے تو اس سے خوب کھیلتا ہے اور کھیل کھیل میں کبھی کبھی وہ اپنے مالک کی ٹانگ یا ہاتھ کو منہ سے پکڑ لیتا ہے مگر اس قدر نرمی سے پکڑتا ہے کہ آدمی کو محسوس بھی نہیں ہوتا۔

کتے میں تادیب تعلیم وتلقین قبول کرنے کا جوہر موجود ہے یہ تعلیم کو بہت جلد قبول کر لیتا ہے حتی کہ اگر اُس کے سر پر چراغدان رکھا ہوا ہو اور ایسی حالت میں اس کے سامنے کھانے کی کوئی چیز ڈال دی جائے تو وہ مطلق التفات نہیں کرے گا۔ ہاں اگر اس کے سر سے چراغدان ہٹا لیا جائے تو وہ ضرور اس کھانے کی طرف متوجہ ہوگا۔

کچھ خاص دنوں میں کتے کو امراض سوداوی لاحق ہوتے ہیں۔اس کے اندر ایک قسم کا جنون جس کو ہڑک کہتے ہیں' عارض ہوتا ہے۔ اس مرض کی علامات یہ ہیں۔ دونوں آنکھوں کا سرخ ہو جانا اور ان میں تاریکی چھا جانا' کانوں میں استرخاء پیدا ہو جانا' زبان کا لٹک جانا' رال کا بکثرت بہنا' ناک کا بہنا' سر کا نیچے لٹک جانا اور ایک جانب کو ٹیڑھا ہو جانا' دُم کا سیدھا ہو کر دونوں ٹانگوں کے درمیان آجانا' چلنے میں لڑکھڑانا۔

ہڑک (جنون) کی حالت میں کتا بھوکا ہوتا ہے مگر کچھ کھاتا نہیں۔ پیاسا ہوتا ہے مگر پانی نہیں پیتا اور بعض اوقات پانی سے بہت ڈرتا ہے حتی کہ کبھی کبھی پانی کے خوف سے مر بھی جاتا ہے۔جنون کی حالت میں جب کوئی بھی جاندار شے اُس کے سامنے آتی ہے۔ یہ اس کو کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے ایسی حالت میں صحت مند کتے بھی اس سے بھاگنے لگتے ہیں اور کوئی کتا اس کے قریب نہیں جاتا اور اگر کبھی

بھولے سے کوئی کتا اس کے سامنے آ بھی جاتا ہے تو مارے ڈر کے اپنی دُم دبالیتا ہے اور اس کے سامنے بالکل ساکت ہو جاتا ہے۔

اگر پاگل کتا کسی انسان کے کاٹ لیتا ہے تو وہ شخص امراض، ردیہ میں گھر جاتا ہے اور ساتھ ساتھ کتے کی طرح پاگل بھی ہو جاتا ہے۔ اور کتے کی طرح انسان کو بھی بہت پیاس لگتی ہے مگر پانی نہیں پیتا اور پانی سے کتے کی طرح ہی ڈرتا ہے اور جب یہ مرض کسی شخص پر پوری طرح مستحکم ہو جاتا ہے تو اس وقت اگر مریض پیشاب کرتا ہے تو اس کے پیشاب میں کوئی چیز چھوٹے چھوٹے پلوں کی صورت میں خارج ہوتی ہے۔

صاحب ''الموجز فی الطب'' (نام کتاب) کا قول ہے کہ ہڑک جذام کی طرح ایک قسم کی بیماری ہے جو کتوں، بھیڑیوں، گیدڑوں، نیولوں اور لومڑیوں کو عارض ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ بیماری گدھوں اور اونٹوں میں بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ باؤلے کتے کا کاٹا سوائے انسان کے ہر متنفس کو مار ڈالتا ہے کیونکہ انسان تو بسا اوقات علاج کرنے سے بچ بھی جاتا ہے مگر دیگر جانور نہیں بچتے۔

قزوینی نے عجائب المخلوقات میں لکھا ہے کہ حلب کے علاقہ میں کسی بستی میں ایک کنواں ہے جس کو ''بیرُ الکلب'' کہتے ہیں۔ اس کے پانی کا یہ خاصہ ہے کہ اگر سگ گزیدہ اس کو پی لیتا ہے تو اچھا ہو جاتا ہے۔ یہ کنواں مشہور ہے۔ قزوینیؒ فرماتے ہیں کہ مجھ کو اس بستی کے رہنے والے بعض اشخاص نے اطلاع دی ہے کہ اگر چالیس دن گزر جانے سے پہلے ہی پہلے کوئی مریض اس کا پانی پی لیتا ہے تو اچھا ہو جاتا ہے اور اگر چالیس دن گزر جائیں اور اس کے بعد اس کنوئیں کا پانی پئے تو پھر کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اس بستی کے لوگوں نے یہ بھی بیان کیا کہ ایک مرتبہ ہڑک کے تین مریض ہماری بستی میں آئے۔ ان میں دو مریض تو ایسے تھے کہ انہوں نے چالیس دن کی مہلت پوری نہیں کی تھی اور ایک ایسا تھا کہ وہ چالیس دن کی مدت پوری کر چکا تھا۔ چنانچہ ان تینوں مریضوں کو ایک ساتھ اس کنوئیں کا پانی پلایا گیا۔ ان میں دو تو اچھے ہو گئے مگر جو مریض چالیس دن کی مدت پوری کر چکا تھا اس کو کچھ افاقہ نہ ہوا اور وہ مر گیا۔

سلوقی کتے کی عادت ہے کہ جب وہ کسی ہرن کو پاس سے یا دور سے دیکھ لیتا ہے تو اس کو یہ شناخت ہو جاتی ہے کہ ڈار (قطار) میں اگلا کون سا ہے اور پچھلا کون سا ہے اور یہ کہ ان میں کتنے نر اور کتنے مادہ ہیں۔ یہ بات کتوں کو ان کی چال سے معلوم ہو جاتی ہے۔ کتے کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ وہ مردہ اور بے ہوش انسان کی بھی شناخت کر لیتا ہے۔ چنانچہ اہلِ روم اپنے مردہ کو اس وقت تک دفن نہیں کرتے جب تک کہ وہ کسی کتے سے اس کی تصدیق نہیں کرا لیتے۔ مردہ کو سونگھ کر کتے کے پیش نظر کچھ ایسی علامات آ جاتی ہیں کہ جس سے اس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ انسان مردہ یا اس کو کوئی بیماری (از قسم سکتہ یا بے ہوشی) لاحق ہو گئی ہے۔

کہتے ہیں تشخیص کا یہ ملکہ سلوقی کتے کی اس قسم میں پایا جاتا ہے جس کو قلطی کہتے ہیں۔ یہ کتا ڈیل ڈول میں اور ہاتھ پاؤں میں بہت چھوٹا ہوتا ہے اور اس کو چینی (چینی) کہتے ہیں۔ سلوقی کتا دوسرے کتوں کے مقابلہ میں بہت جلد تعلیم قبول کر لیتا ہے جبکہ تیندوے کا مقابلہ اس کے برعکس ہے۔ کالا کتا دوسرے کتوں سے زیادہ بے صبرا (عجلت پسند) ہوتا ہے۔

کتے کا حدیث میں تذکرہ:

محمد بن خلف مرزبان کی کتاب ''فضل الکلاب علی کثیر ممن لبس الشیاب'' میں بہ سلسلہ جدو پدر عمرو بن شعیب سے یہ روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مقتول شخص نظر پڑا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیسے مارا گیا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اس شخص نے بنی زہرہ کی بکریوں پر حملہ کر کے ان کی ایک بکری پکڑ لی تھی۔ چنانچہ بنی زہرہ کے مقرر کردہ پہرے دار کتے نے اس پر حملہ کیا اور اس کو ہلاک کر دیا۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص اپنی جان سے تو گیا ہی ساتھ ساتھ اپنی دیت بھی کھو بیٹھا۔ علاوہ ازیں اس

نے اپنے رب کی بھی نافرمانی کی اور اپنے بھائی کی خیانت بھی کی۔ لہٰذا اس سے اچھا تو کتا ہی رہا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ امانت دار کتا رفیق خائن سے بہتر ہے۔ چنانچہ اس کی مثال یہ ہے کہ حرث بن صعصعہ کے کچھ دوست تھے جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتے تھے اور دن رات اپنی محبت والفت اس پر ظاہر کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ حرث بھی ان پر بہت مہربان تھا اور ان کو بہت چاہتا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حرث نے شکار کا ارادہ کیا اور اپنے ان دوستوں کے ہمراہ شکار کو چلا گیا مگر اس کا ایک دوست اس کے ساتھ نہ گیا اور اس کے گھر پر ہی رہ گیا۔ گھر پر رہنے والے اس دوست نے جب دیکھا کہ حرث اور دیگر احباب شکار کو جا چکے اور اب میدان خالی ہے تو وہ حرث کی بیوی کے پاس پہنچا اور اس کے ساتھ کھانا کھایا اور شراب نوشی کی۔ پھر دونوں ہم آغوش ہو کر لیٹ رہے۔ حرث کے کتے نے جب دیکھا کہ اس کے مالک کی بیوی غیر کے ساتھ ہم آغوش ہے تو اس نے ان پر حملہ کر دیا اور دونوں کو جان سے مار ڈالا۔ چنانچہ جب حرث گھر واپس آیا اور دونوں کو ایک جگہ مرا ہوا دیکھا تو اس پر حقیقتِ حال منکشف ہوگئی اور اس کی زبان پر یہ اشعار جاری ہو گئے۔

وما زال یرعی ذمتی ویحوطنی ویحفظ عرسی والخلیل یخون

''کتے کی تو یہ شان ہے کہ وہ میری ذمہ داری کی رعایت کرتا اور مجھے احتیاط دلاتا رہے لیکن دوست کی یہ حالت ہے کہ وہ میرے ساتھ خیانت کا معاملہ کرے۔''

فیا عجبا للخل یھتک حرمتی ویا عجبا للکلب کیف یصون

''پس ایسے دوست پر تعجب ہے جو میری بے حرمتی کرے اور ایسے کتے پر تعجب ہے کہ کیسے اس نے میری آبرو کی حفاظت کی''

امام ابوالفرج ابن الجوزی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک شخص سفر کو نکلا۔ راستہ میں اس نے کسی جگہ ایک قبہ دیکھا جو بہت ہی خوبصورت تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ اس کی تعمیر بڑے سلیقہ سے کی گئی ہے۔ اس قبہ پر یہ عبارت کندہ تھی ''جو شخص اس قبہ کی تعمیر کی وجہ دریافت کرنا چاہے وہ جا کر اس گاؤں میں دریافت کرے''۔

چنانچہ وہ شخص اس گاؤں میں گیا اور لوگوں سے اس قبہ کی تعمیر کی وجہ دریافت کی مگر کوئی نہ بتا سکا۔ آخر کار معلومات کرتے کرتے اس کو ایک ایسے شخص کا علم ہوا۔ جس کی عمر دو سو برس تھی۔ یہ صاحب ان کے پاس گئے اور ان سے قبہ کے متعلق دریافت کیا تو اس ضعیف العمر شخص نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے سنا تھا کہ اس گاؤں میں ایک ملک (زمیندار) رہتا تھا اور اس کے یہاں ایک کتا تھا جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا تھا اور کسی بھی وقت اس سے جدا نہیں ہوتا تھا۔

ایک دن وہ ملک (زمیندار) کہیں سیر کرنے گیا اور اپنے کتے کو گھر پر ہی باندھ گیا تا کہ وہ اس کے ساتھ نہ جا سکے اور چلتے وقت اپنے باورچی کو بلا کر ہدایت کی کہ میرے لئے دودھ کا کھانا تیار کر کے رکھے۔ اس کھانے کا ملک کو بڑا شوق تھا۔ ملک کے گھر میں ایک اپاہج اور گونگی لونڈی بھی تھی۔ چنانچہ جب ملک چلا گیا تو وہ لونڈی اس بندھے ہوئے کتے کے قریب جا کر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر بعد ملک کے باورچی نے اس کا پسندیدہ کھانا تیار کیا اور اس کو ایک بڑے پیالہ میں رکھ کر اس گونگی لڑکی اور کتے کے قریب لا کر کسی اونچی جگہ پر رکھ دیا تا کہ جب ملک واپس آئے تو اس کو آسانی سے کھانا مل جائے۔ چنانچہ باورچی جب پیالہ رکھ کر چلا گیا تو اس جگہ ایک کالا ناگ آیا اور اس اونچی جگہ پر چڑھ کر اس پیالہ میں سے دودھ پینے کے بعد چلتا بنا۔

کچھ دیر کے بعد جب ملک واپس آیا اور اس نے اپنا پسندیدہ کھانا پیالہ میں تیار رکھا ہوا دیکھا تو پیالہ اٹھا لیا اور جیسے ہی اس کو کھانے کا

ارادہ کیا گونگی لڑکی نے بڑے زور سے تالی بجائے اور ساتھ ساتھ ملک کو ہاتھ سے اشارہ سے بھی کہا کہ وہ اس کھانا کو نہ کھائے مگر ملک گونگی کی بات نہ سمجھ سکا اور ایک نظر گونگی کو دیکھ کر پھر پیالہ کی طرف متوجہ ہوا اور اس میں کھانے کے لئے ہاتھ ڈالا کہ اتنے میں کتا بہت زور سے بھونکا اور مسلسل بھونکتا رہا اور جوش میں اپنی زنجیر بھی توڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ ملک کو ان دونوں کی ان حرکتوں پر تعجب ہوا اور کہنے لگا کہ آخر یہ معاملہ کیا ہے؟

چنانچہ وہ اٹھا اور پیالہ کو رکھ کر کتے کے پاس گیا اور اس کو کھول دیا۔ کتے نے زنجیر سے آزادی پاتے ہی اس پیالہ کی طرف جست لگائی اور جھپٹا مار کر اس پیالہ کو گرا دیا۔ ملک یہ سمجھا کہ یہ کتا اس کھانے کی وجہ سے بے تاب تھا اور یہ کہ اس نے اس کا پسندیدہ کھانا گرا دیا اس وجہ سے اس کو غصہ آ گیا اور اس نے طبر اٹھا کر کتے کو مارا۔ کتے نے جب دیکھا کہ ابھی بھی پیالہ میں کچھ دودھ باقی ہے تو اس نے فوراً اپنا منہ اس پیالہ میں ڈال دیا اور بچا ہوا دودھ پی گیا۔ چنانچہ دودھ کا کتے کے حلق سے اترنا تھا کہ وہ زمین پر تڑپنے لگا اور کچھ دیر بعد مر گیا۔ اب ملک کو اور بھی تعجب ہوا اور اس نے گونگی لڑکی سے پوچھا کہ آخر اس دودھ میں کیا بات تھی کہ کتا اس کو پیتے ہی مر گیا۔ گونگی نے اشاروں سے ملک کو سمجھایا کہ اس دودھ میں سے ایک کالا ناگ کچھ دودھ پی چکا ہے جس کے زہر کی وجہ سے کتا مر گیا اور وہ خود اور کتا اسی وجہ سے تم کو اس کے پینے سے روک رہے تھے۔ چنانچہ جب ملک کی سمجھ میں ساری بات آ گئی تو اس نے باورچی کو بلایا اور اس کو سرزنش کی کہ اس نے کھانا کھلا ہوا کیوں رکھا۔ اس کے بعد ملک نے اس کتے کو دفنا کر اس کے اوپر یہ قبہ تعمیر کرا دیا اور اس پر وہ کتبہ لگا دیا۔

ابو عثمان مدینی نے "کتاب النشان" میں لکھا ہے کہ بغداد میں ایک شخص کو کتوں کا بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ وہ کسی ضرورت سے ایک گاؤں کے لئے روانہ ہوا تو اس کے کتوں میں سے کوئی کتا جس کو وہ بہت چاہتا تھا اس کے ساتھ ہو لیا۔ مالک نے جب دیکھا کہ کتا اس کے پیچھے پیچھے آ رہا ہے تو اس نے اس کو سرزنش کی اور روکا مگر کتا کسی طرح بھی واپس نہ ہوا۔ چنانہ جب وہ شخص گاؤں میں داخل ہوا تو وہ کتا بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس گاؤں کے لوگ اس شخص سے عداوت رکھتے تھے۔

چنانچہ گاؤں کے لوگون نے جب اس شخص کو تنہا اور نہتا دیکھا تو اس کو پکڑ لیا اور گھر میں لے گئے۔ چنانچہ اس کا کتا بھی ان کے پیچھے ان کے ساتھ گھر میں داخل ہو گیا۔ گاؤں کے لوگوں نے اس شخص کو ہلاک کر دیا اور اس کو ایک سوکھے ہوئے کنوئیں میں ڈال کر اس پر ایک تختہ رکھ کر اس کو مٹی سے چھپا دیا اور کتے کو مار مار کر گھر سے باہر کر دیا۔ کتا مار کھا کر گھر سے نکلا اور اپنے مالک کے گھر پہنچ کر خوب زور زور سے بھونکنے لگا مگر کسی نے اس کی پرواہ نہ کی۔ ادھر کتے کی مالک کی والدہ نے اپنے بیٹے کو بہت تلاش کرایا مگر اس کا کچھ پتہ نہ چلا۔ تھک ہار کر اس کی ماں خاموش ہو گئی اور سمجھ گئی کہ اس کے بیٹے کو کسی نے ہلاک کر دیا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے بیٹے کی تمام ماتمی رسوم ادا کر کے تمام کتوں کو گھر سے نکال دیا۔ چنانچہ سبھی کتے ادھر ادھر چلے گئے مگر وہ کتا کسی بھی طرح اپنے مالک کے گھر سے نکلنے پر تیار نہ ہوا۔ تنگ آ کر اُس کے مالک کی ماں نے اس کو لوگوں کی مدد سے گھر سے باہر کرا دیا اور گھر کا دروازہ بند کر لیا۔ کتا گھر سے باہر دروازہ پر پڑ گیا اور برابر وہیں پڑا رہا۔

اتفاقاً ایک دن اس کے مالک کے قاتلوں میں سے ایک شخص کا اس گھر کے سامنے سے گزر ہوا۔ کتے نے فوراً اس شخص کو پہچان کر اس کا دامن پکڑ لیا اور اس پر خوب بھونکنا شروع کر دیا۔ چنانچہ آس پاس کے بہت سے لوگ اکٹھا ہو گئے اور انہوں نے ہر چند کوشش کی کہ کتا اس شخص کا دامن چھوڑ دے۔ مگر کتے نے دامن ہرگز نہ چھوڑا۔ اسی شور وغل کی آواز اندر گھر میں گئی تو مقتول کی والدہ گھر سے باہر آ گئی اور جب اس نے دیکھا کہ اس کے بیٹے کے کتے نے ایک شخص کا دامن پکڑ رکھا ہے تو وہ اور قریب آ گئی تب اسے علم ہوا کہ یہ تو ان لوگوں میں

سے ایک ہے جو میرے بیٹے کے دشمن تھے اور اس کی تلاش میں رہتے تھے ضرور اسی نے میرے لڑکے کو قتل کیا ہے۔ یہ کہہ کر وہ بھی اس شخص کو لپٹ گئی۔

ادھر کوتوالِ شہر کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ بھی جائے وقوعہ پر آ گیا اور اس نے جب یہ ماجرا دیکھا تو کہنے لگا کہ ضرور کچھ دال میں کالا ہے اور کتے کے جسم پر جو زخم ہیں وہ ضرور کسی پراسرار واقعہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ لوگ دونوں (کتا اور اس شخص) کو خلیفہ راضی باللہ کے پاس لے گئے۔

مقتول کی ماں نے ملزم پر استغاثہ دائر کیا۔ خلیفہ راضی باللہ نے ملزم کو زدوکوب کرایا مگر اس نے کسی طرح بھی جرم کا اقرار نہ کیا۔ آخر کار خلیفہ نے اس کو قید خانہ میں بھیج دیا۔ چنانچہ وہ کتا بھی قید خانہ کے دروازہ پر جا پڑا۔ پھر کچھ عرصہ بعد خلیفہ کو اس ملزم کا خیال آیا۔ چنانچہ اس نے اس کی رہائی کا حکم دے دیا۔ چنانچہ جب اس کو رہا کیا گیا اور وہ جیل سے باہر آیا تو کتے نے اس کو پھر پکڑ لیا۔ لوگوں نے اس کو چھڑانے کی بہت کوشش کی مگر جب تک کتا بالکل بے بس نہ ہو گیا اس نے ملزم کو نہ چھوڑا۔ چنانچہ اس واقعہ کی پھر خلیفہ راضی باللہ کو خبر دی گئی۔ خلیفہ نے اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ ملزم اور کتے کو چھوڑ دیا جائے اور تم ان دونوں کے پیچھے پیچھے جاؤ اور جو بھی بات ہو اس کی فوری مجھے اطلاع دو۔

چنانچہ خلیفہ کی ہدایت پر عمل کیا گیا۔ جب ملزم اپنے گھر میں داخل ہوا اور اس کے پیچھے غلام اور کتا بھی گھر میں داخل ہو گیا تو غلام نے گھر کی تلاشی لی۔ مگر اسے وہاں ایسی کوئی چیز نظر نہ آئی جو اس راز سے پردہ ہٹا سکتی ہے۔ مگر کتے کی یہ کیفیت تھی کہ وہ برابر بھونک رہا تھا اور کنوئیں کی جگہ کو اپنے پیروں سے کریدتا جاتا تھا۔ غلام نے جب کتے کی اس حرکت پر غور کیا تو اس کو حیرت ہوئی۔ چنانچہ اس نے خلیفہ کو اس حال کی اطلاع دی۔ خلیفہ کے کارندے اس کو پھر پکڑ کر خلیفہ کے پاس لے گئے۔ وہاں پر اس نے کافی مار کھانے کے بعد جرم کا اقرار کیا اور اپنے ساتھیوں کے نام بھی بتائے۔ چنانچہ خلیفہ نے اس کو قتل کرا دیا اور بقیہ ملزمان کو پکڑنے کے لئے کارندے روانہ کئے مگر بقیہ ملزمان کو چونکہ واقعہ کا علم ہو چکا تھا اس لئے وہ ہاتھ نہ آ سکے اور کسی غیر معلوم جگہ پر فرار ہو گئے۔

عجائب المخلوقات میں لکھا ہے کہ اصفہان میں ایک شخص نے کسی کو قتل کر کے کسی کنوئیں میں ڈال دیا۔ مگر مقتول کا کتا بوقت واردات اس کے ساتھ تھا۔ وہ کتا روزانہ اس کنوئیں پر آتا اور اپنے پنجوں سے اس کی مٹی ہٹاتا اور اشاروں سے بتاتا کہ اس کا مقتول مالک یہاں ہے ار جب کبھی قاتل اس کے سامنے آتا تو اس کو بھونکنے لگتا۔ لوگوں نے جب بار بار اس بات کو دیکھا تو انہوں نے اس جگہ کو کھدوایا۔ چنانچہ وہاں سے مقتول کی لاش برآمد ہوئی اور پھر قاتل کو سزائے موت دے دی گئی۔

ایک نکتہ

ابن عبدالبر نے اپنی کتاب "بہجۃ المجالس وانس المجالس" میں لکھا ہے کہ امام جعفر صادق سے دریافت کیا گیا کہ خواب کی تعبیر کتنے عرصہ تک موخر ہو سکتی ہے۔ امام صاحب نے جواب دیا کہ پچاس سال تک' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خواب دیکھا تھا کہ ایک چت کبرا کتا آپؐ کا خون پی رہا ہے۔ اس کی تعبیر آپؐ نے یہ لی تھی کہ ایک شخص آپؐ کے نواسہ حضرت امام حسینؓ کو شہید کرے گا۔ چنانچہ پچاس سال بعد شمر بن جوشن کے ذریعہ اس خواب کی تعبیر پوری ہوئی۔

شمر بن جوشن کے جسم پر برص کے داغ تھے۔ لہٰذا خواب میں نظر آنے والا چت کبرا کتا یہی شقی تھا۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی اس کتاب (حیاۃ الحیوان) میں ایسی باتیں (کارآمد) درج کی ہیں جو یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ انہی قیمتی باتوں میں سے کچھ اور

باتیں درج ذیل ہیں:۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ آپ جنت میں داخل ہوئے تو آپؐ نے وہاں انگور کا ایک خوشہ لٹکا ہوا دیکھا جو آپؐ کو بہت پسند آیا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ کسے کے لئے ہے جواب ملا کر ابوجہل کے لئے ۔ یہ جواب آپ کو بہت شاق گزرا۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ جنت سے ابوجہل کا کیا واسطہ بخدا وہ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جنت تو صرف مومنین کے لئے ہے۔ جب ابوجہل کے فرزند حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد خدمت اقدسؐ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے تو آپ بہت خوش ہوئے اور اس وقت آپ کو یہ خواب یاد آیا اور آپ کو محقق ہوا کہ وہ خوشہ ابی جہل کے فرزند ارجمند حضرت عکرمہؓ تھے۔

ایک شامی غلام کا خواب

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص ملازم تھا اور یہ شخص شام کا رہنے والا تھا۔ ایک دن اُس شخص نے عرض کیا کہ امیر المومنین رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور وہ یہ کہ چاند سورج میں لڑائی ہو رہی ہے اور ستاروں کی ایک جماعت سورج کے ساتھ اور ایک چاند کے ساتھ ہے۔ آپؐ نے اس سے پوچھا کہ تُو کس طرف تھا؟ اُس شخص نے جواب دیا کہ چاند کی طرف۔ حضرت عمرؓ نے یہ بات سُن کر کہا کہ تُو نے اللہ تعالیٰ کی اس نشانی کا ساتھ دیا جو محو ہونے والی ہے۔ جا میں تجھ کو نوکر نہیں رکھ سکتا''۔ یہ کہہ کر آپ نے اس کو برخاست کر دیا۔ چنانچہ یہ شخص جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کی طرف سے مقتول ہوا۔

حضرت عائشہؓ کا خواب

ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا کہ تین چاند آ کر آپ کے حجرۂ مبارک میں گرے۔ آپ نے اپنا یہ خواب اپنے والد یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ! اگر تیرا خواب سچا ہے تو دنیا کی تین بزرگ ترین ہستیاں تیرے کمرے میں مدفون ہوں گی۔ چنانچہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور آپ حضرت عائشہ کے حجرہ مبارک میں مدفون ہوئے تو حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ! یہ تیرے خواب کا پہلا چاند ہے جو تین میں سے بہترین ہستی ہے (باقی دو چاند خود حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ تھے)۔

فائدہ

امالی ابی بکر القطیعی میں حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے کہ ہمارے سامنے سے ایک کتا گزرا۔ ابھی اس کے قدم آگے بڑھنے بھی نہ پائے تھے کہ وہ ایکدم مر گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے دریافت فرمایا کہ اس کتے پر کس نے بددعا کی۔ چنانچہ نمازیوں میں سے ایک شخص نے جواب دیا کہ رسول اللہ! میں نے کی تھی۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ اس کے کیا الفاظ تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے یہ کہا تھا ''**اللھم انی اسئلک بان لک الحمد لا اِلٰہ اِلا اَنت المنان بدیع السموات والارض یا ذالجلال و الاکرام اکفنی ھذا الکلب بماشئت**''

یہ الفاظ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کے ذریعہ دعا مانگی۔ جو شخص اس نام سے دعا مانگتا ہے وہ قبول ہوتی ہے اور اس کو منہ مانگی مراد ملتی ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ مندرجہ بالا حدیث سنن اربعہ، مسند امام احمدؒ، حاکم اور ابن حبان کی کتب احادیث میں موجود ہے مگر آخر

کی دو کتابوں میں کتے کا واقعہ مذکور نہیں ہے۔

طبرانی نے حضرت ابن عمرؓ کی حدیث سے افادہ کیا ہے کہ نمازِ مذکورہ بالا نمازِ عصر تھی اور یہ دن جمعہ کا تھا اور بددعا کرنے والے صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم نے ایسے دن' ایسی گھڑی اور ایسے الفاظ سے دعا مانگی کہ اگر ان سے آسمان وزمین والوں کے لئے دعا کرتے تو وہ بھی قبول ہوتی اے سعد خوش رہو۔

برے ہم نشیں سے بچو

امام احمدؒ نے ''کتاب الزہد'' میں حضرت جعفرؒ بن سلیمان ۔ ے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مالکؒ بن دینار کے پاس ایک کتا دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا کہ اے ابایحییٰ آپ نے اس کتے کو کیوں رکھ چھوڑا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ یہ کتا برے ہم نشین سے بہتر ہے۔

خوف خدا

مناقب امام احمدؒ میں مذکور ہے کہ امام صاحبؒ کو معلوم ہوا کہ ماوراء النہر میں ایک شخص کے پاس تین احادیث ہیں۔ امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں وہ احادیث سننے کے لئے ماوراء النہر پہنچا تو دیکھا کہ وہ ایک بوڑھے شخص ہیں اور وہ ایک کتے کو کھانا کھلانے میں مصروف ہیں۔ میں نے قریب جا کر ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور پھر کتے کو کھلانے میں مصروف ہو گئے۔ امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مجھے ان صاحب کی یہ بات اچھی نہ لگی کہ وہ بجائے اس کے کہ میری طرف متوجہ ہوتے انہوں نے کتے کی طرف منہ پھیر لیا۔

چنانچہ کچھ دیر بعد جب وہ کتے کو کھلا پلا چکے تو میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ نے اپنے دل پر ناگواری محسوس کی ہوگی کہ میں آپ کو چھوڑ کر کتے کی طرف کیوں متوجہ ہو گیا۔ میں (امام صاحب) نے جواب دیا کہ جی ہاں ہوا تو ایسا ہی ہے ان صاحب نے یہ سن کر فرمایا کہ ہم سے یہ حدیث بیان کی ہے ابوزناد نے' ان سے اعرج اور ان سے حضرت ابوہریرہؓ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی دوسرے شخص کے پاس کوئی امید لے کر آیا اور وہ شخص اس کی امید منقطع کر دے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی امید منقطع کر دیں گے اور وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ پھر ان صاحب نے فرمایا کہ ہمارے علاقہ میں کتا نہیں ہوتا مگر یہ کتا کہیں سے میرے پاس بھوکا آ گیا۔ لہٰذا میں نے اس ڈر سے کہ کہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ کو مایوس نہ فرما دے میں نے اس کو کھانا کھلا دیا۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سن کر کہا کہ بس میرے لئے یہی حدیث کافی ہے۔ چنانچہ میں ان کے پاس سے واپس آ گیا۔

حقیقی سخاوت

''رسالہ قشیری'' میں حضرت عبداللہ بن جعفر کے متعلق لکھا ہے کہ ایک دن وہ اپنی کسی جاگیر کی طرف جا رہے تھے کہ راستہ میں آپ نے کسی نخلستان میں قیام فرمایا۔ اس نخلستان میں ایک حبشی غلام کام کر رہا تھا۔ آپ نے دیکھا کہ حبشی کا کھانا آیا تو اس کھانے میں تین روٹیاں تھیں۔ چنانچہ حبشی نے اپنے کھانے میں سے ایک روٹی نکالی اور اپنے سامنے کھڑے ہوئے کتے کو ڈال دی۔ جب وہ کتا اس روٹی کو کھا چکا تو حبشی نے دوسری روٹی نکالی اور اس کو کتے کے سامنے ڈال دیا۔ چنانچہ کتے نے اس کو بھی کھا لیا۔ اس کے بعد حبشی نے اپنی تیسری اور آخری روٹی بھی نکال کر کتے کے سامنے ڈال دی۔ کتا اس کو بھی چٹ کر گیا۔ آپ بیٹھے ہوئے بڑے غور سے یہ ماجرا دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ آپ نے اس حبشی غلام کو اپنے پاس بلایا اور اس سے پوچھا کہ لڑکے تجھ کو دن بھر میں کتنا کھانا ملتا ہے؟ غلام نے جواب دیا کہ

بس وہ تین روٹیاں جو ابھی میں نے کتے کو کھلائیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تُو نے وہ تینوں کتے کو کیوں کھلا دیں اور خود کیوں بھوکا رہا؟

غلام نے جواب دیا کہ ہمارے اس دیس میں کتے نہیں ہوتے یہ کتا کسی غیر دیس سے بھوکا آیا معلوم ہوتا تھا۔ لہٰذا میں نے اس کو بھوکا لوٹا دینا مناسب نہ سمجھا۔ پھر آپ نے اس سے پوچھا کہ آج تُو کیا کھائے گا؟ اس نے جواب دیا کہ اب کھاؤں گا کہاں سے آپ تو بھوکا ہی رہوں گا۔

حضرت عبداللہؓ نے اپنے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ دیکھا سخی ایسے ہوتے ہیں۔ سخاوت کی بدولت یہ خود بھوک کی تکلیف اٹھائے گا۔ مگر اس نے کتے کو بھوک کی تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا۔ سچ پوچھئے تو یہ لڑکا مجھ سے زیادہ سخی ہے۔ اس کے بعد آپ نے اس غلام کو خرید کر آزاد کر دیا اور جس نخلستان میں وہ کام کر رہا تھا اس کو بھی خرید کر اس غلام کو ہبہ کر دیا۔ (رسالہ قشیری باب الجود والسخا)

ایک عقاب کے ذریعہ ظہورِ اسلام کی تصدیق

''کتاب البشر بخیر البشر'' میں مالک بن نقیع کا ایک واقعہ مذکور ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک بار میرا ایک اونٹ باہر نکل گیا۔ چنانچہ میں اپنی سانڈنی پر سوار ہو کر اس کی تلاش میں نکلا۔ چنانچہ وہ کافی دور جنگل میں ایک جگہ مجھ کو مل گیا۔ میں اس کو لے کر گھر کی طرف چل دیا اور رات بھر چلتا رہا۔ صبح جب ہوئی تو میں نے اپنے دونوں اونٹوں کو بٹھا کر ان کو ایک رسی سے باندھ دیا اور پھر میں ایک ریت کے ٹیلہ کی چوٹی پر لیٹ گیا۔ میری آنکھوں میں ابھی نیند آنے ہی والی تھی کہ میں نے کسی غیبی پکارنے والے کی آواز سنی۔ اس نے میرا نام لے کر پکارا اور کہا کہ جہاں تیرا اونٹ بیٹھا ہوا ہے اگر تُو اس جگہ کو کھودے تو تجھ کو وہاں سے ایک ایسی چیز ملے گی جس سے تو خوش ہو جائے گا۔

چنانچہ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اونٹ کو اس جگہ سے ہٹا کر میں نے وہ زمین کھودنی شروع کر دی۔ کچھ کھدائی کرنے کے بعد زمین میں سے ایک بت نکلا جو عورت کی شکل کا تھا اور زرد پتھر کا بنا ہوا تھا اور اس کا چہرہ چمک رہا تھا۔ میں اس کو نکال کر کپڑے سے صاف کیا اور سیدھا کھڑا کر دیا اور اس کو سجدہ کیا۔ اس کے بعد میں نے اٹھ کر اپنے ایک اونٹ کو ذبح کیا اور اس کا خون اس بت پر چھڑک دیا اور پھر میں نے کافی غور کے بعد اس بُت کا نام ''غلاب'' رکھ دیا۔ پھر میں نے اس کو اپنی سانڈنی پر رکھا اور گھر کی طرف چل دیا۔ میری قوم کے لوگوں کو جب اس بت کے متعلق پتہ چلا تو وہ تمام جمع ہو گئے اور اصرار کرنے لگے کہ بت کو کسی ایسی جگہ نصب کر دیں جہاں پر سبھی لوگ اس کو پوجا کر سکیں۔ لیکن میں نے ان کی اس تجویز کو مسترد کر دیا اور اس بت کو صرف اپنے لئے خاص کر لیا اور اپنے گھر میں ایک جگہ رکھ دیا۔ پھر روزانہ میں اس کے لئے ایک بکری کا قربانی کرنے لگا۔ یہاں تک کہ میرے پاس جتنی بکریاں تھیں وہ سب کی سب میں نے اس پر بھینٹ چڑھا دیں۔

جب میرے پاس بھینٹ کے لئے کچھ نہ بچا تو مجھ تشویش ہوئی۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ میری نذر میں ناغہ ہو اس لئے میں پریشانی کے عالم میں اس بُت کے سامنے گیا اور اس سے اپنی ناداری کا شکوہ کیا۔ میرا شکوہ سُن کر بت کے اندر سے آواز آئی ''**مال لا تاس علی مال سر الی طوی الارقم فخذ الکلب الاسود الوالغ فی الدم لمه صدیه تغنم**''۔ (اے مالک اے مالک مال نہ ہونے پر افسوس مت کر بلکہ طوی الارقم پر جا اور وہاں سے وہ کالا کتا جو خون چاٹ رہا ہو گا پکڑ اکر اور اس سے شکار کر تجھ کو مال ملے گا)۔

مالک کہتے ہیں کہ بُت کی اس ہدایت کو سن کر میں فوری طور سے طوی الارقم پہنچا۔ دیکھا تو وہاں ایک ڈراؤنی شکل کا کالا کتا کھڑا ہے۔ اس کو دیکھ کر مجھے ڈر معلوم ہونے لگا کہ اسی اثناء میں اس کتے نے ایک جنگلی بیل پر حملہ کر دیا اور اس کو مار کر اس کا خون پینے لگا۔ میں

بہت سہا ہوا تھا مگر بُت کی ہدایت یاد آتے ہی ہمت کر کے کتے کی طرف بڑھا۔ مگر چونکہ وہ اپنے مارے ہوئے شکار میں مصروف تھا اس لئے اس نے مجھ پر کوئی توجہ نہ کی۔ وہ آگے بڑھا اور اُس کے گلے میں رسی ڈال دی اور پھر اس کو اپنی طرف کھینچا اور وہ گوشت کے ٹکڑے کرا کے ناقہ پر لاد دیئے۔ اور گھر کی طرف روانہ ہوا۔ کتا اسی میں بندھا ہوا میرے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

دورانِ راستہ کتے کو ایک ہرنی نظر آئی تو وہ اس کی طرف لپکا اور میرے ہاتھ سے رسی چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔ پہلے تو مجھے کتے کو چھوڑنے میں تردد ہوا مگر جب وہ نہ مانا اور مشتعل ہونے لگا تو میں نے ہاتھ سے رسی چھوڑ دی۔ کتا تیر کی طرح ہرن کی طرف دوڑا اور اس کو جا دبایا۔ میں دوڑ کر اس کے پاس پہنچا اور ہرنی کو اس کے منہ سے چھڑا لیا اور انتہائی خوشی کی حالت میں گھر پہنچا۔ چنانچہ ہرنی تو میں نے غلاب پر چڑھا دی اور بیل کا گوشت برادری والوں میں تقسیم کر دیا۔

رات بھر میں عافیت سے سویا۔ جب صبح ہوئی تو کتے کو لے کر جنگل کی طرف روانہ ہوا۔ چنانچہ جو جانور اس کے سامنے آتا وہ اس کو پکڑ لیتا۔ اس کی زد سے نہ ہرن نہ پاڑھا نہ گورخر غرض کہ کوئی جانور نہ بچا۔ اس سے مجھ کو بہت خوشی ہوئی اور میں کتے کی خوب آؤ بھگت کرنے لگا اور اس کا نام بھی میں نے ''صحام'' یعنی کالو رکھ دیا۔ ایک زمانہ میرا اسی طرح عیش و آرام میں گزر گیا۔ ایک دن میں کتے کے ہمراہ جنگل میں شکار کر رہا تھا کہ میرے قریب سے ایک شتر مرغ گذرا میں نے کتے کو شتر مرغ پر چھوڑ دیا لیکن شتر مرغ بھاگ گیا میں نے شتر مرغ کو پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ قریب تھا کہ کتا اس شتر مرغ پر حملہ کر لے۔ ایک عقاب دفعتاً اس پر آ کر گرا اور پھر لوٹ کر میری طرف آیا۔ میں نے اس کو مارنے اور بھگانے کی کوشش کی مگر وہ نہ بھاگا۔ چنانچہ میں نے اپنا گھوڑا روک لیا۔ اتنے میں صحام بھی اس عقاب کی ٹانگوں کے درمیان میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ عقاب اُڑ کر میرے سامنے والے ایک درخت پر بیٹھ گیا اور پھر وہاں سے کتے کو اس کے نام سے پکارا۔ کتے نے عقاب کے پکارنے پر لبیک کہا۔ پھر عقاب نے پکار کر کہا کہ بُت ہلاک ہوئے اور اسلام کا ظہور ہوا۔ لہٰذا مسلمان ہو جا اور سلامتی کے ساتھ نجات حاصل کر ورنہ کہیں بھی ٹھہرنے کی جگہ نہیں ملے گی۔ یہ کہہ کر عقاب اُڑ گیا ار میں نے کتے کی طرف دیکھا تو اس کو بھی نہ پایا اور وہ بھی کہیں غائب ہو گیا۔ چنانچہ یہ اس کتے سے میری آخرت ملاقات [1] تھی۔

حاکم نے مستدرک میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپؓ فرماتی ہیں کہ دومتہ الجند ل کی ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چند روز بعد آپؐ کی تلاش میں میرے پاس آئی۔ اس کے آنے کی غرض یہ تھی کہ سحر کے متعلق اس کے دل میں کچھ غلجان پیدا ہو گیا تھا۔ اس کو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے رفع کرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ جب اس کو معلوم ہوا کہ آپ کی وفات ہو چکی تو وہ اس قدر روئی کہ مجھ کو اس پر ترس آ گیا وہ رو رو کر کہہ رہی تھی کہ مجھ کو ڈر ہے کہ کہیں میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ میں نے اس سے اس کا قصہ پوچھا۔ اس نے بیان کیا کہ میرا شوہر مجھ کو چھوڑ کر کہیں لاپتہ ہو گیا تھا۔ میں ایک بڑھیا کے پاس گئی اور اس سے اپنا حال بیان کیا۔ بڑھیا نے کہا کہ گر تم میرے کہنے پر چلو گی تو تمہارا شوہر تمہارے پاس آ جائے گا۔ میں نے جواب دیا کہ میں ضرور تمہارا کہنا مانوں گی۔

چنانچہ جب رات آئی تو وہ بڑھیا دو کالے کتے لے کر میرے پاس آئی اور اس کے کہنے سے میں اُن میں سے ایک پر سوار ہو گئی اور

---

[1] علامہ دمیری رحمتہ اللہ علیہ نے یہاں پر اس قصہ کو ختم کر دیا ہے مگر ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہائف جس نے جنگل میں مالک کو پکارا اور جس نے کہ بُت کے پیٹ میں سے کلام کیا وہ شیطان تھا۔ یہ کالا کتا یا تو شیطان کو چیلا یا خود وہی شیطان تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت کے بعد سے ایسے تمام شیطانی کرتبوں پر منجانب اللہ تعالیٰ روک لگا دی گئی۔ (از مترجم عفی عنہ)

ایک خالی رہا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد ان کتوں نے مجھ کو شہر بابل میں لا کھڑا کیا۔ میں نے دیکھا کہ دو شخص سر کے بل لیٹے ہوئے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تُو یہاں کس غرض سے آئی ہے؟ میں نے جواب دیا کہ جادو سیکھنے آئی ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے کہا کہ ہم یہاں پر آزمائش کے لئے رکھے گئے ہیں تو جادو سیکھ کر کافر ہو جائے گی۔ جا گھر لوٹ جا اور کافر مت بن۔ میں نے جواب دیا کہ سیکھے بغیر ہرگز نہیں جاؤں گی۔ میرا یہ جواب سن کر انہوں نے کہا کہ تُو اگر نہیں مانتی تو اس تندور میں جا کر پیشاب کر آ۔ چنانچہ میں گئی اور اس کو دیکھتے ہی میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں ڈر سے کانپنے لگی۔ چنانچہ میں بغیر پیشاب کئے ہی ان کے پاس لوٹ آئی۔ تو ان دو آدمیوں نے مجھ سے پوچھا کیا تو نے تندور میں پیشاب کیا ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں یہ سن کر انہوں نے مجھ سے پھر وہ ہی کہا کہ کفر اختیار مت کر اور اپنے گھر چلی جا' میں نے گھر جانے سے انکار کیا تو انہوں نے پھر وہی پیشاب کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں گئی اور بغیر پیشاب کئے واپس آ گئی۔ اور اُن سے جھوٹ بول دیا اور پھر انہوں نے مجھے گھر جانے کی ہدایت کی۔ چنانچہ تیسری بار جب میں تندور کے پاس گئی تُو میں نے ہمت کر کے اس میں پیشاب کر ہی دیا۔ جوں ہی میں پیشاب سے فارغ ہوئی تو میں نے دیکھا کہ ایک شہسوار آہنی زرد پوش میرے اندر سے نکلا اور آسمان پر چڑھتا چلا گیا۔ اس کے بعد میں ان کے پاس گئی اور واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے سن کر کہا'' سچ ہے کہ وہ تیرا ایمان تھا جو تجھ سے رخصت ہو گیا' اب تُو یہاں سے چلی جا''۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اس عورت سے پوچھا کیا انہوں نے تجھ کو جادو سکھایا نہیں؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں! انہوں نے مجھ سے کہا کہ جو کچھ تُو چاہے گی وہ ہو جایا کرے گا۔ یہ گیہوں کے دانے لے اور ان کو گھر جا کر بو دے۔ چنانچہ وہ دانے میں نے لے لئے اور گھر پہنچ کر ان کو بو دیا۔ پھر میں نے ان دانوں سے کہا کہ اُگ جاؤ تو وہ اُگ گئے۔ پھر میں نے اُن سے کہا کہ پک جاؤ تو وہ پک گئے غرض کہ جو کچھ میں نے اُن سے کہا انہوں نے وہی صورت اختیار کر لی۔ حتیٰ کہ میرے حکم سے انہوں نے پکی پکائی روٹی کی شکل اختیار کر لی۔ پھر یہ نوبت پہنچی کہ جو چیز میں چاہتی وہ ہو جاتی۔ یا ام المومنین واللہ! مجھ کو اپنی یہ حالت دیکھ کر بہت ندامت ہوئی۔ میں نے یہ باتیں کبھی نہ کی تھیں اور نہ آئندہ کرنے کا ارادہ ہے۔ چنانچہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے اس بارے میں استصواب کیا مگر وہ اس بارہ میں کوئی فتویٰ نہ دے سکے۔ انہوں نے صرف یہی فرمایا کہ اگر تیرے والدین میں سے کوئی زندہ ہوتا تو تیری کچھ مدد کرتے۔ حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

ہشام بن عروہ جو اپنے والد کے واسطے سے حضرت عائشہؓ کی اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نہایت متقی و پرہیزگار واقع ہوئے تھے اور وہ کسی بھی دینی معاملے میں بہ تکلف کسی قسم کی رائے زنی کی جرأت نہیں کرتے تھے اس لئے انہوں نے اس عورت کے بارہ میں کوئی فتویٰ دینے میں معذوری کا اظہار کر دیا۔ لیکن اگر وہ عورت اس زمانے میں ہوتی اور ہمارے پاس آتی تو نتیجہ دگرگوں ہوتا۔

علامہ دمیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سحر اور ایمان دل کے اندر ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ اس لئے وہ شخص جس کے دل میں ایمان ہوگا ساحر نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس عورت مسکینہ کی حالت سے ہم کو عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ اس بے چاری کو شیطانی خواہشات اور نفس امارہ نے ورطۂ ہلاکت میں ڈال دیا اور اس کی اس مصیبت کا کوئی تدارک نہ ہو سکا۔ چنانچہ یہی نتیجہ تمام معاصی کا ہے کہ اُن کی وجہ سے ذلت اٹھانی پڑتی ہے اور قید بھگتنی پڑتی ہے اور عذاب کی سختی بڑھتی ہے۔

کسی شاعر نے اس بارے میں کیا خوب کہا ہے ؎

اذا ما دعتک النفس یوما لحاجة   و کان علیها للخلاف طریق
اگر تیرا نفس کسی دن تجھ سے کوئی حاجت طلب کرے اور تجھ کو اس کی مخالفت کرنے کا کوئی ذریعہ بھی حاصل ہو
فخالف هواها ماستطعت فانما   هواها عدو والخلاف صدیق
تو جہاں تک ہو سکے اس کی مخالفت کر اس لئے کہ نفس کی خواہش تیری دشمن اور اس کی مخالفت تیری دوست ہے۔

حقیقتِ سحر

علامہ دمیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سحر (جادو) کی حقیقت بھی ہے اور اس میں تاثیر بھی ہے۔ بعض لوگ اس عقیدہ کے خلاف ہیں مگر صحیح قول اول ہی ہے کیونکہ قرآن پاک کے ظاہری معنی اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی صحت پر دال ہیں۔ بقول ماوردی علماء کا اس بارے میں اختلاف واضطرب ہے کہ جادو کس حد تک موثر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس کی تاثیر صرف اتنی ہے کہ یہ میاں بیوی کے درمیان جدائی پیدا کر دے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جادو کا اثر انتہائی بڑھا کر بیان کیا ہے کہ جتنا اس کے نزدیک ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اگر اس کی تاثیر اس سے زیادہ ہوتی تو قرآن پاک میں ضرور مذکور ہوتی۔ کیونکہ اگر کسی شخص کے وصف کو مبالغہ کے ساتھ بیان کرنا ہوتا ہے تو اس کے اعلیٰ احوال کی مثل بیان کی جاتی ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص کی زود رفتاری کو مبالغہ کے ساتھ بیان کرنا ہو تو کہا جائے گا کہ وہ تو گھوڑے سے بھی زیادہ تیز رفتار ہے۔

لیکن اشعریین کے نزدیک سحر میں میاں بیوی کے تفریق سے زیادہ اثر موجود ہے اور "مازری کے نزدیک یہی قول صحیح بھی ہے۔ کیونکہ سحر میں اثر پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اس کا جو اثر ہوتا ہے وہ ایک قسم کی عادت ہے جو اللہ تعالیٰ کی جاری کی ہوئی ہے۔ آیت قرآنی میں جو میاں بیوی کے تفرقہ کا ذکر آیا ہے وہ عدم زیادتی تاثیر پر نص نہیں ہے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جب اشعریین کے نزدیک ساحر کے ہاتھ پر خرق عادت جائز ہے تو پھر نبی اور ساحر میں فرق کیا ہوا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خرق عادت نبی ولی اور ساحر سے صادر ہوتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ جو خرق عادت نبی سے صادر ہوتا ہے وہ اپنی نوعیت میں یکتا اور منجانب اللہ ہوتا ہے اور غیر نبی اس کے اتیان سے عاجز اور قاصر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کو معجزہ کہتے ہیں اس سے اس کی نبوت کی تصدیق ہوتی ہے۔ ولی اور ساحر کے ہاتھوں سے جو خرق عادت کا ظہور ہوتا ہے وہ بالکل معجزہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ ایک ولی سے جو کرامت ظاہر ہوتی ہے وہ دوسرے ولی سے بھی ظاہر ہو سکتی ہے۔ اسی طرح جادو کا جو کرشمہ ایک ساحر دکھا سکتا ہے اس کو کوئی دوسرا ساحر بھی دکھا سکتا ہے مگر ولی اور سحر میں فرق یہ ہے کہ اس پر اجماع مسلمین ہے کہ سحر کا ظہور سوائے فاسق کے اور کسی سے نہیں ہوتا اور کرامت صرف ولی سے صادر ہوتی ہے فاسق سے نہیں ہوتی۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ جادو (سحر) کرنے میں بہت کچھ دھندے اور کھڑاگ کرنے پڑتے ہیں مگر کرامت کے صدور میں ان چیزوں کی ضرورت نہیں پڑتی اور وہ بغیر استدعا کے اتفاقیہ طور پر ظاہر ہو جاتی ہے۔

علامہ دمیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فقہ میں ایک فروعی مسئلہ ہے اور وہ یہ کہ جادو سیکھنا اور سکھانا دونوں حرام ہیں۔ چنانچہ امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ ساحر کو کافر کہا جا سکتا ہے۔ ان سب حضرات کا استدلال ان دو آیتوں پر ہے (۱) "وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ" (سلیمانؑ نے کفر نہیں کیا) (۲) "اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ" "(ہم آزمائش کے لئے ہیں پس کافر مت بن) پہلی آیت میں اس امر کی تردید ہے کہ بنی اسرائیل جو جادو کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ ہم کو جادو حضرت سلیمان علیہ السلام نے سکھایا ہے۔ دوسری آیت میں ہاروت ماروت کا مقولہ ہے کہ جو لوگ ان سے جادو سیکھنے آتے تھے وہ ان کو پہلے سمجھاتے تھے کہ جادو سیکھ کر کافر مت

ہو۔ چنانچہ ساحرہ عورت کے قصہ سے (جو ابھی گزرا) اس کی بخوبی تائید ہوتی ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک ساحر کی تکفیر اس وقت ہو سکتی ہے جبکہ اس سے کوئی قول وفعل ایسا سرزد ہو جو کفر کا متقضی ہو۔ اگر ساحر توبہ کرے تو امام شافعیؒ کے نزدیک اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ لیکن امام مالکؒ اور ابو حنیفہؒ کے یہ قول ہیں کہ سحر زندقہ ہے اور زندیق کی توبہ قبول نہیں ہو۔ اس بارے میں امام احمدؒ کے متعلق دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت میں وہ امام شافعیؒ کے قول سے اور دوسری روایت میں ابو حنیفہؒ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے متفق ہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ساحرہ عورت قتل نہیں کی جائے گی۔ بلکہ اس کو قید کر دیا جائے گا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک ذمی ساحر اسی وقت قتل کیا جاسکتا ہے جبکہ مسلمانوں کو اس سے ضرر پہنچے۔ لیکن امام اعظمؒ کے مذہب میں مطلقاً یعنی بغیر کسی شرط کے قتل کیا جاسکتا ہے۔

اصحابِ کہف اور اُن کا کتا

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ''وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا '' (اور ان کا کتا (اس غار کی) دہلیز پر اگلے پاؤں پھیلائے ہوئے (بیٹھا) ہے اگر تو (اے محمدؐ) ان کو جھانک کر دیکھے تو پیٹھ پھیر کر بھاگے اور ان کا رعب تیرے دل میں سما جائے) علماء کا اختلاف ہے کہ آیا اصحاب کہف کا کتا کوئی اور چیز تھا یا کتا ہی تھا۔ چنانچہ اکثر مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ سگ اصحاب کہف دراصل کتا ہی تھا اور وہ غیر کلاب جنس سے کوئی چیز نہ تھی۔ مگر بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ کتا نہیں تھا' بلکہ وہ کوئی دوسری چیز تھی۔

ان جریج نے کہا ہے کہ وہ ایک شیر تھا کیونکہ کلب کا اطلاق شیر پر بھی ہوتا ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ بن ابی لہب کے حق میں یہ بددعا فرمائی تھی:

''اللھم سلط علیہ کلبامن کلابک'' (اے اللہ! کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط فرمادے)

چنانچہ آپؐ کی اس بددعا کے نتیجہ میں اس کو ایک شیر نے آکر پھاڑ ڈالا تھا۔

حضرت ابن عباسؓ نے کہا ہے کہ وہ ایک سیاہ رنگ کا کتا تھا۔ مقاتل کا کہنا ہے کہ وہ ایک زرد رنگ کا کتا تھا اور قرطبی کے مطابق وہ ایک زرد مائل بہ سرخی کتا تھا۔ لیکن کلبی نے کہا ہے کہ وہ خلنجی (خدنگی) رنگ کا کتا تھا اور بعض مفسرین کے مطابق وہ آسمانی رنگ کا اور بعض کے مطابق سفید رنگ کا کتا تھا اور کچھ نے کہا ہے کہ وہ سیاہ رنگ کا کتا تھا اور بعض نے سرخ رنگ کا کتا کہا ہے۔

مفسرین کے درمیان اس کے نام میں بھی اختلاف ہے۔ چنانچہ کچھ نے تو اس کو کتا کہا ہے اور کچھ حضرات نے اس کتا کا نام بھی لکھا ہے۔ چنانچہ حضرت علی بن طالبؓ نے فرمایا کہ اس کا نام ''ریان'' تھا۔ اوزاعی کے مطابق اس کا نام مشیر تھا اور سعید حمال نے کہا ہے کہ اس کا نام ''حران'' تھا۔ حضرت عبداللہ بن سلام کے مطابق ''بسیط'' اور حضرت کعب احبار کے مطابق اس کا نام ''صہبا'' اور وہب کے نزدیک ''نقیا'' تھا۔

ایک فرقہ کا یہ بھی گمان ہے کہ یہ اصحاب کہف کا باورچی تھا اور بعض نے کہا ہے کہ وہ اصحاب کہف ہی کا ایک فرد تھا جس کو غار کے دروازے پر بطور طلیعہ بٹھا دیا گیا تھا لہٰذا اس کو مجازاً کتا کہہ دیا گیا کیونکہ حراست کتا کا ہی خاصہ ہے۔ مثلاً اس ستارہ کو جو برج جوزاء کا تابع ہے کلب کہتے ہیں۔ ابو عمرو مطرزی نے اپنی کتاب ''الیواقیت'' میں اور دیگر مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت جعفرؒ بن محمد صادق نے بجائے

''کلبھم'' کے ''کالبھم'' پڑھا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اصحاب کہف میں سے ہی کسی کا نام تھا اور اس کو بطور طلیعہ کے دروازہ پر بٹھایا گیا تھا۔مگر علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس قول کی تضعیف اللہ تعالیٰ کے قول سے ہوتی ہے کیونکہ اگلے پاؤں پھیلا کر بیٹھنا کتے ہی کا خاصہ ہے انسان کا نہیں۔

خالد بن معدان کا قول ہے کہ سگ اصحاب کہف' خر حضرت عزیر علیہ السلام اور ناقہ حضرت صالح علیہ السلام کے علاوہ اور کوئی بھی جانور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

سورۂ کہف میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ'' سَبْعَةٌ'' وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ قُلْ رَّبِّیْ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَا يَعْلَمُهُمْ ''(لوگ کہتے ہیں کہ اصحاب کہف سات تھے اور آٹھواں اُن کا کتا تھا آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے شمار سے واقف ہے' نہیں جانتے ان کو مگر تھوڑے لوگ)اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی ''اعلیت'' (بصیغۂ تفضیل)اور تھوڑے سے لوگوں کے لئے عالمیت کا ثبوت موجود ہے۔

ابن عطیہ کا قول ہے کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے ۴۶۹ھ میں ابوالفضل بن جوہری کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو شخص اہلِ خیر سے محبت رکھتا ہے وہ ان سے برکت حاصل کرتا ہے۔ چنانچہ سگ اصحاب کہف نے اہلِ فضل سے محبت رکھی اور ان کی صحبت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کی محبت میں اس کا بھی ذکر فرمایا۔

آیت مذکورہ بالا میں جو لفظ ''وصید'' آیا ہے اس کے متعلق بھی مفسرین کا اختلاف ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ''وصید'' سے مراد'' فناء الکھف'' یعنی صحن خانہ ہے۔سعید ابن جبیر نے کہا ہے کہ وصید سے مراد مٹی ہے۔مگر سدی کے مطابق وصید سے مراد دروازہ ہے اور حضرت مجاہد نے بھی اس سے دروازہ ہی مراد لیا ہے۔عطیہ نے کہا ہے کہ وصید سے مراد غار کے اوپر اور نیچے کی عمارت ہے۔

آیت مذکورہ بالا میں جو لفظ ''وَلَمُلِئْتَ'' آیا ہے اس کے معنی رعب کے ہیں اور اس سے مراد اس غار کی وہ وحشت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھ دی تھی تا کہ کوئی شخص ان تک نہ پہنچ سکے اور نہ ان کو دیکھ سکے۔

ثعلبی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ اصحابِ کہف کو میں دیکھنا چاہتا ہوں تو حکم ہوا کہ آپ ان کو بالکل نہیں دیکھ سکتے۔البتہ اپنے صحابہ کبار میں سے چار شخص ان کے پاس روانہ کر دیں تا کہ وہ آپ کا پیغام اُن تک پہنچا دیں اور وہ یعنی اصحابِ کہف آپ پر ایمان لے آئیں۔آپؐ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ میں اپنے لوگوں کو ان کے پاس کس طرح بھیجوں؟ حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا کہ آپ اپنی چادر بچھا دیں اور اس کے چاروں کونوں پر اپنے چاروں صحابہ یعنی حضرت ابو بکر صدیقؓ 'حضرت عمرؓ 'حضرت فاروق' حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی حیدر کرار رضی اللہ عنہم اجمعین کو بٹھا دیں اور اس ہوا کو جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے مسخر کی گئی تھی طلب فرمائیں اور اس کو اپنی اطاعت کا حکم فرمائیں۔چنانچہ آپؐ نے ایسا ہی کیا تو وہ ہوا ان چاروں حضرات کو اس غار کے دروازہ تک اڑا کر لے گئی۔

جب صحابہؓ نے غار کے منہ سے پتھر ہٹایا تو کتے نے بھونکنا شروع کر دیا۔لیکن جب اُس نے صحابہؓ کی صورت دیکھی تو خاموش ہو گیا اور اپنے سر سے غار میں داخل ہونے کے لئے اشارہ کیا۔چنانچہ چاروں حضرات غار میں داخل ہوئے اور کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔چنانچہ اصحاب کہف کھڑے ہو گئے اور کھڑے ہو کر انہوں نے انہیں الفاظ میں سلام کا جواب دیا۔پھر صحابہؓ نے اُن کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے معاشر فتیان (اے گروہ نوجوانان) نبی محمد ابن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ صاحبان کو سلام کہا ہے۔انہوں نے جواب دیا کہ جب تک زمین و آسمان قائم ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ لوگوں پر بھی آپؐ کا سلام پہنچانے اور آپ کا دین قبول

کرنے پر سلام پہنچا رہا ہے یہ کہہ کر اصحاب کہف پھر سو گئے اور ظہور امام مہدی علیہ السلام تک سوتے رہیں گے۔
کہتے ہیں کہ جب امام آخر الزمان مبعوث ہوں گے تو آپ اصحاب کہف کو سلام کریں گے۔ اصحاب کہف زندہ ہو کر سلام کا جواب دیں گے اور پھر سو جائیں گے اور پھر اس کے بعد وہ قیامت کے دن بیدار ہوں گے۔
جب اصحاب کہف یہ کہہ کر کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا سلام کہہ دیں' پھر سو گئے تو چاروں صحابہ حضرات کو ہوا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیا۔ آپؐ نے صحابہؓ سے اصحاب کہف کا حال دریافت فرمایا۔ چنانچہ صحابہؓ نے وہ گفتگو جو اصحاب کہف سے ہوئی تھی آپ کو سنا دی۔ چنانچہ آپؐ نے ان کی گفتگو سن کر یہ دعا مانگی:۔

اللهم لا تفرق بيسني وبين اصحابي و انصاري و اغفرلمن احبني واحب اهل بيتي و خاصتي.

''اے اللہ! میرے اور میرے اصحاب وانصار کے درمیان جدائی مت ڈالنا اور ان کی جو مجھ سے میرے اہل بیت اور مخصوصین سے محبت رکھتے ہیں مغفرت کرنا۔

ا۔ مفسرین کا اس بارہ میں بھی اختلاف ہے کہ اصحاب کہف کا غار میں پناہ لینے کا کیا سبب تھا؟ چنانچہ اس سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں۔
محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ اہل انجیل یعنی نصاریٰ کے عقائد فاسد ہو چکے تھے اور ان کے معاصی حد سے تجاوز کر گئے تھے اور اس درجہ سرکش ہو گئے تھے کہ وہ بُت پرست اور شیاطین کے نام پر قربانی کرنے لگے تھے۔ لیکن ان میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے۔ جو دین مسیحی پر قائم تھے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ ان کے بادشاہ کا نام دقیانوس تھا۔ یہ بادشاہ بُت پرست اور شیاطین کو نذر چڑھاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ یہ بادشاہ اصحاب کہف کے شہر ''افسوس'' میں پہنچا۔ اس کے پہنچتے ہی اہل ایمان نے وہاں سے راہ فرار اختیار کی۔ کیونکہ وہاں پہنچ کر بادشاہ نے تمام اہل شہر کو جمع کیا اور ان کو جو اس کے ہاتھ آئے کہا کہ یا تو وہ بُت پرستی اختیار کریں یا قتل ہونے کے لئے تیار ہو جائیں۔ چنانچہ ان لوگوں میں سے کچھ لوگ جو خام تھے انہوں نے زندگی کو ایمان پر ترجیح دی اور بُت پرست بن گئے۔ لیکن جو لوگ اپنے ایمان پر پختہ تھے اور جن کی نظر میں یہ دُنیا ہیچ تھی' انہوں نے انکار کر دیا۔ چنانچہ بادشاہ نے ان کو قتل کرا دیا اور ان کے سروں کو شہر پناہ کے دروازوں پر لٹکا دیا۔
مومنین میں ایک گروہ اصحاب کہف کا بھی تھا اس گروہ کو جب دیگر مومنین کے قتل کا واقعہ معلوم ہوا تو یہ بہت رنجیدہ ہوئے اور انہوں نے نماز تسبیح اور دعاء کو سختی سے پکڑ لیا۔ اس گروہ کی تعداد آٹھ تھی اور یہ سب اپنی قوم کے اشراف لوگ تھے۔ دقیانوس بادشاہ کو جب اس گروہ کے بارے میں معلوم ہوا تو اُس نے ان کو طلب کر لیا اور ان کو بھی دو باتوں کا اختیار دیا کہ بُت پرستی قبول کر لیں یا پھر قتل کے لئے تیار ہو جائیں۔ اس گروہ میں ایک شخص جس کا نام ''مکسلمینا'' تھا اور جو عمر میں سب سے بڑا تھا اس نے بادشاہ کو جواب دیا کہ ہمارا معبود تو وہ ہے جو زمین وآسمان کا مالک اور ہر شے سے بزرگ و برتر ہے۔ ہم سوائے اس کے اور کسی کو معبود نہیں بنا سکتے۔ یہ سن کر بادشاہ نے کہا کہ مجھے تمہاری طرف پر رحم آتا ہے ورنہ تم سب کو ابھی قتل کرا دیتا۔ لہٰذا میں تم کو مہلت دیتا ہوں کہ تم اپنے معاملہ میں غور کرو اور عقل سے کام لو۔ چنانچہ بادشاہ نے ان کو جانے کی اجازت دے دی اور یہ لوگ اپنے اپنے گھر واپس آ گئے اور ہر ایک نے اپنے اپنے گھر سے زادِ راہ لی اور ایک جگہ جمع ہو کر مشورہ کیا اور پھر وہ سب ایک غار کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان میں سے کسی کا کتا بھی ان کے ساتھ ساتھ چلتا گیا اور ان کے ساتھ اس غار میں پہنچ گیا۔
کتے کے متعلق بھی چند اقوال ہیں:۔
کعب کہتے ہیں کہ وہ کتا اصحاب کہف میں سے کسی کا نہیں تھا بلکہ وہ ان کو راستہ میں ملا تھا۔ جب یہ کتا ان کو راستہ میں ملا تو ان پر

بھونکنے لگا۔ انہوں نے اس کو بھگایا مگر جب بھی وہ بھگاتے تو وہ چلا جاتا ہے اور جیسے ہی وہ چلنے لگتے پھر لوٹ آتا اور اُن کے پیچھے چلنے لگتا۔ جب اصحاب کہف نے کافی کوشش کی کہ کس طرح یہ کتا بھاگ جائے اور وہ سختی پر آمادہ ہوئے تو کتا گویا ہوا اور اپنے پچھلے پیروں پر کھڑے ہو کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی اور پھر اصحابِ کہف سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ تم لوگ مجھ سے مت ڈرو مجھ کو اللہ تعالیٰ کے چاہنے والوں سے محبت ہے۔ لہٰذا مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو تم لوگ آرام کرنا میں تمہاری نگہبانی کرتا رہوں گا۔

۲۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اصحاب کہف سات تھے اور رات کے وقت فرار ہوئے تھے۔ راستہ میں ان کو ایک چرواہا ملا۔ اس کے ساتھ ایک کتا بھی تھا۔ وہ چرواہا بھی انہی کے دین پر ان کے ساتھ ہو لیا۔ چنانچہ یہ سب لوگ غار میں پہنچ کر عبادتِ الٰہی میں مصروف ہو گئے اور انہوں نے اپنی خورد و نوش کا انتظام ایک نوجوان کے سپرد کر دیا جس کا نام ملیخا تھا۔ یہ نوجوان ان سب میں خوب صورت اور چست تھا۔ یہ مساکین کا لباس پہن کر بازار جاتا اور کھانا وغیرہ خرید کر لاتا اور یہی اپنے لوگوں کے لئے جاسوسی کا کام بھی کرتا تھا۔ چنانچہ ایک عرصہ تک یہ تمام لوگ اسی طرح رہتے رہے۔ ایک دن ملیخا نے آ کر یہ خبر سنائی کہ بادشاہ ابھی بھی ہم لوگوں کی جستجو میں لگا ہوا ہے۔ چنانچہ یہ خبر سن کر وہ ڈرے اور رنجیدہ ہو گئے۔ اسی حالت میں وہ ایک دن غروب آفتاب کے وقت ایک دوسرے کو سمجھا رہے تھے کہ یکایک اللہ تعالیٰ نے اُن پر نیند طاری کر دی اور وہ سب کے سب سو گئے۔ ان کا کتا جو اس وقت غار کے منہ پر پاؤں پھیلائے ہوئے بیٹھا تھا وہ بھی اُن کے ساتھ سو گیا۔

کچھ دن کے بعد دقیانوس بادشاہ کو معلوم ہوا کہ وہ لوگ پہاڑ میں چھپے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اُس کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ ایک دیوار تعمیر کر کے پہاڑ کی آمد و رفت کا راستہ بند کر دیا جائے تاکہ وہ لوگ بھوکے پیاسے مر جائیں۔ کیونکہ ان کے گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ وہ سو رہے ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ تھی کہ ان کا اکرام کرے اور اپنی مخلوق کے لئے ان کو اپنی قدرتِ کاملہ کی ایک نشانی قرار دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دقیانوس کے ذریعہ سے ان کو دنیا کی نظروں سے اوجھل کرا دیا اور ان کی ارواح کو بصورت نوم (نیند) قبض کر لیا اور ملائکہ کو ان کے دائیں بائیں کروٹیں دلانے پر مامور فرما دیا۔

دقیانوس کے گھرانے میں اس وقت دو مرد مومن تھے۔ چنانچہ ان دونوں مومن حضرات نے اصحابِ کہف کے نام و نسب و دیگر حالات ایک سیسہ کی تختی پر کندہ کرا کر محفوظ کر دیئے اور پھر اس تختی کو ایک تانبے کے صندوق میں رکھ کر اس صندوق کو ایک مکان میں حفاظت سے رکھ دیا۔

۳۔ عبید بن عمیر نے کہا ہے کہ یہ سب لوگ (یعنی اصحاب کہف) نوجوان تھے اور گلوں میں طوق اور ہاتھوں میں کنگن پہنے ہوئے تھے اور اُن کی زلفیں (بال) دراز تھے۔ ان کے پاس ایک شکاری کتا تھا۔ ان کے یہاں ایک عید ہوتی تھی۔ ایک دن وہ عید منانے کے لئے نکلے اور ساتھ میں اپنی پوجا کا ایک بُت بھی لیتے چلے۔ دفعتاً اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب کو نورِ ایمان سے منور فرما دیا۔ ان لوگوں میں بادشاہ کا ایک وزیر بھی تھا ہر ایک نے اپنے ایمان کو ایک دوسرے سے پوشیدہ رکھا۔ ان میں سے ایک جوان کسی درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا۔ چنانچہ اس کو دیکھ کر دوسرا بھی اس کے پاس درخت کے نیچے پہنچ گیا۔ پھر یکے بعد دیگرے سب کے سب اس درخت کے نیچے جمع ہو گئے مگر کسی نے اپنے دل کی بات دوسرے پر ظاہر نہ کی۔ آخر کار ان میں سے ایک بولا کہ ہم لوگ اس جگہ کس لئے جمع ہوئے ہیں مگر کوئی بھی جواب نہ دے سکا اور ہر ایک اپنا راز چھپائے رہا۔ لیکن پھر ان سے ضبط نہ ہو سکا اور ان میں سے ایک بول پڑا اور جو کچھ اُس کے دل میں تھا وہ ظاہر کر دیا۔ اس کے بعد دھیرے دھیرے سبھی نے اپنے مومن ہونے کا اظہار کر دیا۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ ہم سب ایک ہی رشتہ (اسلام) میں

منسلک ہیں تو وہ بہت خوش ہوئے۔

پھر انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے طے کر لیا کہ سبھی جا کر کسی غار میں چھپ جائیں وہاں (انشاء اللہ) اللہ تعالےٰ ہم پر اپنی رحمت کی بارش فرمادیں گے اور ہمارے کام میں آسانی پیدا فرمادے گا۔ چنانچہ وہ ایک غار میں جا کر پناہ گزین ہو گئے اور ان کا کتا بھی ان کے ساتھ رہا۔ اس غار میں وہ نواوپر تین سو سال تک سوتے رہے۔

ادھر جب شہر والوں اور ان کے عزیز واقارب نے نہ پایا تو انہوں نے ان کے نام معہ ولدیت وسکونت اور تاریخ گم گشتگی اور بادشاہِ وقت کا نام ایک تختی پر لکھوا کر اس کو شاہی خزانہ میں جمع کرادیا۔

۴۔ سدی نے کہا ہے کہ جب اصحابِ کہف غار کی طرف چلے تو راستہ میں ان کو ایک چرواہا ملا۔ چرواہے نے کہا میں بھی آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اس کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ چرواہے کا کتا بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ جب انہوں نے کتے کو دیکھا تو چرواہے سے کہا کہ اس کتے کو تم بھگا دو۔ کیونکہ یہ بھونک بھونک کر ہم کو سونے نہیں دے گا۔ چنانچہ چرواہے نے اس کو بھگانے کی بہت کوشش کی مگر کتا نہ بھاگا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے اس کتے کو گویا کر دیا اور وہ کہنے لگا کہ مجھ کو نہ بھگاؤ اور نہ مارو میں تم سے چالیس سال قبل اللہ تعالیٰ پر ایمان لا چکا ہوں۔ کتے کا یہ کلام سن کر اُن کو بہت تعجب ہوا اور اُن کے ایمان میں مزید ترقی ہوگئی۔

محمد باقرؒ فرماتے ہیں کہ اصحابِ کہف مبالغہ یعنی قلعی گر تھے۔

اللہ تعالیٰ کے قول ''اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا''

(اے محمدؐ کیا آپ کا خیال ہے کہ اصحابِ کہف ورقیم ہماری نشانیوں میں عجیب تھے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ واقعات عجیب نہیں ہیں بلکہ جو عجائبات اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان اور ان میں رہنے والوں کی پیدائش میں رکھے ہیں وہ ان سے بھی عجیب تر ہیں۔

علامہ دمیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اصحابِ کہف کا واقعہ تو ہم بیان کر چکے اور اب رہا اصحابِ رقیم کا واقعہ تو اس میں بھی مفسرین کا مختلف اقوال ہیں۔ چنانچہ وہب فرماتے ہیں کہ مجھ کو نعمانؓ بن بشیر انصاری سے یہ حدیث پہنچی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رقیم کا ذکر کرتے ہوئے سنا آپؐ نے فرمایا کہ تین شخص اپنے گھر والوں سے ناراض ہو کر باہر نکلے۔ راستہ میں بارش آگئی وہ بارش سے بچنے کے لئے ایک غار میں داخل ہو گئے۔ بارش کی تیزی سے پہاڑ سے ایک بہت بڑا پتھر لڑھک کر اس غار کے منہ پر آگرا جس سے اُن کے نکلنے کا راستہ بند ہو گیا۔

یہ ماجرا دیکھ کر ان تینوں میں سے ایک شخص بولا کہ ہم کو چاہیے کہ ہم نے اپنی اپنی زندگی میں جو اعمالِ حسنہ کیے ہیں ان کو یاد کر کے ایک دوسرے کو سنا دیں۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے ہمارے حال پر رحم فرمائیں چنانچہ ان میں سے ایک شخص بولا کہ میں نے ایک کام اچھا یہ کیا تھا کہ ایک بار میرے یہاں مزدور کام پر لگے ہوئے تھے ان کی صبح سے شام تک کی مزدوری مقرر تھی۔ ایک دن ان میں سے ایک مزدور آدھا دن گزرنے کے بعد آیا۔ لہٰذا میں نے اس کی مزدوری آدھی کر دی۔ چنانچہ وہ آدھی مزدوری پر ہی کام کرنے لگا مگر اس نے نصف دن میں ہی اتنا کام کیا کہ اس کے ساتھیوں کے پورے دن کے کام سے بھی زیادہ تھا۔ چنانچہ میں نے اس کی محنت سے خوش ہو کر اس کو بھی پورے دن کی مزدوری دے دی۔ اس کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے اعتراض کیا۔ میں نے اس کو جواب دیا کہ بندۂ خدا میں نے تیری مزدوری میں تو کچھ کمی نہیں کی۔ میرا مال ہے جس کو چاہوں دوں اور جس کو چاہوں نہ دوں اعتراض کرنے والا کون ہوتا ہے؟ میری اس بات پر وہ بہت غصہ ہوا اور اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا۔ چنانچہ میں نے اس کی مزدوری کے دام گھر کے کسی گوشہ میں رکھ

دیئے۔ کچھ دیر بعد میرے پاس سے ایک بچہ والی گائے گزری۔ میں نے اس گائے کے مالک سے بات چیت کر کے اس کے بچہ کو اُس مزدوری کے داموں خرید لیا۔ چنانچہ اس بچہ کو میں نے پالا وہ بچہ بڑھ کر گائے ہو گئی اور پھر وہ گابھن ہو کر بیاہی اور اس طرح اس کی نسل بڑھتی رہی۔

کچھ سال بعد ایک بوڑھا میرے پاس آیا میں اس کو پہچانتا نہیں تھا اور کہنے لگا کہ آپ کے ذمہ میرے کچھ دام ہیں اور پھر اُس نے تفصیل بتا کر مجھ کو یاد دلایا۔ جب میں نے اس کو پہچان لیا تو میں نے کہا کہ میں تو خود تمہاری تلاش میں تھا۔ یہ کہہ کر میں نے اس کے سامنے وہ گائے اور جس قدر اس سے بچے پیدا ہوئے تھے سب لا کھڑے کئے اور اس سے کہا کہ یہ تیری مزدوری ہے۔ یہ سن کر وہ شخص کہنے لگا کہ کیا آپ مجھ سے مذاق کر رہے ہیں؟ میں نے قسم کھا کر کہا کہ مذاق نہیں کر رہا ہوں بلکہ سچ مچ یہ تیرا ہی حق ہے میرا اس میں کچھ حصہ نہیں۔ پھر میں نے اس سے گائے کی خریداری کا واقعہ بیان کیا۔ یہ سن کر وہ بہت خوش ہوا اور اپنا مال لے کر رخصت ہوا۔

اپنی یہ سرگزشت اپنے ساتھیوں کو سنانے کے بعد اُس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ! اگر تُو سمجھتا ہے کہ میں نے وہ کام تیری رضا کے لئے کیا تھا تو اس پتھر کو ہمارے اوپر سے اٹھا لے۔ چنانچہ اس کے یہ کہتے ہی وہ پتھر چٹخا اور ایک تہائی ہٹ گیا اور غار میں اتنی روشنی ہو گئی کہ ہم ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

اس کے بعد ان میں سے ایک دوسرا شخص بولا کہ میں نے بھی ایک نیک کام کیا تھا اور وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ہمارے شہر میں گرانی ہوئی تمام لوگ اس گرانی سے پریشان حال ہو گئے مگر میرے یہاں اللہ کا فضل تھا۔ چنانچہ میرے پاس ایک عورت آئی اور مجھ سے خیرات طلب کرنے لگی۔ میں نے اس کو جواب دیا کہ خیرات جب ملے گی جب تم میرے ساتھ ہم بستری کرو گی۔ لیکن اس عورت نے انکار کیا اور واپس چلی گئی۔ اگلے دن وہ پھر آئی اور قسم کھا کر کہنے لگی کہ اللہ کو ہی علم ہے کہ میں جس حال میں ہوں۔ میں نے پھر وہی شرط لگائی۔ چنانچہ وہ اس مرتبہ بھی نہ مانی اور واپس چلی گئی۔ مگر وہ گھر پہنچی تو اُس نے اپنے شوہر سے تذکرہ کیا۔ شوہر نے کہا کہ مجبوری ہے تُو ایسا کر لے کیونکہ اس سے تیرے بچے بھوک سے نجات پا جائیں گے۔

چنانچہ تیسری مرتبہ وہ پھر آئی اور اللہ کا واسطہ دینے لگی۔ مگر میری جانب سے اس کو پھر وہی جواب ملا۔ اس پر اس بار وہ راضی ہو گئی اور ستر کھول کر پڑ گئی۔ جب میں نے اس سے برے کام کا ارادہ کر لیا تو وہ کانپنے لگی میں نے اس سے سبب پوچھا تو وہ بولی کہ میں اللہ رب العالمین کے خوف سے کانپ رہی ہوں۔ میں نے اس سے کہا کہ اس سختی اور تنگی میں بھی تجھ کو اس کا ڈر ہے اور افسوس کہ اُس نے مجھے ہر طرح سے اپنی رحمت سے نوازا۔ مگر میں پھر بھی اس سے بے خوف ہوں۔ یہ کہہ کر میں نے فوری طور سے اس کو چھوڑ دیا اور دل ہی دل میں بہت شرمندہ ہوا۔ پھر میں نے اس عورت کو کافی کچھ دے کر رخصت کر دیا۔ یہ قصہ سنا کر اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے اللہ! اس دن میرا وہ فعل اگر تیرے نزدیک تیرے خوف کی وجہ سے تھا تو آج تُو ہمیں اس پتھر کے خوف سے نجات دلا دے۔ چنانچہ وہ پتھر فوراً ایک حصہ اور کھسک گیا اور غار میں پہلے سے زیادہ روشنی وہوا داخل ہو گئی۔

اس کے بعد تیسرے شخص نے اپنی سرگزشت اس طرح بیان کی کہ میرے والدین بوڑھے اور ضعیف تھے اور میں نے بکریاں پال رکھی تھیں۔ میرا روزانہ کا یہ معمول تھا کہ پہلے میں اپنے والدین کو کھلاتا پلاتا اور اُن کی تمام ضروریات پوری کر کے پھر بکریاں چراتے جنگل چلا جاتا۔ چنانچہ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ بارش کی وجہ سے مجھ کو جنگل میں رُکنا پڑ گیا اور پھر میں رات کو گھر پہنچا۔ گھر پہنچتے ہی میں نے سب سے پہلے بکریوں کا دودھ دوہا۔ اور بکریوں کو کھلا ہی چھوڑ کر اس دودھ کو لے کر والدین کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ ان کو دودھ پلا

سکوں۔ مگر جب میں اُن کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ دونوں سو رہے ہیں۔
یہ دیکھ کر مجھ کو تشویش ہوئی اور میں دشواری میں پڑ گیا کیونکہ والدین کو نیند سے جگانا مجھ کو شاق معلوم ہوا۔ چنانچہ میں دودھ لے کر ان کے قریب بیٹھ گیا تا کہ اگر اُن کی خود سے نیند کھلے تو میں ان کو دودھ پیش کر سکوں۔ ادھر میری تمام بکریاں بغیر بندھی ہوئی تھیں اور یہ امر خطرہ سے خالی نہ تھا۔ چنانچہ اس کشمکش میں صبح ہو گئی اور میں ہاتھ میں دودھ کا برتن لئے اپنے والدین کے پاس بیٹھا رہا اور جب وہ جاگ گئے تو میں نے ان کو دودھ پلایا۔
یہ قصہ بیان کر کے اس تیسرے شخص نے بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی (حضرت نعمانؓ بن بشیر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بیان کرتے وقت مجھ کو ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سن رہا ہوں) چنانچہ جیسے ہی اُس نے دُعا ختم کی پہاڑ بولا ''طاق طاق'' اور غار بالکل کھل گیا اور تینوں حضرات غار سے باہر آ گئے۔
حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ''رقیم'' عمان اور ایلہ کے درمیان فلسطین کے قریب ایک وادی ہے اور یہ وہی وادی ہے جس میں اصحاب کہف کی خواب گاہ ہے۔ کعب الاحبار نے کہا ہے کہ رقیم اصحابِ کہف کے شہر کا نام تھا۔ حضرت سعیدؓ بن جبیر فرماتے ہیں کہ رقیم بمعنی مرقوم اس تختی کا نام تھا جس پر کہ اصحابِ کہف کے نام وغیرہ کندہ تھے محفوظ کر دیئے گئے تھے۔
اصحاب کہف کا انجام یہ ہوا کہ جب وہ سو کر اٹھے تو آپس میں مذاکرہ کرنے لگے کہ ہم کتنی دیر سوئے ہوں گے؟ ان میں سے کسی نے کہا کہ ایک دن یا اس سے کم۔ دوسرے نے کہا کہ یہ علم تو خدا ہی کو ہے کہ ہم کتنی مدت سوئے اس لئے اب تم ایک کام کرو کہ ایک آدمی کو روپیہ دے کر شہر بھیجو تا کہ وہ کسی دوکان سے حلال اور اچھا کھانا خرید لائے مگر جو کوئی بھی جائے وہ یہ کام بہت ہوشیاری اور تدبر سے کرے تا کہ کسی بھی شہر والے کو ہمارا پتہ نہ چلے۔ کیونکہ اگر ظالم دقیانوس کو ہمارا پتہ چل گیا تو وہ یا تو ہم کو سنگسار کرا دے گا یا پھر ہم کو دین حق سے پھیر دے گا اور اگر ایسا ہوا تو ہم کو خاطر خواہ فلاح حاصل نہیں ہوگی۔
چنانچہ ان میں سے ایک شخص جس کا نام تملیخا تھا روپیہ لے کر شہر پہنچا تو اس کو ہر چیز عجیب اور بدلی بدلی سی نظر آئی (اور یہ اس وجہ سے کہ ان کو نیند میں کئی صدیاں بیت گئی تھیں) شہر کے لوگوں نے جب اس کے پاس اتنا پرانا دقیانوسی سکہ دیکھا تو وہ بہت متعجب ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ سکہ کس بادشاہ کے نام کا ہے؟ کوئی کہنے لگا کہ ضرور اس شخص کو کوئی پرانا دفینہ (یا خزانہ) مل گیا ہے۔ چنانچہ شہر میں ہر طرف اس بات کا چرچا ہو گیا اور شدہ شدہ یہ معاملہ بادشاہ وقت تک پہنچ گیا۔ چنانچہ بادشاہ نے وہ پرانی تختی جس پر کہ اصحاب کہف کے نام وغیرہ درج تھے خزانہ سے نکلوائی۔ چنانچہ اس تختی سے تحقیق ہو گئی کہ یہ شخص اسی جماعت کا ایک فرد ہے جن کے نام اس تختی پر درج تھے۔ چنانچہ بہت سے لوگ اس غار اور ان لوگوں کو دیکھنے کے لئے تملیخا کے پیچھے روانہ ہو گئے مگر وہ (تملیخا) ان سے پہلے اپنے ساتھیوں کے پاس غار میں پہنچ گیا اور تمام حال ان سے بیان کیا۔ چنانچہ اہل شہر کے پہنچنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے ان پر پھر نیند طاری کر دی اور وہ سب کے سب سو گئے۔

اس وقت اس شہر میں ''بعث بعد الموت'' کے متعلق بہت جھگڑا پھیلا ہوا تھا کوئی کہتا تھا کہ مرنے کے بعد جینا نہیں ہے۔ کوئی شخص روحانی بعث کا قائل اور جسمانی کا منکر تھا۔ کوئی روحانی اور جسمانی دونوں کا قائل تھا۔ بادشاہ اس وقت حق پرست تھا اور وہ چاہتا تھا کہ کوئی ایسی نظیر مل جائے کہ جس سے بعث کے متعلق یہ استبعاد عقل کم ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اصحاب کہف کی نظیر مہیا کر دی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ منکرین آخرت بھی اس واقعہ سے قائل آخرت ہو گئے اور اچھی طرح سمجھ گئے کہ اصحاب کہف کا اتنے عرصہ تک سو کر جاگ اٹھنا

دوسری بار جینے سے کم نہیں۔ اہل شہر نے ان کے عجیب وغریب حالت کو سن کر اور دیکھ کر چاہا کہ اس غار کے پاس کوئی مکان تعمیر کردیں تا کہ زائرین کو سہولت ہو مگر اس بارہ میں ان میں اختلاف ہو گیا کہ یہ تعمیر کس نوعیت کی ہونی چاہیے۔ چنانچہ جو لوگ صاحب اقتدار تھے ان کی یہ رائے ہوئی کہ ایک مسجد تعمیر کردی جائے۔

اصحاب کہف کے متعلق یہ امر تو قطعی طور پر ثابت ہے کہ وہ موحد اور متقی لوگ تھے مگر یقینی طور پر یہ معلوم نہیں کہ وہ کس نبی کی شریعت کے متبع تھے۔ مگر جن لوگوں نے معتقد ہو کر وہاں مکان یا مسجد بنائی وہ نصاریٰ تھے۔

اصحاب کہف کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں ان قلیل التعداد لوگوں میں ہوں جنہوں نے سیاق قرآن سے معلوم کرلیا ہے کہ اصحابِ کہف کی تعداد سات تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے دو اقوال کو ''رَجْمًا بِالْغَيْبِ'' فرمایا ہے۔ تیسرے قول کے متعلق یہ نہیں فرمایا۔ اس کے علاوہ اسلوب بیان بھی بدلا ہوا ہے۔ پچھلے دو جملوں میں ''واوَ عطف'' نہیں ہے۔ لیکن تیسرے جملہ یعنی ''وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ'' عطف کے ساتھ لانے سے اس امر کو گویا موکد کرنا مقصود ہے کہ اس قول کا قائل پوری بصیرت اور وثوق کے ساتھ واقعہ کی تفصیل سے واقف ہے۔

کہف جبل مخلوس وبقول دیگر بناجیوس میں ایک غار ہے اور اس کا نام ''حرم'' وبقول دیگر ''خدم'' ہے۔

اصحاب کہف کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

(۱) مکسلمینا (۲) تملیخا یا املیخا (۳) مرطونس (۴) یوناسن (۵) سارنیوس (۶) ذطنیوس (۷) کند سلططنوس۔ یہ ساتواں شخص راعی یعنی چرواہا تھا اور اس کے کتے کا نام ''قطمیر'' تھا۔

ذہبی کی تاریخ اسلام میں (۳۹۹ھ) لکھا ہے کہ ممشاد دینوری ایک مرتبہ اپنے گھر سے نکلے تو آپ پر کتا بھونکنے لگا۔ آپ نے فوراً کہا۔ کتا فوراً مر گیا۔

سب سے پہلے جس شخص نے حراست کی غرض سے کتا پالا وہ حضرت نوح علیہ السلام تھے اور اس کا سبب یہ ہوا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو کشتی بنانے کا حکم دیا تو آپ نے کشتی بنانی شروع کردی۔ اور آپ جتنا کام کرتے رات کو آپ کی قوم کے لوگ چوری سے آکر اس کو بگاڑ دیتے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے اس کی شکایت کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتا پالنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ جب رات کو آپ کی قوم کے لوگ آپ کا تیار کردہ کام پھر بگاڑنے کے لئے آتے تو کتا ان پر بھونکتا اور اس طرح آپؑ جاگ جاتے اور ڈنڈا لے کر ان کے پیچھے دوڑ جاتے تو وہ بھاگ جاتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول (ملائکہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کتا یا تصویر ہو) کی تفسیر میں علماء دین کا قول ہے کہ گھر میں کسی جان دار کی تصویر ہونے کی صورت میں فرشتے اس وجہ سے اس میں ظاہر نہیں ہوتے کہ تصویر کا رکھنا معصیۃ فاحشہ ہے۔ کیونکہ تصویر میں خلق اللہ سے مشابہت ہے اور اس وجہ سے بھی کہ بعض تصویریں ان چیزوں کی ہوتی ہیں کہ جن کی ماسوائے اللہ تعالیٰ پرستش کی جاتی ہے۔

کتے والے گھر سے فرشتوں کے رکنے کا سبب یہ ہے کہ کتا کثرت سے نجاست کھاتا ہے اور دوسرا سبب یہ ہے کہ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بعض کتے شیطان ہوتے ہیں اور ملائکہ شیاطین کی ضد ہیں۔ لہٰذا اضداد کا جمع ہونا محال ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ کتے میں بدبو ہوتی ہے اور ملائکہ چونکہ پاک وصاف ہستیاں ہیں وہ بدبو کو ناپسند کرتے ہیں اور اس سے بچنے کی ان کو منجانب اللہ ہدایت ہے۔

لہٰذا گھر میں کتے کا رکھنے والا فرشتوں کے دخول ان کی رحمت استغفار اور برکت سے محروم ہو جاتا ہے۔ جب کسی گھر میں فرشتے داخل ہوتے ہیں تو اگر اس گھر میں شیاطین وغیرہ ہوتے ہیں تو وہ بھاگ جاتے ہیں لیکن کتا پالنے والے اس رحمت سے بھی تہی دست رہتے ہے۔

وہ فرشتے جو تصویر اور کتے کی وجہ سے گھروں میں داخل نہیں ہوتے وہ وہ فرشتے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت لئے ہوئے دنیا میں گھومتے رہتے ہیں۔ لیکن وہ فرشتے جو "حفظہ" کہلاتے ہیں یا وہ جو روح قبض کرنے پر مامور ہیں وہ ہر گھر میں داخل ہو جاتے ہیں۔ کتے یا تصویر کے ہونے سے ان پر کچھ فرق نہیں پڑھتا۔ حفظہ یعنی کراما کاتبین کسی حال میں بھی انسان سے جدا نہیں ہوتے کیونکہ وہ انسانوں کے اعمال لکھنے پر مامور ہیں۔

امام غزالی علیہ الرحمتہ نے اپنی کتاب "احیاء العلوم" میں لکھا ہے کہ اگر کسی کے دروازہ پر "کلب عقور" یعنی کٹکھا کتا موجود ہو اور اس سے لوگوں کو اذیت پہنچتی ہو تو مالک مکان پر اس کتے کو وہاں سے ہٹانا شرعاً واجب ہوگا لیکن اگر ایسا ہو کہ اس سے کاٹنے کی اذیت تو نہیں پہنچتی بلکہ وہ لوگوں کی آمد و رفت کے راستہ کو نجس کر دیتا ہے اور اس نجاست سے ان کے لئے احتراز بھی ممکن ہے تو اس صورت میں اس کا دفع کرنا واجب نہ ہوگا۔ ہاں اگر وہ پاؤں پھیلا کر بیٹھے اور اس سے لوگوں کی آمد و رفت میں تنگی واقع ہو تو اس سے اس کو روکا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے قول "تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ" (تم سکھاؤ ان کو وہ چیز جو تم کو اللہ تعالیٰ نے سکھائی) کی تفسیر میں کہ یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ عالم کو وہ فضیلت حاصل ہے جو جاہل کو نہیں۔ اسی طرح اگر کتے کو تعلیم دے دی جائے تو اس کو غیر معلم کتے پر فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔ لہٰذا وہ انسان جو علم کا حامل ہو اور بالخصوص جبکہ وہ عامل بھی ہو اس انسان سے افضل ہوگا جو جاہل ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر شے کی قیمت ہوتی ہے اور انسان کی قیمت یہ ہے کہ وہ نیکو کاری کرے۔

اللہ تعالیٰ کے قول: " وَاتْلُ عَلَيْهِم نَبَاَ الَّذِیْ آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلٰكِنَّه اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ "(اور آپ ان لوگوں کو اس شخص کا حال بیان کر دیجئے جس کو ہم نے اپنی آیتیں دیں مگر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا۔ پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور اس کا شمار گمراہ لوگوں میں ہو گیا اگر ہم چاہتے تو اُسے بلند مرتبہ کر دیتے لیکن وہ خود ہی زمین کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے لگا۔ اس کی مثال کتے کی سی ہے کہ اس کو مارو تب بھی ہانپتا ہے اور آوارہ چھوڑ دو تب بھی ہانپتا ہے) کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ، حضرت مجاہدؒ و دیگر مفسرینؒ کا قول ہے کہ اہل کنعان جو کہ جبارین کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان میں ایک شخص بلعم بن باعوراء کے نام سے معروف تھا۔ بعض کے مطابق بلعم بن بامر کے نام سے معروف تھا۔ یہ شخص اصل میں اسرائیلی تھا اور شہر بلقاء کا رہنے والا تھا۔ اس کا قصہ یہ ہوا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جبارین سے جنگ کرنے کے ارادہ سے کنعان کی سرزمین میں داخل ہوئے تو بلعم کی قوم جو کہ کافر تھی اُس کے پاس آئی اور کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت طاقتور ہیں اور ان کے پاس لشکر بھی ہے۔ وہ کنعان سے اس وجہ سے آئے ہیں کہ ہم کو قتل اور جلا وطن کر کے بنی اسرائیل کو ہمارے ملک میں اتار دیں۔

آپ چونکہ مستجاب الدعوات ہیں آپ کو اسم اعظم آتا ہے لہٰذا آپ نکل کر اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ حضرت موسیٰؑ یہاں سے چلے جائیں۔

بلعم نے اپنی قوم کی بات سُن کر اُن کو جواب دیا کہ کم بختو! حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور اُن کے ساتھ ملائکہ اور

مومنین کالشکر ہے۔ میں کیسے اُن پر بددعا کر سکتا ہو۔ یہ اور بات ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم جانتا ہوں لیکن اگر میں نے تمہارے مشورہ پر عمل کیا تو میری دنیا و آخرت دونوں برباد ہو جائیں گے۔ اس لئے میں تمہاری اس سلسلہ میں کچھ مدد نہیں کر سکتا۔

بلعم کا جواب سُن کر اس کی قوم نے اس کی بڑی منت سماجت کی اور اس پر بڑا اصرار کیا۔ چنانچہ جب بلعم مجبور ہو گیا تو اُس نے کہا کہ اچھا پہلے میں اپنے پروردگار سے مشورہ کرلوں۔ بلعم کی شان یہ تھی کہ جب وہ کسی چیز کے لئے دُعا کا قصد کرتا تو خواب میں اُس کو اس چیز کا ہونا یا نہ ہونا دکھلا دیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس کو خواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بددعا کرنے سے منع کر دیا گیا۔

بلعم کی قوم نے جب دیکھا کہ بلعم نے انکار کر دیا ہے تو پھر انہوں نے یہ چالاکی کی کہ اس (بلعم) کو نذرانے پیش کرنے شروع کر دیئے۔ بلعم نے نذرانے قبول کر لئے اور اپنی قوم سے وعدہ کر لیا کہ اچھا میں اپنے رب سے پھر مشورہ کروں گا۔ چنانچہ اس نے بددعا کرنے کی اجازت پھر طلب کی مگر اس کو اس بار کوئی جواب نہ ملا۔ اس پر اس کی قوم کہنے لگی کہ اگر آپ کا رب بددعا کرنے کو برا سمجھتا تو صاف طور سے آپ کو منع کر دیتا۔ جیسا کہ پہلی بار منع کیا تھا مگر اس مرتبہ تو اس نے کوئی جواب ہی نہیں دیا۔

غرض کہ وہ لوگ اس کے سامنے بہت گڑگڑائے اور انتہائے خوشامد درامد کر کے اس کو اپنی طرف موہ ہی لیا۔ چنانچہ بلعم اپنی گدھی پر سوار ہو کر پہاڑ کی طرف چلا گیا۔ اس پہاڑ سے بنی اسرائیل کا لشکر دکھائی دیتا تھا۔ ابھی وہ کچھ دور ہی چلا تھا کہ اس کی گدھی نے ٹھوکر کھائی اور وہ گر پڑی۔ چنانچہ بلعم اس پر سے اترا اور اس کو مارنے لگا۔ مار کھا کر گدھی پھر کھڑی ہو گئی اور وہ اس پر سوار ہو گیا۔ ابھی کچھ دور ہی چلا تھا کہ وہ گر پڑی۔ چنانچہ بلعم نے اس کو پھر مارا۔ مار کھا کر گدھی پھر چل دی اور بلعم پھر اس پر سوار ہو گیا۔

غرضیکہ وہ کئی بار اس طرح گرتی اور مار کھاتی رہی۔ چنانچہ آخری بار جب وہ گری اور بلعم نے اس کو مارنا چاہا تو اللہ کے حکم سے وہ بول پڑی اور کہنے لگی کہ اے بلعم بڑے شرم کی بات ہے کیا تم کو نظر نہیں آتا کہ فرشتے تیرے سامنے کھڑے ہوئے ہیں اور جب میں چلتی ہوں تو یہ میرا منہ دوسری طرف پھیر دیتے ہیں کیا تو اللہ تعالیٰ کے نبی اور مومنین پر بددعا کرنے جا رہا ہے۔ گدھی کی تنبیہ کا جب بلعم پر کوئی اثر نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا راستہ صاف کر دیا اور وہ پہاڑ پر پہنچ گیا۔ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ کر بلعم نے اسم اعظم کے ذریعے سے بددعا کرنی شروع کی۔ چنانچہ اس کی دعا مقبول ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام مع اپنے لشکر کے میدان تیہ میں جا پھنسے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے میرے رب مجھ سے کیا گناہ سرزد ہو گیا تُو نے مجھ کو اس میدان میں لا ڈالا۔ جواب ملا کہ بلعم بن باعورا کی بددعا سے ایسا ہوا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار جب تُو نے بلعم کو بددُعا میرے اوپر قبول فرمائی تو اس پر میری بددُعا بھی قبول فرمالے۔ چنانچہ آپ نے دُعا مانگی کہ یاالٰہی بلعم سے اپنا اسم اعظم واپس لے لے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا قبول ہوئی اور بلعم سے وہ چیز سلب ہو گئی اور سفید کبوتر کی شکل میں اس کے سینے سے نکل کر اڑ گئی۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ قول "مقاتل" کا ہے۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ وسدی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان الٹ دی۔ کیونکہ اس کی قوم نے اس سے کہا کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں بجائے حضرت موسیٰؑ کے حق میں بددُعا کرنے کے ہمارے حق میں بددُعا کر رہے ہیں۔ بلعم نے جواب دیا کہ یہ میرے بس کی بات نہیں ہے بلکہ یہ منجانب اللہ ہے۔

بلعم اسم اعظم بھول گیا اور اس کی زبان لٹک کر اس کے سینہ پر آپڑی۔ چنانچہ اپنی یہ حالت دیکھ کر وہ اپنی قوم سے کہنے لگا کہ میری دین اور دُنیا تو جاتی ہی رہیں۔ مگر اب میں بھی اُن کے خلاف مکر و فریب سے کام لوں گا۔ چنانچہ اس نے حکم دیا کہ اپنی عورتوں کو خوب سجا بنا کر بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیجو اور پہلے ان کو کچھ مال و متاع دے دو اور ان سے کہہ دو کہ وہ لشکر کے ساتھ ساتھ ہی رہیں اور اسرائیل لشکر کا

جو بھی شخص ان سے ہم بستری کا خواہش مند ہو اس سے انکار نہ کریں۔ اگر ان میں سے ایک شخص نے بھی زنا کر لیا تو دوسرے بھی اس کو دیکھ کر اس گناہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔

چنانچہ جب عورتیں بنی اسرائیل کے لشکر میں پہنچیں تو ان میں سے ایک عورت جس کا نام ''کستی بنت صور'' تھا بنی اسرائیل کے ایک امیر کبیر شخص کے پاس سے گزری۔ اس شخص کا نام ''زمیری بن شلوم'' تھا اور یہ شمعون بن یعقوب کی اولاد میں سے تھا۔ اس شخص نے اس عورت کو جیسے ہی دیکھا کھڑا ہو گیا اور اس کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کو اپنے ساتھ لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے گیا اور کہنے لگا کہ آپ تو یہ ضرور فرمائیں گے کہ یہ عورت میرے لئے حرام ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بے شک یہ تیرے لئے حرام ہے اس کے ساتھ قربت ہرگز نہ کرنا۔ لیکن اُس نے کہا کہ میں اس معاملہ میں آپ کا کہنا ہرگز نہ مانوں گا اور یہ کہہ کر اس عورت کو لے کر ایک قبہ میں چلا گیا اور وہاں اس سے ہم بستر ہوا۔ چنانچہ اس جرم کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر فوراً طاعون کی وباء مسلط کر دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک کارندے جو کہ ''صاحب امر'' (احکام کا نفاذ کرنے والے) کے عہدہ پر تھے اس وقت کہیں باہر گئے ہوئے تھے ان کا نام فخاض بن عیزار بن ہارون تھا۔ یہ انتہائی طاقتور تھے۔ چنانچہ جیسے ہی یہ واپس آئے اور ان کو طاعون کی وباء اور اُس کے سبب کا علم ہوا تو یہ فوراً اس قبہ میں گئے جس میں زمری بن شلوم اور وہ عورت معصیت میں مبتلا تھے۔ چنانچہ انہوں نے ان دونوں کو بحالت برہنگی ہی اپنے نیزہ میں لے لیا اور اس کو اپنی بغل میں دبا کر باہر آئے اور ان کو آسمان کی طرف بلند کر کے اللہ تعالیٰ سے عرض کرنے لگے کہ یا اللہ! ہم میں سے جو کوئی شخص ایسا گناہ کرے گا ہم اُس کو ایسی ہی سزا دیں گے۔ چنانچہ ان کی اس دُعا کے بعد فوراً اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے طاعون کو اٹھا لیا۔

کہتے ہیں کہ ارتکاب زنا کے وقت سے فخاض کی دُعا کرنے تک کی مدت میں بنی اسرائیل کے ستر ہزار آدمی طاعون سے ہلاک ہو گئے تھے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن عاص اور سعیدؓ بن میسب و زیدؓ بن اسلم کے قول کے مطابق یہ آیت ''وَاتْلُ" عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْ الخ ''امیہ بن ابی الصلت کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ مگر مفسرین کی ایک جماعت کا بیان ہے کہ یہ آیت بنی اسرائیل کے ایک شخص کے بارے میں بطور تمثیل نازل ہوئی تھی۔ اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے تین دعاؤں کی قبولیت کا وعدہ دیا گیا تھا مگر یہ سب دعائیں رائیگاں گئیں تھیں۔ جس کی وجوہات حسب ذیل ہیں:۔

اس شخص کی ایک بیوی اور ایک لڑکا تھا۔ ایک مرتبہ اس کی بیوی نے اس سے کہا کہ آپ اپنی ایک دعا میرے حق میں کر دیں۔ شوہر نے کہا کہ بول کیا چاہتی ہے؟ وہ کہنے لگی کہ آپ میرے لئے یہ دُعا کر دیں کہ میں تمام بنی اسرائیل کی عورتوں سے زیادہ حسین و جمیل ہو جاؤں۔ چنانچہ اس کے شوہر نے دُعا کی اور وہ انتہائی حسین و جمیل بن گئی۔ مگر اس کے بعد اُس نے اپنے شوہر سے بے رغبتی شروع کر دی اور اس سے بے وفائی کرنے لگی۔ شوہر کو اس بات پر سخت صدمہ و غصہ آیا اور اس نے دوسری دُعا مانگ کر اس کو ایک کتیا میں تبدیل کرا دیا اور وہ کتیا بن کر تمام شہر میں بھونکتی پھرنے لگی۔ اس کے لڑکے نے جب یہ دیکھا کہ اس کی ماں کتیا ہو گئی ہے۔ اور تمام شہر میں بھونکتی پھرتی ہے تو وہ باپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ابا جان یہ تو میرے لئے بڑی ہی ندامت اور باعث شرمندگی ہے۔ لوگ مجھ کو عار دلاتے ہیں کہ مجھے کتیا کا بیٹا کہتے ہیں۔ لہٰذا آپ اُس کے لئے دعا فرمائیں کہ وہ اپنی ابتدائی صورت انسانی میں آ جائے۔ چنانچہ باپ نے بیٹے کے اصرار پر دُعا کی اور وہ عورت اپنی ابتدائی صورت آ گئی۔ چنانچہ اس طرح اس شخص کی تینوں دعائیں رائیگاں گئیں۔

حسن اور ابن کیسان کا قول ہے کہ مذکورہ بالا آیت منافقین اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو حضور علیہ السلام کو بہ حیثیت پیغمبر ہونے کے اس طرح پہچانتے تھے جس طرح کوئی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے۔

قتادہؓ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو بطور مثال بیان فرمایا ہے اس شخص کے لئے جس کو دعوت دی جائے اور وہ اس کو قبول کرنے سے انکار کرے۔

اس آیت میں اس شخص کو جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی (وہ شخص خواہ کوئی بھی ہو) کتے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ عربی زبان میں "لہث" (یلہث) کے معنی پیاس یا تکان کی وجہ سے زبان کا نکالنا ہے۔ اس کی تفسیر میں قرطبی کا قول یہ ہے کہ ہر جاندار چیز ہانپتی ہے اور اس ہانپنے کا سبب انتہائی تشنگی یا تکان ہوتا ہے۔ لیکن کتا اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ ہر حالت میں ہانپتا ہے خواہ وہ پیاسا تھکا ہوا ہو یا نہ ہو اس کا ہانپنا برقرار رہتا ہے۔ کیونکہ ہانپنا اس کی فطرت میں داخل ہے اس لئے وہ آزاد نہ کرنے اور پانی پینے کے بعد بھی ہانپتا ہی رہتا ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ بلعم بن باعورا سے متعلق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ انعام فرمایا تھا کہ اس کو اپنے اسم اعظم کا عطیہ عطا فرمایا تھا اس کے علاوہ اس کو مستجاب الدعوات بنایا اور علم وحکمت عطا فرمائی۔ چنانچہ اس کا فرض تھا کہ وہ ان نعمتوں پر مالک حقیقی کا شکر گزار بندہ بنتا لیکن اس نے اللہ کے دشمنوں سے محبت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس سے تمام نعمتیں چھین لی گئی اور وہ زبان نیچے لٹکا کر کتے کی طرح ہانپنے لگا۔

باؤلے کتے کے کاٹے کا مجرب علاج

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے باؤلا کتا کاٹ لے تو نقش ذیل کو کسی نئے برتن پر لکھ کر اور زیتون کے تیل یا کسی بھی تیل میں بھگو کر مریض کو پلا دیں انشاء اللہ اس کو شفاء ہوگی۔ یہ عمل مجرب ہے۔

نقش یہ ہے: اب ج واع ہ ذ ب ب اللہ

طبی خواص

اگر سیاہ کتے کی زبان کاٹ کر کوئی شخص اپنے ہاتھ میں رکھ لے تو اس پر کوئی بھی کتا نہ بھونکے گا۔ اگر کتے کے کان کی چیچڑی کوئی شخص اپنے ہاتھ میں رکھ لے تو تمام کتے معہ اُس کتے کے جس کی یہ چیچڑی ہے اس کے مطیع ہو جائیں گے۔ اگر کتے کا دانت کسی بچے کے گلے میں ڈال دیا جائے تو اُس کے دانت آسانی سے نکل آئیں گے۔ اگر کتے کا اگلا دانت اس شخص کے گلہ میں لٹکا دیا جائے جس کو کتے نے کاٹ لیا ہو تو انشاء اللہ اس کے درد میں سکون آ جائے گا۔ اگر کتے کا آگے کا ہی دانت کسی یرقان کے مریض کے گلے میں لٹکا دیا جائے تو انشاء اللہ یہ بیماری جاتی رہے گی اور اگر اس دانت کو کوئی شخص اپنے پاس رکھے تو اس پر کتے نہ بھونکیں گے۔

اگر کتے کا عضو تناسل کاٹ کر ران پر باندھ لیا جائے تو باہ میں زبردست ہیجان پیدا ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص شدید درد قولنج میں مبتلا ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ کسی سوتے ہوئے کتے کو اٹھا کر اس کے سونے کی جگہ پر پیشاب کر دے تو اس کا درد ختم ہو جائے گا اور وہ کتا مر جائے گا۔

اگر کتے کا ناب (وہ دانت جس سے کتا چیر پھاڑ کرتا ہے) ایک شخص کے لٹکا دیا جائے جو نیند میں باتیں کرنے کا عادہ ہو تو انشاء اللہ اس کی یہ عادت ختم ہوئے گی۔ اگر کتیا کا دودھ کسی کے بالوں پر مل دیا جائے تو اُس کے تمام بال جھڑ جائیں گے۔ اور اگر اس کا دودھ پانی

میں ملا کر پی لیا جائے تو پرانی سے پرانی کھانسی فوراً ختم ہو جائے گی۔

اگر کتے کا پیشاب مسوں پر مل دیا جائے تو وہ سوکھ کر گر جائیں گے۔ اگر کتے کی چیچڑی شراب میں تر کر کے اس شراب کو پی لے تو فوراً نشہ میں چور ہو جائے گا۔ اگر سیاہ کتے کے بال کسی مرگی کے مریض کے بدن پر باندھ دیا جائے تو اس کی مرگی میں سکون ہوگا۔ مہلک زہروں میں کتیا کے دودھ کا پلانا فائدہ مند ہے۔

اگر کوئی شخص کتیا کا دودھ آنکھوں میں بطور سرمہ لگا لے تو اس کو تمام رات نیند نہیں آئے گی۔ اگر کتے کا فضلہ پیس کر دھینے کے پانی میں گوندھ لیا جائے اور پھر اس کو بطور لیپ اورام مادہ پر لگایا جائے تو وہ تحلیل ہو جائیں گے۔

تعبیر

کتے کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر غلام سے کی جاتی ہے اور کبھی اس سے ایسا شخص مراد ہوتا ہے جو ارتکاب معاصی میں دلیر ہو۔ اگر کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ کتے نے اس کو کاٹ لیا ہے یا اس کے کھر و نچے لگا دیے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو دشمنوں سے اذیت پہنچے گی۔ اگر کسی نے شکاری کتے کو خواب میں دیکھا تو یہ حصولِ رزق کی دلیل ہے۔ کتیا کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر معاندین کی قوم کی کمینی عورت سے کی جاتی ہے۔ اگر کسی نے کتیا کا پلہ (بچہ) خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر اس کمینے بچہ سے کی جاتی ہے جو زمین پر پڑا ہوا ملے۔ واللہ اعلم۔

کلب الماء

(پانی کا کتا) باب قاف میں قندس کے نام سے گزر چکا ہے۔ ''عجائب المخلوقات'' میں لکھا ہے کہ پانی کا کتا مشہور جانور ہے۔ اس کے ہاتھ، پیروں کی بہ نسبت لمبے ہوتے ہیں۔ اپنے بدن کو کیچڑ میں لتھڑ لیتا ہے۔ مگر مچھ اسے مٹی سمجھ کر غافل ہو جاتا ہے اور یہ مگر مچھ کے پیٹ میں گھس کر پہلے اس کی آنتوں کو کاٹ کر کھا لیتا ہے۔ پھر اس کا پیٹ پھاڑ کر نکل جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کتے کی چربی کی خاصیت یہ ہے کہ اگر کوئی اپنے پاس رکھے تو مگر مچھ کے حملہ سے محفوظ رہے گا۔ بعض لوگوں نے کہا ہے جند بادستر (ایک آبی جانور) جس کا خصیہ دوا کے لئے مشہور ہے، یہی ہے۔ اس کی تفصیل باب الجیم میں گزر چکی ہے۔

شرعی حکم

لیث بن سعد سے پانی کے کتے کو کھانے کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ کھا سکتے ہیں اور عام مچھلیوں کے حکم کے دوران گزر چکا ہے کہ چار کو چھوڑ کر سب حلال ہیں اور یہ ان چار میں سے نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس کا کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ خشکی میں اس جیسا جانور (کتا) حلال نہیں ہے۔

طبی خواص

اس کا خون زیرہ سیاہ کے عرق میں ملا کر پینا بخار کے لئے مفید ہے۔ پیشاب کے قطرات آنے اور پیشاب میں سوزش کے لئے نافع ہے۔ اس کا مغز سرمہ کے طور پر استعمال کریں تو رتوندھی میں فائدہ دیتا ہے۔ ایک نقطہ کے برابر اس کا پتہ زہر قاتل ہے۔ ابن سینا نے کہا ہے کہ اس کا خصیہ سانپ کے کاٹے ہوئے کو آرام پہنچاتا ہے اور اس کی کھال کے موزے نقرس (بیماری) کا مریض اگر پہنے تو شفایاب ہو۔

الکشوم

(ہاتھی) اس کا بیان اور حکم باب الفاء میں آچکا ہے۔

اَلکلکَسَۃ

(نیولا) کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ نیولا ہے۔ لیکن دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ وہ کوئی اور جانور ہے نیولا نہیں ہے۔

طبی خواص

اس کی لید سوکھنے کے بعد اگر سرکہ میں ملا کر چیونٹیوں کے بلوں میں لگا دی جائے تو فوراً چیونٹیاں وہاں سے بھاگ جائیں۔
دیمقراطیس کی کتاب میں لکھا ہے کہ کلکسۃ اپنے منہ سے انڈا دیتا ہے۔

الکمیت

کمیت: نہایت سرخ رنگ کے گھوڑے کو کہتے ہیں۔ کمیت صرف اسی گھوڑے کو کہتے ہیں جس کی گردن، پیشانی اور دم کے بال سیاہ ہوں اور اگر یہ بال بھی سرخ ہوں تو اس کو "اشقر" کہتے ہیں۔ اور کمیت اور اشقر کے بیچ کا رنگ ہو تو "الورد" کہلاتا ہے۔ دراصل کمیت شراب کا نام ہے۔

الکندارۃ

کندارہ: ایک مشہور مچھلی ہے جس کی پشت پر بڑا سا کانٹا ہوتا ہے اور سمندر میں پائی جاتی ہے۔

اَلکَنُعَبَۃ

(اونٹنی) کنعبہ: بڑی اونٹنی کو کہتے ہیں جس کا تذکرہ آگے باب نون میں آرہا ہے۔ ناقۃ کے نام سے ملاحظہ فرمائیں۔

الکنعد و الکعند

(ایک قسم کی مچھلی) الکنعد و الکعند: ایک قسم کی مچھلی ہے۔

الکندش

لال کوا: جو بہت بولتا ہے۔ ابوالمعطش حنفی نے کہا ہے کہ عورت کو زیادہ بولنے کی وجہ سے الکندش سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

الکھف

(بوڑھی بھینس) کھف: اُس بھینس کو کہتے ہیں جو بوڑھی ہوگئی ہو۔ باب جیم مین جاموس کے نام سے اس کا ذکر آ چکا ہے۔

الکودن

(گدھا) کودن: گدھا۔ اس پر بوجھ لادتے ہیں۔ بے وقوف کو اس سے تشبیہ دی جاتی ہے اور ابن سیدہ نے کہا ہے کہ گدھے کو کون (بغیر دال) کہتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ کودن خچر کو کہتے ہیں۔

اس کا ذکر حدیث میں یوں ہے:۔

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بے وقوف کو کچھ حصہ نہیں دیا''۔ اور دوسری روایت مین ہے کہ اس کو عقلمند کے حصہ سے کم دیا۔

الکوسج

کوسج: ایک سمندری مچھلی ہے جس کی سونڈ آرے کی مانند ہوتی ہے جس سے وہ شکار کرتی ہے کبھی انسان کو پا جائے تو وہ دو ٹکڑے کر کے چبا جاتی ہے۔ اس کو ''قرش'' اور ''لخم'' بھی کہا جاتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اگر رات میں اس کو شکار کر لیں تو اس کے پیٹ سے خوشبودار چربی نکلتی ہے لیکن اگر دن میں اس کا شکار کریں تو یہ چربی نہیں نکلتی۔

قزوینیؒ نے کہا ہے کہ یہ ایک قسم کی مچھلی ہے جو سمندر میں خشکی کے شیر سے زیادہ خطرناک ہے۔ اپنے دانتوں سے پانی میں جانوروں کو اس طرح کاٹ ڈالتی ہے جیسے تیز تلوار کسی چیز کو کاٹ ڈالتی ہے۔ قزوینیؒ کا بیان ہے کہ میں نے یہ مچھلی دیکھی ہے جو ایک ہاتھ یا دو ہاتھ لمبی ہوتی ہے۔ اس کے دانت انسانوں کی طرح ہوتے ہیں۔ اس سے سمندری جانور دور بھاگتے ہیں۔ بصرہ کے دریائے دجلہ میں ایک خاص وقت میں اس کی پیداوار کثرت سے ہوتی ہے۔

شرعی حکم

امام احمدؒ بن حنبل کے نزدیک اس کا کھانا حرام ہے اور ان کے شاگرد ابو حامد نے کہا ہے کہ مگرمچھ اور کوسج دونوں حرام ہیں۔ کیونکہ یہ آدمی کو کھاتے ہیں اور اس لئے کہ یہ ''ذوناب'' کچلیوں والے ہیں۔ حالانکہ امام احمدؒ کے مذہب کا تقاضا یہ تھا کہ یہ ان کے نزدیک حلال ہو۔

الکھول

ازہری نے لکھا ہے کہ کھول مکڑی کو کہتے ہیں تفصیل ''عنکبوت'' کے نام سے باب العین میں گزر چکی ہے۔

بابُ اللام

لای

لای: جنگلی بیل۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا ہے کہ لای گائے کو کہتے ہیں۔

اللبَاد

لباد: ایک پرندہ ہے جو زمین پر ہی رہتا ہے۔ بغیر اڑائے نہیں اڑتا۔

اللّبُؤَةُ

(شیرنی) لباۃ اور لبوۃ: شیرنی کو کہتے ہیں۔ اس کو "عرس" بھی کہا جاتا ہے۔

تعبیر

خواب میں اس کی تعبیر شہزادی سے ہے۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ شیرنی سے جماع (وطی) کر رہا ہے تو سخت مصیبت سے نجات پائے۔ بلند مرتبہ ہو اور دشمنوں پر غالب ہو۔ اگر اسے کوئی بادشاہ دیکھے تو جنگ میں کامیاب ہو اور بہت سے ملکوں کا فاتح ہو۔

اللجاء

(کچھوا) لجاء: ایک قسم کا کچھوا ہے۔ خشکی تری دونوں میں رہتا ہے۔ شکار کرنے کی اس کی ترکیب بھی بڑی عجیب ہے۔ جب تک کسی پرندے وغیرہ کا شکار نہیں کر لیتا تدبیر میں لگا رہتا ہے۔ پانی میں غوطہ لگانے کے بعد مٹی میں اپنا جسم لوٹ پوٹ کر لیتا ہے۔ پھر گھاٹ پر پرندہ کی گھات میں بیٹھ جاتا ہے۔ پرندہ اس کا اصلی رنگ دیکھ نہیں پاتا بلکہ مٹی سمجھ کر پانی پینے کے لئے اس پر بیٹھ جاتا ہے اور یہ کچھوا اس کو منہ میں دبا کر پانی میں ڈوب جاتا ہے یہاں تک کہ پرندہ مر جاتا ہے۔

شرعی حکم

علامہ بغوی نے اور علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح مہذب" میں اس کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

طبی خواص

ارسطو نے کہا ہے کہ کچھوے کا تازہ کلیجہ کھانا امراضِ جگر میں مفید ہے اور اس کا گوشت سکباج [1] کی طرح بنایا جائے اور استسقاء کا مریض اس کا شوربہ پی لے تو اس کو فائدہ ہو۔ اس کی پیاس بجھ جائے اور یہ دل کو تقویت دیتا ہے۔ گیس خارج کرتی ہے۔

---

[1] سکباج ایک قسم کا کھانا ہے جو گوشت کو سرکہ میں مصالحہ وغیرہ کے ساتھ پکا کر بنایا جاتا ہے۔

تعبیر

اس کی تعبیر پاک دامن عورت ہے اور آئندہ سال میں دولت ملنے کی اطلاع ہے۔ کبھی اس کی تعبیر دشمنوں سے حفاظت سے کی جاتی ہے۔ کیونکہ لوگ اس کی پیٹھ کی ہڈی کی زرہ بنا کر لڑائی میں پہنا کرتے ہیں۔

اَللُّحَكَةُ

لحکة: چکنے بدن کا چھپکلی کی طرح ایک جانور ہے جو ریت میں اس طرح چلتا ہے۔ جیسے آبی پرندہ پانی پر دوڑتا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ مچھلی کی شکل کا جانور ہے جو ریت میں رہتا ہے۔ انسان کو دیکھ کر ریت میں گھس جاتا ہے۔

ابن السکیت نے کہا ہے کہ یہ چھپکلی کے مشابہ ایک جانور ہے جو نیلگوں اور چمکدار ہوتا ہے۔ جس کی دم چھپکلی کی طرح بڑی نہیں ہوتی اور جس کے پیر چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ یہی بہتر قول ہے۔

شرعی حکم

اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ حشرات الارض میں سے چھپکلی کی قبیل کا ہے۔

اَللُّخْمُ

لخم: ایک قسم کی مچھلی ہے جس کو کوسج اور قرش بھی کہتے ہیں۔

شرعی حکم

(ظاہری حکم اس کی حلت ہی کا ہے۔ یہ وہی سمندری مچھلی ہے جسے قرش کہا جاتا ہے جس کا حکم پہلے گزر چکا ہے۔

اللعوس

لعوس: بھیڑیئے کا نام ہے۔ کیونکہ بہت جلد کھاتا ہے۔ لعس کے معنی عربی ''جلدی جلدی کھانا'' کے ہیں۔

اللعوة

لعوة: کتیا کو کہتے ہیں۔ تفصیل باب الکاف میں کلب کے ضمن میں آچکی ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں اَجوَعُ مِنْ لَعْوَةٍ (فلاں کتیا سے بھی زیادہ بھوکا ہے۔

اللِّقحَةُ

لقحہ: دودھاری اونٹنی اور اس گابھن اونٹنی کو بھی کہتے ہیں جو بچہ دینے کے قریب ہو۔ حدیث میں ہے:۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت آئے گی اور آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ دھو رہا ہوگا۔ دودھ کا برتن اُس کے مُنہ تک پہنچنے سے پہلے ہی قیامت قائم ہو جائے گی۔'' (رواہ مسلم)

اللقوة

لقوۃ: مادہ باز کو کہتے ہیں۔لقوہ ایک بیماری کا نام بھی ہے جس میں چہرہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔نیز تیز رفتار اونٹنی کو بھی لقوہ کہہ دیتے ہیں۔

اللقاط

لقاط: ایک مشہور پرندہ ہے جو زمین سے دانا چگتا ہے اس لئے اس کا نام لقاط پڑ گیا۔

شرعی حکم

عبادی نے کہا ہے کہ لقاط حلال ہے مگر شرح مہذب میں ہے کہ اس میں سے ذی مخلب (پنجوں والا) مستثنیٰ ہے۔مگر مولف کہتے ہین کہ لقاط تو اسی کو کہتے ہیں جو صرف دانہ چگتا ہو الہٰذا استثناء درست نہیں ہے۔

اللقلق

سارس لمبی گردن کا ایک آبی پرندہ ہے جو عجم کے علاقوں میں ہوتا ہے اس کی غذا سانپ ہیں۔اور اس کی ہوشیاری مشہور ہے۔ قزوینی نے لکھا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ اس پرندہ کی عقلمندی کی دلیل یہ ہے کہ یہ اپنے دو گھونسلے بناتا ہے۔سال کا کچھ حصہ ایک میں اور کچھ دوسرے میں بسر کرتا ہے۔جب وبائی امراض پھیلنے کے اثرات فضا کی تبدیلی سے محسوس کر لیتا ہے اپنا گھونسلہ چھوڑ کر اس علاقہ سے دور چلا جاتا ہے اور اکثر ایسے موقعہ پر اپنے انڈے بھی چھوڑ جاتا ہے۔نیز انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ کیڑے مکوڑوں (سانپ بچھو وغیرہ) کو بھگانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ سارس کو گھر میں پال لیا جائے۔کیونکہ سانپ وغیرہ اس کے خوف سے وہاں نہیں رہ سکتے جہاں سارس ہو۔ اگر نکل آئیں تو یہ ان کو مار کر کھا لیتا ہے۔

شرعی حکم

اس کی حلت اور حرمت میں دو قول ہیں (۱) حلال ہے۔یہ شیخ ابو محمدؒ کا قول ہے امام غزالیؒ نے اس کو راجح بتلایا ہے۔(۲) حرام ہے۔علامہ بغویؒ نے اس قول کو درست کہا ہے اور عبادی نے اسی قول کو لیا ہے اور یوں استدلال کیا ہے کہ یہ سارس سانپ کھاتا ہے اور اڑنے میں اپنے پروں کو پھیلا کر رکھتا ہے۔

طبی خواص

اگر سارس کا بچہ ذبح کر کے مجذوم کے بدن پر اس کا خون لگائیں تو بہت فائدہ ہو اور ایک دانق کے بقدر اس کا مغز اور خرگوش کا پتہ ہم وزن لے کر آگ پر پگھلا لیں تو اگر کسی کا نام لے کر اس کو کھایا جائے تو کھانے والے کی محبت اُس شخص کے دل میں پیدا ہو جائے گی۔ جس کا نام لیا جائے گا۔اور ہرمس نے کہا ہے کہ اپنے پاس سارس کی ہڈی رکھنے سے غم دور ہو جاتا ہے خواہ پریشان عاشق کا ہی غم کیوں نہ ہو۔اور اس کی داہنی آنکھ کا ڈھیلا اپنے پاس رکھے اور جب تک وہ ڈھیلا اُس سے جدا نہ کر دیا جائے بیدار نہ ہوگا۔اس کی آنکھ اپنے پاس رکھنے والا پانی میں نہیں ڈوبے گا۔اگر چہ وہ اچھی طرح تیر بھی نہ سکتا ہو۔

سارس کے خواب کی تعبیر

سارس کو خواب میں دیکھنا' شرکت پسند قوم کی علامت ہے۔ اگر کسی شخص نے یہ دیکھا کہ بہت سارے سارس کسی جگہ جمع ہیں' ت اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس جگہ پر چور' ڈاکو اکٹھے ہیں۔ اور لڑنے والے دشمن وہاں موجود ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ سارس کا دیکھنا کسی کام میں تردد کی علامت ہے۔ اگر کوئی سارسوں کو ادھر ادھر بکھرا ہوا دیکھے تو یہ اس کے لئے بھلائی کی پہچان ہے۔ اگر وہ مسافر ہے یا سفر کا ارادہ رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ سارس گرمیوں میں آتے ہیں۔ اور ان کا خواب میں دیکھنا مسافر کے اپنے وطن بسلامت اور مقیم کے خیریت سے سفر کرنے کی نشانی ہے۔

اللوب والنوب

(شہد کی مکھیاں) لوب اور نوب شہد کی مکھیوں کے ٹولہ کو کہتے ہیں۔ حضرت ریان بن قسورؓ کی حدیث میں اس کا ذکر ہے' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کہ آپ وادی شوحط میں مقیم تھے ملاقات کی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہمارے پاس ہماری لوب (شہید کی مکھیاں) تھیں ہم نے اُن کو پال رکھا تھا وہ ایک چھتہ میں رہتی تھیں ہمیں اس میں سے شہد اور موم دستیاب ہوتا تھا فلاں شخص نے آ کر ان کو مار ڈالا اور جو زندہ بچی تھیں سب کا ایک ساتھ کفن دفن کر دیا۔ وہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ آگ جلا کر دھواں دکھایا تو مکھیاں تو بھاگ گئیں اور چھتہ میں اپنے انڈے بچے چھوڑ گئیں۔ اس نے چھتہ کاٹا اور رفو چکر ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی قوم کی ملکیت چرائی اور ان کو نقصان پہنچایا وہ انتہائی لعنت کا مستحق ہے۔ کیا تم نے اس کا پیچھا نہیں کیا اور اس کا حال معلوم نہیں کیا؟ حضرت ریانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول وہ ایسے لوگوں کی پناہ میں داخل ہو گیا جو ہمارے پڑوسی ہیں یعنی قبیلہ ہذیل۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

''اچھا صبر کرو! تم جنت میں ایک ایسی نہر پر پہنچو گے جس کی کشادگی کا فاصلہ عقیقہ اور سحیقہ کے درمیان فاصلہ کے برابر ہے جس میں گرد و غبار سے صاف سفاف شہد جاری ہوگا جو نہ کسی ''لوب'' کاتے ہوگا اور نہ کسی ''نوب'' کے منہ سے پیدا شدہ ہوگا''۔

اللیاء

اللیاء: ایک قسم کی سمندری مچھلی ہے جس کی کھال سے زرہ بنتی ہے جس کے پہننے والے پر ہتھیار کا اثر نہیں ہوتا۔ نہ تلوار اس کو کاٹ سکتی ہے۔

اَللَّیثُ

اس سے مراد شیر ہے اس کی جمع لیوث آتی ہے اس کا تفصیلی ذکر ''الاسد'' کے تحت باب الالف میں گذر چکا ہے۔

اللیل

لیــــل: ٹیٹری کے بچہ کو کہتے ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ لیل ایک پرندہ کا نام ہے مگر ابن فارس نے یہ کہا ہے کہ میں اس پرندہ کو

نہیں پہچانتا کہ کون سا پرندہ ہے۔

بابُ المیم

اَلْمَارِیَۃُ

ماریۃ: بھٹ تیتر کا نام ہے جو ریگستانی علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ ماریہ نیل گائے کو کہتے ہیں۔

ماریۃ: ظالم بن وہب کی صاحبزادی کا نام ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس نے خانہ کعبہ کے لئے اپنی کان کی بالیاں ہدیہ کی تھیں۔ جن کے اوپر کبوتر کے انڈے کے برابر دو موتی جڑے ہوئے تھے۔ اسی وجہ سے عربوں کے یہاں محاورہ بن گیا" خذہ ولو بقرطی ماریۃ "یعنی یہ چیز لے لو اگر چہ اس کی قیمت ماریہ کی دونوں بالیوں کے برابر ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ماریہ قبطیہ ہیں جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔

الماشیۃ

مویشی: اونٹ، گائے، بیل، بھینس اور بکری وغیرہ چوپایوں کو کہتے ہیں۔ چلنے کی وجہ سے ماشیۃ کہا جاتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ ماشیہ کہنا اُن کی کثرتِ نسل کی وجہ سے ہے۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ:۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص (جنگل میں) مویشیوں کے پاس پہنچے تو اگر وہاں اُن کا مالک موجود ہو تو اس سے دودھ لینے کی اجازت مانگے۔ اگر وہ اجازت دیدے تو دودھ کر پی لے۔ لیکن اگر وہاں مالک موجود نہ ہو تو تین مرتبہ آواز دے۔ اگر کوئی جواب نہ دے تو وہ دودھ کر پی لے مگر اپنے ساتھ نہ لے جائے"۔ (رواہ الترمذی)

یاد رہے کہ اس قسم کے احکام اس زمانہ اور اس جگہ کے لئے خاص ہیں جہاں عرفِ عام میں اتنی سی چیز کا استعمال معمولی سمجھا جاتا ہو اور مالک اس کے لئے کسی کو منع نہ کرتا ہو۔ لیکن اگر عام طور پر مالک اس طرح کی چیز استعمال کرنے کی اجازت نہ دے تو کسی طرح جائز نہیں ہے۔ فان اذن لہ (اگر مالک اس کو اجازت دے دے) کی قید سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ نیز ایک اور حدیث شریف اس سلسلے میں ہے جس سے اس کی بالکل وضاحت ہو جاتی ہے۔

وہ حدیث شریف یہ ہے:۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی کسی کے مویشی سے دودھ ہرگز نہ دوھے۔ ہاں اگر وہ اجازت دیدے تو حرج نہیں کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کھانے پینے کے کمرے میں پہنچ کر اس کی الماری توڑ کر کوئی اس کا کھانا اٹھا لے جائے۔ اسی طرح مویشیوں کے تھن لوگوں کی غذا کا خزانہ ہیں (لہٰذا کسی طرح بلا اجازت دودھ نکالنا حرام ہے)"۔

مسئلہ

اگر مویشی کسی کی کھیتی تباہ کر دے اور اس کا مالک اس کے ساتھ نہ ہو۔ پس اگر مویشی نے یہ کام دن کے وقت کیا ہے تو پھر اس کے مالک پر ضمان (یعنی تاوان) نہیں ہوگا اور اگر موشی نے رات کے وقت کسی کی کھیتی کو برباد کیا ہے تو مویشی کے مالک پر ضمان (تاوان)

واجب ہوگا۔اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام ابوداؤدؒ نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے۔حضرت حرام بن سعید ابن محیصہ سے مروی ہے کہ حضرت براء بن عازبؓ کی اونٹنی کسی قوم کے کھیت میں داخل ہوگئی۔پس اس نے کھیت کو برباد کر دیا۔پس نبی اکرم ﷺ نے اس کے متعلق فیصلہ یہ صادر فرمایا کہ بے شک دن کے وقت مال والوں پر اپنے مال کی حفاظت کرنا ضروری ہے اور رات کے وقت مویشی والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے مویشی کی حفاظت کریں۔(راہ ابوداؤد)

مالک الحزین

جوہری نے کہا ہے کہ مالک الحزین ایک آبی پرندہ ہے اور ابن بری نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ وہ ''بگلا'' ہے۔اس کے پیر اور گردن لمبی ہوتی ہے۔جاحظ نے لکھا ہے کہ یہ پرندہ دنیا کا عجوبہ ہے۔کیونکہ یہ پانی کی نہروں' چشموں' تالابوں پر پڑار ہتا ہے۔جب اس کا پانی سوکھ جاتا ہے تو یہ غمزدہ ہو جاتا ہے اور مسلسل رنج وغم میں مبتلا رہتا ہے۔کبھی کبھی پانی پینا بھی چھوڑ دیتا ہے۔اور پیاس سے دم توڑ دیتا ہے۔مگر اس ڈر سے پانی نہیں پیتا کہ اس کے پینے سے پانی اور کم ہو جائے گا۔کہا جاتا ہے کہ اس قسم کا معاملہ کچھ جگنو کا بھی ہے جو چراغ کی طرح رات میں چمکتا ہے اور دن کو اڑتا ہے۔اس کے پنکھ ہرے رنگ کے ہوتے ہیں۔بدن چکنا ہوتا ہے۔یہ مٹی کھاتا ہے مگر مٹی کبھی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھاتا تاکہ کہیں اس کے کھانے سے زمین کی ساری مٹی ختم نہ ہو جائے۔چنانچہ بھوک سے مر جاتا ہے۔اس کے بہت سے فوائد ہیں۔یہ پرندہ پانی پر مسلسل جم کر بیٹھنے سے مالک کہلاتا ہے اور پانی کے سوکھ جانے پر غمزدہ ہونے سے ''حزین'' کہا جاتا ہے۔

توحیدی نے اپنی کتاب ''الا متناع و المؤانسة'' میں لکھا ہے کہ مالک حزین پانی کے سانپوں کو شکار کر کے کھاتا ہے یہی اس کی غذا ہیں۔اچھی طرح پانی میں تیر نہیں سکتا۔جب اسے شکار نہیں ملتا اور بھوکا ہوتا ہے تو سمندر کے کنارے پر اڑتا رہتا ہے۔جب چھوٹی چھوٹی مچھلیاں اُس کے پاس جمع ہو جاتی ہیں تو جلدی سے اُن کو اچک کر جتنی کو پکڑ سکتا ہے پکڑ لیتا ہے۔

شرعی حکم

اس کا کھانا حلال ہے۔

طبی نقصانات

اس کا گوشت ٹھنڈا اور دیر ہضم ہوتا ہے۔اس کے شوربے سے بواسیر کا مرض پیدا ہوتا ہے۔

المتردية

(گر کر مرنے والا جانور) متردیہ: اس جانور کو بھی کہتے ہیں جو کسی کنویں میں گر جائے اور اُسے بھی جو کسی سبب سے کسی اونچی جگہ سے نیچے گر کر مر جائے۔

شرعی حکم

اس کا کھانا حرام ہے۔

المجثمة

مجثمہ: (جیم کے فتحہ اور ثاء مشدد کے ساتھ) خواہ باندھ کر یونہی چھوڑ دیا جائے اور وہ بھوک سے ہلاک ہو جائے یا اس کو کسی ہتھیار کا نشانہ بنا کر قتل کر دیا جائے۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے الجلالۃ (گندگی کھانے والے جانور) لمجثمۃ (گر کر مرنے والا جانور) الخطفۃ (باندھ کر چھوڑ دیا جانے والا جب کہ اس کی موت واقع ہو جائے) کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

اَلْمُرْبَحُ

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ مربح ایک آبی پرندہ ہے جو نہایت بدشکل ہوتا ہے۔

اَلْمَرْءُ

مرء: آدمی۔ المرء الصالح: نیک آدمی۔ بھیڑیے کو بھی مرء کہہ دیتے ہیں۔ تفصیل باب الالف میں انسان کے تحت آ چکی ہے۔

اَلْمَرْزَمُ

مرزم: ایک آبی پرندہ ہے جس کی گردن اور پیر لمبے ہوتے ہیں۔ چونچ ٹیڑھی ہوتی ہے۔ اس کے پروں کے کنارہ کا کچھ حصہ سیاہ ہوتا ہے۔ اکثر مچھلی کھاتا ہے۔

شرعی حکم

اس کا کھانا حلال ہے۔

اَلْمَرْعَة

المرعۃ: ایک خوش رنگ پرندہ ہے۔ کھانے میں لذیذ ہوتا ہے۔ بٹیر کے برابر ہوتا ہے اور ابن السکیت نے لکھا ہے کہ تیتر کی طرح کا ایک پرندہ ہے۔

شرعی حکم

اس کا کھانا حلال ہے۔

طبی خواص

ابن زاہر نے لکھا ہے کہ اگر اس کا پیٹ چاک کر کے جسم میں چھپے ہوئے تیر اور کانٹوں کی جگہ پر رکھ دیا جائے تو تیر اور کانٹے بغیر تکلیف کے نکل جائیں گے۔

مسہر

مُسہـر: ایک پرندہ ہے۔ ہرمس نے لکھا ہے کہ یہ پرندہ رات بھر نہیں سوتا۔ دن کو اپنی روزی تلاش کرتا ہے رات کو سریلی آواز میں بار بار بولتا ہے۔ جو بھی سنتا ہے مست ہو جاتا ہے اور اس کی لذت سے اُسے نیند اچھی نہیں لگتی۔

طبی خواص

اگر اس کا مغز سایہ میں خشک کر کے باریک پیس کر ایک درہم کے ہم وزن روغن بادام میں ملا لیں اور اسے کسی کو سنگھا دیا جائے تو اسے بالکل نیند نہیں آئے گی اور تکلیف سے بے قرار ہو جائے گا اور دیکھنے والا اسے شراب کے نشہ میں دھت سمجھے گا۔ جو اس پرندے کا سر اپنے ہاتھ میں رکھے یا تعویذ بنا کر پہن لے تو خوف و دہشت اس سے دُور ہو اور بے ہوشی کی حد تک اُسے مستی آ جائے۔

المطیة

مطیة: اونٹنی۔ سواری کو بھی مطیہ کہہ دیتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے:۔

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دُنیا کو برا بھلا نہ کہو اس لئے کہ دنیا مومن کے لئے عمدہ مطیہ (سواری) ہے۔ اسی پر چڑھ کر جنت میں جائے گا اور اسی کے ذریعہ جہنم سے نجات پائے گا۔ یعنی دنیا میں ہی عمل کر کے جنت میں جائے گا اور دنیا ہی میں عمل کر کے (صدقہ خیرات وغیرہ کر کے) جہنم سے نجات پائے گا''۔ (رواہ الطبرانی)

المعراج

معـراج: مرجاء بجو کو کہا جاتا ہے۔ ایک بڑا جانور ہے جو خرگوش کے ہم شکل ہے عجیب وغریب ہے۔ پیلے رنگ کا ہوتا ہے۔ اس کے سر پر صرف ایک کالا سینگ ہوتا ہے۔ کوئی بھی درندہ اور چوپایہ جو اسے دیکھ لیتا ہے بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔

المعز

(بکری) ایک جانور ہے جس کا بدن بالوں سے ڈھکا ہوتا ہے۔ دُم چھوٹی ہوتی ہے۔ یہ بھیڑ سے مختلف ہے۔ حدیث شریف ہے:۔

'' بکری کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو یہ نفیس مال ہے اور اس کے بیٹھنے کی جگہ کو کانٹے اور گندگی سے صاف کر دیا کرو''۔

یہ بکری نادانی و کم عقلی میں ضرب المثل ہے۔ یہ بھیڑ سے زیادہ دودھ دیتی ہے اور اس کی کھال بھی بھیڑ سے موٹی ہوتی ہے اس کے پچھلے حصہ پر جتنا گوشت کم ہوتا ہے اتنی ہی اس کی چربی بڑھ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے مشہور ہے کہ بکری کی الیتہ (چکتی) اس کے پیٹ میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چونکہ بکری کی کھال موٹی بنائی ہے اس لئے اس کے بال کم کر دیئے ہیں اور بھیڑ کی کھال باریک بنائی تو اس کے بال گھنے کر دیئے۔ یہ قدرت کی کاریگری کا تماشہ ہے۔

طبی خواص

اس کا گوشت کھانا نسیان کا سبب ہے۔ بلغم پیدا کرتا ہے۔ پت میں حرکت پیدا کرتا ہے لیکن اگر کسی کو پھنسیاں نکل رہی ہوں اس کے لئے بے حد مفید ہے۔ سفید بکری کے سینگ سکھا کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر اگر سونے والے کے سر کے نیچے رکھ دیا جائے تو جب تک یہ سینگ اس کے سرہانے رہے گا وہ نہیں جاگے گا۔ اگر بکرے کا پتہ گائے کے پتہ کے ساتھ ملا کر ایک بتی میں لگا دیا جائے اور اسے کان کے سوراخ میں رکھ دیا جائے تو اس سے بہرہ پن کا علاج ہو جاتا ہے اور کان اگر بہتا ہو تو بہنا بند ہو جائے گا۔

پلکوں کے اندرونی حصہ کے بال اکھاڑنے کے بعد اگر بکری کا پتہ سرمہ کے طور پر آنکھ میں لگائیں دوبارہ اندر بال نہیں جمنے دیتا۔ آنکھ کا جالا دور کرتا ہے اور نگاہ کی کمزوری دور کرتا ہے۔ نیز آنکھ کے اندر بڑھ جانے والے گوشت کو بھی گلا دیتا ہے۔

فیل پا (بیماری) میں اس کے پتہ کی مالش نفع بخش ہے۔ بکری کے ہڈیوں کا گودا کھانے والے کو رنج اور نسیان پیدا ہو جاتا ہے اور پتہ میں تحریک پیدا ہو جاتی ہے۔ اور بکری کی مینگنی کے اندر یہ صلاحیت ہے کہ کنٹھ مالا کو گھلا دیتی ہے۔ اور اگر عورت اس مینگنی کو اُونی کپڑے میں رکھ کر استعمال کرے تو اس کی شرمگاہ سے نکلنے والا خون بند ہو جائے اور لیکوریا کا مرض ختم ہو جائے۔

ابن مقرض

(میم کے ضمہ اور راء کے کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد ایک سیاہ رنگ کا جانور ہے جس کی پشت لمبی ہوتی ہے۔ (نیولا کے مشابہ ایک جانور) نیز اس کے چار پاؤں ہوتے ہیں یہ جانور چوہے سے چھوٹا ہوتا ہے اور کبوتروں کو مار دیتا ہے اور کپڑوں کو کتر دیتا ہے اس لئے اس کو ابن مقرض کہا جاتا ہے۔

شرعی حکم

رافعی نے ''ابن عرس'' کے شرعی حکم کے تحت اس کی (یعنی ابن عرس کی) حلت کی دو صورتیں بیان کی ہیں۔ پہلی صورت نیولے کے حلال ہونے کی یہ ہے کہ یہ ''دلق'' (ایک جانور) ہے۔ ''المهمات الصحیح'' نامی کتاب میں بھی مذکور ہے کہ ''ابن مقرض'' حلال ہے اور ''ابن عرس'' (نیولا) حرام ہے۔ تحقیق ''باب الدال'' میں ''الدلق'' کے تحت بھی ہم نے ''نیولے'' کا تذکرہ کیا ہے۔ واللہ الموفق۔

المقوقس

مقوقس: (فاختہ) کبوتر کے مثل ایک پرندہ ہے جس کے رنگ میں سفیدی میں سیاہی کی آمیزش ہوتی ہے اور مصر کے بادشاہ جریج بن میناء قبطی کا لقب بھی ہے۔ کہتے ہیں کہ ہرقل بادشاہ نے جب مقوقس جو نصرانی تھا' کا میلان اسلام کی طرف دیکھا تو اس سے قطع تعلق کر لیا۔ یہ وہی مقوقس ہیں جن کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خط بھیجا تھا اور اسلام کی دعوت دی تھی۔ وہ اسلام تو نہیں لایا مگر حضورؐ کا احترام اور آپؐ کے قاصد کا اعزاز کیا۔ خط کو عزت کی نگاہ سے پڑھا۔ پھر حضورؐ کو اس نے ایک گھوڑا جس کا نام ''کزاز'' تھا' ایک خچر جس کا نام ''دلدل'' تھا' ایک گدھا اور ایک خصی غلام جس کا نام ''مابور'' تھا ہدیہ میں بھیجا تھا۔ ماریہؓ قطبیہ کو بھی اسی نے بھیجا تھا۔

اس غلام اور باندی کا ایک عجیب قصہ بھی پیش آیا۔ چونکہ حضرت ماریہؓ اور یہ غلام دونوں قریبی رشتہ دار تھے' چچازاد بھائی بہن تھے۔ مصر سے دونوں حضورؐ کے پاس آ گئے تھے لہٰذا باہم مناسبت زیادہ تھی۔ چونکہ ماریہ قبطیہؓ حضورؐ کی باندی تھیں' ایک دن حضورؐ نے دونوں کو

بیٹھ کر گفتگو کرتے دیکھ لیا۔ دل میں کھٹک پیدا ہوئی۔ آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی چہرے کے رنگ بدلنے کا سبب معلوم کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کی بات کہہ دی۔ اسی دوران حضرت ماریہؓ حمل سے تھیں لہٰذا لوگوں کا شک اور بڑھ گیا۔

حضرت عمرؓ اس غلام کو قتل کرنے کے لئے چل پڑے۔ وہاں پہنچے تو غلام کو ماریہؓ کے پاس بیٹھا ہوا پایا۔ قتل کرنے کے لئے تلوار کھینچ لی۔ غلام کو معلوم ہو گیا کہ وجہ کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے کپڑے بدن سے ہٹا دیئے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کا عضو ہی کٹا ہوا ہے تو شرمندہ واپس آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قصہ عرض کیا تو آپؐ نے فرمایا۔ اے عمرؓ! کچھ معلوم ہے ابھی ابھی حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ماریہؓ اور اُس کے رشتہ دار غلام کو اس بات سے بری کر دیا ہے جو تیرے دل میں کھٹک رہی تھی اور مجھے بشارت دی ہے کہ ماریہؓ کے بطن میں جو لڑکا ہے میرا ہے اور مجھ سے مشابہ ہے۔ اور مجھے یہ بھی حکم ملا ہے کہ اس لڑکے کا نام میں ابراہیم رکھوں۔ اگر مجھے وہ کنیت بدلنی ناگوار نہ ہوتی جس سے مجھے لوگ پہچانتے ہیں تو میں اپنی کنیت ابوابراہیم رکھ لیتا جیسا کہ جبرائیل نے مجھے ابوابراہیم کہہ کر پکارا تھا۔ اس غلام نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں اکثر رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں وفات پائی۔ حضرت عمرؓ نے اُن کے جنازہ میں لوگوں کو اکٹھا کیا اور خود نماز جنازہ پڑھائی اور پھر جنت البقیع میں دفن کیا۔ (رواہ الطبرانی)

مقوقس کی وفات اس وقت ہوئی جب حضرت عمرو بن عاصؓ مصر کے گورنر تھے۔ مقوقس کو (كنيسة ابی يخنس) میں دفن کیا گیا۔ مقوقس کی وفات نصرانیت پر ہی ہوئی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے حاطب بن بلتعہ کو بطور قاصد مقوقس کی طرف بھیجا تھا۔ حاطب کہتے ہیں کہ جب مجھے نبی اکرم ﷺ نے مقوقس کی طرف بھیجا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لے کر اس کے پاس گیا اور مقوقس کے ہاں ایک رات قیام کیا۔ پھر اس کے بعد مقوقس نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے مجھے پیغام بھیجا کہ میں تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ پس مقوقس نے کہا کہ کیا تمہارا صاحب نبی ہے۔ حاطب کہتے ہیں میں نے کہا کیوں نہیں ہاں ضرور وہ نبی ہیں۔ مقوقس نے کہا وہ اللہ کے رسول ہیں۔ میں نے کہا ہاں وہ ''رسول اللہ'' یعنی اللہ کے رسول ہیں۔ مقوقس نے کہا اگر وہ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو انہوں نے اپنی قوم کے ان مخالفین کے لئے بددعا کیوں نہیں کی جنہوں نے ان کو اپنے وطن سے بے وطن کر دیا؟ حاطب کہتے ہیں ''میں نے کہا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں۔ مقوقس نے کہا ہاں۔ حاطب کہتے ہیں میں نے کہا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے جب انہوں نے ان کو اذیت دی اور صلیب پر چڑھانے کا برا ارادہ کیا، کیوں بددعا نہیں کی کہ اللہ ان کو ہلاک کر دے'' مقوقس نے کہا ''بہت خوب! تم خود بھی دانا ہو اور جس کے پاس سے آئے ہو وہ بھی دانا ہیں۔''

اَلْمُكَّاء

مکاء: سنگخوار یہ پرندہ حجاز میں پایا جاتا ہے۔ سفید رنگ کا ہوتا ہے۔ اس کی آواز سیٹی کی طرح ہوتی ہے۔ یہ اکثر باغوں میں بولتا رہتا ہے۔ باغات سے اس کو بہت انسیت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر یہ باغات سے باہر میدانوں میں بولنے لگے تو یہ آنے والی زبردست قحط سالی کی علامت ہے جس میں چوپائے مویشی ختم ہو جاتے ہیں۔

قزوینی نے کہا ہے کہ یہ جنگلی پرندہ ہے۔ انڈا دینے کے لئے یہ عجیب انداز کا گڑھا کھودتا ہے۔ اس کی اور سانپ کی دشمنی ہے کیونکہ

سانپ اس کے انڈوں بچوں کو کھالیتا ہے۔

ایک عجیب قصہ

ہشام بن سالم نے بیان کیا ہے کہ ایک سانپ نے سنگخوار کے انڈے کھالئے تھے' سنگخوار اس سانپ کے سر پر منڈلاتا رہا اور اس سے قریب ہوتا رہا جیسے ہی سانپ نے منہ کھولا تو ایک کانٹے دار پودا جو سنگخوار نے منہ میں لے رکھا تھا سانپ کے منہ میں ڈال دیا اور وہ سانپ کے حلق میں کانٹا پھنس گیا اور سانپ مر گیا۔

اَلْمُکَلَّفَةُ

(ایک پرندہ) جاحظ نے لکھا ہے کہ چونکہ باز پرندہ کی عادت اچھی نہیں ہے تین انڈے دیتا ہے جب نکلتے ہیں تو دو کی پرورش کرتا ہے اور ایک کو پھینک دیتا ہے۔ اس پڑے ہوئے باز کے چوزہ کو چونکہ یہ پرندہ اٹھا کر اس کی ایسی پرورش کرتا ہے۔ گویا وہ اس کام کے لئے مامور ہے اسی وجہ سے اس کا نام المکلفة (دشوار خلاف عادت کام پر مامور) ہے۔ اس کا دوسرا نام "کاسر العظام" (ہڈی توڑنے والا) بھی ہے۔ اور باز کی اس حرکت کے اسباب میں اختلاف ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ باز صرف دو انڈے سیتا ہے۔ مگر دوسری جماعت نے کہا ہے کہ انڈے تو تینوں سیتا ہے مگر تین بچوں کے رزق تلاش کرنے کو بھاری سمجھ کر ایک کو پھینک دیتا ہے۔ ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ باز اس طرح نہیں کرتا۔ لیکن جب وہ شکار کرنے میں کمزوری محسوس کرنے لگتا ہے تو ایسا ہوتا ہے۔ جس طرح ولادت کے بعد نفاس والی عورت کمزور ہو جاتی ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ بد خلق قسم کا پرندہ ہے اور بچہ کی پرورش بغیر صبر اور تکلیف اٹھائے ممکن نہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ نہایت لالچی پرندہ ہے اس لئے ایسا کرتا ہے۔

اَلْمَلَکَةُ

مَلَکَةُ: ایک قسم کا سانپ ہے جو بالشت یا اس سے تھوڑا بڑا ہوتا ہے۔ اس کے سر پر سفید مینا کاری کا سا نشان ہوتا ہے۔ اس کے زمین پر رینگنے سے وہ گھاس وغیرہ جل جاتی ہے جس پر اس کا گزر ہوتا ہے۔ اس کے اوپر سے اڑ کر جانے والا پرندہ اس پر گر پڑتا ہے۔ اگر کوئی درندہ وغیرہ اس سانپ کو کھالے تو فوراً ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے رینگنے کی سرسراہٹ سُن کر تمام جانور بھاگ جاتے ہیں۔ یہ سانپ انسانوں کو کم ہی دکھائی دیتا ہے۔

ملکة کا ایک انوکھا اثر

اس سانپ کو مارنے والے کی قوتِ شامہ (سونگھنے کی طاقت) فوراً ختم ہو جاتی ہے۔ اور پھر کوئی علاج کارگر نہیں ہوتا۔

المنارة

منـــــارة: ایک سمندری مچھلی ہے جو مینارہ کی شکل کی ہوتی ہے۔ سمندر سے مینارہ کی طرح نکل کر کشتی پر گر پڑتی ہے جس سے کشتی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے اور کشتی والے ڈوب جاتے ہیں۔ جب ملاح اس کی آہٹ پالیتے ہیں تو نرسنگھا اور سنکھ وغیرہ بجانے لگتے ہیں تاکہ آواز سُن کر وہ بھاگ جائے۔ سمندر میں یہ کشتی والوں کے لئے ایک بڑی آفت ہے۔

المنخنقة

منخنقة: وہ حلال جانور ہے جس کے گلے کو رسی کا پھندا لگا کر گھونٹ دیا گیا ہو جس سے اس کی موت واقع ہو گئی ہو۔ ایامِ جاہلیت میں عرب جانور کا خون بدن میں روکنے کی غرض سے ایسا کرتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ اس خون کو کھاتے تھے اور اس کا نام اُن کے یہاں ''الفصید'' تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ گوشت جما ہوا خون ہے جب یہ کھانا درست ہے تو خون کھانا بھی جائز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے منخنقة کو حرام قرار دیا کہ اس میں وہ خون رُک جاتا ہے۔ جس کو بہانے کے لئے ذبح کیا جاتا ہے۔

مسئلہ

رافع نے کہا ہے کہ جنین (ذبیحہ کے پیٹ کا بچہ) منخنقہ سے مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ سانس کے رُک جانے سے مرا ہے نہ کہ گلا گھونٹنے سے اگر کسی جانور کو ذبح کر کے اس کی گردن کی رگیں کاٹ دی جائیں پھر اس کا گلا گھونٹ کر خون کو روک دیا جائے تو وہ حلال ہے کیونکہ ذکاۃ شرعی (ذبح) محقق ہو گیا اور خون رُکنے کا کوئی اثر وہاں موجود نہیں ہے جیسے شکاری جانوروں سے شکار کیا ہوا جانور یا غیر دھاری دار چیز کا شکار جس کو ذبح نہ کیا جاسکا ہو یا تیر کا شکار یہ سب حلال ہیں اگر چہ ان میں خون رُک گیا ہو۔ مگر حرمت کا احتمال قوی ہے۔ کیونکہ ذبح کرنے کی حکمت ہی خون بہانا ہے اور خون بہتا نہیں پایا گیا۔ لہٰذا وہ منخنقہ کی طرح ہو گیا۔ یہ وہ جواب ہے جو شیخ سنویؒ نے دیا ہے اور ذبح کے بعد گلا گھونٹ کر مارے گئے جانور اور شکاری درندہ کے شکار میں فرق حکم میں اس لئے ہے کہ شکار میں ذبح اصلی پر قدرت نہیں ہے۔ لہٰذا ذبح اضطراری کافی ہے اور یہاں منخنقہ میں ذبح اصلی پر قدرت ہے۔ وہاں یہ حکمت ساقط کرنے کے لئے ایک عذر ہے جو یہاں نہیں ہے۔

المنشار

(آرہ کے مشابہ ایک سمندری مچھلی) منشار ''بحر اسود'' میں پہاڑ جیسی ایک مچھلی ہوتی ہے جس کے سر سے لے کر دُم تک پیٹھ پر آبنوس کی طرح کالے کالے بڑے بڑے کانٹے ہوتے ہیں جو آرہ کے دندانہ کی طرح ہوتے ہیں اس کا ایک ایک دندانہ دو دو ہاتھ کے برابر ہوتا ہے۔ سر کے دائیں بائیں دو بڑے کانٹے ہوتے ہیں۔ ہر کانٹا دس ہاتھ کا ہوتا ہے۔ اپنے ان دونوں کانٹوں سے سمندر کا پانی چیرتی ہوئی چلی جاتی ہے۔ جس سے خوفناک آواز سنائی دیتی ہے۔ اپنے منہ اور ناک سے پانی کی پچکاری نکالتی ہے جو آسمان کی طرف فوارہ کی شکل میں نظر آتا ہے۔ پھر اس کے قطرے کشتی وغیرہ پر بارش کی بوندوں کی طرح گرتے ہیں۔

یہ مچھلی جب کشتی کے نیچے پہنچ جاتی ہے تو کشتی کو توڑ ڈالتی ہے۔ جب کشتی والے اسے دیکھتے ہیں تو اللہ کی طرف متوجہ ہو کر گڑ گڑا کر دعا کرتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ اُن سے یہ بلا دُور کر دے ''عجائب المخلوقات'' میں اسی طرح لکھا ہے۔

الموقوذة

(وہ جانور جو مارنے کی چوٹ سے مرا ہو) موقوذة: چوٹ سے مرا ہوا جانور اس کا کھانا حرام ہے۔ اسی کے حکم میں اس تیر کا شکار بھی ہے جس میں دھار وغیرہ نہ ہو۔ حضرت عمرؓ سے بندوق سے شکار کئے ہوئے پرندے کے متعلق معلوم کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ وقیذ ہے

یعنی موقوذہ کے حکم میں ہے۔

الموق

پردار چیونٹی اس کا ذکر انشاء اللہ النمل کے تحت باب النون میں آئے گا۔

المول

اس سے مراد چھوٹی مکڑی ہے۔

المھا

مھا :مھاۃ کی جمع ہے۔ نیل گائے کو کہتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ نیل گائے کی ایک قسم ہے۔ جب اس کی مادہ گابھن ہوتی ہے تو نر سے بہت دور بھاگتی ہے۔ یہ فطرتاً کثیر الشہوت جانور ہے۔ شہوت کے غلبہ میں ایک نر دوسرے نر پر چڑھ جاتا ہے۔ یہ پالتو بکری کے زیادہ مشابہ ہوتی ہے۔ اس کی سینگیں بہت سخت ہوتی ہیں۔ عورت کے حسن و جمال اور اس کے موٹاپے کو اس جانور سے تشبیہ دیتے ہیں۔

طبی خواص

درد گردہ میں اس کا گودا نہایت مفید ہے۔ اگر اس کے سینگ کا ایک ٹکڑا کوئی اپنے پاس رکھے تو درندے اس سے دور رہیں گے۔ کسی گھر میں اس کے سینگ یا کھال کی دھونی دے دی جائے تو وہاں سے سانپ بھاگ جائیں گے۔ کیڑے لگے ہوئے دانت میں اس کے سینگ کا کوئلہ لگانے سے درد سے فوری آرام ملتا ہے۔ اس کے بالوں کی دھونی اگر گھر میں دے دی جائے تو چوہے اور گبریلے بھاگ جائیں گے۔ اس کے سینگ جلا کر میعادی بخار والے کو کھانے میں ملا کر کھلا دیں تو انشاء اللہ بخار ٹھیک ہو جائے گا۔ کسی مروب میں ملا کر پینا قوت باہ میں اضافہ کرتا ہے اور اعصاب میں مضبوطی لاتا ہے۔

نکسیر والے کی ناک میں ڈال دینے سے خون بند ہو جاتا ہے۔ اس کے دونوں سینگوں کی راکھ سرکہ میں ملا کر برص (سفید داغ) پر دھوپ میں مالش کریں تو انشاء اللہ برص دور ہو جائے گا۔ اگر کوئی ایک مثقال کے برابر سونگھ لے تو جس سے بھی مقابلہ کرے غالب ہو۔

تعبیر

مہات کا خواب میں دیکھنا۔ عابد زاہد سردار شخص مراد ہے۔ گر کوئی شخص مہاۃ کی آنکھ دیکھے تو سرداری ملے یا موٹی خوب صورت کم عمر عورت حاصل ہو۔ جس مہاۃ کا سر دیکھے تو اس کے سر کی طرح سرداری مال غنیمت اور حکومت پائے اور جو یہ دیکھے کہ وہ مہات کی طرح ہے تو وہ جماعت سے کٹ جائے گا اور بدعت میں مبتلا ہو جائے۔

المھر

''المھر'' اس سے مراد گھوڑے کا بچہ ہے۔ اس کی جمع ''امھار، مھارۃ'' آتی ہے اور مؤنث کے لئے ''مھرۃ'' کا لفظ مستعمل ہے۔ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ ''بہتر مال کثیر النسل گھوڑے اور کھجوروں سے لدے ہوئے درختوں کے جھنڈ ہیں۔''

ابوعبداللہ محمد بن حسان بسری صاحب کرامت اولیاء میں سے ہیں۔ان کے احوال عجیب وغریب ہیں۔ایک بار ابوعبداللہ محمد بن حسان بسری سفر میں جا رہے تھے۔پس جب آپ ایک جنگل میں پہنچے تو آپ کا گھوڑا جس پر آپ سوار تھے مرگیا۔پس آپ نے فرمایا ''اے اللہ ہمیں یہ گھوڑا عاریتاً عطا فرمائیے'' پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے انکا (مردہ گھوڑا) زندہ ہوکر کھڑا ہوگیا۔پس جب آپؒ بسر کے مقام پر پہنچے اور آپ نے گھوڑے کی زین کھولی۔پس اسی وقت گھوڑا مردہ ہوکر گر پڑا۔ابن سمعانی نے ''الانساب'' میں لکھا ہے کہ ابوعبداللہ کا تعلق بصرہ کے ایک قصبہ ''حام'' کے رہنے والے تھے۔ابن اثیر نے کہا ہے کہ یہ بات ٹھیک نہیں ہے بلکہ ابوعبداللہ کا تعلق ''بسر'' سے ہے جو ایک مشہور گاؤں ہے۔تحقیق حافظ ابوالقاسم بن عطاء دمشقی نے بھی ''تاریخ دمشق'' میں لکھا ہے کہ ابوعبداللہ ''بسر'' نامی گاؤں کے رہنے والے تھے۔

مُلاعِب ظلہٖ

''ملاعب ظله'' اس سے مراد ایک بدکنے والا پانی کا پرندہ ہے جسے ''القرلی'' بھی کہتے ہیں۔اس کا تذکرہ باب القاف میں گزر چکا ہے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس پرندے کا نام ''خاطف ظله'' بھی ہے۔

جوہری نے کہا ہے کہ ابن سلمہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ایک پرندہ ہے جسے ''الرفراف'' کہا جاتا ہے۔جب وہ پانی میں سایہ دیکھ لیتا ہے تو اس (سائے) کی طرف لپکتا ہے تاکہ اس کو (یعنی سایہ کو) اچک لے۔

ابُو مُزَینَہ

اَبُـو مُزَیْنَة :انسان کی طرح ایک سمندری مچھلی ہے جو اسکندریہ وغیرہ کے بعض علاقوں میں ملتی ہے اس کی شکل وصورت انسان کے مانند ہوتی ہے۔کھال لیس دار اور چکنی ہوتی ہے۔یہ مچھلیاں انسانوں کی طرح ایک دوسرے کے مشابہ ہوتی ہیں۔بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ رونے اور چیخ وپکار کی آواز بھی نکالتی ہیں۔جب یہ سمندر کے ساحلوں پر نکل کر انسانوں کی طرح چلنے لگتی ہیں۔شکاری لوگ انہیں پکڑ لیتے ہیں تو یہ رونے لگتی ہیں۔شکاری ان پر رحم کھا کر اُن کو چھوڑ دیتے ہیں۔

اِبُنَۃُ الُمَطَر

(کینچوا) مرصع میں ہے کہ یہ سرخ رنگ کا ایک کیڑا ہے جو بارش کے بعد نکلتا ہے۔جب نمی سوکھ جاتی ہے تو یہ بھی مرجاتا ہے۔

ابو الملیح

(شکرہ) اس کا حکم ''صقر'' کے تحت باب الصاد میں گزر چکا ہے۔

ابن الماء

ابـن الماء: پانی میں رہنے والے پرندہ کو بھی کہتے ہیں اور ان پرندوں کو بھی جو پانی سے مانوس ہوتے ہیں۔پانی کے اردگرد زیادہ رہا

کرتے ہیں۔ابن الماء کا اطلاق کسی خاص نوع پر نہیں ہوتا ہے بر خلاف ابن عرس اور ابن آوی کے کہ اس سے مخصوص نوع مراد ہے۔
ابن عرس نیولا اور ابن آوی گیدڑ کو کہا جاتا ہے۔

بابُ النون

ناب

نـــاب :صرف بوڑھی اونٹنی کو کہیں گے۔اونٹ پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا ہے۔اس کا نام ''ناب'' اس کے دانت کے بڑے ہونے کی وجہ سے ہے۔

الناس

النـــاس :انسان کی جمع ہے۔جوہری نے لکھا ہے کہ الناس' کبھی کبھی جنات اور انسان دونوں کے لئے مستعمل ہوا ہے۔اکثر مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے قول '' لَخلْقُ السمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَکْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ '''' میں '' ''الناس'' سے مسیح دجال کو مراد لیا ہے اور ان مفسرین کے قول کے مطابق اس آیت کے علاوہ قرآن پاک میں کہیں پر مسیح دجال کا ذکر نہیں ہے۔
بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول' یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیَاتِ رَبِّکَ لاَ یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُھَالَمْ تَکُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ '' میں ''ایات'' سے مراد مسیح دجال ہے' لیکن مشہور قول یہ ہے کہ اس جگہ آیات سے مراد سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے جس کے بعد ایمان کسی ایسے شخص کے لئے نافع نہ ہوگا جو اس سے پہلے تک ایمان نہ لایا ہو

اَلنَّاضِحُ

(پانی ڈھونے والا اونٹ یا اونٹنی) ناضح :اس اونٹ یا اونٹنی کو کہتے ہیں جس پر پانی لایا جائے جمع نواضح ہے۔جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:۔
''حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ نے غزوۂ تبوک کے دن (جبکہ لوگوں کے پاس موجود توشہ ختم ہو گیا تھا) اجازت مانگی کہ یا رسول اللہ علیہ وسلم اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم اپنے ''پانی لانے والے اونٹوں'' کو ذبح کر کے کھالیں اور اس کی چربی اپنے بدن پر بطور تیل مل لیں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دیدی''۔
حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ اگر ایسا ہو گیا تو سواریاں کم ہو جائیں گی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری تدبیر کریں کہ لوگوں سے ان کے بچے ہوئے توشہ کو منگوا کر برکت کی دعا کریں۔امید ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی ان کے لئے کافی کر دے گا۔حضورؐ نے فرمایا ہاں ایسا ہی کرو۔چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چمڑے کا ایک دستر خوان منگوایا اور اس کو بچھوا دیا۔پھر لوگوں سے ان کے پاس بچا ہوا توشہ لانے کو کہا۔کوئی ایک مٹھی توشہ لے کر آنے لگا کوئی ایک مٹھی کھجور لانے لگا۔کوئی روٹی کا ٹکڑا۔یہاں تک کہ دستر خوان پر کچھ معمولی چیزیں اکٹھی ہو گئیں۔رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا فرمائی۔پھر لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اپنے اپنے برتن اور تھیلے یہاں سے بھر

لو۔ پھر سب بھرنے لگے حتیٰ کہ لشکر میں موجود ہر برتن (بورا' تھیلا' بھرلیا گیا۔ پھر لوگوں نے اس میں سے کھایا پھر بھی تھوڑا سا بچ گیا۔ حضورؐ نے کہا ''اَشْهد ان لاَ اِلٰهَ اِلا اللّٰه و انّی مُحَمَّد رسول اللّٰه. لا یلقی اللّٰه بها عَبْد'' غیرَ شاکٍ فیحجب عن الجنة'' کہ جو اس کلمہ کو یقین سے پڑھے گا اور اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اسے جنت سے نہیں روکے گا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ

اور حافظ ابونعیمؒ نے غیلانؓ بن سلمہ ثقفی کے طریق سے نقل کیا ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں نکلے تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ایک شخص آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا یا رسول اللہ! میرا ایک باغ تھا جس پر ہمارا اور ہمارے بچوں کا گزر بسر ہوتا ہے اس میں ہماری دو اونٹنیاں رہتی تھیں۔ اب وہ اونٹنیاں نہ ہمیں باغ میں جانے دیتی ہیں اور نہ اس باغ کے پھل توڑنے دیتی ہیں اور مجھے ان کے پاس جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھی اُٹھ کر اس باغ کے پاس پہنچے۔ چونکہ باغ بھی وہاں چار دیواری میں گھرا ہوتا ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک سے دروازہ کھولنے کو کہا۔ مالک باغ نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ! اس وقت اونٹنیوں سے خطرہ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا دروازہ کھولو دروازہ میں حرکت ہوتے ہی دونوں آگے بڑھیں۔ دونوں عجیب قسم کی خوفناک آواز نکال رہی تھیں جب دروازہ کھلا اور دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو دونوں بیٹھ گئیں اور حضور کا (احتراماً) سجدہ کیا۔ حضورؐ نے دونوں کا سر پکڑ کر ان کے مالک کے حوالہ کر دیا اور فرمایا کہ ان دونوں سے کام لو اور ان کو اچھی طرح چارہ دیا کرو۔ لوگوں نے کہا آپ کو جانور بھی سجدہ کرتے ہیں ہمیں بھی اجازت ہو کہ ہم آپ کو سجدہ کیا کریں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ سجدہ صرف اسی ذات کے لئے زیبا ہے جو ہمیشہ زندہ رہنے والی ہے۔ جس پر موت طاری نہیں ہوگی۔ اگر میں کسی کو کسی (غیر اللہ) کا سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کا سجدہ کیا کرے۔

ایک اور معجزہ

اسی قسم کا ایک قصہ اور نقل کیا جاتا ہے کہ یعلی بن مرۃ نے روایت کیا ہے کہ ہم حضورؐ کے ساتھ جا رہے تھے کہ ہم نے ایک اونٹ دیکھا جس پر پانی لایا جا رہا تھا۔ جب اونٹ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بلبلانے لگا اور اپنی گردن اور نکیل زمین پر رکھ دی۔ حضورؐ وہیں ٹھہر گئے۔ پوچھا کہ اس کا مالک کہاں ہے؟ جب وہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک سے کہا کہ یہ اونٹ ہم سے فروخت کر دو۔ مالک نے کہا کہ نہیں بلکہ ہم آپ کو ہدیہ کرتے ہیں۔ البتہ یہ ایسے خاندان کا ہے جن کے پاس اس کے سوا کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس نے مجھ سے کام زیادہ لئے جانے اور چارہ کم ملنے کی شکایت کی ہے۔ تم اس سے کام اس کی طاقت کے حساب سے لو اور چارہ اچھی طرح دیا کرو۔

دوسری جگہ اس قصہ میں اتنا اضافہ بھی ہے کہ یہ اونٹ آیا تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس نے حضورؐ کو سجدہ کیا۔

الناقة

(اونٹنی) اونٹنی کی مختلف کنیتیں ہیں: ام بور، ام حائل' ام حوار' ام السقب' ام مسعودٌ کے الفاظ مستعمل ہیں نیز اس کو بنت المحل اور بنت الفلاۃ اور بنت النجائب وغیرہ بھی کہا جاتا ہے۔

مسلمؒ ،ابوداؤدؒاورنسائی اوراحمد نے عمران بن حصینؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھےاورایک انصاری خاتون ناقہ پرسوارتھیں کہ انہوں نے اس ناقہ پرلعنت بھیجی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سُن لیا۔آپؐ نے فرمایا کہ ناقہ پر جو کچھ ہے اُتارلواور اس کوچھوڑ دو کیونکہ وہ ملعون ہوگئی۔حضرت عمرانؓ فرماتے ہیں کہ مٹیالے رنگ کی وہ اونٹنی اب بھی میری نگاہوں میں گھوم جاتی ہے کہ لوگوں کے درمیان چلتی پھرتی ہے مگر کوئی اُسے نہیں چھیڑتا۔

ابن حیان کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اونٹنی کو چھوڑ دینے کا حکم اس لئے دیا تھا کہ آپ کو اس کے متعلق بددُعا کی مقبولیت معلوم ہوگئی تھی۔لہذا ہمیں بھی اگر کسی محنت کرنے والے کی لعنت کی مقبولیت معلوم ہو جائے تو ہم بھی اسے اس جانور کو چھوڑ دینے کا حکم دیں گے۔لیکن چونکہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے لہذا دُعا کی مقبولیت کا علم ممکن نہیں رہا۔لہذا کسی کے لعنت کرنے سے اسے جانور کو چھوڑنے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو اور دیگر لوگوں کو (دھمکی کے طور پر) یہ حکم دیا تھا لہذا مراد اس سے یہی ہوگی کہ اس پر سواری مت کرو۔لیکن اس کے علاوہ کسی اور جگہ اس جانور کا استعمال مثلاً اس کا بیچنا یا کھانا اور دوسرے استعمال جو اس سے پہلے جائز تھے سب اب بھی بدستور جائز رہیں گے۔کیونکہ نہی صرف اس پر سواری کرنے سے ہے یا صرف اس سفر میں سوار ہونے سے ممانعت تھی ورنہ دوسرے سفر میں ممانعت نہیں تھی۔لعنت کرنے کو شریعت میں پسند نہیں کیا گیا۔ترمذی روایت میں ہے:-

''کہ مومن لعن طعن نہیں کرتا اپنے مُنہ سے فحش اور بکواس نہیں نکالتا''۔

سنن ابوداؤد میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب کسی پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت آسمان پر چڑھتی ہے مگر اس کے پہنچنے سے پہلے ہی آسمان کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔پھر زمین پر اُترتی ہے تو زمین کے دروازے اُس کے لئے بند ہوجاتے ہیں۔پھر دائیں بائیں ادھراُدھر گھومتی رہتی ہے۔جب اس کو کوئی جگہ نہیں ملتی تو جس پر لعنت کی گئی ہے اس کی طرف جاتی ہے پس اگر وہ اس لعنت کا مستحق ہوتا ہے تو اس پر نازل ہو جاتی ہے ورنہ لعنت کرنے والے کی طرف پہنچ کر اس سے متعلق ہوجاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قول ''نَاقَةَ اللّٰه'' یہاں اضافت تشریفی ہے یعنی اس کے شرف ومرتبہ کو بڑھانے کے لئے اللہ نے اپنی طرف نسبت کر دی ورنہ دیگر مخلوقات بھی اللہ ہی کی ہیں۔اس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی مراد ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ آپ کی نبوت کی تصدیق کے لئے پہاڑ سے پیدا کیا تھا۔

فائدہ

روایت اس طرح ہے کہ قوم ثمود کے سردار جندع بن عمرو نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا اے صالح! اس چٹان سے (جو حجر کے ایک کنارے پر تھی جس کا نام ''کاثبة'' تھا) ایک ایسی اونٹنی نکال دے جس کی کوکھ بڑی ہو اور جس کے بال زیادہ ہوں یعنی حاملہ ہو۔ حضرت صالح علیہ السلام نے دو رکعت نماز ادا کی۔پھر اپنے رب سے دُعا کی۔چٹان میں ایسی حرکت پیدا ہوئی جس طرح جانور میں بچہ دینے کے وقت حرکت ہوتی ہے۔پھر چٹان ہلنے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے پھٹ گئی اور قوم کے مطالبہ کے موافق ایک بڑی کوکھ والی بالوں والی حاملہ اونٹنی اس سے ظاہر ہوئی۔اس کے پہلو میں کوئی ہڈی پسلی ظاہر نہیں تھی۔قوم ثمود کے لوگ محوتماشہ تھے۔اُونٹنی نے اسی وقت ایک بچہ جنا جو اس اونٹنی کے برابر تھا۔یہ معجزہ دیکھ کر جندع بن عمرو اور اس کی قوم میں سے ایک گروہ نے ایمان قبول کرلیا۔

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود کے لوگوں سے کہا کہ یہ اللہ کی اونٹنی ہے۔ایک دن پانی پینے کی اس کی باری ہوگی دوسرے دن تمہاری اور تمہارے جانوروں کی۔وہ تمہاری باری کے دن پانی نہیں پئے گی اور تم اس کی باری کے دن پانی نہیں پیو گے۔کچھ دنوں تک وہ اونٹنی اور اس کا بچہ ثمود کی سرزمین پر رہے اور اُونٹنی گھاس چرتی رہی اور پانی پیتی رہی۔البتہ وہ پانی پینے کے لئے ہر دوسرے دن آیا کرتی تھی۔جب اس کی باری کا دن ہوتا تھا تو ''حجر'' کے ایک کنوئیں میں اپنا منہ رکھ دیتی تھی جس کا نام ''بئر ناقہ'' پڑ گیا تھا اور جب تک سارا پانی نہیں پی لیتی تھی سر نہیں اٹھاتی تھی۔جب کنوئیں میں ایک قطرہ بھی پانی نہ بچتا تھا تب اپنا سر اٹھاتی تھی۔لوگ اس سے جتنا دودھ چاہتے دودھ لیتے تھے' پیتے بھی تھے اور اپنا تمام برتنوں میں بھر کر ذخیرہ بھی کر لیتے تھے۔پھر دوسرے راستے سے لوٹ جاتی تھی۔

یہ اونٹنی گرمی کے موسم میں وادی کے اُوپر کے حصہ میں رہتی تھی۔دوسرے مویشی اس کے ڈر سے وادی کے نشیبی حصے میں بھاگ جاتے جہاں گرمی زیادہ ہوتی تھی اور زمین پر گھاس وغیرہ نہیں ہوتی تھی اور سردیوں کے موسم میں یہ اونٹنی وادی کے نشیبی حصہ میں آ جاتی تھی۔مویشی اس کے خوف سے اُوپر کے حصہ میں جا کر پناہ لیتے جہاں سردی سے ٹھٹھرتے رہتے۔قوم ثمود کے لوگ یہ امتحان اور اپنے جانوروں کے لئے یہ پابندی برداشت نہ کر سکے۔لہٰذا انہوں نے اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور یہی چیز اُن کے لئے اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کا باعث بنی لیکن بلی کی گردن میں گھنٹی باندھے کون؟

ایسے بہادر کی تلاش جاری ہوئی اور اولین بدبخت ''قدار ابن سالف'' اس کام کے لئے تیار ہو گیا۔یہ حرامی تھا۔اس کی ماں کا نام ''قدیرہ'' ہے جو ''سالف'' کی بیوی تھی۔مگر بیان کیا جاتا ہے کہ یہ اپنے باپ کا نہیں تھا اس کے چہرے کی رنگت میں سرخی اور نیلے پن کی ملاوٹ تھی۔ٹھگنا قد' چھوٹے چھوٹے ہاتھ پیر تھے۔اپنی قوم میں باعزت اور طاقت ور تھا۔کشتی میں کوئی اس کو مغلوب نہیں کر پاتا تھا۔ایک بڑھیا جس کے یہاں اونٹ' بیل اور بکریوں کی کثرت تھی اور جس کی کئی حسین لڑکیاں تھیں۔اس نے قدار سے کہا کہ اگر تم اس اونٹنی کو مار ڈالو تو میری جس لڑکی کو تم پسند کرو تم سے شادی کر دوں گی۔قدار فوراً تیار ہو گیا اور اونٹنی کے آنے کے راستہ میں ایک درخت کی جڑ میں گھات لگا کر بیٹھ گیا۔جب اونٹنی کا وہاں سے گزر ہوا تو تلوار سے حملہ آور ہوا اور اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔قرآن نے اس کو ''فَتَعَاطٰی فَعَقَرَ'' سے تعبیر کیا ہے کہ اپنے پنجوں کے بل کھڑے ہو کر ہاتھ بڑھا کر اس نے تلوار ماری اور اس کی کونچیں کاٹ دیں۔اُونٹنی بھاگی اور اُس نے ایک آواز نکالی تا کہ اس کا بچہ اس حملہ سے ہوشیار ہو جائے۔بچہ بھاگ کر ''صنو'' نامی ایک مضبوط پہاڑ کے پاس جا کر چھپ گیا۔

جب حضرت صالح علیہ السلام کو خبر ملی کہ اونٹنی کو مار ڈالا گیا تو وہ قوم کے پاس پہنچے۔قوم کے لوگ آپ سے مل کر معذرت کرنے لگے کہ اے اللہ کے نبی اُونٹنی کو فلاں نے قتل کیا ہے ہماری کوئی قصور نہیں ہے تو حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا جاؤ اور اسکے بچے کو تلاش کرو۔اگر تم کو وہ بچہ مل گیا تو ہو سکتا ہے کہ تم عذاب الٰہی سے بچ جاؤ۔لوگ اس کی تلاش میں چاروں طرف نکل گئے۔ایک پہاڑ پر ان کو وہ بچہ دکھائی دیا۔انہوں نے چاہا کہ پہاڑ پر چڑھ کر اس کو پکڑ لیں۔لیکن اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو حکم دیا اور وہ آسمان کی طرف بلند ہوتا چلا گیا اور کوئی اس کی گرد بھی نہ پا سکا۔

اُونٹنی کے قتل سے عذاب الٰہی اور قوم ثمود کا مسخ

علامہ دمیری نے فرمایا ہے کہ قدار قاف کے ضمہ کے ساتھ ہے المہذب کے باب الھدی میں مذکور ہے کہ اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والے کا نام عیزار بن سالف ہے یہ ان کا وہم ہے نیز اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ اونٹنی کی کونچیں بدھ کے دن کاٹی گئی تھیں اور قوم ثمود جمعرات کے دن صبح کو اس حال میں بیدار ہوئے کہ ان سب کے چہرے پیلے رنگ کے ہو گئے جیسے ان پر خلوق (ایک قسم کی خشبو جس کا

رنگ زرد ہوتا ہے) لیپ دی گئی ہو۔ ہر شخص مرد عورت بچہ بوڑھا سب اس مصیبت میں مبتلا ہو گئے اور ان کو عذاب الٰہی کا یقین ہو گیا۔

حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو پہلے سے بتا دیا تھا کہ عذاب کا ظہور چہروں کے رنگ بدلنے سے ہوگا۔ چہرے پہلے زرد اور پھر سرخ اور پھر سیاہ ہو جائیں گے اور تیسرے دن سب کا خاتمہ ہو جائے گا''۔ یہ لوگ تو اپنی مصیبت میں گرفتار تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام ان کو چھوڑ کر مومنین کی جماعت کے ساتھ حضر موت کی طرف ہجرت کر گئے ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔ جب حضرت صالح علیہ السلام اور اس جگہ آپ کا انتقال ہو گیا اس وجہ سے اس بستی کا نام حضر موت پڑ گیا (یعنی کہ موت حاضر ہو گئی) بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی تھی۔

جب انہوں نے ایک دوسرے کا چہرہ دیکھا اور رنگ کا تغیر ایک دوسرے کو معلوم ہوا تو شام کو سب رونے چلانے لگے۔ موت کے انتظار کا ایک دن گزر گیا۔ دوسرے دن جمعہ کو ان کے چہرے اس طرح سُرخ ہو گئے گویا ان پر خون لگا ہوا ہو۔ شام کو سب نے بیک زبان ہو کر کہا کہ موت کے انتظار کے دو دن گزر گئے۔ سنیچر کو ان کے چہرے ایسے سیاہ ہو گئے جیسے ان پر تارکول کا لیپ کر دیا گیا ہو۔ شام کو صرف یہی آوازیں فضا میں گونجیں:۔ ''موت کا وقت بالکل آ چکا ہے''۔ اور ''عذاب الٰہی پہنچ چکا ہے''۔

اتوار کے روز آفتاب کے اُجالے کا پھیلنا تھا کہ آسمان سے ایک ''چیخ'' کی آواز آئی جس میں روئے زمین کی ہر خوفناک آواز اور ہر کڑک اور گرج کی آوازیں شامل تھیں۔ اس چیخ سے ان کے دل سینوں میں ریزہ ریزہ ہو گئے اور یہ سب کے سب گھٹنوں کے بل اپنی ہی سرزمین میں خود دفن ہو گئے۔ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی تعداد چار ہزار کے قریب بتلائی جاتی ہے۔

شرعی حکم

اونٹنی کا شرعی حکم اور اس کے طبی فوائد وہی ہیں جو ''جمل'' اونٹ کے بیان میں گزرے۔

تعبیر

ناقہ خواب میں دیکھنے کی تعبیر عورت سے ہوتی ہے۔ اگر کسی نے بختی اونٹنی دیکھی ہے تو اسے غیر عربی عورت حاصل ہوگی اور اگر غیر بختی اونٹنی دیکھی ہے تو عربی عورت مراد ہوگی۔ اگر اونٹنی سے دودھ نکالتے دیکھا تو نیک عورت سے شادی ہوگی اور اگر شادی شدہ نے کسی اونٹنی سے دودھ نکالتے ہوئے اپنے آپ کو خواب میں دیکھا تو نرینہ اولاد پیدا ہوگی۔ کبھی کبھی لڑکی پیدا ہونے کی بھی اُمید ہوتی ہے۔ اگر کسی نے اونٹنی کے ساتھ اس کا بچہ بھی دیکھا تو یہ کسی نشانی قدرت کے ظاہر ہونے اور لوگوں کے عام فتنہ میں مبتلا ہونے کی علامت ہے۔

ابن سیرینؒ نے لکھا ہے کہ بوجھ لدی ہوئی اونٹنی دیکھنا خشکی کے سفر کی دلیل ہے اور بھگائی ہوئی اونٹنی دیکھنا سفر میں لوٹ لئے جانے کی خبر ہے۔ جس نے بہت ساری اونٹنیوں کا دودھ دوہا وہ کہیں کا حاکم ہوگا اور زکوٰۃ وصول کرے گا۔

ابن سیرینؒ کے پاس ایک شخص نے آ کر خواب بیان کیا کہ میں نے ایک شخص کو بختی اونٹنیوں سے دودھ دوہتے ہوئے دیکھا۔ پھر دیکھا کہ دودھ کے بجائے ان کی چھاتیوں سے خون نکلنے لگا ہے۔ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے تعبیر بیان کی کہ وہ شخص عجمیوں پر حاکم ہوگا اور ان سے زکوٰۃ وصول کرے گا (جسے تم نے دودھ دیکھا ہے) اور ان لوگوں کا مال زبردستی چھین لے گا (یہ خون ہے جو تم کو نظر آیا ہے) لہٰذا بعد میں ایسا ہی ہوا۔

جس نے یہ دیکھا کہ اس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالی ہیں وہ اپنے کئے ہوئے پر پچھتائے گا اور اس کے کرتوت کی بنا پر اس کو کوئی مصیبت پیش آئے گی۔

اونٹنی پر سواری کسی عورت سے نکاح کی اطلاع ہے۔ اگر یہ دیکھا کہ اونٹنی خچر یا اونٹ بن گئی ہے تو اس کی بیوی حاملہ نہ ہوگی۔
اگر کسی نے دیکھا کہ اس کی اونٹنی مرگئی ہے تو اس کی بیوی کا انتقال ہو جائے گا یا اس کا سفر ملتوی ہو جائے گا۔ کبھی کبھی اونٹنی کا دیکھنا جھگڑالو عورت ملنے کی بھی پیش گوئی ہوتی ہے۔ اگر اونٹنی کو کسی آبادی میں داخل ہوتے دیکھا تو اس جگہ کوئی فتنہ پیدا ہوگا۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

النّاموس

نـاموس: مچھر کو کہتے ہیں۔ باب الباء میں تفصیل آ چکی ہے۔ لیکن ابو حامد اندلسی کا کہنا ہے کہ ناموس چیونٹی کی طرح کا ایک کیڑا ہے جو کاٹ لیتا ہے۔ جوہری نے یہ بھی لکھا ہے کہ ناموس راز دار کو بھی کہا جاتا ہے۔ اہلِ کتاب حضرت جبریل علیہ السلام کو بھی ناموس کہتے ہیں کیونکہ وہ راز دارانہ طور پر نبیؐ سے گفتگو کرتے رہے۔ حدیث میں ورقہ بن نوفل کا قول مذکور ہے لَیـاتِیـهِ الـنـامُوسُ الَّتِیْ یَاْتِیْ مُوْسیٰ (کہ یہ ناموس یعنی جبرائیل فرشتہ) ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف آیا تھا۔ اس کا کچھ ذکر باب الفاء میں ''فاعوس'' کے تحت آ چکا ہے۔

النّاهض

(عقاب کا چوزہ) اس کا ذکر عقاب کے ضمن میں گزرا ہے۔

النباج

(زور زور سے بولنے والا ہدہد) ہدہد کی تفصیل باب الہاء میں آ رہی ہے۔

النِبر

نِبر: یہ چیچڑی کے مشابہ ایک کیڑا ہے جو جانور کے بدن پر رینگتا ہے تو رینگنے کی جگہ پر سوجن ہو جاتی ہے۔ مکڑی کو بھی کہتے ہیں اور نبر ایک درندہ بھی ہے۔

النجیب

(شریف) انسانوں اور اونٹوں گھوڑوں میں سے شریف اور عمدہ نسل والوں کو نجیب کہتے ہیں۔ اس کی جمع کے لئے نجباء، انجاب، نجائب کے الفاظ مستعمل ہیں مستدرک حاکم میں ہے کہ:۔

''حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے پیدل چل کر پچیس حج کئے اور اُونٹیاں آپ کے آگے آگے چلتی تھیں''۔

دوسری حدیث شریف ہے جو حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کو سات شریف اور مددگار دوست عطا کئے گئے اور مجھے چودہ دوست ملے جن کی

فہرست درج ذیل ہے:۔
(۱) حمزہؓ (۲) جعفرؓ (۳) علیؓ (۴) حسنؓ (۵) حسینؓ (۶) ابوبکرؓ (۷) عمرؓ (۸) عثمانؓ (۹) عبداللہؓ بن مسعود (۱۰) ابوذرؓ (۱۱) مقدادؓ (۱۲) عمارؓ (۱۳) سلمانؓ (۱۴) بلالؓ ۔ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ شریف تاجر سے محبت کرتا ہے۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا ہے کہ سورۃ انعام نجائب القرآن ہے یعنی قرآن کریم کی افضل ترین سورۃ ہے۔
(رواہ امام احمد والبزاز والطبرانی وابن عدی)

النحام

النحام: بطخ کے مشابہ ایک پرندہ ہے۔ یہ الگ الگ بھی اڑتے ہیں اور ایک ساتھ بھی۔ جب کہیں یہ رات بسر کرنا چاہتے ہیں تو سب اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ نر سوتے ہیں اور مادہ جاگتی ہے اور نر کے لئے شب باشی کی جگہ بناتی ہے اور مادہ گو اگر ایک نر سے نفرت ہو جائے تو دوسرے کے پاس چلی جاتی ہے کہا جاتا ہے کہ مادہ صرف نر کے چوگا دینے سے انڈا دیتی ہے اسے جفتی کی ضرورت نہیں پڑتی۔ انڈا دے کر مادہ دور چلی جاتی ہے اور نر وہیں رہتا ہے۔ پھر نر انڈوں پر بیٹ کر دیتا ہے اور یہی بیٹ انڈوں کو سینے کا کام کرتی ہے۔ جب مدت پوری ہو جاتی ہے تو انڈوں سے چوزے بے حس وحرکت نکل آتے ہیں۔ پھر مادہ آ کر ان چوزوں کی چونچ میں پھونک مارتی ہے اور یہی پھونک اُن کے اندر روح کا کام کرنے لگتی ہے۔ پھر نر، مادہ دونوں مل کر پرورش کرتے ہیں لیکن نر سخت طبیعت اور بے قابو ہوتا ہے۔ جب وہ ان چوزوں کو اپنی غذا حاصل کرنے کے قابل سمجھ لیتا ہے تو اُنہیں مار بھگاتا ہے۔ مادہ ان بچوں کے ساتھ چلی جاتی ہے اور دوبارہ انڈا دینے کے وقت نر کے پاس آجاتی ہے۔

حکم شرعی

یہ حلال پرندوں میں سے ہے لہٰذا اس کے کھانے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ ابن النجار نے تاریخ بغداد کے حاشیہ پر ایک حدیث نقل کی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نحام کھایا ہے۔

الفاظ یہ ہیں:۔

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نحام ہدیہ میں بھیجا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے کھایا اور آپؐ نے اس کو پسند فرمایا''۔ آگے حدیث میں ہے کہ اس موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ ''اے اللہ! اس وقت میرے پاس اپنی مخلوق میں سے سب سے محبوب شخص کو پہنچا دے''۔

حضرت انسؓ دروازے پر پہرے دار مقرر تھے۔ اچانک حضرت علیؓ پہنچے اور اجازت طلب کی۔ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ حضورؐ اس وقت ایک کام میں مصروف ہیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ 'حضرت انسؓ' کے سینہ پر دھکا مار کر اندر داخل ہو گئے اور فرمایا کہ یہ ہمارے اور حضورؐ کے درمیان آڑ بن گئے تھے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو دیکھا تو فرمایا کہ اے اللہ! جس شخص سے یہ دوستی اور محبت رکھیں تو بھی اس شخص سے محبت فرما۔ مگر دوسری روایت میں ہے کہ وہ بھنا ہوا پرندہ چکور تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ سرخاب تھا۔

النحل

نحل :شہد کی مکھی کو کہتے ہیں۔باب الذال میں ''الذباب'' کے ذیل میں کچھ اس کا ذکر آ چکا ہے۔یہ خدا کی طرف سے انسانوں کے لئے ایک عطیہ ہے جس میں گونا گوں فوائد ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس مکھی کو شہد بنانے اور اس کی تمام ضروریات کا طریقہ سمجھا دیا ہے اور اس نے ساری باتیں اپنے حافظہ خانہ میں محفوظ کر لی ہیں۔اس کو پتہ ہے کہ مجھے بارش کی جگہوں پر رہنا ہے بے آب وگیاہ میدان میں نہیں۔لعاب سے عمدہ قسم کا مشروب (شہد) تیار کرتی ہے۔

قزوینیؒ کا بیان ہے کہ عید کے دن کو رحمت کا دن کہنے کی ایک وجہ یہ تھی ہے کہ اسی دن میں اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو شہد بنانے کا علم سکھایا۔لہٰذا اللہ کے کلام کے مطابق شہد کی مکھی میں بڑی عبرت ہے اور یہ ایسا جانور ہے جو نہایت ہوشیار' زیرک اور بہادر ہے۔انجام سے باخبر اور سال کے موسموں سے اچھی طرح واقف ہے۔بارش کے اوقات کا علم رکھتا ہے۔اپنے کھانے پینے کے لئے انتظام کرنا اسے خود معلوم ہے۔اپنے بڑے کی بات مانتا ہے اور اپنے امیر اور قائد کی فرمانبرداری کرتا ہے۔نرالا کاریگر اور انوکھی طبیعت کا مالک ہے۔

ارسطو کا کہنا ہے کہ شہد کی مکھی کی نو قسمیں ہیں جن میں سے چھ قسمیں ایسی ہیں جن میں ایک دوسرے کا باہم رابطہ ہوتا ہے اور ایک جگہ اکٹھی بھی ہو جاتی ہیں اارسطو ہی کا یہ بھی کہنا ہے کہ شہد کی مکھی کی غذا عمدہ پھل اور میٹھی رطوبت ہے جو پھولوں اور پتیوں سے ملتی ہے۔یہ ان سب کو اکٹھا کر کے شہد تیار کرتی ہے اور اپنا چھتہ بھی بناتی ہے مگر اس کے لئے اس کو چکنی رطوبت الگ سے جمع کرنی پڑتی ہے جس کو موم کہتے ہیں۔پہلے یہ موم کی رطوبت اپنی سونڈ سے چوس کر نکالتی ہے اور اسے اپنی ٹانگوں کے موٹے حصے (ران) پر جمع کرتی ہے۔پھر اسے ران سے کسی طرح اپنی پیٹھ پر لادتی ہے۔اسی طرح وہ اپنے کام میں مصروف رہتی ہے۔

قرآن کریم سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ پھولوں سے غذا حاصل کرتی ہے جو اس کے پیٹ میں جا کر شہد سے تبدیل ہو جاتی ہے۔پھر اپنے منہ سے اس کو نکالتی رہتی ہے یہاں تک کہ اس کے پاس شہد کا خزانہ اکٹھا ہو جاتا ہے۔ قال اللّٰہ تعالٰی ثُمَّ کُلِیْ مِنْ کُلِّ الثَّمَرَاتِ .....شِفَآ ءٌ لِلنَّاسِ تک. ثُمَّکُلِ مِنْ کُلِّ الثَّمَرَاتِ میں من کل ثمرات سے مراد بعض پھل ہیں۔شہد کے رنگ کا اختلاف' غذا اور شہد کی مکھی' دونوں کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی غذا کے فرق سے ذائقہ بھی بدل جاتا ہے۔حضرت زینب رضی اللہ کے قول ''جَرَسَتْ نَحْلَۃُ الْعُرْ فُطُہ'' کا مفہوم یہی ہے کہ مکھی نے مغافیر[1] کی شاخ میں چھتہ لگایا ہوگا۔لہٰذا اس کے پھول وغیرہ کے رس سے ذائقہ اسی قسم کا ہے۔اور اس میں اسی درخت کی بو آ رہی ہے۔

شہد کی مکھی اپنی روزی حاصل کرنے کا انتظام اس طرح کرتی ہے کہ جب کہیں صاف ستھری جگہ اسے مل جاتی ہے تو سب سے پہلے وہاں چھتہ کا وہ حصہ بناتی ہے جس میں شہد جمع کرنا ہے۔پھر ''رانی'' مکھی کے لئے رہنے کا گھر تعمیر ہوتا ہے اور اس کے بعد نر مکھیوں کے لئے جگہ بنائی جاتی ہے۔جو روزی کمانے میں حصہ نہیں لیتے۔یہ مادہ مکھیوں سے چھوٹے ہوتے ہیں۔مادہ مکھیاں چھتہ کے خانوں میں شہد جمع کرتی ہیں۔سب کی سب ایک ساتھ اُڑ کر فضاء میں بکھر جاتی ہیں۔اس کے بعد شہد لے کر چھتہ میں واپس آ جاتی ہیں۔نر مکھی پہلے چھتہ بناتی ہیں پھر اس میں تخم ریزی کرتی ہیں۔تخم ریزی کے بعد اس طرح بیٹھی رہتی ہیں کہ جس طرح پرندے انڈے سیتے ہیں اور اس عمل سے اس بیج سے ایک سفید کیڑا سا نکل آتا ہے۔اس کی نشوونما ہوتی رہتی ہے۔خود سے کھانے لگتا ہے اور چند دن میں اُڑنے کے قابل ہو جاتا ہے۔یہ مکھیاں مختلف قسم کے پھولوں سے نہیں بلکہ صرف ایک ہی قسم کے پھولوں کا رس نکالتی ہیں۔

ان کی ایک عادت فطری یہ ہے کہ جب کسی مکھی کے اندر کوئی خرابی دیکھتی ہیں تو گویا اسے بالکل اپنے چھتہ سے باہر بھگا دیتی ہیں یا پھر اس کو جان سے مار ڈالتی ہیں۔ اکثر تو چھتہ سے باہر ہی اس کا خاتمہ کر دیتی ہیں۔ اس کام کے لئے اُن کے یہاں دربان بھی مقرر ہوتے ہیں۔ اور رانی مکھی اکیلے کہیں نہیں جاتی بلکہ اس کے ساتھ سب لشکر کی طرح ایک ساتھ چلتی ہیں اگر وہ اُڑ نہ سکے تو دیگر مکھیاں اسے اپنی پیٹھ پر بٹھا کر اُڑا کر لے جاتی ہیں۔ اس ''رانی مکھی'' میں ایک خاص بات یہ ہوتی ہے کہ اس کے پاس ڈنگ نہیں ہوتا جس سے کسی کو گزند پہنچا سکے۔

سب سے عمدہ رانی مکھی وہ ہوتی ہے جس کا رنگ سُرخی مائل بہ زردی ہو اور سب سے بے کار وہ ہوتی ہے جس کی سُرخی میں سیاہی ملی ہو۔

شہد کی مکھیاں سب اکٹھی جمع ہو کر تقسیم کار کر لیتی ہیں کچھ تو شہد بنانے میں منہمک ہوتی ہیں اور کچھ کا کام موم بنانا اور اس سے چھتہ تعمیر کرنا دوسروں کے ذمہ ہوتا ہے اور کچھ مکھیاں صرف پانی لانے پر مامور ہوتی ہیں اور اس کا گھر نہایت عجیب و غریب چیز ہے۔ شکل مسدس پر اس کی تعمیر ہے جس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اس نے انجینئرنگ سے اس شکل میں اپنا گھر بنایا ہو۔ پھر اس گھر کے ہر خانے ایسے برابر مسدس دائرے ہیں جس میں باہم کوئی فرق نہیں ہے۔ اسی وجہ سے ایک دوسرے سے بالکل ایسے ملے ہوئے ہیں گویا کہ سب دائرے مل کر ایک ہی شکل ہوں۔ اور سوائے مسدس کے تین سے دس تک کا کوئی بھی دائرہ ایسا نہیں بن سکتا کہ ایک دوسرے کے درمیان کشادگی نہ ہو۔ کیونکہ مسدس کے ہم شکل چھوٹے چھوٹے دائروں کو ملا کر اس نے ایک ہی ڈھانچہ بنا دیا ہے۔

مزید تعجب خیز بات یہ ہے کہ اس تعمیر میں اس نے کوئی پیمانہ آلہ یا کوئی پرکار استعمال نہیں کیا ہے۔ بلکہ یہ سب قدرت کی اس تربیت کا کرشمہ ہے۔ جس میں خبیر و بصیر پروردگار نے اس کو صنعت کاری کا یہ طریقہ سکھایا ہے اور جس میں رب رحمان نے اسے اس فن میں اشارات دیئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

'' وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ. الایہ''۔ (تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنا چھتہ پہاڑوں، درختوں اور انسانوں کے مکانات میں بنائے)

ذرا غور کریں کہ کس طرح شہد کی مکھی اپنے رب کے حکم کی فرماں بردار ہے اور کس طرح عمدگی سے حکم الٰہی کو بجالاتی ہے۔ کس طرح ان تینوں جگہوں میں اپنا چھتہ بناتی ہے۔ آپ ان جگہوں کے علاوہ کسی اور جگہ اس کو چھتہ بناتے نہیں دیکھ سکتے۔

ذرا غور کریں! کس طرح حکم خداوندی کے مطابق سب سے زیادہ پہاڑوں میں، پھر درختوں میں اور پھر مکانات اور آبادی میں اپنا چھتہ لگاتی ہیں۔ قرآن میں پہاڑوں میں بنانے کا حکم پہلے ہے۔ لہٰذا سب سے زیادہ وہاں چھتہ لگاتی ہے اور پھر بالترتیب درختوں اور مکانوں میں کم لگاتی ہے کیونکہ حکم ربانی کی ترتیب یہی ہے۔ نیز امتثال امر کا یہ حال ہے کہ سب سے پہلے اس نے چھتہ لگایا جیسا کہ ''حکم'' تھا۔ جب چھتہ بن کر تیار ہوا تو اپنے گھر سے نکل کر تلاش معاش میں ہمہ تن مصروف ہوگئی۔ کھا پی کر درختوں کے پھولوں اور پھلوں سے رس نکال کر اپنے گھر میں ذخیرہ کرنا شروع کر دیا۔ اور دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ کس طرح اس نے شہد اور موم بنایا جس میں روشنی اور شفاء کی صلاحیت موجود ہے۔ (موم میں روشنی اور شہد میں شفاء ہے) پھر اگر کوئی صاحب بصیرت اس کے احوال میں غور کرے اور دل و دماغ کو نفسانی خواہشات سے یکسو کر کے تدبر کرے تو یقیناً اسے تعجب ہوگا کہ کس طرح سے وہ پھول اور شگوفوں سے رَس چوستی ہے۔ گندگی سے اور بدبودار چیزوں سے کس طرح بچتی ہے اور کس طرح سے اپنے بڑے کی (جو ان سب کا امیر ہوتا ہے) اطاعت کرتی ہے۔ پھر امیر کو بھی

خداوند قدوس نے اُن کے درمیان عدل و انصاف کرنے پر قدرت دی۔ یہاں تک کہ چھتہ میں گندگی لانے والی مکھیوں کو دروازہ ہی پر قتل کر دیتا ہے۔ دشمنوں سے دشمنی، دوستوں سے دوستی بھی ان کی فطرت میں داخل ہے۔

سب کچھ چھوڑ و صرف اس کا چھتہ دیکھو موم کی طرح بنی ہوئی حویلی ہے اور کس طرح اُس نے تمام شکلوں میں سے شکل مسدس کو منتخب کیا ہے۔ گول، چوکور اور مخمس شکل کو نہیں لیا بلکہ شکل مسدس میں ایسی بات موجود تھی جہاں تک کسی انجینئر کا ذہن بھی نہیں پہنچ سکتا تھا اور وہ یہ ہے کہ سب سے کشادہ اور وسیع گول شکل بنے یا جو اس کے قریب قریب ہو۔ شکل مربع میں بے کار کونے بچ جاتے ہیں کیونکہ مکھی کی شکل گول اور لمبی ہے۔ شکل مربع کو اس نے اس وجہ سے چھوڑ دیا تا کہ جگہ بیکار نہ پڑی رہے اور گول بنانے کی صورت میں خانوں سے باہر بہت سی جگہ بیکار ہو جاتی۔ کیونکہ گول شکلیں اگر ایک ساتھ ملائی جائیں تو باہم مل کر ایک نہ ہو سکیں گی بلکہ درمیان میں کچھ جگہ خالی ضرور بچ جائے گی۔ یہ خاصیت صرف شکل مسدس میں موجود ہے کہ اگر کئی ایک کو ایک میں ملا دیں تو درمیان میں بالکل کوئی جگہ نہیں بچے گی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کس طرح سے اس ذرا سے جانور کے ساتھ لطف و مہربانی کا معاملہ فرمایا ہے اور کس طرح اس کی زندگی کی ضرورت مہیا کر دی ہیں تا کہ خوشگوار طریقہ پر اپنی زندگی گزار سکے۔

اپنے چھتہ میں ایک دوسرے سے لڑنا یہاں تک کہ جان سے مار ڈالنا اور ایک دوسرے کے خوف سے اس سے دور رہنا بھی اُن کی فطرت میں داخل ہے۔ چنانچہ اپنے چھتہ کے پاس اگر دوسرے چھتہ کی مکھی آ جائے تو اس کو ڈنگ مارتی ہیں کبھی کبھی تو وہ مکھی مر بھی جاتی ہے جس کو ڈنگ لگا ہے۔ اس کے مزاج میں صفائی ستھرائی بھی بہت ہے۔ چنانچہ چھتہ کے اندر اگر کوئی مکھی مر جائے تو اندر کی مکھیاں اُسے باہر نکال دیتی ہیں۔ نیز چھتہ میں سے اپنا پاخانہ بھی برابر صاف کرتی رہتی ہیں تا کہ اس سے بدبو نہ پھیلے۔ مکھیاں ربیع اور خریف دونوں موسموں میں اپنا عمل جاری رکھتی ہیں۔ لیکن موسم ربیع کا تیار کیا ہوا شہد اچھا ہوتا ہے۔ چھوٹی مکھیاں بڑی مکھیوں سے زیادہ محنت سے کام کرتی ہیں۔ صاف اور عمدہ ہی پانی پیتی ہیں چاہے جہاں سے ملے اور بقدر ضرورت ہی شہد کھاتی ہیں اور جب چھتہ میں شہد کم ہونے لگتی ہے تو اس کے ختم ہونے پر اپنی جان کے خطرے سے اس میں پانی ملا دیتی ہیں۔ کیونکہ چھتہ میں جب شہد ختم ہو جاتا ہے تو مکھیاں خود ہی اپنا چھتہ اجاڑ دیتی ہیں۔ اگر وہاں کوئی نر یارانی مکھی اس وقت بھی بیٹھی رہے تو کبھی کبھی انہیں بھی مار ڈالتی ہیں۔

یونان کے ایک حکیم نے اپنے شاگردوں سے کہا تھا کہ تم لوگ چھتہ میں رہنے والی شہد کی مکھیوں کی طرح بن جاؤ۔ شاگردوں نے پوچھا کہ وہ چھتہ میں کس طرح رہتی ہیں؟ حکیم نے جواب دیا کہ وہ اپنے چھتہ میں نکمی مکھی کو رہنے نہیں دیتیں بلکہ اُسے اپنے چھتہ سے نکال دیتی ہیں اور اپنے گھر سے باہر کر دیتی ہیں کیونکہ وہ بے مقصد اُن کی جگہ تنگ کر دیتی ہے اور شہد کھا کر ختم کر ڈالتی ہے۔ اُسے معلوم ہے کہ کون مستعدی سے کام کرتی ہے اور کون سستی کرتی ہے۔ یہ مکھیاں سانپ کی طرح اپنی کینچلی اتارتی ہیں۔ ان کو سریلی اور اچھی آواز سے لذت ملتی ہے۔

ان مکھیوں کو ایک بیماری (جس میں گھن جیسے باریک کیڑے ان کے جسم کو کھاتے رہتے ہیں) بہت تنگ کر دیتی ہے۔ اگر اس میں مکھیاں مبتلا ہو جائیں تو اس کا علاج یہ ہے کہ مکھی کے چھتہ میں ایک مٹھی نمک چھڑک دیں اور ہر ماہ ایک بار چھتہ کھول کر اس میں گائے کے گوبر کی دھونی دیدیں۔ ان کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ یہ چھتہ سے اُڑ کر غذا حاصل کرنے جاتی ہیں جب لوٹتی ہیں تو ہر مکھی اپنے ہی خانہ میں جاتی ہے اس میں بالکل غلطی نہیں کرتی۔

مصر کے لوگ تو کشتیوں میں مکھیوں سے بھرے چھتے لے کر سفر کرتے ہیں۔ جب درختوں اور پھولوں سے ہرے بھرے میں پہنچتے

ہیں تو وہاں ٹھہر کر مکھیوں کے چھتے کے دروازے کھول دیتے ہیں دن بھر مکھیاں رس چوس چوس کر اکٹھا کرتی ہیں شام کو لوٹ کر کشتی میں اپنی اپنی جگہ بیٹھ جاتی ہیں۔

مستدرک حاکم میں ابو سبرہ ہذلی سے ایک روایت منقول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ایک حدیث بیان کی ہے جس کو میں نے سمجھا ہے اور جس کو اپنے ہاتھوں سے لکھ کر بھی محفوظ کر لیا ہے وہ یہ ہے:۔

'' بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم '' یہ وہ حدیث ہے جس کو حضرت عبداللہؓ بن عمر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والے اور بد کلامی کرنے والے نیز بدترین پڑوسی اور قطع رحمی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ مومن کی مثال شہد کی مکھی کی سی ہے کہ وہ اپنے چھتہ سے نکلتی ہے' حلال کھاتی ہے' بیٹ کرتی ہے مگر نہ تو کسی کو کوئی نقصان پہنچاتی ہے نہ کہیں توڑ پھوڑ کرتی ہے۔ اسی طرح مومن بھی اپنے کام سے کام رکھتا ہے کسی کو ایذا نہیں پہنچاتا'' رزق حلال کھاتا ہے''۔

ابن اثیرؒ نے لکھا ہے کہ مومن کو شہد کی مکھی سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ دونوں میں مشابہت بہت سی چیزوں میں ہے۔ مثلاً فہم و فراست' کسی کو ضرر نہ پہنچانا' وعدہ پورا کرنا' دوسروں کو فائدہ پہنچانا' قناعت کرنا' دن میں تلاش معاش' گندگی سے دور رہنا' حلال کمائی کھانا' اور اپنی کمائی کھانا' امیر کی اطاعت کرنا۔ نیز کچھ پریشانیاں شہد مکھی کا کام کاج بند ہونے کا سبب بن جاتی ہیں۔ مثلاً تاریکی' بادل' آندھی' دھواں' بارش اور آگ۔ اسی طرح کچھ اسباب سے مومن کا بھی کام رک جاتا ہے (یعنی اعمال صالحہ جو آخرت کے لئے ذخیرہ کرتا ہے) اور وہ غافل ہو جاتا ہے۔ مثلاً غفلت کی تاریکی' شک کے بادل' فتنوں کی آندھیاں' حرام مال کا دھواں' مالداری کا پانی' نشہ اور خواہشات نفسانی کی آگ۔

مسند داری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں میں اس طرح رہو جیسے پرندوں میں شہد کی مکھی رہتی ہے کہ تمام پرندے اسے معمولی' کمزور و ناتواں سمجھتے ہیں لیکن اگر انہیں شہد کی مکھی کے پیٹ کا شہد اور اس کی برکت اور فوائد کا علم ہو جائے تو وہ اسے معمولی نہ سمجھیں۔ لوگوں کے ساتھ اپنے علم اور زبان سے میل جول رکھو لیکن اپنے اعمال اور دلوں کو ان سے الگ رکھو آدمی کو اسی کا پھل ملے گا جو اس نے دنیا میں کر لیا ہے اور قیامت کے دن ہر شخص ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن سے اسے محبت ہوگی۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دنیا کی مذمت میں یہ روایت مشہور ہے کہ آپؓ نے فرمایا دنیا میں چھ قسم کی چیزیں ہیں۔ مطعوم' مشروب' ملبوس' مرکوب' منکوح' مشموم۔ سب سے بہتر کھانے کی چیز شہد ہے جو ایک مکھی کا تھوک ہے۔ سب سے عمدہ پینے کی چیز پانی ہے جس میں اچھے برے سب برابر کے حصے دار ہیں۔ سب سے اچھا لباس ریشم ہے جو ایک معمولی کیڑے کا بنایا ہوا ہے۔ سب سے افضل سواری گھوڑا ہے جس پر بیٹھ کر انسانوں کا قتل ہوتا ہے۔ سب سے شان دار خوشبو مشک ہے جو ایک جانور کا خون ہے۔ سب سے بڑھیا منکوح عورت ہے جو پیشاب کرنے کی جگہ ہے اور ایسی ہی گندی جگہ سے نکلی ہے۔ (یعنی اس کی پیدائش بھی پیشاب والی جگہ سے ہوتی ہے)

نکتہ:۔ اللہ تعالیٰ کا شہد کی مکھی میں زہر اور شہد دونوں جمع کر دینا اس کی کمال قدرت کی نشانی ہے۔ اسی طرح مومن کے اعمال خوف و رجاء امید و بیم سے مرکب ہوتے ہیں۔

طبی خواص

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہر مہینے میں تین دن صبح نہار منہ شہد چاٹ

لیا کرے تو کوئی اہم بیماری اسے لاحق نہیں ہوگی۔ حضرت عمرؓ کو جب کوئی مرض لاحق ہوتا تھا آپ شہد میں سے علاج کرتے تھے یہاں تک کہ پھوڑے پھنسی پر بھی شہد کا ہی مرہم لگاتے تھے اور کسی جانور کے ڈسنے کی جگہ بھی شہد مل لیتے تھے اور شہد کے فوائد کی آیتیں تلاوت کرتے تھے۔

ابو وجرہ کے متعلق آیا ہے کہ وہ شہد کو بطور سرمہ استعمال کرتے تھے اور ہر مرض میں اس سے علاج کرتے تھے۔ حضرت عوف بن مالکؓ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بار وہ بیمار ہوگئے۔ فرمایا کہ پانی لاؤ اور ''فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **والزلنا من السماء ماء صبارکاً** (اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا)'' پھر کہا شہد لاؤ اور اس کے متعلق آیت **وَاَوحیٰ رَبُّکَ اِلَی النَّحلِ** سے **شفاء اللناس** تک پڑھی۔ پھر زیتون کا تیل منگوایا اور پڑھا: ''**شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ**'' کہ یہ مبارک درخت ہے پھر تینوں کو ملا کر نوش فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے شفا بخش دی۔

ایک صحابی کو دست آرہے تھے حضورؐ نے ان کو شہد پینے کے لیے کہا۔ شہد پیا تو دست میں اضافہ ہوگیا حضورؐ نے بار بار ان کو شہد پلوایا۔ یہاں تک کہ صحت یاب ہوگئے۔

فائدہ:۔ اس حدیث پر (جس میں اسہال (دست) کا علاج شہد کو بتلایا گیا ہے (اور'' **علیکم بھٰذا العود الھندی فان فیہ سبعۃ اشفیۃ منھا ذات الجنب** اور **الحمیٰ من فیح جھنم فاطفوٴھا بالماء**'' اور:

ان فی الحبۃ السوداء الشفاء من کل داء الا السلام یعنی الموت[1] ان احادیث پر طب کے اصول کو لے کر بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ ان احادیث سے تو ماہرین اطباء کے اقوال کے خلاف بات معلوم ہو رہی ہے۔

اعتراض یہ کیسے ممکن ہے؟ اور اس پر بھی اطباء کا اتفاق ہے کہ بخار زدہ کے لئے ٹھنڈے پانی کا استعمال خطرناک بلکہ اس کو موت کے منہ میں لے جانے والا ہے۔ کیونکہ ٹھنڈا پانی مسامات کو بند کر دیتا ہے جس کے نیچے میں تحلیل شدہ بخار باہر نکلنے سے رُک جاتا ہے اور حرارت جسم کے اندر لوٹ جاتی ہے اور یہ ہلاکت کا سبب بن سکتا ہے۔ نیز اطباء ذات الجنب کے مریض کے لئے کلونجی کا استعمال منع کرتے ہیں کیونکہ اس میں گرمی بہت زیادہ ہوتی ہے جو مریض کے لئے مہلک ہے۔ اس ملحد نے نہایت جہالت کی بات کی ہے اور یہ نادانی اور کم علمی کا نتیجہ ہے۔ ہم یہاں ان احادیث کی وضاحت کرتے ہیں اور اطباء کے اقوال بھی نقل کرتے ہیں تاکہ اس کی جہالت کا پردہ آنکھوں سے ہٹ جائے اور اسے صحیح بات معلوم ہو جائے۔

پہلی حدیث' شہد سے اسہال کا علاج

اس سے پہلے ایک ضروری بات لکھنا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ کہ اطباء نے ہر جگہ طب کی وہ تفصیل نہیں کی ہے جس سے ہر شخص صحیح بات سمجھ سکے۔ علم طب میں بہت سی تفصیلات کا جاننا ضروری ہے۔ مثلاً یہی کہ مریض کے لئے کبھی ایک ہی چیز دوا اور کبھی بعینہ وہی چیز مرض کا سبب بن جاتی ہے اور ایسا کسی خارجی عارض کی وجہ سے ہوتا ہے۔ مثلاً عارضی غصہ جس سے اس کے مزاج میں گرمی پیدا ہو جاتی ہے لہٰذا علاج کارگر نہیں ہوتا یا فضاء میں حرارت یا برودت کے باعث دوا کا مناسب اثر نہیں ہوتا۔ لہٰذا اگر کسی حال میں طبیب کسی مریض

---

[1] تم اس عود ہندی یعنی قسط (ایک قسم کی دوا ہے) کو لازم پکڑو اس میں سات قسم کے مرض کی دوا ہے جس میں سے ایک ذات الجنب بھی ہے۔ بخار جہنم کے سانس لینے سے ہوتا ہے لہٰذا اسے پانی سے بجھاؤ کیونکہ وہ آگ کا اثر ہے۔ موت کے علاوہ کلونجی مین ہر مرض کا علاج موجود ہے۔

میں کسی دوا سے شفاء کا احساس کر لے تو اسی ایک دوا سے ہر حال میں ہر مریض کا علاج ہو جائے یہ ضروری نہیں ہے اور اطباء کا اتفاق ہے کہ ایک ہی مرض کا علاج عمر' موسم' وقت' عادت' غذا (جو پہلے کھائی ہے) مناسب تدبیر اور طبیعت کی قوت دفاع وغیرہ سے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہو جاتا ہے۔

نیز یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ دست آنے کے بہت سے اسباب ہیں جن میں ایک سبب بدہضمی اور کھانے کی بے احتیاطی ہے' اس قسم کے دست میں اطباء کی رائے یہ ہے کہ ایسے مریض کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے بلکہ اگر کسی پھل کی ضرورت بھی پڑے تو دے دیا جائے اس کا علاج یہی ہے۔ اگر مریض کمزور نہ ہوا اور اس قسم کے دست کو روک دینا ضرر رساں ہے اور اس سے دوسری بیماری پیدا ہو سکتی ہے۔ جب اتنی بات مسلم ہے پھر وہ مریض جس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسہال میں شہد کا استعمال فرمایا تھا ہمیں مان لینا چاہیے کہ بدہضمی اور کھانے کی بداحتیاطی سے دست کا شکار تھا لہٰذا اس کا علاج دست آنے کو اپنے حال پر چھوڑ دینا یا اس میں اضافہ کر دینا ہی تھا۔ اسی لئے حضورؐ نے اس مریض کے لئے شہد کا علاج تجویز فرمایا۔

پھر شہد پلانے سے دست زیادہ آنے لگے۔ شکایت کرنے پر آپؐ نے فرمایا اور شہد پلاؤ یہاں تک کہ پیٹ کے اندر کا فاسد مادہ ختم ہو گیا اور دست خود بخود بند ہو گیا۔ ہمارے بیان سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ شہد سے علاج اطباء کے یہاں رائج ہے۔

بخار کا علاج ٹھنڈے پانی سے

اسی طرح ہم یہاں بھی کہیں گے کہ عمر' موسم' مریض اور آب و ہوا کے اختلاف سے علاج کے طریقے بھی بدل جاتے ہیں۔ اولاً تو ہم یہ جواب دیں گے کہ میاں نادان! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ٹھنڈا پانی کہاں ہے آپ نے صرف پانی فرمایا ہے۔ اس کو پانی سے بجھا دو۔ ٹھنڈا گرم تو آپؐ نے کچھ بھی نہیں فرمایا۔ ثانیاً ہم یہ کہیں گے کہ اطباء نے بھی یہ کہا ہے کہ صفراوی بخار کے مریض کا علاج مریض کو ٹھنڈا پانی پلانے' بلکہ برف کا پانی پلانے اور اسی سے اس کے ہاتھ پاؤں دھونے سے کیا جائے۔ تو کیا بعید ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بخار کی اس قسم کا علاج پانی سے بتلایا ہو۔

عود ہندی سے ذات الجنب کا علاج

اسی طرح ذات الجنب میں عود ہندی سے شفاء کا انکار بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ اطباء نے لکھا ہے کہ ذات الجنب اگر بلغم کے سبب ہو تو اس کا علاج قسط (عود ہندی) ہے۔ نیز جالینوس اور دیگر ماہر اطباء نے لکھا ہے کہ عود ہندی سے سینے کا درد ٹھیک ہو جاتا ہے۔

عود ہندی سات مرض کی دوا

تمام ماہرین اطباء نے اپنی کتابوں میں یہی بات لکھی ہے کہ عود ہندی حیض اور پیشاب جاری کرتی ہے۔ زہر کا اثر کم کرنے میں مفید ہے۔ شہوت میں ہیجان پیدا کرتی ہے۔ پیٹ کے کیڑوں اور کدو دانے کا صفائی کرتی ہے اگر شہد کے ساتھ ملا کر پلایا جائے۔ سیاہ چھائیوں پر مل دینے سے چھائیاں دور ہو جاتی ہیں۔ معدے اور جگر کی برودت میں نافع ہے۔ موسمی اور باری باری آنے والے بخار میں نفع بخش ہے اس کے علاوہ اور امراض کی بھی دوا ہے۔

عود (قسط) کی دو قسمیں ہیں (۱) بحری (۲) ہندی۔ بعض نے کہا ہے کہ اس کی اور بھی قسمیں ہیں۔ بعض نے یہ وضاحت کی ہے کہ بحری' ہندی سے علیحدہ ہوتی ہے۔

بحری سفید ہوتی ہے اور ہندی سے اس میں حرارت کم ہوتی ہے۔ مگر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دونوں تیسرے درجے کی خشک اور گرم

ہیں مگر ہندی میں حرارت زیادہ ہے۔ مگر ابن سینا کا کہنا ہے کہ قسط میں حرارت تیسرے درجہ کی ہے مگر خشکی دوسرے درجہ کی ہے۔

کلونجی ہر مرض کی دوا

حبۃ السوداء کلونجی جس کو شونیز بھی کہا جاتا ہے۔ اطباء نے اس کے بہت سے فوائد اور عجیب وغریب خاصیتیں لکھی ہیں جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔[1] چنانچہ حکیم جالینوس سے منقول ہے کہ کلونجی سوجن کو تحلیل کر دیتی ہے اور کھانے اور پیٹ کے اوپر اس کا لیپ کرنے سے پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں۔

اگر پکا کر ایک کپڑے میں باندھ کر اسے سونگھا جائے تو زکام میں مفید ہے اور اُس بیماری (چیچک) میں بھی نافع ہے جس میں بدن پر نشان پڑ جاتے ہیں اور باہر نکلے ہوئے اور کھال کے اندر پھیلے ہوئے مسہ وغیرہ کو ختم کر دیتی ہے۔ رُکے ہوئے حیض کو جاری کرتی ہے اگر وہ چربی کی وجہ سے رُک گیا ہو اور پیشانی پر ملنے سے سر کا درد رفع ہو جاتا ہے۔ کھجلی وغیرہ کو ٹھیک کرتی ہے۔ پیشاب جاری کرتی ہے۔ دودھ بڑھاتی ہے۔ سرکہ میں ملا کر اگر بلغمی ورم پر پٹی باندھ دی جائے تو ورم دور ہو جاتا ہے۔ اگر باریک پیس کر آنکھوں میں لگائیں تو آنکھ سے نکلنے والے پانی کو بند کر دیتی ہے۔ مواد بہنے میں بھی نفع دیتی ہے دانت کے درد میں اس کی کلی کرنا مفید ہے۔ زہریلی مکڑی کے کاٹنے کا علاج ہے۔ اس کی دھونی دینے سے سانپ' بچھو بھاگ جاتے ہیں۔ بلغمی اور سوداوی بخار کو ٹھیک کرتی ہے۔

زکام کے مریض کے گلے میں اس کا لٹکانا بھی فائدہ دیتا ہے۔ موسمی بخار میں بھی نافع ہے اور دوسری گرم دواؤں سے اس کا اثر ختم نہیں ہوتا۔ کبھی یہ بغیر کسی چیز میں ملائے اور کبھی ملا کر استعمال کی جاتی ہے۔

ان احادیث سے یہ جو تفصیلات معلوم ہوئیں ان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دین اور دنیا کے کتنے علوم حاصل تھے۔ نیز علم طب کا درست ہونا اور یہ کہ کسی نہ کسی درجہ میں علاج معالجہ کرنا بھی درست ہے۔ اور یہ بالکل واضح بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں طرح طرح کے رموز و اسرار رکھ دیئے ہیں اور اللہ جل جلالہ نے ہر مرض کی دوا پیدا کر رکھی ہے البتہ یہ انسان کی عقل وفہم اور اس کے ادراک وجدان کی کوتاہی ہے کہ وہ کسی مرض کی دوا معلوم نہ کر سکے۔

شہد کی مکھی کا شرعی حکم

مجاہد کہتے ہیں کہ شہد کی مکھی کو مارنا مکروہ ہے اور اصح قول کے مطابق شہد کی مکھی کا کھانا حرام ہے بعض متقدمین نے اس مکھی کو ٹڈی کی طرح حلال بھی لکھا ہے اور اس مکھی کے مارنے کو مکروہ تحریمی کہا ہے۔ اس کے حرام ہونے کی بناء یہ ہے کہ جب اس کو مار کر اس سے کوئی نفع حاصل نہیں ہوتا تو پھر بلا وجہ کسی جاندار کے ہلاک کرنے سے کیا فائدہ؟ لیکن قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو مار ڈالنا جائز ہے۔ کیونکہ اس کے ڈنک بھی ہوتا ہے اور بسا اوقات وہ انسان اور دیگر جانوروں پر حملہ کر کے انہیں بہت تکلیف پہنچاتی ہیں۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو مارنے کی ممانعت کر دی ہے لہٰذا ہم نے کہا کہ مارنا مکروہ ہے۔

شہد کی مکھی کا بیچنا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ناجائز ہے کیونکہ مکھی کوئی مال نہیں ہے۔ جس طرح بھڑوں کا بیچنا حرام ہے۔ لیکن امام شافعیؒ وغیرہ نے فرمایا ہے کہ مکھیوں کو دو شرطوں کے ساتھ بیچ سکتے ہیں۔ اول یہ کہ کتنی مکھیاں ہیں خریدار اُن کو دیکھ لے۔ دوسرے یہ کہ چھتہ میں بیچنا درست ہے۔ اگرچہ کچھ مکھیاں چھتہ سے باہر آ جا رہی ہوں کیونکہ ان کو غذا مہیا کرنا انسان کے بس کا روگ نہیں وہ خود اپنی کمائی

---

[1] اگرچہ ہماری اس بات پر ایمان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا وہ بالکل صحیح ہے۔ مگر جاہلوں کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

کھاتی ہیں لہٰذا چھتہ سے باہر آنا جانا ضروری ہے۔ لیکن اگر تمام مکھیاں فضا میں اڑ رہی ہوں تو ان کے نزدیک بھی ناجائز ہے۔

شہد کے طبی فوائد

شہد گرم خشک ہے۔ عمدہ شہد وہ ہے جو چھتہ کی موم سے الگ نہ کیا گیا ہو۔ مسہل ہے پیشاب جاری کرتی ہے۔ قے میں اضافہ کرتا ہے۔ پیاس لگاتا ہے۔ صفرا بن کر گرم خون پیدا کرتا ہے۔ پانی میں ملا کر پکانے اور اس کا جھاگ نکال دینے سے اس کی حرارت ختم ہو جاتی ہے اور مٹھاس کم ہو جاتی ہے۔ فائدہ بھی کم ہو جاتا ہے لیکن غذائیت بڑھ جاتی ہے۔ پیشاب جاری کرنے میں زیادہ مفید ہو جاتا ہے۔ سب سے عمدہ شہد موسم خریف کا ہوتا ہے جس کی مٹھاس عمدہ ہوتی ہے اور زیادہ شہد موسم ربیع میں ملتا ہے جس کے رنگ میں سرخی ہوتی ہے۔ شہد کے نقصان کو کھٹا میٹھا سیب ختم کر دیتا ہے۔ جو چیزیں جلدی سے خراب ہو جاتی ہیں۔ مثلاً گوشت وغیرہ اگر اُن کو شہد میں رکھ دیا جائے تو کافی مدت تک خراب نہیں ہوتیں۔ اگر خالص شہد (جس میں پانی' آگ' دھواں وغیرہ کا اثر نہ پہنچا ہو) میں ذرا سا مشک ملا کر آنکھوں میں سرمہ کی طرح لگائیں تو آنکھوں سے بہنے والا پانی بند ہو جاتا ہے اور اسے سر میں لگانے سے جوئیں اور اُس کے انڈے مر جاتے ہیں۔ شہد چاٹنا کتے کے کاٹے میں مفید ہے پکی ہوئی شہد زہر کے لئے نافع ہے اور موم کی خاصیت یہ ہے کہ جو اسے اپنے پاس رکھے اور بعض نے کہا ہے کہ کھالے تو اسے بے چینی لاحق ہوگی مگر وہ احتلام سے محفوظ رہے گا۔

تعبیر

خواب میں شہد کی مکھی دیکھنا' دیکھنے والے کے لئے خطرہ کے ساتھ مال جمع کرنے اور مالداری کی علامت ہے۔ اگر کسی نے مکھیوں کا چھتہ دیکھا اور اس سے شہد نکالا تو حلال مال حاصل کرے گا۔ پھر اگر پورا شہد نکال لیا بالکل نہیں چھوڑا تو وہ کسی قوم پر ظلم کرے گا اور اگر مکھیوں کے لئے کچھ چھوڑ دیا ہے تو اگر وہ حاکم یا اپنے حق وصول کرنے کا دعویدار ہے تو اپنے معاملہ میں انصاف کرے گا۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ شہد کی مکھیاں اس کے سر پر بیٹھ گئی ہیں تو وہ حکومت اور سرداری حاصل کرے گا۔ اگر بادشاہ دیکھے تو وہ کسی ملک پر قابض ہوگا۔ یہی تعبیر مکھیوں کے ہاتھ پر بیٹھنے کی بھی ہے۔ کسانوں کے لئے شہد کی مکھیاں اچھی علامت ہیں۔ لیکن فوجی اور غیر کسانوں کے لئے جنگ کی دلیل ہے۔ کیونکہ مکھیوں کی آواز اور ان کا ڈنگ مارنا اس قسم کی چیز ہے۔

شہد کی مکھیوں کا دیکھنا لشکر کے آمد کی بھی دلیل ہے کیونکہ یہ اپنے امیر کی اس طرح اطاعت کرتی ہیں جس طرح لشکر اپنے امیر کی اطاعت کرتا ہے۔ اگر کسی نے خواب میں شہد کی مکھی کو مار ڈالا تو وہ اس کا دشمن ہے جس کو مار ڈالے گا۔ کسان کے لئے شہد کی مکھیاں مارنا اچھا نہیں کیونکہ یہ اس کی روزی اور معاش کی علامت ہے۔ شہد کی مکھی دیکھنے کی تعبیر علماء اور مصنفین بھی ہیں۔

شہد خواب میں دیکھنا حلال مال ہے جو بلا محنت و مشقت حاصل ہوگا یا کسی مرض سے شفاء حاصل ہوگی۔ جس نے خواب میں دیکھا کہ وہ لوگوں کو شہد کھلا رہا ہے تو وہ لوگوں کو عمدہ باتیں سنائے گا یا اچھی راگ میں لوگوں کو قرآن شریف سنائے گا۔ جس نے یہ دیکھا کہ وہ شہد چاٹ رہا ہے تو وہ کسی عورت سے شادی کرے گا۔ ۱؎ شہد کھانا محبوب سے ملاقات اور اس سے بوس و کنار ہونے کی خبر ہے اور موم ملا ہوا شہد دیکھنا میراث کا مال یا کسی تجارت میں نفع کی دلیل ہے۔ اگر کسی نے اپنے سامنے شہد رکھا ہوا دیکھا تو اس کے پاس بہت علم ہوگا لوگ اس سے سننے کے لئے آئیں گے۔ اگر صرف شہد دیکھا ہے تو مال غنیمت ہے اگر شہد برتن میں دیکھا ہے تو عالم دین یا رزق حلال مراد ہے۔

النحوص

نحوص: نون کے فتحہ کے اور حاء کے ضمہ کے ساتھ بانجھ گدھی کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع کے لئے نحص اور نحاص کے لفظ مستعمل ہیں۔ تفصیل باب الالف میں گزر چکی ہے۔

النسر

نسر: گدھ کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع قلت النسر اور جمع کثرت النسور آتی ہے۔ اس کی مختلف کنیتیں ہیں (۱) ابعالابرو (۲) ابوالاصبع (۳) ابومالک (۴) ابومنہال (۵) ابو یحیی۔ مؤنث کو ام قشعم کہتے ہیں۔

گدھ کی وجہ تسمیہ

گدھ کو نسر کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ نسر کے معنی نوچ کر کھانا اور یہ گوشت نوچ کر نگل لیتا ہے یہ ایک مشہور پرندہ ہے۔

انسانوں کو گدھ کا پیغام

حضرت حسنؓ بن علی فرماتے ہیں کہ گدھ اپنی آواز میں لوگوں سے کہا ہے کہ: ''ابن اٰدم عش ماشئت فَاِنَّ الْمَوْتَ مُلاَقِیْکَ'' اے انسان تو جس طرح بھی چاہیے زندگی گزار لے تجھ کو ایک دن یقیناً موت آ جائے گا''۔

مصنف کہتا ہے کہ گدھ کی بات اس کی طویل عمر کی بنا پر ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ سب سے زیادہ عمر کا پرندہ گدھ ہے یہ ہزار سال زندہ رہتا ہے۔ گدھ اپنی چونچ سے شکار کرتا ہے پنجوں سے شکار نہیں کرتا۔ البتہ اس کے پنجوں کے ناخن بہت تیز ہوتے ہیں۔

باز اور گدھ مُرغ کی طرح جفتی کرتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ گدھ کی مادہ نر کی طرف صرف دیکھنے کی وجہ سے انڈے دیتی ہے۔ گدھ انڈے نہیں سیتا ہے بلکہ مادہ دھوپ پہنچنے کے قابل اونچی جگہ پر انڈے دے کر الگ ہو جاتی ہے اور سورج کی دھوپ ہی اس کے انڈے کو سینے کا کام کرتی ہے۔ گدھ کی نظر بہت تیز ہے۔ کہتے ہیں کہ چار سو فرسخ سے مردار دیکھ لیتا ہے۔ اسی طرح اس کی قوت شامہ بھی نہایت تیز ہے لیکن اگر وہ خوشبو سونگھ لے تو فوراً مر جائے گا۔ تمام پرندوں میں تیز اڑنے والا ہے اور اُس کے بازو بھی سب سے مضبوط ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ ایک ہی دن میں مشرق سے مغرب تک کا سفر کر لیتا ہے۔ اگر کسی مردار کے پاس آ کر وہاں عقاب کو دیکھ لے تو جب تک عقاب اس میں سے کھاتا رہے گا گدھ نہیں کھا سکتا بلکہ تمام شکاری پرندے عقاب سے ڈرتے ہیں۔ گدھ نہایت حریص لالچی اور پیٹو ہوتا ہے۔ جب کسی مردار پر اُترتا ہے تو اس میں سے اتنا کھا لیتا ہے کہ اُڑنا چاہیے تو فوراً نہیں اڑ سکتا۔ پہلے کئی بار اچھل کود کرتا رہے گا اور آہستہ آہستہ فضاء کی طرف بڑھتا ہے۔ پھر ہوا کے دوش پر پہنچ کر اڑنے لگتا ہے۔ کبھی کبھی اس حال میں ایک معمولی بچہ بھی اس کا شکار کر لیتا ہے۔

اور اس کی مادہ کو اپنے انڈے اور بچوں کے سلسلے میں چمگادڑ سے خطرہ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اپنے گھونسلہ میں چنار کے درخت کا پتہ بچھا دیتی ہے تا کہ چمگادڑ وہاں نہ آ سکے۔

مادہ گدھ اپنے جوڑے کے جدا ہو جانے پر تمام پرندوں سے زیادہ مسکین ہو جاتا ہے حتی کہ اگر ایک دوسرے سے الگ ہو کر کہیں چلا جائے تو دوسرا حزن وملال سے جان کھو دیتا ہے۔

گدھ کے مادہ کے جب انڈا دینے کا وقت آتا ہے تو ہندوستان میں آ کر اخروٹ کی طرح کی ایک پتھری حاصل کرتا ہے اگر اسے ہلایا جائے تو اس کے اندر ایک دوسرے پتھر کی حرکت کی آواز سنائی دیتی ہے جیسے گھنٹی کی آواز ہو۔ جب گدھ وہ پتھری مادہ کے اوپر یا اس کے نیچے رکھ دیتا ہے تو اس کو انڈا دینے میں سہولیت ہو جاتی ہے۔ اسی اسی طرح کی بات عقاب کے بارے میں بھی گزری ہے۔

گدھ پرندوں کا راجہ ہے جیسا کہ یافعی نے اپنی کتاب ''لمحات الانوار'' میں حضرت علیؓ بن طالب سے ایک حدیث نقل کی ہے۔ فرمایا ہے جبرائیل میرے پاس آئے اور کہنے لگے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر چیز کا ایک سردار اور بادشاہ ہوتا ہے۔ انسانوں کے سردار آدمؑ ہیں اور بنی آدم کے سردار آپؐ ہیں۔ رُوم کے سردار صہیبؓ ہیں اور ایران کے سردار سلمانؓ فارسی ہیں۔ اور حبش کے سردار بلالؓ ہیں۔ درختوں میں سردار بیر کا درخت ہے اور پرندوں کا سردار گدھ ہے۔ مہینوں میں رمضان دنوں میں جمعہ کا دن سردار ہے۔ زبانوں میں عربی زبان اور عربی زبان میں قرآن کریم اور قرآن کریم میں سورۂ بقرہ۔

بخت نصر کا تذکرہ

اور ''حلیہ'' میں وہبؓ بن منبہ کے حالات میں ذیل کا یہ قصہ منقول ہے کہ بخت نصر کا مسخ پہلے شیر کی شکل میں ہوا لہٰذا شیر درندوں کا راجہ بن گیا۔ پھر دوبارہ اس کا مسخ گدھ کی شکل میں ہوا لہٰذہ وہ پرندوں کا راجہ بن گیا۔ پھر اس کا مسخ بیل کی صورت میں ہوا تو بیل مویشیوں کا بادشاہ کہلایا۔ اسی طرح بخت نصر کا مسلسل سات برس تک ہوتا رہا مگر تمام جسموں میں اس کا دل انسان ہی کا دل رہا۔ اسی وجہ سے وہ تمام صورتوں میں انسانی عقل کے مطابق کام کرتا رہا اور اس کا ملک اس وقت تک باقی تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو انسانی قالب میں تبدیل کر دیا اور اس کی روح بھی لوٹا دی۔ تب بخت نصر نے لوگوں کو توحید الٰہی کی دعوت دی اور وہ کہا کرتا تھا کہ اللہ کے علاوہ ہر معبود باطل ہے۔

بخت نصر کس دین کا پیروکار تھا

وہب بن منبہؒ سے دریافت کیا گیا کہ بخت نصر مسلمان ہو کر مرا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اہلِ کتاب سے اس بارے میں مختلف باتیں سنی ہیں۔ بعض لوگ تو یہ کہتے تھے کہ موت سے پہلے ایمان لے آیا تھا اور دوسرے لوگوں کا کہنا تھا کہ اُس نے نبیوں کو قتل کیا۔ بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) کو کھنڈر بنا دیا اور وہاں موجود مقدس کتابوں کو نذرِ آتش کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا اس پر غضب نازل ہوا اور پھر اس کی توبہ قبول نہیں ہوئی۔

بخت نصر کا قتل اسی کے دربان کے ہاتھوں

اس سے متعلق ایک دوسرا قصہ یوں منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو دوبارہ اصل صورت میں لوٹا دیا اور اس کو اس کی بادشاہت بھی مل گئی۔ تو اس وقت حضرت دانیالؑ اور اُن کے ساتھی نصر کے نزدیک سب سے زیادہ معزز تھے۔ یہود کو اس پر حسد ہوا اور انہوں نے بخت نصر کو حضرت دانیال علیہ السلام کے خلاف ورغلایا اور خوب برائی کی اور کہا کہ دانیال جب پانی پی لیتے ہیں تو ان کو پیشاب پر قابو کنٹرول نہیں ہوتا۔ چونکہ یہ بات اُن کے یہاں بہت عار کی تھی۔ لہٰذا بخت نصر نے اس بات کی حقیقت کا اندازہ کرنے کے لئے ایک تدبیر سوچی اس نے سب لوگوں کی دعوت کی اور دربان سے یہ کہہ دیا کہ دیکھتے رہو کھانے کے بعد جو سب سے پہلے پیشاب کرنے کے لئے باہر نکلے اس کو کلہاڑے سے قتل کر دینا۔ اگر وہ یہ کہے کہ میں بخت نصر ہوں تب بھی نہ چھوڑنا۔ اس سے کہنا کہ بخت نصر نے تو مجھے تیرے قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔

اتفاق کی بات کہ بخت نصر خود ہی پیشاب پر کنٹرول نہ کر سکا اور سب سے پہلے وہی پیشاب کرنے کے لئے نکلا۔ دربان نے دیکھتے

ہی اندھیرے میں یہ سمجھ کر کہ دانیال ہیں فوراً حملہ کر دیا۔ اُس نے کہا ارے ٹھہرو! ٹھہرو! میں بخت نصر ہوں۔ دربان نے کہا کہ تم جھوٹے ہو بخت نصر نے تو مجھے تمہارے قتل کا حکم دیا ہے۔ پھر کلہاڑے سے وار کر کے اسے قتل کر دیا۔

آسمان کی جانب نمرود کا سفر اور اس کی تدبیر

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ ظالم نمرود نے جب حضرت ابراہیمؑ سے اُن کے رب کے متعلق کٹ حجتی کی اور گفتگو میں ہار گیا تو اُس نے کہا کہ اگر ابراہیمؑ کی بات درست ہے تو میں ضرور آسمان تک چڑھ کر جاؤں گا اور اس خدا کا پتہ لگاؤں گا۔ پھر نمرود نے گدھ کے چار چوزے منگوائے اور ان کی تربیت کی۔ یہاں تک کہ وہ گدھ جوان ہو گئے۔ پھر ایک تابوت بنوایا جس میں اوپر نیچے دونوں طرف دروازے لگا دیئے۔ اس میں نمرود اپنے ایک مصاحب کے ساتھ بیٹھ گیا۔ تابوت کے کناروں پر ڈنڈے لگا کر اس میں گوشت کے لوتھڑے لٹکا دیئے اور تابوت سے ان گدھوں کے پیروں میں اتنی لمبی رسی باندھ دی کہ وہ گوشت تک نہ پہنچ سکیں۔ اور ڈنڈے اس طرح لگائے کہ بوقتِ ضرورت اُن کو نیچے اوپر کیا جا سکے۔ پھر گدھوں نے گوشت دیکھ کر اُس کی لالچ میں اڑنا شروع کیا۔ اڑتے گئے اور اوپر چڑھتے گئے یہاں تک کہ پورا دن ختم ہو گیا اور وہ فضاء کی طرف بڑھتے رہے۔ نمرود نے اپنے ساتھی سے کہا کہ اوپر کا دروازہ کھولو اور دیکھو کہ ہم آسمان کے قریب آ گئے۔ اس نے دروازہ کھول کر دیکھا اور بتایا کہ آسمان کا فاصلہ پہلے ہی کی طرح ہے۔ نمرود نے کہا نیچے کا دروازہ کھول کر زمین کا جائزہ لو کیا صورتِ حال ہے۔ اس نے دیکھ کر بتایا کہ زمین سمندر کے پانی کی طرح اور پہاڑ دھوئیں کی طرح دکھائی دے رہے ہیں۔ پھر یہ گدھ دوسرے روز بھی سارا دن اڑتے رہے اور بلندی کی طرف بڑھتے رہے یہاں تک کہ ایک تیز ہوا اُن کے اڑنے سے مانع بن گئی۔ پھر نمرود نے اپنے ساتھی سے کہا کہ اب دونوں دروازے کھول کر زمین آسمان کا جائزہ لو۔ اس نے کھول کر دیکھا تو آسمان کو اسی حالت پر پایا اور نیچے کا دروازہ کھولا تو اس کو زمین بالکل تاریک سیاہی میں ڈوبی ہوئی نظر آئی۔ پھر ایک آواز سنائی دی۔ اَیُّهَا الطَّاغِيَةُ اِلٰى اَيْنَ تُرِيْدُ (اے سرکش متکبر کہاں کا ارادہ ہے؟)

حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ اس تابوت میں ایک لڑکا بھی تیر کمان لئے بیٹھا تھا۔ اُس نے وہاں آسمان کی طرف ایک تیر چلایا تو اُس کا تیر سمندر کی ایک مچھلی کے خون سے (جو اوپر اڑ کر پہنچ گئی تھی) یا فضاء میں اڑنے والے ایک پرندہ کے خون سے) آلودہ ہو کر اسی کے پاس واپس پہنچ گیا۔ اس نے کہا آسمان کے خدا کا تو میں نے کام تمام کر دیا۔ پھر نمرود نے اپنے ساتھی سے کہا کہ گوشت لٹکے ہوئے انڈوں کو نیچے جھکا دو۔

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا تو گدھ تابوت کو لے کر نیچے کی طرف اترنے لگے۔ پہاڑوں نے گدھوں اور تابوت اڑنے کی آواز سنی تو ان پر خوف طاری ہو گیا اور ان پہاڑوں نے سمجھا کہ ضرور آسمان سے کوئی آفت آ گئی ارو قیامت نازل ہو گئی لہٰذا وہ خوف سے لرزنے لگے اور قریب تھا کہ اپنی جگہ سے لڑھک جاتے۔ اس کے متعلق قرآن کریم میں ہے:۔

''وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ'' (قریب تھا کہ ان کی سازش سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائیں)

یہ معنی اس قرأت کے مطابق ہوں گے جس میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے وان کا 'دَ' دال کے ساتھ منقول ہے۔ ورنہ مشہور قرأت وان کان بالنون ہے۔ جس کی صورت میں مفہوم دوسرا ہوگا کہ ان کی تدبیروں سے پہاڑ اپنی جگہ سے نہیں ٹل سکتے۔

جوہری نے کہا ہے کہ ''نسر'' قبیلہ ذی الکلاع کے بت کا نام تھا۔ یہ قبیلہ حمیر میں رہتا تھا۔ یغوث قبیلہ مذحج اور ''یعوق'' ہمدان کے بتوں کے نام ہیں جو اُن کے بزرگوں کی صورت پر بنائے گئے تھے۔ قرآن میں اسی کے متعلق ''وَلَا يَغُوْثَ وَ يَعُوْقَ وَنَسْرًا'' آیا

ہے۔

دار قطنی نے حضرت عقبہ بن عامر جہنی سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے شب معراج میں آسمانِ دنیا پر لے جایا گیا تو میں ''جنت عدن'' میں داخل ہوا۔ میرے ہاتھ میں ایک سیب گرا۔ جب میں نے اس کو اپنی ہتھیلی پر رکھا تو وہ ایک بڑی آنکھوں والی خوب صورت حور سے بدل گیا۔ اس حور کی آنکھوں کی پتلیاں گدھ کے اگلے بازوؤں کی طرح تھیں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تُو کس کے لئے ہے؟ کہنے لگی کہ آپ کے بعد آنے والے خلیفہ کے لئے۔

شرعی حکم

گدھ کی گندگی اور اس کے مردار کھانے کی وجہ سے اس کا کھانا حرام ہے۔

حکایت:۔ لقمان بن عاد اصغر کو ان کی قوم (قوم عاد جن کا تذکرہ قرآن میں آیا ہے) نے حرم مکہ میں بھیجا تا کہ دعا کر کے اُن کے لئے اللہ سے مدد طلب کریں۔ جب یہ لوگ مکہ پہنچے تو معاویہ بن بکر کے یہاں مہمان ہوئے۔ ان کا مکان حرم کے باہر مکہ کی آبادی کے کنارے پر تھا۔ انہوں نے ان کو خوش آمدید کہا۔ کیونکہ قوم عاد سے معاویہؓ کا ماموں کا رشتہ تھا۔ (اور سسرالی رشتہ بھی) یہ لوگ معاویہ بن بکر کے یہاں مہینہ بھر مقیم رہے۔ ان کے وطن کا فاصلہ بھی ایک مہینہ کے برابر تھا۔ جب معاویہ بن بکر نے دیکھا کہ یہ لوگ اب بھی جانے کے لئے تیار نہیں ہیں اور ان کی قوم نے ان لوگوں کو حرم میں اس لئے بھیجا تھا کہ ان پر آنے والی اس مصیبت کے دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں جس سے وہ تنگ آ چکے تھے تو ان کو بہت ناگواری ہوئی اور سوچا کہ میرے ماموں وغیرہ (سسرال والے) تباہ ہو جائیں گے اور یہ لوگ یہیں پڑے رہیں گے۔ یہ میرے مہمان بھی ہیں اب ان کے ساتھ کس طرح پیش آؤں۔

چنانچہ انہوں نے اپنی دو خاص کنیزوں سے اس کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے یہ تدبیر بتائی کہ ایسا شعر لکھ کر ہمیں دیجئے جس کے کہنے والے کا پتہ نہ ہو اور ان اشعار میں ان کو ان کا وہ کام یاد دلا یئے جس کے لئے وہ یہاں آئے تھے۔ ممکن ہے یہ بات ان کے لئے یہاں سے جانے کا سبب بن جائے۔ چنانچہ انہوں نے ایسے اشعار لکھ کر ان کنیزوں کو دیئے۔ انہوں نے وہ اشعار قوم عاد کے ان مہمانوں کے سامنے پڑھے تو یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے کانا پھوسی کرنے لگے کہ ہم کو ہماری قوم نے اس مصیبت سے نجات طلب کرنے کے لئے یہاں بھیجا تھا جس میں وہ مبتلا ہیں۔ ہم نے بہت دیر کر دی ہے لہٰذا اب ہمیں چاہئے کہ اس وقت حرم میں جا کر دعا کریں اور اپنی قوم کے لئے بارش طلب کریں۔ اس موقعہ پر مرثد بن سعد (جو حضرت ہود علیہ السلام پر خفیہ طور پر ایمان لا چکے تھے) نے کہا کہ بخدا اتم کو تمہاری دُعا سے بارش نہیں مل سکتی۔ یہاں تک کہ تم اپنے نبی (ہودؑ) پر ایمان لے آؤ اور اللہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اگر ایسا کر لو گے تو تم کو سیراب کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد اپنا ایمان ظاہر کر دیا اور ایک شعر پڑھا جس سے یہ بات چھپی نہ رہ سکی۔

جب قوم عاد نے یہ دیکھا تو انہوں نے معاویہ بن بکر سے کہا کہ مرثد بن سعد کو ہمارے ساتھ جانے سے روک لیجئے یہ ہمارے ساتھ مکہ نہ جا سکے کیونکہ یہ ہودؑ پر ایمان لے آیا اور اس نے ہمارا دین چھوڑ دیا ہے۔ پھر یہ لوگ مکہ جانے کے لئے نکلے۔ جب یہ لوگ کچھ دور چلے گئے تو مرثد بن سعد معاویہ بن بکر کے گھر سے نکلے اور ان لوگوں کے دعا مانگنے سے پہلے اُن کے پاس پہنچ گئے۔ جب اُن کے پاس حرم میں پہنچے تو مرثد اور ان کی قوم کے لوگ دعا کرنے میں مصروف ہوئے۔ مرثد بن سعد نے یہ دُعا کی کہ:۔

''اے اللہ! میری دعا قبول کیجئے اور قوم عاد کا وفد جو کچھ مانگے مجھے اس میں شریک نہ کیجئے''۔

قوم عاد کے سردار قیل بن عتر کی دُعا اور قوم عاد کی ہلاکت

اور اس وفد کا سربراہ قیل بن عتر تھا۔ لہٰذا قوم عاد کے وفد نے اپنی دعاؤں میں کہا کہ اے اللہ! قیل بن عتر کی دعا قبول کیجئے اور ان کی دعا سے ہمیں بھی کچھ حصہ عطا کیجئے۔ پھر قیل بن عتر نے دعا کی:۔

یا الٰھنا ان کان ھوذا صادقا فاسقنا فانا قد ھلکنا (اے ہمارے معبود! اگر ھودؑ اپنی باتوں میں سچے ہیں تو ہمیں سیراب کو دیجئے کیونکہ ہم قحط سالی سے ہلاک ہی ہو گئے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تین رنگ کے (سفید' سرخ' سیاہ) بادل بھیجے۔ پھر بادلوں کے پیچھے سے آواز آئی۔ (اے قیل ان بادلوں میں سے اپنے اور اپنی قوم کے لئے منتخب کر لے۔ قیل نے کہا میں نے سیاہ بادل کو منتخب کیا جس میں پانی زیادہ ہوتا ہے۔ آواز آئی تم نے خاک اور راکھ منتخب کر لیا اور اب قوم عاد کا کوئی بچہ زندہ نہ بچے گا۔ اور وہ بادل جسے قیل نے منتخب کیا تھا قوم عاد کی آبادی کی طرف بڑھا اور وہ عذاب جو اس بادل میں تھا ایک وادی کی طرف سے اُن کے سامنے آیا۔ لوگ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ بادل ہمارے لئے بارش برسائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بارش نہیں بلکہ یہ وہ عذاب ہے جس کے لئے تم جلدی مچا رہے تھے۔ یہ ہوا ہے جس میں تمہارے لئے ایک دردناک عذاب ہے۔

سب سے پہلے جس نے اس کے اندر موجود مہلک ہوا کو دیکھا "مہد" نامی قوم عاد کی ایک عورت تھی جب اس کو واضح طور پر وہ عذاب نظر آ گیا اُس نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئی۔ جب اسے افاقہ ہوا لوگوں نے پوچھا کہ تجھے کیا ہوا۔ کہنے لگی کہ مجھے اس میں آگ کے شعلوں کی طرح ایک ہوا نظر آئی ہے جس کے آگے کچھ آدمی ہیں جو اُسے کھینچ رہے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر اس ہوا کو مسلسل آٹھ دن اور سات رات تک مسلط کر دیا قوم عاد کا بچہ بچہ ہلاک ہو گیا۔ اور ہود علیہ السلام اور مومنین ایک پناہ گاہ میں قوم عاد سے الگ ہو کر چلے گئے جہاں ان پر یہ ہوا جا کر نرم ہو جاتی تھیں اور طبیعت میں فرحت وانبساط پیدا کر دیتی تھیں اور قوم عاد پر یہ ہوا بہت تیز چلتی تھی اور ان کو زمین و آسمان کے درمیان لے جا کر پہاڑوں پر پٹخ دیتی تھی جس سے اُن کے بھیجے بکھر جاتے اور بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک ایک کر کے سب ختم ہو گئے۔

جب قوم عاد کا ستیاناس ہو گیا تو لقمان بن عاد کو اختیار دیا گیا کہ چاہو تو خاکستری رنگ کی ہرنوں سے زیادہ دودھ دینے والی سات گایوں کی عمر کے برابر تم کو عمر دے دی جائے یا سات گدھوں کی عمر اس طرح کہ جب ایک گدھ مر جائے تو دوسرا اس کا جانشین ہو گا۔ اور لقمان نے پہلے سے زیادہ عمر کے لئے دُعا کی تھی انہوں نے گدھوں کو اختیار کر لیا۔ لہٰذا انڈے سے نکلنے والے گدھ کی پرورش کرتے تو ایک گدھ اسی برس تک زندہ رہتا۔ پھر دوسرا بھی اسی برس۔ اس طرح سات گدھ جیتے رہے اور آخری ساتویں گدھ کا نام "لبد" تھا۔

جب وہ نہایت بوڑھا ہو گیا اور اڑنے کے قابل نہ رہا تو لقمان اس گدھ سے کہا کرتے تھے کہ اے اُٹھ! وہ اُٹھ جاتا تھا۔ جب وہ مر گیا تو لقمان کا بھی انتقال ہو گیا۔

ایک روایت اس طرح کی بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا کہ قوم عاد پر ریت کے تودے برسا دے۔ چنانچہ وہ لوگ سات دن تک ریت کے نیچے دبے رہے۔ پھر ہوا کو حکم ہوا اور اس نے ان پر سے ریت کو اڑا دیا۔ اور ایک سیاہ پرندہ ان کے پاس بھیجا گیا جو اُن کو اُٹھا اُٹھا کر سمندر میں ڈالتا جاتا تھا یہاں تک کہ صفائی ہو گئی۔

گدھ کے طبی فوائد

اگر گدھ کا دل بھیڑیئے کی کھال میں رکھ کر کسی شخص کی گردن میں لٹکایا جائے تو لوگ اس سے محبت کرنے لگیں اور اس کا خوف بھی لوگوں پر غالب رہے گا۔ بادشاہ کے یہاں جائے تو مقصد پورا ہو اس کو کوئی درندہ گزند نہ پہنچا سکے۔ اگر کسی عورت کو ولادت میں دشواری ہو اور اسکے نیچے گدھ کا کوئی پر رکھ دیا جائے تو ولادت میں سہولت ہو جاتی ہے اور جلدی سے بچہ پیدا ہو جاتا ہے اور اگر اس کی سب سے بڑی ہڈی لے کر بادشاہوں اور آقاؤں کا خدمت گار اپنی گردن میں پہن لے تو بادشاہوں کے غضب وغصہ سے مامون رہتا ہے اور ان کے نزدیک محبوب بن جاتا ہے۔

اگر گدھ کے بائیں ران کی ہڈی پرانے دست کا مریض پہن لے تو مرض سے نجات پائے اور اگر اس کے پیروں کے پٹھے نقرس کا مریض تعویذ بنا کر پہن لے تو اسے شفاء حاصل ہو۔ داہنے حصہ کے لئے داہنے پیر کا پٹھا اور بائیں حصہ کے لئے بائیں پیر کا پٹھا استعمال کیا جائے اور اگر کسی گھر میں اس کا پر جلا دیا جائے تو اس کے دھوئیں سے تمام کیڑے مکوڑے بھاگ جائیں گے اور اگر اس کا کلیجہ جلا کر پی لیا جائے تو قوت باہ کے لئے از حد مفید ہے۔ اور اس کے انڈوں کو لے کر آپس میں ٹکرا کر پھوڑ دیں۔ پھر اتنا ملا دیں کہ یکجا ہو جائیں اور اس کو تین دن تک عضو تناسل پر ملیں تو حیرت انگیز قوت حاصل ہو گی۔ اس کا پتہ اگر ٹھنڈے پانی میں ملا کر آنکھوں میں سات مرتبہ لگایا جائے اور آنکھوں کے ارد گرد مل دیا جائے تو آنکھوں سے گرنے والے پانی کو بند کر دیتا ہے۔

اور اگر اس کے اوپر کی چونچ ایک کپڑے میں لپیٹ کر انسان کی گردن پر لٹکا دی جائے تو سانپ، بچھو اس کے قریب نہیں آئیں گے۔

تعبیر

خواب میں گدھ سے مراد بادشاہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر کسی نے گدھ کو اپنے سے لڑتے دیکھا تو کوئی بادشاہ اس سے ناراض ہو کر اس پر کسی ظالم کو مسلط کر دے گا۔ جس طرح حضرت سلیمانؑ نے پرندوں پر گدھ کو مسلط کر دیا تھا اور پرندے گدھ سے ڈرتے تھے۔ اگر کوئی شخص کسی فرمانبردار گدھ کا مالک بن جائے تو بہت بڑا مال اس کے ہاتھ آئے گا اور اگر گدھ کا مالک تو بنا لیکن وہ گدھ اڑ گیا اور گدھ کو اس کا خوف بھی نہ تھا تو اس کا معاملہ خراب ہو جائے گا اور وہ ظالم و جابر بادشاہ بن جائے گا جس طرح نمرود کے سلسلہ میں ابھی گزرا ہے۔

اگر کسی نے خواب میں گدھ کا بچہ پایا تو اس کے یہاں بچہ پیدا ہوگا جو باوقار اور بڑا آدمی بنے گا۔ لیکن اگر یہی چیز دن میں دیکھے تو وہ بیمار ہو گا۔ لہٰذا اگر خواب میں اس بچہ کو نوچ دیا ہے تو اس کا مرض دیرپا ہو گا۔ اور کسی ذبح کئے ہوئے گدھ کو دیکھنا کسی بادشاہ کے مرنے کی اطلاع ہے۔ اگر کسی حاملہ عورت نے گدھ کو دیکھا تو اس نے دودھ پلانے والی عورتوں اور دائیوں کو دیکھا۔

یہودیوں کا کہنا ہے کہ گدھ کا دیکھنا انبیاء اور صالحین کی بھی علامت ہے کیونکہ تورات میں صالحین کو گدھ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جو اپنے وطن کو پہچانتا ہے اور اپنے بچوں کے پاس منڈلاتا رہتا ہے اور ان کو دانہ کھلاتا ہے۔

ابراہیم کرمانی کا کہنا ہے کہ گدھ کی تعبیر بہت بڑے بادشاہ سے بھی دی جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ گدھ کی شکل کا بنایا ہے جو پرندوں کا رزق مہیا کرنے پر مقرر ہے۔ اور جاماسب کا کہنا ہے کہ جس نے گدھ کو دیکھا یا اُس کی آواز سنی تو وہ کسی انسان سے جھگڑا کرے گا۔

ابن مقری نے کہا ہے کہ اگر کوئی خواب میں گدھ کا مالک بن گیا یا اس پر غلبہ حاصل کر لیا وہ اپنے دشمنوں پر قابو پائے گا اور غالب ہوگا اور مدت دراز تک جائے گا۔ پھر اگر دیکھنے والا محنت و مشقت کرنے والا ہے تو لوگوں سے یکسو ہو کر گوشہ نشینی اختیار کرے گا اور تنہا زندگی

گزارے گا۔ کسی کے پاس نہیں جائے گا اور اگر دیکھنے والا بادشاہ ہے تو اپنے دشمنوں سے انتقام لے گا اور کبھی اُن سے مصالحت کر کے ان کے سر اور اُن کی سازشوں محفوظ ہو جائے گا اور اُن کے پاس موجود مال اور ہتھیار سے نفع حاصل کرے گا اور اگر دیکھنے والا عام آدمی ہے تو اپنے شایانِ شان اُسے مرتبہ حاصل ہو گا یا اُسے مال ملے گا اور اپنے دشمنوں پر غالب ہو گا۔ کبھی کبھی گدھ کی تعبیر ضلالت و گمراہی اور بدعت بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ" وَلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا "میں نسر (گدھ) ایک بُت کا نام ہے اور آگے" اضلوا کثیرا "(کا لفظ وضاحت کے ساتھ اس بات کو بتلا رہا ہے۔ مادہ گدھ دیکھنا زنا کار عورت اور ولد الزنا پر دلالت کرتا ہے بسا اوقات اس کی تعبیر موت سے بھی کی جاتی ہے۔ واللہ اعلم

اَلنَّسَّافِ

(بڑی چونچ کا ایک پرندہ) نون کے فتحہ اور سین مشدد کے ساتھ۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک ایسا پرندہ ہے جس کی چونچ بڑی ہوتی ہے۔

اَلنَّسْنَاسَ

محکم میں لکھا ہے کہ نسناس انسانوں کی شکل کی ایک مخلوق ہے جو انہیں کی نسل سے ہے اور صحاح میں ہے کہ وہ ایسی مخلوق ہے جو ایک پیر سے کود کود کر چلتی ہے۔ مسعودی نے "مروج الذھب" میں لکھا ہے کہ یہ انسان کی طرح کا ایک جانور ہے۔ جس کے صرف ایک آنکھ ہوتی ہے۔ یہ پانی میں رہتا ہے۔ پانی سے نکل کر بات بھی کرتا ہے۔ انسان پر قابو پالے تو اُس کو مار ڈالتا ہے۔

اور قزوینی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ مستقل ایک قوم ہے جن میں ہر ایک کو انسان کا آدھا جسم ملا ہے۔ آدھا سر' ایک آنکھ' ایک کان' ایک ہاتھ' ایک پیر' جیسے کسی انسان کو چیر کر دو ٹکڑے کر دیا گیا ہو۔ ایک پیر پر بہت تیز پھدکتا ہے اور بہت تیز دوڑتا ہے۔ دریائے چین کے جزیروں پر پایا جاتا ہے۔ دینوری کی کتاب "المجالسۃ" میں ابن اسحٰق سے نقل ہے کہ "نسناس" یمن میں ایک مخلوق ہے جس کے ایک آنکھ' ایک ہاتھ اور ایک پیر ہوتا ہے جس سے وہ چھلانگ لگاتے ہیں۔ اہلِ یمن ان کا شکار کرتے ہیں

میدانی نے لکھا ہے کہ مجھے ابو الدقیس نے بتایا کہ لوگ نسناس کو کھاتے ہیں اور یہ ایسی مخلوق ہے جس کے صرف ایک ہاتھ' ایک پیر' آدھا سر اور آدھا بدن ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ارم بن سام کی نسل سے ہیں مگر ان میں عقل نہیں ہوتی۔ بحر ہند کے ساحل کے نزدیک مکانوں میں رہتے ہیں۔ اہلِ عرب ان کا شکار کر کے کھاتے ہیں۔ یہ مخلوق عربی میں کلام کرتی ہے اور نسل بھی پیدا کرتی ہے اور عرب کی طرح اپنے نام بھی رکھتی ہے۔ اشعار بھی کہتی ہے۔ تاریخ صنعاء میں مذکور ہے کہ ایک تاجر ان (نسناسوں) کے بلاد میں پہنچا تو انہیں ایک پیر پر کود کر چلتے ہوئے دیکھا اور دیکھا کہ وہ درختوں پر چڑھ رہے ہیں اور کتوں کے پکڑنے کے ڈر سے اُن سے دور بھاگ رہے ہیں۔

اور "حلیہ" میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا۔ "قال ذھب الناس وبقی النسناس قیل ما النسناس ؟قال الذین یتشبھون بالناس ولیسوا بالناس" (فرمایا کہ انسان تو ختم ہو گئے صرف نسناس رہ گئے۔ پوچھا گیا کہ نسناس کیا بلا ہے؟ فرمایا کہ وہ ایسی مخلوق ہے جو انسانوں جیسی ہے مگر انسان نہیں ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کی روایت منقول ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ نسناس یاجوج ماجوج کو کہتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ نسناس انسانوں کے مشابہ ایک مخلوق ہے جو کچھ چیزوں میں تو انسان کے مثل ہے اور کچھ میں انسان سے مختلف ہے انسان نہیں ہے۔ اس کے متعلق وہ حدیث بھی ہے جس میں آیا ہے کہ قوم عاد کے ایک قبیلہ نے اپنی نبی کی بات نہ مانی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مسخ کر کے نسناس بنا دیا۔ ہر ایک کے سر ایک ایک ہاتھ' ایک ایک پیر اور آدھے جسم رہ گئے جو پرندوں کی طرح دانہ چگتے ہیں اور چوپایوں کی طرح چرتے ہیں۔

شرعی حکم

قاضی ابوالطیب اور شیخ ابو حامد نے کہا ہے کہ نسناس چونکہ خلقتاً انسانوں کے مشابہ ہے لہٰذا اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ لیکن وہ جانور ''بن مانس'' جس کو عام لوگ نسناس کہتے ہیں' ایک قسم کا بندر ہے جو پانی میں نہیں رہتا۔ چونکہ یہ خلقت' عادات' ہوشیاری اور عقلمندی میں بالکل بندر جیسا ہے لہٰذا اس کی حرمت یقینی ہے اور اسی قسم کا جو سمندری جانور ہے اس کے حکم میں دو قول ہیں۔

(۱) دیگر مچھلیوں کی طرح یہ بھی حلال ہے۔

(۲) حرام ہے۔

قاضی ابوالطیب اور شیخ ابو حامد کا یہی قول ہے اور ان دونوں صاحبان کے نزدیک یہ مچھلی کے علاوہ پانی کے جانوروں سے مستثنیٰ ہے۔ لہٰذا تطبیق اختلاف اس طرح ہوگی کہ اگر ہم مچھلی کے سوا تمام پانی کے جانوروں کو حرام کہیں تو نسناس حرام ہے اور اگر پانی کے تمام جانوروں کو مچھلی کی طرح حلال سمجھیں تو پھر نسناس میں دونوں صورتیں ہی ممکن ہیں:۔

(۱) مینڈک' کیکڑا' مگرمچھ کی طرح حرام ہے۔

(۲) کلب الماء اور انسان الماء کی طرح نسناس حلال ہے۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے مذہب سے قریب یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ اور اگر نسناس' ایک حدیث کے مطابق کہ یہ ایک جنگلی جانور ہے جس کو شکار کر کے کھایا جاتا ہے انسان کی شکل کا ہوتا ہے مگر انسان کا آدھا ہوتا ہے' تو پھر (شکار کر کے کھایا جاتا ہے) کے لفظ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ جانور کھانا حلال ہے۔

تعبیر

نسناس کو خواب میں دیکھنے سے مراد وہ کم عقل آدمی ہے جو خودکشی کرے گا اور ایسا کام کرے گا جس سے لوگوں کی نگاہوں میں گر جائے گا۔

النسنوس

(بڑے سر کا ایک پرندہ) یہ نسنوس پہاڑوں پر بسیرا کرتا ہے۔

النُّعَابَ

(کوا) ابن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں تحریر کیا ہے کہ نعاب سارس کو کہتے ہیں مگر مشہور یہی ہے کہ ''نعاب'' کوے کو کہتے ہیں۔

الغعاب کوے کا حکم

صحیح قول کے مطابق اس کا کھانا حرام ہے۔دینوری نے اپنی کتاب ''المجالستہ'' کے دسویں حصہ کے شروع میں احوص بن حکیم سے نقل کیا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام جب دُعا کرتے تھے کہتے تھے اے کوے کو اس کے گھونسلے میں رزق دینے والے!

اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جب کوا اپنے انڈے کو سینے کے بعد توڑتا ہے تو اس سے سفید بچے نکلتے ہیں۔کوان کو سفید دیکھ کر ان سے نفرت کرنے لگتا ہے اور دور ہو جاتا ہے۔یہ بچے اپنا منہ کھول کر رکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اُن کے لئے مکھی بھیجتا ہے جو اُن کے پیٹ میں چلی جاتی ہے اور یہ ان بچوں کی غذا بن جاتی ہے اور برابر اسی طرح اُن کو غذا ملتی رہتی ہے۔جب وہ بچے اس غذا کے سہارے کچھ دنوں کے بعد کالے ہو جاتے ہیں پھر کوا ان کے پاس آ کر ان کو غذا پہنچاتا ہے مکھیوں کا سلسلہ قدرت کی طرف سے ختم ہو جاتا ہے۔

قدرت الٰہی اور رحمت الٰہی اسی طرح اپنی مخلوق کے لئے ہر جگہ محو خدمت ہے۔اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء اللہ کی محبت اور رحمت کی دُعا مانگا کرتے تھے۔مثلاً ترمذی کی روایت۔

"عن ابی الدرداء رضی اللّٰہ عنه ان رسول اللّٰہ علیه وسلم قال کان من دُعاء داؤد علیه السلام اللّٰھم انی اسئلک حبک و حب من یحبک و العمل الذی یبغلنی الی حُبکَ اللّٰھم اجْعَلْ حبک احب الی من نفسی و من اھلی و من الماء البارد.

''حضرت ابو درداؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام اس طرح دُعا کیا کرتے تھے۔

اور کتاب ''حلیۃ الاولیاء'' میں فضیل بن عیاضؒ سے مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے دُعا کی:۔

''اے اللہ! میرے بیٹے سلیمان کے لئے اسی طرح کا معاملہ کیجئے جس طرح آپ میرے ساتھ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی اے داؤد! اپنے بیٹے سلیمان سے کہہ دو کہ وہ میرے لئے اسی طرح بن جائیں جس طرح تم میرے لئے ہو۔پھر میں بھی اُن کے ساتھ وہی معاملہ کروں گا جو تمہارے ساتھ کرتا ہوں''۔

اسی طرح کی دُعا ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے:۔

عن معاذ بن جبلؓ قال احتبس عنارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ذات غداۃ عن صلوٰۃ الصبح حتی کدنا فتراء ی عین الشمس فخرج سریعا فثوب بالصلوۃ فصلی و تجوّزَ فی صلاتہٖ فلما سلم دُعا بصوته فقال لنا علی مکانکم کما انتم ثم انفتل الینا فقال اما نی ساحد ثکم ماجسسنی عنکم الغداۃ انی قمت من اللیل فتو ضأت و صلیت ما قدرلی فنعست فی صلاتی حتی استثقلت فاذا نابرّبی تعالیٰ فی احسن صورۃ فقال یا محمد اقلت لبیک ربی قال فیم یختصم الملاء الا علیٰ قلت رب لا ادری قال تعالیٰ فی الکفارات و الدرجات وفی روایۃ قلت فی الکفارات و الدرجات قال فما ھن قلت مشی الاقدام الی الجماعات و الجلوس فی المساجد بعد الصلوٰت و اسباغ الوضوء علی المکروھات قال ثم فیم قلت فی اطعام الطعام ولین الکلام و الصلوٰۃ باللیل والناس نیام قال سل قلت اللھم انی اسئلک فعل الخیرات و ترک المنکرات و حُبَّ

المساکین وان تغفرلی وترحمنی واذاردت بعبادک فتنة فاقبضنی الیک غیر مفتون اسئالک حُبّک وحب من یحبک وحب کل عمل بریبلغنی الی حبک فقال رسول اللّٰ صلی اللہ علیہ وسلم انھا حق فادرسوا تعلموھا (رواہ الترمذی)

''حضرت معاذ بن جبل روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک صبح فجر کی نماز پڑھانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک اپنے حجرے سے نہیں نکلے۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ ہم سورج طلوع ہوتا دیکھ لیتے۔ پھر آپ جلدی سے نکلے اقامت کہی گئی۔ پھر آپؐ نے نہایت مختصر نماز پڑھائی۔ سلام پھیرنے کے بعد بلند آواز میں ہم لوگوں سے کہا جہاں ہو وہیں ٹھہرے رہو۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں تمہیں وہ بات بتانا چاہتا ہوں جس نے صبح مجھے آنے سے روک لیا تھا۔ قصہ یہ پیش آیا کہ میں رات کو بیدار ہوا وضو کرکے جتنا مقدر میں تھا نماز پڑھی پھر مجھے نیند آنے لگی یہاں تک کہ میں سوگیا' اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ اللہ رب العزت نہایت حسین صورت میں میرے سامنے ہے اور مجھ سے کہہ رہا ہے اے محمدؐ! میں نے عرض کیا پروردگار حاضر ہوں کہا کہ ملاءالاعلیٰ کس چیز کے سلسلے میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے کہا پروردگار! مجھے خبر نہیں۔ کہا کہ کفارات اور درجات کے سلسلے میں' اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ میں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا کہ کفارات اور درجات کے سلسلے میں جھگڑ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کفارات اور درجات کیا ہیں؟ میں نے کہا جماعت میں شرکت کے لئے پیروں سے چل کر جانا' نمازوں کے بعد مسجد میں بیٹھنا' ناگواریوں کے باوجود اچھی طرح وضو کرنا' باری تعالیٰ نے کہا کہ اس کے بعد کس چیز کے (ثواب) کے سلسلے میں جھگڑ رہے ہیں تو میں نے کہا کھانا کھلانے' میٹھی بات کہنے' رات کو جب ساری مخلوق محو خواب ہو نماز پڑھنے کے (ثواب) کے سلسلے میں۔ باری تعالیٰ نے فرمایا کہ جو مانگنا ہو مانگو۔ میں نے کہا اے اللہ! میں آپ سے بھلائیاں کرنے اور گناہوں کو چھوڑنے کی توفیق مانگتا ہوں۔ اور یہ کہ میں مسکینوں سے محبت کروں اور یہ کہ تُو میرے گناہ بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ اور اگر اپنے بندوں کو کسی آزمائش میں مبتلا کرنا ہو تو مجھے اس میں مبتلا کرنے سے پہلے اپنے پاس بلالے۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت' تیرے چاہنے والوں کی محبت اور تیری محبت سے قریب کرنے والے عمل کی محبت کا سوال کرتا ہوں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ یہ خواب بالکل سچ ہے لہٰذا تم اسے پڑھو اور یاد کرلو''۔

النّعام

(شتر مرغ) نعام: شتر مرغ ایک مشہور پرندہ ہے۔ نر اور مادہ دونوں کے لئے یہی لفظ بولا جاتا ہے۔ جاحظ نے لکھا ہے کہ اہل ایران اسے شتر مرغ کہتے ہیں جس کے معنی ''اونٹ اور پرندہ'' ہے۔ اس کی کنیت ام البیض' ام ثلاثین ہے۔ پورے ٹولے کو' بنات الھیق'' اور ''بنات للظّیم'' بھی کہتے ہیں۔ اس کے پیر کو بھی اونٹ کی طرح اہل عرب ''خف یعنی ٹاپ کہتے ہیں۔ اسی طرح ''قلوص'' جیسے اونٹنی کو کہتے ہیں اسی طرح مادہ شتر مرغ کو بھی قلوص کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ پرندہ کافی حد تک اونٹ کے مشابہ ہے۔

بعض اہل عرب کا خیال ہے کہ شتر مرغ اللہ تعالیٰ کے یہاں اپنے سینگ مانگنے کے لئے گیا تو فرشتوں نے اس کے کان بھی کاٹ لئے۔ اسی وجہ سے اس کو ظلیم بمعنی ''مظلوم'' کہنے لگے۔ مگر یہ رائے فاسد ہے بالکل درست نہیں ہے۔ البتہ شتر مرغ کے پیدائشی طور پر کان ہی نہیں ہیں بلکہ وہ بہرا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کی قوت شامہ اتنی تیز ہے کہ اکثر دور ہی سے شکاری کا پتہ لگالیتا ہے اور جہاں بھی کہیں کر کسی چیز کا پتہ لگانے کی ضرورت ہو وہاں یہ اپنی ناک سے کام لیتا ہے۔

ابن خالو یہ اپنی کتاب میں رقمطراز ہیں کہ دنیا میں شتر مرغ کے علاوہ کوئی ایسا جانور موجود نہیں ہے جو نہ کبھی سنتا ہو نہ کبھی پانی پیتا ہو۔ گو کہ بھی اگر چہ پانی نہیں پیتا مگر اس میں سننے کی صلاحیت موجود ہے۔اس کی ہڈیوں میں گودا بالکل نہیں ہوتا۔اگر اس کا ایک پیر زخمی ہو جائے تو دوسرے پیر کے نفع سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔اس کا جوڑا بھی ہوتا ہے لیکن وہ چلنے اور اپنی جگہ سے اٹھنے میں اس کی مدد نہیں کرتا۔ بسا اوقات پڑے پڑے بھوک سے اُسے موت بھی آجاتی ہے۔

شتر مرغ اگر چہ انڈے دیتا ہے اور اُس کے بازو اور پر بھی ہوتے ہیں لیکن ماہرین نفسیات نے بتلایا ہے کہ اس کی فطرت جانوروں کی سی ہے پرندوں کی سی نہیں ہے۔جس طرح انہوں نے چمگادڑ کو پرندوں میں شمار کیا ہے حالانکہ وہ گھابن ہو کر بچے بھی دیتی ہے۔اڑنے کے باوجود اس کے پر نہیں ہیں۔اس کے کان بھی باہر کی طرف کو نکلے ہوئے ہوتے ہیں اس کے پر بھی نہیں ہوتے لیکن (۱) چونکہ یہ اڑتی ہے لہٰذا اس کو پرندوں میں شمار کر لیا ہے۔اسی طرح: (۲) '' وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِىْ '' اور جب تم گارے سے پرندے کی شکل بنا دیتے تھے اور اس میں پھونک مار دیتے تھے تو وہ سچ مچ پرندہ بن کر اُڑ جاتا تھا۔اس پرندے سے مراد چمگادڑ ہی ہے۔جیسا کہ تفسیر کی کتابوں مین جلالین وغیرہ میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو پرندہ بنایا تھا وہ چمگادڑ تھا۔کیونکہ پرندوں میں سب سے کامل و مکمل ہے۔ہاتھ پیر کے ساتھ پستان بھی اس کے ہوتے ہیں جو کسی پرندہ میں نہیں ہے۔یہاں بھی اس کو پرندہ کہا ہے۔(انتہیٰ)

(۳) اور جس طرح مرغی اڑتی نہیں ہے مگر پرندوں میں داخل ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شتر مرغ، مرغ اور اونٹ دونوں کی مخلوط نسل ہے۔مگر اس بات کی صحت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

اور اس کا ایک عجوبہ یہ بھی ہے کہ جب یہ انڈے دیتا ہے تو وہ اتنے باریک اور لمبے سے ہوتے ہیں کہ اگر اس انڈے پر آپ کوئی دھاگہ پھیلا دیں تو دونوں ایک دوسرے سے مل جائیں گے اور آپ کو ایک دوسرے سے الگ نظر نہیں آسکتا کیونکہ انڈا دھاگے کی طرح لمبا اور باریک ہوتا ہے۔پھر چونکہ اس کا بدن ایک ساتھ کئی انڈوں کو نہیں ڈھک سکتا لہٰذا یہ ہر انڈے کو باری باری سیتا ہے۔نر و مادہ دونوں باری باری یہ کام انجام دیتے ہیں مگر یہ اپنے انڈے کو چھوڑ کر جب کسی طرف کھانے کی تلاش میں نکلتا ہے تو اپنے انڈے کو بھول جاتا ہے اور اگر کسی دوسرے شتر مرغ کا انڈا مل جائے تو اسی کو سینے لگتا ہے۔سوچتا ہے کہ کہیں اس کو چھوڑ کر چلا جائے تو کوئی اس کا شکار نہ کر لے اور وہ اس انڈے سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ایک روایت میں شتر مرغ کا تذکرہ یوں آیا ہے:۔

'' کعب احبار سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو حضرت میکائیل علیہ السلام ان کے پاس گیہوں کے کچھ دانے لے کر آئے اور فرمایا یہ آپ کی اور آپ کے بعد آپ کی اولاد کی غذا ہے۔زمین جوتئے اور اس میں یہ دانے بو دیجئے (اس سے آپ کو مزید غلہ حاصل ہو جائے گا) چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ تک گیہوں کا دانہ شتر مرغ کے انڈے کے برابر رہا۔پھر لوگوں کے کفر اور خدا کا انکار کرنے کی نحوست سے گھٹ کر مرغی کے انڈے کے برابر ہو گیا اور اس کے بعد کبوتر کے انڈے کے برابر، پھر بندقہ درخت کے پھل کے برابر ہو گیا اور عزیز مصر کے زمانے میں چنے کے بقدر تھا۔

شتر مرغ کی حماقت اور بے وقوفی ضرب المثل ہے مشہور بھی۔مثلاً '' احمق من نعامة '' شتر مرغ سے بھی زیادہ بے وقوف ہے۔ اس کی حماقت کی ایک جھلک اس کے انڈوں کے سینے کے سلسلہ میں گزری ہے۔دوسری یہ کہ جب یہ شکاری کو دیکھ لیتا ہے تو صرف اپنا سر ریت کے تودے میں گھسا دیتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ میں بالکل شکاری کی زد سے چھپ گیا۔شکاری اس طرح بڑی آسانی سے اس کا شکار کر لیتا ہے۔

یہ اپنے انڈوں کے تین حصے کر کے کچھ کو سیاتا ہے کچھ کی زردی کو خود کھا لیتا ہے اور کچھ کو پھوڑ کر ہوا میں چھوڑ دیتا ہے۔ جس میں سڑنے کے بعد کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں جو اس کے بچوں کی غذا بنتے ہیں۔ پانی کو چھوڑ دینے میں نہایت قوتِ برداشت رکھتا ہے۔ اس طرح آندھی میں ہوا کے مخالف سمت میں بڑا تیز دوڑتا ہے۔ جتنی تیز آندھی چلتی ہے اس کی رفتار میں تیزی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ شتر مرغ سخت چیزیں مثلاً ہڈی' کنکر' پتھر اور لوہا وغیرہ نگل لیتا ہے جو اس کے معدہ میں جا کر گل کر پانی ہو جاتا ہے یہاں تک کہ لوہا بھی پگھل جاتا ہے۔

جاحظ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ شتر مرغ کے پیٹ میں پتھر' لوہا وغیرہ اس کی پیٹ کی شدت حرارت سے پگھل جاتا ہے یہ اُس کی بھول ہے اور غلط فہمی ہے۔ کیونکہ اگر محض حرارت سے پتھر پگھل جاتا ہو تو پھر ہانڈی میں پتھر رکھ کر پکانے سے گل جانا چاہیے۔ حالانکہ مہینوں بھی اُسے پکایا جائے تو وہ پتھر ہانڈی میں نہیں گل سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حرارت کے ساتھ کوئی دوسری طبعی چیز بھی اس میں موجود ہے جو پتھر وغیرہ کو اس کے معدے میں گلا دیتی ہے۔ جس طرح کتے اور بھیڑیئے کے معدے میں ہڈی گل جاتی ہے لیکن کھجور کی گٹھلی نہیں گلتی اور جیسے کہ اونٹ کانٹے دار درخت کے پتے اور کانٹے ہی کھاتا ہے خواہ کتنے ہی سخت کانٹے ہوں جیسے کہ ببول وغیرہ۔ اور کانٹے کھا کر لید کرتا ہے جس میں کانٹے کو کوئی اثر نہیں ہوتا اور اگر یہی اونٹ جَو کھالے تو جَو اس کی لید میں صحیح سالم نکل آتا ہے کیونکہ اس کا معدہ اُسے ہضم کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

شتر مرغ اگر کسی چھوٹے بچے کے کان میں کوئی موتی یا بالی لٹکی ہوئی دیکھ لے تو فوراً اسے اُچک کر نگل لیتا ہے۔ اسی طرح وہ انگارے بھی نگل لیتا ہے۔ اس کا پیٹ انگارے کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ انگارا اس کے پیٹ کو کبھی نہیں جلا سکتا۔

شتر مرغ میں دو عجیب باتیں ہیں:۔

(۱) ایک تو یہ کہ جو چیز کھائی نہیں جاتی اُسے یہ اپنی غذا بناتا ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ ان چیزوں کو وہ مزے سے کھاتا ہے اور ہضم بھی کر لیتا ہے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے نہ عقل سے بعید ہے کیونکہ "سندل[1]" آگ میں رہتا ہے اور وہیں پر انڈے بچے دیتا ہے۔ اگر اس کو باہر نکال دیں تو مر جاتا ہے۔ جیسا یہ اس کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔

شتر مرغ کا شرعی حکم

شتر مرغ کا کھانا بالاتفاق حلال ہے۔ کیونکہ یہ طیبات "حلال چیزوں" میں سے ہے اور حلت کی دلیل یہ بھی ہے کہ اگر کوئی محرم یا کوئی یا کوئی غیر محرم حرم میں اُسے مار ڈالے' تو اس کے عوض اُسے ایک اونٹ دینا پڑتا ہے۔ یہ فتویٰ مختلف صحابہ' حضرت عثمانؓ ' حضرت علیؓ ' حضرت ابن عباسؓ ' حضرت زید بن ثابت اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ امام شافعیؒ نے یہ حدیث روایت کی ہے لیکن انہوں نے پھر آگے تحریر فرمایا ہے کہ یہ حدیث محدثین کے یہاں درست نہیں ہے۔ علامہ دمیریؒ لکھتے ہیں کہ میرے اساتذہ میں سے اکثر کی رائے بھی یہی ہے مگر حکم وہی ہے جو حدیث سے نہیں بلکہ ہم نے قیاس سے ثابت کیا ہے کہ یہ اونٹ کے مثل ہے لہٰذا اس کا بدلہ اونٹ ہی ہوگا۔

البتہ فقہاء کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی محرم شتر مرغ کے انڈے ضائع کر دے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو حضرت عمرؓ '

---

[1] ایک قسم کا کیڑا ہے جو آگ میں رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ، شعبی، نخعی، زہری، شافعی، ابوثور اور دیگر اصحاب رائے نے کہا کہ مذکورہ بالا مسئلہ میں انڈے کی قیمت واجب ہو گی اور حضرت ابوعبیدہؓ ، حضرت ابوموسیٰؓ ، اشعری نے فرمایا کہ اس صورت میں محرم کے ذمہ ایک دن کا روزہ یا ایک فقیر کو کھانا کھلانا ہے۔امام مالکؒ نے فرمایا کہ اس صورت میں اونٹ کی قیمت کا دسواں حصہ لازم ہوگا۔جس طرح آزاد عورت کے پیٹ کے بچہ کو مار ڈالنے سے ایک غلام یا باندی کا دینا واجب ہوتا ہے۔جس کی قیمت اصل دیت کے دسویں حصہ کے برابر ہو۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ انڈا شکار ایک ایک جزو زائد خارج ہے۔جس کی جانوروں میں کوئی نظیر نہیں ملتی لہٰذا ہم نے (ان تمام چیزوں کی طرح جن کو محرم نے تلف کر دیا ہو اور ان کی مثل نہ مل سکے تو وہاں ان کی قیمت واجب ہوتی ہے) انڈے کی قیمت واجب کر دی اور ابوالمہز م کی وہ حدیث جو ابن ماجہ اور دار قطنی نے روایت کی ہے۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شتر مرغ کے ان انڈوں میں جس کو کسی محرم نے نقصان پہنچایا ہو قیمت واجب کی ہے''۔

ابوالمہز م کو تمام محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے یہاں تک کہ بعض لوگوں نے مبالغتاً یہ بھی کہا ہے کہ اس کو (ابو ہزم کو) چند ٹکے دے دو، ستر حدیثیں تم سے فوراً بیان کر دے گا۔لیکن ابوداؤدؒ نے اپنی مراسیل میں ایک روایت نقل کی ہے:۔

حضرت عائشہ رضی عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شتر مرغ کے انڈوں کے متعلق حکم بتایا تو آپؐ نے فرمایا کہ ہر انڈے کے بدلے ایک دن کا روزہ ہے۔

پھر آگے چل کر امام ابوداؤدؒ نے اس پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے کہ لوگ اس حدیث کو مسند نقل کرتے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے۔

اور ''مہذب'' میں اس جزاء کے لئے یوں استدلال کیا ہے کہ یہ انڈا ایک شکار سے نکلا ہے۔جس سے اس قسم کا جانور پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا ضمان دینا ضروری ہے جیسے کہ پرندے کے چوزے کا ضمان ہوتا ہے لیکن اگر انڈا توڑ دیا ہے تو اس انڈے کا استعمال محرم کے لئے کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

اور غیر محرم کے لئے اس انڈے کے استعمال میں دو قول ہیں مگر صحیح قول یہی ہے کہ غیر محرم کے لئے حلال ہے اور وہ اس کا استعمال کر سکتا ہے۔کیونکہ یہ انڈا نہ تو جاندار ہے جس میں روح ہوتی ہے اور نہ ہی اس کو ذبح کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔پھر اگر یہ غیر محرم (حلال) کے کسی پرندے کے پڑے ہوئے انڈوں کو توڑ ڈالے تو اگر وہ انڈے شتر مرغ کے علاوہ کسی اور پرندے کے ہیں تو اس سے ضمان نہیں لیا جائے گا اس لئے کہ وہ بے قیمت ہوتے ہیں [1] اور اگر شتر مرغ کے انڈے تھے تو ضمان دینا پڑے گا کیونکہ اس کا خول بکتا ہے اور کام میں آتا ہے۔

ایک مسئلہ

امام شافعیؒ سے سوال کیا گیا کہ اگر کسی کا شتر مرغ دوسرے شخص کا موتی نگل جائے تو کیا کیا جائے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں اسے کچھ نہیں بتاتا کیا کرے؟ ہاں اگر موتی کا مالک عقلمند ہو تو وہ خود اپنی سمجھ سے شتر مرغ پکڑ کر ذبح کرے اور اپنا موتی نکال لے تو اُسے شتر مرغ کے زندہ اور مذبوح ہونے کی حالت کے درمیان کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔

---

[1] اگر انڈے کی قیمت ہو مثلاً مرغی وغیرہ کا انڈا تو ضمان دینا پڑے گا جیسا کہ اس زمانہ میں ہے۔

ایک عجیب واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت عائشہؓ نے ایک قصہ نقل کیا ہے کہ اس آخری حج کے موقع پر حضرت عمرؓ نے امہات المومنینؓ کے ساتھ حج کیا تھا۔ ہم لوگ ایک وادی میں سے گزرے۔ ایک شخص اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور اُس نے بلند آواز سے یہ اشعار پڑھے۔

جزی اللّٰہ خیرا من امام و بارکت　　ید اللّٰہ فی ذاک الادیم الممزق

اللہ تعالیٰ امیر المومنین (حضرت عمرؓ) کو بہترین بدلہ دے اور اس کھال کو بھی جو خنجر سے پار ہوگئی۔

فمن یسع او یرکب جناحی نعامۃ　　لیدرک ما قدمت بالامس یسبق

جو شخص دوڑے یا شتر مرغ کے بازوؤں پر سوار ہو کر چلے تاکہ ان کاموں کو حاصل کر لے جو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ظہور پذیر ہوئے تو وہ یقیناً پیچھے رہ جائے گا۔

قضیت امراً ثم غادرت بعدھا　　بوائق فی اکمامھا لم تفتق

آپ نے اپنے عہد خلافت میں بڑے بڑے مسائل کا فیصلہ کیا۔ پھر اپنے غلاموں میں ایسے مصائب چھوڑ گئے جواب تک حل نہ ہو سکے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس وقت کسی کو پتہ نہ چل سکا کہ وہ اونٹ سوار کون تھا؟ ہم اس کے متعلق یہ کہا کرتے تھے کہ وہ کوئی جن تھا۔ حضرت عمرؓ اپنے اس حج سے واپس تشریف لائے تو آپ کو زخمی کر دیا گیا اور آپ رحلت فرما گئے۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

طبی خواص

اس کا پتہ زہر قاتل ہے۔ اس کی ہڈیوں کا گودا کھانے والا ''سل'' کے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اگر اس کا پاخانہ جلا کر راکھ کر لیا جائے اور تیل میں ملا کر سر اور چہرے کی پھنسیوں پر لگایا جائے تو فوراً وہ پھنسیاں ٹھیک ہو جائیں گی۔ اگر شتر مرغ کے انڈے کا مادہ الگ کر کے اس کا خول سرکہ میں ڈال دیا جائے تو وہ سرکہ میں تیرتا رہے گا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ ہلتا رہے گا۔

اگر وہ لوہا جس کو شتر مرگ نے کھا لیا ہو اس کے پیٹ سے کسی طرح نکال کر کوئی شخص اس کی چھری یا تلوار بنا لے تو کبھی اسے کوئی کام سپرد نہ کیا جائے گا اور کوئی اس کے سامنے ٹھہر نہ سکے گا۔

تعبیر

خواب میں شتر مرغ دیکھنا ''دیہاتن عورت'' کی اطلاع ہے بعض لوگوں نے کہا ہے شتر مرغ سے مراد نعمت ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص یہ دیکھے کہ وہ شتر مرغ پر سوار ہے تو وہ ڈاک گھوڑے پر سوار ہوگا۔ یعنی ڈاکیہ بنے گا۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اگر کسی عورت نے دیکھا کہ وہ شتر مرغ پر سوار ہے تو اس کا نکاح کسی نامرد سے ہوگا۔ شتر مرغ بہرے شخص کی بھی علامت بن سکتا ہے کیونکہ یہ خود بہرا ہوتا ہے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ شتر مرغ کسی کی موت کی خبر بھی بن سکتا ہے۔ اس طرح خود دیکھنے والے کی موت اور دوسرے کی موت کی اطلاع بھی ہو سکتی ہے۔ کبھی ایک شتر مرغ ایک نعمت پر، دو دو پر، تین تین پر بھی دلالت کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

النَّعثل

(نر بجو) حضرت عثمانؓ کو آپ کے دشمن نعثل کہا کرتے تھے۔

النعجة

(مادہ بھیڑ) نعجة: بھیڑ کی کنیت ام الاموال' ام فروۃ ہے۔اس کی جمع نعاج اور نعجات آتی ہے۔نعجۃ' ہرنی اور نیل گائے کو بھی کہہ دیتے ہیں۔ایک روایت اس سلسلہ میں ابن لہیعہ سے احمد بن صالح نے نقل کی ہے جس میں ہے:

''ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک بھیڑ گزری آپ نے فرمایا یہ وہ جانور ہے جس میں اور جس کے بچوں میں برکت ہے''۔

مگر یہ انتہائی درجہ کی منکر روایت ہے۔ بسا اوقات نعجہ کا لفظ عورت کی کنیت کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''ان ھذا اخی لہ تسع وتسعون نعجة'' (یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں (سورۃ ص آیت ۲۳)

مبرد سے ایک سوال اور حضرت داؤدؑ کا ایک دلچسپ قصہ

مبرد سے ان کے تلامذہ نے اللہ تعالیٰ کے قول '' اِنَّ ھٰذَا اَخِیْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ'' کے متعلق پوچھا کہ وہ تو فرشتے ہیں۔جن کے بیویاں نہیں ہوتیں پھر اس قسم کا مسئلہ کس طرح پیش آیا۔دراصل یہ قصہ یوں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس ننانوے بیویاں تھیں۔ایک دن اتفاقاً کسی عورت پر آپ کی نظر پڑ گئی اور آپ کو وہ عورت پسند آ گئی۔مگر اس عورت کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ شادی شدہ ہے۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کے شوہر سے اس عورت کو طلاق دینے کو کہا چونکہ ان کے مذہب میں یہ جائز تھا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو اس لئے طلاق دیدے کہ دوسرا اس سے نکاح کر لے اور اس طرح کا ایثار اس زمانہ کے لوگ کر دیا کرتے تھے۔خصوصاً اگر وہ کوئی بڑا آدمی ہو اور لوگوں کے دلوں مین اس کی اہمیت اور عظمت بیٹھی ہوئی ہو۔اس شخص کے پاس اگر چہ ایک بیوی تھی پھر بھی اُس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور حضرت داؤد علیہ السلام نے اس سے نکاح کر لیا۔مگر چونکہ اس شخص کو یہ بات طبعاً ناگوار گزری تھی اور حضرت داؤد علیہ السلام کی بات کو وہ ٹھکرا نہ سکا۔اس لئے ایسا قصہ پیش آ گیا۔اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس بات پر حضرت داؤد کو تنبیہ کرنا تھا اس لئے دو فرشتوں کو بھیج کر ان کے یہاں اسی جیسا مقدمہ پیش کرا کے فیصلہ معلوم کیا تا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو احساس ہو جائے اور متنبہ ہو جائے کہ مجھ سے چوک ہوئی ہے اور میں نے فلاں شخص کے ساتھ نامناسب سلوک کیا ہے۔

چنانچہ ان دو فرشتوں نے جو حضرت داؤد علیہ السلام کی عبادت گاہ میں دیوار پھلانگ کر پہنچ گئے تھے۔کیونکہ عبادت کے وقت حضرت داؤد علیہ السلام کے یہاں کسی کو باریابی کا موقع نہیں تھا اور دروازے بند کر دیئے جاتے تھے۔جب ان فرشتوں کو دیوار پھلانگ کر آتے دیکھا تو چونک پڑے۔انہوں نے کہا کہ آپ ڈریں نہیں ہم تو دو فریق ہیں جو اپنا معاملہ لے کر آپ کی خدمت میں آئے ہیں تا کہ آپ ہمارے معاملہ میں درست فیصلہ کریں۔اور ہمارے ساتھ انصاف کریں۔پھر ایک نے دوسرے کی جانب اشارہ کر کے کہا کہ یہ ہمارے بھائی ہیں ان کے پاس ننانوے بھیڑیں تھیں اور میرے پاس صرف ایک بھیڑ تھی تو اس نے وہ ایک بھیڑ بھی اپنی بھیڑوں میں ملائی تو انہوں نے کہا کہ اس نے تم سے تمہاری بھیڑ کو اپنی بھیڑوں میں ملا کر تم پر ظلم کیا ہے اور اکثر ساجھی دار ایک دوسرے پر ظلم کیا ہی کرتے ہیں۔لیکن

جولوگ نیک ہوتے ہیں وہ ظلم نہیں کرتے۔اس مقدمہ کوسُن کراور فیصلہ دے کر حضرت داؤدعلیہ السلام کو تنبہ ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کی خاطران کے یہاں یہ مقدمہ بھیجا ہے۔

چنانچہ حضرت داؤدعلیہ السلام نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور فوراً خدا کے سامنے سرنگوں ہوئے اوراللہ کی طرف متوجہ ہو گئے ۔قرآن کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس چوک کومعاف بھی کر دیااور تعریف فرمائی۔تو سوال کے جواب میں مبرد نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ نعجۃ سے مراداگر بیوی لیتے ہوتب بھی یہ مسئلہ بطورفرض اور تقدیر کے ہے کہ اگر بالفرض ایسا ہو کہ فلاں کے پاس ننانوے بیویاں ہوں اور میری ایک ہی بیوی ہواور وہ اُسے بھی مجھ سے لے لےتو کیا فیصلہ ہوگا؟اور ہم تو ہمیشہ تم کومثالوں میں سمجھاتے رہتے ہیں کہ مثلاً ''ضرب زید عمرا'' کہ زید نے عمروکو ماراتو کیا زید ہروقت عمروکی پٹائی ہی کرتا رہتا ہے بلکہ یہ بطورفرض ہے کہ اگرایسامان لیاجائے اورمسند دارمی میں حضورصلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کے متعلق ایک حدیث آئی ہے:۔

''حضرت عبداللہ بن ابوبکرؓ سے روایت ہے وہ ایک عرب شخص سے نقل کرتے ہیں کہ حنین کے روز میں بھیڑ میں حضورصلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔میرے پیر میں موٹی چپل تھی میں نے اس سے حضورؐ کا پیر کچل دیاتو حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے اس کوڑے سے جوآپ کے ہاتھ میں تھا مجھے ہلکی سی چوٹ ماری اورفرمایا بسم اللہ تُو نے مجھ کوتکلیف پہنچائی۔میں پوری رات اسی کوسوچتا رہا کہ میں نے حضورصلی اللہ علیہ وسلم کوتکلیف پہنچائی ہےاور میری رات کس طرح گزری خدا ہی بہتر جانتا ہے۔جب صبح ہوئی تو (ہم نے دیکھا کہ) ایک شخص آواز دے رہا تھا فلاں کہاں ہے؟راوی کہتے ہیں کہ میں سوچنے لگا کہ یقیناً یہ وہی قصہ ہے جوکل میرے ساتھ پیش آیا ہے' کہتے ہیں کہ میں آگے بڑھا لیکن میں خوف زدہ تھا۔حضورؐ نے مجھ سے فرمایا کہ کل تم نے اپنی چپل سے میرا پیر کچل دیا تھا جس سے مجھے تکلیف پہنچی تھی اس وقت میں نے تم کوڑے سے ماردیا تھا۔لہٰذا یہ اسی بھیڑیں ہیں اُس کوڑے کے عوض انہیں لے جاؤ''۔

بھیڑ کے فوائد

ایک مجرب عمل یہ ہے کہ اگر بھیڑ کی سینگ لے کراس پرتین مرتبہ ''یَومَ تَجِدُ کُلُّ نَفسٍ مَاعَمِلَتْ مِنْ خَیرٍ مُحْضَرا وَّمَاعَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ تَوَدُّ لَوْاَنَّ بَیْنَهَا وَبَیْنَهٗ اَمَدًا بَعِیْدًا ''۔پڑھ کردم کر دیا جائے اوراسے کسی سونے والی عورت کے سر کے نیچے اس طرح رکھ دیا جائے کہ اسے خبر نہ ہوتواس سے جو بات بھی پوچھی جائے وہ بتادے گی اگر اسے معلوم ہوگا تو چھپا نہیں سکتی۔

طبی خواص

اس کا پتہ جلاکر تیل میں ملاکر بھوؤں پر لگانے سے بھوؤں کے بال زیادہ ہوجاتے ہیں اوران کی سیاہی بھی بڑھ جاتی ہے۔

تعبیر

خواب میں موٹی بھیڑ دیکھنا شریف مالدار عورت کی نشانی ہے۔کیونکہ عورتوں کوعربی میں نعجۃ (بھیڑ) کہہ دیا جاتا ہے۔اگر کسی نے دیکھا کہ وہ کسی بھیڑ کوکھا رہا ہےتو اسے کوئی عورت حاصل ہوگی۔بھیڑ کا بال (اُون) اوراس کا دودھ مال سے کنایہ ہے۔اگر کسی نے دیکھا کہ بھیڑاس کے گھر میں گھس گئی ہےتو اس سال اس کوخوب نفع حاصل ہوگا۔گابھن بھیڑ سرسبزی ہےاور مال ہے جس کی پہلے تو قع تھی۔اگر کسی نے دیکھا کہ اس کی بھیڑ دُنبہ بن گئی ہےتو اس کی بیوی کبھی حاملہ نہیں ہوگی۔اوراسی پر مادہ جانور کی تعبیر قیاس کرلیں۔بہت ساری بھیڑیں نیک وصالح عورتوں کی علامت ہیں۔مگر کبھی کبھی اس سے رنج وغم کی بھی تعبیر لی جاتی ہے۔اسی طرح بیویوں سے ہاتھ دھونے اور عہدہ سے معزول ہونے کی بھی تعبیر بن سکتی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اَلنُّعْبُوْلُ

غالباً کوے سے مشابہ کوئی پرندہ ہے جس کی آواز کو ناپسند کیا جاتا ہے۔

النُّعَرَۃُ

(ایک نیلی مکھی) نعرۃ: ایک مکھی ہے جو عام مکھیوں سے جسامت میں بڑی ہوتی ہے جس کی آنکھیں بالکل نیلی ہوتی ہیں۔ دم کے پاس ڈنگ بھی ہوتا ہے جس سے وہ خاص کر چوپایوں کو تکلیف پہنچاتی ہے۔ کبھی کبھی وہ گدھے کی ناک سے گھس کر دماغ کی طرف چڑھ جاتی ہے وہاں سے اس کو نکالنے کی کوئی صورت نہیں ہے یہاں تک کہ وہ تکلیف سے مرجاتا ہے۔

شرعی حکم

اس کا کھانا حرام ہے۔

النَّعَمُ

(مویشی) اہل لغت کے یہاں ''نَعَم'' کا اطلاق اونٹوں اور بکریوں پر ہوتا ہے خواہ نر ہوں یا مادہ۔ اور فقہاء کی اصطلاح میں ''نَعَمْ'' اونٹوں' گایوں' بھینسوں' بھیڑ بکریوں سب کو کہا جاتا ہے۔ قشیریؒ نے آیت'' اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَا اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُوْنَ '' کی تفسیر میں'' اَنْعَامًا '' سے اونٹ' بیل' بھینس' بکری' گھوڑا' گدھا' خچر' سب کو مراد لیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم ان جانوروں کے مالک ہو۔

بخاری و مسلم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ ایک حدیث نقل کی ہے جس میں نعم کا تذکرہ آیا ہے:۔

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو مخاطب کر کے فرمایا اے علی! اگر اللہ تعالیٰ تمہاری بدولت ایک شخص کو بھی راہ حق کی راہنمائی کرادے تو تمہارے حق میں یہ ''سرخ اونٹ'' سے بھی بڑھ کر ہے''۔

اس حدیث سے علم (دین) سیکھنے' سکھانے کا اور علماء کرام کا درجہ معلوم ہو جاتا ہے نیز ان کی فضیلت معلوم ہو جاتی ہے کہ ایک شخص کو بھی جو دین کی معلومات نہ رکھتا ہو دین حق کی رہنمائی کر دینا سرخ اونٹوں سے بہتر ہے اور اونٹوں والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ سرخ اونٹ کی کیا قدر و قیمت ہے؟ پھر ان لوگوں کا کیا کہنا جن کے ہاتھ پر روزانہ لوگ جوق در جوق اسلام قبول کرتے ہوں۔

مویشیوں کے بہت سے فائدے ہیں یہ نہایت آسانی سے قابو میں آجاتے ہیں۔ دوسرے جانوروں کی طرح بدمزاجی اور درندوں کی طرح ان میں وحشیانہ پن نہیں ہوتا۔

اور چونکہ لوگوں کو ان مویشیوں کی سخت ضرورت پڑتی ہے اس لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے جسم میں کوئی خطرناک قسم کا ہتھیار نہیں بنایا جیسے کہ درندوں کے دانت اور پنجے اور سانپ اور بچھوؤں کے زہریلے دانت اور ڈنگ ہوتے ہیں اور ان کی فطرت میں مستقل مزاجی اور تھکن اور بھوک پیاس برداشت کرنے کا مادہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو انسانوں کے لئے مسخر کر دیا اور ان کا تابع و فرمانبردار بنا دیا ہے۔ ان کی سینگوں کو معمولی ہتھیار کے طور پر اس لئے بنایا تا کہ وہ اپنے دشمنوں سے اس کے ذریعے اپنی حفاظت کر سکیں۔

چونکہ ان کی خوراک گھاس ہے لہٰذا حکمت الٰہی کا تقاضا یہی تھا کہ ان کے منہ کو کشادہ اور ان کے دانتوں کو تیز اور ڈاڑھوں کو مضبوط بنایا جائے تا کہ وہ اسے گھاس دانہ اچھی طرح پیس کر باریک کریں۔

جاہلیت کی چند احمقانہ حرکتیں

اللہ تعالیٰ نے ان مویشیوں کو انسانوں کے نفع کے لئے بطور نعمت پیدا فرمایا اور اس نعمت کو شمار بھی کرایا۔ قال اللہ تعالیٰ: **وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا يَاْكُلُوْنَ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ** (سورۃ یٰسین: آیت ۷۲-۷۳) ''ہم نے ان (انسانوں) کے لئے ان مویشیوں کو مسخر کر دیا ہے کہ ان میں سے کسی پر یہ سوار ہوتے ہیں اور کسی کا یہ گوشت کھاتے ہیں اور ان کے اندر انسانوں کے لئے طرح طرح کے فائدے اور مشروبات ہیں پھر کیا یہ شکر گزار نہیں ہوتے۔

مگر زمانہ جاہلیت کے لوگ ان جانوروں سے نفع اُٹھانے کے راستے بند کر دیتے تھے اور اللہ کی نعمتوں کو ضائع کر دیتے تھے اور اپنی ناہنجاری کی وجہ سے ان مویشیوں میں انسانوں کے لئے موجود منفعت اور فائدوں کو بیکار کر دیتے تھے۔ چنانچہ وہ ''بحیرۃ'' سائبۃ'' وصیلہ اور حام کا نام تجویز کر کے یہ عمل انجام دیتے تھے جس کی قرآن نے یوں تردید کی ہے:۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ الايه

''یعنی اللہ تعالیٰ نے (جانوروں میں) بحیرۃ' سائبہ' وصیلہ یا حام کچھ نہیں بنایا ہے مگر یہ منکرین خدا' اللہ کے خلاف جھوٹ گھڑا کرتے ہیں اور ان میں اکثر نا سمجھ ہیں''۔

اب ان کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

۱۔ بَحِیْرَۃ''

اونٹنی جب پانچ بچے جن دیتی تو اس کے کان کو پھاڑ دیتے تھے اور اس پر سواری کرنے اور بوجھ لادنے کو ناجائز سمجھنے لگتے تھے۔ اب نہ اس کا بال کاٹتے اور نہ اُسے کہیں چرنے سے اور پانی پینے سے روکتے خواہ کہیں سے بھی کھائے پئے۔ پھر اگر اس کا پانچواں بچہ نر ہوتا تو اس اونٹنی کو ذبح کر ڈالتے اور مرد عورت سب مل کر کھاتے اور اگر پانچواں بچہ مادہ ہوتا تو اس اونٹنی کا کان پھاڑ کر اس کو چھوڑ دیتے تھے اور کوئی عورت اُس کے دودھ یا اس کی کسی بھی چیز کو استعمال نہیں کر سکتی تھی بلکہ اس کے منافع صرف مردوں کے لئے خاص ہوتے تھے۔ لیکن جب وہ اونٹنی مر جاتی تو مرد عورت سب کے لئے حلال ہو جاتی تھی۔

بعض لوگوں نے اس کی دوسری تفسیر بھی کی ہے اور وہ یہ ہے کہ اونٹنی جب مسلسل بارہ مادہ بچے جنتی تو اُسے جاہلیت کے لوگ چھوڑ دیتے۔ نہ اس پر کوئی سوار ہوتا نہ اس کے بال کاٹے جاتے اور سوائے مہمان کے کوئی اُس کا دودھ بھی نہیں پی سکتا تھا۔ پھر اگر اس کے بعد پھر وہ مادہ جنتی تو اس اونٹنی کے بچہ کا کان پھاڑ دیتے اور اسے بھی اس کی ماں کے ساتھ اونٹوں میں چھوڑ دیا جاتا تھا۔ نہ کوئی اس پر سوار ہوتا نہ اس کے بال کاٹتا اور نہ مہمان کے سوا کوئی اس کا دودھ استعمال میں لاتا۔ جس طرح اس کی ماں کے ساتھ برتاؤ کیا جاتا تھا تو اس تفسیر کی بنیاد پر یہ بحیرۃ سائبہ کی مادہ اولاد ہوئی۔

۲۔ سائبۃ

وہ اونٹنی جس کو آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا اور اس کی وجہ یہ ہوتی تھی کہ دورِ جاہلیت کا کوئی شخص اگر بیمار ہو جاتا یا اس کا کوئی رشتہ دار کہیں غائب ہو جاتا تو وہ نذر مانتا تھا کہ اگر خدا نے مجھے یا میرے مریض کو شفاء دے دی یا میرا گمشدہ رشتہ دار واپس لوٹا دیا تو میری یہ اونٹنی خدا

کے لئے آزاد ہے۔ لہٰذا اس کو چرنے یا پانی پینے سے کوئی نہیں روکتا تھا اور نہ ہی اس پر کوئی سواری کرتا تھا۔

حضرت سعید بن المسیبؓ فرماتے ہیں کہ سائبہ وہ اونٹنی ہے جس کو اہلِ جاہلیت اپنے بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور اس سے پھر کوئی کام نہیں لیا جاتا تھا اور بحیرہ وہ اونٹنی جس کا دودھ بتوں کے نام پر روک لیا جاتا تھا۔ لہٰذا کوئی انسان ان کا دودھ نہیں نکالتا تھا۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ سائبہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس نے بارہ مادہ بچے جنے ہوں اور پھر اس کو آزاد چھوڑ دیا گیا ہو۔

محمد ابن اسحاق نے ایک حدیث نقل کی ہے جس سے خدا کی نعمتوں (مویشیوں) میں تصرف کرنے والے پہلے شخص کا انجام معلوم ہوتا ہے جس نے ان جانوروں کو بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کے نامناسب نام لے کر ان کے منافع سے انسانوں کو محروم کرنے کی ناپاک سازش کی ہے۔

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثم بن جون خزاعیؓ سے فرمایا۔ اکثم! میں نے عمرو بن لحی کو جہنم میں اپنی آنتیں گھسیٹتے ہوئے دیکھا ہے میں نے اس سے زیادہ تمہارے مشابہ اور تم سے زیادہ اس کے مشابہ کوئی انسان نہیں دیکھا اور میں نے اُسے جہنم میں اس حال میں دیکھا ہے کہ اس کی آنتوں کی بدبو سے دوسرے جہنمی پریشان ہیں۔ حضرت اکثم نے پوچھا اے اللہ کے رسول! کیا میرا اس کے مشابہ ہونا میرے لئے نقصان دہ تو ثابت نہیں ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا نہیں تم مومن ہو وہ کافر ہے''۔

عمرو بن لحی ہی وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین میں تحریف کی۔ بتوں کو نصب کیا اور بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کی ایجاد کی۔

۳۔ وصیلۃ

وصیلہ بکریوں میں سے ہوتی ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ بکری جب تین بچے دیدیتی تھی یا دوسرے اقوال کے مطابق پانچ یا سات بچے دے دیتی تھی۔ اب اگر اس کا آخری بچہ نر ہوتا تو اسے بُت خانوں میں ذبح کر کے مرد، عورت سبھی مل کر کھاتے اور اگر وہ بچہ مادہ ہوتا تو سے باقی چھوڑ دیتے اور گر بکری نر و مادہ دونوں ایک ساتھ جنتی تو نر کو مادہ کے لئے چھوڑ دیتے اور اس کو ذبح نہیں کرتے تھے اور اس مادہ بچہ کا دودھ آئندہ عورتوں کے لئے جائز نہیں سمجھتے تھے۔ پھر اگر کوئی بچہ مرجاتا تو مرد، عورت دونوں مل کر اُسے کھایا کرتے تھے۔

۴۔ حام

اونٹ، جب اُس کے نطفے سے دس بچے پیدا ہوجاتے اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ جب وہ اونٹ دس سال تک جفتی کر چکا ہوتا اور بعض نے کہا ہے کہ جب اس کا بچہ، بچہ دے دیتا اور بعض نے کہا ہے کہ جب اس کے بچے کا بچہ سواری کے قابل ہوجاتا تو اس اونٹ پر کوئی بوجھ وغیرہ نہیں لادا جاتا تھا اور نہ اسے کسی جگہ سے گھاس، پانی سے روکا جاتا تھا۔ جب وہ اونٹ مرجاتا تو اُسے مرد و عورت سب کھایا کرتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان جانوروں کے منافع کو نہ تو مرد، عورت میں سے کسی کے لئے مخصوص کیا تھا نہ ان کو کسی کے لئے حرام کیا تھا مگر جاہلیت کے دلدادہ ان احمقوں نے ان کو حرام کرنے کی کوشش کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو جاہلیت کے ان کاموں سے منع کیا مگر وہ نہ مانے اور اپنی چال چلتے رہے۔

النُّغَرُ

جوہری نے لکھا ہے کہ" نُغر "چڑیوں کی طرح کا ایک پرندہ ہے۔جس کی چونچ لال ہوتی ہے۔مدینہ والے اسے بلبل بھی کہتے ہیں (ہندوستان و پاکستان میں بھی اسے بلبل کہا جاتا ہے) بخاری و مسلم میں ایک حدیث نقل کی ہے جس میں بلبل کا اس طرح ذکر آیا ہے:۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں سے دل لگی کرنا

"حضرت انسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں بہتر اخلاق والے تھے میرا ایک ماں شریک بھائی تھا جس نے دودھ پینا چھوڑ دیا تھا اُس کا نام عمیر تھا' تو جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لاتے تو یہ جملہ فرمایا کرتے تھے۔**یا ابا عمیر مافعل النغیر**" اے ابو عمیر تمہاری بلبل کا کیا ہوا؟"

دراصل واقعہ یہ ہوا تھا کہ انہوں نے ایک بلبل پال رکھی تھی۔قضائے الٰہی سے ایک دن وہ مرگئی جس سے عمیر کو بہت رنج ہوا۔جس طرح بچوں کو عموماً ہوتا ہے تو اسی کے متعلق حضورؐ ان سے یہ جملہ بطور مزاح فرمایا کرتے تھے۔

شیخ الاسلام امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔مثلاً۔

(۱) جس شخص کے کوئی اولاد نہ ہو اسے بھی کنیت سے پکارنا صحیح ہے۔خواہ وہ بچہ ہی کیوں نہ ہو۔

(۲) اور اس طرح کسی کی کنیت رکھنا جھوٹ بولنے کے تحت نہیں آتا۔

(۳) کلام میں بلاتکلف اگر مقفیٰ مسجع جملے آجائیں تو درست ہے اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

(۴) بچوں سے انسیت اور پیار و محبت کوئی نامناسب بات نہیں ہے۔

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ اور آپ کا تواضع اور بچوں سے آپ کی حد درجہ شفقت و محبت۔

(۶) اپنے رشتہ داروں کی زیارت کرنا۔کیونکہ حضرت انسؓ وابو عمیر کی والدہ آپؐ کے محارم [1] میں سے تھیں۔

اس حدیث سے بعض مالکیہ نے حرم مدینہ سے شکار کرنے کا جواز نکالا ہے۔حالانکہ حدیث میں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔اس لئے کہ حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ وہ بلبل حرم مدینہ سے شکار کی ہوئی تھی بلکہ وہ مدینہ سے باہر "حل" کا شکار تھی اور اس کو حرم مدینہ میں لے آیا گیا تھا اور حلال کے لئے یہ چیز جائز ہے کہ حل سے شکار کر کے اس کو حرم میں لے جا کر رکھے مگر حرم سے شکار کرے یہ قطعاً جائز نہیں ہے۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث منقول ہیں جن سے حرم مدینہ میں بھی شکار کرنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔لہٰذا اس حدیث میں محض احتمال کی بنیاد پر دوسری صریح احادیث کو ترک نہیں کیا جائے گا اور نہ اُن حدیثوں سے اس حدیث کا معارضہ درست ہے۔

(۷) بچہ پرندہ سے کھیل سکتا ہے۔

علامہ ابو العباس قرطبی نے لکھا ہے کہ پرندہ سے بچہ کا کھیلنا جائز ہے۔بشرطیکہ صرف اس کو پنجرہ میں بند کر کے کھیلے۔اس کو تکلیف پہنچانا اور اس سے کھیلنا جائز نہیں۔

---

[1] آپ کی رضاعی خالہ اور بقول بعض نسبی خالہ تھیں

امام مسلم نے دجال کی حدیث روایت کی ہے جس میں "نغف" کا بھی تذکرہ ہے:۔

"کہ اللہ تعالیٰ (قیامت کے قریب) یاجوج ماجوج کو ظاہر کر دے گا۔ پھر (کچھ دنوں کے بعد) ان کی گردنوں میں لگنے والا "نغف" کیڑا بھیجے گا۔ پھر وہ سب کے سب ایسے مر جائیں گے جیسے کہ ایک جان (یعنی بیک وقت ختم ہو جائیں گے)۔"

دوسرا امام بیہقیؒ نے اللہ تعالیٰ کے ناموں اور صفات کے بیان میں جہاں "کف" ہتھیلی کا تذکرہ کیا ہے وہاں حدیث میں بھی نغف کا ذکر آیا ہے۔

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اُن کو توشہ دان کی طرح جھاڑا تو اُن کے بدن سے (باریک باریک) کیڑے جیسی چیزیں نکلیں۔ خدائے عزوجل نے اُس میں سے دو مٹھی اُٹھایا اور داہنی مٹھی کے اندر موجود چیز کے بارے میں فرمایا کہ یہ جنت میں جانے والے ہیں مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں اور بائیں مٹھی کے متعلق فرمایا کہ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے مجھے اس کا کوئی غم نہیں ہے"۔

النَّفَارُ

(ایک قسم کا پرندہ) "نَفَارُ": ان چڑیوں کو کہتے ہیں جو دور ہی سے انسان کو دیکھ کر اڑ جاتی ہیں۔

النَّقَازُ

ایک چھوٹی سی چڑیا جس کو "پدی" بھی کہتے ہیں۔ چڑیوں کے چوزوں کو بھی کہتے ہیں۔

النَّقَاقَة

(ٹرٹر کرنے والا مینڈک) "نـقـيـق: مینڈک کی ٹرٹر کو کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ اکثر ٹرٹر بولتا ہے۔ خصوصاً بارش کے دنوں میں کہتے ہیں کہ اس کی پیاس کبھی نہیں بجھتی اور اگر یہ پانی سے الگ ہو جائے تو زندہ نہیں رہے گا۔

النَقَدُ

"الـنـقـد" اس سے مراد چھوٹی بکری ہے۔ اس کے واحد کے لئے "نقدة" کا لفظ مستعمل ہے۔ اس کی جمع "نقاذ" آتی ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ "الـنـقـد" بکریوں کی ایک قسم ہے جس کے پاؤں چھوٹے ہوتے ہیں نیز اس بکری کا چہرہ قبیح ہوتا ہے۔ یہ بکری بحرین میں پائی جاتی ہے۔ اس کے واحد کے لئے "نقدة" کا لفظ مستعمل ہے۔

امثال

اہل عرب کہتے ہیں "أذل من النقد" (چھوٹی بکریوں سے بھی زیادہ ذلیل) اصمعی نے کہا ہے کہ سب سے بہترین اون "النقد" (چھوٹی بکری) کی اون ہوتی ہے۔

النَّکل

''النکل'' اس سے مراد سدھایا ہوا طاقتور گھوڑا ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ مضبوط سدھائے ہوئے گھوڑے پر بہادر، ماہر شخص کو پسند کرتا ہے۔ ایک دوسری روایت مین ہے کہ مضبوط گھوڑا جو حملہ کرتا ہو پھر مڑتا ہو اور پھر حملہ کرتا ہو، اس گھوڑے پر سوار ہو کر اس قسم کا حملہ کرنے والا، پھر مڑ کر حملہ کرنے والا بہادر شخص اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔'' علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ تحقیق ''باب القاف'' میں ''الفرس'' کے تحت اس کا تفصیلی تذکرہ گزر چکا ہے۔

النَّمِرُ

نمر: نون کے فتحہ اور میم کے کسرہ کے ساتھ ایک قسم کا درندہ (چیتا) ہے جو شیر کے مشابہ ہوتا ہے۔ لیکن شیر سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کے جسم پر سفید اور سیاہ نقطے ہوتے ہیں یا اسی طرح دورنگا ہوتا ہے مثلاً سیاہ، سرخ وغیرہ۔

چیتا شیر سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ غصہ آنے کے بعد اپنے اوپر اسے قابو (کنٹرول) نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ کبھی کبھی وہ اس حال میں خودکشی کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔

اس کی کنیتیں بہت ہیں۔ مثلاً'' ابو الابرد' ابو الاسود' ابو الجعدۃ' ابو الجھل' ابو خطاف' ابو الصعب' ابو رقاش' ابو سھل' ابو عمرو' ابو العرسال '' اور مادہ کی کنیت ام الابرد' ام رقاش ہے۔ چیتے کی فطرت درندوں کی سی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں:۔

(۱) جسم بڑا دم چھوٹی ہو۔ (۲) دم بڑی ہو جسم چھوٹا ہو۔

دونوں طرح کے چیتے نہایت طاقتور، بہادر اور نڈر ہوتے ہیں۔ ان کی چھلانگ بہت تیز ہوتی ہے یہ جانوروں کا بدترین دشمن ہے کسی جانور سے نہیں ڈرتا۔ نہایت متکبر ہوتا ہے۔ جب پیٹ بھر کر کھالیتا ہے تین دن تک سوتا رہتا ہے۔ درندوں کی طرح اس کے بدن سے بدبو نہیں آتی۔ بیمار ہو جانے پر چوہا کھا کر شفایاب ہو جاتا ہے۔ گویا چوہا اس کی سب سے عمدہ دوا ہے۔

جاحظ نے لکھا ہے کہ چیتا شراب کا دلدادہ ہوتا ہے۔ اگر جنگل میں رکھ دیا جائے تو اس کو پی کر مست ہو جاتا ہے۔ بہت سے لوگ اسی طرح اس کا شکار کرتے ہیں۔

کچھ لوگوں کا گمان ہے کہ چیتے کی مادہ جب بچہ دیتی ہے تو اس کے گلے میں سانپ لپٹ جاتا ہے اور وہ اسے ڈستا رہتا ہے مگر وہ اُس کو نہیں مارتی۔

درندوں میں اس کو شیر کے بعد دوسرا درجہ حاصل ہے اس کا سینہ کمزور ہوتا ہے۔ نہایت لالچی، ہر وقت حرکت کرتا رہتا ہے۔ اس کی فطرت میں شیر کی دشمنی داخل ہے۔ کبھی شیر اس کو مغلوب کر لیتا ہے اور کبھی یہ شیر سے جیت جاتا ہے۔ گوشت نوچ نوچ کر کھاتا ہے۔ اُچک لینے میں بڑا بہادر ہے۔ اس کی چھلانگ بہت زیادہ ہے۔ کبھی کبھی یہ اونچائی میں چالیس ہاتھ چھلانگ لگا لیتا ہے اور جب کودنے پر قادر نہیں ہوتا تو کچھ نہیں کھاتا۔ دوسرے کا شکار کیا ہوا شکار نہیں کھاتا۔ مردار سے بہت دور رہتا ہے۔ طبرانی نے اپنی معجم الاوسط میں ایک حدیث نقل کی ہے جس میں چیتے کا ذکر آیا ہے:۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے دُعا کی اے پروردگار! مجھے اپنی مخلوق میں سے اپنے نزدیک معزز شخص کی خبر دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میری مرضیات کی طرف ایسی تیزی سے بڑھتا ہے جیسے گدھ اپنی خواہشات کی طرف بڑھتا ہے اور جو میرے نیک بندوں سے ایسی ہی محبت کرتا ہو جیسے کوئی بچہ کھلونوں سے کرتا ہے اور جو میری حرمتوں کی آبروریزی کرنے پر ایسے ہی غصہ میں بپھر جاتا ہو جیسے چیتا غصہ میں بپھر جاتا ہے۔ کیونکہ چیتا جب غصہ ہوتا ہے تو چاہے شکاری کم ہوں یا زیادہ بالکل پرواہ نہیں کرتا اور حملہ کر دیتا ہے''۔

شرعی حکم

چونکہ یہ ایک ضرر رساں درندہ ہے لہٰذا اس کا کھانا حرام ہے۔

چیتے کی کھال کا حکم

ابوداؤد کی روایت ہے: لا تصحبُ الملائکۃُ رفقۃ فیھا جلد النمر ''(فرشتے اس جماعت کے ساتھ نہیں رہتے جس کے پاس چیتے کی کھال ہو) شیخ ابو عمرو بن الصلاح نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ چیتے کی کھال دباغت سے پہلے نجس (ناپاک) ہے۔ چاہے چیتے کو ذبح کر دیا گیا ہو یا ذبح نہ کیا گیا ہو۔ لہٰذا اس کھال کا استعمال نجس العین کی طرح ممنوع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کا استعمال اس جگہ بالکل جائز نہیں ہے جہاں نجاست سے بچنا ضروری ہو۔ مثلاً نماز وغیرہ میں۔ لیکن چیتے کی کھال کا استعمال مطلقاً جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں دو قول ہیں (۱) جائز ہے (۲) ناجائز ہے۔ البتہ دباغت کے بعد کھال پاک ہو جاتی ہے لیکن اس کا بال اب بھی ناپاک ہے کیونکہ اس کی اصل ناپاک ہے۔

نیز حدیث شریف میں جب عام طور سے استعمال کرنے کی چیز ''کھال'' کے استعمال سے بالکل ممانعت کر دی گئی تو عادتاً غیر مستعمل چیز کا استعمال یقیناً ممنوع ہو جائے گا۔ ایک روایت ہے (چیتوں پر سواری نہ کیا کرو) ایک روایت ہے لا ترکبو النمور (چیتوں پر سواری نہ کیا کرو) ایک روایت ہے'' نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جلود السباع ان تفترش '' کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کی کھال بچھانے سے روک دیا ہے اور چیتا بلا شبہ درندہ ہے۔ یہ حدیث نہایت قوی' معتبر ہیں اور ان میں تاویل فاسد درست نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص ان احادیث کے خلاف کوئی حدیث کہیں سے لے کر آتا تو وہ اس کی متاع گمشدہ ہے اور اس سے وہ تسلی حاصل کر لے کوئی اسے اس سے منع نہیں کرتا مگر صحیح بات وہی ہے جو ہم نے نقل کر دی ہے۔

امثال

ایک محاورہ ہے جو عرب میں کثرت سے مستعمل ہے:۔
(آستین سمیٹ لے کمر کس لے اور چیتے کی کھال پہن لے)
کسی کام میں خوب محنت اور لگن پیدا کرنے کے لئے کسی کو کہتے ہیں۔ اردو میں بھی کمر کسنا اسی مفہوم کے لئے بولا جاتا ہے۔

طبی خواص

اگر کہیں چیتے کا سر دفن کر دیا جائے تو وہاں بہت سے چوہے اکٹھے ہو جائیں گے۔ اس کا پتہ بصارت نگاہ میں تیزی پیدا کرتا ہے۔ اگر بطور سرمہ لگایا جائے۔ نیز اس سے آنکھ سے پانی نکلنا بند ہو جاتا ہے۔ اس کا پتہ زہر قاتل ہے۔ اگر کسی کو ایک دانق کے ہم وزن کسی چیز میں ملا کر پلا دیا جائے تو پینے والا زندہ نہیں بچ سکتا۔ ہاں اگر خدا ہی بچا لے تو کون کسی کو مار سکتا ہے اور ارسطو نے ''طبائع الحیوان'' میں

لکھا ہے کہ اگر چیتے کا سڑا ہوا بھیجا (مغز) کوئی سونگھ لے تو فوراً مر جائے گا۔

کہتے ہیں کہ چیتا انسان کی کھوپڑی دیکھ کر بھاگ جاتا ہے۔ اگر چیتے کے بالوں کی کسی گھر میں دھونی دے دی جائے تو بچھو وہاں سے بھاگ جاتے ہیں اور چیتے کی چربی پگھلا کر پرانے گہرے زخموں پر لگانے سے زخم ٹھیک اور صاف ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص چیتے کا گوشت پانچ درہم کے برابر کھالے تو زہر کا کام کر سکتا ہے۔ خصوصاً اس کا پتہ۔ صحیح بات یہی ہے۔ اگر اس کا عضو تناسل پکا کر شوربہ وہ شخص پی لے جس کو پیشاب کے قطرے آتے رہتے ہیں یا جس کے مثانے میں کوئی تکلیف ہے تو فائدہ حاصل ہو اور اگر بواسیر کا مریض چیتے کی کھال پر بیٹھ جائے تو اس کا مرض زائل ہو جائے گا اور اگر کوئی شخص چیتے کی کھال کا کوئی ٹکڑا اپنے پاس رکھے تو لوگوں میں بارعب ہو جائے گا۔ اس کا ہاتھ اور اس کے پنجے اگر کسی جگہ دفن کر دیئے جائیں تو وہاں چوہے نہیں رہ سکتے۔ اگر کسی انسان کو چیتے نے زخمی کر دیا ہو تو چوہے اس کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اگر موقع پالیں اس پر پیشاب کر دیتے ہیں جس کے نتیجے میں انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اگر کبھی ایسی نوبت آجائے تو اس شخص کی نگرانی اور حفاظت بہت ضروری ہے۔

''عین الخواص'' کے مصنف نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے جسم پر گوہ کی چربی لگالے تو چیتا اُس کے قریب نہیں آسکتا۔

تعبیر

خواب میں چیتا دیکھنے سے ظالم بادشاہ یا وہ دشمن مراد ہوتا ہے جو شان و شوکت والا ہو اور جس کی دشمنی واضح ہو۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ چیتے کو مار ڈالا ہے تو اس قسم کے آدمی کو قتل کرے گا۔ اگر کسی نے چیتے کا گوشت کھاتے ہوئے اپنے آپ کو دیکھا مال و دولت عزت و مرتبہ پائے گا۔ جو چیتے پر سوار ہو اس کو بڑی سلطنت حاصل ہو گی اور جس نے یہ دیکھا کہ چیتا اس پر غالب آگیا ہے تو اس کو کسی ظالم بادشاہ یا کسی دشمن کی طرف سے گزند پہنچے گا۔ اگر کسی نے دیکھا کہ اُس نے چیتا کی مادہ سے جماع کیا ہے تو کسی ظالم قوم کی عورت سے نکاح کرے گا۔ اگر کسی نے دیکھا کہ چیتا اُس کے گھر میں آگیا ہے تو اُس کے گھر پر کوئی فاسق آدمی حملہ کر دے گا۔

اور اگر کسی نے دیکھا کہ اس نے چیتا یا تیندوا کا شکار کر لیا ہے تو اِن جانوروں کے غصہ کے برابر اس کو منفعت حاصل ہو گی اور ''ارطامیدورس'' نے لکھا ہے کہ چیتا دیکھنا مرد اور عورت دونوں کی علامت بن سکتا ہے کیونکہ اس کا رنگ مختلف ہوتا ہے۔ نہایت چالاک فریبی ہوتا ہے۔ کبھی اس کا دیکھنا بیماری یا آشوبِ چشم کی دلیل بھی ہوتی ہے۔ اس کا دودھ دشمنی ہے اس کے پینے والے کو ضرر پہنچے گا۔

النِّمس

(نیولے کی صفت کا ایک جانور) نمس: ایک چوڑے بدن کا چھوٹا جانور ہے جو دیکھنے میں سوکھے ہوئے گوشت کا ٹکڑا معلوم ہوتا ہے۔ یہ سرزمین مصر میں پایا جاتا ہے۔ باغبانوں کو جب سانپ سے خطرہ محسوس ہوتا ہے تو اس جانور کو اپنے ساتھ رکھ لیتے ہیں۔ کیونکہ یہ سانپوں کو مار کر کھا جاتا ہے۔ یہ قول جوہری کا ہے۔ کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ ''نمس'' ایک جانور ہوتا ہے جس کی دُم لمبی اور ہاتھ پیر چھوٹے ہوتے ہیں۔ یہ چوہے اور سانپ کا شکار کرتا ہے اور انہیں کھا لیتا ہے۔

مفضل بن سلمہ کا کہنا ہے کہ نمس ''اُود بلاؤ'' کو کہتے ہیں۔ جاحظ نے لکھا ہے کہ میں نے لوگوں سے سنا ہے کہ نمس مصر میں پایا جانے والا ایک قسم کا کیڑا ہے جو سکڑتا اور پھیلتا رہتا ہے۔ جب سانپ اس پر لپیٹ جاتا ہے تو سانس لے لیکر اپنے بدن کو پھلا لیتا ہے یہاں تک کہ سانپ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔

ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ نمس 'نیولے کو کہا جاتا ہے اور نمس نیولے کو کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نمس کے معنی چھپانا 'نمس الصائد اس وقت بولتے ہیں جب شکاری شکار کرنے کے لئے گھات میں چھپ جائے۔ اسی طرح یہ جانور بھی سانپ کے لئے گھات لگا کر بیٹھا رہتا ہے۔ کبھی کبھی وہ اپنے آپ کو مردہ ظاہر کر کے ہاتھ پیر بے حس وحرکت کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ سانپ آ کر اُسے کھانے کے لئے چاٹنے لگتا ہے پھر یہ اس کا شکار کر لیتا ہے۔

شرعی حکم

طبعاً اس میں گندگی ہے لہٰذا اس کا کھانا حرام ہے اور رافعی نے ''کتاب الحج'' میں تحریر کیا ہے کہ نمس کی بہت سی قسمیں ہیں۔ لہٰذا مختلف متضاد اقوال کو جمع کرنا اس قول کی بنیاد پر آسان ہو جاتا ہے۔

طبی خواص

وہ گنبد یا وہ عمارت جس کو کبوتروں نے اپنا مسکن بنالیا ہو۔ اگر وہاں اس کی دھونی دی جائے تو کبوتر وہاں سے بھاگ جائیں گے۔ انڈے کی سفیدی میں نمس کا پتہ ملا کر آنکھ پر لیپ کرنے سے آنکھ کی حرارت ختم ہو جاتی ہے۔ آنسو نکلنا بند ہو جاتا ہے اور ایک قیراط کے برابر اس کا خون عورت کے دودھ میں ملا کر مجنون کی ناک میں ٹپکایا جائے اور اُس کی دھونی اسے دیدی جائے تو اُسے افاقہ آ جاتا ہے۔ پیشاب کے قطرے آنے اور دردِ مثانہ کے لئے اس کا عضو تناسل پکا کر اس کا شوربا پینا مفید ہے۔ موسمی بخار زدہ کے گلے میں اگر اس کی داہنی آنکھ لٹکا دی جائے تو بخار ٹھیک ہو جاتا ہے اور اگر بائیں آنکھ اس کے گلے میں لٹکا دیں تو بخار واپس آ جاتا ہے۔ اگر اس کا مغز عرق مولی میں خوب ملا لیا جائے اور اس میں روغن گلاب ملا کر کسی انسان کو لگا دیا جائے تو وہ فوراً بیمار ہو جائے اور اس کے بدن میں کھجلی ہونے لگے اور اس کا علاج یہ ہے کہ پارہ کے تیل میں اسی کا پاخانہ خشک کر کے اس انسان کے بدن پر مل دیا جائے۔ اگر اس کا پاخانہ پانی میں گر جائے اور کوئی انسان اُسے پی لے۔ ہر وقت اُس کے دل میں خوف و دہشت موجود ہوگی اور دیکھنے میں ایسا لگے گا جیسا کہ شیطان اُس کی تلاش کر رہے ہوں۔

تعبیر

خواب میں نمس (نیولہ) دیکھنا زنا پر دلالت ہے کیونکہ یہ چپکے سے مرغیاں پکڑ کر لے جاتا ہے اور ان کے ساتھ زنا کرتا ہے۔ اگر کوئی نیولوں کا پورا گروہ دیکھے تو اس کی تعبیر عورتیں ہیں۔

اگر کوئی شخص نیولے سے آپنے آپ کو جھگڑتے دیکھے یا اسے اپنے گھر میں دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی زانی شخص سے جھگڑا کر رہا ہے۔

النَّملَ

(چیونٹی) ایک مشہور جانور ہے۔ اس کی کنیت ابو مشغول ہے مادہ کی کنیت ام نوبہ ام مازن ہے۔ چیونٹی کی بہت سی خصوصیات ہیں نہ تو ان میں باہم جوڑے ہوتے ہیں نہ ہی ان میں جماع کا طریقہ ہے بلکہ ان کے بدن سے ایک معمولی سی چیز نکلتی ہے اور بڑھتے بڑھتے وہ انڈے کی شکل میں بدل جاتی ہے۔ اس سے اُن کی نسل بڑھتی ہے۔ ہر انڈے کو بیضہ اور بیض کہتے ہیں لیکن چیونٹی کے انڈے کو بیظ' ظاء کے ساتھ بولتے ہیں۔ چیونٹی رزق کی تلاش میں بڑی بڑی تدبیریں کرتی رہتی ہے۔ جب کوئی چیز اسے مل جاتی ہے تو دوسری چیونٹیوں کو فوراً بلا

لیتی ہے تاکہ سب مل کر وہ خوراک کھائیں اور اُٹھا کر لے جائیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کام کرنے والی چیونٹی تمام چیونٹیوں کی سردار ہوتی ہے۔ اس کی فطرت اور عادت یہ ہے کہ گرمی کے موسم میں سردی کے لئے یہ اپنی غذا اکٹھا کر لیتی ہے۔

اور رزق اکٹھا کرنے میں اس کی عجیب عجیب تدبیریں ہیں۔ مثلاً اگر ایسی چیز کا ذخیرہ جمع کیا ہے جس کے اُگنے کا اُسے خطرہ ہوتا ہے اسے دو ٹکڑے کر دیتی ہے اور ''کسفرہ'' (دھنیا) کے چار ٹکڑے کر دیتی ہے جس کے بارے میں اسے علم ہے کہ اس کے دونوں حصے اُگ جاتے ہیں اور جب دانہ میں بدبو اور سڑاند پیدا ہونے کا خطرہ محسوس کرتی ہے تو اسے زمین کی سطح پر لا کر بکھیر دیتی ہے اور اسے سکھا کر پھر اپنے بل میں واپس لے جا کر رکھ لیتی ہے۔ اکثر یہ عمل چاند کی روشنی میں کرتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اس کی زندگی کی بقاء اور اس کا وجود اس کے کھانے کی وجہ سے نہیں کیونکہ اس کے جسم میں ایسا پیٹ نہیں ہے جس میں کھانا جائے بلکہ اس کے بدن میں دو حصے ہیں اور دراصل دونوں الگ الگ ہیں اور اس کو دانہ کاٹتے وقت جو اس سے بو نکلتی ہے صرف اسی کو سونگھ کر طاقت ملتی ہے اور یہی اس کے لئے کافی ہو جاتی ہے اور عقعق اور چوہے کے بیان میں حضرت سفیان بن عیینہؒ سے جو مروی ہے گزر چکا ہے کہ انسان' عقعق' چیونٹی' چوہا کے علاوہ کوئی جانور اپنی خوراک اکٹھا نہیں کرتا۔ بعض لوگوں سے اس قسم کی بات منقول ہے کہ بلبل بھی ذخیرہ کرتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ عقعق اپنے لئے خوراک ذخیرہ کرنے کے لئے خفیہ جگہ بناتا ہے لیکن وہ اپنی جگہ بھول جایا کرتا ہے۔

چیونٹی کی ناک بہت تیز ہوتی ہے اس کی موت کے اسباب میں سے اس کے پروں کا نکل آنا اور اس سلسلہ میں مثل بھی مشہور ہے کہ ''چیونٹی کے پر نکل آئے ہیں''۔ جب کسی کے زوال کا وقت قریب سمجھا جاتا ہے اس وقت یہ مثل بولتے ہیں۔ جب چیونٹیاں اس حال پر پہنچ جاتی ہیں تو پرندوں کی زندگی میں خوشحالی آ جاتی ہے کیونکہ وہ اڑتی ہوئی چیونٹیوں کا شکار کر لیتے ہیں۔ چیونٹی کے چھ پیر ہوتے ہیں۔ یہ اپنے پیروں سے کھود کر اپنا بل بناتی ہے۔ جب یہ اپنا بل بناتی ہیں تو اس کو پیچ در پیچ ٹیڑھا کر کے بناتی ہیں تاکہ وہاں بارش کا پانی نہ پہنچ سکے اور کبھی کبھی اسی مقصد سے یہ اپنا گھر دو منزلہ بھی بناتی ہیں تاکہ ان کی خوراک کا ذخیرہ نم نہ ہو جائے۔

بیہقی نے ''شعب'' میں لکھا ہے کہ حاتم طائی کے صاحبزادے ''عدی'' چیونٹیوں کے لئے کھانے کی چیزوں کا چورا بکھیرا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ ہماری پڑوسن ہیں ان کا ہم پر حق ہے اس طرح کی بات جانوروں کے بیان میں آنے والی ہے کہ زاہد فتح بن حرب چیونٹیوں کے لئے روٹی کے ٹکڑے ڈال دیا کرتے تھے مگر عاشورہ کے دن وہ اسے نہیں کھاتی تھیں۔ جانوروں میں چیونٹی کے علاوہ کوئی ایسا جانور نہیں ہے جو اپنے بدن کو دوگنا (ڈبل) بوجھ اُٹھا کر بار بار لے جائے اور یہ تو اپنے سے کئی کئی گنا اٹھانے کے لئے تیار ہو جاتی ہے بلکہ کبھی کبھی تو کھجور کی گٹھلی اٹھا کر لے جاتی ہیں جو اُن کے کسی کام نہیں آتی۔ لیکن اس کی حرص وطمع اسے اس بات پر مجبور کر دیتی ہے۔ اگر یہ زندہ رہ جائے تو کئی کئی سال کے لئے کھانے کی چیز کا ذخیرہ کر لے مگر بے چاری مجبور ہے کہ اس کی عمر ایک سال سے زیادہ نہیں ہے اور عجیب وغریب بات یہ ہے کہ یہ زمین کے اندر اپنا مسکن بناتی ہے جس میں گھر اور اُن کے کمرے' دہلیزیں بھی ہوتی ہیں۔ نیز ایسے لٹکے ہوئے کانے بھی ہوتے ہیں جن میں سردی کے موسم کے لئے دانے اور دیگر چیزیں جمع کرتی ہیں ان میں بعض چیونٹیوں کو ''ذر فارسی'' بھی کہتے ہیں جو دوسروں کو تکلیف پہنچانے میں بھڑ کی طرح ہوتی ہیں۔ ایک قسم کو ''نمل الاسد'' بھی کہتے ہیں جن کا سر کا حصہ شیر کی طرح ہوتا ہے اور پچھلا حصہ چیونٹی کی شکل کا ہوتا ہے۔

بخاری ومسلم' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ میں ایک روایت نقل کی گئی ہے:۔

حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک نبی ایک درخت کے نیچے (آرام کرنے کے لئے) ٹھہرے کہ ایک چیونٹی نے ان کو کاٹ لیا۔ انہوں نے حکم دیا کہ سامان، بستر وغیرہ وہاں سے اُٹھا لیا جائے لہٰذا اُٹھا لایا گیا اور حکم دیا کہ چیونٹیوں کو آگ میں جلا دیا جائے۔ چنانچہ حکم کی تعمیل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے پاس وحی بھیجی کہ ایک ہی چیونٹی کو کیوں نہ جلایا۔ امام ترمذی اپنی کتاب ''نوادر الاصول'' میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس نبی پر چیونٹیوں کے جلانے کی وجہ سے عتاب نہیں فرمایا بلکہ اس وجہ سے کہ انہوں نے مجرم کے ساتھ ساتھ بری اور غیر مجرم کو بھی سزا دی تھی۔ اور قرطبی نے لکھا ہے کہ یہ نبی موسی بن عمران علیہ السلام ہیں۔ چونکہ انہوں نے کہا تھا کہ اے پروردگار! آپ کسی بستی والوں کو ان کے گناہوں کی پاداش میں عذاب بھیجتے ہیں اور ان میں نیکوکار بھی ہوتے ہیں اور گناہگار بھی' اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس کا جواب اُن کو دکھا دے۔ لہٰذا گرمی کی شدت سے وہ نبی ایک درخت کے سائے میں آرام کرنے کے لئے پہنچے اور اس جگہ چیونٹیوں کا بل تھا ان کو نیند آ گئی۔ جیسے ہی نیند کا لطف ملا ایک چیونٹی نے اُن کو کاٹ لیا۔ انہوں نے وہاں موجود تمام چیونٹیوں کو اپنے پیر سے مسل دیا اور اُن کو مار ڈالا۔ پھر اُن کے گھر میں آگ لگا دی۔

اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ میں ان کو نشانی دکھلا دی (اور جواب سمجھا دیا) کہ کس طرح ایک چیونٹی نے کاٹا اور دوسری چیونٹیوں کو اس کی سزا ملی (گویا کہ) اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کو تنبیہ کر دے اور آگاہ کر دے کہ اللہ کی طرف سزا نیک و بد دونوں کو ملتی ہے۔ پھر یہ سزا اور یہ عذاب نیک لوگوں کے لئے رحمت' گناہوں سے پاکی اور برکت بن جاتی ہے اور گناہ گاروں کے لئے یہی عذاب بدلہ اور سزا بن جاتی ہے''۔

اس کے باوجود (چیونٹیوں کو جلانے پر نبی کو تنبیہ ہو رہی ہے) حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے چیونٹیوں کو مارنے اور جلانے کی ممانعت اور کراہت معلوم ہو۔ کیونکہ جس چیز سے بھی انسان کو تکلیف پہنچے انسان کے لئے اس کو روکنا اور اپنے آپ کو بچانا جائز ہے اور مومن کی حرمت سے بڑھ کر کسی مخلوق کی حرمت نہیں ہے اور مومن سے بھی اگر کسی مومن کو جان کا خطرہ ہو تو اس کو مار کر بھگانا یا ضرورت پر اس کو قتل کر دینا جائز ہے جیسی ضرورت ہو تو کیڑوں مکوڑوں کو مار ڈالنا کیسے جائز نہ ہوگا جن کو انسان کے لئے مسخر کر دیا گیا ہے اور کبھی کبھی وہ انسان کو تکلیف پہنچا دیتے ہیں۔ لہٰذا جب بھی وہ تکلیف پہنچائیں ان کو مار ڈالنا مومن کے لئے جائز ہے۔

کسی جانور کو آگ میں جلانا

دوسری بات یہ ہے کہ اس نبی کی شریعت میں جانوروں کو جلا کر سزا دینا جائز تھا اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جو تنبیہ کی ہے تو اس بات پر کی ہے کہ تمام چیونٹیوں کو کیوں جلا دیا ایک ہی کو جلانے پر اکتفار کیوں نہیں کیا۔ لیکن ہماری شریعت میں کسی جانور کو آگ میں جلانا حرام ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کو آگ میں جلا کر سزا دینے سے منع فرمایا۔ نیز فرمایا ہے کہ آگ سے صرف اللہ سزا دیتا ہے بندہ کے لئے جائز نہیں ہے۔ لہٰذا کسی جانور کو آگ میں جلانا کسی طرح درست نہیں ہے۔

ایک مسئلہ آگ سے جلانے کا قصاص

لیکن اگر کوئی انسان کسی انسان کو آگ میں جلا کر قتل کر دے تو مقتول کے وارثوں کے لئے مجرم قاتل کو آگ میں جلا کر قصاص لینا جائز ہے۔ مگر حنفیہ کے نزدیک حدیث ''لَا قَوْدَ اِلَّا بالسَّیف'' کی وجہ سے قصاص صرف تلوار سے لیا جاتا ہے اور کسی چیز سے قصاص لینا درست نہیں ہے۔

چیونٹی کو مارنا

اور چیونٹی کو مارنے کے بارے میں علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا مسلک اس کی اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں حضورؐ نے کچھ جانوروں کے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ منجملہ ان کے چیونٹی بھی ہے:۔

روایت اس طرح ہے:۔

''حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار قسم کے جانوروں کو مارنے سے روکا ہے (۱) چیونٹی (۲) شہد کی مکھی (۳) ہدہد (۴) لٹورا''۔ (رواہ ابوداؤد)

اور یہاں چیونٹی سے مراد بڑی چیونٹی ہے جس نے سلیمان علیہ السلام سے گفتگو کی تھی۔

خطابی نے اور بغوی نے شرح السنۃ میں اس طرح تحریر فرمایا ہے۔ لیکن چھوٹی لال چیونٹی جس کو ''ذَرّ'' کہتے ہیں اس کا مارنا جائز ہے۔ لیکن امام مالکؒ نے چیونٹی کو بھی مارنا ناپسند کیا ہے۔ ہاں اگر اس کو ہٹانے اور اس کے نقصان سے بچنے کی مارنے کے علاوہ اور کوئی صورت نہ ہو تو پھر ان کے نزدیک بھی مارنا جائز ہے اور ابن ابی زید نے ہر قسم کی چیونٹیوں کو مارنا جائز کیا ہے۔ شرط ان کے یہاں صرف یہ ہے کہ اس سے تکلیف پہنچے۔

بعض لوگوں نے یہاں یہ لکھا ہے کہ اس نبی کے چیونٹیوں سے انتقام لینے پر اللہ تعالیٰ نے جو تنبیہ کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو صرف ایک ہی چیونٹی نے تکلیف پہنچائی تھی۔ لہٰذا صبر کر لینا اور درگزر کرنا ان کی شایانِ شان تھا۔ لیکن نبی علیہ السلام کو یہ خیال آیا کہ چیونٹیوں کی یہ قسم انسانوں کے لئے اذیت رساں ہے اور انسان کی حرمت تو جانور سے بڑھ کر ہے۔ اگر ان کا یہ خیال باقی رہ جاتا اور ان کو تنبیہ نہ کی جاتی تو ان کا خیال وہی رہتا اور ان کو تشفی نہ ہوتی۔ لیکن تنبیہ کردی گئی کہ آپ کا خیال درست نہیں ہے۔ ایک نے تکلیف پہنچائی ہے اُس کے علاوہ دوسرے کو مارنا درست نہیں۔

دار قطنی نے اور طبرانی نے اپنی معجم میں حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے۔

''انہوں نے فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے گفتگو فرمائی تو اس وقت موسیٰ علیہ السلام تاریک رات میں پہاڑ پر چلنے والی چیونٹی کی چال کو دس فرسخ سے دیکھ رہے تھے''۔

اور ترمذی نے اپنی نوادر میں معقل بن یسار سے ایک روایت نقل کی ہے:۔

''حضرت معقل بن یسار سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی اور انہوں (معقل بن یسار) نے بھی اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ حضورؐ نے شرک کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ شرک تمہارے درمیان چیونٹی کے پیروں کی آہٹ سے بھی ہلکا ہے (یعنی اس کی آمد کا پتہ نہیں چلتا) اور میں تم کو ایک دعا بتلاتا ہوں کہ اگر اسے پڑھا کرو گے تو اللہ تم سے چھوٹا اور بڑا دونوں شرک دور فرما دیں گے۔ وہ کلمات یہ ہیں جو تین مرتبہ پڑھے جائیں گے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِی اَعُوْذُبِکَ من ان اشرک بک شیئاً و انا اعلم و استغفرک لما تعلم و لا اعلم.

''اے اللہ! میں اس بات سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں کہ جان بوجھ کر آپ کے ساتھ کسی کو شریک کروں اور آپ سے اس گناہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں جس کو آپ جانتے ہیں اور میں اُسے نہیں جانتا''۔

حضرت ابوامامہ باہلیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں؛۔

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو شخصوں کا تذکرہ ہوا کہ ایک عابد ہے دوسرا عالم (کون افضل ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے کسی ادنیٰ شخص پر۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ سن لو! اللہ اور اس کے فرشتے اور تمام زمین و آسمان کی مخلوقات حتیٰ کہ چیونٹیاں اپنی بل میں اور مچھلیاں سمندر میں لوگوں کو خیر (بھلائی) کی تعلیم دینے والوں کے لئے رحمت کی دُعا کرتی ہیں''۔

حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا کہ ''عالم اور پھر اس پر عمل کرنے والے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دینے والے کا آسمانوں کے فرشتوں میں بہت چرچا ہوتا ہے''۔

ایک عجیب و غریب واقعہ

روایت ہے کہ وہ چیونٹی جس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے گفتگو کی تھی اس نے حضرت سلیمان کو ایک بیر ہدیہ میں پیش کیا اور اسے حضرت سلیمانؑ کے ہاتھ پر رکھ دیا اور کہا کہ ہم اسی طرح اللہ کو بھی اس کی دی ہوئی چیز ہدیہ کرتے ہیں۔ اگر کوئی بے نیاز ہوتا تو اللہ سے بڑھ کر کوئی نہیں اور اگر اس عظیم الشان ذات کو اس کی شایانِ شان پیش کش کی جائے تو ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بھی حق ادا نہ کر سکے۔ لیکن ہم اس کو ہدیہ دیتے ہیں جو ہمیں محبوب ہے تاکہ وہ ہم سے خوش ہو جائے اور ہدیہ دینے والے کی قدر دانی کرے اور یہ معمولی سی چیز ایک شریف کا عطیہ ہے ورنہ اس سے بہتر ہماری ملکیت میں کوئی چیز نہیں ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تمہیں برکت دے۔ اس میزبانی اور دُعا کی برکت سے یہ چیونٹیاں اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سب سے زیادہ شکر گزار اور سب سے زیادہ اللہ پر توکل کرنے والی ہیں۔

حکایت

بعض لوگوں نے یہ قصہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے آ کر مامون الرشید سے کہا کہ کھڑے ہو کر میری بات سن لیں پس مامون اس کے لئے کھڑے نہیں ہوئے تو اس شخص نے مامون سے کہا کہ اے مامون! اللہ تعالیٰ نے سلیمان بن داؤد کو ایک چیونٹی کی بات سننے کے لئے کھڑا کیا تھا اور اللہ کے نزدیک میں چیونٹی سے کم درجہ کا نہیں اور آپ حضرت سلیمانؑ سے بڑھ کر شان و شوکت والے نہیں ہیں۔ مامون نے جواب دیا کہ تم نے سچ کہا۔ پھر کھڑے ہو کر اس کی بات سنی اور اُس کی حاجت پوری کر دی۔

فائدہ:۔ علامہ فخر الدین رازی نے ''حَتّٰی اِذَآ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ '' کی تفسیر کے تحت میں لکھا ہے کہ '' وادالنمل '' سے مراد شام میں ایک وادی ہے جہاں چیونٹیاں بہت ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کا حضرت قتادہؓ کو چپ کرا دینا

روایت ہے کہ حضرت قتادہؓ کوفہ تشریف لائے تو اُن کے پاس لوگوں کا بہت مجمع اکٹھا ہو گیا۔ انہوں نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو پوچھنا چاہو پوچھو۔ وہاں پر امام ابوحنیفہ موجود تھے اس وقت وہ بچے تھے انہوں نے لوگوں سے کہا کہ پوچھ لو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے جس چیونٹی نے بات کی تھی وہ نر تھی یا مادہ۔ چنانچہ لوگوں نے پوچھا حضرت قتادہؓ نے کوئی جواب نہ دیا تو امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ وہ مادہ تھی اُن سے پوچھا گیا کیسے؟ جواب دیا کہ قرآن میں لفظ قالت آیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مادہ تھی کیونکہ یہ صیغہ مونث ہی کے لئے مستعمل ہے اگر وہ نر ہوتی تو قال کا لفظ آنا چاہیے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض کتابوں میں یہ پڑھا ہے کہ اس چیونٹی نے اپنی رعایا کو اپنی بلوں میں جانے کا حکم اس لئے

دیا تھا کہ کہیں وہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر کے ناز ونعم کو دیکھ کر اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری نہ کرنے لگیں اور اس میں اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ دنیا داروں کے پاس نہیں بیٹھنا چاہیے تا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرنے کا جذبہ باقی رہے اور اس طرح کی بھی روایت ہے کہ جب چیونٹی نے دیگر چیونٹیوں کو بلوں میں چھپنے کا حکم دیا تو حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ تُو نے ان کو مجھ سے چھپنے کا حکم کیوں دیا؟ تو اس نے جواب دیا کہ مجھے خطرہ ہوا کہ وہ آپ کا لشکر' آپ کا جاہ وجلال اور حسن و جمال دیکھ کر کہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روگردانی نہ کرنے لگیں۔

ثعلبی اور کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ چیونٹی جس نے حضرت سلیمانؑ سے کلام کیا تھا اس کا بدن بھیڑیئے کے برابر تھا' لنگڑی تھی اور اس کے دو پر تھے۔ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ اس وادی کی چیونٹیاں بختی اونٹوں کے برابر تھیں اور اس کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض نے طاحیہ اور بعض نے حزمی لکھا ہے (حضرت مقاتلؒ سے منقول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس چیونٹی کی گفتگو تین میل کی دوری سے ہی سن لی تھی)

سہیلی نے اپنی کتاب ''التعریف والاعلام'' میں لکھا ہے کہ میں نہیں سمجھ سکا کہ چیونٹی کے لئے کس طرح نام کا تصور کرلیا گیا حالانکہ نہ یہ چیونٹیاں ایک دوسرے کا نام رکھتی ہیں اور نہ انسانوں سے کسی چیونٹی کا نام رکھنا ممکن ہے کیونکہ آدمی چیونٹیوں میں امتیاز نہیں کر سکتے پھر نام رکھنے سے کیا فائدہ؟ اگر کوئی یہ کہنے لگے کہ دوسری جنسوں میں بھی نام رکھنا پایا جاتا ہے۔ مثلاً بجو کے ناموں میں ثعالۃ اُسامۃ یا جار ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بجو کی چھ قسمیں ہیں نہ کہ ان کے شخصی اور امتیازی نام' کیونکہ اس قسم کے ہر بجو کو ثعالہ یا اسالہ دوسری قسم کو اور اسی طرح تیسری قسم کے بجوؤں کو معار کہتے ہیں اور اس قسم کے نام بہت ہیں مثلاً ابن عرس' ابن آدمی' لیکن چیونٹی کے لئے اس قسم کے نام کا ذکر یہاں نہیں چل رہا ہے کیونکہ شخصی اور امتیازی نام کا ذکر ہے۔ اس کے باوجود اگر ان کی بات درست مان لی جائے تو یہ احتمال ہے کہ تورات یا زبور یا دوسرے آسمانی صحیفوں میں اس چیونٹی کا ذکر آیا اور وہاں اسے اس نام سے ذکر کیا گیا ہو۔ جس سے یہ مشہور ہوگئی اور دیگر نبیوں کو اس کا علم ہو گیا۔

چیونٹی کا ایمان

اور اس کا خاص نام اس کے بات کرنے اور اس کے ایمان کی بناء پر رکھا گیا ہے اور جو ہم نے ایمان کی بات کی ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول ''**وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ**'' ہے' جس کو چیونٹی کی طرف سے نقل کیا گیا ہے کہ اس چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں کو آگاہ کر کے کہا تھا کہ تم اپنی بلوں مین گھس جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اُن کا لشکر بے خبری میں تم کو مسل ڈالے۔ یعنی سلیمانؑ کے عدل وانصاف اور اُن کے لشکر کی شرافت کا تقاضا تو یہی ہے کہ چیونٹی بلکہ اس سے بھی کمتر کسی جاندار کو تکلیف نہ پہنچائیں مگر چونکہ ان کو اس کا احساس نہ ہو سکے گا اور تمہارا خاتمہ ہو جائے گا ایسا کرنا ان کی طرف سے جان بوجھ کر نہیں بلکہ لاشعوری میں ہوگا اور چیونٹی کی اس بات سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا تبسم فرمانا خوشی کا تبسم تھا۔ اسی وجہ سے اس کی تاکید ''**ضَاحِكًا**'' سے کی گئی ورنہ تبسم کبھی مسرت کی بنیاد پر' کبھی غصہ میں' کبھی مذاق اڑانے کے لئے ہوتا ہے اور جس تبسم اور مسکراہٹ میں خوشی کا اظہار ہو وہ تبسم ''ضحک'' کہلاتا ہے اور کوئی نبی کسی دنیاوی چیز سے کبھی خوش نہیں ہوسکتا۔ بلکہ وہ صرف دینی امور سے خوش ہوتا ہے اور چیونٹی کا قول ''**وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ**'' دین اور عدل وانصاف کی غمازی کر رہا ہے جس سے اس چیونٹی کا ایمان ثابت ہوتا ہے۔

نملۃ کے لئے جھاڑ پھونک کا عمل

ابوداؤد اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاء بنت عبداللہ سے فرمایا کہ حفصہ "نملۃ" کی جھاڑ پھونک بھی سکھا دو جس طرح اس کو تعویذ لکھنا تم نے سکھا دیا ہے"۔

"نملۃ" پہلو میں نکلنے والی پھنسیوں کو کہتے ہیں اور اس کے جھاڑ پھونک کے لئے عورتیں اس وقت کچھ الفاظ پڑھا کرتی تھیں جنہیں ہر سننے والا جانتا تھا کہ اس جملہ سے کوئی نفع نقصان نہیں ہو سکتا اور وہ الفاظ یہ تھے:۔

" العروس تحتفل و تختضب و تكتحل و كُلّ شئی تفتعل غير ان لا تعصی الرجل".

حضورؐ نے یہ الفاظ سماعت فرما کر اُن سے جھاڑ پھونک کی اجازت بھی دی ہے۔

ایک اور عمل

علامہ دمیریؒ لکھتے ہیں کہ میں نے بعض حفاظ ائمہ کی تحریر کتابوں میں پڑھی ہے کہ "نملہ" پھنسی کی جھاڑ پھونک کا طریقہ یہ بھی ہے کہ آدمی تین دن تک مسلسل روزہ رکھے۔ پھر روزانہ صبح صبح سورج نکلتے وقت یہ الفاظ کہہ کر جھاڑے:۔

"اقسطری وانبرجی فقد نوه بنوه بربطش ديبقت اشف ايها الجرب بالف لا حول ولا قوة الا بالله العلی العظيم".

اور ہاتھ میں کوئی خوشبودار تیل لے کر پھنسیوں پر مل دیا کرے اور یہ منتر پڑھنے کے بعد تیل ملنے سے پہلے پھنسیوں پر تھتکار دے"۔

دارقطنی اور حاکم نے حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے:۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چیونٹی کو مت مارو۔ اس لئے کہ ایک بار حضرت سلیمان علیہ السلام استسقاء کے لئے نکلے۔ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک چیونٹی گردن کے بل اپنے پیروں کو اٹھا کر کہہ رہی ہے۔ "اے اللہ! ہم تیرے احسان سے مستغنی نہیں رہ سکتے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے گناہ گار بندوں کے گناہوں کی وجہ سے سزا نہ دیجئو۔ ہمارے لئے بارش برسا کر اس سے درخت اُگا دیجئو اور ہمیں اس کے پھل سے رزق مہیا کیجئو"۔ حضرت سلیمانؑ نے یہ دیکھ کر اپنی قوم سے فرمایا کہ اے لوگو! واپس چلو تمہارا مطلب حل ہو گیا اور دوسروں کی بدولت اب تم کو بارش مل جائے گی۔

چیونٹیوں کو بھگانے کے لئے مجرب عمل

احنف بن قیس کی باندی حبیبہ کا بیان ہے کہ ایک دن احنف نے ان کو دیکھا کہ ایک چیونٹی کو مار رہی ہیں تو انہوں نے کہا کہ چیونٹیوں کو مت مارو اور ایک کرسی منگوائی اُس پر بیٹھے اور اللہ کی حمد و ثناء کے بعد یہ پڑھا:

"انی احرج عليكن الا خرجتن من داری فاخرج جن فانی اكره ان تقتلن فی داری".

لہٰذا وہ تمام چیونٹیاں وہاں سے نکل گئیں اور اس دن کے بعد وہاں کوئی چیونٹی نظر نہ آئی۔

عبداللہ بن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے بھی اپنے والد کو اسی طرح چیونٹیوں کو بھگاتے دیکھا۔ وہ وضو کر کے کرسی پر بیٹھ کر اسی طرح کہہ دیا کرتے تھے۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ بڑے بڑے کالے چیونٹے وہاں سے بھاگ جاتے۔ پھر کبھی وہاں نظر نہیں آتے تھے۔

ایک اور عمل

علامہ دمیریؒ لکھتے ہیں کہ میں نے بعض مشائخ کی تحریروں میں چیونٹیوں کو بھگانے کے لئے یہ عمل پڑھا ہے کہ ایک صاف برتن میں مندرجہ ذیل ناموں کو لکھ کر پانی سے دھولیا جائے اور وہ پانی گھر میں چھڑک دیا جائے چیونٹیاں چلی جائیں گی اور پتہ بھی نہ چلے گا۔ وہ اسماء یہ ہیں:۔

" الحمد الله با هيا شر اهيا سأ ريكم باهيا شر اهيا.

ایک دوسرا عمل

اور ایک جگہ یوں لکھا ہے کہ چار ٹھکیریوں پر مندرجہ ذیل آیات کو لکھ کر اس گھر کے چاروں گوشوں میں رکھ دیا جائے جس میں چیونٹیاں ہیں تو چیونٹیاں بھاگ جائیں گی یا مر جائیں گی آیات یہ ہیں:۔

"وَاذْقَالَتْ طَآئِفَةٌ" مِّنْهُمْ يَآاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا. لَا تَسْكُنُوْ افِيْ مَنْزِ لنا فَتُفْسِدُوْا. وَاللّٰهُ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ. اَلَمْ تَرَاِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْامِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوف" حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا فَمَاتُوْا كَذٰلِكَ يَمُوْتُ النَّمَلُ مِنْ هٰذاالْمَكَانِ وَيَذْهَبُ بِقُدْرَةِ اللّٰهِ".

ایک اور مجرب عمل

بکری کی ہڈی پر نیچے لکھے ہوئے کلمات لکھ کر چیونٹیوں کے بلوں پر رکھ دیا جائے تو چیونٹیاں بھاگ جائیں گی۔ وہ کلمات یہ ہیں:۔

"ق و ل ه ا ل ح ق و ل ه ا ل م ل ک اللّٰه اللّٰه وَمَالَنَا اَنْ لَّانَتَوَ كَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَد هَدَانَا سُبُلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَااٰذَيْتُمُوْ نَا وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَ كَّلِ الْمُتَوَ كِّلُوْنَ. قَالَتْ نَمْلَةٌ" يَآ اَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْ امَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُوْ دُهٗ و. هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ. اهيا شر اهيا أدو نائى اَل شدائى ا ح،ل ايُّها النمل من هذا المكان بحق هذهٖ الا سماء وبألف لا حول ولا قوة الا باللّٰه العلى العظيم. ف ق ج م م ت.

میٹھی چیزوں کو چیونٹیوں سے محفوظ رکھنے کا عمل

یہ بھی مجرب ہے کہ شہد یا مٹھائی یا شکر یا اس قسم کی میٹھی چیزیں جس برتن میں موجود ہوں اس برتن کے منہ پر یہ پڑھ کر ہاتھ پھیر دو تو چیونٹیاں اس کے قریب نہیں جائیں گی۔ بارہا اس کو آزمایا جاچکا ہے اور اس کا مشاہدہ کیا جاچکا ہے۔ عمل یہ ہے کہ کہو:۔

هذا لوكيل القاضي يا هذا لرسول القاضي يا هذا لغلام القاضي".

حکم شرعی

چیونٹی جس چیز کو اپنے منہ میں یا ہاتھوں میں لئے ہوئے ہو اس کا کھانا مکروہ ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ "نهى النبى صلى الله عليه وسلم ان يوكل ما حملته النمل بفيها وقوائمها "۔ اور رافعی نے چیونٹوں کے بیچنے میں ابوالحسن عبادی کا ایک قول یہ لکھا ہے کہ چیونٹیاں بیچنا "سکر مکرم" اور "نصیب" (یہ دونوں جگہوں کے نام ہیں) میں جائز ہے۔ کیونکہ عسکر مکرم میں ان سے نشہ آور چیزوں کا علاج ہوتا ہے اور نصیب میں ان سے ٹڈیاں بھگائی جاتی ہیں۔

سیرت ابن ہشام میں غزوۂ حنین کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ حضرت جبیرؓ بن مطعم فرماتے ہیں کہ میں نے قوم کی شکست سے پہلے جبکہ

لوگ قتال میں مصروف تھے' کالے اور بہترین نسل کے گھوڑوں کے مانند آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا۔ یہاں تک کہ وہ ہمارے درمیان اور قوم کے درمیان اتر گئے۔ پھر دیکھا تو وہ کالے چیونٹیوں کی شکل میں پھیل چکے تھے۔ یہاں تک کہ میدان اُن سے بھر گیا۔ میں نے یقین کر لیا کہ یہ فرشتے ہیں اور اب کافروں کی شکست لازمی ہے۔

طبی خواص

چیونٹی کے انڈوں کو لے کر اگر سکھا لیا جائے اور اسے کسی جگہ لگایا جائے تو اس جگہ بال نہیں اگیں گے۔ اور اگر ان انڈوں کو کسی قوم کے درمیان جو اکٹھی ہو پھینک دیا جائے تو وہ تتر بتر ہو کر بھاگ جائیں گے۔ اور اگر کسی کو یہ انڈے ایک درہم کے برابر کسی چیز میں ملا کر پلا دیئے جائیں تو اپنے نچلے حصے پر قابو نہ پا سکے اور اس سے برابر گوز نکلتی رہے۔

چیونٹیوں کو بھگانے اور مارنے کی دوا

اور اگر چیونٹی کی سوراخ پر گائے کا گوبر رکھ دیا جائے تو وہ اسے نہ کھول سکے بلکہ وہاں سے بھاگ جائے یہی کام بلی کا پاخانہ بھی کرے گا اور اگر چیونٹی کے بل پر مقناطیس رکھ دیا جائے تو چیونٹیاں مر جائیں گی اور اگر زیرہ پیس کر چیونٹیوں کے بل میں ڈال دیا جائے تو چیونٹیاں نہ نکل سکیں گی۔ اسی طرح سیاہ زیرہ بھی کام کرتا ہے۔

اگر چیونٹیوں کے بل میں آب سنداب (بدبودار پودے کا پانی) ڈال دیا جائے تو مر جائیں گی۔ اگر کسی گھر میں چھڑک دیا جائے تو وہاں سے پسو بھاگ جائیں گے۔ اسی طرح مچھروں کو بھگانے کے لئے آب سماق (ترش پھل والے درخت کا پانی) کارآمد ہے۔ اگر چیونٹیوں کے بل میں ذرا سا تارکول ٹپکا دیا جائے تو چیونٹیاں ختم ہو جائیں گی۔ اسی طرح گندھک پیس کر بل میں ڈالنے سے بھی چیونٹیاں مر جاتی ہیں۔ اگر حائضہ عورت کے حیض کے کپڑے کو کسی چیز کے پاس لٹکا دیا جائے تو وہاں چیونٹیاں نہیں جائیں گی۔

ایک اہم فائدہ

اگر سات بڑے چیونٹوں کو پکڑ کر روغن پارہ سے بھری ہوئی شیشی میں ڈال کر اور اس کا ڈھکن بند کر کے کوڑی میں ایک رات اور ایک دن تک گاڑ دیں۔ پھر اس کو نکال لیں اور تیل صاف کر کے اُسے ذکر کے اوپر ملیں تو قوتِ باہ میں ہیجان پیدا ہو اور شہوت بڑھ جائے اور دیر تک امساک کرنا آسان ہو جائے۔

تعبیر

خواب میں چیونٹیاں دیکھنا کمزور' حریص لوگوں کی علامت ہے۔ نیز چیونٹیاں دیکھنا لشکر اور اولاد کی بھی نشانی ہے۔ نیز اس سے زندگی پر بھی دلالت ہوتی ہے۔ اگر کسی نے دیکھا کہ چیونٹیاں کسی گاؤں یا کسی شہر میں داخل ہو گئی ہیں تو لشکر آنے کی پیشین گوئی ہے۔ اگر کوئی شخص چیونٹیوں کی بات سنے تو وہ مال و دولت حاصل کرے گا۔ اگر کسی نے دیکھا کہ چیونٹیاں وزنی بوجھ لاد لاد کر اُس کے گھر میں آ رہی ہیں تو اسے خوب دولت حاصل ہو گی۔

اگر کسی نے اپنے بستر پر چیونٹیاں دیکھیں تو اس کی اولاد کثرت سے ہو گی۔ اگر کسی نے دیکھا کہ چیونٹیاں کسی مکان سے اُڑ کر جا رہی ہیں تو اگر اس جگہ کوئی مریض ہے تو اس کا انتقال ہو جائے گا یا وہاں سے کچھ لوگ سفر کر کے کہیں اور چلے جائیں گے اور ان کو تکلیف پہنچے گی۔ اگر کسی مریض نے دیکھا کہ اس کے بدن پر جیسے چیونٹیاں رینگ رہی ہیں تو وہ مر جائے گا۔ کیونکہ چیونٹی زمین میں رہنے والی مخلوق ہے جس کا مزاج سرد ہے اور جاماسب نے کہا ہے کہ جس نے دیکھا کہ چیونٹیاں اس کے مکان سے نکل رہی ہیں تو اسے غم لاحق ہو گا۔ واللہ اعلم

النہار

(سرخاب کا بچہ) اور بطلیموسی نے اپنی کتاب "شرح ادب الکاتب" میں لکھا ہے کہ اہلِ لغت کا نہار کے معنی میں اختلاف ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ بھٹ تیتر کے بچے کو کہتے ہیں۔ کسی نے کہا کہ نر اُلو کو کہتے ہیں۔ کسی نے کہا نر سرخاب ہے اور مادہ کو لیل کہتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ سرخاب کا بچہ ہے۔ علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ یہی قول صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

النہّاس

(نون مشدد کے ساتھ) اس سے مراد شیر ہے۔

النہس

(ایک قسم پرندہ) النہس لٹورے کے مشابہ ایک پرندہ ہوتا ہے لیکن وہ لٹورے کی طرح رنگین نہیں ہوتا۔ اپنی دُم ہر وقت ہلاتا رہتا ہے چڑیوں کا شکار کرتا ہے۔ مگر ابن سیدہ کا کہنا کہ نہس لٹورے ہی کی ایک نوع ہے اور اس کو نہس اس لئے کہتے ہیں کہ یہ گوشت نوچ کر کھاتا ہے۔

مسند احمد اور معجم طبرانی میں زید بن ثابت سے ایک روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ:۔

"میں نے حضرت شرجیل بن سعد کو دیکھا کہ انہوں نے "اسواق" میں ایک نہس کا شکار کیا پھر اسے اپنے ہاتھ میں پکڑ کر چھوڑ دیا"۔

اسواق حرم مدینہ میں ایک جگہ کا نام ہے اور امام دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کو اس لئے چھوڑ دیا کہ حرم مکہ کی طرح حرم مدینہ کا شکار بھی حرام ہے۔

شرعی حکم

امام شافعیؒ فرماتے ہیں اس کا کھانا حرام ہے جیسے دوسرے درندے حرام ہیں کیونکہ یہ بھی (درندوں کی طرح) نوچ کر گوشت کھاتا ہے۔

النُّہَام

(ایک قسم کا پرندہ) سہیلی نے حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے قصہ میں اس پرندے کا ذکر کیا ہے۔

النُّہْسَرُ

بعض نے کہا ہے کہ نہسر بھیڑیئے کو کہتے ہیں۔ لیکن دوسرے لوگوں نے خرگوش کے بچے کو بھی کہا ہے کسی نے بجو (کفتار) کو بھی بتایا ہے۔

النّواح

(قمری کے مثل ایک پرندہ) قمری اور اس کے احوال تقریباً برابر ہیں مگر یہ قمری سے گرم مزاج ہوتا ہے اور اس کی آواز قمری سے دھیمی ہوتی ہے اور یہ بالکل ایسا ہے گویا خوش الحان سریلی آوازوں والوں کے پرندوں کا بادشاہ ہو۔ یہ اپنی آواز سے تمام پرندوں کو بولنے پر مجبور کر دیتا ہے کیونکہ اس کی آواز نہایت سریلی اور نہایت خوش لہجہ ہے۔ تمام پرندے اس کی آواز سننا پسند کرتے ہیں اور یہ اپنی ہی آواز سے مست ہو جاتا ہے۔

النوبَ

(شہد کی مکھیاں) شہد کی مکھیوں کا تفصیلی بیان چند صفحات پہلے گزر چکا ہے۔ اس لفظ کا کوئی واحد نہیں ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا واحد نائب ہے۔

النورس

(کبوتر کے مشابہ ایک آبی پرندہ) زمج الماء کے نام سے اس کا ذکر آ چکا ہے۔ مچھلیاں اس کی خوراک ہیں مگر پانی کے اوپر فضاء سے پانی میں غوطہ لگا کر شکار کرتا ہے۔

النوصَ

(نون کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد جنگلی گدھا ہے (حمار الوحشی)

النونَ

اس سے مراد مچھلی ہے اس کی جمع کے لئے نینان انوان کے الفاظ مستعمل ہیں جیسے حوت کی جمع حیتان اور احوات آتی ہے اس کا تفصیلی حوت کے تحت ذکر گزر چکا ہے۔ یہاں دوسری چند باتیں نقل کی جاتی ہیں۔ مسلم شریف میں ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک یہودی نے سوال کیا کہ جنتیوں کو جنت میں سب سے پہلے کیا کھانے کو ملے گا؟

آپؐ نے فرمایا مچھلی کے کلیجہ کا ٹکڑا۔

حاکم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ:۔

''انہوں نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا۔ پھر اس سے کہا لکھ! قلم نے کہا کیا لکھوں؟ ارشاد ہوا ''قدر'' (تقدیر) لکھ! تو قلم نے اُس دن سے قیامت تک پیش آنے والے تمام حالات اور تمام چیزیں لکھ دیں' اور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا اور پانی سے بھاپ اُٹھی اور اس سے آسمان بن کر ظاہر ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو پیدا فرمایا اور زمین کو اس پر بچھا دیا گیا زمین مچھلی کی پیٹھ پر تھی' مچھلی نے کروٹ بدلنا چاہی تو زمین ہلنے لگی۔ لہٰذا پہاڑوں کو پیدا کیا گیا اور پھر یہ پہاڑ زمین پر غالب ہیں (جس

سے زمین نہیں ہلتی)۔

اور کعب احبار کہتے ہیں کہ ابلیس جلدی سے اس مچھلی کے پاس پہنچا جس کی پیٹھ پر پوری زمین رکھی ہے اُس کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ اے لوتیاء (مچھلی کا نام) تجھے کچھ خبر بھی ہے کہ تیری پیٹھ پر کتنے لوگ اور کتنے جانور، درخت اور پہاڑ وغیرہ ہیں۔ اگر تُو ان سب کو جھاڑ کر اپنی پیٹھ سے گرادے تو تجھے آرام مل جائے۔ لوتیاء نے جیسے ہی یہ ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اس کے پاس ایک کیڑا بھیج دیا جو اس کی ناک میں داخل ہو کر اس کے دماغ تک پہنچ گیا۔ مچھلی اس کی (شدتِ تکلیف سے) اللہ سے گریہ وزاری کرنے لگی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کیڑے کو نکال دیا۔ کعب کہتے ہیں کہ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ مچھلی اس کیڑے کو اور وہ کیڑا اس مچھلی کو برابر دیکھتے رہے اگر مچھلی پھر اس حرکت کا ارادہ کرے تو پھر کیڑا اسی طرح اس کے دماغ میں داخل ہو جائے گا جیسے کہ پہلے داخل ہوا تھا۔

اور مسند دارمی کی روایت گزر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی ہے جیسی کہ میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر۔ پھر آپؐ نے یہ آیت ''اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا'' تلاوت فرمائی کہ اللہ کے بندوں میں سے اللہ تعالیٰ سے صرف علماء ربانی ڈرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے تمام آسمان وزمین کی مخلوقات یہاں تک کہ چیونٹیاں خشکی میں اور مچھلیاں سمندر میں اس عالم کے لئے دعائے خیر کرتی رہتی ہیں جو لوگوں کو بھلائی کی ترغیب دیتا ہے اور لوگوں کو خیر کی بات بتاتا ہے۔

بیہقی کی روایت میں نون کا تذکرہ یوں ہے:۔

حضرت خولہ بنت قیس زوجہ حمزہ اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے دونوں کہتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے قرض دار کے پاس اپنے حق کا مطالبہ کرنے کے لئے جاتا ہے اس کے لئے زمین کی مخلوقات پانی کی مچھلیاں رحمت کی دعائیں کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے بدلے جنت میں ایک درخت لگاتے ہیں اور جو قرضدار اپنے قرض خواہ کے حق کی ادائیگی سے قدرت کے باوجود ٹال مٹول کرتا رہتا ہے۔ اللہ اس کے نامۂ اعمال؛ میں ہر دن ایک گناہ لکھتے رہتے ہیں۔

جمعہ کے دن احترام نہ کرنے کا انجام

اور دینوریؒ نے ''المجالسہ'' کے چھٹے حصے کے شروع ہی میں امام اوزاعی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے بتایا کہ ہمارے یہاں ایک شکاری تھا جو مچھلیوں کا شکار کیا کرتا تھا اور روزانہ شکار کے لئے جایا کرتا تھا۔ جمعہ کے دن بھی جمعہ کا احترم اس کے لئے شکار سے مانع نہیں بنتا تھا لہٰذا ایک دن وہ اپنے خچر سمیت زمین میں دھنس گیا۔ لوگ اسے دیکھنے کے لئے نکلے تو خچر بھی زمین میں دھنستا ہوا چلا جا رہا تھا اور خچر کے کانوں اور دُم کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی اور اس کے بعد وہ بھی زیر زمین ہو گیا۔

کمزور پہ ظلم کا انجام

اور مذکورہ کتاب میں بیسویں حصہ کے شروع میں زید بن اسلم سے روایت کی گئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک شخص بیٹھا تھا جس کا داہنا ہاتھ مونڈھے سے کٹا ہوا تھا اچانک وہ رونے لگا اور کہنے لگا کہ جو میرا حال دیکھ رہا ہو وہ کسی پر ظلم نہ کرے۔ میں نے پوچھا کہ تیرا کیا قصہ ہے؟ کہنے لگا کہ ایک مرتبہ میں ساحل سمندر پر جا رہا تھا کہ میں ایک حبشی کے پاس سے گزرا جس نے سات مچھلیاں شکار کر رکھی تھیں۔ میں نے اس سے کہا کہ ایک مچھلی مجھے دیدے۔ اس نے دینے سے انکار کیا۔ میں نے اس سے ایک مچھلی زبردستی لے لی۔ اسے ناگوار ہوا مچھلی جو زندہ تھی میری طرف بڑھی اور اس نے میرے ہاتھ کے انگوٹھے میں کاٹ لیا جس سے معمولی سی خراش پیدا ہو گئی۔ اس

سے مجھے کوئی تکلیف بھی نہیں ہوئی۔ میں وہ مچھلی لے کر اپنے گھر پہنچا گھر والوں نے مچھلی پکائی اور ہم سب نے مل کر اسے کھایا۔

اس کے بعد میرے انگوٹھے میں کیڑے پڑ گئے اور تمام ڈاکٹروں نے متفقہ فیصلہ دیا کہ میں اس انگوٹھے کو کٹوا دوں۔ چنانچہ میں نے اُسے کٹوا دیا۔ پھر اس کا علاج کرایا گیا اور مجھے خیال ہوا کہ میں ٹھیک ہو گیا۔ لیکن چند دنوں کے بعد میری ہتھیلی میں کیڑے پڑ گئے اور پھر اس کو کٹوا دیا۔ پھر آگے بڑھ کر کلائی میں پھر بازو میں یہاں تک کہ یہ حشر ہوا۔ لہٰذا جو میرا حال دیکھ رہا ہو اُسے چاہیے کہ کسی پر ظلم کرنے سے بچے۔

ذولنون (مچھلی والے) اللہ کے نبی یونس بن متی علیہ الصلوٰۃ کا لقب ہے کیونکہ انہیں مچھلی نے نگل لیا تھا۔

امام ترمذیؒ نے مستجاب الدعوۃ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے نقل کیا ہے انہوں نے کہا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے سنا ہے کہ میں تم کو ایک ایسی دعا بتاتا ہوں جو مصیبت زدہ بھی اسے پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت دور کر دے گا اور جو مسلمان بندہ بھی اس سے دعا کرے گا اس کی دعا مقبول ہوگی۔ وہ میرے بھائی حضرت یونس علیہ السلام کی دُعا ہے:۔

"لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ"

اور "فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ" کی تفسیر میں ظلموں (تاریکیوں) سے مراد رات کی تاریکی، پھر مچھلی کے پیٹ کی اور پھر سمندر کی تاریکی ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس مچھلی کی تاریکی جس کو دوسری مچھلی نے نگل لیا تھا۔ پھر حضرت یونس علیہ السلام کتنی مدت تک مچھلی کے پیٹ میں رہے اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا سات گھڑی، بعض نے کہا تین دن، بعض نے سات دن، بعض نے دو دہ دن اور سہیلی کا قول ہے کہ چالیس دن تک آپ مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ اس مچھلی کے پیٹ میں دریا کے پانی کے مثل تیرتے رہتے تھے اور امام احمدؒ نے کتاب الزہد میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک شخص نے امام شعبیؒ سے کہا کہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں چالیس دن تک رہے ہیں تو شعبیؒ نے کہا کہ وہ مچھلی کے پیٹ میں دن کے صرف معمولی وقت تک رہے۔ دو پہر سے کچھ پہلے مچھلی نے آپ کو نگلا تھا اور عصر کے بعد غروب شمس کے قریب مچھلی کو جمائی آئی یونس علیہ السلام کو سورج کی روشنی نظر آئی۔ پھر انہوں نے لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین پڑھا۔ چنانچہ مچھلی نے آپ کو اُگل دیا اور حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ کی گرمی کی وجہ سے گل کر انڈے سے نکلنے والے چوزے کی طرح ہو گئے۔ اس شخص نے شعبیؒ سے کہا کہ آپ قدرتِ الٰہی کا انکار کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں قدرتِ الٰہی کا بالکل انکار نہیں کرتا۔ اللہ چاہے تو مچھلی کے پیٹ میں بازار بھی لگا سکتا ہے۔

بزاز نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے:۔

"وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ میں قید کرنے کا ارادہ کیا تو مچھلی کو حکم دیا کہ ان کے گوشت کو نہ کھائے اور ان کی ہڈی نہ توڑے۔ چنانچہ مچھلی نے یونس کو نگل لیا۔ پھر سمندر میں اپنے مسکن کی طرف روانہ ہوئی۔ جب سمندر کی تہہ میں پہنچ گئی تو یونسؑ نے کچھ آہٹ سنی۔ دل میں سوچا کہ یہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام ملا جبکہ وہ مچھلی کے پیٹ کے اندر تھے کہ یہ سمندر کی مخلوقات کی تسبیح ہے۔ یہ سُن کر حضرت یونسؑ نے مچھلی کے پیٹ میں اللہ کی پاکی بیان کی۔ فرشتوں نے یونسؑ کی تسبیح سُنی تو اُنہوں نے کہا اے پروردگار! ہم دور دراز سرزمین میں ایک نہایت پست آواز سن رہے ہیں یہ کیا ہے؟ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ وہ میرا بندہ یونسؑ ہے میں نے اسے مچھلی کے پیٹ میں سمندر کے اندر قید کر دیا ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ وہ تو نیک بندہ ہے روزانہ اس کی طرف سے آپ کی خدمت میں عملِ صالح آتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا بے شک۔ اسی وقت

فرشتوں نے یونسؑ کے لئے سفارش کی۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا تو اس نے یونس کو ساحل پر ڈال دیا۔ جیسا کہ فرمان باری تعالے ہے۔ ''ہم نے یونس کو ایک کھلے میدان میں بیمار کے حال میں ڈال دیا''۔

اور روایت ہے کہ مچھلی ان کو پورے سمندر میں لئے پھرتی رہی یہاں تک کہ لا کر موصل کے کنارے نصیبین میں ان کو ڈال دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو عراء میں یعنی ایسے بے آب و گیاہ اور چٹیل میدان میں ڈال دیا جو درختوں پہاڑوں وغیرہ سے خالی تھا اور وہ ایسے ہی بیمار کی طرح تھے جیسے گوشت کے لوتھڑے میں جان پڑنے کے بعد بچہ ہوتا ہے جبکہ اس کے اعضاء اچھی طرح واضح نہ ہوں۔ الا یہ کہ حضرت یونسؑ کے اعضاء میں سے کسی عضو کا نقصان نہیں ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک کدو کی بیل کا سایہ پہنچادیا اور ایک پہاڑی بکری صبح شام آکر اُن کو دودھ پلا جایا کرتی تھی۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ نہیں بلکہ اسی کدو کی بیل سے ان کو غذا ملتی تھی۔ یعنی اسی سے رنگ برنگ کے کھانے اور قسم قسم کی من پسند چیزیں ان کو ملا کرتی تھیں۔

اور وہاں یونسؑ کے اور کدو کی بیل اگانے میں مصلحت یہ تھی کہ اس کی خاصیت یہ ہے کہ مکھیاں اس کے پاس نہیں جاتیں۔ جس طرح اُس کے پتوں کا عرق اگر کسی جگہ چھڑک دیا جائے تو وہاں بھی مکھیاں نہیں جاتیں۔ چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام اس کدو کی بیل کے نیچے تا صحت قیام پذیر رہے اور آپ کا بدن درست ہو گیا۔ کیونکہ اس بیل کے پتے اس شخص کے لئے بہت مفید ہیں جس کے بدن سے یونس علیہ السلام کی طرح کھال نکل کر گوشت ظاہر ہو جائے۔

اور روایت ہے کہ اس موقعہ پر ایک دن حضرت یونسؑ سوئے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے اس بیل کو خشک کر دیا یا بعض کے قول کے مطابق دیمک کو بھیج دیا جس نے بیل کی جڑیں کاٹ دیں۔ یونسؑ بیدار ہوئے تو سورج کی گرمی محسوس ہوئی اور اس کی تاب نہ لا سکے لہٰذا گھبرا کر اظہار رنج و غم کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ اے یونسؑ ایک بیل کے سوکھنے پر تو اظہار غم کرتے ہو اور لاکھوں انسانوں کی موت پر اظہار غم نہیں کرتے جنہوں نے توبہ کی تھی اور اُن کی توبہ قبول بھی ہو گئی تھی''۔

دینوری نے ''مجالس'' میں ایک قصہ نقل کیا ہے اور ابو عمر بن عبد البر نے ''تمہید'' میں نقل کیا ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ روم کے بادشاہ نے حضرت امیر معاویہؓ کے پاس ایک خط لکھا جس میں درج ذیل سوالات پوچھے:۔

(۱) افضل الکلام کون سا ہے اور اس کے بعد دوسرا' تیسرا' چوتھا اور پانچواں کون سا ہے؟
(۲) اللہ تعالیٰ کے نزدیک بزرگ ترین بندہ کون ہے اور بزرگ ترین بندی کون ہے؟
(۳) وہ چار نفوس کون ہیں جو ہیں تو ذی روح لیکن انہوں نے اپنی ماؤں کے پیٹ میں پیر نہیں پھیلائے۔
(۴) وہ کون سی قبر ہے جو صاحب قبر کو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی ہے۔
(۵) مجرۃ۔ آمد و رفت کی جگہ کیا ہے۔
(۶) قوس یعنی دھنک (کمان) کیا چیز ہے؟
(۷) وہ کون سی جگہ ہے جہاں آفتاب صرف ایک بار طلوع ہوا ہے نہ کبھی اس سے پہلے طلوع ہوا ہے نہ کبھی اس کے بعد طلوع ہوگا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ خط پڑھا تو آپ نے فرمایا کہ خدا اس کو ذلیل کرے ہم کو ان باتوں کا کیا علم؟ آپ کو کسی نے مشورہ دیا کہ آپ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے پاس خط لکھ کر معلوم کر لیجئے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ کے پاس خط لکھا تو وہاں سے یہ جواب ملا۔

(۱) افضل الکلام "کلمہ اخلاص لا الٰہ الا اللہ" ہے اس کے بغیر کوئی عمل نیک مقبول نہیں ہوتا اور دوسرے نمبر پر سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ہے جو اللہ کی رحمت لانے میں معین ہے اور تیسرے نمبر پر کلمہ شکر" الحمد للہ " ہے اور چوتھے نمبر پر" اللہ اکبر "اللہ اکبر" اور پانچویں نمبر پر "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ " ہے۔

(۲) اللہ عزوجل کے نزدیک بزرگ ترین بندہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ہاتھوں سے وجود بخشا اور پھر ان کو کچھ چیزوں کا علم سکھایا اور بزرگ ترین بندی حضرت مریم علیہ السلام ہیں جنہوں نے اپنی عصمت محفوظ رکھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے شکم میں اپنی پیدا کردہ روح پھونک دی۔

(۳) وہ چار نفوس جنہوں نے اپنی ماں کے پیٹ میں پیر نہیں پھیلائے یہ ہیں:۔

۱۔حضرت آدم علیہ السلام ۲۔حضرت حوا علیہ السلام ۳۔ناقہ حضرت صالح علیہ السلام ۴۔وہ مینڈھا جسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تھا۔

(۴) وہ قبر مچھلی ہے جو یونس کو اپنے شکم میں لئے دریا میں گھومتی پھرتی تھی۔

(۵) وہ باب السماء آسمان کا دروازہ ہے۔

(۶) قوس یعنی دھنک قوم نوحؑ کے غرق ہونے کے بعد اہل زمین کے لئے امان کی نشانی تھی۔

(۷) وہ جگہ بحر قلزم کا وہ راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے دریا سے پار ہونے کے لئے خشک کر دیا تھا اور فرعون اور آل فرعون کو غرقاب کرنے کے لئے بنا دیا تھا۔

جب یہ خط حضرت معاویہؓ کے پاس پہنچا تو آپ نے یہ خط شاہ روم کو بھیج دیا۔ اس نے اس خط کو پڑھ کر کہا کہ میں پہلے ہی جانتا تھا کہ امیر معاویہؓ ان سوالات کا جواب نہیں دے سکیں گے۔ البتہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے اہل بیت میں سے ایک شخص اب بھی موجود ہے جس نے اس کے صحیح صحیح جوابات دید یئے۔

مچھلی کے خواص وغیرہ "حوت" کے تحت باب الحاء میں گزر چکے ہیں۔

بابُ الهاء

الهالع

(تیز رفتار شتر مرغ) مونث کو ھالعہ کہتے ہیں۔ تفصیل نعام کے ذکر میں آچکی ہے۔

الهامة

(بوم) اُلو: مشہور یہی ہے کہ ھامہ اُلو کو کہتے ہیں جس کو طیر اللیل رات کا پرندہ بھی کہا جاتا ہے۔ پہلے گزر چکا ہے کہ نر بوم (الو) کو الصدی اور الصیدح کہتے ہیں۔

اور الو پر ان تمام ناموں کا اطلاق ہوتا ہے۔ بوم صدیٰ ہامہ وغیرہ۔ اور صدیٰ کے معنی پیاس کے آتے ہیں۔ غالباً اس کی وجہ تسمیہ

یہی ہے کہ اہلِ عرب کا عقیدہ ہے کہ یہ پرندہ مقتول کی کھوپڑی سے پیدا ہوتا ہے اور برابر مقتول کے خون کا پیاسا ہوتا ہے اور "اسقونی اسقونی من دم قاتل" کہتا رہتا ہے کہ مجھے پلاؤ! مجھے پلاؤ' یہاں تک کہ قاتل سے بدلہ لے لیا جاتا ہے تو چپ ہو جاتا ہے۔ صادی کا اطلاق پیاسے پر ہوتا ہے۔ اہلِ عرب آواز کی بازگشت کو بھی الصدیٰ کہتے ہیں۔

اسی طرح اگر کسی کو بددعا دینا ہوتا ہے کہ وہ گونگا ہو جائے تو اصم اللّٰہ صداہ بولتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اس کی آواز کی گشت اس کے کانوں تک واپس نہ کرے۔ صدیٰ کا اطلاق دماغ پر بھی ہوتا ہے کیونکہ ذہن میں صدیٰ کا تصور آتا ہے۔ اس وجہ سے دماغ کو ہامہ بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ دماغ الصدیٰ الو کے سر کے مشابہ ہوتا ہے اور چونکہ الو کا سر بڑا ہوتا ہے آنکھیں کشادہ ہوتی ہیں اور یہ انسان کے سر سے یک گونہ مشابہت رکھتا ہے۔ اس لئے انسان کے سر کو بھی الو کا نام "ھامہ" دے دیا گیا ہے اور الو کو ھامہ کہنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ھامہ کا مادہ اشتقاق ھُیَم ہے۔ اور ھیم اس بیماری کا نام ہے جس میں اونٹ کو پانی پلاتے ہیں مگر وہ سیراب نہیں ہوتا ہے۔ اس معنی میں " فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ " جہنمیوں کے حالات بیان کرنے میں قرآن میں استعمال کیا گیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ھامہ کے سر کو انسان کے سر سے مشابہت کی بناء پر ھامہ کہہ دیا گیا ہو۔ بعض لوگوں نے (الو) کو مصاص (چوسنے والا) کہا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کبوتر کا خون چوستا ہے لہٰذا اس مناسبت سے یہ نام پڑ گیا اور بعض الوؤں کو عربی میں "بومة" بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ یہی لفظ بولتے ہیں اور بعض "قُوْقْ" کا لفظ بولاتے ہیں لہٰذا ان کو "قومة" کہتے ہیں ام قویق اس کی مادہ کو کہتے ہیں۔ یہ تمام الوؤں ہی کی قسمیں ہیں۔

اُلو سے بدفالی کی ممانعت

مسلم شریف کی روایت ہے کہ "حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صفراء اور ھامہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے"۔

اس کی دو تاویلیں ہیں (ا) ھامہ سے مراد (الو) مشہور پرندہ لیا جائے تو ممانعت یہاں پر الو سے بدفالی لینے کی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ بوم (الو) کسی کے گھر پر گرا تو خود گھر کے مالک یا اس کے کسی رشتہ دار کی موت کی خبر دیتا تھا۔ یہ تفسیر امام مالک بن انسؒ کی ہے۔
(۲) دوسری تفسیر اس حدیث کی یہ ہے کہ اہلِ عرب کا اعتقاد تھا کہ اس مقتول کی روح جس کے خون کا بدلہ نہ لیا گیا ہو اُلو بن کر اس کی قبر کے پاس چلاتی رہتی تھی اور "اسقونی! اسقونی! من دم قاتلی " کہا کرتی تھی جب اس کے خون کا بدلہ لے لیا جاتا تو اُڑ جاتی تھی۔ اور بعض کا خیال ہے کہ وہ سمجھتے تھے کہ مردہ کی ہڈی یا اُس کی روح ھامہ (الو) بن جاتی تھی۔ اسی کو یہ لوگ صدیٰ کہا کرتے تھے اور اسی تفسیر کو اکثر علماء نے اس حدیث میں مراد لیا ہے لیکن ممکن ہے کہ دونوں تفسیریں مراد ہوں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سے منع کیا ہو۔ کیونکہ آپؐ کا کلام جامع ہوتا تھا۔

حضرت سلیمان کا الو سے سوال وجواب

ابونعیم نے "حلیہ" میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے روایت کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے انہوں نے کہا کہ ایک دفعہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہاں حضرت کعبؓ احبار بھی موجود تھے۔ کعب نے حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر کہا اے امیر المومنین! کیا میں آپ کو ایک نہایت عجیب قصہ نہ سناؤں جو میں نے انبیاء کے حالات کی کتاب میں پڑھا ہے۔ وہ قصہ یہ ہے کہ ایک بار حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے پاس ایک الو (ھامہ) آیا اور آ کر کہا السلام علیک یا نبی اللہ! حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا

وعلیک السلام یاھامتہ'' پھر حضرت سلیمانؑ نے اس سے پوچھا کہ اچھا مجھے بتا کہ تُو دانے کیوں نہیں کھاتا؟ اس نے جواب دیا کہ حضرت آدم کو اسی وجہ سے جنت سے نکالا گیا۔ پوچھا کہ اچھا تُو پانی کیوں نہیں پیتا۔ اُلو نے کہا کہ اس میں قوم نوح ڈوب کر ہلاک ہوئی تھی اس لئے میں پانی نہیں پیتا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ تُو نے آبادی کو کیوں خیر باد کہہ دیا اور ویرانہ میں رہنا تُو نے کیوں پسند کیا؟ اس نے کہا کہ ویرانہ اللہ کی میراث ہے میں اللہ کی میراث میں رہتا ہوں جیسا کہ قرآن کی آیت ہے:

'' وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ''

''اور ہم بہت سی ایسی بستیاں ہلاک کر چکے ہیں جو اپنے سامان عیش پر نازاں تھیں سو (دیکھ لو) یہ ان کے گھر (تمہاری آنکھوں کے سامنے پڑے ہیں) کہ ان کے بعد آبادی نہ ہوئے مگر تھوڑی دیر کے لئے اور آخر کار ان کے سب سامانوں کے ہم ہی وارث ہوئے۔''
(القصص آیت:58)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ جب تُو کسی ویرانہ میں بیٹھتا ہے تو کیا بولتا ہے؟ اُس نے کہا کہ میں یہ کہتا ہوں۔ وہ لوگ کیا ہوئے جو اس جگہ مزے سے رہتے تھے۔ حضرت سلیمانؑ نے پوچھا کہ جب تُو آبادی سے گزرتا ہے تو کیا کہتا ہے؟ اُلو نے کہا کہ اس وقت میں یہ کہتا ہوں ''ہلاکت ہو بنی آدم پر ان کو نیند کیسے آجاتی ہے حالانکہ مصائب کے طوفان ان کے سامنے ہیں''۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ تُو دن میں کیوں نہیں نکلتا؟ کہا کہ انسانوں کے ایک دوسرے پر ظلم کرنے کی وجہ سے میں دن میں نہیں نکلتا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اچھا مجھے بتا کہ تُو برابر بولتا رہتا ہے اس میں تیرا کیا پیغام ہے؟ اُلو نے کہا میرا پیغام یہ ہوتا ہے ''اے غافل لوگو! زادِ راہ اور اپنے سفر آخرت کے لئے تیار ہو جاؤ۔ پاک ہے وہ ذات جس نے نور (روشنی) کو پیدا کیا''۔ اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ پرندوں میں اُلو سے زیادہ انسانوں کا خیر خواہ اور ہمدرد کوئی نہیں ہے اور جاہلوں کے دلوں میں اُلو سے زیادہ کوئی پرندہ برا نہیں ہے۔

اُلو سے متعلق ایک مسئلہ

فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کہ اگر اُلو کے بولنے پر کسی نے کہا کہ کوئی شخص مر جائے گا بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اس جملے کا کہنے والا کفر کی حدود میں داخل ہو جائے گا لیکن دوسرے فقہاء نے یہ تفصیل کی ہے کہ اگر اُس نے بدفالی کی نیت سے یہ جملہ کہا ہے تب تو وہ کافر ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

ھامۃ کی جمع ھام اور ھامات آتی ہے۔ میم کی تخفیف کے ساتھ ہے اور تشدید کے ساتھ ھام کی جمع ھوام ہے جس کے معنی سانپ' بچھو وغیرہ کے ہیں بلکہ تمام حشرات الارض (زمین کے کیڑے مکوڑوں) کو کہتے ہیں اور ابوداؤد طیالسی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے' جس میں ''ھوام'' کا ذکر ہے۔

''حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سانپ جنات میں سے بھی ہوتے ہیں لہٰذا اگر تم سے کوئی ان کو دیکھے تو اس کو تین مرتبہ تنگی میں مبتلا کرے ''نہایہ'' میں لکھا ہے کہ تنگی کا مطلب یہ ہے کہ اس سے کہے کہ ''اگر تُو دوبارہ یہاں آیا تو تیرے لئے یہ جگہ تنگ ہو جائے گی۔ لہٰذا اگر ہم تجھے تلاش کر کے بھگائیں یا ماریں تو ہمیں پھر برا بھلا نہ کہنا''۔

اور بخاری ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے:۔

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو ان کلمات سے اللہ کی پناہ میں دیا کرتے تھے۔ ''**اعیذ کما بکلمات اللہ من کل شیطان وھامۃ و من کل عین لامۃ** ''(کہ میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ذریعے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان اور سانپ' بچھو وغیرہ سے اور ہر قسم کی نظر بد سے) پھر آپ فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے والد حضرت ابراہیم ' حضرت اسماعیل وحضرت اسحاق علیہما السلام کو انہی کلمات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی پناہ دیا کرتے تھے''۔

خطابی نے لکھا ہے کہ ھوام' ھامۃ کی جمع ہے اس سے زہریلے جانور مراد ہیں جیسے کہ سانپ بچھو وغیرہ۔

ایک اعتراض اور اُس کا جواب

اب یہاں اگر کوئی کہنے لگے کہ اس حدیث میں ھامہ موجود ہے معلوم ہوا کہ ھامہ کی کچھ نہ کچھ حقیقت اور اہل عرب کا وہ خیال صحیح ہے جبھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ھامۃ سے پناہ مانگی ہے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ھامۃ جس سے اہل عرب بدفالی لیا کرتے تھے تخفیف المیم کے ساتھ ہے اور یہاں حدیث میں جس سے پناہ مانگی ہے وہ بتشدید المیم ہے اور اس سے مراد سانپ بچھو وغیرہ زہریلے جانور ہیں۔

نیز خطابی نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ ھامۃ سے مراد ہر وہ چیز ہے جو اذیت پہنچانے اور تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے۔ ھَمَّ یَھَمُّ سے جس کے معنی ارادہ کرنے کے ہیں گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ **اعیذ کما من شر کل نَسَمَۃٍ یَھَمُّ بِالاذی** یعنی ہر اُس چیز کے شر سے اللہ پناہ مطلوب ہے جو گزند پہنچا سکتی ہو۔

بکلمات اللہ التّامۃ قرآن کے غیر مخلوق ہونے کی دلیل

نیز خطابی نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرمان نبویؐ ''**بکلمات اللہ التامات** '' سے اس بات پر استدلال کیا کرتے تھے کہ قرآن غیر مخلوق ہے کیونکہ **کلمات اللہ التامۃ** سے مراد قرآن کریم ہے اور حضور اکرمؐ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپؐ کبھی کسی مخلوق سے پناہ نہیں مانگتے تھے معلوم ہوا کہ قرآن غیر مخلوق ہے ورنہ آپؐ کبھی کسی مخلوق سے پناہ نہیں مانگتے تھے۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ:۔

''**فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَرِیْضًا اَوْبِہٖ اَذًی مِّنْ رَّاْسِہٖ** ''میرے سلسلے میں نازل ہوئی ہے' میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپؐ نے فرمایا قریب آجاؤ' میں قریب ہو گیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا قریب آجاؤ۔ پھر میں اور قریب ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے کعب! تمہارے سر کی جوئیں تم کو تکلیف دیتی ہیں (حضرت عبدالرحمن بن عوف فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے انہوں نے فرمایا کہ ہاں) پھر آپؐ نے مجھے روزہ یا صدقے کا فدیہ یا قربانی کرنے (جو بھی آسان ہو) کا حکم دیا''۔

اس جگہ ھوام سے مراد جوئیں ہیں اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:۔

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالے نے سو رحمتیں پیدا فرمائیں ہیں' پھر ایک رحمت کو انسان' چوپایوں' جنات اور حشرات الارض میں تقسیم کر دیا۔ جس سے ان میں باہم مہربانی اور رحم دلی کا معاملہ ہے اور اس رحمت کی بناء پر جانور اپنے بچوں سے پیار کرتے ہیں' اور دوسری ننانوے رحمتیں اللہ تعالے نے اس لئے بچا رکھی ہیں کہ ان سے قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا''۔

اور ''احیاء'' میں یوم جمعہ کی فضیلت میں لکھا ہے کہ:

''کہا جاتا ہے کہ پرندے اور دیگر جانور جمعہ کے دن ایک دوسرے سے ملتے ہیں' پھر آپس میں سلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ سلام سلام یوم صالح (آج کا دن بہت اچھا ہے)۔

سانپ' بچھو وغیرہ سے حفاظت کے لئے

''فردوس الحکمت'' میں لکھا ہے کہ قرآن شریف میں ایک آیت ہے جو اس کو پڑھ لے سانپ' بچھو سے محفوظ رہتا ہے۔ وہ آیت یہ ہے:۔ ''اِنِّیْ تَوَ كَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّكُمْ مَامِنْ دَآبَّةٍ اِلَّاهُوَ اٰخذ'' بِنَا صِيَتِهَااِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ''

ایک دوسرا عمل

نیز ابن ابی الدنیا ''کتاب الدنیا'' میں رقمطراز ہیں کہ افریقہ کے ایک حکمران نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خدمت میں خط لکھا جس میں اُس نے حضرت سے سانپ بچھوؤں کی شکایت کی تھی کہ یہاں بہت کثرت سے ہیں اور لوگ بہت پریشان ہیں کیا کیا جائے؟ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے درج ذیل آیت لکھ کر بھیج دی کہ اس کو ہر شخص صبح و شام پڑھا کرے۔

''وَمَالَنَا اَنْ لَّانتوَ كَّلَ عَلَی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰنَا سُبُلَنَاالايه'' پارہ نمبر۱۳' سورۃ ابراہیم آیت نمبر۱۲

ایک سیاح جو سانپ اور درندوں سے نہیں ڈرتا تھا

اور ''کتاب النصائح'' میں ہے کہ ایک سیاح ہر اس خوفناک چیز کے پاس بے خطر چلا جاتا تھا جس سے عموماً مسافر ڈرا کرتے ہیں اور سانپ بچھوؤں سے بالکل اپنی حفاظت نہیں کرتا تھا' نہ درندوں سے ڈرتا تھا۔ لوگوں کو اس عمل سے تعجب ہوا اور انہوں نے اُسے ڈرایا کہ خود فریبی میں مبتلا نہ ہو کہیں کوئی خطرہ پیش آ سکتا ہے۔ کہنے لگا کہ مجھے اپنے معاملہ میں بصیرت اور تجربہ حاصل ہے اور دراصل قصہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنے چند دوستوں کے ساتھ سوداگر بن کر تجارت کے سفر میں نکلا۔ ایک جگہ دیہاتی لٹیرے رات کو ہمارے اردگرد چکر لگایا کرتے تھے اور تاک میں لگے ہوئے تھے۔ میں اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ جاگتا تھا اور کثرت سے ذکر کیا کرتا تھا۔ میں ایک دیہاتی شخص کے ساتھ جاگ کر پہرہ دے رہا تھا۔ جس کا نام صلاح الدین تھا۔ جب اُس نے میری یہ حالت دیکھی تو مجھ سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سو مرتبہ درود پڑھ کر اطمینان سے سو جاؤ۔ میں اسی طرح پڑھ کر سو گیا۔ اچانک ایک شخص مجھے جگانے لگا۔ میں گھبرا گیا۔ میں نے پوچھا کہ تُو کون ہے؟ اس نے کہا کہ مجھ پر رحم کرو اور میری غلطی معاف کرو۔ میں نے کہا کیا ہوا؟

کہنے لگا کہ میرا ہاتھ تمہارے سامان سے چپک گیا ہے۔ میں نے جب غور سے دیکھا تو دیکھا کہ اس چور نے وہ گٹھڑی پھاڑ رکھی تھی جس پر میں سو رہا تھا اور اس میں ہاتھ ڈال کر کپڑے نکالنا چاہتا تھا۔ مگر اپنا ہاتھ نکال نہ سکا۔ میں نے اپنے سردار کو جگایا اور اسے صورتِ حال سے خبردار کیا۔ پھر اس سے درخواست کی کہ اس کے لئے آپ دُعا کر دیں۔ اس نے کہا کہ تم اس سلسلہ میں دُعا کرنے کے زیادہ حق دار ہو۔ کیونکہ تمہاری ہی وجہ سے یہ اس مصیبت میں پھنسا ہے۔ چنانچہ میں نے دُعا کی اور اُسے اس سے نجات مل گئی اور اس آدمی کا ہاتھ چھوٹ گیا۔ میری نظروں میں آج بھی وہ ہاتھ ہے جس میں دبنے کی وجہ سے خون کی سیاہی جھلک رہی تھی۔

اور اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر اسی مرتبہ درود بھیجے اللہ اس کے اسی سال کے گناہ بخش دیں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا اے اللہ کے رسول! ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہو:

''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِ كَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلِّمْ''

حضرت صدیق اکبرؓ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جان قربان کرنا

نیز روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب غارِ ثور میں پہنچے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ساتھ تھے' حضرت ابوبکرؓ غار کے اندر جلدی سے گھس گئے اور اس میں منہ کے بل گر کر لیٹ گئے۔ جب حضور کو پتہ چلا تو آپؐ نے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں نے چاہا کہ اگر اس میں کوئی موذی جانور ہو تو اپنی جان فدا کر کے آپ کو بچالوں اور بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک قیمتی چادر تھی اس کو پھاڑ اور پھاڑ کر سوراخوں کو بند کر دیا۔ جب ایک سوراخ بچ گیا اور چادر کے ٹکڑے ختم ہو گئے تو اس پر اپنے پیر کی ایڑی رکھ دی۔ چنانچہ ایک سانپ نے آپؓ کی ایڑی پر کاٹ بھی لیا مگر چونکہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک آپ کی گود مبارک میں تھا تو تکلیف کی شدت سے آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے ٹپکے جو رخسار نبوت پر گرے آپؐ نے بیدار ہو کر جب صورتِ حال دیکھی اور پوچھا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے بتلایا کہ کسی چیز نے پیر میں کاٹ لیا ہے۔ حضورؐ نے اس جگہ اپنا لعاب دہن لگا دیا اور تکلیف فوراً ختم ہو گئی۔

شرعی حکم

اس کا کھانا حرام ہے۔

تعبیر

حامتہ دیکھنا' فرماں بردار عورت کی نشانی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد زانیہ عورت ہے۔

اَلْهُبَعُ

هُبع: اونٹنی کے آخری بچے کو کہتے ہیں جس کے بعد اونٹنی اور کوئی بچہ نہ جنے۔ مونث کو هبعه کہتے ہیں

الهِبْلَعُ

(سلوقی کتا) "یہ کتا شکار میں مشہور ہے۔ کتے کے متعلق باب الکاف میں کلب کا بیان گزر چکا ہے۔ (سلوں ایک جگہ کا نام ہے جہاں کے اچھے شکاری کتے مشہور ہیں)

الهجاة

(مینڈک) یہ ابن سیدہ کا قول ہے کہ ھجاۃ مینڈک کو کہتے ہیں۔ ورنہ مشہور یہ ہے کہ مینڈک کو "هـاجة" کہتے ہیں۔ باب الضاد میں اس کا بیان ہو چکا ہے۔

الهجرس

(لومڑی کا بچہ) "هـجـرس": لومڑی کے بچہ کو کہتے ہیں بعض نے کہا ہے کہ ھجرس ریچھ کے بچے کو کہتے ہیں۔ ابوزید نے کہا ہے کہ ھجرس بندر کو کہا جاتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ عیینہ بن حصن فزاری نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنا پیر پھیلا رکھا تھا۔ حضرت اُسید بن حضیر نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ اے "لومڑی کے بچہ" کی آنکھ (عیینہ سے کنایہ کر کے) تو نے اپنا پیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سامنے پھیلا رکھا ہے۔

عامر بن طفیل اور اربد کا عبرت انگیز واقعہ

"استیعاب" میں حضرت اُسید بن حضیر کے حالت میں لکھا ہے کہ عامر بن طفیل اور اَربد دونوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آ کر کہا کہ مدینہ کی کھجوروں میں ہمیں بھی ایک حصہ ملنا چاہیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حصہ دینے سے انکار کر دیا تو عامر طفیل نے دھمکی دی اور کہا کہ میں آپ کے مقابلہ میں مدینہ کو مضبوط گھوڑوں اور بہادر نوجوان شہسواروں سے بھر دوں گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی کہ اے اللہ! عامر بن طفیل کے شر سے تُو میری حفاظت فرما۔ پس اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے نیزہ اٹھایا اور اس کے ذریعہ ان دونوں (عامر بن طفیل اور اربدم کے سر میں ضرب لگانے لگے اور فرماتے جاتے تھے "اخرجا ایھا الھجرسان" اے لومڑی کے بچو تم دونوں یہاں سے نکل جاؤ پس عامر نے کہا کہ تم کون ہو فرمایا میں اسید بن حضیر ہوں پس عامر نے کہا کہ تمہارے والد تم سے بہتر تھے حضرت اسید نے فرمایا کہ بلکہ میں تم سے بہتر ہوں اور میرے والد سے تم کو کیا واسطہ؟ میرے باپ کی موت کفر پر ہوئی تھی، پس اصمعی سے پوچھا گیا کہ ھجرس کے کیا معنی ہیں؟ انہوں نے بتایا "لومڑی" جب اَربد اور عامر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے لوٹے اور ایک راستہ میں جا رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بجلی بھیجی جو اربد پر گری اور اسے جلا کر خاکستر کر دیا اور اُس کے اونٹ کو بھی خاک کا تودہ بنا دیا اور عامر کی گردن میں طاعون کا مرض پیدا ہو گیا اور بنی سلول کی ایک عورت کے گھر میں اسے موت نے آ کر دبوچ لیا اور "یا بنی عامر غدة كغدة البعير و موتاً في بيت سلولية" سے یہ قصہ مشہور ہو گیا۔ مطلب یہ ہے کہ اونٹ کی طرح عامر کو طاعون ہو گیا اور سلولی عورت کے گھر میں اس کی موت واقع ہوئی۔

عامر کا مسلمان ہونا ثابت نہیں

مستغفری نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ عامر بن طفیل بعد میں مسلمان ہو گیا تھا مگر یہ وہم اور دھوکہ ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نصیحت کی درخواست کی تو آپؐ نے فرمایا تھا:

"يا عامر افش الا سلام واطعم الطعام واستحى من الله حق الحياء و اذا اسأت فاحسن فان الحسنات يذهبن"

السيئات :۔ کہ اے عامر سلام کو رواج دو بھوکوں کو کھانا کھلاؤ اور اللہ سے حیا کرتے رہو جیسا کہ اُس کا حق ہے۔ جب تم کوئی برائی کرو تو اس کے بعد نیکی کر لیا کرو۔ کیونکہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ وہم اور دھوکہ ہے۔ عامر نے ایک لمحہ کے لئے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اس بات پر تمام ناقلین تاریخ صحابہؓ کا اتفاق ہے۔ اور اَربد جس کا ذکر آیا ہے یہ حضرت لبیدؓ شاعر کا بھائی تھا۔ حضرت لبیدؓ نے اسلام قبول کر لیا تھا اور اسلام کے بعد ساٹھ سال تک زندہ رہے۔ اس ساٹھ سال کے عرصے میں آپ نے کوئی شعر نہیں کیا۔

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے شعر گوئی ترک کرنے کا سبب پوچھا انہوں نے جواب دیا کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کا علم دے دیا پھر مجھے شعر کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت عمرؓ نے اس جواب سے خوش ہو کر اُن کے وظیفہ میں پانچ سو درہم کا اضافہ فرما دیا اور اس اضافہ کے بعد آپ کا وظیفہ اڑھائی ہزار درہم ہو گیا۔ جب حضرت معاویہؓ کا دورِ خلافت

آیا تو انہوں نے ان کے وظیفہ میں سے پانچ سو کی رقم کم کرنی چاہی۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے جو اضافہ کیا تھا اس کی کیا ضرورت؟ لبیدؓ نے کہا کہ میری موت کا وقت قریب آ چکا ہے اور میرے مرنے کے بعد اضافہ اور معمولی وظیفہ سب آپ ہی کا ہو جائے گا۔ حضرت معاویہؓ پر اس جواب سے رقت طاری ہو گئی۔ اور تخفیف وظیفہ کا ارادہ آپ نے بدل دیا۔ اس واقعہ کے چند ہی دنوں بعد حضرت لبیدؓ کی وفات ہو گئی۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت لبید رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد صرف ایک شعر کہا ہے اور وہ یہ ہے:۔

الحمد للّٰہ اذلم یاتنی اجلی حتی لبسست مِن الاسلام سر بالا

خدا کا شکر و احسان ہے کہ میری موت اس وقت تک نہیں آئی جب تک میں نے جامہء اسلام زیب تن نہیں کر لیا۔

اور بعض کا کہنا ہے کہ وہ شعر یہ ہے ۔

وقد سئمت من الحیاۃ طویلا سِوال ھٰذا الناس کیف لبید

کہ میں اس زندگی اور اس کی درازی اور لوگوں کے اس سوال سے کہ لبیدؓ تو کیسا ہے؟ اُکتا گیا ہوں۔

الھجرع

ابن سیدہ نے یہی لکھا ہے۔ ھجرع سلوقی کتے کو کہتے ہیں۔

الھجین

ھجین: اس دوغلے (دونسلی) اونٹ یا آدمی کو کہتے ہیں جس کی ماں عجمی ہو اور باپ عربی ہو۔

اَلْھُدُ ھُدُ

ھُدھُد: ہدہد ایک مشہور پرندہ ہے۔ جس کے بدن پر مختلف رنگ کی دھاریاں ہوتی ہیں۔ اس کے سر پر تاج ہوتا ہے۔ اس کی کنیت ابوالاخبار' ابوثمامۃ' ابوالربیع' ابوروح' ابوسجاد' ابوعباد ہے۔ اس کو ھداھد بھی کہتے ہیں۔

یہ فطرتاً بدبودار اور بدبو پسند پرندہ ہے۔ یہ اپنا گھونسلہ گندی جگہوں پر بناتا ہے اور عادت اس کی تمام ہی جنسوں کی ہے۔ اہل عرب کا اس کے متعلق کہنا ہے کہ یہ زمین کے نیچے پانی کو اس طرح دیکھ لیتا ہے۔ جس طرح انسان گلاس کے اندر پانی دیکھ لیتا ہے۔

حضرت سلیمانؑ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشینگوئی

نیز یہ پرندہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا پانی کے سلسلہ میں رہبر تھا۔ اسی وجہ سے اس کی عدم موجودگی میں اس کی تلاش کی گئی تھی اور ہدہد کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس سے غیر حاضری کا باعث یہ بنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو آپ نے حج کی نیت سے سرزمین مکۃ المکرمہ کی طرف سفر کا ارادہ کیا لہٰذا رخت سفر باندھا اور اپنے ساتھ انسان' جنات' شیاطین' پرندے اور دیگر جانوروں کو ساتھ لیا جس کی وجہ سے لشکر سو فرسخ کے دائرے میں پھیل گیا۔ ہوا ان کو اڑا کر لے چلی اور آپ حرم میں پہنچ گئے۔ اور جتنے دنوں قیام کا ارادہ تھا قیام فرمایا اور اپنے قیام کے دوران روزانہ مکہ مکرمہ میں پانچ ہزار اونٹنیاں' پانچ ہزار بیل اور بیس ہزار

بکریاں ذبح کیا کرتے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے پاس موجود قوم کے سرداروں سے کہا کہ یہی جگہ ہے جہاں فلاں فلاں صفت کے نبی پیدا ہوں گے اور ان کا رعب و دبدبہ ایک ماہ کی مسافت تک پہنچ جائے گا۔ حق کے معاملہ میں رشتہ دار اور اجنبی ان کے یہاں برابر ہوں گے۔ انہیں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کچھ نقصان نہ دے گی۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے نبیؑ! کس دین پر ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا دین حنیف پر۔ وہ بڑا خوش نصیب ہوگا جو ان کے زمانہ کو پائے گا اور اُن پر ایمان لے آئے گا۔ لوگوں نے سوال کیا کہ ہمارے اور ان کی تشریف آوری درمیان کتنی مدت باقی ہے؟ آپؑ نے جواب دیا کہ ایک ہزار سال لہٰذا جو یہاں موجود ہیں وہ غیر حاضر لوگوں تک میری یہ بات پہنچا دیں، وہ انبیاء کے سردار اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام حج کے ارکان مکمل کرنے تک مکہ میں مقیم رہے۔

حضرت سلیمانؑ کا یمن کا سفر اور ملکہ بلقیس

پھر صبح سویرے مکہ مکرمہ سے یمن کے لئے روانہ ہو گئے درمیان میں صنعاء میں دوپہر کا وقت ہو گیا۔ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سواری (ہوا) کا کمال تھا ورنہ اس وقت کی عام سواریوں کے لحاظ سے یہ ایک مہینہ کی مسافت تھی۔ وہاں کی سرزمین کی سرسبزی و شادابی دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے وہیں پڑاؤ ڈالنے کا ارادہ کر لیا تا کہ نماز بھی ادا کر لیں اور کھانے سے بھی فارغ ہو جائیں۔ جب حضرت سلیمانؑ نے وہاں پڑاؤ ڈال دیا تو ہدہد نے سوچا کہ حضرت سلیمانؑ تو یہاں ٹھہر گئے اب مجھے ذرا سیر کر لینی چاہیے۔

چنانچہ فضاء میں بلند ہو کر دُنیا کے طول و عرض کا جائزہ لیا اردائیں بائیں نظر ڈالی اور اُسے بلقیس کا باغ نظر آ گیا لہٰذا سبزہ دیکھ کر ہدہد وہاں پہنچ گیا۔ اتفاق سے وہاں ایک یمنی ہدہد پہلے سے موجود تھا۔ اس یمنی ہدہد سے ہدہد سلیمانؑ کی ملاقات ہوئی۔ حضرت سلیمان کے ہدہد کا نام ''یعفور'' تھا۔ یمنی ہدہد نے یعفور سے کہا۔ کہاں سے آئے ہو اور کہاں کا قصد ہے؟ یعفور نے کہا کہ میں ملک شام سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہمراہ آیا ہوں۔ یمنی ہدہد نے پوچھا سلیمانؑ کون ہیں؟ یعفور نے کہا کہ سلیمانؑ جنات، انسان، شیاطین، پرندوں اور جانوروں اور ہواؤں کے بادشاہ ہیں اور یعفور نے حضرت سلیمانؑ کی شان و شوکت اور تمام چیزوں کی تابعداری وغیرہ کا تذکرہ کیا۔ پھر یعفور نے یمنی ہدہد سے پوچھا کہ آپ کہاں کے باشندے ہیں؟

یمنی ہدہد نے کہا کہ میں اسی شہر کا باشندہ ہوں اور یہاں بلقیس نام کی ایک ملکہ ہے جس کے زیر نگین بارہ ہزار سپہ سالار ہیں اور ہر سپہ سالار کے ساتھ ایک لاکھ جنگ جو سپاہی ہیں آپ میرے ساتھ چلیں تو میں آپ کو بلقیس کا محل وغیرہ دکھاؤں۔ یعفور نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں نماز کے وقت سلیمانؑ کو پانی کی ضرورت پڑے تو مجھے تلاش نہ کریں اور مجھے نہ پائیں تو برا ہوگا۔ یمنی ہدہد نے کہا کہ اگر تم ملکہ بلقیس کی خبر اپنے آقا کو دو گے تو وہ خوش ہو جائیں گے۔

چنانچہ یعفور اس کے ساتھ بلقیس کی سلطنت اور وہاں کے حالات کا پتہ لگانے کے لئے چلا گیا اور حضرت سلیمانؑ کے پاس عصر کے بعد واپس ہوا۔

دوسری طرف حضرت سلیمانؑ نے جہاں پڑاؤ ڈالا تھا وہاں پانی نہیں تھا۔ پانی کی ضرورت ہوئی تو انسانوں، جناتوں اور شیاطین کو پانی تلاش کرنے کا حکم دیا مگر کوئی پانی کی خبر نہ لا سکا۔ پھر پرندوں کی حاضری لی اور جب ہدہد کو نہ پایا تو پرندوں کے سردار گدھ کو طلب کیا اور اس سے ہدہد کے متعلق دریافت کیا لیکن سردار کو بھی ہدہد کا پتہ نہ تھا۔ اس وقت حضرت سلیمانؑ کو بڑا غصہ آیا اور فرمایا:۔

"لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَاباً شَدِیْداً اَوْ لَاْ اَذْبَحَنَّهٗ اَوْ لَیَاْتِیَنِّیْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ".

(کہ میں اُسے سخت سزا دوں گا یا اُسے ذبح کردوں گا یا وہ کوئی واضح عذر لے کر آئے)

پھر پرندوں کے نگران عقاب سے مخاطب ہوئے اور کہا اسی وقت ہدہد کو میرے سامنے کہیں سے بھی لا کر پیش کرو۔ لہٰذا عقاب نے اڑان بھری اور اتنی بلندی پر گیا کہ دنیا اسے ایسے نظر آنے لگی جیسے آدمی کے ہاتھ میں پیالہ نظر آتا ہے۔ پھر چاروں طرف نظر دوڑائی اسے ہدہد یمن کی طرف سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ عقاب دیکھتے ہی اس کی طرف لپکا اور جھپٹ کر اُسے پکڑنا چاہا۔ ہدہد نے اس کو اللہ واسطہ دے کر کہا۔ اس اللہ کے واسطے جس نے تجھ کو مجھ پر غلبہ اور سرداری دی ہے مجھ پر رحم کر اور میرے ساتھ برائی کا قصد نہ کر۔ لہٰذا عقاب نے اُسے چھوڑ دیا۔ اور کہا تیرا برا ہو' تیری ماں تجھ کو روئے۔ اللہ کے نبی سلیمانؑ نے قسم کھائی ہے کہ یا تو تجھے سخت سزا دیں گے یا تجھ کو ذبح کر ڈالیں۔ ہدہد نے یہ سن کر کہا کیا اللہ کے نبیؑ نے اس میں استثناء نہیں فرمایا ہے؟ عقاب نے کہا کہ ہاں فرمایا تو ہے" اَوْ لَیَاْتِیَنِّیْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ " کہ یا اپنی غیر حاضری کی کوئی کھلی ہوئی دلیل پیش کردے۔ ہدہد نے کہا تب تو میری جان بخشی ممکن ہے۔ اس گفتگو کے بعد ہدہد اور عقاب اڑ کر حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں پہنچے اور ہدہد نے قریب ہو کر اپنی دم اور بازو ڈھیلے کردیئے اور تواضع ظاہر کرنے لگا۔ حضرت سلیمانؑ نے اس کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ ہدہد نے اپنا سر جھکا دیا اور عرض کیا یا نبی اللہ! آپ خدا کے حضور جواب دہی کے لئے کھڑے ہونے کو یاد کریں۔ یہ سن کر حضرت سلیمانؑ کانپ اٹھے اور اسے معاف کردیا۔ اس کے بعد اُس کی غیر حاضری کا سبب دریافت کیا۔ ہدہد نے حضرت سلیمانؑ کو بلقیس اور اس کی سلطنت کا حال بیان کردیا کہ اس کا محل ایسا ایسا ہے اور اتنی فوجیں ہیں اور اتنے سپاہی ہیں اور بتایا کہ اس ملکہ بلقیس کی خبر لانے کے لئے یہاں سے چلا گیا تھا کیونکہ مجھے ایک ہدہد ملا اس نے مجھے یہ اطلاع دی میں نے چاہا کہ تحقیق حال کر کے آجاؤں۔

حضرت سلیمانؑ کا پرندوں کو سزا دینا

حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کو ان کے مناسب حال سزا دیا کرتے تھے تاکہ ان کے ہم جنسوں کو عبرت ہو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ پرندوں کو یہ سزا دیتے تھے کہ اُن کے پر اور دُم نوچ دیتے تھے اور دھوپ میں اسی حال میں ڈال دیتے تھے اب وہ نہ تو چیونٹیوں سے اپنا بچاؤ کرسکتا تھا نہ کیڑوں سے دفاع کرسکتا تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ تارکول لگا کر اسے دھوپ میں چھوڑ دیا جاتا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ پرندے کو چیونٹیوں کو کھانے کے لئے دے دیا جاتا تھا۔ بقول بعض پنجرہ میں بند کردیا جاتا تھا۔ بقول دیگر اس کے اور اس کے متعلقین میں تفریق و جدائی کردی جاتی تھی۔ دوسری جنس کے پرندوں کے ساتھ اس کا رہنا لازم کردیا جاتا تھا یا غیر ہم جنس کے ساتھ اسے پنجرہ میں بند کردیا جاتا تھا۔

یا بعض کے قول کے مطابق اپنے لوگوں کی خدمت اس پر لازم کردی جاتی تھی۔ بقول بعض اس کا جوڑا (بطور سزا کے) کسی بوڑھے سے لگا دیا جاتا۔ بہت سے اقوال ہدہد کی سزا میں وارد ہوئے ہیں۔

ایک مضحکہ خیز میزبانی کا قصہ

قزوینی نے حکایت بیان کی ہے کہ ایک دن ہدہد نے حضرت سلیمانؑ سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ آپ کی میزبانی کروں۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا۔ صرف میری؟ ہدہد نے کہا نہیں بلکہ آپ اور آپ کے ساتھ آپ کا پورا لشکر فلاں دن فلاں جزیرے میں میرے مہمان ہوں گے۔ چنانچہ حضرت سلیمانؑ نے دعوت قبول کرلی اور معینہ وقت پر مقررہ جگہ پہنچے۔ ہدہد وہاں موجود تھا۔ ہدہد نے پرواز کی اور ایک

ٹڈی کا شکار کر کے اُسے مار ڈالا اور اس ٹڈی کو سمندر میں ڈال دیا اور مخاطب ہو کر کہا۔ اے اللہ کے نبی! آپ اپنے لشکر کے ساتھ تناول فرمایئے جس کے حصہ میں گوشت نہ آئے اسے شوربہ تو مل ہی جائے گا۔ اس مضحکہ خیز مہمانی پر حضرت سلیمانؑ اور آپ کا لشکر ایک سال تک یاد کر کر کے ہنستے رہے۔

حضرت عکرمہؓ کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کی غلطی سے اس لئے درگزر کیا تھا کہ ہدہد اپنے ماں باپ کا بہت فرماں بردار تھا کہ ہدہد بڑھاپے میں اپنے ماں باپ کے لئے رزق تلاش کر کے لاتا اور اُن کے منہ میں بچوں کی طرح کھلاتا تھا۔

جاحظ نے لکھا ہے کہ یہ پرندہ نہایت وفادار، وعدہ پورا کرنے والا اور محبت کرنے والا ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر اس کی مادہ کہیں چلی جائے تو یہ تنہا کچھ نہیں کھاتا پیتا اور نہ کھانے پینے کی چیزیں تلاش کرتا ہے اور برابر بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ مادہ اُس کے پاس لوٹ آئے۔ اگر مادہ کسی حادثہ کا شکار ہو جائے اور پھر وہ واپس نہ لوٹ سکے تو پھر کسی مادہ سے دوبارہ وطی نہیں کرتا ہے اور تازندگی اپنی مادہ کے غم میں روتا رہتا ہے۔ اس حال میں صرف بقدرِ سدرمق کھاتا ہے جس سے جان بچ جائے۔ کچھ پیٹ بھر کر نہیں کھاتا پیتا یہاں تک کہ موت کے منہ میں پہنچ جاتا ہے اور اس حال میں اُسے بڑی آسانی سے کوئی بھی پکڑ سکتا ہے۔ ''کتاب الکامل'' اور بیہقی کی شعب الایمان میں درج ہے کہ نافع بن ازرق نے حضرت ابن عباسؓ سے سوال کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کتنی بڑی سلطنت عطا کر رکھی تھی اور کتنی دولت اور ساری چیزیں ان کی خدمت گار تھیں۔ پھر بھی ہدہد جیسے معمولی پرندہ کی ان کو کیا ضرورت پڑ گئی کہ اہتمام کے ساتھ اسے پال رکھا تھا اور ہر وقت اُس کا خیال رکھتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو سفر میں جا بجا پانی کی ضرورت پڑتی تھی اور ہدہد پانی کو زمین کے نیچے دیکھ لیا کرتا تھا۔ ابن ازرق نے کہا کہ اے علم دان! ٹھہر جایئے ہدہد ایک اُنگل زمین کے نیچے چھپے جال کو تو دیکھ نہیں سکتا پھر زمین کی تہہ میں پانی کیسے دیکھ سکتا ہے؟ حضرت ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ جب موت کا فرشتہ آجاتا ہے تو نگاہیں اپنا کام کرنا بند کر دیتی ہیں۔

یہ نافع ابن ازرق جس کا ذکر یہاں آیا ہے خوارج کے ایک ذیلی فرقہ کا بانی مبانی تھا جس فرقہ کا نام اس کی نسبت سے ''اَزَارِقَہ'' ہے۔ جس کے نزدیک حضرت علیؓ حکم بنائے جانے سے پہلے امام عادل تھے اور جب حَکَمْ بنا دیئے گئے تو یہ فرقہ حضرت علیؓ کی تکفیر کرنے لگا اور یہ فرقہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ (جو مجلس مصالحت میں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان حَکَمْ بنائے گئے تھے) کو بھی کافر کہتا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک بچوں کا قتل جائز ہے۔ یہ محض مرد پر تہمت زنا لگانے والے پر حد قذف جاری نہیں کرتے اور محصنہ عورت پر الزام زنا لگانے والے پر حد جاری کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے دیگر خیالات وعقائد ہیں۔

ایک خواب اور اس کی تعبیر

کہا جاتا ہے کہ حافظ حدیث امام ابوقلابہ جس کا نام عبدالملکؒ بن محمد رقاشی ہے۔ جس وقت یہ اپنی ماں کے بطن میں تھے ان کی ماں نے خواب دیکھا کہ اُن کے بطن سے ایک ہدہد پیدا ہوا ہے کسی نے اُن کے خواب کی تعبیر بتائی کہ اگر تم اپنے خواب میں سچی ہو تو تمہارا ایک لڑکا پیدا ہوگا جو نمازیں کثرت سے پڑھے گا۔ چنانچہ پیدا ہو کر جب امام ابوقلابہ بڑے ہوئے تو روزانہ چار سو رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور اپنے حفظ سے انہوں نے ساٹھ ہزار حدیثیں بیان کی ہیں اور دو سو چھتر ۲۷۶ھ میں وفات پائی۔ اللہ اُن پر رحمت کی بارش نازل فرمائے۔

ہدہد کا حکم شرعی

ایک قول یہ ہے کہ اس کا کھانا حلال ہے کیونکہ امام شافعیؒ سے اس سلسلے میں فدیہ کا وجوب منقول ہے۔ اگر کوئی شخص حرم میں یا کوئی محرم اسے شکار کرلے۔ کیونکہ ان کے نزدیک فدیہ کا واجب ہونا صرف حلال جانور کے شکار میں ہے۔ مگر صحیح قول یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے۔ کیونکہ اس کی بدبو کی بناء پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

الامثال

اہل عرب کہتے ہیں اَلْبَصَرُ مِنْ هُدهُد (ہدہد سے زیادہ قوت بصارت رکھنے والا) کیونکہ پہلے گذر چکا ہے کہ ہدہد زمین کے نیچے پانی دیکھ لیتا ہے اسی طرح کہا جاتا ہے اسجد من هدهد (ہدہد سے زیادہ سجدے کرنے والا)

طبی خواص

اگر کسی گھر میں اس کے پروں کی دھونی دے دی جائے تو وہاں سے کیڑے مکوڑے بھاگ جائیں گے۔ ہدہد کی آنکھ اگر کوئی بھولنے والا اپنی گردن میں لٹکالے تو اسے بھولی ہوئی چیز یاد آجائے گی۔ اسی طرح اگر اس کا دل بھون کر سنداب میں ملا کر کھالیا جائے تو نسیان دور کرتا ہے اور قوت حافظ کے لئے نافع ہے۔ ذہن تیز کرتا ہے۔ ذہن ودماغ تیز کرنے والی دواؤں میں سب سے عمدہ ہے اور اس میں کسی نقصان کا خطرہ بھی نہیں رہتا ہے۔ اگر کوئی آدمی دس ہدہد لے کر اور ان کے بال و پر نوچ کر کسی مکان یا کسی دوکان میں ڈال دے تو وہ مکان یا دوکان ہمیشہ کے لئے غیر آباد ہو جائے اور ویران ہو جائے۔

اگر ہدہد کی آنتیں لے کر کسی نکیر والے پر لٹکا دی جائیں تو اُسے فائدہ پہنچے۔ اگر ہدہد مردہ کی چونچ لے کر اس کی کھال کو اس کی چونچ پر چڑھا دیا جائے تو جب تک یہ چونچ کسی کے پاس رہے گی اس کی کوئی چیز ضائع نہیں ہوگی اور اسے لے کر کسی بادشاہ کے پاس پہنچ جائے گا تو وہ اس کا خیر مقدم کرے گا۔ اس کا احترام کرے گا اور اس کی ضرورتوں کو پورا کرے گا۔ اگر کوئی ہدہد کے گھونسلہ کی مٹی لے کر قید خانہ میں ڈال دے تو تمام قیدی اسی وقت باہر آجائیں گے۔ اگر اس کا ایک پنجہ لے کر کسی بچہ کی گردن میں لٹکا دیا جائے تو اُسے کبھی نظر نہ لگے اور اس کے گردن میں رہنے تک وہ عافیت کے ساتھ رہے۔ اگر کوئی اُس کی دم لے کر اس میں ذرا سا اس کا خون لگا کسی درخت کے اوپر لٹکا دے تو وہ درخت کبھی بارآور نہیں ہوگیا۔ اور اگر کسی انڈا دینے والی مرغی پر لٹکا دیا جائے تو وہ مرغی انڈے دینا بند کردے اور اگر نکسیر والے پر لٹکا دیا جائے تو اس کا خون بند ہو جائے گا۔

اگر کوئی ہدہد کی زبان لے کر روغن کنجد میں ڈال دے اور پھر اس کو اپنی زبان کے نیچے رکھ کر جس شخص سے بھی کسی ضرورت کا مطالبہ کرے تو وہ اس کی ضرورت پوری کردے۔ اگر اس کے پر کوئی شخص اپنے پاس رکھے تو اپنے فریق مخالف پر غالب ہوا اور اس کی تمام ضرورتیں پوری ہوں اور ہر کام میں اس کو کامیابی ہو۔ ہدہد کا گوشت پکا کر کھانا درد قولنج میں مفید ہے۔ ہدہد کا دماغ نکال کر آٹے میں ملا کر اسے گوندھ لیا جائے اور اس سے روٹی بنا کر سائے میں خشک کر کے کسی انسان کو کھلا دی جائے اور کھلانے والی یہ کہے کہ اے فلاں بن فلاں میں نے تجھے ہدہد کھلایا ہے اور تجھے اپنی بات سننے والا اور فرمانبردار بنالیا ہے تاکہ تُو میرے پاس اسی طرح حاضر باش رہا کرے جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہدہد اُن کے پاس حاضر باش رہا کرتا تھا تو اس عمل کے اثر سے کھانے والا کھلانے والے سے بے پناہ محبت کرنے لگے گا۔ اگر اس کی کھال لے کر کوئی اپنے بائیں بازو پر باندھ لے اور اس کی چونچ اور زبان ہرن کی کھال میں آنے والے کلمات لکھ کر اس سکھال میں یہ چونچ اور زبان رکھ دے اور اُسے سرخ یا کالے یا سرمگیں رنگ کے اُون کے دھاگے سے باندھ کر جس شخص کی

مہربانی اور محبت مطلوب ہو اُس کے آنے جانے والے دروازہ کے نیچے اس چمڑہ کی تھیلی کو دفن کر دے تو مطلوب میں ہمدردی، مہربانی اور محبت اتنی پیدا ہو جائے گی جتنی وہ چاہتا ہے۔ وہ کلمات یہ ہیں:۔

فطیطم مارنور مانیل و صعانیل"

ہد ہد کا خون اگر کسی سیپی میں لے کر اس کی آنکھ میں ٹپکا دیا جائے جس میں بال جم گیا ہو تو وہ بال دور ہو جائیں گے۔ اور اگر ہد ہد کو ذبح کر کے اس کا دماغ نکال کر سکھا لیا جائے اور اُسے باریک پیس کر پسی ہوئی مصطگی رومی میں ملا کر اکیس عدد ورق آس خوب کوٹ چھان کر اس میں ملا لیا جائے۔ اس سفوف کو جسے سونگھا دیا جائے وہ سونگھنے والے سے محبت کرنے لگے۔ اور اگر ہد ہد کی داہنی آنکھ کسی نئے کپڑے میں لپیٹ کر کوئی شخص اس کو اپنے داہنے بازو پر باندھ لے تو جس کے پاس بھی جائے گا وہ اس سے محبت کرے گا اور جو بھی اسے دیکھے گا چاہنے لگے گا۔

اور اگر کسی کو اپنے یا کسی اور کے بال سیاہ کرنے ہوں تو وہ ہد ہد کی آنتیں لے کر ان کو سکھا لے پھر اسے روغن کنجد میں ملا کر جس شخص کے ڈاڑھی یا سر کے بال سیاہ کرنے ہیں ان پر تین دن تک یہ تیل ملے تو وہ بالکل سیاہ ہو جائیں گے۔ ہد ہد کا خون گرم ہوتا ہے اگر اس کے خون کو آنکھ کی اس سفیدی پر جو بیماری کی وجہ سے ہوگئی ہو ٹپکا لیں تو وہ سفیدی ختم ہو جائے گی۔ اگر ہد ہد کے گودے کو لے کر کبوتروں کے بیٹھنے والے برج میں اس کی دھونی دے دی جائے تو وہاں کوئی ضرر رساں چیز نہیں پہنچ سکتی۔

اگر ہد ہد ذبح کر کے پورے کا پورا کسی گھر میں لٹکا لیا جائے تو اس سے گھر والوں پر جادو اثر نہیں کرے گا۔ جو شخص ہد ہد کے جبڑے کا نچلا حصہ اپنے اوپر لٹکا لے لوگ اس سے محبت کرنے لگیں۔ اگر کسی مجنون کو اُس کے تاج کی دھونی دے دی جائے تو اُسے افاقہ ہو جائے۔ اگر نامرد یا سحر زدہ کو اُسکے گوشت کی دھونی دے دی جائے تو وہ شفایاب ہو جائے۔

اور جابرؒ نے کہا ہے کہ ہد ہد کا دل بھون کر سنداب کے ہمراہ کھانا حافظ کے لئے اکسیر ہے۔ اگر ہد ہد کے بائیں بازو کے تین پَر لے کر کسی کے گھر کے دروازے پر تین دن تک سورج نکلنے سے پہلے کوئی جھاڑو دے اور جھاڑو دینے والا یہ کہے کہ جس طرح اس دروازے سے دھول اور گرد و غبار دور ہو گیا ہے اسی طرح فلاں بن فلانۃ اس گھر سے دور ہو جائے۔ اس عمل کے اثر سے وہ شخص جس کا نام لیا گیا ہے مکان چھوڑ کر چلا جائے گا اور کبھی واپس نہیں آئے گا۔ اگر ہد ہد کے بائیں بازو کو جلا کر اس کی راکھ کسی شخص کے راستہ میں بکھیر دی جائے تو جو اس پر پیر رکھے گا بکھیرنے والے سے محبت کرنے لگے گا۔ اگر ہد ہد کے بازو کا ایک پر اور اس کی چونچ کوئی چمڑے میں بند کر کے اپنے اوپر لٹکائے اور لٹکاتے وقت مطلوب اور اُس کی ماں کا نام لے تو وہ اس سے محبت کرنے لگے اور ہد ہد کے بائیں بازو کا سب سے بڑا پَر مقبولیت کے لئے ہے۔

تعبیر

ہد ہد دیکھنا کسی مالدار عالم شخص کی علامت ہے جس کی برائیاں بیان کی جاتی ہوں۔ اگر کسی نے ہد ہد کو خواب میں دیکھا تو وہ عزت و دولت پائے گا۔ اگر کسی نے ہد ہد سے گفتگو کی تو اُسے کسی بادشاہ کی طرف سے نفع حاصل ہوگا اور ابن سیرینؒ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی ہد ہد دیکھے تو اس کے پاس کسی مسافر کی آمد کی دلیل ہے۔ بعض کے بقول ہد ہد دیکھنے سے مراد کسی ہوشیار جاسوس کا دیکھنا ہے جو بادشاہ تک حادثات کی خبر پہنچاتا ہے اور سچی خبر دیتا ہے۔ کبھی کبھی ہد ہد کا دیکھا خوف سے حفاظت بھی ہوتی ہے۔

اور ابن مقری نے کہا ہے کہ ہد ہد کا دیکھنا کسی آباد گھر کے گرنے یا کسی آباد چیز کے نقصان کی نشانی ہے۔ بسا اوقات سچے قاصد کی

علامت ہوتا ہے اور بادشاہوں سے قرب کی علامت ہے یا جاسوس یا کسی جھگڑالو اور بڑے عالم کی پہچان ہے۔ کبھی کبھی مصائب و آلام سے بچنے اور نجات پانے کی پیشین گوئی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ معرفت اور نماز روزہ کی علامت بھی بن جاتا ہے۔ اگر کسی پیاسے نے ہدہد کو پیاسا دیکھا تو اُسے پانی مل جائے گا۔

الھدی

ھـــدی: ان جانوروں کو کہتے ہیں جنہیں حرم میں قربان کرنے کے لئے لے جاتے ہیں۔ ھدی اور ھدی تشدید اور تخفیف دونوں طرح اسی معنی میں ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے سال جو جانور ھدی کے طور پر لے گئے تھے اُن کی تعداد سو تھی۔ لیکن مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم کا کہنا ہے کہ کل ستر اونٹ تھے۔ لوگ سات سو تھے۔ اس طرح ہر اونٹ دس آدمیوں کی طرف سے ہو جاتا ہے مگر اُن کی یہ روایت غریب ہے۔

"مصعب" بن ثابت سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ بخدا مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حکیم بن حزام عرفہ کے دن مکہ مکرمہ گئے اور ان کے ساتھ سو غلام تھے' سو اونٹ' سو گائیں سو بکریاں تھیں' غلاموں کو آزاد کر دیا اور جانوروں کے متعلق حکم دیا اور ان تمام جانوروں کو ذبح کر دیا گیا"۔

صحیحین میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک بکری ھدی کے طور پر لے گئے"۔

امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اس حدیث سے بکری کو بھی قلادہ پہنچانے کا استحباب معلوم ہوتا ہے مگر امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ بکری کے لئے قلادہ مستحب نہیں ہے بلکہ قلادہ صرف اونٹوں اور گائیوں کے لئے خاص ہے۔

علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہدی اگر نفلی ہو اور ہدی لانے والا ذبح کرنے کے بعد اس کا گوشت کھا سکتا ہے۔ یہی حکم تمام نفلی قربانیوں کا ہے۔

"اس روایت کی بنیاد پر جو حضرت جابرؓ نے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجتہ الوداع میں سو اونٹ ھدی کے طور پر لے گئے اور ان میں سے تریسٹھ خود اپنے ہاتھوں سے ذبح کئے۔ پھر حضرت علیؓ کو حکم دیا اور بقیہ جانوروں کو انہوں نے ذبح کیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر اونٹ سے ایک بوٹی کاٹ کر ایک ہانڈی میں پکالی جائے اور پھر اس ہانڈی میں سے گوشت اور کچھ شوربہ آپؐ نے نوش فرمایا"۔

اور جو قربانی شریعت کی طرف سے واجب ہو مثلاً دم تمتع اور دم قرآن یا حج فاسد کرنے کی وجہ سے واجب ہو یا حج کے فوت ہو جانے کی وجہ سے واجب ہو یا شکار وغیرہ کے معاوضہ کے طور پر واجب ہو اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ اور کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ اس قسم کی کسی بھی قربانی میں سے کھانا قربانی والے کے لئے جائز نہیں ہے۔ اسی طرح نذر سے جو قربانی اپنے ذمہ واجب کر لی ہو اس کا گوشت بھی نہیں کھا سکتا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جزائے صید اور نذر کی قربانی میں سے کھانا درست نہیں اور ان کے علاوہ قربانیوں میں سے کھانا جائز ہے۔ امام احمدؒ اور اسحاق کی بھی یہی رائے ہے۔ اور امام مالکؒ نے فرمایا کہ فدیہ' اذیٰ' جزائے شکار اور نذر کے علاوہ ہر واجب قربانی کا گوشت کھانا درست ہے اور اصحاب الرائے کی رائے یہ ہے کہ دم تمتع اور دم قربان میں سے کوئی کھانا اُس کے لئے جائز ہے لیکن دوسری واجب قربانیوں میں سے نہیں کھا سکتا۔ واللہ اعلم

اَلْهَدِیْلُ

(نر کبوتر) کبوتر کے حالات ''حمام'' کے تحت باب الحاء میں گزر چکے ہیں۔ ھَـدِیْـل ' کبوتر کی آواز (غڑغوں) کو بھی کہتے ہیں اسی طرح قمری کی آواز کو بھی کہا جاتا ہے۔ نیز کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ھَـدِیْـل 'حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں کبوتر کا چوزہ تھا۔ کسی شکاری پرندے نے اس کا شکار کرلیا تو تمام کبوتر اسی کے غم میں روتے ہیں اور قیامت تک روتے رہیں گے۔ واللہ اعلم

الھرماس

ھـرمـاس : شیر کا ایک نام ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ہر خطرناک درندے کو ھرماس کہتے ہیں۔ نیز ہرماس ایک بصری صحابیؓ کا نام ہے۔ ان کی کنیت ابوزیاد ہے باہلی ہیں۔ عمر طویل پائی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو حدیثیں انہوں نے روایت کی ہیں۔ ایک ابوداؤد میں ہے دوسری نسائی میں ہے اور لھرمیس' گینڈے کو بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ابن سیدہ کا قول ہے۔

اَلْھِرُّ

(بلی) شیر کے خواص میں یہ بات گزر چکی ہے کہ بلی کی تخلیق شیر کی چھینک سے ہوئی ہے۔

امام احمدؒ اور بزارؒ اور امام احمدؒ کے کچھ ثقہ شاگردوں نے حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث روایت کی ہے:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کھڑے ہو کر پانی پیتے ہوئے دیکھا تو آپؐ نے فرمایا اس طرح مت پیا کرو کیا تم اس سے خوش ہو گے کہ تمہارے ساتھ بلی پانی پیئے۔ اس نے کہا کبھی نہیں' آپ نے فرمایا کہ شیطان تمہارے ساتھ پانی پی چکا''۔

''تاریخ ابن النجار'' میں محمدؒ بن عمر جن کے حالات میں حضرت انسؓ سے ایک روایت ہے کہ:۔

''ایک دن میں حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھا اُن کو برأت کی خوشخبری سنا رہا تھا' انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم اپنوں اور بیگانوں سب نے مجھے چھوڑ دیا یہاں تک کہ بلی نے بھی مجھے چھوڑ دیا۔ مجھے کھانا پانی بھی نہیں میسر ہوتا تھا میں بھوکی ہی سو جایا کرتی تھی۔ آج ہی رات میں نے خواب میں ایک نوجوان کو دیکھا کہ اُس نے مجھ سے کہا کہ کیا ہوا آپ غمزدہ ہیں؟ میں نے کہا کہ اپنے بارے میں لوگوں سے (برے) تذکرے سن کر اُس نے کہا کہ ان کلمات کو پڑھ کر دعا کریں آپ کا غم دور ہو جائے گا۔ میں نے کہا وہ کلمات کیا ہیں؟ اس نے کہا کہ وہ دعا یہ ہے کہ تم کہو: **یـا سـابـغ الـنـعم' و یا فارج الغم' ویا کاشف الظلم' ویا اعدل من حَکَم' و یا حسیب من ظلم و یـاولـیُّ من ظلم' و یا اول بلا بدایة' و یا اُخریلا نها یة' و یامن له اسم بلا کنیة. اجعل لی من اُمری فر جًاو مخرجًا** '' فرماتی ہیں کہ جب میری آنکھ کھلی تو میں دانہ پانی سے بالکل آسودہ تھی اور اللہ تعالیٰ نے میری برأت نازل فرما دی تھی اور میرا رنج وغم دور ہو چکا تھا''۔

ایک شیطان کا بلی کی صورت میں سامنے آنا

ایک صحیح حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک شیطان بلی کی صورت میں نمودار ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس شیطان نے میری نماز منقطع کرنے کی بہت کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ

نے مجھے اس پر قابو دیدیا۔ چنانچہ میں نے اس کا گلا گھونٹ دیا اور میرا دل چاہتا تھا کہ میں اس کو مسجد کے کسی ستون سے باندھ دوں تا کہ تم لوگ صبح اسے اچھی طرح دیکھ لیتے۔ لیکن مجھے اس وقت اپنے بھائی حضرت سلیمانؑ کی یہ دُعا یاد آ گئی:

"رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ"

(اے میرے پروردگار! میری مغفرت فرما اور مجھ کو ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد دوسرے کو نصیب نہ ہو)۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے پاس سے ناکام واپس کر دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کے بارے میں وصیت فرمائی اور فرمایا:۔

"ایک عورت کو بلی باندھنے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کر دیا گیا"۔

اور امام احمدؒ کی کتاب "الزہد" میں یہ اضافہ بھی اسی روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے اس عورت کو جہنم میں دیکھا کہ وہ اپنے جسم کے اگلے اور پچھلے حصے کو نوچ رہی تھی اور وہ عورت جسے عذاب میں مبتلا کیا گیا وہ کافرہ تھی۔

جیسا کہ بزاز نے اپنی مسند میں اور حافظ ابو نعیم اصبہانی نے تاریخ اصبہان میں نقل کیا ہے اور بیہقی نے "بعث ونشور" میں حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ عورت اپنے کفر اور ظلم دونوں کی وجہ سے گرفتارِ عذاب ہوئی اسی طرح قاضی عیاض نے "مسلم" کی شرح میں لکھا ہے کہ اس عورت کا کافرہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ مگر نوویؒ نے اس امکان اور احتمال کی بھی نفی کر دی ہے کہ وہ عورت کافرہ تھی۔ شاید ان دونوں صاحبان کو اس سلسلہ میں کوئی حدیث نہیں مل سکی ہے۔

مسند ابوداؤد طیالسی میں شعبی نے علقمہ سے نقل کیا ہے کہ ہم حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر تھے۔ ہمارے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ بھی موجود تھے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ کیا آپ نے وہ حدیث بیان کی ہے کہ ایک عورت کو ایک بلی کے ستانے پر جہنم میں عذاب دیا گیا حضرت ابو ہریرہؓ نے عرض کیا کہ ہاں! میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی سنا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ مومن اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ قابلِ قدر ہے کہ اس کو صرف ایک بلی کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کیا جائے۔ وہ عورت اس ظلم کے ساتھ ساتھ کافرہ بھی تھی اور ابو ہریرہؓ! آپ سن لیں! جب آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث بیان کرنی ہو تو پہلے غور کر لیا کریں کہ کس طرح بیان کرنی چاہیے۔

ایک بلی کے بچے کو اپنے کپڑے میں چھپانے سے نجات

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں شبلیؒ کے ایک دوست سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے شبلیؒ کو وفات کے بعد دیکھا۔ پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ شبلیؒ نے جواب دیا کہ اللہ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کر کے مجھ سے پوچھا کہ اے ابوبکر! تجھے کچھ پتہ ہے کہ میں نے تجھ کو کس عمل کی بدولت بخش دیا ہے؟ شبلیؒ نے کہا میرے اچھے کاموں کی بدولت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں! میں کہا کہ عبادت میں میرے اخلاص کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا کہ میرے حج، روزہ اور نماز کے سبب جواب ملا نہیں، میں نے ان چیزوں سے تمہاری مغفرت نہیں کی۔ میں نے عرض کیا نیک لوگوں کے پاس میرے ہجرت کرنے کے لئے اور طلب علم کے لئے مسلسل سفر کے باعث۔ خدا کی طرف سے جواب انکار میں ملا۔ میں نے عرض کیا اے پروردگار! یہی چیزیں تو مغفرت اور نجات دلانے والی ہیں۔ میرا خیال تھا کہ انہی کی وجہ سے آپ معاف فرما دیں گے اور مجھ پر رحم فرمائیں گے اسی لئے ان چیزوں کو میں نے مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ان میں سے کسی عمل کی بنیاد پر تمہاری مغفرت نہیں کی ہے۔ میں نے پوچھا پھر اے میرے مولیٰ! کس

عمل سے میری مغفرت فرمائی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھے کچھ یاد ہے جب تُو بغداد کی سڑکوں پر مارا مارا پھر رہا تھا اور تُو نے وہاں بلی کا ایک بچہ دیکھا جسے ٹھنڈک نے کمزور کر دیا تھا اور سردی کی شدت سے دیواروں کے کنارے کنارے لگا لگا پھر رہا تھا اور برف سے بچ رہا تھا تُو نے رحم کھا کر اُسے اپنے اونی چوغہ میں چھپا لیا تھا تا کہ وہ سردی سے بچ جائے اور اس کو تکلیف سے نجات مل جائے۔ میں نے عرض کیا کہ بیشک! اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تجھے اس بلی کے بچے پر رحم کھانے کی وجہ سے بخش دیا ہے۔ ابوبکر شبلی کا نام ولف بن جحدر ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ جعفر بن یوسف خراسانی ہے۔ یہ بہت نیک عالم اور سردار محدث تھے۔ اور مسلکاً مالکی تھے۔

یہ شبلیؒ حضرت جنیدؒ کے صحبت یافتہ ہیں۔ اپنے ابتدائی زمانے میں ''نہاوند'' کے حاکم رہ چکے ہیں بعد میں ''خیر النساج'' کی خدمت میں جا کر توبہ کی۔ خیر النساج بہت بڑے بزرگ تھے۔ صاحب حال تھے ان پر اکثر وجد طاری رہتا جس کی وجہ سے ہر وقت مست اور یادِ خدا میں ڈوبے رہتے تھے اور اس وجد کی بناء پر ان پر غشی طاری ہو جایا کرتی تھی۔ پھر حضرت شبلیؒ حضرت جنیدؒ کی خدمت میں کچھ دنوں تک رہے اور وہاں رہ کر فیض حاصل کیا۔ حضرت شبلیؒ کی وفات ۳۳۴ھ میں ہوئی اور اُن کی عمر ستاسی (۸۷) برس تھی۔

کامل بن عدی نے امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد امام یوسفؒ کے تذکرے میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے عروۃ سے انہوں نے حضرت عائشہؓ سے یہ روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بلی آیا کرتی تھی تو آپ اس کے لئے پانی کا برتن جھکا دیتے تھے اور بلی اس میں سے پانی پی لیا کرتی تھی۔ پھر اس بچے ہوئے پانی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما لیا کرتے تھے۔ امام ابو یوسفؒ اس حدیث کو بیان کر کے کہا کرتے تھے جس نے عجیب و غریب حدیثیں تلاش کرنے کی فکر کی اُس نے جھوٹ بولا۔ جس نے کیمیاء سے مال حاصل کرنا چاہا وہ قلاش اور فقیر ہو گیا۔ جس نے علم کلام کے ذریعے دین کو جاننا چاہا وہ زندیق (بددین) ہو گیا۔

ایک بلی کا مقدمہ اور فیصلہ

حاکم ابو عبداللہ نے ''کتاب مناقب الشافعی'' میں تحریر فرمایا ہے کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعیؒ سے سنا ہے کہ دو شخصوں نے ایک بلی کا مقدمہ کسی قاضی کے پاس پیش کیا۔ ہر فریق کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ بلی اور اس کے بچے میرے ہیں۔ پھر قاضی نے اس مقدمہ کا فیصلہ یوں سنایا کہ دونوں کے گھر کے بیچوں بیچ بلی اور اُس کے بچوں کو لا کر چھوڑ دیا جائے پھر جس کے گھر میں بلی داخل ہو جائے اس کی ہو جائے گی۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں بھی وہاں سے بھاگ نکلا اور دوسرے لوگ بھی' لیکن بلی ان دونوں میں سے کسی کے گھر میں داخل نہیں ہوئی۔

ایک عبرت ناک واقعہ

کہتے ہیں کہ مروان جعدی جو ''حمار'' کے لقب سے مشہور تھا بنو امیہ کا آخری خلیفہ تھا جب کوفہ میں سفاح[1] کا ظہور ہوا اور اس کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت خلافت کی۔ بیعت سے فراغت کے بعد ایک لشکر جرار تیار کر کے سفاح نے مروان سے مقابلہ کے لئے روانہ کر دیا۔ مروان کو شکست ہوئی وہ بھاگتا ہوا مصر پہنچا اور ابوصیر (جو باخوم کے قریب ایک گاؤں ہے) میں داخل ہوا' مروان نے دریافت کیا کہ اس بستی کا کیا نام ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس کا نام ابوصیر ہے۔ مروان نے کہا کہ '' فَاِلَی اللّٰهِ الْمَصِيْرُ '' پھر تو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

---

[1] پورا نام ابو العباس عبداللہ سفاح ہے' بنو عباسیہ کا پہلا حکمران ہے۔

اس کے بعد وہ ایک گرجا گھر میں روپوش ہو گیا۔ وہاں اسے معلوم ہوا کہ اس کے کسی خادم نے دشمن سے اس کی مخبری کر دی ہے۔ اس نے حکم دیا اور اس خادم کا سر قلم کر دیا گیا اور زبان کھینچ کر زمین پر ڈال دی گئی۔ ایک بلی آئی اور زبان چٹ کر گئی۔

کچھ ہی عرصہ کے بعد عامر بن اسماعیل نے اس گرجا کا محاصرہ کر لیا۔ مروان ننگی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے دروازہ سے باہر نکلا۔ چاروں طرف فوجوں کا گھیرا تھا طبل جنگی بج رہے تھے۔ مروان کی زبان پر حجاج بن حکیم السلمی کا یہ شعر جاری تھا۔

وهم متقلدين صفائحا هندية يتركن من ضربوا كان لم يولد

وہ ہاتھوں ہندوستانی تلواریں لیے ہوئے ہیں ن کی خوبی یہ ہے کہ جس پر اُن کا وار ہو ا ہے وہ ایسا ہو جاتا ہے گویا پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔

پھر وہ بڑی جوانمردی سے لڑا یہاں تک کہ مقتول ہوا۔ عامر بن اسماعیل نے حکم دیا کہ اس کی گردن کاٹ کر میرے سامنے لائی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور پھر مروان کی زبان کھینچ کر نکال لی گئی اور زمین پر ڈال دی گئی۔ خدا کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ وہی بلی پھر آئی اور مروان کی زبان بھی کھا گئی۔ یہ دیکھ کر عامر بولا کہ عجائباتِ دنیا میں سے یہ واقعہ عبرت کے لئے کافی ہے کہ خلیفہ مروان کی زبان بلی کے منہ میں ہے۔

مروان کے قتل کے بعد عامر بن اسمٰعیل اس کلیسہ میں داخل ہوا اور مروان کے فرش پر بیٹھ گیا جس وقت کہ کلیسہ پر حملہ ہوا تھا مروان بیٹھا ہوا رات کا کھانا کھا رہا تھا۔ جب اس نے محاصرین کا شور و غل سنا تو جلدی سے دسترخوان سے اٹھ کھڑا ہوا تھا' وہ بچا ہوا کھانا عامر نے کھایا۔ پھر عامر نے مروان کی سب سے بڑی لڑکی کو طلب کیا۔ چنانچہ وہ لڑکی آئی اور عامر سے اس طرح ہمکلام ہوئی:۔

''اے عامر گردش زمانہ نے مروان کو اس کے فرش سے اُتار کر تجھ کو اس پر بٹھا دیا حتیٰ کہ تُو نے اس کا کھانا تک کھا لیا اور اس کے چراغ سے تُو نے روشنی بھی حاصل کر لی اور اس کی لڑکی کو اپنا ہمکلام بنایا۔ لہٰذا تجھ کو نصیحت کرنے اور خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لئے یہی چیزیں بہت ہیں''

عامر لڑکی کی اس گفتگو سے متاثر ہوا اور اس پر شرمندہ ہو کر اس لڑکی کو واپس کر دیا۔ مروان کا قتل ۱۳۲ھ میں ہوا۔ مروان کے قتل پر ہی بنو امیہ کا ٹمٹماتا ہوا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہو گیا۔

شرعی حکم

اصح قول کے مطابق بلی کا کھانا حرام ہے۔ مگر لیث بن سعد اور شوافع میں سے ابوالحسن لوشجی نے کہا ہے کہ بلی کھانا جائز ہے کیونکہ یہ حیوان طاہر ہے جیسا کہ روایت جس کو امام احمدؒ دار قطنیؒ' بیہقی مدح اور حکمؒ نے روایت کیا ہے:۔

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ لوگوں نے دعوت کی' آپؐ وہاں تشریف لے گئے۔ پھر دوسرے لوگوں نے دعوت کی تو آپؐ تشریف نہیں لے گئے۔ آپؐ سے سبب دریافت کیا گیا آپؐ نے فرمایا کہ فلاں کے گھر میں کتا ہے اس لئے میں نہیں گیا۔ آپؐ سے کہا گیا کہ فلاں کے گھر میں بلی ہے (تو آپ کیوں گئے ہیں) آپؐ نے فرمایا کہ بلی نجس نہیں ہے بلکہ یہ تو تمہارے پاس آتی جاتی رہتی ہے''۔

امام نوویؒ نے شرح مہذب میں تحریر فرمایا ہے کہ گھریلو بلی کی خرید و فروخت بالاتفاق جائز ہے۔ مگر امام بغویؒ نے ''شرح مختصر المزنی'' میں ابن القاص کا قول عدم جواز کا بھی لکھا ہے مگر اکثر علماء اس بات متفق ہیں کہ حرام ہے اور اس مسئلہ میں ابن القاص کی رائے

شاذ و نادر ہے۔ لہٰذا اس پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ ابن المنذر رنے فرمایا ہے کہ تمام علماء بلی کو پالنے کی اجازت دیتے ہیں اور حضرت ابن عباسؓ ' حسن بصریؒ ' ابن سیرینؒ ' حکمؒ حمادؒ مالکؒ ' ثوریؒ ' اسحاقؒ ' امام ابوحنیفہؒ اور تمام اصحاب رائے نے بلی کی خرید و فروخت کی اجازت دی ہے مگر دوسری ایک جماعت نے بلی کی خرید و فروخت کو مکروہ کہا ہے۔ اس دوسری جماعت میں حضرت ابو ہریرہؓ ' طاؤس' مجاہد ' جابر بن یزید وغیرہ شامل ہیں اور ابن المنذر رنے تعلیق کے ساتھ کہا ہے کہ اگر اس کی بیع کے سلسلے میں (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم) سے نہی وارد ہے تو بیع باطل ہے ورنہ جائز ہے۔ جنہوں نے خرید و فروخت سے منع کیا اس جماعت کی دلیل حضرت عبداللہ بن زبیر کی وہ روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ سے کتے اور بلی کی قیمت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے (علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں) کہ ہمارے احباب نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ یہ جانور طاہر ہے اور اس سے نفع اٹھایا جاتا ہے اور اُس میں بیع کی تمام شرائط موجود میں لہٰذا اس کی بیع جائز ہے۔ جیسے کہ گدھے اور خچروں کی بیع جائز ہے اور حدیث جابر کا جواب اور طرح بھی دیا جا سکتا ہے:۔

(الف) اس حدیث سے ھرۃ سے مراد جنگلی بلی ہے جس سے نفع حاصل کرنا ممکن نہیں لہٰذا بیع جائز نہیں ہے۔

(ب) نہی سے مراد نہی تنزیہی ہے۔

یہی دو جواب زیادہ بہتر ہیں اور قابلِ اعتماد ہیں۔ اور خطابی اور عبدالبر کا یہ جواب کہ یہ حدیث ضعیف ہے درست نہیں ہے کیونکہ یہی حدیث صحیح مسلم میں صحیح سند کے ساتھ موجود ہے۔ اگر کسی شخص نے بلی پال رکھی ہے جو پرندوں کو پکڑتی رہتی ہے اور ہانڈیاں الٹ دیا کرتی ہے۔ پھر اگر یہ بلی کسی کا کچھ نقصان کر دے تو کیا اس کے مالک پر ضمان ہوگا یا نہیں؟ اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) پہلی صورت اور اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں ضمان لازم ہوگا خواہ بلی نے یہ نقصان دن میں کیا ہو یا رات میں۔ کیونکہ جب یہ بلی نقصان کرنے کی عادی ہے تو اس کا باندھنا اور روکنا مالک کے ذمہ ہے۔ یہی حکم ہر اس جانور کا ہے جو نقصان کرنے کا عادی ہو۔

(۲) لیکن اگر وہ بلی اس قسم کے نقصان کرنے کی عادی نہ ہو تو صحیح یہ ہے کہ ضمان نہیں ہوگا اس لئے عام طور سے لوگ بلی وغیرہ سے اپنے سامان' کھانے وغیرہ کی حفاظت کرتے ہیں اور بلی کو باندھا نہیں جاتا۔ یہ دوسری صورت ہے۔

امام الحرمین نے بلی کے نقصان سے ضمان لازم ہونے میں چار طرح کے ضمان لکھے ہیں:۔

(۱) مطلقاً ضمان دینا ہوگا۔

(۲) مطلقاً ضمان نہیں ہوگا۔

(۳) رات کے نقصان کا ضمان دینا ہوگا' دن کا نہیں۔

(۴) دن کے نقصان کا ضمان دینا ہوگا رات کا نہیں۔

اگر بلی زندہ کبوتر یا کسی مردہ مرغی وغیرہ کو پکڑ لے تو بلی کا کان اینٹھنا اور اس کے مُنہ پر مارنا درست ہے تاکہ وہ کبوتر یا مرغی چھوڑ دے۔ لہٰذا اگر بلی نے کبوتر کو پکڑنا چاہا اور روکنے میں بلی ماری گئی تو مارنے والے پر ضمان نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر بلی کچھ نقصان کر کے کسی کو ضرر پہنچا دیتی ہے اور اس حال میں کسی نے نقصان سے بچاؤ کرتے ہوئے اس کو مار ڈالا تو اس کے ذمہ ضمان نہیں ہوگا جیسے کہ حملہ آور کو روکنے کے لئے قتل کرنے سے قصاص نہیں ہوتا ہے اور نقصان اور ضرر کے بغیر مار ڈالنے میں صحیح جواب تو یہ ہے کہ ضمان نہیں ہے لیکن ضمان دلایا جاتا ہے۔ قاضی حسین نے لکھا ہے کہ بلی کا قتل کرنا جائز ہے اور اس میں مارنے والے پر کوئی تاوان نہیں ہے اور یہ فواسق خمسہ ل

میں شمار ہے۔

ایک بزرگ کی کرامت

شیخ یافعیؒ فرماتے ہیں کہ یمن کے ایک صالح نے مجھے بتایا ہے کہ شیخ عارف "احدل" کے پاس ایک بلی آیا کرتی تھی اور شیخ احدل اس کو اپنے رات کے کھانے میں سے کھلایا کرتے تھے۔ اس بلی کا نام لولوۃ تھا۔ ایک رات شیخ کے خادم نے بلی کو مارا جس سے اُس کی موت واقع ہوگئی۔ خادم نے چپکے سے بلی کی لاش ایک ویران جگہ لے جا کر پھینک دی تا کہ شیخ کو اس کی خبر نہ ہو۔ شیخ اس وقت کہیں گئے ہوئے تھے جب واپس ہوئے تو بلی کو نہ پایا۔ دو رات یا تین رات تک اس کے متعلق کچھ نہ پوچھا۔ پھر جب بلی کئی روز نہ آئی تو خادم سے پوچھا لولوۃ! لولوۃ! چنانچہ تھوڑی دیر میں وہ بلی زندہ ہو کر دوڑتی ہوئی آ پہنچی اور آپ نے حسب معمول بلی کو کھانا کھلایا۔

بلی کی تعبیر

خواب میں بلی دیکھنا گھر کے محافظ نوکر کی طرف اشارہ ہے۔ اگر بلی کو کچھ جھپٹتے دیکھا تو اس سے مراد گھریلو چور ہے۔ بلی کا پنجہ مارنا اور کاٹنا خادم کی خیانت کی دلیل ہے۔ ابن سیرینؒ نے فرمایا ہے کہ بلی کا کاٹنا ایک سال بیمار ہونے کی علامت ہے۔ اسی طرح اس کا پنجہ مارنا بھی مرض کی طرف اشارہ ہے۔ اگر کوئی بلی دیکھے اور اس حال میں دیکھے کہ وہ میاؤں میاؤں نہ کر رہی ہو تو دیکھنے والے کے لئے ایک سال کی خوشحالی کا پیش خیمہ ہے اور جنگلی بلی دیکھنا ایک سال تک مشقت و پریشانی کی خبر ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ بلی بیچ رہا ہے تو وہ اپنا مال خرچ کرے گا۔ یہودی کہتے ہیں کہ بلی کی تعبیر حملہ آوران اور چوروں سے دی جاتی ہے۔ ارطامیدوس نے کہا ہے کہ بلی دیکھنا مکار اور جھگڑالو عورت کی خبر ہے۔

ابن سیرینؒ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک بلی نے میرے شوہر کے پیٹ میں اپنا سر ڈال کر اس سے ایک بوٹی نوچ لی ہے۔ ابن سیرینؒ نے اس خواب کی تعبیر یہ دی کہ تمہارے شوہر کے تین سو سولہ درہم چوری ہو گیا ہے۔ عورت نے کہا کہ قصہ ایسا ہی ہے مگر آپ کو کیونکر اس کی اطلاع ہوئی؟ انہوں نے کہا کہ بلی کے نام کے حروف کے ابجد کے حساب سے کہ "سنور" میں سین کا ۶۰' نون کا ۵۰' واو کا ۶ اور راء کا دو سو' اس حساب سے کل ۳۱۶ درہم ہوئے۔ اس کے بعد پڑوس کے ایک غلام پر لوگوں کو شک ہوا۔ چنانچہ زدوکوب کرنے پر اُس نے اقرار کر لیا۔ اگر کسی نے دیکھا کہ اُس نے بلی کا گوشت کھا لیا ہے تو وہ شخص جادو سیکھے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(بلی کے طبی فوائد "سنور" کے تحت باب السین میں بیان ہو چکے ہیں جسے ضرورت ہو وہاں سے رجوع کرے)

الهِر نضَانَة

"الهِر نضَانَة" اس سے مراد ایک قسم کا کیڑا ہے جس کو "السرفة" کہتے ہیں۔ تحقیق باب "السین" میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

هَرَ ثَمَة

"هَرَ ثَمَة" ابن سیدہ نے کہا ہے کہ شیر کے ناموں میں سے (ایک نام) ہے۔

الھرھیر

''الھرھیر'' یہ مچھلی کی ایک قسم ہے۔ مبرد نے کہا ہے کہ ''الھرھیر'' کچھوے اور سیاہ سانپ سے مل کر پیدا ہوا ہے۔ مبرد نے کہا ہے کہ یہ سیاہ سانپ بہت خبیث (یعنی خطرناک) ہوتا ہے۔ یہ سانپ چھ مہینے تک حالت نیند میں (یعنی سوتا) رہتا ہے۔ پھر اگر یہ سانپ کسی کو ڈس لے تو وہ شخص زندہ نہیں رہتا (یعنی ہلاک ہو جاتا ہے)

الھرزون والھرزان

''الھرزون والھرزان'' اس سے مراد ''الظلیم'' (یعنی نر شتر مرغ) ہے۔ تحقیق ''باب الظاء'' میں اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

الھزَار

''الھـــــزَار'' (ہاء کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد بلبل ہے۔ تحقیق اس کا تذکرہ (باب الصاد) میں ''الصعوۃ'' کے تحت گزر چکا ہے۔

الھِزبَر

جوہری نے کہا ہے کہ شیر کو کہتے ہیں مگر دوسرے لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ جنگلی بلی کے مشابہ ایک جانور ہے جس کا قد بلی کے برابر ہوتا ہے۔ البتہ رنگ میں مختلف ہوتا ہے۔ اس کے شکار کرنے کے دانت بھی ہوتے ہیں۔ حبشہ کے علاقے میں بہت ہوتا ہے۔ لیکن دوسرے لوگوں نے جوہری کے قول کی تائید کی ہے۔

اور ابوالھزبر یمن کے شہنشاہ داؤد بن الملک المظفر یوسف بن عمر کا لقب بھی تھا۔ اس نے یمن پر بیس برس سے زیادہ حکومت کی۔ یہ بہت بڑا عالم فاضل اور جوانمرد بادشاہ تھا۔ اس کے پاس تقریباً ایک کروڑ کتابیں موجود تھیں اور ''تنبیہ'' وغیرہ کا تو حافظ تھا۔ مگر اس بادشاہ کا لڑکا الملک المجاہد اور اس کا باپ الملک المظفر دونوں علم میں اس سے برتر مقام پر فائز تھے اور اس سے زیادہ ذہین اور فطین اور مقبول عوام تھے (اللہ تعالےٰ ان سب کو اپنی مغفرت کی چادر سے ڈھانپ لے)

الھرعۃ

(جوں) کہا جاتا ہے کہ بلقیس کے تخت پر یہ اشعار لکھے ہوئے تھے ۔

ستاتی سنون ھی المعضلات یراع من الھرعۃ الاجدل

یہ کہ عنقریب ایسے مصائب اور دشواریوں والے سال آئیں گے جن میں بہادر شخص جوؤں سے ڈرے گا۔

وفیھا یھین الصغیر الکبیر و ذوالعلم یسکتہ الاجھل

اور ان سالوں میں چھوٹا بڑے کو ذلیل کرے گا اور عالم کو جاہل خاموش اور لاجواب کر دے گا۔

الھَف

(ایک قسم کی چھوٹی چھوٹی مچھلیاں) ھف :ایک قسم کی چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کو کہتے ہیں "حساس" کے نام سے باب الحاء میں اس کا ذکر آ چکا ہے۔

الھِقْلُ

(جوان شتر مرغ) نیز ھِقْلُ: امام اوزاعیؒ کے میر منشی محمد بن زیاد دمشقی کا لقب بھی ہے۔ یہ بیروت میں مقیم ہو گئے تھے وہاں ان کا یہ لقب پڑ گیا۔ ابن معین کہتے ہیں کہ ملک شام میں ان کے دور میں اُن سے زیادہ معتبر کوئی عالم نہیں تھا۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اور اُن کے فتوؤں کا جاننے والا کوئی اُن سے بڑھ کر نہیں تھا۔ محدثین میں ان کا شمار تھا۔ امام بخاریؒ کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی ان کی روایات اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں۔

۹۷ھ میں ان کی وفات ہوئی

الھَقْلَسُ

(بھیڑیا) "ذئب" کے ذیل میں بھیڑیئے کے احوال گزر چکے ہیں جو باب الذال میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

اَلھَمَجُ

(چھوٹی مکھیاں) واحد ھمجة: یہ ان چھوٹی مکھیوں کا نام ہے جو جسامت میں مچھروں کے برابر ہوتی ہیں۔ بکریوں اور گدھوں کے مُنہ اور آنکھ پر خاص طور سے بیٹھتی ہیں۔ اسی سے مشتق کر کے ھامج اس گدھے کے لئے بولتے ہیں جس کے منہ پر یہ مکھی بیٹھا کرتی ہے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ "الرَعَاعَ من النّاس احمقی انماھُم الھُمَجَ" (کہ بیوقوفوں کی جماعت کے رذیل لوگ مکھیوں کی طرح ہوتے ہیں۔

حضرت علیؓ کا قول ہے:۔

"میں اس ذات کی پاکی بیان کرتا ہوں جس نے چیونٹی اور مکھی کے پیر لگا دیئے"۔

کمیل بن زیاد سے کسی نے کہا تھا:۔

"اے کمیل لوگ برتنوں کے مثل ہیں اور سب سے اچھا برتن وہی ہے جس میں اچھی باتوں کا ذخیرہ ہو۔ اور انسان تین قسم کے ہیں (۱) عالم ربانی جس کا علم بھی اچھا ہو اور عمل بھی ٹھیک ہو (۲) نجات دلانے والے راستہ کا سیکھنے والا (۳) کسی بھی کائیں کائیں کرنے والے کے پیچھے چلنے والے رذیل لوگ"۔

اور "قوت القلوب" کے مصنفؒ نے حضرت علیؓ کے قول کی تفسیر میں ھمج سے مراد وہ پروانہ مراد لیا ہے جو اپنی نادانی کے سبب آگ میں کود پڑتا ہے اور اپنی جان کھو دیتا ہے اور "رَعَاع" کی تشریح میں انہوں نے لکھا ہے کہ وہ کم عقل جس کی عقل نہ ہونے کے برابر

ہو جو لالچ کا غلام ہو اور جسے غصہ یک دم آ جائے۔ جو خود پسندی میں مبتلا ہو اور کبر و غرور سے بھرپور ہو۔ اس تشریح میں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ کہہ کر حضرت علیؓ آبدیدہ ہو گئے اور فرمانے لگے کہ علم دین اسی طرح کے علماء کے ساتھ ختم ہو جائے گا۔

اَلْهَمَلَّعُ

(بھیڑیا) کسی شاعر نے کہا ہے ع

''الشَّاء لَا تَمْشِيْ مَعَ الهَمَلَّع'' (کہ بکریاں بھیڑیئے کے سامنے رہ کر نہیں بڑھ سکتیں) مَشَاءٌ کے معنی مال وغیرہ کے بڑھنے کے آتے ہیں۔ کہا جاتا ہے ''مَشَى الرجل و امسى'' آدمی مالدار ہو گیا اور اس کے مویشی بڑھ گئے۔

سہیلی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول ''اَنِ امشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰى اٰلِهَتِكُمْ'' ''امشوا'' ''مشی'' سے نہیں ہے جو چلنے کے معنی میں ہے بلکہ ''مشاء'' سے ہے جس کے معنی زیادتی اور اضافے کے ہیں کہ ''تمہاری دولت بڑھتی رہے گی اور تم اپنے بتوں کے پاس بیٹھے رہو'' تم سے اس چیز کا مطالبہ ہے۔ یہ کافروں کے قول کی حکایت ہے۔ جب وہ نبی کی دعوتِ توحید کو سن کر بھاگ کھڑے ہوئے اور کئی معبودوں کی جگہ ایک معبود کے ماننے سے انکار کر دیا اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے چل پڑے ''اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰى اٰلِهَتِكُمْ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ''۔ یہ قصہ حضورؐ کے طائف کے سفر سے پہلے کا ہے۔ آگے انہوں نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ تمہارے ساتھ ساتھ مریم بنت عمرانؑ کلثوم اخت موسیٰ اور آسیہ زوجہ فرعون سے میرا نکاح جنت میں کریگا''۔ حدیث میں یہ بھی ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کو جنت کا انگور بھی کھلایا۔

اَلْهُمْهُمُ

(شیر) الاسد: میں تفصیل گزر چکی ہے۔

اَلْهِنْبُرُ

(بجو کا بچہ) ابوزید کہتے ہیں کہ بجو کو بنی فزارۃ کے لوگ ''اُم هنبر'' کہتے ہیں۔ ابوعمر کا کہنا ہے کہ ھنبر گدھے کے بچے کو کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے گدھی کو ام ھنبر بھی بعض لوگوں نے کہا ہے۔ اہل عرب ضرب المثل کے طور پر کہتے ہیں احمق من الهنبر (گدھی سے زیادہ احمق)

اَلْهَوْدَعُ

(شترمرغ) شترمرغ کا ''ذکر نعامہ'' کے ذیل میں آچکا ہے۔

الهَوُذَة

(ایک قسم کا پرندہ) قطرب کا کہنا ہے کہ" ھوذۃ"" قطاۃ" (بھٹ تیتر کو کہتے ہیں۔
ابن علی حنفی کا نام بھی "ھوذۃ" ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلیط بن عمرو عامر کو اپنا نامہ مبارک دے کر روانہ کیا تھا۔ ابن علی نے نہایت اعزاز واکرام سے آپ کا خط لیا اور پڑھا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کے جواب میں اُس نے لکھا تھا کہ آپ نے جس چیز کی دعوت دی ہے بے شک وہ بہت اچھی اور بہتر ہے۔ مگر چونکہ میں اپنی قوم کا سردار ہوں لہٰذا مجھے حکومت میں کچھ حصہ دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوذۃ ابن علی کا یہ مطالبہ رد کر دیا۔ حضرت سلیطؓ جس نامہ مبارک کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ھوذۃ بن علی کے پاس لے کر گئے تھے وہ نامۂ مبارک یہ ہے:۔

بسم الله الرّحمٰن الرّحیم ط

"مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰہِ اِلٰی ھَوْذَۃَبْنِ عَلِیٍّ سَلَامٌ" عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدیٰ وَاعْلَمْ اَنَّ دِیْنِیْ سَیَظْھَرُ اِلٰی مُنْتَھَی الْخُفِّ وَالْحَافِرِ فَاَسْلِمْ تَسْلَمْ وَاَجْعَلْ لَکَ مَاتَحْتَ یَدَیْکَ".

"کہ یہ خط اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے ھوذۃ بن علی کے نام ہے۔ ہدایت کے پیروکار پر سلامتی ہو۔ تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ میرا (لایا ہوا) دین جلد ہی اونٹوں اور گھوڑوں کے پہنچنے کے آخری حصہ تک پھیل جائے گا۔ لہٰذا اگر تم ابھی اسلام قبول کرلو تو امان پاؤ گے اور تمہاری موجودہ حکومت برقرار رکھی جائے گی"۔
یہ خط پڑھ کر اس نے اس کو احترام سے رکھا اور اس کا اچھا سا جواب لکھا اور قاصد "سلیط بن عمرؓ" کو انعامات سے نوازا اور ھجر کے بنے ہوئے کپڑوں کا جوڑا عنایت کیا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو حضرت جبرائیل نے آپ کو خبر دی کہ "ھوذۃ" دین مسیحیت کے ساتھ اس دنیا سے کوچ کر گیا۔

الهَوُزَنُ

(ایک پرندہ) ابن سیدہ نے کہا ہے کہ ھوزن ایک پرندے کو کہتے ہیں اور اَلْھَیْـــزَنُ (یعنی "واؤ" کی جگہ "ی" آجائے تو اس سے) مراد (ایران) اس دیہاتی کا نام ہے جس کے قول کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں یوں نقل کیا ہے:۔
"قَالُوْ ابْنُوْلَهٗ بُنْیَانًا فَاَلْقُوْہُ فِی الْجَحِیْمِ" کہ حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کو کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ ایک چہاردیواری بنا کر اس میں آگ جلا کر ابراہیم کو اس میں ڈال دو۔
اور اسی شخص کے متعلق مسلم کی وہ روایت بھی ہے جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص اپنے قیمتی لباس میں جا رہا تھا اور خود پسندی اور عجب میں مست تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک اسی طرح زمین میں برابر دھنستا ہوا چلا جائے گا۔

الھُلاَبِعُ

''الھُلاَبِعُ''(ہاء کے پیش کے ساتھ)اس سے مراد بھیڑیا ہے اہل عرب کے قول رَجُلٌ هلابع کا مطلب ''حریص آدمی'' ہے۔

الھلال

''الھلال''(ہا کے کسرہ کے ساتھ)اس سے مراد سانپ ہے۔بعض نے مطلقاً ہر سانپ کو کہا ہے۔بعض نے کہا ہے کہ ھلال صرف نر سانپوں کو کہتے ہیں۔ھلال اس اونٹ کو بھی کہتے ہیں جو کھجلی کے باعث بالکل کمزور ہو گیا ہو اور ہلال سے مراد ہلال مشہور چاند بھی ہے۔

الھیثم

(ہاء کے فتحہ کے ساتھ)اس سے مراد سرخاب کا بچہ ہے اسی سے ایک آدمی کا نام بھی ہیثم ہے۔جوہری نے کہا ہے کہ ہیثم عقاب کے بچے کو کہتے ہیں۔بعض نے کہا ہے کہ ہیثم گدھ کے بچے کو بھی کہتے ہیں۔'' کفایة المتحفظ ''میں اسی طرح لکھا ہے۔

الھَیْجمَانة

(چھوٹی لال چیونٹی)اس کا ذکر باب الذال میں ذر کے ضمن میں گزر چکا۔

الھَیْطَل

(لومڑی)باب الثاء میں ثعلب کے ذکر میں تفصیل آ چکی ہے۔

الھَیْعَرَة

(چڑیل)غول بیابانی۔ھیعَرَة: یہ غول بیابانی کی ایک قسم ہے۔شریر قسم کی عورت کو بھی مجازاً کہہ دیتے ہیں۔کم عقلی اور پاگل پن کو بھی الھیعرہ کہتے ہیں۔تفصیل اس سے پہلے دوسری جگہوں پر مثلاً سعلاۃ کے ضمن میں آ چکی ہے۔

الھَیْقُ

(نر شتر مرغ)ھیق اور ھیقم دونوں کے معنی نر شتر مرغ کے ہیں۔

الھَیْکَلُ

(بڑے ڈیل ڈول کا گھوڑا)ھیکل موٹے اور لمبے گھوڑے کو کہتے ہیں۔بہادر کو بھی کہتے ہیں۔اسی طرح مجسمہ وغیرہ کو بھی ھیکل کہا جاتا ہے۔قوی ہیکل پہلوان شخص کو بھی کہتے ہیں۔

اَبُو هَرُوْنْ

(ایک خوش گلو پرندہ) کو کہتے ہیں اس پرندے کی آواز میں وہ سوز و گداز ہے کہ نوحہ کرنے والی عورتوں کی آواز ویسی نہیں۔ اور کوئی بھی گویا اس کی آواز پر فوقیت نہیں لے جاسکتا۔ یہ رات بھر بولتا رہتا ہے۔ صبح صادق کے وقت چپ ہو جاتا ہے۔ رات میں پرندے اس کی آواز کی لذت حاصل کرنے کے لئے اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی عاشق اس کے پاس سے گزرتا ہے اور اس کی آواز سن کر اس کے قدم رک جاتے ہیں اور بیٹھ کر اس کی درد بھری آواز پر رونے لگتا ہے۔

باب الواو

الوَازِعُ

(کتا) وازع کے معنی منتشر کر دینا۔ کتے کو وازع اس لئے کہتے ہیں کہ یہ بکریوں سے بھیڑیئے کو بھگا دیتا ہے۔ کتے کی خوبیاں کلب کے بیان میں آ چکی ہیں۔

الوَاقْ واق

(ایک قسم کی مخلوق ہے) جاحظ کا بیان ہے کہ یہ کسی جانور اور کسی درخت سے پیدا ہوئی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

الوَاقی

اس کی آواز واق واق ہے اس لئے اس کا نام واقی پڑ گیا ہے اس سے مراد لٹورا ہے۔ نیز واقی ایک پانی کا پرندہ بھی ہے جو اسی قسم کی آواز نکالتا ہے اور اس کی حلت میں وہی اختلاف ہے جو طیر الماء کے بارے میں ہے۔ مگر پہلے گزر چکا ہے کہ صحیح قول حلت کا ہی ہے۔ مگر لقلق (سارس) اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ جیسا کہ رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق لکھا ہے۔

الوَبْرُ

(بلی کے مشابہ ایک جانور) "وبر": خاکستری رنگ کا ایک جانور ہے جو بلی سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کی دم اتنی چھوٹی ہوتی ہے گویا ہے نہیں۔ یہ گھروں میں رہتا ہے اور لوگ "وبر" کو بنی اسرائیل کی بکری کہتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ "وبر" مسخ شدہ بنی اسرائیل کی بکریاں ہیں۔ کیونکہ وبر کی دم چھوٹی ہونے کے باوجود بکری کی چکی کے مشابہ ہوتی ہے۔ مگر یہ قول شاذ ہے اور نا قابل توجہ ہے اس کی جمع کے لئے دبور دوبار اور دبارۃ کے الفاظ مستعمل ہیں اس کی مؤنث دبرۃ آتی ہے۔

بخاری میں کتاب الجہاد میں حضرت ابو ہریرۃؓ کی ایک روایت ہے جس میں وبر کا تذکرہ ہے۔

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خیبر میں خیبر فتح ہونے کے بعد پہنچا۔ میں نے

عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی مالِ غنیمت میں حصہ دیجئے۔ ابان بن سعید بن العاص نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان کو حصہ ہرگز نہ دیجئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ یہ یہ! ابن قوقل کا قاتل (مجھے حصہ دینے سے روک رہا ہے) اس پر ابن سعید نے کہا کہ تعجب ہے اس ''وبر'' پر جو ''قدوم'' پہاڑ کے پاس سے رینگتا ہوا ہمارے پاس آ گیا ہے اور مجھ پر ایک مسلمان کے قتل کا عیب لگا رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس مقتول مسلمان کو میرے ذریعے عزت بخشی اور مجھے اس کے ہاتھوں ذلیل ہونے سے بچالیا''۔

شارحین نے کہا ہے کہ ''قَدُوْم'' قبیلۂ ''دوْس'' کا پہاڑ ہے جس قبیلہ سے حضرت ابو ہریرہؓ ہیں ''البکری'' نے اپنی معجم میں اسی طرح لکھا ہے:۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ بعض شارحین حدیث نے ''وبر'' کے متعلق لکھا ہے کہ وہ بلی کے مشابہ ایک جانور ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ حلال ہے اور کھایا جاتا ہے اور ابن اثیر نے ''نہایۃ'' میں تحریر فرمایا ہے کہ ''وبر'' بلی کے برابر جسم کا ایک جانور ہے اور اس جانور سے تشبیہ دینے کا مقصد تحقیر ہے۔ بعض لوگوں نے ''وبر'' سے اونٹ کا بال مراد لیا ہے اور اس سے بھی تحقیر ثابت کی ہے۔ مگر صحیح بات پہلی ہے۔ اور ابن قوقل جن کا نعمان نام ہے ان کو حالت کفر میں ابان ابن سعید نے اپنے کفر کے زمانہ میں شہید کر دیا تھا اور صلح حدیبیہ اور فتح خیبر کی درمیانی مدت میں یہ ابان ابن سعید مشرف باسلام ہوئے اور صلح حدیبیہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ میں انہوں نے ہی پناہ دی تھی۔

حکم شرعی

اس کا کھانا حلال ہے کیونکہ حرم اور حالت احرام میں اس کے شکار کرنے والے سے فدیہ دلایا جاتا ہے۔ یہ جانور خرگوش کی طرح گھاس اور پتے کھاتا ہے۔ ماوردی اور رُویانی نے کہا ہے کہ یہ جانور بڑے چوہوں کے برابر ہوتا ہے مگر چوہے کی طرح اس کی طبیعت میں فساد نہیں بلکہ اس کی طبیعت میں شرافت ہوتی ہے اور چوہے سے بڑا ہوتا ہے۔ اہلِ عرب اسے کھاتے ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ ایک کالا جانور ہے جو خرگوش کے برابر اور نیولے سے بڑا ہوتا ہے۔ رافعیؒ نے بھی اس کے قریب قریب ہی بات لکھی ہے۔

امام مالکؒ عطاءؒ مجاہدؒ طاؤسؒ عمرو بن دینارؒ ابن المنذرؒ امام ابو یوسفؒ نے کہا ہے کہ اس کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور حکم ابن سیرینؒ حمادؒ امام ابو حنیفہؒ قاضی حنبل نے مکروہ کہا ہے لیکن ابن عبدالبر کا کہنا ہے کہ مجھے امام ابو حنیفہؒ سے اس سلسلہ میں کوئی بات نہیں ملی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ خرگوش کی طرح گھاس پتے کھاتا ہے۔

الوَحرَةُ

وَحَرَة: ایک سرخ کیڑا ہوتا ہے جو چھپکلی کے مشابہ ہوتا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ گرگٹ کو کہتے ہیں جو چھپکلی سے مشابہ ہوتا ہے۔ زمین سے چمٹا رہتا ہے۔ یا چھپکلی کی ایک قسم ہے۔ یہ کسی کھانے پینے کی چیز پر جب بھی گزرتا ہے اسے سونگھتا ضرور ہے۔ چھپکلی کا ہم شکل ہوتا ہے۔ یہ لفظ ترمذی کی روایت میں اس طرح مذکور ہے اگرچہ دوسرے معنی میں ہے لیکن اس معنی سے مشابہت ضرور ہے۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ایک دوسرے کو ہدیہ بھیجا کرو کیونکہ ہدیہ سینے کے کینے کو دور کر دیتا ہے۔ کوئی پڑوسن دوسری پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے (ہدیہ بھیج دے) خواہ وہ بکری کی ایک کھر ہی کیوں نہ ہو''۔

'' وَحَرُ الصدر '' کے شارحین نے مختلف معانی بیان کئے ہیں:۔
(۱)دل کا وسوسہ (۲) حسد (۳) غصہ (۴) دشمنی (۵) تیز غصہ (۶) دل کا کینہ کپٹ جو دل سے اس طرح چمٹا رہتا ہے جیسے گرگٹ زمین سے چمٹا رہتا ہے۔
اور بخاری اور بیہقی نے اچھی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت نقل کی ہے:۔
''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو کیونکہ ہدیہ پر محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور اس سے دل کے کینے دور ہو جاتے ہیں''۔
یہ لفظ لعان کی روایت میں یوں ہے:۔
''کہ اگر وہ سرخ گھنگنے بدن کا بدن ہے جیسے گرگٹ ہوتا ہے تو اس (عورت) کے شوہر کا الزام غلط ہے''۔

الوحش

''وحش'' کا اطلاق ان تمام جانوروں پر ہوتا ہے جو انسان سے مانوس نہیں ہوتے اور خشکی پر بستے ہیں۔ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:۔
''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے آدم کے بیٹے! میرے عزت اور میرے جلال کی قسم! تو اس دنیا سے راضی اور خوش ہوگا جو میں نے تجھ کو دے رکھی ہے تو میں تجھے سکون عطا کر دوں گا اور تو میرے نزدیک پسندیدہ ہوگا اور اگر تو میری دی ہوئی چیزوں سے راضی نہ ہوگا تو میں تجھ پر دنیا مسلط کر دوں گا۔ پھر وحشی جانوروں کی طرح تو اس دنیا میں لاتیں چلاتا پھرے گا۔
مگر پھر بھی تجھ کو وہی ملے گا جو میں چاہوں گا اور اس حال میں تو میرے نزدیک ناپسندیدہ ہوگا''۔
احیاء العلوم میں روایت ہے کہ:۔
''اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس وحی بھیجی اے داؤد! تو کچھ چاہتا ہے اور میں کچھ چاہتا ہوں۔ مگر میرا ہی چاہا ہوتا ہے۔ اگر تو میری چاہت پر راضی ہوتا ہے تو تیری چاہت بھی میں پوری کر دیتا ہوں اور اگر تو میری چاہت پر تسلیم ورضا کا اظہار نہیں کرتا تو میں تجھے تیری چاہت میں تھکا دیتا ہوں۔ اور اس کے بعد بھی میری چاہت کے مطابق ہوتا ہے''۔
ابوالقاسم اصبہانی نے ''الترغیب والترہیب'' میں لکھا ہے کہ قیس بن عبادۃ کہا کرتے تھے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ وحشی جانور عاشوراء کے دن روزہ رکھا کرتے ہیں۔ اور فتح بن شخرب کا کہنا ہے کہ میں روزانہ چیونٹیوں کے لئے روٹی کے ٹکڑے بکھیرا کرتا تھا۔ جب عاشورا کا دن آتا تھا تو چیونٹیاں اسے نہیں کھاتی تھیں۔
شیخ الاسلام محی الدین نووی اپنی ''کتاب الاذکار'' میں ''باب اذکار المسافر عند ارادۃ الخروج من بیتہ'' کہ مسافر جب اپنے گھر سے نکلے تو کیا دُعا پڑھے؟'' کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ گھر سے نکلتے وقت اپنے اہل خانہ کے پاس دو رکعت پڑھنا مسافر کے لئے مستحب ہے۔ کیونکہ مقطم بن مقدام کی حدیث ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص سفر کے لئے جاتے وقت ان دو رکعتوں سے افضل کوئی چیز اپنے گھر والوں کے لئے چھوڑ کر نہیں جاتا جو وہ جاتے وقت گھر میں پڑھ کر جاتا ہے۔ یہ روایت طبرانی نے نقل کی ہے:۔
امام شافعیؒ کے ایک شاگرد نے کہا ہے کہ مسافر جب دو رکعتیں گھر میں پڑھے تو مستحب ہے کہ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد ''قُلْ

اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ''اور دوسری رکعت میں ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ'' پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اپنے گھر سے نکلنے سے پہلے آیۃ الکرسی پڑھ لے گا تو سفر سے واپسی تک اسے کوئی ناگوار چیز پیش نہیں آئے گا۔

نیز سورۂ ''لا یلف قریش'' پڑھنا لینا بھی مستحب ہے۔ کیونکہ صاحب کشف و کرامت فقیہ شافعی جناب عالی ابوالحسن قزوینیؒ نے فرمایا ہے کہ سورئہ لایلیف ہر برائی سے حفاظت ہے اور ابو طاہر بن جشو یہ کا بیان ہے کہ مجھے ایک سفر در پیش تھا لیکن مجھے اس سے خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔ میں قزوینی کے پاس گیا تا کہ اُن سے دُعا کی درخواست کروں آپ نے کہا کہ دعا خود ہی کرو جو بھی سفر کا ارادہ کرے اور اسے کسی دشمن یا کسی وحشی جانور (درندہ) کا اندیشہ ہو تو وہ سورۂ ''لایلیف'' پڑھے۔ کیونکہ یہ خطرہ سے حفاظت کرنے والی ہے۔ لہٰذا (ابو طاہر کہتے ہیں کہ) میں نے سورہ قریش پڑھ لی اور آج تک مجھے کوئی خطرہ پیش نہیں آیا۔ علامہ دمیری نے فرمایا کہ المقطم الصحابی کے الفاظ جو شیخ الاسلام محی الدین نووی نے نقل کئے لیں یہ ان کا وہم ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے مقطم نام کا کوئی صحابی نہیں ہے۔ طبرانی نے مقطم بن مقدام صنعانی سے روایت نقل کیا ہے لیکن شاید طبرانی کے نسخہ میں کتابت کی غلطی کی بنا پر مقطم کو صحابی لکھ دیا گیا ہے واللہ اعلم۔ علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ الصعانی کی نسبت صنعاء یمن کی بجائے صنعائے شام ہے۔

''وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ'' کی تفسیر میں علماء مفسرین کا اختلاف ہے۔ حضرت عکرمہؓ نے فرمایا کہ جانوروں کا حشر اُن کی موت ہے اور حضرت ابی بن کعبؓ کا قول ہے کہ ''حشرت'' کا ترجمہ ہے اختلطت یعنی تمام جانور ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو جائیں گے۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہر چیز کا حشر اس کی موت ہے البتہ انسان اور جنات قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے مگر جمہور کا قول یہ ہے تمام جاندار روز قیامت زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ حتیٰ کہ مکھیاں بھی زندہ کی جائیں گی اور ایک دوسرے سے بدلہ دلوایا جائے گا لہٰذا بے سینگ کے جانوروں کو سینگ والے جانوروں سے بدلہ دلوایا جائے گا۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ ان سے فرمادے گا ''کونوا ترابا'' ''تم مٹی ہو جاؤ۔ لہٰذا وہ مٹی میں مل جائیں گے۔ اس موقع پر کافر تمنا کرے گا۔ ''یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا'' کاش! میں بھی مٹی ہو جاتا (علامہ دمیریؒ لکھتے ہیں) کہ میں نے تفسیر کی کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ یہاں آیت میں مراد کافر نہیں بلکہ ''ابلیس مردود'' ہے۔ اور دراصل بات یوں ہے کہ اس نے ازل میں حضرت آدم علیہ السلام پر ان کے مٹی سے پیدا ہونے پر عیب لگایا تھا اور اپنے آگ سے پیدا ہونے پر فخر کیا تھا مگر جب قیامت کے دن وہ آدم علیہ السلام اور تمام مومنین کو آرام و راحت، رحمت اور عمدہ جنت میں دیکھے گا اور خود کو انتہائی کرب و غم اور دردناک عذاب میں دیکھے گا تو مٹی ہو جانے کی تمنا کرے گا جیسے کہ چرند پرند اور درند مٹی ہو گئے۔

''بہت سے لوگوں نے رافع بن خدیج سے یہ روایت کی ہے کہ ہم ایک سفر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اچانک ہم سے چھوٹ کر ایک اونٹ بدک کر بھاگنے لگا۔ ایک صحابیؓ نے اس کو تیر مار دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ ان چوپایوں میں بھی جنگلی جانوروں کی طرح وحشی ہوتے ہیں لہٰذا جس کو تم نہ پکڑ سکو اس کو اسی طرح قابو میں کر لیا کرو''۔

شیخ قطب الدین قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ ام محمد آمنہ (جن کی وفات ۶۵۱ھ میں ہوئی) سے یہ دُعا سن کر یاد کر لی تھی جو دشمنوں اور بدمعاشوں کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے مفید ہے۔

وہ دعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ بِتَلا لُوْ نُوْرِ بَھَاءِ حجب عَرْشِکَ مِنْ اَعْدَائِیْ اِحْتَجَبْتَ وَبِسَطْوَتِ الْجَبْرُوْتِ مِمَّنْ یَکِیْدُنِیْ اسْتَتَرْتُ وَبِطُوْلِ حوْلَ شَدِیْدِ قُوَّتِکَ مِنْ کُلِّ سُلْطَانِ تَحَصَّنْتُ وَبِدَ یُمُوْمِ قیوم دَوَامِ اَبَدِیَّتِکَ مِنْ کَلِّ شَیْطَانِ اِسْتَعَذْتُ وَبِمَکْنُوْنِ السِّرِّ مِنَ سِرِّ سِرِّکَ مِنْ کُلِّ ھَمِّ وَغَمِّ تَخَلَّصْتُ یَاحَامِلَ الْعَرْشِ عَنْ حَمَلَةِ الْعَرْشِ یَاشَدِیْدًا لبطش یَاحَابِسَ الْوَحشِ اِحْبِسْ عَنِّیْ مَنْ ظَلَمْنِیْ وَ اغْلُب من غَلَبَنِی "کَتَبَ اللّٰہُ لا غِلَبَنَّ اَنَاوَرُسُلِیْ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ" عَزِیْزٌ" ".

علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ "یَاحَابِسَ الْوَحْشِ" کے معنی میں جب میں نے غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اس سے فرمانِ نبویؐ (جو قصہ حدیبیہ کے موقعہ پر آپؐ نے فرمایا تھا) کی طرف اشارہ ہے "حَبَسَھَا حابس الفیل" اور قصہ فیل مشہور ہے جس کا ذکر بھی پہلے آچکا ہے۔

ایک اور دعا:

شیخ قطب الدینؒ نے یہ دُعا بھی اپنی والدہ سے سُن کر یاد کر لی تھی جو دشمنوں کی نگاہوں سے روپوش ہونے کے لئے پڑھی جاتی ہے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَالُکَ بِسِرِّ الذَّاتِ بِذَاتِ السِّرِّ ھُوَ اَنْتَ اَنْتَ ھَوَ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اَنْتَ اِحْتَجَبْتُ بِنُوْرِ اللّٰہِ وَبِنُوْرِ عَرْشِ اللّٰہِ وَبِکُلِّ اِسْمٍ مِّنْ اَسْمَاءِ اللّٰہِ مِن عَدُوِّیْ وَعَدُوِّ اللّٰہِ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ خَلْقٍ بِمِائَةِ اَلْفِ اَلْفِ لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰہِ خَتَمْتُ عَلٰی نَفْسِیْ وَدِیْنِیْ وَاَھْلِیْ وَمَالِیْ وَوَلَدِیْ وَجَمِیْعَ مَااَعْطَانِیْ رَبِّیْ بِخَاتَمِ اللّٰہِ الْقُدُّوْسِ الْمَنِیْعِ الَّذِیْ خَتَمَ بِہٖ اَقْطَارَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ حَسْبُنَااللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ.

ایک تیسری دعا:

نیز اسی طرح یہ دُعا بھی مفید ہے اور دشمنوں سے پوشیدہ رہنے اور ہر بادشاہ' شیطان' درندہ اور سانپ' بچھو کے شر سے حفاظت ہے کہ مندرجہ ذیل دُعا کو سورج نکلتے وقت سات مرتبہ پڑھے:۔

"اَشْرَقَ نُوْرُ اللّٰہِ وَظَھَرَ کَلاَمُ اللّٰہِ وَاَثْبَتَ اَمْرُ اللّٰہِ وَنَفَذَ حُکْمُ اللّٰہِ اسْتَعَنْتُ بِاللّٰہِ وَتَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ مَاشَاءَ اللّٰہُ لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰہِ تَحَصَّنْتُ بِخَفِیِّ لُطْفِ اللّٰہِ وَبِلَطِیْفِ صُنْعِ اللّٰہِ وَجَمِیْلِ سِتْرِ اللّٰہُ وَبِعَظِیْمِ ذِکْرِ اللّٰہِ وَبِقُوَّةِ سُلْطَانِ اللّٰہِ دَخَلْتُ فِیْ کُنُفِ اللّٰہِ وَاسْتَجَرْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم بَرِئْتُ مِنْ حَوْلِیْ وَقُوَّتِیْ وَاسْتَعَنْتُ بِحَوْلِ اللّٰہِ وَقُوَّتِہٖ اَللّٰھُمَّ اسْتُرْنِیْ فِیْ نَفْسِیْ وَدِیْنِیْ وَاَھْلِیْ وَوَلَدِیْ بِسَتْرِکَ الَّذِیْ سَتَرْتَ بِہٖ ذَاتَکَ فَلاَ عَیْنٌ" تَرَاکَ وَلاَ یَدٌ" تَصِلُ اِلَیْکَ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ اَحْجِبْنِیْ عَنِ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ بِقُدْرَتِکَ یَاقَوِیُّ یَامَتِیْنُ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِ نَامُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا دَائِمًا اَبَدًااِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

الوَداعُ

(سمندری گھونگھا) یہ جانور سمندر کی تہ میں رہتا ہے۔ پتھر کی طرح سخت ہوتا ہے چمکدار اور خوبصورت ہوتا ہے۔ اس کو اگر سمندر سے نکال کر باہر ڈال دیا جائے تو مر جاتا ہے۔ اس میں سوراخ کر کے عورتیں اور بچے زینت کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

الوَرَاءُ

(بچھڑا) بچھڑے کا ذکر بقرۃ کے ذیل میں آچکا ہے۔

الورد

(شیر) شیر کو وَرد (گلاب) اس لئے کہتے ہیں کہ شیر کا رنگ ورد کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس مشابہت کی بنیاد پر اس رنگ کے گھوڑے کو ''ورد'' کہتے ہیں۔

اس سلسلہ میں ایک موضوع حدیث مروی ہے جس کو ابن عدی اور دیگر لوگوں نے حسن بن علی بن زکریا بن صالح عدوی بصری (جن کا لقب ''ذئب'' بھیڑیا ہے) کے حالات میں ذکر کیا ہے وہ یہ ہے:۔

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے آسمان پر لے جایا گیا میرے پسینہ کا ایک قطرہ زمین پر ٹپک گیا اور اس سے گلاب پیدا ہوا لہٰذا جو میری خوشبو سونگھنا چاہے وہ گلاب کا پھول سونگھ لے''۔

الوَرْدَانِیُّ

(قمری اور کبوتر سے پیدا شدہ ایک پرندہ) یہ عجیب وغریب قسم کا پرندہ ہے۔ اس کا رنگ بھی نہایت عجیب اور مضحکہ خیز ہے۔

الورشان

(نرقمری) بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ ''ورشان'' فاختہ اور کبوتر کی جوڑی سے پیدا ہوا ہے۔ اس کو ''وَرشین'' بھی کہتے ہیں۔ اس کی کنیت ''ابوالاخضر' ابوعمران اور ابوالنائحہ'' ہے۔ اس کی کئی قسمیں ہیں ایک کو ''نوبی'' کہتے ہیں۔ یہ کالے رنگ کا ہوتا ہے اور ایک حجازی کہلاتا ہے۔ مگر نوبی کی آواز حجازی سے زیادہ دل کش ہوتی ہے اور اس کا مزاج بہ نسبت حجازی کے سرد اور مرطوب ہوتا ہے اور اس کی آواز اس کی دیگر قسموں کے درمیان اس طرح سریلی ہوتی ہے جس طرح سارنگی کی آواز دیگر باجوں کے مقابلہ میں عمدہ ہوتی ہے۔

یہ ورشان اپنے بچوں پر نہایت مہربان اور شفیق ہوتا ہے حتیٰ کہ بسا اوقات اپنے بچوں کو شکاری کے ہاتھوں میں دیکھ کر غم کے مارے اپنی جان کھو دیتا ہے۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ یہ ورشان اپنی بولی میں کہتا ہے لِدُوْ اِللْمَوتِ وَابْنُوْ لِلخراب

شاعر نے اس طرح کہا ہے۔

لَهٗ مَلَکٌ'' یُنَادِیْ کل یَوْمٍ لِدُوْ لِلْمَوْتِ وَابْنُوْا لِلْخَرَاب

اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ روزانہ یہ اعلان کرتا ہے کہ دنیا میں جتنا چاہو اولاد پیدا کرلو' محلات و بلڈنگیں تعمیر کرلو ناز و نعم سے فائدہ اٹھالو مگر سب کا انجام موت اور ویرانگی ہے۔ ایک دن یہ سب کچھ فناء ہو جائے گا۔

ایک بزرگ کی کرامت

قشیریؒ نے اپنی کتاب کے ''باب کرامات الاولیاء'' میں لکھا ہے کہ عتبہ غلام بیٹھ کر یہ آواز لگاتے تھے کہ اے ورشان! اگر تو مجھ سے زیادہ اللہ تعالےٰ کا فرمانبردار ہے تو' میری ہتھیلی پر بیٹھ جا تو وہ پرندہ آ کر اُن کی ہتھیلی پر بیٹھ جایا کرتا تھا۔

شرعی حکم

یہ طیبات میں سے ہے لہٰذا اس کا کھانا حلال ہے۔

تتمہ

عثمان بن سعید ابو سعد مصری قراء سبعہ میں سے نافع مدنیؒ کے مشہور شاگرد ہیں جو ان کے راوی بھی ہیں' یہ ورش کے لقب سے مشہور ہیں۔ قد اِن کا چھوٹا تھا بدن موٹا تھا۔ آنکھیں سرخ اور نیلی تھیں نہایت گورے رنگ کے تھے اور بڑی عمدہ آواز سے قرآن شریف کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے اُن کے استاذ نے ان کا لقب ''ورشان'' رکھ دیا تھا لہٰذا استاد اُن سے کہا کرتے تھے ''اقراء یا ورشان ''ورشان پڑھو!'' افعل یا ورشان ''ورشان یہ کام کر کے لاؤ۔ وہ اس کا برا بھی نہیں مانتے تھے بلکہ اسے اور پسند کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ میرے استاذ نافع نے میرا یہ نام رکھا ہے۔ یعنی ورشان رکھا ہے پس اس کے بعد وہ (یعنی عثمان بن سعید ابو سعد) اسی نام ورشان سے مشہور ہو گئے تھے پھر کثرت استعمال سے الورشان کے آخر سے الف و نون حذف ہو گیا اور ان کا نام 'ورش' پڑ گیا۔

ورشؒ کا بیان ہے کہ میں اپنے وطن مصر سے حضرت نافع مدنی سے قرأت سیکھنے کے لئے مدینہ پہنچا۔ جب وہاں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت نافع مدنی کے پاس طلباء کی اتنی زیادہ تعداد ہے کہ اب مزید کسی اور طالب علم کو پڑھانے کے لئے اُن کے پاس وقت نہیں ہے بلکہ موجودہ طلباء کو بھی ایک خاص مقدار میں سبق پڑھایا کرتے۔ لہٰذا کسی بھی طالب علم کو تیس آیتوں سے زیادہ قرأت کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ جب میں نے دیکھا کہ اس طرح گنجائش نکلنی مشکل ہے تو میں نے اُن کے ایک شہری دوست سے رابطہ قائم کیا اور ان کو لے کر حضرت نافع مدنیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس شخص نے استاد سے کہا کہ یہ لڑکا مصر سے صرف آپ سے قرأت پڑھنے کے لئے آیا ہے۔ تجارت یا حج کے ارادہ سے نہیں آیا۔ حضرت نافعؒ نے فرمایا کہ یہ آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ مہاجرین وانصار کے طلباء کا کس قدر ہجوم ہمارے یہاں ہے۔ اس صاحب نے عرض کیا کہ آپ اس مصری طالب علم کے لئے کوئی نہ کوئی وقت نکال ہی دیں۔

ورشؒ کہتے ہیں کہ اس پر حضرت نافعؒ نے مجھ سے پوچھا کہ لڑکے! کیا تم رات مسجد میں گزار سکتے ہو؟ میں نے جواب دیا۔ کیوں نہیں؟ ضرور گزار لوں گا۔ چنانچہ میں نے وہ رات مسجد نبویؐ میں گزاری۔ جب صبح ہوئی تو حضرت نافع مسجد میں آئے اور پوچھنے لگے وہ غریب الوطن مسافر کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حاضر ہوں۔ اللہ آپ پر رحمت نازل فرمائے آپ نے مجھ سے فرمایا کہ پڑھو۔ چنانچہ میں نے پڑھنا شروع کیا۔ چونکہ میری آواز اچھی اور بلند تھی' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد گونجنے لگی۔ جب میں تیس آیتیں پڑھ چکا تو آپ نے اشارہ فرمایا کہ خاموش ہو جاؤ۔ چنانچہ میں نے قرآت بند کر دی۔ اسی وقت ہمارے حلقۂ درس سے ایک نوجوان طالب اٹھا اور حضرت نافعؒ سے کہنے لگا:

''اے خیر اور بھلائی سکھانے والے ہم لوگ تو مدینہ ہی میں آپ کے ساتھ رہنے والے ہیں اور یہ بیچارہ تو پردیسی ہے صرف آپ سے قرأت سیکھنے کے لئے اتنی دور سے آیا ہے۔لہٰذا میں اپنی باری میں سے دس آیتیں اس کو دیتا ہوں اور باقی بیس آیتیں اپنے لئے رکھ چھوڑی ہیں۔حضرت نافعؒ نے مجھ سے فرمایا اچھا پڑھو۔ چنانچہ میں پھر پڑھنے لگا۔ پھر جب وہ دس آیتیں بھی مکمل ہوگئیں تو ایک نوجوان اور کھڑا ہوا اور اُس نے بھی اپنی باری میں سے دس آیتیں مجھے عنایت کر دیں۔لہٰذا میں نے دس آیتیں اور تلاوت کیں۔اسی طرح باری باری ہر طالب علم مجھے اپنی قرأت میں سے دس دس آیتیں دیتا رہا۔

پھر میں بیٹھ گیا اور دوسرے طالب علم سنانے لگے۔ جب سب سنا چکے تو پھر استاد نے مجھ سے فرمایا کہ پڑھو۔ چنانچہ میں نے پھر پچاس آیتیں قرأت سے پڑھیں۔اس طرح مدینہ منورہ سے واپسی سے پہلے میں نے پورے قرآن شریف کی قرأت سیکھ لی''۔

ورشؒ کی ولادت ۱۲۰ھ میں ہوئی اور ۱۹۷ھ میں مصر میں وفات پائی۔

طبی خواص

ورشان کا خون آنکھ کی چوٹ میں مفید ہے۔اس کو آنکھ میں ٹپکایا جاتا ہے اس سے چوٹ یا کسی بیماری کی وجہ سے آنکھ کا جما ہوا خون تحلیل ہو جاتا ہے۔اسی طرح کبوتر کا خون بھی نافع ہے''ھرمس'' کا کہنا ہے کہ جو شخص مداومت کے ساتھ ورشان کے انڈے کھاتا رہے اس کی قوت جماع میں اضافہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اندر عشق کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔

تعبیر

ورشان کو خواب میں دیکھنے سے مسافر اور حقیر شخص مراد ہے۔ نیز خبروں اور قاصدوں کی بھی علامت ہے۔ اس لئے کہ اس نے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں آکر طوفان کے پانی کے کم ہونے کی خبر دی تھی۔بعض لوگوں نے ورشان سے عورت مراد لی ہے۔

الورقاء

ورقاء: اس کبوتر کو کہتے ہیں جس کا رنگ مائل بہ سبزی ہو اور ورقہ اس کالے رنگ کو کہتے ہیں جو خاکی رنگ سے ملتا جلتا ہو۔ اسی مناسبت سے راکھ کو''اَورَق'' کہتے ہیں اور بھیڑیئے کو ورقاء کہتے ہیں۔ صحیحین اور دیگر کتب احادیث میں حضرت ابوہریرہؓ سے یہ روایت ہے:۔

''بنی فزارہ کا ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایتاً عرض کیا کہ میری بیوی نے کالا کلوٹا لڑکا جنم دیا ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ بات سُن کر اُس سے کہا اچھا بتاؤ تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اُس نے کہا ہاں ہیں۔آپؐ نے اس سے پوچھا کہ اُن کا رنگ کیسا ہے؟ اس شخص نے عرض کیا کہ وہ سرخ رنگ کے ہیں۔آپؐ نے پوچھا اچھا یہ بتاؤ کہ ان میں خاکستری رنگ کا بھی کوئی ہے؟ اُس شخص نے کہا ہاں! خاکستری بھی ہیں۔آپؐ نے فرمایا کہ سرخ اونٹوں کے بیچ یہ خاکستری کہاں سے آگیا؟ اُس نے کہا ممکن ہے کہ کسی رگ نے اُسے کھینچ لیا ہو اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارے لڑکے کا بھی یہی مسئلہ ہے''۔

سہیلیؒ نے سواد بن قارب کے قصہ میں لکھا ہے کہ سوداء بنت زہرة بنت کلاب کا رنگ بھی اسی طرح خاکستری تھا اور اس عورت کا قصہ یہ ہے کہ جب یہ پیدا ہوئی اور اسے اس کے باپ نے دیکھا کہ اس کا رنگ خاکستری مائل بہ سیاہی ہے تو اس نے اس کو زندہ درگور

کرنے کا حکم دے دیا۔ کیونکہ زمانۂ جاہلیت میں اہلِ عرب کا دستور تھا کہ جب کوئی لڑکی اس طرح کی پیدا ہوتی تو اس کو "حجون"[1] میں لے جا کر دفن کر دیا کرتے تھے۔ لہٰذا اسی ارادہ سے سوداء بنت زہرہ کو حجون لے جایا گیا۔ جب گورکن نے اس کے لئے قبر کھود ڈالی اور اسے دفن کرنا چاہا تو ایک آواز سنائی دی کہ اس بچی کو دفن نہ کرو بلکہ اسے جنگل میں چھوڑ دو۔

گورکن نے ادھر اودھر دیکھا مگر اسے کوئی نظر نہیں آیا۔ پھر دوبارہ اسے زمین میں چھپا دینے ارادہ کیا۔ پھر آواز آئی کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ اس بچی کو دفن مت کرو اسے جنگل میں چھوڑ دو۔ چنانچہ وہ گورکن بچی کو لے کر اُس کے باپ کے پاس پہنچا اور ساری داستان سنائی۔ یہ داستان سن کر اُسکے باپ نے کہا کہ اس لڑکی میں ضرور کوئی اہم بات ہے۔ لہٰذا اس کو زندہ چھوڑ دیا گیا۔ بڑی ہو کر وہ قریش کی کاہنہ[2] بنی اور اُس نے ایک دن لوگوں کو یہ پیشین گوئی دی کہ اے بنی زہرہ! تمہارے قبیلہ میں ایک عورت نذیرہ[3] ہو گی جو ایک نذیر لڑکے کو جنم دے گی۔ لہٰذا تم اپنی لڑکیوں کو میرے پاس پیش کرو۔ چنانچہ قبیلہ کے تمام لوگوں نے اپنی اپنی لڑکیاں لا کر اُس کے سامنے کھڑی کر دی۔ ان لڑکیوں کو دیکھنے کے بعد اس کاہنہ نے ہر ایک کے متعلق کچھ نہ کچھ کہا جو ایک مدت کے بعد ظاہر ہوا۔ جب اس کاہنہ کے سامنے حضرت آمنہ بنت وھب کو پیش کیا گیا تو کاہنہ نے کہا کہ یہی وہ نذیرہ عورت ہے جس سے ایک لڑکا نذیر پیدا ہوگا۔ غرضیکہ یہ تفصیلی قصہ ہے جس کو تفصیل درکار ہو وہ تاریخ کی کتابوں میں پڑھ لے۔

الوَرَلُ

(گوہ کی مانند ایک جانور) گوہ کی شکل کا ایک جانور ہے مگر یہ جسامت میں اس سے بڑا ہوتا ہے یہ ابن سیدہ کا قول ہے اور قزوینیؒ کا کہنا ہے کہ ورل گرگٹ اور چھپکلی سے بڑا ایک جانور ہے اس کی دم لمبی ہوتی ہے۔ یہ بڑا تیز چلتا ہے لیکن اس کے بدن میں حرکت کم ہوتی ہے اور عبداللطیف بغدادی نے کہا ہے کہ ورل ضب، حرباء شحمۃ الارض اور وزغ یہ سب کے سب متناسب الخلقت ہیں اور قریب قریب ایک دوسرے کے مشابہ ہیں اور ورل حرذون (سوسمار) کو کہتے ہیں۔ جانوروں میں اس سے زیادہ جماع کرنے والا کوئی جانور نہیں پایا جاتا۔ اس کی اور گوہ کی دشمنی چلتی ہے۔ لہٰذا جب یہ گوہ پر غالب آجاتا ہے تو اُسے مار ڈالتا ہے لیکن اسے کھاتا نہیں ہے۔

ورل اپنے لئے کبھی گھر نہیں بناتا نہ خود سوراخ کھودتا ہے بلکہ گوہ کے سوراخ (گھر) میں گھس کر اسے ذلت کے ساتھ وہاں سے نکال دیتا ہے اور ورل کے پنجے اگرچہ گوہ سے کمزور ہوتے ہیں لیکن یہ گوہ پر غالب آجاتا ہے چونکہ یہ ظالم ہوا ہے لہٰذا اس کا ظلم اسے خود سے اپنا گھر بنانے سے مانع ہوتا ہے۔ اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ورل سانپ کو کھا کر اس کا گھر پر قابض ہو جاتا ہے۔ سانپ کو سیدھا نگل جاتا ہے بسا اوقات ورل کا شکار کر لیا جاتا ہے تو اس کے پیٹ میں سے بڑا سانپ نکلتا ہے۔ یہ سانپ کو اُس وقت تک نہیں نگلتا جب تک اس کا سر نوچ کر الگ نہ کر دے۔

کہا جاتا ہے کہ اس کی گوہ سے کشتی ہوتی ہے مگر جاحظ نے لکھا ہے کہ وَرَل حرذون کو نہیں کہتے۔ بلکہ حرذون دوسرا جانور ہے اور حرذون کا تعارف جاحظ نے اس طرح کر دیا ہے کہ یہ جانور مصر میں زیادہ ہوتا ہے اور بڑا خوبصورت ہوتا ہے۔ اس کے بدن پر مختلف قسم

---

1. ایک قبرستان کا نام جہاں اہلِ عرب لڑکیوں کو زندہ درگور کیا کرتے تھے۔
2. آئندہ کے احوال کی خبر دینے والی عورت
3. ڈرانے والی

کے رنگوں کا نقش ونگار ہوتا ہے۔انسان کی طرح اس کا ہاتھ ہوتا ہے اور انسان ہی کے ہاتھ کی طرح اس کی انگلیوں کے پورے ہوتے ہیں۔ یہ سانپوں کو پکڑنے میں ماہر ہوتا ہے اور ان کو بڑے مزے سے کھاتا ہے۔سانپوں کو ان کے بل سے نکال کر اس میں خود رہنے لگتا ہے۔ یہ بڑا ظالم جانور ہے۔

شرعی حکم

اس جانور کی غذا کے متعلق جو مضمون ابھی گزرا ہے کہ یہ سانپ کھاتا ہے۔اس کا تقاضا تو یہی ہے کہ یہ جانور حرام ہو متقدمین کے قول سے یہی معلوم بھی ہوتا ہے۔مگر رافعی ؒ نے یہ کہا ہے کہ اس میں ہم اہل،عرب کا عمل دیکھیں گے (آیا وہ الورل کو طیب سمجھتے ہیں یا نہیں) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَآاُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتِ ''(لوگ پوچھتے ہیں کہ انکے لئے کیا حلال کیا گیا ہے؟ آپ فرمادیں کہ تمہارے لئے ساری پاک چیزیں حلال کردی گئی ہیں اس آیت میں الطیبات سے مراد 'حلال' نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جانور تمہارے لئے حلال ہیں جس کو اہل عرب اچھا سمجھ کر کھاتے ہوں یا جس کا کھانا اُن کے یہاں مرغوب وپسندیدہ ہو۔چنانچہ انہوں نے خود اس کی وضاحت بھی کی ہے کہ یہاں طیبات سے مراد حلال نہیں ہے اگر چہ طیب حلال کے معنی میں بھی آیا ہے۔کیونکہ یہاں طیبات کو حلال کے معنی میں لینے سے آیت کا فائدہ باقی نہ رہے گا اور نہ اس جواب کا کچھ مطلب ہوگا۔کیونکہ یہ اس سوال کا جواب ہے کہ لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھتے ہیں کہ ہمارے لئے کیا حلال ہے؟ تو جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ جانور حلال ہیں جن کو اہلِ عرب رغبت اور شوق سے کھاتے ہیں۔اب اگر یہاں جواب یہ دے دیا جاتا کہ حلال جانور سب تمہارے لئے حلال ہین تو جواب سے کچھ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے اور جواب بے فائدہ بن جاتا ہے۔

اور اہلِ عرب کو معیار اس لئے بنایا گیا ہے کہ وہی معیار کے مستحق ہیں کیونکہ دین کا ظہور عرب میں ہوا۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم عربی ہیں مگر اس میں معیار شہروں اور بڑی بڑی آبادیوں کے بسنے والے ہوں گے نہ کہ دیہاتی اور خانہ بدوش لوگ' کیونکہ وہ تو زندہ مردہ سب کھا جاتے ہیں اور انہیں اس کی کوئی پرواہ بھی نہیں ہوتی۔نہ ان میں حلال وحرام اور اچھے برے کی تمیز ہوتی ہے اور تنگی اور فراخی کی حالت کا لحاظ کئے بغیر یہ سب کچھ کھالیتے ہیں گو تنگی میں حکم اور ہے۔کیونکہ مضطر' مجبور اور ضرورت منداس طرح قحط اور بھوک کی شدت کا حکم الگ ہے۔ وہاں تو بقدر سدرمق حرام بھی حلال ہوجاتا ہے۔

بعض لوگ صرف عہد نبویؐ کے اہلِ عرب کے مزاج کا اعتبار کرتے ہیں اور اسی کو معیار ٹھہراتے ہیں اور استدلال یوں کرتے ہیں کہ قرآن کے براہِ راست مخاطب وہی تھے اور ابن عبدالبر نے ''تمہید'' میں لکھا ہے کہ عبدالرزاق کہتے ہیں کہ مجھے سعید بن المسیب کے خاندان کے ایک شخص نے خبردی ہے کہ مجھ یحیٰ بن سعید نے بتلایا کہ میں سعید بن میتب کے پاس بیٹھا ہوا تھا' قبیلۂ غطفان کا ایک شخص آیا اور اس نے سعید بن میتبؒ سے مسئلہ دریافت کیا کہ ورل کا کیا حکم ہے؟ سعید بن میتب ؒ نے جواب دیا کہ ورل کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔اگر تمہارے پاس اس کا گوشت موجود ہو تو مجھے بھی کھلاؤ۔عبدالرزاق ؒ کا کہنا ہے کہ ورل گوہ سے ملتا جلتا ایک جانور ہے۔

اور'' رفع التمویہ فیما یرد علی التنبیہ ''میں جو مضمون آیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دراصل مگرمچھ کا بچہ ہے کیونکہ مگرمچھ خشکی پر انڈے دیتا ہے جب انڈا ٹوٹ جاتا ہے اور اس سے بچے نکل آتے ہیں تو کچھ بچے وہ ہیں جو پانی میں اتر جاتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو خشکی پر ہی رہ جاتے ہیں لہٰذا پانی میں رہنے والے تو مگرمچھ بن جاتے ہیں اور خشکی پر رہنے والے ورل کہلاتے ہیں۔اس تفصیل کی بنیاد پر ورل

کی حلت وحرمت میں اسی طرح دوقول ہو جائیں گے۔ جیسے مگرمچھ کے بارے میں دوقول ہیں:۔

مگر علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے یہ بات درست نہیں ہے۔ کیونکہ وَرَل میں مگرمچھ کی خصوصیات اور اس کی شکل اور صورت نہیں پائی جاتی۔ مثلاً وَرَل کی کھال نرم ہوتی ہے اور مگرمچھ کی سخت ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر ورل مگرمچھ کے انڈے سے پیدا ہوا ہوتا تو اُسے مگرمچھ کے برابر ہو جانا چاہیے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ ورل زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ یا دوگز لمبا ہوتا ہے اور مگرمچھ دس گز یا اس سے بھی بڑا ہوتا ہے۔

کسی جانور کی حلت وحرمت معلوم کرنے کا قاعدہ

یہ بات جان لینا نہایت ضروری ہے کہ اس کتاب میں بہت سے ایسے جانوروں کا تذکرہ آیا ہے لیکن ان کی حلت وحرمت کے متعلق کوئی بحث نہیں کی گئی ہے۔ لیکن فقہائے کرام نے اس سلسلہ میں کچھ عام کلی قاعدے اور کچھ خاص کلی قاعدے بیان کئے ہیں۔ کیونکہ جانوروں کی اقسام منحصر کرنا ایک مشکل امر تھا۔ لہٰذا کچھ خاص خاص قواعد اور اصولوں کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے:۔

(الف) ہر کچلی والا درندہ (ب) ہر پنجہ سے کھانے والا پرندہ (ج) ہر وہ جانور جو پاخانہ اور گندگی کھاتا ہو (د) ہر وہ جانور جس کو اس کی کسی فطری خباثت کی وجہ سے مار ڈالنے کا شریعت میں حکم ہو (ہ) ہر وہ جانور جس کے مارنے اور شکار کرنے سے شریعت میں ممانعت آئی ہو۔ (ہ) ہر وہ جانور جو ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم کی جوڑی سے پیدا ہوا ہو (ز) ہر نوچ کر کھانے والا جانور (ج) تمام حشرات الارض (کیڑے مکوڑے) مگر اس سے گوہ، یربوع، سیہی، نیولہ وغیرہ مستثنیٰ ہیں۔ ان صفات والے جانور حرام ہیں۔

مندرجہ ذیل صفات والے جانور حلال ہیں:۔

(۱) ہر وہ پرندہ جس کی گردن میں ہار کی طرح دھاری بنی ہوئی ہو (۲) ہر دانہ چگنے والا پرندہ (۳) پانی کے تمام پرندے (سارس کو چھوڑ کر)۔

ان قواعد اور اصولوں کے پیش نظر ورل حرام ہونا چاہیے کیونکہ یہ حشرات الارض کے قبیل کا ہے اور اس کا استثناء بھی نہیں کیا گیا ہے۔ اسی طرح دیگر حشرات الارض جیسے چھچھوندر حرام ہونا چاہیے۔ اگرچہ امام مالکؒ سے اس کے کھانے میں رخصت منقول ہے۔

نیز ورل کی حرمت جاحظ اور دیگر حضرات کے اس قول سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ یہ سانپ کے بل میں گھس کر اُسے مار ڈالتا ہے اور مزے سے کھا لیتا ہے۔

اصول میں یہ آیا ہے کہ ہر وہ جانور جس کے مار ڈالنے کا شریعت میں حکم آیا ہے وہ حرام ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اندر کسی خباثت کی بنیاد پر اسے مار ڈالنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ورنہ خارجی عارض کی بناء پر اگر مار ڈالنے کا حکم ہو تو وہ جانور حرام نہیں ہوگا۔ جیسے ماکول اللحم جانور جس سے کسی بدباطن نے بدکاری کر لی ہو تو اس کو ذبح کر ڈالنا واجب ہے اور صحیح قول کے مطابق اس کا کھانا حلال ہے اور مار ڈالنے کا حکم دینے میں مصلحت پوشیدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر اس کو زندہ چھوڑ دیا جائے تو اس سے غلط کاری کی شہرت ہوگی اور اس سے بدکاری کرنے والے کی رسوائی بھی ہوگی۔ جب بھی کوئی اسے دیکھے گا تو اس شخص کے خلاف نفرت پیدا ہوگی جو معاشرے میں فساد کا باعث بنے گی۔

اسی طرح قاعدہ ہے کہ ہر وہ جانور جس کو مارنے کی شریعت میں ممانعت آئی ہو فقہاء کرام نے اس سے یہ مراد لیا ہے کہ اس جانور کی کسی شرافت کی وجہ سے اسے قتل کرنے سے منع کیا گیا ہو۔ مثلاً ہدہد ہے کہ حضور اکرمؐ نے اس کی شرافت کی وجہ سے اس کو مارنے سے منع

کیا ہے۔ کیونکہ اس نے ایک نبی (حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام) کے لئے خادم کا کام کیا تھا۔ منع کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ حرام ہے اور ہد ہد کے متعلق یہ حکم لٹورے کے مسئلہ کو بھی واضح کر دیتا ہے۔ کیونکہ اسے بھی مارنے کی مدینے میں ممانعت آئی ہے۔ لیکن ممانعت کسی خارجی سبب سے ہے نہ کہ اس کے اندر موجود کسی برائی کی وجہ سے۔ لہٰذا اس کی حلت کا قول راجح ہو جائے گا۔

اوران اصول وقواعد (جو بیان ہوئے) کے تحت تمام قسم کے جانور داخل نہیں ہو سکتے۔ تو فقہاء شوافع نے ایک عمومی قاعدہ بیان کر دیا جس سے کسی جانور کی حلت یا حرمت کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے اور وہ قاعدہ ''استطابتہ'' اور ''استخباث'' یعنی اہلِ عرب کا کسی جانور کے متعلق ذوق وشوق ان کی رغبت یا بے رغبتی اور ناپسندیدگی یہ کسی جانور کے حلال اور اس کے حرام ہونے کا معیار بنے گی اور اسی پر حلت و حرمت کا دارومدار ہوگا لیکن اہل عرب کا اطلاق عرب کے عقلمند لوگوں پر ہوگا نہ کہ اہل عرب کے دیہاتی اور بے وقوف لوگوں پر۔

رافعیؒ کی عبارت اس طرح ہے: ''من الاصول المرجوع الیها فی التحریم التعلیل الاستطابة والاستخباث'' کہ حلت وحرمت کے بنیادی اصول استطابت (اچھا سمجھنا) اور استخباث (برا سمجھنا) ہیں۔

امام شافعیؒ کی بھی یہی رائے ہے اور یہ قاعدہ دراصل قرآن کی آیت ''وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ'' سے ماخوذ ہے جس کا کچھ ذکر ابھی اسی باب میں گزرا ہے۔

باب العین میں ایک قصہ گزرا ہے اس سے بھی اس قاعدہ کا صحیح ہونا معلوم ہوتا ہے اور یہ وہ قصہ یہ ہے کہ ابوالعاصم عبادی شیخ ابوطاہر سے نقل کرتے ہیں کہ شیخ ابوطاہر زیادی نے بتایا کہ ہم العصاری (ٹڈی کی ایک قسم ہے جس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے) کو حرام سمجھتے تھے اور اسی کا فتویٰ بھی دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ شیخ ابوالحسن ماسرجینی ہمارے یہاں تشریف لائے۔ ہم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ حلال ہے لہٰذا ایک تھیلے میں ہم نے غصاری بھر کر دیہات میں بھیجا اور اہلِ عرب سے اس کے متعلق سوال کیا اہلِ عرب کا جواب یہ تھا:

''یہ تو وہی مبارک ٹڈیاں ہیں''۔ لہٰذا اس سلسلہ میں اہلِ عرب کے قول کی طرف ہم نے رجوع کر لیا اور اگر استطابت اور استخباث میں اہلِ عرب کا اختلاف ہو جائے تو ہم اکثر کا قول مانیں گے۔ پھر اگر دونوں فریق برابر برابر ہو جائیں تو ''الماوردی'' اور ''ابوالحسن عبادیؒ'' نے کہا ہے کہ قریش کی بات تسلیم کی جائے گی۔ کیونکہ یہی عرب کی بنیاد ہیں اور نبوت کا سلسلہ بھی ان کے خاندان پر منقطع ہوا ہے۔ لیکن اگر قریش میں خود اس مسئلہ میں اختلاف پیدا ہو جائے یا ان سے کوئی فیصلہ کن بات معلوم نہ ہو سکے تو پھر ایسی صورت میں اس جانور کے قریب قریب شکل وصورت یا عادات ومزاج میں جو جانور مشابہ ہوگا اس کا حکم جو ہوگا وہی حکم ہم اس جانور پر بھی لگا دیں گے جس کا حکم ہمیں معلوم نہیں ہو سکا ہے۔

اور یہ مشابہت کبھی تو شکل وصورت میں ہوگی کبھی مزاج وعادات میں ہوگی اور کبھی کبھی مشابہت محض گوشت کے ذائقہ وغیرہ میں معتبر ہوگی۔ لیکن اگر اس جانور کے مشابہ جانور حلال وحرام دونوں ہوں یا مشابہت بالکل ہی نہ ملے تو ایسی صورت میں دو قول ہیں:

(۱) حلال ہے (۲) حرام ہے۔

اور اس جگہ پر اختلاف کا مدار اس بات پر ہے کہ اشیاء کی ''حلت وحرمت'' میں شریعت کا حکم وارد ہونے سے پہلے کیا حکم ہے؟ اس سلسلہ میں اصولاً فقہاء شوافع میں چونکہ اختلاف ہے لہٰذا اسی کی بنیاد پر یہاں بھی اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ وہ اختلاف یہی ہے کہ ایک جماعت کا قول جواز کا ہے دوسری کا عدم جواز کا ہے۔

ابوالعباسؒ نے یوں تحریر کیا ہے کہ جب کسی جانور کا حکم ہمیں معلوم نہ ہو سکے تو ہم اس جانور کے متعلق اہلِ عرب سے دریافت کریں

گے۔اب اگر وہ اس جانور کو حلال جانوروں میں کسی کے نام سے موسوم کریں تو وہ حلال ہے۔اگر وہ اسے حرام جانوروں میں سے کسی کا نام دیں تو وہ حرام ہے۔اگر اس جانور کا ان کے یہاں کوئی نام معلوم نہ ہو سکے تو حلال یا حرام جانوروں میں جس نام کے مشابہ وہ جانور ہوگا اسی کا حکم اس جانور کا بھی ہوگا۔اسی طرح کی وضاحت امام شافعیؒ کے اقوال میں بھی ملتی ہے۔

اور رافعیؒ یوں تحریر فرماتے ہیں کہ ہماری شریعت سے پہلی شریعتوں میں (کسی جانور کے متعلق) حرمت کا جو حکم موجود ہے اس کو اسی طرح باقی رکھا جائے گا یا نہیں اس بارے میں دو قول ہیں:۔

(ا) جب تک ہمیں اس حکم کے خلاف کوئی حکم معلوم نہ ہو اسی حکم (حرمت) کو باقی رکھیں گے۔

(ب) حلت کی مقتضی آیت کے ظاہر کا لحاظ کرتے ہوئے ہم حلت ثابت کر دیں گے اور اس اختلاف کی بنیاد ابن طاہرؒ کی عبارت کے مطابق یہ ہے کہ کیا پہلی شریعتوں کا قانون ہمارے لئے بھی ہے یا نہیں؟اس مسئلہ میں اصولی اختلاف ہے۔

فقہاء کے قول سے قریب تر بات یہی ہے کہ پہلی شریعتوں کا حکم باقی رکھنا ہمارے لئے ضروری نہیں ہے (ہمارے لئے مستقل شریعت ہے ہاں اگر ہماری شریعت ہی سے وہ حکم ثابت ہو جائے جو پہلی شریعت کا ہے، پھر اس کا انکار کرنے کی گنجائش نہیں رہ جاتی) دوسرا قول یہ ہے کہ اگر قرآن وحدیث سے ثابت ہو جائے کہ یہ پہلی شریعت میں بھی حرام تھا۔یا اہل کتاب میں سے دو ایسے شخص جو تحریف کا علم رکھتے ہوں اور مسلمان ہونے کی بعد اس بات کہ شہادت دیں کہ اس چیز کا حرام ہونا پہلی شریعت میں معلوم ہے تو ان کی بات تسلیم کر لی جائے گی۔لیکن ان اہلِ کتاب کی بات اس جگہ ہرگز نہیں مانے جائے گی جنہوں نے اب تک اسلام قبول نہیں کیا ہے۔

نیز حاوی میں مزید یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی جانور عجم کے کسی ملک کا ہو اور اس کا حکم معلوم نہ ہو تو اس جانور کے مشابہ قریب تر عربی ملک میں جو جانور ہوگا اسی کا حکم اس جانور کا بھی ہوگا۔اور عربی ملک میں کوئی ایسا جانور نہ مل سکے جس سے اس کی مماثلت ہو تو اسلامی شریعتوں سے قریب تر ممالک میں اس کا مثل تلاش کیا جائے گا اور نہ ملنے کی صورت میں وہی پہلے دو قول معتبر ہوں گے جن کا تذکرہ ابھی ہوا ہے کہ پہلی شریعتوں کے حکم کو باقی رکھا جائے یا نہ رکھا جائے۔

علامہ دمیریؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ اس جگہ رُک کر دو باتوں کو غور سے سمجھ لینا ضروری ہے:

ا۔ یہ کہ پہلی شریعت کا حکم اس وقت باقی رکھا جائے گا جبکہ وہاں دو شرطیں محقق اور ثابت ہو جائیں۔

(الف) اس متعین چیز کے سلسلہ میں دو شریعتوں میں مختلف حکم ہو کہ ایک میں تو حرام ہو اور دوسری میں حلال ہو۔کیونکہ اگر دو شریعتوں میں مختلف حکم ہو مثلاً کوئی چیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں تو حلال تھی مگر اس کے بعد کسی کی شریعت میں حرام ہو گئی تو یہاں دو احتمال ہیں۔ایک یہ کے بعد والی شریعت کا حکم لے لیں دوسرے یہ کہ ہمیں یہ معلوم نہ ہو کہ دوسری شریعت پہلے کے لئے ناسخ ہے تو ہمیں دونوں میں اختیار ہے۔لیکن اگر یہ ثابت ہو کہ دوسری شریعت اس حکم میں پہلے کے لئے ناسخ ہے اور اس سے پہلے یا بعد کی کسی شریعت میں اس کا حرام ہونا معلوم نہ ہو تو اس میں توقف کیا جائے گا اور اشیاء کی اباحت اصلیہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے دونوں صورتیں (حلت وحرمت) ثابت ہو جائیں گی۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ (حلت یا حرمت) اہل کتاب کی تحریف وتبدیل سے پہلے ثابت تھی۔لیکن جب یہ شریعت منسوخ ہو گئی تو ان اہلِ کتاب کے حلال یا حرام سمجھنے سے ہم کو کیا سروکار اور ہم ان کی شریعت کا اب اعتبار اور لحاظ کیوں کریں۔

طبی خواص

اگر وَرَل کے بال کسی عورت کے بازو پر باندھ دیئے جائیں تو جب تک وہ بازو پر رہیں گے عورت حاملہ نہیں ہوگی۔اس کا گوشت اوراس کی چربی عورتوں کوموٹا کرتی ہے۔اوراس کی چربی میں بدن میں چھپے ہوئے کانٹوں میں کھینچ کرنکال دینے کی حیرت انگیز صلاحیت موجود ہے۔اس کی کھال کوجلا کراس کی راکھ تیل کی تلچھٹ میں ملا کر کسی شل اور بے حس وحرکت عضو پر لگانے سے اس کی طاقت دوبارہ لوٹ آتی ہےاوراس کی لید کالیپ چہرے کے داغ اور چھائیوں کودور کر دیتا ہے۔

تعبیر

وَرَل کا خواب میں دیکھنا کسی خسیس، کم ہمت اور بزدل دشمن کی علامت ہے۔

الوَزَغَة

(گرگٹ) گرگٹ ایک مشہور جانور ہے۔گرگٹ اور چھپکلی دونوں کی جنس ایک ہی ہے لیکن چھپکلی گرگٹ سے بڑی ہوتی ہےاوراس پرتمام علماء کااتفاق ہے کہ گرگٹ موذی جانور ہے۔لہٰذااس کو مارڈالنا چاہیے۔

امام بخاریؒ ،مسلم اورابن ماجہ نے ایک روایت نقل کی ہے جس میں گرگٹ کو مارڈالنے کاحکم ہے:۔

''حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گرگٹوں کو مارڈالنے کی اجازت مانگی تو آپؐ نے ان کو مارڈالنے کاحکم دے دیا''۔

اور بخاری ومسلم کی روایت یہ ہے:۔

''حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹوں کو مارنے کا حکم دیااوراس کوشریر کہااور فرمایا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلاف آگ میں پھونکیں ماررہاتھا۔اورایک صحیح حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جوشخص گرگٹ کو پہلے وار میں مارڈالے اس کواتنی اتنی نیکیاں ملیں گی اور جواُسے دوسرے وار میں مارڈالے اس کو پہلے سے کچھ کم اتنی اتنی نیکیاں ملیں گی اور جوتیسرے وار میں مارڈالے اُسے دوسرے سے کچھ کم اتنی اتنی نیکیاں ملیں گی اوراسی روایت میں (اس طرح وضاحت بھی ہے) کہ جواس کو پہلے وار میں مارڈالے اُس کوسونیکیاں ملیں گی اوردوسرے میں اس سے کم اور تیسرے میں اس سے کم''۔

طبرانی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''گرگٹ کو مارڈالوچاہے وہ کعبہ کے اندر بیٹھا ہو''۔

سنن ابن ماجہ میں:۔

''ام المومنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ان کے گھر میں ایک نیزہ (بھالا) رکھا ہوا تھا' کسی نے اُن سے پوچھا کہ اس سے آپ کا کیا کام؟ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اس سے میں گرگٹ مارا کرتی ہوں اس لئے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو زمین پر موجود ہر جانور اس آگ کو بجھارہاتھا مگر یہ گرگٹ اس آگ میں پھونک مار کراُسے بھڑکارہاتھا۔لہٰذا حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مارڈالنے کاحکم دیدیا''۔

اسی طرح امام احمدؒ نے اپنی مسند میں اور تاریخ ابن النجار میں عبدالرحیم بن احمد بن عبدالرحیم کی سوانح میں حضرت عائشہؓ کی یہ

حدیث مروی ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص گرگٹ کو مار ڈالے گا اللہ تعالیٰ اس کی سات خطائیں معاف کر دیں گے۔

اسی طرح ''کامل'' میں وھب بن حفص کی تذکرے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہ روایت منقول ہے کہ:۔

''جس نے گرگٹ کو مارا اس نے گویا شیطان کو مار ڈالا''۔

اور حاکم نے اپنی مستدرک کی ''کتاب الفتن والملاحم'' میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے:۔

''وہ کہتے ہیں کہ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں) کسی کا جب بھی کوئی لڑکا پیدا ہوتا تھا اُسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا جاتا تھا اور آپؐ اس کے لئے دُعا کرتے تھے۔ جب مروان بن الحکم آپؐ کے پاس لایا گیا تو آپؐ نے فرمایا یہ گرگٹ کا بیٹا گرگٹ ملعون کا بیٹا ملعون ہے''۔

پھر حاکم نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

''اس کے بعد کچھ دور چل کر لکھتے ہیں کہ محمد بن زیاد سے روایت ہے کہ جب حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید (کی خلافت) کے لئے لوگوں کو بیعت کرنا چاہا۔ مروان نے کہا یہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی سنت ہے تو حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے کہا کہ یہ تو ہرقل اور قیصر کا طریقہ کار ہے۔ اس پر مروان نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر کو مخاطب کر کے کہا کہ تمہارے ہی سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے (اور جس نے اپنے والدین کو کہا تمہارا برا ہو) نازل کیا ہے۔

جب یہ قصہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ ''مروان نے بالکل جھوٹ کہا بخدا اس سے وہ مراد نہیں ہیں۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ پر اس وقت لعنت فرمائی تھی جب مروان اپنے باپ کی صلب (پشت) میں ہی تھا''۔

آگے چل کر حاکم حضرت عمرو بن مرۃ جہنیؓ سے نقل کرتے ہیں (اور عمرو بن مرۃ جہنیؓ کے پاس (مروان کے باپ) کا اٹھنا بیٹھنا تھا) عمرو بن مرۃ کہتے ہیں کہ حکم بن العاص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریابی کی اجازت مانگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر سے اس کی آواز پہچان کر فرمایا اس کو آنے دو (اللہ اس پر اور اس کی اولاد پر لعنت برسائے (مگر مومن اس سے مستثنیٰ ہے) کہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہین کہ جنہیں دنیا میں اعلیٰ مرتبہ حاصل ہوتا ہے مگر آخرت میں بے حیثیت ہوتے ہیں۔ وہ چالاک، مکار اور دھوکہ باز ہوتے ہیں۔ دنیوی مال و دولت سے ان کو وافر حصہ مل جاتا ہے مگر آخرت سے کچھ حصہ نہیں ملتا۔

ابن ظفر کا کہنا ہے کہ حکم بن العاص اور اسی طرح ابوجہل دونوں ایسے لاعلاج مرض کا شکار ہو گئے جس سے کبھی بھی سفایاب نہ ہو سکے۔ یہ حضورؐ کی اس بددُعا کا نتیجہ تھا جو آپؐ نے ان کے لئے کی تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کو ''فویسق'' کہا ہے اس کی نظیر وہ پانچ جانور بھی ہیں جن کو آپؐ نے فرمایا کہ ان پانچ فاسق جانوروں کو حرم میں بھی مار ڈالا جائے گا کیونکہ فسق کے معنی ہیں اطاعت الٰہی سے ہٹ کر سیدھے راستے سے تجاوز کر جانا۔ چونکہ یہ جانور دوسروں کو تکلیف پہنچانے میں حد سے تجاوز کر گئے ہیں لہٰذا ان کو فاسق یا فویسق کہا گیا ہے۔ فویسق تصغیر ہے اور تصغیر یہاں اس کی حقارت اور ذلت کو بیان کرنے کے لئے ہے۔

ایک اعتراض اور اُس کا جواب

پہلے وار میں گرگٹ کو مار ڈالنے میں سو نیکیاں اور دوسرے وار میں مارنے پر ستر نیکیاں، جس طرح بعض روایات میں ہے اس

اختلاف کی کیا وجہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے یہاں قید اور حصر مراد نہیں ہے کہ اتنی ہی نیکیاں ملیں گی بلکہ یا تو مراد یہاں صرف کثرت ہے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے اللہ کی طرف سے جو وحی آئی اس میں ستر نیکیوں کی خبر دی گئی اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان نیکیوں میں اپنی طرف سے اضافہ فرمایا۔ یا مطلب یہ ہے کہ یہ اختلاف (ثواب اور اُس کی کمی اور زیادتی) مارنے والوں کے اخلاص اور نیتوں کے اعتبار سے ہے اور اُن کے حالات کے کمال اور نقص کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا مخلصین کاملین کو تو سو نیکیاں ملتی ہیں اور ان سے کمتر درجہ سے لوگوں کو ستر نیکیاں ملتی ہیں۔ یحییٰ بن یعمر کہتے ہیں کہ میں سو گرگٹوں کو مار ڈالوں یہ مجھے اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ سو غلام آزاد کر دوں۔ ان کے اس طرح کی بات کہنے کی وجہ یہ ہے کہ گرگٹ بڑا خطرناک خبیث فطرت کا جانور ہے۔ یہ سانپوں کا زہر پی کر برتن میں قے کر دیتا ہے۔ اگر کوئی انسان اس برتن میں موجود کسی بھی چیز کو استعمال کرے تو اس کی وجہ سے سخت مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اور پہلے ہی وار میں نیکیوں کی کثرت کا سبب غالباً یہ ہے کہ مارنے میں کئی وار کرنا اور ایک ہی وار میں کامیاب نہ ہونا حکم رسالت کے بجالانے میں بے پرواہی کی دلیل ہے ورنہ اگر کوئی عزمِ مصمم اور حوصلہ کے ساتھ مارنا چاہے تو اُسے پہلے ہی وار میں ختم کر ڈالے گا۔ اس بنیاد پر دوسرے وار کا ثواب گھٹ گیا ہے۔ کیونکہ یہ تو چھوٹا سا جانور ہے اس کے لئے صرف ایک ہی وار کافی ہے۔

اور عزالدین بن عبدالسلام نے پہلے وار میں زیادہ ثواب ملنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ قتل میں بھی احسان کرو کہ کئی وار میں مارنے سے جانور کو تکلیف زیادہ نہ ہو اور اس مطلب کی صورت میں یہ حکم فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم "اِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوْ الْقِتْلَۃَ" (کہ جب تم کسی کو قتل کرو تو اچھے طریقہ پر قتل کرو) کے تحت داخل ہو جائے گا' کا مطلب یہ ہے کہ اچھے اور نیک کاموں میں جلدی کرنا چاہیے۔ اس صورت میں یہ فرمانِ الٰہی "فاستبقو الخیرات" "کہ نیکیوں میں جلدی کرو گے تو ذیل میں آ جائے گا کوئی بھی معنی لیا جائے گرگٹ کا قتل مطلوب ہے اور سانپ' بچھوؤں کے ضرر اور اُن کے فساد کی زیادتی کی وجہ سے ان کا مار ڈالنا اس سے بھی زیادہ ضروری ہوگا۔

کچھ لوگوں نے لکھا ہے کہ گرگٹ بہرا ہوتا ہے اور اس کے بہرا ہونے کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلاف آگ بھڑکائی تھی لہٰذا اس کو بہرہ کر دیا گیا اور اس کا رنگ سفید کر دیا گیا گرگٹ کا مزاج یہ ہے کہ جس گھر میں زعفران کی خوشبو ہو اس میں داخل نہیں ہوتا۔

سانپوں سے اس کا میل ہے جس طرح بچھوؤں کا میل گبریلوں سے ہوتا ہے۔ یہ منہ کی طرف سے بار آور ہوتا ہے اور سانپ کی طرح انڈے دیتا ہے اور چار مہینہ تک سردی میں اپنے بل میں بیٹھا رہتا ہے اور کچھ نہیں کھاتا۔ "سام ابرص" کے ذیل میں اس کا حکم اس کے خواص گزر چکے ہیں جسے ضرورت ہو وہ بابِ السین میں مطالعہ کر لے۔

تعبیر

خواب میں گرگٹ دیکھنا ایسے گمنام معتزلی شخص کی علامت ہے جو بھلائی سے روکتا ہوا اور برائی کا حکم دیتا ہو۔ یہی تعبیر چھپکلی کی بھی ہے۔ کبھی کبھی گرگٹ دیکھنا بدکلام اور فحش گو دشمن کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور کہیں اس طرح سے سفر کرنے کی بھی دلیل ہو سکتا ہے۔

الوَصَعُ

(ممولا' بھجنگا) الوَصَعُ اور الصَعْوَۃُ: ممولے کو کہتے ہیں۔ بابِ الصاد میں اس کا بیان ہو چکا ہے۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ

چڑیوں سے چھوٹے ایک پرندے کا نام ہے۔ حدیث شریف میں وصع کا ذکر یوں آیا ہے:۔

''حضرت اسرافیل علیہ السلام کا ایک بازو مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے اور عرش الٰہی حضرت اسرافیلؑ کے کاندھے پر ہے کبھی کبھی وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت سے کڑ کر مولے کے برابر ہو جاتے ہیں''۔

سہیلی کی کتاب ''التعریف والاعلام'' میں لکھا ہے کہ ملائکہ میں سب سے پہلے حضرت آدم کو سجدہ کرنے والے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں۔

بقول محمد بن حسن النقاش اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی وجہ سے لوح محفوظ کا ذمہ دار بنایا ہے۔

الوطواط

(چمگادڑ) اس کا بیان باب الخاء میں خفاش کے ذیل میں گزر چکا۔

حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حماد ابن محمد کی سند سے تحریر کیا ہے کہ کسی شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے ان معموں کا حل پوچھا اور آپ نے ان کے یہ جوابات دیئے:۔

۱۔ وہ کیا چیز ہے جس میں نہ گوشت ہے نہ خون مگر وہ بولتی ہے۔

۲۔ وہ کیا چیز ہے جس میں نہ گوشت ہے نہ خون مگر وہ دوڑتی ہے۔

۳۔ وہ کیا چیز ہے جس میں نہ گوشت ہے نہ خون مگر وہ سانس لیتی ہے۔

۴۔ وہ دو چیزیں کونسی ہیں کہ جن میں نہ گوشت ہے نہ خون مگر جب ان سے خطاب کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا۔

۵۔ وہ کون سا فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا مگر وہ نہ انسان ہے نہ جن اور نہ فرشتہ۔

۶۔ وہ کون سا جاندار ہے جو مر گیا اور اس کی وجہ سے دوسرا جاندار جو مر چکا تھا جی اٹھا۔

۷۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ان کو دریا میں ڈالنے سے پہلے کتنے دنوں اُن کو دودھ پلایا اور ان کو کس دریا میں ڈالا اور کس دن ڈالا؟

۸۔ حضرت آدمؑ کے قد کی لمبائی کتنی تھی آپ کی عمر کتنے برس ہوئی اور آپ کا وصی کون تھا؟

۹۔ وہ کون سا پرندہ ہے جو انڈے نہیں دیتا ہے اور اسے حیض آتا ہے؟

جوابات:

۱۔ وہ جہنم ہے۔ قیامت کے دن جب باری تعالیٰ اس سے پوچھے گا کیا تیرا پیٹ بھر گیا' تو گویا ہوگی کیا کچھ اور بھی ہے؟

۲۔ وہ عصائے موسیٰ (موسیٰ کی لاٹھی) ہے کہ جب وہ اژدھا بن جاتا تھا تو زندہ سانپوں کی طرح دوڑتا تھا۔

۳۔ وہ صبح ہے کیونکہ قرآن شریف میں ہے ''وَالصُّبحِ اِذَا تَنَفَّس'' کہ باری تعالیٰ فرمایا ہے قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لے۔

۴۔ وہ زمین و آسمان ہیں جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ چلے آؤ خواہ خوشی سے خواہ زبردستی' انہوں نے کہا ہم خوشی سے حاضر ہوتے ہیں۔

۵۔ یہ وہ کوا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند قابیل کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ کوا قابیل کو اپنے بھائی ہابیل کی لاش

دفن کرنے کا طریقہ سکھلا دے۔

۶۔ وہ بنی اسرائیل کی وہ گائے کہ جس کا ذکر سورۂ بقرہ میں آیا ہے۔جس کو ذبح کر دیا گیا تھا اور اس کے گوشت کے لوتھڑے سے وہ مقتول زندہ ہو گیا تھا جس کو بنی اسرائیل کے ایک شخص نے مار ڈالا تھا۔

۷۔ تین ماہ دودھ پلایا۔ بحر قلزم میں ڈالا۔ اور جمعہ کے دن ڈالا۔

بحر قلزم فیوم سے بہت دور ہے جہاں فرعون کے محلات تھے مصر میں دریائے نیل بہتا ہے اور وہیں فرعون کے محلات تھے۔ روایتوں سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ آپ کو ایک صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں بہا دیا گیا تھا۔

۸۔ قد کی لمبائی ساٹھ ذراع عمر نو سو چالیس برس ہوئی اور آپ کے وصی حضرت شیث علیہ السلام تھے۔

۹۔ وہ پرندہ چگادڑ ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں بنایا تھا۔ چگادڑ بچے دیتی ہے اور اسے حیض بھی آتا ہے۔

شرعی حکم

پہلے گزر چکا ہے کہ چگادڑ حرام ہے۔

تعبیر

چگادڑ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر حق سے ہٹ جانے اور گمراہ ہو جانے سے دی جاتی ہے۔ بسا اوقات اس کا دیکھنا ولد الزناء (حرامی) ہونے کی علامت ہوتی ہے کیونکہ اسے پرندہ کہا جاتا ہے۔ مگر حقیقت میں پرندہ نہیں ہے۔ یہ انسان کی طرح اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے۔ اس کا دیکھنا کبھی نعمت کے ختم ہونے اور اپنی من پسند چیزوں سے دور ہو جانے کی بھی علامت ہوتی ہے کیونکہ چگادڑ مسخ شدہ قوم ہے۔ مگر علامہ دمیری لکھتے ہیں کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ چگادڑ دیکھنا کسی چیز کی دلیل ثابت ہونے کی بھی دی جاتی ہے۔

الوَاعُوَاعُ

(گیدڑ) ابن آوی کے نام سے اس کا ذکر باب الھمزہ میں آ چکا ہے۔

الوَعِلُ

(پہاڑی بکرا) واؤ کے فتحہ کے اور ع کے کسرہ کے ساتھ۔

موت کے وقت اُمیہ بن ابی الصلت کا حال:۔

ابن عدی نے اپنی کتاب ''الکامل'' میں محمد بن اسماعیل بن طریح کے حالات میں رقم کیا ہے اور انہوں نے اپنے باپ اور دادا کی روایت ذکر کی ہے کہ میرے والد امیہ ابی الصلت کی وفات کے وقت اس سے ملنے گئے تو دیکھا کہ اُس پر بے ہوشی طاری ہے۔ جب تھوڑا افاقہ ہوا تو اُس نے سر اٹھا کر گھر کے دروازے کی طرف دیکھا اور کہنے لگا: ''**لبیکما لبیکما ھا انالدیکما لا عشیرتی تحمینی ولا مالی یفدینی** ''میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں میں تو یہیں آپ دونوں کے پاس موجود ہوں۔ نہ میرا خاندان میری حمایت کر سکتا ہے اور نہ میرے مال کو فدیہ میں دے کر چھڑایا جا سکتا ہے۔ پھر اس پر دوبارہ بے ہوشی طاری ہو گئی۔ جب پھر اسے ہوش آیا کہنے لگا۔

کل حی وان تطاول دھرا ایَلَ امرُہٗ الی ان یزولا
ہر شخص کا انجام یہی ہوگا کہ وہ فنا ہو جائے گا اگرچہ کوئی ایک لمبی مدت کی زندگی پالے۔
لِیتنی کنت قبل ما قدبدالی فی رءوس الجبال ارعی الوعولا
کاش میں اس حادثے کے آنے سے پہلے پہاڑوں کی چوٹیوں پر بکریاں چرایا کرتا۔
اس کے بعد اُس کی روح قبض کر لی گئی۔

حکایت

شہرؒ بن حوشب سے روایت ہے کہ جب عمرو بن العاص ؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کے صاحبزادے عبداللہ ؓ بن عمرو نے آپ سے عرض کیا کہ ابا جان! آپ یہ فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں کسی عقلمند اور سمجھدار شخص سے ایسے وقت ملاقات کرتا جب اس کے سر پر موت کھڑی ہوتی تو وہ مجھے موت کی ان سختیوں کی خبر دیتا جسے وہ محسوس کر رہا ہو۔ اس وقت آپ ہی ایسے شخص ہیں جس پر نزع کا عالم ہے۔ لہٰذا آپ مجھے یہ بتائیے کہ موت کس طرح آتی ہے؟ آپ نے فرمایا کیا بتاؤں بیٹا! بخدا کہتا ہوں مجھے اس وقت یہ محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے آسمان و زمین بالکل ایک دوسرے سے مل گئے ہیں اور گویا میرا پہلو کسی تخت کے نیچے دبا ہوا ہے اور میں سوئی کے ناکہ میں سانس لے رہا ہوں اور گویا ایک کانٹے دار شاخ میرے پیروں سے سر تک کھینچی جا رہی ہے۔ پھر آپ نے یہی مندرجہ بالا شعر پڑھا۔

موت کے وقت عبدالملک بن مروان کی کیفیت اور اُس کی تمنا

اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے مرنے کا وقت جب قریب آیا اُس کا محل چونکہ ایک نہر کے کنارے پر واقع تھا۔ اُس نے دیکھا کہ ایک دھوبی نہر پر کپڑے دھو رہا ہے۔ اسے دیکھ کر عبدالملک نے کہا۔ کاش! میں بھی ایسا ہی ہوتا کہ روز کی مزدوری روز کمایا کرتا اور اس سے زندگی بسر کرتا اور یہ خلافت مجھے نہ ملی ہوتی۔ پھر اس امیہ بن الصلت کا وہ شعر پڑھا جو مذکور ہوا۔

اس کے بعد خلیفہ کو بھی وہی حادثہ پیش آیا جو امیہ کو اس شعر کے پڑھنے سے پیش آیا تھا۔ یعنی شعر پڑھتے ہی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ جب ابو حازم کو یہ اطلاع ملی تو انہوں نے کہا کہ خدا کا شکر ہے اللہ تعالیٰ نے بادشاہوں اور شہنشاہوں کو بھی موت کے وقت اس حالت کی تمنا کرنے پر مجبور کر دیا جس حالت میں ہم ہیں اور ہمیں اس حالت کی تمنا کرنے سے باز رکھا جس میں یہ بادشاہ ہیں۔

''استیعاب'' میں فارعہ بنت ابی الصلت ہمشیرۂ امیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ فتح طائف کے بعد وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ یہ ایک ہوشیار، پاکدامن اور صاحبِ جمال عورت تھی۔ حضورؐ کو وہ عورت پسند آئی۔ ایک دن آپؐ نے اس سے پوچھا کہ اچھا بتا! تجھے اپنے بھائی کے کچھ اشعار یاد ہیں تو اُس نے اپنے بھائی کے یہ اشعار سنائے۔

مَا اَرْغَبُ النَّفْسَ فِی الحیوٰۃ وَاِنْ تَحْیی طَوِیْلا فَالْمَوْتُ لَاحِقُھَا
میں اپنے نفس کو جینے کی رغبت نہیں دلاتا اور اس سے کہتا ہوں کہ اگر تو مدتوں جیتا رہے تب بھی موت سے تجھے چارۂ کار نہیں۔
یُوشِکُ مَنْ فَرَّ مِنْ مَنِیَّتِہٖ یَوْمًا عَلٰی غِرَّۃٍ تُوَافِقُھَا
جو شخص اپنی موت سے بھاگتا ہے اسے ایک نہ ایک موت سے اچانک سامنا کرنا ہی پڑے گا۔
مَنْ لَمْ یَمُتْ غِبْطَۃً یَمُتْ ھَرِمًا للموت کَاْس'' وَالْمَرْءُ ذَائِقُھَا
جو شخص راضی برضا قابلِ رشک موت مرنا نہیں چاہتا وہ بڑھاپے میں یقیناً موت کا شکار ہو جائے گا۔ موت کی شراب کا جام ہر شخص

کے لئے تیار ہے۔

پھر اس نے یہ شعر پڑھ کر سنایا ۔

لیتنی کنت قبل ما قدبدالی　　فی رءوس الجبال ارعی الوعولا

اور کہا کہ یہی شعر پڑھنے کے بعد میرا بھائی مجھے داغ مفارقت دے گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے بھائی کی مثال اس شخص کی ہے جس کے پاس اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیاں بھیجیں مگر اُس نے ان سے روگردانی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور اس کا شمار گمراہوں میں ہونے لگا۔ [1]

پہاڑی بکریوں کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ سخت زمین اور کنکریلی اور پتھریلی زمین میں ہی رہنا پسند کرتی ہیں۔ عام حالات میں ایک ہی جگہ مل کر رہتی ہیں مگر جب ان کے بچہ دینے کا وقت آتا ہے تو سب الگ الگ ہو جاتی ہیں۔ مادہ کے تھنوں میں جب دودھ جمع ہو جاتا ہے تو وہ اس کو چوس لیتی ہے۔ اور نر کی قوتِ جماع جب کمزور ہو جاتی ہے اور جفتی کے قابل نہیں رہتا تو وہ درخت ''بلوط'' کے پتے کھا کر طاقتور ہو جاتا ہے اور اس کی شہوت لوٹ آتی ہے۔ جب نشہ کی حالت میں اسے کوئی بکری نہیں ملتی تو وہ اپنے ذکر کو منہ سے چوس کر منی خارج کر دیتا ہے۔ جب اسے کہیں زخم ہو جاتا ہے تو پتھروں میں اُگنے والی ایک بوٹی کو تلاش کر کے اُسے چبالیتا ہے اور زخم پر لگا لیتا ہے جس سے اس کا زخم بھر جاتا ہے۔

جب کسی بلند جگہ سے یہ بکرا کسی شکاری کو دیکھ لیتا ہے تو چت لیٹ کر اپنے سینگوں کو سرین سے اڑا کر اور سانس روک کر نیچے کی طرف پھسل جاتا ہے۔ یہ سینگ پتھروں سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ نیز چکنے ہونے کے باعث پھسلنے میں اس کا تعاون کرتے ہیں۔

علاماتِ قیامت میں وعول کا ذکر

کتاب ''الترغیب والترہیب'' میں اور ابو عبید اور دیگر راویوں کی غریب روایات میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک فحش گوئی اور بخل کا ظہور نہ ہوگا اور جب تک امانت دار خیانت نہ کرنے لگیں گے اور خائن کو امانت دار نہ سمجھا جانے لگے۔ وعول ہلاک نہ ہو جائیں اور تحوت کا ظہور نہ ہو جائے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اموعول التحوت کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا الوعول سے مراد قوم کے شرفاء ہیں اور التحوت مراد جو شریف لوگوں کے ماتحت تھے لیکن ان کو کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔ علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ قوم کے شرفاء کو الوعول سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ پہاڑی بکریاں پہاڑ کی چوٹوں پر رہتی ہیں اس لئے قوم کے شرفاء کو حدیث میں الوعول سے تشبیہ دی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

عرش ''وعول'' کے اوپر

امام احمدؒ، ابوداوٗدؒ، ترمذیؒ وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ایک جماعت کے ساتھ ایک وادی میں بیٹھے تھے۔ ایک بادل آیا اس کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ تم کو معلوم ہے اس کا کیا نام ہے؟ ہم نے عرض کیا جی ہاں! یہ سحاب (بادل) ہے۔ آپؐ نے فرمایا اسے مزن [2] اور عنان کہتے ہیں۔ پھر آپ

---

[1] وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَالَّذِىْ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ.

[2] قرآن کی آیت '' ءَ اَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ '' کی طرف اشارہ ہے۔

نے پوچھا کہ تم کو معلوم ہے کہ زمین وآسمان کے درمیان کس قدر فاصلہ ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں۔آپؐ نے فرمایا کہ ۷۱ یا ۷۲ یا ۷۳ سال کی مسافت کا فاصلہ اور پہلے آسمان اور اُس کے اُوپر دوسرے آسمان کے درمیان بھی اسی قدر فاصلہ ہے اسی طرح آپؐ نے ساتوں آسمان گنوا دیئے۔ پھر فرمایا کہ ساتوں آسمانوں کے اوپر ایک سمندر ہے۔اس سمندر کے اوپر اور نیچے کے حصہ کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان ہے۔سمندر کے اوپر چار پہاڑی بکرے ہیں۔

ہر بکرے کے کھروں اور رانوں کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان ہے۔ان بکروں کی پیٹھ پر عرش ہے اور عرش کے بالائی اور زیریں حصہ کے درمیان بھی اسی قدر فاصلہ ہے۔

حاملین عرش الٰہی

ابن عبدالبر کی کتاب ''التمہید'' میں حضرت عروۃ بن الزبیرؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ حاملین عرش چار ہیں ایک انسان کی شکل میں' دوسرا بیل کی صورت میں' تیسرا گدھ کے روپ میں اور چوتھا شیر کی صورت میں ہے۔اور ثعلبیؒ کی تفسیر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن چار اور کو'ان کے ساتھ بڑھا دیا جائے گا۔

سنن ابی داؤد میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اجازت ملی ہے کہ میں تم کو ان فرشتوں میں سے ایک کا حال بیان کردوں جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ان میں سے ہر ایک کی کان کی لَو سے اس کندھے کے درمیان سات سو برس کی مسافت کا فاصلہ ہے۔

شرعی حکم

اس کا کھانا بالاتفاق حلال ہے۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی محرم یا کوئی حلال' حرم میں پہاڑی بکری کو شکار کر لے تو اس پر ایک بکری کا دم واجب ہوگا۔

قزوینی نے ''اشکال'' میں ابن فقیہ سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ''جزیرہ رانج'' میں عجیب وغریب شکل وصورت کے مختلف جانور دیکھے۔انہی میں پہاڑی بکریوں کے طرح کا ایک جانور تھا جس کا رنگ سرخ تھا اور اس پر سفید نشانات تھے۔نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کا گوشت کھٹا ہوتا ہے۔

مولف فرماتے ہیں کہ اگر یہ بات صحیح ہے تو مشابہت صوری کی وجہ سے اس کا حکم بھی حلت کا ہوگا۔کیونکہ یہ ماکول اللحم جانور کے مشابہ ہے۔اس کے فوائد ''اُرْوِیۃ'' کے تحت باب الالف میں گزر چکے ہیں۔نیز ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کی ہڈیوں کا گودا اس عورت کے لئے نہایت مفید ہے جس کو سیلان الرحم کا مرض ہو اس طرح کہ عورت اس گودے کو کسی کپڑے میں لپیٹ کر اندام نہانی میں رکھ لے۔

اور اگر اس کا گوشت اور اس کی چربی دونوں سکھا کر اس پر ایلوا' موتھا' لونگ' زعفران اور شہد ڈال کر سب کو اتنا ملائیں کہ ایک جان ہو جائیں پھر اسے ایک مثقال کے برابر عرق اجوائن میں ملا کر اس شخص کو پلایا جائے جس کے مثانہ میں پتھری ہوگئی ہو تو باذن الٰہی صحت یاب ہو جائے گا۔

اَلْوَقْوَاقُ

''اَلْوَقْوَاقُ'' (بروزن فطفاط) ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک قسم کا پرندہ ہے۔شاید اسے ''القاق'' بھی کہتے ہیں جس کا

تذکرہ "باب القاف" میں گزر چکا ہے۔

بَنَاتُ وَرْدَان

اس کا دوسرا نام فالیۃ الافاعی بھی ہے۔ یہ ایک کیڑا ہے جو نم جگہوں میں پیدا ہوتا ہے اور اکثر غسل خانوں اور حوض وغیرہ کے پاس رہتا ہے۔ کالا بھی ہوتا ہے۔ سرخ اور سفید نیز سرخ وسیاہ بھی ہوتا ہے۔ جب یہ ابتدا نمی سے پیدا ہو جاتا ہے تو پھر جفتی بھی کرتا ہے اور سفید لمبے انڈے دیتا ہے۔ یہ گندگی سے مانوس ہوتا ہے اور گندگی کے لئے یہاں مولف نے الحش (نخلستان) کا لفظ استعمال کیا ہے۔

فائدہ:۔ جاحظ کا کہنا ہے کہ حش جس کی جمع حشوش ہے۔ دراصل اس کے معنی نخلستان کے ہیں۔ مگر اس سے مراد بیت الخلاء (letrine) ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں پہلے گھروں میں بیت الخلا نہیں تھے اس وقت لوگ قضائے حاجت کے لئے نخلستانوں میں جایا کرتے تھے لہٰذا اہلِ عرب اس موقع پر بجائے صاف لفظ استعمال کرنے کے کنایہ بولتے ہیں۔ لہٰذا لیٹرین کو حش (نخلستان) "الخلا" "مخرج، متوضا" "مذہب" "غائط" "قضاء الحاجۃ"[1] کہتے ہیں۔ اسی طرح وہ یہ کہتے ہیں 'نجات حاصل کرنے گیا' 'فارغ ہونے کے لئے گیا' اور یہ سب الفاظ اس لئے استعمال کئے جاتے ہیں تا کہ بالکل صراحتاً یہ کہنے کے لئے مجبور نہ ہونا پڑے کہ ہگنے کے لئے گیا۔[2]

بنات وردان کا شرعی حکم

اس کی گندگی کی وجہ سے اس کا کھانا حرام ہے۔ نیز یہ حشرات الارض میں سے ہے اس وجہ سے اس کی خرید وفروخت بھی ناجائز ہے۔ جس طرح دیگر کیڑوں کی خرید وفروخت ناجائز ہے جس سے کوئی نفع حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اگر یہ پاک پانی میں گر جائیں تو ان سے پانی ناپاک نہیں ہو گیا اور اس قدر بات شریعت میں معاف ہے۔ جس طرح دیگر وہ کیڑے جس کے اندر بہنے والا خون نہیں ہے ان کے گر جانے سے پانی کی طہارت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ایک فقہی مسئلہ

فقہاء شوافع نے کہا ہے کہ جس جانور کے مار ڈالنے سے نہ کوئی نقصان ہو نہ فائدہ جیسے 'بَنَاتَ وَرْدَان'[3] 'خنَافِس' جُعْلانُ دُودُ کیڑا' گدھ' شتر مرغ' چھوٹی چڑیاں اور مکھیاں' ان کو مارنا مکروہ ہے مگر حرام نہیں ہے۔ اور رافعیؒ نے اس فہرست میں نہ کاٹنے والے کتے کو بھی شمار کرایا ہے اور انہوں نے مزید کہا ہے کہ چیونٹی' شہد کی مکھی' شکرہ' مینڈک وغیرہ کا مارنا ناجائز نہیں ہے۔

---

[1] میدان' نکلنے کی جگہ' جہاں جانے سے وضو ختم ہو جاتا ہے۔ جانے کی جگہ۔ نشیب: گڑھا۔ ضرورت پوری کرنا

[2] اس قسم کی تعبیر عربی کی طرح دیگر زبانوں میں بھی ہے تا کہ گندی اور ناقابل ذکر چیز کا نام نہ لینا پڑے

[3] تیل چٹا، گبریلا' تمر یلے کی طرح کا ایک کیڑا۔

بابُ الیاء

یَاجُوْج وَمَاجُوْج

(ایک عجیب الخلقت قوم) یہ دونوں لفظ ہمزہ کے ساتھ اور بغیر ہمزہ دونوں طرح پڑھے جاتے ہیں جو ہمزہ کے ساتھ پڑھتے ہیں وہ (گرمی کی شدت) سے مشتق مانتے ہیں۔ کیونکہ یہ گرم مزاج مخلوق ہے۔ اور ازہری نے کہا ہے کہ یاجوج۔ فعل کا صیغہ ہے اور ماجوج مفعول کا صیغہ ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں مفعول ہوں۔ دونوں لفظ غیر منصرف مستعمل ہیں۔ تانیث اور علم دو سبب اس میں موجود ہیں کیونکہ یہ قبیلوں کے نام ہیں۔ لیکن اکثر لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ مشتق نہیں ہیں بلکہ عجمی نام ہیں۔ اسی وجہ) سے وہ بغیر ہمزہ کے پڑھتے ہیں اور عجمہ اور علم کی بناء پر غیر منصرف پڑھتے ہیں۔ سعید اخفش نے کہا ہے کہ یاجوج سے اور ماجوس سے مشتق ہے۔ قطرب نے یہ کہا کہ جو بغیر ہمزہ پڑھتے ہیں وہ یاجوج کو یَجَّ سے فاعول کے وزن پر اور ماجوج کو مَجَّ سے فاعول کے وزن پر استعمال کرتے ہیں او فاعول کے وزن پر چونکہ عجمی ناموں کو بغیر ہمزہ پڑھا جاتا ہے جیسے ھاروت' ماروت' طالوت' جالوت' داؤد۔ اسی طرح ان دونوں کو بھی بغیر ہمزہ پڑھا جانے لگا۔ ''یاجوج ماجوج'' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصل میں تو ہمزہ ہی ہو لیکن تخفیف کر کے بغیر ہمزہ بھی پڑھ لیا جاتا ہو۔

یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں یاجوج و ماجوج اَجَّة سے مشتق ہوں جس کے معنی مل جانا جیسا کہ فرمانِ باری ان کے بارے میں ہے ''وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ'' اس کی تفسیر میں آیا ہے۔ ای مُخْتَلِطِيْنَ یعنی ایک دوسرے سے مل جائیں گے۔ اور شاید یَـــجُّ جس کے متعلق اخفش کا کہنا ہے کہ یاجوج اس سے مشتق ہے۔ دراصل اُجَّ ہے کیونکہ یا اور جیم کا ساتھ ساتھ عربی زبان میں تلفظ دشوار ہے اس لئے نہیں آتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمزہ اور بغیر ہمزہ دونوں لغتیں جائز ہیں اور قراء سبعہ میں سے اکثر نے بغیر ہمزہ (تسہیل) کے ساتھ پڑھا ہے۔

یاجوج ماجوج انسان

ان کی پیدائش کے متعلق مقاتلؒ کا قول ہے کہ یہ حضرت یافث بن نوح ؑ کی اولاد ہیں۔ ضحاکؒ کہتے ہیں کہ یہ ترک ہیں مگر کعب الاحبار نے کہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ایک دن احتلام ہو گیا اور آپ کا نطفہ مٹی میں مخلوط ہو گیا۔ جب آپ کو افسوس ہوا اللہ تعالیٰ نے اس سے یاجوج ماجوج پیدا کر دیے۔ لیکن مولف کا کہنا ہے کہ کعب الاحبار کی یہ تحقیق درست نہیں ہے کیونکہ یہ مسلم ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو احتلام نہیں ہوا۔ اصحک اللہ تعالیٰ۔

یاجوج ماجوج کی شکل وصورت اور اُن کی خوراک

طبرانی نے یاجوج ماجوج کے سلسلہ میں حضرت حذیفہ بن الیمان سے ایک روایت کی ہے:۔

''نبی اکریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یاجوج ایک قوم ہے کہ چار سو امیر ہیں۔ اسی طرح ماجوج بھی ان میں سے کوئی فرد جب تک اپنی اولاد میں سے ایک ہزار شہسوار نہیں دیکھ لیتا نہیں مرتا ہے۔ ان کی ایک قسم تو وہ ہے جو صنوبر کے درخت کے برابر لمبے یعنی تقریباً ایک سو بیس ذراع لمبے ہوتے ہیں اور دوسری قسم وہ ہے جو اپنے ایک کان کو بچھا لیتے ہیں اور دوسرے کان کو اوڑھ لیتے ہیں۔ ان کے سامنے کوئی خنزیر یا ہاتھی آ جائے تو اسے کھا جاتے ہیں اور اپنے مردوں کو بھی کھا لیتے ہیں۔ ان کا اگلا قدم شام میں تو پچھلا قدم خراسان میں ہو گا۔[1]

---

[1] ان کی اتنی رفتار تیز ہو گی۔

تمام سمندروں اور دریائے طبری کا پانی پی جائیں گے مگر اللہ تعالیٰ انہیں مکہ مکرمہ مدینہ منورہ اور بیت المقدس میں جانے نہیں دے گا اور وھب بن منبہ کا کہنا ہے کہ یاجوج ماجوج گھاس پھوس درخت اور لکڑیاں کھاتے ہیں اور جس انسان پر قابو پالیتے ہیں اسے بھی کھا جاتے ہیں۔لیکن یہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ اور بیت المقدس میں جانے پر قادر نہیں ہیں۔ان کی ایک قسم تو لمبائی میں ایک بالشت کے برابر اور دوسری قسم ضرورت سے زیادہ لمبی ہوتی ہے پرندوں کی طرح ان کے پنجے اور درندوں کی طرح ان کے دانت ہیں۔کبوتروں کی سی آواز نکالتے ہیں اور چوپایوں کی طرح جفتی کرتے ہیں' بھیڑیئے کی طرح چیختے ہیں۔ان کے بال سردی گرمی سے ان کا بچاؤ کرتے ہیں۔ان کے کان بہت بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ایک تو روئیں دار ہوتا ہے جس کو سردی میں اوڑھتے ہیں دوسرا بغیر روئیں کا صرف کھال کا ہوتا ہے۔جو گرمی میں ان کے کام آتا ہے۔ذوالقرنین کی بنائی ہوئی دیوار کو کھودتے رہتے ہیں جب اس میں سوراخ ہونے کو ہوتا ہے' شام ہو جاتی ہے اور یہ لوگ یہ کہہ کر واپس ہو جاتے ہیں کہ باقی کل کھودیں گے۔پھر اللہ تعالیٰ اسے پہلے کی طرح صحیح سالم بنا دیتا ہے۔جس دن وہ یہ کہہ کر واپس ہوں گے کہ انشاء اللہ ہم کل اس میں سوراخ کرلیں گے اس روز وہ اس کو منہدم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور باہر نکل پڑیں گے۔لوگ ان کو دیکھ کر قلعوں اور محفوظ جگہوں میں جا کر چھپ جائیں گے۔یہ آسمان کی طرف تیر چلائیں گے پس وہ تیر ان کی طرف اس حال میں واپس آئیں گے کہ وہ خون آلود ہوں گے پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو النغف کے ذریعے ہلاک کر ڈالیں گے جو اُن کی گردنوں سے چمٹ جائے گا۔یہ وہی نغف نامی کیڑا ہوگا جس کا ذکر باب النون میں آچکا ہے''۔

یاجوج ماجوج کس کی اولاد ہیں؟

یاجوج و ماجوج کے متعلق شیخ محی الدین نوویؒ سے پوچھا گیا کہ کیا یہ آدم وحوا کی نسل سے ہیں اور ان کی عمر کتنی ہوتی ہے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اکثر علماء کے نزدیک یہ آدم وحوا کی نسل سے ہیں مگر حوا سے نہیں ہیں' اسی طرح وہ ہمارے صرف باپ شریک بھائی ٹھہرے اور ان کی عمر کے متعلق کوئی صحیح بات منقول نہیں ہے اور یہ باب الکاف میں ''الکرکند'' کے بیان میں حافظ ابوعمر بن عبدالبر کا قول گزر چکا ہے کہ اس پر علماء کرام کا اتفاق ہے کہ یاجوج ماجوج حضرت یافث بن نوح کی اولاد ہیں۔

اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ یارسولؐ اللہ! آیا آپؐ کی دعوت یاجوج و ماجوج تک پہنچی ہے یا نہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ شب معراج میں میرا گزر اُن کے پاس سے ہوا۔میں نے ان کو دعوت اسلام بھی دی مگر انہوں نے اس کو قبول نہیں کیا۔

بخاری ومسلم اور نسائی میں ایک روایت اُن کے متعلق یہ بھی ہے کہ:

''حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے روز حضرت آدمؑ کو مخاطب فرمائیں گے۔حضرت آدم علیہ السلام جواب دیں گے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا اے آدم بعث النار (جہنمی لشکر) کو نکالئے۔حضرت آدمؑ پوچھیں گے' بعث النار کیا چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے دوزخ میں ایک ایک جنت میں جائے گا۔پھر حضورؐ نے فرمایا یہی وقت ہوگا جبکہ بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور حاملہ عورتوں کا حمل ساقط ہو جائے گا تم یہ سمجھو گے کہ لوگ نشے میں بدمست ہیں حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت ہے''۔

یہ بات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر بہت گراں بار ہوئی۔انہوں نے عرض کیا یارسولؐ اللہ! ہم میں سے وہ کون ایک شخص ہو گا جو جنت میں جائے گا۔اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ نوسو ننانوے یاجوج ماجوج میں سے

ہوں گے اور وہ ایک جنتی تم میں سے ہوگا۔

علماء کرام کا کہنا ہے کہ اس کام کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کو طلب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ سب انسانوں کے باپ ہیں۔ اور ابو داؤدؒ کو چھوڑ کر دیگر بہت سے محدثینؒ نے حضرت زینبؓ بنت جحش کی یہ روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ:۔

''ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپؐ پر گھبراہٹ کا عالم طاری تھا' چہرۂ مبارک سرخ ہو رہا تھا اور زبان پر یہ الفاظ جاری تھے''لا الٰہ الا اللہ'' ہلاکت ہے عرب کے اس شر سے جو قریب آچکا ہے یاجوج و ماجوج کی دیوار کا کھلنا اس طرح قریب آچکا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی ملا کر اشارہ کیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ ہم میں صالحین (نیک لوگ) موجود ہوں گے جب بھی ہم ہلاک ہو جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں! جب خبث کی کثرت ہو جائے گی۔

اس حدیث شریف میں لفظ ویل آیا ہے جس کا ترجمہ ہلاکت سے کیا گیا ہے۔ مولف فرماتے ہیں کہ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام بھی ہے جس کی تہ تک پہنچنے کے لئے جہنمی کو چالیس برس لگ جائیں گے [1]

اور ''خَبَث'' سے مراد فسق و فجور ہے۔ خاص طور سے اس سے مراد زنا لیا ہے۔ بقول بعض خبث سے مراد ''اولاد زنا'' ہے۔ مولف کے نزدیک خبث سے مطلق گناہ مراد ہیں لہٰذا اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہوا کہ جب معصیت (فسق و فجور) کی کثرت ہو جائے گی تو اس کا نتیجہ عام ہلاکت کی صورت میں ظاہر ہوگا اور بروں کے ساتھ نیک اور بھلے لوگ بھی ہلاک ہو جائیں گے۔

سدِ سکندری:

بزارؒ نے یوسفؒ بن مریم حنفی کی ایک حدیث نقل کی ہے:۔

''وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک صاحب آئے اور آپ کو سلام کیا اور کہنے لگے کیا آپ نے مجھ کو نہیں پہچانا؟ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ اس شخص سے واقف ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ پھر آپ کو بتلایا تھا کہ میں نے سدِ سکندری دیکھی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ یہ سن کر بولے اچھا تو وہ آپ ہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جی ہاں میں وہی ہوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ تشریف رکھیں اور ہمیں بھی اس دیوار کا حال سنا دیں۔ چنانچہ ان کا بیان یہ تھا؛

''میں اپنے سفر کے دوران ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں کے لوگوں کا کاروبار صرف آہن گری (لوہار تھے) تھا میں ایک گھر میں مہمان ہوا اور دیوار کی طرف پاؤں کر کے لیٹ گیا۔ جب غروب آفتاب کا وقت آیا تو مجھے ایسی آواز سنائی دینے لگی جو اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں سنی تھی اور مجھے اس آواز سے خوف دہشت معلوم ہونے لگی۔ یہ دیکھ کر صاحبِ خانہ نے مجھے تسلی دی کہ گھبرانے اور ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ کو یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں کی آواز ہے جو اس وقت سامنے کی دیوار سے واپس جا رہے ہیں۔ اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو آپ اس دیوار کو دیکھ سکتے ہیں۔ میں نے کہا میں اُسے ضرور دیکھوں گا۔ چنانچہ میں نے جا کر اس دیوار کو دیکھا اس میں لگی ہوئی لوہے کی اینٹیں ایسی لگ رہی تھیں گویا وہ چٹانیں ہیں اور اُن کے درمیان ٹھوکی گئی کیلیں کڑیوں کی طرح معلوم ہو رہی تھیں۔ وہ دیوار دور سے دیکھنے میں ایسی محسوس ہوتی تھی گویا وہ (برد یمانی) یمنی چادر ہے جس پر بیل بوٹے بنے ہوئے ہیں۔ جب میں سفر سے واپس

---

[1] چالیس سال تک اوپر سے نیچے گرتا ہوا چلا جائے گا۔

اپنے وطن پہنچا تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ آپؐ نے مجھ سے اس کی کیفیت دریافت فرمائی۔ چنانچہ میں نے اُس کا پورا پورا حال بیان کر دیا۔ آپؐ نے اس پر فرمایا کہ جو شخص سدِ سکندری دیکھنے والے کو دیکھنا چاہتا ہو تو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ آپ نے بالکل صحیح فرمایا''۔

حضرت سکندر ذولقرنین کے دیوار بنانے قصہ

کہتے ہیں کہ حضرت سکندر ذوالقرنین اپنی سلطنت کا دورہ کرتے ہوئے ایک ایسی جگہ پہنچے جس کے دونوں طرف پہاڑ تھے۔ بیچ میں وادی تھی۔ وہاں کے بسنے والوں کی گفتگو ان کی سمجھ میں نہ آئی (یا وہ قوم آپ کی گفتگو سمجھنے پر قادر نہ تھی) مگر انہوں نے کسی طرح حضرت سکندر ذوالقرنین سے یہ شکایت کی کہ یاجوج ماجوج ہماری کھیتیاں تباہ کر دیتے ہیں۔ کیونکہ یاجوج ماجوج ان غریبوں کی بستی میں آ کر گھاس، پتے اور سبزیاں کھا جاتے تھے اور سوکھی ہوئی اٹھا کر لے جاتے تھے۔ بقول بعض آ کر انسانوں کو کھا جاتے تھے۔ اس قوم نے آپ سے عرض کیا کہ ہم آپ کے لئے چندہ کر دیتے ہیں آپ ہمارے اور ان یاجوج ماجوج کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنوا دیں۔

حضرت سکندر ذوالقرنین نے کہا تم کو تمہاری دولت مبارک ہو۔ تم صرف کام کرانے میں میرا تعاون کرو۔ ساز و سامان ہمارے پاس کافی موجود ہے۔ خدا نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے۔

اس کے بعد حضرت سکندر نے جا کر دونوں پہاڑوں کے درمیان کے فاصلہ کا اندازہ لگایا تو فاصلہ سو فرسخ کے برابر تھا۔ چنانچہ بنیادیں کھودنے کا حکم دیا اور اتنی گہری بنیادیں کھدوائیں کہ پانی نکلنے لگا اور یہ بنیادیں چوڑائی میں پچاس فرسخ تک کھودی گئیں اور اس بنیاد کا بھراؤ بڑی بڑی چٹانوں سے کیا گیا اور اس کا گارا پگھلے ہوئے تانبے کو بنایا گیا۔ وہ دیوار ایسی تیار ہو گئی گویا زمین کے اندر سے نکلا ہوا پہاڑ ہو۔

دوسرا قول یہ ہے کہ بنیادوں میں اور دیوار میں بھی پتھر نہیں بلکہ لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے لگائے گئے۔ پھر ان ٹکڑوں کے درمیان لکڑیاں اور کوئلے چن دیئے گئے اور بھٹی جلا دی گئی۔ جب لوہے کے ٹکڑے بالکل سرخ ہو گئے تو اس کے اوپر پگھلا ہوا تانبا ڈال دیا گیا جس سے لوہے کے ٹکڑے ایک دوسرے سے جڑ گئے اور ایسا لگنے لگا گویا لوہے کا کوئی ٹھوس پہاڑ ہوا اور اس پر لوہے اور تانبے کی کیلیں ٹھوک دی گئی ہوں۔ چونکہ درمیان میں کچھ پیتل بھی لگایا گیا تھا لہٰذا دور سے وہ دیوار نقش و نگار سے مزین چادر کی طرح نظر آتی تھی۔

اس کے بعد وہ یاجوج ماجوج اس دیوار کے چکنی ہونے کی وجہ سے نہ تو اس پر چڑھ سکتے ہیں اور نہ ہی اس میں وہ سوراخ کر سکتے تھے کیونکہ وہ بہت مضبوط ہے۔ ایک طرف سے دیوار اور دوسری طرف سے سمندر کے درمیان ان کو قید کر دیا گیا ہے اور وہ اب تک اسی جگہ قید ہیں۔

ان کی خوراک وہ مچھلیاں ہیں جو موسم ربیع میں ان پر بارش کی طرح برستی ہیں۔ بعض نے سانپ کہا ہے۔ وہی وہ پورے سال کھاتے ہیں اور ان کی تعداد کی کثرت کے باوجود انہیں خوراک کی کمی نہیں ہونے پاتی۔ یہ باری تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

الیَامُوْر

ابن سیدہ کا بیان ہے کہ یامور پہاڑی بکروں کی ایک قسم ہے یا اس کے مشابہ کوئی جانور ہے جس کے بیچ سر میں ایک سینگ ہوتا ہے

جس میں مختلف شاخیں ہوتی ہیں۔ دوسرے لوگوں یہ کہا ہے کہ یامور نر بارہ سنگھا ہے جس سے سینگ آرا کی طرح ہوتے ہیں۔ یہ اکثر باتوں میں گورخر کے مشابہ ہے۔ گھنی جھاڑیوں کے پاس رہتا ہے۔ پانی پینے کے بعد اس میں پھرتی پیدا ہو جاتی ہے اور درختوں' جھاڑیوں کے بیچ اچھل کود کرنے لگتا ہے۔ کبھی کبھی اس کے سینگ درخت کی شاخوں میں اٹک جاتے ہیں اس وقت یہ شور کرنے لگتا ہے۔ شکاری اس کی آواز سن کر اُسے پکڑ لیتے ہیں۔

شرع حکم

یہ حلال ہے۔

طبی خواص

اس کی کھال کی خاصیت یہ ہے کہ بواسیر کا مریض اگر اس پر برابر بیٹھا رہے تو بواسیر ٹھیک ہو جاتی ہے۔

الیؤیو

اس پرندہ کی کنیت اُبو رماح ہے۔ یہ شکاری پرندہ ہے۔ شکرہ کے مشابہ ہوتا ہے۔ بابِ الصاد میں ''الصقر'' میں مفصل بیان آچکا ہے۔ محمدؒ بن زیاد زیادی کا لقب بھی یویو تھا۔ یہ اہلِ بصرہ کے امام تھے۔ محدث تھے' حماد بن زید اور دیگر راویوں سے حدیث نقل کرتے ہیں۔ ابن ماجہ اور بخاریؒ نے ذیلی طور پر ان سے روایت کی ہے۔ ۲۵۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

شرعی حکم

- حرام ہے۔ کیونکہ یہ پنجہ سے شکار کرتا ہے۔

طبی خواص

اس کا دماغ اگر خشک کر کے کوزہ مصری میں حل کر کے اس میں گوہ کا پاخانہ ملا لیا جائے اور اسے آنکھوں میں بطور سرمہ لگایا جائے تو آنکھ میں پیدا ہونے والی سفیدی ختم ہو جاتی ہے۔ اور اس کا پتہ ماءشہدانہ (ایک قسم کی بوٹی) میں ملا کر ناک میں ٹپکایا جائے تو سر درد فوراً ٹھیک ہو جاتا ہے۔

الیَحْبُوْر

(سرخاب کا بچہ) باب الحاء میں ''حباری'' کے بیان میں اس کا احوال وفوائد وغیرہ ذکر کئے جا چکے ہیں۔

الیَحْمُوْرُ

(ایک جنگلی جانور: جھکاڑ) ایک جنگلی جانور ہوتا ہے جو انسانوں کو دیکھ کر بدک کر بھاگتا ہے۔ اس کی دو سینگیں ہوتی ہیں جو بالکل آرہ کی طرح دھاردار ہوتی ہیں اس سے وہ درختوں کی شاخیں کاٹ ڈالتا ہے۔ مشہور یہ ہے کہ جب یہ پیاسا ہوتا ہے اور نہر کے پاس پانی کے لئے جانا چاہتا ہے مگر راستہ میں گھنی جھاڑیاں اُس کے آڑے آجاتی ہیں تو وہ اپنی سینگوں سے اُنہیں کاٹتا ہوا آگے بڑھ جاتا ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یحمور یامور ہی ہے جس کا ذکر ابھی گزرا ہے اور اس کی سینگیں بارہ سنگھے کی طرح ہوتی ہیں۔ ہر سال بچے دیتا ہے۔

اس کا رنگ سرخ ہوتا ہے اور اس کا بدن ٹھوس اور گٹھیلا ہوتا ہے۔

شرعی حکم

اس کی ہر قسم حلال ہے۔

طبی خواص

اگر روغن بلسہ میں اس کی چربی ملا کر مالش کی جائے تو فالج میں بہت مفید ہے۔

حیرت انگیز داستان

علامہ ابو الفرج ابن جوزی کی کتاب ''العرائس'' میں لکھا ہے کہ ایک طالب علم تحصیل علم کے لئے اپنے وطن سے کہیں جا رہا تھا راستے میں اس کی ملاقات ایک شخص سے ہوئی جو اس کے ساتھ ہو گیا۔ جب وہ طالب علم اس شہر کے قریب پہنچا جہاں جانے کا قصد کر کے وہ گھر سے چلا تھا۔ اس اجنبی شخص نے اس طالب علم کو مخاطب کر کے کہا کہ ہم سفر ہونے کی وجہ سے تجھ پر میرا حق رفاقت لازم ہو گیا اور میں قوم جن کا ایک فرد ہوں مجھے تم سے ایک کام ہے۔ طالب علم نے پوچھا کیا کام ہے؟ جن نے کہا جب تُو فلاں مقام پر پہنچے گا تجھے وہاں کچھ مرغیاں ملیں گی ان کے بیچ میں ایک مرغا ہوگا۔ اُس کے مالک کا پتہ لگا کر اس مرغے کو خرید لینا اور اسے ذبح کر ڈالنا۔ بس تجھ سے میرا یہی کام ہے۔ اس طالب علم نے اس جن سے کہا کہ بھائی میرا بھی تم سے ایک کام ہے۔ جن نے پوچھا تیرا کیا کام ہے؟ اس نے کہا کہ بالفرض اگر کوئی سرکش جن کسی انسان پر سوار ہو جائے اور اس پر کسی عمل کا اثر نہ ہوتا ہو تو اس کا علاج کیا ہے؟ جن نے کہ کہ اس کی دوا یہ ہے کہ ''یحمور'' کی کھال کا ایک ہاتھ لمبا تانت لے کر اس سے آسیب زدہ کی شہادت کی انگلی خوب جکڑ کر باندھ دی جائے پھر سنداب بری کا تیل لے کر چار قطرے آسیب زدہ کے داہنے نتھنے میں اور تین قطرے بائیں نتھنے میں ٹپکا دیئے جائیں اس سے وہ آسیب مر جائے گا اور پھر اس پر کوئی دوسرا آسیب کبھی بھی نہیں آئے گا۔

اس طالب علم کا کہنا ہے کہ وہ جن مجھ سے جدا ہو گیا۔ جب میں شہر کے اس مقام پر پہنچا جہاں کا اس نے پتہ دیا تھا تو مجھے وہاں مرغیاں نظر آئیں اور ان میں ایک مرغا بھی تھا۔ یہ ایک بڑھیا کی ملکیت میں تھا۔ میں اس سے وہ مرغا خریدنا چاہا مگر اس نے صاف انکار کر دیا۔ آخر کار بہت اصرار کر کے میں نے وہ مرغا دوگنی قیمت میں خرید لیا۔ پھر وہ جن مجھے نظر آیا اور اس نے اشارہ سے مجھے کہا کہ ''اس مرغے کو ذبح کر دے''۔ چنانچہ میں نے اس کو ذبح کر دیا۔ کچھ دیر کے بعد کچھ مرد وعورت پاس کے ایک گھر سے نکلے اور مجھے جادوگر کہہ کر مارنے لگے۔ میں نے اُن سے کہا کہ میں جادوگر نہیں ہوں۔ وہ کہنے لگے جب سے تو نے یہ مرغا ذبح کیا ہے ایک جن آ کر ہماری جوان لڑکی پر سوار ہو گیا ہے اور وہ کسی طرح اس کا پیچھا چھوڑنے کو تیار نہیں ہے۔

میں سمجھ گیا کہ یہ جن وہی میرا رفیق سفر ہے چنانچہ میں نے اُن سے کہا کہ مجھ کو ''یحمور'' کی تانت اور آب سنداب لا کر دو میں اس کا علاج کروں گا۔ جب یہ چیزیں انہوں نے مہیا کر دیں۔ میں نے جا کر تانت سے اس آسیب زدہ لڑکی کی انگلی خوب کس کر باندھ دی۔ باندھتے ہی وہ جن چلانے لگا اور کہنے لگا کیا میں نے اسی لئے تجھ کو یہ عمل سکھایا تھا کہ تُو مجھ ہی پر اسے آزمائے۔ میں نے اُس کی ایک نہ سنی اور پھر اس تیل کے چار قطرے اس کے داہنے نتھنے اور تین قطرے اُس کے بائیں نتھنے میں ٹپکا دیئے۔ ٹپکاتے ہی وہ جن مردہ ہو کر اسی وقت گر پڑا اور لڑکی بھلی چنگی ہو گئی۔ پھر اس کو کسی آسیب کی تکلیف کبھی نہیں ہوئی۔

الیحموم

(تیتر کی طرح کا ایک پرندہ) یحموم: ایک خوبصورت پرندہ ہے جو حجاز کے نخلستانوں میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ مولف کا خیال ہے کہ یہ تیتر ہے۔ یحموم نعمان ابن المنذر کے گھوڑے کا نام بھی تھا۔ یحموم عربی میں سیاہ دھوئیں کو بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن میں یحموم سے یہی دھواں مراد ہے۔ جب اہل عرب کسی انتہائی کالی چیز کو بتانا چاہتے ہیں تو ''اسود یحموم'' کہتے ہیں۔ یعنی' کالا بھجنگ''۔

کہتے ہیں کہ ''یحموم' دوزخ میں ایک پہاڑ ہے جس کے سائے میں دوزخیوں کو بٹھا دیا جائے گا اور اس کا حال یہ ہوگا ''لا بارد ولا کریم' یعنی نہ اس کی مٹی میں ٹھنڈا پن ہوگا نہ اس کا منظر ہی اچھا ہوگا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یحموم جہنم کا ایک نام بھی ہے۔ ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ جہنم بالکل سیاہ ہے اور اس میں جانے والے لوگ بھی کالے بھجنگے ہو جائیں گے۔ **نعوذ باللہ من شرھا**

الیراعۃ

(جگنو) اڑنے والا ایک چھوٹا سا کیڑا ہے۔ دن کو عام پتنگوں کی طرح دکھائی دیتا ہے اور اندھیری راتوں میں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی چمکدار ستارہ زمین پر اتر آیا ہو یا جیسے کوئی چراغ اڑ رہا ہو۔

ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ یراع' مچھر اور مکھی کے درمیان کی ایک مخلوق مکھی ہے جو منہ پر بیٹھ جاتی ہے مگر کاٹتی نہیں ہے اور یراعۃ شترمرغ کو بھی کہتے ہیں۔ اس کا بیان تفصیل سے گزر چکا ہے۔

الیربوع

چوہے سے ذرا بڑا ایک جانور ہے جس کی اگلی ٹانگیں بہت چھوٹی اور پچھلی بہت بڑی ہوتی ہیں۔ اس کی دم چوہے کی سی ہوتی ہے اور دم کے آخری کنارہ پر بال کلی کے مانند لگتے ہیں۔ یہ اپنی دم اٹھا کر چلتا ہے۔ ہرن کی طرح اس کا رنگ ہوتا ہے۔

جانوروں کی نفسیات کے ماہرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن جانوروں میں خباثت کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے۔ ان میں اکثر کے ہاتھ چھوٹے اور پیر لمبے ہوتے ہیں۔ کیونکہ جب اُنہیں کسی چیز کا خطرہ ہوتا ہے تو چھلانگ لگا کر اس خطرے سے اپنی حفاظت کر لیتے ہیں۔

یہ جانور زمین کے اندر رہتا ہے تاکہ اس کی نمی اس کے لئے پانی کا کام دے یہ اچھی ہوا کو پسند کرتا ہے۔ دریاؤں سے اسے وحشت ہوتی ہے اسی وجہ سے یہ اپنی بل بلند جگہوں پر بناتا ہے۔ پھر یہ اپنی بل کو ایسی جگہ بناتا ہے جہاں چہار سو کی ہوا لگے اسی لئے وہ اپنی بل میں چاروں طرف دروازے کھولتا ہے تاکہ ہوا اندر جا سکے۔ اس کے ان دروازوں کا نام الگ الگ ہے۔ ایک کو''النّافقاء'' دوسرے کو ''االقاصعاءُ' تیسرے کو ''الراھطاء'' کہتے ہیں۔ اگر کوئی شکاری اس کے ایک سوراخ کے پاس اس کی تلاش میں ہوتا ہے تو وہ دوسرے سوراخ سے نکل جاتا ہے۔ اس بل کے باہر مٹی اور اندر گڑھا ہوتا ہے۔ نافقاء اس کی چھپی ہوئی بل کو کہتے ہیں۔ اسی سے منافق مشتق ہے کہ ظاہر میں اس کی زبان پر ایمان ہوتا ہے مگر دل میں کفر ہوتا ہے۔

اس جانور کی خاص فطرت یہ ہے کہ نرم زمین پر چلتا ہے تاکہ اس کے پیروں کی آہٹ سن کر کوئی شکار نہ کر لے۔ اسی طرح خرگوش بھی ایسے ہی کرتا ہے یہ جگالی کرتا ہے اور مینگنی کرتا ہے۔ اس کے اوپر نیچے دانت اور ڈاڑھ بھی ہوتی ہے۔ اس کے بارے میں جاحظ اور قزوینی کا

کہنا ہے کہ یہ جانور چوہے کی ایک قسم ہے۔قزوینی نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ ان جانوروں میں سے ہے جن کے سردار ہوتے ہیں اوران کی حکم کی تعمیل کیجاتی ہے۔جس وقت کہ سرداراُن کے ساتھ ہوتا ہے تو وہ کسی اونچی جگہ یہ پتھر وغیرہ پر کھڑا ہوکرادھرادھر دیکھتا رہتا ہے۔اگراسے کوئی خطرے کی چیز آتی ہوئی محسوس ہوتی ہے تو وہ دانتوں کو کٹکٹا کر خاص قسم کی آواز نکالتا ہے جس کوسن کر سب اپنے بلوں میں گھس جاتے ہیں۔اگر اتفاق سے سردار اپنی اس ڈیوٹی میں کچھ غفلت برتے اوراس کی اس کوتاہی کے نتیجے میں کوئی جانور کسی ایک کو پکڑ لے جائے تو سب مل کر سردار کو مار ڈالتے ہیں اوراُس کی جگہ دوسرا سردار چن لیتے ہیں۔

جب یہ معاش کی تلاش میں باہر نکلتے ہیں تو سب سے پہلے ان کا سردار باہر نکلتا ہے۔اِدھر اُدھر جھانک کر دیکھتا ہے جب کوئی خطرہ کی چیز نظر نہیں آتی تو خاص انداز سے دانتوں کو کٹکٹا کر آواز نکالتا ہے جس سے سب کو معلوم ہو جاتا ہے کہ کوئی خطرہ نہیں ہے اس وقت سب باہر نکل آتے ہیں۔

شرعی حکم

شوافع کے یہاں یہ جانور حلال ہے۔مگر حنفیہ کے یہاں یہ حرام ہے کیونکہ یہ حشرات الارض کے قبیل سے ہے۔

طبی خواص

اگر پپوٹوں کے اندر بال جم آتے ہیں اوران کو اکھاڑ کر پپوٹوں پر یربوع کا خون مل دیا جائے تو پھر وہ بال نہ جمیں گے۔

تعبیر

یربوع کو خواب میں دیکھنا بہت جھوٹے اور جھوٹی قسمیں کھانے والے شخص کی پہچان ہے۔اگر کوئی خود کو اس سے جھگڑتے دیکھے تو اسی قسم کے آدمی سے اس کی لڑائی ہوگی۔

الیَرُقَان

یہ وہ کیڑا ہے جو کھیتوں میں پیدا ہوتا ہے۔پھر اس کی شکل تبدیل ہو جاتی ہے اور وہ اڑنے لگتا ہے اوراس کا نام ''ذرع میبر دق'' بھی ہے جیسا کہ ابن سیدہ نے کہا ہے:

الیسف

(مکھی) باب الذال میں ''ذباب'' میں پورا بیان گزر چکا۔

الیَعْرُ

بکری کے اس بچہ کو کہتے ہیں جو شیر اور بھیڑیئے کی کچھار کے قریب باندھ دیا جاتا ہے اوراس کے سامنے ایک گڑھا کھود کراُسے گھاس وغیرہ سے چھپا دیتے۔اس بکری کے بچے کی آواز سُن کر بجواُس کی تلاش میں آتا ہے اور گڑھے میں گر جاتا ہے۔نیز یعر نام کا خراسان میں ایک جانور رہتا ہے جو محنت ومشقت کے باوجود موٹا ہوتا ہے۔

الیعفور

یعفور: ہرن یا نیل گائے کے بچہ کو کہتے ہیں۔ بقول دیگر نر ہرن کو بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یعفور نامی گدھے پر سوار ہو کر ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ کہتے ہیں کہ اس گدھے کا نام ''یعفور'' اس کے خاکستری رنگ کی بنیاد پر رکھا گیا۔ جس طرح سبز رنگ کے جانور کو یعفور کہہ دیتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا نام یعفور اس لئے پڑا کہ اس کی رفتار ہرن کے مشابہ تھی۔

الیعقوب

یعقوب: نر چکور کو کہتے ہیں۔ اس معنی میں یہ لفظ خالص عربی کا ہے۔ مگر یعقوب جو ایک نبی علیہ السلام کا نام ہے وہ یوسف و یونس کی طرح عجمی لفظ ہے۔ لہٰذا بقول جوہری اگر یعقوب کسی شخص کا نام ہو تو یہ عجمہ اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف پڑھا جائے گا۔ لیکن حجل (چکور) کے معنی میں منصرف ہوگا۔ کیونکہ وہ خاص عربی زبان کا لفظ ہے اور اس میں غیر منصرف ہونے کے لیے کوئی سبب موجود نہیں ہے۔

چکور کا حکم

رافعی نے کہا ہے کہ مرغی اور چکور سے پیدا شدہ پرندے کو اگر کوئی محرم شکار کر لے تو جزاء لازم ہوگی۔

الیعملة

اس سے مراد کام کرنے والا اونٹ یا اونٹنی ہے اس کی جمع لیلات آتی ہے۔

الیمام

اصمعی کے بقول فاختہ کو کہتے ہیں اور کسائی کے بقول وہ جنگلی کبوتر جو گھروں میں رہتا ہے اور یمامہ اس کرنجی آنکھوں والی لڑکی کا نام بھی تھا جو تین دن کی مسافت کے فاصلہ سے کسی چیز کو دیکھ لیتی تھی۔ جاحظ کا کہنا ہے کہ وہ لڑکی لقمان بن عاد کے خاندان سے تھی اور اس کا اصل نام ''عنز'' تھا۔ اس کی آنکھیں کرنجی تھیں۔ اسی طرح ''الزباء'' اور ''البسوس'' نامی دو عورتیں بھی اسی طرح آنکھوں والی تھیں۔ سب سے پہلے اس لڑکی نے اثمد کا سرمہ استعمال کیا تھا۔

ایک عورت کی تیز نگاہی کا عجیب قصہ

''اِبْتِلاءُ الْاَخْیَارِ بِالنِّسَاءِ الْاَشْرَارِ'' میں لکھا ہے کہ عرب میں پانچ عورتیں ضرب المثل بن چکی ہیں: **زرقاء الیمامہ' بسوس' دغة' ظلمة اور ام قرفة۔**

زرقاء الیمامة:۔ یہ یمامہ کی رہنے والی بنو نمیر کی ایک لڑکی تھی جو تاریک رات میں سفید بال اور تین دن کی مسافت کی دوری سے گھوڑے سوار کو دیکھ لیا کرتی تھی۔ اگر کوئی لشکر اس کی قوم پر حملہ آور ہوتا تو وہ ان کو پہلے سے آگاہ کر دیتی تھی اور وہ لوگ اس لشکر سے نمٹنے کے لئے تیار

ہو جاتے تھے۔

کسی لشکر کے سپہ سالار نے ان کے خلاف یہ تدبیر کی کہ اپنے لشکر کو حکم دیا کہ ہر شخص درخت کی ایک شاخ کاٹ کر اپنے ہاتھ میں لے لے اور اُس کی آڑ میں آگے بڑھے۔ زرقاء نے جب اس کو غور سے دیکھا تو اُسے ایسا دکھائی دیا جیسے ایک درخت اس کی قوم کی طرف بڑھا چلا آرہا ہو۔ اس نے اپنی قوم کو اس کی اطلاع دی کہ مجھے تو سامنے سے ایک درخت آتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ قوم نے اس کا مذاق اڑایا کہ تیری عقل ماری گئی ہے بھلا کہیں درخت بھی چلتا ہے۔ اس نے کہا کہ جو میں کہہ رہی ہوں وہی صحیح ہے۔ اس پر اس کی قوم نے اسے جھٹلا دیا اور انہوں نے دشمن سے مدافعت اور اپنی حفاظت کا کوئی کام نہیں کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن ان پر صبح صبح پہنچ گیا اور زرقا کو قتل کر دیا۔ جب انہوں نے اس کی آنکھیں چیر کر دیکھیں تو اُن کی رگوں میں اثمد ہی اثمد (اصفہانی سرمہ) بھرا ہوا تھا۔ کیونکہ یہ بکثرت یہی سرمہ استعمال کیا کرتی تھی۔ غالباً یہی اس کی بصارت کی تیزی کا سبب بنا تھا۔

(۲) بسوس: اس کے بارے میں عرب میں یہ مثل رائج ہے" اَشــام مـن بـسـوس "یعنی بسوس سے زیادہ منحوس۔ یہ عورت جساس بن مرۃ بن ذہل بن شیبان کی خالہ تھی۔ اس کی ایک اونٹنی کی وجہ سے' کلیب بن وائل مارڈالا گیا جس کی وجہ سے بنی بکر اور بنی تغلب میں زبردست جنگ چھڑ گئی جو چالیس سال تک جاری رہی۔ یہ لڑائی "حرب بسوس" کے نام سے مشہور ہے۔

(۳) دَغة: اس عورت کے نام سے یہ مثل مشہور ہے" احــمـق مـن دغة "دغہ سے زیادہ احمق اس کا تعلق بنی عجل سے تھا اس کا نکاح بنی العنبر میں ہوا تھا۔ ظـلـمـة (ظلمہ سے زیادہ زانی) یہ قبیلہ ہذیل کی عورت تھی اس نے چالیس سال تک زنا کرایا اور چالیس سال تک حکومت بھی کرتی رہی جب بڑھاپے کی وجہ سے ان دونوں کاموں سے معذور ہوگئی اُس نے ایک بکرا اور ایک بکری خریدی۔ وہ بکرے کو بکری پر چھوڑ دیا کرتی تھی۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ تُو ایسا کیوں کرتی ہے؟ تو اس نے کہ جب بکرا بکری پر چڑھتا ہے اور جماع کے وقت سانس لینے کی آواز میرے کانوں میں آتی ہے تو میرا جی خوش ہو جاتا ہے۔

(۵) اُم قرفة: اس کے متعلق یہ مثل بیان کی جاتی ہے "امنع من ام قرفة" ام قرفہ سے زیادہ محفوظ" یہ مالک بن حذیفہ فزاری کی بیوی تھی اس نے اپنے گھر میں پچاس تلواریں لٹکا رکھی تھیں ان میں ہر تلوار اس کے کسی ذی محرم کے لئے مخصوص تھی۔

عورتوں کے متعلق حکماء کے تذکرے

محمد بن سیرینؒ سے کسی نے عورتوں کے متعلق سوال کیا تو آپ کا جواب یہ تھا:

"یہ عورتیں فتنوں کے دروازے کی کنجیاں ہیں اور رنج وغم کا خزانہ ہیں۔ اگر عورت تیرے ساتھ کوئی بھلائی کرے گی تو احسان ضرور جتلا دے گی۔ تیرے راز کو فاش کر دے گی۔ اگر تُو اسے کسی کام کا حکم دے تو اس کو ٹال دے گی اور تیرے غیر کی طرف مائل ہوگی۔

کسی اور کا قول ہے:

عورتیں رات کو تو خوشبو ہیں اور دن میں کانٹا ہیں۔ کسی عقلمند آدمی کو اس کے دشمن کی موت کی خبر دی گئی اُس نے کہا کہ اگر تم یہ کہتے اُس نے شادی کر لی ہے تو مجھے اس سے زیادہ خوشی ہوتی۔

کہتے ہیں کہ آدمی تین باتوں سے مجبور ہوتا ہے:۔

(۱) اپنی مصلحت کے کاموں میں بیدار رہنے میں کوتاہی کرنا۔ (۲) خواہشات نفسانی کی مخالفت کرنا (۳) جس بات کا اسے علم نہ ہو

اس میں عورت کی بات مان لینا۔

کسی حکیم کا قول ہے کہ جہالت سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں اور عوت سے بڑھ کر کوئی برائی نہیں۔

اَلْیُوَصِّیُ

''اَلْیُوَصِّیُ'' (یاء اور واؤ کے فتحہ کے ساتھ اور صاد مشدد کے کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد باز کے مشابہ ایک عراقی پرندہ ہے جس کے بازو ''الباشق'' (باز) سے لمبے ہوتے ہیں اور یہ پرندہ شکار کرنے میں بہت تیز ہوتا ہے۔

شرعی حکم

یہ حرام ہے جیسا کہ باب الحاء میں ''الحر'' کے نام سے اس کا بیان گزر چکا ہے۔

اُلیَعْسُوْب

ا۔ (ملک النحل) یعسوب: یہ لفظ عربی میں مشترک ہے کئی معنوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ٹڈی کے برابر ایک کیڑے کو بھی کہہ دیتے ہیں۔اس کے چار پر ہوتے ہیں۔ یہ اپنے پروں کو سیمٹتا نہیں ہے۔ یہ کبھی بھی چلتا ہوا نظر نہیں آیا بلکہ یا تو کسی درخت کی شاخ پر بیٹھا رہے گا یا اڑتا رہے گا۔ یہ تتلی کی ایک قسم ہے جس کے چار پَر ہوتے ہیں۔جسم ٹڈی کی طرح لمبا سا ہوتا ہے اور جوہریؒ نے کہا ہے کہ یہ ٹڈی سے بڑا ہوتا ہے۔اگر یہ گر پڑتا ہے تو اپنے پر نہیں سمیٹتا۔

۲۔یعسوب گھوڑے کا نام

عسوب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک گھوڑے کا نام بھی تھا اور اسی طرح حضرت زبیرؓ کے گھوڑے کا بھی نام تھا۔کہا جاتا ہے کہ یہ ان تینوں گھوڑوں میں سے ایک ہے جو جنگ بدر کے دن مسلمان فوج میں موجود تھے۔

۳۔ یعسوب: گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی کو بھی کہتے ہیں۔

۴۔ یعسوب: چکور کی ایک قسم کو بھی کہتے ہیں۔

۵۔ یعسوب: شہد کی مکھیوں کے سردار کو کہتے ہیں جس کا نام رانی مکھی ہے۔ یہ تمام مکھیوں کی سردار ہوتی ہے اور ہر کام اسی کے اشارہ سے ہوتا ہے۔چھتہ میں آنا جانا چھتہ تیار کرنا اور شہد چوس کر لا کر اس میں اکٹھا کرنا۔ ہر حال میں یہ مکھیاں اپنے سردار کی فرمانبرداری کرتی ہیں۔ یہ اپنے ماتحت مکھیوں کا انتظام اسی طرح کرتی ہے جیسے کوئی بادشاہ اپنی رعایا کا انتظام کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ مکھیاں چھتہ میں واپس آتی ہیں تو یہ رانی مکھی دروازے پر کھڑے ہو جاتی ہے اور کسی کی مجال نہیں ہوتی کہ ایک دوسرے سے پہلے داخل ہونے کے لئے جھگڑا کرے۔ بلکہ سب قائدہ کیے بعد دیگرے چھتہ کے اندر جاتی ہیں۔ایک دوسرے کو دھکیلتی ہوئی یا دھکا دیتی ہوئی دکھائی نہیں دیتیں۔ اُن کا یہ عمل بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی امیر لشکر کسی تنگ گزرگاہ پر ایک ایک کر کے اپنا لشکر گزارتا ہے۔

ان مکھیوں کے اندر یہ عجیب وغریب بات ہے کہ ایک چھتہ میں کبھی دو امیر جمع نہیں ہو سکتے۔اگر کبھی ایسا ہو بھی جاتا ہے کہ دو گروہ اپنا

امیر الگ الگ منتخب کرلیں تو وہ مکھیاں ان میں سے ایک کو مار ڈالتی ہیں اور صرف ایک امیر کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ایسا کرنے کی وجہ سے اس میں باہم کوئی عداوت یا دشمنی نہیں پھیلتی بلکہ دو امیر ہونا ہی ان کے لئے تکلیف کا باعث بن جاتی ہے۔لہٰذا سب مل کر ایک جان دو قالب ہو جاتی ہیں۔

ابن السنی نے اپنی کتاب ''عمل الیوم واللیلۃ'' میں لکھا ہے کہ حضرت ابوامامہ باہلی ؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد سے باہر نکلنے کا ارادہ کرتا ہے تو ابلیس اپنے لشکر کو آواز دیتا ہے اور وہ اپنے امیر کے پاس ایسے ہی جمع ہو جاتے ہیں جس طرح شہید کی مکھیاں ''یعسوب'' کے ارد گرد جمع ہو جاتی ہیں۔لہٰذا جب تم میں سے کوئی مسجد کے دروازے سے نکلنے کے لئے کھڑا ہو تو یہ دُعا پڑھ لیا کرے:''اَللّٰھُمَّاِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ اِبْلِیْسَ وَجنودِہٖ''

(اے اللہ! میں ابلیس اور اس کے لشکر سے تیری پناہ میں داخل ہوتا ہوں''۔

اگر کوئی یہ دُعا پڑھ لے گا تو شیطان اور اس کا لشکر اُسے بالکل نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

انگوٹھی سے موت کا اطلاع

لفظ یعسوب صرف سردار کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔چنانچہ حضرت علیؓ نے جب حضرت عبدالرحمن بن عتاب بن اسید کو جنگ جمل کے روز مقتول ہو کر پڑا دیکھا تو فرمایا:''ھذا یعسوب القریش'' یہ قریش کے سردار تھے۔حضرت عبدالرحمن نے اس روز بڑی جانبازی اور بہادری کا مظاہرہ کیا تھا۔آپ کا ایک ہاتھ جس میں انگوٹھی تھی اسی روز کٹ گیا تھا۔ایک گدھ آیا اور اس ہاتھ کو انگوٹھی سمیت اٹھا کر لے گیا اور یمامہ میں گرا دیا۔اس انگوٹھی سے اس ہاتھ کی شناخت ہوگئی اور لوگوں نے سمجھ لیا کہ وہ شہید ہو چکے ہیں۔لہٰذا انہوں نے حضرت عبدالرحمنؓ کی نمازِ جنازہ پڑھ لی۔اس پر تمام مورخین متفق ہیں کہ جنگ جمل کے معرکہ میں اس ہاتھ کو اُٹھا کر کوئی پرندہ لے گیا ہے اور اس کو حجاز میں گرا دیا ہے۔پھر نماز جنازہ پڑھ کر اس کو دفن کر دیا گیا ہے۔مگر اس میں اختلاف ہے کہ وہ پرندہ کون سا تھا اور کس جگہ لے جا کر ہاتھ گرایا تھا۔ایک قول یہ ہے کہ گدھ نے اسی روز لے جا کر یمامہ میں گرایا تھا۔ابن قتیبہ کا خیال ہے کہ عقاب نے اسی دن لے جا کر اس ہاتھ کو یمامہ میں گرایا۔حافظ ابوموسیٰ وغیرہ کا کہنا ہے کہ اس کو گدھ لے گیا اور اس نے لے جا کر اسے مدینہ منورہ میں گرایا۔اور شیخ نے ''شرح مہذب'' میں لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ میں لے جا کر گرایا۔

صحیح مسلم شریف میں نواس بن سمعانؓ کی ایک طویل حدیث ہے کہ دجال کے ساتھ ساتھ زمین کے خزانے چلیں گے اور اس کے چاروں طرف اس طرح جمع ہو جائیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سردار کے ارد گرد جمع ہو جاتی ہیں۔

جب حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی وفات ہوگئی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس مکان کے دروازے پر (کھڑے ہو کر) جہاں آپ کو کفن دیا گیا تھا فرمانے لگے:''بخدا آپ یعسوب المومنین تھے۔آپ ایک ایسے پہاڑ تھے جس کو زبردست آندھیاں بھی نہیں ہلا سکتی تھیں اور نہ سمندر کی جھکڑ دار ہوائیں آپ کی کشتی حیات میں ہچکولے پیدا کر سکتی تھیں''۔اس تقریر میں حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو یعسوب سے اس بناء پر تشبیہ دی ہے کہ یعسوب بوقت پرواز تمام مکھیوں سے آگے رہتا ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے میں تمام مومنین سے آگے تھے۔

''کامل بن عدی'' میں عبداللہ بن واقف واقفی نے عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن علی بن ابی طالب کے حالات میں لکھا ہے کہ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا تھا ''اَنْتَ یَعْسُوْبَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَالُ یَعْسُوْبُ الْکُفَّار '' کہ آپ مومنوں کے یعسوب اور مال کافروں کا یعسوب ہے اور ایک روایت میں یعسوب الظلمۃ اور ایک روایت میں یعسوب المنافقین کے لفظ مرقوم ہیں یعنی مال کے ذریعے کفار ظالم منافق لوگ مومنین کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ایک روایت میں ہے۔حضرت علیؓ کو ''امیر النحل بھی'' کہا گیا ہے۔

خاتمۃ الکتاب

کتاب ''صحیح ۃ الحیوان'' یعسوب کے بیان پر ختم ہوگئی۔خاتمہ پر مولفؒ علامہ شیخ کمال الدین الدمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کتاب کے مسودہ سے ماہ رجب ۷۷۳ھ میں فراغت حاصل ہوئی (اس کتاب کی ابتداء ملک الوحش جانوروں کے بادشہ ''شیر'' سے ہوئی جو شجاعت میں ضرب المثل ہے اور اس کی انتہاء ملک النحل (شہد کی مکھیوں کے بادشاہ) پر ہوئی جو موم اور شہد دینے میں مشہور ہے۔موم سے روشنی حاصل ہوتی ہے اور شہد سے شفاء ملتی ہے۔